मुकम्मल जीवन चरित्र
महर्षि स्वामी दयानन्द सरस्वती
(उर्दू)

लक्ष्मण आर्योपदेशक

प्रकाशक : आर्य पुस्तकालय लाहौर

गुरु विरजानन्द दण्डी
सन्दर्भ पुस्तकालय
878
[illegible]
दयानन्द [illegible]

गुरु विरजानन्द दण्डी

878

ओ३म्

مکمل جیون چرتر

مہرشی دیانند سرسوتی

آریہ پستکالیہ لاہور

سمرپن

میں بڑی نمرتا سے

مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی

کا یہ جیون چرتر سوامی جی کے مشن پر سروسو نیوچھاور کرنے والے

مہاتما منشی رام جی

مکھیہ ادھشٹاتا گوروکل کانگڑی ہردوار کے نام نامی پر

سمرپن کرتا ہوں

اس کام کے متعلق جو آپ کی اچھیا تھی۔ وہ کسی بہتر دماغ اور
لائق ہاتھ سے ہی ٹھیک طور پر پوری ہو سکتی تھی۔ تاہم یقین ہے
کہ اسکی تعمیل پر اپنی طاقت اور لیاقت کے مطابق جو یہ قدم اٹھایا
گیا ہے۔ ٹھیک سمت میں ضرور سمجھا جاوے گا ۔

لکشمن

ओ३म्

مکمل جیون چرتر

مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی

کے

لکھشمن آریہ اپدیشک

نے

شرمتی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے شائع شدہ اور

آریہ سماج کے شہید پنڈت لیکھرام جی

اکروہ مصالحہ کے آدھار پر ٹھیک ترجمہ۔ اور بہت ایزادی کے ساتھ

مین سے [illegible] پریس لاہور میں چھپوایا

پراتھنا

।।चं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः ब्रह्मराजन्या-
भ्यां शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय ॥ यजु० अ० २६।२ ॥

پرماتمن! آپ کی انوگرہ سے ہم سب پرانیوں کو سروپکاری اور
ہے پتا! آپ کی ہی کرونا سے امولیہ منش جنم کو ہم اپلبدھ کئے ہیں۔ یا
سکل اتم پدارتھوں کا بھنڈار اس وستریت بھوگول میں کھلا پاتے ہیں۔
گیان کے سروت بھگون! شریر دیا۔ آپ ہمارے آتماؤں کو انت کرنے
آنند بھنڈار ایک ہیں جن کو دکھ اور کلیش سے بچتے تھا سچا آنند پانے کیلئے وید
کرتے ہیں۔ ہم آپ کی اس ساری انوگرہ کے لئے اپنے آپ کو آپ کے چرنوں
پر بھاؤ سے جھکاتے ہیں۔ اور آپ کا دھنیواد دیتے ہیں۔

پرنتو! اپنی ہی دوشتا پر لجت ہوتے ہیں۔ [illegible] آپ نے وید
بانی کا اپدیش دیتے ہوئے آگیا دی کہ ہم منش ماتر تک اسے پہنچا دیں۔ اور
کا کلیان کریں۔ کنتو شوک تو [illegible] تک تو کیا ہم اسے خود بھلائے بیٹھے ہیں۔ آپ کا
ترسکار کر کے ہم دنیا کے کشٹ [illegible] سکھوں کو اپنے ہردوں میں واس دیتے رہے
پرنام ہمارے چاروں اور پھیلے ہوئے دکھ اور پاپ ہیں۔ سکھ کا مارگ نظر نہ
میں [illegible] رہے ہیں۔ اور رکشا تھا سہایتا کے لئے جہاں تہاں ہاتھ پھیلائے
ترانس ہو چلے ہیں۔ [illegible] آپ کے ہمارا [illegible] گورو نا۔ پتا
اور دکھ و ناش کا کوئی نہیں۔ اور آپ کے ہی وید گیان کے پرکاش سے ہم [illegible]
ہو سکتے ہیں۔ اس لئے بھگون! دیا کرو۔ ہماری بدھیوں کو [illegible] کر
[illegible] گیان کی اور پریرت کیجئے۔ اور ہمیں ایسا پروشارتھ پردان کیجئے کہ
ہمیں ہم آپ کے بھگت رہیں اور آپ کے گیان وید [illegible] کرنے کی سکشمتا پا
[illegible] کر سکیں اس [illegible] گیان کو گرہن کریں۔ اور من بچن کرم سے سنسار
[illegible] ہوئے منش جنم کے پھل کو اپلبدھ کر سکیں۔

پتا! ہم [illegible] آدمی کی اچھا چھوڑ کر سکل سرشٹی [illegible]
[illegible] کا دان دیجئے جس سے ہم [illegible] کام [illegible] کی [illegible]

(ادم [illegible])

چند کلمات متعلقہ تیاری جیون چرتر

شریمتی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کی طرف سے پنڈت لیکھرام جی نے سوامی جی کے جیون چرتر کے تیار کرنے کا کام لیا۔ کئی سال انہوں نے ملک میں پھر پھرا کر سارا مصالحہ فراہم کیا مگر سچ پوچھو تو اپنی غیر معمولی ذہانت و لگن اور نہایت عجیب مادہ تحقیقات کی بدولت اس کام کو اس درجہ تک مکمل کیا کہ کسی اور ایک ٹولیا شخصوں کی متفقہ محنت ان سے بھی زیادہ عرصہ لیتی تو شاید اس سے کم کامیابی کے ساتھ ہو تکمیل پاتا۔ پنڈت جی قاتل کی چھری کے گھاٹ اتر گئے۔ اپنی خواہش کے مطابق اسے ترتیب نہ دے سکے۔ بلکہ اس کام کو ادھورا چھوڑ گئے۔ تاہم مہاشا منشی رام جی اور ماسٹر آتما رام جی آدی نے سبھا کی اور سے شائع کر دیا۔ جس سے پنڈت جی کی محنت سپھل ہو گئی۔ اور مہاجنوں کے پاس ... یہ جیون چرتر پہنچ گیا۔

R दयाल
PRESS

کئی اور مہاشیوں نے مختصر جیون چرتر چھپوائے۔ لیکن ... پنڈت جی کی محنت تھی۔ اسی سے سب نے واقعات لے کر اپنی اپنی طرز پر اختصار کیا۔ تو ایک بنگالی مہاشے رچت جیون چرتر کے بھاشا انوواد کے دیکھنے سے معلوم ہوا۔ کہ کچھ آزادانہ اس میں ہے۔ لیکن سوائے چند معمولی باتوں کے باقی سب حالات سبھا کے چھپوائے چرتر میں تھے۔ بلکہ اس میں صدہا واقعات اس سے زیادہ اور ساتھ ہی بہت مفصل درج تھے۔ اس کے علاوہ تمام امور پر غور کر کے اور تمام جیون چرتر کے واقعات کو ترتیب دے کر صاف معلوم ہو گیا۔ کہ پنڈت لیکھرام جی کی محنت واقعی نہایت قابل قدر ہے۔ ماخذ بالکل صحیح اور نہایت اعلیٰ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے کام کو قریباً مکمل کر چکے تھے کیونکہ جب ان واقعات کو کل جیون چرتر سے لے کر وقت کی ترتیب و سلسلے کے موافق ایک رف کاپی میں اپنی اپنی جگہ پر درج کر دیا گیا۔ تو جہاں ایک طرف وقت کا سلسلہ پورا مل گیا۔ جس سے نتیجہ معلوم ہوا کہ پنڈت جی کا یہ نسخہ سوامی جی کی زندگی کے تمام زمانوں کے متعلق واقفیت دیتا ہے۔ وہاں مختلف بیانات جو اس کتاب کے مختلف موقعوں پر ایک ہی وقت و جگہ کے متعلق تھے۔ وہ باہم مطابق نکلے پھر مہاتما منشی رام جی کا شائع کردہ چرتر دوبارہ دیکھا گیا۔ تو واقعات و تاریخوں کے متعلق تمام بیان پنڈت جی کی تحقیقات کی پشتی کرنے والے پائے گئے۔

WET WELL

غرضیکہ جتنا بھی غور و خوض کیا گیا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا اور مجھے یقین ہے۔ ہر شخص تمام پہلوؤں پر باریک بینی سے دیکھ کر یہی کہیگا۔ کہ پنڈت لیکھرام جی کا تیار کردہ جیون چرتر واقعی صحیح اور مکمل ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ پنڈت جی کے دماغ میں اس کی خاص ترتیب ہوگی۔ اور یہ بھی لازمی امر ہے۔ کہ اس ترتیب دینے کے وقت وہ اور بیسیوں چھوٹی چھوٹی

باتیں ہر جگہ ایزاد کرنے جو موقعہ دیکھنے اور تحقیقات کرنے والے کے دماغ میں ہی تیار کی
کے وقت محفوظ رہتی ہیں۔

تاہم اصولی طور پر جیون چرتر کے مکمل ہوتے ہیں ان ضروری باتوں کے رہ جانے
سے فرق نہیں پڑ سکتا کیونکہ یہی چھوٹی باتیں تو خواہ کتنا زمانہ کتنے محقق کوشش کریں
پھر بھی رہ ہی جائیں گی۔ اور وہ بڑی ہوں گی جن کے مطابق لکھ سکنا دینے والی کھلتا ہیں
کئی پہلے بھی درج ہوں گی۔

پہلا اس قسم کی بات سے جیون چرتر کی تکمیل میں کوئی کمی سمجھنا صحیح نہیں ہو سکتا
جیون چرتر شری [illegible] انہوں نے پہلی دفعہ سبھا پنجاب سے ختم ہو گیا۔ مجھے آریہ سماج کا
ایک سبھاسد ہونے کی حیثیت سے اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔
اس پر پہلے کا لیڈ لاہور سے تعلق ہونے کے سبب اسکی عام مانگ کا ہی علم ہوتا تھا
اس کا شائع کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اور میں نے اپنی عقل کے مطابق اس تمام
مواد کو ٹھیک ترتیب دینے کی کوشش کی۔ اس کام میں جو دقت اور غور و خوض کرنا پڑا
بیان نہیں ہو سکتا۔ بعض جگہ تمام میٹر ایسا خلط ملط تھا کہ اسکی ترتیب دینے میں مختلف
طریق پر بہتیرا ہی سوچنا پڑا۔ ایک ہی جگہ کے متعلق مختلف شخصوں کے بیانات سے کہیں دو
دفعہ کہیں تین چار دفعہ وہاں جانا پایا جاتا تھا۔ حالانکہ فی الحقیقت وہ ایک ہی دفعہ یا زیادہ دفعہ
وہاں گئے۔ حقیقت میں جتنی دفعہ جس شخص کو معلوم ہوا۔ یا جتنی دفعہ اس شخص کو یاد رہا
اس نے پنڈت جی کو لکھا دیا بطرز پہیلی تھی کہ واقعات ایک شخص جو اپنی واقفیت
و یاد کے مطابق دوسری دفعہ کے کہتا ہے۔ یا چوتھی دفعہ کے وہ حقیقت میں پہلی او
کہیں تیسری یا پانچویں ساتویں دفعہ جانے کے متعلق ہیں۔ اسی طرح ایک جگہ کے واقعات
ہیں ایک شخص نے کسی اور جگہ کے بھی سنے سنائے یا اپنے چشم دید واقعات لکھا دیئے
تو وہ بھی وہ جوں کے توں نقل ہو گئے۔ بعض صورتوں میں ایک جگہ کے واقعات کتاب میں
سو سو دو دو سو صفحے کے فرق پر درج تھے۔ پس تمام امور کو یاد رکھ کر مناسب مختصر نوٹوں
میں قابو کر کے ایک ہی وقت و جگہ کے حالات کو ایک ہی ساتھ کہنا ایک عجیب ہی گورکھ دھندا
تھا۔ جسے ایشور کی کرپا سے حل کر دیا گیا۔

اس کے ساتھ تمام واقعات ضمنی سرخیوں کے نیچے دیئے گئے ہیں۔ جس سے
ناظرین کو سینکڑوں طرح کی سہولیت ہوگی۔ نہ صرف یہ بلکہ واقعات جتنے بھی معتبر
ذریعوں سے مل سکے ہیں وہ درج کر دیئے گئے ہیں۔ آخر پرکاشن کے رشی دیانند
مہاتما منشی رام جی کے چتر اور ویدک میگزین اور مختلف لوگوں کے بیانات سب کو خیال
میں رکھ کر ضروری باتیں درج کر کے اسے پہلے سے بہت زیادہ بڑھا دیا گیا ہے۔ ایک ہی
واقعہ کے متعلق بیسیوں بار مختلف بیانات درج تھے۔ اس نقص کو دفعہ کر کے مناسب

کتابت کی غلطیوں و پروف دیکھنے کے نقائص سے بعض جگہ تاریخ و سنہ غلط تھے۔ الفاظ ناقابل فہم ہو کر مطلب کو فوت کر رہے تھے۔ وہ سب ٹھیک ٹھیک سمجھ کر تحریر کیا گیا ہے۔

کل چار حصے رکھے گئے ہیں۔

حصہ اول۔ برہمچریہ و تحصیل علم۔ اس میں دو باب ہیں۔ جنمیں کل ۹ فصلیں ہیں

حصہ دوم۔ سوامی جی کا عظیم الشان کام۔ اس میں ۳ باب اور ۹ فصلیں ہیں

حصہ سوم۔ آریہ سماج کی قائمی اور ترقی اسمیں ۳ باب اور ۳ فصلیں ہیں۔

حصہ چہارم۔ پرچارکی جیون کے آخری پانچ سال۔ اس میں ۹ باب اور ۵ فصلیں ہیں۔

جو واقعات ایسے تھے کہ ان کی تفصیل کا تعلق کسی خاص جگہ سے نہیں تھا یا جس کا تعلق بیسیوں مقامات سے ہو سکتا ہے۔ اور ان کو جدا جدا کرنے سے ساری دلچسپی دور ہوتی تھی اور اصل مطلب سمجھنے میں پیچیدگی اور دقت پڑ سکتی تھی۔ ان کو تتمہ میں درج کیا گیا ہے۔ جس کے دس باب ہیں۔

وید بھاش۔ منشی اندرمن۔ تھیوسافیکل سوسائٹی۔ مختلف نسخے آریہ نارک منڈلی سبھا کلکتہ۔ تصنیفات بیسیوں سے خط و کتابت۔ سوامی جی کی بابت لوگوں کی رائیں متفرق حالات اور وہ مقامات جہاں ایک سے زیادہ مرتبہ گئے وغیرہ متفرق کے سب علیحدہ علیحدہ باب میں درج ہوئے ہیں۔

ان سب سے بڑھ کر محنت دیباچہ پر کی گئی ہے۔ جس میں ویدک دھرم کے متعلق قطعی اور فیصلہ کن بحث کی گئی ہے۔ دلائل اور حوالہ جات بیسیوں مضامین کے متعلق سینکڑوں کتابوں سے دیئے گئے ہیں۔ یہ دیباچہ بذاتہ ایک جامع و ضخیم کتاب کہی جا سکتی ہے۔ جس میں تمام مذاہب میں ایک دھرم کی پالیسی دکھا کر زور دیا گیا ہے کہ سب ایک ست ہوں۔ عام لوگوں کی غلطی سے بنائی ہوئی الہامی کتابوں کے نقص اور وید میں تمام علوم کا ہونا۔ تمام لوگوں کی وید کے متعلق رائیں نیز سچت سدھانت ہونے سے مغربی دنیا کا جھگڑا اور ڈانواں ڈول پھرنا ہر امر میں ان کے اختلافات وغیرہ ایسے طور پر یکجا کئے گئے ہیں کہ اس ایک دیباچہ کو مطالعہ کوئی محققانہ مذہبی کتابوں کا خلاصہ پیش کریگا۔ امید ہے کہ سوامی جی کے متعلق جو رائیں یکجا کی گئی ہیں۔ بھارت ورش سے باہر کے لوگوں سے جو خط و کتابت درج کی گئی ہے۔ اور دیباچہ میں جو وید شاستر آریہ ورت۔ آریہ جاتی سنسکرت ودیا آدی کی فضیلت پر اس قدر شہادتیں دی گئی ہیں اور نیز مذہبی مطابقت و دھرم سے مذاہب کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ وہ تمام تحقیق پسند اور دھرم پرچارکی

ضرورت کو محسوس کرنے والوں کے نزدیک پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاوے گا۔
میں نے جن اصحاب کی اعلےٰ تصنیفات سے سہایتا لی ہے۔ اُن کا تہ دل سے
شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اس امر کا افسوس بھی ہے کہ بہت سے حالات جو اب ایزاد ہوئے ہیں۔ سکھشے متفرق حالات کی سُرخی سے تتمّہ کے باب نہم میں دیئے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض امور کا بیان اپنے موقع پر آنے سے زیادہ دلچسپ معلوم ہوتا۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان حالات کا علم کتاب تیار ہونے کے بعد ہوا۔

ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ مہاتما منشی رام جی کے شائع کردہ پتر یوہار کو جب میں نے پہلے دیکھا تو مجھے وہ بہت کم دلچسپ معلوم ہوا۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ اس کی سہایتا لینی فضول ہے۔ لیکن جب جیون چرتر کو مکمل کرنے کے بعد پھر اسے سرسری نظر دیکھتا جاتا۔ کہ شاید کوئی کام کی بات نکل آوے اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اس پتر یوہار سے تو نمیوں واقعات کے متعلق بہت واقفیت بہم پہنچتی ہے۔ جو مضمون پہلے میرے دل پر اجنبی تھے۔ جب رات دن اُن پر دل میں وچار رہنے سے وہ دلچسپ بن گئے۔ اور پتر یوہار کی چٹھیوں کے ایک ایک فقرہ سے ان واقعات کا تعلق صاف طور پر معلوم ہونے لگا۔ تب ان چٹھیوں کی قدر معلوم ہوئی۔ لیکن اس وقت تک کتاب کا بہت سا حصہ لکھا جا کر چھپ بھی چکا تھا۔ اور ان چٹھیوں و ان کے واقعات کو موقع مناسب پر لگانا ناممکن ہو چکا تھا۔

اس لئے باب نہم میں ویدک میگزین اور سٹرچی وایٹز اور پتر یوہار کے ضروری خطوط دیئے گئے ہیں

اس نقص کے لئے اور دیگر کمیوں کے لئے جو جلدی یا دیگر وجوہات سے رہ گئی ہوں کھشما کی پرارتھنا کرتا ہوا میں آشا کرتا ہوں کہ آریہ گن اور دیگر پریمی سجن اس سے مناسب فائدہ پانے کی کوشش کریں گے۔

میری اچھیا تھی کہ خاص خاص واقعات کو معہ ان سکھشاؤں کے جو ان سے گرہن کی جا سکتی ہیں بطور ضمیمہ درج کروں۔ لیکن لکھنے لگا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جلد و کتاب کے بغیر کوئی ضمیمہ اس امر کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس ارادے کو ملتوی کیا گیا۔

لکھشمن

ایک چتاونی

(اس جیون چرتر کا خاص مقصد)

جہالت و بے علمی کا دل کو عجیب ہی خدشہ لگ رہا ہے۔ رشی کی بھگتی اور پریم زبانی جمع خرچ اور ضعیف الاعتقادی غار کی طرح کھٹکتی ہیں۔ بضرورت ہے کہ قدم پھونک پھونک کر رکھا جاوے۔ پس معزز ناظرین اپنی ذہنی توہین نہ سمجھیں۔ اگر یہ چتاونی دی جاوے۔ کہ دیکھنا کہیں یہ رشی چرتر آپ کے کمزور جذبات کی سیری کا ذریعہ نہ بن جاوے۔

بھارت! اسے پیچھے آشک آریہ ورت! اے سنسار کے اندر صداقت کا امرت برسات چلانیوالے ہو تم دیش! ذرا ہوش میں آ۔ عقل کی آنکھ کھول۔ اتہاس کے آئینے میں اپنی موجودہ مردم پرستی والی مکروہ اور ڈراونی شکل کو غور سے دیکھ اور واحدانیت کے اجل اور زجلال چہرے پر کے بدنما داغوں کو اس چرتر امرت سے دھو ڈال یا اس اودیش سے یہ تیرے جینک کیا جاتا ہے۔

آریہ ستان! تو نے ہر جیحہ پارتھ کو ہر انسان کو معمولی سے وصف پانے کے لئے یا کسی نمائش سے محض دھوکا کھا کر ایشور تک سمجھ لیا۔ تو ہر شی دیانند سرسوتی جیسے برہم چاری، جتیندریہ، سنیاسی، پورن یوگی، سچے ایشور بھگت اور ویدوں کے ماہر صاحب کمال شخص کی عزت میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا تیرے لئے معمولی بات ہے۔ یہی وجہ ہے یہ چتاونی دینے پر مجبور ہوا ہوں۔

پیارے ناظرین! میں پھر کہتا ہوں۔ کہ رشی دیانند کا جیون آپ کے پیش نظر کرنے سے منشا یہ نہیں۔ کہ آپ اس کی شخصیت کو حد مناسب سے زیادہ وقعت دے کر اس نقص کے شکار ہوں۔ جسے فی زمانہ گورو ڈم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ نہ یہ مطلوب ہے۔ کہ دیانند آئندہ زمانہ میں ایشور اوتار سمجھا جاوے یا اس کے نام کا ورد جاری کیا جاوے۔ یا آج کل کے مروجہ معنوں میں اس کی پوجا ہو۔ ایسے ہی یہ بھی ہرگز مقصود نہیں۔ کہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں آریہ سماجیوں یا آریہ سماج کی نسبت حسن ظن رکھنے والوں کے لئے ایسی لوٹی یا لقمہ بنا دیا جاوے جس کے پانے کا مہاتم لوک پرلوک سدھارنا یا اگلی جنموں کے پاپ دور کرنا یا نجات دلانا ہو۔ سوامی دیانند جی تو وہ شخص تھا جس کا کام انسانی خیالات کی غلامی کیلئے برابر بدست پرورش تھا۔ اس نے انسانی عقل کو جہالت کی قید سے نکالا اور سچے علم کی روشنی اور آزادانہ دلیل کے وسیع میدان میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے کا موقعہ دیا۔ اور تمام انسانی مذاہب کو سرشٹی نیم اور دلیل کے ڈانواں سیٹ سے سمارک کے مردم پرستی اور گورو ڈم کی بھگتی کی رنگینی اور عقائد میں میری بجائے خود خواست ہے بے توجہی اور لاپرواہی کا سلوک کرنا رشی کے ساتھ بدرجہ غایت بے انصافی ہوگی۔ یوں کہو کہ اس کی عمر بھر نہیں

پر جنم بھاشتروں کی کہانی پر پانی پھیرنا ہوگا

لیکن مذکورہ بالا بوسیدہ خیالات اور توہمات کی زنجیریں اس جزو سے حقیقی فائدہ ہونے میں سدِ راہ نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ موجودہ مہذب دنیا کا عمل بھی ویسا ہی نقصان دہ معلوم ہوتا ہے۔ کسی سوانح عمری یا تاریخ کا مدعا سنوں اور تاریخوں کے مقابلے میں خاص واقعات کو اثر بڑا ہی سمجھا جاوے۔ اور اس جزو پر بھی اسی کا اطلاق ہو۔ تو شاید یہ اور بھی زیادہ مضر بے انصافی کا سلوک ہوگا۔ کیونکہ تاریخ کے سنہ اور واقعات تو دنیا کی ہر قوم اور ہر شخص کے متعلق پڑھے جاسکتے ہیں۔ اس لئے ان سے رٹنے کے جزو میں کوئی خصوصیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ واقعی اگر اس کو مخصوص کرنے والی کوئی بات ہے۔ تو یہ کہ اس جیون چرتر کا اصلی مقصد محض اسی غرض کی تکمیل ہے جس کے لئے کہ علمِ تاریخ کو نوعِ انسانی کے مطالعہ و تعلیم میں داخل کیا گیا تھا۔ اور جو محض پچھلی انسانیت اور تعلیم کی ترقی میں مدد دیتا

اس کا ملاحظہ عالم میں تمام موجودات میں عجیب و غریب کشش اور تعلقات باہمی وابستہ ہیں و ایک ایک شخصیت کی حرکات اور کاموں کا جو اثر دوسروں پر پڑتا ہے اس کا ذہن کو واقف [illegible]

کچھ سال ہوئے بھاگ کے کنارے قلعہ گڑھ کی دیوار میں دبی ہوئی شکستہ گرز کو نکالنے کے لئے پٹھانوں اور راجپوتوں کی پارٹیاں زور آزمائی کرنے لگیں۔ پٹھانوں کی ساری طاقت ناکام ہوئی تو راجپوت ست بڑے زور لگایا لیکن گرز باہر نہ آیا۔ آخر انہوں نے اپنی کل کے بھاٹ کو بلایا جس نے اونچی سور میں واویلا میں پرانے راجپوتوں کے نام اور کام کا راگ گایا۔ جو راجپوتوں میں بجلی کا سا اثر کر گیا۔ حتی کہ رانا پرتاپ کی بہادری کی واویلا سے انکے دلوں میں ایسا جوش اور ولولہ پیدا ہوگیا۔ کہ یکدم انہوں نے متفقہ طور پر انتہائی زور لگایا اور گرز آن کی آن میں حاضرین نے دیوار سے باہر زمین پر پڑا پایا۔

یہ ایک کیا ہے اس کی ان گنت مثالیں کسی جادو بھرے سنگیت کی زبان یا قلم سے نکلے روز جیتے دلوں پر جادو کا سا اثر کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ ویدک دھرم کی مریادا کے ناش ہونے پر چھتری دھرم جہان سے مفقود ہوگیا تو رامائن کی کتھا نے آریہ جاتی کے آگے ایک آدرش رکھا۔ وطن اور راج کا تیاگ۔ جیسے چودہ سال جنگلوں میں بسر اوقات۔ بہاری دھرم کی پالنا۔ جان نثار بھائی کی محبت پانا۔ ایک رکھوالی نقطاؤں کو [illegible] کر کے بھی [illegible] نے بچے پتری یگ کو پالن کر دکھایا۔ تو قوم کی قوم نے والدین کے متعلق اپنے فرض کے لئے خاص احساس پایا۔ تو قصہ نپولین آدمی کا تذکرہ دلوں کو [illegible] میں کیا کچھ نہیں کر دکھاتا۔

اسے کاش کہ دنیا تاریخ اور گذشتوں کے کارناموں کو جائز استعمال میں لاوے و زمانہ ماضی کا ہر آدرش پر عمل اور مستقبل کی زندگی کو انسانی کمالیت کے سانچے میں ڈھالے و کاش کہ آریہ ستان موجودہ گمراہی کو چھوڑ کر اس لاثانی مصلح کی جیون کو پچھلے علاوہ ان کے حصول میں اپنا اعلیٰ رہنما بنا ہے۔

فہرست مضامین

نام مضمون	نمبر صفحہ
پرارتھنا	۲
چند کلمات متعلق تیاری	۸
جیون چرتر	۳
ایک چتاونی	۷
فہرست مضامین	۹
بھومکا	
(الف)- تمام مذاہب میں سچائی مشترک ہے	۲۵
۱- انسانی فطرت میں ایکتا	۲۵
۲- تمام مذاہب میں ایک دھرم	۲۷
۳- انسان کی فضیلت	۲۸
۴- خدا اور شیطان	۳۱
۵- اعمال کی سزا اور جزا	۳۳
۶- تثلیث	۳۸
۷- پیدائش عالم	۴۰
۸- تناسخ	۴۳
۹- الہام	۴۴
۱۰- زبان	۵۰
۱۱- ایشور اور اس کی صفات	۶۰
۱۲- متفرق مضامین	۶۵
۱۳- تحقیقات بالا پر سرسری نظر	۶۹
(ب)- سچے ویدک دھرم کا کھوج	
۱- انسانی مذاہب کے نقائص	۷۲
۲- ویدوں سے تمام عقائد کا حل ہونا	۹۹
۳- پراچین آریہ ورت میں علوم و فنون	۱۰۳
۴- تمام بے تعصب محققین کی رائے	۱۰۶
(ج)- آریہ ورت میں پھر سے وید پرچار	۱۲۳
سوامی دیانند کا ظہور اور اس کے کام کی خصوصیتیں	
مضامین بالا میں ضمنی عنوان بہت ہیں جو آسانی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔	

نام مضمون	نمبر صفحہ
حصہ اول برہمچریہ و تحصیل علم	
باب اول - ابتدائی حالات	
پہلی فصل - تمہیدی کلمہ	۱
دوسری فصل سوامی جی کا خود بیان کردہ جیون چرتر	۳
تیسری فصل پیدائش - خاندان - نام اور جنم استھان	۳۱
چوتھی فصل ابتدائی تعلیم اور سچے ویراگ کا ظہور	۳۹
پانچویں فصل - گرہ تیاگ	۴۲
چھٹی فصل یوگ اور سچی ودیا کی تلاش	۴۶
باب دوم - تکمیل تعلیم	
پہلی فصل سچے گرو کا ملنا	۵۶
دوسری فصل - سوامی ویرجانند جی کا جیون چرتر	۵۷
۱- جنم استھان وغیرہ	۵۷
۲- بال اوستھا میں مصیبتیں	۵۸
۳- تپ اور تکمیل تعلیم	۵۸
۴- الور مہاراج کو پڑھانا [illegible]	۵۹
۵- اور جنگلوں میں بھرمن	۵۹
۶- متھرا میں پاٹھ شالا اور سمپردائیوں کی چالاکیاں	۶۰
۷- اشٹادھیائی کے مہاتم کا پرگٹ ہونا	۶۱
۸- [illegible] کی صحبت اور [illegible] جی کی اداسنا	۶۲
۹- [illegible] کے خلاف جوش	۶۲
۱۰- سب سے اول سبھا کا ہونا	۶۳
۱۱- سوامی ویرجانند جی کے شش اور ان کی ودیا	۶۴
۱۲- ستیہ بولنے میں جرأت	۶۶
۱۳- ہر وقت تحقیقات کی طرف	"
۱۴- متفرق باتیں	"
۱۵- سوامی ویرجانند کی موت	۶۸
تیسری فصل - سوامی دیانند کا سوامی ویرجانند سے ودیا پڑھنا	۶۸
۱- متھرا میں آنا	۶۸
۲- ویرجانند جی کی شاگردی کی شرائط قبول	"
۳- سب باتیں پر طریق کی پابندی	۶۹
۴- گرو دکشنا	۶۹
۵- بے نظیر برت	۷۰
۶- دیگر [illegible] وچار	۷۰

نام مضمون	نمبر صفحہ
۷ - سماجی سیوا اور گورکشا	۷۲
دوسرا حصہ سوامی دیانند سرسوتی کا عظیم الشان کام	
باب اول دھارمک تحریکوں کا وچار اور دھرم پرچار کا آغاز	
پہلی فصل - آگرہ	۷۳
۱ - ڈیرا	″
۲ - سوامی جی کی دنیا کی شہرت	۷۴
۳ - اشاعت کیا لئے ویدک دھرم آدمی کی سمت	″
۴ - بھاگوت اور گیتا کی کتھا	″
۵ - ویدک دھرم سے علاج	″
۶ - مورتی پوجا	۷۵
۷ - مورتی پوجا آدی کا کھنڈن	″
۸ - متفرق واقعات	″
دوسری فصل - لشکر گوالیار	۷۶
۱ - آگرہ کے بعد بھرتپور	″
۲ - گوالیار میں آمد وغیرہ	″
۳ - ریاست سے بھاگوت سپتاہ کی تیاری	″
۴ - سوامی جی کی طرف سے بھاگوت کا کھنڈن	″
۵ - بھاگوت سپتاہ کے بعد [illegible]	۷۷
۶ - پنڈت مقابلہ پر نہیں آسکے	۷۸
تیسری فصل - جے پور و اچرول	۷۸
۱ - کرولی ٹھہرنا	″
۲ - ڈیرہ [illegible]	۷۹
۳ - مباحثے	″
۴ - ٹھاکر صاحب اچرول کا [illegible]	۸۰
۵ - اچرول میں ڈیرہ	″
۶ - ویدک ودیا پرچار سنبندھی کام	۸۱
۷ - [illegible]	″
چوتھی فصل - چند روزہ متفرق بھرمن	۸۲
پانچویں فصل - میلہ پشکر	″
۱ - ڈیرا	″
۲ - پنڈت شاستری سے مباحثہ	″
۳ - استیہ کھنڈن	۸۳
۴ - اجمیری عالموں کا بھرم	۸۵
۵ - متفرق	″
چھٹی فصل - اجمیر	۸۶
۱ - آمد اور ڈیرہ	″

نام مضمون	نمبر صفحہ
۲ - پنڈتوں کو مباحثہ کی تحریک	۸۶
۳ - پادریوں سے مباحثہ	″
۴ - ڈپٹی کمشنر سے ملاقات	۸۷
۵ - ایجنٹ گورنر جنرل سے ملاقات	″
۶ - جے پور آدھیش کا [illegible]	۸۸
۷ - [illegible]	″
۸ - ایک مولوی کے سوال	۸۹
۹ - [illegible] بھاگوت کھنڈن	″
۱۰ - عیسائیوں کا [illegible]	″
۱۱ - استریوں کو اپدیش	۹۰
۱۲ - متفرق	″
ساتویں فصل اجمیر سے [illegible]	″
۱ - کشن گڑھ میں [illegible] سے بحث	″
۲ - متھرا	۹۱
۳ - آگرہ	″
۴ - جے پور	″
آٹھویں فصل کنبھ پرچار کی تیاری اور آگرہ متھرا و میرٹھ کا دورہ	۹۲
۱ - آگرہ میں [illegible]	″
۲ - متھرا میں گورو کے آخری درشن	″
۳ - میرٹھ	۹۳
نویں فصل اس باب کے اندولن کا سار	
باب دوم [illegible]	
پہلی فصل ہردوار کنبھ پرچار	۹۵
۱ - ڈیرا	″
۲ - پاکھنڈ کھنڈن پتاکا اور استیہ کھنڈن	″
۳ - وشدھانند اور سوامی دیانند	۹۷
۴ - اس کنبھ کا [illegible] سوامی دیانند کے دل پر	″
دوسری فصل کنبھ پرچار کے بعد دو ماس	۱۰۰
۱ - متفرق مقامات	″
۲ - کرنواس	″
۳ - فرخ آباد	۱۰۱
۴ - [illegible]	″
تیسری فصل - رام گھاٹ	″
۱ - [illegible] بن گیا	″
۲ - [illegible]	۱۰۲
۳ - متفرق حال	″
چوتھی فصل - کرنواس	″

نام مضمون	نمبر صفحہ
۔ ٹیکا رام سے سنسکرت کی پڑھائی چھوڑ دی	۱۰۲
۱۔ سوامی جی کا کرنواس میں آنا	۱۰۳
۔ بھگوت بابا سے بحث ہو گئی	〃
پانچویں فصل - انوپ شہر	۱۰۴
۱۔ شیلا پرانس سے دشمنی	〃
۔ انوپ شہر میں ڈیرا	〃
۔ جگن جی گجراتی برہمن	〃
۔ رام سیل گھنٹہ ٹن	۱۰۵
۔ پنڈت انا دت سے مباحثہ	〃
۔ راجہ جے کشن داس جی کا میل	۱۰۶
۔ سید محمد تحصیلدار	〃
۔ پان میں زہر اور ہتیا کی سعی	۱۰۷
۔ کمینوں کی افواہ	〃
چھٹی فصل - رام گھاٹ	〃
۔ کیسر [illegible] جی کا ملنا	〃
۔ پنڈتوں کا باہمی مباحثہ بند	۱۰۸
۔ سادھو کرشن انند سے بحث	〃
۔ کیسر [illegible] جی اور شوری [illegible]	۱۰۹
۔ اور مباحثے وغیرہ	〃
ساتویں فصل - بیلون	۱۱۱
۔ ڈیبا	〃
۔ اوتار کون ہے پر سوال	〃
۳۔ [illegible] کا اپدیش	〃
۴۔ متفرق حالات	〃
آٹھویں فصل - کرنواس	۱۱۲
۱۔ ٹھاکروں کا یگیوپویت	〃
۲۔ [illegible]	۱۱۳
۳۔ پنڈت ہیرا بلبھ سے معرکے کا مباحثہ	〃
۴۔ مسلمانوں کا میل	۱۱۴
۵۔ پنڈت [illegible] سے گفتگو	〃
۶۔ [illegible] جی سے [illegible]	۱۱۵
۷۔ [illegible] کے پاس [illegible]	〃
۸۔ [illegible] یگیوپویت [illegible] کے متعلق بات	۱۱۶
۹۔ [illegible]	〃
۱۰۔ پنڈت بلدیو کا ملنا	۱۱۷
۱۱۔ متفرق امور	〃
نویں فصل - فرخ آباد [illegible]	۱۱۸
۱۔ فرخ آباد	〃

نام مضمون	نمبر صفحہ
۲۔ آہار	۱۱۸
۳۔ [illegible]	〃
دسویں فصل - انوپ شہر	۱۱۹
۱۔ عام حال	〃
۲۔ [illegible] سے [illegible]	۱۲۰
گیارھویں فصل - کرنواس	〃
بارھویں فصل - [illegible]	۱۲۱
۱۔ [illegible]	〃
۲۔ نارائن پنڈت کا [illegible]	〃
۳۔ [illegible] ٹھاکر صاحب کی [illegible]	〃
۴۔ [illegible] سوامی جی کو [illegible] آنے سے [illegible]	۱۲۲
تیرھویں فصل - سورون [illegible]	۱۲۳
۱۔ سورون میں [illegible]	〃
۲۔ دھرم چرچا	۱۲۴
۳۔ ایک [illegible] گنگا میں پھینک دیا	〃
۴۔ [illegible]	〃
۵۔ [illegible]	۱۲۵
۶۔ سادھو بابا رام کو سمجھانا	〃
چودھویں فصل - کرنواس	
۱۔ [illegible] کا پہلا حملہ سوامی دیانند پر	۱۲۶
۲۔ [illegible]	۱۲۸
پندرھویں فصل - سورون [illegible]	〃
۱۔ پنڈت انگد رام کا مباحثہ	〃
۲۔ [illegible]	۱۲۹
۳۔ [illegible]	۱۳۰
۴۔ سوامی جی کی [illegible]	〃
۵۔ [illegible]	۱۳۱
۶۔ [illegible]	۱۳۳
۷۔ پنڈت [illegible] شاستری سے مباحثہ	۱۳۴
۸۔ [illegible]	〃
۹۔ [illegible]	〃
۱۰۔ [illegible]	〃
سولھویں فصل - کاس گنج	۱۳۵
۱۔ [illegible]	〃
سترھویں فصل - شاہ باز پور	۱۳۶
۱۔ سوامی [illegible]	〃
۲۔ سوامی جی [illegible]	〃

نام مضمون	نمبر صفحہ
اٹھارہویں فصل - لکھنؤ وغیرہ	۱۳۶
۱- قنوج	″
۲- پرچار کا کام	″
۳- ایک عورت سے بحث	″
۴- پنڈت شام لال سے …	″
۵- گوبند داس کا ستیہ کا ماننا	۱۳۸
۶- ہردوئی	″
۷- اترولی	″
انیسویں فصل - قائم گنج ضلع فرخ آباد	″
۱- ڈبائی	″
۲- پرچار کے کام کے متعلق نوٹ	۱۳۹
۳- اندھ مادھو کی زندگی	۱۴۱
بیسویں فصل - فرخ آباد	۱۴۲
۱- قنوج	″
۲- اپدیش کا عام کام	″
۳- گنگا رام کی …	″
۴- نو سوال	۱۴۳
۵- … کا ترجمہ	″
۶- سادھوؤں کی اصلاح	″
۷- جنیو کا دینا	۱۴۴
۸- سادھوؤں سے بحث و وارتالاپ	″
۹- سندھیا وندن لازمی ہے	۱۴۵
۱۰- پنڈت سری گوپال سے شاستر ارتھ	″
۱۱- نواب گڑھی والے کا سوال	۱۵۳
۱۲- سوامی جی پر حملہ	″
۱۳- زہر دینے کی واردات	۱۵۵
۱۴- … سے اقتباس	″
۱۵- ہلدھر اوجھا سے شاستر ارتھ	۱۵۷
۱۶- … کی نالش	۱۵۹
۱۷- متفرق امور	۱۶۰
اکیسویں فصل - …	۱۶۱
بائیسویں فصل - شکوہ آباد	۱۶۲
۱- ہری سنگھ سے …	″
۲- رام پرشاد جی سے بات چیت	۱۶۳
۳- …	۱۶۴
۴- سادھوؤں کی …	″
۵- متفرق امور	″
تئیسویں فصل - کانپور	۱۶۵

نام مضمون	نمبر صفحہ
۱- …	۱۶۵
۲- کانپور میں ڈیرا وغیرہ	″
۳- آنند لہری کا اشتہار	″
۴- انگریزوں سے خوف نہیں	۱۷۰
۵- کشمیری … کی تعریف	″
۶- مہادیو پر پتھر	″
۷- بھیرولی کا معجزہ	۱۷۱
۸- پنڈت شیو رام کا ملنا	″
۹- گنگا سہائے برہمن کا …	″
۱۰- …	۱۷۲
۱۱- …	″
۱۲- … کی طرف سے مخالفت	″
۱۳- ہلدھر اوجھا سے شاستر ارتھ	۱۷۳
۱۴- غلط فہمی پھیلانے کی گروہ چالیں	۱۷۵
۱۵- غلط بیانی کا تدارک	۱۷۸
۱۶- پنڈت … کی مخالفت …	۱۸۰
۱۷- … پھینکنے والے	۱۸۴
۱۸- …	۱۸۵
۱۹- … وغیرہ	″
۲۰- متفرق امور	۱۸۶
چوبیسویں فصل - …	۱۸۷
پچیسویں فصل - رام نگر	۱۸۸
۱- … گھر لوٹ گیا	″
۲- … کا کام	″
۳- مہاراجہ صاحب … اور سوامی جی	۱۸۹
۴- … صاحب سے …	۱۹۰
۵- رام نگر سے روانگی	″
چھبیسویں فصل - بنارس	″
۱- بنارس … کا اصلی مدعا	″
۲- اپدیش کا عام کام	۱۹۲
۳- … کے منصوبے	۱۹۳
۴- پنڈت … کے سوال	۱۹۴
۵- …	″
۶- سوامی جی کی تیاری	۱۹۵
۷- …	۱۹۶
۸- اصلی مباحثہ کی کیفیت	۱۹۸
۹- مباحثہ کی نسبت …	۲۰۲
۱۰- …	۲۰۳

نام مضمون	نمبر صفحہ
۱۰- متفرق حالات	۲۳۳
ستائیسویں فصل - الہ آباد و کنبھ پر جانا	۲۳۴
۱- پنڈت سوتی رام اور اچاریوں سے بات	″
۲- پنڈت ہیرا لال کا [illegible] رہنا اور مقابلہ پر نہ آنا	۲۳۵
۳- [illegible] کمیٹی کا بننا	۲۳۶
۴- جانا نہ ملنے کی وجہ	″
اٹھائیسویں فصل - مرزا پور	۲۳۷
۱- پنڈت سوتی رام سے میل	″
۲- بابا بال کرشن کی غلطیاں	″
۳- مورتی پوجا [illegible] اور سماوی وغیرہ	۲۳۸
۴- رام گوپال [illegible] کا انتقال	″
۵- چھوٹو گر [illegible]	″
۶- چند پنڈتوں سے مباحثہ	۲۴۰
۷- [illegible] میں بات	۲۴۱
۸- پنڈت [illegible] سے بات	″
۹- سوامی جی کے بارے میں گفتگو	″
۱۰- عام اپدیش	″
۱۱- سرسید احمد خاں کی رائے	۲۴۳
انتیسویں فصل - بنارس	″
تیسویں فصل - کاس گنج [illegible] پاٹھ شالائیں	۲۴۴
۱- مرزا پور میں ویدک پاٹھ شالا	″
۲- کاس گنج میں پاٹھ شالا	″
۳- رام [illegible] پاٹھ شالا کو [illegible]	۲۴۵
۴- وہاں کا عام تقسیم اوقات	″
۵- [illegible] آیا	″
اکتیسویں فصل - کاس گنج سے رام گھاٹ تک	″
۱- بلرام	″
۲- چھیری	۲۴۶
۳- [illegible]	″
۴- رام گھاٹ	″
بتیسویں فصل - چھلیسر	″
۱- [illegible] چھلیسر میں [illegible]	″
۲- سوامی جی کی چھلیسر میں آمد	۲۴۷
۳- پنڈتوں سے مباحثہ	″
۴- مولویوں سے مباحثہ	۲۴۸
۵- ویدک پاٹھ شالا کی [illegible]	″
تینتیسویں فصل - چھلیسر سے فرخ آباد تک [illegible]	″
۱- مختلف مقامات	″

نام مضمون	نمبر صفحہ
۲- فرخ آباد پاٹھ شالا کی تاکید	۲۴۹
چونتیسویں فصل - الوپ شہر	۲۵۰
۱- [illegible]	″
۲- الوپ شہر	۲۵۱
پینتیسویں فصل - کرنواس	۲۵۲
۱- کرنواس میں [illegible] دینا	″
۲- راؤ کرن سنگھ کا حملہ	″
۳- متفرق	۲۵۳
چھتیسویں فصل - فرخ آباد [illegible] وغیرہ	″
۱- فرخ آباد	″
۲- [illegible] آباد و مرزا پور	۲۵۵
۳- بنارس	″
۴- ڈمراؤں	″
۵- آرہ	″
سینتیسویں فصل - پٹنہ	″
۱- [illegible] وغیرہ	″
۲- مباحثے وغیرہ	″
۳- [illegible]	۲۵۶
۴- [illegible] سے باہر	۲۵۷
۵- پنڈت [illegible] وغیرہ	″
۶- پنڈت رام [illegible] سے مباحثہ	۲۶۰
۷- [illegible]	۲۶۱
۸- متفرق [illegible]	″
اڑتیسویں فصل - مونگیر	″
۱- [illegible] اور مونگیر [illegible]	″
۲- [illegible]	۲۶۲
۳- [illegible]	″
۴- متفرق واقعات	″
انتالیسویں فصل - بھاگل پور [illegible]	۲۶۳
۱- [illegible] اور پہلی رات	
۲- [illegible]	
۳- [illegible]	۲۶۵
۴- [illegible]	″
۵- [illegible] آگئی	″
۶- [illegible] واپس	″
۷- پادری [illegible] صاحبان سے گفتگو	۲۶۶
۸- [illegible] مذہبی تبدیلی	″
۹- مہاراجہ صاحب [illegible] سے میل	۲۶۷

نام مضمون	نمبر صفحہ
۶- برہمو سماجیوں سے میل	۲۶۸
چالیسویں فصل - کلکتہ	۲۶۹
۱- آمد اور ڈیرا	〃
۲- ایک بنگالی آدمی برہمو سماج لیکچر بن گیا	〃
۳- کیشب چندر سین وغیرہ برہمو سماجیوں سے میل جول	۲۷۱
۴- پنڈت مہیش چندر نیایہ رتن	۲۷۲
۵- مہاراجہ سرتیندر موہن ٹیگور کا ناراض ہونا	〃
۶- چند اور لیکچر	۲۷۵
۷- پنڈت تاراچرن ترک رتن بھٹاچارج	۲۷۶
۸- متفرقات	۲۷۷
اکتالیسویں فصل - ہگلی	〃
۱- ڈیرا	〃
۲- پادری صاحب سے بیچار	〃
۳- شاستر ارتھ ہگلی	۲۷۹
۴- پنڈت تاراچرن کا اقبال	۲۸۰
۵- ہگلی کے ہر پنڈت سے متعلق ایک تحریر	〃
باب سوم - گنگا اور جمنا کے نزدیک دوبارہ	
فصل اول - بھاگل پور و پٹنہ	۲۸۲
۱- بھاگل پور	〃
۲- پٹنہ	〃
فصل دوم - چھپرہ (بہار)	۲۸۳
۱- ڈیرا	〃
۲- مخالفت اور شاستر ارتھ	〃
۳- سوامی جی [illegible]	۲۸۴
تیسری فصل - آرہ	
۱۸ جون سنہ ۱۸۷۳ء سے ۷ جولائی سنہ ۱۸۷۳ء تک	۲۸۵
چوتھی فصل - سیاحت ڈمراؤں	
۲۹ جولائی سنہ ۱۸۷۳ء	۲۸۶
۱- ڈیرا	〃
۲- پنڈت درگا دت سے بحث	〃
پانچویں فصل - مرزاپور و الہ آباد	۲۸۸
۱- مرزاپور کی پاٹھشالا بند	〃
۲- الہ آباد	۲۸۹
چھٹی فصل - کانپور	〃
۳۰ اکتوبر سے ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۷۳ء تک	
۱- ڈیرا	۲۸۹
۲- سبھے وار لیکچر اور کلام	〃
۳- کچھ دل کا حال	۲۹۰

نام مضمون	نمبر صفحہ
۴- بھیرو گھاٹ پر اشنان بند	۲۹۱
۵- سوامی جی کے متعلق دو اقتباس	〃
ساتویں فصل - فرخ آباد	۲۹۳
۲۰ نومبر سے ۱۰ دسمبر سنہ ۱۸۷۳ء تک	〃
۱- فرخ آباد کا سفر و ڈیرا	〃
۲- گنگا کنارے کی کوشش	〃
آٹھویں فصل - کاسگنج میں ویدک پاٹھشالا کا بندوبست	۲۹۴
نویں فصل - چھلیسر ضلع علی گڑھ	۲۹۵
دسویں فصل - علی گڑھ	۲۹۶
۱- ڈیرا اور بعض واقعات	〃
۲- مباحثہ جات	〃
۳- ٹھاکر گرپرشاد وغیرہ کو لیکچر پر بیراگی	۲۹۷
گیارھویں فصل - ہاتھرس و مرسان	۲۹۸
۱- ہاتھرس	〃
۲- مرسان	۲۹۹
۳- ہاتھرس	〃
بارھویں فصل - متھرا و بندرابن	〃
۱- متھرا و بندرابن کا سفر	〃
۲- متھرا و بندرابن آنے کی وجہ	〃
۳- بندرابن ٹھہرنے اور حفاظت کا انتظام	۳۰۰
۴- بیچار و تبلیغ	۳۰۱
۵- متھرا کے کام کے متعلق	۳۰۳
۶- مخالفین کا عمل	〃
۷- رنگاچاری کا جواب	۳۰۵
تیرھویں فصل - مرسان	〃
چودھویں فصل - بنارس	۳۰۶
۱- بنارس دوسری بار آنے کی	〃
۲- بعض شاستری کیوں ہٹنے لگے	〃
۳- ٹھاکروں پر تکمیل	۳۰۷
۴- سید احمد خان وغیرہ اور راجہ صاحب سے میل	〃
۵- مت شاستر پاٹھشالا کی قائمی	۳۰۸
۶- سوامی جی کا پاٹھشالا دیکھنا	〃
۷- پاٹھشالا کا بندوبست کرنے کے متعلق کام	۳۰۹
پندرھویں فصل - الہ آباد	۳۱۱
۱- [illegible]	〃
۲- [illegible]	〃
۳- [illegible]	۳۱۲

مضمون	نمبر صفحہ
۴- ایک مولوی سے وچار	۳۱۳
۵- انگریزی فارسی خواں پنڈت	〃
۶- ایک پُر اثر لیکچر	〃
۷- پادری سکاٹ کا خط	۳۱۴
۸- پرمہنس گوسائیں کی کوشش	〃
سولھویں فصل - جبل پور	۳۱۵
سترھویں فصل - ناسک	〃
حصہ سوم - آریہ سماج کی قائمی اور ترقی	
باب اول - بمبئی پرانت کا دورہ	
پہلی فصل - بمبئی	۳۱۶
۱- بمبئی میں آمد و ڈیرا	〃
۲- بمبئی میں مذہبی ہلچل	〃
۳- بلبھ آچاریہ مت کے متعلق کام	〃
۴- سوامی جی کو مروانے کا منصوبہ	۳۱۷
۵- چوبیس سوالوں کے جواب	〃
۶- گائیو- مباحثے - مخالفت وغیرہ	۳۲۰
۷- منشی کنہیا لال کے رسالہ سے اقتباس	۳۲۳
۸- مروا دینے کا ایک اور منصوبہ	۳۲۴
۹- آریہ سماج کی قائمی کا خیال	〃
۱۰- تحریری کام	۳۲۵
دوسری فصل - احمد آباد (گجرات)	〃
تیسری فصل - راج کوٹ	۳۲۶
۱- ڈیرا	〃
۲- راجکمار پاٹھ شالا	〃
۳- پرچار کا کام	〃
۴- پنڈت شنکر لال آدی کی ملاقات	۳۲۷
۵- متفرق امور	〃
چوتھی فصل - احمد آباد	〃
۱- عام حال	〃
۲- ایک خاص چٹھی	۳۲۸
پانچویں فصل - بمبئی	۳۲۹
۱- کیفیت قائمی آریہ سماج	〃
۲- آریہ سماج کے نیم	۳۳۰
۳- احمد آباد جانا	۳۳۲
۴- بمبئی میں آترمل جین سے مباحثہ کرنا	〃

نام مضمون	نمبر صفحہ
چھٹی فصل - پونا	۳۴۳
۱- پرچار	〃
۲- مباحثے	۳۴۴
۳- ایک اخبار سے اقتباس	〃
۴- بے خوف اظہار صداقت	۳۵۰
ساتویں فصل - بمبئی	〃
۱- ڈیرا	〃
۲- بے ہودہ لوگوں کے اعتراض	〃
۳- راجاؤں کی بربادی	۳۵۱
۴- پادری ولسن صاحب	۳۵۲
۵- میکس مولر کا خط	〃
۶- پنڈت رام لال سے شاستر ارتھ	〃
۷- ایک دلچسپ بات چیت	۳۵۳
۸- مورتی پوجا کے متعلق ایک اشتہار	۳۵۴
۹- صداقت پر ثبات	۳۵۸
۱۰- متفرق امور	〃
باب دوم	
سنگت پرانت کے چند مقام اور دورہ پنجاب کا آغاز	
پہلی فصل - فرخ آباد	۳۶۰
دوسری فصل - بنارس	۳۶۱
تیسری فصل - جون پور و اجودھیا	〃
چوتھی فصل - لکھنؤ	۳۶۲
۱- ڈیرا	〃
۲- انگریزی سیکھنا	〃
۳- ایک لکچر	〃
۴- سوال و جواب	〃
۵- متفرق	۳۶۵
پانچویں فصل - شاہجہانپور و بریلی	۳۶۶
چھٹی فصل - شہر مراد آباد	〃
۱- ڈیرا	〃
۲- پرچار کا کام	〃
۳- پادری صاحب سے مباحثہ	۳۶۷
۴- لالہ [illegible] داس جی	۳۶۸
۵- پادری صاحب اور ڈپٹی امداد علی	〃
ساتویں فصل - کرنواس وغیرہ	۳۶۹
آٹھویں فصل - دہلی	〃
۱- ڈیرا	〃

نام مضمون	نمبر صفحہ
۲۔ پرچار و مباحثے	۳۶۹
۳۔ پنڈت ہیرو سے شاستری	۳۷۰
۴۔ ایک مشن جماعت سے گفتگو	"
۵۔ مہاراجگان و مشہور لوگوں کا ملنا	۳۷۱
۶۔ دو خاص تجاویز	"
۷۔ وید بھاشیہ وغیرہ پر ریویو	۳۷۳
۸۔ منشی کنہیا لال صاحب کی تحریر	۳۷۴
۹۔ متفرق	"
نویں فصل۔ میرٹھ	۳۷۵
دسویں فصل۔ شاہجہانپور	۳۷۶
۱۔ ڈیرہ	"
۲۔ میلہ چاندا پور کا اشتہار	"
۳۔ منشی جیٹھی پرشاد سے سوال و جواب	۳۷۷
۴۔ لیکچروں کی کیفیت	۳۸۰
۵۔ مخالفت	۳۸۱
۶۔ متفرق امور	"
گیارھویں فصل۔ میلہ چاندا پور	۳۸۲
۱۔ ابتدائی امور	"
۲۔ ۱۸ تاریخ کی گفتگو	۳۸۳
۳۔ ۱۹ " " کا " "	۳۸۹
۴۔ ۲۰ " " "	۳۹۲
بارھویں فصل۔ کانپور و پریاگ	۳۷۸
۱۔ کانپور	"
۲۔ پریاگ	۳۹۹
تیرھویں فصل۔ مرزاپور	"
باب سوم پنجاب کا دورہ	
پہلی فصل۔ لدھیانہ	۴۰۶
۱۔ ڈیرہ	"
۲۔ لیکچروں کی کیفیت	"
۳۔ سوال و جواب	۴۱۰
۴۔ عیسائی ہوتے پنڈت کا بچنا	"
۵۔ ثبوت دینا	۴۱۲
۶۔ متفرق امور	"
دوسری فصل۔ لاہور	۴۱۳
۱۔ آمد و ڈیرہ	"
۲۔ انکی موتی سے بارتا	۴۱۳
۳۔ لیکچر باولی صاحب میں	"
۴۔ لیکچر برہم سماج میں	۴۱۷
۵۔ مخالفت اور تبدیلی ڈیرہ	۴۱۸
۶۔ پنڈت من پھول کا ناراض ہونا	۴۱۹
۷۔ مولوی ڈاکٹر رحیم خاں میں پرچار	"
۸۔ ڈاکٹر ہونیر کے سوال	"
۹۔ وید اور انگریزی ترجمہ	۴۲۰
۱۰۔ برہمو اخبار سے اقتباس	"
۱۱۔ مختلف لوگوں سے گفتگو	۴۲۳
۱۲۔ استریوں کو اپدیش	۴۲۵
۱۳۔ شوربتیاں یا ناامیں پٹک دینا	"
۱۴۔ قائمی آریہ سماج	۴۲۶
۱۵۔ آریہ سماج کے نیم	"
۱۶۔ لاہور سماج کی ابتدائی حالت	۴۲۷
۱۷۔ دھرم پرچار	۴۲۸
۱۸۔ برہمو لوگوں کے سوال	۴۲۹
۱۹۔ سوامی جی کو خطاب	"
۲۰۔ پنڈت منولال جی کا ملنا	"
۲۱۔ سوامی جی کی قیافہ شناسی	۴۳۰
۲۲۔ برہمو اخبار سے ایک اور اقتباس	۴۳۱
۲۳۔ اعتراض متعلقہ شیو منڈل	۴۳۲
۲۴۔ امرتسر جانا متفرق طور پر آنا	"
۲۵۔ دو اخباروں سے اقتباس	"
تیسری فصل۔ امرتسر	۴۳۴
۱۔ ڈیرہ	"
۲۔ دھرم پرچار کا کام اور اثر	۴۳۵
۳۔ بھائی جگت سنگھ کا ملنا	"
۴۔ آریہ سماج کا قائم ہونا	۴۳۷
۵۔ گوروتی پوجا اور پنڈت لوگ	"
۶۔ کمشنر صاحب سے ملاقات	۴۳۸
۷۔ مشن سکولوں کے طلبا	۴۳۹
۸۔ انگریز پادری سے گفتگو	"
۹۔ آریہ اپدیشک رتن مالا	"
۱۰۔ سردار بکرم سنگھ سے گفتگو	۴۴۰
۱۱۔ متفرق	۴۴۰
چوتھی فصل۔ گورداسپور	۴۴۱
۱۔ آمد و ڈیرہ	"
۲۔ پرچار کا کام	۴۴۲
۳۔ ایک فضول مباحثہ	"
۴۔ قائمی آریہ سماج	۴۴۴

نام مضمون	نمبر صفحہ
۷- سوامی جی کے کچھ خطوط	۴۹۵
۸- آریہ سماج قائم ہو گیا	۴۹۷
۹- متفرق	"
سولھویں فصل - لاہور	۴۹۸
۱- ڈیرا	"
۲- سوامی جی کی معقول پسندی	"
۳- ماسٹر مرلی دھر جی سے گفتگو	۴۹۹
۴- جھنگ میں ایک مخالف کا بیان	"
۵- متفرق	"
سترھویں فصل امرتسر	۵۰۰
۱- پرچار کا عام کام	"
۲- ایک نیاشتی پنڈت	۵۰۱
۳- پنڈتوں سے مباحثہ	۵۰۳
۴- موت کی دھمکی اور سوامی جی کی جرات	"
۵- ایک اخبار سے اقتباس	۵۰۵
۶- پادری کھڑک سنگھ آریہ بن گیا	۵۰۶
۷- ماسٹر گیان سنگھ مشن سکول سے برخاست	"
۸- عیسائیت سے اندوں کا انحراف	"
۹- سوامی جی کی ایک چٹھی	"
۱۰- متفرق	۵۰۸
اٹھارھویں فصل دورہ پنجاب کا خاتمہ اور متفرق امور	"
۱- ملتان کی طرف روانگی	"
۲- تقریر ریمارک متعلقہ پنجاب	"
۳- متفرق حالات	۵۰۹
حصہ چہارم	
مہرشی کے پرچار کے آخری پانچ سال	
باب اول ممالک مغربی و شمالی	
پہلی فصل رڑکی	
۱- آمد و ڈیرا	۵۱۳
۲- پرچار وغیرہ کا کام	۵۱۳

نام مضمون	نمبر صفحہ
۳- تیج جاتی سے سوامی جی کی ہمدردی	
۴- پنڈت ...	۵۱۷
۵- ڈاروِن کی تھیوری و دیگر مسائل	۵۱۸
۶- نشہ کے متعلق سوال	۵۱۹
۷- کرنل صاحب سے بحث	"
۸- ستیارتھ پرکاش سے متعلق تنازعات	۵۲۰
۹- آریہ سماج	۵۵۵
۱۰- ایک پنڈت صاحب اور ان کا دیا کرن	"
۱۱- ستھا سوامی سے بحث	۵۵۶
۱۲- پہلے ہی ... دیا نند	۵۵۷
۱۳- تھیاسوفیکل سوسائٹی	"
دوسری فصل - علی گڑھ	۵۵۸
تیسری فصل میرٹھ	۵۵۹
۱- ڈیرا	"
۲- پرچار کا کام	"
۳- ایک مسلمان کا خط	۵۶۱
۴- سوالات کے جوابات	۵۶۲
۵- مولوی عبداللہ سے خط و کتابت	۵۷۱
۶- ... کے لئے خط و کتابت	۵۷۲
۷- مباحثوں کی خط و کتابت کا نتیجہ	۵۸۳
۸- کمیٹی کی منت اور آریہ سماج کی قائمی	۵۸۶
۹- ... سپاہی ڈر گیا	۵۸۸
باب دوم - دیسی ریاستیں اور پنجاب کے چند مقام	
پہلی فصل - دہلی	۵۸۹
۱- ڈیرا	"
۲- پرچار کا کام	"
۳- ... سے بلاوا	۵۹۰
۴- ... سے بلاوا	"
۵- آریہ سماج	۵۹۳

نام مضمون	نمبر صفحہ
متفرق امور	۴۴۴
پانچویں فصل - شہر جالندھر	۴۴۵
۱- آمد و ڈیرا	"
۲- لیکچروں کی کیفیت	"
۳- مولوی احمد حسن سے مباحثہ	۴۴۶
سوال و جواب کرامت	۴۵۰
" " تناسخ	۴۵۲
۴- متفرق امور	۴۵۴
چھٹی فصل - لاہور	۴۵۶
۱- ڈیرا و عام کام	"
۲- عدالت کی زیادتی	"
۳- سوال و جواب وغیرہ	"
۴- برہمو سماج کا سالانہ جلسہ	۴۵۹
ساتویں فصل چھاؤنی فیروزپور	۴۶۱
۱- آمد و ڈیرا	"
۲- پادری سے سوال و جواب	۴۶۲
۳- قائمی آریہ سماج	۴۶۳
۴- متفرق	"
آٹھویں فصل لاہور	۴۶۴
نویں فصل شہر راولپنڈی	"
۱- آمد کی کیفیت و ڈیرا	"
۲- پرچار اور آریہ سماج کی قائمی	۴۶۵
۳- عیسائیوں سے بحث	"
۴- چند پنڈتوں کا سلوک	۴۶۶
۵- مہاراجہ جموں سے ملاقات	۴۶۷
۶- سنت گری سے میل	۴۶۸
۷- لیکچر کا بل	"
۸- پراتی لوازمات	"
۹- متفرق	"
دسویں فصل شہر جہلم	۴۶۹
۱- آمد و ڈیرا	"
۲- پرچار و قائمی آریہ سماج	"

نام مضمون	نمبر صفحہ
۳- جہلم سماج کی حالت	۴۷۰
۴- سردار حکیم پرشاد کا آریہ سماج سے انحراف	۴۷۱
۵- متفرق	۴۷۲
گیارہویں فصل گجرات	۴۷۳
۱- ڈیرا	"
۲- [illegible]	"
۳- [illegible]	۴۷۴
۴- [illegible]	۴۷۵
۵- سوامی جی کے متعلق ایک چٹھی	"
۶- سوامی جی کی طرف سے دو خط	۴۷۹
بارھویں فصل - وزیرآباد	"
۱- آریہ سماج وزیرآباد	"
۲- آمد و ڈیرا	۴۸۰
۳- پرچار اور مخالفت	"
تیرھویں فصل گوجرانوالہ	۴۸۱
۱- آمد و ڈیرا	"
۲- دھرم شکشا کا کام	۴۸۲
۳- عیسائیوں سے مباحثہ	"
۴- منشی رام کشن جی کے خیالات میں تبدیلی	۴۸۳
۵- مشہور جوتشی پنڈت آریہ بنا	۴۸۴
۶- لیکچر کا بل	"
۷- قائمی آریہ سماج	"
۸- ماسٹر چندو لال کی داستان	"
چودھویں فصل - لاہور	۴۸۷
پندرھویں فصل چھاؤنی و شہر ملتان	۴۸۸
۱- آمد و ڈیرا	"
۲- پرچار و مخالفت	"
۳- چھاؤنی میں لیکچر	۴۹۱
۴- ریل میں گفتگو	۴۹۲
۵- برہمو سماج میں شامل ہونے	"
۶- سوال و جواب وغیرہ	۴۹۳

نام مضمون	نمبر صفحہ
۲۔ ٹھاکر رنجیت سنگھ کی ترمیم	۵۹۳
دوسری فصل۔ اجمیر میلہ پشکر	۵۹۴
۱۔ اجمیر میں پہنچنے کی کیفیت	،،
۲۔ پرچار میلہ پشکر	۵۹۵
۳۔ اجمیر میں پرچار	۵۹۷
۴۔ پادری گرے صاحب سے مباحثہ	۵۹۸
۵۔ مباحثہ کے متعلق بعد کا چرچا	۶۰۳
۶۔ مسلمانوں کا عمل	۶۰۶
۷۔ ایک بے تعصب مسلمان کی ملاقات	۶۰۶
۸۔ متفرق	۶۰۸
تیسری فصل۔ ریاست مسعودہ	۶۰۸
چوتھی فصل۔ نصیر آباد چھاؤنی	۶۰۹
۱۔ آمد و ڈیرہ	،،
۲۔ پرچار کا انجام	۶۱۰
۳۔ متفرق	۶۱۱
پانچویں فصل۔ جے پور	۶۱۲
۱۔ آمد و ڈیرا	،،
۲۔ پرچار کا انجام	،،
۳۔ مہاراجہ کو جراءت سے دیکھا گیا	،،
۴۔ سوامی جی کے شیو جی سے کی افواہ	۶۱۳
۵۔ متفرق	۶۱۴
چھٹی فصل۔ ریواڑی	۶۱۵
۱۔ آمد و ڈیرا	،،
۲۔ پرچار کا انجام	،،
۳۔ بھیلوں کے پرچار کا پھل	۶۱۶
۴۔ مباحثہ دیگر	،،
۵۔ متفرق	۶۱۷
باب سوم۔ ممالک غربی و شمالی	
پہلی فصل۔ ہردوار کا سفر (جدید تاریخ)	،،
۱۔ دہلی	،،
۲۔ میرٹھ	۶۱۸

نام مضمون	نمبر صفحہ
۲۔ میرٹھ	۱۸
۳۔ مسلمانان میرٹھ	،،
۴۔ مرزا گلی	،،
۵۔ جالا لپور	،،
دوسری فصل۔ میلہ کمبھ ہردوار	۱۹
۱۔ ڈیرہ	،،
۲۔ عام اشتہار	۲۰
۳۔ پرچار کا کام	۲۵
۴۔ سوامی جی کی بیماری	۲۶
۵۔ مولا دولت رام سے بات چیت	۲۷
۶۔ پادری سکاٹ صاحب سے گفتگو	،،
۷۔ مہاراجہ کشمیر کا خط	۳۰
۸۔ سوامی جی کی شکتی اور اعتراض کا جواب	،،
۹۔ سوامی اچاریہ کی بحث	۳۲
۱۰۔ سوامی اسوانند	۳۳
۱۱۔ پنڈتوں سے بحث	،،
۱۲۔ مسلمانوں سے بات چیت	۴۴
۱۳۔ انگریز افسروں کی ملاقات	۴۵
۱۴۔ پرتنتوں کے اعتراضات	۴۶
۱۵۔ کسی کی بابت احتیاط	،،
۱۶۔ سوامی جی کی حالت	۴۷
۱۷۔ متفرق	۴۹
تیسری فصل۔ ڈیرہ دون	۵۳
۱۔ آمد و ڈیرا	،،
۲۔ پرچار کا کام	،،
۳۔ پادری صاحب کا جوش	۵۴
۴۔ سوامی جی کی سوانح عمری لکھنے کی آریہ سماج کی قائمی	۵۵
۵۔ ایک برہمو کا تمسخر	،،
چوتھی فصل۔ سہارنپور سے ہو کر میرٹھ	۵۶
۱۔ سہارنپور	،،
۲۔ میرٹھ میں آمد و پرچار	،،
۳۔ ینگ الہیات کی شکتی	،،
۴۔ مولوی محمد قاسم سے شرائط مناظرہ	۵۷

نام مضمون	نمبر صفحہ
۵- پنڈت چترنجن کی کرتوت	۶۶۴
پانچویں فصل علی گڑھ و بلند شہر	۶۶۵
چھٹی فصل شہر مراد آباد	۶۶۶
۱- ڈیرا	〃
۲- پرچار	〃
۳- انگریزی میں بات کرنے پر اعتراض	〃
۴- غلطی کا اقبال	۶۶۷
۵- حافظ محمد الدین صاحب کا بیان	〃
۶- قائم گنج کے ایک مہاشے کا کام بیچو پیوت لینا	〃
۷- اسلام کی جگہ جتنے کا ارادہ	۶۶۸
۸- مباحثہ کی بات	۶۶۹
۹- آریہ سماج کی قائمی	〃
۱۰- مباحثہ تیار شدہ کے بعد بھاگنا	۶۷۰
۱۱- آریوں کی مخالفت	〃
۱۲- متفرق	〃
ساتویں فصل بدایوں	۶۷۱
۱- آمد و ڈیرا	〃
۲- پرچار کا کام	〃
۳- مسلمان اور مباحثہ	〃
۴- پنڈتوں سے شاستر ارتھ	〃
۵- رکشا بندھن	۶۷۲
۶- عجیب آدمی	۶۷۳
۷- متفرق	〃
آٹھویں فصل بریلی	۶۷۵
۱- ڈیرا	〃
۲- پرچار کا کام	〃
۳- بے توقف تقریر بولنے کی مثالیں	〃
۴- مہاتما گاندھی [illegible]	۶۸۸
۵- پنڈتوں کی اسلامیات سے مباحثہ	۶۹۰
۶- [illegible] مباحثے میں [illegible]	۷۰۵
نویں فصل شاہجہانپور	〃

نام مضمون	نمبر صفحہ
۱- اسٹیشن پر [illegible] شاہجہانپور	۷۰۵
۲- [illegible] کی کیفیت	۷۰۶
۳- پنڈت [illegible]	۷۰۹
۴- متفرق	۷۲۲
دسویں فصل لکھنؤ	۷۲۳
گیارہویں فصل شہر فرخ آباد	〃
۱- پرچار اور اس کا نتیجہ	〃
۲- [illegible] خود غرضوں کی کارستانی	۷۲۴
۳- پنڈتوں کی مخالفت اور ۲۵ سوال	۷۲۶
۴- سوامی جی کے جوابات	۷۲۷
۵- پنڈتوں کا اشتہار	۷۳۴
۶- [illegible]	〃
۷- [illegible] کے نام آوری	۷۳۵
۸- [illegible]	〃
۹- [illegible] کی حقیقت	〃
۱۰- [illegible] کے متعلق سوال	۷۳۶
۱۱- [illegible]	〃
۱۲- ایک [illegible] سے اقتباس	〃
باب چہارم - دانا پور (بہار)	
۱- پرچار بہار آریہ سماج	۷۴۳
۲- آریہ سماج	۷۴۴
۳- سوامی جی کا بیمار آنا	〃
۴- ایک بابو کا سوال	۷۴۴
۵- پرچار کا کام	〃
۶- مسلمانوں سے گفتگو	۷۴۶
۷- سوامی جی کی بے خوفی	〃
۸- [illegible]	〃
۹- [illegible]	۷۴۷
۱۰- [illegible] بیماری	۷۴۷
۱۱- [illegible]	〃
۱۲- [illegible]	〃
۱۳- پادری صاحبان سے گفتگو	〃
۱۴- [illegible] کی کرتوت	۷۵۱

نام مضمون	نمبر صفحہ
۱۵ - [illegible] کی تشریح	۷۵۳
۱۶ - مذہبی اخبار	″
۱۷ - متفرق	۷۵۴
باب پنجم ممالک مغربی و شمالی	
پہلی فصل - بنارس	۷۵۵
۱ - ڈیرا	″
۲ - اشتہار اور چیلنج	″
۳ - ادھیچھ پن کی باتیں	۷۶۱
۴ - کرنیل النکاٹ صاحب وغیرہ کا آنا	۷۶۲
۵ - لکچروں کا نوٹس	۷۶۳
۶ - لکچروں کی بندش کا حکم	″
۷ - اس حکم پر اخبارات میں چرچا	″
۸ - لکچروں کی اجازت	۷۷۰
۹ - سوامی جی کا دوسرا اشتہار	″
۱۰ - لکچروں کا سلسلہ	۷۷۲
۱۱ - [illegible] آریہ سماج	۷۷۳
۱۲ - پنڈت [illegible] رام و سادھو جی [illegible]	۷۷۵
۱۳ - بابو [illegible]	″
۱۴ - راجہ شیو پرشاد [illegible]	۷۷۷
۱۵ - پنڈت [illegible]	۷۷۸
۱۶ - [illegible]	۷۸۰
۱۷ - [illegible]	″
دوسری فصل - لکھنؤ	۷۸۲
تیسری فصل - شہر فرخ آباد	۷۸۳
۱ - پرچار کا کام	″
۲ - [illegible] سبھا	″
۳ - [illegible] سے مطلب	″
۴ - [illegible] کا عیب	۷۸۵
۵ - [illegible]	″
۶ - [illegible]	″
۷ - [illegible] کی پابندی	″

نام مضمون	نمبر صفحہ
چوتھی فصل - مین پوری	۷۸۵
۱ - ڈیرا	″
۲ - پرچار	۷۸۶
۳ - سوال و جواب	″
۴ - متفرق [illegible]	″
۵ - ایک اخبار سے اقتباس	″
۶ - میرٹھ کا سفر	۷۸۷
پانچویں فصل - میرٹھ	۷۸۸
۱ - ڈیرا	″
۲ - پرچار	″
۳ - [illegible] کا آنا	″
۴ - کرنیل النکاٹ وغیرہ کا آنا	۷۸۹
۵ - [illegible] سوامی جی [illegible]	″
۶ - [illegible]	″
۷ - متفرق	۷۹۲
چھٹی فصل - مظفر نگر	″
۱ - ڈیرا	″
۲ - پرچار	۷۹۳
۳ - [illegible] سے بات چیت	″
۴ - [illegible]	۷۹۵
۵ - سوال و جواب	۷۹۶
ساتویں فصل - میرٹھ	۷۹۷
۱ - سالانہ جلسہ	″
آٹھویں فصل - ڈیرہ دون	۷۹۸
۱ - [illegible]	″
۲ - ڈیرہ دون میں پرچار	″
۳ - [illegible] مباحثہ کا چرچا	۷۹۹
۴ - مسلمانوں [illegible]	۸۰۰
۵ - پادری صاحب کا [illegible]	۸۰۱
۶ - [illegible] مسلمان لوگ	۸۰۲
۷ - [illegible] زمانے میں [illegible]	۸۰۳

نام مضمون	نمبر صفحہ
نویں فصل - میرٹھ	۸۰۳
دسویں فصل - شہر آگرہ	〃
۱- آمد و ڈیرا	〃
۲- پرچار کا کام	۸۰۴
۳- آریہ سماج قائم ہونا	۸۰۵
۴- ہیکھو پریت	〃
۵- بشپ صاحب سے ملاقات اور بحث	〃
۶- ویدانک پنڈت	۸۰۷
۷- ویاکھیانوں کا دوسرا سلسلہ	۸۰۸
۸- ہندوؤں سے مختلف سوال و جواب	〃
۹- ایک غلط افواہ	۸۱۰
۱۰- آریہ سماج اور سندرشنی سبھا کلکتہ	〃
۱۱- پنڈت چتربھج کا آنا	۸۱۱
۱۲- ہندی پردیپ کا لیکھ	۸۱۲
۱۳- بھارت مترا کا لیکھ	۸۱۳
۱۴- بھیڑیئے سے پلا ہوا آدمی	۸۱۵
۱۵- متفرق	۸۱۶
باب ششم - دیسی ریاستیں	۸۱۷
پہلی فصل - ریاست بھرت پور	〃
دوسری فصل - ریاست جے پور	〃
تیسری فصل - اجمیر	۸۱۸
۱- آریہ سماج اجمیر	〃
۲- سوامی جی کی آمد و ڈیرا	〃
۳- پرچار کا کام	〃
۴- ہیکھو پریت	۸۱۹
۵- مباحثہ اور چتربھج	〃
۶- پنڈت لیکھرام کا درشن کرنا	۸۲۰
۷- متفرق	۸۲۲
چوتھی فصل - ریاست مسودہ	〃

نام مضمون	نمبر صفحہ
۱- آمد و ڈیرا	۸۲۲
۲- پرچار	〃
۳- پادری صاحبان کی ملاقات	۸۲۳
۴- جینیوں سے شاستر ارتھ	〃
۵- ڈیرے کی تبدیلی	۸۲۳
۶- ہندو لڑکیاں مسلمانوں کو	〃
۷- بگ	〃
۸- عجیب منشی	۸۲۴
۹- راؤ صاحب اور پادری بہاری لال کا مباحثہ	۸۲۵
۱۰- روانگی کی کیفیت	۸۲۶
پانچویں فصل - ریاست رائے پور	۸۲۷
۱- رائے پور کا سفر	〃
۲- ٹھاکر ہری سنگھ کا ملنا	۸۲۸
۳- بگ میں التوا	〃
۴- مسلمان داسی پتر	〃
۵- سر صدر میں کیوں نہ گئے؟	۸۲۹
۶- سوامی جی کی روانگی	۸۳۰
۷- متفرق	〃
چھٹی فصل - نیا نگر المشہور بیاور	〃
ساتویں فصل - مسودہ وغیرہ	۸۳۱
آٹھویں فصل - نمیسرہ	〃
۱- آمد و ڈیرا	〃
۲- راجہ صاحب سے سوال و جواب	۸۳۲
۳- بہادر پنڈت	۸۳۳
۴- پرچار کا کام	〃
۵- متفرق	〃
نویں فصل - چتوڑ گڑھ	۸۳۴
۱- آمد و ڈیرا	〃
۲- پرچار کا کام	〃
۳- تیلنگی شاستری سے گفتگو	〃
۴- رانا صاحب سے ملاقات	۸۳۵
۵- گائتری کی اونچی پڑھنا	〃

عنوان	نمبر صفحہ
۶۔ سدا چار کا آدرش	۸۴۵
۷۔ سوامی جی کی عزت اور جیون گرو جی کا حسد	۸۴۶
۸۔ چتوڑ کا آنند و اتنک سماچار	۸۴۶
دسویں فصل ریاست اندور	۸۴۷
باب ہفتم بمبئی پرانت	
پہلی فصل بمبئی شہر	۸۴۹
۱۔ آمد و ڈیرا	۔۔
۲۔ سوامی جی کا کام	"
۳۔ ایک پادری صاحب سے شاستر ارتھ	"
۴۔ سالانہ جلسہ	۸۵۱
۵۔ ریاست کے متعلق سوال	"
۶۔ بچے لو برہمچریہ کا اپدیش	۸۵۲
۷۔ اچھوتوں میں کام کرنے کی پریرنا	"
۸۔ ہندوؤں اور آریوں کی دوستی	"
۹۔ مورتی پوجا کے لیے انعام	"
۱۰۔ زمین خریدی گئی	۸۵۴
۱۱۔ [illegible]	"
۱۲۔ روانگی	۸۵۶
دوسری فصل متفرق مقامات میں ایک مہینہ	
۱۔ کھنڈوہ	۸۵۷
۲۔ اندور	"
۳۔ رتلام	"
۴۔ جاورہ	"
باب ہشتم دیسی ریاستیں	
پہلی فصل ریاست اودے پور (میواڑ)	۸۵۸
۱۔ چتوڑ	"

نام مضمون	نمبر صفحہ
۲۔ اودے پور آنا	۸۵۶
۳۔ روزانہ کام	"
۴۔ مولوی عبدالرحمن سے بحث	۸۵۹
۵۔ دھیان کرنے کا طریق	۸۶۰
۶۔ کوبیراج شیامداس جی کی رائے	"
۷۔ دھرم کا جھگڑا	۸۶۸
۸۔ ایک عیسائی کا سوال	۸۶۹
۹۔ سوامی جی سے بڑے لوگوں کا پڑھنا	"
۱۰۔ سوامی جی ہندوؤں کے وکیل	"
۱۱۔ یگیہ اور مہنت	۸۷۰
۱۲۔ مورتی پوجا کے خلاف ورتنا	"
۱۳۔ ریاست کے کام میں دلچسپی	"
۱۴۔ پروپکارنی سبھا و سویکار پتر	۸۷۱
۱۵۔ شکار بازی	۸۷۳
۱۶۔ دن چریا کا اپدیش	"
۱۷۔ رانا صاحب کے ہاں لڑکا	۸۷۶
۱۸۔ مورتی پوجا کے خلاف دربار	"
۱۹۔ قیدی دشمنوں سے آزاد	۸۷۷
۲۰۔ برہمنوں کا فریب	۸۷۸
۲۱۔ رسالہ موہن چندرکا سے اقتباسات	"
۲۲۔ روانگی پر کیفیت اور [illegible]	۸۷۹
۲۳۔ متفرق	۸۸۰
دوسری فصل چتوڑ	۸۸۱
۱۔ نمباہیڑہ	"
۲۔ چتوڑ	"
تیسری فصل ریاست شاہ پورہ	۸۸۲
۱۔ آمد و ڈیرا	"
۲۔ مہاراج کا پڑھنا	"
۳۔ ایک برہمن کو سنیاس	"
۴۔ رام سنیہیوں کا مت	۸۸۳
۵۔ مہاراج کی اودے سے بات چیت	"
۶۔ غلط خبر چھپنے پر فہمائش	۸۸۴
۷۔ پرچہ کے کام کے متعلق	۸۸۵
۸۔ روانگی	"

نام مضمون	نمبر صفحہ
چوتھی فصل اجمیر	
رستے کی تکلیف بعض ایک مقام وغیرہ	۸۸۸
باب نہم	
مہرشی کے آخری درشن	
پہلی فصل بجوف ستیہ اُپدیش کا آخری مقام (جودھپور)	۸۸۹
۱- آمد وڈیرا	؍؍
۲- والئے جودھپور کا حال	۸۹۰
۳- پرچار کا کام	؍؍
۴- سوال وجواب وغیرہ	۸۹۱
۵- استری درشن سے پرہیز	۸۹۳
۶- تقسیم اوقات اوپدیش کے وقت	۸۹۴
۷- ویدک پریس اور وید بھاشیہ	۸۹۵
دوسری فصل امرت کے بدلے زہر ہلاہل	۸۹۹
۱- راجا اور فرائض	۹۰۰
۲- نصیحت بھرا خط	۹۰۱
۳- مخالفوں کا سازشی جتھا	؍؍
۴- زہر دینے میں کامیابی	؍؍
تیسری فصل مہرشی چل بسے	۹۰۳
۱- سوامی دیانند اور موت	؍؍
۲- مرض بڑھتا گیا جب جان کا خطرہ ہو گیا	۹۰۵
۳- آریہ پُرشوں کو اطلاع	۹۰۸

نام مضمون	نمبر صفحہ
۴- کوہ آبو پر جانا	۹۰۹
۵- کوہ آبو سے اجمیر	۹۱۲
۶- انتیشٹی پورنک ست پرتگیا	۹۱۳
۷- انتیشٹی سنسکار	۹۱۴
۸- زہر دینے والے کا اقبال	۹۱۸
تتمہ جیون چرتر	
باب اول	۱
سوامی جی کا وید بھاشیہ	۱
باب دوم	
سوامی دیانند اور جینی صاحبان	۱۴
باب سوم	
سوامی دیانند اور منشی اندرمن	۴۵
باب چہارم	
تھیوسافیکل سوسائٹی اور آریہ سماج	۹۲
باب پنجم	
سوامی جی کے لوگوں کو بتلائے ہوئے نسخے	۱۱۰
باب ششم	
آریہ سنمارگ سندرشنی سبھا کا کام	۱۱۳
باب ہفتم	
سوامی جی کی تصنیفات	۱۲۹
باب ہشتم	
سوامی جی کی بابت لوگوں کی رائیں	۱۴۳
باب نہم	
متفرق حالات	۲۹
باب دہم	
کہاں کہاں سوامی جی ایک سے زیادہ مرتبہ گئے	۲۹۴

پُھوٹا

سب تمام مذاہب میں سچائی مشترکہ

۱- انسانی فطرت میں ایکتا منش ماتر سوبھاؤ سے ایک ہیں۔ تمام انسانوں کے اعتقاد۔ اُن کی بناوٹ اُن کی ضروریات سب ایک ہیں۔ اُن کو آتما ایکتا میں ہی آنا ہے۔ تمام انسانی کاروبار ایک ہی قانون قدرت کے زیرِ اثر ہیں۔ آگ کا جلانا۔ سورج کا گرمی روشنی پہونچانا۔ پانی کا ٹھنڈک دلانا۔ اَن اناج آدمی سے شریر کا پلنا۔ سب پہلے برے کرموں کا پھل ملنا۔ تمام منشوں پر یکساں حاوی ہیں جیثیت وغیرہ کا ان قوانین کے عملدرآمد میں کچھ تعلق نہیں۔ ایک ایشور۔ ایک ہی دھرم۔ ایک ہی رواج۔ ایک ہی قسم کے رسم و رواج و طرزِ معاشرت۔ ایک ہی زبان ایک ہی کہانیاں ان منشوں کے اعتقاد اور عمل کا نشانہ ہوں۔ تب ہی وہ مکمل ترقی کے خوش آئیند منظر والی شکل کو روشن کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب آغازِ عالم میں ایشوری سرشٹی کے کل انسان تروشٹپ (تبت) ہی میں بستے تھے (۱) اور پھر جب بعد میں آریہ لوگ آریہ ورت اور دیگر قطعات زمین پر بلا روک ٹوک تمدن کے جزائر کی طرح بستے آتے تھے۔ آباد ہوتے گئے اور ہم مچھ دھرم سمرتی و حدود دھرم ایجادی (۲) وید منتروں کی دھونی کو جگاتے ہوئے مہکے منشوں میں انسانی فرائض بجا لاتے رہے۔ تو منش ماتر عالمگیر برادری بھاؤ کی کامنا سے بندھے ہوئے ایک ہی دھرم کے قربانی اور صدر پر کاربند مہرشیوں کے آدرش تھے ایک ایشور ان کا آپاسید دیو۔ ایک وید بھگوان ان کا گورو تھا۔ اتھا ہگ یگ سب کا طریق عبادت تھا۔ اور جب سے پرارتھنا وید آگیہ کے مطابق جائز استعمال میں آکر سکھ اور ترقی کا مارگ صاف کئے تھے۔ تروشٹپ یا تبت کو سرزمینِ بہار کے سکھوں کے جل و تھا تھا سرسبز اور خوشنما (دیوان دماغ) بیابان تھا (۳) ہیچ پر جو حصہ بہتری تب سے سوورگ کا نام دیا گیا تھی۔ حتیٰ کہ تروشٹپ کو جنت نشان سورگ کا نام دیتے ہیں (۴) لیکن محدود اختلا انسان ایسا ورش کے وطنِ ایکتا کو قائم نہ رکھ سکا۔ وہ پہیہ ہم ٹھیک وہ استھا بدلتی گئی۔ حتیٰ کہ آج حالت بالکل متضاد ہے۔ ہر امر میں انیکتا اور اختلاف ہے۔ اور ان کے نتیجے میں گرا وٹ

(۱) دیکھو ستیارتھ پرکاش سملاس ۸ دیانند جی اور بہاگ وہ میں یہ فیصلہ کن وارے جیمس کی رائے۔

(۲) دیکھو منو سمرتی۔ ادھیائے ۱ شلوک ۱۳ (۳) اسی ابتدائی آدمیوں کے خیال پر عجب

جیسے مُلک میں ابتدائی آدمیوں میں گلگر باگیا جیساپ نظر فعل کہتے ہیں یہ اعتراض لفظ عدن آدم یان کا بگڑا ہے

(۴) دیکھو اگنی پران ...

सत्यं स्वर्गस्य [illegible] सत्यं लोको [illegible] ॥ समाकोष [illegible] श्लो: ६

اور وکیلوں سے سفارش کی وہ اہم کا نمونہ بن چکا ہے۔ اس قدر مذاہب ہیں۔ کہ ان کا شمار میں آنا امر
محال ہے۔ مجوسیت۔ جاپانی سیاحتی شنتو تخمینیہ ان کے باہمی تفرقے ہوا اختلافات کا بیان کرنا
کسی انسان سے احاطہ تحریر یا تقریر میں آنا قریباً ناممکن ہے۔ ملکی۔ مجلسی۔ قومی۔ اخلاقی۔
علمی۔ مذہبی تمام مسائل میں اتنے چھوٹے بڑے فرق موجود ہیں اور اس پریشان خیالی سے ہم
چھوٹا اختلاف رہا... [illegible] نمائش پا کر نوع انسان کو باہم لڑا رہا ہے۔ کہ اس کا کسی اعلیٰ سے
اعلیٰ دماغ والے انسان کے خیال یا تصور میں آنا ہی مشکل ہے۔ ایک مذہبی پہلو پر ہی سوچیں
تو آریہ لوگ بہ غلط العام ہندو اتنے متوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ کہ ان کی تعداد صدہا
تک پہنچتی ہے۔ دوام مارگی رشید۔ مثلاً کنک و لیشوادی ناموں کا کچھ ٹھکانا نہیں (۵)
ان کے معبود۔ ان کی پرستش کے طریق۔ ان کے رسم و رواج۔ ان کی خوراک۔ ان کی
پوشاک سب اس درجہ جدا جدا تک پہنچ چکے ہیں۔ کہ کوئی تجویز نہیں سوجھتی۔ جو ان کو
پریم کی لڑی میں پرو دینے کے لئے کارگر ہو سکے۔

مسلمانوں نے سر اٹھایا تھا۔ کہ وحدانیت کے جھنڈے تلے لا کر سب کو ملا دکھا دیں گے
لیکن حضرت محمد صاحب کو حالات نے مجبور کیا اور انہوں نے کہا۔

'' یہود اکہتر یا بہتر فرقے ہو گئے۔ اور نصاریٰ بھی اکہتر یا بہتر فرقے ہو گئے۔ میری امت
تہتر فرقے ہو جائے گی۔''

(۶) لیکن مولوی محمد نجم الغنی صاحب لکھتے ہیں کہ '' واضح رہے یہ فرقے جو مشہور ہیں۔
ان میں بھی کئی فرقے مثل شاخوں کے ظاہر ہوئے ہیں۔ اور ان شاخوں کی وجہ سے شمار
فرقوں کا تہتر سے بڑھ گیا ہے (۷) اس زیادتی تعداد فرقہ ہائے اسلام کی تحقیقات کرتے ہوئے
مثل اور کئی اصحاب کے مولوی محمد حسین صاحب ۱۵۰ کی گنتی کر گئے ہیں گمان رکھتے ہیں
کہ شاید اور ایسے فرقے بہت ہوں۔ جن تک ان کے علم کی رسائی نہیں ہوئی۔

یہی حال بدھ اور عیسائی مذہب کا ہے۔

اسی طرح مجلسی تقسیم کے لحاظ سے برہمنوں کے فرقے اور ان فرقوں کے آگے فرقہ در فرقہ
تقسیمیں۔ کھتریوں کی جاتیاں اور ایک ایک جاتی کے آگے نیچے درجے سینکڑوں تک
کی گنتی پہنچا دی جائے اگر کسی محقق کے غور و فکر کا مضمون ہوں۔ تو اس کی دماغی کشتی کا
عجیب و غریب بھنور میں پھنس کر ڈوبنا ہی اس کی لازمی تقدیر ہوگی۔

غرضیکہ حالت ایسی ہے۔ کہ نوع انسان کا اپنے فطرتی ایکتا کے جذبات کو آگے لانا ظاہراً
خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ لیکن باوجود اس سب کے انسانی فطرت کا معدوم ہونا
ناممکن ہے۔ قدرتی ایکتا ابھی تک ہے۔ نوع انسان میں دلوں کی دوری اس سے بھی کتنی ہی

(۵) دیکھو ستیارتھ پرکاش سمولاس الیوں تحلیل (۶) دیکھو حدیث تفریق امت (۷) رسالہ اتحاد مذاہب
عالم (۸) دیکھو رسالہ اتحاد مذاہب عالم جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ

پڑھ جاوے۔ جہالت سے وہ کتنی ہی فرقہ بندیاں کر لیں اور اختلافات کی کانٹے دار جھاڑیوں والی سرزمین سنبھالیں۔ اور ان میں اپنے دامنوں کو اُلجھا اُلجھا کر کپڑے پھڑواتے اور بدن چھلواتے پھریں۔ پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ عارضی ہے۔ ان کی فطرتی یکسانیت عارضی تفرقوں کے پردے کے پیچھے چھپے پنہاں رہ کر آخر ظاہر ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر ایک مہذب محقق ہمیشہ سے ہستی عالم کو ایک اور نسل انسانی کو ایک قبیلہ کے ممبر سمجھتے ہیں یا ایک جسم کے انگ۔ سعدی نے کیا خوب کہا۔ بنی آدم اعضائے یکدیگرند کہ در آفرینش ز یک جوہرند۔ چو عضوے بدرد آورد روزگار۔ دگر عضوہا را نماند قرار۔ برہما سے جینی تک کروڑوں رشی اس ایکتا کو مطالعہ کیے عالمی ایک قانون دھرم کے تابعدار ہے گورو نانک جی نے یہی کہا کہ ایک ایشور اور ایک ہی اس کی طرف سے دھرم ہے۔ اس ایک کو مانو۔ اور باقی کو چھوڑ دو۔ (۹)

واقعی ایک ہی ایشور ہمیشہ قائم ہے۔ ایک ہی اس کے نیم (قانون) ہمیشہ رہ جو ان پر حکومت کرتے ہیں ہر زمانے میں نیکوں کو سکھ اور بدوں کو دکھ ملتا رہا ہے۔ ویسا ہی اب ہے۔ کوئی مذہب ایشوری اٹل راج اور بے بدل قانون کے نیموں کو توڑ نہیں سکتا۔ بھولے ہیں وہ انسان جو ان قوانین قدرت کو اپنی تنگ خیالیوں میں قید کیے بیٹھے ہیں۔ کاش کہ دل فراخ ہوں اور دماغ روشن جس سے ہم ظاہری اختلافات کے اندر سے گذر کر صاف نقشہ یگانگت کا خوش آئند منظر دیکھیں۔ جس کے لئے ذیل کی قسم کے اشارات ہمارے بے خطا رہبر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ تمام مذاہب میں ایک دھرم ہے

موجودہ مت متانتر انسانی کمزوریوں پر مبنی ہیں۔ باہمی اختلاف راستے یا ضد۔ ذاتی فوائد یا بیانات غلط۔ فہمی کم علمی سے جدا جدا ہو کر خاص باتیں ہر گروہ بطور اپنے اعتقادات کے مانے بیٹھا ہے۔ یا ہر گروہ میں مختلف ذریعوں سے وہ باتیں ذہن نشین کرائی جا رہی ہیں جو طور پر متواتر جاری اور مذاہب کی باہمی تمیز کرا رہی ہیں (۱۰) ان سب کی تہ میں وہ کشش کام کرتی ہے۔ جو قدرتاً اور فطرتاً انسانی روح کو دھرم سے ہے۔ اسی امر کی بنا پر تمام مذاہب کو ہلی ضرب کی اور لپکے جا رہی ہیں۔ مگر جس طرح دور سے مرگ کو سمندر اور موجیں جل کی سی شکل دکھلا کر اپنی اور کھینچ اور آخر اسے بھٹکا بھٹکا مارتا ہے اسی طرح مذاہب انسانوں کو آس دلا دلا کر غیر کے سمندر میں غرق کرتے ہیں۔

(۹) عقائد میں قاضی جیون جی نے گورو نانک جی سے جو سوال کئے ان میں سے کہا [illegible] صاحب کے دو مذہب۔ کیسا جھگڑا لویں جواب ملا کہ صاحب ایک ہے [illegible]

(۱۰) یہ تعصب بغیر تحقیق مخفی ہیں کہ ہر مذہب والے اپنے مطابق ہیں اور کسی کتاب [illegible] جن کے خلاف کتابیں اس بیل کے علاوہ اسلامی مذاہب کو محض اور برتری ثابت کرنے والی چند باتوں کا مجموعہ بیان کر کے ان کی تردید کرتے ہیں

دھرم روپی امرت جل مذہب روپی سَراب سے بالکل جدا ہے۔ مذہب کی چار دیواری سے گذر کر تمام کائنات عالم کی وسعت کے ساتھ دھرم بھی نہایت وسیع ہے۔ انسانی گروہوں اور فرقوں پر یکساں حاوی تمام عیسائی مسلمان۔ یہود نصاریٰ۔ پارسی۔ ہندو سکھ۔ آریہ بطور انسان کے سب ایک ہی دائرہ اثر رکھتا ہے۔ آگ میں جلانے کا طبعی گن پانی میں سردی کا ذاتی وصف مادی اشیا کے قدرتی دھرم کا مظہر ہے۔ اسی طرح سے انسانی فطرت کے لحاظ سے جو کچھ انسان سے ورتارن کیا جاتا یا کیا جانا چاہیئے وہ فقط دھرم ہے۔ مذاہب جاری بند ہوتے یا حالات زمانہ سے متاثر ہو کر بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن اصلی دھرم ان تمام عوارض سے پاک ہمیشہ بے بدل ہے۔ قوانین قدرت۔ عالمگیر سچائیاں انسانی دست اندازیوں سے ہرگز متاثر نہیں ہو سکتیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ باوجود ایک ارب ستانوے کروڑ دو لاکھ اٹھاون ہزار سال کا بڑا عرصہ گذرنے کے اور تمام انسانی مذاہب کے تیز و تند حملوں کے وہ جوں کی توں قائم ہیں چنانچہ ان مذاہب کے اندر گھسی ہوئی اپنی نیچ کا جھنڈا اٹھاتے ہیں۔ اور دوربین نظروں کو اپنے اصلی مسکن کا پتہ دینے کے لئے لہراتے ہوئے پھریرے پر کھو موتی بڑے موٹے سنہری حرفوں میں دکھائی دیتے ہیں (ویدو دھرم مولم)

فی الحقیقت دنیا میں اس سے زیادہ دلچسپ مطالعہ اس سے زیادہ تعجب دلانے والا معجزہ کوئی ہو نہیں سکتا جس سے اتنا لمبا عرصہ بعد ایک ہی قدرتی اصول تمام مذاہب میں محفوظ ملتے ہیں بطور مثال چند ایک یہاں ذکر کرتا ہوں۔

۳۔ انسان کی فضیلت

ویدک دھرم بھی انسانیت کا معیار یہ پیش کرتا ہے۔ کہ انسان ایشوری آگیا کا نیاب علم حاصل کرکے اس پر عملاً کاربند ہو۔ اس سے مایا ادھیکار کرنے والا کتنا ہی بڑا عالم کیوں ہو۔ اس کو بجز کچھ نہیں مل سکتا (۱) رگ وید کا رکھتا ہے۔ کہ جو وید کو پڑھ کے اس کی اصلی غرض کو نہیں سمجھتا وہ بدبخت کی طرح بہتے ڈوالی وغیرہ پالشو کی طرح انلج آدمی کا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ (۲) آپستمبھ کا یہ ہے کہ اصل عمل یعنی دھرم کے بغیر انسان بمنزلہ حیوان ہے۔ سنسکرت کے کوی مختلف الفاظ میں اس آشا کو واضح کرتے ہیں۔ کسی نے کہا۔ کہ آچار سے گرا ہوا آدمی وید سے پوتر نہیں ہو سکتا خواہ اس نے چھ انگوں سمیت اسے پڑھ لیا ہو (۳) کسی نے کہا کہ کھانا سونا خوف کھانا استری سنگ کرنا سب منش اور پشوؤں میں ایک سے ہیں۔ اگر انسان میں کوئی خاص فضیلت ہے۔ تو دھرم کی ہے۔ پس اس سے خالی انسان بمنزلہ حیوان ہے (۴) ایسا ہی کہا گیا ہے جن لوگوں میں نہ ودیا نہ تپ دان۔ نہ سوشیل۔ سوبھاؤ۔ نہ اچھے گن کرم ہیں۔ وہ اس دار فانی میں

(۱) دیکھو رگ وید منڈل ۱ سوکت ۱۶۴ منتر ۳۹

ऋचो अक्षरे परमे व्योमन् यस्मिन्देवा अधि विश्वे निषेदुः। यस्तन्न वेद किमृचा करिष्यति य इत्तद्विदुस्त इमे समासते॥

[illegible]

(۲) دیکھو نرکت ا۔ ۱۸ (۲)

(۳) بھرتری ہری کا مشہور مقولہ [illegible]

محض تزئین پیرا چیہ ہیں۔ مانو حیوان بصورت انسان بیٹھے ہیں

اس امر پہ پارسیوں کی زند اوستا کو دیکھا جاوے۔ تو وہاں حیوانوں اور انسانوں کا عجیب و غریب مباحثہ حضرت گل شاہ کے دربار میں کر کے فیصلہ دیا گیا۔ کہ انسان کی فضیلت محض اس بات سے ہے۔ کہ وہ اپنے دھرم کو پالن کر کے نجات حاصل کرے۔ ورنہ اور تمام باتوں میں حیوان اعلیٰ اور انسان ادنیٰ سے بھی گرا ہوا ہے (۲) اس واسطے مقدمہ پر زند اوستا والے سب سے بڑھ کر ناز اور فخر کرتے ہیں۔ لیکن وہ محض آریہ کے شلوک و منتروں کی تشریح ہے۔

اسی طرح کے اشارے توریت زبور انجیل میں موجود ہیں (۳)

(۴) کیونکہ جو بات انسان پر گذرتا سو حیوان پر گذرتا۔ ایک ہی حادثہ دونوں پر گذرتا ہے۔ جس طرح یہ مرتا ہے۔ اسی طرح وہ مرتا ہے۔ ہاں سب میں ایک ہی سانس ہے۔ اور انسان کو حیوان پر فوقیت نہیں۔

---

(۲) اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ایک گل شاہ پادشاہ پارسیوں کا پیغمبر تھا۔ اس کے زمانہ میں انسانوں اور حیوانوں پر بادشاہت تھی۔ انسانوں کی ساتھ لڑائیاں ہوئیں جس نے مقرر کیں اور حیوانوں کی بھی سات چھوٹی چھوٹی بادشاہیاں تھیں چرندوں کا بادشاہ گبرا اور درندوں کا شیر۔ پرندوں کا عنقا۔ شکاری پرندوں کا عقاب۔ رینگنے والے جانوروں کا اژدہا۔ سمندری جانوروں کا گھڑیال اور مکھی وغیرہ کا بادشاہ شہد کی مکھی کو بنایا۔ ایک دفعہ جب حیوانوں نے مل کر جلسہ کیا اور سوچ و بچار کر گل شاہ کے حضور میں انسان پر ایک دعویٰ دائر کیا۔ مقدمہ میں ہر گروہ حیوان کے وکیل اور انسان کے وکیلوں کے جو جو نام ہوئے ہیں۔ ان سب کو طوالت کے خوف سے چھوڑ کر مختصر بحث کا بیان درج کرتا ہوں۔

حیوان۔ انسان کس بات سے خود بہتر گنتا ہے۔ انسان۔ اس سبب سے کہ ہم میں گویائی (نطق) ہے۔

شیر۔ گویائی دوسرے جنسوں کو سمجھانے کے لئے ہے۔ سو یہ حالت ہم میں موجود ہے (۱) انسان کی گفتگو ظاہر ہے۔ لیکن ہماری اس کا شاہد ہے۔ لیکن حیوان کی بات پوشیدہ ہے (۲) جانوروں میں بھی اپنے کی زبان ہے انسان اسے سمجھ نہیں سکتا ہے۔ پس یہ اس کی کم عقلی کا ثبوت ہے۔ جب ہم اور آپ اپنے اپنے طریق پر اپنے ہم جنسوں کو اپنا مافی الضمیر سمجھا کر یکساں فائدہ پاتے ہیں۔ تو ہم برابر کیوں نہیں۔ اور فی الحقیقت کسی کی میں بھی زبان نہیں ملی۔ تو وہ محض قدرت کی ہم پر عنایت ہے۔ کیونکہ زبان دو طرح کی ہوتی ہے زبان حال سے کتنا ہی اظہار ہو۔ اس پر مواخذہ نہیں ہو سکتا۔ آدمی کے لئے حیوانی بولی جاننا لازمی نہیں۔ اسی طرح ہمارے لئے انسانی بولی جاننا ضروری نہیں ہے۔ اور یہ انسانی بولی ہے ہی کیا۔ یہ سب وہ ہی کہہ دے کو نہ سمجھا تو وہ دیکھ لینا اسکو۔ کیا یہ بھی کوئی دلیل ہے۔ کہ کوئی جس زبان آدمی دوسرے جیسی گفتار کی بولی نہ سمجھ سکیں۔ اور نہیں کہیں کہ تمہاری بولی سے ہی نہیں۔ انسان زبان قال سے فوراً گرفت میں آتا ہے

(ت) حیوان ہماری غذا کے لئے ہے۔ دیکھو ہم کس طرح گھوڑے پر زین ڈال کر سوار ہوتے ہیں (ح) حما انسان بھی تو ہمارا غلام ہے۔ اگر گھوڑے پر چڑھتا ہے۔ تو اس کے لئے گھاس بھی تو کھودتا اور دانہ وغیرہ لاتا ہے۔

(ش) آدمی کی صورت راست و درست ہے بمقابلہ تمام جانوروں کے (ح) عقلمند ظاہری صورت پر نہیں مرتے۔ وہ باطن کو دیکھتے ہیں۔ اور اصل طور پر انسان حیوان اعضاء کی ترکیب و بناوٹ میں برابر ہیں

بقیہ صفحہ ۳۰

(۱۸) قرآن میں بھی دھرم سے گرے ہوؤں کو حیوان مانا گیا ہے۔ بلکہ جس طرح وید میں کہا گیا کہ مورکھ لوگ وچھنہ ہو گئے ہیں۔ دیکھتے سنتے ہوئے نہیں سنتے وغیرہ (۱۹) اسی طرح انجیل میں کہا گیا اور ان تمام اشارات کو انہی الفاظ میں قرآن نے ادا کیا۔ لکھا ہے۔

ہم نے بہتیرے جن اور انسان جہنم کیلئے ہی پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں۔ مگر ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ ان کی آنکھیں ہیں۔ مگر ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے۔ ان کے کان بھی ہیں۔ مگر ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ غرض یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہوئے۔ یہی وہ ہیں۔ جو دین (دھرم) سے بالکل بے خبر ہیں۔ (۱۹)

ان تمام مختصر اقتباسات کو پیش کر کے مذہبی فرقہ بندیوں کے دلدادہ لوگوں سے میرا سوال ہے کہ وہ بتائیں۔ انسان کے اصلی شرف کے متعلق ایک رائے ہونے کے خلاف کسی بھی مذہب کا اختلاف رائے ہو سکتا ہے؟

(بقیہ صفحہ ۱۰) لیکن انسان جب کسی کی خوبصورتی کی تعریف کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ آہو چشم (ہرن جیسی آنکھ) یعنی فلاں استری کی آنکھ ہرن جیسی ہے۔ وہ کبک رفتار ہے اور اس کی چال چکور جیسی ہے۔ میرا بیان یعنی چیتے کی سی کمر والی۔ اس سے حیوان زیادہ خوبصورت ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ تو انسان انہی کا آدرش پیش کرتا ہے۔ (ش) ہماری قدرتی پوشاک پسندیدہ ہے اور ہم اپنی شرمگاہ کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ (ج) تمہاری پوشاک جانوروں سے کھالوں بال وغیرہ سے چھینی ہے۔ گویا ہمارا۔۔۔ اگر تم کہتے ہو وہ تمہاری مرغوب خوراک شہد مکھی کی قے و استفراغ ہے اور ہماری شرمگاہ دم کا اوپر سے ڈھکی ہے۔ اور اگر تمہیں تو خدا نے ایسا فرمایا ہی نہیں (ش) تم جانور بے مہری سے ایک دوسرے کو پھاڑ کھاتے ہو (ج) یہ ہم نے تم سے سیکھا۔ ذرا اپنی تاریخ کو تو دیکھو۔ کس کس نے اپنے بھائیوں اور باپ تک کو مارا اور پھاڑا۔ پھر درندوں کی غذا ہی گوشت ہے۔ آپ کیوں مار دھاڑ کرتے ہیں۔ اور سچ پوچھو۔ تو ہم میں تم سے زیادہ بھیم بھاؤ ہے۔ خود تمہارے نصیحت یافتہ آدمی اس کی شہادت ہیں۔ جو بھی خدا پرست اور اعلیٰ آدمی ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں بے کار سمجھ کر ہمارے پاس آ رہتے اور یاد خدا و غور و فکر میں مگن ہوتے ہیں۔ اور ہم ان کے پرستار و خدمتگار رہتے ہیں۔

(ش) انسان طلسم کاری نیرنگ سازی جادو وغیرہ جانتا ہے (ج) یہ فن بھی جانوروں میں زیادہ ہیں۔ شہد کی مکھی اور چیونٹی وغیرہ کے مثلث و مربع شکلیں بنانے جانتی ہے۔ مکڑی عمدہ جال بنتی ہے (ش) انسان لکھ سکتا ہے اور دل کی بات کاغذ پر لاتا ہے (ج) ہم ایسا گناہ نہیں کرتے۔ کہ زندہ دل سے بے جان کاغذ پر لکھیں (ش) ہمارے میں بادشاہ۔ وزیر۔ سپہ سالار۔ جیوتشی وغیرہ ہوتے ہیں (ج) یہ سب جانوروں میں بھی ہیں۔ شہد کا زنبور بادشاہی میں۔ چیونٹی سپہ سالاری میں۔ روباہ وزارت میں مشہور ہے۔ [illegible] کا مشہور ہے۔ زبان سے چاٹ چاٹ کر زخم کو اچھا کر لیتا ہے۔ مرغ کی طرح [illegible] رات دن کے وقت کو پہچانتا ہے (ش) ہم میں نیکی بدی کی تمیز ہے۔ ہماری سمجھ تیز ہے (ج) اندھیری رات میں ایک جگہ [illegible] سیدھا [illegible]

(بقیہ صفحہ ۱۲)

۳۔ خدا اور شیطان

اس وقت دین اسلام میں دو ہستیوں پر اعتقاد ہے۔ خدا اور شیطان یا رحمان اور شیطان پر۔ تمام برائی اور گناہ کو شیطان کے متھے مڑھا جاتا ہے (۲۰)۔ لیکن یہ تمام قصہ انجیل کی نقل ہے (۲۱) عیسائی اور یہودی اسی کے معتقد ہیں۔ لیکن تمام محقق اور انجمن راستے ناصری کا مصنف بھی اقبال کرتا ہے۔ کہ ان دو ہستیوں کا خیال پارسی لوگوں سے آیا ہے۔ وہ یزدان اور اہرمن کو مانتے ہیں۔ انہی یزدان کو خدا اور اہرمن کو شیطان نام ملا۔ یزدان یا خدا نیکیوں کا اور اہرمن بدیوں کا رہتا ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے ؂

گر آں دو عارض رخشاں زفعل یزدان است ✽ زفعل اہرمن است آں دو زلف چوگان مثل

بدیں دلیل ہے مانوی درست گفتہ ✽ کہ خیر ہست زیزدان و شر زاہرمن

(بقیہ صفحہ ۳۰) بکری اپنا اپنا بچہ سونگھ کر پہچان لیتی ہے۔ لیکن وہ عورتیں ایک ہی بات نہیں جنیں۔ بھلا کو فلاں دیا جائے۔ تو وہ صحیح معلوم نہیں کر سکتیں۔

(و) آدمی دلیر اور جنگجو ہوتے ہیں (ح) یہ وصف آپ شیر کا نام ساتھ لگانے سے ظاہر کرتے ہیں پس وہ آپ سے زیادہ آدمی شیر جنگجو اور دلیر ہے۔

(و) ہمارے میں عقل ہے جو بھیا (ملا) دور تک پہنچاتی ہے (ح) جانور بھی بھول کو کھانے سے جدا کرتے اور تمام ضروریات کے لئے شعور رکھتے ہیں۔

(۹) عقل ہی جبر و شارح ہے۔ تم کو شارح ملی اور ہم کو جبر یعنی شریعت یا الہامی کتاب (ح) ہمیں بھی شریعت ملی ہے۔ ہر امت کے لئے پیغمبر جدا جدا ہیں۔ اور ہم بھی ترقی کر سکتے ہیں (ز) تم ترقی کر کے کیا کچھ ہو گئے (ح) ہم بھی انسان بن جائیں گے (ل) لیکن ہم تم سے پہلے ہی انسان کے درجہ پر ہیں ہم ترقی کرتے ہوئے آزادی یا نجات پا کر فرشتے بن سکتے ہیں۔ گویا ہم تم سے اوپر کی جماعت میں ہیں (ح) بے شک یہ آپ کی بڑائی ہے۔ لیکن اگر ترقی کے وسائل پر آپ چلیں نہیں۔ تو پھر حیوان بنیں گے۔ اس صورت میں جو آپ سے پوچھا ہیں۔ جو پہلے ہی حیوانات میں ہم گنتے ہیں۔ کہ اصلی انسانوں کی نیز لی پوری کے امید واروں سے حیوانوں نے قتل وغیرہ نہیں کیا۔ بلکہ انسانیت سے گرے ہوئے لوگوں سے ان پر کل منشاء الٰہی انسان حیوان سب عہد کرتے ہیں کہ تمام زندگی کریں۔ اور ترقی کریں۔ اہنسا دھرم کا عہد باندھا جاتا ہے۔ جو جنگل کے وقت سے گوشت خوری شروع ہونے پر ٹوٹتا ہے۔ تمام جانور بھی بگڑتے گئے ہیں۔ صرف گائے بیل وغیرہ جانور اب تک اس عہد پر قائم پائے جاتے ہیں۔

(۱۷) واعظ کی کتاب باب ۳۔ آیت ۱۹

(۱۸) رگ وید۔ منڈل ۱۰ سوکت ۱۰ منتر [illegible]

[illegible]

(۲۰) سورہ اعراف۔ آیت ۱۱ تا ۲۰ و ۱۲۔ سورہ بقر آیت ۳۴ تا ۳۶۔ سورہ اعراف آیت ۳۰ تا ۱۸ وغیرہ میں متعدد جگہوں پر یہ ذکر ہے (۲۱) پرانا عہد نامہ کتاب پیدائش باب ۲ و ۳ وغیرہ

اس طرح تمام مذاہب میں دو ہستیوں کا اقبال ہے۔ لیکن پارسیوں میں پیدا اعتقاد و مختلف خیالات یہ بھی بتایا جاتا ہے۔ دبستان مذاہب کی چودھویں نظر کی تعلیم اول میں مذکور ہے۔ کہ یزدان جہان میں رہتا تھا۔ اس نے ایک بار خیال کیا کہ مبادا کوئی میرا ضد پیدا ہو جائے۔ کہ وہ میرا دشمن ہو۔ اس فکر کرنے سے اہرمن وجود میں آ گیا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ اہرمن جہان سے باہر تھا اس نے سوراخ میں سے جہان کا یزدان کو جاہ و مرتبہ سے متفق دیکھ کر اسے رشک آیا۔ اور شور و فساد کرنے لگا۔ یزدان نے اس کے دفعیہ کے لئے ملائکہ کو پیدا کیا۔ مگر ان کی مدد سے بھی جنگ میں اہرمن مغلوب نہ ہوا۔ تو اس شرط پر صلح ہو گئی۔ کہ اہرمن کچھ عرصہ تک جہان میں رہ کر چلا جائے۔

کہتے ہیں کہ جب اہرمن چلا جاتا ہے۔ جہان میں نیکی و رشانتی کا راج ہو جاتا ہے۔ اب سوال ہوتا ہے۔ کہ جہان کیا ایک مکان کی طرح بن رہا ہے۔ جس میں سوراخ یا دروازہ رکھے ہیں اور کیا جہان سے باہر کوئی اور جگہ کسی نے سنی دیکھی جس میں اہرمن رہتا ہو۔ اس بیان کی ظاہری صورت بالکل ردی ہے۔ لیکن ارجاناسب حکیم کا بیان نہایت معقول ہے۔ جو کہتا ہے کہ یہ محض استعارہ ہے۔ جہان سے مراد انسانی جسم۔ یزدان سے مراد روح ہے۔ اہرمن نفس امارہ کو کہتے ہیں۔ آنکھ وغیرہ اندریاں سوراخ ہیں۔ ان کے ذریعہ باہر کے وشئے اشیاء کے مانند گھسنے اور خرابی پیدا کرتے ہیں۔ تپ اور ریاضت کے ذریعے جو اوصاف حمیدہ پیدا کر کے روح ان کھوٹی برتیوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ انہیں فرشتے کہا گیا۔ لیکن چونکہ جسم کی موجودگی یعنی انسانی زندگی بھر تک باہر کے پدارتھوں سے قطع تعلق ناممکن ہے۔ کھانا۔ پینا اور دوسرے بھوگ قطعاً چھوٹ نہیں سکتے۔ اس لئے صلح ہو جاتی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے۔ کہ دنیاوی تعلقات جائز ہیں۔ لیکن خاص نیموں کے ماتحت یعنی انسان افراط و تفریط چھوڑ کر اعتدال پر کاربند ہوں۔ کھانے کھائیں۔ لیکن شریر رکھشا کے لئے نہ کہ جیبھ کے سواد میں مست ہو کر۔ استری کا بھوگ کریں۔ لیکن عمدہ اولاد پیدا کرنے کے لئے نہ کہ شہوت پرستی میں غرق ہو کر۔ وغیرہ۔

میں نے اس نہایت عمدہ استعارے کی تشریح کا لب لباب پیش کر دیا ہے۔ یقیناً کوئی شخص انکار نہیں کرے گا۔ کہ درحقیقت نہایت عمدہ اپدیش دینا مقصود تھا۔ جو کہ موجودہ معقول میں مانی ہوئی دو ہستیاں واضح کرتا۔ اب قابل غور امر یہ ہے۔ کہ ایسے عمدہ اپدیش کہاں سے آئے میں کہوں گا۔ یہ اپدیش محض وید کا ہے۔ نفس امارہ کا انکار وید قدیم رشی مختلف جگہوں میں بیان کرتے ہیں۔ یجروید کے نام مشہور منتر میں اپدیش دیا گیا ہے کہ جتنا یہ وسیع سنسار ہے۔ سب میں پرماتما رما ہوا ہے۔ اس لئے اے منش ان تمام بیدار عنصروں کا تیاگ وورتی سے بھوگ کرو۔ کسی کا دھن یا دولت لینے کی اچھیا نہ کرو۔

(۲۲) اس منتر کا اوپدیش جو سچا پارسیوں کے مذکورہ بالا لشکر کا جنم داتا ہے ۔ تمام دنیا کے پیغمبروں کا ہوگا ۔ لیکن تعالیٰ برق سے کچھ ان الٹھیوی آگیا اور تم تک ان کے سینہ بسینہ کو تاثیر [illegible] آتیشا انگ کا [illegible] ترتیب رہا اور اتنی مشق [illegible] سے پڑھنے یاد رکھنے [illegible] کے قابل ہے

اس کے علاوہ جو یہ لفظ خدا کی جگہ آتا ہے ۔ پارسیوں نے وہ محض وید کی بھاشا سے ایشور سے لیا ہے ۔ تاہم تشریح یزدان اور اہرمن کی زیادہ ضروری اور قابل تحقیق ہے اس کے متعلق سنسکرت کے تمام ماہرین کے اس اپدیش کا اشارہ دنیا کافی ہے جس کی رو سے یجیہ دان اور تپ کو منش جنم کی کامیابی کا سادھن بتایا گیا ہے ۔ لیکن تپ کا لفظ فی الحقیقت یجیہ میں شامل ہے ۔ دوسرا تپ انسان جو کچھ اپنی زندگی کو قائم رکھنے اور خدمت گزار [illegible] بنانے کے لئے کرتا ہے ۔ یعنی کیا کھاتا کیا سوتا ۔ کیا استری بھوگ ۔ انہیں کیا دھرم پر بلا وجود تکلیفات سہنے کے چلنا وید کی اصطلاح میں ان سب کا نام یجیہ ہے اور جو کچھ خود دوسروں کو سکھ دلا دیتا ہے اسے دان کہتے ہیں ۔

پس اصلی کلیان کاری کرم یجیہ اور دان ہی ہیں ۔ چنانچہ برہمنوں کے لئے جو چھ کرم بتائے گئے (۲۳) ان میں وید پڑھنا پڑھانا یجیہ کرنا کرانا دان دینا لینا میں شامل ہو جاتے ہیں ۔ اور اس طرح برہمنوں کی جو انسانوں میں ہی فضیلت پائی جاتی ہے ۔ اس یجیہ اور دان ہی کی بدولت ہے ۔ اس کے برعکس انسانوں کا تنزل محض من کی بُری [illegible] کے سبب ہوتا ہے ۔ [illegible] نفس [illegible] کے غلام کرتے ہی جاتے ہیں ۔ یہاں [illegible] کا بدل [illegible] اپنے اوصاف بدلی وجہ سے [illegible] پایا جا سکتا ہے ۔ [illegible] کے لئے [illegible] ہو سکتا ہے ۔ [illegible] کی طرف لے جانے والا اہرمن ہے ۔ اور [illegible] کا [illegible] یزدان ہے ۔ [illegible] پارسیوں میں ج کا [illegible] بدل ہوتا ہے ۔ [illegible] ان کی جگہ یزدان ہو گیا ۔ اسی طرح من کی جگہ [illegible] اور اسی سے اہرمن کا [illegible] اہرمن اور [illegible] اہرمن ہو جاتا ہے (۲۴) غرضیکہ اس امر کے متعلق ہی [illegible] تحقیقات [illegible] اصول [illegible] کرتی ہے ۔ [illegible] بہکانے والے اہرمن یا شیطان کا وجود محض فرضی ہے ۔

---

(۲۲) [illegible]

[illegible]

(۲۳) [illegible]

[illegible]

(۲۴) [illegible] سے [illegible] اور در حقیقت ایک ہی ہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وید میں مختلف موقعوں پر اندر اور اہی کا بیوہ مذکور ہے یعنی اندر (سورج) کے پرکاش کو اہی (بادل) روکتے اور سورج بادلوں کو چھن بھن کرتا ہے۔ اہی پر ورترم اور سرم ستیہ وستیہ برما سرآدی کے بطور استعارہ بیان ہوتے ہیں۔ لیکن ویدک شبد یوگک ہیں۔ ایک ایک کے معنے مختلف موقعوں پر مختلف ہوتے ہیں۔ اہی شبد کے معنے بادل وغیرہ کے علاوہ سانپ کے بھی تھے۔ (۲۲) ویدک سنسکرت کا بیوہار کم ہونے پر دوسری شبدوں کی طرح ان کے بھی معنے کئے گئے۔ اس سے کسی نے اندر کو خدا اور اہی کو سانپ سمجھ لیا۔ اور یہی سانپ شیطان رجیم قرآن میں مانا گیا۔

اسی طرح ایک شبد اہی بش سیتھر کی جگہ مستعمل تھا۔ اسے ذرا سا بدل کر ابلیس کا نام دیا گیا (۲۳) آج تک کوئی مذہب شیطان کا قائم وجود ثابت نہیں کر سکا۔ کہیں اسے سانپ سمجھ لیا۔ کہیں فرشتہ۔ کہیں انسان۔ کہیں ابلیس نام ملا۔ درحقیقت یہ بعض فعلوں کی نسبت ذمہ داری سے بچنے والوں کی من گھڑت مثال ہے جسے مولانا روم نے اپنی مثنوی میں عجیب مذاقیہ طور پر رد کیا ہے۔ اور صاف کہا ہے۔ کہ درحقیقت گنہگاروں کا اپنا اندرونہ ہی شیطان ہے (۲۴) ٹھیک یہی فیصلہ قرآن سورۃ النساء آیت ۸۰ میں دیتا ہے۔ کہ اے بندے تجھ کو کوئی فائدہ پہونچے۔ تو اللہ کی طرف سے ہے جو نقصان پہنچے۔ تو تیرے نفس کی طرف سے ہے۔" اس تمام بحث سے بھی ایک ہی قسم کی سچائی تمام مذاہب میں کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔

۵۔ افعال کی سزا جزا

ویدک ہدایت ہے۔ کہ انسان دھرما نوکول کرم کرتے ہوئے ہی سو برس تک جینے کی اچھیا کریں۔ کیونکہ ایسے کرم بندھن کا موجب نہیں ہوتے (۲۵) جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے۔ کہ ویدوکت دھرم کرم بندھن اور دکھوں میں پھنساتے ہیں۔ سیتھر وید کا برہمن یوں بتاتا ہے کہ جیسا کام یہ دھیان کرتا اس کو بانی سے بولتا۔ جیسا بانی سے بولتا۔ ویسا کرم سے کرتا اور جیسا کرم سے کرتا اسے پراپت ہوتا ہے۔

---

(۲۲) (۲۳) رگوید منڈل ۱ سوکت ۳۲ منتر ۵ وغیرہ وغیرہ نگھنٹو ۱-۱۰

(۲۴) تلمیح بہشت دنیں حالی میں شیطان کی حکایت یوں درج ہے۔ کہ ایک رات خواب میں شیطان کو دیکھا۔ اور اس ملعون کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیا اور شیطان کی داڑھی پکڑ کر اس کے سر پر جوتا مارا۔ کہ اسے مردود تو کیوں لوگوں کو گمراہ کرتا۔ اور نیکی سے تمام نیکیاں چھوڑ کر اس کا امثالات میں گراتا ہے۔ اسی طرح پیٹتے ہوئے دوبارہ دھپڑ مارا۔ تو اس ضرب سے بیدار ہو گیا۔ اور دیکھا۔ کہ اپنی ہی داڑھی اپنے ہاتھ میں ہے۔ اور اس مار کا اپنے کو ہی درد ہے۔ جس کر داڑھی کو چھوڑ دیکھے بیٹا سر شیطان ہمارا ہی نفس ہے۔ اسی پر ایک مولوی صاحب نے کیا خوب کہا ہے [illegible] آئی مجھ میں بشریت انسان ہے۔ عمل ہے تو کرے۔ لعنت کرے شیطان پر

(۲۵) [illegible]

(۲۹) اس سے ظاہر ہے۔ کہ جیون کرم کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن کرم کا علم کس طرح ہے؟ چنانچہ یجروید کے ادھیائے ۳۴ کے منتروں میں من کی شدھی کے لئے پرماتما کی ہدایت کے ساتھ اس کی نسبت واضح کیا گیا ہے۔ کہ تمام کرموں، تمام لوگ وید پاٹھ کا آدھار من ہی ہے۔ (۳۰) غور کرنے پر ان منتروں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ دور نزدیک کی سب چیزیں اندریوں کی بڑی سب طاقتیں انسان کے من میں نقش ہوتی جاتی ہیں۔ اس شکل میں جسے سنسکار کہتے ہیں۔ اس اصول کو بیٹھے پہ کار بھی رشیوں نے چھپ چھپ کر پاپ کمانے والوں کو خبردار کیا کہ تمہارے افعال سنسکار و سنکلپ کے روپ میں من میں پوشیدہ نقش ہیں۔ اور عمل داتا سرود یا پک ایشور تمہارے من کا ہی ساکشی ہے۔ اس لئے تاریک [illegible] تنہائیوں میں کیا ہوا پاپ بھی بغیر سزا کے چھوٹ نہیں سکتا۔ ایسے رشیوں نے دو شبدوں میں کرم فلاسفی کا نقشہ کھینچا۔ ان نقشوں یا سنسکاروں کو چتر کہا۔ اور پوشیدہ کو گپت۔ مطلب یہ کہ تمہارے افعال پوشیدہ طور پر کھنچے جا رہے ہیں۔ ان دو شبدوں کو موٹی عقل والوں کے لئے اشکار میں واضح کیا گیا۔ اور پرانوں نے اسے ایک سچ مچ کی کہانی کی شکل دی۔ کہ چتر گپت دو دیوتا انسان کے اندر رہتے۔ اس کے افعال لکھتے ہیں۔ موت کے وقت دھرم راج کی طرف سے یم کے دوت آتے اور انسان کو پکڑ لے جاتے ہیں۔ وہاں چتر گپت وہاں بھی پیش ہو کر اچھوں کو سورگ اور بروں کو نرک ملتا ہے (۳۱) مسلمانوں نے کہا۔ کہ کراماً کاتبین دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں کندھے پر رہتے اور تمام اعمال لکھتے ہیں۔ ان کا مرتب اعمال نامہ قیامت کے دن خدا انسانوں کے ہاتھوں میں دے گا۔ نیکوں کے دائیں اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں۔ اسی اعمال نامہ کے مطابق بہشت اور دوزخ میں انسانوں کو بھیجا جائے گا (۳۲) یہ دونوں کہانیاں ایک ہی اصول پر مبنی اور اپنی ظاہری صورت میں بالکل بے ہودہ ناقابلِ تسلیم ایک ایک اعتراض سے رد ہونے والی ہیں۔ لیکن جب پورانک کتھا میں دھرم راج کا یقین اور یم کے دوت آ کر فی آدمی کو لے جا رہے رکھیا کر فی الحقیقت یم کے ارتھ ہیں (۳۳) اور جب چتر گپت سے پوشیدہ سنسکار کی مراد لیں۔ تو کوئی وجہ مخاصمت نہیں رہتی۔ فی الحقیقت تمام شکلیں آنکھ دوارا تمام آوازیں کان دوارا ہمارے اندر بھی جاری ہیں۔ تب ہی ہم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ تمام گزشتہ واقعات کو ایک دوسرے سے سنتے سناتے ہیں۔ آدمیوں کی رفتار گفتار غرض سب کچھ اندر نقش ہوتا رہتا ہے جو روشنا پر بجلی کی جھپک میں آ سکتا ہے۔

---

(۲۹) यन्मनसा ध्यायति तद्वाचा वदति यद्वाचा वदति तत्कर्मणा करोति यत्कर्मणा करोति तदभिसम्पद्यते ॥

(۳۰) [illegible]

(۳۱) مفصل دیکھو [illegible]

(۳۲) مفصل دیکھو قرآن [illegible]

یہی حال مسلمانوں کے کراماً کاتبین کا ہے۔ بہشت دوزخ اور سورگ نرک۔ وہم عاق اور حقوا قیامت اور موت حقیقت میں ایک ہی آشا ظاہر کرنے والے تھے۔ اور یہ ساری کہانی کسی عالم محقق دانا اسلام میں گئی تھی۔ جب ہی کراماً کاتبین کے وہ دونا الفاظ چنے گئے جو بالکل چتر گپت کے معنے میں تھے۔ کراماً سے مراد کراماتی یعنی خفیہ طور پر اور کاتبین کے معنے لکھنے والے سنسکرت میں چترا اور گپت کیول دو با معنی لفظ ہیں۔ نہ کہ خاص شخصیت۔ تاہم ان سے بڑی اعلےٰ کرم فلاسفی ادا کرنے کے حق کے سبب آنہیں دیوتا کہا گیا۔ جیسا کہ سنسکرت میں اگنی آدی سے عام چیزوں کو بھی دیوتا کی رکھنے سے کہا جاتا ہے۔ اس طریق کلام کی ناواقفیت سے دوسری زبانوں میں دیوتا کے لفظ سے محض پورنشخصیتیں مراد لیتے ہوئے ترجمہ کرنے والے نے کراماً کاتبین کے لفظ فرشتوں کے لئے چن لئے۔

انسانی عدالتیں موقعہ واردات کا نقشہ۔ فریقین کا اس وقت کا عمل اور موقعہ واردات پر موجود آدمی وغیرہ سب کے متعلق فریقین اور شاہدوں کے بیانات شامل پر جمع کرکے منصفانہ فیصلہ دے سکتی ہیں۔ یہ طریق محض اس انصاف کی نقل ہے۔ جو من روپی دفتر میں بے شمار جمع ہوتے ہوئے سنسکاروں کی شکل دھار اسم روپ پر ماتما ہر کے کرتے ہیں۔

سنسکرت زبان میں سورگ سے سکھ اور نرک سے دکھ مراد ہے۔ (۳۴) یہی اصل مطلب قرآن سے بھی واضح ہو سکتا ہے۔ سر سید احمد صاحب تہذیب الاخلاق میں ثابت کرتے ہیں کہ "جنت اور دوزخ صرف خوشی اور غمی کا نام ہے۔ باقی حوریں اور نہریں اور میوہ جات جو قرآن اور نبی اسلام نے بیان فرمائی ہیں۔ وہ محض رغبت اور خوف دلانے کو اس خوشی و غم کی ان چیزوں کے ساتھ تفسیر یا تشریح کر دی ہے۔ ورنہ کچھ نہیں۔ ایک اور مسلمان عالم کہتا ہے بہشت کا نکتا ایسے ہی تمام مذاہب کا اصلی آشا سکھ اور دکھ کی صورت میں انسانوں کو سزا جزا کا ملنا ظاہر کرتا ہے

دوسرے کراماً کاتبین والے بیان کی کہانی بجنسہ ماننے والے موٹی عقل کے لوگ یقین کئے بیٹھے ہیں کہ اعمال تولے جائیں گے (۳۵) مفسر معتزلہ نہایت معقول بات کہتا ہے۔ کہ قرآن میں جو وزن اور میزان کا ذکر ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ ذرا فرق نہ ہوگا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں۔ کیونکہ اول تو اعمال اعراض ہیں تولے نہیں جا سکتے دوم خدا کو ان کا علم پہلے ہی ہونے سے تولنا بے فائدہ ہے۔

(۳۴) دیکھو سنسکرت کے کوش اور نرکت کا حوالہ۔ ستیارتھ نوٹ صفحہ ۱۰ ۔ ان کے علاوہ تمام سنسکرت میں جہاں کہیں سکھ کا ذکر کسی جگہ یا زمانہ سے آیا ہے سورگ ہوگئے کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔

(۳۵) یہ حقیقت حال ہم کو معلوم ہے۔ ہم ان سے مزید بیان کرکے رہیں گے اور ہم ہر ایک عمل کی قیمت بس جاننے والے تھے اور قرآن آسمان تھیلے ہوئی ہیں۔ جن کے نیک اعمال کا وزن بھاری ہوگا۔ وہی بامراد ہوں گے۔ اور جن کا وزن ہلکا ٹھہرے گا وہی نقصان والے ہوں گے۔ جنہوں نے آیتوں کی نافرانی سے اپنا نقصان کیا (قرآن) ہو مذاہب الاسلام صفحہ ۱۰۸

اس فیصلہ کے لحاظ سے اختلاف سارا دور ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وید کی صداقت ہی ثابت ہو رہتا ہے۔ کہ اوستھیو بھگتویم کرتہ کرم شبھا شبھم (۳۶) دیگر مذاہب میں بھی جا بجا اس کی پشٹی کی گئی ہے۔ بائبل میں لکھا ہے۔

خداوند کہتا ہے۔ تمہارے ذبیحوں کی کثرت سے مجھے کیا کام۔ میں مینڈھوں کی سوختنی قربانیوں سے اور فربہ بچھڑوں کی چربی سے سیر ہوں اور بیلوں اور بھیڑوں اور بکروں کا لہو نہیں چاہتا ہوں۔ جب تم میرے حضور آکے اپنے تئیں دکھاتے ہو۔ تو کون تم سے یہ چاہتا ہے۔ کہ میری بارگاہوں کو روندو اب آگے کو جھوٹے ہدیے مت لاؤ۔ لوبان سے مجھے نفرت ہے نئے چاند اور سبت اور عیدی جماعت سے بھی۔ کہ میں عید اور بے دینی دونوں کی برداشت نہیں کر سکتا ہوں۔ میرا جی تمہارے نئے چاندوں اور تمہاری عیدوں سے بیزار ہے۔ وہ مجھ پر ایک بوجھ ہیں میں ان کے اٹھانے سے تھک گیا۔ جب تم اپنے ہاتھ پھیلاؤ گے۔ تو میں تم سے چشم پوشی کروں گا ہاں جب تم دعا پر دعا مانگو گے۔ تو میں نہ سنوں گا۔ تمہارے ہاتھ تو لہو سے بھرے ہیں۔"

اپنے تئیں دھوؤ۔ آپ کو پاک کرو۔ اپنے برے کاموں کو میری آنکھوں کے سامنے سے دور کرو۔ بدفعلی سے باز آؤ۔ نیکوکاری سیکھو۔ انصاف کے پیرو ہو۔ مظلوموں کی مدد کرو۔ یتیموں کی فریادرسی کرو۔ بیوہ عورتوں کے حامی ہو۔ (۳۷)

ان پر واویلا ہے جو بدی کو نیکی اور نیکی کو بدی کہتے ہیں۔ اور روشنی کی جگہ اندھیرا اور اندھیرے کی جگہ روشنی رکھتے ہیں۔ ان پر واویلا ہے جو مے پینے میں زور آور اور نشہ کی چیزیں ملانے میں پہلوان ہیں۔ جو شریروں کو رشوت کے لئے صادق ٹھہراتے ہیں اور صادقوں سے ان کا حق چھین لیتے ہیں۔ سو جس طرح کہ آگ بھوسی کو کھا جاتی ہے۔ اور جلتا ہوا پھوس بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح ان کی جڑ بوسیدہ ہوگی۔ اور ان کی کلی گرد کی طرح اڑ جائے گی۔

۱۳۔ خداوند فرماتا ہے از بسکہ یہ لوگ اپنی زبان سے میری نزدیکی ڈھونڈتے ہیں۔ اور اپنے ہونٹوں سے میری تکریم کرتے ہیں۔ لیکن میرے دل ان کے دور ہیں کہ میرا خوف جو ان کو ہوا سو فقط آدمیوں کی تعلیموں کے سننے سے تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ان پر واویلا ہے جو اپنی مشورت کو خدا سے خوب چھپا سکتے ہیں۔ جن کا کاروبار اندھیرے میں ہوتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کون ہم کو دیکھتا ہے۔ کون ہمیں پہچانتا ہے۔ تمہاری کج روی ہے۔ کیا کمہار مٹی کے برابر گنا جائیگا۔ کیا وہ کام جو اس نے کیا ہے۔ کہیگا۔ کہ اس نے مجھے نہیں کیا۔

کیا بنائی ہوئی چیز بنانے والے کو کہیگی۔ کہ تو کچھ نہیں جانتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۳۹)

---

(۳۶) جو بھی فعل کیا جاوے۔ اس کا پھل لازمی طور پر بھگتنا پڑتا ہے۔

(۳۷) یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۱۔ آیت ۱۱ تا ۱۸۔

(۳۸) " " " باب ۵ آیت ۲۰ تا ۲۳۔

(۳۹) " " " باب ۲۹۔ آیت ۱۳ تا ۱۶

قرآن شریف میں لکھا ہے "اے مسلمانو! نجات عاقبت نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے، اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ بلکہ عمل پر موقوف ہے۔ تم جو شخص برا کام کرے گا اس کی سزا پائیگا۔ اور خدا کے سوا اس کو نہ کوئی حمایتی ملیگا نہ مددگار۔ اور جو شخص نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا۔ تو ان صفتوں کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور تل برابر بھی ان کی حق تلفی نہ ہوگی (۲۰)
اور جیسے جیسے عمل کئے ہیں، ان ہی کی رو سے سب کے درجے ہوں گے اور جو کچھ وہ لوگ کر رہے ہیں، تمہارا پروردگار اس سے بے خبر نہیں (۲۱)

اسی پرکار وید اور اس کے علاوہ دیگر مذاہب کے آپتی گرنتھوں میں بھی جیسی جگہ رو رعایت سفارش کی تردید کر کے کرموں کا پورا پورا پھل ملنا درج ہے۔ اور اس مسئلے میں درحقیقت اتفاق رائے ہے۔

۵۔ تثلیث

ویدک دھرم میں تین چیزیں انادی مانی جاتی ہیں۔ پرماتما اور آتما یہ دو پکشی (جیسے) پرکرتی روپی برکش پر بیٹھے ہیں۔ دونوں ہی انادی ہونے سے ایک جیسے اور ست چت ہونے سے سکھا یعنی متر ہیں جیو اس برکش کے پھلوں کو کھاتا۔ مگر پرماتما کیول ساکشی ہے (۲۲) اس سے تینوں کے انادی ہونے کے علاوہ ان کے باہمی تعلقات کا بھی پورا بیان آگیا ہے۔ اور آتما پر جو پرماتما اور اس کا کہتا اور اس کے کرموں کا پھل دیتا ہے اس کا بھی پورا سبب بتا دیا ہے۔ ایشور اپنے تمام اوصاف میں بذاتہ مکمل ہونے سے تمام بندھنوں سے الگ ہے۔ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں۔ اور ساتھ ہی آتما کا ساکشی ہے۔ اس لئے پوران شکتی ہونے اور جیو کے افعال کا پورا گیان ہونے سے وہ سزا جزا دے سکتا ہے۔ دوسرے مذاہب میں جو لوگ ان سب چیزوں کے انادی ماننے میں سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی مذہب دعوے نہیں کرتا کہ روح دنیا کو فلاں وقت فلاں سائنس سے نفی مطلق سے خدا نے بنایا۔ اگرچہ بعض ادیان مذہب نے بعض موقعوں پر ان کے متعلق تحقیقات وغیرہ کو غیر ضروری اور انسانی سمجھ کی پہونچ سے باہر بتایا ہے۔ لیکن ان کے پیدا شدہ ہونے کا یقین کسی نے ظاہر نہیں کیا۔
مذکورہ بالا جو پیدائش کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے معنی ہی ظہور کے ہیں (۲۳) یعنی پوشیدہ حالت سے ظاہر حالت میں آنا کہیں بھی لفظ پیدائش سے یا دوسری زبانوں کے

(۲۰) سورۃ النساء آیت ۱۲۳، ۱۲۴ (۲۱) سورۃ انعام آیت ۱۳۲

(۲۲) द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते। तयोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्त्यनश्नन्नन्यो अभि चाकशीति॥ ऋ० मं० १ सू० १६४ मं०

(۲۳) دیکھو لغات فارسی نیز جب کہا جاتا ہے کہ بچہ پیدا ہوا تو اس کا مطلب صاف ہے کہ پہلے وہ ظاہر نہیں تھا۔ نہ کہ نیست۔

اس کے مترادف الفاظ سے نیستی مطلق سے ظاہر ہونا مراد نہیں لیا گیا۔ اور تمام مذاہب والے مادی اشیاء کے استعمال پر سے جیسے اپنے اعمال کی سزا جزا پاتے ہوئے علاوہ تینوں چیزوں کی ہستی کو مان رہے ہیں۔ ہاں ابتدائی یا انتہائی زمانہ جو ان کی پہنچ سے باہر ہے اس کے متعلق خیالی اور وہمی گھوڑے ضرور بعض لوگ موجودہ فلسفہ کے ابتدائی دنوں سے دوڑاتے رہتے ہیں۔ مگر ان میں معقولیت کا آنا ناممکن ہے۔

ہاں تثلیث پر اقبال مختلف صورتوں میں ہر کہیں ملتا ہے مثلاً انجیل اور قرآن میں صاف درج ہے کہ خداوند خدا نے زمین کی خاک سے آدم کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا (۱) اسی طرح آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے ذکر میں بھی کہیں نفی مطلق کا ذکر نہیں۔ قرآن میں بھی (رتقاً ومطلق) ہے جس سے تم دونوں کو مٹی سے پیدا کیا (۲) اور پھر انسان کو مٹی کے عنصر سے بنایا (۳) اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر مٹی کے نچوڑ (منی) سے جو ایک حقیر پانی ہے اس کی نسل چلائی۔ پھر اس کے پتلے کو درست کیا۔ اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔ (۴) ان سے ثابت مادے کا اور خدا روح کا پہلے موجود خدا کی مالک ہونا ثابت ہے۔

اہل سنت معتزلہ جز لا یتجزیٰ کے قائل ہیں۔ اس سے بھی مادہ کی قدامت پر ان کا اعتقاد ہے۔ کیونکہ پیدا شدہ چیزیں سب مرکب ہوتی ہیں۔ لیکن ذرہ یا ناقابل تقسیم لا یتجزیٰ اجزا جب کہتے ہیں ان کو ہیں۔ جو ترکیب اور تقسیم کے قابل نہ ہوں۔ تو ان کا پیدا ہونا محض موہوم اور محض موہوم ہے۔

اسلام کا ایک نہایت بڑا فرقہ معتزلہ اعتقاد رکھتا ہے کہ معدوم بھی ایک شے ہے۔ اور علم واقع میں ثابت ہے۔ مگر اس قدر ہے کہ اس کو وجود نہیں ملا۔ اگر وجود مل جائے تو موجود ہو جائے۔ وہ نہایت مدلل بحث اس پر کرتے اور ثابت کرتے ہیں کہ ہر ممکن اپنے وجود سے پہلے بھی ممکن ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ اپنے عدم کے وقت ثابت ہوتا ہے۔ منشا ساری بحث کا یہ ہے کہ وہ وجود اور ماہیت کو فرق جانتے ہیں۔ کبھی ماہیت ہوتی ہے۔ اور اس کو وجود عارض نہیں ہوتا۔ یہی مرتبہ تقرر کا ہے جس کو معدوم ثابت کہتے ہیں۔ مگر موجود نہیں کہہ سکتے۔ تذکرہ و تحقیق وجود ملے (۵) ایسے اعتقادات نہایت معقول اور [illegible] وید کے مطابق ہیں۔ نہ صرف یہی انجیل قرآن کے مشہور بیانات محض اس اصول کی بگڑی ہوئی صورت ہیں۔ باغ عدن کے درخت کا پھل کھانے سے خدا نے آدم کو منع کیا۔ لیکن شیطان نے بہکایا جا کر آدم نے وہ پھل کھا لیا۔ اور جنت سے نکالا گیا۔

(۱) پیدائش باب ۲ آیت ۷۔ (۲) سورۃ انعام آیت ۲۔ (۳) سورۃ المؤمنون آیت

(۴) سجدہ آیت ۷ تا ۹

(۵) مذاہب اسلام صفحہ ۷۶۵

دوسری ظاہری صورت میں یہ بات بیہودہ سی معلوم ہوتی ہے۔ خدا ایک کب کر سکتا ہے کہ انسان کو نیکی بدی کی تمیز کے حصول سے روکے۔ نہ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ شیطان کسی امر میں خدا کے مقابلے میں کامیاب ہو سکے حقیقت یہ ہے کہ اس مضمون کے ابتدا میں جو وید منتر دیا گیا۔ اس کی تشریح کی یہ محض بگڑی ہوئی صورت ہے۔ جیسا اس وید منتر کا منشا ہے۔ کہ پرکرتی کے بھوگ میں غلطان ہونے والا روح دکھ کا بھاگی اور سکھ سے محروم ہوتا ہے۔ ویسے ہی یہاں خدا یہ ماتما کو آدم جیو کو اور درخت پرکرتی کہا گیا۔ اور معمولی عقل والوں کو جو الفاظ کے ظاہری پیچ میں دیا۔ اس کی صورت بدلی گئی باوجود اس کے اہل بصیرت کو ان مذاہب کے اندر تثلیث کا بجائے اقبال اور ایک ہی مانے دیکھتی ہے۔

۷۔ پیدائش عالم

وید میں کہا گیا ہے کہ یہ جگت پیدا ہونے سے پہلے (۱) اندھیرے میں چھپا ہوا (۲) اندھیرے جیسا ناقابل تمیز (۳) ... کی مانند غیر مجسم بے شکل (۴) غیر محدود ایشور کے مقابلے میں محدود اور (۵) اس سے آچھادت تھا۔ بعد میں آپ سے ایشور کارن سے کاریہ روپ میں لایا۔ (۱ ف) اس سے حسب ذیل امور واضح ہوتے ہیں (۱) جگت پہلے نیست نہیں تھا۔ بلکہ تاریکی میں پوشیدہ تھا (۲) جس طرح اندھیرے کو اندریاں تمیز نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح مادہ غیر محسوس تھا (۳) اس وقت اس کی شکل نہ تھی نہ جسم (۴) ایشور جگت سے پہلے موجود تھا (۵) ایشور غیر محدود ہے۔ اس کے مقابلے میں جگت سوکشم اوستھا میں بھی محدود تھا (۶) ایشور اس مادہ کے اندر باہر موجود تھا (۷) جگت کی دو حالتیں ہیں۔ کارن (علت) اور کاریہ (معلول) (۸) ایشور مادہ کو معلول یعنی کثیف حالت میں لاتا ہے۔ کتنے ہی دیو منتروں میں کاریہ روپ جگت کی ترتیب وار بناوٹ بیان کی گئی ہے۔ تیترے اپنشد میں بھی جگت کی مادی علت کو نیست یعنی غیر محسوس بیان کیا۔ اور وید میں جو ذکر کاریہ روپ میں ہونے کا ہے۔ اس کی یوں تشریح کی ہے۔ اس پرمیشور اور مادہ سے آکاش۔ آکاش سے وایو۔ وایو سے اگنی۔ اگنی سے جل۔ جل سے پرتھوی پھر نباتات اناج۔ وغیرہ حیوان اور انسان بالترتیب پیدا ہوئے۔ (۲ ف)

اب انجیل کی کتاب پیدائش کو دیکھو۔ "اور زمین ویران اور سنسان تھی۔ اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا" "۔ یہاں بھی جو زمین کا لفظ آیا ہے۔ سو جگت کی حالت قبل از پیدائش کے لئے ہے۔ کیونکہ یہ زمین یعنی خشکی انجیل میں تیسرے دن پانیوں کو یکجا جمع کرنے پر ظاہر ہوئی لکھی گئی ہے۔ سا تھ ہی ویران اور سنسان ہونے کے الفاظ اور خاص کر اصل زبان رحیں کا

(۱ ف) رگوید۔ منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۹ منتر ۳ तम आसीत्तमसा गूढमग्रे प्रकेतं सलिलं इत्यादि

(۲ ف) तस्माद्वा एतस्मादात्मन आकाशः सम्भूतः आकाशाद्वायुः इत्यादि

انگریزی اور اردو کے بائبل ترجمے ہیں، کہ ان الفاظ کی صحیح تعبیر ... حالت پر ہی قائم ہو سکتی ہے - پھر بھی ظاہر ہے پیدا ہونے کا لفظ یہی اصل کی ... ہے - اور یہ سطر مذکورہ بالا کے ان الفاظ کا مترادف ہے جن کا ترجمہ اوپر اندھیرے میں چھپا ہوا اور نا سمجھے جیسا نا قابل تمیز کیا ہے -

اس کے بعد آگ روشنی، پانی زمین اور ہوا ستارے وغیرہ کی پیدائش لکھی ہے (۱) گو الفاظ اور ترتیب میں فرق ہے تاہم اوپر کا سلسلہ تیتریہ اپ نشد والا ہی ہے - اس سے ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آخر میں جو یہ الفاظ ہیں کہ خدا نے آسمان و زمین کو چھ دن میں بنایا، یہ صرف اسی آ... پر صاف ظاہر کرتے ہیں کہ مقصود محض ویدک سلسلہ پیدائش ہے - سرشٹی اتپتی میں جو سلسلہ دستیاب ہے سے باہر شروع ہو کر پیدائش کی تکمیل یعنی انسان کی پیدائش تک واقع کی گئی ہے - اس میں ویدک آکاش کے بعد چھ منزلیں - وایو، اگنی، جل، پرتھوی، نباتات اور حیوانات کی آتی ہیں - اور اس تکمیل تک پہنچنے کے لئے چندرہ ست یگوں کے برابر یعنی دو کروڑ انسٹھ لاکھ بیس ہزار سال لگتے لگتا ہے جسے سندھی کہتے ہیں۔ پس یہ کل زمانہ چھ حصوں میں جو منقسم ہوتا ہے ان کو چھ دن کہا گیا ہے اور یہ امر کہ دن یا دور یا زمانہ یا Period کے مختلف زبانوں دنیوں میں مختلف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں - اور دن کا لفظ بائبل کی کتاب پیدائش کی یونانی زبان میں (Period) کے معنے آتا تھا۔ محققین کو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ اس لفظ کا ایسا استعمال اس وقت کی ہی عام سلسلہ باتوں سے ثابت ہو سکتا ہے - ویدک اصطلاح اور سنسکرت زبان میں چار ارب بتیس کروڑ کے زمانہ قیام عالم کو ایک برہم دن کہا جاتا ہے (۳) یعنی ہزار دن اسی طرح خاص اصطلاحات دیوتاؤں کے دنوں اور پتروں کے دنوں کی ہیں - اس سے دن کے معنے خاص زمانہ کے ظاہر ہیں - بائبل میں بھی ہزار لاکھوں سالوں کے دن کا کہیں اشارہ ملتا ہے - مثلاً موسیٰ کی نماز ... زبور نوے میں درج ہے "ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گزر گیا اور جیسے ایک پہر رات" قیامت کے دن کے متعلق اسی طرح قرآن میں لکھا ہے - "آسمان سے لے کر زمین تک وہی ہر امر کا انتظام کرتا ہے - پھر تمہارے گنتی کے برابر ہزار برس کا ہوگا اس دن تمام انتظام کا نتیجہ اس کے حضور میں گذرے گا (۵) غرضیکہ انجیل درج شدہ چھ دن مراد ویدک سرشٹی اتپتی کے چھ زمانوں سے ہے -

اس مطابقت بیان کے علاوہ اور امور بھی قابل ذکر ہیں - ویدک صداقت یہی ہے - (۴)

(۳) مفصل دیکھو کتاب پیدائش ذبح اول　(۴) ... صداقت ...

شلوک ... (۵) سورہ سجدہ آیت ۵ -

شریر کے تمام اجزا بال رگیں ہڈی ماس تک ۔ تھا تب ۔ لمبائی وغیرہ تیار اور اکٹھے ہو گئے
تب اس میں ایشور نے آتما کا پرویش کرایا (۵۶) یہی انجیل و قرآن میں مذکور ہے ۔ کہ مٹی
کا پتلا بنا کر اس میں روح پھونکی گئی ۔ خداوند خدا نے زمین کی خاک سے آدم کو بنایا ۔ اور
اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا جس سے آدم جیتی جان ہوا ۔ (۵۷) اور عام
کہاوت ہے ۔ کہ پہلے بنا کے پتلا پھر اس میں جان ڈالی ۔ نہ صرف یہی قرآن میں ہے ۔ کہ
انسانوں میں سب سے پہلے جو شخص پیدا ہوا ۔ توریت زبور انجیل قرآن میں آدم کہا
جاتا ہے ۔ لیکن درحقیقت آدم کوئی مخصوص شخصیت نہیں ۔ حدیث میں لکھا ہے ۔ کہ
رسول اللہ سے ایک شخص نے دریافت کیا ۔ آدم سے پہلے کون تھا آپ نے فرمایا آدم پھر
عرض کی گئی اس آدم سے پہلے کون تھا ۔ آپ نے فرمایا آدم ۔
اسی طرح چھ یا سات بار اس شخص نے دریافت کیا ۔ آپ نے آدم ہی فرمایا ۔ (۵۸)
اس پر سر سید احمد خاں صاحب کا بیان اور بھی قابل غور ہے ۔ وہ لکھتے ہیں " آدم کو کل علم
سکھانے کا جس آیت میں ذکر ہے ۔ اس میں آدم کے لفظ سے وہ ذات خاص مراد نہیں
جسے عوام الناس اور مسجد کے ملا بابا آدم کہتے ہیں ۔ بلکہ اس سے نوع انسانی مراد ہے ۔ (۵۹)
یہ سب سے پہلے پیدا ہونے والے کسی خاص آدم سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بیان کرنا منسوب
کرنا موزوں نہیں ہو سکتا ۔ کان کچھ غور کرنے سے اصلیت کھلتی ہے ۔ عام لوگ پنجابی یا اردو
الفاظ آ ۔ اور دم سے آدم لفظ کو مرکب بتاتے ہیں ۔ لیکن یہ محض بازاری اختراع ہے ۔
جب یہ لفظ رائج ہوا ۔ تب یہ زبانیں ہی معدوم تھیں ۔ ان زبانوں سے پہلے عربی زبان
اس سے پہلے یونانی لاطینی وغیرہ ہیں ۔ مگر عبرانی ان سے بھی مقدم ہے ۔ تاہم کم سے کم سات
ہزار سال جو آدم کو پیدا ہوئے مانے جاتے ہیں ۔ عبرانی بھی اس سے بہت بعد کی پیداوار ہے
جس سے ظاہر ہے ۔ کہ یہ لفظ درحقیقت سنسکرت زبان کا ہے ۔ جو اس وقت اور اس
سے پہلے بھی رائج تھی ۔ اس نتیجہ پر پہنچنے پر اس کا اصل روپ [illegible] آدم ہمارے
سامنے آ جاتا ہے ۔ جس کے معنے آدی یعنی آغاز میں پیدا ہونے والوں کے ہیں
اور جس سے لفظ آدم بالکل ہی صحیح ہو جاتا ہے ۔ اس لفظ کا وجود اس رشتے کے متعلق
خاص مطابقت ظاہر کرتا ہے ۔ اور دیکھئے ۔ وید منو سمرتی وغیرہ میں ہر جگہ انسانوں کے

कुतः केशान् कुतः स्नाव कुतो अस्थीन्याभरत् अङ्गा पर्वाणि (۶۰)
मज्जानं को मांसं कुत आभरत् संसिचो नाम ते
देवा ये संभारान्त्समभरन् । सर्वं संसिच्य मर्त्यं देवाः
पुरुषमाविशन् ॥ (اتھروید کانڈ ۱۱ منتر ۱۳)

۵۶ ۔ پیدائش باب ۲ ۔ آیت ۷ (۵۷) سورۂ اعراف آیت ۱۱ (۵۸) اخبار مشیر قلم
۱۱ ۔ اگست ۱۹۳۲ء (۵۹) دیکھئے تفسیر سر سید احمد خاں صاحب تہذیب الاسلام صفحہ ۴۳

کہ جوان پیدا ہونے کا ذکر ہے (۱۹) اور اس قطعی دلیل سے۔ یہ متحمل معلوم ہوتا ہے کہ بچے پیدا ہوتے تو انہیں پالتے کون اور بڑے ہوتے تو ان کے مرجانے سے سلسلہ پیدائش کیسے چلتا۔ ٹھیک اسی کے مطابق تمام دوسری کتابوں میں آدم وغیرہ کا بیان ایسا ہی آتا ہے اور پیدا ہوتے ہی جوان اوستھا کے سارے کام ان سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ کہیں بچہ ہونے کا ذکر نہیں۔ اس کے علاوہ اسلام کے فرقہ معتزلہ کا بیان اس امر میں بالکل صاف ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ ابتداء میں خدا نے حیوانات کو عاقل اور بالغ پیدا کیا تھا۔ (۲۲) بالغ کا لفظ بالکل جوان اوستھا کا مترادف ہے۔ مجھے ان بیانات کو عقلی دلائل سے معرض قبول کی کسوٹی پر کستے ہوئے ثابت کرنا مقصود نہیں۔ ایسا ثبوت ضروری امور کے متعلق مناسب موقعہ پر آجاوے گا۔ یہاں تو بعض مذاہب کے اعتقادات کی اندرونی مطابقت کا اشارہ دینا ہے۔ اور وہ ان کے بیان سے تمام کتابوں کے متعلق کافی پایا جاچکا ہے۔

(۸) تناسخ — ویدوں میں لکھا ہے کہ اس سنسار میں باپ پیدا ہو گئے کے واسطے دو مارگ ہیں۔ ایک پچھے گیانی ودوانوں کا۔ دوسرا اگیان اور دو پارست منشوں کا۔ ایک سے موکش ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے سے بار بار جنم مرن کے چکر میں آتا ہے۔ ان دو مارگوں میں تمام سنسار کا چکر گھوم رہا ہے۔ اور آواگون ہو رہا ہے۔ (۲۳) اس مضمون کا ذکر مختلف سمرتوں و سنسکرت لٹریچر میں بالاتفاق صدہا جگہ پایا جاتا ہے (۲۴) پارسی مذہب کا بیان اس کے بارے میں اس بحث سے ظاہر ہے جو حیوانوں اور انسانوں میں جون اور جسم کا ذکر فٹ نوٹ صفحہ ۲۹ میں مفصل ہے۔

بدھ لوگ مانتے ہیں کہ تناسخ درست ہے۔ ٹیجبرج صاحب کی تاریخ میں بدھ کا اعتقاد نیز ہے بلشر صاحب کا بیان بھی شاہد ہے۔ (۲۷) ایسا ہی یورپ کے مصنف لکھتے ہیں کہ بدھ تناسخ کا قائل تھا۔ اسی طرح فیثاغورث۔ ارسطو۔ سقراط وغیرہ تمام حکما اور فلاسفر حقیقت اس مسئلہ کو پورے اعتقاد سے مانتے آئے ہیں (۲۸) تمام اقتباسات کتاب آریہ مسافر صفحہ الہامی درج ہیں۔

ذیل میں بیسیوں جگہ سے آواگون کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک ہی یاجی پہلے حنوک نام سے مسیح سے ۱۰۳۴ سال پہلے پیدا ہوا تھا نام سے مسیح سے ۱۰ سال پہلے مسیح نام سے اور وہ سال پہلے یوحنا نام سے اس کی اصل ... پیچھے دنیا میں آیا (۲۹)

---

(۱۹) بحوالہ آریہ مسافر ۔ سمرتی و شتپتھ براہمن ... منو سمرتی ... مطبوعہ بمبئی کی ...
(۲۰) منو سمرتی ادھیائے ... ۷۷ ... بیدا - نیز - منش - رشی البیرونی نام ایسے آتے ہیں جو جوان ہو کر ... استعمال ہو سکتے ہیں۔ (۲۲) مذاہب الاسلام صفحہ ۱۳۲ ...
ادھیائے ۱۹ منتر ... (۲۳) ... ثبوت تناسخ ... مصنف ... ہیں۔
(۲۵) آواگون ... صفحہ ۱۱ (۲۶) تاریخ ... صفحہ ۱۰۹ (۲۷) ...
صفحہ ۹۵ (۲۸) مفصل اقتباسات دیکھو ثبوت تناسخ ... صفحہ ... آریہ مسافر ۱۱۵ صفحہ

نہ صرف یہی بلکہ دعویٰ تمام نوع انسان کے لئے ایسا کہا ہے۔

جو تو انہیں دیتا ہے سو وہ لیتے ہیں تو اپنی مٹھی کھولتا ہے۔ تو وہ اچھی چیزوں سے سیر ہوتے ہیں تو اپنا منہ چھپاتا ہے وہ حیران ہوتے ہیں۔ تو ان کا دم پھر لیتا ہے۔ وہ مر جاتے ہیں۔ اور اپنی خاک میں پھر مل جاتے ہیں۔ تو اپنا دم بھیجتا ہے سو وہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور تو روئے زمین کو از سرِ نو آراستہ کرتا ہے (۲۷) تو انسان کو خاک میں پھیر دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ اے بنی آدم پھرو۔ دیکھو سوشیل کی ناز منڈ بھٹ برہمانند کی کتاب ابواب میں جہاں حضرت مسیح کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح بخوکد نضر بادشاہ کے حیوان بننے کا ذکر ہے۔ (۲۸)

قرآن میں لکھا ہے کہ اور یہ اس بات سے عاجز نہیں کہ بدل دیں تم کو مانند تمہارے اور پیدا کریں۔ تم کو دوبارہ ایسی صورت و شکل میں جس کو اس وقت تم نہیں جانتے ہو اور تحقیق جان لی تم نے پیدائش پہلی۔ پس کیوں نصیحت نہیں پکڑتے ہو (۲۹) اس کے علاوہ وہ پیدائش کا اور بھی بہت نشان ہیں۔ کیا لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ خدا کس طرح مخلوقات کو اول بار پیدا کر کے پھر اسی طرح کی مخلوقات بار بار پیدا کرتا ہے یہ اللہ کے نزدیک ایک سہل سی بات ہے (۳۰)

اس میں کلام نہیں کہ تناسخ سے اس وقت مسلمان انکار کرتے ہیں۔ لیکن ان کے لٹریچر سے اور ان کے مختلف فرقوں کے اعتقادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شبلی اور ہدایہ کے زمانے تک برابر درست سمجھا اصول کبھی بتلایا نہیں جاسکتا جیسا کہ حد شریعت بعضوں نے ۔۔ رہا ہے وغیرہ بہت فرقے اس کے بعد پیدا ہوئے۔ غرضیکہ اس اصول کی صداقت بھی تمام مذاہب میں ظاہر ہے۔

۵۔ الہام — اس مضمون کے متعلق بنیادی اصول میں تمام مذاہب کا اتفاق ہے۔ آریہ، ہندو، یہودی، عیسائی، مسلمان سب اس کے قائل ہیں۔ یہود ہیں بلکہ اور لوگ بھی جو کسی نہ کسی طرح پر نا شک و شکل ہو رہے ہیں۔ خاص یا انسانی تصنیفات کو وہی عزت اور رتبہ دیتے ہیں جو آسمانی کتب یعنی الہام کو۔ پس یہ امر کسی ثبوت کا محتاج نہیں۔ کہ ہر ایک مذہب کسی نہ کسی طرح پر الہام کا قائل ہے۔ ہاں اختلاف ہے تو اس کی تعریف میں۔ کیونکہ ویدک دھرم کی رو سے آغاز عالم میں الہام ہونا لازمی بتاتا ہے۔ لیکن دیگر مذاہب کی تعلیم اس کے خلاف ہے۔ اس سے پہلے پہلے یہ ہے کہ اس کے متعلق باہمی مطابقت کو کچھ کہہ سکتے ہیں ایک سکتا ہے۔ میری رائے ہے سہ سری کا مطالعہ ان تمام دلائل۔

(۲۷) زبور ۱۰۴۔ ۲۹ تا ۳۰ (۲۸) دانی ایل کی کتاب باب ۱۔ آیت ۶ تا ۱۰ (۲۹) سورہ واقعہ آیت ۶۰ تا ۶۲ (۳۰) سورہ عنکبوت آیت ۱۹

[illegible]

کا بالکل آسانی سے واضح کر دیتا ہے۔ کہ تمام ابتدائی الہام کے منبع وید ہیں۔
پارسی لوگ ژند کو الہامی کتاب مانتے ہیں۔ لیکن یہ لفظ محض چھند س کا بگاڑ ہے۔ پروفیسر میکس مولر صاحب کہتے ہیں "لفظ ژند اصل میں سنسکرت لفظ چھندس کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جو نام پانینی وغیرہ نے ویدوں کی زبان کو دیا ہے" (۵۵) پارسی زبان میں ژند کے دو معنے ہیں۔ ایک کتاب مقدس اور ایک اس کی زبان۔ لفظ چھند کے بھی یہی معنے ہیں۔ وید اور ویدک زبان۔ اس سے بڑھ کر ژند اوستا میں صاف طور پر ژند کی نسبت یہ اسکے الہام کا اقبال موجود ہے (۵۶) اتھروید کا ذکر بھی صاف پایا جاتا ہے۔ جہاں زرتشت اس کی تعریف ہے (۵۷) بلکہ انگرا کی تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیا ہے (۵۸) ڈاکٹر ہاگ صاحب اپنے مضامین میں اس کا مفصل ذکر کرتے ہیں۔ اور کتاب سرچشمہ مذاہب میں اقتباسات دے کر بتایا گیا ہے کہ پارسیوں کی کتب مقدسہ سے ابتدائی الہام وید کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ ایک پارسی مصنف کہتا ہے۔ خالص ویدک دھرم اور خالص زرتشتی مذہب ایک ہی ہیں۔ دین زرتشتی ان خرابیوں اور توہمات کے خلاف اصلاحی بغاوت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جنہوں نے ویدک صداقتوں پہ پردہ ڈال دیا تھا۔ اور جنہوں نے بہت مبتذل اور مطلق العنان بادشاہوں کی مقصد برآری کے لئے خالص مذہب کی جگہ چھین لی تھی۔ زرتشت نے دور دراز کے قدیم زمانہ میں وہی کام کیا۔ جو مقدس اور اعظم مہاتما بدھ نے ان کے بعد کیا (۵۹)
ایک اور پارسی مصنف ڈاکٹر ایس اے کپڈیا یہی ثابت کرتے ہیں۔ کہ زرتشت کا مدعا ابتدائی آریہ دھرم کی ابتدائی پاکیزگی دکھانا تھا۔ وہ بت پرستی کے رواج کی بنیادی غلطی کو اچھی طرح دیکھا کرتے تھے۔ "یہ زبردست خرابی تھی۔ جس کے دور کرنے کے لئے ہمارے پیغمبر زرتشت نے محنت کی تھی۔ اور اس زمانے کے قدیم مذہب کو اس کی جا والی سچی پوزیشن پر پہنچانا ہی زرتشت کا خاص مقصد تھا" (۶۰)
بدھ مت کے بانی کا بھی یہی حال تھا۔ قدیم زمانہ میں جو بگڑ گیا تھا۔ اس کی اصلاح کے لئے تھا۔ چنانچہ تہذیب قدیم ہند کا مصنف کہتا ہے۔ کہ یہ خیال کرنا غلط ہوگا "مہاتما گوتم بدھ نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو کسی نئے مذہب کا بانی قرار دیا تھا۔ بلکہ اس کے خلاف اخیر تک ان کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ وہ دھرم کی وہ پرانی اور خالص شکل پیش کرتے ہیں جو پنڈتوں، برہمنوں اور شرمنوں میں رائج تھا۔ لیکن جو اب بگڑ گیا تھا۔ انہوں (مہاتما بدھ) نے کوئی نئی دریافت نہیں کی۔ انہوں نے کوئی نیا علم حاصل نہیں کیا۔" (۶۱) مشہور کا نفیوشس

(۵۵) چپس فرام اے جرمن ورکشاپ نمبر ۱ صفحہ ۸۴ (۵۶) یسن ۳۱ ـ ۴ ـ ۱۹ (۵۷) یسن ۴۴ ـ ۱۶ اور ۱۴ (۵۸) یسن ۲ ـ ۱۵ (۵۹) زوروآسٹرین ازم اینڈ دی لائٹ آف تھیو سوفی مصنفہ نریمان جی۔ این۔ جی۔ ا۔ دہلی بار گنگا تنڈ دی تھیو سافیکل سوسائٹی ممبئی صفحہ ۳ ۔ ۴ (۶۰) دی ٹیچنگس آف زوروآسٹرین ازم اینڈ دی فلاسفی آف دی پارسی ریلیجن صفحہ ۱۶ (۶۱) قدیم ہند کی تہذیب جلد ۱ صفحہ ۲۰۲

جیسے کرشن جی کہتا ہے - کہ میں پہنچا تو ہوں میں کوئی نئی چیز پیدا نہیں کر سکتا - میں متقدمین میں یقین رکھتا ہوں - اور اسی سلسلے میں ان سے محبت کرتا ہوں -"

اسی طرح بائبل کہتی ہے - کہ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا - اور کلام ہی خدا تھا - یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا - ساری چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں" (۴۲)

اس کی تاویل کوئی عیسائی معقولیت سے نہیں کر سکتا - کلام کا مطلب مسیح سے لیا جاتا ہے لیکن ایسا کہنا کہ پہلے بیٹا مسیح تھا اور مسیح خدا کے ساتھ تھا - اور مسیح ہی خدا تھا - اور مسیح کے وسیلے سے ہی سب کچھ پیدا ہوا - محض بیہودہ اور فضول ہے - بیٹے کا پہلے ہونا یا باپ کے ساتھ ہونا یا بیٹے و باپ کا ایک ہونا یا ایشور کا کوئی خاص بیٹا ہونا یا بیٹے کے وسیلے کے بغیر خدا کا کچھ نہ بنا سکنا وغیرہ وہ بھی اور نامعقول باتیں ہیں - کہ عقل کو ذرا بھی کام میں لانے والا انہیں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا - حقیقت میں مطلب ایشوری بانی یا علم وید سے تھا - درحقیقت تمام کاموں کا مدار علم پر ہے - عمارت کی شکل و صورت اس کا نقشہ - اس کا ضروری مصالحہ اور ان کے بنانے کے دیگر تمام طریق کا پتہ ہو - تب ہی کوئی اسے بنا یا بنوا سکتا ہے - انسانوں میں گیان کو مقدم اور پریتن کو اس سے بعد مانا جاتا ہے - اسی طرح دنیا کے بننے سے پہلے علم کا ہونا لازمی ہے - وہی یہاں بیان کیا گیا ہے - الہام دوارا علم جو منشوں کو ملتا ہے اسے ایشوری بانی یا کلام کہتے ہیں -

یہ کلام واقعی ابتدا میں تھا - وہ خدا کے ساتھ تھا - نہیں بلکہ یہ کلام یا علم ہی خدا بھی کیونکہ ایشور گیان سروپ ہے - تمام چیزیں اس گیان کے مطابق ہیں - مسیح کے معنے جو نجات دہندہ ہیں - وہی تو وید کا ہے - یہ تمام گیان کا ہے اور گیان ذریعہ موکش کا ہے جو پہلے شرتی کی صورت میں اور بعد میں تحریری کتب کے روپ میں منشوں کا رہنما تھا - اسی کو مسیح کا مجسم ہونا کہا جا سکتا ہے - واقعی کسی ممکن ذریعے سے اس کے بغیر کوئی اور تاویل اس بیان کی ہو نہیں سکتی - قطع نظر اس کے ابتدا میں کلام ہونے کا فقرہ ہی ابتدائی الہام کو قبول انجیل میں ثابت کرتا ہے - واعظ کی کتاب باب اول میں بھی زور سے کہا گیا - کہ دنیا میں کوئی شے نئی نہیں آئی - جو ہوا وہی پھر ہوگا - اسی طرح یہ بھی کہا گیا - کہ

"میں حماقت اور جہالت کے دیکھنے پر متوجہ ہوا - کیونکہ وہ شخص جو بادشاہ کے بعد آویگا کیا کرے گا - مگر وہ جو قدیم سے لوگ کرتے آئے ہیں - اور میں نے دیکھا - کہ جیسی روشنی کو تاریکی پر فضیلت ہے - ویسی ہی حکمت میں جہالت سے زیادہ شرافت ہے - دانشور اپنی آنکھیں سر میں رکھتا ہے - پر احمق اندھیرے میں چلتا ہے" (۴۳) ان الفاظ میں قدیم علم الہی کی فضیلت کا پُر زور بیان ہے - جسے ہی روشنی اور حکمت کہا گیا ہے - اور بعد کے انسانی بیانات کو تاریکی - اور حماقت -

(۴۲) یوحنا کی انجیل باب ۱ آیت ۱-۳ (۴۳) واعظ کی کتاب باب ۲ - آیت ۱۲ تا ۱۴

اور جگہ یہ درج ہے کہ "اگلے زمانے میں خدا نے باپ دادوں سے حصہ بحصہ اور طرح بطرح نبیوں
کی معرفت کلام کر کے اس زمانے کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا" اسی خط میں یہ الفاظ
ہیں "اب اس بات کی حاجت ہے کہ کوئی شخص خدا کے کلام کے ابتدائی اصول تمہیں پھر سکھائے"
یوحنا کہتا ہے "اسی لئے میں تجھے کوئی نیا حکم نہیں بلکہ وہی جو شروع سے ہمارے پاس تھا لکھ
اور تجھ سے منت کر کے کہتا ہوں کہ آؤ ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں۔ اور محبت یہ ہے
کہ ہم اس کے حکموں پر چلیں۔ یہ وہی حکم ہے جو تم نے شروع سے سنا ہے۔ کہ تمہیں اس پر
چلنا چاہیئے" (۴۴)

غرضیکہ ہر کہیں بائیبل ہی قدیمی الہام اور علم کی شہادت دیتی ہوئی ظاہر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ عیسائی لٹریچر کا مطالعہ کرنے کے بعد سینٹ آگسٹن فتوے دیتا ہے کہ

"جو دین اس وقت دین عیسوی کے نام سے مشہور ہے۔ وہ متقدمین میں موجود تھا۔ اور وہ
نوع انسان کی پیدائش سے حضرت عیسے کے قالب انسانی میں آنے تک رہتی اس وقت
تک جب سے کہ سچا دین جو پہلے سے موجود تھا دین عیسوی کہلایا) غیر موجود تھا (۴۵)

اب باقی رہا اسلام۔ سو قرآن میں صاف لکھا ہے۔ کہ "شروع میں سب لوگ ایک ہی
دین رکھتے تھے پھر آپس میں لگے اختلاف کرنے تو اللہ نے پیغمبر بھیجے جو ایمان والوں
کو خوشنودی خدا کی خوشخبری دیتے۔ اور کافروں کو عذاب الہی سے ڈراتے اور ان کی
معرفت سچی کتابیں بھیجیں تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ کتاب الہی ان میں
ان باتوں کا فیصلہ کر دے۔ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی۔ اپنے پاس
احکام آنے پیچھے آپس کی ضد سے لگے ان میں اختلاف کرنے۔ تو جو راہ حق جس میں لوگ اختلاف
کر رہے تھے۔ خدا نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کو دکھا دی" (۴۶)

اس اور عیسائیوں اور یہودیوں کے بیان سے دین اسلام کی بھی یہ پوزیشن ہے۔ کہ الہام
آغاز عالم سے ملا۔ اور پھر ایڈیٹری آگیا ان میں جو غلط فہمی ہوتی ہے۔ آ کے بعد کے لائق
لوگ دور کرتے آتے ہیں۔ اس کا آشتہ ایک طرف گیتا کے مشہور شلوک کی تائید کرتا ہے
جو وقتاً فوقتاً دھرم رکھشک لوگوں کے ظہور کا پتہ دیتا ہے۔ دوسری طرف میڈم بلیوٹسکی
کے ان الفاظ کو ثابت و درست ثابت کرتا ہے۔ کہ "ایک ست دیاو علماء کرام نے یہ بیان
کیا ہے۔ کہ کوئی بانی مذہب ایسا نہیں ہوا خواہ وہ آریہ ہو یا شامی یا تورانی جس نے کوئی نیا
مذہب ایجاد کیا ہو۔ یا کسی نئی صداقت کو ظاہر کیا ہو۔ یہ سارے بانیان تبلیغ کرنے والے تھے
نہ کہ نئی تعلیم کے دینے والے۔ قرآن میں ذکر ہے "اور آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے"
(۴۷) وہ نام کیا تھے۔ اس کا کہیں ذکر نہیں۔

(۴۴) عبرانیوں کے نام کا خط باب ۱ آیت ۱ و ۲ (۴۵) آگسٹین ا۔۱۳ (۴۶) سورہ بقر
آیت ۲۱۳ (۴۷) سورہ بقر آیت ۳۱۔

یہاں جیسا ابتدائی زمانہ کا یہ ذکر ہے۔ اس کی جزویات تفاصیل کر آئی تھیں۔ کہ خدا آدم کو مخلوقات عالم کا علم دیتا اور اس علم میں سب سے پہلے جو چیز کا نام یا تعریف بتانی لازمی ہے سو وہ بتاتا ہے۔ پس سب سے اول نام بتانے کا ذکر توریت میں درج ہے۔ یہ وہ بیان ہے جو رگ وید میں سے بیان کے بالکل مطابق ہے کہ پہلے انہوں نے وید کو بیان دیا۔ اس میں نام رگ وید کا پہلے لیا جاتا ہے۔ جس میں فی الحقیقت چیزوں کے نام اور ان کی تعریف ہے۔ مغربی مورخ اور تمام موجودہ شرتی پسند جو یہ سمجھتے ہیں کہ رگ وید دنیا کی لائبریری میں سب سے قدیم پستک ہے وہ بھی درحقیقت اس خیال کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ کہ لائبریری گیان کا سب سے پہلا ضروری انگ اس میں ہے۔

پھر یہ لکھا ہے کہ آدم نے پروردگار سے کچھ باتیں سیکھ لیں۔ بعد میں آدم کو جنت سے نکالے ہوئے ہی خدا تاکید کرتا ہے کہ ہماری طرف سے جو الہام پہنچے۔ اس پر چلنا ایسا کرنے سے کوئی خوف یا فکر نہ ہوگا۔ (۱۰۳)

ان باتوں کی تفصیل بھی کوئی عیسائی مسلمان نہیں بتاتا۔ لیکن ویدک دھرمی لوگ نام و تعریف کے بعد چیزوں کے استعمال یعنی کرم کرنے کے متعلق ہدایات کا ملنا تسلیم کرتے ہیں۔ اور اسی لئے رگ کے بعد یجر وید کا نام لیا جاتا ہے۔ اس میں یگیہ وغیرہ اعمال و کرموں کا بیان ہے۔ وغیرہ۔ غرضیکہ ان آیتوں سے الہام پہلے انسانوں کو ملنے کا کافی اشارہ ملتا ہے۔

اسلام کا بڑا فرقہ سنت و جماعت کا اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ علم سلسلہ بہ سلسلہ دنیا میں چلا آیا۔ اور پیغمبر رسول کی معرفت ملا شرح مواقف کا بانی ایوا ستم کیا اعلیٰ اصولی بات بیان کرتا ہے۔ جو ایک گونہ مضبوط دلیل ابتدائی الہام کے لئے ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ آدمیوں کو کوئی چیز دنیا میں بندوں کے لئے واجب نہیں جب تک ان کو شرع اور عقل کے ساتھ تکلیف نہ دی جاوے۔ اور جب ان کو اتنی سمجھ دے جاوے۔ کہ وہ واجب کے کرنے کو اور ناواجب سے بچنے کو جان سکیں۔ اس وقت اللہ پر واجب ہے۔ کہ ان کو قدرت و استطاعت دے۔ اور برے کاموں سے بچنے اور اچھے کاموں کے کرنے کے لئے آلات بہم پہنچا دے۔ اور اللہ پر اس چیز کا عطا کرنا ان کو واجب ہے۔ جو امورات کی طرف لے جاتی ہیں اور منہیات سے بچاتی ہوں۔ (۱۰۵)

ان الفاظ کا مطلب صاف ہے۔ کہ سب سے مقدم چیز جو انسانوں کو ملنی چاہئیے۔ وہ الہامی علم ہے۔ جس سے برائی بھلائی کی تمیز ہو۔ جو کام کرنے کے واسطے ہوں۔ ان کا اسی میں صاف پتہ ہو۔

---

(۱۰۴) یہ تفسیر [illegible] جو انسانی تواریخ کی زیادہ ابتدائی حالت کی طرف [illegible] صفحہ ۱۸۹ [illegible] (۱۰۵) مذہب اسلام صفحہ ۴۰

خدا نے عادل ہو ہمیشہ فعلوں کی سزا جزا دیتا ہے۔ اگر ایسا قانون بنا دے۔ کہ شخص پر ذمہ
داری رہ سکتی ہے فقط افعال کا بدلہ دے سکتا ہے اور دے تو وہ بے انصافی کا مرتکب
ہوتا ہے۔ اسی طرح اور کئی فرقے اسلام کے ابتدا میں علوم ملنے پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ خود
ناجیہ فرقہ کہتا ہے کہ بدا اللہ تعالے پر جائز نہیں اس لئے کہ محال ہے۔ کہ اللہ تعالے پر
ظاہر ہووے وہ چیز کہ پہلے سے اس پر ظاہر نہ تھی جس طرح پر کہ آدمی میں تبدیل رائے ہوتی
ہے۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالے کا جہل ثابت ہوتا ہے۔ (۱) اس دلیل سے اور بھی صاف
ہوتا ہے۔ کہ الہام ابتدا میں ملنے کے بعد پھر ضرورت اس کی نہیں رہتی۔ کیونکہ نہ الہیوں کی رائے
بدلتی ہے نہ کوئی چیز نئی اس کے علم میں آتی ہے۔ ساتھ ہی اگر بفرض محال کسی کو الہام بعد
میں ملا مانا جاوے۔ تو بھی اس دلیل سے اس کا بالکل وہی ہونا لازمی آتا ہے جو پہلے ہوا تھا
اگر ان الہاموں میں فرق ہو۔ تو اس سے خدا کے جہل کا ثبوت ملنے کے علاوہ نتیجہ کچھ نہیں
ہو سکتا۔ لیکن یہ صریح کفر ہے اس لئے یا تو انجیل وغیرہ کے الہام ابتدائی الہام سے قطعاً
مخالف نہ ہونے چاہئیں۔ اور یا یہ بالکل انسانی کتب بھی مانی جا سکیں۔ اور میرا خیال ہے
واقعی کتب انسانی کو الہام کا درجہ ملنا محض سمجھے گیان کے درجے کا نتیجہ ہے۔ جس کی
حقیقت فرقہ اسماعیلیہ کے ایک نہایت اعلے فیصلے سے ملتی ہے۔ یہ فرقہ اپنے مدعو کو درجہ
بدرجہ مذہبی تعلیم دیتا ہے۔ حضرت محمدؐ صاحب اور قرآن پر ایمان کرا کے اور مختلف مذہبی
پابندیوں کی مشق کرا کے آخری نویں دعوت جو دیتا ہے۔ اس کی تفصیل کا پتہ حسب ذیل
عبارت سے ملیگا۔

دعوت نہم۔ یہ دعوت سب دعوات کا نتیجہ ہے۔ جب داعی مدعو کی طرف سے مطمئن ہو جاتا
ہے۔ تو اسے ہدایت کرتا ہے۔ کہ فلاسفر کی کتب دیکھا کر اور علوم الہی اور طبعی کا مطالعہ کیا کر
جب داعی سمجھ لیتا ہے کہ مدعو کو فلاسفر کے اقوال پر خوب واقفیت حاصل ہو چکی۔ تو اب داعی
اپنے رازوں کو کھولنا شروع کرتا ہے۔ کہ جو کچھ میں نے تجھے اصول وحدوث سے اب تک اطلاع
دی ہے۔ یہ سب رموز اور اشارات ہیں طرف معانی اور مبادی انقلاب جواہر کے اور دعوت صرف
نفس کی صفائی کا نام ہے اور رسول یا نبی کا کام یہ ہے۔ کہ جو بات اس کے دل میں آتی
ہے۔ اور اسے بہتر معلوم ہوتی ہے۔ وہ اور لوگوں کو بتا دیا کرتا ہے۔ اور اس کا نام
کلام الہی رکھ دیتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں یہ قول اثر کر جاوے۔ اور اسے ان میں
حاکم سیاست اور مصلحت عام میں انتظام رہے۔ اور جبکہ نبی کی حقیقت یہ ٹھہری تو اس کے تمام
اقوال پر عمل کرنا کچھ ضرور اور اسی قدر پر عمل کرنا چاہئے۔ جو اپنی مصلحت اور حاجت کے مناسب ہو
بلکہ عارف کے واسطے تو نبی کے کسی قول پر عمل درآمد اور پابندی ضرور نہیں۔ اس کے لئے
صرف معرفت ہی کافی ہے کیونکہ معرفت ہی اصل الاصول ہے۔ اور سب عبادات کی انتہا اسی

سے مذاہب الاسلام صفحہ ۱۸۱۔

کی طرف ہے۔ اور جو کچھ قیدیں اور اعمال کی پابندیاں مقرر ہیں۔ وہ کافروں کے واسطے واجب ہوتے ہیں۔ جو معرفت سے آگاہ نہیں ہوتے۔ اور عارف کے حق میں یہ باتیں بالکل عبث اور بار گراں ہیں۔ اور اقسام معرفت میں سے ان لوگوں کے نزدیک ایک یہ ہے کہ انبیاء کے ناطق صاحب شرائع واسطے سیاست عام کے مقرر ہیں۔ اور جن انبیاء کے پاس حکمت خاص ہے۔ وہ فلاسفہ کی جماعت ہے۔" (۹۲)

اس سے جہاں بعد کے کل اصولوں کا صاف فیصلہ ہو جاتا ہے۔ وہاں سچے گیان اور عرفان کی فضیلت بوجہ احسن دلوں پر نقش ہوتی ہے۔ الہام وید محض سچا گیان ہے۔ اور تمام قصے کہانیوں سے پاک اور ان تمام توہموں سے آراستہ ہے۔ جو سچے عارفوں کو مقصود و مطلوب ہیں۔ اس بیان سے جس فلسفہ کی کتب کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ اور جس علم الٰہی و علم طبعی یا جماعت فلاسفہ کا اشارہ دیا گیا ہے وہ تمام قدیمی الہام وید فلسفہ شاستر یا آریہ ستان کے ساتھ رہی۔ اسلام کو یک جہان رہی ہے۔ فرقہ حدیثیہ کا عقیدہ اور بھی پر زور ہے۔ وہ صاف کہتا ہے۔ کہ خدا نے اس جہان کے علاوہ ایک اور جہان میں ابتداءً حیوانات کو عاقل و بالغ پیدا کیا تھا۔ اور بہت کچھ نعمت عطا کی تھی۔ اور علم بھی بخشے تھے" اسی طرح فرقہ حائطیہ مانتا ہے کہ خدا نے ابتداءً ساری خلقت جنت میں پیدا کی تھی" (۹۳)

پیارے ناظرین! وہ جنت صاف تروشٹپ کا نشان دیتی ہے۔ جس کو شروع دنیا میں امر کوش کے حوالے سے سورگ یا جنت نام دیا ہو چکا۔ اور وہ علم چاروں وید کے سوائے کچھ نہیں سکتے۔ اسی طرح دین اسلام کا اعتقاد کسی طرح قدیم الہام کے خلاف نہیں۔ بلکہ وہ صریحاً زور سے اس کی تائید و تبلیغ کرتا ہے۔ اور اس لئے میکس مولر کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ کہ ابتدائے دنیا سے اب تک کوئی مذہب ایسا نہیں ہوا۔ جو بالکل نیا ہو۔ (۹۴)

اسی طرح باقی تمام مذاہب کی اصلی غرض اگر کوئی ہو سکتی ہے۔ تو وہ محض قدیمی دھرم کے اندر واقع ہوئے نقصوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ نہ کہ کوئی نئی صداقت دریافت کرنا۔

(۱۰) زبان

ویدک دھرمی لوگ علم کے ساتھ زبان کا بھی ایشور سے ہی ملنا لازمی جانتے ہیں۔ اس کے بغیر ایشوری علم کا دوسروں تک پہنچانا انسانوں کے لئے ناممکن تھا۔ نہ انسان زبان

(۹۲) مذاہب الاسلام صفحہ ۱۰۰ و ۱۰۱۔

(۹۳) مذاہب الاسلام صفحہ ۳۷۲۔

(۹۴) چپس فرام اے جرمن ورکشاپ جلد اوّل تمہید صفحہ [illegible]

ایجاد کر سکتا ہے۔ نہ انسانی زبان ایسی مکمل ہو سکتی ہے۔ کہ تمام علوم اس میں ادا ہو سکیں۔ موجودہ زمانے میں انسانوں کی وہ حقیقی اور قدرتی زبان روئے زمین پر بہت کم بولی جاتی ہے۔ اور صدہا اور زبانیں رائج ہونے سے اشاعت تعلیم میں بھاری رکاوٹ پڑ رہی ہے۔ تمام سچے علوم ان زبانوں کے پردے میں چھپ رہے ہیں اور جب تک بھارت باشی لوگ سالوں کی سخت دماغی محنت سے انگریزی یا فرنچ یا عربی آدمی کو پڑھ نہ لیں اس خاص علم کی دیوی کے درشن ممکن نہیں۔ جو ان ملکوں کے لائق لوگوں کے اعلیٰ دماغوں کی طفیل اس زبان روپی مندر میں براجمان ہے۔ مجھے اس تمام نقصان کا جو اس اختلاف زبان سے اہل عالم کو اٹھانا پڑتا ہے۔ یہاں واضح کرنا مقصود نہیں۔ امر متعلق صرف اس قدر ہے کہ آیا مسئلہ زبان میں ہی مذاہب عالم کے اندر میں ایکتا کے نشانات موجود ہیں یا نہیں ؟

اس کے متعلق میں دعوے اور زور سے کہ سکتا ہوں۔ کہ مسئلہ زبان میں اس قدر مطابقت و یکسانیت ملتی ہے۔ کہ کسی اور اصول میں اتنی ملنی ممکن نہیں۔ سچ پوچھو تو تمام مروجہ زبانیں جہاں ظاہر بینوں کو اس قدر مختلف دکھائی دیتی ہیں وہاں غور و خوض کرنے والے دور بین لوگوں کو اس قدرتی زبان کا نورانی روپ دکھائی دیتا ہے۔ جس کے اور محض جس کے طفیل تمام زبانوں کی ہستی اور روشنی میسر ہے۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے کہ دیگر مذہبی بیانات کا مدار وید کی سدھانتوں پر ہے۔ اس سے بڑھ کر اس مسئلہ سے قریباً تمام مذہبی اختلافات کا راز بھی کھل جاتا ہے۔ جس کی صداقت کا ثبوت اگلے صفحوں میں ملیگا ۔

موجودہ محققین آرین سیمیٹک اور تورانین نام کے تین گروہوں میں کل زبانوں کو تقسیم کرکے آرین زبانوں کو سب سے شستہ سب سے مکمل قرار دیتے ہیں۔ اور تمام زبانوں کا ایک ہی ماخذ پاتے ہوئے یہ دعوے دیتے ہیں۔ کہ " سنسکرت تمام زبانوں کی ماتا ہے " اس سے زبانوں کا ایک ہونا اور شکلیں بدلتے بدلتے زیادہ سے زیادہ فرق پڑتے جانا خود بخود ثابت ہے۔ فی الحقیقت موجودہ سنسکرت بھی اصلی منبع زبان کا نہیں۔ تاہم اس قدرتی زبان کے سب سے زیادہ نزدیک ہونے سے سنسکرت کی یہ فضیلت اس کی جنم داتا ویدک الہامی زبان کا وچتر اور ادبھت مہتو پرگٹ کرتی ہے ۔

اس کے علاوہ بائبل میں یہ قصہ درج ہے کہ اور تمام زمین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی۔ اور جب وہ پورب سے روانہ ہوئے۔ تو ایسا ہوا۔ کہ انہوں نے شنعار کے ملک میں ایک میدان پایا۔ اور وہاں رہنے لگے۔ اور آپس میں کہا۔ آؤ ہم اینٹ بنا دیں۔ اور آگ میں پکا دیں۔ سو ان کو پتھر کی جگہ اینٹ اور چونے کی جگہ گارا تھا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ آؤ ہم اپنے واسطے ایک شہر بنا دیں۔ اور ایک برج جس کی چوٹی آسمان

تک پہنچے۔ اور یہاں اپنا نام کریں۔ ایسا نہ ہو کہ تمام روئے زمین پر پریشان ہو جاویں ۔ اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بناتے تھے۔ دیکھنے اُترا ۔ اور خداوند نے کہا۔ دیکھو لوگ ایک ہی اور اُن سب کی ایک ہی بولی ہے۔ اب وہ یہ کرنے لگے۔ سو وہ جس کام کا ارادہ کریں گے۔ اُس سے نہ رک سکیں گے۔ آؤ ہم اُتریں۔ اور ان کی بولی میں اختلاف ڈالیں۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھیں۔ تب خداوند نے اُن کو وہاں سے تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا۔ سو وہ اُس شہر کے بنانے سے باز رہے۔ اس لئے اس کا نام بابل ہوا۔ کیونکہ خداوند نے وہاں ساری زمین کی زبانوں میں اختلاف ڈالا۔ اور وہاں سے خداوند نے اُن کو تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا ÷ (45)

گزشتہ اوراق میں جو مختلف جگہوں پر حوالہ جات دے کر ثابت کیا گیا ۔ کہ انسان درحقیقت کوئی نئی علمی بات دریافت نہیں کر سکتا۔ وہی عمل زبان کے متعلق عائد آتا ہے۔ کل اختلافات صرف انسانی دخل در معقولات سے ہیں کس طرح انسان اپنی طرز رہائش وغیرہ سے ہوا میں فرق ڈالتا جاتا ہے۔ جیسے کہ بعض شہروں کی تنگ و تاریک گلیاں اور گندی ہوا سے طرح طرح کے رنگ آئین کرتا ہے۔ کس طرح پانی میں اختلاف ڈالا جاتا ہے جو جوہڑ۔ تالاب۔ کنواں۔ گویا آدمی رنگ برنگی بدبو میں گندی نالیں سب پانی کے مختلف رنگ روپ اور اثرات ظاہر کرتی ہیں۔ بہ بدبو کی حالت میں تعجب کہ اس پانی کے پاس سے گزرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ اس کا پینے آدمی میں استعمال ہو۔ اسی طرح انسانی خوراک میں کس قدر اختلاف ہیں۔ دودھ۔ پھل اور سادہ اناج کی جگہ کیسے مصالحہ دار کھانے اور عجیب طرح کی مرکب شدہ ثقیل مٹھائیاں اور گوشت وغیرہ نیز پینے کی اشیاء میٹھے شربتوں وغیرہ سے گزر کر شراب تک کا رائج ہونا۔ یہ تمام اختلافات اپنے اندر قدرتی ہوا ۔ پانی غذا کی ایکتا برابر رکھتے ہیں۔ گندی نالیوں کے پاس رہنے والے زبان کے چسکے میں پڑ کر ثقیل غذاؤں کے دلدادہ یا عادت کے غلام شرابی لوگ عادی ہو جانے سے بعض خرابیوں کو محسوس نہ کر سکیں۔ تو جدا بات ہے۔ ورنہ سچے انسان کبھی ان بدعادتوں کو اصول قرار نہیں دے سکتے۔

قدرتی زبان بھی اسی طرح ناواقف لوگوں کے ہاتھوں میں آ کر مختلف زمانوں میں مختلف ملکوں میں مختلف شکلیں اختیار کرتی ہوئی بعض صورتوں میں بالکل اجنبی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ اور ہر ملک کی مروجہ بولی اس ملک کے اہلیان سے ترک ہوتی نظر آ رہی ہے۔ تاہم اس صداقت سے کوئی معقولیت سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ قدرتاً ہم سب کیلئے ایک ہی بولی مقصود ہے۔ اور وہی تمام انسانی بولیوں میں موجود ہے۔ جس کے ثبوت میں مختلف زبانوں کے چند الفاظ پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے واضح ہوگا۔ کہ غالباً ویدک زبان و سنسکرت ہی بگڑی ہوئی صورت میں ہر کہیں بولی جا رہی ہے ÷

(45) پیدائش باب ۱۱ - آیت ۱ تا ۹ -

اور کہ تمام فرد جو زبانوں میں خدا، مشہور انسان، رشتے، جسم کے جوڑ، جانور، ملک، پیشے، پرندے، کریا (فعل) وغیرہ وغیرہ سب کے واسطے جو الفاظ مستعمل ہیں۔ اُن کا ماخذ وہی قدرتی زبان ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا جاویگا۔ کہ قدرتی زبان کے ایک ایک لفظ کو کم فہمی سے غلط تاویل میں لانے کے سبب بعض جگہ مذہبی اصولوں میں فرق پڑ گیا ہے۔ اور کہیں سنسکرت بیان کے اصلی منشا کو بھول کر صرف عقل کے آدمیوں میں اس کا بطور ایک کہانی کے رواج پڑا، اور دوسرے ملکوں کے لوگوں یا نسلوں میں اس کے ایک سے دوسری زبان یا کتاب کے ذریعے منتقل ہوتے ہوئے بات ہی کچھ کا کچھ بن گئی چونکہ اصل زبان کی تبدیلی پر ہی تمام اختلاف مذاہب مبنی ہے۔

(۱) سب سے اول ایک فہرست خدا کے ناموں کی لکھی جاتی ہے۔ جو مختلف زبانوں میں لئے جاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ نام سنسکرت کے ہیں۔

نام	زبان	سنسکرت نام	معنے	نام	زبان	سنسکرت نام	معنے
ایلوہیم	عبیرو	ادیہ	پوجا کے لائق	دیوا	ٹیوٹانک	دیو	گیان
الٰہ	عربی			تھار	"	دھرا	ستارا
جہووا	عبیرو	یہوہ	طاقتور	ایزد	پارسی	یجت	پوجیہ یا شبد
اوسیریس	مصری	ایشور	مالک	ورینت	ژند	ورن	سرشٹ یا نور
تاؤ	چینی زبان	دیو	روشن چمکیلا	ورتھرگن	"	ورترہن	اندھکار ناشک
زیوس	گریک ام	دیو	روشن چمکیلا	وایو	"	وایو	جیون داتا
خدا	فارسی	سودھا	پوتر	ایرمن	"	ایرمن	نیک کاری
اُرسطس	یونانی	ورن	سب سے اعلےٰ	یزدان	"	یجیمان	کیا ہوا کام
جوپیٹر	لاطینی	دیوپتی	آسمانی باپ	سب	مصری	شیو	کلیان کرتا
اہرمزدا	پارسی	اسرمیدھا	[illegible]	سیکیٹ	"	شکتی	طاقتور

آخری دو نام مصریوں در اصل شاکتک لوگوں کے طریق کی نقل ہیں جو شیو اور شکتی کو مانتے ہیں۔

ملکوں، شہروں، دریاؤں وغیرہ کے نام سب سنسکرت کے ہیں۔ ویدی اس زبان کی کتب قدیم کا مطالعہ کیا جاوے۔ تو مکمل جغرافیہ تیار ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس وقت نام بگڑ جانے سے بہت مغالطہ ہو سکتا ہے۔ مگر تحقیقات پر سب عقدے حل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً سوریہ سدھانت میں لکھا ہے۔ کہ بھارت ورش کی سیدھ میں دوسری طرف کیتو مال کا ملک ہے۔ اب اس وقت گلوب اور اٹلس دوبارہ دیکھیں۔ تو بھارت ورش کے ٹھیک

یعنی گواٹی مالا کا ملک ہے۔ دونوں شبدوں کا تلفظ قریباً ایک ہی ہے۔ اس طرح اور حسب ذیل نام بطور نمونہ دیئے جاتے ہیں ؛

نام	سنسکرت لفظ	معنے	نام	سنسکرت لفظ	معنے	نام	سنسکرت لفظ	معنے
سوڈان	شیودہا	سیاہی لوگ	برما	برہما	..	کاشغر	کاشی گرہ	-
سپارٹن	سپردھی	مبینی مقابلہ	منچوریا	منچ سے	..	کربکا	بک	اونٹ
بالٹک	بالاٹک	بیرنگا سمندر	چین	چن	ہوشیار	مدینہ	میدنی	زمین
اٹلی	اٹیلا	رذیل قوم کے اتفاق	جاپان	جپتی	ہوشیار	اردلی	آریالیہ	-
سکینڈینیویا	سکندوا	اروائی کا...	سیام	شیام	-	تائیل	تیلا	..
اوڈن	یودہن	جنگ جو	کمبوڈیا	کمبوج	..	ٹیمز	تمسا	تاریک
ناروے	ناراوارج	...	سماٹرا	سماترا	-	لنڈن	نندن	خوش کرنے
برٹش	بھارتا	...	منگولیا	منگل	..	کسپین	کیشپی	-
تبت	تری وشٹ	جنت	ترکستان	ترکستان	..	آکسس	اکشس	-
کلات	کرات	...	پرشیا	پرشو	-	پرسی پولس	پرشوپور	-
...	گلاش	...	فارس	پارس	..	بلخ بالکن	بال کھلیہ	رشی
برہمن	شرمن	... برہمن	میڈیا	مدھیہ	-	بالکش	بیکال	..
عدن	اڈیان	باغ	ارمینیا	ارمین	-	ایوتھیا	ایودھیا	..
عربستان	اردستھان	... کی جگہ	سیریا	...	-	ایراوتی	ایراوتی	-
...	یادوستھان	...	انگلینڈ	انگراکھنڈ	-	امرپورہ	امرپورا	..
...	تھاک	...	...	...	یادو	انگلش	انگریسی	
سائبیریا	شیبیر	...	...	...	-	افغانستان	افگان تھان	..
بلجیم	بلجا	...	آسٹریا	آسترا	-	ڈنمارک	...	..
ایران	آریانی	..	مراکو	...	..	پیرس	پارس	-
رشیا	رکھشا	...	پارتھیا	آریہ کھنڈ	..	...	...	...
آئرلینڈ	آریہ کھنڈ	..	قندھار	گاندھار	..	ایوتھیا	ایودھیا	..
ایشیا	اشو	-	تاشقند	...	..	روم	رام	-
یورپ	سوروپ	خوبصورت	سمرقند	سمرکھنڈ	..	..	-	-

سوال دنیا بھر کے تمام مشہور لوگوں کے نام در اصل سنسکرت کے ہیں ؛

حضرت آدم دنیا کے آغاز میں پیدا ہوئے کہے جاتے ہیں۔ یہ اصل لفظ آدم یعنی آدی (آغاز) میں پیدا شدہ تھا۔ حضرت ابراہام کا نام برہما سے بگڑ کر مشہور ہوا۔

حضرت ابراہیم کی جورو سرس یا سرہ کا نام سرسوتی کا مخفف ہے۔ یوسف نام لیشپ کا۔ جیکب نام کشیپ کا۔ آئیزک اکشواکو کا۔ سلیمان سلومن کا۔ سقراط سکرتی کا۔ ارسطو ایشٹ تاتی کا۔ الگزینڈر۔ الکشیندر کا۔ اسی سے سکندر نام مشہور ہوا

سنسکرت میں پتھ رستے کو اور گورو دکھانے والے کو کہتے ہیں۔ اس سے پتھ گورو یا دیے ہرم کو کہتے ہیں۔ اسی کا بگاڑ یونانیوں میں پتھیا گورث اور عرب میں فیثا غورث معلوم ہو رہا ہے ۔

آریوں کے واضع قوانین کو منو کہتے ہیں۔ مصریوں میں اس کا نام مینس ہوا۔ اور یونان سے جو شخص مصر میں گیا۔ کہ ان کے اصول زندگی اور سرمایہ کے حالات دریافت کرکے اپنے ملک کو سدھارے اسے مینس کہا گیا۔ اسی طرح عبرانیوں کی یہودی قومیت کا بانی موسیٰ کہلاتا ہے سنسکرت میں جو اشترا تھا۔ ہستی ہے زرور تاسطری۔ زردشت۔ زردوت اور رتھنسرو وغیرہ نام ہے۔ یونانی دیوتا ہرکیولیز کا نام ہری کلیش سے نکلا ہے۔ ایسا ہی ہرکال نام شیوجی کا آتا ہے۔ ویسے شیوجی والی کہانیاں یونان میں ہرکیولیز سے منسوب ہیں کیخسرو نام فارس میں کوی سشرو (لائق مشہور) کا بگاڑ ہے۔ کیقباد کوی کواٹ کا۔ اہرمن انگرا مینیو کا۔ اور الگزینڈر الکشیندر کا ۔

(۴) اس طرح ہفتے کے دنوں اور مہینوں کے نام بھی سنسکرت کے ہیں۔ زاپیٹے۔ ہیرگورس ہے۔ شنبے۔ ماس وس۔ سبدالنس ڈسمبے۔ بدھ ڈپسپ ہے۔ ہونڈے تیمبروس وغیرہ وغیرہ سے ہیں۔

مہینوں کے نام پہلے دنیا پر ایک ہی تھے۔ اور سال ایک ہی وقت شروع ہوتا تھا یعنی چیت سے۔ مہینوں کے نام جب تمام بہت سے ملکوں تک لوگ بھلا بیٹھے۔ اس وقت پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا مہینہ وغیرہ نام رکھ لئے۔ لیکن پھر بھی سنسکرت میں چیتر کو پرتھم یا سر وروش کہہ کر دویتہ یا ر وغیرہ وغیرہ کہنے لگے۔ باریا وار کا لفظ عام طور پر اس معنے میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ کہ جو بار بار آوے۔ کبھی دن کے لئے کبھی ہفتہ کیلئے اور کہیں مہینہ کیلئے یہ لفظ رائج رہا۔ بس جب مہینوں کے معنے میں اسے استعمال کیا گیا۔ تو فروری کی جگہ اس وقت دوادش بار آتا تھا۔ یعنی بارہواں مہینہ لیکن اب سے ۱۹۶۱ سال پہلے۔ جولیس قیصر نے یہ تبدیلی کی کہ شماہی جولائی مہینہ سے جو پنجم وار تھا۔ شروع کرادی۔ اور اس طرح دو مہینے کا فرق پڑ گیا۔ جولائی کا نام جولیس شاہ کے نام پر رکھا گیا مگر ویسے مہینے کا نام کہیں جیسیر تا صبری تھا۔ اس سے بگڑ کر جنوری ہوا۔ بارہویں مہینے کا نام پھلگن بیری بسنت رت کے سبب تھا۔ جس کا بگاڑ فروری ہوا۔ ایسا ہی کوئی کسی دیوتا کے نام پر رکھا گیا۔ کوئی کسی اور لفظ سے بگاڑ کر لیکن انگریزی مہینہ کے آخری چار مہینے اب تک ریاضی میں عدد قت کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے ساتویں مہینے کو سپتمبر کہتے تھے۔ اس سے

سپتمبر بنا۔ آٹھویں کو اشٹم بار کہتے تھے۔ اسی سے اکتوبر بنا۔ اشٹ اور آکٹ دونوں کے معنے ایک ہیں۔ نویں مہینے کا نوم بار سے نومبر اور دسویں کا نام دسم بار سے دسمبر بنا۔

۵۔ تمام زبانوں کے الفاظ دراصل سنسکرت کے ہیں۔ مثلاً ژند اوستا کی زبان کے متعلق مصنف تاؤنیشن جیسا آن دیلی نے نہایت باریکی سے تحقیقات کی ہے جو ہر شخص کو پورا یقین دلاتی ہے۔ کہ وہ زبان ہر پہلو کے لحاظ سے عالموں کو سنسکرت کی عظمت کا پتہ دیتی ہے۔ الفاظ تلفظ جیسے نہ تمام سنسکرت زبان سے ملتے ہیں۔ تبدیلی ہے۔ تو پرانے نام تمام قواعد کا شرح بیان دینا کٹھن ہے۔ تاہم کچھ الفاظ کی فہرست درج کرنا مفید ہے۔ دلچسپ ہوگا ؟

سنسکرت	ژند	معنے						
			وشو	ویسپ	سب	اپر	اپیر	بالائی
اسر	اہر	خداوند	اشو	اسپ	گھوڑا	یو	یو	جو
سوم	ہوم	صحت بخش دوا	شوان	سپن	کتا	ویدیہ	ویدیہ	طبیب
سپت	ہپت	سات	کرشنا شو	کرشاسپ	کرشنا سپ	دروج	رشوی	تکیہ کرانے والا
سینا	ہینا	فوج	شوسر	خسر	خسر	شتے	شتے	میں آپ کو جانتا ہوں
اسمی	اہمی	میں ہوں	سوپن	خفتن	سپنا	منس	منو	من خیال
سنتی	ہنتی	وہ ہیں	سواپ	خواب	سونا	ہم	ہیم	ایک عالم
اسو	انگھو	نفس زندگی	ہستر	ہست	دست	اسلی	اسٹی	عقیدت از زمین
درہرت	دروگہت	دروغ	ترشت	ترشنا	طلب	اشو	اشو	تیر
بہتے	زرتے	دل	ترشنانا	[illegible]	فریدوں طبیب	رتھ	رتھ	رتھ
ہست	زست	ہاتھ	منتر	منتر	منتر	رتھیشٹھ	رتھیشتھ	رتھ کا سوار
دراگھ	دراز	طویل	پیتر	پتر	پتا	کاندبرو	کاندبرو	
ہوتا	زوتا	آہوتی ڈالنے والا	ماتر	ماتر	ماں	پرشن	فرش	سوال
آہوتی	آزوتی	آگ میں ڈالی گئی شے	تر	بھراتر	بھائی	ابھیرون	ابھیرون	بہوبہت
ہم	زم	برف	دہتر	دختر	بیٹی	کاشتن	کاشتن	منتر
ہوے	زبے	میں پکارتا ہوں	پشو	پشو	جانور	رشتی	اشتی	آجوتی دنیا
باہو	بازو	بازو	گو	گاؤ	گائے	ابیا	ابیادپتی	بجلی
اہی	ازی	سانپ بادل	انگشٹ	انگشٹ	جیبھ	جہوا	زفر	علم الہی
سیدھا	مزدا	عقل پیدا کرنے والا	ستیر	استوار	مضبوط	انتیا	انتیا	جو قائم کیا جائے
جن	زن	جننا	شرد	سردہ	جاڑا	اندر	اندر	
وجر	وزر	بجر	وات	باد	ہوا	دیو	دیو	

۲- فارسی

لفظ	سنسکرت	معنے
گردن	گریوا	گردن
گلو	گل	گلی
ناخن	نکھ	ناخن
سر	شِرو	سر
دست	ہست	ہاتھ
دند	دنت	دانت
ناف	نابھی	ناف
پا	پاد	پاؤں
مگس	مکشی	مکھی
میش	میش	بھیڑ
اسپ	اشو	گھوڑا
خر	کھر	گدھا
گاؤ	گو	گائے
پدر	پتر	پتا
مادر	ماتر	ماتا
برادر	بھراتر	بھراتا
دختر	دُہتر	بیٹی
خسر	شوسر	سسر
ارم	آرام	باغ
ارہ	آرہ	آرا
آستان	ستھان	جگہ
آشیان	آسن	گھونسلا
بید	وید	علم
سرشت	[illegible]	نیچر
نیلوفر	[illegible]	نیلوفر
کند	کھنڈ	کھانڈ
کافور	کرپور	کافور

ادرک	آردرک	ادرک
گندم	گودھوم	گندم
نماز	جاپ	نماز
خس	کس	گھاس بیاری
خور	سور	سورج
شاخ	شاکھا	ڈالی
کبوتر	کپوت	کبوتر
کرم	کرم	کیڑا
گیسو	کیش	بال
بست	استھی	سبے
شک	شنکا	شک
چرم	چرم	چمڑا
سایہ	چھایا	سایہ
جگر	یکرت	جگر
چشم	چکشو	آنکھ
دام	دام	دام
دریا	جریا	دریا
دوغ	دُگدھ	دہی
ترس	ترس	خوف
سپید	شویت	سفید
دینار	دینار	دینار
نام	نام	نام
نر	نر	نر
تپ	تپ	تپ
رنگ	رنگ	رنگ
پشت		پرشٹ پیچھا
گشت	ششٹی	کشتی
بازو	باہو	بانہہ
مرد	مرتیہ	مرد
انگشت	انگشٹ	انگلی

تن	تنو	بدن یا تن
چہار	چتوار	چار
پنج	پنچ	پانچ
ہفت	سپت	سات
ہشت	اشٹ	آٹھ
نہ	نو	نو
دہ	دس	دس
مست	مت	مست
ہچکی	ہکا	ہچکی
ہلاہل	ہالاہل	زہر
[illegible]	[illegible]	[illegible]
تبسم	[illegible]	مسکرانا
اندک	انک	تھوڑا
کار	کاریہ	کام
انکار	نکار	انکار
ماہ	ماس	مہینہ
باد	وات	ہوا
افزون	ابھی	بڑھی
آفت	آپتی	آفت
افسوس	اپسوچ	افسوس
خشک	شُشک	خشک
نو	نو	نیا
ہفتاد	سپتتی	ستر
ہشتاد	اشیتی	اسی
دو	دُوی	دوے
صد	شت	سو
بہار	[illegible]	بہار
در	دوار	دروازہ
بارش	ورشا	بارش
بار	بھار	بھار یا بوجھ

شب	شروری	رات
مہر	مہر	سورج
گرم	گھرم	گرم
جائے	جگت	جگہ
شیر	کشیر	دودھ
آب	آپ	پانی
ناو	نو	نوکا

۲- انگریزی

از	استی	ہے
بانڈڈ	بندھ	باندھا
ڈیوائن	دیو	پرکاشمان
فیدر	پتر	پر
ویپر	واشپ	بھاپ
نسٹرل	ناسکا	ناک
مائنڈ	منس	من
ہینڈ	ہست	ہاتھ
نیول	نابھی	ناف
ہارٹ	ہردے (ہرت)	دل
تاور	چتر	چیتا
مدر	ماتر	ماتا
ڈاٹر	دہتر	بیٹی
ینگ	یون	جوان
مارٹل	مرتیہ	فانی
میوٹ	موک	گونگا
ڈیگم	دگ	نگاہ
ویلی	ولیپ	دیلی چھوٹی وادی
ون	وجی	جیتنا
ورنش	ورن	رنگ
ویسٹ	وستِرت	وسیع
کریڈل	کریڑا	کھیل
بوائے	بال	لڑکا
آکس	اکشا	بیل
کاؤ	گو	گئو
بور	وراہ	سُور
آؤل	اُلوک	اُلو
جیکال	شرگال	گیدڑ
سرپنٹ	سرپ	سانپ
ماسکیٹو	مشک	مچھر
ماؤس	موشک	چوہا
ویکیٹ	رکت	خالی کرنا
اسٹے	استھا	ٹھہرنا
کٹ	کرت	کاٹنا
رائٹ	رت	درست
نیکڈ	نگن	ننگا
نیو	نو	نیا
سینٹ	سنت	سنت
گریوٹی	گروتو	بھاری
گلیڈ	آہلاد	خوش
ٹری	ترو	درخت
ونڈ	وانچھ	اچنبھا
تھرسٹ	ترشنا	پیاس
سمائل	سمے	مسکرانا
لک	لوک	دیکھنا
لک	لیہ	چاٹ
نیم	نام	نام
فوم	فین	جھاگ
برڈن	بھار	بوجھ
وومٹ	وم	قے
سرکل	چکر	چرخ
سویٹ	سوادو	میٹھا
ٹرپ	ترپ	بس
شیڈ	چھایا	سایہ
اینڈ	انت	ختم
ٹوتھ	دانت	دانت
ٹو	دو	دو
تھری	تری	تین
سکس	شٹ	چھ
سیون	سپت	سات
ایٹ	اشٹ	آٹھ
نائن	نو	نو
ویلر	بل	طاقت
لے	لے	دے
یو	یشم	تم
وی	ویم	ہم
اس	اسمان	ہم کو
ڈال	دل	جل کیا تا
ٹون	تان	تانتا
وین	ون	خالی
ونڈ	ورت	بارش چاتی
گراس	گھاس	گھاس
کیٹلی	کنڈ	کہانڈ

(ب ۹) اسی سے گید جانور بنا ہے ؛

کیمفر	کرپور	کافور
ڈے	دوس	دن
نائٹ	نکتم	رات
سٹار	تارا	تارا
کینیٹ	وتس	بچھڑا
ڈیر	وہ	دوشالیجانا
ایٹ	اشٹ	سیدھوا
پیو	پچیہ	بچہ
ٹیم	سیم	بیگانا
ڈور	دوار	دروازہ
بوٹ	پوت	بیڑی
سیوسپل	مقش پال	ہیوسپیل
سیو	سیو	سینا
سٹینڈ	سٹھا	کھڑا ہونا
کیمل	کرامل	اونٹ
ساؤنڈ	سون	آواز
وٹ	وِد	جاننا
کیتی	ستی	کٹی
کروئل	کرود	ظالم
سویٹ	سوید	پسینہ
سٹل	ستمر	تاہم
مکس	مشر	ملانا

۴ لاطینی

لاطینی	سنسکرت	معنی
سورر	سوسا	بہن
پیٹس	پترو	بچا
سوسرو	شوشر	سسر
سوکرس	شوشرو	ساس
میٹر	ماتر	ماتا
پیٹر	پیتر	پتا
جینٹر	جنیتر	جننے والا
فریٹر	بھراتر	بھراتا
ویکس	وتس	
ووٹم	ورتم	ورتہ جمید قسم
والکن	اتکیا	تنک کا دیوتا
اکولس	اکھشی	آنکھ
سنت	سنتی	ہیں
اسٹ	استی	ہے
جنس	گیان	گیان
کیپٹ	کپال	کھوپری
ناکٹ	نکتم	رات (انگریزی نائٹ)
واس	وس	تم
مئی	میم	میرے لئے
نوبس	نس	ہمکو
ڈیو	دو	دو
جینون	ونجی	جیبیں
سیٹم	شت	سو
نامن	نامن	نام
اوڈیئر	ورلن	خوشبودار ہونا
اگنس	اگنی	آگ
انجرا	انتر	فرق
ایجیرا	اجمیر	راج کرنا
ویکو	وک	خالی کرنا
ویگور	وگ	دکھانے کا ایکا داو ہونا
ویپ	وشپ	بھاپ
واس	وس	واس کرنا
وینیٹم	وناش	زہر
وینیوس	وانش	چاہا
ویٹانڈ	وندیہ	بڑاھدہ
ویڈیو	وید	جاننا
ویگور	بل	طاقت
ویر	ویر	قادر تند
ڈیوا	دیوی	دیوتا
ووکا	وکسا	گائے
وڈیس	ونٹی	چھڑی
جینو	جانو	زانو
ڈینٹس	دنت	دانت
نیس	ناس	ناک
ڈیس	دن	کھولنا
ڈالو	دل	توڑ کھانا
ویسٹ	وسترت	وسیع
ویٹس	ویدیکا	رشی-منی
	ودیا	گیان
ولیکس	وکش	تیز
ولس	بال	بال

۵ گریک

جنیس	جنان	گیان
کیپیل	کپال	کھوپری
نائکٹس	نکتم	راتری
انومس	ونا	نام دینا
ایوس	اوشا	تڑکا

۵۹) سنسکرت میں گیان کا لفظ اصلی جنان ہے جس جنس کا اشتقاق بالکل صحیح ہے ۵۹) انگریزی (۱ ...

پدر	پتر	پتا
برقی	[illegible]	رنگ
خواہر	[illegible]	بہن
فرد	[illegible]	[illegible]
استاد	[illegible]	[illegible]
[illegible]	دام	دام
پل	پل	پُل
پدر	پاتر	ماں

عربی

ذات	جاتی	زات
اُمّ	امبا	ماں
ارض	[illegible]	دھرتی
عرب	[illegible]	گھوڑوں کیلئے مشہور
عدن	اُدیان	باغ

آدم	آدم	اکیلی [illegible]
یوم	ایام	ایام
نماز	نمس	نمسکار (جھکنا)
دُعا	دوس	پرارتھنا
الہ	[illegible]	جو پوجا جاوے
انتقال	انتکال	آخری وقت

فرانسیسی

کوئی	کو	کون
ڈونر	دان	دان
ویچ	ورتی	بھیڑیا (پھاڑ کھانے والا)
دل	دلی	[illegible] (۱۰۱)
واسٹ	[illegible]	[illegible]
وسیل	واسالیہ	جس میں کچھ واس کرے

اسی طرح روسی زبان میں [illegible] کچھ ہیں یا سنسکرت [illegible] وہ سنسکرت کے [illegible] ویدانت درشن کا بیان کیا [illegible]

[illegible] ॥

२१३ ॥ اس [illegible]

[illegible] کے [illegible] سب [illegible] میں [illegible]

[illegible]

[illegible] ॥ २१९ ॥

۱۰۱. ایشور اور اسکی صفات

اس جہان کے بنانے والے پر اعتقاد کسی نہ کسی صورت میں تمام مذاہب میں ہے اگرچہ بودھ یا ناستک لوگوں کو اس سے منکر کہا جاتا ہے لیکن قطعاً [illegible] آج تک ایشور کی ہستی کے متعلق انہوں نے بھی نہیں دیا بلکہ تو صاف طور پر ذہن و چار دل کو اپنی پہونچ سے باہر جانتا تھا اور دنیا و دھرم کے پرچار کی دُھن میں کسی مضمون کیلئے اپنا دماغ لگانا ہی گوارا نہ کرتا تھا۔ جبکہ دوسرے ناستک لوگ بھی فورس (شکتی) یا اور ناموں سے ایک خاص ہستی پر بشواس رکھتے ہوئے ظاہر ہوتے ہیں . . . اسکی صفات کو آستک لوگ ایشور میں مانتے ہیں۔ ناستک اپنی عقل اور پہونچ کے مطابق ان میں سے کچھ صفات کسی نہ کسی پدارتھ میں تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جیسے کہ مشہور ناستک ہربرٹ سپنسر تمام نظام عالم کا آدھار ایک خاص طاقت پر قرار دیتا ہے (۱۰۲) Agnostic لوگ ناستکوں کے ہی بھائی جو یہ پرچار کرتے ہیں کہ ایشور کے رشتے میں نہ ہستی کا فیصلہ دیا جا سکتا ہے نہ نیستی کا یا یہ کہ وہ ناستی ہے لیکن اس کے رشتے میں کچھ . . . کہہ نہیں سکتے

۱۰۲. دیباچہ فرسٹ پرنسپلز

یہ گویا زبردست شہادت دے رہے ہیں کہ ناستکوں کی دلائل باوجود روحانی تعلیم در پیش کے بھی انہیں اطمینان نہیں دیتیں۔ اس طرح تمام خدا جب تک یہ لامذہبین بھی ایشوری ہستی کا اقبال ایشور کے رشتے میں محض اتفاقی رائے ظاہر کرتی ہے۔ ویدوں میں ایشور کی صفات ان کے متعلق ایک دو کا ذکر اشارتاً بیان کیا جاتا ہے وید کے مشہور منتر اتھروا وید میں ایشور کو ہمہ گیر، حاضر ناظر اور تمام جہان میں موجود بتایا گیا ہے +

رگ وید میں کہا گیا ہے برف سے ڈھکے ہوئے پربت جس کی بزرگی سے ظاہر ہوا سمندر جس پرماتما کی مہانتا کو بیان کرتے ہیں اور یہ وسعت رکھنے والی دشائیں گویا اس کے بھجائیں اس کو دیا ہوا ایشور کی ہم بھکتی کرتے ہیں جس نے لوکوں کا نظام درست رکھا۔ پانی کو اپنے آدھار پر قائم رکھا ہے جس نے سورج کو اور آکاش منڈل (کرۂ سماوی) اور روشن (طبقات بالا) کو سنبھال کر رکھا ہے جو تمام آکاش میں اپنے آتمک بل سے بھرپور ہے ہم اسی پرماتما کی بھکتی کرتے ہیں (۱۰۲)

اسی طرح اتھروید میں لکھا ہے۔ عالم اعلیٰ ورن سب سے اعلیٰ اور بزرگ ایشور سب دیکھ رہا ہے گویا وہ نزدیک ہے۔ اگر کوئی انسان کھڑا ہوتا ہے یا چلتا ہے یا چھپتا ہے یا بیٹھ کر جاتا ہے یا اٹھتا ہے یا اگر دو آدمی آپس میں سرگوشی کرتے ہیں ورن راجہ اسے جانتا ہے وہ تیسرا وہاں موجود ہے۔

یہ زمین بھی راجہ ورن کی ہے اور یہ طبقات بالا بھی جن کے کنارے ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر ہیں یعنی سورج لوک آکاش سمندر دی ورن کی کوکھ ہیں اور وہ پانی کے اس چھوٹے قطرے میں بھی ہے (۱۰۴)

ان منتروں کے ساتھ بائبل کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

اے قوم کے بیوقوفو سمجھو اے جاہلو تم ہوشیار رہو۔ وہ جس نے کان لگایا۔ کیا نہیں سنتا وہ جس نے آنکھ بنائی کیا نہیں دیکھتا وہ جو قوموں کو تنبیہ دیتا ہے کیا وہ سزا نہ دیگا وہ جو انسان کو دانش سکھاتا ہے کیا وہ واقفیت نہ رکھتا ہوگا۔ خداوند انسان کے خیالات کو جانتا ہے کہ وہ باطل ہیں (۱۰۵)

اور پھر تیری روح سے میں کدھر جاؤں اور تیری حضوری سے میں کہاں بھاگوں اگر میں آسمان کے اوپر چڑھ جاؤں تو تو وہاں ہے اگر میں پاتال میں اپنا بچھونا بچھاؤں تو دیکھ تو

---

(۱۰۲) यस्येमे हिमवन्तो महित्वा यस्य समुद्रं रसया सहाहुः। यस्येमाः प्रदिशो यस्य बाहू कस्मै देवाय हविषा विधेम। येन द्यौरुग्रा पृथिवी च दृळ्हा येन स्वः स्तभितं येन नाकः। यो अन्तरिक्षे रजसो विमानः कस्मै देवाय हविषा विधेम॥

(۱۰۴) बृहन्नेषामधिष्ठाता अन्तिकादिव पश्यति। य स्तायन्मन्यते चरन्त्सर्वं देवा इदं विदुः॥ यस्तिष्ठति चरति यश्च वञ्चति यो निलायं चरति यः प्रतङ्कम्। द्वौ संनिषद्य यन्मन्त्रयेते राजा तद्वेद वरुणस्तृतीयः॥

ان منتروں کا ترجمہ پروفیسر میکس مولر والا لکھا گیا ہے جو ایشور کی سرو دیاپکتا کو پورے طور پر ظاہر کرتا ہے۔

(۱۰۵) زبور ۹۴ آیت ۸ تا ۱۱

وہاں بھی ہے اگر میں صبح کے پنکھ لے کے بیں سمندر کی انتہا میں جا رہوں تو وہاں بھی تیرا ہاتھ مجھے لے چلے گا - اور تیرا داہنا ہاتھ مجھے سنبھالے گا۔ اگر میں کہوں کہ یقیناً تاریکی تو مجھے چھپا لیگی تب رات بھی میرے گرد روشنی ہو جائیگی۔ یقیناً تاریکی تیرے سامنے تیرگی نہیں پیدا کرتی بلکہ رات دن کی مانند روشن ہے۔ تاریکی اور روشنی دونوں یکساں ہیں ۔ (۱۰۶)

اور دیکھئے خداوند یوں فرماتا ہے کہ آسمان میرا تخت ہے اور زمین میرے پاؤں رکھنے کی چوکی۔ وہ گھر کہاں ہے کہ جسے تم میرے واسطے بناؤ گے اور میری آرامگاہ کہاں ہے کیونکہ یہ سب چیزیں تو میرے ہاتھ نے بنائیں اور یہ سب موجود ہوئی ہیں ۔ (۱۰۷)

ان الفاظ کے مقابلے میں قرآن کا بیان دیکھئے۔

اور اللہ کا ہی ہے پورب اور پچھم تو جہاں کہیں منہ کرو ادھر ہی کو اللہ کا سامنا ہے بے شک اللہ بڑی گنجائش والا (سب میں) بسا ہوا اور سب کچھ جانتا ہے (۱۰۸)

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ادل بدل میں اور جہازوں میں جو سمندر میں چلتے ہیں اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرے پیچھے پھر زندہ کرتا ہے اور ہر قسم کے جانور میں جو اس نے روئے زمین پر پھیلائے ہیں اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں ہیں (۱۰۹)

اور تمہارا معبود خدائے واحد ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور لوگ اللہ کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے مگر وہ جتنی چاہے۔ اس کی کرسی آسمان زمین پر پھیلی ہوئی ہے

آسمان و زمین کی حفاظت اس پر گراں نہیں وہ عالیشان عظمت والا ہے (۱۱۰)

بے شک اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ وہی ہے جو ماں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے صورتیں بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا (۱۱۱)

خدا باطن اور ظاہر دونوں کا یکساں جاننے والا ہے۔ جو شخص چپکے سے کوئی بات کہے اور جو شخص پکار کے کہے اس کے نزدیک دونوں برابر۔ اور جو رات کے وقت چھپا اور جو دن دہاڑے چلتا پھرتا ہے اس کے نزدیک سب برابر (۱۱۲)

پھر سورۃ انعام آیت ۱۰۲ میں لکھا ہے یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت کرو وہی ہر چیز کا نگہبان ہے نظریں تو اس کو معلوم نہیں کر سکتیں اور وہ نظروں کو خوب جانتا ہے اور وہ بڑا باریک بین

(۱۰۶) زبور ۱۳۹: ۷ تا ۱۲ (۱۰۷) یسعیاہ باب ۶۶ آیت ۱، ۲ (۱۰۸) سورۃ بقرہ آیت ۱۱۵ (۱۰۹) سورۃ بقرہ آیت ۱۶۴
(۱۱۰) بقرہ ۲۵۵ (۱۱۱) سورۃ آل عمران آیت ۵، ۶ (۱۱۲) سورۃ رعد آیت ۹، ۱۰

باخبر ہے۔ طوالت کے خوف سے تمام اور حوالہ جات کو اور اُن کی زیادہ تشریح کو چھوڑ کر پورا مختصر اس قدر کہنا کافی ہے کہ فی الحقیقت ان مذہب میں بھی وید کی طرح ایشور کو سرو ویاپک اور سرو شکتی مان و کرموں کا پھل داتا بھی کہا گیا ہے وہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ ہر جگہ موجود ہے نظر دل کے اندر بھی اسی طرح جیسے وید میں سہسر شیرشا وغیرہ منتر ہے یا جس طرح ایشور کے سرو ویاپک ہونے کو ایک وراٹ سوروپی جسم فرض کر کے سورج چاند۔ آکاش پرتھوی وغیرہ کو اس کے انگ بتایا جاتا ہے اُسی طرح آسمان اور زمین تک اُس کی کرسی کہی گئی کہیں آسمان اس کا سر اور زمین پاؤں کہا گیا۔ یہ درحقیقت تمام عقلمندوں کے نزدیک ایک ہی قسم کے پر پچھے دنیا میں چلے آنے کا ثبوت ہے۔

ایسے ہی وید اُپنشد آدی میں جو یہ آتا ہے کہ ایشور نراکار ہے یا یہ کہ اس کے آنکھ۔ کان۔ ہاتھ وغیرہ نہیں مگر وہ سب کو دیکھتا و پکڑتا ہے (۱۳)۔

بجنسہ یہ مضمون بائبل و قرآن میں ہیں۔ اسلام کا فرقہ ناجیہ کہتا ہے کہ پروردگار عالم نہ جسم ہے۔ یعنی طول و عرض و عمق نہیں رکھتا۔ اور نہ جوہر یعنی جز لا یتجزیٰ ہے جس سے جسم بنتا ہے اور نہ عرض ہے کہ قائم بالغیر ہو۔ جیسے رنگ و بو۔ اور نہ صورت رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو مکان و محتاج طرف ضرور ہوگا اور یہ محال ہے اور نہ مرکب ہے یعنی اس کی ذات کے واسطے نہ اجزاء ترکیبی ہیں کہ کئی چیزوں سے مل کر بنی ہو۔ اور نہ اجزاء تحلیلی کہ اس کی ذات کا نصف و ربع وغیرہ ہو سکے کیونکہ اگر مرکب ہو تو محتاج ہوگا اجزا کی طرف اور محتاج ممکن ہوتا ہے واجب نہیں اور نہ معدود ہے کہ اس کو گن سکتے ہیں اس لئے کہ وہ ایک ہے اور ایک عدد میں داخل نہیں اور نہ محدود ہے کہ حد و نہایت رکھتا ہو۔ اس لئے کہ طول و نہایت اس کی صفت ہے جس کا حصر و انتہا ہو سکے جیسے نقطہ خط کی حد ہے اور خط سطح کی اور سطح جسم کی اور نہ کسی طرف ہے یعنی کہ اوپر ہے نہ نیچے نہ آگے ہے نہ پیچھے نہ دائیں ہے نہ بائیں اور نہ کسی مکان میں ہے کیونکہ اگر کسی مکان میں ہو تو ضرور اس کا محتاج ہوگا اور ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے اور نہ عرض لہٰذا مکان میں نہ ہوگا۔ اور نہ کسی زمانہ میں ہے یعنی زمانہ شامل اور محیط اس کا نہیں کیونکہ جب زمانہ نہ تھا تب بھی وہ موجود تھا اور اب کہ زمانہ ہے اب بھی موجود ہے مثلاً یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا لاکھ برس کا یا ہزار برس کا ہوا۔ الغرض اس کی ذات صفات میں مثل و مانند نہیں اور نہ کوئی اس کا شریک ہے وجوب وجود اور مستحق عبادت اور پیدائش و تدبیر میں اور نہ کوئی اس کا مخالف ہے ہم جنس یا غیر جنس سے۔ اور نہ کوئی اس کے کاموں میں معین و مددگار ہے (۱۴)

---

(۱۳) स पर्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं शुद्धमपापविद्धम् कविर्मनीषी परिभूः स्वयम्भूर्याथातथ्यतोऽर्थान् इत्यादि यजु॰ अ॰ ४० मं॰ ८ ॥

(۱۴) مذاہب اسلام صفحہ ۱۶۔

بالخصوص قرآن کی ان تمام آیتوں میں اور انجیل کے تمام بیانوں میں جو ایشور کے ساتھ سمت، ساق وغیرہ کا ذکر ہے اس کے اندرونی معنے اور ہی نکالا ہے۔ جس سے خدا کو بے جسم کہا جاتا ہے اور حاضر و ناظر و ہر جا موجود۔ دیدار خدا کے متعلق علماء میں بحث ہوتی ہے تو صفت اختلاف … ہوتا ہے کہ اس غیر جسم کا نظر آنا کب ممکن ہے۔ اس دیدار کے دو معنے کیے جاتے ہیں (۱) عقل … کا گیان ہونا (۲) قیامت کو خدا کا کوئی خاص صورت اختیار کر کے مسلمانوں کو دیدار دینا۔ ان دو کے علاوہ کچھ اور مطلب ہوتا یہاں اس پر بھی لایا جاتا ہے۔ (۱۱۵)

لیکن تمام بے تعصب عالم خیالی صورت کے حق میں ہیں۔

چنانچہ ذیل کے فقرات سے یہ مطلب صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حق یہ ہے کہ رویت کے لئے جو شرائط مثلاً کیف، وجہت و مکان و صورت و مقابلہ و قرب و بعد مسافت وغیرہ قرار دیئے ہیں یہ سب شرائط عادی ہیں۔ تمام اقسام جو اس میں ہو اس کے لئے جو چند باتیں بطور عادت کے مقرر ہو گئی ہیں ہم نے ان کو شرائط و لوازم مان لیا ہے اور یہ جان لیا ہے کہ جو اس کا نام بغیر ان کے نہیں نکل سکتا۔ درحقیقت بجز وجود مرئی و مرئی کے کوئی اور شرط نہیں ہے اگر یہ شرطیں رویت کے لئے لازمی ٹھیریں تو چاہیئے کہ رویت الٰہی سے نسبت … کے بھی انکار کریں کہ حق تعالیٰ جہات سے منزہ ہے اور انعکاس شعاع و … متوسط کا رائی و مرئی کے درمیان متصور نہیں یہ شرائط تو ہم اجسام متعارف اور اعراض اجسام کے لئے ہیں نہ اس ذات کے لئے جو مادہ سے بالکل بری ہو اور لا تدرکہ الابصار یعنے اس کو نہیں ادراک کرتیں آنکھیں اس سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ ادراک شے کی حقیقت کے جاننے کو کہتے ہیں۔ (۱۱۶)

اسلام کے فرقہ جہمیہ کی بابت روایت ہے کہ اس کے بانی جہم سے بعض لوگوں نے دریافت کیا کہ جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو اس کا وصف اور حال بیان کرو تو اپنے مکان میں گھس گیا اور عرصہ تک نہ نکلا۔ پھر نکل کر کہا کہ

اللہ ہر چیز کے ساتھ ہے اور ہر چیز میں ہے اور اس سے کوئی چیز خالی نہیں ہے (۱۱۷)

اس مضمون پر زیادہ اور بھی لکھا جا سکتا ہے اس لئے اسی پر اکتفا کر کے میں امید کرتا ہوں کہ چند اشارات سے کافی پتہ لگ جائیگا کہ ایشور کا سرو شکتیمان سرو ویاپک انتریامی قیوم عالم کل پاک وغیرہ وغیرہ صفات سے موصوف ہونے کا خیال اندرونی طور پر تمام مذاہب میں ہے۔ یہی امر اس سے پہلے مضمون سے ظاہر ہو سکتا ہے جس میں ایک فہرست خدا کے ناموں کی دیگر تمام مذاہب میں مطابقت جتائی گئی تھی۔

(۱۱۵) … حسن العقیدہ شاہ ولی اللہ … (۱۱۶) … مذاہب الاسلام صفحہ ۲۲۳ … (۱۱۷) … صفحہ ۱۰۰

۱۲) متفرق مضامین ۱۔ پل صراط - دھرم کی اوستھا ویدک شکشا میں
انتہائی جاتی ہے۔ دھرم کو صاف اور سیدھا مارگ کہا جاتا ہے۔ اچھے پرشوں کا سوبھاوک
بھلائی نیکی کا ہوتا ہے۔ انہیں اس راہ نیک پر چلنا بالکل آسان اور معمولی بات ہے لیکن
جو لوگ دنیا کے وشیوں میں غلطان، رشوت جھوٹ فریب شراب کباب جیسا ریں مست
ہیں۔ اُن کو خواب میں بھی دھارمک پرشوں کی گتی کا خیال نہیں آ سکتا۔ پرہیزگار ہونا
ان کے لئے از حد کٹھن ہے تبھی وید کہتا ہے کہ ستیہ کا منہ مادی چمکدار چیزوں کے پردے
سے ڈھک جاتا ہے۔ (۱۱۸) انہی لوگوں کے لئے دھرم کا مارگ نہایت دشوار ہے کیونکہ
وہ اس پر ہرگز چل نہیں سکتے اور اگر چلیں بھی تو فوراً گر جاتے ہیں۔ ایسے ہی قرآن انجیل
میں آدم کا باغ جنت سے نکالا جانا سمجھو کیونکہ وہ پہلے نیکی پر رہی پھر خواہش کے پھلوں میں
مستغرق ہو گیا۔ اس کا ارتھ یہ ہو سکتا ہے کہ پاپیوں کو دھرم مارگ سے گرا دیا اور پاپیوں
میں ہی رہ کر دکھوں کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ اسے ہی گیتا میں کہا گیا کہ دھرم کا راستہ
تلوار کی دھار ہے۔ اسے ہی عیسائی اور مسلمانوں میں پل صراط نام ملا۔ جس سے
نیک اعمال تو اس طرح گزر جاتے ہیں کہ انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا کوئی پل تھا۔
لیکن بد اعمال لوگ اس سے اگر کٹ کٹ کر گرتے اور دوزخ کی آگ میں جلتے اور جلتے
ہیں یعنی انواع و اقسام کے دکھ دنیا میں ہو گئے ہیں۔ یہودی بھی ایسا پل تسلیم کرتے تھے
اسے زرتشتی لوگ بھی چینود پل کہتے ہیں۔

(۱۳) کون فیکون - یہ بات مجبی جاتی ہے کہ خدا نے کن کہا اور دنیا ہو گئی ظاہر
حالت میں ناممکن ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی انجیل و قرآن میں چھ دنوں میں بننا
کو کہا گیا۔ در حقیقت ویدک سدھانت ہے کہ ایشور کو اپنی پورن سامرتھ سے سنسار رچنے
میں کچھ بھی پریشرم نہیں کرنا پڑتا اس کے لئے دنیا کا بنانا ایسا ہے جیسے انسان شواس
پرشواس آسانی سے لیتا ہے۔ اسی سہج اور آسان ہونے کے مقصد کاروں نے دوسری
زبانوں میں کن فیکون کا طرز بیان اختیار کیا۔ حقیقت میں آشا ایک ہی تھا۔

(۱۴) بسم اللہ وغیرہ۔ وید میں ہدایت ہے کہ ہر کام کرتے ہوئے شانتی ہے
رہو اور یہ جانو کہ جو تمہارے کرموں کا ساکشی ہے اور اس کے احکام کو یاد رکھو ہر وید
منتر کے پاٹھ کے ساتھ پہلے اوم کا کہنا ضروری ہے اور سندھیا میں اسی طرح ہدایت ہے کہ
اوم شم شانتی۔ شانتی۔ ہر شنبہ۔۔ پرستی کر زمرہان فرا رہے وژن کہو فارسی میں اسے
بنام خدا بخشا بندہ بخشائندہ دربان وادگر۔ اسی کو اسلام میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی
صورت عربی زبان نے دی۔ بنام جہاں اعداء بنول آفرید کہا ہے۔

(۱۱۸) हिरण्मयेन पात्रेण सत्यस्यापिहितं मुखम् । तत्त्वं पूषन्नपावृणु
सत्यधर्माय दृष्टये ॥

۴۔ نماز - یہ لفظ درحقیقت نمسکار سے بنا ہوا ہے منہ کے بگڑنے و ڈھنگ کا اس سے تبدیلی
ہو کر نمس و حرکت کی درازی کے بعد نمس کر سے بدل کر نماز بن گیا ہے اس قاعدہ کی تبدیلی
ان زبانوں میں عام ہے جیسے کہ انگریزی وغیرہ میں بھی - س - ز کی آواز دیتا ہے پس تمام
زبانوں کے مذہبوں میں اس لفظ کا ہونا اس طریق عبادت کی خاص حد تک مطابقت
کا ثبوت ہے معنے نمسکار کے جھکنے اور نمسکار کرنا وغیرہ ہیں یہی آشنا ہے عیسائی مسلمان
لیتے ہیں بعض صورتوں میں فرق صرف اس قدر ہو گیا ہے کہ جہاں روح کا اپنے اندر موجود
خدا کے دھیان میں تر ہو جانے سے مگن ہونا مقصود تھا وہاں مسلمانوں میں محض جسم
کو جھکانا اور خاص طریق کا اٹھنے بیٹھنے کا بیرونی عمل کرنا اس کا مظہر رہ گیا ہے اور وضو
رکوع سجود وغیرہ کتنے ہی رکن نماز کے لئے لازمی قرار دئے گئے ہیں اور ویدوں میں ایشور کی
محض حضوری قلب اور ایشور کے گنوں کا دھیان اور یکسوئی سے پکار کرنا اپنے من میں
مفہوم ہے اور یہی سچی عبادت میں ہر کہیں مقصود ہو سکتا ہے۔ لیکن مسلمانوں میں اس
وقت ۱۰۳ (فرائض نماز ۱۴ - واجبات ۱۹ سنتیں ۳۳ مستحبات ۳۲) ارکان کے
علاوہ مفسدات نماز ۶۷ مکروہات ۱۹۰ گویا کل تین سو چھتیس رکن ہیں جن پر اسلام
میں بہت اختلاف رائے ہے یا طبیعت تو تاویل بھی لفظ نماز کی ویدک سدھانت کے
انکول کرتا ہے مگر مولوی محمد حسین صاحب انجینئر کے الفاظ جو کہ بعد ایک طویل اور
معقول و مدلل بحث کے لکھے گئے ہیں خاص غور کے مستحق ہیں وہ کہتے ہیں نماز کے لئے
اصل اسلام (قرآن) نے صرف ایک ہی فرض توجہ الی اللہ کو لازمی اور اصل رکن نماز
قرار دیا ہے۔ اعراف کے آخری رکوع میں جو معاون نماز قرآنی مضامین (یا مضمون)
رکوع اور سجود بھی قائم ہو سکتے ہیں مگر اصل رکن نماز وہی توجہ الی اللہ رہتا ہے جو کہ
کیسے ہی مرض لاچاری انتہائی بیماری کی ... حالت میں بھی ساقط نہیں ہوتا ہے بخلاف
مضمون قرآنی رکوع اور سجود کے جو مجبوری کے سبب ساقط ہو جاتے ہیں مگر
فرض توجہ الی اللہ جو کھڑے بیٹھے چلتے پھرتے لیٹے اٹھتے ہر قسم کی سواری کی حالت میں
بھی گو کیسی ہی بیماری ناچاری مجبوری کی حالت ہو تو بھی بآسانی ادا ہو سکتا ہے اس
لئے وہ قائم رہتا ہے۔ پس اس کا ہر حالت میں قائم رہنا اس کے اصل رکن ہونے پر
دال ہے۔

ہاں توجہ الی اللہ بغیر کسی پاکیزہ مستحضر خیال ذات یا صفات باری تعالیٰ زیر توجہ
رکھنے کے یا کوئی مضمون متعلق صفات یا ذات باری زیر غور رہنے کے غیر ممکن ہے اور
توجہ الی اللہ جز ہے حضوری قلب حاصل ہونے کی جس کے بغیر گویا نماز نہیں ہوتی ہے۔
افسوس بجائے اس ایک فرض یا رکن نماز توجہ الی اللہ کے اب علاوہ مسلمانوں میں
رائج مذہب ابو حنیفہ ارکان نماز ایک سو تین ہیں جن میں اصل رکن نماز توجہ

الی اللہ کا واحد ذکر کیا گیا تک نہیں ہے۔

نجم کا مقام ہے کہ اصل اسلام کے اس دعوے (دعوہ) کے مطابق کہ یہ دین سب دینوں سے مکمل ہے یہ ایک کتنی توجہ الی اللہ والی نماز ہے۔ یا ایک سو تین ارکان والی نماز اسلام کی نماز ہے۔ یہ کا جب صدقی زردشتا ایک طرف دھیان سے یکجہتی اور خوبی پیدا ہوتی ہے بھلا کس منہ سے ملا ن اسلام اپنے مذہب کو آسان کہہ سکتا ہے جبکہ اس نے اس طرح ایک کی ایک سو تین بنا کر ایسی لاکھوں دشواریاں خود ہی بنا رکھی ہوں" (۱۹)

مولوی صاحب نے بیشمار آیتیں دی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں بالکل شرک کو دخل نہیں۔ خاص خدا کی خالص عبادت کے لئے تاکید ہے اور ساتھ ہی اسلام کو سہل اور آسان طریق ہونے کا فخر ہونے سے بھی اس میں اتنے ارکان سے پیچیدگی والی سخت مخالفت اصل مدعا کی ہے۔ آخر اس کل بیان سے ان کی توجہ کہ کیسو کر کے ایشور کے گنوں کا اپنے اندر دھیان کرتا وید کی سکھشا کے مطابق قرآنی تعلیم کو بتاتا ہے تاہم زردشتیوں کی نقل سے نماز کا اٹھنے بیٹھنے کا طریق ہوتے ہوئے اسلام میں پہنچ گیا اور ساتھ ہیں بالکل وہی تشریح لکھی ہے جو آج مسلمانوں کے عمل میں ہے

وید انوکول سندھیا کے دو وقت ہیں۔ اگرچہ دھرم آتما لوگوں کا ہر کام ہی وید انوکول کرتے ہیں۔ یہی عبادت ہر وقت کی ہے تاہم انوکول صبح اور شام کی سندھیا ہی لازمی ہے۔ یہی بائبل میں بار بار کہا ہے۔

خداوند کا شکر کرنا۔ اور تیرے نام کی ستائش کے گیت گانا ہے حق تعالیٰ بھلا ہے صبح کو تیری شفقت کا اور رات کو تیری وفاداری کا تذکرہ۔ (۲۰)

قرآن میں کہا ہے اور (وہ چراغ جو خدا کے) ایسے گھروں یعنی عبادت گاہوں میں روشن کیا جاتا ہے جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی عظمت کی جائے اور ان میں خدا کا نام لیا جائے صبح و شام۔ (۲۱)

اسی طرح ہر کہیں دو وقت صبح و شام عبادت کا ذکر ہے نماز کے متعلق قرآن میں کل ۱۴۹ آیتیں ہیں جن میں سے صرف ۱۳ کی بنا پانچ وقت کی نماز رکھی جاتی ہے باقی ۱۸ آیتوں میں دو وقت کا حکم ہے۔ آیتوں کی اس قدر بھاری کثرت رائے سے قریباً اتفاق رائے کا درجہ پائی ہوئی قرآن سے قطعی فیصلہ دو وقت کی نماز کا دیتی ہے مولانا محمد حسین صاحب کہتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز بڑی بھاری سخت گیری ہے اس سے ظہر و عصر کی نماز تو عموماً کام کاج والوں یا دفتروں کے ملازموں کو قضا کرنی پڑتی ہے یا اس سے سرکاری وقت کی

(۱۹) رسالہ اتحاد مذہب عالم جلد ۱ نمبر ۶ صفحہ ۳۵ - ۴۰ | (۲۰) زبور ۹۲ آیت ۱-۲۔

(۲۱) سورہ نور آیت ۳۶۔

چونکہ چوبیس گھنٹے مصروف رہتے ہیں۔ مولانا صاحب کہتے ہیں کہ اصول تمام وقت کے لئے دو دفعہ کی نماز کا ہے پانچ وقت کا ذکر بعض ان لوگوں سے مخصوص ہو سکتا ہے جو دنیا سے فارغ ہیں اور پورے خدا پرست اُن کے الفاظ یہ ہیں (زکوٰۃ) سے صرف آن قلیل خاص متقی لوگوں (جو جسم کے لئے ذریعے فراغت پا کر مستغنی ہو چکے ہیں جو اپنی بقیہ عمر یا طلبائے کتب دینی تلقین مذہبی یا صرف یاد الٰہی میں کاٹنا چاہتے ہیں)۔ کہ جن کو سوائے یاد الٰہی کے اور کوئی دنیوی مشغلہ (کاروبار) مرغوب نہیں مخصوص کر سکتا ہے۔ نہ کہ ساری دنیا کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا۔ یا سب وہاں پانچ تیسری نہیں ہو سکتے" (۱۲۲)

۵ انسانی تقسیم سویدیہ میں کل انسانوں کا ایک منش جاتی برہمن، کھتری، ویش، شودر نام کے چار ورن Division of Labour کام بانٹنے کے اصول پر تمام کئے گئے ہیں۔ (۱۲۳)۔

ہندوؤں میں ذات پات کی تقسیم جہالت کا نتیجہ ہے فی الحقیقت کل اتفاق ورن ویوستھا پر تمام پورانکوں کا بھی ہے۔ جہاں گن کرم سوبھاؤ کے مطابق ورنوں کا ودھکار وید میں ملتا ہے پوران میں بھی یہی فتویٰ دیا جاتا ہے کہ

" شریر (جسم) کے لحاظ سے منش جاتی میں بھید نہیں۔ محض کرم کی شکتی کے ذریعے سے انسانوں میں ذات کا فرق ہے۔" (۱۲۴)

منو میں تو صاف حکم ہے کہ برہمن شودر ہو سکتا ہے اور شودر برہمن اسی طرح کھتری ویش آدمی سب دو یا آدمی گنوں کے کارن بدلتے رہتے ہیں۔ (۱۲۵)

جس طرح یجروید میں پہلے سوال کیا گیا ہے اور دوسرے منتر میں جواب دیا گیا ہے۔ اسی طرح ژند کے ایک منتر میں سوال و جواب کے پیرایہ میں چار ذاتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱۲۶)

(۱) پروہت (۲) رتھ کا سوار (فوج کا سردار) (۳) زمین کی باقاعدہ کاشت کرنیوالا۔ اور (۴) پیشہ ور...... زندگی کی یہ حالتیں اور جماعتیں ہیں جو کہ انکی توجہ کے قابل ہیں اور جو مذہبی فرائض کو پورا کرتی ہیں اور جن کے کاموں کے ذریعہ سے

---

(۱۲۲) سالہ اتحاد مذہب عالم صفحہ ۱۰ (۱۲۳)
ब्राह्मणोऽस्य मुखमासीद्बाहू राजन्यः कृतः।
ऊरू तदस्य यद्वैश्यः पद्भ्यां शूद्रो अजायत॥
یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۱۱

(۱۲۵) منو ۱۰۔۶۵
शूद्रो ब्राह्मणतामेति ब्राह्मणश्चैति शूद्रताम्।
क्षत्रियाज्जातमेवं तु विद्याद्वैश्यात्तथैव च॥ मनु १०। ६५॥

(۱۲۴) بھوشیہ پران
[illegible] जातिभेदो [illegible] दृष्टिनाम् कार्य [illegible]
निमित्तं संकेतः कृतो भवेत्॥ भविष्यपुराण अ० ४० श्लो० ३४

(۱۲۶) ژند اوستا حصہ سوم یشنا ژند ۱۹ -

سوسائٹی کی بھی ترقی کرتی ہے
اس کے بعد ہے نام بدل گئے ۔ لیکن ان کی تشریح اور معنے یہی رہے اور یہیں گن کرم پر بنیاد قائم کی گئی ہے ۔

مفصل تشریح کے سرچشمہ مذاہب میں دی گئی ہے جہاں تین ورنوں دیجوں کا ویدک دھرم کے مانند گمو پوریت لینا بھی ثابت کیا گیا اور نام زند میں ا سے کشتی دیا گیا ہے ۔ یہودیوں میں بھی یہی چار ذاتیں ہیں اور ایشیا کی دھرمی سرچشمہ ہیں ۔ مصریوں میں بھی یہ چار ذاتیں تسلیم کی گئی ہیں ۔ (۱۲۷)

عیسائیوں میں پادری ۔ حکمران لوگ یعنی بادشاہ پارلیمنٹ وغیرہ اور جنگسوار ٹریڈرس مزدور پیشہ لوگ ۔ موٹی تقسیم سے چار حصے گنے جاتے ہیں ۔ اسی طرح مسلمانوں میں بھی (۱) علما مولوی (۲) قاضی وغیرہ (۳) تجار و کاشتکار اور (۴) کمین لوگ ہیں

اوپر کے مضامین میں بعض تشریحات

۳ ۔ تحقیقات بالا پر سرسری نظر

سے کسی کا اختلاف ہو سکتا ہے مثلاً میں نے اہر من کی اصلیت اہرمن ظاہر کیا لیکن بعض بھائیوں نے اسے انگرا مینو کہا ہے ۔ تاہم اصل مدعا دونوں طرح سے ایک ہی نکلتا ہے ۔ یعنی ایک ہی وید دھرم کے پیچھے اصولوں کا تمام مذاہب میں دیا جانا ۔ یہ بھی واضح رہے کہ میں نے بعض جگہ طوالت کے خوف سے کئی ضروری باتیں بھی چھوڑ دی ہیں بعض امور کا ابھی آریہ پرشوں کی تحقیقات کی کمی سے کھوج نہیں نکالا یا کہا جا سکتا ہے کہ کئی بیسے اصول بعض ادیان مذاہب کی توجہ یا ذکر افکار میں آئے ہی نہیں اس لئے اپنی مسلکہ کتب میں وہ انہیں درج ہی کر سکے ۔

معراج کے متعلق جہاں ہندوؤں کے ہاں جنت ۔ اور مسلمانوں کے کرنا کاتبین کا ذکر بالکل مشابہ تھا ۔ وہاں زند اوستا میں بھی جبرائیل سروش دو فرشتوں اور اعمال کے تولنے کا انہیں کی طرح بیان موجود ہے ۔ اسی طرح فردوس اور دوزخ کا ملنا بھی نیک و بد اعمال کے مطابق لکھا ہے ۔ لیکن حقیقی مطلب ان میں کل پورا انصاف ہونے اور کرم پھل ملنے سے ہے ۔

دھرم آباد میں لکھا ہے کہ بہشت کا سب سے نچلا درجہ وہ ہے جس کے رہنے والے اس دنیا کے تمام حظوظ اٹھائیں گے ۔ یعنی حور و غلمان گوشت و شراب ۔ سامان و بستر ۔ سامان آرائش اور دیگر اشیاء جو یہاں نہیں گنائی جا سکتیں (۱۲۸) اس سے یہ پتہ چلتا ہے ۔ کہ دنیاوی وشئے بھوگ کو جو وید دھرم میں کمشن بند

(۱۲۷) ایشیا کی دھرمی سرچشمہ جلد دوم صفحہ ۹۶ ۳

(۱۲۸) نامہ آباد ۱۰ ۔ ۱۴

تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی کو ارسٹے ورچ کا بہشت مان کر زند نے اعلیٰ روحانی سرور کے لئے اپدیش دیا۔ مگر اسلام میں بہشت کا اُدیش حور و غلمان وغیرہ کو سمجھا گیا۔ صرف ارسٹے کا لفظ نظر و نثر اثر کرتے ہے۔

اسی طرح تناسخ کی بابت جو اشارہ زرتشتیوں کا دیا گیا ہے ان میں اقتباسات بمبوڑو نے ہیں در حقیقت پارسیوں کا اعتقاد قریباً بالکل ہی ویدک آریوں والا ہے وہ کہتے ہیں کہ پرانے جسم کو چھوڑنا اور نئے کو اختیار کرنا ناگزیر ہے (۱۲۹)

ان کے لیشنا یا دشتی کی رائے ہے کہ جو رنج و مصائب اور امراض بادشاہوں کو عیش و عشرت کے دوران میں لاحق ہوتے ہیں وہ اُن کے پہلے جنموں کے افعال قبیحہ کا نتیجہ ہیں۔ (۱۳۰)

ساسان پنجم میں اس کی یوں تشریح کی ہے۔ نیک کرموں کے تو انہیں نیک ثمرے ملتے ہیں۔ اور بد اعمال کے لئے وہ تکلیف بھوگتے ہیں۔ کیونکہ اگر پرمیشور برے کاموں کی سزا نہ دے یا ناکافی سزا دے تو وہ عادل نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح دساتیر میں سنسکرت کی بعض کتب کی قریباً پوری نقل موجود ہے جن میں مختلف یونیوں کا مختلف کرموں کے بدلے ملنا وغیرہ کی تشریح ہے۔ اور اس پر ساسان پنجم کہتے ہیں۔ وہ بار بار سزا بھگتے جائیں گے جب تک وہ پوری نہ ہو جائیگی خواہ ایک زندگی میں ہو یا دس میں۔ یا سو یا زیادہ میں غرضیکہ . . . ایک مذہبی مختلف مذاہب کی لٹریچر میں ایک ایک مضمون کے متعلق بیسیوں ثبوت اصلی سدھانتوں کے بارے میں ملتے ہیں۔ اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ بعض وقت تو ایک ایک لفظ کی معمولی زیر زبر کی تبدیلی سے ظاہر بین لوگوں میں اختلاف رائے اور دوری ہو گئی ہے مثلاً سنسکرت کے آدم کی زبر کو چھوڑنے سے وہ آدم فارسی وغیرہ میں پڑھا گیا اور اس صفاتی نام کو ذاتی نام ماننا پڑا۔ اسی طرح بھاگوت آدی پرانوں میں کشیر ساگر کا ذکر ہے جس میں وشنو مہاراج شیش ناگ کی سیج پر براجمان ہیں۔ لکشمی اُن کے پاؤں دبا رہی ہے فی الحقیقت سمندر دودھ کا ہے نہ کوئی عقلمند اسے تسلیم کر سکتا ہے۔ بالاشور لی دیا گیا کہ جتا نے ہوئے واقع کیا گیا تھا کہ سمندر میں ہی وشنو رہا کیا ہے شیش والی نوکھتے ہیں اس کن کے آدھار پر پستھان اور سر زمانے میں ایشور رہتا ہے وہ سمندر میں بھی ہے جس میں اتی گشت اجیا رتن رولی لکشمی تو رہتی یعنی پاؤں میں رہے سمندر کو سنسکرت میں کھشار ساگر کہتے ہیں۔ یعنی کھاری سمندر۔ اس کھشار لفظ کو بگاڑ کر ناواقفوں نے کشیر کہا اور عام روایتی معنے گھڑنے کرنے پر اس کے دودھ کے پانی کئے گئے پس باطل پنتھوں نے دودھ کا ہی سمندر سمجھ کر بیان کیا۔

(۱۲۹) بمبوڑنگ سم ۱۔۲۰ (۱۳۰) صد آباد ۹۹۔

لفظی تبدیلی سے اختلاف ہونے کے علاوہ بعض باتوں کو اکثر مت طور پر سمجھایا گیا۔ کیونکہ موٹی عقل کے آدمی ایک مضمون کو استعارے سے یا کہانی کے طور پر ہی سمجھتے ہیں۔ ویدوں میں خاص طور پر اشکت بیانی نے مشکل مضامین کو عام فہم بنا دیا ہے لیکن جیسا کہ ہر بات کی فضیلت موقعوں کے ہاں چھپ جاتی ہے اسی طرح دور جہالت میں اصل مضامین اکثر بھولا دئے گئے اور کہانیاں یاد رہیں مگر وہ بھی زیادہ بگڑتی بڑھتی گھٹتی و بدلتی گئیں یہ امر ویدک کئی پیاؤں سے ظاہر ہے۔ اس کی عام مثال یہ ہے کہ ہندو لوگ عموماً گنگا کا شیوجی کی جٹا سے نکلنا مانتے ہیں اور دیگر مذاہب کو ماننے والے ان پر تمسخر اڑاتے ہیں کیونکہ فی الحقیقت ایسا ہو تو ہر شخص منبع پر جا کر دیکھ کر دکھا سکتا ہے۔ لیکن یہ مسلمہ بات ہے کہ اور دریاؤں کی طرح گنگا بھی خاص چشمے یعنی گنگوتری سے نکلتی ہے اصلیت محض یہ تھی کہ بت پرستی کے زمانے میں پتھر کو شیو کہا گیا۔ اسی سے ہر گول ملیوترے پتھر کو بھولے بھنڈ شیوجی کا نام دیتے ہیں۔ اسی بنا پر سے پہاڑوں کو سلسلۂ شات بڑا شیو کہا گیا جو پتھروں کی کان ہے۔ سرسبز چوٹیوں پر اکثر سبز بوٹیاں و پودے چوٹی پر ہوتے ہیں جو شدید بو دھر کے پانی ٹپکتا اور چشموں کی صورت اختیار کرتا ہے۔ جیسا ہی نرم نرم لکڑی جڑی بوٹیاں پہاڑ والی شیوجی کے سر پر جٹا کے طور پر کسی نے استعارۃً کہیں اور نتیجہ یہ کہاوت مذکورہ بالا کا رواج ہوا۔

غرضیکہ مختلف طریق سے سمرتیوں کا روپ بدلنے میں مدد ملی ہے باوجود اس کے اکثر باتیں تمام مذاہب میں جوں کی توں موجود ہیں۔ ہاں مختلف زبانوں کے پردے میں چھپی ہوئی ان کی حقیقی ایک کے روشن نہیں ہوتے مثال کے لئے قرآن کی سب سے پہلی آیت سورہ فاتحہ میں جو سیدھے راہ کی رہنمائی کے لئے پرارتھنا کی گئی ہے یہ اشلوکا ایتری منتر کا ہے۔ لیکن لفظی ترجمہ یہ ایک اور منتر کا ہے اسلامی لٹریچر کے بغور مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ سب سے زیادہ صداقت اور توحید کے متعلق جو اسلام کو ناز ہے وہ اسی اصول کی بنا پر ہے اور اسی کے متعلق چیلنج دیا جاتا تھا کہ کوئی ایسی آیت تو بنا دکھاوے۔ اسلام کے کئی فرقے کہتے ہیں کہ ایسی کتاب بنانے کی کوشش کو سامرتھ ہے۔ فیضی نے بے نقطہ قرآن بنایا سرسید احمد خاں جیسے لوگ بھی مانتے ہیں کہ تالیف ستائی کی خوبیوں پر محمد صاحب کو ناز تھا جب تک کہ ایسی اعلیٰ تعلیم مذہبی کتب میں دکھاؤ۔ جب سب سے مکمل اور سب سے اعلیٰ تعلیم جو قرآن کی ہے وہ ویدوں کے ایک منتر کا اثر ہے پھر کون اس امر سے انکار کر سکیگا کہ یہ فرقہ بندی اور جدائی محض خدا کے قانون اور عالم کل کی مرضی کے قطعی خلاف اور محض انسانی کمزوری ہے۔

صاحبان وہ منتر حسب ذیل ہے

अग्ने नय सुपथा राये अस्मान विश्वानि देव वयनानि विद्वान ।

[illegible]

(دوم) اتنشے منتپیار انے رسانی ونسوالی دیو یدیانی چودوان - یلویہ - وہیر
انجوہزن از بصورت نشھانتے نم ادکتم ودھیم (یجروید ادھیائے ۳۰ منتر ۳)

ارتھ - ہے منور یا ذات عالم جو سب جگت روشن کرنے والے تمام سکھوں کو دینے والے پرمیشور آپ جس سے تمام علوم کے مخزن ہیں کرپا کرکے ہم لوگوں کو گیان اور راجیہ وغیرہ دولت کے حصول کے لئے ایک دھرماتما لوگوں کے راستے سے تمام پرگیان اور اچھے افعال پراپت کرا دیجئے اور ہم سے کٹلتا یکت بد افعال کو دور کیجئے اس لئے ہم لوگ آپ کی بہت طرح کی حمد وثنا عاجزی سے ہمیشہ کیا کریں اور ہم آپ عقیدہ رکھیں

اب قرآن سورہ فاتحہ پڑھئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین - الرحمٰن الرحیم - مالک یوم الدین - ایاک نعبد و ایاک نستعین - اہدنا الصراط المستقیم - صراط الذین - انعمت علیہم - غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ٭

ترجمہ (شروع) اللہ کے نام سے - نہایت رحم والا مہربان ہے - ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے (جو) تمام جہان کا پروردگار ہے - نہایت رحم والا مہربان روز جزا کا حاکم اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں - ہم کو دین کا سیدھا راستہ دکھا - ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے اپنا فضل کیا نہ ان کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کا ٭

یہ منتر و سورۃ بالکل مطابق بہ معنی ہیں ۔

منتر میں جہاں اگنے دیو ان دیوتا کی سنبودھن کے لئے ہیں صرف مذکورہ ہیں ویسے ہی اللہ رحمان - اور رحیم ہیں جس طرح منتر میں پرارتھنا ہے کہ نیک پتھا یعنی نیک لوگوں کا مارگ دکھائیے ویسے ہی سورۃ فاتحہ میں اہدنا الصراط المستقیم ہے منتر میں بھوئشٹھانتے نم اکتم ودھیم یعنی ہم نمرتا سے آپ کی حمد کرتے اور آپ سے دعا مانگتے ہیں ۔ اس کی جگہ الحمد للہ اور ایاک نعبد و ایاک نستعین ہے ۔ منتر میں یویودھیہ سمت جہوراں نم یعنی ہم سے کٹلتا یکت بد افعال دور کیجئے - یا کپٹی پرشوں کا مارگ ہم کو نہ دکھائیے اس کی جگہ سورہ میں غیر المغضوب علیہم والضالین ہے ۔ منتر میں جیسے وشوانی دیو نیانی آدی الفاظ گیان اور راجیہ وغیرہ دولت اور تمام اچھے افعال آدی کے معنی میں آئے ہیں تو اس سورہ میں صراط الذین انعمت علیہم ہے - جس طرح اگنے اور دیو آدی ایشوری ناموں سے سب لوک کا شاسک یکت اور سچائی بھوکت دیا ان لوگوں کا کارن پالک یہ رب جگت کا مالک مراد ہے - اسی طرح رب العالمین و مالک یوم الدین نام خدا کو قرآن دیتا ہے یعنی دنیا کا پالنے والا جہان کا اور یوم الدین یعنی پرلے کے کال کا مالک ہے ٭

تمام الفاظ کی مطابقت ظاہر ہے - ہاں مالک یوم الدین کے معنے میں اختلاف ہے - لیکن یہ اختلاف محض اس صورت حال پر مبنی ہے جو الفاظ کی غلط تاویل سے مدتوں سے ہمارے درمیان پیدا ہوتے ہوتے ہمارے دلوں میں بالکل مخالف و مختلف معنے اختیار کر چکی ہے میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ اصل میں انجیل اور قرآن میں مقصود ایک دن نہیں بلکہ ایک زمانہ ہے جس لفظ کے معنے دن کئے جاتے ہیں - اس کی اصلی تاویل یہی جاوے تو زمانہ نکلیگا - چنانچہ انجیل اور قرآن میں جو چھ دن لکھے ہیں یہ ویدک فلسفہ میں چھ زمانوں سے مراد ہے اور پارسیوں کے اعتقاد میں بھی اس بیان کو زمانہ ہی کے معنے دئے ہیں - ڈاکٹر ہاگ صاحب جو شت زردشت کے سرشٹی اتپتی ورشے کا خلاصہ دیتے ہیں وہ حسب ذیل ہے " پہلے زمانے میں آسمان پیدا کیا گیا دوسرے میں پانی تیسرے میں زمین - چوتھے میں درخت - پانچویں میں جانور اور چھٹے میں انسان "(۳۲) اور خود قرآن کے حوالے سے قیامت کے دن پھر رسالی کا زمانہ بتایا گیا - اس سے ظاہر ہے کہ وید میں جو کہا گیا ہے کہ سرشٹی کی اتپتی اور پرلے کرنے والا اور پیدائش اور فنا کے کل زمانوں کا مالک پرمیشر آتما ہی ہے - اسی طرح جہاں رب العالمین سے پیدائش کے اور مالک یوم الدین سے پرلے کال کے سوامی پرماتما کی مراد صاف ظاہر ہے -

کاش کہ ہم گمراہ انسانوں کی آنکھیں کھلیں جس سے ہم پوری کوشش کر کے حقیقی یگانگت کا کھوج لگا دیں - تمام منقسم ہوئی ہوئی نوع انسان پھر فطرتی مادہ محبت کو جوش میں لا کر پھر سے ہم آغوش ہو - اور ایسے مضمون جو عالمگیر بھراتری بھاؤ ظاہر کرنے دکھلانے مبارک ہیں وہ جو بھی انسانی خدمت کرتے ہوئے بخش جاتی کے اندر سے مذہبی بیر ورودھ دور کر کے انہیں ایک قدرتی دھرم پر لا یکجا کرتے ہیں -

اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے میں سید محمد اسد علی صاحب ایم - آر - اے - ایس کے مضمون سے خاص اقتباس یہاں دینا لازمی سمجھتا ہوں جو میری مذکورہ بالا پوزیشن کو بہت مضبوط کرتا ہے یہ مضمون رسالہ ادیب میں نکلا ہے - (۳۳)

راقم مضمون قرآن کے حوالے سے تمام ہندو بزرگوں کو مسلمانوں کا پیغمبر اور رہنما ہندو مسلمان ہر دو مذاہب کی حقیقی ایکتا ظاہر کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ بعض وقت نامناسب استعاروں کو نہ سمجھ کر گمراہ ہوتے ہیں - وہ ہندوؤں کی بت پرستی کی اوٹ سے مدلل تاویل کرتے ہیں - ان کے الفاظ یہ ہیں -

مورتوں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک ایک ہی مورت کے کئی ہاتھ اور متعدد سر ہیں اور ہر ہاتھ میں مختلف چیزیں ہیں کسی میں تلوار ہے کسی میں ناگ ہے کسی میں اور کچھ ان کا خوف ہے اور ہندو ان مورتوں کے آگے سر جھکاتے ہیں - اس وقت آپ بت پرستی کا نام دیکر یہ کیا خاک

(۳۲) مقتبس بات صفحہ ۱۴۳ - (۳۳) ادیب الہ آباد جلد نمبر

کہ ان کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ مگر حضرات ہندوستانی دھیرول نے یہاں کے باشندوں کو سمجھانے کے لئے صفات الٰہی کی حقیقت صاف طور پر ذہن نشین کرنے کے واسطے مورتیں بنائی تھیں تاکہ یہ لوگ آسانی سے سمجھ جائیں کہ خدا میں قہر کی شان بھی ہے جس کا نمونہ تلوار ہے۔ اور رحم بھی ہے جس کا نشان پھول (پشپ) اسی کے ہاتھ میں رزق ہے۔ اس لئے اناج کا خوشہ دکھلایا ہے۔ مگر شامت یہ ہوا کہ انسان بہت ہی بے عقل ہے اور مثالوں کو ذریعے کے بجائے نتیجہ سمجھ لیتا ہے چنانچہ ان مثالی مورتوں کے سبب بت پرستی شروع ہو گئی اور ہزاروں غلط فہمیاں واقع ہو گئیں یہ بات ہندوستان پر مخصوص نہیں۔ روم۔ یونان۔ مصر جہاں اس کی کافی شہادتیں موجود ہیں میرا ناقص مضمون سے اس بارے میں کلی اتفاق ہے کہ ناواقف لوگ استعاروں کے اصل مفہوم کو بھول کر اسی استعارہ کو ہی اصل مضمون سمجھ بیٹھتے ہیں۔

اسی طرح پیدائش کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ

قرآن شریف میں کن فیکون کا حکم ہے اور ہندو مذہب میں اول برہما کے پیدا ہونے اور بعد میں تمام عالم کے ظاہر ہونیکا۔ وہ دونوں پیدائش کو ایک ہی مانتے ہیں۔ قرآن میں خدا کے صفت خالقیت کو کن کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور وید میں برہما کے لفظ سے۔ برہما صفت ایجاد کا نام ہے جس طرح کن کے ظہور کے بعد یکون کا ظہور ہوا۔ اسی طرح برہما کے ظہور کے بعد سب کچھ ظاہر ہوا۔ یہی کیفیت تمام اصول مذہب کی ہے۔

اخیر میں آپ نے نہایت عمدہ مشابہت ہر دو مذاہب میں دکھائی ہے۔ شرائع ہندو و اسلام میں کس قدر مماثلت ہے سو ملاحظہ ہو۔ مصرعہ

دوئی را چوں بدر کردم یکے دیدم دو عالم را

(۱) منو کا پنج یگ شارع اسلام کی پنجگانہ نماز (۲) اہل ہند کا آچمن اسپرشن مسلمانوں کا وضو و مسح (۳) ہندوؤں کا اشنان۔ اہل اسلام کا غسل (۴) اہل ہند کا شوچ۔ مسلمانوں کا تیمم (۵) ہندوؤں کا لسنکا۔ مسلمانوں کا استنجا (۶) ہندوؤں کا جپ۔ مسلمانوں کی تسبیح و تہلیل (۷) اہل ہند کا پاٹ۔ مسلمانوں کی تلاوت (۸) ہندو کا برت مسلمانوں کا روزہ (۹) ہندوؤں کا دان پن۔ مسلمانوں کی خیرات زکوٰۃ (۱۰) ہندوؤں کا بلیدان مسلمانوں کا صدقہ (۱۱) ہندوؤں کی تیرتھ یاترا مسلمانوں کا حج (۱۲) ہندوؤں کی پردکشنا مسلمانوں کا طواف (۱۳) ہندوؤں کا پرائشچت مسلمانوں کا کفارہ (۱۴) اہل ہند کا شرادھ مسلمانوں کی فاتحہ (۱۵) ہندوؤں کا سورگ نرک مسلمانوں کی بہشت و دوزخ (۱۶) ہندوؤں کا اچھے بٹ مسلمانوں کا طوبیٰ (۱۷) ہندوؤں کی دھرم راج و گن مسلمانوں کی حوریں رضوان و ملائک (۱۸) ہندوؤں کی

اکاش بانی مسلمانوں کا الہام و القا (۱۹) ہندوؤں کے چتر گپت مسلمانوں کے
کراماً کاتبین۔ (۲۰) ہندوؤں کے جم راج مسلمانوں کے عزرائیل (۲۱) ہندوؤں
کی بیترنی مسلمانوں کا پل صراط (۲۲) ہندوؤں کا مرھا کرنٹھ مسلمانوں کا حوض کوثر
(۲۳) ہندوؤں کا کلپ برچھ مسلمانوں کا سدرۃ المنتہیٰ (۲۴) ہندوؤں کی پارلی مسلمانوں
کی شراب طہور (۲۵) ہندوؤں کا کیلاش مسلمانوں کا عرش عظیم (۲۶) ہندوؤں کا بیکنٹھ
مسلمانوں کی معراج (۲۷) ان کا گیان اُن کا عرفان (۲۸) ان کا دھیان اُن کا
مراقبہ (۲۹) ان کی گرو ماتا۔ اُن کے پیر مرشد (۳۰) ان کے تعلق الخ۔ ہمارے
حضور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم جن کے والد کا نام۔ وید شروتیس میں سومتی کے معنی
الیور دیس کے معنی عبد یعنی عبد اللہ نام ہوا۔ اس کا نام سومتی یعنی امانت والا
تھا۔ حضور کی والدہ محترمہ کا نام آمنہ تھا۔ حضرت نے غار حرا میں عبادت کی۔
پرشرام یعنی پرش کہتے ہیں روح کو رام اسکو جبرئیل سے تعلیم پائی۔ حضرت جبرئیل سب
سے پہلے وحی لے کر آئے شنبل ویدیک میں پیدا ہوئے شنبل یعنی ملک عرب کو کہتے ہیں
گو ہم ان سے کسی مشابہت سے اختلاف رکھیں تو بھی بہت کچھ اس
تفصیل کو ہم نہایت غلط اور ثبوت مطابقت کا سمجھتے ہیں۔

اسی طرح مولانا محمد حسین صاحب ایڈیٹر رسالہ اتحاد مذاہب عالم جلد ا نمبر ۲
صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں کہ از روئے قرآن مسلمان وہ شخص ہے جو قلب سے دلی
مقر خدائے واحد و تابع احکام فطرت اللہ ہو کر کل بانیان مذاہب عالم جنہوں
نے اپنے وقت میں اپنی فطرت قوت درکہ مجموعہ استخراج مسائل کتاب فطرت
اللہ سے اس دنیا کے کروڑوں لوگوں کو فائدہ پہنچایا انہیں حق پرستی کی
شاہراہ بنا کر برائیوں سے باز رہنے کے اخلاقی و تمدنی گر سکھائے ہیں۔ ان سب
کی مودبانہ طور پر نہ صرف تعظیم کرے بلکہ ان کی کتابوں کی توقیر کرتے ہوئے تمام
بنی نوع انسان کو ایک ہی رشتہ دار یا بھائی سمجھے بھائیوں سے نیک سلوک
سے چلے۔ اپنا ظاہر و باطن پاک یکساں صاف رکھ کر نیک اعمال میں کوشاں
ہو کر سچے دل سے اس رب العالمین کو روزمرہ یاد کرے۔ شرک کرنا تو کجا شرک کی بو
سے بھی بچ کر خود کو بچائے اور تعصب مذہبی کو تمام دینی و دنیوی امور کا قاتل سمجھے وغیرہ
اس کے بعد قرآن کے حوالوں اور دلیل سے وہ مذہبی رہنماؤں کو محمد صلعم
کے مساوی قابل عزت بتاتے ہوئے متعصب ملاؤں اور ان سے دبے ہوئے لوگوں کا
ذکر کرکے افسوس کرتے ہیں کہ متعصب حضرت کرشن وغیرہ کو برا کہتے ہیں حالانکہ واجب تعظیم
بزرگوں کی بے ادبی کیوں کی جاتی ہے آخری بات کہ ایک سچا مسلمان کی ہر بات پر عامل ہونا چاہیئے۔ سب لوگ
تعاون قدرت کے قائل ہو کر سچے دھرم میں متفق ہوں۔ تو اور چاہیئے ہی کیا ؟

(ب) سچے ویدک دھرم کا مہتو

انسانی مذاہب کے نقائص

گزشتہ اوراق کو پڑھ کر بعض ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ تمام مذاہب میں تصدیق صداقتیں مشترک ہیں۔ تو پھر مذہبی مباحثے وغیرہ سب فضول ہیں۔ خواہ کوئی ہندو ہو یا مسلمان ہو تو ایک ہی بات ہے۔ ایسے بھائیوں کو اپنے ابتدائی تقریرات کا پھر خیال دلاتا ہوں۔ دھرم اور مذہب کی تمیز کرنا اس وقت اعلیٰ درجہ کے لائق اور درد مند خیرخواہ انسانوں کا فرض ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ وید ہی سچے دھرم کی پستک ہے جو آغاز عالم سے تمام ملکوں، تمام دوسروں اعلیٰ درجہ کے تمام معقول کاروبار میں سچی رہنمائی کا ذریعہ رہی ہے اور انسانوں کے لئے اس کے علاوہ کسی اور الہام کی ضرورت نہیں۔ وید تمام علمی عروج یا نئی انسانی کو پورا کرنے والا مکمل گیان کا بھنڈار ہے۔ جو لوگ اپنی موجودہ مذہبی جدائی کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے مختلف دلائل کا سہارا لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ الہام ہمیشہ ہو سکتا ہے۔ میں انہیں محض یہی اشارہ ان کے بے تعصب غور کے لئے دیتا ہوں کہ آپ کا فرمان سر ماتھے پر۔ جیسے آپ فرماتے ہیں کہ یہ الہام کا ہونا مان لیتا ہوں لیکن ہر وقت کا الہام اگر واقعی ایشوری الہام ہو گا تو وہ وہی ہو گا جو پہلے ملا تھا نہ کہ اس کے مخالف۔ اس ناطے پھر بھی ایک ہی دھرم رہ سکتا ہے۔ گنجائش تفریق ممکن نہیں۔ غرضیکہ مذہبی فرقہ بندی کبھی بھی خالص ایشوری صداقتوں کا پرچار ہونے سے قائم نہیں رہ سکتی۔

اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی بہ وثوق تمام کہ سکتا ہوں کہ موجودہ مذاہب میں

(۱) تصدیق صداقتوں کا اصلی روپ بعض حالتوں میں بالکل بدل کر ناقابل فہم ہو چکا ہے

(۲) ہر مذہب معدودے چند باتیں ہی بتاتا ہے۔ مکمل علم کا نام تک اس سے طلب کرنا فضول گیان یا الہام کی توہین کرنا ہے (۳) جو صداقتیں ان میں بیان کی جاتی ہیں اکثر خاص ملک یا زمانہ سے اُن کا دائرہ اثر محدود ہو رہا ہے۔ دوسرے زمانے یا ملک کی تحقیقات علمی کے متعلقہ مضامین کی بابت وہ عموماً محققین کی سیری نہیں کر سکتے۔ نہ محققانہ اور فلسفیانہ شکوک کو حل کر سکتے ہیں اُن سے مدد مل سکتی ہے اور (۴) اکثر حالتوں میں ...... صداقت کے خلاف باتیں ان میں ٹھونس ٹھونس کر بھری گئی ہیں جن کا لازمی نتیجہ دنیا میں گمراہی کا پھیلانا ہے میں محض خشک بحث سے کام لینے پر [illegible] نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اول مذاہب کے متعلق اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے بغیر ویدک دھرم کے مہتو کو صاف اور سیدھے طور سے ناظرین کے سامنے رکھوں گا۔ ورنہ سچے خدا پرستوں کے بارے میں خود غرض [illegible] سوال کرو لگا کہ کیا موجودہ مذاہب کے [illegible] کھائے بغیر بھی کسی طرح [illegible] ایشوری [illegible] یا قدرتی

ایک وسیع دنیا میں پھیل سکتا ہے۔

امرواج مذاہب میں قدرتی صداقتوں کا اصلی روپ بدل گیا ہے +

اس کے ثبوت کے لئے تمام مضامین گزشتہ میں کافی سے زیادہ ثبوت آچکے ہیں۔ ویدک صداقتوں کا بیان بدل کر اور کی اور صورت اختیار کر چکا ہے جسے کی اُن کی ظاہری ہیئت سے کوئی شخص ان کا کچھ مطلب نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً کراماً کاتبین کے اعمال کے لکھنے اور دائیں بائیں کندھے پر موجود ہونے کا بیان بعید از وہم و قیاس ہے۔ کسی کی وجوہات کا کبھی نظر آیا نہ کسی نے ان کا کچھ بوجھ پایا۔ نہ کبھی ان کے دفتر یا بہی کھاتہ کا کسی نے کوئی نشان دکھایا۔ مسلمان نماز سے پڑھتے ہیں لیکن حقیقت میں نہیں سمجھتے اور ظاہری نامعقولیت کو ہٹا نہیں سکتے۔ علماء ہیں تو فتوے کفر کے لئے جیسے کہیں اور کو نقل ماننی نہیں مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ ہمیں ایمان قرآن کے بیان پر لانا چاہئے اور بس۔ لیکن اس مذہب کو کبھی معقول پسند دل سے پسند نہیں کیا۔ میں نے اسے اگر چند دنوں کے تحقیقات اور رشیوں کے سنسکاروں والے اصول کی تعبیر سے ویدوں کی ایک نہایت اعلیٰ سکشا کا مظہر پایا ہے۔ تو محض اس لئے کہ مرفلاسفی کا قدرتی اصول ویدک تعلیم سے مجھے معلوم... تھا۔ اسی کو ملحوظ رکھتے میں نے قرآن کے بیان کو اتنا سمجھا اور اپنے اس خیال کی مضبوطی سے کہ فی الحقیقت کئی باتیں اسلام کے روپ میں بیان ہوئی اور ہوتے ہوتے بگڑے ہوئے روپ میں بدل گئی ہیں۔ جا بجا غور کیا تو اس صداقت کا لحاظ اس بیان میں پایا۔

انسان ہر بات کو اپنے دلی خیالات کے مطابق ہی تعبیر کیا کرتا ہے مثلاً قرآن کی ایک آیت حسب ذیل ہے س(۱۳۳)

اور اللہ کا ہی ہے پورب پچھم۔ تو جہاں کہیں منہ کرلو ادھر ہی کو خدا کا سامنا ہے بے شک اللہ گنجائش والا جانتا ہے۔ اس آیت کے ذریعے ایشور کو سرو ویاپک جان کر خاص طرف منہ کرکے نماز کی پابندی کی تہہ کو اڑا دیا گیا ہے۔ لفظ گنجائش والا کے معنے سرو ویاپک یا وسیع کے حقیقی طور پر ایشوری اوصاف کے لحاظ سے معقول معلوم ہوتے ہیں اس لئے میں نے ایک جگہ اس سے پہلے یہ لفظ خط وحدانی میں لکھ دیا ہے۔

مولوی حافظ نذیر احمد صاحب اور ایل ایل ڈی کے دل میں کعبے کا خیال بیٹھا ہوا ہے اس لئے جہاں ہر کہیں کا لفظ آتا ہے وہ اس کی تاویل میں ترجمہ قرآن میں اپنی طرف سے لفظ کعبے کی طرف ایزاد کرتے ہیں۔ حالانکہ ہر کہیں کے ساتھ نہ لفظی ترجمے سے نہ دلیل سے یہ معنے ٹھیک لگتے ہیں اسی طرح جہاں کہیں اعمال کی سزا جزا کا عام اصول بھی آتا ہے اصل آیت میں قیامت وغیرہ کا ذکر نہیں ہوتا سو وہاں مترجم صاحب اپنے من میں بیٹھے ہوئے مسئلہ قیامت کی تردید ہوتے دیکھ کر خواہ مخواہ خط وحدانی میں لفظ قیامت لکھ دیتے ہیں

انگریزی میں ایک مثل ہے The world is a reflex of our mind ہے۔ یعنی دنیا ہمارے دل کا عکس ہے۔ ٹھیک خیال انسان دنیا کے پدارتھوں کو اسی روپ میں دیکھتا ہے اور بدخیال بالکل الٹ میں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی صداقت کا سچا گیان نہ ہو تو اس کے متعلق اشکالوں کا سمجھنا ممکن نہیں ہو سکتا اور اگر اشکال بھی اصلی حالت میں نہ ہو تب تو اور بھی مشکل پڑتی ہے۔

علما کا ایسے امور میں عقل کے دخل کو بالکل طاق رکھنا اور بعض ایمان لانا ہی کو فرض بتانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ فی الحقیقت کوئی معقول مطلب اس سے خود بخود نہیں لے سکے نہ ذہنی عقلی یا علمی ترقی و اخلاق میں اس سے کچھ مدد لے سکے کیونکہ اعلیٰ اصول تبدیل شدہ روپ میں اپنی حقیقت چھپا رہا تھا۔

ہر مذہب میں معدودے چند (امور و) سچی باتوں کے سوا مکمل گیان بالکل نہیں۔

انسان کو اپنی بہبودی کے لئے ہر طرح کے علم کی ضرورت ہے جہاں سدھ آتما اور خدا کی صفات اور تعلقات کا علم لازمی ہے وہاں جسمانی ترقی صحت ہوا پانی خوراک کی صفائی اس کا جائز استعمال لباس۔ پیشہ وغیرہ کا اندازہ اور صحیح طریق۔ تمام اشیائے خوردنی و نباتات کا سچا استعمال انسانوں کے ادھکار انسان کی رکھشا وغیرہ وغیرہ کے متعلق ہدایات و علم بھی انسان کے لئے ضروری ہے۔

لیکن تمام مذاہب کی کتابیں بجز تمام مضامین کا پتہ دیتی ہیں نہ کسی ایک اصول کو مکمل طور پر ظاہر کرتی ہیں۔

انجیل میں روح کو لہو کہا گیا ہے۔ مثلاً جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے واسطے ہیں جیسے کہ ان کو نباتات کی مانند میں نے دیا مگر تم گوشت کو لہو کے ساتھ کہ ان کی جان ہے مت کھانا (۱۳۵) بلکہ کئی جگہ لہو کو جان کہا گیا ہے۔

گو بعض جگہ اس کے خلاف بھی ہے لیکن قرآن میں اس کے متعلق بالکل خاموشی ہے جس میں اسے امر رب کہنے کے بغیر چارہ نہیں سوجھا۔

ویدک لفظ آتما کی حقیقت تک پہنچنا آسمان رہا۔ کوئی معمولی سی معمولی تعریف بھی روح کی نہیں ملتی۔

اسی طرح انگریزی میں جسے میٹر اور اردو میں مادہ کہا جاتا ہے اس کی نسبت بھی کوئی واقفیت مذاہب نہیں دیتے مغربی فلاسفر اور سائنسدان بابو ہربرٹ سپنسر جیسے مغربی رشی خود اقبال کرتے معلوم ہوتے ہیں کہ میٹر لفظ ویدک شبد پرکرتی کا ٹھیک ارتھ نہیں ہو سکتا۔

مادہ کے متعلق کوئی تعلیم انجیل میں نہیں اگرچہ (۱۳۶) اقبال اس کی ہستی کا ہے مثلاً پیدائش میں لکھا ہے

(۱۳۵) سورۃ بقر آیت ۱۱۷ (۱۳۶) پیدائش باب ۹ آیت ۳ و ۴ (۱۳۶) زبور ۳۴ و ۱۴

میرے بے ترتیب مادہ کو دیکھا اور تیرے دفتر میں یہ سب چیزیں تحریر کی گئیں "۔
لیکن اصولاً بیان پر کہیں اس کے خلاف ہے نہ مادہ کی اوصاف بتائی گئی ہیں قرآن میں بھی اس کے متعلق تعلیم نہیں۔

(۲) خدا۔ اس کی ہستی کا اقبال ہے۔ اس کے بے شمار عطا اوصاف میں سے بھی چند ایک کا بیان ہے لیکن تمام پر پانی پھیر دیا گیا ہے یہ کہہ کر کہ وہ چھٹے آسمان پہ یا ساتویں پر ہے۔ ہزار ہا جگہ آسمان کا اور اس پہ بیٹھا کے ہونے کا ذکر انجیل میں موجود ہے مثلاً۔ غرض خداوند مسیح ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا (۱۳۰)

اسی طرح قرآن میں ہے۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے کل کائنات پیدا کی اور پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ تو سات آسمان ہموار بنا دئے اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں " (۱۳۸)

ایسے بیانات سے خدا کو بالکل ایک دنیاوی بادشاہ کی طرح سمجھ کر تو نیچے آسمان۔ اس پہ اس کا تخت اٹھانے والے فرشتے۔ اس کے کلام کرنے کو زمین پر لانے والے دوسرے نائب کارکن فرشتے ایسے مانے گئے ہیں کہ خدا اس کی تمام طاقتیں اس کا علم سب بالکل محدود ہو کر سارے خدائی اوصاف کو یک قلم رد کر دیا گیا ہے۔ الیس

جب روح اور خدا کا ہی علم نہیں تو روح کے خدا تک بھی رسائی حاصل کرنے یا اس کے درشن کے لئے یوگا بھیاس کی وہی اور سیکھی روحانی طاقتوں کے حصول کا بیش کیا کاروبیت کی ایکاگرتا کتھاں کی اور پھر بنکسوں کے جو باریک امور کے سمجھنے و وچار نے کے لئے ضروری ہے دیگر علمی مضامین کا سمجھنا کیسا۔

بجلی۔ اس کے گن۔ اس کا استعمال نہ زردشت میں مذکور ہے نہ انجیل میں اور نہ قرآن میں۔ آگ ہوا پانی کسی بھی چیز کی حقیقت۔ ان کی بناوٹ۔ ان کی صحیح تعریف نہ قرآن میں ہے نہ انجیل میں۔ علم اقلیدس کا جبر الجبرا کا نشان حکمت کا علم جغرافیہ کی تشریح کسی بھی مذہبی کتاب میں کوئی نہیں بتا دے۔

غرضیکہ سلسلہ کائنات کے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کہ انسانی ضروریات بطریری علوم اور دنیاوی انتظام کا کوئی ضروری سے ضروری مسئلہ بھی ٹھیک روشن پہلو میں یہ مذہبی کتابیں انسان کے آگے نہیں رکھتیں +

اگر ان مذاہب کے لوگوں میں آج وہ علوم پائے جاتے ہیں جن پر وہ دنیا کے آگے فخر کر رہے ہیں تو یہ ان کی الہامی کتابوں کا نتیجہ بالکل نہیں بلکہ وہ ایک جدا اسی سرورشتے ان ملکوں میں پہنچے ہیں۔ مورخ لوگ اس کی اصلیت کا کھوج لگا کر منصف دنیا پر چھوڑ

(۱۳۷) مرقس باب ۱۶ آیت ۱۹ (۱۳۸) سورہ بقر آیت ۲۹، ۳۰

گئے ہیں اور تاریخ پڑھنے والے جانتے ہیں کہ کس زمانے میں کس کس نے کون کون علم سنسکرت سے اپنی زبان میں ترجمہ کرایا۔ درحقیقت وید کے سرت سے رشیوں نے سبھ بانشٹ پھر عرب جل اپنی باقی ودیا سکھوں میں بھلا اور تمام دنیا میں جہاں جہاں علم کی باتیں ا جاہلوں کو تربیت کیا۔ تاریخی واقعہ ہے کہ بھارت سے ہی یونان، روم، مصر یا تمام علوم پہلے سنسکرت کی کتابوں سے ترجمے انگریزی فارسی عربی اسپینی زبانوں میں ہوئے تمام دنیا میں علوم پھیلنے کے ہی قانون یونان میں گئے - تب کریٹ میں پائتھاگورس نے وہ تعلیمیں سیکھے اور سپارٹا میں پھیلائے اسی پر کاربرہام نے ناسیو کے عہد میں مذہبی اصول سیکھے۔

مسلمانوں نے جو کچھ حاصل کیا سنسکرت سے ہی کیا خلیفہ المنصور کے دربار میں بھارت کے ایک مشہور پنڈت نے پہنچکر اس زبان کے علوم کی طرف سے ترجمہ کیا جوتش کا علم بھی محمد ابراہیم فزاری نے سدھانت نامی کتاب میں ترجمہ کیا - خلیفہ مامون کے زمانے میں محمد بن موسٰے نے سنسکرت میں دسترس حاصل کیا اور جبر و مقابلہ کا عربی ترجمہ ہوا ہارون الرشید نے یہاں کے ویدوں سے سوشرت وغیرہ کا ترجمہ کرایا البیرونی نے بارھویں صدی میں اس زبان میں کمال پایا اور پتنجلی اور سانکھیہ درشن کا عربی ترجمہ کیا ۔

مجھے بڑی حیرانی ہوتی ہے جب مسلمان عیسائی لوگ ذکر کرتے ہیں کہ عیسائی لوگ آج دنیا میں زیادہ خوشحال اور زیادہ عالم و جاہ و حشمت والے ہیں یہ بھائی آنکھیں سوچتے کہ وہ تعلیم یا وہ سائنس جو یورپ کے ملکوں کو مالا مال کر رہی ہے اصل میں ہے ہی کہاں - بلکہ سچ پوچھو تو آگ اور پانی کی مترتا ہو تو جب سائنس اور سچے علوم کا ایک جگہ رہنا ممکن ہے ۔

(۱) سائرل کے عہد میں ہائپیشیا نامی ایک لڑکی سقراط افلاطون - وغیرہ کی تعلیم پر غور کرتی تھی اور لوگوں کو فلسفہ سائنس کی خیالات سمجھاتی اور زندگی کے متعلق نیک ہدایات دیتی تھی - سائرل از حد متعصب تھا اسے یہ پرچار ناپسند تھا۔ ایک دن بیچاری گاڑی سے نکلی ہی تھی کہ سائرل کے پادریوں نے اس بیچاری پر حملہ کر دیا - اس کو ننگا کرکے گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرے اور گرجے میں جا کر اسے سر اس کا پھوڑ دیا لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے - سیپ سے ماس کے لوتھڑے ہڈی سے جدا کئے گئے اور باقیماندہ کو آگ کے حوالہ کیا گیا۔ (۲۹)

(۲) گلیلیو زمین کی گردش کا پرچار کرنے کی صداقت سے سخت اذیت سے مارا گیا

ایسے ہی ایک اور لڑکی اسی اصول کا پرچار کرتی ہوئی ماری گئی -

اسی پرکار اسلام نے بھی اکثر سچے علوم کی مخالفت کی ہے جیسے کہ شیعہ لوگ کے نتیجے

(۲۹) کانفلکٹ بی ٹوین ریلیجن اینڈ سائنس

جلا دئے گئے۔ یہ کہہ کر کہ قرآن کے موافق ہو تو بے سود ہے کیونکہ قرآن میں وہ باتیں آ گئی ہیں اور جو قرآن کے خلاف ہے وہ کفر ہے۔

خدا جانے کس قدر علوم کا اتلاف دنیا سے ان مذاہب نے کیا کہ جہالت کی ترقی شروع ہوئی۔ باہم بد اخلاقی اور تمدن کو تباہ کرنے والے نفاق و بے جا کشمکش کا آغاز ہوا ہے۔ غرضیکہ تمام دنیا کے انصاف سے یہ قطعی فیصلہ ملتا ہے کہ دوسرے ملکوں میں سنسکرت لٹریچر اور ایران کی اوستا لٹریچر میں وید اور دوسرا علم کا آب حیات پہنچا ہے۔

دھرم نیتی یا اخلاق علم و فن سب کا نکاس ابتدائی سرچشمہ وید سے ہوا ہے نہ کہ کسی مذہب جو لوگ کسی مذہبی کتاب پر فخر کرتے ہیں وہ ذرا دل میں وچار کریں۔ کہ فرض کرو کسی ملک مثل امریکہ کے تمام کالج سکول یا دفتر خانے وغیرہ بند کر دئے جاویں اور جس ممکن طریق سے تمام علوم وہاں کے لوگوں کے دماغوں سے نکال دئے جاویں تمام پستکوں کو جلا دیا جاوے۔ اس وقت صرف بائبل توریت۔ انجیل۔ قرآن کو باقی رہنے دیں اس ملک میں اشاعت علوم و فنون کا کام دیا جاوے تو کیا یہ تمام انجن کارخانے کل اور شلپ شستر استرونامی طبعیات اور سائنس کی کتابیں ان میں سے کوئی شخص نکال سکتا ہے یا کچھ بھی ترقی ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان پستکوں میں کہیں خدا کی بندگی کا۔ کہیں سچ بولنے کا کہیں چوری نہ کرنے کا یعنی کچھ اخلاقی باتوں کا ذکر آتا ہے۔ لیکن ان سے روحانی یا مادی علوم نہیں نکل سکتے اور نہ عملی کام و رنگ دیا جاتا ہے۔ ان اخلاقی اصولوں کی تائید ہوتی ہے۔ یہ معمولی باتیں تو ہر انسان معمولی سے شغل کے بیان اور کتاب میں مل سکتی ہیں مثلاً بچوں کو جو معمولی اردو کا قاعدہ پڑھایا جاتا ہے اس میں کہیں آتا ہے جیسے کہ یعنی سچ بولو۔ مت ڈرو۔ بیٹھو۔ ایک ہو۔ مل مت یعنی جنتا کو چھوڑ ان دو فقروں کو جتنا چاہے کوئی شخص وستار سے بیان کر سکتا ہے ایسی ہی باتیں اگر آج بعض الہامی کتابوں سے دکھائی جاویں۔ تو نہیں کون سا سرچشمہ کا پتہ لگ گیا۔ اگر کسی بھی موجودہ مذہبی کتاب سے یہ سائنس وغیرہ نہیں نکلی اور نہ کوئی ان سے ایسے علوم نکال سکتا ہے تو اہل عقل خود غور فرماویں کہ دنیا میں یہ علوم آئے کہاں سے اور ان کا سلسلہ کہاں سے چلا۔

ایک بادشاہ نے یہ جاننا چاہا کہ انسان کی اصلی زبان کیا ہے۔ اس غرض سے اس نے ایک لڑکے کو ویران جنگل میں بھیج دیا اور ساتھ ہی اس بات کی احتیاط کی کہ کوئی انسانی آواز اس تک نہ پہنچے۔ یہاں تک کہ جو وہ زندگی کا قصہ بھی سنائی نہ دے کوئی بارہ برس کے عرصے کے بعد بادشاہ نے اس لڑکے کو شہر میں بلایا۔ تو وہ لڑکا کچھ بولی بولتا تھا نہ سمجھ سکتا تھا غرضیکہ ہر طرح میں جانوروں کے مشابہ تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان بغیر تعلیم کے کچھ بھی نہیں سیکھ سکتا اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہر قسم کی تعلیم مروج میں یا دنیا کے آغاز میں دی جانے۔

غرضیکہ مسلمہ اصول ہے کہ بغیر سکھانے و پڑھانے کے کوئی کچھ پڑھ و دیکھ نہیں سکتا۔ اور کوئی شخص کا ابتدائی سلسلہ تعلیم علمی اصولوں کے متعلق ایشور سے ماننے یا وید پر ایشور اس لانے بغیر کسی صاحب ہوش وخرد کا اطمینان نہیں ہوسکتا۔

ہر مذہب کی مسلمہ صداقتوں کا دائرہ اکثر ملک و زمانے سے محدود ہے

جس پہلو کا ثبوت تو تمام گزشتہ تاریخ سے ہو رہا ہے۔ ہر ملک میں جو مذہبی اصول ہوا ہے وہ اس وقت عموماً کسی خاص سچائی کو پیش بیعت کرنے کے لئے ہوا ہے۔ جات پات کے بندھن اور اہنسا وغیرہ نے بھارت کے سکھ سمپت کو ناش کر دیا تو بدھ نے اہنسا کا ناد بجایا۔ لوگ ناستک ہوگئے تو برہم کی دہونی تمام بھارت میں گونجانے کو شنکر سوامی نے پرچار کیا۔ بداخلاقی، گمراہی اور بت پرستی وغیرہ میں یہودیوں کے مبتلا ہونے پر مسیح نے خدا کی منادی کی اور اخلاق سے بہرہ ور ہونا سکھایا۔ عرب کثیر التعداد رشیوں کے شیدائی ہو کر تھک گئے۔ وحدانیت کا غلغلہ بلند کیا۔ پارسیوں نے کئی خدا ماننے کو زرتشت نے انہیں ایک خدا یاد دلایا۔

لیکن جن ملکوں میں ویدوں کی مریادا ابتک برابر عمل میں آرہی ہے۔ ان ملکوں میں اہنسا دھرم کی خوبی والے مذہب کی کوئی ضرورت نہیں ہوسکتی۔ نہ یوں بت پرستی کی تعلیم یا اور بعض خرابیوں کو دور کرنے والے مذہب کی وہاں کچھ وقعت ہوسکتی ہے۔

ایسا ہی جس زمانے میں کوئی خاص خرابی ہو اس میں تو اس کے خلاف جہاد کی ضرورت ہی ہے لیکن جب وہ قباحت دور ہو جاوے اس کے بعد ہمیشہ ہی متعلق وصیت رکھنے جانا ضروری نہیں رہتا۔ عرب میں بہت سی عورتوں کے ساتھ شادی وغیرہ کے تعلقات اور بچپن کی ترقی کے وقت میں محمدؐ صاحب کا چار عورتوں سے شادی کی اجازت دینا بھی مصلحت سمجھا جا سکتا ہے۔

لیکن جن ملکوں میں ایک استری سے ایک پتی اور ایک پتی سے ایک استری سنتوش سے ابتدا ہی آگیا کا پالن ہو رہا ہے۔ وہاں چار عورتوں تک سے شادی کا عام رواج جائز کرنا بالکل بے دھرم ایمان اور نیک چلنی سے گرانا ہے اور اس سے ایسے ملک و زمانہ میں ایسی بد تہذیبیں بعض کی ہوتی ہیں پس محدود زمانے و محدود ملک کے چند ایک محدود امور کے متعلق کسی کے کلام کو تمام دنیا بھر کے ہر زمانے کے قانون کا اور الہامی الہام کا درجہ دینا کبھی معقول نہیں ہوسکتا۔

امر واقعہ۔ انسانی مذاہب دوسرے زمانوں و ملکوں کے عقدے حل نہیں کر سکتے

اس بات کا اگر زیادہ وضاحت کے ساتھ جواب مانگا جاوے کہ کس طرح موجودہ مذاہب کا دائرہ اثر و پیش دو ہاتھ محدود ہے تو پیش اس زمانے کے مختلف سوالات حل طلب

کوشش کرونگا اور پوچھونگا کہ کون مذہب ان کا حل پیش کر سکتا ہے۔

اول ایک علمی مضمون دنیا کی عمر کو لیجیے جس پر ایک زمانہ سے یورپ کے محققین مغز ماری کر رہے ہیں۔ کتنے لائق دماغ کن کن طریقوں سے کتنے سالوں سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کب سے بنی ہے مگر ساری کوشش ادھر ادھر دوڑ دھوپ کا نتیجہ محض بھٹکنا اور ڈانواڈول رہنا ہے۔ سرِ خلقت صورت کے متعلق اختلاف رائے کا شمار مشکل ہے۔ عیسائی پادری جہاں ۶۰۰۰ سال دنیا کی عمر کہتے ہیں وہاں جیالوجی اور سائنس کے ماہرین ایک جو بھر کی موٹائی زمین کی بننے کیلئے سات ہزار سال کی ضرورت بتاتے ہیں۔ پروفیسر ایس نیوکومب ایک کروڑ بیس دو کروڑ۔ سر ولیم ٹامس دس کروڑ پروفیسر جالی ۵۰ کروڑ۔ ریڈ ۶ اور ہکسلی ایک ارب سال بتاتے ہیں۔(۱۔۲)

ایک تھیوری یہ ہے کہ یہ زمین کسی وقت سورج سے علیحدہ ہوئی تب یہ نباتات اُگنے و انسانی پیدائش و رہائش کے ناقابل تھی۔ بعد سرد ہونے نباتات و انسان کی پیدائش کے اب تک دو سو درجہ گرمی کم ہو چکی ہے (بعض کم و بیش درجے کہتے ہیں) ساتھ ہی ایک درجہ کی کمی کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ اور اسی لئے علیحدہ علیحدہ بتائی جاتی ہے۔

لیکن مخالف فریق اس تھیوری کے خلاف یہ دلیل دیتا ہے کہ گرمی کا ناش ہو ہی نہیں سکتا۔ سورج میں انعکاس ہو کر اس کی درآمد بھی ہے

ایک فریق سمندر کی کھار سے حساب لگاتا ہے کہ ایک دریا کا ڈیلٹا کس قدر کھار سالانہ سمندر میں ڈالتا ہے۔ پھر کل دریاؤں کی کھار کا اندازہ کر کے اور کل سمندر کی کھار کا وزن اس ذریعہ سے نکال کر دنیا کی عمر بتانی چاہی ہے۔ مگر اختلاف کا اس میں بھی ٹھکانا نہیں۔

اور یہ بات ہے بھی کچھ فضول سی بھلا کل سمندر کی کھار کا اندازہ کبھی کسی ذریعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ یا دریاؤں کے ڈیلٹے کی کھار کو اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نیند میں جس طرح انسان عجیب و غریب خواب دیکھتا ہے وہی اس وقت حالت عاقلوں کی ہو رہی ہے۔ انکل پچو بندش اور قیاس کو دخل دینے تک یہاں ان کی تحقیقات ہو جاتا ہے۔

ایک اور طریق یہ ہے کہ دنیا کے مختلف زمانے مقرر کر کے اس کی موٹائی ۱۰۰ میل مان کر جو بنے ہر پرت کے بننے کیلئے چار پانچ سات ہزار کا عرصہ مقرر کرتے ہیں۔

(۱۔۲) مفصل دیکھو تاریخ دنیا حصہ اول از مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب مطبوعہ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳ جہاں ۳۰۰۰ سال سے لیکر اربوں ساروں تک مختلف رائیوں سے دنیا کی عمر درج ہے۔

اور ریٹھے سے مختلف کروڑ سال عمر بتاتے ہیں - لیکن اعتراض ہوتا ہے کہ نوح کے طوفان سے نئی بنائی دنیا بہ گئی تھی - اس کا حساب کیوں مجرا ہو گیا - جیرو ونشی چوگنی مہا دکروڑوں کی گردش باقی ہے - مگر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معلوم ایسے طوفان اور کتنے آئے ہوں (۱م) اس دنیا کے تمام گننے اور حساب عاجز رہ جاتے ہیں - عقل و فکر کام نہیں کرتی - چنانچہ ایج - آف - دی ارتھ صفحہ ۱۵ پر حسب ذیل الفاظ قابل غور ہیں؛

How much greater, then must have been the interval required for the elimination of the whole organ[ic] world! The human mind dwelling on such considerations as these seems at times to have been affected by a an-excitation of the imagination, and a consequent paralysis of the understanding which led to a refusal to measure geological time by years at all, or to reckon by anything less than "eternities"

See page 1? Age of the earth By W. J. Sollas.

ترجمہ: - اس تمام دنیا کے بننے کے لئے کس قدر زیادہ عرصہ لگا ہوگا - انسانی دل اس قسم کے خیالات پر وچار کرتا ہوا بعض اوقات غور و فکر میں حیرت سے غرق ہو جاتا ہے اور اس کی عقل پر سکتے کا عالم طاری ہوتا ہے - جب سے وہ سالوں سے زمانہ طبقات الارض کو ناپنے سے قطعاً انکار کرتا ہے یا محض ابدیت سے ہی اس کو ناپتا ہے - اسی طرح ایک محقق بالکل مایوس ہو کر کہتا ہے کہ دنیا کی عمر کو ناپنا ستاروں کو گننے کی کوشش کرنا ہے - اس پر ہم عصر اسے طعنہ دیتے ہیں - کہ ہمت ہار گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محققین کو خوب ہی شامت ہے کوشش کرتے ہیں - تو اس بحر بے پایاں کی کوئی تھاہ نہیں ملتی اور تھکتے ہیں تو بزدلی اور کم ہمتی کا الزام لگتا ہے - مذہبوں کا تمدن شرنا ورتی - اس حالت میں میرا تمام مذاہب سے سوال ہے - کہ کون سا وہ مذہب ہے جو ان محققین کو اپنی روشنی کے تلووں کو تحقیقات کر سکے - اور اصلی دنیا کی ٹھیک عمر بتا سکے

اب موجودہ سائنس اور مسئلہ ارتقا کی طرف نظر کیجئے جس کا ظہور وجود

(۱م) منوسمرتی میں نوح سے پہلے طوفانوں کا بھی ذکر ہے -

(۲م) دی ایج آف دی ارتھ صفحہ ۱۵ مصنفہ پروفیسر سالس -

تمام مہذب ممالک میں زور شور سے ہو رہا ہے اس چرچے نے بھارت کے نوجوانوں کو بھی اپنی طرف کھینچا ہے۔ مغربی لٹریچر اور سائنسی تحقیقات سے دنیا کو تاک رہے ہیں۔ نہ مادی ترقی ہے ان کا کوئی مقابلہ کر پاتا ان سے زیادہ مفید باتیں ان کے متعلق نکالنے کا کوئی یقین کرتا۔ ورنہ اس سے بے شمار گنا زیادہ مفید روحانی ترقی کا آدرش کوئی ان کے سامنے رکھتا و مدلل طور پر انہیں روحانیت کا معتقد بناتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان کے غرور کا پارہ اس درجہ تک چڑھ گیا ہے کہ وہ اپنی کامیابیوں کے دعویٰ میں بلند پروازیاں کرتے ہوئے ایشوری ہستی سے بھی منکر ہو بیٹھے۔ اور دھرم کرم یا مذہبی باتوں کو محض ڈھکوسلوں اور نکموں کا مشغلہ اور گزرے زمانوں کی ابیہ از عقل باتوں کا مجموعہ قرار دے رہے ہیں۔ اور بھارت کے نوجوان بھی سکول کالج کے کورسوں میں ایسے ہی خیالات اپنے مرل ہیرو‌وں پر نقش کرتے ہوئے گویا ان مغربی خیالات پر لٹو ہوئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ کشش محض اس وقت تک ہے کہ جب تک لوگ نتیجت سدھانتوں کا پرچار کرنے کو اتساہ سے کام نہیں لیتے۔

فی الحقیقت کل سائنس اور مسئلہ ایوولیوشن کی پوزیشن بعینہ وہی ہے جو اوپر مسئلہ عمر دنیا کے بارے میں دکھائی گئی۔ اس کا ثبوت اگلی سطروں سے بخوبی ہوگا۔

ڈبلیو جے سالس صاحب بیان کرتے ہیں کہ سائنس برابر ترقی کرتی آتی ہے۔ ۱۸۳۰ء سے ہٹن کے وقت سے اس کو مسئلہ پوزیشن ملی۔ اس کے ایک صدی بعد ۱۸۳۰ء میں جیمز ہٹن نے نوجوان سائنس کو تازہ طاقت دی اور اسے زیادہ عمدہ لایا پر چلا دیا پھر ۱۸۵۰ء سے لارڈ کیلون نے علم ریاضی سے اسے ترقی دی اور موجودہ طبیعیات کے روپ میں اس کی تعمیر دی۔ ہٹن کے وقت سے سائنس کے اثبات بے قاعدہ یا اتفاقی مانے جاتے تھے ہٹن کے زمانے سے مانا گیا کہ نیچر کے اسباب کا یکساں عمل ہو رہا ہے لیکن ڈارون اور کیلون کے وقت سے مسئلہ ارتقا یا بتدریج ترقی پر اتفاق ہوا ہے۔

ہم زیادہ لے والے اپنے پیشروں کو غلطی پر بتاتے ہیں گو بعض صورتوں میں حالات کے لحاظ سے انہیں حق بجانب ثابت کرنے کی ارادتاً کوشش کرتے ہیں مثلاً

ہٹن نے طبقات الارض کی تاریخ کو تحقیق کرنے کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ مجھے نہ ابتدا کا نشان ملتا ہے نہ انتہا کا پتہ لگنے کی امید ہے۔ اس کے بعد میں آنے والے محققات کو ختم ہونے تک جاری رکھنے لگے تو ہٹن کو یہ سمجھ کر بے وقوف کہا گیا کہ ہوا۔ اگر ہم نے ایسی حالت میں فیصلہ دیا کہ نہ اس وقت ولیم سمتھ کی مشہور دریافت کا پتہ تھا۔ نہ کے بعد وہ گئے جو تشکیلی زندگی کی معلوم ہوتی ہیں ان کا علم ہوا تھا۔ (۱۴۳:

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایوولیوشن کی تھیوری کو اسپیڈ اور بے بدل سچائی کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ یہیں جواب ہوگا نہیں ہرگز نہیں اور یہ میرا دعویٰ بھی نہیں معقول ثبوت سے ہے جو صحیح کہا جا سکتا ہے جس سے ہیں فلسفی اختلاف رائے کو چھوڑ کر بیان سائنس اور ارتقا کے تمام ہوا داروں کا یہ سمجھتا ہوں کہ تمام نظام عالم کا مدار مادہ اور حرکت پر ہے یہ اشیاء از خود پیدا ہوتی ہیں مادی ذرات متحرک ہیں اور بعض اتفاقی انتخاب وطالب ہے اس ترکیب و ترتیب سے پیوست ہوئے۔ کہ زندگی کے آثار نمودار ہوئے

جب سے طبیعات میں اس سے زیادہ دلچسپی اور فرضی بات اور کیا ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام تھیوریاں بعض انجیل کے معجزوں و کرامتوں والے ناممکن مسئلوں کی تعلیم کے خلاف پروٹسٹ ہیں۔ علم اور عقل اور قانون قدرت کی روشنی میں انجیل کے بڑے بڑے بیانات جن پر عیسائی ناز کرتے ہیں انہیں غیر معقول اور مستحق نفرت معلوم ہوئے تو انہیں محض نیچر کے ظہورات پر بنو عقل کے مطابق غور کرنا واقعہ پاؤں مارنا پڑا جس کے نتیجہ میں اس قسم کی تھیوریاں اپنے حالات میں نہ ان کی عقل مادہ سے پرے پہنچ سکتی تھی نہ تمام جگت کے وسیع کارخانہ میں نورانی ہاتھ کام کرتا ہوا انہیں نظر آ سکتا تھا اس لئے مادہ اور حرکت پر ہی انہیں صبر کرنا اور ان تمام خیالات کو انہیں مجبوراً ماننا پڑا۔

کہ جب تمام سائنس اتفاق راست سے کارن یا علت اور کاریہ (معلول) کے سلسلے کو ناسخ کرتی ہے۔ اتفاق وغیرہ کا لفظ محض اصلی سبب کے غیر معلوم ہونے کے وقت گھڑا جاتا ہے تو اتفاقیہ انتخاب کے اعتقاد کی تہ میں کیا یہ صحیح نہیں کہ نظام عالم کو چلانے والی کوئی اور ہستی ہے جس کا انہیں علم نہیں۔

اسی طرح علت کی اوصاف معلول میں ہونی لازمی ہیں۔ لیکن ایوولیوشن والے اچھے سائنس کے معتقد نکلے جو بے جان مادے سے زندگی کا پیدا ہونا مانتے ہیں۔

سائنس کا یہ بھی زبردست اصول ہے کہ حرکت جانداروں میں ہوتی ہے مادی اشیا بے حس و حرکت دکھائی دیتی ہیں لیکن یہاں بغیر روح کے مادہ میں از خود بطور پر حرکت کا اقبال کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ جس خیال کو سائنٹفک کہا جاتا ہے سائنس اسے ان سائنٹفک ثابت کرتی ہے۔

ایک اور اصول بھی اس اعتقاد سے ٹوٹتا ہے دو متضاد صفات ایک ہی جگہ رہ نہیں سکتیں۔ لیکن اس تھیوری سے مستفاد ہوتا ہے کہ جہاں میں بننا بگڑنا دونوں کس مادہ کے سہارے ہیں۔ وہ خود بخود ہی بنتا رہتا ہے اور بگاڑ بھی مادہ ہی کر لیتا ہے نیچر پرستی سو بچاوے تو ہی دونوں تحول کو یکجا ہونا کس طرح مسلم کیا جا سکتا ہے بننے ہونے کی شکتی زیادہ ہونے پر پیدائش کی زیادہ ہونے پر ناش اور زوال

جوہر پیدا یا فنا ہونے میں سے کوئی بھی بات ممکن نہیں رہ سکتی۔

اور دیکھئے۔ بعض نظریوں کے مطابق ضرورت پڑنے کے جانوروں کی شکلیں عجیب طرح بدلتی یا سرے سے تبدیل ہو جاتی ہیں۔ مسٹر لیمارک کی ایک مثال اس تبدیلی کو اچھی طرح واضح کر دیگی۔ رینگنے والے جانوروں میں سانپ کے اول اول پاؤں ہوا کرتے تھے۔ مگر چونکہ یہ زمین کے بالکل ساتھ ساتھ چلنے کا عادی ہو گیا۔ اور ہمیشہ اپنے آپ کو جھاڑیوں میں چھپاتا یا اپنے آپ کو لمبا کرنے کی بار بار کی کوشش اور تنگ جگہوں سے سکڑ کر گذرنے کی سعی سے ان کے جسم خوب لمبے ہو گئے اور صاف سب چوڑائی مفقود ہو گئی چونکہ ان کے جسم کے لئے لمبے پیر کسی قسم کا فائدہ نہ دیتے تھے اور چھوٹے پیر ان کے جسم کو حرکت دینے میں بھی ناقابل ثابت ہوئے۔ ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان اعضا کے استعمال نہ ہونے سے انجام کار نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار یہ اعضا بالکل ہی زائل ہو گئے۔ اگرچہ ان جانوروں کی بناوٹ کی تجویز میں دراصل ان اعضا کا حصہ تھا۔

اسی طریقے سے جراف کی لمبی گردن کی وجہ بیان کی جاتی ہے (اونٹ کے بارے میں بھی یہی کچھ کہا گیا ہے) اونچے اونچے درختوں کی ٹہنیوں کے پتے نوش فرمانے کی خاطر اس جراف کے آباؤ اجداد ہمیشہ ہی اپنی گردن کو اونچا کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی گردن لمبی ہو گئی" (۳۴)

اسی طرح ڈارون کا کہنا ہے کہ شکلوں کی تبدیلی بندر تک پہنچی اور اس سے انسانی شکل کا ظہور ہوا۔ بندر کی تھوتھنی گھٹتے گھٹتے گول ہو گئی۔ رخساروں سے بال اڑ گئے۔ دُم آہستہ آہستہ گھس گئی۔ اور انسان ایک اچھا خاصہ تراشیدہ بندر بن گیا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کس طرح مشاہدات اور تجربات کے طرز بیان کے عجیب پن کو دیکھتے ہوئے لوگ پھنس رہے ہیں۔ کیونکہ یہ بیانات سوائے مسخرہ آمیز ہونے کے کسی طرح معقول نہیں کہے جا سکتے۔

(۱) جراف کے ذکر سے اونٹ کی گردن کی تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ اگر استعمال کرنے سے اونٹ کی گردن اونچے درختوں تک پہنچنے کے لئے بڑھ سکتی ہے تو ایسے ایسے درخت موجود ہیں جن کے پتوں کے لئے اونٹ اچک اچک کر گردن اٹھاتا ہے لیکن پہنچ نہ سکنے سے مجبور رہ جاتا ہے۔ کیا ایوولیوشن کے معتقد بتا سکتے ہیں کہ باوجود اس کے ہزاروں سالوں سے آگے گردن کیوں نہیں بڑھی۔

(۲) اگر سانپ کے پاؤں استعمال میں نہ لانے سے زائل ہو گئے ہیں تو ان وحشی لوگوں میں جنہوں نے کبھی دماغ سے کام نہیں لیا۔ دماغ کیوں زائل نہیں ہو گیا۔

(۳۴) دیکھو مضمون [illegible] رسالہ [illegible] ۱۸ [illegible] ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۰۔

لاکھوں اندازہ یا کروڑوں سال کا عرصہ لیتے ہیں بلکہ قوموں کی اولادوں میں ہونے ہوتے ان رنگوں کا بالکل نہ رہنا اور انسانوں سے آگے ادھ حیوانوں کا وجود باقی رہنا لازمی امر ہے۔ اسی طرح زیادہ استعمال پر اعضا کا بڑھتے جانا لازمی ہوتا ہے اور اس سے ایک ایسی قوم انسانوں کی پیدا ہو جانا چاہیے کہ جن کی ٹانگیں بڑھتی بڑھتی گزوں ہو جائیں لیکن انسانی نسل کے لاکھوں برس کا اب تک ہے یہ حصول نا ممکن ہے اس کے قابل ہونا۔ اور علاوہ ازیں قیاس ایسا اور طرح کے انسان ہونا واجب ہے لیکن گزشتہ اسال سے انسانوں کی شکل ہے تو آگے سے زیادہ ترقی یا تنزل نہیں پاتی۔

(۳) اگر استعمال کرنے یا نہ کرنے پر ماؤں کے اعضا منحصر ہوں تو نتیجہ ہونا چاہیے کہ جو عضو زیادہ استعمال میں آئے وہ بہت بڑھتا جائے لیکن بات اس کے برعکس ہے کیونکہ جبھی دس پر طرفدار کی اولاد میں شکستگی کی کمی ہوتی جاتی ہے۔

(۴) اگر کسی گزشتہ وقت میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ بندر انسان بن سکتے تھے تو اب کسی طرح بھی ایسا تجربہ دیکھنے میں نہ آیا۔ سائنس کیوں نہیں بتاتا۔ اور کیوں اس وقت سلسلہ بند ہے۔

(۵) اگر شکلیں ترقی کرتی اور تخصیص ہوتی آئی ہیں تو انسان پر آکر آگے سلسلہ بند کیوں ہو گیا۔ جیالوجی اور سائنس کے رشتوں اور اردگرد نسلوں سے دنیا پر انسانی آبادی ہونے کا پتہ دے رہے ہیں لیکن کس قدر افسوس ہے کہ اتنے عرصہ میں مادہ اور حرکت سے تبدیلی و ترقی کے لئے آگے قدم نہیں اٹھایا۔

(۶) تمام علمی اصولوں کے یہ بات برخلاف ہے کہ محض وحشی حیوانوں سے نیک انسان بن سکیں۔ ماہرین اثریات وغیرہ کی وحشیانہ ہڈیاں باقاعدہ ہوں کی تمام حیوانات سے ثابت اور علم و تحقیق و درخ از تبدیل ہو یا نئی علت اور معلول کی لازمی شرط پاتے سے یہ امر بالکل برخلاف ہے۔ غرضیکہ فلسفہ اور سائنس کے تمام سچے اصول اور تجربہ و مشاہدہ و دلیل سے صحیح ہونے والی ترقی صراحتاً اس تھیوری کے خلاف ہیں جیسے کہ تھیوری ڈارون کی ہم اسے ظاہر کرتے ہیں۔

(۷) یہ مان لینا کہ ڈارون کے صرف ثبت الفرسا دا ہیں وہ شے میں کسی شے کی فطرت کو بالکل بدل دیں۔ ٹھیک نہیں کیونکہ نیم کا درخت کبھی آم نہیں ہو سکتا چاہیے جیسی ہی بات کو [illegible] اس پر کیوں مانے (۳) ڈارون کے سلسلہ الفرسا کیا جاتا ہے کہ مختلف اشیا ایک ہی ہوتی تھیں اور نئی حرکت پیدا ہیں [illegible] کی زمینی [illegible] کیا جا سکے ہیں [illegible] اس تھیوری کا دارومدار ہے یہ سمجھ لیجیے کہ ایک [illegible] بدل [illegible] لیکن یہ فرض [illegible] پیدا [illegible] کے بعد پہنچے

بڑھیا حیوان کی شکل میں بدل جائے مختلف نسلوں کے میل کر دینے سے بھی یہ دقت رفع نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ جب دو مختلف نسلیں آپس میں جنسی تعلق کی پیدائش گو ان سے مختلف ہو لیکن نتیجہ اولاد پیدا کرنے کے وہ قابل ہو جاتی ہے۔ (۳) بندر اپنی دم اور پاؤں سے بہت کام لیتے ہیں اور اس تھیوری کے انوسار یہ گھٹتے گم نہیں ہونے چاہئیں جب کہ بندر انسان بنے لیکن تماشہ یہ ہے کہ انسان کی دم ہوتی ہی نہیں اس لئے یہ تھیوری اسست ٹھیرتی ہے (۴) یورپ کے کاترین سے ودوانوں کے سدھانت پر سخت اعتراض ہو سکتے ہیں اور یہ کبھی بھی ست سدھانت کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔" (۴۵)

اس مسئلہ کی لغویت کا بدیہی ثبوت خود یورپ امریکہ والے دے رہے ہیں کو ودی اور صاحب کہتے ہیں۔

ایوولیوشن کا نیم چکر چھوٹے حیوانوں سے بڑے حیوانوں کی پیدائش مانتا ہے ایسے چکروں میں جب ہیں کہ سلسلہ برابر جاری رہے۔ دہر کا مجبوراً تناسخ کو مادہ اور روح کی تفاوت کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکتا اور مکمل تشریح کرنے کا دعوے کرتے ہوئے اپنے آپ کو بیوقوف ثابت کرتا ہے درحالیکہ مساوات کا نیم اس کے برخلاف بتاتا ہے کہ شرشٹی کیسی (ادا) پیدا ہوتی ہے۔ . . . . ایوولیوشن کا نیم روح کے اعلیٰ ادنیٰ کو مادہ کی اوصاف بتاتا ہوا درحقیقت روح اور مادہ کو ایک ہی بنا دیتا ہے اور ایسا کرنے سے انسان کی ضمیر اور فطرت کے برخلاف چلتا ہے مساوات کا نیم ان کو درحقیقت جدا جدا بتاتا ہوا قدرت کے نظام کو قائم رکھتا ہے اور ایسا کرنے سے انسانی فطرت اور ضمیر کے برخلاف نہیں چلتا . . . . . . یقینی بات ہے جو قانون قدرت کا پورا علم ہی نہیں بتا سکتا اور وہ یہ ہے کہ ہمیں کیونکر یقین آوے کہ تو اعین کا ڈھانچہ مادی اور اخلاقی دنیا کو بنائے ہوئے ہے ہم کو بشکل ایسا بناوینگا جس سے ہم اعلیٰ سے اعلیٰ نیک انسان بن جائیں۔" (۴۶)

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں لکھا ہے "یہ اب پختہ طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جس قدر بھی جاندار معلوم ہوئے ہیں وہ صرف پہلے زندگی رکھنے والے جانداروں سے ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔" (۴۷)

ایک اطالوی کیمیاگر فرانسیسکو ریڈی نے ۱۶۶۸ء میں تجربہ کر کے اس کی نسبت یہ فیصلہ دیا کہ لوبانس کا ٹکڑا ہے اگر میں اس کو موسم گرما میں کھلی ہوا میں رکھتا ہوں۔ چند ہی روز میں اس میں سڑاند پیدا ہو جاتی ہے اور لاتعداد کیڑے

(۴۵) [illegible] (۴۶) [illegible] صفحہ ۲۲

(۴۷) انسائیکلوپیڈیا برٹینکا [illegible]

نمودار ہوتے ہیں برخلاف اس کے جب میں باسی گوشت کے ٹکڑے کی لوہے کی جالی سے ڈھانپ کر حفاظت کرتا ہوں تو جان لیا کہ اس میں سڑاند ضرور پیدا ہو جاتی ہے پر کیڑا ایک بھی نظر نہیں آتا۔ لہٰذا کیڑے گوشت سے پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی پیدائش کا سبب کچھ اور ہی ہے ان کی پیدائش کا کچھ ایسا سبب ہے جو کہ لوہے کی جالی سے زائل ہو جاتا ہے۔ اس کی بابت آسان طریق سے آشکارا کی جا سکتی ہے اڑتی پھرتی مکھیاں گوشت کی جانب کھنچی جا کر اس کے اردگرد ایک جھمگٹے میں جمع ہو جاتی ہیں اور حفاظت کرنے والی لوہے کی جالی پر بھی انڈے چھوڑ جاتی ہیں اور ان انڈوں سے جلدی کیڑے ظہور میں آتے ہیں۔ لہٰذا از بس ضروری ہے کہ گوشت کے لوتھڑے کو ہر قسم کی ذی جان چیز سے بر طرف رکھا جاوے اور تب گوشت سے کوئی جان شے برآمد ہو گی حفاظت کرنے والی لوہے کی جالی عمدہ ہونی چاہئے تاکہ بس اتنا کافی ہے اس طریقے سے اس اصول پر پہنچا کر ٹھیک ہستی در رکھنے والی زندگی سے نئی زندگی پیدا نہیں ہو سکتی"۔

اس طرح پاسچر تجربے کا دلیل کا پیشتر کی رائے میں یہ مسئلہ بالکل لغو ہے ڈاکٹر حسن صاحب کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں۔ "الغرض خود بخود زندگی کی پیدائش کے مسئلہ کو ثابت شدہ واقعات سے دیکر تسلی کرنی چاہئے کہ زندگی کے آغاز کو ثابت کرنے میں سائنس ناکامیاب رہی ہے اور نہ ہی اس وقت کوئی امکان کے اندر بھی ایسا قانون ہے جو اس کی وجہ کو ٹھیک ٹھیک ظاہر کریگا"۔

ہیل سی مشل صاحب لکھتے ہیں "بے جان سے زندگی کی تردید اس کو ممکن بنانے میں کوئی تعلق نہیں رکھتی یعنی غیر جاندار مادے سے زندہ پروٹوپلازم وہ یعنی علم جس سے کہ جیسے کی زندگی بنتی ہے تیار کرنا"

کیونکہ یہ بات ایسی ناممکن ہے جیسی کہ لیبارٹری میں پروٹوپلازم کا تیار کرنا جس سے کسی ایک جزو ہر گز اور اول اول پروٹوپلازم کے علاوہ کسی دوسری چیز کو تیار کرنا پڑیگا جس کو کوئی اتفاق کوئی نام نہیں دے سکتے"۔

ان سب سے بڑھ کر قطعی فیصلہ تمام سائنس دانوں کا ہے جن میں سائنس کے اعلیٰ اور غیر معمولی ماہر ہیں جو میدان آفرینش میں بطور رہنما ہیں۔ ان کثرت سے جمع ہوئے یادگار کے پردہ دار مسٹر ڈیوڈسن تھے آپ نے اپنی تصنیف میں کہا

ایوولیوشن ۔۔۔۔ سائنس کا سب سے بڑا غلط مسئلہ ہے موجودہ تحقیقات پر جو اس بات کو قطعی منظور کرکے ایوولیوشن نے انسان کو بندر سے زرخیل دی ہے یہ غلطیاں بتلائیں ہیں۔ پیدائش میں کوئی ارتقا کا نمونہ موجود نہیں اس ہر کی شہادت سے پیدا نہیں ہوتی ترقی کی تعریف بھی اس ملک کے خلاف ہیں وہ جو بندر کا وجود ثابت کرتے ہیں کہ انسانی ارتقا ہو نہیں بلکہ تنزل ہے۔ آخر اتفاق کرتے حسن حیل ایوولیوشن باسی ہوا۔ سائنس کے جدید تجربات اور مشاہدات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ مسئلہ بالکل غلط ہے اور سائنس اس کی تردید کر رہی ہے۔

اس طرح مغربی عالموں کے فیصلے دینے کے بعد ایک امر قابل غور باقی ہے۔ کہ کیا فی الحقیقت دنیا ترقی کر رہی ہے۔ جیسا کہ ایوولیوشن کے پرچارک بیان کرتے ہیں۔ اس کے متعلق دنیا کی حالت کا مشاہدہ لازمی ہے۔ اگرچہ ریل۔ تار۔ موٹر۔ اور جنگ کے عجیب و غریب ہتھیار بڑی بڑی عالیشان عمارتیں۔ مختلف علوم و فنون اور سکول کالج و علمی سوسائٹیاں وہ روشن پہلو ظاہر کر رہی ہیں۔ جن کا نام ترقی رکھا جاتا ہے تاہم جنگلی لوگ افریقہ کے حبشی وغیرہ بھی ہیں۔ جن تک اس تمام تہذیب کا اثر نہیں۔ وہ ننگ دھڑنگ پھرتے حیوانوں کی طرح ضروریات مہیا کرتے رہتے ہیں۔ اب فیصلہ کون کرے۔ کہ آیا پہلے تمام لوگ موخر الذکر کی طرح تھے۔ اور اس وقت وہ سیڑھی کی اعلیٰ منزل پر پہنچے ہیں۔ یا پہلے کل تمام اول الذکر سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ کم کرے اور کچھ بہت یعنی پشو اوستھا تک نیچے گر گئے ہیں اول تو اس ظاہری حالت اور نمائش سے تہذیب و ترقی کا اندازہ لگانا ایک بڑی بھاری غلطی ہے۔ اور اگر کچھ اس کی شہادت وزن دار ہو سکتی ہے تو یہ یا تو محض شکیہ فیصلہ دیتی ہے یا آخری صورت کے حق میں۔ کہ دنیا اپنی پہلی اوستھا سے تنزل کر رہی ہے۔ نہ کہ ترقی۔ گزشتہ اوراق میں کتنے ہی مذہبی اور اخلاقی اصول اپنی ابتدائی پوتر اور اونچ اوستھا میں اور پھر بدلتے و بگڑتے ہوئے بالکل بیہودگی اور غیر معقول حالت تک پہنچے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ کسی نے کوئی بھی صداقت دریافت نہیں کی۔ ایشور کا سب سرشٹی کرن بگڑت ہو کر سروپ دیا میں بدل کیا گیا ہے۔ کیا آج تک لاکھوں کروڑوں کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی کوئی ایسی صفت بیان ہوئی جس کا پہلے وید آدی سرشٹی کے منتروں میں ذکر نہ تھا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ خدا کے متعلق ہمارا علم برابر گھٹتا یا غلط ہوتا آیا ہے زند میں بعض ویدک استعاروں کو نہ سمجھتے ہوئے اسے بعض جگہ انسان کی طرح سمجھا گیا۔ بائبل انجیل وغیرہ میں اسے بالکل ہی ادنیٰ روپ میں ظاہر کیا گیا۔ مثلاً وہ ٹھنڈے وقت میں عدن کے باغ میں سیر کرتا ہے۔ وہاں وہ انسان کے پیدا کرنے سے پچھتاتا ہے۔ دلگیر ہوتا اور انسان کی تباہی پر آمادہ ہوتا ہے۔ (۱۴۹) کبھی آدمیوں سے ملتا اور باتیں کرتا پھرتا و گوشت کی ضیافتیں کھاتا ہے۔ ابرہم سے بانجھ عورت سرہ کے ہاں اولاد پیدا ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ وہ رات بھر یعقوب سے کشتی لڑتا ہے۔ (۱۵۱) کہیں فرعون سے عداوت کرتا اور [illegible] مصریوں کو طرح طرح کے عذاب مکڑی۔ جوئیں۔ مینڈک۔ اولے۔ پھوڑے۔ مری۔ غبار وغیرہ کے دینے کے بعد رات بھر کو بے خبر پہلوٹھوں کو قتل کر کے واویلا مچواتا ہے۔ (۱۵۲)

(۱۴۹) پیدائش باب ۳ آیت ۸ (۱۵۰) " باب ۶ آیت ۶ و ۷ (۱۵۰) " باب ۱۸ تا ۲۱
(۱۵۱) باب ۳۲ آیت ۲۵ - (۱۵۲) کتاب خروج کے پہلے گیارہ باب

نہ صرف یہی ۔ اپنے لئے ہر بات میں کتنے ہی بتوں ۔ گاؤں بیلوں وغیرہ کی قربانیاں
مانگتا ہے انہیں شرط سے ٹکڑے کرنے اور پکانے کی ترکیبیں بتاتا ہے ۔ وغیرہ وغیرہ
قرآن میں بعض صورتوں میں انجیل سے بھی زیادہ بُرا نقشہ خدا کا کھینچا جاتا ہے

نہ صرف یہ اُن کے پیرو بالکل ہی اُس ہستی مطلق عالم کل سرور بالذات کو
بھولے ہوئے خاص انسانوں کو ہی خدا سمجھ رہے ہیں ۔ یا خدا کی بزرگی نہایت
ہی بے ہودہ طریق پر ظاہر کرتے ہوئے حقیقت حال سے بالکل بے خبر ہو رہے
ہیں ۔ فرقہ بنانیہ اعتقاد رکھتا ہے ۔ کہ اللہ حضرت علی کے ساتھ متحد ہو گیا ہے ۔
(۱۵۳) فرقہ زبانیہ یہ بھی کہتا ہے ۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہیں ۔
اور حضرت علی خدا ہیں ۔ (۱۵۴) ایسے ہی علانیہ طور پر خدا کو انسان کہنے والے
آدمی ہیں ۔ فرقہ غمامیہ کا عقیدہ ہے ۔ کہ اللہ تعالے کا مکان اصلی آسمان ہے
اور وہ موسم بہار میں پردہ ابر کے اندر ہو کر واسطے سیر گلزار اور باغ بہار کے
زمین کی طرف نزول کرتا ہے ۔ اور دنیا کا طواف کرتا ہے ۔ پھر آسمان پر چڑھ
جاتا ہے ۔ پھل پھول میوہ غلہ اور سبزہ یہ سب اثر بہار اسی کی وجہ سے
ہوتا ہے ۔ اور ان کا عقیدہ یہ ہے ۔ کہ اللہ کے لئے کوئی جہت نہیں ۔ کبھی
اوپر کبھی تلے پھرتا رہتا ہے ۔ (۱۵۵) ایسے اشارات سے ظاہر ہے کہ
خدا کے خیال میں ترقی کی بجائے تنزل ہوا ہے ۔ اسی طرح وید میں جو اندر
اور ورتر کا یدھ کہا جاتا ہے ۔ یعنی سورج اور بادل کا جس میں بادل سورج
کے پرکاش کو چھپاتا ۔ گرج گرج اور کڑک کڑک کر گھٹائیں باندھتا ۔ اور
بجلی کی چمک آدمی دکھاتا ہے ۔ اور آخر سورج اپنی تیکشن کرنوں کے
بانوں سے اسے بیدھتا اور وہ پانی ہو کر زمین پر گر پڑتا ہے ۔
اسی کو یزدان اور اہرمن یا اہُرمزدا اور انگرامینو کا یدھ ژند میں کہا گیا ۔
لیکن پھر بھی دیوتا اہُرمزد انگرامن یا خالق الخیر کے معنی میں تھا ۔ انجیل
اور قرآن میں خدا اور شیطان کے قصہ کو ان کا جانشین کیا گیا ۔ لیکن ناظرین
حیران ہوں گے کہ یوحنا کے مکاشفہ میں جو آسمان کی عجیب وغریب
باتیں لکھی ہیں ۔ اور جن کی شکل بدل کر جو اسلام میں سات آسمان کی
سیر یا مسئلہ معراج محمد صاحب سے منسوب کیا جاتا ہے ۔ اس سارے بیان
میں بالکل مذکورہ بالا یدھ کا ہی نقشہ بہت تفصیل اور کچھ بگاڑ و تبدیلی کے ساتھ
ایک جگہ لکھا ہوا ملتا ہے ۔ (۱۵۶)

(۱۵۳) مذاہب الاسلام صفحہ ۳۰ ۔ (۱۵۴) مذاہب الاسلام صفحہ ۷۹
(۱۵۵) مذاہب الاسلام صفحہ ۹۹ و ۱۰۰ (۱۵۶) نیا عہد نامہ ۔ مکاشفہ ۔ باب ۱۲ ۔

پھر آسمان پر ایک بڑا نشان دکھائی دیا۔ یعنی ایک عورت نظر آئی جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی۔ اور چاند اس کے پاؤں کے نیچے تھا۔ اور بارہ ستاروں کا تاج اس کے سر پر۔ وہ حاملہ تھی۔ اور دردِ زہ میں چلاتی تھی اور بچہ جننے کی تکلیف میں تھی۔ پھر ایک نشان آسمان پر دکھائی دیا۔ یعنی ایک بڑا لال اژدہا۔ اس کے سات سر اور دس سینگ تھے۔ اور اس کے سروں پر سات تاج۔ اور اس کی دُم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچ کر زمین پر ڈال دیئے۔ اور وہ اژدہا اس عورت کے آگے جا کھڑا ہوا۔ جو جننے کو تھی۔ تاکہ جب وہ جنے تو اس کے بچے کو نگل جائے۔ اور وہ بیٹا جنی یعنی وہ لڑکا جو لوہے کے عصا سے سب قوموں پر حکومت کریگا۔ اور اس بچے کو یکایک خدا اور اس کے تخت کے پاس تک پہنچا دیا گیا۔ اور وہ عورت اس بیابان کو بھاگ گئی جہاں خدا کی طرف سے اس کے لئے ایک جگہ تیار کی گئی تھی۔ تاکہ وہاں ایک ہزار دو سو ساٹھ دن تک اس کی پرورش کی جائے۔

پھر آسمان پر لڑائی ہوئی۔ میکائیل اور اس کے فرشتے اژدہے سے لڑنے کو نکلے۔ اور اژدہا اور اس کے فرشتے ان سے لڑے۔ لیکن غالب نہ آئے۔ اور اس کے بعد آسمان پر ان کے لئے جگہ نہ رہی۔ اور وہ بڑا اژدہا یعنی وہی پرانا سانپ جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے۔ اور سارے جہان کو گمراہ کرتا ہے۔ زمین پر گرا دیا گیا۔ اور اس کے فرشتے بھی اس کے ساتھ گرا دیئے گئے۔

اور جب اژدہے نے دیکھا کہ میں زمین پر گرا دیا گیا ہوں تو اس عورت کو ستایا جو بیٹا جنی تھی۔ اور اس عورت کو بڑے عقاب کے دو پر دیئے گئے تاکہ سانپ کے سامنے سے اڑ کر بیابان میں اپنی اس جگہ پہنچ جائے جہاں ایک زمانے اور زمانوں اور آدھے زمانے تک اس کی پرورش کی جائیگی۔ اور سانپ نے اس عورت کے پیچھے اپنے منہ سے ندی کی طرح پانی بہایا۔ تاکہ اس کو اس ندی سے بہا دے۔ مگر زمین نے اس عورت کی مدد کی اور اپنا منہ کھول کر اس ندی کو پی لیا جو اژدہے نے اپنے منہ سے بہائی تھی۔ اور اژدہے کو عورت پر غصہ آیا اور اس کی باقی اولاد سے جو خدا کے حکموں پر عمل کرتی ہے۔ اور یسوع کی گواہی دینے پر قائم ہے۔ لڑنے کو گیا۔ اور سمندر کی ریت پر جا کھڑا ہوا۔

اس بیان میں مادہ سے مراد ابلیس سے ہے۔ وہ عورت [illegible] ہے۔ جس کی [illegible] اور [illegible] سے [illegible] ہے۔ [illegible] ہو کر [illegible] چاند کو پاؤں میں لینا

ہے - بارہ راشیاں یا بُرج اس کا تاج ہیں - قوس قزح کا بڑا لال اژدہا سات رنگ والے سات تاج پہنے ہے - جس کی لمبائی اس کی دُم ہے - بجلی جو زمین پر پڑتی ہے وہ کڑکنے والی بجلی کا بچہ ہے - چونکہ بیشتر لوہے پر بجلی گرتی ہے - اور مندروں میں یا اونچے مکانوں میں لوہے کا عصا گاڑا جاتا ہے - یہ اس کی حکومت کا نشان ہے - بجلی کا چمکار فوراً دور ہوتا ہے - اسے اس کو بھاگ جانا کہا -

میکائیل نام اندر یا سورج کا ہے - کرنیں جس کے فرشتے ہیں - اندھیرا پھیلانے والا بادل اس وقت نیچا ہو جاتا ہے - جیسے اس کا گرایا جانا کہا - سورج کی کرنیں بادل تک برابر آتی ہیں - اس لئے فرشتے بھی ساتھ ہی گرائے گئے کا لفظ کہا - نیچے ہونے پر بادل میں سے گرج اور ہوتی ہے - جو بجلی کو ستاتا سمجھا جا سکتا ہے - جب بجلی زمین پر آگئی تب بادل نے اس کے پیچھے پانی کی ندی چلائی - یعنی بارش ہوئی - اور زمین نے اس پانی کو پی لیا - جس سے وہ بجلی کو بہا نہ سکا - وغیرہ وغیرہ

اس کل بیان مکاشفہ کو بیٹھا جاوے - تو بالکل ہی فضول اور ناممکنات سے بھرپور و ناقابل فہم ہے - اس حصے میں بھی بالکل بے محل و بلا ضرورت مسیح کو ساتھ لگا دیا ہے - اور گو بہت غور کرنے میں اس سے بچ بچا آشنا نے سکا ہوں - تاہم مختلف جگہوں پر اندر ورتر کا دیوا سر سنگرام جو مختلف قدرتی نظارے کا مظہر اور سچے اصولوں پر کا شک ہے - بالکل بگاڑ دیا گیا ہے - اسی طرح ہر بات میں تنزل اور گراوٹ کا ثبوت ملتا ہے - سنسکرت زبان کو دیکھئے - کہاں مکمل گیان والی عقل سے پونکہ شبدوں سے پرکرت اتیکول دیگر سارے مرحلوں کو حل کرنے والی ویدک سنسکرت اور کہاں پراکرت سنسکرت سے بھی بگڑ کر صدہا زبانوں کا بننا - جو تمام ادھوری ہیں اور نامکمل الفاظ بے ڈھنگے ہیجے بے طریق - گرامر نامکمل - معنی لچک بالکل کم - اور کھیے - غرضیکہ ہر پہلو سے ناقص ہیں -

انگریزی زبان کو ہی دیکھئے کہ کتنی ریت دان برسوں تک نوجوانوں کا دماغ کھاتا کہ انہیں کتنی پہلوؤں سے ٹکرا کر جاتے یا کم سے کم دماغ پر ناخوشگوار بوجھ ڈالتے ہیں ایک حرف کتنی آوازیں دیتا ہے - ایک آواز کتنے حروف سے ظاہر ہوتی ہے - یعنی ایک ہی قسم کے حروف ملکر کس قدر مختلف آوازیں دیتے ہیں - پلے یوٹی بٹ سے تو یلیو - پی یٹ - ڈی او ڈو سے اوری او گو -

او اور یو جی ایچ چار حرف ملکر ایک جگہ اُف کا آواز دیتے ہیں - جیسے Bough یا دوسری جگہ اُف کا جیسے Rough رف - تیسری جگہ او کا جیسے Though

مقرر ہو۔ کوئی حرف لکھا جا کر آواز نہیں دیتا وغیرہ وغیرہ مگر اس کے باقی نقصوں کے قطع نظر ایک ہجے سے ہی قیمتی انسانی زندگی کے لمبے سال محض ان کے نقص کا شکار ہو رہے ہیں۔ ذاتی زبانیں ہیں۔ لیکن لائق دماغ لوگ انہیں ان نہیں پا سکے۔ اب سوچتے ہیں کہ اس پر خوش زبان نکالو کہ لفظ اس کے کم ہوں۔ مگر معنی اور علوم اس میں تمام آ جاویں۔ لیکن سمجھ نہیں آتی۔ کہ محدود علم و عقل والے انسان اور سوری اور علوم سے خالی زبانوں کی تعلیم پا کر کس طرح مکمل زبان کے دعویدار ہو سکتے ہیں۔ پر مگر اس کا روپ معلوم نہیں۔ نہ آتا تھا اور نہ آتا تھا۔ مگر باوجود اس کے یہ بلند پروازی بعض کم عقل لوگوں کی حماقت سے زیادہ وقعت پا سکتی ہے۔ لیکن ہمیں اس سے غرض نہیں۔ کہ یہ قدم آگے اٹھایا جاوے گا یا غلط۔ سوال تو ہمیں اپنا ہی دہرانا ہے۔ کہ آیا ایوولیوشن کے دلدادہ۔ کیا زبان کے معاملہ میں آج تک ترقی ہو رہی ہے یا تنزل۔

اسی طرح دیگر حالات کو دیکھئے۔ انسانوں کے لمبے لمبے قد۔ موٹے تازے اور مضبوط جسم آج کہاں ہیں۔ گئے گذرے زمانے کے بھیم، بھیشم اور ارجن کا بل آج کس میں ہے۔ رسیل گوتم اور بیاس جیسے شاستروں کے رچنے والوں سے دماغ کہیں ہے۔ تو گھٹ گئے عمریں گھٹ گئیں۔ طاقتیں جاتی رہیں۔ سچائی صاف باطنی رہی نہیں۔ دو دو صد۔ کپٹ وہ دلی مہمان نوازی۔ اور تمام سچے اخلاق محض مادہ پرستی کی بھینٹ ہو چکے ہیں۔ لیکن افسوس کہ پھر بھی یہ ہی جاتا ہے۔ کہ ترقی ہوتی آتی ہے۔ کیا رامچندر سا گو یہ پرانی کوئی آدرش اس وقت دکھائی دیتا ہے۔ ایوولیوشن، سا تو ہر جو بھائی کے سر کا تاج بنتا ہے۔ اور اس کے دکھوں کے دور کرنے کو پتا کی راج دھانی سے ترجیح دیتا ہے۔ باوجود ہمسا ساتھ رہنے کے اپنی بھاوج یعنی سیتا جی کے چہرہ ...... کی طرف آنکھ نہ اٹھاتا تھا۔ اندریوں کو کھینچنے کا ثبوت دیتا ہے۔ سیتا سی راج پتری کی جو پتی برت دھرم کے سامنے تمام ایشوریہ کو لات مارتی ہے۔ کہ پرت جیسا بھائی کھڑا ہو راج کو سویکار نہیں کرتا۔ کہ یہ اپنا ہے۔ آج کس ملک جاتی یا پریوار میں دکھائی دیتا ہے۔

آہ! ایوولیوشن کا جو بھاؤ دنیا کی بیکھنی کو بھی کہتے وقت معلوم ہوتا ہے۔ وہ آج کس ویش یا سی میں کہیں ہیں۔ دکھایا جا سکتا ہے۔ سیتا کے راون کو جو جواب ملتے ہیں جس طرح پر وہ اپنے پتی برت دھرم کے پالن میں جان دے دینے کو تیار ہے۔ جس طرح لاکھوں استریاں اپنے سچ اور دل سے پتی برت دھرم کی آگیا اور مرضی کا اپنے جسم اور جان قربان کر کے ثبوت دیتی ہیں وہ آج کہاں

اور یورپ کے اکثر لوگ کہ جو آزادی پسند کہتے ہوئے گورنمنٹ کا ہی تیاگ کر رہے ہیں۔ سیلہ ہوتے ہیں۔ لیکن شہوت پر غلبہ پانا بہت کچھ پیدا کی حقیقی مریادا اثر ہے سے ناممکن ہو رہا ہے جس سے بھیچار بڑھ رہا ہے۔ اور لاکھوں اسقاط حمل ہو رہے ہیں جس سے سیکشول فزیالوجی وغیرہ کے محققین موجودہ تہذیب کو کوستے ہیں۔ جان کوان ایم ڈی صاحب تو آجکل مہذب دنیا کے گورنمنٹ کا بڑا خوفناک نظارہ کھینچتے ہوئے فتوے دیتے ہیں کہ "We have become a nation of ..." ہم تاثوں کی قوم بن گئے ہیں۔ فرانس میں بھی استری پرش کے مساوی حقوق کا جذبہ غلط راہ میں استعمال ہو کر عورتوں نے اپنے دکھوں سے نجات کا ذریعہ یہی سمجھا کہ اولاد پیدا کرنے سے انکار کر دیں۔ جس پر فرانس گورنمنٹ نے زیادہ بچے پیدا کرنے والے کو انعام دینے شروع کئے۔ غرضیکہ انسان ہر پہلو سے گر رہے ہیں۔ ناچ۔ شراب۔ جھوٹ۔ مقدمے بازی ہر شے دیش کی ترقی ضرور ہو رہی ہے۔ جو فی الحقیقت سخت تنزل کا ثبوت ہے۔

کلا کوشل پر جو ناز کیا جاتا ہے۔ اسکے متعلق اول تو یاد رکھنا ضروری ہے کہ انسانی ترقی و تہذیب کا اظہار ان سے کرنا کوئی زیادہ عقلمندی کی بات نہیں۔ حقیقت میں قدرتی نیموں کے مطابق ہر پہلو میں انسان کا چلنا اصلی ترقی ہے۔ ایشور سے سمبندھ رکھتے ہوئے اسکی آگیا کے مطابق تعلیم تدریس۔ خوراک و فکر سے بدن یا شریر کی ٹھیک طریق پر پالن پوشن اور نیز دنیاوی اشیاء سے مناسب طریق پر ضروری فائدہ حاصل کرتے ہوئے دنیا میں زندہ رہنا وہ ترقی کی اعلیٰ شکل ہے جس سے انسان کو مطلوبہ شانتی اور شانتی ملتی ہے۔ لیکن ان سب باتوں کو چھوڑ کر کسی ایک بات میں ہی غرق ہو جانا۔ اور خاص کر بیجان مادی اشیاء کے ہیر پھیر اور الٹ پلٹ میں ہی سب سے اونچے درجہ گرا دینا کہا جائے تو بجا ہے۔ جانے غور سے کہ ایک شخص کہتا ہے "آج بڑی ترقی کا زمانہ ہے کیونکہ ریل کے ذریعے ایک گھنٹے میں پچاس میل چلتے ہوئے مہینوں کا سفر دنوں میں اور دنوں کا گھنٹوں میں کر کے بہت سا وقت بچا لیتے ہیں۔" لیکن اپنا وقت مدنظر رکھتے ہوئے وہ ان کروڑہا مصیبتوں کو ان لاکھوں آدمیوں کے نقصے کو اور ساری قربانیوں کو بھول جاتے ہیں۔ جو انسانی سوسائٹی نے اسکے بنانے کے لئے کی ہیں۔ اسکے ساتھ ہی لاکھوں آدمی جنگل میں یا ریلوے کی ملازمت میں لگ رہے ہیں۔ وہ سب ہمارے وقت کے بچنے کا شاید سینکڑوں گنا سے بہت زیادہ معاوضہ ہونگے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ آگے پانچ روپیہ جس عہدہ کی تنخواہ تھی۔ آج سو دو سو روپیہ ہے۔ لیکن یہ بات محدود علاقے کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ اور پھر اسکے ساتھ ہی اس امر کو نظر انداز کیا جاتا ہے کہ اناج جہاں من یا ایک روپے کے منوں ملتے تھے آج سیروں تک پہنچ گیا ہے جس سے گذارہ سینکڑوں روپیوں سے بھی نہیں ہوتا۔ غرضیکہ بعض تنگ بینی سے ہم اس زمانے کی چہل پہل کو اپنے خیال میں ترقی سمجھ رہے ہیں۔ اکثر انگلینڈ کے بیچے ہوئے کو تباہی ... لوگ فرانس ... ترقی یافتہ ... میں جرمنی والے ... سمجھتے ہیں ...

کے ایک ایک عضو کا فرض سارے شریر کی رکشا میں حصہ لینا ہے۔ اسی طرح ایک ایک ملک و قوم
نے تمام دنیا و نوع انسان کے کلیان چکر دنیا کو سکھلائی دستہ میں لاتا تھا۔ اور جہاں تمام انسانی
فرائض کو بذریعہ اعتدال و التیوری قانون کے مطابق پورا کرنا اصلی ترقی سمجھا جاتا تھا وہاں آج سب کو بھلا کر
چھوٹے چھوٹے قطعہ زمین میں دنیا کی دولت لا ڈالنے یا سبھی ظاہری چمک دمک اور ٹھیک ٹھاک کے سامان
اکٹھا کرنے یا محض چند مادی ضروریات کے پیچھے لٹو ہو جانے کا نام ترقی کہا جاتا ہے کیسقدر افسوسناک
ہے۔ پھر ان مشینوں کے ذریعے خاص انسانی طبقہ میں جو بیکاری اور کم آمدنی اور نتیجہ میں جو
پارٹی سپرٹ اور بدامنی پھیل رہی ہے۔ وہ مزید سے بران ہے۔ اور تمام مشینری کے کام میں
جو کوئلہ وغیرہ استعمال ہو کر دھواں اور بدبو سے بیماریاں پیدا کرتا و تکلیفیں دیتا ہے وہ اس سے
بھی بدتر ہے۔ ایمرسن نے کیا خوب کہا ہے مہذب انسان نے گاڑی تو بنائی ہے۔ مگر ٹانگوں
کا استعمال جاتا رہا ہے۔ وہ بیساکھی (یعنی لاٹھی) کا سہارا لیتا ہے۔ مگر اسکے پٹھوں میں
سہارے کی طاقت نہیں رہی۔ اسکے پاس گرین وچ کے ملاحوں کے مطابق جنتری تو ہے
اور جب ضرورت پڑتی ہے اس پر پورا یقین کر لیتا ہے۔ مگر گلی کوچوں کی گردش کرتا ہوا انسان
آسمان کے ایک تارے تک کو نہیں جانتا۔ وہ راس السرطان کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ نہ ہی
اعتدال ربیعی کے متعلق کچھ جانتا ہے اور سال بھر کی تمام روشن جنتری اسکے دل پر سب
گھڑی کا کام کرتی ہے۔ اسکی نوٹ بک اسکی یادداشت کو کند کر دیتی ہے۔ اسکا بڑا سا دماغ
اسکی فہم و فراست پر ایک بڑا بوجھ ڈال دیتا ہے۔ انشورنس کمپنی کے دفتر حادثوں میں اضافہ
کرتے ہیں۔ اور یہ ایک سوال ہو سکتا ہے کہ مشینیں اسکی ترقی میں رکاوٹ ڈالتی ہیں۔
یا نہیں۔ ہم نے آرائش و زیبائش کے ذریعہ سے کسی قدر طاقت زائل کی ہے۔ یا نہیں
(اسی طرح) اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ انگلینڈ کی تین کروڑ چھ لاکھ آبادی میں سے سات
لاکھ بیکار اور آٹھ لاکھ بھیک منگے ہیں۔ ایک ہزار کی آبادی میں دس آدمی بے جائداد
ہیں۔ ایک کروڑ تیس لاکھ ہمیشہ تنگ دستی میں رہتے ہیں۔ دو کروڑ غریب ہیں۔ قوم کا
کل سرمایہ صرف دس ہزار لوگوں کے قبضہ میں ہے۔ تیس ہزار آدمی کل ملک کی زمین و
سرمایہ کے ۹۰ فیصد کے مالک ہیں۔ تین کروڑ چھ لاکھ آبادی میں صرف بند لاکھ فی ہفتہ
تین پونڈ سے زیادہ کماتے ہیں۔ عام طور پر مزدور فی دن ایک شلنگ سے بھی کم کماتے
ہیں۔ لاکھوں مزدور ایسے حالات اور ایسے مکانوں میں زندگی کاٹتے ہیں۔ جو کہ باعث
شرم ہے۔ جرم۔ بدی۔ نشہ۔ جوا۔ رنڈی بازی۔ سستی۔ لاعلمی۔ چوری اور موت
ان سب کا مجموعہ بڑا خوفناک ہے۔ ان باتوں پر بچار کرتے ہوئے کون معقول پسند موجودہ
تہذیب یا مادی ترقی کو قابل فخر قرار دے سکتا ہے۔ خاصکر اس صورت میں کہ اس
نمائشی ترقی والے سامان اور جملہ علوم اس سے اعلیٰ حالت میں موجود تھے قدیم بھارت باسی
گو سیانے رہ اور تمام مادی سامانوں سے واجبی فائدہ لینے کے عادی تھے۔ تاہم روحانی

پہ بالکل فریفتہ ہو رہے تھے۔ اور یہ بھی ان پر انسانی کمال و ترقی کا مدار رکھتے تھے اس جگہ اس مضمون کا تعلق نہیں اس لئے اسے چھوڑتا ہوں۔ ہاں کہنے کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ واقعی دنیا میں ترقی کسی پہلو سے نہیں ہو رہی۔

اور اسلئے مسئلہ ایوولیوشن ہر لحاظ سے بودا ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہنہ سائنس اس کی پشتی کرتی ہے۔ نہ دلیل سے اسکا ثبوت ملتا ہے تو بھی دنیا کے مختلف حصوں میں اسے سائنٹیفک طور پر مانے جاتے ہیں۔ اور اگرچہ ایوولیوشن کے متعلق خود اسکے پرچارکوں کے بیانات سے بہت اختلاف پائے جاتے ہیں۔ تاہم اس میں کلام نہیں۔ کہ موجودہ مذاہب اس قسم کے ویچاروں میں لگے ہوئے لوگوں کو کوئی تشفی سمابہت نہیں دے سکتے۔

اور قسم مذاہب میں صداقت کے خلاف بیانات ہیں

اوپر جس قدر مذہبی کتب کے بیانات ہیں ان سب سے بڑا نقص غیر ممکن اور خلاف قانون قدرت بیانات ہیں۔ عموماً مذاہب کی بنیاد مردم پرستی پر ہے۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے اوربا کا نتیجہ عناصر پرستی ہے ہر مذہب میں خاص شخصیتوں سے فرضی اور موہوم باتیں منسوب کرکے انکے گن گائے جاتے ہیں۔ زرتشت کو پارسیوں نے آسمان پر چڑھایا۔ تو مسیح کی ان ہونی تعریفیں کر کے عیسائیوں نے غضب ڈھایا۔ مسیح کا چوتھے آسمان تک پہنچنا عیسائیوں نے مانا۔ تو محمد صاحب کی سیر سات آسمانوں تک مسلمانوں نے مانی۔ ایک اور صاحب اُٹھے وہ دسویں آسمان تک پہنچے۔ گورو نانک صاحب کا ذکر کیا سکھوں نے لیا تو مسلمانوں کے حضرت صاحب تو کیا تمام ہندو بزرگوں کو بھی نیچے درجہ میں گرا دیا۔ اور انہیں ہزاروں لاکھوں اوپر کے آسمانوں پر رکھ کے بڑے بڑے بھگتوں سے اوپر پہنچا دیا۔ کہاں تک کہا جاوے۔ مذہب میں ان پڑھ لوگوں کی بشر پرستی کا بڑا ذریعہ یہی ایسی عجیب و غریب ناممکن باتیں ہیں جو کرامات کے نام سے ان سے منسوب کی جاتی ہیں۔ جیسے مسیح سیت کے متعلق کہا ہوا کہ ایک کوڑھی کو اچھا کر دیا (۲) وہ جھیل پر طوفان آتا ہے تو وہ ندی کو ڈانٹتا ایک لفظ کہہ کر پانی کو تھم جانے کو کہتا ہے۔ وہیں طوفان بند ہو جاتا ہے (۳) مردہ لڑکی کو زندہ کرتا ہے (۴) پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں پانچ ہزار آدمیوں میں تقسیم کر کے انکی بھوک دور کرتا ہے۔ اور بارہ ٹوکریاں روٹی اور مچھلی کی بچی بچ بھی رہتی ہے۔ (۵) جھیل کے پانی پر خشکی کی طرح چلتا ہے۔ (۶) سات روٹیاں چار ہزار آدمی کو کھلا کر سات ٹوکریاں بچے ہوئے سے بھرواتا ہے۔ (۷) اسی پرکار اندھوں کو آنکھیں دیتا ہے اور گونگوں کو بولنے کی شکتی دیتا ہے وغیرہ مرقس کی انجیل میں لکھا ہے۔ اور لوقا وغیرہ میں بھی ہے مسلمانوں نے تو انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے محمد صاحب نے کئے۔ سات آسمان کی سیر کی۔ وغیرہ وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو مشاہدہ تجربہ اور دلیل عقل کی حد سے باہر ہیں اور ان پر ایمان لانے کو عقل کو جو تلانجلی دینی پڑتی ہے ایسی حالت میں علاوہ دماغ و تعلیم یافتوں

دیگر مذاہب کے خلاف بہوتوں کی نتیجہ ہوت

(۱۵) ویدوں سے تمام عقدوں کا حل ہونا | وید ایشوری گیان ہونے کی حیثیت سے تمام مذکورہ بالا نقصوں سے پاک

ہے اور مشکل سے مشکل سوال کا حل اس میں موجود ہے۔ دنیا کی عمر معلوم کرنے میں جو علماء اپنا دماغ بھٹکا رہے ہیں آویں اور اس گرے ہوئے زمانے میں بھی معمولی ان پڑھ برہمن سے اس سوال کا جواب سن لیں۔ جسے وہ اتنا ناقابل حل سمجھ رہے ہیں۔ ہر شبھ کام کے موقعہ پر سنکلپ میں سرشٹی سموت بیٹھ دنیا کی عمر کو برابر یاد رکھا جاتا ہے (۱۶۳) اور اسی لئے بھارت میں معمولی واقفیت کے آدمی بھی ایک ارب ستانوے کروڑ انتیس لاکھ انچاس ہزار ستر سال دنیا کی عمر بتا سکتے ہیں۔ کل عمر جاننی ہو تو وید ۴۳۲ ارب بتیس کروڑ سال صاف طور پر واضح کر رہا ہے (۱۶۴) دنیا کی بناوٹ وغیرہ کے متعلق جو آج ڈاروِن آدمی بتدریج ترقی کا مسئلہ پیش کر کے اختلاف لئے پھیلا رہے ہیں۔ آئیں اور حقیقی ایولیوشن کے مسئلہ کو جان کر اپنی شانتی پائیں۔ ایشور جیو۔ پرکرتی تینوں کے جداگانہ گنوں کو اور پرکرتی کے سوکشم پرمانوؤں سے ستھول سرشٹی بننے کو بطور پرکار سمجھ کر کہیں کہ کوئی اعتراض ان پر وارد ہوتا ہے۔ آکاش سے وایو اگنی جل پرتھوی۔ بنسپتی اور حیوانات کے اجسام کا درجہ بدرجہ بننا یا لطیف سے کثیف چیزیں بنتے آنا ہی سچے معنوں میں ترقی بتدریج ہے۔

اسی طرح جو لوگ کورٹ شپ۔ اشتہار بازی کے انتخاب۔ قرعہ اندازی کے ذریعے ناطے رشتوں کی تجویز کرتے ہوئے کبھی اطمینان نہیں پاتے۔ وہ بھی آئیں اور ویدک سوئمبر ودیا کی تہ تک پہونچیں۔ ویدک ہدایت کے مطابق گوروکلوں میں لڑکے لڑکیاں پڑھیں۔ جب بیٹے آخری امتحان میں رہنے پر لڑکے لڑکیوں کی تصاویر و جنم چتروں (۱۶۵) کا تبادلہ کریں۔ لائق استاد اور استانیاں ان کا مقابلہ کرکے عمر قد شکل اور پرسپر گن کرم سوبھاؤ وغیرہ ہیں جن کی مطابقت ہو بعد پاس ہونے کے آچاریہ آدمی کی سبھا میں لڑکے اور لڑکی کو اپنی تجویز سے اگر کوئی وہاں وہ اپنا اطمینان کر لیویں۔ اور کچھ کہنا بھید پوچھنا ہو تو لکھ کر وہیں ایک

۱۶۳ ویوسوت منونترے راشٹاونشتے۔ کلی یگے کلو پرتھا چرنے آریہ ورتا نترگتے جمبو دیپے بھرت کھنڈے

۱۶۴ [illegible]
ذرا یعنی سرشٹی کی ہستی کا سال دس ہزار سیکڑے پر ۴ ۳ ۲ صفر لگانے سے حاصل ہوتا ہے۔

اتھرو وید ۸۔ انو ا ۲۱

(۱۶۵) آج کل اسی جنم پتری کا جھگڑا بنا ہے۔ پھر کا بدل جاتا ہے۔

دوسرے سے پوچھ لیویں۔ مگر ایکانت میں کبھی نہ ملیں۔ اس طریق سے کوئی شے کے نقش اس پاس پھٹک نہیں سکتے۔ نہ کوئی دھوکا یا غلطی ہو سکتی ہے یعنی باہمی مطابقت باقی۔ تجربہ کیا ہے غرض دھرم کا گوروؤں دوارا نصیحت ہو کر ودیا اور گیان کو درستی نہایت ہی اعلیٰ رہنمائی مل سکتی ہے۔

اسی طرح جو لوگ تعلیم کے دلدادہ ہو کر کوئی مکمل سکیم انسان بنانے کا اب تک نہیں پا سکے۔ بورڈنگ سکول اور دوسرے سکول و کالج مع اپنے بے شمار طریقہ ہائے تعلیم و تعلیمی کوششوں کے جہاں ان کے دماغ کی تشفی نہیں کر سکتے۔ ہم کہتے ہیں آئیں۔ وید کے فرمودہ گورو کل سسٹم پر ہی نکتہ چینی میں طبع آزمائی کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کی پوری تسلی اس طریق سے ہو گی۔ نہ صرف یہی علم کی کوئی شاخ لیویں اور سچے ماہران وید سے دریافت فرماویں۔ اس کے سچے اور قدرتی اصول وید میں ملیں گے اسی سے یہ عقدہ حل ہوتا ہے کہ تمام سچے اصول کی بنیاد دنیا میں کہاں سے پڑی۔

طوالت بیشک بہت کچھ روک رہی ہے تاہم چند منتر بطور نمونہ مختلف علوم کے متعلق پیش کرنا ضروری ہے۔

سات کروں کا بیان — اس عالم کے سات کرّے ہیں۔ سب سے بڑا خط جو اس کے گرد گردش کرتا ہے۔ اس کو محیط کہتے ہیں۔ اس عالم میں جس قدر دنیائیں ہیں۔ ان کے گرد سات کرّے ہوتے ہیں۔ پہلا کرّہ آب یا سمندر ہے۔ دوسرا اس کے اوپر تر مٹی سے بھری ہوئی ہوا کا کرّہ ہے۔ تیسرا اس سے اوپر بادلوں کی والیو (ابر) ہیں۔ چوتھا کرّہ آب باراں کا ہے۔ پانچواں کرّہ ایک اور ہوا ہے جو اس سے بھی اوپر ہے وہ نہایت لطیف ہوا ہے جس کو دھننجے کہتے ہیں۔ اس کا چھٹا کرّہ اور سب جگہ محیط سوتر آتما یعنی بجلی کا ساتواں کرّہ ہے۔ اس طرح ہر دنیا کے گرد سات سات پردے ہوتے ہیں۔ جن کو پرتھی کہتے ہیں۔

بجلی وغیرہ کو لیکر چلنے والا شخص ان پر مقبوضہ آدمی پدارتھوں کا گیان ہونے کے سبب پیچھے ودیا سروپ اننت کرن کی برتنوں کو بھگا لیجا اس اور بھوگ بھ ودیا سے سیٹ کرتا ہوا پرتھوی آدی میں رہنے والی بجلی کے پرکاش کو کھینچ کر کے پرتھوی سطح کے اوپر اپنے جہاز دوڑا ن کرے وہ یوگی اور بھوگ بھ ودیا کو جاننے والا ہووے۔

یجر وید ادھیائے ۱۱

اسی طرح اس ادھیائے کے منتر ۱ میں بھی راج بھوگ بھ ودیا کا ذکر ہے۔

زمین اور چاند وغیرہ کُرّوں کی گردش کا بیان } یہ کُرّہ زمین اور سورج چاند وغیرہ دیگر کُرّے خلا کے اندر حرکت یا گردش کرتے ہیں۔ سمندر کا پانی زمین کا مخرج بمنزلہ مادر زمین ہے۔ کیونکہ زمین سمندر سے اُبھرے ہوئے بخارات کے بادلوں سے اس طرح ڈھکی رہتی ہے جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے۔ سورج زمین کا محافظ یا بمنزلہ باپ ہے۔ کیونکہ زمین اس کے گرد بچے کی طرح گھومتی ہے۔ اسی طرح سورج کا محافظ یا باپ ہوا اور آکاش اس کی ماں ہے۔ اور چاند کا باپ آگ اور پانی ماں ہے۔

یجروید ادھیائے ۹ منتر ۲

زمین کی دو گردشیں } یہ زمین اپنے مدار کے اندر گردش کرتی ہے اور سورج کے چاروں طرف ایشور کے مقرر کئے ہوئے خط پر پھرتی ہے۔ زمین جو بمنزلہ گاؤ دودھ ہے۔ قسم قسم کے پھلوں اور رسوں سے جانداروں کی پرورش کرتی ہے۔ اور ایسی پابندی کے ساتھ گردش کرتی ہے کہ کبھی اپنی حد سے باہر نہیں جاتی۔ وہ دریا دل۔ فیاض اور نیک کردار عالموں کے لئے سامان ہوم مہیا کرتی ہے۔ اور ہر قسم کے آرام کو بہم پہنچاتا ہے۔ اور بلا شبہ تمام جانداروں کی حیات کا باعث ہے۔

رگ وید اشٹک ۸ ادھیائے ۲ ورگ ۱۰ منتر ۱

علم ریاضی کا بیان } واحد چیز کو ایک کے عدد سے ظاہر کرتے ہیں ایک میں ایک جمع کریں تو دو ہو جاتے ہیں اور ایک میں دو جمع کریں تو تین۔ دو اور دو چار۔ تین اور تین چھ علیٰ ہذا القیاس۔

یجروید ادھیائے ۱۸ منتر $\frac{24}{25}$

علم مساحت } زمین کی پیمائش کرنا جو مثلث مربع۔ مدور یا ہر شکل یا زاویہ بنائی جاتی ہے۔ اس کی شکلوں سے علم مساحت کی تعلیم مقصود ہے۔ زمین کے چاروں طرف جو موہوم خط کھینچا جاتا ہے۔ اس کو محیط کہتے ہیں۔ اور یہ جس کو علم مساحت میں قطر کہتے ہیں۔ وہ اس کل کائنات کی ناف ہے۔ چاند بھی کُرّہ ہے اور اس میں بھی محیط وغیرہ ہیں۔ بارش کرنے والے سورج اور چاند حرارت اور ہوا کے بھی کُرّے ہیں۔ طاقت بخشنے والی نباتات اُن کی قوت سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ پرمیشور محیط کی طرح سب جگہ گھیرے ہوئے ہے۔ اور سب کے اندر اور باہر موجود ہے۔

یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ۶۲

۵۔ **جہاز و غبارہ**۔ جہاز پانی کے اثر سے بالکل محفوظ ہونے چاہئیں۔ جیسے اُونٹ

نہایت چکنا روغن کرنا چاہیئے تاکہ ان کے اندر پانی نہ گھس جائے۔ اس طرح زمین پر چلنے والی سواریوں کے ذریعہ سے خشکی پر اور پانی میں چلنے والے جہازوں وغیرہ کے ذریعہ سے پانی میں اور فضا میں چلنے والی سواریوں کے ذریعہ سے ہوا کے اندر سفر کرنا چاہیئے۔ گویا ہر سہ قسم کے سفر کے لئے مذکورہ بالا تین قسم کی سواریاں بنانی چاہئیں۔

رگ وید اشٹک ۱۔ ادھیائے ۸۔ ورگ ۸ منتر ۲

جہاز، غبارہ اور گاڑیاں! تین رات دن میں پانی سے بھرے سمندر کے پار، خشکی اور فضا میں سے دور دور پہنچانے والی نہایت تیز رفتار جہاز و غبارہ وغیرہ سواریاں بنانی چاہئیں۔ جو مرتوڑ تیزی سے چلیں۔ ان میں تین قسم کی (یعنی پانی، خشکی) میں جانے والی سواریوں کی یعنی نہایت تیز رفتار سواریوں کے ذریعہ سے جن میں تیزی پیدا کرنے والے سونا وغیرہ یا حرارت پہنچانے کی نالیاں یا حرارت کے جمع رہنے کے خانے موجود ہوں۔ تینوں قسم کے رستوں سے آرام کے ساتھ سفر کرنا چاہیئے۔ اس قسم کی سواریوں کا مصالحہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ یعنی ایک حرارت پیدا کرنے والی آگ، دوسری معدنیات ارضی۔ ان دونوں سے یہ سواریاں چلتی ہیں۔

رگ وید اشٹک ۱۔ ادھیائے ۸۔ ورگ ۸ منتر ۴

بھاپ اور اس کا استعمال! جس ذریعہ سے سامان راحت حاصل ہو سکتا ہو، انسان کو ہمیشہ اس کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ آگ اور پانی کے ذریعہ سے جو سفید رنگ کی بھاپ پیدا ہوتی ہے۔ علم صنعت کے استاد اس کے ذریعہ سے مذکورہ بالا سواریوں میں رفتار کی تیزی پیدا کرتے ہیں۔ ان سے ہمیشہ بڑا بھاری سکھ حاصل ہوتا ہے۔ یہ قوت آگ اور پانی کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے انسان کو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ان کی یہ طاقت جو سکھ دینے والی اور قوت پیدا کرنے والی ہے۔ قابل استعمال ہے۔ اس میں بڑی بڑی خوبیاں ہیں۔ جن کا بیان کرنا اور دوسروں کو سکھانا انسان کا فرض ہے۔ اس کے ذریعہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا چاہیئے۔

رگ وید اشٹک ۱۔ ادھیائے ۸۔ ورگ ۸ منتر ۹۔

سامان جہاز! جہاز کو بسنت، وسیع، مستول، لنگر اور کیل کانٹے سے درست بنا کر آگ کے شعلے کے ذریعہ سے بحر زخار کے پار لے جانا چاہیئے۔ مذکورہ بالا تینوں قسم کی سواریوں میں حرکت کی تیزی پیدا کرنے کے لئے پانی اور بھاپ کو باقاعدہ استعمال کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ نہایت تیز رفتار ہوں۔

رگ وید اشٹک ۱ ادھیائے ۳۔ ورگ ۳۴ منتر ۵

غبارہ کی بناوٹ | غبارہ میں جو چکر ہونے چاہئیں جن میں پرزے لگے ہوئے ہوں اور جو تمام کلوں کو گھما دیں۔ اور ان سب کے بیچ میں ایک چکر ہونا چاہئے جس سے ان سب میں گردش پیدا ہو اور درمیانی حصہ کو قائم رکھنے کے لئے بیچ میں تین کلیں بنانی چاہئیں۔ ان میں تین تین سو پیچ ہونے چاہئیں۔ اور چلنے والی اور ٹھہرنے والی ساٹھ کلیں بھی ہونی چاہئیں۔ غرضیکہ اس میں مذکورہ بالا سب سامان رکھنا چاہئے۔ اس سامان کو کوئی کاریگر ہی جانتا ہے۔ سب کوئی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔

رگ وید۔ اشٹک ۲ . ادھیائے ۳ - ورگ ۲۴ منتر ۴۸

علم تاربرقی اور اس کا استعمال | بڑے انسانوں یا معدنیات ارضی اور جواہرات سے بھی زیادہ فائدے کے کام میں آنے والی بہت اعلیٰ صفات سے پُر اور رگڑ کی خاصیت والی دھاتوں سے پیدا ہونے والی بجلی کا ضرور بارود پیدا کرنا چاہئے اور اس کو جنگی کاروبار میں بذریعہ مستعمل اشیاء کے ذریعے قابو میں کر کے ہر قسم کے کام کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ ورنہ سب کے علم تاربرقی کو بنانا چاہئے۔ اس بجلی میں ضرب کرنے اور حرکت دینے کی صفت ہوتی ہے۔ اور اس سے ایسے عجیب عمدہ اور اعلیٰ کام نکلتے ہیں۔ یہ لڑنے والے دشمن کو شکست دینے اور اپنی فوج کے بہادروں کو فتح حاصل کرانے میں نہایت کارآمد ہے۔ فوج کے لوگوں کا سب کام اسی سے چلتا ہے۔ سورج کی طرح دور بیٹھے ہوئے لوگوں کو حالات کی اطلاع پہنچانے کے لئے معدنیات ارضی اور بجلی کو ٹھیک ٹھیک استعمال میں لانا چاہئے۔ اور تاربرقی کے استعمال سے ہمیشہ فائدہ اٹھانا چاہئے۔

رگ وید اشٹک ۱ - ادھیائے ۸ ورگ ۲۱ منتر ۱

جو بارش وغیرہ کا کرنے والا چمکتا ہوا روشنی کا منبع خوشنما سب جاندار دنیا میں امرت روپ بارش یا کرنوں کے ذریعے سے امرت کو داخل کرتا۔ اشیاء کو دکھاتا ہوا سب کرّوں کو کشش کرتا ہوا اپنے محور کے گرد گھومتا رہتا ہے لیکن کسی لوک کے چاروں طرف نہیں گھومتا۔ یجروید ۳۳ - ۴۳۔

اسی طرح رگ منتر ۱۲ ۱۰ - ۱ - ۱ میں چاند کو سورج سے پرکاش پانا واضح کیا ہے۔
شت پتھ ۱۴ - ۱ - ۱۰ - ۲ میں تمام لوکوں کو سوتر کہا گیا ہے۔ اور اس میں انسانوں کا بنانا عقل پر کار ور پایا گیا ہے۔

۳۔ براہمن آریہ ورت میں علوم و فنون | یہ ہی علوم کا بیان محض بیان کو ہی نہیں رہا۔ بلکہ ویدوں کے عالم عملی طور پر ہر قسم کی ایجادات کرتے رہے۔ ان ہی کو آج یورپ امریکہ آدی میں

ظاہری شکل رنگ روغن بدل کر استعمال میں لایا جا رہا ہے۔ اور بھارت باسی حالات کی تبدیلی سے ان کے استعمال اور رواج کو بھلا بیٹھے ہیں۔

منوسمرتی میں جہاز رانی کا ذکر موجود ہے

سمندری سفروں سے واقف و جہاز رانی سے آگاہ لوگ جو ملکوں و قوموں اور بیوپاروں کے جاننے والے ہوں ایسے لوگ جو شرح مقرر کریں وہ قابل رواج دینے کے ہے۔

ادھیائے ۸ شلوک ۱۵۷

دریا کے راستے سے وہ جانتے ہیں اور دریا کی تیز رفتاری و قیام موسم گرمی و برسات وغیرہ کا لحاظ کر کے کشتی کا مخصوص محصول مقرر کرنا چاہئے مگر سمندری جہاز کے راستہ کے واسطے محصول کا قاعدہ نہیں ہے

ادھیائے ۸ شلوک ۴۰۶

انڈین شپنگ نامی کتاب میں پنڈت کلپ ترو کے حوالے سے تین بڑی قسم کے جہازوں ان کی لمبائی چوڑائی بناوٹ اور ان کے سامان و کمروں وغیرہ کا مفصل ذکر موجود ہے۔ اور کئی ایک پرانے مندروں کے نقش و نگار والی جہازوں کی تصاویر بھی اس کتاب میں درج ہیں۔

مہابھارت میں مکانات کی ایسی کاریگریوں کا ذکر پایا جاتا ہے جس کی نظیر آج ملنی مشکل ہے۔ یاد کرو اس محل کو جس کے دروازے بند تھے۔ لیکن نظر میں وہ کھلا معلوم ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ درجودھن کھلے کواڑوں داخل ہونے لگا لیکن اسے ٹکر لگی۔ وہ تالاب نمائشی جس میں سمندر اور سوکھی جل لہریں مارتا معلوم ہوتا تھا۔ اور جسے درجودھن حقیقی پانی سمجھ کر کپڑے اتارنے لگا۔ ایسا ہی وہ اصلی تالاب (جو پانی سے لبریز تھا) مگر تیز سے تیز نظر میں سوکھا معلوم ہوتا تھا۔ اور درجودھن جیسوں کو بے تحاشا کپڑے دھوتے بھیگے چلتا آنے کی دلیری دیتا تھا۔ آج کانچ یا پتھر کا یہ کام تمتہ دنیا پر نظر نہیں آتا ۱۴۴

ودیت یا شستر میں بجلی تین اقسام سے پیدا ہونی جتائی گئی ہے۔ مثلاً سنگھرشن رگڑ سے۔ چمبک سے اور منسمرگ سے جو انگریزی میں فرکشن۔ میگنٹ اور کیمیکل طریقوں سے پیدا ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

وبھیشن رام کو کہتا ہے کہ میں ایک دن میں آپ کو اجودھیا پہنچا دوں گا۔ میرے بھائی بلوان راون نے سورگ پشپک نام وِمان کوبیر کے سنگرام میں جیتا تھا۔ وہ اچھا الوپ رچنا بڑا رو ہیمک اور آپ کے سامنے موجود ہے۔ یہ میگھ جیسا پشپک وِمان آپ کے لئے تیار ہے ۱۴۵

منوسمرتی میں بھی وِمانوں کے بنانے والوں کی ساتویں گنتی لکھی ہے ۱۴۶

---

۱۴۴ مہابھارت پرو ادھیائے شلوک ۴۴ ۔ ودیت پرکاش شستر ۱۴۵ بالمیک

رامائن کانڈ ۔ ۱۴۶ منوسمرتی ادھیائے ۱۲ شلوک ۴۷

کشکر بستی میں مکانات میں پانی اوپر کے منزل میں پہنچانے کے ذریعے پائپ وغیرہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح توپ بندوق اور دیگر کلا کوشل اس میں مذکور ہیں۔

مہابھارت اور رامائن میں شتگھنی، بھشنڈی اور آگنیہ استر اور وارُن استر، برہم استر اور کئی طرح کے ہتھیار شستر کا ورنن ہے۔

بجلی سے بچاؤ کے لئے مندروں اور دیگر مکانوں پر لوہے وغیرہ کی سلاخ اب تک لگائی جاتی ہے۔ وہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کا رواج چلانے والے بجلی کی ماہیت سے بخوبی واقف تھے۔

جراحی کے ۱۰۱ اوزار اس عجیب بناوٹ کے تھے کہ آپریشن ان کی مدد سے بڑے کمال سے ہو سکتا تھا۔ ایسے باریک اوزار بھی تھے کہ بال میں بھی ان سے سوراخ کیا جا سکتا تھا۔

مہاوگ کتاب برہمنت میں ذکر ہے کہ جراحی کے اوزاروں کا استعمال بدھ کی طفیل بند ہوا۔ یہ ایک طرح اہنسا دھرم کے پرچار میں کی گئی۔ ۱۲۷

آیوروید علم طب میں ایسے اوزاروں کا بیان معہ ان کی شکلوں کے مفصل دیا ہوا ہے۔

جیوتش ودیا میں تو یہاں کا کمال مسلّم ہے۔ نکشتروں و راشیوں کے نام اور کل حساب سورج اور چاند گرہن آدی کا اور نیز دیگر علمی تحقیقات بہ معنی امور متعلقہ علم ہیئت کا مفصل ذکر سوریہ سدھانت، سدھانت شرومنی آدی میں ہے۔ مہینوں کے نام جو نکشتروں کے ناموں پر رکھے ہیں اور وقت کی مکمل تقسیم وغیرہ سب علم ہیئت کے کمال کے گواہ ہیں۔

مہابھارت میں دوربین کا ذکر ہے جو ویاس جی نے سنجے کو اندرپرستھ میں دی غرض یہ تھی کہ وہ کرکشیتر کے میدان جنگ کے ایک ایک کارنامے کا ذکر دھرتراشٹر سے کرے۔

راجہ بھوج کے عہد میں کلا کا عجیب و غریب پنکھا خود بخود چلتا تھا۔ ایسا ہی گھوڑے کی شکل کی سواری کی گھنٹے میں ۱۱ کوس ہوا اور زمین پر چلتی تھی۔

قیمتی علوم والی پستکیں مذہبی تعصب سے اندھے لوگوں نے تباہ کر دیں۔ ایک سکندریہ کا کتب خانہ [illegible] حمام تپانے کے کام آیا۔ اس وقت ایسے اور بہت کتب خانے تھے۔ مثلاً رجستا پوری کا شاہی یونیورسٹی کتب خانہ۔ جس تک چینی سیاح ہیون سانگ بارہ ہزار قلمی نسخے لے گیا۔ کل تعداد لاکھوں تھی۔ سکندریہ کا کتب خانہ اس کے سامنے معمولی تھا۔ لیکن آج دنیا بھر کی بڑی سے بڑی لائبریری کا اندازہ

۱۲۷ سرجیکل انسٹرومنٹس آف دی ہندوز (صفحہ ۱۱)۔

کے دل میں جل جانے کا لگایا جاتا ہے ۔

پس اس وقت کی غلطی کتابوں کا حساب کون لگا سکتا ہے جو سکندریہ کے بھی کتب خانے میں تھیں۔ باوجود اس کے جو بچی کھچی چند پستکیں ملتی ہیں۔ ان میں بھی اس قدر بیان تمام علوم کے متعلق موجود ہے۔ مگر ان کا مختصر ذکر بھی موجب طوالت ہوگا۔ اس لئے حوالوں اور شہادت کو چھوڑ کر تمام علوم کے منبع ہونے کا قدیم بھارت ورش میں موجود ہونا اشارۃً کہا گیا ہے ۔

ہم **تمام بے تعصب محققین کی رائے** ہے کہ ویدگیان اور سچے علوم کی جائداد سے مالا مال بھارت ورش تمام دنیا کے دل دماغ اور عقل کو ہمیشہ سے اپنی طرف کھینچتا آیا ہے ۔ مادی دولت کے خواہاں بادشاہ جس دلچسپی سے اپنے دامن مراد بھرنے کو دوڑے آتے رہے ۔ اس سے زیادہ زبردست خواہش اور اندرونی پاک شوق سے بھرے ہوئے دور نزدیک رہنے والے سچے انسانوں کے گروہ اس کی اور کھینچتے رہے ہیں۔ کوئی سنسکرت کے ٹکڑوں پر لٹو ہوا کوئی ویدگیان کے دور از قدرت کے سربستہ رازوں کا پتہ لگنے کے کارن گرویدہ بنا۔ کسی کو آریہ ورت کے اتہاس نے کھینچا۔ اسی سبب سے غیر لوگوں نے یہاں کے علوم وفنون کی بہت تعریف کی ہے۔ اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ان کے دلی بھاؤں کا نمونہ مع وید آریہ ورت۔ آریوں کی تہذیب اور دیو بانی سنسکرت زبان کا پرچار اور سب کی عظمت کا ایک وزن دار ثبوت پیش کرتا ہوں ۔

پادری ایل۔ ایچ ملس صاحب مترجم ژند اوستا بخلاف موجود منفرد اور اس کے نسخوں کی عدم موجودگی سے جن کا ظہور بعد کی اوستا میں ہوا ہے۔ ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بلحاظ ژند اوستا کے سب سے بڑے حصے میں سب سے پرانی گاتھاؤں کے بہت پیچھے کی ہیں۔ جو وہ لکھتے ہیں کہ اس تغیر کے وقوع میں آنے کے واسطے وقت کی ضرورت ہے اور وہ بھی کسی تھوڑے زمانے کی نہیں۔ اس لئے ہم گاتھاؤں کو سب سے پرانی گاتھاؤں کے بہت عرصے کے بعد کہہ سکتے ہیں ۔

ڈاکٹر ہاگ گاتھاؤں میں جو بحریں استعمال کی گئی ہیں۔ ان کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی قسم کی وید کے منتروں میں پائی جاتی تھیں

پادری ملس ویدوں کے منتر گاتھاؤں اور زمانہ مابعد کی اوستا کے منتروں سے بہت زیادہ مشابہ ہیں

مضامین بالا میں دیئے گئے ثبوت کا اظہار آریوں کی جنم بھومی کے ثبوت ہیں یہی ژند اوستا کے منتر ثبوت کئے گئے ہیں ۔

مثلاً سپنتا مینیو کی گاتھا کے بارہ میں وہ
کہتے ہیں کہ اسکے وزن کو تریشٹپ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ہر سطر میں گیارہ ماترا ہیں۔ اور ہر شلوک کے چار حصے ہیں۔ اشٹوئتی گاتھا۔ یسن ۴۳ منتر ۳) کی نسبت

ہے۔ ڈاکٹر ہاگ کہتے ہیں "یہ وزن جس میں ہر ایک پاؤ دا ماتراؤں کا ہے، تریشٹپ سے بہت ملتا ہے۔ جس کے بھی چار پاد ہوتے ہیں اور ہر ایک پاد میں گیارہ اور کل مل کر ۴۴ ماترائیں ہوتی ہیں صرف اشٹوئتی گاتھا میں ایک پاؤ گیارہ ماترا کا اس سے زیادہ ہے۔ لیکن تیسری گاتھا سپنتا مینیو میں تریشٹپ کی ہو بہو نقل موجود ہے کیونکہ ہر شلوک میں چار پاد ہیں اور ہر ایک پاد گیارہ ماترا کا ہے۔ اور سب مل کر ۴۴ ماترائیں ہیں یعنے بالکل اتنی ہی جتنی تریشٹپ میں ہوتی ہیں۔

یسن ۵۱ منتر ۵ کے بارہ میں بھی۔
وہی ڈاکٹر ہاگ کہتے ہیں "گایتری وزن سے بہت ملتی ہے۔ جس میں ۲۴ ماترائیں ہوتی ہیں۔ اور جو آٹھ آٹھ ماتراؤں کے تین پادوں میں منقسم ہوتی ہے"۔
وزن ۵۰ کی بابت ڈاکٹر ہاگ فرماتے ہیں "یہ نظم قدیم آریوں کی ویدی وزن انوشٹبھ میں لکھی گئی ہے۔ جس سے معمولی شلوک پیدا ہوا ہے"۔
ایک مقام پر ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں "ہو مولیشت کا وزن انوشٹبھ سے بہت ملتا ہے"

علاوہ بریں وہ تحریر کرتے ہیں "یجر وید میں جو بحریں آئی ہیں۔ ان میں بہیں کئی ایسی ملتی ہیں۔ جنہیں آسری نام دیا گیا ہے۔ گایتری آسری۔ اوشنک آسری پنکتی آسری وغیرہ اوستا کی گاتھاؤں کی کتب میں۔ یہ آسری اوزان در واقع موجود ہیں۔ گایتری آسری میں ۱۵ ماترا ہوتی ہیں یہ وزن ہمیں اہنودیتی گاتھا میں دستیاب ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ماترا جو چھوٹا اس وزن میں پایا جاتی ہیں۔ اکثر ۱۵ رہ جاتی ہیں مثال کے لئے دیکھو یسن ۳۱ منتر ۵ اور ۳۰ کی پہلی دو سطریں۔ اُشنیہ آسری جس میں ۱۴ ماترا ہوتی ہیں۔ مکمل شکل میں وہو کشتر یسن ۵۱ میں ملتی ہے۔ جس کے ہر منتر میں ۱۴ ماترائیں ہیں۔ پنکتی آسری ۱۵ ماترا کی ہوتی ہے یعنی ٹھیک اتنی ہی ماترا کی جتنی وشٹوئتی اور سپنتا مینیو گاتھاؤں میں دیکھی جاتی ہیں"۔

یہ نہایت تعجب انگیز بات ہے کہ قسمت زردشت کے آباؤ اجداد کے نام کا تجزیہ اسکے باپ کے نام کے ادبی طور سے پتہ لگ سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار رگھا

ویدک استعارات اور روایات کی یادگار ہے۔ جو حسب زردشت کے وقت ایرانیوں میں باقی رہ گئی تھی۔

زندواستا میں اتھروویدکا صاف اور بے شبہ حوالہ ہے۔ ہم اسے اسی شکل میں درج کرتے ہیں جیسی میں ڈاکٹر ہاگ نے اسے لکھا ہے "ہوم نے کرتی سانی کو بادشاہت سے معزول کر دیا جسکی طاقت کی خواہش اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ یہ کہنے لگا تھا کہ میری سلطنت کی سرسبزی کے واسطے اتھرو لوگ (آگ کے پروہت) بام اپی آوش تیش (روانی کی امدا) کو پڑھنے نہ پائینگے۔ ورنہ (یہ) سب خوشحال لوگوں کو نیست و نابود کر دونگا۔ اور میں انہیں ہلاک کر کے غارت کر دونگا۔

یہ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ (بام آپی وشی گش) اتھروویدسنگتہا کے اصطلاحی نام ہیں جو بعض قلمی نسخوجات میں منتر شنوو دیوی بہیشٹ یے آیو بہونتو پی تیے سے جسمیں یہ دونوں الفاظ آتے ہیں۔ شروع ہوتی ہے۔ مطبوعہ نسخوجات کے شروع میں اس منتر کو متروک کر دیا گیا ہے۔ لیکن وہ ۱-۲-۱ میں دیا ہوا ہے۔ اور اسی مقام پر وہ قلمی نسخجات مذکور بالا میں بھی واقع ہوتا ہے۔ مہابھاشیہ کے دیباچہ میں درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔ پتنجلی مہاراج نے چاروں ویدوں کے شروع کے منتروں کو اپنے مہابھاشیہ کے دیباچہ میں درج کرتے ہوئے لکھا ہے شنو دیوی رہیشٹ یے اتھروید کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دو ہزار برس سے پہلے اتھروویدان الفاظ سے شروع ہوتا تھا۔

آنریبل سر ولیم جونس صاحب بہادر فرماتے ہیں سنسکرت زبان یونانی زبان سے زیادہ کامل اور رومی سے زیادہ وسیع اور دونوں سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔

پروفیسر مولوی ذکاء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ علم زبان کی تحقیقات سے اہل فرنگ نے ایک عجیب بات معلوم کی ہے۔ کہ آریہ کی زبان ایشیا کی آدھی زبانوں کی اور یورپ کی تقریباً کل زبانوں کی جڑ ہے غرض کہ اکثر زبانیں جو شائستہ اور مہذب ہیں۔ وہ اسی سے مشتق معلوم ہوئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل یونان اور اہل روم اور اہل جرمن اور اہل انگریز اور اہل فرانس اور ہند و ایران غرض کہ سب کی نسل کا ایک ہی سلسلہ ہے۔

ایک اور فاضل و معززو محقق آنریبل کونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن صاحب بہادر گورنر بمبئی اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں۔ کہ سنسکرت زبان کی صرف و نحو ایسی کامل ہے۔ کہ انسان کے کلام کے اصول تمام دنیا میں اگر قائم بھی ہوئے ہیں تو ان سے زیادہ نہیں ہوئے۔ سر ولیم جونس صاحب فرماتے ہیں کہ نہایت کامل زبان یونانی ہے۔ اور نہایت وسیع زبان لاطن ہے۔ مگر سنسکرت دونوں زبانوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ اور صرف و نحو میں کامل ہے۔

ایک صاحب فرماتے ہیں۔ کہ نظم و معرفت فلسفہ لطافت سے نہایت مناسبت رکھتی ہے۔ خیالات جس صحت اور صفائی سے اور پورے پورے اس زبان میں ادا ہوتے ہیں۔ اور کسی زبان میں نہیں ہو سکتے۔ چونکہ حال کی اکثر زبانوں میں مثلاً یونانی لاطینی فارسی وغیرہ کو اس زبان سے زیادہ لگاؤ ہے اس واسطے بہت سے فاضلوں نے جن کی فضیلت میں کسی کو کلام نہیں۔ اسکی تحصیل میں بہت ہی سعی کی ہے۔ اہل یورپ میں سے پہلے پہل یورپ صاحب نے سنسکرت کی طرف توجہ کی اور اپنی زبان میں اسکی صرف و نحو لکھی۔ اس زبان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب کسی ملک اور کسی قوم میں علوم کا ظہور نہ تھا تب ہندوستان میں علم کی بڑی ترقی تھی۔ فی زمانہ جو اس ملک میں قریب ۴۲ زبانوں کے بولی جاتی ہیں۔ ان میں سے اکثر سنسکرت سے نکلی ہیں۔ ان میں سے پالی اور پراکرت نہایت قدیم ہیں۔ اور اب بھی وسط ایشیا کے سطوح مرتفع کی زبانیں سنسکرت سے مناسبت رکھتی ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں سے چار وید ایک نہایت قدیم مجموعہ ہے۔ یہ وید ہندوؤں کے مذہب اور قانون اور علم کی بنیاد ہیں ہندوؤں کی باقی کتابوں کی اصل یہی وید ہیں نظم کی کتابو نمیں وید کے مسائل بھرے ہوئے ہیں۔ قانون کی کتابوں میں بھی وید ہی کے احکام لکھے ہیں۔ وید ہی کو فلسفی اپنے مسائل کی بنیاد ٹھیراتے ہیں۔ وید ہی کو صرف نحو بھی اپنے قواعد کا ماخذ بتلاتے ہیں۔ غرض کہ کل علوم کے عالم اسی مجموعہ کو اپنے علم کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔

آنریبل الفنسٹن بہادر گورنر بمبئی فرماتے ہیں۔ کہ فن جراحی میں جو ہندوؤں کی دستگاہ تھی وہ بھی حیرت انگیز ہے۔ جس قدر علم کیمیا حالانکہ اس حالت میں وہ علم تشریح (موجودہ سے بالکل نا واقف تھے) اچھا تھا پتھری نکالنے آنکھیں بنانا رحم سے بچہ نکالنے یہ سب انکے یہاں شایع تھا سو اسو سے زیادہ آلات فن جراحی کے اونکے یہاں مستعمل تھے چیچک میں ٹیکا لگانا اونکے یہاں مدت سے چلا آتا تھا۔

(تاریخ ہندوستان مصنفہ صاحب موصوف)

سر ولیم جونس صاحب اور ہیرن صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آریوں کے یہاں علم راگ یا موسیقی نہایت مرتب اور شایستگی سے بھرا ہوا ہے۔ ان کے یہاں چھتیس راگنیاں ہیں جن میں چھتیس راگنیاں مستعمل ہیں۔ اور ہر ایک کے تال مقرر ہیں۔ اور طبیعت کے خاص خاص ولولوں کے برانگیختہ کرنے میں ہر ایک جداگانہ تاثیر رکھتی ہیں۔ دیکھو مخزن العلوم جلد ۱ نمبر ۱۲

سٹیرج صاحب کی تواریخ ہند سے یہ بھی واضح ہے۔ کہ آریہ لوگ قدیم سے فلاسفی

شوقین رہے - اور فلسفہ اور ہندسہ اور طبیعیات کے اوستادوں سے ہیں چھ
مختلف وقتوں میں چھ فلاسفے اونکے یہاں تصنیف ہوئے ہیں - اور وہ یہ ہیں اول
سانکہیہ درشن جسکا مصنف کپل دوئم جوگ درشن جسکا مصنف پتنجلی سوئم نیائے
درشن جسکا مصنف گوتم - چہارم ویشیشک جسکا مصنف کناد - پنجم میمانسا جس کا مصنف
جیمنی ششم ویدانت جسکا مصنف بیاس ہے -

مسٹر ٹی وائیلر ایم ڈی صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی دولت اور لیاقت
اور حکمت نے سکندر اعظم کے دل پر نقش کردیا - اور سکندر نے اپنے لشکر کو
کہا کہ اب ہم اس مشہور ملک (گولڈن انڈیا) کو جہاں لاانتہا دولت ہے روانہ
ہوئے ہیں - جو کچھ ہم نے ملک ایران میں دیکھا ہے - وہ اسکے مقابلہ میں کچھ نہیں -
تین ہزار سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ برہمنوں نے سال شمسی کا حساب
اسقدر صحیح پڑتالا اور اسکو تین سو ساٹھ دن میں تقسیم کیا - اور پانچ سال کے
عرصہ کے بعد ایک لوند کا مہینہ زیادہ کیا - تاکہ فی سال کے سوا پانچ بمشکل دن کا
حساب صحیح بیٹھ جاوے - برہمن چاند کی جیتوں اور ستاروں کی گردشوں
اور منطقۃ البروج سے واقف تھے - اور قبل یونانیوں کے ہند کے آنے سے
یعنی مسیح سے ۳۲۴ برس پیشتر علم ہیئت میں بہت ترقی کرچکے تھے - برہمنوں کے علم
ہیئت دانی کی شہرت مغرب کی سمت پھیلی اور تخمیناً سنہ ء میں انکی کتابیں ممالک
مغربی میں ترجمہ کی گئیں - اور اسطرح یورپ میں پہنچیں جب مسلمانوں نے
سنہ ۱۰۰۰ء میں ہند پر یورش کرنی شروع کی اس وقت سے برہمنوں کا علم
معرض زوال میں آگیا - تاہم ہند میں وقتاً فوقتاً نامور ہیئت دان ہوتے
رہے - اور ان کی اکاس لوچن (یعنی رصد) کا نمونہ بنارس اور دیگر مقاموں
میں دیکھنے میں آتے ہیں - جیتا جی راجہ جے سنگہ نے ستاروں کی اوس فہرست
میں جو فرانسیسی عالم ہیئت دان یعنی ڈی لا ہر صاحب نے سنہ ۱۷۰۲ء میں شائع
کی تھی - اصلاح دی (دیکھو تاریخ ہند مصنفہ ڈبلیو ہنٹر صاحب صفحہ ۹۰)

پادری ڈبے صاحب فرماتے ہیں کہ قدیم زمانہ کے برہمنوں میں انصاف
وانسانیت و دیانتداری - رحم بے غرضی فی الجملہ تمام اوصاف اون میں پائے
جاتے تھے - اور اپنی تعلیم و تمثیل سے اوروں کو وہی اوصاف سکھلاتے تھے اور
یہی وجہ ہے ہندؤں میں کم از کم اون کے کولوں میں وہی اخلاقی اصول پائے
جاتے تھے - جو یورپین میں نہیں ہند کی سرزمین سے کل بنی نوع انسان کی
نشو و نما ہوئی ہے - اور اسی وجہ سے مغرب کے بہت دور دراز ممالک کے باشندوں کو
بھی ہند کے قوانین اخلاقی و تعلیم و مذہب کا افتخار ہے - مترجم بیل ان انڈیا انگریزی

جیکا لیکہ ہندی سماج فرقہ اپنے قوانین و رسم و رواج و زبان کے ساتھ اپنے
مذہب بھی لئے پھرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ہم ہندوستان کی طرف اپنی توجہ
کرتے ہیں۔ وہاں قدیم حال کے باشندوں کے مذہبی دستورات و روایات
پائے جاتے ہیں۔ لیکن فی زمانہ ہندو نہایت سخت پیچوں میں گرفتار
ہو گئے ہیں اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی عزت و توقیر و یادگاریوں کو مٹا رہے ہیں۔
میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ اب کس وجہ سے بربادی کی نوبت آ رہی ہے۔ آیا یہ
انقلاب زمانہ کی وجہ سے ہے یا آنکہ ہر قوم کی سرشت یوں ہی ہے کہ وہ مثل ہر ایک
انسان کے ایک نہ ایک دن ضعیفی سے مر جائے۔ یہ بات کیونکر ہوئی کہ الہی علمیت
اپنی الہامی مسئلہ اور وید کے افضل احکام ہیچ کا سوال ہوا۔ مگر تو صرف ان سے یہ
اسباب تنزل کے ہیں۔ یہ اب بھی بہت سے بڑے بڑے فلسفی اور عالی خیال لوگوں کو
پتا روح و سوشیل اوصاف و علم حیات کے مسئلوں پر بحث کرتے ہوئے
پایا۔ اور ایک خلقت کو پیشوروں کی طرف سر جھکاتے ہوئے دیکھا۔ لیکن
افسوس آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب محض ظاہری نمائش تھی
اور اسباب کے جاننے سے تھے اور بھی افسوس ہوا کہ ان لوگوں کو بالعموم
بھی ایمانداری کے زبانی کہنا سے کام رہ گیا ہے۔ بالعموم آزاد طبع اور آزاد
منش انسان ہونگے یہ لوگ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر لکیر کے فقیر ہو رہے ہیں
یہ حال دیکھکر میری خواہش ہوئی کہ میں اس پردہ کو جو قدیم حالات پر پڑ گیا
اٹھا دوں اور ان آدمیوں کے پچھلے حالات کا جس میں کسی طرح کا جوش و خروش
باقی نہیں رہا ہے سراغ لگا دوں۔ پھر تو میری آنکھوں کے سامنے ہندی مملکت
کا قدیم زمانہ آموجود ہوا مجھے ہر ایک مندر کے سامنے در و دیوار سے اور ہر ایک
پہاڑ سے اور ہر جگہ سے سبق ملنے لگا۔ میں نے ویدوں سے سبق حاصل کیا جس
کے بیشمار اوراق سے اون کے ہزاروں سال کی تصنیف کا زمانہ شمار کیا جا
سکتا ہے۔ اور جن کے درس سے ہزاروں برس قبل انکے ایتھنز یا جینوا
زمانہ کا نام نشان بھی رہا ہو۔ ہر ایک نوجوان طالب علم زندگی کے احوال سے تفریح
کرتا تھا۔ میں نے قدیم زمانہ کے اشلوکوں کو جو قبل از پیدائش حضرت موسیٰ
و عیسیٰ کے پڑھائے طالب علموں کو رٹائے جاتے تھے سنا۔ میں نے منوجی کے اون
قوانین کے سمجھنے کی کوشش کی۔ جنکا انتظام ہزاروں برس قبل اوس زمانہ
کے برہمنوں کے احکام خدا سے گھنٹے بادل گرجنے اور بجلی کے چمکنے کے وقت آنے
برہمنوں کے ذریعہ سے انجام پایا تھا۔ غرض کہ ہندوستان مجھے دوبارہ اپنی
اصلی قدیم حالت میں نظر آیا۔ میں نے اس کے ذریعہ سے تمام دنیا میں روشن

ضمیری پھیلی ہوئی دیکھی ہیں۔ کہ ہند کے قوانین اخلاق کے مذہب کا اثر مصر۔ فارس۔ یونان۔ روم میں پایا ہے۔ سے شیخ حسینی وید و یاس کو سقراط و افلاطون کے زمانہ کے قبل دیکھا (انگریزی رسالہ دی بائبل ان انڈیا)

جی ڈبلیو لائٹنر صاحب سابق رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی فرماتے ہیں۔ ہند علوم اور فنون کے اعتبار سے مصر سے بھی متقدم ہے۔ لیکن چونکہ یہاں کے لوگ سب سے الگ تھلگ تھے۔ اسلئے یہ بھی تواریخ عالم کے ذخیرہ میں نہ تھا البتہ علوم وفنون میں اس کا تقدم ایک حیثیت سے ہے یعنے علوم وفنون عہد قدیم میں اس طرح سے پھیلے کہ سب سے پہلے انہوں نے ہند یا فارس پر ظہور کیا اور غالباً ہند سے مصر نے لیا مصر۔ ہند فارس کا مجموعہ یونان میں گیا۔ اور یونان کا علم ہنر روم کے بہری میں گیا۔ روم کے بہرے اور یونان سے عرب میں گیا پھر کچھ عرب سے اور کچھ روم سے اور کچھ یونان سے یورپ نے لیا جیسا کہ سلسلہ ذیل سے یہ حال معلوم ہوتا ہے مگر اکثر باتیں ہند سے بخط راست بھی عرب اور یورپ نے پائیں۔

مصنف انجمن آریہ ناصری لکھتا ہے۔ مجوسی کے بہت سے فرقے ہیں۔ فی الحال ان کا گروہ پارسی کے نام سے مشہور ہے۔ ان کا نام لفظ پارسی سے جسے عربی میں فارسی کہتے ہیں۔ نکلا ہے۔ اور یہ ان کے وطن کے ایک خاص صوبہ کا نام ہے۔ یہ نام بعد میں تمام ملک میں مشہور ہو گیا۔ اسی وجہ سے اسکو یونانی میں پرسس اور انگریزی میں پرشیا کہتے ہیں۔ خود فارس والے اپنے ملک کو ایران کہتے ہیں۔ اور اپنے تئیں ایرانی بتاتے ہیں۔ ان الفاظ کی اصلیت وہی ہے۔ جو سنسکرت لفظ آریہ کی اصل ہے۔ اصل میں ایرانی اور پارسی اسی طرح آریہ قوم سے ہیں۔ جیسے کہ برہمن۔ علاوہ ازیں پارسی لوگ اس مذہب کے پیرو ہیں۔ جو اصل مذہب آریہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ مذہب باختر میں پیدا ہوا۔ اور اسکو تازہ تر خالص اصول پر زردشت نے بنایا۔ جب مذہب زرتشتی ایران میں پھیلا۔ تو یہاں کے مذہب سے مخلوط ہو کر اصل مذہب سے بدل ہو گیا۔

پروفیسر میکس مولر "ویدک علم ادب کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم تمام نوع انسان کی تعلیم کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ جسکا ثانی ہمیں دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ملتا دوسری جگہ پر پروفیسر موصوف یوں رقم طراز ہیں کہ۔ ہم تمام زبان کے ایک ہی اصل اور نسل سے ہیں اور الفاظ خیالات کے بھی ہم نے ایک ہی گہوارہ میں پرورش پائی ہے۔ بھارت ورش کے تاریخی واقعات تمام ممالک اور اقوام کے تہا سے پہلے کے ہیں۔ بھارت کے تاریخی واقعات ایسے مکمل اور صاف وستاویزات میں محفوظ چلے آتے ہیں کہ ہم ان سے ایسے سبق سیکھ سکتے ہیں جو اور کسی تاریخ سے حاصل نہیں ہو سکتے یہ واقعات ہمارے باپ دادوں کے درمیان ایک ایسی مسلسل زنجیر بناتے ہیں جو آریہ ہند کو دنیا میں لا نیکے بھی موجب

ڈاکٹر ہاگ جو زردشتی مذہب اور علم ادب کے سر ولیم جونس سے بھی زیادہ مشہور مصنف گزرے عالم میں۔ فرماتے ہیں "اوستا کی زبان کا تعلق سنسکرت سے جس کو ویدک زبان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اتنا ہی نزدیک رشتہ ہے۔ جتنا یونانی زبان کی مختلف بولیوں (ایولک۔ آئی اونک۔ ڈورک یا اٹیک) کا ایک دوسرے سے تھا۔ برہمنوں کے مقدس منتروں کی زبان اور پارسیوں کی زبان ایک ہی قوم کے دو جدا جدا فرقوں کی بولیاں ہیں۔ جیسے آئی اونین۔ ڈورین۔ اے اولین وغیرہ یونانی قوم کے فرقے تھے۔ جن کو عام طور پر ہیلینز کہتے تھے۔ ایسے ہی پرانے براہمن اور پارسی بھی اسی قوم کے دو فرقے تھے۔ جس کو وید اور زند اوستا دونوں میں آریہ کہا گیا ہے۔"

پروفیسر میکس مولر فرماتے ہیں "اُن کی (یوجین برنوف) تصانیف سے اور باپ صاحب کی قیمتی رائے سے جو انہوں نے اپنی کتاب کمپیریٹو گرامر میں ظاہر کی ہے۔ صاف ہو جاتا ہے کہ لغات میں اور صرف کے قواعد میں زند جتنی سنسکرت سے زیادہ قریب ہے۔ اتنی کسی دوسری ہندی یا یورپین زبان سے نہیں ہے۔ زند کے بہت سے الفاظ محض زند حروف کی بجائے مقابلے کے سنسکرت حروف لکھنے سے ہی خالص سنسکرت کے الفاظ بن جاتے ہیں۔ ...... خصوصاً سبکاری سے بولے جانے والے حروف۔ حروف غنّہ اور زور سے بولے جانے والے حروف میں زند سنسکرت سے مختلف ہے۔ مثلاً سنسکرت स (س) کی بجائے زند میں ह (ہ) ہے۔ ...... جہاں کہیں سنسکرت آریہ گھرانے کی شمالی زبانوں سے الفاظ میں یا صرف کی خصوصیتوں میں اختلاف رکھتی ہے۔ وہاں وہ اکثر زند سے مطابقت رکھتی ہے۔ سوتک کے اعداد و شمار ایک ہی ہیں۔ لیکن ہزار کا نام سہسر خاص سنسکرت میں ہی پایا جاتا ہے۔ اور سوائے زند کے جس میں اس کی شکل ہزار ہو جاتی ہے۔ اور کسی ہندی یا یورپین زبان میں نہیں آتا۔"

پروفیسر میکس مولر صاف الفاظ میں کہتے ہیں۔

"اب یہ جغرافیہ کی شہادت سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ فارس میں نقل سکونت کرنے سے پیشتر زردشتی لوگ ہندوستان میں آباد تھے۔ ...... زردشتیوں اور ان کے آباؤ اجداد کا ویدک زمانہ میں ہندوستان سے جانا ایسے ہی صاف الفاظ میں ثابت ہو سکتا ہے۔ جیسے سسلی کے باشندوں کا یونان سے آکر آباد ہونا۔"

پروفیسر موصوف نے اپنے سائنس آف لنگویج کے لیکچروں میں ان سے بھی زیادہ غیر مبہم الفاظ استعمال کئے ہیں۔

"زردشتی لوگ شمالی ہندوستان سے آکر آباد ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ تک وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے جن کے مقدس راگ اب تک ویدوں میں موجود ہیں۔ تفرقہ کے واقع ہونے پر زردشتی لوگ مغرب کی طرف ایشیائے بزرگ اور فارس میں چلے گئے ......"

انہوں نے نئے شہروں کو اور ان دریاؤں کو جن کے کنارے وہ آباد ہوئے۔ اُنہیں شہروں اور دریاؤں کے نام دیئے جن سے وہ واقف تھے۔ اور جو انہیں اُن مقامات کی یاد دلاتے تھے جنہیں وہ چھوڑ کر آئے تھے۔ اب چونکہ فارسی حرف ہ سنسکرت स کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے ہریو سنسکرت میں سریو ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کے مقدس دریاؤں سے جس کا ذکر وید میں آیا ہے ....)

مولوی محمد حسین صاحب - اس زمانے میں پنجاب کا مذہب میرے زیر تحقیق رہنے سے مجھے جوں ہی اوس گایتری کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس کے معانی سے - یا صورت گایتری کہ جس نے میرے تعصب کی گردن اڑا دی۔ اور وہ الفاظ گایتری یہ تھے۔

ओ३म् भूर्भुवः स्वः तत्सवितुर्वरेण्यं भर्गो देवस्य धीमहि धियो यो नः प्रचोदयात् ॥ यजु॰ अ॰ ३६। मं॰ ३॥

گایتری از یجروید - ادھیائے ۳۶ منتر ۳ (آواز گایتری طوطوں ہیوں کے لئے)
اوم بھور بھوہ سوہ تت سوتر ورینیم بھرگو دیوسیہ دھیمہی دھیو یو نہ پرچودیات

معنی: اے رب العالمین - اے کل عالم کی حیات کے سہارے۔ عین راحت مجسم کل۔ کل دنیاؤں کے خالق۔ عظمت بخش۔ سجودیت افضل - قابل قبول علم مطلق بے عیب - پاک نور۔ تمام راحتوں کا عطا کنندہ۔ ہم تیرے ہی ذات واحد کو اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ تاکہ وہ لاثانی خدا ہماری عقلوں کو رہبری کر کے برائیوں سے باز رکھ کر بھلائیوں پر چلائے۔

مثل اس گایتری کے قریب المعنی الہامی ترجمے یا قوادر مندرجہ قرآن سورۂ فاتحہ **الحمد للہ رب العالمین**۔ انجام کے بے شمار مقاموں پر اصلی صداقتوں کی باہمی مطابقت کو متفق پا کر اس کا بھی پتہ لگا کہ وید ہی جو بلحاظ اپنی قدامت اولیت اور ذاتی جوہر کے موجودہ تمام ایشیائی مذاہب عالم کا مذہبی بوڑھا باوا ہے جس کے ذاتی اثر سے ہندوستان ایک زمانے میں اعلیٰ درجے کے فنون و علوم روحانیت سے مالا مال رہ چکا ہے۔ اور تقریباً سب سے پہلے جس نے خدا پرستی کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی تہذیب ایشیا میں رائج کی تھی۔ افسوس وہ دیس جو روحانی و فلسفی قریباً جملہ علوم کی تعلیموں سے بھرپور ہوں - وہ وید جو پہلے ہند کا مذہبی آفتاب تھا۔ افسوس آج اسی کی امت میں سب سے زیادہ برائیاں بت پرستی - لنگ پرستی - توہمات پرستیاں - چھتیس کروڑ دیوتا بجائے وحدہٗ لاشریک نرنکار کے موجود ہو گئی ہیں۔ یہ تمام برائیاں میرے ہندو بھائیوں کے اٹھارہ پرانوں تا مشرک روائیتوں - بڑھیوں عیبوں کی من گھڑت خلاف عقل کہانیوں وغیرہ سے پیدا ہوئی ہیں۔[1]

[1] رسالہ اتحاد مذاہب - جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۰

پروفیسر میکس مولر اپنی کتاب بھارت ورش سے ہمیں کیا سیکھ سکتے ہیں میں لکھتے ہیں۔

اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے کہ روئے زمین پر وہ کونسا ملک ہے۔ جو دنیاوی ثروت اور قدرتی نظاروں سے مالا مال ہے۔ بلکہ بعض حصوں میں سچ مچ بہشت کا نمونہ ہے تو میں فی الفور آریہ ورت ہندوستان کی طرف اشارہ کروں گا۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ انسان کو زمین کے کس حصہ پر اعلیٰ درجہ کے گیان کی روشنی نصیب ہوئی اور انسانی دماغ اور روح نے اعلیٰ ایشوری برکتوں سے کہاں نشو و نما پائی۔ جیون کے اعلیٰ اُدیش کے گہرے مسائل پر کہاں غور و خوض کیا۔ اور آتمک اُنتی کے اعلیٰ چمتکار اور کرشمے کہاں دیکھے۔ اور ان روحانی مسئلوں کو حل کیا جن کا لوہا افلاطون اور کانٹ کے پیرو بھی مانتے ہیں۔ تو میں کہوں گا۔ کہ یہ بھارت ورش ہی ہے۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے۔ کہ ہم لوگ جنہوں نے یونانی رومانٹک اور یہودیوں کے خیالات میں پرورش پائی ہے۔ اور ان کی اعلیٰ اعلیٰ کتب پڑھ کر اپنے دماغ کو تربیت دی ہے وہ کون سی زبان ہے جس کے مطالعہ سے ہم بھی روحانی ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور مکمل شانتی اور سکھ حاصل کر کے ایشور کے امرت پی سکتے ہیں۔ تو میں کہوں گا۔ کہ وہ بھارت ورش فخر جہان کی سب سے قدیم زبان سنسکرت ہے۔

پروفیسر ہیرن صاحب تحقیقات تاریخ جلد دوم صفحہ ۴۵ پر لکھتے ہیں آریہ ورت ایک چشمہ ہے جہاں سے نہ صرف ایشیا کے تمام ملکوں بلکہ تمام مغربی دنیا نے بھی تمام علوم حاصل کئے ہیں۔

مسٹر تھارنٹن لکھتے ہیں۔ ہندوستان کا قدیم ملک ایک غیر معمولی شان و عظمت کا مالک رہ چکا ہے۔

کرنل ٹاڈ فرماتے ہیں۔ ہمیں ایسے رشی اور عالم سوائے بھارت ورش کے کہاں مل سکتے ہیں۔ جن کے فلسفہ کے آگے یونان کا فلسفہ ہیچ تھا۔ جن کی تصنیفات کے سامنے افلاطون جیسے بھی سر جھکاتے تھے۔ ایسے ماہران علم جوتش و سیارگان ابھی تک اہل یورپ کو حیرت میں ڈال رہے ہیں۔ اور جن کی صنعت کاری اور سنگ تراشی ابھی تک دنیا کو چکاچوند میں ڈال رہی ہے۔ اور وہ ماہران علم موسیقی جو اپنی راگ ودیا کی قابلیت سے روحوں کو ہنسانے اور پتھروں کو رلانے کی طاقت رکھتے تھے سوائے قدیم ہندوں کے آج تک کس قوم نے پیدا کئے ہیں۔

کونٹ جارنی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ہندوستان میں ہر ایک چیز عجیب۔ افضل۔ دلکش اور بے نظیر ہے راجستھان کے جاں نثار راجپوتوں سے لیکر بنارس کے ہندوں کے پجاریوں تک۔ جنگجو مرہٹہ

سوار سے لیکر ہاتھی پر سواری کرنے والے نوابوں تک ہر ایک اپنی اپنی جگہ حیرت انگیز کارنامے رکھتا ہے۔ قدرت بھی ایسے شاندار ملک میں گونا گوں رنگوں اور نظاروں سے ملبوس ہے۔ نباتات کی کثرت موسمی ہواؤں کے خوشگوار جھونکے برف سے ڈھکے ہوئے ہمالہ کی بلند چوٹیوں کی عظمت وسیع ترین بلند میدانوں کے دلفریب نظاروں کی نظیر دنیا کے کسی دوسرے ملک میں نہیں ملسکتی اور یہاں کی سب سے قابل عزت اس کی قدیمی تواریخ ہے۔ جس کی تمام پرانی یادداشتیں نظم میں قلمبند کی گئی ہیں"۔

ڈنبرا ریویو کے ماہ اکتوبر ۱۸۷۲ء کی اشاعت میں اس کا نامہ نگار نہایت تحقیقات کے بعد لکھتا ہے کہ

"ہندو دُنیا کی سب سے قدیم قوم ہے۔ جن کی قدامت کے قدیم ثبوت اب بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ چنانچہ تہذیب اور شائستگی میں اب تک کوئی قوم ان سے سبقت نہیں لے گئی۔ جسقدر ہم زیادہ علمی تحقیقات کریں گے اتنا ہی وسیع نظارہ ہمیں ملیگا۔ غرضیکہ قدیم زمانے کے ہندو قومی زندگی کے ہر ایک پہلو میں سب سے افضل رہ چکے ہیں۔ دانائی دور اندیشی کے ہر ایک صیغہ میں آپ قدیم ہندو کو سب سے لائق و قابل پا دیں گے۔ صرف آریہ ہندو ہی ہیں جو ہر ایک شعبے میں سب سے سبقت لیجا چکے ہیں۔ ہم دنیا کی کسی اور قوم کی نسبت ایسی اعلیٰ رائے نہیں رکھتے۔"

چنانچہ کونٹ جانس جرن صاحب اپنی کتاب ہسٹری آف دی ہندوز کے صفحہ ۵۰ پر حسب ذیل فرماتے ہیں۔

(۱) روئے زمین پر کوئی قوم بلحاظ قدامت تہذیب اور دیرینہ مذہب کے ہندوؤں کے ساتھ مقابلہ یا ہمسری نہیں کر سکتی۔

(۲) ڈاکٹر سٹائیل پریذیڈنٹ ییل کالج امریکہ نے ہندو کی تصنیفات کی حیرت انگیز قدامت سے ایسے پرجوش خیالات اور نتائج قائم کئے۔ کہ اس نے سر ولیم جونس کو صاف طور پر درخواست کی کہ کبھی آدم کے حالات کو روشنی پڑ سکے گی۔ تو ہندوؤں سے ہی دستیاب ہو سکے گی۔

مسٹر ہالیڈ صاحب ہندوؤں کے چاروں یگوں کے ذکر کرنے کے بعد بڑی جرأت سے کہتا ہے۔ کہ اس قدر قدامت کے سامنے حضرت موسیٰ کے کارنامے کل کی باتیں ہیں ایسے زمانوں کے مقابلے میں حضرت متہوسلح کی زندگی بالشت بھر کے برابر ہے۔ ایسا ہی کونٹ جرنس ہندوؤں کے علم جوتش کی قدامت کا ذکر کرتے ہوئے مفصلہ ذیل لکھتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ بقول بیلی صاحب ہندوؤں

سے تین ہزار برس قبل مسیح سے پہلے علم جوتش اور ریاضی میں اسقدر عروج حاصل کر لیا تھا۔ تو کس قدر صدیاں اس سے پہلے انہوں نے ان علوم کا آغاز کیا ہوگا۔ کیونکہ انسانی دماغ بتدریج علم کے راستہ میں ترقی کرتا ہے۔ لیکن علم جوتش کسی ملک کی تہذیب اور ترقی کے راستہ میں پہلا علم نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے علوم سے واقفیت اور کیفیت کا ہونا ضروری ہے۔

ڈی لیسی لکھتا ہے "دنیا کی تمام قومیں ایک جگہ جمع کرنے سے بمشکل ہندوؤں جتنی قومیں بنیں گی۔ اس کے علاوہ اُن کی کثرت آبادی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہندوؤں کی تمام دنیا میں بستیاں تھیں اور وہ نقل مکان کرتے تھے جن کی بستیاں آج نئی اور پرانی دنیا کے نام سے مشہور ہیں"۔

مسٹر ہیوم کہتا ہے کہ آریہ لوگ ایسے مہذب ہیں کہ نہ تو مکانات کو بند کرنے کے لئے وہ قفل رکھتے ہیں نہ وہ اقرار نامے (یا لین دین) تحریر میں لاتے ہیں۔

ایکٹس جو آرین کا شاگرد ہے کہتا ہے کہ کوئی ہندوستانی کبھی جھوٹ بولتا ہوا نہیں سنا گیا۔ اگر اس میں مبالغہ بھی ہو۔ تو بھی یہ کوئی کم درجہ کی تعریف نہیں ہے۔

ہیون سانگ چینی سیاح کہتا ہے کہ ہندوستانی لوگ اپنے چال چلن کی دیانتداری اور حیا کا خیرات کے لئے مشہور ہیں۔ دولت کے بارہ میں وہ کبھی ناحق کوئی چیز نہیں لیتے ایسا ہی انصاف کے بارہ میں اور حیا کی سے بارہ میں ان کا حسن انتظام مشہور ہے۔

کھانگ تئی جو سیام میں چینی ایلچی تھا کہتا ہے کہ شاہ سیام فانان کا ایلچی سوڈی جو [illegible] میں ہند میں گیا۔ اس نے واپسی پر اپنے راجہ کو اطلاع دی کہ اہل ہند پرلے درجے کے صابر اور راست باز ہیں۔

ایسا ہی جو درتنی چوتھی صدی میں ہند کے لوگوں کی بابت بتلاتا ہے کہ وہ اپنی زبان کے سچے اور انصاف میں اعلےٰ درجہ کے ممتاز ہیں۔ اسی طرح سے سینگی شاہ چین کا ایلچی جو [illegible] میں ہندوؤں کے چلن کے یہ اوصاف بیان کرتا ہے کہ وہ حلف پہ پورا اعتبار کرتے ہیں۔ ادریسی جغرافیہ میں جو [illegible] میں طبع ہوا۔ مندرج کرتا ہے کہ ہندوستان کے لوگ فطرتاً انصاف کی طرف مائل ہیں اور اپنے افعال میں کبھی اس سے منحرف نہیں ہوتے۔ وہ اپنے کاروبار میں دیانتدار اور ایفا نام ہیں۔ اور ان خوبیوں کے باعث ہی دوسرے ملکوں کے لوگ جوق در جوق اُنکے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں۔ تیرھویں صدی میں شمس الدین

ابو عبداللہ کی حسب ذیل رائے ہے کہ اہل ہند دھوکے اور سختی سے بالکل مبرّا ہیں وہ نہ تو موت سے ڈرتے ہیں نہ زندگی کی پرواہ کرتے ہیں۔

مارکوپولو سیاح جس نے تیرھویں صدی میں سیاحت کی۔ کہتا ہے کہ برہمن دنیا بھر میں سب سے اعلیٰ سوداگر ہیں۔ وہ ایسے راستباز ہیں کہ دنیا کے کسی لالچ پر ترغیب سے جھوٹ نہیں بولتے۔

کمال الدین عبد الرزاق سمرقندی ۱۴۴۲ء و سنہ ۸۴۶ھ جو راجہ وجیانگر اور نکالی کٹ کے پاس خاقان کی طرف ایلچی مقرر ہو کر آیا تھا بیان کرتا ہے کہ اس ملک میں تاجر لوگ ہر طرح مامون اور محفوظ ہیں۔

سرجان میلکم کہتا ہے کہ وہ اپنی راستبازی کے لئے ایسے مشہور ہیں جیسے اپنی جرأت اور عالی حوصلگی کے لئے۔

ایسا ہی کرنیل سلیمن جو دیگر یورپی لوگوں کی نسبت ہندوؤں کے خصائل کا زیادہ واقف ہے۔ یقین دلاتا ہے کہ ایک ہی گاؤں کے لوگ باہم جھوٹ نہیں بولتے۔ وہ کہتا ہے میں نے سینکڑوں ایسے واقعات دیکھے کہ انسان کی جان و مال و آزادی خطرہ میں تھی۔ لیکن اس کو بچانے کے لئے انہوں نے جھوٹ نہیں بولا۔

الفنسٹن صاحب ہندو چلن کے بارہ میں بہت شاندار الفاظ میں لکھتے ہیں جب مصیبت سر پر آ دے تو ہندو نہایت ہی صبر اور بردباری سے برداشت کرتا ہے جو یورپ میں سخت حیرت پیدا کرتی ہے۔ کم مہذب قوم کی کم ہمدردانہ حکومت سے ضرور ہے کہ لوگوں کی قومی خصلت کو نقصان پہنچے۔ فاضل بسہتم کہتا ہے کہ غلام کا سب سے بہتر بچاؤ جھوٹ بولنا ہے۔ اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اہل اسلام کی حکومت کے نیچے ہندوؤں کی قومی خصلت نے سخت نقصان اٹھایا ہو۔ بلکہ تعجب ہے کہ اب تک ان کی خصلت بہت اعلیٰ ہے۔ پروفیسر میکس مولر صاحب فرماتے ہیں۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اہل اسلام کی حکومت کے سخت جبر اور ظلموں کے حالات پڑھنے کے بعد مجھے تعجب ہوتا ہے۔ کہ اب تک ہندوؤں کے اندر صداقت اور دیگر نیکیاں کس طرح قائم رہ گئی ہیں۔ جب آپ ان جور و جفاؤں کا حال پڑھیں جو ہندوستان کے سلطانوں کے ہاتھوں سے سنہ ۱۰۰۰ء سے لیکر اہل انگلینڈ کے یہاں داخل ہونے کے وقت تک گزریں تو مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ کس طرح کوئی قوم بھلا اپنی خوبیوں کو قائم رکھ سکتی ہے۔

گورنمنٹ جارج جیورن صاحب فرماتے ہیں۔ کہ باختریا کے سکّے جو سر ولیم جونس کشمیر سے یورپ میں لایا تھا۔ اور وہ بتان کے نام سے مشہور ہیں۔ انہیں بہادر رومی راجاؤں کی مکمل فہرست موجود ہے۔ جنکی پہلی لڑائی نے باختریا میں سکندر کے حملہ

سے پہلے۔ ۱۰۰۰ سال حکومت کی بنی گئی سو برس عیسائیوں کی پیدائش دنیا سے پہلے یہ امر مسلم ہے کہ باختریا کے راجے ہندو تھے۔ پس و بلتان سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو لوگ چھ ہزار برس قبل مسیح اعلےٰ درجہ کے مہذب اور شائستہ تھے۔ پس یہ امر اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ قدیم زمانہ کے ہندو لوگ روئے زمین پر سب سے قدیم قوم رہ چکے ہیں۔ ہندوؤں کی لاثانی قدامت کا ایک اور قطعی ثبوت یہ ہے کہ قدیم دنیا کی تمام قوموں نے اپنی تہذیب ہندوؤں سے حاصل کی ہے۔ اور ہندوؤں نے دنیا کے تمام حصص میں بستیاں بنائیں۔ یہ بستیاں مصر، یونان، ایران، چین۔ اور امریکہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ایسا ہی سکینڈینیویا، جرمن، قدیم برطانیہ والوں نے اپنی تہذیب اور مذہب کو ہندوؤں سے حاصل کیا۔ الغرض آریہ ورت ہی تھا جس نے تمام دنیا کو تہذیب علم اور مذہب بہم پہنچایا۔

سپنسر صاحب فرماتے ہیں کہ اگر انسان کو رفتہ رفتہ سماجک اُنتی کی چوٹی پر لایا جاوے تو اس کے اندر جو غیر محدود طاقت کا خیال ہوتا ہے۔ رفع ہو سکتا ہے۔ اس وقت تک لوگوں کے اندر حکومت اور جبر کے بھاؤ موجود ہیں۔ جبکہ بہت ترقی یافتہ قومیں ایک دوسرے کے ساتھ حسد و رشک کرتی ہیں تو اس سے پایا جاتا ہے کہ ابھی ان لوگوں کے اندر پھر اتری بھاؤ اور باہمی محبت کا مادہ موجود نہیں ہے۔ جس سے کہ وہ ایک دوسرے پر زیادتی نہ کر سکیں۔

مہابھارت کے یدھ (جنگ) کے بعد ہندو راج نیتی کے جاننے والوں نے ہر طرح سے کوشش کی کہ پراچین طریقہ کے انتظام سلطنت کو قائم رکھیں اور ساتھ ہی انہوں نے نئی قسم کے عنصروں کو بھی جذب کرنے کی کوشش کی جو زندگی کی قدرے تبدیل شدہ حالت پر عاید ہو چکے تھے۔ چنانچہ برک صاحب کا قول ٹھیک ہے کہ "سچا مدبر وہی ہے۔ جو حاصل کردہ تجویز کو قائم رکھتا ہے۔ اور آئندہ ترقی کے واسطے گنجائش رکھتا ہے۔" پس اگرچہ مہابھارت کے ہندوؤں کی روحانی ترقی میں غفلت ہو گئی اور ان کی سوتنترتا میں بھی فرق آنے لگ گیا لیکن چونکہ انتظام سلطنت کی بنیاد مضبوط تھی وہ مختلف حالات کے مطابق ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ ترقی کے اصولوں کو مدنظر رکھنے کی بجائے پرانے اصولوں پر قائم رہنا انہوں نے پسند کیا۔ اور جب تک ہند پر غیر لوگوں نے آکر حملے نہیں کئے انہوں نے اپنے اندرونی انتظام سلطنت میں ذرا بھی تبدیلی نہ آنے دی۔

آرین سیاح بہت حیرت سے بیان کرتا ہے۔ کہ ہر ایک ہندوستان کا باشندہ سوتنتر (آزاد) ہے۔ لفٹننٹ کرنل مارک ولک لکھتا ہے کہ ہر ایک ہند و شہر دیہات خود ایک چھوٹی جمہوری سلطنت یا خاص جماعت سمجھی جاتی تھی۔ تمام ہندوستان

ایسی جمہوری سلطنتوں کا ایک وسیع مجموعہ ہے۔ یہ واقعات اس مسئلہ کی تائید نہیں کرتے کہ جمہوری حکومت ہندوستان کے قابل نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں بالِ مجبوراً ماننا ہے۔ کہ قدیمی قوانین کی اصلیت جانتے ہیں ہم جمہوری سلطنت کے صاف نشانات پاسکتے ہیں۔

انتظامیہ حکومت کے بارہ میں پروفیسر ڈنگر کہتا ہے۔ کہ راجہ کی طرف سے ہر ایک گاؤں پر افسر مقرر ہوتے تھے۔ دس بیس گاؤں کے اوپر افسر مقرر ہوتا تھا۔ اور یہ تمام گاؤں ملکر ضلع بنتا تھا۔ اس قسم کے پانچ دس اضلاع ملکر چھاؤنی دفست رکھلاتی تھی جس میں سو گاؤں ہوتے تھے۔ اور پھر ان کے اوپر اعلےٰ درجہ کا مجسٹریٹ متعین ہوتا تھا۔ ان علاقوں سے دس علاقوں کا ایک قلعہ بنتا تھا۔ جس میں ایک ہزار گاؤں شامل ہوتا تھا۔ اور یہ ایک گورنر کے ماتحت ہوتے تھے۔ قلعوں کے اور سیر انتظام قائم رکھنے کے لئے اپنے ماتحت سپاہی رکھا کرتے تھے۔ یہ امر انتظام سلطنت کے ترقی یافتہ مرحلہ کی بینی شہادت ہے۔

ہندوستان کی پولیس نہایت اعلےٰ درجہ کی تھی۔ میگستھنیز کہتا ہے چوری کی تعداد ۲۰۰ روپیہ سے زیادہ نہ تھی۔ ایسا ہی سر چارلس مٹکاف صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دیہاتی پنچائتیں چھوٹی چھوٹی جمہوری سلطنتیں ہیں۔ جو اپنے اندر تمام ضروری اشیاء رکھتی ہیں اور غیر ملکوں کی قوموں سے بالکل الگ اور خود مختار ہیں ایک خاندان کے بعد دوسرا خاندان تباہ ہوتا ہے۔ ایک انقلاب کے بعد دوسرا انقلاب آتا ہے پٹھان مغل۔ مرہٹہ۔ سکھ۔ انگریز تمام باری باری سے ہند پر حکمران ہوئے۔ لیکن دیہاتی جماعتوں کا انتظام بدستور قائم رہا۔ دیہاتی جماعتوں کا یہ اتحاد جو اپنی اپنی جگہ پر خود مختار ریاستیں ہیں۔ ہندوؤں کی خوشی کا اعلےٰ درجہ کا ذریعہ ہیں۔

ہند و تہذیب کی نیا ضابطہ اور ہمدردانہ خوبی اس امر سے ظاہر ہے کہ ہندو بستیوں اور نوآبادیوں میں بھی اس قسم کی تہذیب۔ آزادی اور خود مختاری ہوتی تھی جیسے کہ اصلی ملک میں۔ چنانچہ سر سٹامفورڈ ریفل صاحب جزیرہ بالی کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یہاں برہمنی دھرم کے ساتھ ایک ہندو میونسپل انتظام کی قدیمی حالت قائم ہے۔ چنانچہ راج نیتی پر پولیس اور انتظام سلطنت کے بارہ میں جو ہندوؤں کی کتابیں ہیں۔ اُن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان ایام میں پولیٹکل خیالات بڑے عروج پر تھے۔ ان میں سے بعض کتب فارسی میں اور وہاں سے یورپ کی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ ابو سعید نے راج نیتی کا ۱۱۵۰ء میں فارسی میں ترجمہ کرایا بزرجمہر نوشیرواں عادل کے وزیر نے ہندوستان میں آکر ملکی معاملات پر تعلیم حاصل کی۔ قانون ہی عمدہ انتظام سلطنت کا معیار ہے۔ قانون پر ہی ہندوؤں کی

اعلےٰ کتاب دانائی اور سادگی کا اعلےٰ نمونہ ہے اس میں کوئی پیچیدگی نہیں پائی جاتی بلکہ اس سے لوگوں کی تمام مختلف ضرورتیں رفع ہوتی ہیں۔

پس یوں ایک دانائی سے پُر تدبیرانہ جماعت بندی ودران پر ستہا تھی۔ جس سے کہ دولت کی عام طور پر تقسیم ہوا کرتی تھی۔ یہ مصیبت اور ضروریات کو دور بھگاتی تھی ذہنی اور اخلاقی ترقی کو بڑھاتی تھی۔ قومی کمالیت کو بڑھاتی تھی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ ترقی کے ساتھ امن وشانتی کا بھی راج قائم کرتی تھی۔

میگستھنیز کہتا ہے کہ کسی ذات کا ہندو برہمن بن سکتا ہے۔ موروثی یعنی جنمی کے ذات کا رواج ڈالنے والوں نے یہ مُدعا مدنظر رکھا تھا کہ ہر ایک جماعت اعلےٰ درجہ کی لازمی بزرگی کو قائم رکھے۔ لیکن آجکل یورپ اور امریکہ کے مہذب ملکوں میں بھی موروثی یعنی خاندانی قابلیت کا مضمون قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ فی الحقیقت منو کے زمانہ کا آریہ ورت اُس اعلےٰ درجہ کے معراج پر پہنچا ہوا تھا۔ جس کی کرنیں زمانہ حال کے یورپین تہذیب پر پڑ رہی ہیں۔ بلکہ موجودہ صورت میں یہ رواج ایک سخت قباحت ثابت ہوا ہے۔ ہندو سوسائٹی کے انتظام میں یہ اصول ایک جگہ پر جم گیا ہے۔ حالانکہ ہرا سے زمانہ میں انسان ردوبدل کے لحاظ سے ترقی کر سکتا ہے۔

قدیم ہندی طبابت اور ہندی جسکا دونوں انگریزی اور یونانی طبابت کو بھی احسان مند ہونا چاہیئے۔ گو یہ تینوں قسم کی طبابتیں دفعیہ امراض کے اصول میں ایکدوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ تاہم ایک دوسرے کی امداد میں بڑے قوی معاون رہے ہیں۔ اہل ہند نے نباتات اور معدنیات کی ان عجیب تاثیروں کے دریافت کرنے میں نہایت ہی سعی و کوشش کی ہے۔ جن کی کسی الحباء ئے یونانی اور انگریزی کو اشد ضرورت ہے۔ اور کمال ممنونی کا باعث ہے۔ مگر اس کے ان احسانوں کو جو اس نے فارسی لباس پہنکر عہد مغلیہ میں یونانی طبابت پر کئے ہیں۔ ایک قلم فراموش کر دینا مناسب نہیں ہے۔ ایسے ایسے عجیب نسخے سخت امراض کے دفعیہ کے اب بھی یونانی طبابت کے ذخیرے میں ہندی سے اخذ کئے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ کہ انگریزی اور یونانی دونوں بالاتفاق اس کے مقابلہ سے عاجز ہیں۔ ہندی طبابت کی اگر موجودہ کتب ہی ترجمہ ہو جائیں۔ اور اُردو میں صاف صاف علیحدہ علیحدہ کئے جائیں تو اب بھی نہایت فائدہ بخش ہو سکتی ہیں۔ (دیکھو پنجاب ریویو جلد نمبر ۱ جنوری ۱۸۸۱ء صفحہ ۱)

مسٹر ولیم جونس صاحب اور پیٹرسن صاحب فرماتے ہیں۔ کہ کتابیں بھی اس ملک میں الہیات۔ نجوم ہیئت۔ ہندسہ۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ اخلاق۔ صرف ونحو۔ عروض۔ قافیہ۔ منطق حکمت۔ جرثقیل۔ طب۔ موسیقی۔ وغیرہ سب علوں کی سنسکرت اور پراکرت میں اچھی اچھی موجود تھیں۔ مگر مسلمانوں نے اپنی عملداری میں ہندوؤں کے تمام مترغبات کر دیئے۔ پھر بد عملی اور بے انتظامی ہونے کے باعث ان علوں کا پڑھنا پڑھانا ایسا گھٹ گیا۔ کہ اب کوئی

بھی کتاب ہاتھ لگتی ہے۔ تو اس کا پڑھنے والا اور سمجھنے والا نہیں ملتا (دیکھو گولڈ سٹاک صفحہ ۲۲)

مسٹر ولیم جونس جج سپریم کورٹ :- یہ منو سمرتی کسی وقت میں یونان اور مصر ولنیس تک بھی رائج تھی۔ اور اب بھی پر عملدرآمد ہوتا تھا۔ (دیکھو مانو دہرم سار مصنفہ راجہ شیو پرشاد الہ آباد ۱۸۸۰ء صفحہ ۱۱)

منو جی کی بمصری۔ یونانی۔ اور رومن۔ قانون کی بنیاد کے باعث ہونے اور منو کے قوانین کا اثر یورپ کے کل قوانین سیاست مدنی میں اب تک پایا جاتا ہے۔ (دیکھو رسالہ انگریزی دی بائیبل ان انڈیا)

دی ایڈنبرا ریویو: ممکن ہے۔ آپ کو کوئی قوم علم اسلحہ یا تجارت میں اعلے بجا دے ممکن ہے۔ کوئی قوم آپ کو فلسفہ میں عروج کی چوٹی پر پہنچی ہوئی دکھائی دے۔ ایسا ہی نظم سائنس یا راسخ بینی یا کسی دوسرے شعبہ میں شاید کوئی قوم آپ کو اچھی نظر آوے لیکن اخلاق اور ذہانت کے لحاظ سے کوئی قوم آریہ جاتی کے مساوی نہیں ہوگی۔ آپ کو کوئی قوم ایسی نہیں ملیگی۔ جو قدیم زمانے کے ہندوؤں کی طرح انسانی زندگی کے اس قدر شعبہ جات میں ایسی لائق و فائق ہو۔ قدیم زمانہ کے ہندو۔ شاعرانہ خیال کے لوگ تھے۔ وہ راگ کا ہنر جانتے تھے۔ اور وہ کامیاب تاجر تھے۔ وہ قوم فلاسفر بھی۔ سائنس میں وہ ایسے چالاک اور ہشیار تھے۔ کہ ان کا ثانی نہیں ملتا۔ الغرض ہندوستان میں ہنر اور صنعت درجہ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔ قدیم آریہ ہندو دنیا میں علم و ادب اور علم الہیات کا گنجینہ اور منبع رہ چکے ہیں۔ ان کی زبان دنیا میں نہایت ہی اعلے اور شیریں ہے۔ قدیم زمانے ہندوؤں کا قومی چلن۔ بلحاظ صداقت۔ شجاعت اور عزت کے لاثانی رہ چکا ہے۔ ان کی بستیاں تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے راجے ایک مندر کے دیوتاؤں کی طرح پرستش کئے جاتے ہیں۔ ان کی تہذیب اب تک شائستہ دنیا کے ہر گوشہ میں اور ہماری زندگیوں کے ہر ایک دن میں جا بجا ہے گرد پائی جاتی ہے۔

کپتان سٹڈن نام فرماتے ہیں۔ کہ ہندوؤں کی عام خصلت بے ضرر پرہیزگار تابع تربیت پذیر محبت اور وفاداری کے قابل۔ تیز طبع۔ ذہین۔ چالاک۔ عام طور پر دیانتدار سخاوت کرنے والے فیاض اور ایسے صاف دل اور نیک خو ہیں۔ کہ دنیا میں کوئی اور قوم ویسی نہیں دیکھی گئی۔

پروفیسر مونیر ولیم صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے یورپ میں کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی جو اہل ہند سے زیادہ دہرماتما اور اپنے عام فرائض کے سرانجام دینے میں زیادہ صابر اور مستقل مزاج ہو۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے کافی طور پر یہ واضح ہو سکتا ہے کہ تمام دنیا بالاتفاق۔ وید۔ ویدک زبان اور آریہ ورت کی صداقت اور قدامت کی قائل ہے۔ زیادہ [illegible]

(۲) آریہ ورت میں پھر سے وید پرچار

ہم نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ ویدوں کی عظمت کے ہمیشہ لائق لوگ قائل رہے ہیں۔ جنھوں نے اس وقت بھی کیا مشرق اور کیا مغرب ہر جگہ کے علم دوست اس کی خوبیوں کے آگے سر جھکا رہے ہیں۔ اور تمام تاریخ دان علماء کے زمانے کے دلوں پر آریہ ورت کی قدامت اور کمالیت کا سکہ بیٹھ رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ موجودہ آریہ ورت کیا ہے۔ اس کا جواب ٹھیک ٹھیک دینا نہایت مشکل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ ہمالیہ یا دریائے گنگ بھارت کی زمین یا آب و ہوا۔ اس کی آبادی یا پیداوار سے اس کی ظاہری حیثیت پر کچھ نافذ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بلحاظ ان اوصاف کے جن سے تاریخ کے اوراق پورے آریہ ورت کا نام روشن کر رہے ہیں۔ اس وقت اسے محض ایک عالی شان عمارت کے کھنڈرات کہا جا سکتا ہے ؎

ز نقش و نگار در و دیوار شکستہ ٭ آثار پدید است صنادید عجم را۔

اس شعر کے مصداق یہ کھنڈرات بھی گذشتہ اقبال اور کمال پر مہر نگار ہے ہیں تاہم موجودہ آریہ ورت کا ناخوشگوار نظارہ رنج و اندوہ کے جذبات کو ہی بھڑکاتا ہے۔

ملکوں اور قوموں کا تنزل و انقلاب معمولی بات ہے۔ لیکن آریہ ورت کا تنزل کل جگت کا زوال ہے۔ کیونکہ دنیا۔ اور سب بھوتوں کے پالن کرنے والے کی حالت نزع میں دکھ اور نقصان واقعی بغیر تبدیلی ہوتا ہے جب ہی آریہ ورت دل و جگر ہے یہ ایک ملک و قوم کی ترقی کا بیج قائم ہیں۔ آریہ ورت نے دنیا بھر علوم و فنون سے تمام دنیا کے ملکوں کو اپنی کتابوں میں تحریر کر کے دنیا کا امرت پہنچایا۔ اور سرسبزی کا نظارہ دکھایا گیا۔ یا جو دنیا کی عالیشان عمارت میں بنیادی ستون تھا۔ اس کی گراوٹ پر دنیا کیسے سنبھل سکتی تھی یہی وجہ ہے کہ آریہ ورت کے تنزل سے تمام جگت میں ہر لحاظ سے گراوٹ کا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔

علم کا سورج بھارت سے غروب ہوتا تھا کہ دنیا میں اندھکار چھا گیا۔ لطیف چیزوں کا دکھائی دینا تو کہاں رہا موٹی وستو بھی آنکھیں کھول کھول کر جن کے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر دیکھیں تو ان کا ٹھیک اصلی روپ میں نظر نہیں آتیں۔ اور یہ مصنوعی چراغ اور گیس لیمپ سورج کے پرکاش کا کیسی ممکن روپ سے کام دے سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدرتی سچائیوں اور صحیح راستوں کا پتہ آریہ ورت کے

اور اس کے نتیجے میں ہر پہلو سے تمام دنیا کو الوانثروں اور بھگتی چند ہی ہیں
ایک ایک بات پر غور سے وچار کیجئے۔

طریقہ عبادت: ایسی واحد مطلق قادر مطلق عالم مطلق اور سب جا حاضر ناظر پرم کے حقیقی اوصاف کا علم اور دل کو یکسو کر کے اس کی عبادت کرنے کا طریقہ آریہ ورت بھول گیا۔ اور ایشور کے بے شمار اوصاف میں سے ایک ایک کو جدا جدا ہستی کا نام دے کر تینتیس کروڑ نامعلوم دیوی دیوتاؤں کی پرستش اس دیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری دنیا میں گمراہی پھیلی۔

براہمین مصر و لیکن تو ایسی جان کو دیکھنا والے پیر مقدس کو اسیریا کے رہنے والے دایو کو اور پارسی لوگ اگنی کو ایشور جان کر سے پوجتے تھے (۱۶۸) پارسی لوگ اگنی کے بجین اور ادبہ اگر تک ہمارا تصور کر کے ایشور جان کر سے پوجتے تھے (۱۶۹) براہمین گرگ لوگ بعل نام کے دیوتا پر اشو کا بلیدان کرتے تھے یہ بلیز پرستہ سوریہ دیوتا ہیں۔ ایک سم ایسا تھا جب کہ گریک لوگ اور ت ستوریوں کی اور دیکھ کر ان کی اپاسنا کے الودشی سے اپنے اپنے اتصوں کا چمن کیا کرتے تھے (۱۷۰) یہ پہلی یہودی جاتی ایک ایشور کی اپاسک ہوئی ہے۔ تو بھی وہ سوریہ تارکا آدی کی پوجا سے دور نہیں تھی۔ کیونکہ یہودیوں کا یہ عام کہنا تھا کہ ہر ایک جاتی کا دیوتا ایک ایک نکھشتر ہے (۱۷۱) یہودی جاتی نے ایشور کو سورگ میں مستقر اور سوریہ تارکا آدی سے پیری ویشٹت رہنا ہے یہ تھا۔ یہ ان کے دھرم گرنتھوں میں بہت استھلوں میں دیکھا جاتا ہے۔ (۱۷۲) ایک سم جے سوئیٹ سیرا کے ایک پرچارک وکٹن امریکہ کے ایک استھان میں جاکر اپدیش کرتے تھے وہاں کے لوگوں نے ان سے دریافت کیا تھا کہ ہم سوریہ کے بغیر اور کسی بھگوان کو نہیں جانتے اور نہ سوریہ کا انکار کرتے ہیں (۱۷۳) یورپ کے بیچ میں ایک میرنیا پروشیب کے کئی کوئی لوگ جو آکر اسنت ہو سکتے پھر پراتہ کال سوریہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے۔ ہے سوریہ اتم آکر ہمارے سنتر دوروں کو دے جاؤ (۱۷۴) جیوتر منڈل کی پوجا پھول ایسے سماج میں ہی نہیں دیکھی جاتی۔ جو لوگ اپنے کو سنات دھرم اولمبی کہتے ہیں

(۱۶۸) [illegible] جلد ۲ صفحہ ۱۱۴ (۱۶۹) [illegible] جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ (۱۷۰) [illegible] جلد ۱ صفحہ ۲۴۶–۲۴۹ (۱۷۱) [illegible] جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ (۱۷۲) کتاب [illegible] صفحہ ۲۲۳–۲۲۹ (۱۷۳) [illegible] جلد ۱ صفحہ ۳۰۰–۳۰۱ (۱۷۴) [illegible] جلد ۲ صفحہ ۲۴۹

ان کے بعد تو بھی سورج کی اپاسنا پرچلت دیکھی جاتی ہے۔ آرمینیا و ایشیا میں عیسائیوں کا ایک سمپردائے تھا۔ جو ایشیا کو سورج کی سنتان بتلاتا تھا اور سورج کی اپاسنا کرتا تھا (۱۶۵) اور حکمت کیا کہیں چھٹی کی پانچویں صدی میں ایک عیسائیوں کا سمپردائے تھا جو بت کے اوپر کھڑے ہو کر پاسینے پرفوز نام کے گرجا میں پرویش کرتے سمے پورو آدیشا سورج کی اور درشٹی پات کرکے سر جھکاتے تھے۔ مسلمان لوگ اب بھی چندرماں کو اُدے ہوتے دیکھ کر تالی دیتے اور پیر اور تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

چھٹے کی پندرھویں شتابدی تک یوروپ کے ایک لوگ چندرماں کو پرتھم اُدے ہوتا دیکھ کر سجدہ ہوتے تھے۔ یا سر سے ٹوپی اتار کر اس کی اپاسنا کرتے تھے (۱۶۶)۔ اس پرکاش سورج، تارکا آدی کی اپاسنا بہت سی جاتیوں میں بہتات سے دیکھی جاتی ہے۔ اس دیش میں بھی سورج پوجا اور سوریہ نام کا بہت پرچار ہے (۱۶۷) چھٹے کے آدی کال کے یوروپ گریس، روم، سیریا، بابیلونیا اور مصر پربھرتی دیشوں میں نانا روپ سے دیوتاؤں کی پوجا پرچلت تھی۔ ایک استھلوں میں پر کیٹس پرمفرلی ہیرکلن کی پوجا ہوتی تھی۔ کبھی کبھی جیوت سمراٹ کے اُدیش میں بھی مندر آدی نرمان ہوتے تھے۔ اور کہا کہیں روم کا ہکسٹ نے دیوتا کا آسن گرہن کر لیا تھا۔ سوریہ چندرادی کی پوجا تو پرچلت تھی ہی۔ پربت پشاچ پربھرتی وایو بادل اور شٹ پدارتھ سمو بھی ایشور روپ سے اودبت ہوتے تھے۔ اس کے اتی رکت کنشا، دیا، شیلا، ندرا، سمرتی پربھرتی کے اودیش سے بھی دیویاں بہت ہوتی تھیں۔ ماسی پرکار سمدر، آکاش، راتری، اندھکار، دریا، پرتھوی وانگ، مٹا، نیاری ہیں سے بھی ہر ایک کی ایک ایک ادھشٹاتری دیوی کلپت ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ مصر کے دیو مندر سمو بیل، سانڈ، آجا پربھرتی پشوؤں کی پوجا کے نمت کیول آسن گرو شٹ ہو گیا تھا (۱۶۸)۔

انجیل میں صدہا جگہ بت پرستی کی تردید ہے۔ مثلاً لکھا ہے کہ تو جو کہ تم خداوند اپنے خدا کا عہد جو اس نے تم سے کیا بھول جاؤ۔ اور اپنے لئے تراشے ہوئے بت یا کسی چیز کی صورت بناؤ۔ جس کے بنانے والے خداوند تیرے خدا نے منع کیا ہے (۱۶۹)۔

---

(۱۶۵) جیمبرز ہسٹری مصنفہ مسٹر نیثر جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۰ (۱۶۶) انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا جلد ۲ صفحہ ۳۲۷
(۱۶۷) انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ (۱۶۸) انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد ۱ صفحہ ۱۱۳
(۱۶۹) استثنا باب ۴ آیت ۲۳

جب تم سے لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے پیدا ہو نگے اور تم مدت تک زمین پر بسر کر و گے ۔ اور تم بگڑ جاؤ گے ۔ اور تراشے ہوئے بت یا کسی چیز کی صورت بناؤ گے اور خداوند کے حضور شرارت کرو گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بالکل جلد فنا ہو جاؤ گے ۔ اور خداوند تم کو قوموں میں تتر بتر کرے گا اور تم قوموں کے درمیان جہاں خدا تمہیں لے جائیگا ۔ تھوڑے سے رہ جاؤ گے وہاں تم ان معبودوں کی خدمت کرو گے ۔ جو آدمیوں کے ہاتھوں سے بنائے ہیں ۔ لکڑی کے اور پتھر کے جو نہ دیکھتے نہ سنتے نہ کھاتے نہ سونگھتے ہیں (۱۸۰)

اسی طرح عملاً و نقل کو ٹکا کے پانی دیو جیسے اور خدا کی سخت ناراضگی ہونے و موسیٰ کے کھنڈن کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے قرآن بھی اسی زور سے بت پرستی کی تردید ہے ۔ سورہ اعراف میں محمد صاحب دنیا داروں کی کمزوری کا نقشہ کھینچتے ہیں کہ خدا سے دعائیں مانگتے اور نیت کرتے ہیں کہ ہمارے بیٹا ہو لیکن جب بیٹا ہوتا ہے پھر خدا کے شریک بنانے لگتے ہیں ۔ اس کے بعد بتوں اور انسانوں کا پوجنا صریحاً خلاف شرع جتلا کر رہ چیلنج دیتے ہیں کہ تم تمام بتوں کو بلاؤ اور پھر ان کی مدد سے اپنا داؤں چلاؤ ۔ دیکھوں تم کیا کر سکتے ہیں ۔ اسٹکار سادہ کی حمایت ہوتے ہوئے ۔ اسی طرح حضرت ابراہیم کے الفاظ میں سورہ انعام میں لکھا ہے کہ تم بتوں کو معبود مانتے ہو میں تو تم کو اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں مبتلا پاتا ہوں (۱۸۱)

یہ سب احکام وید کے منتروں کے مطابق ہیں ۔ مثلاً

جو علت مادی کی پرمیشور کی جگہ میں عبادت کرتے ہیں ۔ وے تاریکی یعنی جہالت اور مصیبت کے سمندر میں ڈوبتے ہیں ۔ اور جو علت مادی سے پیدا ہوئے معلول پرتھوی وغیرہ کبوت رعناصر پتھر اور درخت وغیرہ اور دیو (جزو) اور انسان وغیرہ کے جسم کی عبادت پرمیشور کی جگہ میں کرتے ہیں ۔ وے اس تاریکی سے بھی زیادہ تاریکی یعنی سخت جہالت میں مبتلا ہو بہت مدت تک نرک یعنی سخت تکلیف میں گر کر سخت مصیبت اٹھاتے ہیں (۱۸۲)

جو سب دنیا میں موجود ہے اس بے شکل پرمیشور کی تصویر ، ناپ مشابہت ، یا بُت نہیں ہے ۔ (۱۸۳)

---

(۱۸۰) توریت باب ۴ آیت ۲۵ تا ۲۹ (۱۸۱) سورہ انعام آیت ۷۵

अन्धन्तमः प्रविशन्ति येऽसम्भूतिमुपासते ततो भूय इव ते तमो (۱۸۲) یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۹
य उ सम्भूत्यां रताः ॥९॥ यजु० । अ० ४० । मं० ९ ॥
न तस्य प्रतिमा अस्ति ॥३॥ यजु० ॥ अ० ३२ । मं० ३ ॥ (۱۸۳) یجر وید ادھیائے ۳۲ منتر ۳

اس کے ساتھ ہی طریقِ عبادت کی ابتدا یعنی سندھیا اگنی ہوتر کی بابت بھی مطابقت واضح کر دینا چاہوں۔ قرآن میں جو کہا گیا کہ اے پیغمبر اپنے جی میں گڑگڑا کر اور ڈر کر اور زور کی آواز سے نہیں بلکہ خاموشی سے صبح و شام اپنے پروردگار کی یاد کرتے رہو (۴۸) اس میں یکسانیت ہیں۔ دو وقت سندھیا کی جاتی ہے۔ لیکن باوجود اس سب کے ذیل میں بیان شدہ اوصاف اور اطوار کا اصلی مرد جب بھول جانے سندھیا پڑھنا یا مہا یگیہ کا سبھاس کے طریق پر چلنا اس سے ناممکن ہو رہا جب حال تک سرسوتی ہو جاتے بھارت کی ہر طرح تباہی ہوئی۔

برہمچریہ اور ودیا: ویدک ایدیشن برہمچریہ آشرم کے متعلق بھول جانے اور بال بواہ تنتھا ولیش کی وجہ سے انسانی نسل بھارت میں گرتے گرتے بہت کمزور ہو چکی ہے سرخ چہروں تیج والی آنکھوں۔ مضبوط اعضا سڈول جسم۔ باریک سے باریک مضمون کو حل کرنے والے دماغوں کی بجائے آج زرد چہرے کمزور جسم۔ معمولی سے سوچ و چار سے چکرا جانے والے دماغ دکھائی دیتے ہیں۔ بھارت کی ترقی کے ساتھ دختر فروشی، بوڑھوں کی شادیاں۔ بیواؤں کی زیادتی کے نتائج تیسرا در بھی رساتل کو پہنچا رہے ہیں۔ بالکوں اور جوانوں کی بجائے بچے بیاہے جانے سے بھارت ورش کا ہوت بنا۔ بیواؤں کی ہاہاکار دھواں جن منڈل پر چھا گیا۔ سکھ سمپتی کا ناش ہوا۔ کون سنگدل ہوگا جس کے دل کو اس امر سے چوٹ نہ لگے۔ کہ بھارت میں ایک سال تک کی عمر والی ۱۲۲۳۱ لڑکیاں بیاہی جا چکی ہیں۔ جن میں سے ۱۱۰۴ بیوہ ہو چکی ہیں۔ ۲ برس کی ... ۲ سے ۳ برس کی ۸۷۹۳ شادی شدہ میں سے ۱۸۰۷۔ ۳ سے ۴ برس کی ۹۷۷۵۸ میں سے ۷۵۳۔ ۴ سے ۵ برس ۳۰۲۷۸۵ میں سے ۷۷۰۳۰۔ ۵ سے ۱۰ برس کی ۲۲۱۹۷۸ میں سے ۹۴۷۰۰ اور ۱۰ سے ۱۵ برس کی ... میں سے ... (بمطابق رپورٹ مردم شماری)

ہائے۔ یہ ہے آج بھی ظلم اور جابر سوسائٹی کے چہرہ پر جفا سے فغان ہر وقت آسمان سے بد دعا دے رہی ہیں۔

سوئمبر کی ویدک مریادا پر عمل ہو تو ناممکن سا ہو ہے کہ علم جاہل یا مجبور کسی کے روپیے کا ناتہ نکال بیٹھیں۔ دولہوں کی آمدنی وغیرہ کے ذکر کرنے والدین کو اطمینان دلانے اور تحفے کر اور بیتے سے بھارت سے سوئمبر کا طریق بھولنا تھا کہ زمانہ میں عجیب و غریب طریق انتخاب کے رائج ہوئے۔

وہاں میرا بائی میلہ بنایا گیا۔ جوان لڑکیاں ایک جگہ اکٹھی ہوئیں۔ اور ان کو لفظوں کی بولیاں ہو گئیں جس نے لیا وہ دام دے کے خوبصورت لڑکی لے لی پھر بد صورتوں کی نیلامی

(۴۸) سورۃ اعراف آیت ۲۰۴

ہوتی۔ جس نے ان سے بیاہ کرانے کے عوض کم روپیہ لینا منظور کیا۔ یہ اس کا
پتی ہو گیا۔ جیسے بابل کی طرح کنیا بیچی گئیں۔ سماٹرا میں جو اپنگ کے ذریعے
ہر ایک گئیں۔ ترکی اور ایران میں کتنی عورتیں بیاہی گئیں۔ اسلام میں متعہ جیسی ہولناک
رسمیں جاری ہو چکیں۔ امریکہ کے مختلف مقامات میں بیاہ کے لئے سالہا سال
آدمی کو جا کر سسرال میں ہر طرح کی خدمت کرنی پڑی۔ بائبل کی رو سے یعقوب
جیسوں کو چودہ چودہ سال خدمت کر کے لیہ اور راخیل کا پتی بننا نصیب ہوا۔
آسٹریلیا والوں نے دوسرے فرقوں کی اکیلی دکیلی عورتوں کو ڈنڈوں کی ضرب
سے اور بالوں سے گھسیٹ کر جنگل میں پہنچا دیا اور بھیڑ بکری کی طرح ان
کو جائداد سمجھ کر اپنے قبضے والوں کی موجودگی میں ان سے مباشرت کی
جزیرہ ہند میں اکیلی دکیلی لڑکیوں سے وحشیانہ حرکت کر بیٹھنے کا رواج ہوا۔
افریقہ کے بعض مقامات میں رواج ہوا کہ ایک سے بیاہ کر لیا اور دوسری سے
منگنی رہنے دی تاکہ ایک بیوی بیمار یا بوڑھی ہو جائے تو دوسری کو گھر میں ڈال دیا جائے۔ عرب
جیسے ملک میں عورتوں کا شغار مروج ہوا کہ باپ اپنی لڑکی پہلے اپنے بیاہنے
کے لڑکے کو دے دے اور بیاہنے والے لڑکے کا حق ہے کہ تھوڑی قیمت پر لے
لے لیوے۔ بعض جگہوں اور قوموں میں ایک ایک مرد کی دس بیس بلکہ سو
سو تک بیویاں ہو چکیں۔ اور بعض میں ایک ایک عورت کے اتنے ہی خاوند
ہو گئے۔ کئی علاقوں میں ماں سے بیاہ ہو گئے۔ ان کو چھوڑ کر مہذب ممالک میں
کورٹ شپ کا رواج ہوا۔ لڑکے لڑکی بن ٹھن کر ملے۔ کئی باتوں سے
ایک دوسرے کو فریفتہ کیا گیا اور کام کے کیف میں اندھا دھند شرائط منظور
کی گئیں۔ نتیجہ ہوا کہ honeymoon ہنی مون کے بعد شہوت
پرستی کا بھوت فضا شانتی باتح ختم اس کا نشہ اترا۔ اور میاں بیوی میں جھگڑے
پیدا ہو کر طلاق کے لئے روزانہ عدالت کھٹکھٹانے کی نوبت پہنچی۔ جو رشتے
اشتہارات اخبارات میں دیئے گئے تو خط و کتابت میں کئی دھوکے ہوئے
ایسے طلبگاران کے لئے جیسے اشتہار دیئے تو کئی بدچلنوں نے کسی ناہموار کو
پھنسانے کے لئے مختلف طرح کی چالاکیوں سے کام لیے۔ طلبگاران دلالوں سے سب
ذریعوں سے مایوس ہو کر قرعہ اندازی یا لاٹری کا سہارا لیا گیا۔ مگر کامیابی
کا مسئلہ حل نہ ہوا۔ ہاں فریب کار جنٹلمینوں کو مطلب پورا کرنے کا موقع مل گیا۔
غرض آریہ ورت میں سویمبر کا طریق نظر انداز ہوا اور مہذب غیر مہذب
سب جگہ میں انتخاب کے ٹھیک طریق کا پتہ لگنا محال ہو گیا۔

(۸۵) سائنس آف نیوگ مصنفہ بابو ... ایم ...

برہمن! وید میں برہمچریہ کو ناسیت والے منتر دوار ابرہمچریہ کی فضیلت کا بودھ کرایا گیا۔ دسرتھ اور بہشیدر سے چکرورتی راجہ شری اسرو سمنت جیسے برہمنوں کو تعظیم دیتے رہے اپنے بچے تاب اور اپنا سب کچھ ان کے آگے جب حکم ملا حاضر کیا گیا۔ لیکن آج ایک شودر تک برہمن کا زبان سے بھی ٹھیک سنکار کرنے کو تیار نہیں۔ کہاں کل دنیا میں برہمنوں کی عزت کہاں آج ساڑھے کروڑ بودھ ہو گئے اور باقی مسلمان عیسائی ہو گئے دوار سے بھی ہیں سے کیول بیس کروڑ بھارت باسی کچھ برہمنوں کے نام لیوا رہ گئے۔ لیکن لڑکوں لڑکیاں اور دیگر مخالف مذاہب والے اور تمام سادھو فقیروں کو نکال کر دیکھیں تو محض دو کروڑ تک برہمنوں کو ماننے والے ہیں۔ مگر وہ بھی بجائے عزت کے ان کی ذلت کرتے ان سے پانی بھروانا۔ برتن صاف کرانا۔ بوجھ اٹھوانا۔ روٹی پکوانا وغیرہ خدمت کے کام کرواتے اور بمشکل پیٹ بھرنے کو انہیں ٹکڑا دیتے ہیں وجہ اس کی محض سستیاں کا نتیجہ جو تمام دنیاوی طاقتوں سے جلد دو بالا تھا، جاتا رہتا ہے او۔ وہ بے غرض دنیاوی ضروریات سے بے پرواہ برہمن آج دریا اور گنگا ان بے کھوٹ ٹکڑوں کے پیچھے مرنے لگے تو مسلمانوں عیسائیوں میں بھی کئی پادری ملاؤں سے اپنی اغراض سادھتے۔ پوپ روم اور اوروں سے سادہ لوح لوگوں سے لاکھوں روپے بہشت میں مکانات بنوا دینے یا عیش و عشرت کے سامان بہم پہنچانے کے بہانے سے ٹھگ لئے۔

اور اسی طرح ودیا کا پرچار یہاں اپنے کمال پر تھا۔ تعلیم لازمی اور مفت تھی وہ دماغ ڈنڈا ملتا تھا۔ لیکن آج محض ۷ فی صدی پڑھے لکھے ملتے ہیں اور وہ بھی بدیشی یا اور حرف شناسی تک ہی محدود ہے۔ اور یہ درست ہے کہ مکمل طریق تعلیم گورو کل کا جاتا رہا تھی ودیا کا ملنا تو ناممکن ہو گیا یا اس جو کچھ تعلیم ملتی ہے اس کے لئے بھی تک ملک میں اس قدر مختلف سکیم ہیں۔ بلکہ ایک ایک ملک میں اتنے طریق ہیں کہ ان کا ٹھیک سمجھنا بھی مشکل ہے۔ لیکن لطف یہ کہ اطمینان لائق دماغوں کو ان میں سے کسی طرح بھی نہیں۔

ہون اور یگیہ سے روگ آدمی کا دور ہوتے۔ وایو جل کی صفائی اور ان اناج کی افراط ہوتی جس سے فارغ البالی کی کوئی حد نہ تھی۔ لیکن اس کی جگہ آج تمباکو چرس۔ شراب۔ آدمی نے لی۔ کہیں پورا کرنے کیلئے پشو بدھ سے یگیہ کرنا جانا کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان اس متعدی مرض کے شکار ہوتے ہوئے آئے دن لاکھوں کروڑوں جانور قربانی کے نام سے خدا کی بھینٹ کر رہے ہیں۔ اور قحط اور وبائیں وغیرہ ملاقی مہا آفتیں دکھلا کر ہی جسمانی صحت

ترقی اور پیداوار کا مدار تھا۔ لیکن لاکھوں کروڑوں گائیں آج ذبح کی جاتی ہیں۔ اور دنیا کی کثیر التعداد قوموں کی معیشتوں کو برباد کر رہی ہیں۔

اوپر کی تمام خرابیاں جن سے نظر آ رہی ہیں اور مت کنٹرول ہو چکے ہیں۔ تنگدلی اور تعصب نے سب کے اندر گھر کر رکھا ہے۔ جہاں برہمچریہ کے اپدیش سے استری جاتی کی بھی عزت کا انہیں ماتا بہن کی درشٹی سے دیکھنا مقصود تھا آج لاکھوں ویشیا جیسی زندگی اس بھارت کے امرت سروور میں خلل کر رہی ہیں۔

شہوت پرستی میں اندھے ہو کر ویشیاؤں تک پر ہی اکتفا نہیں ہوا گوکلیے گوسائیں اور بعض برہمن ایسے بھی بھارت میں ہو گئے اور وہاں پر پرتشٹھا پائے گئے۔ جو بھائیوں کی استریوں تک کو وہاں کرتے وغیرہ ایسے کھتری بھی ہوئے کہ ایک معمولی علاقے کا راج ملنے پر شریف استریوں کے پتی برت دھرم کو اپنی گندی نیتوں سے بھنگ کرتے پھرے۔

اہنسا دھرم کا اپدیش پرانی ماتر تک کی رکھشا کا سبق دیتا تھا۔ مگر ستیہ گوشت سمیکشا ہے۔ مگر بھیڑ بکری شروانی ہوتا کی سمیکشتا ۔ ایسے مذہبوں کا آغاز ہو کر دین پر چلنے والے بکری مرغ آدی جانوروں کو انسانوں نے اپنا نوالہ بنایا۔ گائے بیل تک اپنا دست جفا پہنچایا لیکن صبر یہاں بھی نہ آیا۔ اور آکاش منڈل میں چہچہانے بار درختوں کے ٹہنے پر آنند سے بیٹھے ہوئے پنچھیوں کو انسان نے نشانہ بنایا اور وہ بیچارہ آن کی آن میں پھڑپھڑاتا ہوا نیچے آ پڑا۔

بدبخت انسان نے اور بہت کی۔ اور پاپی تک کے سانپوں کو طرح طرح کے جالوں میں پھنسا اپنے پیٹ کو قبرستان بنایا۔ آہ! لالچی اور گمراہ انسان سواد کے غلام ہوا۔ زمین پانی ہر جگہ جیسے وہ نت جا نکلتا ہے اور تیرے جیسے پرانیوں کو زندگی تنگ ہو گئی۔ اور بد چلنی کا جو پھل ملا وہ ظاہر ہے۔ جو ملک آریہ ورت کے خوشہ چین اس کے ممنون مرہون اور مفتوح تھے۔ انہوں نے حملے کر کے اسے لوٹا تباہ کیا۔ لاکھوں عورتوں کو بے حرمت کیا وہ دوشیزاؤں کو بڑی بڑی معزز خاندانوں کی خواتین عزتی وغیرہ ہیں۔ قتل عام اس قدر ہوئے کہ ایک ہی مورخ دہلی کی خون کی ندی میں بہ جانے کے خوف سے تیمور نے کتنی بار اپنا خیمہ اکھڑوا کر پرے لگایا۔ اس میں مبالغہ ہو۔ لیکن ہماری بدبختی کا اندازہ لگانا واقعی مشکل ہے۔

سچ تو عورتوں کی بے عزتی اور خون کی دو بار اپنانے کی جرأت ودیشیوں میں اسی وقت سے ہوئی کہ بھارت کے اندر استری جاتی۔ کمزور شکوں اور

اور بیشو جاتی پر جو دھتا ہوئے۔

اے وہ لوگو! جو حماقت سے مذاہب کی آڑ لے کر عداوت بڑھاتے ہو۔ اے مسلمانو! جو ہندوؤں کو کافر اور بے دین کہہ کر اپنے معتقدوں کو اُن سے نفرت دلاتے ہو۔ اے ہندوؤ! جو مسلمانوں کے خلاف تقریریں کرتے ہو کہ انہوں نے اتنی بار لوٹ مار اور قتل عام کے حملے کئے اور استریوں تک کو بے حرمت کیا۔ باز آؤ۔ اپنی اس ناپسندیدہ روش اور گناہ عظیم سے پچھلی بد نصیبیوں کی یاد سے اور مصیبتیں دہراؤ۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ پچھلے دکھ تمہارے اپنے ہی کرموں کا پھل ہیں وہ خدا کے عادل قانون کسی کو بلا وجہ سزا نہیں دیتا۔ سارے سنسار میں اس کے قوانین کے مطابق پھل ملتے ہیں اور ایک دوسرے انسانوں کے ذریعہ ہی وہ عمل میں لائے جاتے ہیں۔ فارسی کے شاعر نے واقعی خوب لکھا ہے۔ مصرعہ

"شامت اعمال ما صورت نادر گرفت"

بھارت کی پہلی عزت اور بعد کی ذلت ساری دنیا کے سامنے ایک نہایت عبرت انگیز مرقع پیش کرتی ہے جب تک استری جاتی کی عزت اور اہنسا دھرم کا پالن آریہ لوگ کرتے رہے دنیا کے لوگ ان کے دستگیر اور قدموں کے غلام بنے رہے۔ جونہی اس کے خلاف عمل ہوا وہی ان کے شیش انہیں کاٹنے دوڑے۔

اپنے کرتویہ یعنی انسانی فرائض پر ڈٹے ہوئے آدمیوں کو کون جگت میں دکھ دے سکتا ہے۔

اے رشی سنتان! ذرا اپنی گراوٹ کو دیکھ۔ دنیا کو مت کوس بلکہ اپنے دکھوں کے خیال سے پھر وہی پوزیشن، گیان، دھیان، علم و ہنر، آچار اور سدھار کے متعلق حاصل کر۔ دنیا کی شکایتوں سے جو جگ کی اداسی کے تذکروں سے کچھ بننے کا نہیں۔

سچ مچ تو دنیا کی رہنمائی کے لئے مقصود تھی۔ مگر جب خود گمراہ ہو کر دنیا کو بھٹکانے کا کارن بنی تو کیا سزا سے کوئی طاقت تجھے رہائی دے سکتی تھی۔

(۱) اہنسا دھرم اور پاپ کا نشانہ ہو کر ٹیڑھے ایسیاں سے جب تو نے اپنا کو دھکیلا۔ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو خارج کیا۔ نزدیک آنے والوں کو لات ماری اپنے سیوکوں کے کانوں میں پارہ پھروایا۔ جوں ہی کہ ان کے کان میں وید کا شبد پہنچا۔ پھر اگرچہ بادشاہ نے تیری شرن لینی چاہی۔ مگر تو نے اسے دھکا دیا۔ اس نے پیغام ایک مسلمان فیضی نام لڑکے کو دھوکا سے برہمن بنا کر بالک کہہ کر

تیرے حوالے کیا تو نے اُسے پالا پڑھایا اپنے گورو برہمن کی لڑکی پر وہ فریفتہ ہو گیا اور اکبر کی خواہش کے مطابق اُسے سنسکرت پڑھانے کو نہ جا سکا۔ مگر گورو نے جب لڑکی بھی اُس سے بیاہ دینی چاہی تو اُس سلوک پر وہ نادم ہو کر گورو کے چرن پر گر کر معافی مانگتا ہوا کہنے لگا کہ میں درحقیقت مسلمان ہوں۔ اکبر نے محض دھوکا سے مجھے آپ کے حوالے کیا یہ سنتے ہی گورو کی آنکھیں لال ہو گئیں بڑے جوش سے وہ تلوار اٹھا کر اپنا کام تمام کرنے لگا۔ فیضی نے ہاتھ جوڑ کے منت سماجت کی۔ تلوار کو روک لیا۔ اور پوچھا کہ کسی طریق سے آپ کی جان بچ بھی سکتی ہے۔ گورو نے شرط بتلائی۔ کہ اگر لکھ دو اور عہد کرو کہ جو کچھ پڑھا ہے اور کسی کو نہ پڑھاؤ تو میں اس ارادے سے باز رہتا ہوں۔

اسی طرح کشمیر کے خان کا جس نے تہمت لگا کر اُسے قتل کیا۔ خیال کر وہ اور اس کا بیٹا بارہا تیری (ویدک دھرم) میں شامل ہونے کا ڈھونگ کرتے رہے مگر رشی سنتان آریوں نے اُسے مایوس کیا۔ حتیٰ کہ وہ مسلمان فقیر [illegible] شاہ کی شرن میں پڑا۔ ہندو راج سے جو راجے تیری عظمت کے نشان اس نے مٹا ڈالے۔ اور آخری نتیجہ یہاں تک ہوا کہ آج کشمیر جیسی ریاست میں ۹ لاکھ میں سے محض پچاس ہزار ہندو یا آریوں کے جانشین کہلانے والے رہ گئے ہیں۔

آریہ ستان! اس میں کلام نہیں کہ دیگر مذاہب میں مسلمانوں میں بھی تنگدلی تعصب اور کمینگی بہت بڑھ رہا ہے اور ان کی ان حرکتوں سے بھی طرح طرح کی روایتیں ملتی ہیں۔ لیکن کبھی یہ بھی غور کیا کہ یہ تمام [illegible] سبب سینکڑوں برس سے مرکز چھوڑ دینے کا ہی نتیجہ ہے۔

جس آدمی کو سورج کھینچے اور زمین سے اٹھائے انہیں آکاش میں اتنی بلندی پر سرفراز کرتا ہے لیکن جب وہ اس سورج کے پرکاش کو ہی ڈھک لیتے ہیں تو وہی سورج انہیں خشک بناتا اور پانی بادل کرکے زمین پر گراتا۔ بلکہ اُسے زمین کے نیچے پہنچا دیتی ہے آریہ بعینہٖ یہی حالت تیری ہے۔ جب وید دیو کے پرکاش کی دنیا میں سرفرازی دی تو تجھے پرکاش کے آگے بادلوں کے کھڑا ہی ہونا تو کیا تھا جس درجہ رسائی تک پہنچا تھا بے انتہا تھی۔

اسے [illegible] وہ آریہ ورت تیرے تمام دکھوں کا علاج کسی مذہب سے نفرت کرنا یا کسی کی جائیداد کو رد کرنا یا کسی پر [illegible] یا پولیٹکل حقوق لینا نہیں بلکہ محض اُس بیچے وید بھگوان کو شرن دیا اور پریم سے دھیان کر نکلتا ہے جس کو بھلا بیٹھا ہے آج تیری بے فرزند شاہ چور رہی ہے۔ اسی [illegible] کا [illegible] دنیا میں پھر ہی جاہ و منزلت دے سکتا ہے۔ اس [illegible] اور اقوام عالم میں پھیلا

بڑی ہے لیکن ایشور کا دھنیا واد ہے کہ مجھے ابھی اہر یعنی مہورت تک سلامتی سے
پہنچنے کے لئے بال برہمچاری - سچا تپسوی - پورن منیشی اور یوگی پرم ودوان
اور انتھک اوستھا میں مہان بلوان مہرشی سوامی دیانند سرسوتی موجود ہے - رستے
کی تمام مشکلات کو حل کیجئے تیرے لئے اس نے راستہ صاف کر دیا ہے اب
نا امیدی بزدلی کم ہمتی کو چھوڑ - خواب غفلت سے بیدار ہو - اور رشی کے
نقش قدم پر چلتی ہوئی منزل مقصود پر پہنچنے کی تیاری کر۔

پیچھے گیان کا سورج لوپ تھا - اندھکار میں ستیہ دھرم کا روپ نظر آنا
کٹھن تھا - آریہ ورت میں مکمل تہذیب علوم و فنون اور الہی رات یا روحانی
ترقی اور شانتی کا ستیاناس کرنے کے استھان میں وام مارگ کے ذریعہ پاپوں کا پرچار
ہو چکا تھا - آتم اندھکار میں مبتلا ہم مت متانتروں کی چار دیواری میں بند تھے۔
عقل کی آنکھیں موند - خراٹے لے رہے تھے اور معجزوں کرامات کے خواب دیکھ
رہے تھے - یا جادو جنتر - ٹونے - بھوت - چڑیل آدمی سے بھی بھینٹ ہو رہے تھے۔
سچ پوچھو تو سارا سنسار ہمارے لئے اندھکار میں ڈراؤنا ہو رہا تھا کہیں چراغ
کہیں لیمپ کہیں ستارے کہیں چاند کے پرکاش سے کچھ کام چلتا تھا لیکن ہماری مصیبت
کے بڑھانے کو گھٹا ٹوپ بادلوں نے چاند اور ستاروں کو چھپایا بدعتیوں کے حملوں
نے بجلی کی کڑک بادلوں کی گرج کے روپ میں اور بھی غضب ڈھایا - کہیں بجلی کی چمک
اپنے پرکاش سے کچھ ڈھارس بندھاتی - لیکن آن کی آن میں گھور اندھکار میں چھوڑ
جاتی رہی - گوتم بدھ - شنکر سوامی کمال بہت آدمی آریہ ورت میں اپنی تھوڑی سی ہستی
میں تھوڑی دیر کے لئے - تھوڑی دور تک کے درشن اپنے پرکاش رتھ سے کرا گئے۔
لیکن اندھکار پھر اپنا بھیانک روپ دھارن کئے اڑا ہوا تھا - بدعتیوں کے کالے روپ
بادل برابر بھارت کے آسمان پر منڈلا رہے تھے - ہاں شانتی اور اشانتی میں دھرم امرت
پان کا کے موقع ملے - ایسی عجیب بھیانک اوستھا میں ایشور نے پرلش رات کا سایہ پھیلا
کر امن وامان کی برکت سے بہ مدت کے اسے بہرہ یاب کیا - یعنی رد طوفان کثافت و
خون وجہالت کا مطلع صاف ہوا اور اس کے ساتھ ہی سعادت درشن کے افق میں یہ
سورج کی آمد کی خوشخبری سنانے کو مہرشی سوامی دیانند سرسوتی پرجلال شفق کے روپ
میں نمودار ہوا - اور تمام ستارے اور لیمپ تو کیا بڑے بڑے جھاڑ فانوس اور بجلیاں سب
بھی سب کے سب مدھم ہو گئے یعنی مذاہب کی سربلندی ہوئی۔

رشی دیانند کا کام دنیا کو یہ بتلانے میں تمام دیگر مذہبی دھرموں کے کام سے
بڑھ کی پوزیشن یہ ہے مادی اشیا کی شکل کے درشن کو تبدیلی سورج اور آنکھ کا ہونا
لازمی ہے - سورج کے پرکاش کو کچھ عمل دے اور آنکھ کے تبادلے کو - اسی طرح دھرم

عیسائیوں کے لئے اول ایشور پر وشواس ہے جو تمام صداقتوں کا اظہار کنندہ ہے دوم اس کے الہام یا گیان پر جو بمنزلہ سورج ہے۔ اور سوم عقل انسانی پر۔ کہ آنکھ کی جگہ ہے۔ سوامی شنکر آچاریہ کا وشواس انہی تینوں پر تھا۔ لیکن حالات کے لحاظ سے انہیں خاص نمائش برہم کے تئیں پرچار کرنی پڑی۔ بدھ کا مدار محض عقل ہی پر رہا۔ برہم کو جانتے یا الہام پر اس نے اعتقاد نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پیرو ناستک کہے جاتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں نے خدا کو بھی مانا اور اس کے الہام کو بھی لیکن عقل کو بیچ سے خارج کیا اسی کا نتیجہ ہوا کہ ہر بات کو جو کسی نے خدا کے نام سے منسوب کی الہامی مان بیٹھے۔ بلا لحاظ اس کے کہ عقل سے ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ محض ایمان لانا اور ترک (بحث) سے کام نہ لینا ہمیشہ وہم کا کہلانے کا ہی کارن ہوتا ہے۔ اسی طرح جن مذاہب میں معجزوں کا خلط ہے وہ تمام عقل کو تلانجلی دے بیٹھے ہیں۔ یہودیوں۔ عیسائیوں کو اسلام کا ہی بھائی سمجھئے۔ برہمو سماج کا اس زمانہ کی روشنی کے ساتھ ظہور ہوا۔ اس نے عقل سے بھی کام لیا ایشور پر بھی اعتقاد کیا لیکن وید الہام کو نہ مان کر وہ بے دھارمی بنے۔ کوئی بات دیکھی کوئی بدھ مت کی کوئی نقل کی کوئی قرآن کی لے کر معجون مرکب بنا دیا۔ جس کو خاص طور پر سچا یا مکمل ہونے کا ثبوت دینا ان کے لئے مشکل ہے۔ غرضیکہ وید کا پرچار بند ہونے یعنی مہا بھارت کے زمانے سے آج تک جس قدر ریفارمر پیدا ہوئے ہیں ان سب میں سے اگر ستیہ کی سچائی کے تینوں لازمی ذریعوں کو مد نظر رکھ کر تینوں پر ایک ساتھ لوگوں کا وشواس کسی ریفارمر نے کرایا ہے تو وہ کیول سوامی دیانند سرسوتی ہے۔

بدھ نے کام کیا تو ایک دو صداقتوں یعنی اہنسا اور ورن ویوستھا کی خرابیاں کو ہی دور کرنے کی ضرورت تھی اور وام مارگ یا ویدک دھرم کے نام سے جس میں پڑے ہوئے لوگوں سے مقابلہ تھا۔ شنکر آچاریہ اٹھے تو ایک ناستک مت کا کھنڈن اور برہم کی ہستی کو ثابت کرنے کا کام تھا۔ لیکن جس نے بیسیوں متوں اور سینکڑوں فرقوں کے مقابلہ پر اپنے آپ کو سینہ سپر کیا اور ایک دو نہیں۔ تمام ہی سدھانتوں اور ضروری باتوں پر مذہبی دنیا کے گرو کی حیثیت سے کامیابی سے حل کر دکھایا۔ اور تمام انسانی ضروریات کے متعلق اصول وید کے انمول روشنی ڈالی وہ سوامی دیانند سرسوتی تھا۔ شنکر آچاریہ کے سامنے محض گھر والوں سے نپٹنا تھا۔ لیکن جس وقت اندرونی دشمنوں کے علاوہ باہر سے عیسائی مسلمان آدی مذاہب بھی ویدک دھرم پر حملہ آور حملے کر رہے تھے۔ اس وقت باقاعدہ کر دھرم کے پیرو کو ستیہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے نکلنا رشی دیانند کا ہی حصہ تھا۔

سچ کی تعلیم جو سب سے قابل قدر اپدیش پیارے رشی کا وعظ ہے جس میں سچ کہا ہے کہ

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں (۱۸۷)

لیکن رشی دیانند توریت اور زبور اور انجیل سے بھی گزر کر وید تک پہنچتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ میں وید کو پورا کرنے آیا ہوں بلکہ کہتا ہے وید کا ہی پرچار کرتا ہوں دیانند پر بھی لغزش کہا جاتا ہے جب کہا جاتا ہے کہ میں توریت کو پورا کرنے آیا ہوں گویا وہ اُسے نامکمل قرار دیتا ہے لیکن دھرم پال فرستادہ دھرم کہ کوئی بھی مسیح کا یہ کہنا بیجا لیے ہوئے الہام کی تردید کرتا ہے۔

یسوع نے کہا تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کر اور جو کوئی خون کریگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا (۱۸۸) اس سے اپنے ہم جنسوں کو بیڑا اذیت پہنچانے کا سبق ملتا ہے لیکن رشی دیانند اپنے بھائی یا ہم جنسوں سے گزر کر پانی تک کو بلا ضرورت دیکھا ہم جنس عدم پامال کرنے کا اپدیش دیتا ہے

یسوع کہتا ہے تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کر لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا (۱۸۸)

رشی دیانند خود کرم کا مارس پیدا کرتا ہے اور یہی وید کی تعلیم شاکت ہے کہ کوئی بھی باپ کا چشتوں کمال نہ ہو۔ لیکن مسیح غلطی کرتا ہے جب کہ سن کو چھوڑ کر زنا آنکھوں کو دلاتا یسوع کہتا ہے کہ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ (۱۸۹)

اگرچہ یہ اپدیش بہت قابل عمل آمد نہیں کہ شتری لوگ اس سپرٹ کو دھارن کر کے اپنے کرتویہ سے گر جائیں گے۔ تاہم ایک برہمن یا سنیاسی کے فرض کے مطابق بھی نہایت اعلیٰ ہے جس کو عمل میں لانا یسوع کے لئے مشکل رہا۔ ہاں سوامی دیانند نے اپنے قاتل یعنی زہر دینے والے جگنّاتھ کو پاس سے روپیہ دے کر نیپال کی طرف چلا جانے کو کہا اور اس کی جان بچائی۔ یہ واقعی مذہبی مشنریوں کی سہن شیلتا کا عملی آدرش ہے۔ ستیارتھ کے الفاظ ان کی مصیبت پر دیاسی اور لوگوں کی بدسلوکی کے پرکاش سب قابل تھے۔

(۱۸۸) انجیل متی (۱۸۸) دیکھو متی باب ۵

اے ایشور نواسیو میں تمہاری اعلیٰ درجہ کی عزت کرتا ہوں۔ لیکن میں تمہاری نسبت ایشور کی آگیا پالن کرونگا۔ جب تک مجھ میں پران اٹک رہے ہیں گیان کے پرچار کو بند نہیں کر سکتا۔ اس لئے اے میرے دیش نواسیو میں کہتا ہوں کہ چاہے مجھے چھوڑ دو یا مار دو لیکن اس بات کا یقین رکھو کہ میں جیون اُدیش کو پلٹ نہیں سکتا۔ ایک مرتبہ تو کیا کئی دفعہ چاہے مجھے اس اپدیش کی خاطر مرنا پڑے تو بھی تیار ہوں۔

ستیہ اپدیش پر سقراط کو زہر کا پیالہ دیا گیا اور اُس نے بخوشی پیتے ہوئے پران تیاگ دیئے لیکن انت سمے تک ست اپدیش سے دُور کا رہ آتما کو اجر امر بتلاتا ہوا یونان کے مست متا متروں اور کو تشیوں کا کھنڈن کرتا تھا۔ امیر اور حاکم لوگ اس کی اُس کھنڈن روپی کڑوی دوا کو نہ سہہ سکے جس سے اس کے دشمن ہو گئے یہاں تک کہ اس کو مروا ڈالا۔ لیکن آج مغربی دنیا سے پوچھو تو وہ سقراط کو یونان کا سچا مان رہی ہے۔

مہرشی دیانند نے اپنے جیون میں ایشور آگیا پالتے ہوئے منش جاتی کے اُدّھار کے لئے اپدیش کیا۔ چاروں طرف سے اینٹیں اور پتھر کھاتا رہا مہرشی دیا اپدیش سے نہیں رُکا۔ پان اور مٹھائی میں زہر دی گئی لیکن پرم دیو اپنے اُدیش سے ایک انچ بھی نہیں سرکا۔

اُس کے جیون میں ایک دو کیا صدہا بار اس سے ادیک زور دار لفظ ملتے ہیں جو کہ ارادہ کی تقویت کو ظاہر کرتے ہیں۔

غرضیکہ رشی دیانند کا اپدیش قدرتی اور حقیقی سچائیوں سے بھرپور۔ اُن کا کام مذہبی بابلوں سے اعلےٰ اور عجیب و غریب ہے اُن کا عملی جیون اور بے غرض دھارمک پرچار اس کی علمیت فضیلت اور صداقت اور اس کی طرف سے اپنی ساری لیاقت اور طاقت کا آریہ ورت کی پراچین عظمت کی بحالی اور سناتن ویدوکت دھرم کو سارو بھومک دھرم بنانے میں صرف ہونا وہ کمال کی خوبیاں اور بے مثال علوہمتی کی نظیریں ہیں جن کے سبب رشی دیانند کا نام دنیا کے دھارمک اتہاس میں ہمیشہ عزت اور خوشی کے جذبات سے یاد کیا جاویگا اور اس بھرفنا میں سفر کرتے ہوئے جہازوں کو لائٹ ہوس کا کام دیگا۔ یا یعنی ترقی اور شانتی کے متلاشیوں کو وید کا مارگ دکھانے کے لئے Hand Post بہترین ثابت ہوگا۔

یسوع مسیح اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا اور نجات کا مدار اپنی ذات پر رکھتا ہے۔ انجیل میں باپ کو بالکل ہی نکما بنا کر بیٹے کو ہی سب اختیارات عطا کر دئے گئے ہیں

خدا کو باپ - الہام کو ناول - نجات اعمال ہو - لیکن مسیح پر ایمان تو لاؤ - عیسائیت سے جواب ہے - محمد صاحب کو نہ مانو وحدانیت کے اقرار کے ساتھ محمد الرسول اللہ نہ بولو تو اسلام میں قطعی کفر ہے - اسی طرح ہر مذہب کا مدار مردم پرستی پر ہے اپنے مرکز کا نام محض اپنے سہارے کی تقویت کے لئے ساتھ لگائے جاتے ہیں - قرآن اگرچہ صاف کہتا ہے کہ محمد تو بس ایک رسول ہے اگر وہ مر جائے یا مارا جائے تو کیا تم الٹے قدم پھر جاؤ گے کفر کی طرف - (۱۹۰)

اس سے صاف ہدایت مردم پرستی سے بچنے کی ہے - لیکن پھر بھی کلمے میں محمد صاحب کا نام داخل کر کے اسے جزو ایمان بنا دیا گیا ہے - جس پر ایک مسلمان کو کس قدر افسوس ہوتا ہے جو اس کے ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہے " کسی انسان کے نام کو اگرچہ وہ نبی آخر الزمان ہی کیا ہی اشرف الناس ہو خدا ہی کے یاد الٰہی میں شامل کر دینا یا جزو بنا لینا یہ تاکہ کر دینا کیا شرک فی الصفات نہیں - آنحضرت پر اسلام اور خدا کی رحمتیں اور برکتوں کا خدا سے مطالبہ اس زمانے میں جب کہ آنحضرت اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہوں کیا معنی رکھتا ہے " (۱۹۱)

یہ مولانا صاحب کہتے ہیں اور عجب کہتے ہیں کہ درحقیقت کلمہ شروع سے ایک ہی چلا آتا ہے وید میں ایکم ایوا دوتیم برہم ہے - زند میں [illegible] اور عربی میں لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کا لفظ محض شکم پرور ملاؤں نے ملا دیا -

کچھ یہی حال آج مذاہب شخصیتوں کی پوجا کرا رہے ہیں خدا کے متعلق اعتقادات اور ان کی صفات میں اختلاف ہو کوئی [illegible] فقط جہاں ہستی کو مقدم رکھ کر اپنی عزت اور توقیر کرانے اور چندے کی خوشی [illegible] ان کو زیادہ معتبر بنا کے لئے خدا کا نام ساتھ لگا کر معتقدوں کو یقین [illegible] قابل کر لیتا ہے - آہ! جو لوگ رات دن دنیا داری و دھندوں میں [illegible] مذہبوں کے جھگڑے کر کے بھولوں کو پالتے ہیں - جنہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ دل کو یکسو کر کے کے لئے ہر ایک کام کیا ہے - آتما کو کس طرح تمام لذات نفسانی پر غالب کر کے [illegible] کا پیمانہ دوا بالکل [illegible] جنگل [illegible] خدا کی [illegible] اس سے باتیں کرتے - اس کی طرف سے [illegible] اور عزت پاتے پھرتے ہیں - مذہبی تفرقے سب اسی بات پر ہے اور سوائے کے [illegible] ہے -

ہر ایک ہو سکے مذہب اپنے سے پہلے نبیوں کو سزا دیتا ہے اور ان کا [illegible]

(۱۹۰) سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴

(۱۹۱) اشاعت مذاہب عالم جلد ۱ نمبر ۳ صفحہ

ہونا تسلیم کرتا ہے تاکہ مخالفت نہ ہو اور آسانی سے مددگار مل جاویں۔ چنانچہ قرآن
میں لکھا ہے۔
آیت (وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ
نَقْصُصْ عَلَيْكَ) (۱۹۲)
"تم سے پیشتر بہت نبی ہم نے بھیجے ہیں (دنیا میں) بعض کا حال ان میں سے ہم نے تم سے بیان کیا ہے اور بعضوں کا نہیں کیا۔ موجود تھے اور ہیں"
اس پر مولانا محمد حسین صاحب کہتے ہیں۔
"مثلاً حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ وغیرہ کے ناموں کے بیوں حضرت (۱۹۳)
گوتم۔ حضرت کنفیوشس۔ حضرت شنتو۔ حضرت لاؤ۔ حضرت برہما مہاتما
کرشن جی۔ حضرت رامچندر جی۔ حضرت شت وخشور زرتشت وغیرہ کے اسماء
گرامی قرآن میں نہیں آئے اس کی وجہ تھی کہ قرآن کے مقامی سامعین ان
بزرگ نبیوں۔ ہادیوں کے ناموں سے محض ناواقف تھے اس وقت عرب میں
بوجہ سٹیمر۔ ٹیلیگراف۔ ڈاک۔ پریس۔ اخبارات وغیرہ موجود نہ ہونے کے ہی
احوال عالم نہ رہنے کے وہ جان اور سمجھ نہیں سکتے تھے۔ جس طرح پچھلی صدیوں میں
کوئی شخص الیکٹرک لائٹ الیکٹرک انجن۔ ٹرامویز۔ ریلوے انجن۔ بائیسکل۔
موٹر کار۔ ٹیلیگراف۔ فونوگراف۔ وائرلیس ٹیلیگرافی۔ ریڈیم لائٹ۔ ریڈیو یا ہوائی جہاز
وغیرہ وغیرہ سے کسی پر بھی کوئی لیکچر دیتا تو سامعین بوجہ اپنی لاعلمی کے اس لیکچر کو جنون کا
بڑا بھاری لیکچرار کو دیوانہ کا لقب دیئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے"

قرآن کا مطلب تو یقیناً محمد صاحب سے پہلے ہوئے تمام مشہور
لوگوں کو نبی تسلیم کرنے سے ہے۔ لیکن لطف یہ ہے کہ محمد صاحب کے بعد آنے
والوں اور پیغمبری کا دعویٰ کرنے والوں کی سخت مذمت ہر کہیں ہے پیغمبر آخرالزماں
اپنے آپ کو کہہ دیا کہ آگے کے لئے دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ جو صریح سوارتھ کا ثبوت
ہے۔ اس کے علاوہ پہلوں کی بزرگی کو تسلیم کرنے کے باوجود بھی...... انہیں
حقیر کرنے کی کوشش بھی ضرور ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن میں لکھا ہے۔ اور نصاریٰ
کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی گفتگو ہے۔ پہلے ان ہی کافروں کی سی
باتیں بنانے جو ان سے پہلے ہیں خدا ان کو غارت کرے کہاں بہکے جا رہے ہیں
ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور اپنے مشائخوں اور مریم کے بیٹے مسیح کو
خدا بنا لیا کیا حالانکہ ان کو بھی حکم دیا گیا تھا کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا
اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ جانتے ہیں کہ خدا کے

(۱۹۲) سورہ مومن ۔ ۷۸ (قرآن)

نور کو منہ سے بجھا دیں۔ اور خدا کو منظور ہے کہ ہر طرح اپنے نور کو پورا کرکے رہے اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے گو مشرکوں کو برا لگے (١٩٣)

جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ خدا تو یہی مریم کے بیٹے مسیح ہیں یہ لوگ بے شک کافر ہوگئے (١٩٤)

اسی طرح مسیح بھی بار بار کہتا ہے۔ کہ لوگ جھوٹے مسیح اور نبی بن بن کر آویں گے۔ ان کی نہ ماننا۔ دوسرے نبی پن کا دعوے کرنے والوں کو بھیڑیے بتاتا ہے۔ جو بھیڑوں کا بھیس دھارے ہیں (١٩٥) یہی تمام پہلے نبیوں پر اعتقاد ہونے کے باوجود آئندہ ہونے والوں سے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں کہ مسیح نے بھی نہیں کی اس سے بڑھ کر دلیلیں بھی عجب مطلب پرستی کی مذاہب والے استعمال میں لاتے ہیں۔ عیسائیوں کو مسلمان کہتے ہیں کہ حکم وقت کے حاکم کا۔ اس لئے آپ محمد صاحب کے دور میں یسوع مسیح کو کیا مانا۔ لیکن اگر کسی سکھ سے بات ہوئی ہے۔ اور وہ اس دلیل سے حضرت محمد صاحب کی بجائے گورو نانک صاحب کو حاکم وقت کہہ دیوے تو پھر مسلمان یہ دلیل دینے لگتے ہیں کہ چونکہ محمد صاحب پیچھے ہوئے اس لئے زیادہ ماننے کے لائق ہیں۔ غرضیکہ عجیب نامعقول بڑا اپنا ں کرکے نفاق کو پھیلایا جا رہا ہے اور بعض مطلب برآری کے لئے جبر سے کام یا دلیل گھڑی جاتی ہے۔

یہود میں قریباً ۷۳ فرقے ہو چکے ہیں عیسائیت میں ٢٥٠ - ہندوؤں میں ٢٠٣ - اور مسلمانوں میں ۷۳ ۔ اور بقول بعض چھوٹے سے چھوٹے فرقوں کو علیحدہ گن کر ٥٠٣ - ابھی نہ جانے سوارتھی لوگ اپنی غرض اور ادھکار کے لئے کس طرح اینٹ سے اینٹ بجا دکھا دیں گے۔

سچ پوچھو تو اس مذہبی تقسیم کو مطالعہ کرنے والا کوئی بھی شخص غور سے کام لے گا تو صاف معلوم کرے گا کہ جس شخص نے اپنی شخصیت کو ایشور کی راہ میں پھینک دیا۔ عزت اور مان کا پرواہ کئے سب خیالات کو بالائے طاق رکھ کر تمام سنسار کے وشیوں پر لات مار کر بغیر اپنا کوئی نیا مت چلائے سناتن ایشوری دھرم کا ہی جھنڈا اپنے سر کے گاڑا وہ سوامی دیانند سرسوتی ہی تھا۔ جیسے بڑے شخص کی زندگی کے تجربات اور منزل مقصود تک پہنچنے کی آزمائشوں اور مشکلات میں سے کامیاب ہونے کے اسباب و عنوان کا علم ہو کر انسانوں میں جو اعلیٰ اوصاف آ سکتے ہیں اور سچی اصلاح

(١٩٣) سورہ توبہ آیت ٣٢ (١٩٤) سورہ مائدہ آیت ۔ ۔ صفحہ ١٩٥ (١٩٥) متی باب ٧ - آیت ١٥

اور ترقی کے لئے جدوجہد کرنے کی جرأت اور انسانی نامکمل اور ناقص مذاہب سے گزر کر مکمل ایشوری دھرم تک رسائی کرنے کی جو ترغیب مل سکتی ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے اس لئے امید کی جاتی ہے کہ بھارت باسی اس کتاب کو توجہ سے پڑھ کر اپنے زمانہ ماضی کا بڑا خوبصورت چتر اپنے مستقبل میں کھینچ دکھا دیں گے۔ نفاق کا بویا ہوا بیج اس وقت ایک بڑے درخت کی صورت میں دکھائی دے رہا ہے اور ابھی اس کی شاخیں پھیلتی جاتی ہیں۔ تاہم رشی دیانند کے کارناموں کا بے تعصب مطالعہ لازمی طور پر اس کی جڑوں پہ کلہاڑا ہوگا۔

رشی کے کام میں جو ستیہ کا بل کام کر رہا تھا۔ وہ ستیہ پر مبنی تمام جھوٹ کی بیخ کنی کی شکتی رکھتا ہے۔ آنکھوں والے دیکھیں۔ اور عقلمند غور کریں کہ گزشتہ نصف صدی کا اتہاس انہیں کس عجیب مذہبی انقلاب کا پتہ دیتا ہے۔

کہاں عیسائیوں کے وہ چیلنج آریہ جاتی پر مضحکہ اڑانا اور ۵۰ سالوں تک آریہ جاتی کا نام و نشان مٹا دینے کی پیشین گوئیاں کرنا اور کہاں آج نہ صرف بھارت ورش میں بلکہ امریکہ تک میں ان کا چیلنجوں سے اور مدلل اعتراضوں سے ناک میں دم آنا۔ اور ان کا مباحثہ سے کترانا۔

کاشی جیسے پوپ گڑھ میں کہاں پرانوں کی تعلیم کی تبلیغ سب سے اہم کام تصور کرنا اور کہاں دھرم سبھا کے پریذیڈنٹ کا سر اجلاس پرانوں کے نقائص کا اقبال کرکے ان کی اصلاح کا خیال دلانا۔

کہاں اشٹ ورشا بھویت گوری جیسے شلوکوں کا پرچار اور کہاں آج بال بواہ کے نقائص کو تسلیم کرتے ہوئے بشیش سماس کا قاعدہ بنا کر اشٹ کے معنے ۲۴ آٹھ دسوز و بیشش نکالنا۔

سب سے بڑھکر ستیہ کی زبردست فتح کا اور کیا ثبوت ہوگا۔ وہ چھوت چھات اور خارج کرنا آج شدھی کے پرچار کو شاباش دے رہا ہے۔ پس وہ پورانک گڑھ جہاں کے کٹر دھرمی پنڈت چھپ کر دو اچھوتوں کو آریہ جاتی کے انگ ہونیکا فتوے دیتے ہیں اور پورانک لوگ ان کو ملاتے وقت تا سویکار کرتے جاتے ہیں۔ استری شکشا کے کٹر مخالف آج محنت اور روپیہ خرچ کرکے پتری پاٹھ شالائیں کھولتے ہیں۔

جو لوگ اپنی کتابیں دوسروں کو دکھانا اپنے اصول اور تعلیم کے خلاف کہتے تھے۔ آج نہ صرف انہیں چھپوانے پہ مجبور ہوگئے ہیں۔ بلکہ ان کی جیسے بنے عقلی دلیل پہ پوری اترنے والی تاویلیں کرتے ہیں۔

چند سال ہوئے ایک بڑے مباحثے میں مسلمان مولوی صاحب سے ہم نے کہا۔ کہ قرآن میں کیا فضول کہا ہے۔ کہ سورج کیچڑ کے چشمے میں جا ڈوبتا ہے۔

مولوی صاحب نے فرمایا۔ اس کا مطلب حقیقت میں یہ ہے۔ کہ ملک میں ایک پہاڑی کی اوٹ میں دلدل تھی۔ شام کو سورج ڈوبتا۔ تو پہاڑی کے اس طرف کے لوگ کہتے۔ کہ سورج کیچڑ کے چشمے (دلدل) میں جا ڈوبا۔

سر سید احمد خان صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت موسےٰ جو پہاڑ پر خدا سے ملے اور وہاں جو آگ کی شکل میں یا بدلی میں خدا کا آنا اور اور طویل بیان درج ہیں۔ ان کی حقیقت محض یہ ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے جب خدا کے دیدار کرانے کے لئے حضرت سے اصرار کیا۔ تو آپ انہیں آتش فشاں پہاڑ پر لے گئے۔ اس کی آتش فشانی گڑگڑاہٹ زور شور کی آواز پتھروں کا اڑنا وغیرہ دیکھ کر وہ بے ہوش ہو گئے۔ اور خدا کے عجیب وغریب کرشموں کے قائل ہو گئے۔ نہ صرف یہی بلکہ ایسے متعصب ان ملتے ہیں۔ جو علاوہ حیلہ و عقل کو کام میں لاتے اور معقولیت کا رنگ ڈھنگ قرآن کی آیتوں کے بیان کو دیتے جہاں اس میں کامیابی نہ ہو۔ اس کی تردید کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں۔ (۱۹۰)

"جب خود تم نے خود کو گم کر دیا ہو۔ تو تمہیں اور باہر سے کیا ملیگا؟ اپنی ہی خبر نہیں دوسرے کی تم کیا خبر لے سکوگے؟ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ انسانی روح کتنی اعلےٰ شے ہے؟ کانشنس کیسا مقدس ہے؟ انسانی دماغی طاقت کتنی پر زور ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تم خدا کی ہیکل ہو۔ اور خدا کی روح تم میں بستی ہے؟ خود تم میں تمہارا ہادی موجود ہے۔ یہ تمہیں خبر نہیں!! تمہارا مسیح تم ہی میں تمہارا مہدی تم میں ہے۔ تم اس میں ہو۔ وہ تم میں ہے۔ مگر تمہیں قرآن سے باہر سے تلاش ہے۔ کیا سلف کا سبق صرف ازبر کر لینے ہی کیلئے ہے۔ عمل میں لانے کے لئے نہیں؟ تم میں سے بہتوں کا یہ بھی عجیب خیال ہے کہ وہ مسیح یا مثل مسیح آسمان سے یا دوسری کسی دنیا (گو وہ ستارہ منگل جیسا اہم کرۂ ارض کیوں نہ ہو۔ یا باشندہ مریخ ہو) سے اس دنیا میں اترے گا"

اگرچہ اس گول دنیا پر سب طرف سے قریب ۴۵ میل تک ہوا محیط ہے۔ تاہم اوپر کی ہوا۔ درجہ بدرجہ لطیف (ہلکی) ہوتی جانے سے یہاں کا کوئی بھی جانور دو چار میل کے اوپر جاتے ہی مر جاتا ہے۔ جس طرح جانور مچھلی وغیرہ پانی سے جدا ہو کر ہماری اس ہوا میں آکر تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہے۔ ایسا ہی حال اس کسی دوسری دنیا سے آنے والے کا ہونا لازمی ہے۔ اس ہمارے ہوائی کرہ کے اوپر ایتھر کا کرہ ہے۔ ایسا ہی اس کرہ میں بھی ہوگا۔ جس سے اس کا گذر کر اس ہوائی کرہ پر پہنچنا غیر ممکن ہے

(۱۹۰) رسالہ اتحاد مذاہب عالم جلد (۱) نمبر ۲۔ صفحہ ۵۰

یوں کرہ دو قسم کے ایتھروں کے اور ہواؤں کے کروں میں تنفس کا قائم رکھنا ناممکن ہے۔ لو فرضاً ایسا ہو بھی سکے تو بھی ہوائی کرہ سے زمین تک پہونچتے ہی اس کا مرجانا لابدی ہوگا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خدا اس وقت اُن آنے والے کی خاطر سے اس دنیا کی آب وہوا ہی کو فوراً تبدیل کر دیگا۔ تو ہمارا سائینس کہتا ہے کہ ایسا ہوتے ہی موجودہ انسان سب کے سب فوراً مرجائیں گے۔ دیکھو ہر سال موسموں کی ذرسی تبدیلی سے کس قدر بیماریوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ ہدایت کریگا کس کو کیا زمین پہاڑوں جنگلوں وغیرہ کو؟ یوں اوپر سے آنے کا خیال محض لچر ظاہر ہوتا ہے۔ جس سے ہر صدی میں اور اب بھی لاکھوں لوگ گمراہ ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔

اب تک قریباً پچاس امام آخرالزمان مہدی مثل عیسے مسیح معصوم ہو چکے ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی بھی آج تک ساری دنیا کے لوگوں کو ایک مذہب پر نہ لا سکا۔ درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ افسوس!

آہا اس سے بڑھ کر انقلاب کیا ہوگا۔ وہ مسلمان جو مذہب میں عقل کے دخل کو کفر سمجھتے تھے۔ قرآن کے بغیر کسی کتاب کو ضروری نہ سمجھتے۔ اور اسی لئے اسے آگ کی نذر کرتے تھے آج حضرت محمد صاحب پر وحی اترنے حضرت صاحب کے آسمانوں پر جانے آنے مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کو عقلی دلائل سے کھنڈن کر رہے ہیں۔

نہ صرف آریہ ورت تک رشی کے ناد کا اثر محدود رہا۔ بلکہ یورپ اور امریکہ کی دور دور کی سرزمینوں میں مادہ پرستی کو دلوں سے نکال کر روحانیت کو اُونچ آسن پر بٹھایا ہے۔ روس کے کاؤنٹ طالسٹائی جیسے رشی آریہ ورت کے اس مہرشی کے لیکچر کا انگریزی انوواد دیکھ کر پلٹا کھاتے ہیں۔ پروفیسر میکس مولر جیسے کٹر عیسائی رشی کی تصنیفات کے مطالعہ میں آنے پر اپنی طرز تحریر اور ترجمے کی شکلیں بدل کر ویدک اصطلاحات کے پرکرن انوکول معنے لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

یہ سب نتائج رشی دیانند کے ودیا اور تپوبل کا بڑی ہی اُتم ریتی سے ہو رہے ہیں۔ واقعی ایسے انقلابات کے زمانے میں دنیا میں یہ خیال پھیلانا کہ قدرتی طور پر منش ماتر کا ایک ہی دھرم ہے۔ اور اس کا پرچار کرنے کا فخر ہمیشہ سے آریہ ورت کو رہا ہے۔ ٹھیک معنے میں محض رشی دیانند کی ہی خوبی کو ثابت کرتا ہے۔

آج بھارت کے اور دیگر ممالک کے محققین اعلے سے اعلے تصنیفات

کے ذریعے مختلف سیاروں سے اس دیش کے گُن گا رہے ہیں۔ اور اس کی عظمت کا ٹھیک خاکہ کھینچنے کو محققانہ اور عالمانہ مضامین و کتابیں لکھ رہا
ہندو سپیریری آرٹی کا لایق مصنف کس اعلیٰ تحقیقات سے اپنی کتابوں اور غیر ممالک کے عالم لوگوں کی محنتوں کا ثمرہ یکجا کر کے انہیں ثابت کرتا ہے۔ کہ سائنس میں آریہ لوگوں کی فضیلت مسلمہ تھی۔ دوربین کا وجود نباتات کا علم معدنیات کا گیان آگ اور پانی کے اوصاف کا پتہ اور لیمپوں کے استعمال کرنے کا ابھیاس آریوں کو تھا۔ (۱۹۷)

اس سے بڑھ کر یہ کہ ہنر آریوں پر ختم تھا تمام ملکوں اور انگریزوں نے تمام علوم یہاں سے لئے (۱۹۸)

تاریخ قدیم اندرپستھ کا مصنف تمام دنیا کے انتساب اور مکمل جغرافیہ کا پورا کھوج تمام ان کتابوں کے حوالوں سے پیش کر رہا ہے۔ جو بھی کبھی ابتک سنسکرت زبان میں ملتی ہیں۔ کل ملکوں سمندروں (۱۹۹) وغیرہ کے نام اس وقت کی آبادی اور تاریخ الابالی کا حال اپنی کتابوں میں محفوظ ملنا نہایت خوش کن ہے۔ آہ! آج بھارت میں کون بڑے سے بڑا شہر ہے۔ جسے قدیم بھارت کے معمولی شہر چندیا (حال چندیری م کے پایہ کا بھی سمجھا جا سکے۔ جسکے ۳۸۴ بازار تھے۔ (۲۰۰)

ان اندرونی نظاروں کے علاوہ بیرونی دنیا میں قدیم عظمت کی مہر لگی ہوئی بھی دکھائی دے رہی ہے۔

اہل پیرو (جنوبی امریکہ کے باشندوں) کا بزرگ سورج بنسی کہلاتا ہے میکسیکو کا مشہور میلہ رام سیتو نام آریہ جاتی کے بھوشن مہاراجہ رام چندر جی کی تمام دنیا میں سچی عزت ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ حال ہی میں پیکنگ کے رسالہ ویٹن کوسٹ میں مہاشے مرتیا تندی کے قلم سے ایک مضمون چھپا یا۔ اس میں لامہ گورو کے [illegible] کے بڑے مندر کی [illegible] معلوم ہوا کہ یہ آریوں کی [illegible] [illegible] رکھتے ہیں۔ میجر نیر رام دیو صاحب ابھی انکی متعلق تحقیقات [illegible] اس دنیا میں آریہ جاتی کا مان بڑھا رہے ہیں جو [illegible] آریوں کو وحشی

(۱۹۷) ہندو سپیریری آرٹی صفحہ ۳۲۵ تا ۳۸۸

(۱۹۸) ہندو سپیریری آرٹی صفحہ ۳۹۴ و ۳۹۹ ـ (۱۹۹) ملکوں اور دیگر سمندروں کے ناموں میں کشیپ ساگر ایک سمندر کا نام ہے۔ جس کے ایک جگہ اسکی تشریح میں کیسپین ساگر کا لکھا ہے محض اس لئے لکھا ہے کہ موجودہ زمانہ کا نام بھول کر کشیپ سمندر کا ہی ذکر رہ گیا ہے۔ جو واقعی کشف کے لحاظ سے ہی ہے۔ (۲۰۰) تاریخ اندرپستھ صفحہ ۲۴۔

اور ویدوں کو ابتدائی وحشیوں کے گیت کہہ رہی تھی پرچ پچ آریہ ورت قدیم سے دہرم کا روح نکل گیا تھا۔ ہڈیوں کا پنجر باقی تھا۔ تہذیب اور ترقی کے تنزل کے علاوہ اس کے متعلقہ متبرک معنوں کو ظاہر کرنے والے الفاظ بھی بگڑ کر بہوت پریت اور بہرم جال کا مفہوم پیش کر رہے تھے۔ کہ رشی دیانند نے پھر سے اس پنجر کو درست کرکے اس میں تازہ روح پھونکی۔ اور آریہ جاتی کو جیتی جاگتی شکتی کے روپ میں پھر سے مذہبی دنیا کے پلیٹ فارم پر بنایا اور سرفرازی پانے کی طرف مائل کیا۔

اور یدی رشی کے جیون کا آدرش اپنے آگے رکھ ایسی کچھ شخصیتیں دنیا میں نکل پڑیں۔ جو سچے تیاگ کا برت دھارن کئے برہمچریہ کا پالن کریں اور ادہوری نا مکمل زبانوں وان کے علموں کا آشرا چھوڑ کے۔ خالص طور پر سنسکرت اور وید و ودیا کے سمندر میں غور و خوض کے غوطے لگا کر سچے علوم کے موتی نکال لائیں۔ تو ابتدائی سورگ بہومی کا نظارہ دیکھنا ناممکن نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر تمام ہندوستان مذاہب رشی دیانند کا ایک ہی گن دھارن کریں۔ اور شروع سے اخیر تک جس بات پر عملدرآمد کرتے ہو لئے اس نے تحقیقات مذہبی کی مداش کو اپنے سامنے رکھیں۔ تو تو کہہ اور اشانتی کی بنیاد مذہبی اختلافات کٹ جاتی ہیں۔ اور منش ماتر کو فطرتی یگانگت اور محبت کے درشن ہو سکتے ہیں۔

وہ مورکھ کیا تھا

ستیہ کا گرہن اور استیہ کا تیاگ

کیا ہی زبردست بہاؤ سچی ترقی اور حصول علم کے اس بنیادی اصول پر عمل کرنے کا رشی دیانند میں تھا جہاں سچائی ملی جس میں رشی نے کچھ دیکھا فوراً اسے سویکار کیا۔ اس کی قدر کی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ مراد آباد میں وہ بیماری کی حالت میں پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ ایک وید جی کہ شاستر کے جاننے والے شاہجہانپور سے وہاں آئے۔ اور آکر فرش پر بیٹھ گئے۔ جب سوامی جی سے وید جی نے بات چیت کی تو اثنائے گفتگو میں وید مہاراج نے ایک نہایت اعلےٰ بات کہی۔ یہ سنتے ہی سوامی جی باوجود بیمار ہونے کے فوراً پلنگ سے اٹھے۔ اور ساتھ کے کمرے سے کرسی خود اٹھا کر لے آئے۔ اور آدر ستکار سے وید جی کو کہا۔ کہ آپ یہاں پدھاریئے یہ کہتے ہوئے۔ کہ ہمیں معلوم نہ تھا۔ کہ آپ ایسے ودوان ہیں۔

ایک دفعہ سوامی جی فرخ آباد میں گئے۔ وہاں پنڈت ہری شنکر جی سے شاستر ارتھ ہوا۔ ایک مقام پر شاستری جی نے کہا۔ کہ میمانسا میں ایسا لکھا ہے۔ سوامی جی نے کہا

کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس پر شاستری جی کے منہ سے نکلا۔ کہ اگر ایسا نہ ہو تو ہم شاستھا سوتر تیاگ سنیاس گرہن کریں گے۔ ورنہ آپ کو سنیاس تیاگنا ہوگا۔ سوامی جی نے قبول کر لیا۔ پنڈت جی گھر آئے۔ اور پستک جو دیکھی۔ تو واقعی جو سوامی جی کہتے تھے۔ وہی اس میں نکلا اس پر پنڈت جی نے سب پنڈتوں اور معزز لوگوں کو بلا کر کہا۔ کہ ہم سوامی جی سے ہار گئے۔ اب ہم سنیاس دھارن کرتے ہیں۔ لوگوں نے مشورہ کر کے کہا۔ کہ ایسا نہ کرنا چاہیئے بلکہ سوامی جی کے پاس جا کر کہیئے۔ کہ جو ہم کہتے تھے۔ وہی پستک میں ہے۔ اس پر ہم لوگ ڈنڈھورا آپ کی جے بول دیں گے۔ یہ پنڈت جی نے قبول نہ کیا۔ اور کہا کہ ہم سے ہرگز جھوٹھ نہ کہا جائیگا۔ چنانچہ آپ نے سوامی جی کے پاس جا کر اپنی غلطی قبول کی۔ اور کہا۔ کہ ہم کو سنیاس دیجئے ہم ہار گئے۔ اس پر سوامی جی نے سب لوگوں کے مجمع میں کہا۔ کہ میں نے آج تک ایسا ست وادی اور دھارمک و دوان پنڈت نہیں دیکھا۔ یہ پراچین سمے کے پنڈتوں کا نمونہ ہیں۔

بلا مبالغہ ایسے عالم فاضل۔ ایسے غالب الحواس۔ ایسے علم و معرفت کے شیدائی اور کلام الہٰی کے آگے اپنی شخصیت کو بالکل فراموش کرنے والے رشی کا جیون کمزور انسانوں کو بلوان بنا سکتا ہے۔ گرے ہوؤں کو اٹھا سکتا ہے۔ بچھڑوں کو ملا سکتا ہے۔ گمراہوں کو راہ دکھا سکتا ہے۔ بھٹکتوں کو شانتی دلا سکتا ہے۔

یہ جیون بھیرو پن اور کایرتا سے ہٹا کر یکسوئی اور مستقل مزاج بنا سکتا ہے۔ رسم و رواج عادات اور توہمات و جہالت کے غلاموں کو آزاد اور فراخ حوصلہ و کشادہ دل کر سکتا ہے۔

اس جیون نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ زمانہ سازی سے کامیابی نہیں ہو سکتی بلکہ زمانہ اور حالات سچے پرشوں کے پیچھے چلتے ہیں۔ سچے انسان بے جان لکڑی کی طرح پانی کے بہاؤ پر بہتے نہیں جاتے۔ بلکہ اپنی زور دار جہاتی سے روکا مقابلہ کر کے ترقی کی قدرتی شاہراہ تک پہنچتے ہیں۔

وہ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ جوں سامگری آگ میں پڑ کر ہوا میں ملے بغیر ہوا کی صفائی اور دنیا میں صحت پھیلا نہیں سکتی نہ چندن زور سے گھسے جانے بغیر خوشبو پھیلا سکتا ہے۔ سونا آگ میں تپانے سے کندن ہوتا اور رنج و محن کرہی درخت پھلدار ہوتا ہے۔ رات جتنی زیادہ اندھیری ہو ستاروں کی چمک اتنی ہی تیز ہوتی ہے۔

اس لئے اے پرشو! اے سچے انسانو آؤ۔ خلیج بنگال میں بیٹھ

کرتے ہوئے گنگا کے ڈیلٹا سے نقل مکان کریں۔ اور رشی دیانند کے نقش قدم چلتے ہوئے اور اس کے جیون کو اپنا رہنما فرشتہ سمجھتے ہوئے آگے کی طرف چلیں۔ جتنے کہ تمام حائل ہونے والی مشکلات کو دور ہٹاتے ہوئے جیت کر ہمالیہ پربت کی گودی میں براجمان گنگوتری کے پوتر چشمے تک پہنچیں۔ کشٹ اٹھائیں۔ اپنا سروسو لگائیں۔ لیکن پھر سے پوتر وید گیان کا پرچار کرتے ہوئے موکش ایک سچے دھرم کے حصول روپی منزل مقصود تک پہنچیں جس کے لئے اور محض جس کے لئے سچے معنوں میں انسانی زندگی مقصود ہے۔ ہم دیا کریں گے۔ تو ضرور ایشور اس سچے سفر میں ہمیں ہمت اور برکت عطا کریگے اور ہم سچائی سدا چار اور آتم بل کے زبردست اور ناقابل تسخیر سہارے کی بدولت اوشیہ ہی سپھلتا کو پراپت ہوں گے۔

یاد رکھو ایشور کی کرپا سے آپ کو اس وقت حالات موافق مل رہے ہیں اس آریہ جاتی میں آپ کا جنم ہوا ہے۔ جو ابتدائے عالم سے آج تک کے آتی اس میں ترو مستی رہی ہے۔ اس آریہ ورت کی خاک پاک سے آپ کا جسم بنا ہے۔ اور اس پوتر آب و ہوا میں آپ کے جسم کی پرورش ہوئی ہے۔ جس کی عظمت ازل سے اب تک مسلم رہی اور تا ابد رہے گی۔

پیارے آریہ پرشو! اس تالیف انسانی میں وہ میرے بھائی کشتری آدمی آج کلوں میں ہم پیدا ہوئے۔ اس مہان کارن کا رشی سوامی دیانند سرسوتی نے وید کا سچا پرچار کرکے تسلیم یہ ہے ہمارے خیالات کو پلٹ دیا۔ ویدک دھرم کے پرچار کا پوتر اور مہان سے مہان اور واقعی بے نظیر کام ہمارے سپرد ہوا۔ ایسے حالات میں ایسی بھاری ذمہ داری لیکر اور اتنی اچھی پوزیشن پاکر ہم نے اپنی عمر عقل علم اور نیز رسوخ کا ناجائز استعمال کیا۔ اور اپنی شخصیتوں کو قائم کرنے اپنی مان پرتشٹھا کی خواہش یا کسی بھی طرح کا سوارتھ کرکے رشی دیانند کے رچائے یگیہ میں وگھن ڈالا۔ یا محض دولت کمانے نفسانی خواہشات کی سیری میں آ لیں۔ اور غفلت سے ان موافق حالات سے کچھ فائدہ نہ پایا۔ تو ہم سے بڑھ کر کمین پاپی اور بدنصیب کون ہوگا۔

آؤ ہم سب مل کر اپنی ساری اتم شکتیوں کو سناتن وید دھرم کے پرچار روپی اتم یگیہ سواہا کر دیں۔ اور پرم آتما سے یہ پرارتھنا کریں کہ اس یگیہ کی سگندھی سنسار کے ہر کونے میں پہنچے اور مذاہب کی پھیلائی ہوئی کذب و جہالت دب بدبو ہستی سے کافور ہو

اوم۔ شم

لکھشمن

حصہ اوّل

برہمچریہ و تحصیل علم

پوہ سمت ۱۸۸۱ تا اخیر بیساکھ سمت ۱۹۲۰ مطابق دسمبر ۱۸۲۴ء تا اپریل ۱۸۶۳ء

باب اوّل - ابتدائی حالات

پہلی فصل - تمہیدی کلمہ

پیارے ناظرین:- جس مہان پُرش کا اوجست سنکشپت ایک جیون چرتر آپ کے سامنے آتا ہے۔ اس کی شخصیت ایسی عجیب ایسی پاک اور ایسی خصوصیتوں سے پُر ہے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں اس کی جنم داتا بھارت بھومی تو کیا روئے زمین کے تمام مہذب ملکوں میں اس کے حالات زندگی سے گہری دلچسپی کا اظہار ہو رہا ہے اور ہو بھی کیوں نہ۔ جبکہ سچے معنوں میں انسانی خوبیوں اور کمالات کا اظہار سوائے سوامی دیانند سرسوتی کی ذات کے گذشتہ صدیوں میں تو کیا ہزاروں سال سے کسی بڑے سے بڑے ریفارمر میں نہیں ہوا۔ مختلف ملکوں و زبانوں کے اخبار رسالے اور تصنیفات انیسویں صدی کے اس بے نظیر مذہبی ریفارمر کے کارنامے لوگوں تک پہنچا کر اشارہ کرتے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے ناظرین میں سچی ترقی اور سدھار کے لئے جوش اور حرکت پیدا ہوگی۔

وہ دن مبارک تھا جبکہ آریہ پُرشوں کو سوامی جی کے جیون چرتر کی تیاری کا خیال آیا۔ اور شریمتی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے اس کی تکمیل کے لئے ویدک دھرم کے سچے شیدا اور محقق مزاج پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کو منتخب کیا جنہوں نے ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۳ء تک مسلسل تحقیقات کی دھن میں ۱۸۹۷ء تک وقتاً فوقتاً مختلف شہروں میں پہنچ کر ان کی بڑی کوشش کا نتیجہ تھا کہ جیون چرتر ان

خوبیوں کے ساتھ تیار ہوا۔ جن کا میں نے بھومکا میں ذکر کیا ہے لیکن یہ کہہ دینا بیجا نہ ہوگا کہ سوامی جی کی زندگی کے ابتدائی حالات کبھی معتبر صورت میں پبلک کے سامنے نہ آتے اگر سوامی جی نے وہ خود بیان نہ کئے ہوتے ؂

سرو سادھارن کے مردم پرستی اور بُت پرستی کے سنسکاروں اور ضعیف الاعتقادی کے جذبات کو سوامی جی نے نہایت باریکی سے مطالعہ کیا تھا اس لئے احتیاطاً وہ اپنے متعلقہ حالات کو نمائش دینے سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ مگر جوں جوں ان کی ودیا اور ان کی آتمک شکتیوں کا چرچا بڑھتا گیا لوگوں کو ان کے جیون اور ان کی شخصیت سے دلچسپی بھی بڑھتی گئی پھر بھی سوائے فاضل سنیاسیوں کے عام گرہستیوں کو ایسے حالات کا علم انہوں نے غیر ضروری جتایا۔ جب دوار کلکتہ اور دیگر جگہوں میں ان کے مرتبے کے شاستر ارتھ ہوئے اور کارہائے نمایاں ظہور میں آنے پر بھی ہر چند معزز اور تعلیم یافتہ لوگوں نے استفسار کیا انہوں نے اپنے آپ کو صرف دیدی جتایا لیکن جب ۱۸۷۵ء میں پونا اور بمبئی کی طرف آریہ سماج قائم ہوئے اور انہیں یقین ہوا کہ جتنا ہم اس امر سے گریز کریں گے اصرار اتنا ہی بڑھتا جائیگا۔ اس لئے انہوں نے پونا میں ماہ اگست ۱۸۷۵ء کو اپنے جیون کے متعلق لکچر دیا۔ پھر اپریل ۱۸۸۰ء میں کرنل الکاٹ صاحب کے اصرار پر انہوں نے اپنا جیون چرتر وقتاً فوقتاً رسالہ تھیوسافسٹ کو بھیجا جو نومبر و دسمبر ۱۸۸۰ء کے پرچوں میں چھپتا رہا۔ اس کی نقل اور بہت اخبارات مثلاً بھارت سدھشا پرورتک فرخ آباد۔ آریہ سماچار میرٹھ۔ دیانند دگوجے آرک حصہ اول۔ آریہ اخبار بمبئی۔ ریجنریٹر آف دی آریہ ورت پتا کا کلکتہ وغیرہ میں بھی چھپی اور عام طور پر یہی لیکھ لوگوں کی آگاہی کا ذریعہ رہا۔ لیکن پنڈت لیکھرام جی نے پونا والا لکچر جو مرہٹی زبان میں چھپا تھا۔ حاصل کیا۔ اور پنڈت گنیش راجندر راؤ رہا شے سری نواس راؤ سے اس کا ترجمہ مارشٹری سے ہندی میں کرایا۔ ساتھ ہی سوامی جی کے ہندی لیکھ مندرجہ رسالہ تھیوسافسٹ کی ایک نقل لالہ متھرا پرشاد جی منتری آریہ سماج اجمیر اور دوسری کشن گڑھ نواسی پنڈت چھگن لعل شرما سابق کامدار ریاست مسعودہ سے لی۔ اور اس طرح لکچر اور تحریری مضمون کو خاص ترتیب دے کر محض سوامی جی کے الفاظ میں بغیر کسی ایزادی کے اُسے پبلک کیا۔ اگرچہ سوامی جی نے اس میں پوری احتیاط سے کام لے کر اپنا اور اپنے والدین کا نام نہیں جتایا تاہم تمام ابتدائی حالات جن کا علم سمجھدار لوگوں کے لئے ضروری اور عوام کے لئے واقعی مفید ہو سکتا ہے۔ واضح اور صاف طور پر مہرشی کے سرل اور بے لاگ لپیٹ بیان سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ جو لفظ بلفظ دوسری فصل میں درج کیا جاتا ہے۔ اور جس کے آدھار پر اگلی فصلوں میں اپنے طور پر میں نے ابتدائی حالات کا خلاصہ دیا ہے ؂

دوسری فصل

سوامی جی کا خود بیان کردہ جیون چرتر

ہم سے بہت لوگ پوچھتے ہیں آپ برہمن ہیں۔ ہم کیسے جانیں۔ آپ اپنے اشٹ متر بھائی برادر کے پتر منگا دیویں۔ انھوں کسی کی پہچان بتا دیں۔ ایسا کہتے ہیں۔ اس لئے حال بیان کرتا ہوں۔ گجرات دیش میں دوسرے دیشوں کی بہ نسبت موہ وشیش ہے۔ اگر میں اشٹ متر بھائی برادر کی پہچان دوں یا پتر بیوہار کروں تو اس سے مجھے بڑی اپادھی ہوگی۔ جن اپادھیوں سے میں چھوٹ گیا ہوں وہی اپادھیاں (تکالیف) میرے پیچھے لگ پڑیں گی۔ یہی سبب ہے کہ میں پتر آدی منگانے کی کوشش نہیں کرتا۔ پہلے دن سے ہی جو میں نے لوگوں کو اپنے باپ کا نام اور اپنے خاندان کے مسکن کا پتہ بتانے سے عذر کیا ہے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ میرا فرض مجھ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ اگر میرا کوئی رشتہ دار اس میرے حال سے آگاہی پاتا تو وہ میرے تلاش کرنے کی کوشش کرتا اور اس طرح ان سے دوچار ہونے پر میرا ان کے ساتھ گھر جانا لازم آجاتا گویا کہ ایک دفعہ پھر مجھ کو روپیہ یا زر ہاتھ میں لینا پڑتا۔ یعنی دنیادار ہو جاتا۔ ان کی خدمت و ٹہل بھی بہر حال میرے پر واجب ہو جاتی اور اس طرح ان کے موہ میں پڑکر اصلاح کل کا وہ اتم کام جس کے واسطے میں نے اپنی زندگی کو ارپن کیا ہے۔ اور جو میرا اصلی مشن ہے جس کے بدلے اپنی جان کو قربان کرنے کی کچھ پرواہ نہیں کی اور اپنی عمر کو بیچ جانا اور جس کی خاطر میں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اپنا منتویہ سمجھا ہے یعنی دیش کا سدھار اور دھرم کا پرچار وہ دیش بدستور اندھیرے میں پڑا رہ جاتا۔

سمبت ۱۸۸۱ بکرمی۔ دھرانگدھرا کے گجرات دیش میں ایک راج متھان سیٹا کی سرحد پر مچھو کا بستا ندی کے کنارے ایک موروی شہر ہے۔ وہاں سمبت ۱۸۸۱ بکرمی مطابق سنہ ۱۸۲۴ء میں میرا جنم ہوا۔ میں اودیچ برہمن ہوں۔ یہ لوگ اودیچ برہمن سام ویدی ہیں۔ پرنتو میں نے شکل یجروید پڑھا تھا۔

سمبت ۱۸۸۶ بکرمی۔ میں نے پانچویں برس کی اوستھا ہونے سے پہلے ہی دیوناگری اکشر پڑھنے کا پرارمبھ کر دیا تھا اور تب ہی میرے ماں باپ آدی بزرگ لوگ مجھ کو بہت سے ستوتر، منتر، شلوک اور ان کی ٹیکائیں بزبان یاد کرایا کرتے تھے۔

سمبت ۱۸۸۹ بکرمی۔ آٹھویں برس میں میرا یگیوپویت ہوا۔ اور اسی سمے سے گایتری سندھیا اپاسن کرنے کی ودھی سکھلائی گئی اور اول رودری بعد ازاں یجروید کی سنگھتا آرمبھ کی ان کے

پڑھانے والے پتا جی تھے اسی سال میری ایک بہن پیدا ہوئی میرے گھر کے کل آدمی شیو یعنی شیو کے بھگت تھے وہ چاہتے تھے کہ یہ بھی اسی مت میں پرویش ہو جاوے انہوں نے بچپن سے ہی اس کے سنسکار ڈال دیئے تھے میرے پتا کوشش کر کے مجھے اس طرف لگانا چاہتے تھے۔ اور اس مت کے پرو کے آدک برت کرنے کی تاکید کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ تو پارتھو پوجن ارتھات مٹی کا لنگ بنا کر پوجن کیا کر ۔

سمت ۱۸۹۰ بکرمی۔ دسویں برس سے میں سادھارن طور پر پارتھو پوجن کیا کرتا تھا۔ میرے پتا چاہتے تھے۔ کہ میں باقاعدہ اپ واس کر کے شیوراتری کا برت دھارن اور کتھا شرون اور جاگرن کیا کروں یعنی پکا شیو بن جاؤں۔ مگر میری ماتا جی مخالفت کیا کرتی۔ کہ یہ ابھی اس کے یوگ نہیں۔ یہ بات ان دونوں سدا لڑکا رہنے کی مول کارن ہو گئی پتا جی کچھ ویاکرن آدی کا وشے اور وید کا پاٹھ ماتر بھی مجھے پڑھایا کرتے تھے۔ مندر اور میل ملاپ میں جہاں تہاں مجھ کو لے جایا کرتے اور کہا کرتے تھے۔ کہ شیو کی اپاسنا سب سے سریشٹ ہے۔ اسی کشمکش میں میری اوستھا ۱۴ برس کی ہو گئی ۔

سمت ۱۸۹۴ بکرمی۔ چودہ برس کی اوستھا تک میں نے یجروید کی سنگھتا حفظ کر لی اور باقی ویدوں کا پاٹھ بھی پورا ہو گیا تھا۔ اور شبد روپاولی آدک چھوٹے چھوٹے ویاکرن کے گرنتھ بھی پڑھ لئے تھے۔ جہاں جہاں شیو پران آدک کی کتھا ہوتی تھی۔ وہاں پتا جی مجھ کو پاس بٹھلا کر سنایا کرتے تھے۔ ہمارے گھر میں ساہوکاری یعنی داد و ستد کا پیشہ ہوتا تھا۔ بھکشیا کی جیوکا نہیں تھی۔ زمینداری بھی تھی جس سے اچھی طرح گھر کے کام کاج چلتے تھے۔ پشتینی عہدہ جمعداری کا بھی برابر چلا آتا تھا۔ جو اس ملک کی تحصیلداری کے برابر ہے۔ کیونکہ اس کا کام مالگذاری کی تحصیل تھی۔ اور کئی سرکاری سپاہی ملے ہوئے تھے ۔

میرے باپ نے اس سال مجھے شیوراتری کا برت کرنے کے لئے حکم دیا۔ لیکن میں طیار نہ ہوا تب مجھے کتھا سنائی گئی۔ وہ کتھا میرے جی کو بہت ہی اچھی لگی تب میں نے اپ واس کرنے کا نشچے کر لیا۔ اگرچہ میری ماتا مجھے کہتی تھی کہ تو اپ واس مت کر کیونکہ مجھ کو سویرے ہی بھوک لگتی تھی۔ اس کارن ماتا میری نروگتا (حفظ صحت) کے لحاظ سے منع کیا کرتی تھی کہ یہ برابر کال ہی بھوجن کر لیتا ہے۔ اس سے برت کبھی نہیں ہو سکیگا۔ پتا ہٹ کرتے تھے کہ پوجا اوشیہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ کل کی ریت ہے اس پر اتینت آگرہ کر کے آخرکار اس کے شروع کرنے کا نہایت تاکید سے حکم دیا اور میری والدہ کے عذرات کا کچھ خیال نہ کیا ۔

جبکہ وہ بڑی مصیبت اور بھوک کے رہنے کا دن جس کو شیوراتری کہتے ہیں۔ آیا جو ماگھ بدی تیرھویں کے اگلے روز کاٹھیاواڑ میں منایا جاتا ہے میرے پتا نے تریودشی کے

روز کتھا کا مہاتم سنا کر شیوراتری کے برت کا نشچے کرا دیا تھا۔ گو ماتا نے منع کیا تھا۔ کہ اس سے برتی نہیں رہا جائیگا۔ لیکن پتا جی نے برت کا آرنبھ کرا ہی دیا۔ جب چتردشی کی شام ہوئی اس سے پہلے ہی مجھ کو سمجھایا گیا تھا کہ اسی رات کو مجھے پوجا کے قواعد بھی سکھلائے جائینگے۔ اور شیو مندر میں جاگرن (شب بیداری) میں شامل ہونا پڑیگا +

میرے شہر کے باہر ایک بڑا شوالہ ہے وہاں شیوراتری کے کارن بہت لوگ رات کے سمے آتے رہتے ہیں اور پوجا ارچنا کیا کرتے ہیں۔ میرا باپ اور میں اور بہت سے لوگ جمع تھے۔ پہلے پہر کی پوجا پوری ہوئی اور اسی طرح دوسرے پہر کی بھی ۱۲ بجے کے بعد لوگ جہاں کے تہاں مارے اونگھ کے جھولنے لگے اور آہستہ آہستہ سب لیٹ گئے میں اُپواس سے نشچل تھا۔ اس ڈر سے نہ سویا تھا۔ اور سُن بھی رکھا تھا کہ سونے سے شیوراتری کا پھل پراپت نہیں ہوتا۔ اس لئے آنکھوں پر جل کے چھینٹے مار کر جاگتا رہا +

مگر میرے باپ کا نصیب مجھ سے کم درجے کا تھا۔ چنانچہ وہ سب سے پہلا آدمی تھا۔ جو تکان وغیرہ کی تکالیف برداشت نہ کر سکا۔ اور جاگرن کرنے کے لئے مجھ کو اکیلا چھوڑ دیا اور پجاری لوگ بھی باہر جا کر لیٹ گئے +

اتنے میں ایسا چمتکار ہوا کہ مندر کے بل میں سے ایک اوندر (چوہا) باہر نکل کر پنڈی کے چاروں طرف پھرنے لگا۔ اور پنڈی کے اکشت وغیرہ اوپر چڑھ کر بھی کھانے لگا۔ میں تو جاگتا ہی تھا۔ اس لئے میں نے سب تماشا دیکھا۔ اس سے میرے چت میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہو کر سوال در سوال اُٹھنے لگے۔ تب میں نے اپنے من میں کہا اور یہ شنکا یعنی شک اُٹھایا کہ جس کی ہم نے کتھا سُنی تھی وہی یہ مہادیو ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ کیونکہ وہ تو منش کے موافق ایک دیوتا ہے۔ جس کے سنگ گن بھوت آتم برشبھ واہن۔ ترشول ہاتھ میں ڈمرو بجاتا۔ ور اور شراپ دیتا۔ کیلاش کا مالک ہے اتنا دیوی پرکار کا مہادیو جو کتھا میں سُنا تھا کیا ممکن ہے کہ یہ پار برہم ہو؟ جس کے سر پر چوہے دوڑتے پھرتے ہیں۔ چوہے کی یہ لیلا دیکھ میری بال بدھی کو ایسا معلوم ہوا کہ جو شیو اپنے پاشوپت استر سے بڑے بڑے پرچنڈ دیتوں کو مارتا ہے۔ کیا اُسے ایک ناچیز چوہا کے بھگا دینے کی بھی شکتی نہیں +

ایسی بہت سے شک من میں اُٹھیں۔ میں ان خیالات کو بہت دیر تک نہ روک سکا۔ اس لئے میں نے اپنے والد کو جگا دیا اور بلا تامل اُن سے یہ درخواست کی کہ میرے

سلہ آنریبل سر سید احمد خاں صاحب نے سوامی جی کے اس موقعہ کی بابت لکھا ہے اگر الہام نہیں تھا تو کیا تھا جس نے سوامی دیانند سرسوتی کے دل کو مورتی پوجا کو چھوڑ ہندوؤں کے ویدوں کے ان مقامات کو دیکھو جہاں اس جوتی سروپ نرنکار کی واحدانیت اور اس کی صفات کو بیان کیا ہے (تہذیب الاخلاق)

تو مہربانی کرکے میرے اندیشوں سے رفع کیجئے اور بتائیے کہ یہ مہیب شکل مہادیو کی جو اس مندر میں ہے اسی مہادیو کی ہی شکل ہے۔ جیسے پرانوں میں بار بار ہم سنتے ہیں۔ یا یہ کوئی اور چیز ہے؟ یہ سن کر پہلے تو میرے والد نے لال ہو کر مجھے فرمایا کہ تو یہ بات کیوں پوچھتا ہے۔ اور یہ سوال کیوں کرتا ہے۔ تب میں نے جواب دیا کہ بذریعہ اس مورتی کے جس کے جسم پر چوہے (جیسے کاٹھیاواڑ کے بھاشا میں اوندر کہتے ہیں) دوڑے پھرتے ہیں۔ اور اس کو خراب اور آلودہ کرتے ہیں۔ سمجھتا کہ مہادیو تو چیتن ہے وہ اپنے اوپر چوہا کیوں چڑھنے دیگا اور یہ تو سر تک نہیں ہلاتا۔ اور نہ اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ میں اس سے اس سرب شکتی مان اور چیتن پرمیشور کے خیالات حاصل کرنا اسمبھو (ناممکن) سمجھتا ہوں۔ اس لئے یہ بات آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ تب پتا جی نے نہایت کوشش کے ساتھ مجھ کو اس طرح سمجھایا۔ کہ کیلاس پربت پر جو مہادیو رہتے ہیں۔ اُن کی مورتی بنا کر براہمن پوجن کیا کرتے ہیں۔ اب کلجگ میں اُس کا ساکشات (ظاہرا) درشن نہیں ہوتا۔ اس لئے پاشان آدی کی مورتی بنا کر اور اس میں اُن مہادیو کی بھاونا رکھ کر پوجن کرنے سے کیلاش کا مہادیو ایسا پرسن ہو جاتا ہے۔ کہ گویا وہ اس جگہ خود ہی موجود ہے اور اسی کی پوجا ہوتی ہے تیری ترک تو بھی بہت بڑی ہے۔ یہ تو کیول دیوتا کی مورتی ہے۔ اس اپدیش سے میری کچھ بھی تسکین نہ ہوئی۔ بلکہ میرے من میں اور بھرم ہو گیا کہ اس میں کچھ گڑبڑ اور شبہ ہے۔ مجھے اُن کی باتوں میں کچھ مغالطہ دہی اور لاگ لپیٹ معلوم ہوئی۔ تب میں نے سنکلپ کیا کہ جب میں اُس کو پرتیکش دیکھونگا تب ہی پوجا کرونگا ورنہ نہیں۔ تھوڑی دیر بعد بسبب زوری بھوک اور تکان کے کارن مجھے ضعف سا پرتیت ہونے لگا۔ اس لئے پتا جی سے پوچھا کہ اب میں گھر جانا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ سپاہی کو ساتھ لے کر چلا جا۔ پرنتو بھوجن کدا چت نہ کرنا۔

میں نے گھر جا کر ماتا سے کہا کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ ماتا جی نے کہا کہ میں تجھے پہلے سے ہی کہتی تھی کہ تجھ سے اُپواس نہ ہوگا پرنتو تو نے تو ہٹ ہی کیا۔ پھر ماتا جی نے مجھے کچھ مٹھائی کھانے کو دی اور کہا کہ تو پتا جی کے پاس مت جائیو ورنہ ان سے کچھ کہیو۔ ورنہ مار کھائیگا۔ بھوجن کھا کر میں ایک بجے کے بعد سو گیا اور دوسرے دن آٹھ بجے اُٹھا۔ پتا جی نے پرات کال آ کر رات کے بھوجن کا حال سُنا۔ بہت خفا ہو کر کہا کہ تم نے بہت بُرا کام کیا۔ تب میں نے پتا جی سے کہا کہ وہ مورتی کیلاش کا مہادیو نہیں تھا۔ میں اس کی پوجا کیوں کروں؟ میرے من میں (اس رات کے واقعہ سے) فی الحقیقت مورتی پوجا پر شردھا نہیں رہی تھی۔

میں نے چچا جی سے کہا کہ ادھین کے کارن مجھ سے اُپواس اور پوجا نہیں ہوتی سوالوں سے اور ماتا جی نے میرے پتا جی کو سمجھا بجھا کر شانت کر دیا۔ کہ اچھی بات

ہے پڑھنے دو۔ تب میں نے اپنی خواندگی میں خوب ترقی کی۔ نگھنٹو۔ نروکت۔ پوروب میمانسا آدی شاستروں کے پڑھنے کی تیاری کر کے ایک پنڈت جی سے انہیں آرمبھ کیا اور پڑھتا رہا اور ساتھ ہی کرم کانڈ وشے کے اوپدیش بھی۔ اب سارا سمے ودیا ادھین میں ہی صرف ہوتا تھا ٭

مجھ سے چھوٹی ایک بہن پھر اس سے چھوٹا ایک بھائی پھر ایک بہن اور ایک بھائی ہوئے ارتھات دو بھائی اور دو بہن اور ہوئے تھے۔ تب تک میری سولہ برس کی اوستھا ہوئی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ سوامی جی سب سے بڑے تھے اور ان کے معلومات کے مطابق کل تین بھائی اور دو بہنیں تھیں ٭

سمت ۱۸۹۶ بکرمی۔ میری سولہ برس کی اوستھا کے بعد جو میری چودہ برس کی بہنا تھی اس کو ہیضہ ہوا جس کا بیرتانت یوں ہے کہ ایک رات جبکہ ہم ایک دوست کے گھر ناچ کے جلسہ میں گئے ہوئے تھے (غالباً کتھکوں کا ناچ ہوگا یا بھانڈوں کا۔ کیونکہ کاٹھیاواڑ میں مثل پنجاب اور ہندوستان کے طوائفوں کے ناچ کا دستور نہیں ہے) تب اچانک آ کر نوکر نے خبر دی کہ اس کو ہیضہ ہو گیا۔ ہم سب تت کال وہاں سے آئے۔ وید بلائے گئے۔ اوشدھی بھی کی۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ چار گھنٹے میں اس کا شریر چھوٹ گیا۔ میں اس کے بچھونے کے پاس دیوار سے آسرا لے کر کھڑا رہا۔ جنم سے لے کر اس وقت تک میں نے یہی پہلی بار انسان کو مرتے دیکھا تھا۔ اس سے میرے دل کو بڑے درجہ کا صدمہ پہنچا اور مجھے بہت ڈر لگا۔ ڈر مارے خوف کے سوچنے لگا کہ سارے منش اسی پرکار مر جائینگے اور ایسے ہی میں بھی مر جاؤنگا۔ سوچ وچار میں پڑ گیا۔ کہ جتنے جیو سنسار میں ہیں ان سے ایک بھی نہ بچیگا۔ اس سے کچھ ایسا اپائے کرنا چاہئے کہ جس سے جنم مرن روپی دکھ سے یہ جیو چھوٹے اور مکت ہو۔ ارتھات اس کے میرے چت میں ویراگ کی جڑھ جم گئی ٭

سب لوگ روتے تھے۔ لیکن میری چھاتی میں ڈر گھسنے کے کارن ایک آنسو بھی آنکھ سے نہ گرا۔ پتا جی نے مجھے پاشان ہردے کہا۔ میری ماتا جو مجھے بہت پیار کرتی تھی اس نے بھی ایسا ہی کہا ٭

مجھے سونے کے لئے کہا گیا۔ لیکن مجھے شانتی سے نیند نہ آئی۔ بھلا ایسی اشانتی میں نیند کہاں۔ بار بار میں چونک پڑتا تھا اور من میں نانا پرکار کے ترنگ اٹھتے تھے۔ ہمارے دیش کے رواج کے مطابق میری بہن کے رونے کے پانچ چار موقعہ گذر چکے تھے مگر میں رو دیا نہیں اس کارن بہت لوگ مجھے دھتکار کرنے لگے ٭

جس سے سارا گھرانہ رو رہا تھا۔ میں مورتی کی طرح چپ چاپ الگ کھڑا تھا۔ اس سے مجھے یاد پڑتا ہے [illegible] کشٹوں سے جیو سنسار میں اٹکتے ہیں۔ نانا پرکار

کے سنکلپ وکلپ اتیو شوک (بہت غم) کے ساتھ اُتپن ہوئے اور جان پڑا کہ سنسار
میں کوئی بھی ایسا نہیں جو نردئی (بیرحم) مرتیو کے پنجہ سے بچ جائے۔ نشچے ایک دن
اُس مرتیو سے سامنا کرنا پڑیگا؟ اُس سے مرتیو کے دُکھ نوارن ارتھ اوشدھی کہاں
ڈھونڈتا پھرونگا؟ اور مکتی پراپت کرنے کی نمت کس پر بھروسہ کرونگا؟ اور کونسا
اُپائے (تدبیر) اس کے لئے (ضروری) اُچت ہے (سادانش) حاصل کلام یہ کہ
اُسی سے پورن وچار کرلیا کہ جس پرکار ہو سکے مکتی پراپت (نجات حاصل) کروں
جس کے دوارا مرتیو کے سمست دُکھوں سے بچوں۔ انت کو یہ ہوا کہ اس سنسار
سے میرا چت ایک بارگی ہٹ گیا۔ اور اُتم وچار کرنے میں من ندھ (بالکل مستعد) ہوگیا +
پرنتو یہ وچار اپنے من میں رکھا کسی سے کچھ کہا نہیں اور بدستور پڑھائی وغیرہ
میں مصروف رہا +

سمت ۱۸۹۹ بکرمی۔ جب میری اوستھا انیس برس کی ہوئی۔ تب جو مجھ سے اتی پریم
کرنے والے بڑے دھرماتما ودوان میرے چچا تھے۔ اُن کو ہیضے نے آگھیرا مرتے سمے
اُنہوں نے مجھے پاس بلایا۔ لوگ اُن کی ناڑی (نبض) دیکھنے لگے میں بھی پاس ہی
بیٹھا ہوا تھا۔ میری طرف دیکھتے ہی اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے مجھے بھی اُس سمے
بہت رونا آیا۔ یہاں تک کہ روتے روتے میری آنکھیں پھول گئیں اتنا رونا مجھے پہلے
کبھی نہ آیا تھا۔ اُس سمے مجھے ایسا پرتیت ہوا کہ میں بھی چچا جی کے سدرش ایک دن
مرنے والا ہوں۔ اس کے بعد مجھے ایسا ویراگ ہوا کہ سنسار کچھ بھی نہیں۔ پرنتو یہ بات
ماتا پتا جی سے تو نہیں کہی کنتو اپنے متروں اور ودوان پنڈتوں کو پوچھنے لگا۔ کہ امر ہونے
کا کوئی اپائے مجھے بتاؤ۔ انہوں نے یوگ ابھیاس کرنے کے لئے کہا۔ تب میرے جی میں
آیا کہ اب گھر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تب میں نے اپنے متروں سے کہا کہ میرا من گرہاشرم
میں نہیں لگتا کیونکہ مجھے نشچے ہو گیا ہے کہ اس اسار سنسار میں کوئی بھی ایسا پدارتھ نہیں
جس کے لئے جینے کی اچھیا کی جاوے وا کسی پر من لگایا جاوے۔ یہ بات میرے متروں
نے میرے ماتا پتا سے کہدی اُنہوں نے وچار کیا کہ اس کا بیاہ شیگھر کر دینا ٹھیک ہے۔
جب مجھے ماتا پتا کا یہ خیال وارادہ معلوم ہوا کہ میری بیس سال کی اوستھا ہوتے ہی رسمیات
شادی بھی ادا ہو جاویگی۔ تب پھر میں نے اپنے دوستوں سے سفارش کروا کر یہاں تک
پیروی کرائی۔ کہ میرے والد نے اِس سال میری شادی کرنی ملتوی کر دی +

سمت ۱۹۰۰ بکرمی۔ جب بیس سال کے پورے ہوتے ہی میں نے پتا جی سے یہ کہنا
شروع کر دیا کہ مجھے کاشی بھیج دیجئے جہاں میں ویاکرن جوتش اور وید گرنتھ پڑھ
آؤں۔ تب ماتا پتا اور کنبہ کے لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہم کاشی کو کبھی نہ بھیجینگے جو
کچھ پڑھنا ہو یہاں ہی پڑھو اور جتنا پڑھ چکے ہو وہ کیا تھوڑا ہے۔ تھوڑے دن بیاہ ہونے

کو باقی ہیں۔ یعنی تیرا اگلے سال بیاہ ہوگا۔ کیونکہ لڑکی والا نہیں مانتا اور ہم کو ایک پڑھا لکھا لڑکا کرنا ہے۔ ساتھ ہی ماتا جی نے یہ بھی کہا میں خوب جانتی ہوں کہ دوشیش پڑھے لوگ بیاہ کرنا اوچت سمجھتے ہیں اور کاشی چلے جانے سے بیاہ میں وِگھن ہوگا۔ پرنتو جب میں نے اپنے پتا سے رو رو کر بار بار آگرہ کیا کہ آپ مجھ کو اودھیہ کاشی بھیج دیں اور جب تک میں وہاں سے پورا پنڈت اور اچھا ودوان ہو کر نہ آؤں تب تک بیاہ ہونا ٹھیک نہیں اس میرے بار بار کے اصرار پر ماتا بھی ویرت ہوگئی کہ ہم کہیں نہیں بھیجتے اور اب جلدی بیاہ کریں گے تب میں نے جانا کہ اب سامنے رہنا اچھا نہیں۔ چپ ہوگیا کیونکہ دیکھا کہ دوشیش آگرہ سے کام بگڑتا ہے اور کبھی کاریہ سدھ نہیں ہوتا۔ چونکہ گھر میں میرا جی نہیں لگتا تھا۔ یہ دیکھ پتا جی نے زمینداری کا کام کرنے کے لئے مجھے کہا۔ پرنتو میں نے اسے سویکار نہ کیا۔

کچھ دن پیچھے میں نے کہا کہ آپ نے کاشی جانے سے روکا اس میں میرا کچھ آگرہ نہیں۔ مگر یہاں سے تین کوس پر فلاں گاؤں میں جو بڑے پرودھ اور اپنی جاتی کے بھاری ودوان رہتے ہیں اور وہاں ہمارے گھر کی زمینداری بھی ہے اُن کے پاس جا کر پڑھا کروں۔ شاید تو مان لیجئے۔ اس بات کو ماں باپ نے سویکار کر لیا۔ اور میں پرشست پنڈت کے پاس کچھ عرصے تک ابھی پرکار پڑھتا رہا۔ مگر دیو سنجوگ سے ایک دفعہ اثناء گفتگو میں اس پنڈت کے روبرو مجھے اس بات کا اقبال کرنا پڑا کہ مجھ کو شادی سے ایسی سخت نفرت ہے جو میرے دل سے کسی طرح دور نہیں ہو سکتی۔ جب یہ خبر پتا کو ملی انہوں نے اسی دم مجھ کو وہاں سے بلا لیا اور بیاہ کی طیاری شروع کر دی میں گھر آ کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پرکار سے بیاہ کے سامان طیار ہو رہے ہیں ادھر اس کی عمر بھی ۲۱ برس کی پوری ہو گئی تھی۔

میرے من میں تو گھر چھوڑ کر نکل جانے کی تھی۔ مگر ایسی صلاح کوئی نہ دیتا تھا جو صلاح دیتا وہ لگن (بیاہ) کرنے کی صلاح دیتا۔ اس سے میں نے نشچے جانا کہ اب بیاہ کئے بنا یہ لوگ کدا چت نہیں چھوڑینگے۔ اور نہ اب مجھ کو آئندہ تحصیل علم کی اجازت ملیگی اور نہ وہ لوگ میرے مجرد رہنے پر راضی ہونگے۔ تب میں نے اپنے من میں سوچ بچار کر کے نشچے ٹھانا کہ اب وہ کام کرنا چاہئے کہ جس سے جنم بھر کو اس بیاہ کے بکھیڑے سے بچوں۔ یہ ارادہ میں نے کسی پر پرگٹ نہ کیا۔ ایک مہینہ میں بیاہ کی طیاری بھی ہوگئی۔ ہر قسم کی طیاری دیکھ کر میں ایک روز سایئنکال (برشام) سمت ۱۹۰۳ میں بنا اطلاع خبر کے چپ چاپ گھر سے باہر امید کہ پھر کبھی واپس نہ آؤنگا چل نکلا (سمت ۱۹۰۳ میں ان کی اوستھا کا بائیسواں سال شروع ہوگیا تھا۔ پس ان کی پیدائش غالباً پوس سمت ۱۸۸۱ میں ہوئی تھی اسی حساب سے ان کا بیان کردہ بکرمی سمت مطابق عیسوی سنہ ۱۸۲۴ء کے ٹھیک بیٹھتا ہے۔ اور بائیسویں سال کی عمر بھی سمت ۱۹۰۳ میں ہو جاتی ہے)

سمت ۱۹۰۲ بکرمی - پہلی رات تو میں نے اپنے گھر سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کے قرب و جوار میں بسر کی - دوسرے دن پہر رات رہی کو اٹھ کے ۱۵ کوس یعنی ۳۰ میل پر شام سے پہلے پہونچ گیا - اور ایک گاؤں میں ہنومان کے مندر میں جا پڑا - میں راستہ میں اس چال سے گیا کہ پرسدھ مارگ یعنی مشہور راستے اور ایسے گرام (گاؤں) بچاتا گیا جن میں کوئی پہچان نہ لیوے - یہ ہوشیاری میرے بڑے کام آئی - کیونکہ گھر سے نکل کر تیسرے روز میں نے ایک سرکاری ملازم (راج پُرش) کی زبانی یہ سُن کر کہ فلانے کا لڑکا گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے - اس کو کھوجنے کے لئے سوار - پیدل (آدمی یہاں تک آئے تھے) میں آگے کو روانہ ہوا ؛

وہاں ایک اور معرکہ پیش آیا - یعنی جو میرے پاس تھوڑے سے روپے اور انگوٹھی آدی بھوشن (زیور) تھے ایک بھیک مانگنے والی جماعت نے ٹھگ لئے اور کہا کہ تم کو پکا ویراگ تب ہوگا کہ جب اپنے پاس کی سب چیزیں پُن کر دو گے - ان کے کہنے سے میں نے سب دے دیا - اس کا برتانت یوں ہے کہ راستہ میں ایک بیراگی نے ایک مورتی جما رکھی تھی - ہاتھ میں سونے کی انگوٹھیاں ڈال کر ویراگ کی سدھی کیسی ہو سکتی ہے - ایسا مجھے چڑا کر میری اور سے وہ تینوں انگوٹھیاں اُس نے مورتی کے سمرپن کرا لیں ؛

بعد ازاں لالہ بھگت کے استھان میں جو سائلے کے گاؤں میں ہے (یہ گاؤں احمد آباد موروی ریلوے کے اسٹیشن مولی سے ۴ کوس اور آریہ سماج قصبہ رانپور سے ۱۱ کوس ہے) وہاں بہت سادھوؤں کو سُن کر چلا گیا اس جگہ ایک برہم چاری ملا - اس نے کہا کہ تم نیشٹک برہمچاری ہو جاؤ - چنانچہ اُس نے مجھے برہمچاری کی دیکشا دی اور شدھ چیتن برہمچاری میرا نام رکھا - اور میرے پہلے کپڑے نکلوا کر مثل اپنے مجھے کھاسے (گیروے) بستر کرا کر گیروا کرتہ پہنا دیا اور ہاتھ میں ایک تونبا دیدیا - اور میں اُن کے تھوک (گروہ) میں ملگیا اور وہاں یوگ سادھن کرنے لگا - رات کو جب ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا - اور پکھیوں نے گھو گھو کرنا شروع کیا یہ سُن کر مجھے بھوت کا بھے (خوف) لگا اور میں نیچے مٹھ میں آ گیا - اس نئے لباس میں وہاں سے چل کر کوٹھ گانگڈھ نام ایک چھوٹے سے قصبہ میں (جہاں چھوٹا سا راج بھی ہے) متصل احمد آباد گجرات آیا وہاں بہت سے بیراگی تھے اور کہیں کی رانی بھی ان کے پھندے میں پھنسی ہوئی تھی - انہوں نے میرے لباس کو دیکھ ٹھٹھہ کرنا شروع کیا اور مجھے اپنے میں پھانسنے لگے - پرنتو میں اُن کے پھندے سے چھوٹ کر بھاگا ریشمی کنارہ کی دھوتیاں انہیں بیراگیوں کے کہنے سے وہاں پھینک دیں اور تین روپے پاس تھے - انہیں خرچ کر سادی دھوتیاں لیں اور وہاں برہمچاری نام سے مشہور رہا - میں وہاں تین مہینے رہا تھا ؛

کوٹھ کانگڈھ میں میں نے سُنا کہ سدھ پور میں کاتک کا میلہ ہوتا ہے - وہاں کوئی ترویگی اپنے کو ملیگا اور بعد ہونے کا مارگ بتا دیگا اس آشا سے میں نے سدھ پور کی راہ پکڑی راستہ

میں مجھے تھوڑی دور پاس کے ایک گاؤں کا رہنے والا بیراگی ملا جو ہمارے خاندان سے بخوبی جان پہچان رکھتا تھا۔ اس کو دیکھ کر جیسا کہ میرا ہردہ اُمڈ کر نیر بھر آئے ایسا ہی اُسکی دشا دیکھنے میں آئی۔ جب اُس نے میرا سپورن برتانت پاس کے ذہن وغیرہ کا ٹھاٹ جانا اور پہلا گاؤں کے برہمچاری کے پاس منڈا ناشنا اور گیروا کرتہ دیکھا تو بہ تتھم کچھ ہنسا۔ تب مجھ سے اُس نے بھکوا بھیس یعنی زیادہ کپڑے کے ساتھ گھر سے نکل آنے پر دھتکارا۔ اور پوچھا کہ تم کیا گھر چھوڑ دیا؟ میں نے اس کی پہلی ملاقات کے کارن سپشٹ کر دیا کہ ہاں گھر چھوڑ دیا اور کارتک کے میلے پر سدھ پور جاؤنگا (سدھ پور خود ریلوے سٹیشن ہے اور وہاں ہر برس کارتکی پونی کا بڑا میلہ ہوتا ہے اور اونچ برہمنوں کے لڑکوں کا سنمیلن بھی وہاں ہوتا ہے) یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور سدھ پور میں آ کر نیل کنٹھ مہادیو کے استھان میں ٹھہر کر جہاں پر دنڈی سوامی اور بہت برہمچاری پہلے سے ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کا ستسنگ اور جو کوئی مہاتما و پنڈت میلے میں سُنا اُن سے میل ملاپ کیا۔ بڑا بھاری اور درشنوں سے لابھ اُٹھایا۔ اس عرصہ میں اُس پڑوسی بیراگی نے جو کوٹھہ کانگڑہ میں مجھ کو ملا تھا۔ اُس نے جا کر میرے پتا کے پاس ایک پتر بھیجا کہ تمہارا لڑکا گیروے بستر دھارن کئے برہمچاری بنا ہُوا یہاں مجھ کو مل کر کارتکی کے میلے میں سدھ پور کو گیا ہے ۔

ایسا سن کر فی الفور میرا باپ چار سپاہیوں سمیت سدھ پور کو آیا اور میلہ میں میرا پتہ لگانا شروع کیا۔ ایک دن اُس شوالہ میں جہاں میں اُترا تھا۔ پراتا کال ایک دم میرا باپ اور چار سپاہی میرے سنمکھ (روبرو) آ کھڑے ہوئے۔ اُس سمے وہ ایسے کرودھ میں بھرے ہوئے تھے۔ کہ میری آنکھ اُن کی طرف نہیں ہوتی تھی۔ جو اُن کے جی میں آیا سو کہا اور مجھے دھتکارا کہ تو نے سدا کے لئے ہماری کُل کو دوشت کیا اور تو ہماری کُل کو کلنک لگانے والا اتپن ہُوا میرے دل میں دہشت پڑ گئی کہ شاید ابھی کچھ درشا کرینگے۔ اس ڈر سے میں نے اُٹھ کر اُن کے پاؤں پکڑ لئے۔ میرا پتا مجھ پر غصے ہُوا۔ میں نے پرارتھنا کی کہ میں دُھورت لوگوں کے بہکانے میں آ کر اس طرف نکل آیا اور اتینت دُکھ پایا۔ آپ شانت ہوں میرے اپرادھوں کو کشما کیجئے۔ یہاں سے میں گھر آنے کو ہی تھا۔ اچھا ہُوا کہ آپ آ گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ ہی چلنے کو پرسن ہوں۔ اس پر بھی ان کا کوپ اگنی شانت نہ ہُوا اور جھپٹ کر میرے کُرتے کی دھجیاں اڑا دیں۔ اور تونبا چھین کر پٹکنے زور سے دھرتی پر دے مارا اور سینکڑوں پرکار کے مجھے دُروچن کہے اور دوسرے نوین سوتی بستر دلا کر ہو کے جہاں ٹھہرے تھے۔ وہاں مجھ کو لے گئے۔ اور وہاں بھی بہت کٹھن کٹھن باتیں کہہ کر بولے کہ تو اپنی ماتا کی ہتیا کیا چاہتا ہے میں نے کہا اب میں چلونگا تو بھی میرے ساتھ سپاہی کر دئے اور انہیں کہہ دیا کہ کہیں دم بھر بھی اس کو اکیلا ایک ست چھوڑو اور اس پر راتری کو بھی پہرہ رکھو۔ پرنتو میں بھاگنے کا اُپائے سوچتا تھا۔ اور اپنے ارادے

میں ویسا ہی مستقل تھا۔ جیسے کہ وہ اپنی سعی میں سرگرم تھے۔ مجھ کو یہی فکر تھی اور تاک میں تھا۔ کہ کوئی موقع بھاگنے کا ہاتھ لگے ٭

دیوسنجوگ (حسن اتفاق) سے تیسری رات کے تین بجے پہرہ والا بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ میں اُسی سمے وہاں سے لگھوشنکا (پیشاب) کے بہانہ سے بھاگ کر آدھ کوس پر ایک باغیچہ کے مندر کی گنبد (چوٹی) میں ایک درخت بڑ کے سہارے سے چڑھ کر جل کا لوٹا ساتھ لے کر چھپ کر بیٹھ گیا اور اس بات کے لئے کہ دیکھئے اب دیو کیا کیا چرتر دکھاتا ہے۔ پڑا چار بجے تک اُسی استھان میں دیکھتا اور سنتا رہا۔ کہ سپاہی لوگ جہاں تہاں مجھ کو پوچھتے پھرتے ہیں اور بڑی سادھو بانی سے اس مندر کے بھیتر باہر ڈھونڈ رہے ہیں۔ اور وہاں کے مالیوں سے مجھ کو پوچھا اور کھوجتے کھوجتے ہر طرح ناکامیاب (مایوس) ہو گئے کہ اس طرف کی کھوج بے فائدہ ہے لاچار وہاں سے لوٹ گئے۔ پرنتو میں اسی طرح اپنی سانس کی رکاوٹ کے ساتھ دل بھرا ہوا وہیں بیٹھا رہا اس وچار سے کہ اور کسی قسم کی آپت (مصیبت آفت) میں نہ پھنس جاؤں۔ جب اندھیرا ہوا تب رات کے سات بجے اس مندر سے نیچے اتر کر سڑک چھوڑ کسی سے پوچھ وہاں سے دو کوس ایک گام تھا۔ وہاں جا کر ٹھہرا اور پرات کال وہاں سے چلا۔ یہی اپنے گاؤں کے پاس کے آدمیوں کی آخری ملاقات کی جاوے تو خلاف نہیں ہے۔ اس کے پشچات ایک دفعہ پریاگ میں میرے گاؤں کے کچھ لوگ ملے تھے۔ لیکن میں نے پہچان نہیں دی۔ اُس کے بعد آج تک کسی سے ملاقات نہیں ہوئی ٭

(کارتک میں سدھ پور گئے اور تین مہینے کوٹھہ کانگڑہ میں رہے اور ایک ماہ کے قریب وہاں نادر گھاٹ کے گاؤں سادھی لا میں رہے۔ پانچ سات دن کا راستہ ہے۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی جی اخیر جیٹھ سمت ۱۹۰۳ بکرمی مطابق سنہ ۱۸۴۶ع کو گھر سے نکلے تھے) ٭

احمد آباد سے ہوتا ہوا بڑودہ شہر میں آکر ٹھہرا اور چیتن مٹھ میں برہمچاریوں اور سنیاسیوں سے ویدانت وشے پر بہت باتیں کیں۔ مجھ کو ایسا نشچے اُن برہمانند آدی برہمچاریوں اور سنیاسیوں نے کرا دیا کہ برہم ہم سے کچھ علیحدہ نہیں ہیں۔ برہم ہی ہم ہیں یعنی جیو اور برہم ایک ہیں۔ اگرچہ اول ہی ویدانت شاستر کے پڑھتے وقت مجھ کو کچھ اس بات کا خیال ہو گیا تھا۔ مگر اب تو میں اس کو اچھی طرح سمجھ گیا ٭

بڑودہ میں ایک بنارس کی رہنے والی بائی سے میں نے سنا۔ کہ نربداتٹ پر بڑے بڑے ودوانوں کی ایک سبھا ہونے والی ہے۔ یہ سن میں فوراً اس استھان کو گیا۔ پہنچنے پر ایک سچدانند پرمہنس سے بھینٹ ہوئی اور اُن سے انیک پرکار کی شاستر وشیک (متعلق) باتیں ہوئیں یعنی اُن سے مختلف علمی مضامین میں

گفتگو آئی پھر انہیں سے کیفیات ہوا کہ آج کل چانڈود کنیالی میں (جو دریائے نربدا کے کنارے واقع ہے) بڑے اُتم ودوان برہمچاری اور سنیاسیوں کی ایک منڈلی رہتی ہے۔ یہ سُن اُس ستھان کو گیا۔ جہاں پر مجھ کو گویا پرتم بار ہی چیتے دیکھنت ودوانوں اور چدآشرم آدی سوامی سنیاسیوں اور کئی ایک برہم چاریوں پنڈتوں سے بھینٹ ہوئی۔ اور انیک وشیوں کا پرسنلاپ ہوا پشچات میں پرمانند نامی پرمہنس کے پاس پڑھنے لگا۔ یعنی ان کی شاگردی اختیار کی۔ اور چند مہینوں میں ان کے ساتھ رہ کر ویدانت سار۔ آریہ ہری میڈی توٹک۔ آریہ ہری ہر توٹک۔ ویدانت پری بھاشا آدی اور فلاسفی (پدارتھ ودیا) کی کتابیں اچھی پرکار پڑھیں*

چونکہ میں اس سمے تک برہم چاری تھا۔ اس لئے مجھ کو اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پکانا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے میری خواندگی میں بڑا ہرج واقع ہوتا تھا بنا براں اس بکھیڑے سے چھوٹنے کے لئے میں نے ارادہ کیا کہ حتے الامکان کوشش کرکے سنیاس آشرم کے چوتھے درجے میں داخل ہو جاؤں۔ علاوہ اس کے مجھ کو یہ بھی خوف تھا۔ کہ اگر میں برہمچریہ آشرم میں بنا رہا تو کسی دن اپنی گل کی پرسدھتا کے کارن گھر والوں کے ہاتھ پکڑا جاؤں گا۔ کیونکہ میرا ابھی تک وہی نام پرسدھ ہے۔ جو گھر میں تھا۔ کنتو جو سنیاس آشرم لے لوں گا۔ تب یاوت اوستھا (ساری عمر تک) نرشچنت ہو جاؤں گا*

ایک دکھشنی پنڈت کے دوارا (جو میرا بڑا متر تھا) چدآشرم سوامی سے کہلایا کہ آپ اس برہمچاری کو سنیاس کی دیکھشا دے دیجئے۔ مگر اس مہاراشٹر سنیاسی نے جو پرم دیکھشت تھے۔ مجھ کو سنیاس دینے میں صاف انکار کیا۔ اس لئے کہ یہ ابھی تازہ نوجوان ہے۔ ہم سنیاس نہیں دیتے۔ تتھاپی میرا اُتساہ بھنگ نہیں ہوا۔ تقریباً ڈیڑھ برس تک نربدا تٹ پر رہا۔ اس کے اننتر (بعد) میری عمر کے چوبیس برس دو مہینے کے پیچھے دکھن سے ایک ڈنڈی سوامی اور ایک برہمچاری آکر بستی چانوڈ سے کچھ کم کوس یا دو میل کی دوری پر ایک جنگل میں مکان تھا اس میں آٹھہرے۔ اُن کی پرشنسا سُن کر پرم متر پوروکت دکھشنی پنڈت اُن کی سمیپ میرے ساتھ گئے۔ وہاں اُن مہاتماؤں سے برہم ودیا کے کئی وشیوں میں بات چیت ہوئی تو جان پڑا کہ یہ دونوں اس ودیا میں انتیشت پروین (نہایت واقف کار) ہیں سنیاسی جی کا نام پورنانند سرسوتی تھا۔ ان سے میں نے اچھا پورن کرنے کے لئے سفارش کرنے کو اپنے متر سے درسنکیت کیا اور انہوں نے اچھے پرکار کہا کہ مہاراج یہ ودیارتھی سوشیل اور برہم ودیا پڑھنے کی انتیت کامنا رکھتا ہے پرنتو روٹی پانی کے بکھیڑوں کے مارے حسب منشا ودیا اپارجن نہیں کر سکتا۔ آپ کرپا کر کے اس

کی لالسا (خواہش) کے انوسار چوتھے پرکار کا سنیاس دید یجئے۔ یہ سُن اور میری بہت نوجوان عمر دیکھ اُن کا بھی جی ہٹا پر تو جب متر نے بہت کچھ کہا سُنا۔ تب بولے کہ ایسا ہی ہے تو کسی گجراتی سنیاسی سے کہئے۔ کیونکہ ہم تو مہاراشٹری ہیں۔ تب اُس متر نے کہا کہ دکھشنی سوامی گوڑوں کو بھی سنیاس دیتے ہیں۔ جو پنچ دروڑوں سے باہر ہیں۔ یہ برہمچاری تو گورجر یعنی گجراتی ہے۔ جو پنچ دروڑوں میں ہیں۔ اس میں کیا چنتا ہے۔ تب انہوں نے مان لیا۔ اور اتی پرسن ہوئے۔ اور مجھ کو تیسرے دن شرادھ وغیرہ کرا کر چوبیسویں برس کی اوستھا میں سنیاس دے ڈنڈ گرہن کرایا۔ اور میرا نام دیانند سرسوتی رکھا۔ ان کی آگیا سے کر میں نے ڈنڈ استھاپن کر دیا۔ کیونکہ اس کے سمبندھ سے بہت کچھ کریہ ہوتا تھا کہ جس سے پڑھنے میں اسوودھا (ہرج) واقع ہوتا تھا۔ سوامی جی اُن کے پاس کچھ دن برہم ودیا کی پستک پڑھتے بھی رہے۔ یہ مہاتما سنیاسی و برہمچاری شنکراچارج کے شرنگیری مٹھ نام استھل سے جو دکھن میں ہے چلکر دوارکا کو جانے کی اچھیا سے آئے تھے) پس سنیاس دینے کے کچھ کال کے بعد سوامی جی دوارکا کی طرف چلے گئے۔ ادھر میں کچھ مدت چانود کنیالی میں بنا رہا۔

سمت ۱۹۰۲ بکرمی۔ جب یہ سُنا کہ بیاس آشرم میں یوگانند نامی ایک سوامی رہتے ہیں وے یوگ ودیا میں اتی نپن (کامل) ہیں۔ یہ سُن جلد وہاں پہنچا اور اُن کے پاس یوگ ودیا پڑھنے لگا۔ اور اُس کے آرمبھ کے سب گرنتھ اچھے پرکار پڑھ کر اور کریا سیکھ کر چھنوڑ شہر کو گیا کیونکہ ایک کرشن شاستری جیت بارن دکھشنی برہمن اُس کے گرد و نواح میں رہتے تھے۔ اُن کے پاس جاکر کچھ ویاکرن کا ابھیاس کر کے پھر چانود کنیالی میں آکر ٹھہرا اور راج گرو سے ویدوں کو سیکھا۔ اور وہاں کچھ مدت قیام کیا۔ وہاں کچھ دن پیچھے جوالانند پوری اور شوانند گری نامک دو یوگیوں سے بھینٹ ہوئی۔ اُن کے ساتھ یوگ کا سادھن کیا۔ اور ہم تینوں مل کر سدا یوگ شاستر میں چرچا کرتے رہے۔ پھر وہ دونو یوگی احمد آباد کو چلے گئے۔ اور مجھ کو بتا دے گئے کہ ایک ماس (مہینے) کے پیچھے تم ہمارے پاس آنا ہم تم کو اُس جگہ یوگ سادھن کی پوری پوری باریکیاں اور اس کا سب طریقہ اچھی طرح سکھلا دینگے ہم وہاں ندی کے اوپر دودھیشر مہادیو میں ٹھہرینگے۔ پھر ایک مہینہ کے بعد میں بھی بموجب ان کے حکم کے احمد آباد کے پاس دودھیشر مہادیو کے مندر میں اُن سے جا کر ملا جہاں اُنہوں نے یوگ ودیا کی انتہائی باریکیوں اور اس کے حصول کی ترکیب بتانے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ وہاں اُنہوں نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے وچن انوسار مجھ کو نہال کر دیا۔ درحقیقت اُنہیں مہاتما یوگیوں کے پربھاؤ سے مجھ کو پورن

یوگ ودّیا اور اُس کی سادھن کریہ اچھی پرکار ودت ہو گئی۔ اِس لئے میں اُن کا اتینت کرتگیہ ہوں۔ واستو میں اُنہوں نے یہ مجھ پر بڑا ہی اُپکار کیا۔ جس کی وجہ سے میں ان کا نہایت ہی ممنون ہوں۔ اس کے بعد مجھ کو معلوم ہوا اور سُنا کہ راجپوتانہ میں آبو پہاڑ کی چوٹیوں پر بڑے بڑے اوتم یوگی جن نواس کرتے ہیں۔ اِس لئے اُن کی درشن آشا سے اس طرف چل دیا۔ وہاں جاکے ان کی کھوج کرتا ہوا اربد بھوانی گرکی نامک چوٹی پر اور دیگر مقاموں میں یوگی راجوں سے جا ملا۔ یہ اُن مہاتماؤں سے زیادہ عالم فاضل تھے۔ اُن سے اور بھی وششٹ یوگ سادھن کی باریکیاں پراپت کیں۔ سمت ۱۹۱۱ تک اسی طرح مختلف مقامات میں پھر کر اور مہاتما ودوانوں اور یوگی جنوں سے ملکر آتک اُنتی اور مانسک شانتی کے اُپاؤ اور سادھن حاصل کرتا رہا۔ اور وِدیارتھی پن چونکہ تھا اُس سے وِدّیا ادھین کرتا تھا۔ اسی طرح ایک مہاتماؤں کا ست سنگ کرتا ہوا چلتے چلتے بعمر تیس سال سمت ۱۹۱۲ مطابق اپریل ۱۸۵۵ء ہردوار کے کُنبھ کے میلہ کی دھوم سُن کر پہلی ہی بار وہاں پہنچا۔ کیونکہ وہاں پر سرشٹ سیوک یوگی وتپسوی اکثر ہوتے اور آپس میں ملتے ہیں۔ چنانچہ یہ جو سمجھا کسی کو دِقت بھی نہیں ہوتی ہیں وہاں آکر بہت سادھوؤں اور سنیاسیوں سے ملا اور جب تک میلہ رہا۔ چنڈی کے پہاڑ کے پاس کے جنگل میں یوگ ابھیاس کرتا رہا۔ اور جب سب یاتری چلے گئے۔ اور میلہ ہو چکا تو وہاں سے رشی کیش کو گیا۔ وہاں بڑے بڑے مہاتما سنیاسیوں اور یوگیوں سے یوگ کی ریتی سیکھتا اور ست سنگ کرتا رہا۔

تت پشچات کچھ دنوں تک اکیلا رشی کیش میں رہا۔ اسی عرصہ میں ایک برہمچاری اور دو پہاڑی سادھو مجھ سے اور آملے۔ پھر ہم سب کے سب مقام ٹہری کو چلے گئے۔ یہ استھان ودّیا کی برودھی کے کارن سادھوؤں اور راج پنڈتوں سے پورن اور پرسدھ (مشہور) تھا۔ ان پنڈتوں میں سے ایک دن ایک پنڈت نے اپنے یہاں میرا نمنترن (ضیافت) کیا اور وقت مقررہ پر ایک آدمی بھی بلانے کو بھیجا۔ اُس کے ساتھ میں اور برہمچاری دونوں اس کے استھان پر پہنچے۔ لیکن مجھ کو وہاں ایک پنڈت کو مانس کاٹتے اور بناتے دیکھ اتینت گھرنا (نفرت و کراہت) آئی آگے جاکر بہت سے پنڈتوں کو مانس اور ہڈیوں کے ڈھیر اور جانوروں کے کٹے ہوئے سروں پر کام کرتے دیکھا۔ اتنے میں ہی مالک مکان نے پرسنتا پوربک نہایت خوشدلی سے ہم سے کہا کہ بھیتر چلے آئیے۔ میں نے کہا کہ آپ اپنا کام کرتے جائیے۔ میرے لئے کچھ کشٹ نہ کیجئے۔ یہ کہہ جھٹ وہاں سے نکل اُلٹے پاؤں اپنے استھان کا مارگ لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی مانس بھکشی پنڈت میرے پاس آیا۔

اور مجھ سے تنترن میں چلنے کو کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ مانس آدی اوتم بھوجن کیول آپ ہی کے لئے بنائے گئے ہیں۔ میں نے اس سے سپشٹ کہہ دیا کہ یہ سب برتھا اور نشپھل ہیں۔ کیونکہ آپ مانس بھکشی ہیں۔ میرے لوگ تو کیول پھل آدی ہیں۔ ماس کھانا تو دور رہا۔ مجھے تو اس کے دیکھنے سے ہی روگ ہو جاتا ہے۔ یدی آپ کو میرا نیوتہ کرنا ہی ہے۔ تو کچھ ان اور پھل آدی وستو بھجوا دیجئے۔ میرا برہم چاری یہاں پر بھوجن بنا لیگا۔ ان سب باتوں کو اوکت پنڈت سویکرت کر اور لجت ہو اپنے گھر لوٹ گیا۔

تنتر پریکشا۔ میں کچھ دن تک استھان ٹہری میں رہا اور انہیں پنڈت جی سے کچھ پستکوں اور گرنتھوں کا برتانت جنہیں میں دیکھنا چاہتا تھا پوچھا گیا اور پتا لگاتا رہا کہ یہ گرنتھ اس نگر میں کہاں مل سکتے ہیں۔ یہ سن پنڈت جی نے سنسکرت ویاکرن کوش (لغات) جو بڑے بڑے کویوں کے بنائے ہوئے۔ جیوتش اور تنتری آدی پستکوں کا نام لیا۔ ان میں سے تنتری پستکیں میری دیکھی ہوئی نہیں تھیں۔ اس لئے ان سے مانگیں اور انہوں نے شیگھر تھوڑی سی پستکیں اس پرکار کی لا دیں۔ ان کے کھولتے ہی میری درشٹی ایک ایسی غلاظت درجہ کی فحش باتوں۔ جھوٹے ترجموں اور واہیات عبارت پر پڑی جسے دیکھ کر میرا جی کانپنے لگا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ ماتا۔ بھگنی۔ بیٹی۔ چوہڑی۔ چماری آدی سے بھوگ کرنے اور انہیں ننگا کھڑا کر کے پوجنے اور اسی طرح مدیہ۔ مانس۔ مچھلی۔ مدرا۔ میتھن۔ ارتھات مدیا (شراب) مچھلی۔ اور ویوہ (ایک) جنتوؤں کا مانس کھانے اور برہمن سے لے کر چانڈال تک ایک جگہ بھوجن کرنے اتیادی باتوں کے لئے آگیا ہے۔ اور یہ بھی صاف لکھا تھا کہ انہیں پانچ شبدوں ارتھات مدیہ۔ مانس۔ مچھلی۔ مدرا۔ اور میتھن کے وسیلہ سے کہ جن کا نام مکار ہے آرتھیہ ہوتا ہے۔ موکش پراپت ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ تنتری پستکوں کے پڑھنے سے جن کو وہ مذہب سمجھتے ہیں۔ ان کے مصنفوں کی مکاری اور سوارتھی دشٹ کرنوں کی بناوٹ کا مجھ کو خوب یقین ہو گیا۔

بعد ازاں میں وہاں سے شری نگر کو روانہ ہوا یہاں میں نے کیدار گھاٹ پر ایک مندر میں قیام کیا۔ یہاں کے پنڈتوں سے جب کبھی اثنائے گفتگو میں حسب موقعہ واد ونواد ہوتا۔ تو ان کو انہیں تنتروں سے ہرا دیتا تھا۔ اس جگہ پر ایک گنگا نامک سادھو سے (جو کبھی دن کے سمے اپنے پہاڑ سے جو ایک جنگل میں تھا نہیں اترتا تھا) بھینٹ ہوئی۔ اور دوست ہو گیا۔ کہ یہ ایک اچھا ودوان ہے۔ تھوڑے دن بعد میری اس کی بڑی مترتا ہو گئی۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب تک میرا اس کا ساتھ رہا یوگ ودیا اور انیہ اوتم اوتم وشیوں پر آپس میں بات چیت ہوئی

رہی۔ (یہ تی وان) یعنے ہر روز کے بحث مباحثہ (ترک وترکوں) سے یہ بات سدھ ہوگئی کہ ہم دونو ساتھ رہنے یوگ ہیں۔ مجھے تو اُس کی سنگت ایسی اچھی لگی کہ دو مہینے سے اوپر اُس کے ساتھ رہا +

بعد اُس کے شروع خزاں میں معہ اپنے ساتھیوں یعنے برہمچاری اور دو پہاڑی سادھوؤں کے کدار گھاٹ سے دوسرے استھانوں کو چلا اور رُدر پریاگ وغیرہ مقاموں میں ہوتا ہوا۔ اگست منی کی سمادھ پر پہنچا۔ آگے چل کر شمال کی طرف ایک پہاڑ پر جو کہ شوپوری نام سے پرسدھ ہے گیا۔ یہاں موسم کے چار مہینے گذارے۔ پھر برہمچاری اور دونوں سادھوؤں سے جدا ہو کر تن تنہا اور بے کھٹکے میں کدار گھاٹ کو واپس گیا۔ پھر گپت کاشی میں پہنچا۔ یہاں بہت کم ٹھہرا۔ ارتھات گوری کنڈ (تالاب) اور بھیم گپھا ہوتا ہوا ترجوگی نارائن کے مندر پر پہنچا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں کدار گھاٹ کو جہاں کی سکونت مجھ کو نہایت پسند تھی واپس چلا آیا۔ اور وہاں قیام اختیار کیا۔ اور چند برہمن پوجاریوں اور کدار گھاٹ کے مندر کے پنڈتوں کے ساتھ (جو جنگم قوم کے تھے) رہا کیا۔ جب تک کہ میرے پہلے ساتھی یعنے برہمچاری اور دونوں سادھو بھی یہاں واپس آگئے وہاں کے پنڈتوں اور برہمنوں کی کارروائیوں کو ہمیشہ ہی بغور دیکھتا اور لغرض یادداشت کے اُن کے یاد رکھنے کے لائق باتوں کو دھیان کرتا رہتا تھا۔ جبکہ مجھ کو اُن حالات سے حسب دلخواہ واقفیت ہوگئی۔ تو میرے دل میں قرب و جوار کے پہاڑوں کی سیر کی خواہش ہوئی۔ جو ہمیشہ برف کے غلاف سے ڈھکے رہتے ہیں کر دیکھوں اور اُن مہاتماؤں کے درشن کروں۔ جن کا سماچار سُنتا چلا آتا تھا۔ لیکن کبھی بھینٹ نہیں ہوئی۔ بس میں نے مستحکم ارادہ کر لیا کہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات کو ضرور تحقیق کرنا چاہئے۔ کہ آیا وے مہاتما لوگ جیسا کہ مشہور ہے وہاں رہتے ہیں کہ نہیں۔ لیکن پہاڑی سفر کی خوفناک مشکلات اور موسم سرما کی شدت سے اول مجھ کو پہاڑی لوگوں سے دریافت کرنا پڑا۔ کہ وے ان مہاتما پُرشوں کے حالات سے کچھ واقف ہیں یا نہیں۔ مگر خوبی قسمت کہ جہاں دریافت کیا۔ وہیں یا تو محض ناواقفیت یا اعتقاد باطل سے بھری ہوئی گپ لگا دی۔ الغرض میں بڑ تک مفت آوارہ اور دل شکستہ پھر کر جس طرح کہ تنہا گیا تھا۔ ویسے ہی یہیں واپس ہوا۔ کیونکہ اپنے ساتھی تو دو روز پہلے ہی مجھے بخوف شدت سردی کے تنہا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بعد اس کے میں تنگ ناتھ کی چوٹی پر چڑھا وہاں پر ایک مندر پوجاریوں اور مورتیوں سے بھرا پایا۔ میں اُسی روز وہاں سے واپس اُترا۔ ایک جہاں پر مجھے دو مارگ ملے۔ جس میں ایک پچھم کو اور دوسرا نیرت کو جاتا تھا۔ تب میں اُس راہ کو جو جنگل کے اور کو تھی جھک پڑا۔ کچھ دُور تک چل کر

میرا گذر ایک ایسے گھنے بن میں ہوا۔ جہاں کہ چٹانیں ناہموار (کھنڈ بھنڈ) اور نالے بھی خشک اور وہاں سے آگے کو راستہ بھی نہ چلتا تھا۔ جب میں اس طرح گھر گیا تو دل میں سوچنے لگا کہ آیا اب نیچے اُترنا چاہیئے۔ یا اوپر چڑھنا چاہیئے۔ مگر بخیال چوٹی کی بلندی اور دشوار گذار چڑھاؤ کے میں نے خیال کیا کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا ناممکن ہے۔ لہذا چاروناچار خشک گھاس اور سوکھی جھاڑیوں کو پکڑ پکڑ کر میں نالے کے اونچے کنارہ پر پہنچا۔ اور ایک چٹان پر کھڑے ہو کر جو چاروں طرف نگاہ کی تو مجھ کو سوائے صعب گذار پہاڑیوں ٹیلوں اور جنگل کے جس میں انسان کا گذر محال تھا۔ اور کچھ نظر نہ پڑا۔ چونکہ اس وقت سورج بھی غروب ہونے کے قریب تھا۔ مجھ کو فکر ہوا۔ کہ اس سنسان نرجن بن میں بنا پانی اور ایسے پدارتھ کے جو جل سکے میری کیا دشا ہوگی۔ غرضیکہ مجھے اُس بکٹ جنگل میں ایسی ایسی جگہوں میں گھُسنا پڑا کہ جہاں کے بڑے بڑے کانٹوں میں اُلجھ اُلجھ کر کپڑوں کی دھجیاں اُڑ گئیں۔ اور شریر بھی گھائل ہو گیا۔ اور پاؤں بھی لنگڑے ہو گئے۔ آخر بمشکل تمام بڑے دُکھ اور سنکٹ کے ساتھ اُس مارگ کو پورا کر کے پہاڑ کے نیچے پہنچا۔ اور اپنے آپ کو شارع عام پر پایا۔ اُس وقت رات کی تاریکی ہر طرف چھا رہی تھی۔ مجھے اس کارن انومان سے مارگ تلاش کرنا پڑا۔ پرنتو میں نے پرسدھ مارگ سے الگ نہ ہونے کا بہت ہی دھیان رکھا۔ انت کو ایسی جگہ پہنچا۔ جہاں چند جھونپڑے نظر پڑے اور وہاں کے آدمیوں سے معلوم ہوا۔ کہ یہ راستہ اوکھی مٹھ کو جاتا ہے یہ سُن کر میں اُس طرف کو روانہ ہوا۔ اور رات اوکھی مٹھ میں گذاری۔ صبح جب میں اچھی طرح آرام کر چکا تھا۔ وہاں سے گپت کاشی کو واپس گیا۔ یعنی جس جگہ سے میں شمال کی جانب روانہ ہوا تھا۔ لیکن اس سفر کا شوق اوکھی مٹھ کو پھر لے گیا۔ تاکہ وہاں کے گفاؤں کے رہنے والوں کے حالات دریافت کروں۔ غرض وہاں پہنچ کر مجھے اوکھی مٹھ کے دیکھنے کا خوب موقعہ ہاتھ آیا جو کہ ظاہر پرست اور پاکھنڈی سادھوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں کے بڑے مہنت نے مجھے اپنا چیلا کرنے کا منوگت کیا۔ اُس نے اس بات کی درڑھتا کے لئے بھی مجھے لالچ دکھایا۔ کہ ہماری گدی کے تم سوامی ہوگے اور لاکھوں روپیہ کی پونجی تمہارے پاس ہوگی میں نے اُن کو اس پر (نہایت لاپرواہی سے) یہ اُتر دیا۔ کہ اگر مجھے دھن کی چاہ ہوتی تو میں اپنے باپ کی ملکیت کو جو تمہارے اس متعلق (مکان) مال و دولت سے کہیں بڑھ کر تھی نہ چھوڑتا۔ علاوہ ازیں میں نے یہ بھی کہا کہ جس غرض کے لئے میں نے گھر چھوڑا اور دنیوی عیش و عشرت سے منہ موڑا۔ نہ تو میں اس کے لئے تمہیں کوشش کرتے دیکھتا ہوں اور نہ تمہیں اس کا علم ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس میرا رہنا

کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ سُن کر مہنت نے پوچھا کہ وہ کونسی غرض ہے۔ جس کی تمہیں تلاش ہے۔ اور تم اتنا پریشرم اُٹھا رہے ہو۔

میں نے اُتر دیا کہ میں ستیہ یوگ ودیا اور موکش (جو بنا اپنی آتما کی پوترتا اور ستیہ بیاسے آچرنوں کے نہیں پراپت ہو سکتی ہے) چاہتا ہوں۔ اور جب تک یہ ارتھ سیدھ نہ ہوگا۔ تب تک برابر اپنے دیش والوں کا اُپکار جو انسان پر فرض ہے کرتا رہونگا۔ یہ سُن کر مہنت نے کہا۔ کہ یہ بہت اچھی بات ہے اور کچھ دن اور تم ہمارے پاس ٹھہرو۔ مگر میں نے اس بات کا کچھ بھی اُتر نہ دیا۔ کیونکہ میں جان گیا۔ یہاں کچھ پوری نہ ہوگی۔ چنانچہ دوسرے دن میں پراتہ کال اُٹھا۔ اور وہاں سے جوشی مٹھ کو چل دیا۔ وہاں کچھ دنوں دکھنی مہاراشٹروں اور سنیاسیوں کے ساتھ جو سنیاس آشرم کے درجہ چہارم کے پکے سادھو تھے رہا۔ اور بہت سے جوگیوں اور فاضل مجاوروں اور سادھوؤں سے ملاقات ہوئی اور اُن سے وارتالاپ میں مجھ کو یوگ ودیا کی بابت بہت اور نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اُن سے جُدا ہو کر میں بدری نرائن کو گیا۔ فاضل راول جی اُس وقت اُس مندر کا سب سے بڑا مہنت تھا۔ اور میں اُس کے ساتھ کئی دن تک رہا۔ ہم دونوں کا آپس میں ویدوں اور درشنوں پر بہت سا بحث و مباحثہ رہا۔ جب اُن سے میں نے دریافت کیا۔ کہ اس گرد و نواح میں کوئی فاضل اور سچا یوگی بھی ہے یا نہیں تو اُس نے یہ جتلانے میں بڑا افسوس ظاہر کیا۔ کہ اس وقت اس گرد و نواح میں کوئی ایسا یوگی نہیں ہے۔ لیکن اُس نے جتلایا کہ میں نے سُنا ہے۔ کہ اکثر ایسے یوگی اسی مندر کے دیکھنے کے لئے آیا کرتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ تمام ملک میں اور خصوصاً پہاڑی مقامات میں ضرور ایسے پُرشوں کی تلاش کرونگا۔

ایک دن طلوع آفتاب کے ہوتے ہی میں اپنے سفر پر روانہ ہوا۔ اور دامن کوہ میں پھرتا ہوا دریائے الکھ نندا کے کنارے پر جا پہنچا۔ مجھے اس دریا کے عبور کرنے کی دلمیں ذرا بھی آرزو نہ تھی۔ کیونکہ میں نے اُس دریا کے دوسری جانب ایک بڑا گاؤں مالن نامی دیکھا۔ اس لئے ابھی اُس دامن کوہ میں ہی اپنی رفتار جاری رکھ کر دریا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ میں جنگل کی طرف ہو لیا۔ پہاڑ اور سڑک اور ٹیلے وغیرہ سب برف کی پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ اور بہت گھنی برف اُن کے اوپر تھی۔ اس واسطے دریائے الکھ نندا کے منبع تک پہنچنے میں مجھ کو بہت سخت تکالیف اُٹھانی پڑیں۔ لیکن جب میں وہاں گیا۔ تو اپنے آپ کو بالکل ناواقف اور اجنبی جانا۔ اور اپنے ارد گرد اونچی اونچی پہاڑیاں کھڑی دیکھیں تو مجھے آگے جانے کا راستہ بند دکھائی دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد

سڑک بالکل گم ہو گئی۔ اور اس راستے کا مجھ کو کوئی پتہ نہ ملا۔ میں اس وقت سوچ و فکر میں تھا۔ کہ کیا کرنا چاہئیے۔ لاچار میں نے اپنے راستے کے دریافت کرنے کے خاطر اس دریا کو عبور کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ میرے پہنے ہوئے کپڑے بہت ہلکے اور تھوڑے سے تھے۔ اور سردی بہت تند تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایسی سخت سردی ہو گئی کہ اس کا برداشت کرنا ناممکن تھا بھوک اور پیاس نے جب مجھ کو بہت ہی دق کیا تو میں نے ایک برف کا ٹکڑا اٹھا کر اس کو بجھانے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس سے کچھ آرام و تسکین نہ معلوم ہوئی پھر میں دریا کو پایاب عبور کرنے لگا۔ بعض بعض مقامات میں دریا بہت گہرا تھا۔ بعض جگہ پانی بہت کم تھا۔ لیکن ایک ہاتھ یا آدھ گز سے کم گہرا کہیں نہ تھا۔ مگر چوڑائی یعنی پاٹ میں دس ہاتھ تک تھا۔ یعنی کہیں سے ۴ گز اور کہیں سے ۵ گز تھا۔ دریا برف کے چھوٹے اور ترچھے ٹکڑوں سے بھرا ہوا تھا۔ جنہوں نے میرے پاؤں کو سخت زخمی کر دیا۔ چنانچہ میرے ننگے پاؤں سے خون بہنے لگا۔ میرے پاؤں سردی کے سبب بالکل سُن ہو گئے تھے۔ جس سبب میں بڑے بڑے زخموں سے بھی کچھ دیر تک بے خبر رہا۔ اس جگہ پر بسبب سخت سردی کے مجھ پر بیہوشی کا سا عالم طاری ہونے لگا۔ یہاں تک کہ میں غش حالت میں ہو کر برف پر گرنے کو تھا میں نے معلوم کیا کہ اگر میں یہاں پر اسی طرح گر گیا تو پھر یہاں سے اٹھنا میرے واسطے سخت دشوار اور مشکل ہو گا۔ چنانچہ دوڑ دھوپ کر کے جس طرح ہوا میں بہت سخت کوشش کر کے وہاں سے بخیر و عافیت نکلا۔ اور دریا کی دوسری طرف جا پہنچا۔ اگرچہ وہاں جا کر کچھ دیر تک میری ایسی حالت رہی جس سے گویا زندہ کی نسبت اس وقت زیادہ مُردہ پن کی حالت میں تھا۔ تاہم میں نے اپنے جسم کے اوپر کے حصے کو بالکل ننگا کر لیا اور اپنے تمام کپڑوں سے جو میں نے پہنے ہوئے تھے۔ گھٹنوں یا پاؤں تک رانوں کو لپیٹ لیا اور وہاں پر میں بالکل زائل از طاقت اور گھبرایا ہوا آگے کو ہل سکنے اور چل سکنے کے ناقابل کھڑا ہو گیا۔ اور اس طرح انتظار میں تھا کہ کوئی مدد ملے جس سے میں آگے کو چلوں لیکن اس بات کی کوئی امید نہ تھی کہ وہ آوے گی کہاں سے۔ مدد کی توقع میں تھا۔ مگر بالکل بے کس تھا اور جانتا تھا کہ کوئی جگہ مدد کی دکھلائی نہیں دیتی۔ آخرش پھر میں نے ایک دفعہ اپنے گرد دیکھا اور اپنے سامنے دو پہاڑی آدمیوں کو آتے ہوئے دیکھا جو کہ میرے قریب آئے اور اپنے کاش تعبد سے مجھ کو سلام کر کے انہوں نے اپنے ساتھ گھر جانے کے لئے بلایا اور کہا کہ آؤ ہم تم کو وہاں کھانے کو بھی دیویں گے۔ جب انہوں نے میری تکلیفوں کو سنا اور میرے احوال کو گوش گذار کیا تو کہنے لگے۔ کہ ہم تم کو سدھ پت (جو کہ ایک تیرتھ کا مقام ہے) پر بھی

پہنچا دیتے - لیکن ان کا مجھ کو یہ سب فرمانا کچھ اچھا نہ معلوم ہوا - میں نے انکار کر دیا اور کہا
کہ مہاراج افسوس کہ میں یہ سب آپکی عنایتیں قبول نہیں کر سکتا کیونکہ مجھ میں چلنے کی
بالکل طاقت نہیں ہے - باوجودیکہ اُنہوں نے مجھ کو بہت زور و شور سے بُلایا - اور آنے
کے واسطے بہت کچھ مجبور کیا میں اُسی جگہ اپنے پاؤں کو جمائے ہوئے کھڑا رہا - اور
حسب الارشاد و منشاء اُن کے پیچھے چلنے کی جُرأت نہ کر سکا - لیکن جب میں اُن کو کہہ
چکا کہ بجائے اس کے کہ میں یہاں سے ہٹنے کی کوشش کروں - میں مرجانا زیادہ پسند
کرتا ہوں اور اس طرح کہہ کے میں نے اُن کی باتوں کی طرف غور کرنا بھی بند کر دیا -
یعنے اُن کی باتوں کو میں نے پھر نہ سُنا اُسی وقت میرے دل میں خیال آتا تھا بہتر ہوتا اگر
میں واپس چلا گیا ہوتا - اور اسی طرح میں نے اپنی تعلیم اور مطالعہ کو جاری رکھا ہوتا -
وہ دونو شخص اتنے میں وہاں سے چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں پہاڑیوں کے
درمیان غائب ہو گئے - وہاں پر جب مجھ کو شانتی نصیب ہوئی تو میں بھی آگے کو چلا اور کچھ
تھوڑا وقت تک باسودہارا (جو ایک بڑی جاترا کی جگہ اور تیرتھ کا مقام ہے) پر ٹھہر کر
اور منگرم کے قرب و جوار سے گذر کر میں اُسی شام کے آٹھ بجے کے قریب بدری نارائن
میں پہنچا - مجھ کو دیکھ کر وہاں راول جی اور اُن کے ہمراہی سب جو گھبرائے ہوئے تھے -
حیرانی کے عالم میں اُنہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آج تمام دن تم کہاں رہے - تب
میں نے جو کچھ ہوا تھا حرف بحرف کہہ سُنایا اُس رات کو تھوڑا سا کھانا کھا کر جس سے کہ
میری طاقت پھر از سر نو آئی ہوئی معلوم ہوتی میں سو گیا - لیکن دوسرے دن صبح کے
وقت جلدی ہی اُٹھا اور اُٹھ کر راول جی سے آگے جانے کی آگیا یعنی اجازت مانگی -
اور واپس اپنے سفر یعنی رامپور کی طرف ہو لیا اُس شام کو میں چلتا چلتا ایک جوگی کے
گھر جا پہنچا جو ایک بڑا بھاری عابد تھا اور اس کے مکان پر رات کاٹی - وہ شخص زندہ
رشیوں اور سادھوؤں میں سے ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا مشہور رشی ہونے کا فخر
رکھتا تھا - اور مذہبی امور پر اس کے ساتھ بہت دیر تک میری بات چیت ہوئی اپنے
ارادوں کو آگے سے زیادہ مستقل بنا کر میں اگلے دن صبح اُٹھتے ہی آگے کو چل دیا -
اور کئی جنگلوں اور پہاڑیوں میں سے ہو کر اور چلکا گھاٹی پر سے اُتر کر میں آخرش مقام
رامپور پر پہنچ گیا - اور وہاں پہنچ کر میں نے مشہور رام گری کے مکان رہائش پر قیام کیا
یہ شخص اپنی زندگی کی بہت بڑی پوترتا اور روحانی زندگی کے بڑے پاکیزہ پن کے باعث
بہت مشہور و معروف تھا میں نے بھی اس کو عجیب عادتوں کا آدمی دیکھا - یعنی وہ سوتا ۱
نہیں تھا - بلکہ راتوں کی راتیں تمام وقت بڑے زور کی آواز سے باتیں کرنے میں گذارتا تھا
اور وہ باتیں ظاہراً وہ اپنے ساتھ کرتا ہی معلوم ہوتا تھا - اکثر ہم نے بڑی اونچی آواز سے
اُس کو چیخ مارتے ہوئے سُنا اور پھر کئی دفعہ ہم نے اس کو روتے ہوئے اور چیخ یا نعرہ

مارتے ہوئے گذرتا تھا۔ حالانکہ جب اُٹھ کر دیکھا تو وہاں اس کے کمرے میں سوائے اس کے کوئی اور آدمی دکھائی نہ دیا۔ میں اس بات سے حد سے زیادہ حیران اور متعجب ہوا۔ تو میں نے اُس کے چیلوں اور شاگردوں وغیرہ سے دریافت کیا اور پوچھا تو اُن چیلوں نے صرف یہی جواب دیا۔ کہ اس کی ایسی ہی عادت ہے۔ مگر کوئی مجھ کو یہ نہ بتلا سکا۔ کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ آخر کار جب میں نے کئی دفعہ اس سادھو سے تنہائی کے طور پر خلوت میں ملاقات کی تو مجھ کو معلوم ہو ہی گیا کہ وہ کیا بات تھی اور اس طرح سے میں اس بات کے نتیجہ کرنے کے قابل ہو گیا کہ ابھی وہ جو کچھ کرتا ہے۔ وہ پوری پوری یوگ ودیا کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ پوری میں اس کو ابھی کمی ہے۔ اور یہ وہ چیز نہیں ہے کہ جس کی میں تلاش کرتا ہوں اور نہ یہ پورا یوگی ہے۔ بلکہ تھوڑے سے یوگ میں مہارت رکھتا ہے۔ اس سے رخصت ہو کر میں کاشی پور گیا اور وہاں سے درونا ساگر پہنچا۔ جہانکہ میں نے تمام موسم سرما کاٹا۔ ہمالیہ پربت پر پہنچ کر دیہہ تیاگ کی خواہش بھی ایسی اچھی ہوئی پر تو یہ وچار من میں آ گیا۔ کہ گیان پراپتی کے پشچات دیہہ چھوڑنا چاہیئے۔ وہاں سے آگے مراد آباد ہوتا ہوا میں سنبھل میں جا پہنچا۔ اور وہاں سے گڑھ مکتیسر کو عبور کرتا ہوا میں پھر دریائے گنگا کے کناروں پر آ پہنچا اُس وقت اور مذہبی کتب کے علاوہ میرے پاس مندرجہ ذیل کتب بھی تھیں۔ شیو سندھیا ہٹھ پردیپکا یوگ بیج۔ کیسرانہ سنگت۔ ان کتابوں کو میں اپنے سفر میں اکثر اوقات پڑھا کرتا تھا۔ ان میں سے بعض کے مضامین ناڑی چکایت۔ اور ناڑی چکر یعنی انسانی رگوں کے بنانے والے علم کے متعلق تھے۔ جن میں ایسی باتوں کے ایسے لمبے چوڑے بیانات لکھے ہوئے تھے کہ آدمی پڑھتا پڑھتا تھک جاتا تھا۔ اور اُن کو میں کبھی بھی پوری طرح سے اپنے ذہن کے قابو میں نہ لا سکا۔ اور نہ پوری طرح سے کبھی میں ان کو یاد کر سکا۔ اور نہ پوری طرح سے سمجھ سکا اس سے یہ خیال مجھ کو پیدا ہوا کہ خبر نہیں یہ ٹھیک ٹھیک بھی ہیں یا نہیں۔ ان کے صحیح ہونے میں مجھ کو تامل اور شک پڑ گیا۔ میں اپنے اکثر شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن آج تک میرے یہ شکوک دور نہیں ہو سکے ہیں اور مجھ کو رفع کرنے کا کوئی موقعہ بھی ہاتھ نہ لگا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مجھ کو اتفاقاً ایک لاش دریا کے اوپر بہتی ہوئی ملی۔ اس وقت ٹھیک موقعہ ملا تھا۔ کہ میں ان کو آزماتا اور اپنے دل کی اُن باتوں کی بابت جو اُن پستکوں میں لکھی تھیں۔ صحیح تسلی کرتا۔ چنانچہ اُن کتابوں کو جو میرے پاس تھیں۔ ایک طرف اپنے نزدیک رکھ کر کپڑوں کو اوپر اُٹھا کر میں مستقل طور سے دریا میں گھسا اور جلدی اندر جا کر لاش کو پکڑ کر کنارے پر لایا۔ میں نے اس کو ایک تیز چاقو سے اچھی طرح سے جیسے مجھ سے ہو سکتا تھا کاٹنا شروع کیا میں نے دل کو اُس میں سے نکال لیا اور غور سے اس کا

آنریشن کیا اور دیکھا اور دل کو ناف سے پسلی تک کاٹ کر میں نے اپنے سامنے رکھ کر دیکھنے کی کوشش کی اور جو بیان کتاب میں دیا تھا۔ اس سے مقابلہ کرنے لگا۔ اور اسی طرح سر اور گردن کے ایک حصہ کو بھی کاٹ کر سامنے رکھ لیا یہ معلوم کر کے کہ دونوں یعنی کتابیں اور لاش بالکل آپس میں مطابق نہیں۔ میں نے کتابوں کو پھاڑ کر اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور لاش کو پھینک کر ساتھ ہی اُن کتابوں کے ٹکڑوں کو دریا میں پھینک دیا رفتہ رفتہ اُسی وقت سے میں یہ نتیجہ نکالتا گیا کہ سوائے وید اُپ نشدوں۔ پاتنجل اور سانکھ کے تمام کتابیں جو سائنس اور یوگ ودیا پر لکھی گئی ہیں لغو اور غلط ہیں ۔

دریائے گنگا کے کناروں پر کچھ دن اور میں اس طرح پھر کر پھر فرخ آباد پہنچا اور جب کہ سرنگی رام سے گزر کر میں چھاؤنی کے مشرق جانب والی سڑک سے کانپور کو جانے والا تھا۔ تو سمت ۱۹۱۲ بکرمی ختم ہوا۔ مطابق ۵ اپریل ۱۸۵۶ء + سمت ۱۹۱۳ بکرمی۔ اگلے ۵ مہینوں میں میں نے کئی بڑے بڑے مقامات جو کانپور و الہ آباد کے بیچ میں تھے دیکھے۔ بھادرپد (مطابق ماہ اگست ۱۸۵۶ء) یکشنبہ کے شروع میں مرزاپور کے متصل بندر بن جا پہنچا۔ جہاں ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک میں ونڈھیاچل اشٹ بھجی کی زیارت یا مندر پر ٹھیرا۔ اسوج (۱۵ ستمبر ۱۸۵۶ء دوشنبہ) کے شروع میں بنارس پہنچا۔ اور اُس جگہ جا کر میں اس غار میں ٹھیرا جو برنا اور گنگا کے سنگم پر واقع ہے جو اس وقت بھونند سرسوتی کے قبضہ میں تھی۔ وہاں پر کئی شاستریوں یعنی کاکا رام۔ راجا رام وغیرہ سے میری ملاقات ہوئی۔ لیکن وہاں میں صرف بارہ روز ہی رہا۔ اس کے بعد جس چیز کی تلاش میں تھا۔ اس کے واسطے میں آگے کو چل دیا۔ یکم اکتوبر ۱۸۵۶ء چہارشنبہ اسوج شدی ۲ سمت ۱۹۱۳ درگا کوہ کے مندر پر جو چنڈال گڑھ میں واقع ہے میں نے دس دن گذارے وہاں میں نے چاول کھانے بالکل چھوڑ دئے اور صرف دودھ پر اپنا گزارہ کر کے دن رات یوگ ودیا کے پڑھنے اور اس کی مشق میں مصروف رہا۔ بدقسمتی سے اس جگہ مجھے ایک بڑا عیب لگ گیا یعنی مجھ میں بھنگ کے استعمال کرنے کی عادت ہو گئی۔ چنانچہ بعض اوقات اس کے اثر سے میں بالکل مدہوش ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ جب میں مندر سے نکل کر ایک گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔ جو چنڈال گڑھ کے قریب ہے۔ وہاں مجھ کو پچھلے دنوں کا جانکار میرا ایک ساتھی ملا۔ گاؤں کی دوسری طرف کچھ فاصلے پر ایک شوالہ تھا۔ جہاں میں نے جا کر رات گزاری وہاں جب میں بحالت نشۂ بھنگ بیہوش سوتا تھا تو میں نے ایک خواب دیکھا اور وہ یہ تھا۔ یعنی مجھے خیال ہوا کہ میں نے مہادیو اور اس کی استری پاربتی کو دیکھا۔ پاربتی مہادیو جی سے کہہ رہی تھی۔ اور ان کی

باتوں کا مضمون یہی تھا۔ یعنی وہ میری بابت باتیں کر رہے تھے۔ پاربتی مہادیو جی سے کہہ رہی تھی کہ بہتر ہے کہ دیانند سرسوتی کی شادی ہو جاوے۔ لیکن دیوتا اس بات سے اختلاف ظاہر کر رہا تھا۔ اس نے میری بھنگ کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی بھنگ کا ذکر چھیڑا۔ جب میں جاگا اور اس خواب کا خیال کیا تو مجھے بڑا دکھ اور کلیش ہوا۔

اس وقت سخت بارش ہو رہی تھی اور میں نے اس برآمدے میں جو کہ مندر کے بڑے دروازے کے مقابل تھا آرام لیا۔ اس جگہ ساندھ یعنی دیوتا نندی کی مورتی کھڑی ہوئی تھی اپنے کپڑوں اور پستک کو اس کی پیٹھ پر رکھ کر میں بیٹھ گیا اور اپنی بات کو سوچنے لگا۔ جونہی اچانک میں نے اس مورتی کے اندر کی طرف نظر ڈالی تو مجھ کو ایک آدمی اس میں چھپا ہوا نظر پڑا میں نے اپنا ہاتھ اس کی طرف پھیلایا۔ جس سے وہ بہت ڈر گیا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ اس نے جھٹ پٹ چھلانگ ماری اور چھلانگ مارتے ہی گاؤں کی طرف سرپٹ دوڑ گیا۔ تب میں اس کے چلے جانے پر اس مورتی کے اندر گھس گیا۔ اور باقی رات بھر وہیں سو رہا۔ صبح کے وقت ایک بوڑھی عورت وہاں پر آئی۔ اور اس نے اس ساندھ دیوتا کی پوجا کی۔ جس حالت میں کہ میں بھی اس کے اندر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی تھوڑی دیر بعد وہ گوڑ۔ اور دہی لے کر واپس آئی اور میری پوجا کر کے اور مجھ کو غلطی سے دیوتا سمجھ کر اس نے کہا کہ آپ اسے قبول فرمائیے۔ اور کچھ اس میں سے تناول کیجئے۔ میں نے اس کو بسبب بھوکا ہونے کے کھا لیا۔ دہی چونکہ بہت کھٹا (ترش) تھا۔ اس واسطے بھنگ کے نشہ کے اتارنے میں ایک اچھا علاج ہو گیا۔ اس سے نشہ جاتا رہا۔ جس سے مجھے بہت آرام معلوم ہوا۔ آگے کو بھنگ کا استعمال بالکل ترک کر دیا۔

چیت شدی سمت ۱۹۱۲ بکرمی۔ یعنی ۲۰ر مارچ ۱۸۵۵ء پنجشنبہ کو وہاں سے آگے چل پڑا۔ اور اس طرف کا رخ کیا۔ جدھر پہاڑیاں تھیں۔ اور جدھر سے نربدا ندی نکلتی ہے۔ یعنے اس کے منبع کی طرف رخ کیا (یہ نربدا کا دوسرا سفر تھا) میں نے کبھی ایک دفعہ بھی کسی سے راستہ نہیں پوچھا بلکہ جنوب کی طرف سفر کرتا ہوا چلا گیا۔ جلد ہی میں ایک ایسے ویران غیر آباد جگہ میں پہنچ گیا۔ جہاں چاروں طرف بہت گھنے بن اور جنگل تھے۔ اور وہاں جنگل میں بیقاعدہ فاصلوں پر بے ترتیبی سے جھاڑیوں کے درمیان اکثر جگہ خراب اور ویران جھونپڑیاں تھیں۔ اور کہیں کہیں علیحدہ علیحدہ ٹھیک جھونپڑیاں بھی نظر پڑتی تھیں۔ ان جھونپڑیوں میں سے ایک جھونپڑی پر میں نے تھوڑا سا دودھ پیا اور پھر آگے کی طرف چل دیا۔ لیکن اس سے آگے کوئی ڈیڑھ میل کے قریب جنگل میں پھر ایک ویسی جگہ پر پہنچا۔ جہاں سے کوئی بڑا راستہ وغیرہ دکھلائی نہ دیتا تھا اور میرے لئے یہی مناسب معلوم ہوتا تھا کہ ان چھوٹے چھوٹے راستوں سے (جن کو میں نہ جانتا تھا کہ کہاں جاتے ہیں) کوئی ایک پسند کروں اور

اُس طرف چل دوں۔ چنانچہ میں جلدی ہی ایک غیر آباد سنسان جنگل میں گھس گیا۔ اس جنگل میں بہت سے جھاڑیاں تھیں۔ درخت بھی تھے۔ مگر گھاس اتنا گھنا اور بے ڈھب اُگا ہوا تھا کہ راستہ بالکل دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس جگہ میرا سامنا ایک بڑے کالے ریچھ سے ہوا۔ وہ حیوان بڑی تندی اور زور شور سے چیخا چنگھاڑا اور اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو کر مجھے کھا جانے کے واسطے اپنا منہ کھولا۔ میں کچھ دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ لیکن بعد ازاں میں نے آہستہ آہستہ اپنے سونٹے کو اُس کی طرف اُٹھایا۔ اور وہ اُس سے ڈر کر اُلٹے پاؤں واپس ہو گیا۔ اس کی چنگھاڑ اور گرج ایسے زور شور سے تھی۔ کہ وہ گاؤں والے جو مجھ کو ابھی ملے تھے۔ دور سے اس کی آواز سن کر اور لٹھ لے کر مع شکاری کتوں کے میری مدد دینے کے لئے اس جگہ آئے۔ اُنہوں نے مجھ کو اس بات کی ترغیب دینے کی کوشش کی کہ میں ان کے ساتھ چلوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس جنگل میں تم ذرا سے بھی آگے بڑھو گے تو بہت سے خطروں کا تم کو سامنا کرنا پڑے گا اور پہاڑیوں و جنگلوں میں بہت سے تُند غضبناک اور جنگلی جانور رہتے ہیں۔ ہاتھی شیر وغیرہ تم کو ملیں گے۔ میں نے ان سے التماس کی کہ آپ میری سلامتی کا کچھ فکر نہ کریں۔ کیونکہ میں صحیح و سلامت محفوظ ہوں۔ چونکہ میرے دل میں اس بات کی فکر تھی کہ کسی طرح نیل کے منبع کو دیکھوں اس لئے یہ تمام خطرے اور اندیشے مجھ کو میرے اس ارادہ سے نہیں روک سکتے تھے۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کی اندیشہ ناک باتیں میرے لئے کچھ ڈر پیدا نہیں کرتیں اور میں اپنے ارادوں میں پکا ہوں۔ تب اُنہوں نے مجھے ایک سونٹی دیدی۔ جو کہ میرے سونٹے سے بڑی تھی۔ تاکہ میں اُس سے اپنے کو بچاؤں۔ لیکن میں نے اس سونٹی کو فوراً اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ اُس دن میں برابر سفر کرتا ہوا چلا گیا۔ جب ایک دنیا میں چاروں طرف غبار چڑھ گیا۔ کئی گھنٹوں تک مجھ کو انسانی آبادی کا ذرا سا بھی نشان نہ ملا۔ دور دور تک کوئی گاؤں مجھے دکھلائی نہ دیا اور نہ کوئی جھونپڑی ہی نظر پڑی اور نہ ہی کوئی متنفس جاندار میری آنکھوں کے سامنے آیا۔ لیکن وہ اشیاء جو علی العموم کل میرے راستے میں آئیں وہ درخت تھے۔ جن میں اکثر ٹوٹے ہوئے پڑے تھے۔ جن کی جڑ چھوٹوں کو مست ہاتھیوں نے توڑ کر اور اکھیڑ کر وہاں پھینک دیا تھا۔ اس سے تھوڑی ہی دور آگے بڑھ کر مجھ کو ایک بہت ہی بڑا جنگل دکھائی دیا۔ کہ جس میں گھسنا بھی مشکل ہوتا تھا۔ یعنی اس قدر گھنے بیر وغیرہ کے کانٹے دار درخت وہاں پر لگے ہوئے تھے۔ کہ اُن کے اندر سے نکل کر جنگل و بن میں پہنچنا بہت دشوار بلکہ ناممکن نظر آتا تھا۔ پہلے پہل تو مجھ کو اُن کے اندر سے نکلنا ناممکن دکھائی دیتا تھا۔ لیکن بعد ازاں پیٹ کے بل گھٹنوں کے سہارے میں آہستہ آہستہ سانپ کی طرح اُن درختوں میں سے نکلا اور اس طرح اُس

رکاوٹ اور مشکل کو حل کیا اور اس پر فتح حاصل کی۔ اگرچہ اس فتح عظیم کے حاصل کرنے میں مجھ کو اپنے کپڑوں کے ٹکڑوں کا خراج دینا پڑا اور کچھ خراج مجھ کو اپنے جسم کے گوشت کا بھی ادا کرنا پڑا۔ کیونکہ اس کے اندر سے زخمی اور نیم بسمل ہو کر نکلا اس وقت بالکل اندھیرا چھایا ہوا تھا اور سوائے تاریکی کے اور کچھ نظر نہ پڑتا تھا۔ لیکن اگرچہ راستہ بالکل رُکا ہوا تھا۔ اور نظر نہ آتا تھا۔ مگر تب بھی میں اپنے آگے بڑھنے کے ارادے کو توڑ نہیں سکتا تھا۔ اور اسی امید میں تھا کہ کوئی راہ نکل ہی آویگا۔ اور میں برابر آگے کو چلا ہی گیا اور بڑھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ میں ایک ایسی خوفناک جگہ میں گھس گیا کہ جہاں چاروں طرف اونچی اونچی چٹانیں اور ایسی ایسی پہاڑیاں تھیں کہ جن کے اوپر بہت گھنی سبزی اور پودے وغیرہ اُگے ہوئے تھے۔ لیکن اتنا ضرور تھا۔ کہ آبادی کے وہاں کچھ کچھ نشانات اور علامات پائی جاتی تھیں۔ چنانچہ جلدی ہی مجھ کو کئی جھونپڑیاں اور کٹیائیں نظر پڑیں۔ جن کے گرد گوبر کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور صاف پانی کی ایک چھوٹی سی ندی کے کناروں پر بہت سی بکریاں بھی چر رہی تھیں اور اُن جھونپڑیوں اور ٹوٹے پھوٹے مکانوں کے دروازوں اور دراڑوں میں سے ٹمٹماتی ہوئی روشنی نظر آتی تھی جو چلتے ہوئے مسافر کو ولکم اور مبارکباد کی آواز لگا رہی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے وہاں ایک بڑے درخت کے نیچے جو ایک جھونپڑی کے اوپر پھیلا ہوا تھا۔ رات گزاری اور صبح کو اٹھ کر میں اپنے زخمی پاؤں اور ہاتھ اور چہرہ کو ندی کے پانی سے دھو کر اپنی اپاسنا پرارتھنا کرنے کے لئے بیٹھنے ہی کو تھا۔ کہ اتنے میں کسی جنگلی جانور کی گرج میرے کان میں سُنائی دی۔ اس کی آواز ترنم کی اونچی آواز تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے ایک بڑی سواری یا جلوس آتے ہوئے دیکھا۔ اس میں بہت مرد اور عورتیں اور بچے تھے۔ جن کے پیچھے بہت سی گائے اور بکریاں تھیں۔ چونکہ جھونپڑی یا مکان سے نکلے غالباً یہ کسی مذہبی تہوار کی رسومات پورا کرنے کے لئے آتے تھے جو رات کو ہُوا کرتا ہے۔ جب انھوں نے میری طرف دیکھا اور مجھ کو اس جگہ ایک اجنبی جانا تو بہت میرے گرد اکٹھے ہوئے اور آخرش ایک بڈھے آدمی نے آگے بڑھ کر میرے سے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو۔ میں نے ان سب سے کہا کہ میں پہاڑوں سے آیا ہوں اور اب میں دریائے نربدا کے منبع کی طرف یاترا کے لئے جا رہا ہوں۔ اتنا پوچھ کر وہ سب مجھے اپنی اپاسنا کرنے میں مشغول چھوڑ کر چلے گئے۔ اُن کے جانے کے آدھ گھنٹہ بعد ایک اُن کا سردار معہ دو پہاڑی آدمیوں کے میرے پاس آیا۔ اور ایک طرف پہلو میں بیٹھ گیا۔ وہ اصل میں اُن سب کی طرف سے بطور ایک ڈیلیگیٹ کے مجھ کو اپنی جھونپڑیوں میں بلانے کے واسطے آیا تھا۔ لیکن پہلے کی طرح میں نے اب

کے بھی اُن کی عنایت سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ سب بت پرست تھے۔ اِس واسطے سوامی جی نے اُن کے پوجا کے کام میں شریک ہو کر گناہ جان کر انکار کیا) تب اُس نے میرے نزدیک آگ روشن ہونے کا حکم اپنے آدمیوں کو دیا اور اُس نے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ کہ رات بھر میری حفاظت کرتے ہوئے جاگتے رہیں۔ جب مجھ سے اُس نے میرے کھانے کی بابت دریافت کیا اور میں نے اُس کو بتایا۔ کہ میں صرف دودھ پی کر گذارہ کیا کرتا ہوں تو اُس مہربان افسر اور سردار نے مجھ سے میرا تونبا مانگا اور اُس کو لے کر اپنی جھونپڑی کی طرف گیا۔ اور وہاں سے اُسے دودھ کا بھر کر میرے پاس بھیج دیا۔ میں نے اُس سے اُس رات تھوڑا سا دودھ پیا۔ وہ پھر مجھ کو دو پہرہ داروں کی نگاہ میں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اُس رات میں بڑی گہری نیند سویا اور طلوع آفتاب تک سویا رہا۔ بعد ازاں اُٹھ کر اپنی سندھیا وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے میں سفر کے لئے تیار ہوا۔ الغرض نربدا کے منبع سے واپس آکر میں نے شش ابدیا پہ اپنی ارتھ متھرا کو واپس آیا۔ نربدا کے کنارے تین برس تک سفر کیا۔ اور مختلف مہاتماؤں سے ست سنگ کرتا رہا +

سمت ۱۹۱۷ متھرا میں ایک سنیاسی ست پُرش مجھے گورو ملے اُن کا نام برجانند سوامی ہے۔ وہ پہلے آگرہ میں رہتے تھے۔ اُن کی آیو تب ۸۱ برس کی تھی۔ اُن کو وید شاستر سے آدر لے کر آرش گرنتھوں میں بہت رُچی تھی۔ وہ دونوں آنکھوں سے اندھے تھے۔ اور اُن کے پیٹ میں سداشول کی بیماری رہتی تھی۔ اُن کو ادھونک کرت ٹیکہ آدی گرنتھ پسند نہیں آتے تھے۔ وہ بھاگوت آدی پرانوں کا تو بہت ہی ترسکار کرتے تھے۔ سارے آرش گرنتھوں پر اُن کی بہت ہی بھگتی تھی۔ آگے جب اُن کا پریچے ہوا۔ تب اُن سے تین برس میں ویاکرن آ گیا۔ ایسا کہنے پر میں نے اُن کے پاس پڑھنے کا نشچے کیا (سمت ۱۹۱۷ مطابق سنہ ۱۸۶۰ عیسوی میں) +

متھرا میں ایک بھدر پُرش امرلال نام کا تھا۔ اُس نے بھی جب میں ودیا ادھیین کرتا تھا اُس وقت جو میرے پر اُپکار کئے ہیں۔ اُنہیں میں کبھی نہ بھولونگا پستکوں کی سامگری کھانے پینے کا بندوبست اُس نے بہت ہی اُتم میرا کر دیا۔ اُسے جب کہیں باہر روٹی کھانے کو جانا ہوتا تو پہلے (داول) مجھ کو گھر میں بنا کر کھلاتا پھر آپ باہر جاتا۔ اسی پرکار وہ پُرش بہت ہی اُدار چت تھا۔ سمت ۱۹۱۹ تک متھرا میں رہا۔ یعنی اخیر سنہ ۱۸۶۲ء تک +

سمت ۱۹۲۰ بکرمی۔ ودیا ادھیین کے سماپت ہونے پر میں آگرہ میں دو برس رہا۔ پرنتو سمے سمے پر پتر دوارا اتھوا خود متھرا میں سوامی جی کے پاس سے شنکا اُن کا سمادھان کر لیا کرتا تھا۔ وہاں سے میں گوالیار گیا۔ اور وہاں تھوڑا سا ویشنو

مت کا کھنڈن کرنا پر آرمبھ کیا۔ وہاں سے بھی متھرا میں سوامی جی کو پتر بھیجتا رہتا تھا۔
یہاں گوالیر میں ایک مادھو امتا چارج نام کا ایک پنڈت تھا۔ وہ کارکن کی شکل
بنا کر دوا وغیرہ سننے کے لئے بیٹھتا۔ کسی سمے میرے منہ سے کوئی اشدھی نکلتی
تب وہ مجھے جھٹ پکڑ لیتا۔ میں نے بہت دفعہ پوچھا کہ آپ کون ہو پرنتو وہ کہتا کہ
میں ڈسا دھارن کارکن (نوکر) ہوں۔ سُن سُن کر واقف ہو گیا ہوں۔ وہ ایسا کہتا۔
ایک دن وشنو کھڑی ریکھا لگاتے ہیں اس پر بات چیت چلی تب میں نے
کہا کہ یدی ایک کھڑی ریکھا لگانے سے سورگ ملتا ہے تو سارے منہ کالا کر لینے
سے سورگ سے آگے بھی کوئی درجہ ملتا ہوگا۔ ایسا کہتے ہی اُسے بہت غصہ آیا اور
وہ اُٹھ کر چل دیا۔ تب مجھے تلاش کرنے پر ودت ہوا کہ یہ اننت چارج ہے۔ گوالیار
سے میں کرولی گیا۔ وہاں ایک کبیر پنتھی ملا۔ اُس نے ایک پد اس کا یہ کبیر ایسا اپواد
گیا تھا۔ تو کبیر اپنتھ ہے ایسا وہ مجھے کہنے لگا۔ وہاں سے آگے جے پور کو گیا۔
وہاں ایک ہری شچندر ودوان پنڈت تھا۔ وہاں میں نے پرتھم وشنو مت کا کھنڈن
کر کے شیو مت کی استھاپنا کی۔ جے پور کے راجہ مہاراج رام سنگھ نے بھی شیو مت
گرہن کیا۔ اس سے شیو مت کا پھیلاؤ ہو کر ہزاروں رودراکش مالا میں نے اپنے
ہاتھ سے دیں۔ وہاں شیو مت اتنا پکا ہوا کہ ہاتھی گھوڑے وغیرہ سب کے گلے میں
بھی رودراکش کی مالا پڑ گئی ۔

جے پور سے میں پشکر گیا۔ اور وہاں سے اجمیر گیا۔ اجمیر جانے پر شیو مت کا
بھی کھنڈن کرنا آرمبھ کر دیا۔ وہاں جے پور کے مہاراج لاٹ صاحب کے ملنے
کے لئے آگرہ جانے والے تھے۔ برنداون میں رنگا چارج کر کے ایک پنڈت تھا۔
تب میں شاستر ارتھ ہووے۔ اس لئے راجہ رام سنگھ جی نے مجھے بلوا بھیجا تھا۔
میں جے پور کو گیا۔ پرنتو میں نے شیو مت کا بھی کھنڈن کرنا پر آرمبھ کر دیا ہے۔
یہ سمجھتے ہی راجہ جی کی ناراضگی ہوئی۔ اور میں جے پور چھوڑ کر نکل گیا۔ پھر سوامی جی
کے پاس جا کر شنکاؤں کا سمادھان کر لیا۔ وہاں سے پھر میں ہردوار گیا (اپریل ۱۸۶۷ء)

پاکھنڈ مردن

پاکھنڈ کھنڈنی جھنڈا میں نے اپنے مٹھ پر لگایا۔ وہاں واد وواد بہت ہوا۔
جس سے من میں ایسا پرتیت ہونے لگا کہ ساری دنیا کے وِرُدھ ہو کر اور گرہستیوں
سے اپنا نیا بھی بہت سے پستکوں وغیرہ کا جھگڑا رکھ کر کیا کرنا ہے۔ اس
جھنجھٹ میں سے سب چھوڑ دیا۔ اور کوپین لگا کے مون دھارن کیا ۔
تب سے جنگل میں خاک لگانی شروع کی تھی۔ وہ گت درشن میں بھی آئے تک

لگانا ہی تھا۔ ریل پر بیٹھنے کے وقت سے لے کر کپڑے پہننے لگا۔ خیر وہاں
ہر دوار پر جو میں نے مون دھارن کیا تھا۔ وہ بہت دن نہیں رہا۔ کیونکہ بہت
لوگ مجھے پہچانتے تھے۔ اور ایک دن میری پرانی کٹی یعنی جھونپڑی کے
دروازہ پر کسی نے لکھ دیا۔ کہ نگم کلپ تروگلتم پھلم یعنی بھاگوت کی اپیکشا وید کچھ بھی
اوپک نہیں ہے۔ بلکہ بھاگوت سے نیچے ہیں۔ تب مجھ سے وہ سہن نہیں ہوا۔ اور
مون برت چھوڑ کر میں بھاگوت کا کھنڈن کرنے لگا۔ پھر ایسا وچار کیا۔

سمت ۱۹۲۱ بکرمی۔ کہ ایشور کرپا سے جو اپنے کو تھوڑا بہت گیان ملا ہے۔ وہ
سب لوگوں کو کہن چاہیئے۔ ایسا ارادہ کر کے میں فرخ آباد آیا۔ وہاں سے میں رام گڈھ
رام گڈھ میں واد وواد شروع کیا۔ وہاں جب دو چار شاستری ایک دم
بولنے لگتے۔ تب میں کولاہل ایسا کہتا تھا۔ اس لئے آج تک وہاں کے لوگ مجھے
کولاہل سوامی کہتے ہیں۔ وہاں چکرانگ دن کے دس آدمی مجھے مارنے کو آئے۔
پرنتو ان سے بڑے سنکٹ سے بچا۔ فرخ آباد سے میں کانپور آیا۔ اور کانپور سے
پریاگ گیا۔ پریاگ میں مجھے ماری کرتے۔ یعنی مارنے والے مارنے کے واسطے
آئے۔ پرنتو ایک مادھو پرشاد کر کے بھدر پرش تھا۔ اس نے مجھے بچایا۔ یہ
مادھو پرشاد گرہستی آدمی عیسائی دھرم سویکار کرنے پر تھا۔ اور اس نے سارے
پنڈتوں کو نوٹس دیئے تھے۔ کہ اپنے آریہ دھرم میں میری خاطر جمعی تین مہینہ میں کر دیں۔
ورنہ بشرطیکہ نہ ہوئے تو خاطر جمعی نہ ہوئی تو عیسائی دھرم قبول کر لونگا۔ میں نے اس کے آریہ
دھرم ہی میں تسلی کر دی۔ اور وہ کرسچین ہونے سے بچ گیا۔

سمت ۱۹۲۲ بکرمی۔ پریاگ سے میں رام نگر گیا۔ رام نگر کے راجہ کے کہنے پر
کاشی کے پنڈتوں سے شاستر ارتھ کرنے کے واسطے گیا اور اس واد میں
پرتما ایسا شبد ویدوں میں ہے یا نہیں ایسے ... چلا۔ پرتما شبد ویدوں
میں ہے۔ پرنتو اس کا ارتھ ماپ ہے۔ ایسا میں نے سدھ کر کے دکھلا دیا۔ وہ واد
اور جگہ چھپ کر پرسدھ ہوا ہے۔ وہ سب پڑھ کر دیکھیں۔ اتہاس سے برہمن
گرنتھ بھی گرہن کرنے چاہئیں ایسا بھی واد وہاں چلا تھا۔

سمت ۱۹۲۹ بکرمی۔ گت ورش کے بھادرپد میں میں کاشی میں تھا۔ اور آج
تک چار دفعہ میں کاشی میں گیا۔ اور جس جس سمے جاتا ہوں۔ تب تک کسی کو ویدوں
میں مورتی پوجن ملا ہو تو لا دے۔ ایسا نوٹس دیتا ہوں۔ لیکن آج تک کوئی وچن
نہیں نکالتے۔ اس پرکار اتر ہندوستان کے سارے حصوں میں میں نے بھرمن
کیا ہے۔ آج دو برس سے کلکتہ۔ لکھنؤ۔ الہ آباد۔ کانپور۔ جبلپور وغیرہ استھانوں
میں دھرم اپدیش میں نے بہت سے لوگوں کو کیا۔ اور تین یا چار۔ فرخ آباد کاشی

آدی استھانوں میں آرش ودیا سکھلانے کے لئے پاٹھ شالائیں استھاپن کیں۔ اُن کے پڑھانے والوں کی شرارت کے کارن جتنا لابھ ہونا چاہئے۔ ویسا نہیں ہوا۔ پچھلے سال میں بمبئی آیا۔ اور بمبئی میں گوسائیں جی مہاراج کے پکش کا کھنڈن بہت پرکار سے کیا۔ اور بمبئی میں آریہ سماج کی استھاپنا کی ۔

سمت ۱۹۳۱ بکرمی۔ بمبئی سے احمد آباد۔ راجکوٹ میں کچھ دن جاکر دھرم اُپدیش کیا۔ اور ان دنوں تمہارے اس شہر (پونا) میں تقریباً دو مہینہ ہوئے کہ آیا ہوں اس وقت یعنی ۴ اگست ۱۸۷۵ء کو میری عمر ۴۹ یا ۵۰ برس کی ہوگی۔ اس پرکار میرا پورب کا چرتر ہے۔ آریہ دھرم کی اُنتی ہو۔ اس لئے میرے سدرش بہت سے دھرم اُپدیشک اپنی اس دیش میں اُتپن ہونے چاہئیں۔ اکیلے کے ہاتھ سے یہ کام درست نہیں ہوتا ہے۔ تتھا میری بدھی اور سامرتھ کے انوکول میں نے جو دیکشا لی ہے۔ اُسے چلاؤنگا۔ ایسا سنکلپ کیا ہوا ہے۔ آریہ سماج کے سروتر استھاپنا ہوکر مورتی پوجا آدک دشٹ آچار یہ سب جگہ نہ ہو۔ ویدشاستر کا سچا ارتھ ظاہر ہو۔ اور اس کے انوکول آچرن ہوکر دیش کی اُنتی ہو۔ ایسے ہی ایشور کے پاس پرارتھنا ہے۔ تمہاری سب کی سہائتا سے انکلن پوروک میری وہ پرارتھنا سدھ ہوگی۔ ایسی پورن آشا ہے ۔

تیسری فصل

پیدائش۔ خاندان۔ نام اور جنم استھان

سوامی جی نے معقول وجوہات کی بنا پر اپنے بعض ابتدائی حالات کو مخفی رکھا۔ تو بھی ان کے خود بیان کردہ جیون کا بہ غور مطالعہ کیا جاوے اور پنڈت لیکھرام جی کی تحقیقات کو سرسری نظر سے بھی دیکھا جاوے۔ تو تمام امور اس وقت بالکل صاف ہیں۔ سوامی جی کی پیدائش پوس سمت ۱۸۸۱ بکرمی یا دسمبر ۱۸۲۴ء عیسوی میں ہوئی۔ جنم استھان آپ کا گجرات دیش کے ایک راج استھان دہرانگدھرا کی سرحد پر مچھو کا بنا ندی کے کنارے واقع ہے۔ نام اس کا موروی ہے۔ جو ریاست موروی کا خاص مقام ہے۔ جنم نام آپ کا مول شنکر تھا۔ اور آپ کے پتا جی کا امبا شنکر جو اودیچ برہمن تھے۔

سوامی جی کی تمام جگت میں پھیلی ہوئی شہرت اور عزت بعض موقعوں پر حاسد دل کی تنگ خیالی کا نشانہ بنتی اور ایسے صاف امور کے متعلق انہیں غلط خیال پھیلانے پر آمادہ کرتی ہے۔ لیکن کیا سوامی دیانند کی بزرگی اس لئے ہے کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان سے تھے۔ یا دنیاوی جاہ و جلال رکھتے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ محض اس لئے کہ اُن کے گن کرم ایسے تھے کہ وہ ایک غیر معمولی مہان پُرش مانے جاویں۔ اس نکتہ خیال سے اُن کی ذات یا خاندان یا جائے پیدائش سے متعلق کوئی مفصل بیان یا کسی مخالف کے کینہ جتنے کا جواب دینا غیر ضروری سا ہو جاتا ہے۔ تنگدل نکتہ چینوں کا نوٹس لے کر انہیں وقعت دینا داخل مصلحت ہے۔ خاص کر اس صورت میں کہ خود وہ سچے سنیاسی تمام دنیاوی تعلقات کو اپنے پوتر روحانی مشن کے مقابل ہیچ و پوچ گنتا تھا۔ نہیں بلکہ اپنے آپ کو ستیہ دھرم کی ترقی میں کسی وقت بڑی بھاری روک ثابت ہونے والا جانتا تھا۔ میرا ذاتی خیال ہے۔ کہ سوامی دیانند کے خاندان وغیرہ کی نسبت اس سے زیادہ تفصیل دینا جو خود بیان کردہ جیون میں ہے۔ سوامی کے ان اعلیٰ جذبات کی ہتک کرنا ہے۔ جن کے سبب وہ انہیں بتلانے سے ٹلتے رہے۔ ان کی نیک نیت اور دور اندیشی نکتہ چین کے دل کو آخر تسخیر کر سکتا ہے۔

میں یہ بھی مانتا ہوں کہ آریہ سماج (بحیثیت مجموعی) بھی اس وقت تک ایسے امور میں کافی محتاط ہے۔ چند سال ہوئے ایک مشہور آریہ پرش نے سوامی جی کی استھیوں کا

استھان واقعہ اجمیر کا ذکر کر کے آریوں کے جذبات سے تجویز دہرا دی گئی۔ کہ وہاں کی صفائی یا کسی خاص نشان و یادگار کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ لیکن ایک دنیا جانتی ہے۔ کہ اس تجویز کا کیا حشر ہوا۔ واقعی اس واقعہ نے ثابت کر دیا۔ کہ آریہ سماج ایسی بت پرستی سے قدم اٹھا رہا ہے۔ کہ مردم پرستی کے تاریک گڑھے میں اس کا گرنا محال ہے۔ ان خیالات سے ہر غلط بیانی کو بلا نوٹس لئے چھوڑ دینا ہی افضل و انسب ہے۔ چاند پر تھوکنے والا خود ہی اپنی حرکت کا خمیازہ اٹھا لیتا ہے۔

لیکن ان کے برخلاف خاص وجوہات ایسی بھی ہیں۔ جو سوامی جی کے خاندان و جنم استھان کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرنا میرے اس جیون چرتر کے متعلق فرض میں داخل کر رہی ہیں۔ اول۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اس کے متعلق کچھ اندولن ہوتا رہا ہے۔ اس لئے یہاں اس کا نظر انداز کرنا فریق مخالف کو زیادہ غلط فہمی کی طرف مائل کریگا۔ دوم۔ غلط بیانی کرنے والوں کا تمند سوامی دیانند کی راستگوئی پر ہے۔ جو صریحاً خلاف واقعہ ہے سیوم۔ کل جیون چرتر میں خاص حصہ ان ناجائز کارروائیوں کا ہے۔ جو جہالت یا خود غرضی میں پھنسے ہوئے مخالف سوامی جی کے متعلق ان کے جیتے جی کرتے رہے۔ پس یہاں ان کینہ پرور حاسد تنگدلی پر مبنی حملوں کا نمونہ دکھانا ضروری بھی نصیب ہوگا۔ جو سوامی جی کی موت کے بعد ناواقف اور بھولے بھالے لوگوں کو گمراہ رکھنے کے لئے مطلب پرست لوگ کر رہے ہیں۔ چہارم۔ ان غلط بیانیوں کا اثر پنڈت لیکھرام جی کی اعلےٰ تحقیقات کی تحقیر کرنا ہے۔ حالانکہ میں مسلسل غور و خوض کے بعد بوثوق تمام یہ کہنے اور ثابت کرنے کو تیار ہوں۔ کہ آریہ مسافر مرحوم کی تحقیقات بالکل سچی اور واقعات پر مبنی ہے۔ اور کہ معترض لوگ اس کا عشر عشیر بھی محنت یا نیک نیت سوچ وچار سے کام نہیں لے رہے۔ بلکہ محض آریہ سماج کے مخالف اپنے جذبات کی سیری کو ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ پنجم وقت کافی گذر چکا ہے اور حالات بالکل بدل چکے ہیں۔ اس لئے اس وقت بڑی تفصیل سے ان نتائج کا پیدا ہونا محال ہے۔ جن کا سوامی جی کو اندیشہ تھا۔

پیارے ناظرین! مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر آپ کے سامنے بطور نمونہ ایک ٹریکٹ سے کچھ اقتباس دیتا ہوں۔ جس سے مخالفوں کے رویہ کی حقیقت آپ سمجھ جائینگے۔ مضمون زیر بحث کے متعلق کل مخالفوں کے بیانات انہی اقتباسات میں آ جاتے ہیں۔

اول۔ ۲۰ مارچ ۱۹۱۸ء کے ایک نامی اخبار سے یہ نقل اس ٹریکٹ میں نقل کئے ہیں۔

"دیانند ذات کے کاٹھیاوڑی تھے ...... موضع رام پور ریاست موروی صوبہ

کاٹھیاواڑ میں ایک ہری بھجن نامی کا بڑی رہتا تھا۔ اس کے گھر سمت ۱۸۸۱ بکرمی میں ان کا جنم ہوا

دوم۔ اس کے بعد موروی کے ایک صاحب کی سمت ۱۹۵۹ کی لکھی ہوئی چٹھی کا ذکر کیا ہے۔ جو اس ٹریکٹ کے پبلشر کو آئی تھی۔ اس میں حسب ذیل عبارت ہے:

"موروی سے چھ سات کوس کے فاصلے پر رام پور نامی ایک گاؤں ہے اور وہاں ہری بھجن نام کا ایک برہمن رہتا تھا۔ اور اس کا ایک بیٹا گھر سے نکل گیا تھا۔ اور اس کے جو رشتہ دار موروی میں رہتے ہیں۔ وہ بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں"

سیوم۔ یہ لکھا ہے کہ ٹریکٹ کے پبلشر صاحب نے سنہ ۱۹۱۳ء میں خود موروی جا کر تحقیقات کی تو معلوم ہوا۔ کہ اس ریاست سے سوامی جی کا کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔

چہارم۔ آگے چل کر پبلشر مہاشے کا اپنا نوٹ ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں۔

"اتفاق سے ۳ اپریل ۱۹۱۲ء کو سابق الذکر یعنی راج کوٹ کے نانا جی پرشوتم مجھے موروی کے رانا صاحب کے ہاں آئے ہوئے مل گئے اور تب انہوں نے بیان کیا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ واقعی پنڈت دیانند سرسوتی مرحوم کا پہلا نام مول شنکر اور ان کے والد کا نام امبا شنکر اودیچ تھا۔ مگر وہ موروی کے نہیں۔ بلکہ اس سے کئی میل کے فاصلے پر رام پور نامی گاؤں کے رہنے والے ایک معمولی غریب کاشتکار تھے ۔ ۔ ۔ ۔"

پنجم۔ ٹریکٹ کے اخیر میں ایک ضمیمہ ہے۔ اس میں ضلع گوڑ گانواں کے کسی مہاشے کی "دیانند چھل کپٹ درپن" نامی کتاب مطبوعہ سمت ۱۹۵۱ صفحہ ۹ سے یہ اقتباس ہے۔

"دیش کاٹھیاواڑ راجدھانی بھارت موروی میں رام پور نام ایک چھوٹا سا گرام ہے۔ اس گرام میں بھجن ہری نام کا بڑی رہتا تھا۔ اس کے کیول ایک کنیا کے سوائے کوئی پتر نہیں تھا۔ اس لئے اس کو رات دن بیٹے کا منہ دیکھنے کی زوردار خواہش لگی رہتی تھی۔ ایک دن کسی مہاتما نے اس کو اپدیش دیا۔ کہ یدی تو ۱۰۱ دن مہادیو جی کے مندر میں گھیو کے گھی کے چراغ جلایا کرے۔ تو شیو جی کی کرپا سے تیرے بھی خاندان کا چراغ بیٹا پیدا ہووے۔ بھجن ہری کی یہ وہ اوستھا ہو گئی تھی۔ پتر آپتی کی امنگ میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ اس کے ایک چھوٹا بھائی سیتا رام ہری نام اور تھا۔ اس کے بھی کوئی پتر نہیں تھا۔ دھرم کا سچ میں بھجن ہری کی بدھی ہمیشہ سے اتم تھی۔ مہاتما جی کا اپدیش مان ہر شی سمت شیو مندر میں چراغ دھرنے لگا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھجن ہری کی استری کو گربھ رہا۔ سمت ۱۸۸۱ بھادوں شکل نومی گورووار کے دن پتر کا جنم ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شو بھجن اس کا نام دھرا"

ان کل شہادتوں کا بود اپن حسب ذیل خیالات سے ہر شخص پر فوراً ظاہر ہو جاتا ہے۔

اول۔ مخالفوں کی تحقیقات کی وقعت ہی کیا ہو۔ جس میں نیت محض دوسرے فریق کی بدنامی یا تحقیر کے لئے مصالحہ ڈھونڈنے کی ہوتی ہے۔ کہاں رشی دیانند کے جیون کی تحقیقات

کا کام اور کہاں سوارتھی اور ناستک جی الف۔ ان بیچاروں کو رات دن دُھن رہتی تو یہی۔ کہ کسی طرح لوگوں کو مغالطہ دے سکیں۔ اور یہیں بھی اس کامیابی سے۔ کہ ناواقف ہمارے خود بیان کو پورا وزن دار سمجھیں۔ پس یہ تحقیقات سراسر نفاق ہی نفاق ہے۔

دوم۔ سب شہادتیں ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں۔ ایک میں انہیں کاپڑی لکھا ہے۔ دوسرے میں برہمن۔ تیسرے میں نہ کاپڑی نہ برہمن۔ چوتھے میں اودیچ برہمن۔ اسی طرح سوامی جی کے پتا کا نام کہیں ہری بھجن اور کہیں انبا شنکر۔ اور سوامی جی کا نام کہیں شیو بھجن اور کہیں مول شنکر۔ علےٰ ہذا القیاس۔

سیوم۔ یہ سب بیانات سوامی جی کی زندگی کے بعد کے ہیں۔ ان کے جیتے جی، ان کے جیون چرتر پر لیکچر دینے کے نو دس سال بعد اور مرنے کے کئی سال بعد تک بھی کسی نے ایسا لیکھ نہ لکھا۔

چہارم۔ نمبر ا و ۵ و ۶ کے لیکھک بھاشے موروی کے ہی رہے نہیں۔ نمبر ۶ کی خاص عداوت کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ نمبر ۲ و ۴ کے بھاشے موروی کے کہے جاتے ہیں مگر دونوں کا ہی آپس میں اختلاف ہے۔ آخری بیان راج کوٹی نانا جی پرشوتم کا زیادہ وزن دار جتایا جاتا ہے۔ مگر یہ محض زبانی بیان ہے۔ ممکن ہے کہ چٹھی پلر تو بدل سے لکھا گیا ہو۔ تو بھی اس سے سوامی جی۔ اور ان کے پتا کی ذات و نام کے متعلق باقی سب شہادتیں رد ہو جاتی ہیں۔ اور پنڈت لیکھرام جی کی تحقیقات و سوامی جی کا اپنا بیان بالکل سچا اور صادق ثابت ہوتا ہے۔

پنجم۔ اس نمائشی تحقیقات کو بناوٹی طور پر وزن دار کرنے کے ثبوت خود اوپر کے اقتباسات میں موجود ہیں۔ ٹریکٹ میں لکھا ہے کہ سمت ۱۹۴۱ میں ...... نے پلیشر بھاشے کو چٹھی لکھی۔ لیکن حقیقت یوں ہے کہ پلیشر خود موروی گیا۔ اور اپنے ایک ہمخیال کھوہ یا ایک دام اُفتادہ میزبان سے خود چٹھی لکھوا لایا۔ جو نمبر ۵ میں درج ہے۔ اُن کے خود جانے کا ثبوت نمبر ۳ سے ملتا ہے۔ پلیشر بھاشے نے اس میں اپنی طرف سے خوب چالاکی سے کام لیا ہے۔ نمبر ۱ کی چٹھی اس طرز پر لکھی ہے کہ ناظرین سمجھیں۔ کسی نرپکش آدمی نے ڈاک میں بھیجی ہے۔ اور موروی جاکر خود تحقیقات کرنے کا بیان علیحدہ نمبر میں دیا ہے۔ اور ناظرین کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کو نمبر ا میں بکرمی سمت ۱۹۴۱ اور نمبر ۳ میں عیسوی سن ۱۸۸۴ء کر دیا ہے۔ دونوں سے مراد ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن سرسری نظر سے اس کا تاڑا جانا مشکل ہے۔ افسوس بناوٹ کے دلدادہ لوگوں کے وطیرہ پر۔ کہ جہاں تہاں کسل نیتیوں سے اپنے حق میں اور دوسروں کے خلاف چٹھیاں لکھواتے پھرتے اور ان کو فضول تحریر تائید کے کام میں لاکر اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اور سمجھتے اپنے زعم فاسد میں یہ ہیں کہ ہم پاسداری سوسائٹی بھی کسی گنتی میں آجاویگی۔

سنشتم - واقعہ قریباً ایک صدی کا ہو چکا ہے - حالات ریاست موروی کے بدل چکے ہیں موجودہ مہاراجہ صاحب موروی کے خیالات تاشک سے ہیں - ولایت سے واپس آکر آپ نے تمام برہمنوں کی دھرم ارتھ جاگیریں بند کر دیں - وزیر عموماً جینی ہیں - اس لئے اودیچ برہمنوں کی زمینداری وہاں بالکل نہیں رہی - اور وہاں برہمن لوگ ۲۰ - ۲۵ سال سے عموماً بھیک زیادہ مانگنے لگ گئے ہیں - ان حالات میں ٹھیک تحقیقات کے آگے رکاوٹیں اور غلط فہمی پھیلانے والوں کو کھینچا تانی کی گنجائش مل جانا معمولی بات ہے -

پتہ نہیں لگتا - اس قسم کی بحث سے مخالفوں کو کیا مطلب ہے - جب تمام تسلیم کرتے ہیں - کہ وہ ریاست موروی میں پیدا ہوئے - اور یہی سوامی جی نے فرمایا - تو اب یہ بحث لے بیٹھنا کہ وہ خاص موروی میں پیدا نہیں ہوئے - بلکہ چھ سات کوس دور واقعی مضحکہ آمیز بات ہے عام عقل کا آدمی بھی نہیں مان سکتا - کہ اتنے فرق پر جنم استھان بتانے سے کوئی ہانی یا بدسلوکی جیسے رشی کو ہو سکتا تھا - ایسی بہت باتیں بہ غور پڑھنے کو ان بیانات کا خواہ مخواہ ہونا صاف ظاہر کر رہی ہیں کسی کی پرسش یا افسوس نہیں کسی کی تردید سے مطلب ہے کہ ہمارا پھل ملنا انجام ہے نہ جیتے جی مخالفت میں کوئی کمی ہوئی - نہ مرنے کے بعد اس سے زیادہ کمینہ پن ہو سکتا ہے - لیکن میرا مدعا صرف اس سے ہے کہ سوامی جی کا اس سے نہ کبھی بگاڑ ہوا نہ ہو گا - ورنہ ان چالوں سے کامیابی کسی کو ہونی ممکن ہے - اس لئے دشمنوں کے سلسلے پر عمل کر کے کیوں اتنی پیار رکھتا ان معترض بھائیوں سے کرتے ہیں - کہ ذرا غور تو فرمائیے - سوامی جی کو اپنے خاندان کے متعلق اشارے میں غلط بیانی کرنے سے کیا فائدہ مدنظر ہو سکتا تھا - وہ ایک ایسے سچے پُرش کی طرح جس کی نظیر آج ملنی محال ہے - اپنی کمزوریوں کو مردانہ وار خود پبلک کے آگے رکھتا ہے - وہ اقبال کرتا ہے کہ میں نے برت رکھا - لیکن بھوک لگنے پر ماتا سے مٹھائی لی اور کھائی - وہ واضح کرتا ہے کہ میں نے پتا سے جبکہ وہ بھاگنے کے بعد پکڑے آگئے - گھر واپس لوٹنے کا وعدہ کیا - مگر دل سے بھاگنے کا موقعہ تاڑتا رہا - وہ تسلیم کرتا ہے کہ مجھ میں اس طرح بھانگ پینے کی عادت پڑ گئی - وہ اپنی حقے کی عادت کا خود بیان کرتا ہے - بلا لحاظ اس کے کہ بدنیت لوگ کیا نکتہ چینی کریں گے - کیا ایسے واقعات کی موجودگی میں ان کے خاندان وغیرہ کے متعلق ان کے اپنے بیان کے خلاف کچھ شور کرنا یا ایسی اختراع کا خیال بھی شرافت یا انسانیت کی حد میں آ سکتا ہے - ساتھ ہی اگر برہمن ودوان کی کسی نیچی ذات یا کسی اور نے گھرانے سے اُن کا جنم ہوتا - تو اس سے آریوں یا اور لائق لوگوں کے دلوں میں سوامی جی کے خلاف کیا بیٹھ سکتا ہے - جبکہ اصول ہی یہ ہے کہ جیسے اپنے ذاتی کرم ہیں - اور تمام عزت و ذلت کا مدار ذاتی آچار و ویوہار پر ہے سچ پوچھو تو سوامی جی کی عزت موجودہ حالت سے بھی زیادہ ہوتی - ان کی عظمت اور بھی عیاں ہوتی - اگر وہ کسی نیچے گھرانے کے اور بھی ناموافق حالات میں محض اپنی ذاتی

جدوجہد سے اس درجہ جسمانی اور روحانی ترقی کو حاصل کرتا۔ غرضیکہ آریہ سماج کے نکتہ خیال سے ایسی غلط فہمیوں کا وجود اور عدم برابر ہے۔

ان مخالفوں کے علاوہ سوامی جی کے مداح بھی بعض وقت اختلاف ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً پنڈت بھیم سین جی ایڈیٹر آریہ سدھارک نے کسی گجراتی برہمن سے سنا کہ سوامی جی ریاست موروی کے ٹنکارا نام گاؤں میں پیدا ہوئے اسی طرح شریمان لالہ ہنس راج جی پریزیڈنٹ ڈی۔ اے۔ وی کالج کمیٹی نے آریہ سماج لاہور (انارکلی) میں جنوری سنہ ۱۹۱۳ء میں کہہ دیا۔ اور آریہ گزٹ میں یہ نوٹ نکلا۔ کہ سوامی جی کا جنم استھان وہ ٹنکارا معلوم کر آئے ہیں۔ اس لئے میں اس کے متعلق شریمان جی سے خود ملا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میری یہ محض ایک صاحب سے شنید ہے۔ میں نے نہ کوئی تحقیقات کی نہ اس بیان پر کوئی بحث کی۔ یہ اختلاف حسب ذیل دلائل سے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

اول۔ سوامی جی خود بیان کردہ جیون میں فرماتے ہیں "دہرانگدھرا کے گجرات دیش میں ایک راج استھان ہے۔ اس کی سرحد پر مچھو کانٹھا ندی کے کنارے ایک شہر موروی ہے۔ وہاں ...... میرا جنم ہوا" اسی طرح اور اشارات سے بھی موروی نگر سدھ ہوتا ہے۔

دوم۔ ایک جگہ ریاست موروی کے ایک مشہور نگر میں پیدا ہونے کا ذکر ہے۔ اس سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہ نگر موروی کے علاوہ ہو۔ لیکن ریاستوں میں زیادہ مشہور شہر عموماً وہی ہوتا ہے۔ جس کے نام پر ریاست مشہور ہوتی ہے۔ مثلاً پٹیالہ ریاست میں پٹیالہ۔ جیند ریاست میں جیند شہر ہے۔ ریاست موروی کے مشہور شہر سے مراد موروی کا ہونا اغلب ہے۔ بالخصوص اور جگہوں میں صاف موروی نام ہونے سے۔

سیوم۔ ٹنکارا ایک گاؤں ہے۔ اس کے ساتھ شہر یا نگر کا نام نہیں آ سکتا۔

چہارم۔ دوسرے حالات متعلقہ سے بھی یہی سدھ ہوتا ہے۔ مثلاً سوامی جی کا بیان کہ ان کے شہر کے باہر ایک بڑا شوالہ ہے۔ عین موروی کے حسب حال ہے۔ جہاں سے نصف سے کم میل کے فاصلے پر جڑیشر مہادیو کا مندر ہے۔ اس ریاست میں پرانوں کے قول विप्राणां देवता शंभुः کے مطابق تمام کاٹھیاواڑ کے برہمن شیو کے بھگت ہیں۔ اور ٹنکارا گرام سے بھی دو کوس کے فاصلے پر جڑیشر مہادیو کا مندر ہے۔ لیکن ۲ بجے رات کے قریب ایک لڑکا وہاں سے سویرے کو گھر آوے۔ نزدیکی فاصلہ والے موروی شہر کے مندر پر ہی ٹھیک ہو سکتا ہے۔

پنجم۔ مہاشے کاہن جی کوبیر جی سنہ ۹۸ء میں ٹنکارا میں ریاست موروی کی طرف سے کامدار تھے۔ انہوں نے پنڈت لیکھرام جی سے بیان کیا۔ کہ میرا ایک قریبی چچا سمت ۱۹۰۰ کے قریب گھر سے بھاگ گیا تھا۔ مگر اب اس کا پتا اس کی تصویر کا شناخت کنندہ کوئی نہیں

سوامی جی کے ابتدائی حالات پنڈت جی سُنا لے۔ تو وہ اکثر ان کی تصدیق کر لے تھے۔ اس سے بڑھ کر معتبر شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ مہاشے کہتے تھے۔ کہ راجہ صاحب کی ریاست یہاں رہتا ہوں وطن اصل موروی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف ان مہاشے کے ٹنکارا رہنے کا علم ہونے پر ہی بعض جگہ سوامی جی کا بھی جنم استھان ٹنکارا فرض کر لیا جاتا رہا ہے۔

ششم۔ پنڈت لیکھرام جی نے پنڈت کاشی رام سیوک رام ایم۔ اے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول موروی کی معرفت مہاراجہ صاحب سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ سوامی جی راجکوٹ تشریف لاکر ہمارے راجکمار کالج کے پرنسپل صاحب سے ملے تھے۔ میں تب وہاں پڑھتا تھا۔ اور دریافت پر مجھے معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ موروی کے رہنے والے ہیں۔

ہفتم۔ مہاراجہ صاحب نے لاہور میں ایک دفعہ دوران تقریر میں فخریہ بیان کیا۔ کہ سوامی دیانند موروی میں پیدا ہوئے تھے۔

ہشتم۔ مہاشے دیوبندر ناتھ ٹاگور بنگالی بھاشا میں دیانند چرت کے لیکھک نے جو آزادانہ تحقیقات کی۔ وہ بھی موروی کے حق میں ہے۔ غرضیکہ سوائے محض قرضیت یا شنید کے ٹنکارا کے حق میں کوئی معتبر شہادت نہیں۔ نہ ٹنکارا کوئی مشہور شہر ہے۔ نہ وہاں مندر نزدیک ہے نہ وہاں برہمنوں کے پچیس باشن کا کوئی سلسلہ ہے۔ ہاں یہ ساری باتیں موروی میں موجود ہیں۔

نہم۔ سوامی جی کا نام۔ سو اس کی تصدیق نہ صرف مہاشے کاہن جی سے ہوئی۔ بلکہ پنڈت جوالا پرشاد کا تیج اور مسٹر راماس چھبیلداس بیرسٹرایٹ لا بمبئی اور کئی دیگر صاحبان نے بھی یہی جتایا۔

سنہ ۱۸۷۷ء کے قیصری دربار دہلی پر کاٹھیاواڑ کے کئی رئیس سوامی جی کے ڈیرے پر آگئے۔ اور انہیں مول شنکر نام سے مخاطب ہوئے۔ جس پر سوامی جی نے انہیں جُدا لیجا کر منع کر دیا۔ امرتسر میں سوامی جی سے ملتی جُلتی شکل والے گوبندانند سرسوتی جی (جو سوامی جی کے ساتھ گنگا تٹ پر چھ سال پھرتے رہے۔ اور جن کی نسبت مشہور تھا۔ کہ وہ سوامی جی کے بھائی ہیں) نے بیان کیا۔ کہ سوامی جی کا نام مول شنکر تھا۔ اور ان کے پتا انبا شنکر جی اودیچ برہمن تھے۔

سوامی جی کے سنہ پیدائش کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔ سوائے اس کے کہ سوامی جی کی مرتیو کے بعد میکس مولر صاحب نے سنہ ۱۸۸۳ء میں ولایت کے پال مال گزٹ میں سوامی جی کی نسبت جو مضمون لکھا۔ اور پھر جسے میکس مولرز بایو گرافیکل ایسیز

Maxmuller's Biographical Essays :

نامی کتاب کے صفحہ ۱۷۰ سے ۱۸۰ تک پھر درج کرایا۔ اس میں سنہ پیدائش ۱۸۲۷ درج ہے۔ لیکن جب وہ مانتے ہیں کہ ان کی مرتیو ۵۹ سال کی عمر میں ۱۸۸۳ء میں ہوئی

تو یہ اُنیتی سال ۱۲۲۸؁ء خود بخود ثابت ہے۔ اور ۱۸۸۷ء کا درج ہونا محض سہو معلوم ہوتا ہے۔

اس طرح تمام ضروری ابتدائی حالات ایسے صاف ہیں۔ کہ اُن میں گنجائش غلط بیانی کی ہو نہیں سکتی۔ اگر انہوں نے کبھی اپنا یا اپنے پتا کا نام چھپایا۔ تو اس کی وجہ محض بطور ایک سچے سنیاسی کے اپنا فرض ادا کرنا تھا۔ سچا سنیاسی ایشور پردھان ہو کر ایشور اچھیا میں ہی پھرا کرتا ہے۔ وہی اس کا گھر۔ اس کا سچا پتا بھی اور رکھشک پتا ہوتا ہے۔ دنیاوی رشتہ اس کا کوئی قائم نہیں رہتا۔ سنیاسی ہو کر جنہوں نے دنیاوی تعلق کا ذرا بھی خیال رکھا۔ وہ عملاً سنیاس سے قطع تعلق کر بیٹھے۔ ان کی ایشور بھگتی دیگر اچھیا سے میں تبدیل ہوئی۔ اور وہ دنیاداروں کی طرح ذاتی تفکرات وغیرہ میں پھنس کر عمر بھر دُکھ اُٹھاتے رہے۔ چہ جائیکہ دوسروں کا دُکھ دور کر سکتے۔

آریہ ورت میں سچے سنیاسی ہمیشہ ایسے تعلقات کو نظر انداز کرتے رہے۔ اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔

سری پرکاش آتم جتی جی مصنف کی بابت اس کے فاضل ٹیکا کار نے یہ لکھا ہے۔

यतयः स्वकीय निबन्धेषु स्वदेश कालादिकं प्रायो नैव निरूपितवन्तः इति भगवतः श्री प्रकाशात्मयतेः स्वदेशकालौ सम्यक् न ज्ञायेते, तथाप्यनुमीयते बहिरारण्य समवात् पूर्णे तस्य स्थितिरासीदिति॥

(ترجمہ) سنیاسی لوگ اپنی پستکوں میں اپنے دیش اور جنم۔ سے کو اکثر ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ اس لیئے مہاتما پرکاش آتم جتی کا دیش کال نہیں جانا جاتا۔ لیکن پھر بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ وِدیا آرنیہ سوامی سے پہلے ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ جن جن مذہبی ہادیوں نے اپنے رشتہ داروں کے نام بتائے یا اُن سے تعلق رکھا۔ اُن کے مذہبوں میں مردم پرستی یا گورو پرستی کا مشرکانہ رواج قائم ہو گیا۔ جو باوجود کتنی ہی کوششوں کے بعد میں دور نہ ہو سکا۔ سوامی جی نے مت متانتروں کی تاریخ کا پورے غور سے مطالعہ کیا تھا۔ وہ مذہبی پیشواؤں کی کمزوریوں سے واقف تھے اور اس کھنوتی تعلیم اور اس کے مضر اخلاقی نتائج کو پیروان ویدک دھرم سے قطعی پرے رکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے بھی غالباً انہوں نے اپنے نام وغیرہ ظاہر کرنے سے گریز کیا۔ اور انہی جذبات کی پوری قدر اور عزت کرتے ہوئے لائق آریہ پتر امید ہے۔ ہمیشہ ہی خیال رکھیں گے۔ کہ کہیں یہ امور خاص نکتہ چینی و توجہ نہ پانے لگیں۔ نہ کسی آریہ کو کبھی ایسے مضمون کے متعلق غلط بیانیوں پر برافروختہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ فی الحقیقت سوامی دیانند کی شہرت اور عزت محض اس کی ذاتی قابلیت و دیانت سے ہی ہے۔ جسے خاندان یا جنم استھان وغیرہ کے متعلق بڑی سے بڑی غلط بیانیاں یا خود غرضوں کی گالیاں دور نہیں کر سکتیں +

چوتھی فصل

ابتدائی تعلیم اور سچے ویراگ کا ظہور

سمت ۱۸۸۵ سے سمت ۱۸۹۹ بکرمی

مُول شنکر کے پتا اور گھر کے دوسرے بزرگ ساکشر تھے۔ اس لئے اُسے گھر میں ہی تعلیم ملنی شروع ہوئی۔ پانچ برس کی عمر ہونے سے پہلے ہی اُسے دیوناگری اکشر سکھانے شروع ہو گئے۔ ماتا پتا اور بزرگ اُسے منتر۔ شلوک آدی اور ستھ سمرت یاد کراتے رہتے۔ آٹھویں برس (سمت ۱۸۸۸) میں یگیوپویت ہوا۔ گایتری سندھیا اپاسن کی ودھی سکھائی گئی۔ امبا شنکر جی سام ویدی برہمن تھے۔ تو بھی انہوں نے اپنے پتر کو اول رُدری اور پھر یجروید سنگھتا پڑھانی شروع کی۔ جو سمت ۱۸۹۴ یعنی چودھویں سال کی عمر تک اُسے حفظ ہو گئی۔ اس کے علاوہ کچھ ویدوں کا پاٹھ بھی پورا ہوا۔ اور شبد روپاولی آدی ویاکرن کے چھوٹے چھوٹے پستک بھی پڑھے گئے۔ اس طرح تعلیم عمدگی سے جاری رہی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پوجا پاٹ کی تعلیم بھی خاندان کے رواج کے مطابق ملتی رہی۔ سارا خاندان شیو مت کا پیرو تھا۔ اس لئے ہر وقت کے ذکر اذکار سے مُول شنکر کے دل پر اسی کے سنسکار پڑتے تھے۔ مُول شنکر کے دو بھائی اور دو بہن تھیں۔ گویا امبا شنکر جی کے پانچ سنتان تھے۔ مُول شنکر سب سے بڑا تھا۔ اس لئے ہی پتا کی خاص کر زور دار خواہش تھی۔ کہ وہ شیو مت میں پکا پربین ہو جاوے۔ اس مت کے متعلق برت رکھے۔ اور پارتھو پوجن یعنی مٹی کا شیولنگ بنا کر پوجا کرے۔ چنانچہ دسویں سال کی عمر سے مُول شنکر سادھارن طور پر ایسی پوجا کیا کرتا تھا۔ اور امبا شنکر جی مندر میں میل ملاپ۔ شیو پران کی کتھا آدی میں اُسے ساتھ لے جاتے اور ہر طرح یہ ذہن نشین کرتے تھے۔ کہ شیو کی پوجا سب سے سریشٹھ ہے۔ برت کے موقعہ پر گھر میں عموماً سختی ہوتی تھی۔ پتا زور دیتا تھا۔ کہ پتر بھوکا رہے۔ ماتا سمجھتی تھی۔ کہ چھوٹا بالک کہاں اس قابل ہے۔ کہ بھوک برداشت کر سکے۔ اس کشمکش میں لڑکا ۱۴ سال کا ہو گیا۔ ماگھ بدی ترئیودشی کو پتا نے حکم دیا۔ کہ کل تم کو اُپواس کرنا ہوگا (چترودشی کو شیو راتری کا تہوار کاٹھیاواڑ میں منایا جاتا ہے) بالک بیچارہ بھوکا رہنے کو بھاری مصیبت سمجھتا تھا۔ اُسے تیار نہ پاکر پتا نے اُسے کتھا کا مہاتم سنایا۔ جو مُول شنکر کو بہت بھایا۔ اور وہ برت رکھنے پر راضی ہو گیا۔ ماتا نے ہر چند کہا۔ کہ اسے تو سویرے سے ہی بھوک لگتی ہے۔ اس سے برت نہ ہو سکیگا۔ مگر پتا نے فیصلہ دیا۔ کہ کچھ ہی ہو پوجا ضرور کرنی چاہیئے۔ کُل کی ریت ہے۔

بالک مجھ کو رہنے کو ایک مصیبت سمجھتا ہے۔ ماتا ول میں دُکھ منا رہی ہے۔ اور اپنے پتی پرووش لگاتی ہے۔ کہ پُتر پر ظلم کر رہا ہے۔ لیکن پتا اپنی ضد پر قائم ہے۔ آہ! انہیں اس بات کی کیا خبر کہ ان کے گھر کی یہ کشمکش کل ورش نہیں۔ بلکہ کل دنیا کی کایا پلٹنے کی بنیاد ڈال رہی ہے۔

شیوراتری کا دن آیا۔ مول شنکر نے برت کا دُکھ اٹھایا۔ پتا نے اُسے پوجا کا طریق سکھایا اور اُسے جاگرن میں شامل کر دیا۔ بھگت لوگ موروی کے باہر کے شوالے میں کثرت سے اکٹھے ہو گئے۔ پہلے پہر کی پوجا پوری ہوئی۔ پھر دوسرے پہر کی پوجا کی گئی۔ ۱۲ بج گئے۔ نیند بھگتوں پر غلبہ پانے لگی۔ سب سے پہلے پتا شنکر جی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ باقی لوگ بھی ایک ایک کر کے لیٹ گئے۔ پجاری بھی باہر جا کر دراز ہو گئے۔ سنسان رات۔ آدھی رات کا سماں۔ مندر میں چراغ جل رہا ہے۔ بھگت جن سب نیند کے متوالے بن رہے ہیں۔ ہاں صرف ہو دے مول شنکر شیو کی مورتی کے سامنے بیٹھا ہے۔ نیند کا حملہ اُس پر بھی ہو رہا ہے۔ لیکن دڑھ بشواسی بالک سمجھتا ہے۔ کہ سو گیا تو سارا پھل شیوراتری کا مارا جائیگا۔ اس لئے وہ ان حملوں کا جواب پانی کے چھینٹے آنکھ پر مار کر دے رہا ہے۔ اس مضبوط وشواس پر الشور دیا کرتے ہیں۔ اور نہ کیول وہ نیند پر غلبہ پاتا اور آنکھوں کو کھلا رکھنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ بلکہ ایک وچیتر گھٹنا اس کے آتما میں بھی جاگرتی پیدا کرتی اور اندرونی آنکھوں کو پرکاش دلاتی ہے۔ داناؤں کا مقولہ ہے۔ کہ سادھارن پُرشوں کے سامنے نیچر کی کھلی کتاب محض نکمی ہے۔ ان کا جیون حیوانوں کے مشابہ ہے۔ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ سُنتے ہوئے نہیں سُنتے وغیرہ۔ مطلب یہ کہ ایسے پُرش کسی اصل تک نہیں پہونچتے۔ لیکن اسا دھارن پُرش معمولی سے واقعہ کو بھی اپنی عقل سے غیر معمولی طور پر مفید بناتے اور اس سے رہنمائی پاتے ہیں۔ اسی کی مثال آج ماگھ بدی چتردشی سمت ۱۸۹۴ کو رات کے ۱۲ بجے موروی کے شوالہ میں مل رہی ہے۔

مول شنکر بیٹھا نیند سے یدھ کر رہا تھا۔ کہ ایک چمتکار اُس نے دیکھا۔ ایک چوہا دوڑتا آیا۔ شیو کی مورتی پر چڑھ گیا۔ کبھی ادھر کبھی اُدھر پھرتا اور چڑھاوے کی چیز کو کھاتا۔ بالک مول شنکر چونک پڑتا ہے۔ کہ ہیں! کیا یہ وہی مہادیو ہے جس کی کتھا سُنی تھی۔ وہ تو انسان کی طرح دیوتا ہے۔ بیل پر سوار۔ رُنڈ مال گلے میں۔ ترشول ہاتھ میں۔ وہ تو ڈمرو بجاتا۔ ور شاپ دیتا۔ اور کیلاش کا سوامی ہے۔ کیا یہ بُت کبھی پار برہم ہو سکتا ہے۔ کہاں وہ باشوکت استر سے بڑے بڑے دیتوں کو مارنے والا شیو جی۔ اور کہاں یہ پتھر کی مورتی جو چھوٹے سے چوہے کو بھی بھگا نہ سکے۔

فوراً والد کو جگایا۔ اور اُسے اپنا شنکا کہہ سُنایا۔ پتا کو کچھ کرودھ آیا۔ اور لال سُرخ ہو کر اُس نے اُسے دبایا۔ کہ تیری ترک بدھی بڑی خراب ہے۔ تو یہ سوال کیوں کرتا ہے۔

مُول شنکر کہتا ہے اس لئے کہ کتھا والا مہادیو تو چیتن تھا۔ وہ چوہے کو کب اپنے اوپر چڑھنے اور اپنے آپ کو خراب و آلودہ کرنے دیتے۔ جس مہادیو کو پرانوں میں پار برہم کہا۔ وہ یہ مندر کا جڑ مہادیو نہیں ہو سکتا۔ جو اتنی درو شن ہونے پر بھی چوہے کے آگے سر تک نہیں ہلاتا۔ مجھے نتیجہ یہ ہے۔ کہ اس مورتی سے چیتن سرب شکتی مان ایشور کے گن ظاہر ہونے ممکن نہیں۔

پتا نے سمجھایا۔ کہ کیلاش والے مہادیو کی مورتی بنا اس کا آواہن کر پوجا کرتے ہیں۔ کیونکہ کلجگ میں اس کا ساکھشات (ظاہر) درشن نہیں ہوتا۔ ان مورتی میں مہادیو کی بھاونا کر کے پوجا کریں تو کیلاش والا مہادیو ایسا پرسن ہوتا ہے کہ گویا وہ خود یہاں موجود ہے۔ اور اسی کی پوجا ہو رہی ہے۔ تیری دلیل بالکل بہت خراب ہے۔ یہ تو کیول دیوتا کی مورتی ہے۔ اس طرح کے اپدیش سے اب مُول شنکر کی تسلی مشکل ہو چکی تھی۔ وہ اس سوچ میں پڑ گیا۔ کہ مہادیو کو ساکھشات دیکھوں تو حقیقت کھلے۔ آنریبل سر سید احمد خاں صاحب نے سوامی جی کے اس موقع کی بابت لکھا ہے۔ کہ اگر الہام نہیں تھا۔ تو کیا تھا۔ جس نے سوامی دیانند سرسوتی کے دل کو مورتی پوجا سے پھیرا۔ ہندوؤں کے ویدوں کے ان مقامات کو دیکھو۔ جہاں اس جیوتی سروپ نرنکار کی وحدانیت اور اس کی صفات کو بیان کیا ہے (تہذیب الاخلاق ۱۲۹۶ھ صفحہ ۱۴۱ سے ۱۵۰) تھوڑی دیر بعد بھوک اور تھکان سے ضعف محسوس کر کے مول شنکر نے گھر جانے کی اجازت مانگی جو اسے مل گئی۔ وہ ایک سپاہی کے ہمراہ گھر روانہ کیا گیا۔ اس تاکید کے ساتھ کہ کھانا ہرگز نہ کھانا۔ لیکن جب گھر پہنچنے پر ماتا سے بھوک کا ذکر ہوا۔ تو اس نے یہ کہہ کر کہ میں تو پہلے ہی جانتی تھی۔ تم سے بھوک نہ سہاری جائیگی۔ فوراً مٹھائی دی جسے کھا کر بارہ بجے کے بعد بالک سو گیا اور صبح آٹھ بجے اُٹھا۔ پتا نے جب صبح کو مٹھائی کا ذکر سنا۔ تو غصے ہوا۔ لیکن مول شنکر کی شردھا سچ پوچھو تو مورتی پوجا سے بالکل اُٹھ چکی تھی۔ اس نے چچا اور ماتا کی معرفت پتا پر بخوبی واضح کیا کہ ایسے اُپواسوں سے تعلیم کا سخت ہرج ہے۔ چنانچہ پتا شانت ہو گئے۔ اور مول شنکر طبیعت کو یکسو کر کے تعلیم میں خوب ترقی کرنے لگا۔ ایک پنڈت سے نگھنٹو نرکت۔ پورو میمانسا آدی اور کرم کانڈ وسٹے کے ادھیک پڑھتا رہا۔

اس واقعہ کے دو برس بعد ایک اور گھٹنا نے مول شنکر کے دل کو چوٹ لگائی۔ ایک رات وہ اور پریوار کے اور آدمی ایک جلسے میں گئے تھے۔ کہ اچانک نوکر نے آکر خبر دی کہ بڑی لڑکی یعنی مول شنکر کی ۱۴ سالہ بہن کو ہیضہ ہو گیا۔ سب دوڑے آئے وید بلائے۔ علاج ہوا۔ مگر لا حاصل۔ ۴ گھنٹے میں مریضہ چل بسی۔ مول شنکر بچھونے کے پاس دیوار کا آسرا لئے کھڑا پہلی مرتبہ انسانی موت کا نظارہ دیکھتا ہے۔ دل کو

سخت صدمہ لگتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ سب کو اسی طرح مرنا ہے۔ میں بھی ایک دن مرجاؤنگا۔ سنسار میں کوئی پرانی موت سے بچ نہیں سکتا۔ کاش کہ ایسا اُپائے معلوم ہو کہ جنم مرن روپی دُکھ سے چھوٹ کر موکش کی پراپتی ہو۔

رونا چونکہ اپنے پتر کی آنکھ سے آنسو تک گرتا نہ دیکھ کر اُسے پتھر دل کہتا تھا۔ ماں بھی یہی فتوے دیتی تھی اور جب دیش چال کے مطابق رونے کے چار پانچ موقعے گذر گئے اور مول شنکر نہ رویا۔ تو سب اُسے دھتکار کرنے لگے۔ لیکن کسی امر کا اس کے دل پر اثر نہ ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے ہی وچار میں غمگین تھا۔ کہ ظالم موت کے پنجے سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ یقیناً ایک دن اس دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس وقت کونسا ہتھیار کہاں ڈھونڈتا پھرونگا۔ اس دُکھ کی اوشدھی کے لئے یا حصول نجات کے لئے کس پر بھروسہ کرونگا۔ بہتر یہی ہے۔ کہ ابھی سے اُس اوشدھی کی تلاش کروں۔ جس سے سارے دُکھ دور ہو جاویں۔ الغرض ان خیالات نے سچے ویراگ کی مضبوطی سے اس کے دل میں بنیاد ڈال دی۔ گو ظاہرا وہ پڑھائی میں مصروف رہا۔ لیکن دل سنسار سے ہٹ چکا تھا۔

۱۹ سال کی عمر میں یعنی سمت ۱۸۹۹ میں تیسری بار قدرت نے اپنا کرشمہ دکھا کر مول شنکر کو اُس کے اصلی مشن پر آگے بڑھا دیا۔ اس کا دھرماتما چچا جو اس سے بدرجہ غایت پریم کرتا تھا۔ مرض ہیضہ میں مبتلا ہو گیا۔ مرتے وقت اُس نے اُسے پاس بلایا۔ اور دیکھتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ چچا کے آنسو بہتے دیکھ کر بھتیجے کا بھی دل بھر آیا۔ اور وہ اتنا رویا کہ آنکھیں پھول گئیں۔ وہ پھر محسوس کرنے لگا۔ کہ چچا کی مانند ایک دن میں بھی مرنے والا ہوں۔

اس واقعہ نے دُنیا سے دل کو قطعی اُچاٹ کر دیا۔ جو دوست ملتا ہے۔ جس وِدوان سے سنگت ہوتی ہے۔ اُسی سے وہ امر ہونے کا نسخہ پوچھتا ہے۔

پیارے پاٹھک گن! دُنیا کے کروڑوں انسانوں میں سے کون ایسا ہے۔ جس نے بتوں کی دُردشا نہ دیکھی یا سنی ہو۔ آہ! مندر گرائے گئے مورتیاں توڑی گئیں۔ چوروں نے انہیں تنگ بہت کیا۔ زیور اُتار لئے۔ کپڑے پھاڑ دئے۔ وہ بیچاری بے حس و حرکت پڑی رہیں۔ محمود جیسے بت شکن نے سومناتھ جیسی پرسدھ مورتی کو توڑ پھوڑ دیا۔ لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ مسلمان بت پرستی کے خلاف ہوتے ہوئے بھی سنگ اسود کے پجاری رہے۔ جنابیہ فرقہ کے بانی ابوسعید جنابی کے پسر ابوطاہر سلیمان نے مکہ معظمہ میں مسجد الحرام کے اندر ہر طرح کی خرابی کو روا رکھا۔ آخر حجر اسود کو اکھڑوا کر اپنے پایہ تخت ہجر کو لے گیا۔ اور وہاں سنڈا اسول میں اُسے ڈلوایا۔ اپنے پاس رکھا۔ مسلمانوں نے اُسے دیکھا۔ اسلامی تاریخ میں سب کچھ پڑھا

لیکن کیا مجال کہ کسی کی عقل جنبش کھا سکے۔ اور وہ اس خرابی کے اوپر وچار کر کے اس سے بچنے کا یتن کرے۔ یہ محض مول شنکر کا ہی حصہ تھا۔ کہ شیو کی مورتی پر چوہے کو دوڑتا دیکھ کر اپنی ضعیف الاعتقادی کی پڑتال کرے۔ ہم روز پشو پنچھیوں کو چھوڑ شخصوں کو۔ شخصوں میں بھی بڑے بڑے دولتمند طاقتور۔ حکمران بلکہ بادشاہوں اور شہنشاہوں کو موت کے پنجے میں بے بس اور بے کس ہو کر پڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ تواریخ میں ان گنت بیشمار راجوں تک کے اسار سنسار کو تیاگنے کا ذکر پڑھتے ہیں۔ لیکن کوئی نظارہ ہمارے پتھر دل کو چوٹ لگا۔ ہمیں پاپ اور وشئے بھوگ سے روک نہیں سکتا۔ یہ کیول مول شنکر کی ہی وچترتا ہے۔ کہ بہن اور چچا کی موت کا نظارہ دیکھتے ہی مرتیو کو فتح کرنے کا سکیم سوچنے میں محو ہو جاتا ہے۔

نیوٹن کی شہرت آج دنیا میں ہے۔ کہ سیب کو گرتا دیکھ کر وہ ایک خاص دھن میں لگ گیا اور آخر کشش ثقل کا مسئلہ دریافت کر سکا۔ اس سے بھی بڑھ کر شہرت ہمبولٹ پایا ہے کہ اس نے دریا پہاڑ وغیرہ قدرتی نظاروں کی حقیقت معلوم کرنے کو دور دور زمین کا چکر لگایا۔ اسی طرح اور سب محقق لوگ قابل تحسین و آفرین ہیں۔ لیکن اگر ان غیر معمولی شخصیتوں کے درمیان مقابلتہً بڑائی اور فضیلت کا فیصلہ دینے کو کوئی لائن کھینچی جا سکتی ہے۔ تو وہ کیول ان سوالوں یا ان کاموں کی نسبتاً بڑائی پر منحصر ہو سکتی ہے۔ جن کے حل یا تکمیل کرنے میں انہوں نے اپنے جیون کو لگایا۔ اس لحاظ سے کولمبس کا بحر ظلمات کے بھولے ہوئے پاتال دیش کو دریافت کرنا یا نیوٹن کا کشش ثقل کا مسئلہ جاننا انسانوں کے اصلی دکھ کی نورتی کے سوال کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔

سکندر جیسا مشہور با نصیب تاجدار موت کے وقت دنیا کو خالی ہاتھ دکھاتا ہوا اپنی ناکامی کا ثبوت دیتا ہے۔ محمود جیسا حملہ آور موت کے آگے ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اپنی دولت کو دیکھ دست تاسف ملتا زار زار روتا اور آنکھ بھر کر خزانوں کے دیکھنے کی بھی مہلت نہیں پاتا۔ خدا کا اکلوتا بیٹا ہونے کا دعویدار مسیح بھی رو رو کر جان دیتا اور موت کے دکھ سے بچنے میں بے بس ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ انسان سمندر کے پیٹ میں سرنگیں نکالنے اور ہزاروں ٹنوں کے وزنی جہازوں کے غرق کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ دشمنوں کی لاکھوں کروڑوں کی فوج کو تہ تیغ کرنے کے سامان ڈھونڈ نکالے لیکن جس دشمن کا ہمیشہ ہر ایک کو خوف لگ رہا ہے۔ وہ طاقتور دشمن جس کا مقابلہ کرنے کا ساہس کسی کو ہو نہیں سکتا۔ اس کو قابو میں کرنے کا کیا اپائے ہو سکتا ہے یہ مہان سوال کھٹکتا ہے تو مول شنکر کے دل میں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شخصیت آیندہ زمانے میں وہ کچھ کر دکھانے کو ہے۔ جس کا خواب تک بھی نیوٹن یا کولمبس۔ نپولین یا سکندر جیسوں کو خیال نہیں آ سکتا۔

پانچویں فصل

گرہستیاگ۔ سمت ۱۸۹۹ سے سمت ۱۹۰۳

بہن اور چچا کی موت کے نظارے نے دل میں سچا ویراگ پیدا کیا۔ تو مول شنکر اپنے متروں اور ودوان پنڈتوں سے امر ہونے کا نسخہ پوچھنے لگا۔ انہوں نے یوگ ابھیاس کو کہا۔ جس پر اُسے گھر سے نکل جانے کی فکر ہوئی۔ والدین کو اس کے متروں سے معلوم ہوا۔ کہ اسے گرہ آشرم اچھا نہیں لگتا۔ انہوں نے یہ سوچا کہ جیسے بنے جلدی سے اسے بیاہ کی زنجیروں سے جکڑ دیا جاوے۔ مگر مول شنکر نے اپنے دوستوں کی سفارش سے اُس سال کے لئے یہ تجویز ملتوی کرالی۔ اور بیسویں سال کی عمر میں یعنی سمت ۱۹۰۰ بکرمی کے ہوتے ہی اُس نے پتا سے کاشی بھیجا جانے کے لئے کہنا شروع کیا۔ تاکہ ویاکرن جیوتش اور وید کی گرنتھ پڑھ آوے۔ اسے والدین نے نامنظور کیا۔ کہ یہاں ہی جو پڑھنا ہو پڑھو۔ اور جو کچھ پڑھ چکے ہو وہی کافی ہے۔ اگلے سال تو تمہارا بیاہ ہو جاتا ہے کیونکہ لڑکی کا والد زیادہ دیر التوا نہیں کر سکتا۔ مول شنکر اصرار کرتا رہا کہ جب تک کاشی سے اچھا ودوان نہ ہو آؤں۔ بیاہ ہونا ٹھیک نہیں۔ مگر اس سے ماتا بھی اس کے مخالف ہو گئی۔ کہ بس اب جلدی بیاہ کرینگے۔ مجبوراً مول شنکر خاموش رہا۔ بعدیں پتا نے اُسے زمینداری کا کام دینا چاہا۔ مگر وہ اسے کب منظور کر سکتا تھا۔ ہاں اُس نے یہ سکیم پیش کر دی۔ کہ کاشی نہیں بھیجتے۔ تو یہاں سے تین کوس پر فلاں گاؤں میں جو بڑے مشہور پنڈت رہتے ہیں۔ مجھے اُن کے ہی پاس بھیج دیجئے۔ وہاں ہماری زمینداری بھی ہے۔ یہ تجویز منظور ہوئی۔ اور مول شنکر وہاں پڑھتا رہا۔ مگر اتفاقاً وہاں اُس نے شادی کے متعلق اپنی دلی نفرت کا ذکر کر دیا۔ جس کا والدین کو پتہ لگا۔ اور انہوں نے اُسے واپس بلا لیا۔ گھر آکر بیاہ کی تیاریاں دیکھ مول شنکر چکت سا رہ گیا۔ اب حالت یہ تھی کہ گھر کے دونوں فریقوں کی کوشش ایک دوسرے کے خلاف ہو رہی تھی۔ والدین مول شنکر کو گرہستی بنانا چاہتے تھے۔ اور وہ ان بندھنوں سے جوں توں بچ کر کے اپنی مطلوبہ دائمی راحت کا اُپائے سوچتا تھا۔ بیاسہ جیٹھ میں بیاہ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ ادھر اس کا دل بھی گھر سے رہائی پانے کا

قطعی فیصلہ کر بیٹھے۔ چنانچہ سمت ۱۹۰۳ میں (اپنے بائیسویں سال کے آغاز میں) ایک دفعہ سر شام بلا اطلاع گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور مشہور راستوں و واقفیت والے گاؤں سے بچتا ہوا سفر کرتا رہا۔ پہلی رات کو آٹھ میل پر ایک گاؤں کے نزدیک ڈیرا کیا دوسرے دن شام تک ۳۰ میل چلا اور ایک گاؤں میں ہنومان کے مندر میں ٹھہرا۔ تیسرے روز ایک جگہ ایک سرکاری ملازم سے سنا۔ کہ یہاں بہت سے سوار پیدل فلاں شخص کے بیٹے کو جو گھر سے بھاگا ہوا ہے۔ کھوجتے آئے تھے۔ یہ سن کر وہ آگے چل دیا۔ راستے میں ایک بیراگی ٹولے نے ایک ٹھوری جما رکھی تھی۔ مول شنکر سے نوک کے دوران میں ایک نے چڑا کر کہا۔ کہ ہاتھ میں سونے کی انگوٹھیاں ڈال کر ویراگ کی سدھی کس طرح ہو سکتی ہے۔ یہ سن کر روپیے اور انگوٹھی آدی زیور ٹھوری کے سمرپن کر مول شنکر آگے چل دیا۔

احمد آباد سوروی ریلوے کے سٹیشن سولی سے ۴ کوس اور آریہ سماج قصبہ لان پور سے ۱۱ کوس پر ایک سائلے گاؤں ہے۔ اس کے لالہ بھگت نام استھان میں بہت سادھو جمع تھے۔ مول شنکر وہاں پہنچا۔ ایک برہمچاری نے اسے برہمچاری کی دیکشا دی۔ اس کا نام شدھ چیتن برہمچاری رکھا۔ اور بھگوے کپڑے پہنوا! تونبا ہاتھ میں دیا۔ اب (مول شنکر) شدھ چیتن نام رکھا۔ اس گروہ میں شامل ہے۔ اور یوگ کا ابھیاس کرتا ہے۔ پرنتو برہم چال کے سنسکار ابھی باقی ہیں۔ ایک رات ایک برگد کے نیچے ابھیاس کرتے ہوئے اور کسی پنچھی کی گھوگھو سے بھیجے مانا اور مندر میں واپس آ گیا۔ یہاں سے احمد آباد گجرات کے متصل کوٹھ کانگڑہ نامی چھوٹے سے راج گاؤں میں آیا۔ بہت بیراگی جمع تھے۔ ایک رانی بھی ان کے پھندے میں پھنسی ہوئی تھی۔ شدھ چیتن کے گیروے کپڑوں پر ان بیراگیوں نے ٹھٹھہ کیا۔ اور اسے اپنے دام تزویر میں پھنسانا چاہا۔ وہ ان کے پھندے میں تو نہ آیا۔ ہاں ریشمی کنارے کی دھوتیاں اس نے بھی پھینک دیں۔ اور جو تین روپے پاس تھے۔ ان سے سادہ دھوتیاں خرید لیں۔ وہاں تین مہینے قیام رہا۔ بعد میں سدھ پور کے میلہ کارتک کا ذکر سنکر ادھر چل دیا۔ کہ کوئی تو یوگی امر ہونے کا مارگ بتانے والا ملیگا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ پاس کے گاؤں کا رہنے والا ایک بیراگی ملا۔ جو اس کے خاندان سے واقف تھا۔ دونوں کا دل اس وقت بھر آیا۔ شدھ چیتن برہمچاری کی اس وقت تک کی سرگزشت سنکر پہلے تو وہ بیراگی ہنسا۔ پھر اس کے گھر چھوڑ دینے پر اسے دھتکارا۔ اس کے بعد شدھ چیتن سدھ پور پہنچا۔ یہاں سرستی ندی کے کنارے کارتک کا میلہ لگتا ہے۔

نیل کنٹھ مہادیو کے استھان میں ڈنڈی سوامی اور کچھ برہمچاری اترے تھے۔ یہ بھی وہیں جا ٹھہرا۔ اس میلے میں ان کے اور آنے والے ہر مہاتما پنڈت کے ست سنگ بارتالاپ آدی سے لابھ اٹھانے میں مصروف رہا۔

ادھر گھر کے آدمی تلاش کر کے نراش ہو چکے تھے۔ کہ اُس کو کھٹہ کا نزدیک رہنے والے بیراگی نے موروی میں امبا شنکر کو پتر بھیج کر اطلاع دی۔ کہ تمہارا لڑکا اس بھیس میں مجھے ملا۔ اور اب وہ سدھ پور کے میلے پر گیا ہے۔ یہ سنتے ہی امبا شنکر جی معہ چار سپاہیوں کے سدھ پور پہونچے۔ اور بعد تلاش ایک دن علے الصباح یہ ساری پارٹی شدھ چیتن کے سامنے اُسی شوالہ میں آکھڑی ہوئی۔ پتا کی کرودھ اوستھا دیکھ کر چیتن آنکھ اُس کی طرف نہیں کر سکتا تھا۔ سر جھکائے سخت سُست باتیں اور لعن طعن سُن رہا تھا۔ کہ تو نے خاندان کو کلنک لگایا۔ اور بدنام کر دیا وغیرہ۔ شدھ چیتن پر دہشت طاری تھی۔ اس نے پتا کے پاؤں پکڑ کر عرض کی۔ کہ میں دھورت لوگوں کے بہکانے سے چلا آیا۔ اور بہت دُکھ پایا۔ غصہ تھما کیجئے۔ میں خود گھر آنے کو ہی تھا۔ اچھا ہوا جو آپ آگئے۔ میں بخوشی آپ کے ساتھ گھر واپس چلونگا۔ اس پر پتا نے جھپٹ کر اُس کا کُرتہ پھاڑ دیا۔ تُونبا چھین کر زمین پر پٹک دیا۔ سخت الفاظ بولتے ہوئے کہا۔ تو اپنی ماتا کی ہتیا کیا چاہتا ہے۔ لڑکے نے واپس جانے کا اقرار کیا۔ مگر پتا نے اعتبار نہ کیا۔ سپاہی اس کے ساتھ کر دیئے کہ یہ ذرا سی بھی ایک دم بھی اکیلا نہ رہے۔ رات کو بھی اس پر پہرہ رکھو۔ پتا کی بے اعتباری حق بجانب تھی۔ کیونکہ لڑکا موقعہ پاکر بھاگ جانے کے ارادہ میں ایسا ہی مضبوط تھا۔ جیسا باپ اُسے گھر لیجانے کی دُھن میں سرگرم تھا۔

حسن اتفاق سے تین بجے کے بعد پہرہ والا بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ مُول شنکر ایسے ہی موقعہ کی تاڑ میں تھا۔ پیشاب کے بہانے فوراً نکل آیا۔ اور آدھ کوس دُور ایک مندر کی چوٹی پر بڑے درخت کے سہارے چڑھ گیا۔ لوٹا جل کا ساتھ رکھ چھپ گیا۔ اور انتظار کرتا رہا۔ کہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ سپاہی لوگ آئے۔ جہاں تہاں پوچھتے رہے۔ مندر کے اندر باہر احتیاط سے ڈھونڈھا کئے اور آخر مایوس واپس لوٹے تو بھی مُول شنکر اُسی طرح دم روکے بھوکا بیٹھا رہا۔ سر شام سات بجے اس کمین گاہ سے اُتر دو کوس دُور ایک گاؤں میں جا ٹھہرا۔ اور صبح کو آگے چلدیا۔ یہ آخری ملاقات اپنے گھر والوں کی تھی۔ جو مُول شنکر نے کی۔

چھٹی فصل

یوگ اور ستیہ ودیا کی تلاش سمت ۱۹۰۳ سے ۱۹۱۲ تک

مُول شنکر اب احمد آباد سے ہوتا ہوا بڑودہ آٹھہرا۔ برہمچاریوں اور سنیاسیوں سے ویدانت وشے پر باتیں ہوئیں۔ برہمانند آدی برہمچاری و سنیاسیوں نے اُسے

جیو برہم کی ایکتا کا نشچے کرا دیا۔ یہاں بنارس کی رہنے والی ایک بائی سے سنا۔ کہ نربدا تٹ پر ایک بڑی سبھا ہونے والی ہے۔ یہ وہاں پہونچا۔ ایک سچدانند پرمہنس سے شاستروں کے مختلف علمی مضامین پر گفتگو ہوئی۔ پرمہنس جی نے پتہ دیا۔ کہ آجکل نربدا تٹ پر واقعہ چانڈ ود کنیالی میں بڑے اُتم ودوان برہمچاری اور سنیاسیوں کی منڈلی ہے۔ چنانچہ یہاں آکر پہلے پہل چت دیکھشت ودوانوں۔ چد آشرم آدی سنیاسیوں اور برہمچاری پنڈتوں سے مل کر اسے بہت خوشی ہوئی۔ خاص کر پرمانند نامی پرمہنس کا شاگرد بن کر کئی مہینے اُن کے ساتھ رہا۔ اور ویدانت سار آریہ ہری میڈی توٹک۔ آریہ ہری ہر توٹک۔ ویدانت پری بھاشا آدی اور فلسفہ کی کتابیں اچھی طرح پڑھیں۔

اس زمانے میں مول شنکر نے محسوس کیا۔ کہ خود کھانا بنانے سے پڑھائی کے کام میں بڑا ہرج ہوتا ہے۔ ساتھ ہی گھر والے نام سے ہی مشہور رہنے کے کارن اندیشہ تھا۔ کہ کسی وقت گھر والوں سے پکڑا جاؤنگا۔ اور سب پڑھائی چھوٹ جاویگی خیال آیا۔ کہ یدی سنیاس آشرم میں داخل ہو جاؤں تو دونوں دقتیں دور ہو نگی۔ چنانچہ اپنے متر ایک دکھشنی پنڈت سے چد آشرم سوامی کو سنیاس کی دیکھشا کے لئے کہلوایا مگر یہ مہاراشٹر سنیاسی پرم دیکھشت تھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ کہ ایک تازہ نوجوان کو میں سنیاس نہیں دے سکتا۔ مول شنکر اپنے ارادے کا پکا تھا۔ اس نے ڈیڑھ سال اسی تدبیر پر نربدا تٹ پر گذارا۔ حتے کہ جب وہ چوبیس سال دو ماہ کا ہوا۔ تو دکن سے ایک ڈنڈی سوامی اور ایک برہمچاری بستی چانود سے دو میل دور کے ایک مکان میں جو جنگل میں تھا۔ آ ٹھہرے۔ ان کے پاس اپنے دکھشنی متر سمیت مول شنکر گیا بات چیت پر معلوم ہوا۔ کہ وہ ودیا میں نہایت پروین ہیں۔ دکھشنی پنڈت نے بڑی نمرتا سے سفارش کرکے کہا۔ کہ یہ ودیارتھی بڑا سوشیل اور برہم ودیا پڑھنے کا اتینت ابھلاشی ہے۔ رسوئی بنانے آدی کے کھیڑے سے پڑھائی میں بڑا ہرج محسوس کرتا ہے۔ آپ اسے چوتھے آشرم کا سنیاس دیدیجئے۔ سنیاسی پورنانند سرسوتی جی نے سنکوچ کیا۔ کہ یہ نوجوان ہے۔ لیکن بہت کہنے سننے پر فرمایا۔ کہ ہم مہاراشٹر ہیں۔ اسے کسی گجراتی سنیاسی سے دیکھشا دلوایئے۔ دکھشنی مہاشے بولے۔ کہ مہاراشٹر سنیاسی تو گوڑوں کو بھی سنیاس دیتے ہیں۔ جو پنچ دراوڑوں سے باہر ہیں۔ یہ برہمچاری تو پنچ دراوڑوں میں شامل گورجر یعنی گجراتی ہے۔ تب انہوں نے مان کر مول شنکر کو سنیاس دے کر اس کا نام دیانند سرسوتی رکھا۔ سوامی پورنانند جی شنکر اچاریہ کے دکھن والے شرنگیری مٹھ سے دوارکا جانے کی اچھیا سے آئے تھے۔ اس لئے کچھ کال پیچھے کو برہم ودیا کے پٹک پڑھانے کے بعد دوارکا چلے گئے۔ مول شنکر یا شدھ چیتن برہمچاری یا اب یوں کہو۔ کہ سوامی دیانند اس وقت بیاس آشرم میں چلے گئے۔ کہ سوامی یوگانند جی سے جو لوگ ودیا میں کامل تھے

یہ ودّیا سیکھیں۔ چنانچہ یہاں سب ابتدائی کتابیں یوگ کی اچھی طرح پڑھیں۔ پھر چتوڑیا چھنوڑ گئے۔ کرشن شاستری جیت بادان دکشنی برہمن سے ویاکرن کا ابھیاس کر کے چانڈود کنیالی میں واپس آ گئے۔ اور کچھ مدت ٹھہر کر راج گورو سے وید پڑھے۔ پھر کچھ دن بعد جوالانند پوری اور شوانند گری دو یوگی ملے۔ جن کے ساتھ یوگ کا سادھن اور انگا بار یوگ شاستروں میں چرچا رہا۔ دونوں یوگی احمد آباد چلے گئے۔ اور کہہ گئے۔ کہ دیانند جی! آپ ایک مہینے کے بعد وہاں آ جاویں اور ہمیں ندی کے اوپر دودھیشور مہادیو میں ملیں۔ تب آپ کو یوگ سادھن کی باریکیاں اور اس کا سب طریقہ اچھی طرح سمجھا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سوامی دیانند وہاں پہنچے اور پورن یوگ کی باریکیاں اور سادھن کر کے جان کر نہال ہو گئے۔ اس کے بعد ذکر سنتے سنتے اُتم یوگیوں کی تلاش میں سوامی جی آبو پہاڑ پر پہنچے۔ اور تلاش کرتے ہوئے اربدا بھوانی گری نامی چوٹی اور اور جنگلوں پر ان سے بھی زیادہ عالم فاضل یوگیوں کو ملے اور خاص خاص باریکیاں یوگ سادھن کی حاصل کیں۔

سمت ۱۹۱۱ بکرمی تک ایسے ہی سوامی جی مختلف مقامات میں پھرتے ودوانوں یوگیوں سے ودیا اور روحانی اور جسمانی ترقی کے سادھن حاصل کرتے رہے۔ پھر بعمر تئیس سال اپریل ۱۸۵۵ء (سمت ۱۹۱۲) ہردوار کمبھ پر جا رہے۔ یہاں یوگی تپسوی سادھو سنیاسیوں سے ملتے رہے۔ پھر چنڈی کے پہاڑ کے جنگل میں یوگا بھیاس کرتے رہے۔ میلہ کے بعد آپ رشی کیش گئے۔ اور سنیاسی یوگی مہاتماؤں سے یوگ کی ریتی سیکھتے رہے۔ پھر کچھ دن اکیلے یہاں رہے۔ ایک برہمچاری اور دو پہاڑی سادھو اُن سے اور آ ملے۔ سب مل کر ٹیہری گئے۔ یہ سادھو اور پنڈتوں سے بھرپور اور مشہور تھا۔ ایک برہمن نے یہاں ایک دن سوامی جی کی ضیافت کی۔ اور وہ معہ برہمچاری کے وقت مقررہ پر بلاوا آنے پر اس کے ہاں گئے۔ کیا دیکھا کہ ایک پنڈت ماس کاٹتا اور بنا رہا ہے۔ آگے بڑھے۔ تو بہت اور پنڈتوں کو ماس ہڈیوں کے ڈھیر اور کٹے ہوئے سروں پر کام کرتے پایا۔ اتنے میں مالک نے بڑے چاؤ سے بھیتر آنے کو کہا۔ مگر سوامی جی یہ کہتے ہوئے واپس لوٹے کہ آپ اپنا کام کرتے جایئے۔ میرے لئے کشٹ نہ کیجئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ماس بھکشی پنڈت انہیں بلانے آیا۔ اور کہنے لگا۔ یہ سب اُتم بھوجن کیول آپ کے لئے ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ یہ سب فضول ہے۔ تم ماس کھاتے ہو۔ لیکن میرے لائق کیول پھل آدی ہیں۔ ماس کے تو درشن سے ہی مجھے روگ ہو جاتا ہے۔ یدی میرا نیوتہ کرنا ہی ہے تو کچھ ان اور پھل بھیج دو۔ میرا برہمچاری بھوجن بنا لیگا۔ پنڈت اسے منظور کر اور شرمندہ ہو کر لوٹ گیا۔

سوامی جی یہاں کچھ دن اور ٹھہرے اور بعض کتابوں کی نسبت اُس پنڈت سے پوچھتے اور طرح پتہ لیتے رہے۔ کہ اس نگر میں یہ کہاں سے ملیں گی۔ پنڈت نے سنسکرت ویاکرن۔ کوش۔ جیوتش۔ تنترادی کا نام لیا۔ ان میں سے تنتر گرنتھ سوامی جی

نے پہلے نہیں دیکھے۔ وہ پنڈت سے منگوائے۔ لیکن ان کے کھولتے ہی ایسی فحش باتوں اور گندی عبارتوں پر نظر پڑی۔ کہ دل کانپ گیا۔ لکھا تھا کہ ماں بہن۔ بیٹی۔ بہو بیٹی چماری سے بھوگ۔ مدہ مانس مچھلی۔ مدرا پیتی۔ ادہر بہن۔ سے چنڈال تک ایک ہی جگہ بھوجن کرنا سب جائز ہے۔ پنچ مکار یعنی مدھ ماس مدرا آدی سے موکش ملتی ہے۔ وغیرہ۔ ٹیہری سے شری نگر اور کدار گھاٹ پر ایک مندر میں سوامی جی ٹھہرے۔ جب کبھی پنڈتوں سے وچار ہوتا وہ انہی تنتر گرنتھوں سے انہیں ہرا دیتے ایک گنگا گری سادھو سے سوامی جی کا میل ہوا۔ یہ اچھا ودوان تھا۔ اس لئے دونو کی دوستی ہو گئی۔ ہر سے یوگ ودیا اور دیگر عمدہ مضامین پر۔ ان کی بات چیت رہتی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے میں پرسن تھے۔ چنانچہ دو مہینہ سے زیادہ عرصہ دونوں اکٹھے رہے۔

آغاز خزاں میں سوامی جی اپنے ساتھیوں سمیت کدار گھاٹ سے چل پڑے۔ رُدر وغیرہ مقاموں سے ہو کر اگست منی کی سمادھ پر اور وہاں سے شیو پوری پہاڑ پر پہونچے۔ شیو پوری وہ مقام ہے۔ جہاں جینی مکتی ملنا مانتے ہیں۔ سردیوں کے چار ماہ اس جگہ گذار ساتھیوں سے جدا ہو۔ سوامی جی اکیلے کدار گھاٹ کو واپس گئے۔ پھر گپت کاشی۔ گوری کنڈ اور بھیم گپھا دیکھتے ہوئے ترگی نرائن کے مندر میں پہونچے۔ لیکن جلدی ہی پھر کدار گھاٹ کو لوٹ آئے۔ کچھ عرصہ یہاں رہنے سے سوامی جی پہاڑی لوگوں کی عادت سے بخوبی واقف ہو گئے۔ ان کا ارادہ ہوا۔ کہ نزدیکی پہاڑوں کی سیر کریں۔ اور ان مہاتماؤں سے ملیں۔ جن کی نسبت سُن رہا ہوں کہ ان میں رہتے ہیں۔ سردی کا موسم تھا۔ برف ان پہاڑوں پر ہمیشہ رہتی ہی ہے۔ تو بھی سوامی جی ان مہاتماؤں کی تلاش میں ان پہاڑوں پر گئے۔ لیکن جس کسی آدمی سے وہ ان کی نسبت پوچھتے۔ وہی یا تو اس سے اپنی ناواقفیت ظاہر کرتا۔ یا ان کی نسبت ایسی گپیں ہانکتا۔ کہ کوئی یقین نہ کر سکے۔ بیس روز اس طرح کی تلاش میں بھٹکنے کے بعد سوامی جی پھر کدار گھاٹ کی طرف واپس چلے آئے۔

اس وقت سوامی جی کو پہاڑی سیر کا بہت شوق ہو گیا تھا۔ اسی سے وہ تنگ ناتھ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ مندر کو پجاریوں اور مورتیوں سے بھرا پایا۔ وہاں سے اسی دن لوٹے۔ واپسی پر دو راستے ملے۔ ایک مغرب کو جاتا تھا۔ دوسرا نیرت کو۔ یہ جنگل کے رُخ ہو لئے۔ تھوڑی دور جا کر ایک گھنے جنگل میں پہونچے۔ جہاں ناہموار چٹانیں تھے۔ اور ندی نالے خشک پڑے تھے۔ راستہ آگے جانے کا معلوم نہ ہوتا تھا۔ اس دشوار گذار راستے کو دیکھ کر یہ سوکھی گھاس اور جھاڑیوں کو پکڑ ایک نالے کے کنارے پر جا چڑھے۔ اور ایک چٹان پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر کی۔

سوائے دشوار گذار پہاڑوں۔ ٹیلوں اور جنگل کے کچھ دکھائی نہ دیا۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ یہ اس فکر میں تھے۔ کہ اس سنسان جنگل میں کاٹری بانہ کے بغیر کس طرح گذر ہو۔ مجبوراً آبادی کی تلاش میں چل کھڑے ہوئے۔ گذرتے میں بھی ناقابل گذر جگہیں آئیں۔ کہ کانٹوں کی زیادتی سے کپڑے پھٹ گئے۔ جسم سے خون بہنے لگا۔ اور پاؤں بھی لنگڑانے لگے۔ بصد مشکل پہاڑ کے نیچے اترے۔ اور اپنے آپ کو شارع عام پر پایا۔ چاروں طرف اندھیرا چھا رہا تھا۔ انہیں راستے کا پتہ لینے میں بڑی احتیاط کرنی پڑی۔ آخر آبادی کا نشان دکھائی دیا۔ یعنی چند ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیاں ملیں۔ یہاں پتہ لگا کہ راستہ اوکھی مٹھ کو جاتا ہے۔ چنانچہ وہاں جا کر رات گذاری۔ صبح گپت کاشی کو گئے۔ لیکن اوکھی مٹھ دیکھنے کی اچھا تھی۔ اس لئے وہیں واپس آئے۔ معلوم ہوا کہ تمام گفائیں پاکھنڈی سادھوؤں سے بھری پڑی ہیں۔

یہاں کے ایک مہنت نے سوامی جی کو اپنا چیلہ بنانا چاہا۔ دولت اور جائداد کا لالچ دیا۔ اور آخر میں گدی کا مالک بنانے کا وعدہ کیا۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ ایسا لالچ ہوتا تو گھر کو کیوں تیاگتا۔ اور والد کی ساری جائداد کیوں چھوڑتا۔ یہ بھی کہا۔ جس غرض سے میں نے تمام دنیاوی عیش و عشرت پر لات ماری ہے۔ وہ آپ کے پاس رہنے سے پوری نہیں ہو سکتی۔ اس مہنت نے انہیں زیادہ دیر اپنے پاس ٹھہرنے کو کہا۔ مگر وہ دوسرے دن ہی جوشی مٹھ کو چل دیئے۔ یہاں ایسے فاضل یوگی اور سنیاسی انہیں ملے۔ جن سے انہیں یوگ کے متعلق کئی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔

ان یوگی مہاتماؤں سے اجازت لے کر سوامی جی بدری نارائن کی طرف گئے۔ راول جی نامی ایک ودوان تب اس جگہ کا مہنت تھا۔ اس سے سوامی جی کی کئی دن تک وید شاستر کے مضامین پر بات چیت رہی۔ یہاں سوامی جی نے افسوس سے سنا۔ کہ بدری نارائن کے قرب و جوار میں کوئی فاضل یوگی نہیں رہتا۔ ہاں مہنت جی نے یہ کہا۔ کہ اکثر یاترا کے لئے اس مندر میں ایسے یوگی آیا کرتے ہیں۔ یہاں سوامی جی کا پختہ ارادہ ہوا۔ کہ ان پہاڑی مقاموں میں پھریں۔ اور ان یوگیوں کی تلاش کریں۔ چنانچہ ایک دن پربھات کال چل کھڑے ہوئے اور پہاڑ کے دامن سے ہوتے ہوئے الکنندا کے کنارے جا پہنچے۔ دریا کے بہاؤ کی طرف ایک جنگل کو ہو لئے۔ سارا پہاڑ سفید برف سے ڈھپا تھا۔ اس لئے منبع کی طرف جانے میں انہیں سخت تکلیف ہوئی۔ منبع پر پہنچ کر انہوں نے اپنے آپ کو پہاڑیوں سے گھرا پایا۔ آگے جانے کا راستہ نہ ملا۔ مجبوراً انہوں نے دریا

عبور کرنے کی کٹھنائی۔ کپڑے کم اور ہلکے تھے۔ سردی ان کے لیئے ناقابل برداشت تھی۔ کھانے پینے کا سامان نہ تھا۔ بھوک سخت لگ رہی تھی۔ جس کے دور کرنے کو انہوں نے برف کا ٹکڑا اٹھایا۔ لیکن اس سے کچھ نہ بنا۔ اب یہ دریا کو پایاب عبور کرنے لگے دریا کہیں کم گہرا تھا۔ کہیں زیادہ۔ چوڑائی کہیں ۴ گز اور کہیں ۵ گز تھی۔ اس کے علاوہ برف کے چھوٹے بڑے ٹکڑے اس قدر تھے۔ کہ ان کے ننگے پاؤں سخت زخمی ہوگئے۔ اور ان سے خون بہنے لگا۔ لیکن چونکہ مارے سردی کے وہ سُن ہوگئے تھے۔ اس لیئے کچھ دیر تک بڑے بڑے زخموں کا بھی پتہ نہ لگا۔ سردی کے سبب بیہوشی کا سا عالم طاری ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ برف پر گرنے کو تھے۔ لیکن خیال آیا۔ کہ اس طرح یہاں گر گیا۔ تو پھر یہاں سے اُٹھنا سخت مشکل ہو جائیگا۔ اس لیئے جدوجہد کر کے جُوں تُوں دریا پار ہو گئے۔ اگرچہ کچھ دیر حالت مُردہ پن کی سی رہی۔ تو بھی سوامی جی نے اوپر کے جسم کے کپڑے اُتار۔ پاؤں سے رانوں تک کو پیٹ لیا اور چلنے یا آگے چلنے کے ناقابل کسی غیبی مدد کی انتظار میں تھے۔ گو اس کے ملنے کی اُمید نہ تھی۔ آخر مایوسی کی حالت میں ایک دفعہ اپنے گرد دیکھا تو اپنے سامنے دو پہاڑی آتے نظر پڑے۔ انہوں نے قریب آکر لیٹنے کا سبب سے انہیں سلام کیا۔ اور کہا تم ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلو۔ ہم تمہیں کھانے کو بھی دینگے۔ پھر جب سوامی جی کی سرگذشت کو سُنا۔ تو سدھ پت نامی تیرتھ پر بھی پہونچانے کا انہوں نے وعدہ کیا۔ مگر سوامی جی نے شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی عنایتوں کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس عذر پر کہ مجھ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے انہوں نے زور دیا۔ تو آپ نے کہا میں یہاں سے چلنے کی نسبت مرجانا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اور اس طرح کہہ کے ان کی باتوں پر غور کرنا بھی بند کر دیا۔ وہ مجبوراً اپنے رستے پر چل دیئے اور تھوڑی دیر میں پہاڑیوں میں غائب ہو گئے۔

کچھ دیر بعد سوامی جی کی طبیعت قدرے درست ہو گئی۔ تب وہ آگے چلے اور باسودہارا نامی تیرتھ کے مقام پر کچھ دیر ٹھہر کر سنگم کے قرب و جوار سے ہوتے ہوئے شام کے آٹھ بجے بدری نارائن آ پہونچے۔ راول جی مہنت گھبرا رہے تھے۔ کہ سوامی جی اتنی دیر سے کہاں غائب ہیں۔ جب یہ آئے تو ساری سرگذشت ان سے کہہ سُنائی اور تھوڑا سا کھانا کھا کر سو گئے۔

اگلے دن علی الصباح سوامی جی مہنت جی سے رخصت لے رام پور کو روانہ ہوئے۔ راستے میں رات ایک یوگی کے ہاں کاٹی۔ جو اعلیٰ درجہ کا عالم زندہ رشیوں اور سادھوؤں میں مشہور اور ممتاز تھا۔ اس سے دھارمک وشیوں پر بہت دیر تک گفتگو رہی۔ سوامی جی اپنے ارادوں کو زیادہ مضبوط کر کے یہاں سے صبح

ہی آگے چلے گئے۔ جنوں و پہاڑیوں کو گذر چلکیا گھاٹی سے اُتر رام پور۔ پہنچ گئے۔ اور رام گری کے مکان میں رہے۔

رام گری اپنی پوترتا اور روحانی زندگی کے پاکیزہ پن سے بہت مشہور تھا۔ سوامی جی نے اس کو عجیب عادتوں کا آدمی دیکھا۔ وہ رات کو سوتا نہیں تھا بلکہ ساری ساری رات زور سے باتیں کرتا۔ کبھی چیخیں مارتا تھا۔ کوئی جا کر دیکھتا تو اُسے اکیلا پاتا۔ سوامی جی بہت تعجب کرتے تھے۔ کہ ماجرا کیا۔ لیکن اُس کے چیلوں وغیرہ سے پوچھتے۔ تو اس کے سوائے کچھ جواب نہ ملتا کہ اس کی عادت ہی ایسی ہے۔ آخر خود اس سے سوامی جی نے تنہائی میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جو کچھ وہ کرتا ہے۔ یہ پوری یوگ ودیا کا نتیجہ نہیں۔ گو یہ قدرے مہارت رکھتا ہے تو بھی نہ یہ پورا یوگی ہے نہ یہ وہ چیز ہے۔ جو مجھے مطلوب ہے۔

رام پور سے سوامی جی کاشی پور گئے۔ اور وہاں سے درونا ساگر۔ جہاں تمام موسم سرما گذارا۔ ہمالیہ پہاڑ پہ پہونچ کر سوامی جی کی اچھا ہوئی۔ کہ دیہ تیاگ دینی چاہیئے۔ لیکن پھر سوچا۔ کہ گیان پراپتی کے بعد دیہ چھوڑنا اچھا ہے۔

درونا ساگر سے سوامی جی نے مراد آباد و سنبھل ہو کر گڈھ مکتسر کو عبور کیا اور گنگا کے کنارے پر آ پہونچے۔ اس وقت اور مذہبی کتب کے علاوہ جراحی وطبابت کی سنسکرت کتابیں بھی تھیں۔ جنہیں سوامی جی اکثر پڑھتے تھے۔ لیکن ان میں ناڑی چکیت۔ ناڑی چکر وغیرہ کے متعلق بہت لمبے چوڑے بیانات تھے۔ جن کا یاد ہونا یا اچھی طرح سمجھ میں آنا مشکل تھا۔ اور ان کے درست ہونے میں بھی انہیں شک ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی صحت کا موقعہ نہ ملا تھا۔

ایک دن اتفاقاً ایک لاش دریا کے اوپر بہتی ہوئی نظر پڑی۔ انہوں نے کتابوں و کپڑوں کو سنبھالا اور اطمینان سے دریا میں گھس کر اس لاش کو کنارے پر کھینچ لئے تیز چاقو سے اُسے کاٹا۔ دل کو نکالا۔ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کی اور کتاب سے مقابلہ کیا۔ پھر سر اور گردن کے حصوں کو کاٹ کر سامنے رکھا۔ اور مقابلہ کیا۔ تو لاش اور کتاب باہم مطابق نہ تھے۔ فوراً ان کتابوں کو پھاڑ لاش کے ساتھ دریا میں بہا دیا۔ اور آخر اس نتیجہ پر پہونچے۔ کہ وید۔ اُپنشد۔ پاتنجلی اور سانکھ کے سوائے جو بھی کتاب سائنس اور یوگ ودیا پہ لکھی گئی ہے۔ لغو اور غلط ہے

اس طرح چند یوم اور دریائے گنگ پہ رہ کر سمت ۱۹۱۲ کے اخیر میں سوامی جی فرخ آباد پہونچے۔ یہاں سے چل کر سمت ۱۹۱۲ بکرمی کے اخیر یعنی ۵ اپریل ۱۸۵۶ء کو سوامی جی سرنجی رام سے گذر کر چھاؤنی کی مشرقی سڑک سے کانپور گئے۔ سمت ۱۹۱۳ کے پہلے پانچ مہینوں میں آپ نے الہ آباد و کانپور کے درمیان بڑے بڑے مقامات

دیکھے بھالے۔ بدی اگست ۱۸۵۵ء پنجشنبہ کے شروع میں مرزاپور کے متصل بنارس میں آپ جا پہنچے
اور مہینہ سے زیادہ وندھیاچل اشٹوبھجی کے مندر میں ٹھہرے۔ اسوج ۱۹۱۲ ستمبر ۱۸۵۵ء دوشنبہ
کے شروع میں آپ بنارس جا کر اس غار میں ٹھہرے جو گنگا اور برنا کے سنگم پر واقع
اور بھوتانند سرسوتی کے قبضہ میں تھی۔ ۲ دن یہاں مقام رہا۔ کاکارام۔ راجا رام
وغیرہ شاستریوں سے ملاقات ہوئی۔ پھر یکم اکتوبر ۱۸۵۵ء چہارشنبہ یا اسوج شدی ۱ سمت ۱۹۱۲
کو چانڈال گڑھ ہو کر درگا کھوہ کے مندر پر ۱۰ دن ٹھہرے۔ یہاں چاول کھانا چھوڑ
صرف دودھ پر گذران کرتے۔ دن رات یوگ ودیا کے پڑھنے اور اس کے ابھیاس
میں لگے رہتے۔ یہاں آپ کو بھنگ پینے کی عادت پڑ گئی۔ جس کے اثر سے وہ بالکل
بیہوش بھی ہو جاتے تھے۔

ایک دن وہ مندر سے نکل چانڈال گڑھ کے نزدیک ایک گاؤں میں جا رہے تھے۔
کہ انہیں پچھلے دنوں کا ایک واقف کار ساتھی مل گیا۔ رات آپ نے گاؤں کے دوسری
طرف کے شوالے میں گذاری۔ بھنگ کے نشے میں بیہوش آپ نے یہاں ایک خواب
دیکھا۔ کہ مہادیو اور پاربتی باہم باتیں کر رہے ہیں۔ مضمون جن کا میری ذات تھی۔
پاربتی کہتی تھی کہ بہتر ہو۔ دیانند کی شادی ہو جائے۔ مہادیو اختلاف ظاہر کرتے تھے
اور میری بھنگ کی عادت کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ جب سوامی جی جاگے اور انہیں
اس خواب کا خیال آیا۔ تو انہیں سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ بارش سخت ہو رہی تھی۔ سوامی جی
نے برآمدے میں آرام کیا۔ اس جگہ سانڈ یعنی دیوتا نندی کی مورتی کھڑی تھی۔ اس کی پیٹھ
پر کتابیں اور کپڑے رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنی بات سوچنے لگے۔ اچانک انہوں نے
مورتی کے اندر کی طرف نظر کی تو اس میں ایک آدمی کو چھپا دیکھا۔ اس کی طرف ہاتھ پھیلایا۔
تو وہ مارے ڈر کے گاؤں کو نکل بھاگا۔ تب سوامی جی اس کے اندر گھس گئے۔ اور
رات بھر وہیں رہے۔ صبح کو ایک بڑھیا نے آکر سانڈ کی پوجا کی۔ تھوڑی دیر بعد
گڑ اور دہی لے کر واپس آئی اور اندر گھسے ہوئے سوامی جی کو دیوتا سمجھ کر کہنے لگی۔ کہ اسے
قبول فرمایئے اور کچھ اس میں سے تناول کیجئے۔ بھوک لگ رہی تھی۔ سوامی جی نے اسے
کھا لیا۔ دہی چونکہ ترش تھا۔ اس لئے نشہ اتر گیا۔ آگے کے لئے سوامی جی نے
بھنگ کا استعمال بالکل ترک کر دیا۔

چیت شدی سمت ۱۹۱۳ یا ۲۶ مارچ ۱۸۵۶ء پنجشنبہ کو وہاں سے نربدا کے منبع کی طرف
روانہ ہوئے۔ یہ نربدا کا دوسرا سفر تھا۔ بغیر کسی سے بھی راہ پوچھے سوامی جی جنوب کی طرف
چلتے گئے۔ جلدی ہی ایک ویران غیر آباد جگہ آ گئی جو چاروں طرف گھنے بن اور جنگلوں سے
گھری تھی۔ یہاں بے ترتیبی سے کم و بیش فاصلے پر جھاڑیوں کے درمیان اکثر جگہ خراب اور
ویران جھونپڑیاں تھیں۔ ان میں سے ایک جھونپڑی میں سوامی جی نے ٹھہر کر دودھ پیا۔

اور آگے چلدیئے۔ ڈیڑھ میل پر ایسی جگہ آئی۔ جہاں راستہ کوئی نظر نہ آتا تھا مجبوراً اٹکل پچو ایک طرف کو چلے۔ جلد ہی ایک غیر آباد سنسان جنگل آگیا۔ اس میں بیریوں کے درخت بہت تھے۔ مگر گھاس اتنا لمبا اور گھنا تھا کہ راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس جگہ آپ کا سامنا ایک بڑے کالے ریچھ سے ہوا۔ یہ تُند جانور زور سے چنگھاڑتا اور پچھلی ٹانگوں کے بل کھڑا ہوا انہیں کھا جانے کو مُنہ کھولے تھا۔ یہ کچھ دیر بے حس و حرکت ٹھہرے رہے۔ پھر آہستہ سے اپنا سونٹا اس کی طرف اُٹھایا۔ وہ اس سے ڈر کر اُلٹے پاؤں واپس ہوگیا۔ اس کی آواز سُن کر ان جھونپڑیوں سے بھی آدمی لٹھ اور شکاری کتے لئے آپہونچے۔ وہ سوامی جی کو آگے جانے سے روکنے لگے۔ کہ آگے اس جنگل میں بڑے بڑے خطرے ہونگے۔ تُند غضبناک جنگلی ریچھ ہاتھی۔ شیر وغیرہ سے جان بچانا مشکل ہوگا۔ سوامی جی نے عرض کی۔ کہ میری فکر نہ کیجئے۔ میں صحیح سلامت محفوظ ہوں۔ نربدا کے منبع تک پہونچنے کی دھن میں سوامی جی ان خطروں کو دل کے پاس پھٹکنے نہیں دیتے تھے۔ ان آدمیوں نے آخر انہیں ایک سونٹی دی۔ جو اُن کے سونٹے سے بڑی تھی۔ لیکن انہوں نے اسے بھی فوراً ہاتھ سے پھینک دیا۔

سارا دن سفر کرتے رہے۔ سورج ڈوب گیا۔ کئی گھنٹوں تک آبادی کا ذرا سا بھی نشان نہ ملا۔ نہ گاؤں نہ جھونپڑی نہ منش۔ ہر کہیں رستے میں ٹوٹے ہوئے درخت پڑے تھے۔ جو مست ہاتھیوں نے جڑوں سے اُکھاڑ ڈالے تھے۔ تھوڑی ہی دور اور گئے تو اس سے بھی گھنا جنگل ملا۔ کہ جس میں گھسنا تک مشکل تھا۔ بیر کے کانٹے دار درخت اس قدر گھنے لگے تھے۔ کہ جنگل اور بن میں پہونچنا قریباً ناممکن تھا۔ سوامی جی سوچ سوچ کر آخر پیٹ کے بل گھٹنوں کا سہارا لے کر آہستہ آہستہ سانپ کی طرح ان درختوں میں سے نکلے۔ اگرچہ ان کے کپڑے پھٹ گئے۔ جسم زخمی ہوگیا۔ حالت نیم بسمل سی ہوگئی۔ لیکن اُنہوں نے راستے کی مشکل کو حل کر ہی لیا۔

اندھیرا چھا گیا تھا۔ سوائے تاریکی کے کچھ دکھائی نہ پڑتا تھا۔ تو بھی یہ آگے بڑھنے کے ارادے میں پکے رہے۔ اور بڑھتے ہی گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایسی خوفناک جگہ میں جا گھسے۔ جہاں چاروں طرف گھنی سبزی اور پودوں سے لدی ہوئی پہاڑیاں تھیں۔ تاہم ان میں کہیں کہیں آبادی کے نشان پائے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر میں کئی جھونپڑیاں اور کٹیا اُن کے نظر پڑیں۔ جن کے گرد گوبر کے ڈھیر لگ رہے تھے۔ اور ایک شفاف چھوٹی سی ندی کے کنارے بکریاں چر رہی تھیں۔ اور جھونپڑیوں کے دروازوں کی دراڑوں سے روشنی بھی نظر آتی تھی۔ ایک بڑا درخت ایک جھونپڑی پر پھیلا ہوا تھا۔ اس کے نیچے انہوں نے رات گذاری۔

صبح کو اپنے زخمی پاؤں ہاتھ اور چہرے کو ندی کے جل سے دھو اپاسنا کے لئے بیٹھنے کو ہی تھے۔ کہ ایک جنگلی جانور کی گرج کی سی آواز آئی۔ مگر یہ حقیقت میں ایک ہجوم کی آواز تھی۔ جس میں بہت مرد عورتیں اور بچے تھے۔ ان کے پیچھے بہت سی گائیں اور بکریاں تھیں۔ ساری پارٹی کسی مذہبی رسم کے ادا کرنے کے لئے آ رہی تھی۔ جب انہوں نے ایک اجنبی شخص کو دیکھا۔ تو سوامی جی کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ ایک بوڑھا آگے ہوا۔ اور پوچھنے لگا۔ کہ کہاں سے آئے ہو سوامی جی نے جواب دیا۔ بنارس سے آیا ہوں۔ اور نربدا کے منبع کی یاترا کے لئے جاتا ہوں تب وہ سب چلے گئے۔ اور سوامی جی اپنی اپاسنا میں مصروف رہے۔ آدھ گھنٹے کے بعد ان کا ایک سردار معہ دو پہاڑی آدمیوں کے ان سب کی طرف سے ایلچی ہو کر میرے پاس آیا۔ اور مجھے اپنی جھونپڑی میں چلنے کو کہنے لگا۔ لیکن انہوں نے پہلے کی طرح اب بھی ان کی عنایت سے انکار کیا۔ وہ سب بت پرست تھے۔ اور سوامی جی کو ان کے پوجا کے کام میں شریک ہونا منظور نہ تھا۔ تب اس نے ان کے گرد آگ روشن کرنے کا حکم دیا اور دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ کہ رات بھر حفاظت کے لئے جاگتے رہیں۔ کھانے کی نسبت سوال ہوا۔ تو سوامی جی نے کہا میں صرف دودھ پی کر گزارہ کرتا ہوں۔ اس مہربان افسر نے سوامی جی سے تونبا مانگا اور جھونپڑی میں جا کر دودھ سے بھر کر واپس بھیج دیا۔ سوامی جی اس میں سے کچھ دودھ پی کر گہری نیند سو گئے۔ اور سورج چڑھے بیدار ہوئے۔ اس کے بعد سندھیا آدی سے فارغ ہو کر سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ اور آخر منزل مقصود پر جا پہونچے۔

آہ! بعد اس قدر کشٹ سہن کرنے کے سوامی دیانند کا نربدا کے منبع پر پہونچ کر جانا ایک مبارک فال تھی۔ کہ مادی دنیا میں تمام مشکلوں کو چیر کر جو شخص نربدا کے منبع پر پہونچتا ہے۔ آئندہ دنیا میں تمام انسانی کتابوں اور مت متانتروں کے مشکل اور پیچیدہ گورکھ دھندے کو حل کر کے ستیہ ودیاؤں کے اصل منبع وید تک پہونچنا بھی اسی کے حصے میں ہے۔ الغرض تین سال نربدا تٹ پر بھرمن کرنے کے بعد سوامی جی بغرض تکمیل تعلیم متھرا چلے گئے ◆

باب دوم تکمیل تعلیم

پہلی فصل

سچے گورو کا ملنا

سادھارن پرشوں کا ماتم عزیز سے عزیز سنبندھی کی موت پر بھی ایک دو وقت کھانا نہ کھانا یا اونچی آواز سے کچھ دنوں رو پیٹ دینا ہوتا ہے۔ بس چند یوم گذر گئے اور وہ شوک دور ہوتا گیا آخر اس موت کو بالکل بھلا دیتا ہے۔ لیکن مول شنکر کے لئے بہن اور چچا کی موت کا واقعہ ساری عمر کی جد و جہد کا وسیع میدان کھول دیتا ہے۔ وہ موت کو جیتنے کے مشکل اور نہایت پیچیدہ روحانی سوال کے حل کرنے میں اپنا سروسو لگا دیتا ہے۔ گھر بار تیاگ۔ جسمانی آرام وغیرہ کا خیال چھوڑ جہاں تہاں بھٹکتا پھرتا ہے۔ جہاں کہیں کسی ودوان یا یوگی کا ذکر سن پاتا ہے۔ سچے پریم اور شردھا کی بھینٹ لئے پہونچتا ہے۔ برفانی پہاڑ رستے میں حائل ہیں۔ جہاں خون کی حرکت تک بند ہوتی ہے۔ ایسے ایسے مقامات جہاں انسانی گذر مشکل ہے۔ اپنی ڈراونی شکل دکھا دکھا کر اسے آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ کانٹے دار جھاڑیاں اور خاردار درختوں کی ایک دوسرے سے الجھی ہوئی شاخیں ظاہری صورت سے راستے کو ناقابل گذر بنا دیتی ہیں۔ سنسان بے راہ۔ جنگل بیابان۔ بے تن تنہا۔ بے سامان ننگے پاؤں۔ ننگے بدن۔ اندھیری رات۔ بھوکا پیٹ۔ کھانا پانی ندارد وغیرہ وغیرہ کس کس امر کا بیان کیا جاوے۔ ایک ایک مشکل روکنی کوشش کرتی اسے اپنے لکشیہ ادیش کی طرف قدم اٹھانے نہیں دیتی۔ لیکن وہ اکھنڈ برہمچریہ کے تپ کر سادھے ہوئے دل اور جسم کی مضبوطی سے سچی مردانگی اور دڑھتا کا پرکاش کرتا ہے۔ اور رشیوں یوگیوں اور سچے شکشکوں کی کھوج میں آگے ہی آگے قدم بڑھاتا ہے۔ جیسا گذشتہ اوراق سے ظاہر ہے سنسکرت کے ودوان مانتے ہیں۔ کہ جو بھی پرشارتھ کرے اسے اوشیہ سپھلتا ملتی ہے۔ یہ قطعی اصول ہے۔ جیسے فارسی میں جوئندہ یابندہ۔ ہمت مرداں مدد خدا کے مشہور مقولوں میں ادا کیا جاتا ہے۔ واقعی کوئی مرض نہیں۔ جس کا علاج سرشٹی میں موجود نہ ہو۔

کوئی مشکل نہیں۔ جو آسان نہ ہو سکے۔ ایسی حالت میں کیا سوامی دیانند کی ہمت کا آدمی ناکامیاب ہو سکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ وہ ہر کہیں سے ودیا کی پراپتی کرتا اور سچے یوگیوں کی سنگت سے فیض پاتا ہوا آخر یہاں تک کامیاب ہوا۔ کہ اُسے سوامی ورجانند جیسا گورو مل گیا۔ جس نے رہی سہی تمام کسر نکالنے کو اُسے ودیا کے اصل سرچشمے تک پہونچا دیا اور اس سے اچھی طرح سچائی کا امرت جل کھینچ سکنے کی ساری ودھی بتا دی۔ یدی غور سے دیکھا جاوے تو ورجانند جیسے گورو اور دیانند سے شش کا میل بھی بذاتہٖ ایک معنے خیز بات ہے۔ دیانند کی ان تھک اور مسلسل بہادرانہ کوشش ایک ایسے گورو کی تلاش کی جو دنیاوی لوبھ لالچ سے بالا ہو۔ اور کیول سچائی ان کمل سچائی کا مارگ بتا دے اور ورجانند کی مُدتوں کی یہ ابھلاشا کہ کوئی شش ایسا ہو۔ جو میرے اندر کے بے بہا علمی خزانوں سے سنسار کو مالا مال کر دکھائے تاکہ میں جو نیتروں سے ہین ہونے کے کارن موجودہ دُنیا میں کامیابی سے کام کرنے کے ناقابل ہوں۔ دل کے ارمان دل میں رکھتا ہوا ہی شریر تیاگ جاؤں۔ دیانند کی وہ لگن کہ برسوں سے جان جوکھوں میں ڈالے لاگی زندگی کی ودیائی تلاش کرتا ہوا پل بھر آرام نہیں لیتا اور ورجانند کی یہ دُھن۔ کہ اندھا ہونے پر بھی جہاں تہاں خود غرض پنڈتوں کا اصلی روپ اور انسانی کتابوں کے نقص ظاہر کرنے کو کوشش سہن کرتا پھرتا ہے۔ غرضیکہ دونوں کے کرموں میں عجیب مطابقت اور کشش باہمی پائی جاتی ہے۔ جس کا صحیح علم ہر شخص کو اُسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ شاگرد کے ابتدائی حالات کے ساتھ اُستاد کا جیون چرتر بھی مطالعہ کیا جاوے۔

دوسری فصل

سوامی ورجانند سرسوتی جی کا جیون چرتر

۱۔ جنم ستھان وغیرہ:۔ کرتار پور۔ ضلع جالندھر کے نزدیک گنگا پور نامی گاؤں میں جو بین ندی کے کنارے ہے۔ سنہ ۱۸۳۵ میں یعنی اب سے ۱۱۵ سال پہلے آپ کا جنم ہوا۔ آپ کے پتا نرائن دت برہمن سارسوت بھاردواجی گوت اور شارد ذات کے تھے۔ گمنام جگہ میں معمولی گھرانے کے اندر جنم پاکر اس پدوی کا پراپت کرنا کہ پانچ ہزار سالوں سے دنیا کا اصلی علمی گم شدہ خزانہ پھر حاصل کر کے اپنے آپ اور تمام دُنیا کو روحانی دولت سے آپ فیض پہنچا سکے۔ ایسی عمدہ قدرتی سکشا ہے جس سے ہر ادنےٰ سے ادنےٰ انسان سبق پا سکتا۔ اور سچا پرشارتھ کر کے ترقی کے زینہ پر چڑھ سکتا ہے +

۲- بال اوستھا میں مصیبتیں۔ ابھی پانچ سال ہی کے ہوئے تھے کہ مرض چیچک نے آ دبایا۔ جس سے آنکھیں جاتی رہیں۔ بارھویں سال میں پہنچے تھے کہ ماتا پتا کا دیہانت ہوگیا۔ سوائے بڑے بھائی کے کوئی خبرگیراں نہ رہا۔ لیکن موجودہ زمانے کی عورتوں کے طریق کے مطابق اس بیکس یتیم کو بھاوج کی بدسلوکی نے سخت دکھ دیا۔ بڑا بھائی بھی اپنی استری کے کہنے پر رہتا ہوا مصیبت کا کارن بنا۔ اپنے زیر سایہ مصیبت زدہ معصوم عزیز کی دلجوئی کی بجائے دونوں سے گالی گلوچ کا سلوک جاری رہا۔ روٹی بھی ملی تو جھڑکیوں سے۔ جس سے تنگ آکر آخر بارہ برس کے بالک نے لاچار گھر کو چھوڑ جنگل کی راہ لی +

۳- تپ اور تحصیل علم۔ تین برس تک لگاتار مصیبت کی زندگی اور آوارگی بھوگنے کے بعد یہ بالک رشی کیش پہنچا۔ والدین کی وفات سنبندھیوں کے سلوک اور سارے ناموافق حالات سے دنیا کی محبت دل سے اٹھ چکی تھی۔ اس لئے رشی کیش آکر ایشور بھگتی میں مگن ہوگیا۔ رشی کیش اس وقت بہ نسبت حال غیر آباد اور خطرناک جگہ تھی۔ خونخوار درندے جانور بن میں بکثرت تھے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ بالک بے خوف ہوکر تین برس گنگا میں کھڑا ہوکر گایتری منتر کا جپ کرتا رہا۔ مشہور ہے کہ بدھی کے پرکاش پانے ارتھات گیان نیتر کھلنے کے لئے ایسی سخت ریاضت کرنے کے بعد ایک رات اس کو سوپن میں ایسا پرگٹ ہوا کہ جو تم کو ہونا تھا۔ وہ ہوگیا۔ اب یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ تپسوی نوجوان بہادری سے اس خوفناک جنگل کو عبور کر ۱۸ سال کی عمر میں ہردوار آ پہنچا۔ جہاں سوامی پورنانند جی گوڑ دراوڑ سنیاسی سے سنیاس گرہن کر کے ورجانند نام گرہن کیا۔ آٹھ سال کی عمر تک پتا کے پاس ہی سارسوت اور سنسکرت پڑھتے رہے۔ بعد میں بھی وطن میں ودیا پراپتی کا کام ہوتا ہی رہا تھا۔ لیکن ہردوار آنے اور سنیاس گرہن کرنے کے بعد ودیا اپارجن کا وشیش وچار ہوا۔ تپسیا کرنے کے بعد آپ کی گیان شکتی جاگ اٹھی۔ چنانچہ آپ نے رام چرتر کے شلوک لکھے۔

پشچات ایک برہمن سے مدھ کومدی شٹ لنگ پرینت پڑھ کر خود بھی ودیارتھیوں کو پڑھانا شروع کیا۔ ہردوار سے کنکھل گئے۔ کچھ عرصہ ٹھہر کر سدھانت کومدی کا بچار کیا۔ اور ودیارتھیوں کو پڑھایا۔ پھر گنگا کنارے پھرتے کاشی پہونچے اور وہاں شیکھر نیائے بھاشیہ۔ اور ویدانت کے گرنتھ پڑھنے اور پڑھانے کا کام بھی جاری رکھا۔ جس سے آپ کی عظمت کی بہت ترقی ہوئی۔ اور مشہوری بھی ہوئی۔ آپ کا نام پڑ گیا پرگیا چکشو سوامی مشہور ہوگیا۔ یہاں سے پیدل گیان گڈھ گئے۔ عمر ۲۲ سال تھی۔ راستے میں ایک مقام پر چوروں کے قابو آگئے۔ مگر گوالیار کے ایک سردار بھی ایک پنڈت کے پاس ہی اترے ہوئے تھے۔ شور کی آواز پر اس کے

ملازم بولے۔ سنسکرت میں سوامی سے جواب پاکر پنڈت وغیرہ بھونچکے گئے۔ جس سے چودھا کو بھاگتے ہی بنی۔ برگیا چھنسو اس کے بیشجات زمیں سردار کے ڈیرے پر بطور مہمان پانچ روز آدرستکار پوربک رہے۔ پھر گیا جاکر ویدانت شاستر پڑھتے پڑھاتے رہے۔ بیشجات کلکتہ گئے۔ لرتی وقت سوروں (گنگا کنارے) بہت دن و چار میں مگن رہے +

اور کے مہاراج کو پڑھانا اور پرتگیا پالن۔ ایک دن آپ گنگا میں کھڑے بڑی خوش الحانی سے شنکر آچارج کا ستوتر پڑھ رہے تھے۔ اور کے مہاراج و تے سنگھ (گنگا سنان کو آئے تھے) اتفاقاً وہاں تھے۔ اس رسیلی منوہر بانی پر موہت ہونے اور پاٹھ کی سماپتی پر جب سوامی باہر نکلے تو اور چلنے کی پرارتھنا کی جو سویکار نہ ہوئی۔ یہ کہہ کر۔ آپ راجہ۔ ہم تیاگی۔ ہمارا آپ کا سمبندھ نہیں ہو سکتا۔ مگر بعد میں پانچ میں سوامی جی کے پاس جاکر مہاراج نے ان سے اور چلنا منظور کرالیا۔ سوامی جی نے شرط ٹھہرالی۔ کہ آپ تین گھنٹے روز وہاں پڑھیں۔ یدی کبھی ناغہ ہوا تو ہم چلے آئینگے اور میں عالیشان سکان لینگے۔ اور ہر طرح کی ضرورت کا پربندھ مہاراج نے معقول کردیا۔ تین چار برس مہاراج پڑھا گئے۔ ریاست میں سوامی جی کی مستقل مزاجی۔ راست گفتاری اور دوریا آدمی کے کارن آپ کی بہت قدر ہوئی۔ خود غرض بعض لوگ دل کی غرض سے بیزار ان کے نکلنے کے خواہاں تھے۔ لیکن ایک طرف تو سوامی جیسے آتم بل دھاری پرش ان تمام باتوں سے بے پرواہ شیر کی طرح سچائی پر ڈٹے رہے۔ دوسری طرف مہاراج بھی دونوں طرفوں کی پوزیشن کو جانتے ہوئے کسی مخالف کی بات کو اس سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ کہ ایک کان سنی۔ دوسرے کان نکال دی۔ ایک دن مہاراج بغیر اطلاع گھر بیٹھ رہے۔ اس لئے کہ ناچ تماشہ میں مشغول تھے۔ جونہی کہ بعد بہت دیر کے آئے۔ سوامی نے صاف کہہ دیا۔ کہ آپ نے پرتگیا توڑ دی۔ مہاراج نے کھشما چاہی لیکن جواب صاف تھا۔ کہ آپ نے تو پرتگیا بھنگ کی۔ لیکن میں پرتگیا کو نہیں توڑونگا۔ چنانچہ باوجود مہاراجہ کے اصرار کے بلا اطلاع ایک دن چل دیئے۔ سب اسباب پستک آدی وہیں چھوڑے۔ کیول اٹھائی ہزار روپیہ آئندہ اخراجات کے لئے ساتھ لے لیا +

۵۔ اور جنگلوں میں گھومنا۔ اور سے کرنبرت پور ہوا دیو سے رخصت کے وقت مہاراجہ نے چار سو روپیہ اور ایک دوشالہ بھینٹ کیا۔ یہاں سے مرشان جاکر ٹھاکر شیو سنگھ جی رئیس کے ہاں رہے۔ پھر سورون گئے۔ جہاں بیماری سے قریب المرگ ہوگئے۔ لیکن ابھی دنیا کے اندر آپ کی طفیل تو دنیا کے گپت خزانے کھلنے تھے۔ اس لئے ایشور کی کرپا سے آپ کو آرام ہوگیا۔ اور آپ متھرا کو روانہ ہوگئے۔ یعنی اس جگہ کو جہاں پانچ برس

بعد پھر دھارمک دولت کی حفاظت کے سامان ہو گئے ۔

متھرا میں شالا اور سوارتھیوں کی چالاکیوں سے دل پر چوٹ لگنا سمت ۱۹۲۳ میں

آپ متھرا آ گئے ۔ پہلے گت آشرم نارائن کے مندر میں ودیارتھیوں کو پڑھاتے رہے پھر ایک علیحدہ مکان کرایہ پر لے کر باضابطہ پاٹھ شالا جاری کی ۔ منوہر لال ۔ نیاء کتاولی نیاء کوش آدی گرنتھ پڑھاتے رہے ۔ کچھ عرصہ کے بعد وشنو سمپردائے کے آچاریہ رنگاچارج متھرا میں آ گئے ۔ اور رادھا کرشن سیٹھ کو انہوں نے اپنا چیلہ بنایا تھی دنوں ان کے گورو کرشن شاستری (نیاء اور ویاکرن کے مشہور پنڈت) بھی وہاں آئے ایک دن کرشن شاستری کے دو ودیارتھیوں (لچھمن جوتشی اور مرگ راج پنڈیا) اور سوامی جی کے ششوں (جو بے کشنگادت ورنگادت) کا باہمی مباحثہ ہوا ۔ شاستری کے ودیارتھیوں نے پوچھا [illegible] میں کون سماس ہے سوامی کے شش بولے بہوبریہی تت پرش ۔ دوسری طرف سے کہا گیا نہیں سپتمی تت پرش ہے فریقین کے گوروؤں نے اپنے اپنے چیلوں کو راستی پر جتایا ۔ دونوں طرفوں سے دو دو سَو اور سیٹھ رادھا کرشن (جو مدعیت مقرر ہوئے) کی طرف سے ایک سو ملا کر کل پانچسو روپیہ جیتنے والے کے لئے امانت رکھا گیا ۔ گت آشرم نارائن کا مندر شاستر ارتھ کے لئے تجویز ہوا ۔ سارے شہر میں چرچا ہوا ۔ متھرا نواسی دنگل اکھاڑے کے شوقین اس علمی کشتی دیکھنے کو مقررہ دن سندھیا کال اکٹھے ہوئے ۔ سوامی ورجانند جی نے اپنے ودیارتھی بھیجے کہ خبر لا دیں کہ کرشن شاستری آیا یا نہیں ۔ لیکن مدعیت صاحب نے ان ودیارتھیوں سے کرشن جی کے ششوں کا مباحثہ کرا دیا ۔ کیونکہ کرشن جی آئے ہی نہ تھے ۔ بعد تھوڑی دیر کے مشہور کرایا گیا کہ ڈنڈی (سوامی ورجانند جی اس نام سے مشہور تھے) جی ہار گئے ۔ جمنا ستیا کی جے ہوئی ۔ لٹھ ماراوں میں روپیہ تقسیم ہوا ۔ راستی پسند لوگ حیران تھے کہ یہ کیا انیاء ہے ۔ بغیر سبھا میں فریقین کے آنے و مباحثہ ہونے کے یہ رولا واقعی عجیب معاملہ تھا ۔ لیکن حقیقت یوں تھی کہ کرشن شاستری نے سیٹھ جی سے مل کر یہ ایک داؤں کھیلا ۔ وہ سمجھتے تھے ۔ کہ نیتروں سے ہین آگے بڑھ رہی ۔ اس طرح ہار مشہور ہو جانے سے سوامی چپ ہو جائیگا ۔ لیکن وہ یہ نہ جانتا تھا کہ ایک بہادر آتما پورے بل سے مقابلہ کر کے ساری چالاکیوں کا بھانڈا پھوڑے گی ۔ ڈنڈی جی نے کلکٹر انگریز صاحب کو کہا ۔ کہ انیاء ہوا یا تو ہمارا روپیہ سیٹھ جی سے دلوا دیجئے ۔ یا شاستر ارتھ کروا دیجئے ۔ ڈنڈی نے کچھ گورسل ہر روز پیش کر کے جواب ملا ۔ کہ ہم دخل نہیں دے سکتے ۔ سیٹھ دولت مند ہے ۔ اس سے جھگڑا نہ کرو ۔ آپ ایک خرچ میں گے ۔ تو وہ ہزار لگائیگا ۔ ادھر سے یہ اثر ۔ ادھر سے سیٹھ نے کاکارام شاستری گوڑ سوامی کاشی ناتھ شاستری وغیرہ کاشی کے پنڈتوں کو رشوت دے کر بیوستھا سوامی کی

سے خلاف لکھوائی۔ چنانچہ ڈنڈی جی کے پیڑ کا اثر انہوں نے یہ دیا۔ کہ اگرچہ آپ کا کتھن ست ہے۔ لیکن ہم سیٹھ کے کاغذ پر دستخط کر چکے ہیں۔ آپ کو جواب نہیں دے سکتے۔ ہا! افسوس یہ ایک مثال ہے۔ جو ایمان فروش ودوانوں کی کارستانیوں کو ظاہر کرتی ہے آتم گھاتی پنڈت واقعی ٹکوں پر دھرم بیچ کر بھارت کو غارت کرنے کا کارن بنے۔ اسی سے ورجانند کے دل میں پاپ کے ناش کرنے کے لئے دلی جوش پاکر وہ پیدا ہوا۔ اور وہ دڑھتا سے ستیہ کا بول بالا کرنے کے درپے ہوئے۔ اپنی مشکل کے حل کرنے کو آگرہ پہنچے۔ صدر بورڈ میں صاحب بہادر سے ملے۔ چرن جیو شاستری تین سو روپیہ ماہوار سرکار سے پانے والے ان دنوں شاستری کی بیوستھا دیتے تھے ان سے بھی ملے۔ تو معلوم ہوا کہ سیٹھ نے پہلے دستخط کرا لئے ہیں۔ تین سو روپیہ دستخط کی قیمت پنڈت کو ملی تھی۔

تمام طرف سے مایوس ہو کر لاچار گھر میں آ بیٹھے۔ دل میں زمانے کی حالت پر شوک ہوا کہ ستیہ کو چھپانے اور سوارتھ سدھی کے لئے سنسار کس طرح اندھکار سے آورت کیا جا رہا ہے۔

۷۔ اشٹادھیائی کے مہتو کا پرگٹ ہونا۔ اس طرح جس سے واسطہ پڑا۔ اُسے ہی مطلب کا یار پایا۔ لیکن اس رشی سدھانت کو پھر بھی وہ بتانا چاہتے رہے کہ آخر ستیہ کی جے ہوتی ہے۔ اسی سے وہ لگاتار سوچتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک صبح کسی دکشنی برہمن کو آپ نے اشٹادھیائی کا پاٹھ کرتے سنا۔ یہ بالکل دت چت ہو کر سماپتی پانی رچت سوتر انت تک سنتے رہے اور بعد میں مانو سمادھست ہو کر گوڑھ وچار کرنے سے انہیں اس سچائی کا پرکاش ہوا جس سے آئندہ دنیا میں مذہبی ہلچل کی بنیاد ان کے پوتر دل میں ڈالی گئی۔ ارتھات انہیں نتیجہ ہو گیا۔ کہ اشٹادھیائی ہی کیول رشی کرت گرنتھ ہے اور کہ سنسکرت ودیا کے پانچ ہزار سال سے گم شدہ خزانے کی نایاب کنجی کا جزو اعظم ہے۔ اس پاٹھ کو سن کر انہیں کرشن شاستری کے جھوٹا ہونے کا یقین ہو گیا۔ اگرچہ دنیا میں بار مشہور ہو چکی ہے۔ لیکن آج اُس کے آتما کی کوئی شاباش نے اس کے پردے میں عجیب اشارہ پیدا کر دیا ہے۔ اشٹادھیائی کے مل جانے پر اس کی تفسیر مہا بھاشیہ بھی سوامی کے ہاتھ لگی۔ اس کے وچار لے سے نکھنٹو اور نرکت تک رسائی ہوئی۔ ویدوں سے اقوا پراچین سنسکرت لٹریچر روپی سمندر سے اصلی علمی رتن نکالنے کا ایک بے نظیر سادھن پاکر سوامی ورجانند کے دل کو جو خوشی ہوئی ہوگی۔ وہ زمانہ حال کے کسی بڑی سے بڑی مادی تحقیقات کرنے والے کو کب نصیب ہو سکتی ہے۔ اور کرشن شاستری جیسے سوارتھیوں کو تو خواب میں بھی اس کا انوبھو ہونا اسنبھو تھا۔ درحقیقت ہر بات کا اثر دوسری چیز کی یوگیتا پر منحصر ہے۔ جہاں تجربہ زمین میں بیج پھیل جاتا ہے۔ وہاں

مزروعہ عمدہ طرح پر جوتی و پانی دی گئی زمین ان اناج کی فصلوں سے مالا مال کرتی ہے۔ اسی طرح ورجانند کے کان میں جونہی اس شلوک کی آواز پہنچی [illegible] اسے اپنے شاستر ارتھ کے متعلق ست سا گشتی مل گئی اور بجلی کی طرح ان کے جگیاسو دل میں رشی کرت گرنتھوں کا چمتکار دکھا گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سمت ۱۹۱۲ سے ہی سوامی ورجانند ان گرنتھوں کے پرچار میں کٹی بدھ ہو گئے۔ اور مرتیو پرینت اسی دھن میں لگے رہے۔

سوارتھی پرشوں نے دنیا کی نظروں میں دھول تو ڈال دی۔ لیکن آتما کے اندر سے جو سچی علمیت ان کو ملتی رہی وہ اسی کا دل جانتا ہوگا۔ چنانچہ ۲ ماہ کے بعد اس امر کا کچھ صاف صاف اشارہ مل گیا۔

۸۔ لکھشمن کی موت اور ڈنڈی جی کی اُداریتا لکھشمن جوتشی کرشن شاستری کا شش بیمار ہوا۔ دل کے پاپ بھرے سنسکاروں نے اپنا پھل دکھایا۔ اور چھ ماہ کے بعد بھی مذکورہ بالا کرتوت نے خوف دلایا۔ اور قریب المرگ ہوتے ہوئے لکھشمن نے سیٹھ کو کہا۔ کہ شاید ڈنڈی جی نے مجھ پر کوئی مارن موہن کا منتر چلایا ہے۔ ان کو راضی کرنا چاہیئے۔ سیٹھ جی نے اس پر ڈنڈی جی کو کہلا بھیجا کہ آپ پانچ سو کی جگہ ہزار روپیہ لے لیویں۔ اور کشما کریں۔ اس پر سوامی ورجانند جی نے کیا عجیب اُتر دیا۔ جس سے آپ کی اُداریتا اور سب سے دلی پریم کا ثبوت ملتا ہے۔

"ہمارا دھرم یہ نہیں ہے کسی منش کے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تم کو بھرم ہے اگر تم ہمارے پاؤں سے چمٹ جاؤ۔ تو ہم ہزار اپنے پاس سے دینے کو تیار ہیں۔" آخر دوسرے روز لکھشمن جوتشی کی مرتیو ہو گئی۔

۹۔ انرش کرت گرنتھوں کے خلاف دھن۔ ستیہ سے پریتی اور استیہ سے پوری نفرت ہونیکا ثبوت سوامی ورجانند کے جیون میں قابل تقلید حالت میں دکھائی دیتا ہے جونہی انرش کرت گرنتھوں کی پول کھل گئی آپ نے شالا میں نہ صرف ان کا پڑھانا بند کرا دیا۔ بلکہ اپنے ودیارتھیوں اور تمام دوسروں کے دلوں سے جہاں تک بن سکا ان کے لئے گھرنا پیدا کرنے کا یتن کیا۔ جیسے دیکھشت سدھانت کومدی کے مصنف کی تصویر پر آپ سب ودیارتھیوں سے جوتے لگواتے تھے کہ اس نیچ نے اس گھمنڈ گرنتھ دوارا سنسکرت ودیا کی گنجی اشٹا دھیائی کے پرچار کو روک کر صرف ویاکرن کی تجھ پنکتوں پر ہی کیا منحصر ہے۔ آپ تمام مذہبی غلط اعتقادات کے خلاف متفق جیسے مورتی پوجا کے گڑھ میں رہتے ہوئے بے خوف پرچار کرتے تھے۔ مورتی پوجا۔ پنتھوں۔ سمپردایوں اور ان کے چلانے والے پوپانوں کا زور سے کھنڈن کرتے تھے۔ اور کسی کا ساہس نہیں پڑتا تھا کہ مخالفت میں کمر باندھے۔ ان کی دھن کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ مسٹر لیسٹ نے صاحب تشریف

غلط ہو کر متھرا آ گئے۔ اور آپ کے علم کی شہرت سن کر آپ سے ملے۔ جب پوچھا کہ کوئی سیوا ہمارے لائق ہو تو فرمائیے۔ آپ جھٹ کہتے ہیں۔ اگر ہماری خدمت کر سکتے ہو تو بھٹو جی دکھشت کے بنائے ہوئے جتنے کومدی کے گرنتھ ہیں۔ ان کو بھارت ورش سے یا صرف متھرا سے لے کر آگ میں پھونک دو۔ یا جمنا میں پرواہ کرا دو۔ غرضیکہ وہ بڑے زور سے ظاہر کرتے تھے کہ انارش گرنتھ دنیا میں طوفان جہالت پھیلا رہے ہیں۔

۱۰۔ سرب بھوم سبھا کا وچار۔ سمت ۱۹۲۳ کے انت اور سمت ۱۹۲۴ کے آد میں آگرہ میں راجاؤں کا دربار ہوا۔ جے پور ادھیش مہاراج رام سنگھ نے سوامی ورجانند جی کو بلایا اور ستکار سے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ تیسرے ان ملنے کے وقت ڈنڈی جی کی بھینٹ لی کو مہاراج گدی سے اتر کر گئے۔ اور ستکار سے ہاتھ پکڑ کر انہیں اس گدی کے اوپر لا بٹھایا۔ آپ ادب سے نیچے بیٹھے۔ پنڈت کدارناتھ شاستری بنارسی کے پنڈت بنسی دھر لیوان کے اور پنڈت راج جیون اور جھا ترپت کے نزدیک موجود تھے۔ ڈنڈی جی کے ساتھی جگن ناتھ اور جگل کشور ودیارتھیوں نے ڈنڈی جی کی طرف سے گیروا بست ناریل اور متھرا کے پیڑے نذر کئے۔ جسے مہاراج نے سویکار کیا۔ اور اثنائے گفتگو میں ویاکرن پڑھانے کے لئے التجا کی تاکہ ودیارتھ کا گیان اور اشٹوتک سمیروانی کا شے میں سے دور ہو۔ ڈنڈی جی نے کہا یدی آپ تین گھنٹے روز پڑھنے کا پربندھ کریں۔ تو میں پڑھا دونگا۔ ورنہ آپ نہیں پڑھ سکتے۔ مہاراجہ بعد خاموش رہنے کے بولے کہ اشٹادھیائی اور مہابھاشیہ مجھے نہیں آ سکتے۔ ان کے عوض اور گرنتھ بنا کر پڑھا دیجئے۔

(ڈنڈی) ان کا کوئی اور گرنتھ نہیں بن سکتا۔ جیسے سورج کے برابر کوئی توڑ کر نیا نہیں بنا سکتا۔ یہی حال بعینہ ان گرنتھوں کا ہے (مہاراجہ) کوئی ایسا اپائے بتلائیے۔ جس سے میری کیرتی ہو۔ (ڈنڈی) آپ سرب بھوم سبھا کریں۔ تین لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ گورنر جنرل سے پہلے اجازت حاصل کر لیجئے۔ پھر جب سب پرتھوی کے پنڈت اکٹھے ہوں۔ تو ان کے لئے معقول بھینٹ مقرر کر لی جائے۔ اور شاستر ارتھ کا موضوع یہ ہو۔ کہ اشٹادھیائی اور مہابھاشیہ ویاکرن کے سکھیہ پستک ہیں۔ اور کومدی۔ منورما وغیرہ گرنتھ کرت اور اشدھ ہیں۔ چتا نائر مکت ولی آدمی اور بھاگوت آدی پر ان رگھو ونش آدی کاویہ ویدانت میں ینچ دشی آدی اور جتنے نوین سمپرداؤں کے گرنتھ ہیں سب اشدھ ہیں۔ ہم سب اکٹھے ہو کر ودوانوں کے روبرو دو گھنٹے میں سب کو نشچے کرا دیں گے۔ اور آپ کو وجے پتر دلوا دیں گے۔ ایسے شاستر ارتھ کی کامیابی میں ہم بکرماجیت کی طرح آپ کے نام کا سمت جاری کرا دیں گے۔ اس سے آپ کی کیرتی ہوگی۔ ورنہ جس طرح کتے اور گدھے مر جاتے ہیں ویسا ہی تمہارے مرنے

کے بعد نہیں کوئی یاد نہ کریگا۔ مہاراج کے پنڈت شب دین سنگھ جی بولے۔ آپ سچے پر پدے ہیں۔ ڈنڈی جی نے کہا۔ اگر مہاراجہ رام سنگھ جی کہیں تو ہم چلیں +

مہاراجہ نے پرتگیا کی کہ میں سرب بھوم سبھا کرونگا۔ گو عملی طور پر یہ کام نہ ہوا تو بھی سوامی ویرجانند جی کی اندرونی زبردست خواہش ایک دھرم اتھوا پراچین لٹریچر کے اصلی روپ میں پھیلنے کی پرکٹ ہوتی ہے۔ رخصت ہوتے وقت مہاراج نے دو سو روپیہ دو اشرفی اور دو شالہ بھینٹ کیا۔ جسے سویکار کرتے ہوئے سوامی جی چل دیئے۔ اور کہا کہ ہم روپیہ لینے نہیں آئے۔ ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ چھ ماہ بعد مہاراج نے یہ سب کچھ متھرا بھجوا دیا اور ہر روز آپ کے خرچ کے لئے مقرر کر دیئے۔ مہاراج ونے سنگھ جی بھی ہر روز دیا کرتے تھے۔ اس سے ڈنڈی جی اپنا گذران کرتے تھے +

۱۱۔ سوامی ویرجانند جی کے شش اور ان کی ودیا۔ سمت ۱۹۱۲ تک پنڈت انگ لوپال ناتھ دکشنی۔ سومناتھ۔ چوبے گنگادت اور رنگادت آدی سوامی جی سے پڑھتے تھے۔ سمت ۱۹۱۵ میں جگل کشور۔ چرنجیو لعل۔ گوپال برہمچاری۔ نندن جی چوبے شامل ہوئے۔ جو سب اشٹادھیائی مہابھاشیہ پڑھتے تھے۔ آپ خاص ان کو پڑھاتے تھے۔ شبھ آچرن کی طرف رچی والے اور سدا چار کے لئے انہیں ڈنڈی بھی دیتے تھے لیکن ان کی زبردست خواہش تھی۔ کہ کوئی ودیارتھی میرا ایسا نکل آئے جو پر اپکار کے لئے اپنا جیون لگا تا ہوا اشٹادھیائی اور پرانی ماتر کے کلیزن کا مارگ وستریت کر سکے۔ چنانچہ ایشور اچھا سے یہ کام پورا ہو گیا۔ سمت ۱۹۱۹ میں سچا جگیاسو ودیارتھی سوامی دیانند آ نکلا۔ جس کا وشیش حال اگلی فصل میں درج ہے +

اشٹادھیائی مہابھاشیہ میں ڈنڈی جی نے وہ کمال پیدا کیا کہ کوئی آپ کی برابری نہ کر سکتا تھا۔ ذہانت اور حافظہ کی طاقت آپ کی اعلیٰ پایہ کی تھی۔ متھرا کے یاتریوں کے لئے جو عجائبات قابل دید ان دنوں سمجھے جاتے تھے ان میں سے ایک ڈنڈی جی کی پاک ذات تھی۔ ان کی اعلیٰ ودیا کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوگا کہ سوامی دیانند جیسے مہان آتما کی ترپتی آپ کے پاس آ کر ہوئی +

سمت ۱۹۲۰ میں گو سوامی گوپال لعل گوکل والے کے بلانے پر ڈنڈی جی گیا پرشاد اور دو ودیارتھی کے ساتھ گوکل گئے۔ مشہور پنڈت گٹو لعل جی بمبئی والے گو سوامی جی کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ سوامی جی اور ان کا مباحثہ प्रणीत श्यन : کے مضمون پر ہوا۔ چوبے دسور دت سے آپ نے شلوک لکھوایا اور خود ترجمہ کیا۔ گٹو جی کے پراست ہونے پر گو سوامی جی نے ڈنڈی جی کا بہت آدر ستکار کیا اور کہا کہ متھرا جی دور ہے ورنہ ہم روز آ کر درشن کریں۔ اور پڑھا کریں۔ کاشی میں آپ کی ودیا کی وہ دھوم ہوئی کہ جن ودیارتھیوں کی علمی مشکلات وہاں حل نہ ہو سکتیں وہ متھرا میں ڈنڈی جی کے پاس پہنچتے۔ پس کشوری جی ودیارتھی سات سال کاشی پڑھنے کے بعد متھرا میں ڈنڈی جی کے پاس آ گئے اور اشٹادھیائی

پڑھنے لگے۔ اس کے پیچھے پنڈت اودے پرکاش۔ ہری کرشن۔ دین بندھو گنیشی لعل آدی بھی سب آکرشش بنے +

گوالیار کے مشہور ویاکرنی پنڈت گوپال آچارج متھرا آئے تو سیٹھ گورسہائے نے ان کی ویاکرن میں شہرت سن کر سو روپیہ ان کو بھینٹ کیا۔ تب ڈنڈی جی نے سیٹھ جی کو کہا۔ "پنڈت جان کر آپ جتنا چاہیں ان کو دان دیں۔ لیکن اگر آپ ویاکرن کی پدوی کا خیال کرکے دیتے ہیں۔ تو ہمیں بھی نشچے کرا دیں کہ وہ واقعی ویاکرنی ہیں۔ سیٹھ جی تو خاموش رہے لیکن کالتی کے بشو بیشر شاستری متھرا میں تھے۔ انہوں نے دونوں کا شاستراتھ کروا دیا۔ رنگا چارج جی مدھیست ہوئے۔ جگہ رنگا چارج کا مسند مقرر ہوئی۔ ڈنڈی جی کہتے تھے کہ مہابھاش میں ابھیاستر اور واجیہ دو پرکار کے بھاؤ لکھے ہیں گوپال آچارج کہتے تھے کہ مہابھاش میں نہیں ہیں۔ ڈنڈی جی نے مدھیست کو سب پنڈتوں کے روبرو دونوں بھاو اس سوتر مہابھاش میں دکھلا دئے (मध्ये धातु के) اس پر ڈنڈی جی کی خوب شہرت ہوئی۔ رنگا چارج نے ان کی بڑی تعریف کی۔ ساتھ ہی ڈنڈی جی کا اور بھی دڑھ نشچے ہوگیا۔ کہ رشی کرت گرنتھوں کے آگے منش کرت گرنتھ نہیں ٹھہر سکتے۔ اور کہ جہاں تک ہو۔ وید ویدانگ اور اپانگ کا پرچار کرنا چاہئے +

اسی پرکار منش کرت گرنتھوں کا کمزور ہونا بتانے آوت گری۔ دھرتی دھر نیایک گنگا دھر شاستری آدی پنڈت آتے اور پراست ہوتے رہے۔ ایک دفعہ ایک نئیں پنڈت ڈنڈی جی کی تعریف سن کر انہیں پراجے کرنے کی نیت سے آیا۔ گفتگو اس طرح بھنگڑی کرانے کو تھوڑا کتنا پڑے اور ڈنڈی جی کو بہت۔ جب ڈنڈی جی کہہ چکتے تو اخیر میں کہہ دیتا کہ مہاراج آپ نے کونسی بڑھیا بات کہی ہے یہ تو داس کو بھی معلوم ہے چنانچہ لفظ بہ لفظ ڈنڈی جی کی تقریر کو دوہرا دیتا۔ چند منٹ میں ڈنڈی جی تاڑ گئے کہ یہ کوئی چالاک پنڈت ہے۔ اگلی تقریر میں تمام سنسکرت کے الفاظ کی بجائے آپ نے ویدک شبدوں کا جوگن پاٹھ میں بہ زیادہ پریوگ کیا۔ یہ گن پاٹھ کی سنسکرت اس نے پہلے نہ سنی تھی۔ پس ساری تو کیا آدھی یاد نہ رکھ سکا۔ اور کہنے لگا کہ مہاراج آپ واقعی ودیا کے سورج ہیں۔ میں نے اعلےٰ سے اعلےٰ پنڈتوں کو اس طرح ہرا دیا تھا لیکن آپ کی پراچین سنسکرت اور ویدک شبدوں کی واقفیت مجھ کو ایک قدم بھی آگے چلنے نہیں دیتی۔ میرا حافظہ کیونکر ان شبدوں کو جن کا مجھے سنسکار ہی نہیں اور نہ جن کے میں معنے سمجھ سکتا ہوں۔ قابو رکھ سکتا ہے۔ مہر سال میں رنگا چارج کے گورو اننت آچارج سے تین ماہ زبردست مباحثہ ہؤا۔ اننت آچارج نے میدان چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ اب تقریر کی نہیں۔ بلکہ مکان پر جاکر تحریری مباحثہ کرونگا +

سوامی دیانند نے سوامی ورجانند جی کی مرتیو پر یہ شکایت وزن دار الفاظ بولے تھے

کہ "آج ویاکرن کا سورج اَست ہو گیا" آج سوامی دیانند کی علمیت کا ڈنکا تمام سنسار میں بج رہا ہے۔ لیکن جب وہ ستیارتھ پرکاش کے ہر سملاس کے اخیر میں بڑے فخر سے یہ لکھتا ہے۔ کہ سوامی ورجانند کے ششیہ دیانند کا بنایا ہوا ستیارتھ پرکاش امر ہے اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مہرشی کے دل پر ڈنڈی جی کی ودیا کا نہایت گہرا پربھاؤ نقش تھا۔

بال برہمچاری اور جتیندریہ ہونے سے ان کا دماغ خاصہ کتب خانہ تھا۔ ایک دفعہ گرنتھ سنا۔ اور بس حفظ ہو گیا۔ وہ ودیا ساری کنٹھ رکھتے تھے۔ کوتا میں طبیعت کو خاصہ دخل تھا۔ عمدہ سے عمدہ شلوک بناتے تھے؟ لیکن رشی کرت گرنتھوں کے پرچار کی دھن میں اپنی نئی تصنیف اپنے بعد چھوڑنا انہیں برائے نام بھی گوارا نہ تھا۔ یہ بھی ان کی ودیا کا ہی پرتاپ تھا کہ سمپرداؤں کے جھگڑوں میں لوگ ڈنڈی جی سے فیصلہ لیتے تھے۔ چنانچہ مہاراجہ رام سنگھ جی کے محل سے کئی موقعوں پر تحریری پرشن آیا کرتے تھے؟ اور وہ سمپرداؤں کے کھنڈن کے وشے میں پتر لکھتے تھے۔ چنانچہ ان پتروں کے اثر سے کئی سمپردائی لوگ راج کی طرف سے شہر بدر کئے جاتے تھے۔

۲۔ ستیہ بولنے میں جرأت۔ یہ بھی ان کا ستیہ سے پریم اور اس کے ظاہر کرنے کے لئے جوش اوپر کے سارے بیان سے ظاہر ہے تو بھی خاص واقعات قابل نوٹ ہیں۔ ایک دفعہ پرنس آف ویلز متھرا میں آئے۔ تو انہوں نے پنڈتوں کو اپنے روبرو بلایا۔ ڈنڈی جی ودیارتھیوں سمیت پہنچے؟ وہاں انگریزوں نے ان سے کچھ پوچھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے وید کی شرتی بھدے اور اشدھ اچارن سے پڑھی۔ سنتے ہی ڈنڈی جی نے کہا کہ معلوم نہیں ایسے اشدھ اچارن کرنے والے کو وید پڑھنے کا ادھیکار کس نے دیا۔ ایسے سچے بچن پر وہ کشادہ دل انگریز پرسن ہو گیا۔ ان کی بہادری کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے ایسا دلیر آدمی کوئی نہیں دیکھا۔

۳۔ ہر وقت تحقیقات میں مصروف۔ یہ امر بھی صاف ظاہر ہے کہ آپ کا دماغ ہر وقت پراچین ساہتیہ کے اندر کام کرتا رہتا تھا۔ یہی کارن تھا کہ آپ اشٹادھیائی کے سوتروں کو دوسرے کا پاٹھ سن کر ان کو سمجھ کر سکے۔ ایسا ہی ذکر ہے کہ ایک دفعہ آدھی رات کے قریب وچارتے ہوئے آپ کے من میں کسی سوتر کا سمادھان ٹھیک لگ گیا آپ مارے خوشی کے گھر سے چل کر اُدے پرکاش ودیارتھی کے مکان پر جا دستک دینے لگے۔ گرو کی آواز پر وہ جاگا اور آ گیا پوچھنے لگا تب آپ نے کہا کہ مجھے اس وقت فلاں سوتر کا سمادھان یاد آیا ہے۔ جو شیش جی سے بھی نہیں ہو سکا ہے۔ یہ خوشخبری دینے آیا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤں۔ اس لئے بہتر ہے کہ لکھ لے۔ چنانچہ اس نے لکھ لیا۔

۴۔ متفرق باتیں۔ ڈنڈی جی سادہ خوراک کھاتے تھے۔ شروع شروع میں

وہ کئی دفعہ دودھ یا صرف خربوزہ یا صرف پوری یا صرف نارنگی اور کئی دفعہ سونف دودھ میں پکا کر چند روز تک ہی نہیں۔ بلکہ ایک ایک ماہ تک کھایا کرتے تھے۔ مال کنگنی اور مونگ کا استعمال کرتے اور انہیں بڑھی وردھک کہتے تھے مختلف وقتوں میں ویدک شاستر انوکول خاص خاص چیزیں کھانی چھوڑ دیتے تھے۔ ایک دفعہ گنگا کے کنارے آپ کا تمام بدن سوج گیا تو آپ ویدک شاستروں میں لکھی ایک اوشدھی سیون کرتے رہے۔ جس سے بدن کے حصے کی بہت سی کھال اُتر گئی اور پھر دوبارہ کنچن کایا ہو گئی۔ وہ کبھی کبھی بتھی کا ساگ آدھ پاؤ گھی ڈال کر کھاتے اور کبھی سوا سیر دودھ اور چھٹانک سونٹھ استعمال میں لاتے تھے۔ چھوہارے کی گٹھلی کٹوا کر دودھ میں ڈال کر پیتے تھے۔ ایک دفعہ صندوق میں سنکھیا پڑا ہوا تھا۔ سینڈھا نمک کے خیال سے تولہ بھر سنکھیا کھا گئے۔ تھوڑی دیر بعد زہر چڑھنے لگا۔ مکان پر چار بڑے مٹکے پانی کے بھرے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ ان سے پانی سر پر ڈالتے رہے۔ شام تک ایسا عمل ہونے سے آرام ہو گیا۔ ان کا قد درمیانہ رنگت سفیدی مائل تھی +

۱۵۔ سوامی ورجانند جی کی موت۔ اکتر سال کی عمر ہونے پر اپنی کل پستکیں۔ برتن کپڑے اور تین سو روپے نقد گویا کل ۵۲۵ روپیہ کی مالیت کی جسٹری اپنے ودیارتھی جگل کشور کے نام کرا دی۔ کہتے ہیں مرنے سے ۱۲ برس پیشتر ورجانند جی نے ودیارتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ میں فلاں دن شول کی بیماری سے مروں گا اور مرنے سے کچھ دن پہلے جو ایک دو سیٹھ ملنے گئے تو انہیں کہہ دیا کہ آیندہ تم نے یہاں مت آنا۔ اس طرح اپنی آیو دنیا کی خود مطلبی بے ثباتی کا تجربہ پانے ستیہ پر ہی جیون آدھار جاننے اسی کی جگیا سا کرنے اور تمام ستیہ ودیاؤں کے بھنڈار ویدک جیوتی کے مقابل چھائے ہوئے بادلوں کو چھن بھن کرنے کی دھن میں لگا رہنے اور عملی طور پر سدھار اور ترقی کا بیج بو چکنے کے بعد آپ نے بغیر کسی شوک کے اپنے شریر کا تیاگ کیا۔ گنوار کرشن پکش۔ تریودشی سوموار سموت ۱۹۲۵ بکرمی ۱۴ ستمبر ۱۸۶۸ء کے دن آپ کا دیہانت ہوا +

راتی کا وہ کون ایسا محقق ہو گا۔ جو آیندہ زمانوں میں ایسے مہان پرش کی یاد عزت سے ذکر یگا یا اپنے جیون کی جدوجہد میں اس کی اس مختصر جیونی سے سکھشا نہ پائیگا رشی ورجانند نے بھارت ورش ہی نہیں بلکہ تمام دُنیا کے اندر روحانی پرکاش پھیلانے والے ویدوں کی سچے معنوں میں مہان جاننے کے لئے جو اصلی اور بھاری رُکاوٹ تھی۔ اُسے اپنے چیلے سے دور کر دکھایا اور اپنے شش دیانند کو ویدک ارتھوں کی اصلیت سمجھنے میں واقعی وہ کمال کا اُپکار کیا ہے۔ جسے عجب نہیں کسی سے مرد بھگوان میں ہرش اور آنند کے جذبات سے محسوس کیا جائے +

تیسری فصل

سوامی دیانند کا سوامی ورجانند جی سے پڑھنا۔

(۱) متھرا میں آنا۔ ودیا پراپتی کے شوق میں جن دنوں سوامی جی جہاں تہاں ودوانوں کی سیوا میں پہنچ رہے تھے۔ انہوں نے نربدا کی یاترا کرتے ہوئے متھرا کے پرگیا چکشو سوامی ورجانند جی کی ویاکرن ودیا میں کمالیت کی شہرت سن پائی اور متھرا پہنچنے کی ٹھانی۔ ریواں ہند حصیل کھنڈ سے ہوتے ہوئے جنم ودیا کا رنگ سُدی سمت ۱۹۱۷ مطابق ۱۴ نومبر ۱۸۶۰ء کو آپ متھرا پہنچے۔ رودراکش کی مالا پہنتے بھسم لگاتے۔ کوپین باندھتے۔ اچرا سینے پر رکھتے۔ سر پر منڈاسا مارتے اور لاٹھی بھاری کی ہاتھ میں رکھتے تھے۔ سفر کی تکلیف سے جسم کمزور ہو رہا تھا۔ ایک پتک پاس تھا۔ بول چال میں الفاظ گجراتی بھاشا کے ہمرے تمرے کا عام استعمال کرتے تھے متھرا آکر بنیا کے کنوئیں پر ٹھہرے۔ پھر لکھمی نرائن کے مندر میں بسرانت گھاٹ پر جا رہے ؂

(۲) **ورجانند جی کی شاگردی کی شرائط قبول** ڈنڈی جی اندر سے کواڑ بند کئے ایک کٹیا میں رہتے تھے (جو ریلوے سٹیشن سے بسرام گھاٹ کو جانے والی سڑک پر واقع تھی) دیانند نے دروازہ کھٹکھٹایا (ڈنڈی) کون ہے (دیانند) ایک سنیاسی (ڈنڈی) کیا نام ہے (دیانند) دیانند سرسوتی (ڈنڈی) کچھ ویاکرن پڑھا ہے (دیانند) کچھ سارسوت وغیرہ پڑھا ہے ؂

دروازہ کھلا۔ سوامی اندر گئے (ڈنڈی) رشی کرت شاستر اور ہیں (دیانند) مہاراج مجھے بتلائیے وہ کون ہیں (ڈنڈی) اول منش کرت گرنتھوں کو چھوڑ دو (دیانند) میں سنکلپ کرتا ہوں! میں نے سب چھوڑ دیئے (ڈنڈی) سارسوت کی حقیقت یوں جانو۔ کہ انوبھوتی سروپ آچارج نے اسے بنایا ہے بڑھاپے کی عمر میں شاستر ارتھ کیا۔ دانت نہ رہے تھے پنسو شبد منہ سے غلط نکل گیا پنڈتوں نے اعتراض کیا۔ اُسے غصہ آیا۔ اور اس نے اس کی سدھی کے لئے یہ جھوٹھا گرنتھ بنا دیا۔ اپنے زعم میں اشدھی کو شدھ کر دکھایا مگر پنسو اشدھ ہی رہا (دیانند) مہاراج میں اپنے سمجھا گرنتھ کو ہرگز نہ پڑھوں گا (ڈنڈی) اب یہ کار سدھانت کومدی نے سنسکرت ودیا کے پرچار میں ہاتھ ڈالا ہے۔ اس کا کرتا بھٹوجی دکشت تھا۔ ایسے پرش کی عزت دل سے بالکل دور ہونے پر ہی میرا شاگرد بن سکو گے سوامی دیانند نے ڈنڈی جی کی عام مشہور عادت کے مطابق بھٹوجی کی تصویر پر

جوتے لگا کر تعمیل حکم کی (ڈنڈی جی) سنیاسی لوگ استقلال سے نہیں پڑھ سکتے اس لئے ہم انہیں پڑھاتے نہیں۔ تم کھانا کہاں سے لاؤ گے (دیانند) مہاراج میں کسی طرح پڑھائی کا ہرج نہ ہونے دونگا۔ آپ کرپا کیجئے۔ اور مجھے ودیا دان دیجئے۔ میری امرتا پور ایک پرارتھنا ہے۔ درخواست وزن دار تھی ڈنڈی جی انکار کیسے کر سکتے سوامی جی تین چار روز جاتے رہے۔ شرائط سب قبول کیں۔ اور ورجانند جی نے پڑھانا شروع کیا ۔

۳۔ سہایتا ہر طرح کی ملگئی۔ ورجانند کے پاس کوئی لنگر جاری نہ تھا۔ دیانند کے پاس پستک لینے یا کھان پان کو کچھ نہ تھا۔ وہ اپنی ورِدھا اچھا کو دھارن کئے ہوئے کیول ایشور آشرے بچرتے تھے۔ وہی ہر ستھان میں ان کے معاون اور دیش کی بہتری کے لئے بگھن ناش کرتی رہی۔ اور ایسا ہی یہاں بھی ہوا۔ متھرا میں سوامی جی کے آنے کے چھ ماہ بعد چھ سات مہینے قحط بھی رہا۔ لیکن ایسے کسی بھی کارن سے بہت دھارمی دیانند کے ودیا ابھیاس میں بادھا نہیں پڑا۔ ورجانند جی نے شہر سے آگرا ہی کرا کے [illegible] کو انہیں مہا بھاشیہ لے دیا۔ بابا امر لال جوشی اور بنگ برہمن رئیس متھرا سوامی دیانند سے مل کر بہت پرسن ہوئے۔ اور انہوں نے سوامی جی کے بھوجن کا پربندھ متھرا رہنے کے زمانہ میں اپنے ہاں رکھا۔ ہر سوموار بیاجی کے یہاں ستو برہمن بھوجن پاتے تھے۔ لالہ گوردھن داس صراف سے ماہوار رات کی پڑھائی کے لئے تیل جلانے کو ملتے رہے۔ اور ہردیو پتھر والے سے قریباً دو روپیہ ماہوار دودھ کے لئے ملتے تھے۔ ہندوستان بھر میں متھرا میں سب سے زیادہ خالص دودھ بکتا ہے۔ تبھی یہاں کے پیڑے ملک میں بے نظیر ہیں۔ غرضیکہ شریر رکھشا کے لئے جو کچھ اوچت تھا۔ اس کا پربندھ ایشور کرپا سے ہوتا ہی گیا ۔

۴۔ گورو بھگتی۔ ڈنڈی جی کے سنان کے لئے ۱۵ یا ۲۰ گھڑے سوامی جی روز جمنا سے لاتے۔ اور ان کے پینے کے واسطے جمنا کے بیچ سے نہایت عمدہ مصفا پانی بھر لاتے۔ ایک دفعہ ڈنڈی جی نے ان کو لاٹھی سے مارا۔ جس سے ان کا ہاتھ درد کرنے لگا۔ تب سوامی نے کہا۔ مہاراج مجھے مارا نہ کریں۔ میرا بدن پتھر کی طرح سخت ہے۔ اس پر چوٹ لگانے سے آپ کے کول ہاتھوں کو دکھ ہوگا۔ اس چوٹ کا نشان سوامی جی کے ہاتھ پر انت تک رہا۔ جسے دیکھ کر گورو یاد آتا۔ اور وہ اس کی ودیا اور اپکار کا دھنیاواد دیا کرتے تھے ۔

پھر ایک بار پڑھاتے ہوئے ناراض ہو کر ڈنڈی جی نے سوامی دیانند کو گالیاں دیں۔ اور سونٹا مارا۔ شری نین سکھ جڑیا نے کہا۔ کہ اسے آپ نہ مارا کریں۔ نہ گالی

دیا کریں یہ ہماری طرح گرہستی نہیں بلکہ سادھو سنیاسی ہے ٭

ڈنڈی جی نے آگے کو بر تشٹھا سے پڑھانے کا وعدہ کیا۔ لیکن سوامی جی نے اُسے بُرا منایا۔ سبق سے فارغ ہو کر نین سکھ کے مکان پر گئے اور کہا کہ آپ نے میری سفارش کرنے میں بہت بُرا کیا۔ ڈنڈی جی شسّ مارنے کے لئے مارتے ہیں جیسے کمہار تاڑ تاڑ کر گھٹ کو بناتا ہے۔ یہ ان کی کرپا ہے۔ نہ کوئی دشمنی یا ضد ٭

سوامی دیانند کی ودیا سماپتی میں پندرہ بیس دن رہ گئے تھے کہ اوپر بیٹھنے کی جگہ میں گورو کے کہنے کے مطابق انہوں نے جھاڑو دیا۔ لیکن کوڑا ایک جگہ جمع کر دیا۔ ٹہلتے ہوئے ڈنڈی جی کا پاؤں اس پر پڑ گیا۔ وہ خفا ہو کر گالیاں دینے لگے۔ اور نکل جانے کا حکم دیا (بموجب اپنے محاورے کے ڈیوڑھی بند کر دی) سوامی اس سے دُکھی ہوئے پہلے نندن سے پھر نین سکھ سے سفارش کرائی۔ اور کہا۔ کہ اگرچہ وہ دل سے ناراض نہیں ہوتے تو بھی اب میری ودیا سماپتی کے دن عنقریب پورے ہونے والے ہیں۔ ان کو ایسے سمے پر کسی طرح بھی آزردہ کرنا ٹھیک نہیں سفارش ہوئی۔ دیانند جی نے بھی گورو بھگتی کو ملحوظ رکھتے ہوئے پاؤں کو ہاتھ لگا کر کھشما مانگی۔ وہاں کیا دیر تھی۔ فوراً کرودھ دُور ہو گیا ٭

۵۔ برہمچریہ برت۔ متھرا میں سوامی جی پورے پرشارتھ اور محنت سے ودیا اَدھیین کرتے رہے۔ مندر کی بیٹھک پر روز ویایام کرتے اور باہر چند میل بھرمن کو جاتے رہے۔ کبھی کسی استری وغیرہ سے گفتگو یا ہنسی نہیں کی۔ کوئی ذکر کرتا تو یہ دھتکار دیتے۔ دوسرے ودیارتھیوں کو ایسی باتوں سے منع کرتے اور برہمچریہ پالن کا اُپدیش دیتے۔ وہ پورے جتی ستی تھے؛ اس لئے اور وشئے کھتا آدمی سے سخت متنفر تھے ٭

۶۔ دیگر دھارمک وچار۔ سوامی جی فرصت ملنے پر یہاں یوگ ابھیاس اور سوادھیائیوں کے ساتھ ویاکرن سمبندھی وچار کرتے۔ برہمنوں کو سندھیا اور اگنی ہوتر کا اپدیش دیتے۔ اور تھوڑا تھوڑا سمپردایوں کا کھنڈن بھی کرتے تھے۔ پنڈت جگل کشور جی و بسدیو گوڑ برہمن کو ایک دن سپشٹ کہا۔ کہ مورتی پوجا۔ کنٹھی تلک چھاپ وغیرہ سب منع ہیں۔ مگر کھلا کھنڈن منڈن نہیں کرتے تھے ان کی بدولت مندر میں ودیارتھی بہت جاتے تھے۔ اور ۱۱-۱۲ بجے رات تک ودیا پڑھتے تھے۔ سوامی جی شام کو مندر میں بیٹھ کر سنسکرت بولتے اور پنڈتوں سے مختلف وشیوں پر بحث مباحثہ کیا کرتے تھے ٭

ورجانند جی کا برنداون میں رنگا چاریہ جی سے مباحثہ ہوا۔ سوامی دیانند ساتھ تھے۔ اثنائے گفتگو میں رنگا چاریہ کا ایک چیلہ سنسکرت میں بولنے لگا

دیانند جی نے اس کی بیان کردہ نیکتی کا سنسکرت میں کھنڈن کیا۔ مگر ڈنڈی جی نے روک دیا۔ کہ خواہ وہ کچھ کہے۔ تم نہ بولو ❖

ڈنڈی جی کے ہاں ہر کے ودیا اور دھرم کے بنا کچھ چرچا ہی نہ ہو سکتا تھا۔ دیانند کی بھی یہی اوستھا تھی۔ ایسے گورو چیلے کے ہی ست سنگ کا پھل ہے کہ نین شکھ جیسے ان پڑھ اور اکشر تک نہ لکھ سکنے والے کو بھی اشٹادھیائی کے سوتر اور مہابھاشیہ کی پنکتیاں از بریاد ہو گئیں۔ بھاگوت کھنڈن کے کئی شلوک اُسے حفظ تھے۔ سنسکرت آچاریوں اکثر ودوان پنڈتوں سے بھی بہت زیادہ شدھ ہو گیا۔ وہ سندھیا کرتا منتروں کے ارتھ اُسے زبانی یاد ہیں۔ جو سوائے بیس تیس ودوانوں کے متھرا میں کسی کو نہیں آتے وہ متھرا باسی ہونے کے باوجود سورتی پوجا سے متنفر معاملہ کا صاف راست گو بے خوف اور آزادی پسند ہو گیا ❖

نہ جانے نین شکھ کی طرح کتنے آتماؤں پر اس کے آدرش گورو اور شش کی بابت آتمک اوشتی کے سنسکار پڑے ہونگے۔ ان دونوں کی شخصیت کی نسبت تو متھرا کے ودوانوں کا متفقہ بیان ہے کہ ڈنڈی جی اور سوامی جی کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔ سچے آدمیوں کے دوست اور راستی پسند تھے۔ جھوٹوں کو پاس تک نہ پھٹکنے دیتے تھے ❖

یہ سما ورتن اور گورو دکھشنا۔ سوامی دیانند پہلے ہی سنسکرت ودیا میں اچھا ودوان سمجھا جاتا تھا۔ لیکن گورو ورجانند کے پاس ڈھائی سال ودیا پراپتی کرنے میں جو سنسکرت لٹریچر کی ادھوکتی کرنے والا اصلی کارن تھا۔ اس کی حقیقت اس پر بخوبی واضح ہو گئی سوارتھی کم علم آدمیوں کی اپنے مطلب کی بنائی پستکیں اب اصلی سدھانت سمجھنے سے اُسے کب روک سکتی تھیں۔ رشی کرت گرنتھ اشٹادھیائی مہابھاشیہ ویدانت سوتر اور تمام علمی خزائن اپنے پراو لیکاری گورو سے پا کر اس کا آتما سچے معنوں میں مالا مال ہو گیا تھا۔ اور وہ مانع منتر۔ گورو جی دیانند کے گنوں پر بہت خوش تھے کہ کہا کرتے تھے۔ کہ جی میرے کام کو کوئی کریگا تو دیانند ہی کریگا۔ وہ جتاتے تھے۔ کہ جو آگ میری طفیل دھونکنی کی صورت میں تمہارے اندر دھک رہی ہے وہ کسی سے شعلوں کی صورت میں ظاہر ہو کر تمام اندھا دُھند وشواش۔ بھرم جال اور جھوٹے گرنتھوں کا ناش کریگی۔ اس کا ثبوت کسی اور شہادت کے ضرورت میں نہیں ملا۔ جل دیانند کے جیون نے رشی ورجانند کے اوبھو کو بالکل سار تھک کر دکھایا۔ اور ایسا پرتیت ہوتا ہے کہ انہوں نے دیانند کے ہردے کو ایسی پرکار اپنی مردم شناسی سے مطالعہ کر لیا تھا۔ اسی کا یہ پیغام تھا۔ کہ زدھن سنیاسی ودیارتھی رشیوں کی پراچین پرنالی کے انوسار کیول آدھ سیر لونگ کی بھینٹ لئے گورو کے پاس پہنچا۔ بھینٹ رکھ کے ہاتھ جوڑے اور نمرتا سے پرارتھنا کی (دیانند) مہاراج مجھے اب وداع ہونے کی آگیا ہے (گورو)

دیانند جاتے ہو تو ودیا سماپتی کی سپھلتا کی دکشنا دینا دھرم ہے (دیانند) مہاراج جو آپ فرمادیں میں حاضر ہوں (گورو) مجھے کسی دنیاوی پدارتھ کا لوبھ نہیں ہے بیٹا اس ودیا کو سپھل کر دکھاؤ۔ دیش کا اوپکار کرو۔ ستیہ شاستروں کا اودھار کرو۔ مت متانتروں کی اودیا کو مٹاؤ۔ اور ویدک دھرم پھیلاؤ۔ یہی دکشنا میں تم سے مانگتا ہوں (دیانند) بھلا اس دکشنا کے ستو پر گمبھیرتا سے بچارتا ہے اور بڑے ادب سے نمسکار کر کے) گرو آپ کی آگیا سر ماتھے پر۔ آیو پرینت اس کے لئے ہی یتن کرونگا (گورو) بیٹا ایشور تمہاری ہمت اور کوشش میں برکت دیوے۔ میں یہ اشیرباد دیتا ہوا انت میں یہ اصولیہ سدھانت تیری آئندہ رہنمائی کے لئے کہہ دیتا ہوں۔ کہ

”منش کرت گرنتھوں میں پرمیشور اور رشیوں کی نندا ہے۔ اور رشی کرت میں نہیں۔ اس کسوٹی کو ہاتھ سے نہ دینا“

یہی وجہ ہے کہ سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش کے تیسرے سمولاس میں پٹھن پاٹھن ودھی کو رشی کرت گرنتھوں پر منحصر کرتا ہے اور دونوں قسم کی گرنتھوں کے فرق کو اس مختصر سی مثال سے بڑی عمدگی سے واضح کرتا ہے۔ کہ منش کرت گرنتھوں کا پڑھنا ایسا ہے۔ کہ کھودنا پہاڑ اور پانا کوڑی۔ لیکن رشی کرت گرنتھوں کا مطالعہ ایسا ہے کہ سمندر میں غوطہ لگانا اور بیش قیمت جواہرات نکال لانا۔

آہ! کیا عجیب نظارہ تھا۔ کوئی دیسی پرشد یا گورو کل جیسا وشو ودیالہ دکھشانت سنسکار کی مہان کو درشانے والا جاری نہیں ہوا۔ کسی یونیورسٹی یا کالج سے سمبندھ نہیں۔ نہ کوئی کانووکیشن ڈگری دینے کے لئے منائی جا رہی ہے۔ لیکن اس عملی تجسوی پرجا کی ستیہ رکھشا اور سنسار کے اودھار کے لئے استاد وانوالی پریرنا کس قدر کام کر رہی ہے کہ ایک چھوٹی سی کٹیا میں گمنام طور پر ایکانت باس کرتے ہوئے گورو اور شش ودیا کی حقیقی سپھلتا کا بیج بو رہے ہیں۔ پرماتما کرپا کرے اینک ایسے گورو اور شش اتپن ہوں۔ اور ایسی سچی گورو دکشنا کا سنکلپ اور تپسیا سو آتمائیں بھی دھارن کریں۔ تو آریہ ورت دیش کیا سنسار بھر کی سروپکار کی وشالتی دور ہو سکتی ہے۔

گورو دکشنا کے وشے میں ورت دھارن کر سوامی دیانند ڈیرے پر آتا ہے گیتا اور وشنو سہسر نام کی پستک مندر کے پجاری کو دیتا ہے۔ گرمی کے سبب لحاف بھی وہیں چھوڑتا ہے۔ اور دوسرے پجاری گھاسی رام کے ساتھ ورت پورا کرنے کو متھرا سے چل پڑتا ہے۔ اور ستیہ دھرم پرچار کا وہ پوتر بیج بوتا ہے۔ جو اس وقت سنسار کے سامنے ایک ہرے بھرے شاندار درخت کی صورت میں ظاہر ہے۔

دوسرا حصہ

سوامی دیانند سرسوتی کا عظیم الشان کام

باب اول

دھارمک گرنتھوں کا وچار اور دھرم پرچار کا آغاز

بیساکھ سمت ۱۹۲۰ سے بیساکھ سمت ۱۹۲۴ تک

پہلی فصل

آگرہ (بیساکھ سمت ۱۹۲۰ سے اخیر اسوج سمت ۱۹۲۱)

۱۔ وڈیا۔ پہلی جگہ جہاں گرو سے وداع ہو کر سوامی دیانند پہنچے۔ آگرہ تھی۔ یہاں جمنا کنارے بھیرو مندر کے پاس لالہ گلا مل ولد روپ لال اگروال کے باغیچہ میں قیام رہا۔ بیچ بیچ میں کبھی کبھی شنکا نوارن کرنے کے لئے آپ سوامی ورجانند جی کے پاس جاتے تھے۔

۲۔ سوامی جی کی ودیا کی شہرت۔ اس باغیچہ میں ٹھہرنے والے ایک اَن پڑھ سادھو سے اطلاع پا کر پنڈت سندر لال۔ دیا رام و بالمکند جو سارسوت برہمن اور دفتر پوسٹ ماسٹر میں ملازم تھے۔ درشن کو گئے۔ دھرم سنبندھی بار بار تالاپ ہونے سے ان کا پریم بڑھا اور وہ لوگ روز جانے لگے۔ جس سے شہر والوں میں کچھ چرچا ان کی عظمت کا ہوا۔ لیکن خاص شہرت سوامی جی کی سوامی کیلاش پربت کے آنے پر ہوئی۔ یہ سوامی جی راجہ کی سرکار سے پہنچے اصحاب کی ہنڈی چلتی تھی۔ جس سبب سے یہ بہت مشہور و معروف آدمی تھے۔ آگرہ میں یہ بھی سوامی جی والے باغیچے میں ہی ٹھہرے۔ ایک دن ان کے ملنے والے لوگوں کو گیتا کے شلوک (सर्व धर्मान परित्यज्य) کے ارتھوں کی بابت اُن سے تسلی نہ ہوئی۔ تو روپ لال کے بیٹے نے سوامی جی سے پرارتھنا کی۔ جو وہیں نزدیک ٹھہرے ہوئے تھے۔

جونہی سوامی جی نے ارتھ کئے۔ جتنے پچیس تیس آدمی بیٹھے تھے۔ سب کی شانتی ہو گئی۔ کیلاش پربت بھی پرسن ہوئے۔ اور بولے۔ "سوامی جی کی ودیا واقعی بہت اچھی ہے اگر تم میں سے کسی نے کچھ پڑھنا ہو تو یہی ایک سرچشمہ ہیں جو پڑھا سکتے ہیں۔" اس واقعہ سے سوامی جی کی ودیا کی بہت شہرت ہو گئی۔ دھرم جگیاسو کثرت سے آنے لگے۔ کیلاش پربت جی اس معذرہ کر بھرت پور چلے گئے۔

۳۔ اشٹادھیائی، نیولی کرم آدمی کی شکشا۔ پنڈت سندر لال آدمی چار پرشوں نے اکٹھے آ کر سوال اٹھایا۔ کہ "آپ نے سنسکرت ودیا کے لئے کیوں اتنا پریشرم کیا۔ مردہ زبان نہ دفتر میں کام آوے نہ ملک کی بول چال ہیں۔"

سوامی جی نے جواب دیا۔ ہم اس سے اپنا پرلوک سنبھال لیتے اور کسی کو اچھا ہو تو اس کو بھی مدد دے سکتے ہیں۔ اس پر سندر لال و بالمکند جی نے اشٹادھیائی کا پڑھنا شروع کیا۔ ان میں سے بالمکند جی کو سنسکرت ودیا کا ابھیاس تھا۔ سندر لال جی کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ خوشبو بدبو نہیں آتی تھی۔ سوامی جی نے نیتی دھوتی اور نیولی کرم اُسے سکھایا جس سے وہ راضی ہو گیا۔ منشی بیرج لال۔ سری کرشن و ہر پرشاد جی ماتھر کائستھ دیو بلقب نواب صاحب مشہور تھے، وغیرہ نے یوگ کا وشے پڑھا اور سیکھا۔ بستی اور نیتی دھوکرم اور دھیا کرنا بھی سیکھا۔ مگر نیولی کرم اُن سے نہیں ہو سکا۔ آگرہ سے چلتے ہوئے سوامی جی نے سب سے یوگ کریا تیاگ کرا دی۔ کہا کہ تم لوگ گرہستی ہو۔ خوراک اچھی نہ ہونے یا بے احتیاطی ہو جانے سے ہمارے بعد بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

۴۔ پنچ دشی اور گیتا کی کتھا۔ جب لوگ اکٹھے ہونے لگے۔ ان کی اچھیا انوسار سوامی جی نے زبان مبارک سے روز تقریر کرنا منظور فرمایا۔ ایک دو ویدانتیوں نے نویدن کیا کہ آپ پنچ دشی کی کتھا کیا کریں تو اتم ہو۔ سوامی جی نے کہا۔ میں ہر رشی کرت دھرم پستک کو بخوبی باچنے کو تیار ہوں۔ لیکن منش کرت کو نہیں۔ جو اب پنچ دشی کو شنکر آچاریہ کے ششیہ ودیارنیہ کی تصنیف اور رشی کرت جتایا گیا۔ وہیں کتھا شروع ہو گئی۔ لیکن پڑھتے پڑھتے اس میں یہ ذکر آ گیا کہ کبھی کبھی ایشور کو بھی بھرم ہو جاتا ہے۔ جھٹ سوامی جی نے ہری اوم تت ست کہہ کر پستک ہاتھ سے رکھ دی۔ اور کہا جسے بھرم ہو وہ ایشور کہاں رہا۔ گورو جی کے کتھن انوسار ایشور کا کھنڈن کرنے والا یہ گرنتھ منش کرت ہے باوجود شروتاؤں کے اصرار کے سوامی جی نے نہ اُسے پڑھا نہ اسے ہاتھ میں لیا۔ ٹال کنوار کے تیجے سے دیوالی کے ایک دو بعد تک روز گیتا کی کتھا ۲ گھنٹے رات کے وقت کرتے رہے اور کبھی کبھی دیوی بھاگوت سے بھی اچھے اچھے اُپدیش سنائے۔

۵۔ نیولی کرم سے علاج۔ ایک دن پاؤں پر پھنسیاں نکلنے پر سوامی جی نے فرمایا۔ کہ پیٹ کے وکار سے پھنسی نکلی ہے۔ چند نیولی کیا کریں۔ چنانچہ تین چار آدمیوں کے

ساتھ راج گھاٹ جمنا تٹ پر جا مول دوار سے تین بار جل چڑھایا۔ پہلی دفعہ بدبو والا۔ دوسری دفعہ زرد اور تیسری دفعہ بالکل سفید جل نکلا۔ تب سنان کر کے واپس آ گئے۔ جل چڑھانے کے بعد نابھی چکر کو گھماتے تھے اور ندی سے باہر جل پھینک دیتے تھے۔ اس جلاب کے سے عمل سے بہت کمزور ہو گئے اور کھانا دال بھات کھایا۔ کہتے تھے کہ یہ ودیا نربدا کنارے بندھیا چل پہاڑ پر ایک کن پھٹے جوگی کے پاس بہت دن رہ کر سیکھی تھی۔ پانی میں اکثر بیٹھے رہنے سے ہمارے سر پر سردی کا اثر ہو گیا۔ اس لئے ہمیں کبھی کبھی ابرک کا کشتہ بھی کھانا پڑتا ہے۔ اس کشتے کی ترکیب بھی سندر لال جی کو سوامی جی نے بتائی۔

۷۔ سندھیا پستک۔ ان دنوں سوامی جی نے تینوں ورنوں کے لئے ایک سندھیا جس کے انت میں تکشی شوکت تھا۔ تیار کی۔ تیس ہزار کاپی اس کی روپ لال جی نے ڈیڑھ ہزار روپے کو چھپوائی۔ بعض پنڈتوں نے ویدک منتر رکھنے کا اعتراض کیا لیکن سب نے بغیر تعصب کے اس کی جلد کو خرید لیں۔

۸۔ مورتی پوجا آدی کا کھنڈن۔ یہاں بت پرستی وغیرہ کا کھنڈن بھی ہوتا رہا۔ مشہور پنڈت ان چھیتو لال کالیداس اُن سے متفق تو ہو گئے۔ مگر کہتے تھے ہم لوگوں کو مورتی کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہم گرہستی ہیں آزاد نہیں۔ پنڈت سندر لال نے بھی مہادیو کی پوجا تیاگ دی۔ پنڈت دیارام جی گو اپنی کمزوری سے ظاہر لحاظ میں چلتے لیکن دل سے مورتی پوجا چھوڑ بیٹھے۔ یہاں کرشن بھاگوت آدی کا بھی کھنڈن سوامی جی کرتے تھے۔ اور مہا بھارت بچارتے تھے۔

۹۔ مستغرق حال۔ متھرا سے جو پنڈت کھاسی رام آئے تھے۔ وہ بھی مورتی پوجا سے متنفر ہو کر دس بارہ روز بعد واپس ہوئے۔ پھر دس ماہ بعد ایک دفعہ درشن کرنے آئے۔ سمت ۱۹۲۷ میں ان کا دیہانت ہو گیا۔ ایک ناخواندہ برہمن یوگ کی چند منشٹھ کلا جانتے والا ایک چیلن جیتندریہ آگرہ میں آیا۔ سوامی جی نے اس کو دھوتی دھونے وغیرہ کے لئے اپنے پاس رکھا۔ جب کبھی موج میں آتے۔ تماشے کے طور پر آسن لگاتے تھے۔ ایک برہمچاری رسوئی کرنے والا ساتھ رہا۔ یہاں لوئی اور دھسا اوڑھتے۔ اچھا باندھتے جوتا پہنتے تھے۔ سلا ہوا کپڑا سوائے رضائی کے نہیں پہنتے تھے۔ صبح شام روز سمادھی لگاتے تھے۔ مہا بھاش اور چند دیگر پستک ساتھ تھے۔ حسب ضرورت شنکا نوارن کرنے کو گرو جی سے پتر ویوہار بھی کر لیتے تھے۔ بھاگوت کھنڈن پر سنسکرت میں پاکھنڈ کھنڈن نام کی پستک انہی دنوں لکھی تھی۔ وید کی تلاش یہاں آپ کو بہت تھی۔ آپ نے سندر لال جی کو بھی کہا۔ وہ پنڈت چھیتو جی و کالیداس جی سے بعد بہت تلاش کے کچھ ورقے لائے۔ مگر سوامی جی نے کہا ان سے کام نہ چلیگا۔ ہم

باہر جاکر کہیں سے مانگ لاویں گے ۔

دوسری فصل

لشکر گوالیار

۱۔ آگرہ کے بعد بھرمن۔ کارتک بدی (سمت ۱۹۲۱ یا ۱۸۶۴ء) کو وید پُستک کی تلاش میں سوامی جی دھولپور تشریف لائے۔ پندرہ روز ٹھہرے۔ پھر آبو پہاڑ پہنچ چلے گئے ۔

۲۔ گوالیار میں آمد و ڈیرا۔ ماگھ بدی ۱۱ یا ۱۳ جنوری ۱۸۶۵ء کو سوامی جی آبو سے گوالیار پدھارے۔ ۳۔ ودیارتھی ساتھ تھے۔ رام کرشن بابو آپا راؤ جرنیل کے گنگا مندر میں ڈیرا پڑا۔ پنڈت گنگا پرشاد و جمنا پرشاد جی شکل اکثر سوامی جی کی سیوا میں رہتے تھے ۔

۳۔ ریاست سے بھاگوت سپتاہ کی تیاری۔ سوامی جی کے آنے سے پہلے ہی مہاراجہ جیاجی راؤ سندھیا نے یہاں بھاگوت سپتاہ کی تجویز کی تھی۔ ۲۔ دسمبر ۱۸۶۴ء (کارتک بدی ۳ سمت ۱۹۲۱) شکروار کے دن مہاراجہ صاحب کے حضور سے دیوی جی کی سرب سمرود منڈلی۔ اور گووند بابا اور نانا جیوتشی کو بلوا بھیجا۔ سپتاہ کا مہورت پوچھا گیا۔ لائق جیوتشیوں نے میں۔ مینکھ سپچار اشونی بھرنی کا شمار کر ۴۔ فروری ۱۸۶۵ء (ماگھ بدی نومی شنی وار۔ ۵۔ ماگھ سنکرانت) کا مہورت نکالا۔ دیش دیشانتروں کے لائق پنڈتوں کو تاروں دوارا اس مبارک اور سعید مہورت میں کتھا آرمبھ ہونے کی اطلاع دی گئی۔ خاص رئیس جیسے کاشی۔ پونا۔ ستارا۔ احمد آباد۔ حیدرآباد ناسک وغیرہ سے پنڈت بلائے گئے۔ کہ کھڑے ہو کر ہری کتھا کریں۔ استقبال۔ مہمان نوازی اور ہر طرح کی تیاری کا نرالا ہی شان تھا۔ لوگ بھی دور دور سے آئے۔ چار سو بھاگوتی پنڈت منتخب ہوئے۔ پھر ان میں سے بھی ۲۰۲۴ قائم رہے۔ تین منڈپ بنے ہر ایک کی آرائش اور فرش فروش سب قابل دید تھا۔ کتھا کرنے والوں کی پیشوائی میں مہاراج صاحب خود گئے۔ انھیں رتھ میں بٹھا کر ساتھ لائے۔ جس تاریخ کو سوامی جی آئے اُس دن مہاراج نے ۵۰۔ اشرفی ایچا مہاراج کو رام لڑی کی بھکشا میں دیں۔ گووند بابا کاشی والے کو پالکی۔ سونے کی چھڑی۔ ابدا گیری چنوری چھتری وغیرہ ملی تھیں۔ غرضیکہ عجیب دھوم دھام تھی۔ کہ سوامی جی کی آمد کی خبر ملی پنڈت اور

دوسرے لوگ درشن کو جانے لگے۔ آپ کی شستہ ناروت دھارا پرواہ سنسکرت کو سُن کر جو پنڈت جاتے چُپ ہو جاتے۔

۴۔ سوامی جی سے بھاگوت کا کھنڈن۔ جب سوامی جی نے سپتاہ کا حال سُنا۔ طبیعت میں عجیب جوش پیدا ہُوا۔ بھاگوت کا کھنڈن زور سے شروع کیا۔ گنگا پرشاد دفعدار کو سیتا رام شاستری و شیو پرتاپ ویش کے ہمراہ بھیجا کہ بڑے بڑے کھٹ شاستریوں کو بُلا لاؤ۔ کہ ہم ان کے درشن کریں۔ اور اُن سے کچھ بچار کریں۔ یہاں نہ آویں۔ تو ہمیں اپنے پاس بُلا لیویں۔ یہ لوگ بابو چودھری پہ گئے۔ اور اس سے بھاگوت کھنڈن کا ذکر کیا اور کہا کہ لشکر میں بڑا اگھین ہوگا۔ بابو شاستری ان کے ساتھ گاڑی میں مہاراج کے پاس گئے اور کہا کہ ایک مہا ودوان سوامی پورن برہمچاری بھاگوت کا کھنڈن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لشکر میں بڑا اگھین ہونے والا ہے۔ وہیں سرکار کے بھیجے وشنو دکشت جی پنڈت سوامی جی کے پاس پہونچے۔ اور پرنام کر کے کہنے لگے۔ کہ مہاراج نے مجھے بھیجا ہے کہ آپ سے شری مت بھاگوت سپتاہ کا مہاتم پوچھوں۔ سوامی نے ہنس کر کہا یہ سوائے ٹکہ اُٹھانے اور کلیش کے کوئی پھل نہیں ہے۔ چاہے کر کے دیکھ لو۔ دکشت جی نے مہاراج اور گوبند بابا کو سب حال جا سُنایا۔ تب مہاراج ہنسے کہ آپ بڑے سمرتھ ہیں۔ جو چاہیں سو کہیں تیاری ہو چکی دور دور سے ودوان پنڈت آ گئے ہیں۔ اب کیسے ہو سکتا ہے کہ کتھا نہ ہو۔ گوبند بابا جی کے کہنے پر ایسے مہاتما کا شامل ہونا ضروری جان کر مہاراج نے سوامی جی کو نمنترت کیا۔ آپ نے ناتھو پنڈت کی زبانی کہلا بھیجا۔ کہ گایتری کا پرشچرن ہونا چاہئے۔ سرکار نے کہا۔ کتھا کی تیاری ہو چکی اب کیسے ہو سکتا ہے۔

۵۔ بھاگوت سپتاہ کے بعد اپنی۔ ادھر کتھا دھوم دھام سے رہی۔ ادھر سوامی جی کھنڈن کرتے رہے۔

۴ فروری کو کتھا کا پہلا دن تھا۔ ۵ بجے کتھا بیٹھی۔ ایکسو آٹھ باجے بجنے والے۔ ایکسو آٹھ سُننے والے۔ باقی رسالہ پلٹن توپخانوں میں کتھا و جپ والے بٹھائے گئے۔ باجا بجا۔ توپ کی سلامی ہوئی۔ ۱۲ بجے کتھا ورجن ہوئی۔ تین بجے کھان پان ہوا۔ بعد میں گوبند بابا کی کتھا میں سب جاگیردار و مہاراج بیٹھے۔ ۹ بجے رات کے کتھا سماپت ہوئی۔ لیکن اس رات مہارانی کا پانچ ماہ کا گربھ پات ہو گیا۔

دوسرے دن (۵۔فروری) کو رحمت پور کے ہری بابا کی کتھا ہوئی۔ اُس دن راؤ جی شاستری کے گھر میں موت ہو گئی۔ تیسرے دن گوبند بابا کی کتھا ہوئی۔ کوٹھی منڈپ کے سامنے کسی نے تلوار سے سانڈ (بیل) کو زخمی کیا۔ اور خود بھاگ گیا۔ سرکار نے دس روپے سانڈ کے کھانے کو دئے۔ زخم کے علاج کا حکم دیا۔ دیالا کو دیپ لگایا

کو ملے۔ چوتھے دن تربک بابا کی کتھا ہوئی۔ اُسے پانچ ہزار دیتے تھے۔ مگر اُس نے نہ لئے۔ اگلے دو دن (۸-۹ فروری) کو دھولی بابا و بُدھ کر بابا کی کتھا ہوئی۔ ۱۰ اس کو اُدھا مہاراج نے کتھا کی جو بہت دل لبھانے والی تھی۔ سرکار نے تمام مہام بیٹھے کو اور پانچ ہزار روپیہ نقد دیئے۔ اور دس روپے روز کھانے کو کر دیئے ٭

۱۱۔ فروری کو وداع کے دن ہاتھیوں پر جلوس نکلا۔ واپسی پر چھوٹے مہاراج کو بلانے کے لئے احسان علی حکیم بھیجا گیا۔ ڈاکٹر راج نرائن اُنہیں بگھی پر ساتھ لائے۔ تب کنور صاحب کو سرکار نے سب برہمنوں کے چرن میں ڈالا۔ گوبند بابا کی گود میں دیا۔ سب نے سُکھ پُربک سو برس جینے کی اشیرباد دی۔ پھر واڑے کے پجاری اُس کے اوپر صدقہ اُتارا گیا ٭

۱۲۔ فروری کو کوتوال نے شہر میں سخت گرمی اور لوگوں کے بدحال و ضائع ہونے کی رپورٹ کی۔ پھر ۲-۳ مارچ کو ہیضے سے شہر میں بڑی گھبراہٹ ہونے کی اطلاع دی۔ یہ مرض شہر میں بربادی کر ہی رہا تھا۔ کہ ۲۰ اپریل کو کنور صاحب کو ہیضہ ہو گیا اور وہ مر گئے ٭

۴۔ پنڈت مقابلے پر نہ ہی آئے۔ ہیضے کے سبب لوگ روز موت کا شکار ہو رہے تھے۔ مُردوں کو لیجاتے ہوئے سوامی جی کے ڈیرے کے پاس سے گذر ہوتا تھا۔ پھر شمشان کے لئے رام گرنی پر ہجوم ہوتا۔ اور رونے پیٹنے کی ہائے ہائے کی آواز رہتی۔ اس سے ۱۰ مئی کو سوامی جی نے ڈیرا بابا جی کے باغ میں جا کیا۔ جب یہاں رہے شاستر ارتھ کے لئے پنڈتوں کو لکھتے رہے۔ مگر کسی نے کرنا سویکار نہ کیا۔ سوامی رانا جارہے۔ گوبالا جارہے ماہونگ جارہے آیے مگن کر کی ناسک چلے گئے۔ اور شردھوڈراؤ جی آدی پورانک شاستری بار بار بُلانے پر بھی نہ گئے۔

تیسری فصل

جے پور۔ واچرول

۱۔ قرولی ٹھہرنا۔ گوالیار سے سوامی جی اجمیر جی کے قریب قرولی آ گئے۔ راجہ صاحب سے دھرم وشے پر بار تالاپ ہوتی رہی۔ اور پنڈتوں سے بھی کچھ شاستر ارتھ ہوا۔ کئی مہینے یہاں ٹھہرے۔ ویدوں کا دوبارہ ابھیاس کرتے رہے۔ اس کے بعد اکتوبر ۱۸۶۵ء میں جے پور آ گئے ٭

۲۔ ڈیرا و ساتھی۔ بانچھ رام کمار نند رام مودی میں نواس کیا۔ سچدانند۔ جیتن رام اور ایک برہمچاری یہ تین برہمن ست سنگ کے لئے ساتھ تھے۔ سچدانند نے سوامی جی سے گائیتری اُپدیش لیا تھا اور سائنکال سُورہ یہ کے سنمکھ کھڑا ہو کر اُسے جپتا تھا۔ گوپالا سندر پر بھنس گھاٹ میں رہتا تھا۔ اُس نے تحریری سوالات جو برہم کے وشے میں سوامی جی کو بھیجے۔ جن کا جواب پڑھ کر وہ اُن کی یوگیتا کا ایسا قائل ہو گیا۔ کہ گھاٹ کو چھوڑ سوامی جی کے پاس اُسی باغ میں آ گیا۔ اور بعد پرشنوتر سے اپنے شکوک دُور کرتا رہا۔

۳۔ مباحثے۔ لکشمن ناتھ شرون ناتھ جی کے شاگرد کو مہاراج رام نگر جودھپور سے لائے تھے۔ اُن سے برج نندن کے مندر میں سوامی جی کا سمبھاشن ہُوا۔ وہ اُن کی یوگیتا کو اُردو پاکر پراپتی ہُوا۔ کہ آپ یہیں مندر میں رہیے اور سمپردائیوں کے مباحثے میں مجھے سہایتا دیجئے۔ سوامی جی نے کہا۔ یہاں رہنے کی کچھ بات نہیں شاستراتھ میں مجھے بلا لیا۔ تو اپنی سمتی انوکول کتھن کر دونگا۔ اس کے پیچھے ویاکرن کے دس پندرہ سوال لکھ کر سوامی جی نے سنسکرت پاٹھ شالاؤں میں پنڈتوں کے پاس بھیجے۔ جن میں سے ایک دو حسب ذیل ہیں۔

१ कल्मच किं भवति ॥ २ येन कर्मणा सर्वे
धातवः सकर्मका: किं तत्कर्म ॥

جواب میں ایک ناشائستہ الفاظ لکھے آئے۔ سوامی جی نے اس جواب میں آٹھ پرکار کے دوش نکال کر پھر پتر بھیجا۔ جس کو پڑھ کر ہر شچندر آدی سب پنڈتوں نے رنج کیا۔ اور جواب نہ دیا۔ ہاں مل کر گنشی رام بیاس کو اکسایا۔ کہ اس پرش کو محلوں میں بلوا کر شاستراتھ کرواؤ۔ چنانچہ وہاں سب اکٹھے ہوئے۔ ایک پنڈت سب کا پرتی ندھی بن کر بولا۔ کیا یہ پندرہ پرشن اور آٹھ پرکار کے دوش آپ نے ہی لکھے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ ہاں۔ تب قلم شُدھ کی دیا لکھیا پنڈت نے کی۔ سوامی جی نے اس کا کھنڈن کیا۔ اور انت میں سب پنڈتوں کو جواب کے لئے زور دیا۔ مگر پنڈت لاجواب رہے۔ ہاں یہ کہا۔ کہ اگر یہ ٹھیک نہیں۔ تو آپ کتھن کریں۔ سوامی جی بولے کہ جو کچھ یہاں کہا جاوے۔ سب لکھا جاوے۔ تاکہ کوئی بعد میں منکر نہ ہو سکے۔ پنڈتوں نے اس شرط کو باوجود اصرار کے منظور نہ کیا۔ تب سوامی جی نے ویسے ہی کتھن کیا اور نہایت عمدگی سے ویاکھیا کی۔ جس سے سب خاموش ہو گئے۔ بیتھل اوجھا ایک نامی پنڈت بولا۔ یہ ارتھ کہاں لکھا ہے۔

(سوامی) سمپورن شبدوں کی تشریح کسی ایک کتاب میں لکھی نہیں۔ مگر میرا معنیٰ بے شک مہابھاشیہ کے انوکول ہے (اوجھا) مہابھاشیہ کا ویاکرن میں شمار نہیں ہے (سوامی) افسوس! آپ لوگوں کے حال پر اور اس واقفیت پر کہ ہا

کرکے یہ اوشیہ لکھ دیجئے۔ کہ مہا بھاشیہ کی ویاکرن میں گنتا نہیں ہے" اور اس پر سب سے دستخط کرا دیجئے۔ سب پنڈت شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔ اور بھاو سرجن کرنے کی دُھن میں لگے۔ متا لال جی جلدی ہی بول اُٹھے۔ کہ مہاراج نگر کے دروازے بند ہونے والے ہیں۔ آپ نے باہر جانا ہے۔ اس پرشنے کو بند کر دیجئے (سوامی) کچھ چنتا کی بات نہیں۔ کیول یہی ایک فقرہ لکھ کر دستخط کر دیجئے۔ اور ابھی چلے جاویں گے۔ لیکن پنڈت لوگ سب اُٹھ بیٹھے۔ اور سوامی جی یہ کہتے ہوئے ڈیرے کو لوٹے۔ کہ" افسوس اِن کو سبھا نہیں کہنا چاہیئے۔ جو لاجواب ہونے کے سبب اُٹھ بھاگے۔ اور وہ پنڈت نہیں کہلا سکتے۔ جو مہا بھاشیہ کی ویاکرن میں گنتا نہ کریں"۔

اس مباحثہ کا حال سُن کر اوسوال ویشیوں کے گورو جتی پوج جی نے سوامی جی کو اپنے ساتھ بارتالاپ کے لئے پیغام بھیجا۔ سوامی جی نے اُتر دیا۔ کہ جب آپ اُچت سمجھیں آجاویں۔ جتی جی نے کہلا بھیجا۔ کہ ہم دوسرے کے مکان پر جاویں تو عزت میں فرق آتا ہے۔ اس لئے کسی وقت باغ میں یا اور جگہ آپ کا میل ہو۔ تو اُتم ہو۔ سوامی جی نے کہا۔ خیر جب میل ہو۔ تب ہی سہی۔ اتنے میں پتر دوارا ہی کچھ بارتا کیجئے۔ اور پنڈتوں والے دس سوال ویاکرن کے لکھ کر جتی جی کے پاس بھیجے۔ ان کا کچھ جواب نہ دیتے ہوئے جتی جی نے جین مت اوکول آٹھ سوال لکھ بھیجے۔ سوامی جی نے ان کا معقول جواب لکھا۔ اور جین مت پر آٹھ سوال لکھ بھیجے۔ مگر پھر جواب نہ آیا۔

۴۔ ٹھاکر صاحب اچرول کا منتر لن۔ اچرول کے ٹھاکر رنجیت سنگھ رادھا کرشن کے اُپاسک تھے۔ مقام رتیچہ راج بیکانیر کے ٹھاکر بھیر سنگھ جی سوامی جی کے واقف اور مورتی پوجا سے متنفر تھے۔ وہ کسی مقدمے کی وجہ سے جے پور میں آئے۔ اور ٹھاکر رنجیت سنگھ کے طریق پوجا کی تردید کرنے لگے۔ اس پر وہ پوچھنے لگے۔ پھر ہم کیا کریں۔ کسے گورو بناویں۔ جواب میں بھیر سنگھ نے صلاح دی۔ کہ سوامی جی سے اُپدیش لو۔ چنانچہ ٹھاکر جی سوامی جی سے آکر ملے۔ اور اگلے دن سروپ رام جوتشی کو مع پھولوں کے بھجوا دیا۔ سوامی جی منتر ان مان جیدل آگئے۔ رسوئی یہیں ہوئی۔ بارتالاپ میں سندیہہ نوارن ہوئے اور مورتی پوجا سے ٹھاکر جی قطعی متنفر ہو گئے۔ ٹھاکر جی نے درخواست کی۔ کہ ڈیرا اب یہیں رکھئے۔ سوامی جی نے اسے منظور کر کے سچیدانند کو بھیج کر اسباب یہیں منگا لیا۔

۵۔ اچرول میں ڈیرا۔ اول چار روز محلوں میں ڈیرا رہا۔ پھر باغ واقعہ ملن پوری بیرون گنگا پول میں چلے گئے۔ سوامی جی ایکانت میں رہنا چاہتے تھے۔ اس لئے پہلے مکان چھوڑ دیئے اور ایک علیحدہ بنگلے مکان میں رہے۔ جو ٹھاکر جی نے چھپڑ ڈلوا کر بارہ دری کی طرح بنوا دیا تھا۔

۶۔ دھرم و ودّیا پرچار سنبندھی کام۔ ہیرا لال کائستھ ماسٹر سابق کا ملازم ٹھاکر صاحب اجمیر نے ان دنوں شراب پیتا تھا۔ شراب پیئے سوامی جی کے ڈیرے کے پاس سے گذرنے لگا۔ تو یاد آیا۔ کہ سوامی جی ٹھاکر جی کے بلاوے پر یہاں آئے ہوئے ہیں۔ بس جب سے کہ سیدھا سوامی جی کے پاس گیا۔ اور ڈنڈوت کر کے بیٹھ گیا۔ سوامی جی تب منوسمرتی کا پرائشچت ادھیائے پڑھ رہے تھے۔ گو ہتیا۔ سورن چوری۔ سرا پان وغیرہ کی سزائیں جب اچھی طرح سمجھا کر پڑھیں۔ تو اس کو اپنی حالت پر سخت پشچاتاپ ہوا۔ اور وہیں ان دُشٹ کرموں کے پھل سے خوف زدہ ہو کر اس نے ان کے تیاگ کا برت دھارا۔ بعد میں روز سیر کے بہانے جاتا رہا۔ سوامی جی ویدانت اُپنشدوں اور گیتا کی کتھا کرتے ارتھ اچھی طرح سمجھاتے۔ اور مورتی پوجا کا کھنڈن کرتے ہوئے زور دیتے تھے۔ کہ ایشور دل میں ہے۔ وہیں اس کا دھیان کرو۔ دیوی بھاگوت اور کرشن بھاگوت میں سری کرشن جی پر جو کلنک لگائے گئے ہیں۔ اُن کا زبردست کھنڈن کرتے تھے۔ بھاگوت کھنڈن پر جو اپنا ایک پترا چھپوایا تھا۔ وہ بھی سناتے تھے۔ ٹھاکر صاحب اور ہیرالال کو سوامی جی نے یگیوپویت دیا۔ ہون کرایا۔ گائتری کا اُپدیش دیا۔ اور سوبودھ کا ایک پرچہ بھی اُنہیں پردان کیا۔ جو سمت ۱۹۲۳ چیتر شکل ۵۔ بدھ وار کے لکھے ہوئے تھے۔ سندھیا گائتری پر سب کی توجہ پھیرتے تھے۔ چار وید منوسمرتی اور دس اُپنشد کو مانتے منواتے تھے۔ شیو سے مراد نراکار پرماتما لیتے تھے۔ پاربتی کے پتی شیو کی پرتیمت بھگتی کا کھنڈن کرتے تھے۔ سوت گودی کا پول کھول کر اشنان دھیان کی فضیلت جتاتے تھے۔ ویاکرن میں ان کی ہر کہیں دھوم مچ جاتی تھی۔ اور کسی کو مقابلے کا ساہس نہیں ہوتا تھا۔

۷۔ مہاراجہ رام سنگھ مل نہ سکا۔ جے پور آدھیش مہاراجہ رام سنگھ ویشنو اور شیو سمپردائیوں کا مباحثہ شیولنگ کی حمایت اور دیگر مورتیوں کی تردید کے لئے کرا چکے تھے۔ اودھتا ویاس بخشی رام اور ان کے بھائی گھنی شام نے چاہا۔ کہ سوامی جیسے وِدوان کو ساتھ ملا کر حسب دلخواہ کامیابی پاویں۔ چنانچہ ویاس جی سوامی جی سے ملے۔ اور پھر مہاراجہ کو ملنے کے لئے ترغیب دینے لگے۔ مگر سوامی جی نے کچھ پہلوتہی کی۔ تب ٹھاکر رنجیت سنگھ جی کی معرفت اصرار ہوا۔ آخر ویاس جی کے بھائی سوامی جی کو لینے آئے۔ وہ بگھی میں آئے اور راج راجیشور کے مندر میں ٹھہرے سوامی جی نے مورتی کو نمسکار کرنا ہی نہ تھا۔ ویاس جی مہاراج کے پاس اطلاع دینے کو گئے۔ مگر کسی آدمی نے یہ کہہ کر اگر یہاں اس آدمی کا دخل کرایا۔ تو سب کارخانہ تمہارا بگڑ جائیگا۔ یہ تو ہر طرح کی مورتی کو اکھاڑنا چاہتا ہے۔ بیاس کو بھی سوامی جی کے مورتی کو نمسکار نہ کرنے سے ایسا ہی نشچے ہوا۔ بس پھر کیا تھا۔ بغیر اطلاع دیئے

جھوٹ موٹ آن کر یہ کہدیا۔ کہ مہاراجہ صاحب تو کہیں باہر سیر کو گئے ہوئے ہیں اب پھر پدھارنا۔ سوامی جی حقیقت تاڑ گئے اور بولے۔ ہماری مہاراج سے کیا غرض ہے۔ اُسی وقت بینس میں واپس ہوگئے۔ سرداروں نے یہ حال سُن کر کہا۔ کہ مورتی پوجا کے سبب برہمنوں نے مہاراج کو آپ سے چھپا لیا۔ الغرض سوامی جی پھر وہاں نہ گئے +

چوتھی فصل

چند روزہ متفرق بھرمن

اجمیر سے ٹھاکر اندر سنگھ جی رئیس ڈوکو سوامی جی کو اپنے ہاں لے گئے۔ اور اُنھوں نے اُن سے اُپدیش لیا۔ دو روز رکھنے کے بعد جب سوامی جی کو واپس لائے۔ تو ٹھاکر صاحب سے بہت شکر گذار ہوئے۔ کہ ایسے مہاتما سے آپ نے میرا میل کرادیا۔ اس کے بعد ۳ مارچ کو بیل گاڑی میں سوامی جی اجمیر سے بگرو پہونچے۔ جہاں دو روز ٹھہرے۔ بگرو سے ڈوڈوم کر دو دن قیام کیا۔ اور پھر یہاں سے ۷ مارچ کو روانہ ہو کر اُسی دن ریاست کشن گڈھ میں پہونچے۔ یہاں بھی دو روز ٹھہرے۔ اور ۹ کو چل کر اجمیر پہونچے۔ یہاں رائے دولت رام کے باغ میں ۳ دن ٹھہرے۔ اور کام ملتوی کر کے پشکر پدھارے +

پانچویں فصل

میلہ پشکر۔ ۱۳ مارچ تا ۱۳ مئی ۱۸۶۶ء

۱۔ ڈیرا۔ یہاں پہونچ کر برہما مندر میں ڈیرا کیا۔ جو بڑا عالیشان مندر تھا۔ برہما کی پوجا کیوں اسی مندر میں ہوتی ہے۔ اور سارے ملک میں کہیں نہیں ہوتی۔

۲۔ چکنٹ شاستری سے مباحثہ۔ سوامی جی نے مورتی پوجا کا کھنڈن کیا۔ برہمن لوگ جھگڑے کرنے لگے۔ لیکن ودیا میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔ آخر چکنٹ شاستری کے پاس پہونچے۔ جو پشکر پہاڑ کی اگست نامی گپھا میں رہنے والے مشہور ادتیا کے شخص تھے۔ شاستری جی نے پہلے سوامی جی کو بُلا بھیجا۔ پھر بیقرار

کیا۔ کہ میں خود برہما ستہ میں آکر شاستراتھ کرونگا۔ مگر اُس کے نہ آنے پر سوامی جی خود پہونچے۔ تین سو برہمن تھے۔ مباحثہ بھاگوت وشئے پر ہُوا۔ بنکٹ جی نے کہا "وِدیا وتان بھاگوتے پریکشا" سوامی جی نے جواب دیا "وِدیا وتان بھاگوتے اپریکشا" اور اس کے بعد بھاگوت کا پُرزور دلائل سے کھنڈن کیا۔ پھر مورتی کا وشئے پر ذکر ہُوا۔ اور آخر سنسکرت بول چال کی شدھی اشدھی کا جھگڑا ہُوا۔ شاستری देवासुरा اور سوامی جی देवासुर کہتے تھے۔ بعد بہت وچار کے شاستری نے اپنی غلطی کو سویکار کیا۔ اور کہا سوامی جی کی وِدیا بڑی پربل ہے۔ پھر شاستری نے انہیں اپنے گورو سے ملایا۔ یہ اگھوری ظاہراً آدمیوں کو پتھر مارتا۔ گالیاں دیتا اور مُردے چتاؤں سے نکال کر کھاتا تھا۔ مگر سوامی جی سے اُس کی گفتگو ہوئی۔ تو انہوں نے یہ رائے دی۔ کہ یہ سنسکرت کا بڑا عالم ہے۔ اُس نے اور بنکٹ نے سب لوگوں کو سنسکرت و بھاشا میں سُنا دیا۔ کہ جو کچھ سوامی جی کہتے ہیں۔ ستیہ ہے۔ بے فائدہ بحث مت کرو۔ ایسا سُن کر برہمن چلے گئے۔ بنکٹ کے اندر ستیہ کا اس قدر اثر پڑا۔ کہ اُس نے اقرار کیا۔ کہ آئندہ شاستراتھوں میں میں سوامی جی کے پاس پہونچا کرونگا۔

۳۔ استیہ کھنڈن۔ گنگا یا گوسائیوں۔ چکرانکتوں۔ مورتی پوجا۔ پُران آدی کے کھنڈن سے لشکر میں ہلچل مچ گئی۔ سوامی جی وہاں کے پوجاری کو مذاقاً کہتے تھے۔ کہ تمہیں تو یہ ڈھائی من پتھر کی مورت پارس مل گئی ہے۔ خوب سادھوؤں کو لڈو کھلاؤ۔ اور رنڈی بھڑوؤں سے پرہیز کیا کرو۔ مختلف آچاریوں کے نام سے مشہور ستوتروں کی بابت کہتے تھے۔ کہ یہ اور لوگوں نے بنا کر خواہ مخواہ آچاریوں کا نام اُن کے ساتھ لگا دیا ہے کہ یہ پرچلت ہو جاویں۔

برہمنوں کو پریم سے کہتے تھے۔ کہ وِدیا ہی میں پریشرم کرو۔ کھیر پوڑی کے جانے کا غم نہ کرو۔ وِدیا ہوگی تو کھیر پوری بھی زیادہ ملیگی ۔

پنڈت نانو رام جی رئیس کو کہا۔ کہ آپ کنٹھی و تلک کیوں باندھتے ہیں۔ وہ بولے۔ کہ اگر تمہارے جیسے سوائے برہمن وِدوان کے سنیاسی نہ ہوں تو ہم کنٹھی باندھنا چھوڑ دیں گے۔ سوامی جی بولے۔ کہ ہم کیا کریں۔ یہ تو آکاش پھٹ گیا ہے۔ ہم سے کوئی پوچھے۔ تو صاف کہیں کہ وِدوان برہمن کے بغیر کسی کو سنیاس لینے کا ادھیکار نہیں۔ کنٹھی کے تڑوانے پر ایک برہمن ناراض ہُوا۔ فیصلہ کے لئے بنکٹ جی دکھنی شاستری بُلائے گئے۔ جو اُن دنوں یہاں تھے۔ وہ بولے۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں۔ سب سچ ہے۔ مگر یہ بات آپ کی اُس وقت چلیگی۔ جب آپ کے ساتھ کوئی بادشاہ یا مہاراجہ ملیگا ۔

اور جن لوگوں نے اُن سے کنٹھی تڑوانے کا ذکر کیا۔ انہیں یہی کہا۔ کہ یہ کہتے

تو بیچ میں۔ مگر چلیگی جب کہ کوئی راجہ مددگار ہو جاوے ٭

پانڈے رام دھن وشمالی کے ہاتھ سوامی جی نے راؤ بھیون کو پتر بھیجا۔ کہ جو چاہے شاستراتھ کے لئے یہاں آجاوے۔ مگر وہ سباحثہ کو نہ آئے۔ سوامی جی ان کے تلک کا کھنڈن کرتے تھے۔ ان کے राम तनु स्वामी गच्छति والے شلوک کا بھی تنقید کرتے تھے۔ یعنی شریر جلانے سے سورگ جانے کی بجائے وہ اس کا یہ ارتھ کرتے تھے۔ کہ برت تپ نیم سے شریر کو تپانے من کو وشیوں سے روک کر جپ وغیرہ میں لگانے۔ تب شکھ کو پراپت ہوتا ہے۔ رام دھن پانڈے اپنے آپ کو سنیاسیوں کا پروہت کہتا تھا۔ سوامی جی کو کہنے لگا۔ کہ مجھے ایک سنیاسی نے پردھان جی کا شلوک بنا دیا تھا۔ آپ بھی بنا دیویں۔ سوامی جی نے ہنس کر ٹال دیا۔ اور کہا۔ کہ ارے تم ہمارے پروہت بنتے ہو۔ شلوک نہ بنا دیا۔ وہاں سوامی جی کے اپدیش سے اس پانڈے نے اپنی کنٹھی توڑ دی۔ اسی طرح سوامی جی نے اور بہت لوگوں سے کنٹھیاں تڑوائیں اور مندر کے ایک کونے میں ان کو ڈھیر کروا دیا۔

شب دیال برہمن پاٹھشری پروہت سابق پجاری برہمانند جب پوجا کرتے۔ تو سوامی جی کہتے۔ ارے شبد یال تیرا برہمانند سے بولتا ہے۔ یا تمہارے ساتھ بات کرتا ہے۔" جب وہ نقارہ بجاتا۔ تو کہتے "ارے چمڑا کوٹنے سے کیا فائدہ ہے۔" ایسے ہی گھنٹا نچ بجانے سے منع کرتے۔ شبدیال کہتا تھا۔ مہاراج یہاں تو کم ہے ماروڑ میں یہ پاکھنڈ بہت پھیل رہا ہے۔ وہاں آپ سدھار کرو۔ سوامی جی نے کہا۔ اگر کوئی کاٹھ سواری بھیجے۔ تو ضرور جاویں۔

شبدیال نے کہا۔ مجھے خود ایشور کا نام بتا دیجئے۔ سوامی جی نے کہا "سچدانند" یہی نام جاپ کیا کرو۔ اور نہیں۔ کنٹھی شبدیال نے بھی توڑ دی۔ مندر کی پوجا چھوڑ دی۔ بطور چنڈیوں کے گھاٹ پر مانگنا بھی تیاگ دیا۔ ڈاک خانہ میں ملازم ہو گیا۔ اور مزدوری چھوڑنے اور اپنے شدھ کرنے کے لئے سوامی جی کا اپدیش کام آنے والا بن گیا۔ بے دیوگر جی مہاتما سادھو بھی سوامی جی سے اپکار پا کر مرتے دم تک سوامی جی کی پرشنسا کرتے رہے ٭

پنڈت گنگا رام کو جب اُردو پنڈ اور کنٹھی کے خلاف سوامی جی نے اپدیش دیا تو وہ بولا کہ سچ تو یہ ہے۔ اگر آپ ایک لاکھ روپیہ لائے ہوتے۔ تو سب برہمن راضی ہو جاتے۔ اور کہتے۔ کہ جے مہاراج۔ دیانند جی مہاراج کی جے۔" انہی گنگا رام جی کو ہمراہ لے کر سوامی جی دراوڑی سنیاسی سے شاستراتھ کرنے کو گنگا گھاٹ پر پہنچے۔ یہ شخص برہمنوں سے کہتا۔ اٹھارہ پرانوں کی پوجا اور پھر برہم بھوج کرواتا تھا۔ یہ جب بھی آکر گنگا گھاٹ پر بیٹھے ہوئے سوامی جی بھی آ پہنچے ہو گئے۔ مگر بلانے پر بھی

وہ نہ ہی آیا۔ تب لاچار سوامی جی اور سب نے یہ کہا کر وہ مار گئے۔

برہما مندر کے بڑے پوجاری گوسائیں مان پوری سنیاسی نے برہما کو بھوگ لگا کر دودھ سوامی جی کو پلایا۔ معلوم ہونے پر سوامی جی آزردہ ہوئے۔ مہنت کو کہا۔ ایسے پتھر کو بھوگ لگا کر ہم کو پلا دیا۔ مہنت نے کہا۔ افسوس انہوں نے میرے اشٹ دیو برہما کی مورتی کو پتھر بتایا۔ میں ان کو آگے دودھ نہ پلاؤنگا۔ چنانچہ اسی غصہ سے اس نے آگے دودھ نہ پلایا۔ کہا کہ میں برہما جی کا اَن کھاتا ہوں۔

اسی طرح سوامی جی نے پنڈت گنگا رام کو بھاگوت باچنے سے منع کیا کہ یہ بوپ دیو کی تصنیف ہے۔ تو وہ بھی ہم روز غصے رہے۔ تب سوامی جی اس کے پاس گئے اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے کہا کہ مہاراج دور کرو۔ سوامی جی بولے کہ لکڑی کی ٹنگیاں مار کر کھینچی۔ ان کی انگلیاں توڑ دیں۔ گنگا رام نے نہ مانا۔ تو سوامی جی نے اپنے رسویہ ہرگوبند سے کہا۔ تو اس سے ہاتھ ڈال۔ اس کے پنجہ ڈالنے پر گنگا رام نے کھینچا۔ تب اس کا پنجہ زخمی ہو گیا اور وہ روٹی پکانے سے رہ گیا۔

رنگا چارج نے ششش گوبند داس اور سوامی جی کا گیتا کے ایک شلوک پر بحث ہوا۔ اُسے ہر چند سمجھایا۔ مگر وہ نہ سمجھا۔ گنگا رام جی کے سوال پر کہا۔ کہ شیو کو نہ مانتے ہیں۔ مگر شیو نام کلیان کا ہے۔ دوسرا جو شیو پاربتی کا پتی ہے اس کو ہم نہیں مانتے ہیں۔

۴۔ اجمیر دل والوں کا پریم۔ سوامی جی نے اجمیروں کی ایک چٹھی میں آگے جانے کے ارادے کا ذکر کیا۔ تب جے پور کے سرداروں نے جوشی رام سروپ کو بھیجا۔ کہ مہاراج کو جا کر لے آؤ۔ وہ ایک مہینہ یہاں رہا۔ جودھپور کے ایک وکیل صاحب آئے۔ ان کی پرارتھنا پر سوامی جی نے جودھپور جانے کا ارادہ کیا۔ پھر جوشی رام سروپ سے پوچھا۔ تو وہ بولا کہ مہاراج میں تو کتنے عرصے سے یہاں بیٹھا ہوں۔ اب آپ کے بغیر واپس جا کر کیا کہونگا

پس جے پور نے نا امید ہو گیا۔ اُدھر سے شیو دیال برہمن ناگور کے پاس موضع ... علاقہ ریاست جے پور میں وہاں کے حاکم اور اپنے شریکی بھائی لکشمی چند کے پاس پہونچے۔ اور وہاں سوامی جی کی سواری کا پربندھ کرا آیا۔ لیکن جب لکشمی چند پشکر میں سواری سمیت پہونچا۔ سوامی جی پہلے روانہ ہو چکے تھے۔

۵۔ متفرق۔ جے پور سے شیو نارائن برہمن ساکن موریجہ جوشی کے ساتھ سوامی جی سے اشٹا دھیائی پڑھنے کے لئے آیا۔ وہ یہاں رسوئی بھی بناتا رہا۔ کل پانچ آدمی تھے۔ سوامی جی یہاں بھگوا پہنتے تھے۔ آپ اُپنشدوں کا ابھیاس کرتے تھے پشکر سے تین کوس پورب ہار کنڈ سے رشی کی گفا سے بھبھوت منگوا کر بدن پر لگاتے تھے۔ رودراکش کی مالا پہنتے تھے۔ جس کے بیچ میں ایک ایک سفید کانچ کا دانہ

پھرتا تھا۔ جوشی رام سروپ نے آتے ہی ٹوٹی ہوئی کنٹھیوں کا زمین سے بالشت بھر اونچا ڈھیر دیکھ کر پوچھا۔ کہ مہاراج یہ کیا سبب۔ تو بولے۔ بھائی تمہارے دیش کی دنیا بگڑ رہی ہے۔ اُس کو ہم سدھارتے اور جو پہلے اودیا پڑ رہی ہے اُس کو نکالتے ہیں۔

چھٹی فصل۔ اجمیر

۱۔ اُتارا وغیرہ۔ پانچ آدمی اور ساتھ تھے۔ جن میں ایک بڑھا برہمچاری ۶۰ سال کا سنسکرت ودوان تھا۔ ڈیرا لالہ بنسی لال سررشتہ دار کے باغ میں کیا۔ خرچ کا پربندھ سیٹھ کشن چند جی کرتے تھے۔

۲۔ پنڈتوں کو مباحثہ کی تحریک۔ رام سروپ جوشی اور پنڈت شیونرائن دوارا سوامی جی نے عام گذرگاہوں پر نوٹس لگوا کر اطلاع دی۔ کہ مورتی پوجا آدی پر جو چاہے آن کر شاستر ارتھ کرے۔ اجمیری پنڈتوں نے شاستر ارتھ کی ٹھہرائی۔ تو سوامی جی نے نیکٹ کو شاستر ارتھ میں آ کر مدھیست کا کام کرنے کو لکھا۔ جواباً اُس نے منظور کیا اور تاریخ مقرر سے دو تین روز پیشتر کہلا بھیجنے کو لکھا۔ لیکن مباحثہ ہوا نہ اُسے بلایا گیا۔ شیو باغ میں مباحثہ ہونا تھا۔ سوامی جی نے آنندی لال اور ہزاری لال مابعد ماسٹر سکول بھارا نا اودے پور و پنڈت ہرنرائن۔ مابعد کلرک گوالیار ریزیڈنسی کو بھیجا کہ پتہ لاویں۔ مگر وہاں کوئی لکھا پڑھا پنڈت نہ تھا۔ سوائے شیو باغ کے پوجاری کے۔ وہاں بہت بھنگڑ برہمن لڑنے کیلئے کھڑے تھے۔ یہ دیکھ کر سب واپس ہوئے۔ سوامی جی کمرہ سے باہر نکل آئے تھے۔ چلنے کو تیار تھے۔ مگر یہ حال سُن کر واپس چلے گئے۔ اور صلاح ملتوی رہی۔

۳۔ پادریوں سے مباحثہ۔ اس دفعہ سوامی جی کا پادری و انگریز افسر صاحبان سے بہت میل ہوا۔ ریونڈ جے گری مشنری پریسبیٹیرین مشن اجمیر۔ پادری رابنسن صاحب اور بیاور کے مشنری شولبریڈ صاحب سے اول تین روز ایشور۔ جیو۔ سرشٹی کرم اور وید مت میں بات چیت رہی۔ جن کے جوابوں سے وہ لاجواب ہوئے۔ چوتھے روز عیسےٰ کے خدا ہونے۔ مر کر زندہ ہونے اور آسمانوں پر چڑھ جانے کے متعلق سوامی جی نے سوال کئے۔ تو جواب ایسے ویسے ہی پاکر سکول کے لڑکے تالی پیٹنے لگے۔ سوامی جی نے فوراً انہیں روک دیا۔ دو تین سو کی حاضری ہوتی تھی۔ طریق یہ مقرر تھا۔ کہ پہلے ایک فریق سوال ہی سوال کرے۔ اور دوسرا جواب ہی جواب دے۔ بعد میں دوسرا فریق اسی طرح کرے۔ عیسائیوں نے ایک وید منتر کا حوالہ پڑھا۔ سوامی جی نے کہا۔ یہ تو وید کا منتر ہی نہیں۔ عیسائیوں نے کہا۔ ہم وید لاکر دکھا دیں گے۔

لیکن کبھی نہ دکھا سکے۔

راپنسن صاحب نے برہما کے بیچار کی بابت جواب مانگا۔ تو سوامی جی نے کہا کیا ایک نام کے بہت شخص نہیں ہوتے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ برہما ہی تھے۔ مشٹی برہما ایسے نہیں تھے۔ کوئی اور شخص ہوگا۔

پادری صاحب نے اس پر بہت خوش ہوکر سوامی جی کو چٹھی دی۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ یہ ایک مشہور وید کے ماہر ہیں۔ ہم نے تمام عمر میں ایسا فاضل سنسکرت کا نہیں دیکھا۔ ایسے آدمی دنیا میں نایاب ہیں۔ جو ان سے ملیگا۔ اُسے بہت فائدہ ہوگا۔ جو کوئی صاحب ان کو ملے تو بہت عزت سے پیش آئے۔

۴۔ ڈپٹی کمشنر صاحب سے ملاقات۔ ایک بار ڈپٹی کمشنر ڈیوڈسن صاحب سے ملے۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا۔ کہ راجہ رعیت کا پتا ہوتا ہے۔ پتر کو خراب کام سے روکنا ماتا۔ پتا کا فرض ہے۔ آپ راجہ ہیں۔ ملک میں اندھکار پھیل رہا ہے۔ ست متانتر کے لوگ آپ کی رعیت کو لوٹ رہے ہیں۔ اس کا بندوبست کیجئے۔ جواب ملا۔ کہ مذہبی معاملہ میں سرکار دخل نہیں دے سکتی۔ ہاں کوئی خاص امر ہو۔ تو ہم امداد سے عذر نہ کرینگے۔ ایک چٹھی صاحب نے سوامی جی کو دی۔ اس کے بعد سوامی جی اپنین صاحب اسسٹنٹ کمشنر کو ملے۔

۵۔ ایجنٹ گورنر جنرل سے ملاقات۔ کرنیل بروک۔ ایجنٹ گورنر جنرل گیروے بستر والوں سے بہت چڑتے تھے۔ ایک دن وہ لالہ منی لال کے باغ میں آگئے۔ سوامی جی سامنے بیٹھے تھے۔ بردی چند برہمن نے کہا۔ مہاراج کرسی ادھر کر لو۔ یہ صاحب سادھوؤں کو دیکھ بہت خفا ہوتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا ہم تو یہی چاہتے ہیں۔ چنانچہ کرسی کو اور آگے بڑھا کر بیٹھ گئے۔ وہ دیکھتے دیکھتے آئے اور سوامی جی کو دیکھ کر جھٹ اندر گھس آئے۔ بردی چند نے کہا۔ مہاراج میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ سوامی جی بولے کچھ پرواہ نہیں آنے دو۔ اور خود اٹھ کر ٹہلنے لگے کہ تعظیم نہ دینی پڑے۔ وہ جب آئے۔ تو ٹوپی اُتار ہاتھ میں لے۔ سوامی جی سے ہاتھ ملا سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور باتیں کرتے رہے۔ بات چیت میں سوامی جی نے پوچھا۔ آپ دھرم کا ستھاپن کرتے ہو یا کھنڈن۔ وہ بولے دھرم کا ستھاپن کرنا تو ہمارے ہاں بھی اچھا ہے۔ لیکن جس میں فائدہ ہو وہ کرتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ آپ فائدہ کی نہیں نقصان کی بات کرتے ہیں۔ اُنہوں نے پوچھا۔ کیسے۔ سوامی جی نے تب گؤ کرنا ندھی کے طریق پر ایک گؤ سے کتنے بچھڑیاں و بچھڑے ہوئے آگے اور نسل کرکے اُن سے دودھ اناج اور کام ہونے وغیرہ کا بیان کرکے کہا کہ دیکھئے کتنوں کا بھلا ہوا۔ علی ہذا القیاس گؤ رکھشا کے فوائد جتا کر پوچھا۔ کہ اب فرمائیے۔ اس

کے بدھ کرنے (مارنے) میں آپ کو فائدہ ہے یا نقصان۔ ایجنٹ صاحب بولے۔ ہوتا تو نقصان ہے۔ (سوامی) پھر آپ گو بدھ کیوں کرتے ہو (ایجنٹ) یہ بات تو آپ کی ہم کو منظور ہے۔ آپ کل ہمارے بنگلہ میں تشریف لاویں۔ وہاں ہم بات کرینگے۔ اگلے دن ایجنٹ صاحب سے گاڑی آئی۔ سوامی جی اور جوشی رام سروپ جی اس پر بنگلہ گئے۔ پون گھنٹہ گورکھشا پر گفتگو ہونے سے صاحب کو گورکھشا کے فواید اور گوبدھ کے نقصان کا قائل کرکے سوال کیا۔ کہ اس اوستھا میں آپ گوبدھ کو بند کیوں نہیں کرتے (ایجنٹ) مہاراج میرا اختیار نہیں۔ میں آپ کو چٹھی دیتا ہوں لاٹ صاحب سے ملئے۔ وہ بند کرا سکتے ہیں۔ یہ بیشک فائدہ کی بات ہے۔ آپ جس صاحب کو میری چٹھی دکھلا دیں گے۔ وہ آپ سے ضرور ملاقات کریگا۔ سوامی جی چٹھی لے رخصت ہوئے۔

۵۔ جے پور آدھیش کا پشچاتاپ۔ سوامی جی کی شخصیت کیسی اونچی ہوتی ہے۔ جبکہ کرنیل بروک جیسے جھگڑے پوشوں سے متنفر انگریز کی اوپر کی ملاقات کا حال معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ کرنیل صاحب مفت خور دنیا پرور بننے والے سادھوؤں سے جن کی آجکل کثرت ہے۔ بیزار تھے۔ لیکن سوامی جی کی یوگیتا کا تو اُن پر یہ پربھاؤ پڑا۔ کہ جب آپ نے سوامی جی سے مہاراجہ رام سنگھ والا وہ واقعہ سُنا۔ کہ مہاراج اُن کو بہ اصرار بلا کر پھر انہوں کی طفیل اندر ہی بیٹھے رہے۔ تب انہیں بڑا افسوس ہوا۔ اور انھوں نے مہاراج کو افسوس کی چٹھی لکھی۔ کہ ایسے فاضل ویدوکتا سے آپ نے بات چیت نہ کی۔ مہاراج کو سخت پشچاتاپ ہوا۔ اچرول کے ٹھاکر رنجیت سنگھ جی کو بلا کر نویدن کیا۔ کہ جو سوامی جی آپ کے باغ میں ٹھہرے تھے۔ انہیں پھر بلاؤ۔ مجھے تب اُن کا گیان نہ تھا۔ اب میں اُن کے درشن کرنا چاہتا ہوں۔ ٹھاکر جی نے کہا۔ میں نے جوشی رام سروپ وغیرہ کو پشکر اُن کے لانے کے واسطے بھیجا ہوا ہے۔ سواری کا انتظام کیا ہوا ہے۔ جب یہاں پدھاریں گے۔ اطلاع دونگا۔

۶۔ رام سنیہوں کی گدی کا مہنت شہر چھوڑ بھاگا۔ دروازے کے باہر رام سنیہی کے گورو رہتے تھے۔ سوامی جی نے سُنا وہ کچھ ساکشر (خواندہ) ہیں۔ آنندی لال کے ہاتھ ملنے اور شاستراتھ کا پیغام بھیجا۔ جواب ملا۔ ہم شاستراتھ نہیں کر سکتے۔ سبب پوچھا گیا۔ تو کہا۔ ہم کسی کے مکان پر نہیں جاتے۔ اور اگر یہاں آویں تو ہم اُٹھ بیٹھ کا یعنی گدی سے اُٹھ کر کسی کی عزت نہیں کرتے۔ جب سوامی جی کے پاس جواب پہنچے۔ تو بولے۔ ہم نہ عزت مانگتے ہیں نہ گدی۔ ہمیں شاستراتھ چاہئے یہ پیغام پہونچنے پر وہ بولا۔ بابا ہم تو رام رام کرتے ہیں۔ کچھ شاستراتھ نہیں جانتے۔ یہ

جواب سُن کر سوامی جی نے آنندی لال کو سنسکرت میں بھاگوت اور رام نام پر اعتراضوں سے بھری چٹھی دی۔ کہ اس کا جواب لاؤ۔ گورو جی نے چٹھی رکھ لی اور کہا کل جواب دُوں گا۔ مگر جواب تو کیا دیتا۔ دوسرے دن پرات کال ہی بوریا بندھنا باندھ بھاگ گیا۔ یہ شاہپور کی گدی کا سب سے بڑا مہنت تھا۔

۸۔ ایک پٹواری کے سوال۔ پنڈت رام رتن پٹواری مکند رام سر (اجمیر) نے غالباً دس سوال بنا کر بھیجے۔ جن میں مضمون کہ سنیاسی کو کسی جگہ تین روز سے زیادہ نہ رہنا چاہیئے۔ گھوڑوں کی بگھی میں سوار نہ ہونا چاہیئے۔ سوال سنسکرت میں تھے۔ سوامی جی نے سنسکرت کی معتبر پستکوں کے پرمانوں سے ہر سوال کا معقول جواب دیا۔ اور ساتھ ہی اس کی املا میں جو غلطیاں تھیں لکھ بھیجیں۔ ایک جواب یہ تھا۔ کہ سنیاسیوں کو ایک جگہ تین روز سے زیادہ نہ رہنا چاہیئے۔ مگر جہاں اندھکار ہو رہا ہو۔ وہاں اُپدیش کے لیئے زیادہ رہنا جائز ہے۔

۹۔ بھڑوا بھاگوت پاکھنڈ کھنڈن پُستک۔ مورتی پوجا کا حسب معمول پُر زور کھنڈن ہوا۔ بھاگوت کو سوامی جی بھڑوا۔ مندروں کو اڈّے کہتے۔ سب مالاؤں کو کاشٹھ کا بوجھ کہتے تھے۔ ایسی باتوں سے برہمن اور اُن کے شردھالو چڑتے تھے۔ لیکن پیش نہ جاتی تھی۔ ایک بار سب نے پوچھا۔ کہ ہمیں سُراغ دو۔ بھاگوت میں کہاں غلطیاں ہیں آنندی لال آدمی نے بھی کہا ضرور دکھانی چاہیئیں۔ تب سوامی جی نے تین چار ورق میں اعتراضات اور علمی غلطیاں اپنے ہاتھ سے لکھ کر آنندی لال کو دیں۔ یہ انہوں نے سکول کے پنڈت شیو نارائن کو بھاشا ترجمہ کو دیں۔ مگر وہ گم کر گئے باوجود تقاضا کے وہ ورق نہیں ملے۔ نہ اس نے ترجمہ کیا۔ ہاں سمت ۱۹۲۲ ۲ جیٹھ تتھی ۹ دن جمعہ بمطابق ۲ جون ۱۸۶۵ء و ۲۳ محرم ۱۲۸۲ھ کی تاریخ کا دستخطی مسودہ بھڑوا بھاگوت کا پنڈت چھگن لال و بدھی چند سے پنڈت لیکھرام جی کو ملا۔

۱۰۔ تپسویوں کا ابھیمان دور ہو گیا۔ ناگ پہاڑ کے جنگل سے ۴ جوان تپسوی کالی رنگت کے سوامی جی سے ملنے آئے۔ سنسکرت بولتے تھے۔ مادری زبان مرہٹی تھی۔ آنندی لال نے اردو میں ان سے کچھ پوچھا۔ وہ سمجھ گئے۔ مگر جواب سنسکرت میں دیا۔ جس کا ترجمہ سوامی جی نے کر دیا۔ یہ دو دفعہ آئے۔ ایک بار بڑے فخر سے کہا۔ کہ ہم تو بڑے شانت ہیں (سوامی) آپ نے ابھی اہنکار نہیں جیتا۔ تپسوی نے جیت لیا ہے۔ اس پر سوامی جی نے اپنے برہمچاری کو اشارۃً کچھ سمجھایا۔ جب وہ باہر نکلے۔ تو برہمچاری نے کسی بات پر اُن سے تکرار کر کے انہیں چڑا دیا۔ تلخی ہوئی۔ ایک دوسرے کو پچھاڑتے رہے۔ سب لوگ باہر آ گئے۔ سوامی جی نے بچا کر انہیں علیحدہ کر دیا۔ پیچھے اندر بلا کر انہیں سوامی جی نے سمجھایا۔ کہ ہم نے کہا تھا۔

آپ نے اجھان نہیں جیت - اُنہوں نے گھٹنا مانگی - اور تُوبا رائن کہہ کر چلے گئے۔

۱۰- اور شاستر ارتھ - سریشٹیندر جی کے گورو بھائی دہلی کے ایک پنڈت سے مباحثہ شُوا منو سمرتی اور اُپ نشدوں کے پرمانوں سے بحث ہوئی - مخالف فریق بہت خوش ہو گیا یہاں تک کہ ایک دن سوامی جی کو ضیافت دی - جیسو کے بھولال سراؤگی سے تین روز بحث ہوئی - انت میں وہ بولا - آپ کا کہنا یتھارتھ ہے ؛

دھنالال سراؤگی نے کچھ سوال کئے تھے - سوامی جی نے اس کی کتاب رکھ لی - کہ تم ناستک ہو - تمہیں اچھی طرح سمجھانے کی ضرورت ہے - پھر یہاں آنا - مگر وہ آتا کہاں - اُن کتاب سے رہ جاتے گیا - راز افشا ہونے کا ڈر تھا - کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کو عرضی جا دی - چنانچہ دولت رام صدر امین کی معرفت کتاب اُسے مل گئی - لیکن وہ نہ سامنے آیا نہ جواب دے سکا -

۱۱- استریوں کو اُپدیش - ایک دفعہ باغ میں اتفاقاً چند عورتیں درشن کو آئیں سوامی جی رستے میں چند آدمیوں سمیت بیٹھے تھے - پُوچھا - مائیو کہاں گئی تھیں (جواب) رام سینہی سادھوؤں کے پاس گئی تھیں (سوامی) کیوں گئی تھیں (جواب) آپ کہیں تو آپ کے پاس آ جایا کریں (سوامی) ہمارے پاس تمہارا کیا مطلب (جواب) ہم کچھ اُپدیش لینا چاہتی ہیں (سوامی) اگر یہی مطلب ہے تو ہم تم کو اُپدیش نہیں دے سکتے - اپنے پتیوں کو بھیجدو - اُن کو اُپدیش کر دینگے -

۱۲- متفرق - یہاں چھگن لال شاستری کو واکرن - کے کچھ پرشن لکھائے اور بہا بھاشیہ پڑھایا پیتوں کی کنٹھیاں اُتروائیں - علاقہ ساور متصل اجمیر کے ٹھاکر صاحب آئے - تو اُنہوں نے بھی اُپدیش پاکر کنٹھی اُتار دی۔

ساتویں فصل

اجمیر سے مختصر بھرمن کرتے ہوئے جے پور

اکشن گڈھ میں بلبھ کُل والوں سے بحث - پنڈت برودی چند جی کشن گڈھ نواسی ریل گاڑی میں سوامی جی کو بٹھا کر اور اسباب اونٹ پر رکھوا کر انہیں کشن گڈھ لائے دوبار تھی شیو نارائن دیوے کے سوائے باقی اجمیر سے واپس ہو گئے - جتادہ شہر ساگر کے کنارے ٹھہرا - دوران پنڈت کرشن بلبھ جی جوشی داتا ہمیں اور مہیش داس اور سوال سوامی جی سے بہت پرچی کرتے تھے - مہیش داس جی سنسکرت اور بھاگوت وغیرہ سے اچھے ماہر تھے - اور یہاں کی ہائی صاحب کے دیوان تھے - ایک روز مہیش داس

کے ہاں سے یہ رسولیٔ بھی آئی تھی۔

یہاں کے راجہ بلبھ کل کے سیوک اور سوامی جی بلبھ کل کے مشہور مخالف۔ کھنڈن کیا۔ تو منصوبے ہونے لگے۔ دوسرے ہی دن راجہ صاحب پرتھی سنگھ کے کہنے پر ٹھاکر گوپال سنگھ جو معہ تیس چالیس آدمیوں اور ہ۔ ۷۔ راجپوت پنڈتوں کے ہلہ کرنے کے ارادے سے سوامی جی کے ڈیرہ پر آ گئے۔ انہیں آتے دیکھ کر سوامی جی نے بردھی چند کو کہا۔ کہ ہم جنگل ہو آویں۔ تب لوٹ کر ان سے بات کریں گے۔ ۵ بجے شام کا وقت تھا۔ سوامی جی شوچ سنان سے نپٹ بھبھوت لگا لکڑی کے تخت پر آ بیٹھے۔ وہ لوگ بھی جا جم پر آ براجے۔

(سوامی) آپ جو آئے ہیں۔ کیوں آئے ہیں جواب میں بلبھ مت کے ایک پنڈت ایک پستک کے کچھ پترے لئے سمیپ گئے (سوامی) تم اسے پڑھو ہم ارتھ کریں گے۔ پنڈت نے عبارت پڑھی مطلب یہ تھا۔ کہ بلبھ مت سناتن ہے۔ ہم وید کے مارگ پر ہیں اور ہمارا بھوجن ٹھیک ہے۔ سوامی نے سنتے کے ساتھ اس کا کھنڈن کیا جسے وہ جواب نہ دے سکے۔ ہلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ سوامی جی تخت پر کھڑے ہو گئے اور بولے "مت سمجھو میں اکیلا ہوں۔ باوجود اکیلا ہونے کے میں تمہارے واسطے کافی ہوں۔ تم کو اگر شاستر ارتھ کرنا ہے۔ تو بھی تیار ہوں۔ اور شستر ارتھ سے بھی میں پیچھے نہیں ہٹ" اتنے میں سنیاسیوں کے سیوک پنڈت بردھی چند کی برادری کے لوگ بھی جو ہمیں سوامی جی کی مدد کو آ گئے۔ اور وہ لوگ بغیر شور و شر کئے چلے گئے۔ یہاں پانچ روز سوامی جی نے قیام فرمایا۔

۲۔ ڈوڈو۔ جوشی روپ رام جی کرایہ کی گاڑی کر کے سوامی جی کو کشن گڈھ سے ڈوڈو لائے۔ محلوں میں ڈیرا ہوا۔ تین روز قیام رہا۔ معمولی اپدیش کا کام رہا۔

۳۔ بگرو۔ ڈوڈو سے چل کر بگرو آئے۔ صرف ایک رات باغیچہ میں رہے۔

۴۔ جے پور میں مہاراجہ سے ملنا۔ بگرو سے جے پور آ کر ٹھاکر صاحب اچرول کے باغیچہ میں ڈیرا کیا اور حسب دستور اپدیش کا کام جاری کیا۔

مہاراجہ رام سنگھ کی تاکید کے مطابق ٹھاکر صاحب نے انہیں سوامی جی کی آمد کی اطلاع کی۔ بیاس بخشی رام جی نے مہاراج کی طرف سے آ کر نویدن کیا۔ کہ آپ محلوں میں پدھاریں۔ مہاراج درشن کرنا چاہتے ہیں (سوامی) بیاس جی آپ بخوبی جانتے ہیں۔ میں محلوں میں جانے کی کچھ بھی ابھیلاشا نہیں رکھتا۔ یدی کچھ سمبھاشن کرنا ہو۔ تو مہاراج کسی سمے کچھ وقت کے لئے یہاں ہی پدھاریں۔

جب مہاراج کو یہ جواب پہونچا۔ تو آپ نے ٹھاکر رنجیت سنگھ جی سے کہا کہ آپ سوامی جی کو محلوں میں لاویں۔ ٹھاکر صاحب نے بہت سے پرتشٹت آدمیوں کو ساتھ لے کے

سوامی جی سے ایک بار اوشیہ ہی محلوں میں پدھارنے کی پرارتھنا کی۔ تب سوامی جی منظور کر کے محلوں میں گئے اور موج مندر میں جا کر براجمان ہو گئے سب راج پنڈت اُپستھت تھے۔ اتفاقاً مہاراج اندر زنانہ میں گئے تھے۔ ایک چیلہ نے آکر کہا کہ آپ اس وقت زنانہ میں پدھار گئے ہیں۔ ابھی آنا نہیں ہوگا۔ سوامی جی سب جاگیردار اور پنڈت اپنی اپنی جگہ کو چلے گئے۔ بعد میں ہر چند مہاراج نے پرتین کیا کہ کسی طرح سوامی جی محلوں میں پدھاریں۔ لیکن انہوں نے اسوئیکار کرتے ہوئے یوں کہا کہ میں اب محلوں میں نہیں جاؤنگا ؞

یہاں سے چلتے سمے راؤ بہادر سردار رنجیت سنگھ جی رونے لگے۔ سوامی جی نے کہا۔ ہم نے تم کو رونے کے لئے اُپدیش نہیں دیا۔ بلکہ ہنسنے کے واسطے دیا ہے۔

آٹھویں فصل

کنبھ پرچار کی تیاری اور آگرہ متھرا و میرٹھ کا دورہ

۱۔ آگرہ میں راجوں کا دربار۔ سوامی جی ۱۶ اکتوبر ۱۸۶۶ء تک جے پور رہے کنبھ میں صرف ۶ ماس باقی تھے۔ سوامی جی کو اس نادر موقعہ پہ پرچار کا فکر دامنگیر ہوا۔ جے پور سے بہت خاطر تواضع سے رخصت ہو کر آپ کاتک بدی سمت ۱۹۲۳ مطابق یکم نومبر ۱۸۶۶ء کے قریب آگرہ پہونچے۔ یہاں دربار کی دھوم دھام تھی۔ جو ۱۰ سے ۱۹ نومبر تک ہونے والا تھا۔ اس عرصہ میں سوامی جی برابر پرچار کرتے رہے۔ بھاگوت کھنڈن والا ۲۰ صفحہ کا ٹریکٹ پنڈت جوالا پرشاد بھارگو کے پریس سے کئی ہزار کی تعداد میں چھپوایا۔ چند ہزار کا یہاں یہاں تقسیم کیں۔ اور باقی لے کر متھرا پہنچے۔ کہ کنبھ پرچار کے واسطے گرو جی سے وچار کریں۔

۲۔ متھرا میں گورو سے آخری درشن۔ ایک روپیہ اور پانچ آدمی ساتھ لئے سوامی جی اپنے شری گورو ورجانند کی سیوا میں پہونچے۔ دو اشرفی اور ململ کا تھان بھینٹ دھر کر آگیا مانگی۔ کہ میں ہردوار کنبھ پر ست دھرم پرچارتھ جاتا ہوں اور وہ ٹریکٹ بھی دکھلایا۔

اپنے سچے شِشیہ کو پروپکاری گورو کی زبردست خواہش کی پورتی میں ایسا کٹی بدھ دیکھ کر ورجانند جی کو اس سے جو خوشی ہوئی ہوگی۔ وہ اُن کا دل ہی

جانا ہوگا۔ آپ نے صدق دل سے اشیرباد دیتے ہوئے آگیا دی۔ سوامی جی نے کئی دن ٹھہر کر اپنی نئی معلومات شاستری کا حال بتایا۔ اور شنکائیں کر کے ڈنڈی جی سے ان کا اچھی طرح نوارن کرایا۔

۳۔ میرٹھ۔ گورو جی کے درشنوں اور شنکا سمادھان سے کرت کاریہ ہو کر آپ میرٹھ پہونچے۔ گنگا رام جی رئیس سے ملے۔ ایک دیوی کے مندر میں ڈیرا ہوا۔ ہفتہ ٹھہرے۔ آتما رام سکنہ ریواڑی کے رشتہ دار ایک برہمچاری ساتھ تھے۔ یہاں دوشالا اوڑھے جراب پہنے اور سپھٹک کی مالا ڈالے ہوئے تھے۔

گنگا رام جی سے سوامی جی نے گئو رکھشا اور وید کی تعلیم کے بارے میں ذکر کیا۔ مہاراجوں کی نسبت کہا۔ کہ آگرہ میں میل ہوا۔ تو انہوں نے ان کاموں میں سہائتا کا وعدہ کیا۔ گنگا رام جی نے کہا۔ کہ اگر راجہ لوگوں کی سمتی نیچ کے طور پر لکھوا کر لا دو۔ تو ہم بھی راضی اور بخوشی شریک ہوں۔

گنگا رام جی نے کرشن ایک کا ذکر کیا۔ کہ ہم نے ایک برہمچاری سے لیا ہے۔ ایک چاول سے بوڑھے کو طاقت جوانی کی ہوتی ہے۔ سات دن کی خوراک ہے سوامی جی نے کہا میرے پاس تو خود ہے۔ چنانچہ پُڑیا دے دی۔ گنگا رام جی نے نل اور ساری دیکھنے پر اصرار کیا۔ تب سوامی جی نے سب اُن کے آگے رکھ دی۔ اور پُڑیا انہیں دے دی۔ اس وقت گنگا رام جی نے سوال کیا۔ کہ کام دیو تو سب کو خراب کرتا ہے۔ آپ کیسے بچے ہو۔ سوامی جی نے ترکیب بتائی۔ کہ تم ایک جگہ ٹھہرو۔ کہیں ناچ تماشے نہ جاؤ۔ نہ استریوں کی طرف دیکھو۔ اس طرح کے ابھیاس سے کام کو جیتنے کا رابطہ ہو جاتا ہے۔ جب پرنو کا رات دن کرو انسان کی کلپنا والا ذہن پر کشش بھرم کا زیادہ خواب سے ہوتا ہے۔ جب بہت آسن ہو۔ سوتے پر سشوپتی کی نیند ہوتی ہے۔ پھر سشوپتی کے دو گھنٹہ بعد جو کثرت محنت سے تھوڑے عرصہ کے واسطے مددگار ہوتی ہے۔ انسان اٹھ کر بھجن شروع کرے اور ھ دانہ (قریباً ایک ماشہ) مال کنگنی کے پاخانہ وغیرہ کر کے روز کھا لیا کرے۔ نہ بُرا دیکھے نہ بُرا کہے۔ نہ شرتی دوڑائے کیول برہم دھیان میں رہے۔ تو کام دیو کو یہیں پر راست ہی سمجھو۔ تب کیمیا کی بابت گنگا رام نے سوال کیا۔ انہوں نے کہا میں نے نہیں کی مگر ایک فقیر نے مجھے بتلائی تھی۔ اگر تم سے ہو جاوے تو مجھے بتلا دینا۔ اور مجھ سے ہو گئی تو میں تمہیں بتلا دونگا۔ گو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بے فائدہ کوشش ہے۔ پہلا وال کا درخت تلاش کر ایک ہاتھ کے قریب اونچا۔ اسمیں برمے سے نیچے تک سوراخ کر دو۔ اُس میں پارہ ڈالکر لکڑی اور پھر پارہ۔ اس طرح بھر کر چاروں طرف سے اُس کو کھود کر اُس پر لکڑی برگ وغیرہ چن کر اُس پر آگ دیدو۔ جب وہ

بھسم ہو جاوے تو اس میں سے ایک ڈلی نکلے گی۔ یہاں سے ہیردوار روانہ ہوئے۔

نویں فصل

اس سارے اندولن کا سار

سوامی جی اتنی آیو بھر بالکل نرپکش رہ کر ستیہ کو گرہن کرنے پر آروڑھ رہے۔ ان کی عالمانہ ساری تحقیقات نے انہیں جس نتیجہ پر پہونچایا۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آخیر بیساکھی سمت ۱۹۲۳ تک انہیں نمن لکھت باتیں سناتن وید دھرم اور رشی آچار کے ورودھ پرتیت ہو چکی تھیں (۱) تمام قسم کی مورتی پوجا (۲) بام مارگ (۳) ویشنووں کے تمام سمپردائے (۴) چولی مارگ۔ (۵) بیج مارگ (۶) اوتار (۷) کنٹھی (۸) مالا (۹) تلک (۱۰) چھاپ (۱۱) پوران اور ان کی ٹیکائیں (۱۲) اُپ پوران (۱۳) سنکھ چکر گدا پدم کو تپت کر کے بدن کو جلانا (۱۴) گنگا آدک تیرتھوں سے نجات (۱۵) کاشی آدی کھشیتروں سے نجات ماننا۔ (۱۶) نام سمرن سے مکتی ماننا (۱۷) ایکادشی آدی برت سے مکتی۔ چنانچہ ان سب کی تردید وہ اپنا کرتویہ جانتے تھے۔

مندرجہ ذیل پستکوں کے پڑھنے پڑھانے کا اُپدیش دیتے تھے۔

چاروں وید۔ چار اُپ وید۔ چھ وید انگ۔ منوسمرتی۔ مہابھارت۔ ہری ونش۔ بالمیکی رامائن۔ اور تینوں ورنوں کو یگیوپویت کرنے کے بعد سندھیا گائتری کی آگیا دیتے تھے۔ اور دو وقت سندھیا کی ہدایت کرتے۔ اور پنچ مہا یگیہ کا اُپدیش دیتے تھے۔

باب دوم

گنگا تٹ پر سات ورش بھرمن

پہلی فصل

ہردوار کمبھ پر پرچار اور دھرم رکھشا کیلئے سروتیاگ کا پرن

یکم چیت سمت ۱۹۲۴ سے سمت ۱۹۳۰ تک

۱۲-مارچ سنہ ۱۸۶۷ء سے سنہ ۱۸۷۳ء تک

۱- ڈیرا - کنبھ سے ایک مہینہ پہلے تقریباً ۱۱- مارچ سنہ ۱۸۶۷ء کو سوامی جی ہردوار پدھارے - وشویشر آنند جی - شنکر آنند سوامی - ایشری پرشاد برہمن گوڑ ساکن دہلی اور پانچ چھ برہمن ساتھ تھے - سپت سروت پر باڑ باندھ کر اور اس میں آٹھ دس چھپر ڈلوا کر ڈیرا کیا - یہ ستھان رشی کیش کے راستے میں ہردوار سے تین کوس پر تھا - اتفاقاً ایک دن جنگل میں آگ لگی - تو یہ جل گیا - مگر کام برابر جاری رہا - سادھو امید گری کا ڈیرا بھی ساتھ ہی جل گیا - سوامی جی تب نگن اودھوت اوستھا میں رہتے تھے -

۲- پاکھنڈ مردن پتاکا اور استیہ کھنڈن - اس ڈیرے پر عام لوگوں کی توجہ خصوصیت سے کھنچ جاتی تھی - جب وہ دور سے ہی پاکھنڈ مردن پتاکا کا شبد پڑھتے تھے - یہ عام لوگوں کو سوامی دیانند کا پتہ دینے کا خاص ذریعہ تھی - یہاں سوامی جی پراچین ستیہ دھرم کی آتم شکشا کا مہتو اپنشدوں کی کتھا دوارا دکھلاتے رہے - اور تین مت متانتروں کے دوش پرگٹ کرنے کے لئے یکتی اور پرمان کا آشرا لے کر زبردست کھنڈن کرتے رہے - بھاگوت کھنڈن کی ہزارہا کتابیاں ساتھ لائے تھے - جو آتما رام ولد رام سہائے گشکل ریواڑی نواسی اور دیگر شٹول دوارا تمام میلے میں تقسیم کرائیں - عام برہمن اور سادھو

اس نرالی ہی گھٹنا پر عجیب چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ڈیرا رشی کیش کے رستے میں تھا۔ کنبھ میں شامل ہونے والے عموماً رشی کیش کی یاترا بھی اوشیہ کرتے ہیں۔ اس لئے اُن سادھوؤں۔ برہمنوں اور ودیارتھیوں کے علاوہ جو بحث مباحثہ۔ شنکا سمادھان یا شردھا و پریم سے درشن کی نیت سے خاص طور پر جاتے تھے۔ اور لوگ بھی ہزاروں کی تعداد میں روز پہونچتے تھے۔ کئی وِدوان لوگ گھڑی آدھ گھڑی سبھاشن کرتے۔ اور کئی شردھا گھنٹوں ہی وہاں ٹھہرکر مورتی پوجا۔ مرتک شرادھ۔ تیرتھ۔ برت۔ اوتار پُران آدی کا کھنڈن سُنتے۔ لوگ تو ہردوار کی پوڑی پر سنان کا عجیب و غریب مہاتم سمجھ کر پہونچتے۔ لیکن یہ اُن کے اس بھرم کو اُن کی اودیا اور مورکھتا کے کارن بتاتے۔ مادھو رام جی گوڑ سکنہ بجے پور نے ارادہ وہاں جانے کا ظاہر کیا تو فرمایا۔ مت جاؤ۔ یہاں ہی سنان کرو۔ وہاں جاکر کیا کروگے۔ کوئی مہاتم نہیں ہے دن بھر جو گرہستی آتے۔ مختلف اشیائے کی بھینٹ چڑھاتے۔ لیکن سوامی جی سارا اکٹھا ہوا مال شام کو غربا کو بانٹ دیتے۔ اپنے واسطے کچھ نہ رکھتے تھے۔

کسی کسی سے کوئی سادھو یا برہمچاری آکر سنسکرت میں ہی گفتگو کرتے۔ سوامی جی اس سے بہت پرسن ہوتے۔

سنت امیر سنگھ نرملا سنسکرت کے ایک وِدوان نے چِت شکھی گرنتھ کی ایک پنکتی اُن کے متعلق پوچھی۔ اُسے اسکی بابت شک تھا۔ سوامی جی نے کہا۔ ہم آپ کی خاطر اس کا ارتھ تو صحیح بتا دیتے ہیں۔ لیکن یہ آرش گرنتھ نہیں۔ اس کا پرمان نہ ماننا چاہئے۔

دادو پنتھی سوامی مہانند سرسوتی سنسکرت کی اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ وہ سوامی جی کے پاس پہلی مرتبہ ویدوں کے درشن کرکے بہت پرسن ہوئے واستو میں یہ دُرلبھ بات تھی۔ وہ بات چیت کرکے سوامی جی کی تعریف کرنے لگے۔ کہ آپ وید کا ارتھ جانتے ہیں۔ کنکھل پاٹھ شالا کے مشہور فاضل پنڈت وستی رام سے دیاکرن میں بات چیت ہوتی رہی۔ پنڈت شام سنگھ ٹھاکروں کے ڈیرہ والے۔ آتم سروپ امرتسر والے اور تمام مشہور پنڈت اور تریٹے۔ بیراگی آدی سادھو سب دھرم چرچا اور بارتالاپ کے لئے جایا کرتے تھے۔ قنوج کے پنڈت ہری شنکر جی آدی تو سوامی جی کی نیائے شاستر کی پر بینتا اور ودیا بل دیکھ کر لٹو سے ہو گئے۔ روز ہاتھ جاتے۔ کہتے تھے۔ کہ ہمیں تو یہ عمل ہی ہو گیا ہے۔ خاص خاص گدی نشین جو دوسروں کے مکان پر جانے میں اپنی ہتک خیال کرتے ہیں۔ خود تو نہ گئے۔ مگر اپنے ودوان چیلوں کو بھیج کر پرچار کا سار معلوم کرتے رہے۔ اور شنکا نوارن کراتے رہے راجہ مہاراجہ بھی اکثر آتے تھے۔ خاص کر مہاراجہ رنبیر سنگھ جی والئے جموں و کشمیر بھی تشریف

لائے گئے تھے۔ ایسا ہی اور بھی لکھ پتی و کروڑ پتی رئیس کنبھ میں تھے۔ یہ لوگ بھی پرچار میں تو کہاں آ سکتے تھے۔ لیکن سوامی کے جشن کا علم کسی نہ کسی طرح اکثروں کو ہو گیا۔

۳۔ وشو دیانند اور سوامی دیانند۔ بنارس کے مشہور فاضل یجروید کے منتر

ब्राह्मणोस्य मुखमासीत् बाहु राजन्यः कृतः।
उरु तदस्य यद्वैश्यः पद्भ्यां शूद्रो अजायत॥ यजुर्वेद
अ० ३१ मं० १०॥

کا ایسا ترجمہ کرتے تھے کہ برہمن پرمیشور کے مکھ سے اور چھتری اُس کے بازو سے اور ویش رانوں سے اور شودر پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں۔

سوامی جی نے کھنڈن میں کہا۔ کہ مکھ سے تو کھنگار بھی اُتپن ہوتا ہے۔ اصل ارتھ یہ ہے کہ برہمن ورنوں میں مکھ ہے۔ اور چھتری بھجا۔ ویش ران اور شودر پاؤں کے سمان۔ مذہبی ملاں لوگ تو اس ارتھ کی معقولیت کو تاڑ گئے۔ لیکن جھگڑے پسند کرنے والے اور سوارتھی لوگ مشہور کرنے لگے۔ کہ یہ ناستک ہے۔ ویدوں کے ارتھوں کو بگاڑتا ہے۔ اتنے میں گوسائیوں اور وشو دیانند میں جھگڑا ہو گیا۔ گوسائیوں نے وشو دیانند پر نالش کر دی۔ اور سوامی جی کے پاس امداد لینے آئے۔ سوامی جی نے کہا ہم نہ تمہارے۔ نہ وشو دیانند کے۔ ہم تو ست کے طرفدار ہیں۔ جو وید میں لکھا ہے۔ اس کے پیرو ہیں۔ آخر وشو دیانند نے مہاراجہ جموں و کشمیر سے کہا۔ چنانچہ ان کی کوشش سے کلکٹر صاحب نے نالش خارج کر دی

۴۔ اس کنبھ کا نظارہ الٰہی اثر سوامی دیانند کے دل پر۔ کنبھ کا میلہ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ اس موقعہ پر سب سے زیادہ قابل دید چیز محض سادھو ہوتے ہیں۔ ہر قسم کے سادھو بڑی سج دھج سے اپنا جلوس نکالتے اور اپنی شان کا اظہار کرتے ہیں۔ لاکھوں لوگ آتے اُن کے درشن کرتے۔ بھینٹ چڑھاتے کئی سیٹھ لنگر جاری کراتے اور چلے جاتے ہیں۔ لیکن کیا مجال۔ کہ اس درشیہ کو اصلی روپ میں کوئی دیکھے۔ یہ صرف سوامی دیانند کا ہی حصہ تھا۔ کہ اس تمام نمائش سے کوئی خاص سبق لیتا۔ سوامی کو وید۔ سمرتی اور تمام پچھلے اتہاس دوارا پتہ لگ چکا تھا۔ کہ برہمچریہ گرہست اور بان پرست کے علاوہ ایک سنیاس آشرم ہے۔ جس تک پہونچ کر منش کو سچے معنوں میں جگت کے اُپکار کا کام کرنا چاہئے۔ ایسا ہی سدا ہوتا رہا۔ لیکن اس زمانہ کا نظارہ یہ ہے کہ وہ حصہ گری۔ پوری۔ بھارتی ارنیہ۔ پربت۔ آشرم۔ سرسوتی۔ ساگر۔ تیرتھ اور گوسائیں دس حصوں میں تقسیم ہو کر اپنے اصلی کام سے کہیں کا کہیں چلا گیا ہے۔ گوسائیں شادیاں کرکے بچوں کے پالنے کو لالچ

لگا رہے ہیں۔ کیونکہ کلجگی محاورے کے مطابق یوگ اور بھوگ کو ملا رہے ہیں۔ نام کے تیاگی اور اصل گرہستیوں کے بھی باوا بن رہے ہیں۔ شراب۔ گوشت بھیچار (وام مارگ۔ چولی مارگ اور بیج مارگ کے سادھن) کو آہنگ برہما سمی کی ترنگ میں بے شمار لوگ بہہ رہے ہیں۔ راستی کا راستہ بھول خود خدا بنے بیٹھے ہیں۔ نرالے نام ہی کے نرالے ہیں۔ ورنہ ست دھرم کی نرمتا اور اہنسا سے ہزاروں دور ہیں۔ اگھوری بھی مصداق برعکس نہند نام زنگی کافور اور اداس تو کیسے آس کا مجسم نمونہ ہیں ہاتھی۔ گھوڑے۔ روپیہ اور زر دوزی جھولیں۔ مخمل تکیے اور ریشمی گدیلے۔ سونے کے کنگن اور چاندی کے اُگلدان غرضیکہ سب کچھ رکھتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر سوائے جاہل مطلق کے کون انہیں اُداسی کہہ سکتا ہے۔

ویراگی ہیں۔ تو ان میں ویراگ اور تیاگ تو ہے۔ لیکن کالا اکشر بھینس برابر سوائے کھانے اور پڑا رہنے کے کام ندارد۔ وہ بیچارے ارتھ بھی ویراگ کے نہیں جانتے۔ ان لوگوں کی دولت پھونکنے کو آگ کا انگیٹھا پاس ضرور رکھتے ہیں شاستر تو جانتے ہی نہیں۔ گیتا بھی ہزاروں میں سے ایک کو ہی صرف پاٹھ ماتر یاد ہوگی۔ ارتھ تو کروڑوں میں سے دس بارہ ہی جانتے ہونگے۔ اور اس پر بھی تپا کو چرس بھنگ گانجا سے محروم۔ نا معدوم۔

جوگی گورکھ ناتھ کے نام کو بدنام کرنے والے کانوں میں سنہری حلقے ڈالے کوئی کسی گدی کا مہنت کوئی کسی کا۔ دھرم سے ناواقف یوگ کے پورے شترو۔ مال کھانے میں ہوشیار۔ لوگوں کے سادہ لوح بچوں کے کان پھاڑنے میں خبردار۔ راجہ مہاراجہ عقل کے اندھے گانٹھ کے پورے۔ ایسے ہی سنڈے مسنڈوں کے چیلے۔ اور مرید۔ تن من دھن گوسائیں اور گورو کے ارپن کرنے والے۔ خوشامد پسند اور ڈرپوک۔ مصاحبوں کی صحبت میں دن رات رہ کر دین دنیا سے بے خبر افیون کے گولے چڑھانے میں ماہر۔ فقیروں کی سیاہی گرہستیوں کی تباہی وغیرہ کا نظارہ سوامی نے چشم بینا سے دیکھا۔ اس کا دل اس خیال سے بھر آیا۔ کہ! لاکھوں کروڑوں دھرم کے رکھشک کا بھیس دھارے واستو میں دھرم کا ناش کر رہے ہیں۔ راجہ لوگ جہلا کی صحبت میں چاپلوسی کی باتیں سننے میں مست۔ سچے عالموں سے لاپرواہ ہیں۔ اور عالم لوگ ہیں۔ کہ سچ بات کہنے سے کنارہ کشی کر رہے ہیں۔ اگر ایک راستگو جرأت کرتا ہے۔ تو اس کے خلاف عجیب چہ میگوئیاں ہوتی ہیں۔

میلہ میں ہندوستان بھر کے ہر قماش کے لوگوں کے پہنچے ہی تھے۔ اس کی قیافہ شناس طبیعت اور مردم شناس آنکھوں نے خوب دیکھا اور ایک نگاہ سے تمام میلے کو

دیکھا۔ سب کو بُت پرستی اور مخلوق پرستی میں غرق پایا۔ بیاس اور کپیل کی اولاد کو پیٹ پوجا میں مگن دیکھنا تیر کی طرح اس کے دل کو بیندھ رہا تھا۔ وہ تمام میلہ کے ایام میں سارا ودشیہ غور سے اپنے اندر نقش کرتا۔ اور بار بار اس پر بچاتا رہا۔ میلے کے بعد بھی دس بارہ روز تک ہر وقت یہی بھیانک نظارہ ہر سمے اُس کی چشم عقل کے سامنے تھا۔ جہالت کا اس قدر زور۔ پنڈتوں کی وید دھرم سے غفلت اور سرد مہری۔ دوجوں کا عیسائی مسلمان ہوتے جانا وغیرہ وغیرہ سارے خیالات کمر ہمت کو توڑنے والے تھے۔ لیکن اس شیر مرد کے دل نے ان سب دردناک خیالوں کا اچھی طرح مقابلہ کر کے آخر یہی صلاح دی۔ کہ تو اوروں کی طرح غافل مت ہو۔ مرض کو جان کر علاج میں غفلت کرنا زیادہ گناہ ہے۔ تو سچا پرشارتھی بن۔ کمر ہمت باندھ۔ سوتوں کو جگا۔ جو اوروں کی مدد کرتا ہے۔ ایشور آپ اس کے سہایک ہوتے ہیں۔ پوپ ویکارا سے شام بھگوتیہ یہ وچار دوڑھ کر دیا کھیاں دے رہے تھے۔ حالت دھرم اور دیش کی ایسی قابل رحم تھی۔ کہ یکلخت دل بھر آیا۔ اور سابتی پر سرد م دی پورن ملا کر کے اپنا سب کچھ تیاگ دیا۔ ٹینک برتن پیتامبری دھوتیاں ریشمی کپڑے۔ دوشالے اور اونی کپڑے۔ نقد روپیہ وغیرہ جو کچھ تھا۔ جو جس کے لائق دیکھا۔ بانٹ دیا۔ سوامی کیلاش پربت نے کہا۔ یہ کیا تو بولے۔ جب تک ضروریات کو بالکل کم نہ کروں۔ پورا آزاد نہیں ہو سکتا۔ نہ اپنی منشا پوری کر سکتا ہوں۔ میں صاف صاف کہنا چاہتا ہوں اور وہ بے کھٹکا ہوئے بغیر ہو نہیں سکتا۔ صرف ایک لنگوٹ اپنے پاس رکھا۔ ایک ٹینک مہابھاشیہ دس نقد اور ایک تھان ململ کا پنڈت دیارام جی کے ہاتھ سوامی ورجانند جی کی سیوا میں انتم بھینٹا کے طور پہ پہونچایا۔

سوامی جی نے ہردوار آکر ٹھاکر رنجیت سنگھ جی کو اجیرول میں خط لکھا تھا جس پر انہوں نے جوتشی رام سروپ جی کو بھیجا کہ وہ سوامی جی سے ملاقات ودا شرفی بھینٹ کے واسطے دیں۔ مگر جوتشی جی پہونچے۔ تو سوامی جی پورن ویراگ دھارن کر چکے تھے۔ ان کو بھی دس روپیہ نقد مالا اور درگا کی پستک دی۔ انہوں نے روپیہ نہ لئے مال مالا آدی سویکار کریں۔ سوامی جی نے یہ بھی پرن کیا۔ کہ ہم جب تک ہمارا منشا پورا نہ ہو۔ سنسکرت بولیں گے۔ اور گنگا کنارے بچریں گے۔ اس تیاگ کا سب سادھوؤں میں چرچا ہو گیا۔ تب سب کہنے لگے کہ مورتی پوجا اور پرانوں کا جھوٹا ہونا اور سمپردائیوں کا کھنڈن آدی جو کچھ دیانند کہتا ہے۔ یہ ہے تو سب سچ۔ مگر کھلم کھلا کہنا یعنی دُنیا کے رواج کے خلاف چلنا اچھا نہیں +

دوسری فصل

کمبھ پرچار کے بعد دو ماس

۱۔ متفرق مقامات۔ سوامی جی آخیر ہفتہ اپریل میں ہردوار سے رشی کیش گئے پانچ چھ روز بعد لوٹ کر جنوب کو چل دیئے۔

ہردوار سے کنکھل اور پھر گنگا کنارے لنڈھورا ہو پہنچے۔ تین دن بھوکا رہنے کے بعد بھوک زیادہ بہت لگی۔ کھیت والے سے کہا۔ تین بینگن ملے۔ وہی کھا کر طبیعت کو ترپت کیا۔

وہاں سے شکرتال آگئے۔ جہاں مشہور ہے کہ پریکشت نے کتھا سنائی تھی۔ اس کے بعد پریکشت گڑھ آگئے۔

وہاں سے گڑھ مکتیسر آکر پندرہ روز ٹھہرے۔ رات دن باہر ہی پڑے رہتے تھے۔ یہاں کے پنڈتوں سے شاستر ارتھ بھی ہوا۔ میراں پور میں جو رڑکی سے ۲۰ میل ہے دو روز ٹھہرے۔ شاستر ارتھ بھی ہوا۔ اور جاشنی آدمی کے پاس سے بھی گذر ہونے پر بعضوں سے میل ملاپ ہوتا گیا۔

۲۔ کرنواس۔ مئی ۱۸۶۷ء بیساکھ شکلا سمت ۱۹۲۴ کو یہاں پہنچ کر گنگا تٹ پر آبراجے۔ ببلکن ضلع بلند شہر کے پنڈت جوالا پرشاد گوڑ اور طالب نگر ضلع علیگڈھ کے اودھوجی دو ودیارتھی ادھر پہنچے۔ وہ ایک پرمہنس کو بیٹھا دیکھ سوامی جی کے نزدیک آگئے۔ اور ان کے بدن پر ریتی اور گنگا رج لگانے لگے۔ سوامی جی نے کہا۔ تم کیا پڑھتے ہو۔ جواب ملا۔ بھاگوت۔ فرمایا۔ ویاکرن میں کیا پڑھا ہے۔ بولے کومدی۔ تب یہ شکشا دی۔ کہ تم کو اشٹادھیائی وس اپ نشد۔ ویدانت اور منوسمرتی کا پڑھنا اچت ہے۔ ویاکرن بھی آجاویگا۔ اور دھرم کا اپدیش بھی ہوگا۔ تب وہ بولے۔ کہ بیراگی لوگ جو شنکھ چکر وغیرہ دیتے ہیں۔ اور اپدیش کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے یا غلط (سوامی) بیراگی سب دھرم سے بے دھرم ہیں۔ کیونکہ شنکھ چکر کا لگانا انوچت ہے۔ تب جوالا پرشاد نے موضع کھنڈوی متصل شیخ نگر پرگنہ آہار کے ایک پنڈت سندرام سکنہ نروڑی کا حال سنایا۔ کہ وہ چکرانکت ہے۔ اور جاٹوں کو شنکھ چکر دے کر ویشنو بنانے کے لئے ستر ابھیجت چاہتا ہے۔ اور مجھے بھی ترغیب دیتا ہے۔ کہ سماسری ہو کر ان کے ادھشٹاتا بن جاؤ۔ یدی آپ کرپا کر پدھاریں۔ تو لوگوں کے دھرم کی رکشا ہو۔ سوامی جی نے وعدہ کیا کہ ضرورت ہوئی

تو آ دیں گے۔ ایک دو روز کر نواس رہے۔

۳۔ فرخ آباد۔ جیٹھ سمت ۱۹۲۴ میں یہاں بسرانت گھاٹ پر آیا جے۔ لالہ درگا پرشاد جی کے پروہت جمنا پرشاد جی نے انہیں دیکھا۔ اور ان سے اطلاع پاکر پنڈت منی لال و لالہ جوالا دت جی و مگن ناتھ جی شام کو پہنچے۔ سوامی جی دھیان اوستھا میں چپ بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ڈنڈوت پرنام کر کے پنڈت منی لال جی نے پوچھا۔ مہاراج گنگا جی کیسی ہے۔ فرمایا جڑ پدارتھ ہے۔ (سوال) سورج نرائن کیسا ہے۔ (جواب) جڑ پدارتھ ہے۔ یہاں سوامی جی دو تین روز رہے۔

۴۔ چاشنی و تہار پور۔ فرخ آباد سے گنگا کنارے چلتے ہوئے۔ سوامی جی چاشنی پہنچ گئے۔ جہاں شنکر مکھ کا رول اسند رام ڈاتا تھا۔ چیتر سنگھ جاٹ نے کہا۔ کہ سوامی جی مجھے پہلے مل چکے ہیں۔ جو وہ کہدیں مجھے منظور ہے۔ چنانچہ وہ اور اترام سنگھ۔ پنڈت جوالا پرشاد۔ ہووا کھیڑی کے پنڈت بھگوت اور کوئی بیس اور آدمی پنڈت سند رام کو ساتھ لے سوامی جی کے پاس آئے۔ مگر سند رام ان کو دیکھ کر اور ان کا نام سن کر پیپل و مار کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں آدمی بلا نے کو گیا۔ تو پھر بھاگ کر آ نار میں دو بیاس بھوگراپٹ کے مندر میں جا ٹھہرا۔ اس طرح سب جھگڑا نگھ ہونے سے بچ گئے۔ تمام سوامی جی کے اپدیش کو سچا دھرم ماننے لگے۔ یہاں اس بار سوامی جی دس پندرہ روز رہ کر تہار پور گئے۔ اور کچھ دن یہاں نواس کیا۔

تیسری فصل۔ رام گھاٹ

۱۔ ٹیکا رام شش بنگیا۔ شروع جولائی ۱۸۶۷ء میں سوامی جی نے رام گھاٹ پہونچ کر ایک جھونپڑی میں ڈیرا لگایا۔ پنڈت ٹیکا رام جی۔ سوامی سناڈھ برہمن ساکن کر نواس مقیمی رام گھاٹ ہ۔ جولائی کو سوامی جی کے پاس سے نمو نارائن کہے بغیر گذر گئے۔ کیونکہ ناواقف تھے۔ لیکن بن کھنڈی میں کیشب دیو برہمچاری سے سوامی جی کی بڑائی سن کر برہمچاری سمیت آیا۔ اور نمو نارائن کر کے۔ بیٹھ گیا۔ سوامی جی کے سوال پر کہا میں برہمن ہوں۔ پھر سوال ہوا۔ تو کہا کہ سندھیا گائیتری کرنے سے برہمن ہوتا ہے۔ سوامی جی نے پوچھا۔ کیا تو سندھیا آدی پڑھا ہے۔ بولا نہیں۔ ہاں گائیتری یاد ہے۔ کہا سناؤ۔ تو جواب دیا۔ گورو نے منع کیا ہے۔ میں کسی کو سنا نہیں سکتا۔ سوامی جی بولے سنیاسی برہمن کا گورو ہوتا ہے ہمارے سامنے بلا جھجک کہدو۔ برہمچاری نے تائید کی اور ٹیکا رام نے گائیتری متعلق

سوامی جی اس کے آچاران سے بہت خوش ہوئے۔ اور اُتساہ دلا کر سندھیا آدی کی ودیا اس کی رُچی بڑھائی۔ چنانچہ سندھیا اُسے لکھدی۔

سد حالات کو مدی پر بات کرکے جب ٹیکا رام ویاکرن میں بالکل رہ گیا۔ تو سوامی جی کا شش بن گیا۔ چندر کا کے کرتا رام آشرم کو سوامی جی نے اشرم اور کو مدی کے کرتا بھٹو جی دیکشت کو پیٹ پوجک کہتے تھے۔ ٹیکا رام کو ایسا نشچے ہو گیا کہ سوامی جی نے آدیتہ ہری۔ گنگا لہری۔ گنگا کوچ۔ گنگا سہسر نام۔ گنگا اشٹک۔ گنگا استوتر۔ وشنو سہسر نام۔ پرتی انگرا ستوتر بام مارگ کا۔ اتیادی سب ان کی پستکیں پھنکوادیں۔ کیول رُودری یعنی آٹھ ادھیائے وید کے رہنے دیئے۔ ٹیکا رام نے اپنے ٹھاکر بھی گنگا میں بہادیئے۔

۲۔ دیگر پنڈت۔ پنڈت بالمکند۔ گرو ناشنکر۔ نند رام۔ بالمکند۔ گوبند رام جانکی پرشاد۔ سالگرام وغیرہ سب پنڈت جا کر سوال و جواب کرتے رہے اور سوامی جی کی ہر بات کو صحیح مان جاتے رہے۔ سب آ کر یہی کہتے۔ کہ سوامی جی بڑے مہاتما اور ودوان ہیں۔ پنڈت بالمکند آچارج کا بشنو سہسر نام کے شلوک : शास्त्रार्थकाशीवृसद्द پر بچار ہوا۔ پنڈت بالمکند جی نے سوامی جی کے پکش کو صحیح قبول کر لیا۔

۳۔ متفرق حال۔ سوامی جی یہاں صبح سنان آدی سے فارغ ہو۔ دو تین گھنٹے پرانا یام کرتے تھے۔ شام کو ۴ بجے سے روز سینکڑوں لوگ آتے۔ اور بارتالاپ سنتے۔ مندر بن کھنڈیشر کے پوجاری شنبھو گر سنیاسی گوسائیں رام گھاٹ تلسی کے پتے توڑ کر سوامی جی کو دیتے۔ اور کہتے کہ ہمارے تو آپ ہی سالگرام ہیں۔ یہ دل لگی تھی۔ یہاں سوامی جی کے مسوڑوں میں درد رہتا تھا۔ اس لئے تب کُرلا کرتے تھے۔

چوتھی فصل۔ کرن واس

ا۔ ٹیکا رام نے مندر کی پوجا چھوڑ دی۔ ٹیکا رام نے رام گھاٹ میں سوامی جی سے سنشٹ نواس کئے۔ اور کرن واس آکر ٹھاکر گوپال سنگھ۔ جھونڈل سنگھ جیرام سنگھ۔ وکرم سنگھ۔ کنور شیر سنگھ۔ بھوم سنگھ آدی سب کو کہہ دیا۔ کہ ہیں ایک بڑے مہاتما ودوان رام گھاٹ میں سے ہیں۔ اُن سے ہمیں نشچے ہو گیا۔ کہ مورتی پوجا وید شاستر میں نہیں۔ ۱۸ پُران تیرتھ۔ برت۔ اوتار۔ تلک۔ کنٹھی۔ سمپردائے

سب ستھیا اور پاکھنڈ ہے۔ تینوں ورنوں کی ایک ہی گائتری ہے۔ ایسا نشچے ہونے سے ہم تمہارے مندر کی پوجا چھوڑتے ہیں۔ آپ لوگ بھی اسے چھوڑ کر یگیوپویت کرا کے ویدک دھرم سویکار کریں۔ اور ان مہاتما کو بلا دیں۔ تو بہتر۔ ورنہ آپ کی مرضی۔ مندر میں اور پوجاری رکھ لیجیے۔

۲۔ سوامی جی کا کرن واس آنا۔ ٹھاکر دھرم سنگھ (جو نیچے دیکر لی بیٹھے اور ٹیکارام سے ہی پڑھے تھے) اور گوپال سنگھ جی نے ٹیکارام جی کو بھیجا کہ سوامی جی کو لا دیں۔ لیکن سوامی جی خود اسی دن سپکے گھاٹ پر آ گئے۔ سوامی جی نے ناگا بابا کی مڑھی کے آگے رسیندو بر کھش کی چھایا میں ڈیرا لگایا۔ دوسرے دن رام گھاٹ سے واپس آ کر ٹیکارام نے اطلاع دی۔ تو ٹھاکر لوگ اس جگہ پہنچے۔ جہاں سوامی جی اکیلے لنگوٹی باندھے گنگا رج لگائے براجمان تھے۔ پنڈت ٹیکارام کو ان کے ساتھ دیکھ سوامی جی بہت خوش ہوئے۔ بعد میں ٹھاکر گوپال سنگھ جی نے ایک ودای کی کٹیا میں کوس (گھاس) لا کر ڈال دی۔ وہیں سوامی جی کا ڈیرا رہا۔

۳۔ بھگوانداس کی چالاکی۔ یہاں پنڈت بھگوانداس نے بھوجن آدی سے بہت ستکار کیا۔ پنڈت جی سوامی جی کو اپنے مندر میں لائے۔ اور ٹھاکر جی کو بھوگ لگا کر سوامی جی کو بھوجن کھلانا چاہا۔ سوامی جی بولے کہ ہم اوچھشٹ پدارتھ کو نہیں کھاتے ہیں۔ جس پر بعد ازاں پنڈت جی کو بنا ہی بھوگ لگائے کھلانا پڑا۔ ایک دن سوامی جی نے کنٹھی تلک دھارن کرنے کا کھنڈن کیا۔ تو وہ بڑا ستا کر پیچھے سے چلا آیا۔ اور گرام میں سوامی جی کے درودھ کہنے لگا۔ کہ یہ عیسائی ہے۔ لوگوں کو کرسٹان کرنے آ گیا ہے۔

۴۔ ٹھاکروں کو یگیوپویت کا اپدیش۔ جب ٹھاکر گوپال سنگھ آدی درشن کو آئے۔ تو دھرم سنگھ جی (جو ویاکرن جانتے تھے) نے سنسکرت میں سوامی جی کو اپنا نام اور جاتی کہہ ابھی وادن کیا۔ سوامی جی نے بہت آشیرواد دیا اور پریم پوروک باتیں ہوئیں۔ سوامی جی نے گوپال سنگھ آدی سے سنسکرت میں پوچھا۔ کہ آپ کا ورن کیا ہے۔ گوپال سنگھ نے کہا۔ کشتری۔ کہا تمہارا یگیوپویت ہوا۔ بولا۔ کل جب کل ریت سے ہمارا یگیوپویت شادی کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ شیر سنگھ کی شادی ہو چکی ہے۔ اس لئے اس کا یگیوپویت ہو گیا۔ میری شادی نہیں ہوئی۔ سوامی جی نے بڑے افسوس کے ساتھ کہا۔ کہ یہاں پر سمپرداؤں نے اس دیش کو بالکل بھرشٹ کر دیا ہے۔ اور پوپ پنڈتوں نے بگاڑ رکھا ہے۔ جیسے وہ چار مڑھی والے سادھو لوگوں کو یہ گرو منتر سکھاتے ہیں کہ کنٹھی کس کی جو رو۔ ستھیا کس کا سالا۔ پی پیالہ۔ مار بھالا۔ تجھے دم سے غرض ہے۔ پس کس طرح دیش کی

اودیتی ہو سکے۔ اس کے بعد سوامی جی سے یگیوپویت دھارن کرانے کا ٹھاکروں نے نشچے کیا۔

گاؤں میں چرچا پھیل گیا۔ کہ بڑے مہاتما اور سنسکرت کے پنڈت آئے ہیں۔ کہ پہلے نہ کبھی دیکھے نہ سنے گئے۔ سوامی جی کو اسی اندر دن میں ساون و آدھا بھادوں بتیت ہو گیا۔ پنڈت ٹیکا رام جی سوامی جی سے سنو سمرتی اور اُپ نشد آدی پڑھتے و بچارتے رہے۔

پانچویں فصل۔ انوپ شہر

۱۔ ٹال بانس میں واس۔ کرنواس سے چلکر سوامی جی ٹال بانس انوپ شہر میں ایک ہفتہ ٹھہرے۔ اول دو تین روز بیمار سے رہے۔ لالہ گوری شنکر کائستھ سری واستو مالک ٹال کو کہا۔ اور انہوں نے تکسی ڈول گھوٹ کر کالی مرچ ڈال کر پلایا۔ کھانے کے لئے بعد اصرار کے دال مونگ۔ سونٹھ ڈال کر پلائی راضی ہو گئے۔ بابا داس بیراگی پرمہنس راجہ بوندی کے گرو یہاں رہتے تھے۔ وہ مورتی پوجا نہیں کرتے تھے۔ اس سے سوامی جی کی ان سے بہت بنتی تھی۔ ان کے علاوہ دکشنی سوامی۔ سورج پوری اور موج بابا پرمہنس بھی تھے۔ دکشنی سوامی نے سورج پوری کو بار بار بھیجا۔ وہ سوال کرتا رہا۔ سوامی جی معقول اُتر دیتے رہے۔ آخر اُس نے ایک بات پوچھی۔ تو سوامی نے کہا۔ تمہاری موٹی عقل باریک باتوں کو سمجھ نہیں سکتی۔ ریت میں بکھری چینی کو ہاتھی نہیں نکال سکتا۔ ہاں چیونٹی کیلئے یہ بالکل آسان ہے۔ سوامی جی جب انوپ شہر جانے لگے۔ تو بابا داس نے کہا۔ تم بھاگوت کھنڈن کرتے ہو۔ اور شہر میں کتھا ہو رہی ہے۔ کوئی روٹی بھی نہ پوچھے گا۔ سوامی نے کہا۔ ہمیں پرواہ نہیں۔ ہماری پراربدھ ہمارے ساتھ ہے۔

۲۔ انوپ شہر میں ڈیرا۔ ۱۵۔ بھادوں سمت ۱۹۲۴ کے بعد سوامی جی انوپ شہر چلے آئے۔ پہلے ایک ہفتہ لالہ بابو کی کوٹھی میں ٹھہرے۔ پھر تر بینیشر ستی مندر میں قریباً دو ہفتہ۔ پہلوان نول جنگ نے پھوس ڈال کر چٹائی ڈال دی تھی۔ رات کو کمبل ڈال دیتا تھا۔ پنڈت ٹیکا رام ساتھ تھے۔

۳۔ جگل جی گجراتی برہمن۔ پہلے بیل گلن ادستھا تب جب سوامی جی انوپ شہر آ گئے۔ تو ان کے بعد کبیر پر سروستو تیاگنے کا حال پرگٹ ہوا۔ ایک گجراتی برہمن جگل جی کے پاس سوامی جی کو لے گئے۔ تو انہیں سرنگ بہت متھرا باسی ملا دہ

بھاگوت کتھا باچتا تھا۔ اُس نے سوامی جی کو جھٹ پہچان لیا۔ کہ یہ ورجانند جی کے پاس پڑھتے تھے۔ سوامی جی نے اس سے ایک پد پوچھا۔ اُتر نہ بن آیا۔ تو بہت کرودھ کرنے لگا۔ مگر لوگوں نے اُس کو کھشما کرا دیا۔ یہاں سے سوامی جی گڈھ مکتسر کی طرف گئے۔ اور لوٹ آئے۔

۴۔ رام لیلا کھنڈن۔ سوامی جی کے اُپدیش سے مورتی پُوجا تو لوگ چھوڑتے ہی تھے۔ اور یہاں بھی ایسا ہی ہُوا۔ لیکن رام لیلا کی بابت یہاں خاص طور پر چرچا ہُوا۔ ایک پنڈت مہا نند نام سکندر آباد سے رام لیلا کے واسطے آئے تھے۔ کہنے لگے۔ رام چندر ایشور تھے۔ سوامی جی نے کہا نہیں راجا تھے۔ وہ سامنے سنسکرت نہ بول سکے۔ گھبرا گئے۔ سوامی جی نے کہا۔ بھاشا بولو۔ اور اعتراض کیا۔ کہ مرد سے عورت کا بھیس دھرتے ہو۔ کتنا دوش ہے۔ اسی پرکار وان پور کے اجودھیا پرشاد جی اگروال ویش کو ایک وقت کہا کہ تم رام لیلا کرتے ہو۔ یہ بات اچھی نہیں۔ جانکی جی کی تصویر بنانا۔ کوچہ بکوچہ پھرانا۔ سوانگوں کو نچانا بُرا ہے۔ کہتے ہیں۔ دیکھو کیسا خوبصورت لڑکا ہے وغیرہ۔ بہت بُری باتیں ہیں۔ تم اس کام سے کھیا ہو۔ اس لئے تمہیں روکا ہے۔ چنانچہ اُس نے اُسی روز سے چھوڑ دی۔ اور اگرچہ اُس سال رام لیلا کی تیاری ہو چکی تھی۔ جس سبب سے وہ ہو گئی۔ لیکن سوامی جی کے اُپدیش کا اثر نہایت گہرا ہُوا۔ اور اگلے سال سے یہ قطعاً بند ہو گئی۔ اب تک نہیں ہُوئی۔

۵۔ پنڈت انبادت سے مباحثہ۔ سب لوگوں نے مشہور پنڈت انبادت پر زور ڈالا اور وہ قہر ردویش برہان دردیش مباحثہ کرنے آیا۔ مورتی پُوجا پر بات ہوئی۔ سوامی جی نے پرمان کئی دوبارا جب نشیدھ کر دیا۔ تو ایک دو بار گھبراہٹ میں بولنا پڑا۔ پر وہ تو تھا ہی۔ ہونے لگا۔ سوانس چڑھ گیا۔ تب سوامی جی بولے۔

मम अभ्यासोऽस्ति त्वं वृद्धोऽसि । मूकम् । मया ज्ञात-
तवसमात् अनूप शहर मध्ये पण्डितो नास्ति॥

(ترجمہ) میرا ابھیاس ہے۔ اور تو بردھ ہے۔ اس واسطے صبر کر۔ خاموش ہو جا۔ میں نے جان لیا۔ تیرے جیسا انوپ شہر میں پنڈت نہیں ہے۔ مہادیو کی مورتی کے ذکر میں سوامی جی نے کہا۔ کہ مہادیو خود اپنی رکھشا تو کرتے نہیں۔ پھر اُس کی پوجا سے کیا ابھ کیا۔ اصل شبد یہ تھے۔

गृह स्थापनं कृत्वा धूपं दीपं नैवेद्यप्रभृति सामग्री सहितं - पूजनं कृत्वा तत्पश्चात् कुर्यात् इति ॥

یعنی مہادیو کی مورتی کو استھاپن کر کے دھوپ دیپ - نیویدیہ آدک سامگریوں سے پوجن کرتے ہیں۔ مگر بعد ازاں اکیلا رہ جانے کے سبب اُس پر کتا موتتا ہے۔ انبادت نے کہا تم نندا کرتے ہو (سوامی) نندا نہیں یہ بات پرکرش سے کہہ فرمایا۔

हरी कैलासे वसेते — विष्णु वैकुण्ठे वसेते

(ہری کیلاش پر اور وشنو بیکنٹھ میں ہے) تو بھی مورتی پوجا جائز نہیں اس طرح باتیں ہوتی رہیں۔ انبادت نے انت میں سویکار کیا۔ کہ واستو میں مورتی پوجا آدی وید ورودھ چلی ہیں۔ سوامی جی نے ستیہ گرہن کرنے کی یہ روچی دیکھ کر اُس کی تعریف کی کہ واقعی یہ پنڈت ہے۔

اسی طرح کی کامیابیوں سے مورتی پوجا آدی سے بتوں کو نفرت ہوئی بیکھولال بنیہ حکیم۔ دیپ ایشر۔ بل کیشر۔ برھما۔ پنڈت روی شنکر۔ پنڈت سالگرام گجراتی برہمن وغیرہ لوگوں نے تو سالگرام اور ماکھن چور کی مورتیاں گنگا میں پھینک دیں۔ کنٹھی توڑ ڈالیں۔ شہر میں عجیب شور مچ گیا۔

۲ - راجہ جیکشن داس جی کا میل - ٹھاکر مکھن سنگھ کے ملازم کیسری لال نے راجہ جیکشن داس جی کو پتہ دیا۔ کہ سوامی جی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ راجہ صاحب اس دن تو نہ آسکے۔ ہاں چوتھے روز کیسری لال کے بھائی ہزاری لال واصلباقی نویس لالہ بابو کو چٹ لکھا۔ کہ کوٹھی میں ہمارے لئے جگہ اور کہار کا انتظام رکھنا۔ چنانچہ وہ آ گئے۔ دونوں پریم سے ملے۔ راجہ صاحب نے رات کو دوران گفتگو میں سید احمد خاں کا بھی ذکر کیا۔ کہ وہ پیغمبر بن گیا ہے۔ سوامی جی کو کلکتہ میں تلاش کرنے کا بھی حال بیان کیا۔ راجہ صاحب رات رہے۔ اور اگلے دن کوئل چلے گئے

۳ - سید محمد تحصیلدار - اُس وقت سید محمد تحصیلدار تھے۔ جو اچھے مولوی اور بزرگ صاحب علم تھے۔ سوامی جی سے ملتے اور بات چیت کرتے رہتے۔ سوامی جی نے واضح کیا۔ کہ بت پرستی۔ پران اور وید کے خلاف تمام کتابوں کی میں تردید کرتا ہوں۔ وہ سوامی جی کے بیان سے روز متاثر ہوتے رہتے۔ حتے کہ ان کے بھاری معاون بن گئے۔ ایک دفعہ آئے تو ہاتھ جوڑ کر سلام کی اور کہا۔ کہ مہاراج! ہمارے مذہب میں تو بت پرستی کی کوئی بات نہیں۔ سوامی بولے۔ تمہارے میں تعزیہ داری ہے۔ یہ بت پرستی

ہے۔ اس نے اقبال کیا۔ کہ ٹھیک ہے۔ مگر ہم لاچار ہیں۔ ہماری پیش نہیں چلتی۔

۸۔ **پان میں زہر اور کھشما کی حد۔** موری بُو جا گھنڈن سے برہمن تنگ تو تھے ہی ایک برہمن نے پان میں زہر دیدیا۔ سوامی جی تاڑ گئے اندر جا کر نیولی کرم کرتے رہے۔ اُسے کچھ نہ کہا۔ بڑی مشکل سے بچے۔ تحصیلدار سوامی جی پہ فدا ہو رہا تھا۔ اُس نے اُسے قید کر دیا۔ جب بعد میں سوامی جی کے پاس آیا۔ تو اُنھوں نے اُس سے بولنا بند کر دیا۔ وہ تو خوش ہو رہا تھا۔ کہ اُن کے شترو سے بدلہ لیا۔ لیکن وہ بولے ہی نہیں۔ بمشکل تمام جب اُس نے سبب پوچھا تو فرمایا۔ کہ میں دُنیا کو قید کرانے نہیں آیا۔ بلکہ قید سے چھڑانے آیا ہوں۔ وہ اگر اپنی دُشٹتا کو نہیں چھوڑتا۔ تو ہم اپنی سریشٹتا کو کیوں ترک کریں۔ چنانچہ تحصیلدار نے اپیل کرا کے اُسے چھڑا دیا۔

۹۔ **کمینہ مخالفت۔** یہاں کے چش کار کلیان سنگھ شنار نے صلاح کی۔ کہ کوٹھی سے سوامی کو نکلوا دوں۔ ریاست لالہ بابو کے تحصیلدار رتیمان چندر سے بہت کہا۔ مگر اُس نے کہا۔ ہم ہرگز ایسا نہ کرینگے۔ اسی طرح برہمنوں نے تجویز کی۔ کہ سوامی کی بات ماننے والوں کو برادری سے خارج کر دو۔ لیکن جب تک سوامی جی رہے۔ کوئی دم نہیں مار سکا۔ اُن کی زبردست مدلل اور زوردار تقریر سے رو برو سب کے اوسان خطا ہوتے تھے۔ ہاں اُن کے بعد دباؤ ڈال کر اتنا تنگ کیا گیا۔ کہ کئی مارے ڈر کے پھر موری پوجنے لگے آخر ہر ایک کا ودیشٹھتا میں پاس ہونا محال ہے۔

چھٹی فصل۔ رام گھاٹ

۱۔ **کھیم کرن جی کا ملنا۔** انوپ شہر سے رام گھاٹ آ کر سوامی جی گنگا کنارے ریت میں پڑے رہے۔ تب بکرمی سمت ۱۹۲۲ تھا۔ کھیم کرن برہمچاری (حال سنیاسی) نے انہیں دیکھ رام چندر برہمن کو بتایا۔ کہ ایک اچھے پہنچے ہوئے سنیاسی بیٹھے ہیں۔ سانپ کا کال ہو گیا ہے۔ نہ جانے کسی نے اُن سے بھوجن کا پوچھا کہ نہیں۔ یہ دونوں گئے۔ سوامی جی کو معمولی پدم آسن لگائے بیٹھے دیکھا۔ بستر صرف کوپین تھا۔ کھیم کرن جی نے یہ شلوک پڑھا۔

ध्यानावस्थित तद्गतेन मनसा पश्यन्ति यं योगिनः

اس پر سوامی جی نے مسکرا کر ہنُوں کہا۔ پھر دونوں کی اس پرارتھنا پر کہ بہت سردی کا وقت آ گیا ہے۔ اوپر چلئے۔ سوامی جی ان کے ساتھ بن کھنڈی مہادیو پر چلے آئے۔ اور بھوجن آدی سے رامچندر جی نے ستکار کیا۔

۲۔ پنڈتوں کا باہمی مباحثہ چند۔ بن کھنڈی پر پنڈت نند رام ساکن اتروبی کا چندروشی و بھترا کے پانچ چار پنڈتوں سے مباحثہ ہو رہا تھا۔ کوئی کہتا تھا۔ بھاگوت رامائن میں ایسا اور کوئی بھاگوت میں کہتا تھا۔ سوامی جی کچھ دیر خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر کہا کہ کم بھاگوتم کم بالمیکم کستی دھورتم۔ किम् भागवतम् किम् वाल्मीकिम् स्यादि اور سنسکرت کا پرواہ شروع ہوا۔ اول تو وہ مباحثہ کو طیار ہوا۔ مگر آخر سارے ہی سنسکرت کی لیاقت سوامی جی کی نہایت اعلیٰ دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ اور رات ہو جانے کے سبب چلے گئے۔

۳۔ سادھو کرشن انند سے بحث۔ لوگوں نے سادھو کرشن انند کو (جو سوامی جی سے تھوڑے فاصلہ پر ہی تھا) کہا کہ سوامی دیانند سے مقابلہ کیجئے۔ کیونکہ وہ شرتی و سمرتی کو چھوڑ کر باقی تیرتھ برت مورتی پوجا بھاگوت بالمیک آدی سب کا کھنڈن کرتا ہے وہ انکار کرتا رہا۔ لیکن لوگ اُسے لاچار کر کے لے ہی آئے۔ بنا یہ تھی۔ کہ سوامی جی نے باتوں کے دوران میں پنڈت پرمانند دوبے کو کہا کہ وید کا ارتھ برہم ہے۔ اُس نے تکرار کیا اور آخر مانا۔ یہی ذکر اُس نے کرشن انند سے کیا۔ اُس نے کہا۔ یہ ارتھ نہیں بنتا۔ سوامی جی کو معلوم ہوا۔ تو پرمانند کو بھیجا۔ کہ اُسے یہاں لے آؤ۔ وہ اُس روز نہ آیا۔ تیسرے روز پہنچا۔ لوگوں کے اصرار پر آیا۔ شاستر ارتھ شروع ہوا۔ کرشن انند مختلف باتیں کرتا تھا۔ مدھیست کا جھگڑا بھی لے بیٹھا۔ سوامی جی کہتے تھے۔ شاستر ہی مدھیست ہے۔ ویدانت وشے میں کہتا تھا۔ کہ رجو کا سرپ ہوتا ہے۔ سوامی جی نے کہا نہیں۔ وہ صرف جیسے مانتا ہے سمجھ کے بعد نہیں ڈرتا۔ اصل میں وہ رجو ہے۔ اس پر ایک دھورت بیراگی جانکی داس نے سوامی جی کو دُرباک کہا۔ تب ٹیکا رام سوامی نے اُسے للکار کر کہا۔ کہ تو میرے سامنے آ۔ سوامی جی سے کیا لڑیگا۔ اتنی پر وہ گھبرا کر چلا گیا۔

شام کے تین چار گھنٹے تین دن بات چیت ہوئی۔

ایک دفعہ ایک آدمی نے کرشن انند سے پوچھا۔ کہ تمہارا جی میں مہادیو پر جل چڑھا آؤں۔ سوامی جی بولے کہ یہاں تو پتھر ہے نہلا دو نہیں۔

महादेवो कैलाशे वर्तते (کرشن انند) یہاں مہادیو نہیں ہے؟
(سوامی) وہ مہادیو مندر کے سوا یہاں بھی ہے۔ وہاں جانا بے ارتھ ہے۔
(کرشن انند) گیتا کا شلوک بطور پرمان دیکھو:۔

यदा यदाहि धर्मस्यग्लानि र्भवति भारत। अभ्युत्थानम धर्मस्य

तदात्मानं सृजाम्यहम् ॥

(سوامی) ایشور نراکار ہے۔ وہ دیہ دھاری بن نہیں سکتا۔ شریر لینا تو آتما کا دھرم ہے۔ اس طرح کی یکتیوں کے ساتھ پرمان دیئے گئے۔ تو وہ لاجواب سا ہوکر سامنے بیٹھا ہی حواس باختہ ہو گیا۔ منہ سے کف جاری تھا۔ اور بار بار لوگوں کی طرف منہ کر کے وہی گیتا کا شلوک رٹنے لگا (سوامی) لوگوں سے شاستراتھ کرتا ہے یا مجھ سے۔ میرے سامنے ہو کر بات کر۔ مگر وہ اس پر بات نہ کر سکا۔ اوسان ٹھیک نہ رہے۔ اور وہ مضمون چھوڑ گندہ وتی پرتھوی دھوم وتی اگنی اس طرح کی نیائے کی بات پر چلا۔ اور کہنے لگا کہ لکشن کا لکشن بھی ہوتا ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ لکش کا لکشن ہوتا ہے لکشن کا لکشن نہیں کیا پوچھ کا پوچھ یا رن یعنی آرد کا رن کیا ہوگا۔ لوگ ہنس پڑے وہ گھبرا کر چلا گیا۔

۴۔ کھیم کرن جی اور مورتی پوجا تیاگ ۔ سوامی جی اس دفعہ ۲۰ یا ۲۵ روز رہے۔ اور کھیم کرن جی ان کا ست سنگ کرتے رہے۔ یہ پکّے مورتی پوجک تھے اور ایک ساتھ کتنے ہی دیوتاؤں کی مورتیاں رکھتے و پوجتے تھے۔ کہیں باہر جانا ہوتا تو گھوڑے پر ساری پوجا لاد ساتھ لے جاتے۔ نربدیشر ورتی ۵ اسیر۔ سالگرام کی ۳ مورتی۔ گنیش کی ا۔ گومتی چکر۔ ٹیڑھی ٹانگ والا یا بال گوبند۔ کل ۸ مورتیاں تھیں۔ ۱۵ سال کی عمر سے ۴۴ سال تک یعنی ۲۹ سال اس نے خوب پوجا کی۔ لیکن سوامی جی کے اپدیش سے اندھ وشواس جاتا رہا۔ وہ گلے مستک ہاتھ پر رودراکش کی مالا پہنتا تھا۔ سوامی جی اس کو سانپ سے تشبیہ دیتے۔ کھیم کرن کہتا مہاراج مالا۔ سوامی جی فرماتے ارے ڈھونگ یہ جھوٹ اندھ وشواس ہے۔ اس طرح یہ ڈانواں ڈول سا ہو گیا۔ کبھی مالا اوتار دیتا۔ کبھی پہن لیتا۔ اتنے میں ایک دن کرشن انند جو اس کی لوگوں کے پاس نندا کرنے لگ گیا تھا۔ آیا اور بولا۔ تو ناستک ہے۔ جو مورتی پوجا کو چھوڑتا ہے۔ اس کو کرشن انند کی حقیقت تو معلوم ہی تھی۔ اس کی بات سن کر زیادہ جوش طبیعت میں آگیا۔ اور اسی دم سے یک قلم یہ تمام پوجا و مالا قطعاً تیاگ دی۔ اور اس کے بعد ہمیشہ سوامی جی کا دھنیاواد دیتا۔ کہ بھائی تو انھوں نے اودیا کاٹی۔

۵۔ اور مباحثے وغیرہ۔ پنڈت بالکند جی آچاریہ۔ چودھری گنگا رام۔

ٹیکا رام سوامی۔ پنڈت کرونا شنکر جی وغیرہ اس دفعہ سوامی جی سے متفق ہو گئے پہلے بحث بھی کرتے رہے۔ چنانچہ کرونا شنکر کا مورتی پوجا پر مباحثہ ہُوا۔ لیکن سوامی جی نے اس کی پوری تسلی کر دی۔ تب کہتا تھا۔ کہ مورتی کھنڈن ہے تو ٹھیک۔ مگر آپ جیوکا کے کارن ہم چھوڑ نہیں سکتے۔ سوامی جی نے ان لوگوں کو مہورت چنتامنی شیگھر بودھ۔ بھاگوت رامائن آدی پستک چھوڑنے کو کہا۔ کہ یہ بھرشٹ جال کے گرنتھ ہیں۔

نرائن پرشاد نائب مدرس ملے۔ تو سوامی جی نے پُوچھا کون ہو۔ بولا ویش۔ پھر گفتگو جاری رہی۔ نرائن پرشاد نے بہت سے سوال پُوچھ کر سوامی جی سے عمدہ جواب پائے۔ کہتا تھا۔ آج تک جو میرے شنکا کسی سے نوارن نہ ہوئے تھے۔ وہ سوامی جی نے کر دیئے۔ اور پنڈت بالمکند کے ساتھ کا ویاکرن جاننے والا اور کوئی نہ تھا۔ وہ بھی پراست ہوا۔ نرائن پرشاد کے سوال پر سوامی جی نے چرک اور سشرت وید کے پرمانک گرنتھ بتائے۔ سوامی جی کھانا کھانے کے بعد تُلسی کی پتی کھاتے تھے۔ سوال ہونے پر کہا۔ کہ اس سے مُنہ سگندھ ہوتا ہے۔ اور لوگوں کو گھر میں لگانے کے واسطے کہا۔ کہ اس سے اچھی وایو نکلتی ہے۔ سندھیا بلی ویشو کی سب کو ہدایت کی۔ نرائن پرشاد کو کہا۔ کہ سندھیا ترپن کرو۔ یگیوپویت لو۔ اور پھلیسر آؤ۔ مگر وہ اکیلا ہونے سے جا نہ سکا۔ نند کشور برہمچاری برہمن نے بھی متاثر ہو کر اپنے ٹھاکر گنگا میں پھینک دیئے۔

شمبھو گر کو بھاگوت اور پُرانوں پر اعتراضات بھی سوامی جی نے لکھائے اکثر لوگ تمام باتوں کو تسلیم کر گئے۔ لیکن گنگا کنارے رہنے اور تیرتھ کا مقام ہونے سے مورتی پوجا آدی پر اُن کا گذارہ تھا۔ روزی ماری جانے کے اندیشے سے سماج میں نہ ہو سکے۔

اترولی کے بھیرو ناتھ سارسوت برہمن نے رام کرشن کے شریر دھارن کرنے اور اُن کی مرتیو کے بعد اُپاسنا اور برھما کی آیو و چترگپت وغیرہ پر بات چیت کی۔ مگر مانا کسی بات کو نہیں۔ سوامی جی نے کہا آیو سب کی سو برس کی ہے۔ وید میں یہی لکھی ہے۔ جو زیادہ لاکھوں برس کی کہتے ہیں۔ یہ سب گپ شپ ہے۔ بھیرو ناتھ سوامی جی کی تعریف از حد کرتے تھے۔ کہتے تھے ان کی ودیا میں کوئی کسر نہیں۔ وشودھا نند بھی بے شک فاضل ہیں۔ مگر سوامی جی کی اور ہی بات ہے۔ وہ تو وید ودیا میں لاثانی فاضل ہیں۔ مورتی پوجا کے سوا ان کی کوئی بات خراب نہیں۔

پاٹھک چندو شنکر نے کہا کہ تلسی پوجن سے تو آپ منع کرتے ہیں۔ پھر اسے کھانے کے بعد کھاتے کیوں ہیں۔ فرمایا۔ مہاتم سمجھ کر نہیں کھاتا۔ بلکہ منہ صاف کرنے کو۔ جیسے پان کھایا جاتا ہے۔ یہ پاٹھک پنڈت ہرجس رائے ماتری والے کے شش تھے۔ پھر گورو کی تعریف کی سوامی جی نے کہا۔

शुश्रूषितं मंगा प्रवेशकत्वम् یعنی گورو کے ساتھ گنگا میں پرویش کرو۔ جس پر وہ لاجواب ہو کر چلا گیا۔

ساتویں فصل۔ بیلون

۱۔ ڈیرا۔ سوامی جی کرنواس سے ہوتے ہوئے قصبہ بیلون پرگنہ ڈبائی ضلع بلند شہر میں آئے۔ اور کھیرا کے مقام پر پیپل کے نیچے ٹھہرے۔ ایک تخت کے اوپر سرکی ڈلواکر لوگوں نے ۲۰ بارہ گدیلے ڈال دئیے تھے۔ جس سے بہت اونچا بچھونا بن گیا تھا۔

۲۔ اوتار آدی پر سوال۔ یہاں سری کشن پنڈا نے سوال کیا۔ کہ رامچندر کیسے تھے۔ فرمایا ایشور اوتار نہیں تھے۔ پرتاپی راجہ تھے۔ اس نے کرشن کی بابت پوچھا۔ تب بھی کہا۔ کہ ایشور اوتار نہیں۔ راجہ تھے۔ وہ بولا انہوں نے گوپیوں سے راس لیلا جو کی۔ کہا یہ جھوٹھ ہے۔ اور اس سے وہ ایشور نہیں۔ بلکہ سادھارن منش ثابت ہوتے ہیں۔ اس نے پوچھا۔ گنگا کیسی ہے کہا۔ ندی۔

۳۔ سندھیا گائتری کا اپدیش۔ یہاں جو سوامی جی کے پاس جاتا اُس سے پوچھتے۔ کہ تو سندھیا گائتری جانتا ہے۔ جو انکار کرتا۔ اُسے سکھاتے تھے سوامی جی کے فرمانے پر پنڈت اندرمن جی رئیس نے اس کی بہت سی کاپیاں دستی لکھ کر ان کے پاس رکھ دیں۔ کم سے کم ۵۰ آدمیوں کو انہوں نے گائتری سکھائی اور یہ کاپیاں تقسیم کیں۔ ہر ایک کے نیچے ایک ہزار کا انک لکھا تھا۔ کہ ہزار بار جپ کرو۔ تاکہ یہ اچھی طرح یاد ہو۔ اور اس کے وچار کا ابھیاس پڑے۔ تھان سنگھ برہمن اور اکثر اور لوگ مرتے دم تک گائتری کرتے رہے۔

۴۔ متفرق حالات۔ یہاں سوامی جی کیول لنگوٹ رکھتے اور بدن پر رج لگاتے تھے۔ تلسی دل کے پتے زیادہ کھاتے اور شربت بھی زیادہ پی۔ سری کشن جی خود روٹی بنا کر کھلاتے تھے گنگا دہر چوبری نے بھی بھوجن کرایا۔

جوالاوت - بلدیو داس اور بلاسی رام پنڈا ابھی ملتے تھے - آخری نے آپ کی بہت خاطر کی - ہر پرشاد پنڈا سے سوامی جی کی بہت پریتی تھی - ایک دن دیوتا و مورتی پوجا کا کھنڈن سوامی جی سے سن کر اُس نے کہا - مہاراج اپنے بڑے بڑے پُرکھاؤں سے سنتے تھے - کہ کل یگ آویگا - تو لوگ دیوتاؤں کی نندا کرینگے - چونکہ آپ ایسا کرتے ہیں - اس لئے معلوم ہوا - کہ کل یگ آ گیا - اس پر سوامی جی بہت ہنسے -

پنڈت اندرمن جی نے پوچھا آپ مٹی زیادہ کیوں لگایا کرتے ہیں - فرمایا کہ زیادہ مٹی کے کارن مچھر جو ڈنگ مارتا ہے - وہ اندر اثر نہیں کرتا - ایک شخص نے آکر کہا - مہاراج ڈنڈوت - سوامی جی نے کہا - ڈنڈوت تم ہی ہو - یہاں سوامی جی ۳-۴ دن رہے -

آٹھویں فصل - کرنواس

۱- ٹھاکروں کا یگیوپویت - سوامی جی بیلون سے کرنواس آئے - تو یہاں پنڈت بھگوانداس کی پھیلائی ہوئی افواہوں کے سبب مخالف چرچا پھیل رہا تھا - واں پور کے پنڈت نندلال اور احمد گڈھ کے پنڈت کنول نین جی سرو پورنما کو سنان کرنے آئے - سوامی جی سے شاستر وچار کرنے کے بعد اُنہوں نے نند کشور اپادھیائے کو کہا - کہ پنڈت امبادت انوپ شہر نواسی کو بلا کر ان سے شاستر ارتھ کراؤ - ورنہ اور کا کام نہیں - امبادت جی نے آکر سنسکرت میں مباحثہ کیا - سوامی جی کی ودیا کا تو وہ پہلے ہی انوپ شہر میں لوہا مان چکا تھا - اب جلدی ہی اُس نے سوامی جی کے کتھن کو سویکار کر لیا - اور کہا یہ ہی پنڈت ہیرا ہیں - جو رگوید پاٹھی اور ویاکرنی ہیں - ان باتوں کو مان لیں تو نشچے ہو جائے - اس پیوستا یہ اور ہی ڈھنگ ہوگیا - ٹھاکروں نے سوامی جی سے پرارتھنا کی - کہ مہاراج! ہم آپ جو کرم بتلاویں کرنے کو تیار ہیں - سوامی جی نے بڑی عمر والوں کو پرایشچت کی ہدایت کی اور سب کو یگیوپویت دھارن کرنے کی آگیا دی - سوامی جی کی آگیا انوسار انوپ شہر - دان پور - کرن واس - احمد گڈھ - رام گھاٹ - جہانگیر آباد سے قریباً ۴۰ - پنڈت گایتری جپ کے لئے آئے - جو نصف شکل پکش میں پورا ہوا - بعد ازاں سوامی جی کی کٹیا پہ ہون کنڈ بنایا گیا - انوپ شہر کے بدری کرم کانڈی وید پاٹھی برہمن برہما ہوتا رتوج آدی تھے - سب

گائتری اُپدیش دیا گیا۔ اُن میں ٹیکا رام جی کا بھائی مکھن لال ودیارتھی برہمن تھا۔ باقی گوپال سنگھ۔ ان کے بھائی کرشن سنگھ ورگھونندن سنگھ اور ان کے پُتر خوب سنگھ و بھوم سنگھ اور کھوڑ سنگھ۔ دیوان۔ طوطا رام۔ اندر سنگھ۔ کیھل سنگھ۔ ہری بابا۔ منشی گوپال سنگھ تاتی اور شیر سنگھ سب ٹھاکر تھے۔ ٹھاکر شیر سنگھ جی کے کُل گرو شنکر جی نامک پنڈت اپنے چھوٹے بھائی ہیرا لال سمیت ایک روز کنٹھی توڑ کر پہونچے۔ اور آن کے دکھشت ہوئے۔ یگیہ کے پشچات یگیہ شیش بانٹا گیا۔ ٹھاکروں نے سامرتھ انوسار جب دیگ کرتاؤں کو دکشنا دی۔ یہ یگ کھشتریوں کے بہت دنوں سے چھوٹے ہوئے سنسکار کا بودھ کرانے والا۔ بالر سوامی جی کی ویدوں کے سورج اودیے کا پرکاش کرتا تھا۔ اس سے عجیب ہی آنند دایک نظارہ تھا۔ ایک اپور واگنی دلوں میں پرجولت ہوئی۔ جس سے دیہاتوں کے دلوں میں ویدک دھرم کا پرکاش ہونے لگا۔ اور ہر طرف سے برہمن کھشتری آ آ کر سنسکار کرانے لگے۔

۲۔ آٹھ گپ۔ ٹھاکروں کا ستیہ گرہن کرنا دھرم پرچار میں بہت پشٹی کارک ہوا۔ اور سوامی جی بے تحاشہ استیہ کھنڈن میں ٹوٹتے رہے۔ حسب ذیل خرابیاں کو اس وقت سوامی جی تیاگنے پر زور دیتے تھے۔ (۱) ویاس جی کے نام سے جعلی بنائے ہوئے (۱۸) پُران (۲) بت پرستی (۳) سب مصنوعی سمپردائے شیو شکتی رامانج وغیرہ (۴) تنتر گرنتھ بام مارگ وغیرہ (۵) مسکرات (۶) زنا کاری (۷) چوری (۸) دروغ گوئی۔ دغا بازی۔ نمک حرامی۔ ان کو سوامی جی آٹھ گپ یعنی غلط باتیں کہتے تھے۔

۳۔ پنڈت ہیرا بلبھ سے معرکے کا مباحثہ۔ پرس کے میلے میں (۱) بھاری دت شرما ساکن دان پور ضلع بلند شہر جو اجازت سے کھیو کونڈی پڑھتا تھا (۲) گورودت (۳) مٹھو لال اور (۴) ہیرا بلبھ پنڈت انوپ شہر سے سوامی جی کے پاس آئے۔ ہیرا بلبھ سے مباحثہ شروع ہوا۔ روز ہزار آدمیوں کا مجمع ہوتا۔ یہ پنڈت سبھا کے درمیان ایک چھوٹے سے سنگھاسن پر بال مکند۔ گومتی چکر۔ شالگرام آدی کی مورتیاں رکھ کر اور یہ پرتگیا کر کے بیٹھا کہ یہاں سے تب اُٹھوں گا۔ جب سوامی کے ہاتھ سے انہیں بھوگ لگواؤں گا۔ پرنتو وہ دن دیا نرا یہ وہ سنسکرت بولنے میں گذارا۔ اسی طرح چھ دن مباحثہ جاری رہا۔ کسی دن نو گھنٹے تک بحث جاری رہتی۔ ہیرا بلبھ کو رگوید اور یجروید کی دونوں سنگھتا کنٹھ آگر تھیں۔ ویاکرن کا بڑا فاضل تھا۔ پنڈت بل کیشری اور انیہ دور دور کے ودوان پنڈت ان کے ساتھ

آئے ہوئے تھے۔ لیکن ایڑی سے چوٹی تک ہفتہ بھر سارا زور لگایا۔ ایک پیش نہ گئی۔ انت کو اس شلوک सर्वाणि सर्व नामानि پر بحث تھی۔ سوامی جی نے مہابھاشیہ کا پرمان دے کر اس کا کھنڈن کر دیا۔ اور ہیرا بلبھ کا سارا زور ختم ہوا۔ تب تمام مجمع کے سامنے سری ست پنڈت دربوستھا ایک شاستری ہیرا بلبھ پربھی نے کھڑے ہو کر شری سوامی دیانند جی کی ودیا کی سنسکرت میں بڑی تعریف کی۔ اور یہ آواز بلند سنایا کہ درحقیقت جو کچھ سوامی جی کہتے ہیں۔ وہ ستیہ اور پرمانک ہے۔ اور مورتی پوجا وید وروده ہے۔ نہ کیول یہی وہ سنگھاسن جس پر سب اشٹا پتر رکھا ہوا تھا۔ اٹھا کر سب مورتیاں گنگا میں پھینک دیں۔ اور اسی سنگھاسن پر وید بھگوان کو پرتشٹھت کیا۔" سوامی جی نے اس کے ستیہ گرہن کرنے اور جھوٹ تیاگنے کی بڑی مہما کی۔ اس طرح سارا پول کھل گیا۔ اثر غیر معمولی ہوا۔ بیہودہ بحث کرنے والے بت پرست حواس باختہ اور دل شکستہ گھر لوٹے۔ پنڈت ٹیکا رام جی تو پہلے ہی مورتی پوجا تیاگ چکے تھے اور پوجاری پدوی سے مستعفی تھے۔ لیکن آج انہوں نے بھی مورتیوں کو گنگا میں پھینکا۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ میں مندر کی کبھی پوجا نہ کرونگا۔ امباوت نے بھی مورتی پوجا تیاگ دی۔ اس سے نند کشور نے سوامی جی کی ودیا کی بابت پوچھا۔ تو اس نے جوش میں آکر دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور کہا کہ بھائی کیا کہوں۔ وہ تو مانو برہسپتی کا اوتار ہیں۔

۴۔ مسلمانوں کا میل۔ داروغہ الف خاں نے آکر قرآن کی بابت کچھ بات چیت کی۔ سوامی جی نے قرآن کی بابت سنسکرت میں پوچھا۔ اور گرو ٹیکا رام نے ترجمہ سنا دیا۔ لیکن داروغہ صاحب سے کچھ جواب نہ بن آیا۔

رئیس دھرم پور تو سلم درشن کو آئے۔ پوچھا۔ کہ کیا ہم بھی کسی طرح شدھ ہو سکتے ہیں۔ سوامی جی نے فرمایا۔ تم وید انوکول اپنے آچرن کرو۔ اوشیہ شدھ ہو جاؤ گے۔

۵۔ پنڈت کرشن بلبھ سے گفتگو۔ ایک روز مندر کرنواس کے پوجاری پنڈت کرشن بلبھ کی۔ جمان رانی صاحبہ آئی تھیں۔ اس روز وہ ماتھے پر رامانج کا تلک لگا کر سوامی جی کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا کیا باعث ہے۔ یہ جواب دینے کو ہی تھا کہ سوامی جی بولے۔ ہم سمجھ گئے بہتر ہے جمان آئے ہیں۔ پھر پوچھا دان کیا ملا۔ بولا گپت ہے۔ فرمایا کہ خیر۔ اس کے بعد بولے۔ کہ انگد شاستری کی چٹھی ہمارے پاس آئی ہے۔ اور ہم نے اس کا جواب لکھا ہے۔ شاستری نے سنسکرت میں آپ ہی اپنی بڑی تعریف

لکھی تھی۔ اخیر میں یہ شلوک تھا۔

शेषः पाताललोके नास्ति स्वर्लोके च बृहस्पतिः ।
पृथिव्यां मद्‌सदृशो [illegible] नैव दृश्यते [illegible]
कामरूपा ॥

سوامی جی نے پُوچھا انگد ایسا ہی ہے۔ کرشن بلبھ بولا میں نے دیکھا نہیں کیا کہوں۔ سوامی جی نے کہا۔ اس کے سامنے رانڈا چارج کی کیا گنتی ہے پھر اپنا سنسکرت کا لکھا ہوا جواب اُسے دکھایا۔ جس میں अशुद्ध کے تین اکشروں میں سے ایک ایک کے آٹھ آٹھ کھنڈن زور سے کئے تھے۔ اور اُس کے مقابلہ میں اُس کے اہنکار کی اچھی درگت کی تھی۔ اوپر کے شلوک کے اُتر میں لکھا۔ کہ پاتال میں شیش اکاش میں برہسپتی فرض کر لینے سے کیا انگد بھی شاستری فرض کیا جا سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔

۲۔ نند کشور جی سے پرشنوتر۔ نند کشور جی کرشن بلبھ جی کے چچا تھے۔ ان کے مورتی پوجن پر کہا मंत्र लादेन अलम् نند کشور نے کہا۔ ایسا نہ کہئے۔ ہم اسی کے پرتاپ سے سات ہزار کے مالک ہیں۔ سوامی جی نے کہا کہ ایسا مت کہو۔ मूर्ति نے نہیں دیا۔ प्रारब्ध एव माधव [illegible] प्रारब्ध سے ہُوا ہے۔

نند کشور۔ آپ بھی ایسا نہ کہیں۔ کیا خبر پراربدھ میں لکھا یا نہیں (سوامی) تم چوبارے میں جا بیٹھو۔ تو بھی جو پراربدھ میں ہوگا۔ وہ سب ہو ہی رہیگا۔

نند کشور۔ مہاراج آپ کا واک تو ستیہ ہے۔ (کرشن بلبھ بیچ میں بولا) مہاراج آپ کے واکیہ تو ستیہ ہیں۔ مگر ہم کو یہاں ہی بیٹھے رہنے دو۔

سوامی۔ यथा ज्ञातं [illegible] تم نے جان لیا۔ سب پُرشوں کے مدہ میں تو چہرہ پیا ہیا تا ہے۔

۳۔ ورجانند جی کے پاس ودیارتھی بھیجنا۔ یہاں بہاری دت متھرا ستا ڈ متھولال اور گوروودت بیراسپادت کو سوامی جی نے متھرا میں ورجانند جی کے پاس جاکر اشٹا دھیائی پڑھنے کو کہا۔ کہ پانچ برس میں تم اپنے پرانتوں میں اچھے پنڈت ہو جاؤ گے۔ چنانچہ متھولال کیمو ہیت کے سنسکاروں سے پنڈو روپیہ دکھشنا لے کر متھرا چلا گیا۔ وہ چار ادھیائے اشٹا دھیائی کے پڑھ کر ایک بار واپس آیا۔ تو بہاری دت وغیرہ اس کے سامنے کلام نہ کر سکے۔ اور بہت شرمندہ ہوئے۔ وہ دوبارہ گیا۔ اور اشٹا دھیائی ختم کی۔ مگر افسوس تب ورجانند جی کا دیہانت ہو گیا۔

۸- گرہن و یگیوپویت آدمی کے متعلق بات - ڈبائی ضلع بلند شہر کے رئیس ٹھاکر شیولال جی ماگھ بدی ۱۵ سمت ۱۹۲۴ مطابق ۲۳- جنوری ۱۸۶۸ء شکروار کو بتقریب میلہ سورج گرہن گنگا سنان کے لئے کرنواس آئے - سوامی جی کی ودوتا کی تعریف سن کر شردھا سے کچھ شیرینی لے کر پہونچے - سوامی جی نے پہلے کہا - کھنڈنا نہیں - پھر اصرار ہوا تو کچھ شیرینی منہ میں ڈال لی - اور باقی حاضرین میں تقسیم کرادی - تب شیولال جی اور اوروں نے دریافت کیا کہ مہاراج سورج گرہن کا سوتک کب تک ماننا چاہیئے - جواب دیا - سوتک کوئی چیز نہیں - (شیولال) مہاراج بھوجن کب پانا چاہیئے (سوامی) جب کھشدھا لگے - تب شیولال جی گئے - اور سنان و بھوجن سے نپٹ کر آئے - اس وقت سوامی جی بھوجن کرنے لگے تھے - شیولال کو بیٹھا رہنے کی آگیا دی - بھوجن کے بعد شیولال نے سرشٹی اتپتی کے رشتے میں دریافت کیا - سوامی جی نے اچھی طرح سمجھایا - ٹیکارام جی بیچ میں سمجھانے والے مترجم تھے - شیولال جی کی پوری تسلی ہوگئی - تب سوامی جی نے اُسے سنوسرتی کھینچنے کو کہا - اس نے سویکار کیا -

دوسری مرتبہ پھاگن بدی ۱۴- سمت ۱۹۲۴ یا ۲۱ فروری ۱۸۶۸ء کو شیولال جی سوامی جی سے ملے - جب سوامی جی ٹھاکروں اور ویشوں کے لڑکوں کے اُپنین سنسکار ہونے کی کوشش کر رہے تھے - تب شیولال نے سوال کیا - مہاراج اگر یگیوپویت نہ ہو تو کیا قباحت؟ (سوامی) برہمن کشتری ویشیہ کا اُپنین سنسکار اوشیہ ہونا چاہیئے - کیونکہ اس کے بنا منش کو ویدک کرم کا ادھکار نہیں (سوال) ایک اُپنین کرادے لیکن شبھ کرم نہ کرے - دوسرا اُپنین نہیں کرائے لیکن ست بھاشن آدی کرم میں تت پر ہو - ان میں کون سریشٹ ہے (سوامی) سریشٹ وہی ہے جو اُتم کرم کرتا ہے - لیکن سنسکار ہونا ضروری ہے - کیونکہ سنسکار نہ ہونا وید شاستر کے خلاف ہے - اور جو وید شاستر کے خلاف چلتا ہے وہ ایشوری آگیا کو نہیں مانتا - اور ایشوری آگیا کو نہ ماننا گویا ناستک ہونے کا لکشن ہے -

۹- عین گرہن کے وقت لوگ بھوجن پاتے تھے - گرہن کا وقت معلوم نہ ہونے سے بعض لوگوں نے تین بجے تک نہ سنان کیا نہ بھوجن پایا - آخر بھوک کی شدت سے سنان کر بھوجن پانے لگے - تو گرہن پڑنا شروع ہوگیا - بعض لوگ آملہ دیکھنے لگے - وہاں کہ جو گرہن پڑتے ہیں - سوامی جی یہ سن کر اور حال دیکھ کر زور سے ہنسے - کہ ان کی شکتی بھی ولکشن ہے جو پہلے بھوجن نہ پایا - اور

اب گرانی کے وقت ٹوٹ گئے۔

۱۰۔ **پنڈت بلدیو کا ملنا۔** یہ گوڑ برہمن ڈبائی نواسی ۱۴ اگست ۱۸۶۸ء یا بھادوں بدی دسمی سمت ۱۹۲۵ کو دودھ پیلا کے میلہ پر آیا۔ واپس جاتے ہوئے ٹیکا رام جی سے سوامی جی کی تعریف سنی۔ کہ وہ کرشنا نند سرسوتی گجراتی برہمن سے بھی بہت زیادہ ودوان ہیں۔ وہ بیلند و برکش کے نیچے بیٹھے سوامی جی کو ملا۔ اور سنسکرت میں ذات و مقام پوچھنے کے بعد سوامی جی نے کہا سندھیا کرتے ہو یا نہیں (بلدیو) سندھیا کرتا اور گایتری بھی جپتا ہوں۔ تب فرمایا۔ کہ بلی ویشو کرتا ہے یا نہ۔ بلدیو۔ چاول اور گھرت سے समी चीनो वर्तते کرتا ہوں۔ تب سوامی جی نے اُسے بلی ویشو کی ودہی لکھ دینے کو کہا گایتری وشے کے ذکر میں تینوں ویدوں کی جُدا جُدا گایتری بتانا سوامی جی نے گپت تک (تب یہ لفظ لوپ کی جگہ پر بولتے تھے) بتایا۔

۱۱۔ **متفرق امور۔** سوامی جی جس اوداسی کی کُٹیا میں رہتے تھے۔ وہ آپ کی بہت سیوا کرتا تھا۔ رات کو بھی سوامی جی بستر نہ بچھاتے تھے۔ پھوس کچھ ٹانگوں پر اور کچھ پیٹ پر ڈال لیتے تھے۔ تین سے پانچ بجے تک سمادھی لگاتے پھر نیا پاتر گنگا کنارے ایکانت ستھان میں شوچ اور سنان سے نیٹ وہاں ہی لنگوٹی دھو کر سکھا لیتے تھے۔ اور اچھی طرح شریر پر مٹی لگا کر لوٹ آتے تھے۔ لنگوٹ ۵ گز لمبا اور دو گرہ چوڑا رکھتے تھے۔ مٹی لگانے کا کارن یہ بتاتے تھے۔ کہ والیو پرویش نہیں ہوتا۔ شریر نروگ رہتا ہے۔ مہابھارت بالمیکی راماین کے چیدہ حصوں اور وید کے سوا سب کو بھرم ودہنسک کہتے تھے۔

سری کرشن شرما گوتم برہمن اور اس کا بڑا بھائی تلسی رام اور سب سے بڑا رام لال۔ تینوں مکر سنکرانت کو بیکے گھاٹ پر سوامی جی سے ملے۔ رام لال شیو تھے اور سنسکرت جانتے تھے۔ تین گھنٹے سنسکرت میں مورتی پوجا پر بات ہوئی۔ رام لال جی نے سوامی جی کی ہدایت کو سویکار کیا۔ ان کا اعتقاد بُت پرستی سے اُٹھ گیا۔ بعد میں کچھ عرصہ بیدلی سے مورتی پُوجا کرتے رہے۔ اس روز سوامی جی نے کوپین سہت سنان کر کے اُسے کھولا۔ نچوڑا اور سکھایا۔ اور سری کرشن کو رنج ملنے کا اشارہ کیا۔ وہ چونکہ دنیا یام کرنے والا تھا۔ اس نے سوامی جی کی طاقت و قوت کی آزمائش کے لئے انگلی ان کے بدن میں گاڑ دی۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا اُنہیں نہایت مضبوط پایا +

نویں فصل

فرخ آباد - آہار - چاشنی - تہار پور

۱- فرخ آباد - اس دفعہ یہاں کچھ دن عرصہ ٹھہر کر وید آدی کے درس میں لگے رہے - شاستر کا وہاں آدی کا کام حسب معمولی جاری رہا - کوئی شاستر ارتھ نہیں ہوا - لالہ جگن ناتھ جی رئیس اور دیگر لوگ ہر پرکار سے سیوا کرتے رہے - دس پندرہ بیس روز رہ کر چلے گئے - تین بجے اٹھ کر رتے ہیں چلے جاتے تھے - قبل از طلوع آفتاب تین کوس تک پھر کر نہا دھو کر واپس آجاتے تھے - ورزش بھی کرتے تھے -

۲- آہار - یہاں سری بلبھ کی کٹیا میں ٹھکے - صرف کوپین دھارن کئے دو روز رہے -

۳- چاشنی - یہ مقام آہار سے ڈھائی کوس ہے - یہاں انوپ شہر جانے سے پہلے بھی آٹھ روز ٹھکے تھے - پنڈت جوالا پرشاد جی ٹھیکیدار سے ۳۲ روپے پر منوسمرتی خرید کروائی - اور انہیں تین دن پڑھایا - ایک بیراگی انہیں اپنا نندک جان کر نکالنے کے درپے ہوا - ان دنوں سوامی جی کا نیم تھا - کہ جو روٹی پہلے لاوے - اس کی کھا لیتے تھے - وہ روز ایک روٹی ٹکڑے جلا کر ان کو دے دیتا - اور ہمیشہ آزردہ رہتا - مگر لوگوں کے ڈر سے زبان سے کچھ نہ کہتا - سوامی جی اس کی روز کی خفگی دیکھ کر چلے گئے - اور تہار پور چند روز رہ کر جوالا پرشاد جی کو پڑھاتے رہے - اس کے بعد انوپ شہر و کرنواس وغیرہ ہو آئے - اور پھر چاشنی کی کٹیا میں آئے - اور پڑھانے اور اپدیش کا کام جاری رکھتے - ڈیڑھ یا دو ماہ یہاں رہے - یہ کٹیا گاؤں سے مشرق کو گنگا کے قریب تھی - ۱۵ دسمبر ۹۹ء کو پنڈت لیکھرام جی نے جسے دیکھا - تو محض ٹیلہ پایا - اب تک یہ نشان بھی مٹ گیا ہوگا -

سیارام جاٹ نمبردار شفیع نگر اور اوروں کے ملنے پر سوامی جی نے زندوں کے شرادھ کی ہدایت کی - جوالا دت جی کو یہ ہی بتادی کہ اسی ریت سے کراتے رہو - سب کو ہدایت کی کہ مورتی پوجا چھوڑ دو اور برہمن وید جاننے والے - گرو

ہدایت دینے والے کو مانو۔ بُرا کام نہ کرو۔ جھوٹھ نہ بولو۔ چاشنی میں کھدا نہ کے ایک شخص نے ہاتھ دکھایا۔ تو سوامی جی نے کہا۔ اس میں ہاڈ بے جا مہرے رو رہے۔ اور کچھ نہیں۔ سیارام نے جنم پتر بتلایا تو کہا۔ अनमपत्र किम थम्‌ कामपत्र प्रष्ठ: پھر فرمایا۔ کہ بدھ کی جاوے تو مانو۔ ورنہ گپ اشٹم یعنی محض گپ جانو۔

دسویں فصل۔ انوپ شہر

ا۔ عام حال۔ تنار پور سے یہاں آکر سوامی جی نے ستی منڈر تر بیشر میں ڈیرا کیا۔ یہاں تقریباً تیس پنڈت لوگ اور پچاس ساٹھ اور آدمی عموماً ہر سمے سوامی جی کے پاس بیٹھے رہتے۔ کوئی ان کی بات کو رد نہ کر سکتا تھا عام طور پر ست بچن کہہ کر سویکار کی جاتی تھی۔ جو بھی وید انوکول بات ہوتی۔ سوامی جی سویکار کر لیتے۔ لیکن وید وردھ پورا نک کہتا کو گپاشٹم نشیا نام کو لا پلا (یعنی یہ گپ ہے۔ اور منشوں کے طعوادگھوڑے ہیں) ایسا کہتے تھے آپ کے قوی بدن۔ صحیح اور مضبوط قواعد اور شیشے کی طرح چمکتے ہوئے بدن کو دیکھ کر اور پھر تیجسوی بانی کو سُن کر ہر شخص کے دل پر عجیب پرچھاؤ پڑتا تھا۔ حکیم مولا بخش بھی ملتے رہے۔ اُن سے جوبات ہوئی۔ وہ ردی شنکر کی معرفت ہوئی۔ کیونکہ سوامی جی نے کہا۔ کوئی دوسرا شخص نہیں سمجھ دیوے تو جواب دینگے۔ ہم بھاشا نہیں بولیں گے

یہاں ردی شنکر اور برہم شنکر دونوں گجراتی برہمن سوامی جی کے شش ہوئے اور اُن سے سندھیا گایتری آدی سیکھی۔ اسبارت میں چلتا تھا۔ کہ پنڈت ہیرا بلبھ نے ہار کر مورتیاں گنگا میں پھینکدیں۔ سو اب وہ بھی آیا اور کہنے لگا۔ کہ میرا تو پیشہ ہی دیدیک کا ہے۔ مورتیوں کی پرتشٹا سے کیول سو دو سو کی آمدنی کا ہے۔ سو وہ آئندہ نہ کرونگا۔ لیکن افسوس کہ وہ اپنی پرتگیا پر قائم نہ رہا۔

رات کے دس گیارہ بجے تک دھرم چرچا سو بیٹھے رہتے۔ بعد میں سوامی جی مکان کے اندر چلے جاتے اور چیار میں گھس جاتے۔ تبھی لوگ اوپر کمبل ڈال دیتے۔ ایک کھڑکی کٹیا میں لوگوں نے لگا دی تھی۔ صبح اس رستے جا کر شوچ سنان کرکے واپس آجاتے۔ اور لوگ بھوجن کا بندوبست کر دیتے۔ پنڈت لوگ ہم یا دو گھڑی دن رہے آجاتے تھے۔ کرشنانند سوامی شاستراتھ کے لئے آئے۔ مگر سامنے نہیں آئے۔ نہ مقابلہ ہوا۔ حالانکہ سید محمد تحصیلدار تھا

نے بھی بہت کہا۔

۱۰۔ پنڈت سکھانند سے وچار۔ جو پنڈت لوگ آتے تھے۔ اُن میں خاص قابل ذکر ٹیکا رام جی۔ گورودت جی۔ ہیرا بلبھ جی۔ دیپ اِیشری جی اور پنڈت سکھانند جی پہاڑی برہمن تھے۔ پنڈت سکھانند جی کا شرادھ وشئے پر وچار ہوا۔ اس کا قاعدہ تھا۔ کہ پاروَن شرادھ کی کریا میں بھیڑ کے بال کی جگہ اپنی چھاتی کے ایک دو بال اُکھیڑ کر چڑھا دیا کرتا تھا۔ گورودت جی کے بتلانے پر سوامی جی نے پنڈت سے پوچھا۔ اُس نے سمرتیوں کے پرمان دیئے اور پہاڑیوں کو ہزاروں گالیاں دیں۔ کہ گورودت وغیرہ نے میری آپ سے نندا کی۔ اُس کے شرتی کے اُچارن سے سوامی جی بہت خوش ہوئے۔ سوامی جی اس طریق پر زندہ کا شرادھ کہتے تھے۔ کہ ربڑی کا پنڈ بنا کر سنسکرت برہمن کے ہاتھ میں دیویں۔ اور اسے کھلاویں۔ یہاں ایک بھاری بیاس برہمن۔ ایک برھما برہمن ایک بل کیشر برہمن ان تینوں کو کرائے تھے۔ اور رشی ترپن یعنی شرادھ کی یا اپکرم بھی بہت برہمنوں کو معقولیت سے کرائی تھی۔ جس سے پورانک طریق کی عملی تردید ہوئی۔

گیارھویں فصل۔ کرنواس

اس دفعہ پھاگن ماس میں سوامی جی یہاں رہے۔ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ ہر وقت رہنے سے جوالا پرشاد جی پہلے ہی غازی آباد کرشن دت کے پاس چلے گئے تھے سوامی جی سے صرف ڈیڑھ دو ادھیائے منوسمرتی کے آپ بنے پڑھے تھے۔ اور جب تک رہے۔ وہ گویا اُن کی سنسکرت کے مترجم تھے۔ پھر پھاگن میں یہاں آ گئے۔ پہلی مرتبہ اور لوگ یگیوپویت کے لیئے تیار ہو رہے تھے۔ اس لیئے اب کے یہاں بڑا ہون ایک روز ہوا۔ اور جپ دس روز۔ جپ کرنے والے پنڈت ہیرا بلبھ۔ بل کیشر۔ ٹیکا رام۔ جوالا پرشاد جی تھے۔ حسب ذیل کا سنسکار ہوا۔ جھنا لال۔ سردار سنگھ۔ سیتا رام۔ کلو (سب ویش) لچھمن سنگھ۔ گھوڑل سنگھ۔ مکند سنگھ۔ گوپال سنگھ۔ کشن سنگھ اور تین اور (سب ٹھاکر) گویا کل ۱۲ شخصوں نے یگیوپویت پہنے۔

اس دفعہ دس پندرہ دن یہاں ٹھہرے۔

بارھویں فصل۔ وگڑھیا

۱۔ گوسائیں بلدیو گر جی کا پریم۔ سوروں کے گوسائیں بلدیو گر جی نے اوپ شہر کے اندر من سے سوامی جی کی بہت تعریف سن کر لوگوں کو کہہ رکھا تھا کہ سوامی جی آویں تو ہمیں خبر دینا۔ چنانچہ گڑھیا میں آتے ہی انہیں اطلاع ملی۔ اور ہر کہیں مشہور ہوا۔ کہ سالگرام بدیشٹروں سے جتنی چینے والے دھاتا آ گئے ہیں۔ گوسائیں جی پنڈت نارائن دت چکر انگد ایودھیا۔ کنبیق اور اور پنڈتوں سمیت پہونچے۔ اور پہلے ہی روز درشن اور بارتالاپ سے ایسے متأثر ہوئے۔ کہ روز درشن کو جاتے اور ایک مہینہ تک بھوجن بنوا کر لیجاتے رہے

۲۔ نارائن پنڈت کا کرودھ۔ گوسائیں جی کے ساتھی نے بارتالاپ کی۔ مگر وہ چار باتوں میں ہی پراست ہو گیا۔ اور کبھی کوئی پنڈت مباحثہ کی تاب نہ لا سکا نارائن پنڈت غصہ میں آ گیا۔ لیکن گوسائیں جی نے کہا۔ کہ غصہ کرنا اچھا نہیں۔ دھرم سے بات چیت کرو۔ چنانچہ چند باتوں کے بعد وہ لاجواب اور خاموش ہو گیا۔

۳۔ اوڈیسر کے ٹھاکر صاحب کی درگت۔ ایک مہینہ بیتنے پر ایکدن اربے۔ اوڈیسر کے ٹھاکر صاحب چار آدمیوں سمیت جن میں سے دو کے پاس تلوار تھیں۔ آئے اور سوامی جی کے برابر بیٹھ گئے۔ گوسائیں جی آدمی نے منع کیا۔ کہ یہ گرہست دھرم ورودھ ہے۔ الگ بیٹھو۔ مگر وہ فارسی کی بنظریں ستانا اور شرارت پر آمادہ رہا۔ نیت اُس کی بُری معلوم ہوتی تھی۔ اس کے مستک پر تیارک سمپرواے کا نیمانندی تلک لگا ہوا تھا۔ اور کانٹھ کی کنٹھی بندھی تھی۔ ان کے تلک کا نشان ہے۔ تا بڑے لال کی سفید شکل اور بیچ میں سیاہ نقطہ۔ سوامی جی نے اسے مہابھارت کا شلوک سنا کر سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانا۔ جس پر سوامی جی وہاں سے اُٹھ کر ایک مڑھی کے اندر جا بیٹھے۔ گوسائیں جی گرمی کا موسم ہونے سے ننگے سر بیٹھے تھے۔ ٹھاکر جی ان پر غصہ ہو کر کہنے لگے یہ آدمی کون ہے اسے پکڑ لو۔ یہ کیا بکتا ہے۔ آدمی حکم پا کر لپکے ہاتھ چلا۔ مگر گوسائیں جی کشتی آدمی تھے۔ اس لئے ان میں سے ایک کا ہاتھ اور ایک کا پاؤں پکڑ کر ان کو پھینک دیا۔ ادھر گوسائیں کے ساتھیوں میں سے ایک نے ایک کی ڈاڑھی اور تلوار پکڑ لی۔ بیچنے کے ہاتھ سے لاٹھی چھوٹ گئی۔ تو گوسائیں جی نے سب کے چوتڑوں پر دو دو لگائیں۔ ٹھاکر

چوڑ پکڑ کر گرا دیا۔ وہ سب پھٹے پھٹے گنگا کے کنڈ میں جا گرے۔ اور بعض نے لوگ بتوشن کر دوڑے آئے۔ اور گوسائیں جی کو دیکھ کر ٹھاکر کو گالیاں دینے لگے۔ کہ دُشٹ ٹھاکر! ہمارے گرو سے کیوں لڑا ہے۔ لوگ اُسے پیٹنے کے درپے ہوئے۔ مگر گوسائیں نے منع کر دیا۔ اس طرح ٹھاکر کی اچھی درگت ہوئی۔ گوسائیں جی سمجھتے تھے۔ کہ شاید سوامی جی ناراض ہوں۔ اور ہمارا بھوجن گرہن نہ کریں۔ لیکن ٹھاکر کی غلطی اور حماقت اس کا باعث تھی۔ گوسائیں جی نے مجبوراً یہ کام کیا تھا۔ اس لئے وہ ناراض نہیں ہوئے ہاں گوسائیں جی کی شور بیرتا پر پرسن ہوئے اور کہا۔

ہاتھ دھو کر بھوجن [illegible] हस्त प्रक्षालनम् कृत्वा भोजनं मानय لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آئے اور سوامی جی بھوجن پا کر لیٹ گئے۔

سم۔ کیلاش پربت اور اس کا سوامی جی کو مورتی کھنڈن آدسے روکنا ہردوار کنبھ کے بیان میں جس سوامی کیلاش پربت کا ذکر ہے۔ کہ اُس نے سوامی جی کو کہا۔ تم جو سب کچھ بانٹ رہے ہو۔ کیا کرتے ہو۔ ان کو لوگوں نے بنارس سے بلایا۔ کہ سوامی دیانند سوروں کی طرف آنے لگے ہیں۔ جہاں آپ کا پارہ کا مندر ہے۔ اس لئے آپ ضرور ادھر آ کر مقابلہ کریں۔ وہ سوروں آئے اور ایک دفعہ وہاں سے گنگا نہانے کو گئے۔ اور سندھیا کر رات رہے شام کو سندھیا کر رہے تھے۔ کہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سنیاسی اُن کے سر پر کھڑا ہے۔ بولے کون؟۔ جواب ملا دیانند دیکھ کر سکار سے سوامی جی کو انہوں نے بٹھایا اور حال پوچھا۔ سوامی جی نے کہا میں آپ سے کچھ مدد لینے آیا ہوں۔ کیلاش پربت بولے کہو کیسی مدد (دیانند) رامانج۔ ولبھ۔ نیم۔ مادھوان چار متوں نے ستیاناش کر رکھا ہے۔ ہم ان کا کھنڈن کرنا چاہتے ہیں (کیلاش) بیشک انہوں نے بہت کچھ وید وروده کر رکھا ہے۔ ہم ہر طرح مدد کو حاضر ہیں۔ ان کا کھنڈن بڑی عمدہ بات ہے۔ مگر آپ دو باتیں ہماری مان لیں۔ اول مورتی پوجا کا کھنڈن نہ کریں۔ اس سے بہت فائدہ ہے۔ مندر بنے ہیں اگیانی لوگ وہاں جا کر پوجا کرتے ہیں۔ صدہا آدمیوں کا روزگار بن رہا ہے۔ دوم پرانوں کا بھی کھنڈن نہ کرو۔ یعنی ایسا نہ کہنا کہ یہ بیاس کے بنائے نہیں۔ یا کچھ بھی ان میں بیاس کے بنے نہیں ہیں۔ (دیانند) ان چار مرتوں کا آدی مول یعنی منبع بڑا نشانہ مورتی پوجا ہے۔ اسی دھوکہ کی ٹٹی سے یہ سنسار کو لوٹ رہے ہیں۔ پس دشمن کا سر توڑنا سب سے اول ضروری ہے اور مورتی پوجا کا پتہ صرف پرانوں میں ملتا ہے۔ پس یہ دونوں سب سے اول

بند ہونے چاہئیں۔ آپ لوگوں کا کرتویہ ہے۔ کہ ستیہ کی رکھشا کرو۔ آپ نے گھر بار چھوڑا۔ شاستر پڑھا۔ اور سنیاسی کہلاتے ہو۔ مگر افسوس اس پاکھنڈ اور اگیان میں پھنسے ہو۔ اور آرام سے ٹکڑے لگائے بیٹھے ہو اس سے آپ لوگوں کا کیا بھلا ہوگا۔ آپ بھی اگیان میں رہوگے اور سنسار کو بھی رکھوگے میں چاہتا ہوں پاکھنڈ کو چھوڑو۔ راجہ رام سنگھ (بجے پور ادھیش) آدی اپنے ششوں کو ستیہ دھرم پر لاؤ۔ ان کے دوارا دوسرے لوگوں تک ستیہ دھرم کا سندیسا پہونچاؤ۔ جس سے تمہارا کلیان ہو اور ششوں کا بھلا۔ غرضیکہ سوامی جی نے بہت طرح پر پرنائی اور ودو نمرتا اور پریم سے سمجھاتے رہے۔ کہ مورتی کا کھنڈن ویدوں سے ہو۔ آہستہ آہستہ لوگوں کو ہٹادیں وغیرہ۔ کیلاش پربت جی کی بڑی عمر کے سبب بھی سوامی جی ان کی عزت کرتے تھے۔ اکثر جگہ ان کی منڈلی میں بہت دن ویتیت کرتے تھے۔ مگر جب ستیہ کے ظاہر کرنے میں ان میں کمزوری پائی۔ تو کہا افسوس آپ لوگ راجا لوگوں میں ان پالنے کی خاطر آتما کے ورودھ چلتے ہو۔ آپ کو یہ بھاری پاپ لگیگا۔ جیسے ایک سپاہی وردی پہنے سرکار کے قانون کو توڑے تو ڈنڈ کا بھاگی ہو۔ اسی طرح آپ لوگ سنیاسی بن کشائے بستر دھارن کرکے جو ستیہ کا پرکاش نہیں کرتے۔ آپ سب پچھتاؤگے۔ یہ کہکر چلنے کو اٹھے۔ صبح ہوچلی تھی۔ کیلاش جی نے کہا اب بھوجن پاکر ہی جائیے۔ مگر سوامی جی نے کہا مجھے تمہارے بھوجن کی ابھیلاشا نہیں۔ نہ میں اس کے لئے آیا ہوں۔ آپ لوگوں نے ستیہ میں میری سہائتا نہیں کی۔ ایشور میری مدد کریگے۔

سوامی جی نے جو استیہ کے کھنڈن سے رُکنا قبول نہ ہی کیا۔ اس کا کیلاش پربت جی کے دل میں بڑا عجیب پربھاؤ پڑا۔ صبح سنان کرکے سوروں جاتے تھے۔ کہ گوسائیں بلدیوگر وغیرہ رستہ میں ملے۔ اور سوامی جی کی بابت ان سے دریافت کرنے لگے۔ تب انہوں نے کہا وہ بڑے اچھے سادھو اور ودوان ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ بعد میں ہمیشہ ہی وہ سوامی جی سے اتم بل کی تیرہ ور الفاظ میں تعریف کرتے رہے کہ ہم نے ایسا درڑھ سنکلپ سادھو وبرہمن نہ دیکھا نہ سنا۔

تیرھویں فصل۔ سوروں۔ سرولہ۔ گڑھی

۱۔ سوروں میں آمد و ڈیرا۔ گوسائیں بلدیوگر جی روز سوروں جانے کے لئے سکتے تھے۔ کہ وہاں دس ہزار برہمن ہیں۔ کوئی سندھیا تک کا کوئی

گا بیری۔ بڑا اُپکار ہوگا۔ جس دن ٹھاکر صاحب آئے اوڈیسر والا معاملہ ہوا۔
اُسی دن یہی کہا۔ تب سوامی جی بولے کیا تو ہمیں لے جائے بغیر نہ چھوڑے گا
گوسائیں نے کہا مہاراج ضرور چلنا چاہیئے۔ پنڈت نرائن گنیش اجودھیا وغیرہ
بھی لینے آ گئے تھے۔ چنانچہ اسی شام سوامی جی سوروں پدھارے اور گنگا
کنارے گوسائیں جی کے مندر میں ٹھہرے۔ لیکن اس سبب سے کہ سوامی جی
پاشان پوجا والی جگہ میں زیادہ نہ ٹھہریں گے۔ گوسائیں جی نے کہا مہاراج ہمارا
ایک اور استھان ہے۔ وہاں آپ چلیں۔ چنانچہ اوپر امبا گڑھ میں جاکر سوامی جی
اس مکان کو دیکھ کر پرسن ہوئے۔ اور اس میں نواس کیا۔

۲۔ دھرم پرچار۔ نارائن پنڈت جو گڑھیا میں گرو مست ہوا تھا۔ یہاں
چکر انکت مت چھوڑ کر ویدک دھرمی بن گیا۔ اس پر شہر میں ہلچل مچا اور تیسرے
روز صدہا پنڈت اور رؤسائے و عام لوگ اس تمام پورانوں متوں اور مورتی
پوجا کھنڈن کرنے والے کے پاس آئے۔ مورتی پوجا پر بحث ہوئی۔ پنڈت
مہمان سب سے کھیا تھے۔ مگر چار پانچ باتوں میں ہی سب پنڈت رہ گئے۔
اور لگے شور کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر آدھے رؤسا تو سوامی جی کی طرف ہو گئے
اور گوسائیں جی نے کہا۔ آپ لوگ پڑھے لکھے لوگوں کے طریق پر بات چیت
کرو۔ ورنہ شور کرو گے تو کان پکڑ کر نیچے اتار دیئے جاؤ گے۔ چکر انکتوں
کو کہا تم شاستراربھ کرتے ہو۔ یا بکواس۔ چکر انکتوں کا سرگروہ ہرگوبند تھا۔
اور سوامی جی کی طرف رام نارائن تواڑی تھا۔ چکر انکت بالکل عاجز رہ کر شور
کرنے لگے۔ تب نارائن پنڈت نے کہا۔ شور نہ کرو۔ ورنہ سب نیچے
اُتارے جاؤ گے۔

۳۔ ایک اور فقیر گنگا میں پھینکا گیا۔ فرخ آباد میں سوروں کے متعلق
سوامی جی نے یہ واقعہ خود سنایا۔ کہ لوگوں نے صلاح کی کہ سوتے ہوئے سوامی
کو اٹھا کر گنگا میں پھینک دو۔ یا زہر دیدو۔ چنانچہ انہوں نے میرے شک
میں ایک اور فقیر سوتے ہوئے کی چارپائی اٹھا کر گنگا میں پھینک دی۔ تب
اس نے چیخ ماری۔ اور لوگوں نے اس کی آواز پہچان کر افسوس کیا۔ کہ
بہت دھوکہ ہوا۔ اور اسے نکال لیا۔

۴۔ سمبر دولہ۔ سوروں سے آکر یہاں کچھ دن ٹھہرے۔ لوگوں کو
ست اپدیش دیا۔ ٹھاکر بلاس سنگھ اور کئی اور لوگ دردہ آریہ خیالات
کے ہو گئے۔ اور عرصہ تک شاستراربھ و بچار کرتے کراتے رہے۔ آریہ
[illegible] سے [illegible] کراتے تھے۔ آخر انہوں نے

سمت ۱۹۲۳ ترپودشی ہبرگوار کو پنڈت بھیم سین بدری دت - رام دیال - رام پرشاد گوپال داس اور سوامی رام پوری کو بلایا پرچار کرایا - اور سماج قائم کیا - ٹھاکر شیام سنگھ پردھان - لالہ راجا رام منتری - پنڈت موہن چند شرما اپدیشک کنور سنگھ ورما کرشنا دیکشی سوامی رام پوری جی پستکادھیکش ہوئے -

۵- گڑھی میں بیراگیوں کی مخالفت - یہاں ایک چھتری کے ہاں پہلے وہ بیراگیوں کا سیوک تھا - لیکن سوامی جی کے اُپدیش سے اُس نے کنٹھی مالا مورتی پوجا چھوڑ دی - تھا وہ رئیس اور کئی گاؤں کا زمیندار - اس لئے بیراگی آزردہ ہو کر سوامی سے انتقام لینے کے درپے ہو گئے - یہاں تک کر کانپور سے ۴ کوس کے فاصلے پر بیراگیوں کی جو کھیاری جگہ ہے - وہاں کے بیراگیوں نے ایک سادھو کو وہاں بیٹھا ہوا دیکھا - جس کا نام برھمانند تھا - لیکن انہوں نے جانا یہ دیانند ہے - اُسے وہ سنان کے بہانے گنگا میں لیجا کر ڈبانے لگے - لیکن وہ بڑا تیراک تھا - غوطہ لگا کر پار نکل گیا - سوامی جی کو اس کی خبر ملی - تو وہ بیراگیوں سے محتاط رہنے لگے -

۶- سادھو مایا رام کا سمجھانا - یہ اوداسی سادھو تھے - انہوں نے گڑھی میں سوامی جی کی بہت نندا سنی - تو کہا - آپ کو مورتی پوجا وغیرہ کے کھنڈن سے کیا حاصل ہے - آنند سے ہماری طرح بھوجن پا کر مگن رہا کرو - اور آرام کیا کرو - کیوں دشمنی ڈالتے ہو - سوامی جی بولے - برہمانند ورتتے - ایشور آگیا پالن میں آنند ہے - ہم تو برہمانند میں ورتتے ہیں - اور وید کے پرچار میں جو آنند آتا ہے - اس کے مطابق اور کہاں مل سکتا ہے -

چودھویں فصل - کرنواس

۱- راؤ کرن سنگھ کا پہلا حملہ سوامی دیانند پر - جیٹھ ودی ۱۳ سمت ۱۹۲۵ (۲۰ مئی سنہ ۱۸۶۸ء) کو سوامی جی کرنواس میں اسی کٹیا میں آ رہے - اس دفعہ کا بڑا عجیب معاملہ راؤ کرن سنگھ رئیس برولی کا سوامی جی پر قاتلانہ حملہ کرنا ہے - جس کی کیفیت حسب ذیل ہے -

۳۱ مئی سنہ ۶۸ء کو کرن واس میں گنگا سنان کا میلہ ہوتا ہے کسان لوگ بہت اکٹھے ہوتے ہیں - رئیس مذکور حسب معمول اس سال بھی آیا - کچھ دنوں سے وہ لالچ سے پہلے رنگا چاریہ کا چیلا بن کر ویشنو ہو چکا تھا - گنگا کی بڑی بھگتی سے ارادھنا کرتا تھا - کرنواس میں اس کے سسرال تھے - رئیس نے - سوال

رات کو اس منڈل کرایا۔ پنڈت لوگ سوامی جی کو بلانے آئے۔ مگر انہوں نے کہا۔ ہم ایسے تعدیہ کام میں کدا پی شامل نہیں ہو سکتے۔ بڑے جوش سے سوامی جی نے کہا کہ افسوس آپ لوگ اپنے مہا پرشوں کے سوانگ بنوا کے انہیں نچاتے ہیں۔ منو سمرتی کا شلوک سنایا۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ مرد کو عورت اور عورت کو مرد کے لباس میں دیکھنے کا اتنا دوش ہے۔ کہ دیکھے تو کرشچند رائن برت کرے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پنڈتوں نے جا کر راؤ صاحب کو بتایا۔ کہ وہ تو کھنڈن کرتے ہیں۔ تیرتھ اوتار تک سب کو منع کرتے ہیں۔ تب اگلے روز راؤ صاحب پنڈتوں اور ملازموں سمیت شاستر ارتھ کرنے شام کے وقت آئے۔ سوامی جی اپدیش کر رہے تھے۔ ان لوگوں کے کھڑے تلک اور رام پتا کا چکر انگدی تک لا دیکھ کر سوامی جی ہنس پڑے۔ اور آدر ستکار سے انہیں بیٹھنے کو کہا۔ بگڑے دل رئیس بولے کہاں بیٹھیں (سوامی) جہاں اچھا ہو (ر) جہاں تم بیٹھے ہو وہیں بیٹھیں گے (سوامی) سیتل پاٹی کے ایک سرے کو ہٹا کر۔ آئیے۔ بیٹھئے۔(ر) آپ یہاں راس میں نہیں آئے۔ برہمن اور سنیاسی ہو کر ایسا کرنا بڑا برا ہے۔ دیکھو ہمارے دل رام لیلا ہوتی ہے۔ سب پنڈت اور سادھو دیکھتے ہیں(س) تم لوگ کیسے چھتری ہو۔ جبکہ تمہارے سامنے تمہارے مہا پرشوں کو نچاتے ہیں۔ اور تمہیں غیرت نہیں آتی۔ اگر کسی کی بہو بیٹی یا ماں باپ کی کوئی نقل اتارے۔ و انہیں نچاوے۔ تو وہ کیسا برا مانے (ر) آپ اوتار و گنگا آدی کی نندیا کرتے ہیں۔ اب یہاں ہم بات کرنے آئے ہیں۔ اگر کھنڈن آدی کیا۔ تو ہم بری طرح پیش آئیں گے۔

(س) ہم کسی کا کھنڈن نہیں کرتے جو چیز جیسی ہے اسے ویسا مانتے ہیں۔ گنگا بھی جتنی ہے۔ اتنی مانتے ہیں۔ اور تیرتھ کہنے میں ہمیں کسی کا بھئے نہیں (ر) کتنی (س) کمنڈل اٹھا کر یہ اتنی۔ کیونکہ ہمارے لوگوں کے پاس اس کے سوائے برتن ہی نہیں۔ یہ شدھ جل ہے اور شریر کی شدھی و پیاس بجھانے کا کام دیتا ہے (ر) گنگا لگیتی والے شلوک پڑھ کر۔ دیکھو گنگا جی کی کیسی استتی ہے۔ نام لینے درشن و سنان سے کتنے جنموں کے پاپ دور ہوں (س) یہ بات تمہاری گپ ہے۔ پینے کے پانی سے موکش نہیں ہو سکتی۔ موکش تو وید انوکول کرموں سے ہو سکتی ہے۔ موکش کا نام لے کر تم کو پوپوں نے بہکایا ہے۔ ایسے ہی دیکھو۔ تم چھتری لیکن جیسے بنے تک تم کو انہوں نے بیراگیوں کے تنگا جانے اہل کی سی آکر تی

کر دی ہے۔ (س) تم بات ہوش سے کرو۔ یہ تم نے کیا کہا۔ خبردار ۔۔۔۔۔
(تلوار ہاتھ میں اُٹھا کر اور ایک پاؤں کے بل بیٹھ کر جوش سے بات کر رہا تھا)
اس کے ساتھ دس بارہ آدمی ہتھیار بند تھے۔ اس لئے ٹیکا رام کچھ ڈرنے لگا۔ لیکن سوامی جی نے کہا۔ تم بھیٹے کیوں کرتے ہو۔ جو کچھ کہا ستیہ کہا ہے تب ٹیکا رام بولا۔ راؤ صاحب! کرودھ کیوں کرتے ہیں۔ سوامی جی کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ نے کھشتریوں کا دھرم چھوڑ کر بیراگیوں کا چنہ مستک پر کیوں دھارن کیا ہوا ہے۔ رئیس اس پر اور بھی کرودھ میں لال سُرخ ہو کر سوامی جی کو گالی دینے لگا۔

سوامی جی گالیاں سُن کر ہنسنے لگے اور کہا۔ دیکھو بھائی۔ اگر تو شاستر ارتھ کرنا ہے۔ تو سبھیتا سے بات کرو۔ یا پنڈا بن سے اپنے گرو رنگا چاریہ کو بُلا لو۔ ہمارا اُن کا پرتگیا پتر لکھا جائے۔ جو ہارے اپنے مت کو چھوڑ دے۔ اس کے بنا گالی آدمی کا دینا مورکھتا اور بالک پن کا ویوہار ہے۔ اس پر رئیس اور بھی زیادہ مار پیٹ پر اُترنے کی صورت میں ظاہر ہونے لگا۔ اور کہا۔ ہمارے گرو آ گئے تو تم سے بات بھی نہ ہو سکے گی۔ تم مہاراج رنگا چاریہ کے سامنے کیڑے سے کم ہو۔ تمہارے جیسے اُس کے آگے جوتیاں اُٹھاتے ہیں (سوامی) رانڈا چاریہ کا گتا م بھی۔ ایکا آتما بھسمر آتنا۔ لکھشیہ اتنا شاستر ارتھ کرو۔

راؤ صاحب ایک ہاتھ تلوار کی مُٹھ پر اور دوسرا کبھی مونچھ پر رکھتے اور کبھی سوامی جی کی طرف کرتے ہوئے گالیاں دیئے جاتے تھے اور سوامی جی پدم آسن پر بیٹھے ہنس کر کہے جاتے تھے۔ رانڈا چاریہ کا گتا م بھی۔ آخر (سوامی) بس زیادہ بولنے سے کیا فائدہ۔ اگر لڑنا ہے۔ تو جے پور دھولپور کے راجاؤں سے جا لڑو۔ اور شستر ارتھ کر لو۔ اور شاستر ارتھ کرنا ہے تو اپنے گرو کو بلا کر دیکھ لو۔ ٹھاکر کشن سنگھ آدی نے منہ لپیٹ کر راؤ صاحب کو للکارا۔ کہ خبردار۔ گرجتا کیا کچھ کہا۔ تمہارے لٹھوں کے ابھی ساری شیخی نکال دیتے بھلے آدمیوں کو سبھا میں یوگ بولنا چاہئے۔ اگر آگے کچھ کہے تو خیر نہیں۔ دھرم اُپدیش کی بات نہیں سُن سکتے تو چلے جایئے (س) راؤ صاحب تلوار کھینچنے لگے۔ بلدیو پرشاد پہلوان بولا۔ کہ تمہیں میں اس کو درست کرتا ہوں۔ آگے ہو کر سوامی جی پر ہاتھ اٹھانا چاہتا ہی تھا۔ کہ سوامی جی نے ادھر سے دھوت کہتے ہوئے اُسے ایک دھکا دیا۔ اور وہ پیچھے جا پڑا۔ اس پر راؤ صاحب تلوار نکال کر آگے بڑھے۔ تب سوامی جی نے زور سے للکارا۔ کہ ستیہ کہتے ہوئے سر ہی کٹتا ہے

تو تو کاٹ دے۔ مگر اس پر کچھ ایسا رعب چھایا۔ کہ ہاتھ نہ چلا۔ اور کھڑے کا کھڑا رہ گیا (اس) سے اب مار۔ کھشتری یا تو شستر نکالے نہیں۔ اور نکالے تو ارادہ پورا کرے۔ ورنہ وہ کھشتری نہیں۔ اس پر اس نے تلوار کا وار کرنا چاہا۔ سوامی جی نے گرج کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ اور ایک ہاتھ سے زمین کی ٹیک دے کر اُسے توڑ ڈالا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کہ کیا تو چاہتا ہے۔ کہ ابھی یہ تلوار تیرے ہی سینے میں گھسیڑ دوں۔ راؤ صاحب اوسان باختہ ہو گئے۔ سوامی جی نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور تلوار کو پھینک دیا۔ غرضیکہ راؤ صاحب سخت شرمندہ ہو کر معہ اپنے آدمیوں کے دُم دبا کر بھاگے۔ اور یہ کہتے گئے۔ کہ میں تم سے سمجھ لونگا۔

اس وقت پچاس تک آدمی وہاں بیٹھے تھے۔ سب رئیس کی نندا کرتے ہوئے۔ صلاح دینے لگے۔ کہ سوامی جی پولیس کو رپورٹ دیویں۔ اور اس کے ہتھیار نکالنے کی تحقیقات ہو۔ مگر سوامی جی نے اتر دیا۔ کہ ہمارا سنتوش کرنا ہی پرم دھرم ہے۔ وہ اپنے کھشتری پن کو پورا نہیں کر سکا۔ تو کیا ضرور ہے۔ کہ ہم بھی اپنے برہمنتو سے پتت ہو جاویں۔ اور ماسوائے اس کے ہم کو کچھ ایذا بھی نہیں پہونچی۔ اتنی خجالت اس کے لئے کافی سزا ہے۔ بدھیمان ہو گا۔ تو پھر ایسا نہ کریگا۔ شاستر کا کہنا ہے۔

धर्म एव हतो हन्ति धर्मो रक्षति रक्षितः तस्माद् धर्मो
न हन्तव्यो मानो धर्मो हतो च धीत ॥

اس واقعہ سے چکراٹھی کے لوگ مخالف ہو گئے۔ سوامی جی کا نام ملیچھا سوامی مشہور کر دیا۔

۱۳۔ اور کام۔ اس کے پشچات سوامی جی کا رنگ محل ٹھہرے اس اثنا میں سوامی وشودھانند اور کرشنانند آدی کئی سنیاسیوں سے ویدانت وچار اور یوگ ابھیاس کے پرکار پر بات ہوتی رہی۔

پندرھویں فصل۔ سوروں۔ بدریا

۱۔ پنڈت انگد رام کا مباحثہ۔ سوروں میں آکر اباگڑھ میں ڈیرا کیا۔ اور سوروں کے نزدیک بدریا میں بھی جاتے آتے رہے۔ نرائن پنڈت جو پچھلی دفعہ سوامی جی کا انویائی ہو چکا تھا۔ وہ اپنے گورو پنڈت انگد رام کے پاس گیا۔ اور کہا کہ سوامی کے سامنے کوئی کلام نہیں کر سکتا۔ آپ چلئے۔

چونکہ انگد رام ان دنوں مسلمہ طور پر نیائے اور ویاکرن کا بے نظیر پنڈت تھا۔ اس کے نام سے ہی پنڈتوں کے اوسان باختہ ہوتے تھے۔ نیز سمت ۱۹۲۴ بکرمی سے پہلے سوامی ورجانند سے سوروں میں کومدی پڑھتا رہا تھا۔ اس لئے وہ بڑے ابھیمان سے سوامی جی کے پاس پہونچا۔ اور سنسکرت میں مورتی پوجا پر وچار کرنے لگا۔ سوامی جی نے وید شاستر کے پرمانوں اور یکتیوں سے مورتی پوجا اور بھاگوت کی خوب قلعی کھولی۔ انگد رام نے بہت زور لگایا۔ لیکن آخر سوامی جی کی ودیا پر موہت ہوگیا۔ بھاگوت کے سوامی جی نے جو دوش بتائے ان میں سے آخری یہ تھا۔

कथितो वंश विस्तारो भवता: सोम सूर्ययो: ।
राज्ञांचो भय वंशानांच रितं परमाद् भुत ॥

یہ دسم سکندھ کا پہلا شلوک ہے۔ اس میں وستار شبد اشدھ اور ویاکرن ورودھ بتایا۔ چاہئے تھا وستر اشٹا دھیائی میں لکھا ہے۔ وستر شبد میں گئے پڑتے ہو اشبد ہیں۔ اس پر سوامی جی نے بہت سے شلوک پرمان دیئے کہ دیکھو विस्तरेरा व्या ज्ञाता : سب جگہ ایسا لکھا ہے۔ کہ وستار اشدھ ہے۔ بار تا یا ونش کے واسطے وستر اور پیمائش وغیرہ کے واسطے وستار آتا ہے۔ انگد رام اسی پر بہت پرسن ہوا۔ اور کہا۔ مہاراج آپ کی باتوں کو کہاں تک شروِن کروں۔ سب ستّ ہیں۔

آخر پوری تسلی ہونے پر پنڈت نے اپنی سالگرام کی مورتی تمام کے روبرو گنگا میں پھینک دی۔ اور بھاگوت آدی کی کتھا قطعاً چھوڑ دی۔ بلکہ بھاگوت کا بہت ترسکار کیا۔ یہ دیکھ بلدیو گر جی نے بھی بہت سی چلیاں ٹھیاں گنگا کے بھینٹ کیں۔ پنڈت انگد رام کے رشتہ داروں نے بھی اپنی پوجا کی مورتیاں بہا دیں۔

۳۔ پنڈت جگل کشور کا کنٹھی آدی تیاگنا۔ یہ سوامی جی کے ہم جماعت تھے۔ جب سوامی جی سوروں میں آئے۔ تب انگد رام نے کہا۔ کہ آپ اور ان کو سکھتے ہیں۔ مگر یہ آپ کے سوادھیائی ہیں۔ اور مورتی پوجا کرتے و کنٹھی پہنتے ہیں۔ سوامی بولے یہ متھرا میں رہتے ہیں۔ پوپ لیلا پر ان کا گذارا ہے۔ اس لئے ایسا کرتے ہیں۔ جگل کشور کو کرودھ آیا۔ وہ سنسکرت بولا۔ اس میں کہا۔ انگد رام بولے یہ اشدھ ہے یो चाہئے۔ य: जयपो वमति : بعد تکرار کے جگل کشور نے سوامی جی کو منصف بنایا۔ وہ بولے۔ ان دونوں میں ایک سنگتا پکش اور دوسرا ادمان پکش ہے۔ دونوں ہو سکتے

ہیں۔ بشچپات جنگل کشور نے متھرا جاکر برجانند جی سے شکایت کی۔ کہ سوامی دیانند آجکل سوروں میں بڑا ادھرم کر رہے ہیں۔ کنٹھی تلک پران اور سالگرام سب کا کھنڈن کرتے ہیں۔ (برجانند) ارے سالگرام کیا ہوتا ہے۔ یعنی شالی برنجش کا گرام یا چاول کا سموہ سالگرام مراد ہے۔

शालीनां ग्रामः शालीनो ग्रामः॥ جب یہ شبد ہی اشدھ ہے۔ تو کیا اس کی پوجا ٹھیک نہیں (جنگل کشور) وہ تو کنٹھی تلک کا بھی کھنڈن کرتے ہیں (برجانند) تم ہی پرمان دو۔ ایسا کرنا کہاں لکھا ہے۔

(ج) جو پرمان نہیں ہے۔ تو یہ لو۔ یہ کہا اور جھٹ توڑ ڈالی۔

۳۔ پرچار کا اثر اور پڑھانے کا کام۔ پنڈت انگد رام کے مورتی پھینکنے سے لوگوں میں عام طور پر اور برہمنوں میں خاص طور پر شور ہوا۔ رنگاچاریہ ادھر ہر سال آکر لوگوں کو داغ لگاتا اور چکر انگد مت میں پرویش کراتا تھا۔ اس کا یہاں بڑا زور تھا۔ جھیور جھیوریوں تک اس نے داغ دے تھے مشہور تھا۔ کہ ایک جھیوری کو جب اس نے داغ لگایا۔ تو اس کا پیشاب نکل گیا۔ باوجود اس کے سوامی جی کے آنے کے بعد اسے حوصلہ نہیں پڑا کہ وہ ادھر آتا۔ صدہا لوگ اس کے مت کو چھوڑ کر دھرم کی طرف متوجہ ہوئے۔ کنٹھیاں توڑی گئیں۔ تلک چھوڑے گئے۔ سندھیا گایتری سب نے سیکھی۔ بھاگوت اور پرانوں کے بدلے مہابھارت منوسمرتی کی کتھا ہونے لگی۔ پنڈت انگد رام۔ نراین پرشاد، جگن ناتھ۔ گووند رام یہ سب چکر انگد پنڈت اشٹادھیائی اور منوسمرتی پڑھنے لگے۔ پنڈت انگد رام نے جو مہابھارت کی کتھا کی۔ وہ بھی لوگوں کی توجہ کو کھینچتی رہی۔ نہ صرف یہاں ہی بلکہ اردگرد سب جگہوں میں اثر ہوا۔ ہزاروں لوگ درشنوں کو آتے اور سندھیا گایتری سیکھنے و جپ کرنے لگے۔

۴۔ سوامی کیلاش پربت۔ اس سے بھی یہاں میل ہوتا رہا۔ بارہا مباحثہ کی تجویز ہوئی۔ لیکن جب تاریخ مقرر ہوتی۔ کیلاش پربت جی ٹال جاتے۔ وجہ صاف تھی۔ وہ سوامی جی کی ودیا آدی سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے مشن کے معتقد جانتے تھے۔ کیوں اسلئے کہ بار بار ان کے سندر اس طرف ان کے بہت تھے۔ اور آسانی ماری جانے کا اندیشہ تھا۔ وہ دیدہ دانستہ پہلو تہی کو ہی مناسب سمجھتے تھے۔ اپنی جگہ البتہ سوامی جی کے برخلاف کہدیتے اس لئے کہ سوامی جی کے زور شور کے کھنڈن سے انہیں کرودھ آگیا۔ سوامی جی کو انہوں نے برا بھلا بھی کہا۔ ایک پستک بھی ان کے کھنڈن میں لکھا۔

سوامی جی کے معاونوں کو کیلاش پربت کی اس طرح کی سوارتھ سدھی
سے بہت افسوس ہوا۔ اور مخالف چرچا بھی ہوا۔ تب لوگوں نے کیلاس پربت
کو بہکایا۔ کہ بلدیو گر ایک تو سوامی جی کو کہہ کر ہمارا دھرم چھین لیگا۔ دوم
تم باہر جنگل جاؤ گے۔ تو تمہیں پیٹ ڈالیگا۔ اُس نے تھانہ میں رپورٹ
کی۔ ادھر بلدیو گر کے دشمنوں نے اُسے کہا۔ ہزار روپیہ ہمیں دو۔ بلدیو گر
سے لڑینگے۔ یہ خبر بلدیو گر کو مل گئی۔ تب وہ خود گیا اور اُسے کہا۔ تم کیوں
ڈرتے ہو۔ اور کون تم کو مارتا ہے۔ تم ہمارے دشمنوں کو ہزار روپیہ دیتے
ہو۔ اگر وہ مجھے ماریں گے تو بھی پکڑے جاؤ گے۔ میں انہیں مارونگا تو بھی
پکڑے جاؤ گے۔ ایسا کام مت کرو۔ تم اور ہم ایک ہیں۔ چنانچہ اس کے
بعد وہ باغ میں برابر آنے جانے لگے۔ لیکن اس کل اثناء میں سوامی جی کا
رویہ ان کی نسبت بے بدل رہا۔ وہ ملتے اور پریم کرتے رہے ایک مرتبہ وہ
کیلاس پربت کے پاس باغ میں آئے۔ اثناء گفتگو میں سوامی جی نے یہ
لطیفہ کہا۔ کہ کیلاش پربت اس کٹیا میں کس طرح سما گیا۔ اس پر سب لوگ
ہنس پڑے۔ مورتی پوجا پر دونوں میں بات ہوئی۔ چونکہ کیلاش پربت نے
جواب نہ دیا۔ اس لئے صدہا لوگوں نے بارہ کے مندر میں جانا چھوڑ دیا۔
تاہم سوامی جی نے انہیں برا کبھی نہیں کہا۔ ادب کرتے رہے۔ اور کہتے۔ کہ
یہ بزرگ سنیاسی ہیں۔ ہاں اس کے بعد وہ ان سے ملے نہیں۔ کیلاش پربت بھی
مخالفت مورتی پوجا کی وجہ سے کرتے تھے۔ ورنہ یوں سوامی جی کے مداح تھے
چنانچہ جب ٹھاکر مکند سنگھ جی رئیس چھلیسر سوامی جی سے یہاں سورون میں
ملنے آئے۔ تو وہ بارہ مندر میں کیلاش جی کے پاس گئے۔ اور یہ ظاہر کیا۔ کہ
میں سوامی سے ملنے آیا ہوں۔ ہاں یہ پوچھا۔ کہ وہ کیسے ہیں۔ تب کیلاش نے
ہر طرح سے تعریف کی۔ کہا وہ مورتی پوجا کا کھنڈن کرتے ہیں اس کے سوا
ہر طرح عزت اور تعریف کے لائق ہیں۔

۵۔ **ستیہ دھرم شکشی پستک** ۔ یہ پستک کیلاش پربت نے بنائی اور سمت ۱۹۳۲
بیاسی مطابق سنہ ۱۸۷۵ء میں دھولپور سے بھگونت پرکاش پریس میں چھپوائی۔
اس کی بھومکا میں حسب ذیل عبارت سوامی جی کے کام کے متعلق ہونے
سے نیچے لکھی جاتی ہے۔

سوامی دیانند سرسوتی سنیاسی بڑے ودوان کھنڈن منڈن میں بہت
نپن شری گنگا تیر پر بچرتے کسی پرش کی پریرنا سے یا کلی کال کی پریرنا سے
سمت ۱۹۲۳ کی آرمبھ سے ان کا یہ سنکلپ ہوا۔ کہ ہندوستان میں سے ہی

پوران اور اپ پوران کے ارتھ سے اُنّشٹھان کو دور کروں۔ اس واسطے اُس ۔
سری گنگا تیر سرب جنوں کو ایسا کہنا شروع کیا۔ کہ پوران تو برہمنوں نے اپنی
اجیوکا واسطے بنائے ہیں۔ ویاس جی نے تو کیول بھارت ہی بنایا ہے۔
سو بھارت۔ رامائن۔ منوسمرتی۔ وید سے پاشان (پتھر) جواہرات منتر سے
بنے مٹی کی مورتی کا پوجن اور مندر نرمان۔ اکادشی آدی برت نہیں صحیح
ہوتے۔ اس واسطے ویرتھ شرم چھوڑ کر تم لوگ بلی۔ وشو آدی پنچ یگ
آدیہ اگنی ہوترک دیوتا کا پوجن کرو۔ پاپ سے الپاکھن کرتے ہوئے۔ اور
بہت جنوں سے پوران شروَن۔ اور مندر میں پوجن۔ اکادشی آدی برت
مندر نرمان کو تیاگ کرواتے ہوئے۔ سمت ۱۹۲۵ کے وساکھ میں شری باراہ
کھیشتر سوامی جی گنگا تٹ پر گھومتے ہوئے۔ سروولہ ضلع ایٹہ میں بھی
گئے اور کچھ دنوں کے لیے اوکت گرام میں نواس کیا۔ اور وہاں کے
لوگوں کو ست اُپدیش دیا۔ اُنہیں لوگوں میں سے ٹھاکر بلاس سنگھ جی ہیں۔
اور بھی کئی بھدر پرش اُس سمے کے آریہ ہیں۔ بعد ازاں مختلف اوقات
میں یہ لوگ یوپ پنڈتوں سے شاستر ارتھ اور یگ آدک کرم کراتے رہے
اور آخر کار اُنہوں نے بتقریب ہون یگیہ شراون شکلا ترپودشی بھر گوار
غالباً سمت ۱۹۴۵ کو اُنہوں نے پنڈت بھیم سین جی اور پنڈت ہدی دت جی۔
پنڈت رام دیال جی۔ پنڈت رام پرشاد جی۔ پنڈت گوپالداس جی۔ اور سوامی
رام پوری سرستی وغیرہ صاحبان کو بُلا کر اُپدیش کرائے۔ اور آریہ سماج قائم
ہوا۔ اور صاحبان ذیل عہدہ داران مقرر ہوئے۔ ٹھاکر ٹیکا سنگھ پردھان
لالہ راجارام منتری۔ پنڈت سوی چند شرما اُپدیشک۔ کنور سنگھ جی ودیا کوشادھکش
سوامی رام پوری جی سرستی پُستکادھیکش مقرر ہوئے۔

پھر باراہ کھیشتر سوروں جی میں آ گئے۔ بعد کو شری سوامی کیلاش پربت
جی نے اس بات میں ہٹ دیکھ کر کہ برہمنوں کی اجیوکا کا ابھاؤ ہوگا۔
متصیا وچار شونیہ پرشوں کو پوران ارتھ کے اُنّشٹھان رہنا کلیان کا مارگ دیکھ
کر ان کی ایک ایک بات کا اُتر روپ یہ ست دھرم ویویچنی گرنتھ بنایا۔ اور
اسی گرنتھ میں بھارت۔ رامائن۔ منوسمرتی۔ وید کے رو سے پورانوں کی پڑھنا
اور مورتی ارچا (پوجا) اکادشی آدی برت درڑھ کرائے۔ اور لکھا کہ جس پُرش
کو دیانند جی کے کہنے سے ایسی باتوں میں شنکا ہووے اور وہ پُرش ساکشر
یا خواندہ ہووے۔ تو آپ وچار کرے۔ نہ ہووے تو کسی ودوان سے لکھوا کر
چت دے کر شروَن کرے۔ تب اُس پُرش کو بھرم نہ ہووے گا۔ جو پُرش برباد

کہ اس گرنتھ کا ودچار اور شروِن نہ کریگا۔ اُس پُرش کو زین مست والے پُرشوں کی بات نا شروِن کر سو دھرم تیاگ کرنا پڑیگا۔ آنتر دیے کو اسمرتھ ہونے سے پیچھے"
یہ گرنتھ کیلاس پربت جی نے سنسکرت میں ۱۳ صفحہ پر سمت ۱۷۷۷ شالباہن بہادر شدھی دسمی مطابق سمت ۱۹۱۲ بکرمی و ۲۷۔ اگست ۱۸۵۵ء کو تصنیف کیا۔

۱۵۔ ویدراج چھبے رام دیال جی۔ یہ صاحب سوں پور ضلع آگرہ کے باشندے تھے۔ ان دنوں لکھنا ضلع اٹاوہ کے راؤ صاحب جسونت راؤ کی شراکت میں اگری کرتے تھے۔ کبھی کبھی گنگا سنان کے لئے گڑھیا و سوروں کو جاتے۔ دل سکتے چلو رامچندر جی و بارہ جی کے درشن کریں۔ یہ آزاد خیال اور سمجھدار تھے۔ اس لئے جواب دیتے کہ رامچندر جی اور بارہ جی تو مر گئے۔ اب تو پتھر جی ہیں۔ اب کے یہاں آئے۔ تو گڑھیا سے گنگا سنان کرکے جب لوگ لوٹے تو گنیش پنڈت بدریا والے نے جن کے سامنے نارائن پنڈت وغیرہ ہارے تھے۔ جتایا کہ ایک کولال ایسے آئے ہیں۔ جو کسی کو نہیں مانتے۔ ویدراج جی نے کہا۔ ایسا نہیں کسی کو تو ضرور مانتے ہونگے۔ آخر سوامی جی کے سوروں آنے پر انہیں اطلاع ملی۔ تو وہ درشن کو گئے۔ بارتالاپ کرکے بہت پرسن ہوئے۔ اس وقت سندھیا گائتری کے بارے میں اپدیش ہو رہا تھا۔ سبب دھرم سے ناواقفیت کے ہزاروں برہمن بھی یگیوپویت سے محروم تھے۔ ۲۵ سو برہمنوں کے گھروں میں سے ۵ بھی سندھیا کرنے والے نہ تھے۔

سوامی جی نے کہا ان کو سندھیا سکھا دو۔ ویدراج بولے ان کا ادھکار کہاں ہے۔ جبکہ سنسکار نہیں ہوا (سوامی) تینوں ورنوں کا تو ادھکار ہے (ویدراج) یہ تو بھاتیہ ہیں (سوامی) کہاں لکھا ہے (ویدراج) دیکھو منوسمرتی

मतजो अपो वापि यंवा कालम ंदकृत: सावित्री पतित :
ایسا مت मंवनकथनीयात एवमेव धर्म रक्षनीयात (سوامی)
سمجھو۔ اسی طرح سے دھرم کی رکھشا ہوتی ہے۔ ویدراج جی خاموش ہو گئے۔ اور تقریباً دو سو آدمی سندھیا کرنے لگے۔

نارائن نامی ایک سوروں واسی نے اس حال کو اس دیہاتی نظم میں بیان کیا۔ سوامی دیانند سرسوتی بابا آئے ایسے شاستری بہوتیرے کو پڑھ کولیں پڑھاویں ان کو گایتری۔ تمام سوروں میں سوامی جی کی ودیا اور دھرم اپدیش کی تعریف ہوتی تھی۔ مگر آپ جیوکا کے کارن بھاگوت چھوڑنا کٹھن تھا۔ لیکن گوسائیں بلدیو گر جیسے شوربیر آدمی کے غیر معمولی رعب کے سبب مخالفت میں سر اٹھانا بھی اس سے زیادہ کٹھن تھا۔

۷۔ پنڈت جگن ناتھ شاستری سے مباحثہ۔ پنڈت انگد رام جدریا والے اچھے کوی تھے۔ آپ نے کیلاش پربت کے کہنے پر سو شلوک باراہ کی تعریف میں بنائے تھے۔ مگر سوامی جی کے آنے پر اُس نے سوامی جی کی تعریف میں شلوک بنایا کہ آپ دھرم کی رکھشا کے لئے ہوئے ہیں۔ بہت شلوک سوامی جی کے اپدیش انوکول بنائے۔ ایک ان میں سے حسب ذیل ہے۔

रुद्राक्ष तुलसी काष्ठ माला तिलक धारणं। पाखण्डं विजानीयात् पाषाणादि काम्य चंनम ॥

اسی پرکار بہت شلوک اس نے مورتی کھنڈن کے بنائے جس پر کیلاش نے بانس بریلی سے جگن ناتھ جی کو بلایا۔ اُس نے شاستر ارتھ کیا۔ منو سمرتی کا یہ شلوک لکھ بھیجا۔ तिहास पुराणानि धर्मशास्त्राणि श्रावयेत्। سوامی جی نے اُتر دیا۔ کہ یہاں پوران لفظ پرانی (سناتن) کے معنے میں ہے یعنی سناتن اتہاس۔ کسی خاص کتاب کا ذکر نہیں۔ پنڈت انگد رام آدی بار بار انہیں بلانے گئے۔ لیکن وہ بغیر مقابلے کے ہی واپس چلے گئے۔

۸۔ پوران بھاگوت مہابھارت کی حقیقت۔ جب یہ شلوک جگن ناتھ نے کہا۔ تب سوامی جی سے ویدراج رامپال جی نے کہا۔ کہ مجھ اسی بھیں موضع بھسنڈ علاقہ گوالیار کا بھانجل پنڈت کا گنج ملا۔ اس نے بتایا تھا۔ کہ میرے پاس کالیداس کی تصنیف سنجیونی نامی گرنتھ ہے۔ اس میں کالیداس لکھتا ہے۔ کہ میرے وقت تک دس پران تھے۔ اور اب اٹھارہ ہیں۔ اس سے (راجہ بھوج کا زمانہ) مہابھارت کے ۱۱ ہزار شلوک تھے۔ حالانکہ ویاس جی نے چار ہزار چار سو بنائے تھے۔ اب یہ ایک لاکھ ہیں۔

بھاگوت کو شکتی پور متعلق مقصود آباد علاقہ بنگال کے دو وشنو بوپ دیو اور جے دیو نے جو آپس میں بھائی تھے۔ بنایا۔ شری دہر ٹیکا میں بھی لکھا ہے کہ بوپ دیو کرت ہے۔ شنکا نہ کرو۔ ان کی قوم کا یہ حال ہے۔ کہ کلکتہ بردوان میں انہی کی زیادہ عورتیں خانگی ہیں۔ یہ لوگ اپنی خوشی سے اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو اسی کام کے لئے بیچتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا یہ گرنتھ لینا چاہئے۔ ویدراج جی نے یتن کیا۔ روپیہ بھی دینا چاہا۔ مگر بھانجل نہ مانا۔

۹۔ بیلی بھیت والے انگد شاستری کا آنا۔ کرنواس کے حالات میں ذکر آچکا ہے۔ کہ ایک جتم پنڈت انگد رام نے بیلی بھیت سے اپنی تعریف کے پل باندھ کر چند شلوک چٹھی میں درج کر بھیجے۔ اور سوامی جی نے اس کے نام کے تین اکشروں میں سے ایک ایک کے آٹھ آٹھ کھنڈن لکھ

بھیجے۔ اب وہ یہاں مباحثہ کے لئے آئے۔ سوامی جی نے اس سے کلام کی ضرورت نہ سمجھی۔ ہاں اپنے شاگرد بدریاداس انگدرام کو اس سے مباحثہ کی اجازت دی۔ چنانچہ وہ اس سے شکست فاش کھا کر اپنا سا منہ لئے لوٹ گیا۔

۱۰۔ سوامی چدگھنانند کا تعاقب۔ یہاں ہی سنسکرت جاننے والے سوامی چدگھنانند مورتی پوجا سدھ کرنے آئے۔ اُن کا دعوےٰ سنتے ہی سوامی جی نے پتر لکھا۔ کہ یا تو تم آؤ۔ یا ہم آویں۔ مگر وہ دور سے ہی باتیں بناتا رہا۔ نہ خود آیا۔ نہ سوامی جی کو آنے کو کہا۔ چار گھڑی دن رہے۔ وہ بڑی دیوار گنگا کی طرف گیا۔ سوامی جی کو معلوم ہوا۔ تو یہ بھی چلدیئے اور ایک میل دور مرگھٹ کے نزدیک مہارو دوناواری کے پاس پہونچ کر اُسے جا پکڑا۔ دونوں بیٹھ گئے۔ سوامی جی نے کہا۔ بولو۔ یہ مورتی پوجا سدھی کا منتر کونسا ہے۔ وہ مون ہو گیا۔ گھنٹہ بھر بیٹھے رہے پھر سوامی جی بولے۔ جھوٹھ نے تمہارے مُنہ پر مُہر لگا دی۔ یدی تمہارا پکش سچا ہے۔ تو پھر بولتے کیوں نہیں؟ پھر کہا۔ اب تو مون ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ مورتی پوجا کا سمادھان کر۔

سولھویں فصل کاسگنج

۱۔ شالا کی تجویز۔ سوامی جی جب سمت ۱۹۲۵ میں سوروں آئے۔ تب کاسگنج سے آدمی انہیں لانے کو پہونچے۔ سوامی جی نے کہا۔ ابھی میں گنگا تٹ پر اُپدیش کرونگا۔ کنارے سے پرے تب جاؤنگا۔ جب کوئی پاٹھشالا قائم کرونگا۔ یہ معلوم ہونے پر کاسگنج نواسیوں نے باہم وچار کیا۔ اور اس شرط کو منظور کر کے پنڈت مکھانند۔ اجودھیا پرشاد۔ مُرلی لال و نرائن برہمن رئیسان و گرو داری لال ویش وغیرہ کل قریباً سو آدمی وہاں گئے۔ اور سوامی جی جیٹھ سمت ۱۹۲۵ کو سوروں سے گوسائیں بلدیو گری کی بگھی پر انہیں ساتھ لے کر کاسگنج پہونچے۔ شہر کے پاس پہونچکر لوگوں کا انتظار کیا۔ وہ آ گئے۔ اور سوامی جی نے شہر کے اندر سے گذرنا منظور کیا۔ چنانچہ ساری پارٹی آہستہ آہستہ پیدل چلی۔ اور سوروں دروازہ سے داخل ہو کر ندری دروازہ سے نکلی۔ اور پنڈت مکندرام رئیس کے باغ میں جو گھروندا ہے۔ وہاں سوامی جی کو ٹھہرایا۔ شالا کے لئے حسب ذیل امداد ملی۔

الف ۲۰۰ روپیہ جو دل سنگھ گرو داری لال کی دوکان پر ان کے جمع تھے بالاتفاق شالا کے لئے منظور ہوئے۔ ماہواری چندہ رگھو برداس مٹھ سوامی گھ

کنور پال سنگھ عنقہ وغیرہ شادیوں پر جو سنکلپ ہوتا تھا۔ وہ سب شالا کے لئے جمع ہونے لگا۔ لالہ روپ چند سکھانند نے خرید روئی کی چھٹی گنگا کی جو ایک چھٹانک فی من لگی تھی۔ ادھر ہی منتقل کردی۔ چنانچہ ایکبار ۵۰ روپیہ اس سے وصول ہوئے۔

سوامی جی جب تک سوروں۔ بدریا و کرنواس رہے۔ اکثر یہاں آکر رہتے اور شالا کے متعلق وچار کرجاتے رہے۔

سترھویں فصل۔ شہباز پور

۱۔ **سوامی ورجانند کی مرتیو کی خبر۔** ۱۸ ستمبر کو بلا اطلاع سوامی جی سوروں سے چلدیئے۔ اس کے بعد سوامی ورجانند جی کی کنوار بدی ۱۲ سمت ۱۹۲۵ کو مرتیو ہونے کی خبر سن کر کاسگنج نواسی سوامی جی کا پتہ لینے لگے۔ معلوم ہوا وہ شہباز پور میں ہیں۔ چنانچہ پنڈت چین سنگھ۔ اجودھیا پرشاد۔ گردھاری لال ویش اور ایک شخص شہباز پور آئے۔ اور سارا حال عرض کیا۔ کہتے ہیں۔ سوامی جی کا چہرہ اسی وقت مرجھا گیا۔ طبیعت پر ویراگ اور افسوس کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ کچھ دیر چپ رہ کر کہنے لگے۔ کہ آج ویاکرن کا سورج است ہوگیا۔ سوامی جی کا یہ افسوس ظاہر کرتا تھا کہ دُنیا میں ان کا دلی اگادھ پریم یدی تھا۔ تو وہ اپنے سچے گورو ورجانند کے لئے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ شوک کو اس درجہ تک جیتا ہوا دیانند اس وقت شوک کا شکار ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ چین سنگھ وغیرہ دو دن رہ کر چلے گئے۔

۲۔ **سوامی جی کے قتل کا منصوبہ۔** یہاں گنگا پار سے دو بیراگی سادھو سوامی جی کے مارنے کو آئے۔ ایک بیراگی نے شہباز پور کے ٹھاکر گنگا سنگھ نمبردار سیا ٹھکر کو اپنا متر سمجھ کر کہا۔ کہ تم اپنی تلوار مجھے دو۔ ہم اس گپاشنگ کو مارینگے۔ ٹھاکر نے کہا۔ میں نے ان کی روز پارتا سنی ہے۔ وہ بڑے مہاتما ہیں۔ دشٹو اگر پھر یہ بات نکالی۔ تو تم کو مار ڈالوں گا۔ جاؤ میرے سامنے سے دور ہو۔ پھر ٹھاکر دو چار آدمی ساتھ لے کر ہتھیار باندھے سوامی جی کے پاس پہونچا۔ اور بتایا کہ ایسا ذکر سن کر دشٹوں کو دھتکار کر آیا ہوں۔ سوامی بولے۔ ان کی کیا سامرتھ ہے کہ ہم کو ماریں۔ لیکن وہ راضی نہ ہوا۔ اور احتیاطاً رات بھر پہرہ دیتا رہا۔

اٹھارھویں فصل

میلہ ککوڑا۔ وغیرہ

۱۔ ڈیرا۔ گوسائیں بلدیو گر وغیرہ بھی سوامی جی کا پتہ لگا رہے تھے۔ انہیں معلوم ہوا۔ کہ وہ ککوڑے کے میلے پر گئے ہیں۔ تو وہ بھی پنڈت نرائن داس رام جی آدی آٹھ دس آدمیوں سمیت پہونچے۔ یہاں آ کر کیا دیکھا کہ سوامی جی ان لوگوں (جو میلے پر مانگنے کے واسطے گئے تھے) سے مہاراج کو ایک کٹیا بنا دی ہوئی ہے۔ اور بھکشا کر کے ان کو کھلاتے رہے ہیں۔ انہوں نے قنات چھوڑ کر چاندنی لگا دی۔ اور گدی لگا کر سوامی جی کو اس کے اوپر بٹھا دیا۔ یہ میلہ ۲۷ سے ۳۱ اکتوبر ۱۸۶۸ء تک ہوا۔

۲۔ پرچار کا کام۔ سوامی جی کی میلہ میں دھوم مچ گئی۔ سینکڑے دن چڑھے لوگ اور سوامی کے ٹھاٹ لگے گروہ میں آتے۔ لیکن اپدیش سن کر شانت اور خاموش ہو جاتے۔ یہاں بہت دفعہ سبھا لگی۔ کلکٹر صاحب بھی آئے۔ جنہوں نے ٹوپی اتار کر سوامی جی کو سلام کیا۔ پادری صاحبان بھی آئے۔ مگر کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا۔ مسلمان مولوی بھی آتے تھے۔ سوامی جی سنسکرت بولتے تھے۔ اور نرائن پنڈت ترجمہ لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ جب دوج ہوئی میلہ اٹھنے لگا۔ تو سوامی جی نے گوسائیں بلدیو گر آدی کو کہا۔ کہ بیٹا تم بھی گھر جاؤ۔ ہم آگے کاشی کی طرف جاوینگے۔ تب انہوں نے پرارتھنا کی کہ پھر درشن دینا۔ سوامی جی نے وعدہ کیا۔ اور چل دیئے۔ یہاں سوامی جی کو اکثر لوگ تپا اشٹک کہتے تھے۔

۳۔ اوما دت سے بحث۔ تاگم گنج سے پنڈت شام لال کا گنج معہ بابا شنکر داس و اوما دت فرخ آباد نواسی و گنیش پرشاد پنڈت نرولی والے کے ملے۔ اوما دت کی مورتی پوجا وشے میں سنسکرت میں بارتالاپ ہوئی۔ جب جواب نہ آسکا۔ تو مہابھارت کا شلوک اوما دت نے سنایا۔ کہ دیکھو ایکلویا نے درونا چاریہ کی مورتی بنا کر پوجی تھی۔ سوامی جی نے کہا وہ بھیل تھا۔ کسی لائق آدمی کا پرمان دو۔ اس نے وید وچن کا پرمان دیا۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ موڑھ یہ وید وچن کا واکیہ پرمان ہے۔

۴۔ پنڈت شام لال سے بارتا۔ سوامی جی کے سوالوں پر شام لال جی

نے کہا۔ میں قائم گنج میں رہتا ہوں۔ اور کتھا پوران باچتا ہوں۔ سوامی جی نے کہا۔ کونسی کتھا۔ تو کہا برہم دیورت کا کرشن کھنڈ باچتا ہوں (سوامی) جلدی اسے ختم کرو۔ تاکہ تمہارا نقصان نہ ہو۔ بیس دن تک یہ شریر ڈہلن پہونچنے والا ہے۔ اس برہم دیورت میں تو سب سے زیادہ گپ ہے۔

۵۔ گوبند داس کا ششتہ کا ملنا۔ یہ شخص کچھ سنسکرت جانتا تھا۔ نولی ضلع بدایوں کا باشندہ تھا۔ بیراگی ہوکر برہمنوں کے بیٹوں کو جٹہ کھلاتا اور ان سے سیوا کراتا تھا۔ روانہ ہوتے وقت سوامی جی کو ملگیا۔ اس کو آتا دیکھ کر سوامی جی ریت میں بیٹھ گئے۔ اُس کے ساتھ آٹھ دس ودیارتھی تھے ان کے ہاتھ گٹو کمیوں میں تھے۔ وہ سب کو جاپ کراتا تھا "ہری بھجو سب چھوڑ دو دھندا" سوامی جی نے اعتراض کیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ سب ستیہ کام کیسے چھڑا سکتے ہو۔ کس کس کو چھوڑکر ہری نام بھجیں۔ بھوجن کو یا ناک یا زبان یا اور کس کو۔ اس کے ساتھ ہی وہ لاپروا سنسکرت بولتے ہوئے اُس کے مت کا کھنڈن شروع کیا۔ وہ بیچارہ بالکل لاجواب اور خاموش رہا۔

۶۔ نرولی۔ سکوڑا سے سوامی جی نرولی آگئے۔ یہاں کے اُپدیش سے ایک گوسائیں رام پوری ایسا متاثر ہوا۔ کہ اُس نے اپنے ٹھاکر گنگا میں پھینک دیئے۔ پھر سوامی جی کنپلا وغیرہ میں ٹھہرے اور وہاں سے رام گھاٹ گئے۔ یہاں سیتارام سنار چوالارام برہمن بھورا و گنگا رام سنار اترولی سے تھانے آئے۔ اور سوامی جی کو ملے۔ یہ کارتک کے اخیر میں آئے۔

۷۔ اترولی۔ ان لوگوں نے سوامی جی سے نویدن کیا۔ اور وہ اترولی آگئے اور دولہ راے کے باغ میں بڑے مہادیو کے پاس بھیرو کے مندر میں رہے۔ یہاں پنڈت بھیرو ناتھ سارسوت برہمن سے سام وید برہمن کے اس واکیہ پر بحث ہوئی۔ پرتما ہستی ہردنتی۔ کہ پرتما ہنستی ہیں روتی ہیں اُسے پسینہ آتا ہے۔ سوامی جی نے اسی سے مورتی پوجا کا کھنڈن کیا دیوائین سوامی جی اگنی ستھان کو کہتے تھے۔ اور پنڈت لوگ شوالہ وغیرہ کو۔ یہاں دس روز ٹھہرے۔ یہاں سے سوامی جی سنبھل گئے۔

اُنیسویں فصل۔ قائم گنج ضلع فرخ آباد

۱۔ ڈبیرا۔ ماہ مگھر سمت ۱۹۲۵ میں یہاں آکر شوالہ ہری شنکر پانڈا میں جو قصبہ

سے باہر اتر کی طرف سے اترے۔ پنڈت گنگا پرشاد جی وغیرہ رئیسان پیٹھن کر کے کرائی پر بہنس آئے ہیں۔ درشن کو آئے۔ بھوجن کے سمے ان لوگوں نے کہا۔ مہاراج اشنان کر ڈالیئے۔ سوامی جی نے فرمایا۔ ہمارے پاس ایک ہی لنگوٹ ہے۔ اس کو نہانے کے بعد سکھانا ہوتا ہے۔ یہاں مایوں (استریوں) کا گزر ہے۔ اس لیئے ہم نہیں ٹھہر سکینگے۔ سب نے لالہ گردھاری لال مہاجن کا پتہ دیا۔ وہاں ایکانت میں سوامی جی چلے آئے۔ اور سنان کر کے وہیں بھوجن پایا۔

ٹ۔ پر چار کے کام سے متعلق نوٹ۔ یہاں شاستر ارتھ کسی سے نہیں ہوا۔ پرشوتم۔ بلدیو پرشاد دوبے دیلدیو پرشاد سناڈھ وغیرہ پانچ چار پنڈتوں نے سوامی جی سے سندھیا لکھی اور کرتے رہے۔ مرشد آباد سے دس پندرہ مسلمان ایک دن آئے۔ سوامی جی پنڈتوں سے مورتی پوجا کے خلاف ذکر کر رہے تھے۔ اسی وقت مسلمانوں سے مخاطب ہو گئے۔ پیغمبروں اور مذہب اسلام کا ذکر ہوا۔ سب کو معقول جواب ملنے پر خاموش ہونا پڑا۔

یہاں کے مولوی احمد علی ٹوڈان کے ساتھ انسان کی پیدائش کے متعلق مباحثہ ہوا۔ جب آدم وحوا کی مشرق ومغرب کی طرف جدائی ہونے کا ذکر ہوا۔ تو سوامی جی نے کہا۔ خدا نے ان میں محبت کیوں نہ پیدا کر دی۔۔ کہ جدائی کا ذکر نہ اٹھاتے۔ اس کے علاوہ یہی گفتگو ہوئی۔ مولوی صاحب سوامی جی کے اپدیش سے بہت خوش ہوئے۔ اور ان کی تائید کرنے لگے۔ پادری اولمن معہ دو انگریز و ہرپرشاد میٹو عیسائی اور چند دیگر عیسائیوں کے بغرض مباحثہ آئے۔ اور باغ کی کھائی کے اونچے کنارے پر سوامی جی سے اونچے بیٹھ گئے۔ لوگوں نے انہیں اٹھانا چاہا۔ لیکن سوامی جی نے کہا منع نہیں کرو۔ بہت سے پکھشی بھی تو اوپر بیٹھے ہیں۔ پادریوں نے سوال کیا۔ کہ ہم جو گنہگار ہیں۔ ہمارے گناہوں کی معافی کس طرح ہو۔ سوامی جی کے سنسکرت جواب کا ترجمہ پنڈت موہن لال نے بتایا۔ کہ گناہ معاف نہیں ہو سکتے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہرپرشاد نے کہا۔ کہ ہم سنسکرت نہیں جانتے اس لیئے ہماری بحث نہیں ہو سکتی۔ اسی دن کشن پرشاد تحصیلدار سورج بھوج ساکن بھرت پور جیوتیشی بھی آئے۔ اور پوچھا۔ کہ بری ست بھاگوت سچا ہے یا جھوٹا۔ سوامی جی نے کہا بالکل مِتھیا ہے۔

اس نے کہا۔ ایسا نہ کہو۔ میرا دل دکھتا ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ نہیں بالکل گپ ہے۔

آتے ہی سوامی جی نے شوالہ کی نسبت پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے۔ جواب ملا شوالہ فرمایا تم لوگ تو کہتے ہو۔ کہ شوالہ کیلاس ہے۔ شیو وہیں رہتے ہیں۔ اس لئے یہ تو سرائے ہے۔ پھر پنڈت شام لال جی کو یاد کیا۔ ان کے ساتھ کشن گوپ بھی آئے۔ اس نے پوچھا کہ تم شیو لنگ پوجا سے روکتے ہو۔ لیکن شاستروں میں اس کا ورنن ہے۔ سوامی جی بولے۔ کیسی لجا کی بات ہے۔ کہ تم لنگ کو پوجتے ہو۔ اور پھر جب لنگ جدا ہو کر یہاں آگیا۔ تو شیو کیلاس پہ ہیجڑہ رہ گیا بھوجن میں جو ڈالنے والوں کو کہتے تھے۔ کہ جو تو پشوؤں کی خوراک ہے آپ تو یہ لوگ پوری کھاتے ہیں۔ مگر دیوتاؤں کو جو کھلاتے ہیں۔ جو امرت پینے والے ہیں۔ بس عمدہ چیزوں کے بھوجن اور سندھیا گایتری وغیرہ کا اپدیش دیتے تھے۔

بھیا ارجن اگنی ہوتری برہمن نے کہا۔ کہ ست نارائن کی کتھا کیواسطے روپیہ کی منت مانتے ہیں۔ کام سدھ ہو جاتا ہے۔ اس کے خلاف آپ کیونکر بتاتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ ہم پانچ روپیہ ست نارائن کے دکھاتے ہیں۔ کہ لاکھ پتی ہو جاویں۔ کیا ہو جاوینگے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

پنڈت شام لال کے رشتہ دار بہاری لال ساکن حضرت پور ضلع بداؤں چکرانکت مت کے پجاری لال جی سے اکثر کہتے۔ کہ تم جو ترپنڈ ت لگاتے ہو۔ تم پہلے ہی سورگ کی ہنسی کرتے ہو۔ اور ہم جو سری لگاتے ہیں تو ماتھا سجاتے ہیں۔ کہ ہم سورگ جاتے ہیں۔ اس کا اتر دیجئے۔ سوامی جی نے کہا۔ اس کا جواب میں بتاتا ہوں۔ کہ تمہارا مستک انکار اور ان کا اقرار۔ جب چوری۔ جوا بازی۔ رنڈی بازی وغیرہ کی نسبت سوال ہوگا۔ تمہارا مستک انکار اور ان کا اقرار کریگا۔ اور اسی طرح نرک جانے کے لئے بھی تمہارا مستک انکار اور ان کا اقرار کریگا۔

ایک برہمن وسنی رام گوڑ بہت دبلے پتلے تھے۔ ایک دن وہ وہاں بیٹھے تھے۔ سوامی جی نے اثنائے گفتگو میں درشٹانت دیا۔ کہ جو زیادہ رہتے بھوگ اور استری پرسنگ کے کرنے والے ہیں۔ ان کی یہ درشا ہوتی ہے ہاڈ سب نکل رہے ہیں۔ اور جو وشے بھوگ کی طرف گمراہ نہیں ہوتے۔ وہ پنڈت شام لال کی طرح بلشٹ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی نت پرسنگ کرنے والوں کی اولاد نربل اور جو چھ ماہ بعد بھوگ کرتے ہیں۔ ان کی اولاد مضبوط ہوتی ہے۔ رتو گامی ہونے کو جائز بتاتے تھے۔

سنان آپتی کے وقت بیچ عورتوں کا اتم گھروں میں نال چھید ن اور

دایہ کا کام کرنا اور اس کے مُنہ میں انگلیاں ڈال دینا بُرا ہے۔ گھر کی عورتیں خود یہ کام کریں تو اُس کی بدھی تیز ہوگی۔ گردھاری لال جن کے باغ میں سوامی جی ٹھہرے۔ کہنے لگا مہاراج میرا مکان آپ کے آنے سے پوتر ہوگیا۔ اگر کچھ کسر ہو۔ تو اور فرمادیجئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ سوامی جی نے کہا تم اور کچھ نہ کرو۔ صرف یگیہ کروادو۔ چنانچہ بڑا بھاری ہوَن ہوا۔ حلوہ۔ میوہ۔ گھی وغیرہ سگندھت پدارتھ بہت ڈالے گئے۔ سوامی جی نے برہمنوں کو منتر لکھوائے۔ آٹھ دس برہمن اور سوامی جی خود ہوَن کرنے والے تھے۔

ایک دفعہ ایک آدمی روٹی لے کر آیا۔ اور پوچھا مہاراج اچاری بھی ہو گے فرمایا ضرور اس کو میں کھاؤنگا۔ جس طرح ان کے مت کا کھنڈن کرتا ہوں۔ ویسے ہی اس کو ضرور کھاؤنگا۔ سندھیا گایتری بلی ویشو دیو آدی کا اُپدیش کثرت سے ہوا۔ فاضل پنڈت موہن لال اگنی ہوتری ان کے بھائی جنسی لال پنڈت شام لال اور ان کے پتا چھوٹے لال۔ گنگا پرشاد۔ بہاری لال۔ بلدیو شرما وغیرہ اکثر ملنے جاتے تھے۔ اور قریباً سب نے پنچ یگیہ کا آرمبھ کیا۔ سوامی جی نے سمجھا دیا۔ کہ شریر تندرست ہو تو اشنان کر کے ورنہ مُنہ ہاتھ دھوکر گایتری سندھیا کرنا اوچت ہے۔ ان پڑھ صرف گایتری کا ہی جپ کرلیں۔ یہ برہمنوں کا پرم دھرم ہے۔ پنڈت جنسی لال سوامی جی سے پورے طور پر متفق ہوگئے۔ انہوں نے مورتی پوجا چھوڑ دی سندھیا تین کال کا نشیہ و کیتے رہے۔

جنم اشٹمی کی بابت سوامی جی کہتے تھے۔ کہ اس دن کھیرے سے بچہ نکالتے ہیں۔ اور کھیرے کو دیوکی کا اُدر ٹھہراتے اور پھر اُسے کھا بھی لیتے ہیں۔ گویا ٹھاکر کی والدہ کا شکم چیر کر کھا جاتے ہیں۔ یہ کیسے اندھیر کی بات ہے۔

۳۔ ازحد سادہ زندگی۔ صرف ایک لنگوٹ کا ہونا اور اسی سے نہا کر اُسے سکھانا۔ سوامی جی کی نسبت ضروریات کو بدرجہ غایت کم کرنیکا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ ایک نے پوچھا۔ کہ مہاراج آپ کے پاس پاتر نہیں ہے۔ فرمایا کہ ہاتھ ہمارے پاتر ہیں۔ آدھی رات تک لوگ پاس رہتے اپدیش جاری رہتا۔ اس کے بعد لوگ رخصت ہوتے اور کبھی سوامی جی پر ڈال آتے۔ مگر وہ پھینک دیتے تھے۔

ایک شلوک بنایا تھا۔ ان نہ خند نیات یعنی کسی کے ان کی نندا نہ کرے بس اسی سے جیسا کوئی بھی دے لے لیتے۔ اور اچھا الوسار رکھ کر باقی

بانٹ دیتے یا واپس کر دیتے تھے۔ بھکشا کے واسطے کہتے تھے کہ ہم گاؤں میں نہیں جاتے۔ یہاں ہی لا دو۔ ایک بیاڑی برہمن رسوئی بناتا تھا۔ تمام لوگ عمدہ عمدہ چیزیں لے کر جاتے۔ مگر وہ سب وہاں پڑی رہتی تھیں۔ اکثر لوگ ہی کھاتے تھے۔ بارہ بجے لوگ تو سب چلے جاتے اور پنڈت شام لال آدمی کچھ پوچھنے کا موقعہ پاتے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ کم وقت سونے کی آپ کی عادت تھی۔

بیسویں فصل - فرخ آباد

۱- ڈیرا۔ قائم گنج سے سوامی جی شمس آباد آئے اور کچھ دن کے بعد شروع پوہ سمت ۱۹۲۵ کو فرخ آباد پہونچے۔ لالہ جگن ناتھ جی کے بسرانت گھاٹ پر چھ ماہ رہے۔

۲- اپدیش کا عام کام۔ یہاں آتے ہی سوامی جی کی شہرت ہونے لگی۔ پنڈت لوگ اکٹھے اور باری باری سوامی جی کے پاس گئے۔ اور روسا و عام لوگ بھی اردگرد سے ہزاروں جاکر شنکا نوارن کرتے کراتے رہے۔ مورتی پوجا آدی وید ورودھ باتوں کا پُرزور کھنڈن ہوا۔ ہزاروں کو گایتری یاد کرائی۔ سینکڑوں نے سندھیا سیکھی۔ اگنی ہوتر بلی ویشودیو کا اُپدیش ہوا۔ ستیہ کا بے خوف پرکاش ہوا۔ کروڑپتی کی خرابی معلوم ہو۔ تو بھی صاف کہتے تھے۔ کہ اس بدمعاشی کو چھوڑ دو۔ مندروں کی رونق جاتی رہی۔ دل سے عام لوگ ستیہ کے قائل ہو گئے۔ پنڈت بشمبر داس جی یہاں فلسفہ و علم و فضیلت میں بے نظیر پنڈت تھے۔ وہ سوامی جی کے انوکول ہو گئے۔ سادہ طرح لوگوں کو وہ ہر بات سے محتاط کرتے تھے۔ چنانچہ کوئی پوچھتا کہ مجھے گھر میں دفینہ مل جاوے تو کہتے۔ خبردار تمہیں کوئی بہکا کر کپڑے وغیرہ نہ چھین لے۔

۳- گنگا رام کی ورودھتا۔ گنگا رام شاستری برتیا والے نے مشہور کیا۔ کہ سوامی سے شاستر ارتھ کرونگا۔ اپنے بیٹے اور ایک ودیارتھی کو پریکشا کے لئے بھیجا۔ سوامی جی بابو درگا پرشاد کے بہت سے ہت گنگا دت کو منوسمرتی پڑھا رہے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکا بولا۔ اہنکاری چنڈال ہوتا ہے۔ سوامی جی اپنے کام میں لگے رہے۔ بعد بڑا پوچھنے کے کہا۔ تو نے کیا کہا۔ اس نے وہی بات دوہرائی۔ سوامی جی نے کہا۔ تو اہنکار کے ورشے میں جانتا ہی نہیں۔ اور

پھر کہا تو نے اہنکار نہیں کیا۔ وہ بولا۔ مہان بھاؤ پرشوں کو نہیں کرنا چاہیئے سوامی جی نے فرمایا۔ کہ تو مہان پُرش کا ارتھ نہیں جانتا۔ وہ سچا اہنکار کرتے اور متھیا نہیں کرتے ہیں۔ اس کا بھی تجھے بودھ نہیں۔ تو نے شاستر نہیں دیکھے نہ کسی مہان پرش کا تجھے گیان ہے۔ ایسا پرتیت ہوتا ہے۔ تو بتا کہ رام مہان بھاؤ پرش تھے۔ یا دُشٹ پُرش اور کرشن بھی کیسے تھے۔ وہ لڑکا اس پر حیران و لاجواب اُٹھ کر چلا گیا۔ گنگا رام اس کے بعد خود ہی مباحثہ کو نہ آیا ہاں سوامی جی سے ذرا فاصلہ پر نرسنگھ کے مندر میں گیتا باچنے لگا۔ سوامی جی نے لکھ بھیجا۔ کہ اگر گیتا کے ایک شلوک کا ارتھ بھی ہمارے سامنے کر دے تو ہم بھاست ہو جاویں گے۔ شلوک یہ تھا۔ کشیتر کھیتجا پی مام ودہی سرب کھیتر بشو بھارت۔ اس کا گنگا رام نے کچھ ایسا ویسا جواب دیا۔ سوامی جی نے اس کا کھنڈن لکھ بھیجا۔ تو اس نے کچھ بھی اُتر نہ لکھا۔ ہاں شاستر ارتھ کی ڈینگ مارتا رہا۔ ایک روز سکھ باسی لال سادہ نے اُسے گنگا تٹ پر پکڑا۔ کہ روز شاستر ارتھ کرنے کو کہتے ہو۔ چلو تو آج ہمارے ساتھ۔ وہ گھبرایا اور پتھا چھوڑا کر بھاگا۔ ایک دن گنگا سنان کر کے آتا تھا۔ کسی نے سوامی جی کو بتایا۔ یہی گنگا رام ہے۔ مگر سوامی کے بلانے پر وہ رستہ چھوڑ بھاگا۔ آخر وہ یہاں کھانے پینے سے بھی لاچار ہو گیا۔ قرضہ سر چڑھ گیا۔ اُس کے ہم وطن گوپال رائے نے لالہ جگن ناتھ سے بیس روپیہ چندہ کیا۔ اور کچھ گرہ سے ڈال کر اس کا قرضہ ادا کیا۔ اور وہ وطن کو روانہ ہوا۔

۴۔ ۲۵ سوال۔ تمام شہر کے پنڈتوں نے بالاتفاق ۲۵ سوال کئے سوامی جی نے ان کا معقول جواب دیا۔ بھارت سدشا پرورتک نامی ماسک پتر میں یہ سب سوال جواب چھپ چکے ہیں۔

۵۔ مُکتی کا کرتویہ۔ لالہ جگن ناتھ جی نے پوچھا۔ مُکتی کے واسطے کرتویہ کیا ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ جیسا ایشور دیالو سب پر دیا کرتا ہے۔ مُکتی کو بھی سب پر دیا کرنی چاہیئے۔ وہ ست ہے۔ ہم کو ست بولنا چاہیئے۔ ایسے ہی ایشور کے گن جو وا ستو میں اُتم ہیں۔ دھارن کرنے کا ابھیاس کرنا چاہیئے جس سے انت میں ایشور پراپتی ہو۔

۶۔ سادھوؤں کی روٹی۔ سکھ باسی لال سادہ ایک بار سوامی جی کے کوٹھی اودھ جات لے گیا۔ سوامی جی نے اُسے کھایا۔ برہمنوں نے کہا۔ تم بھرشٹ ہو گئے۔ کہ سادھو کی روٹی کھالی۔

سوامی جی۔ روٹی بھرشٹ دو طرح ہوتی ہے (۱) دُکھ دے کر حاصل

سکیے گئے مال سے جوان لایا جاوے (۴) کوئی ملین چیز اس پر یا اس میں پڑنے سے۔ ان لوگوں کا محنت کا پیسہ ہے۔ اور اتم پدارتھ ہے۔ اس میں کوئی دوش نہیں۔ اس پر سب خاموش ہو گئے۔

۷۔ یگیوپویت دینا۔ جہاں سندھیا گایتری کا عام پرچار ہوا۔ وہاں اس کا ادھیکار یگیوپویت دھارن کرنے والوں کو بتلاتے تھے۔ اور جنیو دلوان بھی کراتے تھے۔ اس کے متعلق اعتراض بھی لوگ کرتے تھے۔ پنڈت ہری شنکر قنوج والے یہاں ملے۔ تو کہنے لگے۔ شکر است ہو گیا ہے۔ آپ کیسے یگیوپویت کراتے ہیں۔ بولے کہ ہمیں شکر کے است سے کیا۔ ہمارا است نہیں ہوا۔ چنانچہ لالہ جگن ناتھ رئیس کا بطریق ذیل یگیوپویت ہوا۔ (اول) پرایشچت کے طور پر گیارہ پنڈت ۸ روز وکھشا پر مقرر ہوئے۔ جو پراتہ کال سنان آدی کر کے ایکہزار گایتری جپ کریں۔ پھر یجمان کو ایک ایک مزید جاپ کرائیں۔ اور بعد میں گھی اور شکر سے ہون کریں۔ پنڈتوں کے واسطے آٹا۔ گھی۔ میٹھا۔ پیڑا وغیرہ ایک وقت اور دوسرے وقت کا سیدھا ملتا تھا۔ لالہ جگن ناتھ جی نے ایک یجر ویدی برہمن (جو سوامی جی کے پاس رہتا تھا) سے کہلوایا۔ کہ سوامی جی اپنے ہاتھ سے یگیوپویت دیں۔ مگر انہوں نے کہا۔ سنیاسی کا ادھیکار نہیں۔ اور نہ ہم گھر میں جاویں۔ سوامی جی نے لالہ جگن ناتھ کو سندھیا لکھدی پھر سوامی جی نے اپواس کرائے۔ ایک اپواس سخت تھا۔ یعنی رات کو صرف دودھ باقی معمول تھے۔ ۱۱۔ پنڈتوں نے ۱۱ روز گیارہ ہزار جپ کیا اور ہون روز ہوا۔ یہ سب کام سوامی جی کے روبرو ہوتا تھا۔ مگر یگیوپویت آخری روز لالہ جی کے مکان پر دیا گیا۔ وہی یجر ویدی برہمن سوامی جی سے گایتری منتر لکھوا لایا۔ اور اس کے مطابق انہیں اپدیش دیا۔ باوجود اصرار کے سوامی جی مکان پر آئے۔ تو بھی گورو انہوں نے سوامی جی کو ہی مانا۔ ان سب برہمنوں کو دھوتیوں کے جوڑے اور آسن ملے۔

لالہ منی لال کا یگیوپویت ہو چکا تھا۔ مگر گایتری بھول گئی تھی۔ جس کا اقبال کرنے پر سوامی جی نے انہیں پرایشچت کو کہا۔ چنانچہ انہوں نے دو برہمنوں سے جپ و ہون کرایا۔ اور گایتری سوامی جی سے یاد کی۔ اور اس روز سے اگنی ہوتر آرمبھ کیا۔

۸۔ سادھاارن بحث دربار تالاب۔ نارنول کے دو گوڑ برہمن جو اچھے ودوان تھے آئے۔ اور انہوں نے چند آدمیوں کے سامنے دھرم چرچا کی۔ مگر دو تین گھنٹے کے بعد لاجواب ہو گئے۔ پنڈت ہری شنکر نے یہ بھی

بات ہوئی۔ کہ گنگا ندی سے بہتر ہو شیر پتا مہ ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ گنگا جل رہتی ہے۔ اُس نے کہا۔ ندی کے نہیں۔ گنگا کی ادھشٹاتری دیوی کے ہیں۔ ایک اعلےٰ ودوان رام سہائی شاستری نے بات چیت کی۔ لیکن سوامی جی کی دھارا پرواہ سنسکرت سُن کر گھبرا گیا۔ اور حواس باختہ ہوکر بھاگا۔ آن کر شنکر برہمن سے کہا۔ کہ تم نے ہمیں کہاں جا چھوڑا۔ اُس سے ہماری بات نہیں ہو سکتی۔

ایک روز تیسرے پہر چار پانچ مسلمان پہونچے۔ اور پوچھنے لگے۔ محمد کو خدا نے ہمارے واسطے بھیجا ہے یا نہیں۔ سوامی جی نے انہیں سمجھوایا کہ ستیہ کو جن کر لڑنا نہ ہوگا۔ بلکہ اُسے بچارنا۔ وہ بولے ہم نہیں لڑینگے۔ آپ تو بلوان ہیں۔ سوامی جی نے تین مرتبہ یہ ہی کہا۔ اور پھر بولے محمد اچھا آدمی نہیں تھا۔ تم لوگوں نے جو اس کی پیروی کی۔ یہ اچھا نہیں کیا۔ جب چوٹی کٹوائی تو ڈاڑھی رکھنے سے کیا مطلب۔ اونچی بانگ دیتے ہو۔ یہ کیا خدا کی عبادت ہے۔ پھر ختنہ کی بابت پوچھا۔ وہ جواب دے کر چلے گئے۔

۹۔ سندھیا دو کال ہی ہے۔ سوامی جی کے ستیہ اپدیش سے جو لوگ سندھیا کرنا چھوڑ بیٹھے تھے۔ انہوں نے دوبارہ شروع کر دی۔ لیکن انہوں نے تین کال کا نیم کر رکھا تھا۔ سوامی جی کے اعتراض پر انہوں نے تیسرا مدھیان کال بتایا۔ سوامی جی نے سندھیا کی بیوتپتی (ترکیب مصدری) شاستر دوارا کرکے کہا۔ کہ سندھیا صرف دن اور رات کے ملاپ کا نام ہے مدھیان کی سندھیا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ سائنک پراتہ دو ہی کال۔ لوگوں نے مدھیان کا پرمان ڈھونڈا۔ اور کہا۔ کرن راجا مدھیان کی سندھیا کرکے بھوجن پاتا تھا۔ سوامی جی نے مہابھارت نکال کر اس کا کھنڈن کیا۔ اور کرشن چندر کی دوارکا سے ہستناپور تک کی یاترا مندرجہ بھارت سے دو کالی سندھیا کا حوالہ نکالا۔ اور دکھایا۔ تب لوگوں نے سوامی جی کے کہنے کو صحیح تسلیم کیا۔ بعدہٗ سوامی جی نے ان کی سندھیا پر اعتراض کرکے خود پنچ مہایگیہ ودھی لکھوائی۔

۱۰۔ پنڈت سری گوپال سے شاستر ارتھ۔ یہاں کے شاستر ارتھوں سے گھنڈی پرشن اور خاص کر پنڈت بہت دو فیل کرنے لگے۔ گو پنڈت اجودھیا پرشاد جی بھٹاچاریہ اور پنیا سبرداس جی برتی تادم مرگ ان سے برتی کیے رہے لیکن اکثر پنڈت برخلاف رہے۔ کیونکہ نراکشر بھٹاچاریہ۔ ست کرموں سے ہین ہونے پر بھی جو اپنے آپ کو برہمن مانتے تھے۔ ان کا سوامی جی زبردست کھنڈن کرتے۔ اور منوسمرتی کا حوالہ دیتے تھے۔ کہ جو وید ودیا

نہ جانے خواہ کسی کا بیٹا ہو۔ وہ شودر ہو۔ اس پر عام برہمن اپنی ا جیوکا کی ہانی دیکھ کر میرٹھ سے پنڈت سری گوپال کو لائے۔ جس کا کام فرخ آباد کے اس دفعہ کے قیام میں سب سے زیادہ قابل ذکر ہے۔ سوامی جی کا لبرانت گھاٹ پر اس سے مباحثہ ہوا۔ جیتیرداس جی مدھست ہوئے دس پانچ پنڈت اور بھی تھے۔ عام مجمع ہوا۔ اور حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

پنڈت جی۔ بولے کہ भो स्वामिन् मयाराज्ञो विचारः कृत آپ مورتی پوجا کو کیوں اور کیسے کھنڈن کرتے ہیں۔ یہ مورتی پوجا تو سمرتی میں لکھی ہے۔

سوامی جی۔ कुत्र लिखितमस्ति तद्वदताम् یعنی کہاں لکھی ہے۔ وہ کہو اور یہ سنسکرت اشدھ ہے۔

پنڈت جی نے سنسکرت کی اشدھی تو قبول نہ کی۔ مگر مورتی پوجا کے ثبوت میں منو ادھیائے ۲-۱۷۶ اشلوک پڑھا। देवताभ्यश्च नैवेद्य सन्निधापनमेव च

سوامی جی۔ अस्यार्थः क्रियताम् اس کا ارتھ کرو۔

پنڈت جی۔ دیوتا کا پوجن کرے۔ سائینک پرماتما پوجن کرے اور پوجن چونکہ پرتما کا ہی ہو سکتا ہے۔ اور کا نہیں۔ اس واسطے اس سے مورتی پوجن سدھ ہے۔

سوامی جی۔ یہ پیتی دھاتو اس کا ارتھ کرو۔ ارچ پوجایام یعنی ارچ پوجا اور پوجا ستکار کو کہتے ہیں۔ پس یہاں اگنی ہوتر اور ودوانوں کے ستکار کا مطلب ہے۔ مورتی پوجا کا نہیں۔

اس پر تھوڑی دیر شاستر ارتھ ہوا۔ سری گوپال کے ارادے سوامی کے پراست کرنے کے ناکامیاب ہوئے۔ سوامی جی کا شہرہ اور بھی پھیل گیا۔ اس کی خاص وجہ یہ ہوئی۔ کہ سری گوپال نے گو اس وقت اپنی غلطی نہ مانی مگر دوسرے دن جہاں تہاں پنڈتوں سے پوچھتا پھرا۔ کہ پوجا شبد کہیں نپنسک بھی ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ مجھ سے وہاں غلطی ہو گئی ہے۔ پنڈتوں نے کہا نہیں وہ تو پلنگ ہوتا ہے۔

اس موقعہ پر اس نے ایک خاص چال سے کام لینا چاہا۔ وہ بنارس پہونچا۔ فرخ آباد کے پنڈت سالگرام شاستری ہیڈ پنڈت گورنمنٹ کالج اجمیر کو کہا۔ کہ دیانند نے مورتی پوجا کھنڈن سے فرخ آباد میں اودھم مچا رکھا ہے مجھے کاشی سے ویوستھا لے دیجئے۔ وہ یہاں لکھنے لگے۔ مگر پنڈت راجا رام شاستری ان کے گورو بولے۔ کہ تم کیوں محنت کرتے ہو۔ پہلے بھی ایکبار کھلن میں مورتی کھنڈن کا چرچا ہونے پر ہم نے پنڈتان بنارس کے دستخطوں

سے بیوستھا لکھی تھی۔ اس کی نقل بھیج دو۔ چنانچہ پنڈت سالگرام جی نے اس کی نقل اس کے حوالہ کی۔ اور ایجنٹ پوجا کا روپیہ خرچ کر کے پنڈتوں سے دستخط کرائے۔ یہ بیوستھا لا کر وہ بڑی ڈینگیں مارنے لگا۔ جوالا پرشاد کا بیج ڈاک منشی کو جو اول درجہ کا شرابی اور ستاکنک مذہب والا تھا۔ اپنے ساتھ ملا لیا۔ جس پر ۵ مئی ۱۸۷۴ء بدھ کے روز جوالا پرشاد نے اشتہار دروازوں پر چسپاں کرا دیئے۔ کہ ہم سوامی دیانند سے شاستر ارتھ کریں گے۔
پنڈت گوپال راؤ ہری اس کی نقل نرسنگھ چودس سے ایک رات پہلے ہی مسٹری گوپال کے پاس جا کر لے آئے اور سوامی جی کے پاس لائے۔ یہ سنسکرت میں تھی۔

(काशी वालों की दी हुई व्यवस्था)

इसको संवत् १९२५ वि० के अन्त में श्री गोपाल लाये थे

॥ श्रीगणेशाय नमः अथमूर्ति पूजादिव्यवस्था लिख्यते॥

ये त्वेके चिच्छिवविष्ण्वादि प्रतिमानां बाणलिङ्ग शालिग्राम शिला प्रभृतीनां चार्चनं वातुलैश्छिकैः प्रमादादुपस्मृत्य हरहरतु- ष्टीयमानं कतिपय पुराणादि श्लोकैरव गम्यमानमपि सकला- स्तिकशिष्टानां प्रधानप्रमाणत्वेनानुमतं श्रुतिमनुस्मृत्योरनुप- लम्भात् प्रमाणकोटिप्रवेशं नार्हतीति एव मष्ट। दश पुराणा- नि गयाश्राद्धं च प्रमाणमेव मथितोऽहं नसकुवस्तिइति ब्रुवन्ते तान्प्रत्याचक्षते शास्त्रतत्त्वविदः अथ मंत्राव प्रतिमा बाणलिं ग प्रभृत्यर्चनं श्रुतिसिद्धं न भवतीति मनोरथमात्रम्॥

अथर्ववेदीयदेव्यथर्वशीर्षगोपालतापिन्युपनिषदादिषु प्रति- मापूजनं बिल्वोपनिषदादिषु बाण- लिंगार्चनस्य चस्पष्टमुक्तत्वात् तथाहि देव्यथर्वशीर्षोपनिषदि एतद- थर्वशीर्षमर्चायाञ्चौ स्थापयति स्थलचलं जप्त्वा वशुद्धिर्वि- न्दति नूतन प्रतिमायां जप्त्वा देवता सान्निध्यं भवति प्राणप्रतिष्ठा- यां जप्त्वा प्राणान् प्रतिष्ठापयतीत्युक्तम् तथा गोपालतापिनीये सहो वाचतं नारायणो देवः सकाम्या मेरोः शृङ्गे यथा सप्तपुर्यो भवन्ति तथा भूगोलचक्रे सप्तपुर्यो भवन्ति तासां मध्ये साक्षात्

पुरुष गोपाल शरीरेति मत्स्येष्यु पक्षस्य तत्र पूर्हननादि द्वादश वर्षाणि
भेद्य स्वरादि लिङ्गनिचोक्ता निराहारम् तैथो भवनीलके एका
कि रुद्रायतनस्थो त्यभिधाय करोति भूर्भ्यन्तिष्ठन्ति ताह्रिये यजन्ति
ते मत्स्यं तरन्ति मुक्तिं लभते जन्म मरणाभेता पर्वया सर्वंस्तु
संतरन्ती त्युत्तरम् ॥

ऋग्वेदीये विंशति ब्राह्मणे अद्भुतशान्तौ देवतायतनानि
कम्पन्ते दैवत प्रतिमा हसन्ति रुदन्ति गायन्ति स्विद्यन्तीत्युक्त म्
तथा पर्वे वेदीय कौशिक गृह्यपरिशिष्टे देवता ओं सृष्टत्यन्ति
प्रदीप्यन्ति ज्वलन्ति वेतिमन्त्रे वलिङ्गायतन चित्राणां रोदने गर्जने
तथा प्रस्वापनादयं राज्ञो देवो मृत्यु ने संशयः इति यत्रैव देव
राजध्वजानां च पतनं भंग भवत । कुष्याण्डानां प्रवेशश्च राज्ञो नाशक
रो ध्रुवं आश्वलायन गृह्यपरिशिष्टेन वग्रह पक्षे ताम्रमयीं सूर्य
प्रतिमां पिष्टे विलिप्य स्फाटिकीं विन्दी गन्धचन्दन प्रतिमांभौम
स्येति ईशान्यां तेजहस्तप्रतिमा स्थापनं लिङ्गस्य नैवेद्य प्रथ होमो
हर हरस्य गृहस्थो हरिहरस्य देवानिष्टे शार्थं ईचनेति तस्य नेहरस्य
स्यास्ते गणप्रतिमा स्कंदो वान्यो वा यो भिन्न लक्ष एते यथाकथि
समस्ता वेष्ट्यन्ते स्यादियजंते तानप्सु हवाग्नौ वा सूर्ये वा स्वहस्ते
वास्थंडिले वा प्रतिमासु वायजेत् प्रतिमा स्वदार्शिका मुना वा
हनविसर्जने भवत : स्वाकृतिप्रशस्ता सुदेवता नित्यं सन्निहिता
इत्यस्थिरायामु विसर्जनादि विकल्पः स्थण्डिले तु भयं भवति
प्रतिमां प्राङ्मुखीं प्रत्यङ्मुखीं वायजेतान्यत्र प्राङ्मुखस्तु
तम् तथाविलोपमि यदि वर्तते एतानि लक्षणानि कृष्ण यजुर्वे
चीनि मदीयमूर्तौविष्णु कं शिवेनं सनकं प्रति अथा तो
महादेवस्याहरहः परिचर्या विधिं व्याख्या स्याम गत्वा शुचिः
शुचौ गोमये नोपलिप्य मृदादि प्रतिकृतिं कृत्वेत्यादि वदन्
बौधायनोपि प्रतिमा पूजनं सम्मतम् अतएव मनु स्मृतौ देवता
भ्यर्चनं चैव समिदाधानमेवचेति प्रतिमादिषु हरि हरादि
पूजनमिति कुल्लूकभट्टादयः तथैव सौमवि कयणो विष्णु यजे
पुरुषोत्तमम् नष्टं देवलकेद तम पलिष्टं तु वाईधाविति ॥
तत्रैव मदंगा दैवते किं भूते मया वत्सुभ्य मित्यादि

प्रतिमाया एव सत्कारा सम्भवा इतस्य कुल्लूकभट्ट पाषाणादि-देवतमिति तत्रैव नजीसोदेशायतने नबल्मीकि कदाचनेति देवतानां गुरोराज्ञश्चेति छायाहि प्रतिमानामेवस भवति देवब्राह्मण सान्निध्ये त्यत्रसान्निध्यं प्रतिमा या एव सम्भवति पुनश्च सीमासंधिषु कार्याणि देवतायतनानि चेतिएतानिमनु वचनानि स्पष्टं प्रतिमा पूजनं वर्णयन्ति संगच्छते ॥

अथ प्रदर्शित वचन जातेन प्रतिमाद्यर्चनस्य बोधनेपि तदिति कर्तव्यता कलापप्रदर्शनेनानुष्ठानस्य कर्तुमशक्य तथा बोधित प्रायमेवेति चैत्तुल्यमेव तदप्यग्निहोत्रादिष्वपि अयत्त विति कर्तव्यता कलापः कल्पसूत्रैरभिहित एवेतिनो नोवेमिचेत प्रतिमादिपूजनस्यापि इतिकर्तव्यता कलापो बौधायनीय . . . .
. . . .
. . . . . . कल्पेभिहित इति नोक्त इति तदपि तुल्यमेव ?
बौधायन सूत्रे प्रयोग दर्शित मिति सन्तोष्टव्यम् ॥ तस्माद्धाशास्त्रि श्रायचेनमत्वन्तमभ्युदय हेतुतया श्रुति स्मृत्यादि बोधितं भवत्येव अतएवा चतुर्दिगोत्तं शिष्टैरनुष्ठीयमानम सर्वानुभवसिद्धं प्रतिमाद्यर्चनमिति, पुराणानि गया श्राद्धादिकंचा प्रामाणिकमिति कथने यदपि स्वस्यातीवाज्ञान बोधकं तैत्तिरीयारण्यकीयस्य यद्ब्राह्मणानीतिहासान्पुराणानि कल्पान् गाथा इत्यादि वचनस्य पुराण प्रामाण्य बोधकस्य जाग रूकत्वात् तथा शिवायचं चीर्षिपिइतिहासपुराणानं रुद्राणांच दश सहस्राणि जप्तानि भवन्तीतिहि वचनम् मनुरपि स्वाध्यायं श्रावयेत् पित्र्ये भारते इतिहास पुराणाभ्यां वेदसमुपवृंहयेदित्यु क्त्वा आनुशासनिकेच अष्टादश पुराणानां श्रवणाद्यत्फलम्भवेदित्यु क्तेः तथा चान्ति रुक्त वचनैः पुराणानां प्रामाणिकत्वे सिद्धे गया श्राद्धिकस्यापि प्रामाण्यं निर्विवाद मेवेति सर्व मनवद्यम एवं श्रुतिस्मृति कल्पसूत्रैः प्रतिमा पूजनादीनां प्रमाण मिति संक्षेपः ॥

(नोट) विदित हो कि इस प्रकार यह व्यवस्था लिख इसके नीचे बहुतसी पंक्तियों में श्री स्वामी जी महाराज के लिये अनेक अवाच्य शब्द लिख २ कर लोगों को " उनका कहा न मानो "

ऐसा बहुत कुछ प्रबोध किया है उसको व्यर्थ समझ कर छोड़ दिया है ॥

(१) श्रीमत्परमहंस परि० विशुद्धानंद सरस्वती स्वामिनां संमतिः। (२) संमतिरत्र सखाराम भट्टस्य (३) सम्मतिरत्र वामदेव शास्त्रिणः (४) सम्मिति रत्र राजाराम शास्त्रिणः। (५) सम्मतिरत्र बालशास्त्रिणः। (६) ह० चंद्रशेखरस्य (७) ह० कृपाकृष्णस्य। (८) ह० बस्तीराम द्विवेदि (९) ह० पाण्डे दुर्गादत्तस्य। (१०) ह० शीतल मिश्रस्य (११) ह० देवदत्त पंडितस्य। (१२) ह० पं० घनश्यामस्य (१३) ह० चंद्रधर मैथिलस्य। (१४) ह० कालीप्रसाद वंगवासिनः। १५ ह० दयाराम सारस्वतस्यादि॥

اردو ترجمہ اس کا حسب ذیل ہے۔

کاشی والوں کی دی ہوئی بیوستھا کا اردو ترجمہ

رشو - رشنو - آدی کی پرتما اور شولنگ شالگرام شلا پر کھرتیوں کا پوجن جو جاگر ورنگ جنموں سے پرتی دن انشٹھیے ہے - کئی پران آدی شلوکوں کے پرمانوں سے سمت اور سکل آستک شِشٹھ جنوں میں مانت ہونے سے درست ہے - اس کو جو کوئی شرتی اور سمرتی کی اسمتی سے اپرمان ٹھہرا کے اور اٹھارہ پران - گیا - شر زادہ آدی کو بھی پرمانی ثبوت نہیں مانتے - ہم ان کو اُتر دیتے ہیں - کہ ان کا یہ کہنا کہ پرتما شولنگ وغیرہ کا پوجن شرتی سدھ نہیں ہے - جیسے تو ان کا یہ کہنا ہی کھنڈن مات ہے - اتھرو وید کی ودیہ شیرش گوپال تاپنی اوپنشد میں پرتما پوجن اور وِلو اپنشد میں (واٹن) رنگار چن کا سپشٹ وِدھان ہے ۔ اور دیوی اتھرو شیرش اوپنشد میں (اس اتھرو شیرش کو شد جان کر جو پوجن کرتا ہے - وہ نشلو لاکھ جپ کر پوجن سدھی کو پراپت ہوتا ہے - تو تن پرتما میں جپ کر دیوتا کا سانِدھیہ ہوتا ہے - پران پرتشٹھا میں جپ کر پرانوں کو ستھاپن کرتا ہے) ایسا کہا ہے - اور گوپال تاپنی میں "نارائن دیو بولا - کہ جیسے میرو کے شرنگ پر سات پوریاں ہیں - ویسے ہی بھو گول چکر میں بھی (سات پوریاں) ہیں ان کے بیچ سا کشات برہم گوپال پوری متھرا ہے - یہ کہہ کر وہاں پر یہ دو اودش پھد رشنو آدی لنگ دوادش مورتیاں ہیں - وہاں پر جو گوپال روپ کا پوجن کرتے ہیں - وے مرتیو کو تیر جاتے ہیں - مکتی کو پراپت ہوتے ہیں

میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے کلونک پاشان آدمی مورتی کو دیوتا مانتا تھا۔ وہیں بٹھانے دیو گھر میں نہ بلیک میں کبھی"

"دیوتاؤں کی چھایا اور گرد کی آگیا" چھایا بھی پرتما کی ہو سکتی ہے"

"دیو۔ براہمنوں کی نزدیکی" اس میں نزدیکی بھی مورتیوں کی ہو سکتی ہے۔ "پھر صدوں کے طاپ پر دیوتاؤں کے مندر بنانے چاہئیں۔ یہ سب وچن صاف صاف مورتی پوجا کو ورنن کرتے ہیں۔ اس سے کیا پایا جاتا ہے؟

اب دکھائے ہوئے وچنوں سے پرتما پوجن کے بودھن کرا لے پر مگر یہ سمجھا جاوے۔ کہ بودھائین کلپ سوتروں میں اس کا کرتوتا کلاپ ہے۔ وہاں مورتی پوجن کا نہیں۔ تو یہ ٹھیک نہیں۔ ہم نے پورو بودھائین سے ہی اس کی کرتوتا دکھلائی ہے۔ اس لئے پیش کرنا چاہئے۔ اس لئے شونک آدمی کا پوجن اتینت نکتی کا ہتو ہونا شرتی سمرتی سے جتایا گیا ہے۔ پرتما پوجن چاروں وشاؤں میں ششٹھوں سے اکھنڈ؟ اور اڑبھو سیدھی۔ پوران۔ گیا۔ شرادھ آدک اپرمان ہے۔ یہ کہتن ان کا ان کی ناواقفیت ظاہر کرتا ہے۔ تیتری آرنیک میں——

"برہمنانی اتھاسانی آدمی" یہ وچن پرانوں کی پرمانتا کو سیدھ کرتے ہیں۔ ویسے ہی اتھرو شیرش میں یہ وچن ہے " اتہاس پرانانی" منو نے بھی کہا ہے " تیرتھ میں سوادھیائے کو سنا وے" مہابھارت میں بھی " اتہاس پرانوں سے وید کو جانے۔ انوشاشن پرب میں بھی کہا ہے " اٹھارہ پرانوں کے سننے سے سپھل ہوتا ہے" اور نروکت میں بھی پرانوں کا پرمان ہونا سدھ ہے۔

اس لئے۔ گیا۔ شرادھ وغیرہ کا پرمانک ہونا دو اور بات ہے۔ اسی طرح پرتما پوجن بھی شرتی سمرتی کلپ سوتروں کے پرمانوں سے ثابت ہے۔ یہ ششٹھ؟ ہے۔ اس کے آگے پنڈت وشدھانند آدی ۱۵ پنڈتوں کے دستخط ہیں۔

سوامی جی نے اسے شروع سے آخیر تک پڑھا۔ اور ہنس کر کہا۔ کہ میں نے کاشی والوں کی لیاقت جان لی۔ ایسا ہی وہاں بھی شاستراتھ ہوگا۔ اس کے بعد منگلوار بیساکھ سدی نرسنگھ چودش سمت ۱۹۲۶ (۱۴ مئی ۱۸۶۹ء) کو نہایت دھوم دھام سے سوامی جی کے سمیپ گنگا کنارے تو کا گھاٹ کے میدان میں اس نے اس پوستھا کو گاڑ دیا۔ اور ایک بانس کا جھنڈا بنایا۔ اس پر سنسکرت میں पाखंड खंडिनी لکھ کر گاڑ دیا۔ ہزاروں آدمیوں کا میلہ ہو گیا۔ اس نے

اور جنم مرن گربھ کے تاپ اور تینوں دکھوں کو تیر جاتے ہیں" یہ کہا ہے۔ سام وید کے وشنی براہمن کی ادبھت شانتی میں لکھا ہے۔ کہ دیوتاؤں کے مندر کانپتے ہیں۔ پرتما ہنستی ہیں۔ روتی ہیں۔ گاتی ہیں۔ دُکھی ہوتی ہیں۔ ویسے ہی اتھروید کے گوپتھ گرنتھ پرشسٹ میں دیوتا رچا ناچتی ہیں۔ شوبھا دیتی ہیں۔ جلن کرتی ہیں۔ وہاں ہی پریلنگ اور مندروں کی مورتیوں کے گرجنے بیٹھنے پر آٹھ ماس کے اندر راجا کا مرتیو جاننا چاہئے۔ اس میں کچھ سندیہ نہیں ہے۔ وہاں ہی دیوراج دھوجوں کے گرنے اتھوا ٹوٹنے اور کیرو آدیوں کے پرویش ہونے سے راجا کا ناش ہونا لکھا ہے۔ اور آشولاین گرہیہ پرشسٹ میں بھی نو گرہ یگ میں سورج کا تامر مئی۔ چاند کا بلوری اور منگل کا رکت چندنی سنگھاسن پر آروڑھ کرنا بتلایا ہے۔ اور اس طرح سے وہاں کچھ پرتما ستھاپن نروپن کیا ہے۔ اور وہاں پر یہ بھی لکھا ہے کہ پرتی دن گرہستھی ہوم کرے اور اپنے پریے دیوتاؤں کا پوجن کرے۔ کیونکہ گرہستی اگنی پر سے دیوتاؤں کا پوجن کر کے گرو اپنے ابھیشٹ کاریوں کو پراپت ہوتا ہے۔ پھر وہاں پر ہی لکھا ہے۔ کہ ہری ہر۔ گنپتی سکند یا اندر دیوتا جو ابھیشٹ ہو۔ پوجے۔ پرتماؤں میں آواہن اور وسرجن ہوتا ہے۔ اور ان کو اگنی میں۔ سورج میں۔ اپنے دل میں۔ یا ستھنڈل پر براجمان کر کے پوجن کرے۔ آگے تھاں پر تماؤں میں آواہن اور وسرجن نہیں ہوتے۔ اپنی آکرتی والی پرتماؤں میں دیوتا نزدیک ہوتے ہیں۔ مورتیوں میں آواہن اور وسرجن کا وکلپ ہے۔ پرستھنڈل پر نہیں ہے۔ پورو مکھ پرتما کے سنمکھ جا کر پشچم مکھ ہو کر جپ کیا جاتا ہے اور پورب مکھ ہو کر جپ کیا جاتا ہے۔ اور رُدر اُپنشد میں لکھا ہے" ستو نک کو کہا۔ کہ جیسے درخت پر شاخیں ہوتی ہیں۔ ویسے ہی میری مورتی میں پوجا ہیں +

اب مہادیو کی پرتی دن کی پوجا بیان کرینگے۔ سنان کر شُدھ ہو کر گوبر سے لپی ہوئی پوتر جگہ میں مٹی وغیرہ کی مورت بنا کر یہاں اس طرح کا جو کتھن ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بودھاین نے مورتی پوجا کو مانا ہے +

اب منوسمرتی میں "دیوتاؤں کا پوجن اور لکڑی وغیرہ کا لانا" اس کی ٹیکا میں کلوک نے لکھا ہے" کہ دو مورتیوں میں ہری ہر وغیرہ کا پوجن کرنا" اور اس میں یہ بھی کہا ہے۔ کہ "مدانگم دیوتم آدیح" اس کا کرنا بھی پرتما

سوامی جی کو آدمی پر آدمی بھیج کر بلایا۔ کہ شاستر ارتھ کو آئیے۔ سوامی جی نے کہا۔ وہ شاستر ارتھ کیا کریگا۔ پُلنگ و استری لنگ (مذکر و مؤنث) کا تو اُسے گیان نہیں۔ دیوج شبد نپنسک و پُلنگ ہوتا ہے۔ اور اس بدھی مان نے اُسے استری لنگ لکھا ہے۔ کیوں بکھیڑا کرنے کو مجھے بلاتا ہے۔

سری گوپال نے ریت میں ایک اور بانس گاڑ دیا۔ اور کہا۔ اس پر سب لوگ جل چڑھاؤ۔ لوگ اندھا دھند لُٹیا بھر بھر ڈالا کئے۔ اور سوامی جی اوپر کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ لالہ سکھ باسی لال سادہ رئیس اور دو اور رئیسوں نے کہا۔ کہ آپ بکھیڑہ سے نہ ڈریں۔ ہم انتظام کرینگے۔ سوامی جی نے کہا۔ اول تو ہزاروں میں بندوبست مشکل دوم اگر ہو بھی گیا تو پر یوجن کیا۔ اگر واستو میں شاستر ارتھ کی اچھیا ہو۔ تو پنڈت لوگ یہاں ہی کیوں نہ چلے آویں۔ شری گوپال کی طرف سے ایک چوبے آیا۔ سوامی جی اس وقت ساری لیلا دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اور کہتے تھے सर्वे वसति वर्तते کہ ایک سری گوپال نے سب کو سٹری کر دیا ہے۔ چوبے نے کہا۔ چلو شاستر ارتھ کرو۔ سوامی (سنسکرت میں) تو جانتا ہے شاستر ارتھ کیسے ہوتا ہے۔ چوبا (منی لال دیش سے سنسکرت کا مطلب سمجھ کر) نہیں

(سوامی) پھر تجھے کیا جیسا تو یہاں ویسا وہاں۔ اس پر وہ حیران ہو کر وہیں کھڑا رہ گیا۔ سری گوپال کو لوگوں نے کہا۔ اوپر چل کر شاستر ارتھ کرو۔ نیچے کیوں شور کر رہے ہو۔ وہ بولا۔ سوامی جی نے بسرانت کیلی دی ہے۔ ہم اوپر گئے تو وہ جیتیں گے۔ اور وہ نیچے آویں تو ہار جاویں گے۔ غرضیکہ وہ اوپر نہ ہی آیا۔ شہر کا معزز پنڈت کوئی اس کا ساتھی نہ تھا۔ ۷ بجے تک چھت پر سے سب کچھ دیکھتے رہنے کے بعد بارہ دری میں سوامی جی آ بیٹھے۔ اور یہی ذکر ہوتا رہا۔

مسٹر اولڈ فیلڈ کلکٹر (بعد میں جج ہائی کورٹ) نے منشی بختاور لال سررشتہ دار فوجداری سے اس ہنگامہ کی اطلاع پا کر قادر بخش کوتوال کو بھیجا۔ اُس نے آ کر چپڑاسی کو اندر بھیجا۔ کہ سوامی کو بلا لاؤ۔ وہ نہ آئے۔ لالہ جگن ناتھ آدمی نے کہا۔ یہ کسی کے نوکر نہیں نہ کسی کے پاس جاتے ہیں۔ تب کوتوال نے اندر آ کر کہا۔ بابا جی یہ کیا بکھیڑا ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ تم راج آ گیا ہے ایسا کہتے ہو یا ویسے ہی۔ ہم اپنے استھان پر بیٹھے ہیں۔ کوئی کوتوال یا کوئی جج کہے۔ تو بھی کچھ نہیں سکتے۔ ہاں ہٹانے والے کو روک نہیں سکتے۔ نواب کڑھی والے۔ حکیم نبی بخش اور لالہ جی نے بھی اُسے سمجھایا۔ تب اُس نے

کہا۔ بدمعاش لوگ یوں ہی شرارت کرتے ہیں۔ بابا جی کو چاہیئے۔ کسی کو نہ آنے دیں۔ سوامی جی نے کہا۔ راجہ کا دھرم انتظام اور سب کی رکھشا ہے اس پر دو سپاہی پہرے کے لئے مقرر ہوئے۔ کہ کسی شریر کو نہ آنے دو۔ ہاں جو بھلے مانس سے بات چیت کرے۔ بیشک آوے۔ پھر کوتوال نے شری گوپال کو بلایا۔ وہ ایسا ڈرا۔ کہ منشی لال جی کو جاکر کہنے لگا۔ میرے پر کوئی بات ہوئی تو میں جان دیدونگا۔ لالہ جگن ناتھ جی نے یہ سُن کر کوتوال کو کہلا بھیجا۔ کہ کوئی مباحثہ نہیں ہؤا۔ لوگ صرف سوامی جی کے درشن کو گئے تھے۔ اس پر بات شانت ہوگئی اور شری گوپال شہر سے باہر چلا گیا۔

۱۱۔ نواب گڑھی والے کا سوال۔ اس بات کے بعد نواب صاحب نے سوال کیا۔ کہ کیا کوئی ایسی ودیا ہے۔ جس سے اور جگہ پر جو بات ہو وہ ہمیں یہاں معلوم ہو جاوے۔ سوامی جی نے کہا۔ یوگی گپت باتوں کی اچھیا نہیں کرتے۔ سب سے گپت برہم سکتا ہے۔ اُس کو جاننا یوگی کا کام اور دھرم ہے اور وہ یوگ ودیا ہے۔ جسے روشن ضمیر (یوگی) ہی جان سکتا ہے۔ نواب صاحب اس پر بہت خوش ہوئے۔

۱۲۔ سوامی جی پر حملے۔ دو تین روز بعد سری گوپال کا ساتھی جوالا پرشاد شراب پی کر اور اپنی کرسی اُٹھا کر سوامی جی کی جگہ پر گیا۔ اور کرسی بچھا کر بیٹھ گیا۔ سوامی جی کو گالیاں دیں۔ سخت سُست کہا۔ اول حاضرین نے اُسے منع کیا۔ نہ مانا تو منشی لال و مدن موہن وَیش۔ شیدت برہمچاری اور نند کشور ودیارتھی نے اُسے خوب پیٹا اور اس کی کرسی جلادی۔ وہ اگرچہ سوامی جی کو مارنے کی نیت سے آیا تھا۔ لیکن سوامی جی سب کو روکتے رہے۔ کہ پاگل ہے اسے کیوں پیٹو۔ اُس نے بعد میں کوتوالی میں رپورٹ کی۔ مگر کچھ نہ بنا۔ بعد میں لالہ جگن ناتھ نے سوامی سے پوچھا۔ کہ کیا بات ہوئی۔ تب انہوں نے بعینہٖ سارا حال سُنا دیا۔ کہ وہ شراب پی کر آیا۔ بکواس کرتا تھا۔ انہوں نے اُسے پیٹا اور جوتے مارے۔ اس کی کرسی جلائی۔ ہم منع کرتے رہے۔ لالہ جی نے کہا۔ وہ تو عرضی دینے والا ہے اگر عدالت میں آپ بلائے گئے۔ تو کیا کہیں گے۔ فرمایا کہ ہم تو یہی کہیں گے۔ لالہ جی نے کہا اس طرح شاید ان کو جرمانہ ہو جاوے۔ فرمایا کہ ہو۔ ہم تو سچ کہیں گے۔ مگر اس نے عرضی نہ دی۔ پیڑی والے بابا نامی یہاں کے سادھوؤں اور گنگا پتروں کی صلاح سے کچھ بدمعاش ساتھ لے کر سوامی جی کے مکان پر لٹھ چڑھا آئے تھے۔ مگر ناکام رہے۔

پھر جوالا پرشاد کا سمدھی ٹھاکر داس ۲۰۔ ۲۵ آدمی لے کر سوامی جی کو لوٹنے

آیا۔ لیکن سوامی جی کی شہزوری اور پکڑے جانے کے خوف سے بھاگ گیا۔ لالہ جگن ناتھ پرشاد مسمی لال اور دو تین سپاہیوں کے پہونچے وہ تو بھاگ ہی گئے تھے۔ اس پر لالہ جی نے سارا ماجرا سنا کر کہا۔ کہ سوامی جی آپ اندر کے مکان میں رہئے۔ سوامی جی نے کہا۔ یہاں میری رکھشا تم کروگے تو ایشر (اور جگہ) کون کریگا۔ وہ پرماتما سروتر میری رکھشا کرنے والا ہے مجھے کسی کا خوف نہیں۔

۱۳۔ ایسے اور واقعات۔ سوامی جی نے اکیلا گنگا تٹ پر گھومنے اور ایسے ہی واقعات بہت جگہ ہونے کا ذکر کیا۔ مثلاً سوروں کا واقعہ جس میں سوامی جی کے بدلے دوسرا فقیر رات کو گنگا میں پھینکا گیا ایک جگہ کی نسبت کہا۔ کہ آچاریوں کے مت کا کھنڈن کرنے سے اب گنگا آچاریوں کے مرید ٹھاکر لوگ دوپہر کو میرے مارنے کو آگئے۔ اتفاق جہاں میں بیٹھا تھا۔ اس درخت کے نیچے کا مارتی لوگ آرام کر رہے تھے۔ یہ کامارتی پہاڑ سے گنگوتری کا جل بھر لاتے ہیں۔ جو ان کی کامری شیو پر چڑھاتے ہیں۔ آتے بطور پرشاد کھلا پلا دیا کرتے ہیں۔ ممالک مغربی شمالی میں زیادہ آتے ہیں۔ بہت سیدھے سادے ہوتے ہیں۔ انہوں نے ٹھاکروں کی نیت دیکھ کر اپنے کتے ان کے پیچھے چھوڑ دیئے اور لاٹھیوں سے ان کا مقابلہ کیا۔ جس پر وہ بھاگ گئے۔ گرام میں اس خبر سے لوگوں نے ٹھاکروں اور چکر انگدوں کو بہت برا کہا۔ اس لئے پھر انہوں نے مزاحمت نہ کی۔

۱۴۔ ویدارتھ پرکاش سے اقتباس۔ پنڈت سری گوپال نے ویدارتھ پرکاش نامی ۲۴۱ صفحہ کی کتاب پوس سدی ۱۰ تسکر وار سمت ۱۹۲۳ مطابق ۱۷ر جنوری ۱۸۶۷ء کو تصنیف کی۔ اول سنسکرت پیچھے بھاشا اور پھر اردو تین زبانوں میں تھی۔ لالہ شنبھو ناتھ کایستھ مراد آبادی نے اس کا قطعہ تاریخ تصنیف لکھا۔ پنڈت سری گوپال جی اس میں لکھتے ہیں۔

"سمت ۱۹۲۲ میں یہ شخص شہر فرخ آباد میں آئے اور آکے ہمارے دھرم کو کھنڈن کرنے لگے۔ اور پنڈت لوگوں کو جھوٹھا جعل ساز بہت سا کہنے لگے۔ کہ ان پنڈتوں نے اپنے روزگار کے واسطے پوران جوا پنا کہا بنالی ہیں۔ تب سب شہر کے لوگ بھرم گئے اور پنڈتوں کو جعلساز کہنے لگے۔ تب پنڈت لوگوں کی ہتک عزت ہوئی اور اجیوکا بھی گئی۔ یہاں کے کوئی پنڈت ان کے پاس جا کے بولے بھی پر ان کو جیتی سبھا کے نزدیک ...... سوسوں نے کاشی میں جا کے ۱۲ دن تاپش ویدا بہت پنک بہت پرشرم سے ڈھونڈ کے لکھوائے اور سب کاشی کے پنڈتوں سے ہاتھ کا دستاویز

کا پنچ سبھا پتر لایا۔ اور یہاں سوامی دیانند ٹھہرے تھے۔ وہاں ہی اُن کے آگے گنگا جی کے ریتی میں گاجے باجے سے ایک دھرم دھوج بلی سے کھڑا کر دیا۔ اور یہ بات کہہ دی کہ آج سے تیسرے دن دھوجا کے نیچے سبھا ہوگی۔ آپ کو کوئی پستک منگانا ہووے وا کوئی پنڈت بلانا ہووے سو بلواؤ اور شہر کے دروازہ پر یہ بات لکھ کر پتر چپا دیا کہ جس کسی کو شاستر ارتھ سننا ہووے سو وہاں حاضر ہو جاوے .... سو وہاں دس ہزار تائیں آدمی اکٹھا ہوا۔ سو تین پہر سبھا بیٹھی رہی ان کے واسطے سو دیانند جی کو بہت سا بلایا۔ پر وہ پھر سبھا میں نہیں آئے۔

قلمی تصنیف کے چند شعر حسب ذیل ہیں۔

اتفاقاً پنڈتے نیکو سیر ۔ مستعد در علم مجلس بیشتر
ایتلاف قلب را دارد شعار ۔ صورت پاکیزہ و جان وقار
ماہ دو ہفتہ سپہر عقل و ہوش ۔ بر دو کان خوش بیانی گرم جوش
مردم پر گو ادیب و خوش کلام ۔ با خرد سوامی دیانند نام
جا بجا ترو فصایح بافتہ ۔ ہر یکے ہمرنگ دیگر ساختہ
گسترانیدہ بساط وعظ و پند ۔ ہر یکے را کرد در تقریر بند
ہر کہ خود را پیش او پنڈت شمرد ۔ در مقابل او کسے بازی نبرد

یہ الفاظ زبان حال سے اس وقت کے سوامی جی کے کام کا مقصود واضح کر رہے ہیں۔

۱۵۔ ہلدھر اوجھا سے شاستر ارتھ۔ مسری گوپال اور اس کی جو ستھا بے اثر ثابت ہوئی۔ تو لالہ پریم داس و دیوی داس اروڑ بنس ہلدھر اوجھا کو کانپور سے بلا لائے۔ یہ مستقل برہمن بڑا عالم و فاضل سنسکرت کا گنا جاتا تھا۔ اور بنارس سے کانپور گوپرشاد شکل کے ہاں مندر کی پرتشٹھا کے لئے آیا تھا۔ ہلدھر کے آنے پر ان لوگوں نے مشہور کیا۔ کہ کوئی شرط باندھ کے سوامی سے ہلدھر کا شاستر ارتھ کرا دیں۔ لالہ جگن ناتھ جی نے ساتا دین لال برہمن کے ہاتھ لالہ دیوی داس کو ڈھائی ہزار روپیہ بھیجا کہ اتنے ہی تم ملا کر کسی ساہوکار کے پاس جمع کرا دو۔ ہلدھر جیتے تو تم لے لینا۔ اور سوامی جیتا۔ تو ہم لیں گے۔ تب دیوی داس نے کہلا بھیجا۔ روپیہ کی کچھ بات نہیں۔ میں نے تو ہلدھر جی کو اس لئے بلایا ہے۔ کہ آجکل سوامی جی کے پاس لیجا کر ان سے بات چیت کراؤں۔ وہ اتفاقاً کانپور آئے ہوئے تھے۔

جیٹھ سُدی دسمی سنیچر سمت ۱۹۲۶ (۱۹۔ جون سنہ ۱۸۶۹ع) ۸ بجے رات کے پریم داس

دیوی داس ساہوکار۔ پنڈت اوما دت۔ پیتمبر داس۔ رام سہائی شاستری۔ گوری شنکر۔ للتا پرشاد۔ گنیش شکل۔ چرنا ل شکل۔ مادھو آچارج۔ برج کشور اور جگن ناتھ پرشاد پنڈت وشیشر رام۔ بہاری دت۔ ناڈو گنگا دت پربہت سے جلدہر او جھا کے ساتھ سوامی جی کی جگہ پر آئے۔ لالہ جگن ناتھ پرشاد نے آگے بڑھ کر بٹھا دیا۔ سوامی جی پورب مکھ بیٹھے خربوزہ کھا رہے تھے۔ آپ نے جلدہر کے آنے کی خبر پر ان کی طرف سے بیٹھے درشٹی کر لی۔ اور خربوزہ چھوڑ دیا۔ پھر سر اٹھا کر کہا آنے دو۔ جب پہونچے۔ جلدہر نے پرنام کیا۔ تب (سوامی) अरे हलधर आनन्दो जात: ارے جلدہر آنند ہے۔ وہ بولا تمہارا آج آنند ہے۔

فیصلہ تھا۔ کہ مورتی پوجا پر بحث ہو۔ مگر شروع ہوتے ہی بات شرا پان پر جا پڑی۔ کیونکہ جلدہر تانترک مت کا مانس شراب سیون کرتا اور اسے جائز سمجھتا تھا۔ مثل برہمن عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جلدہر نے پرمان دیا۔ सौत्रमरायां सुरां पिबेत्: سوترامنی یگ میں شراب پیئے (سوامی) سُرا شبد سے اچھے پھل کی رس روپ اوشدھی کا ذکر ہے۔ شراب کا نہیں۔ ایسا ارتھ کرنے والوں کا کھنڈن کر کے فرمایا۔ کہ سوترامنی یگ میں سوم رس ارتھات سوم بلی کا رس پیوے۔

پھر جلدہر نے سنیاسی کے لکشن پوچھا جانے پر سوامی نے سب لکشن بتانے مگر برہمن کے لکشن پوچھنے پر سوامی جی کو جلدہر جواب نہ دے سکا۔ اور سنسکرت میں گونج کرنے لگا سوامی جی بولے भाषायां वद। भाषायां वद। بھاشا میں بات کر بھاشا میں بات کر۔ وہ گھبرا کر اور مضمون پر جانے لگا۔ تو (سوامی) भो हलधर प्रकरणं विहाय मागा च

अहं तु न प्रकरणं विहाय गच्छामि यस्तु श्रीमतां पुनः पुन:

प्रकरणं न भिनयते प्रकरण शब्दस्य कथं सिद्धि:

اے جلدہر پرکرن سے باہر مت جاؤ۔ (جلدہر) میں تو پرکرن چھوڑ کر نہیں جاتا آپ بار بار یہ لفظ کہتے ہیں۔ بتائیے پرکرن شبد کس طرح سدھ ہوتا ہے۔

(سوامی) کری دھاتو سے کت پرتے کرنے سے پرکرن شبد سدھ ہوتا ہے

(प्रपूर्वात् कृधातोर्ल्युट् प्रत्यये कृतेस्ति प्रकरण शब्दस्य सिद्धि र्भवति।

(جلدہر) کری دھاتو سمرتھ ہوتی ہے یا اسمرتھ۔

कृधातु: समर्थो भवति किं वासमर्थो भवति

(سوامی) وہ دھاتو سمرتھ ہوتی ہے समर्थो भवति।

سوتر یہ ہے۔ سامرتھ پد ودھی ہے समर्थ पद विधि।

(بلدیو) یہ تو کہئے کہ سمرتھ کس کو کہتے ہیں۔ اور اسمرتھ کس کو۔
(سوامی) सापेक्षो ऽ समर्थो भवति یعنی اپیکشا کرنے والا
اسمرتھ ہوتا ہے۔ یہ مہابھاشیہ کا واک ہے (بلدیو) یہ مہابھاشیہ کا نہیں۔
آپ کی اپنی سنسکرت ہے (سوامی) (برج کشور پنڈت سے) دوسرے ادھیاء
کا پہلا انگ مہابھاشیہ کا نکالئے۔ چنانچہ سب کے سامنے یہ واک نکال کر
دکھایا گیا (بلدیو لاجواب ہو کر) مہابھاشیہ کار بھی پنڈت ہے اور میں بھی
پنڈت ہوں۔ میں کیا اس سے کم ہوں۔

(سوامی) تم تو اس کے بال برابر بھی نہیں اگر ہو تو کہو کہ قلم سنگیا کس کی ہے
(بلدیو) (جواب نہ دے سکا) تب کہا کہ بھاشیہ کے अकथितं च
سوتر میں دیکھ لو۔ قلم سنگیا کرم کی ہے۔ بلدیو کی تو دیا کہ تو سب کو بہت تنگ کیا۔ اور
بات ایسے ہی ایک بجے رات تک ویاکرن پر جاری رہی۔ آخر قرار پایا۔ کہ
سمرتھا پد ودھی یہ سوتر اگر سروتر لگے تو بلدیو ہارا۔ اور ایک جگہ لگے تو سوامی
اس وقت سب چلے گئے۔ دوسرے روز ایکادشی تھی۔ لالہ جگن ناتھ۔ اور
پنڈت منی لال جو سوامی جی کے خیر خواہ تھے۔ صبح ہی آئے اور سوامی جی کو الگ
لیجا کر کہا۔ کہ مہاراج ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ یہاں تک ہی رہنے دو۔ (سوامی) کیوں؟
(منی لال) رات کو ہم پنڈتوں کے ساتھ گئے۔ وہ سب کہتے جاتے تھے۔ کہ سوامی
نے بڑا ہٹ کیا ہے۔ یہ تو صرف سوتر میں لگتا ہے۔ سروتر نہیں۔ اس لئے بات
بیچ میں ہی ٹل جاوے۔ تو اچھا ہے۔ ابھی نہ تمہاری ہار ہے نہ آپ کی (سوامی
جوش سے) گو بدھ کی ہتیا سمجھے ہے۔ اگر اسے نہ لاوے اور گو بدھ کی ہتیا آسے ہے
اگر نہ آوے۔ اس سے انہیں سوامی جی کی سچائی اور مضبوطی کا نشچے ہو گیا۔

دوسری رات دریوں کا فرش ہو گیا۔ مگر سوامی جی چٹائی پر ہی بیٹھے رہے۔
آٹھ بجے رات کے سب اکٹھے ہو گئے۔ سوامی جی نے بتایا کہ رات کو یہ نشچے ہوا
تھا۔ کہ سوتر سروتر لگے۔ تو تیری اور صرف سوتر پر لگے تو میری ہار ہے۔ بلدیو
خاموش تھا۔ مگر جمہور واس نے کہا۔ اور سب نے تسلیم کیا۔ کہ بے شک ایسا
ہی نشچے ہوا تھا۔

کچھ لوگوں کا ارادہ شور کا معلوم ہونے پر سب کو سنایا گیا۔ کہ جس کا ارادہ بات
کا ہو۔ وہ اکیلا اکیلا سوامی جی سے بولے۔ کوئی بیچ میں بولا تو اٹھا دیا جاویگا۔
پنڈتوں کے سوائے سب لوگ نیچے چبوترہ پر بیٹھیں۔ اس پر گوری شنکر سوامی جی
کا مخالف ہو گیا۔ اور زبردست ہو کر چلا گیا۔

(سوامی) بلدیو تو ابھی پڑھ کر آیا ہے اور کم سنی ہے۔ اگر میں ہارا تو کچھ

ہانی نہیں۔ مگر تو ہارا۔ تو بڑی ہانی ہوئی۔ مگر ہلدہر اسی ہٹ پر قائم رہا۔ تب سوامی جی نے آواز دے کر برج کشور سے مہابھاشیہ اور چراغ منگایا۔ کیونکہ چاندنی رات ہونے سے پہلے روشنی کا انتظام نہ تھا۔ مہابھاشیہ کھول کر سوامی جی نے اس شلوک کو سرو تر لگا کر دکھایا۔ تو ہلدہر بالکل خاموش ہو گیا۔ پنڈت لوگ اور بات کرنے لگے۔ مگر سوامی جی نے کہا۔ کہ پہلے جس بات پر مباحثہ تھا۔ اس کا فیصلہ کرو۔ کہ کون ہارا۔ سب چپ ہونے لگے۔ مگر لالہ جگن ناتھ نے کہا۔ جو بات ہو۔ سچ سچ کہہ دیجئے۔ تب سب نے کہا۔ کل کے فیصلہ کے مطابق آج ہلدہر کی بات غلط ثابت ہوئی۔ یہ سنتے ہی ہلدہر پر سکتہ کی سی حالت ہو گئی وہ تھم سے گرنے لگا۔ ساتھیوں نے اُسے سنبھالا۔ آدمی آج بہت زیادہ تھے۔ ہلدہر کو بعد شکست کے لوگ اٹھا کر لے گئے۔ ایک بجے رات تک شاستر ارتھ ہوا پنڈت چیتمبر داس اوماوت۔ رام سہائی منی لال جی و لالہ جگن ناتھ پرشاد بیٹھے رہے۔ اور بات چیت متواتر ایک جاری رہی۔ پنڈت اوماوت سے بات ہوتی تھی۔ کہ بیچ میں پنڈت رام سہائی بولنے لگے۔ سوامی جی بولے۔ آپ بوڑھے ہیں شاستر ارتھ میں اپمان ہو جاتا ہے۔ آپ سنتے رہیں۔ جس پر وہ بھی مانی سے خاموش رہے۔ صبح سب لوگ سنان کر گھر چلے گئے۔

ہلدہر اوجھا کی یہ درگت تو ہوئی تھی۔ لیکن لالہ دیو یداس نے انہیں کچھ روپیہ بھی نہ دیا۔ کہ تم تو اُلٹے ہار سے اب ہم کیا دیں۔ بیچارہ سخت مایوس ہو کر چلا گیا۔ لالہ جگن ناتھ جی اس رات جاگنے۔ اوس میں رہنے اور صبح ٹھنڈے پانی میں نہانے سے بیمار ہو گئے۔ یعنی ہاتھ پاؤں میں درد ہو گیا۔ لوگوں نے انہیں کہا۔ کہ ہلدہر کو آپ نے بلا کر سوامی جی سے شکست دلائی۔ وہ منتر شاستری ہے اس لئے اُس نے آپ پر پریوگ کیا ہے۔ ادھر کسی نے ہلدہر کو کہا کہ لالہ جی تم پر نالش کرنے والے ہیں۔ تم نے انہیں بیمار کیا ہے۔ وہ ڈرتا ہوا لالہ جی کے پاس لوگوں کے ساتھ آیا۔ اور کچھ دیر بیٹھ کر عذر معذرت کر چلا گیا۔ کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ لوگ جھوٹ بکتے ہیں۔

۱۴۔ **پہلی ویدک پاٹھ شالا کی قائمی۔** ان دنوں لالہ منی لال جی رئیس ایک مندر بنوا کر شیو لنگ استھاپن کرنے والے تھے۔ لیکن سوامی جی کے پر زور کھنڈن اور سری گوپال و ہلدہر اوجھا کے شاستر ارتھوں نے ان کی طبیعت کو اس گمراہی سے بچا لیا۔ جب سری گوپال والی ہیرستھا کا کھنڈن سوامی جی نے نہایت معقولیت سے کیا۔ تو منشی صاحب نے اپنے گرو چیتمبر داس فاضل پنڈت کو اس امر کے قطعی فیصلے کے لئے بنارس بھیجا۔ انہوں نے اچھی طرح پنڈتوں سے تحقیقات

کر کے انہیں آکر یہ سنایا۔ کہ سب یہ کہتے ہیں۔ کہ وید میں تو مورتی پوجا ہے نہیں یہاں الٹا چال ہے۔ اس پر لالہ جی اپنے گرو کو ساتھ لے سوامی جی کے پاس پہنچ گئے۔ اور اپنے سارے شنکا نوارن کرا کے جب پوری تسلی پا چکے۔ تو مورتی پوجا معطل ہو گئی چنانچہ ایک دن پوجاری نے آکر کہا۔ کہ ٹھاکر جی کے کپڑے نہیں ہیں۔ سیٹھ جی بولے۔ چلے جاؤ۔ ہمارے ٹھاکر جی کو جاڑا نہیں لگتا۔

اس کے علاوہ جہاں شیولنگ ستھاپن کرنا تھا۔ وہاں ویدک پاٹھ شالا سوامی جی کی آگیا انوسار دھوم دھام سے قائم کی۔ ۵۰ کے قریب ودیارتھی جمع ہو گئے۔ پنڈت برج کشور جی ۳۰ روپیہ ماہوار پر متھرا سے آ گئے۔ تنخواہ سیٹھ بنی لال جی دیتے تھے۔ ودیارتھیوں کے کھانے کپڑے کا انتظام بابو درگا پرشاد جی کرتے تھے۔ غرضیکہ سوامی جی کی موجودگی میں ہی انتظام معقول ہو گیا۔ یہ سیٹھ کے دل پر اچھی طرح نقش ہو گیا۔ کہ جب سے سنسکرت پرچار اور یگ کا بیوہار اٹھ گیا۔ تب سے ہی نانا پرکار کے مت پھیل گئے۔ اور بہت سی ادھوگتی کی باتیں ہو گئیں اور اگر پھر وید ودیا اور یگ کا پرچار ہو گیا۔ تو اوشیہ اُتم گتی کی پراپتی ہوگی۔

رام پرشاد سناڈھ اس وقت مادھو آچاریہ جی کے پاس چوبے والوں کی پاٹھ شالا میں پڑھتا تھا۔ اب اس شالا میں آ گیا۔ اور اشٹادھیائی پڑھنے لگا۔ جوالا دت وستن دیہر (پریاگ) نند کشور (فرخ آباد) رگھوبر پرشاد (سرواتی) جگنا دت (پٹیکر) اندرمن (بنگال) کمارسین (سوہنا ضلع بلند شہر) بلدیو (قائم گنج)۔ بلدیودت (دیوبیان) وغیرہ ودیارتھیوں کا نام تھا۔

بالا متفرق امور۔ یہاں کمپلا کے پنڈت ہردیال۔ سکندر پور کے پنڈت بدری پرشاد۔ فرخ آباد کے شیودت برہمچاری۔ اور پروہت گنگا دت جی سوامی جی سے منوسمرتی پڑھتے رہے۔ کچھ ویدک چھوٹی بڑی پستکیں لکھوائیں و منگائیں۔ کچھ جرمنی سے منگوانے کو کہہ گئے تھے۔ سو وہ بھی آ گئیں۔ یہاں باوجود سخت سردی کے کوپین دھارن کئے رہے۔ رات کو بدن پر کچھ پھوس ڈال لیتے تھے۔

ایک دفعہ سیرانت گھاٹ پر پانی میں پاؤں لٹکائے پڑے تھے۔ لڑکوں نے دیکھ کر کہا۔ کہ یہ موٹا آدمی کیا پڑا ہے۔ اس کو مارو۔ چنانچہ وہ ریت کے گولے اُن کی طرف پھینکنے لگے۔ وہ خاموش گولے کھاتے رہے آخر کچھ ریت ان کی آنکھ میں پڑی اور اُٹھ کر چلے گئے۔

پنڈت جے دیو نرائن کول دتاترے وکیل کانپور۔ پنڈت گوری شنکر حکیم فرخ آبادی۔ پنڈت شام نرائن ولد پنڈت رام نرائن تحصیلدار بھی یہاں

سوامی جی کے درشنوں کو آئے۔ اور واپس جاتے ہوئے انہیں گوری شنکر کہنے لگے اگرچہ یہ اس وقت سب کا کھنڈن کرتے ہیں۔ مگر آخر کو ضرور شیومت قبول کریں گے۔ لیکن اب جو چکرانکتوں کا کھنڈن کرتے ہیں۔ بہت اچھا کرتے ہیں۔

یہاں مہاشے رام لال جی سکندران پور جو پہلے کرنواس ملے تھے۔ پھر درشن کو آئے۔ سوامی جی نے ان سے سری کرشن آدی سب کا حال پوچھا۔ اور مورتی پوجا سے ہٹنے کو کہا۔ نفرت تو اسے تھی۔ لیکن ظاہر کرتا تھا۔ اب یہاں اپدیش سن کر اور مباحثوں میں سوامی جی کی کامیابی دیکھ کر بہت پرسن ہوا۔ اور گھر میں آکر مورتی کسی کو دیدی اور برتن وغیرہ متعلق پوجا رکھ لئے۔ مورتی پوجا پھر تادم مرگ (اساڑھ سمت ۱۹۴۳) تک انہوں نے نہیں کی۔

اکثر بار مخالفت کے ذکر اذکار میں سوامی جی کہتے تھے۔ مجھے اس کی چنتا نہیں۔ میں نے استیہ کھنڈن کا کام شروع کرتے سے ہی بچار لیا تھا۔ کہ وِرودھ تو اوشیہ ہوگا۔ مگر ایشور آشرے میں نے یہ بوجھ اٹھایا ہے۔ دوسرا انگریزی راج کی بڑی مدد ہے۔ اگر یہ راج نہ ہوتا تو میں جو اتنی دفعہ فرخ آباد آیا۔ برہمن مجھے نہ چھوڑتے۔ کسی سے مروا ڈالتے۔ سوامی جی ایسے دڑھ وشواس ہونے سے کبھی پیٹھ نہ دکھاتے۔ سادہ قوم ان کی برابر مددگار رہی۔

اکیسویں فصل

شرنگی رامپور جلال آباد

(۱) شرنگی رام پور۔ فرخ آباد سے یہاں آئے۔ اور گنگا جی کے بسرانت گھاٹ پر اترے۔ ایک وقت گنگا میں سنان کر رہے تھے کہ ایک برہمن سام ویدی نے تین چار وید منتر پڑھے۔ مگر اشدھ۔ سوامی جی نے اسے شدھ اچارن بتلایا۔ وہاں صرف ایک رات رہے۔

(۲) جلال آباد۔ بعد میں جلال آباد آکر پہلے پاک دت کے باغیچہ میں انار کے درخت کے نیچے ٹھہرے۔ شیو دین سناڑ نے گیا پرشاد جی مشکل کو جاکر کہا۔ کہ آج پہلے پاک دت کے باغ میں جہاں آپ کا کشتی کا اکھاڑہ ہے ایک زبردست پہلوان آیا ہے۔ وہ پہونچے۔ اور جو حلیہ ڈیل ڈول وغیرہ سن رکھا تھا۔ اس سے اپنی عقل سے پہچان لیا۔ کہ یہ سوامی دیانند سرسوتی

ہیں۔ باغیچہ ویران تھا۔ اس لئے سنسکرت میں ہی گیا پرشاد نے کہا کہ یہ آپ کے لائق نہیں۔ میرے مکان پر چلئے۔ سوامی جی نے گرہست میں جانے سے انکار کیا۔ تب وہ انہیں گاؤں سے پورب کی طرف سرنداس اُداسی کی کٹیا میں لے گئے۔ بستر وغیرہ لانے کو پوچھا۔ تو کہا نہیں۔ اور دو اینٹوں کا تکیہ کر کے رکھ لیا۔ گاؤں میں پتہ لگا۔ دس بیس بھلے مانس آ گئے۔ دو اور اداسی وہاں ٹھہرے تھے۔ اُن سے دیر تک سوامی جی کی بات ہوتی رہی۔ اور وہ شنکا نوارن کرتے رہے۔ اودے چند دوبے کو سوامی جی نے پنڈت حکومت لال کے بلانے کو بھیجا۔ وہ بڑا مشہور پنڈت تھا۔ مگر بار بار بلانے پر بھی نہ آیا۔ سردرد کا بہانہ کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ ناستک ہے میں نہیں جاتا۔ تو بھی اور برہمن آگئے۔ اور سوالوں کا جواب پاتے رہے۔ اودے چند وغیرہ برہمنوں کے سوال پر کہا۔ کہ برہمنوں کا مکھیہ کام سندھیا اور ہون ہے۔ ایک رات دن یہاں رہے۔ گیا پرشاد جی امید کرتے تھے۔ کہ کھانے کو سوامی جی گھر آویں گے۔ اس لئے انہوں نے پکی روٹی بنوائی تھی۔ مگر وقت پر سوامی جی نے کہا۔ اگر گھر جانا ہوتا۔ تو ہم اُترتے ہی وہاں۔ گیا پرشاد نے کہا۔ پھر کچھ دیر اور ٹھہریئے۔ کہ کچی رسوئی تیار ہو جاوے۔ بولے اب کچی کا کرو گے۔ تو ہم نہیں کھاویں گے جو کیا ہے وہی لا دو۔ وہ پکی ہے بگی نہیں۔ کسی نے برندابن کا ذکر کیا تو کہا۔ آگے برندابن تھا۔ اب تو ویشیابن ہے۔

بائیسویں فصل۔ قنوج

ا۔ ہری شنکر سے بحث اور نتیجہ۔ جون ۱۸۶۹ء کے اخیر میں یہاں آ کر سوامی جی سندر مہادیو برلب کالندری ندی میں ٹھہرے۔ شہر کے پنڈت اکٹھے ہو کر ملے۔ اور پنڈت ہری شنکر و گلزاری لال جی سے مورتی پوجا و پوران پر بحث ہوئی۔ جو چند روز تک جاری رہی۔ سوامی جی نے آتے ہی دریافت کیا۔ کہ یہاں کون بڑا پنڈت ہے۔ سب نے ہری شنکر جی کا پتہ دیا۔ جب پوچھا۔ وہ کہاں ہیں۔ تو پتہ لگا۔ کہیں چلے گئے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ ہمارے آنے کا حال سن کر چلے گئے۔ مگر ہم تو دو ماہ تک یہیں انتظار کریں گے۔ اگلے دن پنڈت مذکور آ گیا۔ اور اپنے ودیارتھیوں سمیت سنتے آیا۔ اثناء گفتگو میں سوامی جی بولے جو بغیر بلی ویشودیو کئے بھوجن کھاتے ہیں۔ وہ گو مانس کے تل کھاتے ہیں۔ ہری شنکر نے کہا۔ ایسا نہ کہئے۔ کیونکہ لوگ بلی ویشو نہیں

کرتے۔ سوامی جی نے اس پر جوش سے کہا۔ کہ ہم تو توڑا سکتے ہیں۔ شاستر میں بہت زیادہ لکھا ہے۔ بھجنتے تے تو گھٹنگ پا پہ بیٹے پچھتایا تم کار نات۔ اس پر وہ خاموش رہے۔ پھر مورتی پوجا کا سوامی جی نے نشیدھ کیا۔ کہ برہمن کا نکھد دھرم سندھیا ترپن کرنا ہے۔ نہ کہ مورتی پوجا۔ جسے شاستر نشیدھ کرتے ہیں (ہری شنکر) آپ کوئی بچن پڑھئیے (سوامی) تم کوئی دو ہی بچن پڑھو (ہری شنکر) شرتی سمرتی سداچار اتیادی (منوسمرتی) یعنی سداچار شرتی سمرتی کے انوسار ہے۔ اور مورتی پوجا سداچار ہے (سوامی) سداچار پنچ یگیہ ہے نہ کہ پاشان پوجا۔ جس کے کارن لوگوں نے بلی ویشو دیو پنچ یگ چھوڑ گئے۔ جب اس میں سے اشردھا ہوگی۔ تب ویدک کرم کرنے لگیں گے اور ایسا کرنے پر تمہارے لوگوں کا مان بڑا ہوگا (ہری شنکر) ویدک کرم تو اب کوئی کر نہ سکیگا۔ اور مورتی پوجا پر اشردھا ہوگی۔ اس سے لوگ بھرشٹ ہو جاوینگے۔ یہی بات ہم نے اپنے مصنف گرنتھ دواوش پرسی تپھیدیں لکھی ہے (سوامی) وید جسے منع کرے۔ نہ تیسر پرنما اسی آدی منتروں دوارا اس کا کرنا سداچار نہیں کہا سکتا۔ بلکہ اس کے کرنے سے لوگ بھرشٹ ہوتے ہیں۔ اور جو ورنوں ستیہ اپدیش دیں۔ تو اب بھی ویدک کرم لوگ کر سکتے ہیں۔ (ہری شنکر) منوسمرتی میں ہے کہ راجا کو چاہئیے۔ پرتماؤں کی رکھشا کرے۔ یدی یہ سداچار نہ ہوتا تو ایسا کیوں آتا (سوامی) پرتما سے مراد باٹ تول سے ہے نہ کہ مورتی سے اس کی تشریح اور اتہ پرمان دلیلیاں سُن کر پنڈت ہری شنکر بالکل سوامی جی کے انوکول ہو گئے۔ گو بعد چند روز بوجہ برہمنوں کے بہکانے سے وہ سوامی جی سے علیحدہ ہو گئے۔ مگر شاستر ارتھ کے وقت ان پر غیر معمولی اثر ہونا صاف ظاہر ہے۔

۱۰۔ رام پرشاد جی سے بارتالاپ۔ آریہ سماج قائم گنج کے پردھان رام پرشاد جی ان دنوں سوامی جی کو ملے۔ اور کہا کہ میں نے گنگا دت جی سے ششلہ میں یگیوپویت لیا تھا۔ انہوں نے مجھے کو یہ کی گائتری کا اپدیش دیا تھا۔ "جیہ سبے تہ تت پرشانے ووہ جیہ کو دیوسے دہی یہی تترو وشنا یہ جدیات" سوامی جی نے فرمایا۔ یہ گائتری نہیں۔ نہ یہ اپدیش کے لائق ہے۔ تم بھی اس گائتری کے ادھکاری ہو۔ جس کا سب سنسار ہے۔ اور جو وید میں ہے۔ چنانچہ سوامی جی نے اُسے چِٹھی لکھدی۔ وہ گورو کے پاس گئے۔ اور گائتری کا اُپدیش لے کر اس پر آرودھ ہوگئے۔ رام پرشاد جی نے کایستھ کی اُتپتی پوچھی۔ فرمایا۔ کہ یہ اصل میں ویش ہیں۔ کیونکہ یہ چترگپت کو اپنا مورث

اعلیٰ جاتے ہیں۔ شاستروں میں ویش کا لقب گپت ہے۔ اور کایستھ نام اس واسطے ہے۔ کہ یہ کایا کا سنگار کرتے ہیں۔ ورن ہونے سے پہلے یہ مدھ مانس سیوی نہیں تھے۔ تب یہ ویش ورن ہونے سے راج کاج کے ادھکاری تھے۔ مگر مدھ مانس سیون کرنے سے ویشوں سے جدا ہو کر انہوں نے اپنے آپ کو شودروں میں شامل کر لیا۔ یدی اسے چھوڑ کر پرائشچت کریں۔ تو ویش بننا مشکل نہیں۔

اس پر سوامی جی نے کچھ اور پرمان دیئے۔ پھر سرشٹی اُتپتی وشے پر بات چیت ہوئی۔

۳۔ سنکٹ درین اچارج۔ یہ صاحب پنڈت ہری شنکر کے دوست تھے۔ پنڈت کو کہنے لگے۔ کہ سوامی کو پراجے کر دو۔ ورنہ ہم تم کو رستہ میں ماریں گے۔ کیونکہ روز کہتے تھے۔ بھاگوت دھرم ہے۔ آپ اس کا کھنڈن کرتے ہو۔ یہ بات پنڈت سے سُن کر سوامی جی ہنس کر کہنے لگے۔ یہ اچارج ہم پر بڑا ترس کرتا ہے۔

۴۔ مارنے کی دھمکی۔ بستی والے لوگ ہری شنکر جی پر ناراض ہوتے تھے کہ یہ روز سوامی کے پاس جاتے ہیں۔ انہیں کہا بھی۔ کہ سوامی کو کہہ دے مورتی کھنڈن نہ کرے ورنہ ہم ماریں گے۔ چنانچہ ہری شنکر جی نے ایکانت میں سوامی جی کو ایسا پیغام سُنا دیا۔ وہ بولے ہمارے مارنے سے مت ڈرو۔ دو آدمیوں کا مونہہ توڑنے کو ہم کافی ہیں۔ زیادہ آدمی اگر اکٹھے ہوں تو سرکار کو اطلاع کر وا کر پکڑ وا دیں گے۔ اسی لئے ہم اوٹ میں نہیں رہتے۔ کہ کوئی اوپر سے پتھر نہ ڈال دے۔ میدان میں بیٹھے رہتے ہیں۔

۵۔ متفرق امور۔ گنیش پرشاد کھتری، و کشور چند سنار اور بہت سے لوگ آریہ دھرم کے انوکول ہو گئے۔ پنڈت گلزاری لال کا بھتیجا اکثر ہل کر بارتالاپ کرتے اور سوامی جی کو بڑا ہی سمجھتے تھے۔ مگر پیچھے ستیارتھ پرکاش پڑھ کر آریہ بن گئے۔ ان کے لڑکے جگن ناتھ آریہ ہیں۔ ان کا بڑا بھائی رام دیال سوامی جی کے پاس ملازم اور ودیارتھی تھا۔ بندوبست کے ڈپٹی ہیبت رام کایستھ ساکن چھپالی و کشور لال کایستھ ساکن بیدیا سوامی جی کو ملنے جاتے تھے۔ قریباً دو ہفتہ سوامی جی یہاں رہے۔ بالکل سادہ زندگی صرف کوپین دھارے۔ سرہانے کی جگہ ایک ہاتھ بھر کا پتھر رکھتے تھے۔ بہت لوگوں کو یہاں پہنچ جانے پر وہ ہی تکھائی و سندھیا گائتری سکھائی۔

تیئسویں فصل - کانپور

۱- بیٹھور و مدار پور- قنوج سے سوامی جی بیٹھور پہونچے - اور وہاں سے مدار پور- اس جگہ یہاں کے شام ویدیوں سے ملاقات ہوئی-

۲- کانپور میں ڈیرا وغیرہ- شروع برسات میں یہاں پہونچے- بھیروناتھ کے مندر کے پاس لالہ درگا ہی لال وکیل کے بھرانت گھاٹ پر ڈیرا کیا- بھوجن عموماً پنڈت ہردے نرائن وکیل قناتریہ کے ہاں سے آتا- اور بعض اوقات اوروں کے گھر سے بھی آتا تھا - سوامی جی پلدس (نسوار) سونگھتے- صرف کوپین لگاتے اور اینٹوں کا سرہانہ بنا لیتے تھے- ایک شخص نے یہاں ایک اور لنگوٹ آپ کو دیا- پنڈت ہردے نرائن اور ان کے بڑے بھائی پریم نرائن جی اور چھوٹے بھائی پیارے لال عام طور پر آپ کی سیوا میں حاضر رہتے تھے- ۱۰ بجے کھانا کھا کر آتے اور شام تک رہتے- یہاں سوامی جی نے تین ماہ بسرام کیا-

۳- آٹھ گپ کا اشتہار - آتے ہی سوامی جی نے اپدیش کا سلسلہ شروع کیا اور سنسکرت میں ایک اشتہار ہر کہیں چسپاں کرایا- جو حسب ذیل ہے-

श्रीरस्तु ॥ ऋग्वेदः १ यजुर्वेदः २ सामवेदः ३ अथर्ववेदः
४ एतेषु चतुर्षु वेदेषु कर्मोपासना ज्ञानकाण्डानां नियमोऽस्ति ॥
तत्र संध्यावन्दनादिरश्वमेधान्तः कर्मकाण्डो वेदितव्यः यमादि-
समाधिपर्यन्तमुपासनाकाण्डो बोध्यः ॥ निष्कर्मादिः परब्रह्म-
साक्षात्कारान्तो ज्ञानकाण्डो ज्ञातव्यः ॥ आयुर्वेदः ५ तत्र चिकित्सा-
विद्यास्ति ॥ तत्रैव चरकसुश्रुतौ द्वौ ग्रन्थौ मुख्यौ विज्ञातव्यौ ॥ धनुर्वेदः
६ तत्र शस्त्रास्त्रविद्यास्ति ॥ गान्धर्ववेदः ७ तत्र गानविद्यास्ति अर्थवेदः
८ तत्र शिल्पविद्यास्ति ॥ एते चत्वारो वेदानामुपवेदा यथासंख्यं-
वेदितव्याः शिक्षावेदाङ्ग ९ तत्र वर्णोच्चारणविधिरस्ति ॥ कल्पः
१० तत्र वेदमन्त्राणामनुष्ठानविधिरस्ति ॥ व्याकरणम् ११ तत्र
शब्दार्थसम्बन्धानां नियमोऽस्ति तत्र द्वौ ग्रन्थावष्टाध्यायीव्याकरण-
महाभाष्याख्यौ मुख्यौ वेदितव्यौ ॥ निरुक्तम् १२ तत्र वेदमन्त्राणां
निरुक्तयः सन्ति ॥ छन्दः १३ तत्र गायत्र्यादिच्छन्दसां लक्षणानि सन्-
ति ॥ ज्योतिषम् १४ तत्र भूतभविष्यद्वर्तमानानां ज्ञानमस्ति ॥
तत्रैका भृगुसंहिता सत्या वेदितव्या ॥ एतानि षड् वेदाङ्गानि -

वेदितव्यानि ॥ इमान्यपु ईशादिविद्याख्य ॥ ईशकेनकठप्रश्न मुण्डकमा-
ण्डूक्य तैत्तिरीयैतरेय छान्दोग्य बृहदारण्यकश्वेताश्वेतरस्यै कब्लो-
पनिषदो दश १५ अत्र ब्रह्मविद्यैवास्ति ॥ शारीरक सूत्राणि
१६ तत्रोपनिषन्मन्त्राणां व्याख्यानमस्ति ॥ कात्यायनादीनि सूत्राणि
१७ तत्र निषेकादि श्मशानान्तानां मन्त्रार्थानां व्याख्यानमस्ति ॥
योगभाष्यम् १८ तत्रोपासनायोगज्ञानस्य च साधनानि सन्ति ॥
वाको वाक्यमेको ग्रन्थः १९ तत्र वेदानुकूलात र्कविद्यास्ति ॥
मनुस्मृतिः २० तत्र वर्णाश्रमधर्माणां व्याख्यानमस्ति ॥ वर्णाश्रम
धर्मशास्त्रं महाभारतम् २१ तत्र शिष्टानां जनानां लक्षणानि संधि
दुष्टानां जनानाञ्च एतान्येक विंशति शास्त्राणि सत्यानि वेदितव्यानि
एतेभ्ये कविंशति शास्त्रे भ्यपिन्याकत्वा वेदशिष्टाचार विरुद्धम् यद्यन्नन्त
दप्यसत् एतेभ्यः एक विंशति शास्त्रेभ्यो येभिन्नाग्रन्थाः संगीते सर्वे-
गप्पाष्टकाख्या वेदितव्याः मधु मिथ्या परिभाषणे । तस्मात्सः प्रलप
गप्यते यत्तद्गप्यम् अष्टौगप्यानि एतस्युर्गप्याष्टकं तदिदं बुधाः
अत्रोक्तानि यत्रैव तत्सत्याष्टकमुच्यते काव्यष्टौ मध्यमनीस्वनात्र मनु-
ष्यकृताः सेवैः प्रथम वैवर्तपुराणाद्यो ग्रन्थाः प्रथमंगप्यम् १ पाषाणादि
पूजने देव बुद्धा द्वितीयंगप्यम् २ शैवशाक्त वैष्णवगाणपत्याद्यः संप्र-
दायाःस्तृतीयंगप्यम् ३ तन्त्रग्रन्थोक्तो वाममार्गश्चतुर्थं गप्यम् ४
भंगादिनशाकरणं पंचमं गप्यम् ५ परस्त्रीगमनं षष्ठं गप्यम् ६
चौरीति सप्तमं गप्यम् ७ कपटछलाभिमानानृतभाषणमष्टमं
गप्यम् एतान्यष्टौगप्यानित्यक्तव्यानि ॥ काव्यष्टौ सत्यानीत्यजाह ॥
ऋग्वेदादीन्येकविंशति शास्त्राणि परमेश्वरर्षिरचितानि प्रथमसत्यम्
१ ॥ ब्रह्मचर्याश्रमे गुरुसेवास्वधर्मानुष्ठानपूर्वकं वेदानां पठनं
द्वितीयंसत्यम् २ ॥ वेदोक्तवर्णाश्रमस्वधर्म संध्यावंदनाग्निहोत्राद्य-
नुष्ठानं तृतीयं सत्यम् ३ ॥ यथोक्तदारादि गमनं पंचमहायज्ञा-
नुष्ठानमृतुकालस्वदारोपगमनम् श्रौतस्मार्त्ता चाराद्यनुष्ठानं-
चतुर्थंसत्यम् ४ ॥ शम दम तपश्चरणयमादिसमाध्यन्तोपासनासत्-
संगपूर्वकवानप्रस्थाश्रमानुष्ठानं पंचमं सत्यम् ५ ॥ विचार विवेक
वैराग्य पराविद्याभ्यास संन्यास ग्रहण पूर्वकं सर्व कर्मफल त्याग-
नानुष्ठानं षष्ठं सत्यम् । ६ । ज्ञानविज्ञानाभ्यां सर्वानर्थ जन्म

मरण हर्ष शोक काम क्रोध लोभ मोह संगदोषत्यागानुष्ठानं सत्यं सत्यम् ॥७॥ अविद्यास्मितारागद्वेषाभिनिवेशात्मोक्ष: सर्वक्लेशनिवृत्तिः पंचमहाभूतातीत मोक्षस्वरूपस्वाराज्यम सि राष्ट्रं सत्यम् ॥८॥ एतान्यष्टौ सत्यानि गृहीतव्यानि श्रीम

दयानन्दसरस्वती स्वामिना रचितम्

तदेतत्सर्वैर्वेदितव्यम् ॥

اس اشتہار کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

کلیان ہو۔ رگ وید۔ یجروید۔ سام وید۔ اتھروید۔ ان چاروں ویدوں میں کرم اُپاسنا۔ گیان کانڈ کا نشچے ہے۔ سندھیا اُپاسنا سے لے کر اشومیدھ تک کرم کانڈ جاننا چاہئے۔ یم نیم آدی سے سمادھی تک اُپاسنا کانڈ جانیں۔ نشکام کرم سے لے کر پرم برہم کے ساکشات کار (معرفت کامل) تک گیان کانڈ سمجھیں۔

پانچواں آیور وید ہے۔ اس میں چکتسا ودیا (علم حکمت و سرجری) ہے۔ جس کے دو گرنتھ ست جانو۔ چھٹا دھنر وید اس میں شستر استر ودیا (علم اسلحہ و جنگ) ہے۔ ساتواں گندھرب وید اس میں علم موسیقی ہے۔ آٹھواں ارتھ وید اس میں کاریگری شلپ ودیا کلا کوشل اور عمارت بنانے کا علم ہے۔ یہ چاروں ویدوں کے سلسلہ وار چار اُپ وید ہیں۔ نواں شکشا جس میں ورن اُچارن کی ترکیب ہے۔ دسواں کلپ اس میں وید منتروں کے انوشٹھان کی ودھی ہے۔ گیارھواں ویاکرن اس میں شبد ارتھ اور ان کے باہمی سمبندھ کا نشچے ہے۔ اس کے ستیہ گرنتھ اشٹا دھیائی اور مہا بھاشیہ دو ہیں۔ دونو کو ست جاننا چاہئے۔ بارھواں نروکت اس میں وید منتروں کی نروکتی ہے۔ تیرھواں چھند اس میں گایتری آدی چھندوں کے لکشن ہیں۔ چودھواں جیوتش اس میں ماضی حال مستقبل کا گیان ہے۔ اس میں صرف ایک ہی گرنتھ بھرگو سنگھتا ست جاننی چاہئے۔ یہ چھ ویدانگ ہیں۔ یہی چودہ ودیا ہیں۔ پندرھواں اُپ نشد یعنی ایش۔ کین۔ کٹھ۔ پرشن۔ منڈک۔ مانڈوکیہ۔ تیتری۔ ایتریہ۔ چھاندوگیہ۔ برہدارنیک۔ شوتیا شوتر کیولیہ یہ بارہ اُپ نشد ہیں۔ ان میں برہم ودیا ہے۔ سولھواں شاریرک سوتر اس میں اُپ نشدوں کی تشریح ہے۔ سترھواں کاتیاین آدی سوتر ان میں جنم سے لے کر شمشان تک سنسکاروں کی ودیا لکھا ہے۔ اٹھارھواں یوگ بھاشیہ ان

میں اُپاسنا اور گیان کے سادھن ہیں۔ اُنیسواں[19] واکو واک اس ایک گرنتھ میں ویدوں کے انکول دلیل کرنے کی ودھی ہے۔ بیسواں[20] منوسمرتی اس میں ورن آشرم دھرموں کے ویاکھیان ہیں۔ اور ورن سنکروں کے بھی۔ اکیسواں[21] مہابھارت اس میں اچھے لوگوں اور دُشٹ جنوں کے لکشن ہیں۔

ان اکیس شاستروں کو ست جانو۔ مگر ان اکیس شاستروں میں بھی دیاکرن اور وید اور سِشٹ آچار کے خلاف جو بچن ہو وہ ان میں بھی اَست ہے۔ ان اکیس شاستروں سے جو علاوہ گرنتھ ہیں اُن سب کو گپاشٹ جانو۔ گپ کہتے ہیں متھیا گفتگو کو اور پھر جس میں آٹھ گپ ہوں۔ اُس کو بھی مان گپاشٹک کہتے ہیں۔ اور جس میں آٹھ ستیہ ہوں۔ اُس کو ست آشٹک کہتے ہیں۔ اب آٹھ گپ کون سی ہیں۔

اول۔ منش کے بنائے سب برہم ویورت سے لے کر پوران آدک گرنتھ یہ پہلی گپ ہے۔

دوم۔ پتھروں وغیرہ کی پوجا کرنا دیوتا کی بُدھی (بھاونا) رکھ کرکے یہ دوسری گپ ہے۔

سوم۔ شیو۔ شاکتک۔ ویشنو۔ گانپت آدی سمپردائے یہ تیسری گپ ہے۔

چہارم۔ تنتر گرنتھوں میں لکھا ہوا بام مارگ مذہب چوتھی گپ ہے۔

پنجم۔ بھانگ سے لے کر باقی نشوں کا استعمال کرنا یہ پانچویں گپ ہے۔

ششم۔ پراستری گمن کرنا یہ چھٹویں گپ ہے۔

ہفتم۔ چوری کرنا یہ ساتویں گپ ہے۔

ہشتم۔ چھل۔ ابھمان۔ دروغ گوئی یہ آٹھویں گپ ہے۔ یہ آٹھ گپیں ہیں۔ ان کو چھوڑ دینا چاہئے۔

اب۔ آٹھ ست کون ہیں وہ کہتے ہیں۔

رگ وید۔ آدی اکیس شاستر پرمیشور اور رشیوں کے بنائے ہوئے پہلا ست ہے۔

برہمچریہ آشرم سے گرو کی سیوا اپنے دھرم کے انوشٹھان کے مطابق ویدوں کا پڑھنا دوسرا ست ہے۔

ویدوکت ورن آشرم کے مطابق اپنے اپنے دھرم سندھیا۔ بندھنا۔ اگنی ہوتر کا انوشٹھان تیسرا ست ہے۔

شاستر کے مطابق اپنی استری سے سمبندھ کرنا اور پنچ مہایگیوں کا انوشٹھان رتوکال میں اپنی استری سے صحبت کرنا۔ شرتی اور سمرتی کے مطابق چال چلن رکھنا یہ چوتھا ست ہے۔

پنجم۔ دم۔ تپ اشچرن۔ یم آدی سے لے کر سمادھی تک اُپاسنا اور ست سنگ پوربک بان پرست آشرم کا انوشٹھان کرنا پانچواں ست ہے۔

وچار۔ بیبیک۔ ویراگ۔ پرا ودیا کا ابھیاس اور سنیاس گرہن کر کے سب کرموں کے پھل کی خواہش نہ کرنا۔ یہ چھٹا ست ہے۔

گیان۔ اور وگیان سے تمام انرتھ سے اُتپن ہونے والے مرن جنم۔ ہرش۔ شوک۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ سنگ دوش کے تیاگنے کا انوشٹھان ساتواں ست ہے۔

اودّیا۔ اسمتا۔ راگ۔ دویش۔ ابھی نویش۔ تم۔ رج۔ ست سب کلیشوں کی نورتی۔ پنچ مہابھوتوں سے اتیت ہو کر موکش سروپ اور آنند کو پراپت ہونا آٹھواں ست ہے۔

یہ آٹھوں ست گرہن کرنے چاہئیں۔ فقط دیانند سرستی نے یہ پتر رچا۔ یہ بھی سجنوں کو جاننا چاہئے۔ مطبع شعلہ طور میں چھپا۔

سوامی جی نے اس سنسکرت میں خود یہ اشتہار لکھا۔ اور چھپ کر آیا۔ تو اسے خود شودھا۔ یہ کہتے ہوئے کہ دیکھو مورکھ نے کتنی غلطیاں چھاپنے میں کر دی ہیں۔

روزمرہ لوگ ہرتالاپ واپدیش سے فیض پاتے۔ ایسے ہی دس بارہ پنڈت بھی پرتی دن آکر شنکا نوارن کرتے تھے۔ آپ سب پر واضح کرتے تھے کہ وید کا ابھیاس نہ رہنے سے لوگوں کا پراکرم نشٹ ہو گیا۔ ورنہ اب بھی اپنے پوربجوں کی طرح ہو سکتے ہیں۔ مورتی پر ان کو وید ودوو اور سندھیا گایتری آدی کی فضیلت جتاتے تھے۔ نئی روشنی والوں سے یوگ کے متعلق خیال کی تردید کرنے سے وہ کہتے تھے۔ پرانایام سے بہت طاقت ہوتی ہے۔ اب بھی ایسے ہیں جو یوگ بل سے ہاتھ بھر زمین سے اٹھ ٹھہر سکتے ہیں۔ برہمچریہ کے ویور سے ہونا رشیوں کی آگیا ہے۔ بدھوا کو ساری عمر دکھ میں بٹھانا بڑا اور ویبھچار کو بڑھانے کا کارن ہے۔ چھوٹی عمر کی شادی بل بیرج ناش کرنے والی اور بدھواؤں کی تعداد بڑھانے والی ہے۔ لڑکے کا ۲۵ اور لڑکی کا ۱۶ برس کی عمر میں بیاہ ہونا چاہئے۔ مورتی پوجا کی گیتا وغیرہ میں بھی تردید ہے۔ اگر کوئی اس میں وید منتر کہتا ہے۔ تو مطلب سمجھنے میں اُس کی غلطی جانو۔ منو اور

مہابھارت میں بھی تصرفات ہو چکے ہیں - ان میں جو جو کچھ وید انوکول ہے ان کو میں مانتا ہوں - برہمنوں نے افسوس اپنے تیاگ آدی کے گنوں کو چھوڑ کر ٹکا دھرم کو دھارن کیا ہے - کسی نے کہا ہے - ٹکا دھرم ٹکا کرم ٹکا ہی پرم پدم یسیہ گرہے - ٹکا ناسی ٹکا ٹک ٹکا پتے - پنڈت ہردے نرائن جی کو سندھیا اور بلی وشو دیو اپنے ہاتھ سے لکھ دیا تھا - کیترناتھ گھوش برہمو سماج کے ممبر بھی جاتے تھے - اور مسلمان بھی - یہاں ہی پنڈت ہردے نارائن سے منشی اندرمن جی کی مصنف کتب سن کر مسلمانوں کا کھنڈن شروع کیا - کسی بھکھاری کے مستک پر شری تلک دیکھتے تو کہتے کہ واہ مستک پر تو شری (دولت) ہے - اور مانگتا ہے - بھیک - پنڈت ہردے نرائن جی کو سوامی جی کی سیوا آدی کرنے اور پاس رہنے سے سنسکرت کی اتنی لیاقت ہو گئی - کہ وہ معمولی پنڈتوں کو ان کی سنسکرت کا ترجمہ بتاتے تھے   اشتہار کا بڑا چرچا ہوا - پنڈتوں نے اعتراض کیا - کہ گپ شبد کی دھاتو تو کہیں بھی نہیں ملتی - سوامی جی نے سُنا - تو فرمایا کہ یہ سارسوت چندرکو مدی کے جاننے والے ہیں - اس واسطے نہیں جانتے - یہ پد پرشیا گئے ہے اور مہابھاشیہ میں دھاتو ہے - اس سے گپ شبد سدھ ہوتا ہے - پنڈتوں نے جب یہ جواب سن لیا تو اس اعتراض سے باز رہے -

۴ - **مگر سے بیخوف رہے** - ایک روز نصف تن گنگا میں بیٹھے تھے - ایک بڑا مگر نزدیک ہی پانی میں نکلا - پیارے لال نے شور مچایا اور بھاگا - کہ بڑا بھاری مگر نکلا ہے - مگر سوامی جی کے چہرہ یا جسم پر کسی طرح کا خوف ظاہر نہ ہوا - جیسے تھے - ویسے ہی پڑے رہے - اور فرمایا کہ جب ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑتے - تو وہ ہمیں بھی کچھ نہیں کہیگا -

۵ - **کشمیری بھوجن کی تعریف** - پنڈت کاشی نرائن ورنصف کا بود بھی اکثر سوامی جی کو ملتے تھے - ایک دن وہ ہردے نارائن جی کے ہمراہ گئے سوامی جی شانت - غیر متحرک دھیان اوستھت بیٹھے تھے - دا منٹ بعد وہ فارغ ہوئے اثنائے بات چیت میں انہوں نے مٹی لگانے کی بابت پوچھا تو کہا - کہ اس سے چیونٹی وغیرہ نہیں کاٹتا - وہیں انہوں نے روٹی بنائی اور اول سوامی جی کو کھلائی - پھر خود کھائی - سوامی جی نے بھوجن کی تعریف کی کہ تمہارے کشمیریوں میں بھوجن اچھا بنتا ہے - اور پھر فرمایا - کہ افسوس ہے - اور تو ودکار لوگ پاک (بھوجن) بنانا بھی بھول گئے -

۶ - **مہادیو پر بیل پتر** - ایک دفعہ پنڈت لوگ مہادیو کی مورتی پر بیل پتر چڑھا کر آئے - سوامی جی نے ان سے پوچھا - کہ کہاں گئے تھے - تو کہا بیل پتر چڑھانے

گئے تھے۔ سوامی جی نے کہا۔ اس سے تو اونٹ کو کھلایا ہوتا۔ تاکہ اس کا چارہ ہو جاتا۔ پیڑ پر چڑھ جانے سے کیا فائدہ۔

۷۔ **بھیروں کا معجزہ**۔ ایک دن ایک برہمن ہاتھ میں پھول لئے آیا۔ سوامی جی کے سوال پر کہا کہ بھیروں کے واسطے پتر ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ واہ! آپ کھاؤ کھیر لڈو اور بھیروں کو کھلاؤ پھول پتے۔ اس کے پاس کیلاس پر تو جاؤ۔ کیونکہ بھیروں تو وہاں ہے۔ یہ تو پاشان کی مورتی ہے۔ برہمن ناراض ہو کر بولا۔ ایسا نہ کہو۔ تم بھیروں کی نندا کرتے ہو۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے۔ رات کو جب بھیروں کی سواری نکلی۔ تو سنتری نے میگزین کے برج پرسے ٹوکا تھا۔ جس پر بھیروں نے کوپ کر سپاہی کو اٹھا دریا میں دے مارا۔ اور لوگ یہی کہتے تھے۔ کہ حاکم میگزین کو جب اطلاع ہوئی۔ تو اس نے کہا۔ اس طرف کا پہرہ اٹھا دو۔ ضرورت نہیں۔ یہاں بھیرو خود محافظ ہیں۔ غرضیکہ لوگ کہتے تھے۔ بھیروں جاگتی جوت ہیں۔ اور پرتیکش کلا ہے۔ سوامی جی نے اس برہمن کو اتر دیا۔ اور جو ایسا ذکر کرتا۔ اسے سناتے۔ بھیروں نے نہ پٹکا ہوگا۔ نیند کی غنودگی سے اونگھ کر گرا ہوگا۔ اور اگر وہ واقعی جاگتی جوت ہے تو ہم کو اٹھا کر پھینک دے۔ ہم تو روز اس کا کھنڈن کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بات بیہودہ ہے۔ اس کے تھوڑے دن بعد وہ بھیروں کی مورتی خود بخود معہ مندر اور پشتے یعنے چبوترے کے گنگا جی کی لہر سے گری اور کٹ کر دریا برد ہوئی اس کا پتہ بھی نہ لگا۔ تب لوگوں نے دوسری مورت اس کی جگہ رکھ دی۔

۸۔ **پنڈت شیورام کا ملنا**۔ یہ گوڑ برہمن مورتی پوجا کے خلاف سنسکار رکھتا تھا۔ اس نے سوامی جی کے یہاں آنے سے پہلے ایک ناگری اخبار میں سوامی جی کے فرخ آباد پدھارنے کا ذکر پڑھا۔ تو اس کا دل چاہا۔ فرخ آباد چل کر درشن کرے۔ لیکن اگلے دن ہی اسے معلوم ہوا۔ کہ مہاراج اس جگہ آگئے ہیں۔ گھاٹ پر گیا۔ اور دیکھتے ہی ان کے کرتارتھ ہوا۔ پنڈت جی کے پتا ایک مہادیو پتھر کا تلسی کے گملے میں رکھتے تھے۔ اول شیورام جی اس کو پوجتے رہے۔ مگر جب ستیہ اپدیش پاکر بالکل ہی اعتقاد بدل گیا۔ تو اس سے مدتوں مصالحہ پیستے رہے۔

۹۔ **گنگا سہائے برہمن کا مہادیو اور رودراکش**۔ یہ کانیکبج ذات کا اور شہر کی پولیس کا ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ مہادیو نربدیشور و رودراکش لئے ایک دن سوامی جی کے پاس آیا۔ اور ان کے اپدیش سے متاثر ہو کر مہادیو پھینک دیا۔ اور رودراکش توڑ دیا۔ مگر پہلے یہ کہا۔ کہ اگر توڑنے سے کچھ پاپ ہوگا۔ تو آپ کو

ہوگا۔ سوامی جی نے کہا۔ بیشک باپ ہو۔ تو مجھے اور پُن ہو۔ تو تجھے۔ چنانچہ اس نے مورتی پوجا آدی قطعاً تیاگ دی۔

۱۰۔ **بعد مباحثہ پنڈت لوگ آپس میں کیا کہتے۔** مُرادا کانپور کے پنڈت دیودیلی و برہمادت شیو ساگر مصر و گنگا سہائے سکند لراب تیج و رام سہائے اس کا بھائی و مدن گوپال واجپیتی یہ سب جایا کرتے تھے۔ روز مورتی پوجا پر وچار ہوتا تھا۔ بعد اس کے جب یہ لوگ آپس میں گفتگو کرتے تو کہتے تھے۔ کہ کہتا تو سنیاسی درست ہے۔ لیکن اس سے سب کی جیو کا ماری جاتی ہے۔ اگر یہ مورتی پوجا کھنڈن نہ کرتے ہوتے۔ تو آجکل کے زمانہ میں یہ نہیں برہما کا اوتار کہتے تو بجا تھا۔ اور اگر یہ کسی ایک مت کا کھنڈن کرتے تو کوئی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکتا جس کو چاہتے نیست و نابود کر دیتے۔ مگر یہ تو سب کا کھنڈن کرتے ہیں۔ یہ بات بُری ہے۔

۱۱۔ **پرتھا مستی ہیں والا واک۔** ایک روز یہ پنڈت بڑے ابھمان سے سام وید کے برہمنوں سے چھبیویں کسٹ ونش برہمن کا دیوتا پرتھامستی والا واک لے کر آئے۔ سوامی جی نے پوچھا۔ کوئی پرمان لائے ہو۔ کہا کہ ہاں (سوامی) کھشٹ ونش برہمن کا پرتھامستی والا لائے ہو گے یہ سُن کر برہمن سے وہ بستر انگوچھا سے ہی نہ کھلا۔ بجنسہ بندھا واپس لائے۔ ہاں سوامی جی نے اس کا یتھارتھ ارتھ کر دیا۔

۱۲۔ **برہمانند سرسوتی کی طرف سے مخالفت۔** یہ مہاشے ویدانتی تھے۔ اس لئے لوگ ان کے کہنے کو مانتے تھے۔ یہ آکر سنسکرت دانوں کو کہنے لگے دیانند ناستک اور عیسائی ہے۔ انگریزوں نے اسے اور کئی اوروں کو کرسچن مت پھیلانے کو مقرر کیا ہے۔ اس کا اپدیش ہرگز نہ سُننا چاہئے۔ بلکہ اتفاق کر کے اسے بھیرو گھاٹ سے نکال باہر کریں۔ چنانچہ وہ مذکورہ بالا پنڈتوں سمیت گیا۔ مگر سوائے گالی اور بکواس کے شاستراتھ نہ کیا۔ سوامی جی نے کہا۔ تو مورکھ ہے۔ کوئی ودوان پنڈت ہوتا تو اس سے شاستراتھ کرتے۔ ورنہ حقیقت برہمانند ویاکرن آدی شاستر نہ جانتا تھا۔ بھیرو دت کر اس نے برانا کان پور آکر سب پنڈتوں وغیرہ کو جو اپدیش و درشن کو سوامی جی کے سُن گئے تھے۔ کہا کہ پرائشچت کرو۔ چنانچہ ۲۰۔ ۲۵ کا اس طرح پرائشچت ہوا۔ کہ گنگا میں سنان کرا کے کچھ دیر کھڑا کر کے یگیوپویت بدلائے اور گایتری جاپ کرا کے سب کو پنچ گوا پلایا۔ اور ہدایت کی۔ کہ آگے ہرگز اپدیش سُننے نہ جانا۔ وجہ پرائشچت کی یہ تھی۔ کہ تم لوگوں نے دیوتاؤں کی نندا سُنی ہے ایک

رام چرن اوستی کانیکج نے پرائشچت سے انکار کیا۔ ہر چند برہمانند نے زور مارا اُس نے ایک نہ مانی۔ اوروں میں سے بھی کسی کا کچھ نہ مانا۔

برہمانند نے ایک پتر چھپوایا۔ جس میں کچھ منوسمرتی کے شلوک تھے۔ جن سے وہ بزعم خود مورتی پوجا کی ودہی سمجھتا تھا۔ مثلاً ادھیائے ۹ شلوک ۲۸۵۔ جس میں پرتما توڑنے والے کو سزا لکھی ہے۔ اس میں زور دیا تھا۔ کہ جو دیانند کے نزدیک جاوے وہ تیاگنے کے لائق ہوگا۔ دیانند جیسے ہی یہ پتر دیکھتی دو چار تیاری لیکن سوامی جی نے کہا۔ ان فضول باتوں سے تو کیا سدھی کریگا۔ وہ پاہل ہے تو سامنے آئے۔ وہ شاسترارتھ نہ کر سکا۔ اور مایوس ہو کر واپس آیا۔

۱۳۔ ہلدہر اوجھا سے شاستراتھ۔ برہمانند کی کوششیں ناکام رہیں۔ شہر اور بیرا نے کانپور میں ہل چل مچ گیا۔ برہمانند اور کئی اس کے ساتھی صلاح کرنے لگے۔ کہ شاستراتھ کا ضرور معقول بندوبست ہونا چاہیئے۔ کئیوں کو اکسانے پھرے۔ مثلاً چدگھنانند۔ لیکن یہ تو برہمانند کے کہنے میں نہ آئے۔ بلکہ زیادہ اصرار ہونے پر یہاں سے چلے ہی گئے۔

اس عرصہ میں ایسا ہوا۔ کہ یہاں کے معزز رئیس پراگ نرائن و ٹھور پرشاد مباحثہ کرانے کے درپے ہوگئے۔ اس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ انہوں نے کیلاس اور بیکنٹھ نامی دو مندر بنوائے تھے۔ سوامی جی کو ملے تو انہوں نے نصیحت کی۔ کہ آپ نے لاکھوں روپیہ کیوں ضائع کیا۔ جو بڑے جمار کوئی مسلمان کھا گئے۔ ۴۰۔ ۵۰ سال بعد یہ گر جائیں گے۔ کاش کہ آپ اس روپیہ سے ودیشن پیلے یا منش ماتر کے بھلے کا کوئی کام کرتے۔ کسی غریب کی لڑکی کا بیاہ کرا دیتے یا جو تیس تیس برس کی قنوجی برہمنوں کی لڑکیاں کنواری بیٹھی ہیں۔ اُن کا بیاہ کرا دیتے۔ یا کوئی لڑکے یا لڑکیوں کی پاٹھ شالا بنا دیتے یا کلا کوشل کا کارخانہ کھولتے یہ لوگ جو بڑائی کی باتیں سننے کے عادی تھے۔ کچھ ناراض سے ہوگئے اور دونوں نے صلاح کر کے لچھمن شاستری کو ہوڑے سے بلایا۔ ادھر سے برہمانند وغیرہ نے ہلدہر اوجھا کو تیار کیا۔ لچھمن نارائن و رامچندر پنڈت تاں بھی ساتھ ملے اور سب نے متفقہ تیاری شاستراتھ کے لئے کی۔ مسٹر تھیبن صاحب اسسٹنٹ کلکٹر سنسکرت کے ودوان تھے۔ وہ مدبیت ہوئے۔ ۳۱۔ جولائی ۱۸۶۹ء تاریخ مقرر ہوئی۔ چنانچہ یہ حال اخبار شعلہ طور کے پرچہ سے واضح ہوتا ہے۔

"دو مقولے دنوں سے ایک مہاراج دیانند سرستی سنیاسی یہاں تشریف لائے ہیں۔ لالہ دگاہی لال صاحب وکیل عدالت دیوانی کے گھاٹ تعمیر واقعہ لب گنگ پر ٹھہرے ہیں۔ شاستری یعنی سنسکرت کے سوا کسی اور زبان

ماگدھی یا جامنی بھاشا (اردو فارسی) میں بول چال فرماتے نہیں۔ فقیر گوشہ نشین ہیں۔ کسی جگہ آتے جاتے نہیں۔ اور بھوتون (ذکا لِ مرتاضون) کی سی صورت ہے۔ مورت کی پرستش اور تعمیر مندر کی سخت ممانعت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ مورتی پوجا (کا حکم) وید میں آیا نہیں اور وید کے سوا رسم پرستی کا حکم کسی نے فرمایا نہیں۔

اسی مضمون کا ایک پرچہ (اشتہار) زبان سنسکرت میں مذاہب ہنود کی نسبت مطبع شعلہ طور میں چھپوایا ہے۔ جس کا ترجمہ اخبار آئندہ میں چھاپا جاویگا۔ ناظرین کے ملاحظہ میں آئیگا۔ یہ سوامی جی ہندوستان کے پنڈتوں میں بڑے عالم و یگانہ روزگار ہیں۔ وید شاستر کے صرف و نحو و منطق میں بڑے متبحر اور منتخب پنڈتان امصار ہیں۔ اپنے آپ کو اصل باشندۂ دکھن کہتے ہیں۔ ۵ برس کی عمر میں اُن کے پتا نے وید آرمبھ کرایا۔ متھرا میں اُنہوں نے علم سنسکرت کو تحصیل فرمایا۔ چند روز تک جے پور میں اقامت فرما ہوئے۔ وہاں مذہب ہنود کی اسی طرح بحث کرتے رہے۔ اس کے بعد گوالیار اور فرخ آباد کی طرف توجہ کی۔ وہاں بھی پنڈتوں سے بحث کی۔ اب جب سے کانپور میں وارد ہوئے یہاں بھی شہرہ مچا۔ سُنتا ہے۔ کہ ۳۱ جولائی ۱۸۶۹ء روز ہفتہ کو تین بجے گھاٹ پر بڑا مجمع ہوگا۔ مہاراج ہلدھر جی اوجھا ساکن ققولا جو بہت دنوں سے مہاراج گور پرشاد کے مندر و تعمیر میں تشریف فرما اور اپنی بدیا میں پٹن (کامل) ہیں تشریف لیجائیں گے اور مہاراج سنیاسی جی سے سمباد فرمائیں گے۔ (شعلہ طور جلد ۱۰ نمبر ۳۰ — ۲۷ جولائی ۱۸۶۹ء۔ صفحہ ۲۴۲ کالم ۲)

اس شاسترارتھ کے لئے انتظام بڑا بھاری ہوا۔ تھین صاحب کے علاوہ رائے بہادر درگاہی لال کایستھ آنریری مجسٹریٹ و وکیل نواب گنج و کاشی نرائن جی منصف۔ راؤ سجنا و بسنت سنگھ صدر الصدور و بابو شاما چرن صدر الصدور رام دھن خزانچی دیگر تمام روساء و اہلکاران موجود تھے۔ مجمع میں پچیس ہزار آدمی کا تھا۔ درختوں کشتیوں چھتوں فرش گھاٹ کی تینوں منزلوں پر آدمی ہی آدمی تھے پولس کا انتظام بھی معقول تھا۔ سلطان احمد کوتوال مع سو سپاہیوں کے ولیم بسی صاحب کلکٹر کے حکم سے پہنچ گئے تھے۔ مباحثہ کا وقت ۴ بجے تھا۔ لیکن ایک بجے سے ہی ہجوم بہت بڑھنے لگ گیا۔

سوامی جی نیچے بھیروں گھاٹ پر تھے۔ سب نے چاہا۔ کہ وہ اوپر گھاٹ پر آکر شاسترارتھ کریں۔ کوتوال وغیرہ نے بھی یہی آکر کہا۔ لیکن سوامی جی نے انکار کیا

کہ میں نے کسی کو نہیں بلایا۔ جس کا جی چاہے یہاں آئے۔ جس کا نہ چاہے نہ آئے۔ چنانچہ سب پیچھے آگئے۔ اور مباحثہ شام کے بعد تک جاری رہا۔ بلدیہرا اوجھا اور کچھمن شاستری مقابلہ پر تھے۔ یوں کوئی ہم سو برہمن موجود ہو گئے۔ اول بار شلا چرن نے اپاسنا کرائی۔ پھر سوال بلدیہرا اوجھا "آپ نے جو نوٹس دیا ہے۔ جس کا مضمون اشٹ گیم اور اشٹ ستیم ہے۔ اس میں ویاکرن کی اشدھی ہے؟"

سوامی جی ۔ یہ باتیں پاٹھ شالا کے ودیارتھیوں کی ہیں۔ ایسے شاستر ارتھ ہمیشہ پاٹھ شالاؤں میں ہوا کرتے ہیں۔ آج وہ مضمون چھیڑو جس کے لئے ہزاروں جمع ہیں۔ ویاکرن کے بارے میں کل میرے پاس آنا میں سمجھا دوں گا۔

بلدیہر۔ آپ مہابھارت کو مانتے ہیں (سوامی) مانتا ہوں (اوجھا) ایک شلوک پڑھ کر۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک بھیل نے درونا چاریہ کی مورتی بنا کر اور سامنے رکھ کر دھنش ودیا سیکھی (سوامی) میں تو یہ کہتا ہوں کہ کہیں پرتما پوجن کی آگیا بتاؤ۔ اس میں تو آگیا نہیں بلکہ لکھا ہے۔ کہ ایک بھیل نے ایسا کیا۔ جیسا کہ اگیانی لوگ ہمیشہ آج تک کیا کرتے ہیں۔ وہ کوئی رشی منی نہ تھا۔ نہ اس کو کسی نے ایسی شکھیا دی تھی۔ اور اگر کہو کہ اسے ایسا کرنے سے دھنش ودیا آگئی تو اس کا کارن مورتی نہ تھی۔ بلکہ ابھیاس کا نتیجہ تھا۔ جیسا انگریز لوگ چاند ماری دوارا سیکھتے ہیں۔ مگر وہ مورتی نہیں دھرتے۔ اس پر اوجھا جی چپ رہے۔ اور دوسرا پرشن یہ کیا (اوجھا) وید میں پرتما کی آگیا نہیں تو نشیدھ کہاں ہے (سوامی)۔ جیسے کسی کے مالک نے کسی کو حکم دیا۔ کہ تو بچھم کو چلا جانا۔ اس سے خود ہی تین دشاؤں کا نشیدھ ہو گیا اب اس کا یہ بڑھ چھنا۔ کہ اتر دکھن کو نہ جاؤں بیہودہ ہے۔ پس جو منا سب تھا وید نے ارشاد کیا۔ اور جو نہیں لکھا وہ نشیدھ ہے۔

اس کے بعد مدھیست صاحب کو شک ہوا کہ سوامی جی کچھ پڑھے ہیں۔ یا زبانی ہی شاستر ارتھ کرتے ہیں۔ تب اتفاقاً ایک پستک جو بلدیہرا لائے تھے۔ سوامی جی کے آگے رکھا۔ جو انہوں نے پڑھ کر سُنا دیا۔ تینوں صاحب نے پورے اطمینان کے بعد کہا اب ختم ہوا۔ پھر صاحب بہادر نے سوال کیا۔ آپ کس کو مانتے ہیں (سوامی) ایک ایشور کو۔ اس کے بعد صاحب نے چھڑی اور ٹوپی اٹھائی۔ اور کہا کہ ٹھیک بات ہے۔ اچھا سلام۔

۱۴۔ **غلط فہمی پھیلانے کی مکروہ کوشش** ۔ صاحب کے اٹھتے ہی پراگ نرائن تیواری نے عجیب کارسازی کی۔ مریا ایک روپیہ کے پیسے بلدیہر

کے سر پر سے لُٹائے اور غل مچایا۔ کہ بلدیو جیتے۔ سب اُٹھ بیٹھے اور غل مچا کے چلے۔ کہ بولو سری گنگا جی کی جے۔ بلدیو کو گاڑی میں چڑھا کر لے گئے۔ دوسرے روز کیلاش سندر والے گورو پرشاد شعلہ اخبار والے کے ہاں گئے۔ جو انہیں کا کرایہ دار تھا۔ کہا کہ شاستر ارتھ چھاپو۔ اُس نے پوچھا کیا۔ جواب دیا کہ بلدیو اوجھا جیتے اور سوامی دیانند ہارے۔ اس پر لالہ جمنا پرشاد (مالک اخبار) نے کہا۔ کہ کل کئی حکام بھی موجود تھے۔ بغیر ان کی اجازت کے چھاپنا مناسب نہیں (گ) مناسب نہ ہوگا۔ تو کیا ہوگا (ج) شاید وہ دعوے کریں تو عدالت جرمانہ کر دے۔ (گ) دس ہزار تک جرمانہ تو میں ادا کر دونگا ..... آخر بعد اصرار کے اُن کا بیان شکل جی کی ترغیب سے ۳ر اگست ۱۸۶۹ء[1] کے شعلہ طور میں اس طرح چھپا۔

"ہفتہ گذشتہ کی اخبار میں دیانند سرستی سنیاسی کا آنا اور بلدیو اوجھا سے ۱ا۔ جولائی کو شاستر ارتھ قرار پانا درج ہوا تھا۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر مباحثہ ہوا۔ دیانند سرستی جیسی سنیاسی نے جب سے کانپور میں وارد ہو کر گنگا جی کے نکٹ گھاٹ تعمیر لالہ درگا ہی لال وکیل پر آسن جمائے ہیں۔ تمام شہر و نواح میں سرستی جی کے آنے کا شہرہ پڑ گیا۔ ہر کوئی اُن کے درشن کو پہنچا۔ ہر ایک کو فہمائش کرنے لگے۔ کہ مورتوں کا پوجنا محض ناجائز ہے۔

یہ حال سُن کر تمام روساء شہر و نیز پنڈتان شہر بدیاوان نے اُن کے پاس جا کر ہر طرح سے ثبوت مورتی پوجن کا شاستر کی ریت سے دیا۔ تسپر سرستی جی نے بیان کیا۔ کہ آٹھ شاستر ایشور کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور باقی سب گپ ہیں۔ قابل عملدرآمد نہیں۔

چونکہ کسی دیوتا کی نندا کرنا یعنی بُرا بھلا کہنا ہر ملت و مذہب میں خصوص مذہب ہنود میں دیوتا کی نندا کرنا نرک سم تُل ہے۔ اس خیال سے مہاراج گورو پرشاد شکل اور مہاراج پراگ نارائن صاحب تیواری کے باہم یہ امر قرار پایا۔ کہ اس بارہ میں شاستر ارتھ ہونا یعنی پوجن پرتما کا ثبوت دینا ضرور واجب ہے۔ اس لئے ایک حاکم انگریز مدعیت (جو کہ سنسکرت وغیرہ ودیا

---

[1] یہ ایک مغالطہ ہے۔ جو سنسکرت اشتہار میں لفظ پرمیشور کے آگے رشی परमेश्वर ہ چھپنے سے ہوا ہے انہوں نے اصل شدہ کی ہوئی کاپی کو نہیں پڑھا۔ غلطی سے مغالطہ کھایا۔ اور لکھ مارا۔ حالانکہ سوامی جی نے اُسی وقت مشورہ دیا تھا (المؤلف)

میں قابل ہو) تجویز کیا۔ چنانچہ مسٹر تھین صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر ضلع کانپور جو کہ علم بیاکرن وغیرہ میں بہت لائق و ہوشیار ہیں اس بارہ میں صاحب بہادر کو مدھیست قرار دیا۔ اور پنڈت گھسن شاستری بٹھور والے کو بھی طلب کیا ——— اور مدھیست ما بین شاسترارتھ ہلدھر اوجھا و دیانند سرسوتی کے قائم کیا۔

۳۔ جولائی سنہ ۱۸۶۹ء روز شنبہ کو دو بجے دن کے شاستر ارتھ قرار پایا اُس وقت گھاٹ مذکور پر جمیع پنڈتان و دّیا دان و حکام و روساء شہر وغیرہ کا مجمع کثیر تھا۔ اور نواح کی خلقت بھی جمع ہو گئی۔ اور شاستر ارتھ ہلدھر جی اوجھا و دیانند سرسوتی سے نسبت مورتی پوجن کے ہوا اُس میں جو جو بیان سرسوتی جی نے نسبت نہ پوجنے پرتما کے کئے اُن کے جواب میں اوجھا جی نے شرتی۔ سمرتی۔ وید۔ اپنشد۔ بھارت ادیادی۔ منوسمرتی کے یعنی جو کہ سابق پتر سرسوتی جی کے چھپوائے۔ اور اُس میں جو جو بھید قائم رکھے ہیں۔ اُس کے پرمان سے اوجھا جی نے ثبوت و جواب دئے۔ اور پنکتی اُس کی یعنی پتر سے ہر ایک شاستر کے نکال کر صاحب بہادر و غیرہ مدھیستوں کو دکھلائے اور پڑھوائے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ پوجن مورتوں کا ہندؤں کے واسطے ضرور واجب ہے۔ بعد اُس کے سنیاسی جی سے بجواب اُس کے پوچھا گیا۔ کہ تم نہ پوجن کرنے مورت کا کیا ثبوت رکھتے ہو۔ شاستر میں سے دکھلاؤ۔ اُس کے جواب میں سرسوتی جی نے بیان کیا۔ کہ ان شاستروں میں بھی اکثر باتیں جھوٹھ ہیں۔ تب اوجھا جی نے فرمایا۔ کہ دیوتا کی چھایا اور گورو کی چھایا اولنگھن کرنا نہ چاہئے۔ حالانکہ دیوتا کی چھایا نہیں ہوتی۔ تو مورت کی چھایا اُس شاستر کی پنکتی سے مراد لینا چاہئے۔ جس سے مورت کی تعظیم ثابت ہے۔ اس کے جواب میں دیانند سرسوتی نے جواب نہ دیا۔

گھسن شاستری۔ مدھست نے وید۔ بید انت۔ مہابھاشا۔ دھرم شاستر وغیرہ سے بہت اچھی طرح سے سمجھایا۔ جس سے صاف ظاہر ہوا کہ پوجن مورت کا درست و صحیح ہے اور جمیع مدھستوں نے اس بات کو قبول و منظور کیا۔ اور اوجھا جی کی تحسین و آفرین کی۔ اور گھسن شاستری مدھست کے بیان سے اوجھا کا بیان و ثبوت بہت صحیح و درست مانا گیا۔ اس لئے صاحب بہادر مدھست نے فیصلہ کیا۔ کہ جب سرسوتی جی شاستر کے انوسار ثبوت و جواب نہ دے سکے۔ تو ہندؤں کی نسبت مورتوں کا پوجن کرنا

درست و واجب ہے۔ اور از روئے شاستر کے پایا جاتا ہے۔ پس پلڑجی اوجھا کی جے ہوئی۔ اور سرستی جی کی پراجے ہوئی۔ اس امر کے سُننے ہی کل روساؤں نے جو کہ اُس جگہ موجود تھے۔ کمال خوشی سے جے جے کا شبد کرکے اوجھا کی جیت بیان کی۔ اُس وقت روپیہ اور پیسے مہاراج پراگ نرائن تواری نے اوجھا جی پر سے لٹائے۔ اور سب اپنے اپنے گھر آ گئے۔ یہ شاستر ارتھ مہاراج گورو پرشاد شکل صاحب اور مہاراج پراگ نارائن کی مدد اور عالی حوصلگی سے ہوا۔ ان دونوں صاحبوں نے اس شہر کانپور میں بڑے بڑے عالیشان مندر زر کثیر خرچ کرکے بنوائے اور دنیاوی طبقے میں اپنا بھلا کیا۔ اس جگہ شاستر ارتھ کرنا بہت مناسب تھا۔ چنانچہ شاستر ارتھ میں اوجر زیادہ نام ہوا۔ (شعلہ طور جلد ۱ عدد ۱۲ صفحہ ۹۰ کالم ۲ و صفحہ ۹۱ کالم ۱)

۱۵۔ غلط بیانی کا تدارک۔ مذکورہ بالا چال سے سوامی جی کے مخالف اپنے خیال میں بڑی کامیابی سے پردہ ڈال سکنے کی امید رکھتے تھے۔ لیکن یہ خیال خام تھا۔ اور محض کوتہ اندیشی۔ کیونکہ نہایت جلد ان کا کیا دھرا سب اکارتھ ہو گیا۔ اول اگلے دن ایک شخص شعلہ طور کا وہ پرچہ لے کر سوامی جی کے مشہور انوپائی پنڈت شیو سہائے کے پاس پہنچا۔ جنہیں اس خلاف واقعہ جھوٹے مضمون پر جو قصداً لکھا گیا تھا۔ سخت افسوس ہوا۔ پھر وہ سوامی جی کے پاس آئے۔ اور انہیں سنایا۔ کہ دیکھئے کتنا جھوٹا طومار باندھا گیا ہے۔ آپ کی تو ہار لکھی ہے۔ اور اوجھا کی جیت۔ سوامی جی بولے لکھنے دو۔ ہمیں اس کا ہرش شوک نہیں۔ شاستر ارتھ میں ہار جیت ماننا مورکھتا کا کام ہے۔ پنڈت جی نے کہا۔ آپ کے لئے تو ایسا مناسب ہے آپ سنیاسی ہیں۔ مگر ہم گرہستی ہیں۔ شہر والے ہمیں دق کرتے ہیں۔ کہ تمہارے گورو ہار گئے۔ ہم سہار نہیں سکتے۔

سوامی جی نے "جو تم سے ہو سکے سو کرو۔ لیکن ایسا نہ کرنا کہ مجھ کو کہیں جانا آنا پڑے" ان کی آگیا لے کر پنڈت جی ہردے نارائن و پریم نارائن جی کے پاس پہنچے۔ انہوں نے سب کچھ معلوم کرکے کہا۔ چلو ابھی پنڈت کاشی نارائن جی منصف کے پاس۔ چنانچہ شیو سہائے جی مع ہردے نارائن جی کے منصف صاحب کے پاس آئے۔ اخبار پڑھ کر وہ بولے کیا چاہتے ہو۔ یہ بولے آپ مباحثہ کے وقت موجود تھے۔ آپ کی رائے میں کس کی ہار ہوئی۔ منصف صاحب نے کہا۔ مجھ سے اعلےٰ درجہ کے صدر

اعلےٰ صاحب موجود تھے۔ ان کی رائے ٹھیک ہے۔ تب وہ صدر اعلےٰ صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے سوال کا یہ جواب دیا۔ کہ مسٹر تھیبن صاحب حیثیت تھے۔ اُن کے پاس جائیے۔ جو وہ کہیں ٹھیک ہے۔ چنانچہ مسٹر تھیبن صاحب کو جاکر اخبار سنایا۔ وہ فوراً بولے "نہیں نہیں اس روز کو فقیر جیتا" یہ بولے کہ دیکھئے اخبار میں یہ جھوٹی خبر چھپی ہے۔

(تھیبن) تم کیا مانگتا ہے (ہردے نرائن) جیسا آپ نے دیکھا۔ اور صحیح سمجھا۔ اس کی ایک سند ہم لوگوں کو دیجئے۔ صاحب نے بہرہ کو کہا۔ بکس لاؤ۔ چنانچہ اسی وقت انگریزی میں انہوں نے سرٹیفکیٹ دیا۔ اور صحیح حال پنڈت ہردے نارائن جی نے مع اس چٹھی کے اشتہار کی صورت میں ۱۷ اگست ۱۸۶۹ء کو مطبع نظامی کانپور میں کئی ہزار چھپوا کر شائع کیا اور ۲۳ ستمبر ۱۸۶۹ء کے شعلہ طور میں بھی یہ چھپا۔ یہ حسب ذیل ہے۔

"اس شہر کانپور میں ان دنوں بیادری طالع ساکنان شہر ایک صاحب واقف معنی اصول ہر چہار وید یعنی سری سوامی دیانند سرستی جی سنیاسی تشریف لائے۔ اور شہر کے اکثر طالبان حق اُن کے درشن کو جاتے تھے۔ اثنائے ذکر میں حال اکثر تصرفات کا جو برہمنان دین فروش کی جانب سے نسبت کتب معتبرہ شاستر عمل میں آیا ہے۔ بیان فرمایا۔ اس امر کے سننے سے جن لوگوں نے کہ بصرف زر کثیر بڑے بڑے عالیشان مندر تیار کئے ہیں۔ دل میں بہت سا پیچ و تاب کھا کر شاستر ارتھ کرانا چاہا اور بعض روسائے شہر نے اوجھا ہلدھر اور چھمن شاستری ساکن بٹھور کو مع دیگر پنڈتان شہر کے جبراً و قہراً آمادہ اس بحث کا کیا۔ چنانچہ تاریخ ۳۱ جولائی ۱۸۶۹ء مقرر ہوکر بمقام بھیرون گھاٹ موجود گئے حکام دیوانی و فوجداری و نیز وکلاء عدالت و عملہ پولیس و حکام انگریزی مباحثہ شروع ہوا۔ اُس وقت قریب بیس پچیس ہزار آدمی کے جمع تھا۔ مسٹر ڈبلیو تھیبن صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر نے جن کو علم سنسکرت میں دخل ہے۔ اور اوجھا وغیرہ نے اس امر کے تصفیہ کے لئے اُن کو بطور ثالث کے فرض کیا تھا۔ پوچھا کہ کس بات پر بحث ہوگی۔ اوجھا نے کہا کہ پاشان پوجن یعنی بُت پرستی کی بابت۔ آیا مورت پوجن جائز ہے یا نہیں۔ ہم یہ سب کتابیں واسطے پرمان یعنی سند کے لائے ہیں۔ کہ پتھر کی مورت کو دیوتا سمجھ کر پوجن کرنا لکھا اور جائز ہے۔ چنانچہ اوجھا وغیرہ نے کتب مفصلہ ذیل دکھائیں۔ ٹیکا منوسمرتی و رودُوری مع ٹیکا۔

و ایک اشلوک مہا بھارتھ و براہمن شام بید۔ لیکن چونکہ یہ جملہ نظائر اصل بید سے مطابق نہ تھے۔ کیونکہ ان ٹیکاؤں کا ارتھ مول کے بالکل برخلاف ہے۔ لہذا سوامی جی نے ان کو تسلیم نہ کیا۔ اور کہا کہ ایسے ہی معنی غلط سے خلائق گمراہ ہوئی ہے۔ اصل بید میں دکھلاؤ۔ تو میں قبول کروں۔ لیکن او جھا کی طرف سے بار بار اُنہیں مقامات پر اصرار رہا۔ اصل بید میں کہیں دکھلا نہ سکے۔ لچھمن شاستری جوکہ کسی قدر فہمیدہ آدمی تھے۔ دلیل سوامی جی کو صحیح سمجھ کر دوسرے پیرایہ میں صرف فروعات سے بت پرستی کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اُس موقع پر کہا کہ گرو۔ دیوتا و راجا و جتر آمی بینی کرہی کا سایہ لانگھنا منع ہے اُس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ پتھر کو دیوتا قرار دے کر اُس کے سایہ کو نہ لانگھے۔ کیونکہ دیوتا کے سایہ نہیں ہوتا ہے۔ یہ سُن کر سوامی جی نے فرمایا کہ جس طرح دیوتا اِس وقت ظاہر نہیں ہیں اسی طرح گرو۔ اور راجا وغیرہ بھی ہر وقت پاس اور موجود نہیں رہتے۔ یہ بات بید میں صرف اسواسطے لکھی ہے۔ کہ سابق میں جو لوگ جگ کیا کرتے تھے۔ تو دیوتا آ جاتے تھے۔ سوائے اس کے دیوتا اور راجا اور دیتوں سے لڑائی بھی ہوا کرتی تھی اور دیو مارے بھی جاتے تھے۔ پس اگر سایہ نہ ہوتا۔ تو مارنا جینا مرنا مارنا کس طرح ممکن تھا۔ کیونکہ دیوتاؤں کا کھانا پینا سونا جاگنا جورو لڑکے کتابوں سے ثابت ہے۔ پس اگر کسی اتفاق سے دیوتا اور انسان ایک جگہ جمع ہوں۔ تو ایسی حالت میں اُس کے سایہ کو نہ لانگھے قطع نظر ان سب باتوں کے دیوتا کا سایہ لانگھنا منع ہے۔ پتھر کا لفظ کسی جگہ نہیں ہے۔ بعدہ او جھا نے پوچھا۔ کہ اگن میں ہون کرنے کی کیا ضرورت ہے پرتھوی۔ اکاش۔ جل۔ ہوا۔ اور بھی تو چار عنصر ہیں۔ اُن میں کرے تو کیا حرج ہے۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ سوائے اگن کے اور کسی تو میں بھوجن کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اور بید میں پرمیشر کی آگیا بھی اسی طرح ہے کہ دیوتا پوجن اگن میں کرنی چاہئے۔ نہ پتھر میں اس کے بعد او جھا نے صاحب اسسٹنٹ بہادر سے کہا۔ کہ میں نے چار پانچ کتابوں کا پرمان دیا۔ مگر سوامی جی نے ایک بھی نہیں مانا اور نہ بت پرستی کا نشیدہ از روے وید بیان کیا۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ جب ہوم کی بدھی یعنی اگن پوجا بید میں لکھی ہے۔ تو بہرحال سب طرح کی پوجا کا نشیدہ ہو گیا۔ نظیر اس کی یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے نوکر سے کہے کہ تو جانب مشرق بنارس کو جا تو شمال

و جنوب و مغرب میں سمتوں کے جانے کا نشیدھ وہیں ہو گیا۔ اور بید میں ممانعت بھی ہے۔ چنانچہ کین اوپنشد میں حسب ذیل درج ہے۔ وہ شرتیاں ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

यद्वाचानभ्युदितं येन वागभ्युद्यते । तदेव ब्रह्म त्वं
विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ यन्मनसा न मनुते येनाहु-
र्मनोमतम् । तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥

اس شرتی سے جڑ مستھا دو کھ روپ جو دکھائی پڑتی ہے۔ اس کا نشیدھ ہے۔ اس واسطے جڑ روپ کا اُپاشنا کرنا نشیدھ ہے۔ بلکہ سچدانند سروپ پرم برہم کی ہی اوپاشنا کرنی چاہئے۔

اس کے بعد پچھمن شاستری نے کہا کہ پرمیشر محیط کل اشیاء یعنی سرب بیاپک ہے۔ چنانچہ پتھر میں بھی موجود ہے۔ پس مورت پوجنی کیا عیب ہے (جواب) سوامی جی اس حساب سے سب میں پرمیشور بیاپک ہے۔ پتھر میں کیا خصوصیت ہے۔ اور چیتن چھوڑ کر جڑ پوجنے میں کیا خوبی ہے یہ جواب سُن کر خاموش ہو رہے اُس کے بعد صاحب موصوف نے مختلف سوالات اوجھا اور سوامی جی سے کئے۔ تب اُن کو بخوبی تحقیق ہوا کہ سوامی جی کی گفتگو بدلائل معقول اور مطابق احکام بید اور اقوال متقدمین کے ہے۔ اور اوجھا کی گفتگو بے بنیاد ہے۔ اور نہایت خوش ہو کر اور کرسی سے اُٹھ کر ٹوپی اوتار کر سوامی جی کو پانچ چار مرتبہ سلام کیا۔ کہ سوامی جی کی بات صحیح اور درست ہے۔ اور اوجھا کی بات بالکل غلط ہے۔ چنانچہ چٹھی انگریزی صاحب ممدوح مورخہ ۷ اگست سنہ حال معہ ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔ مخالفین نے جو خبر شعلۂ طور میں چھپوائی وہ محض خلاف واقع و سراسر غلط ہے نہ معلوم مہتمم شعلۂ طور نے کس طرح ایسی خبر غلط چھاپ دی۔ امید ہے کہ عقلمند آدمی بھی اس خبر پر یقین نہ لاوینگے۔ فقط منجانب پنڈت ہردے نارائن

مضمون چٹھی انگریزی

Gentlemen,—At the time in question I decided in favour of Dayanand Saraswati Fakir, and I believe his arguments are in accordance with the Veda, I think he won the day. If you wish it I will give you my reasons for my decision in a few days.

Yours obediently
(Sd.) W. THAIFE A

Cawnpore

(ترجمہ اردو میں)

بوقت بحث میں نے فیصلہ دیا کہ دیانند سرستی فقیر اور میں نے یقین کیا۔ کہ ان کے دلائل مطابق وید کے تھے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ انہوں نے وہ دن جیتا اگر وجوہات درکار ہوں تو میں اپنی اس تجویز کے دلائل تھوڑے روز میں دے سکتا ہوں۔ فقط

العبد ــــــــــ نشان

پنڈت ہردے نرائن ولد پنڈت رام نرائن منصف تھوبا۔

دستخط صاحب اسسٹنٹ کلکٹر بہادر کانپور مطبوعہ مطبع نظامی کانپور محلہ ناچگھر کہنہ ۱۷ اگست ۱۸۶۹ عیسوی

اس طرح اسی اخبار میں تردید ہو گئی۔

لیکن دوسرا قدرتی ذریعہ سچائی کے اثر کا تھا۔ جس نے اس اشتہار سے پہلے ہی بناوٹ اور بطلان کا پردہ فاش کر دیا۔ مورتی پوجا کے دلدادہ اور سادہ لوح وید ورودھی جنون کا ایسا جھوٹا کرنا و ادھا کی جیت مشہور کرتا محض معمولی سی کوشش اپنی شرمندگی کو چھپانے کی کہی جا سکتی ہے ورنہ خلق خدا اندھی تھوڑی تھی۔ ہزاروں کی آنکھ میں دھول ڈالنا کب آسان ہو سکتا تھا۔ ایشور نے ہر ایک بے تعصب کو عقل سوچنے کو دی ہے۔ سوامی کا بیان دلوں کے اندر گھس گیا۔ بے غرض لوگوں نے ستیہ کو گرہن کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اور وہ لگے سالگرام و شیو لنگ کی مورتیاں اٹھا اٹھا کر گنگا میں پھینکنے۔ ابھی شعلہ طور کا مضمون چھپا بھی نہ تھا۔ کہ شہر کے اندر کہرام مچ گیا۔ اور مورتی پوجا کی یہ درگتی عوام میں ہوتی دیکھ کر مخالفوں کو اپنی ڈوبتی کشتی کو جیو لگانے کی سوجھی۔

خود بدھ سے سنسکرت۔ ہندی اردو تین زبانوں میں ایک اشتہار ۱۸ اگست ۱۸۶۹ء کو لالہ بہاری لال منیجر شعلہ طور کے اہتمام سے چھپوایا۔ ہندو کاپی نویس بندرابن نے اسے لکھا تھا۔

اشتہار (بہ حروف اردو)

چونکہ دیانند سرستی کے مت کے مطابق بہت لوگ برہمن چھتری ویش وغیرہ اپنا کل دھرم چھوڑ کر مورتی دیوتاؤں کی گنگا جی میں پرواہ کر دیتے ہیں۔ یہ بات بے جا و نامناسب ہے۔ اس لئے یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے۔ کہ جو

لوگ اُن کے مت کو اختیار کریں۔ اُن کو چاہیئے کہ مورتوں کو براہِ مہربانی ایک مندر کیلاس نامی مہاراج گورپرشاد شکل کا ہے۔ اُس میں یا مندر مہاراج پراگ نرائن تواری میں پہنچا دیا کریں۔ اور اگر اُن کو پہنچانے کی گنجائش نہ ہو تو ہم کو اطلاع کریں۔ ہم اُن کو اٹھوا لیا کریں گے۔ اور اُن کے بہانے یا پھینکنے میں جو پاپ ہے۔ وہ سنسکرت میں لکھا ہے۔ فقط

المشتہر اوجھا ہلدھر

اشتہار (بہ حروف ناگری)

इश्तिहार ॥

जो कि दयानन्द सरस्वती मत के मुताबिक बहुत लोग ब्राह्मण क्षत्रिय वैश्य वग़ैरः अपना कुल धर्म छोड़ कर मूर्ति देवताओं को गंगाजी में प्रवाह कर देते हैं यह बात बेजाय नामुनासिब है ॥ इस लिये यह इश्तिहार जारी किया जाता है कि जो लोग उनके मत को अख़्तियार करें उनको चाहिये कि मूरतों को बराहे मेहरबानी एक मन्दिर कैलास नामी महाराज गुरप्रसाद-सुकुल का है उस में या मन्दिर महाराज प्रयाग नारायन तेवारी में पहुंचा दिया करें और अगर उनको पहुंचाने की गुन्जाइश न हो तो इत्तला करें हम उनको उठा लिया करेंगे और उनके बहाने या फेंकने में जो पाप है वह संस्कृत में लिखा है फ़क़त ॥

दस्तख़त ओझा हलधर ॥

اس اشتہار کو اندرو ڈیوس کرانے کے لئے حسب ذیل اڈیٹوریل نوٹ بھی نکلا۔

"سنیاسی جی کے فیض صحبت سے۔ بعضے ہنود مورتوں کو دریا میں ڈالنے لگے اوجھا جی نے اس کے لئے اشتہار دیا ہے۔ کہ بید و شاستر میں ایسا کرنا بہت بیجا لکھا ہے۔ جسے دریا میں مورتی ڈالنا منظور ہو۔ ہمارے پاس پہنچا دے۔ دریا میں ڈال کر پاپ نہ لے۔"

پیارے ناظرین! جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔ سیکڑوں مذہبی ریفارمر و ہادی ہو گئے ان کے خود غرض مبالغہ و خوشامد پسند پیروؤں نے ان کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے۔ مگر سب مبالغوں کے باوجود کسی کا جیون کوئی ایسی مثال پیش نہیں کرتا۔ کہ اس نے سوامی دیانند سرسوتی کی طرح اپنی مدلل اور مؤثر تقریر سے اس قدر زبردست کامیابی اتنی مخالفت میں پائی ہو۔ اور مخالفوں کے دلوں کو اپنی جادو بیانی سے تسخیر کیا ہو۔ نہ صرف یہ بلکہ یہاں سوامی کے بڑے سے بڑے مخالفوں نے اس کی بے نظیر کامیابی کی شہادت دی۔ اور مذکورہ بالا اشتہار دے کر اقبال کیا۔ کہ سچی فتح اس سچے دھرم پرائن مہان آتما کی ہوئی۔ آہ! سوارتھ میں انسان کی عقل کس طرح ماری جاتی ہے۔ اس کا پتہ ایک اس واقعہ سے لگتا ہے۔ کہ جس پرچے میں مخالف لوگ سوامی کی ہار مشہور کرنے کو جھوٹا مضمون لکھواتے ہیں۔ اسی میں مورتیوں کے گنگا میں دھڑا دھڑ پھینکے جانے کا واقعہ عوام تک پہونچاتے ہیں۔ مگر سوچ نہیں آتی۔ کہ جب نتیجہ شاسترارتھ پبلک تک مورتی پوجا کی تباہی کا سندیسا پہونچاتا ہے۔ تو سوامی کی ہار کے معنے کیا اور یہ مانی کیسے جاسکتی ہے۔

۱۶۔ **پنڈت سورج کمار کی مخالفت اور موافقت**۔ یہ پرانا کانپور کے رئیس صاحب اس شاسترارتھ میں موجود تھے۔ سوامی جی کے سخت پرودہی تھے آپ پر چلتے ہوئے کچھ اینٹیں بھی پھینک آئے۔ وہ لگیں یا نہ لگیں۔ لیکن آپ نے اپنا کام کر دیا۔ یہ سوامی کے نام سے بھی جلتے تھے۔ کوئی سوامی جی کی کتاب لاتا۔ تو جتنے اوسع پھڑوا دیتے۔ سمت ۱۹۲۶ سے سمت ۱۹۳۹ تک یہی مخالفت رہی۔ آخر پھر سمت ۱۹۳۹ میں ان کا چھوٹا بھائی بہت سی کتابیں سوامی جی کی خرید لایا۔ انہوں نے پھاڑنے کو چھین لیں۔ مگر جب پھاڑنے لگا۔ تو چھاپے کی خوبصورتی دیکھ کر پڑھنے کو دل چاہا۔

اول میلہ چاندا پور کے مطالعہ سے سوامی جی کے دلائل انہیں مضبوط معلوم ہوئے۔ دوسرا ست است بیبک پڑھی۔ اس سے شکوک و اختلاف سب دور ہو گئے۔ اور سمت ۱۹۴۰ میں یہ پہلی سماج قائم کر کے سبھاسد ہو گئے

۱۷۔ مورتیاں پھینکنے والے۔ سکھن شاہ برہمن گوڑ نے اپنے ٹھاکر معہ پریک کے گنگا میں ڈال دیئے۔ رام چرن نے بھی سالگرام کو پھینک دیا۔ نواب گنج میں بہاری لال کایستھ چیف کانسٹیبل پولیس نے بھی مورتی کو دریا برد کیا۔ سورج کمار مصرا بھی اس اڈیٹر کو تیاگ آریہ بنا۔ گنگا سہائے گنج

نے جب چکر انگدوں کی مکاری کا ذکر سنا۔ کہ وہ اپنے لنگ کو ہلتا دیکھتے ہیں۔ اور اُن کی تشفی نہیں ٹھہرتی۔ مگر پتھر کا شیولنگ دیکھنے سے قدری شراتی ہے۔ اور پھر اور ایسے ہی اعتراضات معلوم ہو گئے۔ تو ۱۰ سال سے جو مہادیو کی پوجا کرتا تھا۔ اُسے سروتھا تیاگ دیا۔ وہ کہتا تھا۔ ۱۰ سال کے پوجن سے چت شانت نہ ہوا۔ اور سوامی جی کے چند روزہ ست سنگ سے شبہے دور ہو گئے۔ اور پاکھنڈ چھوٹ گیا۔ ایسے ہی صدہا لوگوں میں تبدیلی ہو گئی۔

۱۰۔ بھاونا کا پھل اور مورتی پوجا۔ پنڈت گنگا سہائے کائیتھ ساکن نواب گنج کا نپور سوامی جی کے پاس جاتا رہا۔ اور معلوم کیا۔ کہ اُن کی توجہ لوگ بیہوداروں میں نہیں۔ وہ دھرم اُپدیش و ایشور چنتوں میں بروقت ہیں۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ پرتما میں کیا دوش ہے۔ سوامی جی نے پوچھا۔ کیوں دوش نہیں۔ تم کیا ثبوت دیتے ہو۔ پنڈت نے کہا۔ ویدکی آگیا انوسار اگر کوئی بجلی و لیشو دیو کرکے بھاونا انوسار پرتما پوجن کرے تو کوئی دوش نہیں کہنے لگے ویدوں میں اس کی کہاں آگیا ہے۔ پنڈت بولا کہیں آگیا نہیں دیکھی۔ پرنتو پرانوں میں تو ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ جس میں راجا کی آگیا نہ ہو۔ اس کے کرنے والا ڈنڈ پاتا ہے۔ ایسے ہی جس میں ایشور آگیا نہیں وہ بات کرنے والا سزا پاتا ہے۔ اور جو بھاونا کا پھل کہتے ہو۔ سو تم چکرورتی راجا بننے کی بھاونا کرو۔ کیا ہو جاؤ گے ہرگز نہیں۔ بھاونا جھوٹی سے پھل نہیں ہوتا۔ ایک پنڈت نے ایک دن مورتی کے وشے میں بھاگوت کا پرمان دیا۔ سوامی جی نے کہا۔ ہم وید کہتے۔ سبب یہ ہے۔ کہ اس میں لکھا ہے۔ کہ چھ کوس بھر کا پوتنا کا شریر تھا۔ تو پھر جب وہ کرشن کے مارنے سے گری۔ تو کیوں متھرا برندابن و گوکل چور نہ ہو گئے۔ اسی لئے بھاگوت جھوٹھا ہے۔ اچارج پھر نہ بولا۔ بھیرو نام ایک برہمن مورتی پوجا کے متعلق وید منتر نکال کرنے لگا۔ مگر جب سوامی جی سے بات کی۔ تو کہنے لگا۔ کہ اب صحیح ارتھ معلوم ہوئے۔ ان ایام میں جوش کا یہ کچھ اندازہ نہ تھا۔ گھر میں چار آدمی تھے۔ تو دو تو ضرور مورتی پوجا سے متنفر ہو گئے تھے۔

۱۱۔ رودراکھش بھسم وغیرہ۔ ایک پنڈت رودراکھش پہنے آیا۔ سوامی جی نے کہا۔ اس گٹھلی کے پہننے سے کیا فائدہ۔ اُس نے کہا۔ مکتی ہوتی ہے۔ اور شیو پران کا پرمان دیا۔ سوامی جی نے کہا۔ ریٹھے کیا ناراض

مکتی - یعنی برہم گیان بنا مکتی کہاں - اس کو کیا کرو گے - جس پر وہ خاموش ہو گیا
جسم لگانے والوں کو کہتے تھے - اگر اس سے موکش ہوتی ہے - تو گدھا
رات دن جسم میں لوٹا کرتا ہے - کیا اس کی موکش ہو گئی اور کہتے تھے - کہ
چکرانکت کہتے ہیں - ہم مانس نہیں کھاتے - مگر چھاپ گرم کر کے آدمی کے
جسم پر لگاتے اور پھر اسی کو پانی میں ڈبو کر چرنامرت دیتے ہیں - پس وہ
منوں مانس کھاتے ہیں - رودراکش اور تلسی کو کاشٹ کہتے تھے -

۲۰- **متفرق امور** - سوامی جی نے ایکبار مسلمانوں کی توبہ سے معافی
والے اصول کا کھنڈن کیا - جسے کوتوال نے بھی دل سے تسلیم کیا -

کسی نے پوچھا - مہاراج برھما بڑا یا وشنو - جواب دیا - تم بڑے یا
تمہارا باپ - وہ کچھ نہ بولا - مطلب سمجھ گیا -

ایک دن سوامی جی نے کہا - کہ میں نے گایتری کا جاپ ہوسی نارائن
پر جا کر کیا ہے - یہ بہت اُتم ستھان ہے -

بعد شاسترارتھ کے منشی گنگا سہائے جی نے پوچھا - کہ مہاراج یہاں کے
تین چار سو برہمنوں میں آپ نے کوئی بھی ودوان نہ پایا - فرمایا - کہ سب میں
سوامی پچھمن شاستری ودوان ہے - مگر مدرا کے لالچ میں آیا ہوا ہے -

کیلاش پربت بھی جنگل ستھور برہمن سکندر پھیر جال کے تال اترے ہوئے
تھے - سوامی جی نے بلایا - کہ آ کر مل لو - بولا - کہ شودر کے مکان میں
ہم نہیں آسکتے - کیونکہ سوامی جی کایستھ کے گھاٹ پر اُترے ہوئے تھے -
سوامی جی نے اُتر دیا - کہ پھر ملیچھ کے راج میں کیوں آ گئے ہو -

ایک مولوی آئے - سوامی جی نے اسے کہا قرآن کلام الٰہی نہیں ہو سکتا
اس واسطے کہ اس کی بسم اللہ غلط ہے - مولوی نے معنے کئے - سوامی جی
نے کہا - کہ اگر خدا نے بنایا ہے - تو پھر وہ کس خدا کے نام سے شروع کرتا
ہے - اس پر وہ لاجواب ہو چلا گیا -

ایک بار کسی نے تلسی داس کا پرمان دیا - کہ گوسائیں جی یوں کہتے ہیں -
فرمایا - تلسی داس دُشٹ - کہ تلسی داس بہت خراب آدمی ہے - تندی تولا کھ
لگائے ہوئے کا بھی کھنڈن کرتے تھے - اور کہتے تھے - کہ وہ کہاں بندھی
تھیں - اور اُن کے کٹھ سے دور دراز جگہ پر جا کرنے کا کھنڈن کرتے تھے

ایک پنڈت نے آ کر پوچھا - میں کیا کام کروں - جس سے مکتی پاؤں
فرمایا - کہ سندھیا آدی پنچ یگیہ کیا کرو - برہمنوں کے لڑکوں کو پڑھایا پڑھایا کرو
لوگوں سے گیہو پوت کراؤ - اور اخیر میں کہا - کہ پتھر پانی جڑ کی پوجا کبھی نہ

کرنا۔ اس نے کہا یہ مورتی بدھا تو پُرانی چلی آتی ہے۔ سوامی نے کہا چوری بھی تو پُرانی ہے۔ آٹھ گپوں کا اشتہار دینے و چرچا کرنے سے سوامی جی کا نام ہی کپا بابا پڑ گیا تھا۔

درگا پرشاد رئیس کانپور کے ہاں ایک میم تھی۔ سوامی جی نے اُسے بھچار سے بچنے کا اُپدیش دیا۔ اور بیخوف ہو کر کہا۔ یہ تو نے کیا بھرشٹا چار کر رکھا ہے۔ کسی نے یہاں سوامی جی سے لوٹا مانگا۔ انہوں نے پوچھا کیا کرو گے۔ کہا کہ شیو جی پر ڈالونگا۔ سوامی جی نے فرمایا۔ تجھے آپ ایشور نے لوٹا دیا ہے۔ اس کو بھر کے ڈال دے۔ پوچھا کہ کونسا۔ فرمایا کہ مُنہ۔ پس اس میں جل بھر کر لیجاؤ۔ اور اس پر ڈال دو۔

ایک دن ہنسی میں فرماتے تھے۔ کہ جو لوگ آدہی سطر کا منتر بتا دیں۔ وہ تو گورو بن جاویں۔ اور میں جو سینکڑوں کے صفحے سُناتا ہوں۔ میں گورو کیوں نہیں۔ پنڈت کاشی نرائن مصنف نے جب لب گنگا نیوتہ سوامی جی کو دیا۔ اور رات بھر وہاں رہے۔ تو سوامی جی نے انہیں ارتھ سہت گایتری لکھ کر دی۔

سوامی جی سے یہاں پنڈت ہردے نارائن نے پوچھا کہ آپ کب جاوینگے فرمایا ہم نہیں بتلا سکتے۔ اسی پر کار منشی گنگا سہائے نے ایک دن کہا کہ مہاراج جب آپ جانے لگیں۔ مجھے بتلا دینا۔ فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا ورنہ ہم گھر والوں سے کیوں جُدا ہوتے۔ یہ کام صرف اسواسطے نہیں ہے کہ فلاں سے راضی رہنا اور ہم کو ملتے رہنا۔ یہ کام موہ کے ہیں۔ ہم نہیں کرینگے۔ چنانچہ جب جانے لگے۔ تو رسویہ برہمن نے پوچھا۔ کہ مہاراج روانگی بتادیں۔ وہ بولے نہیں۔ پھر پوچھا تو کہا ہنوز۔ جس پہ وہ نہانے کی جگہ۔ مگر بے بغیر اس کی اطلاع کے پُرانی لنگوٹ کے ساتھ ڈاک بنگلے چل پڑے نئی لنگوٹ۔ لوٹا جس سے شوچ کرتے تھے۔ وہیں چھوڑ گئے۔ بلاس کی پڑیا بھی۔ رسویا اور دوسرے پھر کئی شام تک رستہ دیکھتے رہے۔ چلتی دفعہ نہ مل سکنے کے لئے افسوس کرنے لگے۔ اسی پر کار منشی گنگا سہائے نے ایک مرتبہ پرارتھنا کی۔ کہ آپ کانشی سے خط ارسال کرتے رہیں فرمایا کہ اگر ہم ایسا کرتے تو اوشیہ اوروں کو خبر کرتے۔ مگر ایسا نہیں کرینگے۔

چوبیسویں فصل۔ شیوراج پور میرزاپور پریاگ

اخیر اگست کو سوامی جی کانپور سے چل کر شیوراج پور آگئے۔ جو

ضلع فتح پور میں ہے۔ یہاں کے قیام میں کسی سے شاسترارتھ بھی ہوا۔ یہاں سے جاکر ایک دو دن میرزا پور رہے۔ اور پھر پر یاگ پدھارے۔ جہاں شیوسہائے برہمن رہتا تھا۔ اُس نے بالمیک رامائن پر ٹیکا بنائی تھی۔ سوامی جی نے کسی سے کہا۔ وہ ٹیکا لاکر دکھلاؤ۔ چنانچہ اس نے لاکر دکھلایا۔ پھر فرمایا۔ ٹیکا کرنے والے کو ہم سے ملاؤ۔ چنانچہ وہ مع جنیو کے دھوسر کے آیا۔ سوامی جی نے اُس کے ارتھ میں ارتھ دوش اور شبد دوش بتلا دئے۔ اس پر وہ شاستر ارتھ کرنے لگا۔ مگر سوامی جی سے پراست ہوکر اٹھا۔ اور گنگا کے تیر تیر کاشی کو چل دیا۔ سوامی جی اُس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ اور اس طرح رام نگر جا پہونچے۔

پچیسویں فصل۔ رام نگر

ا۔ شیوسہائے گھر لوٹ گیا۔ جب شیوسہائے کا پیچھا کرتے ہوئے ۱۴۔ ستمبر ۱۸۷۹ء کو سوامی جی رام نگر پہونچے۔ تو راجہ کے باغیچے کے پاس ریت میں ایک سنی کا ڈولسرا نے رکھ کر سو گئے۔ صبح ہوتے ہی جو لوگ درشن کو آئے۔ اُن کے سامنے شیوسہائے کے ٹیکا کا کھنڈن کیا۔ بلکہ کاشی نریش کے مکان کے باہر کھڑے ہوکر جو بلا چھتا اُسے بھی کہتے۔ جو اندر چھپا ہے اس کو بلا دو۔ یعنی شیوسہائے کو نکالو۔ وہ بیچارہ یہ سُن کر شرمندہ ہوا۔ اور راجا سے اجازت لے کر گھر کو چلا گیا۔

۲۔ پرچار کا کام۔ اُس دن بلدیو پرشاد جی شکل (جو ساتھ تھے) نے نئی کوری ہنڈیا میں کھچڑی بناکر سوامی جی کو کھلائی۔ تو اس سے بہت خوش تھے۔ کہ مٹی کے برتن میں بہت گُن ہیں۔ اور کھچڑی اس میں اتی اتم ہوتی ہے۔ یہاں ہاتھی خانہ مہاراج کے متصل لب گنگا میں ایک مکان میں سوامی جی ٹھہرے رہے۔ اور مورتی پوجا آدکا کھنڈن کرتے تھے۔ جسے سُن کر سب لوگ تعجب کرتے تھے۔ اکثروں نے کبھی مورتی پوجا کے خلاف آواز ہی نہ سُنی تھی۔ بابو ابناشی لال ملہوترہ کھتری۔ منشی ہربنس لال اور پنڈت جیوتش سروپ اور داسی انہیں یہاں ملے۔ تو وہ پنڈتوں سے گفتگو اسی موضوع پر کررہے تھے۔ جیوتش سروپ جی کو ساتھیوں نے بات کرنے کو کہا۔ مگر وہ بولے کہ وہ اچھی بات کہتے ہیں۔ ہم کیا کہیں۔ یہ تینوں جب گھنٹے باتیں سُن کر کہتے تھے۔ کہ عجیب چمتکار والی بدھی ہے۔ اور ٹیکیاں کیسی پربل ہیں۔ وہ ستو میں

یہاں بڑا زبردست کھنڈن ہوگا۔ سوامی جی چار وید سوتہ پرمان اور باگرنتھ اور وید انوکول سکپشا دینے والے پرتہ پرمان مانتے تھے۔ اور کسی سے دبتے نہ تھے۔ یوگ خصوصاً راج یوگ سندھیا گایتری ستیہ بولنا۔ ایشور پرایقتا کپٹ نہ رکھنا۔ پرسپر بھلائی میں لگا رہنا وغیرہ کی تعریف کرتے اور ایسا ہی اُپدیش دیتے تھے۔ گائے کے دودھ اور اس کی رکھشا سے جگت کا اپکار بتلاتے تھے۔ بابو ابناشی لال اور جیوتش سروپ سے ودیا نت اور ایشور کے نیاکاری ہونے پر بھی بات چیت ہوئی۔ اسی پرکار رام لیلا کے نیام ۲۰ اکتوبر تا ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۶۹ء کو سادھو جوا ہرداس ملے۔ اور رام نومی پر بیراگیوں کی بھیڑ بھاڑ کے سبب ودیارتھی و پنڈتوں کے علاوہ اور بھی بیراگی بہت آتے رہے۔ سوامی جی بلا خوف ستیہ اُپدیش دیتے اور یہاں رہ کر کاشی کے پنڈتوں کی لیاقت کا پتہ لیتے رہے

۳۔ مہاراجہ صاحب کاشی اور سوامی جی۔ جب مہاراج ایشری نرائن سنگھ کو خبر ہوئی۔ کہ ایک مہاتما آئے ہیں۔ جو مورتی پوجا کا کھنڈن کرتے ہیں۔ تو انہوں نے سوامی جی کو بلایا۔ مگر وہ نہ گئے۔ اور گنگا تیر پر آ کر بیٹھ گئے مہاراجہ نے حکم دیا۔ کہ انہیں کھانے پینے کو پوچھو۔ اور باغیچہ میں ٹھہراؤ۔ سوامی جی مگن رہتے تھے۔ مگر مہاراجہ نے ایک عمدہ مالیدہ اُن کے واسطے بھجوایا۔ اُن کی ودیا کی مہاتمن کر مہاراجہ کو ملنے کی بہت ابھلاشا ہوئی۔ انہوں نے ایک ملازم چوبے کو بھیجا۔ کہ یہاں پدھاریں۔ مگر سوامی جی نے کہا۔ ہم نہیں جاوینگے۔ اگر ان کی اچھیا ہو۔ تو یہاں آویں۔ اور اپنی تسلی کریں۔

چار پانچ روز یہی باتیں ہوئیں۔ پنڈت آگے ہی اس میل کے خلاف تھے۔ خوشامدی لوگ نہیں چاہتے تھے۔ کہ ان کو ستیہ کا اُپدیش ہو جاوے پس چوبے نے کہا۔ وہ تو مست ہیں۔ آپ راجا وہ فقیر۔ آپ کا اور ان کا میل نہ ہوگا۔ ایک دن ۵۰ - ۶۰ ویراگی اکٹھے آ کر سخت سست الفاظ سوامی جی کو کہتے رہے۔ وہ بے پرواہ رہے۔ تب راجا نے کہلا بھیجا۔ کہ شاستر ارتھ جس کا جی چاہے کرے۔ تکالی گفتار جو دیگا وہ ہم کو دیگا۔ کیونکہ سوامی جی ہمارے یہاں آئے ہیں۔

ایک دن سوامی نرنجنانند کے پاس بلدیو پرشاد گوگھاٹ پر بیٹھے تھے۔ راجا صاحب پدھارے۔ اور کہا کہ سوامی دیانند کہتا ہے۔ وید میں مورتی پوجا اور رام لیلا نہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ سوامی نرنجنانند نے اُتر دیا۔ وید میں تو نہیں نہیں۔ مگر لوک ریت چلی آتی ہے۔ کرتے جاؤ۔ راجہ صاحب کو بڑا تعجب ہوا۔ اور وہ لوٹ آئے۔ اور چوبے جی کو حکم دیا۔ کہ ہر روز ہمارے

ہاں سے لیجا کر سوامی جی کو جس بھوجن کی اچھیا ہو۔ کرا دیا کرو۔ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر دیانند مورتی کے خلاف نہ ہوتا۔ تو ہم اُسے گرو مان لیتے۔ اور اپنے ہاتھ سے ان پر چھتر چڑھاتے۔ راجہ صاحب نے سوامی جی کو رام لیلا کی شمولیت کے لئے بلایا۔ تو سوامی جی نے انکار کیا۔ کہ یہ لونڈے بازوں کا کام ہے سنیاسیوں کا نہیں۔

۴۔ **راجہ صاحب کے دوسرے بھائی**۔ آپ بیراگی تھے۔ آپ کی ہی اجازت سے رام لیلا بنتی تھی۔ وہ زیادہ متعصب ہونے سے سوامی جی کے بڑے ورودھی تھے۔ پنڈتوں کو کہنے لگے۔ بیرن کیسن پرکارین یعنی جس طرح بن سکے۔ مورتی پوجا کی ستھتی کرو۔ مگر شیر کے منہ میں آنا خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ جو سامنے آتا۔ منہ کی کھاتا۔ سوامی جی پرمان اور یکتی سے اُس کے وید ورودھ کہنے کے پرخچے اُڑا دیتے۔

۵۔ **رام نگر سے روانگی**۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو سوامی جی کاشی چلنے لگے تو مہاراجہ صاحب نے کہلا بھیجا۔ کہ ہماری نوکا میں بیٹھ کر جاؤ۔ اور ہمارے باغیچہ میں اُترو۔ سوامی جی نے دونوں باتوں سے انکار کیا۔ اور خود بخود چلے گئے۔

چھبیسویں فصل۔ بنارس

۱۔ **بنارس آنے کا اصلی مدعا**۔ اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ کہ اس تمام بھوگول میں وہ ارتک فضیلت اگر کوئی ملک رکھتا ہے۔ تو وہ بھارت ورش ہے۔ اگر کوئی زبان مکمل دھرم کے مرم اپنے میں رکھتی ہے۔ تو وہ سنسکرت زبان ہے۔ اور اس سنسکرت زبان کا کوئی شہر اس وقت خاص کیندر کیا جاتا ہے۔ تو وہ کاشی ہے۔ پورانوں میں اس کا بڑا مہاتم ہے۔ پورانک ہندو عموماً اور شیو لوگ خصوصاً کاشی مہاتم کے ورنن کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ پورانوں میں کاشی کھنڈ کے نام سے خاص مضمون ہے۔ کاشی مرنات مکتی۔ (کاشی میں مرنے سے موکش ملتی ہے) یہ شرتی بھی پورانکوں میں زبان زد ہے۔ اسی اعتقاد سے لاکھوں ہندو موکش کی امید پر وہاں جیتے ہیں۔ ایک تو دیا سے گنگا موکش داتا۔ اس پر بنارس کا پورانک گڑھ۔ پھر موکش میں مشکل ہی کیا ہو۔ دور دیش سے کاشی کیوت پر لاکھوں ہی انسان بکر مادیتہ کے وقت سے برابر یہاں پہونچتے رہے۔ شاہجہان کے زمانہ میں کاشی مہاتم گھٹ گیا۔ یوں کہو اس کے کیرت پر زنگار جم گیا

لیکن شاہجہان کی ایک پشت بعد پھر کروت انسانی لہو چاٹنے لگ گیا۔ حتیٰ کہ گورنمنٹ انگریزی نے ۱۸۵۱ء میں اس ظالم انسانوں کی گردن کاٹنے والے کروت کو قانونی شکنجہ میں لاکر کس مپرسی کی حالت میں کر دیا۔ باوجود اس کے کانشی کی عزت ہندوؤں میں بدستور ہے۔ وہاں کے مندروں کی عظمت۔ بُت پرستی کے زور شور اور بُتوں کی بہتات کی نظیر ہندوؤں کو کہیں نہیں ملتی۔ ہر گلی کوچہ بازار گذرگاہ حتیٰ کہ نالیوں میں بھی شیو لنگ دھرے بن رہے ہیں۔ جتنے کنکر اتنے شنکر یہاں کی نسبت مشہور ضرب المثل ہے۔ چاروں طرف تمام دیوتا اس کی حفاظت کرنے والے سمجھے جاتے ہیں۔ خود مہادیو کانشی کا مالک مانا جاتا۔ ڈھونڈھی راج گنیش اس کا کوتوال اور بھیرو اس کا نگہبان فرض کیا جاتا ہے۔ سنسکرت ودیا کا نام کانشی سے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سارے ملک میں ہندوؤں کو کسی نشچت مارگ پہ چلانے کے لئے کانشی سے ہی دیوستھا لی جاتی ہے۔ ان حالات میں مورتی پوجا آدی کی بیخ کنی محض امر موہوم ہی ہو سکتی ہے۔ جب تک اس پورانک گڑھ کو سر نہ کیا جاوے۔ یہ گویا ہندوؤں کا بڑا مذہبی دار السلطنت ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ سوامی جی مدتوں سے اس وچار میں چلے آتے تھے۔ کہ بنارس میں جاکر استیہ کا کھنڈن کریں جس سے تمام ملک پر پربھاؤ پڑے

۲۔ اپدیش کا عام کام۔ اس جگہ درگا کنڈ کے پاس آنند باغ میں مانجھ راجا مادھو سنگھو (بیٹھی) میں ٹھہرے۔ ۲۲ اکتوبر ۱۸۶۹ء بروز جمعہ کو یہاں آ گئے۔ پنڈت لوگوں کو خبر ہونے لگی۔ کسی نے سادھو جواہرداس کو بھی کہا کہ پار والے سوامی یہاں آ گئے۔ وہ فوراً درشن کو آ گئے۔ ہرنس لال جی سوامی جی کے ساتھ تھے۔ پنڈت اور ودیارتھی لوگوں کا ہر وقت ہجوم رہنے لگا۔ شاستر ارتھ بارتالاپ شنکا سمادھان برابر جاری رہتا۔ سادھو جواہرداس روز تیسرے دوسرے جاکر اُپنشدوں کے برہم گیان کے وشئے پر وچار کرتے۔ سادھو مایا وادا اور جیو برہم کے ابھید کو منڈن کرتے۔ اور سوامی اس کا کھنڈن کرتے تھے۔ اس کے علاوہ صبح سے رات کے ۱۱ بجے تک سمپردایوں اور مورتی پوجا آدی کا کھنڈن جاری رہتا۔ لوگوں میں بھی چرچا رہتا۔ کہ ایک ڈھنڈیا آیا ہے۔ مورتی پوجا کا کھنڈن کرتا ہے۔ چلو چل کے دیکھیں۔

سادھو مایا رام اوداسی ایک برہمچاری کے ساتھ سوامی جی کو ملا۔ برہمچاری نے سوال کیا۔ کہ شاریک پر شنکر اور رامانج وغیرہ لوگوں کے بھاشیوں میں ایک ادویت دوسرا دویت بتلاتا ہے۔ ہم کس کا مانیں۔ سوامی جی نے کہا۔ دونوں کا ٹھیک

نہیں۔ بھید ابھید دونوں درست ہیں۔ برہم سرو ویاپک اس واسطے ابھید ہے۔ لیکن جیو نہیں۔ اس واسطے بھید ہے۔ سادہو مایا رام نے کہا۔ کہ بھر شنکر مت والے جو ابھید مانتے ہیں۔ یعنی جیو برہم کی ایکتا اُن کو کیا پھل پراپت ہوگا۔ جواب دیا۔ اُن کی تپسیا سپھل ہے۔ متھیا پھل ہوگا۔

سوامی جی کا ڈیرا درگا مندر کے رستے میں تھا۔ اس لئے درگا کا درشن کو جانیوالے رستے میں ہی رک جاتے اور سوامی جی کا اُپدیش سن کر عموماً آگے جانے کا ارادہ ہٹا دیتے۔ بلکہ چت کی شانتی سے آنند پورک گھر لوٹتے کہ آئندہ اپنے اندر موجود آنند سروپ کا دھیان کریںگے۔ مندر کی آمدنی گھٹ گئی۔ چنانچہ ایک دن پجاری اکٹھے ہو کر پہونچے۔ اور سب حال عرض کیا۔ کہ مہاراج اب ہمارے ہاں بھنگ بھیجنے لگی۔ کرپا کرکے آپنی اقرگرہ اب کسی اور جگہ کیجے۔ تاکہ ہماری آجیوکا بنی رہے۔ سوامی جی دل میں مسکرائے۔ کہ یہ کس وچار میں ہوں۔ اور یہ کیا چاہتے ہیں۔ یہاں فرخ آباد شالا کے چند ودیارتھی بھی درشن ارتھ چندر گرہن کے میلے پر آئے۔ جنہیں سوامی جی نے واپس کر دیا۔

ایک دن مہاراجہ بھرت پور۔ مہاراجہ بیاان۔ مہاراجہ تیروا اور ایک انگریز ان چاروں نے جو بنارس کالج میں طالب علم تھے۔ آکر کہا۔ ہمارا کوئی مذہب نہیں نہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ لامذہبی بھی تو آخر مذہب ہے اور ساتھ ہی ایشور کی ہستی کے زبردست دلائل دے کر انہیں سمجھایا۔ جس پر وہ بہت خوش ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

۳۔ مارنے کے منصوبے۔ چند پجاری گنڈوں نے ایکا کیا۔ کہ سوامی کو کسی طرح مار دیں۔ سادہو جواہر داس کو معلوم ہو گیا۔ اور انہوں نے سوامی جی سے ذکر کیا۔ وہ بولے گھبرائیے نہیں۔ ایسے واقعات کئی ہو چکے۔ ہم تو بالکپن میں گھر میں ہی تھے۔ کسی ہمسایہ زمیندار یا رشتہ دار نے ہمارے ایک کھیت پر قبضہ کر لیا۔ پتا جی نے ہم سے ذکر کیا۔ ہم تلوار لے کر گئے۔ اور جب نکال کر ان کے پیچھے دوڑے تو سب کو بھگا دیا۔ اسی طرح اگر اب بھی موقعہ ہو۔ تو دس پندرہ کو تو میں اکیلا کافی ہوں۔ اس وقت سے ایک لٹھ سوامی جی نے اپنے پاس رکھ لیا۔

ایک بار ایک شخص سوامی جی کے لئے بھوجن لایا۔ مگر وہ پہلے کھا چکے تھے۔ اس لئے انکار کر دیا۔ تب وہ بولا اچھا پان کا بیڑا ہی لے لیجئے سوامی جی نے ہاتھ میں لیا۔ اور اُسے کھولا۔ جس پر وہ اُٹھا اور بھاگا۔ کیونکہ اس میں زہر تھی۔ چنانچہ شفاخانہ میں بھیجا گیا۔ جہاں زہر برآمد ہوا۔ اس واقعہ کا سوامی جی

نے بعد میں کانپور وغیرہ میں ذکر بھی کیا۔

۴۔ پنڈت راجارام کو تحریری سوال۔ یہ پنڈت صاحب مشہور ودوان ویاکرن تھے۔ انہیں یہ تحریری سوال سوامی جی نے بھیجا۔

येनोत्र श्रोत्र मासना लक्षणकद्वदर बुद्धिग्राह्यो प्रत्यक्षो भवति सम्शब्द अथवा प्रतीत पदार्थ को लोके ध्वनि शब्दः। श्रोत्रोपलब्धि बुद्धि निग्राह्य आकाश देशः शब्द अस्योदाहरण प्रत्युदाहरण पूर्वक समाधानं कुर्यात् ।

پنڈت بلدیو پرشاد جی سے یہ پڑھ کر اور پرشن پڑھ کے راجہ رام بولے کہ چھری رکھ دو، میں اگر اس کا اودا ہرن ہم کر دینگے۔ تو ناسکا چھیدن کر دینگے۔ بلدیو پرشاد نے سوامی جی کو آ کر کہہ دیا۔ سوامی جی نے کہلا بھیجا کہ ایک نہیں دو چھری درمیان میں رکھ لینی چاہئیں۔ شاستر کی جگہ شستر ہی سہی۔ یہ پیغام پا کر راجارام نے کہا۔ کاشی میں آ گئے ہیں۔ جیسا کیا ہے معلوم پڑیگا۔ پھر رات کو پنڈت سالگرام دوبارہ کو بھیجا۔ کہ دیکھ آؤ۔ دیانند کیسے ہیں۔ وہ آیا اور سوامی جی سے کہنے لگا۔ نسوار کہاں لکھی ہے۔ سوامی جی نے جھٹ منو سے اُتر دیا۔ کہ روگ کے نورت کے واسطے ہے کچھ ویسن نہیں ہے۔ پھر ویاکرن کے پرشنوں کا صاف اُتر پا کر وہ لوٹا اور راجارام کو کہا۔ کہ پنڈت تو بڑا ہے۔ مگر ناستک ہے۔

۵۔ راجہ صاحب کی بڑے شاستر ارتھ کی تیاری۔ سوامی جی نے بنارس میں ہی راجہ صاحب کو کہلا بھیجا تھا۔ کہ اپنی تسلی مورتی پوجا کے وشے میں کر لو۔ اُدھر سے پنڈت بھی کھنڈن سے تنگ آ رہے تھے۔ سب کو کاشی نریش نے بلا کر کہا۔ کہ سوامی دیانند مورتی پوجا پر اعتراض کرتا ہے۔ اُن سے شاستر ارتھ کرو۔ اور ویدوں میں سے پرمان دکھلا کر اس کو لاجل کرو جو بنارس میں مچ رہا ہے۔ دور کرو۔ لاکھوں روپیہ یہاں مورتی پوجا پر خرچ ہوتا ہے۔ اس کا پرمان ضرور ملنا چاہئے۔ پنڈتوں نے جواب دیا۔ ہم نے اور گرنتھ تو دیکھے ہوئے ہیں۔ البتہ اب وید سے کھوجنا پڑیگا۔ سو کچھ مہلت ملے۔ اس پر وچار ہو کر ۱۵ روز کا وقت پنڈتوں کو دیا گیا۔ روشنی کا پربندھ راجہ کی طرف سے ہو گیا۔ تیرہ دن گذرنے کے بعد پنڈت راجارام اور دیگر پنڈتوں نے یہ وچار کیا۔ کہ اگر ہم شاستر ارتھ میں کسی گرنتھ کا پرمان دینگے۔ تو سوامی انکار کر دیگا۔ کہ یہ گرنتھ پرمانک نہیں۔ اس لئے جو گرنتھ مانیہ (مستند) ہوں۔ وہ پہلے جا کر اُن سے لکھا لائیں۔ اور یہ

بھی پوچھا جاوے۔ کہ جن کو وہ پرمانک مانتے ہیں۔ انہیں ہی ماننا اور دوسروں کو اپرمانک ماننا اس میں کیا پرمان ہے۔ اور چونکہ سوامی مستند گرنتھوں میں بھی ادم بھم کم وبیش کیا کرتے ہیں۔ اس واسطے یہ بھی پوچھ لینا چاہئے۔ کہ کتنے واک ان گرنتھوں میں ایسے ہیں۔ جو کشیپک ہیں۔ اور یہ بھی وہ بتاویں۔ کہ کتنے پرمان ملتے ہیں۔

ان امور کے دریافت کرنے کو پنڈت سالگرام جی، ڈھنڈھی راج شاستری دھرم ادھیکاری۔ دامودر شاستری بھاردواج اور رام کرشن شاستری المعروف تاتیا۔ کل سات شخص سوامی جی کے پاس گئے۔ اس وقت بہت ودیارتھی سوامی جی کو گھیرے ہوئے بیٹھے تھے۔ یہ بھی نمونہ ادائی کرکے بیٹھ گئے۔ اور سارے سوال لکھ کر جواب مانگے۔ سوامی جی اُتر دینا چاہتے تھے۔ مگر منشی ہربنس لال جی کایستھ چھاپہ خانہ والے نے اشارۃً جتایا کہ یہ پنڈتوں کے ودیارتھی ہیں۔ ان سے کہنا ٹھیک نہیں۔ جب پنڈت ان کے گورو آویں۔ تبھی ٹھیک اُتر ہو سکیگا۔

اس پر سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ ابھی نہیں بتاتا۔ وہ بار بار کہتے رہے مگر جواب یہی ملا۔ کہ ابھی نہیں۔ جب یہ جواب راجہ رام وغیرہ نے سنا۔ تو کہہ دیا کہ ہم شاستراتھ نہ کرینگے۔ تاوقتیکہ گرنتھوں کا فیصلہ نہ ہو۔ یہی راجہ صاحب کو کہلا بھیجا گیا۔ دو تین دن بعد کوتوال صاحب آگئے۔ تو یہ بات قرار پائی۔ کہ وہ لوگ آویں ہم انہیں گرنتھ لکھا دینگے۔ چنانچہ وہی چاروں پھر آگئے اور سوامی جی نے ۴ وید۔ ۴ اُپ وید۔ ۶ ویدانگ۔ ۴ اُپانگ۔ اور منوسمرتی کل ۲۱ گرنتھوں کے نام لکھا دئے۔ پھر سوال ہوا کہ انہی کو پرمانک ماننے میں کیا پرمان۔ سوامی جی نے کہا۔ اس کا جواب ہم شاستراتھ میں بتلا دینگے۔ جب کوئی پنڈت پوچھیگا۔ یہ بھی سوال ہوا کہ منوسمرتی میں کتنے شلوک کشیپک ہیں۔ سوامی جی نے اس کا اُتر بھی ملتوی کیا۔ پنڈتوں کو جب جواب ملا۔ تو وہ پورے زور سے تیاری کرنے لگے۔ کاشی نریش اگرچہ سوامی جی کے ودیا بل کو مانتے تھے۔ انہیں یہ بھی خیال تھا۔ کہ شاید وید سے پران نہ بچ سکے۔ لیکن پنڈتوں کی ہر وقت کی صحبت۔ سوامی کے خلاف ان کی متفق آواز اور ان باتوں نے راجہ کی رائے [illegible] متزلزل وغیرہ ہے۔ لاکھوں کا پہلے سے خرچ ہوتا [illegible] پنڈتوں کی تیاری کا خرچ وغیرہ وجہ کی طرف سے [illegible] کہ سوامی جی کی [illegible] کا ایک طرح [illegible] دیا۔ اور وہ پنڈت بھی [illegible] سے ہوگئے [illegible] کہ ان حالات میں ہونا معمولی بات تھی۔ انگریز حکام ضلع بھی سوامی جی کی شہرت سن کر چاہتے تھے۔ کہ ہم بھی شاستراتھ میں شامل ہوں۔ یہ بھی ممکن تھا۔ کہ اتوار کو مباحثہ ہوتا۔ راجہ صاحب کو ان کی طرف سے پیغام بھی پہنچا۔ مگر انہوں نے یہ تجویز کوئی وجہ بیان کرکے

نا منظور کی اور منگلوار ودوادشی کارتک سُدی سمت ۱۹۲۶ مطابق ۱۶۔ نومبر ۱۸۶۹ء کو مباحثہ کی تجویز کی۔ کاش کہ اتوار کا دن ہوتا حکام ضلع موجود ہوتے اور کوئی بے انتظامی واقع نہ ہوتی۔ نہ رولا شور ہو کر غلط فہمی پھیلنے کی گنجائش رہتی۔

۴۔ **سوامی جی کی تیاری۔** جب راجہ اور پنڈتوں کی تجویز پختہ ہو چکی۔ تو کوتوال صاحب نے آکر کہا۔ سوامی جی! آپ کو کاشی نریش کے سامنے شاسترارتھ کے لئے چلنا چاہیئے۔ سوامی جی نے کہا۔ ہمارا تو یہ قاعدہ ہے۔ کہ جو ہمارے پاس آوے۔ جب تک چاہے شاسترارتھ کرے۔ ورنہ یوں تو ہم کہیں نہیں جاتے کوتوال رگھناتھ پرشاد نے کہا۔ اگر کسی قسم کا خوف ہے۔ تو صاحب کلکٹر کے پاس چل کر شاسترارتھ کیجئے۔ ہم وہاں شامیانہ کھڑا کر دینگے۔ سوامی جی کو کوتوال کی نیک نیتی کا نشچہ ہو گیا۔ کہنے لگے۔ کہ یوں تو ہم وہاں یا کسی اور جگہ جاتے نہیں۔ مگر تم کوتوال ہو۔ اگر مشکیں باندھ کر لیجاؤ۔ تو ہمارا عذر نہیں۔ بعدہ چار کے آنند باغ میں شاسترارتھ کے لئے مقرر ہوا۔ سوامی جی کو سچائی پر جو وشواش تھا۔ اور جو ودیا بل ان میں تھا۔ اس کے لحاظ سے وہ پورے اطمینان اور خواہش سے مباحثے کے دن کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن گاہے گاہے یہ خیال ضرور کھٹک جاتا تھا کہ کہیں کوئی شرارت نہ ہو جاوے۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ یدی عام ناواقف اور سنسکرت نہ جاننے والے لوگوں میں سب پنڈتوں نے بالاتفاق ہُوا کر دی۔ تو ستیہ کے پرکاش میں گہن پڑیگا۔ انہیں یہ بھی نشچہ تھا۔ کہ یہاں دل سے بہت ودوان میرے پکش کے ہیں۔ اس لئے اُن میں کچھ ستیہ کے لئے پریم اور اس کے ظاہر کرنے کے لئے بل کا سنچار کیا جاوے۔ اور وہ کچھ جرأت دکھاویں۔ تو سوارتھی لوگ کولاہل سے رُک جاوینگے۔ اس ارادہ سے سوامی جی نے کئی ودوانوں کو پریرنا کی۔ کہ ستیہ دھرم کی رکھشا کا اوسر ہے۔ جیسے ودوانوں کو اس وقعہ پر جرأت سے کام لینا چاہیئے۔ پنڈت جیوتش سروپ اوداسی بڑے بھاری ودوان تھے۔ انہیں سوامی جی نے کہا۔ کہ آپ بھی برہم ودیا وید کے جاننے والے ہیں۔ آپ یدی مورتی پوجا کا کھنڈن نہ کر سکیں۔ تو بھی اگر کوئی ہمارے خلاف شاسترارتھ کیتیوں کے نروپن کرنے میں وواد کرے۔ تو اُسے یتھا یُکت بیبودھ پرش (عقلمند) کو نروپن کرنا اُچت ہے۔ جیوتش سروپ وغیرہ ودوانوں نے اقرار کیا۔ کہ اگرچہ آپ کی طرح ظاہر ہو کر ہم مورتی کھنڈن میں نہیں لگ سکتے۔ تو بھی کچھ سہائتا کریں گے۔

سوامی جی سے سادھو جواہر داس جی نے کہا۔ کہ یہ لوگ بڑے ودوان ہیں گھٹ شاستر کے گیاتا۔ آپ سب سے شاسترارتھ کیسے کرینگے۔ اگر ...

بیت ہی ایا۔ تو سب کو کیسے پراست کرینگے۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ یہاں صرف بال شاستری جو ہے وہ اوکشنات برہمن ہے۔ وہ کچھ کال ہم سے بات چیت کریگا۔ باقی اتنی یوگیتا والا کوئی نہیں۔ وہ کاگ بھاشا (نوین نیائے اور شبد ویاکرن) میں کشل ہیں۔ وید ودیا میں کشل نہیں۔ سری گوپال فرخ آباد میں یہاں سے پوچھا پتر لے گیا تھا۔ میں تو اسے ہی دیکھ کر یہاں والوں کی لیاقت جان چکا تھا۔

جس دن مباحثہ ہونا تھا۔ پنڈتوں کی طرف سے شور تھا۔ کہ وشوناتھ نے چاہا۔ تو آج دیانند کا منہ بند کر دینگے۔ بڑی بھیڑ ہو رہی تھی۔ پنڈت بلدیو پرشاد کو اطلاع ملی۔ وہ سوامی جی کے پاس پہونچے اور کہا۔ کہ آج بہت بھیڑ بھاڑ ہوگی۔ اور کاشی شو بھکتوں کا شہر ہے۔ اگر فرخ آباد ہوتا۔ تو دس بیس آپ کی طرف بھی ہوتے۔ مگر یہاں بڑا اندیشہ ہے۔ سوامی جی نے ہنس کر کہا۔ "کیوں کا سنچیت سدھانت ہے۔ کہ ستیہ کا سورج اندھکار کے لشکر پر اکیلا ہی وجے پاتا ہے۔ جو ایشور کی آگیا انوکول ستیہ اپدیش پکش پات سے رہت ہو کر کرتا ہے اس کو بھے کہاں۔ ست پرش ڈر کر ست نہیں چھپاتے۔ جان جائے تو جائے۔ پر ایشور کی آگیا جو کرتی ہے۔ وہ نہ جائے۔ اسے بلدیو جیتا کیا ہے۔ ایک میں ہوں ایک ایشور ہے۔ اور ایک دھرم ہے اور کون ہے۔ دیکھی جائیگی ابھی۔ اگر ان کا آنا ہوگا۔ ایک حجام کو بلا لاؤ۔ چنانچہ اس کے آنے پر سوامی جی نے کشور کرم (اصلاح) بنوائی۔ سنان کر سمندر مرتکا لگائی چٹان پر جا بیٹھی میل (آسن لگا کر) بیٹھے اور تھوڑی دیر پرمیشور کا دھیان کیا۔ بعد ازاں بھوجن کیا اور بلدیو پرشاد کو کرتے کو کہا۔ اس نے دودھ پی لیا۔ تب اسنے کہا۔ کسی سے وتنڈا واد مت کرنا۔ کرودھ نہ کرنا۔ اس طرح سوامی جی مباحثہ پر چلنے کو تیار ہو گئے۔

فریقین کی آمد نشست اور ناجائز کارروائیاں۔ ۱۶ نومبر ۶۹ء کو دوپہر ڈھلتے ہی کاشی میں عجیب نظارہ دکھائی دینے لگا۔ راجہ صاحب نے حکم دیا کہ پنڈت لوگ سب تیسرے پہر پہونچ جاویں۔ راجہ کی طرف سے پالکی۔ چتر۔ چنور بھیجے گئے۔ یہ ایشورج۔ اور سج دھج دکھا کر سوامی کو چکت اور اشچریہ کرنے کی ابھیا تھی۔ مگر انہیں نے درکت لے ان پر تنک بھی دھیان نہ دیا۔ اگرچہ یہ پہلے ہی کم عجوبہ نہ تھا۔ کہ بنارس میں مورتی پوجا کا کھنڈن ہو۔ کاشی یا وشوناتھ پوری۔ اور اس میں پاشان پوجا کے خلاف یہ زور۔ لیکن آج کا دن تو بالخصوص ایک عام خیال کے آدمی کو سخت تعجب میں ڈالنے والا تھا۔ کہ ایک طرف کاشی کے سب وشوناتھ کے بھیو آدمی محافظ اور ان کے ساتھ تیس کروڑ دیوتاؤں کا لاؤ لشکر۔ نہ صرف یہ خیالی دیوتا بلکہ کاشی کے بیس پچیس ہزار زندہ

دیوتا برہمن شاستر اور شستر دونوں طرح سے ان کی امداد کو تیار - کاشی نریش اپنی ساری طاقت سے پرچلت رواجوں کے قائم رکھنے میں کوشاں - مباحثہ کی ناکامی سے لاکھوں کے روزگار اور آئندہ جاگیروں کی ضبطی کے اندیشے سے سب طبیعتوں میں سرتوڑ مخالفانہ کوشش کے لئے جوش سب کچھ تھا - لیکن دوسری طرف اکیلا غریب فقیر بے سروسامان درویش سوامی دیانند سرسوتی - کوتوال جو بند جیل کھنڈ کے رگھوناتھ پرشاد سناڈھ برہمن - نائب صاحب اور رگھوبیر لال جی ڈپٹی انسپکٹر دونوں معہ ۵۰ سپاہیوں کے انتظام کے لئے پہونچ گئے - ہجوم کل بعض تخمینوں میں پچاس ہزار کا تھا - کہا جاتا تھا - کہ اس قدر ہجوم کبھی بنارس میں نہیں ہوا - اس میں تین چار سو پنڈت تھے - جو متفقہ طاقت سے مورتی پوجا کی مدد ہی میں تیاری کرتے رہے تھے - پنڈت راجا رام شاستری اس میں شامل نہیں تھا - وہ اپنے شش بال شاستری کو سب سے کامل سمجھتا تھا - کہ وہ سنتشٹ ہوگیا تو ہم بھی سنتشٹ ہیں - ایک پنڈت سکھا رام جی راجا رام کے وردھ ہی بھی نہ آئے ان کے علاوہ کوئی مشہور پنڈت نہیں تھا - جس نے سوامی کے مقابلہ میں کام نہ کیا ہو - مشہور نام حسب ذیل ہیں -

سوامی وشودانند - بال شاستری - پنڈت شوسہائے - مادھو آچارج - وامنا آچارج - پنڈت دیودت شرما - بجے نارائن ترک واچسپتی - چندر سنگھ ترپاٹھی - رادھا موہن ترک وا گیش - درگا دت - وستی رام دوبی - کاشی پرشاد شرومنی - ہری کرشن بھٹ - امبکا دت پنڈت - گھنشیام پنڈت - ٹھاکر داس - ہیرودت دوبی - بھیرودت دوبا - حسرت ہر شکل - وشوناتھ شکل - نوین نرائن ترک النکار - مدن موہن شرومنی - کیلاش چندر شرومنی - مہیش کرشن ویدانتی - پنڈت گنیش ستروتری - پنڈت لچھمی رام نارائن شاستری - دیو دت - نرسنگھ شاستری - پربھنس جواہر داس جی اوداسی

پنڈتوں کے علاوہ چند مشہور اصحاب حسب ذیل تھے -

مہاراجہ کاشی نریش - مہاراجہ صاحب کے بھائی - راجکمار ہر شونرائن سنگھ شرما - بابو فتح نرائن سنگھ شرما - ایشور نارائن سنگھ شرما - تیج سنگھ جی دربار یش بھگن چودھری - راؤ کرشن دیو نرائن سنگھ - چودھری گوردت سنگھ شرما - ہزاری بید دکشن دان سنگھ - بابو ہر چند گپتا - بابو گوکل چند گپتا -

بہت سے بنارسی گنڈے بھی مورتی پوجا کے حق میں اپنے جوہر دکھانے کو شامل ہوئے - فی الحقیقت کاشی کی قریباً ساری آبادی کا گذران مورتی پوجا پر تھا - اس لئے اس کا کامن کاز (Common Cause) ہو جانا یہ لازمی تھا - ہوا لازمی ہی تھی - کوتوال صاحب بھی مورتی پوجک تھے - لیکن وہ انصاف کو

اس کے لئے اپنی سوچ سمجھ سے کام لے رہے تھے۔ انہوں نے یہ انتظام کیا۔ کہ ایک آسن پر سوامی جی کو کھڑکی میں بٹھلایا۔ دوسرا آسن دوسرے پنڈت کے لئے سامنے بچھایا۔ اور تیسرا آسن راجہ کے لئے۔ باقی پنڈتوں کے لئے پاس ہی انتظام کر دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ سوامی جی کے پاس کولاہل نہ ہو۔ صرف ایک پنڈت ایکبار سامنے کے آسن پر آوے۔ مگر جب کاشی نریش آئے۔ سب پنڈتوں نے اکٹھا کر کاشی نریش کو اشیرباد دیا۔ اور وہ قاعدہ توڑ کر راجا کے ساتھ جاکر سب نے سوامی جی کو گھیر لیا۔ اور سوامی جی کے طرفداروں کے لئے آنے کا بھی رستہ روک دیا۔ انہوں نے سوامی جی کو ایک چٹھی لکھی۔ کہ ہم سب لوگ آپ کے طرفدار مباحثہ دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ آپ نے ہمیں آنے کو بھی کہا تھا۔ مگر اب راستہ نہیں ملتا۔ جب چودھری لال جی سے یہ چٹھی پائی۔ تو سوامی جی نے کوتوال صاحب سے کہا۔ کہ ہماری طرف کے سبھاسد اور برہمن آنے نہیں پاتے اس کا کیا کارن ہے۔ ان کو یہاں بلاؤ۔ اس پر چودھری لال جی جیوتش سروپ آدی برہمنوں کو ساتھ لے گئے۔ سوامی جی نے انہیں ستکار پوروک پاس بٹھایا۔ پنڈت لوگ اس پر کچھ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ اور پھر راجہ صاحب کو اشارہ دیا۔ کہ اول تو دیانند کا ہی وجے کرنا مشکل ہے۔ پھر اگر جیوتش سروپ آدک ان کی پشتی پر ہوئے تو اور بھی مشکل پڑیگی۔ اس واسطے راجہ صاحب نے اپنے پنڈتوں کو ان برہمنوں کے آگے بٹھا دیا اور انہیں کہا آپ لوگ ذرا پیچھے ہٹ جاویں۔ جگہ چھوڑ دیجئے۔ پھر راجہ نے اشارہ کرکے جیوتش سروپ جی کو پکڑوا کر وہاں سے بھی اٹھوا دیا۔ سوامی جی کو اس بات سے رنج ہوا۔ لیکن بولے نہیں۔ برداشت کرنا ہی اُچت سمجھا۔ اسی طرح سوامی جی کے اور طرفدار بھی بے عزت ہوئے۔ کوتوال نے آکر کہا۔ راجن بڑا اندھیر ہو رہا ہے۔ ایک سوامی جی کو اتنے پنڈتوں نے گھیر لیا ہے۔ اور جو بیوستھا ہم نے مقرر کی تھی۔ وہ آپ نے رہنے نہیں دی۔ یہ بات حکم سرکاری کے خلاف ہے۔ مگر ہم آپ کی خاطر کچھ نہیں کہتے۔ راجہ صاحب نے اس بات کو ٹال دیا۔ سوامی جی نے کہا۔ راجہ صاحب کو اپنے سرسوتی بھنڈار سے سب پستکیں منگالی چاہئیں۔ اور ۵ دن تک بچار کرکے اچھی طرح سب کچھ نشچے کرنا چاہئے۔ مگر [illegible] یعنی راجہ صاحب کے بھائی بھی موجود تھے۔ بولے کہ نہیں یہاں ہی شاستر ارتھ کر لو۔

۸۔ اصلی مباحثہ کی کیفیت۔ دیانند سوامی نے مہاراج سے پوچھا۔ کہ آپ ویدوں کی پستک لے آئے یا نہیں۔ تب

مہاراج نے کہا کہ وید تمام پنڈتوں کو بزبان یاد ہیں۔ پُستک کا کیا مطلب ہے
دیانند سوامی نے کہا کہ پستک کے بغیر ما قبل وما بعد کے مضمون کا وچار ٹھیک ٹھیک نہ ہوگا۔ خیر پُستک نہیں لائے تو نہ سہی۔

بعد ازاں۔ پنڈت رگھناتھ پرشاد کوتوال نے یہ قاعدہ مقرر کیا۔ کہ سوامی جی سے ایک ایک پنڈت وچار کرے۔

اول پنڈت تاراچرن منطقی مباحثہ کے لئے سوامی جی کے سامنے آ گئے۔

سوامی جی نے اُن سے پوچھا۔ کہ آپ وید کو پرمان مانتے ہو یا نہیں۔

پنڈت تاراچرن۔ جو ورن آشرم میں استھت ہیں۔ اُن سب کو وید پرمان ہے۔

سوامی جی۔ وید میں پاشان آدی پوجا کا جہاں پرمان ہے وہ دکھلایئے جو نہ ہو تو کہئے۔ کہ نہیں ہے۔

پنڈت تاراچرن۔ ویدوں میں پرمان ہے۔ یا نہیں پرنتو جو ایک ویدوں کا ہی پرمان مانتا ہے۔ اوروں کا نہیں۔ اُس کے تائیں کیا کہنا چاہیئے۔ (اس جواب کو غور سے پڑھو۔ وید میں مورتی پُوجا کا صاف انکار ہے مؤلف)

سوامی جی۔ اوروں کا وچار پیچھے ہوگا۔ ویدوں کا وچار مُکھ ہے اس لئے اس امر کا پہلے وچار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وید اُکت کرم ہی مُکھ ہیں اور منوسمرتی وغیرہ کی بھی وید پر بُنیاد ہے۔ اس سے ان کا بھی پرمان ہے مگر وید کے خلاف اور وید میں اپرسدھ کا پرمان نہیں۔

تاراچرن۔ منوسمرتی کا وید میں کہاں مول ہے۔

سوامی جی۔ جو کچھ منو نے کہا ہے۔ سو اوشدھیوں کی اوشدھی ہے ایسا سام وید کے چھاندوگیہ براہمن میں کہا ہے۔

وشوداننند سوامی بولے کہ رچنا کی اَنُپپتی (—————) ہونے سے انومان پرمتی یا دیہ پردھان جگت کا کارن نہیں۔ ویاس جی کے اس سُوتر کا ویدوں میں کہاں مول ہے۔

سوامی جی۔ یہ پرکرن سے جُدا بات ہے۔ اس پر وچار کرنا نہ چاہیئے

وشودانند۔ جو تم جانتے ہو۔ تو اوشیہ (ضرور) کہو۔

سوامی جی نے دیکھا۔ کہ مباحثہ مورتی پُوجا سے ہٹ کر اور طرف چلا جائیگا اس واسطے نہ کہا۔ اور کہدیا۔ کہ اگر کوئی بات کسی کو یاد نہ ہو۔ تو پُستک دیکھ کر

کہی جا سکتی ہے۔

وشودہانند۔ جو یاد نہیں تھا۔ تو کاشی نگر میں شاستراتھ کرنے کو کیوں طیار ہوئے۔

سوامی جی۔ کیا آپ کو سب برزبان یاد ہیں۔

وشودہانند۔ ہاں ہم کو سب یاد ہے۔

سوامی جی۔ کہئے دھرم کا کیا سروپ ہے۔

وشودہانند۔ وید پرتی پادیہ پھل سہت جو ارتھ ہے۔ وہی دھرم کہلاتا ہے۔

سوامی جی۔ یہ تو آپ کی سنسکرت ہے۔ اس کا کیا پرمان۔ شرتی وا سمرتی کہئے۔

وشودہانند۔ چودنا لکشن جو ارتھ ہے۔ سو دھرم کہلاتا ہے۔ یہ جیمنی سوتر ہے۔

سوامی جی۔ چودنا نام پریرنا کا ہے۔ وہاں بھی شرتی و سمرتی کہنا چاہئے۔ جہاں پریرنا ہوتی ہے۔ اور دھرم کے کتنے لکشن ہیں۔

وشودہانند۔ دھرم کا ایک ہی لکشن ہے۔

سوامی جی۔ دھرم کے دس لکشن ہیں۔ آپ ایک کیسے کہتے ہیں۔

وشودہانند۔ وے دس کون کون لکشن ہیں۔

سوامی جی۔ (منوسمرتی کا شلوک پڑھا) دھرتی۔ کھشما۔ دم۔ استیے۔ شوچ۔ اندری نگرہ۔ دھی۔ ودیا۔ ست۔ اکرودھ۔ یہ دس دھرم کے لکشن ہیں۔ تب بال شاستری نے کہا۔ ہاں ہم نے سب دھرم شاستر دیکھا ہے۔

سوامی جی۔ آپ ادھرم کا لکشن کہئے۔

بال شاستری نے اس کا کچھ اُتر نہ دیا۔

پھر بہت سے پنڈتوں نے ہلا کر کے اکٹھے پوچھا۔ کہ ویدوں میں پرتما شبد ہے یا نہیں (کوتوال صاحب کا انتظام کہاں رہا۔)

سوامی جی۔ لفظ پرتما تو ہے۔

اُن لوگوں نے پوچھا۔ کہ کہاں پر ہے (افسوس کہ کاشی کے پنڈت اور ویدوں سے اتنی ناواقفیت اور بچوں کی طرح پرتما لفظ کی موجودگی میں خوش ہو تالیاں کی کوشش کرنا۔ تا کہ عام جاہلوں کو کہدیں۔ کہ لو اب لفظ پرتما تو وید میں سے نکل آیا۔ مورتی پوجا سدھ ہو گئی)۔

سوامی جی۔ سام وید کے براہمن میں ہے (۱) یجروید کے ۳۲ ادھیائے

تیسرے منتر میں ہے۔ اُن لوگوں نے پھر پوچھا۔ کہ وہ کونسا وچن ہے۔

سوامی جی۔ دیکھئے صاف باطن کی نشانی یا لچھن بات سے بتلاتے ہیں کہ آ دیوتا کے استھان کا نبتے ہیں۔ اور پرتما ہنتی ہیں وغیرہ۔

پھر ان لوگوں نے کہا۔ کہ پرتما شبد تو وید میں ہے۔ آپ کیسے کھنڈن کرتے ہیں۔

سوامی جی۔ پرتما شبد سے پاشان پوجا آدی کا پرمان نہیں ہوتا اس لئے پرتما شبد کا ارتھ کرنا چاہئے۔ تب

اُن لوگوں نے کہا۔ کہ جس پرکرن میں یہ منتر ہے۔ اس پرکرن کا کیا ارتھ ہے۔

سوامی جی اس کا یہ ارتھ ہے۔ اب ادبھت شانتی کا ویاکھیان کرتے ہیں ایسا شروع کرکے پھر اندر وغیرہ سب مول منتر وادھین کر جو سام وید کے براہمن میں لکھے کہا کہ ان میں سے ہر ایک منتر پر تین تین ہزار آہوتی کرنی چاہئیں۔ اس کے بعد ویاہرتی کرکے پانچ پانچ آہوتی کرنی چاہئیں۔ ایسا کہہ کر سام گان کرنا بھی لکھا ہے۔ اس سلسلہ سے ادبھت شانتی کا بیان کیا جاتا ہے۔ جس منتر میں پرتما شبد ہے۔ سو منتر مرتیو لوک وشیک نہیں ہے۔ کنتو برہم لوک وشیک ہے۔ ایسا کہتے ہیں۔ اور بیان کیا کہ جب وہ بھین کرتا دیوتا پورب دشا میں ورتمان ہووے۔ اتیادی منتروں سے ادبھت درشن کی شانتی کہہ کر پھر دکھن دشا۔ پچھم دشا۔ اُتر دشا انترکھش پرتھوی کی شانتی کہہ کر مرتیو لوک کا پرکرن سماپت کر انترکھش کی شانتی کہہ کر اُس کے انتر سورگ لوک پھر پرم سورگ یعنی برہم لوک کی شانتی ہے اس پر سب چُپ رہے۔

پھر بال شاستری نے کہا۔ کہ جس جس دشا میں جو دیوتا ہیں۔ تس تس کی شانتی کرنے سے ادبھت دیکھنے والوں کی شانتی ہوتی ہے۔

سوامی جی۔ یہ تو ست ہے پرنتو اس پرکرن میں دکھانے والا کون ہے

بال شاستری۔ اندریاں دکھانے والی ہیں۔

سوامی جی۔ اندریاں تو دیکھنے والی ہیں۔ دکھانے والی نہیں پرنتو منتروں میں سنبد کا باچیا رکھا گیا ہے۔ समाची दिशमव ۰

بال شاستری سے اس پر کچھ بھی اُتر نہ بن سکا۔

پنڈت شیو سہائے۔ انترکھش آدی کی شانتی کرنے کا پھل اس منتر کے کہا جاتا ہے۔

سوامی۔ اگر آپ نے وہ پرکرن دیکھا ہے تو کسی منتر کا ارتھ کیجئے۔ تب شیو سہائے جی چپ ہو گئے کچھ بھی نہ بول سکے (غریب نے دیکھا ہوتا تو کہتا)۔

پھر وشودھانند سوامی نے کہا کہ وید کیسے اُتپن ہوئے۔

سوامی جی۔ وید ایشور سے اُتپن ہوئے۔

وشودھانند۔ کس ایشور سے۔ نیائے شاستر پرسدھ ایشور سے۔ یوگ شاستر پرسدھ ایشور سے۔ ایکوا ویدانت شاستر پرسدھ ایشور سے۔

سوامی۔ کیا ایشور بہت سے ہیں۔

وشودھانند۔ ایشور تو ایک ہی ہے۔ پرنتو وید کون سے لکشن کے ایشور سے بنے ہیں۔

سوامی جی۔ سچدانند لکشن والے ایشور سے ہوتے ہیں۔

وشودھانند۔ ایشور اور ویدوں میں کیا سمبندھ ہے۔ پرتپادیہ پرتپادک بھاؤ۔ یا جنیہ جنک بھاؤ۔ یا سمواۓ بھاؤ۔ وسیوک سوامی بھاؤ ایکوا تت آتم وغیرہ۔

سوامی جی۔ کاریہ کارن بھاؤ سمبندھ ہے۔

وشودھانند۔ جیسے من میں برہم بدھی کرکے اور سورج میں برہم بدھی کرکے پرتیک اُپاسنا کہی ہے۔ ویسے ہی شالگ رام کا پوجن بھی گرہن کرنا چاہئے۔

سوامی۔ جیسے منو برہم اتی اُپاسیت۔ آدیتیہ برہم اتی اُپاسیت اتیادی وچن وید میں دیکھے جاتے ہیں۔ ویسے پاشان آدی برہم اتی اپاسیت وغیرہ وچن وید میں نہیں دیکھ پڑتے پھر کیونکر مورتی کا گرہن ہو۔ تب

مادھو آچارج نے کہا۔ اُدبُدھیسو سوگنے پرتی جاگر ہتو مِشٹا پورتے۔ اتی اس منتر میں پورتی شبد سے کس کا گرہن ہے۔

سوامی جی۔ باولی۔ کنواں۔ تالاب۔ باغ کا گرہن ہے۔

مادھو آچارج۔ پاشان وغیرہ مورتی پوجن کا کیوں گرہن نہیں۔

سوامی۔ پورت شبد پورتی کا واچک ہے۔ اس سے کسی طرح اور بھی پاشان وغیرہ مورتی کا گرہن نہیں ہوتا۔ اگر شنکا ہو۔ تو اس منتر کا نروکت برہمن دیکھئے۔ (پھر اس پر کوئی کچھ نہ بولا)۔

مادھو آچارج نے (پھر ایک نیا سوال پوچھا کہ پُران شبد ویدوں

میں ہے۔ یا نہیں۔

سوامی جی۔ پوران شبد تو بہت سی جگہ ویدوں میں ہے۔ مگر پوران لفظ سے برہم ویورت۔ بھاگوت۔ گروڑ آدی گرنتھوں کا ہرگز مطلب نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ شبد زمانہ ماضی (بھوت) کا واچی ہے۔ ہر جگہ درویہ ہی کا وشیشن ہوتا ہے۔ اس پر

وشوا نند جی۔ بولے کہ برہدارنیک اُپنشد کے اس منتر میں

एतस्य महतो भूतस्य निःश्वसितमेतद्यदृग्वेदो यजुर्वेदः सामवेदो ऽथर्वाङ्गिरस इतिहासः पुराणं श्लोका व्याख्यानान्यनुव्याख्यानानीति

یہ سب جو پڑھنت ہیں۔ ان کا پرمان ہے۔ یا نہیں۔

سوامی۔ ہاں پرمان ہے۔

وشوا نند۔ جو اشلوک کا بھی پرمان ہے۔ تو سب کا پرمان آیا۔

سوامی۔ ست شلوکوں کا پرمان ہوتا ہے اوروں کا نہیں۔

وشوا نند۔ یہاں پوران شبد کس کا وشیشن ہے۔

سوامی۔ پستک لائیے۔ تب وچار کیا جا سکتا ہے۔ تب کسی نے برہدارنیک نہ نکالا۔ بلکہ الٹا ایک اور گریہ سوتر کا گرنتھ لا کر اس کے دو پترے نکال کر۔

مادھو آچارج۔ بولے یہاں پوران شبد کس کا وشیشن ہے۔

سوامی۔ کیسا بچن ہے۔ پڑھئے۔

مادھو آچارج نے تب یہ ٹکڑا پڑھا۔

ब्राह्मणानि तिहासान् पुराणानी कल्पी

سوامی۔ یہاں پوران شبد برہمن کا وشیشن ہے۔ ارتھات پرانے نام سناتن برہمن ہیں۔ تب

بال شاستری نے کہا۔ کہ کیا براہمن کوئی نوین بھی ہوتے ہیں۔

سوامی۔ نوین تو براہمن نہیں ہیں۔ لیکن ایسی شنکا بھی کسی کو نہ ہو اس لئے یہاں یہ وشیشن کہا ہے۔

وشوا نند۔ یہاں اتہاس شبد کے ویودھان ہونے سے کیسے وشیشن ہوگا۔

سوامی۔ کیا ایسا کوئی قاعدہ ہے۔ کہ ویودھان سے وشیشن نہیں ہوتا۔ اور اویودھان ہی میں ہی ہوتا ہے۔

अजो नित्यः शाश्वतोऽयं पुराणो - دیکھو گیتا کے اس شلوک میں

न हन्यते हन्यमाने शरीरे अ० २ – २० ॥

دور ستھ دیہی کا بھی وششیشن کیا نہیں ہے - اور کہیں ویاکرن وغیرہ میں بھی یہ قاعدہ نہیں ہے - کہ سمیپ استھ (قریب) ہی وششیشن ہوتے ہیں - دور ستھ (محذوف) نہیں -

وشودانند - یہاں اتہاس کا پوران شبد وششیشن نہیں ہے - بلکہ اس سے کیا نوین اتہاس گرہن کرنا چاہیئے -

سوامی - اور جگہ پر اتہاس کا وششیشن پوران شبد ہے سنئے

इतिहासपुराणः पंचमो वेदानां वेद इत्यादि। छां० प्र० ७ खं०

اس واک میں اتہاس کا وششیشن پوران شبد ہے - تب

وامن اچارج وغیرہ بہت سے پنڈتوں نے کہا کہ یہ پاٹھ نہیں ہے

سوامی جی - جو سام وید کے چھاندوگیہ اُپنشد میں یہ پاٹھ نہ ہو - تو ہمارا پراجے ہو - اور جو ایسا ہو تو تمہارا پراجے ہو - یہ پرتگیا (اقرار) لکھو

تب سب چپ ہو رہے کسی نے پرتگیا لکھنے کا نام نہ لیا -

پھر پوران ودوان سوامی دیانند جی نے ست دھرم کی پوری حمایت دیکھ کر اور بار بار ہر ایک بنارسی ودوان کو ودیا بل سے پچھاڑ کر عام چیلنج دیا -

سوامی جی - ویاکرن جاننے والے اس پر کہیں - کہ ویاکرن میں کہیں کلم سنگیا کری ہے - یا نہیں -

بال شاستری - سنگیا تو نہیں کی ہے - پرنتو ایک سوتر میں مہابھاشیہ کار نے اُپہاس کیا ہے -

سوامی جی - مہابھاشیہ کے کسی سوتر میں سنگیا تو نہیں کی بلکہ اُپہاس کیا ہے - جو جانتے ہو تو اداہرن پوروک سمادھان کہو - اس پر

بال شاستری - وغیرہ کوئی بھی کچھ اُتر نہ دے سکا - اور بالکل گونگے بن بیٹھے -

اس وقت چونکہ اچھی طرح اندھیرا ہو گیا تھا - ۳ گھنٹہ تک سب بحث کرتے کرتے اوسان باختہ ہو گئے - ہر ایک فرداً فرداً اپنی زور آزمائی کر کے شکست کھا چکا - تب انہوں نے ایک فریب کا ڈھکوسلا یعنی پنڈت مادھو اچارج نے دو پترے (ورق) وید کے نام سے نکال کر سب پنڈتوں کے بیچ میں رکھ دیئے - اور کہا کہ یہاں یگ کی سماپت ہونے پر یجمان دسویں دن پرانوں کا پاٹھ سنے - ایسا

لکھا ہے۔ یہاں پوران شبد کس کا وشیشن ہے۔

سوامی جی نے کہا۔ کہ پڑھو اس میں کس پرکار کا پاٹھ ہے۔ جب کسی نے نہ پڑھا۔ تب

وشودھانند۔ سوامی نے پترے اُٹھا کر سوامی جی کی طرف کر کے کہا کہ تم ہی پڑھو۔

سوامی جی۔ آپ ہی اس کا پاٹھ کیجئے۔ پترے لوٹا دئیے۔

وشودھانند۔ میں بنا عینک کے پاٹھ نہیں کر سکتا۔ ایسا کہہ کر وے پترے اُنہوں نے اُٹھا کر سوامی دیانند جی کے ہاتھ میں دیدئیے۔

سوامی جی۔ پترے لے کر وچار کرنے لگے۔ لالٹین منگائی گئی اندھیاری سی تھی۔ دکھلانے والے پوپ جی شرارت کرتے تھے۔ کہ وہ اچھی طرح دیکھ نہ سکیں۔ تو بھی سوامی جی نے اسے پڑھا۔

انومان (اندازاً) پانچ پل گذرے ہونگے۔ کہ جونہی سوامی جی یہ اُتر کہا چاہتے تھے۔ کہ پُرانی جو ودیا ہے۔ اسے پُوران ودیا کہتے ہیں وہ پوران ودیا وید ہے۔ پُوران ودیا وید اتیادی برہم ودیا کا یہاں گرہن ہے (دیکھو مانڈوک کا آکار)۔

اور دیگر مقامات میں رگ وید وغیرہ چار ویدوں کا یہاں منتروں لکھا ہے اُپنشدوں کا نہیں۔ اس لئے

दशमेऽहनि किंचित्पुराणमाचक्षीत पुराण विद्यावेद :

اس گرہیہ سوتر کے پاٹھ میں یہاں اُپنشدوں کا ہی گرہن ہے اور ان کا نہیں۔ کیونکہ پُرانی ودیا ویدوں ہی کی برہم ودیا ہے۔ پس اس سے بھاگوت۔ برہم ورت وغیرہ نوین گرنتھوں کا گرہن کبھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جو یہاں ایسا پاٹھ ہوتا کہ برہم ویورت وغیرہ اٹھارہ گرنتھ پُوران ہیں سو تو وید یا اُپنشدوں یا کسی رشی کرت گرنتھ میں ایسا پاٹھ ہرگز نہیں ہے۔ اس لئے کسی طرح بھی ان اٹھارہ گرنتھوں کا اس سے گرہن نہیں ہو سکتا مگر قبل اس کے کہ سوامی جی جواب بولیں۔

وشودھانند نے چالاکی سے کہا۔ کہ اب سندھیا کا سمے بیت کال ہو گیا ہے۔ انہیں اور بہت تکلیف نہیں دینی چاہئے۔ یہ کہہ کر اُٹھ اس کے طور پر سوامی جی کی پیٹھ پر تھاپی مار کر کہا۔ اب سیئے۔ جو ہونا تھا ہو چکا ساتھ ہی راجہ کو اشارہ کیا کہ چلنا چاہئے۔ وہاں کیا دیری تھی۔ جھٹ راجہ جی نے تالی بجائی پنڈت اور اور لوگ اس کی تقلید کرنے لگے۔ سوامی نے اتنا عرصہ ایک ایک

پنڈت کو ایک ایک بات میں لاجواب کیا۔ اور سب کی تشفی لوگوں پر ظاہر کر دی تھی اُسے اطمینان تھا۔ کہ اس مضبوط قلعے کی بنیاد ہل چکی ہے۔ اب کسی کی پیش نہیں جا سکتی۔ لیکن اُسے سخت تعجب ہوا۔ جب یکلخت چالاکی سے شور شروع کروایا گیا۔ پتھر اینٹ کنکر گوبر اور پرانے جوتے پھینکے جانے لگے۔ بدمعاش لوگ بلوہ کرنے کو آمادہ ہو گئے۔ لیکن ہوری لال جی تھانیدار اور کوتوال صاحب نے خوب انتظام کیا۔ سوامی جی کو ایک کوٹھڑی میں بٹھلا دیا۔ اور بدمعاش لوگوں کو ڈنڈے سے خوب پیٹا۔ کوتوال نے راجہ صاحب سے کہا۔ آپ نے یہ بہت بُرا کام کیا۔ حاکم لوگ سُنیں گے۔ تو بہت ناراض ہوں گے۔ یہ تالی بجانے کا کام آپ نے بہت انوچت کیا ہے۔ راجہ صاحب بولے۔ آپ بھی آستک ہیں۔ مورتی پوجا پرم پرا کا دھرم ہے۔ شری وشنو کے ونبے کرنے کو جس نے انکار ہے یہ بند کرانا چاہئے یہ کہا اور کوتوال صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ساتھ لے گئے۔ غرضیکہ ہر طرح اندھکار مچا کر سوارتھیوں نے اپنے خیال میں اپنی شکست فاش پر پردہ پوشی کی پوری کوشش کی

امر صاحبان فہم و فراست کیلئے حسب ذیل امور غور طلب ہیں

سوامی دیانند جی مہاراج اکیلے ست دھرم اور ست ودیا کے بل سے کاشی کے تمام مورتی پوجک اور شیو شکتی وغیرہ سمپردائی پنڈتوں کے مقابلہ میں شاستر ارتھ کو موجود تھے۔ واجب تو یہ تھا۔ کہ کوئی ایک پنڈت جو سب میں مکھیہ ہوتا اول سے آخر تک گفتگو کرتا۔ مگر اس دھارمک پُرش نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور چار باتوں میں انہیں شاستر ارتھ کے لئے للکارا۔

اوّل۔ پاشان آدی مورتی پوجن وید ورودھ ہے۔ اس واسطے اس کا کرنا پاپ ہے۔ یہ سارا شاستر ارتھ ہو چکا۔ بنارس کی ساری ودیا زور لگا چکی اور آج اُس کو ۵۲ سال ہو چکے ہیں۔ کہ کوئی شخص کسی نے بھی وید سے مورتی پوجن ودھان کا نہ نکالا۔ اور نکالیں بھی کس طرح جبکہ وید میں اس کا پتہ نہ دارد ہے۔ دو تین دفعہ جب نامی نامی پنڈتوں نے پچھاڑ کھائی پھر سارا شاستر ارتھ دیکھئے۔ کسی نے مورتی کی طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ اور نہ شالگرام وغیرہ کا کہیں نام لیا۔ پیارے ناظرین یہ کتنی عظیم الشان فتحیابی ہے

دوم۔ مورتی پوجا کی بازی میں ہار کھا کر پنڈتان بنارس منو سمرتی آدی کو وید مولک ہیں۔ یا نہیں۔ اس طرف دوڑے۔ اہنکار کا سر نیچے ہوتا ہے

ہر کہ گردن بہ کبر افرازد۔ خویشتن را بگردن اندازد ۔ وشودانند کا گمان ہم کو سب کنٹھ ہیں ۔ رکھتا ،
کتنا غلط نکلا ۔ اور کس طرح اُنھیں شرمساری اُٹھانی پڑی یہاں تک کہ وہ دھرم کا اور یاں شاستری ادھرم کا سروپ تک نہ جتلا سکے ۔ سچ ہے ۔ آفتاب توحید کے سامنے بُت پرستی کا مُردہ چراغ نہیں جل سکتا ۔

سوم ۔ یہ تھا شبہ پر پنڈتوں کی حیرانی اور سرگردانی درحقیقت رحم کے قابل ہے ۔ جس دھار ملک بل سے اُس ست پر تکیہ مہاتما نے اُن کو موقعہ دے کر گرایا وہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے ۔

چہارم ۔ پُران شبد جو وید آدک سناتن گرنتھوں میں آیا ہے ۔ اُس سے ۱۸ پران مراد نہیں ہیں ۔ پنڈتوں نے کتنی کوشش کی اور کس قدر ہاتھ پاؤں مارے ۔ اپنی طرف سے جان پر کھیل گئے ۔ ست اَست کی کچھ پرواہ نہ کی ۔ مگر سچ تو ہوا پر نہ ہوا رشی کا انداز نصیب ۔ نہ اٹھارہ پران سِدھ ہو سکے اور نہ پران شبد وشیشن یا جی سدھ کر سکے ۔

چھاندوگیہ کے واک پر تمام پنڈتوں کا بالاتفاق انکار کہ یہ کہیں نہیں ہے ۔ اور سوامی جی کا اس پر کمال صداقت سے اصرار و اقرار کہ اگر یہ واک شام وید کے چھاندوگ اُپنشد میں نہ ہو ۔ تو ہمارا پرا جے ورنہ تمہارا ۔ یہ پرتگیا لکھو ۔ اس پر پنڈتوں کا مَون (خاموشی) سادھ جانا اور پرتگیا سے مُنہ چھپانا ۔ سوامی جی کی کتنی بڑی کامیابی ہے ۔

مادھواچارج کا اندھیرے میں پتروں کا پٹکنا ۔ سب پنڈتوں کا پڑھنے سے جی چُرانا ۔ وشودانند کا عینک کا بہانہ بنا کر جان چھڑانا ۔

سوامی جی کا ایسے وقت میں ورق اُٹھا کر پڑھنے میں پانچ پل لگانا ۔ اور جب اُتر سُنانا چاہنا ۔ اول وشودانند کا دیر کا عذر کر کے کھڑا ہو جانا اور ساتھ ہی سب پنڈتوں کا شور مچانا اور کولاہل کرتے ہوئے باہر نکل جانا ۔ کیسی تہذیب اور کیسی بُدھی متا اور کتنا حق و باطل کے فیصلہ کا خیال سمجھا جا سکتا ہے ۔

۵ ۔ مباحثہ کی نسبت بعد کا چرچا ۔ پنڈت لوگ باقاعدہ اور بے قاعدہ بول بول کر اپنا سارا زور لگا چکے ۔ مگر کسی سے بھی سوامی جی کے پرشنوں کا معقول جواب نہ ہو سکا ۔ نہ ایک بھی وینتر مورتی پوجا کے حق میں نکلا ۔ حالانکہ تین چار سو پنڈت ۵ دن سے برابر دیکھ بھال کر رہے تھے ۔ ہاں اپنی تعداد کی زیادتی راجہ صاحب کی حمایت اور عوام کے ان کے دام میں پھنسا ہونے سے

اس وقت کو بظاہر انہوں نے اپنی ندامت اور ذلت کو چھپا لیا۔ لیکن حقیقت ظاہر ہوئے بنا کیسے رہ سکتی تھی۔ سبھی رودرعایت لوگ اصلیت سے واقف ہو گئے چنانچہ اخباری چرچا اس وقت کا اس مضمون پر خاصی روشنی ڈالتا ہے

(۱) "ستیہ دھرم وچار" ہتھیارہ "شاستراتھ وست دھرم وچار" دیانند سرسوتی نامی کوئی دگمبر سنیاسی کا کاشی کے پنڈتوں سے وچار ہوا تھا۔ ایک دن چشنوترمیت جو اپدیش دیا تھا۔ وہی ایڈیٹر منشی ہربنس لال کی ستی سے گوپی ناتھ پاٹھک نے پستکاکار میں بنارس لائٹ بیوالرمیں مدرت کیا ہے۔ یہ سنسکرت بھاشا رچیت اور ہندی بھاشا کے انووادسمیت پرکاشت ہوا ہے۔

شاستراتھ کی کتاب کے پہلے حصہ کا وچار۔ کاشی میں جس طرح وچار ہوا تھا اسی طرح مفصل اس میں لکھا ہے۔ دیانند سرسوتی سوامی بولے کہ پاشان آدی مورت پرتما پوجا شیو شاکت گانپتیہ ویشنو آدی سمپردائے اور رودراکشن تلسی مالا اور تیرتھ آدی تلک کے دھارن کرنے کا ودھان وید میں بالکل نہیں ملتا وید ودھ آچرن اور وید میں جس کی ودھی نہیں ہے۔ اس کا انوشٹھان کرنا مہاپاپ کا کارن ہے۔ موجودہ کاشی راج کے ادیوگ سے نانا دیش کے پنڈت گن نے اوکت مت کھنڈن کرنے کے نمت بچار کیا۔ کنتو پستک کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی پنڈت وید سے پرتما پوجا پرتیھرتی ہیو ستھا پرورتن کر کے سوامی جی کو پراست نہ کر سکا۔ اس سے سوامی جی کو سب سے بڑا وید جاننے والا پنڈت کر کے ماننا چاہئے۔

کنتو ایک وشے میں اس جگہ ان کا وتنڈا معلوم ہوتا ہے یعنی وید کے سمے میں ایک پرکار پوران پرچلت تھے۔ اس میں کچھ سندیہ نہیں ہے وید پڑھنے سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ وہ سب پوران وید کے انترگت ہیں۔ کنتو سوامی جی نے بدھی کی چاترتا سے پوران کا ہونا لوپ کر دیا۔

ستیہ دھرم وچار نام کرکے جو دوسرے بھاگ میں پرشن اُتر ہیں۔ جو کہ ستیہ اپدیش دیا ہے۔ اُس سے بہت سا اُتکرشٹ معلوم ہوا۔ سوامی جی اُس میں استری لوگوں کے واسطے ۱۵ برس کی اوستھا میں کم سے کم بواہ دینے کی بیوستھا دیتا ہے۔ اور جو کنواری اوستھا میں رجسولا ہونے سے ماتا پتا پاپی ہوتے ہیں۔ کہ یہ جو لوگوں کا سنسکار ہے۔ اس کا وہ کھنڈن کرتے ہیں۔ کنتو وہ بھرم کے مارے دیور کے دوارا کھیترج سنتان اُتپتی کرنے کی بہت خراب بیوستھا پردان کرتے ہیں۔ کوئی شاستر سمپوران پرمان اور کوئی شاستر سمت اپرمان کا جو اُن کا سنسکار ہے۔ راسی سے ان کا یہ بھول ہوا

ہے۔ (تتو بودھنی ماسک پتر کا بابت ماہ جیٹھ سمت ۱۹۲۶ نمبر ۱۴۲ صفحہ ۳۴)
پھر درگا استو کی بابت ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہاں سے درگا کی اتپتی ہوئی اور ہم لوگوں کا جو آدی گرنتھ وید ہے۔ اور برہمن جتنے دو ہم بانٹ کیا ہے اس میں درگا شبد کے نام کی بھی بو نہیں۔ وید کا جیسا مطلب ہے اس سے یہ سدھانت نکلتا ہے۔ کہ درگا شبد کی ویدک رشیوں میں کلپنا بھی نہیں ہوئی اس وقت دیانند سرسوتی نامی ایک وید گیتہ سنیاسی نے جو کاشی آدی دیشوں میں آکر بلند آواز (اوچ سور) سے کہا کہ ویدوں پرتما پوجا کی ودھی نہیں ہے۔ اسی وشے میں کاشی راج کی سبھا میں کاشی کے باسی اور انیہ دیشوں کے باشی بیشمار شاستر گیہ۔ پنڈتوں کی سبھا ہوئی تھی۔ مگر کوئی پنڈت بھی وید سے پرتما پوجا کا پرمان نہیں دکھلا سکا۔" (تتو بودھنی ماہ اسوج نمبر ۳۲۲ صفحہ ۹۵ سمت ۱۹۲۷ شالباہن)

(۲) صحیفہ عام میرٹھ ۲ دسمبر ۱۸۶۹ء اس سے ظاہر ہے۔ کہ مہاراجہ صاحب کے حمایتی بھی اُن کی پوزیشن کو ڈیفنڈ کرتے ہوئے سوامی کی نسبت نیک سلوک کا ذکر کرنے میں ہی بہتری سمجھتے تھے۔

"وہ صاحب خبر نے یہ مضمون اپنے دل سے گھڑا ہے۔ اس سے آگاہ نہیں کہ دیانند سرسوتی بت شکن کی مہاراجہ صاحب نے بڑی تواضع و تکریم کی انتظام طعام و میزبانی کا اہتمام مہاراجہ صاحب کی طرف سے ہوا۔ اور جلسہ مباحثہ مذہبی میں خود مہاراجہ صاحب تشریف لے گئے۔ جب پنڈتان بنارس نے سوالات کے جوابات کافی پائے۔ آمادہ پرخاش ہوئے۔ اس وقت گوسائیں جی نے براہ مصلحت سکوت فرمایا۔ اس سکوت پر بنارس والوں نے تالی بجائی اور بات بات کا شور مچایا۔ ہر چند مہاراجہ صاحب اور پربھیس جی مانع ہوئے۔ لیکن بلوائے عام تھا۔ کسی نے نہ سنا۔ ہر شخص فتح فتح کہتا ہوا اپنے گھر میں پھرا۔ عوام کا یہ حال تھا۔ مگر محققین کو تصفیہ نہ ہونے کا ملال تھا۔"

۳۔ پائنیر اخبار ۱۴ نومبر ۱۸۶۹ء میں ایک خط چھپا ہے۔ اس کا راقم بھی اس بات کا شاکی ہے۔ کہ ایسے امر کے جواب کا انتظار نہ کرنا خاص کمزوری تھی

۴۔ روہیلکھنڈ اخبار نومبر ۱۸۶۹ء نے بھی کچھ حال شائع کیا ہے۔ کہ "دیانند سوامی سرستی جی کہ مانع بت پرستی ہیں۔ اور جن کا کانپور کے پنڈتوں سے بھی شاستر ارتھ ہوا تھا۔ بنارس کے پنڈتوں کو انہوں نے جیت لیا۔ اور بنارس کے پنڈتوں نے جھوٹھ ہی اپنی فتح کا اظہار کیا۔"

۵۔ اس مباحثہ کے متعلق رسالہ گیان پردیپ آتی پتر کا نمبر ۱ جلد ۵ بابت ماہ

اپریل ۱۸۶۹ء مطابق چیت سمت ۱۹۲۶ مطبوعہ مترپلاس لاہور صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے۔ "بت پرستی" کاشی جی میں ایک سنیاسی دیانند سرستی آئے ہیں۔ جن کا مت یہ ہے کہ بت پرستی کی اجازت ویدوں میں نہیں بلکہ بت پرستی ویدوں کے خلاف ہے اس باب میں کاشی کے پنڈتوں سے انہوں نے شاستر ارتھ بھی کیا تھا۔ بیان جس کا پستک موسومہ ستیہ دھرم وچار میں درج ہے۔ چنانچہ اس پستک کی ایک جلد خط مندرجہ بالا کے ساتھ ہمارے پاس پہنچی۔ اور ہم فرستندہ خط و پستک مذکور کے مشکور ہوئے۔ سنیاسی صاحب کا شاستر ارتھ پتر کا موسومہ پرتی کر تندرق میں مشتہر ہوا ہے۔ پستک اور پتر کا کے بیان میں باہم کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر یہ امر دونوں سے ظاہر ہے کہ پنڈتان کاشی اور سنیاسی جی کے باہم شاستر ارتھ میں زیادہ تر فضول باتوں کا مباحثہ ہوا۔ الا اس میں شک نہیں کہ پرتما پوجن یعنی بت پرستی کی اجازت بیدوں سے پنڈت ثابت نہیں کر سکے۔ بت پرستی کا شروع زیادہ پرانوں کے زمانہ سے ہے۔[1] پرانوں میں جس قسم کی بیشمار پوجاؤں کی اجازت ہے۔ اور بیدوں میں جو پرارتھنا یعنی دعائیں مندرج ہیں۔ ان دونوں میں باہم بڑا فرق ہے۔ پرانوں میں متفرق دیو دیوی اوتار وغیرہ کی پوجا پھول چندن نئی بید وغیرہ کے ساتھ مشرح ہے جس کا بیدوں میں نام و نشان بھی نہیں۔ بیدوں میں سورج۔ آگ اندر یعنی آسمان یعنی ہوا برن یعنی پانی وغیرہ عناصر اشیاء قدرتی جن میں اس باری تعالیٰ کی قدرت و جلال کا ظہور ہے۔ ان سے دعا اور سوم ہون کے منتر ہی بھرے ہوئے ہیں۔ بیدوں کا حصہ ایک جو اُپنشد ہے۔ اس میں برہم گیان کا زیادہ ترجمان ہے۔ پس بیدوں سے بت پرستی کا ثابت کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا اس باب میں دیانند سرستی جی کا قول بجا و درست ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا کہ بید اور منو سمرتی ہی الہامی ہیں۔ سوائے ان کے اور سب شاستر سہو و خطا سے مشتمل ہیں۔ ہماری دانست میں غلط ہے۔ جیسے بید سمرتی ہیں ویسے ہی پران وغیرہ شاستر ہیں۔ ان میں صرف زمانہ کا فاصلہ ہے۔ اور اس لئے بید کی اُپاسنا و ریت رسم و کھاوت وغیرہ کا پرانوں کی اُپاسنا و ریت و رسم وغیرہ سے بڑا فرق ہے۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ بیدوں میں جو اندر وغیرہ الفاظ ہیں۔ ان کی مراد خدا سے ہے ویدانت درشن میں بھی بڑی کوشش کی

[1] معلوم ہوتا ہے کہ بابو نوین چندر جی اپنے آپ کو بیاس سے بھی زیادہ وید جاننے والے سمجھتے ہوں گے۔ ورنہ ایسا نہ سمجھتے۔

گئی ہے۔ مگر جو لوگ کہ بیدوں کے جاننے والے ہیں۔ اور تعصب و طرفداری سے خالی ہیں۔ وے سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اندر یعنی شاہ ابر و آفتاب و آتش وغیرہ اشیاء قدرتی کو ہی ویدکے رشی برہم یا ایشور جان کر پرستش کرتے تھے۔ اسی سبب سے ان کی دعاؤں میں ان کے ہر دو قسم کے صفات یعنی جسمانی و روحانی کا بیان ہے صفحہ ۳۵

(۷) مغل سرائے سے ایک صاحب نے یہ خط اخبار کے ایڈیٹر کو لکھا۔

بخدمت صاحب مہتمم گیان پردائنی پتر کا التماس آنکہ اس ملک میں آپ وید اور اُپ نشد ہائے قدیم سے اکثر انتخاب کیا کرتے ہیں۔ اس لئے ایک مجموعی پُستک موسومہ ست دھرم آپ کی خدمت میں بھیجنے کی جرأت کی۔ اس پُستک کے ملاحظہ سے آپ کو واضح ہوگا۔ کہ شہر بنارس میں فی زمانہ حال ایک سنیاسی صاحب نام نامی جن کا دیانند سرستی ہے۔ تشریف لائے ہیں۔ اور یہاں کے پنڈتوں کے ساتھ مباحثہ مذہبی میں مشغول ہوئے ہیں۔ یہ صاحب بید کے جاننے والے ہیں۔ صرف بید اور منو سمرتی کو سہو خطا سے مبرا مانتے ہیں اور پُران وغیرہ شاستروں کو جدید اور مصنوعی سمجھ کر بیان کرتے ہیں۔ کہ ان شاستروں کا جو مذہب ہے۔ وہ قابل اختیار کرنے کے نہیں ان مہاپُرش کا دیدار حاصل کرکے ہم لوگوں کو نہایت خوشی ہوئی۔

کاشی راجہ کی سبھا میں یہاں کے پنڈتوں نے ان کو تنگ کیا۔ اس لئے ان کے ساتھ مباحثہ کرنا۔ انہوں نے موقوف کردیا۔ مگر ایک اطلاع اُنہوں نے اس مضمون سے جاری کی۔ کہ بیدوں میں بُت پرستی کی کہیں اجازت نہیں۔ ایشور کی کوئی مورت بشکل فرضی بنانے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اور اُس کامل الوجود کی ہتک ہوتی ہے۔ پس اس باب میں اگر کوئی معترض ہو تو دیانند کے پاس آکر اپنے دعوے کو ثابت کرے۔ لیکن آج تک اس کا جواب کوئی نہیں دے سکا۔ سنیاسی صاحب موصوف کا مذہب عموماً براہم دھرم کے ساتھ ملتا ہے۔ تارک الدنیا ہو کر اُنہوں نے عزم بالجزم کیا ہے کہ اگر کوئی راجہ یا کوئی صاحب ثروت بید خوانی کے لئے ایک پاٹھ شالا مقرر کریں۔ تو یہ بید ہائے قدیم کے معنی اصل ظاہر کرینگے۔ جس سے قوم ہنود سے بُت پرستی اُٹھ جاسکتی ہے۔ یہ سنیاسی صاحب خاص اسی مقصد سے تمام شہروں میں گھوم رہے ہیں۔ کہ اس مُلک کے تمام آدمی ایک پرمیشور کے پرستش کنندہ ہوں۔ اُن کا مفصل حال اور اخباروں سے ظاہر ہوا ہوگا۔ پس اس خط میں زیادہ لکھنا فضول ہے۔ اے صاحب میں پہلے یہ سمجھا تھا۔ کہ بیدوں میں بہت سے دیوتے اور دیویوں کی پرستش کی ہدایت ہے۔ لیکن دیانند جی کے بیان

سے اندر وغیرہ لفظوں کے معنی سُننے سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ سب الفاظ ایک پرمیشور کے ہی اسم ہیں۔ اُن کا مطلب اندر وغیرہ متفرق دیوتاؤں سے نہیں مگر کاشی میں جو لوگ بید پڑھتے ہیں۔ انہیں ان الفاظ کے معنے اس کے برخلاف سمجھائے جاتے ہیں۔ بنارس کے کُل پنڈت سرستی موصوف کو بدلائل معقول و منقول بید سے بُت پرستی کے جائز ہونے کا ثبوت نہیں پہنچا سکے بلکہ سرستی جی کے ساتھ گفتگو سے سنسکرت زبان میں بھی سبقت نہ لیجا سکے۔ سرستی صاحب سوائے سنسکرت کے یہاں کی اور کوئی زبان نہیں بول سکتے۔ مگر ایسی آسان سنسکرت بولتے ہیں۔ کہ ہم لوگ اُن کی تمام باتوں کو سمجھ سکتے ہیں یہ صاحب ڈنڈیوں کے برخلاف بھی ایک اور پُستک تصنیف کر رہے ہیں۔ کاشی کے سب ڈنڈیوں کا یہ قول ہے۔ پورن برہم سچدانند و ہم یعنی میں کامل و برحق و منور و سرور بالذات برہم ہوں۔ دیانند سرستی جی اُن کی اس حماقت کو توڑ کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ مہاتما شنکر اچارج جی کا جن کے ڈنڈی لوگ پیرو کہلاتے ہیں۔ کہیں یہ مت نہ تھا۔ شنکر اچارج جی نے ایشر کی وحدانیت کو ثابت کیا۔ ورنہ ان کی کلام کا یہ مطلب نہیں۔ کہ کُل عالم جھوٹ ہے۔ سوائے برہم کے دوسری شئے موجود ہی نہیں ہے ان دنوں میں جو لوگ بید کے جاننے والے کہلاتے ہیں۔ وے اس کے برخلاف معنی بیان کرتے ہیں۔ ان سنیاسی جی کے پاس جیسا ہم نے سُنا اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ براہم دھرم ہی متقدمین رشیوں کا مذہب تھا۔ اور صرف وید ہی اُن کے صحائف مذہب تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ راجہ رام موہن رائے جی بیدوں کے اصلی معنوں سے واقف تھے۔ اسی لئے انہوں نے بید اور بیدانت کو سہو خطا سے مبرا تصور کیا تھا۔" راقم [illegible]

۷۔ رسالہ پرتن کمر نندنی کلکتہ کی تحریر

جس وقت یہ شاستر ارتھ ہوا۔ پنڈت ست برت شام آشرمی ایڈیٹر اخبار مذکور درمیان موجود تھے۔ اور اپنی نوٹ بک میں سب حال اپنا چشم دید لکھتے جاتے تھے۔ چنانچہ ۱۶ نومبر ۱۸۶۹ء کو شاستر ارتھ ہوا اور دسمبر ۱۸۶۹ء کے رسالہ پرتن کمر نندنی میں اُسے شائع کردیا۔ اس رسالہ کا انگریزی نام دی ہندو کمین شیز تھا۔ اور سنسکرت زبان میں نکلا کرتا تھا۔ اب انہوں نے ایک سنسکرت رسالہ اُوشا نام نکالا ہوا ہے۔ اور ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے پاس سب سے زیادہ لائق پنڈت یہی ہیں۔

ہم اس رسالہ سے اس مباحثہ کی بابت درج کرتے ہیں۔

از رسالہ بھارت سدھار ان ماہ ... نمبر ۲۹ سمت ۱۹۲۲ بکرمی۔

"दया नन्दो नाम साधुः सद्धर्मावि भविता सद्धर्म परि लोपने ऽहं कृत संकल्पः"

(ترجمہ) دیانند سوامی ایک سادھو ہیں۔ کہ جنہوں نے ست دھرم کے پرکاش ست کے دور کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

दयानन्द स्वामी स्वर्गादौ इन्द्रादयो देवाः सन्ति नवा ?

سوامی دیانند۔ سورگ وغیرہ میں اندر آدی دیوتا ہیں یا نہیں۔

विशुद्धानन्द स्वामी —— मन्त्रमयो देवता

وشودھانند سوامی ویدوں کے منتر ہی دیوتا ہیں۔

(महाराज भु····· कु त म] (کاشی راج کی بھویں چڑھ گئیں)[۱]

द० कथ मुपासना ? سوامی دیانند۔ پھر اپاسنا کس طرح ہوگی۔

وشودھانند جی۔ شالگرام آدی کی مورتی میں۔

वि० प्रतीको पासना, शालिग्रामादौ

द० क्व वेदे लिखित मिदम् سوامی دیانند ایسا وید میں کہاں ہے۔

وشودھانند جی ایک سام وید کی ہزار شاخ ہیں کیا آپ نے سب دیکھے ہیں؟

वि० एकस्य हि सामवेदस्यैव सहस्र शाखाः भवन्ति सर्वा एव दृष्टाः ?

दयानन्द० भग–भवन्तु–सहस्र "वर्त्म" دیانند سوامی۔ شاکھ ہزار شاخوں

(शाखा) सामवेदः सहस्र मार्गका :– इति سے یہ غرض ہے کہ اس کا ہزار طرح سے

तस्यार्थः संहिता तु सर्वेन शाखासु–एका एव॥ ویاکھیان ہے لیکن سنگھتا ایک ہی ہے۔

۱؎ جو وقت سوامی وشودھانند نے منتر کو دیوتا کہا کاشی کے راجہ صاحب نے سمجھ کر پتا کا تو اپنی ہی جانب سے قطع ان ہو چکا اس سے تعجب ہو کر بھویں چڑھ گئیں۔ اور جب وشودھانند جی نے بعد ازاں شالگرام میں اپاسنا بتلائی تھی تو اور بھی تعجب کیا کہ دیکھئے سوال از آسمان جواب از ریسمان کدھر سے کدھر چلے گئے وہ پرکرن ہی چھوڑ گئے اسی طرح پرکرن آخر میں جا کر ترک ہو جا کا قطع ان تو دکنارہ ویدوں کے الہام پر چلنے کا تب سوامی جی نے ان کو ایک دو پرشنوں کا جواب دے کر ٹوک دیا کہ پرشن یا تو روہ اور مضمون ورد جارہے ہو یہ بحث کا قاعدہ نہیں چنانچہ وشودھانند جی نے ویدوں کی بابت پوچھا کہ وید اور ایشور کا کیا سمبندھ ہے سوامی جی نے جواب دیا کہ کاریہ کارن۔ وشودھانند جی نے کہا کہ اس سمبندھ سے وید رہ نہیں سکتے دیانند جی نے جواب دیا۔ کہ جو ایشور میں کچھ بھی نہیں رہ سکتا۔ تو آکاش سے کس وستو کا سمبندھ کیسے ہوسکے گا یہ کہو؟ اس پر وشودھانند جی بولے۔ کہ آکاش ہی ایشور ہے۔ کیا خوب! ذرا اس پر ناظرین غور فرماویں۔

वि० स एव इश्वर :	وشودانند - وہی یعنی اکاش ہی ایشور ہے۔
द० [उपहस्य] हे !	سوامی دیانند (ہنس کر) ہاں! وہی ایشور
स एष सर्वत्र : । अलमनर्थ	ہے۔ جس بات کا یہاں تعلق نہیں اس کا ذکر
विचारेण प्रकृतं	کرنا فضول ہے یہاں پر تمہارا بحث چاہیئے
वद ।	اس کا پرمان دو۔
वि० (पृष्ठे दत्तवामहस्त :)	وشودانند (سوامی جی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر)
अरे ! बाबा !! त्वं अभी कुछ	ارے بابا! تو ابھی کچھ پڑھا نہیں - کچھ
दिन और कुछ दिन पढ़ ।	دن پڑھو۔
दया० (हस्तबला दूरी कृत्य)	دیانند (اُن کے ہاتھ کو جلد زور سے ہٹا کر) آپ
भवता सर्वं पठितम् ।	نے سب کچھ پڑھ لیا ہے؟ وشودانند۔ ہاں۔
द० (पुनः२ प्रत्युपहस्य)	سوامی (اُن کی طرف تمسخر کرکے) کیا
व्याकरणमपि !	ویاکرن بھی!
वि० तदपि ।	وشودانند - ہاں وہ بھی
द० (रक्तेक्षण :)	دیانند سرستی (لال آنکھیں کرکے) کلم سنگیا کس کی ہے؟
कल्मसंज्ञा कस्य ? (गर्जयन्) वद वद !	(گرج کر) کہو کہو؟ سلہ

جب اُن سے کچھ جواب نہ بن پڑا - تو بال شاستری جی نے دیکھا - کہ اب کاشی کی ناک قائم نہیں رہتی - اور سخت بےعزتی ہوتی ہے - وہ اپنے بڑے پنڈت وشودانند کی عزت قائم رکھنے کے واسطے میدان میں آ گئے - اور بولے کہ میں اس کا اتر دیتا ہوں - سوامی جی نے کہا کہ آپ ہی کہئے کلم سنگیا کس کی ہے - تب بال شاستری نے کہا کہ سنگیا تو نہیں کی ہے پر ایک سوتر میں

पं० बा० शा० कस्मिन्सूत्रे संज्ञा न कृता - بھاشیکار نے اُپہاس لکھا ہے۔

किन्तु महाभाष्यकारेणोपहासः कृत इति

दया० कस्य सूत्रस्य महाभाष्ये संज्ञा न कृता (سوامی) کس سوتر کے مہا بھاشیہ میں سنگیا

سلہ مباحثہ سنسکرت میں - اور بھاشا پرجا کو دے - صاف ظاہر ہے کہ سرتی پرماکا کوئی کسی طرح کا ثبوت نہ دے سکے - اور اس طرح چالاکی سے شرمندگی اتارنے لگے -

سلہ اس پر وشودانند جی سے کوئی جواب نہ بن پڑا - کیونکہ وہ ویاکرن میں محض کورے تھے۔ دیکھئے کتنی بڑی سخت شکست ہے اور مقام شرمساری ہے - اب ایسے پنڈت کیا سمجھے جو کاشی کا مکھ سرتاج - اور جسے تمام ہندو وشوناتھ کا اوتار مانتے ہوں اب کہاں گیا ان کا غرور و تکبر کے ساتھ یہ کہنا کہ ہاں سب کچھ پڑھ لیا ہے -

تو نہیں کیا اور آپ ہاس کیا ہے اور اپہاس پورک
سمادھان کو اُس پر بال شاستری اور دیگر پنڈتوں
نے بھی کچھ نہ کہا۔ اور خاموش رہے۔
بلکہ اشا ظلم کہ پرتن کمر نندنی کے اڈیٹر نے تو لکھا۔ اور لالہ ہربخش لال نے اپنے
مطبوعہ شاستر ارتھ میں اُس کا ذکر کیا ہے۔ مگر کاشی والوں نے جو سمت ۱۹۲۶
کا نفی نرنیش کے پریس میں چھپوایا ہے۔ جس میں سوامی جی کو صدہا گالیاں
دی ہیں۔ مگر ولن قلم سنگیا والے مضمون کا کوئی جواب نہیں دیا اور کوئی دلیل
یا پرمان مورتی پر نہیں چھپوایا۔
اخیر میں اُسی پرچہ میں لکھا ہے۔
مہاراجہ کاشی نریش کی اس شاستر ارتھ کو اول سے آخر تک سن کر کچھ تسلی
نہ ہوئی[1]۔
تب اسی طرح کہنے لگے کہ
یہ ہمارا آنا بہت اچھا ہوا اگرچہ دیانند

उपहास स्वेच्छया पूर्वकं -
समाधानं वदेति तदा बालशा॰
किमपिनोक्तं मन्येनापि चेति ॥
श्री [illegible] [illegible] [illegible]
न विचार्य कोलाहलम् [illegible] जगाम। ततः
प्रकाशितवां [illegible] मादिदं स्वागतम् अस्तु दयानन्दो

[1] اس میں شک نہیں کہ ایسے شاستر ارتھ سے جہاں اس قدر جہالت و تعصب کا زور ہو کسی آدمی کی تسلی نہیں ہو سکتی۔ دیانند کو گالیاں دینے سے کوئی اُسے نہیں جیت سکتا۔ اور یہ کلمہ کہ دیانند ایسا زبردست ودوان ہے۔ جیسا کہ جنگ بھارت میں کرن زبردست پہلوان تھا۔ کہ جس کو چند پہلوانوں نے مل کر گرایا تھا باتوں سے کہنا۔ کہ دیانند ہار گیا۔ اُس سے دیانند نہیں ہار سکتا۔ جب تک کہ دیانند کی دلائل کو کوئی نہ توڑے اور نہ اُس کے سوال کا جواب دے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ چار وید مول سنگتا میں مورتی پوجا نہیں ہے۔ اس واسطے وہ سناتن دھرم نہیں ہو سکتا۔ اور جب وید اس کا کھنڈن کرتا ہے تو پھر اس کا پوجنا وید ورودھ ہونے سے مہا پاپ ہے۔ کاشی کے چند پنڈت بھولا ناتھ کی بڑی بلا ہے۔ مہاراج کے لالچ دینے سے گو شاستر ارتھ پر راضی ہو گئے مگر اس سے تو اگر شاستر ارتھ نہ کرتے تو بہتر ہوتا اور خاموشی میں ان کی عزت بچی رہتی کتاب کا نام رکھا دُرجن مت مردن اور ۹۲ صفحہ کی کتاب پرانوں کے واکوں سے بھر مار سے بھر دی۔ حاشا کہ ساری کتاب میں ایک بھی وید منتر موجود ہو۔ گو اصل مباحثہ کے سوا بھی بہت سے ورک بھرے ہوئے ہیں۔ مگر پرمان کا پتہ ندارد ہے۔ اُس کے مطالعہ کرنے والے پر پنڈتوں کی بد تہذیبی اور نالیاقتی یا وید شاستر کی ناواقفیت یا جھوٹ کی شکست صاف ظاہر ہو جاتی ہے اور اس طرح راجہ صاحب کاشی کا مادھو۔ یا مہادیو ہونا بھی اُسی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔

ڈھیٹ اور مورکھ ہے تاہم اس کو کوئی ایک پنڈت کسی طرح نہیں ہرا سکتا ہے یہ کرن کی کھٹی ہے۔ جیسے پہلوانوں نے پکڑ لیا تھا جب کہ میں بل نہیں ہو تو گر گیا اور یہی شخص دیانند جی کے صرف ہرا دینے سے ہی یہ بیچارہ ختم نہیں ہوا سب پنڈت لوگ مل کر بیچارہ کو کھنڈن منڈن اور منڈن کھنڈن کا اور گرنتھ بنا کر پرکاشت کرو۔
شری ہری کرشن ویاس۔ شری جی نلائن ترک پنچانن و شری کرشن ویدانت سرسوتی وغیرہ لوگوں نے جو وہاں ودوانوں میں گنے جاتے تھے۔ کہا کہ یہ بیچارہ تو ٹھیک ٹھیک نہیں ہوا لیکن دیانند کی ہار ہو گئی یہ ٹھیک ہے
خود پورانک پنڈتوں کی پستک سے بھی ظاہر ہے۔ (صفحہ ۳۰۵)

धृष्टो मूर्खश्च पर स एव केन चित्कोविदेन मानव: संभाव्यते। सहि एवभि: करयो निपातित इतिन्यायेन ध्वस्त बलो निस्त: अपिच नहि त्वमिदानी नैव विचार: शेषस्तां गत:। उद्धान्यत्रकोविवादिष: खण्डन मण्डन मण्डन खण्डनक ग्रन्थ कारेण मेतु च त्वमस्ते मदा ज्ञता =
इति ॥
अपरे। श्रीहरे कृष्णव्यास श्रीजवनत्रयस्य सर्के पञ्चानन: श्री शिव कृष्णा वेदान्त सरस्वति इत्येव मादयो विद्वद् ? इति पयावदन्ति विचार- स्तु सम्यक् न भूत: परं दयानन्द: पराजित इति तु सत्यम् ॥
सत्य व्रत श्रमीरंप्रति लिख्यसो तावता यथार्थ तो वादि प्रतिवादि वच…… इत्वा मापयत् – लेख्यका- यं निश्चित्य सामश्रमी यथा व्रतं एवम्कार्थे लिखति तथाहि ॥

کہ پنڈت ست برت شام آشرمی کاتب تھے ہم نے ان کے رسالہ سے چند صفحات نقل کئے ہیں۔

۸۔ بمبئی کے ایک دیسی سماچار پتر میں سوامی جی کا حال اس طرح لکھا ہے:۔
اُن کے گرو کے مرتبہ ہونے پر انہوں نے ہندو دھرم کا سنسکار آرمبھ کیا پہلے اُن کا شاستراارتھ کاشی دھام میں وہاں کی پنڈت منڈلی سے ہوا راجہ صاحب بنارس کے ہاں سبھا ہوئی۔ سو پنڈت اکٹھے تھے۔ پنڈت دیانند جی کا دعوےٰ یہ تھا۔ کہ مورتی پوجن وید درست نہیں ہے۔ بہت ترک وترک۔ وادانوواد کے پیچھے دیانند جی کی جیت ہوئی تھی (گیان پردایتی جلد ۲ نمبر ۱۳۱ و ۱۳۲ صفحہ ۳۴۲)۔

۹۔ ہندو پیٹریٹ ۱۷۔ جنوری سنہ ۱۸۷۰ء میں اس طرح لکھا ہے:۔
"ہندوؤں کی بت پرستی اور تعصب کا مضبوط قلعہ جو ہندوؤں کی دیوملا (متھالوجی) کے مطابق شیو کے ترسول پر کھڑا ہے۔ اور اس لئے کسی کے اثر سے متاثر نہیں ہوا۔ اب گجرات سے ایک رشی کے ظاہر ہونے پر بنیاد سے ہلایا گیا ہے۔ اس بڑے معزز شخص کا نام دیانند سرسوتی ہے۔ وہ ہندوؤں کے موجودہ طریقہ عبادت کو معدوم کرنے کی نیت سے آیا ہے۔

وہ ویدوں کو ہی قابل پرمان مذہبی کتاب مانتا ہے۔ اور پرانوں کو مکاری سے بنائے ہوئے کہتا ہے۔ جن کو زمانہ جہالت کے بعض چالاک برہمنوں نے اپنی خود غرضی کے لئے ایجاد کیا ہے وہ کہتا ہے۔ کہ وید بت پرستی کی تعلیم بالکل نہیں دیتے۔ وہ بنارس کے پنڈتوں اور بڑے آدمیوں کو اپنے ساتھ شاستر ارتھ کرنے کے لئے چیلنج دیتا ہے۔

کچھ عرصہ گذرا کہ رام نگر کے مہاراجہ نے ایک جلسہ کیا جس میں اس نے بنارس کے چیدہ اور بڑے بڑے عالم و فاضل پنڈت بلائے تھے۔ دیانند سرسوتی اور پنڈتوں کے درمیان ایک بڑی زبردست اور طول طویل بحث ہوتی رہی لیکن انہوں نے باوجود اپنے تمام فخر شاستر دانی کے شکست فاش کھائی۔ پنڈتوں نے جب معلوم کیا کہ باقاعدہ مباحثہ سے ایسے بڑے آدمی پر غالب آنا ناممکن ہے تو اپنی منشا پوری کرنے کے لئے گناہ آلودہ وسائل اختیار کرنے کی طرف رجوع ہوئے۔ انہوں نے رشی کو پورانوں کا ایک پترہ دیا۔ جس میں بت پرستی کا حال درج تھا۔ سرسوتی کو وہ پترہ دے کر کہا۔ کہ یہ ویدوں کے منتر ہیں۔ جب وہ ان کو مطالعہ کر رہا تھا۔ تب پنڈتوں کے گروہ نے زیر کمان مہاراجہ صاحب تالیاں بجائیں۔ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ مذہبی مباحثہ میں اس بڑے پنڈت نے شکست کھائی

سوامی اگرچہ مہاراجہ صاحب کے سخت سلوک اور بزدلانہ کارروائی پر سخت ناراض ہوئے۔ مگر پھر بھی ہمت نہ ہاری۔ اور ابھی تک مذہبی جنگ پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش سے کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ اکیلا ہے۔ لیکن پھر بھی فریقین کے گروہ کے درمیان بےخوف کھڑا ہے۔ اس کے پاس سچائی کی ڈھال اسکی حفاظت کرنے کے لئے ہے۔ جس کے سبب سے وہ فتحمندی کا جھنڈا ہوا میں لہرا رہا ہے۔ اسی پنڈت نے ابھی ایک رسالہ چھپوایا ہے۔ جس کا نام ستیہ دھرم وچار ہے۔ جس میں مذکورہ بالا مذہبی مباحثہ درج ہے۔ اور اس نے ایک سرکلر یعنی نوٹس جاری کیا ہے۔ جس میں بنارس کے پنڈتوں کو لکھا ہے کہ دکھلائیں کون سا حصہ ویدوں کا بت پرستی کے جائز ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ مگر کسی نے ان کے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔

اس رشی کی بڑی شہرت سن کر ہم نے اس کے دیکھنے کا ارادہ کر لیا اور اس لئے بنارس میں درگا کنڈ کے قریب آنند باغ میں گئے۔ جس دلکش باغ میں اس نے اس وقت رہائش اختیار کی ہوئی ہے۔ اس معزز پنڈت کی رشیوں جیسی صورت اور اس کی خوش مزاجی اور بچوں جیسی سادگی نے ہمارے دل پر ایسا اثر کیا۔ جو کبھی نہیں دور ہو سکتا۔ جب وہ تقریر کرنے لگا۔ اس کے منہ

سے متن کرنے لگے اور اُس نے جو عاقلانہ نصیحتیں کیں اُس سے ہم کو یقین ہُوا کہ ہندوستان کا گولڈن ایج (ست جگ) سنہری زمانہ ابھی تک بالکل معدوم نہیں ہُوا۔

یہ بڑا پنڈت ویدوں میں اٹھارہ برس کی تلاش کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اُن میں بُت پرستی کی بُو تک نہیں ہے۔ ویدک دھرم جو کہ ہندوستان کے پُرانے رشیوں کا تھا۔ اُس کی ازسرِ نو تازہ کرنے کی منشا سے وہ مذہبی اصلاح کے مشن پر نمودار ہوا ہے۔ اُس نے تمام دنیاوی خوشیوں اور لذّتوں کو سلام کر کے زاہدانہ ریاضتوں کو اختیار کیا ہے اور ہندو مذہب کے تر و تازہ کرنے کی امیدوں سے اور اپنے ہم وطنوں کے لیئے ایک ہمیشہ کی نعمت مہیا کرنے کی خواہش سے مسرور ہے۔ ایک خدا کی سچی تعلیم کے پھیلانے اور موجودہ سنیاسیوں اور پنڈتوں کے مسلّمہ اوست کی غلط فہمیوں کو جسے وہ ویدوں کی خاص تعلیم سمجھتے ہیں۔ مٹانے کے لیئے وہ اپنے تعلیم یافتہ اور روشن دماغ بھائیوں کو ایک ویدک سکول قائم کرنے کے لیئے اپیل کر رہا ہے۔ جس کا اُستاد ہوتا وہ خود بہت خوشی سے منظور کریگا۔

القصہ ہم اپنے سچے ہندوؤں کے سرگروہوں کے پاس بڑے زور سے اپیل کرینگے۔ کہ وہ ویدک سکول قائم کرنے میں دیانند سرستی کو مدد دیں۔ کیونکہ عموماً تمام تعلیم یافتہ دیسی دل میں ایک خدا کے ماننے والے ہیں اگرچہ بعض اپنے والدین اور نزدیکی رشتہ داروں کی خاطر بُت پرستی کرتے ہیں۔ بہتوں نے ظاہرا برہمو ازم (نویں ویدانت) اختیار کر لیا ہے۔ اس لیئے یہ ضرور ہے۔ کہ ویدک دھرم دوبارہ پھیلایا جاوے۔ ترقی کی لہر روکی نہیں جا سکتی۔ اور سناتن دھرم رکھشنی سبھا کے ممبر ہندوؤں کے موجودہ مذہب کو قائم رکھنے میں کامیاب نہیں ہونگے۔

وہ ہندوؤں کا ہمیشہ شکریہ حاصل کرینگے۔ اگر وہ ہندو مذہب کو ان غلطیوں سے جو اس میں آ گئی ہیں۔ صاف کرنے کی کوشش کریں۔ اور ویدک دھرم کو تعلیم یافتہ آدمیوں کا مذہب ٹھہرائیں۔

پھر اسی اخبار میں ماہ فروری یہ مضمون چھپا ہے۔

"وہ آپ کے حوصلہ دلانے والے الفاظ سے ہم دلیر ہو کر آنند باغ واقعہ بنارس گئے۔ اور ماتیہ وزنیپنڈت کو آپ کے ایڈیٹوریل کا مطلب پڑھ کر سنایا جس کو سن کر وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ اور خندہ پیشانی سے آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ پھر انہوں نے مندرجہ ذیل تجویز بتلائی جس کے مطابق مجوزہ

ویدک سکول کی کارروائی کرنے کا منشا ہے۔ اگرچہ یہ سوامی جی گجرات کے رہنے والے ہیں۔ مگر انہوں نے تعلیم متھرا میں سورداس سوامی کے پاس پائی ہے۔ ویدک سکول میں۔ اس سوامی کے شش تھوڑے سے ہیں۔ جو اس سکول میں تعلیم دینا معقول تنخواہ پر سویکار کرینگے۔ تنخواہ ۵ سے مار روپیہ تک ہونی چاہیئے۔ اس قسم کی پاٹھ شالا جاری کی جاوے۔ جس سے ویدوں کا مطلب بھی لوگ اچھی طرح سے سمجھ سکیں۔ اور ان کا ارادہ ہے کہ چند اچھے ودوان پنڈتوں سے انتخاب ہو کر سکول میں رکھے جائیں۔ جس سے کہ ودیارتھیوں کو سنسکرت ودیا بخوبی آجائے۔ جس کی تحصیل کے لئے دو برس صرف ہونگے تب ایک سو روپیہ ماہوار چند وید پڑھانے کے واسطے نوکر رکھا جاوے چونکہ اعلے تعلیم نے بہت سے نوجوانوں کے دل میں مذہبی جوش پیدا کر دیا ہے۔ اس لئے سنسکرت کالج کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ودیارتھی اور دیسی پاٹھ شالاؤں کے پنڈتوں کو ترغیب دے کر اس پاٹھ شالا میں ویدک ودیا پڑھنے کے لئے داخل کئے جائیں۔ ایسی حالت میں ایک نائٹ سکول بنائی جانی چاہیئے۔ اس صورت میں رات کا سکول جاری کیا جائے۔ تو کسی خیراتی مدد کی ضرورت نہ ہوگی۔ چونکہ امید ہے۔ کہ نزدیک یا دیگر سماجوں کے طالب علم اس سکول میں داخل ہونگے۔ اس لئے ان کی ضروریات بہم پہنچانے کا بندوبست ہونا چاہیئے شروع میں ایک سو روپیہ ماہوار پر پنڈت اور ضروری خرچ دس طالب علموں کے خرچ کے لئے معہ سائر خرچ کے ماسک چندہ سے کیا جائے۔ میں بالفعل سکول کے مکان اور بورڈنگ ہوس کی بابت کچھ نہیں کہتا کیونکہ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ کوئی دھناڈھیہ شخصوں میں سے اس مطلب کے لئے اپنا مکان دے سکتا ہے جب اس کا بندوبست ہو جائے تو ماننیہ ور پنڈت دیانند سرستی جی معہ ایک سنسکرت ادھیاپک کے کلکتہ کو روانہ ہونگے۔ اور جب تک کہ یہ پاٹھ شالا اچھی طرح قائم نہ ہو جائے۔ تب تک وہ اس جگہ رہیں گے۔ ہمارے پنڈت کا یہ ارادہ ہے کہ بنارس جو ہمیشہ سے ودیا کا گھر رہا ہے۔ ویدک پاٹھ شالاؤں کا مرکز بنایا جاوے۔ اور اگر دھناڈھیہ لوگ اس بڑے آدمی کی خواہش پورا کرنے کے لئے طیار ہونگے۔ تو بندہ پر بڑا اپکار کرینگے۔ خرابی کے درخت کی شاخیں کل آریہ ورت پر چھا گئی ہیں۔ اور ان کا یہ بڑا مبارک منشا ہے کہ ست کا کلہاڑا اس درخت کی جڑھ پر لگا کر جو خاص بنارس میں گہرا لگا ہوا ہے۔ کاٹ دیا جاوے۔ کل پنڈت جی یہاں سے الہ آباد کو روانہ ہوگئے ہیں۔ جہاں وہ ایک ہفتہ ٹھہرینگے۔ (از ہندو پیٹریٹ ۱۳ فروری سنہ [illegible])

ہ اور اسی طرح ایک فاضل انگریز نے بھی اس وقت کا چشم دید حال اس طرح شائع کیا ہے۔

ایک ہندو ریفارمر۔ اس ریفارمر کی شہرت جس نے کل شہر بنارس کو کمپائمان کر رکھا ہے۔ دور دور تک پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ پس اس شخص اور اس کے خیالات اور مباحثہ عام کا حال جو پنڈتوں کا اس کے ساتھ ہوا۔ ایک ایسے شخص کی طرف سے لکھا جانا جو اس مباحثہ میں موجود تھا اور جو اس مباحثہ سے پہلے اور پیچھے اس ریفارمر سے کئی دفعہ ملا۔ اور اس کے ساتھ گفتگو کی انٹی یجین سر کے ناظرین کے لئے خالی از لطف نہ ہوگا۔

نام اس ریفارمر کا دیانند سرستی سوامی ہے۔ یہ علاقہ گجرات کے ایک گاؤں کا باشندہ ہے۔ نام اس جگہ کا وہ کسی پر اس خوف سے ظاہر نہیں کرتا۔ کہ مبادا اس کا باپ جو اس کو پاگل قرار دیتا ہے آکر اس کو زبردستی واپس نہ لیجائے۔ جیسا کہ پہلے ایک موقعہ پر اس نے کیا۔ یہ وجیہ اور خوبصورت آدمی ہے۔ بڑے قد کا مگر سڈول۔ خاص کر اس کے چہرہ سے ہوشمندی کے آثار نمایاں ہیں۔ وہ سنیاسی کے بانہ میں ہے۔ قریب قریب کل بدن سے برہنہ بھسم لگائے ہوئے رہتا ہے۔ سنسکرت بہت صفائی سے بولتا ہے اور بولنے میں کہیں نہیں رکتا گو بڑے پالشڈ طرز کی نہیں ہوتی اور کہیں کہیں صحت کے درجہ سے گری ہوئی ہوتی ہے۔ مثلاً اس کو انکار ہے کہ متی دہاتو جس کے معنی ماننے کے ہیں اس کا صیغہ متکلم جمع اور حال علاوہ منومہے جیسا ہے کے منیمہے بن سکتا ہے۔

یہ ایک اچھا منطقی ہے اور مباحثہ میں انصاف کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ بہرحال اس بات میں بہت ہی عمدہ کارروائی کرتا ہے کہ وہ عموماً اپنے مخالف کو بلا روک ٹوک پوری آزادی کے ساتھ اپنی تقریر کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اور اس کی کل کارروائی نہایت درجہ کی اتمارتھو (یہ ملن یکت) ہوتی ہے اس کا قالب۔ دل ودماغ سراپا قوی اور مستعد ہیں۔ اور چونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی ویدوں کی واقفیت اس کے مخالفوں سے بڑھ کر ہے اس لئے اپنے مخالفوں کی تقریر کو ایک گونہ بے پرواہی سے سنتا ہے۔ اور بارہا ایسا ہوتا ہے اور خاص کر کم درجہ کے پنڈتوں کی صورت میں کہ وہ اپنے تردیدی جواب اتمارتھو (فیصلہ کن) طور پر دیتا ہے۔ ویدوں سے یہ خوب ماہر ہے۔ الّا چوتھے اتھرون وید کے کچھ حصے ہی اس نے مطالعہ کئے ہیں اور مکمل اتھروید پہلی دفعہ مجھ سے ہی لے کر دیکھا ہے۔ جو میں نے نقل اپنے پاس سے ان کو عاریتاً دیا تھا۔ مگر یہ بات یاد

رکھنی چاہئے کہ برہمن لوگ (آجکل) ویدوں سے وہ مراد نہیں لیتے۔ جو ہم لوگ لیتے ہیں۔ یعنی صرف منتر سنگھتا جو چار وید مشہور ہیں۔ بلکہ اس میں وہ ان مذہبی نثر کی کتابوں کو بھی شامل کرتے ہیں۔ جو ویدوں کے ساتھ۔ برہمن۔ اُپنشد وغیرہ نام سے ملائے جاتے ہیں۔ گیارہ سال کی عمر سے اُس نے اپنے آپ کو چاروں ویدوں کے مطالعہ میں لگا رکھا۔ پس وہ ویدوں سے عملاً بنارس کے کل نہیں تو اکثر بڑے بڑے پنڈتوں سے زیادہ ماہر ہے۔ جو ویدوں کو صرف دوسری کتابوں کی مدد سے ہی جانتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی کم یعنی براہ راست ویدوں کو نہیں پڑھتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک عجیب بات اس میں موجود ہے کہ یہ ویدوں کا بغیر کسی کتاب کی سہائتا کے انڈیپنڈنٹ مطالعہ کرتا ہے۔ اور یہی بڑا بھاری فرق اس میں اور دیگر پنڈتوں میں ہے۔ روایتی ترجمہ کرنے کے ڈھنگ کی یہ تقلید نہیں کرتا ہے مشہور سائن کے بھاشی کی وہ کچھ وقعت نہیں سمجھتا۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جو ویدوں کا مطالعہ اُس نے آزادانہ طور پر کیا ہے۔ اس سے اس کو یقین ہو گیا ہے کہ کل ہو۔ جو وہ پنڈتوں کے مت متاخر ویدوں سے اور ویدوں کے زمانے کے دھرم سے جو دو ہزار برس گذرے کہ تھا بالکل مخالف ہیں چونکہ یہ ایک مستعد طبیعت کا آدمی ہے اس لئے اس نے یہ مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ کہ جو یقین اس کو ویدوں سے حاصل ہوا ہے۔ اُسے وہ اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ اپنے ملکی بھائیوں کے گوشگذار کرے اور ہندو سوسائٹی میں ایک پوری (ریفارم) اصلاح پیدا کرے۔ مختصر اس کا مدعا یہ ہے۔ کہ ہندو سوسائٹی کو دوبارہ ٹھیک ٹھیک اسی حالت میں لاوے۔ جس میں کہ یہ دو ہزار برس پیشتر سے تھی۔ یعنی جس وقت تک کہ موجودہ چھ فلاسفی کے سلسلوں میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ اور ۱۸ پورانوں میں سے کوئی نہ تھا۔ اور یہی پوران موجودہ ہندو ازم کے بعد اسکی ذاتوں کے امتیاز اور مورتی پوجا کے سرچشمہ ہیں۔ مگر جس وقت کہ ویدا اور ویدوکت رواج ہی شرومن (افضل) گنے جاتے تھے۔ اور جبکہ صرف ایک خدا ہی کی پرستش ہوتی تھی۔ اور ویدوں کا ہی مطالعہ کیا جاتا اور ہون یگ ہی بعد مکمل کریاؤں کے برہمن لوگ اپنے لئے اور پتروں اور دیوتوں کے لئے ادا کرتے تھے کم از کم اُتنی مشتاقانہ ذہن تو اس ریفارمر کے دماغ میں ضرور ہے۔

مگر تواریخ اس طرح سے کبھی نہیں پلٹا کھاتی۔ کوئی قوم بھی خصوصاً جبکہ وہ ہندوؤں جیسی ہو یہ نہیں کرسکتی۔ کہ جس حالت میں وہ دو ہزار برس پیشتر تھی۔ پھر اُسی حالت میں رہنے کے لئے قدم اُٹھا سکے یا اُٹھانا چاہے۔ لیکن ممکن ہے کہ ان کی کوشش سے ایک اور اصلاح کا راستہ طیار ہو جائے۔ اور

ممکن ہے۔ کہ وہ ہندوؤں کو اس بات کا نشچے کرا دیوے کہ ان کا موجودہ ہندو مذہب ویدوں سے بالکل برخلاف ہے۔ یہ ایک امر ایسا ہے کہ جس سے عموماً ہندو قطعی ناواقف ہیں۔ اور چند جو واقف ہیں۔ یا جن کو اس امر کی نسبت کچھ شک ہو گیا وہ خاموش رہنا ہی مناسب سمجھتے ہیں۔ اگر ایک دفعہ ان کو اس بنیادی غلطی کا یقین کامل ہو جاوے۔ تو کچھ شک نہیں کہ وہ فوراً ہندو مت کو چھوڑ دیںگے کیونکہ وہ اس مت پر اس لئے اڑے ہوئے ہیں کہ ان کا یقین ہے کہ قدیم سے ہندو دھرم ایسا ہی چلا آتا ہے۔ اور ان کے پرانے بزرگوں کا یہ دھرم ہے کہ جن کی نسبت یقین کیا جاتا ہے۔ کہ وہ پرمیشور سے ملہم ہوا کرتے تھے۔ وہ ویدک حالت میں نہیں پہنچ سکتے۔ وہ حالت اب گذر چکی ہے۔ اور اس کے دوبارہ سرسبز ہونے کی امید نہیں ہے۔ اب جو کچھ حالت ہوگی۔ اس سے کم وحشی ہوگی ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اب عیسائی مذہب پھیلے گا۔ جو کچھ وہ ہو۔ وہ بہر حال موجودہ بت پرستی اور ذات پات کے ہندوؤں کی حالت سے بہتر ہوگا۔ الّا کہنا پڑتا ہے کہ مجھ کو پورا یقین نہیں ہے۔ کہ اس مصلح (ریفارمر) کی کوششیں اصلاح کے راستہ میں اس قدر بھی کامیاب ہوں گی۔ وہ گنگا کے کناروں پر سفر کرتا ہے۔ کبھی نیچے کی طرف چلا جاتا ہے اور کبھی اوپر کی طرف۔ اور کہیں کہیں بڑے شہروں میں اپنے خیالات پھیلانے کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ مگر جس قدر کہ مجھ کو خبر ملی ہے۔ فرخ آباد میں جو تحصیل کانپور کے ہے۔ اس کو اس قدر پوری کامیابی ہوئی۔ جو کبھی اور جگہ اس کو نصیب نہیں ہوئی بشرطیکہ یہ ہماری معلومات صحیح ہوں۔ کہتے ہیں کہ اس جگہ کے برہمنوں نے متفق ہو کر اس کی کامیابی کو تسلیم کیا ہے۔ اور مندروں کو بتوں سے خالی کر دیا ہے۔ یہ بات تحقیق ہے کہ اس جگہ کا ایک بڑا دولتمند مہاجن اس کا معتقد بن گیا ہے اور اس نے ایک پاٹ شالا قائم کی ہے کہ جہاں اصلاح یافتہ ہندو مذہب سکھلایا جاتا ہے۔ اور اس میں کچھ بہت شک نہیں کہ اس کے رسوخ کے سبب سے وہ کل غریب برہمن اس کے معتقد بن گئے ہوں۔ جو گذارہ اس سے پاتے تھے۔ اصل میں یہی بات ہے۔ اس سے زیادہ جو کچھ خبر ملی ہے غالباً مبالغہ ہوگا۔

اس کا بنارس میں آنا واقعی ایک ناکامیابی ہوئی۔ بہر حال اس کے آنے پر جو پہلے یہاں جوش پھیلا تھا۔ وہ بہت بڑا تھا۔ اب اگرچہ وہ جوش کم ہو گیا ہے مگر کسی قدر اب بھی بعض لوگوں میں باقی ہے۔ اور اگر ہمارے مشن کے لوگ اس میں دانائی کے ساتھ کچھ کارروائی کریں۔ اور اس مصلح کی تحریک کو خفیہ طور پر

کچھ مدد دی جائے۔ تو بعید از قیاس نہیں ہے۔ کہ جو اس کی پہلی کوشش سے نہیں ہو سکا وہ مطلب اب حاصل ہو جائے۔

بنارس میں اُس کے پہنچنے کی تاریخ مجھ کو معلوم نہیں۔ اکتوبر کے شروع میں وہ آگئے ہونگے۔ مگر میں اُس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ میں جب نومبر میں واپس آیا۔ تب میں اُس سے ملا۔ میں ہمراہی شہزادہ بھرت پور اور ایک دو پنڈتوں کے ان کے ملنے کے لئے گیا تھا۔ اس وقت جوش بہت پھیلا ہوا تھا۔ بنارس کے کل برہمن اور تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے ان کے پاس جمع ہوا کرتے تھے ایک چھوٹی کوٹھی کے برانڈے میں جو بندر[1] تالاب کے متصل جو ایک بڑے باغ کے سرے پر ہے۔ سوامی صاحب روز صبح سے شام تک لوگوں کی ملاقات کے لئے جو ان کے درشن اور پرشن اور ان کی بات چیت سننے کے لئے لگاتار (جوق در جوق) آیا کرتے تھے دربار کیا کرتے تھے۔ مگر معلوم نہیں ہوتا کہ رئیس لوگ یعنی ہندوؤں کے سرگروہ یا بڑے نامی پنڈت علانیہ اُن کے پاس جاتے ہوں شاید خفیہ جاتے ہوں۔

آخرش جوش اس قدر بڑھا کہ بنارس کے راجہ کو اپنی سبھا کے پنڈتوں اور دیگر رسوخ والے لوگوں کی صلاح سے اس مصلح کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یعنی اُس کے اور عام پنڈتوں کے درمیان ایک عام مباحثہ کا انتظام کرنا پڑا۔ تاکہ اس ریفارمر کو شکست دے کر جوش فرو کیا جائے۔ اُن کو پختہ یقین تھا کہ اس سادھو کو شکست دینگے۔ مگر شاید شروع سے ہی اُنہوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اور پکا منصوبہ بھی ٹھان لیا تھا۔ کہ جس طرح ہو دھوکہ یا صفائی سے اس پر فتح حاصل کی جاوے۔

یہ مباحثہ ۱۷۔ نومبر ۱۸۶۹ء کو اسی مکان میں جہاں کہ یہ ریفارمر ٹھہرا ہوا تھا۔ ہوا۔ ۳ بجے سے ۷ بجے شام تک ہوتا رہا۔ راجہ خود اس میں موجود اور وہی میر مجلس تھا۔ بڑا بھاری ودیانتی کہ پنڈتوں کے فریق کا گورو تھا۔ یعنی وشودانند گوڑ سوامی۔ جس کی بابت مشہور ہے۔ جو پہلے کبھی اپنے مکان سے باہر نہیں نکلا تھا۔ اور غالباً یہ مبالغہ ہے اپنی جائے پرستش سے جو گنگا کے کنارے پر واقع ہے۔ اپنی کٹیا سے ہندوؤں کی مدد کرنے کے لئے اور فتح کرنے پر زور دینے کے لئے باہر نکلا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ اس ریفارمر کا ان لوگوں کو بڑا بھاری خوف تھا۔ کل نامی پنڈت وہاں موجود تھے۔ اور ایک بڑا بھاری مجمع اور لوگوں کا جن میں تعلیم یافتہ و ناتعلیم یافتہ معزز لوگ شامل تھے ہو گیا تھا۔ پولیس کے لوگوں کا بھی

---

[1] مراد درگا کنڈ سے ہے۔ جہاں بندر زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے بنارس کے انگریز اُسے منکی ٹینک کہتے ہیں۔

ایک دستہ موجود تھا۔ جو دروازہ پر اس بات کا انتظام کرتے تھے کہ بہت سے لوگ جو باہر جمع تھے اندر داخل نہ ہو جائیں۔ جو ناحق کوشش اندر جانے کی کرتے تھے۔ مجھے شک ہے کہ شاید پولیس والے اس بات کی بھی نگرانی کرتے تھے۔ کہ اس سادھو کے اتنے بڑے دشمن جو اس کے گرد جمع ہیں۔ وہ اس پر کسی طرح کی زیادتی نہ کریں مگر کوئی جھگڑا اس قسم کا نہیں ہوا۔ اور کل کارروائی امن امان سے ختم ہوئی۔ بجز اس کے کہ اخیر پر جبکہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہندوؤں کے فریق نے ایک ایسا جیکارا بولایا۔ جس سے وہ اپنی بیجا طور پر حاصل ہوئی جیت کو ظاہر کرتے تھے خواہ یہ جیت اُنہوں نے بڑی طرح سے حاصل کی یا بھلی طرح۔ اس سے ان کا مطلب مسدود ہو گیا۔ یعنی جس قدر جلدی سے جوش پھیلا تھا۔ اُسی قدر جلدی سے جوش فرو ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے گروہ در گروہ لوگ اُن کے پاس جاتے تھے۔ اب اتنے لوگ جانے لگے۔ کہ جن کا شمار کرنا سہل تھا۔ یہ ریفارمر ایک طرح خارج شدہ سمجھا گیا۔ اور جو کوئی اس مباحثہ کے بعد ان سے ملنے کے لئے جاتا اُس کو بھی خارج کرنے کا خوف دلایا جاتا۔ اس مباحثہ کے بعد اس ریفارمر نے بہت جلد ایک تحریری جواب طیار کر کے اپنے مخالفوں کے پاس بھیجا۔ مگر اس پر کسی نے کچھ خیال نہیں کیا۔ تب اصلاح کنندہ نے اپنے مسائل کا ایک پرچہ طیار کر کے ایک ہفتہ بعد چھپوا دیا۔ اور اسی وقت اس نے اپنے دشمنوں کو للکارا کہ ہمارے رسالہ کا جواب دو مگر ہندوؤں نے اس پر بھی کچھ جواب نہ دیا۔ مصلح پھر بھی جنوری سنہ ۱۸۷۰ء کے اخیر تک وہاں رہا۔ اس کے بعد بنارس سے روانہ ہو کر الہ آباد میں میلہ دیکھنے چلا گیا۔ تاکہ وہ اُن لوگوں کو جو وہاں جمع ہوں اُپدیش کرے۔ جب میں پھر اُن سے اخیر میں ملا تب تک اس نے کوئی فیصلہ اس بات کا نہیں کیا تھا۔ کہ آیا میلہ کے بعد پھر بنارس کو جائیگا یا کسی اور جگہ۔ جب ریفارمر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ تو ہندوؤں کے فریق نے پھر ایک رسالہ اس مباحثہ کا طیار کر کے چھپوایا۔ اور اس میں لکھ دیا کہ امر متنازعہ فیہ یہ تھا۔

ریفارمر کے مسائل ان تین حصص پر منقسم ہو سکتے ہیں۔ ہندوؤں کے دھرم شاستر۔ بت پرستی کی اصلیت۔ پوران اور ذات پات کا سوال۔ ان کے متعلق اور بھی بہت سے خفیف امور ہیں۔ ان تین میں سے پہلا جو ہے۔ وہی بنیاد اس کی کل اصلاح کی ہے۔ صرف وہ مندرجہ ذیل کتب کو مستند شاستر مانتا ہے۔ چار وید[1]۔ چار اپ وید[2]۔ چھ ویدانگ[3]۔ بارہ اپ نشد[4]۔ شاریرک سوتر[5] کاتیاین سوتر[6]۔ یوگ بھاشیہ[7] (واکو واکیہ) منوسمرتی[8]۔ مہابھارت[9]۔ ان میں سے

[1] چار وید۔ رگ وید۔ یجروید۔ سام وید۔ اتھروید۔ مع ان کے براہمنوں کے چار اُپ وید ہیں۔

ویدوں کو اس لئے مانتا ہے۔ کہ وہ خود پرمیشور کے واکیہ ہیں۔ اور باقیوں کو اس لئے کہ وہ ویدوں پر مبنی ہیں۔ یا اُن میں ان کا خاص ذکر ہے۔ باقی جن پُستکوں کو پورانک ہندو شاستر کی پدوی دیتے ہیں۔ مثلاً جن میں بڑی پُستک چھ درشن اور مہابھارت ہیں اُن کو وہ جھوٹا مانتا ہے کیونکہ اُن کے مضامین یا تو ویدوں کے خلاف ہیں۔ یا اُن کا اُن میں ذکر نہیں۔ اس اصول پر وہ ہندو مت کی ہر ایک چیز کو جو صریح برخلاف ویدوں کے ہے یا ویدوں میں ان کی اجازت نہیں۔ رد کرتا ہے۔ اس کیفیت سے ظاہر ہوگا۔ کہ اس میں اور پورانک پنڈتوں میں شاستر کے اصول کی نسبت کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ دونوں کا اس میں اتفاق ہے کہ صرف چار وید ہی مستند ہیں۔ اور جو کچھ وید کے خلاف ہے جھوٹ ہے اصل فرق اس امر میں ہے کہ وید کیا ہیں دیانند صرف موجودہ ویدوں کو مانتا ہے۔ یعنی سنگتا کو یا جو کچھ کہ اُن سے ثابت ہو اور باقی پنڈت برخلاف اس کے یہ مانتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں۔ کہ پہلے اور بہت سے ویدک پُستک تھے جو کہ کہتے ہیں۔ کہ اب غائب ہو گئے ہیں۔ اور ہر ایک شاستر و ہر ایک چیز موجودہ ہندو دھرم کی جو کہ موجودہ ویدوں سے ثابت نہیں ہوتی۔ اس کا ان میں پورا ثبوت تھا۔ مگر یہ بات ثابت کرنی بہت مشکل ہے۔ بعض انگریز سنسکرت دانوں کی یہ رائے ہے کہ پنڈتوں کی رائے صحیح ہے۔ ان میں میکس مولر بھی شامل ہے۔ چنانچہ اس کی دلیل مختصراً یہ ہے کہ گم شدہ ویدوں کا ذکر پہلے پہل بُدھ مت والوں کے مباحثہ میں ہوا تھا۔ بغرض ثبوت اس امر کے کہ بعض برہمن بھی ویدوں کے ہی حصہ ہیں۔ یہ دعوے ایسا نہیں کہ جن کے لئے کوئی ثبوت بہم پہنچ سکے۔ آسانی سے اپنے عقائد کو سہارا دینے کے لئے ممکن ہے کہ پیش کیا ہو پس یہ ایک خطرناک دلیل ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ برہمن اگر اس کو سچا جانتے تو پیش نہ کرتے (دیکھو انشنٹ سنسکرت لٹریچر صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷) +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۴) آیور وید جو علم طبابت کی بابت ہے جسمیں دو کتابیں شامل ہیں۔ دھنُر وید علم جنگ کا ذہب وید۔ علم موسیقی ارتھ وید علم عمارت (انجنیرنگ) چھ ویدانگ۔ شکشا۔ کلپ۔ وباکرن۔ چھند سیابہاش۔ نروکت۔ جوتش جس میں ایک سورج سدھانت شامل ہے۔ ایش۔ کین۔ کٹھ۔ پرشن۔ منڈک۔ مانڈوک ایتریہ۔ تیتریہ۔ چھاندوگیہ۔ برہدارنیک۔ شویتاشوتر۔ کوشیتکی۔ اُپنشد گیارہ ہیں اور بہت سے اُپنشد ایسے ہیں جنکو پیچھے کے بنے ہوئے ہیں مگر دیانند ان کا انکار کرتا ہے کل مہابھارت کو نہیں مانتا بہت سے حصوں کو پرکشپت سمجھتا ہے اور انہیں حصوں میں کہ بھگوت گیتا بھی شامل ہے مگر یہ غلطی نہیں کرنا جو فہرست شاستروں کی یہاں دی ہے اسکو صحیح سمجھنا چاہئے کیونکہ پنڈت صاحب نے خود میرے واسطے اپنے ہاتھ سے ایک کاغذ پر لکھ دی تھی

مگر میری دانست میں یہ دلیل میکس مولر کی صحیح نہیں ہے۔ چونکہ موجودہ ویدوں میں بعض باتوں کا کچھ ثبوت نہیں تھا۔ اس لئے برہمنوں کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ کہ یا تو یہ بات قبول کریں کہ ویدوں میں اس کا کچھ ثبوت نہیں اور یہ بات اُن کے لئے بمنزلہ خودکشی ہے۔ یا یہ دعوے کرتے کہ پہلے کوئی اور وید موجود تھے۔ خواہ اس کی کچھ بنیاد ہو یا نہ ہو۔ بالوصفیکہ یہ دعوے ان کا اور بھی خطرناک تھا۔ اس میں کچھ تامل نہیں ہو سکتا۔ کہ ان دو میں سے وہ کس بات کو پسند کرتے۔ دیانند کو ویدوں کے گم ہونے سے قطعی انکار ہے یہ بات خواہ کچھ ہی ہو۔ مگر ایک بے تعصب محقق اس بات کو صاف سمجھے گا کہ اگر کوئی پہلے وید اور تھے۔ پُران کا عام منشا وہی ہوتا جو موجودہ ویدوں کا ہے اور اُن سے کسی طرح موجودہ ہندو مت کو مدد نہیں ملتی۔

۲۔ بُت پرستی اور پُران۔ بُت پرستی کو یہ قطعی رد کرتا ہے نہ صرف اس خیال سے کہ وہ ایک بے ضرر غلطی ہے۔ بلکہ قطعی گناہ ہے وہ دیوتا پرستی یعنے زیادہ خداؤں کے ماننے کے خلاف ہے صرف خدا اور اس کی وہی صفات وہ مانتا ہے۔ جو عموماً موحد لوگ مانتے ہیں۔ وہ پہلے ویدوں کا خالق ہے۔ اور پھر دُنیا کا۔ پس وید بمقابلہ دنیا کے ازلی ہیں مگر خدا کے مقابلہ میں غیر ازلی ہیں۔ خدا کے نام مختلف ہیں۔ ویدوں میں اس کا وشنو آتما۔ اگنی وغیرہ بلحاظ خاص خاص صفات خداوندی کے نام ہیں۔ اگرچہ خدا دنیا سے علیحدہ ہے کیونکہ دیانند ویدانت یعنی ہندوؤں کے مسئلہ ہمہ اوست کو نہیں مانتا۔ تاہم خدا دنیا میں بطور ایک اصول زندگی کے موجود اور ہر جا ہے۔ مثلاً خدا اگنی مانا جاتا ہے۔ جس کے معنے زندگی کے ہیں۔ اور اس لئے اس کی پرستش بذریعہ اگنی یعنی آگ کے کی جاتی ہے۔ مگر اس کے منشا کے سمجھنے میں ہم کو غلطی نہ کھانی چاہیئے جبکہ وہ کہتا ہے کہ خدا دنیا میں اگنی ہے وہ اگنی سے مراد آگ کی نہیں لیتا۔ بلکہ اس چیز کی جس سے روح اور زندگی کا مطلب ظاہر ہو۔ پھر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ معمولی اگنی یعنی آتش خدا کا سروپ یا وکیل ہے۔ بلکہ یہ پرماتما کی ذات کا ایک مظہر اعلیٰ ہے۔ چونکہ یہ پرماتما کا ایک مظہر اعلیٰ ہے۔ اس کے ذریعہ سے بھی اچھی طرح اس کی پرستش ہو سکتی ہے۔ اگنی کی پرستش نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ اس کو اس کی پرستش کے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیئے۔ خدا کی پرستش خاص کر ان تین طریقوں سے ہو سکتی ہے۔

سب سے اول ویدوں کا پڑھنا بغرض حصول گیان پرماتما کے۔ پھر اخلاقی قوانین کی تعمیل بطور خدا کی مرضی کے۔ خدا کی پرستش بذریعہ آگ یعنی

اگنی ہوتر کے۔ یہ تین طریقہ حصول نجات کے ہیں۔ انسان کی نجات کے لئے کبھی کوئی اوتار نہیں ہوا اور نہ کوئی اوتار ہونا ممکن ہے۔ یہ خدا کی صفت کے خلاف ہے پس دیانند ہندوؤں کے اوتاروں کا ایسا ہی رد کرتا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں کے اوتار کا یعنی خدا کا اوتار وہ قطعی نہیں مانتا۔ اور اگر کوئی ایسے اوتار حقیقت میں ہوئے ہیں۔ تو وہ دیوتوں کے اوتار تھے۔ نہ کہ خدا کے وشنو۔ شیو۔ برہما اگر کوئی ایسے نام والے آدمی تھے۔ تو وہ صرف دیوتا تھے۔ یعنی اعلےٰ درجہ کی مخلوق مگر خدا نہیں۔ پس وہ پرانوں کی قریب قریب سب کہانیوں یا کہاوتوں یا گپیات کو رد کرتا ہے۔ اور خاص کر کرشن کی لیلا کو۔

۳۔ ذات۔ پات کو یہ ریفارمر صرف ایک پولیٹکل کارروائی سمجھتا ہے۔ جس کو وقت کے راجاؤں نے پرجا کے سکھ کے لئے قائم کیا تھا نہ کہ ایک قدرتی یا مذہبی علامت۔ قدرتی نشان یوں نہیں ہے۔ کہ چار ذاتوں کو بطور جداگانہ اقسام انسانوں کے خدا نے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ کل انسان ایک ہی قسم اور ایک ہی جنس کے ہیں۔ اور مذہبی نشان یوں نہیں ہے۔ کہ انسانوں کی مکتی اور اس کی قسمت دوسری دنیا میں ذات پات پر نہیں ہے۔ ذاتیں محض مختلف پیشہ یا ادہیکار ہیں۔ جن کو راج نے خلط ملط نہ ہو جانے کے خیال سے اور مختلف کاموں کے بہتر انتظام پانے کی غرض سے منضبط کیا تھا۔ بعض آدمی جو خاص کر اس کام کے لئے لائق ہیں۔ ان کو راج نے پوجا کرنے اور علم اخلاق اور فلسفہ کے لئے منتخب کیا اور ان کا نام برہمن رکھا۔ اور دوسروں کو بیرونی امن و اندرونی انتظام ریاست کے لئے چھتری بنایا۔ اور تجارت، بیوپار اور کاشتکاری کے لئے لائق آدمیوں کو ویش اور باقی آدمیوں کو سب کی خدمت کے لئے شودر بنایا۔ ہر ایک ذات کو ایک خاص ادہیکار کے حقوق دئے گئے۔ اور وہ موروثی قرار دیئے گئے۔ مگر چونکہ یہ کل تقسیم راج کی قائم کردہ ہے۔ اس لئے جو شودر لائق ترقی سمجھا جاتا ہے۔ اُسے راج ویش یا کھتری یا برہمن بنا سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو تنزل کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ اُسے راج شودر بنا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی برہمن جو اپنے کام سے نالائق ہو جاوے۔ وہ فوراً شودر اور جو شودر لائق ہو جاوے وہ فوراً برہمن بن جاتا ہے مگر وہ اپنے آپ اس طرح کی تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں۔ راج ہی صرف ایسا کر سکتا ہے اس اخیر کی شرط سے اس ریفارمر کی یہ تھیوری ناقابل عمل ہو جاتی ہے۔ راج آجکل اس قسم کے ادہیکاروں کے انتظام کی بابت کچھ سروکار نہیں رکھتا یعنی جو بدچلن برہمن ہو۔ اُسے شودر اور جو نیک بدھی والا شودر ہو۔ اس کو برہمن بناوے یہ بات خود برادری کے متعلق ہونی چاہئے۔

عام مباحثہ ۱۷۔ نومبر ۱۸۶۹ء کو دیانند کے جائے قیام پر ہوا۔ راجہ بنارس کے پہنچتے ہی مباحثہ اس طرح شروع ہوا۔ کہ دیانند نے ریاست کے پنڈت تاراچرن سے جو پنڈتوں کی طرف سے جوابدہی کے لئے مقرر ہوا تھا۔ پوچھا کہ آیا وہ ویدوں کو مستند مانتا ہے یا نہیں۔ جب انہوں نے قرار کیا کہ میں ویدوں کو مستند مانتا ہوں۔ تب دیانند نے تاراچرن سے کہا کہ ویدوں سے وہ منتر نکال کر بتلاؤ۔ کہ جن میں پاشان آدی پرجا نمت یعنی مورتی پوجا کی ہدایت پائی جائے۔ بجائے ویدوں کے پرمان دینے کے تاراچرن نے کچھ کال پورانوں کے پرمان دینے میں ہمت کیا۔ آخرکار دیانند کے منہ سے یہ بات نکلی۔ کہ میں منوسمرتی اور شاریرک سوتر وغیرہ کو مستند صرف اس وجہ سے مانتا ہوں۔ کہ ان کی ویدوں پر بنیاد ہے۔ تو وشودہانند بڑا ویدانتی بیچ میں آکودا۔ اور شاریرک سوتر میں ایک سوتر پیش کرکے دیانند سے کہا کہ بتلاؤ یہ ویدوں پر کس طرح مبنی ہے۔ یعنی اس کا مول ویدوں میں کہاں ہے۔ دیانند نے تھوڑا سا تامل کرکے جواب دیا۔ کہ میں ویدوں کو دیکھ کر اس کا جواب دے سکتا ہوں۔ کیونکہ سارے وید مجھ کو برزبان یاد نہیں ہیں۔ تب وشودہانند نے بڑے طمطراق سے کہا کہ اگر تم کو سارے وید زبانی یاد نہیں تھے۔ تو شہر بنارس میں آکر اپنے آپ کو منجھے ہونے کا دعوے کیوں کیا۔ دیانند نے جواب دیا کہ کسی پنڈت کو بھی کل وید یاد نہیں ہیں۔ اس پر وشودہانند اور کئی اوروں نے فخریہ کہا۔ کہ ہم کو کل وید برزبان ہیں۔ اس پر بہت سوالات ہوئے۔ جن کا امر زیر بحث سے کچھ تعلق نہ تھا۔ مگر دیانند نے یہ سوالات اس غرض سے کئے تھا کہ معلوم ہو جائے کہ اس کے مخالف کا دعوے جھوٹا تھا۔ وہ لوگ دیانند کے کسی سوال کا جواب نہ دے سکے۔

آخرکار بعض پنڈتوں نے پھر اصلی مضمون کے سلسلہ کو اُٹھایا اور دیانند سے پوچھا کہ جو لفظ پرتما اور پورتی کے وید میں آتے ہیں۔ کیا اس سے مورتی پوجا سدھ نہیں ہوتی۔ اس نے جواب دیا کہ اگر ان کا صحیح ارتھ کیا جاوے۔ تو اس سے مورتی ثابت نہیں ہوتی چونکہ دیانند کے مخالفین میں سے کسی نے اُس کے ارتھوں پر اعتراض نہ کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یا تو وہ لوگ سمجھ گئے تھے۔ کہ دیانند کے ارتھ صحیح ہیں۔ یا ویدوں سے اس قدر کم واقف تھے کہ اُس کے پیش کردہ ارتھ کی تردید کرنے کا حوصلہ نہ پا سکے۔ تب ایک مادھوا آچاریہ نامی پنڈت نے جو کہ مشہور پنڈت نہ تھا۔ ایک قلمی وید پستک کے دو ورق پیش کئے اور ان میں سے ایک فقرہ پڑھ کر سنایا۔ جس میں پوران کا لفظ آتا تھا۔

یعنی یہ فقرہ پڑھ کر سنایا۔ برہمناتی اتیہاسانی پورانانی۔

اور پوچھا کہ اس جگہ لفظ پوران سے کیا مطلب ہے۔ دیانند نے جواب دیا کہ اس جگہ صرف کلمہ صفتیہ ہے۔ جس کے معنے قدیم کے ہیں یہ کوئی خاص نام نہیں ہے۔ وشوونانند نے ان معنوں کی نسبت اعتراض کیا اور ان کو دیاکرن سے سدھ کرنا چاہا۔ مگر آخر کار کل پنڈت دیانند کے معانی کو تسلیم کرتے ہوئے معلوم ہوئے۔

پھر مادھواچارج نے دو اور ورق ایک قلمی ویدک پستک سے پیش کئے اور یہ فقرہ پڑھ کر سنایا۔

यज्ञसमाप्तौ दशमेऽहनि किञ्चित् पुराण पाठं मास्मीत्

(ترجمہ) یگ کے خاتمہ پر دسویں دن پوران سننے چاہئیں۔ اور پوچھا کہ یہاں پوران کے معنے کس طرح کلمہ صفتیہ ہوتے ہیں۔ دیانند نے قلمی ورق کو ہاتھ میں لے لیا۔ اور جواب دینے کے لئے وچارنے لگے۔ اس کے مخالفین نے قریب دو منٹ انتظار کی اور چونکہ اس عرصہ میں کچھ جواب نہ ملا۔ وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور نفرت وحقارت کے ساتھ یہ پکارتے ہوئے۔ کہ اس سے جواب نہیں بن آیا۔ اور وہ ہار گیا۔ چلے گئے۔

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ دیانند کو کچھ زیادہ مہلت ملنی چاہئے تھی۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ جواب دینے میں کچھ دقت معلوم ہوئی اور دیانند نے بعد میں اپنے رسالہ میں یہ جواب شائع کیا۔ کہ لفظ پوران کے ساتھ ودیا کا لفظ ملانا چاہئے۔ جس کے معنے پورانی ودیا یعنی وید کے ہیں۔ یہ جواب بہت اطمینان بخش نہیں ہے۔ اس میں کچھ زیادہ شک نہیں ہو سکتا۔ کہ اس جگہ لفظ پوران سے ۱۸ پوران مراد ہے۔ مگر چونکہ وہ ورق سام وید کے ایک برہمن میں سے ہیں۔ اور اس میں بہت سی باتیں پیچھے سے شامل کی گئی ہیں۔ اس لئے اس نظیر کو ہندوؤں کی نظر میں اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ دیانند کی نظر میں بھی کچھ وقعت نہیں ہوگی۔ کیونکہ ایک دفعہ مجھ سے دیانند نے اس بات کا اقبال کیا۔ کہ برہمنوں میں سے بہت سے حصے پیچھے سے شامل کئے ہوئے ہیں۔ اور جو فقرہ برہمنوں میں بت پرستی کے جواز میں کہیں پایا جائے وہ جعل سمجھنا چاہئے۔

یہ ریفارمر عیسائی مذہب سے ناواقف نہیں ہے۔ اس نے انجیلوں کو پڑھا ہے۔ گو میرے خیال میں بہت احتیاط سے نہیں میری دیانند سے اس بارہ میں گفتگو ہوئی۔ بالفعل اس کا خیال زیادہ تر اپنی ہی تجاویز کی اصلاح میں لگا ہوا ہے۔ اور دوسرے مذہب کی تحقیق کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکتا ہے۔ (کرسچین انٹیلیجنسر بابت ماہ مارچ سنہ ۱۸۷۱ء جلد پورانا سلسلہ نمبر ۴م۔ نیا

سلسلہ نمبر ۱۲ صفحہ ۹۶ سے ۱۰۸ تک کلکتہ ٹامس اسٹیم پریس)۔

۱۲۔ ایک اور قابل دید نمائے

"کاشی کے ۲۲ کارتک والے مشہور شاستر ارتھ کے بعد کاشی کے فاضل پنڈتوں کی صلاح سے بابو جیتی رگھبر دیال نے ایک کتاب ست دھرم نرنئے ۱۲ صفحہ کی بھادوں شدی ۴ منگل وار سمت ۱۹۲۷ مطابق ۳۰۔ اگست ۱۸۷۰ء ڈوا کریس میں طبع کرائی۔ اس کی دفعہ ۳ میں صاف لکھا ہے "اس کال یگ میں ست برہمنوں میں ودیا ادھین کا تھوڑا اوکاش (عدیم الفرصتی) ہے ان لوگوں میں جو کوئی ودیا ادھین کرتے ہیں۔ بہودھا (اکثر) ایک ہی شاستر پڑھتے ہیں۔ تھا کیول (صرف نحو) بیاکرن ودیا سے واجیوتش وا پران۔ دھرم شاستر۔ اتیادی اور وید اتنا ہی جانتے ہیں۔ کہ سندھیا بندھن آدی میں اپیوگی تر اور کوئی پُن شالی پرش ہیں کہ وید اور شاستر سب جانتے ہیں۔ پرنتو سنیاسیوں میں ایسے ودوان ہیں۔ کہ ویدوں کے اپنشد بھاگ اچھی پرکار سے جانتے ہیں۔ کرم کانڈ بھاگ نہیں۔ اور لوگ کرتے۔ کہا ہے کہ اس سے اُن کو کچھ پرایوجن نہیں اور دیانند سوامی پرتی وادی کے وچن میں شنکا کر دیتے ہیں۔ یہ وید میں نہیں ہے۔ اکثوا ورودھ ہے۔ اس سے یہ اپمان ہے۔ اس سے یہ جانا جاتا ہے۔ کہ دیانند سوامی کو وید۔ منو سمرتی آدی دھرم شاستر بہت اُپستھت ہیں" صفحہ ۳ و ۴۔ ناظرین خود ہی دیکھ لیں کہ مخالف کس طرح ان کی مہا اُلہا ؤ ودیا کی مجبوراً شہادت دے رہے ہیں" فقط

اس کتاب کے صفحہ سوم پر بال شاستری کو مباحثہ کا کاتب لکھا ہے۔

۱۳۔ اس کے علاوہ اور لوگوں کے بیانات بھی حقیقت پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱) بعد مباحثہ سوامی کیلاش پربت کاشی میں آئے۔ تو سب حال سن کر بولے کہ پنڈتوں نے بڑی دھرتتا کی۔ سوامی کا ودیا سے مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔ یہاں ان کا دھرتتا کرنا ان کا اپیش اور دیانند جی کا یش بڑھاویگا۔

(۲) گوسائیں گھنشام داس جی رئیس ملتان سمت ۱۹۲۷ کے پریاگ کنبھ کے بعد گوسائیں گوردھن داس و پنڈت رامادیو و اننت رام جی کے ساتھ جیون گری جی پرگیا چکشو کے مکان پر گئے جو اچھے ودوان اور ویدانت کے بڑے فاضل تھے۔ پنڈت اننت رام نے ان سے سوال کیا کہ مہاراج وید کا ادھیکار سب کو ہے۔ اور ساتھ ہی ادھیا ۲۶ والا منتر پڑھا۔ جیون گری جی نے کہا اس کا یہ ارتھ نہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ یگ میں

بھگوان ایسی باتیں کہے جو سب کے کلیان دینے والی ہو۔ پھر سوامی جی کی نسبت ذکر چلا۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ برہمن کا لڑکا اور سوامی پورنانند کا شش ہے سنسکرت بولنے اور لکھنے میں اُس کی بڑی رُچی تھی۔ اور کھنڈن منڈن میں بھی اسکی طبیعت شروع سے مائل تھی۔ اور بڑے چنچل بدھی کے تھے۔ تب گوسائیں جی آدی کو نشچے ہو گیا۔ کہ یہ کیول سوارتھی لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ عیسائی ہیں اور عیسائی بنانے کے واسطے مقرر ہیں۔ پھر وہ گوسائیں گوردھن داس و جانندمل کھتری ملتانی کے ساتھ کاشی گئے۔ اور بال شاستری جی کو ان کے مکان پر ملے۔ اثناء گفتگو میں سوال کیا کہ آپ کا اور سوامی جی کا جو شاستر ارتھ ہوا تھا۔ اس میں کس کی جے ہوئی تھی۔ تب شاستری جی نے نہایت شیریں زبانی اور نمرتا سے کہا۔ کہ ہم گرہستی اور وہ جتی سنیاسی ہمارے پوجیہ۔ ان کا ہمارا شاستر ارتھ کہاں بن سکتا ہے۔ ان الفاظ سے گوسائیں جی کے شکوک بالکل رفع ہو گئے۔ اور انہیں سوامی جی کے ستیہ وادی اور سچا وید دھرم اُپدیشک ہونے پر پورن بشواس ہو گیا۔

(۳) پنڈت کیشو شاستری سارسوت برہمن رئیس جام نگر بھی اس مباحثہ کے وقت موجود تھے۔ اُنہوں نے بھی کہا کہ ساری باتوں میں لاجواب ہو کر اور انت میں اس پتر کے جواب کا سوامی جی کو سندیسہ کر فضول رولا ڈالا گیا۔

(۴) پنڈت سالگرام جی (راجا رام کے شش) بعد میں گورنمنٹ کالج اجمیر کے ہیڈ پنڈت ہوئے۔ وہ مفصل کیفیت کاشی شاستر ارتھ مطبوعہ سمت ۱۹۲۶ کی بالکل تائید کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ سوامی جی نے دو منٹ پترہ دیکھا۔ پھر رکھ دیا۔ اور سوچنے لگے۔ سوچ کر پھر اُٹھایا۔ اور جواب کہنے کو ہی تھے۔ کہ وشودھانند نے جان بوجھ کر شور ڈلوا دیا۔ اور تالی بجوا دی۔ ان کی رائے تھی۔ کہ باوجود ساری مخالفت اور اس قدر کٹھن کے یہ صرف سوامی دیانند کی ہی ہمت تھی۔ کہ اس قدر کامیابی پائی۔

(۵) اس دفعہ کے اور بعد کے سوامی جی کے کام کی کامیابی کی شاہد خود کاشی کے پنڈتوں کی موجودہ حالت ہے۔ پنڈت بال شاستری پرانوں کو دھرم پُستک بتاتا تھا۔ اب شیو کمار شاستری ان کے شش ان کو دھرم گرنتھوں سے باہر کرنے کا ساہس کرتے ہیں۔ رام شاستری اشٹ ورشا کے ارتھ بدلتا ہے۔ کاشی نریش ودیش یاترا کی ویوستھا دیتے ہیں۔ کاشی میں مہرشی کل کھلتا ہے۔ اچھوتوں کو ہندوؤں آریوں میں ملانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اور کاشی کا پرسدھ پنڈت سبھاپتی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر رچرڈسن مرتا ہے۔ کاشی کے پنڈت شرادھ کرتے ہیں سوارتھ اندھ پرکاش کا گرنتھ میں سدھ کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے ہی ودیش کو

رسائی ہو سکا۔ یہ سدھ پنڈت دکھشنا لے کر لکھ دیتے ہیں۔ کہ برہمنوں نے ہی یہ سندیہ کام کیا۔ دھرم کی شستھاؤں میں مورتی پوجا کے ستھان میں سندھیا اور ہون ہوتا ہے کاشی کے پنڈت عیسائیوں کو پڑھاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

۱۰۔ طرزِ کلام اور اس کا اثر۔ یہاں رام مشر سوامی صاحب پادھیائے ودّیا پنڈت تھے۔ جوانی کے جوش میں سوامی جی کا نام نفرت سے لیا کرتے تھے۔ ان میں خواہش پیدا ہوئی۔ کہ ایک بار سوامی دیانند کو ملوں۔ اور انہیں یقین تھا۔ کہ ایک ہی دفعہ میں اس کی مذہبی رائے بدل دونگا۔ لیکن مورتی کی نندا کرنے۔ برہمنوں کو سخت سست کہنے اور پرانوں کا پول کھولنے والے کا منہ دیکھنا بھی ان کو منظور نہ تھا۔ آخر طے کیا۔ کہ رات کو ملوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جاتے ہی جوش میں آپ نے کہا۔ ہم تم سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اگر بحث ہو۔ تو میری شرطیں منظور کرو۔ مگر میں تمہارے ایسے پتت آدمی سے دیو بھاشا میں بات نہیں کرونگا (سوامی جی) آپ بیٹھ تو جائیے۔ پہلی شرط تو میں سمجھ گیا۔ کہ مجھے سنسکرت میں بولنے کی آپ اجازت نہ دیں گے۔ لیکن سنسکرت شبد تو بولنے دیں گے۔ خیر اور شرطیں آپ کی کیا ہیں (پنڈت) اٹھ کر جوش سے۔ ایک چھری ہمارے آپ کے بیچ میں رکھی ہوئی رہیگا اس کی ناک اس سے کاٹ لی جاویگی۔ سوامی جی ہنس کر۔ مگر ناک بیچارہ تو بحث کر سکتا نہیں (پنڈت) میں چھری لے کر آیا ہوں (سوامی جی) اچھا منظور ہے مگر میری بھی ایک شرط ہے۔ بحث تو کریگی زبان۔ اس لئے ایک دوسرا چاقو بھی رکھا جائے۔ جس سے زبان کاٹی جاویگی۔ لیکن تم کو منظور ہوگا تو ناک بھی کاٹ لیجاویگی سوامی جی اس قدر نرمی سے اور ہنس کر بات کرتے تھے۔ کہ دس پندرہ منٹ میں پنڈت شریفانہ طور پر بولنے لگ گیا۔ اور ایک معترض کی حیثیت سوامی جی کے پاس آنے جانے لگ گیا۔ سوامی جی کے عام نرمی اور محبت والے سلوک کی ایسی مثالیں ان لوگوں کے من گھڑت الزاموں کا کافی جواب ہیں۔ جو بے خوف اور صاف صاف مگر نیک نیتی کے استعمال کنندہ ان کو سخت کلامی سمجھتے ہیں۔ مہاراجہ اقتدار پرتاب سنگھ سی۔ آئی۔ ای جیسے نرتش جیسے مہانو بھاؤ ایسے واقعات دیکھ کر عام رائے ہر جگہ ظاہر کرتے تھے۔ کہ سوامی جی کا طرزِ کلام نہایت شیریں اور محبت سے بھرا ہوا تھا پنڈت رام نارائن مصر بی۔ اے بنارس نے سرسوتی میں سوامی جی کا جیون لکھتے ہوئے بھی دوش ان پر لگایا۔ مگر جب سوامی جی کے جھگڑ نریش جیسے واقفوں سے واقعات کی روشنی میں رشی کو دیکھا۔ تو ان کی رائے بالکل بدل گئی۔ جیسا کہ ان کے بعد کے مضامین سے ظاہر ہے۔

۱۱۔ متفرق حالات۔ اگرچہ کوتوال صاحب کی راجہ صاحب کے سبب انتظام قائم

رکھنے میں بیٹھی نہ گئی تو بھی آن پہ سوامی جی کی ودیا حوصلہ ہمت مستقل مزاجی اور سچائی کا اچھا اثر پڑا۔ انہوں نے سوامی جی سے کہہ دیا۔ کہ اگر کوئی آپ سے آن کر لڑے۔ تو مجھے فوراً اطلاع کرا دیجئے۔ سوامی جی نے بعد مباحثہ کے عام اعلان کر دیا۔ کہ خواہ کتنے زور سے مخالفت کر کے لوگوں کو ستیہ ماننے سے یہاں کے پنڈت روکیں۔ لیکن اس بات میں کسی کو سندیہ نہ کرنا چاہئے۔ کہ مورتی پوجا کی تائید میں ایک بھی وید منتر نہ کوئی دکھا سکا۔ نہ دکھا سکیگا۔ لوگ کئی چھپ چھپ کر آتے۔ اور ستیہ اپدیش سے لابھ پاتے رہے۔ ہر بنس لال اروڑہ مصرا پوکھری مقیم بنارس۔ گوپال داس ویش ایک چوبے برہمچاری تیل گنٹھ برہمچاری وغیرہ اکثر لوگ عام طور پر سوامی جی کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔

ایک بڑے مہاتما اوداسی (سادھو رام) ناگا جی جواہر داس جی کے متر تھے انہوں نے ان کی سوامی جی سے ملاقات کرائی۔ چند روز سوامی جی کے ست سنگ سے وہ بالکل ان کے انوکول ہو گئے۔ ناگا جی ڈمراؤں میں رہتے تھے۔ وہیں ان کا مکان تھا۔ دیوان پرکاش لال جی۔ دیوان ریاست ڈمراؤں ان کے شش تھے۔ بعد ست سنگ کے ناگا جی واپس ہو گئے۔ پادری ایتھرنگٹن صاحب مشنری بنارس بھی آپ کو ملے۔ آپ معہ ایک اور پادری صاحب کے مباحثہ میں بھی موجود تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھاشا بھاسکر صفحہ ۳۰۷ میں لکھا۔ دیانند سوامی جی سے میرا پرچے ہوا ہے۔ یہ مہان سنسکرت بدھی ہیں متر سے اتم ہے (دیکھو اس کا انوواد کارک صفحہ ۱۰ مطبوعہ اکتوبر ۱۸۸۲ء)۔

مباحثہ کے بعد بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا۔ کہ جو سوامی کے پاس جائیگا ان کے درشن کریگا۔ یا ان سے بات کریگا۔ وہ پاپی اور پتت ہوگا۔ لیکن حق پسند لوگ آتے ہی رہے۔ اور سوامی جی لگاتار دو ماہ بعد مورتی پوجا کا کھنڈن کر کے سندھیا آدی پنچ یگیوں کا منڈن کرتے رہے۔ نہ صرف یہاں ہی یہ عمل ہوا۔ بلکہ سارے بھارت ورش کے مشہور شہروں میں کاشی کے پنڈتوں نے اشتہار بھجوائے کہ یہ سنیاسی وشوناتھ سب دیوی دیوتا پران اور اوتار کی نندا کرتا ہے۔

سوامی رام نرنجن جی سنسکرت کے نامی گرامی ودوان تھے۔ انہیں کسی نے خبر دی۔ کہ ایک مہاتما دیانند نام آئے ہیں۔ جو مورتی پوجا کا کھنڈن کرتے ہیں۔ انہوں نے آگے پیچھے دیکھ کر کہ کوئی غیر تو نہیں سنتا۔ فرمایا۔ کہ وہ کہتا تو سچ ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ کمسن اور ناتجربہ کار ہے۔

اور کئی ودوانوں کی طرح جام نگر کے رئیس کیشو جی شاستری کو بھی سوامی جی نے کہا۔ ست کا اپدیش کرو۔ اور دونوں مل کر اپدیش کریں۔ انہوں نے جواب دیا۔

آپ تیاگی ہیں۔ اور ہم گرہستی۔ آپ کی طرح ہم سے نہیں ہو سکتا۔ سوامی جی کا جب تک قیام رہا۔ ست اپدیش کا کام جاری رہا۔ حتیٰ کہ یہ ایک کنبہ کا میلہ آ گیا۔

ستائیسویں فصل۔ الہ آباد و کنبہ پرچار

ا۔ پنڈت موتی رام اور آچاریوں سے بات۔ سوامی جی ۱۲ جنوری سنہ ۱۸۷۰ء کو الہ آباد چلے آئے اور باجوگی ٹیک پر ٹھہرے۔ مرزا پور کے پنڈت موتی رام جی اپنے ودیارتھی بدھ رام (جو پہلے کاشی شاسترارتھ سے اُن سے واقف تھا) اور اپنے سوادھیائی گنگا رام مکند داوری کے ساتھ الہ آباد میں ادادس ستان پر گئے۔ اور ۸ بجے صبح کے سوامی جی کے درشن کو آئے۔ جو گنگا کے تیر اور گھاٹ کے برج پر صرف لنگوٹ لگائے اور سب تن جاڑوں شانے چت ہاتھ پاؤں پھیلائے ہوئے تھے۔ بہت سرد ہوا چل رہی تھی۔ ان کو اوپر سے دیکھ کر بدھ رام بولا۔ جس نے کاشی میں شاسترارتھ کیا تھا۔ وہ گیا شک یہی ہے پھر وہ نیچے گھاٹ پر آئے۔ سوامی جی بھی آنے کی آواز سن کر اُٹھے اور فرش پر آ گئے۔ ان کے پوچھنے پر پنڈت جی نے اپنا نام موتی رام برہمن ورن اور مرزا پور نواس استھان بتایا۔ ایک سارسوت برہمن کو جو موجود تھا۔ سوامی جی نے کہا۔ وہ کھٹ اُٹھا لاؤ۔ اس نے چٹائی لا کر بچھا دی۔ اور سوامی جی نے پنڈت جی کو بیٹھنے کو کہا۔ جواب ملا۔ کہ آپ ہی بیٹھئے۔ سوامی جی نے فرمایا۔ میرا آسن تو سرو تر ہے۔ پنڈت نے کہا۔ جب آپ ایسے بیٹھتے ہیں۔ تو ہم بھی ایسے ہی بیٹھ جائیں گے چٹائی کی کیا ضرورت۔ سب کے اصرار پر آخر سوامی جی نے کہا۔ کہ لوکک گاتھا انوسار آپ کا چٹائی پر بیٹھنے کا حق ہے۔ پنڈت نے کہا۔ یہ لوکک گاتھا ست نہیں۔ پھر سوامی جی نے کہا۔ سب کام چھوڑ پرم کرت سندھیا ایکانت میں کرنی چاہئے۔ کیونکہ طلوع آفتاب کا سمے آ گیا۔ پنڈت جی ان کے کہنے سے گنگا پر گئے اور سندھیا کر کے آ گئے۔ سوامی جی اس وقت اپنا لنگوٹ دھوپ میں سکھا۔ شوچ اور اسنان ہو کر آ چکے تھے دو آچاری وہاں بیٹھے تھے۔ اور رام رتن لڈا مرزا پوری بھی سوامی جی آچاریوں سے کہہ رہے تھے۔ کہ ستیہ شنکار کی نسبت اُپاسنا دوارہ آتم سنسکار کیا کرو۔ اور پھر جنا شماتاؤں کا کام نہیں۔ یہ تلک وغیرہ کی تم نے کیسی مایا رچ رکھی ہے وہ جواب نہ دے سکا۔ تو پھر بولے۔ شوک نما شوک۔ تلک آدمی بنانے میں لوگوں کی رُچی ہے۔ یوگا بھیاس میں نہیں۔ مورکھ جتنی دیر تو یہ تلک لگاتا رہا اتنا کال گائتری جاپ کیوں نہ کیا۔ کہ عبث کال نہ ضائع ہوتا۔ وہ بولا۔ جی آپ ہمارے ملک میں

ہوں۔ تو زمین میں گاڑ کر ماردیں۔ سوامی جی ہنس پڑے وہ چلنے لگا۔ تب کہا۔ یوگا بھیاس کیا کرو۔ غرضیکہ بار بار اُسے بٹھلا کر اچھی طرح لاجواب کیا۔ اتنے میں رام رتن لڈا نے کہا یہ ہمارے مرزا پور کے پنڈت ہیں۔ ان سے کچھ کہئے سوامی جی نے اُن سے پوچھا۔ آپ کس مندر کے شش ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہم ناتھ جی کے شش ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ تمہارا آچاریہ ولبھ پترجی تم اُس سے شش ہوئے پر تم کو ان ادھکار ہے۔ پھر پنڈت موتی رام سے سوامی جی نے پوچھا۔ کہ ان کو ادھکار ہے۔ یا نہیں۔ وہ بولے نہیں۔ پھر پنڈت موتی رام جی سے پوچھا۔ کہ دھرم کیا ہے۔ اور اس کا سروپ کیا ہے۔ وہ بولے آپ کے کہنے میں دوش ہوتا ہے۔ سوامی بولے اس میں کیا دوش ہے۔ موتی رام جی نے کہا۔ دھرم کا روپ نہیں۔ اس کا سروپ پوچھنا انوچت ہے۔ تب سوامی جی نے منوسمرتی اور مہابھارت سے دھرم کا سروپ کہنا شروع کیا۔ موتی رام جی نے کہا۔ جو وید کا پرتی پادت ہے وہی دھرم ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ وید میں پرتما پوجن ہے یا نہیں۔ وہ بولے کہ ہے۔ سوامی نے کہا۔ (موتی رام) پرتشٹھا اور آواہن وید منتروں سے ہوتا ہے۔ کیا وہ پرمان نہیں (سوامی) وہ پرتشٹھا اور آواہن کے منتر کہو۔ (موتی رام جی نے منتر پڑھا۔) سوامی جی اس کا ارتھ کہو۔ جب پنڈت جی نے ارتھ کئے۔ تو اس میں پرتشٹھا اور آواہن کا کچھ پریوجن نہ پایا۔ پھر پنڈت نے پوجن اور پشپ چڑھانے دھوپ دیپ نیوید وغیرہ کے منتر پڑھے۔ سوامی جی نے ان کا ارتھ سنایا۔ تو دھوپ دیپ نیوید وغیرہ کا کچھ تعلق نہ تھا۔ پھر نوگرہ دوشی کے منتروں کا ارتھ سمجھایا۔ تو سوائے سورج اور برہسپتی کے کسی گرہ کا تعلق نہ تھا۔ اس کے بعد اوداسی جیوتش سروپ جی آگئے۔ انہوں نے پنڈت شیو سہائے کے ساتھ پہلی مرتبہ جو شاستراتھ ہوا تھا۔ اس کا سارا برتانت موتی رام جی وغیرہ کو سنایا۔ بعدہٗ پھر موتی رام جی سے سوامی جی کی بات ہوئی۔ مورتی کا کوئی پرمان نہ نکلا۔ موتی رام جی نے کہا کہ میں اپنے استھان کو جاتا ہوں۔ بھوجن یہیں آکر بناؤنگا۔ آپ کہیں جائیں نہیں۔ سوامی جی نے سویکار کیا۔ اور موتی رام جی نے آکر بھوجن بنایا۔ اور سوامی جی نے بھی کھایا۔ سایانہہ کال تک بات چیت ہوئی۔ پرمان مورتی پوجا کا نہ ملا۔ تب موتی رام جی کے من میں کھٹکا کہ اب تک مہاتما اور ودوان لوگ ایسے کرتے آئے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ اتہاس میں مہابھارت اور بالمیکی رامائن۔ سمرتیوں میں منوسمرتی وسوتر وغیرہ دیکھئے آگے وید کی سنگت تمہاری بھٹت ہے۔ ان کا بھاشیہ منگا کر دیکھئے۔ آپ کو تُرت ہی پرکاش ہو جاویگا۔ کہ یہ مخفی گپ ہے۔

سا۔ پنڈت ہرجس رائے کا ڈینگ مارنا اور مقابلہ پر نہ آنا۔ یہ صاحب ٹھہرس

نراسی ندیا شانتی سے پڑھے ہوئے مشہور نیایک تھے۔ اور اس کشبہ پر آئے تھے۔ ان کے شش سوامی جی سے کہنے لگے۔ کہ ہمارے پنڈت جی کہتے ہیں۔ وہ سوامی الگ بیٹھ کر ہی کھنڈن کر رہا ہے۔ جب ہمارے سامنے آویگا۔ اس کا دانت کبھی نہ نکلیگا۔ سوامی وشودھانند اس کے گرو بھائی بھی آئے ہوئے تھے۔ سوامی جی نے ان ودیارتھیوں سے کہا۔ کہ ایسی سدھی تو ہم بھی دیکھنا چاہیں کہ وانک نہ نکلے۔ کسی طرح اس سے ضرور ہماری بھینٹ کراؤ۔ اور اس کے ساتھ ہی وشودھانند بھی ہوں۔ ودیارتھیوں نے پنڈت کو جا سنایا۔ مگر اس نے قبول نہ کیا۔ کہا کہ ہم اس کے پاس نہ جاوینگے۔ یہ جواب سُن کر سوامی جی نے کہا۔ کیا ہرج ہے۔ گنگا کا کنارہ ہے۔ ہم ہی چلے جاویں گے۔ مگر وہ دونوں گرو بھائی اکٹھے رہیں پنڈت نے یہ بھی نہ مانا۔ صرف اتنا کہا۔ کہ جب کبھی ایسا ہوگا تب دیکھیں گے۔ پنڈت موتی رام کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو انہوں نے ہر جس رائے اور وشودھانند سے بات کی۔ وشودھانند بولے۔ کہ وہ ورکت ہے اس سے کون لگے (موتی رام) آپ بھی تو سنیاسی ہیں۔ (وشودھانند) اس سے کیا۔ ہر جس رائے جائے تو جائے۔ ہم نہ جائینگے۔ اس کے بعد موتی رام جی مرزا پور لوٹے۔

۳۔ فاضلہ بائی پنڈتہ نگری کا ملنا۔ یہ فاضلہ بھی میلہ کمبھ الہ آباد پر پدھاری تھیں۔ اس وقت آپ ودیارتھی تھیں۔ جیوتش پڑھ کر کَلھو کومدی پڑھتی تھیں۔ ۱۰-۲۰ ودیارتھی ساتھ لے کر یہ راجہ باسو کی پر گئیں۔ سوامی جی لب گنگ پتھر کے فرش پر بیٹھے تھے۔ بھیڑ بھاڑ کے سبب وہ بات نہ کر سکیں۔ ہاں یہ آنند دیکھتی رہیں کہ بہت سے پنڈت لوگ اور سنیاسی مل مل کر آتے شاسترارتھ کرتے۔ اور بات کی بات میں اٹھ کے چلے جاتے تھے۔ دوسرے روز پھر گئیں۔ اور سوامی جی سے بات چیت ہونے پر انہیں وشواش ہو گیا۔ کہ ان کا کہنا ستیہ ہے۔ تب فاضلہ جی نے پوچھا۔ کہ آپ کا یہاں سے کدھر جانا ہوگا۔ سوامی جی نے کہا مرزا پور۔ تب فاضلہ جی بھی ماگھ سدھی پڑوا کو الہ آباد سے مرزا پور کو چلی گئیں۔

۴۔ جاڑا نہ لگنے کی وجہ۔ مرزا پور کے رام آدھین تواری سوامی جی کو ملے۔ اور پوچھا۔ کہ اس وقت جاڑا بہت پڑتا ہے۔ مگر آپ کو معلوم نہیں ہوتا۔ اس کا کیا کارن۔ فرمایا۔ کہ آپ کے منہ کو جاڑا کیوں نہیں لگتا۔ وہ بولے کہ یہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ بس یہی حال ہمارے شریر کا ہے یہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اس لئے جاڑا نہیں لگتا۔

اٹھائیسویں فصل ۔ مرزا پور

۱۔ **پنڈت موتی رام سے میل۔** بعد سیلا کنڈ سوامی جی پھاگن میں مرزا پور پدھارے اور باغیچہ رام رتن لڈا میں ٹھہرے۔ ایک اوداسی سادھو سے جو وہاں تھا۔ پوچھا کہ تم پنڈت موتی رام کو جانتے ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ تب اس کی معرفت پنڈت کو بلوایا۔ اور اس کے آتے ہی پوچھا کہ اب تک کوئی پرمان مورتی پوجا کا ملا۔ پنڈت نے کہا۔ میں جب سے الہ آباد سے آیا ہوں۔ سب گرنتھ دیکھتا رہا ہوں مگر پرمان نہیں ملا۔ تب فرمایا۔ ایشور پراپتی کے لئے یوگ کیا کرو۔ یہ مورتی پوجن فی الحقیقت جھوٹھ ہے۔ پرمان کہاں سے ملے۔

۲۔ **بابا بالکرشن کی غلطیاں۔** اس ویراگی نے مہابھارت اور اُپنشدوں پر ٹیکا کیا تھا۔ مہابھارت سے گیتا وشنو سہسر نام مہادیو سہسر نام اور دیگر بہت سی باتیں نکال کر مہابھارت ۲۴ ہزار شلوک کے قریب رہنے دیا تھا۔ گردھر پنڈت ماڈل سکول نے ٹیکا کو شودھا تھا۔ ایک گیادھر کتھرا ودیتر سے سوامی جی کے پاس اس بھاشیہ کے لے گیا۔ سوامی جی نے اس میں بہت سے شبد ارتھ دوش۔ شکشا دوش اور ویاکرن کے دوش اساد سویہ کے بارے میں بتائے۔ جیسے کہ ایک جگتی یعنی ۔۷۔ اکشر میں ہم غلطیاں کہیں۔ بابا جی کا ششیہ چھوٹو رام رات کو گپت طور پر سوامی جی سے اُپنشد پڑھنے جاتا تھا۔ وہ ایک روز ان کا گیتا کا پستک سوامی جی کے پاس لے گیا۔ سوامی جی نے غلطیاں نکال کر جتایا۔ کہ یہاں یہ ارتھ نہ ہونا چاہئے تھا۔ کتھا کرنے والے چھوٹو رام بیاس نے یہ ذکر بابا جی سے کیا۔ جس پر بابا جی ناراض ہو گئے۔ پہلے تو سوامی جی کے گن گاتے تھے۔ اب نندا کرنے لگے۔ کہ اس کا منہ دیکھنا بھی ٹھیک نہیں۔

اس ٹیکا میں لکھا تھا۔ کہ گیتا بیاس کا بنایا نہیں کہیک ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ یہ بالکل جھوٹھ نہیں ہے۔ بہت عمدہ باتیں اس میں ہیں۔ ہاں کچھ پیچھے کا ملایا ہوا ہے۔ اگر وہ بالکل کہیک کہتے ہیں۔ تو ہم اس کا منڈن کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ شاسترارتھ کریں۔ رام رتن لڈا بابا جی کے ششیہ تھے۔ وہ انہیں یہ بات کہنے گئے۔ مگر بابا نے کہا۔ ہم ان کے ستھان پر نہ جاویں گے۔ سوامی جی نے کہا۔ یہ استھان ہمارا تو نہیں۔ تمہارا ہے۔ اور اگر ہمارے ٹکنے سے ہمارا ہو گیا ہے تو آپ کے ششیہ ملانا یک کا باغیچہ پاس ہے وہاں آ جائیے۔ اور اگر وہاں بھی نہیں۔ تو چلو گنگا پار ریتی میں شاسترارتھ کر لیجئے۔ مگر بابا جی کسی بات پر نہ جے بھاشیہ

تو کیا۔ ایک دن گردھر مالوی کے لڑکے کا اپنین تھا۔ اس میں بابا جی نے آنا تھا۔ مگر سوامی جی کے خوف سے وہاں بھی نہ آیا۔ گردھر خود گیا۔ اور کہا کہ سوامی جی نہیں آویں گے۔ کیونکہ وہ تو ریل پر بھی چڑھنے کو شہر کے باہر باہر پہونچا کرتے ہیں نگر میں نہیں آتے۔ مگر وہ کسی طرح بھی نہ آیا۔ بہت خوف زدہ ہو رہا تھا۔ گیا دھر مشرا نے وہ دونوں پترے اور بابا کی غلطیاں اس سبھا میں سنا دیں۔ اور کہا اس پترے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ٹیکا کار اور شلوک دونوں ہی متعدد ہیں اس پر شلوک گردھر مالوی خفا ہو گئے۔ اور اسے مرداک ستانے لگے۔ مگر وہ خفا نہ ہوا۔ بلکہ کہنے لگا۔ کہ آپ ہمارے ماما ہیں۔ چاہیں تو کہیں اور پھر سب دوش کہے مگر کسی نے جواب نہ دیا۔

۳۔ سویرے اٹھنا اور سمادھی وغیرہ۔ یہاں سوامی جی رات کے دو بجے اٹھتے انگریزی بولڈ صاحب کے کارخانہ سے گذر کر نیچے گنگا کے پکی گھاٹ پر سوئیا تالاب کے سامنے جاتے اور شوچ سنان سے نپٹ مرتکا لگا کر چلے آتے۔ تین بجے آکر سمادھی لگا ایشور دھیان میں بیٹھ جاتے۔ ایک دن پنڈت موتی رام جی سویرے گئے۔ سوامی جی سمادھست تھے۔ یہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ سورج نکلے اٹھ کر ٹہلنے لگے۔ اور پنڈت کو دیکھ کر پوچھا کس وقت آئے۔ اس نے سب حال کہہ دیا۔

ایک دن ۲ بجے گنگا کو جاتے تھے۔ کہ سی بولڈ کا سپاہی ایسے لمبے شریر والے کو دیکھ کر ڈرا۔ اور صاحب کو جا خبر دی۔ وہ لالٹین لے کر آئے۔ اور سوامی جی کو دیکھ کر سنتری کو کہا۔ یہ جس وقت آویں آنے دو۔ ان کے گنگا جانے میں کوئی روک ٹوک نہ کرے۔

۴۔ رام گوپال ویش کا شنکا نوارن۔ اس مہاشے نے کئی ٹیکے گیتا کے دیکھے۔ مگر ایک شلوک کی نسبت ان کا شک رفع نہ ہوا۔ ایک دن سوامی جی کے آگے اجازت لے کر اس نے یہ شلوک پڑھا۔

सर्व धर्मान् परित्यज्य मामेकं शरणं व्रज ॥

سوامی جی نے فرمایا۔ کہ اس وارتک शब्दादिपर हृदं वच्यम् سے وکار کے آگے اکار رہا۔ اس کو تدروپ ہو گیا۔ وہ شبد دھرم ہی رہا۔ مگر واستو میں ادھرم ہے۔ ارتھ ادھرم ہو گا۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اور اس کا پرمان پوچھنے لگا۔ سوامی جی نے رگ وید کی دو تین شرتیوں کے پرمان دئے۔

۵۔ چھوٹو گر آدی کا آ کر فساد کرنا۔ پنڈت لوگ عام طور پر یہاں مباحثہ بار بار کو آتے تھے۔ ایک دن جگن ناتھ مالوی۔ چھوٹو گر گوسائیں آدی سینکڑوں آدمی دنگا و فساد کے ارادے سے آئے۔ سوامی جی بارہ دری میں بیٹھے تھے۔ چھوٹو گر آتے

ہی سوامی جی کی جگہ پر جگھا مار کر بیٹھ گیا۔ باقی کھڑے رہے اور سوامی جی کو کہا کہ بچہ ابھی تک تم کچھ نہیں پڑھا۔ جا کر پڑھو۔ تم جانتے نہیں۔ کہ جس لنگ سے تمہاری اتپتی ہوئی۔ اسی کا کھنڈن کرتے ہو۔ یہ کہا اور شیو لنگ کی طرح ہاتھ بنا کر یہ شلوک پڑھا۔ ब्रह्म मुरारि सुरार्चित लिङ्गम तत्प्रणमामि سوامی جی نے سنسکرت میں سب لوگوں سے सदाशिव लिङ्गमित्यादि : پوچھا कोऽयम یہ کون ہے۔ جگن ناتھ بولا۔ جیسے کاشی میں وشو ناتھ ہے۔ اسی پرکار مرزا پور میں جو بوڑھے مہادیو ہیں۔ یہ اس کے پجاری ہیں۔ سوامی جی نے کہا کاشی میں وشو ناتھ کون۔ وہ پنڈی ناتھ ہے۔ وشو ناتھ تو سارے وشو بھر میں ہے۔ پنڈت موتی رام۔ سیتا رام اور متھرا اس وقت سوامی جی کے پاس بیٹھے تھے۔ جگن ناتھ نے سوال کیا۔ آپ کا اصل مطلب کیا ہے۔ سوامی جی بولے ایک پرمیشور کی اُپاسنا میں مانتا ہوں اور جڑ پاشان آدی مورتی پوجن کا کھنڈن کرتا ہوں۔ اس پر جھوڑ گر نے سوامی جی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور کہا بچہ تو نہیں جانتا۔ اسی لنگ نے تم کو پیدا کیا ہے۔ سوامی بولے تمہاری پیدائش اس پتھر کے لنگ سے ہوگی ہم تو اپنے ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ سوامی جی کی بلا اس کی پڑیا پاس ہی پڑی تھی۔ ایک طرف پتھر پر کھانے کا تھباکو تھا۔ جھوڑ گر وہ اٹھا کر ناک میں بھرنے لگا۔ سوامی جی نے کہا۔ سونگھتا ہے۔ تو لے یہ ڈبیا۔ مگر اس نے نہ لی۔ کوئی شخص سوامی جی کے لئے دونے میں پتاشے دھر گیا تھا۔ جھوڑ گر نے کہا۔ یہ پتاشہ ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ ہاں اگر کھانا ہے۔ تو یہ لو۔ مگر جو طہارت چھوڑ دیو وہ کھانے لگا۔ اور تھوڑا کھا کر باقی جوٹھا چھوڑ دیا۔ سوامی جی بولے۔ ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اب تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ وہ بولا بچہ تم نہیں جانتے۔ ہم تمہارے گورو ہیں۔ آج اس سب کھنڈن کا پھل تم کو معلوم ہو جاویگا۔ سوامی جی کو یقین ہوگیا۔ کہ یہ زیادہ بدمعاشی کرنا چاہتے ہیں۔ تب ڈپٹ کر بولے۔ کہ کیوں تو مجھ کو بچہ دکھاتا ہے۔ اگر ایسے ہی ہم بچے کرتے۔ تو تمام ملکوں میں گھوم کر کیوں کھنڈن کرتے۔ اور للکار کر بولے کوئی ہے کواڑ کو بند کر دو۔ میں اکیلا سب کو مار سکتا ہوں۔ اس پر سب ہیبت زدہ ہو گئے۔ جگن ناتھ ہاتھ جوڑ کر بولا کہ لوگ کیسے جانیں کہ مورتی پوجا واجب نہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ ویدوں میں کہیں اس کا پرمان نہیں۔ پرمیشور سنسار ہے۔ وہ کسی کے بس میں نہیں ہو سکتا۔ جیسے تم مورتی کو تالے میں بند کر رات کو چلے جاتے ہو۔ یہ جڑ ہے۔ دریا شاپ نہیں پرکرتی پھول پاشھوں کی اُپاسنا کرنی روگ ہے۔ اور یہ جنوں کا سندھیا گایتری اگنی ہوتر ادی کرنا ہی کمہ اشٹ ہے۔ جگن ناتھ پرسن ہو کر کہنے لگا۔ ہم نہیں جانتے تھے۔

آپ کیول مورتی کا کھنڈن کرتے ہیں۔ ہم نے سنا تھا۔ آپ دیوتوں کا کھنڈن کرتے ہیں۔ پھر چھوڑ کر کو اشارہ کیا۔ وہ بھی بھلا مانس بن کر دور بیٹھ گیا۔ اور چند منٹ سادھارن بات چیت کرکے سب چلے گئے۔

۴۔ چند پنڈتوں سے مباحثہ۔ ایک روز چند پنڈتوں نے سنسکرت میں لکھ کر ایک پتر بھیجا۔ کہ ہم آج شاسترارتھ کو آویں گے۔ آپ مورکھ اور دُشٹ آدمی سخت لفظ کہہ دیا کرتے ہیں۔ ہم کو ایسا کہا تو آپ کو ڈنڈ دیا جاویگا۔ سوامی جی نے اس کے ہر شبد اور واکیہ میں غلطیاں دیکھ کر کہا کہ مباحثہ تو چاہے بالک سے بھی ہو مضائقہ نہیں۔ لیکن گوبند بھٹ بھاگوت کا بڑا ابھمان رکھتا ہے۔ اس ابھمانی کو تو ضرور مورکھ بناؤنگا۔ دو گھنٹے بعد وہ لوگ آئے۔ پنڈت جی سری سا کا دیبی۔ رام پرشاد برہمچاری۔ گردھر کست بھگت ہرگوبند بھٹ نر نارائن کرکے سوامی جی کے پاس بیٹھ گئے۔ اور رام پرشاد مہاجن تنہا انیہ لوگ کھڑے رہے۔ سوامی جی نے پتر کی غلطیاں سُنائیں۔ انھوں نے کہا۔ کہ اکشر اچھا ہونے کے کارن ایک لیکھک سے پتر لکھوایا تھا۔ سوامی جی نے کہا۔ آپ لوگوں نے پھر شودھ کیوں نہ لیا۔ کیا شودھنے کی طاقت نہ تھی۔ جو ایسا تھا۔ تو بھاشا میں کیوں نہ لکھا۔ پنڈت بولے اس بات کو چھوڑ کر جس بات کے لئے ہم آئے ہیں۔ سو کیجئے۔ اول گوبند بھٹ نے بھاگوت کے وشئے میں شاسترارتھ اٹھایا۔ سوامی جی نے اس کے اُچارن کی اشدھیاں نکالنی شروع کیں۔ جس سے کوئی شبد بھی اس کا شدھ ثابت نہ ہوا۔ تب رام پرشاد برہمچاری بولے۔ بھٹ جی آپ ادھر آ بیٹھے اور جی سری سے شاسترارتھ ہونے دیجئے۔ چنانچہ جی سری بولے۔ سوامی جی نے اس کے اُچارن کی بہت تعریف کی اور کہا ان کا بولنا کیسا اچھا لگتا ہے۔ بھیڑ زیادہ ہوگئی۔ تو سوامی جی کے کہنے سے سب میدان میں آ گئے۔ پورب کو سوامی جی اور پچھم کو پنڈت لوگ بیٹھے مورتی کھنڈن پر شاسترارتھ ہوا۔ سوامی جی نے नत स्य प्रतिमा अस्ति इत्यादि : اس یجروید کے منتر کا پرمان دیا۔ جی سری اس کا ارتھ اور طرح کرنے لگے۔ سوامی جی دوسرا پرمان دینے لگے۔ جے سری نے کہا۔ پہلے اسی ایک منتر پر گفتگو پر ایک فیصلہ ہو جائے۔ سوامی جی نے یکتیوں سے جے سری کے ارتھ کا کھنڈن کر دیا۔ مباحثہ میں شام ہوگئی۔ رام پرشاد اگروال نے ہتھیلی بجا کر پنڈتوں کو چلنے کا اشارہ کیا۔ سوامی جی نے اسے ہنسی کے لئے تالی بجانا سمجھا۔ اور للکار کر کہا۔ کس نے تالی بجائی۔ خبردار۔ ایسا کروگے تو میں اکیلے ہی سب کو مار سکتا ہوں۔ تم لوگ ہم کو بدمعاشی دکھلاتے ہو۔ باغیچہ کا کواڑ بند کر دو۔ لوگ باہر نہ جانے پاویں۔ رام پرشاد خوف سے کانپ کر اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ مہاراج میں نے چلنے کا اشارہ کیا ہے۔ ہنسی کے طور پر

تالی نہیں بجائی۔ تب سوامی جی شانت ہو گئے۔ اور کہا کہ پنڈتوں کا ستھیا سے بیت گیا۔ اور سندھیا نہیں کی۔ ان کو شودر سمجھنا چاہیئے نہ کہ برہمن۔ اس کے بعد سب نمونا ایش کر کے چلے آئے۔ اگلے دن سے بابو رام چندر گھوش نے ایک سپاہی کا بندوبست کر دیا۔ کہ کوئی خرابی نہ ہونے پاوے۔

۷۔ جیو ایشور وشے میں بات۔ ایک آدمی نے سوال کیا۔ کہ یہ جیو آتما پرمیشور ہے یا نہ۔ سوامی جی نے کہا۔ تم کچھ پڑھے ہو۔ اُس نے کہا نہیں۔ تب اُسے سوامی جی نے کہا۔ تم میں اس کے سمجھنے کی سامرتھ نہیں۔ یہ بات بہت سوکھشم ہے۔ اس پر ایک پنڈت نے یہ شلوک पढ़ دیا जले विष्णु स्थले विष्णुरित्यादि کہ اس سے جو کچھ ہے۔ وشنو ہی وشنو سدھ ہوتا ہے۔ سوامی بولے۔ یدی یہ ارتھ ہے۔ کہ جل تھل سب وشنو ہی وشنو ہے۔ تو آپ لوگ پاخانہ بھی اس پر جاتے اور پیشاب بھی اسی پر کرتے۔ جس سے بڑا دوش لگتا ہوگا۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

۸۔ پنڈت گجادھر سے بارتا۔ ایک دن پنڈت گجادھر کھرا سے کھانے پینے کے وشے پر بات چیت تھی۔ سوامی جی نے منو کا یہ شلوک پڑھا۔ दशसूतासम चक्री इति اور چکری شبد کا ارتھ کو لال کیا۔ اس نے کہا کہ نہیں اس کا ارتھ تیلی ہے اور کلوک بھٹ کا پرمان دیا۔ سوامی جی نے اتر دیا۔ कुलक सुवक्र क [illegible] یعنی کلوک تو محض اُلو ہے۔ اس کا ارتھ تیلی نہیں۔ کیونکہ تیلی کے پاس تو چکر ہے۔ یعنی کولہو۔ اس کے پاس چاک کہاں ہے۔ جو چکری کہا وے۔ چکر تو کمہار کے پاس ہے۔ اس لئے وہ چکری کہاتا ہے۔ جس پر وہ لاجواب ہو کر لوٹ آیا۔

۹۔ سوامی جی کے مارنے کی گفتگو۔ ایک دن سوامی جی کے سنان کرتے سمے بندھیاچل سے بہت لوگ ڈونگے پر آتے تھے۔ وہ گفتگو کرتے تھے۔ کہ سوامی تو ناستک ہے۔ اس کے پاس نہ جانا چاہیئے۔ اگر کوئی جائے تو اس کا سر کاٹ لے۔ سوامی جی نے یہ سنا ننچ استھان پر آ کر پنڈت رام پرشاد آدی کو کہا۔ کہ مرزا پور کے لوگ اس طرح کی باتیں کرتے آ رہے تھے۔ اگرچہ جب تک پرمیشور نہ مارے مجھے کوئی مار نہیں سکتا۔ لیکن ان کو تو مانسی پاپ ہو چکا۔ اگر ان کا اختیار ہوتا۔ تو ضرور ایسا کر دیتے۔

۱۰۔ عام اُپدیش۔ یہاں کئی پنڈت اور کھلوتی چھتری برہمن ویدوغیرہ بہت سے لوگوں نے اُپدیش سن کر مورتی پوجا چھوڑ دی۔ سنکھیہ اور وہار یہ مانا گیا۔ کہ کئی برہمن اور پنڈت جو سندھیا آپاسنا آدی سے رہت تھے۔ سندھیا سیکھ کر باقاعدہ کرنے لگے۔ پاٹھ شالا کا اُپدیش سوامی جی یہاں عام طور پر دیا اور آگیا پرشوں کو کرتے رہے۔ اشٹادھیائی اور مہابھاشیہ کے پڑھنے کا اُپدیش دیتے تھے چنانچہ مرزا پور

پنڈت بھولا رام سرجو پاریہ پرسن جیت سے اشٹادھیائی پڑھنے کو سوامی جی کی فرخ آباد والی ویدک پاٹھشالا میں گیا۔ اور پنڈت اودے پرکاش سے پڑھتے تھے۔

۱۱۔ سر سید احمد خاں کی رائے۔ آنریبل سید احمد خاں صاحب سی۔ ایس آئی۔ اپنے لیکچر میں جو انہوں نے رسم و رواج کے مضمون پر میرزاپور انسٹیٹیوٹ میں ۳۔ نومبر ۱۸۷۲ء مطابق دوشنبہ کارتک شدی ۱۴ سمت ۱۹۲۹ کو دیا تھا۔ یوں بیان کرتے ہیں: "اب اخیر کو میں سوامی دیانند سرستی کا نام لیتا ہوں۔ جس کو میرزاپور کے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ اُس کے خیالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور وید و دھرم شاستر کے مطابق ہوں یا نہیں۔ کیونکہ میں اس پر ٹھیک رائے دینے کے قابل نہیں ہوں۔ مگر میں اس بات کی تعریف کرتا ہوں۔ کہ اُس کا ارادہ نہایت نیک ہے۔ جو اس کے دل میں ہے وہ علانیہ کہتا ہے۔ گو اس میں مجھ کو شک ہے۔ کہ وہی کرتا ہے یا نہیں۔" (تہذیب الاخلاق ۱۵۔ شوال ۱۲۸۹ھ صفحہ ۱۴۶ جلد ۴ نمبر ۱۵ مطابق ۱۶۔ دسمبر ۱۸۷۲ء)

انتیسویں فصل۔ بنارس

۲۶۔ مئی ۱۸۷۳ء مطابق آغاز جیٹھ بدی سمت ۱۹۳۰ کو مرزاپور سے لب گنگ سیر کرتے ہوئے سوامی جی یہاں پہنچے۔ لالہ مادھو داس آنریری مجسٹریٹ کے باغ میں متصل درگا کنڈ قیام کیا۔ ادویت مت کھنڈن نامی ٹریکٹ تصنیف کیا۔ اور بنارس لائٹ پریس میں طبع کرایا۔ ان کی نقل کوی وچن سدھا ماسک پتر جلد ۱ نمبر ۴ و ۵ بابت جیٹھ ۱۵ و اساڑھ سدی ۱۵ سمت ۱۹۳۰ مطابق ۱۲ جون و ۱۲ جولائی ۱۸۷۳ء میں صفحہ ۷۸ سے ۹۰ و ۹۲ تا ۹۷ پر طبع ہوئی۔ اور بابو ہریشچندر نے سنسکرت ودیا کی ناواقفی سے چند بے بنیاد اعتراض دوشن مالکا نامی کتاب میں اسی سال شائع کئے تھے۔ وہ اس ٹریکٹ کی طفیل بالکل دور ہو گئے۔ اور کتاب مذکور صرف ردی کے برابر وقعت پانے لگی۔ گویا اس دفعہ صرف مورتیوں کے مندروں یا فرضی دیوتاؤں کے ہی خلاف کام نہ ہوا۔ بلکہ ادویت مت والے خود خدا بنے ہوئے یا ایک گونہ ناستک لوگوں کا بھی زور کھنڈن ہوا۔ جابجا وغیرہ کے لئے بار بار گھروں اور مندروں پر اشتہار چسپاں ہوئے۔ مگر کوئی بھی مقابلہ میں نہ آیا۔ سوامی جی اڑھائی ماہ یہاں رہے۔

تیسویں فصل

کاسگنج و مرزا پور میں ویدک پاٹھ شالائیں

۱۔ مرزا پور میں ویدک پاٹھ شالا۔ سوامی جی نے بنارس قیام کے زمانے میں مرزا پور ویدک پاٹھ شالا شروع جون میں آ کر قائم کی۔ پہلے سرجو پرشاد کی معرفت گورچرن برہمن اور رام گوپال اگروال سے بات چیت ہوئی۔ انہوں نے بارہ (کیسہ روپیہ) ماہوار دینا منظور کیا۔ ۲ ماہ ایسے وچار ہونے کے بعد کو گورچرن لال جی کے مکان تزدولال ڈگی میں کام آرمبھ ہوا۔ اول ہون ہوا اور منگل ارتھ مہابھاشیہ کا پاٹھ کرایا گیا۔ دس بارہ برہمنوں کو بھوجن بھی دیا گیا۔ خود سوامی جی نے برہم بھوج کی مٹھائی سے کچھ نہیں کھایا۔ سندھیا اور وشو دیو کا قاعدہ جاری ہوا۔ جو سندھیا نہ کرتا۔ و سورج اودے سے پہلے نہ اٹھتا وہ بھوجن سے محروم دن بھر گائتری جپتا۔ ۳۰۔ ۳۲ ودیارتھی داخل ہو گئے سب کو بھوجن پاٹھ شالا سے ملتا تھا۔ پڑھانے کے واسطے پنڈت جگل کشور جی متھرا سے بلائے گئے۔ جو اپنے ودیارتھی پنڈت گوپال سمیت کاسگنج اور بیدو پرشاد سمیت آ گئے۔ سوامی جی نے سرجو پرشاد کی نگرانی پہ پاٹھ شالا کو چھوڑا۔

۲۔ کاسگنج میں شالا۔ اس شالا کی تجویز تو بہت دن سے ہو چکی تھی۔ لیکن باقاعدہ کام اس کا مئی سنہ ۱۸۷۳ء میں سوامی جی نے بنارس سے یہاں آ کر شروع کر دیا۔ پنڈت ڈلا رام کو فرخ آباد سے بلایا۔ یہ ودیارتھی پہلے فرخ آباد میں مادھواچارج کے پاس چورو والوں کی پاٹھ شالا میں پڑھتا تھا۔ مگر جب سیٹھ چنی لال کی معرفت سوامی جی نے وہاں شالا کھلوائی۔ تو یہ اس میں داخل ہو گئے۔ اور ایک مہینہ میں اشٹادھیائی کی ایک آورتی ارتھ سمیت پڑھ لی اور ویدک پرکریا کے سوا نگھم اور اُدھرن بھی پڑھ لئے۔ اس ہوشیاری کو دیکھ کر سوامی جی اس سے بہت خوش ہوئے۔ اور اسے کہا۔ جب کاسگنج میں شالا کھلے گی۔ تمہیں وہاں پڑھائی کے کام پر لگا دیں گے۔ تم بکش بات چھوڑ کر خوب پڑھانا۔ ودیارتھیوں کی کمی کا خیال نہ کرنا۔ اور کسی کے بہکانے میں نہ آنا۔ چنانچہ اب پنڈت اودے پرکاش کو فرخ آباد پتر لکھا۔ اول خبر آئی۔ کہ ڈلا رام بیمار ہے۔ سوامی جی کو افسوس ہوا کہ وہ مر گیا۔ تو بڑی ہانی ہوگی۔ وہی ہماری پاٹھ شالا کا سپوت ودیارتھی ہے۔ مگر وہ بعد میں راضی ہو گیا۔ اور پندرہ روپیہ ماہوار پہ کاسگنج میں رکھا گیا۔ ایک جلد

مہابھاشیہ تعلیم - وناتو پاٹھ اشٹادھیائی وواریتک کی وہ سوامی جی کے لکھنے اور ساتھ ہی لے آیا۔ اُس کے آنے پر سوامی جی نے اس کا نام بدل کر ونیش رام رکھا۔

۹- جون سنہ ۷۸ سے باقاعدہ پڑھائی بھی شروع ہوگئی - اس میں حسب ذیل ودیارتھی داخل تھے۔

گوپال دت - چین سکھ - رام پرشاد - کلیان دت - کرشن بلبھ - بدھ سین - نراین دت - سنسکرت - سکنائے کا شنکر - و کنور بلال سنگھ - و امبا پرشاد - و کامتا پرشاد - و گنگا دھر سہائی تدری - و گوپال دت - ٹیکا رام - و سالگرام - سہائی سہاوپ - بہاری دت - دیوی سہائی ورن پور - دیندکشور برہمچاری - و دیو دت کا گنج و چھیدی لال کاظم آباد کے - بچم دت و جگل کشور ساکن بدرم کے ان کے سوا سندر و جگن ناتھ - و لچھمن پرشاد ویش تھے - و چاندی پرشاد کائستھ یہ بھی اور ان کے سوا اور لوگ بھی پڑھتے تھے - سیٹھ پورے نارومن جی اور رسم گڑھ کے ہر نراین وغیرہ ودیارتھی تھے - پنڈت انگدرام کی معرفت سب کو یگیوپویت کرایا گیا۔

پاٹھ شالا کے نیم یہ تھے -

(۱) سندھیا اول پڑھ کر ودیارتھی پاٹھ شالا میں بھرتی ہوں - اور اسی سے اس کی بدھی کی پریکشا بھی ہوجاویگی -

(۲) اشٹادھیائی - مہابھاشیہ - منوسمرتی - وید یہ گرنتھ پڑھائے جاویں -

(۳) اگر کوئی ودیارتھی سورج اودے سے پہلے اُٹھ کر سندھیا نہ کرلے تو اُس روز اُس کو بھوجن کی آگیا نہیں ہے - اُسے سائنکال کی سندھیا کرکے بھوجن ملے - اور نگرانی ہو - کہ وہ اُس بستی میں جاکر کھانا نہ لے۔

(۴) ودیارتھیوں کو شہر میں جانے کی اجازت نہیں ہے - مگر تیوہار میں کبھی کبھی جانے کی اجازت ہے۔

(۵) اس پاٹھ شالا کے فنڈ سے شہر کے ودیارتھیوں کو بھوجن نہ ملے - باہر والوں کو ملے -

(۶) محنتی اور بدھی مان ودیارتھی کے واسطے وشیش پربندھ کھانے کا کیا جاوے۔

اسی شالا کے مکان کے پاس ایک کوٹھڑی میں ہون کنڈ کھدوا کر اس میں اگنی ہوتر کرنے کی آگیا دی - انتظام پنڈت چین سکھ دینی مادھو کے سپرد تھا - اس کے علاوہ پنڈت ونیش رام - دوارکا پرشاد ویش - بھوولینی گوپال دت - ہر نراین وید پاٹھی آدی بھی انتظام میں سہایتا دیتے تھے۔

ودیارتھی نیم انوسار سندھیا آدی کر کے ودیا ابھیاس میں لگتے تھے۔

۳۔ رام پرشاد کو جرمانہ۔ یہ سناڈھ برہمن اکثر سوامی جی کی سیوا میں رہتا تھا۔ سوامی جی اُسے ترک بدھی کہتے تھے۔ ایک دفعہ سوامی جی کو نہلانے کے واسطے وہ جیوا رام کایستھ کے باغیچہ میں لے گیا۔ یہ سوامی جی کے پیچھے جاتا تھا۔ ایک گرے ہوئے آم کو دیکھ کر اُس نے اُٹھایا۔ سوامی جی نے پیچھے نظر کر کے آم دیکھا۔ تو فرمایا۔ تم نے کیوں آم اُٹھا لیا۔ کیا تمہارے پتا کا آم ہے۔ اس کے پیچھے مکان پر آ کر اُسے دو روپیہ جرمانہ کیا۔

۴۔ دن کا عام تقسیم اوقات۔ سوامی جی ان دنوں پہر رات سے یوگا بھیاس کرتے۔ اور گھڑی آدھ گھڑی دن چڑھے تک دھیان میں مصروف رہتے۔ جب فارغ ہو کر باہر نکلتے۔ تو نیتر یوگ ابھیاس کے کارن سُرخ ہوتے تھے۔ ہاتھ دھو کر آہستہ آہستہ آنکھوں پر پانی لگاتے اور ہاتھ پھیرتے۔ تب گھڑی دو گھڑی میں سادھارن ہوتے۔ بعدہٗ شوچ آدی کو کنوئیں پر جاتے۔ جیون سنگھ ساتھ ہوتے۔ سنان سے واپس ہونے کے بعد دن بھر بستی کے معزز لوگ حاکم اہلکار رئیس وغیرہ آتے۔ اور بارتالاپ جاری رہتی۔ شام کو ایک گھنٹہ دن رہے۔ میل ڈیڑھ میل دوری پر دِشا کو جاتے۔ اور شدھ ہو کھیت میں بیٹھ کر یوگا بھیاس کرتے اور جیون سنگھ آدی سندھیا میں لگے رہتے۔

۵۔ سانڈ سامنے آیا۔ ایک دفعہ سوامی جی جا رہے تھے۔ پگڈنڈی میں ایک سانڈ زبردست سامنے آگیا۔ ساتھی علیحدہ ہو گئے۔ مگر سوامی جی چھاتی ٹیک کر سامنے کھڑے ہو گئے۔ جیون سنگھ آدی کہتے ہی رہے۔ کہ سانڈ آیا ہے سانڈ۔ مگر انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ یہ کہا کہ [illegible] کیا کریگا۔ یہ راستے میں ڈٹے کھڑے رہے۔ سانڈ خود ہی راستہ چھوڑ کر چلا گیا۔ جیون سنگھ بولے۔ سوامی جی اگر وہ سینگ مارتا۔ تو کیا ہوتا۔ فرمانے لگے۔ [illegible]۔ میں دونوں ہاتھوں سے اُس کے سینگوں کو پکڑ کر ہٹا دیتا۔

اکتیسویں فصل۔ کاسگنج سے اہم گھاٹ تک بھرمن

۱۔ بلرام۔ کاسگنج میں [illegible] کا پربندھ کر کے سوامی جی ایک دن بلا اطلاع چلے گئے۔ دوپہر کو معلوم ہوا۔ کہ یہاں سے ۴ کوس مغرب کو موضع بلرام میں ہیں۔ جہاں پنڈت گنگیش جی نے انہیں روکا۔ اور دودھ پلایا۔ ایک گھنٹہ ٹھہر کر آگے چلے گئے۔

۲- چکری۔ بلرام سے چلکر آپ چکری کی طرف چلے۔ نزدیک پہنچنے پر ایک چمار سے سنسکرت میں آپ نے سوال کیا۔ : चकेरी ग्राम: क्व स्थित وہ سمجھ گیا۔ بولا کہ چکری پوچھت ہو۔ جو سامنے دیکھت ہے۔ ہاتھ اُٹھا کر رستہ بتلا دیا۔ سوامی جی نے چکری کے پاس سے گذر کر کہیں رات کو واس کیا۔

۳- ہنوٹ۔ کچھ دن چڑھے سوامی جی ہنوٹ پہونچے۔ وہاں کے لوگ درشن کے واسطے دوڑے۔ اور عرض کی۔ کہ ایک مندر میں رنگا چارج کے مت کا وشنو پنڈت رہتا ہے۔ وہ آپ سے شاستر ارتھ کریگا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ آپ سے شاستر ارتھ کرنے کو کہا کرتا ہے۔ سوامی جی ہنوٹ کے پچھم کی طرف ریت میں بیٹھ گئے۔ اور ہم یا ۵ آدمی سوامی جی کے پاس بیٹھے رہے۔ کچھ آدمی پنڈت کو بلانے گئے۔ مگر بے در بے لوگوں کے جانے پر بھی وہ سامنے نہ آیا۔ آخر نمبردار جس کے مندر کا وہ پوجاری تھا۔ خود گیا۔ اور کہہ گیا کہ ابھی لاتا ہوں۔ مگر پنڈت نے اس کے سامنے ہی مباحثہ سے صاف انکار کر دیا۔ نمبردار نے دھمکایا کہ مندر سے نکال دونگا۔ اس نے نکل جانا منظور کیا۔ مگر مباحثہ نامنظور رہا۔ اتنا خوف زدہ ہوا۔ کہ گاؤں سے باہر نہ نکلا۔ وہاں کے لوگوں نے سوامی جی کو دہی پلایا۔ یہاں چند گھنٹے ٹھہر کر رام گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے۔

۴- رام گھاٹ۔ یہاں رن کھنڈی مہادیو رام چندر جی کے استھان پر ٹھہرے۔ سوامی جی نے ٹیکا رام سے پوچھا۔ کہ تو نے سندھیا یاد کی ہے (کیونکہ پہلی مرتبہ لکھوا گئے تھے) اُس نے کہا پڑھانے والا کوئی نہیں سوامی جی نے کہا۔ تو ہماری سہایتا کرے۔ تو ہم یہاں رہینگے۔ اور تمہیں پڑھائینگے۔ چنانچہ پہلے روز چھ منتر والا اگنی ہوتر اُسے کرایا۔ پھر ایک ہی دن میں دو ادھیائے اشٹ ادھیائی کی کنٹھ کرائیں۔ کرونا فنکر برہمن کو پنج مہایگیہ ودہی لکھوائی۔ دن کو بھی فرصت کے وقت اور رات کو بھی پڑھاتے رہے۔ ٹیکا رام کو سندھیا اگنی ہوتر بلی ویشو دیو ترپن اور بھوجن ودہی آدی سب امور سکھائے۔ خود وید و ید انگ تتھا سنسکرت گرنتھوں کا وچار کرتے رہے۔ ۱۲ دن یہاں قیام کیا۔

بتیسویں فصل۔ چھلیسر

۱- ٹھاکر مکند سنگھ جی اور چھلیسر میں مذہبی ہلچل۔ چھلیسر کے رئیس ٹھاکر مکند سنگھ جی سمت ۱۹۲۴ میں سوامی جی کو پہلے پہل کرنواس میں ملے۔ دو ہی گھنٹے کی گفتگو سے تمام امور میں سوامی جی کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ خاص کر مورتی پوجا

سے سخت متنفر ہوگئے۔ چھلیسر میں واپس آکر آپ نے اپنی زمینداری کے متعلق تمام بتھانے چامنڈا۔ مہادیو۔ گنیش دیوتا۔ لاٹھر دیوتا۔ بھوری دیوتا۔ سید دیوتا۔ جو بیس تیس جگہ تھے۔ سب ندی کالندری میں اٹھوا کر پھنکوا دیئے تاکہ لوگ اس کو بھرم جال بے بنیاد اور باطل سمجھیں۔ اور تحقیقات کریں۔ مگر نتیجہ اُلٹا ہوا۔ تمام چوہان برادری یعنی کوئی ساٹھ ستر گاؤں ان کے مخالف ہوگئے برادری کے لوگ بیشتر برہمن اور ویش سب لوگ ان سے نفرت کرنے لگے۔ عوام میں گالی سے بھی زیادہ بُرے الفاظ سے آپ کی یاد ہوتی۔ بلکہ ذات سے بھی باہر کرنے کا ارادہ کیا گیا۔

۲۔ سوامی جی کی چھلیسر میں آمد۔ کارتک شکل چودس کو ٹھاکر صاحب چھلیسر سوامی جی کے پاس رام گھاٹ پہونچے۔ اور عرض کی۔ کہ میں پاٹھ شالا قائم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ چھلیسر تشریف لے چلیں۔ سوامی جی نے بخوشی منظور فرمایا۔ اور کہا۔ ہم ۱۲ اور ۱۳ نومبر سنہ کو آویں گے۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر ٹھاکر صاحب نے اپنی پالکی بھیجی۔ سوامی جی تاریخ مقررہ۔ ۵ مگھر سمت ۱۹۲۶ (یا ۱۲ اور ۱۳ نومبر سنہ ۱۸۶۹ء کو چھلیسر پدھارے سب قوموں کے ۲۰۰ یا ۲۵۰ آدمی جن میں چھتری زیادہ تھے۔ ننگے پاؤں خود بانہ چھلیسر سے دو میل ندی کالندری پر پیشوائی کو آئے۔ سوامی جی ۱۰ بجے یہاں آکر سنان کر گنگا کا رج جسم پر لگا کوپین دھارن کر لوگوں کے ساتھ پیدل چلے۔ اور باوجود اصرار کے پالکی پر چڑھنا منظور نہ کیا۔ قصبہ چھلیسر سے ہوتے ہوئے ۱۲ بجے پچھم کی طرف والے باغ میں جہاں شالا قائم کی تھی۔ سوامی جی پہونچے۔ ایک ستھان علیحدہ اچھی طرح شدھ کر دیا گیا تھا۔ اور تین چار روز میں علیحدہ مکان بنا کر آراستہ کر دیا گیا۔ سوامی جی کی نشست کے لئے ایک عمدہ چوکی دیسی بچھائی گئی۔ اس پر عمدہ قالین بچھایا گیا۔ سوامی جی نے اس پر بیٹھنے سے انکار کیا کہ ہمارے مٹی آلودہ جسم سے یہ بہت خراب ہوگا۔ لیکن لوگوں کے اصرار پر اس پر بیٹھے۔

۳۔ پنڈتوں سے مباحثہ۔ برہمن لوگ جوش سے مخالفت کرنے پر آمادہ تھے۔ انہوں نے پہلے ہی انتظام کر رکھا تھا۔ کہ یہاں مباحثہ کر کے ہرا دیں گے چنانچہ اگلے روز سے ہی ہر روز وقتاً فوقتاً عام لوگوں کی طرف سے ان پر حملے ہوتے رہتے۔ پنڈت جھنڈو لال۔ بزرگ پنڈت دُرباسا سکنہ بھیٹر پنڈت برج کشن ساکن گوپال پورہ وغیرہ پنڈتوں نے آکر انیک وشیوں پر مباحثے کئے۔ لیکن کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ بلکہ جس نے بھی گفتگو کی۔ اخیر میں سوامی جی کے بیان کے آگے سر تسلیم خم کر کے اٹھا۔ کرشن انند اس دفعہ یہاں اوپر نہ رہتے تھے۔ بلکہ بسبب بیماری پہلے ہی یہاں سے خاک چوک پر چلے گئے تھے۔

۴۔ مولویوں سے مباحثہ۔ اہل اسلام کے مولوی و قاضی بھی مباحثہ کے واسطے آئے۔ سوامی جی سنسکرت بولتے تھے۔ ٹھاکر جی فریقین میں مترجم تھے۔ مولویوں کا بیان سوامی جی کو سنسکرت میں۔ اور سوامی جی کی سنسکرت کا اردو میں ترجمہ کر دیتے۔ مسلمان لاجواب ہو کر چلے گئے۔ قاضی امداد علی ساکن اترولی ایک راست پسند عالم آدمی تھے۔ وہ سوامی جی کی بہت سی ہدایات پر رضامندی ظاہر کرنے لگے۔ اور خوش ہو کر کسی قسم کا اعتراض نہ کیا۔

۵۔ ویدک پاٹھ شالا کی قائمی۔ سوامی جی جب تک یہاں رہے۔ ۴ یا ۵ سو آدمی روز اکٹھا ہوتا رہا۔ پنڈت یا مولوی ترکہاں دیہاتی آدمی بھی کثرت سے اپنی عقل کے مطابق سوالات کر کے تسلی پاتے رہے۔ اس طرح پرچار کا کام نہایت عمدگی سے ہوا۔ لیکن خاص کام یہاں ویدک پاٹھ شالا کی قائمی تھی۔ سوامی جی کے پہونچنے کے ایک دو روز بعد تاریخ ثبت ہوئی۔ مقررہ دن پر ہون ہوا۔ بہت سے صاحبان برادری ٹھاکران بدلا رہے۔ گرد و نواح کے برہمن و پنڈت جلسہ برہم بھوج پاٹھ شالا میں بلائے گئے۔ برہمن لوگ بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے۔ در حقیقت ہم غلطی پر تھے۔ سوامی جی جو کچھ فرماتے ہیں۔ سب سچ ہے۔ بھوجن کے علاوہ دکشنا ملی۔ اس لئے مدتوں بعد یہ لوگ سوامی جی کو یاد کرتے رہے۔ پاٹھ شالا کے واسطے پنڈت کمارسین ساکن دورد ضلع علیگڈھ جو فرخ آباد شالا کا ودیارتھی تھا۔ اور جسے سوامی جی جانتے تھے۔ بلایا گیا۔ تین روز میں قریباً بیس ودیارتھی ہو گئے۔ پنڈت کی تنخواہ کے علاوہ ودیارتھیوں کی خوراک و کپڑے کی ذمہ واری شالا پر تھی۔ جو چھتری لوگ خیراتی کھانا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ ستنترا تھے۔ نیم تھا کہ رشی کرت گرنتھوں کے سوائے کوئی گرنتھ نہ پڑھایا جاوے۔ دونوں وقت سندھیا و ہون کا بھی نیم تھا۔ ایک ہون کنڈ کا استھان بنایا گیا۔ یہاں بیس روز مقام کر کے چل دیئے۔

تینتیسویں فصل۔ چھلیسر سے فرخ آباد تک بھرمن

۱۔ مختلف مقامات۔ چھلیسر سے اترولی۔ بجولی۔ سوروں۔ شہباز پور آدی استھانوں میں سوامی جی ٹھہرتے رہے۔ پاٹھ شالاؤں کو بھی کبھی کبھی جا کر دیکھ آتے۔ ان استھانوں میں سنسکرت گرنتھوں کا مطالعہ اور خاص کر ویدوں کے حصوں پر زیادہ غور کرتے رہے۔ کئی جگہوں میں ہفتوں ہی ٹھہرے۔ سوروں میں ۴۔ ۵ ماہ قیام رہا۔

شہباز پور میں ایک راج ٹھاکر کے یہاں ٹھہرے۔ یہاں ٹھاکر مکند سنگھ جی و پنڈت نرائن جی درشنوں کو آئے۔ ایک دفعہ ایک جکر انگہ ٹھاکر سوامی جی سے گڑبڑ کرنے لگا۔ وہ گھوڑے پر چڑھ کر آیا تھا۔ جب بات چیت میں سوامی جی سے پورا نہ اتر سکا۔ تو غصہ میں آکر بیہودہ باتیں کرنے لگا۔ گنگا سنگھ نمبردار (جو سوامی جی کا بڑا پریمی شش بن گیا تھا) زور سے بولا۔ سیدھا کیوں نہیں بولتا۔ منہ سنبھال کر بول۔ اوروں نے بھی منع کیا۔ تب وہ شرارت سے باز آیا۔ اور چلا گیا۔

۳۔ فرخ آباد پاٹھ شالا میں تبدیلی۔ پنڈت برج کشور جی جو یہاں کی شالا میں ادھیاپک ہوئے تھے۔ کچھ کال بعد رخصت پر گئے اور واپس نہ آئے تو مرزا پور سے سوامی جی نے پنڈت جگل کشور اوجھی سواد بھانی کو بلا لیا۔ اور راسکھ ودیارتھی کو مرزا پور بھیج دیا۔ ودیارتھیوں کی تعداد اب ۲۰ سے ۳۰ تک رہتی تھی۔ لالہ بنی لال جی کے ماتحت ڈیڑھ دو برس تک کام چلا۔ بعد میں ایک بے انصافی کا معاملہ سیٹھ جی سے حسب ذیل ہوا۔ بنی لال جی کی طرف سے عمارت کا کام اسی شالا والے احاطے میں جاری تھا۔ سندر لال چوبے مزدوروں پر میٹ تھا۔ وہ چار روپے ماہوار پاتا تھا۔ اس کی ماتا وہاں آتی جاتی تھی۔ ایک ودیارتھی کا لوٹا دھوتی جاتا رہا۔ تو سب نے چوبے کی ماتا پر شک کیا۔ چنانچہ ایک مزدور نے اسے ودیارتھیوں کے مکان سے نکلتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ مگر جونہی کہ ودیارتھی نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے اپنے بیٹے کو جا کہا۔ جو بدمعاش تھا۔ اس نے آکر ودیارتھی کو پیٹا۔ ودیارتھی نے پنڈت جی سے فریاد کی۔ وہ بولے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ سوامی جی سے کہو۔ مگر سوامی جی نے شکایت سن کر کہا۔ کہ پاٹھ شالا کے ادھیش لالہ بنی لال کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ بارہا سیٹھ جی کے پاس گیا۔ مگر کچھ خیال نہ ہوا۔ کئی دفعہ کی ہیرا پھیری کے بعد راجا درگا پرشاد کے پروہت پنڈت گنگا دت جی سوامی جی کے پاس گئے تب سوامی جی نے کہا۔ अस्माकं विद्यार्थी ना पुत्रपौत्र वासंति तेषां - आग्रध शाला दंड हास्वामीपत्रुविनय - یعنی میرے ودیارتھی کیا بیٹے پوتے پاتے ہیں۔ جو میں ان کے لیے اوہی کو ڈنڈ دوں۔ بابو بے کو بھی۔ اور میں راجہ بھی نہیں ہوں۔ مگر وہی ان کا داتا ہے۔ وہی ڈنڈ دیوے۔ بات چیت کے بعد چوبے کا قصور اور سیٹھ جی کی بے پروائی اچھی طرح معلوم ہوئی۔ تب بولے۔ मंचस: चतुर्वेदिन् तस्य जामाता वर्तते मस्य -
अमार्थं शाला पिदंडन रापयेत विद्यार्थिनाम् तच्चा तस्यक: वर्तते ॥

یعنی وہ چوبے تو شاید اس کا داماد ہے کہ اس کا ارادہ جان کر بھی اس کو ڈنڈ نہ دیا۔ مگر غریب ودیارتھی اس سے کیا لگتے تھے۔ پنڈت گنگا دت جی نے ان نیچے الفاظ کے سوا ساری بات سیٹھ جی کو سُنا دی۔ کہ آپ ہی اس کا فیصلہ کریں۔ نہ ہو تو پھر سوامی جی یا کوئی اور بندوبست کرے۔ شام کو پنڈت جی کے ساتھ سیٹھ جی سوامی جی کے پاس آ گئے۔ اور ودیارتھیوں کا حال سوامی جی سے کہلوایا اور اپنے مُنہ سے یہ لفظ بولے۔ کہ چوبے نے اُس ودیارتھی کو مار ہی کیوں نہ ڈالا۔ اچھا کرتا۔ اگر اُسے مار ہی ڈالتا۔ تب سوامی جی نے وہی الفاظ اس کے مُنہ پر کہے جسے اُس نے بُرا منایا۔ سوامی جی زور دیتے تھے۔ کہ ودیارتھی کو سیٹھ نے کیوں تسلی نہ دی۔ اور نہ انصاف کیا۔ سیٹھ کو کرودھ آیا۔ بعد میں پنڈت نے سوامی جی سے کہا۔ آپ کو پرتکش ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ تب سوامی جی نے کہا۔

युष्माकं नृप : स्वामी शुल्क वर्तते प्रभु अस्माकं स:
सर्वो मनुष्यो विन अस्माकं किं कुर्यासि ॥

کہ تمہارا وہ ہو کر ہوگا۔ مگر ہمارا تو بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ ہمارا کیا کریگا۔ یہ بھی کہا۔ کہ ودیارتھیوں کا ان داتا تو کوئی اور ہو جاویگا۔ اگر وہ ودیارتھیوں کا ارادہ نہ سُنیگا۔ تو تین دن تک یہ اس کا ان گرہن نہ کرینگے۔ مگر انصاف کرنے پر گرہن کرینگے۔ یدی تین دن میں انصاف نہ ہوا۔ تو ودیارتھی و پنڈت چلے جاوینگے ادھر سے سُندر چوبے نے اول تو ودیارتھی کو مارا۔ پھر گوبند کو پکڑ کر سوامی جی کے پاس بسرانت پر لے گیا۔ مگر جب سوامی جی کی درشٹی بدلی ہوئی دیکھی۔ تو چھوڑ کر بھاگ آیا۔ آخر سیٹھ کی بے توجہی کے سبب پنڈت و ودیارتھی لوگوں کو سوامی جی اپنے پاس بسرانت پر لے آئے۔ جُگل کشور جی چند روز ٹھہر کر چلے گئے۔ تب ادوے پرکاش جی مقرر ہوئے۔ سوامی جی نے اب بسرانت گھاٹ پر شالا کا خود پربندھ کیا۔ پھر ترنبے رام کے سپرد کی۔ سیٹھ ہری رام ولاد جگن ناتھ جی سہائتا دیتے رہے۔

چونتیسویں فصل۔ انوپ شہر

۱۔ کرنواس۔ ماہ بھادروں کے انت میں سوامی جی یہاں پدھارے اور چند روز وید و سنسکرت لٹریچر کے وچار میں لگے رہے۔ ٹھاکر لوگ شردھا سے آتے۔ اُپدیش سُنتے۔ یگیوپویت لینے کے لئے سوامی جی انہیں سمجھاتے۔ کئی لوگ خود جاکر التجا کرتے۔ چنانچہ سدا سکھ ویش ڈبائی سے آیا۔ سوامی جی

نے پوچھا۔ آج تک یگیو پویت کیوں نہیں لیا۔ وہ بولا ہمارے باپ دادا پردادا تک نے کبھی نہیں لیا۔ سوامی جی نے فرمایا۔ یہ ویش کا دھرم ہے۔ یگیو پویت ضرور کراؤ۔ مگر گھر میں نسا اور شہ ڈالنا۔ اسی طرح اور بھٹا کر بھی تیار ہوئے۔ سوامی جی نے تاریخ مقرر کی۔ اور تیاری کی ہدایت کر کے آپ چند روز کے لیئے انوپ شہر گئے۔

۲۔ انوپ شہر۔ بھادوں سُدی چودس سمت ۱۹۲۸ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۸۷۱ء کی رات کو سوامی جی کرنواس سے انوپ شہر آ گئے۔ پہلے ٹھاکران میں ٹھہرے صبح لالہ بابو کے تحصیلدار نے نوکر کو کہا۔ کہ مہاراج کے واسطے کوٹھی کھول دو۔ سوامی جی بولے۔ ہم یہیں رہیں گے۔ جب تک اس کی صفائی نہ کی جاوے اور دھونی نہ جلاوے۔ کیونکہ گورا لوگ تک آن کر اس کے اندر رہتے ہیں چنانچہ صفائی ہوئی۔ اور ڈیرا وہاں لگا۔

ڈبائی کے لچھمن لال شرما و رام سہائی شرما گوڑ نے انوپ شہر آتے ہوئے سوامی جی کا پتہ لگانا تھا۔ وہ یہاں آ کر دریافت کرنے لگے۔ مگر پتہ نہ چلا۔ شام کے ۷ بجے ایک اچھے برہمن نے حلوائی کی دوکان پر ذکر کیا۔ کہ سوامی جی ابھی بیٹھے ہیں۔ یہ دونوں کچھ مٹھائی لے کر پہونچے۔ اس وقت سوامی جی کوٹھی کے گنگا کی جانب والے چبوترے پر بیٹھے تھے۔ ٹیکا رام سنگھ چندوسی ساتھ تھا۔ سوامی جی نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور کہا کہ [illegible] یہ دونوں دو گھنٹے کے قریب سوامی جی کے پاؤں دابتے رہے۔ ۱۲ بجے کے قریب سو رہے۔ ٹیکا رام جی نے پانی کا لوٹا سوامی جی کے پاس رکھ دیا۔ صبح گنگا کنارے سورج ستان سمادھی آدی کرم کر کے ۸ بجے واپس آ گئے۔ صدہا آدمی آنے لگے۔ پورنماشی کا روز تھا۔ سینکڑوں آدمی پتروں کو جل دیتے آتے تھے۔ دو برہمن پنڈت بھی موجود تھے۔ سوامی جی نے اوتار و مورتی کھنڈن کا اپدیش دیا۔ اور فرمایا۔ ارے مورکھو۔ جل میں جل مت ڈالو۔ بلکہ ڈالتے ہو۔ تو کسی درخت کی جڑ میں ڈالو تاکہ فائدہ تو ہو۔ سوامی جی ہر روز رام کرشن اوتار بھاگوت اور تلسی رامائن وغیرہ کی فضولیات کا کھنڈن کرتے رہے۔

تیسرے روز لچھمن لال آدی صبح شوچ سے نپٹ کر آئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سوامی جی کوٹھے کے اندر سمادھی لگائے بیٹھے ہیں۔ بہت عرصہ بعد پھر دیکھا تو بدستور وہی حالت تھی۔ اور باوجود سخت سردی کے سوامی جی کے بدن سے پسینے کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ یہاں بھی اپدیش وچار کا کام بہت ہوا۔

پینتیسویں فصل - کرنواس

۱- کرنواس میں یگیوپویت دینا - انوپ شہر سے سوامی جی (کارتک سمت ۲۴ مطابق نومبر ۱۸۶۷ء میں کرنواس لوٹے۔ ٹھاکروں نے اپنے لڑکوں کے یگیوپویت کا سامان اکٹھا کر رکھا تھا۔ سوامی جی کے کہنے پر انوپ شہر اور اور جگہوں سے دس بارہ پنڈت لوگ آ گئے۔ بطور پرایشچت پندرہ روز جب تین برہمنوں سے کرایا سوامی جی نے خود بیدی کا طریق بتایا۔ تین بیدی ایک طرف۔ تین ایک طرف۔ بیچ میں ہون کنڈ کھدوا۔ سات روز تک ہون ہوا۔ سوامی جی اچارن کی درستی کراتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ لیلا مت کرو۔ صاف پڑھو۔ اس کریا کے بعد سیارام۔ کلو۔ جیونا۔ بلما۔ ہیرا لکھیا۔ تھورام۔ گردھر برہمن۔ جھنارام۔ سداسکھ سیتارام۔ کلو ویش۔ ٹھاکر بھیم سنگھ۔ بلدیو آدی ۲۰ و منشی خیالی رام ساکن کنکوٹا۔ اور چنٹ و بال سے آدمیوں کے یگیوپویت ہوئے۔ تین چار سو روپیہ ٹھاکروں کا خرچ ہؤا۔ یگیوپویت کے وقت سوامی جی نے حسب ذیل چیزوں کی ممانعت کی۔ کہ جھوٹ نہ بولنا۔ گرو والی استری سے بھوگ نہ کرنا۔ پھوٹی جگہ پر نہ بیٹھنا۔ سداسکھ ویش نے کہا۔ کہ مہاراج اپنی استری سے بھی نہ کرے۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ اپنی سے تو یہ ممانعت ہے۔ ورنہ بیگانی سے تو سوپن میں بھی نہ کرے اور نہ درشٹی سے دیکھے۔

۲- راؤ کرن سنگھ کا حملہ - راؤ کرن سنگھ رئیس برولی کنوار شکلا سرو پورنما (جو ۱۲- اسوج کو ہوتی ہے) کو سامان آتش بازی و رنڈی۔ داس دیا پیٹہ گویے بہرہ سرکاری سب سامان متعلقہ دسہرہ سے کر گنگا کنارے آیا۔ اور سوامی جی کی کٹھی سے کوئی ۱۲۵ قدم مغرب کی بارہ دری میں ٹھہرا۔ سوامی جی سے پہلی دفعہ کی درشتی سے کینہ رکھتا تھا۔ موجودہ عیاشی کی حالت میں وہ سوامی جی کو جان سے مروا دینے کی سوچتا تھا۔ ایک دن اُس نے بیراگیوں سے کہا۔ کہ اس کا سر کاٹ ڈالو میں روپیہ خرچ کر کے تمہیں بچا لونگا۔ اور ایک آدھ مر بھی گیا۔ تو تمہاری کون سی لنگائی روتی ہے۔ مگر کسی بیراگی کی ہمت نہ پڑی۔

سوامی جی ان دنوں ننگے بدن سوتے تھے۔ لوگ رات کو کئی دفعہ کمبل اوڑھا آتے۔ مگر جب اُتر جاتا۔ تو سوامی جی خود نہ کرتے۔ بوڑھے سوامی موج بابا یوگیشر جن کو آنکھوں سے کم نظر آتا تھا۔ مع ایک بیراگی جمنا داس کے یہاں رہتے تھے۔ ایک رات جمنا داس نے کمبل اُترا دیکھا۔ تو ٹھاکروں سے ذکر کیا۔ جس پر ٹھاکر بیجل سنگھ کا ڈیرا وہاں کرا دیا گیا۔ کہ رات کو کمبل اُترے تو پھر ڈال دیا کرے۔

ایک رات راؤ نے تین آدمی تلوار دے کر بھیجے۔ کہ سوامی کا مونڈ کاٹ لاؤ۔ وہ آئے۔ تو سوامی جی کھٹکا سن کر بیٹھ گئے۔ مگر وہ واپس جا کر کہنے لگے۔ کہ ہماری ہمت نہیں پڑتی۔ اس پر راؤ نے ان کو پھر دھمکایا۔ اور جوش دلایا۔ اس کی آواز غالباً سوامی جی نے بھی سن لی۔ اور دھیان آوستھت ہو کر بیٹھے۔ مگر دوبارہ بھی وہ اوسان باختہ ہو کر واپس بھاگے۔ اور گالیاں وغیرہ پا کر تیسری مرتبہ آئے۔ تلوار ہاتھ میں لئے کٹی کے اندر جانے کو نیچے سے اوپر آئے اور کہا क्या कोसि یعنی کٹیا میں کون ہے۔ سوامی جی نے اٹھ کر زور سے کہا۔ ہا ہا اور ایک پاؤں زمین پر مارا۔ اس زور کی آواز سے وہ دہشت زدہ ہو گئے۔ اوندھے ہو کر گر پڑے اور تلوار چھوٹ گئی۔ آخر بمشکل سنبھل کر بھاگے۔ ٹھاکر کشن سنگھ کو جاگ آ گئی۔ اس کو تک کو دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ اب یہاں سے کہیں غار میں چلیں۔ سوامی جی نے کہا۔

नैनं छिन्दन्ति शस्त्राणि नैनं दहति पावक مجھ کو کوئی مار نہیں سکتا۔ اور فقیر لوگ کہاں گڑھوں وغیروں میں گھستے ہیں۔ ہمارا کوئی منش رکھشک نہیں۔ بلکہ دیو رکھشک ہے۔ اور سے گھبرا مت۔ اُسی کا شستر ہے کہ اُسی کو بھسم کر ڈالونگا۔ اس طرح سوامی جی نے بہت سمجھایا۔ مگر وہ بھاگ کر گاؤں آیا۔ اور ٹھاکر کشن سنگھ جی کو پاؤں ملکر جگایا۔ وہ سنتے ہی اٹھے اور صبح کے ہون کی سامگری لے کر معہ ٹھاکر طوطا رام اور آنندی سنگھ برہمن کا گنج وہاں ہو پہنچے۔ ان کے پیچھے ٹھاکر رگھناتھ سنگھ بھی دوڑے۔ بستی سے اور بھی بہت لوگ آئے۔ ٹھاکر کشن سنگھ نے راؤ کو زور سے گالیاں دینی شروع کیں۔ اور کہا کہ اگر میرا اصل کھشتری کی اولاد ہو۔ تو ہمارے سامنے ہتھیار باندھ کر آؤ۔ دیکھو تو ابھی ایک تھپڑ میں تلوار اور بندوق چھینتا ہوں یا نہیں۔ اور بھی بہت کچھ کہا۔ سپاہیوں کے گرنے کے نشان بھی وہاں موجود تھے۔ سوامی جی کشن سنگھ کو کہتے تھے۔ ارے یہ تو سومیو بھیرو ہے۔ تم غصہ نہ کرو۔ ہمارا کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر ٹھاکر کشن سنگھ کا غصہ دور نہ ہوا۔ اس لئے پرتگیا کی کہ بشرط رہنے کے آج انہیں پیٹ سے ہی چھوڑونگا۔ سوامی جی سمجھاتے تھے کہ وہ تمہارا رشتہ دار ہے۔ تم زمیندار خواہ مخواہ آپس میں نہ لڑو۔ صبح کو ٹھاکر گوپال سنگھ آدمی بھی سب جمع ہو گئے۔ یہی چرچا جاری تھا۔ کہ کشن سنگھ۔ مدن لال۔ کھڑک سنگھ اور نند کشور برہمن کلا کرنے آئے۔ یہ ذکر سن کر کھڑک سنگھ نے کہا۔ تم ہماری سرکار کا نام لے کر کیا کہتے ہو۔ آنندی سنگھ نے پھر کرن سنگھ کو برا کہا۔ اور کشن سنگھ نے کہا راؤ صاحب کو مناسب نہ تھا کہ ایک سنیاسی پر تلوار سے حملہ کریں۔ اگر مرد کے بچے ہیں۔ تو اب سامنے آویں۔ اُسے کہہ دو۔ کہ کچھ مردی ہے۔ تو سامنے آوے۔

اسی وقت راج گھاٹ میں اس واقعہ کا شہرہ ہو گیا۔ بس کہیں بیچاری لٹھ ہتھیار

پاس سے پہونچے۔ اور سوامی جی سے عرض کی۔ کہ خواہ ہماری نوکری چلی جاوے۔ مگر آپ اجازت دیں۔ کہ سب بدمعاشوں کو بھگا دیں۔ سوامی جی نے بہت منع کیا۔ جس پر وہ آرام کر دیا کھیان میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں نند کشور برہمن بولے کہ مہاراج لڑکا تو ایسے بیوقوف نہیں۔ جو ایسا کام کریں۔ سوامی جی بولے معلوم ہوتا ہے۔ تمہیں کچھ دبپ دیتے ہیں۔ اس واسطے جھوٹ بولتے ہو۔ اس نے باتوں میں ہاتھ آگے بڑھایا تو سوامی جی نے اُسے پکڑ لیا۔ وہ پیچھے ذکر کرتا تھا۔ کہ سوامی جی کا ہاتھ ایسا معلوم ہوا۔ جیسے بجر پڑتا ہے۔ اسی طرح نملہ آور آدمی ہمیشہ خود بیان دیتے رہے۔ کہ اگرچہ ہم ہتھیار بند تھے اور اکثر ایسے کام کئے ہوئے تھے۔ مگر اس وقت ایسا رعب چھایا کہ ہم تلوار چلا نہ سکے۔ غرضیکہ راؤ کرن سنگھ کی سخت بدنامی ہوئی۔ اور سب کو راؤ صاحب کا مخالف دیکھ کر اور ٹھاکر کشن سنگھ کی درڑھ پرتگیا سُن کر ٹھاکر موہن سنگھ اپنے داماد راؤ کرن سنگھ کے پاس پہونچے۔ اور کہا کہ یدی تمہارے اچھے دن ہیں۔ تو ابھی یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ یہاں کے کھشتری آج ہی تمہارے ہتھیار چھین لینگے اور تمیں بُری طرح پیش آئینگے۔ راؤ صاحب بہت ڈر گئے۔ اور فوراً چلے گئے۔ گھر جا کر بیمار ہو گئے۔ پاگلانہ طور پر کپڑے پھاڑنے لگے۔ پریاگ میں ۵۰ ہزار کا مقدمہ ہار گئے۔ اور برخلاف اپنے مت کے باتن شراب کا سیون کرنے لگے غرضیکہ ان کی بہت دُرگت ہوئی۔

۳۔ متفرق۔ کنور لچھمن سنگھ ایک دن سوامی جی کے پاس بیٹھا زور سے گائتری پڑھ رہا تھا۔ ایک پنڈت آکر آزردہ ہونے لگے۔ کہ گائتری کو ایسے زور سے مت پڑھو نیچ ذات کے لوگ سُنتے ہیں۔ سوامی جی نے اُسے دھمکایا۔ وہ چپ ہو گیا۔ اور کنور کو کہا۔ بے شک خوب بلند آواز سے پڑھو۔ کیونکہ نیچ آدمی کا پرچار خوب زور سے ہوا۔ انہی چرچوں میں سوامی جی نے یہ بھی واضح کیا۔ کہ مہابھارت میں بدھ پرب اور بھیشم اُپدیش کے سوائے بہت جگہ گپ ہے۔ اور منوسمرتی و رامائن میں بھی گپ ہے۔

چھتیسویں فصل۔ فرخ آباد آدی سے ہو کر بنارس وغیرہ

۱۔ فرخ آباد۔ بکرمی سمت ۱۹۲۸ (دسمبر ۱۸۷۱ء) میں سوامی جی فرخ آباد پدھارے اور تین ماہ رہے۔ پنڈت وشویشر دت سرجو پاری سے شاستر ارتھ ہوا۔ اور تالیس میں پرستاری۔ باقی سمے وید شاستر کے وچار میں لگے رہے۔ پاٹھ شالا کا کام دیکھا کئے۔

۲- الہ آباد و میرزا پور - ۲۸ فروری ۱۸۷۲ء - پھاگن بدی ۱ سمت ۱۹۲۸ یکشنبہ کو فرخ آباد سے چل کر الہ آباد و میرزا پور ہوتے ہوئے سوامی جی بنارس تشریف لائے

۳- بنارس - پھاگن بدی ۶ سمت ۱۹۲۸ (یکم مارچ ۱۸۷۲ء) کو سوامی جی یہاں پدھارے - ۱۷ اپریل ۱۸۷۲ء (جیٹھ سدی اشٹمی سمت ۱۹۲۹) تک بنارس رہ کر مورتی پوجا کا شب و روز کھنڈن کرتے رہے۔ لالہ مدھوسودن داس برادر خورد لالہ مادھوداس جی کے باغ میں نواس کیا۔ ابھی تک کپڑے نہیں پہنتے تھے۔ سنسکرت بولتے تھے۔ پورا ڈیڑھ مہینہ رہے۔ بہت دھرم روپی امرت برشا جاری رہی۔ تمام پنڈتوں کو چیلنج پر چیلنج دیتے رہے۔ مگر صد اسے برخاست والا معاملہ رہا۔ کوئی بھی سامنے نہ آیا۔

۴- ڈمراؤں - ۱۷ اپریل چہار شنبہ مطابق رام نومی جیٹھ سدی ۹ سمت ۱۹۲۹ کو بنارس سے پورب کی یاترا شروع ہوئی - ۱۹ اپریل تک ناگا جی اوداسی کے پاس رہے۔ جو بالکل سوامی جی کے مت انویائی تھے۔ کئی پنڈت لوگ ملنے آئے۔ مگر کوئی خاص مباحثہ نہ ہوا۔ یہاں آرہ کے وکیل ہربنس رائے سوامی جی کو ملنے اور بلانے آئے۔

۵- آرہ - سوامی جی یہاں ۲۰ اپریل کو ناگا جی کو ساتھ لے کر آئے اور ہربنس رائے جی کے ہاں ٹھہرے۔ اس نے خوب عزت و تعظیم کی اور وہاں کے پنڈتوں سے شاستrarth بھی ہوا۔ روانگی پر ایک سو روپیہ اس نے نذر کیا۔ سوامی جی نے بہت انکار کیا۔ لیکن اس نے کہا۔ آپ کلکتے جاتے ہیں۔ وہاں آپ کا کوئی واقف نہیں۔ کام آئیگا۔ آخر کار سوامی جی نے لیا۔ اور برہمچاری کے پاس رکھا۔ جو اُن کے ساتھ تھا۔

سینتیسویں فصل - پٹنہ

۱- ڈیرا وغیرہ - سوامی جی اخیر اگست ۱۸۷۲ء مطابق اسوج سمت ۱۹۲۹ میں پٹنہ آئے۔ منشی منوہر لال - ڈپٹی ساون مل - رائے سوہن لال آدی نے بڑی خاطر تواضع کی - ڈیرا مہاراج محبوب سنگھ کے عیش باغ محلہ گلزار میں ہوا۔ یہاں ایک مہینہ رہے۔ برہمچاری جو ساتھ تھا۔ اُسے سوامی جی نے نالائق دیکھ کر لوٹا دیا۔ اُسے جو روپیہ رکھنے کو دیا۔ اُسی کا لالچ اس کو ہو گیا۔ مگر سوامی جی نے کہا۔ یہ خرچ کے واسطے ملا ہے۔

۲- مباحثے وغیرہ - یہاں کے مشہور ودوان رام جیون بھٹ ۵۰ - ۶۰

برہمنوں اور پنڈتوں کے ساتھ شاستر ارتھ کرنے آ گئے۔ اثنائے تقریر میں
سوامی جی نے درشٹوا اسو کہا۔ ہنس رام پنڈت بول اٹھا۔ یہ اشدھ ہے۔
سوامی جی نے اُتر دیا۔ بھٹ جی خاموش رہے۔ اور لوگ بغیر تصفیہ کے واپس اٹھ گئے
کالج کے پنڈت رام لال جی موجود تھے۔ لوگوں کو واپس جاتے ہوئے بابو
گنج بہاری رئیس اگروال اور چھوٹے لال جی سارسوت ملے۔ انہوں نے پوچھا
کیا ہوا۔ تو رام جی مل بھٹ بولا۔ جا کے بیٹھے ہیں۔ جب یہ گئے تو چھوٹے لال جی
نے اپنا نام وغیرہ بتایا۔ پھر اپنے ساتھی کا نام اور اور جا ذات بتائی۔ بعد میں
گنج بہاری لال کے کہنے پر چھوٹے لال نے پوچھا۔ مر کر کیا ہوتا ہے۔ جیو
کہاں جاتا ہے؟ سوامی جی نے کہا۔ اس کا جواب ہم یجروید سنگھتا سے کہتے
ہیں۔ جیو مر کر وایو بھوت ہو کر وایو دوارا آکاش میں اُڑتا ہے۔ پھر یتھا یوگیہ آشرے
ان آشرے۔ جل آشرے ہو کر منش کے ہردے اور ویرج میں پراپت ہو کر استری
میں گربھ استھاپن کرتا ہے۔ وہی جنمتا ہے۔ اس کو بندھ ہے اور موکش ہے
اس کے سوا نرک سورگ نہیں۔ اس مارگ میں سنکٹ گرڈ پران ہے۔ اس کو تیاگ
کرو۔ یہ لکھتا ہے۔ کہ لوہے کے کڑاہ میں تپایا جاتا ہے اور گرایا جاتا ہے۔ یہ
سب متھیا ہے۔ یہ سوامی جی کے آنے سے دس روز بعد کا واقعہ ہے چھوٹے لال جی
نے گایتری کا ارتھ پوچھا۔ تو سوامی جی نے ۲۰ طرح کا سُنایا۔

سنیاس آشرم۔ بابو گور پرشاد حسین رئیس و وکیل پٹنہ بانکی پور معہ بابو تیج چند دلیر
سے درشن کو گئے۔ اور پوچھتے تھے۔ کہ سنیاس آشرم کو تیاگ کرنا صحیح ہے یا نہ۔
سوامی جی سنیاس آشرم آپ کس کو کہتے ہیں۔ بابو جی نے کہا۔ دارا پتر گرہ لڑکا
بالا کے ساتھ رہنا اتیادی (سوامی) اتیادی میں کیا ہے (بابو) دھن دولت
حاصل کرنا ہے (سوامی) گرہ کیا ہے (بابو) خاموش رہا (سوامی) گرہ میں ہے
کھانا۔ پانی پینا۔ سوانس لینا۔ شوچ۔ ودیا ابھیاس کرنا۔ گیان اپارجن کرنا۔ یہ
بھی رہتے تھے۔ کہ بابو جی کو سوال کا پورا جواب مل گیا۔ وہ سمجھ گئے کہ کوئی آدمی
ایسا نہیں جو سنیاس آشرم کو تیاگ سکے۔ بابو جی سوامی جی کے چہرہ کے جلال اور
سنسکرت کی فضیلت آدمی سے بہت متاثر ہو گئے اس کے بعد یہاں پٹنہ شہر میں بہت
گڑبڑ ہوا۔ کاشی کے مباحثہ کے بعد پنڈتوں نے مخالفانہ اشتہار یہاں بھی بھادوں
سمت ۱۹۲۹ میں سکول کے پنڈت جمنا پرشاد کے پاس بھیجے تھے۔ انہوں نے اوروں
کو دکھائے۔ جس سے لوگوں میں مخالف چرچا جاری تھا۔ اب جو سوامی جی آئے تو یہاں
پنڈتوں پر ایسی دہشت چھائی۔ کہ اکثر خوف سے جدھر تدھر بھاگ گئے روساء واعزا
مثلاً منشی منوہر لال۔ بابو رام لال۔ ڈپٹی سورج مل و سوہن مل۔ اور اکثر بنگالی

وشنوؤں کو عموماً آتے اور مورتی پوجا و پوران کا کھنڈن سنتے۔ ایک بنگالی کی معرفت
بھاشا میں اشتہار چھپوا کر سوامی جی نے سارے شہر میں لگوا دیئے کہ جو مورتی پوجا
و پوران کو ثابت کرے۔ یا وید دھرم کے بغیر اور مت والا ہو۔ سامنے آ کر بات کرے
ورنہ پیچھے یہ کہنا سنا نہ جائیگا۔ کہ سوامی جی مباحثہ کے خوف سے کھسک گئے وا روز
تک سوامی جی یہاں سے یہ تورت کرکے پورب کو جائینگے۔ وغیرہ۔ مگر کسی کو حوصلہ
نہ پڑا۔ ہاں متفرق طور پہ بارتالاپ کئی پنڈت کرتے رہے۔ ایک دن ترہت
کا ایک پنڈت آیا سنسکرت میں گفتگو ہوئی۔ پنڈت نے بھاگوت کا پرمان دیا سوامی جی
نے کھنڈن کیا۔ تب وہ کہنے لگا۔ ایسا بھی تو کوئی نہیں۔ جو جیسے کہ یہ ۱۸ ہزار شلوک
ہیں۔ بنا کر دکھلاوے۔ سوامی جی بولے۔ یہ کوئی بھاری نہیں۔ جس طرح
یہ ۱۸ ہزار شلوک کا بناولی گرنتھ ہے۔ ہم ایسے ۴۸ ہزار کا بنا سکتے ہیں۔ چوتھا
اور ہزاروں کا سوال جواب پیچھے لکھتے جائیے۔ چنانچہ وہ لکھنے لگا۔ سوامی جی
نے وہی شلوک لکھا دیئے تھے۔ کہ وہ پنڈت سنسکرت اور ویاکرن کی لیاقت اور
شلوک و تصنیف کی خوبی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہیں پرنام کر خاموشی سے چلا گیا۔

۴۔ رسوئی چوکا سے باہر۔ ایک دن سوامی جی دشا جنگل کو گئے تھے رسوئیہ
برہمن کا جھجھار رسوئی کے وقت چوکا کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ جب رسوئی
بن چکتی ہوگی۔ اور سوامی جی کھا چکتے ہونگے۔ تبھی آپ لوگ کھاتے ہونگے۔
اس نے کہا ہاں! وہ بولا اس طرح چوکا تو جوٹھا ہو جاتا ہوگا۔ تم لکیر وغیرہ کا نیم
کر لیا کرو۔ وہ برہمن خاموش ہو گیا۔ سوامی جی آ گئے۔ ٹھلا لیا کرکے سنان کیا۔ اور
پھر اس مٹی کو جو بھیگی ہوئی رہتی تھی۔ بدن پر لگایا۔ پھر ٹہلتے۔ مٹی سوکھنے پر نہا
اور دھیان پوجا کے بعد جب رسوئی تیار ہوئی۔ تو خلاف دستور چوکے کے
باہر ہی بیٹھ گئے۔ کہ ہم کو یہیں رسوئی دیدو۔ رسوئیہ بولا۔ مہاراج یہ کیوں۔ فرمایا
ہمیں پتہ نہیں کہ کوئی برادری سے نکالیگا۔ وہ حیران ہوا۔ کہ انہیں کس
طرح معلوم ہو گیا۔

۵۔ پنڈت راجناتھ کا ششیہ ورسویہ بنتا وغیرہ۔ پنڈت راجناتھ مشرا تواڑی
اصل ساکن موضع جوران پورسیہ دارا ضلع مظفر پور ملک بہار ۱۸۷۲ء میں نارمل
سکول پٹنہ میں پڑھتے تھے۔ وہ پنڈت جمنا پرشاد سے کاشی سے آیا ہوا
اشتہار دیکھ کر سوامی جی کی نسبت واقف ہو چکے تھے۔ پھر ایک دن نارمل سکول
میں مذکورہ بالا ہو ساہ و تو کچھ بابو اکٹھے ہو کر سوامی جی کی بہت پرشنسا کر رہے
تھے۔ راجناتھ کو خیال آیا۔ کہ کاش کہ میں سوامی جی کے ساتھ رہ کر ودیا ابھیاس
کرکے اپنا برہمن کے گھر کا جنم سپھل کروں اور برہمن کا دھرم وید پڑھنا ہے مگر

شروع کر کوئی پڑھتا پڑھاتا نہیں۔ سب کیول چنڈی دیوی کا پاٹھ۔ یا سیکھر بگھ کے تلکوں کا گن کر کھینا ہی اپنا کام سمجھتے ہیں۔ میں اس ٹھگواری ودیا کو نہ پڑھونگا وغیرہ وغیرہ۔ ایسا سمجھ کر وہ ایک دن شام کو سوامی جی کے پاس پہونچا۔ وہ پھلواڑی میں ٹہلتے تھے۔ کاشی والا برہمچاری ابھی وہیں تھا۔ راجناتھ سامنے جا کر ہاتھ جوڑ نمسکار کر کھڑا ہو گیا۔ سوامی جی نے اس سے ورن نام اور مکان پوچھا اس نے راجناتھ تواڑی ستھل دیش بتایا۔ سوامی جی نے پوچھا۔ تیرے ماتا پتا ہیں۔ اُس نے کہا ہیں۔ سوامی جی نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ خود اس کے بعد بہت دیر ٹہلتے رہے۔ پھر بیٹھ گئے۔ بچھانا نہیں تھا۔ مکان پختہ۔ دروازے آمیٹھ والے تھے۔ فرش کی بجائے پختہ زمین پر کچھ تھا۔ سوامی جی اسی پر لیٹ گئے۔ تب راجناتھ ان کے پاؤں دبانے اور اپنا منورتھ کہنے لگا۔ کہ میں آپ کے ساتھ رہنے کی اچھیا سے آیا ہوں۔ مجھے اپنے چرنوں میں لگا لیجئے سوامی جی نے پوچھا۔ تیرے کتنے بھائی ہیں۔ وہ بولا اکیلا ہوں۔ سوامی جی نے کہا ماتا پتا سے آگیا لے آؤ۔ تب رکھینگے۔ وہ بولا مہاراج وہ آپ کا حال سُنیں گے تو اجازت نہیں دینگے۔ بلکہ کہیں گے۔ کہ سوامی تم کو بہکا کر فقیر بنا لیں گے کسی پنڈت کے پاس پڑھو۔ آپ کے پاس ہونے کا ذکر سُن کر ہی تو روکیں گے بلکہ پڑھنا ہی چھڑا دیں گے۔ اس لئے میں ان سے نہ پوچھونگا۔ آپ کرپا کر کے اس اوہم کو اپنے ساتھ لگا کر ودیا دان دیجئے۔ جس سے یہ شریر پوتر ہو کر آپ کا سیوک بنا رہے۔ اس طرح کی بنتی پر سوامی جی نے اُسے پاس رکھنا سویکار کر لیا۔ رات کو راجناتھ وہیں رہا۔ سوامی جی پہر رات رہی سے اٹھ کر شوچ سنان دھیان آدی کرتے تھے۔ راجناتھ صبح ہی پرنام کر کے کھڑا ہو گیا۔ سوامی جی نے اُسے کہا جا کر سنان کر آؤ۔ جب آیا۔ تو کہا آج تم ہی رسوئی بناؤ۔ جب وہ چوکے میں گیا تو پہلا برہمچاری جس کی عمر ۱۴ سال کی تھی پوچھنے لگا اب کس کی رسوئی بناتے ہیں۔ بولا۔ سوامی جی کی اُس نے کہا۔ آپ اپنی بنائیے۔ اُن کے لئے ہم بنا دیں گے۔ سوامی جی سے راجناتھ نے جا کر کہا۔ تب برہمچاری کو بلا کر سوامی جی نے کہا۔ तस्कर त्वात ग्रामं गच्छ पाकं माकुरु کہ تم رسوئی مت بناؤ۔ اپنے گھر جاؤ۔ تم چور ہو۔ جلدی جاؤ۔ اس پر وہ خاموش بیٹھ گیا۔ اور سوامی جی کے کہا کو کہنے لگا۔ سوامی جی کچھ خرچ دیویں۔ تو گھر جاؤں۔ کہا۔ اس سے یہ معلوم ہونے پر سوامی جی نے بیگ سے نکال ۳ روپیہ اُسے دے کر وداع کیا۔ اور سب چیز راجناتھ کے سپرد کر دی اُس نے بھوجن تیار کیا۔ سوامی جی آلو بینگن۔ کریلا وغیرہ ترکاری کو شاک سمجھتے

تھے۔ اور دال کو سُوپ کہتے تھے۔ اس لئے کہا۔ सूपं देहि शाकं देहि وہ اپنے من میں گھبرایا۔ کہ یہ چیزیں تو ہیں نہیں۔ کیونکہ وہ سُوپ چھاج کو اور شاک پالک وغیرہ کو کہتا تھا۔ تب سوامی جی نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ اس وقت سے سمجھ گیا۔

بھوجن کے پشچات اس نے آگیا مانگی۔ کہ میں ڈیرے پر جا سکول سے نام کٹوا اپنی سب چیزیں لے آؤں۔ چوک میں آ کر جنیو اور دیگر اشیاء خریدیں اور سکول میں آ کر گوبند بابو ماسٹر اور ڈپٹی سوہن لال جی سے کہا کہ میں سوامی جی کے پاس رہ کر وِدیا پڑھونگا۔ اور پوچھا۔ کہ میرا نام سکول سے کٹ سکتا ہے یا نہیں۔ وہ پرسن ہو کر بولے۔ تم کیسے جانتے ہو۔ کہ سوامی جی تمہیں اپنے پاس رکھ لیں گے۔ وہ تو کسی کو رکھتے نہیں۔ پس جب وہ منظور کریں تب نام کٹوانا۔ اس نے اپنے مل آنے وغیرہ کا سب ذکر سنایا۔ تب وہ پرسن ہو کر بولے۔ کہ تیرا بڑا بھاگ ہے۔ سوامی جی کے پاس رہے۔ تو ضرور بڑے پنڈت ہو جاؤ گے۔ راجناتھ کے ساتھی بھی بہت پرسن ہوئے۔ نام رجسٹر سے کٹ گیا۔ چھ بجے تک نارمل سکول میں سب بیٹھے رہے۔ سات بجے شام کے ڈپٹی سوہن لال نے اُسے بلا کر پوچھا۔ کہ سوامی جی کے پاس جاؤ گے یا نہیں۔ وہ بولا آج تو دیر ہو گئی ہے۔ علی الصباح جاؤنگا۔ ڈپٹی صاحب بولے۔ ابھی جاؤ۔ اور کچھ دودھ مصری سوامی جی کے لئے لیتے جاؤ۔ اُس نے جواب دیا۔ رات کا وقت۔ پھر اندھیری رات۔ فاصلہ دو ڈھائی کوس۔ رستے میں میدان جنگل۔ اور راستے کے کنارے پانی۔ اکیلا کیسے جاؤں۔ ڈپٹی صاحب نے کہا۔ ایسے ڈرپوک ہو۔ تو تمہارا سوامی جی کے ساتھ رہنا کیسے ہوگا۔ ابھی چلے جاؤ۔ اسی وقت دو سیر مصری اور اپنی گائے کا تین سیر دودھ اُسے لا دیا۔ وہ بولا۔ کوئی آدمی ساتھ ہو تو جاؤں۔ ڈپٹی صاحب بولے آدمی سے کیا کام۔ خود ہی سب چیزیں لے جاؤ۔ اس نے کہا۔ مجھے رات کو بہت ڈر لگتا ہے (ڈپٹی) ایسا ڈرو گے۔ تو سوامی جی کے ساتھ کیسے رہو گے۔ وہ تو جنگل میں رہتے ہیں۔ اگر آج نہ جاؤ گے۔ تو ہم سوامی جی کے ساتھ جانے نہ دینگے۔ نہیں تو آج ہی جاؤ۔ اور ابھی جاؤ۔ وہ اُداس ہو کر چلا۔ مصری کو کمر میں باندھا۔ دودھ ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے استھان واقعہ بادشاہی ایکا گنج میں آ کر شام بہاری لال۔ سے سارا ذکر کیا۔ وہ بولا رہنا اچھا ہوگا۔ جلدی چلے جایئے۔ تب شروع سندھیا سے پنڈت ایک ہاتھ میں دودھ ایک میں بانس کی لاٹھی لے۔ سوامی جی کی طرف دھیان لگائے راجناتھ چلے گئے شہر کی آخری آبادی درگاہ تک ختم ہوتی ہے۔ وہاں تک تو تب پہونچے۔

آگے ڈیڑھ کوس باقی تھا۔ اسوج کا مہینہ اندھیری رات۔ کوئی آدمی ملے نہیں۔ اس پر کچھ کچھ بوندیں پڑنے لگیں۔ یہ پہلے ہی کچھ ڈرنے لگا تھا۔ من میں رام رام جپتا آتا تھا۔ اب تو بہت چنتا کرنے لگا۔ راستہ بھیانک سڑک کے دونوں طرف پانی تھا۔ یہ ڈرتا ہوا جا رہا تھا۔ کہ ایک بڑا بھاری سانپ پانی سے نکل کر سڑک پر آتے دیکھا۔ یہ خوف زدہ ہو گھبرا کر پیچھے کو آنے لگا۔ تو ادھر ایک اور سانپ دکھائی دیا۔ سخت گھبراہٹ کا عالم تھا۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے وہیں دیر تک کھڑا رہا۔ آخر نشچے کر کے سوامی جی کی طرف چل دیا۔ سانپ کے قریب پہونچا۔ تو آنکھ بند کر چھلانگ مار اس پر سے کود گیا۔ آگے دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔ اس سے آگے ریل کی سڑک پر پھاٹک والے سپاہی کے پاس ہی آکر دم لیا۔ گھبراہٹ دور کر آگے چلا۔ اور سوامی جی کے پاس پہونچا۔ ان کے پاس کچھ مالی باغ میں بیٹھے تھے۔ بوندیں زیادہ پڑنے لگی تھیں۔ راجپا کو دیکھ کر سوامی جی نے پوچھا کہ تجھے راستے میں خوف معلوم ہوا ہے۔ किं मार्गे बिभितो ऽसि بولا۔ ہاں مہاراج بہت خوف کھایا ہے۔ تب سوامی جی نے کہا: किं सर्पो दृष्टः کیا سانپ کو دیکھا ہے۔ بولا ست ہے۔ اس کے بعد اس نے دودھ مصری پیش کرتے ڈپٹی صاحب والی سب بات چیت سنائی۔ جس پر وہ ہنس پڑے۔

۷۔ **پنڈت رام اوتار سے مباحثہ**۔ اوپر کے واقعہ کے اگلے دن (اتوار) ذیل کے پنڈت لوگ سوامی جی کے پاس سبھا کرنے آئے۔ باجپئی کے ودیارتھی چھوٹو رام تواری ہیڈ پنڈت پٹنہ کالج۔ رام اوتار تواری سیکنڈ پنڈت۔ برج بھوشن ساکل دیبی بریمن ہیڈ پنڈت۔ رام لال ساکل دیبی ماسٹر۔ چھوٹو لال جی سلاوٹ وغیرہ۔ حاضری دو سو کے قریب تھی۔ پنڈت رام اوتار جی سوامی جی سے بھٹو جی دیکشت کے بنائے کومدی کے اس منگل شلوک پر شاستر ارتھ کرنے لگے۔

मुनित्रयं नम स्कृत्य तदुक्ति परि भाव्यचेत्यादि ॥

شبد بہت اشدھ اس کے منہ سے نکلتے تھے۔ اس کے سب ساتھی اُسے الٹے کہنے لگے۔ کہ جب تم شدھ بول بھی نہیں سکتے۔ تو ان سے شاستر ارتھ خاک کروگے۔ خاص کر پنڈت رام لال جی مصر نے اُسے ڈانٹا اور چھوٹو رام پوری نے اُسے منع کیا۔ کہ کیوں یونہی اپنی پرتشٹھا کھوتے ہو۔ چپ رہو۔ اس پر سوامی جی تھوڑی دیر بعد ہنس پڑے۔ اور بھی سب کی ہنسی نکل گئی۔ رام اوتار نہایت خفیف ہوا۔ حتیٰ کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ تھر تھر کانپتا ہوا باہر نکلا۔ اور ادھر ادھر دیکھ کر گھر کو چل دیا۔ پھر سوامی جی نے سنسکرت میں اُپدیش دیا۔ حسب معمول کومدی کو کرتی کہا۔ سارسوت آدی نوین گرنتھوں کا کھنڈن

کیا۔ پنڈت لوگ ہوں ہوں اور ٹھیک ٹھیک کہتے رہے۔ جس پر راجناتھ دل میں پھولا نہ سماتا تھا۔ کہ کیسے مہاتما پُرش سے میرا ساتھ ہوا۔ سبھا ۱ سے ۵ بجے تک رہی۔

۷۔ پٹنہ سے روانگی۔ اگلے دن سوموار کو سوامی جی نے پورب کی جاترا کی تیاری کی۔ ڈپٹی سوہن لال جی نے پنڈت راجناتھ کو ۲۵ روپے سوامی جی کے لئے دیئے۔ اور کہا سوامی جی سے الگ نہ ہونا۔ انہیں تکلیف ہوئی۔ تو میں ناراض ہونگا۔ خوب دل لگا کے پڑھنا۔ خرچ کم ہو جاوے تو دو دن پہلے چٹھی بھیجنا۔ تمہارا وظیفہ دو ماہ کا جو ہوگا۔ تمہارے گھر بھیجدیا جاویگا۔ وغیرہ۔ راجناتھ نے کہا۔ میں سوامی جی کا پورا اُگیا کاری رہونگا۔ وغیرہ۔ تب دونوں سوامی جی کے پاس پہونچے۔ جو یہ باتیں سُن کر پرسن ہوئے۔ منشی منوہر لال جی نے ۵ روپیہ ماہوار پر شیو چرن کہار کو ساتھ کردیا۔ اور توا۔ کڑاہی۔ کڑچھا۔ لوٹا۔ گلاس سب چیزیں خرید کر ہمراہ کردیں۔ دال ترکاری کے مصالحے بھی بنوا کر ساتھ دیدیئے۔ اس کے بعد ۳ اکتوبر ۱۸۷۹ء ۷ بجے شام کے سوامی جی۔ اور منشی منوہر لال جی بگھی میں اور پنڈت چھوٹو رام و چند اور آدمی یکہ میں چل کر بیگم آباد پہونچے۔ پنڈت چھوٹو لال جی مونگیر کا ٹکٹ لے آئے۔ رات کے ۸ بجے کی گاڑی پر سوار ہو کر سوامی جی نے سب کو رخصت کیا۔

۸۔ متفرق امور۔ پنڈت رام لال جی نے سوامی جی کے اپدیش سے سالگرام گنگا میں ڈالدیئے۔ سوامی جی دن کا پاٹھ کو یہاں مرغا پاٹھ کہتے تھے۔ پنڈت چھوٹے لال جی نے ایکدن پوچھا۔ کہ ہم آپ کی بات کب تک مانیں۔ فرمایا۔ جب تک ہماری بدھی میں سنپات آدی روگ نہ ہو جاویں۔ ہمارا کہا مانو۔ اور جب ہماری بدھی میں کوئی روگ ہو جاوے۔ تب ہمارا کہنا پرمان نہ مانو۔ یہاں اکثر دار چینی کھاتے تھے۔ ڈنڈوت پرنام کا اتر اشیرباد نہیں دیا کرتے تھے۔ ہوں کہہ دیتے تھے۔

اٹھتیسویں فصل۔ مونگیر

۱۔ راستے کا حال اور مونگیر میں ڈیرا۔ ۸ بجے پٹنہ سے روانہ ہو کر ۱۱ بجے رات کے سوامی جی جمال پور سٹیشن پر پہونچے۔ مونگیر برانچ والی گاڑی چلنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ سوامی جی حسب دستور کیول کوپین پہنے سٹیشن پر گھومنے لگے۔ اول درجہ کے ویٹنگ روم میں ایک انجینیر صاحب معہ اپنی میم کے ٹھہرے ہوئے تھے۔ میم صاحبہ نے ایک غیر مہذب فقیر کے سامنے گھومنے

پر ناراضگی ظاہر کی۔ اور صاحب بہادر نے سٹیشن ماسٹر کو بلا کر کہا۔ کہ اس فقیر کو بیہودہ ادھر نہ ٹہلنے دو۔ سٹیشن ماسٹر سوامی جی کا بھگت تھا۔ ڈرتا ہوا مہاراج کے روبرو یوں عرض پرواز ہوا۔ "مہاراج ادھر تشریف لے چل کر کرسی پر آرام فرمائیے۔ ٹرین کے آنے میں ابھی دیر ہے"۔ سوامی جی مطلب سمجھ گئے۔ اور بولے "شاید صاحب نے بھیجا ہے۔ کہ بد تہذیب سادھو کو ہٹا دو۔ جاؤ۔ صاحب اور میم کو کہو۔ ہم اس زمانے کے آدمی ہیں۔ جبکہ بابا آدم اور مانا حوا عدن کے باغ میں ننگے گھومتے میں شرم محسوس نہیں کرتے تھے"۔ یہ کہا۔ اور پھر ٹہلنے لگ گئے۔ سٹیشن ماسٹر بیچارا عجیب حیرانی میں پڑا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن"۔ صاحب نے پھر بلایا۔ اور پوچھا "فقیر ہٹا نہیں کیا کہتا ہے"۔ پہلے تو جواب سے کچھ ہچکچایا۔ مگر آخر بابو نے مجبوراً مفصل جواب سنا دیا۔ اور کہا "حضور یہ اپنی موج کے مالک ہیں۔ کسی کی بات نہیں سنتے۔ مست فقیر جو ٹھہرے"۔ صاحب نے نام پوچھا۔ بابو نے کہا "سوامی دیانند سرسوتی"۔ صاحب بے اختیار اٹھ کر بولے۔ "کیا یہ مشہور ریفارمر گریٹ (Great) دیانند ہے۔" اب تو سٹیشن ماسٹر کی جان میں جان آئی۔ "وہاں حضور وہی ہیں"۔ صاحب فوراً ٹوپی اتار سوامی جی کی سیوا میں حاضر ہوئے اور بڑے ادب سے سلام کر کے بولے "میں تو مدت سے آپ کے درشنوں کا بھوکا تھا۔ آج پرمیشور نے آپ کے درشن کرائے۔ چنانچہ آدھ گھنٹہ تک سوامی جی سے بات چیت کرتے رہے۔ ریل میں سوار کرا کے رخصت ہوئے۔ ۴ - بجے گاڑی مونگیر پہنچی۔ سٹیشن کے نزدیکی تالاب پر شوبھ سنگھ نامی آدمی سے مل کر پارٹی مونگیر کو چلی۔ سوامی جی جلدی سے آگے چل دیئے۔ اور ایک مکان پر جا اترے جو ایک گیروا پوش فقیر کی پھلواڑی میں تھا۔ کچھ دیر بعد دونوں ساتھی بھی آ پہنچے۔ مکان میں دو کمرے تھے۔ کنواں بھی تھا۔ گنگا کی دھارا بھی نزدیک تھی۔ اس لئے سوامی جی نے کہا अत्रैव आसनं कुरु یہاں ہی آسن لگاؤ۔ چنانچہ ڈیرا وہیں ہوا۔

ایک موتی سادھو سے میل۔ مونگیر میں آنے کے تیسرے روز ایک موتی سادھو بھوجن کے وقت آ کر بیٹھ گیا۔ سوامی جی کچھ پوچھتے۔ وہ اتر نہ دیتا۔ بھوجن کو پوچھا تو کہا۔ کر کر چکے۔ بھوجن کرانے کے بعد سوامی جی نے ایک شلوک پڑھ کر سمجھایا۔ کہ اگر تو مورکھ ہے۔ تو خاموشی ٹھیک ہے۔ اور پنڈت ہے تو کچھ بات کر۔ تب وہ بولا۔ سوامی جی نے مورتی پوجا اور پرانوں کا کھنڈن کیا۔ جسے اس نے سویکار کر کے کہا۔ کہ یہ دونوں ماننے کی چیزیں نہیں ہیں۔ ایک گھنٹہ کی بات چیت کے بعد وہ چلا گیا۔

۳- وید ورودھ پستک گنگا میں پھنکوائے۔ ایک روز صبح راجناتھ جی آدیتہ ہردے کا پاٹھ کر رہے تھے۔ سوامی جی آ گئے۔ اس کی سب پستکیں اٹھا لیں جو یہ تھیں۔ اندرجال۔ آدیتہ ہردے۔ سورج استوارج۔ سوامی جی نے پوچھا۔ آدیتہ کے ہردے کا پاٹھ کتنے دن سے کرتے ہو۔ وہ بولا۔ آپ کے پاس آنے سے پہلے ۱۲ پاٹھ روز کرتا تھا۔ مگر اب تو چھپ چھپا کر ایک آدھ کرتا ہوں۔ تب پوچھا۔ کیا ان اندرجال وغیرہ سب کو مانتے ہو۔ اس نے کہا۔ ابھی جانچ نہیں کی۔ مگر یقین ہے۔ آپ کے یہاں رہنے سے بھید مل جاویگا۔ سوامی جی نے فرمایا۔ ان سب کو گنگا میں بہا دے۔ اور اکٹھا کھڑا ہو۔ ورنہ اپنے گھر چلا جا۔ راجناتھ نے فوراً ہی ان کو گنگا میں پھینکدیا۔ اور جو پستکیں برہمچاری پڑھتا تھا۔ یعنی اشٹا دھیائی اور اگنی شوکت۔ وہی اس نے کبھی لیں سوامی جی سے راجناتھ نے کچھ منتر دینے کو بھی نویدن کیا۔ تو انہوں نے پوچھا۔ جس نے یگیوپویت دیا۔ اس نے گایتری دی کہ نہیں۔ اس نے کہا۔ اپنے گاؤں کے ایک برہمن سے منتر لیا تھا۔ (سوامی جی) وہی گورو ہے اور وہی گور منتر ہے۔ اس کے بعد پاٹھ شدہ کرا دیا۔

۴- متفرق واقعات۔ ایک روز کہار نے گنگا پر جا کر ایک ٹال والے سے خشک لکڑی مانگی۔ کہ سوامی جی کی رسوئی کے لئے دو۔ اس نے کہا۔ ہم نہیں جانتے کون سوامی ہیں۔ وہ واپس آیا۔ سوامی جی نے کہا۔

भोराजनाथ श्रयो परि वपल्द व नया दातथ्या ॥

اسے راجناتھ اس کو جوتے لگاؤ۔ وہ حیران ہو کر سبب پوچھنے لگا۔ تو انہوں نے کہا۔ یہ لکڑی کے لئے بھکشا مانگنے گیا تھا۔ راجناتھ نے کہار سے دریافت کیا۔ تو اس نے مانا۔ راجناتھ نے پوچھا۔ کہ کیا لکڑی ملی۔ وہ بولا نہیں ٹال والا کہتا تھا۔ ہم نہیں جانتے۔ کون سوامی ہیں۔ تب پنڈت نے آہستہ آہستہ جوتے لگائے۔ اور سوامی جی نے دونوں کو سمجھایا۔ کہ اگر کبھی بھکشا مانگو گے تو ہم دونوں کو نکال دینگے۔ اس کے بعد وہ ٹال والا آدمی خود بخود لکڑی کا بوجھ اٹھا لایا۔ اور پرنام کی۔ سوامی جی نے کہا۔ اسے لیجاؤ۔ ہم نہیں لیتے۔ تم سے کس نے مانگا ہے۔ وہ بولا۔ مہاراج ہم سے قصور ہوا ہے۔ ہم اس کہار کو نہ جانتے تھے۔ اس نے لکڑی مانگی۔ ہم نے کہا نہیں معلوم کون سوامی ہیں۔ پیچھے جب لگا۔ ۲ روز سے آپ آئے ہیں۔ اس کی منت و اصرار پر سوامی جی نے لکڑی لینا منظور کیا۔ اس روز سے شہر میں چرچا ہو گیا۔ کہ سوامی دیانند جی آئے ہیں۔ مورتی کھنڈن کرتے ہیں۔ جو چاہے شاستر ارتھ کر لے۔ اس روز سے دو چار

رئیس بھی آنے لگے۔ رسد بھی لوگ بھیجنے لگ گئے۔ اور سوامی جی کا اپنا خرچ کرنا بند
کرا دیا۔ ایک دن ایک برہمن نے بہت بنتی کی کہ میرے گھر چلکر بھوجن کیجئے۔
سوامی جی نے سویکار کیا۔ دوسرے دن جب وقت آیا۔ تو راجناتھ جی آدمی کو بھیجا۔
کہ خود دکھا کر ہمارے واسطے لے آنا۔ ہم گرہستی کے گھر نہیں جاتے۔ اس کے اگلے
دن رئیس اور پنڈت تیس یا چالیس آئے۔ مورتی پوجا کا کھنڈن ہوا۔ سب سُنتے
رہے کسی نے شاستر ارتھ نہ کیا۔ سوامی جی یہاں ۱۵ روز رہے۔ اشوِن
کی پورنماشی مونگیر ہوئی۔ ۴۔ اکتوبر ۱۸۷۲ء (اسوج سدی ۲ سمبت ۱۹۲۹) کو آئے
اور ۱۸ اکتوبر (کارتک بدی ۲) کو روانہ ہوئے۔ وہ تال والا آدمی سٹیشن پر انہیں
چھوڑنے آیا۔ صرف دو روپیہ اس نے بھینٹ کی۔ ۱ بجے سوار ہو کر ۶ بجے شام
کے سوامی جی بھاگل پور پہنچے۔

اُنتالیسویں فصل۔ بھاگل پور و براری

۱۔ ڈیرا اور پہلی رات۔ بھاگل پور سٹیشن سے سوامی جی آگے آگے
اور ان کے دونوں ساتھی پیچھے پیچھے چلے۔ ۷ بجے شام کے سوامی جی
بٹیشورناتھ مہادیو کے مندر میں جا ٹھہرے۔ شہر نزدیک تھا۔ اور میدان
بہت عمدہ تھا۔ لیکن نیچے اوپر مہادیو تھے۔ سوامی جی کوٹھی پر چلے گئے۔
لیکن تھوڑی دیر بعد آ کر کہا۔ یہاں سے چلو۔ چنانچہ آدھ کوس دکھن کو شہر
کے محلہ شجاع گنج سے باہر ریلوے سٹیشن سے دکھن کی طرف کے چپٹ پٹی
تالاب پر ۸ بجے رات کے سب پہنچے۔ شجاع گنج سے مرلی پوری اور تھالی
منگالی۔ تالاب کے ساتھ پچھم کو ایک شوالہ اور دو کوٹھی و کمرہ والا مکان اس
وقت خالی تھا۔ وہیں ڈیرا کیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا مالک موہن لال ساکل
دیپی برہمن آ گیا۔ دو چار آدمی اس کے ساتھ تھے۔ سوامی جی کو ٹہلتا دیکھ کر
اس نے ڈنڈوت کیا۔ اور فوراً ایک لوٹا جل اور بچھونا وغیرہ منگا دیا۔ اچھا پنڈت
اور سنسکرت جاننے والا تھا۔ دس بجے تک اس سے سوامی جی بات چیت
کرتے رہے۔ بعد میں سوامی جی نے آرام کیا۔ اور وہ سب اپنے گھروں
کو چلے گئے۔

۲۔ اگلا دن۔ سوامی جی ۴ بجے صبح اٹھ کر ضروریات سے نبٹ دھیان
میں لگے۔ ساتھی بھی ۵ بجے تک فارغ ہو کر اشٹادھیائی کا پاٹھ کرنے لگے
پشپات بہت برہمن اور پنڈت آئے سبھا لگی۔ سوامی جی نے مورتی پوجا

کھنڈن کیا۔ سب پنڈت سُنتے رہے۔ اعتراض تو کیا کرتے سنسکرت سُن کر ہی ان کے حواس باختہ ہوتے تھے

۳۔ غرض والی بھکشا کا تیاگ۔ ایک اگروال بنیا دو تین روز ایک گڑوا دودھ اور سیدھا ان آدک بھیجتا رہا۔ اس کی اچھیا یہ تھی۔ کہ میرے گھر پُتر ہو سوامی جی اُس کے بتلانے سے پہلے اُس کے طرزِ عمل سے اس امر کو تاڑ گئے اور تیسرے روز اس کا ان آدی لوٹا دیا۔ کہ ہم غرض والی بھکشا نہیں لیتے۔ ہم ایشور نہیں۔ کہ تمہیں پُتر دیویں۔ اور تمہارا ان کھاویں۔ اس سے پہلے پنڈت موہن لال کے ہاں سے تین چار روز سیدھا آئی۔ پھر متفرق لوگ بھیجنے لگے۔ جو کوئی مارواڑی آتا۔ روپیہ یا اور چیز شردھا سے دے جاتا۔

۴۔ مخالف شہر چھوڑ بھاگا۔ ایک سورج مل یا ایسے ہی نام والا آچاری لوگوں کو سوامی جی کے پاس جانے اور ان کا اُپدیش سُننے سے منع کرتا تھا۔ مگر کسی نے اس کی نہ سُنی۔ برابر آتے رہے۔ لوگوں نے اُسے شاسترارتھ کو کہا۔ مگر وہ مقابلے پر نہ آیا۔ یہ کہتا رہا۔ کہ سوامی نے کاشی میں شاستر کی ہار کی تھی۔ اب یہاں بھی لوگ اس کی طرف جانے لگے۔ یہ بہت بُرا ہوا۔ آخر لاچار شہر چھوڑ بھاگ گیا۔

۵۔ راجناتھ تواری کا پتا آ گیا۔ قریباً ہفتہ گذرا تھا۔ کہ سوامی جی کو ایک دن راجناتھ کے پتا کی آمد کا پتہ لگا۔ راجناتھ رسوئی بنا رہا تھا۔ سوامی جی نے یکبارگی اُسے کہا۔ तवपिता आगता (تیرا باپ آ گیا) ہم تم کو کہتے تھے۔ کہ پتا سے آ گیا ہے کر آؤ۔ مگر تم نے نہ مانا۔ اور اُسے تکلیف ہوئی۔ راجناتھ نے باہر نکل کر دیکھا۔ تو ابھی اس کا پتا آیا نہ تھا۔ مگر آدھ گھنٹے بعد وہ پہونچ گیا جبکہ رسوئی تیار ہو چکی تھی۔ اس نے سوامی جی کو نمسکار کیا۔ پُتر کو دیکھ کر رونے لگا۔ سوامی جی کو بھی افسوس ہوا۔ اور کہا کہ تم اپنے پُتر کو لیجاؤ۔ ہم اور فقیروں کی طرح چیلے بنانے والے نہیں ہیں۔ کہ آپ کو دُکھ دیویں۔ اس پر وہ خاموش رہا۔ راجناتھ نے پتا کے پاؤں دھوئے۔ بھوجن کرایا۔ اور پتا کو سوامی جی کے پاس چھوڑ خود ڈیڑھ دو کوس دور موضع برلاری میں جہاں پہلے پڑھتا تھا۔ ایک دوست کو ملنے گیا۔ وہاں وہ بنارسی پنڈت جے رام ٹھٹ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول بھاگل پور اور پاربتی چرن سکرٹری سکول سے ملا۔ انہیں سب حال سُنایا۔ وہ کہنے لگے سوامی جی کو یہاں لاؤ۔ اس نے کہا۔ آپ وہاں ملنے اور درشن کیجئے۔ آخر یہ دونوں معہ اور معززین کے سوامی جی کو لینے آ گئے۔

۶۔ برلاری میں آمد۔ راجناتھ کا پتا واپس۔ سوامی جی کو برلاری والے لے گئے۔

سوار کرا کے ساتھ لے آئے۔ پاربتی چرن کی پھلواڑی میں ڈیرا ہوا۔
راجناتھ کا والد ساتھ تھا۔ پنڈت اپنے رام آدمی نے اُسے سمجھایا۔ کہ یہاں
رہنے سے تیرا پتر دوولان ہو جائیگا۔ اس پر وہ تین روز بعد صرر روپے
کرایہ ریل لے کر واپس لوٹا۔

۷۔ **پادری و مولوی صاحبان سے گفتگو۔** ایک دن صبح سویرے ۳۰ ۔
۴۰ پادری یوروپین و نیٹو نیز کچھ مولوی صاحبان آئے۔ سوامی جی اُن
سے بھی سنسکرت میں بولتے رہے۔ وہ بھی حتّے الوسع سمجھتے رہے۔ سوامی جی
کا آپدیش سن کر ایک بنگالی برہمن عیسائی شدہ بہت رونے لگا۔ کہ افسوس
آپ جیسے پنڈت ہمیں پہلے نہ ملے۔ ورنہ ہم عیسائی کیوں ہوتے۔ ہم
سکول سے پڑھ کر عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب گھر جا کر پنڈتوں
سے پوچھتے۔ تو جواب خاطر خواہ نہ ملتا تھا۔

۸۔ **بابو نندن اوجھا وغیرہ کی مذہبی تبدیلی۔** برارسی کے پکے گھاٹ کے اوپر
ایک مندر تھا۔ بابو نندن اوجھا مورتی پوجا کرتے تھے۔ اور ٹھاکروں کی دوچیل کی مورتیوں
والی اپنی پوٹلی اسی مندر میں رکھتے تھے۔ ایک دن شام کو بابو جی گھاٹ کی ایک طرف
بیٹھے تھے۔ کہ سوامی جی کو گھاٹ کی سیڑھیوں سے اوپر آتے دیکھا۔ فرمانے لگے۔
کہ یہ مہاتما کہاں سے آرہے ہیں سوامی جی جا کر مندر کی پچھلی طرف بیٹھ گئے۔
بابو جی پاس جا بیٹھے۔ اور بڑی نمرتا سے پرنام کیا۔ سوامی جی نے کہا۔ آپ کہاں
رہتے ہیں۔ اور کیا کرتے ہیں۔ جواب ملا۔ مہاراج میں کئی برسوں سے اس گاؤں
میں رہتا ہوں۔ اور برہمن ہوں۔ بابو جی نے یہ بھی کہا۔ کہ راتری کا سمے ہو گیا
ہے۔ اب آپ یہیں ٹھہریں۔ بڑی کرپا ہوگی۔ سوامی جی نے سویکار کیا۔ مندر
کے مقابل کی چھوٹی سی کوٹھی میں سوامی جی براجے۔ اور بابو جی نے بھوجن
لانے کو پوچھا۔ مگر باوجود اصرار کے سوامی جی نے نہ مانا۔ ایک تو رات نرجلا ہو گئی
تھی۔ دوسرے سوامی جی جنگل جنگل کھا کر گذارہ کر لیتے تھے۔ الغرض بابو جی
رات کو گھر چلے گئے۔ صبح جب آئے۔ تو پجاری سے معلوم ہوا۔ کہ سوامی جی
تو آدھی رات کو چلے گئے۔ مگر سوامی جی اُسی وقت آ پہونچے۔ وہ راتری کو کچھ
سے پرے گنگا پیاس کیا کرتے تھے۔ جب آئے۔ تو بابو نے پھر بھوجن کے لئے
نویدن کیا۔ سوال ہوا۔ کہ تم سندھیا کرتے وگایتری جانتے ہو۔ بابو نے کہا کہ
مہاراج۔ تب شام کا بھوجن سوامی جی نے قبول کیا۔ صلح کے دس بجے سنسکرت
میں آپ نے ویاکھیان دیا۔ جس پر بجا گل پو تک کے پنڈتوں میں رولا پڑ گیا۔
شام کو سینکڑوں پنڈت سادھو اور برہمن۔ بنگالی ماسٹر (جنہیں مہاشے جی کہتے

کے باغ میں آ گئے۔ اپدیش ایشور نروپن پر ہوا۔ مورتی پوجا کا کھنڈن ایسا پربھاؤ شالی ہوا۔ کہ بابو نندلال اوجھا اور دو ایک اور پرشوں نے اسی شام ٹھاکروں کی بٹیاں گنگا میں پھینک دیں۔

لوگ لیکچر کے بعد مختلف باتیں کرتے چلے گئے۔ نندلال بابو نے سندھیا کی اور بڑے پریم سے سوامی جی کے لئے بھوجن تیار کرنے لگے۔ چاول کڑھی اور چھوٹے چھوٹے پھلکے پریم سے پروس کر لے گئے۔ لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا۔ سوامی جی گنگا تٹ سے واپس نہیں آئے۔ یہ وہاں بیٹھے انتظار کرنے لگے۔ خود بھوجن پا کر نہ گئے تھے۔ رات زیادہ ہو گئی۔ تب پجاری کے پاس لے آ کر سندیس دیا۔ کہ آپ بھوجن یہاں چھوڑ جائیں۔ سوامی جی آئیں گے۔ تو ہم انہیں جمادیں گے۔ بابو نے ایسا ہی کیا۔ گھر جا بھوجن پا سو رہے۔ اور صبح پھر پہنچے۔ تو کیا دیکھا۔ کہ بھوجن وہیں پڑا ہے۔ اور اس پر کیڑیاں چڑھی ہوئی ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ سوامی جی ابھی باہر سے ہی نہیں آئے۔ بعد تھوڑی دیر کے سوامی جی آ گئے۔ بابو نے ہاتھ جوڑ نمرتا سے عرض کی۔ آپ نے بھوجن نہیں کھایا۔ کیا مجھ سے کوئی اپرادھ ہوا ہے۔ سوامی جی ہنس کر بولے۔ بھائی آج کوئی پرب تھا۔ اس لئے گنگا کے اس پار بھاری میلہ تھا۔ کئی لوگ اپنی کنیاؤں کو سنکلپ کر برہمنوں کو دیتے تھے۔ اس پرکار کے اگیان سے سنسار میں بھید بھاؤ اور دکھ پھیل رہا ہے۔ اس وچار میں مجھے بھوجن کرنے کا خیال نہیں آیا۔ یہ جواب سن کر بابو جی کے آنسو نکل آئے۔ اور ان پر اور بھی اُتم پربھاؤ پڑا۔

۹۔ مہاراجہ صاحب بردوان سے میل۔ سوامی جی یہاں روز سنسکرت میں اُپدیش دیتے رہے۔ سینکڑوں اور ہزاروں لوگ آتے۔ رونق کے سبب حلوہ پوری تنباکو والوں کی دوکانیں لگ جائیں۔ اور ہر وقت بگھی وغیرہ جمع رہتے۔ پنڈت ایشرام نے بردوان کے راجہ کی کوٹھی پر جا کر انہیں مفصل حالات سے آگاہ کیا۔ راجہ صاحب نے چار نیائک پنڈتوں کو بھیجا۔ جو ۱۰ بجے کے قریب آئے۔ اسوقت سوامی جی کے بھوجن کا سمے تھا۔ پنڈت آسن دیکر بٹھائے گئے۔ سوامی جی بھوجن پا کچھ آرام کر کے ایک بجے اُن سے گفتگو کرنے لگے۔ پنڈت نیائے شاستر میں بولتے۔ سوامی جی اُتر دیتے۔ ۵ بجے پنڈت لوگ یہ کہکر رخصت ہوئے کہ ہم راجہ صاحب کو آپ کے درشن کراویں گے۔ چنانچہ ان لوگوں سے بہت تعریف سن کر راجہ صاحب نے پختہ ارادہ کیا۔ کہ ہم ۷ بجے شام کے ضرور چلیں گے۔ جس وقت عیسائی و مولوی گفتگو کو آتے تھے۔ اسی وقت شام کے

۷ بجے راجہ صاحب بھی تشریف لائے۔ کرسیاں پہلے بھی تھیں۔ راجہ صاحب نے بھی اور بچھوا دیں۔ وہ چار دل پنڈت بھی ساتھ آئے۔ ان میں سے ایک نے پہلے آکر اطلاع دی۔ پیچھے مہاراجہ صاحب آئے۔ اور پادریوں کے جواب میں سوامی جی کی باتیں سنتے رہے۔ خود نہ بولے۔ مضمون تھا۔ ایشور ساکار ہے یا نراکار۔ گفتگو سماپت ہونے پر راجہ صاحب چلے گئے۔ پنڈتوں کو کہہ گئے۔ کہ کل سوامی جی کو ہمارے مکان پر لے آؤ۔ چنانچہ صبح لبھے رام اور ایک دو اور پنڈت سوامی جی کو بلانے آئے۔ وہ بولے اگر وہاں ایسا ہی ایکانت استھان اور سوچھ جگہ ہو تو چل سکتے ہیں۔ شہر سے باہر ہو اور جگہ ہو۔ جہاں شور و غل نہ ہو۔ ورنہ ہم نہیں جا سکتے۔ پس پہلے جا کر مکان تجویز کر لو۔ وہ گئے۔ مگر سوائے اُس ایک کوٹھی کے جس میں بری طرح گرد پڑی تھی۔ کوئی جگہ پسند نہ آئی۔ آخر ایک مسجد تجویز کی جس کے پاس قبریں تھیں۔ سوامی جی نے کہا۔ ہم مُردہ نہیں۔ جو گورستان میں رہیں۔ مہاراجہ صاحب کو یہاں آنے میں کیا عذر ہے۔ یہ راجہ صاحب عیسائیت کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ رانی صاحبہ چاہتی تھیں۔ کہ سوامی جی ضرور تشریف لاویں مگر مکان کا قرار واقعی انتظام نہ ہونے سے سوامی جی نہ جا سکے۔ ہاں اگلے دن ۷ بجے مہاراجہ صاحب نے خود آکر درشن اور بارتالاپ کیا۔

۱۰۔ برہمو صاحبان سے میل۔ اگلے دن سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب جو برہمو تھے۔ ۲ بجے سو پندرہ بیس اور برہموؤں کے آئے۔ اور اپنے مت کا ذکر کرنے لگے۔ سوامی جی نے انہیں مفصل جواب دیا اور سمجھایا۔ کہ سب جہان کے لوگوں کے ساتھ کھانا ٹھیک نہیں۔ اور چاروں ورن بھی ایک نہیں۔ ورن کرم انوسار ٹھیک ہے۔ ورنہ وید کا حکم ٹوٹتا ہے۔ بہت دلائل اور یکتی دے کر انہیں سمجھایا۔ رات کے دس بجے تک ان سے بات چیت رہی۔ اگلے روز برہمو لوگ پھر آئے۔ اور پھر تالاپ کرتے رہے۔ لاجواب ہوئے تو کہا کہ کلکتہ کے جو ہمارے بڑے ہیں۔ آپ کی بات مان لیں۔ تو ہم بھی مان لیں گے۔ ۸ بجے رات تک مہاراجہ اور برہمو صاحبان رہے۔ ایک عظیم الشان شامیانہ بھی وہاں تن گیا تھا۔

۱۱۔ مستغرق حال۔ اس کے دو ہفتہ بعد سوامی جی کلکتہ جانے کو تیار ہوئے ایک مہینہ یہاں رہے۔ بھاگل پور کے ایک ودوان سوامی جی سے یوگ کی ودیا سیکھ تیاگی ہو کر چلے گئے۔ رام جناتھ کو بخار ہو گیا۔ ایک گوڑ برہمن سجان ودیارتھی جو مرزاپور کی پاٹھ شالا میں پڑھتا رہا تھا۔ سوامی جی سے یہاں آکر ملا اور رام جناتھ کی بیماری کے دنوں میں رسوئی بناتا رہا۔ سوامی جی نے رام جناتھ کو پنڈت

آپ نے رام اور پاربتی چرن کے سپرد کیا۔ کہ کلکتہ کا پانی خراب ہے۔ اس کا جانا ٹھیک نہیں۔ ہم گیان کو ساتھ لیجائیں گے۔ ایک چٹھی ڈپٹی سوہن لال کے نام دی۔ کہ اسے بھرتی کر لو۔ چنانچہ وہ اور ایک مہینہ بھاگل پور رہ کر چلا آگیا۔ سوامی جی مُنگھیر پور نماشی تک بھاگل پور رہ کر بوہ بدی پڑوا ادا دسمبر ۱۸۷۲ء کو کلکتہ کی طرف روانہ ہوئے۔

چالیسویں فصل۔ کلکتہ

۱۶۔ دسمبر ۱۸۷۲ء سے اخیر مارچ ۱۸۷۳ء تک

۱۔ آمد اور ڈیرا۔ مسٹر چندر شیکھر سین بیرسٹر ایٹ لا نے سوامی جی کو کلکتہ میں بلانے کے واسطے زیادہ اُدیوگ کیا۔ پہلے وہ دیویندر ناتھ ٹھاکر کے پاس گیا۔ مگر وہ انتظام میں اسمرتھ تھے۔ اور چاہتے بھی نہ تھے۔ پھر وہ سریندر موہن کے پاس گیا۔ انہوں نے بھی پہلے کوئی توجہ نہ کی۔ مگر جب چندر شیکھر جی دوسرے دن سوامی جی کو ہوڑا اسٹیشن سے لے کر پہونچے۔ تو وہ سوامی جی کو بڑی خاطر سے اپنے باغ میں لے گئے۔ وہیں سب کھان پان کا انتظام کیا۔ یہ باغ برمود کانن یا نینال نام والا بارک پور ٹرنک روڈ کے متصل ٹالا گاؤں کے نزدیک ہے۔ انڈین مرر کلکتہ مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۸۷۲ء میں لکھا ہے "ایک بڑا زبردست ہندو بت شکن یعنی پنڈت دیانند سرسوتی جس نے حال میں بنارس کے اعلےٰ پنڈتوں کو ایک عام مباحثہ میں حیران کیا۔ اور اپنے دیگر کارناموں سے شرقی ہند میں بڑی شہرت پائی ہے۔ کلکتہ میں آئے ہیں۔ اور راجہ جوتندر موہن ٹاگور کے باغ کے بنگلہ میں بمقام نینال ٹھہرے ہیں۔"

۲۔ ایدیشیک آدمی برہمو سماج بھگت بن گیا۔ پنڈت ہیم چندر چکرورتی سکنہ دکھنی بار اساسات ضلع چوبیس پرگنہ۔ سوامی جی کی شہرت بطور ایک بڑے ویدک سنسکرت پنڈت کے سن کر ایک روز درشن کو آئے۔ اور سوال کیا۔ جاتی بھید ہے یا نہیں؟ (اتر) منش ایک جاتی۔ پشو ایک جاتی۔ پکشی ایک جاتی۔ اسی میں جاتی بھید ہے۔ اس پر پرشن کرتا مون ہو گیا۔ تب سوامی جی بولے۔ تمہارا پرشن شاید یہ ہے۔ کہ ورن بھید ہے یا نہیں۔ وہ بولے ہمارا یہی مطلب ہے (سوامی) بے شک ورن بھید ہے۔ جو ویدگیہ اور پنڈت ہے۔ وہ برہمن جو اس سے نیون اور یدھ کرتے ہیں۔ اور گیان وان ہیں۔ وہ کھشتری ہیں جو بیوپار کرتے ہیں۔ ویش ہیں اور جو مورکھ ہیں۔ وہ شودر۔ اور جو مہا مورکھ ہیں۔ وہ

اتی شودر ہیں۔ یہ سُن کر وہ بہ سن ہوگئے۔ اور سوامی جی کے بھگت بن گئے دوسرا
پرشن یہ کیا۔ ایشور مورتی والا ساکار ہے۔ یا نراکار (ذات) موجودہ سنسکرت
کتابوں میں تو بہت سے ایشور ہیں۔ تم کون سا چاہتے ہو۔ سچدانند آدی لکشن
والا یا کوئی اور۔ اگر سچدانند والا چاہتے ہو۔ تو وہ ایک ایشور ہے اور نراکار ہے
(سوال) وہ جو دنیا کا مالک ہے۔ اس کا آکار ہے یا نہیں (جواب) اس
کا آکار نہیں۔ وہ تو سچدانند ہے۔ یہی اس کا لکشن ہے (چوتھا سوال)
اس کے ملنے کا کیا اُپائے ہے (جواب) یوگ کے بہت دن کرنے روپی کرم
سے ایشور کی اپلبدھی ہوتی ہے (سوال) وہ یوگ کس طرح ہے۔ اس پر
سوامی جی نے اشٹانگ یوگ کی باتیں اُن کو لکھدیں۔ اور یوں سمجھایا۔ کہ تین
گھڑی رات رہے اُٹھو۔ مُنہ ہاتھ دھو پدم آسن لگا بیٹھو۔ خود آسن لگا کر دکھایا۔ اور
کہا۔ جہاں چاہو۔ بیٹھو۔ مگر نرجن ستھان ہو۔ گایتری کا ارتھ سمیت دھیان کرو۔ لکھ
وہ ارتھ بھی لکھدیا۔ اس کے بعد پنڈت مذکور روز جانے لگے۔ ایک دن آپ نے
سوال کیا۔ کہ سانکھیہ کے کرتا کو لوگ ناستک کہتے ہیں۔ اور سانکھیہ درشن کو نریشر وادی
(منکر خدا) اور اس میں ایشر اسدھیۂ ایسا سُوتر بھی ہے۔ اس سے ایشر کا نہ ہونا
معلوم ہوتا ہے۔ کیا سچ مچ سانکھ ایشور کو نہیں مانتا (سوامی) سانکھ نریشر نہیں
جو لوگ رشیوں کے بھاشیہ چھوڑ بھرشٹ لوگوں کی ٹیکائیں دیکھتے ہیں۔ ان سے
یہ بات سمجھتے ہیں۔ ورنہ رشی لوگوں کے بھاشیہ سے وہ ناستک سدھ نہیں ہوتا۔
(سوال) رشی بھاشیہ کون سا ہے (سوامی) بھاگوری بھاشیہ دیکھو۔ تب تمہارا سنشے
دور ہو جاویگا۔ اور ایشور اسدھی سُوتر کا سانکھ میں پُورب پکش ہے۔ آگے اس کا
جواب ہے۔ اگر سانکھ والا ناستک ہوتا۔ تو وہ پُنر جنم۔ وید۔ پرلوک۔ یوگ۔ آتما
وغیرہ باتوں کو نہ مانتا۔ جب وہ سب کو مانتا ہے۔ تو نریشر وادی نہیں ہو سکتا۔ لوگ
الف بے ہی منشوں سے گرنتھ پڑھ کر بھرم میں پڑگئے۔ ورنہ کوئی درشن کسی درشن کا
ورودھی نہیں۔ سرشٹی کے چھ کارنوں سے چھ درشنوں کی اُتپتی ہوئی۔ نیائے پرمانوں
کا۔ میمانسا کرم کا۔ سانکھ تتوں کے میل کا۔ پاتنجل گیان وچار اور بدھی کا۔
وشیشک کال کا۔ اور ویدانت پرماتما کا نروپن کرتا ہے۔ پس کوئی شاستر ناستک نہیں
ایک روز پنڈت مذکور نے پوچھا۔ کہ یگیوپویت پہننا چاہیئے۔ یا نہیں۔ اس
سوال کی ضرورت یوں ہوئی۔ کہ ان دنوں بابو کشب چندر سین نے ترک اٹھائی تھی
کہ یگیوپویت پہننے والے برہمو پاپی اور کپٹی ہیں۔ اس لئے اس مضمون کا بڑا چرچا
تھا۔ سوامی جی نے کہا۔ تم برہمن ہو۔ تمہیں یگیوپویت رکھنا ضروری ہے۔ جو مُورکھ
برہمن ہو۔ اس کا یگیوپویت توڑ دو۔ لیکن گیانی۔ ودیا کے دھارک لوگوں کا یگیوپویت

پڑھنا چاہیئے۔ پنڈت جی نے اس کی تعمیل کی۔ اور دوسرے بھی کئی لوگ سوامی جی کی ہدایت پاکر گیرو بیت پہنتے رہے۔ اور پتت ہونے سے بچ گئے۔

ایک دن سوامی جی نے پوچھا۔ آپ اُپنشد پڑھتے ہیں۔ پنڈت نے اُتر دیا۔ نہیں۔ تھوڑا تھوڑا پڑھتا ہے۔ آخر سوامی جی کے کہنے سے انہوں نے سوامی جی سے ہی پڑھنا شروع کیا۔ پھر کلکتہ کے بعد کانپور اور فرخ آباد میں بھی جا کر پڑھتا رہا۔ چنانچہ کئی مہینوں میں چھ اُپنشد سماپت کئے۔

بابو کیشب چندر سین وغیرہ برہم سماجیوں سے میل جول۔ صبح سے ۱ بجے تک سوامی جی یوگ ابھیاس۔ بھرمن و بچار میں مصروف رہتے تھے۔ اس واسطے ۲ بجے تک کوئی نہ آتا تھا۔ ۲ بجے کے بعد پنڈت لوگ آتے۔ سوامی جی سب کے سنشے نوارن کرتے۔ چنانچہ سینکڑوں ہزاروں ان کے اپدیشوں سے مستفید ہوتے۔

یہاں کیشب چندر سین جی کے ساتھ تناسخ اور ادویت واد (ہمہ اوست) وید پر تپادت ہے کہ نہیں۔ اس مضمون پر مباحثہ ہوا۔ راج نارائن بوس سے ہوم کے وشئے میں بحث ہوئی۔ بوس نے ہوم کو مورتی پوجا کی دوسری شکل کہا۔ سوامی جی نے کہا۔ جو کاریہ برہم سمرن کرنے سے الوشتان ہوتا ہے۔ اور خاص گروہ جو تمام جگت اور سادھارن لوگ سے سکو کے لئے سنپادت ہوتا ہے اس کو ہم مورتی پوجا کا انگ نہیں مان سکتے۔ اس کو سن کر وہ کچھ نہ بولے۔ راج نارائن نے ہندو دھرم کی سریشٹھتا کی اپنی تصنیف سوامی جی کو سنائی۔ وہ بولے۔ ہندو دھرم کی تفضیلت پرتی پادن کرنے کے لئے پران اور تنتر کا پرمان ماننا۔ کبھی سنگت نہیں۔ شاستروں سے بھارت تک پرمان ماننا چاہیئے۔

۷ جنوری ۱۸۷۳ء پنجشنبہ (پوس سُدی ۱۱ سمت ۱۹۲۹) کو ویاکھیان دیا۔ ہندی۔ انگریزی اور بنگلہ میں نوٹس تھے۔ بابو۔ اور بہت معزز لوگ موجود تھے۔ سب بہت خوش ہوئے۔ بڑے بازار کے کئی گنڈے ہندوستانی جھگڑا کرنے لگے۔ مگر کچھ کر نہ سکے۔ گیان اندر لال بابو ایم۔ اے۔ بی۔ ایل۔ اڈیٹر اخبار پتا کا بنگلہ لکھتے ہیں:۔ "سوامی دیانند جب دھرم پرچار کے نمت کلکتہ آئے تھے تب چاروں طرف اس کا بہت ہی اندولن ہونے لگا۔ کیا لڑکا کیا بڈھا۔ کیا استری پرش سبھی ان کے درشن اور ان کے مکھ کی بات سننے کی نمت آتر لئے نہایت خواہشمند تھیں۔ ان کے لکچر دینے کی شکتی اور ترک شکتی اور شاستروں کے پوران گیان کو دیکھ کر سب کوئی متعجب ہونے لگے۔ ذل کے ذل (جوق در جوق) لوگ ان کے سمیپ دھرم جگیاسو ہو کر اور اپنے پرشنوں کا اچھا اُتر پاکر اتی

ترپت ہو کر واپس آ گئے۔ جو منش گنی ہوتا ہے۔ وہی گُن کے گرہن میں سمرتھ ہوتا ہے اور نہیں۔ سورگ باشی کیشب چندر سین نے سوامی دیانند جی کا بہت ہی آدر کیا تھا۔ ان کو اپنے گھر بلا کر اور سبھا کر کے اُن کا ویاکھیان سب کو سُنوایا۔ کیشب بابو کے مکان میں ہم نے جب پہلے پہل سوامی جی کی وکترتا (لیکچر) سُنی۔ اس دن ہم نے ایک نوین بات دیکھی۔ کہ سنسکرت بھاشا میں ایسی سرل اور مدھر وکترتا اوصاف اور عجیب شیریں بیان تھی۔ جو پہلے ہم نے کہیں نہ سُنی تھی اور نہ دیکھی تھی) وہ ایسی سہج سنسکرت میں ویاکھیان دینے لگے کہ سنسکرت سے جو مہا مورکھ ہے۔ وہ بھی اُن کے ویاکھیان کو سمجھنے لگا۔ اور بھی ایک وشے میں ہم بہت ہی اچنبھے ہوئے۔ انگریزی بھاشا کے نہ جاننے والے ایک ہندو سنیاسی کے مُنہ سے دھرم اور سماج کے سمبندھ میں ایسا اُدار مت یعنی ترقی دھرم پہلے کبھی نہیں سُنا تھا۔ ناگیندر ناتھ چٹ اُپادھیائے نے بھی ایسا لکھا ہے +

انڈین مرر ۱۴ جنوری ۱۸۷۳ء میں لکھا ہے۔ پنڈت دیانند سرسوتی۔ یہ بڑا عالم پنڈت پچھلے برہسپتی وار کو ایشیاٹک میوزیم میں خاص اس غرض سے گیا۔ کہ وید اور اُپنشدوں کی کچھ جلدیں خریدے اور بعد اس کے بابو کیشب چندر سین کے گھر بہت سے برہموؤں سے ملا۔ اور ان کے سوالات کے جواب میں اپنے ویدک مسائل بیان کئے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ ان پنڈت صاحب کے شستہ خیالات کو طبع کرا کے بذریعہ چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں کے مشتہر کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی جاوے گی۔

ایک دن سوامی جی نے پنڈت ہیم چندر سے دیوندر ناتھ ٹھاکور کرت برہم دھرم گرنتھ تحسین کر کہا۔ کہ اس کا نام اُپنشد کی ٹیکا چھوڑ کر برہم دھرم کیوں رکھا۔ اس میں تو کل شلوک اُپنشدوں کے ہیں۔ پنڈت ہیم چندر جی نے کہا۔ ویدوں میں جو برہم ودیا ہے۔ وہی مہرشی نے برہمو دھرم میں پردیش کی۔ اور برہمو لوگ برہم کو مانتے ہیں۔ اس واسطے اس کا نام برہمو دھرم ہے۔

کلکتہ برہم سماج کا ۴۴ واں سالانہ جلسہ ماگھ میں ہوتا تھا۔ مہرشی دیوندر ناتھ کے بڑے فرزند دوجیندر ٹھاکور سوامی جی کو بلانے آئے۔ وہ اس وقت یوگ دھیان میں لگے ہوئے تھے۔ اس لئے اُن کے دھیان میں کچھ بگھن ہوا۔ سوامی جی کی اس سے دھرم اور شاستروں سے پر نانا پرکار کی بات ہوئی۔ سوامی جی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ کیول ناستک نہیں۔ اس دن سے کل پڑھا دینے کا وعدہ سوامی جی سے لے کر دوجیندر ناتھ واپس ہو گئے۔ اگلے دن ہم چندر جی کے ساتھ مہرشی

کھاڑی میں سوامی جی پدھارے۔ ان کی یہاں بڑی خاطر ہوئی۔ سوامی جی نے انہیں پوتر دھرم اپدیش کیا۔ اور ان کے پتر دیویندر ناتھ سے آتما کے وشے میں گفتگو ہوئی۔ سوامی جی آتما کو سوادھین مانتے تھے۔ وہ پرادھین۔ آخر سوامی جی نے وید کا پرمان نکال کر ان کی تسلی کر دی۔ مہرشی کے گھر والے منڈپ میں ویدی اور اس کے گرد سنسکرت کے شلوک لکھے دیکھ کر سوامی جی نے بڑا آنند لابھ کیا۔

مہرشی نے کہا۔ آپ ہمارے محل کی تیسری منزل پر رہیں۔ اور کچھ دن یہاں نواس کریں۔ مگر سوامی جی نے اُتر دیا۔ میں گرہست کے گھر میں رہنا نہیں چاہتا۔ شام کی سندھیا سے سوامی جی واپس ہوئے۔

برہم سماج تتو بودھنی پتر کا بنگلہ میں اس طرح لکھا ہے " ۱۱ ماگھ سمت ۱۷۹۴ شالباہن (مطابق سنیچر ۲۴ جنوری ۱۸۷۳ء و مطابق ماگھ بدی ۸ سمت ۱۹۲۹) کے سالانہ اُتسو میں دوپہر کو برہم سماج کے پردھان آچاریہ مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر کے بھون میں بہت آدمیوں کے ساتھ پرم ہنس پری براجک آچاریہ شری یت سوامی دیانند سرسوتی سے دوپہر سے شام تک دھرم آلوچنا یعنی وچار ہوا۔ اس سے سب آدمیوں کو ان سے بچار کر کے بہت آنند پراپت ہوا" (بابت ماہ پھاگن سمت ۱۷۹۴ نمبر ۳۵ صفحہ ۱۸۰،۱۸۲) -

پرمود کانن باغ میں کیشب چندر سین اور دیویندر ناتھ ٹھاکر کی عکسی تصویریں لٹکی ہوئی تھیں۔ دیویندر ناتھ کی تصویریں دیکھ کر سوامی جی نے کہا کہ اس کا سوبھاؤ اور راگ رشی منیوں کی طرف ہے۔ ان سے سوامی جی کو بہت انوراگ ہو گیا تھا۔

کیشب بابو جی انگریزی کے فاضل تھے۔ آپ نے ایک گرنتھ بنایا۔ جس کے آغاز میں ایک شلوک لکھا تھا۔ جس میں ایشور کے چرن اتیادی ورنن تھے۔ اور سنسکرت بھی اشدھ تھی۔ سوامی جی نے اس کا کھنڈن کیا۔ کہ ایک تو پد اشدھ دوسرے ایشور کے پاؤں کہاں۔ اگر گورو پر لگاؤ۔ تو وہ ویاکھیا ٹھیک۔ بابو جی اس سے ناراض نہیں۔ بلکہ خوش ہوئے۔ ایک بار بابو جی نے سوامی جی کو کہا۔ آپ سنسکرت میں ویاکھیان دیتے ہیں۔ آپ یہ کہتے ہیں۔ لوگ کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ بہتر ہو۔ آپ بھاشا میں لکچر دیا کریں۔ سوامی جی نے اسے سوئیکار کیا۔ پہلی دفعہ جب کیشب بابو ملے۔ تو ایک لطیفہ ہوا۔ بابو جی سوامی جی سے باتیں کرتے رہے۔ مگر نام وغیرہ کا پتہ نہ دیا تھا۔ آخر میں آپ نے سوامی جی سے پوچھا۔ آپ کیشب چندر سین سے ملے ہیں۔ سوامی جی نے کہا ہاں ملا ہوں۔

جواب ملا۔ کہ وہ تو باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ کب ملے۔ فرمایا۔ کہ میں مل چکا۔ دو تین دفعہ رد و بدل کے بعد کہا۔ تم ہی کیشب چندر سین ہو۔ پوچھا۔ آپ نے مجھے کیسے پہچانا۔ فرمایا کہ یہ گفتگو دوسرے کی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس روز سے ان کی باہمی بہت پریتی ہوگئی۔ اور روز گفتگو بارتالاپ ہوتی۔ ایک دفعہ بابو جی نے سوال کیا۔ تین مذہب دنیا میں سب سے بڑے ہیں۔ بائبل۔ قرآن وید۔ اپنے مذہب کو سب ایشور کرت کہتے ہیں۔ کس کو سچ مانیں۔ سوامی جی نے چند دلائل وید کے ایشور وکت ہونے کے حق میں دیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ تھی۔ کہ قرآن و بائبل میں ہر قسم کے جھگڑے۔ قصے کہانیاں۔ اور کھنڈن منڈن کا موجود ہے۔ مگر وید میں سوائے اپدیش کے کوئی جھگڑا نہیں۔ پس وہ سب سے سچا ہے۔ بابو کیشب چندر سین نے ایک بار کہا تھا میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ وہ ویدوں کے فاضل انگریزی نہیں جانتے۔ ورنہ انگلستان جانے کے لئے میرے دلپسند ساتھی ہوتے"۔ لیکن پورانی فلاسفی کے فاضل کی طبیعت میں غرور نہ تھا۔ اس لئے اُس نے انگریزی کے ہندوستانی فصیح گفتار کو جواب دیا۔ کہ میں بھی برہمو سماج کے لیڈر کے سنسکرت نہ جاننے پر ویسا ہی افسوس ظاہر کرتا ہوں۔ جو ہندوستان والوں کو اس زبان کے ذریعہ ایک شائستہ مذہب سکھلانا چاہتا ہے۔ جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتے"۔

۴۔ پنڈت مہیش چندر نیایرتن۔ یہ صاحب بھی سوامی جی کے پاس اکثر آتے اور ست سنگ کرتے رہے۔ انڈین مرر ۲۲۔ فروری ۱۸۷۳ء میں ذکر ہے۔ کہ ۲۳ کو سوامی جی کا لیکچر گورا چرن دت کے گھر میں ایشر اور دھرم وشے میں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس میں اچھی طرح کہا گیا۔ کہ وید میں مورتی پوجا نہیں ہے۔ خاتمہ پر مہیش چندر جی نے بنگالی میں مطلب واضح کیا۔ مگر ٹھیک انوواد نہ کرسکے۔ سوامی جی کے کتھن کے علاوہ اور بھی کہہ گئے اس پر سنسکرت کالج کے ودیارتھیوں نے اس کے خلاف کہا۔ کہ جو کچھ سوامی جی نے کہا نہیں۔ آپ اپنی طرف سے کیوں کہہ گئے۔ اس پر گول مول ہو کر مہیش چندر جی چلے گئے۔

۵۔ راجہ سریندر موہن کا ناراض ہونا۔ ایک دن باغ میں تالاب کے کنارے سوامی جی اور لوگوں سے بارتالاپ کر رہے تھے۔ ایک آدمی نے آکر کہا۔ کہ راجہ سریندر موہن جی گاڑی پر آئے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ میں اس وقت اور لوگوں سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ان کو چھوڑ کر اٹھ جانا ٹھیک نہیں۔ پیچھے راجہ صاحب خود آگئے۔ اور تھوڑی دیر بعد سور (آواز) کی اونچی پر سوامی جی

ن کیا۔ سوامی جی نے اُتر دیا۔ وہ نہ کہہ سکے۔ اس پر سوامی جی ورکت ہو گئے اور وہ گرودھ میں آ کر چلے گئے۔ بعد ازاں ان کے ذکر اور آشرت لوگ سوامی جی کے خلاف کتنے کہلانے لگے۔ چنانچہ اخبار سوم پرکاش نے یہ لکھا: "دِگ بجے کرتے ہوئے یہ (سوامی دیانند) کلکتہ میں پہنچے ہیں۔ شنکراچارج نے دگ بجے سے ادویت مت استھاپن کر کے جیسا جگت میں اُپکار کیا ہے۔ سوامی جی کا ایسا اُدیش ہے یا نہیں۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم کو ان کی وچار پرنالی جیسے کٹھن ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اپنی پانڈتیہ پرکاشش کر کے اپنی شہرت حاصل کرے" (۱۲۔ پھاگن سمت ۱۹۲۹ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۷۳ء) جب سوامی جی کے حامیوں نے جواب لکھا۔ تو سوم پرکاش والے نے نہ چھاپا۔ دشمنوں نے اسے ہندو ہتیشی اخبار ڈھاکہ میں بھیج کر مدرت کر دیا۔ انہی دنوں یہاں کے الپ بدھی لوگوں نے مشہور کیا۔ کہ یہ جرمن دیشی ہے۔ اور ہندو دھرم نشٹ کرنے کو سنیاسی بنا پھرتا ہے۔

۴۔ چند اور لکچر۔ ۲ مارچ ۱۸۷۳ء (یکشنبہ پھاگن بدی ۴ سمت ۱۹۲۹) کو ۳ بجے دن کے بڑا نگر ریلوے کمپنی کے ہال میں ہون کے فواید پر سرل سنسکرت میں لکچر ہوا۔ تمام ہال حاضرین سے پُر تھا۔ ایشور کی ایکتا۔ جیو ایشور کا بھگتی سمبندھ۔ پنچ مہا یگیہ۔ ہون کی ضرورت اور اس کے متعلق آوشیک باتوں کو اچھی طرح واضح کیا۔

۹ مارچ کو برہان گور کی سکول میں لکچر ہوا۔ چنانچہ انڈین میرر ۱۰ مارچ ۱۸۷۳ء میں لکھا ہے "۹ مارچ ۱۸۷۳ء کو پنڈت دیانند سرستی جی نے برہان گور کے ہائی سکول میں ویدک مسائل پر ایک لکچر دیا۔ اس جگہ معزز روساء کا ایک بھاری مجمع تھا۔ لکچرار صاحب ایک ریشمی کپڑا پہنے ہوئے بڑی سنجیدگی کے ساتھ پلیٹ فارم پر تشریف لے گئے۔ اور ساڑھے تین بجے لکچر شروع ہوا۔ جس کے شروع میں سرب شکتی مان پتا سے پرارتھنا کی اور پھر بڑی فصیح بلیغ اور سرل سنسکرت میں تین گھنٹے سے زیادہ دیر تک ویاکھیان دیا۔ انہوں نے ویدوں میں سے بہت صاف اور واضح دلائل سے پرمیشور کی توحید اور ذات پات کے نقصان اور صغر سنی کی شادی کی برائیاں ثابت کیں۔ ان کی کلام سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف بڑے عالم ہی نہیں ہیں۔ بلکہ بڑے گہرے سوچ بچار کے پُرش ہیں۔ ان کی وجوہات بڑی زبردست۔ اور قاطع ان کی طبیعت اور طرز بیان نڈر اور دلیرانہ ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے تعلیم یافتہ کلکتہ نواسی دوست ان کے آئندہ لکچروں کے سننے

سے لئے جایا کرینگے۔"

اسی طرح اخیر مارچ تک دو تین لکچر اور ہوگئے۔ تعلیم یافتہ اصحاب نے ان میں بہت دلچسپی لی۔ اوران کے ست اپدیش سے لابھ اُٹھایا۔ سوامی جی نے جتایا۔ کہ وید آلوچنا کے بنا سنسکرت کی شکشا سے کچھ فائدہ نہیں ہے اس سے لوگ پرانوں کے کوکرم اپدیش سے بھچاری ہو جاتے ہیں۔ یا جو بچا پشیل ہیں۔ وہ دھرم سے بچت ہوکر نالی کارک ہوتے ہیں۔ اس سے لوگوں کی کچھ آنکھیں کھلیں۔ بنگال کے لفٹنٹ گورنر کیمبل صاحب نے ان دنوں یہ پرستاو کیا۔ کہ سنسکرت کالج اُٹھا دیا جاوے۔ سوامی جی نے یہ سُن کر کہا کہ جس سنسکرت کالج میں وید نہ پڑھائے جاویں۔ اس سے کیا فائدہ۔ چنانچہ سولا جوڑ میں جو پرشنو کمار ٹھاکر نے سنسکرت کالج ستھاپن کیا تھا۔ وہاں جاکر سوامی جی نے پرستاو کیا۔ کہ اس میں سنسکرت کی تعلیم ہووے۔ اسی بارے میں انہوں نے مسٹر ڈگوبال متر سمپادک نیشنل پیپر کا ایک مضمون بھی ارسال کیا۔

آیورویدپرچار میں سوامی جی کی بہت دلچسپی تھی۔ اس بارے میں انہوں نے ڈاکٹر مہندر لال سرکار سے بہت بات چیت کرکے انہیں سنسکرت ویدک ودیا کے متوجہ کیا۔

اس وقت سوامی جی کے کل لکچر کیشب چندر سین جی کی سرپرستی سے ٹرکیٹوں کی صورت میں چھپوانے و شائع کرنے کی تجویز ہوئی۔ مگر بعد کو بابو جی کی توجہ نہ رہنے سے یہ کام بھی رہ گیا۔ سوامی جی نے یہاں حقہ پینے کا بھی بہت نشیدہ کیا۔ اسے وہ دہو مربان کہتے تھے۔

۷۔ پنڈت تارا چرن ترک رتن بھٹا چاریہ۔ یہ پنڈت صاحب ہگلی کے اس پار بارڈاگرام کے نواسی تھے۔ بعد میں وہ سری رتن کاشی راج مہاراج کے پاس رہتے رہے۔ انہوں نے راجہ جوتندر موہن و سریندر موہن ٹاگور سے پاس تین بار جا جاکر بہ گھبایا کی۔ کہ آج اودشیہ شاسترارتھ کو چلونگا۔ تین دن کہتے رہے۔ مگر ایکبار بھی شاسترارتھ کو نہ آئے۔ جس سے ان کا کہنا سچا سمجھا گیا۔ لوگوں کو وہ کہتے تھے۔ ہمارے سامنے سوامی کا واک بند ہو جاویگا۔ سوامی جی نے لوگوں کو بھیج کرکے انہیں بلایا۔ آتے ہی انہوں نے تر سوال کر دیئے۔ جنہیں وہ بہت مشکل اور لاجواب سمجھتے تھے۔ مگر سوامی جی نے ۲۲-۲۳ جوابوں میں ہی انہیں نپٹا دیا۔ ایسے معقول اور قاطع جواب سُن کر پنڈت جی سوامی جی کے پاؤں پر گر پڑے۔ ان پر جو پربھاؤ پڑا۔

وہ سوامی جی کے دوبارہ سمت ۱۹۲۹ میں کلکتہ آنے پر اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہوا۔ کہ مرزا پور کے فاضل پنڈت موتی رام (سوامی وشودانند کے سو ادھیائی) باغ میں سوامی جی کے پاس بیٹھے تھے۔ لکھنؤ جاتے ہوئے تارا ناتھ جی بھی یہاں اُترے۔ سوامی جی نے دونوں کا پریچے کرایا۔ جب ان کی بارتالاپ ہوئی تو تارا ناتھ جی نے یہ لفظ کہے۔ کہ آشچریہ ہے۔ ہم نے جب پرشن کئے تھے تب خیال تھا۔ کہ ان کا جواب دینے والا پرتھوی بھر میں کوئی نہیں۔ مگر انہوں نے دم بھر میں سب کے اُتر دے دئے۔ اس روز سے ہم سوامی جی سے بڑے پرسن ہیں۔

۸۔ متفرق۔ مذکورہ بالا اصحاب کے علاوہ اکثر بنگالی لوگ۔ برہمو سماج کے لیڈر اور دیگر مشہور لوگ مثلاً مہیش ناتھ چندر آیادھیائے سنسکرت کالج کلکتہ کے پنڈت اور کرشن چندر متر ناظم شہر کلکتہ بھی سوامی جی کے ستیہ اپدیش سے خاص طور پر لابھ اٹھاتے رہے فرخ آباد کے رئیس اعظم بابو درگا پرشاد جی بھی کلکتہ آ گئے۔ تو سوامی جی کے درشنوں کو آئے۔ پنڈت بلدیو پرشاد بھی ان ایام میں آ کر ملے۔

گیان ودیا رتھی ایک دن کسی مارواڑی کے ہاں نیوتہ جیمنے چلا گیا۔ اور زیادہ کھا آنے سے بیمار ہو گیا۔ سوامی جی نے منع کیا۔ کہ پھر نہ جانا۔ مگر وہ ایک دن پھر گیا جس کی خبر لگنے پر سوامی جی نے اُسے نکال دیا۔ سات تالاب کے پاس رام موہن رائے کا باغیچہ تھا۔ اس کا مالک مکان سوامی جی کی بہت خاطر کرتا تھا۔

سوامی جی کا خیال یہاں پاٹھ شالاؤں کے ورودھ ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے پنڈت بلدیو پرشاد سے کہا۔ کہ رئیسوں کے لڑکے انگریزی فارسی لے لیتے۔ باقی کمینوں کے لڑکے سنسکرت کیا سیکھ رہے گئے۔ یہ باشرہیں۔ ان سے کچھ نہیں ہو گا۔ میں اب تو وید بھاشیہ کروں گا۔ اور ویاکھیان دوں گا۔ برہم سماج والوں نے کپڑے پہننے کی بابت ذکر کیا۔ اور کہا آپ جیسے ودوان کو جگت اپکار میں کپڑے پہننے سے کیا ہرج ہے چنانچہ اس پر سوامی جی نے یہاں ہی کپڑے پہننے شروع کئے

اکتالیسویں فصل۔ ہُگلی

۱۔ ڈیرا۔ سہ شنبہ یکم اپریل ۱۸۷۳ء مطابق چیت سدی سمت ۱۹۳۰ کو سوامی جی نے ہُگلی میں آ کر مشہور زمیندار برندا بن منڈل کے باغ کی کوٹھی میں نواس کیا اور دو ہفتے ٹھہرے۔

۲۔ پادری صاحب سے وچار۔ ہُگلی کالج کے ادھیاپک عیسائی مت کے مشہور حامی ریورنڈ لال بہاری ڈے وچار کے لئے سوامی جی کے پاس آئے

ورن بھید پر وچار ہوا۔ جس میں تھوڑی دیر بعد پادری صاحب نے لاجواب ہو کر ہار مان لی۔ کہ بیشک ایسا سمجھنا میری غلطی تھی۔

۳۔ شاستر ارتھ ہگلی۔ یکشنبہ ۶۔ اپریل سنہ ۱۸۷۳ء کے دن۔ یہاں کے رئیسوں نے اپنی ایک سبھا میں سوامی جی سے ویاکھیان دلوایا۔ بہت سے لوگ سننے آئے۔ اثنائے ویاکھیان میں بھٹپلی کے پنڈت تاراچرن بھی آپہنچے اُن سے بابو برندابن چندر وغیرہ لوگوں نے کہا۔ کہ آپ بھی سبھا میں آئیے اور جو خواہش ہو۔ سو کہیئے۔ پنڈت جی سبھا میں تو نہ آئے۔ لیکن اُس مکان کے اُوپر چڑھ کر دور سے کھڑے سننے لگے۔ اس وقت ان کے سبھا میں نہ آنے اور اوپر ہی اوپر کھڑے سننے سے سب لوگوں پر ظاہر ہوگیا۔ کہ بس پنڈت جی صرف دیکھنے اور کہنے کے ہی ہیں۔ جانتے کچھ بھی نہیں۔ ۹ بجے سبھا برخاست ہوگئی۔

۷۔ اپریل سنہ ۱۸۷۳ء دوسرے دن بابو برندابن چند منڈل جی نے سوامی جی سے کہا۔ کہ کل پنڈت تاراچرن بھی آئے تھے۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ پھر سبھا میں کیوں نہیں آئے۔ بابو جی نے کہا۔ کہ وے تو بڑا گھمنڈ کرتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ غرور کرنا تو پنڈتوں کا کام نہیں ہے۔ مورکھوں کا ہے جو پنڈت ہوتا ہے۔ وہ کبھی اپنے منہ سے اپنی بڑائی کی ڈینگ نہیں مارتا۔ جو پنڈت جی غرور کے سمندر میں ہی ڈوبے جاتے ہیں۔ تو اُن کو ایک بار میرے پاس لے آیئے۔ جو ڈوبنے سے بچ جاویں۔ تو اچھا ہے۔

تب بابو جی وغیرہ نے پنڈت جی سے کہا۔ کہ آپ باغ میں سوامی جی کے پاس چلئے۔ اور جیسے آپ کی خواہش ہو۔ شاستر ارتھ کیجئے۔ آپ کچھ فکر نہ کریں۔ سوامی جی کسی سے بیر نہیں رکھتے۔ اس بات کو سن کر پنڈت جی نے کہا۔ کہ اچھا ہم چلیں گے۔

چنانچہ ۸۔ اپریل سنہ ۱۸۷۳ء منگل مطابق چیت سُدی ۱۱ سمت ۱۹۳۰ کو بوقت شام بہت سے لوگ شاستر ارتھ سننے کو جمع ہوئے۔ اور پنڈت جی بھی اپنے گاؤں کے لوگوں کو لے کر جو انہیں کے پکش کے تھے۔ وہاں پہنچے۔ تب پنڈت جی اور سوامی جی میں اس طرح کی باتیں ہونے لگیں۔

پنڈت:۔ ہم پرتما پوجن قائم کرنے کا پکش لیتے ہیں۔

سوامی۔ آپ کی خواہش ہو۔ سو لیجئے۔ لیکن میں تو اس کا خلاف وید ہونے سے ہمیشہ کھنڈن ہی کروں گا۔

پنڈت۔ اس شاستر ارتھ میں واد ہونا ٹھیک ہے یا جلپ یا وتنڈا۔

سوامی۔ واد ہی ہونا ٹھیک ہے۔ کیونکہ جلپ اور وتنڈا کرنا پنڈتوں کو

ہرگز پرمان نہیں۔ اور واد بھی وہی ہو کہ گوتم رشی نے لکھا ہے۔

پنڈت۔ اچھا واد یہی ہوگا۔

اس وقت یہ بھی تجویز کی گئی۔ کہ اس شاستر ارتھ میں علاوہ چار وید۔ وانگ و [illegible] شاستر کے اور کسی کا پرمان ہرگز نہ لیا جاوے۔ چنانچہ اس بات پر دونوں راضی ہوگئے۔

पातंजल सूत्रम॥ پنڈت۔ پاتنجل کا سوتر ہے۔

चित्तस्य आलम्बने स्थूल आभोगो वार्तिक इतिव्यासवचनम्॥

کہ چت بنا استھول پدارتھ کے استھر نہیں ہوتا۔ اس لئے اُپاسنا میں استھول پدارتھ پرتما کا گرہن کیا جاتا ہے۔ یہ ویاس جی کا بچن ہے۔

سوامی۔ پاتنجل کے شاستر میں ایسا سوتر کہیں نہیں ہے۔ ہاں اس طرح بیشک ہے

विषयवती वा प्रवृत्तिरुत्पन्ना मनसः स्थितिनिबन्धनी पा० १ सू० ३५

یعنی من کی استھتی کا کارن وشے ہوتا ہے۔ سو اس سوتر کے ویاکھیان میں ویاس جی نے یہ لکھا ہے۔

नासिकाग्रे धारयत इत्यादि । کہ ناسکا کے آگے کے بھاگ میں من کو استھر کرنا۔ آپ کے غلط پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے یوگ شاستر نہیں دیکھا۔ اور آپ نے جو پہلے پاتنجل کا سوتر کہہ کر پھر اخیر میں اُسی کو ویاس کا وچن کہا۔ سو بھی محض غلط ہے۔ کیونکہ ویاس جی نے یوگ شاستر کے ویاکھیان میں کہیں ایسا نہیں لکھا ہے۔ جو یہ پاتنجل کا سوتر ہوتا۔ تو ویاس جی کا وچن نہیں ہوسکتا۔ اور جو ویاس کا وچن مانو تو پاتنجل کا سوتر نہیں ہوسکتا اس سے آپ کی ایک بات دوسری بات کو رد کرتی ہے۔

پنڈت تارا چرن۔

स्वरूपे साक्षाद्वतीप्रज्ञा आभोगः सचस्थूल विषयत्वात् स्थूल इत्यादि

یعنی ایک پدارتھ آنکھوں سے دیکھنے سے بدھی میں ساکشات ہوتا ہے اور چونکہ آنکھوں سے استھول پدارتھ ہی دیکھا جاسکتا ہے۔ اس لئے اُپاسنا استھول وشے ہونے سے پرتما آتی ہے۔

سوامی۔ آپ پہلے اقرار کرچکے ہیں۔ کہ ہم اس شاستر ارتھ میں علاوہ وید وغیرہ ست شاستر کے اور کسی کا پرمان نہ دینگے۔ پھر یہ جو آپ نے باچسپتی کا پرمان دیا۔ تو کیوں دیا؟ دیکھو جب تک جاگرت اوستھا رہتی ہے۔ تب تک درشٹی میں سب پدارتھ استھول رہتے ہیں۔ سُپن اوستھا میں کوئی پدارتھ استھول نہیں رہتا۔ پھر سوپن میں بقول آپ کے کسی چیز کا گیان نہیں ہونا چاہیے

مگر یہ بات نہیں۔ اور آپ یہ اقرار کر چکے ہیں۔ کہ ہم جلپ اور وتنڈا نہ کریں گے پھر جات ساودھرم سے پرتما قائم کرنا کیسا؟ دیکھئے آپ کے اس کہنے سے استھول پدارتھوں میں سب سنسار آجاتا ہے۔ کیا گدھا۔ کیا گھوڑا۔ کیا درخت کیا اینٹ پتھر وغیرہ۔ آپ بتلائیے۔ کہ آپ کس کا دھیان کریں گے! کچھ محض پرتما دموتی ہی تو استھول پدارتھ نہیں ہے۔ جو آپ اسی کو لئے لیتے ہیں۔

پنڈت۔ آپ کے کہنے سے بھی پرتما پوجن کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ استھول ہی ہے۔

سوامی۔ آپ نے جو یہاں वा شبد تین بار خلاف ویاکرن کہا۔ سو اس سے آپ کی سنسکرت کا حال بخوبی ظاہر ہو گیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ آپ کو اسی وجہ سے اتنا غرور ہے۔

اور لوکا ستراپت سے جو آپ چتر بھج وشنو کر لیتے ہیں۔ سو وے تو بیکنٹھ میں گنے جاتے ہیں۔ پھر ان کی اُپاسنا یعنی اُن کا نزدیک بیٹھنا اور ان پر من قائم کرنا کیسے ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! اور جو پتھر وغیرہ کی مورتی ایک کاریگر کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے۔ وہ وشنو کیسے ہو سکتی ہے؟ بڑے تعجب کی بات ہے۔

پنڈت۔ اس وچن سے

अथ स यदा पितृना वाहयति तेन
पितृलोकेन संपन्नो महीयते लोककामः ॥

دوسرے لوک میں رہنے والے کی بھی اوپاسنا آتی ہے۔

سوامی۔ یہ وچن اس بیان سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس سے اُپاسنا ذرا نہیں آتی۔ اس کا تو یہ مطلب ہے۔ کہ جس جوگی کو انمان آدک سدھی ہو گئی ہیں۔ وہ بیدھڑک جس لوک میں جانے کی خواہش کرتا ہے۔ وہاں جا کر آنند کرتا ہے۔ آپ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ مر کر اس لوک میں جاتا ہے۔ یا پتھروں کی اُپاسنا اس لوک میں کرتا ہے۔ سو یہ دونوں باتیں اس بچن سے ثبوت نہیں ہوتی ہیں۔

پنڈت۔ اُپاسنا کا جو استھول وشنو کہا تھا۔ اس میں پرتما بھی آگئی۔ آپ دیکھ لیجئے۔ کہ ہم واد ہی کریں گے۔ جلپ و وتنڈا کبھی نہیں کریں گے۔

سوامی۔ آپ جو بار بار استھول شرسادھرم سے پرتما پوجن کا استھاپن کیا چاہتے ہیں۔ سو آپ اپنی اس پرتگیا کو کہ ہم واد کریں گے۔ ناش کرتے ہیں۔

پنڈت۔ प्रथमत: अस्माभि: यत्-

سوامی۔ آپ نے جو یہ سنسکرت بولا۔ سو ویاکرن کے قاعدہ سے بھی غلط اور یہاں بھی کچھ تعلق نہیں رکھتا اس طرح بولنا چاہئے تھا۔ प्रथमतो- स्माभिर्यत्

پنڈت۔ جس بات کی مثال دی جاوے۔ اس میں سب باتوں کا ملنا کچھ ضرور نہیں۔

سوامی جی۔ میں نے جب ایسا کہا۔ کہ مثال سب طرح ملتی ہی چاہیئے۔ آپ نے جو یہ بچن بولا تھا۔ اُس کا تو ایک حصہ بھی آپ کے پکش سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس لئے اُس کا کہنا اور آپ کا پکش سب بیرتھ ہی ہو گئے۔

پنڈت۔ उपासनामात्र मेवभ्रममूलम् یعنی اُپاسنا سب مِتھیا یعنی جھوٹی ہی ہے۔

سوامی۔ دیکھو آپ کا جو پرتما استھاپن کا پکش تھا۔ سو جب وہ ثبوت نہ ہو سکا تو آپ ہی اُس کا کھنڈن کرنے لگے۔ کہ پرتما پوجن ہی بھرم مول یعنی مِتھیا ہے۔

اس وقت پنڈت جی نے اپنے مُنہ سے یہ نکالا۔ اُسی وقت بابو شودیو گری جی و پنڈت ہری ہر ترک سدھانت و بابو برندا بن چندر وغیرہ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کہ پنڈت جی آئے تھے۔ تو یہ گھمنڈ اور دعوے کر کے کہ ہم مورتی پوجا ثبوت کریں گے اور یہاں لگے اُسی کا رد کرنے!

۴۔ پنڈت تارا چرن کا اقبال۔ اس کے بعد سوامی جی نے مسکرا کر پنڈت تارا چرن سے کہا کہ میں تو کھنڈن کرتا ہی ہوں لیکن یہاں تو آپ کے کہنے سے ہی پرتما پوجن کا کھنڈن ہو گیا۔ اس پر پنڈت جی کچھ نہ بولے خاموش ہو کر اوپر کے مکان میں چلے گئے۔

تب سوامی جی بھی اُدھر ہی کو چلے۔ اور سیڑھیوں پر پہنچ کر پنڈت جی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اوپر چلے آئے۔ اوپر پہنچ کر بابو برندابن چندر وغیرہ لوگوں کے سامنے سوامی جی نے پنڈت جی سے کہا کہ آپ ایسا بکھیڑا کیوں کرتے پھرتے ہیں؟ پنڈت جی بولے کہ میں تو لوک بھاشا کا کھنڈن کرتا ہوں۔ اور ست شاستر پڑھنے پڑھانے کا اُپدیش بھی کرتا ہوں۔ اور پاشان آدی مورتی پوجن بھی مِتھیا ہی جانتا ہوں۔ پر کیا کروں میں جو ستیہ کہوں۔ تو میری جیویکا چلی جاوے اور مہاراج یتیندر موہن ٹھاکر مجھ کو نکال کر باہر کر دیں۔ اس سے میں ستیہ ستیہ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔

دکھشنیشور کے بچار کے متعلق ایک تحریر۔ بابو کیشب چندر سنگھ ساہتیہ چاریہ کے مشہور آدمی نے بنگلہ جیون چرتر کے مصنف دیویندر ناتھ مکھوپادھیائے کو لکھا ہے کہ ہم سب کے سامنے جون پور شاہی بیگھ میں منڈل بابوؤں کے گھر میں سوامی جی نے دوپہر کو وکھیان دیا۔ اس وقت بھٹ پلی کے کئی ایک پنڈت موجود تھے۔ سوامی جی کی سرل سنسکرت بولنے کی شکتی دیکھ کر میں نے دل میں اس روز سینکڑوں مرتبہ ان کی پرشنسا کی۔ میرے دل میں پہلے یہ خیال نہ تھا کہ ایسے مشکل مضمون بھی ایسی سرل سنسکرت بھاشا میں ادا ہو سکتے ہیں۔ ان کے بیان کو تمام لوگ سمجھتے جاتے تھے اور بھٹ پلی کے رہنے والے تارا چرن سے مباحثہ سند ھیا کے سمے ہوا تھا۔ اور وہ مشکل وار کا دن تھا۔

گئے۔ مگر سب پراست ہوتے رہے۔ تب مہاراج نے خیال کیا۔ کہ ہمارے راج میں کوئی بھی ان کے مقابلہ کا نہیں۔ ایسا سوچ بچار کر راؤ بہادر دیوان جے پرکاش جی کی معرفت ہم کو بلایا۔ اور راجہ صاحب نے سوامی جی کو بھی ریلوے والی کوٹھی سے تالاب کے اوپر والی کوٹھی پر بلایا۔ راجہ صاحب و دیوان صاحب کے سوا وہاں تین سو کے قریب آدمی تھے۔

پنڈت جی چونکہ مہادیو جی کے پجاری تھے اور یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ مباحثہ مورتی کھنڈن پر نہیں ہوگا۔ پس پنڈت جی اس خیال سے کہ مورتی کے بغیر سفر کرنا گناہ ہے۔ مورتی شیولنگ کی ساتھ لے گئے۔ اور اپنے سامنے کرسی پر رکھ دی۔ اور بارتا شروع ہوئی ÷

سوامی جی۔ ہم دویت مانتے ہیں۔

پنڈت جی نے کہا۔ کہ اس شرتی एकमेवाद्वितीयं ब्रह्म سے ورودھ ہوتا ہے۔ یعنی آپ کا دویت ماننا اس کے خلاف ہے۔

سوامی جی۔ اس کا یہ ارتھ نہیں۔ جو آپ سمجھے بلکہ یہ ہے کہ جیسے کسی کے گھر میں کوئی موجود نہ ہو۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ یہاں میں ایک ہی ہوں۔ اور کوئی نہیں۔ مگر گاؤں والے اور ناظر کتب کا نشیدھ نہیں وہ موجود ہیں۔ پس سجاتی وجاتی سنگت بھید شونیہ شنکر اچارج کا مت ہے۔ وہ متھیا ہے۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ یہاں صرف دوسرے برہم کا انکار ہے نہ جیو کا۔

پنڈت جی۔ اس سدھانت کو تو ہم نہیں مانتے۔

سوامی جی۔ ہم جو نہیں مانتے شنکر اچارج کو اس واسطے نہیں مان سکتے اس کے مت کو۔ مگر جو آپ نہیں مانتے۔ تو آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ اس کا انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

سوامی جی نے مورتی کی بابت اعتراض کیا۔ کہ مورتی پوجا میں شرتی پرمان نہیں ہے۔

پنڈت جی نے — ब्राह्मणोऽस्य मुखमासीद् बाहू राजन्यः कृतः। ऊरू तदस्य यद्वैश्यः पद्भ्यां शूद्रो अजायत॥ य० ३१ ११॥
त्र्यम्बकं यजामहे सुगन्धिं पुष्टिवर्धनम्॥ य० ३ — ६०

یہ دو شرتی پرمان دیں۔ کہ اگر مکھ نہیں تو چاروں ورنوں کی اُتپتی کیسے ہوئی اور مورتی نہیں تو مکھ کہاں سے اور دوسرا منتر خاص شیو کی پوجا کا ہے جس کے تین نیتر ہیں۔ اور جابال اُپنشد میں لکھا ہے۔

धिक् भस्मरहितं भालं धिक् ग्राममशिवालयं। धिक् विसर्जनं जन्म

धिक विश्वास सेवाशुश्राम् ॥ اپادی پرمانوں سے مورتی پوجا سدھ ہے۔ آپ کیسے کہتے ہیں۔ کہ مورتی پوجا میں شرتی پرمان نہیں ہے۔

سوامی جی نے اول اُن دو منتروں کا ویاکرن اور براہمن گرنتھوں کے مطابق یتھارتھ ارتھ کرکے اُن کے بھرم کو زائل کرنے کی کوشش کی۔ اور بتایا کہ پرنک اُپنشدوں میں جابال نہیں ہے۔ وہ جعلی اُپنشد ہے۔ اس میں کسی نے اُوک جال رچا ہے۔ وید ویرودھ ہے۔ اس واسطے اپرمان ہے۔ اس پر پنڈت جی نے کچھ اُتر نہ دیا۔

پھر گیتا کے شلوک سرب دھرمان پری تیجیہ پر کچھ بات چیت ہوکر سبھا وسرجن ہوئی۔

مگر باوجود اس کے پنڈت جی مورتی پوجا کے تعصب و تاریکی کے باعث اپنی دگوجے میں ایسا ارتھ لکھتے ہیں۔ کہ جس سے ہر ایک آستک کو نفرت ہونی چاہئے

सो शशाक यदा प्रोक्तुं जहास अथो ब्रवी वच: धन्यं त्वहि महात्मा सर्वशास्त्रपारग: ॥ अथ सोऽपि यदा वक्तुं न शशाक तदा निरस्तो भूत्वा धन्यस्त्वमिति प्रशंसया दयानन्द: श्रीमदयो गी सर्वेषामपि राजेन्द्र प्रणाना मेत्याह नो शशाक अथ त्वं महात्मा त्वमेव नाहं त्वदन्तं वक्तुं शक्नोमिति ॥

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب دیانند جواب دینے میں اسمرتھ (عاجز) ہوا تب ہنس کر کہا۔ کہ اے پنڈت مدھ گاوت جی تم دھن ہو۔ تم برہم ہو۔ میں جیو ہوں۔ تم سرو گیہ ہو۔ اور شاستروں کے پورے جاننے والے ہو۔ یہ دیانند جی نے ہماری تعریف کی اور ہمیں پرنام کرکے کہا۔ کہ تم برہم سے میں جیو بات نہیں کر سکتا۔ (صفحہ ۱۴) +

ناظرین! کیا ہنسی کی بات ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو کی مثال والی بات ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ جون ۱۸۷۵ء مطابق اساڑھ سمت ۱۹۳۲ میں وہ سوامی جی سے ملے۔ اور اکتوبر ۱۸۸۳ء کاتک سمت ۱۹۴۰ تک سوامی جی زندہ رہے۔ تب تک گوڑ جی کے بھائی نے ایک حرف نہ لکھا۔ اور سوامی جی کی وفات کے بعد سمت ۱۹۴۱ میں اپنا سراپا استھیا جیون چرتر ایسے ایسے زٹل سے بھرا ہوا لکھ مارا۔

پنڈت لیکھرام جی جب ان سے ۱۷ جنوری ۱۸۹۱ء کو سوامی جی کے حالات دریافت کرنے گئے تھے۔ اور اثنائے گفتگو میں مورتی پوجا کا ثبوت مانگا۔ تو کہا۔ کہ ہم نے اس کا ثبوت پستکوں میں لکھ دیا ہے (اس وقت آپ شیو لنگ کی

وہ لاجواب ہوا۔ بلکہ سبھا کو اس کے مطلق جاہل اور بڑا گھمنڈی ہونے کا یقین ہو گیا بعد میں سوامی جی ۲ گھنٹے بڑی فصاحت سے ویاکھیان دیتے رہے۔ پروہت اور پنڈتوں کو نشچے ہو گیا۔ کہ ہم ہار گئے۔ اور ہمیشہ کے لئے ہمارے نام دھبہ رہیگا۔ اس لئے یوں بول اٹھے۔ کہ ویدوں کے الٹ ارتھ ہو رہے ہیں۔ سوامی جی ویدوں کی بیعزتی کر رہے ہیں۔ جو زیادہ شریر تھے۔ یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے۔ کہ رستے میں کہیں سوامی جی مل گئے۔ تو پتھروں سے ہلاک کر دیں گے۔ بہار درپن کا یہ لیکھ قابل نوٹ ہے۔

۲ ایک بار شری دیانند سرستی سے شاستر ارتھ کرنے کے لئے برہمنوں کو اکٹھا کیا۔ پر دیانند کے سمکھ شاستر ارتھ یا اُن کی نکتہ چینی کرنے میں کون ٹھہر سکتا ہے۔ بڑے بڑے عیسائی۔ محمدی اور برہم مت والے کا تو کچھ ٹھکانا نہیں۔ پھر ان ساداران برہمنوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ برہمنوں نے تالی بجا دیا تھا۔ کہ دیانند سرستی ہار گئے۔ راجہ شیو غلام شاہ بہادر اس بات کو جان گیا۔ کہ برہمنوں نے ویرتھا ان کے ساتھ گول مال کر دیا۔ پھر سوامی جی کا سنشٹا چار بھلی بھانت سے کیا۔ اور جانے کے سمے بہت دور تک ساتھ گئے۔ (بہار درپن صفحہ ۲۵۳)

۳۔ سوامی جی کی تجویز شکل۔ صبح شام یہاں شہر کے ہر کونے سے ہر درجہ کے لوگ اکٹھے ہوتے رہتے۔ سوامی جی اونچے پلیٹ فارم پر چاندی کی کرسی پر براجمان ہوتے۔ لوگ ان کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتے۔ ان کی فصاحت پر مبہوت ہوتے اور پنڈتوں کی بزدلی پر تعجب کرتے۔ کہ ظاہرا تو ان کی عزت کرتے۔ مگر گھروں میں جا کر شیخی بگھارتے ہیں۔ دیکھنے والوں کے گروہ پر جو تسخیر سوامی جی حاصل کرتے تھے۔ وہ عجیب تھی۔ ان کا بڑھا ہوا ماتھا غیر معمولی دماغی طاقتوں کا اظہار کرتا تھا۔ ان کی نظر تسخیرات کی تاثیر اور تیج والی تھی۔ تقریر بارعب عالمانہ اور گمبھیرتا کو لئے ہوئے تھی۔ آواز جب بلندی پر پہنچتی۔ تو کمروں کی محرابوں میں گونجتی تھی۔ بھگوے رنگ کا چولا بھائی کے اوپر لپیٹا ہوا۔ اور آستینوں پر کھلا لٹکتا ہوا۔ ست یگ کے پرانے رشیوں کی یاد دلاتا تھا۔ جوتی کی جگہ ان کے پاؤں میں کھڑاویں تھیں۔ ان کے چہرے کی سنجیدگی دشمنوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا کر دیتی تھی۔ یہ سب ظاہری اسباب ان کے آتم بل و ایوگ ودیا آدی سے مل کر دھرم پرچار کے رستے سے کانٹوں کو دور کرتے تھے۔

تیسری فصل ۔ آرہ

۱۔ جون ۱۸۷۲ء سے ۲۲۔ جولائی ۱۸۷۲ء تک

اساڑھ بدی پڑوا۔ ۱۱ جون ۱۸۷۲ء کو سوامی جی نے آرہ میں تشریف لاکر جوہر بنس رائے صاحب وکیل کے ہاں نواس کیا۔ انہوں نے بڑی خاطر تواضع سے سوامی جی کا ستکار کیا۔ اور سیوا سشروشا میں کسی طرح کی کمی نہ رکھی۔ تقریباً ایک ماہ سے کچھ دن اوپر یہاں قیام رہا۔ اور ویدک دھرم کے پرچار میں تت پر رہے۔ وہاں سے ڈمراؤں کی طرف چلے گئے۔

چوتھی فصل ۔ ریاست ڈمراؤں

۲۶۔ جولائی لغایت ۸ اگست ۱۸۷۲ء

۱۔ ڈیرا۔ آرہ سے روانہ ہوکر سوامی جی بسواری ریل ڈمراؤں پہونچے۔ ریلوے اسٹیشن کے متصل راجہ صاحب والیٔ ڈمراؤں کے بنگلہ میں مقیم ہوئے۔ ریاست کی طرف سے ہر طرح کا انتظام کیا گیا۔ مہاراجہ صاحب ڈمراؤں معہ دیوان صاحب کے ملنے کو تشریف لائے۔ اور درشن سے لابھ اٹھایا۔ اور اپنے سینئے نہال ہوگئے۔

۲۔ پنڈت دُرگادت سے بحث۔ اس دفعہ ڈمراؤں کے اس پنڈت شیو کے ساتھ شیو مورتی پر شاستر ارتھ ہونے کو تھا۔ مگر اس نے انکار کیا۔ کہ مورتی کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ آپ کے کھنڈن کرنے پر ہم ناراض ہونگے۔ بنابریں اس وشے پر شاستر ارتھ نہ ہوا۔ البتہ اور وشیوں پر کچھ بار تالاپ جرتا ہو ریک ہوتی رہی۔

پنڈت درگادت (جو اپنی خود ستائی کی مرض میں حد سے زیادہ مُبتلا تھے۔ اور جنہوں نے اپنا نام پرم ہنس درگادت یوگی ورید وپر راج اندر وغیرہ وغیرہ رکھا ہوا تھا) نے یوں مشہور کیا۔ کہ کاشی سبھا کے تین برس بعد جب دیانند جی آئے۔ تو پنڈتوں نے اُن کے پاس جانا اور ملنا شروع کیا۔ راجہ صاحب نے بھی خاص خاص پنڈتوں کو بُلا کر کہا کہ پنڈت لوگ جائیں۔ اور ان کی ودیا اور دھرم کا پرچے (امتحان) کریں۔ یہاں کے سب پنڈت جیسے رادھا لال جی و ٹھاکر پنڈت و پنڈت سومیشر دت جی و پنڈت چندر منی جی وغیرہ اکیلے اکیلے

باب سوم

گنگا اور جمنا کے نزدیک ڈیڑھ سال

فصل اول۔ بھاگل پور و پٹنہ

۱۔ بھاگل پور۔ ۱۷ کو بنگلی سے چل کر ۱۷ اپریل ۱۸۷۲ء پنجشنبہ مطابق بیساکھ بدی ۵۔ سمت ۱۹۲۹ کو سوامی جی بھاگل پور پہونچے۔ اور راسی بیلی گھنگھ میں نواس کیا۔ اس دوران کے ویاکھیان سکول میں ہوتے رہے۔ پورے ایک ماہ وہاں نواس کر کے نگر نواسیوں کو اپنے منوہر اپدیشوں سے کرتارتھ کیا۔ بھاگل پور نواسی بابو سمت ناتھ چودھری بی۔ اے سنسکرت پڑھنے اور اپدیش گرہن کرتے ساتھ ہو لئے۔ اور تقریباً سال ڈیڑھ سال تک ساتھ رہے۔

۲۔ پٹنہ۔ یکشنبہ ۱۸۔ مئی ۱۸۷۲ء (جیٹھ بدی ۷ سمت ۱۹۲۹) کو سوامی جی پٹنہ میں تشریف لا کر بابو بلدیو سہائے رئیس پٹنہ کی معرفت گلاب باغ میں اترے صرف ایک ہفتہ یہاں رہے۔ اشتہار دیا۔ کہ اب بھی کسی کو سندیہ ہو۔ تو آ کر نورت کرے۔ کیونکہ جب پہلی مرتبہ سوامی جی چلے گئے تھے۔ تب پنڈت لوگ پیچھے عذر کرتے تھے۔ ایک کہتے ہیں نہیں تھا۔ دوسرا کہے مجھے تو خبر ہی نہیں ہوئی۔ شہر کے معززروسا اور کالج کے عام طالب علم اور پنڈت لوگ اکثر جایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے۔ کہ کسی کے اچھا برا ہونے پر لوگ ایشور کو دوش دیتے ہیں۔ یہ لوگوں کی بھول ہے۔ ان کا ایسا کہنا ٹھیک نہیں۔ یہ تو سب آدمیوں کے پرابدھ کرم کا پھل ہے۔ اثنائے گفتگو میں کسی آدمی نے پرشن کیا۔ سوامی جی نے شرتی کا پرمان دیا۔ اس نے پھر سوال کیا۔ کہ شرتی کا کیا پرمان فرمایا۔ کہ وہ سُتہ پرمان ہے۔ جیسے سورج کے پرکاش کے واسطے چراغ کی ضرورت نہیں۔ ایسے سُتہ پرمان وید کے واسطے اور پرمان نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کا ہر وقت یہاں جمگھٹ لگا رہتا تھا۔

غرض یہاں کا کوئی پنڈت ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور نہ کسی کا مت ان کے مقابلہ میں کھلا۔ بنارسی لوگ بہت سی جھوٹی افواہیں۔ کہ یہ کوئی جرمن عیسائی ہے۔ اڑاتے رہے۔

ایک روز ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک سبھا ہوئی۔ پنڈت چھوٹو رام۔ ۔ و

پنڈت برج جوشن و رام لال مصر وغیرہ ۱۵۰ کے قریب لوگ موجود تھے۔ مہوتی پوران۔ شرادھ۔ پنڈ پردان ان چاروشیوں کا سوامی جی نے اس سبھا میں کھنڈن سُنایا۔ دوسرے روز بھی اُسی وقت سبھا ہوئی۔ اس روز بیراگی بھی موجود تھے۔ سرشٹی اُتپتی پر اُپدیش دیا۔ سب لوگ دھیان دے کر سُنتے رہے۔

فصل دوم۔ چھپرہ (بہار)

۱۔ ڈیرا۔ یکشنبہ ۲۵ مئی ۱۸۷۳ء و جیٹھ بدی ۴ سمت ۱۹۳۰ کو سوامی جی چھپرہ پدھارے۔ اور ۹ جون تک یہاں رہے۔ ایک معزز دولتمند زمیندار شیو غلام شاہ بھاد نے بڑے پریم بھاؤ سے سوامی جی کا ستکار کیا۔ برہمنوں کی سازشوں کے باوجود اس نے انہیں ایک عظیم الشان ہال میں ٹھہرایا۔ جس میں ہر قسم کے آرام کے سامان مہیا تھے۔

۲۔ مخالفت اور شاستر ارتھ۔ شیو غلام شاہ اپنے مہمان کے شیریں بچنوں پر موہت ہو رہا تھا۔ جس کی ودیا۔ بھگتی اور پرمان کی ایک عالم میں دھوم مچ رہی تھی۔ برہمن لوگ اس میزبان کی طرف سے اس بڑھتی محبت اور عزت کو دیکھ کر آتش حسد میں جلنے لگے۔ اور سوامی جی کو ناستک اور کرانی وغیرہ ناموں سے مشہور کرنے لگے۔ بڑی جمعیت بنا کر خوب مستعد و کمربستہ ہو گئے۔ کہ دلیل سے نہیں۔ تو لاٹھیوں سے ضرور ہی سوامی کو لاجواب کریں گے۔ ادھر سوامی جی نے ویدک اصول اور پوران مت کے مباحثے کا عام نوٹس دے دیا۔ مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ آخر کار کر مخالف لوگ پنڈت جگن ناتھ سے مدد مانگنے گئے۔ یہ ایک ہر دلعزیز بدمست تھا۔ مگر مخالفت والی سبھا میں نہ آتا تھا۔ اب اس نے برہمنوں کو جواب دینے سے انکار کر دیا۔ کہ میں تو ایسے ناستک کا منہ دیکھوں گا۔ تو پرایشچت کرنا پڑیگا۔ برہمن نراش ہو کر لوٹ آئے۔ لیکن سوامی جی نے کہا۔ کہ اگر وہ کسی طرح اپنے مت کو سدھ کر سکتا ہے۔ تو ضرور اُسے لائیے۔ میرے منہ کے آگے پردہ ڈال دو۔ وہ بات چیت بھی کر سکیگا۔ اور اُسے گناہ بھی نہ لگیگا۔ بعد تامل یہ تجویز منظور کی گئی۔ اور پنڈت کو آنا ہی پڑا۔ پردہ واقعی درمیان میں ڈالا گیا۔ اول سوامی جی نے سمرتیوں میں سے چند سوال سنسکرت میں کئے۔ پنڈت کا جواب ویاکرن کی غلطیوں سے پُر تھا۔ اور سمرتیوں کی رو سے بھی غلط۔ سوامی جی نے سنسکرت بول کر اور [illegible] مجلس میں سُنا سُنا کر ایسے اعتراض کئے۔ کہ پنڈت لاجواب ہو گیا۔ معروف

پر جا کر رہتے تھے) پنڈت لیکھرام جی نے : نیپہ پرتیا ستی (رجسٹر ۳۲۔ ۳) والا منتر پیش کیا۔ تو بہوں گنڈ سے ایک مٹھی خاکستر کی دی۔ پنڈت جی نے لیلی۔ اور پھر پھینک دی۔ کہا کہ میں نے کھانے کے واسطے دی تھی۔ پنڈت جی نے کہا کہ پاگل اسے کھاتے ہیں۔ بدھی مان نہیں کھاتے۔ تب ایک بڑی چوڑی ریوڑی لی اور اس پر خاکستر ل دی۔ کہ اسے کھانے سے رات کو تمہیں شیو جی خود درشن دیکر سورتی پوجن کا نتیجہ کرا دینگے۔ مسافر نے خاکستر صاف کر کے ریوڑی کھالی۔ دوسرے دن جب گئے۔ تو پوچھا۔ کہ رات کو نتیجہ ہوئی یا نہیں۔ جواب ملا۔ کہ سوائے ریوڑی کے میٹھا ہونے کے ایسی تچھ باتوں سے اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ تب شرمندہ ہو کر اور باتیں بنانے لگے۔ یہی حال تمام ایسے برہمنوں کا ہے وہ جگت کے ٹھگنے میں بڑے چالاک اور بیباک ہیں۔ ست گرہن کرنے کا ذرا خیال نہیں ٭

پانچویں فصل۔ میرزا پور والہ آباد

۱۔ میرزا پور کی پاٹھ شالا بند۔ ساون شدی پورنماشی سمت ۱۹۳۶ مطابق ۱۳ اگست ۱۸۷۹ء کو سوامی جی ڈمراؤں سے مرزا پور آئے۔ اس جگہ کی ویدک پاٹھ شالا گذشتہ جون میں پنڈت جوالا دت کی بدانتظامی سے ٹوٹ چکی تھی۔ پہلے بھی حالت یہ تھی۔ کہ ودیارتھی لوگ اکثر شرارت کرتے بستر اور تنبک ملنے کا موقعہ آتا۔ تو بہت نام لکھاتے۔ اور پیچھے بھاگ جاتے۔ ادھیاپک بھی بدلتے رہے۔ پنڈت جگل کشور۔ جوالا دت۔ بلدیو پرشاد۔ گوپال۔ منڈن رام سب کے بعد دیگرے پڑھاتے رہے۔ پنڈت دیو دت شاستری ہیڈ پنڈت پاٹھ شالا کانپور فرخ آباد والی پاٹھ شالا میں ۲ سال پڑھنے کے بعد زیادہ پڑھنے کے لئے مرزا پور کی پاٹھ شالا میں آیا تھا۔ اس وقت جوالا دت ادھیاپک تھے۔ ایک دفعہ وہ ایک مہادیو کی مورت پر بیٹھ گیا۔ دیو کی نندن ودیارتھی نے اس سے تکرار کیا۔ باہمی تکرار کرتے ہوئے۔ وہ اپنا مقدمہ پنڈت جوالا دت کے پاس لے گئے۔ جس نے دیو کی نندن کا لحاظ کیا۔ مگر آخر سوامی جی آ گئے۔ جنہوں نے جوالا دت کو موقوف کر دیا۔ اور جون میں پاٹھ شالا توڑ دی۔ پھر چند لوگوں کے کہنے پر سوامی جی نے اب سمجھا دھر کر بلایا۔ کہ وہ پاٹھ شالا چلا دے۔ مگر وہ نہ چلا سکا۔ اور شالا قطعاً بند ہو چکی۔ سوامی جی نے بنارس سے سادھو جواہر داس کو بلا کر بنارس میں شالا قائم کرنے کی تجویز کی۔ وہ راضی ہو گئے۔ اور چندہ جمع کرنے کے واسطے کوشش کرنے لگے۔

۲۔ الہ آباد۔ مرزاپور سے سوامی جی الہ آباد۔ ۔ ۔ ۔ اور کچھ یوم ابولی باغ میں ٹھہر کر کانپور روانہ ہوئے۔

چھٹی فصل۔ کانپور

۲۰۔ اکتوبر سنہ ۱۸۶۷ء سے ۱۹۔ نومبر سنہ ۱۸۶۷ء تک

۱۔ ڈیرا۔ سوامی جی کانپور آکر گنگا کے لو کا گھاٹ پر جو شہر کی آبادی سے دو ڈیڑھ کوس دور ہے۔ اُترے۔ ایک کٹیا میں بچھائی پھیلائی گئی تھی۔ پنڈت ہیم چندر جی چکرورتی بھی کلکتہ سے ودیا ادھین کے لئے آکر سوامی جی کے پاس رہے۔ ایک اور برہمچاری ساتھ تھا۔ جو پڑھتا و بھوجن بناتا تھا۔

۲۔ سمے وبھاگ اور کام۔ پراتاکال سوامی جی شوچ کو جاتے۔ پھر آکر آدھ گھنٹہ دھیان کرتے۔ پھر کُلا وغیرہ کرکے ساتھیوں کو اُپدیش دیا کرتے اس وقت ان کا خیال تھا۔ کہ اگر سب جگہ وید کی پاٹھ شالا ہو جاویں۔ تو بڑا اُپکار ہوگا۔ اور جب وید بہاشیہ چھپ جاوے تو بہت ہی اُپکار ہوگا۔

دوپہر کے وقت سوامی جی اشنان کرتے اور گنگا کے پرواہ میں چت لیٹے ہوئے بہتے سورج کی طرف دیکھتے چلے جاتے۔ گھنٹہ کے قریب یا کچھ زیادہ نہانے کے بعد ڈنڈ کرتے پھر دھوپ میں سورج کی طرف مُنہ کرکے پڑے رہتے۔ اور کچھ بسرام کرتے۔ بعد ازاں برہمچاری رسوئی تیار کرکے انہیں بلاتا۔ وہ ہیم چندر کو ساتھ لے بھوجن کو جاتے۔ گرم گرم پھلکے پکا کر تازہ تازہ گھی میں بھگو کر دیتا جاتا۔ ایک ترکاری بھی ہوتی تھی۔ کھانے سے پہلے برہمچاری بلی ویشودیو کرتا تھا۔

کھانے کے بعد ایک روٹی اور چیل کوّا کے واسطے پھینکتے۔ دوسری زمین پر کتا کے واسطے۔ اور تیسری گنگا میں مچھلیوں کے واسطے ڈال دیتے۔ پھر تھوڑا بسرام کرتے۔ اور ایک برتن میں پانی ڈال کر رکھ دیتے۔ ایک پتھر یا اینٹ کا خوب گرم کرکے اس برتن میں ڈال اوپر کپڑے سے باندھ دیتے پھر اُسے چھان کر رکھ چھوڑتے۔ جب لوگ بات چیت کے لئے آتے۔ تو سوامی جی ضرورت کے وقت اس جل سے گھونٹ گھونٹ پیا کرتے تھے۔ جو لوگ آتے ان کو شام کے بعد وداع کر دیتے۔ اور اس وقت پاؤ بھر گرم دودھ جٹھر کے موافق پیتے تھے۔ اور پھر ساتھیوں سے جنسی خوشی

آٹھویں فصل

کاسگنج میں ویدک پاٹھ شالا کا پربندھ

اس دفعہ سوامی جی ۱۶ دسمبر ۱۸۷۹ء کو آئے۔ پاٹھ شالا کے پاس رام دیال صراف کے باغ میں ڈیرا کیا۔ ان دنوں پنڈت دنیش رام کی جگہ پنڈت جگل کشور عـ۵ روپیہ ماہوار پر کام کرتے تھے۔ اور پنڈت دنیش رام گوپال داس اور وشوا نند سنیاسی اندھا یہ تینوں جگل کشور جی سے مہا بھاش پڑھتے تھے۔ سوامی جی کو ودیارتھیوں کی رکھشا کا بہت خیال رہتا تھا۔ برہمی وہاں گنگنی کھانے کا ودیارتھیوں کو اپدیش کرتے تھے۔ اور کھاتے بھی تھے۔ ایک دفعہ بارش کے سبب ہوا آئی تھی۔ جس سے ودیارتھیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ پنڈت جی نے چین سکھ کو دیوار بنانے کے واسطے کہا۔ مگر مزدوروں کے نہ ملنے سے کام نہ ہو سکا۔ سات دروں سے صرف ۲ بند ہوئے۔ سوامی جی نے پھوس کے چھپر بنانے کو کہا۔ مگر جواب ملا کہ ہم لوگوں کو بنانے کی تدبیر معلوم نہیں۔ آخر سوامی جی خود بنانے لگے۔ اور چار پانچ مقام پہ بنا کر طریقہ بتا دیا۔ تب اوروں نے بنا لیا۔ ودیارتھیوں کے وشے میں سوامی جی کی اودارتا کا ایک اور واقعہ یہاں کے متعلق ہے۔ ایک دفعہ ان کی عدم موجودگی میں مادھو و چین سکھ کی صلاح سے یہ تجویز ہوئی۔ کہ سب لوگ ست پر چلیں۔ اور ست گرنتھوں کا پرچار کریں۔ سب ودیارتھیوں نے وید اٹھا کر سوگندھ لی۔ کہ آرش گرنتھ ہی پڑھیں گے۔ مگر رام پرشاد نے انکار کیا۔ جس پر انہیں شالا سے نکالا گیا۔ جب سوامی جی آئے۔ پریکشا کے روز رام پرشاد کو یاد کیا۔ چین سکھ نے کہا کہ اس کو پڑھانے کا پنڈت دنیش رام جی کا حکم نہیں۔ سوامی جی نے سب حال دریافت کیا۔ اور وید اٹھانے کی بات سن کر سب پر ناراض اور ناخوش ہوئے کہ بھاری آگیا کے بغیر کیوں ایسا کام کیا۔ کیا یہ برہمن لوگ بغیر پوپ لیلا کے رہ سکتے ہیں۔ اب تو یہ بے دھرم ہو گئے۔ یہ شودر ہے۔ یہ چماروں کے ہاں جانے والے کب اس طرح جلدی مان سکتے ہیں۔ یہ تو کیول جیوکا کے ادھین ہیں۔ غرض رام پرشاد کا پھر پاٹھن جاری کرا دیا گیا۔ باوجود اس کے ویدوں کے ودیارتھیوں کے لئے تاڑنا بھی خوب ہوتی تھی۔ چنانچہ ذکر ہے۔ کہ اس شالا کا پنچم ودیارتھی لکشمن سمت میرا ان کی جات کو گیا۔ واپس آیا۔ تو چین سکھ نے سوامی جی سے کہا۔ جس پر آپ نے اس سے تین روپیہ جرمانہ کیا۔ ان میں سے عـ۱۰ پیٹ

معاف ہو گئے۔ اور دس روپے پاٹھ شالا میں داخل کر دیئے۔ ساتھ ہی حکم دیا۔ کہ آئندہ کوئی ایسا کام نہ کرے۔

سوامی جی ودیارتھیوں کی پرسپر بحث بھی کراتے تھے۔ پورنماشی کو پریکشا ہوتی تھی۔ جس کے نمبر زیادہ ہوتے۔ اس کی تعریف ہوتی۔ اور اس کی خوراک میں گھی بڑھا دیا جاتا۔ اور جس کا اُتم پریکشا نہیں ہوتی تھی۔ اُس سے دوسرے ودیارتھی کا جُوٹھا اٹھواتے تھے۔ اماوس و پورنماشی اور تعطیل کے روز ۵ آدمی ہون کرتے تھے۔ جگن ناتھ و گوردت لال نے اشٹادھیائی کو ایسا یاد کیا۔ کہ وہ پہلے ادھیائے کے پہلے پاد کو اُلٹا بھی سنادیا کرتا تھا۔ اس پر امتحان کے وقت سوامی جی نے پرسن ہو کر اُس کو ۱۰ سے ۱۵ روپیہ دلوائے۔ یہ پاٹھ شالا سمت ۱۹۲۶ میں پنڈت جگل کشور کی بد انتظامی سے ٹوٹی۔ پنڈت جی اسے توڑ کر خود کنور بلاس سنگھ جی کے پاس چلے گئے۔ مئی سنہ ۱۸۶۹ء سے جون سنہ ۱۸۷۳ء تک یعنی ۴ سال دو ماہ یہ شالا رہی۔ سوامی جی اس دفعہ دس روز ٹھہر کر ۲۰۔ دسمبر کو چھلیسر روانہ ہو گئے۔

نویں فصل چھلیسر ضلع علیگڈھ

۲۰۔ دسمبر سنہ ۱۸۷۳ء شنبہ مطابق پوہ سُدی ۱ سمت ۱۹۳۰ کاسگنج سے روانہ ہو کر اسٹیشن راج گھاٹ پر سوامی جی نے کرنباس کے ٹھاکر صاحبان سے ملاقات کی اور چھلیسر کی پاٹھ شالا میں قیام فرمایا۔ بحالت قیام چھلیسر راجہ جیکشن داس صاحب بہادر۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ڈپٹی کلکٹر۔ سوامی جی کے درشن کر بہرہ ور ہوئے۔ اور وعدہ لے کر واپس چلے گئے۔ تین چار روز سوامی جی نے پاٹھ شالا میں لوگوں کو دھرم اپدیش دیا۔ ہزاروں سامعین گرد و نواح سے اپدیش سننے آیا کرتے تھے۔ لیکن مخالفت کا وہ زور شور جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ اس دفعہ نہیں ہوا۔ برہمچاری کلیم کرن سوامی جی کے ساتھ تھے۔ بیرونجات سے آمدہ پنڈتوں سے کسی کے ساتھ شاستر ارتھ نہیں ہوا۔ بلکہ جن صاحبان نے پارتالاپ کی محض تشفی کے لئے مباحثہ کے واسطے نہیں۔ پاٹھ شالا کے متعلق جو کچھ تغیر و تبدل کرنا تھا کیا۔ اس شالا میں دور دور استھانوں مثلاً بنارس۔ سکیت۔ منڈی۔ علی گڈھ وغیرہ سے ودیارتھی پڑھنے آتے تھے۔ کہ سین جی کی جگہ ونیش رام جی کو رکھنے کی تجویز کر گئے۔ چنانچہ سمت ۱۹۳۱ میں وہ آئے اور کنوار سمت ۱۹۳۲ تک پڑھاتے

ان کی ہدایت ہے۔ کہ سوائے پرمیشور کے دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ اور بت پرستی ناقص فعل ہے۔ اور سمے ویدوں اور سمرتی کو واجب التسلیم سمجھتے ہیں۔ اور بھاگوت وغیرہ پرانوں کو قصہ و کہانی بتاتے ہیں۔ شہر کے منصف صاحب و چند عملہ سرکاری کی امداد سے انہوں نے کئی مقام پر لکچر دیئے۔ لیکن شہر کے بنیا اور مہاجن ان کو ناستک اور بھرشٹ بتاتے ہیں "

رائے کنھیا لال الکھ دھاری (داؤ پیڑ) بھوتوں اور چڑیلوں کی پوجا سکھانے والے احمق۔ پوجنے والوں کو ڈرا اور بھسلا کے زن و زمین و زر و ثن میں دھن ٹھگتے ہیں۔ اور دے کامروپ کے جادو نے سینٹ سے وہی حرکت کرتے ہیں جو ان کو جادو کے زور سے سکھاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ کنوئیں میں بھنگ پڑی۔ یعنی کسی گاؤں کے کسی آبنوشی کے چاہ میں کسی نے بھنگ ڈالدی۔ جتنے آدمی اس چاہ سے پانی پیتے تھے۔ وہ بیہوش ہو جاتے تھے۔ ہند کے سمندر اور دریاؤں بلکہ ابر میں بھنگ پڑی۔ یا لفظ میں کہ جو ہے وہ دیوانہ ہے۔ جو خالق خلقت و صانع صنعت و آفریدگار موجودات و رب العالمین کو مانتا ہے۔ وہ ناستک و بھرشٹ ہے اور جو سنگ تراشوں اور ٹھٹھیروں کے بنائے کھلونوں سے مثل نابالغ چھوکریوں کے کھیلتے ہیں۔ اور سنگ و جلہری کو پوجتے ہیں۔ اور تعزیوں سے مراد مانگتے ہیں۔ اور شیخ سدو اور کمن پور والے مُردوں کی قبر پر جا کر ناک کھو دیتے ہیں۔ اور جھوٹے قصوں و کہانیوں کو باور کرتے ہیں۔ اور سری کرشن کو اتہام عیاشی۔ دُزدی۔ مکاری لگاتے ہیں۔ وے اہم بھگت اور سنت جن ہیں۔ سچ ہے۔ نکٹوں کی مجلس میں ناک والا مجل ہوتا ہے۔ سچ ما نو تم کے کہنے پر چلتے ہو۔ وسے تمہارے دین و دنیا کے دشمن ہیں۔ اگر دوست ہوں۔ نادان دوست ہیں۔ یہ (سوامی دیانند) پرم سروپ آقا رب نہکلنک اوتار ہے۔ افسوس ہے۔ کہ دنیا کے مردم کو جو بھیا بیک وید چیک بات کہے۔ وہ میٹھی معلوم ہو اور سچی تلخ۔ ہند کے مردم بت پرستی میں بھی کامل نہیں ہیں۔ اگر بخت پتھر سے بنے ہوتے۔ جب محمود غزنوی اور عالمگیر بدمنش نے ان کے بتوں کو توڑا تھا۔ تب اس سے لڑتے۔ اور جس طرح اس نے ہند کے عبادت خانہ خراب کیئے تھے۔ یہ ان کے عبادت خانوں کو مسمار کرتے۔ ہر روز ہزاروں ہنود تبدیل مذہب کرتے ہیں۔ اور جو ہندو دین کا دعوے رکھتے ہیں وے مسلمان مُردوں کی قبور سے ناک رگڑتے ہیں۔ اتفاقاً جو ایک خدا پرست ان کے شہر میں کہیں سے وارد ہوا۔ اس کو ناستک و بھرشٹ بتاتے ہیں۔

ے چراغ مُردہ کجا نور آفتاب کجا ہ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ٭

جو جس کو پوجتا ہے۔ وہ مثل اس کے ہو جاتا ہے۔ ہندی بُتوں کو پوجنے سے مثل بُت اپنی جگہ سے سرک نہیں سکتے ہیں۔ اور جو سختی ان پر ہوتی ہے مثل بُتوں کے قبول کرتے ہیں۔ ہند کے بُت پرستوں نے دوسری ولایت کی ایک بسوہ زمین نہیں لی۔ اور نہ ایک چھوٹی کوڑی۔ اور اپنی تن و زمین و زر ہر کس و ناکس کو دیتے رہے۔ یہ سب فضیلت اُن کو ان کی بُت پرستی سے حاصل ہوئی ہے اگر ان کی یہی عقل رہی۔ تو چند روز میں ان کا نام و نشان ہی نہ رہے گا۔

ﮯ نصیحتے گُفت بشنو و بہانہ مگیر + ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر +
(از کلیات الکوہ دھاری مقالہ ۲۔ باب ۲ فصل ۹۔ صفحہ ۷۰ ۴۷ +)

ساتویں فصل۔ فرخ آباد

۲۰ نومبر ۱۸۷۹ء سے ۱۰ دسمبر ۱۸۷۹ء تک

۱۔ فرخ آباد کا سفر و ڈیرا۔ کانپور سے سوامی جی مدن رام چندر جی کے گھوڑا گاڑی میں سوار ہوئے۔ گاڑی کے استھان پر کشمیری پنڈت صاحبان چار پانچ گھوڑا گاڑی لائے۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ ہم اکیلا آدمی پانچ گاڑی پر تو نہیں جائیگا۔ ہاں لوگوں کی شردھا اچھی ہے۔ ہم خوش ہیں۔ یہ کہہ کر پنڈت جی سمیت گاڑی میں بیٹھ گئے۔ تمام رات آسن لگائے اپنے دھیان میں بیٹھے رہے۔ ۵ بجے صبح فرخ آباد پہونچے۔ وہاں ایک باغ میں جس میں سناتن سوامی جی کی پاٹ شالا تھی۔ اُترے۔

۲۔ گئو رکھشا کے لئے کوشش۔ یہاں دیش اُپکار کی دوستی سے پنڈت گوپال راؤ ہری کی معرفت کیمسن صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم اور سیود صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی سے ملنے کا اویوگ کیا۔ لاٹ صاحب کو کہا۔ کہ آپ یہاں سے ولایت جا کر انڈیا کونسل میں بھرتی ہونگے۔ پس بہتر ہے۔ کہ انڈیا کی بہتری کے واسطے گئو رکھشا کے وِشے میں آپ کچھ کوشش کریں۔ اُنہوں نے وعدہ فرمایا۔ انہیں دنوں کسی پادری صاحب سے بھی گئو کے بارہ میں بات چیت ہوئی۔ سوامی جی نے گائی کے فوائد بتلا کر اس کی رکھشا کی ضرورت میں پادری صاحب کو قائل کر دیا۔ بہت لوگ درشنوں کو آتے رہے۔ بعضوں کی بابت سوامی جی نے پنڈت رام چندر کو جتایا۔ کہ پہلے یہ ہمیں مارنے آئے تھے۔ اب بھگت ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہمیں ناستک کہتے تھے۔

کی باتیں کیا کرتے۔ ایک روز ہم چندر جی نے پوچھا کہ اتنے بڑے بڑے پنڈت لوگ آپ سے وچار کے واسطے آتے ہیں۔ کیا یہ سب کی بھول ہے کوئی کچھ نہیں جانتا۔ صرف آپ ہی کی بات ٹھیک ہے۔ اس پر سوامی جی نے ہنس کے اُتر دیا۔ کہ سب تو بہت لوگ جانتے ہیں۔ مگر روٹی بند ہو جانے کے خیال سے صاف نہیں کہتے۔

پھر خود تمام رات اسی طرح بیٹھ کر یوگ کرتے تھے۔ کئی دفعہ جب ہم چندر جی ۱۱۔۱۲ بجے اُٹھتے تو ان کو پدم آسن لگائے یوگ آنند میں مگن دیکھتے۔ اور کسی اور وقت بھی اُٹھتے۔ تو اُن کا یہی حال دیکھتے بہت سخت سردی کا موسم مگر وہ کپڑا بالکل نہ پہنتے تھے۔ جب رات کو سمادھی کے وقت یہ لوگ اونچی بات کرتے۔ تو سوامی جی ہونکار مار دیتے۔ تب وہ خاموش ہو جاتے۔ ایک لنگوٹ رکھتے اور دگمبر رہتے تھے۔ جب کبھی سوامی جی کا دھیان پراتا کال سے پہلے کھل جاتا اور ساتھی اس وقت سوتے ہوتے تو جگا دیتے۔ کہ اٹھو گایتری کرو۔ اٹھو گایتری کرو۔

استری لوگوں کی مورتی نہیں دیکھتے تھے۔ اور جس طرف وہ بیٹھی ہوتی تھیں۔ اُدھر سے کبھی نہ جاتے تھے۔ نہ مٹھائی کھاتے۔ نہ عمدہ گرم کپڑا یا بنات وغیرہ پہنتے۔ اگر کوئی لاتا۔ تو برہمچاری کو بنا دیتے یا جاتے وقت لوگوں کو بانٹ دیتے چنانچہ جب کانپور سے چلنے لگے۔ تو کپڑے اور مٹھائی سب غریب لوگوں کو بانٹ دی۔

۳۔ **لکچروں کا حال**۔ اس دفعہ پہلے جتنا کولاہل یہاں نہیں ہوا۔ مگر بہت لوگ سننے کے واسطے جایا کرتے تھے۔ قریب کے بھاشا بھی سوامی جی بولنے لگے تھے۔ اوم اور گایتری کے ارتھوں کو ۸۔۹ روز تک پنڈت کاشی نرائن منصف کے بنگلہ واقع لٹھ گھاٹ پر سناتے رہے۔ اکثر لوگ سننے کو آیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک آدمی بکواس کرنے لگا۔ پنڈت جی کے آدمیوں نے پکڑ کر نکال دیا کہ درمیان میں بولنے کا حق نہیں ہے۔

بابو کھیتر ناتھ بنگالی وکیل کانپور نے ان کے لکچر کی تجویز کی۔ پریڈ کے میدان میں شامیانہ کھڑا کر کے بغیر اطلاع مجسٹریٹ ان کے لکچر کی ڈونڈی پٹوا دی۔ لکچر کے آغاز سے ذرا پہلے کوتوال نے جو گور پرشاد سے (دیکھو مباحثہ کانپور) کچھ تعلق رکھتا تھا۔ کہا کہ آپ نے بغیر اطلاع مجسٹریٹ کے کیوں ڈونڈی پٹوا دی۔ اگر بلوہ ہو جاویگا۔ تو کون انتظام کریگا۔ کھیتر ناتھ نے کہا۔ کہ آپ۔ اس نے کہا کہ میں انتظام پیچھے کرونگا۔ پہلے صاحب کو اطلاع

کرآویں۔ وہ اطلاع کیسے گھوڑا دوڑا کر گئے۔ اور بابو جی بھی پیچھے گئے تھے۔ یہ چونکہ ان دنوں میں فوجداری کے سررشتہ دار تھے۔ مسٹر سی۔ جی ڈینیل صاحب کلکٹر نے بنگلہ سے نکلتے ہی پہلے انہیں پوچھا۔ انہوں نے انگریزی میں سب حال عرض کر دیا۔ کہ ایک فاضل پنڈت صاحب جن کو آپ بھی فرخ آباد سے جانتے ہیں۔ آج ان کے لکچر کے واسطے میں نے بغیر آپ کی اطلاع کے منادی کرا دی ہے۔ صاحب نے فرمایا۔ کہ کچھ پرواہ نہیں۔ وہ بڑے فاضل ہیں۔ ہم نے اُن کا نام سنا ہوا ہے۔ لکچر ضرور ہو۔ مگر ان کو کہہ دینا۔ کہ کوئی لفظ کرخت نہ کہیں۔ بابو جی نے کہا۔ کہ وہ پنڈت فاضل ہیں۔ ایسا کبھی نہیں کرتے۔ چنانچہ صاحب نے کوتوال سے کہہ دیا۔ کہ جلدی جاؤ۔ انتظام کرو۔

القصہ لکچر شروع ہوا۔ کھیتر ناتھ جی اب گئے۔

اُدھر سے ذرا فاصلہ پر پراگ نرائن نے ایک شامیانہ کھڑا کر کے ایک موہن گر گوسائیں کو کھڑا کر دیا۔ جو سوامی جی کو گالیاں دیتا اور کہتا تھا۔ کہ یہ جھوٹھا ہے۔ انگریزوں نے بھیجا ہے۔ خراب ہے۔ کرانی کرنے آیا ہے۔ غرضیکہ صدہا طرح کی گالیاں دیتا تھا۔ اس سے بڑھ کر پراگ نرائن کے مددگاروں نے بھی اُس کی ترغیب سے کچھ اینٹیں پھینکیں۔ جن میں سے ایک پتھر سوامی جی کے قریب آ کر پڑا۔ تب سوامی جی کو کھیتر ناتھ جی اور دیگر معزز وکلا و شرفا اپنے ہمراہ لے گئے۔ کوتوال کی شرارت مان کر لکچر بند کر دیا۔

دوسرا ویاکھیان لالہ شیو پرشاد خزانچی کے مکان بنگال بنک میں ہوا۔ اس میں کوئی بکھیڑا نہیں ہوا۔

۴۔ بھیروں گھاٹ پر اُترنا بند۔ اس مرتبہ لالہ درگاہی لال وکیل کے بھیروں گھاٹ پر اس واسطے نہ اُترے۔ کہ وہ بن رہا تھا۔ سوامی جی نے اُن کو کہا۔ کہ یہاں یک جوان گنڈہ بٹھا دینا مورتی قائم نہ کرنا۔ مگر سوامی جی کے چلے جانے کے بعد لوگوں نے انہیں رق کیا۔ جس پر انہوں نے مجبور ہو کر گنگا جی کی مورتی استھاپن کر دی۔ جب سوامی جی تیسری مرتبہ آئے۔ تو مورتی کا بدھا سن کر نکال پر کھڑے ہے۔ وہ درشن کو آ گئے۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ یہ تم نے کیا کیا۔ بہت مورکھتا کی۔ مورتی اس کی رکھتے ہیں۔ جس کا انبھو ہو گنگا تمہارے گھاٹ کے نیچے بہتی ہے۔ اس کی مورت رکھنے سے کیا فائدہ۔

۵۔ سوامی جی کے متعلق دو اقتباس۔ رسالہ نیت پرکاش سبھا لدھیانہ بابت ۱۸۸۳ء صفحہ ۲۰۵ میں لکھا ہے " کہ نیوز سے ہمارے کارسپانڈنٹ ۵ ہر اکتوبر ۱۸۸۳ء کو لکھتے ہیں " سوامی دیانند سرستی چند روز سے یہاں وارد ہیں

رہے۔ غرض شالا کا انتظام کر کے سوامی جی معہ ٹھاکر مکند سنگھ جی بسواری فیل معہ تین چار دیگر راجپوتوں کے ۴ بجے شام علی گڈھ میں تشریف لائے۔

دسویں فصل۔ علی گڈھ

۲۶۔ دسمبر ۱۸۷۳ء۔ مطابق۔ پوہ سمت ۱۹۳۰

۱۔ ڈیرا اور پہلے دو دن۔ سوامی جی مہاراج علی گڈھ میں باغ جاؤ لال میں متصل اجل تالاب کے ٹھہرے۔ اور راجہ جیکشن داس صاحب کے مہمان ہوئے۔ مہاراج کے آتے ہی ہزاروں آدمی شہری قصباتی و دیہاتی گروہ در گروہ جمع ہو گئے۔ اور دھرم سمبندھی بات چیت شروع ہو گئی۔ ۱۰ بجے رات تک لوگوں نے ہر قسم کے سوالات کئے۔ لیکن سوامی جی مہاراج کسی کے سوالات سے عاجز نہیں ہوئے۔ اس بعد ۱۰ بجے تک سوامی جی کو بالکل فرصت نہ ملی۔ شنبہ ۲۷ دسمبر ۱۸۷۳ء کو اسی باغیچہ میں حسب استدعائے رئیسان شہر سوامی جی کا ویاکھیان ہوا۔ جس میں اکثر معززین۔ ہندو و مسلمان و حکام سول و ملٹری شریک تھے۔ وہ ویاکھیان قریب ۸ بجے دن کے شروع ہو کر ۱۲ بجے کے قریب ختم ہوا تھا۔ بعد ویاکھیان کے جن لوگوں کو کچھ دریافت کرنا تھا۔ وہاں ہی اسی وقت دریافت کر لیا۔

۲۔ مباحثہ جات۔ بعد میں بھی لکچر ہوتے رہے۔ ان کے علاوہ بھی کوئی وقت فرصت کا سوامی جی کو نہ ملتا تھا۔ کوئی نہ کوئی پنڈت یا مولوی موجود رہتا ہی تھا۔ ایک پنڈت بدھ ساگر جی جو علی گڈھ کے پنڈتوں میں نامی گرامی تھے سوامی جی سے ملے۔ اور باہمی سنسکرت و بھاشا میں گفتگو ہوتی رہی۔ بعد ملاقات کے وہ ہمیشہ سوامی جی کی تعریف کیا کرتے تھے۔

یہاں کے پنڈت مہر چند (جو اس وقت لالہ بدری پرشاد وکیل کی پاٹ شالا میں پڑھاتے تھے) بہت عرصہ سے لوگوں کو بطور مبالغہ کہا کرتے تھے۔ کہ جب سوامی جی علیگڈھ میں آویں گے۔ تو میں ان کے ساتھ مباحثہ کرونگا۔ اور دو منٹ میں پراست کر دونگا۔ لیکن یہاں سوامی جی نے تقریباً ایک ہفتہ قیام فرمایا۔ اور روزانہ نوٹس ان کے پاس بھیجے۔ مگر وہ ایک روز بھی تشریف نہ لائے۔ بہانہ یہ کیا۔ کہ سوامی جی برتما کا کھنڈن کرتے ہیں۔ ہم ان کی صورت نہیں دیکھنا چاہتے۔ سوامی جی نے بجواب اس کے فرمایا۔ کہ پنڈت صاحب اگر مجھ کو دیکھنا نہیں چاہتے۔ تو درمیان میں ایک پردہ کھڑا کر دیا جاوے۔ اُدھر

سے وہ بولتے جاویں۔ ادھر سے ہم۔ اگر یہ بھی منظور نہیں ہے۔ تو ایک دیوار کی دونوں طرف اوٹ میں ہم بیٹھ سکتے ہیں۔ مگر دیوار ایسی ہو۔ کہ وہ ہماری سُن سکیں اور ہم ان کی۔ لیکن ان کل تجاویز میں سے پنڈت جی نے کوئی بھی منظور نہ کی اور نہ میدان میں قدم رکھا۔ اور نہ کسی بات پر ٹھہرے۔

اس دفعہ ایک روز اسی باغ میں سوامی جی مہادیو کے مندر کے پاس فرش پر تشریف رکھتے تھے۔ ایک شیکر پودھی پنڈت ساکن قصبہ کول وہاں آکر اور چبوترہ مندر کے اوپر بیٹھ کر سوامی جی سے مباحثہ کرنے لگا۔ حاضرین میں سے چند مہذب آدمیوں نے اُسے کہا۔ کہ اگر آپ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ تو سیتا پور یک نیچے فرش پر آکر بلاتامل بیٹھئے۔ مگر وہ اسی جگہ بیٹھا رہا۔ اس پر سوامی جی نے کہا۔ کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ پنڈت جی کو وہاں ہی بیٹھا رہنے دو۔ اونچے بیٹھنے سے کسی کو بزرگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ دیکھو یہ کوّا جو برجش پر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ پنڈت جی سے اونچا ہے۔ اس سے کیا۔ مگر پنڈت موصوف نے وہاں سے جنبش نہ کی۔

وہاں پر ہی ایک سادھو بھنگی چرسی یہ پوچھتا ہوا آیا۔ کہ دیانند کون ہے۔ اور کہاں ہے۔ سوامی جی کے پاس آکر بھی اس نے یہی سوال کیا۔ اس وقت سو ڈیڑھ سو آدمی سوامی جی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اشارہ کیا۔ کہ یہ ہیں۔ سوامی جی نے اُسے پوچھا۔ کہ تو نے گلے میں کیا ڈال ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ رُدراکش۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ رُودر کی آنکھ تو نکال لایا ہے جس پر وہ اور بھی طیش میں آیا۔ اور کئی بے تکی گالیاں دیں۔ مگر سوامی جی ذرا بھی آزردہ نہ ہوئے۔ مگر جب وہ گالیاں دینے سے دیر تک نہ رُکا تو سوامی جی لوٹا لے کر شوچ کو چلے گئے۔ ورنہ اگر وہ اشارہ کرتے۔ تو لوگ اسے اچھی طرح سیدھا کرتے۔

۳۔ ٹھاکر گرپرشاد سنگھ کا یجروید بھاشیہ۔ انہیں ایام میں ٹھاکر گرپرشاد سنگھ رئیس بیتوال (جنہوں نے ایک یجروید بھاشیہ چھپوایا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ بھاشیہ ہم نے لکھا ہے۔ حالانکہ وہ انہوں نے نہیں۔ بلکہ انگد رام شاستری ایک آگنی ہوتری ساکن بریلی نے بھید بھر سے ہندی کیا ہے۔ مگر اس بھاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ ٹھاکر گرپرشاد سنگھ مصنف ہیں۔ بلکہ ولایت کی سوسائٹی سے ایک معزز انعام اور سارٹیفکیٹ بھی انہیں کے نام پر آیا ہے) یہاں آئے تھے اور سوامی جی سے ان کی گفتگو روبرو ٹھاکر مکند سنگھ اور راجہ صاحب کے ہوتی رہی۔ اس نے سوامی جی سے اپنے بھاشیہ کی بابت دریافت کیا۔ سوامی جی نے جواب کہا۔ کہ تم نے بہت غلطی کی ہے۔ وہ نہایت اشدھ اور وید ورودھ ہے۔ اس

وقت ٹھاکر صاحب نے عرض کی۔ کہ میں اس کی دوبارہ صحت کر دونگا۔ آپ بھی کچھ امداد فرماویں۔ ظاہر میں تو یہ الفاظ کہے۔ مگر دل میں اُسے سوامی جی کا فرمانا نہایت ناگوار گذرا۔ مگر یہ بات ظاہر نہ کی۔ بلکہ مہاراج سے استدعا کی۔ کہ آپ براہ مہربانی بیسواں تشریف لاویں۔ تو میں نہایت شکرگذار ہونگا۔ سوامی جی نے منظور کیا۔ مگر کئی دنوں بعد جبکہ ابھی سوامی جی علی گڈھ میں ہی تھے۔ ان کی دھرم پتنی کی مرتیو ہو گئی۔ اسی وجہ سے سوامی جی اس تاریخ کو بیسواں تو نہ گئے۔ بلکہ حسب استدعا راجہ ٹیکم سنگھ صاحب رئیس مرسان کے مرسان تشریف لے گئے

گیارھویں فصل۔ ہاتھرس و مرسان

۱۔ ہاتھرس۔ سوامی جی ۲۲۔ جنوری ۱۸۷۶ء پنجشنبہ مطابق ماگھ شدی سمت ۱۹۳۲ کو علی گڈھ سے ہمراہی ٹھاکر مکند سنگھ جی رئیس چھلیسر بسواری ریل ہاتھرس میں تشریف لے گئے۔ اور ایک باغ میں براجمان ہوئے۔ راجا جیکشن داس جی بھی پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔ لوگوں سے دھرم سمبندھی بارتالاپ ہوتی رہی۔ دو۔ تین۔ پنڈت ہر روز سوامی جی کے پاس آتے۔ اور اپنے شنکا نوارن کرتے تھے۔ سوامی جی نے ایک دو ویاکھیان مرتک شرادھ کھنڈن پر دیا۔ اور لوگوں پر اس کے متھیا ہونے کی اچھی طرح قلعی کھولی۔ مورتی وشے پر بھی سادھارن طور پر تو اپدیش کرتے رہے۔ اس شہر میں بھی متھرا کے قریبی ہونے کے سبب مورتی پوجا کا بڑا زور ہے۔ ڈیڑھ دو سو آدمی ان کے مورتی و شرادھ کی تردید سے کشیدہ خاطر ہو گئے۔ فساد کرنے کی نیت سے ایک روز آئے تھے۔ مگر راجہ صاحب کی خوش انتظامی سے کوئی فساد نہ ہوا۔

اسی مرتک شرادھ کھنڈن ہونے کی نسبت منشی کنھیا لعل الکھ دھاری نے اپنے ایک رسالہ میں اس طرح لکھا ہے۔ ایک اپدیشک دیانند سرستی نے ہاتھرس میں عوام کو کہا۔ وہاں کے برہمن ڈر گئے۔ کہ انھوں نے ہماری روٹیوں کو کھویا۔ اور ہماری چڑیوں کو جال میں سے نکالتا ہے۔ افسوس خودغرض اپنے نفع کی خاطر جانور کو آدمی بننے نہیں دیتے ہیں۔ بلکہ آدمی کو جانور بنایا کرتے ہیں۔ ہندو ہی لائق تعریف کے ہیں۔ کہ ان کے زر۔ زمین اور زن کے یہ ہی مسلمان و عیسائی سب طالب ہیں۔ گویا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یا ایشور یہ ہندو مرے نہیں (دیکھو ان کا رسالہ نیتی پرکاش چھپا ہوا صفحہ ۱۳ ۱۸۷۳ء کا مطبوعہ) +

سوامی کرشن انند سرستی بھی ان دنوں وہاں موجود تھے۔ مگر انھوں نے بھی سوامی جی

سے یہاں کوئی شاستراتھ نہیں کیا۔ سوامی جی ۵-۷ روز یہاں رہے۔
۱۲- مرسان- بعد ازاں راجہ ٹیکم سنگھ والی مرسان ضلع علیگڑھ کی آمد نظن پر سوامی جی بمراہی ٹھاکر بھوپال سنگھ حال رسالدار و چند دیگر ہمراہیوں کے مرسان تشریف لے گئے۔ جہاں آپ دو ماہ تک راجہ ٹیکم سنگھ کے مہمان رہے۔ انہیں ویدک دھرم کا اپدیش دیا۔ چند روز رہے۔ بعد ازیں وہ متھرا روانہ ہوئے۔ راجہ صاحب نے اُن سے پھر واپس آنے کا وعدہ لیا۔
۱۳- ہاتھرس- متھرا جاتے ہوئے پھر سوامی جی یہاں اُترے۔ اور ایک چٹھی راجہ جے کشن داس صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ کی پنڈت دیوی پرشاد ڈپٹی کلکٹر کے نام لی۔

بارھویں فصل متھرا و بندرابن

مورتی پوجا کے مضبوط قلعے پر پُرجوش حملہ-۲۶ فروری ۱۸۶۸ء تا اپریل ۱۸۶۸ء

۱- متھرا بندرابن کا سفر- ہاتھرس سے سوامی جی اتر دلی آئے۔ عید گاہ کی طرف ایک باغیچہ میں ٹھہرے۔ منشی شام لال کانسٹ مختار نے پوچھا کہ مہاراج کیا بات ہے۔ سامنے آئینہ رکھنے سے تصویر اس کی نظر آتی ہے۔ جواب ملا تم چارتھ ودیا نہیں جانتے۔ تمہیں کیا بتا دیں۔ پھر جیو برہم کی ایکتا پر پرشن کیا۔ سوامی جی نے کہا ایکتا نہیں ہے۔ گو بہت سا بھرم جال مختار صاحب کا دور ہوا۔ مگر جیو برہم کے وشے میں وہ متفق نہ ہوئے۔ ایک رات رہ کر دوسرے دن کول کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں سے متھرا گئے۔
۲- متھرا بندرابن آنے کی وجہ- پہلے اوراق میں کاشی کا اہتمام درج کرکے واضح کیا گیا تھا۔ کہ مورتی پوجا و پُرانوں کا کھنڈن خاص کر کاشی میں ہونا نہایت ضروری تھا۔ اب یہ امر بھی کسی زیادہ تشریح کا محتاج نہیں۔ کہ متھرا و بندرابن بھی اس سے دوسرے درجہ پر خاص تیرتھ ہیں۔ یہاں رتھ کا میلہ ہوتا ہے جس کا دوسرا نام برہم اُتسو ہے۔ بُت پرستی کا مشہور اور عظیم الشان قلعہ جس کا کرتا دھرتا مشہور سنسکرت دان رنگا چارج تھا۔ یہیں تھا۔ اسی تیرتھ پر ہزاروں مرد عورت ملک کے ہر حصے سے گھر بار چھوڑ ڈیرا لگائے اور برج باسی بنے بیٹھے ہیں۔ بڑے سوامی ورجانند جی سے رنگا چارج کی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ دیا نند سا بہادر جس کا اس زمانے میں کوئی نہ تھا۔ وہاں رنگا چارج سے زیادہ مورتی پوجا کا پرچارک بھی اس وقت کوئی نہ تھا۔ ان حالات میں کب ممکن تھا۔ کہ تعلیم یافتہ

سے ہی یہاں کا واقف سوامی دیانند استیہ کا کھنڈن کرنے کو یہاں نہ پہونچتا۔ ان سب سے بڑھکر ایک اور ایسی وجہ ہو گئی۔ جس نے دیری کے امکان کو ہٹا کر انہیں جلد اپنا سنگھناد سنانے کو یہاں پہونچایا۔ سوامی جی نے فرخ آباد سے اپنے سوادھیائی گنگادت جی کو ایک چٹھی اور دس روپے بھیجے۔ کہ آپ منی لال ساہوکار کی پاٹھشالا میں پڑھانے کو آویں۔ وہ طیار ہو گئے۔ مگر پنڈتوں کی برادری نے انہیں ڈرایا۔ کہ جس دیانند نے سالگرام کی مورتیاں لوگوں سے پھنکوا دی ہیں۔ اُس کی نوکری کرتے ہو۔ پنڈت گنگادت نہ دل سے سوامی جی کے سدھانتوں کے قائل ہونے کے باوجود جانے سے رک گئے۔ لیکن بزدلی یا خودغرضی سے نہیں۔ بلکہ اور ہی کارن سے۔ جو اس چٹھی سے ظاہر ہے۔ جو انہوں نے سوامی جی کو اس مضمون کی لکھی۔ کہ ہمیں آنے میں فائدہ تو بہت ہے مگر متھرا مورتی کا گھر ہے۔ یہاں بڑے بڑے کھم (ستون) سونے کی مورتیوں کے کھڑے ہیں۔ رنگا چارج سب دیش میں ڈنکا بجا اور دن میں مشعل جلا کر پھر آیا ہے۔ کہ مورتی ستیہ ہے۔ آپ دور دور مورتی پوجا کھنڈن کرتے ہیں۔ ہم جب تک اس استھان میں کھنڈن نہ کریں۔ آ نہیں سکتے۔ کیونکہ اس طرح نندا ہوگی۔ اور آپ ہی اگر یہاں آ کر کھنڈن کریں۔ تو زیادہ پرتشٹھا ہوگی یہ ممکن نہ تھا۔ کہ ان الفاظ میں سوامی دیانند کو توجہ دلائی جاتی۔ اور وہ کچھ تامل کرتے۔ فوراً جواب آیا۔ کہ ہم ضرور آویں گے۔ چنانچہ حسب وعدہ آ گئے۔ اور عین ایسے موقعہ پر آ گئے۔ کہ رتھ کا میلہ بھر رہا تھا۔ آنے سے پہلے بلدیو سنگھ کے ہاتھ پیشتر بھیجا۔ کہ ہمارے لئے ایسا مکان ڈھونڈو جہاں بندر اور پتھر نہ ہوں۔

۳۔ بندرابن میں ٹھہرنے اور حفاظت کا انتظام۔ ایسے تیرتھ ستھانوں میں ایسے میلوں کے موقعوں پر سوامی دیانند جی سے مشہور مخالف کو ٹھہرنے کو ستھان ملنا نہایت مشکل امر تھا۔ اور اتنی مخالف بھیڑ بھاڑ اور میلے کی دھوم دھام و جوش خروش میں حفاظت اور سلامتی اور بھی مشکل۔ لیکن عجیب ہی دور اندیشی اور رسائی سے کام لے کر سوامی نے سب مشکلوں کو آسان کر لیا۔ اول تو راجہ جیکشن داس صاحب کا خط پنڈت دیوی پرشاد جی ڈپٹی کلکٹر متھرا کے نام لیا۔ متھرا جا کر پھر پنڈت صاحب سے بخشی محبوب مسیح سپرنٹنڈنٹ چونگی برندابن کے نام خط لیا۔ اس کے بعد راجہ اودت نرائن صاحب رئیس متھرا کو لکھا۔ کہ کچھ مدد کر سکتے ہو۔ راجہ صاحب سوامی جی کے استقبال کو سٹیشن پر سواری لے کر گئے تھے۔ اور انہیں اپنے محل لا کر اچھی طرح خاطر تواضع میں مصروف تھے۔ وہ کب امداد سے گریز کر سکتے تھے۔ بولے کہ میں حاضر ہوں۔

سوامی جی نے کہا کہ میں نے بندرابن ٹھہرنا ہے۔ بیکنٹھ اتسو کے دن ہیں۔
رنگاچارج کا سیوک راؤ کرن سنگھ نرولی والا ہم سے دشمنی رکھتا ہے۔ وہ
کرنواس میں ہم پر قاتلانہ حملے کی کوشش کرا چکا ہے۔ اور ہر سال میلے پر آتا ہے۔
ممکن ہے شرارت کرے۔ اور ودیاکھیان میں وگھن پڑے۔ اس لئے احتیاطاً
دو چار آدمی ہمارے پاس پہرہ کے لئے مقرر کر دو۔ راجہ صاحب نے چار آدمی
مقرر کر دیئے۔ اور خود بھی سارا انتظام کر کے سوامی جی بندرابن پھاگن شکل
اکادشی سمت ۱۹۳۵ (۱۳۔ فروری ۱۸۷۹ء) دن کے دس بجے آئے اور بخشی محبوب مسیح
کی معرفت باغیچہ ٹوک داس المعروف رادھا باغ (بیرون شہر) میں خیمہ نصب کروایا۔
یہ جگہ خاص رنگاچارج کے باغ کے پچھاڑی تھی۔

۴۔ پرچار و چیلنج۔ بخشی محبوب مسیح کی طرف سے ہندی میں نوٹس چسپاں کئے
گئے۔ کہ بعد تیوار ہولی چیت بدی دوج (۱۰ مارچ) پنجشنبہ کو جبکہ میلہ برہم اتسو شروع ہوتا ہے
مورتی کھنڈن وغیرہ وشیوں پر سوامی جی ویاکھیان دیں گے۔ ایک تحریری نوٹس
بھی (ستیگڈھ) نواسی دیو سنگھ برہمن کے ہاتھ رنگاچارج کو بھیجا گیا۔ کہ ہم کہتے تھے
پرتما پوجن کسی شاستر تک وید سے سدھ ہے۔ سو دکھلاؤ۔ یہ نوٹس خاص بطور چیلنج تھا
اس کی نقل رنگاچارج کے دروازہ پر بھی چسپاں کی گئی۔ پہلے روز ڈیرے پر
اکثر لوگ آتے رہے۔ خاص کر پنڈت صاحبان ملتے۔ اور بہت اپدیش سے لابھ
اٹھاتے رہے۔ کوئی وقت خالی نہ گیا۔ رنگاچارج نے جواب کہا تھا کہ شاستر ارتھ
میلے کے بعد ہوگا۔ لیکن جب ۱۰ مارچ سے مورتی۔ تیرتھ تلک چھاپ وشیوت وغیرہ
کا کھنڈن شروع ہوا۔ اور سوامی جی کے زبردست دلائل اور معقول مسائل کی ہر روز
بڑھ چڑھ کر اطلاع ملنے لگی۔ ادھر سے مباحثے کے دن بھی قضا کی طرح نزدیک
آنے لگے۔ اور یہ نشچے تھا کہ بغیر شاستر ارتھ کے وہ چھوڑتے نہیں۔ تو چارہ بجز اس
کے نہ سوجھا۔ کہ رنگاچارج بیمار بن بیٹھا۔ اور جوں جوں دن نزدیک آتا۔ بیماری
بڑھتی جاتی تھی۔ میلہ گذر گیا۔ مباحثہ کا تقاضا و اصرار بڑھ گیا۔ مگر آپ نہ تو مباحثہ کو
تیار ہوئے۔ نہ گھر سے باہر نکلے۔ بخشی محبوب مسیح جیسے بزرگ۔ نیک سیرت راستی پسند
اور آزاد منش نے سوامی جی کو آ کر کہا۔ کہ صاحب بیماری تو کیا ہوئی ہے۔ فی الحقیقت
شاستر ارتھ سے وہ ڈرتے اور بہانہ بنا رہے ہیں۔ اس پر آخری لیکچر میں سوامی جی
نے کہہ دیا۔ کہ درحقیقت مورتی پوجا آدی وید و کتب سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ یہ سراپا مقنیہ
ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بار بار بلانے کے باوجود رنگاچارج مقابلے پر نہیں آیا
وہ بخوبی جانتا ہے۔ کہ برسوں کی کمائی ہاتھ سے جاتی ہے۔ اور اب نوبت یہاں
تک پہونچی ہے۔ کہ آپ کلکٹر صاحب سے درخواست کرتے ہیں۔

محلہ شیخ بینل پرشاد جی پنشنر رجسٹرار۔ ضلع شاہجہان پور ۱۸۶۵ء سے ۱۸۶۹ء تک
متھرا میں ملازم سررشتہ بندوبست رہے۔ سوامی جی کے ویاکھیان سننے کو اُن
کے ساتھی بہت کہتے رہے۔ مگر آپ یہی کہتے کہ میں ایسے ناستک کا منہ نہیں
دیکھنا چاہتا۔ سیٹھ جی کے کارندہ جوالا پرشاد نے انہیں یہ کہا۔ کہ سوامی رنگا چاریہ
نے سوامی دیانند جی سے شاستر ارتھ کے ذکر میں اپنے باوقار چیلے سیٹھ گوبند داس
سے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ کہ سوامی دیانند سوامی ورجانند کا شش بڑا ودوان
ہے۔ اس کے نیائے پُن ہونے کا مجھ کو پورا حال معلوم ہے۔ اگر وہ یہاں سے
بھاگ گیا۔ تو اپنے مندروں سے مورتیاں جمنا میں پرواہ کر دینے کو تم طیار ہوؤ۔
بینل پرشاد جی تو ایسی خبروں سے بھی اس وقت موثر نہ ہوئے۔ مگر رنگا چاریہ
کے شاستر ارتھ نہ کرنے کی وجہ سوامی جی کے بیان کے بالکل مطابق نکلتی ہے۔
مخالفانہ چرچوں کا تدارک شاستر ارتھ سے کراتا تو ہو نہ سکا۔ بلکہ رنگا چاریہ کے
شریر چیلوں نے کئی دفعہ سوامی جی کو مار دینے کی صلاح کی۔ مگر وہ اس میں
کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک دفعہ جب انہوں نے شودروشتر کا ارادہ کیا۔ تو ملہر سنگھ
وغیرہ نے کہا۔ سوامی جی آپ باہر نہ جایا کریں۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ کل کو تم شاید
یہ کہو گے۔ کہ کوٹھی کے اندر چھپ کر بیٹھا کرو۔ جس پر کسی نے کچھ نہ کہا۔ اسی
دوران میں ایک دن راجہ امرت نرائن صاحب سوامی جی کو مل کر آتے تھے۔ کہ راؤ
کرن سنگھ جو ان کے بڑے دوست تھے۔ رستے میں ملے۔ راجہ صاحب سے
پوچھا جانے پر جواب دیا۔ کہ ہم شریمان سوامی دیانند سرسوتی جی کے پاس سے آتے
ہیں۔ یہ سن کر راؤ صاحب آگ بگولا ہو گئے۔ بلکہ جھٹ کر بد تہذیبی سے سوامی جی کا
نام لے کر کہا۔ ایسے ناستک کے پاس کیوں جاتے ہو۔ راجہ صاحب کو یہ امر سخت
ناگوار ہوا۔ اس لئے انہوں نے کہا۔ مہاتماؤں کو گالی دینا آپ کو مناسب نہیں۔ راؤ
بولے۔ تم اس کے چیلے ہو۔ راجہ صاحب نے جواب دیا۔ اگرچہ ہم چیلے نہیں ہیں۔ مگر
جس کو ہزاروں آدمی مہاتما کہتے ہیں۔ اس کی نسبت ایسی سخت کلامی زیبا نہیں۔ اور
ہم رنگا چاریہ کے چیلے نہیں۔ اگر ہم اُسے گالی دیویں۔ تو تم خفا ہو گے یا نہیں۔
راجہ صاحب کو ایک اور دوست ملا۔ جس نے کہا۔ رنگا چاریہ تو کہتا ہے۔ کہ وہ
دیانند ہار جائے تو اس کا کیا جاتا ہے۔ وہ سادھو فقیر ہے۔ لیکن میں ہارا۔ تو میری سب
عزت برباد ہوئی۔ راجہ صاحب نے رنگا چاریہ کو خود دیکھا۔ اور آکر یقین دلایا۔ کہ
وہ بیمار نہیں ہے۔ محض بہانہ کر رہا ہے۔ غرضیکہ ویاکھیان جاری رہے۔ رنگا چاریہ
سامنے نہ آیا۔ بلکہ کہلا بھیجا۔ ہم شاستر ارتھ نہیں کرتے۔ ہمیں اس سے کیا فائدہ۔
رنگا چاریہ کے علاوہ پنڈت سکھا لال۔ سوامی اور برہمچاری گردھاری داس بھی بہتیرے

وعدے کر کے مذہبیت کا جھگڑا ازال کرنا تھے۔ دُور سے ہی گیدڑ بھبکیاں سناتے رہے۔ سامنے ہونے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ نہ مورتی پوجا کو سدھ کرنے کی۔

سوامی جی کے سوادھیائی اور ان کے پاٹھ شالا کے ادھیاپک پنڈت اولے پرکاش جی بار بار سوامی جی سے کہتے رہے۔ کہ مورتی کھنڈن چھوڑ دیجئے۔ کارن یہ کہ وہ بھی مورتی پرچارک تھے۔ اور سوامی جی کے ست اُپدیش سے ان کی پرتِشٹھا دُور ہو رہی تھی۔ سوامی جی نے بھی دڑھتا سے یہی جواب دیا۔ کہ اگر میں سچا ہوں۔ تو میرے ساتھ ہی مورتی کھنڈن میں اُپدیش کرو۔ ورنہ شاستر ارتھ کر لو۔ میں تو اس اندھیر کو نہیں دیکھ سکتا۔ جو گوسائیوں بیراگیوں وغیرہ مت متانتروں کے آچاریوں نے مچا رکھا ہے۔" سوامی جی کے دڑھ وچاروں کا پربھاؤ کتنے ہی دلوں پر پڑے بغیر نہ رہ سکا۔

سیٹھ گوبند گر سنیاسی مٹھ مندر کو بیشتر مہا ودیوان پورنا واقعہ برہما ہن نے کل نجر سُنے۔ آپ رنگا چاریہ کی ایسی اوستھا دیکھ کر مورتی پوجا سے سخت متنفر اور پکے ویدک دھرم کے دل سے قائل ہو گئے۔ اور اسی طرح دیگر حق پسند گر ابتی سے بچ۔ نرانکار ایشور کے بھگت بنے۔

پنڈت ہری کشن جی سوامی ورجانند کے ودیارتھی ملے۔ تو سوامی جی نے پوچھا۔ وہ گٹھلی والا (ریوند آکاش دھاری) کرشنانند دیکھا ہے وہ بولے سوامی جی آپ کہتے تو سچ ہیں۔ مگر ساٹھ برس کا رام نکلتا ہی نہ نکلیگا۔ جو لوگ اودیا میں پھنسے ہیں۔ اتنی جلدی نکل نہیں سکتے۔"

سوامی جی افسوس کرتے تھے۔ کہ سیٹھ لکھمی چند نے اتنا روپیہ اس مندر پہ لگایا جس سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ پاٹھ شالا پہ اتنا روپیہ لگتا اور وید و سنسکرت کا پرچار ہو۔ پادری عیسائی لوگ بھی جو میلے پر آئے تھے سوامی جی کو ملے۔ مگر کوئی خاص قابل ذکر بات نہ ہوئی۔ لاہور برہم سماج کے ڈاکٹر برج لال گھوش۔ متھرا کے ڈاکٹر نوین چندر اور کئی بنگالی صاحبان آتے رہے برہم دھرم کے متعلق گفتگو رہی۔ سوامی جی نے بوجوہات معقول انہیں سمجھایا۔ موجودہ برہم دھرم اور وید دھرم میں بہت فرق ہے۔

غرض سوامی جی نے ہر طرح دوراندیشی اور بے خوفی و مضبوطی سے یہاں کام کیا پنڈت لوگ روز سوال بنا بنا کر لاتے تھے۔ مگر سامنے آ کر سوائے خاموشی کے کچھ چارہ نہ تھا۔ سوامی جی بار بار کہتے تھے۔ کہ جو تمہیں سندیہہ ہو۔ وہ نورت کر لو مگر جواب ملتا تھا۔ مہاراج آپ سب سچ کہتے ہیں۔ ہم پیٹ کے مارے ستیہ کہہ نہیں سکتے۔ اس طرح جب کوئی بھی مقابلہ پر آمادہ نہ دیکھا۔ تو گو کہ جی سوامی دیانند

اپنے اصولوں کو ضائع کرنا نامناسب جان متھرا میں کام کی تجویز کی۔

۵۔ متھرا کے کام سے متعلق . . . . ۔ اس جگہ سوامی جی تین چار سال اپنے بزرگ گرو سے تعلیم پاتے رہے تھے۔ یہاں کی نسبت سب سے بڑا خیال ان کو یہ تھا۔ کہ ممکن ہے۔ میرے ہم مکتب اپنا لحاظ ڈالنا چاہیں۔ اور سمجھیں۔ کہ میں ان کی سابقہ دوستی سے کھنڈن یا شاستر ارتھ سے رک جاؤنگا۔ اس لئے انہوں نے پہلے ہی پنڈت گنگا دت جی کو کہلا بھیجا۔ کہ جہاں جاتا ہوں۔ پنڈت لوگ مجھے ایک جگہ اکٹھے ہو کر بلاتے ہیں۔ میرے مکان پر آپ نہیں آتے۔ جب میں ان کے مکان پر جانے سے انکار کرتا ہوں۔ تو مشہور کرتے ہیں۔ کہ ہار گئے۔ تم نے ایسا متھرا میں نہ کرنا۔ جہاں کہو وہاں جا کر بیٹھے ٹھہر جاؤں۔ اور یاد رکھو۔ کہ مورتی پوجا وید میں نہیں۔ اگر ہے تو تلاش کر رکھنا۔ اور اگر پنڈت لوگ مباحثہ کے واسطے آویں۔ تو پہلے ڈنڈی جی کے ودیارتھی نہ آویں۔ اس پر گنگا دت جی نے کہہ بھیجا۔ آپ لکھمی نراین کے مندر میں ٹھہریں۔ مگر وہاں جگہ کشادہ نہ تھی۔ شکائی پر بندھ ٹھہرنے کا تھا۔ اس لئے پرشوتم داس جی کے باغیچہ میں ڈیرا ہوا۔ گو سوامی جی ہر طرح خاطر تواضع کرتے رہے۔ سوامی جی ایک گدڑ اور لنگوٹ پہنتے۔ اور بدن پر رج لگاتے تھے۔ کوئی اسباب پاس نہ تھا۔ آتے ہی مت متانتروں کا کھنڈن شروع ہو گیا۔

۶۔ مخالفوں کا عمل۔ سوامی جی کی تحریر کے مطابق اول ڈنڈی جی کا کوئی ودیارتھی نہ گیا۔ اور پنڈت لوگ آتے گئے۔ جن سے جواب کچھ نہ بنا۔ اس لئے یہاں بھی وجے ہوا۔ سوامی جی ۱۹ مارچ (چیت بدی ۱۲ سمت ۱۹۳۳) کو آئے۔ ۲۰ مارچ (چیت بدی ۱۳) کو جانے کو تیار تھے۔ کہ ڈپٹی دیوی پرشاد صاحب نے کہا۔ آج ضرور رہئے۔ شاستر ارتھ ہوگا۔ سوامی جی ٹھہر گئے۔ مگر شاستر ارتھ کہاں۔ چھ بجے ایک دم چار پانچسو آدمیوں کا گروہ بنا کر گالی دیتے اور آمادہ جنگ و جدل ہوئے۔ بلدیو سنگھ رہیں۔ ٹھاکر بھوپال سنگھ رسالدار رسالہ نمبر دس اور چار پانچ دیگر ٹھاکر سوامی جی کے پاس تھے۔ شور سنتے ہی انہوں نے پھاٹک بند کر دیا تھا کہ امراؤ سنگھ جی کے اوسان خطا ہوگئے۔ مگر سوامی جی بالکل شانت تھے۔ کہ عین وقت پر ٹھاکر کشن سنگھ۔ گوپال سنگھ وغیرہ ۵۰ صاحبان کرنواس سے آگئے۔ سب سوامی جی کے پریمی بھگت تھے۔ اس لئے دروازہ کھلوایا گیا۔ اتنے میں دیوی پرشاد جی ڈپٹی کلکٹر و دیگر رؤسا متھرا بھی آگئے۔ اور پنڈتوں کو شاستر ارتھ کے لئے بلانے لگے۔ مگر بالمقابل ہو کر شاستر ارتھ کرنے کا حوصلہ کسی کو نہ ہوا۔ رہتے بھی وہ کیول لاٹھی شاستر اور گالی برسان لاتے تھے۔ اس لئے مفسدوں کو ڈپٹی صاحب

سے منتشر کر دیا۔

۷۔ **راستی کا جادو**۔ سری پنڈت مدن دت جی بعمر ۹۰ سال تمام بدن پر چھاپ لگا۔ اور تلک چڑھا، خرقہ دے دو دھنہ کی گوڑی اوڑھے۔ اپنے پوتے گرڈھوج اور اپنے شش بال کرشن حکیم رئیس متھرا ست ۹ بجے دن کے سوامی جی کے پاس گئے۔ یہ چالیس برس تک دودھ آہاری رہے تھے۔ اور بڑے بھگت تھے۔ سوامی جی نے انہیں آسن دیا۔ آنند پوربک کشل چھیم سے پوچھا۔ پھر پنڈت جی کی شالا کا ذکر ہوا۔ ازاں بعد ان کے پوتے سے پڑھائی کا حال پوچھا۔ وہ بولا میں ویاکرن پڑھتا ہوں۔ سوامی جی نے اس سے : इको यवा याचा : یہ سوتر پوچھا۔ اس سے جواب نہ بن سکا۔ تب پنڈت بال کرشن جی نے جواب دیا۔ سوامی جی مدن دت پر ناراض ہوئے کہ آپ نے اپنے پوتے کو بگاڑ دیا ہے۔ اگر اسی طرح رہا۔ تو مہا مورکھ ہو جائیگا۔ تب بال کرشن سے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے ہو۔ وہ بولا کومدی۔ فرمایا۔ کہ کومدی بدھی کو بگاڑ دیتی ہے۔ اشٹادھیائی پڑھا کرو۔ چنانچہ اسی روز سے انہوں نے ایسا شروع کر دیا۔ باہمی بات چیت میں مدن دت جی پر سوامی جی کی صداقت کا اتنا اثر پڑا کہ وہ جو گھر سے مورتی پوجا ثابت کرنے گئے تھے۔ سوامی جی کے روبرو مورتی پوجا اور تمام وید ورودھ سمپردائیوں کا کھنڈن کرنے لگ گئے۔ اور دیر تک کرتے رہے۔ سب لوگ حیران ہو گئے۔ کہنے لگے کہ سوامی جی کے پاس کوئی جادو ہے۔ درحقیقت راستی ہی اصل جادو ہے۔ دوسرے روز ایک برہمچاری کو سوامی جی نے اپدیش دیا۔ اس نے سالگرام کی مورتیوں کا پٹنگ جمنا میں ڈلوا دیا۔ اور بھاگوت پڑھنا چھوڑ کر ست گرنتھوں کے پڑھنے کی آبادی۔ متھرا کے معزز روساء و شرفا آ کر شکوک رفع کرتے رہے۔ پرشوتم داس جی نے ایک چٹھی بھیجی۔ کہ کرپا کر کے ہمارے مذہب کا کھنڈن نہ کریں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے مکان میں رہتے ہیں سب طرح کا سیوا کا سامان ہمارے ہاں سے جاتا ہے۔ اس لئے لحاظ کریں گے۔ لیکن سوامی جی نے صدہا آدمیوں کے سامنے وہ پرگٹ کر دی۔ اور کہا ہم ستیہ کو چھپا نہیں سکتے۔ ایک چوبے نے کہا۔ کہ تلک چھاپ وغیرہ کا تو کھنڈن کرتے ہو۔ خود ہی کیوں لگاتے ہو۔ جواب میں بولے۔ مجھے مکھی ستاتی ہے۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۹۔ مارچ سنہ ۱۸۷۳ء۔ چیت سدی ۲۔ سمت ۱۹۳۰ کو سوامی جی یہاں سے مرسان کو تشریف لے گئے۔

تیرھویں فصل۔ مرسان

راجہ ٹیکم سنگھ صاحب والئے مرسان خود رتھ لے کر آئے۔ اور سوامی جی کو نز

کے ہمراہ معہ بلدیو سنگھ برہمن متھرا سے سوار ہو کر چلے گئے۔ باقی تمام ہمراہیاں پیچھے سے پہنچ گئے۔ مٹرسان پہنچ کر راجہ صاحب کے بنگلہ میں اترے۔ اور راجہ صاحب نے ٹھاکر گور پرشاد سنگھ رئیس بھیتوان کو کہلا بھیجا۔ کہ سوامی دیانند جی یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تم کہتے ہو۔ کہ میں نے سائن بھاشیہ کے انوسار یجروید بھاشیہ کیا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ تم نے غلط کیا ہے۔ آن کر فیصلہ کر لو۔ اور تم یہ بھی کہتے تھے۔ کہ دیانند وید کا ارتھ نہیں جانتے۔ پس ٹھاکر نے کرو چنانچہ وہ آئے۔ مگر سوامی جی کے پاس نہیں۔ علیحدہ اترے۔ جس وقت سوامی جی مٹرسان کے راجہ صاحب کے پاس بنگلہ میں بیٹھے ہوئے ارتھ کر رہے تھے۔ اس وقت ٹھاکر گور پرشاد سنگھ بھی آ گئے۔ راجہ صاحب نے بلایا۔ کہ آئیے اندر آئیے۔ مگر وہ نہ آئے۔ باوجود بہت اصرار کے باہر ہی کھڑے رہے۔ راجہ بھیم سنگھ جی نے فرمایا۔ کہ تم تو دیانند کی بابت کہتے تھے۔ کہ وہ کچھ نہیں جانتے لیکن اصل بات یہ ہے۔ کہ تم خود کچھ نہیں جانتے۔ بعد ازاں مٹرسان کے راجہ صاحب سوامی جی کو بڑی عزت و تعظیم سے ہاتھی پر سوار کرا کر خود سیڈھا اسٹیشن پر پہنچا گئے۔ سوامی جی کے تمام ہمراہی سیدھے چھلیسر کی پاٹ شالا میں چلے آئے اور سوامی جی وہاں سے سوار ہو کر اول الہ آباد کو تشریف لے گئے اور وہاں سے بنارس پہنچے

چودھویں فصل۔ بنارس

۱۔ **ڈیرا و غرض آمدنی** — پنجم بار سوامی جی بنارس میں اپنی پاٹ شالا دیکھنے آئے۔ چونکہ چھ ماہ قبل ازیں سادھو جواہر داس جی نے حسب الارشاد سوامی جی کے جاری کی تھی۔ سوامی جی اخیر جون ۱۸۷۹ء مطابق اساڑھ سمت ۱۹۳۶ کے اخیر جبکہ آموں کا موسم تھا۔ یہاں تشریف لائے۔ اور ٹھاکر گوسائیں رام پرشاد جی اورواسی کے باغ میں ڈیرا کیا۔ دو ماہ بنارس میں رہے۔

۲۔ **بھاشا میں کیوں بولنے لگے**۔ اس دفعہ بھاشا بولنی آرمبھ کی۔ سادھو جواہر داس نے منع کیا۔ کہ آپ ایسا نہ کریں۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور فرمایا۔ کہ جب ہم کسی کو کچھ سمجھاتے ہیں۔ تو سنسکرت میں ہونے کے کارن پنڈت لوگ عام لوگوں کو اس کا الٹا سمجھا دیا کرتے ہیں۔ جس سے ہم کو بہت تکلیف ہوتی ہے اس واسطے آج تیسرے پہر سے ہم بھاشا بولیں گے۔ چنانچہ پچھلے پہر سادھو جی اور ہربنس لعل جی موجود تھے۔ انہوں نے بھاشا بولنے کا ارادہ کیا۔ مگر صرف الفاظ بلکہ فقروں کے فقرے سنسکرت کے بول جاتے تھے۔ بھاشا بالکل نہ آتی تھی۔

۳۔ ٹھاکروں پر پھول۔ لالہ مادھو داس جی کے باغ سے روز ٹوکری پھولوں کی اُن کے گھر جایا کرتی تھی۔ ایک دن سوامی جی نے کہا۔ کہ یہ ٹوکری کہاں جاتی ہے وسلے۔ کہ گھر ٹھاکروں کے واسطے۔ فرمایا۔ کہ ہمیں افسوس ہے کہ آپ ابھی تک مورتی پوجا کرتے ہیں۔ اور ٹھاکروں کے واسطے پھول بھجواتے ہیں۔ اگر یہ پھول یہاں بوٹوں سے لگے رہتے۔ تو اس سے خوشبو زیادہ۔ دوم بکھریاں گر کر کھاد کا کام دیتیں یا اگر آپ انہیں گلدستہ بنا کر مکان میں رکھتے۔ تو بھی مفید ہوتا۔ مگر وہاں تو بالکل فضول ہے۔ لالہ جی نے کہا۔ ہمارے گھر میں کل مورتی پوجک ہیں۔ اگر ہم نہ بھیجیں۔ تو وہ پھر بازار روز پھولوں پر خرچ کریں گے۔ پھر آپ بتلائیں۔ کہ ہم کیا کریں۔ یہ سن کر سوامی جی ہنس پڑے اور کہا کہ ایسی صورت میں مشکل ہے۔

۴۔ سید احمد خاں وغیرہ اور مہاراجہ صاحب سے میل۔ اسی دفعہ سید احمد خاں صاحب سب جج کے بنگلہ پر (جو اصل میں بابو مادھو داس کا بنگلہ ہے) اردلی بازار کے قریب پرانے جیل خانہ کے متصل دو تین ویاکھیان بھی ہوئے اور سید احمد خاں نے انہیں شیکسپیر صاحب بہادر سے ملایا۔ انہیں کے ذریعہ مہاراجہ بنارس سے ملے۔ مہاراجہ نے گاڑی بھیجی کالکشیا دیوی والے باغ میں بیٹھک کے پاس سوامی جی سے ملاقات کی۔ گلے ملے۔ اور بہت خاطر تواضع کی۔ لالہ مادھو داس جی ساتھ تھے۔ اس سے پہلے ایک دفعہ جب سوامی جی ان کے بنگلہ میں اُترے ہوئے تھے۔ وہ مہاراجہ بنارس سے ملنے گئے۔ تب پنڈت تارا چرن ترک رتن۔ جو مہاراجہ کے ہاں مقدم پنڈت تھے۔ اُن سے کہنے لگے۔ کہ آپ نے دونو لوک اپنے برباد کر لیئے کہ دیانند اپنے ہاں ٹھہرا دیا۔ تمہارا مُنہ دیکھنا ہی پاپ ہے۔ اچھا یہ ہے کہ ابھی جاؤ اور اپنے نوکروں سے اُسے نکلوا دو۔ یہی اس پاپ کا پرائشچت ہے۔ لالہ جی نے اُتر دیا۔ کہ میں آپ سے شاستر ارتھ کرنے نہیں آیا۔ اگر شاستر ارتھ کرنا چاہتے ہو تو وقت مقرر کر کے میرے مکان پر آؤ۔ ورنہ مجھے تم سے کوئی غرض نہیں۔ مگر اس دفعہ جو مہاراجہ بنارس سوامی جی سے اُن کے سامنے گلے ملے۔ تو اُس وقت بھی تارا چرن موجود تھے۔ ان سے اس وقت نہ رہا گیا۔ بولے کہ ایشور کا دھنواد ہے۔ آج میرے دونو لوک بن گئے۔ جس سے آپ مجھے منع کرتے تھے۔ اب مہاراج اور آپ دونو اس کے پیرو ہو گئے۔ جس پر وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ جب مہاراجہ کاشی نریش (جس نے سمت ۱۹۲۶ میں سوامی جی کی مخالفت کر کے ان کی بدنامی کرائی۔ یعنی تالی بجوائی تھی) نے سوامی جی کے واسطے بگھی بھجوائی۔ سوامی جی نے سادھو جواہر داس سے پوچھا۔ کہ ہم جائیں یا نہیں۔ اس نے کہا۔ کہ آپ نہ جائیں۔ کہا کہ کیوں۔ داس نے بیان کیا۔ کہ وہ دہریہ ہے۔ اس روز کی تالی بجانے سے

وہ بہت رنجیدہ ہے۔ چاہتا ہے۔ کہ اس اپرادھ کا پرائشچت کروں۔ آپ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ آخر الامر اس روز سوامی جی نہ گئے۔ دوسرے روز پھر بگھی آئی اور چوبدار وغیرہ بھی آ گئے۔ سوامی جی اپنے سہج سبھاؤ سے چلے گئے۔ راجہ نے بڑی خاطر کی۔ سونے (طلائی) کی کرسی پر سوامی جی کو بٹھلایا۔ معافی مانگی۔ کہ آپ جو چاہیں۔ کھنڈن کریں۔ میں اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد رخصت کیا۔ ایک من مٹھائی بھی سوامی جی کے ڈیرے پر بھجوائی۔ جو سوامی جی نے لوگوں کو بانٹ دی۔ راجہ مادھو سنگھ جو امیٹھی کے رئیس بھی ہیں۔ ایک دن گپت درشن کو آئے تھے۔ اور درشن کر کے چلے گئے۔

۵۔ ست شاستر پاٹھ شالا کی قائمی۔ اگست ۷۳ء میں سوامی جی نے سادھو جواہر داس جی کو مرزا پور بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ ہم کاشی میں پاٹھ شالا قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اس کی نگرانی سویکار کریں۔ سادھو جی نے قبول کیا۔ چنانچہ باہمی صلاح سے سادھو جی بنارس سے پورب کو اور سوامی جی بنارس سے پچھم کو چندہ کے واسطے گئے۔ سادھو جی ڈمراؤں۔ آرہ۔ چھپرہ۔ پٹنہ آدی نگروں میں تقریباً دو ماہ میں للعہ ماہوار چندہ لکھوا۔ اور دو ماہ کے لعہ ر پیشگی لے کر بنارس میں واپس آ گئے۔ اور وہ لعہ ر سوامی جی کے پاس بھجوا دئے۔ سوامی جی نے اُس کے ہار روپیہ کر کے ان کے پاس واپس بھیجے کہ تم اس سے کام کرو۔ پیچھے ہم اور بھیجیں گے۔ چنانچہ اس روپیہ کے آنے پر سادھو جی نے پوس بدی دوتیا سمت ۱۹۳۰ بکرم مطابق ۶۔ دسمبر ۱۸۷۳ء بروز دوشنبہ کیدار کے مندر کے پاس ایک مکان ۱۲ر پر کرایہ لے کر پاٹھ شالا قائم کی۔ پنڈت شوکمار شاستری بعشر ہمراہ صہ ماہوار ویاکرن پڑھانے کے لئے مقرر کئے گئے۔ اول روز صہ روپیہ کی مٹھائی۔ اور ایک ایک روپیہ دکشنا کے مندرجہ ذیل پنڈتان کو دی گئی۔

پنڈت شوکمار۔ پنڈت ہری کشن۔ پنڈت بدیادھر۔ پنڈت بیاس جی۔ پنڈت گنیش شروتری۔ پنڈت مرلی دھر۔ پنڈت ہرمنش سہائے۔ پنڈت ہری پرکاش اور ایک اور پنڈت۔ پنڈت شوکمار جی کے علاوہ سادھو جی بھی تیسرے پہر جا کر یوگ بھاش اور نیائے درشن پڑھاتے تھے۔

۶۔ سوامی جی کا پاٹھ شالا دیکھنا۔ چھ ماہ بعد سوامی جی آ گئے۔ اور پاٹھ شالا کو دیکھا۔ سب پرتشالی۔ شوکمار کو کہا۔ کہ تم آریہ دھرم کا اپدیش دیا کرو۔ اس نے کہا کہ ہم تنخواہ پر ہیں۔ اگر پچاس روپیہ دو۔ تب ایسا کر سکتا ہوں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے میری آپ جیوکا کی ہانی ہوتی ہے۔ مگر وہ ویدک دھرم کے جاننے والا

نہیں تھا۔ اس لئے سوامی جی نے اس کو ہٹا اور پنڈت گنیش شروتری کو سادھو جی کی معرفت بطور کریڈیشن ۵ روپیہ ماہوار پر مقرر کیا۔

۷۔ **شالا کا پربندھ عمدہ کرنے کے متعلق کام۔** بابو شیو سہائے کریمنن ساکن کاہن پور کو بھی سوامی جی نے پاٹھ شالا بنارس کے واسطے چندہ اکٹھا کرنے کو کانپور۔ لکھنؤ۔ فرخ آباد۔ شکر اللہ پور کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور ایک چٹھی بطور سرٹیفکیٹ اختیار وصول چندہ کے دی تھی۔

اسی پاٹھ شالا کے متعلق سوامی جی کی دوسری چٹھی مورخہ شکروار ۹ مئی سنہ ۱۸۷۶ء ملی ہے۔ سوامی دیانند کی اشیش پہونچے۔ آگے شدی ۷ کا لکھا پتر پہونچا۔ سماچار بھی ودت ہوا۔ یہاں ایک ماس تک تو ہماری ستھتی ہوگی۔ سو جاننا۔ یہاں کی پاٹھ شالا کا پربندھ بہت اچھا ہے۔ ایک چھ شاستروں کا پڑھنے والا بہت اتم ادھیاپک رکھا گیا ہے۔ ویسا ہی ایک ویاکرن استھاپن کیا گیا ہے۔ بشن اشتودھیہ پر استھان لیا گیا ہے۔ بہت اتم۔ اس میں پاٹھ شالا پورنماشی کے پیچھے بیٹھے گی۔ کیدار گھاٹ کا استھان اچھا نہیں تھا۔ اس سے اب ہمارے پاس باغ میں پاٹھ شالا ہے۔ اچھے اچھے ودیارتھی بھی پڑھتے ہیں۔ سو جاننا آگے تم پتر دیکھتے ہی روپیہ اور پستک جلدی بھیج دو۔ ولفیہ (ویر) لکشمن ناتھ جی سے کہنا۔ اور ونیش رام کو ایک مہابھاشیہ پستک دے کر اور سب پستک یہاں بھیج دو۔ اور جو ونیش رام نہ دے۔ تو پھر دیکھا جائیگا۔ تم اپنے پاس سے پستک اور روپیہ یہ ہنڈی کرا کے شیگھر بھیج دو۔ آگے گوپال و رام نے کو پڑھنے کی اچھا ہووے۔ سو چلا آوے۔ برہم چاری لکشمی نارائن یہاں اب تک نہیں آیا۔ اور کوئی تمہارا پتر کل تو پتر آیا۔ اس کا یہ اتر جاننا۔ اور سب یہاں آنند منگل ہے۔ ور پنڈت جگل کشور۔ بھٹ گوپال دت اور ونیش رام آدی کو بھی ہمارا پترتیہ بھی داون کہہ دینا۔ سمت ۱۹۳۳ متی جیٹھ سدی ۱۳ شکروار۔

ان چٹھیات کے لکھنے سے پایا جاتا ہے۔ کہ سوامی جی نے پاٹھ شالا کے زیر قرار دوامی انتظام کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ اور کچھ مدت وہاں رہ کر ہر طرح کا پربندھ کرنا ٹھان لیا تھا۔ چنانچہ اس مبارک منشا کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے ایک اشتہار ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۷۶ء کے اخبار کوی وچن سدھا بنارس میں شائع کرایا۔ جس کی نقل بہار بندھو پٹنہ (مورخہ اساڑھ بدی ۱۲ سمبت ۱۹۳۳) سے اس طرح ملی۔

تاریخ ۲۰ جولائی کی کوی وچن سدھا میں آپ کا وگیاپن پتر چھپا ہے۔ اسے ہم یہاں بڑی ہی خوشی سے چھاپتے ہیں۔

وگیاپن پتر

ایک سماچار سب کو ودت ہو کہ آپ کا آریہ ودیالہ کاشی میں سمت ۱۹۳۰ پوس ماس مطابق دسمبر ۱۸۷۳ء میں کیدار گھاٹ پر آرنبھ ہوا تھا۔ وہی اب متر پور بھیرو کی محلہ مصر درگا پرشاد کے استھان میں سمت ۱۹۳۱ مئی اساڑھ سدی ۵ رتیکروار ۱۹ جون ۱۸۷۴ء پراتہ کال ۷ بجے سے آرمبھ ہوگا۔ اس کا پربندھ اب اسی پرکار ہوگا۔ پراتہ سات بجے سے پٹھن اور پاٹھن ہوگا۔ دس گیارہ تک اور پھر ایک بجے سے پانچ بجے تک اس میں ادھیاپک گنیش شروتری جی رہیں گے۔ سو پوروب میمانسا۔ ویشیشک۔ نیائے۔ پاتنجل۔ سانکھیہ۔ ویدانت درشن۔ اپنشد۔ کین۔ کٹھ۔ پرشن۔ منڈک۔ مانڈوکیہ۔ تیتری ایترئے چھاندوگیہ۔ برہدارنیک دس اپنشد منو سمرتی۔ کاتیاین اور پاراسکر گرہیہ سوتر ان کو پڑھایا جائیگا۔ تھوڑے سمے کے پیچھے چاروید۔ چار اپوید۔ شکشا جیوتش کے گرنتھ بھی پڑھائے جائینگے۔ اور ایک اپ ودیا کر بیٹھ رہیگا۔ وہ اشٹادھیائی۔ دھاتو پاٹھ۔ گن آدی۔ شکشا اور پرتیدک گن پاٹھ یہ پانچ پانی منی کرت اور پاتنجل منی کرت بھاشیہ۔ پنگل منی کرت چھند گرنتھ۔ یاسک منی کرت۔ نرکت نگھنٹو اور کاتیہ السکار سوتر بھاشیہ ان سب کو پڑھنا ہوگا۔ جن کو پڑھنے کی اچھا ہووے۔ سو آکر پڑھیں۔ جو ودیا اور سریشٹھ آچار کی پریکشا میں اتم ہوگا۔ اس کی پریکشا کے پیچھے پاری توشک بھی لیگا۔ سو پریکشا ماس ماس میں ہوگی۔ اس میں براہمن چھتری اور ویش سب پڑھیں گے۔ وید پرنیت۔ اور شودر منتر بھاگ کو چھوڑ کے سب شاستر پڑھیں گے۔ پھر جب جب اس آریہ ودیالہ کے لئے ادیک چندہ ہوگا۔ تب تب ادھیاپک اور ودیارتھی لوگوں کو بھی بڑھایا جائیگا۔ اس کی رکشا اور بڑھتی کے لئے ایک آریہ سبھا ستھاپت ہوئی ہے۔ اور ایک آریہ پرکاش پتر بھی نکلیگا۔ ماس ماس میں ان تینوں باتوں کی پرورتی کے واسطے بہت بھدر لوگ پرورت ہوئے ہیں۔ اور بہت پرورت ہونگے۔ اس سے ہی آریہ ورت دیش کی انتی ہوگی۔ اس ودیالہ میں یتھاوت سکشا دیجاویگی۔ جس سے کہ سب اتم ویوہارک ہوویں۔

دستخط سوامی دیانند سرسوتی از بہار بندھو جلد ۲ نمبر ۱۲۔ ۶ جولائی ۱۸۷۴ء

پنڈت ہیم چندر چکرورتی اپدیشک آدی برہم سماج کلکتہ جو سوامی جی سے تعلیم پانے کی غرض سے کانپور میں آیا تھا۔ وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے:-

جب ہم کانپور میں گئے۔ تو یہاں پنڈت دیانند سرسوتی سے ہماری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کاشی میں ایک ویدک سرب دھرم پاٹھ شالا بننے کے مشکل کوشش سے استھاپن کیا ہے۔ یہ انہوں نے ہم سے کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ دوسروں

نے اس کے واسطے بہت سہائتا دی۔ سوامی جی کے دورہ سے اس دیش میں دھرم سمبندھی بہت اونتی ہوئی ہے'' از تتوبودھنی کلکتہ مطبوعہ ماہ جیٹھ سمت ۱۹۲۷ نمبر ۳۰۹ صفحہ ۳۷۔ اسی پاٹھ شالا کی بابت سوامی جی نے اپنی ایک چٹھی مورخہ ۲۲ر جنوری ۱۸۷۴ء میں لالہ ہربنس لال کائستھ کو جو سارسو جی کے بعد مہتمم ہوئے۔ مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں ''اور پاٹھ شالا کی جو ستھا آپ لوگوں پر ہے۔ جیسے چلے چلاؤ'' از احمد آباد گجرات۔ غالباً ماہ فروری ۱۸۷۴ء میں پاٹھ شالا ٹوٹ گئی۔

اس دفعہ سوامی جی نے سادھو جواہر داس جی کو کہا تھا کہ جاتی دفعہ ہم آپ کے مکان پر آویں گے۔ چنانچہ وہ رات کو آ گئے۔ صبح یہاں سے اس نے کشتی پر چڑھا کر گنگا سے پار کروا دیا۔ وہاں سے سوامی جی مرزاپور کو گئے۔ اور پھر وہاں سے الہ آباد پدھارے۔

پندرھویں فصل الہ آباد

چہارشنبہ یکم جولائی ۱۸۷۴ء سے اخیر ستمبر ۱۸۷۴ء تک

۱۸۷۴ء

۱۔ مذہبی وچار کے لئے نوٹس۔ اساڑھ بدی ۳ سمت ۱۹۳۱ مطابق یکم جولائی کو سوامی دیانند سرسوتی یہاں تشریف لائے۔ اور شہر کے باہر الوپی باغ میں ٹھہرے اور کل پوسٹ آفس کی معرفت باشندگان شہر کو نوٹس دیا۔ کہ جو کوئی کسی مذہبی معاملہ پر بحث کرنا چاہے۔ وہ میرے پاس مقررہ وقت پر آ سکتا ہے۔ ان اصحاب اور پنڈتوں میں سے جو سوامی جی کو ملنے کے لئے گئے۔ پنڈت کالی ناتھ شاستری سنسکرت پروفیسر میور کالج اور ان کے چند طالب علم ذکر کے قابل ہیں۔

۲۔ عیسائی سے گفتگو اور کاشی ناتھ جی کا دخل در معقولات۔ ایک کرسچین مرہٹہ جنٹلمین مسمی نحمیاہ۔ نیل کنٹھ گورے پروفیسر میکس مولر کا ترجمہ کیا ہوا رگ وید لے آیا۔ یہ بتلانے کے لئے کہ اگنی کے معنی صرف آگ کے ہیں۔ خدا کے نہیں۔

سوامی جی نے اس کو یہ جواب دیا کہ اگر پروفیسر میکس مولر نے وید کے منتروں کا ترجمہ کرنے کے لئے صرف یہ معنی استعمال کئے ہیں۔ تو کچھ تعجب نہیں۔ کیونکہ ایک متعصب عیسائی ہونے کے سبب سے اس کا دلی منشا ہے کہ ویدوں کے معنوں کو خراب کرے۔ تاکہ ہندوستانی جہالت میں پھنس کر ویدوں کو چھوڑ دیں اور بائبل کو گرہن کریں۔ پس اس کے متعصب ہونے کے سبب اس کا ترجمہ

قابل سند نہیں ہو سکتا۔

بعد ازاں سوامی جی نے ہندو مرہٹوں کے سامنے جنہوں نے اپنے ہندو دھرم سے مرتد بھائی کو اپنا مذہبی پیشرو (سیوکس مین) بنایا تھا۔ عیسائیوں کے خدا کی نسبت جاہلانہ خیالات ظاہر کرنے کے لئے توریت کے بابل کے برج کے قصہ کی طرف اشارہ کیا۔ جس میں یہ درج ہے۔ کہ پرانی مغربی نسلوں نے عیسائیوں کی دیومالا میں آسمان پر چڑھنے کی کوشش کی۔ ان کی اس دلیرانہ تجویز سے عیسائیوں کا خدا چونک پڑا۔ نہایت خوف زدہ ہو کر اپنے بچاؤ کے لئے بابل کے برج بنانے والوں کی زبان میں گڑبڑ کر دی۔ جو ایک دوسرے کی بات کو سمجھنے کے ناقابل ہو کر کام چھوڑ بیٹھے۔ اور خدا آدمیوں کے اس وحشیانہ حملہ سے بچ گیا۔

عیسائیوں کے خدا کا اپنی ہی مخلوقات سے ڈر جانا۔ نہایت ہی عجیب ہے۔ بیشک وہ نہایت ہی جاہل ہونے چاہئیں۔ جنہوں نے کہ آسمان کی ظاہری اور دکھلاوے کی محراب دار چھت کو محدود اونچائی خیال کر کے اس پر مصنوعی ذریعوں سے چڑھنا ممکن سمجھا۔ اس سے پر ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا ایمان ہے۔ کہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف وہ ایک خاص جگہ میں محدود ہے۔ جس جگہ کے متعلق وہ ٹھیک ٹھیک نہیں بتلا سکتے۔ عیسائی مرہٹہ نے اس اعتراض کا کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے اور ہندو بھائی کچھ بولے۔ اور خاص کر کاشی ناتھ شاستری نے نہایت گستاخانہ طور سے سوامی جی سے پوچھا کہ کس مطلب کے لئے تمام ملک میں شور برپا کر رکھا ہے۔

سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ مجھ سے پہلے پنڈتوں نے بڑی مکاری پھیلائی ہے۔ اور ان کی عقل پتھروں کے پوجنے سے پتھرا گئی ہے۔ یعنی ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔ جس کے سبب وہ سچائی کے اصول کو نہ سمجھ سکے۔ شاستری پھر خاموش ہو کر مع اپنے دوستوں کے چلا گیا۔

۳۔ کالج کے طلبا سے گفتگو۔ کسی کالج کے طالب علم نے ملیکش لفظ کے معنی پوچھے۔

سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ وہ جن کا آچار ان شدھ نہیں وہ ملیکش ہیں۔ اس بات کو چند آدمیوں نے یہ کہہ کر تسلیم کیا۔ کہ مسٹر پوپ نے بھی یہی معنے اپنی بیکی ریڈ گرامر میں کئے ہیں۔ انگریزی کا لفظ کا ڈاس نے سنسکرت لفظ کو ترم سے نکالا ہے۔ جس کے معنے گوشت کے ہیں۔

کالج کے طالب علم سوامی جی کی بابت بڑی شردھا ظاہر کرتے تھے۔ ان کے چند دیگر سوالات کا جواب دینے کے بعد سوامی جی نے پنڈت جوالا پرشاد

فرزند راجہ جیکشن داس صاحب سی۔ ایس۔ آئی کو حاضرین مجلس کے سامنے ستیارتھ پرکاش ... سندھیا کے پڑھنے کے لئے کہا۔ جو کہ اس وقت قلمی کاپی تھی۔

۴۔ ایک مولوی سے وچار۔ بعد میں مولوی نظام الدین بی۔ اے کو جو کہ دھرم چرچا سننے میں بڑی دلچسپی ظاہر کیا کرتا تھا۔ سوامی جی نے پوچھا کہ اہل اسلام خدا کو کس طرح مانتے تھے۔ لیکن اس مولوی نے کسی اسلامی کتاب کا حوالہ دینے کے بجائے مسٹر ڈبلیو ہملٹن کی مثیافزکس جلد ا کے شروع سے خدا کی چار صفات بیان کیں۔ اور سوامی جی نے اس کو مسلمان کا ایمان خیال کیا جب مولوی نماز کے لئے گیا۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ مسلمانوں نے اور دل سے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ دیا۔ لیکن اپنے بڑے بت کی پوجا کو نہ چھوڑا۔ مسلمانوں کا یہ بت خدا کی طرف سے بھیجا ہوا کالا پتھر (حجر الاسود) ہے جو کہ مکہ کے مندر میں بڑی خوبصورتی سے رکھا ہوا ہے۔ جہاں مسلمان ہر سال سجدہ کرنے کے لئے گروہ در گروہ دنیا کے تمام حصوں سے جاتے ہیں۔ ایسی یاترا (حج) مسلمانوں کے درمیان نجات کا ذریعہ مانی جاتی ہے۔

۵۔ انگریزی فارسی خواں ہندو۔ نماز سے واپس آنے پر مولوی اور چند انگریزی فارسی جاننے والے ہندوؤں نے آواگون کا مسئلہ چھیڑا۔ کہا کہ روح ایک دفعہ پیدا کی گئی ہے۔ اور یہی ٹھیک ہے۔ آپ آواگون ایسے غلط اعتقاد کو چھوڑ دیں۔ کوئی بھی مہذب آدمی اس زمانہ میں اس کو یقین نہیں کریگا یہ پرانے ہندوؤں کی غلطی تھی۔

سوامی جی نے آواگون کے ثبوت کے لئے بڑی مضبوط دلائل دیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ جانوروں میں عقل حیوانی ہے۔

انہوں نے کہا۔ کہ یہ ایک طاقت ہے۔ جو خدا نے حیوانوں کو دنیا میں کام کرنے کے لئے بخشی ہے۔

سوامی جی نے بعد ازاں مسئلہ آواگون پر ایک لمبی سپیچ دی۔ پنڈت جوالا پرشاد نے کہا کہ رات کے آٹھ بج گئے ہیں۔ اور سندھیا کے لئے بہت دیر ہو گئی ہے اس پر جلسہ برخاست ہوا۔

۶۔ ایک پر اثر لیکچر۔ دوسرے دن شام کے وقت کسی بنگالی جنٹلمین کے گھر میں لیکچر دیا۔ قریباً ایک ہزار آدمی کے لیکچر سننے کے لئے اکٹھے ہوئے۔ سوامی جی نے دھرم کے دس لکشن بیان کئے۔ جو کسی خاص مذہب سے تعلق نہ رکھتے تھے اور انسانوں کی زبردست سے زبردست کوششیں ایسے دھرم کو ناش کر سکتی تھیں انہوں نے زمانہ کی جہالت پر افسوس کیا۔ جس کے سبب سے کوئی پبلک لیکچر

فائدہ اٹھانے سے محروم رہ کر اپنی جہالت کو دور نہیں کر سکتیں۔ ایک بات یہ بھی کہی کہ " راجہ نل نے ایک گاڑی (رتھ) اسٹیم انجن کی مانند استعمال کیا۔ جبکہ وہ ایودھیا کے راجہ کو دمینتی کے سوئمبر پر لے گیا" اس لکچر کا میور کالج کے طالب علموں پر ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ اب تک ہندوستان کے مختلف حصوں میں آریہ سماج کے ممبر ہیں۔

۷۔ **بلدیو سنگھ کو خط۔** جب الہ آباد سے بمبئی کی طرف چلنے کا ارادہ کیا۔ تب بلدیو سنگھ کو یہ خط لکھوا کر بلایا۔

بلدیو سنگھ شرما۔ آجکل دیانند سوامی یہاں پر ٹھہرے ہیں۔ ان کو تمہاری بڑی ضرورت ہے۔ اور تمہارے بنا اُن کو بہت کلیش ہے۔ اس لئے سوامی جی کی آگیا انوسار اور تمہارے راجہ صاحب کی سمتی سے تم کو لکھا جاتا ہے۔ کہ تم اس پتر کو دیکھتے ہی جلد چلے آؤ۔ اور کچھ ولمب مت کرو۔ کیونکہ سوامی جی دو چار دن میں دکشن میں جاویں گے۔ جوالا پرشاد۔ پریاگ۔ ۲۶۔ ستمبر ۱۸۷۴ء (مطابق اسوج بدی اشٹمی سمت ۱۹۳۱ بکرمی)۔

۸۔ **زہر خورانی کی کوشش۔** راے بہادر پنڈت سندر لال جی سپرنٹنڈنٹ ورکشاپ الہ آباد۔ ایک مرتبہ الہ آباد میں کئی ایک شخصوں کے ساتھ سوامی جی کی ملاقات کو گئے۔ اس سمے سوامی جی اندر کچھ دھیان کر رہے تھے۔ یہ لوگ الگ الگ بیٹھ گئے۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد سوامی جی دھیان سے اُٹھے۔ اور ان کی طرف دیکھ کر کچھ ہنسے۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ آپ کیوں ہنستے ہیں۔ تو جواب دیا۔ کہ میری طرف ایک شخص چلا آتا ہے۔ بڑے تماشے کی بات ہے۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد انہوں نے کہا۔ کہ ہمارا آج کوئی شخص نہیں آیا۔ سوامی جی نے کہا۔ اس وقت وہ دور تھا۔ اب نزدیک ہے۔ تُرت آویگا۔ چنانچہ پانچ سات منٹ کے بعد ایک برہمن کچھ شیرینی لئے ہوئے وہاں آن پہنچا۔ اسے دیکھ کر سوامی جی نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ اس شخص کی نسبت کہتے تھے۔ وہ آیا۔ اور شیرینی آگے رکھ کر سوامی جی کو نمسکار کی اور کہا کہ میں آپ کی بھینٹ لایا ہوں۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ اس میں سے تھوڑا سا آپ کھاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ سوامی جی نے زور سے اُسے ڈانٹا۔ کہ ضرور کھاؤ۔ وہ ہچکا۔ تب سوامی جی نے پاس والوں سے کہا۔ کہ دیکھو یہ شخص ہمارے لئے وش ملی ہوئی (زہر آلودہ) شیرینی لایا ہے۔ لالہ سندر داس نے ایک آدمی کو کہا کہ جا پولیس کو لے آ۔ سوامی جی نے اس کو پکڑ لیا۔ اور اس برہمن کی طرف مسکرا کر کہا۔ کہ دیکھو اس کی صورت کیسی ہو گئی۔ خوف کے مارے اس کے آدھے پران نکل گئے۔ بس اس کو بہت ڈنڈ ہو چکا۔ پولیس مت بلاؤ۔ اور اس برہمن کو بہت پھٹکار کے بھگا کر اپنے پاس سے الگ کر دیا۔

پنڈت سندر لال نے اس شیرینی سے لے کر تھوڑا سا ایک کتے کو دیا۔ اس نے کھا لی اور بے چین ہو کر مر گیا۔"

پنڈت سندر لال جی بابو جناب دہاری لال پردہان آریہ سماج دانا پور کہتے تھے کہ ہم نے سوامی جی کو بارہ۔ تیرہ۔ گھنٹہ کی سمادھی لگاتے ہوئے دیکھا تھا۔

سوامی جی نے الہ آباد میں ماہ ستمبر کے اخیر تک رہ کر راجہ صاحب کو ستیارتھ پرکاش لکھوا دیا۔ اور خود بلدیو سنگھ کے آنے کے ۷۔۸ روز بعد بسواری ریل روانہ جبل پور ہو گئے۔

سولھویں فصل۔ جبل پور

اکتوبر ۱۸۷۴ء

سوامی جی یہاں پہنچ کر جمنا داس کے باغ میں اُترے اُن کے پہنچتے ہی نام نہاد پنڈت لوگ جمع ہوئے اور مورتی پوجا پر شاسترارتھ کی تجویز کی۔ مگر اس وقت پنڈتوں کو کوئی منتر مورتی پوجا کے ثبوت کا وید سے نہ مل سکا۔ ایک ویاکھیان دے کر اور دو روز رہ کر تیسرے روز وہاں سے آگے روانہ ہو گئے۔

سترھویں فصل۔ ناسک

۲۴۔ اکتوبر ۱۸۷۴ء تک

سوامی جی اکتوبر کو جبل پور سے چل کر ناسک تیرتھ میں پہنچے اور ایک منصف برہمن کے مکان پر ٹھہرے۔ یہ جگہ راما وتار کے متعلق تیرتھ ہے اس کو پنچوٹی کہتے ہیں۔ ۵۔۶ ہزار برہمن بھیکھ مانگنے والے اس جگہ رہتے ہیں۔ جن کا گذارہ اسی تیرتھ کے سبب سے ہے۔ سوامی جی نے جاتے ہی دوسرے روز اپدیش دینا شروع کیا اور ایک ویاکھیان میں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جب رامچندر جی بن کو گئے تب یہاں ٹھہرے پھر یہاں تیرتھ ماننے کی کون سی وجہ ہے۔ ان کے مورتی و تیرتھ کے خلاف اُپدیشوں کے سبب کوئی برہمن تاب مقابلہ نہ لایا۔ ہاں البتہ شریروں کے بدلے گالیاں دیتے رہے۔ کیا کریں بیچاروں کے پاس وید نہیں رہے۔ گالیاں بھی نہ دیں۔ سوامی جی اس مکان پنچولی کو دیکھنے بھی گئے تھے۔ یہاں کچھ روز ٹھہر کر بمبئی کی طرف روانہ ہو گئے۔ یعنی ۲۲ر اکتوبر ۱۸۷۴ء روز شنبہ کو بمبئی میں تشریف لے گئے۔

حصہ سوم آریہ سماج کی قائمی اور ترقی

باب اول

بمبئی پرانت کا دورہ (بے نظیر جدوجہد)

پہلی فصل بمبئی۔ ۲۰ اکتوبر تا ۳۰ نومبر ۱۸۷۴ء

۱۔ بمبئی میں آمد و ڈیرا۔ سوامی جی ابھی الہ آباد میں ہی تھے۔ کہ ماہ ستمبر میں سیوک لال کرشن داس نے کاشی والے شاستر ارتھ کا ترجمہ گجراتی بھاشا میں کیا اور آریہ مترمیں اس کا خلاصہ چھپا کر سوامی جی کے کام کو اس پرانت میں شہرت دی۔ لیکن یہ کسی کو ابھی معلوم نہ تھا کہ سوامی جی جلد ہی خود یہاں آ پہنچیں گے۔ تاہم یہاں کے کتنے ہی معزز ہستی ان کو پڑھنا ضرور کر رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ۲۴ کو ناسک سے روانہ ہو کر ۲۵ کو سوامی جی نے ایک سیٹھ صاحب کو اپنی آمد کی تار دی جو گاڑی لے کر سٹیشن پر پہنچے۔ اور انہوں نے سوامی جی کو بمبئی سے دو کوس دور بال کیشر مہادیو کے پربت پر ٹھہرایا۔ پنڈت منڈلن رام کا تنچ ساکن وار نسی پریاگ اس تمام سفر میں سوامی جی کے ساتھ تھے۔ اور وہی پُستک وغیرہ لکھا کرتے تھے۔

۲۔ بمبئی میں مذہبی ہلچل۔ سوامی جی کے آنے پر ایک اشتہار چار زبانوں میں شائع کیا گیا۔ کہ جن کی اچھیا دھرم ادھرم سمبندھی وچار کرنے کی ہو وہ اس جگہ جا ملیں۔ اشتہار کیا نکلا۔ بمبئی میں عظیم الشان تہلکہ (کولاہل) مچ گیا۔ اتنی پُرجوش چرچا ہوئی۔ کہ اس کا ٹھیک خاکہ کھینچنے کو ایک جدا پُستک چاہیئے۔ مت متانتروں کے (بیدشیری) اُبھارنے کو بھی وچیتر بدکار سے لکھے ہونے لگے پنڈت لوگوں نے اپنے نانا پرکار کے ارتھوں کے لئے پرپنچ رچائے بجائے اس کے کہ صحیح معنوں میں دھرم ادھرم کا وچار ہو۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو جھوٹ موٹ سمجھا کے ایسے ایسے جال پھیلائے۔ کہ سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔

۳۔ بلبھ آچاریہ مت کے متعلق کام۔ آخر کئی لوگوں نے یہ مشورہ

کیا۔ کہ دوسرے متوں کا وچار بند کرا کے بلبھ آچاریہ مت سے ودواد کرایا جاوے۔ اس مت میں دھرم کے نام سے بھاری بھچار پھیل رہا تھا۔ جو لوگ اس مت کے آچاریوں سے ناراض ہو کر اس مت کو توڑنا چاہتے تھے۔ وہی زیادہ تر اس مشورہ میں شامل تھے۔ سوامی جی نے جب ان آچاریوں کے حیوانوں کے سے کرموں کا مفصل ذکر سنایا۔ اُن کے بھی مغز میں ایک دُھن سی سما گئی۔ اور ہر طرف ہینڈ بل (دستی اشتہار) تقسیم کر کے وہ اس کے متعلق چرچا بڑھاتے گئے بلبھ آچاریہ مت کے پنڈتوں نے بھی عجیب ہیر پھیر رچے۔ ان کے مددگار بھی زیادہ تھے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ سب سمپرداؤں کے پنڈتوں نے متفق ہو کر شور مچایا۔ اور کھرے دھرم کی خوبی کو چھپانے کی کوشش کی۔ کیونکہ یہ سب ہی سوامی کی کامیابی میں اپنی روزی ماری سمجھتے تھے۔ لیکن سوامی دیانند سادھو کے درشی سب کے اصل منشا کو تاڑ رہا تھا۔ خود غرضوں کے طریق عمل کا مطالعہ اُسے بالغ ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ کسی ہیر پھیر میں نہیں پھنسا۔ ہاں اس مت کی من وعن کیفیت معلوم ہونے پر لگاتار اس کا کھنڈن کر کے اس کا پول کھولتا رہا۔ کیا بذریعہ تحریر اور کیا بذریعہ تقریر۔ جس برہم سمبندھ والے منتر سے وہ اپنے چیلے چیلیوں کا تن من دھن اپنے ارپن کر کے برہم سمبندھ کراتے ہیں۔ اس کا بھی خوب ہی خاکہ اُڑایا۔

۴۔ **سوامی جی کو مروانے کا منصوبہ**۔ سوامی جی کے کام سے گوسائیں جی کا بہت نقصان ہونے لگا۔ جیون جی گوسائیں نے سوامی جی کے ملازم بلدیو سنگھ جی برہمن کا کنج کو بلا کر کہا۔ کہ تم کو میں ایک ہزار روپیہ دوں گا۔ اگر سوامی کو مار دو۔ صد روپیہ نقد اور پانچ سیر مٹھائی بطور پرشاد کے دی۔ اور ایک ہزار کا اقرار کر کے رقعہ لکھ دیا۔ سوامی جی کو کسی نے آ کر خبر دی۔ کہ آپ کا رسوئیہ جیون جی کے پاس کھڑا ہے۔ اس لئے ایسا ہوا۔ کہ بلدیو سنگھ واپس آیا۔ تو سوامی جی نے پوچھا۔ کہ تم گوکلیوں کے مندر میں گئے تھے (ب) ہاں مہاراج گیا تھا (س) کیا ملا! (ب) صد روپیہ نقد اور ۵ سیر مٹھائی۔ اور یہ رقعہ دیا ہے کہ مار دو تو ہزار روپیہ اور (س) مجھ کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے۔ مگر مرا نہیں۔ بنارس میں بھی زہر دیا گیا۔ بنارس میں راؤ کرن سنگھ چکر بھنگی نے پان میں زہر دیا۔ تب بھی نہیں مرا۔ اب بھی نہیں مروں گا (ب) مہاراج! میرے خاندان کا کام زہر دینا نہیں۔ اور پھر ایسے کو جس سے تمام جہان کو فیض پہونچ رہا ہے۔ سوامی جی نے مٹھائی پھینکوا دی۔ رقعہ پھاڑ کر پھینک دیا اور کہا خبردار آئندہ اُن کے ہاں کبھی مت جانا۔

۵۔ **چوبیس سوالوں کے جواب**۔ بمبئی کے رہنے والے کسی گمنام۔ پ۔ گ۔ ن

نام نے کارتک شکل ۱۴ سنگروار سمت ۱۹۳۱ کو چوبیس پرشن چھپوا کر سوامی جی کے پاس بھجوائے۔ سوامی پورنانند نے سوامی دیانند سرسوتی جی کی سمتی سے ان پرشنوں کے اُتر میں مندرجہ ذیل وگیاپن پتر شائع کیا۔

وگیاپن پتر

معلوم ہو کہ جیسا سوامی نارائن ہے۔ ویسا میں نہیں ہوں۔ اور جس طرح جیون گر کے گوسوامی نے شکست کھائی۔ ایسا بھی میں نہیں ہوں۔ بمبئی نگر کے نواسی کسی ایک ہری بھگتوں کے پاؤں کے خواہشمند۔ پا۔ گو۔ ن۔ ایسے گپت نام والے پُرش کے سمت ۱۹۳۱ کارتک شکل پکش ۱۴ سنگروار کو گیان دیپک تیتر الہ کے چھپے ہوئے ۲۴ پرشنوں کا اُتر دیا جاتا ہے۔

(۱)۔ پرتکش آدی پرمانوں کو سویکار کرتا ہوں۔

(۲)۔ چاروں ویدوں کو پرمان مانتا ہوں۔

(۳)۔ چار سنگتاؤں کو پرمان مانتا ہوں۔ مگر پرلیشیشٹ کو چھوڑ کر (یعنی پرلیشیشٹ کو پرمان نہیں مانتا ہوں۔ وہ اپرمان ہے) برہمن آدکوں کو میں مت کے طور پر سویکار نہیں کرتا۔ پرنتو ان کے مصنف جو رشی ہیں۔ ان کی ویدوشیا کیسی سمتی ہے۔ یہ جاننے کے واسطے مطالعہ کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے کیسا ارتھ کیا ہے۔ اور ان کا کیا سدھانت ہے۔

(۴)۔ تیسرے میں بجھ لینا۔

(۵)۔ سکھشا آدک جو وید انگ ہیں۔ اور اُن کے کرتا جو رشی ہیں۔ ان کی وید کے وشے میں کیسی سمتی ہے۔ یہ جاننے کے واسطے دیکھتا ہوں۔ اُن کو مت مان کر کے سویکار نہیں کرتا۔

(۶)۔ وید۔ ویدانگ۔ بھاشیہ اور ان کے ویاکھیان جو آرش یعنی رشی پرنیت ہیں۔ ان کو مت مان کر سویکار نہیں کرتا۔ کنتو پریکشا کیواسطے وہ ٹھیک کئے گئے ہیں۔ یا نہیں کئے گئے۔ اس واسطے دیکھتا ہوں وہ میرا مت نہیں ہے۔

(۷)۔ جیمنی کرت پورب میمانسا۔ بیاس کرت اُتر میمانسا۔ چرن بیوہ اُن کو بھی مت مانکر سویکار نہیں کرتا۔ کنتو ان کے مت کی پریکشا کے واسطے دیکھتا ہوں اور طرح نہیں۔

(۸)۔ پُران۔ اُپ پُران۔ تنتر گرنتھ۔ ان کے اوّل اور انت میں شردھا ہی نہیں کرتا۔ ان کے پرمان کی تو کیا کتھا ہے۔

(۹)۔ ساری بھارت اور بالمکی رچت راماین کا پرمان نہیں۔ کیونکہ لوک میں

بہت پرکار بیوہار ہے۔ اُن کے حال کا جاننا ہی اُن کا مطلب ہے۔ کیونکہ وے گزر چکے ہیں۔

(۱۰)۔ نجی فرض میں سمجھ لینا۔

(۱۱)۔ منوسمرتی کو منو کا مت جاننے کے واسطے دیکھتا ہوں۔ اس کو راشٹ سمجھ کر نہیں۔

(۱۲) یاگولک آدمی اور متاکھشرا آدمی کا تو پرمان ہی نہیں کرتا۔

(۱۳)۔ بارھویں میں سمجھ لینا۔

(۱۴)۔ بشنو سوامی آدمی جو سمپردائے ہیں۔ اُن کا پرمان میں لیش ماتر ذرہ بھی نہیں کرتا۔ بلکہ ان کا کھنڈن کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ سارے سمپردائے وید مخالف ہیں۔

(۱۵) چودھویں میں سمجھ لینا۔

(۱۶)۔ میں سوتنتر نہیں ہوں۔ بلکہ وید کا پیرو ہوں۔ ایسا سمجھنا چاہیئے۔ جتنے آدمی جو کچھ پدارتھ ہیں۔ ان کا جیسا وید میں کتھن ہے ویسے مانتا ہوں۔

(۱۷) جگت اُوتپتی جیسی وید میں لکھی ہے۔ اور جس ۔۔۔ ئی ہے۔ اُس سارے کو اُسی طرح مانتا ہوں۔

(۱۸) جس وقت سے سرشٹی کا سلسلہ ہوا ہے۔ اس کال کی کوئی سنکھیا نہیں ہے۔ یہ جاننا چاہیئے۔

(۱۹) ویدوکت جو یگ آدی کرم ہے۔ وہ یتھا شکتی سب کرنی چاہیئے۔

(۲۰)۔ ویدوکت جو طریقہ ہے۔ وہ ماننا چاہیئے اور نہیں۔

(۲۱)۔ شاکھاؤں میں جو کرم کہے ہوئے ہیں۔ وہ وید انوکول ہونے سے پرمان ہیں۔ ورودھ ہونے سے نہیں۔

(۲۲) ایشور کا کداچت جنم مرن نہیں ہوتا۔ جس کے جنم مرن ہوتے ہیں۔ وہ ایشور ہی نہیں ہے۔ سرب شکتی مان ہونے سے۔ انتریامی ہونے سے نراویو ہونے سے۔ پرپورن ہونے سے۔ نیاءکاری ہونے سے۔

(۲۳) میں سنیاس آشرم میں ہوں۔

(۲۴) ست دھرم وچار نامک پستک جس نے میترالدین چھپائی۔ اس کا مت اس میں ہے۔ میرا اس مت میں آگرہ نہیں۔

پھر ہم لوگ ویدوکت دھرم کے وشے میں پرتی پورنک پکشپات کو چھوڑ کر وچار کریں۔ تو سب طرح کلیان ہی ہے۔ یہی میری اچھیا ہے۔ تس کے لئے ہمیشہ ربندھرم سبھا ہونی چاہیئے۔ تو سرشٹ سمجھو۔ جس طرح سے بہت پرکار کے دھرم

مانا شرن ہو جائیگے۔ ویسا سب کو کرنا چاہیئے۔

پرنتو سوادیہوا و کا پرشنوں کا پیسے کو پھر پینا۔ اس کی مانند تیز و کت ودتی سے دلیست کو نہیں سمجھ کر یہ ہی لے جانا۔ کہ جس کو پرشن کرنے کا گیان نہیں۔ اُس کے سامگر میں آجیت وچار کس طرح ہو سکیگا۔ ایسی میری متی ہے۔ کیونکہ جہاں بھوجن ہی کا ذکر ہے۔ وہاں دھن کا جمع ہونا اسنبھو ہے۔ اور جس نے پرشن کئے اُس نے اپنا نام بھی نہیں لکھا۔ یہ بھی ایک نقص ہے۔ ایسا سجنوں کو سمجھنا چاہیئے۔ اس میں سوامی جی کی متی ہے۔ اس کے اپرانت جو کوئی اپنا ظاہر نام لکھنے کے بغیر پرشن کریگا اُس کا اُتر ابھی سے دلاؤنگا۔ اور جس سمپرداے کو جو مانتا ہے۔ اس کو خلاصتاً جب تک نہ لکھیگا۔ تب تک اس کا بھی اسی سے دلاؤنگا۔ پرسدھ کرتا سوامی پورنانند کارتک شکل ۷۔ سوموار سمت ۱۹۳۱ مطابق ۱۶۔ نومبر ۱۸۷۴ء

۱۷۔ کچھ مباحثے۔ مخالفت وغیرہ۔ اس کے بعد نہ تو اس پہلے پرشن کرتا نے منہ دکھلایا۔ اور نہ کسی اور نے سنمکھ ہو کر مباحثہ کیا۔ اور نہ گٹو لال شاستری وغیرہ ویشنو مت کے ودوانوں نے کبھی شاستراتھ کرنے کا نام لیا۔ اور نہ کبھی سپشٹ اپنا نام لکھ کر کوئی ان کو نوٹس دیا۔ مزید براں بن کر سامنے آنا اور پوری بُرجا کو وید انوکول سدھ کرنا تو سراسر باطل اور جان کا وبال بلکہ جنجال ہو گیا۔

پنڈت چھوٹے لال سارسوت برہمن ساکن پٹنہ بماہ کارتک سمت ۱۹۳۱ کو سوامی جی سے بمبئی میں ملے۔ ان کو سوامی جی نے کہا۔ کہ جیون جی گوسائیں ٹٹی کی آڑ میں ہم سے شاستراتھ کرتے ہیں۔ سامنے نہیں آتے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ جو کوئی ہم سے شاستراتھ کرے۔ وہ اپنا نام اور مت سپشٹ لکھ کر بتلا دے تب ہم کرینگے۔ اس کے بعد سوامی جی نے ایک چھوٹا سا پتر چھاپا۔ کہ جو کوئی ہم سے شاستراتھ کرنا چاہے وہ اپنا نام۔ مت۔ سمپرداے صاف صاف بتلا دیوے۔ تب ہم اس کا اُتر دینگے۔ یا اس سے شاستراتھ کرینگے۔ پردے کے اوٹ میں اعتراض کرنا ٹھیک نہیں۔ سوامی جی نے اپنے اشتہار میں ایک جگہ پر نام کو پر لیا تم لکھا تھا۔ گٹو لال نے لکھا کہ یہ اشدھ ہے۔ تب سوامی جی نے کہا۔ کہ [illegible] ایک سوتر ہے۔ اس سے ایسا سدھ ہوتا ہے۔ آپ اس کو ملاحظہ کریں۔

متھرا پرشاد نام ایک بھاٹیہ (جو پہلے جیون جی کے سمپرداے میں تھا) نے کنٹھی توڑ کر سوامی جی کی سہائتا لی۔ اور بہت سے آدمی کنٹھی توڑ کر سوامی جی کے ساتھی ہو گئے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ایک روز دھوبی تالاب پر ایک نہایت عمدہ دو منزلہ مکان میں تیسرے پہر کو ایک ویاکھیان دیا۔ اس وقت ۵-۶ ہزار آدمی سے کم نہ ہونگے اور زیادہ سے زیادہ ۸ ہزار ہونگے۔

سوامی جی وید کے منتروں کا ارتھ کر رہے تھے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کا خفیہ پہرہ موجود تھا۔ ۲ بجے سے ۷ بجے تک ویاکھیان ہوا۔ مضمون اس کا مورتی پوجا تھا۔ سوامی جی نے اس ویاکھیان میں مورتی پوجا اور گٹو لال وغیرہ کے مت کی اچھی طرح وید منتروں اور دلیلوں سے تردید کی۔ اس ویاکھیان کی بہت تعریف ہوئی۔ اور جیون لال جی وغیرہ وشنو سمپردائے والوں کو اس سے کمال ویدنا کا رنج ہوا اور یہ بات بھی مشہور ہوئی۔ کہ اب ان کے خلاف کوئی نہیں بول سکیگا۔

یہ بات جیون جی نے گٹو لال کو کہی۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ اگر ایسا ہی ہوا۔ تو پھر بمبئی سے ہمارے شش کو پہلے بھی بہت پھر گئے ہیں۔ اور معتزز شخص نے ہم کو بہت اٹھایا ہے۔ تاہم باقی ماندہ بھی ہمارے قبضہ سے نکل جاوینگے۔ اور وشنو دھرم گھٹ جائیگا۔ تب اس کے اگلے روز یہ بات ٹھہری۔ کہ لال باغ میں کل رات کو ایک ویاکھیان گٹو لال کی طرف سے ہو۔ جس کا مضمون دیانند سرسوتی کے خلاف مورتی پوجا استھاپن رکھا جاوے۔ وید شاستر رکھے جاویں اور سب وشنو کل اور دوسرے مت کے پنڈتوں کو بلایا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہزار ہا لوگ وہی جمع ہوئے۔ اور گٹو لال جی آن کر بیٹھے۔ ایک ان کے شش نے دیانند کا مت پرکاش کیا۔ جو انہوں نے اگلے روز کے ویاکھیان میں کہا تھا۔ اس پر گٹو لال نے سنسکرت وبھاشا میں وکترتا کی۔ اور گرنتھوں کے پرمان دیئے۔ اور پستک کھول کھول کر پنڈتوں سے پوچھا گئے (اس واسطے کہ وہ خود اندھے ہیں) اس سے سب نے سمجھا۔ کہ مورتی استھاپن ہو گئی۔ اور سب ان کی تعریف کرنے لگے۔ تب ہم نے سب کے سامنے کھڑے ہو کر زور سے کہا۔ کہ مہاراج دیانند جی کہتے ہیں کہ وید میں مورتی شبد بھی نہیں ہے۔ اور نہ مورتی پوجا وید میں ہے۔ جب تک اس کا جواب نہ ملیگا۔ تب تک لوگوں کا سندیہ دور نہ ہوگا۔ تب انہوں نے سب کو پرکاش کر کے کہا۔ اور سام وید کی سنگھتا نکالی۔ اور اس میں سے آکاش شانتی اور ادبھت شانتی کہہ کر پرتما شبد [illegible] نکلوایا۔ جس پر سب لوگ خوش ہو گئے اور سب پر تھنوں کو [illegible] دکھنا بٹوائی گئی۔ اور سبھا برخاست ہو گئی۔

افسوس کہ اتنی بڑی سبھا اور کسی کو اتنی عقل نہ آئی۔ کہ یہ واک سام وید سنگھتا کے نہیں ہیں۔ مگر دکھنا بڑی بلا ہے۔ سے اسے زر تو خدا نیست [illegible] لیکن [illegible] عیوب [illegible] جاتی۔ یہ واک سام ویدا کسی اور وید کی سنگھتا کا بھی نہیں ہے محض پبلک کو دھوکا دیا گیا ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ جیسے ہم تین آنکھ ہیں۔ ویسے اور وہ تو ان بھی ہوں گے۔ مگر ایسا خیال سراسر باطل ہے۔

پھر سوامی جی کا بمبئی کے پنڈتوں سے لائبریری میں شاستر ارتھ ہوا۔ ایک

بڑا سنگھاسن بنایا گیا اور اس پر وید کی پُستک برہمن کے واسطے رکھی گئیں۔ برہمنوں نے کہا کہ ہم اوپر بیٹھتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم سنیاس دھرم سے بیٹھتے ہیں۔ تم کچھ ہم سے پوچھو۔ اگر ہم اُتر نہ دے سکے۔ تو تم بیٹھ جانا۔ ہم اُتر آ بیٹھے۔ پرشا سترارتھ دیا کرن اور پرتما کے وِشے پر تھا۔ مگر کوئی پنڈت مورتی پوجا کو وید سے سدھ نہ کر سکا۔"

بمبئی کے پنڈتوں کے شرومنی جیکشن بیاس سے نیلادھر سیٹھ کے باغ میں جیو برہم کی ایکتا پر شاسترارتھ ہوا۔ اور اسی تقریب پر سوامی جی نے ویدانت دھوانت نوارن پُستک تصنیف کر کے چھپوائی۔

۷۔ منشی کنہیا لال کے رسالے سے اقتباس۔ منشی کنہیا لال الکھ دھاری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں۔ رقم ہے۔ کہ یہ مہاراج بمبئی میں ہدایت کرتے ہیں۔ کہ مورتوں کو نہ پوجو (۲) ویدوں و شاستروں کے مقابلہ میں پوران ناچیز ہیں (۳) رانڈوں کا عقد ثانی کرو۔ (۴) اوتاروں کو مثل دیگر بندگان خدا کے سمجھو (۵) جب مرد ۲۵ برس کا اور عورت ۱۶ برس کی ہو۔ ان کا عقد کرو۔ اس بیچارے خدا کے واسطے ہدایت کرنے والے کے مقابلہ کو ۲۰۰ پنڈت جمع ہوگئے ہیں۔ کہ اس کے اقوال کو ویدوں سے رد کریں۔

مؤلف۔ آدمی کو عقل و حواس اس واسطے عطا ہوئے۔ کہ حق و ناحق و سچ و جھوٹ و مفید و مضر و مصلحت عام و خاص میں تمیز کرے۔ اس واسطے نہیں کہ ایک حواس والے کو عقل کُل سمجھ اس کے ساتھ مثل بھیڑوں کے چاہ میں گرے۔ وید معقول پُستک ہیں۔ ان میں بخلاف سوامی دیانند جی کے ہرگز نہ ہوگا۔ اگر کسی خود غرض نے اپنے مطلب کے پورا کرنے کو کوئی شرتی بت پرستی وغیرہ کی ملا دی ہو۔ کچھ عجب نہیں کہ جب چاروں ویدوں کا مجموعہ کہیں دستیاب نہیں ہوتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کوئی شرتی مفید مطلب بنا اُس کو ویاس کا قول اقرار دیا ہو۔ اگر ایسا ہی ہو ویاس بھی ایک آدمی تھا۔ اور جتنے حواس و دیگر آدمی رکھتے ہیں۔ وہ بھی رکھتا تھا۔ اگر اس نے اپنے وقت کی مصلحت کے مطابق رائے لکھی ہو۔ ہم کو ضرور نہیں۔ کہ اس وقت کی رائے پر عمل کریں۔ ہزار سال بیشتر دنیا کے مردم تیر و کمان سے جنگ کرتے تھے۔ اور بھیشم پتامہ کو پانڈوں کے خاندان کے آدمی اُستاد سمجھتے تھے۔ آج کے روز وصف و کمال پھولی کوڑی کے برابر بھی قدر نہیں رکھتا۔ کہ ایک توپ کے گولے سے سو اُستاد تیر اندازی کے فنا ہیں۔ جہاں کی کچھ خبر نہیں۔ پس اس وقت کے مردم کو تمیز کرنا واجب ہے۔ کہ مورتیوں کو پرم آتما پر شرف ہے۔ یا پرم آتما کو مورتیوں پر۔ اگر مورتیں زیادہ شرف رکھتی ہوں۔ تو آتما و پرم آتما اور ایشر اور پرم ایشر کو کتابوں اور تلفظ سے

انکال دو۔ اور جس مورت کو دے دو سو پنڈت مضبوط کریں۔ اس کو پوجو۔ کرو گے وہی جو تمہارے باپ دادا کرتے رہے۔ لیکن اتنا کرنا فرض ہے۔ کہ تمام ہندؤں کی ایک مورت قائم کر لیں۔ اور سب اس سے رجوع کریں۔ کعبیوں کی مانند لیفت اور مسجدوں کو قدر پر گھر نہ پھریں۔ میں نہیں کہتا کہ رانڈوں کا عقد ثانی کرو۔ مگر رانڈوں کو حمل حرام کرانے کی اجازت دو۔ تاکہ اسقاط حمل نہ ہوں۔ نفاق نے ہند سے حب الوطنی کو کھویا ہے۔ اور مسلمان و عیسائی بنایا ہے۔ جن کے سر عقل سے خالی ہیں۔ وے دور اندیش نہیں ہوتے۔ نفع اس حرکت کا اگر ہوگا۔ برہمنوں کو اور کسی قوم کو نہیں۔ آج کے چھتریوں سے ویسے کمہار اچھے ہیں۔ جن کے گدھے بڑے بڑے راجوں کے گھروں سے بادشاہوں کے یہاں پہنچتے تھے۔ جیسے کابل میں سب گھوڑے نہیں ہوتے۔ گدھے بھی ہوتے ہیں۔ ویسے ہر قوم میں لائق و نالائق ہوتے ہیں۔ سب سے مقدم ویاس جی و پاراشر جی جو ان کے باپ تھے۔ (دیکھو پجر سوجی مصنفہ شنکر آچاریہ) چھوٹی عمر کے بیاہ نے ہندؤں کو تعلیم علم و ہنر دیسیر بلاد سے کھویا۔ اور مکر و فریب سکھایا۔ اور ضعیف القوائے و پست ہمت بنایا۔

دیانند سرستی کے کہنے کو نہ سنو۔ کوئی وید شاستر کے جاننے والا اگر ہند میں زندہ ہو۔ اس سے پوچھو۔ کہ یہ بھیک مانگنے والے اور بیوقوفوں کے ٹھگنے والے کچھ نہیں جانتے ہیں۔ جن کے بچوں کو برہمن سمجھتے ہو۔ جو ویدوں و شاستروں اور علم معقولات سے جاہل ہیں۔ ان سے کہنا بھینس کے روبرو بین بجانا ہے۔ ورنہ ہر مذہب کی کتابیں ویدوں سے متفق ہیں۔ کہ پرماتما وہ ہے۔ کہ رنگ و ذائقہ لمس و بو و آواز سے محسوس نہ ہو۔ اور جس کی شکل ہوگی۔ وہ فنا ہوگی۔ جس اوتار نرنکار برہما و بشن و مہیش و شکت بھی اگر شکل و رنگ رکھتے ہیں۔ فنا ہونے والے ہیں۔ جیسے کہ ہم پاتم جس کو فنا نہیں ویسا ہند میں بلکہ کسی ولایت میں کوئی نہیں ہوا۔ ورنہ ہے اور نہ ہوگا۔

نامہ نگار نے دیانند سرستی کو آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ مگر ان کے حالات کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اوتار پرستی کا بخار دور کرنے کو ہوئے تھے۔ انہوں نے دنیا کے آدمیوں کے دلوں سے اندھکار کے نکالنے کو اوتار لیا ہے اور اوتار بشن یا بدھ کے تھے۔ یہ ست چت آنند اودیتی کے ہیں۔ ان کے چرنوں میں سیس کو نوا کے بار نمسکار کرتا ہوں۔ کہ یہ سچے برہمن ہیں۔

اے بھائیو! غور کرو۔ کہ تمہارے منجموں اور گورو اور پنڈتوں نے اور تمہارے چھتریوں اور دیوتوں اور مندروں کی مورتوں نے مسلمانوں کے حملہ کو بالکل نہ روکا۔ مسلمانوں نے جو برہمنوں اور تمہارے مندروں کی مورتوں سے کیا تواریخ سے

ورتیا اور کاشی میں جا کے تصدیق کر لو۔

دشمنوں کے وار سے محفوظ رکھنے اور دشمنوں پر غالب آنے کو علم و ہنر اور وید رکھ ست چت آنند ادویتی ہے۔ دیانند سرسوتی اور برہم سماج والوں کے کہنے کو دشمنو برہ سو برس کے اندر کوڑی کے تین تین ہو گئے۔ ہم اس وقت نہ ہونگے۔ مگر ہمارا لکھا ضرور صدر ہیگا۔ افسوس ہے جاہلوں کو دوست دشمن نظر آتے ہیں۔ اور دشمن نادر سے زیادہ مہربان اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندو مذہب اور ہندیوں کا ادبار ہے۔ آج ہندو ایسے بے حقیقت ہیں۔ کہ سو ہندو کو ایک مسلمان دھمکا سکتا ہے۔ اور برہمن جو ان کے گرو ہیں۔ وے ناخواندہ بھیک مانگنے کو برہمن کا دھرم مان دیتے ہیں۔ اس علم و عقل پہ رونا آتا ہے۔

جب پانچ برس کی بیٹی رانڈ ہوتی ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ کرم پھوٹ گئے۔ کوئی اس وقت نہیں کہتا ہے۔ کہ تمہاری اور تمہارے رہبروں کے ہردے کی آنکھیں پھوٹ گئیں۔ جب لوگوں کو کچھ تمیز ہوگی۔ معلوم کرینگے۔ اُن کے بزرگ کیسی عقل رکھتے تھے۔ اور جن لفظوں سے انگلستانی دو ہزار سال سے پیشتر کے انگلستانیوں کو کہتے ہیں۔ انہیں صفات سے سو پچاس برس بعد ہندوستانی اس وقت کے پیر و مرشدوں کو بھینگے۔ اس لکھنے سے یہ امید نہیں۔ کہ کوئی اس زمانے پہ عمل کرے۔ کہ پتھر پر جونک نہیں لگتی۔ جب کسی زمانے کے مردم اس وقت کے مردم کو بیوقوف میں۔ تاہم لکھار کو معاف رکھیں۔ کہ جو اُن کو اس وقت کہنا فرض ہوگا۔ اُن کے بزرگ اس سے سخت تر الفاظ سے فی الحال یاد فرماتے ہیں + الراقم سرسوتی کنت

۸۔ مروا دینے کا ایک اور منصوبہ۔ یہاں سوامی جی ہمیشہ سمندر کے کنارے ٹہلنے جایا کرتے تھے۔ جیون جی نے چار آدمی سوامی جی کے مارنے کے لئے مقرر کئے۔ جس سڑک پر وہ تعینات تھے۔ اس پر سوامی جی مع رفیق ہمراہی بلدیو سنگھ کے جایا کرتے تھے۔ ایک دن ان لوگوں سے مقابلہ ہوا۔ مگر سوامی جی کی صورت دیکھ کر مارنا تو درکنار۔ وہ کچھ بول بھی نہ سکے۔ تب سوامی جی نے انہیں یہ کہا۔ کہ مجھے مارنے کے واسطے تم ہی آئے ہو۔ اُن کے ہردے کا کھوٹ ان پر صاف ظاہر ہو گیا۔ یہ لوگ پھر کبھی نہیں ملے۔ مگر سوامی جی ہمیشہ اسی سڑک پر گھومنے جایا کرتے رہے۔ اُن کی کچھ پرواہ نہیں کی۔

گو سوامی جیون جی نے جب دیکھا۔ کہ ان سے ہماری پیش نہیں جاتی۔ تو وہ اس بھاگ گئے۔ بعد ازاں سوامی جی نے بلبھ اچارج مت کھنڈن نامک تصنیف کرکے شائع کی۔

۹۔ آریہ سماج کی قائمی کا خیال اور اس کی مخالفت۔ خیالات کو پلٹنا

ل ہو چکا تھا۔ لوگ چاہتے تھے۔ کہ آریہ سماج قائم کی جاوے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ سوامی جی کے چلا جانے کے بعد اس اُتم دھرم کاریہ یعنی ست اُپدیش کا چلانا مشکل ہو جاوے۔ لہٰذا ایسے مبارک خیال کا عملدرآمد کرنے میں ظاہرا جن لوگوں کو خوش ہونا چاہیئے تھا۔ افسوس ان میں سے کئی ناراض ہو گئے۔ حقیقت یہ تھی۔ کہ سوامی جی کو بُلانے والے لوگ دل سے اور چال پر چل رہے تھے۔ بعض پورانک نوین ویدانتی پنڈت تھے۔ وہ سوامی جی کو بلانے میں اس غرض سے شامل تھے۔ کہ کسی خاص مت کا کھنڈن کرا کے لوگوں کو اپنی طرف کر لیں۔ اور سوامی جی کے چلا جانے کے بعد انہیں اپنا ششیہ بنا رکھا سمجھنے کے لئے انہیں آنے کا اپدیش کریں گے۔ برہم سماجی پرارتھنا سماجی وید کو نہیں مانتے تھے۔ وہ امید کرتے تھے۔ کہ سوامی جی کو جاننے والوں کا زیادہ حصہ ہماری سماج میں شامل ہوگا۔ جب بعض لوگوں کو ان فریقوں کی خود غرضی کا علم ہوا۔ تو ان کو آریہ سماج ستھاپن کرنے کی خواہش بڑھ گئی۔ انہوں نے سوامی جی کو حال سمجھایا۔ اور ان کے سامنے ۲۴ سے ۳۰ نومبر ۱۸۷۴ء تک یعنی [illegible] ان ساٹھ صاحبوں نے دستخط کئے۔ کہ ہم نشچے سماج کو چلا دینگے۔ ہندی بھاشا میں نام ہو گئے۔ ورتی تا دھرم اپدیش کرنا انہوں نے اپنے ذمے لیا۔ مگر برادری نے بھی سے دباؤ ڈالا۔ کئیوں نے اپنی اسیری کے کسر شان سمجھا۔ کئیوں کے دوستوں اور رشتہ داروں میں جھگڑے ہوئے۔ اور آخر سوامی جی پر طرح طرح کے بہتان لگائے گئے۔ کہ وہ عیسائی ہے۔ انگریزوں کا نوکر ہے۔ ملیچھ ہے وغیرہ۔ ان اسباب سے سماج کے کام میں بہت کمزوری رہی۔

۱۰۔ تحریری کام۔ یوں تو سوامی جی ہمیشہ ہی لیکچر دوارا بھی پرچار کرتے رہے لیکن معلوم ہوتا ہے۔ بمبئی کی طرف آ کر آپ نے تصنیف کا کام خاص توجہ سے کیا۔ چنانچہ بھارت مت کھنڈن۔ سوامی نارائن مت کھنڈن۔ شکشا پتری دھوانت نوارن۔ ویدانت دھوانت نوارن بمبئی میں لکھی و چھپوائی گئیں۔ ستیارتھ پرکاش تو آپ ایک دو ماہ بمبئی آنے سے پہلے ہی لکھوا چکے تھے۔ جو راجہ جے کرشن داس کی زیر نگرانی بنارس میں چھپ رہا تھا۔

دوسری فصل۔ احمد آباد (گجرات)

اتنے میں ماہ دسمبر ۱۸۷۴ء کو گوپال راؤ ہری دیشمکھ بہادر جج احمد آباد کا جو کہ ممبر تھے۔ آخر سوامی جی کو احمد آباد لے گیا۔ یہاں کا ایک بڑا دولتمند بھاٹیا جس سوامی جی کو اسٹیشن پر لینے آیا تھا۔ اس نے دو تین لاکھ روپیہ لگا کر اپنا مندر بنایا تھا۔ راستے میں اس نے سوامی جی سے اپنے مندر کی تعریف شروع

کی۔ سوامی جی نے بجواب اس کے افسوس ظاہر کیا۔ اور گاڑی میں ہاتھ مار کر کہا کہ اتنا روپیہ تم نے ایک پتھر پر لگوایا۔ اگر کسی پاٹھ شالا پر لگاتے تو وید کے پڑھے ہوئے برہمن جگت کو فائدہ پہنچاتے۔ ایسی ہی مورکھتا کی وجہ سے ہم لوگوں کی یہ دُردشا ہو رہی ہے۔ کہ وید جرمن سے آتے ہیں۔ تب پڑھنے نصیب ہوتے ہیں۔

اُس نے کہا کہ میں پرتما سدھ کر اوُنگا۔ چنانچہ اس نے ملار راؤ راجہ کو یہ بات کہی۔ اور پنڈت بلائے۔ ایک جج کے باغ میں جہاں سوامی جی ٹھہرے ہوئے تھے۔ شاستر ارتھ کی ٹھہری۔ دو ڈھائی سو پنڈت اکٹھے ہوئے۔ ۵۔۶ گھنٹے تک شاستر ارتھ ہوتا رہا۔ آخر کو جب وہ لوگ پرتما سدھ نہ کر سکے۔ تو اُلٹے گالیاں دینے لگے۔ تب دیش مکھ گوپال راؤ ہری جج و بھولا ناتھ بھائی نے کہا کہ معلوم ہوا۔ پرتما پوجا کا حال حقیقت میں وید سے تو سدھ نہیں ہوتا۔ ماننا نہ ماننا اپنی مرضی ہے۔ تقریباً ایک ماہ سوامی جی احمد آباد رہے۔

تیسری فصل۔ راجکوٹ

اب ڈیرا۔ پوس بدی ۵ سوموار سمت ۱۹۳۱ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۸۷۴ء کو سوامی جی احمد آباد سے روانہ ہو کر ۳۱ دسمبر ۱۸۷۴ء راجکوٹ پہنچے۔ ان دنوں گرو صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ کیونکہ وہاں گورنری دربار تھا۔ ایک بڑی دھرم شالا یعنی سرکاری سرائے ہے۔ اس کے بڑے بنگلے میں آپ نے ڈیرا کیا۔

۲۔ راجکمار پاٹھ شالا۔ یہاں ایک راجکمار پاٹھ شالا ہے۔ جس میں علاقہ گجرات کے تمام رئیسوں کے لڑکے پڑھتے ہیں۔ ان دنوں موجودہ مہاراج موروی بھی وہاں تعلیم پاتے تھے۔ اور کئی راجکمار لیکچروں میں آتے تھے۔ موجودہ مہاراج موروی نے بھی سوامی جی کا وہاں لیکچر سنا۔ ایک دن وہاں کے ماسٹر لوگ سوامی جی کو پاٹھ شالا (کالج) دکھلانے کے واسطے لے گئے وہاں کے پرنسپل صاحب نے سوامی جی کو کہا۔ کہ آپ راجکماروں کو اُپدیش دیں۔ سوامی جی نے ان کو بھلی پرکار شاستروکت سکھشا دی۔ پھر پرنسپل صاحب سوامی جی سے بات لاپ کرتے رہے۔ جس پر وہ پرسن ہوئے۔ اور چلتی وقت سوامی جی کو دو جلد رگ وید کی بھینٹ کیں۔

۳۔ پرچار کا کام۔ یہاں سوامی جی نے نوٹس لکھوا کر دس بارہ لیکچر دیئے۔ اگرچہ سنسکرت بھی بولتے تھے۔ تاہم لیکچر ہندی ہوتا تھا۔ کنگ کالج میں گو ستوری کے نشیدہ پر لیکچر ہوا۔

۴۔ پنڈت شنکر لال آدمی کی ملاقات۔ پنڈت شنکر لال جی شاستری اشٹادھیائی پر شنوراتا گر رئیس موروی۔ و ہیڈ پنڈت ہائی سکول موروی یہاں سوامی جی سے تین بار ملے۔ اوّل بار جیون رام شاستری و منی شنکر جٹا شنکر ناگر اُن کے ساتھ تھے۔ اس وقت وید میں اندر ورن اگنی وغیرہ جو شبد آتے ہیں۔ وہ پرم برہم واچک ہیں۔ ایسا ویاکرن دوارا دھاتو سے شبد کی ویتپتی کر کے دکھلا رہے تھے۔ تخمیناً ایک گھنٹہ یہ بیٹھے۔

دوسرے دن۔ پھر ملے۔ دھرم شالا کے چوک میں سبھا کر کے سوامی جی نے ویاکھیان دیش بھاشا میں دیا۔ اس میں آریہ لوگوں کا ورنن کیا۔ کہ وہ امریکہ گئے تھے۔ اور اگنی گاڑی بھی آگے تھا۔ انگریزوں کی نئی ایجاد نہیں۔ اس پر وید کے منتر بھی بولے تھے۔ جن کا اس قسم کا مطلب تھا۔ کہ اگر اگنی ہمارا سہایک ہو۔ تو اُسرام کو نہیں پہونچینگے۔ یہ بھی ذکر کیا۔ کہ ارجن نے امریکہ میں شادی کی تھی۔ بس یہ بات جو کہتے ہیں۔ کہ امریکہ کولمبس نے پرسدھ کیا۔ صحیح نہیں۔ بلکہ آریہ لوگ اس سے پہلے پرسدھ کر چکے تھے۔ آج ترکھڑ صاحب کے ساتھ کچھ وشیش مکالمہ سا ہوا۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ ویاکھیان میں مت بولو۔ ویاکھیان کے پشچات اُتر دونگا۔

تیسرے دن۔ شنکر لال موروی چلنے لگا۔ تو پھر ان کے پاس گیا۔ اس وقت سوامی جی بولے کہ تم جیسے ودوانوں کو وید وکت دھرم وشے پر مضبوط شردھا رکھنی چاہیئے۔

منی شنکر جٹا شنکر کے ساتھ گرنتھوں کے پرکشپت بھاگ پر بات چیت ہوئی۔ سوامی جی نے منو اور بھارت میں پرکشپت شلوک ماننے کے بتائے۔ چتربھج شاستری مرحوم سے بھی بات چیت ہوئی تھی۔ پھر شنکر لال جی کے پتا جی نے منع کر دیا۔ کہ تم مت جاؤ۔ اس لئے وہ رُک گئے۔

۵۔ متفرق امور۔ اس وقت گئو رکھشا کرنے اور بال بکشن نشیدھ اور بیشیا نرتی اور مورتی پوجا کھنڈن اور نوین مت ویدانت آدک کا کھنڈن کرتے تھے۔ یہاں کے چند بہادر پرشوں نے سوامی جی کا فوٹو لیا۔

چوتھی فصل۔ احمد آباد

۱۔ عام حال۔ پوش سدی ۱۱۔ سوموار سمت ۱۹۳۱ مطابق (۱۸ جنوری ۱۸۷۵ء) کو راجکوٹ سے احمد آباد کی جانب چلے۔ اور پورنماشی برہسپتی وار ۲۱۔ جنوری ۱۸۷۵ء کو احمد آباد میں آ گئے۔ اور سوامی نارائن مت کا خوب کھنڈن کیا۔ انھی

وہاں کتاب سوامی نارائن مت کھنڈن تصنیف کی اس دفعہ سات دن رہے۔ یہاں سے سوامی جی اول بڑودہ جانے والے تھے۔ مگر ان دنوں بڑودہ میں گڑبڑ مچ گئی۔ انگریز لوگ فوج لے کے چڑھ گئے۔ راجا کو قید کر لیا۔ بالزام زہر خورانی۔ اس واسطے اُدھر کا ارادہ ملتوی کرکے بروز پنجشنبہ ۲۹۔ جنوری ۱۸۷۵ء مطابق ماگھ بدی ۸ سمبت ۱۹۳۱ سوامی جی دوبارہ بمبئی میں تشریف لائے۔

۱۰۔ **ایک خاص چٹھی۔** اس وقت کی ایک چٹھی سے اس سفر کا سارا پتا اچھی طرح گیات ہوتا ہے۔ اس لئے ناظرین کی آگاہی کے لئے اسے یہاں درج کرتا ہوں۔ "سوستی شری ست شرلیشٹ آیوشمان یوگ لالہ ہری ونش لال آدی کو دیانند سرسوتی سوامی کی آشیش پہونچے۔ یا آگے منڈلی رام پنڈت اور بلدیو دت سوامی جی کے شش کا آشیرباد یتھوچت پہونچے۔ یہاں کشل آنند ہے۔ آپ لوگوں کا کشل آنند چاہیئے۔ آگے پوش بدی ۵ سمبت ۱۹۳۱ (۲۸۔ دسمبر ۱۸۷۴ء) کو احمد آباد سے راجکوٹ کاٹھیاواڑ میں گئے۔ وہاں دس بارہ وکھیان (لیکچر) ہوئے۔ لوگ سن کے بڑے پرسن ہوئے۔ راجکوٹ میں ایک راجکمار پاٹ شالا ہے۔ سو اس میں راجکمار لوگ پڑھتے ہیں۔ کئی راجکمار وکھیان میں آتے رہے۔ سن کے بہت پرسن ہوئے۔ ایک دن ماسٹر لوگ سوامی جی کو راجکمار پاٹ شالا میں لے گئے۔ سوامی جی نے وہاں بھی وکھیان کیا۔ راجکمار لوگ سب بہت پرسن ہوئے پھر سوامی جی نے راجکمار لوگوں کو بہت سکشا کی پھر راجکمار پاٹ شالا کے پرنسپل صاحب نے سوامی جی سے کئی باتیں پوچھیں۔ سوامی جی نے سب کا اُتر دیا۔ صاحب بھی بہت پرسن ہوئے۔ سوامی جی کو دو جلد رگوید کے پُستک نذر کئے۔

پوش سدی ۱۱۔ سمبت ۱۹۳۱ سوموار (۱۸۔ جنوری ۱۸۷۵ء) کو راجکوٹ سے احمد آباد کو چلے۔ جہاں پورنماشی بدھوار (۲۰۔ جنوری ۱۸۷۵ء) کو پانچ سات دن رہینگے پھر بمبئی کی طرف جاوینگے۔ بڑودہ میں نہیں جاوینگے۔ بڑودہ میں گڑبڑ مچی ہے انگریز لوگ فوج لے کے چڑھ گئے۔ راجا کو قید کر لیا۔ راجا کے اوپر وِش کا دوش لگا ہے۔ آگے ستیارتھ پرکاش کتنے ادھیائے تک چھپا۔ جتنا چھپا ہو۔ تتکال راجہ جیکشن داس کے پاس بھیجو۔ جلدی چھپاؤ۔ یہاں بہت سے لوگ لینے کو کہتے ہیں۔ اس کے بنا بہت حرکت ہے۔ اور سکھشا کی پُستک چھپی کہ نہیں۔ آگے شبھ ہو۔ سمبت ۱۹۳۱ متی ماگھ بدی ۲ ششی وار مطابق ۲۳۔ جنوری ۱۸۷۵ء۔ آگے مراد آباد میں قرآن کے کھنڈن کا ادھیائے شودھنے کے واسطے گیا ہے۔ سو شودھ کے آپ کے پاس آیا کہ نہیں۔ جو نہ آیا ہو۔ تو راجہ جیکشن داس جی کو خط لکھو۔ جلدی چھاپنے کے واسطے بھیج دیویں۔ اور بائیبل کا ادھیائے سب شودھ کر کے چھاپ دو۔ دو جیٹھے

میں چھاپنے کے واسطے جو آپ نے لکھا ہے سو دو مہینے میں سب پستک چھاپ کے دو شدھ کر کے اشدھ ہونے نہ پاوے اور پاٹھ شالا کی جو سنستھا آپ لوگوں کے اوپر ہے جیسے چلے ویسے چلاتے جاؤ ہم لوگ اور سوامی جی اتی پرسن ہیں سوامی جی کا آشیرباد سب لوگوں سے کہہ دینا جواب اس پتہ سے لکھنا بمبئی میں ٹھکانا بالکیشر کے سمیپ ٹھاکر شری نارائن جی کے نام سے بھیج دینا ہم کو مل جائیگا ◆

پانچویں فصل بمبئی

آریہ سماج قائم ہو گیا

(۲۹ جنوری تا چار شنبہ آخیر جون ۱۸۷۵ء مطابق ماگھ بدی سمت ۱۹۳۱ تا اساڑھ بدی سمت ۱۹۳۲)

کیفیت قائمی آریہ سماج سوامی جی کے گجرات کی طرف تشریف لے جانے سے آریہ سماج کی قائمی کا خیال جو بمبئی والوں کے دل میں پیدا ہو کر دھیما ہو گیا تھا وہ اب سوامی جی کے دوبارہ آنے سے پھر بڑھنے لگا۔ جتنے کہ چند صاحبوں نے درڑھ سنکلپ کر لیا کہ خواہ کچھ ہی ہو بغیر قائم کئے ہم نہیں رہینگے۔ سوامی جی کے واپس آتے ہی بماہ فروری ۱۸۷۵ء گرگاؤں کے محلے میں ایک پبلک جلسہ مسٹر گرباشنکر راؤ بہادر دادوبا پانڈورنگ جی کی پردھانتا میں ہوا نیموں پر بچار کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی لیکن اس میں بھی کئی ایک لوگوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ ابھی سماج ستھاپت نہ ہونا چاہئے نتیجہ پر بھی ویسا ہی رہا ◆

لیکن آخر جب کئی ایک بھدر پرشوں کو ایسا معلوم ہوا کہ اب سماج ستھاپت ہوتا ہی نہیں تو انہیں کوشش اور لگن سے کام کرنا پڑا نتیجہ یہ ہوا کہ چند دھرماتماؤں نے مسٹر راج مان راجیشری پانا چند آنند جی پاریکھ کو نیم مقرر کردہ پر بچارنے اور درست کرنے کا کام سپرد کر دیا جب نیم درست شدہ سوامی جی نے منظور کر لئے تو چند بھدر پرش جو یہ سماج کی قائمی اور نیموں کو بہت پسند کرتے تھے لوک بھئے (خوف دنیا) کی پرواہ نہ کر کے دھرم کے میدان میں آگے ہوئے اور چیتر شدی ۵ ششی وار سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۰ اپریل ۱۸۷۵ء عرو ۳ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ و سمت ۴۹۷۶ کلجگ سالباہن و ۱۲ فصلی و ۱۲ خورداد سنہ پارسی و جیت ۲۹ شکرانت سمت ۱۹۳۲ کو شام کے وقت محلہ گرگاؤں میں ڈاکٹر مانک جی کے باغیچہ میں مسٹر گردھر لال دیال داس کوٹھاری بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی پردھانتا میں ایک پبلک جلسہ کیا گیا جس میں یہ نیم سنائے گئے اور سروسمتی

پرمان ہوئے اور اسی روز سے آریہ سماج ستھاپن ہوئی - عہدہ داران نیت کئے گئے ہفتہ وار جلسہ سنیچروار شام کو ہونے لگا - مگر چند ماہ بعد سماجک آدمیوں کے بسبب سوافق نہ جانکر آتوار کو مقرر کر دیا - چنانچہ اب تک جلسہ اسی دن ہوتا ہے ✦

۲- آریہ سماج کے نیم - ۱- آریہ سماج کا سب منشوں کے ہت ارتھ اوشیک ہونا چاہیئے ✦

۲- اس سماج میں مکھ ست پرمان ویدوں کا ہی مانا جائیگا - ساکشی کے واسطے ویدوں کے ویاکھیان کے واسطے اسی طرح آریہ اتہاس کے واسطے شت پتھ برہمن آدی ۴ برہمن ویدانگ چھ اپ وید ۴ درشن ۶ اور ۱۱۲۷ شاکھا ویدوں کے ویاکھیان ویدوں کے آرش سناتن سنسکرت گرنتھوں کا بھی وید انوکول ہونے سے گون پرمان مانا جائیگا ✦

۳- اس سماج میں پرتی دیش کے مدھ ایک پردھان سماج ہوگا اور دوسرے شاخ در شاخ ہونگے ✦

۴- پردھان سماج کے انوکول اور سب سماجوں کی ویوستھا رہیگی ✦

۵- پردھان سماج میں وید انوکول سنسکرت اور آریہ بھاشا میں نانا پرکار ست اپدیش کے لئے پستک ہونگے اور ایک آریہ پرکاش پتر یتھا انوکول آٹھ آٹھ دن میں نکلیگا سب سماج میں پرورت کئے جائینگے ✦

۶- ہر ایک سماج میں ایک پردھان پرش اور دوسرا منتری تتھا انیہ پرش اور استری سب سبھاسد ہونگے ✦

۷- پردھان پرش اس سماج کی یتھاوت ویوستھا کا پالن کریگا - اور منتری سب کے پتر اجواب تتھا سب کے نام ویوستھا لیکھ کریگا ✦

۸- اس سماج میں ست پرش ست نیتی ست آچرنی آدمیوں کے ہت کارک ساتھ لئے جائیں گے ✦

۹- جو گرہست گرہ کرت سے فرصت پراپت ہوئے سو جیسا گھر کے کاموں میں پرشارتھ کرتا ہے اس سے ادھک پرشارتھ اس سماج کی انتی کے لئے کرے اور ورکت نت ہی اس سماج کی انتی ہی کریں - ونیتھا نہیں ✦

۱۰- ہر آٹھویں دن پردھان منتری اور سب سبھاسد سماج ستھان میں اکٹھے ہوں اور سب کاموں سے اس کام کو مکھ جانیں ✦

۱۱- اکٹھے ہو کر استھرتا سے پرتیت ہوں بیسر رہتی سے پرشنوتر کرکش بات چھوڑ کر پرمیشور سام ویدادی گان پرمیشور ست دھرم ست نیتی کے متعلق تتھا ست اپدیش متعلق ہی باجا وغیرہ کے ذریعہ سے گان ہو اور اسی مطلب پر منتروں کا ارتھ

اور ویاکھیان یعنی مجموعہ گیان پھر منتروں کا ارتھ پھر ویاکھیان پھر گیان وغیرہ ✦

۱۲- ہر ایک سبھا سد بنیاد یا یوپکار پُرشارتھ سے جتنا دھن پراپت کرے اُس میں سے آریہ سماج - آریہ ودیالہ اور آریہ پرکاش پتر کے پرچار اور اُنتی کے لئے آریہ سماج دھن کوش میں فیصدی پرتی یوپکار دیویں اوعمک دینے سے ادھک پھل۔ اس دھن کا ان وشیوں میں ہی خرچ ہونے اور جگہ نہیں ✦

۱۳- جو آدمی ان کاریوں کی اُنتی اور پرچار کے لئے جتنا پریتن کرے اس کا یتھا یوگ ستکار اُتساہ کے لئے ہونا چاہیئے ✦

۱۴- اس سماج میں ویدوکت پرکار سے ایک ادوتی پرمیشور کی ہی اُستتی پرارتھنا اور اُپاسنا کرنے میں آئیگی یعنی نراکار سرب شکتیمان نیا کاری اجنما اننت نروکار انادی انوپم۔ دیالو سرب جگت پتا سرب جگت ماتا سرب آدھار سرب ایشور۔ سچدانند آدی لکشن یکت۔ سرب بیاپک۔ سرب انتریامی اجر امر ابھے نت شدھ بدھ مکت سوبھاؤ۔ اننت۔ سکھ پرد۔ دھرم ارتھ کام۔ موکش پرد۔ اتیادی وشیشنوں سے پرماتما ہی کی اُستتی اس کا گن کیرتن۔ پرارتھنا اس سے سرب سرپشٹ کاریوں میں سہائتے چاہنا۔ اُپاسنا اُس کے آنند سروپ میں مگن ہو جانا سو یو وکت نراکار آدی لکشن والے کی ہی بھگتی کرنی اُس سے سوا کسی اور کی کبھی نہیں کرنی ✦

۱۵- اس سماج میں ٹھیک آدمی آیشٹی پرنیت سنسکار ویدوکت کئے جائینگے ✦

۱۶- آریہ ودیالہ میں وید آدی سناتن آرش گرنتھوں کا درس و تدریس کرایا جائیگا اور ویدوکت ریت سے ہی ست شکھیا سب پُرش اور استری کو سدھار بنگی ✦

۱۷- اس سماج میں سودیش کے ہت ارتھ دو پرکار کی شدھی کے لئے پریتن کیا جائیگا۔ ایک پرمارتھ اور دوسری لوک بیوہار ان دونو کا شودھن اور شدھتا کی اُنتی تھا سب سنسار کے ہت کی اُنتی کی جائے گی ✦

۱۸- اس سماج میں نیایہ پکش یات رہت ارتھات پرتیکش آدی پرمانوں سے تھا وت پریکشت ست دھرم ویدوکت ہی مانا جائیگا اس سے وپریت کو جھوٹا سمجھا جائے گا ✦

۱۹- اس سماج کی طرف سے سریشٹ ودوان لوگ سروتر ست اُپدیش کرنے کے لئے سر الوکوں بھیجے جائینگے ✦

۲۰- استری اور پُرش ان دونو کے ودیا ابھیاس کے لئے جدا جدا آریہ ودیالیہ یتھا سمبھو ان میں جتنے الوسع بنائے جائینگے استریوں کے لئے پاٹھ شالا میں پڑھنا اور سیوا پربندھ استری دوارا ہی کیا جائیگا اور پُرش پاٹھ شالا کا پُرشوں سے سکے خلاف نہیں

۲۱- اُن پانچ شالاؤں کی جو سبھا پردھان آریہ سماج کے انوکول پالن کی جائینگی +

۲۲- اس سماج میں پردھان آدمی سب سبھا سد پرسپر پریتی کے لئے اُنھان ہٹ - دراگرہ اور کرودھ آدمی دُورگن سب چھوڑکے ایکار سوہردتا سے سب سے سب کو نروَیر ہوکے سو آتم وت سمپریتی کرنی ہوگی +

۲۳- وچار سمے سب بیوہاروں میں نیایت سرب ہت جو ست بات بھلی پرکار وچار سے ٹھیرے اُسی کو سب سبھا سدوں کو ظاہر کرکے وہی ست بات مانی جائے خلاف اس کے نہ مانی جائے اسی کا نام پکش پات چھوڑنا ہے +

۲۴- جو آدمی ان نیموں کے انوکول آچرن کرنے والا دھرماتما ست گُنی ہو اُس کو اوتم سماج میں داخل کرنا اس کے وپریت کو سادھارن سماج میں رکھنا اور اتینت پرتکش دُشٹ کو سماج سے نکال ہی دینا پرنتو پکش پات سے یہ کام نہیں کرنا بلکہ یہ دونو باتیں سریشٹ سبھا سدوں کے وچار سے ہی کی جائیں اور طرح سے نہیں +

۲۵- آریہ سماج - آریہ ودیالہ - آریہ پرکاش پتر اور آریہ سماج ارتھ دھن کوش ان چاروں کی رکھشا اور اُنتی پردھان آدی سب سبھا سد تن من اور دھن سے یتھاوت سدا کریں +

۲۶- جب تک نوکری کرنے اور کرانے والا آریہ سماجستھ ملے تب تک اور کی نوکری نہ کرے اور نہ کسی اور کو نوکر رکھے وے دونو پرسپر سوامی سیوک بھاو سے یتھاوت برتیں +

۲۷- جب بیاہ - پتر جنم - مرنا - لابھ یا مرن یا اور کوئی سمے دان و دھن خرچ کرنے کا ہو تب تب آریہ سماج کی نمت دھن وغیرہ دان کیا کریں ایسا دھرم کا کام اور کوئی نہیں ہے - اس نشچے کو جان کے اس کو کبھی نہ بھولیں +

۲۸- ان نیموں سے کوئی نیم نیا لکھا جائیگا - یا کوئی نکالا جائیگا یا کم و بیش کیا جائیگا سو سب سریشٹ سبھا سدوں کی وچار ریت سے سب سریشٹ سبھا سدوں کو وِدت کرکے ہی یتھا یوگ کرنا ہوگا +

۴- احمد آباد کو جانا - سوامی جی سماج قائم کرنے اور ایک دو ہفتہ چلانے کے بعد پھر احمد آباد کو تشریف لے گئے اور وہاں جاکر بڑے پُر زور دلائل سے سوامی نارائن مت کا کھنڈن کرنا شروع کیا آخیر مئی ۱۸۷۵ء مطابق جیٹھ بدی ۱۹۳۲ تک وہاں رہے +

۵- بمبئی میں آکر کمل نین سے مباحثہ کرنا - سوامی جی کے بمبئی سے چلے جانے کے بعد پنڈت لوگوں نے جھوٹھ موٹھ غوغا مچایا کہ ہم شاستر ارتھ کو تیار ہیں مگر افسوس سوامی جی چلے گئے - کئی آدمیوں نے اپنی مشہوری چاہنے کے واسطے اشتہار

کے وہ ارا بھی شہر مچایا کہ اگر سوامی جی یہاں ہوتے تو ہم ضرور شاستراتھ کرتے اس پر سماج کے منتری نے تار دے کر سوامی جی کو احمد آباد سے بلایا چنانچہ وہ واپس تشریف لائے ۔

ان کے آتے ہی پھر کیا تھا پنڈت صاحبان کے اوسان باختہ ہو گئے اور لگے مقابلہ سے پیٹھ دکھلانے آخر سماج نے رامانج مت استھ پنڈت کمل نین اچارج کو وکیل کی معرفت نوٹس دیا تب وہ شنی وار ۱۲ جون ۱۸۷۵ء مطابق جیٹھ شدی ۹ سمت ۱۹۳۲ کو سبھا میں پدھارے اور مورتی پوجا پر مباحثہ ہوا۔ جو ۱۷ و ۱۸ جون ۱۸۷۵ء کے بمبئی سماچار سے نقل کیا جاتا ہے ۔

گزشتہ شنبہ کے روز بموجب اشتہار مطبوعہ کے فرامجی کاوس جی انسٹیٹیوٹ میں ۲½ بجے سے لوگوں کا آگمن ہونے لگا اور تین بجے کے وقت پنڈت شری دیانند سرسوتی سوامی پدھارے ان کے پاس آ کر لوگوں نے پراچین دھرم کی کچھ پستکیں ویدوں کی سکھشا۔ برہمن آرنیک اپنشد سوتر سمرتی کلپ۔ نروکت چھند ویاکرن وغیرہ بھی جو ڈیڑھ سو سے زیادہ تھیں سٹیج کے مدھ بھاگ میں ایک میز کے اوپر جمائی گئی تھیں اور اس کے دونوں جانب دو کرسیاں سمباد کرنے والے پنڈتوں کے لئے اور اس کے پیچھے آٹھ کرسیاں نوٹ کرنے والے شاستریوں کے لئے رکھی گئی تھیں اور سبھا میں راؤ بہادر بیچر داس امبائی داس سیٹھ لکھمی داس کھیم جی۔ سیٹھ متھرا داس لوجی۔ راؤ بہادر دادو بھائی پانڈو رنگ۔ میر حسن بھائی شنکر بابا بھائی۔ گنگا داس کشور داس۔ ہرگوبند داس نانا بھائی۔ سکھا رام سومنت رام رنچھوڑ بھائی اودے رام۔ شاستری وشنو پرشرام پنڈت وغیرہ بہت سے معزز سیٹھ ساہوکار اور عالم فاضل ہو وہاں لوگوں کا بڑا بھاری اجتماع تھا جس سے وہ جگہ بہت کھچان بھری ہوئی تھی ۔

اول۔ دیانند سوامی آئے جس پر کمیٹی ایک کارکنان سبھا نے سوامی جی کو کرسی پر بٹھایا جو کہ میز کے بائیں بازو تھی کیونکہ مثل مشہور ہے ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا ز ناچ تان نہ آوے اپنے آنگن دا دلہم پہلو کر کے بیٹھ گئے کہ ہم اس کے بائیں بازو پر بیٹھیں گے اس واسطے دائیں بازو کی کرسی رامانج سمپردائے والے کمل نین اچارج کے واسطے رکھی گئی اور سبھا میں موجود لوگ اُن کا مارگ دیکھنے لگے اور اس وقت یہ بھی چرچا ہونے لگی کہ وہ تو ان کی جگہ ہے وہاں ہم لوگ کیونکر آویں۔ ایسا جھوٹا اعتراض کر کے بھی نہیں آویں گے ایسے ایسے خوش گپ لڑانے لگے اتنے میں ایک یہ بھی گپ پھیلنے لگی کہ اچارج کے سمپردائے کے لوگوں نے ایسی اپرشٹتا برداشت کرنے کے بجائے اس کو اہانت کے لئے تکرار کر کے اس کو واپس لے جانا جس سے سوامی جی کے پکش والے لوگ ہارے اور ہمارے

اچارج کی ہار نہیں کر سکینگے جس سے اپنی عزت بھی کر چکے کیونکہ تمام بمبئی اور اس کے گرد و نواح میں وہ بہت مشہور تھا۔ اسی طرح لوگ کئی پرکار کی وچار کر رہے تھے اتنے میں ساڑھے تین بجے کے عمل پر آچارج اور ججمان تینوں اس سمپردائے کے برہمن اور کئی ایک بھاٹیے۔ سنوائے اور مارواڑی سیوک لوگ ہمراہ آتے ہوئے سنکر اس سبھا کے انتظام کرنے والے گرہست لوگ زینہ پر ان کے استقبال کے واسطے گئے اور باعزت لاکے ان کو سبھا میں سوامی دیانند جی کے داہنی بازو کی کرسی پر بٹھلایا اور ان کے ہمراہی کئی ایک برہمن اور مارواڑی وغیرہ آچارج کے آس پاس سٹیج پر بیٹھ گئے تھے۔ بعد اس کے ترت ہی راؤ بہادر سیٹھ بیچرداس امبائی داس کو سبھاپتی کی کرسی دی گئی اور انہوں نے کرسی نشین ہونے کے بعد ایک مختصر سپیچ دی جس کا سارانش یہ تھا کہ بھائیو ہم سب مورتی پوجک ہیں اور میں خود بھی ایک مورتی پوجک ہوں لیکن دیانند سوامی ہم کو یہ سدھ کر دیتے ہیں کہ مورتی پوجن وید پرتیپادت نہیں ہے اس کوشش کرکے کبھی بھی کرودھ نہ کرنا۔ ہوشیاری اور سنتوش سے اس بات کو دھیان دے کر آپ لوگ اچھی طرح سنیں اور اس کو سمجھیں جس سے ہم کو اصولیہ لابھ ہوگا اور دھرم سمبندھی سچا راستہ کون سا ہے سو ہم کو معلوم ہوگا اور پھر اس بات سے اپنے دیش کا کلیان ہوگا اور جس سے ہم کو آتمت سکھ اور سنتوش ہو ویگا۔ ویسا ہی دوسری طرف سے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ رامانج سمپردائے کے کمل نین آچارج یہاں براجمان ہیں وے مورتی پوجا ویدوں کی پادرت ہے ایسا سدھ کرینگے وہ بھی ہم سنینگے کہ جس سے جو سچا سارانش ہے وہ ہم کو معلوم ہو جائیگا۔ اتنا کہنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ اس سبھا کو بلانے کا خاص مطلب اسی وقت مجھے معلوم ہوا کہ ایک دستاویز دو گرہستوں کے درمیان ہوا ہے اور اس دستاویز کی غرض سے یہ سبھا بلائی گئی ہے جو اس وقت مسٹر بھائی شنکر نانا بھائی اس سبھا کو پڑھ کر سنائینگے جس سے اس کا مطلب آپ کو روشن ہو جائیگا +

اس کے بعد مسٹر بھائی شنکر نانا بھائی نے وہ دستاویز پڑھ کر سنائی جس کی نقل مندرجہ ذیل ہے +

دستاویز۔ بمبئی تاریخ ۵ جون ۱۸۸۲ء ہم نیچے دستخط کرنے والے دونوں آدمیوں نے اپنی راضی خوشی سے اس دستاویز کو پڑھ دستخط کئے ہیں جو اپنے ست دھرم سے اس کو پالن کرینگے +

۱۔ جو شری دیانند سوامی اور کمل نین آچارج سوامی کی سبھا فرامجی کاؤس جی انسٹیٹیوٹ میں آئندہ سنیچر کو کی جاوے اور جو اس کا خرچ ہووے سو نیچے دستخط کرنے والے دونوں شخص دیویں اور پولیس کا بندوبست کریں +

۲۔ اگر شری سوامی دیانند سرستی وید میں جیتے اور اسی طرح مورتی کھنڈن میں تو مارواڑی شیو نرائن بینی چند جو ہمیشہ کمل نین اچارج کی طرف سے اپنے دستخط کے اشتہار شائع کرتا ہے وہ اس کا چیلہ ہووے اور جو کمل نین جیتے تو ٹھاکر جیون دیال کمل نین کا چیلہ ہووے اور بابا نند جی ٹیکا لگاوے نہیں تو شیو نرائن اپنے تلک کو مٹا دیوے ۔

۳۔ اس سبھا میں بغیر سمپردائے کے (یعنی کوئی بھی سمپردائے کا پکش نہ کرے) بلا پکش بات کے شاستری لوگ بلائے جاویں اور وہ لوگ جو اپرا سے ظاہر کریں اس کو چھاپ کر شائع کیا جائے اور اس کے اوپر دونو صاحبان محرران دستاویز دستخط کریں اور اس میں جو کوئی عمل نہ کرے وہ اپنا دھرم ہارے ۔

العبد العبد

ٹھاکر جیون دیال شیو نرائن بینی چند

تب سبھا کو عرض کیا گیا کہ ان دو گرہستوں نے ایک خانگی دستاویز بنایا ہے دیکھو اس سے آج کیا اچھا موقعہ ملا کہ دیانند سوامی نے یہاں آکر مورتی پوجا ویدوں میں نہیں ہے ایسا سدھ کیا ہے سو آج کمل نین اچارج مورتی پوجن وید پرتپادت ہے ایسا سدھ کرینگے اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ کمل نین اچارج اب ویاکھیان شروع کرینگے کیونکہ کوئی بھی منش یوں کہے کہ فلاں پستک میں نہیں ہے تو سدھ کرنے کا کام قبول کرنے والوں کا ہے ۔

اتنے میں دستاویز پر دستخط کرنے والا مارواڑی شیو نرائن بینی چند بولا کہ اس دستاویز میں شرتی سمرتی سے مورتی پوجن کے سدھ کرنے کا لکھا ہے سو سمرتی کا نام کیوں نہیں پڑھا گیا۔ تب مسٹر بھائی شنکر نے پھر سے وہ دستاویز پڑھ کر سنائی۔ اور کہا کہ اس میں وید ہی سے سدھ کرنے کا لکھا ہے سمرتی کا نام اس میں بالکل نہیں۔ تب وہ پھر بولا کہ پنڈت نے جو لکھا وہ پڑھنے میں نہیں آیا۔ تب مسٹر بھائی شنکر نے کہا کہ پنڈتوں کی سنگھیا اس میں لکھی نہیں ہے تب اس نے وہ دستاویز دیکھنے کو مانگی۔ جسے پردھان صاحب نے اسے پڑھنے کو دے دی جس سے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی خاطر جمع ہوئی کہ اس بارے میں اس میں کچھ بھی لکھا نہیں۔ بعد اس کے کمل نین اچارج بولے ۔

کمل نین اچارج۔ یہ جو پنڈت لوگ بیٹھے وہ کس سمپردائے کے ہیں کیونکہ سمپردائے والے ہونے چاہئیں۔ ایسا کہنا کمل نین جی کا سنکر سبھا میں بیٹھے ہوئے دھان گرہستوں کو بڑی تعجب ہوئی کہ وید دھرمیوں کا دھرم خاص کر چار حصوں میں تقسیم ہوا تھا۔ اول شیو۔ دوم سمارت۔ تیسرا شاکت اور چوتھا وشنو۔ تب ان

سمجھ رہے ہیں نہ ہو ویسا برہمن کوئی ملے ۔ ایسا کمل نین کا کتنا وچار پورک ہو دکھائی نہیں دیتا تھا ۔

کمل نین اچارج کہنے لگے کہ جو درست ہو وہ کسی سمپردائے کا نہ ہو اور پہلے میں اُس کا امتحان بھی لوں پھر وہ درست رکھا جائیگا جس سے یہ مدعا ہوتا تھا کہ ناشو لاکر کے وقت ضائع کر دیں ۔

پھر ان پنڈتوں میں سے ایک پنڈت کو جس نے کہا کہ میں تو ویشنو ہوں اُس کو بلا کر اپنے پاس بٹھلایا اور پھر دوسرے پنڈتوں کو کہا کہ تم سب گنگا رام اور گیتا جی کی قسم کھا کے سچا سچا ابھپرائے (مطلب) ظاہر کر دو گے تب شاستری کا لب اس کو پنڈت جی نے کہا کہ جو ہم کو درست معلوم ہوگا سو تمام کو ظاہر کیا جائیگا ۔ بعد اس کے وشنو برہمن رام شاستری سے بھی اسی طرح پوچھا گیا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ جو ہم کو درست معلوم ہوگا سو ہی کہینگے اور تم دونوں طرف والے جو کچھ بولو گے لفظ بلفظ ہم لکھینگے اور اس پر دستخط بھی دینگے تب کمل نین اچارج نے اُن سے پوچھا کہ تم کو کس شاستر کا ادھیئن ہے شاستری نے جواب دیا کہ اس بارہ میں یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جو تم یہی پوچھو گے تو تم کو کیا معلوم ہے سو کہو ۔ کمل نین جی نے کہا ہم کہتے ہیں ایسا کہا کر کے کچھ اُتر نہ دیا ۔ تب وشنو جی شاستری نے انکار اچارج کی ایسی چال پر ٹھٹھا کر کے سنایا کہ ایسے فضول تکرار کر کے وقت گنوانے کی ضرورت نہیں ہے اچارج سے اور ہمارا بھاری فرض یہ ہے کہ مورتی پوجن وید پرتپادت ہے ایسا سدھ کرے اس کے عوض ایسی بھی باتیں کر کے فضول وقت کو گنوانا یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے وغیرہ ۔

بعد اس کے سوامی دیانند جی نے مرتی پوجک کمل نین اچارج کو وینتی کر کے کہا کہ آج کا دن میں بہت آنند کا سمجھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ مجھ کو سماگم ہوا اور مورتی پوجن وید پرتپادت نہیں ہے ایسا میں پرتگیا پورک کہتا ہوں اور وہ ثابت کرنے کو میں تیار ہوں اور اس بارہ میں نے دیش دیش میں ویاکھیان اور سمباد کئے ہیں جو آپ کو بھی معلوم ہونگے اس سے آج آپ کرپا کر کے یہ بتلائیں کہ پران پرتشٹھا آواہن وسرجن اور پوجن کس وید میں اور کس جگہ ہیں اور اس کا ارتھ بھاشیکاروں نے کیا کچھ کیا ہے اور وید کے برہمن میں اس منتر کا کون سا ارتھ اُپیوگ میں لیا ہے وہ بھی کہئے جس سے سب سننے والے گرہستوں کو بڑا سنتوش ہووے اور ہم کو [illegible] اور تمہارے اور ہمارے بیچ میں بحث کی کچھ کوئی ضرورت نہیں سمجھتا پھر بھی اگر آپ کو بحث کی ضرورت ہو تو بحث میں وید اور وید کے برہمن وغیرہ درست سب سے اوپر ہیں وہ کسی کا بھی کچھ بات نہ کرینگے اور وہ تمام پستکیں فی الحال موجود آپ

کے سامنے حاضر ہیں۔ پس جو کچھ ویدوں میں تمہارے مت کی پشٹی کارک وچن ہوں قرار کرکے دکھلا دیں اور اُس کا ارتھ سمجھا دیں کہ جس سے جھوٹ اور درست کیا ہے سو ترنت اچھی طرح معلوم ہو جاوے اور جو کچھ تمہاری یا ہماری طرف سے بولا جائیگا تو بات بات کو پنڈت لوگ لکھ لینگے۔ پھر اُس پر ان دونو دستاویز لکھنے والوں کے دستخط ثبت کرا کر چھپوا کر پرسدھ کئے جاویں اور اُس کے اوپر تمام دنیا کے پنڈت لوگوں کو راے زنی کا موقع ملے۔ ایسا کرنے سے سارے آریہ لوگوں کو ہمارے تمہارے تکرار کے بیچ میں کھرا اور کھوٹا ترنت معلوم ہو جاوے گا +

پنڈت دیانند کی ایسی لوک ہتیشی کمل نین اچارج نے قبول نہ کی اور ادھر اُدھر ٹال مٹول کرنے لگے سو دیکھ کر سیٹھ متھرا داس لوجی نے سبھا کو ظاہر کیا کہ میں نے سوامی دیانند جی کی اجازت سے کئی ایک گرہستوں کے ساتھ ۶ جون سنہ ۷۵ء کو کمل نین اچارج کے پاس جا کر عرض کی کہ آپ جب بمبئی میں براجے ہو اور پھر مورتی پوجا وید پرتی پادت سدھ کرنے کا آپ کا دڑھ (مضبوط) آگرہ ہے سو بات دیانند سوامی کو معلوم ہونے سے آپ سے سماگم کرنے کی اچھا ہوئی ہے۔ اس واسطے آپ فرماویں کہ کسی گرہستی کے گھر یا بنگلے یا باغیچے میں یا فرامجی کاؤس جی انسٹیٹیوٹ میں یا کھلے میدان میں جہاں آپ پسند کریں اُس جگہ اُن سوامی اور آپ کا سماگم ہو۔ وہاں مورتی پوجن وید پرتی پادت ہے آپ سدھ کریں اور ویسا کرنے کا آپ کے اوپر بڑا بھاری فرض بھی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ لاکھوں کروڑوں لوگوں کا سہارا اس مورتی پوجا پر ہے اور وے مورتی وید پرتی پادت نہیں ہے ایسا سوامی دیانند سب دھرم کل رجست سے سدھ کر چکے ہیں اور علاوہ اس کے یہ بھی فرماتے ہیں کہ ویدوں میں مورتی کے پران پرتشٹھا کرنے کے منتر بالکل نہیں ہیں۔ اور پران پرتشٹھا کرنے میں جن منتروں کا اپیوگ کرتے ہیں ویسا ارتھ بھی بالکل نہیں ہے ویسے ہی آواہن وسرجن پوجن مورتیوں میں جن منتروں سے کرتے ہیں ویسے ہی سنکلپ کے منتروں کے ارتھ ویدوں میں نہیں ہیں اور جن منتروں کو اس بارے میں اپیوگ کرتے ہیں اُن منتروں میں بھی ویسا ارتھ بالکل نہیں ہے پر تو اچاریوں نے اپنا پیٹ بھرنے کے واسطے ایک کلپت ڈھکوسلا کیا ہوا ہے اس واسطے کوئی بھی اچارج یا پنڈت کھلم کھلا یہ سدھ کرکے اُس کو دیانند سوامی مانتے نہیں ہیں۔ جس سے آپ اور تمام دوسرے مورتی پوجک اچاریوں کو یہ لازم ہے کہ جہاں دیانند سوامی ہو وہاں جا کے بغیر کسی طرح کی ڈھیل کرنے کے مورتی پوجا وید پرتی پادت ہے ایسا سدھ کر دینا چاہیے اور ویسا نہ ہو تو اس بارے میں بڑی بھاری ہانی ہمارے ویشنو دھرم کو پہنچیگی اور تمہارا آگے پیروا سے بڑا بھاری ہے علاوہ

اس کے دیدمت کا زیادہ ابھمانی ہو اس واسطے اس سے اگر تم آگیا ہو کر مورتی پوجا وید کا بتلایا ہے یہ بات سدھ نہ کرو تو دوسرے کسی اچارج سے ایسی امید نہیں ہو سکتی اسواسطے آپ کو اوشیہ قبول کرنا چاہیئے اور جو آپ قبول کریں تو اُس کا یہ بندوبست کیا جاویگا اب تو جو ضرورت ہے وہی پوری کی جائے یعنی پیش کردہ سوال کا جواب ملنا چاہیئے مورتی کے پوجن پرتشٹھا آواہن وسرجن اور پوجن منتروں سے آپ کرتے ہیں وے منتر تو آپ کی پستکوں میں سنگرہ کئے ہی ہونگے اور یہ کس وید کی سنگھتا کے کس جگہ کے ہیں وہ کرپا کر کے بتلا دیویں اور اُس کا بھاشیہ کاروں نے کیا کیا ارتھ کیا ہے اور ہم جنوں میں اُس کے ارتھ کیا اُپیوگ کئے سو بھی بتلا دیویں تو تمام تکرار کا خاتمہ ہو جاویگا اور سچ سچ کیا ہے سو ہر ایک کو معلوم ہو جاویگا ہم سبھا میں ایسا بندوبست کرینگے کہ جو کچھ بولا جاویگا سو اُسی وقت لکھ لیا جاویگا اور دونو پکش کاروں کو صرف منہ سے ہی بولنے کی اجازت نہ دی جاویگی بلکہ آپ جو اپنے مت کی پشٹی کے وچن بولو گے وہ وید آدی گرنتھوں سے اُسی وقت بتلا دینا ہوگا۔ ویسے ہی دیانند سوامی بھی جو کچھ کھنڈن منڈن کے وشے میں کہیگا سو بھی اُسی وقت وید آدی پستکوں میں دکھلا دیوینگے اسی طرح دونو پکش والوں کا جو کچھ بولنا ہوگا وہ لکھ کر تیار کر کے اُس پر دونو پکش والوں کی ہستاکشر ہونگے اور پنڈت لوگوں کی گواہی ہوگی اور اُس کی ایک ایک نقل دونو پکش والوں کو دی جاوے گی۔ اور ایک نقل ہر روز چھاپ کر شائع کی جاوے گی کہ آج اتنا ہی کام سبھا میں ہوا اسی طرح جہاں تک اس بات کی سماپتی ہووے وہاں تک ہمیشہ سلسلہ جاری رہیگا اور جب اُس کا آخر ہوگا تب تمہارے اور دیانند سوامی جی کے دستخط اور پنڈتوں کی گواہی کے ساتھ چھاپ کر ہندوستان کے ملک ملک بھاگوں (حصوں) میں جہاں اپنے دھرم بھائیوں کا بڑا بھاری سموہ ہے وہاں بانٹ دیئے جاویں گے اور اُس کا خرچ نصفا نصف دونو طرف والے دینگے یہ سُن کے کمل نین اچارج نے مجھ سے کہا کہ چار وشا کے چار پنڈت چاہیئیں اور جن کی جن پر کیونشا ہوں تب میں نے کہا کہ ایسے پنڈتوں کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ جو چھاپا جاویگا سو چار کے بدلے سارے پنڈتوں کو رائے دینے کا موقع ملیگا ور اس پستک میں تمام پنڈتوں کی سیوا میں عرض بھی کیا جاویگا کہ جن کو اس بات میں رائے دینی ہو وہ تین ماہ میں فلانے آدمی کے پاس لکھ کر بھیج دے وہ زیادہ مفید ہے اور آپ جن پنڈتوں کے واسطے فرماتے ہو ویسے پنڈت بمبئی میں بہت ہیں کہو وہ نیاے شاستر جاننے والے یا ویاکرن جاننے والے کہ یا اتر میمانسا یا پوروہ میمانسا جاننے والے سانکھ شاستر جاننے والے چاہیئے۔ یا دھرم شاستر جاننے والے چاہیئے تب اچارج نے کہا کہ وید انگ جاننے والے چاہیئے۔ تب میں نے

کہا کہ ویسے پنڈت تو ملنے مشکل ہیں۔ یہ تو ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ مجھے تو
جہاں سے بھی ملے سینگ والا خرگوش چاہیئے۔ وید ویدانگ۔ اپانگ اور اپ وید کی
ضرورت پورا کرتے ہیں کتنے پستکوں کا وزن اور تعداد چاہیئے اندازہ کرو۔ سروگیہ کے
سوا کوئی اتنی ودیا جاننے والا ملنے کا نہیں۔ تو بھی آپ کے کوئی خیال میں ہو تو
کرپا کر کے بتا دیں۔ کہا کہ ندیا شانتی پوری میں سنگ جیت لو ہاوری ہے جہاں
ان کی سمپردائے بہت پھیلی ہوئی ہے۔ تب میں نے کہا کہ اس جگہ ہمارا واقف کار
کوئی نہیں۔ اور بنارس اپنے دھرم کا مرب اور بڑی متعلق جگہ ہے اور وہاں پنڈتوں
کی بڑی بھاری سبھا ہے وہاں آپ کی جان پہچان کوئی وید ویدانگ کے جاننے
والا پنڈت ہو تو فرمائیں کہ جس سے ہم اپنے آدمی کو تار دے کر خبر منگا لیویں۔
جو ہیں تو خاطر جمع ہے کہ ایسا پنڈت ملنا دُرلبھ ہے اور ویسے ودیا جاننے والا
بھی نہیں بلکہ پہلے بھی کبھی ایسی ودیا جاننے والا کوئی ہوگا ویسا ماننا بہت مشکل
ہے۔ تب اچارج نے کہا کہ ان کے نام تو ہم نہیں کہینگے ہم تو صرف جو اشتہار
۹۔ جون ۱۸۶۹ء کو چھپایا گیا ہے اس میں جو لکھا ہے اسی کے بموجب جو پنڈت
لوگ ہوں تیوا دیباد کریں تو وہ اشتہار میں نے پڑھ کر سنایا اور کہا کہ اس اشتہار
میں شکروار کی خبر ہے اور بعد اس کے سنیچر کے روز تمہارے شش نے
اس اشتہار میں دستخط کر لئے ہیں اس نے سنیچر کے روز دوسری دستاویز کر کے
دستخط کئے ہیں وہ تم کو قبول ہے یا نہیں اس میں تو تمہارے اور دیانند سوامی
کی سبھا فرام جی کاؤس جی انسٹیٹیوٹ میں اکٹھی کی جائے گی۔ تب اچارج نے کہا
کہ اس بات کی مجھ کو بالکل خبر نہیں اور ہمیں قبول بھی نہیں۔ تب میں نے کہا کہ میں
یاد دلاتا ہوں کہ جو کام تم کو لازم ہے وہ نہ کر کے ٹال مٹول کرتے ہو تم کو زیب نہیں پس
سوامی دیانند جو فرماتے ہیں وہ در اصل ست ہے اور اس میں کچھ بھی فرق نہیں ہے
سبھی ہماری بھی خاطر جمع ہوئی اور جو پچھا اچاریوں کے اوپر سوامی دیانند الزام لگاتے
ہیں وہ بھی درحقیقت درست ہیں اور اس الزام میں سے اگر تمہیں مکت ہونا ہے
مورتی پوجا وید پرتپادت ہے آگے کہنے کے بموجب ثابت کرو جس سے تمہاری
شوبھا عزت رہیگی۔ اگر نہیں کرو تو تمہاری مرضی اس سے بیری پستی کرتے ہو
میں کمل نین اچارج اس کلنک سے مکت ہونے کے لئے ہمت نہ کر سکے پس
وہ اچارج کس قدر بزدل ہیں سے اس بات سے اب جھگڑا مٹانے کی تجویز کرتا ہے
اس کو دیکھ کر تم لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اچارج میں مورتی پوجا وید پرتپادت
ہے سدھ کرنے کی بالکل طاقت نہیں ہے پتا نہیں اور اس لوجی جب کہ پچھلے
منٹ میں کمل نین آچارج کچھ بھی مورتی پوجا سمبندھی ثبوت نہ دے کے بغیر بولے

نیچے منہ اٹھکر چلدئے تب چترمبھج سیٹھ بھیرو داس نے عرض کیا کہ مہاراج آپ بغیر بولے چپکے منہ چلے جاتے ہو سو ٹھیک نہیں ہے تمام حاضرین گرہست لوگ تمہارے منہ سے مورتی پوجا وید پرتپادت ہے ایسا تم سدھ کروگے وہ سُننے کے لئے دل شتیاق سے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو کچھ بھی سُنائے بغیر ایک دم چلے جانا یہ تم کو لازم نہیں ہے۔ اس پر تمام لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے گا کہ مورتی پوجا وید میں نہیں ہے ✦

اس پر آخری سوامی دیانند جی نے آچارج سے بینتی کی کہ تمہارا مورتی پوجن وید پرتپادک ہیش ہے۔ تم کو لازم تھا کہ سدھ کر دیتے اور اب جو آپ نہیں کرتے تو میں مجبور ہوکر مورتی پوجا کا کھنڈن کرتا ہوں اور وہ وید پرتپادت نہیں ہے ویسا سدھ کر دیتا ہوں ان کو آپ سُنیں تو اچھا ہے یہ کہنے پر بھی کمل نین آچارج ٹالم ٹول کرکے چلتے ہوئے اور بہت سے مورتی پوجک جو مورتی پوجن وید سے سدھ ہوگا ایسا سوچ سُننے کو آئے تھے وہ بھی نراش ہوگئے بہت سے وچاروان گرہست لوگوں کی تو مورتی پر سے شردھا بھی اٹھ گئی کہ اتنی پول ہمارے دھرم میں جو کہ بات اس میں ہے یعنی اس کا یہ حال ہے کہ وہ سدھ نہیں ہوتی۔ بقول اس کہاوت کے ہے۔ نکل جانے تو ہاتھی نکل جائے اور اٹک جائے تو چیونٹی۔ درحقیقت یہ اسی طرح ہوا آخر کمل نین آچارج جیسے سبب یہ کہ جن شہروں میں دیانند سوامی مورتی کا کھنڈن کرکے ان شہروں کو شن کے کمل نین آچارج جیسے کے ویسے چپکے منہ بغیر جواب دئے واپس چلے جائیں تو ویدودھرمیوں میں ان کے لئے بھاری ہنسی ہو اس سے سبھا کو بخوبی معلوم ہوگیا کہ اس آچارج میں مورتی پوجن وید پرتپادت ہے یہ سدھ کرنے کی بالکل شکتی نہیں تھی۔ اور سبھا کو ان کے درشن ہونے پر بھی نہ معلوم کیا کارن تھا ✦

بعد اس کے سیٹھ ہرگوبند داس بابا نے دیانند سوامی سے پرشن کیا کہ مورتی پوجن ست یگ میں تھا یا کبھی ہوا اور جواب سوامی جی نے کہا کہ ست یگ یا کسی اور یگ میں نہیں تھا اسی کل یگ میں جینیوں اور بُدھ مت نکلنے کے بعد ہم وید دھرم پالنے والوں میں سوار تھی (خود غرضی) لوگوں نے گھسیڑ دیا۔ جب شنکر آچارج نے جین مت کا کھنڈن کیا تب بہت سے جینیوں نے اپنی مورتیاں زمین میں گاڑ دیں جو اسی وقت کی گڑھی ہوئی کسی جگہ سے نکلتی ہیں۔ باقی اپنے آچارج لوگوں میں پہلے بھی نہ تھی اور اپنے ویدوں میں اس کا ذکر بھی نہیں ہے۔ بعد ان کے سیٹھ چھبیل داس للو بھائی نے اس کمل نین آچارج کی ایسی بے ڈھنگی چال پر تقریر کرکے اس پر حاشیے چڑھانے اور مسٹر پول جی تھا کرشی نے بھی اپنی رائے اس بات پر ظاہر کی ✦

آخر پنڈت دیانند سوامی جی نے اس آچارج کی دنیا میں نرملتا کے بارہ میں بولتے وقت فرمایا کہ افسوس ہے کہ آج بہت سی پستکیں آج جس شبھ کام کے لئے لکھی گئی تھیں۔ ان کا ایک بھی صفحہ نہیں پڑھا گیا۔ خیر یوں کہہ کے نرتیہ پرتھا اتھی لیبیہ نام بھدیش اس منتر سے مورتی پوجن کھنڈن کرنے کا پرارمبھ کیا اور اس کی پشٹی میں وید کے بہت سے منتر واکھیان۔ پدبت لیبیرجن۔ پرتشٹھا کے ارتھ بھی کر سنائے اور ان منتروں میں ایسا کوئی بھی ارتھ نہیں اور ویسا اپیوگ کرنے کے لئے ویدوں میں کہیں لکھا بھی نہیں ہے۔ یہ مورتی پوجا ویدک دھرم والوں کی نہیں ہے۔ اس بابت اور بھی کئی ایک منتر ارتھ سمیت کہہ سنائے اور سدھ کر کے دکھلایا کہ کسی سمے بھی مورتی پوجا ویدک دھرم والوں کا دھرم تھی نہ کبھی نہیں سدھ ہوگا اور ہم کو بھی اُچت ہے کہ مورتی پوجا کو چھوڑ دیں +

اسی طرح سوامی دیانند نے اپنا ویاکھیان سماپت کیا بعد سیٹھ بھیرو داس نے سوامی کو پھولوں کا ہار پہنایا اور آٹھ دس شاستریوں اور وید پاٹھی برہمنوں کو دکشنا آدی دے کر سبھا برخاست کی گئی۔ اور دیانند سوامی سیٹھ چھبیل داس للو بھائی کے دو گھوڑے کی گاڑی میں بیٹھ کر اپنے مقام پر تشریف لے گئے +

۵۔ آریہ بھیونیہ۔ یہ ۸۴ صفحہ کی پستک سوامی جی نے ۷ اپریل ۱۸۷۷ء بمطابق شکل سمت ۱۹۳۳ کو بمبئی میں طبع کرائی۔ اس میں ۵۰ منتر رگ وید کے اور ۱۰ یجروید کے ہیں۔ بھاشا ترجمہ ان کے ساتھ دیا گیا ہے۔ سندھیا کے علاوہ یہ پرارتھنا پستک ہے جس کا پاٹھ اور وچار آتما کو شانتی دینے والا ہے +

۶۔ امریکہ والوں کا میل۔ جن دنوں سوامی جی بمبئی میں ٹھہرے ہوئے تھے ان میں اکثر امریکن شخص وہاں آیا کرتے تھے اور عموماً ان سے مکالمے بھی ہوتے تھے۔ ان کی دلچسپی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ جب وہ واپس امریکہ گئے تو بذریعہ بابو ہری شچندر چنتامن پردھان آریہ سماج کے سوامی جی سے خط و کتابت کرتے رہے +

۷۔ مائی بھگوتی کا آنا۔ یہاں شریمتی مائی بھگوتی جی سوامی جی کے درشن اور شنکا نوارن کرنے کو اپنے بھائی چونی لال سمیت آئیں۔ یہ دیوی پہلے نوین ویدانت کے خیالات رکھتی تھی مگر جب ستیارتھ پرکاش پہلی دفعہ والا دیکھا اور نوین ویدانت کے کھنڈن والی دلیل کو وچارا تو خیالات بدل گئے اور ان کی شردھا سے بیٹھ گئیں۔ سوامی جی استریوں سے کم ملتے تھے جب مائی جی کا پتہ ملنے اور شنکا نوارن کے لئے آیا تو اگلے دن ۲ بجے کا وقت سوامی جی نے دیا۔ وقت مقررہ پر وہ پہنچ گئیں۔ سوامی جی خیمہ کے اندر تھے۔ مائی جی کو باہر بیٹھنے کو آسن دیا۔ جب تمام شنکاؤں کا اتر پا کر مائی جی کا اطمینان ہو گیا تو کہنے لگیں کہ کوئی سیوا میرے لائق ہو تو آگیا کیجئے۔ فرمایا کہ میری سیوا کیا چاہتی ہو تو جتنا بن پاتی ہو اپنی سوجاتی۔

بھنوں میں پھیلا دو۔ چنانچہ مائی جی نے آتے ہی ہریانہ میں پاٹھ شالا جاری کر دی اور تاحیات اپنی شکتی انوسار دھرم پرچار کرتی رہیں ٭

پونا کا برتانت۔ دہم جولائی ۱۹۳۲ء سے اگست ۱۸۷۵ء تک زبانی لالہ سیوک کرشن داس جی کے معلوم ہوا کہ ۲۰ جون ۱۸۷۵ء کو جب سوامی جی پونا گئے اور وہاں کے شاستری لوگوں سے جب شاستر مریادا کے بموجب شاستر ارتھ نہ ہو سکا تو پونا میں اُس مہا پنڈت کے سنگھ میں سچی بات کو جھوٹا نہ کر سکنے سے وہاں کے کئی ایک پنڈتوں نے بے وقوف لوگوں کو ورغلا کر ایک بڑا فساد کھڑا کیا۔ مگر اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس میں پیش روی کرنے والے غریب اور جاہل دو گرہستیوں میں سے ایک کو چھ ماہ اور دوسرے کو ۹ ماہ جیل خانے کی ہوا کھانی پڑی اور جو لوگ سکھلانے والے تھے اُن میں سے بڑے بڑے سوامی جی کی خوشامد کر کے اُن کے ذریعہ مقدمہ چلانے والوں کو روک کر بچ گئے اور وہاں سماج بھی قائم ہو گیا۔ لیکن کئی ایک پونا نواسیوں کے پرپنچ سے برتی (خرابیوں) سے بہت کال تک نہ رہ سکا اور ویسے ہی بھڑوچ۔ راجکوٹ وغیرہ کئی ایک شہروں میں بھی ہوا۔ اُس کا خاص سبب دیکھنے سے یہی پرتیت ہوتا ہے کہ سوامی جی کے زیادہ نہ ٹھیرنے کے سبب اور علاوہ دھرم ادھرم سمجھنے کی پستک بھی اپنی بھاشا میں تیار نہ ہونے سے اور اس سلسلے سے آگے بھی کسی کا وچار نہ کرنے کے سبب اُس سماج کے لگائے ہوئے پودے اُس کے رواج ہونے کے بعد پنڈتوں کے پرپنچ سے پیش جال میں پھنس جانے کے سبب پک نہ سکے کیونکہ اگر سوامی جی وہاں بہت دن رہتے تو وے لوگ سوامی جی کے ساتھ وشیش سنگ کر کے اپنا نشچے کر لیتے تو ہم اُمید کرتے ہیں کہ وے سماج بھی پنجاب کی سماجوں کے موافق بڑی اُنتی کو پہنچتے اس میں سبھ نہیں کیونکہ سوبھاویک ریتی سے جو ہم وچار کرتے ہیں تو ہمیں یہی پرتیت ہوتا ہے کہ سوامی جی مہاراج نے جو جو اُپدیش کا پرارمبھ کیا تھا اُن میں کا بہت سا حصہ آجکل چلتے ہوئے دھرم پستکوں سے بالکل ویرُدھ ہی دکھلائی دیتا تھا ٭

بمبئی میں سماج قائم کرنے کے بعد سوامی جی پونا گئے۔ اُس وقت گوپال راؤ ہری دیشمکھ وہاں جج تھے انہوں نے سوامی جی کو وہاں بلایا تھا وہاں بھی مورتی پوجا پر شاستر ارتھ ہوا مگر کوئی بھی وید سے مورتی پوجا سدھ نہ کر سکا لوگوں نے پرتما ہنستی کا بیان بھی دیا تھا مگر سوامی جی نے اُس کا صاف ارتھ کر دیا کہ

جس سے وستو پرمان کی جاوے وہ پرمان ہے پھر تمام وآک کا صاف ارتھ کر دیا کہ اس میں مورتی پوجا کا کہیں ذکر نہیں۔ کنیاؤں کی شالا اور لڑکوں کی پاٹھ شالا ان میں ایک دوسرے کی تصویر بھجوانے کا بھی دیا کھیان میں ذکر کیا تھا ٭

وشنو شاستری سے بھی سوامی جی کا پونا میں شاستر ارتھ ہوا وہ مورتی پوجا کو مانتے

تھے۔ یُدّھ اور پُنر وواہ پر شاستر ارتھ ہُوا تھا۔ سوامی جی نے فرمایا تھا کہ آپت کال یعنی موت وغیرہ کی مصیبت پڑنے پر گیا نہ تک کرنے کی وید میں آگیا ہے کچھ فیصلہ نہیں ہُوا تھا اس سارے سفر میں سوامی جی کے ساتھ پنڈت منڈن رام مصر کانج ساکن پیالک واڑا گئے تھے وہی سوامی جی کی پُستک وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ پُونا کے مباحثہ میں ۳۰-۴۰ پنڈت موجود تھے۔

وہاں مخالف لوگوں کا سوانگ بنایا تھا۔ وہاں سماج قائم کر کے سوامی جی پھر بمبئی میں آگئے۔

سوامی جی نے پُونا میں دو ماہ نواس کیا۔ اور مندرجہ ذیل مضامین پر پندرہ ویاکھیان دیئے

چھٹی فصل پُونا

یکم جولائی تا آخیر اگست ۱۸۷۵ء

پرچار۔ گوپال راؤ ہری ویشمکھ جی جج پونا کے بلانے پر سوامی جی پدھارے تھے اور دو ماہ ٹھیرے پنڈت منڈن رام جی یہاں ساتھ رہے۔ یہاں آپ نے پندرہ لکچر بتفصیل ذیل دئے۔

۱-۴- جولائی ۱۸۷۵ء کو ایشور کی ہستی پر مطابق یکشنبہ یکم اساڑھ سُدی سمت ۱۹۳۲

۲-۶- جولائی ۱۸۷۵ء کو اسی ویاکھیان پر اعتراضوں کا جواب مطابق سہ شنبہ ۳- اساڑھ سُدی سمت ۱۹۳۲۔

۳-۸- جولائی ۱۸۷۵ء پنجشنبہ ۶- اساڑھ سُدی وید ودیا کا سب کو ادھیکار ہے

۴-۱۰- جولائی ۱۸۷۵ء شنبہ ۸ اساڑھ سُدی ۸ سمت ۱۹۳۲ اگنی پر پرشنوں کا اُتر۔

۵-۱۳- جولائی ۱۸۷۵ء سہ شنبہ اساڑھ سُدی ۱۰ سمت ۱۹۳۲ ویدک الہام کے وشے میں۔

۶-۱۷- جولائی ۱۸۷۵ء شنبہ مطابق اساڑھ سُدی ۱۴ سمت ۱۹۳۲ یجن کے وشے پر

۷-۲۰- جولائی ۱۸۷۵ء سہ شنبہ ساون بدی ۲ سمت ۱۹۳۲ یجن سنسکار کے وشے پر

۸-۲۴- جولائی ۱۸۷۵ء شنبہ ۶ ساون بدی سمت ۱۹۳۲ اتہاس کے وشے پر۔

۹-۲۵- جولائی ۱۸۷۵ء یکشنبہ ۷ " "

۱۰-۲۷- جولائی ۱۸۷۵ء سہ شنبہ ۱۰ سمت ۱۹۳۲ "

۱۱-۲۹ " " پنجشنبہ ساون ۱۲ سمت ۱۹۳۲ "

۱۲-۳۱ " " شنبہ ساون ۱۴ سمت ۱۹۳۲ "

۱۳ ۔ ۲ اگست ۱۸۷۵ء روز شنبہ ساون سدی پروا سمت ۱۹۳۲ نت کرم ہوا کرتی ۔

۱۴ ۔ ۳ اگست ۱۸۷۵ء " ساون سدی ۲ سمت ۱۹۳۲ "

۱۵ ۔ ۴ اگست ۱۸۷۵ء چہار شنبہ ساون سدی ۳ سمت ۱۹۳۲ اپنا جیون چرتر

یہ پندرہ ویاکھیان ایک علیحدہ پستک میں اسی وقت کسی صاحب نے زبان مرہٹی میں طبع کرا دئے تھے ۔ چنانچہ اخیر ویاکھیان میں سوامی جی نے فرمایا کہ پچھلے سال بمبئی میں آیا اور بمبئی میں گوسائیں جی مہاراج کے پکش کا کھنڈن بہت پرکار سے کیا اور بمبئی میں آریہ سماج ستھاپن کی ۔ بمبئی سے احمد آباد اور راجکوٹ میں کچھ دن جا کر دھرم اپدیش کیا اور ان دنوں تمہارے اس شہر میں تقریباً دو مہینے ہوئے کہ آیا ہوں +

۲ ۔ مباحثے اور مخالفت و نتیجہ ۔ وشنو شاستری سے یہاں مباحثہ ہوا مضمون پنر وواہ اور نیوگ تھا ۔ سوامی جی آپت کال یعنی مصیبت اور لاچاری کی مختلف صورتوں میں نیوگ کو جائز قرار دیتے تھے +

ایک بار بڑا مباحثہ ہوا جس میں ۳۰ ۔ ۴۰ پنڈت مقابلے پر تھے ۔ مضمون مورتی پوجا تھا جسے کوئی بھی وید کے مطابق سدھ نہیں کر سکا ۔ پرتما سنستی والا پرمان پیش ہوا ۔ تو سوامی جی نے اس کا صاف ارتھ کر دیا ۔ کہ جس سے وستو پرمان کی جاوے اس کا نام پرتما ہے ۔ پھر سارے واک کا صاف اور مفصل ارتھ کر کے سمجھایا ۔ کہ اس میں مورتی پوجا کا کہیں ذکر تک نہیں ۔ اسی طرح بہت کوشش کے باوجود بھی اپنے پکش کو ثابت کرنے میں وہ اسمرتھ ہی رہے ۔ تب چھوٹے ہتھیاروں پر اتر آئے ۔ اور کچھ بیوقوفوں کو ورغلا کر ایک بڑا فساد کھڑا کرا دیا ۔ جس کی کیفیت یوں ہے کہ سوامی جی کے پرچار اور ان کی ودیا آدی کی عظمت سے لوگوں نے سوامی جی کی بڑی تعظیم کی یہاں تک کہ ایک دن ہاتھی پر بٹھا کر ان کو بڑے ٹھاٹھ سے شہر میں پھرایا ۔ اس سے مخالف پنڈتوں کو بڑی ندامت و خفت کا مقابلہ کرنا پڑا ۔ جس کی تلافی انہوں نے ایک گدھے کا سوانگ بنا کر شہر میں پھرا کر کی ۔ اگرچہ بیوقوف لوگوں کو آگے کیا گیا ۔ لیکن تمام معززین اور پبلک پر حقیقت پہلے ہی کارروائی واضح ہو گئی ۔ اور فساد کرنے والوں کو سزا ملی ۔ پیشروی کرنے والے غریب اور جاہل دو گرہستیوں میں سے ایک کو چھ ماہ اور دوسرے کو ۹ ماہ جیل کی ہوا کھانی پڑی ۔ اور سکھلانے والوں میں سے بڑے بڑے سوامی جی کے پاس پہنچ کر خوشامد اور منت سماجت کرتے رہے اور ان کے ذریعے مقدمہ چلانے والوں کو روک کر بچ گئے ۔ غرضیکہ مخالفوں کو یہاں ہر طرح نیچا دیکھنا پڑا ۔ لوگوں میں دھرم سے پریم بڑھا اور آریہ سماج قائم ہو گیا +

۳ ۔ ایک اخبار سے اقتباس ۔ لوک ہت وادی فروری ۱۸۸۳ء میں حسب ذیل تحریر سوامی جی کے متعلق نکلی ۔ جس کا پونا کے ان ایام سے تعلق ہے جبکہ سوامی جی یہاں تھے

لوک ہت وادی - (فروری ۱۸۷۷ء) سوامی دیانند سرستی مہاراج ان دنوں بڑے لکھے پڑھے پورن ودوان اور سادھو ہیں کہ جن کی پوری استتی ہم سے نہیں ہو سکتی۔ بھومنڈل (کرۂ زمین) پر سب جگہ ان کی ترل کیرتی تھوڑے دن میں بخوبی پھیل گئی۔ سوامی جی نے اپنے وید بھاشیہ کے آرمبھ سے پہلے جو وید بھاشیہ بھومکا بنائی ہے اُسے جو کچھ شدھ چت سے پڑھیگا اُس کو وید اور دھرم وشے پرشنکا بالکل نہیں رہیگی۔ واسِس میں اُتم ریتی اور اچھے وچار سے تمام انسانوں کی بہتری کے واسطے ایسی رچنا کی ہے کہ جس کو وید کا حقیقی جاننا ہو تو وہ وید بھاشیہ بھومکا ضرور دیکھے یہی ہماری آشا ہے +

سوامی جی جو وید بھاشیہ لکھتے ہیں وہ وید کا لفظی ترجمہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی پہلے بھاشیہ کاروں مہیدھر وغیرہ نے جو غلطیاں کی ہیں اُن کی چھوٹی اور بڑی غلطیاں کو بھومکا میں ظاہر کر دیا ہے۔ اس بھومی کے اوپر سے انیک اگیان اور جھوٹی باتیں سمجھ کے لوگوں میں سے جھوٹے آچار اور جھوٹی سمجھ کس کس پرکار سے اپنا عمل جما کے اس بھارت ورش پر رکھتے ہوئے آئے ہیں اور ان کے سبب سے شاستری پنڈت گیانی اور ودوان لوگوں نے کیسی اُدوستھا اور خرابی اور نرگتو [illegible] کھلایا ہے یہ سب سمجھ میں آتا ہے +

دو ہزار برس سے برہمنوں نے یہ اچھی طرح ور دزبان کر لیا ہے کہ وید وشاستر اپنے گپت دھن ہیں ان کی طرف ہمارے بنا اور کوئی نہ دیکھے۔ ان کے برعکس سوامی جی کا یہ مت ہے کہ جس جس کو عقل ہے وہ وید وشاستر کے پڑھنے کا ادھکاری ہے اور اُس کو اجازت ہے جس سبب سے سب برہمن پاگل کی طرح دیوانہ ہو کر سوامی جی پر غصہ کی آگ جھاڑنے لگے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ دیانند جی پرتیاون کرتے تھے وہ تلو پتو کے ساتھ نہیں کرتے تھے وہ پرنتو دلائل اور اکھنڈ پرمانوں سے یکسند تھے مگر لوگوں میں ان باتوں کو شائستگی اور وچار پورک گرہن کرنے کی تمیز نہیں تھی۔ اس سبب سے برہمنوں اور دیانند میں مخالفت اور دنگا پڑا تھا۔ اس سے برہمنوں کا حوصلہ اور سوامی جی کا فراخ حوصلہ معلوم ہوتا ہے جو سمجھ لوگ ہیں وہ اچھی طرح اس بات کو جانینگے۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ سوامی جی کو کسی قسم کا بندھن۔ لوبھ۔ شہوت یا برادری کی پابندی نہیں اسی لئے وہ کسی کا بھا ڈر اور خاطر داری نہیں رکھتے تھا اور وید شاستر کے مطابق جو واجبی ہے وہ بیدھڑک کہتے ہیں اُن کے پاس کپٹ کا لیش بھی نہیں جب کوئی آدمی اُن کے پاس شنکا لے گیا اُس کا انہوں نے یوگ ریتی سے سمادھان کر دیا +

آج پہنت اُن کے پاس جس قدر معترض آئے یا جس قدر اعتراض اُن

معلوم ہوئے۔ اُن سب کے سمادھان سوامی جی نے اپنی وید بھاشیہ بھومکا اور ستیارتھ پرکاش نامک گرنتھ میں اچھی طرح سے لکھ دئیے ہیں وہ لکھتیں ایسے سروماتیہ و مسلم عامیا ہیں کہ جن کو دیکھ کے سب کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ اور سب کے اوپر سوامی جی کا ہی سدھانت قائم رہتا ہے ۔

اُن کے ویاکھیانوں میں سب دھرم اور سب متوں کے لوگ خوشی سے آتے اور وہ سب کے سامنے بلا خوف آپ باون کے ویاکھیان دیتے اور کھنڈن منڈن کرتے تھے۔ اسی طرح سے سروتر سرب کال میں نشنک و بےخوف و خطر ایک دم پھر کر اور جہاں تہاں ہر ایک کے ساتھ شاسترارتھ کر کے سات سمندر کے پار اپنی کیرتی کا جھنڈا پھرایا ۔

لنڈن امریکہ ارتھات پاتال تک انہیں کی فتحیابی کا نقارہ بج رہا ہے۔ ہندوستان کے بہت سے راجہ اور رئیس اور لاکھوں بدھی مان اور سمجھدار لوگوں نے اپنے دوشت ہوئی متوں کو چھوڑ کر بھکتی پوربک سوامی جی کو انوسرن کیا ہے۔ تمام بھارت ورش کے بڑے بڑے مہارتھی اور اتی رشی و واقف پنڈت اور شاستری لوگوں میں جا کر شیر کے موافق بیدھڑک جا کر بیٹھنا اور جاتے جاتے اُن سے مباحثہ (واک یدھ) کر کے اسی دم اُن کو پراست کر کے ہنستے ہوئے اُٹھنا اور سروتر اپنا ہی پکش قائم کرنا یہ سوامی جی کی کتنی بلند حوصلگی کا کام ہے۔ اور وہ ودیا اور تپوبل کے ہوتے بھی کسی قسم کا اہنکار نہیں تھا۔ اُن کے ساتھ کام کرنے کے لئے وہ تین شش رہتے تھے۔ جو وہ پراچین رشی منیوں کی طرح ستیہ پرتگیہ پورن کرنے والے۔ شدھ مت کے سنستھاپک سچے وشن اور اگنی اور پورن یوگ جاننے والے اور عالم عدیم المثل۔ بالا لاگ لپیٹ کے صاف کہنے والے۔ پرم نس پریہ۔ جتیندریہ۔ چھ شترؤوں کو جیتنے والے سوریہ تیجشالی تپودھی تھے۔ اس واسطے اُن کو اس بھو منڈل پر اس قدر عزت حاصل ہوئی اور سب بھارت ورش کے چھوٹے بڑے سمجھدار رائے مہاراجے ودوان جن اور سب پرکار کے بدھی مان لوگوں سے ان کو اوتم ستمان ملا۔ اگرچہ اس وقت یہاں وشنو بابا برہمچاری۔ اور گجرات میں سوامی نارائن عرف سہجانند اچھے سادھو ہو چکے ہیں۔ پرنتو اُن کی ان کے برابر پورن ودیا نہیں تھی۔ اس لئے یہ اُن سے اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ اُن کو ویدک مت سنستھاپک ایک دوسرا شنکر آچاریہ سب لوگوں کو بغیر شنکا کے سمجھ لینا چاہئے۔ ان دونوں پورانک دھرم کا لل پر اور ویدک دھرم پامال و زوال پذیر ہو گیا تھا۔ پورانوں کی کتھا ایکتا اور انیکتا اسی طرح مورتی پوجا بھی اویدک اگیان اور انرتھ سوچک ہے۔ اسی لئے ہم سب کو وہ چھوڑ دینی چاہئے۔ ایسا سوامی جی اپدیش کر کے پیٹ بھرنے والے بھوجن بھٹ اور شاستری ویدک اور پورانوں کے

مشن کرنے والوں کو سروتر سب کو نہایت برا لگا اور وہ سب سوامی جی سے دویش کرنے لگے انہوں نے بھی اپنے پنتھ پنتھ کے واسطے شری مان سوامی دیانند سرستی جیسے جگت پوجیہ مہاتماؤں کی نندا شروع کی اور وہی لوگ اس مہا پُرش کو ناستک پاکھنڈی اور عیسائی کہنے لگے۔ یہ بات کوئی نئی نہیں جتنے سدھارک (ریفارمر) ہو چکے ہیں۔ اُن کے اوپر ہمیشہ ایسی ہی (ریتی) مصیبت آئی۔ یہ بات اتہاس جاننے والے کو معلوم ہے اور ہم پرتکش اپنی آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں یہ بھی ایسا ہی ایک نظارہ ہے۔ اسی طرح سے جب ہی اگیانی لوگوں کے دل میں اس مہاتما پُرش کے ورودھ میں اوچھتا آگئی تو بھی اس پورن پرتاپ شیل کے من میں کبھی آرنبھ کئے ہوئے کاموں میں ترسکار (بھن) کا لیش بھی آنے نہیں پایا۔ اس پرکار مان اور اپمان میں تُلتا رکھ کر وہ ہمیشہ پرم آتما … سرپ جگت کا کام کرتا رہا اور آج ہندوستان کے سب حصوں میں ان کے اُپدیش سے آریہ سماج قائم ہو گیا ہے۔ شری … جون وجولائی کے مہینے میں پرتیشٹھت اور سبھا سد پڑھے ودوان اور گرہست منڈلی کے بلانے پر شری مان سوامی جی مقام پونا میں آئے تھے۔ اس شہر پونا کے ہندو کلب میں اُن کے پندرہ سولہ ویاکھیان سُننے میں آئے تھے۔ اُس وقت سامعین کا کتنا ہجوم تھا۔ اور اپورب وکتا کے اُپدیش سے اور ویاکھیان کی طرز بیان سے اُس وقت یہاں کے ست پُرش لوگوں نے سوامی جی کا بہت اچھی طرح سے سنمان کیا ۔

ایک دن اُن کو ہاتھی دکھا اور ڈنکے بجا کر بڑے ٹھاٹھ سے سب شہر پونا میں پھرا کر لائے تھے۔ پرنتو یہاں کے چند مُورکھ بیوقوف بے سمجھ۔ خود مطلبی۔ اور دویش کرنے والے سوامی جی کا وہ سنسکار سہار سکے ان لوگوں نے جو کچھ نہیں کرنا وہ باتیں کیں۔ جس پر آخر کار پولیس کی مدد لینی پڑی اس کا تھوڑا یا بہت وستار ہم کو لکھنا پسند نہیں کیونکہ دشمنوں نے جیسا کیا تھا ویسا ہی بدلا اچھی طرح پا لیا۔ پرنتو پونا کے سمان مشہور شہر میں لوگوں نے ایسے اُلٹ پھیر کر کے اپنا بڑا ہی اُلو کیا اور نندا کرائی پرسدھ ہے کہ سوامی جی … موقعہ بالکل نہیں تھا۔ اس لئے … اور … سے … لوگ اپنی … لوگوں کو بتلاتے تھے۔ یہ بات سوامی بھی لوگوں کو کیسے پسند ہوتی۔ کل کے پروہت کو یہ کہ یجمان کو ایسا مت (عقل) ظاہر کیا تو اپنی پروہتائی بند ہو جاوے گی ایسے ڈر رہتے تھے۔ پنڈتوں کو یہ کہ ہم نے اس کو ایسا ہی شاستر ادھار ظاہر کیا۔ تو لوگوں میں اپنی پرتشٹھا ہو جاوے گی۔ ایسی چنتا رہتی تھی اور گرہست کو یہ خیال تھا آچار کے مطابق چلے تو عام لوگوں میں جو ہماری عزت ہے وہ کم ہو جاوے گی۔ اور آپ کا اس (ریدتا می) ہو جاوے گی ایسا ڈر رہتا تھا۔ علی ہذا القیاس

یلا ہو مانت اور دل کو سچا معلوم ہونے والا مت لیکن اُس کے مطابق آچرن کرنے کا
حوصلہ اور ارادہ کیا ذرہ بھی صفائی کسی میں ملتی نہیں۔ اسی طرح اُس پرکار کے پنڈت جن
میں لالچ جیسے کارن ان میں بالکل نہیں تھے۔ تب ان سے ان لوگوں کے جنگ پاری
(دیو پاری) لوگوں سے ستی (دیکھا) ہو سکتی ہے۔ اسی واسطے ان لوگوں نے سوامی جی سے
ہر طرح ورودھ کیا۔ اُن سب سے بڑھکر یہاں کے لوگوں کا حال دکھائی دیا۔ یہاں کے
لوگوں کی ایسی ہی خراب بدھی تھی۔ اور یہاں کے تین مشہور آدمی اُن کو دیکھنے والے
اور اُبھارنے والے دیکھ کر ہمارے چت کو بڑا کھید ہوتا۔ اُن میں سے مصنف جنبندہ بالا کا
سب سے بڑھکر تھا۔ مندرجہ بالا تین گرستوں میں اول پروفیسر
رام کرشن گوپال بھنڈارکر ہیں۔ اُن سے اور سوامی جی سے باہمی آکشیپ اور شنکا
مدبرہ ہوئی اس سبب سے اُن کا مت اُن کے ہی پاس رہا۔ ایسا سمجھنا چاہئے۔ دوسرا
آکشیپ کیلاش باسی وشنو شاستری پنڈت کا ہے۔ انہوں نے اپنے اندو پرکاش نام
اخبار میں ایک دفعہ سوامی جی کے ورودھ کچھ لکھا تھا۔ پرنتو آگے کو سوامی جی کی لیاقت
اور چال کو سمجھ گئے وہ جلدی سیدھے راستے پر آگئے۔ اور پھر کبھی اُن کے خلاف
نہیں کیا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ہم نے اُن کے منہ سے بہت دفعہ سوامی جی کی استتی
سُنی اور انہوں نے ہمیشہ اپنے اندو پرکاش میں احمد آباد اور اس کی اطراف میں بلا ہوا
مان اور ستکار مفصل پرکاشت کیا اور ہمارے ساتھ ورودھ ہونے پر بھی انہوں نے سوامی
جی کے درشن میں ایسی پریم پوجیہ بدھی بتلائی۔ اب سمجھنا چاہئے کہ اندو پرکاش کے
سمپادک وشنو شاستری کی وچار شکتی کتنی شدھ اور لائق تعریف تھی اور یہ بھی سمجھنا چاہئے
کہ آرمبھ میں لوگ سوامی جی کو کیا سمجھتے تھے اور پیچھے سے آہستہ آہستہ اُن کی بدھی اُن
کی بابت کس طرح بدلی تھی۔ یہ حالت بھتوں کی دیکھی گئی۔

اس کا ستھاننشہ برتن جس کو دیکھنا ہو۔ وہ سوتیہ اودے اخبار جو تھانہ متصل بمبئی سے
نکلتا ہے اُس میں دیکھ لے۔ اب رہ گئے تیسرے آدمی یعنی کیلاش باسی دوسرے وشنو
شاستری جیب کوٹن متصل بمبئی کے رہنے والے (ایڈیٹر جنبندہ بالا) اُن کا مرنے کے دم تک
سوامی جی پر ایک جیسا آکشیپ جاری تھا۔ یہ بڑا ودوان اور دیدگیہ ورشی اور شدھ ودھو تھی
اس کے درمیان میں سوامی جی کا ورودھ ہی تھا اگرچہ اس وقت وے دونوں نہیں رہے۔
پرنتو ان دونوں کے لیکھ سامنے موجود ہیں۔ اُن پر سمالوچنا (ریویو) کرنا چاہئے جنبندہ بالا کے
کرتا نے سیتھ ستیارتھ آکشیپ سوامی جی پر کئے ہیں۔ اس کی بابت ہم کو اوستین جیسا
ٹھیک معلوم نہیں ہوتا ہم کو اتنا ہی کام کرنا باقی ہے۔ وہ کرکے ہم اپنا گرنتھ سماپت
کرتے ہیں۔ ایسا اعتراض کرکے آگے بہت کچھ اس کی بابت اپنا بچار، وچار اور
بحث کرنے کی ضمانت کو لوگ بہت وادی نے اپنا یہ نرنے سدھ کیا ہے کہ جیوں کے

رہنے والے میں پہلے سے ہوئے وشنو شاستری جی کے سمان وچار کرنے والی شکتی نہیں تھی۔ ویتھارتھ کرنا اور لکھنا ان کو منظور نہیں تھا یا ایسے کرنے سے گھور وپتی دشت آفت اُن کے سر پر آ جائے گی۔ ایسی کچھ دہشت اور خوف اُن کے چت میں آ جاتا تھا اس لئے انہوں نے سب دیا جاننے والوں کے سموہ سے وپریت چلن رکھا۔ خیر! کچھ ہی کیوں نہ ہو شریمان سوامی جی مہاراج کی جس طرح بڑی عزت ہوتی تھی وہ اُن کی زندگی میں سب جگہ اس بھارت ورش میں پورن رہتی سے ہو گئی اور اُن کے پیچھے اُن کی ویسی ہی کیرتی ہمیشہ اس جگت میں پھیل رہے گی اور آگے بھی روز افزوں بڑھتی جاوے گی۔ کیونکہ اس پرمیشور کا انش کپٹ کا کام تھا۔ اس لئے ایسا ہی ہوا اور مانندشی لوگوں کو پورن وشواس ہے۔ ایسا ہی ہونا تھا استو ۔

آگے ہونے والے لوگوں کو ہمارے پرم مِتر چیلوں کر کے سمان جیسا کہ ہے رہت کام کبھی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ویسا کرنے والا پرش خود کلنکت ہو کر اپنے سے باسیلوں کو کلنک لگاتا ہے۔ بنابرآں ایسا کام کبھی ست بدھی کا نہیں کیا جاتا۔ ایسا سبھ معاشرہ ہے۔ جیسے مہاجن کی سواری کا ہاتھی۔ گاؤں کے شریر کتوں کے بھونکنے سے ذرا بھی ڈرتا نہیں۔ ویسا ہی ہمارا یہ بڑی تعریف کے لائق زبردست بہادر مندرجہ بالا لوگوں کی بیشمار حرکتوں سے کبھی ذرا بھی ڈگمگاتا نہیں۔ ایسے جگت پوجیہ مہاپرش دوشنا کے ساتھ ہمارے پڑتال مانند نہایت مہذب شہر میں کبھی کوئی ایسا فعل نہیں کرنا چاہئے تھا۔ پرنتو کئی سوارتھی اور تسری اور وشی لوگوں نے اپنے ساتھ اس نگر کو نہایت بدنام کر دیا۔ خیر! جہاں بہت اوتم لوگ رہتے ہیں۔ وہاں چنڈالوں کے گھر بھی ہوتے ہیں۔ اس مثل سے ہم اپنے من کو صبر بھی کرالیں تو بھی یہ بات بری ہو گئی۔ اس لئے یہاں کے بہت سے سجن اور ودوان لوگوں نے سوامی جی کے پاس جا کر بہت افسوس ظاہر کیا پرنتو دھن وہ تھوڑی بھی عبادت کیشی مرتاض جس کے دھیریہ یا صبر یا شوبھا میں ذرا بھی فرق پڑا ہوا کسی کے بھی دیکھنے میں نہیں آیا ۔

جو شخص اس سنسار میں کہ بھارت ورشی لوگوں کو سنسار کے اور پار کے سکھ کیسے ہدایت ہو گا رات دن محنت ہو کر اپدیش کرتا ہوا اور جس کے سامنے آتے ہی سارا تیج اور کل بہت آچاریہ جیسے بھی منہ بند کر رہنے والے یعنی اپنے برابر کسی کو نہ سمجھنے والے بڑے ودوانوں کی بھی نصیحت اڑ گئی۔ ان کو سمرکھ یا پرمادی سمجھنے والے اور سمجھانے والے کون۔ کیسے سیانے یا چتر ہیں ان کا نام تھوڑا بھی بچار کرو۔ اس کے بعد یہاں کے ایک اپدیک پرش نے سوامی جی کے ویاکھیانوں کا سارانش خلاصہ تیار کیا ہے۔ اوپر سے سوامی جی کا گمبھیر وچار اور سوتنتر وچار اور ترک شکتی کی جیسی طاقت سمجھ میں آتی ہے۔ اس لئے اس کو دیکھو جس کے ذریعہ سے شانتی ہو جاوے گی ۔

ولایت میں دیا۔ بدھی کے ساگر (اسمن سمندر) مسٹر میکس مُلر وغیرہ مہا پنڈت جیسے مشہور ہو گئے ہیں۔ سو ہم اِن کے موافق پہلے اپنی طرف کرتا۔ گوتم آچاریہ جیسے ویدویاس یاگیک اور دھرم سروسو نا پید ہو گئے ہیں۔ اُن کے بیان کی ہی سوامی جی کی مورتی تھی۔ ایسا سمجھنے کو ہم کو تھوڑی بھی شنکا معلوم نہیں ہوتی۔ ایسا ہی سمجھنا چاہئے کہ ایسے مہاتما پُرش سونے کی پریکشا (امتحان) کے واسطے ہمارے یہاں کے حیلوں کے جیسے کسوٹی کا پتھر (گھنشام مثلاً کسوٹی) ہیں۔ اس پر ہمارے سونے کی اچھی طرح سے پریکشا ہو کر وہی سچا ٹھہرا جس کو اچھا ہو وہ مقابلہ کرکے دیکھ لے ۔

۳۔ بیخوف اظہار صداقت۔ شری نواس راؤ کار پور چیف انجینئر ریاست میسور کہتے تھے کہ پونا کے مندر میں پوجاری اکٹھے تھے اور سوامی جی اس کے سامنے پتھر کی شلا پر کھڑے ہو کر انہیں زور سے اور بے خوفی سے پکار کر کہتے تھے "تم بتلاؤ کہ اس مورتی اور اس پتھر میں کیا فرق ہے؟

ساتویں فصل بمبئی (بار سوم)

(چہار شنبہ یکم ستمبر ۱۸۷۵ء تا ۱ اپریل ۱۸۷۶ء (بھادوں سدی ۲ سمت ۱۹۳۲ تا چیت ودی سمت ۱۹۳۳)

۱۔ ڈیرا استھل۔ یکم ستمبر ۱۸۷۵ء کو سوامی جی پونا سے واپس بمبئی میں تشریف لائے اور سماج میں قیام فرمایا۔ اُس وقت پنڈت مٹھن لال رام بندیو سنگھ دونو رخصت ہو کر کال پور میں راجہ کشن داس جی کے پاس چلے آئے ۔

۲۔ برہمو لوگوں کے اعتراض۔ یہاں بابو نوین چندر رائے و بابو پرتاپ چندر موزمدار اور ڈاکٹر بھنڈار کر ممبران برہمو سماج سے سوامی جی سے دھرم سمبندھی بارتالاپ کی ویدوں کے متعلق ان کے اعتراضوں کا قرار واقعی کھنڈن کیا اور برہمو سماج والوں کے شکوک رفع کئے مگر ان تین صاحبوں نے کسی خاص سبب سے باوجود کئی بار لاجواب ہونے کے بھی ہٹ کو ترک نہ کیا ۔

یہ لوگ پکش پات میں پھنس کر حق بات کے قبول کرنے سے گھبراتے ہیں۔ سب سے بڑا اعتراض ان کا یہ تھا کہ آپ ویدوں میں اگنی۔ اندر وغیرہ چند شبدوں کے ایشور واچی ارتھ کیوں کرتے ہیں۔ سوامی جی نے ویدوں سے کئی پرمان دے کر سمجھایا کہ یہاں یہ ارتھ بتلائے کہ خود سب شبدوں نے اگنی وغیرہ کے دو ارتھ کئے ہیں۔ ایک تو یہ بھوتک اگنی جڑ پدارتھ دوم گیان سروپ پرماتما۔ اب نشدوں کے بھاشیہ میں شنکر آچاریہ و آنند گری و ادیا رام ساین آچاریہ و میکس مُلر ولسن ساٹن۔ شوپن ہار۔ او بٹ۔ لیوڈ و مسٹر سن

وغیرہ سب فضلاء نے بالاتفاق ایشاواسیہ اُپنشد کے ۱۸ ویں واک میں جو اگنی شبد آتا ہے۔ وہاں پر یشور ارتھ کیا ہے اور آج تک کسی بڑی ودوان نے اس سے انکار نہیں کیا اور ایشیاٹک سوسائٹی کے لائق ودوان ممبر پنڈت ستیہ برت سام آشرمی نے بھی اپنے نرو کت کی ویاکھیا کے انت میں یہی ارتھ کیا ہے اسی طرح باقی شبدوں کا ارتھ ہے۔ جو اور تمام پشتکوں کے ساتھ بعض موقعہ پر برہم کا واچک ہوتے ہیں۔ مگر تعصب کو کوئی کیا کرے۔

اور جبکہ خود ویدوں میں ارشاد ہے کہ جو پرماتما کے سوا کسی غیر سے اُپاسنا یا پوجا کرے وہ حیوان مطلق ہے اور وہ نرک گامی ہوگا دیکھو یجروید ادھیا ۴۰ منتر ۹ اور ایسا ہی برہمن گرنتھوں میں بیان ہے تو پھر وید میں کسی دیوتا یا جڑ چیز کی اُپاسنا کا ماننا صریح جہالت ہے۔ اور حق بات کے ماننے سے جان بوجھ کر انکار کرنے سے ہم کیا کہیں چنانچہ اس وقت کے اخبار انڈین میرر کلکتہ میں یہ حال اس طرح پر شائع ہوا ہے۔

"معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت دیانند سرستی بمبئی پریزیڈنسی میں اپنے کام کا پربندھ کر رہے ہیں۔ آریہ سماج جس کا حال ہمارے ناظرین وقتاً فوقتاً سنتے رہے ہیں۔ اس کا وجود انہیں کا قائم کردہ ہے۔ کل عملی مقاصد کے واسطے یہ سماج گویا برہم سماج ہی ہے۔ اصولی بڑا فرق یہ ہے کہ آریہ سماج والے ویدوں کے الہامی ہونے کے قائل ہیں باوجودیکہ سوامی جی کی خواہش برہم سماج سے سب باتوں میں میل کی ہے مگر ویدوں کا الہامی ہونا ان کے لئے ایک بڑی بھاری بات ہے جس کو وہ ہرگز نہیں چھوڑیں گے حقیقت یہ ہے کہ سوامی جی کیا اس ملک میں اور کیا اور جگہ برہمو لوگوں کی ایکتو ہمدردی اور شمولیت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتے اور اس سے ان کو آگاہی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ کسی طرح ان کی یہ بات ذہن نشین ہو گئی ہے کہ کوئی اصلاح مذہبی یا سوشل اس ملک میں اس وقت کامیاب پذیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے پرمان و تائید سے جاری نہ کی جاوے اگر موجودہ انڈیا نے مغربی تعلیم نہ پائی ہوتی تو یہ خیال ان کا صحیح تھا مگر اس وقت کل فیصلہ زمانہ کی سپرٹ سے ہوتا ہے نہ کہ شاستر سے اور مذہبی اور عملی اصلاحیں جو اس سپرٹ کے مطابق ہو رہی ہیں۔ ان کی کامیابی ایسی ہی یقینی ہے جیسے کہ ویدوں کی پرانی باتوں کی ترویج کی ناکامیابی۔ بمبئی یا بنگال کے برہمو پنڈت دیانند سرستی کے ساتھ اس قدر مل کر کام کر سکتے ہیں جس قدر کہ بت پرستی ذات پات اور دیگر خراب رسموں کے موقوف کرنے کا تعلق ہے مگر دیگر مذہبی امورات میں اس قدر اختلاف رکھتے ہوئے ہماری شمولیت ناممکن ہے۔ ڈ سنڈے اڈیشن صفحہ ۲ جلد ۱۴ نمبر ۱۸۲ مطبوعہ ۲۴ نومبر ۱۸۷۵ء۔

۳۔ ساجاؤں کی بربادی۔ ایک روز بمبئی میں کئی ہزار مجمع میں بحالت ویاکھیان بابو جلوں

کی بربادی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آجکل کے راجاؤں کی بربادی کا باعث یہ ہے کہ ان کے صلاح کار اس قسم کے ہوتے ہیں اول جوتشی - دوم تیل والا - سوم اونٹ والا - چہارم بہیروہ کسی ایک راجہ پر جب غنیم چڑھ کر آیا اور قلعہ کے اندر گھسنے لگا تب اسے خبر ہوئی اول جوتشی سے پوچھا اس نے کہا کہ ابھی مہاراج کو بھدرا ہے - پھر تیل والے سے پوچھا آپ فرمائیے آپ کی کیا رائے ہے - اس نے کہا جلدی کیوں ہے آپ ابھی تیل دیکھیں اور تیل کی دھار دیکھیں - پھر اونٹ والے سے پوچھا کہ آپ اپنی رائے کہئے اس نے کہا حضور دیکھئے تو سہی آخر اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے - یہ ایسی ہی صلاح کرتے رہے - اور غنیم اندر گھس آیا تب بہیروہ سے پوچھا کہ کہئے اب آپ کی کیا رائے ہے - اس نے کہا کہ آپ قنات تان کر کے پردہ میں گھس بیٹھئے - اس کے آخر میں افسوس سے میز پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اگر ہمارے راجاؤں کی یہ دشا نہ ہوتی تو ہماری یہ درد شا کیوں ہوتی - ملک کی بربادی کا کارن یہی ہے

۴ - پادری ولسن صاحب - بمبئی کے بڑے پادری ولسن صاحب کو جب سوامی جی نے دھرم چرچا کے واسطے بلایا مگر وہ سامنے نہ آیا اور سوامی جی نے اس کے پاس سوال بھیجے ان کا کچھ جواب نہ دیا آخر الامر سوامی جی خود ہی ایک روز اس کے پاس چلے گئے وہ بڑے تپاک سے ملا - اور کچھ عرصہ تک بات چیت ہوتی رہی - پھر بہانہ کیا کہ میرا اس وقت ضروری کام ہے - میں کسی وقت آپ کے مکان پر حاضر ہوں گا لیکن جب تک سوامی جی وہاں رہے - وہ تشریف نہ لائے بلکہ بمبئی چھوڑ کر کہیں باہر چلے گئے

۵ - میکس مولر کا خط - بمبئی میں ہی میکس مولر کی ایک چٹھی جرمن سے آئی تھی جس میں مضمون کا کہ اگر آپ یہاں آویں تو بہت بڑی کرپا ہوگی - اور وہاں کے دھنیہ بھاگ ہیں جہاں آپ نے جنم لیا ہے وغیرہ وغیرہ سوامی جی نے اُتر لکھا تھا کہ میری آشا آنے کی ہو سکتی تھی مگر یہاں کے لوگ ابھی مجھے ناستک کہتے ہیں - جب تک میں اس ملک کو اچھی طرح نہ بتلا دوں کہ میں کیسا آستک ہوں تب تک نہیں آسکتا - جب میکس مولر صاحب کی چٹھی آئی تھی تب وہاں کے بھائیوں نے اپنے جہاز پر لیجانے کا اقرار بھی کر لیا تھا مگر سوامی جی خود نہ گئے ۔

۶ - پنڈت رام لال شاستری سے شاسترارتھ - جب سوامی جی بمبئی سے پورب کی طرف جانے کو تیار ہوئے تو یہاں کے پنڈتوں نے آپ بود رہ کر پنڈت رام لعل جی ساکن [illegible] کو جو ندیا شاستی کے ودوان تھے میدان میں آنے کے واسطے تیار کیا اس نے ایک ہو کا بھائی جیون جی کے گھر میں بہت جد وجہد کے بعد چیت سدی سمت ۱۹۳۲ دوشنبہ ۲ مارچ ۱۸۷۶ء کے روز شاسترارتھ شروع کیا بہت سے بھدر پرش اس شاسترارتھ کے سمے موجود تھے - بالاتفاق فریقین پنڈت بھوجاجی شاستری ساکن کہادی پوری میر مجلس قرار پائے ۔

سوامی جی - وید کے کس منتر سے مورتی پوجا کا ودھان ہے +

پنڈت رام لال جی - پورانوں اور سمرتیوں کے شلوک بولنے لگے

سوامی جی - یہ گرنتھ مانیے (سند) کے یوگیہ نہیں ہیں وید کا ہی کوئی منتر یاد ہو تو کہیے +

پنڈت جی نے منوسمرتی کے وہ شلوک جن میں پرتما - دیو شبد تھے بولے +

سوامی جی نے سب شلوکوں کے یتھارتھ پرمان سہت ارتھ کر دئے کہ ان کا مورتی پوجا سے کوئی تعلق نہیں +

پنڈت جی پھر اور سمرتیوں اور پورانوں کے شلوک بولنے لگے مگر آخیر تک وید کا کوئی منتر نہ بولے (تب مدھیسوت جی بولے)

بہت پنڈت بھوجاؤ جی شاستری بولے کہ رام لال جی سوامی جی پرشن کچھ اور کرتے ہیں اور آپ اتر کچھ اور ہی دیتے ہیں + یہ سبھا اور پنڈتوں کا نیم نہیں ہے جیسے کسی نے کسی سے دوارکا کا مارگ پوچھا اور بتلانے والے نے کلکتہ کا مارگ بتلایا اسی پرکار کا یہ آپ کا شاستر ارتھ ہے - اس کہنے پر بھی رام لال سے کوئی وید کا پرمان نہیں دیا تب سب کی سمتی سے سبھا برخاست ہوئی اور میر مجلس نے سب میں سپشٹ کہدیا کہ آج پنڈت رام لال پاشان پوجنے کو وید کت سدھ نہ کر سکے +

اس سمت کہہ دیتے ہیں اس سمت وکرما (راسنگم) شاستری کو کتنے سوارتھی پنڈتوں نے ستانے میں کوئی کسر نہ رکھی +

یہ ایک دلچسپ بات چیت - جیت سمت ۱۹۳۱ میں بانی پنڈت صاحب کی تیجر وید بھاشیہ ویدک میگزین بابت سے ملاقات ہوئی اور وہ ساری کی ساری رسالہ ویدک آسٹ ماہ جیٹھ سمت مذکور میں طبع ہو گئی ہے جو خالی از لطف نہیں +

تیجر آپ نے سنسکرت ودیا کا بہت دن تک ادھین کیا ہے اور آپ اس بھاشا کے ودوان ہیں اور دھرم شاستر کے گرنتھ دیکھے ہوئے اور آپ کے سوا کاشی آدی استھانوں میں اور بھی بہت ودوان ہیں - اور سوامی دیانند سرسوتی بھی بڑے ودوان ہیں سو آپ سب لوگ جانتے ہوں گے پھر کیا کارن ہے کہ آپ لوگوں اور سوامی جی کی دھرم سمبندھی وشیوں میں باتیں نہیں ملتی ہیں - سوامی جی چاروں ویدوں کو پرمان مانتے ہیں تب ان میں لکھی باتوں کو کیا آپ لوگ سدھ نہیں کر سکتے ؟ جو سوامی جی سمت کہتے ہیں تو آپ لوگوں کو ان کا کھنڈن کرنا اور جو اسمت کہتے ہیں تو ان کی باتوں کا سمجھا کے کھنڈن کرنا چاہئے سو آپ لوگ دونوں باتوں سے ایک بھی نہیں کرتے اس کا کیا کارن ہے +

پنڈت رام لال جی - سوامی جی سنیاسی ہیں ان کو کسی کی پرواہ نہیں انہوں نے ویدادی شاستروں کو ادھین بہت دنوں تک کیا ہے - وے سامرتھ ہیں - ان کی بدھی

بڑی مشکل ہے وہ کہتے ہیں سو شاستر تو سارا ست ہی کہتے ہیں پر تو ہماری شکتی نہیں کہ ان کا سامنا کر سکیں کیونکہ ہم لوگ گرہستی ہیں ہم کو ان سب باتوں کی ایک ادنیٰ رتی ہے پھر ہم سوامی جی کی سی باتیں کیسے کر سکتے ہیں سنسار میں اور ہی چرچا پھیلا ہوا ہے جو اس کے ورُدھ کہیں تو ہمارے کہنے سے کچھ بھی نہیں ہو اور لوگ سامنے ہو جائیں پھر آجیوکا ہی جاتی رہے تب نرباہ کیسے ہووے؟

منیجر۔ اس سے سدھ ہوا کہ آپ ادھرم کی جیوکا کرتے ہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ بات متھیا ہے پھر اس کے ادھیہ اپدیش کرنا ادھرم ہے دیکھو سوامی جی نے است کو چھوڑ کر ست گرہن کیا تو تھوڑے کال میں ان کا کتنا مان ہوا ہے اسی پرکار جو آپ لوگ بھی ست کو سویکار کریں تو ویسا ہی سنمان اور نام آپ لوگوں کا کیوں نہ ہو۔

پنڈت جی۔ کیا کریں سب سنسار میں اسی کی پرورتی ہو رہی ہے اس سے ورُدھ ہم لوگ کہیں تو کوئی نہیں مانتا اس پرکار تو سوامی جی کا ہی نرباہ ہو سکتا ہے ہم گرہستیوں کا نہیں۔" (صفحہ ۱۰۰)

مورتی پوجا کے متعلق ایک اشتہار۔ ان شاستر ارتھ کے بعد آریہ بھائی جیون دیال نرمل نے حسب ذیل اشتہار جاری کیا:-

विज्ञापनका उल्लेख॥

"मूर्त्ति पूजा मंडनकरने वाले और धर्मके शास्त्री लोगोंकेसूचना॥ सर्व धार्य्मिक आचार्य्य पण्डित शास्त्री लोगोंको उचित है कि इस समय में जब वेद में मूर्त्ति पूजा करने का विधान है वा इस का निर्णय करने के लिये बड़ी बड़ी सभा और तकरार होती हैं तब स्वदेश कल्याणार्थ सब विद्वानों को कर्त्तव्य है कि पक्षपात छोड़के जिस वेदमें पाषाणादि मूर्त्तिपूजन प्रतिपादन मंत्र हो उस मंत्र का जो अर्थ अंगों से पूर्व ऋषिमुनियोंने ब्राह्मण सूत्रादि ग्रन्थों में कर रक्खा है वह साक्षी सहित छपाकर प्रसिद्ध करना चाहिये॥

सो एक साल हुआ हम पण्डित दयानंद सरस्वती स्वामी इसनगर में पधारे वहां से देखते हैं कि गढ़ लाखादि सब पण्डित यह वास्तविक मार्ग छोड़कर अपने ... मण्डल अपने को छोड़ न जाए इसलिये उसको युक्ति से बोध करते हैं और जैसे सभी मूर्त्ति पूजकों को घरमें पेट बोझ हुआ है सो

सीधा मार्ग स्वीकार नहीं करते हैं यह बड़ी विचारने की बात है क्योंकि गत वर्ष गढ़वालादि विद्वानों ने नवीन पाषाणा-शैल]मों को वेद के आधार से स्थापन करा है इतना ही नहीं परन्तु वह चारों वेद के ब्राह्मण वर्गों में बैठे थे और वेद के हजारों मंत्र बोल लेते थे पस यदि सत्य है तो ऊपर लिखी रीति से प्रसिद्ध क्यों नहीं करते हैं इस से जिज्ञासु लोगों को निश्चय करना चाहिये कि जो वेद के आधार से ही पाषाणादि प्रकरण चलता होता तो यह पण्डित लोग कब ही के यह सब विधान छोड़ के प्रसिद्ध कर देते इतना ही नहीं बल्कि सैंतीस वर्ष हुए पण्डित दयानन्द स्वामी सर्वदेश देशान्तर में फिरते हैं कि वेद में पाषाण पूजन का लेशमात्र कुछ भी विधान नहीं है इसको छपने क्यों देते ॥

देखो रामानुज सम्प्रदाय वाले कन्हैयालाल नामक आर्य सभा में चला गया और अब थोड़े दिन हुए पण्डित रामलाल नामक एक पण्डित इधर आते हैं जो भी वेद से मूर्ति पूजा का मण्डन करने को उद्यत हैं ऐसी सुनके मैं भाई जीवन जी नाम का गृहस्थ के घर में सभा में गया था वहां देखता हूं तो उस पण्डित को दयानन्द स्वामी वेद से दिखला देने का आग्रह करते हैं और पण्डित रामलाल जी चले स्तुति में नियम हुआ था कि वेद में से सिद्ध करना । तो भी कुछ चुप चुप बैठे और अन्त को कुछ भी वेद में से लब्धार्थ हुए बिना सभा विसर्जन हुई ॥ ऐसी २ लीला पण्डित लोगों की देखकर और कितने एक जिज्ञासु एकान्त में कहते हुए इस मैं तो निश्चय करके आर्य समाज का सभासद हुआ जो कि वेद में मूर्ति पूजा का कुछ भी विधान नहीं है यह तो ब्राह्मण लोग अपने पेट भरने को लीला बना रहे हैं और इसमें कुछ संदेह नहीं है इस (मूर्ति पूजा) को धर्म जिज्ञासु लोगों को छोड़ देना चाहिये ॥ और यदि कोई फिर भी कहे कि वेद में आज्ञा है तो उसको पूछना चाहिये कि वेद में से बतला और मैं भी स्पष्ट रीति से इस विज्ञापन द्वारा प्रश्न करता हूं कि जो कोई पण्डित मुझको वेद में से पाषाणादि पूजन विधायक मंत्र इसका अर्थ वेद के अंगों से करके भेज देंगे उसको मैं १२५) रु इनाम दूंगा इतना ही नहीं परन्तु यह पण्डित जिस रीति से धर्म

की व्यवस्था बतावेंगे वैसा ही वर्ताव करने को उद्यत हूं। परन्तु ऐसा विलम्ब होगा कि मेरे इस प्रश्न का उत्तर मिलेगा। अभी जो भोजन करना छो… हो जावे और इस पत्र को बांच के निंदा करेंगे तो करेंगे परन्तु मुझे तो इसका कुछ भय नहीं क्योंकि मैंने तो यह यत्न इसवास्ते किया है कि पंडित लोग जो झूठ बोल कर अज्ञानी लोगों को बहका रहे हैं इसके खोटे खरे की परीक्षा की मुझको भी बड़ी देर से जिज्ञासा है इसलिये यह विज्ञापन दिया है। यदि कोई पंडित वेद के मंत्रों को … का यत्न करे तो उन से ब्रह्मसंहिता में लिखा है सो विस्तार पूर्वक और शुद्ध करके लिखना सो प्रसिद्ध किया जावेगा और सब धर्म जिज्ञासु गृहस्थ को इस रीति से पूछना उचित है जिससे सच्चे और झूठे की परीक्षा होवे यही हमारा विज्ञापन है॥

जीवनदयाल नरकादयाल

बंबई ४ अप्रेल सं० १९३६

اشتہار کہ مورتی پوجا استھاپن کرنے والے اور دھرم جگیاسو لوگوں کو سوچنا

سب اہل ہنود اور اپنے پنڈت شاستری لوگوں کو اُچت ہے کہ اس سمے میں ایسا مورتی پوجا کرنے کا ودھان ہے یا نہیں اس کا نرنے کرنے کے لئے بڑی بڑی سبھا اور تکرار ہوئی ہے تب … سودیش کلیان ارتھ سب ودوان لوگوں کو اُچت ہے کہ گزشتہ … جس وید میں پاشان آدی مورتی پوجن پرتپادن منتر ہو جائے سو منتر وید کے انگوں سے اور اپنے رشی منیوں نے … سو گرنتھوں میں کر دکھانے وہ سب لکھ کے … چھپوا کر پرسدھ کرنا چاہئے ۔

سوائے اٹھارہ ماہ ہوئے پنڈت دیانند سرستی سوامی اس شہر میں … ہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ گوکل آدی سب پنڈت یہ واستوک مارگ (سیدھا راستہ) چھوڑ کے اپنے … منڈل … چھوڑ جائے اس لئے اس کی … ہے بودھ کرتے ہیں۔ اور جیسے سبھی مورتی پوجکوں کو گھر میں بیٹھے بودھ ہوا ہے سو … مارگ سویکار نہیں کرتے ہیں یہ بڑی … کی بات ہے کیونکہ گزشتہ برس گوکل لال آدی دو ودوانوں سے … پاشان مورتیوں کی وید کے آدھار سے استھاپنا کرائی ۔ اتنا ہی نہیں پر تو چاروں وید کے برہمن … میں بیٹھے تھے اور وید کے ہزاروں منتر ہوئے تھے … ہوئے تو اور کبھی … سے پرسدھ کیوں نہیں کرتے ہیں۔ اس سے جگیاسو لوگوں کو شبہ کرنا چاہئے

کہ وید کے آدھار سے ہی پاشان آدی پوجن چلتا ہوتا تو یہ پنڈت لوگ کب کے سنمکھ ہو ودھان ثبوت کے پرسدھ کر دیتے اتنا ہی نہیں بلکہ دس برس ہوئے پنڈت دیانند سرسوتی جی سب دیش دیشانتر میں گھومتے ہیں اس کا پیچھا کبھی نہ چھوڑتے جہاں جہاں وہ جاتے وہاں وہاں سب لوگوں کے سامنے بیان بتا کے اُس کا منہ بند کرنے کے سوائے چھوڑتے نہیں کیونکہ وہ تو بیڑا لیا کہ سب دیش دیشانتر میں پھرتے ہیں کہ وید میں پاشان پوجن کا لیش ماتر کچھ بھی ودھان نہیں ہے اس کو کھوٹے کیوں دیتے ۔

دیکھو مارچ سمبر ... والے ممکن نہیں آج اسی سبھا میں تھے جبکہ ... اور اب تھوڑے سے دن ہوئے پنڈت رام لال نام کے ایک ودوان ... ہیں سو بھی یہ کہتے ہیں مورتی پوجا کا کھنڈن کرنے کو تیار ہیں ۔ ایسا سُن کے ہیں بھائی ... کے گھر میں سوامی گیا تھا وہاں دیکھتا ہوا تو اُس پنڈت کو دیا تب سوامی وید سے دکھلا دینے کا اقرار لئے ہیں ۔ اور پنڈت رام لال جی مہرشی میں بیچ سبھا میں تم ہوا تھا کہ وید میں ... سید ... تو بھی بحث کیا چپ چاپ بیٹھے ۔ اور آخر کو کچھ بھی وید میں سے ثبوت نہ ہوتے بنا سبھا برخاست ہوئی ۔

ایسی ایسی لیلا پنڈت لوگوں کی دیکھ کے اور کتنے ایک ودوان اہل کمالات میں گنے ہوئے اس بندہ سے میں تو نشچے کرکے آریہ سماج کا سبھاسد ہوا ہوں کہ وید میں مورتی پوجا کا کچھ بھی ودھان نہیں ہے یہ تو برہمن لوگوں نے اپنے پیٹ بھرنے کی لیلا پھیلائی ہے اس میں کچھ شبہ نہیں اس مورتی پوجا کو جو دھرم سمجھا سو لوگوں کو چھوڑ دینا چاہئے ۔

اور اگر کوئی پھر بھی کہے کہ وید میں آگیا ہے تو اس کو پوچھنا چاہئے کہ وید میں سے بتلاؤ اور میں بھی ظاہر طور پر اس اشتہار کے ذریعے سے کہتا ہوں کہ جو کوئی بھی پنڈت مجھ کو وید میں سے پاشان آدی پوجا ودھایک منتر یعنی ارتھ وید کے انگوں سمیت کرکے بھیج دیگے اُس کو میں ما ... روپیہ دکشنا دونگا ۔ اتنا ہی نہیں پر تو وہ پنڈت جس ریتی سے دھرم کی ویوستھا بتا دے گا ویسا ہی میں برتنے کو تیار ہوں لیکن ایسا دن کب ہوگا کہ میرے اس پرشن کا اُتر ملے گا ۔ ایسی جو بھوجن کرتے ہوئے تو تیار ہو جاویں اور اس پتر کو بانچکے منہ بند کرکے تو بیٹھیں گے مگر جھوٹ اس کا کچھ نہیں کیونکہ میں نے تو یہ کوشش اس واسطے کی ہے کہ پنڈت لوگ جو جھوٹ بول بول کر اگیانی لوگوں کو بھٹکاتے ہیں اُس سے کھرے کھوٹے کی پرکھشا کی مجھ کو بھی بڑی دیر سے جگیاسا (تلاش) ہے اس لئے یہ اشتہار دیا ہے ۔

اگر کوئی پنڈت وید کے منتر کو چھپوانے کی کوشش کرے تو اُسے معلوم دریافت کرنا کہ وہ منتر سنگتا میں کہ دھر ... ہے ۔ سو مفصل اور صحیح لکھنا ۔ سو پرسنہ کیا جائیگا اور یہ بھی لکھے کہ سب دھرم جگیاسو گرہست کو اس ریتی سے پوچھنا اچت دھرم ہے جس

سے سچے اور جھوٹ کی پرکھ ہووے ۔ یہ اشتہار دیا ہے جو ماہ ... تاریخ ۱۱ ... کو

المشتہر

جیون دیال ۔ نرنکا دیال

پتہ نل بازار کے ناکے اور پٹن ملی کے سامنے مکان نمبر

۹۔ صدائے برنخاست ۔ سوامی جی کا چیلنج اور پنڈت لوگوں کی خاموشی تو تھی ہی +

اس اشتہار پر بھی کوئی پنڈت صاحب اُدیت (تیار) نہ ہوئے وکھنڈن پر بھی بہت للچایا مگر ابھی انگور کھٹے ہیں کون مانے کیونکر ہے اس لئے سنتوش کر کے بیٹھ گئے +

چنانچہ بمبئی کے ایک وید سماچار پتر میں سوامی جی کے ۱۸۸۲ء میں بمبئی تشریف لے جانے اور وہاں کے پنڈتوں کے مباحثہ کے متعلق اس طرح لکھا ہے۔ اس کے بعد مباحثہ بند رہے ۔ پیچھے سوامی جی بمبئی کو آئے اور یہاں انہوں نے گورکشن پر اشتہار سبھا جمع دیا کہ جو پنڈت چاہے آکر ہم سے شاستر ارتھ کرے ۔ پر کسی کا ساہس نہیں ہوا کہ ان کے سامنے آکر مورتی پوجن ستھاپن کر سکے ۔ از گیان پرداپتی صفحہ ۲۴ جلد ۴ ... ۲۳ جنوری ۱۸۸۳ء +

۱۰۔ متفرق امور ۔ بمبئی میں سوامی جی کے پاس ایک دفعہ بہت سی استریاں اولاد کی خواہش کے واسطے آئیں ۔ اس وقت کئی سیٹھ ساہوکار بھی بیٹھے ہوئے تھے ۔ سوامی جی نے اتر دیا کہ لڑکا سوائے پتیوں کے اور کوئی نہیں دے سکتا میرے پاس نہیں ہے جتنے سیٹھ وغیرہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے سب شرمندہ ہو گئے اور وہ چلی گئیں +

جب لوگ کھنڈن منڈن کے سبب سوامی جی کو گالیاں دیتے تھے تب سوامی جی کہتے تھے کہ میں ایشور پرماتما کی بھگتی کا پرچار کرتے ہوئے دھرم دروہیوں کی گالیوں سے خوش ہوتا ہوں نہ کہ ناراض +

جس دن کوئی بڑا مباحثہ ہونے کو ہوتا اس دن تین بجے رات اُٹھ کر اور تازہ پانی منگا کر بموجب قاعدہ وید مقررہ منتروں کے مطابق سولف وغیرہ پھانکتے اور اوپر سے تازہ پانی پیکر شوچ کو جاتے اور اشنان کر کے پھر دھیان دھرتے تھے نیز جیسے مباحثہ کے روز پرماتما کا دھیان زیادہ کیا کرتے تھے +

۱۱۔ اور سوامی جی مہاراج بمبئی سے ... مطابق ... کو بمبئی سے روانہ ہو کر جیٹھ بدی سمت ۱۹۳۳ مطابق ۹ مئی ۱۸۷۶ء کو فرخ آباد میں پہنچے ۔ جب سفر پنجاب میں پرچار کے لئے پہنچنے کے واسطے شروع ہوا ۔ سوامی جی کہتے تھے کہ بمبئی کی نسبت پنجاب میں پرچار کا بہت زور ہو جائے گا +

سوامی جی نے دیہرادون میں پرچار کرنے کا ارادہ یہاں ہی پختہ کر لیا تھا اور ایسی

کا نمونہ تیار کر کے چھپوایا تھا جس میں صرف ایک منتر کی سنسکرت و بھاشا تفسیر درج تھی بطور اشتہار کے یہ دو ورقہ نمونہ کا تھا۔

سوامی جی کے برہمچریہ روپی تپ کا ہی نتیجہ تھا کہ بمبئی جیسے پرانت میں وہ کام کر سکے۔ بمبئی کے ایک پرانے سبھاسد وٹی نام جنہوں نے اپنے گھر میں ایک پستکالیہ بنایا ہوا ہے سنہ ۱۹۱۳ء میں گورو کل دیکھنے آئے اور بتایا کہ ہمارے ساتھ ایک سادھو ہے جو کئی سال تک سوامی جی کے پاس رہا اور ان کے وستر دھونے وغیرہ کرتا رہا ہے اُس کی گواہی ہے کہ سوامی جی کا برہمچریہ نشپا کھنڈت تھا۔

ادھر کی تحقیقیں۔ مہرا اکرودر میں ٹپوٹا نوسیوں کے پرپنچ سے ہر قسم اخراجوں سے وہاں سماج ٹھیک حالت میں نہ رہ سکا۔ البتہ باڑی بڑودہ۔ راجکوٹ وغیرہ استھانوں میں ہوا اس کا کارن سبب دیکھنے سے یہی پرتیت ہوتا ہے کہ سوامی جی زیادہ ٹھہر نہ سکے۔ اپنی بھاشا میں اس وقت تک وید بھاشیہ اور دھرم کے سمجھنے کی پستک تیار نہ تھی اور اس پرچار کے سبھا میں آگے کسی نے وچار نہ کیا۔ افسوس سوامی جی کے لگائے ہوئے پودے ان کے وداع ہونے کے بعد ویسے سرسبز نہ رہ سکے۔ پنڈتوں کے پرپنچ سے اپدیش جال نے انہیں کمزور کر دیا یدی سوامی جی وہاں اور کچھ ٹھہرتے اور وہ لوگ کوشش ست سنگ کر کے اپنا سدھار کر لیتے تو یقیناً ادھر کے سماج بھی پنجاب کی طرح بہت اُنتی کرتے۔

جالندھر کے سردار بکرم سنگھ و سچیت سنگھ جی یہاں سوامی جی کو ملے اور ان کے جالندھر پدھارنے کی اچھیا پرگٹ کرنے لگے۔

تحریر کا کام اس دفعہ مسلسل جاری رہا۔ ویدانتی دھوانت نوارن مکمل کر کے اورینٹل پریس بمبئی میں چھپائی تھی ویدانت کھنڈن میں یہ نہایت موزوں اور دلچسپ کتاب ہے زبان اس کی سنسکرت و بھاشا ہے۔

کاتک کرشن چتردشی وار اماوس سمت ۱۹۳۲ مطابق ۲۴ نومبر ۱۸۷۵ء کو سنسکار ودھی کی تیاری شروع ہوئی اور پوش شدی دسمی سوموار سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۰ جنوری ۱۸۷۶ء کو یہ مکمل ہوئی اور پہلی بار ایشیاٹک پریس بمبئی میں سمت ۱۹۳۳ مطابق ۱۸۷۷ء سمت ۱۹۳۳ میں چھپی۔ اس میں بجائے چین طریق کی مذہبی رسومات کل کتب متعلقہ سنسکار سے لے کر درج کیں۔

باب دوم

سنیکت پرانت کے چند مقام اور دورہ پنجاب کا آغاز

پہلی فصل۔ فرخ آباد مئی ۱۸۷۶ء

جیٹھ بدی سمت ۱۹۳۳ مطابق ۹ مئی ۱۸۷۶ء کو سوامی جی پانچویں بار فرخ آباد میں تشریف لائے اور لالہ جگن ناتھ داس کے بسرانت پر ڈیرہ کیا۔ اس جگہ تاریخ ۲۳ مئی ۱۸۷۶ء مطابق جیٹھ بدی ... اس پرانا کالی نیک پادری صاحب مع دو تین کرسچنوں کے آکر اپنی ریتی انوسار سو دھرم مسیحیت کی بار تلاپ کرنے لگے آخر جب تاب مقابلہ نہ لاکر لاجواب ہوگئے تو لوگوں کے سامنے پرنام کر کے کہا کہ پنڈت جی مہاراج یقین ہوا کہ آپ جلد ہمارے مت انویائی ہو جاوینگے اس پر سوامی جی نے اتر دیا کہ یہ تو ہم اسمبھو سمجھتے ہیں پرنتو تھوڑے دنوں بعد دیکھو گے کہ بہت سے عیسائی ویدک مت کی پرشنسا کرتے ہوئے اس کے انویائی ہونے کی پرارتھنا کرینگے۔ ایشور کی کرپا سے سوامی جی کا یہ واک ستیہ ہو گیا دیکھئے اب کس طرح جوق در جوق لوگ عیسائی دین سے نکل کر ویدک مت کی شرن آ رہے ہیں۔ اور یوروپ کے فاضل کس طرح ویدک دھرم کے مہیم سویکار کرتے جاتے ہیں +

یہاں جوالا دت کو کہا تم ہمارے ساتھ رہو مگر اس نے نہ مانا۔ کیونکہ سوامی جی کو وید بھاشیہ کے واسطے شودھنے اور جو شدھ کر کے لکھنے والے کی ضرورت تھی اس دفعہ بھی دیا لکھیا۔ جو تبیا پاٹھ شالا سے سوامی جی نے اصلی آشا پورا ہوتے نہ دیکھا۔ اور اودے پرکاش جی نے سوامی جی کے بعد اس میں شیوؤں کا منڈن کرنا شروع کر دیا۔ جو دو چار ودیارتھی ہو گئے ہوئے تھے وہ بھی ... پوپ بن گئے۔ سوامی جی نے اودے پرکاش کو منع کیا اس نے کہا ہم تو منع نہیں ہو سکتے ہمارا تو یہ دھرم ہی ہے کہ جو ہمارے سامنے کسی کا کھنڈن کریگا ہم اس کا منڈن کرینگے اور جو منڈن کریگا ہم کھنڈن کرینگے یہ تو ہم اپنی مریادا کھلے کرتے ہیں۔ غرضیکہ ایسی باتوں سے سوامی جی نے شالا توڑ دی اور جگن ناتھ جی اور آپ ... کا اعلام یعنی سب وید بھاشیہ کے لئے لیکر جلد پورب کو چلے گئے اور کہہ گئے کہ اگر یہاں آریہ سماج ستھاپت ہوا تو ملیں گے۔ نہیں تو ہم کبھی نہ آوینگے۔ ایسا شیگھر کرو آریہ سماج ستھاپت کرو +

دوسری فصل - بنارس

جیٹھ سدی ۱ مطابق ۲۳ مئی ۱۸۷۹ء کو فرخ آباد سے چل کر شکر الہ پور وقائم گنج ہوتے ہوئے جیٹھ شدی ۳ کو بنارس میں پہنچے اور مہر گری کے باغیچہ میں قیام فرمایا اور ۱۱ اگست ۱۸۷۹ء مطابق بھادوں بدی ۱۰ سمت ۱۹۳۶ دوشنبہ تک بنارس میں رہے گویا چترماسہ یہاں گزارا +

یہاں سوامی جی اس بات کو سوچتے رہے کہ ویدبھاشیہ کس طرح آرمبھ کریں - اور کہاں چھپوائیں - اور کون کون پنڈت ملازم رکھیں اپنے ایک دو شاستری بھی ملازم میں یہاں بلالیا کہ ویاکرن کا ابھیاس بڑھاؤ - آگے کام پڑیگا - یہاں سوامی جی نے ویدبھاشیہ کے دونوں اشتہار چھپوانے کا بندوبست کیا اور نیز لکھنؤ کے چھپنے کا منشی لاجرت صاحب سے انتظام کیا - ابھی تک ویدبھاشیہ کا کام آرمبھ نہیں ہوا تھا - یہاں چترماس میں سوامی جی زیادہ وید گرنتھ بچارتے رہے پنڈت بھیم سین جو کہ ورتی نیپال جاتے ہوئے سوامی جی کو ملے سوامی جی نے انہیں ایک یوگ درشن بیاس بھاشیہ اور دوسرا مہابھاشیہ عنایت کیا +

تیسری فصل - جونپور اجودھیا

۱ - جون پور - بنارس سے چلکر ۱۲ اگست سہ شنبہ بھادوں بدی ۱۱ کو جون پور میں پہنچ کر ایک ندی کے کنارہ ایک مکان میں جو دھرم شالہ کی طرح تھا - قیام فرمایا - جو کوئی آیا اسے سادھارن طور پر اپدیش دیتے رہے - یہاں صرف تین دن رہے پنڈت بھیم سین و سانت گوتر برہمن و سو یہ کل تین آدمی تھے +

۲ - اجودھیا - شکر ۱۵ اگست ۱۸۷۹ء مطابق ۱۴ بھادوں بدی کو اجودھیا میں پہنچکر سرجو باغ میں چودھری گوردھن لال کے مندر میں جہاں پاٹھ شالہ ہے اُترے اور وہاں ہی دو دن بعد ویدبھاشیہ بھومکا کا آرمبھ کیا - لیکھے بھادوں شکل پرتی پدا رویوار سمت ۱۹۳۶ کو جو ۱۷ اگست ۱۸۷۹ء کا دن تھا یہاں سوامی جی ایک ماہ ۹ دن رہے یعنی ۲۴ ستمبر ۱۸۷۹ء تک وہاں رہے +

چوتھی فصل لکھنؤ

۱- ڈیرہ - ۲۴ ستمبر سہ شنبہ مطابق اسوج سدی ۹ کو سوامی جی سردار بکرمال سنگھ صاحب اہلووالیہ کی کوٹھی واقع حسین گنج میں قیام فرما ہوئے - پنڈت رام آدھار باجپئی نے وہاں ٹھہرایا تھا - کیونکہ وہ سوامی جی کا پہلے واقف تھا یہاں ایک ماہ رہے ✦

۲- انگریزی سیکھنا - یہاں پر بھی کئی خیرخواہان ملک وقوم کی صلاح سے ارادہ کیا کہ انگلش پڑھ کر ولایت میں ست اپدیش کے واسطے جانا چاہیئے - چنانچہ ایک بنگالی بابو انگریزی پڑھانے کے واسطے نوکر رکھا اور پڑھنا شروع کیا جس کی بابت اخبار انڈین مرر کلکتہ نے لے کر بھارت بندھو میں اس طرح شائع ہوا "انڈین مرر سے جانا گیا کہ پنڈت دیانند سرستی ولایت جانا چاہتے ہیں - اس لئے آجکل لکھنؤ میں انگریزی پڑھ رہے ہیں - اس میں کچھ سندیہ نہیں کہ بوقت ان کے ولایت جانے سے وہاں کے ودوانوں کو بڑا آنند ہوگا" (جلد ۴ نمبر ۳۷ ۱۵ اکتوبر ۱۸۷۷ء) ✦

اور ہندو بندھو لاہور (جو ہفتہ وار اخبار تھا) نے شائع کیا کہ مشہور پنڈت دیانند سرستی جو ان دنوں لکھنؤ میں مقیم ہیں اور وہاں انگریزی زبان کی تحصیل میں مصروف ہیں بعد تحصیل زبان مذکور کے انگلینڈ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں - کچھ شک نہیں کہ ان کے ولایت جانے میں وہاں کی مشرقی زبان کے عالموں میں ان کی فضیلت کی بڑی دھوم ہوگی یقیناً پنڈت صاحب وہاں بھی خداپرستی کے پھیلانے میں ساعی اور سرگرم رہینگے (دیکھو اکتوبر ۱۸۷۷ء صفحہ ۲۳۰)

۳- ایک لیکچر - ۴ ستمبر ۱۸۷۷ء کو سوامی جی نے لکھنؤ میں ایک لیکچر دیا جس کا مضمون ایشور کی توحید تھا - سامعین کی بہت بڑی تعداد بڑے شوق سے سننے میں مصروف تھی - اور بہت اچھا اثر ہوا - چنانچہ انڈین مرر و ہندو باندھو میں اس طرح لکھا ہے - "۴ ستمبر ۱۸۷۷ء کو پنڈت دیانند سرستی نے ایک لیکچر دیا جس کے ضمن میں انہوں نے پروگریسو سماج کے براہم لوگوں اور نیز ان کے پیشوا کی بہت بڑی تعریف کی اور کہا کہ برہم لوگوں کی کل کوششیں جو ان کی طرف سے خداپرستی کے پھیلانے میں عمل میں آرہی ہیں - نہایت تحسین و آفرین کے قابل ہیں" (دیکھو ستمبر ۱۸۷۷ء ہندو باندھو صفحہ ۲۲۳)

۴- سوال و جواب - لکھنؤ میں سوامی جی و لالہ برج لال صاحب رئیس کے درمیان حسب ذیل سوال و جواب ہوئے :-

سوال - برہمن چھتری ویش - شودر کس طرح ہیں - کب سے ہیں اور کس

پاہنڈ

نام جگہ	نمبر صفحہ جہاں یہ مقام درج ہے
راولپنڈی	۳۶۳
جہلم	۳۶۹
گجرات	۳۰۳
وزیر آباد	۳۷۹
گوجرانوالہ	۳۸۰
ملتان	۳۰۰
بنگال بہار	
ڈمراؤں	۲۵۵-۲۸۲
پٹنہ	۲۵۵-۲۸۲
مونگیر	۲۶۱
بھاگل پور	۲۶۳-۲۸۲
بہاری	۲۶۳
کلکتہ	۲۶۹
ہگلی	۲۷۷
چھپرہ	۲۸۲
آرہ	۲۸۵
پٹنا	۳۲۳
دانا پور	۷۴۲
بمبئی	
ناسک	۳۱۵
راج کوٹ	۳۲۶
بمبئی	۳۲۷-۳۲۹-۳۵۰
	۸۳۹
احمد آباد	۳۲۵-۳۲۶
[illegible]	۳۴۶-۳۵۶
کھنڈوہ	۸۰۶
[illegible]	[illegible]

	۱۳۶
	۱۳۶
پالنپور	۱۶۱
...آباد	۱۶۱
...ور	۱۶۵
...پور	۱۶۵
...نگر	۱۸۸
...لم	۲۴۵
...یرٹی	۲۲۶
...تہ	۲۲۶
...ن پور	۳۶۱
...ودھیا	۳۶۱
...امپور	۳۸۲
...راؤں	۷۶۱
مظفر نگر	۷۹۳
پنجاب	
	۳۶۹-۵۸۹-۷۱۶
...ر	۳۰۹
	۳۱۳-۳۵۸-۳۶۳-۳۸۶
	۳۹۸
	۴۳۲-۴۳۳-۵۰۰
	۴۴۵
	۶۱۵
	۴۲۱

تتمہ فہرست جلد سوامی دیانند سرسوتی

نام جگہ	نمبر صفحہ جہاں پر حال درج ہے
رتلام	۸۵۶
جاورہ	۸۵۹
	راجستھان
شکر گولیار	۸۶
...پور	۸۶۰-۸۶۱-۹۱۳-۸۱۷
چنڈولی	
چتوڑ	۵۹۲-۸۲
اجمیر	۸۸۸-۸۱۸-۵۹۳-۸۶
مسودہ	۸۲۱-۸۲۲-۶۰۸
خیرآباد	۶۰۹
بھرت پور	۸۱۷
...پور	۸۲۳
	۸۸۱-۸۸۸
	ممالک متوسط
جبل پور	۳۱۵

۲۶	۲	
۳۶	۲۱	
۳۳	۱۱	
۳۰	۱۲	
۱	۳۰	
۳۱	۷	بےعزور
۴۲	۲۲	
۴۳	۲۷	
۴۹	۳۰	
۵۹	۱۰	
۵۰۸	۲۳	۱۳ سال
۵۱۲	۳	
۵۱۴	۱۸	
۸۸۹	۳۰	
۸۹۰	۲۶	
۸۹۱	۲۸	
۸۹۲	۸	
۹۴	۲۴	
۸۹۴	۹۰	
۸۹۵	۲۳	
۹۰۱	۱۲	
	۱۲	
	۲۰	
	۲۱	
۹۰۲	۲۶	
۹۰۳	۸	
	۱۸	
	۲۳	
۹۰۸	۲۰	
۹۱۲	۱۱	
۹۱۴	۱۳	
۱	۲۹	
۸	۲۵	
	۱۸	
۱۷۹	۲۳	
۱۸۱	۳	
۱۸۶	۱۲	
۱۹۱	۱۸	

آریہ سماج کے اصول

سب سچے علم اور علم سے جو کچھ معلومات حاصل ہوتے ہیں ان سب کا اصل اصول پرمیشور ہے۔

ایشور ست چت آنند سوروپ نراکار سروشکتیمان نیا کاری دیالو اجنما۔ نروکار۔ انادی۔ انوپم۔ سرو آدھار سرویشور۔ سرو ویاپک۔ سرو انتریامی۔ اجر امر۔ ابھے۔ نتیہ پوتر اور سرشٹی کرتا ہے۔ اسی کی اپاسنا کرنی یوگیہ ہے۔

وید سچے علوم کی پستک ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا۔ سننا سنانا آریوں کا پرم دھرم ہے۔

سچ کے قبول کرنے میں اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہیئے۔

سب کام دھرم کے مطابق یعنی سچ اور جھوٹ کو سوچ کر کرنے چاہئیں۔

سنسار کا اپکار کرنا اس سماج کا خاص مقصد ہے۔ یعنی جسمانی روحانی اور رفاہ عامۂ خلائق کی ترقی کرنا۔

سب سے باتحاد تمام دھرم کے مطابق جس سے جیسا سب برتنا چاہیئے۔

جہالت کا ناش اور علم کی ترقی کرنی چاہیئے

ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہیئے بلکہ سب کی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجھنی چاہیئے۔

سب آدمیوں کو ان اصولوں کی تعمیل میں جو رفاہ عام سے متعلق ہوں بے بس رہنا چاہیئے اور ان اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق ہوں۔ سب آزاد ہیں

ओ३म्

آریہ پستکالیہ لاہور

ویدک دہرم اور آریہ سماج کے متعلقہ کتب اس
پستکالیہ سے کفایت سے ملتی ہیں ٭

حسب ذیل خاص کتب اس پستکالیہ نے چھپوائی ہیں !!

ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ قیمت رعایتی . . . . . . [illegible]
[illegible] اجازت [illegible] آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب
[illegible] جلد [illegible] . . . . [illegible]
[illegible] جیون چرتر [illegible] جلد
[illegible] ہندی [illegible]
[illegible] صاحب ایم - اے
[illegible] . . . . . . [illegible]
[illegible] . . . . [illegible]
[illegible] جیون چرتر [illegible] . . . . . . [illegible]
[illegible] آریہ ڈائری [illegible] ہر سال اس پستکالیہ کی طرف سے شائع ہوتی ہے [illegible]
[illegible] آریہ سماج کے تمام کاموں کی ایک
[illegible] ایڈیشن کی قیمت فی جلد . . . . [illegible]

اردو یا ہندی ہر دو زبانوں میں

آریہ ڈائری اردو یا ہندی

آرڈر دیتے وقت پتہ صاف اور خوشخط لکھیئے

مشتہر منیجر آریہ پستکالیہ واقع آریہ ہوٹل لاہور

کے بنائے ہیں۔

جواب۔ کرموں کرکے چاروں ورن درست ہیں۔ اور لوگ یہ بات نادرست یعنی جو جیسا کرے ویسا ہی اُس کا برن ہے۔ مثلاً جو برہم وِدیا جانے وہ برہمن۔ جو جنگ کرے وہ چھتری۔ جو لین دین حساب کتاب کرے وہ ویش۔ جو خدمت کرے وہ شودر ہے۔ اگر برہمن چھتری یا شودر کا کام کرے برہمن نہیں۔ الغرض برن کرموں سے ہوتا ہے خاندان سے نہیں خاندان سے یہ چاروں برن (بحالت موجودہ) قریب بارہ سو برس سے بنے ہیں۔ جس نے بنائے اُس کا نام اس وقت زبانی یاد نہیں مگر مہابھارت وغیرہ سے پیچھے بنے ہیں۔

س۔ کیا برہمن برہما کے مکھ سے اور چھتری بھُجا سے پیدا ہوئے ہیں۔

ج۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے شریر میں مکھ سرشیٹ ہے۔ ایسے سب ورنوں میں برہم (برہم کا جاننے والا) سرشیٹ ہے۔ اسی وجہ سے کہا کہ برہمن مکھ سے ہوا علیٰ ہذا القیاس۔

س۔ جنیو کس واسطے برہمن رکھتے ہیں۔

ج۔ جنیو صرف وِدیا کی ایک نشانی ہے۔

س۔ کوئی کرم کرنا چاہئے یا نہیں۔

ج۔ اُتم کرم کرنا چاہئے۔

س۔ اُتم کرم کون سے ہیں۔

ج۔ ست بولنا۔ پروپکار وغیرہ نیک کرم ہیں۔

س۔ ست کسے کہتے ہیں۔

ج۔ زبان سے سچ بولنا جو دل میں ہووے وہ زبان سے کہنا یا ایسا بچار کرکے کہنا جو کبھی جھوٹ نہ ہو۔

س۔ مورتی پوجا کیسا ہے۔

ج۔ بُرا ہے ہرگز مورت پوجنا نہ چاہئے۔ اسی مورتی پوجا کے سبب سے سنسار میں اندھکار پھیل گیا۔

س۔ بغیر مورت کے کس کا دھیان کرے اور کس طرح کرے۔

ج۔ جیسے سکھ دکھ کا دھیان دل میں ہوتا ہے۔ ویسے پرمیشور کا دھیان من میں ہونا چاہئے۔ مورت کی کچھ ضرورت نہیں۔

س۔ کیا کرم کرنا چاہئے۔

ج۔ دو وقت سندھیا کرے۔ سدا سچ ہی بولے اور جو نیک کام کرنے کے بول وہ کرے

س ۔ سندھیا تین وقت کرنا چاہئے یا دو وقت ۔

ج ۔ صرف دو وقت صبح و شام ۔ تین وقت نہیں ۔

س ۔ بار بار یا ہر بار منتر جپنا یا پرمیشور کا نام لینا چاہئے یا نہیں ۔ اور جیسے برہمن لا کھ دو لاکھ منتر یا پرمیشور کے نام کا جاپ اور پرشچرن کرتے ہیں ۔ یہ درست ہے یا نادرست ۔

ج ۔ پہچاننا چاہئے ۔ جاپ اور پرشچرن کرنا کچھ ضرور نہیں ۔

س ۔ پرمیشور کا کوئی اور روپ ہے یا نہیں ۔

ج ۔ اُس کا کوئی روپ اور رنگ نہیں ہے وہ اروپ ہے اور جو کچھ اس سنسار میں دکھلائی دیتا ہے ۔ اُسی کا روپ ہے کیونکہ صرف ایک یعنی وہی ایک سب کا بنانے اور پیدا کرنے والا ہے ۔

س ۔ ایشور دنیا میں دکھلائی کیوں نہیں دیتا ہے ۔

ج ۔ اگر دکھلائی دیتا شاید سب کوئی اپنی اپنی مراد مانگتے اور حیران کرتے ۔ دوم جن تتوں سے منش کا شریر بنا ہے ۔ اُن سے اُس کا دیکھنا غیر ممکن ۔ تیسرے جس نے جس کو پیدا کیا ۔ اس کو وہ کیونکر دیکھ سکتا ہے ۔

س ۔ جب دکھائی نہیں دیتا تو کس طرح اُس کو پہچانے ۔

ج ۔ دکھلائی تو دیتا ہے ۔ یعنی منش ۔ جانور ۔ درخت وغیرہ سب چیزیں جو اس سنسار میں دکھلائی دیتے ہیں ۔ ان سب کا آخر کوئی ایک یعنی بنانے والا معلوم ہوتا ہے ۔ یہی اُس کا دیکھنا ہے ۔ اور جیسے سکھ دکھ پہچانا جاتا ہے ۔ ویسے ہی اُس کو پہچانئے ۔

س ۔ برہم ہم میں اور سب میں ہے یا نہیں ۔

ج ۔ سب میں ہے اور ہم میں بھی ہے ۔

س ۔ کس طرح معلوم ہو ۔

ج ۔ جس طرح دکھ سکھ کا اثر دل میں معلوم ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی معلوم ہو سکتا ہے

س ۔ سب جگہ یکساں ہے یا کم و بیش ۔

ج ۔ سب جگہ وہ یکساں ہے ۔ پر تو یہ بات ہے کہ جس قدر جس کے آتما میں اس چیتن کا پرکاش ہے ۔ یعنی جس قدر جس کو گیان ہے اسیقدر اسکو بودھ ہوتا ہے

س ۔ دیو کس کو کہتے ہیں ۔

ج ۔ جو منش ودیاوان اور بدھی مان پنڈت ہو اُس کو دیو کہتے ہیں ۔

س ۔ رام لیلا دیکھنا دوش ہے ؟

ج ۔ ہاں دوش ہے مزار ہتیا کے برابر دوش ہے اور اسی طرح مورتی پوجا کا مزار ہتیا کے برابر پاپ ہے ۔ کیونکہ بغیر صورت کے عکس نہیں اتر سکتا ۔ اور جبکہ اُس کی

صورت نہیں تو مورت غلط ہے۔ اگر کسی کا فوٹوگراف سے یا اور کسی طرح جیسے عکس اتار کر یا نگاری کو اور دیکھنے کو سامنے رکھا جائے وہ درست ہے لیکن اُس کی یعنی برہم کی مورت اور صورت بنانا اور نقل در نقل کچھ کا کچھ کر دینا بالکل غلط اور ناجائز ہے۔

س۔ سنسکرت زبان کب سے ہے اور کیوں اُس کو اچھا کہتے ہیں۔

ج۔ سنسکرت زبان ہمیشہ سے ہے اور بہت صاف اور شدھ ہے۔ اس کے برابر کوئی زبان اچھی نہیں ہے۔ مثلاً فارسی اور انگریزی میں صرف ت ظاہر کیا چاہیں تو صاف ظاہر نہیں ہو سکتا یعنی فارسی میں تے اور انگریزی میں ٹی ہے مگر جس میں اور کوئی شامل نہ ہو یہ صرف سنسکرت زبان میں ہی ظاہر کرنے کا وصف ہے۔

س۔ وید میں پرمیشور کی اُستتی ہے تو اُس نے اپنی تعریف لکھی۔

ج۔ جیسے ماتا پتا اپنے بیٹے کو سکھلاتے ہیں کہ ماتا پتا اور گرو کی سیوا کرو۔ اُن کا کہا مانو اسی طرح بھگوان نے سکھلانے کے لئے وید میں لکھا ہے۔

س۔ بھگوان کا جب منہ ہے اور شریر نہیں۔ تو منہ کہاں سے آیا کہ جس سے وید کہا۔

ج۔ بھگوان نے چار رشیوں اگنی۔ وایو۔ آدیتہ۔ انگرہ کے ہردے میں پرکاش کر کے وید بتایا +

س۔ اب معلوم ہوا کہ چار وید اُن چار رشیوں کے بنائے ہوئے ہیں +

ج۔ نہیں نہیں بھگوان کے وید بنائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وے چاروں کچھ پڑھے نہ تھے اور نہ کچھ جانتے تھے۔ اُن کے دوارا آپ ہی کہے ہیں۔

س۔ بھگوان نے اُن کے ہردے میں کس طرح آ کے وید کہا۔

ج۔ جیسے کوئی آدمی بیت واستیاپ میں بے اختیار بولنے لگتا ہے اُسی طرح اس بھگوان نے اُن چاروں کے گھٹ (اِنت کرن) میں اور زبان میں پرکاش کر کے کہا اور انہوں نے اُسی کے زور سے بے اختیار کہا۔ بس اس سے ظاہر ہے کہ بھگوان نے وید کہے ہیں۔

س۔ جیو ایک ہے یا انیک۔

ج۔ جیو ایک ہے اور جاتی یعنی قسم انیک ہیں۔ مثلاً آدمی کی ایک جات ہے اور جانور کی دوسری جات ہے علے ہذا القیاس +

س۔ یہ جیو ہر ایک دیہہ میں جاتا ہے اور چھوٹا بڑا ہو جاتا ہے۔

ج۔ جیسے جل میں جو رنگ ملا دو گے ویسا ہی جل ہو جاویگا۔ اسی طرح جس دیہہ میں یہ جیو جاویگا۔ ویسا ہی اُس کا روپ رنگ اور چھوٹا بڑا دیہہ ہوگا۔ پر تو جیو سب کا ایک سا ہے۔ جیسا چیونٹی کا ویسے ہی ہاتھی کا +

۵۔ متفرق۔ رائے کنہیا لعل صاحب الکھ دھاری نے اپنی کلیات مقالہ ۲ باب ۲ فصل ۱ صفحہ ۲۲ و رسالہ ٹرکٹ ۱۸ء صفحہ ۴۹) میں حسب ذیل الفاظ لکھے۔

برہمن یا پنڈت یا وہ جو لکھنے کے لائق یا وہ جسے گرو کرنا چاہئے وہ یہ ہے وے بیواش ہیں جو اپنی چیلیوں پر سوار ہوتے ہیں اور اُن سے رانگ کنولتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ منجم بنتے ہیں۔"

پانچویں فصل شاہجہانپور و بانس بریلی

۱۔ شاہجہان پور۔ یکم نومبر ۱۸۷۶ء چہار شنبہ مطابق کاتک شدی پورنماشی کو لکھنؤ سے شاہجہان پور میں تشریف لائے۔ یہاں کوئی عمدہ مکان ٹھہرنے کو نہ ملا۔ ایک باغیچہ میں مندر تھا۔ وہاں ٹھہرے مگر لوگوں نے تنازعہ کر کے وہاں سے نکال دیا تب ایک دوسرے باغیچہ میں چلے گئے۔ یہاں ۵ روز رہے۔ کوئی خاص اپدیش نہیں ہوا۔ نوٹس ان کا ہر جگہ یہی ہوتا تھا کہ صبح سے ۹ بجے تک اور ۵ بجے سے ۸ بجے شام تک جو چاہے آن کر اُتر پرتن کرے باقی وقت بھوشیہ کا بنانے میں مصروف رہتے ❖

۲۔ بانس بریلی۔ ۶ نومبر ۱۸۷۶ء دوشنبہ مطابق گھر بدی ۵ سمت ۱۹۳۳ کو شاہجہان پور سے بانس بریلی میں آئے اور لالہ لکشمی نارائن خزانچی کی کوٹھی میں ٹھہرے وہاں کچھ اُپدیش بھی ہوا۔ اور ایک انگمدام شاستری سے شاستر ارتھ کا بھی چرچا ہوا۔ مگر وہ سامنے نہ آیا دور سے ہی شور کرتا رہا اسی سمے لالہ لکشمی نارائن جی نے وید بھاشیہ کی سہائتا کے لئے دئے۔ آخر نومبر تک بریلی میں رہ کر یکم دسمبر ۱۸۷۶ء مطابق گھر شدی پورنماشی کو یہاں سے چلے۔ یہیں پر ہی ایک برہمن کا لڑکا دیا رتھی بھولا ناتھ سوامی جی کے ساتھ رہنے لگا سوامی جی نے اُس کا نام بھودیو رکھا ❖

چھٹی فصل شہر مراد آباد کا سماچار

۱۔ ڈیرا۔ منشی اندرمن جی مراد آبادی سوامی جی کو کسی جگہ ملے تھے اور اُن کے پیرو ہو گئے تھے ان کے بلانے پر وہ سمت ۱۹۳۳ میں یہاں تشریف لائے اور راجہ جیکشن داس صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی کے بنگلہ میں جو حویلی کے باغ میں ہے اُترے یہ وہی راجہ صاحب ہیں کہ جن کی سہائتا سے ستیارتھ پرکاش بار اول طبع ہوا تھا۔ اور جنہوں نے بہت سے اُتم پستک ولایت جرمن سے منگا کر سوامی جی کو اولکن ارتھ دئے تھے۔ اور انہیں کی تعریف میں منشی اندرمن نے تحفۃ الاسلام کے آغاز میں ایک قصیدہ درج فرمایا ہے ❖

۲۔ پرچار کا کام۔ ویاکھیان کے نوٹس کنور پرمانند جی کی طرف سے دئے گئے۔

سوامی جی نے پانچ چھ دن سائنکال کو راجہ صاحب کی حویلی کی کوٹھی کے چبوترے پر کئی عمدہ مضامین پر ویاکھیان دیئے۔ گو شہر کے پنڈتوں نے سوامی جی کے خلاف بہت کچھ کولاہل مچایا لیکن شاستر ارتھ کے لیے کوئی سامنے نہ آیا ۔

البتہ ایک دن ایک سبھا دھرم سبھا نام سے رام گنگا کے تٹ پر ٹھاکر جگ موہن سنگھ تحصیلدار کے استھان سے اکٹھی ہوئی مگر پنڈتوں کے اپنے اپنے پرسنشا (تعریف) چاہنے سے آپس میں سرودھ اور جھگڑا ہونے کے کارن اس سبھا سے کوئی پریوجن سدھ نہ ہوا ۔

ایک دن شری سوامی جی مہاراج ویاکھیان دے رہے تھے کہ پنڈت بندے دین سپرنٹنڈنٹ ٹیکا ایسے کٹو بچن (سخت کلام) کہکر چلے گئے کہ یہ دشٹ ہمارے دیوتاؤں کی نندا کرتا ہے۔ اس کا منہ نہ دیکھنا چاہئے۔ پرنتو سوامی جی اپنے شانت چت سے برابر ویاکھیان دیتے رہے اور اس بات پر ذرہ بھی خیال نہ کیا ۔

ویاکھیان سماپتی پر شنکا نوارن کے لئے وقت دیتے تھے اور اکثر لوگ دس گیارہ بجے رات تک سوامی جی مہاراج سے ست سنگ کرتے رہتے تھے مندرجہ ذیل صاحبوں نے انہیں دنوں سوامی جی سے یگیوپویت لیا تھا۔ لالہ کیشو کرن داس۔ لالہ چندرمنی۔ لالہ دوارکا داس۔ اور ایک اور صاحب تھے جس کا نام مجھے یاد نہیں۔ ایک دن میں نے پوچھا۔ کہ اگر لوگ آپ سے یگیوپویت لینے میں دوش لگاویں اور ہمارا مت پوچھیں تو کیا اتر دیا جاوے۔ فرمایا کہ سنیاسی سے یگیوپویت لینا شاستروکت ہے۔ اور اپنا مت ویدک بتلایا کرو ۔

یہاں نام نہاد سماج قائم ہو گیا لیکن منشی اندرمن کی راجہ صاحب کے ملازم سے ان بن ہو گئی۔ اس لئے اسی سال ٹوٹ گیا ۔

۳۔ پارکر صاحب سے مباحثہ۔ اسی دفعہ سوامی جی کا پادری پارکر صاحب سے راجہ جیکشن داس صاحب بہادر کی کوٹھی پر کم سے کم پندرہ روز تک روز صبح کے وقت دو تین گھنٹے مباحثہ ہوتا رہا۔ کنور پرمانند اور روپ کشور ماسٹر مشن سکول و ماسٹر ہری سنگھ ڈپٹی امداد علی۔ بابو راجندر بوس۔ نیز مسٹر بیلی۔ ایک اور انگریز پادری و دیگر بہت اصحاب کل ۴۰۔ ۵۰ آدمی جایا کرتے تھے آخری دن کا مضمون یہ تھا کہ دنیا کتنے روز میں پیدا ہوئی۔ پادری صاحب کا دعوے تھا کہ دنیا پانچ ہزار سال سے پیدا ہوئی اور سوامی جی اس کا کھنڈن کرتے تھے ۔

اس زمانہ میں برٹش انڈین ایسوسی ایشن کمیٹی کا جلسہ اسی کوٹھی کے ایک کمرہ میں ہوا کرتا تھا اس آخری روز سوامی جی دوسرے کمرہ میں جا کر ایک پتھر بلوری اٹھا کر لائے کہ آپ لوگ سائنس جانتے ہیں اس کو سائنس سے ثابت کریں کہ کتنے برس میں یہ پتھر اس شکل میں آیا آخر کار تحقیقات سے یہی ثابت ہوا کہ وہ کئی لاکھ برس

میں تیار ہوا ہے۔ پھر کہا جب دنیا نہیں تھی تو یہ پتھر کیسے بن گیا۔ جب یہ پادری صاحب نے یہ نکارہ عذر پیش کیا۔ کہ ہم آدمی کی پیدائش کو پانچ ہزار برس کہتے ہیں۔ اس پر سوامی جی نے کہا کہ جب دنیا کی پیدائش کا ذکر ہے تو دنیا کے اندر آدمی وغیرہ سب آگئے۔ اسی پر مباحثہ ختم ہوا۔ بابو روپ کشور مباحثہ لکھتے تھے مگر کاغذات ان کے بیٹے کی غفلت سے برباد ہوگئے

اس مباحثہ کے آخر میں سوامی جی نے ثابت کردیا کہ مسیح بت پرستی کی تعلیم دیتا تھا کیونکہ جو ایشور کو کسی کے ذریعہ مانتا اور کسی کے ذریعے دعا مانگتا ہے وہ بت پرست ہے ہم لوگ بت پرست نہیں ہیں۔ پادری صاحب نے اس مباحثہ کا حال کسی اخبار میں بھی طبع کرایا۔ نیز انہوں نے ایک چٹھی ولایت امریکہ میں ارسال کی ہے کہ ہم نے آج تک ایسا فاضل پنڈت کوئی نہیں دیکھا۔

۴۔ لالہ کھیم کرن داس جی۔ یہ لالہ جی ہر لکچر و مباحثہ میں جاتے تھے۔ اکثر سوامی جی کے لئے بھوجن ان کے ہاں سے جاتا تھا۔ ایک روز انہوں نے کہا کہ آج آپ بھوجن میرے مکان پر چلکر کریں۔ انہوں نے انکار کیا۔ ایک اور صاحب نے بھوجن کے واسطے کہا تو ان کے ہاں جاکر بھوجن پا لیا۔ لالہ جی کو یہ امر ناگوار گزرا۔ اور انہوں نے سوامی جی سے شکایت کی۔ سوامی جی نے اُسے اس کا جواب عام جلسہ میں دیا کہ تجھ سے مجھے آریہ بننے کی اُمید ہے جبتک تو کرم نہ چھوڑے گا میں تیرے ہاں جاکر بھوجن نہ کرونگا اور یہی (اپمان) تیرے واسطے کافی ہے۔ سوامی جی کی امید واقعی بجا تھی۔ کیونکہ لالہ جی مراد آباد آریہ سماج کے بعد میں سکرٹری رہے۔ وید بھاشیہ کا کام اگرچہ شروع نہ ہوا تھا تاہم انہوں نے خریداری میں نام لکھایا۔ نمونہ کے انک میں نمبر اول ان کی رسید شائع ہوئی۔

۵۔ پادری صاحب اور ڈپٹی امداد علی کا تکرار۔ ایک دفعہ راجہ صاحب کے مکان پر شام کو سوامی جی کا لکچر تھا اس کے بعد پادری پارکر صاحب سے آدم کے بہشت سے نکالے جانے کی بابت ذکر ہوا۔ سوامی جی اپنی گفتگو میں آدم جی اور حوا جی کہتے تھے اثنائے گفتگو میں پادری صاحب نے کہا کہ آدم پاپی۔ اس پر ڈپٹی امداد علی صاحب نے کہا کہ آپ ایسا لفظ نہ کہیں ہمارے پیغمبر کو آپ پاپی نہ کہیں دیکھئے سوامی جی آدم جی کہتے ہیں۔ تب پادری صاحب نے کہا کہ میرا مطلب بغیر پاپی کہنے کے سدھ نہیں ہوتا اس پر ڈپٹی امداد علی صاحب نہایت گھبرا گئے اور پیٹ کھولکر بتلایا کہ میں یہاں سرکار کا خیر خواہ ہوں اور اسی خیر خواہی میں اتنی تلواریں لگی ہیں۔ اس پر پادری صاحب نے شانتی سے کہا کہ یہ ڈپٹی پن کا کام نہیں ہے یہاں مذہبی مباحثہ ہے۔ سوامی جی خاموش رہے اور پھر مباحثہ شروع ہوا۔

منشی اندرمن اس سے پہلے ان کو کسی اور جگہ جاکر ملے تھے اور اس سبب سے پہلے ان کے پیرو ہوئے تھے اور انہیں کے بلانے سے سوامی جی اس دفعہ یہاں

تشریف لائے تھے۔ اور تمام نہاد سماج بھی قائم کی۔ مگر وہ بعد چلے جانے سوامی جی کے منشی اندرمن کی راجہ صاحب کے ملازم ہونے سے ان بن ہو جانے کے سبب اسی سال ٹوٹ گئی۔ سوامی جی بہ طرف پنجاب چلے گئے۔

ساتویں فصل کرنواس وغیرہ

راج گھاٹ کے اسٹیشن پر اتر کر کرناس میں دو روز ٹھہرے یہاں کے ٹھاکر صاحبان سوامی جی کے درشن سے بہت پرسن ہوئے اور سوامی جی کا ارادہ دہلی دربار کا سُن کر کئی ایسا ہی بھجن وہاں جانے کو تیار ہوئے۔ پھر وہاں سے سوار ہو کر ہم دسمبر دو شنبہ کو اسٹیشن اترولی پر اترے ۵ ۔۶ ۔ ذی اور بھی ساتھ تھے منشی ٹھاکر مکند سنگھ جی اور ان کے تمام بھائی بند جو سوامی جی کے قول سے پر بھی بھگت تھے۔ چند روز رہنے کے بعد ذکر ہوا کہ دہلی دربار قریب ہے اس میں جانے کی تجویز کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس کے واسطے وہ ڈیرا۔ ایک شامیانہ فرش فروش اور دو چھکڑی گاڑی فنٹن دہلی روانہ کئے گئے اور آخر دسمبر کو سوامی جی معہ ٹھاکر مکند سنگھ و دیگر ٹھاکر صاحبان کے علیگڈھ کے اسٹیشن پر پہنچے بابو ہرسکھ چند رچنتامنی بمبئی والے بھی اسی روز دہلی جاتے ہوئے مل گئے اور سب مل کر روانہ دہلی ہوئے۔

آٹھویں فصل - دہلی

ا- ڈیرا - دہلی میں شیر مل کے انار باغ میں جو اجمیری دروازہ دہلی سے طرف مغرب جنوب قطب کی سڑک پر جو گوڑ گانوہ کو بھی جاتی ہے سوامی جی کے خیمہ شامیانے نصب کئے گئے اس باغ کے نواح میں رئیسان و راجگان اودھ کے بھی خیمے نصب ہوئے۔ اس باغ کے دروازہ پر بڑا بورڈ لگا دیا جس پر حسب ذیل تحریر تھا:

"قیامگاہ سوامی دیانند سرستی"

اسی تقریب پر حسب ذیل صاحبان بھی وہاں براجمان ہوئے۔ راجہ جیکشن داس صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ ٹھاکر مکند سنگھ صاحب رئیس چھلیسر۔ ٹھاکر گوپال سنگھ رئیس کرنواس حکیم رام پرشاد ساکن علیگڈھ۔ ٹھاکر بشن سنگھ صاحب۔ منشی اندرمن صاحب رئیس مرادآباد ٹھاکر بھوپال سنگھ رئیس دہلی۔ ٹھاکر کشن سنگھ کرنواس۔ پنڈت بھیم سین صاحب۔ بابو ہرسکھ چند چنتامنی۔ خزانچی منشی نرائن جی رئیس دہلی۔

۲- پرچار کا کام و مباحثے - باغ میں روزانہ ۴۰-۳۰ پنڈت دہلی وغیرہ سے آتے اور

مباحثہ کرتے رہتے تھے۔ سوامی جی نے وہاں شہر دہلی کے علاوہ تمام دربار میں اور خاص کر ہر ایک راجہ کے دروازہ پر نوٹس لگوا دئے تھے اور مہاراجگان کے پاس بھیجا بھی دئے تھے کہ اپنے پنڈتوں سے بحکم کہ اچھا مباحثہ ہے۔ ست است کا نرنے کرا لیجئے اور جو ست ہو اس کو گرہن کیجئے ۔

کسی دن چند راجگان اور دھر بھی سوامی جی کے پاس درشن کو آئے اور جو کچھ دھرم سمبندھی نشچے کرنا تھا کیا۔ پیران کے ایک مولوی صاحب جو فارسی ہی بولتے تھے مع ہمراہی منشی بلدیو سہائے کا استھ (مرحوم) انسپکٹر پولیس بنارس مباحثہ کو آئے تھے ایک اور مولوی صاحب مع چار دیگر صاحبوں کے واسطے مباحثہ کے آئے جو عربی زبان بولتے تھے مگر سوامی جی نے اُن کو ایسے معقول جواب دئے کہ وہ آخرکار لاجواب ہو کر چلے گئے ۔

۲۔ پنڈت روپ نارائن جی ۔ پنڈت صاحب تحصیلدار سرائے سے معزول تھے دہلی دربار میں وہاں گئے تھے وہاں پر اخبار انڈین پبلک اوپینین کا ایک ضمیمہ بنام امپیریل اسیمبلیج جاری ہوتا تھا۔ اُس ضمیمہ کو انہوں نے ایک ہفتہ کے لئے خرید کیا۔ تا دربار کے تازہ حالات معلوم کرتے رہیں سو اس ایک پرچہ میں لکھا ہوا پایا کہ دیانند سرسوتی بت شکن شیر مل کے باغ میں فروکش ہیں اس پتہ پر سوامی جی کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔

پنڈت جی وہاں سے ہی ستیارتھ پرکاش و آریہ بھی ونے خرید لائے۔ پہلے جب کثرت سے مطالعہ کرتے کتب منشی کنھیا لعل صاحب الکھ دھاری کے یہ لا مذہب عقیدہ رکھتے تھے سوامی جی کی کتابیں پڑھ کر آریہ دھرم پر ان کا نشچے ہوا ۔

۳۔ ایک کرشن بھگت سے گفتگو۔ ایک متعدد کا جو آیا اس نے جے رادھا کرشن کر کے سوامی جی کو شی ورتی چاہی سوامی جی نے کہا یہ کیسی شی ہے اس نے کہا کہ بالک پن میں کرشن جی نے یہ مٹی کھائی تھی سوامی جی نے جواب دیا کہ بچے مٹی کھایا کرتے ہیں سو انہوں نے بھی ایسا کیا ہوش والوں کو مٹی کا کھانا ٹھیک نہیں ہے ۔

پھر سوامی جی نے تھوڑی دیر کے بعد اس سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری استری خوبصورت (سروپا) ہے اور چتر ہے اس پر اس کو کرودھ ہوا سوامی جی نے کہا کہ تم تھوڑی حیثیت کے آدمی ہے یہ گمان اگر کرشن جی کے سامنے ان کی پرائی استری سے بدکلم کرتے اور اس کا سروپ بیان کرتے تو وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ۔

انڈین پبلک اوپینین مطبوعہ لاہور و سول اینڈ ملٹری ... انڈین پبلک اوپینین مطبوعہ دہلی سے دربار کی خبریں سہ ذیل نقل کی جاتی ہیں صاحبان مندرجہ ذیل دہلی میں وارد ہوئے جناب مغرب بابو کیشب چندر سین صاحب برہمو مہاراجہ صاحب بہادر و کوچ بہار بابو ہرچند رائے اور سب سپرنٹنڈنٹ پنجاب یونیورسٹی کالج متعلقہ راجہ ... ریلوے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر مہتمم برجیس و پنڈت دیانند صاحب سرسوتی۔ دیکھو نمبر جنوری سنہ ۱۸۷۷ء صفحہ ۶ کالم ۳ جلد ۴ نمبر ۱ ۔

۵- مہاراجگان و مشہور لوگوں کا ملنا- ایک فاضل کشمیری برہمن جو جموں عدالت میں جج تھے ہر روز اُپدیش سُننے کے لئے آیا کرتے تھے ۔

بابو نیلامبر صاحب مصاحب مہاراجہ کشمیر معہ دیوان اننت رام صاحب کے ایک روز تشریف لائے اور صلاح کی کہ سوامی جی کی مہاراجہ رنبیر سنگھ جی سے ملاقات کرائی جاوے۔ سوامی جی نے منظور کیا۔ اصل میں اُن کو مہاراجہ صاحب نے ہی روانہ کیا تھا مگر مہاراجہ صاحب ارادہ کر کے پھر پنڈتوں کے سکھانے سے پھر گئے۔ پنڈت گنیش شاستری جو دھرم شاستر کے جموں میں جج ہیں اُنہوں نے مقام جموں فروری ۱۸۸۰ء میں فرمایا کہ مہاراج سرگباشی نے ضرور ارادہ ملنے کا کیا تھا مگر ہم لوگوں نے منع کر دیا اور جب پنجاب میں آئے تو بھی مہاراج کا ارادہ اُن کو جموں میں بُلانے کا تھا ہم نے کہا اگر اُن کو بلاتے ہیں تو پہلے مندروں کو گرا دیجئے گا پس اس دفعہ بھی بلانے کا ارادہ ملتوی رہا مگر ایشور کی اپار کرپا ہے کہ اب یہی پنڈت صاحب سوامی جی کے بڑے مداح اور صدق دل سے مانتے ہیں کہ مورتی پوجا ویدوں میں نہیں ہے چنانچہ اُنہوں نے ہزاروں آدمیوں کے سامنے خود مہاراج پرتاپ سنگھ جی والی جموں و کشمیر کے حضور بہنگام مباحثہ آریہ سماج ۱۸۹۱ء میں بمقام جموں صاف کہدیا کہ مہاراج ویدمیں تو مورتی پوجا نہیں ہے۔ گو مہاراج اس وقت ناخوش ہوئے مگر ایشور نے اُن کے منہ سے سچ بلوا ہی دیا۔ ہے جگت پتی تیری اپار مہما ہے !- !! - !!!

راجاؤں میں سے ابھی تک سوامی جی کا تعلق وشیشر مہاراج ہوا کر اندر سے تھا کیونکہ ۱۸۷۷ء سے پہلے اُن کے ہاں قیام کر آئے تھے سوامی جی سے وہ پریم کرتے تھے ۔

۶- دو خاص تجاویز- سوامی جی نے یہاں رہ کر دو پرتن (کام) کئے

پہلا پرتن یہ کہ اتنے راجہ جو اکٹھے ہوئے ہیں وہ سب ایک دن جمع ہو کر ہمارا دیا کھیان سُن لیں۔ تو ہمارا آنا سپھل ہو۔ اور اس کا یتن بھی کیا مگر راجاؤں کو فرصت نہ ہونے کے سبب یہ پرتن پورا نہ ہؤا۔ مہاراجہ ہو لکر بہت چاہتے تھے کہ ایسا ہو اور ایسا ہی مہاراجہ چنبا کی بھی یہی مرضی تھی گو تمام راجاؤں کے کان تک یہ ویدک دھونی تو وہاں خوب زور شور سے پہنچ گئی کہ ویدوں میں مورتی پوجا ہرگز نہیں ہے مگر اکٹھے ہو کر خاص ویاکھیان وہ لوگ نہ سُن سکے ۔

ہمارے دیش کے راجاؤں کو خود غرض پنڈت کسی حق گوئی کی بات نہیں سُننے دیتے ایسا نہ ہو کر سونے کی چڑیا اُن کے جال سے نکل جائے آریہ ورت کے راجاؤں کی بدحالی کا اصل کارن یہی ہے ۔

دوسرا پرجن یہ تھا کہ ہندوستان کے اندر جو شخص اپدیشک میں مشہور ہیں اور جو مذہبی کام کسی نہ کسی ڈھب پر کر رہے ہیں اُن سب کو اکٹھا کیا جاوے۔ چنانچہ ایک دن ان سب کو سوامی جی نے اپنے ڈیرے پر نمنترن کیا جس میں صاحبان ذیل شریک ہوئے منشی کنہیا لعل الکھ دھاری۔ بابو نوین چندر رائے۔ بابو کیشب چندر سین۔ منشی اندرمن صاحب مراد آبادی۔ آنریبل سید احمد خاں صاحب۔ بابو ہریش چندر چنتامنی اور ساتویں سوامی جی مہاراج۔ باہمی اکٹھا ہو جانے کے بعد سوامی جی نے کہا کہ ہم لوگ سب ایک مت ہو جاویں اور ایک ہی ریتی سے دیش کا سدھار کریں تو آشا ہے کہ ... دیش سُدھر سکتا ہے ٭

خود بابو نوین چندر صاحب نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے "پھر دوسری بار سوامی جی کی ملاقات ہم لوگوں سے دہلی میں ۱۸۷۷ء میں قیصر ہند کے دربار کے سمے ہوئی تھی وہاں انہوں نے ہمیں بابو کیشب چندر سین اور شری مکت ہریش چندر چنتامنی کو نمنترن کیا اور ہم لوگوں سے یہ پرستاؤ کیا کہ ہم لوگ پرتھک پرتھک (جدا جدا) دھرم اُپدیش نہ کر کے ایکتا کے ساتھ کریں تو ادھک پھل ہوگا اس وشے میں بہت بات چیت ہوئی پرنتو وشواس میں اُن کے ساتھ ہم لوگوں کا بھید تھا اس لئے جیسا وہ چاہتے تھے ایکتا نہ ہو سکی" ازگیان پردائنی جلد ۴ نمبر ۳ و ۴ بابت جنوری ۱۸۸۴ء ۲۴۲ و ۲۴۳ ٭

انڈین مرر کلکتہ میں لکھا ہے ہم نے سُنا ہے کہ ایک پرائیویٹ میٹنگ دہلی میں ہوئی تھی یعنی پنڈت دیانند سرستی کے مکان پر ایک کانفرنس اس غرض سے ہوئی کہ آیا تمام موجود ریفارمروں میں ایک اتفاق باہمی کا سلسلہ قائم کیا جاوے ہمارے منسٹر بابو کیشب چندر سین بھی اس میں موجود تھے اگر مختلف مقامات کے نیشنل ریفارمروں کے درمیان اتفاق کا سلسلہ ایک حقیقی اور عملی بنیاد پر قائم ہو جاوے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ بہت بڑی اور نیک نتائج پیدا ہونگے ہم اس کی کامیابی کی دعا مانگتے ہیں (جلد ۱۹ نمبر ۱۰۔ ۲۴ جنوری ۱۸۷۷ء سنڈے ایڈیشن) ٭

رسالہ برادر ہند لاہور میں لکھا ہے ہم دلی مسرت کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ دہلی دربار کی تقریب میں ہندوستان کے مشہور اور لائق ریفارمر یعنی اصلاح کنندگان نے پنڈت دیانند سرستی کے مکان پر ایک جلسہ خاص اس غرض سے منعقد کیا کہ ہماری اصل علت غائی اُن سب مذاہب سے ایک ہی ہے بہتر ہو کہ آئندہ سے بجائے علیحدہ علیحدہ کام کرنے کے کل متفق ہو کر قوم کی اصلاح میں مصروف ہوں اور نیز آپس میں اُن کے اگر کسی قسم کا اختلاف ہو تو اُس کا بھی باہمی تنقیح کے ساتھ تصفیہ کریں اس جلسہ میں برہم سماج کے پیشوا بابو کیشب چندر سین صاحب بھی

شامل تھے (جنوری ۱۸۷۸ء جلد ۳ نمبر ۱ صفحہ ۳۲)

سوامی جی چاہتے تھے کہ یہ سب ریفارمر ویدوں کو ایشری گیان مانکر اس کے رو سے دھرم پرچار کریں کیونکہ وہی سب سے سچا اور سناتن اور معقول اُپدیش ہے اس پر سوامی جی نے سب صاحبان کو سمجھانے کے واسطے بڑی کوشش کی اور بہت کچھ دلائل سے ذہن نشین کیا۔ مگر کئی کارنوں سے جو کہ ایسے مشہور آدمیوں کے سد راہ ہوتے ہیں متفق الرائے نہ ہوئے۔

مگر واضح ہو کہ یہ سب ویدوں کے الہام سے منکر نہیں تھے کیونکہ نمبر ۱ ودیاساگر تھے جو معقول طریقہ پر ویدوں کو سب سے اچھا مانتے تھے نمبر ۲ و ۳ دونوں ویدک الہام کے قائل تھے نمبر ۴ و ۵ برہمو صاحبان تھے اور نمبر ۶ سید صاحب غرضیکہ یہ تین صاحبان کسی سبب سے قائل بابت دھرم کی طرف مائل نہ ہوئے اور یہ پرتن بھی پورا نہ ہوا۔ یہاں آپس میں ان صاحبوں کی کئی روز ملاقات ہوتی رہی ایک روز بابو کیشب چندر جی نے سوامی جی کو صلاح دی کہ آپ اگر یہ کہدیں کہ ہم کو پرمیشور ایسا کہتا ہے اور ایسا ہی اُپدیش کریں تو بڑی کامیابی ہو سوامی جی نے کہا کہ وہ انتریامی ہے کیا کسی کے کان میں کہنے آوے ہے میں ایسا جھوٹھ نہیں کہہ سکتا ۔

۹۔ ویدبھاشیہ وغیرہ پر ریویو۔ سوامی جی نے اپنے ویدبھاشیہ اور آریہ سماج کے اصول کے دو اشتہار۔ ریویو کے واسطے انڈین مرر کلکتہ اور برادر ہند لاہور کے پاس بھجوا دئے برادر ہند المشہور بہ ... بابت ماہ فروری ۱۸۷۸ء میں مندرجہ ذیل ریویو شائع ہوا

"سوامی دیانند سرستی کے دو اشتہار ہمارے پاس پہنچے ہیں ایک میں ان قواعد کا ذکر ہے جو ہندوستان میں آریہ سماجوں کے قائم کرنے کی غرض سے انہوں نے بالفعل منضبط کئے ہیں۔ دوسرے میں ایک ایسے رسالہ ماہوار کا ذکر ہے جو بنارس میں لاجرس کمپنی کے مطبع سے شائع ہوا کرے گا اس رسالہ میں صرف ویدوں کے اصل منتر مع شرح بزبان سنسکرت اور ہندی مشتہر ہوا کرینگے اب تک سوامی جی دس ہزار شلوکوں کی شرح لکھ کر ختم کر چکے ہیں اور باقی روزمرہ لکھنے کا سلسلہ جاری ہے۔ سوامی جی کل ویدوں کی شرح اسی طور پر عام وخاص کے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے ایک ماہوار رسالہ کے ذریعہ سے مشتہر کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں پر اپنی شرح کے ذریعہ سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ویدوں میں بجز خدا پرستی۔ بت پرستی یا مخلوق پرستی نہیں ہے سنسکرت اور ہندی زبان جاننے والوں کے لئے اس سے بڑھکر اور مژدہ کیا ہو سکتا ہے ؟ اس رسالہ کی قیمت سالانہ للعہ ہے جس کسی کو خریدنا منظور ہو وہ ترغیب ... یا سوامی جی کے پاس بھیجکر طلب کرلے ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے ملک کے ہندی خوان لوگ اس عظیم اور مشترک قومی کام میں اعانت کرنا ضرور اپنا فرض سمجھینگے ہم اس موقع پر سوامی جی

کہ ہم صمیم القلب اس قصد پر مبارکباد دیتے ہیں اور دل و جان سے اُن کی کامیابی کے لئے آرزو ظاہر کرتے ہیں (جلد ۳ نمبر ۲ صفحہ ۲۶ و ۴۳)

اخبار انڈین مرر کلکتہ کے سنڈے ایڈیشن میں مندرجہ ذیل ریمارکس درج ہیں ◆

"اگر ایسا بڑا فاضل شخص جیسا کہ پنڈت دیانند سرستی ہے ویدوں کا ترجمہ کرے تو وہ واقعی ایک قیمتی اور قدر کے لائق کام ہوگا اور ہم اس بات کو سن کر بڑے خوش ہیں کہ پنڈت جی نے یہ کام شروع کر دیا ہے چنانچہ بنارس کے پرنٹنگ پریس سے سنسکرت میں ایک اشتہار جاری ہوا ہے کہ یہ ترجمہ ماہوار رسالہ کے طور پر شائع ہوگا۔ خریدار لوگ لاذرس کمپنی میں درخواست کریں" (جلد ۱۶ نمبر ۳۴ مورخہ ۱۸ فروری ۱۸۷۶ء) ◆

۸۔ منشی کنھیا لعل صاحب کی تحریر۔ الکھ دھاری جی اپنے رسالہ نیت پرکاش سبھا میں دربار دہلی کا بیان مع حال ملاقات دیانند سرستی صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں اور دہلی کے دربار کا حال لکھ کر اخیر میں یوں رقمطراز ہیں "سری دیانند سرستی مہاراج نے کتب مفصلہ ذیل نامہ نگار کو عنایت کیں ستیارتھ پرکاش یہ بہت بڑی کتاب ہے اور اس میں علم اخلاق ہے۔ وید برودھ مت کھنڈن یعنی جو مذہب ویدوں کے برخلاف ہے اُس کی تردید و تنقیح مہا ایک بدھی اور نت کرم بیوہار و دیکار سبھا آریہ وغیرہ یہ کتابیں نایاب کی چھپی ہیں اور سنسکرت ناگری میں ہیں اور اپنے مطبع کا رسالہ بھیجنے کا اقرار کیا ہے چنانچہ ۳۰ جنوری کو وہ بھی بھیجا اس کا اشتہار علیحدہ ہوگا اور اُن کے مکان پر ایک آدمی جل مانس دکھاتا پھرتا تھا اس کا نصف جسم مثل مچھلی کے اور منہ اور ہاتھ بشکل آدمی کے تھے مگر وہ مُردہ تھا اور دریائی گھوڑا بھی اسی ترکیب کا کلکتہ میں دیکھا تھا دریائی جانور یا آدمی خشکی کے آدمیوں اور گھوڑوں سے کچھ نسبت نہیں رکھتے ہیں مگر دو قسم کی دریائی خلقت کے دیکھنے سے قیاس میں آتا ہے کہ دریائی ہاتھی اور اونٹ اور گائے بھی ہوں تو کیا عجب ہے ◆

دربار میں جو جگہ نامہ نگار کو ملی قریب میری کرسی کے کئی سکھ رئیس کی ریاست کے سردار تھے اُن کی شکل دیکھنے سے رامچندر جی کی فوج کا کچھ شک رفع ہو گیا" (صفحہ ۶ و ۵ – ۲۳ جنوری ۱۸۷۷ء نمبر ۳) ◆

۹۔ متفرق۔ ایک دن وہاں سوامی جی کے سامنے بازیگر کا تماشا ہوا سوامی جی نے پنڈت بھیم سین سے کہا کہ تم کچھ اس کو کہو تا کہ وہ نکالے۔ پنڈت جی نے قلم کی سفارش کی مگر وہ نہ نکال سکا پھر اُس نے سلیٹ پر سوامی جی اور چند آدمیوں کی العبد لکھ کر اُسے توڑ کر درست کر دیا اور انگشتری بھی توڑ کر جوڑ دی ◆

دربار کے روز سوامی جی تو نہیں گئے تھے مگر باقی اُن کے ساتھی سب تماشا دیکھنے گئے تھے ◆

ٹھاکر گوپال سنگھ رئیس کرناس و حکیم رام پرشاد سکنہ بہولی دہلی میں ساتھ گئے تھے

سوامی جی نے فرمایا کہ ہم نے چاروں وید دیکھے لیکن مانس و شراب بھکشن کا کہیں ذکر نہیں۔ تم لوگ چھوڑ دو چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا سورج کے ارگ دینے سے بھی انہیں منع کیا ایسا ہی ٹھاکر کشن سنگھ جی مرحوم کو کہا تھا ۔

ایک ٹھاکر بین سنگھ جو زیادہ مانس و شراب کھانے والا تھا وہ بھی سوامی جی کے ست اپدیش سے متاثر ہو کر دونوں کو ترک کر کے پکا آریہ ہو گیا۔ ہمارے بھائی کشن سنگھ مرحوم نے ٹھاکر بھوپال سنگھ و مکند سنگھ دونوں بھائیوں سے کہا کہ آپ سندھیا کیوں نہیں کرتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو سوامی جی نے منع کیا ہے کہ تم سندھیا اگنی ہوتر مت کرو صرف دھیان کر لیا کرو چنانچہ سندھیا کے وقت ہمارے بھائی نے عرض کی کہ مہاراج یہ سندھیا نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم کو سوامی جی نے منع کر دیا ہے۔ سوامی جی نے فی الفور ان کو جواب دیا کہ ہم نے تم سے کب کہا ہے تم لوگ ایسا جھوٹھ کبھی مت کہا کرو جس پر وہ بہت شرمندہ ہوئے اور اس روز سے سندھیا کرنی شروع کر دی ۔

سردار بکرم سنگھ صاحب اہلوالیہ رئیس جالندھر و پنڈت من پھول صاحب منشی ہرسکھ رائے صاحب پروپرائٹر کوہ نور و منشی کنہیا لعل صاحب الکھدھاری رئیس لودھیانہ وغیرہ صاحبوں نے سوامی جی کو پنجاب میں آنے کی درخواست کی جس کو انہوں نے منظور کیا۔ سوامی جی نصف جنوری تک دہلی میں رہے اور یہاں سے ہی بنگالی بابو گووند بھاشیہ کا مینیجر مقرر کر بنارس بھجوا دیا اور اس کی جگہ بھارتی ساکن بریلی کو عسہ ماہوار پر رکھ لیا ۔

نویں فصل میرٹھ (جنوری ۱۸۷۹ء)

سوامی جی معہ پنڈت بھیم سین جی دہلی سے روانہ ہو کر ۱۲ جنوری سنہ ۷۹ء کو میرٹھ میں تشریف لائے اور ڈپٹی صاحب سنگھ کی کوٹھی واقع سورج کنڈ پر ٹھہرے اس کوٹھی پر انگریزی میں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ کوٹھی پلوڈن صاحب کی یادگار میں یورپین کے استعمال کے واسطے بنائی گئی ہے اس میں سوامی جی دس پندرہ روز رہے چونکہ سبب لکھے ہوئے اس عبارت کے کچھ لوگ آنکر رک کرتے تھے۔ اس واسطے وہاں سے قریب لیکھ راج کے باغ میں چلے گئے دس روز وہاں رہے یہ مکان کو بہت اچھا نہیں تھا مگر بہ نسبت سابقہ کے اس میں کوئی خاص دقت نہیں تھی بھاگیرتھ اور کمل نین پنڈتان اکثر جایا کرتے تھے ان دنوں سوامی جی حقہ پیتے تھے ایک روز پنڈت بھاگیرتھ جی نے پرشن کیا کہ یہ جو تمباکو پیتے ہو اس کے وشے میں بتاؤ یعنی یہ جائز کیا وید میں کہیں حقہ پینا لکھا ہے۔ سوامی جی نے اتر دیا کہ وید میں

کہیں تشریف رکھتے ہیں اس پر تھوڑا سا باد و بیاد ہوا آخر کار اس نے کہا کہ تم سنیاسی ہو کر حقہ پیتے ہو۔ سوامی جی نے جواب میں کہا کہ اگر تو حقہ سے ناراض ہوتا ہے تو لے۔ یہ کہا اور پھینک کر اُسے توڑ ڈالا۔ اس دفعہ کوئی ویاکھیان نہیں دیا صرف سننے والے لوگوں سے معمولی باتیں کرتے رہے شہر میں مشہور ہو گیا کہ ایک فقیر ناستک مورتی کا کھنڈن کرنے والا اور شرادھوں کا منع کرنے والا آیا ہے لالہ جوالا پرشاد ورش ساکن میرٹھ معتقد شیو کا بھگت ہونے سے سوامی جی سے ملا۔ پنڈت پالی رام وکشی کھلیان رائے وکیل سرکار اس وغیرہ کئی صاحبان جایا کرتے تھے انتظام کسی خاص آدمی کا نہ تھا اپنے پاس سے کھاتے تھے اور بعد کو بھی کھانا منگاتے تھے .... لوگوں نے یہ بھی مشہور کر رکھا تھا کہ یہ انگریزوں سے تنخواہ پاتے ہیں +

دسویں فصل سہارنپور (فروری مارچ ۱۸۸۰ء)

۱۔ ورود۔ ۳ فروری ۱۸۸۰ء کو سوامی جی میرٹھ سے چل کر سہارنپور میں تشریف لائے پن چکی کے پاس لالہ لچھمن لعل کے شوالہ کے متصل مکان میں قیام فرمایا اس وقت سوامی جی کے ساتھ مفصلہ ذیل آدمی تھے۔ پنڈت بھیم سین۔ بہاری بابو۔ سنگھ سا افا۔ بھمولا۔ بلدیو برہمچاری +

۲۔ میلہ چاندا پور کا تذکرہ۔ یہاں پہنچتے ہی سوامی جی کے پاس خبر آئی کہ قصبہ چاندا پور ضلع شاہجہان پور میں برہم بچار نام میلہ ہوگا اور اس میلہ کا اشتہار اور ایک درخواست بنابر شمولی میلہ بھی موصول ہوئی کہ جس طرح ہو آپ ضرور تشریف لا کر رونق افروز میلہ ہوں اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہمیں افتخار بخشیں۔ سوامی جی نے اُن کو لکھا کہ کم سے کم دو ہفتہ تک اگر مباحثہ کریں تو میں آسکتا ہوں دو تین روز کے واسطے نہیں۔ اس کے جواب میں منتظمان میلہ نے بمعرفت منشی بیکھراج صاحب کبیر پنتھی سوامی جی کو ایک درخواست کی کہ دو ہفتہ کا ہم بندوبست نہیں کر سکتے مگر ایک ہفتہ کا بندوبست کریں گے آپ ضرور تشریف لائیے اور جس قدر آپ کے ساتھ نوکر چاکر ہوں اُن کی بابت ہم کو لکھیں تاکہ آپ کی منشا کے بموجب پہلے سے ہی خرچ بھیج دیا جاوے اس پر منشی گردھاری لعل اور ماسٹر لیکھراج ودیگر معززین باشندگان شہر نے سوامی جی سے بہت اصرار کی کہ آپ وہاں جس روز تشریف لے چلیں ہم بھی آپ کے ہمراہ چلیں گے۔ منتظمان میلہ نے خرچ راہ کے واسطے روپیہ ارسال کئے مگر سنا گیا کہ سوامی جی نے اُس خرچ کو نہیں لیا۔ سوامی جی نے اُن کو لکھ بھیجا کہ منشی اندرمن کو مرادآباد سے بلا لو اور ہم ۱۵ مارچ ۱۸۸۰ء کو وہاں پہنچ جاویں گے +

۴۔ منشی چنڈی پرشاد سے سوال وجواب۔ منشی چنڈی پرشاد سکنہ قصبہ اپے ضلع سہارنپور کے سوال وجواب رسالہ دھرم سماچار نمبر ۵ مطبوعہ سیالکوٹ صفحہ ۲۰ و ۲۴ پر چھپے جو یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

سوال۔ بموجب وید شاستر ہندوؤں کو کس کس کی پرستش کرنی چاہئے اور پیدائش سے تا مرگ کیا کیا کام کرتے جاتے ہیں۔ جواب۔ سوائے نراکار ایشور کے کسی کی پرستش کرنی نہ چاہئے۔ ودیا یعنی علم حاصل کر کے من کی شدھی کرنی چاہئے اور راستبازی سے معاش اور امور دیگر امور دنیوی کام کرنے واجب ہیں۔ سوال۔ اکثر ہندو لوگ مثل کائستھ و کھتری وغیرہ شراب و شکار کھاتے پیتے ہیں سو یہ کام کرنے درست ہیں یا نہیں۔ جواب۔ شراب اور شکار کا کھانا پینا نہ چاہئے اور عملاً بھی جاندار کا کھانا ظلم میں داخل ہے اور از روئے وید شاستر منع ہے۔ سوال۔ بھوت اور چڑیل اور جن و پری کا سایہ کہیں کچھ ہے یا نہیں کہ اکثر لوگ بر وقت واقع ہونے ایسے امر ملاؤں اور سیانوں اور قبور وغیرہ سے ان کے دفعیہ کے خواستگار ہوتے ہیں۔ جواب۔ بھوت اور چڑیل اور جن پری کا سایہ کہیں کچھ نہیں ہے یہ صرف لوگوں کا وہم ہے اگر کچھ ہوتے تو فرنگیوں پر ان کا سایہ ضرور ہوتا۔ سوال۔ بعد تحلیل جسم کے یہ روح کہاں جاتی ہے۔ جواب۔ مرگ کے بعد روح جسم سے علیحدہ ہو کر [illegible] کے یہاں چلی جاتی ہے۔ سوال۔ بعد مرگ دوبارہ جنم بھی ہوتا ہے یا نہیں اور بہشت اور دوزخ کا کیا حال ہے کوئی دلیل عقلی ایسی نہیں کہ آواگون اور مرگ اور نرک کا حال بدلائل معقول معلوم ہو جاوے کس واسطے کہ پیدائش کے پہلے اور مرنے کے بعد کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ جواب۔ دوبارہ جنم بھی ضرور ہوتا ہے اور بہشت اور دوزخ بھی ہر جگہ موجود ہے۔ انسان جس طرح بذریعہ عقل کے پہچان سکتا ہے کہ پیدا کنندہ زمین و آسمان و انسان و حیوان کا پرم آتما ہے اسی طرح ودیا حاصل کرنے سے بہشت اور دوزخ کا حال یہاں معلوم کر سکتا ہے دہلی کے جلسہ میں منشی کنہیا لعل صاحب الکھ دھاری سے کہ وہ بھی آواگون اور بہشت دوزخ کے قائل نہیں ملاقات ہوئی تھی وہ مجھ سے ایک پوتھی شاستر کی لے گئے ہیں یقین ہے کہ جس وقت منشی صاحب موصوف پوتھی کو بخوبی دیکھ لیویں گے ان کا شک رفع ہو جاوے گا۔ سوال۔ خدا نے خلقت کو کیوں پیدا کیا اور پیدا کرنے سے اس کا کیا مقصد تھا۔ جواب۔ جیسے آنکھ کا کام ہے دیکھنا اور کان کا کام ہے سننا اور دیکھنے یا سننے سے آنکھ یا کان کا کچھ مقصد نہیں مگر عادت طبعی ہے مثل اُن کے نراکار کا بھی کام ہے اور پیدا کرنے یا مارنے سے اس کا مقصد کچھ نہیں۔ سوال۔ سلسلہ تناسخ یعنی آواگون کب تک جاری رہے گا۔ جواب۔ جب تک تم ستیارتھ پرکاش

وغیرہ ایک دو پوتھی وید کے ترجمہ کی نہ دیکھو گے تب تک ہم کو بتلانے سے صحت نہیں ہو سکتی - سوال - خدا نے خلقت کو کب پیدا کیا اور چاروں جگ یعنی ست جگ دواپر - تریتا - کلجگ میں ہر ایک کی کتنی کتنی عمر ہے - جواب - ایسے امر ویدوں سے بخوبی ثابت ہو سکتے ہیں ہر ایک جگ کی مختلف عمر ہے وید شاستر کے ترجمہ سے تم خود دیکھ لوگے - سوال - شادی میں مرد اور عورت کی کس کس طرح کی شرطیں کرنی چاہئیے اور کیا رسم ہونی چاہئیے - جواب - شادی کے وقت مرد کی عمر ۲۴ سال اور عورت کی عمر ۱۶ سال ہونی چاہئیے اس قدر عمر سے مرد یا عورت ہرگز کم نہ ہوں اور شادی عورت کو اپنی پسند کے موافق کرنی چاہئیے کیونکہ مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے تمام عمر بسر کرنا پڑتا ہے جب وہ اپنی پسند کے موافق اُس کی صورت و شباہت اور چال و چلن اور نیز دیگر امور کو دیکھ لیویگی ممکن نہیں کہ پھر کوئی صورت نااتفاقی باہم عورت یا مرد کے پیدا ہو - ورنہ ماں اور باپ کا پسند کیا ہوا عورت کے پسند کب ہو سکتا ہے - سوال - وید شاستر کے رو سے بیوہ عورت یا مرد کا بیواہ ہونا مناسب ہے یا نہیں اور بصورت حیات یا وفات اپنی زوجہ کے مرد کو دوسرا و تیسرا بیواہ کرنے میں کچھ عیب تو نہیں - جواب - بیوہ عورت کا دوسرا پھر بیواہ ہونا چاہئیے اور مرد بصورت حیات اپنی عورت کے دوسری شادی کا مستحق نہیں مگر بعد وفات اختیار ہے کہ چاہے کرے یا نہ کرے ایسا ہی عورت بیوہ کو بھی مختار ہونا چاہئیے - سوال - گرو کس کو کرنا چاہئیے اور وہ گرو کتنی صفتوں سے موصوف ہو - جواب - گورو پتا یعنی والدین وغیرہ کو کرنا چاہئیے اور تا حیات اُن کی تعمیل حکم اور رضامندی کا خواستگار رہے - سوال - اگر کوئی برہمن یا بقال یا اور کوئی شخص ہندوؤں کے مذہب میں سے بلا سمجھے نفع و نقصان یا کسی شخص کی ترغیب سے مسلمان یا کرسچین ہو جاوے اور اُن کی رسومات شادی و غمی دکھانے میں چند روز تک شامل رہا ہو بعدہ اگر وہ شخص ملتجی معافی قصور اپنے کا ہووے تو پھر اُس کو اپنی قوم میں شامل کر لینا چاہئیے یا نہیں - جواب - بلاشک اگر ملتجی معافی قصور کا ہووے تو برادری کو چاہئیے کہ اُس کو اپنی قوم میں شامل کرے - سوال - خدا کس جگہ رہتا ہے کہ بظاہر کسی کی نظر میں اُس کی صورت یا سیرت دکھائی نہیں دیتی - جواب - نارائن سرب بیاپک ہے یعنی سب جگہ حاضر اور ناظر ہے جو کوئی شخص گیان سے اپنے دل کو صاف رکھتا ہووے وہ دیکھ سکتا ہے واقعی اگیانیوں کی نظر سے وہ دور ہے - سوال - برہما کے چار منہ تھے یا نہیں اور وید کو برہما نے کسی کاغذ پر لکھا تھا یا کل چاروں وید کنٹھ یاد تھے - جواب - برہما کے چار منہ نہیں تھے بلکہ چاروں وید اُس کے ازبر تھے اگر چار منہ [illegible] طرف ہوتے تو سوتا اور آرام کرنا اُس کو

دیال جان ہو جاتا تو رکھوں بنے سجا۔ سے چاروں وید کنٹھ ہونے کے چاروں نے فرض
کر لئے ہیں۔ سوال۔ خدا نے جو زمین اور آسمان اور سورج اور ستارے اور دن اور
رات و انسان و حیوان اقسام اقسام اور نوع بنوع اور رنگا رنگ اور مختلف اشکال
کی چیزیں بنائی ہیں کسی سامگری یا مصالحہ سے بنائی ہیں یا اور کسی طرح سے۔
جواب۔ تا اُن کو کسی مصالح کی ضرورت نہیں وہ خود صانع بے چون و چرا ہے
اور یہ سب چیزیں اُس نے (پرکرتی) یعنی مادہ سے بنائی ہیں۔ سوال۔ آپ کی تقریر سے
معلوم ہوا کہ برہما کے چار منہ نہیں تھے اور نہ کسی کی کوئی ذات تھی مگر باعتبار پیشہ یعنی
جو وید شاستر پڑھکر بموجب اُس کے اُپدیش کرتا تھا وہ تو برہمن اور جو قوت بازو میں
دلاور اور رعایا کی پرورش کرتا تھا وہ چھتری اور جو تجارت و زراعت کرتا تھا وہ ویش
اور جو مزدوری و چاکری وغیرہ کرتا تھا وہ شودر۔ اس مضمون سے یہ بات لازم آتی
ہے کہ اگر کسی چمار یا بھنگی یا قصائی نے ودیا حاصل کر لی ہو تو وہ بھی مثل پنڈت
کے ہے بس وہ چمار یا بھنگی یا قصائی جس نے ودیا حاصل کی ہے اگر وہ چاہے کہ
میں کسی برہمن کے گھر میں اپنی شادی کروں تو یہ مہر برہمن کو بھی لازم ہے یا نہیں کہ
اپنی دختر اُسے بیاہ دے۔ جواب۔ واقعی اگر ان چھوٹے پیشہ والوں میں سے کسی
نے ودیا حاصل کی ہو تو مثل پنڈت کے ہے لیکن بسبب اس کے کہ اس نے ایک
عرصہ تک رذیل پیشہ کے آدمیوں میں پرورش پائی ضرور ہے کہ بوئے رذالت اُس
کے دماغ سے نہ جاوے تو منسوب ہونا اُس کا دختر برہمن سے مناسب نہیں۔
سوال۔ ہندوؤں میں جو بعد شادی کے رسم مکلاوہ یعنی گونا کی ہے وہ بھی ہونی
چاہئے یا نہیں کہ اور قوموں میں یہ رسم و رواج بالکل نہیں ہے یعنی محمدی و عیسائی
اس رسم کو نہیں مانتے۔ جواب۔ وہ محض فضول ہے اگر بید و شاستر میں بوجہ معقول
اس رسم کا کچھ ذکر ہوتا تو اُن کا کرنا لازم آسکتا تھا جن قوموں میں یہ رسم نہیں ہے
اُن میں کیا برائی ہے۔ سوال۔ دسہرہ و ہولی و دیوالی وغیرہ ہندوؤں کے تہواروں میں
جو رسم اب رائج ہیں وہ بھی درست ہیں یا نہیں۔ جواب۔ ہولی و دیوالی وغیرہ معقولیت
سے چاہئے۔ سوال۔ مستورات کو بھی ودیا کا حاصل کرنا چاہئے یا نہیں۔ جواب
مستورات کو ضرور ودیا پڑھانی چاہئے کہ بدوں علم کے انسان کی عقل حیوان کی
عقل کے برابر ہوتی ہے۔ سوال۔ ہندو لوگ جو پنڈتوں سے جنم پتر لکھواتے ہیں اور
پنڈت لوگ بھی مثلاً۔ کنب۔ دھن۔ مکر کی راشیوں کا حال شاستری پترہ سے
دریافت کرکے منگل اور سورج اور شنیچر کی کھوٹی دشا اور مالی لابھ بتلاتے ہیں اکثر
باتیں تو موافق آتی ہیں اور بہت نادرست بھی ہوتی ہیں اس کا کیا سبب ہے جواب
یہ جنم پترہ نہیں بلکہ روگ پترہ ہے پنڈت صاحب سب کسی کو کھوٹی دشا کے سبب

کرنے کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ بڑا ہی ہے۔ دانا و عقلمند آدمی ایسے امور کے پابند نہیں ہوتے۔ سوال - ہندوستان کے آدمی مستورات کو بوجہ اس کے کہ ان کی بدکاری نہ ہو، پردہ میں رکھتے ہیں اور عیسائی اپنی عورتوں کو پردہ میں نہیں رکھتے اور جا بجا کی سیر کراتے ہیں باوصف اس کے ہند کی عورتیں بہ نسبت عیسائی عورتوں کے زیادہ بدکار نظر آتی ہیں۔ جواب - مستورات کو پردہ میں رکھنا داخل حبس کرنا ہے جب ان کو بدیا ہوگی وہ خود اپنے علم کے ذریعے سے عقلمند ہو کر ہر طرح کے عیبوں سے صاف رہ سکتی ہیں۔ پردہ میں رہنے سے عقل نہیں رکھ سکتیں اور نہ بدوں تحصیل علم معقول ہو سکتی ہیں اور یہ رسم پردہ داری اس طرح جاری ہوئی کہ جب محمدی سلاطین اس دیش کے بادشاہ ہوئے انہوں نے بزور حکومت جس کی بہو بیٹی کو اچھا خوبصورت دیکھا زبردستی چھین لیا اور لونڈی غلام بنا لیا۔ ہندوؤں کو اس وقت میں بجز مجبور ہونے کے طاقت مقاومت نہ تھی ناچار ہو کر بپاس اپنی عزت و حرمت کے اپنی مستورات و بہو بیٹی کو گھر سے باہر جانے کو منع کر دیا۔ بعض بیوقوفوں نے اس کو رسم بزرگانہ قرار دے لیا۔ دیکھو میموں یعنی انگریزوں کی عورتوں کو کہ بہ نسبت ہند کی عورتوں کے کیسی عالی ہمت و صاحب علم و عقل اور عزت دار ہوتی ہیں +

۴۔ لکچروں کی کیفیت - پہلا لکچر یہاں چتر گپتا کے مندر میں ناظم کرودھاری لعل کے انتظام سے ہوا مضمون یہ تھا کہ آریہ کون ہیں اور کہاں ہیں۔ اس لکچر میں بہت آدمی آئے یہاں تک کہ اس مکان میں بیٹھنے کے لئے جگہ تک نہ رہی ساڑھے تین گھنٹہ تک ویاکھیان ہوتا رہا۔ دوسرے روز ست کے وشے میں ویاکھیان ہوا سامعین کی اس قدر کثرت تھی کہ اوپر کی چھت اور کمرے بلکہ دروازہ تک میں لوگ بھرے ہوئے تھے اور وہ لکچر تقریباً ۳ گھنٹہ تک رہا ۴ بجے شام سے لکچر شروع ہوا تھا۔ سہارنپور کے تمام معزز رئیس شریک تھے ہر ایک کے منہ سے واہ واہ نکلتی تھی لوگ حیران تھے کہ یہ کس دل و دماغ کا آدمی ہے رات ہو جانے پر مندر کی پوجا کا وقت ہوا مگر اس وقت پوجا نہ ہوئی پوجاری نے شکایت کی کہ لکچر بند ہو جانا چاہئے مگر کسی نے پوجاری کی نہ سنی اور لکچر بخیر و خوبی سماپت ہوا۔ تیسرا لکچر سرشٹی اتپتی پر ہوا تھا یہ بھی اسی جگہ ہوا یہ چار گھنٹہ سے زیادہ رہا اس روز بسبب دیر ہو جانے کے پوجا کا حرج ہوا پوجاری کئی مرتبہ درمیان میں بولا مگر معزز سامعین نے اسے روک دیا اور ۹ بجے شام کے قریب ویاکھیان سماپت ہوا اور آئندہ کے لئے یہ ٹھہرا کہ وہاں لکچر نہ ہوں۔ بلکہ جہاں شالہ میں سوامی جی اترے ہیں وہاں ہوا کریں۔ چنانچہ بہت روز تک ہوتے رہے۔ چترگپت کے مندر میں جو ویاکھیان ہوئے ان میں ایک بار گرنتھ کی تھی ہے اور کون گرنتھ نہیں اس کی بھی تشریح کی اس میں انہوں نے ایک جہان

کا درشٹانت دیا جو یہ تھا: امیر تھا اور اُس کا عدالت میں ایک مقدمہ تھا تاریخ پیشی سے
چند روز پہلے ہی وہ فکر کی آگ میں جلتا رہا اور اُس کے کام کر کے چلے جاتے تھے اور آرام کرتے
مگر وہ دن رات اِسی دکھ میں رہتا تھا کہ دیکھئے اُس روز کیا ہوگا۔ تاریخ پیشی کے دن
وقت مقررہ پر بالکل آموجود ہوئی جس کی فکر بھی لگی ہوئی تھی وہ بیٹھا مگر دل گھبرایا ہوا
کچہری میں جا کر ایک طرف اتر گیا۔ وہاں سے آرام کیا جلدی۔ مگر وہ بدستور مغموم رہا جس سے
بخوبی ثابت کیا کہ دولت سے سکھ نہیں امارت پر نازاں ہونا بیوقوفوں کا کام ہے۔
پھر ان باتوں کا ایک روز یہ بیان کیا کہ دھرم کی قید میں رہنا اچھا ہے یا آزاد۔ جس پر
انہوں نے یہ بات بدلائل معقول ثابت کی کہ یہ خیال بیوقوفوں کا ہے کہ ہم کسی کی قید میں
نہیں ہیں۔ ایسا شخص کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی کی قید میں ہے پس بہ نسبت اور سب قیدوں
کے دھرم کی قید اُتم ہے۔ اُسی روز سے لالہ سرجن سنگھ وکیل وغیرہ کئی صاحبوں کے
دل میں جو آزادانہ خیالات رکھتے تھے یہ بات جا گزیں ہوئی کہ ضرور دھرم کا پابند رہنا چا
ہئے۔ مخالفت۔ پہلے چترگپت کے مندر سے لیکچر دینے بند کئے جب چند لیکچر سوامی جی
کے لالہ کنہیا لعل کے شوالے میں ہوگئے تو یہاں بھی برہمن اور پوجاریوں نے مالک
مکان سے شکایت کی کہ ایسے شخص کا ایسے مکان میں ٹھیرنا مناسب نہیں اول
اُس نے شکایت نہ سُنی مگر آخر جب ان لوگوں نے اُسے بہت ہی تنگ کیا تب
نہایت اخلاق سے سوامی جی سے عرض کی کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو لوگ مجھے
دق کرتے ہیں آپ کسی اور جگہ تشریف لے جاویں تو اچھا ہوگا کیونکہ آپ مورتی کا
کھنڈن کرتے ہیں اور یہ مندر ہے سوامی جی نے فی الفور وہاں سے اسباب اُٹھوا
کر رام باغ کی تیواری میں جو مندر سے ملی ہوئی راج سبھا کے متصل ہے جا کر ڈیرا
کیا۔ اور کچھ دن وہاں مقیم رہے +

۴ متفرق امور۔ بلدیو بیاس یہاں کے مشہور بھاگوتی پنڈت سوامی جی کے پاس
گئے مگر اُن کے سامنے بالکل نہ چل سکے شہر میں یہ چرچا پھیل گیا تب آٹھ دس برہمن ایک
نیا ودیہ برہمن۔ دوسرا پربا۔ تیسرا گوند۔ چوتھا گنپت وغیرہ سادھو دیوان داس بستی کے پاس
گئے اور کہا ایک گرستان ایسا آیا ہے کہ کسی کو بولنے نہیں دیتا سادھو جی نے کہا
کہ ہیراگر ستان سے کیا کام۔ انہوں نے بضد ہو کر کہا کہ آپ کو چلنا ہوگا آخر وہ بھی
اُن کے کہنے سے گئے یہ چونکہ سوامی جی کے پہلے جانکار تھے کچھ زیادہ ذکر نہ ہوا
صرف برہمنوں کو سوامی جی نے کہا کہ تم پوپ لیلا کو چھوڑ کر ویدوں کو دھارن کرو ایک
پرمیشور کو مانو کیونکہ باتوں کو چھوڑ دو۔ یہاں سوامی جی رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا کی
تصنیف کا کام بھی کرتے رہے +

۴۔ کنہیا لعل کا شوالہ چھوڑنے کا ایک اور بھی کارن تھا مسماۃ منگلاں زوجہ

گھسیٹا لعل جی وہاں آئی۔ سوامی جی پادریوں سے مخاطب نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے اس طرف توجہ نہ کی۔ اس پر اُس نے ناراض ہوکر کھیت رام سے برہمن سدسوت ہرلال ساکن لدھیانہ (جو سہارنپور میں پادریوں کے پاس ملازم تھا اور شوالے کے نیچے دکان میں رہتا تھا) کی معرفت سوامی جی کو کہلوایا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں۔ اب ڈیرا بدلنے کے بعد آپ نے چترگپت کے مندر میں پھیرا لگا دیا۔ ایک بیراگی یہاں بھی گالی دیتا رہا۔ مگر سوامی جی نے کچھ پروا نہ کی ۔

جو کوئی اُن سے کوئی پرشن کرتا تھا اُس کو ایسا جواب دیتے تھے کہ پوچھنے والے کے سارے شکوک رفع ہوکر پوری تسکین ہو جاتی۔ بعض شہر کے لوگ مندر کے اندر جاکر تعصب سے کچھ گالی گلوچ گھڑیال بجاکر شور مچاتے مگر سوامی جی اُن کی پروا نہ کرتے تھے ۔

سوامی جی معہ بہاری بابو کے یہاں سے چاندا پور گئے باقی سب ملازموں کو سہارنپور والے باغ میں چھوڑ گئے ۔

گیارھویں فصل

(میلہ چاندا پور)

۱۔ ابتدائی امور۔ میلہ خدا شناسی مقام چاندا پور ضلع شاہجہانپور ممالک مغربی و شمالی سے ۲۰ مارچ سنہ ۷۷ء تک رہا ۔

منشی پیارے لال صاحب کاستھ رئیس چاندا پور ضلع شاہجہانپور نے دھرم کی پرکاشنا ہت ضلع شاہجہانپور کے صاحب کلکٹر بہادر کی منظوری سے متی چیت سدی چودھ سمت ۱۹۳۳ مطابق ۱۹ مارچ سنہ ۷۷ء کو یہ میلہ مقرر کیا۔ اور ایک اعلان چھپواکر مشتہر کیا۔ کہ پنڈت و مولوی و پادری صاحبان جو اپنے اپنے دھرم و مذہب میں مشہور و معروف عالم فاضل ہوں وہ تشریف لاویں اور اپنے اپنے مذاہب کے رو سے حق و باطل کا فیصلہ فرماویں ۔

چنانچہ اُس اعلان کے بموجب صاحبان ذیل جو تمام ہندوستان میں اپنے اپنے مذاہب کے سب سے بڑے فاضل شمار ہوتے تھے تشریف لائے سب سے اول ویدودیا کے مشہور آچاریہ اور آریہ سماج کے بانی شری سوامی دیانند جی مہاراج اور ان کے ساتھ دین محمدی کے مشہور مخالف اور عربی و فارسی کے کما حقہ واقف قرآن و حدیث کے پورے محقق منشی اندرمن صاحب مرادآبادی یہ دونو صاحبان ایسے کاموں میں خاص دلچسپی کے سبب اپنے کمال شوق سے ۱۵ مارچ سنہ ۷۷ء کو رونق افروز ہوگئے مسیحی کی جانب سے مشہور منطق دان اور فاضل تصنیف رسائل کوائف منطق ہستی کا ثبوت کے مصنف مفسر انجیل پادری ٹی۔ جی اسکاٹ صاحب معہ

پادری نول صاحب و پادری پارکر صاحب و پادری جانسن صاحب و پادری جان تامسن صاحب و چند دیگر پادری صاحبان بریلی۔ کانپور۔ مرادآباد و شاہجہان پور سے اپنی پوری کلاس لیاقت سے ۱۵ مارچ سنہ ۷۷ء کی صبح کو تشریف لائے اور اسی روز اسی وقت ہندوستان کے سب سے بڑے اور مشہور عربی مدرسہ دیوبند کے فاضل اُستاد اول اور رسالہ تقریر دلپذیر وغیرہ کے مصنف مولوی محمد قاسم صاحب ساکن نانوتہ علاقہ رام پور متعلقہ سہارنپور جن کے ہاتھ سے مولوی صاحبان کو دستار فضیلت ملتی ہے۔ اور مولوی سید ابو المنصور صاحب دہلوی امام فن مناظرہ جن کے پاس سلطان روم کا تمغہ فضیلت موجود ہے۔ اور جن کی کتابیں زندہ جاوید وغیرہ پادری صاحبان کے مقابل تصنیف موجود ہیں ٭

ان کے علاوہ اس جلسہ میں مندرجہ ذیل آریہ صاحبان بابو ہرگوبند صاحب سبزی ہیڈ کلارک کلکٹری شاہجہان پور۔ لالہ راجہ رام صاحب خزانچی لکھنؤ۔ منشی جگن ناتھ صاحب رئیس مرادآباد۔ پنڈت بدری داس صاحب رئیس امروہہ۔ کنور کرن سنگھ صاحب رئیس علیگڑھ۔ پنڈت شنکر پرشاد صاحب رئیس بریلی۔ دیوان دیا شنکر صاحب ڈپٹی۔ پنڈت لکشمی دت شاستری رئیس بنارس۔ رائے امراؤ سنگھ صاحب۔ لالہ رام پرشاد صاحب آنریری مجسٹریٹ شاہجہان پور۔ بابو برج پال داس صاحب منصف شاہجہانپور بابو لیکھراج صاحب سکول ماسٹر سہارنپور۔ بابو بنواری لعل صاحب رئیس شاہجہانپور بابو بہاری لعل صاحب رئیس شاہجہان پور۔ منشی سوہن لعل صاحب رئیس شاہجہانپور بابو رام سہائے صاحب ماسٹر سٹیشن ریل اور بہت سے رؤسا شاہجہان پور اور اور شہروں و گرد و نواح کے اصحاب اہل اسلام کے مولوی محمد طاہر عرف موتیاں میاں صاحب آنریری مجسٹریٹ شاہجہان پور۔ مولوی محمد قاسم رئیس نانوتہ ضلع سہارنپور۔ نواب محمد حیدر علی خان صاحب رئیس شاہجہان پور۔ مولوی محمد حفیظ اللہ خان صاحب ماسٹر عربی سکول شاہجہان پور۔ حکیم محمد حسین خان صاحب رئیس شاہجہان پور۔ منشی دوست محمد خان صاحب سکول ماسٹر شاہجہان پور۔ مولوی سید محمد احمد علی صاحب وکیل عدالت شاہجہان پور۔ مولوی سخاوت حسین خان صاحب وکیل عدالت شاہجہان پور۔ اور اور بہت سے رئیس و مولوی و رؤسائے بریلی و میرٹھ و مرادآباد و لکھنؤ و شاہجہان پور۔ اور عیسائی صاحبان و پادری صاحب شاہجہانپور و مرادآباد و بریلی و کانپور وغیرہ انگریز و ولایتی۔ منشی محی الدین خان صاحب و منشی طوطا ناتھ صاحب و منشی مولاداد خان صاحب اور اور بہت سے صاحب تشریف لائے ٭

۲۔ اٹھارہ تاریخ کی گفتگو۔ آج بابو لیکھراج صاحب سکول ماسٹر سہارنپور

پیارے لعل صاحب بوقت شب سوامی جی کے ڈیرہ پر تشریف لائے تھے اور بالو صاحب بھی تھے
بیان کیا کہ ... کیوں بولا ہے جب یہ باش شریر دوارا سب میں رم رہا تا کا نام کبیر ہے
یہ لفظ کبیر اس واسطے بولا جاتا ہے کہ کایا میں جو بیر ہے یعنی شریر جسم میں جو آتما ہے
وہی کایا کا بیر یعنی پرمیشر مالک ہے کہ جب یہ بیر پرمیشر کایا یعنی جسم سے علیحدہ ہو جاتا
ہے تب یہ کایا بیوہ عورت کی طرح بے شوہر و بے خاوند کے ہو جاتی ہے۔ مقصد یہی ہے
اس واسطے کایا بیر یعنی جسم میں جو آتما ہے وہی کبیر ہے۔ پانی سے پیدا نہیں ہوا ایسا
نعیاں شریر ۔ الخ یاد کرتا نہیں تا کا نام کبیر ۔ یہ بھی اس کبیر لفظ کو ثابت کرتا ہے۔ وہ
شب روپ کبیر پرم آتما برہم ہے ۔ ایشور پرم آتما یہ شبد سنسکرت زبان کے ہیں۔ گاڈ
وغیرہ زبان انگریزی میں ہیں۔ خدا جل شانہ رب العالمین وغیرہ نام ملک عرب کے ہیں
کبیر یعنی کلمہ خاص ہندوی لفظ ہے یعنی کایا میں بیر تا نام کبیر سو آتما ہی پرم آتما ہے
اجر میں نہ اجرا اور پھول میں سوگندھ ایسا ہی شبد میں سب جگہ بیا پک ہے جسم جسم کو
جو اربعہ عناصر سے پیدا ہے اس کو کبیر نہیں مانتے ہیں ہم برہم بعید انت زاد الی ادنا شئی
الکھنڈ جو ہے اسی کو پرمیشور و کبیر مانتے ہیں یہ ہر ایک ملک میں علیحدہ علیحدہ زبان سے
اس میں کچھ دوش و گناہ و شنکا و اعتراض کسی مت کے رو سے قرار نہیں پا سکتا کبیر
کیوں نام رکھتے ہو۔ اور سب ... خواہش کی کہ ایک مذہب ہو جاوے لیکن تمام جہان کا
ایک مذہب نہ ہو سکا۔ ہاں اگر البتہ پرمیشور خدا کبیر چاہے تو ممکن ہے کہ ہو جاوے
کیونکہ جب اس نے ایک دم میں اچھا خواہش قدرت کاملہ سے آسمان و زمین وغیرہ کو
پیدا کیا تو کیا اس کی ذات و صفات قدرت سے بعید و مشکل بات ہے کہ مذہب سب کا
ایک ہو جاوے طریقہ عبادت اس مت میں یہ ہے کہ روحانی سچے دل و اخلاص سے من
کی بھاونا سے سرت کو شبد روپ نہ اجہر بار شبد میں لگاتا ہے یہ قول کبیر پرمیشور بھی
کا ہے جو ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔ پنڈ میں ہوتا تو مرتا نہ کوئی۔ برہمنڈ میں ہوتا تو
لکھتا سب کوئی۔ پنڈ برہمنڈ سے دونیارا۔ کہیں کبیر وہ بھید ہمارا۔ اور کتاب جو ایک
کبیر پرمیشور کی ہے۔ ابیات مگر قید مجھ کو بھاتی نہیں۔ کسی کی غلامی ہو آتی نہیں
میں اس دام فانی سے ناشاد ہوں۔ میں قید مذہب سے آزاد ہوں۔ جدا ہوں میں کیا
منقول و معقول سے۔ ہے نفرت بڑی مجھ کو ہر دو لوت سے۔ سبھوں کے مقول ہے یہ
حق ہے اوپ ۔ ہمارا خدا تو ہے شبد روپ۔ جسے کہتے ہیں روح وہ ہے خدا
سبھوں میں بیاپک سبھوں سے جدا۔ میں ہرگز نہ مانوں گا روح کے سوا۔ کہ ہے حضرت
دوزخ میرا خدا۔ میں آنند آنند میں شاد ہوں۔ کہ بیہودہ جھگڑوں سے آزاد ہوں۔ اب
بہشت میں آزاد ہوں۔ مگر میں کبیرا کے آباد ہوں۔ میرا وطن ہے جو کبیرا کا دیس
و پ میرے خدا کا ہے بھیس۔ و بحث کبیر کے لفظ پر جیسا کہ ابو الیکھیج صاحب

نے فرمایا کہ کیا کیول برہم ہے بھاشا شریر دھاری سب ہیں رام رہا تا کا نام کبیر +
ایسے سوامی جی نے ایک نام لے کر ہر ایک حرف پر اسی طرح لگایا تب بابو صاحب نے
فرمایا کہ کبیر کے معنی بڑے کے ہیں سو پرمیشور بڑا ہے اس بحث سے کبیر ہم کہتے ہیں
تب سوامی جی نے منشی اندرمن صاحب سے دریافت کیا کہ اس لفظ سے کوئی اور
لفظ ہے جس کے معنی اس سے زیادہ بڑے کے ہوں تب پر منشی اندرمن صاحب نے
فرمایا کہ لفظ اکبر کے معنی بہت بڑا پھر سوامی جی نے فرمایا کہ لفظ اکبر کے معنی سے
بڑا ہو گیا تب پر بابو صاحب نے فرمایا کہ انسانوں نے سب نام رکھے ہیں اور سب علم
ایجاد کئے ہیں اور کتاب اور ودیا بھی بنا کر ایشور کا نام رکھ دیا ہے ایسے ہی ہم بھی کبیر نام
پرمیشور کا سمجھتے ہیں اور دو بیجک سار کو کتاب آسمانی تصور کرتے ہیں اور جتنی باتیں ہے
وہ سب آدمی ہی نے بنائی ہے اور بابو صاحب اور منشی پیارے لعل صاحب
نے فرمایا کہ ہم اپنا کبیر پنتھ کا ضرور لکھ کر عام میں دیتے تب پر منشی اندرمن صاحب نے
جواب دیا کہ اب جو تھا نہ جب کبیر پنتھ کا بھی قائم کر کے ضرور لکھ دیجئے گا۔ تب
سوامی جی نے فرمایا کہ ایشور نے جب سرشٹی رچی تھی اسی وقت میں وید ودیا کا
اپدیش بھی پرجا کے سکھ کے لئے کیا تھا۔ جب ایشور نے پرتھم یعنی اول وید رچے
ہیں ان کے پڑھنے کے بعد بنانے کی سامرتھ ہو سکتی ہے اس پڑھنے اور گیان
کے بغیر کوئی انسان ودیا وان نہیں ہو سکتا۔ جیسے اس وقت میں کسی شاستر کو پڑھ
کے یا کسی کا اپدیش سن کے اور انسانوں کا چال چلن وغیرہ کو دیکھ کے گیان ہوتا ہے
اور کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ جیسے کسی ایک لڑکے کو جس وقت پیدا ہو علیحدہ کیا
جاوے اور اس کی پرورش بھی کی جاوے۔ اور جب تک وہ مر جاوے تب تک
اس سے کچھ بات چیت نہ کی جاوے تو انسانیت اس میں کسی طرح نہیں آسکتی ایسے
ہی جنگلی آدمیوں کو سمجھنا چاہئے کہ بنا اپدیش کے جیسے۔ تاکہ چاہئے وید کا گیان کسی پرکار
سے نہیں ہو سکتا اور ان کی عادت جانوروں کی طرح ہے۔ ایسی ہی ویدوں کے
اپدیش کے بنا سب انسانوں کی عادت ہو جاتی ہے پھر پستکوں کے بنانے کی
نسبت کیا کہنا اور جو پرمیشور اپنی وید ودیا کا اپدیش نہ کرتا تو دھرم۔ ارتھ۔ کام۔ اور
موکش کی یتھاوت پراپت نہ ہوتا جیسے ایشور نے سب پدارتھ وغیرہ آدمیوں کے
سکھ کے واسطے بنائے ہیں۔ سو ایشور سب سکھوں کے پرکاش کرنے والی وید
ودیا اور جس میں سچ کے سوا کوئی دوسری بات نہیں ایسی بنا کر ایشور کیوں نہ پرکٹ
کرتا۔ اس سے ویدوں کو ایشور کے رچت ماننے سے ہی کلیان ہے اور کسی طرح
نہیں۔ اور آپ کے بیجک سار میں جیو یعنی روح کو پرمیشور ٹھہرایا ہوگا جیسا کہ
آپ نے بھی بیان کیا سو یہ نوین بیدانتوں کا مت ہے سو وہ چار پرکار کا ہے۔ ایک

یہ ہے کہ جیو یعنی روح کو برہم یا شنا جیو کو برہم ماننے میں اوّل ایک قول کا ثبوت دیتے
ہیں - اہم برہما سمی جس کو رگوید کا قول کہتے ہیں لیکن رگوید کے آٹھوں اشٹکوں میں
یہ واکیہ نہیں ہے مگر وید کا ویاکھیان جو ایترے برہمن نے کیا ہے اس میں یہ قول
ہے ایہم ادتیا برہم سو اس قول میں برہم کا سروپ نروپن کیا ہے - دوسرے جو اس قول کو بیان
کرتے ہیں تت توم اسی اور اس کو یجروید کا بچن بتلاتے ہیں لیکن یہ یجروید کا قول نہیں ہے
شت پتھ برہمن کا ہے اس کا ویدانتی لوگ ایسا ارتھ کرتے ہیں کہ تت برہم ہوں یعنی برہم
سے میں جھوٹ گیا سو اب اپنے جان لیا کہ میں برہم ہوں - یہ ارتھ ٹھیک نہیں کیونکہ
عبارت میں سے ایک ٹکڑا لے لیا اور باقی کو چھوڑ کر اپنا مطلب سدھی کا ارتھ کرکے
سوارتھ سدھ کرتے ہیں - کہ شت پتھ برہمن کانڈ ۱۴ پر پاٹھک ۴ کانڈکا ۲۰ دیکھو جہاں
یہ قول مع کل عبارت کے درج ہے وہاں صرف ایشور کا برنن ہے - تیسرے جو آپ
پرمان دیتے ہیں سو یہ بھی شام وید کا بچن نہیں ہے لیکن شام برہمن انترگت چھاندوگ
اپنشد کا ہے اس کا بھی عبارت سے ایک ٹکڑا لے کر یہ انھوں نے بگاڑا ہے جو
وہاں پراود ایک اپنے شوہت کیتو پتر کو اپدیش کرتا ہے کہ وہ ایشور کیسا ہے اتینت
سوکشم ہے کہ پرکرت آکاش اور جیوآتما سے بھی اتینت سوکشم ہے وغیرہ چوتھے
پرگیانم برہم اتھرون وید کا قول کہتے ہیں لیکن مانڈوکیہ اپنشد وغیرہ کا ہے ارتھ یہ
ہے کہ پرجاپتی ایک اپنے انتریامی کو پرتیکش گیان سے دیکھ کے کہتا ہے کہ یہ جو میرا
انتریامی سرب آتما ہے یہی برہم ہے یعنی میرا بھی یہی آتما ہے سو یہ اپنے جیون کے
سمجھانے کے لئے بچن ہے پس دوسرے جتنے چاہیں پاپ کریں اور کتنے پھر ان
کرم کرتا اور بھوگتا ہیں سو پاپ کرتے ہیں دکھ سے کسی پرکار سے نہیں بچ سکتے
تیسرے جگت کو متھیا مانتے ہیں جو موکش میں جیو کا سے ہونا مانتے ہیں جیسے سمندر
میں قطرہ کا ملنا - سو یہ ویدانتی لوگوں میں یہ دو بڑے عیب ہیں ایک جگت کو جھوٹا
ماننا اور دوسرا جیو برہم کو ایک ماننا اور ایسا کہتے ہیں کہ یہ جگت سپن تل ہے یہ
ان کا کہنا خلاف ہے کیونکہ جس کا کارن ستیہ ہے وہ استیہ نہیں ہو سکتا سپنا
بھی درشٹ اور شرتی سنسکار سے ہوتا ہے درشٹ اور شرتی سنسکار پرتکش الوکھو
سے سپنا سپن نہیں ہوتا سر پک اور ادستھا وغیرہ سے رہت ہونے سے پرماتما
کو تو سپن ہی نہیں ہوتا اور جو جیو برہم ہوئے تو جیسے برہم نے یہ بے انتہا سرشٹی
رچی ہے ویسے ایک تنکا یا پتھر جیو کیوں نہیں رچ سکتا اس سے جگت کو متھیا
اور جیو برہم کی ایکتا سمجھنا ہی متھیا ہے - جگت کو متھیا ماننے میں جگت کی برودھی
اور آتمن بیچ محبت اور علم وغیرہ ہزاروں کام نشٹ ہوتے ہیں جگت کے اُتم جو
ہیں وہ سب نشٹ ہو جاتے ہیں اور جیو اور برہم کو ایک ماننے سے

پرمارتھ سب نشٹ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پرمیشور کی آگیا۔ پالن۔ استتی۔ پرارتھنا اور
اپاسنا کرنے کی پریت بالکل چھوٹنے سے صرف جھوٹی بڑائی اور بے انصافی کا کرتا ہے
پاپ کی اچھیا اندریوں سے وشیوں کے بھوگ میں ارتھات اتینت بُرے کاموں
میں پھنس کر اپنے مانش جنم دھارن کے دھرم ارتھ کام اور موکش یہ چاروں پھل
نشٹ ہو جاتے ہیں اس جیو کا جنم برتھا ہو جاتا ہے اس سے انسان کو لازم ہے کہ
ست گرہن کرنا اور اَست کو چھوڑنا اور آپس میں پریت سے بیوہار کرنا مناسب ہے سو
بابو صاحب آپکا کہنا سب ٹھیک اور بے ارتھ ہے۔ یہ گفتگو ہوئی تھی کہ بابو ہرگوبند بنرجی
مہاراج صاحب ہیڈ کلارک کلکٹری شاہجہانپور نے ایک کتاب انگریزی پڑھنا شروع
کی اُس کتاب میں لکھا تھا کہ پرمیشور کا دھیان کرنے کے وقت ایک چندن کا نشان
آگے بنا لیا جاوے تو طبیعت بہت اچھی طرح سے لگتی ہے۔ اور بابو صاحب نے یہ
فرمایا کہ یہ کتاب ولایت میں بھی بڑے بڑے صاحبوں نے پسند کی ہے اس پر
سوامی جی نے فرمایا کہ ایشور سرب بیاپک ہے اور سب جگہ موجود ہے جیسے میرے
آتما میں بھی ہے اور میں شبد اوچارن کرتا ہوں اس میں بھی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ
مانا جاوے تو مجسم ہو جاوے گا۔ ایشور ہی نہیں رہے گا جیسے اگر کسی پدارتھ
وغیرہ سے ایشور کو علیحدہ کرو تو ہٹاتے ہٹاتے ہر ایک پدارتھ سے ایک جگہ پر قائم
کرو گے یا ایک ذرہ کے برابر فرض کرو گے یا اس سے زیادہ تو وہ جسمانی کوئی چیز وغیرہ
ہو جاویگی اور ہٹاتے ہٹاتے کہیں قائم نہ کرو گے تو پھر کچھ بھی نہ رہیگا تو اس سے سدھ
ہوتا ہے کہ پرمیشور سرب بیاپک سب جگہ موجود ہے یعنی کوئی جگہ اور پدارتھ اس سے خالی
نہیں پس میری آتما میں بھی ہے۔ پس مجھ کو کیا غرض پڑی کہ میں اپنے میزوں تک
آؤں اور پھر اس چندن کے نشان کا خیال کروں۔ اس سے تو پرمیشور کے دھیان
میں ایک طرح کا نقصان واقع ہوتا ہے ایسے ہی مالا پھیرنے کو بھی سمجھنا چاہئے کیونکہ
جب مالا پھیرینگے تو گنتی کرنے میں طبیعت متوجہ ہوگی پس سب کو اپنے آتما میں
سچے من سے ایشور کا دھیان کرنا چاہئے اور پھر سوامی جی نے بابو لیکھراج صاحب
سے فرمایا کہ پرمیشور۔ اگنی۔ مہادیو۔ شیو۔ دیوی۔ شیش ہے جس کو سب لوگ سانپ
سمجھتے ہیں۔ کشیپ جس کو لوگ منش سمجھتے ہیں۔ سچدانند بھگوان اور اور بہت سے
نام لئے اور فرمایا کہ ان کے ارتھ سے پرمیشور کے سوا کسی پر وہ عائد نہیں ہو سکتے
ہیں۔ اور بہت سے پرمان بھی ہیں مگر آپ نے جو کبیر نام رکھا اس سے اکبر نام بڑا
نکلا اور آپ کوئی پرمان بھی نہیں دے سکتے۔ اس سے یہ بات ٹھیک نہیں جیسے
یہ کبیر کے پیرو ہیں ایسے اور بہت سے پیرو ہیں۔ سوامیوں نے سنت بن بنکر شیوں
کو دھوکا دے دیکر دھن ہر لئے ہیں۔ اور پہاڑی کا نام گل شفا اور آگ کا نام آتش

بتلا کر لوگوں کو دھوکا دیکے اپنا مطلب سدھ کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ کان بند کرکے
کیسا شبد ہوتا ہے اُس میں سب باجوں کی آوازیں ہیں جب جیو چھوٹیگا تب اُسی میں
سما جائیگا۔ کوئی کہتا ہے کہ سوہنگ وغیرہ سور سے جو نکلیں اُن میں سے آواز نہ ہوگی پھر
جب جیو مریگا تب اُسی شبد میں سما جائیگا پھر آواگون نہیں ہوگا۔ کوئی کہتا ہے کہ
سوانس سادھو اور اُس شعوے سے اُس شعوے میں نکالو کوئی کہتا ہے کہ یہ سوانس
دیکھو۔ اس میں تتو یعنی اربعہ عناصر و آکاش وغیرہ معلوم ہو جاوے۔ کوئی کہتا ہے
کہ یہ حضرت صاحب بڑے انتریامی ہیں سب کے دل کی بات بتا دیتے ہیں اور جو وہ
مانگے وہی ہو جاوے گا۔ سو اس طرح کے بہت طریقے ہیں۔ سو یہ اندھکار سنسار
میں ہو رہا ہے سو سب کو مناسب ہے کہ ستیہ کا گرہن کریں استیہ بات کو تیاگ دیں
اس سے سب طرح کا سکھ ہوگا اور آپس میں پریت پر اُپکار دھن کی بردھی پرمیشور
کی اُستتی پرارتھنا بُرے کاموں سے دور رہنا۔ پھر سب سنسار میں آنند ہی آنند
پراپت ہو جاوے اور بابو لیکھراج صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ جو میں نے بیان
کیا وہ منشی پیارے لعل صاحب کی طبیعت کے خوش کرنے کے واسطے تھا اور سوامی
جی نے فرمایا کہ تین اوتار تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ایک تو وہ صاحب جن
کی کتاب بہار بند ادھن ہے اُن کے ہزاروں سکھ ہیں اور وہ اُن کو اوتار مانتے ہیں اور
امسال وہ صاحب سرگباش ہو گئے ہیں اور دو اور دکن میں زندہ ہیں۔ ان صاحبوں
کے بھی ہزاروں سکھ ہیں۔ اور اُن کو اوتار کہتے ہیں۔ تب منشی اُمک پرشاد صاحب نے
کہا کہ اگر میں اندھا دھند پنے تو میں بھی ایک اپنے نام کا مذہب جاری کرونگا۔ اور
میرے نام سے بھی ایک ترشیح ہے اور ایک لفظ عمدہ بنا کر جس کو سکھ کرونگا اُس
کے کان میں کہدونگا یا اُس کو ایسی معقول بات سمجھاؤنگا جس کو وہ بیوقوف مان
لیگا۔ اور جو بات یا لفظ میں ایجاد کرونگا۔ اُس کو ایک کتاب میں ایسی معقول طرز سے
نام سے کرونگا۔ کہ بہت لوگ اُس کو پسند کرینگے اور تھوڑا تھوڑا سب مذہبوں کا احوال
اُس میں درج کرونگا کہ جس میں لوگ جانیں کہ بڑے جاننے والے ہیں اور اُس کتاب
کو طبع کرا کے ہندوستان میں مشہور کرونگا پس ایک میرے نام کا بھی مذہب
جاری ہو جاوے گا لیکن مجھ کو ایسا ڈر ہے کہ کہیں میرے سکھ مجھ کو بھی اوتار نہ کہنے
لگیں جیسا بابو صاحب کبیر کے لفظ پر جانفشانی کرتے ہیں ایسے ہی بعد میرے میرے
سکھ بھی مناظرہ شروع کر دیں۔ تب سوامی جی نے فرمایا کہ آدمی کو وہ کام کرنا چاہئے
جس سے ودیا دھرم اور سب طرح کا سکھ اور دھن کی بردھی ہو اور جو کام کہ سب کو مفید
ہو کرنا چاہئے نہ کہ ایسے ہی بہت دیر تک آپس میں خوش خلقی سے بات چیت
ہوتی رہی پھر سب آرام کرنے کو تشریف لے گئے

۳- ۱۹ تاریخ کی کارروائی - مولوی اور پادری صاحبان ۱۹ تاریخ کی صبح کو اور بعض صاحب رات کو تشریف لائے ہوئے۔ بعض صاحبوں نے سوامی جی کے ڈیرہ پر جا کر یہ فرمایا کہ اہل ہنود اور اہل اسلام مل کر پادریوں کے مذہب کا کھنڈن یعنی تردید کریں۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ اس میلہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کسی کی پکش پات یعنی طرفداری نہ کرے بلکہ میری سمجھ میں تو یہ اچھی بات ہے کہ ہم اور مولوی صاحبان اور پادری صاحبان پریتی سے مل کر ستیہ کا نرنے یعنی تحقیقات کریں کسی سے ورودھ یعنی برخلافی کرنی اچھی نہیں۔ اس کے بعد میلہ جلسہ کی شرائط قائم کرنے کے لئے یہ تجویز ہوئی کہ جو ڈیرہ واسطے جلسے کے تجویز تھا بیچ اس میں سب صاحب جمع ہو کر اس باب میں گفتگو کریں۔ مگر پادری صاحبان نے فرمایا کہ تنہائی میں بیٹھ کر بات قرار پا جاوے تو بہتر ہے۔ اس ڈیرہ میں بہت ہجوم ہو جاوے گا۔ اس پر سب صاحبوں کا اتفاق ہو کر پادری صاحبان کے ڈیرہ پر تشریف لے گئے اور دو دو صاحبان ہر ایک مذہب میں سے منتخب ہو کر سبھاسد یعنی ممبر قرار پائے۔ سوامی دیانند سرستی جی مہاراج اور منشی اندرمن صاحب تو آریہ لوگوں کی جانب سے اور مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی سید ابو المنصور صاحب اہل اسلام کی طرف سے اور پادری نوبل صاحب اور پادری جان ٹامسن صاحب جملہ مسیحی عیسائیوں کی طرف سے۔ اور مولوی محمد طاہر عرف غوثی میاں صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ شاہجہانپور اور لالہ رام پرشاد صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ شاہجہانپور اور منشی پیارے لال صاحب اور منشی مکتا پرشاد صاحب رئیس چاندا پور منتخب ہو کر سبھا کرنے لگے۔ لیکن اس پر اس قدر طویل تقریر کی نوبت پہنچی کہ کوئی پوری شرائط قائم ہونے نہیں پائیں۔ صرف وہ سوالات پیش ہو کر منظور ہوئے جو آگے لکھے ہیں اور جلسہ سبھا کا وقت ساڑھے سات سے گیارہ بجے تک قبل دوپہر اور ایک بجے سے چار بجے تک بعد دوپہر قرار پایا۔ پادری صاحبان نے یہ بھی فرمایا کہ ہم دو روز سے زیادہ قیام نہیں کر سکتے کیونکہ اشتہار میں بھی دو روز کے واسطے میلہ ہے۔ اگر ہم کو اول معلوم ہوتا تو ہم ٹھہر سکتے تھے۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم اس اقرار پر آئے تھے کہ میلہ کم سے کم پانچ روز اور زیادہ سے زیادہ آٹھ روز تک رہے گا۔ اس عرصہ میں سب مذہبوں کا حال اچھی طرح سے معلوم ہو سکتا تھا منشی اندرمن صاحب نے جواب دیا کہ سوامی جی آپ خاطر جمع رکھیں ایک ہی دن میں سچا مذہب معلوم ہو جاوے گا۔ صبح کا وقت اسی بحث و کھانا کھلانے میں گزر گیا۔ ایک بجے کے بعد جبکہ بہت لوگ جمع تھے مولوی اور پادری صاحبان پہلے سے پہنچ کر کرسی نشین ہو رہے تھے سوامی جی نے فرمایا کہ یہاں تو کھڑے ہونے تک کے لئے بھی جگہ نہیں ہے بلکہ اس ڈیرے میں سبھا کے ہونے سے سب لوگ تقریر کو سن نہیں سکیں گے پس اگر ڈیرہ کے باہر جلسہ سبھا کا ہو جاوے تو مناسب ہے۔ چنانچہ بالاتفاق سایہ باغ میں فرش کرایا گیا اور کرسیاں بچھوائی گئیں تب سب صاحبان حفظ مراتب کے ساتھ کرسی نشین ہو گئے۔ بعد یہ قاعدہ بالاتفاق تجویز ہوا کہ نصف نصف گھنٹہ تک ہر ایک صاحب بجلسہ برسر منبر ان سوالوں کے جوابات فرما دیں اور پھر جس کسی کو جو اعتراض ہو دس دس منٹ تک سوال کریں اور جواب دیں اور نیز یہ شرط بھی لگائی گئی کہ ان دس منٹوں میں کوئی دوسرا شخص دخل نہ دے۔ اس پر سب صاحبوں نے اتفاق رائے کیا۔ اور منشی پیارے لال صاحب

شکر کرتے ہوئے بآواز بلند تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اول شکر پرمیشور کا ادا کرنا چاہئے جو سب جگہ موجود اور محیط ہے اور یہ خوش قسمتی ہم لوگوں کی ہے کہ آج اس نے ہم سب کو ایسے شبھ وقت کے قبضے میں دیا کہ سب لوگ مذہبی گفتگو دل کھول کر کر سکتے ہیں۔ سو سب اس کے شکریہ جناب مسٹر رابرٹ جارج ... صاحب بہادر کلکٹر اور مجسٹریٹ ضلع کا ادا کرنا چاہئے کہ صاحب ممدوح نے اپنی قدر دانی اور فیض رسانی سے اس میلہ پر ہم کو ... بخوشی منظور فرمایا۔ ... زبان کو طاقت نہیں کہ بیان میں لاوے، آج ہم ... اور خوش نصیبی اس دن کی ہے کہ صاحبان عالیشان اور علما و واقف کار ہر ایک مذہب کے تشریف فرما ہیں۔ صاحبو! یہ دنیا مسافر خانہ ... کی کا کچھ بھروسہ نہیں آج کے روز پرمیشور کے فضل کا ظہور ہے کہ سب صاحبوں نے عالی ہمتی سے قصد کر کے اس جلسہ کو رونق بخشی ہے اور اپنے اپنے مذہب مقدس کی خوبیاں نہایت ملائمت اور شیریں زبانی سے بیان فرما دیجئے کہ جن کی کلام اور بیانات سے علاوہ نجات کا ثبوت حاضرین جلسہ کو حاصل ہو ... اس ... پرمیشور کا شکریہ ادا کر کے دست بدعا ... اس جلسے کے ہوں اور صاحبان ہیں جو اپنی خوشی سے ... اور عالی ہمتی سے تشریف فرما ہو کر اس جلسہ کو رونق بخش فرمایا ان کی تعریف قلم کو طاقت نہیں کہ تحریر میں لاوے اور زبان کو یارا نہیں کہ بیان کر سکے بجز اس کے کہ ہزار ہا شکر اس پاربرہم کا ہے۔ بعد ازاں اس بات پر گفتگو ہوئی کہ کون کون شخص مجلس ہر سہ مذاہب کی گفتگو کرے۔ اہل اسلام کی طرف سے اور اہل عیسائیوں کی طرف سے پانچ پانچ صاحب قرار پائے اور اہل آریوں کی جانب سے صرف سوامی دیانند سرسوتی مہاراج اور منشی اندرمن صاحب تجویز ہوئے۔ مولوی پادری صاحبان نے بہت اصرار کیا کہ تم بھی اپنی جانب سے پانچ شخص مقرر کرو۔ سوامی جی نے فرمایا کہ ہم دو ہی شخص کافی ہیں۔ تاہم مولوی صاحبان نے پنڈت لکشمی دت صاحب شاستری متوطن بنارس ... ماسٹر شاہجہانپور کا نام خود بخود ہی پادری صاحب سے لکھوا دیا۔ تب سوامی جی نے پھر ان سے یہ کہا کہ آپ کو محض اپنی جانب کے انتخاب کرنے کا اختیار ہے ہماری جانب کے انتخاب اور انتظام میں مداخلت کرنے کا آپ کو کچھ اختیار نہیں ہے اور پنڈت لکشمی دت شاستری صاحب سے سوامی جی نے فرمایا کہ آپ یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ باہم ہمارے اور تمہارے ... کرا کے آپ تماشا دیکھیں گے۔ بوصف اس بات کے کہ ایک مولوی صاحب نے پنڈت لکشمی دت شاستری صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تم بھی اپنا نام لکھوا دو ان کے کہنے سے کیا ہوتا ہے ... سوامی جی نے پھر بھی یہی جواب دیا کہ بانیان میلہ وغیرہ اور آریہ لوگوں کی رائے کا اتفاق ہو تو نام ان کا لکھوا دو ورنہ محض تمہارے کہنے سے ہی ان کا نام نہیں لکھا جائیگا۔ بعد ایک اور مولوی صاحب اٹھ کر بولے کہ سب ہندوؤں سے پوچھا جائے کہ ان دونوں کے نام لکھوانے میں سب کی رائے کا اتفاق ہے یا نہیں۔ سوامی جی نے کہا کہ جیسے آپ کو بجز فرقہ سنت جماعت کے اہل شیعہ وغیرہ فرقوں نے اتفاق کر کے نہیں بٹھلایا علیٰ ہذا القیاس پادری صاحب کو رومن کیتھولک وغیرہ فرقوں نے مقرر نہیں کیا ایسے ہی گو کہ آریہ لوگوں میں عجب نہیں کہ ہماری نسبت بعض متفق الرائے ہوں گے اور بعض مخالف الرائے مگر آپ کو کسی صورت ہمارے مذہب میں دخل دینے کا اختیار نہیں ہے۔ منشی اندرمن صاحب نے فرمایا کہ ہم سب آریہ لوگ وید شاستروں کو مانتے ہیں اور شاستری صاحب بھی وید شاستروں کو مانتے ہیں اگر کسی صاحب کا مذہب آریہ لوگوں میں سے وید شاستروں کے برخلاف ہو تو ... مذہب قائم کر کے ... غرض اس قیل و قال سے مولوی صاحبان

کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں جھگڑیں تو ہم لوگ تماشا دیکھیں اس کے بعد پادری صاحبان نے فرمایا کہ جو چھپا پانچویں سوال میں بیان ہونا چاہئے مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ جیسا ہر ایک سوال جیسے سلسلہ وار ہے ویسے ہی ہر ایک سوال میں گفتگو ہو تو بہتر ہے اس پر سوامی جی منشی اندرمن صاحب منشی مکتا پرشاد و منشی پیارے لعل صاحب نے بھی اتفاق رائے کیا غرض اتنے میں گھنٹہ بجا یعنی گفتگو میں بحث وغیرہ امر طے ہو رہا تھا کہ اول کون صاحب جواب دیں یہاں تک کہ ڈیڑھ بج گئے مولوی صاحبوں نے فرمایا کہ ہمارے نماز پڑھنے کا وقت آگیا لہذا سب صاحب نماز پڑھنے کو تشریف لے گئے جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اول میں ایک گھنٹہ سوائے سوالات مذکورہ کے اپنے اعتقاد کے مطابق بیان کرتا ہوں اور پھر اس میں جس کسی صاحب کو اعتراض ہو وہ فرماویں پس اس کا جواب دوں گا چنانچہ سب نے منظور فرمایا۔ خلاصہ تقریر مولوی محمد قاسم صاحب بعد حمد و ثنا اس نے یہ فرمایا کہ جس جس وقت میں جو جو حاکم ہو اسی کی اطاعت کرنی ضرور ہے جیسے اس وقت میں گورنمنٹ کی ہی خدمت کرتے اور اسی کا حکم مانتے ہیں جس کے حکم کا وقت گزر چکا نہ کوئی اس کی خدمت کرتا ہے اور نہ اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور جیسے جب کوئی قانون منسوخ ہو جاتا ہے تو اس کے احکام کی تعمیل کوئی نہیں کرتا اور جو قانون بجائے قانون منسوخہ جاری ہوتا ہے اس کی تعمیل سب پر واجب آتی ہے تو انہیں نظائر کے مطابق جو جو اوتار اور پیغمبر پہلے زمانوں میں تھے اور جو کتابیں یعنی توریت و زبور و انجیل ان کے عہد میں نازل ہوئی تھیں اب ان کی تعمیل نہ ہونی چاہئے اس زمانہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صاحب ہیں اس واسطے ان کو پیغمبر ماننا چاہئے اور جو کلام اللہ یعنی قرآن شریف ان کے عہد میں نازل ہوئی اس پر عمل کرنا چاہئے اور ہم سری رام اور سری کرشن وغیرہ اور عیسے مسیح کی مذمت نہیں کرتے کیونکہ وے اپنے اپنے وقت میں اوتار اور پیغمبر تھے لیکن اس وقت تو حضرت محمد صاحب کا ہی حکم چلتا ہے دوسرے کا نہیں اور جو کوئی ہمارے مذہب یا قرآن شریف یا حضرت محمد صاحب کو برا کہیگا وہ واجب القتل ہے۔ پادری نول صاحب محمد صاحب کے پیغمبر اور قرآن شریف کے خدا کی کلام ہونے میں شک ہے کیونکہ قرآن میں جو جو بات لکھی ہے سو سو بائبل شریف کی ہے لہذا قرآن مجیدی کتاب آسمانی نہیں ہو سکتی اور حضرت عیسیٰ مسیح کے اوتار ہونے میں بھی کچھ شک نہیں کیونکہ اس کے واسطے جا بجا لکھا ہے کہ وہ پاپیوں کا بچانے والا ہے یعنی اسی کے وسیلے سے آدمی مکتی یعنی نجات پا سکتا ہے۔ اور اس نے معجزے بھی دکھلائے تھے۔ ہم حضرت عیسیٰ کو پیغمبر مانتے ہیں اور بائبل کو کتب آسمانی بھی مانتے لیکن عیسائی قوم نے اس میں تحریف یعنی بہت کچھ کم بیش کر دیا ہے اس واسطے وہ اصل نہیں اور چونکہ وہ پرانی ہے قرآن شریف سے منسوخ بھی ہو گئی ہے اس واسطے وہ اعتبار کے قابل نہیں رہی اور ہمارے حضرت پیغمبر صاحب خاتم الانبیا یعنی آخری پیغمبر تھے اس لئے ہمارا مذہب سچا ہے۔ پھر دیگر مولوی صاحبان نے بائبل میں سے ایک آیت پادری صاحب کو دکھلائی اور بیان کیا کہ آپ ہی صاحبوں نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت کا پتہ نہیں انا نیپ جن صاحب نے یہ لکھا ہے وہ راست گو تھا یعنی اگر اس نے تحریری غلطی کو ظاہر کر دیا تو

کچھ برا نہیں کیا۔ اور ہم لوگ سچ کو چاہتے ہیں جھوٹ کو نہیں اس لئے ہمارا مذہب سچا ہے۔ مہم۔ یہ تو صحیح ہے کہ کچھ برا نہیں کیا لیکن جب کہ کسی کتاب میں یا دستاویز میں ایک بات بھی جھوٹی ہوئی ثابت ہو جائے تو تمام وہ کتاب کسی صورت میں قابل اعتبار نہیں رہتی اور وہ دستاویز قابل پذیرائی عدالت ہو سکتی ہے پ۔ کیا قرآن شریف میں تحریر کی عیب نہیں ہو سکتا لہذا اس بات پر اصرار کرنا اچھا نہیں اور ہم راستی ہی کو پسند کرتے ہیں اور راستی ہی کے متلاشی رہتے ہیں اس باعث سے اس تحریر کی غلطی کو ہم نے قبول کر لیا اور تمہارے قرآن میں بہت تحریف ہوئی جس کی تائید میں ایک مولوی عیسائی نے بزبان عربی بہت کچھ بیان کیا اور سورۃ کے حوالے دئیے۔ مہم۔ آپ بڑے متلاشی راستی کے ہیں اگر آپ کو راستی ہی پسند ہے تو تین خدا کیوں مانتے ہیں۔ پ۔ ہم تین خدا نہیں مانتے بلکہ وہ تینوں ایک ہی ہیں یعنی واحد حقیقی سے مراد ہے۔ جیسے مسیح میں انسانیت اور الوہیت دو قسمیں اسی سبب سے وہ دو قسم کے کام کرتا ہے یعنی انسانیت کی رو سے انسان کا کام اور خدا کی رو سے خدا کا کام یعنی معجزہ دکھلاتا ہے۔ مہم۔ واہ واہ ایک میان میں دو تلوار کیونکر رہ سکتی ہیں یہ کہنا پادری صاحب کا محض غلط ہے اس نے تو کہیں نہیں کہا کہ میں خدا ہوں لیکن تم زبردستی اس کو خدا بناتے ہو۔ پ۔ ایک آیت انجیل کی پڑھ کر دیکھو۔ ایک آیت جس میں یہ مسیح نے اپنے آپ کو کہا ہے اور کئی ایک معجزے بھی دکھلائے ہیں جس سے اس کے خدا ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ مہم۔ جو وہ خدا تھا تو اپنے آپ کو صلیب سے کیوں نہ بچا سکا۔ ایک ہندوستانی پادری صاحب نے چند آیتوں کا قرآن میں تناقض دکھلایا اور فرمایا کہ امر اور نہی منسوخ ہوتے ہیں اخبار منسوخ نہیں ہو سکتے سو آپ کے قرآن میں اخبار منسوخ ہیں اور رسول بیت المقدس کی طرف سجدہ کرتے تھے بعد کعبہ کی طرف کرنے لگے اور چند آیتوں کے معنے بھی پڑھ کر سنائے اور کہا کہ بغیر جیسے مسیح پر ایمان لائے کسی کی مکتی نہیں ہو سکتی اور تمہارے قرآن میں بائبل کا ماننا اور جیسے مسیح کا ماننا لکھا ہے۔ تم لوگ کیوں نہیں مانتے ہو غرض اس طرح کی تقریریں کہتے کہتے شام ہو گئی۔

۲۰ مارچ کی کارروائی۔ ساڑھے سات بجے صبح کے سب صاحب تشریف لائے اور اپنے اپنے موقع پر کرسی نشین ہو گئے اور منشی مکتا پرشاد صاحب اور منشی پیارے لعل صاحب کی طرف سے حسب ذیل پانچ سوال جو کہ کمیٹی نے منظور کئے تھے پیش ہوئے۔ پہلا۔ دنیا کو پرمیشور نے کس چیز سے اور کس وقت اور کس واسطے بنایا۔ دوسرا۔ ایشور سب میں ہے یا ایک یعنی ذات الٰہی محیط کل اشیاء ہے یا نہیں۔ تیسرا۔ ایشور دیالو کارنی اور دیالو یعنی عادل اور رحیم کس طرح ہے۔ چوتھا۔ وید بائبل اور قرآن ایشور کا کلام ہے یعنی کلام الٰہی ہونے میں کیا دلیل ہے۔ پانچواں۔ مکتی یعنی نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ کچھ عرصے تک اس پر باہم گفتگو ہوتی رہی اور ایک دوسرے کو کہتا تھا کہ پہلے وہ شخص بیان شروع کرے لیکن آخر کار پادری اسکاٹ صاحب جو کہ ۲۲ مارچ کو شب کو تشریف لائے تھے پہلے سوال کا جواب دینا شروع کیا اور فرمایا کہ اگرچہ یہ سوال کسی کام کا نہیں ایسے سوال کے جواب دینے میں تضیع اوقات کرنا میری سمجھ میں اچھا نہیں لیکن چونکہ سب کی مرضی ہے

میں اس کا جواب دیتا ہوں ۔

پادری اسکاٹ صاحب - اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ ایشور نے یہ سنسار کس چیز سے بنایا ہے لیکن اتنا ہم جانتے ہیں کہ نیستی سے ہستی میں لایا کیونکہ پہلے سوائے ایشور کے دوسرا پدارتھ یعنی کوئی چیز نہ تھی اس نے اپنے حکم سے اس سرشٹی یعنی مخلوقات کو رچا ہے۔ اگرچہ یہ بھی ہم نہیں جان سکتے کہ اس نے کس وقت اس سنسار کو بنایا لیکن اس کا آغاز تو ہے پر حال کی تعداد ہم کو معلوم نہیں ہوتی نہ سوائے ایشور کے کوئی جان سکتا ہے۔ پس اس بات میں زیادہ تقریر کرنا ٹھیک نہیں۔ ایشور نے کس لئے اس جگت کو بنایا اگرچہ اس کا جواب بھی ہم لوگ ٹھیک نہیں جان سکتے لیکن اتنا ہم لوگ جانتے ہیں کہ سنسار کے سکھ یعنی آرام کے لئے ایشور نے یہ سرشٹی کی ہے کہ جس میں ہم لوگ سکھ پاویں اور سب قسم کے آنند کریں اس لئے ایشور نے جگت کو بنایا ہے۔ ہم سائنس سے اپنے وجود خاص سے ظاہر یعنی پیدا کیا۔ اس سے جب ہم جان نہیں ہو سکتے تو اس کے بابت نہ ہوتے ملک سے یہ دنیا یعنی یہ کتنا لاحاصل ہے کیونکہ ہم کو روٹی کھانے سے کام ہے نہ یہ کہ روٹی کب بنی ہے اس سے کیا غرض ہے یہ عالم مخلوق کے واسطے بنایا گیا ہے کیونکہ سب چیزیں انسان کے لئے خدا نے بنائی ہیں اور ہم کو اپنی عبادت کرانے کے لئے بنایا ہے دیکھو زمین ہمارے لئے ہے ہم کو زمین کے لئے نہیں بنایا کیونکہ اگر ہم نہ ہوں تو زمین کا کچھ حرج نہیں لیکن زمین کے نہ ہونے سے ہمارا سب حرج ہوتا ہے ایسے ہی پانی ہوا آگ وغیرہ سب چیزیں انسان کے لئے بنائی گئی ہیں سو انسان ساری مخلوق سے اشرف ہے انسان کو عقل بھی اسی تصرف کے پہچاننے کو دی ہے پس انسان کو اپنی عبادت کے لئے اور اس عالم کو انسان کے لئے بنایا ہے ۔

سوامی دیانند سرستی مہاراج - پہلے میری سب مسلمانوں اور عیسائیوں اور جینی والوں سے یہ گذارش ہے کہ یہ میلہ کیول یعنی صرف ستیہ کے نرنے یعنی سچ کی تحقیقات کے لئے منعقد ہوا ہے اور یہی منشی پیارے لعل صاحب اور منشی مکتا پرشاد صاحب مع جملہ میلہ کا پریوجن یعنی مقصد ہے کہ ان سب مذاہب میں سچا مذہب کونسا ہے تاکہ ہم اس سے واقف ہو کر اسی کو ست سمجھیں اور جھوٹے خیالات کو چھوڑیں۔ پس اس موقع پر ہار و جیت کی خواہش کسی کو نہ کرنی چاہئے کیونکہ سجنوں یعنی اچھے لوگوں کا یہی مقصد اصلی ہونا چاہئے کہ ست کی ہمیشہ جیت اور اسست کی ہار ہوتی ہے۔ لیکن جیسے مولوی لوگ کہتے ہیں کہ پادری صاحب نے یہ بات جھوٹی کہی ایسے ہی عیسائی کہتے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ بات جھوٹی کہی ایسی تقریر کرنا مناسب نہیں بلکہ حقیقت میں ودوانوں یعنی عالموں اور فاضلوں کے باہم یہ طریقہ سب مستعمل ہونا چاہئے کہ اپنے اپنے گیان اور ودیا یعنی عقل اور علم کے انوسار یعنی موافق ست کا منڈن یعنی سچائی کا ثبوت اور اسست کا کھنڈن یعنی باطل کی تردید مع تشریح کومل بانی یعنی شیریں زبانی اور شائستگی کے ساتھ کریں جس سے سب لوگ پریتی یعنی محبت سے فکر ست کا پرکاش یعنی راستی کا اظہار کریں ایک دوسرے پر طعن نہ کرنا برے برے بچوں یعنی وید کلامی سے جلنا اور بخش سے یعنی مخالفت سے کہنا کہ یہ ہارا اور یہ جیتا

ایسا طریق ہرگز سلوک نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ سب پرکار یعنی ہر طرح سے پکش پات یعنی طرفداری کو چھوڑ کر سچ سچ بھاشن یعنی راست راست بیان کرنا سب کا اُچت یعنی واجب ہے ایک دوسرے سے ورودھ واد کرنا یہ اودیا وانوں یعنی بے علموں کا سبھاؤ یعنی عادت ہے۔ ودیا وانوں یعنی عالموں کا نہیں۔ اس سے میری یہ غرض ہے کہ کوئی اس میلہ میں یا اور کہیں کٹھور پن کا بھاشن یعنی سخت کلامی نہ کریں۔ اب میں اس پہلے پرشن کا اُتر کہ ایشور نے جگت کو کس چیز سے ہو کس سے اور کس لئے بنایا۔ اپنی چھوٹی بدھی اور ودیا کے انوسار دیتا ہوں۔ پرمیشور نے سب سنسار کو پرکرتی ارتھات جس کو اویکت اویاکرت اور پرمانو یعنی جوہر لا یتجزیٰ وغیرہ ناموں سے کہتے ہیں بنایا ہے سو یہی جگت کا اُپادان کارن ہے جس کو وید آدی شاستروں میں نت یعنی قدیم کر کے نرنے کیا ہے اور یہ سناتن ہے۔ جیسے ایشور اناد ہے ویسے ہی سب جگت کا کارن یعنی علت اصلی بھی اناد ہے۔ جیسے ایشور کا آد و انت یعنی آغاز اور انجام نہیں ویسے اس جگت کے کارن کا بھی آد و انت نہیں ہے جتنے اس جگت میں پدارتھ دیکھتے ہیں اُن کے کارن سے ایک پرمانو بھی ادھک یا نیون یعنی زیادہ و کم کبھی نہیں ہوتا جب ایشور اس جگت کو رچتا ہے تب کارن یعنی علت سے کاریہ یعنی معلول کو بنا لیتا ہے۔ سو جیسا یہ کاریہ جگت دیکھتا ہے ویسا ہی اس کا کارن ہے سوکشم دریوں یعنی لطیف چیزوں کو ملا کر استھول دریوں یعنی کثیف چیزوں کو رچتا ہے تب استھول دریہ ہو کر دیکھنے اور بیوہار کے جوگ یعنی کارآمد ہوتا ہے اور جو انیک پرکار یعنی نوع بہ نوع کا جگت دیکھتا ہے اس کو اسی کارن سے ایشور نے رچا ہے اور جب پرلے کرتا ہے تب اس استھول جگت کے پدارتھوں کے پرمانوؤں کو جدا جدا کر دیتا ہے کیونکہ جو جو استھول سے سوکشم ہوتا ہے وہ آنکھ سے دیکھنے میں نہیں آتا تب بال بدھی لوگ یعنی طفلانہ عقل والے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ دریہ نہیں رہا پرنتو وہ سوکشم ہو کر آکاش میں ہی رہتا ہے کیونکہ کارن کا ناش کبھی نہیں ہوتا

لہ جب کوئی شے بہت چھوٹی صورت کی یعنی ذرہ ہو جاتی ہے تو پھر اسے اور چھوٹا کرنا غیر ممکن ہے اگر کسی شے کے حصے کرتے کرتے ایک اتنا چھوٹا سا حصہ ہو رہے کہ پھر اس کا حصہ کرنا غیر ممکن ہو تو اس چھوٹے حصہ کو ذرہ کہتے ہیں جتنے اجسام دنیا میں ہیں وہ سب ذروں سے بنتے ہیں کسی پتھر کو توڑ سکتے ہیں اور نہایت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو الگ کر سکتے ہیں پر یہ ذرے جن کے جمع ہونے سے پتھر بنتا ہے ہمیشہ کسی نہ کسی صورت کے بنے رہتے ہیں۔ کوئی ایک ذرہ بھی اس جہان میں سے نہیں نیست ہوتا صرف صورت اور حالت تبدیل ہوا کرتی ہے جب ہم بتی جلاتے ہیں تو دیکھتے ہیں یہ خیال پڑتا ہے کہ تھوڑی دیر میں سب بتی نیست ہو گئی نہ جانے کیا ہو گئی پر حقیقت یہ ہے کہ ذرے جتنے بتی میں تھے ہوا کی طرح کی ہوائی صورت پر ہو جاتے ہیں کوئی ایک ذرہ بھی نہیں نیست ہوتا۔

اور ناش[1] الوپ شٹ کو کہتے ہیں ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ہے سو آگے کو ہوتا ہے اور جو نہیں وہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ پس اس بات سے ثابت ہو چکا ہے کہ بنا بھاؤ سے بھاؤ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس جگت میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کا کارن کوئی نہ ہو اس سے یہ سدھ ہوا کہ بھاؤ سے ہی بھاؤ ہوتا ہے اور مقالات استی سے استی یعنی ہستی سے ہستی یا وجود سے وجود ہوتا ہے ناستی سے استی یعنی نیستی سے ہستی یا عدم سے وجود کسی پرکار نہیں ہو سکتا ہے جو تو بیاگھات سدھ ہے یعنی اپنی بات کو آپ ہی کاٹنے کے برابر یا مانند بات ہے۔ جیسے کسی چیز کا اتینتا بھاؤ یعنی عدم مطلق کہکر پھر یہ بھی کہنا کہ اس کا بھاؤ یعنی وجود ہو گیا صریح بیاگھات یا پرودھ یعنی جیسے قول کے برخلاف بات ہے اس کو کوئی بدھیاوان نہیں مانے گا کہ بنا کارن کے کوئی کاریہ ہو سکے کیونکہ اس کو کوئی بھی کسی پرمان سے سدھ نہیں کر سکتا کہ ابھاؤ سے بھاؤ یعنی ناستی سے استی اور جگت کی اتپتی کو سدھ کر کے دکھلا دے۔ پس اس سے یہی جاننا چاہئے کہ ایشور نے جگت کی انادی اپادان کارن سے سب سنسار کے پدارتھوں کو بنایا ہے اپنے تئیں نہیں۔ اس طرح پر ہر پرکار کا بچار اپستھت ہوتا ہے یعنی دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ اول۔ جو جگت کا کارن ایشور ہو تو ایشور ہی سارے جگت کا روپ ہوا۔ گویا گیان سکھ دکھ جنم مرن ہانی لابھ نرک سورگ کشدھا ترشنا یعنی بھوک اور پیاس چھیدن یعنی کٹنا جور آدی یعنی تپ وغیرہ روگ

[1] یعنی وہ دیکھنے میں نہیں آتے یعنی ایک ایک پرمانو الگ الگ ہو جانے سے تب اس کا درشن نہیں ہوتا ہے جب وہی پرمانو مل کر استھول اور پیدا ہوتے ہیں تب درشٹی میں آتے ہیں یہ ناش اور اتپتی کی ویوستھا ایشور سے کہا گیا ہے اور ایسے ہی سدا کرتا جائیگا اس کی سنکھیا یعنی شمار نہیں کہ کتنی دفعہ ایشور نے سرشٹی اتپن یعنی پیدا کی اور کتنی دفعہ کر سکیگا اس بات کو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اب اس باب میں جاننا چاہئے کہ جو لوگ ناستی ارتھات ابھاؤ یعنی نیستی یا عدم سے ہستی یعنی وجود ہونا مانتے ہیں اور حکم یعنی شبد سے جگت کی اتپتی مانتے ہیں ان کا ماننا کسی پرکار سے ٹھیک نہیں ہو سکتا کیونکہ ابھاؤ یعنی نیستی یا عدم سے بھاؤ یعنی ہستی یا وجود کا ہونا سرتھا اسمبھو یعنی ہر حال میں ناممکن ہے جیسے کوئی کہے کہ بندھیا کے پتر کے پتر یعنی عقیم یا بانجھ عورت کے بیٹے کے بیٹے کا بیاہ یعنی شادی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہے تو اگر اس کے پتر ہوتا تو بندھیا کیوں کہلاتی پھر اس کے پتر کے ابھاؤ ہونے سے اس کے پتر کے پتر کا بیاہ کب ہو سکتا ہے جیسے کوئی کہے کہ میں کسی جگہ میں نہیں تھا اور یہاں آیا ہوں یا سانپ بل میں نہیں تھا اور نکل بھی آیا تو ایسی بات دیوانوں کی سی ہوتی ہے اس میں کوئی پرمان نہیں ہے کیونکہ جو چیز ہے ہی نہیں وہ کیونکر ہو سکتی ہے۔ جیسے ہم لوگ اپنے استھانوں میں نہیں ہوتے تو یہاں چل کر کبھی نہ آسکتے تھے ۔

بندھ اور موکش یعنی گرفتاری اور نجات سب ایشور میں ہی منحصر ہوتے ہیں گویا کہ کل چیدرشٹ آدک ایشور ہی بن گیا ہے دوسری جو ساگری یعنی لوازم مانیں تو ایشور کاریگر کے سمان ہوتا ہے یعنی صانع مخلوق کا تو جواب یہ ہے کہ کارن تین پرکار کا ہوتا ہے اپادان یعنی علت مادی اُس کو کہتے ہیں کہ جس کو گرہن کر کے کسی پدارتھ کو بناوے جیسے مٹی کو لے کر گھڑا اور سونا لے کر زیور اور روئی لے کر کپڑا بنایا جاوے۔ دوم۔ نمت یعنی علت فاعلی جیسے کمہار یعنی ودیا اور سامرتھ کے ساتھ گھڑے کو بناتا ہے۔ سوم۔ سادھارن یعنی علت آلی یعنی چاک وغیرہ سادھن اور دشا آکاش اور کال وغیرہ۔ اب جو ایشور کو جگت کا اُپادان کارن مانیں تو ایشور ہی جگت روپ بنتا ہے کیونکہ مٹی سے گھڑا جدا نہیں ہو سکتا اور نمت کارن مانیں تو جیسے کمہار بغیر مٹی کے گھڑا نہیں بنا سکتا اور جو سادھارن کارن مانیں تو دونوں صورتوں میں وہ پرادھین یعنی محتاج یا جڑ ٹھہرتا ہے۔ اسی وجہ سے جو یہ کہتے ہیں کہ ایشور جگت روپ بن گیا ہے تو اُن کے مت سے چوری وغیرہ ہونے کا دوش ایشور کی نسبت عاید ہوتا ہے اس سے ایسی ویوستھا اسباب میں ماننی چاہئے کہ جگت کا کارن انادی ہے اور نانا پرکار کے جگت کو بنانے والا پرمیشور ہے اس صورت میں جگت کا کارن اور جیو بھی اپنے سروپ سے انادی ہے اور پرواہ جگت تھا جیووں کے کرم اور استھول کارج جگت نت پرواہ سے انادی ہے۔ ایسے ماننے بنا کسی پرکار سے نرباہ نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ودیاوان ناستک سے استک مان سکتا ہے۔ اب یہ کہ ایشور نے کس سمے یعنی کس وقت جگت کو بنایا ہے اور تمام سنسار کو بنے ہوئے کتنے برس ہو گئے ہیں اس کا جواب دیا جاتا ہے سنو بھائیو اس سوال کا جواب ہم اور یہ لوگ تو دے سکتے ہیں آپ لوگ نہیں دے سکتے کیونکہ آپ لوگوں کے مت یعنی مذہب کوئی اٹھارہ سو برس سے کوئی تیرہ سو برس سے کوئی پانچ سو اور سات سو برس سے اُتپن یعنی پیدا ہوئے ہیں تو ان کے مت میں جگت کے اتہاس کے برسوں کا لیکھ یعنی تحریر کسی پرکار سے نہیں ہو سکتی اور ہم آریہ لوگ سدا سے کہ جب یہ سرشٹی ہوئی ہے تب سے برابر ودیاوان ہوتے چلے آئے ہیں اور اسی دیش سے سب ملکوں میں ودیا گئی ہے۔ اس بات میں سب دیش والوں کے اتہاسوں یعنی تواریخوں کا پرمان ہے کہ آریہ ورت سے مصر دیش میں اور مصر دیش سے یونان میں اور یونان سے یورپ وغیرہ میں ودیا پھیلی ہے اس لئے اس کا اتہاس دوسرے کے مت میں نہیں ہو سکتا دیکھو ہم آریہ لوگ سنسار کی اُتپتی اور پرلے کے وشئے میں وید آدی شاستروں کی ریت سے سدا سے جانتے ہیں کہ ہزار چترجگوں یعنی چوکڑیوں یا چار جگوں کا ایک برہم دن اور اتنے ہی جگوں چوکڑیوں کی برہم راتری ہوتی ہے اور اُتپتی جگت کی اُتپتی ہو کے جب تک کہ برتمان ہوتا ہے اس کا نام برہم دن ہے اور پرلے ہو کے ہزار چوکڑی جگوں کی برت تک اُتپتی نہیں ہوتی اس کا نام برہم راتری ہے اور اس میں ۱۴ منونتر ہوتے ہیں ہر ایک منونتر اکہتر چوکڑی جگوں کا ہوتا ہے سو

اس کے ساتواں ویوسوت منونتر گزر رہا یعنی بیت رہا ہے اور اس سے پہلے چھ منونتر گزر چکے ہیں یعنی
سوایمبھو سواروچش اوتم تامس رَیوت چاکشش

پس ایک ارب چھیانوے کروڑ آٹھ لاکھ باون ہزار نو سو چھہتر برس یعنی ۱۹۶۰۸۵۲۹۷۶ برسوں کا بھوگ ہوچکا ہے اب دو ارب تینتیس کروڑ بتیس لاکھ ستائیس ہزار چوبیس برس یعنی ۲۳۳۳۲۲۷۰۲۴ برس اس سرشٹی کو بھوگ کرنے کے باقی ہیں سو ہمارے دیش کے اتہاسوں میں چھٹا اشت کرم سے یعنی جیوں کے تیوں بالترتیب سب باتیں لکھی ہیں اور جوتش شاستر میں بھی برتی ہوا ہے یعنی تاریخ وار برتی صحت یعنی ایک ایک سال گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں اور جوتش اور جوتش کی رت سے جو روش پتر بنتا ہے اس میں بھی برابر سب کو کرم سے لکھتے چلے آتے ہیں یعنی ایک ایک برس بھوگ میں آیا گھٹاتے بڑھاتے آتے ہیں سب آریہ ورت دیش کے اتہاسوں میں اس بات میں یہ برابر یعنی اختلاف نہیں پھر جبکہ جین مت والے اور مسلمان اس دیش کے اتہاس پستکوں کا ناش کرنے لگے تب آریہ لوگوں نے سرشٹی کے اتہاس کو کنٹھ یعنی حفظ کرلیا سو بالک سے لیکر بڈھے برہمن تک یہ برتی یعنی سنکلپ اچارن کرتے ہیں کہ جس کو سنکلپ کہتے ہیں۔

ॐ तत्सत् श्री ब्रह्मणो द्वितीये प्रहरार्द्धे वैवस्वते मन्वन्तरेऽष्टाविंशतितमे कलि-
युगे कलिप्रथमचरणेऽमुकसंवत्सरेऽमुकमासेऽमुकपक्षेऽमुकनामे दिवसे

اس کو بھی بچارے کہ سرشٹی کے برسوں کی گنتی برابر چلی آتی ہے اگر کوئی کہے کہ ہم اس بات کو نہیں مان سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو یہ پہلے سے متی وار یعنی تاریخ وار دن بڑھاتے چلے آتے ہیں اور جوتش شاستروں میں بھی ویسے ہی لکھا ہے اور اتہاسوں میں بھی اسی پرکار سے لکھا ہے تو اس کو متعصب کوئی نہیں کر سکتا جیسے ہی کہا ہے برتی یعنی روز متی وار تاریخ وار لکھتے ہیں اس کو جھوٹھ کوئی کر سکتا اور جو کوئی کہے اس سے بھی کوئی پوچھیگا کہ تمہارے مت میں سرشٹی کی اُتپتی کو کتنے برس ہوئے ہیں تب کوئی چھ ہزار برس کوئی سات ہزار و آٹھ ہزار برس بتلاتا ہے وہ بھی گویا اپنی کتابوں کے رو سے کہتا ہے تو اس کو کوئی نہیں مانیگا کیونکہ وہ پُستک کی بات ہے اور جغرافیا یعنی زمین کے طبقات یعنی تبدیلی کے نتیجے کی مدت معلوم ہونے کے علم سے بھی جو دیکھا جاتا ہے تو اس سے بھی اسی قدر اس کی تعداد شمار میں آتی ہے وہ بھی ہم آریہ لوگوں کے مت میں تو جگت کے برسوں کی گنتی بن سکتی ہے اور کسی کے مذہب میں نہیں بن سکتے یہ پیدائش سرشٹی کی اُتپتی کے برسوں کی ٹھیک سب لوگوں کو ماننا اُچت یعنی واجب ہے۔ سوم کس لئے سرشٹی بنائی اس کا جواب یہ ہے کہ جیو اور جگت کا کارن سروپ سے انادی یعنی جیو کے کرم اور کاریہ جگت پرواہ سے انادی ہے۔ جب پرلے ہوتا ہے تب جیووں کے کچھ کرم شیشٹ یعنی بالفعل باقی رہتے ہیں ان کرموں کے بھوگ کرانے کے لئے اور پھل دینے کے لئے ایشور سرشٹی کو رچتا ہے اور اپنے پکش پات رہت نیائے کو یعنی بے طرفداری کے عدل کو پرکاشت کرتا ہے۔ تھا ایشور میں گیان بل سو یا آدی اور رچنے کی یعنی اختراع کی جو اننت شکتی یعنی قدرت مطلق ہے اس کے پھل

کرنے کے لئے سرشٹی کو بنایا ہے جیسے آنکھ دیکھنے کے لئے اور کان سننے کے لئے موضوع ہیں ویسے ہی رچنا شکتی رچنے کے لئے موضوع ہے سو اپنی سب سامرتھا یعنی قدرت کی پھلتا یعنی مفید کرنے کے لئے اس جگت کو پرمیشور نے رچا ہے تاکہ لوگ سب پدارتھوں سے سکھ پاویں اور دھرم ارتھ کام موکش کی سدھی کرنے کے لئے جیووں کے شریر یعنی آنکھ وغیرہ سادھن بھی رچے ہیں کیونکہ اس سرشٹی کے کرنے میں بے انتہا پریوجن ہیں چونکہ وقت کم اور اُس کا بیان بہت طول ہے اتنے ہی سے عاقل لوگ جان لینگے ۔ چپ ۔ جس کی سیما یعنی حد ہوتی ہے وہ انادی نہیں ہو سکتا یعنی جگت محدود سے محدود ہے پس اس لئے وہ انادی نہیں ہو سکتا ۔ کوئی چیز اپنے آپ کو نہیں بنا سکتی لیکن ایشور نے جگت کو اپنی قدرت سے بنایا ہے کوئی نہیں جانتا کہ ایشور نے کس چیز سے بنایا ہے اور یہ بات بھی نے کبھی نہیں بتایا کس چیز سے جگت کو بنایا ہے ۔ جبکہ ساری چیزیں ہمیشہ سے ہیں تو ایشور کو ماننا لا حاصل ہے اور کوئی پیدائش کا وقت نہیں ہو سکتا ۔ مس ۔ پادری صاحب میرے بیان کو اچھی طرح نہیں سمجھے یعنی یہ کہ میں تو جگت کے کارن کو انادی کہتا ہوں پس جو کارج ہے سو انادی نہیں ہوتا جیسے میرا شریر ساڑھے تین ہاتھ کا ہے سو قبل پیدا ہونے ایسا نہیں تھا اور ناش ہونے کے بعد ایسا نہیں رہیگا پر اس میں جتنے پرمانو یعنی جزو لا یتجزی ہیں وہ نشٹ نہیں ہوتے اس شریر کے پرمانو الگ الگ ہو کر آکاش میں بنے رہتے اور ان پرمانوؤں میں جو سنجوگ اور بیوگ پھیلانے کی شکتی ہے وہ تو اوشیہ ان میں رہتی ہے جیسے مٹی سے گھڑا بنایا جو کہ بنانے کے پہلے نہیں تھا اور

۱۱ ۔ سب لوگ یہ بات دیکھتے ہیں کہ آگ سے موم بتی جل جاتی ہیں اب غور کرنا چاہئے کہ جب کوئی چیز جلتی ہے تو کیا ہوتا ہے دیکھنے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکڑی جل کر تھوڑی سی راکھ رہ جاتی ہے اب یہ جاننا چاہئے کہ کسی جسم کا کچھ حصہ حقیقت میں نیست ہو جاتا ہے یا صرف حالت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے جب موم بتی جلائی جاتی ہیں تو ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ موم نیست ہو گیا یہ نہیں نظر آتا کہ وہ کیا ہوا پر حقیقت میں موم بدل کر ہوائی شکل کی چیز نکل جاتا ہے اور ہوا میں ملنے کے سبب سے نہیں نظر آتا اس کے تجربہ کرنے کے لئے ایک بوتل کے اندر موم بتی جلاؤ اور اُس کا منہ بند کر دو تو ضرور ہے کہ اگر موم بتی کا کچھ حصہ ہوائی شکل میں تبدیل ہو جائیگا تو وہ بوتل کے باہر نہیں جا سکیگا ۔ یہاں اس تجربہ میں تھوڑے عرصے کے بعد یہ نظر آویگا کہ بتی بجھ گئی ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ بتی کیوں بجھی اس واسطے غور کرنا کہ بوتل کی ہوا میں اب کچھ فرق ہوا یا نہیں اس بات کو اس طرح سے معلوم کر سکتے ہیں تھوڑا سا چونے کا پانی اس بوتل میں ڈالو اور صرف ہوا بھری ہوئی بوتل میں بھی جس میں کوئی بتی جلی نہ ہو تو یہ نظر آویگا کہ جس بوتل میں بتی جلی ہے اُس میں چونے کا رنگ تبدیل ہو کر کچھ دودھ کا سا ہو جائے پر دوسری بوتل میں کچھ تبدیلی نہ ہوگی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بتی کے جلنے سے کچھ نئی چیز بوتل کی ہوا میں مل گئی ہے وہ ایک چیز ہوا کی طرح ہے جو نظر نہیں آتی ۔ حقیقت میں موم بتی کا کوئی ذرہ نیست نہیں ہوتا ۔ بلکہ جن چیزوں سے موم بتی بنتی ہے ان کی حالت میں فرق پیدا ہوتا ہے ۔

ناش ہونے کے بعد بھی نہیں رہیگا لیکن اُس میں جو مٹی ہے وہ نشٹ نہیں ہوتی اور جو گُن (صفت) یعنی
چکناپن اُس میں ہے کہ جس سے وہ پنڈ آکار یعنی شکل گول کے ہوتی ہے وہ مٹی میں ہمیشہ سے ہے
ویسے ہی سنجوگ اور ویوگ ہونے کی یوگتا پرمانوؤں میں ہمیشہ سے ہے اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ اُن
پرمانوؤں و ترسینوں سے یہ جگت بنا ہے وہ سب انادی ہیں کارج روپ نہیں اور جو تم نے یہ
کہا تھا کہ جگت کی چیز خود اپنے کو بنا سکتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ ایشور نے اُس کارن سے
اس جگت کو رچا ہے اور جو پادری صاحب نے کہا کہ قدرت سے جگت کو بنایا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ
قدرت کوئی چیز ہے یا نہیں اگر کہو کہ کوئی چیز ہے تو وہ انادی ہوئی والا یہ کہو کہ کوئی چیز نہیں ہے تو
اُس سے آگے کوئی دوسری چیزیں بن بھی نہیں سکتیں اور جو پادری صاحب نے یہ کہا کہ پنڈت
جی نے یہ نہیں بتایا کہ جس سے یہ جگت بنا ہے شاید پادری صاحب نے نہیں سنا ہوگا کیونکہ
میں نے تو پرکرتی آدی ناموں سے کارن کہا تھا جس کا نام پرمانو بھی ہے اس سے یہ کارج
جگت بنا ہے ٭

اب مولوی صاحب کا جواب دیتا ہوں۔ سب چیزوں کا کارن انادی ہے تو بھی ایشور کا ماننا ضرور
کیونکہ مٹی میں یہ سامرتھ یعنی طاقت نہیں کہ آپ سے آپ گھڑا بن جائے اور جو کارن ہوتا ہے
وہ آپ کارج روپ نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں بننے کا گیان نہیں ہوتا اور کوئی جیو بھی اُس کو
نہیں بنا سکتا۔ آج تک کسی نے کوئی چیز ایسی نہیں بنائی جیسا کہ سپرم ہے اس کو کوئی
نہیں بنا سکتا مثلاً پرمانوؤں کو کوئی پکڑ کے ان سے اس حکمت سے بنا سکے ایسا بھی آج تک
کوئی شخص نہیں ہوا ہے نہ اس سکے ہیں ہے کہ دو ترسینوں کا بھی سنجوگ کر سکے اس سے یہ ثبوت
ہوا کہ اس پرمیشور کی ہی یہ سامرتھ ہے کہ سب جگت کو رچے اور دیکھو عیسیٰ جی کی آنکھ کی رچنا ہے
اُس میں اتنی ودیا کا درشانت ہے کہ آج تک بڑے بڑے ویدوگ یعنی حکما بچار کرتے کرتے اپنی
عقل کو خرچ کر چکے ہیں تو بھی آنکھ کے جاننے کی ودیا باقی رہ گئی ہے کہ کس کس طرح کا بنا ہے اور کیا کیا
گُن اس میں ایشور نے رچے ہیں اس کو سمپورن کوئی نہیں جان سکا ایسا ایشور کی ہی سامرتھ ہے
اور دیکھو سورج اور چاند وغیرہ جگت کی رچنا اور دھارن کرنا ایشور ہی کا کام ہے تمام جیوں
کے کرموں کے پھل کا پہنچانا یہ صرف پرماتما کا ہی کام ہے دوسرے کا نہیں اس سے ایشور کا ماننا
ہو ثابت ہے۔ ایک ہندوستانی عیسائی۔ جبکہ دو چیزیں ایک کارج دوسرا کارن تو دونوں انادی
نہیں ہو سکتیں پس سے ایشور نے ناستی سے ہستی اپنی قدرت سے کی ہے۔ وصف دو قسم کے
ہوتے ہیں ایک باطنی دوسرے ظاہری۔ باطنی تو اپنی ذات میں ہوتے ہیں اور ظاہری دوسرے سے پہنچے
میں آتے ہیں اور باطنی اوصاف دوسرے میں جاکر ویسے ہی بن جاتے ہیں لیکن جس کے وصف
ہوتے ہیں وہ اُس سے جدا ہوتا ہے جیسے سورج کا عکس اگرچہ جس برتن میں پڑتا ہے ویسا ہی
بن جاتا ہے لیکن سورج نہیں بن جاتا ایسے ہی ایشور نے جگت اپنے ارادہ سے بنایا ٭ سوال اول
عیسائی صاحب کے بیان پر۔ آپ دونوں کے انادی ہونے میں کیوں شک کرتے ہیں کیونکہ جس قدر پیدا

اِس جگت میں بنتے ہیں۔ اُن سب کا مادی ارتھات پرکرتی آدی سب انادی ہیں۔ جو بھی انادی ہے۔
جس کی تعداد کوئی نہیں بیان کر سکتا اور ناستی سے استی کبھی نہیں ہو سکتی جیسا میں پہلے کہہ
چکا ہوں۔ پر تو آپ جو کہتے ہیں کہ قدرت سے بنایا تو بتاؤ کہ قدرت کیا چیز ہے۔ جو کہو کہ کوئی چیز ہے
تو پھر وہی کارن ٹھیرنے سے انادی ہوئی اور ایشور کے نام گُن کرم سب انادی ہیں کوئی حال میں
بنائے سے نہیں بنا۔ مولوی صاحب کے بیان پر۔ آپ جو کہتے ہو کہ ایشور کے گُنوں سے جگت
بنا ہے۔ تو بھی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ گُن دروِیہ کے بغیر الگ نہیں رہ سکتے اور گُن سے دروِیہ
بن بھی نہیں سکتا۔ جب ایشور کے گُنوں سے جگت بنا تو جگت بھی ایشور ہوا اگر یہ کہو کہ باہر کے
گُنوں سے جگت بنا تو ایشور کے سوا سے آپ کو بھی وہ گُن اور دروِیہ انادی ماننے پڑینگے اور
اگر کہو ارادہ سے ہم لوگ بن گئے تو میرا یہ سوال ہے کہ ارادہ کوئی چیز ہے یا گُن ہے۔ اگر چیز کہو گے
تو وہ انادی ٹھہر جائیگی اور جو گُن مانوگے تو جیسے اچھا یعنی صرف خواہش سے گھڑا نہیں بن
سکتا بلکہ مٹی سے بنتا ہے تو ویسے ہی ارادہ سے ہم لوگ بھی نہیں بن سکتے۔ جب ہم لوگ
اتنا جانتے ہیں کہ ناستی سے استی کو ایشور نے بنایا اور یہ ہم نہیں جانتے کہ کس چیز اور کس
پرکار سے یہ جگت بنایا ایشور ہی جانتا ہے انسان کوئی نہیں جان سکتا۔ ہم۔ خدا نے اپنے
نور سے جگت کو بنایا ہے۔ س۔ پادری صاحب کے بیان پر۔ کارج کو دیکھکر کارن کو کیوں جانا جاتا ہے
کہ جو چیز کارج ہے ویسا ہی اُس کا کارن ہوتا ہے جیسے گھڑے کو دیکھکر اُس کا کارن مٹی جان
لیا جاتا ہے کہ جو چیز گھڑا ہے وہی چیز مٹی ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ اپنی قدرت سے جگت کو بنایا
سو میرا یہ سوال ہے کہ وہ قدرت انادی ہے یا پیچھے سے بنی ہے جو انادی ہے تو دروِیہ روپ
اُس کو مان لو۔ اور اُسی کو سب جگت کا انادی کارن ماننا چاہئے۔ مولوی صاحب کے
بیان پر۔ نور کہتے ہیں پرکاش کو اُس پرکاش سے کوئی دوسرا دروِیہ نہیں بن سکتا مگر وہ نور
صورتی مان دروِیہ کو یعنی صورت والی شے کو پرتیکش دکھلا سکتا ہے اور وہ پرکاش کرنے والے
پدارتھ کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اِس سے جگت کا جو کارن پرکرتی آدی انادی ہے اُس کے بنانے
بنا کسی پرکار سے کسی کا ترباہ نہیں ہو سکتا اور ہم لوگ بھی کارج کو انادی نہیں مانتے بلکہ جس
سے کارج بنا ہے اُس کارن کو انادی مانتے ہیں۔ ایک ہندوستانی عیسائی۔ اگر ایشور
نے اپنی ذات سے سب سنسار کو بنایا تو اُس کی ذات میں سب سنسار سناتن سے تھا
اور وہ اُس کی ذات میں انادی تھا تو ایشور وکاری محدود ہو جاویگا۔ س۔ جبکہ ایشور کی ذات میں
سب جگت تھا تب تو وہ انادی ہوا اور وہی انادی وستو یعنے چیز پہلے سے تھا یعنی موٹا
آدی ارتھات لمبا چوڑا بڑا چھوٹا وغیرہ سب پرکار کا ایشور نے اُس میں سے بنایا پس وہ جگت
بھی بوجہ رہنے جانے کے محدود ہوا ہے۔ ایشور محدود نہیں ہوا بس ہوئیں نے پہلے کہا تھا کہ
ناستی سے استی کبھی نہیں ہو سکتی۔ الا بھاؤ سے ہی بھاؤ ہوتا ہے۔ سو آپ لوگوں کے قول
سے بھی وہی بات ثابت ہوگئی کہ جگت کا کارن انادی ہے۔ عیسائی مسنو بھائی مولوی صاحب

اس بات کو کہ پنڈت جی اس کا جواب برابر طرح سے دے سکتے ہیں۔ ہم اور تم ہزاروں مل کر بھی اُن سے بات کریں تو بھی پنڈت جی برابر جواب دے سکتے ہیں۔ پس اس باب میں آئندہ تقریر کو طول دینا مناسب نہیں۔ گیارہ بجے تک یہ گفتگو ہوئی۔ بعدہ سب صاحبان اپنے اپنے ڈیروں کو تشریف لے گئے۔ اور جا بجا میلہ میں یہ ذکر تھا۔ کہ جیسا پنڈت جی سنتے تھے۔ اس سے ہزار درجہ زیادہ پایا +

جلسہ بعد دوپہر ایک بجے سب صاحبان تشریف لائے اور اس پر غور کیا کہ اب وقت تو بہت تھوڑا باقی ہے اور باتیں بہت ہیں اس لئے صرف مکتی کے سوال میں گفتگو ہو تو بہت اچھی بات ہے تھوڑی دیر تک یہ قیل و قال ہوتی رہی کہ پہلے کون بیان کرے۔ ایک دوسرے پر ڈالتا تھا۔ تب سوامی جی نے کہا کہ پہلی ترتیب سے بھاشن ہونا چاہئے یعنی جیسے اوّل پادری صاحب پھر مولوی صاحب بعد میں نے کہا تھا۔ مگر پادری صاحب اور مولوی صاحب کا جبکہ اس بات پر اتفاق ہوا کہ وہ لوگ پہلے بیان نہیں کریں گے سوامی جی ہی کریں تو سوامی جی نے اس طرح فرمایا۔ مکتی کہتے ہیں چھوٹ جانے کو۔ جتنے دکھ ہیں اُن سے چھوٹ کر ایک سچدانند سروپ پرمیشور کو پراپت ہو کر سدا آنند میں رہنا اور پھر جنم مرن میں نہیں گرنا اسی کا نام مکتی ہے وہ کس پرکار سے ہوتی ہے۔ اُس کا پہلا سادھن یعنی عمل ست کا آچرن ہے اور وہ ست آتما اور پرماتما کی ساکھشی سے نشچے کرنا چاہئے جس جس میں آتما اور پرماتما کی ساکھشی موجود اور است ہے جیسے کسی نے چوری کی جب وہ پکڑا گیا اُس سے راج پرش نے پوچھا کہ تو نے چوری کی یا نہیں۔ تب وہ کہتا ہے کہ میں نے چوری نہیں کی پرنتو اُس کا آتما بھیتر سے کہہ رہا ہے کہ میں نے چوری کی ہے۔ تھا جب چوری کی اچھا کرتا ہے تب انتریامی پرمیشور اُس کو جتا دیتا ہے کہ یہ بُری بات ہے اس کو تو مت کر۔ اور نیز شنکا۔ لجا اور بھے وغیرہ اُس کے آتما میں اُتپن کر دیتا ہے۔ اور جب ست کام کی اچھا کرتا ہے تب اُس کے آتما میں آنند اُتپن کر دیتا ہے کہ یہ کام تو کر اُس وقت پرنتو آتما بھی ست کام کرنے میں نربھے اور پرسن ہو جاتا ہے۔ است میں نہیں جب اُس کی اگیا تو ڑ کر بُرا کام کر لیتا ہے تب وہ مکتی پانے کا ادھکاری کسی پرکار سے نہیں ہو سکتا۔ اُسی کو آتما اُس سمے رنشٹ۔ دیت اور نیچ کہتے ہیں اس میں وید کا پرمان ہے۔

असुर्या नामते लोका अन्धेन तमसा वृताः इत्यादि

ارتھ۔ آتما کا ہنن کرنے والا ارتھات جو پرمیشور کی آگیا توڑتا ہے اور اپنے آتما کے گیان سے ورُدھ بولتا اور مانتا ہے۔ اس سے اُس منش کا نام اسُر راکشس ارتھات دُشٹ و پاپی و نیچ وغیرہ ہوتا ہے اور مکتی کے ملنے کے سادھن یہ ہیں۔ اوّل۔ تو ست آچرن مکتی کا سادھن ہے۔ دوسرے۔ ست ودیا یعنی ایشور کرت وید ودیا کو ٹھیک ٹھیک جاننا جیسے کہ چاہئے ویسا پڑھ کر گیان کی اُنّتی یعنی ترقی اور ست کا پالن ٹھیک ٹھیک کرنا۔ تیسرے۔ ست پُرش گیانیوں کا سنگ کرنا۔ چوتھے یوگ ابھیاس کر کے اپنے من اور اندریوں اور آتما کو است سے ہٹا کر ست میں استھر کرنا اور گیان کو بڑھانا۔ پانچویں۔ ایشور کی کرپا کا لئے استتی کرنا ارتھات اس کے گنوں

کی کتھا سننا ہوا رہنا جس کا نام مُکتی ہے ۔ چھوٹنے پرارتھنا اُس کو کہتے ہیں کہ یہ
جگدیشور سے پرارتھنا کرتا ہے ۔ ہے بھگوت پتا اَست سے ہم لوگوں کو چھوڑا کے ست میں
استھر کر اور سے جگتوں ان مجھ کو اندھکار ارتھات اگیان اور ادھرم آچرن پرما وادی دُشٹ
کاموں سے الگ کر کے بدیا دھرم اور سریشٹ کام کرنے میں لگا اور پرکاش روپ میں
مجھ کو سدا کے لئے استھاپن کر ۔ ہے پربھو مجھ کو جنم مرن روپ سنسار کے دکھوں
سے چھوڑا کر اپنی کرپا کا نشر سے امرت ارتھات موکش کو پراپت کر ۔ جب پیچھے من
سے اپنے آتما پران اور سب سامرتھ سے پرمیشور کو بھجتا ہے ۔ تب وہ کرنا سے
پرمیشور اُس کو اپنے آنند میں استھر کر دیتا ہے ۔ جیسے چھوٹا بالک گھر کے اوپر سے
اپنے ماتا پتا کے پاس نیچے آنا چاہتا ہے یا نیچے اوپر اُن کے پاس جانا چاہتا ہے ۔
تب ہزاروں ضروری کاموں کو بھی ماتا پتا چھوڑ کر اور دوڑ کر اپنے لڑکے کو اٹھا کر گود میں
لے لیتے ہیں ۔ کہ ہمارا لڑکا کہیں گر پڑے گا تو اُس کے چوٹ لگنے سے اُس کو دکھ ہوگا
اور جیسے ماتا پتا اپنے بچوں کو سدا شکشا دیتے اور اُن کو سکھ میں رکھنے کی چیشٹا
سدا کرتے رہتے ہیں ویسے ہی پرم کرپا ندھی پرمیشور کی طرف کوئی سچے آتما کے بھاؤ
سے اگر چلتا ہے ۔ تب وہ اننت شکتی روپ ہاتھوں سے اُس جیو کو اٹھا کر اپنی گود میں
سدا کے لئے رکھتا ہے پھر اُس کو کسی پرکار کا دکھ نہیں ہونے دیتا ہے اور وہ
سدا آنند میں رہتا ہے اتیادی یعنی اِس قدر مکتی کے سادھن ہیں ۔ کہ دھرم جو ہے
یعنی پکشپات کو چھوڑ کر ارتھات ادھرم سے کسی چیز کی چاہنا نہ کرے ۔ دیکھو سب
پاپ نیائے اور دھرم اور پکشپات سے ہوتا ہے جیسے یہ مولوی صاحب کا بستر جو چاہے
اگر تیاچار ہوا نیا رہے مجھی مجھ کو ملے تو میں اُس کو اوڑھ کر سکھ پاؤں اس میں اپنے سکھ
کا پکشپات کیا اور مولوی صاحب کے سکھ اور دکھ کا کچھ خیال نہیں کیا ۔ اسی پرکار
پکشپات سے ہی ادھرم ہوتا ہے اور اُس سے اپنے کرم کو سدھ کرنا جو ہے اُسی کو
ارتھ کہتے ہیں اور دھرم اور ارتھ سے کامنا یعنی خواہش کرنا ارتھات اپنے سکھ کی
سدھی کرنا اُس کو کام کہتے ہیں اور ادھرم یعنی ارتھ سے کام سدھ کرنا اُس کو کام
کہتے ہیں اور ان تینوں یعنی دھرم ارتھ اور کام سے مکتی ارتھات پورب اوکت موکش کو
جو سدھ کرنا ہے اُس میں یہ بات ہے کہ ایشور کی آگیا کا جو پالن کرنا ہے اُس کو دھرم
کہتے ہیں اور اُنہیں کی آگیا کے توڑنے کو ادھرم کہتے ہیں سو دھرم آدمی ہی مکتی کے سادھن
ہیں اور کوئی نہیں اور مکتی ست پرشارتھ سے سدھ ہوتا ہے اپنا نہیں یعنی اور
کسی سے نہیں ہو ۔ پنڈت جی نے بیان کیا ہے کہ جب گناہوں سے چھوٹنے
کا نام مکتی ہے ۔ اور میں کہتا ہوں کہ سب گناہوں سے بچنے اور بہشت میں پہنچنے کا نام
مکتی ہے وجہ یہ ہے کہ ایشور نے آدم کو اوپر رکھا تھا مگر شیطان نے جب اُس کو بہکا کے

گناہ اُس سے کرایا لہذا اس کے سبب اولاد بھی پاپی ہے۔ جیسے گھڑی ساز نے اس کی
چال ستونتر رکھی ہے اور وہ خود ہی چلتی ہے۔ ایسے ہی انسان بھی اپنے اختیار سے
پاپ کرتے ہیں۔ لہذا باختیار خود مکتی نہیں پا سکتے اور نہ ہی گناہوں سے بچ سکتے ہیں۔
پس حضرت عیسےٰ مسیح کے بھروسے بنا کسی کی مکتی نہیں ہو سکتی۔ جیسے ہندو لوگ
کہتے ہیں کہ کلیگ منشوں کو پاپ کرا کر بگاڑتا ہے۔ اس سے اُن کی مکتی نہیں ہو سکتی لیکن
عیسےٰ مسیح کے بھروسے سے وے بھی بچ سکتے ہیں۔ خداوند عیسےٰ مسیح جس جس دیش
میں گئے ارتھات اُس کی شکشا جہاں جہاں گئی ہے وہاں وہاں منش لوگ پاپوں سے
بچتے جاتے ہیں۔ دیکھو اس زمانہ میں سوائے عیسائیوں کے کس کے مت میں بھلائی
ہے اور اچھے گنوں کی افزائش ہے اور میں ایک نظیر بیان کرتا ہوں کہ جیسے پنڈت جی
بھوالن ہیں ایسے ہی انگلستان میں ایک شخص قریب انڈام تھا مگر وہ شراب پیتا تھا اور چوری پیشہ
اور زنا کاری بھی تھا مگر جب عیسےٰ مسیح پر اعتقاد لایا تب سب برائیوں سے چھوٹ گیا
اور میں نے بھی جب مسیح پر بشواس کیا تب مکتی کو پایا۔ اور برے کاموں سے بچ گیا۔
سو عیسےٰ مسیح کی مرضی کے خلاف عمل سے مکتی نہیں ہو سکتی اس واسطے عیسےٰ مسیح
پر بشواس سب کو لانا چاہئے اور اسی سے مکتی ہو سکتی ہے اور کسی طرح نہیں ہو سکتی
ہے۔ ہم لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پنڈت جی نے جو مکتی پانے کے ذریعے بیان کئے
اُن سے ہی مکتی ہوتی ہے کیونکہ ایشور کو اختیار ہے جس کو چاہے اُس کو بخشے
اور جس کو نہ چاہے اس کو نہ بخشے۔ جیسے وقت کا حاکم جس مجرم پر راضی ہو اُس کو
چھوڑ دیوے اور جس سے ناراض ہو اُس کو قید کرے پس وہ مختار ہے جو چاہے
سو کرے اُس پر ہمارا اختیار نہیں ہے نہ جانے ایشور کیا کرے گا۔ پر وقت کے
حاکم پر بھروسہ کرنا چاہئے سو اس وقت کا حاکم ہمارا پیغمبر ہے اُس پر ایمان لانے
سے مکتی ہوتی ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ علم سے اچھے کام ہو سکتے ہیں۔ مگر مکتی
تو خاص اسی کے ہاتھ ہے بس۔ پادری صاحب کے بیان پر آپ نے جو یہ کہا
کہ دکھوں سے چھوٹنا مکتی نہیں اور پاپوں سے چھوٹنے کا نام مکتی ہے سو میرے
ابھپرائے یعنی مدعا بیان کو نہ سمجھ کر یہ بات کہی ہے۔ کیونکہ میں تو پچھلے دن
میں ہی سب گناہوں سے ارتھات اَست کاموں سے بچنا کہہ چکا ہوں۔ اور برے
کرموں کا پھل ہی دکھ کہلاتا ہے۔ یعنی جب پاپ کرے گا تو دکھوں سے نہیں بچ
سکتا علاوہ اس کے اور سادھنوں میں بھی سپشٹ یعنی صاف کہا ہے کہ ورتھا یعنی
باطل اور ادھرم کو چھوڑ کر دھرم کا آچرن کرنا مکتی کا سادھن ہے۔ اگر پادری صاحب
ان باتوں کو سمجھتے تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔ دوسرے جو وہ یہ کہتے ہیں کہ ایشور نے
آدم کو پوتر رچا تھا پر تو شیطان نے بہکا کر پاپ کرایا تو اُس کی اولاد بھی اسی کارن سے

پاپی ہو گئی سو یہ بات ٹھیک نہیں ہے کیونکہ آپ لوگ ایشور کو سرب شکتیمان مانتے ہی ہیں تو جب ایشور کے پوتر بنائے آدم کو شیطان نے بگاڑ دیا اور ایشور کے راج میں دخل دے کر ایشور کی بیوستھا یعنی انتظام کو توڑ ڈالا تو اس سے ایشور سرب شکتیمان نہیں رہ سکتا اور ایشور کی بنائی ہوئی چیز کو کوئی نہیں بگاڑ سکتا ہے اور ایک آدم نے پاپ کیا تو اُس کی ساری اولاد پاپی ہو گئی۔ یہ بالکل خلاف عقل ہے جو پاپ کرتا ہے وہی دُکھ پاتا ہے دوسرا کوئی نہیں پاسکتا اور ایسی بات کوئی بدیاوان نہیں مانیگا سو جو آپ کہتے ہیں کہ آدم نے پاپ کیا اور اُس کی ساری اولاد پاپی ہوئی یہ بات بھی ٹھیک نہیں علاوہ اس کے ایک آدم اور حوا سے کبھی کسی پرکار سے اس جگت کی اُتپتی نہیں ہو سکتی کیونکہ بہن اور بھائی کا بیاہ ہونا بڑے دوش کی بات ہے۔ پس ایسی بیوستھا ماننی چاہئے کہ سرشٹی کے آدی میں بہت سے مرد اور عورت پرمیشور نے پیدا کئے اور جو یہ کہ شیطان بہکاتا ہے تو میرا یہ سوال ہے کہ شیطان نے سب کو بہکایا پھر شیطان کو کس نے بہکایا اگر یہ کہو کہ خود آپ سے ہی بہک گیا تو سب جیو بھی آپ سے ہی بہک گئے ہونگے۔ پھر شیطان کو بہکانے والا ماننا بے ارتھ ہے اگر یہ کہو کہ شیطان کو بھی کسی نے بہکایا ہے تو سوائے ایشور کے دوسرا کوئی بہکانے والا شیطان کا نہیں ہو سکتا ہے تو پھر ایشور نے ہی سب کو بہکایا تب مکتی دینے والا کوئی بھی آپ لوگوں کے مت میں نہیں رہا اور نہ مکتی پانے والے۔ کیونکہ جب ایشور ہی بہکانے لگا تو پھر تو بچانے والا کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات ایشور کے سبھاؤ سے بھی و[ر]دھ ہے کیونکہ وہ نیائے کاری اور سست کاموں کا ہی کرتا ہے یعنی اچھے کاموں میں ہی پرسن ہوتا ہے وہ کسی کو دُکھ دینے والا نہیں باوجودیکہ اس کے راج میں شیطان اتنا گڑبڑ کرتا ہے۔ پھر بھی ایشور اُس کو نہ دنڈ دیتا ہے نہ قید کرتا ہے تو اس سے صریح ایشور کی نربلتا یعنی ناطاقتی یا کمزوری پائی جاتی ہے اور نہ ایشور کو بہکانے کی اپیکشا ہے اس سے یہ بات ٹھیک نہیں اور نہ شیطان کوئی شخص ہے جب تک شیطان کے ماننے والے شیطان کو مانینگے تب تک پاپ کرنے سے نہیں بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو پاپی ہی نہیں۔ جیسا شیطان نے آدم کو اور اُس کی جورو کو بہکا کے پاپی کیا ویسا ہی ایشور نے آدم کی اولاد کے پاپ کے عوض میں اپنے اکلوتے بیٹے کو سولی پر چڑھا دیا پھر ہم کو کیا ڈر ہے اور اگر ہم سے کچھ پاپ بھی ہوتا ہے تو ہمارا بھروسا ہے مسیح پر ہے وہ خود ہم کو بخشا دے گا کیونکہ اس نے ہمارے پاپوں کے عوض میں جان دی ہے پس ایسی بیوستھا ماننے والے پاپوں سے بچ نہیں سکتے اور جو کھڑی کا درشٹانت دیا تھا سو ٹھیک ہے کیونکہ سب اپنے اپنے کام کرنے میں سوتنتر یعنی خود مختار رہیں پرنتو ایشور کی آگیا اچھے کاموں کے کرنے

کے لئے ہے بُرے کاموں کے لئے نہیں۔ اور آپنے جو یہ فرمایا بہشت میں پہنچ سکتی ہے بوجہ نکالنے
شیطان کے انسانوں میں شکتی نہیں کر وہ گناہوں سے پاک ہو کر مکتی پا سکیں یہ بات بھی ٹھیک نہیں
بلکہ جب انسان خود مختار ہیں اور شیطان کوئی شخص نہیں تو خود دشمنوں یعنی گناہوں سے بچکر ایشور
کی کرپا سے مکتی پا سکتے اور بہشت سے آدم بوجہ کھانے گیہوں کے نکالا گیا اور یہی آدم کا پاپ یعنی گناہ
دانہ گیہوں کھایا اور گنہگار ہو گیا۔ تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آدم نے تو گیہوں کھایا اور پاپی ہو گیا
بہشت سے نکالا گیا۔ آپ لوگ جو اس بہشت کی اچھیا کرتے ہیں۔ تو کیا آپ وہاں سب چیز کھا کے
ہر طرح کی عیش کرینگے۔ پھر کیا پاپ نہیں ہوگا اور وہاں سے نکالے نہیں جاؤ گے اس سے یہ بات
بھی ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ اور آپ لوگوں نے ایشور کو منش حاکم کی مانند مانا ہوگا۔ اور ویسا ہی آپ
لوگوں نے ایشور کو ٹھیرایا ہوگا کہ وہ سرگیہ نہیں جس سے اس کے یہاں منش کے لئے گواہی اور وکیل
کی ضرورت بتاتے ہو لیکن آپکے کہنے سے ایشور کی ایشورتا سب بگڑ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ سب کچھ جانتا
ہے اس کو گواہی یا وکیل کی کچھ ضرورت نہیں اور وہ کسی کی سفارش کی بھی ضرورت نہیں رکھتا کیونکہ
سفارش نہ جاننے والے سے کی جاتی ہے سو دیکھئے کہ آپ کے بیان سے ایشور پرادھین یعنی محتاج
ٹھیرتا ہے کیونکہ بغیر بیٹے مسیح کی گواہی یا سفارش کے وہ کسی کو مکتی نہیں دے سکتا اور وہ کچھ
بھی نہیں جانتا اسی سے الپگیتا بھی ایشور کی نسبت آپکے کہنے سے عاید ہوتی ہے جس سے وہ
سرب شکتیمان یعنی قادر مطلق اور سرگیہ یعنے عالم مطلق کسی پرکار سے نہیں ہو سکتا اور جبکہ وہ نیاو
کاری یعنی عادل ہے اور کسی کی سفارش خوشامد سے وہ نیاے کے برخلاف کبھی نہیں کر سکتا اگر
برخلاف کرتا ہے تو عادل نہیں ٹھیر سکتا۔ اور اگر آپ منش حاکم کی طرح فرشتوں کا ایشور کے وزرا ہیں
فرض مانو گے تو بہت سے دوش ایشور کی نسبت عاید ہونگے۔ اور اس بات سے ایشور سرب ویاپک
یعنی محیط کل اشیاء نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر سرب ویاپک یعنی محیط کل اشیاء ہے تو شریر والا یعنی جسمانی
نہ ماننا چاہئے اور جو سرب ویاپک یعنی محیط کل اشیاء نہیں ہے تو لازم آتا ہے کہ جسمانی ہو اور
جسمانی کی صورت میں اس کی شکتی یعنی قدرت سب پر پھیلنے والی یعنی حاوی نہ ہوگی۔ جس قدر
جسم والا دور کی چیز کا گیان یعنی علم رکھتا ہے۔ اسی قدر وہ اس کو کچھ نہیں سکتا۔ اور نہیں رکھ سکتا اور جو
جسمانی ہوگا وہ پیدا اور مرنے والا یعنی حادث اور فانی ہوگا پس ایسی ہو سکتا ماننے سے ایشور
کی جگہ ہے اور فرشتے اس کا کام کرتے ہیں یہ کسی پرکار سے ٹھیک نہیں ہو سکتا اور نہ ایشور محدود ہو جائیگا

پس دیکھو کہ ہم آریہ لوگوں کے شاستر کے عبارت پڑھنے بغیر لوگوں کو اتنا شبہ ہو جاتا ہے یعنی کچھ کا
کچھ مان لیا جاتا ہے اور جو پادری صاحب نے کلجگ کے باب میں کہا سو ٹھیک نہیں کیونکہ ہم آریہ لوگ
جہاں کی ہو سکتا اس پرکار سے نہیں مانتے اس میں اتھرو کے براہمن کا پرمان ہے ۔

یعنی جو منش بالکل پاپ کرتا ہے اور نام ماتر دھرم کرتا ہے اس کو کلجگ کہتے ہیں جو آدھا دھرم کرتا ہے
اس کو دواپر کہتے ہیں۔ اور اگر تین حصے دھرم کرے اور ایک حصہ پاپ کرے تو اس کا نام تریتا ہے اگر کوئی
پورن دھرم کرتا ہے اور کچھ ادھرم نہیں کرتا اس منش کا نام ست جگ ہے یہ اتھرو کے براہمن کے

پرمان میں لکھا ہے سو اس کے بنا بدلے کوئی بات کہ جو کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ اور جو کوئی بُرا کام
کرتا ہے۔ وہ دکھ پاتا ہے کبھی نہیں بچ سکتا۔ اور جو کوئی اچھے کام کرتا ہے وہ دکھ پانے سے بچ
جاتا ہے۔ خواہ آریہ ورت کا رہنے والا ہو خواہ اور دیش کا رہنے والا کیا عیسیٰ مسیح کے پتا ایشور پاپ
سائر قوت سے بچا سکتا ہے کسی پیغمبر کے بھروسے کی پرواہ نہیں۔ ہاں یہ بات سچ ہے۔ جب جس
جس دیش میں سکھ شانتی دینے والے دھرم آتما منش ہوتے ہیں۔ اس اس دیش کے منش
پاپوں سے بچ جاتے ہیں۔ اور ان کے ودیا دانوں میں سکھ اور لکشمی کی بڑھتی ہوتی ہے۔ یہ بھی سب
لوگوں کا باعث سدھار ہے کچھ مذہب اور مذہب کے اوپر منحصر نہیں ہے۔ جیسے آریہ لوگوں میں وے
ہمیشہ سدھرے ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں ایک سو برس سے ست اپدیش کے کم ہونے سے جو بگاڑ
کا بگاڑ معلوم ہو تو اس سے آریہ لوگوں کے سناتن مت اور کوئی دوش عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ سرشٹی
کی آدی کے وقت سے لیکر آج تک آریوں کا یہی مت چلا آتا ہے۔ وہ ابتک کچھ نہیں بگڑا کیونکہ غور کے
قابل یہ بات ہے کہ جیسے اٹھارہ سو یا تیرہ سو برسوں کے عرصہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہب
میں باہمی اختلاف سے ایک فرقے ہو گئے اگر اسی نسبت کو لیکر ایک ارب چھیانوے کروڑ آٹھ لاکھ
ہزار نو سو چھہتر برسوں والے آریوں کے دھرم سے بگاڑ کا مقابلہ کیا جاوے تو آپ لوگوں کے مت
بہت ہی کم بگڑا ہے اور آپ لوگوں میں جو کچھ سدھار ہے سو مذہب کے سبب سے نہیں کنتو پالیمنٹ
کی سبھا وغیرہ اُتم پربندھ کے پرچار سے سدھار ہے۔ اگر یہ پربندھ نہ ہوتا تو آپ کے مت میں کچھ بھی سدھار نہ
اور پادری صاحب نے جو انگلستان کے وشٹ منش کا درشٹانت میرے ساتھ دیا سو ان کی یہ طرح
بیان بات کے لائق نہیں جو تو نہ جانے کس پر کہا ہے ان کے کہنے سے یہ بات بھول سے نکل دی ہوئی
صاحب نے بیان کی یہ جیسا چاہئے سو کرے ایسا ٹھیک نہیں کیونکہ وہ ہولی جو پاس رہے اور ٹھیک کیا ہے۔
انصاف پر ساد رہتا ہے۔ جس کا کہیں بات نہیں کرتا ہے ایسا کہ جو چاہے سو کرے اس سے یہ بھی نکلتا
ہے کہ ایشور ہی برائی بھی کرتا ہو گا۔ اور اس کی اچھا سے برائی ہوتی ہے یہ کہنا ایشور میں نہیں بنتا
جو کوئی مکتی کے کام کرتا ہے وہ اس کو مکتی دیتا ہے۔ اور کوئی نہیں دیتا مکتی کے کام کئے بغیر کسی
کو مکتی نہیں دیتا کیونکہ وہ انیائے کبھی نہیں کرتا اگر جتنا پاپ یا پن کئے جس کو چاہے دکھ دیوے
اور جس کو چاہے سکھ دیوے تو ایشور کی نسبت پر لالانیائے سے عائد ہوتا ہے سو وہ کبھی ایسا کام نہیں
کرتا جیسے اگنی کا سبھاؤ یعنی خاصیت پرکاش اور جلانے کی ہے۔ اس کے برخلاف وہ نہیں کر سکتی
ویسے ہی پرمیشور بھی اپنے نیائے کے سبھاؤ سے ورودھ یعنی بات سے کوئی پرستھا ہی نہیں کرتا
یعنی ہر وقت کا حکم مکتی کے لئے پرمیشور ہی ہے دوسرا کوئی نہیں ہے اور جو کوئی دوسرے کو مکتی دینے والا آکر
کا ماننا بیکار ہے اور مکتی دوسرے کے اوپر التماس کرنے سے کسی نہیں ہو سکتی کیونکہ ایشور اگر مکتی دیتے
میں دوسرے کے ادہین یعنی محتاج ہو بغیر اس کے تو وہ ایشور ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ ایشور کسی کی سہائتا
یعنی امداد اپنے کام میں نہیں لیتا اس لئے کہ وہ سرب شکتیمان ہے اور میں جانتا ہوں کہ سب بھی پادری
لوگ ایسا ہی مانتے ہیں۔ مگر بکیش بات یعنی تعصب مذہبی سے لیکا ہر نہ مانتے ہوں تو یہ بات دیگر ہے

پر تو اس میں بھی کچھ بڑا شکوک ہے کہ لا شریک بھی ایشور کو مانتے ہیں اور پیغمبروں کو مکتی دینے میں ایشور کے ساتھ شریک کرتے ہیں یہ بات کوئی بھی سوال نہیں اُٹھاتا لیکن اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشور دھرم آتماؤں کو مکتی کے کام کرنے میں سوتنتر یعنی خود مختار ہی دے سکتا ہے اس بات میں کسی سفارش کا محتاج نہیں امداد کی خواہش سارے انسانوں کی آپس میں ہی ہے ایشور کو نہیں نہ وہ خوشامدی ہے جو خوشامد سے اپنا سے کرے وہ تو اپنے سچے دل سے دائم دائم رہتا ہے اور اپنے سچے پریم سے جگت اور کیا بہت بھگتوں کو نجات مکتی دیکر اور سب دکھوں سے بچا کر ہمیشہ کے لئے آنند میں رکھتا ہے اس میں کچھ سندیہ نہیں ۔

اتنے میں چار بج گئے سوامی جی نے کہا ہمارا دیا کھیان باقی ہے لیکن مولوی صاحبان نے فرمایا کہ ہمارے لوگوں کے نماز پڑھنے کا وقت آ گیا ۔ پادری صاحب نے سوامی جی سے کہا کہ ہم کو علیحدگی میں کچھ گفتگو کرنی ہے یہ دونوں صاحب ایک جانب تشریف لے گئے ۔ اس عرصہ میں ایک مولوی صاحب نے جس میز پر بائبل اور قرآن اور ویدوں کی پستکیں رکھی تھیں اس کے پاس کی میز پر جوتا پہنے ہوئے کھڑے ہو کر اپنے مذہب کا وعظ کرنا شروع کیا ایسے ہی اس کے دوسری طرف پادری صاحب اور کرسچن صاحب اپنے مذہب کا بیان کرنے لگ گئے دیر گئے تھے ہی لوگوں نے وہاں یہ مشہور کر دیا کہ میلہ ختم ہو گیا ہے ۔ تب سوامی جی نے پادری لوگوں اور آریہ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا گڑبڑ ہو رہا ہے مولوی لوگ نماز پڑھ کر آئے یا نہیں ۔ تب انھوں نے کہا میلہ تو پورا ہو گیا ۔ اس پر سوامی جی بولے کہ ایسے جھٹ پٹ کس نے ختم کر دیا نہ کسی کی سمتی لی گئی نہ کسی سے پوچھا گیا ابھی ہی اچھا سے میلہ پورا کر دیا اب آگے کچھ بات چیت ہوگی یا نہیں ۔ پادری صاحب نے کہا ہم نہیں جانتے کس نے کیا لیکن سب لوگ ہم سے یہی کہتے ہیں کہ میلہ ہو گیا جبکہ وہاں اس قسم کا بہت شور و غل دیکھا اور میلہ میں سمباد کرنے کی کوئی امید نہ معلوم ہوئی تب اکثر لوگوں سے سوامی جی نے کہا کہ ہماری خواہش تو یہ تھی کہ کم سے کم پانچ دن تک اور زیادہ سے زیادہ آٹھ دن تک میلہ رہنا چاہئے تھا جس کے جواب میں پادری صاحب نے کہا کہ دو دن زیادہ ہم لوگ نہیں رہ سکتے اور اس اثنا میں ایک عیسائی صاحب کی وجہ کہا میں کسی نے مجالس میں سوامی جی اپنے ڈیرہ پر آ کر دھرم سمباد شروع کر دیا اور سب آریہ لوگ سوامی جی کے ڈیرہ پر آ کر دھرم سمباد سنتے تھے اور اسی روز یعنی تاریخ ۲۰ مارچ کی شام کے وقت مولوی اور پادری صاحبان سوار ہو گئے لیکن پادری سکاٹ صاحب معہ دیگر پادری صاحبوں کے ۲۰ مارچ کی شب کو سوامی جی کے ڈیرہ پر تشریف لائے سوامی جی نے سائبان کے نیچے کرسی بچھوا کر بڑی خاطر داری سے پادری صاحبوں کو بٹھلایا اور آپ بھی بیٹھ گئے پھر آپس میں بات چیت ہونے لگی مختصر مسئلہ تناسخ یعنی آواگون کی نسبت پادری صاحبان نے پوچھا کہ آواگون سچا ہے یا جھوٹا اور اس کا کیا ثبوت ہے سوامی جی نے فرمایا کہ آواگون سچا ہے اور جیسے کرم کرتا ہے ویسا ہی شریر پاتا ہے اگر عمدہ کرم کرتا ہے تو آدمی کا جسم پاتا ہے اور خراب کرنے سے جانور کا جسم ہوتا ہے اور جو سب اچھے کام کرتا ہے وہ مکتی یعنی نجات پاتا اور بھگوان ہوتا ہے ۔ دیکھو جب بچہ پیدا

ہوتا ہے تب اُسی وقت اپنی ماں کا دودھ پینے لگتا ہے سبب یہ ہے کہ اُس کو پہلے جنم کا ابھیاس بنا رہتا ہے یہ بھی ایک ثبوت آواگون کا ہے نیک بخت اور بدبخت اور قسم قسم کے درجے و مرتبے اور سکھ دُکھ دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کرموں کا پھل ہے اور کرم دیہہ سے اور دیہہ سے آواگون ثابت ہے اور جیو انادی ہے کہ جس کا آد و انت نہیں اور جس جسم سے جیو جنم لیتا ہے اُس جسم کا کسی قدر سبھاؤ یعنی عادت وغیرہ بھی بنی رہتی ہے اسی سبب سے انسان وغیرہ مختلف طبیعتوں اور عادتوں وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک ثبوت آواگون کا ہے اور بہت سے ثبوت آواگون کے ہیں لیکن ایک بار ہی روح کا پیدا ہونا اور پھر کبھی نہ پیدا ہونا اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا کیونکہ جو جس نے بیان کیا اُس کے برخلاف ہونا چاہئے سو ایسا ہونا غیر ممکن ہے اور پھر یہ بات کہ روح حوالات ہوئی یعنی جب قیامت ہوگی تب اُس کا حساب کتاب ہوگا تب تک یعنی روح حوالات میں رہا ایسی بیہودہ تھا ماننا اچھا نہیں بعد ازاں پادری صاحبان تشریف لے گئے اور منشی اندرمن صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایک کتاب سماچار ہند کہ جس کا نام اندر بجر بھی ہے اور مولوی محمد علی صاحب تحصیلدار بلہری کی کتاب کے جواب میں ہے لکھی ہے اس میں تناسخ کی بحث ہے اور وہ بھی جلد طبع ہوگی اُس میں نہایت عمدگی کے ساتھ ثبوت آواگون ہے۔

۲۱ و ۲۲ مارچ۔ ۲۱ مارچ صبح کو پادری صاحب جو ۲۰ مارچ کی شب کو وہیں آرام کئے تھے سوار ہو گئے اور ۲۱ مارچ کو منشی اندرمن صاحب کے نام ایک خط مولوی محمد طاہر عرف بوڑی میاں رئیس شا۔ اس مضمون سے آیا کہ آپ اور سوامی جی یہاں تشریف لاویں تو مولوی احمد علی صاحب آپ سے بحث کیا چاہتے ہیں جس کا جواب منشی صاحب نے یہ لکھا کہ اگر جلسہ عام میں یہ بحث ہوتی تو سننے والوں کو ایک لطف حاصل ہوتا خیر آپ ہی مولوی صاحبان کے چاندپور میں تشریف لے آویں تو بہتر ہے کیونکہ یہاں سب مذہبی کتابیں اور پوتھی موجود ہیں جو مولوی صاحب نے لکھا اس کا ثبوت مولوی صاحب دیویں اور جو ہم نے لکھا اُس کا ثبوت ہم دیں۔ ۲۲ مارچ کو پھر ایک خط آیا کہ آپ اور سوامی جی تشریف لاویں مولوی صاحبان آپ سے مسئلہ تناسخ یعنی آواگون میں مباحثہ کیا چاہتے ہیں اسکا جواب منشی صاحب نے لکھا کہ ہم آج دوپہر کے بعد شاہجہانپور میں پہنچ جاویں گے مگر دینی متا کے مکان پر ہماری اور مولوی صاحبوں کی بحث ہونی چاہئے جو میں نے لکھا ہے مجھ سے بحث مباحثہ ہو جاوے اور جس قدر اُنھوں نے لکھا ہے اُن سے بحث مباحثہ ہو جاوے پھر اسی تاریخ بعد منشی صاحب اور سوامی جی اور کئی ایک رئیس جو کہ سوامی جی کے ساتھ تھے اور منشی جی کے ساتھ کئی ایک شہروں سے جلسہ دیکھنے کو تشریف لائے تھے وہ سب صاحبان شاہجہانپور کو سوار ہو گئے۔

۶۔ شاہجہانپور و سہارنپور۔ چاندپور سے شاہجہانپور آ کر سوامی جی مع ساتھیوں کے ۲ بجے تک خزانچی جی کی کوٹھی میں مدتی فروکش ہوئے پھر سب اپنے اپنے ٹھکانوں کو چلے گئے۔ ۲۴ کو سہارنپور میں آکر ایم باغ میں ٹھہرے یہاں چند لیکچر ہوئے یہ جگہ عام تھی اس لئے ہر قسم کا آدمی جا سکتا تھا چنانچہ مسلمان عیسائی وغیرہ سب مذہبوں کے لوگ درشن کرتے تھے اور اپنے شکوک رفع کرتے تھے پھر سوامی جی پنجاب کو پدھار گئے۔

باب سوم پنجاب کا دورہ

پہلی فصل لدھیانہ

۳۱ مارچ تا ۱۹ اپریل ۱۸۷۷ء

۱۔ ڈیرا۔ سوامی جی ۳۱ مارچ کو سہارنپور سے لدھیانہ تشریف لائے۔ منشی کنہیا لال صاحب الکھ دھاری کی معرفت۔ لالہ بنسی دھر ویش کے باغ میں ٹھہرے جو شہر سے باہر ایک میل دور ہے۔ اور اب لالہ راجپاس جی جیس لدھیانہ کے پاس ہے۔ دس بارہ آدمی ساتھ تھے۔ ان میں جو پنڈت تھے۔ ان سے سوامی جی وید بھاشیہ کی نقل کراتے تھے۔

۲۔ لیکچروں کی کیفیت۔ یکم اپریل یکشنبہ بیساکھ بدی ۲ سمت ۱۹۳۴ کو منشی جیٹھ مل صاحب خزانچی صدر کے مکان میں سوامی جی نے لیکچر دیا۔ شروع میں بتا دیا کہ سات روز لیکچر دونگا۔ آپ لوگ سنتے رہیں۔ بیچ میں کچھ نہ بولیں۔ آٹھویں روز جو شنکا ہو ہر ایک کر سکتا ہے۔ اتر دیا جاوے گا۔

چنانچہ سات دن متواتر ویاکھیان ہوئے۔ آٹھویں دن ویاکھیان نہیں ہوا۔ بعد میں پھر سلسلہ شروع ہوگیا۔ ہزاروں آدمی ویاکھیان سننے کو جمع ہوتے رہے۔ اس ہفتہ کا نور افشاں اخبار لکھتا ہے۔

"پنڈت دیانند سرستی سوامی جو ہندوستان میں معروف و مشہور ہیں اور جگہ بجگہ اپدیش کرتے پھرتے ہیں۔ اس ہفتہ میں یہاں تشریف فرما ہوئے۔ چنانچہ یہاں لالہ جیٹھ مل صاحب خزانچی کے مکان پر ہر روز اپدیش کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پنڈت صاحب مذکور اہل ہنود کی رسومات و رسم مروجہ حال کی اصلاح کے درپے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ سوائے ایک پرمیشور کے اور کسی کی بندگی و پوجا پاٹ وغیرہ نہ کی جاوے صرف ایک ہی خالق کو مانا جاوے۔ اور جس قدر اب اہل ہنود بت پرستی میں مشغول ہیں۔ اس کو ترک کر دیں۔ اور مذہب بانہ دستور دل پر چلیں جیسا کہ پیشتر آرین لوگ چلتے تھے یقین ہے۔ کہ ان کے اپدیش سے اہل ہنود کو بہت سے فائدے پہنچینگے" (نور افشاں ۵۔ اپریل ۱۸۷۷ء جلد ۵ نمبر ۱۴ صفحہ ۲۱۱)

پھر دوسرے ہفتے کے نورافشاں میں لکھا ہے " ۹-۱۰ اپریل ۱۸۷۷ء کو لالہ جیٹھا مل صاحب کے مکان پر ۵ بجے شام سے ۸ بجے تک پنڈت دیانند سرستی سوامی صاحب نے اپدیش کیا۔ اور دو تین آدمیوں کے ساتھ جواب و سوال ہوتے رہے" (۱۲- اپریل ۱۸۷۷ء جلد ۵ نمبر ۱۵ صفحہ ۲۳۰) ؎

۳- سوال جواب وغیرہ - ایک دن پادری ویری صاحب مع مسٹر کارسٹیفن صاحب بہادر جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر تشریف لا کر سوامی جی سے کرشن جی کی بابت معترض ہوئے اور اثنا گفتگو میں فرمایا کہ کرشن جی کے ایسے کاموں کے ساتھ اُن کا مہاتما ہونا عقل گوارا نہیں کرتی۔ سوامی جی نے فرمایا کہ یہ جو الزام وغیرہ لگائے جاتے ہیں۔ یہ تو غلط ہیں۔ انہوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ مگر عقل کے گوارا ہونے کی نسبت تو کیا کہوں جب عقل یہ گوارا کر لیتی ہے۔ کہ خدائی روح کبوتر کی شکل میں ایک آدمی پر اتری۔ تو اس کے گوارا کرنے میں کچھ زیادہ دقت نہیں ہونی چاہیئے۔

ایک پنڈت نے بھی سنسکرت میں کچھ ذکر کیا۔ سوامی جی نے اول اس کا سنسکرت میں جواب دے کر کہا۔ کہ تم کو میرے اس جواب سے ہی معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ میں سنسکرت بول سکتا ہوں۔ مگر زیادہ مفید یہ ہے۔ کہ بھاشا میں گفتگو ہو۔ تا کہ اور لوگ بھی بخوبی سمجھیں۔ شردھا رام پھلوری نے بھی کچھ نہ کیا۔ مگر وہ پھر لاہور چلا گیا۔

اگلے روز ایک پنڈت نے اپنے ساتھی کو کہا تھا۔ کہ دشٹ ہے۔ اس کا منہ دیکھنا دھرم نہیں۔ تب سوامی جی نے کہا۔ کہ میرے منہ میں تو کوئی خاص بات نہیں ہے جس کو تم۔ اگر نفرت ہے۔ تو میرے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ میری صرف بات سنو۔ لالہ سکھپت رائے۔ سوامی جی کے لیکچر سہارنپور میں سنتے رہے۔ اُسے جرمنی کے پادری کلارک صاحب عیسائی ہونے کے واسطے دق کیا کرتے تھے۔ ناچار وہ نوکری چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ اس کے آنے سے غالباً ایک ہفتہ پہلے سوامی جی جہلم میں تشریف لائے تھے۔ اس لئے یہاں بھی جب تک وہ رہے۔ وہ روز ویکھیان سننے جایا کرتا تھا۔ ماسٹر نصیر الدین جو بعد میں رورڈ گورنمنٹ سکول میں گئے۔ سوامی جی کے ڈیرہ پر جایا کرتے تھے۔ پادری ویری صاحب نے انجیل بھی ارسال کی تھی۔

سوامی جی نے آٹھویں روز ویکھیان نہیں دیا۔ اسی جگہ آکر سب کو مباحثہ کا چیلنج دیا مگر کسی نے خاص طور پر بحث نہیں کیا۔ البتہ پادری ویری صاحب روز آتے اور اپنے شکوک رفع فرماتے رہے۔

۴- عیسائی ہوتے ہوتے پنڈت کا بچ جانا۔ پنڈت رام سرن گوڑ ساکن سنہ ۱۸۸۳ء میں الہ آباد سے دہلی کی جانب آ رہا تھا۔ راستہ میں ایک مقام پر چوروں نے اس کے کپڑے سوتے ہوئے اٹھا لئے۔ صرف ایک دھوتی رہ گئی۔ وہ پیدل آیا

گھنٹہ گھر کے متصل پادری نیوٹن صاحب وعظ کر رہے تھے۔ انہوں نے درگا پاٹھ کا ایک شلوک پڑھا۔

پنڈت رام سرن نے اس کی اشدھی پکڑی اس نے پوچھا۔ کہ تم کون ہو۔ پنڈت نے سارا حال سُنایا۔ پادری صاحب نے کہا۔ کہ تم نوکری کرنا چاہتے ہو۔ اس نے اقرار کیا۔ چنانچہ وہ اُسے لدھیانہ ساتھ لے گئے۔ ان سے دو روپیہ لیکر اس نے کپڑے بنوائے اور لدھیانہ میں بمشاہرہ صد روپیہ ماہوار مشن سکول میں عیسائیوں کی لڑکیوں کو ناگری پڑھانے پر مقرر ہوا۔ چھ ماہ تک وہاں نوکر رہا۔ اتنے عرصہ میں چار صاحبان جینی ویکی صاحب۔ پادری روڈالف صاحب پادری کالسی صاحب و پادری نیوٹن صاحب اُس کو عیسائی دین کی ترغیب دیتے رہے۔ حتےٰ کہ اس نے ایک روز وہاں عیسائی دین کے متعلق گرجا میں کچھ وعظ بھی کی۔ اس کا دل بالکل عیسائی دین کی طرف ہو گیا تھا۔ ہندو دین کی غلطیاں اُس کے ذہن نشین ہو گئی تھیں۔ پادری صاحب لاہور وغیرہ کی طرف تبلیغ دورہ گئے ہوئے تھے۔ ۵۔۴ دن بعد ان کے آنے پر اس کا بپتسمہ ہونا تھا۔

اتنے میں سوامی جی لدھیانہ تشریف لائے۔ دو روز ویاکھیان ہو چکنے کے بعد تیسرے دن وہاں کے بنیوں کے کہنے پر وہ بھی ویاکھیان سننے گیا۔ اس کے ساتھ لوگوں نے سوامی جی سے عرض کی۔ کہ اس کو عیسائی کرسچن کرتے ہیں۔ یہ ویشنوں کا برہمن ودوان ہے۔ اس کو آپ بچا دیں۔ سوامی جی نے اپدیش دیا۔ وہاں سے اس کی نوکری چھڑا لی۔ عیسائیوں نے اس کی کتابیں قیمتی سے روک لیں۔ مگر وہ عیسائیت ہونے سے بچ گیا۔ بلکہ سوامی جی کے ساتھ لاہور وغیرہ کی طرف گیا۔ وہ سوامی جی کے اپدیش کی بڑی تعریف کرتا تھا۔ لاہور سے اجازت لے کر وہ گھر آ گیا۔

۵۔ بھوت ودیا۔ یہاں کا ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ سوامی نے بھوت کے کھنڈن پر ایک تماشہ دکھلایا۔ جس مکان میں رہتے تھے۔ اس کے تین در تھے۔ اور اس کے دو طرف طاق میں ایک چراغ جلا کر رکھ دیا۔ اور پھر کہا۔ کہ اس چراغ کو بجھا دو۔ جب بجھا دیا۔ تو کہا۔ کہ جاؤ دوسرے کو بھی بجھا دو۔ جب دوسرا گل کیا۔ تو وہ پہلا جل اٹھا۔ اور جب اس کو گل کیا۔ تو وہ دوسرا جل اٹھا۔ دونوں چراغوں میں ۱۰۔۱۲ گز کا فاصلہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے کئی مرتبہ کیا۔ اور ایسا ہی ہوتا رہا۔ لوگ نہیں سمجھے کہ کیا بات ہے۔ پھر بتلایا۔ کہ یہ علم کی بات ہے۔ جادو اور بھوت کوئی نہیں۔ یہاں کسی پرش کی استری کو بھوت تھا۔ اس کے پرش کو یہ جتلایا تھا۔ کہ یہ بھوت نہیں۔ صرف بیماری یا فریب ہے

۶۔ متفرق امور۔ آخری دن گنپت لعل الکھدھاری اور سوامی جی بگھی میں بیٹھ کر کارسٹیفن صاحب جج کی کوٹھی میں گئے۔ کیونکہ انہوں نے کہہ رکھا تھا۔ کہ آپ بیچ شہر

بل کر جاتے۔ لوگ ریلوے پر اسباب سے گئے۔ وہاں سٹیشن صاحب نے لفافہ میں بند کر کے کچھ روپے سوامی جی کو دیئے۔

نور افشاں میں آخری لدھیانہ کی بابت لکھا ہے "سنا جاتا ہے کہ یہاں کے بعض اہل اسلام نے پنڈت دیانند سرستی صاحب سے مباحثہ کی درخواست کی تھی۔ مگر انہوں نے منظور نہیں کی۔ شاید بباعث عدم واقفیت مسائل اہل اسلام و نہ سمجھنے زبان کے منظور نہ کی۔ مناسب ہے کہ پنڈت صاحب مسائل اہل اسلام اور دین عیسوی سے آگاہی پیدا کریں۔ کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو اخلاقی دین کا رہبر بنا دے۔ چاہیئے کہ دونوں سے چشم پوشی نہ کرے" (نور افشاں ۱۹ اپریل ۱۸۷۷ء - جلد ۵ نمبر ۱۶ صفحہ ۲۲۸)

یہاں کے انگریز جج صاحب اکثر آ کر بات چیت کرتے تھے۔ وید بھاشیہ کے گراہک ہو گئے تھے۔ سوامی جی نے یہاں جلاب بھی لیا تھا۔

لاہور کے برادر ہند میں لکھا ہے کہ سوامی جی ۱۹۔ اپریل ۱۸۷۷ء کو لدھیانہ سے روانہ ہو کر اسی تاریخ کو شام کے وقت یہاں لاہور میں پہنچے۔ پنڈت بھیم سین جی نے بیان کیا کہ سہارنپور سے چل کر سوامی جی لدھیانہ میں اترے۔ منشی کنہیا لال جی الکھدھاری نے ٹھہرایا۔ لدھیانہ میں سوامی جی ۱۴ یا ۱۵ روز رہے۔ وہاں شردھا رام پھلوری نے کچھ جھگڑا کیا تھا۔ مگر وہ پھر لاہور چلا گیا۔ وہاں سے چل کر سوامی جی ایک رات جالندھر میں سردار بکرما سنگھ کی حویلی میں اترے۔ پھر لاہور میں آن کر رتن چند داڑھی والے کے باغیچہ میں ٹھہرے۔

دوسری فصل۔ لاہور

۱۹۔ اپریل تا ۵ جولائی ۱۸۷۷ء

۱۔ آمد و ڈیرا: سوامی جی کے آنے سے پہلے برہمو سماجی لوگ یہ سنکر بہت خوش ہوتے تھے کہ ایک سنیاسی ہمارے ہی مشن کا کام کر رہا ہے۔ یعنی وید و شاستروں کے رو سے مورتی پوجا آدی پوبھانک باتوں کا کھنڈن کرتا ہے۔ برہمو سماج نے سوامی جی کی نسبت کچھ زیادہ معلوم کرنا چاہا۔ اور اپنے سکرٹری بابو کالی گھوش کو متھرا بھیجا۔ انہوں نے آ کر جتایا کہ وہ سنیاسی سنسکرت کا بڑا پنڈت ہے۔ سنسکرت میں ہی اپدیش دیتا ہے۔ اور پوبھانک مورتی پوجا۔ اوتار۔ تیرتھ کا کھنڈن کرتا ہے۔ برہمو لوگ اور بھی خوش ہوئے۔ مگر جب معلوم ہوا کہ وہ وید کو الہامی پستک مانتا ہے تب یہ کچھ مایوس ہو گئے۔ مگر لالہ جیونداس نے دلیری سے کہا کہ اس بات کا مضائقہ نہیں انہیں آنے دو۔ یہ کیسے ہم نکال لیں گے۔ بیچاروں کو کیا معلوم تھا کہ وہ خود ویدوں سا

کے قائل ہو جائیں گے۔

خیر مختصر یہ ہوا کہ ۱۹۔ اپریل ۱۸۷۷ء (پنجشنبہ مطابق چیت سدی ۶ سمت ۱۹۳۴ بکرمی و ۵ ربیع الثانی ۱۲۹۴ ہجری) کو سوامی جی لاہور میں تشریف لائے۔ پنڈت من پھول صاحب سابق میر منشی گورنمنٹ پنجاب و منشی ہرسکھ رائے صاحب مالک مطبع کوہ نور اُن کے استقبال کے لئے ریلوے سٹیشن پر معہ چار گاڑیوں کے تشریف لے گئے۔ ایک میں تو سوامی جی اور منشی ہرسکھ رائے و پنڈت من پھول صاحب سوار ہوئے۔ دو گاڑیوں میں سوامی جی کے ساتھ کے نوکر وغیرہ بیٹھے۔ اور چوتھی گاڑی میں سوامی جی کی پستکیں وغیرہ اسباب رکھا گیا۔

اول سوامی جی کا قیام دیوان رتن چند صاحب داڑھی والے کے باغ میں ہوا۔

۲۔ اگنی ہوتری سے بارتالاپ:۔ لاہور میں آنے کے دوسرے دن ۲۰۔ اپریل ۱۸۷۷ء کو پنڈت شیو نرائن اگنی ہوتری ایڈیٹر رسالہ برادر ہند نے سوامی جی کے ساتھ ویدوں کے کلام الٰہی ہونے پر بارتالاپ کی۔ اور اکثر سوامی جی کے پاس جاتے اور بارتالاپ کیا کرتے تھے۔ ایک دن پنڈت جی نے ایک پھول لاکر نذر کیا۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ تم کیوں توڑ لائے؟ پنڈت شیو نرائن جی نے کہا کہ آپ کے واسطے لایا ہوں۔ کہا کہ یہ تم نے بُری بات کی۔ پوچھا کہ کس طرح؟ جواب دیا کہ اوّل تو جتنے عرصہ تک سوگندھ پھیلانے کے واسطے قدرت نے پیدا کیا تھا۔ اس سے پہلے تم نے توڑ ڈالا۔ دوم اب جلدی سڑ جائیگا اور بدبو پھیلائیگا۔ سوم اگر قدرتی طور پر رہتا تو بہت آدمیوں کو اس سے لابھ پہنچتا۔ چہارم اپنے آپ گرتا تو خشک ہو کر گرتا اور بدبو نہ پھیلاتا۔ بلکہ کھاد بن جاتا۔ جس پر پنڈت جی اور سامعین کو بہت سا لابھ حاصل ہوا۔

۳۔ لکچر باولی صاحب میں:۔ باغ دیوان رتن چند میں سوامی جی ہر روز ویاکھیان دیتے اور بیباکانہ ہندوؤں کے موجودہ دھرم کا کھنڈن اور ویدوں کا سچا اپدیش کرتے رہے۔ پہلا عام ویاکھیان آپ کا باولی صاحب میں ۲۵۔ اپریل ۱۸۷۷ء چارشنبہ مطابق بیساکھ سدی ۱۳ کو ۶ بجے شام سے ۸ بجے تک ہوا۔ جس کے سننے کے لئے بے شمار لوگ جمع ہوئے۔ اس ویاکھیان کا مضمون "وید اور ویدوکت دھرم" تھا۔ اس میں سوامی جی نے ویدوں کا تاتپریہ۔ یگیہ کے فائدے اور خاص کتھاؤں مثلاً گوتم۔ اہلیا۔ برہما جی کا اپنی پُتری کے پیچھے دوڑنے کا اصلی مطلب بموجب وید کے ظاہر فرمایا۔ اس موقع پر سوامی جی نے یہ بھی فرمایا کہ ویدوں کے چار اُپ وید اور ۱۱۲۷ شاکھا ہیں۔ اور ان میں ہر طرح کے علوم جو ویدوں سے نکلے ہیں۔ بھرے ہوئے ہیں۔ اس ویاکھیان میں سننے والوں کا بڑا انبوہ تھا۔ اور پولیس کا انتظام بھی کرنا پڑا تھا اس کے بعد دوسرا لکچر سوامی جی کا باولی صاحب میں بروز شکر ۲۷۔ اپریل ۱۸۷۷ء

کو ہوا۔ جس میں اس سے بھی زیادہ رونق ہوئی۔ اس ہفتہ کا کام لاہور کے اسی ہفتہ کے دو مشہور اخباروں سے معلوم ہو سکتا ہے ؛ ۔

اوّل :- (از کوہ نور لاہور - ۲۸ - اپریل ۱۸۷۷ء جلد ۲۶ نمبر ۱۷ صفحہ ۲۶۹ و ۲۷۰)

ایک مشہور عالم ویدوں کے سوامی دیانند سرستی نے جو دہلی اور لدھیانہ ہوتے ہوئے ۱۹ - اپریل کو لاہور میں پہنچ کر دیوان رتن چند صاحب کے باغ میں فروکش ہوئے ہیں ۲۵ - اپریل کو ۶ بجے شام سے ۸ بجے تک حسب خواہش بہت سے شائقین مت دھرم و براہمہ دھرم وغیرہ لوگوں کے مکان باولی صاحب میں وید و ویدوکت دھرم پر ایک لیکچر دیا۔ جس کے سننے کو غالباً قریب پانسو آدمی کے جمع ہوئے ہونگے۔ لیکچر مذکور میں اول سوامی جی موصوف نے ویدوں اور شرتی اور منتر وغیرہ کی وجہ تسمیہ اور اُن کے لفظی معنی بقاعدہ ویاکرن بیان فرمائے کہ یہ چاروں وید جگت یعنی سرشٹی کے پیدائش کے موافق انادی یعنی قدیمی ہیں۔ جب سرشٹی ہوتی ہے۔ تب یہ بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور پرلے یعنی قیامت کے وقت جیسا کہ درخت کا انکور درخت کے تخم میں پوشیدہ ہوتا ہے ویسے یہ بھی پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ پرمیشور گیان سروپ نے ہم لوگوں کو گیانی بنانے کے لئے اگنی۔ آدتیہ۔ وایو اور انگرہ چار مہاتماؤں کے ہردے میں ویدوں کا پرکاش فرما کر عوام میں ظہور دیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ وید جو انادی ہے۔ اور اس کی قدامت کا سب کو اقرار ہے۔ جس سے یہ بات بدلائل ساطع بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ ابتدا میں تمام عالم میں یہی دھرم مروج تھا۔ اور سب مختلف دھرم اس سے نکلے ہیں۔ ان کی (ویدوں کی) گیارہ سو ستائیس شاخیں ہیں۔ جن میں بیشمار علوم کے اصول موجود ہیں۔ دنیا کوئی علم یا فن نہیں۔ جن کا اصول ویدوں میں نہ ہو۔ چنانچہ کرۂ زمین کے متحرک ہونے اور آفتاب میں جذب مرکزی کے ہونے کے علوم کے اصول ویدوں میں موجود ہیں۔ اور اس بات کی وید کے منتروں سے تصدیق ہوتی ہے۔ مگر ان کے معنی بے علم لوگوں نے برعکس اختیار کر رکھے ہیں۔ راجا بھوج کے عہد میں جس کو تخمیناً ۱۴ سو برس کا عرصہ ہوا۔ ایسے بیمان جاری تھے جو فی گھنٹہ ۵۰ میل چلتے تھے۔ اور جن میں شہر کے شہر معہ اثاث البیت کے آکاش کے راستے سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکتے تھے۔ اور ایک پنکھا ایسا ایجاد ہوا تھا۔ جس کو ایک بار کنجی دینے سے ایک ماہ خود بخود چلتا رہتا تھا۔ وید تین قسموں پر منقسم ہے۔ اُپاسنا۔ گیان۔ کرم کانڈ مراد ہر قسم کی حرکات انسانی سے ہے۔ اُپاسنا مراد پوجن سے ہے تواضع و تکریم۔ تعریف و توصیف مخفی سے۔ گیان مراد عقلی اور علمی قوت سے ہے۔ لیکن جیسا کہ حرکت کا کام ہر ہر قسم میں داخل ہے۔ ویسا ہی گیان کا ہے۔ اور اسی واسطے جو حرکت یا فعل عقل کی رہنمائی سے ظہور میں آتا

ہے۔ اُس کا نام دھرم ہے اور برعکس اس کے ادھرم۔ دھرم کے دوسرے معنی عدل یعنی نیاؤ کے بھی ہیں۔ یعنی دھرم میں نیاؤ اور نیاؤ میں دھرم ہے۔ چاروں ویدوں کی قریباً بیس ہزار رچا ہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ دیوتاؤں کی خاص نوع تھی۔ اصل میں وید مراد بزرگی مان اور عاقل اور عامل لوگوں سے ہے۔ قدیم زمانہ میں ان کا پوجن ہوتا تھا۔ جیسا کہ شاستروں میں ذکر ہے کہ استریوں کا پوجن کرنا چاہیئے۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ان کا آدر ستکار کرکے ان کو خوش رکھنا چاہیئے۔ وشوکرما ایک بڑا مہاتما پرش بانی ہر ایک قسم کی دستکاریوں کا تھا۔ کوئی غیر مجسم دیوتا نہ تھا۔ جیمنی وغیرہ رشیوں نے ویدوں کا خلاصہ مطلب شاستروں اور سمرتیوں میں لکھا ہے۔ کرم کانڈ کی تعریف زیادہ تر دیکھنا چاہو تو کرم کانڈ کے بارہ ادھیائے مصنفہ جیمنی کو ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ یجن یگ کو کہتے ہیں۔ جو عبادت کیا جاتا ہے وہ یگ اور ہوم یعنی اگنی ہوتر متعفن اور وبا انگیز ہوا اور پانی بارش کے صاف کرنے کے لئے صبح و شام کئے جاتے تھے۔ یعنی ایک سیر گھی میں ایک رتی کستوری اور ایک ماشہ کیسر وغیرہ کئی قسم کی خوشبودار چیزیں ملا کر بارہ بارہ آہوتی ہر مرد اور عورت آگ میں ڈالتے تھے کہ یہ مقدار اس قدر ہوا اور پانی کے صاف کرنے کو کافی سمجھی جاتی تھی۔ جو بسبب شامل ہونے بخارات متعفن ہم انسانوں کی رات و دن بھر میں متعفن ہو جاتے تھے۔ اور جو بعض مویشیوں اور متفرق آدمیوں کے مل موتر کے بخارات سے پیدا ہوتا تھا۔ اُس کی اصلاح کے واسطے پچھ وار ہر اماوس اور پورنماشی کے دن ایک بڑا ہوم کیا جاتا تھا۔ جس کی خوشبودار اور مُبک ہوا سے وہ بخارات بھی صاف ہو جاتے تھے۔ اور عموماً ہر قسم کے بخارات متعفن کی اصلاح کے لئے ششماہی وار اور سالانہ بھی ایک ایک ہوم کلاں کیا کرتے تھے۔ جس کو اب دیوالی اور ہولی کہتے ہیں اور یہ رسم اُسی وقت کی چلی آتی ہے۔ کہ اس ترکیب کے ساتھ ان بخارات کے صاف ہوتے رہنے سے جیسی وبائیں اور بیماریاں اس سنسار میں اس وقت نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اس زمانہ میں ان کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اور اسی کا تمام پرشوں کا پرشارتھ تھا۔ جو آتما اور پرماتما کا عین مقصد ہے۔ یہ جو مشہور ہے کہ ویدوں کا پڑھنا بجز برہمن کے ممنوع ہے۔ یہ بات ناواقف لوگوں کی خود غرضی سے مملوّ ہے۔ جس کسی کو اس بات کی صحت منظور ہو۔ وہ یجر وید کے چھبیس ادھیائے کا دوسرا منتر دیکھ لے۔ جس کا خلاصہ مطلب یہاں بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایشور سب منشوں کو اُپدیش کرتا ہے کہ جیسا میں تم کو اُپدیش کرتا ہوں۔ ویسا ہی تم بھی سب برہمن۔ چھتری۔ ویش اور شودر اور اتی شودر وغیرہ سب لوگوں کو اُپدیش کرتے رہو افسوس کہ اپنے ویدوں کو کوئی دیکھتا نہیں اور دوسروں کے کہنے پر بھیڑ چال

چل رہے ہیں۔ اندھے کا اندھا رہنما ہوتا ہے۔ اس واسطے دونوں چاہ گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ خود غرضی پھیل رہی ہے۔ جس کا پھل کھایا جا رہا ہے۔ اُن کی خیر خواہی کرنے کی بجائے بدخواہی ہو رہی ہے اور ویدوں کے اصلی معنی اور مطلب کو نہ سمجھ کر جو چاہتے ہیں سو بیہودگی بیان سے کر دیتے ہیں۔ ایسے مغالطہ دینے والوں سے مخلصی تب ہی ہو سکتی ہے۔ جبکہ وید ودیا کا پرچار اچھی طرح سے ہووے۔ ویسے ہی نادان لوگوں نے بعض مطالب جو ویدوں میں بطریق روپک النکار (استعارہ) کے بیان کئے ہیں۔ انہوں نے اُن کو پرانوں میں بطور ایک قصہ مذہبی کے قرار دیا ہے۔ جیسا کہ چندرمال کا گوتم رشی کی استری کے ساتھ ہمبستر ہونا۔ برہما جی کا اپنی دختر کے پیچھے کاماتر ہو کر بھاگنا وغیرہ لکھا ہے۔ اب میں آج کی تقریر ختم کرتا ہوں۔ باقی ماندہ بیان اگلے جلسہ میں جمعہ کے دن اسی مکان میں کہوں گا۔

(صفحہ ۳۰۰ جلد ۲۹ نمبر ۱۱)

(۲) اخبار عام لاہور ۲۰ مئی ۱۸۷۷ء میں سوامی جی کے آنے کی بابت اس طرح لکھا ہے۔

ایک ہفتہ سے زیادہ ہوا کہ لاہور میں سوامی دیانند سرسوتی جی تشریف فرما ہیں۔ یہ صاحب لباس فقیرانہ رکھتے ہیں۔ اور شہر بشہر تلقین کرتے پھرتے ہیں کہ چاروں وید کتب ربانی ہیں۔ اور تمام دنیا کا علم ان کتابوں میں موجود ہے۔ کوئی بات ایسی نہیں۔ جو ان کتابوں سے باہر ہو۔ ہندوستان کے قدیم باشندے ہر علم و فن سے ماہر تھے۔ ریل چلانا بھی جانتے تھے۔ تار کی خبریں بھی پہنچاتے تھے۔ امریکہ کی خبر ان کو تھی۔ علم طب علم ریاضت۔ علم منطق ان کے ہاں سب کامل تھے۔ مگر ان کی بہت کتابوں کا ناش ہو گیا اور نفاق نے ان کی یہ نوبت کر دی جو آج ہم دیکھتے ہیں۔ وید میں بتوں کی پرستش کا کہیں ذکر نہیں اور نہ چاند و سورج اور آگ و ہوا وغیرہ کی پوجا کی ہدایت ہے۔ جو لوگ ایسا سمجھے ہوئے ہیں وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ سوامی جی وید کی ٹیکا یعنی شرح بھی لکھ رہے ہیں۔ اور اس کے کئی حصے چھپ بھی چکے ہیں۔ ان کے نزدیک جو دھرم وید کا ہے وہی سچا دھرم ہے۔

ہم نے بھی دو چار لیکچر سوامی جی کے سنے۔ حقیقت یہ ہے کہ سوامی جی بڑے طباع آدمی ہیں۔ اور آج ہندوستان بھر میں ویدوں کا سمجھنے والا ان کا ثانی کوئی نہیں سنا جاتا۔ مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وید کے منتروں کی جو شرح وہ کرتے ہیں۔ وہی ٹھیک ہے۔ کیونکہ ان کتابوں کی شرح جو اور آچاریوں نے کی ہے۔ سوامی جی کی شرح اُن سے مختلف ہے۔ سوامی جی ہندوستان کے نو تعلیم یافتہ لوگوں سے اس بات میں متفق ہیں کہ ذات کچھ چیز نہیں ہے۔ ان کے نزدیک برہمن وہ ہے جو برہمنوں کے کام کرے۔ ورنہ وہ شودر سے بدتر ہے۔ اور شودر کے معنی صرف جاہل کے اور کچھ نہیں ہیں۔ آپس میں کھانے پینے کا پرہیز جو آج کل اس ملک میں جاری ہے

اور ایک مُدت سے چلا آیا ہے۔ وہ اِن کے نزدیک جھوٹا ہے۔ ویدوں میں اس دستور کی کچھ اصل نہیں۔ رنڈوں کی شادی کرنی نیوگ اچھا ہے۔ تو کوئی عیب کی بات نہیں چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں کا بیاہ نہ کرنا چاہئے۔ ان تہذیب کی باتوں نے برہمنوں کو سوامی جی کا دُشمن بنا دیا ہے۔ مگر ان کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ وہ اپنے کام میں کمر ہمت باندھے ہوئے ہیں۔ جو لوگ اس ملک کے خیرخواہ ہیں۔ اور دل سے اس کی ترقی کے خواہاں ہیں۔ اُن کو چاہئے کہ تن من دھن سے سوامی جی موصوف کی مدد کریں۔

اس پر منشی کنہیا لال صاحب الکھدھاری یہ ماسنہ دیتے ہیں۔ کہ سوامی جی کے خیال و کلام کی تعریف ہم نے اب تک اس واسطے نہیں کی تھی کہ بیوقوف اور بیوقوفوں کے پیرو لدھیانہ میں بحالت قیام سوامی جی کہتے تھے کہ جیسے کنہیا لال لامذہب ہے ویسے اِس کے دوست سوامی جی یا دونوں کی طرف سے ہندوؤں کے گمراہ کرنے کو کنہیا لال کے بُلائے یہاں آئے ہیں۔

"اے گوبر کھانے والو! اندازہ کی دم سے ناک رگڑنے والو! دیکھو پنڈت مکند رام صاحب جو ایک سچے اخبار لاہور کے ایڈیٹر ہیں۔ وہ اُن کی کیسی تعریف کرتے ہیں۔ تم لوگ بے سمجھ اور نیک راہ بتانے والوں کے دشمن ہو۔ لیکن ہم تو اُن سب کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم لوگ رنڈیوں کو مرد اور گدھوں کو آدمی بنانے والے ہیں۔ اور ہندوستان کی بہتری کے خواہاں۔ سنو! سوامی جی کی نصیحت کو۔ اور لعنت کرو اُن پر جو تم کو سوامی سچدانند اودیتیہ کے دُختر کے پوجنے کی رہبری کرتے ہیں۔ اور مت دو ان کو کچھ مگر ان کے کہنے کو گوبر۔" (رسالہ منیت پرکاش بسما لدھیانہ ہفتہ نمبر ۲۰ سو نمبر ۳۴۔ مئی ۱۸۷۷ء صفحہ ۹ و ۱۰۔ ۱۲/۳)

۴۔ لکچر برہم سماج میں: سوامی صاحب کے لیکچر دو دیا کھیان برہم سماج لاہور واقع انارکلی میں ہوئے۔ بہت لوگوں کا خیال تھا کہ سوامی جی براہم دھرم کا اپدیش کریں گے۔ لیکن جب عین برہم سماج کے اندر سوامی جی نے ایک۔ ویدوں کے مصنفیہ اور ایشور کرت ہونے پر اور دوسرا آتما کے آواگون پر دیا کھیان دیا۔ تب براہم صاحبوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور سوچنے لگے کہ اگر ہم ایسا جانتے تو ان سے دیا کھیان برہم سماج میں نہ ہونے دیتے۔ چنانچہ انہوں نے آئندہ ان کا دیا کھیان دینا وہاں بند کر دیا۔ بلکہ وہ ان سے مخالفت کرنے لگے۔

چنانچہ کوہ نور لاہور میں لکھا ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی ابھی لاہور میں ہی رونق افروز ہیں۔ اور کوٹھی ڈاکٹر رحیم خاں صاحب خان بہادر واقع انارکلی میں فروکش ہو کر کبھی کبھی اپدیش وید کت دھرم پر حسب خواہش سامعین کے کرتے ہیں۔ جن کو

شہر کے لوگوں میں دو فریق ظاہر ہوئے ہیں۔ ایک وہ جوان کے اُپدیش کو صحیح اور مفید سمجھتے ہیں۔ دوم وہ جو برخلاف اور باولی خیال کر کے خلاف مندی رکھتے ہیں۔ پہلا فریق تو تعلیم یافتہ اور نوکری پیشیوں کا ہے۔ دوسرا پُرانے فریق پُرانی وضع والوں اور غریب لوگوں کا ہے۔ نتیجہ کی نسبت ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کہ انجام اس کا کیا ظہور میں آئیگا یہ ضرور دیکھا جاتا ہے کہ موافق فریق ترقی پذیر ہے۔ اور منافق اس کے برعکس۔ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے۔ وہ اسی ڈھنگ پر ہے۔ جس کا اخبار کسی قدر ہفتہ گزشتہ میں کیا گیا ہے (۵۔ مئی ۱۸۷۷ء جلد ۲ نمبر ۱۸ صفحہ ۳۹۲)

۵۔ مخالفت اور تبدیلی ڈیرا۔ سوامی جی کے ست دھرم پر بے باکانہ اور بلا جھجک رتن چند کے باغ میں اور باولی صاحب وغیرہ میں ویاکھیان دینے سے شہر کے پُرانے خیالات کے لوگوں اور براہمنوں میں بڑی کھل بلی پڑی۔ کیونکہ سوامی جی اپنے ویاکھیانوں میں آج کل کے برہمنوں کی سوارتھا (خود غرضی) اور اگیانتا (جہالت) کو صاف طور پر جتلاتے تھے۔

پنڈت شردھا رام پھلوری بھی ان دنوں لاہور میں موجود تھا اور بھائی نند گوپال صاحب کی دھرم سالہ میں اُپدیش کرتا تھا۔ اسی طرح بہت سے پنڈتوں نے مل کر ایک سبھا قائم کی۔ اس میں پنڈت شردھا رام پھلوری و پنڈت بھانودت صاحب لاہوری و پنڈت ہر پرشاد صاحب لاہوری وغیرہ شامل تھے۔ اول اس سبھا کے متعلق پنڈت ہر پرشاد نے باولی صاحب میں مُورتی پوجن کے منڈن پر لیکچر دیا۔ اور ۵ مئی ۱۸۷۷ء کو اسی مضمون پر پھلوری صاحب کا بھی لیکچر ہوا۔ ویاکھیان سننے کے لئے بہت لوگ جمع ہوئے تھے۔ پنڈت صاحب نے بڑی پیشگوئی اُن کی نسبت منہ سے نکالی تھی۔ کوہ نور ۵ مئی ۱۸۷۷ء میں لکھا ہے کہ پرمیشور انجام بخیر کرے اور نتیجہ نیک پیدا کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی جی کے برخلاف اُس وقت سخت مخالفت تھی۔ برہمن لوگ سمجھتے تھے کہ سوامی جی ہماری عمروں کی کمائی کو بند کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ سوامی جی اُن کی جڑ مضبوط کرتے ہیں۔ اور اُن کو اس لائق بناتے ہیں کہ زمانہ حال میں بھی ان کی قدر و منزلت ہو۔

برہمن لوگ اس قدر مخالف ہوئے کہ دیوان بھگوان داس خلف دیوان رتن چند صاحب سے جن کے باغ میں سوامی جی فروکش تھے جا کر شکایت کی کہ سوامی جی مُورتی پوجن کا کھنڈن کرتے ہیں۔ اور براہمنوں اور دیوتاؤں کی نندا کرتے ہیں۔ اس بات کے سننے سے دیوان بھگوان داس جی بھی مخالف ہو گئے۔ اور مکان خالی کرانے پر مائل ہوئے۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ سوامی جی کا قیام کسی اور مکان میں کرایا جائے۔ چنانچہ ان کے معاونوں کے کہنے پر ڈاکٹر رحیم خاں صاحب نے نہایت خوشی سے

اپنی کوٹھی متصل چوبارہ ججو بھگت سوامی جی کے ٹھہرنے کے واسطے دینی منظور فرمائی۔ جو شکریہ کے ساتھ قبول کی گئی۔ اور سوامی جی وہاں قریب ڈیڑھ ماہ کے قیام پذیر رہے۔

۱۶۔ **پنڈت من پھول کا ناراض ہونا**:۔ پنڈت من پھول صاحب نے ایک دن سوامی جی سے کہا کہ آپ مورتی پوجن کا کھنڈن نہ کیا کریں۔ کیونکہ اس سے شہر کے لوگ بھی ناراض ہیں۔ اور نیز اگر آپ مورتی پوجن کا کھنڈن کرنا چھوڑ دیں گے تو مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر بھی بہت خوش ہونگے۔

اگر سوامی جی زمانہ ساز ہوتے۔ اور لوگوں کے خوش کرنے کا بھی ان کا مدعا ہوتا۔ تو پنڈت صاحب کی اس صلاح کو منظور کر لیتے۔ لیکن اس مہاتما نے بھرتری جی کے قول ذیل پر عمل کیا

निन्दन्तु नीतिनिपुणा यदि वा स्तुवन्तु लक्ष्मीः
समाविशतु गच्छतु वा यथेष्टम् + अद्यैव वा मरणमस्तु युगान्तरे वा
न्याय्यात्पथः प्रविचलन्ति पदं न धीराः ॥

یعنی دُنیا کے لوگ چاہے اُن کی نندا کریں چاہے تعریف۔ خواہ دولت حاصل ہو یا چلی جائے۔ اسی وقت موت نصیب ہو یا ایک یُگ تک جینا ہو۔ لیکن جو دھیر اور مستقل مزاج پُرش ہوتے ہیں۔ وہ ست مارگ (صراط المستقیم) سے ذرا بھی قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔

یعنی ست دھرم کو ترک کرنا اور لوگوں کی چند روزہ اور عارضی واہ واہ کے لئے است پر عمل کرنا روا نہ رکھا۔ اور کہا کہ میں مہاراجہ جموں و کشمیر کو خوش کروں یا ایشور کی آگیا کا جو ویدوں میں مندرج ہے۔ پالن کروں۔

سوامی جی کے اس جواب سے پنڈت من پھول صاحب بھی ناراض ہو گئے۔ اور آپ نے آنا جانا بند کر دیا۔

۱۷۔ **کوٹھی ڈاکٹر رحیم خاں میں پرچار**:۔ ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی میں جا کر سوامی جی نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ایک روز ویاکھیان دیتے تھے اور ایک روز بحث کرتے تھے۔ صدہا لوگ ہر روز اُن کے ویاکھیان اور سوال و جواب سُننے کے لئے جاتے تھے۔ ہر قسم کے لوگ۔ پادری۔ پنڈت۔ مولوی اور عالم لوگ وغیرہ اُن سے بحث کرتے تھے۔ اور اپنے ہر ایک سوال کا جواب با صواب پاتے تھے۔ یہاں سوامی جی نے اپنی زندگی کے حالات بھی بیان کئے۔ جو نہایت عجیب و غریب تھے۔

کوہ نور میں لکھا ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی جی ابھی لاہور میں ہی رونق افروز ہیں۔ اور اپنے اُپدیش ویدوکت دھرم پر ڈاکٹر رحیم خاں صاحب کی کوٹھی میں دیتے رہتے ہیں۔ (۹ مئی ۱۸۷۷ء صفحہ ۴۳۳ جلد ۲۶ نمبر ۲۰)

۱۸۔ **ڈاکٹر ہوپر کے سوال**:۔ ایک دن جب پادری ڈاکٹر ہوپر صاحب بھی سوامی

جی کی بحث کے ذیل بعین وقت پر جب قاعدہ مقررہ کرسی پر سوامی جی کے سامنے بیٹھے تھے تو انہوں نے بزبان سنسکرت سوامی جی سے دو سوال کئے۔

پہلا سوال :۔ ویدوں میں اشومیدھ اور گومیدھ وغیرہ کا ذکر ہے۔ اور اس وقت میں لوگ گھوڑے اور گائے وغیرہ کی قربانی کیا کرتے تھے۔ آپ اس کی بابت کیا کہتے ہیں؟

سوامی جی نے جواب دیا کہ ویدوں میں اشومیدھ اور گومیدھ سے گھوڑے اور گائے کی قربانی مراد نہیں ہے۔ بلکہ ان کے معنی یہ ہیں:

राष्ट्रं वा अश्वमेधः ॥ शत०

१३।१।६।३ ॥ अन्नं हि गौः ॥ शत० ॥ ४।३।१।२५ ॥

گھوڑے، گائے، آدمی، پشو حتیٰ کہ منش مار کر ہوم کرنا کہیں نہیں لکھا۔ کیول وام مارگیوں کے گرنتھوں میں ایسا الٹا پلٹا لکھا ہے۔ یہ بات وام مارگیوں نے چلائی۔ اور جہاں جہاں ایسا لکھا ہے۔ وہاں وہاں انہیں وام مارگیوں نے پرکشپت (تحریف) کی ہے۔ دیکھو! راجا نیا اور عدل سے پرجا کا پالن کرنے کا نام اشومیدھ ہے۔ ان (غلہ) اندریاں، زمین اور پرتھوی آدی کو پوتر کرنے کا نام گومیدھ ہے۔ جب منش مر جائے۔ تب اس کے شریر کا ودھی پوروک داہ کرنا (جلانا) نرمیدھ کہلاتا ہے۔ اس کے سوا ان کے ارتھ ویاکرن اور نروکت وغیرہ کے حوالوں سے بتلائے۔ جن سے پادری صاحب کی تشفی ہوگئی۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ ویدوں میں جاتی بھید کس طرح ہے؟

سوامی جی نے جواب دیا کہ ویدوں میں جاتی گن کرم انوسار ہے۔

پادری صاحب :۔ اگر میرے گن کرم اچھے ہوں تو کیا میں بھی برہمن کہلایا جا سکتا ہوں؟

سوامی جی :۔ بے شک اگر آپ کے گن کرم برہمن ہونے کے لائق ہیں تو آپ بھی برہمن کہلائے جا سکتے ہیں۔

۹۔ وید اور انگریزی ترجمہ :۔ اسی مکان میں ایک دن بابو شاردا پرشاد جی نے پرشن کیا کہ میں نے ویدوں کا ترجمہ انگریزی و بنگالی میں کچھ کچھ پڑھا ہے۔ جس سے مجھے ویدوں کے سچا ہونے پر شک ہے۔ بابو صاحب کی شرتیوں کا ترجمہ بھی لے گئے۔ سوامی جی نے کہا کہ جو شرتی سب سے زیادہ قابل اعتراض معلوم ہو اس کو پیش کرو۔ بابو صاحب نے ایک شرتی ہر نیہ گربھ سم ورت تاگرے آدی کہی۔ سوامی جی نے کہا کہ اس کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ اصلی ترجمہ ویاکرن اور وید کرت اور وید کے قاعدہ کے مطابق یہ ہے۔ جس پر مفصل بحث کرنے سے بابو شاردا پرشاد جی کی اچھی طرح تسلی ہوگئی۔ یہ اعتراض بابو جی نے تتو بودھنی پتر کا سے لیا تھا۔ پھر میکس مولر کا اعتراض بتلایا کہ جب سے سونا پیدا ہوا تب سے یہ منتر بنایا گیا۔

۱۰۔ برہمو اخبار سے اقتباس ۱۔۹۔۱۰ اپریل سے اخیر مئی ۱۸۷۳ء تک سوامی جی کے

دیا گیا ہو جیسے اس بحث مباحثہ کو دیکھنے کے بعد بیوپار سینر اخبار لاہور بابت جولائی ۱۸۷۷ء میں یہ لیکھ شائع ہوا:۔

پنڈت سوامی دیانند سرسوتی:۔ ۱۹ اپریل ۱۸۷۷ء کو پنڈت دیانند سرسوتی لدھیانہ سے روانہ ہو کر اسی تاریخ کی شام کو یہاں لاہور میں پہنچے۔ اور یہیں چند روز رتن چند داڑھی والے کے باغ میں فروکش ہوئے۔ لوگ ان کے یہاں تشریف لانے کے پہلے سے ہی انتظار کرتے تھے۔ جس وقت انہیں پنڈت صاحب کی تشریف آوری کا حال معلوم ہوا لوگ جوق جوق ان کے درشنوں کو جانے لگے۔ برہمو لوگ خصوصاً ان کے آنے سے نہایت محظوظ ہوئے۔ کیونکہ ان کی طرف سے خاص کر پنڈت صاحب کو یہاں بلانے میں تحریک کی گئی تھی۔ چار روز تک لوگوں کا پنڈت صاحب کے پاس اسی باغ میں ہی مجمع ہوتا رہا۔ اور بحث بھی ہوتی رہی۔ بعد یہ تجویز قرار پائی کہ پنڈت صاحب شہر کے اندر کسی موزوں مکان میں لوگوں کو دھرم کا اپدیش دینا (جو ان کی زندگی کا خاص مقصد ہے) شروع کریں۔ چنانچہ عام مشورہ سے یہ قرار پایا کہ مکان باولی صاحب بہ سبب اس کے کہ وہ شہر کے اندر اور وسیع بھی ہے۔ اس کام کے لئے بہت عمدہ ہے۔ حسب قرارداد سب انتظام کئے گئے۔ اور تاریخ معین پر پنڈت صاحب نے ویدوں کے حالات پر ایک لیکچر دیا۔ اس لیکچر کے سننے کے لئے نہایت کثرت سے لوگ اکٹھے ہوئے تھے مگر چونکہ یہ ایک مشہور بات ہے کہ پنڈت صاحب بت پرستی کی تکذیب کرتے ہیں یہاں کی گدائی ٹکسال کے لوگ خصوصاً برہمن (جن کی روزی کا بہت بڑا مدار بت پرستی پر منحصر ہو رہا ہے) لیکچر قرار پانے سے پہلے ہی پنڈت صاحب کے ساتھ اس قدر خصومت قائم کر بیٹھے تھے کہ لیکچر کے وقت ان لوگوں نے نہایت شور و غل اور بیہودہ پن کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ اگر پولیس کا انتظام نہ کیا گیا ہوتا تو عجب نہ تھا کہ کچھ بھی تمیز کا فساد بھی برپا ہو جاتا۔ بخیر! اس لیکچر کے بعد ایک لیکچر ان کا وہاں اور ہوا اور یہ قرار پایا کہ چونکہ اس جگہ اندیشہ فساد کا ہے۔ اور شور و غل بھی بہت ہوتا ہے۔ بہتر ہو کہ آئندہ سے برہم مندر میں ان کے لیکچر ہوا کریں۔ چنانچہ دو لیکچر برہم مندر میں بھی ہوئے۔ اور وہاں جیسا کہ چاہئے تھا کوئی قاعدہ کی پابندی رہی۔ اور نہایت بردباری کے ساتھ لوگوں نے ان کے اپدیش کو سنا۔ مگر اسی اثنا میں جس شخص کے باغ میں پنڈت صاحب فروکش ہوئے تھے۔ اس نے باوجود ایک رئیس ہونے کے جاہلانہ اس بات سے کہ اس نے خود اپنی رضامندی سے مکان مذکور ان کی سکونت کے لئے عنایت کیا تھا۔ تعصب کا مطیع ہو کر پنڈت صاحب سے مکان مذکور کے خالی کر لینے کا متقاضی ہوا۔ خیر مکان کی یہاں کیا پرواہ تھی۔ سوامی جی کے خیر اندیشوں نے فوراً ایک دوسری کوٹھی کا (کہ جو اس مکان سے کہیں بڑی اور کہیں عمدہ ہے)

انتظام کر دیا۔ اور پنڈت صاحب نے رئیس مذکور کے مکان کو چھوڑ کر اس نئی کوٹھی میں سکونت اختیار کی۔ یہ نئی کوٹھی اس شہر کے مشہور ڈاکٹر خان بہادر رحیم خاں صاحب کی ہے۔ کہ جن کے حسن اخلاق اور سیر چشمی کا ہمارے ناظرین اس امر سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ باوجود مسلمان ہونے کے جب لوگوں نے اُن سے کوٹھی کے لئے درخواست کی تو اُنہوں نے نہایت خوشی کے ساتھ کوٹھی پنڈت صاحب کے لئے حوالہ کر دی۔ حقیقت خان صاحب کی یہ ایک ایسی عنایت تھی کہ جس کے لئے پنڈت صاحب کے ہوا خواہ ہمیشہ مشکور و ممنون رہیں گے۔ یہ کوٹھی خود اس قدر بڑی تھی۔ اور نیز اس کے سامنے کا صحن اس قدر وسیع تھا کہ علاوہ پنڈت صاحب کی سکونت کے اُن کے لکچر کے لئے بھی نہایت عمدہ اور موزوں سمجھی گئی۔ چنانچہ جب سے وہ اس کوٹھی میں آ گئے۔ تب سے برہم سنندھ سے اُن کا اُپدیش موقوف ہو کر کوٹھی مذکور میں جاری کیا گیا۔

یہاں پہنچ کر سوامی جی نے بُت پرستی کے خلاف اس قدر زور و شور سے لکچر دینے شروع کئے کہ یہاں کے برہمنوں میں خصوصاً اور دیگر لوگوں میں عموماً ایک جوش پیدا ہو گیا۔ برہمنوں نے جب دیکھا کہ بہت سی بھیڑیں اُن کے ہاتھ سے نکل گئیں۔ اور روز بروز نکلتی جاتی ہیں۔ تب تو وہ خاموش نہ رہ سکے۔ اور ان لوگوں نے بھی مل کر ایک کمیٹی کی۔ اور اس میں شہر کے مشہور مشہور اور چیدہ چیدہ پنڈت اکٹھے ہوئے۔ ان پنڈتوں نے پنڈت بھانو دت صاحب اچاریہ ست سبھا پنجاب کو بھی طلب کیا۔ اور بخیال اس کے کہ پنڈت بھانو دت صاحب ایک ایسی سبھا کے اچاریہ ہیں کہ جس کا مقصد بظاہر لوگوں میں نراکار ایشور کی اُپاسنا یعنی پرستش بے شکل خدا کی پھیلانا تھا۔ اور وہ خود بھی یہاں کے بڑے بڑے لوگوں میں اس خیال کے لئے مشہور ہو رہے ہیں کہ وہ طریق بُت پرستی کو اچھا نہیں جانتے ہیں۔ اور نیز شروع شروع میں جب سوامی دیانند جی یہاں تشریف لائے تو یہ اُن کے ہاں آمد و رفت بھی رکھتے تھے۔ کُل سبھا کے پنڈتوں نے ہم زبان ہو کر اُن سے اس امر میں بہت کچھ اصرار کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی پنڈت دیانند سرستی کا مت (مذہب) رکھتے ہو۔ پنڈتوں کا یہ کہنا تھا کہ پنڈت صاحب گھبرا گئے اور کہا کہ نہیں میرا مت اُن کے موافق کیوں ہونے لگا تھا۔ میرا مت وہی ہے جو آپ لوگوں کا ہے۔ چنانچہ اگر آپ لوگ اُن کے مقابل میں کچھ کہا چاہیں تو میں دل و جان سے آپ کی مدد کے لئے حاضر ہوں۔ اس بات کو سن کر کُل حاضرین خوش ہو گئے۔ اور پنڈت صاحب سبھا مذکور کے سکرٹری قرار دئے گئے۔ پنڈت صاحب کی جب اس سبھا میں (جس کا مقصد بُت پرستی کو قائم رکھنا اور ویدوں سے اُس کا جائز ثابت کرنا ہے) شامل ہونے کی لوگوں میں خبر ہوئی تو پنڈت صاحب کے کل ایسے تعلیم یافتہ احباب کو جو اُن کے

خیالات کا بخوبی علم رکھتے تھے۔ نہایت تعجب ہوا۔ ہمیں خصوصاً اس امر کو سُن کر علاوہ تعجب کے بہت کچھ رنج بھی ہوا۔ کیونکہ پنڈت صاحب ہمارے خاص عنایت فرما تھے۔ اور جب کبھی ہمیں اُن سے ہمارا اس معاملہ میں ذکر آیا تھا تو وہ کبھی بُت پرستی کی تائید نہ کرتے تھے۔ حتّٰی کہ چند روز گذرے کہ انہوں نے ہم سے اس بات کا بھی ذکر کیا تھا کہ پنڈت دیانند سرسوتی چاہتے ہیں کہ میں اُن کے ساتھ رہوں۔ اور بطور مشنری کے اُن کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اُپدیش دیتے میں اُن کا اس قومی کام میں ممد و معاون بنوں۔ مگر میں کُنبہ داری کی محبّت میں کچھ ایسا پھنسا ہوا ہوں کہ وہ باوجودیکہ میرے اور میرے کُنبہ کے لئے کافی گذران کے انتظام کر دینے کا بھی ذمّہ لیتے ہیں۔ اور نیز میرا دل بھی اس کام کو نہایت پسند کرتا ہے۔ تاہم مجھ میں اس قدر دلیری پیدا نہیں ہوئی کہ میں اُن کے ساتھ اس مہم میں مددگار بن سکوں۔ ہمارے ناظرین اس سے بخوبی قیاس کر سکتے ہیں کہ پنڈت صاحب نے کسی مصلحت کو لے کر بُت پرست پنڈتوں کی جماعت میں شامل ہو کر اُن کی سبھا کا سکرٹری ہونا اختیار کیا۔ اور نہ صرف یہیں تک بلکہ پنڈت صاحب نے اُس دن سے سوامی دیانند کے ہاں کی آمد و رفت بھی بند کر دی۔ اور کچھ دنوں کے بعد اپنا دستخطی اشتہار مشتہر کیا کہ فلاں پنڈت صاحب اُن کی سبھا کی طرف سے بُت پرستی کے جائز ہونے میں ایک لکچر دینگے۔ اور ثابت کرینگے کہ ویدوں میں بُت پرستی کے لئے اجازت موجود ہے۔ اس لکچر کے علاوہ پنڈت صاحب نے خود دو لکچر اسی اثنا میں اسی قسم کے دیئے کہ جن میں انہوں نے دیوتاؤں کی حقیقت بیان کی۔ اور بالمعنی ان لکچروں کے ذریعہ سے بُت پرستی کی تائید کی۔ یہاں تک تو اختصار کے ساتھ یہاں کے پنڈتوں اور اُن کی مخالف سبھا کا ذکر کیا گیا۔ اب اس بات کا ذکر کہ سوامی دیانند سرسوتی کے کیا خیال ہیں۔ کیا اصُول ہیں اور مُلک میں وہ کس قسم کی اصلاح پیدا کرنے کے لئے شہر بشہر وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ نوجوان تعلیم یافتہ لوگوں میں کہاں تک اُن کی وعظ اور نصیحت اثر بخش ہوئی ہے یا ہو سکتی ہے؟ برہم سماج کے اصُول سے اُن کے خیالات کہاں تک مطابق ہیں اور کن کن امور میں اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف کن وجوہات سے ہے؟ کہاں تک سوامی جی اپنی بے نظیر کوششوں میں اب تک کامیاب ہوئے ہیں اور آئندہ کہاں تک اُن کی کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے؟ اُمید ہے کہ ہم کسی آئندہ رسالہ میں ہدیہ ناظرین کریں گے۔" (صفحہ ۱۸۲ - ۱۸۶ جلد ۳ - نمبر ۶)

۱۱۔ مختلف لوگوں سے گفتگو:۔ پنڈت متھرا داس امرتسری جن کو بوجہ خیرخواہی سرکار موگیرہ ضلع امرتسر میں سرکار سے جاگیر ملی ہوئی تھی۔ لالہ جیون داس کے

ساتھ سوامی جی کے پاس گئے۔ یہ ویدانتی تھے۔ سوامی جی نے مہاواکیوں پر بات چیت کی۔ سوامی جی نے کہا۔ یہ آتما برہم نہیں ہے۔ وید میں تمام جگہ نہیں ہے۔ اور اپنشد میں جہاں آیا ہے۔ وہاں کا اگلا پچھلا مضمون پڑھنے سے یہ مطلب نہیں نکلتا۔ جب اُن کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا۔ تب اُن کی تسلی ہو گئی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ بھائی دت سنگھ اور سوامی جی آپس میں ویدانت مت پر بحث کر رہے تھے۔ اور اگنی ہوتری صاحب بھی اُس وقت موجود تھے۔ بحث کے درمیان پنڈت شیو نرائن جی بول اُٹھے کہ سوامی جی سے جواب نہیں آیا اور وہ ہار گئے۔ اس پر سوامی جی نے پنڈت جی سے پوچھا کہ بھلا آپ بتلایئے کہ ہم نے کیا کہا؟

پنڈت جی نے کچھ بیان کیا۔

تب سوامی جی نے بھائی دت سنگھ جی سے پوچھا کہ کیوں ہم نے یہی کہا؟

بھائی دت سنگھ نے کہا کہ نہیں آپ نے یہ نہیں کہا۔ پنڈت جی نے کچھ نہیں سُنا۔

پھر سوامی جی نے پنڈت جی سے پوچھا کہ بھلا بتلایئے تو سہی کہ بھائی دت سنگھ نے کیا کہا تھا؟

پنڈت شیو نرائن نے پھر کچھ بیان کیا۔

بھائی دت سنگھ نے کہا کہ یہ میں نے نہیں کہا تھا۔

اُس وقت سوامی جی نے پنڈت شیو نرائن سے کہا کہ آپ بغیر سوچے سمجھے رائے دیتے ہیں۔ اس پر پنڈت جی خفا ہو گئے۔

ایک دن پنڈت شیو نرائن نے آن کر اعتراض کیا کہ سوامی جی سام وید میں اُلو کی کہانی ہے۔ آپ کس طرح کہتے ہیں کہ وید میں کوئی کہانی نہیں ہے؟ سوامی جی نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ پنڈت جی نے پھر کہا کہ ضرور ہے آپ کیوں انکار کرتے ہیں؟ تب سوامی جی نے سام وید اُٹھا کر اُن کے ہاتھ میں دے دیا۔ کہ اگر ہے تو آپ ضرور نکال کر سب کے سامنے بتلایئے۔ پنڈت جی پستک لے کر کچھ دیر تک تلاش کرتے رہے۔ پھر آخر کو کہہ دیا کہ اس میں تو نہیں ملتی۔ اس پر سوامی جی تو خاموش رہے۔ مگر اور لوگوں نے بہت تمسخر کیا۔

ایک روز لاہور کے ایک پنڈت صاحب سوامی جی سے مورتی پوجا پر بحث کرنے لگے۔ اور ایک شلوک پڑھ کر کہنے لگے کہ منوسمرتی میں بھی مورتی پوجا کی آگیا دی ہوئی ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ اگر یہ شلوک منوسمرتی کا نہ ہو تو آپ اس اپنی بھول قبول کر کے (مورتی پوجا) کو چھوڑ دیویں گے؟ اسی وقت منوسمرتی منگائی گئی۔ مگر پنڈت جی نے کہا کہ ہم آپ کی کتاب کو مستند نہیں مانتے ہم تو گھر جا کر منوسمرتی دیکھ کر بتلاویں گے۔ سوامی جی نے اس بات کو منظور کیا اور تیسرے روز پنڈت جی

جب پھر آئے تو سوامی جی نے پوچھا کہ وہ شلوک منو سمرتی میں کہاں ہے؟ پنڈت جی خاموش ہو گئے۔ اور صرف یہی کہا کہ بیشک وہ شلوک منو سمرتی کا نہیں تھا۔

اسی طرح ایک اور پنڈت نے ایک دن یوگ وششٹ کا شلوک مُورتی پُوجا کی تائید میں پڑھا۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ اگرچہ ہم یوگ وششٹ کو پرمان نہیں مانتے۔ مگر پھر بھی یہ شلوک آدھا یوگ وششٹ کا ہے۔ آدھا کسی اور شخص کا گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی نکلا۔

ایک دفعہ پنڈت شیو بھان نے آن گنت لوگوں کے بیٹھے ہوئے پھشراد دھرم پر بحث شروع کی۔ اور اپنے دعوے کے ثبوت میں

आमंतुलनपितरा: स्वर्गं स्या: सा वالا منتر پیش کیا۔ سوامی جی نے اس کا اردو ترجمہ کر کے فرمایا کہ اس کا تعلق مُردہ شرادھ سے کسی طرح نہیں ہے۔ وہ اور تو کچھ جواب نہ دے سکے۔ صرف یہ کہا کہ آپ کے اس قدر پیرو ہو گئے ہیں۔ مگر ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو صرف ایک منتر بھی شُدھ پڑھ سکے۔ تب پنڈت بہاری لال شاستری نے اُٹھ کر وہ منتر شُدھ پڑھا اور ساتھ ہی پنڈت جی سے جو ایک اشلوک پیش کیا تھا۔ اس کی اشدھیاں بھی بتلائیں کہ آپ ان کو شُدھ کیجئے۔

۱۳۔ استریوں کو اُپدیش: ایک دن کچھ استریاں دوپہر کے وقت خاص اجازت حاصل کر کے سوامی جی کے پاس اُپدیش سُننے کی غرض سے گئیں۔ اور سوامی جی سے پوچھا کہ گیان اور شانتی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ سوامی جی نے اُن سے کہا کہ تمہارے پتی تمہارے گورو ہیں۔ انہیں کی سیوا تم کو کرنی چاہیئے۔ اور کسی سادھو کو گورو مت بناؤ۔ اور ودیا پڑھو۔ تم اپنے خاوندوں کو یہاں بھیجا کرو۔ اور اُن کے ذریعہ سے تم ہمارے اُپدیش سے فائدہ اُٹھایا کرو۔ اس روز کے بعد سوامی جی نے استریوں کا آنا بند کر دیا۔

۱۴۔ مُورتیاں بازار میں پھینک دیں: سوامی جی کے راست اُپدیشوں سے کئی صاحبوں کے دل مُورتی پُوجا سے پھر گئے۔ بعضوں نے مورتیوں کو بستہ فراموشی میں باندھ دیا۔ بعضوں نے چپکے جا کر دریائے راوی کی نذر کر دیں۔ اور بعض جوش والے اور برادری کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ ایسے دھارمک بہادروں نے اپنی مُورتیاں علانیہ بازاروں میں پھینک دیں۔ اُن میں سے ایک مہاشہ سوہن لال باسی لالہ بالک رام جی کھتری ساکن لاہور تھے۔ جس سے تمام شہر میں تلاطم مچ گیا۔ چنانچہ کوہ نور میں لکھا ہے: "سوامی دیانند سرسوتی کی سعی بلیغ کا نتیجہ اُن کے پیروؤں کے علاوہ فریق ثانی کے حق میں بھی گویا اکسیر اعظم بن پڑا۔ یعنی جیسا کہ ایک گروہ خاص تازہ خیال تعلیم یافتہ سہولت پسندوں کا اُن کے قابو میں آ گیا ہے بلحاظ اُن کے اُپدیشوں کا اثر

تک کا ذکر ہوا کہ اس ہفتہ میں ایک شخص نے اپنے ٹھاکروں کی چوکی سر بازار سڑک پر پھینک دی۔" (۱۶۔ جون ۱۸۷۷ء صفحہ ۵۰۹ جلد ۲۹ نمبر ۲۴ شنبہ)

۱۴۔ استھاپنی آریہ سماج:- جب سوامی جی ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی میں فروکش تھے۔ انہوں نے لوگوں کو جتلایا کہ آریہ دھرم کی اُنتی تب ہی ہو سکتی ہے کہ شہر بہ شہر گاؤں بہ گاؤں آریہ سماجیں قائم ہو جاویں۔ چونکہ سوامی جی کے اپدیشوں سے لوگوں کے خیالات اپنے دھرم پر مستحکم ہو چکے تھے۔ سب نے اس بات کو منظور کیا اور ۲۴ جون ۱۸۷۷ء یکشنبہ (جیٹھ سُدی ۱۳ سمت ۱۹۳۴ و ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ و ۱۱ اساڑھ ۱۲ سنگرانت) کو آریہ سماج لاہور شہر میں قائم ہوا۔

۱۵۔ آریہ سماج کے نیم:- اس سے پہلے بمبئی وغیرہ میں آریہ سماجیں قائم ہو چکی تھیں۔ اور نیم بھی مقرر ہو چکے تھے۔ لیکن وہ طویل تھے۔ اس لئے یہاں کے چند اصحاب کے کہنے و مشورہ سے اُن کو سوامی جی نے مختصر کر دیا۔ چنانچہ وہ نیم ۹ ستمبر ۱۸۷۷ء کے خیر خواہ پنجاب و ستارہ آف انڈیا جلد ۱۲ نمبر ۷ صفحہ ۸ شہر سیالکوٹ میں طبع ہوئے۔

۱۔ سب ست ودیا اور ودیا سے جو پدارتھ جانے جاتے ہیں۔ اُن سب کا آدی مُول پرمیشور ہے۔

۲۔ ایشور سچدانند سروپ۔ نراکار۔ سرب شکتیمان۔ نیائے کاری۔ دیالو۔ اجنما۔ اننت۔ نروکار۔ اناوی۔ انوپم۔ سرب آدھار۔ سرب ایشور۔ سرب ویاپک۔ انترجامی۔ اجر۔ امر۔ ابھے۔ نت۔ پوتر اور سرشٹی کرتا ہے۔ اُسی کی اُپاسنا کرنی یوگ ہے۔

۳:- وید ست ودیاؤں کا پستک ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا اور سننا سنانا سب آریوں کا پرم دھرم ہے۔

۴:- ست گرہن کرنے اور اَست کے چھوڑنے میں سربدا اُدیت رہنا چاہیئے۔

۵:- سب کام دھرم انوسار ارتھات ست اور اَست کو بچار کرکے کرنے چاہئیں۔

۶:- سنسار کا اُپکار کرنا اس سماج کا مکھ اُدیش یعنی خاص منشا ہے۔ ارتھات شاریرک، آتمک اور سماجک اُنتی کرنا۔

۷:- سب سے پریتی پوربک دھرم انوسار یتھا یوگیہ برتنا چاہیئے۔

۸:- اودیا کا ناش اور ودیا کی بردھی کرنی چاہیئے۔

۹:- ہر ایک کو اپنی ہی اُنتی سے سنتشٹ نہ رہنا چاہیئے۔ کنتو سب کی اُنتی میں اپنی اُنتی سمجھنی چاہیئے۔

۱۰:- سب منشیوں کو سماجک سرب ہتکاری نیم پالنے میں پرتنتر رہنا چاہیئے۔ اور پرتیک ہتکاری نیم میں سب سوتنتر ہیں۔

نتیجہ:- یہی آریہ سماج کے مُول نیم یا اصول ہیں۔ جس کو شری پرم اُپکاری سوامی

دیانند سرسوتی جی مہاراج اور اُن کے مُبارک اور رشید پیرو کا سدا سے قائم فرمایا ہے سدا نا وہ ہے جو خاک سے لعل اور دشمن سے مغز کو نکال لیتا ہے۔ آد سچ جگاد سچ (نانک) ہے بھی سچ اور ہوسی بھی سچ۔ سانچ کو آنچ نہیں اور دروغ کو فروغ نہیں۔ مخالف اور ناانصاف اور متعصب جو چاہیں سو کہیں۔ مگر ہم یہی کہیں گے۔ سوامی جی صاحب موصوف ہمارے آریہ دیش میں دھرم اور ست کے پرکاش کرنے کے لئے سمپورن کلا اوتار پیدا ہوئے ہیں۔ تاریخ امروزہ سے ہم نے اپنی اخبار کے واجب الادا فرائض میں اس فرض کو بھی داخل کر لیا ہے کہ جہاں تک ہم کو موقعہ اور فرصت ملیگی۔ سوامی صاحب کے مبارک خیالات کو اس صحیفہ کے ذریعہ سے شائع کیا کریں گے۔"

مندرجہ ذیل اشخاص سماج کے ممبر اور عہدہ دار بنے:۔ لالہ مُولراج ایم۔اے پردھان۔ لالہ سری رام ایم۔اے مرحوم اُپ پردھان۔ بابو سارداپرشاد بھٹاچاریہ و لالہ سائیںداس مرحوم و لالہ جیونداس سکرٹریان۔ لالہ بشن لال ایم۔اے جائینٹ سکرٹری۔ لالہ کندن لال خزانچی۔ لالہ طیب داس مرحوم پُستکادھیکش۔ پنڈت امرناتھ۔ ڈاکٹر بھگت رام ساہنی۔ ڈاکٹر خزان چند۔ لالہ مدن سنگھ۔ لالہ منگو مل۔ لالہ ہنسراج ساہنی وکیل۔ لالہ دوارکا داس۔ لالہ ایشرداس بی۔اے مرحوم۔ بھائی نہال سنگھ مرحوم۔ لالہ بالک رام مرحوم۔ لالہ رام سہائے مل۔ لالہ گوبند سہائے۔ لالہ ایشرداس ایم۔اے۔ ڈاکٹر سدانند ممبران۔

۱۵۱۔ **لاہور سماج کی ابتدائی حالت**۔ اُس وقت لاہور کی عجیب حالت تھی۔ شہر کے دو فریق ہو گئے تھے۔ ایک وہ جن کے خیالات سوامی جی کے اُپدیش سُنکر پراچین ویدک دھرم کی طرف رجوع ہو گئے تھے۔ اور دوسرے پُرانک لوگ۔ جو پُرانی چال اور رسم کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ دونوں فریقوں میں عجیب کشمکش تھی۔ پُرانی چال کے لوگ اور برہمن آریہ سماج کو ناستک اور کرانی سماج کا خطاب دیتے تھے۔"

پہلی دفعہ اُپاسنا ڈاکٹر رحیم خاں صاحب کی کوٹھی میں ہوئی۔ اور ہَوَن بھی ہُوا اور وہاں ہی آریہ سماج کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اُپاسنا کے بعد بابو سارداپرشاد بھٹاچاریہ نے کچھ ویاکھیان دیا۔ جس پر سوامی جی نے کہا "ہمیں یقین ہے کہ اب یہ سماج چل نکلیگا۔ کیونکہ اس میں بابو صاحب جیسے تجربہ کار آدمی موجود ہیں۔

دُوسرا ہفتہ یکم جولائی ۱۸۷۷ء بروز یکشنبہ مطابق اساڑھ بدی ۵ سمت ۱۹۳۴ ست سبھا کے مکان میں ایشور پرارتھنا ہوکر آریہ سماج کی کاروائی ہوئی۔ سوامی جی نے پورانوں کا اچھی طرح کھنڈن کیا۔ اور بڑے بڑے زور دلائل سے اُن کی بیہودہ باتوں کی تردید کی۔ اس پر ست سبھا والے بھی سوامی جی سے ناراض ہو گئے۔

چنانچہ انہوں نے بایں مضمون ایک خط لکھا:۔

التماس :۔ ظاہر ہو کہ چونکہ سوامی جی مہاراج نے بروز یکشنبہ گذشتہ اپنے دیاکھیان میں شاستروں اور پرانوں کا ماننا جائز نہیں رکھا۔ اور یہ بات ست سبھا کے اصولوں کے خلاف ہے۔ بلکہ اسی سبب سے کئی لوگوں کے درمیان جھگڑا بھی برپا ہو گیا ہے۔ اور عام دنیادار لوگ جو ست سبھا کے اصولوں پر اپنا وشواس رکھنے لگ گئے تھے۔ اس بات کو سننے اور دیکھنے سے منحرف ہو گئے نظر آتے ہیں۔ اور ست سبھا جو قائم ہوئی ہے۔ مطلقاً عام لوگوں کی بہبودی کی غرض سے ہے۔ لہذا بخدمت ممبران ایگزیکٹو کمیٹی آریہ سماج التماس ہے کہ وہ جو آئندہ اتوار کو آپ سماج والوں کی اپاسنا اس مکان میں جمع ہو کر مقرر کی گئی ہے۔ کسی اور مکان میں تجویز فرمائی جاوے۔ تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ مندر میں مباحثہ ہونے کے وقت فساد ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر پھر ممبران آریہ سماج اس مندر میں اپنی اپاسنا کرنا چاہتے ہوں تو البتہ یہ معاملہ ایگزیکٹو کمیٹی ست سبھا میں پیش کیا جاویگا۔ اور فیصلہ سے اطلاع دی جاویگی۔ اطلاعاً عرض کیا گیا۔ ۳ جولائی ۱۸۷۷ء مطابق ۲۰ اساڑھ بدی سمت ۱۹۳۴

ممبروں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی۔ اور ست سبھا نے بھی انکار کر دیا۔ اس لئے ۸ جولائی ۱۸۷۷ء کو ایک مکان واقع انارکلی جس میں بعد کو ٹربیون کا دفتر رہا۔ اور اب جس میں بھارت انشورنس کمپنی کا دفتر ہے۔ بیس روپیہ ماہوار کرایہ پر لیا گیا اور اسی روز یکشنبہ کو اس مکان میں سماج کا ہفتہ وار جلسہ منعقد ہوا۔ سوامی جی نے خود ایشور اپاسنا کرائی۔

۱۷۔ دھرم پرچار :۔ اسی روز یا کسی دوسرے روز دیاکھیان میں سوامی جی نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ بڑا بھاری کام ویدک دھرم پرچار کا ہماری اس زندگی میں پورا نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس جنم میں نہیں تو پھر دوسرے جنم میں ہم اس کام کو پورا کرینگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی جی کا کتنا بڑا استقلال اور ارادہ تھا۔

ایک روز انارکلی کے مکان میں مکتی وشے پر دیاکھیان دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ ہم وید کے اس مسئلہ کو مدت تک سوچتے رہے ہیں۔ اور بعد مدت مسال ہم کو پورا پورا نتیجہ ہو گیا ہے کہ انسان کے محدود کرموں کا پھل محدود ہوتا ہے۔ اور روح انسانی اپنے اچھے کرموں کا پھل بھوگ کر پھر اسی سنسار میں آجاتی ہے۔ سوامی جی سنسکرت نہایت سلیس بولتے اور لکھتے تھے۔ بہت سے لوگوں کی درخواست پر آپ نے ایک دیاکھیان آریہ سماج کے مکان میں بزبان سنسکرت دیا۔ اور وہ ایسا سلیس تھا کہ جن کو تھوڑی سی سنسکرت آتی تھی۔ وہ اس کو بخوبی سمجھتے جاتے تھے۔

۱۸۔ برہمو لوگوں کے سوال :۔ ایک روز مکان سماج واقع انارکلی میں برہمو لوگ

بن کر آئے تھے۔ اور سوامی جی سے کہا کہ ویدوں میں مورتی پوجا کا ذکر اکثر جا بجا ہے۔ پنڈت بھانودت برہمو لوگوں کی طرف سے سوامی جی کے ساتھ تقریر کرتے تھے۔ خاص اس شرتی کا بھی ذکر آیا۔ جس میں گنگا جمنا لفظ آتے ہیں۔ اس پر اعتراض یہ تھا کہ ویدوں میں گنگا جمنا کی بھی پرستش درج ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ اگر آپ لوگ تمام پرکرن پڑھ لیتے تو یہ اعتراض نہ کرتے۔ یہاں پر گنگا جمنا نام ناڑیوں کا ہے۔ اور یہ مقام یوگ ابھیاس کا ہے۔ یہاں پر ندیوں سے کچھ مطلب نہیں ہے۔ اور ان الفاظ کے ساتھ خاص کر اس قسم کے وشیشن یعنی صفات ہیں کہ ان کا ندیوں پر ہرگز اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بہت سے سوال ویاکرن وغیرہ کے کئے۔ جن کا پورا پورا جواب برہم سماجیوں کو مل گیا۔

۱۹۔ سوامی جی کو خطاب۔ ایک روز بااتفاق دیگر ممبران آریہ سماج بابو سارداپرشاد نے عام جلسے میں یہ تجویز پیش کی کہ سوامی جی کو سماج کے متعلق کوئی خاص خطاب مثل مربی یا ہادی کے دیا جاوے۔ سب لوگوں نے اس بات کو منظور کیا۔ سوامی جی نے سنکر کہا کہ مجھے اس لفظ سے گورو پن کی بو آتی ہے۔ اور میرا مشن گورو ڈم آدی پنتھوں کے توڑنے کا ہے۔ نہ کہ خود گورو بن کر ایک نیا پنتھ قائم کرنے کا۔ اور کہا کہ اگر اس قسم کی پدوی سے کسی کو میرا ہی دماغ پھر جائے۔ یا اگر میں بچ رہوں تو جو میرا جانشین ہو۔ وہ مغرور ہو کر کچھ کام کرنے لگے تو پھر تم لوگوں کو بڑی دقت پیش آویگی۔ اور وہی خرابی پیدا ہوگی جو دوسرے تمام پنتھوں کو پیش آئی ہے۔ اس لئے اس قسم کی کوئی تجویز ہرگز نہ ہونی چاہئے۔ پھر بابو سارداپرشاد جی نے کہا کہ اور نہیں تو ہم آپ کو اس سماج کا پرم سہایک کہیں گے۔ اس پر سوامی جی نے کہا کہ اگر مجھے آپ نے پرم سہایک مانا تو اس جگدیش جگت گورو سرب شکتیمان سہائی کو کیا کہو گے؟ آخر کار سوامی جی نے یہ کہا کہ میرا نام بھی آپ لوگ سماج کے سہایکوں میں داخل کرو جیسے کہ اور لوگ سہایک ہیں۔ میں بھی ایک سہایک ہوں۔

۲۰۔ پنڈت نندلال جی کا ملنا۔ پنڈت نندلال جی ہیڈ پنڈت گورنمنٹ ہائی سکول گجرات اپنے ودیارتھی سنت رام بی۔ اے (حال ہیڈ ماسٹر نارمل سکول جالندھر) سے سوامی جی کا ذکر سنکر ملنے اور شاستر ارتھ کے شوق سے رخصت لے کر لاہور گئے۔ اور اپنے کلاس فیلو پنڈت سکھدیال نایک ماسٹر اورینٹل کالج کے پاس جا کر ٹھہرے۔ اور ان سے کہا کہ چلو سوامی جی سے چل کر شاستر ارتھ کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان کے پاس نہیں جاتے۔ وہ اپنی ہی کہتا ہے۔ دوسرے کی نہیں سنتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ پہلے ان کے پاس ہو آئے ہیں۔ اور ان سے ان کا دھرم چرچا ہو چکا ہے۔ آخر الامر اپنے ودیارتھی لدھا رام کو ساتھ لیکر پنڈت جی

سوامی جی کے پاس گئے۔ اور دیکھا کہ وہ آدمی موجود ہیں۔ سوامی جی لنگوٹ پہنے بیٹھے ہیں ایک شخص نے ناریل بھر دیا۔ اور اُن کے پاس بیٹھا ہُوا ایک کھتری ویدانت کی بابت کچھ پوچھ رہا ہے۔ کہ ویدانت کیسی چیز ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ جس وقت آدمی غمگین ہوتا ہے۔ اُس سے اپنے من کو سہارا دے سکتا ہے۔ اس کے بعد شندلال جی کی باری آئی۔ بات چیت میں سوامی جی نے سنسکرت بولتے ہوئے ایک جگہ त्वद्दमस्यां तस्मान् मृत्स्यायां بولا۔ وہاں چاہیئے تھا نپنسک لنگ۔ مگر انہوں نے استری لنگ بولا۔ پنڈت جی نے کہا کہ ایسا نہ بولئے۔ یہ نپنسک لنگ ہے سوامی جی نے کہا کہ اس سوتر कुत्र स्वयं बहुल से اس کو استری لنگ ہو سکتا ہے۔ اس واسطے یہ اشدھ نہیں۔ اتنے میں لکچر کا سمے ہوگیا۔ اس لئے پنڈت جی چلے آئے۔ اور پھر ڈاکٹر رحیم خاں کی کوٹھی میں اُن کا لکچر سننے گئے۔

۱۷۔ سوامی جی کی قیافہ شناسی:۔ اُن دنوں میں کالج کے لڑکے سوامی جی کے پاس سنسکرت پڑھنے جایا کرتے تھے۔ اُن میں سے تارا چند کلرک پولیس مظفر گڈھ کے بھائی پنڈت گنپت رائے بھی تھے۔ جو وکالت میں پڑھا کرتے تھے۔ سوامی جی ان کو سچے ویدوکت دھرم اور سنسکرت (جوکہ اس ملک سے نیست و نابود ہوتی جاتی تھی) کی تعلیم دیا کرتے تھے) ایک دن انہوں نے پنڈت گنپت رائے سے پوچھا کہ تمہاری شادی تو نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ مہاراج! شادی تو نہیں ہوئی لیکن سگائی یعنی منگنی ہوگئی ہے۔ سوامی جی نے فرمایا کہ تم شادی نہ کرنا۔ انہوں نے پوچھا مہاراج کیوں؟ سوامی جی نے فرمایا کہ تمہاری عمر کچھ کم معلوم ہوتی ہے یعنی تیس سال کے اندر ہے۔ پنڈت گنپت رائے نے گھر میں تو کچھ نہ کہا۔ لیکن اپنے دوستوں وغیرہ سے کہا کہ میں شادی بالکل نہیں کرونگا۔ کچھ عرصہ بعد اُن کے سسر نے شادی دینے کو کہا اور اُن کے گھر والوں کو بہت تنگ کیا۔ پنڈت کو لاہور سے شادی کے واسطے بلایا گیا۔ مگر آنا تو کجا خط کے جواب سے بھی جواب رہا۔ پھر سب چُپ ہو رہے۔ کچھ مدت بعد اُن کے پاس اُن کے والد کی طرف سے اس مضمون کا تار پہنچا کہ تمہارے والد سخت بیمار ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر تو ہمارا لڑکا ہے تو شاہ پور میں (جوکہ اُس کا وطن ہے) آکر پانی پینا۔ وہ مجبور ہوکر شاہ پور کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ والد بیمار تو ہیں لیکن ایسے سخت نہیں۔ جیسا کہ اُن کو لکھا گیا تھا۔ تاہم اُن کی شفا پانے تک وہیں رہے۔ اُن کے رشتہ داروں نے اُن کو بہت کچھ سمجھایا۔ اور کہا۔ اگر تم اپنی سگائی چھوڑ دو اور وہ کسی اَور سے بیاہی جاوے۔ تب بھی لوگ تمہارا نام ضرور لینگے کہ یہ پہلے فلانے سے منسوب تھی۔ یہ بات اُن کے بھی دل لگ گئی۔ اور نیز انہوں نے یہ سوچا کہ شاید کوئی لڑکا پیدا ہو جائے۔ جس سے نام میرا چلا جائے۔ اس لئے

شادی پر رضامند ہو گئے۔ اور اُن کی شادی ہو گئی۔ یہ سوچ کر کہ ایام زندگی تھوڑے ہیں۔ عیش و آرام سے گذاریں۔ انہوں نے کالج کی تعلیم چھوڑ دی۔ اور ادھر اُدھر سیر میں دن گذارتے رہے۔ ایک دن اُن کو کہا گیا کہ تمہارا یہ خیال کہ میری زندگی تھوڑی ہے۔ خام ہے۔ جوتش اور فقیر ہمیشہ سچے نہیں ہوتے۔ چاہئیے کہ کچھ روزگار تلاش کرو۔ بیکار آدمی دُنیا میں کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کے بڑے بھائی پنڈت جسونت رائے نے جو کہ اُن دنوں میں مظفرگڑھ کے سول سرجن تھے۔ اُن کی سفارش کر کے اُن کا نام نائب تحصیلداری میں درج کرایا۔ اور تحصیل لودھراں اور شجاع آباد ضلع ملتان میں قائمقام نائب تحصیلدار بھی رہے۔ آخر کار بیمار ہو کر ۲۸ سال کی عمر میں اس جہان سے کوچ کر گئے۔ مرتے وقت انہوں نے اپنے کُل رشتہ داروں اور دوستوں سے کہا کہ مجھ کو سوامی جی نے فرمایا تھا کہ تمہاری عمر تیس سال کے اندر ہے۔ اور یہی سبب تھا کہ میں شادی سے پہلے انکار کرتا تھا۔ اور اسی سبب سے میں نے وکالت کی تعلیم بھی چھوڑ دی تھی۔ پنڈت گنپت رائے ضلع شاہ پور کے ایک شریف اور وشنو خاندان میں سے تھے۔ اور ہمیشہ اپنی قوم کی ترقی کے خیال میں رہتے تھے۔

۲۲۔ برہمو اخبار سے ایک اور اقتباس :۔ رسالہ برادر ہند یکم جولائی ۱۸۸۳ء میں سوامی جی کی بابت مندرجہ ذیل لیکھ نکلا :۔

”سوامی جی کے خیالات اکثر وسیع اور بہت سا حصہ اُن کا اس زمانہ کے عالمانہ خیالات کے موافق ہوتا ہے۔ دماغ اُن کا نہایت ترقی پذیر معلوم ہوتا ہے۔ اور اس لئے انہوں نے اگرچہ بجز زبان سنسکرت اور کسی زبان کا علم ادب نہیں پڑھا۔ تاہم ایک اچھی علم ادب اور روشن دماغ تعلیم یافتہ لوگوں کی صحبت کے ذریعہ سے انہوں نے اپنے خیالات کو اس قدر صاف اور وسیع بنا لیا ہے۔ کہ وہ نہ صرف اپنے تمام ہمعصر پنڈتوں کے تعصب آمیز اور تنگ خیالوں کے درجہ سے گذر کر ایک سچے عالم اور روشن دماغ پنڈت کا نمونہ بن گئے ہیں۔ بلکہ ہمارے ملک کے عام انگریزی پڑھے لکھے لوگوں کے خیالات سے بھی کسی قدر ترجیح رکھتے ہیں۔ اس شخص کے دل میں بظاہر قومی ہمدردی اور قومی اصلاح کا بہت بڑا جوش معلوم ہوتا ہے۔ گو اس وقت یہ کہنا سخت مشکل ہے کہ وہ جوش کہاں تک خود غرضی سے خالی اور اُس کی آمیزش سے پاک ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت محض تجربہ پر موقوف ہے۔ اور اُس کا دکھلانے والا صرف زمانہ ہے۔ تاہم ان کی ذات سے جہاں تک ہم اس وقت قیاس کر سکتے ہیں ملک میں بہت کچھ ترقی اور اصلاح کی اُمید ہے۔ مذہبی اصلاح کے لحاظ سے بت پرستی کا یہ شخص بہت بڑا دشمن ہے۔ چنانچہ منجملہ اور ایسے اشخاص

کے جو بُت پرستی کی جڑ کاٹنے میں ان دنوں کوشش کر رہے ہیں۔ اس شخص کو اس زمانہ کا اگر بہت بڑا بُت شکن کہیں تو بھی بجا نہ ہوگا۔ برہمو سماج کی مذہبی شاخ کی اصلاح کے حق میں کہ جس کا اصول ہر قسم کی بُت پرستی کو دفع کرنا اور دُنیا میں خدا کی پرستش پھیلانا ہے تو یہ شخص ایک ایسا معاون فرشتہ ہے کہ جس کی تعریف جس قدر کی جائے تھوڑی ہے۔ صرف مذہبی اصلاح کا ہی یہ شخص طالب نہیں بلکہ تمام قومی برائیوں کو جو مثل بچپن وغیرہ کی شادی کے ملک میں پھیل رہی ہیں۔ اُن کی اصلاح مدِ نظر رکھتا ہے۔ عورات کی تعلیم اور اُن کی آزادی کا خاص کر خواہاں ہے۔ اور اس کی یہی رائے ہے کہ تاوقتیکہ اُن میں تعلیم نہ پھیلیگی۔ اُنہیں زنانہ قید سے رستگاری حاصل نہ ہوگی تب تک اس ملک میں کسی نمایاں ترقی کی اُمید کرنا لاحاصل ہے۔ غرضیکہ قوم سے جہالت اور تعصب کا دفع کرنا۔ علم کا رواج دینا۔ قومی اتفاق پیدا کرنا اور اُسے عام تہذیب کی صورت میں لاکر ایک عمدہ نمونہ بنانے میں کوشش کرنا اس شخص کی عام اور خاص علت غائی ہے۔ (صفحہ ۲۰۲)۔

۴۲ - اعتراض متعلقہ شیونندا:- پنڈت موہن لال جی نے اعتراض کیا۔ کہ آپ سنیاس دھرم میں ہو کر اس کے خلاف کام کرتے ہیں۔ سوامی جی نے پوچھا کہ میں کونسا کام سنیاس کے خلاف کرتا ہوں؟ کہا کہ آپ شیو جی کی نندیا کرتے ہیں۔ سوامی جی نے اُتر دیا کہ میں شیو کی نندیا نہیں کرتا۔ بلکہ جتنی شیو کی عزت میرے من میں ہے۔ اور کسی میں کیا ہوگی۔ اور اُس کلیان سروپ شیو کی تو سب عزت کرتے ہیں۔ ہاں تمہارا پتھر کا شیو جو جڑھ یا مُردہ اور مندر کے اندر بند ہے۔ میں اُس کو نہیں مانتا۔ اور نہ اُس کی عزت کرتا ہوں۔ اور نہ وہ عزت کے لائق ہے۔ جس پر وہ لاجواب ہو کر چلے گئے۔

۴۳ - امرتسر جا کر متفرق طور پر آنا۔ ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی سے ہی سوامی جی امرتسر کی طرف چلے گئے۔ اور پھر گو چند بار ایتوار کے واسطے لاہور آتے رہے۔ مگر زیادہ ایک دو دن سے نہ رہے۔

ایک دفعہ ۱۲ - جولائی ۱۸۷۷ء برہسپتی وار کو سوامی جی آئے۔ انارکلی سماج میں اول صبح ۷ بجے پنڈت سانند پرشاد جی نے آریہ دھرم پر ویاکھیان دیا۔ اور شام کو سوامی جی نے اُسی جگہ ضرورت دھرم اور آریہ سماج کے فوائد پر ویاکھیان دیا۔ ۱۷ جولائی ۱۸۷۷ء کو لاہور سماج کے متعلق پُستکالیہ کھولنے کی تجویز ہوئی۔ لالہ سائیں داس جی نے اس کے لئے دو سو روپیہ کا وعدہ کیا۔

۴۴ - دو اخباروں سے اقتباس:- اخبار کوہ نور لاہور میں مندرجہ ذیل مضمون ۲۸ - جولائی ۱۸۷۷ء کو طبع ہوا۔

"آریہ سماج لاہور" - پہلے دو سال میں جو سوامی دیانند سرسوتی جی ویدک دھرم اُپدیش کرتے رہے ہیں۔ اس کے سُننے سے لوگوں کے دلوں میں قومی ہمدردی نے ایسا قدر جوش مارا کہ انہوں نے ۲۴ - جون ۱۸۷۷ء کو یہ سماج قائم کیا۔ اب اس سماج کے قریباً تین سو ممبر ہیں۔ اور روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اصل منشا اس سماج کا آریہ دھرم اور سنسکرت ودیا کے علم کی ترقی اور رواج ہے۔ اسی غرض سے اب ایک پاٹ شالہ یعنی مدرسہ تعلیم سنسکرت اور ویدوں کے لئے جاری کیا گیا۔ جس میں فی الحال ایک سو اشخاص تعلیم پاتے ہیں۔ یہ سماج صرف سوامی جی کی تشریف آوری کا نتیجہ ہے۔ تواریخ کے دیکھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس عرصہ ۲۵۰۰ برس میں از عہد سوامی شنکر آچاریہ کوئی آدمی وید خوان و دکھیشر پیدا نہ ہوا۔ جو راہ راست بتلاتا کیا یہ کچھ کم خوشی کا موقعہ ہے کہ سوامی جی بھلائی و راہنمائی کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اے بھائیو! آریہ دھرم والو! اب خواب غفلت سے بیدار کیوں نہیں ہوتے دیکھو! وہی سچے پرمیشور دیالو کرپانند جس نے وید کو دُنیا پر ظاہر کیا۔ اور وہی ہیں وہ آریہ لوگ جنہوں نے وید کی پیروی اختیار کی۔ وہ وید کی تعلیم کے بل سے سب طرح اور سُکھ سے گُنوان خوشی سے اپنا وقت گذارتے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ طور پر برتتے تھے۔ جس کا ثبوت صرف یہ کافی ہے کہ ابتدائی پیدائش دُنیا سے آخری سلطنت راے پتھورا تک کوئی غیر قوم اس آریہ ورت پر حملہ آور نہ ہو سکی۔ مگر اے بھائیو! جبکہ اس قوم نے بے علمی کے باعث نفاق میں ترقی پائی تو اُس وقت سے آریہ ورت کا حال دگرگوں ہو گیا۔ اُس وقت سے محمود غزنوی وغیرہ آیا۔ اور آخر شہاب الدین غوری اس ملک پر قابض ہو گیا۔ جس نفاق کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارا وید مقدس اور آریہ دھرم کرم بالکل ناپید ہو گیا۔ اور وید کی تعلیم تو ایسی معدوم ہوئی کہ اگر ہم چراغ لیکر بھی تلاش کریں تو کہیں پتہ نہیں ملتا۔ مگر شکر ہے اُس رحیم کا کہ جس نے اپنی دیا سے ہم لوگوں کی حالت زار دیکھ کر شری پنڈت سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کو پیدا کیا۔ اور اپنی شکتی سے اُن کے دل میں یہ ارادہ قائم کیا کہ وہ خدا پرستی اور تعلیم وید سکھلا دیں۔ مخلوق پرستی و عجائب و غرائب عقاید سے اجتناب کریں۔ اور راہ راست بتلا دیں۔ ہم سوامی جی کے نہایت مشکور ہیں کہ جنہوں نے اس قدر تکلیف اُٹھا کر اور وید کی تعلیم پا کر ہماری راہنمائی کے لئے اپنی عمر کا تمام حصہ وقف کر دیا۔ جس سے اُمید کی جاتی ہے کہ جیسی جیسی وہ کوشش کر رہے ہیں۔ اگر تمام ملک یکدل ہو کر مدد کرے۔ تو ایک دن میں ہی افلاس اور بدبختی کی کشتی پار ہے۔ اور پھر وہی وید دھرم اور کرم حقیقی عبادت جو کبھی زمانہ دراز پہلے رکھیشر کیا کرتے تھے۔ آن موجود ہو جائے۔ مگر افسوس کہ بعض لوگ خود تو جہالت

کے کنوئیں میں گر پڑے ہیں۔ مگر اوروں کو بھی نکلنے سے مانع ہوتے ہیں۔ اپنے سچے دھرم اور حقیقی معبود کی عبادت میں مشغول ہو۔ اور تمام لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرو۔ آئندہ تمہارا اختیار ہے۔ اے بھائیو! میری رائے میں نفاق کو یک لخت بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہیئے۔ اور صرف وید پر سب کو چلنا چاہیئے۔ جو کچھ اس میں ہدایت کی گئی ہے۔ صرف اسی سے ہماری نجات متصور ہو سکتی ہے۔" (ترجمہ نیاز ایم۔ اے نیز وا۔ آریہ دھرم (لاہور) مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۷۸ء صفحہ ۴ جلد ۹ نمبر ۳۴)

نور افشاں لدھیانہ میں لکھا ہے کہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۷۸ء کو پادری پی۔ ایم کرتی نے مقام سنگیر میں ایک لیکچر آرین لوگوں کے دھرم کی بابت دیا۔ جس میں اول یہ ثابت کیا کہ آرین لوگ اس ملک سے جو کاسپین سمندر کے کنارے واقع ہے۔ ہندوستان میں آئے تھے۔ دوم آرین لوگوں کی حالت چال چلن وغیرہ کا بیان کر کے ان کی بہت تعریف کی۔ سوم وید شاستر کے نیک مقاصدوں کو پیش کر کے بیان کیا کہ ان مقاصدوں کی تعلیم بائبل سے ملتی ہے۔ اور آخر کار صاحب موصوف نے اپنے ہم وطنوں کو اس تاکید سے جتایا کہ اپنے وید و شاستر کی تعلیم کو غور سے ملاحظہ فرماویں۔ اور نیز دین عیسوی پر بلا تعصب غور کر کے اُسے قبول کریں۔ ثبوت کامل ہے کہ ہندو دھرم جو کہ زمانہ حال میں پایا جاتا ہے۔ اس دھرم سے کہ جس کا ذکر وید و شاستر میں پایا جاتا ہے۔ بالکل خلاف ہے۔ پس اگر کوئی وید شاستر کے دھرم کو اہل ہنود میں جاری کر کے اس پر عمل کرے۔ اہل ہنود اس سے ایسا سلوک کرتے ہیں کہ جیسا عیسائیوں سے وہ کرتے ہیں۔ مثلاً اکثر اہل برہمو سماج شروع میں وید و شاستر کے دھرم پر معتقد تھے۔ لیکن اہل ہنود کے سامنے کافر ٹھہرے۔ پھر تھوڑے دن ہوئے کہ پنڈت دیانند سرسوتی نے پنجاب میں آن کر اہل ہنود کو تعلیم دی کہ آرین لوگوں کو وید دھرم پر چلنا چاہیئے۔ لیکن اگرچہ پنڈت مذکور نے وید شاستر کی تعلیم میں سے اپنی ہی تعلیم کو ملایا تو بھی اکثر اہل ہنود اس پر یہ ٹھانے تھے کہ پادریوں کا نوکر ہے۔ اور ہندو دھرم کو بگاڑتا پھرتا ہے۔ پس ہندو دھرم کا مدار اس بات پر کہ یہ قدیم سے ہے۔ منحصر نہیں ہے۔ کیونکہ وید و شاستر پر کوئی نہیں چلتا۔ مگر ذات پات میں اور جہالت پر مبنی ہے۔ جہالت کو دور کرو تو دین ہنود جو آج کل جاری ہے ایسا بھاگ جاوے جیسے اندھیرا سورج سے بھاگتا ہے (یکم نومبر ۱۸۷۸ء صفحہ ۳۴۱ جلد ۵ نمبر ۴۴)

تیسری فصل - امرتسر

بار اول ۵ جولائی سے ۱۲ ستمبر ۱۸۷۸ء تک

۱۔ ڈیرا۔ سوامی جی نے جب امرتسر آنے کا ارادہ کیا تو سردار دیال سنگھ صاحب رئیس

مجسٹریٹ نے میاں محمد جان رئیس امرتسر سے اُن کی کوٹھی بیرون دروازہ رام باغ چالیس روپیہ ماہوار کرایہ پر لے کر سوامی جی کے ٹھہرنے کے واسطے مقرر کی۔ سوامی جی ۵- جولائی کو تشریف لا کر اس میں رونق افروز ہوئے۔

۲- دھرم پرچار کا کام اور اثر:- لوگ جوق در جوق درشن کے واسطے آنے شروع ہوئے۔ ہر ایک آدمی اپنے شکوک رفع کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ لوگوں کا پریم دیکھ کر سوامی جی نے وہاں ہی پچھلے پہر ویاکھیان دینے شروع کئے۔ اور یہ سلسلہ ۱۲ ستمبر تک جاری رہا۔ مگر درمیان میں کبھی ایک دن کے واسطے سوامی جی لاہور چلے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سماج ابھی نئی اور کمزور تھی۔ اس کے علاوہ ۱۸ سے ۲۰ اگست تک گورداسپور میں رہے۔ راجہ صاحب دیال صاحب و سردار بھگوان سنگھ صاحب و لالہ پنڈت رام صاحب سیٹھ اور تمام معززین شہر امرتسر ویاکھیانوں میں تشریف لایا کرتے تھے۔

سن سنگھ ہرا سنگھ کا باپ ہمیشہ چاہتا تھا کہ کسی کو بیٹے کا گورو بنا دے۔ کیونکہ وہ نگورا ہے۔ مگر وہ کسی کو گورو نہیں بناتا تھا۔ جب سوامی جی آئے اور انہوں نے اُپدیش سنانے شروع کئے تو اُس کے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ تب مصری کا تھال بھر لایا اور مہاراج جی کے ارپن کیا۔ اور دکشنا دی۔ بعد ازاں گورو منتر پوچھا۔ سوامی جی نے فرمایا کہ اور کوئی گورو منتر نہیں۔ گائتری ہی گورو منتر ہے۔ اور بعد ازاں سماج کا ممبر بھی ہو گیا۔

سوامی جی ایک دن مشنری بنگلہ میں لیکچر دینے جا رہے تھے۔ پنڈت تلسی رام جی نے سماج کے ممبروں سے پوچھ رکھا تھا۔ سوامی جی کو بگھی سے اُتار لیا۔ اور اپنی بیٹھک میں لے جا کر ان کی بڑی استتی کی۔ کہا کہ آپ دنیا کے سورج ہیں۔ میرا آتما آپ کو نمسکار دیتا ہے۔ چند گونے مصری کے اور دو روپیہ نقد بھینٹ کئے۔ اور بڑی شردھا سے نمسکار کر کے رخصت کیا۔ اس بات کا شہر میں بہت چرچا ہوا۔ اور سوامی جی کے ست اُپدیش کا گھر گھر ذکر ہونے لگا۔

یہاں چار آدمیوں نے مورتیاں پھینک دیں۔ اور پوجا ترک کرنے والوں کا نمبر تو سینکڑوں سے اوپر ہو گیا۔

۳- بھائی عطر سنگھ کا ملنا:- بھائی عطر سنگھ آڑھتی ساکن میاں احمد ضلع راولپنڈی اول دفعہ اپنے چھوٹے بھائی کیہر سنگھ کے ہمراہ لاہور گیا۔ [illegible] کے لیکچر سنے۔ عورتیں ٹھاکروں کے ہار بنا بنا کر چڑھاتی تھیں۔ [illegible] متوجہ ہوتے تھے۔ انہوں نے سوامی جی کی بھی تعریف سنی اور [illegible] کے جلسہ پر بھی گئے۔ مگر سوامی جی اُس وقت امرتسر میں تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ان دنوں لاہور میں سوامی جی کی نندا کرنے والے لوگ بہت زیادہ تھے۔ جو کہتے تھے کہ وہ

عیسائیوں کا ذکر ہے۔

پھر وہ امرتسر گئے۔ چاہتے تھے کہ سوامی جی کے ویاکھیان سُننے جائیں۔ مگر آس پاس کے لوگوں سے سُنا کہ یہ انگریزوں کی طرف سے ہم لوگوں کو بھرشٹ کرنے کے واسطے آئے ہیں۔ بنا برآں اُن سے بغیر ملے ترنتارن چلے گئے۔ جہاں ایک سنسکرت کے وِدوان پنڈت اور اپنے چیلے کے واقف بھائی بیر سنگھ جی ورکت سے اُن کا میل ہوا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ سوامی جی ایک دیبی پُرش ہیں اور اعلےٰ درجہ کے وِدوان ہیں۔ یہ بولے کہ آپ نے بھی وِرکتوں میں جھنڈا گاڑا ہوا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔ ہم اُن کے مقابلے کے ہرگز لائق نہیں۔

عطر سنگھ جی نے اُن کو راولپنڈی آنے کے واسطے تیار کیا۔ بلکہ امرتسر تک ساتھ لائے جہاں انھوں نے کہا کہ چلو تم کو سوامی جی کے سامنے کر آئیں۔ مگر میں خود ان کے سامنے نہیں جاؤنگا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی بات چل پڑے اور مجھے مشکل پڑ جاوے۔

سوامی جی کشمیری (ہجامت) بنوا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ عطر سنگھ جی ان کے پاس جا کر نمسکار کر کے بیٹھ گئے۔ سوامی جی نے سب حال پوچھا۔ وہ ۱۲ بجے سے تین بجے تک وہاں ٹھہر کر یہ جانے لگے۔ تو فرمایا کہ ابھی تھوڑی دیر بعد یہاں ہی سماج ہوگا۔ سب لوگ آویں گے۔ اگر تم نے سُننا ہے تو ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ یہ ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد راجا صاحب دیال صاحب رئیس کشن کوٹ و سردار بھگوان سنگھ صاحب آنریری مجسٹریٹ و لالہ شنت رام صاحب سیٹھ اور بہت سے معزز لوگ آ گئے۔ اور آتے ہی سادھارن طور پر بیٹھتے گئے۔ سوامی جی نے سُکھ آسن پر بیٹھ کر منتر پڑھ دیا کھیان آرمبھ کیا۔ اور ایک کُرسی اپنے سامنے رکھ دی کہ جس کسی کو بعد ویاکھیان کے مباحثہ کرنا ہو وہ سامنے آ کر بیٹھے اور سوچے۔ اگر نہ بول سکے یا شانتی ہو جاوے تو پھر اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاوے۔ اتنے میں ایک برہمن آیا اور آتے ہی کھڑا ہو گیا۔ راجہ صاحب دیال جی نے کہا کہ آئیے پنڈت صاحب آگے آ جائیے۔ پنڈت جی بولے کہ ہم ایسی سبھا میں کیا آئیں۔ جو ایسے دُردھر ادھرم چین سبھا میں کہتے ہیں کہ اس دیش کے برہمن لوگوں کو گیان کا ادھکار نہیں اور نہ اُن کو کوئی شلوک یاد ہے۔ تو ہم اگر گیان نہیں تو کیا خاک کھائیں۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم نے ایسی بات نہیں کہی۔ مگر یہ کہا ہے کہ تم چونکہ وِدوان نہیں ہو۔ اس واسطے تم کو ادھکار نہیں ہے اور نہ وید منتر یاد ہے۔ تم مان لیتے ہو اور کھا کر بیٹھا کر دیتے ہو۔ تم خاک نہ کھاؤ گھاس کھاؤ۔ اس پر راجہ صاحب نے کہا کہ مہاراج! آپ نے یہ کیا کہا۔ گھاس تو گدھے کھاتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا تمہاری ان سے مذاق ہوگا ہم نے تو سادھارن کہا ہے۔

عطر سنگھ جی یہ دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے کہ کہاں تو لوگ نندا کرتے تھے اور کہاں

تیسرے روز انہیں یہ سُنانے لگے کہ یہ تو کوئی اوتار آیا ہے۔ جو ساکھشات ایشور پوجا کا اُپدیش کرتا ہے۔

انہیں دنوں میں سوامی جی نے گھنٹہ گھر میں ٹھاکر جنم کے برت کی بابت اُپدیش دیا کہ یہ بات بناوٹ ہے۔ لوگ پتھر کو ٹھاکر کہتے اور اُس اجنمی کا جنم بتلاتے ہیں۔ یہ صرف کسی نے بھیک مانگنے کا طریقہ بنا دیا ہے۔ ورنہ وید شاستر میں اس کا پتہ نہیں۔ اُس روز بیشمار آدمی سُننے والے تھے۔ مظفر سنگھ جی کا بیان ہے کہ اُس روز بالفرور پچاس یا سو آدمیوں کی ستر ورتی پوجا سے جل گئی۔ اس لکچر سے لوگوں کے دلوں میں بہت ہی اُتساہ پیدا ہوا۔ وہ لکچر سردار صاحب نے سُنے۔ اور پھر سوامی جی سے راولپنڈی آنے کی بابت ذکر کیا۔ فرمایا کہ ہم ابھی ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ وہاں آئیں گے یا نہیں؟ کیونکہ وہاں پر ریلوے نہیں ہے۔

۴۔ آریہ سماج کا قائم ہونا۔ ۵ جولائی ۱۸۷۷ء سے ۱۱ اگست تک برابر اُپدیش ہو کر لوگوں کے دلوں میں ست دھرم کا بیج بویا گیا۔ جس پر لوگ آریہ سماج قائم کرنے پر اُدیت ہوئے۔ چنانچہ ساون سُدی ۱۹۳۴ یا ۱۲ اگست ۱۸۷۷ء یکشنبہ کو اسی تقریب پر بابو سالگرام پرشاد سبھا پتی اور لالہ سری رام ایم۔ اے لاہور سے پدھارے۔ اوّل سوامی جی نے اُپاسنا کر کے ست اُپدیش دیا۔ پھر بابو سارداپرشاد جی نے دیا کھیان دیا۔ اور میاں جان محمد صاحب کی کوٹھی میں سماج قائم ہوئی۔ تقریباً پچاس صاحبان ممبر ہوئے اور مندرجہ ذیل عہدہ دار قرار پائے۔ بابو کنہیا لال صاحب وکیل پردھان۔ پنڈت سالگرام وکیل اُپ پردھان۔ بابو نرائن سنگھ وکیل منتری۔ پنڈت ہردے نارائن اُپ منتری وغیرہ۔

پھر سماج کے واسطے طوئی بنگہ میں ایک مکان لیا گیا۔ اور خود سوامی جی نے سب کو وہاں ہون کی ریتی بتلائی۔ اس مکان کے اندر کے صحن میں سوامی جی نے خود وید منتر پڑھ کر اوّل ہون کرایا۔

۵۔ مورتی پوجا اور پنڈت لوگ:۔ اُن دنوں سب سے زیادہ ودوان یہاں پنڈت رام دت جی تھے۔ لوگوں کی روز بروز مورتی پوجا سے شردھا دُور ہونے لگی تو شہر کے پنڈتوں اور اُن کے شش ملازمانِ سرکاری نے اُن سے کہا کہ جس طرح ہو۔ آپ سوامی جی سے شاستر ارتھ کریں۔ انہوں نے بہتیرا کہا کہ میں وید نہیں جانتا۔ وہ بڑے ودوان ہیں۔ میری اُن سے شاستر ارتھ کی سمرتھ نہیں۔ مگر پنڈتوں نے بہت تنگ کیا۔ کہ ہماری عزت نہیں رہتی۔ آپ ضرور شاستر ارتھ کریں۔ تب وہ مہاتما تنگ آن پنڈت امرتسر چھوڑ کر ہردوار چلے گئے۔ ایسے ہزاروں پنڈت ہیں جو صدق دل سے سوامی جی کی باتوں کو سویکار کرتے ہیں مگر دُنیا سے بھی ڈرتے ہیں۔

چنانچہ پشاور کے لائق پنڈت مُرلی دھر جی مرحوم جن دنوں پنڈت لیکھرام جی مورتی پوجا

ترک کر کے آریہ سماج میں داخل ہوئے تو اکثر بطور نصیحت کہا کرتے تھے کہ یدیپی شدھم لوک وِرُدھم نہ کرنی یم نہ چرنی یم کہ اگرچہ شُدھ اور ست ہے مگر چونکہ سنسار کی ریتی کے خلاف ہے۔ بنا براں اس پر عمل نہ کرنا چاہیئے اور نہ اسے ماننا چاہیئے۔ عموماً ودوان پنڈتوں کا تو یہی سدھانت ہے۔"

۱۶۔ کمشنر صاحب سے ملاقات:۔ سوامی جی کے ست اُپدیشوں کا جب بہت چرچا ہوا تو کمشنر صاحب امرتسر نے سوامی جی سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لالہ گورمکھ رائے وکیل نے سوامی جی سے کہا کہ کمشنر صاحب کو آپ سے ملنے کا کمال اشتیاق ہے، اس لیئے آپ ہی اُن کے بنگلہ پر چلیں۔ چنانچہ ایک روز سوامی جی تشریف لے گئے۔ اور وہاں پر کئی خاص باتوں کے علاوہ مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔

ایچ پرکنس صاحب بہادر کمشنر امرتسر نے سوامی دیانند سرسوتی جی سے سوال کیا کہ ہندو مذہب کیوں سُوت کے تاگے کی طرح کچا ہے؟

سوامی جی نے جواب دیا کہ یہ مذہب سُوت کے تاگے کی طرح کچا نہیں بلکہ لوہے سے بھی بڑھ کر پکا ہے۔ لوہا ٹوٹ جائے تو ٹوٹ جائے۔ لیکن یہ کبھی ٹوٹنے میں نہیں آئے گا۔

کمشنر صاحب نے فرمایا کہ آپ کوئی نظیر دیں تو ہم کو یقین آوے۔

سوامی جی نے فرمایا کہ ہندو دھرم سمندر کا حکم رکھتا ہے۔ جس طرح اُس میں بےشمار لہریں آتی ہیں۔ اُسی طرح اس دھرم میں دیکھیئے۔ اس دھرم میں ایسے لوگوں کا بھی ایک مت ہے۔ جو چھان چھان کر پانی پیتے ہیں۔ تاکہ پانی کے ذریعہ سے کوئی ایسا جانور جو نظر نہ آسکتا ہو۔ اُن کے پیٹ میں نہ چلا جائے۔ ایک مت ایسے لوگوں کا بھی ہے۔ جو دودھا دھاری ہیں یعنی صرف دودھ پیتے ہیں اور کوئی چیز نہیں کھاتے پیتے۔ ساتھ ہی ایک مت ایسے لوگوں کا بھی ہے جو وام مارگی کہلاتے ہیں۔ وہ جو کچھ پاتے ہیں۔ بلا لحاظ پاک و ناپاک (پوتر و اپوتر) حلال و حرام (یوگ و ایوگ) سب کھا جاتے ہیں۔ ایک مت ایسے لوگوں کا بھی ہے جو عمر بھر جتی رہتے ہیں۔ یعنی نہ تو کسی عورت سے بیاہ کرتے اور نہ کسی عورت پر بد نظری کرتے ہیں۔ اور ایک مت ایسے لوگوں کا بھی ہے جو بیگانی عورتوں سے اپنا مُنہ کالا کرتے ہیں۔ ایک مت ایسے لوگوں کا بھی ہے جو کیول نراکار پرماتما کو ہی پوجتے ہیں۔ اُسی کا دھیان کرتے ہیں۔ اور ایک مت ایسے لوگوں کا بھی ہے۔ جو اوتاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ ایک مت ایسا ہے کہ صرف گیانی ہیں اور ایک مت دھیانی ہیں۔ ایک دھرم میں وہ لوگ بھی ہیں جو چھوت چھات کا ایسا پرہیز کرتے ہیں کہ غیر مذہب کے لوگ تو بجائے خود شودروں کے ہاتھ تک سے نہ پانی پیتے ہیں اور نہ کھانا کھاتے ہیں۔ اور ایک مت ان لوگوں کا بھی ہے جو شودروں

کے ہاتھ سے پانی پیتے ہیں اور اُن سے کھچڑی جھوٹا کر کھاتے ہیں۔ باوجود اس کے یہ سب کے سب ہندو کہلاتے ہیں۔ اور درحقیقت ہیں بھی ہندو۔ کوئی اِن کو ہندو دھرم سے خارج نہیں کرتا۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ یہ دھرم نہایت پکا ہے۔ کچا نہیں۔

پرکنس صاحب نے پُوچھا کہ آپ کس قسم کا مت پھیلانا چاہتے ہیں؟

سوامی جی نے فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ لوگ وید مقدس کے احکام کی تعمیل کریں۔ اور کیول نراکار اضتی (لاشریک) پرمیشور کی پرستش اور اُپاسنا کریں۔ شُبھ گُنوں کو گرہن کریں اور اوگنوں کو تیاگ دیں۔ (از آریہ درپن جلد ۳ نمبر ۲ صفحہ ۲۶ و ۲۷)

۷۔ مشن سکولوں کے طلبا:۔ جن دنوں سوامی جی پنجاب میں آئے۔ مشن سکولوں کی تعلیم سے بہت لڑکوں کے خیال اپنے دھرم سے پھرے ہوئے تھے۔ مشن سکول امرتسر میں بھی تقریباً چالیس طالب علم دل سے عیسائی دین کی طرف راغب تھے۔ اور اپنے آپ کو ان بپٹائزڈ کرسچین یعنی بغیر بپتسمہ کے عیسائی کہتے تھے۔ انہوں نے اپنی ایک سبھا جُدی قائم کی ہوئی تھی۔ جس کا نام انہوں نے پریئر میٹنگ رکھا ہوا تھا۔ وہ ایتوار کو اُپاسنا وغیرہ کیا کرتے تھے۔ ظاہر میں ہندو لیکن باطن میں پکے عیسائی تھے۔ مگر جب سوامی جی تشریف لائے۔ اور ان لڑکوں نے اُن کے ویاکھیان سُنے۔ تو اِن سب کے دل عیسائیت سے ہٹ گئے۔

۸۔ انگریز پادری سے گفتگو:۔ پادری کلارک صاحب نے سوامی جی سے کہا۔ کہ آؤ ہم اور آپ ایک میز پر کھانا کھا دیں۔ (س) فائدہ کیا ہوگا؟ (پ) دوستی بڑھیگی (س) سُنّی اور شیعہ مسلمان و رومن و انگلیکن والے ایک برتن میں کھا لیتے ہیں اور تم اور رومن کیتھولک ایک میز پر کھا لیتے ہو۔ پر دل سے ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ پھر آپ کے صرف میز پر کھانے سے ہماری دُوسرے دھرم والوں سے کس طرح دوستی ہو سکتی ہے؟ پادری صاحب لاجواب ہو گئے۔ کمشنر صاحب سے بھی یہ ذکر ہُوا تھا۔

۹۔ آریہ اُدیش رتن مالا:۔ جہاں سوامی جی جاتے اور اُپدیش فرماتے۔ لوگ اُن سے آریہ سدھانت دریافت کرتے۔ اور اس کی آسان بھاشا کی پُستک طلب کرتے تھے۔ مگر آسان اور مختصر پُستک نہ ہونے سے وقت ضائع کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے سوامی جی نے یہاں رہ کر آریہ اُدیش رتن مالا نامک ایک چھوٹی پُستک ۱۵ اگست ۱۸۸۰ء مطابق شراون شُدی سمت ۱۹۳۷ کو تصنیف کیا۔ اور اُسے پریس میں دے کر گوردا سپور چلے گئے۔ ۲۷ اگست ۱۸۸۰ء کو واپس تشریف لائے۔ ۱۲ ستمبر ۱۸۸۰ء کو وہ کتاب چھپ کر ہر طرح تیار ہو گئی۔ سوامی جی اپنے ایک خط میں لاہور سماج کے منتری کے نام اس طرح لکھتے ہیں:۔ آریہ سماج کے سبھا سدوں کو سوامی جی کا اشیرباد پہنچے۔ آگے سرب شُبھ چنتکان

جگدیشور کی کرپا سے یہی دن اور ستے آریہ سماج کا اُتساہ بڑھ رہی کو پراپت ہوتا جاتا ہے۔ ۱۰۰۰ نیم کا پشتک (آریہ اُدیش رتن مالا) بھی آج کل چھپ کے جلد تیار ہو کے طیار ہو جاویگا۔ پانچسو پشتک لاہور اور پچاس پشتک گورداسپور کو بھیج جاویں گے۔ اور کل ۱۹۳۷ بکرمی بھادوں سُدی ۶ گورو وار تاریخ ۱۲ ستمبر ۱۸۸۰ء پراتہ کال ½ ۹ بجے کی ریل میں جالندھر کو جانا ہوگا۔ سو جاننا۔ جو وید بھاشیہ پر دُھرم سمتی کے اُتر کے پتر چھپا کر بمبئی آدی میں بھیج دیئے جاویں گے۔ اور تیرے سماچار پتروں میں چھپوا دیئے جاویں تو بہت اچھی بات ہوگی۔ آگے آپ لوگوں کی جیسی اچھا ہو ویسا کیجئے گا۔ سمت ۱۹۳۷ مِتی بھادوں سُدی ۳ سوم وار مطابق ۱۰ ستمبر ۱۸۸۰ء دیانند سرسوتی۔

۱۰۔ **سردار دیال سنگھ سے گفتگو**۔ سردار صاحب نے وید وشے پر بات چیت کرنے کے لئے ایک دن مقرر فرمایا۔ چنانچہ وید الہامی ہے یا نہیں؟ اس مضمون پر بحث ہونی تھی۔ سردار صاحب برہمو تھے۔ اس لئے ان کا پکش مخالف تھا۔ گفتگو کسی قاعدہ سے نہ تھی۔ سردار صاحب طویل بولتے اور مطلب پر نہ آتے تھے۔ اس پر سوامی جی نے وقت مقرر کر دیا۔ مگر وہ اس کے پابند نہ رہے۔ اس لئے اس پر انہیں روکا گیا۔ اور کہا۔ آپ ابھی اس بات کو نہیں سمجھتے۔ آپ کے گورو کیشب چندر سین ابھی زندہ ہیں۔ انہیں بُلا لیجئے یا مجھے وہاں بھیجئے۔ اور مکمل مباحثہ کرا کے تسلی کر لیجئے۔ مگر سردار صاحب اس پر ناراض ہو کر چلے گئے اور پھر کبھی بات چیت نہ کی۔

ازمتفرق:۔ پنڈت بہاری لال اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر امرت سر نے دوران گفتگو میں کہا کہ مہاراج! آپ کے اور سب خیال اچھے ہیں اور ہر طرح سے عمدہ ہیں۔ اگر آپ شردھ کا کھنڈن نہ کریں تو سب لوگ آپ کے انوکول ہو جاویں۔ اور آپ کی آگیا کو سویکار کریں۔ سوامی جی نے اُتر دیا کہ میں ست کو نہیں چھوڑ سکتا۔

سردار ہر چند داس صاحب رئیس سوامی جی کو ملنے گئے۔ چونکہ یہ بڑے موٹے تھے۔ اس لئے نہایت ہی مشکل سے چل سکتے تھے۔ سوامی جی نے ان کے روبرو کہا کہ یہ ہمارے دیش کے مردہ دلی ہیں۔ جن میں چلنے کی بھی ہمت نہیں رہی۔ ایسے لوگ دیش کا کیا بھلا کر سکتے ہیں۔

ایک دفعہ سوامی جی کو منڈی ہیڑ کی ضرورت پڑی۔ کہیں نہ ملی تو ویدراج پنڈت سرب سکھ جی کے پاس انہوں نے آدمی بھیجا۔ جس نے آن کر طلب کی تو اُن کے گھر میں سے منہ دیکھ کر ناراض ہو کر چلا گیا۔ اور جا کر سوامی جی کو کہا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے جو کچھ اُن کی بابت سُنا ہے وہ اچھے آدمی ہیں۔ وہ دل سے شودر تو پوجا کے قائل نہیں۔ پھر دوسرا آدمی آیا۔ اُس نے اپنا فخر سمجھ کر تیرہ ہیڑ کے واسطے روپے مونے ارسال کر دیئے۔ اور کہلا بھیجا کہ مہاراج! ہم آگیا کی پرتیکشا ہیں۔ ہمارا دھیان ذرا کا نہ پہنچیں

جی۔ ورنہ دل سے تو میں اُسی نراکار پرماتما کو ہی پوجتا ہوں۔ مورتی کو نہیں۔
مباحثہ یہاں کوئی نہیں ہُوا۔ البتہ سردار ہریچند داس نے نیوگ پر اعتراض کیا کہ یہ آپ نے اچھا نہیں کیا جو شودروں کو تعلیم کرایا۔ سوامی جی نے کہا۔ ہم نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ بیوہ کی شادی شودروں سے نہیں ہونی چاہئے۔ کنواروں سے نہیں۔
پنڈت بھیم سین جی تقریباً دو ماہ امرتسر میں بیمار رہے۔ اور پنڈت سرب سکھ کے لڑکے پنڈت سہادیو ان کی دوائی کرتے تھے۔ جس سے آرام پاکر وہ گھر چلے آئے۔
۱۳۔ اگست کو کرایت دستہ پر ایک مولوی صاحب سے مباحثہ مقرر ہُوا۔ اس پر بابو نرائن سنگھ منتری سماج نے حسب ذیل خط لاہور سماج کو روانہ کیا:۔ مشفق مہربان لالہ جیون داس منتری آریہ سماج لاہور۔ ۱۴۔ اگست ۱۸۷۸ء کو سوامی جی کا چرچا کرایت دستہ میں ایک مولوی صاحب سے ہوگا۔ اور سوامی جی کا منشا ہے کہ کوئی شخص عربی خواں اس جلسہ میں ہونا چاہئے۔ اور یہ خیال کیا گیا ہے کہ آریوں میں سے ملنا مشکل ہے۔ اس لئے مولوی عماد الدین پادری کا یہاں پر آجانا بہتر ہے۔ اور ان کے بلانے کے واسطے یہ خط ہمراہ اس آدمی کے روانہ کیا ہے۔ آپ بذات خود مولوی صاحب کو جس طرح ہو۔ یہاں آنے کے واسطے ترغیب دیکر بہر حال اس طرف آنے کے قائل کریں۔ یہ کام خاص آپ کا ہی ہے۔ آریہ سماج نوا۔ اگست ۱۸۷۸ء کو قائم ہوگیا ہے۔ بابو نرائن سنگھ وکیل منتری آریہ سماج امرتسر مورخہ ۱۳۔ اگست ۱۸۷۸ء
مگر پادری صاحب وقت پر نہ ملے اور نہ انہوں نے جانا منظور کیا۔ اس واسطے مباحثہ ملتوی رہا۔

چوتھی فصل۔ گورداسپور

۱۸ تا ۲۴۔ اگست ۱۸۷۸ء

۱۔ آمد و ڈیرا:۔ لالہ بنسی لال صاحب بھیروی و لالہ گوبند داس گورداسپوری (حال وکیل) جو ان دنوں لاہور میں تعلیم پاتے تھے۔ انہوں نے گورداسپور میں آکر سوامی جی کے لکچروں کی تعریف ڈاکٹر بہاری لال صاحب اسسٹنٹ سرجن گورداسپور کے سامنے کی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے بھائی بلبھ داس کو معہ گاڑی امرتسر بھیجا۔ اور راستہ میں ڈاک لگا دی۔
چنانچہ امرتسر سے روانہ ہو کر ۱۸۔ اگست ۱۸۷۸ء بوقت ۵ بجے شام قریب غروب آفتاب کے گورداسپور میں تشریف لائے۔ پہنچتے ہی باشندگان شہر اور اہلکاران ضلع پیادہ

اور سوار شہر سے باہر استقبال کو گئے۔ خود ڈاکٹر بہاری لال مکان کی آرائش میں معروف رہے۔ لالہ منگل سین جی استقبال والوں میں موجود تھے۔ لوگ میل بھر کے فاصلہ پر پہنچے ہوں گے کہ سوامی جی بسواری بکرم تشریف لائے۔ سب نے نمسکار و بندگی کی۔ سوامی جی اتر پڑے۔ سب نے آدر ستکار کیا۔ اور کشل آنند پوچھنے کے بعد گاڑی پر سوار ہو کر آہستہ آہستہ شہر میں آئے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے مکان برلب سڑک متصل شفاخانہ میں فروکش ہوئے۔

۲۔ پرچار کا کام:۔ آتے ہی ۱۰۔۱۵ منٹ آرام اور پھر اشنان کر کے اپنا منوہر ویاکھیان متعلق پوجا پر شروع کیا۔ پھر اگلے دنوں میں اوتار، ایشور، سرشٹی، گئو رکشا اور اس کے فوائد اور اسی طرح تناسخ، شرادھ اور آریہ ورت کی پہلی حالت پر ویاکھیان دیئے۔ اور تمام باتیں جو آریہ بننے کے لئے ضروری ہیں۔ خلاصۃً بیان کر دیں۔ سامعین ایک ہزار اور کبھی کبھی دو ہزار تک اکٹھے ہوتے تھے۔ تمام معزز عہدہ داران سرکاری مثلاً سردار محمد حیات خاں صاحب جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر اور میاں ہری سنگھ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و میاں شیر سنگھ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس و مسٹر کاک صاحب انجینئر وغیرہ صاحبان آیا کرتے تھے۔ بہت لوگ ڈیرے پر بھی آکر شنکا سمادھان اور بات چیت سے لابھ حاصل کرتے تھے۔

۳۔ ایک فضول مباحثہ:۔ سوامی جی کے آنے کے تیسرے روز میاں ہری سنگھ و شیر سنگھ جی (جو دونوں متعلق پنچک تھے) نے اہل سوامی گنیش گری جی (جو تارک الدنیا گوشہ نشین اور عمدہ ودوان تھے اور شہر سے باہر بھیال شاہ کے تالاب پر رہتے تھے) سے جا کر کہا کہ آپ سوامی دیانند جی سے شاستر ارتھ کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا یہ نیم نہیں کہ لوگوں سے شاستر ارتھ کریں۔ ہم سادھو ویرکت ہیں۔ اگر تم نے شاستر ارتھ کرانا ہے تو کسی پنڈت کو بلا لو۔ میاں صاحب نے کہا کہ اگر آپ شہر میں یا ان کے مکان پر جانے سے اپنی ہتک سمجھتے ہیں تو مہنتوں کے باغ میں یا کسی اور جگہ جہاں آپ چاہیں۔ سبھا قائم کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں ہم کو کچھ ضرورت نہیں۔ دنگہ فساد ہو جاتا ہے اور وہ دور نکلتی ہے۔ اگر زیادہ دق کرو گے تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ آخر ہر دو صاحبان نے دینا نگر کے پنڈت لکشمی دھر جی اور پنڈت دولت رام جی کو شاستر ارتھ کے لیے بلوایا۔ چنانچہ پنڈت صاحبان تشریف لائے۔ اس دن سوامی جی کا ویاکھیان شیو پران کے کھنڈن پر تھا۔ سوامی جی نے وہ کہانی سنائی کہ لنگ مہادیو کا بڑھا اور برہما وشنو سؤر اور ہنس بن کر اس کے ناپنے کے واسطے روانہ ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

ہر دو پنڈت صاحبان و میاں صاحبان نے کچھ خلاف تہذیب الفاظ زبان سے نکالنے شروع کئے کہ جھوٹ بکتا ہے۔ جھوٹ بکتا ہے۔ ڈاکٹر بہاری لال جی نے حسب

قاعدہ سمجھا عرض کیا کہ اوّل سب کچھ سُن لینا چاہیئے۔ بعد ازاں اعتراض کرنے کے واسطے طیار رہنا چاہیئے۔ مگر یہ کہاں ممکن تھا۔ آخر جب سوامی جی نے دیکھا کہ یہ کہنے سے باز نہیں آتے۔ تو فرمایا کہ اب میں خاموش ہوتا ہوں۔ پنڈت صاحبان میں سے جیسے اعتراض ہو پیش کریں۔ چونکہ مجمع کثیر تھا اور لوگوں کا شوق بھی تھا کہ فریقین کو دیکھیں۔ اس واسطے سامعین کی درخواست پر بابو بہاری لال جی نے ایک کرسی رکھ کر کہا کہ پنڈت صاحبوں میں سے جو مباحثہ کرنے والے ہیں۔ میدان میں کرسی پر تشریف لائیں۔ میاں صاحبان و پنڈت صاحبان کی یہ خواہش تھی کہ سب مل کر اُتر پرشن کریں۔ کیونکہ کوئی ایک بھی سوامی جی کا ودیا میں مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس سمے میں ان لوگوں کی بھانت بھانت کی بولیوں سے شور ہوتا رہا۔ تب سوامی جی نے فرمایا کہ جو ایک پنڈت صاحب چاہیں سامنے بیٹھ کر اُتر پرشن کریں۔ یہ تجویز بڑی معقول تھی۔ الّا مخالف پارٹی کے مفید نہ تھی۔ میاں ہری سنگھ نے کہا کہ اکیلا کوئی آپ سے شاستراتھ نہیں کر سکتا۔ دو یا زیادہ مل کر کریں گے سوامی جی نے کہا کہ اچھا جیسی کو اچھا ہو۔ یہاں آن کر اس کو بات کی بات چلتا رہے۔ اس پر بے ساختہ میاں ہری سنگھ کے منہ سے نکلا کہ یہ بندر کی کون کھیل سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اصرار کیا کہ شاستراتھ کا قاعدہ ہے کہ دونوں سنگھ بیٹھ کر وچار کریں۔ ضرور پنڈت جی کو یہاں مقابلہ پر بیٹھ کر شاستراتھ کرنا چاہیئے۔ تب میاں صاحب کے منہ سے نکلا کیا کنجریوں کا ناچ ہے جو میدان میں آنے کی ضرورت ہے۔ اس اسبھیتا کے واکیہ پر دل گندگی گئی۔ اور جس طرح وہ چاہتے تھے۔ اسی طرح سے بات چیت شروع کی گئی۔

مُورتی پوجا پر ذکر چلا۔ پنڈتوں نے یہ منتر गणानान्त्वा गणपतिं हवामहे پیش کیا کہ اس سے گنیش جی کی مُورتی پوجا سدھ ہوتی ہے۔ سوامی جی نے اس پر کسی بھاشیہ کا پرمان مانگا۔ انہوں نے مہیدھر کا ذکر کیا۔ سوامی جی نے جھٹ مہیدھر بھاشیہ نکال کر آگے رکھا۔ اور اس کا خراب ترجمہ لوگوں کو سنایا کہ نہ تو اس سے مُورتی پوجا سدھ ہوتی ہے اور نہ گنیش پوجا۔ بلکہ یہ تو نہایت فحش ترجمہ ہے۔ اور ساتھ ہی ستپتھ برہمن وغیرہ گرنتھوں سے اس کا شدھ ترجمہ بھی بتلایا کہ اس کا مُورتی پوجا سے کوئی تعلق نہیں۔ میاں صاحب کو یہ بات ناگوار گذری۔ بولے کہ انگریزی راج ہے۔ ورنہ اگر کوئی ریاست ہوتی تو کوئی آپ کا سر کاٹ ڈالتا۔ سوامی جی نے اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ کلام جاری رکھی۔ میاں صاحب آخر یوں فرمانے لگے کہ یہاں پر مجسٹریٹ اور پولیس دونوں موجود ہیں۔ اس کا بھی خیال رکھنا۔ یہ بات ڈاکٹر بہاری لال جی کو نہایت ناگوار گذری۔ اور انہوں نے میاں صاحب کو اچھی طرح دندان شکن

جواب دیئے۔ اور فریقین میں باہمی بحث و مقابلے کی گفتگو ہو کر رات کے آٹھ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ اس کے بعد بعض بیان صاحبان نے ڈاکٹر صاحب سے معافی مانگی۔ اور جمعدار محمد حیات خان صاحب نے بموافقت و مصالحت کرادی۔

۴۔ قیامِ آریہ سماج:۔ لوگوں کے دھیان تک آپ آ دیتے یہاں ۲۴۔ اگست ۱۸۷۷ء کو آریہ سماج قائم ہو گئی۔ اور صاحبان ذیل عہدہ داران پرسبھا مقرر ہوئے:۔ منشی گوبند سرن منصف پریزیڈنٹ۔ دیوان کشن داس منشی گوردان مل منصف سیکرٹری۔ ڈاکٹر بہاری لال اسسٹنٹ سرجن و بابو امرت بخش پولیس ہیڈ کلرک ضلع پنشنر و لالہ ہرچند داس منصف و لالہ کنہیا لال ساہوکار و لالہ کاکا مل و لالہ رام سرن داس وکیل و بابو نرائن سنگھ ساہوکار۔ ڈاکٹر بھگت رام و لالہ پنجراج ساہنی و لالہ گوبند داس وکیل سبھاسدان مقرر ہوئے۔

۵۔ متفرق امور:۔ ایک دن اثنائے لیکچر میں جبکہ مسٹر کاک صاحب انجینئر بھی کھڑے تھے۔ سوامی جی نے کہا کہ انگریزوں کو اس ملک میں رہتے عرصہ ہو گیا۔ مگر ابھی تک ان کا اُچارن اشُدھ ہے۔ تکار کی جگہ ٹکار لیتے ہیں۔ جیسے تم کی جگہ ٹم۔ مسٹر کاک صاحب کو یہ بات بُری لگی۔ وہ چلے گئے اور چلتے ہوئے یہ کہہ گئے کہ تم اگر مغرب میں پشاور کی طرف جاؤ۔ تو تمہاری خبر لی جائے۔

مولوی باقر علی عربی مدرس گورنمنٹ سکول گورداسپور سے تناسخ کے بارے میں بات چیت ہوئی۔

ایک دن شرادھ کے ذکر میں فرمایا کہ دیکھو برہمن پتروں کو تل اور جو دیتے ہیں اور خود کھیر اور لڈو اُڑاتے ہیں۔ ایک ان پڑھ برہمن کا قصہ سنایا کہ وہ تتھی پتر ایکم کا لکھا نہ رکھتا تھا۔ ایکم کا چاند دیکھ کر کوٹھے میں لکڑیاں رکھتا جاتا اور ان کو گن کر تتھی بتلایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ دیا کھیان میں فرمایا کہ ہندو تو صرف چھوٹی سی چیز کو پوجتے ہیں۔ اور مسلمان ان سے بڑے بُت پرست ہیں۔ یعنی وہ بڑی کو پوجتے ہیں۔ سالگرام ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ اور مکہ کا بُت خانہ بہت بڑا ہے۔ پس مسلمان بہت بڑے بُت پرست ہیں۔

۲۹۔ اگست کو سوامی جی وہاں سے بدستور سابق شکرم میں سوار ہو کر بٹالہ میں تشریف لائے۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ یا کچھ زیادہ سردار نہال سنگھ کے باغ میں آرام فرما کر سیدھے امرتسر میں رونق افروز ہوئے۔

پانچویں فصل شہر جالندھر

ماہ ستمبر ۱۸۷۷ء

۱۔ **آمد و ڈیرا**:۔ سردار بکرما سنگھ و سردار سوچیت سنگھ جی سوامی جی کو بمبئی میں نیز دربار قیصری دہلی کے موقعہ پر دوبارہ ملے تھے۔ اور استدعا کی تھی کہ آپ ضرور پنجاب میں تشریف لائیں۔ اور ست دھرم کا اُپدیش فرماویں۔ چنانچہ ایک بار آپ لدھیانہ سے لاہور جاتے ہوئے ایک رات یہاں ٹھہرے۔

پھر ۱۳ ستمبر ۱۸۷۷ء پنجشنبہ مطابق بھادوں سُدی ۶ سمت ۱۹۳۴ کو پراتہ کال کے ۹½ بجے سوامی جی امرتسر سے چل کر دو بجے کے قریب جالندھر میں تشریف لائے۔ اور سردار صاحب کی کوٹھی میں فروکش ہوئے۔

۲۔ **لیکچروں کی کیفیت**:۔ دوسرے دن کنور سوچیت سنگھ جی کے ہاں دیاکھیان ہوا۔ سامعین ایک ہزار کے قریب تھے۔ مکان تنگ تھا۔ چھت صحن وغیرہ سب بھرے ہوئے تھے۔ اس لئے آخیر میں سوامی جی نے کہہ دیا کہ کل سردار بکرما سنگھ جی کے مکان پر دیاکھیان ہوگا۔

پہلا دیاکھیان سرشٹی اُتپتی پر تھا۔ بتلایا کہ آدمی پہلے جوان اُتپن ہوئے۔ اگر بالک یا بڈھے بناتا تو کام نہ کر سکتے۔ اس واسطے جوان پیدا کئے گئے۔

دوسرا دیاکھیان سردار بکرما سنگھ جی کے مکان پر شروع ہوا۔ سنسکار۔ شرادھ۔ ایشر۔ الہام وغیرہ مضامین پر کل ۳۴ یا ۳۵ دیاکھیان دئے۔ تمام ضروری باتیں ان دیاکھیانوں میں ظاہر کیں۔

ایک دفعہ بینگن کی مثال دی کہ ایک راجا نے بینگن کھانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پروہت نے فرمایا کہ مہاراج! کیسی اُتم چیز ہے۔ دیکھئے رنگ اس کا شام کرشن جی کی طرح۔ شکل میں جنتری۔ یا سر پر مور مکٹ اور نام کیا کہ بہوگُن۔ راجا صاحب نہایت خوش ہوئے۔ اور خوب مزے سے ہر روز کھانے لگے۔ کئی بار کے کھانے سے خون آہستہ بگاڑ اور بواسیر ہو گئی۔ تب اُن سے طبیعت بگڑ گئی اور کہنے لگے کہ پروہت جی بینگن تو بڑے خراب ہیں۔ پروہت جی نے کہا کہ مہاراج آپ سچ کہتے ہیں۔ دیکھئے اس کا رنگ سیاہ کالا۔ گویا حبشی یا بھنگی۔ سر پر صلیب کی میخ اور کانٹوں کا تاج۔ نہایت بُری حالت مریض ایسے جیسے کسی کو کوڑھ ہو جاوے۔ نام کیسا خراب ہے یعنی بے گن۔

ایک دفعہ ریوڑی کی مٹھائی کی مثال دی۔ کہ تم بھاؤ کیا پوچھتے ہو۔ کھاتے جاؤ۔ فرمایا

یہی حال جھوٹ سے پرچار کا ہے۔

ایک دفعہ اندھیر نگری کی مثال دی۔ جس میں چور کے بدلے بیوقوف راجا کو پھانسی ملا۔ اندھیر نگری چوپٹ راجا۔ ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا۔

ایک دفعہ مکتی کی بابت دیا کھیان دیا اور فرمایا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جیو برہم ایک ہو جاتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ بیا پتر سمبندھ کا ہو جانا یہ ہی موکش ہے۔ موکش میں جیو پرم آنند کو بھوگتا ہے۔ نہ کہ فنا ہو جاتا ہے۔ جیو موکش سے ایک کلپ کے بعد واپس آتا ہے۔ مگر آن کر کسی اوتم گھر میں جنم لیتا اور پرسوارتھ کرتا ہے۔ کرشن وغیرہ لوگ یہ موکش سے واپس آئے ہوئے تھے۔

ایک روز بانس و شراب کی بابت بھی ذکر کیا کہ ان کے استعمال سے آتما اور شریر کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ اور پرانو بگڑ جاتے ہیں۔

ایک دن فرمایا کہ آج کل کے راجا انصاف نہیں کرتے بلکہ ظلم۔ انگریز لوگ اپنے آدمیوں کا بہت لحاظ کرتے ہیں۔ اگر کوئی گورہ یا فرنگی کسی دیسی کو قتل کر ڈالے۔ اور وہ عدالت میں کہہ دے۔ کہ میں نے شراب پی تھی تو اُس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی حالت لعینہ وزیدجن کی تھی۔ جب اس کی آنکھیں مقربہ استھان سے نکل کر ستک پر چلیں تو راج کا ستیاناس ہو گیا۔ اسی طرح یہاں بھی اگر یہ زیادہ ظلم کریں گے تو راج زیادہ نہ رہیگا جیسا کہ اُنہوں نے لکھنؤ کے بلوہ میں بعوض مارنے چند انگریزوں کے لاوارث اور بیگناہ دیسی آدمیوں کو مار ڈالا۔

ایک دن دیاکھیان میں جبکہ راجا بکرام سنگھ جی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ جو راجہ ہو کر کنچری (طوائف) رکھتا ہے۔ وہ کنجر ہے۔ سردار صاحب نے کہا کہ ہمارے پر بھی۔ کہا کہ نہیں۔ ہم تو سب کو کہتے ہیں۔ کسی کی رعایت نہیں کرتے۔ یہ دھرم کی بات ہے۔

ایک راجا کی کہانی سنائی کہ وہ دہلی میں گئے۔ وہاں انہیں ایک آدمی ملا۔ کہا کہ مہاراج! مجھے ایک ایسی پوشاک بنانی آتی ہے۔ کہ جو اسے پہنے تو کسی کو نظر نہ آوے۔ مگر جو حرام کا ہوگا اُسے نظر آئیگا۔ راجا نے خوش ہو کر فرمایا کہ ایسی پوشاک کا کیا لیگا؟ کہا کہ بیس ہزار۔ آخر دس ہزار ٹھہرے۔ اُس نے ۵ ہزار پیشگی مانگا۔ کئی مہینہ تک طیاری میں مصروف رہا۔ آخر کئی آدمیوں کو بھیجکر بُلایا۔ راجا صاحب نے کہا کہ پوشاک لاؤ۔ کہا کہ حضور لایا ہوں۔ راجا صاحب نے کہا کہ ہم کو نظر نہیں آتی۔ کہا کہ اگر نظر آتی تو اس کی تعریف کیا ہوتی۔ آپ اندر چلیں۔ میں پہنا دوں۔ چنانچہ اندر نے جا کر راجا صاحب کے سب کپڑے اُتروا کر بالکل برہنہ کر دیا۔ اور جھوٹھ موٹھ سر پر ہاتھ پھیر کر عمامہ گرتہ۔ پاجامہ۔ دوپٹہ کا اقرار کراتا گیا۔ اسی طرح بالکل برہنہ راجا صاحب کچہری میں آ گئے۔ وزیر کچھ عقلمند تھا۔ اُس نے جب دیکھا تو نہایت شرمندہ ہوا کہ اگر ابھی کسی

راجہ کا وکیل آجاوے تو کیا کہیگا۔ راجہ سے عرض کی کہ مہاراج! ایک عرض ہے۔ فرمایا کہو۔ کہا کہ آپ نے ساری پوشاک ولایتی پہنی ہے۔ صرف لنگوٹی دیسی پہن لیجئے۔ تاکہ یہ برہنگی بُری معلوم نہ ہو۔ راجہ صاحب نے کہا کہ کیا ہم ننگے ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں حضور! تب راجہ صاحب نے بمشکل اقرار کیا۔ اسماکر اُس ٹھگ نے ہمیں فریب دیا۔ یہی حال آج کل کے راجاؤں کا ہے۔

ایک دن سوامی جی نے مرتک شرادھ کھنڈن پر ویاکھیان دیا تو دوسرے دن اُسی مکان پر پنڈت رام دت جی آنریری مجسٹریٹ نے اس کا منڈن کیا۔ گرڑ پران وغیرہ پرانوں کے پرمان دیئے۔ وید کا کوئی منتر نہ سنایا۔ اور اعتراض کیا کہ جب سوامی جی کہتے ہیں کہ مُردوں کے شرادھ نہیں تو وہ پِتّر کو زندہ بتلاویں گے۔ مگر پِتا کہا اور پرپِتا کہا کس کے بتاویں گے! سوامی جی اُس روز نہیں آئے تھے۔ لکچر کے نوٹ سوامی جی کا ایک ودیارتھی لکھ کر لے گیا۔

دوسرے دن سوامی جی چاروید۔ چھ شاستر۔ اُپنشد وغیرہ سب گرنتھ اپنے ساتھ لائے۔ اور وہاں ہی ویاکھیان دیا۔ فرمایا کہ جس کو اچھا ہو۔ آن کر بحث کرے کہ شرادھ زندوں کے ہی ہیں یا نہیں؟ اگنی کھوتا وغیرہ شبدوں کے ارتھ کئے گئے۔ اور کہا کہ اُن کے ارتھ مانے جاویں تو اگنی میں جلا مردا کبھی آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جو ۲۴ برس جتنا پڑھے وہ پِتا۔ جو ۳۶ برس پڑھے وہ پِتا مہا اور جو ۴۸ برس پڑھے وہ پرپِتا مہا ہو سکتا ہے۔ (دیکھو منوسمرتی ادھیائے ۳) پس یہ تینوں صرف جیتے ہوؤں کے نام ہیں۔ مُردوں کے نہیں۔ اسی طرح فرمایا کہ جب پنڈ کی بیدی بناتے ہیں۔ تو اُس کے گرد یہ منتر پڑھ کر لکیر پھیر دیتے ہیں:-

ये रूपाणि प्रतिमुञ्चमाना असुराः सन्तः स्वधया चरन्ति परापुरो निपुरो
अग्निष्टान् लोकात् प्रणुदात्यस्मात् ॥

جس کا پرین یہ ہے کہ بھوت پریت اس کے نزدیک نہ آویں۔

مگر خیال نہیں کرتے کہ لکیر تو اس کے پڑھنے سے اُڑ نہیں سکتی۔ بھوت پریت کیسے رُک سکتے ہیں۔ ایسے خیالات محض باطل ہیں۔

پران پرتشٹھا مورتی پوجا کی بابت بھی مفصل کھنڈن کیا۔ شرادھ کے کھنڈن کے روز ڈیرہ پر آکر لالہ مُرلی دھر جی کھتری طبیب و سکنہ بستی غزان نے تحقیقات آدھوں کے روبرو ذکر کیا کہ اگر کوئی پنڈت ہو تو ہم اسے بتلا دیں کہ اصل کیا ہے؟ وہاں پنڈت شیو رام جی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ پنڈت ہیں۔ تب اُن سے کہا کہ یہ لفظ کھتری جیتے پر آتا ہے یا مرے پر؟ زبچش ہو کر کہیے۔ پنڈت جی نے کہا کہ مہاراج! ویاکرن کے رُو سے جیتے پر آتا ہے۔ کیونکہ پالن اور رکھیا کرنے والے کو کھتری کہتے ہیں۔ تب سوامی جی نے کہا

کہ ہم بھی تو جیتے کا ہی کہتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہتے کہ مرے کو تیرا اور جیتے کو کھیر۔

ایک دن عین اُس وقت جبکہ پنڈت شردھا رام پھلوری بھی دیا کھیان میں موجود تھے۔ اور کنٹھی اور تلک لگایا ہوا تھا۔ سوامی جی نے اس طرح بیان کیا کہ ایک مسافر راستہ میں مر گیا۔ زاغ (کوّے) نے اُس کے ماتھے پر بیٹ کر دی۔ ادھر جمدوت آ گئے۔ اور اُدھر وشنو کے گن۔ ان میں تکرار ہوئی۔ آخر وشنو کے گن زبردستی اُسے پکڑ بیکنٹھ کو لے گئے۔

جائے تعجب ہے کہ اس سے پولیس کا سپاہی تو ڈرتا نہیں۔ جمدوت کیسے ڈر سکتے ہیں۔ دوسرے دن پنڈت شردھا رام نے لاہوریوں کے ٹھاکر دوارے میں لیکچر دیا کہ جیسے کوئی ٹکٹ لگا دے کر چٹھیوں کے ذریعہ آ جایا کرتے ہیں۔ ویسے ہی یہ تم کو ایسی ایسی باتیں سنا کر ٹھگتا ہے۔

رام ناتھ ولد لالہ سُرجن مل ملہوترہ نے کہا کہ مہاراج! جب ہم برہمنوں سے پوچھتے ہیں کہ اتھرو وید کونسا ہے۔ تو وہ جواب کہتے ہیں کہ عورتیں جو بیاہ میں گایا کرتی ہیں۔ وہ اتھرو وید ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ وہ نہایت اُتم وید ہے۔ دیکھو برہمچاری کو کہا کہ لاؤ۔ چنانچہ اُٹھا لایا اور لیکچر میں لا کر سب کو دکھلایا۔

تیرتھوں کا بھی ایک روز کھنڈن کیا۔ اور اس کی خوب شامت جتلائی۔ جو کہتے ہیں کہ پنج کوش کے کئے ہوئے پاپ فلاں جگہ اور وہاں کی فلاں جگہ اور اُس جگہ کے مندر میں اور وہاں کے شوالے میں جانے سے دور ہوتے ہیں۔ سخت اندھیر کی بات ہے کہ پاپ تو شدھ سنکلپ۔ تپ کرنے اور پھل بھوگنے سے دور ہوتے ہیں۔ گنگا جی کی بابت بھی ذکر کیا کہ تکلیف تو جرم یا روگ دور ہونے سے چھٹتی ہے۔ ناداں اشنان سے سمجھتے ہیں کہ پاپ دفعہ ہو گیا۔ مگر وہ تو دور ہوتا نہیں۔ اسی سے فرمایا کہ ہم نے خود سے امرتسر کی بڑی بہان سُنی تھی کہ اُس میں امرت ہے۔ مگر ہم نے جا کر دیکھا کہ اشنان تو درکنار پاؤں ڈالنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ سکھ لوگ کیسوں کے بال بھی دیوالی کے روز اُس میں جا کر ڈال دیتے ہیں۔ سردار صاحب نے کہا کہ مہاراج آج ہمارے پر بھی ور سے یعنی برسے۔ سوامی جی نے کہا کہ جب دیا کھیان ہوتا ہے۔ تو بلا لحاظ سچ ہی سچ کہا جاتا ہے۔

لالہ ہرنرائن ولد بابو بھگوان جی نے پرشن کیا کہ آپ ایشور کو نراکار مانتے ہیں۔ مگر وید تو لکھے۔ قلم۔ دوات اور پانی کے بغیر رچے نہیں جاتے۔ ایشور نے کیسے بنائے؟ کہا کہ تم اپنے چت میں کچھ پڑھو۔ اُس نے پڑھا۔ سوامی جی نے کہا کہ تم تو پڑھ سکتے ہو۔ مگر کیا ایشور ایسا بھی نہیں کر سکتے۔ ایشور نے تم کو اور سب وستو کو رچا ہے۔

ایک دن دیا کھیان دے رہے تھے کہ سنکھ اور گھڑیال بجا۔ سوامی جی نے کہا کہ دیکھو

پر عورتوں کے بُلانے کا لکھا ہے۔ سادھو لوگ بچوں کے مُنہ کو پرشاد کی چاٹ یا برفی کا مزہ ڈال دیتے ہیں۔ اِس لیے جب گھڑیال بجتا ہے تو لڑکا ماں کو کہتا ہے کہ چل ماں! آرتی دیکھیں۔ گھڑیال سنیں۔ مگر اُس بچہ کو معلوم نہیں کہ وہاں نال کی کیا گند بنا ہوگی۔ اسی طرح اور بھی کئی باتیں ارشاد فرمائیں۔

۳۔ مولوی احمد حسن سے مباحثہ: ۲۴ ستمبر ۱۸۷۷ء ۸ بجے صبح روز دوشنبہ مطابق اسوج بدی ۲ سمبت ۱۹۳۴ کو جالندھر کے مولوی احمد حسن عرف ولی محمد تارکی سے سردار صاحب کے روبرو تناسخ اور کرامت پر مباحثہ ہوا۔ جس میں مولوی صاحب سے کوئی جواب نہ بن سکا اور کامل شکست کھائی۔ مرزا اسعد صاحب ایڈیٹر و مالک وزیر ہند سیالکوٹ ساکن جالندھر نے اِس مباحثہ کو اُسی سال مطبع پنجابی لاہور میں اِس طرح طبع کرایا:-

تاریخ ۱۳ ستمبر ۱۸۷۷ء کو سوامی دیانند سرسوتی صاحب جالندھر میں بھی بطور دورہ کے تشریف لائے۔ اور جناب فیض مآب سردار باوقار بکرما سنگھ صاحب بہادر آہلووالیہ کی کوٹھی میں فروکش ہوئے۔ اور بید کے مطابق جس کو وہ کلام الٰہی تصور کرتے ہیں۔ کتھا سنانے لگے۔ حقیر نے چاہا کہ سردار صاحب اور مولوی احمد حسن صاحب کی گفتگو بھی کسی معقول مسئلہ میں سننی چاہیے۔ جناب ممدوح نے پسند کیا۔ اور سوامی جی نے بھی قبول کرکے ۲۴ ستمبر کے ۷ بجے صبح کا وقت قرار دیا۔ مولوی صاحب وقت معینہ پر مع خاص و عام ہندو و مسلمان شہر کے آ گئے۔ بحث کے لئے حسب خواہش مولوی صاحب مسئلہ تناسخ اور سوامی جی کی مرضی کے مطابق مسئلہ کرامت مقرر ہوا۔ یعنی سوامی جی مسئلہ تناسخ کو ثابت کریں۔ اور مولوی صاحب اُس کی تردید۔ اور مولوی صاحب اہل اللہ کی کرامت کو ثابت کریں اور سوامی صاحب اُس کی تردید۔ گفتگو شروع ہونے سے پہلے یہ بات قرار پائی کہ طرفین سے کوئی شخص خلاف تہذیب گفتگو نہ کریگا۔ اور سوامی جی کی طرف سے یہ بھی اعلان ہوا کہ کوئی صاحب اِس گفتگو کے ختم ہونے پر ہار جیت تصور نہ کرے۔ اگر کریگا تو متعصب اور جاہل تصور ہوگا۔ کیونکہ یہ مسائل ایسے نہیں کہ دو تین گفتگو میں ان کا تصفیہ ہو جائے۔ یا ہار جیت متصور ہو۔ مگر ہاں جب رسالہ گفتگو کا باہم طبع ہوگا تو خود ہاتھ کنگن کو آرسی کیا کا مصداق ہوگا۔ اور عاقلان خود میدانند کا ظہور۔ جو سوال و جواب تحریر ہوئے تھے۔ وہ بعد ثبت دستخط لالہ میر چند صاحب اور منشی محمد حسین صاحب محفوظ ہوتے گئے۔ بعد ختم گفتگو کے جو مولوی صاحب کی طرف سے خلاف عمل عاقلانہ ایک فعل سرزد ہوا۔ بنظر انصاف اُس کا بھی ظاہر کر دینا مناسب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بعد تمام ہونے گفتگو کے مولوی صاحب خانقاہ امام ناصر الدین کے دروازہ پر گئے۔ اور کچھ تقریر وعظ سُنا کر مسلمانان حاضرین سے اپنے منہ بے وجود کی شہرت کے طلبگار ہوئے۔ اگرچہ

اہلِ علم اور وضعدار مسلمان تو اس شہرت کی خواہش کو جاہلوں کا کھیل سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے۔ مگر جہلائے عوام جو رنج اور ملال اور جیر اور اگن وغیرہ کی لڑائی کے عادی اور ہار جیت کی شہرت کے شائق ہیں۔ انہوں نے مولوی صاحب کو بازی یافتہ قرار دیا۔ اور گھوڑے پر چڑھا کر شہر کے گلی کوچوں میں خوب پھرایا۔ اور جیت پر کا غل مچایا۔ مگر خاص وضعدار اور مہذب آدمیوں نے اسے ناپسند کیا۔ اب سوال و جواب سُن لیجئے۔

سوال و جواب سوامی دیانند سرستی جی و مولوی احمد حسن صاحب بمقدمہ کرامت

(س) کرامت آپ کس کو مانتے ہیں؟ (م) خرقِ عادت جو بشر کی طرف منسوب ہو (س) عادت آپ کس کو مانتے ہیں؟ (م) عادت وہ جو مقتضائے طبع انسان ہو (س) جو آدمی کی طاقت سے باہر ہے وہ کس طرح اس سے ہوا؟ (م) افعال منسوب بانسان دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جن کی نسبت انسان کو مظہر اُن کا کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ کہ جن میں انسان مصدر اُن افعال کا کہا جاتا ہے۔ اوّل قسم میں انسان کو فاعل حقیقی نہیں سمجھا جاتا۔ جیسا کہ کٹھ پتلی کا ناچ یعنی ایسے افعال خدا کی طرف سے اُس کی معرفت ظاہر ہوتے ہیں۔ (س) سب آدمیوں میں یہ دونوں قسم کے افعال ہیں یا کسی ایک میں (م) ہر ایک میں نہیں بعض میں ہوتے ہیں (س) ایشور اُلٹے کام کر اور کرا سکتا ہے یا نہیں؟ (م) کرا سکتا ہے خلاف عادت انسان کے اور وہ کام خلاف عادت خداوندی نہیں ہوتا۔ اور خود اپنی عادت کے برخلاف نہیں کرتا (س) ایشر کے کام اُلٹے ہوتے ہیں یا نہیں؟ (م) خدا کے کام کبھی اس کی عادت کی نسبت اُلٹے نہیں ہوتے۔ اگرچہ بندوں کی عادت کی نسبت وہ اُلٹے سمجھے جا سکتے ہیں (س) کرامت سرشٹی کے سبھاؤ کے مطابق ہوتی ہے یا نہیں یعنی خلاف مقتضائے طبع (م) کرامت میں یہ شرط نہیں کہ خلاف عادت کل مخلوقات کے ہو۔ اگرچہ ممکن ہے کہ کسی نبی یا ولی سے ایسا فعل ہو کہ عادت کل مخلوقات کے موافق نہ ہو (س) کرامت کسی نے دکھائی یا دکھاویگا اس کا کیا ثبوت ہے؟ (م) یہ سوال ایسا ہے جو کہا جاوے کہ کسی کے منہ پر جو داڑھی آئی ہو۔ اُس کی داڑھی آنے کی کیا دلیل ہے؟ جب کرامت میں یہ بیان کیا گیا کہ وہ فعل جو انسان سے برخلاف عادت انسانی ہو اس کا فعل خلاف عادت انسانی ہوتا ہے۔ وہی دلیل کرامت ہے۔ بہت سے آدمیوں نے جو خداوند کریم کے نزدیک معزز اور مکرم ہیں اور خدا نے اُن کو واسطے بھلائی خلائق کے بھیجا ہے۔ انہوں نے دکھایا زمانہ ماضی میں اور آئندہ کو بھی دکھائیں گے۔ چنانچہ جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت امور دکھائے۔ اور ایسا ہی اُن سے پہلے حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھی بہت امور دکھائے۔ ثبوت اس امر کا دو طریق سے ہوتا ہے۔ ایک اخبار مخبرین صادقین سے اور دوسرا شہودِ روایت سے۔ چنانچہ جن حضرات

ہ ورا اوپر گذرا۔ جو لوگ اُن کے زمانہ میں موجود تھے۔ انہوں نے آپ خود اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اور ہم لوگ جو بعد اس زمانہ کے ہیں۔ ہم کو اس کا ثبوت سچی خبر دینے والوں کے کلام اور تحریر سے معلوم ہؤا (س) یہ ٹھیک ٹھیک نہیں یعنی دلیل سے ثابت نہیں ہؤا۔ کیونکہ سننا اور کہنا اور لکھنا دو قسم کا ہوتا ہے۔ سچا اور جھوٹا۔ اب یہ کرامت کی بات ہی ہے۔ اس کی ظاہرا دلیل کیا ہے۔ جیسے کارج کو دیکھ کے کارن کی پہچان یعنی مٹی پیالہ کو دیکھ کے معلوم کرتے ہیں کہ اُس پر برکھا ہوئی ہے۔ اسی طرح کہ یہ کرامت ہوئی۔ اس کا ثبوت اس وقت دلیل سے کیا ہے۔ شاید وہ جھوٹا ہی لکھا ہو یا کہا ہو یا سنا ہو۔ کیونکہ اب جیسے کوئی مطلبی آدمی جھوٹی باتوں سے بہکا سنا کر اپنا مطلب سادھتا ہے۔ جیسے اب بھی مدعیان کرامتی اوتار ہوئے ہیں۔ آگرہ میں شیو دیال اور رام سنگھ کوکا جو کالے پانی بھیجے گئے ہیں۔ ایک مغل کوٹ کا سوامی دکن میں موجود ہے۔ اور ایک دیو سماج والے نے سات رات بیکنٹھ میں رہ کر پھر آکر کہا کہ میں نارائن سے بات کر کے آیا ہوں اور اب میں تم کو سناتا ہوں۔ جو جو حکم ہؤا۔ اب لاکھوں آدمی اس کی پگ میں اس قدر مشکلات یعنی سجدہ کرتے ہیں کہ اُس کا پیر گھس گیا ہے۔ جیسے یہ بات اب جھوٹ اندرجال کی طرح ہے۔ ایسی پہلے بھی ہوگی۔ اب اس وقت اتنے آدمیوں کے بیچ میں کوئی کرامت دکھانے والا۔ جو موجود کہلاتا۔ اور جب اب نہیں تو پہلے بھی نہیں تھا اور آگے بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ کارج سے پیچھے بنا کارن کی ثبوتی نہیں ہوتی یا کارن کے دیکھے بنا کارج کی (م) جبکہ یہ ثابت ہوچکا کہ کرامت ایک فعل ہے خداوند پاک کا بہ نسبت بندہ کے۔ گو وہ محال معلوم ہو۔ مگر خداوند پاک کی نسبت وہ محال نہیں۔ کیونکہ اگر خدا کی نسبت محال ہو جاوے۔ اور اُس کا جاننا کا کبھی نہ پایا جاسکے۔ علیٰ ہذا القیاس جملہ افعال خرق عادت گو وہ بندہ کی نسبت محال نظر آتے ہیں مگر خدا کی نسبت محال نہیں ہیں۔ جب خدا ایک کی نسبت وہ محال پیدا کرتا ہے تو دوسرے جن کی نسبت بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اب انکار اس کا گویا انکار طاقت خداوند کا ہے۔ اگر خبر ہر چیز کی جھوٹ ہو تو چاہیئے کہ وجود کلکتہ اور لنڈن یا اور شہر کہ جس کو ہم نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اس کا یقین نہ کریں۔ الغرض ثبوت کرامت کا اس طرح سے ہے جیسے آپ کے نزدیک بید کا ثبوت ہے۔ یعنی جس سے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بید وہی کتاب ہے جو خدا کی طرف سے آئی تھی۔ ورنہ اس کے اوپر کوئی مُہر خدا کی نہیں لگی ہوئی۔ جس سے کہا جاوے کہ یہ بید وہی کتاب ہے جو آپ دلیل ثبوت بید میں گزرانیں گے وہی ثبوت کرامت اس میں ہوگا (س) میں نے یہ ثبوتی چاہی ہے کہ ایشور نے کس کس شخص کی معرفت کرامت دکھلائی۔ ان میں کیا ثبوت ہے۔ کرامت پرمیشور اپنے سبھاؤ سے خلاف نہیں کرتا۔ اس کی مثال سب سرشٹی کا رچنا۔ دھارن کرنا۔ پرلے کرنا۔ نیائے۔ دیا۔ آنند۔ وغیرہ یادگار ہے۔ وہ کبھی اپنے سبھاؤ

لاف نہیں کرتا۔ اس کی مثال سب سرشٹی ہے۔ جیسے اس وقت منش کا پُتر منش ہوتا ہے۔ پشو نہیں ہوتا۔ اسی پرکار پرمیشور کے کام میں کبھی بھول نہیں رہتی۔ اس لئے پرمیشور کی شکتی یا نا کرامات پر حصر نہیں۔ اور جو کوئی کرامات مانتا ہے وہ اس وقت ورتمان یعنی زمانہ حال میں کسی کراماتی کی مثال دے۔ اور پرمیشور کی طاقت میں بھی کچھ نہ کچھ حد ہے۔ جیسے ایشور مر نہیں سکتا۔ جاہل نہیں ہو سکتا۔ بُرا کام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ عادل ہے۔ اویناشی ہے یعنی لازوال۔ یہ مثال کرامات پر عاید نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کوئی کہے کہ پتی نہیں تو وہ پرمیشور کی کو دکھا سکتا ہے۔ ایسے ہی جو یہ مثال سچی ہو تو کبھی کی مثال کرامات کو بھی دکھا دے۔ وید کی الہٰشرکرت یعنی کلام الٰہی ہونا غیر ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ انتریامی اور پُورن ودوان۔ دیالو۔ نیاکاری ہے۔ وہ پرمیشور آتما میں انتریامی روپ اپنا پرکاش کر سکتا ہے۔ جیسا اس وقت بھی پرمیشور نیاکاری کی آتما میں سچے یعنی خوف اور اور شرم اور نیاکاری کی آتما میں خوشی۔ اُتساہ یعنی جوش اور پرکاش کرتا ہے۔ اس لئے وید کی مثال کرامات سے متعلق نہیں۔ اور ایسا ہی اس امر کی نسبت کہ یہ کتاب الہٰشرکرت ہے یہ ہے کہ جیسے ایشور کا سبھاؤ۔ سرشٹی کا کرم پرتیکش آدی پرمانوں سے ثابت ہے۔ اور اننت ودّیا کا پرکاش مزید شستا آدی ہے۔ ایشور کے کئے میں سب مُہر میں اور جو آپ کہیں کہ اور طرح کی مُہر چاہئے تو زمین۔ سورج۔ چندر اور منش پر ایشور کے بنانے کی مُہر کیا ہے۔ پھر جب مُہر سے ایشور کیا ثابت کرتے ہو تو کہیں مُہر نظر نہیں آتی ایشور کا سبھاؤ کیا ہے۔ جو ایشور منش کے سبھاؤ سے الگ کر سکتا ہے۔ تو کسی منش کو پیر سے کھلایا اور پلایا ہے۔ اور مُنہ سے پیر کا کام نہیں لیا ہے۔ مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب مذہب والوں نے یہ کرامات بہشت والی یعنی مشتری جیسے کہ روحانی آدمی کا ڈر دکھا کے بہت لوگوں کو پھنسایا ہے۔ پرمیشور کی پاک۔ سب کی آتما میں دنیا کا پرکاش ہو کر منش ایسے جال پھندوں سے چھوٹ کر سُست ہو جائے اور جھوٹ سے الگ ہو۔ (۲) ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ یہ نقل کرامات خلاف عادت انسانی کرانا یہ محال ہی نقل نہیں۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ طاقت خداوندی سے باہر ہے۔ اگر کوئی مکہ معظمہ یا ملک شام میں جائے تو وہاں چالیس آدمی جو کرامات کے دکھانے والے ہیں اگر کسی کو شک ہو تو جا کر دیکھ لے۔ ایسی بہت کتابیں ہیں سوائے بہت کے جن کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ خلاف عادت بشری ہیں۔ جیسے گلستان و بوستان وغیرہ و ریاض بفتہ حج ہیں۔ باقی یہ کہ اس میں سب علوم ہیں یہ دعوے بے دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں علم اضطراب کہاں ہے۔ اور علم اکرا و علم بدیع و بیان وغیرہ علوم اور مصنوعات سے کے خداوند پاک کے مصنوع ہونے میں دلیل ہے کہ وہ مصنوعیت ہے۔ اور یہ مصنوعیت بغیر مُہر خداوندی ہے۔ یہ کتاب

نوٹ: کہنا صحیح الحدث باطل ہو مگر منقول جنرل ہی کیا ہے بہ قیام سے فنا سکھ عمل

یعنی اول ہونا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ذاتی اور ایک زمانی مقدم۔ ذاتی جیسا پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ جیسا کہ حرکت ہاتھ کی اور چابی کی۔ اور ایسا ہی تقدم ذات کا اپنی صفات اصلیہ پر۔ مثلاً تقدم ذات پانی کا اپنی برودت پر۔ عقل سلیم جانتی ہے کہ برودت کا قیام پانی کے ساتھ ہے۔ اس تقدم کو تقدم ذاتی کہا جاویگا۔ الغرض تقدم ذات کا اُن صفات پر جو اُس کے صفات ذاتی ہیں وہ تقدم ذاتی ہے۔ کیونکہ موصوف اپنے صفات پر بالضرور مقدم ہوتا ہے۔ اور تشبیہات تب وارد ہوں۔ جب تقدم زمانی ہو۔ اور دوسرا تقدم زمانی جیسا کہ باپ کا تقدم اپنے بیٹے پر۔ اب ذات کا زمانی ہونا اپنے صفات اصلیہ پر تب لازم آتا ہے اگر زمانا متقدم ہو۔ الغرض مادہ کا تقدم اپنی صورت پر وہ تقدم ذاتی ہے۔ کیونکہ قابل مقدم ہونا چاہیئے مقبول پر (دیکھو ا) دروب اُس کو کہتے ہیں کہ جس[1] میں گن کریا سنجوگ وبیوگ ہونے کا سبھاؤ رہے۔ پرنتو جو دروب پرتھک یعنی علیحدہ علیحدہ۔ اُن کا یہ لکشن ہے جو ہو یا ویاپک دروب ہے۔ وہی سنجوگ وبیوگ سبھاؤ سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اور کسی ویاپک میں گن ہی پر رہتے ہیں۔ کریا نہیں۔ جیسے کہ پرمیشور اس میں سنجوگ وبیوگ ہوتا نہیں۔ پرنتو کریا اور گن ہیں۔ اور آکاش۔ دشا۔ کال یہ ویاپک ہیں۔ پرنتو اِن میں کریا نہیں۔ گنتو[2] ہیں۔ (م)

الغرض یہ جواب پہلے سوال سے کچھ نسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس جواب کے درمیان ذاتی اور زمانی فرق نہیں کیا گیا۔ صورت علمیہ کی نسبت عدم خاص زید کا یعنی اُس کے جسم معین پر جو ایک زمانہ تعین حادث ہوا تھا۔ وہ اُس کے جسم کے وجود سے پہلے وہ عدم قدیم تھا۔ اور یہ جو خیال کیا گیا کہ وہ عدم تقدم اُس جسم خاص کا نہیں ہے۔ اس کے صورت علمیہ علم واجب میں موجود ہے۔ یہ محض غلط ہے۔ کیونکہ خدا کے علم میں یہ جسم خاص تو موجود نہیں۔ جس کا جسم تعین ہاتھ کا ہے۔ قدامت شے سے وجود شے کا نہیں لازم آتا۔ باقی رہا صورت علمیہ کا خیال۔ تو خدا کا علم صورت علمیہ کے ساتھ نہیں ہے۔ کیونکہ صورت علمیہ وہ ہوتی ہے۔ جو حاصل ہوتی ہے عالم کو شے خارج سے۔ جبکہ ہیئت خاص اور شکل خاص کو قدیم نہیں مانا جاتا۔ تو اب خدا کے خیال کے درمیان صورت علمیہ کہاں سے حاصل ہوئی۔ اگر قدیم تھا تو موافق مذہب آپ کے مادہ قدیم تھا۔ اور جو چیز کہ ممکنات سے محسوس نہ ہو۔ جیسے کہ آپ مادہ اور صورت کے قائل ہیں کہ پہلی شکل عارض کے محسوس نہ تھا۔ تو اُس کا علم کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ طریقہ علم شے

[1] یہاں لفظ جس ... کی جگہ جو ... سکے کی جگہ لفظ ہے ہو۔ تب معنی درست ہو سکتے ہیں۔ اور یہ غلطی کتابت ہے۔ ورنہ کوئی معنی درست نہیں ہو سکتے [2] شاید گنتو کی جگہ لفظ گن ہو۔ بہرحال اس میں شک ہے۔

کا یہی ہے کہ بذریعہ کسی حِس کے حس مشترک اور خاصہ مدرکہ میں اس کی شکل حاصل ہو۔ اور اسی کو صورت علمیہ کہا جاتا ہے۔ اور باقی بہ احوال ذات باقی کا تحلیل ہو کر بخارات بن جاتا ہے۔ گو وہ اس کو معلوم نہیں ہے تو کسی نہ کسی جس کے ساتھ وہ مدرک ہے۔ بہر صورت وہ اور اس صورت جو اس قسم کی پائی گئی۔ کہ مدرک بحواس نہیں ہے تو اس کا وجود بھی نہیں ہے۔ جب قدامت باطل ہوئی باقی تناسخ کی کیا صورت ہے۔ اگر یوں کہا جاتا ہے کہ علت ایک بدن کو چھوڑ کر دوسرے بدن سے متعلق ہونے کی جو اس کے افعال ہیں جو بدن اول میں حاصل کئے تھے۔ تو یہ ظاہر ہے کہ افعال حرکت سے صادر ہوتے ہیں۔ اور حرکت منطبق زمانہ پر ہے۔ اور زمانہ کا اول و آخر اور اوسط جمع نہیں رہ سکتا۔ تو علیٰ ہذا القیاس افعال جو بذریعہ زمانہ کے صادر ہوتے ہیں وہ بھی معدوم ہوتے۔ یا تعلق بدن ثانی سے کسی مرجح کی جانب سے نہ ہوگا۔ جب نسبت نفس اول کی نسبت اجسام سے مساوی ہے تو اب تعلق خاص سے ترجیح بلا مرجح لازم آویگی۔ نیز اس تعلق سے نقصان بہت پیدا ہونگے۔ کیونکہ پہلے کمالات جو بدن اول میں حاصل کئے تھے وہ مفقود ہوگئے۔ اور دوسرا تعلق فرض کرو کہ اگر مثل گدھے کے یا کتے کے ہوا تو اُس بدن کتے اور گدھے میں وہ کمال نہیں حاصل کر سکتا۔ جو بدن انسان میں حاصل کر سکتا تھا۔ اب آپ کو لازم ہے کہ اول طریقہ حاصل کرنے علوم کا معین کیجئے۔ بعد اس کے پھر علت تعلق کی قائم کی جائے تو پھر اُس پر اعتراض کیا جائے (س) دس اندریاں یعنی دس حواس سے مولوی صاحب کا فرمان درست نہیں۔ چنانچہ جیو آتما یعنی روح کسی اندری سے نہیں دیکھا جاتا۔ مگر وجود اس کا ہے۔ جو مولوی صاحب نے کہا کہ اناری وستو باطل ہے یہ کس نے کہا ہے۔ کیا یہ بات آپ نے اپنے ہی دل سے جوڑی ہے۔ کیونکہ جب میں لکھوا چکا کہ پرمیشور اور جیو اور علت کا کارن یہ تینوں سناتن ہیں۔ اس سے قدامت ثابت ہے۔ اور ابھاو سے بھاؤ کبھی نہیں ہوتا۔ اور جو کہا گیا ہے۔ اس کا بیان نہیں ہے جو گدھے اور کتے کے بدن میں نفس کا جیو جانے سے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بڑا نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ سب کمائی کی ہوئی چلی جاتی ہے۔ جو مولوی صاحب ایسا مانتے ہیں تو مولوی صاحب کو سونا کبھی نہ چاہیئے۔ کیونکہ نیند میں جاگرت کی کمائی سب بھول جاتی ہے۔ جو مولوی صاحب کہیں کہ پھر جاگنے سے وہ علم آ جاتا ہے تو کتے گدھے کے شریر میں بھی آ جائیگا۔ اور وہ پھر علم حاصل کر سکتا ہے۔ جیسے کہ آدمی سونے سے جاگ کر حاصل

بت سے اس زمانہ سے بالیقین پہلے ہے۔ اس میں وہ خبر ہے جو آج کے دن پائی جاتی ہے۔ کتاب دانیال باب ۱۱ درس ۱۔ سے ۴۱ تک بھی ثبوت ہے کہ وہ پیشین گوئی جو صدہا سال سے لکھی گئی تھی۔ اب پوری ہوئی۔ دوم وجود قرآن شریف جو تیرہ سو برس سے مسلمانوں کا سارے فرقوں کے مقابلہ میں یہ دعوےٰ ہے کہ اس قرآن شریف کی مثل ایک سطر بنا کے کوئی آدمی دکھلاوے جیسا کہ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ اب تک کسی سے بنا نہیں نہ بنیگا۔ اگر پنڈت صاحب کو اس معجزہ و کرامت سے انکار ہے تو اس کی مثل ایک سطر بنا کر دکھائیں۔ گویا کرامت ہم نے اس جلسہ میں دکھا دی۔ اب ہم خداوند پاک سے آرزو کرتے ہیں کہ جملہ خلائق کو رستہ مستقیم پر لاوے۔ اور ان کی نظروں سے تعصب دور کرے۔ فقط۔

سوال و جواب بمقدمہ تناسخ

(م) وجود کا بغیر علّت صورت حال کے ممکن نہیں۔ جب وجود صورت کا حادث ہے تو ضرور مادہ بھی حادث ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مادہ کو وجود بذریعہ صورت ملا۔ ذریعہ شے کا مقدم ہوتا ہے۔ شے سے تو اب قائل تناسخ پر لازم آتا ہے۔ کہ عالم حادث ہو۔ حالانکہ انہوں نے مانا تھا کہ قدیم ہے (س) صورت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک گیان سے گرہن ہوتی ہے ایک آنکھ آدی وغیرہ سے۔ سو کارن میں صورت ہے۔ پر تو وہ اندریوں سے یعنی حواس سے گرہن نہیں ہوتی کیونکہ جو سوکشم یعنی باریک چیز ہوتی ہے۔ جب وہ خود ہی نہیں دکھائی دیتی تو اس کی صورت کیا دکھائی دیگی۔ اور جو اس کارن[1] کی کسی طرح صورت نہ ہو تو کارج میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ جو کارن کے گن ہیں وہی کارج میں آتے ہیں۔ جیسے ایک تل کے دانہ میں تیل ہوتا ہے وہ کروڑوں دانہ میں بھی برابر ہوتا ہے۔ لوہے کے ایک ذرہ میں تیل نہیں ہوتا۔ من بھر میں بھی نہیں ہوتا۔ جو چیز نت یعنی قدیم سے ہے۔ اس کے گن بھی نت ہیں۔ کارن کا ہونا نہ ہونا نہیں کیا جاتا۔ وہ تو قدیم ہے۔ اور جو چیز قدیم ہے جیسے صورت۔ اس کے کارن کی حالت میں قدیم ہے صورت بغیر شے کے الگ رہ نہیں سکتی۔ وہ صورت اسی شے کی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ کارن سناتن یعنی قدیم ہے (م) یہ نہیں کہ جو چیزیں بدوں کسی چیز کے نہ پائی جائے تو وہ ان کا عین یعنی وہی ہے۔ مثلاً حرکت ہاتھ اور چابی کی۔ حرکت چابی کی بغیر حرکت ہاتھ کے نہیں پائی جاتی۔ بلکہ جب حرکت چابی کی ہوگی تو حرکت ہاتھ کی ہوگی۔ اور جب حرکت ہاتھ کی ہوگی تو حرکت چابی کی ہوگی۔ یعنی ان دونوں حرکتوں میں کوئی زمانہ کسی کے واسطے مقدم یا مؤخر نہیں نکلتا۔ اور بالیقین عقل سلیم جانتی ہے

[1] لفظ گن زیادہ ہے۔ گو مدعا اس کے قریباً عبارت ہے۔

کہ کُنجی کی حرکت بغیر ہاتھ کے نہیں۔ یعنی حرکت کنجی کی محتاج ہے۔ حرکت ہاتھ کی اگرچہ بزمانہ موجودہ میں اکٹھی ہے۔ ایسے ہی مادہ عالم اور اُس کی صُورت ہے۔ اگرچہ زمانہ میں اتحاد ہو۔ مگر عقل جانتی ہے اس بات کو کہ مادہ مقدم ہے اس کی صورت سے۔ کیونکہ موصوف اور قابل مقدم ہوتا ہے وصف اور مقبول سے۔ وجود مادہ کا یعنی تشخص اور تعین یعنی محسوس اور دکھائی دینا وہ کسی چیز کے لگنے سے ہوتا ہے۔ یا تو شکل کے لگنے سے ہو یا کسی اور چیز کے لگنے سے۔ بہر صُورت جبکہ وُہ شے جس کے لگنے سے وہ مادہ موجود عالم میں ہُوا۔ اس طرح کے ساتھ کہ محسوس ہو اور دکھائی دے۔ وہ کسی ایسے امر سے ہُوا جو بعد اُس مادہ کو عارض ہُوا۔ اور یہ جو جواب میں لکھا گیا کہ کارن کا ہونا یا نہ ہونا نہیں کہا جاتا۔ عجیب وہ شے کہ جس کے علّت مادی میں ہونا یا نہ ہونا نہیں کہہ سکتے۔ وہ شے کہ جس کی علّت مادی ایسی ہو۔ اس کا ہونا کس طرح ہو سکتا ہے۔ یعنی شے موجود معدوم سے نہیں بن سکتی۔ اور اگر اُس کے قدیم ہونے سے کوئی شخص یہ کہے کہ وہ موجود بھی ہوگا تو یہ غلط ہے۔ کس واسطے کہ عدم سے خاص کا مثلاً زید کا ہر مذہب کے موافق آدم ہے۔ یعنی زید کے مادہ کو ایک شکل خاص حاصل ہوئی ہے۔ کہ جس کے سبب سے اُس کا زید نام رکھا گیا۔ تو وہ شکل خاص اور وہ ہیئت خاص اسی ہیئت سے پہلے کبھی موجود نہ تھی۔ لہٰذا اس کو یعنی اس کے عدم کو قدیم کہا جاویگا۔ صُورت یعنی روپ کے جو دو قسم کئے۔ ایک وہ جس کو شکل کہتے ہیں۔ اور ایک بالعموم اس کے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ صُورت غیر مادہ کا ہے (س) سبھاوک[1] گن روپ آدی شے کے پیچھے کبھی نہیں ہوتے۔ اور جو پیچھے ہوتا ہے سبھاوک نہیں کہتے۔ جیسے اگنی کے پرمانوؤں کا سبھاوک اُن انشی روپ یعنی آنکھ سے ناقص ہونا سبھاوک سبب تو اس کے ساتھ ہے۔ جب کنت کارن کے پرمانوؤں کے سنجوگ کرنے سے استھول[2] کارج ہو کر اس کا اندر یہ گراہیہ (یعنی محسوس بحواس) روپ ظاہر ہُوا۔ جیسے جل کے پرمانوؤں آکاش میں اُڑ کر ٹھہرتے ہیں۔ اور جب تک بادل نہیں ہوتے۔ دیکھے نہیں جاتے ہمارا مطلب یہ نہیں کہ وہ مادہ نہیں ہے۔ یا مادہ کے سبھاوک گن مثلاً جیسا لڑکے کا ہونا اور لڑکے کا نہیں ہونا جیسا کارج میں یہ ہونا یا نہ ہونا گن ہے۔ ایسا ہی کارن میں نہیں ہے۔ جو کارن اور کارن کی سبھاوک گن ہے وہ انادی یعنی قدیم کارج جو ہے اُس کا سنجوگ سے ہونا اور بیوگ سے پیچھے نہ رہنا[3] وہ ایک شکل صورت سنجوگ جنیہ جو ہے وہ کارج کی صُورت کہاتی ہے۔ اس کا پرواہ سے انادی پن ہے۔ سروپ سے نہیں۔ اور ایشور کی جو کہ سروگیہ ہے۔ اس کا نمت کارن یعنی بنانے والا اُس کے گیان میں سدا ہے۔ اور رہے گا۔ (آخر کے فقرہ کا جواب اُوپر آگیا) (م) تقدم

---

[1] ذاتی [2] بڑا [3] دور تسلسل۔

کر سکتا ہے۔ اس سے میں جانتا ہوں کہ مولوی صاحب کی تقریر اور میری تقریر کو بڑھ کر ان لوگ آپ ہی دیکھ لیں گے۔ پرنتو میری سمجھ میں ایک جنم ان باتوں سے سدھ نہیں ہوتا۔ کنتو پُنر جنم سدھ ہے۔

تصدیق

ہمارے روبرو جو مراتب گفتگو معین ہوئے ، وہ واقعی یہی تھے۔ جو اس دیباچہ میں درج ہیں

دستخط انگریزی المسبل

لالہ بھیم چند   محمد حسین محمود

یہ مباحثہ اول مرتبہ ستمبر ۱۸۷۷ء میں پنجابی پریس لاہور میں چھپا۔ دوبارہ جون و جولائی ۱۸۸۵ء کے آریہ درپن میں چھپا۔ تیسری بار مرزا محمود نے اپنے وزیر ہند پریس سیالکوٹ میں طبع کیا۔ چوتھی بار لاہور اور پانچویں بار آریہ سماج امرتسر نے ۱۹۰۳ء میں چھپوایا خود مسلمانوں کا فیصلہ ہے کہ مولوی صاحب کامیاب نہیں ہوئے۔ اور کرامت کو ثابت نہ کر سکے۔

متفرق ۔ جالندھر کے متعلق سوامی جی ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

آریہ سماج لاہور کے سب سبھاسدوں کو نمستے ودت ہو۔ آج امرتسر سے جا کر جالندھر میں پہنچ گئے۔ سردار سوچیت سنگھ جی کے باغ میں ٹھہرا ہوں۔ آگے آگے جو جو ورتانت ہوگا۔ سو لکھا جائیگا۔ آگے سردار وکرم سنگھ جی بہت اچھے پرش ہیں۔ وید بھاش کا چھٹا انک آگیا یا نہیں؟ سو ہر ایک کو میرا ارتھ بھیج دینا۔ سمت ۱۹۳۴ مطابق بھادوں سدی ششٹی وار مطابق ۱۵ ستمبر ۱۸۷۷ء

ایک چٹھی سوامی جی کی مورخہ ۵ ۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء جالندھر سے لکھی ہوئی بنام ربے ماڈھو جی کے ہے۔ جس سے معلوم ہوتا کہ سوامی جی ۱۲ ستمبر ۱۸۷۷ء سے ۵ ۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء تک یہاں مہمان رہے ہیں ۔ اس کے بعد ۱۰ اکتوبر ۱۸۷۷ء تک وہاں رہے۔

ایک کراماتی مسلمان فقیر سے کچھ بات چیت ہوا تھا۔ آخرکار اُس کے جوتوں سے عند التلاش ایک پنج سیری نکلی۔ حالانکہ وہ کہتا تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ میں اس کو آسمان یا جنات سے منگاتا ہوں۔ سردار صاحب کے اصرار پر سوامی جی نے اُس کی یہ چالاکی ظاہر کی تھی۔ تاکہ یہ فریب سردار صاحب کے دل سے دور ہو۔ کنہیا لال برہمن ساکن کل تھم ضلع جالندھر کئی دفعہ سوامی جی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ایک دن

[illegible]

آگیا کریں۔ جس کو میں پالن کروں تاکہ میرا کلیان ہو۔ سوامی جی نے فرمایا کہ اگر تم کر سکتے ہو تو ایک سرائے بنا دو۔ اُس میں لحاف اور چارپائی رکھ دو۔ تاکہ لوگ آرام پاویں۔ اور ٹھاکر دوارا بنانا یا مورتی یا پیر پوجنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ تمہارا اِسی سے کلیان ہوگا۔

چھٹی فصل لاہور

۱۶ تا ۲۶ اکتوبر ۱۸۷۷ء

۱۔ ڈیرا و عام کام :۔ سوامی جی دہرہ سے ایک روز بعد لاہور میں تشریف لائے اور نواب رضا علی خاں کے باغیچہ بیرون مستی دروازہ میں فروکش ہوئے۔

چنانچہ کوہِ نور میں لکھا ہے "سوامی دیانند سرستی صاحب دہرہ سے ۱۶ اکتوبر ایک روز بعد سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اور روز آریہ سماج میں شام کے وقت ۶ بجے سے ۸ بجے تک دھرم اُپدیش سناتے رہتے ہیں" (۳ نومبر ۱۸۷۷ء صفحہ ۹۸۳)

یہاں دس روز ٹھہرے۔ چنانچہ کوہِ نور میں لکھا ہے ۔ "سوامی جی تقریباً دس روز ٹھہر کر فیروزپور کی طرف حسب درخواست وہاں کے آریہ دھرم کے لوگوں کے ۲۶۔اکتوبر ۱۸۷۷ء کو روانہ ہو گئے ہیں" (۳ نومبر ۱۸۷۷ء جلد ۲۹ نمبر ۴۳ صفحہ ۹۸۳)

۲۔ دولت کی زیادتی :۔ ایک روز اسی باغیچہ میں ایک پادری صاحب اور ایک مس صاحب سوامی جی سے ملنے کو آئے۔ گفتگو کے درمیان سوامی جی نے فرمایا کہ دولت کا حد سے زیادہ ہونا قوم کے زوال کا باعث ہوتا ہے۔ جیسے کہ اس آریہ قوم کا حال ہوا۔ اور یہ بھی کہا کہ اب انگریزوں میں بھی دولت کے زیادہ ہونے سے اُن کی عادت بگڑتی جاتی ہے۔ چنانچہ ہمارا تجربہ ہے کہ جن دنوں ہم جنگل میں رہا کرتے تھے۔ ہم علے الصباح دن نکلنے سے پہلے بہت سے انگریزوں کو ہوا خوری کرتے دیکھتے تھے۔ لیکن آج کل اکثر انگریز دن چڑھے اُٹھتے ہیں۔

۳۔ سوال و جواب وغیرہ :۔ اسی مقام پر مرزا فتح بیگ صاحب ساکن قصور سے بحث ہوئی۔ جس میں سوامی جی نے اُن کے سوالات کا پورا پورا جواب دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ ویدک دھرم ہی سچا اور ایشوری دھرم ہے۔

ایک دن لاہور کے پنڈت رام رکھا نے سوامی جی سے پیش کیا کہ نام وید میں بہت سے وسِشٹھ وغیرہ رشیوں کے نام آتے ہیں۔ اور اس سے سندیہ ہوتا ہے۔ کہ وید بہت پیچھے رشیوں نے بنائے۔

تب سوامی جی نے بہت سے منتر زبانی پڑھ کر سُنائے۔ جن میں بہت سے ... ج

وغیرہ نام آتے ہیں۔ اور کہا کہ ان مقامات پر یہ نام کسی شخص کے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے اس جگہ خاص معنی ہیں۔ ساتھ ہی تمام منتروں کا ارتھ سنایا۔ اور کہا کہ اس قسم کی غلطیاں وید کے اصلی معنی نہ جاننے کے باعث ہوئی ہیں۔ کیونکہ لوگ عموماً ظاہری معنی لیتے ہیں۔ یہ رشیوں کے نام نہیں ہیں۔ بلکہ رشیوں کے نام انہی جگہ سے رکھے گئے ہیں۔ جس سے پنڈت جی کی پوری پوری تسلی ہو گئی۔

ایک بشپ صاحب اس جگہ تشریف لائے۔ اور آن کر سوال کیا کہ وید کے رشیوں کو ایشور کی بابت کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ کون ہے۔ اور ثبوت میں یہ منتر پیش کیا:-

(ہرنیہ گربھ سموَرتتاگرے بھوتسیہ جاتا وغیرہ)

رائے مولراج سے اس کا انگریزی ترجمہ سن کر سوامی جی نے کہا کہ غلط ترجمہ کے سبب آپ کو شک ہوا ہے۔ اس کا ارتھ یہ ہے کہ سرب بیاپک پرماتما کی ہم اپاسنا کرتے ہیں پھر بشپ صاحب نے کہا کہ دیکھو بائبل کی برکت کہ اس کا اپدیش اتنی دور پھیلا ہوا ہے کہ جہاں تک آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ بھی وید ہی کے سبب سے ہم لوگ اس دھرم کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور آپ لوگ برہمچریہ ودیا ادھیین ایک استری سنگ و گرو اپدیش پالتے۔ ولیسی پرہیز وغیرہ رکھتے ہیں۔ اس واسطے اتنی اُنّتی ہو رہی ہے۔ ہماری قوم کی غفلت سے ہی یہ آپ کی ترقی ہے۔ بائبل کے سبب سے نہیں۔

۴ - برہمو سماج کا سالانہ جلسہ:- ۲۱ - اکتوبر ۱۸۷۷ء کو برہمو سماج لاہور کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس میں سوامی جی مہاراج اپنی عالی حوصلگی سے معہ تقریباً دو تین سو آریہ سجنوں کے تشریف لے گئے۔ چنانچہ انڈین مرر کلکتہ نے اپنے ایڈیشن ۲۸ - اکتوبر ۱۸۷۷ء میں اس طرح لکھا ہے:-

"ہم کو اطلاع ملی ہے کہ لاہور برہمو سماج کے گزشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پرارتھنا ہو جانے کے بعد پنڈت دیانند سرسوتی مثل پوپ اپنے ارباب رسوخ کے دو تین سو مریدوں کے ساتھ برہمو مندر میں تشریف فرما ہوئے تھے۔" (جلد ۲ نمبر ۱۰۵)

برادر ہندو میں لکھا ہے۔ ۲۱ - اکتوبر ۱۸۷۷ء کو اتوار کے دن برہمو مندر لاہور میں چودھواں سالانہ اتسب پنجاب برہمو سماج کا منعقد ہوا۔ پنڈت اگھور ناتھ گپت صاحب پرچارک براہمو سماج ہند نے (جو اس متبرک موقعہ پر کلکتہ سے تشریف لائے تھے) اس دن اپاسنا کی اور اپدیش دیا۔ اس دفعہ یہ اتسب جیسی دھوم دھام سے ہوا۔ غالباً ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ وجہ یہ کہ اس سال یہاں پنڈت دیانند سرسوتی آئے اور ایک عرصہ تک متواتر اپدیش دیتے رہے عموماً لوگوں کے دل کسی قدر مذہبی الفت میں پہلے ہی سے جوش زن تھے۔ اور اس لئے کثرت سے لوگ شامل اتسب ہوئے تھے۔

تقسیم اوقات اتسب کے موافق سات بجے صبح سے آٹھ بجے تک بھجن گانے لگے۔

بعد ازاں آٹھ بجے سے اُپاسنا شروع ہوئی۔ اگھور بابو نے جن کا دل پریم سے سرشار ہو رہا تھا۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ بھائیو! آج جو اُتسب ہے۔ وہ اندرونی اُتسب ہے۔ بیرونی کل تعلقات کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ صرف اپنی روح اور خداوند کریم کی پاک روح سے واسطہ رکھنا چاہیئے۔ دُنیا کو قطعی بھول جاؤ۔ اور دل کو ایک دفعہ بیقراری کے ساتھ پرمیشر کے پریم رس کے پینے کے لئے مستعد کرو۔ تمام دن جوگ اور دھیان کے ساتھ پریم سے پرمیشور کے پریم میں ڈوب کر خوب آنند اور شانتی حاصل کرو۔ پرمیشور کی آبحیات کا پاک چشمہ جاری ہو رہا ہے۔ پس اس وقت تم میں سے جس جس کے دل میں بے اعتقادی اور بے چینی کے کواڑ لگے ہوئے ہیں۔ ان کو اعتقاد اور محبت الٰہی کے چشمہ سے آبحیات حقیقی کے پاک چشمہ کو اپنے اپنے دلوں میں گرنے دو۔ اور اس سے آج اپنی اپنی خشک روحوں کو خوب سیراب کرو۔

اس کے بعد ایک بھجن گا کر حسب معمول حمد الٰہی کی گئی۔ بعد ازاں عرصہ تک دھیان یعنی تصور ہوا۔ تصور کے اختتام کے وقت پنڈت دیانند صاحب سرسوتی بھی معہ ڈیڑھ دو سو مقلدوں کے مندر میں آکر شامل اُتسب ہوئے تھے۔ اخیر اگھور بابو نے ایشر پریم یعنی محبت الٰہی پر ایک چھوٹا سا اُپدیش دیا۔ اور سب کی بہبودی کے لئے دُعا مانگی۔"

(برادر ہند ماہوار رسالہ بابت ماہ نومبر ۱۸۷۷ء صفحہ ۳۲۲-۳۲۴)

ساتویں فصل چھاؤنی فیروزپور

جمعہ ۲۶- اکتوبر تا دوشنبہ ۵ نومبر ۱۸۷۷ء

۱- آمد و ڈیرا:- سوامی جی نے لاہور میں آریہ سماج قائم کی تو پنجاب کے دیگر شہروں میں چرچا ہونے لگا۔ ان دنوں فیروزپور چھاؤنی میں ایک ہندو سبھا قائم تھی۔ جس میں بابو نگھور جس صاحب نے برادر بابو دینیال وکیل نے لاہور سے آن کر سوامی جی کے مورتی پوجا وغیرہ کا کھنڈن کرنے اور اپنے وید شاستر کی عظمت دیگر سب مذہبی کتب پر ثابت کرنے لاہور میں بڑے بڑے فضلاء کے ان کی طرف رجوع لانے کا ذکر کیا۔ اور رائے دی کہ یہ سبھا انہی کے عقاید پر قائم ہونی چاہیئے۔ لالہ متھراداس صاحب پردہان کو شوق پیدا ہوا۔ اور انہوں نے گوبند لال کا لیتھو کو لاہور بھیجا جو سوامی جی کو بسواری شکرم اپنے ساتھ لایا۔ لالہ متھراداس جی نے ان کی آمد آمد کے شوق میں ایک مکان خاص طیار کرایا۔ جو ایکانت استھان اور ان کے رہنے کے لائق تھا۔

چنانچہ سوامی جی تشریف لائے۔ مگر انہوں نے آبادی میں رہنا پسند نہ کیا۔ لہذا لالہ بہاری لال کی کوٹھی میں جو قدیم توپ خانہ کے محاذ میں تھی۔ ڈیرا کیا۔ دو تین پنڈت لکھنے

والے بھی سوامی جی کے ساتھ تھے۔

۲۔ پرچار اور سوال و جواب:۔ لیکچروں کے واسطے لالہ متھراداس کے مکان کے سامنے ایک اُفتادہ زمین میں شامیانے نصب کئے گئے۔ اور انہیں اچھی طرح سجایا گیا پہلے روز جب سوامی جی آئے۔ اُن کے درشنوں کے واسطے بہت سے لوگ آ گئے۔ کُل ویاکھیان دس ہوئے اور یہ سب شام کو ہوتے رہے۔ پہلا لیکچر سرشٹی اُتپتی اور آخری مکتی کے وشے پر ہُوا۔

پہلا ویاکھیان شروع ہی ہوا تھا کہ گوپال شاستری (جو اُس ضلع کا رہنے والا اور اپنے کو جموں کا طالب علم بیان کرتا تھا) نے کہا۔ ہم نے کچھ سوالات کرنے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ ویاکھیان شروع ہو گیا ہے۔ اس کے بعد جو چاہئے پوچھ لینا۔ اُس نے کہا کہ مجھ کو آپ کے کہنے پر بہت سے اعتراض ہیں۔ سوامی جی نے کہا کہ لکھتے جاؤ۔ اخیر میں سب کا جواب دیا جاویگا۔ اُس نے کہا کہ میں اس قدر نہیں لکھ سکتا۔ تب اس کو سبھا کی طرف سے کہا گیا کہ اگر نہیں لکھ سکتے تو خاموش رہو۔ اور سوامی جی نے کہا کہ چپ چاپ سنتے جاؤ۔ مگر اس وقت اُس کی حالت نہایت بیقرار اور زبان لکنت میں اور جان کانپ رہی تھی۔ اور سوامی جی کے تیج کے سبب اس کے اوسان باختہ ہو رہے تھے۔ اُس سے چپ چاپ نہ بیٹھا گیا۔ یہ کہہ کر سبھا سے چلا گیا کہ یہ کیا غضب ہے۔ جو کوئی اصل ہندو ہو وہ نہ سنے۔ اس پر دس بارہ آدمی اُٹھ کر چلے آئے۔ لیکچروں میں تمام اصولی باتوں کا اُنہوں نے صاف طور پر ذکر کیا۔ ایک روز سوال و جواب کے واسطے رکھا۔

ایک روز جب موجودہ زمانہ کے بیوقوف برہمنوں کا ذکر کر رہے تھے تب تمثیلاً فرمایا کہ ایک مہاراجہ کے ہاں کوٹھاری جی تھے۔ راجہ کے پاس جب کوئی پنڈت جاتا اور کوٹھاری جی سے کہتا کہ میری سہائتا کی جائے۔ میں کچھ پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ کوٹھاری جی فرماتے کہ اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ جو تمہارے من میں آئے۔ کہتے جاؤ۔ صرف ہاتھ میں مالا اور گؤمکھی ہونی چاہیئے۔ چنانچہ کوٹھاری نے اُس پنڈت سے اپنا حصہ مقرر کر لیا۔ وہ ایک گھاٹ پر جا کر جپ کرنے لگا۔ "راجہ کا جپ کروں" "راجہ کا جپ کروں"۔

دو چار دن کے بعد ایک اور پنڈت آیا۔ وہ بھی بدستور حصہ ٹھہرا کر وہاں ہی گیا۔ اور اُس نے پہلے برہمن کا جاپ سُن کر یہ کہنا شروع کیا۔ "جو تو کرے سو میں کروں" "جو تو کرے سو میں کروں"۔

اس کے بعد ایک دو اور پنڈت بھی وہاں پہنچ گئے۔ وہ بھی جپ کے واسطے بیٹھ گئے اُنہوں نے جا کر دونوں کا جپ سُنا۔ اور حیران ہو کر یہ کہنا شروع کیا۔ یہ نبھے گی کب تک؟۔ چوتھے بھی اسی طرح بیٹھے۔ اور انہوں نے اِن تینوں کا جاپ سُن کر یہ کہا کہ جب تک نبھے گی تب تک۔

اس سے بتلایا کہ آج کل برہمنوں کے حالات ایسے تذبذب ہو رہے ہیں کہ باوجود جاننے کے بھی اودیا میں دھکیلے جا رہے ہیں۔ اخیر لکچر مکتی کے وشے پر تھا۔ اس میں آٹھ انگ اَپاسنا کی فضیلت تشریح کے ساتھ بتلائی۔ منشی رام سہائے جی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ان کے ہر ایک ویاکھیان کو بڑے اُتساہ سے سنتے رہے۔ اور شہر و چھاؤنی کے بڑے بڑے بیدار مغز رئیس بھی برابر آتے رہے۔

مولوی کرامت علی وکیل پٹیالہ نے بھی کچھ سوال کئے۔ اور معقول جواب پائے۔

پنڈت کرپا رام نے سوال کرنا چاہا۔ اور جاتے ہی کہا کہ آپ تو کرسی پر بیٹھے ہیں میں کھڑا ہوں۔ میرے اور آپ کے سوال و جواب کس طرح ہو سکتے ہیں۔ سوامی جی نے اس کے واسطے کرسی کے لئے کہہ دیا۔ جب کرسی آنے میں دیر ہوئی تو سوامی جی نے فرمایا۔ کہ آپ کرسی کے بغیر بھی بول سکتے ہیں۔ اور اگر حسرت ہے کہ میں کیوں بیٹھا ہوں۔ تو میں بھی نیچے بیٹھ جاتا ہوں۔ اتنے میں کرسی آگئی اور بیٹھ گئے۔ انہوں نے سوال کیا کہ خدا محدود ہے یا غیر محدود؟ سوامی جی نے کہا کہ میں عربی نہیں سمجھتا بھاشا میں کہو۔ کہ اسکا بات پر یہ (مطلب) کیا ہے۔ کیا ایک دیشی یا سرب بیاپک سے مطلب ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں۔ سوامی جی نے کہا کہ سرب بیاپک ہے۔ کرپا رام جی نے اپنی گھڑی لیکر میز پر رکھ دی۔ اور کہا کہ بتلاؤ۔ اس میں کہاں ہے؟ سوامی جی نے آکاش کی مثال دے کر فرمایا کہ آکاش سب جگہ سمایا ہے۔ سب چیزیں آکاش کے اندر ہیں۔ میرا یہ سونٹا (اپنا سونٹا کھڑا کر کے) بھی آکاش کے اندر ہے۔ جیسے یہ آکاش کے باہر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح آپ کی گھڑی بھی پرمیشور کی بیاپکتا سے جدا نہیں۔ اس پر انہوں نے اپنی تسلی تو ظاہر نہ کی۔ صرف یہ کہا کہ ہمیں تمہیں گپڑے بکنے آتے ہیں۔

مگر غور و فکر کرنے کے بعد جواب کو راست سمجھ کے صدق دل سے آریہ سماج فیروز پور کے سبھاسد ہو گئے۔ اور پوری صداقت سے سوامی جی کی عزت کرنے لگے۔

اس کے بعد کنٹونمنٹ مجسٹریٹ کے دفتری مکھی رام نے ایک بھاشا کا دوہرا پڑھا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔ گیان کر گیان کو کھنڈ کر کھیل چوگان مائیں۔ دوسرا پڑھنے ہی لگا تھا کہ سوامی جی نے درمیان میں روک دیا کہ پہلے اسی آدھی تک کا ارتھ کرو۔ جب وہ ارتھ کرنے سے رُکا۔ تب سوامی جی خود ارتھ کرنے لگے۔ کہ کچھ پڑھو اور اچھی طرح سے لکھو پڑھو۔ پھر لکھا پڑھا سب جھوٹ جان کر گلی ڈنڈا کھیلو۔ اس پر اُس نے کہا کہ آپ پڑھے ہوئے خواہ کتنے ہی ہو۔ پر آپ کو کوئی فقیرانہ رمز کی بات نہیں آتی۔ پھر اُس نے پوچھا کہ تمہارا آنند کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا آنند وید ہے۔ پھر وہ کچھ نہ بولا۔

اس کے بعد کچھ چھاؤنی کے برہمنوں کی طرف سے کچھ سوال لیا دیکر آئے۔ لانیوالے

سے سوامی جی نے پوچھا کہ یہ تم نے بنائے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ نہیں کئی آدمیوں نے مل کر بنائے ہیں۔ تب اُس نے خود ہی علے الترتیب ایک ایک کر کے پڑھا۔ اور سوامی جی جواب دیتے رہے۔ اُس نے بیچ میں کوئی شکایت نہ کی۔

یہاں کے بڑے مندر کے ٹھاکر ٹکھناتھ پوجاری بھی گئے تھے۔ اُس نے کچھ پوچھنا چاہا۔ سوامی جی نے اُس سے اوّل اُس کا نام پوچھا۔ اُس نے کہا کہ ٹکھناتھ پوجاری۔ سوامی جی نے کہا کہ کیا پڑھے ہو؟ اُس نے چند گرنتھوں کے نام بتلائے۔ سوامی جی نے کہا کہ پوجاری کا ارتھ کرو۔ اُس نے نہ کیا۔ تب سوامی جی نے کہا کہ یہ پوجا اور اری دو لفظوں سے بنا ہے۔ یعنی پوجا کے شترو۔ اس پر وہ کچھ نہ بولے اور چلے گئے۔

کئی جاننے والوں کو برہمن لوگ منع کرتے کہ یہ تو لوگوں کو گمراہی کرنے آیا ہے۔ اور انگریزوں سے تنخواہ پاتا ہے۔ اس کے پاس مت جاؤ۔ مگر ویاکھیان سن کر وہ کہتے کہ برہمنوں کا کہنا بالکل جھوٹ ہے۔ سوامی جی نے یہاں عیسائی محمدی سب متوں کا کھنڈن کر کے سناتن دھرم کا منڈن کیا۔ اور اس خوبی سے کیا کہ اکثر لوگ آنسو بہا کر رونے لگے کچنی رام گورگھوکرتا ہی رہ گئے اور سب لوگ ہنس پڑے۔ گوپال شاستری کا حال بھی ایسا ہی ہوا جس سے مت پر نتیجے ہو کر آریہ سماج قائم ہوئی۔ لالہ کرپا رام برانچ پوسٹ ماسٹر کچھ مدت تک سماج میں جاتے رہے پھر ممبر ہو گئے۔

۳۔ قائمی آریہ سماج:۔ سوامی جی کے موثر اپدیشوں کے بعد یہاں باقاعدہ ہندو سبھا کا نام آریہ سماج رکھا گیا۔ نیم اور اُپ نیم سویکار کئے گئے۔ اور مندرجہ ذیل صاحبان عہدہ دار مقرر ہوئے۔ لالہ متھرا داس صاحب ممبر و انفرد پردھان۔ منشی گوبند لال سکرٹری اور بہت سے صاحبان سبھا سد ہوئے۔ لالہ کرپا رام جی برانچ پوسٹ ماسٹر بھی بہت دنوں جاتے رہے۔ اور آخر وچار کے بعد ممبر بن گئے۔

جس مکان کو لالہ متھرا داس نے ان کے واسطے بنایا تھا۔ وہ اگرچہ اس میں نہیں رہے مگر ان کے جانے کے بعد وہاں ہی سماج عرصہ تک ہوتی رہی۔

بھگت سروپ سنگھ نے یوگ کی بابت سوامی جی سے بہت بات چیت کی۔ اور کئی باتیں نئی دریافت کیں۔ وہ وشودھانند سوامی بنارس والے سے بھی ملے۔ مگر وہ کہتے تھے کہ وشودھانند لوگ جانتے ہوں کہ اُس کے گرد و پاس سے بھی ناواقف ہیں۔

ٹکھناتھ پوجاری نے ایک دن کہا۔ مہاراج! وید کے سوا سب شاستر جھوٹے ہیں؟ سوامی جی نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ مگر جس طرح کہ تھیلی میں روپیہ کی کھری اور کھوٹی حالت کو پرکھنا ضرور ہوتا ہے۔ اور وہ کام صراف کا ہے۔ اسی طرح ودوانوں کا کام ہے کہ ست اور اَست بات کا فرق کریں۔

۴۔ متفرق:۔ سوامی جی کے یہاں آنے پر کرایۂ شکرم و آرائش مکان وغیرہ اک کل خرچ

لیکچر پربندھ ہوا۔ سوامی جی یہاں دو شکریوں میں آئے تھے۔ کرایہ یکّوں ساٹھ روپیہ لالہ متھراداس جی نے دیا تھا۔ پستکیں بہت ساتھ تھیں۔

رائے میاداس صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و پادری بوس صاحب بھی ڈیرہ پر گئے تھے۔ اُن کی کچھ بات چیت ہوئی تھی۔

سوامی جی ۵ نومبر ۱۸۷۷ء کی رات کو فیروزپور سے روانہ ہو کر صبح ہی لاہور پہنچ گئے۔

آٹھویں فصل لاہور

سوامی جی فیروزپور سے ۶ تاریخ نومبر کو صبح ہی لاہور میں تشریف لائے۔ اور شام کو آریہ سماج میں لیکچر دیا۔

۶۔ نومبر ۱۸۷۷ء ... سدی چودس سمت ۱۹۳۴ کو آریہ سماجوں کے اُپ نیم انترنگ سبھا میں بعد بحث و تمحیص ترمیمی کے منظور ہوئے۔ اس جلسہ میں سوامی جی مہاراج موجود تھے۔ اس موقع کی ایک بات قابل تحریر ہے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ سوامی جی کس قدر قاعدہ کے پابند تھے۔ جب اُپ نیموں پر بحث ہوتی تھی تو کمیٹی کی طرف سے درخواست کی گئی کہ آپ بھی اپنی رائے دیویں۔ سوامی جی نے ارشاد فرمایا کہ میں انترنگ سبھا کا ممبر نہیں ہوں۔ اس لئے میں رائے دینے کا حق نہیں رکھتا چنانچہ تاوقتیکہ انترنگ سبھا نے اُن کو انترنگ سبھا کا ممبر نہ بنایا۔ اُنہوں نے رائے نہیں دی۔

اس کے بعد حسب استدعا اہل مذاق راولپنڈی وہ ۷۔ نومبر کو ایک بجے کی ریل میں اُس طرف روانہ ہوگئے۔

نویں فصل شہر راولپنڈی

۷ نومبر تا ۲۹ دسمبر ۱۸۷۷ء

۱۔ آنے کی کیفیت و ڈیرا۔ جواہر دیپ چوبیال دو کھتری راولپنڈی میں تیل اور گھی کی دکان کرتے تھے۔ اور دو تین پستکیں سنسکرت کی بھی پڑھے ہوئے تھے۔ اُن سے سردار سجان سنگھ جی رئیس راولپنڈی نے ذکر کیا کہ ہم نے سوامی دیانند جی کو لاہور میں دیکھا ہے۔ وہ مورتی پوجا اور شرادھوں کا کھنڈن کرتے ہیں۔ پھر دیال نے کہا کہ یہ بات اُن کی ٹھیک ہے۔ یہ تو سناتن دھرم رشیوں کے وقت سے چلا آتا ہے۔ اگر یہ غلط ہوتا تو رشی کیوں جتن کر کے اس کو قائم کرتے۔ آپ چونکہ سنسکرت نہیں جانتے اس واسطے آپ کو اُن کی ودیا زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ سردار صاحب نے کہا کہ اگر آپ

کی ایسی ہی مرضی ہے تو آپ یہ سب بیان لکھکر ہم کو دو۔ ہم سوامی جی کے پاس بھجوا دینگے چنانچہ انہوں نے پتر کا لکھ دیا اور سردار صاحب نے اُس پر لفافہ لکھا کر سوامی جی کے نام ارسال کر دیا۔ جب وہ لفافہ سوامی جی کے پاس لاہور پہنچا تو سوامی جی اُن کی لیاقت کو جان گئے۔ صرف یہ کہا کہ آپ علم نہیں جانتے ہیں۔ ہم خود ہی وہاں آن کر اُتر دینگے چنانچہ ۲۵۔۳۰ روز کے بعد ۔ نومبر ۱۸۷۷ء چہارشنبہ (کارتک سُدی ۲ سمت ۱۹۳۴) کو ۵ بجے صبح کے تشریف لائے۔ یہاں سے کرایہ وغیرہ کے واسطے روپے ارسال کئے گئے۔ جب سوامی جی تشریف لائے۔ عطر سنگھ جی نے سوامی جی کے تیل کا خرچ اُن کی دوکان پر ڈلوا دیا۔ مگر وہ ایسے گھبرائے کہ انہوں نے منہ دکھلانا بند کر دیا۔ ہاں کبھی کبھی ان سے پوچھ لیتے کہ وہ کب جائیں گے؟ ڈیرا یہاں جاسن جی کی کوٹھی میں رہا۔ بابو کرشن چندر ہیڈ کلرک ضلع نے استقبال کیا اور یہاں اُتارا دلایا تھا۔ مگر بعد کچھ دنوں کے لوگوں نے جاسن جی کو سوامی جی کو یہاں سے نکالنے کی ترغیب دی۔ مگر سوامی جی نے اُن کے کہنے سے پہلے ہی بھائی جے سنگھ جی سے کہلوا کر سردار بھگوان سنگھ جی سے منظوری لی اور آن کر اُن کے باغ کی بارہ دری میں ٹھہرے۔

اُن دنوں کنکھل کی گدی کے مہنت سادھو سنت گری جی وہاں موجود تھے۔ سوامی جی نے آتے ہی اُن کا حال پوچھا کہ وہ یہاں ہی ہیں۔

۲۔ پرچار اور آریہ سماج کی قائمی :۔ پہلے پہل بابو کرشن چندر جی نے اشتہار لکھ کر لگا دئے۔ پہلی کوٹھی میں سوامی جی نے تقریباً بیس ویاکھیان دئے۔ اور غالباً ۲۵ روز اس میں رہے۔ حاضری اول چار سو کی ہوتی رہی بعد میں دو سو کی۔

کوہ نور میں لکھا ہے۔ "سوامی دیانند سرسوتی لاہور سے تشریف لا کر سیٹھ جاسن جی سوداگر کی کوٹھی پر قیام پذیر ہوئے۔ کل جانتے ہیں وہ لکچر دیویں گے۔ پنڈتان وغیرہ سے بحث ہوگی" ۳ نومبر ۱۸۷۷ء صفحہ ۱۰۱۸ جلد ۲۹ نمبر ۶۵۔

سردار صاحب کی کوٹھی میں دس ویاکھیان ہوئے۔ اور ۸ اتواروں میں گھنٹہ گھنٹہ بھر کر انہوں نے اپنے جنم کا حال صرف خاص آدمیوں کو سنایا۔ اپنا نام نہیں بتایا۔ مگر پتا کا نام بتلایا۔ یہاں بھی ۲۰۔۲۵ روز رہے۔ ان کے دنوں میں انہوں نے سماج بنانے کی صلاح کی۔ اُس وقت تقریباً تیس آدمی داخل ہوئے۔ ان میں سے لالہ گنیش داس۔ لالہ شمبھو دیال و لالہ لدھا رام سب سے لکھا تھے۔ [illegible] لالہ کرشن چندر جی حکم ٹیکس تھے۔ ۲۸ ممبر ہوئے۔

سنیاسیوں سے بحث :۔ ایک دن سوامی جی نے ویاکھیان کے بعد جب خاص آدمیوں کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے۔ فرمایا کہ ہندوؤں کی حالت پر نہایت افسوس ہے کہ وہ غیر مذہب کی کتاب نہیں دیکھتے۔ اور میلوں میں جب کبھی کوئی پادری یا مولوی

ان کو کہتا ہے کہ برہما جی نے اپنی بیٹی سے بُرا کیا تو بحث قائل ہو جاتے ہیں۔ برہما کی بات تو کسی معتبر گرنتھ میں نہیں ہے۔ مگر بائبل میں لوط پیغمبر کا اپنی بیٹیوں سے بھی بدکاری کا ذکر ہے۔ وہ اگر تیار ہوں تو پادری و مسلمان ہرگز مقابلہ میں بات نہ کر سکیں۔ اُس وقت ایک دیسی پادری و سومی سن سنگھ کے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے گھر میں اتفاق کیا کہ یہ بات سوامی جی نے جھوٹ کہی ہے۔ کل ان پر اعتراض کریں گے۔ چنانچہ دوسرے دن ویاکھیان کے خاتمہ پر جب سوامی جی بیٹھے۔ تب انہوں نے کہا کہ کل جو آپ نے کہا تھا کہ لوط نے اپنی لڑکیوں سے زنا کیا ہے۔ یہ بات جھوٹ ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم کو معلوم نہ تھا کہ تم کو اس بات کی غیرت ہوگی۔ یہ تمہاری لڑکیوں کی بات نہ تھی۔ تم کو اول یہ چاہیئے تھا کہ گھر میں چراغ جلا کر پہلے اپنی بائبل کی حالت معلوم کر لیتے۔ تاکہ تم کو اس سبھا میں شرمساری نہ ہوتی۔ مگر وہ نہ سمجھے۔ تب سوامی جی نے کہا۔ اچھے لائیے! ہماری بائبل لاؤ۔ چنانچہ وہ لایا اور نکال کر دکھلایا۔ جس میں صاف طور پر لکھا تھا[1] پھر وہ نہایت شرمندہ ہوئے۔ مگر ساتھ ہی یہ کہا کہ شراب کے نشہ میں تھا۔ اس پر لالہ شیدیال جی نے کہا کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ مگر اس کو یہ معلوم تھا کہ میری عورت مر چکی ہے اور عرصہ سے میں بے زن ہوں۔ اور یہ میری لڑکیاں ہیں۔ گناہ سے کسی حالت میں بھی ان کی بریت نہیں ہو سکتی۔ جس پر وہ شرمندہ ہو کر چلے گئے۔ اور کہا کہ ٹھیک یہ ہمارا قصور تھا۔ اگر گھر میں دیکھ لیتے تو آپ کو تکلیف نہ دیتے۔

۴۔ ہنسوڈ پنڈتوں کا رولا۔ پہلے لکچر سے ہی شہر میں رولا پڑ گیا۔ کیونکہ انہوں نے اُسی میں ہی بڑے زور و دلائل سے مورتی پوجا کا کھنڈن کیا تھا۔ بازار میں برہمن کہتے تھے۔ کہ اگرچہ کپڑے بھگوے پہنے ہوئے ہیں۔ مگر شکل عیسائیوں کی سی ہے۔ چل کر دیکھو یہ حقہ پیتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آبادی کیسے ڈال رکھی ہے؟ سوامی جی نے کہا کہ بلغم و کف کی تنقیہ کے لئے پیتا ہوں۔ جب وہ کوئی لفظ مورتی کی بابت کہتے۔ تو لوگ کہتے تھے کہ دیکھو کرانی اس سے بڑھ کر اور کیا کہتے ہیں؟

سوامی جی نے چونکہ اشتہار شاستر ارتھ کا دیا ہوا تھا۔ اس واسطے پنڈت لکھی رام نے شاستر ارتھ کے واسطے پتر لکھا کہ میں آپ سے شاستر ارتھ کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں چونکہ بہت اشدھیاں تھیں۔ اس واسطے جابجا ہڑتال لگائی ہوئی تھی۔ سوامی جی نے اُتر دیا کہ جب وہ لکھنا ہی نہیں جانتا اور اتنے تھوڑے سے کاغذ پر اتنی جگہ ہڑتال لگائی ہے تو وہ شاستر ارتھ کیا خاک کرے گا؟ اُسے کہو کہ شُدھ لکھ کر ارسال کرے۔ مگر وہ پھر نہ خود سامنے آیا اور نہ جواب لکھا۔ البتہ گلی کوچوں میں اپنی شیخی جھاڑتا رہا۔ اصل میں سبب جس سے وہ چھپتا پھرتا تھا اس کے دماغ میں خشکی تھی۔ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں جوش

[1] پیدائش باب (۱۹) آیت ۳۰ لغایت ۳۸

تیں بھی خراب بات نہ نکلے۔ ایک دن سردار صاحب کے باغ میں شہر کے لوگ جانے کے واسطے تیار ہو رہے تھے۔ سوامی سمپت گری جی پہلے تو دیری دیتے رہے۔ کہ میں ضرور چلونگا مگر آخر کو عین وقت پر ٹال گئے۔ چنانچہ شہر کے تقریباً پانسو آدمی ہمراہی پنڈت برج لال گئے۔ عطر سنگھ جی نے پہلے جاکر عرض کی کہ مہاراج! اس طرح سے لوگ آرہے ہیں۔ سوامی جی نے کہا کہ کچھ پرواہ نہیں ہے۔ آنے دو۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔

سردار کرپال سنگھ جی بولے کہ آپ نے جو آج کے واسطے مورتی کھنڈن کا مضمون رکھا ہے۔ اس میں سب کو یہ شنکا ہے کہ سناتن سے لوگ مورتی پوجا کو ستھاپن کرتے آئے ہیں اور اب آپ کھنڈن کرتے ہیں۔ اُن کو کیسے یقین ہو؟

سوامی جی نے کہا۔ یہ معاملہ انصاف اور سوچنے کا ہے۔ ہم مورتی پوجا اور برت بھی پرچے لکھتے ہیں۔ کہ کوئی شاستر جاننے والا اس کا کھنڈن کرے۔ وہ سمپت گری سے مدد لیوے۔ خواہ کاشی میں ہی پتر بھیجدو۔ مگر کوئی مستعد نہ ہوا۔ آخر صلاح ہوئی کہ پنڈت شردھا رام کو سوامی جی کے مقابلہ میں بلایا جاوے۔ مگر چند آدمیوں نے کہا کہ جب وہ لاہور میں ہی مقابلہ میں نہیں آیا تو یہاں کیسے آویگا اور بے فائدہ سردار صاحب کا آٹھ یا نو سو روپیہ خرچ ہو جائیگا۔ خیر آخر پنڈت برج لال جی نے ایک شلوک بولا۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ کہاں کا اور کس ستھل کا ہے؟ اس کا وہ کوئی معقول اُتر نہ دے سکے۔ تب ہری پور کے پنڈت ہری چند جی نے اپنا بنایا شلوک اشدھ پڑھا۔ جس پر سوامی جی نے جوش میں آکر کہا کہ یہ لڑکوں کی شالا نہیں ہے کہ تم اشدھ بول کر وقت ضائع کرو۔ اگر کچھ جانتے ہو تو بتلاؤ کہ یہ کہاں کا ہے۔ پنڈت برج لال جی نے بھی اُن کی اشدھی کو سویکار کیا۔ جس پر وہ پنڈت پھر کچھ نہ بول سکا۔

ایک روز شام کے وقت سوامی سمپت گری جی صرف چند منٹ ملے۔ مگر شاستر ارتھ پر رضامند نہ ہوئے۔

مہاراجہ جموں سے گفتگو :- یہاں مہاراجہ جموں کی پتری آئی۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم وہاں نہیں جا سکتے۔ وہ مورتی پوجا میں پھنسا ہوا ہے۔ اس نے سینکڑوں مندر مورتی کے بنائے ہیں۔ اور ہم نے کھنڈن کرنا ہوا۔ شاید فساد ہو جاوے۔

اس موقع پر آپ نے ایک ذکر سنایا کہ کسی مارواڑ کے راجہ نے پندرہ سیر کے قریب رودراکش تمام بدن پر پہنے ہوئے تھے۔ اور پانچ سیر مٹی کے گولے وہ بنایا جاتا اور ہر روز اُس پر جل چھوڑ کر بہایا جاتا تھا۔ ہم نے ارادہ کیا کہ اسکو اپدیش کریں۔ چنانچہ ہم گئے۔ اور کہا کہ جب تک تم ہمارے اپدیش کو نہ سنیگا۔ ہم کھانا اور نہ گرہن کریں گے۔ ہم تین روز بھوکے رہے۔ آخر کار اس کے پنڈت کی اور ہماری بحث ہوئی۔ راجہ نے سنا۔ پنڈت نے رودراکش کو کہا کہ یہ گوری شنکر ہے۔

نے کہا کہ نہیں۔ یہ تو ایک درخت کے بیج ہیں۔ اُس وقت تو اُن سے نہ رُک سکے۔ مگر جب وہ پھر ہم کو ملا اور آن کر پرنام کیا۔ تب اُس نے ایک ہی رُودرا کش رکھا ہوا تھا۔ باقی سب اُتار دیئے تھے۔ وہ بڑا شکر گزار تھا کہ آپ نے میری اُنتی اور دیا دھرم کی۔ سوا جاہلوں کی حالت ایسی ہی ہو رہی ہے۔

۶۔ سنپت گری سے میل:۔ سوامی جی جب سرودھن کے باغیچہ میں تھے۔ تو اُس طرف سے جنگل جانے والے سنپت گری تھے۔ اول آپس میں نمسکار ہو کر سوامی جی نے پوچھا کہ سنپت گری راضی ہو۔ کچھ ست اُپدیش بھی کرتے ہو یا نہیں؟ اتنی ہی باتیں بھاشا میں ہو کر پھر سنسکرت بولنے لگے۔ مکان پر جا کر جب لوگوں نے سنپت گری جی سے حال پوچھا تو فرمایا کہ یہ برہمن ہیں۔ ہم اور یہ اکٹھے پڑھتے رہے بڑا ودوان ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اس سے شاستر ارتھ کریں۔ سنپت گری نے کہا کہ تم لوگ فقیروں کا یدھ دیکھنا چاہتے ہو۔ ہم ایسا نہ کریں گے۔ لوگوں نے کہا۔ تم ایسا اُپدیش کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا کہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ یہ کٹھن ہے۔

۷۔ برہمچریہ کا بل:۔ ایک دفعہ سردار وکرم سنگھ جی مرحوم نے برہمچریہ کی بابت ذکر فرمایا کہ مہاراج سنتے ہیں کہ برہمچریہ سے بہت بل بڑھتا ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ ست ہے۔ اور ایسا ہی شاستر میں لکھا ہے کہ برہمچاری رہنے سے بل پراپت ہوتا ہے۔ سردار صاحب نے کہا کہ شاستر میں جو لکھا ہے۔ اس کا ثبوت ہونا مشکل ہے۔ آپ بھی تو برہمچاری ہیں۔ مگر آپ میں ایسا بل پرتیت نہیں ہوتا۔ سوامی جی اُس وقت خاموش رہے چند گھنٹوں کے بعد جب سردار جی بگھی پر سوار ہونے لگے تو سوامی جی نے پیچھے سے بگھی کو پکڑ لیا۔ گھوڑا چلنے سے رُک گیا۔ سردار صاحب نے جب پیچھے پھر کر دیکھا۔ تب چھوڑ دیا۔ اور ہنس کر کہا کہ یہ برہمچریہ کے بل کا ثبوت میں نے دے دیا۔

۸۔ بھرانتی نوارن:۔ سوامی جی کے رگ وید بھاشیہ چھپنے پر مخالفین نے طرح طرح کی غلط فہمی پھیلانے والے ٹریکٹ شائع کئے تھے۔ سوامی جی نے یہاں آتے ہی اُن سب کا جواب بھرانتی نوارن نامی پُستک میں دے کر سب کا منہ بند کر دیا۔ مفصل دیکھو تتمہ باب ہفتم۔

۹۔ متفرق:۔ کرپا رام سیٹھی کھتری بالمکند وکیل ریاست جیند درشن کو گیا۔ جاتے ہی نمسکار کر کے گتھیاں بھرتا رہا۔ پھرتے پھرتے ایک ایک اعضا پر ہاتھ لگا کر نام پوچھتا رہا۔ سوامی جی بتلاتے رہے۔ تب اخیر میں پوچھا کہ جب ان کا ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک۔ کان وغیرہ نام ہیں تو سوامی دیانند کس کا نام ہے؟ سوامی جی نے کہا کہ جس طرح گاڑی کے ایک ایک جوڑ کا نام پہیہ۔ دھری وغیرہ ہے اور کُل کا نام گاڑی۔ اسی طرح جزئیات کا نام آنکھ۔ ناک وغیرہ ہیں اور کل کا نام دیانند سرسوتی۔ جس پر اُس کی شانتی ہو گئی۔

یہاں سے ایک دن ارادہ پشاور جانے کا ہوا۔ مگر پیچھے وہ ہٹ گیا۔

دسویں فصل۔ شہر جہلم

۱۳۔ دسمبر ۱۸۷۷ء تا ۱۳ جنوری ۱۸۷۸ء

۱۔ آمد و ڈیرا:۔ سوامی جی راولپنڈی سے بوقت شام ۱۳ دسمبر ۱۸۷۷ء کو گجرات جانے کے ارادے سے جہلم ریلوے سٹیشن پر تشریف لائے۔ ساتھ کے لوگوں کو سٹیشن پر چھوڑ آپ ٹہلنے کے لئے پنڈی کی طرف آ گئے۔ کسی شخص نے لالہ لچھمن پرشاد ماسٹر رسالہ نمبر ۱۲ کو آن کر کہا کہ پنڈتوں کے گرو آئے ہوئے ہیں۔ وہ دیکھنے گئے تو پہچانا کہ سوامی جی ہیں۔ کیونکہ پہلے لکھنؤ میں دیکھا ہوا تھا۔ نمسکار کیا۔ اور جہلم میں ٹھہر کر اپدیش کرنے کے لئے درخواست کی۔ سوامی جی نے فرمایا کہ یہاں پر کوئی بندوبست کرنے والا نہیں۔ ماسٹر جی نے بندوبست کرنے کا اقرار کیا۔ اور ان کو ڈاکخانہ و گرجا گھر کے متصل سیٹھ جوا جی کے ایک بنگلہ میں دریا کے نزدیک ٹھہرایا آپ یہاں ۳۰ روز ٹھہرے۔

۲۔ پرچار و قائمی آریہ سماج:۔ پہلا لیکچر سرائے نتھل سین کے نزدیک میدان میں ہوا۔ دوسرے دن اپنے قیام گاہ پر دیا کھیان دیا۔ اس روز سرکاری سکول کے ہیڈ ماسٹر بنگالی عیسائی معہ ایک دو دیگر پادریوں کے بحث کے لئے آئے۔ بحث کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر مختصر اور کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ کیونکہ وقت تنگ ہو چکا تھا۔ تب حسب درخواست پادری صاحبان قرار پایا کہ آئندہ سوامی جی کے لیکچر سکول ہال میں ہوا کریں۔ چنانچہ بعد اس کے کل دیا کھیان سکول میں ہوتے رہے۔ عیسائی صاحبان دو تین روز تک تو بڑے شوق سے بحث کرنے کو آتے تھے۔ مگر آخر اپنی کمزوری سے سوامی جی کے دلائل قاطع کے سامنے مقابلہ سے عاری ہو کر بیماری وغیرہ کے بہانے میدان بحث سے گریز کر گئے اور پھر کبھی جلسہ میں نہ آئے۔ ایک دیسی پادری صاحب ایک دن اعتراض لکھ کر لائے اور پڑھنے ہی لگے تھے کہ بدن پر سرعشہ آ گیا۔ اور وہ ناکامیاب ہو باہر چلے گئے۔ بعد میں سوامی جی شام کے وقت لیکچر دیا کرتے۔ جس میں اول آواز بلند خوش الحانی سے وید منتروں سے کچھ دیر تک پاٹھ کیا کرتے۔ ان کا وید اچارن نہایت دلکش ہوا کرتا۔ پھر کرسی پر بیٹھ کر آریہ اوپدیش رتن مالا میں سے سلسلہ وار ایک ایک ورشے پر مفصل دیا کھیان دیا کرتے تھے۔ طریقہ بیان صاف۔ عام فہم اور ہنسانے والا ہوا کرتا تھا۔ جس میں رسومات قبیح بت پرستی۔ بہانک توہمات۔ بائبل انجیل اور کرانی قرآنی متوں کا کھنڈن بڑے

زور سے ہوتا تھا۔ ایک کرسی سامنے رکھی جاتی تھی جس پر لکچر کے بعد عام حاضرین میں سے جو سوال یا بحث کرنا چاہے، اُس کو بیٹھنے کی اجازت تھی۔ سوائے عیسائی صاحبان کے اور کسی سے قابلِ ذکر کوئی بحث مباحثہ نہیں ہوا۔ ہاں ایک آدھ بات پوچھنے یا شنکا نوارن کے لئے اکثر آدمی آتے رہے۔ آپ کے قیام کی جگہ پر بھی سادھو پنڈت وغیرہ کوئی صرف درشن کے لئے کوئی شنکا نوارن کے لئے آتے تھے۔ آپ ہر کس و ناکس سے بڑی توجہ اور محبت کے ساتھ مخاطب ہوا کرتے تھے۔

پہلے دن کچھ لوگوں نے فساد بھی کیا۔ لیکن ماسٹر جی نے دوسرے دن سے گارد کا بندوبست کر لیا تھا۔ پھر کچھ جھگڑا نہ ہوا۔ جہلم میں اُن کے لکچروں کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہاں اُن کے رہتے رہتے ایک آریہ سماج قائم ہو گیا۔ لچھمن پرشاد پردھان۔ بابو جوالا پرشاد ہیڈ کلرک فارسٹ آفس منتری و لالہ نوبت رائے خزانچی اور کل دس یا بارہ ممبر ہوئے۔

لالہ نوبت رائے کا بھائی جو مسلمان ہو گیا تھا۔ اُسے ہندو بنانے کے لئے ماسٹر جی نے سوامی جی کو خط لکھا۔ سوامی جی نے منوسمرتی کے چند شلوک لکھ کر طریقہ شدھ کرنے کا بتایا۔ مگر جہلم سماج ابھی کمزور تھی۔ اور ہندوؤں نے اُسے خود شدھ کرنا سویکار نہ کیا۔ اس لئے یہ کام رہ گیا۔

پنڈت لوگ اکثر بحث کے ارادہ سے آیا کرتے تھے۔ مگر ایسے برجستہ جواب پاتے کہ بالکل دم بخود رہنا پڑتا۔

لکچر سن کر اکثر مسلمان آپ کی راست گفتاری اور صدق بیانی سے بہت خوش ہوتے تھے۔ خاص کر ڈاکٹر کرم الٰہی جو اُس وقت وہاں سول ڈسپنسری میں تھے بڑی توجہ اور دل سے لکچر سنتے تھے اور بہت مداح تھے۔

جہلم سکول کے ہیڈ ماسٹر مسٹر شب چرن گھوش ایک بنگالی کرسچین مباحثہ میں ایسے بند ہوئے کہ پھر دیا کھیانوں میں کسی امر پر معترض ہونا تو کیا سامنے اور بالمواجہ بھی نہیں بیٹھے۔ ہاں دیا کھیان ہر روز برابر سنتے رہے۔ سوامی جی نے انجیل کے حوالوں سے ایسا قائل کیا کہ پھر گفتگو کرنے کا حوصلہ نہیں پڑا۔

۳۔ جہلم سماج کی حالت:۔ ماسٹر لچھمن پرشاد اور بابو جوالا پرشاد کے وقت میں عرصہ تک سماج کے جلسے دھوم دھام سے ہوتے۔ بعد ازاں رائے بہادر لالہ رام اسسٹنٹ انجینئر جو بعد میں اگزیکٹو انجینئر ہوئے۔ اچھا کام کرتے رہے۔ کبھی کبھی آپ بڑے جوش سے دیا کھیان دیتے تھے۔ بڑے پریمی، اُتساہی اور سماج کے خیر خواہ ممبر تھے۔ اُس زمانہ میں آپ کا یہ حال تھا کہ جہاں کسی نے نمستے کیا۔ آپ پہلے اُس سے برادرانہ سلوک کرنا شروع کیا۔ اگر کوئی ریل میں سفر کرتے ہوئے نمستے اور

اتفاق سے آپ سے نستے ہوئی تو مشکل تھا کہ بغیر ایک دو دن ٹھہرانے کے جانے دیتے۔ ملاقاتا اور ملاقات کا آپ کے ہاں کچھ حساب نہ تھا۔ اُن سے ملاقات کرنے کے لئے منظوری ہی بڑی سفارش اور بڑی چٹھی تھی۔ ایک موقع پر آپ نے جہلم میں ایک خاص ویاکھیان اس جوش سے دیا کہ اپنے تئیں ضبط نہ کر سکے۔ اُس دن بھجن منڈلی کے ساتھ آپ نے کئی عمدہ عمدہ کپڑوں کے جھنڈے جو اُن تمام شہر میں لئے بھجن گاتے کہ سب سننے والوں کے دل پر نہایت اچھا اثر پیدا کیا۔ افسوس کہ آپ ۱۸۹۱ء میں فوت ہو گئے۔

۳۔ ماسٹر چھمن پرشاد کا سماج سے اختلاف:- یہ صاحب پہلے برہمو تھے۔ مگر سوامی جی کے ست سنگ سے اپنے تمام شکوک رفع کر کے انہوں نے ویدک مت سویکار کر لیا شراب پینا بالکل چھوڑ دیا جو پہلے پیا کرتے تھے۔ اور سوامی جی کی موجودگی میں سماج ستھاپت ہونے پر زیادہ شردھالو اور یوگ ہونے کے کارن پردھان مقرر ہوئے۔ مگر دو تین سال بعد پھر برہمو ہو گئے۔ اور لوگوں کو کچھ کا کچھ کہنے لگے۔ کہیں کہتے کہ میں نے سوامی جی کے سامنے وید الہامی تک نہیں مانے تھے۔ کہیں کہتے کہ سوامی جی خود بھی الہامی نہیں مانتے تھے اور کہیں اَور کچھ۔ مگر یہ سب اُن کا ستیا پلاپ ہے کیونکہ وہ یقیناً وید کا الہامی ہونا اُن دنوں تجربی مان چکے تھے۔ سوامی جی نے للکار کر کہا تھا کہ اگر کوئی شنکا باقی رہا ہو تو پیش کرو۔ مگر انہوں نے صاف کہا تھا کہ نہیں مہاراج! میری پوری تشفی ہو گئی۔ علاوہ بریں سماج کے ہر ایک جلسہ میں ماسٹر جی کا مختلف لوگوں سے ویدوں کے الہامی ہونے اور دیگر آریہ سدھانتوں کی تائید میں بحث کرتے رہنا۔ اُن کے اس مجوزہ بیان کا زبردست جواب ہے۔ اُس وقت کے آریہ بھائی بھی اس بارہ میں تحریری شہادت دے سکتے ہیں۔ مگر اُن کی اپنی تحریر سب سے زبردست اور قطعی شہادت موجود ہے۔ وہ ۱۸۸۱ء سے جنوری ۱۸۸۴ء تک برابر ویدک الہام کو مانتے رہے۔ اور صرف پوشیدہ طور پر ہی نہیں بلکہ اخباروں میں بھی اس بارہ میں مضامین شائع کرتے رہے۔ چنانچہ اُن کا لکھا ہوا ایک مضمون آریہ درپن ماہ جنوری ۱۸۸۱ء صفحہ ۳۔۷ تک ہندی و اُردو میں چھپا ہوا موجود ہے۔ بعنوان "شرشٹی اور سرشٹا کا برنن" جسکے نیچے یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ چھمن پرشاد جی پردھان آریہ سماج جہلم کا لکھا ہوا۔ جس میں اوّل ماسٹر جی نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جگت بنا ہوا ہے۔ اس کا بنانے والا پرمیشور ہے۔ پھر پرمیشور کے گُن آریہ سماج کے نیم نمبر ۲ کے مطابق بیان کئے ہیں۔ آگے جیو کے انادی ہونے پر یوں لکھتے ہیں۔ منش کی دیہہ جڑ اور آتما چیتن ہے۔ من بدھی و بھوگ۔ اچھا اور بُرا آتما کے گُن ہیں۔ اور کرتا اس کی شکتی ہے۔ اپنگ کہاں اس کا سروپ بعدیک ہے۔ وہ بھی انادی ہے اور موکش کرنا اُس کے پُرشارتھ کا لکشن ہے۔ اس کی شکتی بہت اور سمجھا رکھتے آنگھلن ہے۔ وہ انیک جُگوں میں کرم انوسار بھرمن کرتا اور مکتی میں پڑتا

میں بسرام کرتا ہے۔ یہاں تک مُکتی کے آدھار کی کتھا ہوئی۔ اب آگے اس کے سنگیا جو کہ سرشٹی میں پرسدھ ہوئی ہے۔ لکھ کر یارتھا ورنن کرتا ہوں۔

(۱) دھرم اور ویدیا کے تتو کے پرکاش کرنے والے مہاتما لوگ اوتار کہلاتے ہیں۔ کیونکہ انہی سے ایشور اور انیشور کے گن کرم پرسدھ ہوتے ہیں۔

(۲) منن شیل اور شاستر کا مُنشی منی اور رِشی کہلاتے ہیں۔

(۳) اُپدیش کرنے والے پُرش آچارج اور گورو کہلاتے ہیں۔

(۴) جو لوگ ست سبھاؤ، ست کرم شیل اور پروپکار رت ہیں۔ وے سادھو کہلاتے ہیں۔

(۵) آچارج۔ اُدھیاپک۔ پاٹھک۔ سادھو وغیرہ سب برہمن کہلاتے ہیں

(۶) راجا۔ راج کرمچاری اور سینک کشتری کہلاتے ہیں۔

(۷) کھیتی۔ آد بیوپار کرنے والے۔ شلپی۔ بنیک آدی ویش کہلاتے ہیں۔

(۸) اور شاریرک سیوا کرنے والے شودر کہلاتے ہیں۔

(۹) آٹھ برس سے لیکر ویدادھیان تک جو ودیا ارجن کرتے اور شکشا لیتے ہیں۔ وے برہمچاری کہلاتے ہیں۔

(۱۰) سب پرکار کے بیوہاروں کو سدھ کرنے کا سارتھک پُرش گرہستی کہلاتا ہے۔

(۱۱) ایکانت میں وچار کرنے والے کا نام بان پرستھی ہے۔

(۱۲) سرو ترپریوش۔ است کا کھنڈن۔ ست کا پرکاش کرکے سب کا پرم اُپکار کرنے والے کو سنیاسی کہتے ہیں۔

(۱۳) جتنے ودیا بھیاس، سوچار، ایشور اُپاسنا۔ دھرم انوشٹھان۔ ست سنگ۔ نیم یوگ۔ جتیندریہ آدی اُتم کرم ہیں۔ وے سب تیرتھ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ان سے جیو دُکھ ساگر سے تر جاتا ہے۔

(۱۴) جو ایشورکت ست ودیا کے پُستک رگ۔ یجر۔ سام۔ اتھرو چار ویدک ہیں۔ اور جن سے منشیوں کو ست است گیان ہوتا ہے۔ اُن کو وید کہتے ہیں۔

(۱۵) جو براہمن ایتریہ۔ شتپتھ براہمن آدی رشی منی کرت ستیارتھ پُستک ہیں۔ انہیں کو اتہاس۔ کلپ۔ گاتھا اور ناراشنسی کہتے ہیں۔

پس یہاں تک جگت میں جو جو ست مقصود آتا ہے۔ اُس کا ورنن ہوا۔ اور چونکہ جزو مقصود کا کچھ ورنن کرنا ضرور نہیں۔ کیونکہ وہ ہر ایک کو بخوبی معلوم ہے۔ اس واسطے دوسرے پرچھ میں بشش بیوہاروں کا ورنن کیا جاویگا۔ اُمید ہے کہ لوگ میری محنت کو ضائع نہ کریں گے بلکہ غور فرما کر اس سے انیک قسم کے فوائد حاصل کر سکیں گے۔

پس ناظرین بخوبی جان سکتے ہیں کہ یہ کتاب اُن کا سراپا بے بنیاد اور باطل ہے۔ الشتہار جیالے۔ کیوں ایک غلطی قبول کرنے کے بدلے لوگ اُلٹا است پرکاش کرتے ہیں۔

٭ مستفرق:۔ سوامی جی آٹھ پہر کے بعد ہر شام کے ۵ بجے کے قریب سیر کرتے۔ ان

دونوں حقہ بھی پیتے تھے۔ آپ کے ساتھ تین پنڈت وید بھاشیہ لکھنے والے اور ایک بابو انگریزی خوان واسطے خط و کتابت کے رہا کرتا تھا۔ نت کرم کے سوا اپنا سارا وقت وید بھاشیہ آدی وید پرچار میں ہی صرف کرتے تھے۔ رات کے وقت بھی بہت کم سویا کرتے تھے۔ لالہ گنگا رام جی وہیم چند جو بعد میں آریہ سماج راولپنڈی کے پردھان بنے۔ ان دنوں یہاں رہتے تھے۔ کیونکہ اُن کے پتا سرکار جموں و کشمیر کی طرف سے عہدہ وکالت پر مقرر تھے۔ وہ عموماً دن بھر ان کے قیام گاہ پر رہتے تھے۔

ٹھہرنے کے استھان پر ایک معمولی سنیاسی کی طرح لنگوٹ وغیرہ لگائے رہتے تھے۔ مگر ویاکھیان دینے جاتے تو ایک پٹکا اس طرح باندھ لیا کرتے جیسے مسلمان تہمد باندھا کرتے ہیں۔ اُس پر ایک بڑا ڈھیلا اور لمبا اُونی چوغہ پہن لیتے تھے۔ اور سر پر ایک پٹکا باندھ لیتے۔ شہر میں آپ نہ کبھی گمن کرتے تھے۔ نہ استریوں کو اپنے پاس آنے دیتے تھے ہمیشہ شہر سے فاصلہ پر اُترا کرتے تھے۔ ان سیدھے سادے کپڑوں میں آپ کے چہرہ کا پر معنی تیج اور بھی نظر آتا تھا۔ کہ جو لوگ آپ کے برخلاف کچھ کہنا چاہتے تھے۔ کیا ممکن تھا کہ سوائے ادب کے کوئی کلمہ ناشائستہ اُن کے منہ سے نکلے۔

ایک بوڑھے بابا تھا دریائے جہلم کے کنارے پر رہتے تھے۔ شاید برسوں سے مقیم تھے۔ آپ کو سنسکرت کا بہت اچھا علم تھا۔ سوامی جی سے سنسکرت میں اس طرح پر گفتگو کرتے تھے۔ جیسے ہم اپنی مروجہ زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ باہمی محبت و پیار کی گفتگو تھی۔ سورگباشی فاضل اجل پنڈت گرودت جی ایم اے مہاتما جوگی ظاہر کیا کرتے تھے بابو جوالا پرشاد صاحب جو منتری ہو گئے (بی اے تک پڑھے تھے) آپ کا شاگرد ہونے سے شراب اور گوشت حسب معمول قوم کھاتے اور پیتے تھے۔ سماج میں داخل ہونے پر گوشت تو آپ نے خود ہی تیاگ کر دیا۔ اور شراب سوامی جی کے کہنے سے بالکل چھوڑ دی۔

ایک دن شام کے وقت سوامی جی چھاؤنی سے ویاکھیان دینے کے لئے جہلم سکول کی طرف آتے تھے۔ دوارکا ناتھ ساتھ تھے۔ آپ معمولی رفتار سے چل رہے تھے۔ پھر بھی دوارکا ناتھ دوڑ دوڑ کر ساتھ چلتا تھا۔ آپ کو اپنے مخالفوں کی وجہ سے ایسا بل حاصل تھا کہ سینکڑوں آدمی جب آمادہ فساد ہو گئے تو آپ کو ذرا بھی خیال نہ ہوا۔ اور گمبھیرتا کے ساتھ بغیر کسی اضطراب کے کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ مفسد پارٹی خود ہی آپ کی اس بیدلی اور عظمت کو دیکھ کر شرمندہ ہو کر بھاگ گئی۔

مہتہ امیر چند صاحب مشہور راگی اُن دنوں جہلم میں مثل خوان تھے۔ پہلے اُن کے خیال قدیم ویدانت کی طرف مائل تھے۔ سوامی جی کے اپدیش سن کر اُن کا میلان خاطر ویدک دھرم کی طرف پایا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ سوامی جی کے اپدیش سن کر اُن کی تعریف کیا کرتے تھے۔ اور بعد ازاں کبھی کبھی سماج میں بھی آتے رہے۔ حتیٰ کہ چار پانچ سال کے بعد

آپ سماج کے ممبر ہو گئے۔

سوامی جی کی طبیعت بڑی سادگی پسند ملنسار۔ خوش طبع اور پرلے درجہ کی خلیق تھی۔ مگر اس کے ساتھ راستبازی کا سچا نمونہ ہونے کے سبب مکاری و پالیسی کے تحت نہ تھے۔ جس سے بعض اوقات پُرجوش ہو جاتے تھے۔ اسے کوتاہ اندیش غصہ اور غضب کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر اصل میں یہ محض سچائی کا جوش تھا۔ جہاں آپ چھوٹے لڑکوں اور عام لوگوں سے بھی برابر توجہ دے کر گفتگو کیا کرتے تھے۔ وہاں بڑے سے بڑے امیر کو بھی صاف اور بیباکانہ جواب دینے سے کبھی نہیں ہچکچاتے تھے۔

اُن کی روانگی سے ایک دن پہلے دھرم جی نے اپنے ایک وطنی بھائی سے بحث کر کے اُس سے سماج کی ممبری کی درخواست کی۔ اور وہ اُن کی جیب میں پڑی ہوئی تھی۔ ریلوے سٹیشن پر سوامی جی کی روانگی کے وقت انہوں نے وہ درخواست منتری کو دیدی۔ سوامی جی نے پوچھا کہ یہ کیسا کاغذ ہے؟ جب انہیں معلوم ہُوا کہ انہوں نے ایک نئے ممبر کی درخواست دی ہے۔ تو فرط محبت و پیار سے خود بدولت گاڑی سے باہر آ گئے۔ اور بڑے تپاک سے انہیں بغل میں لے لیا۔ اور فرمایا کہ یہ ریاستوں کے دیوان اور خاندانی اور راج کرمچاری لوگ ہیں۔ سدا دھرم کے مہانک ہُوا کرتے ہیں۔ ابھی کیا تم دیکھو گے کہ یہ سماج کے بڑے مددگار ہوں گے۔ ہم کو ان سے بڑی آشا ہے۔

گیارہویں فصل۔ گجرات

۳۱ جنوری تا ۲ فروری ۱۸۷۸ء

۱۔ ڈیرا:۔ سوامی جی حسب الطلب ڈاکٹر بشنداس صاحب گجرات میں تشریف لا کر اول روز مدرسہ میں رہے۔ دوسرے روز فتح سر میں چلے گئے اور وہاں ڈیرا کیا۔

۲۔ لکچر و پبلک مباحثے:۔ برانچ سکول کے مکان میں مسٹر پوکنین صاحب ہیڈ ماسٹر سکول کی اجازت سے ویاکھیان شروع ہوئے۔

پہلا ویاکھیان دیش کی حالت پر تھا۔ جس کا درشانت دیا کہ اس طرح خوشامدی لوگوں نے دیش کا ستیاناش کیا۔ خانگی امورات۔ خورد سالی کی شادی وغیرہ دیش کو لگا رہے والی باتوں کا ذکر کر کے ان کی اصلاح کے طریقے بتلائے۔ لکچروں میں مسلمان بھی بہت جایا کرتے تھے۔

ان دنوں ایک سنیاسی منڈی والا بھی بڑے جاہ و شان سے آیا تھا۔ سوامی جی کے ویاکھیان میں اُس نے اپنے شاگردوں کو بھیج کر یہ سوال کرایا کہ آیا گنگا اشنان کے لائق ہے یا نہیں؟ سوامی جی نے جواب دیا کہ یہ بھی اور ندی نالوں کی طرح پانی ہے۔ لوگوں کی بڑی بھول

ہے کہ سمندر اور دودھ کی ندیاں انہوں نے مانی ہوئی ہیں۔ درحقیقت دودھ کی ندی کوئی نہیں۔ ہاں بعض ندیوں میں سفید مٹی گھل کر آتی ہے۔ اُسے شوکر لوگ سفیدی کے سبب دودھ کی ندی کہیں تو اس میں حرج نہیں۔

پنڈت ہوشناک رائے نے آن کر سنسکرت میں کہا کہ میں شاستراتھ کرنا چاہتا ہوں۔ سوامی جی نے کہا کہ یہاں وقت مقرر ملتا ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ پیچھے سب سُنا جائیگا۔ اسی اثنا میں سوامی جی نے پوپ لیلا کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کئی شرتیاں فرضی (من سے) گھڑ لیں۔ جیسے "استری شودرو نا دھیتام" حالانکہ یہ کہیں کا بھی منتر نہیں ہے۔ گوسوامی شیدا اس نے کہا کہ نہیں یہ شرتی ہے۔ اور ہم بتلا دینگے۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ چار وید موجود ہیں۔ ان میں سے نکال دیں۔ اُس نے کہا کہ ہم اپنے ویدوں سے بتلائیں گے۔

دوسرے دن شوبھ پوجا کھنڈن پر لیکچر دیا۔ محمود غزنوی کا آنا اور اُس کے حملوں سے بت ولیشں کے دھن کی ہانی کا مفصل بیان کیا۔ اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی دُردشا کا بیان فرمایا

کسی نے سوال کیا کہ جنیو کیوں پہنا جاتا ہے؟ سوامی جی نے کہا کہ یہ دھرم کا نشان ہے۔ اور سوائے اس کے لوگوں کے خیال میں چابی (کلید) وغیرہ باندھنے کے کام میں بھی آتا ہے۔

اس کے بعد اول گوسوامی شیدا اس سے سوامی جی نے پُوچھا کہ کہاں ہے "استری شودرو ندھیتام" والی شرتی؟ وید لائے ہو؟

گوسوامی:۔ ہماری اس پُستک میں ہے۔

سوامی جی:۔ آپ ہمارے ان ویدوں میں بتلاؤ۔

گوسوامی:۔ ہمیں کیا معلوم، آپ کے ان ویدوں میں گوسوں کی گالیاں (یعنی [illegible] لکھی ہیں یا نہیں؟

سوامی جی:۔ اچھا تم اپنے گرنتھ میں سے ہی بتلاؤ۔

مگر وہ چونکہ عالم نہیں تھا۔ اس واسطے گوسوامی جی نہ دکھلا سکے۔

اس کے بعد پنڈت ہوشناک نے کہا کہ سوامی جی! میں آپ پر اول نیائے میں پرشن کرونگا۔ اس کا اُتر دینا۔ مدھست بنانے کی تجویز ہوئی۔ سوامی جی نے پنڈت مندلال کو مدھست مان لیا اور دیگر پنڈتوں نے بھی۔

پرشن ہوا دیاپتی وادو کے بیچ

یہ سمان ادھی کرن لکھشن میں سوال کیا۔

سوامی جی نے ویاپتی کے لکھشن جو مہابھاش میں لکھے ہیں وہ بتلائے یعنی

आमावी यास जو آدش گرنتھوں میں پاسئے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی کہا کہ۔
ہم تمہارے جاگدیشی والے لکھشن کو نہیں مانتے۔ تم اس میں بتلاؤ کیا غلطی ہے۔ اُس
کے لکھشن کا بھی ساد ھارن اسقدر کے دوش بھی اُس کا بتلا دیا۔ تب مدھسودن نے
کہا کہ سوامی جی نے ٹھیک کہا ہے۔

اگلے دن سوامی جی نے اپنے جنم چرتر کا کچھ حال سنایا۔ اور شیو چودس کرنے اور مورتی
پر چوہے دوڑنے کا حال بھی بتلایا۔

اسی طرح سوامی جی نے ایک لیکچر میں پاتال کا امریکہ کیا۔ اور اس طرح ویُتپتی
کے पादस्य तले यो देशः पाताल اس پر پنڈت نندلال نے رد کا ۔ تب سوامی
جی نے انہیں کرسی پر بٹھلا کر بات چیت شروع کی۔ پنڈت نے پوچھا کہ یہ کس طرح سدھ
ہوا۔ تب انہوں نے اس کو سدھ کر دیا۔ تب اس نے پوچھا کہ پاتال کے لکھشن امریکہ
میں کیونکر ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مہابھاش میں لکھا ہے
चन्द्रेषु शक्ला
ان میں رو ڑھی طور پر ہوسکتے ہیں۔ اگرچہ یہ اتر صحیح تھا مگر پنڈت جی प्रकृति
نے کہا کہ اگر یہ سچ ہے تو اور لوک لیتی کرتے ہو ہیں۔ اسی طرح ان کے بھی معنی نکال
دو یعنی ستل اور وتل کے معنی بھی بتلا دو۔ اس پر شاستر اسقدر کچھ مقرر ہونے لگا۔
سوامی جی نے کہا کہ تم ہمارے ساتھ تحریر کرو۔ مہابھاش اور چھ درشن پر مانک مقرر
ہوئے۔ پنڈت جی کہتے تھے کہ میں ان کے ساتھ نیائے کی وِدیا اور ویدانت کے قول کو
بھی پرمانک مانتا ہوں۔ مگر سوامی جی نے نہ مانا۔

گوبند سنگھ وارد غہ جو باطن سے سوامی جی کی طرف تھا۔ اُس نے دوسرے دن پنڈت
نندلال کو کہا کہ پنڈت جی! تم نے خوب کہا۔ آج پھر کرو تاکہ اُن کو ہرایا جاوے۔ پنڈت
جی نے کہا کہ بہت اچھا۔

چنانچہ دوسرے دن تمام روز بوکنین صاحب انڈین ورڈم دیکھتے رہے۔ جس میں سے
ایک سوال نکالا۔ اور پنڈت کے ساتھ یہ صلاح کی کہ پڑھنے کی باری تم نے سُنا اور
مباحثہ (جھگڑے) کی باری میں کھڑا ہونا۔ چنانچہ لیکچر شروع ہوا۔ جس میں سوامی
جی نے جے پور راج کے پنڈتوں کا ذکر کیا۔ کہ ہم نے اُن سے کئی سوال کئے تھے۔ جن میں
سے ایک مجھے یاد ہے۔ कस्मा च कि भवति پنڈتوں نے رات کو ویا کرن سے
بہت سے پُستک دیکھ ڈالے۔ مگر اس کا اتر اُن کو نہ ملا۔ اور وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

لیکچر کے خاتمہ پر بوکنین صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سوال کیا۔ اوبافا! اوبافا!
تباں بچارے اصولوں کی جو ڈنگوری چھینا ہے۔ اس کے بدلے ان کو کیا دیتا ہے؟
سوامی جی نے اتر دیا کہ میں وید ودیا مول اور یوگ ابھیاس۔ بوکنین صاحب نے
کہا کہ میرے آپ پر سوال ہیں۔ سوامی جی نے کہا کیجئے۔

پوکینین:۔ ویدوں میں لکھا ہے۔ کہ پہلے اس ملک میں مُردے دفنائے جاتے تھے۔ تم کیسے جلانے کو کہتے ہو؟

سوامی جی نے کہا کہ منتر سناؤ۔

پنڈت نند لال نے ایک منتر سُنایا جس کا ارتھ یہ تھا کہ "اے پرتھوی! تو اس کو اپنی دونوں بھجاؤں میں لے لے" وغیرہ۔

سوامی جی ٹھہر گئے۔ اور کہا کہ اب چونکہ وقت گذر گیا ہے۔ اس لئے کل تمہارے سوال کا جواب دیا جائیگا۔

چنانچہ دُوسرے دن سوامی جی نے ایک اور منتر سُنایا۔ اور اس کے ذریعہ سے پہلے منتر کا ارتھ کیا کہ اس کا مطلب مُردہ گاڑنے سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ زمین کھود کر مُردے جلائے جاتے تھے۔ زمین کے دونوں کناروں سے بازو فرض کئے گئے ہیں۔ اس پر پوکینین صاحب چپ کر گئے۔

گوپال سنگھ تالوکوٹے توم برہمن نے (جو اچھی طرح اُپنشد جانتا تھا) مادہ کے انادی ہونے پر سوال کیا۔ سوامی جی نے اُسے اچھی طرح اُتر دیکر تسلّی کر دی۔

پنڈت نند لال کے ساتھ سہسر شیرشا सहस्रशीर्षा والے منتر پر جھگڑا ہوا۔ سوامی جی نے یہ ارتھ کیا کہ ہزار معنے سر جس میں ہیں۔ نہ یہ کہ جس کے ہزار سر ہیں۔ چترانگ کا ارتھ بھی پنڈت نے پوچھا۔ کہ اگر آپ چار رشتہ نہیں مانتے تو کیسے سدھ ہوگا۔ سوامی جی نے دھرم پریوگ کر کے سدھ کر دیا۔

چند پنڈتوں نے بالاتفاق صلاح کر کے سوامی جی سے یہ پرشن کیا کہ آپ گیانی ہیں یا اگیانی؟ (یعنی اگر گیانی کہیں گے تو ہم بولینگے کہ آپ اہنکار کرتے ہیں۔ سنتوں کو اہنکار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اہنکاری کا تپ نشٹ ہو جاتا ہے۔ اور اگر کہیں گے کہ اگیانی ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ جب آپ خود ہی اگیانی ہیں۔ تو ہم کو کیا سکھلا دیں گے؟)

سوامی جی نے ایسا اُتر دیا کہ وہ سب کے سب حیران رہ گئے۔ فرمایا کہ میں کئی باتوں میں اگیانی ہوں اور کئی باتوں میں گیانی۔ مثلاً دھوکا دینے۔ بیوپار۔ انگریزی فارسی سے اگیانی ہوں اور سنسکرت اور دھرم کی باتوں سے گیانی ہوں۔ اس جواب کو سُنکر وہ نہایت شرمندہ اور لاجواب ہو کر چلے گئے۔

۱۳۔ مخالفوں کی کارروائیاں:۔ یہاں بے سمجھ لوگ کئی طرح سے تکلیفیں دیتے رہے۔ عموماً ڈھیلے اور اینٹیں پھینکی گئیں۔ دروازے کے پاس بھی اینٹیں چلیں۔ ایک شخص رام کشن نامی نے سوامی جی کو اینٹ ماری۔ مگر وہ لگی نہیں۔ جیل کے کلرک بنگالی بابو نے اس کے تعاقب میں پولیس مین بھیجے۔ چنانچہ وہ اُسے پکڑ لائے۔ مگر وہ مُنکر ہو گیا۔ سوامی جی نے اُسے معاف کر دیا۔

ایک دفعہ برہمنوں نے ارادہ کیا کہ شب کو جا کر سوامی جی کو ایذا پہنچائیں۔ اور زخمی کریں۔ بہت کیان چند دلد بہتر ونذیر چند کو پتہ لگا۔ اُس نے جا کر سوامی جی کو خبر کر دی۔ جنہوں نے اُسے کہا کہ تم کچھ مت کرو۔ سات آٹھ آدمیوں کے واسطے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔

ایک روز دیا کیان میں سوامی جی نے گائیتری کا ارتھ سُنایا۔ جس کو سُن کر مولوی محمد علی صاحب مدرس فارسی نے کہا کہ مہاراج! اگر گائیتری کا یہی ترجمہ ہے تو ہم بھی اس کا ضرور روز پاٹھ کریں گے۔ اور ہمیں بھی اس پر ضرور عمل کرنا چاہیئے۔

اسی طرح بعض شائستہ لوگ اینٹیں چلانے والے شریروں کو دھمکانے اور پکڑنا چاہتے تھے تو سوامی جی ہنس کر ٹال دیتے اور کہتے۔ بھائی آپ دانا ہیں۔ ان بالکوں پر کرپا کر کے جانے دو۔ ان کا یہی علاج ہے کہ ان کو ست اُپدیش دیا جاوے۔ ہمارے ساتھ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

۴۔ بحث کرنے والے پنڈت آریہ بن گئے :۔ پنڈت نندلال جی سوامی جی کے بڑے ہی مخالف تھے۔ اور کئی برس تک مخالف رہے۔ مگر آخر ست کے تیج سے آپ سماج کے سبھاسد ہوئے۔ پھر گجرات آریہ سماج کے پردھان ہو گئے۔

دوسرے پنڈت ہوشناک رائے (جو ان دنوں ریاست جموں کے کسی پاٹ شالہ شاید اٹر بھیتی میں ملازم تھے) بھی سُنا ہے کہ ریاست سے علیحدہ ہو کر آتے ہی اوّل آریہ سماج گجرات میں ملازم ہوئے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ دیانند جیسے عالم بے بدل اور فاضل اکمل کے زبردست دلائل اور علمی دبدبہ مخالفوں کے دلوں میں مؤثر ہو کر اُن کو تسخیر کر لیتا تھا۔ جس سے مخالفوں کو راہ راست پر آ جانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ بن پڑتا تھا۔

۵۔ سوامی جی کے متعلق ایک چٹھی :۔ ڈاکٹر لشنداس صاحب ایک چٹھی میں یوں تحریر فرماتے ہیں :۔

" لالہ مُرلی دھر صاحب! جس قدر مجھے خود ذاتی تجربہ ہے اور چشم دید ہے مختصر بیان کرتا ہوں۔ پنڈت دیانند سرسوتی کو میں نے بذریعہ تحریر راولپنڈی سے غالباً شروع سال ۱۸۷۸ء بموجب تحریک ایک معزز مہربان دوست کے التماس کی تھی کہ جناب یہاں تشریف لاویں۔ سو وہ تھوڑے عرصے کے بعد گجرات پنجاب میں جبکہ میں وہاں سپرنٹنڈنٹ محکمہ ڈسپنسری ضلع گجرات کا تھا تشریف لائے۔ اور قریباً تین ہفتے کے میری اُنہوں نے خوب گہری دن رات کی ملاقات نشست و برخاست رہی سب بندوبست جگہ رہائش اور خوراک وغیرہ کا میں نے خود کیا۔ بیشک خوراک اُن کی معمولی تھی۔ باوجودیکہ اُنہیں کو نقد روپیہ دیا گیا تھا۔ اور عرض کیا گیا تھا کہ اور جس چیز کی ضرورت ہو۔ مجھے ارشاد فرمانا۔ اور جو طبع میں آوے۔ کھانا وغیرہ کھایا کریں۔

مجھے بخت یاد ہے کہ وہ سب مل ملا کر پانچ یا چھ آدمی تھے۔ اور قریباً پانچ یا چھ روپیہ کے ہفتہ وار ان کا خرچ خوراک وغیرہ کا تھا۔ آدمی نہایت معقول سے رہا تھے۔ سنسکرت کے علم کی بابت میں نہیں کہہ سکتا کہ کیسے عالم فاضل تھے کیونکہ میں اس علم سے بے خبر ہوں۔ البتہ یہ صفت اُن میں بہت لائق تعریف کے تھی کہ نہ تو کسی سے ڈرتے تھے اور نہ کسی کی رعایت کرتے تھے۔ صاف صاف واقعہ بیان کرتے تھے۔ یہ صفت انہوں میں دیکھی ہے یا جناب منشی کنہیا لال صاحب الکھ دھاری میں۔ اور تو جس قدر آج کل کے واعظ وغیرہ ہیں۔ یا بہت جو پیچھے بھی گذر چکے ہیں۔ یہ صفات کسی میں بھی دیکھنے میں نہیں آئیں۔ اگر کبھی موقع ملا تو پھر زیادہ تشریح کی جاویگی۔ آنند۔ آنند نیچر پر چلنے والا کسی مذہب یا سماج وغیرہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ سب کی سیوا اور سب کو حق حق کہنے والا + برہم گیانی ڈاکٹر لشندا س پھلواری - الماد مو پور ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۲۸- فروری ۱۸۹۸ء

۲- سوامی جی کی طرف سے دو خط:- سوامی جی نے دو چٹھیاں بابو مادھو لال سابق منتری آریہ سماج دانا پور کو گجرات سے لکھی تھیں پہلی ۲۰- جنوری ۱۸۷۸ء کی ہے۔ جس میں اول لاہور سے ہاں بھاشیہ چھپنے کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ پنجاب کے احاطہ میں بہت سے شہروں میں سماج قائم ہو چکا۔ اور برابر تعداد بڑھتی ہوئی چلی جائیگی۔ میرا آشیرباد گرہن کرو۔ اور اپنی حالت سے ہمیشہ واقف رکھو۔ اور دوسری ۲۴- جنوری ۱۸۷۸ء کی ہے۔ اس میں اول پستکیں بھیجنے کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ پنجاب سے لوٹ کر جب میں بنگال احاطہ میں آؤنگا۔ تمہاری ملاقات سے مزید خوشی اٹھاؤں گا۔ تمہاری کوشش اور خواہش اپنے دیسی بھائیوں کی ترقی میں دیکھ کر میں بہت خوش ہوا ہوں۔ سکل سرشٹی کا کرتا آپ کو تندرست اور سرسبز رکھے۔ تمہاری یہ خواہش دیکھ کر کہ تم اپنے ملک کی حالت بہتر کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ مجھے ایسی خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ اس میں کچھ سندیہ نہیں کہ تم اپنی زندگی میں اس کے پھل کو چکھو گے۔ تم سب کو میری آشیرباد۔ دیانند سرستی از گجرات خط وزیر آباد میں لکھیں پوسٹ ماسٹر کے ذریعہ سے۔

بارہویں فصل وزیر آباد

۲ تا ۷ فروری ۱۸۷۸ء

۱- آریہ سماج وزیر آباد:- یہاں گھنڈ کوٹھے کے پاس ایک مکان میں آریہ سماج ہوا کرتی تھی۔ جس کے عہدہ داران سماج حسب ذیل تھے:- لالہ لبھا رام پردھان۔

لالہ سکھدیال سکرٹری - اور یہ سماج لاہور کے چند ممبران مثلاً پنڈت شیو نراین وغیرہ
کے بسبب تبدیل ہو جانے کے سوامی جی کے جانے سے پہلے ہی قائم کی ہوئی تھی
۲- آمد وزیرآباد:- یہاں کی سماج نے وزیر آباد سے سوامی جی کی سیوا میں بمقام گجرات
پتر بھیجا کہ یہاں پر تشریف فرما کر چند روز قیام کیجئے۔ اور اُپدیش دیجئے۔ سوامی جی نے
اس درخواست کو منظور فرمایا اور ۲۸ فروری کو تشریف لائے۔ پنڈت شہزادہ نند - لالہ
لبھو رام ایپرنٹس انجینئر - لالہ سکھدیال کھتری - لالہ سکھدیال خود ممبران آریہ سماج
وزیر آباد معہ دیگر چند احباب بطور استقبال ریلوے سٹیشن وزیر آباد پر حاضر
ہوئے۔ اور سوامی جی کو ساتھ لا کر بالائی منزل کوٹھی واقع باغ راجہ فقیر اللہ متصل پٹن
بُرج فروکش کیا۔ اُس وقت سوامی جی کے ساتھ صرف چند پنڈت - ایک ہندوستانی
ملازم - ایک رسوئیہ اور ایک کہار تھا۔ حسب منشا سوامی جی مناسب اور ضروری
کھانے کا انتظام کیا گیا۔

۳- پرچار اور مخالفت کا جوش:- لوگوں کو سوامی جی کی تشریف آوری کی
اطلاع دی گئی۔ اگلے روز سے لیکچر شروع ہوئے۔ پہلے دن کے لیکچر بعد دوپہر میں
باشندگان شہر کا انبوہ کثیر موجود تھا اور خوب مباحثہ رہا تھا کہ ایک شخص جھنجلا کر
اُٹھا اور چیخ کر بولا کہ جو لیکچر سُنے گا وہ ضرور ہندو نہ ہوگا۔ اس پر گو برہمن اور اُن کے
نسبت سے پیرو اُٹھ کر چلے گئے تو بھی کثیر التعداد مردمان شہر وہاں بیٹھے رہے
اور لیکچر جاری رہا۔

وزیر آباد کے نامی برہمن سوامی جی کے آنے سے پہلے ہی خود بخود شہر چھوڑ گئے
تھے تا کہ شاستر ارتھ نہ کر سکنے کی بدنامی سے بچیں۔ دوسرے روز شہر کے پنڈت
نے آدمی اکٹھے ہو کر بعوض ایک سو روپیہ دیکر یعنی مزدوری ایک پنڈت واسدیو کو
لائے۔ اُس کے سر پر سکھوں کی طرح بال رکھے ہوئے تھے۔ کچھ مخبوط الحواس معلوم
ہوتا تھا۔ اور اُس کی معاش کا ذریعہ گداگری تھا۔ اسے ایک ٹوٹی کرسی پر جو اپنے
ساتھ لائے تھے۔ شاستر ارتھ کے لیئے سوامی جی کے مقابل بٹھلایا گیا۔ پنڈت
واسدیو نے ایک منتر پیش کیا۔ اور سوامی جی سے ارتھ کرنے کو کہا۔ چنانچہ سوامی
جی نے اُس منتر کے ارتھ کئے۔ جس سے پنڈت مذکور کی تشفی ہو گئی۔ سب گفتگو
سنسکرت میں ہوئی۔ پھر پنڈت نے کہا کہ کل ایک وید منتر لاؤنگا۔ جس سے سالگرام
اور تلسی کی پوجا ثابت ہو۔ اُس روز بڑے امن و آرام کے ساتھ اس جلسہ کا معاملہ
کا خاتمہ ہوا۔ تیسرے روز شہر والے بڑی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ پنڈت کو لائے۔ اور
اُسی مرتبت طلب کرسی پر سوامی جی کے سامنے براجمان کیا۔ اور یہ تجویز قرار پائی کہ سنسکرت
میں جو گفتگو ہو۔ اُس کا ترجمہ ہندی میں سنایا جائے۔ پنڈت نے منتر سالگرام

ے متعلق پیش کیا۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ اصل منتر نہیں۔ بلکہ کسی منتر کی شرح اثنائے میں ہجوم بہت بڑھ گیا۔ سوامی جی نے فساد کے اندیشہ سے کئی دفعہ پنڈت نند کو بلا کر پولیس کے انتظام کے واسطے فرمایا۔ چونکہ اس موقع پر پنڈت جی ت پنڈت رام چند آنریری مجسٹریٹ موجود تھے۔ انہیں اطمینان تھا کہ وہ فساد نے دینگے۔ اس لئے پولیس کا انتظام نہ ہوا۔ مگر سوامی جی ابھی اصل منتر نے کے لئے ہی زور دے رہے تھے کہ آنریری مجسٹریٹ صاحب یہ کہہ کر کہ انہیں ام ہے۔ لہذا ٹھہر نہیں سکتے۔ باوجود پنڈت شہزادہ نند کے ٹھہرانے کے چلے گئے ندلو سے ہر چند کہا گیا کہ وہ اصل منتر جس کی اس نے ٹیکا پڑھی ہے۔ پیش وہ پیش نہ کر سکا۔ اتنے میں ایک لڑکا دس بارہ برس کی عمر کا کچھ شی نائی دیا۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ بیجا حرکت کرتا ہے۔ اسے چپ کرا دو۔ لالہ ا سائیں ایپرنٹس انجینئر ممبر آریہ سماج وزیرآباد نے اس لڑکے کو ایک یا ے مار دیں۔ یا جھڑکی اسے خاموش کرانے کو دکھائی لیکن پھر کیا تھا۔ پنڈت اور ہوں کو موقع مل گیا۔ جھٹ سوامی جی اور لالہ لبھو رام پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن ا آریہ سماج وزیرآباد اور چند ممبران آریہ سماج جہلم نے جو اس موقع پر د تھے۔ ان کے حملوں کو روکا اور سوامی جی اور لالہ لبھو رام کو بچایا۔ ڈیرا ہ سے بہت نزدیک تھا۔ اس لئے انہیں تک سنبھال کر سب صحیح و سلامت گئے۔ اور دروازے بند کر لئے۔ لوگوں نے اینٹیں پھینکیں اور پتھر مارے ازہ بند کئے اندر بیٹھے رہے۔ سوامی جی کا ہندوستانی کلرک بہاری لال پیچھے لیا۔ کہ انہیں سمجھائے۔ مگر لوگوں نے اسے خوب مارا۔ جب سوامی جی کو اپنے یہ حال معلوم ہوا تو خود لاٹھی لیکر باہر نکلے۔ اور پرزور آواز دی۔ جس سے ب گئے۔ اس کے بعد بھی دو تین روز سوامی جی نے وزیرآباد میں قیام کیا۔ بیان دیئے۔ مگر چونکہ بہت کم آدمی آتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بہتر سمجھا۔ بڑے شہر میں جا کر اپدیش کریں۔ چنانچہ وہ وزیرآباد میں ایک ہفتہ قیام کرنے جرانوالہ روانہ ہوگئے۔

تیرھویں فصل گوجرانوالہ

۷ فروری تا ۹ مارچ ۱۸۷۸ء دو شنبہ

ل ۔ ۔ ۔ لاہور ۷ فروری ۱۸۷۸ء کو بخشی و ماکھو سنگھ سردار صنت سنگھ بہادر کلاں سردار بہادر

وسردار ایشر سنگھ صاحبان و منشی حضرا سنگھ جی اُن کو ریلوے سٹیشن پر لینے گئے تھے
نام رائے لبھو رام جی کی کوٹھی آئی۔ رائے صاحب بھی سوامی جی کے ہمراہ آ گئے۔ سر
سردار مہاں سنگھ صاحب کی عالیشان عمارت میں قیام پذیر ہوئے۔

۲۔ دھرم سمبندھی کام:- یہاں تشریف آوری اور اُس سے اگلے روز اکثر لوگ
مختلف وشیوں پر وارتالاپ ہوتا رہا۔ اس کے بعد ہر روز ۷ بجے شام سے ۹ بجے
آریہ اُدیش رتن مالا میں لکھے ہوئے اُپدیشوں میں سے کسی اُپدیش پر اُن کا دیا
ہوا کرتا تھا۔

اُن کے درشن اور صحبت سے پیشتر اکثر لوگ اُن کو عیسائیوں وغیرہ
ملازم خیال کرتے تھے۔ مگر اُن کے ست اُپدیشوں سے یہ خیال یک لخت بدل
لوگ سمجھ گئے کہ یہ ایک صاف باطن اور ودوان سادھو ہے۔ اور پھر مختلف
عقاید کے متعلق طرح طرح کی گفتگو ہونے لگی۔

لیکچروں کے بعد بعض بعض اشخاص اپنے اپنے شکوک کا اظہار کیا کرتے
جواب سوامی جی نہایت سادہ اور میٹھے میٹھے الفاظ میں مگر قوی اور تسلی بخش دا
ساتھ دیتے تھے۔ اور وہ سب بڑی شانتی کے ساتھ اپنے اپنے گھر جاتے تھے۔

سوامی جی کے آنے کے دوسرے دن پنڈت واسدیو وزیر آباد والے نے
کہ سوال کیا کہ ایشور ستی کو کیسے سِدھ کرتے ہو؟ سوامی جی نے کہا کہ اس کا جو
مفصل وزیر آباد میں ایک دفعہ ختم کر دیے چکے ہیں۔ دیوان ٹھاکر داس وکیل
اور رئیس وزیر آباد نے کہا کہ یہ تو تم وہاں پوچھ چکے ہو۔ اور کچھ پوچھو۔ مگر
نے پھر کچھ پرشن نہ کیا۔

۳۔ عیسائیوں سے مباحثہ:- چار پانچ روز گذرنے پر یہاں کے پادری صا
سوامی جی سے اُن کے عقاید مذہبی دریافت کئے۔ سوامی جی نے بجواب اُن
ایک کاپی آریہ اُدیش رتن مالا کی اُن کے پاس بھیج دی۔

اس پر پادری صاحبان نے گوجرانوالہ کے پنڈت صاحبان کو تحریک کی
جی سے مباحثہ کریں۔ شہر کے لوگوں نے بھی اُن کو کسی قدر مجبور کیا۔

سردار لہنا سنگھ وغیرہ معززین نے پنڈت جوالا دت کو کہا کہ آپ سوامی جی
چل کر اُن سے شاستر ارتھ کریں۔ اور سنیں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ پنڈت جی بولے
تو اُن سے شاستر ارتھ کرنے کو کہتے ہیں۔ اور ہم اگر
تو ہم کو سیت بستروں کے سان کرنا پڑے۔ تب شد
ہو جائیں گے۔ تب اُنہوں نے آور نہ
تھے ساتھ ایک پنڈت ودیا دھر

اور ایک سنسکرت پاٹھ شالا کے ادھیاپک تھے) کے پاس گئے۔
سوامی جی سے اگر ہم کو کسی وشے میں کوئی اختلاف ہے تو وہ ہمارے
ہن پر ہم کسی وقت بطور خود اُن سے بارتالاپ کر سکتے ہیں۔ اس
ندیوں کی تحریک پر خواہ مخواہ اپنے گھر میں جھگڑا برپا کرنا ٹھیک نہیں
ہی جواب پادری صاحبان کے پاس بھی ان کی طرف سے بھیجا گیا۔
ت ونڈیا دھر جی سوامی جی کے پاس تشریف لائے۔ اور دیر تک
بیار کی باتیں ہوتی رہیں۔

س کے بعد کسی نے سنسکرت میں لکھے ہوئے چند اعتراض جو غالباً کسی
بمبئی میں چھپے تھے، سوامی جی کے روبرو پیش کئے۔ سوامی جی نے جتلایا کہ ہم
وقت اِن پرشنوں کے اُتر دے چکے ہیں۔ ہمارے اُس اُتر پر کوئی وچار کرتا
پیش کرو۔ جس پر سائل سے کچھ نہ بن آیا۔

اور اِن سب باتوں کے بعد پادری صاحبان کو خود ہی مباحثہ کرنا پڑا۔ فریقین
سے تجویز ہوا کہ جب تک مباحثہ کی ضرورت ہو۔ ہر روز ۳ بجے شام کے بعد
ہوا کرے۔ سوامی جی اس وقت سے پہلے ہر روز وید بھاشیہ کے ضروری کام
مصروف رہا کرتے تھے۔ مگر ان کا کوئی خاص وچار نہیں ہوا تھا۔ لیکن آخرکار عین
ن کے گرجا گھر متعلقہ مشن سکول میں مباحثہ شروع ہو گیا۔

انچہ سوامی جی اپنے ۱۱۔ فروری ۱۸۷۷ء کے خط میں لالہ جیونداس کو تحریر فرماتے ہیں۔
ب جگہ ہر روز ویاکھیان ہوتا ہے۔ ابھی تک کوئی خاص بات تحریر کے لائق نظر
آتی ہے۔ پھر تھوڑے عرصہ میں لکھا جاویگا۔ آج چھ بجے سے پادری لوگوں
بحث ہوگی۔"

۔ فروری ۱۸۷۷ء مطابق پھاگن بدی ۲ سمت ۱۹۳۳ سہ شنبہ کو ۵ بجے شام کے عین
گھر میں سوامی جی تشریف لے گئے۔ مندرجہ ذیل پادری صاحبان موجود تھے
ز پادری صاحب مشنری سیالکوٹ۔ پادری میکی صاحب امریکن و پادری ہولیفٹ صاحب
ے لالہ شادی پادری۔ علاوہ ان کے مسٹر مون بیر صاحب گورکھا اکسٹرا اسسٹنٹ
مسٹر موسن صاحب اسسٹنٹ کمشنر۔ ڈاکٹر صاحب اسسٹنٹ کمشنر۔ ڈپٹی گوپالداس
ب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و ڈپٹی برکت علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اعیان
ناوہ عموماً شہر کے سارے معززین مدرسا وہاں پر تشریف فرما تھے۔ ڈپٹی گوپالداس جی
ت بنائے گئے۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا جس میں عیسائیوں نے تعصبات سے کام لیا کہ
آدمیوں کو زیادہ ٹکٹ دئے۔ گرجا گھر کا اندر باہر تمام آدمیوں سے بھر گیا۔ غالباً ڈیڑھ
مہ - - آدمی ہونگے۔ مباحثہ کرنے والے پادری ہولیفٹ صاحب نے اعتراض

یہ پیش کیا کہ اگر جیو بھی انادی مانا جائے اور ایشور بھی تو جب دونوں یکساں ہوئے
بعد تک سوال و جواب ہوتے رہے۔ سوامی جی نے اس سوال کو علمی ثبوت
دلائل سے بہت خوبی سے رد کیا کہ وہ دونوں یکساں نہیں ہوتے۔ بلکہ
ہمیشہ الگ ہیں۔ ۴ بجے سے ۵ بجے تک تحریری مباحثہ ہوتا رہا۔

دونوں فریق کے سوال و جواب لکھنے والا گنگا رام چوپڑہ تھا۔ مگر افسوس
تحریریں کہیں گم ہو گئے۔

بعد مباحثہ ڈپٹی گوپال داس جی نے پادری صاحب کو کہا کہ سوامی جی آپ کے سوال
کا کافی جواب دے چکے ہیں۔ یہ آپ کی ہٹ ہے جو نہیں مانتے۔ اور لوگوں کو بھی اُ
وقت یقین ہو گیا تھا کہ سوامی جی راستی پر ہیں اور پادری صاحب غلطی پر۔

اثنا مباحثہ میں سوامی جی نے انجیل کے مسائل اور مسیح کی الوہیت وغیرہ کے متعلق
بھی متواتر بہت سے اعتراضات کئے۔ اور عیسوی مذہب کی قلعی کھول کر سچا ئ
باتیں کس قدر پیچ در پیچ ہیں۔ مگر پادری صاحبان جواب سے پہلو تہی کر
اور بالکل طرح دیتے گویا خفت سہتے رہے۔

گرجا گھر میں جگہ تنگ تھی۔ اُس کے پُر ہو جانے پر تمام دروازے بند کر دیئے گ
تھے۔ اور لوگوں کا ہجوم مجبوراً ناکام واپس ہوتا۔ اور بوجہ تنگی مکان اور کثرت ما
کے لوگوں کے دم گھٹنے لگ جاتے تھے۔ لوگوں کی خواہش تھی کہ یہ مباحثہ کسی کھلی
جگہ میں ہو۔ اس لئے دوسرے روز وقت مباحثہ شروع ہونے کے بعد سوامی جی۔
پادری صاحبان سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ جگہ نہایت تنگ ہے۔ لوگوں کا ایک
مشتاق حصہ یہاں سے محروم جاتا ہے۔ اور جو اندر آکر بیٹھتے ہیں وہ بھی بہت تکلیف
پاتے ہیں۔ مزید برآں یہ جگہ ایک فریق کا مذہبی مکان بھی ہے۔ اس لئے کوئی جگہ ایسی
ہونی چاہیئے جو ان سب نقصوں سے بری ہو۔ پادری صاحبان نے اُس وقت
کوئی ٹھیک جواب نہ دیا۔ مگر اگلے روز تخمیناً بارہ بجے دن کے جبکہ سوامی جی وید بھاشیہ
کے کام میں مصروف تھے۔ اور ان کو پہلے سے متعلق کوئی اطلاع نہ تھی۔ اور نہ
سے کوئی مشورہ لیا گیا تھا کہ مباحثہ ۱۲ بجے دن سے ہوگا۔ خود بخود چند کرسچن بھائی
کو گرجا گھر میں بلا کر بٹھا لیا۔ اور سوامی جی کی طرف آدمی بھیجا کہ وہ بھی اس وقت گرجا
جائیں۔ سوامی جی اس سے بہت متعجب ہوئے۔ اور فرمایا کہ جب چار بجے شام کا وقت
فریقین کی مرضی سے مقرر ہو چکا ہے۔ اور لوگوں کو بھی صرف اُس وقت کی خبر ہے۔ ۱۲
بجے کے بیٹھنے نہ تو کوئی باہمی مشورہ ہوا ہے اور نہ مشتہر ہے۔ گویا لوگوں کو اطلاع
نہیں ہے تو معلوم نہیں کہ آپ نے خود بخود ۱۲ بجے دن کا وقت کس طرح مقرر کر لیا۔
اور ہم نے کل کہا تھا کہ گرجا گھر کافی طور پر وسیع جگہ نہیں ہے۔ کیا اس کا یہی جواب۔

نا انتظام کرنے کی بجائے سب وقت بھی خود بخود ایسا مقرر کر لیویں۔ جو ہو منظور نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ایسی تحریر و شکایت کا سوال کی بجائے ایسی پابندی جی وید بھاش جیسے اعلےٰ اور مخصوص کام کو جس کو کر میں اب یہاں پر بیٹھا کر پادری صاحبان کے گرجا گھر میں حاضر ہونے کے لئے مجبور ہوں۔ صاحبان اگر جگہ کا کوئی معقول انتظام نہیں کر سکتے تو وہ وقت معہودہ پر تیار ۔ چار بجے شام کے لئے میں انتظام کا خود ذمہ لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر کپتین قاصد دامی جی نے رخصت کیا۔ اور لالہ گوپال داس جی نے ایسا ہی انہیں جواب دیا وقت برخلاف قاعدہ میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

ہر کا تو کوئی آدمی اس معذور کو گرجا میں نہ گیا۔ مگر پادریوں نے چند کرسیں لڑکے سکول کے کرسیوں پر بٹھلا کر ان کو سنایا کہ چونکہ سوامی جی اب ۴ بجے نہیں ہیں۔ اسواسطے وہ پادری ہوتے بھیجے جاویں۔ یہ کہہ کر جلسہ برخاست ہوا۔ پادریوں کی اس بیہودہ کاروائی اور چالاک تحریر پر شہر کے معززین اور سوامی جی نے بھی بہت ہنسی اور اظہار رنج کیا۔ اور سوامی جی کی درخواست پر شہر کے چند آوردہ اصحاب نے متصل سماد چار بجے شام کے ایک وسیع جگہ پر فرش فروش کرسی وغیرہ سب سامان مہیا کر کے انتظام مباحثہ کر دیا۔ اور چونکہ وہ جگہ گرجا گھر متصل تھی۔ اس لئے جو لوگ وہاں وقت مقررہ پر مباحثہ سننے کے لئے آئے۔ وہ جگہ پہنچ گئے۔ جگہ کی وسعت سے بہت خوش ہوئے۔ پادری صاحبان کو ایک ان کے قاصد کی زبانی اور دوسری مرتبہ ایک اور معزز شخص کی زبانی اطلاع وقت کے پہلے ہی دی گئی۔ مگر وہ اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔ علاوہ پہلی پادریوں کے وقت مقررہ پر بھی یاددہانی دی گئی۔ مگر وہ بالکل نہ آئے۔ اس لئے لاچار تخمیناً ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کر کے سوامی جی نے لیکچر دینا شروع کیا۔ مضمون "انجیل کی تعلیم" تھا۔ عیسوی مت نہایت ہی عالمانہ اور دلچسپ طور پر تردید کی۔ آج حاضری سب دنوں سے زیادہ ۔ اور لوگ پادریوں کے مذہب کی اصلیت سن کر بہت خورسند ہوئے۔

اس کے بعد تخمیناً دس بارہ یوم تک سوامی جی گوجرانوالہ میں مقیم رہے۔ مگر کسی پادری کی بھی کچھ حوصلہ نہ ہوا۔

منشی نرائن کشن جی کے خیالات کی تبدیلی: منشی نرائن کشن جی بھی اس شہر سوامی جی کے ایک پکا اور مشہور مخالف تھے۔ مذہبی مباحثوں میں اکثر انٹرسٹ لیتے تھے۔ اور سوامی جی کو شروع سے ہی نہایت اپ شبدوں (برے لفظوں) ذکر تے تھے۔ مگر جس وقت سے انہوں نے پُران رشی اور مہاویدان کے ست اپدیشوں سننا اور ان کی باتوں کو پڑھا۔ تب سے ان کو ان کا مانسک رشی ہونے لگے اور ان سے

مقدمیں کام پر غداری ہو گئے۔ اور اب تک سوامی دیانند کے ظہور کو پرماتما کی ایک بڑی کرپا سمجھتے ہیں۔

۵۔ مورتی پوجک پنڈت آریہ بن گیا۔ پنڈت بھگوت دت المعروف ہر بھگوان قوم سیہی اس وقت بالے شول سنگھ کے بڑے مندر کا پوجاری تھا۔ لیکن ہر روز سوامی جی کے درشن کو جایا کرتا تھا۔ آخر کو یہاں تک شوق بڑھا کہ ٹھاکر جی کی آرتی کرا کر جلدی چلا جاتا۔ اور دوسرے ساتھی کو کہہ دیتا کہ لوگوں کو چرنامرت تم دیدینا۔ میں جاتا ہوں۔ آخر سنتے سنتے اُن کا دل مورتی پوجا سے قطعی متنفر ہو گیا۔ اور سوامی جی کے چلے جانے کے دو سال بعد بالکل مورتی پوجا ترک کر دی اور آریہ سماج کا ممبر ہو گیا۔

۶۔ برہمچریہ کا بل:۔ سوامی جی نے ایک روز لیکچر میں بیان کیا کہ سردار ہری سنگھ نلوا بڑا شجاع ہوا ہے۔ اُس کا سبب غالباً یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۲۵-۲۶ برس تک برہمچاری رہا۔ میری عمر اس وقت ۵۱ سال کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرا ابھی برہمچریہ اکھنڈت ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جس شخص کو طاقت کا حوصلہ ہو میں اُس کا ہاتھ پکڑتا ہوں وہ چھڑا لیوے۔ یا میں ہاتھ پکڑا کرتا ہوں۔ کوئی اُسے نیچا کرے۔ اُس وقت حاضری ۵۰۰ کے قریب تھی۔ اور کئی کشمیری پہلوان بھی تھے۔ مگر کسی کا حوصلہ نہ پڑا۔

۷۔ قائمی آریہ سماج:۔ سوامی جی کی موجودگی میں یہاں سماج قائم ہوا۔ اور صاحبان ذیل عہدہ داران مقرر ہوئے۔ منشی نرائن کشن پردھان۔ ماسٹر بھولا رام منتری۔ لالہ آتما رام خزانچی اور سردار بشنت سنگھ۔ حضورا سنگھ۔ متھرا داس اور ماسٹر دیا رام وغیرہ بہت سے صاحبان ممبر ہوئے۔

جب سوامی جی یہاں سے تشریف لے جانے لگے تو پوجاری بھگوت دت سیہی نے سب لوگوں سے چھپا کر مٹھائی کی ایک ٹوکری کپڑے میں لپیٹ کر سوامی جی کو جا کر دی۔ انہوں نے اس پریم کو دیکھ کر پرشاد لے لی۔ اگلے دن یعنی شنبہ ۴ مارچ کو دوپہر کے وقت سوامی جی روانہ ہو گئے۔ تمام شہر کے معزز لوگ اور تعلیم یافتہ صاحبان اسٹیشن تک چھوڑنے گئے تھے۔

۸۔ ماسٹر چندو لال جی کی رائے:۔ اس جگہ مشن سکول کے ہیڈ ماسٹر چیٹرجی صاحب بنگالی تھے۔ ایک اور بنگالی مشنری ان کے علاوہ یہاں رہتے تھے۔ ماسٹر چندو لال جی آریہ سماج کے مخالف تھے۔ ان کا اس سکول میں کیا اور شہر میں کیا بڑا بھاری رسوخ اور رعب تھا یہ انہی کی طفیل تھا کہ مہاشے چرنجی لال جی آریہ اپدیشک وہاں سے نکالے گئے۔ سناتن دھرم سبھا کے ماسٹر جی شاید پردھان تھے۔ اور میونسپل کمیٹی کے سکرٹری تھے۔ آریہ سماج کے متعلق سکول میں بھی طلباء سے دل لگی کے طور پر آپ کی کچھ نوک جھونک ہو جاتی تھی۔

فوجداری کے ایک طالب علم نے ۱۹۳۱ء میں اسی ذکر میں ایک بار سوال کیا کہ ماسٹر جی! آپ نے سوامی جی اور پنڈت گرودت جی دونوں کو دیکھا ہوا ہے۔ ان میں زیادہ ودوان کون تھے؟ ماسٹر جی نے پنڈت گرودت جی کی لیاقت کی بہت تعریف کی۔ اور بتایا کہ انہوں نے گوجرانوالہ سماج کے جلسہ پر بہت بڑے بڑے لمبے سوالات حساب اور الجبرے کے زبانی حل کر دکھائے تھے۔ مگر باوجود اس لیاقت کے سوامی جی کے برابر وہ ایک دو جنم اور پڑھ کر بھی نہیں ہو سکتے۔ ماسٹر جی نے کہا۔ ہم کو سوامی جی پنڈت جی کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ہم جب اُن کے پاس جا کر کچھ پوچھتے تو وہ گھٹنوں اور پاؤں سے ایک قدم آگے نہ چلنے دیتے تھے۔ اُن کی خواہش یہی ہوتی تھی کہ کوئی بہت ودوان اُن سے بات کرنے کو لایا جائے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر یا دوسرے بنگالی مشنری صاحب کے ہاں ایک آنریبل بنگالی بھائی فلاسفی کے ایم اے آئے۔ ہم نے سوچا کہ ان کو لے چلیں۔ اور سوامی جی کو ہمیشہ کے واسطے فلاسفی میں خاموش کرا دیں۔ چنانچہ اس بھائی کو لے کر ہم پہنچے۔ سوامی جی ایک ودوان کے آنے کی خبر سُن کر بہت خوش ہوئے۔ ہر دو کی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک گفتگو رہی۔ جب چلنے لگے تو سوامی جی نے ہماری دریافت پر فرمایا کہ یہ بھائی کچھ فلاسفی جانتے ہیں۔ ہم نے اس کا یہ مطلب نکالا کہ سوامی جی کسی کی تعریف ہونی گوارا نہیں کرتے۔ اپنی ہی بزرگی کے خواہاں ہیں۔ مگر جب وہاں سے آ کر بنگالی بھائی سے سوامی جی کی بابت پوچھا تو اُس نے کہا۔ سوامی جی واقعی فلاسفی میں ایک اتھاہ سمندر ہیں۔ ان کے مقابلہ میں میرا کچھ جاننا تو وہ کنارہ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جو بات چھیڑی ہے انہوں نے گھٹنوں سے آگے چلنے ہی نہیں دیا۔

چودہویں فصل لاہور

گرو لوگ میں لکھا ہے کہ سوامی جی ۲ - مارچ ۱۸۷۷ء کو لاہور پہنچے اور وعظ و نصائح میں مصروف ہوئے۔

نواب صاحب کے باغیچہ میں رونق افروز ہوئے۔ وہاں ایک دن دین اسلام کی تردید میں ویاکھیان دے رہے تھے۔ پاس ہی جناب نواب نوازش علی خاں صاحب ٹہل رہے تھے۔ لیکچر کے اختتام پر ایک شخص نے سوامی جی سے کہا کہ مہاراج! آپ کے ٹھہرنے کے واسطے نہ کوئی ہندو مکان دیتا ہے اور نہ کوئی عیسائی اور نہ مسلمان نواب صاحب نے بڑی مہربانی سے آپ کو مکان عنایت فرمایا۔ آپ یہاں بھی کھنڈن کرتے ہیں۔ آج نواب صاحب بھی لیکچر سُن رہے تھے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ناراض ہو جائیں۔ سوامی جی نے کہا کہ میں دین اسلام کی تعریف کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں

اور نہ کسی اور دین کی۔ میں تو صرف ویدک دھرم کو سچا مانتا ہوں اور باقی سب مذاہب کو باطل۔ جسے میں صحیح جانتا ہوں۔ اُس کا اُپدیش کرتا ہوں۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ نواب صاحب سُن رہے ہیں۔ میں اُن کو جان بوجھ کر ویدک دھرم کی خوبیاں سُنا رہا تھا۔ مجھے ناراض پرماتما کے سوا کسی کا خوف نہیں۔

پندرھویں فصل۔ شہر و چھاؤنی ملتان

۱۲ مارچ تا ۱۶ اپریل ۱۸۷۸ء

۱۔ آمد و ڈیرا:۔ سوامی جی کو ۵ فروری کو گوجرانوالہ میں ملتان سے ڈاکٹر جسونت رائے کی تاکیدی چٹھی ملی کہ ملتان پدھار کر اپنے لیکچروں سے کرتارتھ کیجئے۔ سوامی جی کا ارادہ وہیں سے ہو گیا۔ پھر جب لاہور پہنچے۔ تب دفتر ریلوے کے اعلیٰ عہدہ دار بابو رلا رام و پنڈت بسنت رام برہمو صاحبان نے سردار پریم سنگھ۔ پنڈت جسونت رائے ڈاکٹر۔ بابو من موہن سرکار ہیڈ ماسٹر۔ لالہ مولراج سررشتہ دار کمشنری۔ بابو ابرہمانند (جو زیادہ تر سوشل کلب کے پرشارتھی معاون تھے) اور چند بنگالی صاحبان سے صلاح کر کے ماہوار[۱] ۱۳۵ روپیہ چندہ کیا۔ اور سوامی جی کو لاہور تار دیا۔ سوامی جی نے جواب بھیجا کہ چند روز بعد ہم آپ کو اطلاع دیں گے۔

مگر انتظار طولی کر کے بابو ابرہمانند جی کو لاہور بھیجا گیا۔ اس وقت سوامی جی کے لیکچروں اور لوگوں کے ٹھاکروں کے پرشنگ اُٹھا کر راوی میں ڈالنے کا عام چرچا تھا۔ سوامی جی وہاں سے دُوسرے دن ۲½ بجے شام کے ریلوے میں چل کر ملتان پہنچے۔ دو پنڈت۔ ایک برہمن رسوئیہ اور ایک کہار ساتھ تھا۔ سوامی جی اور بابو جی سیکنڈ کلاس کی گاڑی میں آئے۔ چھاؤنی کے سٹیشن پر تیس کے قریب صاحبان موجود تھے۔ جو سوار کرا کے سوامی جی کو برہم مندر میں لے گئے۔ جہاں صرف آدھ گھنٹہ ٹھہرا کر اور پانی وغیرہ پلا کر بگھیوں پر سوار ہو کر شہر میں پہنچے۔ اور بیگی کے باغ میں اُتارا ہُوا۔

۲۔ پرچار اور مخالفت کی کیفیت:۔ لوگوں نے جاتے ہی درخواست کی کہ آج شام کو یہاں آپ لیکچر دیں۔ ان دنوں ہولیوں کا مہینہ تھا۔ شام کو اکثر لوگ وہاں جایا کرتے تھے۔ وہ باغ بھی خوب بارونق تھا اور جگہ بھی عین موقعہ پر تھی۔ اس سبب نوٹس نہ دیا گیا۔ صرف منادی کر دی گئی۔ سوامی جی تخت کے اُوپر آسن بچھا کر اوپر بیٹھے

[۱] ۱۸۷۸ء میں ہولا آشٹک ۱۲ مارچ ۱۸۷۸ء سہ شنبہ سے ۱۸ مارچ ۱۸۷۸ء دوشنبہ تک تھا۔ مطابق پھاگن سدی ۸ لغایت پورنماشی تک۔

تکیہ لگا کر پدم آسن مار کر لیکچر دیتے تھے۔ چھاؤنی و شہر دونوں جگہوں پر ۲۹ دن رہے۔ ایک دن بوجہ بیماری چھوڑ کر بیرون لیکچر دیا۔ کل ۳۵ لیکچر یہاں ہوئے۔ مفصلہ ذیل پر لیکچر ہوئے:- برہمنوں کی دنیا۔ وید کلام الہٰی ہیں یعنی ایشور پرکاشت گیان ہیں۔ پرمیشور نراکار ہے نہ کہ ساکار۔ گوکلیے گوسائیوں کی لیلا۔ تلک چھاپ، مورتی پوجا و اوتار۔ کھنڈن بھوت پریت اور سوبھا۔ ابھی سوامی نری۔ مسلمانی مت۔ عیسائی مت۔ سرشٹی ودیا۔ برہمو سماج کی تنقیح اور آریہ سماج کی تشریح۔ یورپ آباد ہونا۔ تناسخ یعنی آواگون پر۔ آج کل کے ویدانتی۔ کھانے پینے کے پرہیز یعنی حفظ صحت۔ سکھ اور گرو صاحب۔ تیرتھ یاترا اور میلے۔ برہمچاری کی حالت زار۔ برہمچریہ کے فوائد۔ تعلیم و تربیت۔ آریہ اور ملیچھ شبد۔ یوگ۔ چھ شاستروں کی ایکتا۔ پہلا لیکچر ان کا سرشٹی پر تھا یعنی سرشٹی کیا ہے اور کس جگہ اور کس طرح ہوئی؟ بتلایا کہ آدی سرشٹی تبت میں ہوئی۔ اور آریہ، ملیچھ اور ودیا ہین لوگ تین طرح کے تھے آریہ لوگ ہمالہ پار کر کے برہمورت کو دان جیلون پر آریہ ورت میں چلے آئے۔ ودیا ہین لوگ ایران کی طرف اور ملیچھ لوگ تاتار وغیرہ کی طرف چلے گئے۔ پر ثبوت معقول اور عمدہ دلائل تھے۔ حاضری ۲۰۰ کے قریب تھی۔ اسی طرح دو تین روز تک علمی لیکچر ہوتے رہے بعد ازاں گوکلیے گوسائیوں کے مت کی تردید شروع کی۔ یہاں اس مت کے لوگ زیادہ ہیں۔ اس لئے بڑا شور مچا۔ لوگ مشہور کرنے لگے کہ یہ عیسائیوں کے نوکر ہیں۔ جنہوں نے ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کے واسطے ان کو ایک لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے مگر سامعین کی تعداد باوجود مخالفت کے بھی کم نہ ہوئی اور آپ نے دل کھول کر گوسائیوں کے مختلف فرقوں بہاری جی والے، گنجا مائی جی والے، رام سنہی وغیرہ کا کھنڈن کیا۔

ایک دن شہر کے معزز گوسائیں گوپال جی والے معہ اپنے سیوکوں کے فساد کرنے اور رنگ میں بھنگ ڈالنے کو آ گئے۔ اور عین لیکچر کے وقت سنکھ و گھڑیال بجانے اور جے بولنے لگے۔ مگر سوامی جی نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور برابر لیکچر دیتے رہے۔ ایک دفعہ ضرور کہا کہ گھڑیال بجا کر لوگوں کا خیال ہٹاتے ہیں۔ اس پر انہیں روکا گیا۔ اس نے پھر بجایا۔ تب پولیس کے سپاہی نے بجانے والے کو گرفتار کر لیا۔ مخالفین کو شرارت و فساد کی گنجائش نہ ملی۔ لاچار وہ خود بخود شور کرتے ہوئے نکل گئے۔ اگلے دن یہ لوگ پھر عین ویاکھیان کے وقت پہنچے۔ تو سوامی جی نے ویاکھیان بند کر دیا۔ اور وہ پھر فساد کے منصوبے میں ناکام ہو بیٹھے۔ کل چار لیکچر یہاں ہوئے تھے کہ مہرز جی کوتوال و ڈونشا جی و بہرام جی معہ چھاؤنی ملتان نے صلاح کر کے سوامی جی کے ویاکھیان چھاؤنی میں اپنی کوٹھی پر کرانے کی صلاح دی۔ کیونکہ شہر میں پوپوں کے سبب سے شور اور فساد کا خطرہ تھا۔

ایک لیکچر میں زمین کے گول ہونے اور پھرنے اور تناسخ و آواگون کی بابت جو تشریح کے ثبوت اصلیت ظاہر کی۔ ریل گاڑی کی بابت بھی ذکر کیا۔ کہ اس کے اصول مدت سے

آپ لوگوں کو معلوم ہی ہے۔ اور بہت سے پرمان دیئے۔ اور کسی گرنتھ کا پرمان دے کر کہا کہ اُس وقت جو چلانے والا انجن ہوا کرتا تھا۔ اس کے ۱۶ انگ ہوتے تھے۔ ترپاری ودیا کی بابت سُنایا کہ وہ ایک ہی وقت تین جگہ لڑتا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہی کلا تھی شاستروں کی بابت فرماتے تھے کہ ہم چھ شاستر مانتے ہیں اور اُپنشد اور وید اصل ہیں۔ بچپیں اُپنشد جھوٹے ہیں۔ اسی طرح اور گرنتھ۔ اور اُپنشدیں ویدانت کی جھوٹی ہیں۔ شلوک مہابھارت کے چند ہزار اصلی باقی جعلی ثابت کئے۔ برہمچریہ کے وشے میں استری اور پُرش دونوں کو برہمچریہ کی ہدایت کرتے تھے۔ تا کہ جلدی بوڑھے نہ ہوں۔

ایک روز دیا کھیان برہمنوں کی موجودہ حالت پر دیا۔ اُس میں درشٹانت دیا کہ ایک پٹھان اور ایک دوکاندار ہندو کا ایک دفعہ ساتھ ہو گیا۔ اُس ساہوکار ہندو کے ساتھ ایک برہمن ملازم تھا جب وہ سو کر صبح اُٹھتا تو اول کہتا مہاراج پاؤں لاگے۔ اور جب پانی کی ضرورت ہوتی تو برہمن پانی لاتا۔ ہاتھ دھلاتا۔ نہلاتا۔ اور جب روٹی کی ضرورت ہوتی تو برہمن روٹی بناتا اور اُسے کھلاتا۔ اور جب چلتا تو برہمن بوجھ اُٹھا کر ساتھ چل پڑتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ راستہ چلتے چلتے اندھیری آنے لگی۔ پٹھان نے دل میں خیال کیا کہ وہ ساتھی میرا پیچھے رہ گیا۔ اُس کو ساتھ لے لینا چاہیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوکاندار آگیا۔ مگر ساتھ برہمن نہیں تھا۔ تب پٹھان نے پوچھا۔ او ہندو کہاں گیا وہ تمہارا بہشتی، باورچی، خر۔

اس کے بعد کہا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ برہمن کو نہ مانو۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جو برہمن کرم کیا کرتا ہو اُس کو ماننا چاہیئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ برہمن کو گئو مت دو۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ گئو ویترنی سے پار نہیں اُتار سکتی۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ ہاں ایشور نمت گئو دان برہمن کو دینا پُن اور جُدا بات ہے۔ یدی میں سات برس یہاں رہوں۔ تو چاروں ویدوں کی ٹیکا کر دوں برہمنوں کے بچوں کو ایک پاٹھ شالہ میں پڑھاؤں۔ وہ بھیک مانگنا چھوڑ دیں۔ پھر دیکھیں وہ کیا بن جاتے ہیں۔

ایک دن سوامی جی نے گایتری کا اُچارن کیا۔ اور کہا یہ منتر سب سے سریشٹ ہے۔ چاروں ویدوں کا یہی مُول گرو منتر ہے۔ سب رشی مُنی اسی کا جاپ کرتے تھے۔ آج کل کے لوگ جو مختلف دیوتاؤں کے پُجاری اور کوئی نانک مت اور کوئی کبیر اور کوئی گورکھیا رسائیں اور کوئی رام مارگی ہیں۔ سب نے یہ منتر چھوڑ دیا۔ نئے نئے منتر لوگوں نے گھڑ لئے تبھی وہ۔ بالآخر پرورت ہو کر ست دھرم سے پتت ہو گئے۔ اور دیو بھومی میں غیر (اناریہ) لوگ آکر راج کرنے لگے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ راجہ کو چاہیئے کہ دو طرف آبادی۔ ایک طرف جنگل۔ ایک طرف گھاس سبزہ زار گئوؤں وغیرہ کے واسطے رکھوائے۔ کیونکہ اس سے دیش کی اُنتی ہوتی ہے۔ گئو گھات کے نقصان اور رکھشا کے فائدے بتلائے۔ ایک دن سوامی جی نے لکچر میں یہ آدھا شلوک پڑھا۔ شلوک آمد ھینا پر کھشائی ...

کوئی بھی۔ تب لالہ بھولا ناتھ کھتری نے آدھا ٹکڑہ اور پڑھ دیا۔ یہ ہم شیم جگت تھیا جیوو دہ برہم ایو کیولم۔

سپاہی نے اُسے ڈانٹا کہ کیوں شور کرتا ہے۔ سوامی جی نے اس کو منع کیا کہ کچھ مت کہو۔ اُس نے کچھ برا نہیں کہا۔

گوتم اور اہلیا کی کتھا کو سوامی جی نے النکار جتایا۔ کہا کہ اس کا پرانوں والا مطلب نہیں ہے۔ اہلیا اور اندر کو راتری اور سورج پر گھٹایا۔ تب ایک مہا برہمن ترلا دھتورا ہاتھ میں لئے بھنگ کے نشہ میں بول اُٹھا۔ سوامی جی نے اس کی اونڈ بنڈ باتیں سُن کر اُسے پولیسمین دوارا رکوا دیا۔

سرکار کی طرف سے چار سپاہی انتظام کے واسطے مقرر تھے۔ تاکہ کوئی فساد نہ کرنے پاوے۔ اسی طرح جتلایا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ کرشن جی نے چیر چرائے تھے۔ بالکل جھوٹ ہے۔ گو سپارہ و شری دھر آدک ٹیکوں کی تردید کرکے کہا کہ ایسا شاستر میں ہرگز نہیں۔ یہ لوگوں کی سمجھ کا پھیر ہے۔ مانس، شراب کھانا اور اسی طرح دیگر بھی پاپ کرنا بڑا پاپ ہے۔ ایسے ہی فرمایا کہ جو شراب پینے والا ہوتا ہے۔ کہ جس طرح تنکی پنجرے میں اور نیچے آگ لگا دی جاوے۔ اسی طرح شراب پینے والے کی حالت ہے۔ اپنی مثال دی کہ میں کوئی مانس کھانے والا نہیں ہوں۔ جس کا جی چاہے۔ مقابلہ کرے۔ سواد صرف مصالحہ کا ہے۔ مانس کا نہیں۔ مانس کچھ ذائقہ نہیں دیتا۔ لڑکیوں کے ٹکے لینے کی بھی پُر زور دلائل سے تردید کی۔ کہ یہ جو بھلا کر ٹکے لیتے ہیں۔ ایسے ہی ہیں۔ جیسے کوئی طوائف کے ٹکے لیتا ہو۔ وہ تو تھوڑے سے لیتے ہیں۔ مگر یہ ہزاروں گن کر لیتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

ملتان کا کوئی پنڈت مباحثہ کے واسطے سامنے نہیں آیا۔ وہ سوامی جی کے یہاں آنے سے پہلے ہی کہتے تھے کہ وہ بڑا بدھی مان ہے۔ اُس نے اپنے زور سے یہ پرنالی بنائی ہے۔ ہم سے کیا مقابلہ ہو۔

منشی صفدر حسین آنریری کلرک۔ بابو پیر بخش وغیرہ مسلمان اور کئی پارسی لوگ برابر لکچروں میں شامل ہوتے رہے۔

۴۔ چھاؤنی میں لکچر:۔ سوامی جی اور باوا بھاتانند جی پارسی صاحبان کی خواہش پر لکچر دینے کے لئے چھاؤنی میں پہنچے۔ پہلا لکچر [illegible] کی بابت تھا۔ سوامی جی نے اُس میں جتلایا کہ پارسی قوم آریہ ورت سے جاکر وہاں آباد ہوئی۔

دوسرے لکچر میں یورپ کے آباد ہونے کا ذکر تھا۔ تیسرا لکچر پرانے زمانہ میں شادی کے طریق پر تھا۔ نیز اس میں لڑکی اور لڑکوں کے سکولوں اور ان کے انتظام پرورش و تعلیم وغیرہ کی بابت مشرح بیان تھا۔ یہی تین لکچر چھاؤنی میں ہوئے۔

آخری تیسرے لیکچر کی شام کو جب سب چھاؤنی سے آنے لگے تو پارسی صاحبان نے ایک تھال کشمش کا اور ایک سو روپیہ نقد (اور بقول بعض سات سو روپیہ) بطور مہمان نوازی کے پیش کیا۔ جس کو سوامی جی نے بہت ممبروں کے کہنے سے سویکار کر لیا اور وید بھاش فنڈ میں اُسے جمع کرا دیا۔

۴۔ رل مل کر کھانا:۔ چھاؤنی میں تین لیکچر دیکر سوامی جی پھر ملتان شہر میں آ گئے۔ حفظ صحت کے متعلق لیکچر کے خاتمہ پر سیٹھ ہرمز جی نے بیگی کے باغ میں سوال کیا کہ جب آپ یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم اور آپ ایک نسل سے ہیں تو پھر آپ ہم سے کھان پان کا بیوہار کیوں نہیں کرتے؟ سوامی جی نے اُتر دیا کہ آپ لوگوں کا مسلمان وغیرہ قوموں سے بیوہار ہونے سے ہم لوگ آپ سے ایسا بیوہار نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر آپ لوگ کچھ مدت تک آریہ لوگوں سے ملتے رہیں تو یہ بات دُور ہو جاوے گی۔ اور آہار بیوہار ایک ہو جاویگا باقی رہا باہم ایک جگہ جھوٹھا کھانا۔ اس کی بابت آپ ہی فرما دیں کہ آپس میں رل مل کر کھانے سے کیا فوائد ہیں؟ اور نہ کھانے میں کیا نقص ہے؟ سیٹھ جی نے کہا کہ رل مل کر کھانے سے آپس میں پریتی اور محبت زیادہ ہوتی ہے اور پرہیز کرنے سے نااتفاقی پیدا ہوتی ہے۔ سوامی جی نے فرمایا کہ آیوروید کی حکمت کے رُو سے رل مل کر کھانا منع ہے کیونکہ بہت سی ایسی متعدی بیماریاں ہیں۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ جھوٹھا کھانے سے یا پانی پینے یا حقہ نوشی کرنے سے یا پاس بیٹھنے سے فوراً دوسرے پر اثر کر جاتی ہیں چنانچہ پنڈت جسونت رائے صاحب اسسٹنٹ سرجن نے اُس وقت اِن بیماریوں کی تشریح کر دی۔ دوم اگر اکٹھا کھانے سے پریتی اور محبت زیادہ ہوتی تو امیر کابل شاہ روم کو بروقت حملہ آوری شہنشاہ روس کے امداد دینے سے کیوں انکار کرتے؟ اس سے ظاہر ہے کہ پریت اور محبت زیادہ کرنے کے اور وسائل ہیں نہ کہ رل مل کر کھانا۔ اگر اکٹھا کھانے سے پریتی بڑھتی تو مسلمان بھائی ایک دوسرے کے ساتھ کبھی باہمی تنازعہ نہ کرتے۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن رہے ہیں۔

۵۔ برہمو لوگ سماج میں شامل نہ ہوئے:۔ سوامی جی نے برہمو سماج کی بابت لیکچر دیتے ہوئے کلکتہ میں جانے اور بابو کیشب چندر سین صاحب سے ملنے کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ پرتکش پرمان کے سوا کچھ نہیں مانتا تھا۔ ہم نے کہا کہ جس طرح سرشٹی کی صفتوں سے انسان کے خوراک کھانے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی طرح سرشٹی سے سرشٹا کا پتہ چلتا ہے۔ نیز حقہ کا درشٹانت دیکر کہا کہ تمباکو اس میں سے جلتا یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہے۔ ہم نے کہا کہ نظر تو نہیں آتا وغیرہ۔ اِس طرح آخر اُنکو قائل کیا۔ وہاں ملاقی اُن سے زیادہ بات چیت وید کے الہام اور چھ پرمان پر رہی۔ سوامی جی کے لیکچر سُن کر اور خوش ہو کر یہاں بھی برہمو سماجیوں نے ارادہ کیا کہ آریہ سماج میں داخل

ہو جاویں۔ مگر آخر ایک سا بر ہو کے کہنے سے کہ بے شک انہوں نے ہم کو قائل تو کر دیا ہے مگر یہ کوئی وجہ نہیں کہ جو ہم کو دلیل سے قائل کر دیوے۔ اس کے واسطے ہم اپنا مذہب چھوڑ دیں۔ اور جب کوئی اور آوے تو ہمیں اس کو بھی چھوڑنا پڑے۔ جس پر سب داخل ہونے سے رک گئے۔ مگر بہر طرح سبھا ایک دو روز لگا رہا۔

۲ **سوال و جواب وغیرہ**:- ایک سوال کے جواب میں چوٹی کے واسطے کہا کہ ہمالیہ وغیرہ سرد ملکوں میں کل بال رکھنے چاہئیں۔ پنجاب میں صرف شکھا اور جو زیادہ گرم ملک ہو تو وہاں بال بالکل منڈوا دیوے تو کوئی ہرج نہیں۔

وہ عیسائی لیکچر سننے آیا کرتے تھے۔ کہنے لگے کہ سوامی جی پادریوں سے مشن سکول میں مباحثہ کریں۔ سوامی جی نے کہا کہ جہاں لیکچر ہوتا ہے وہاں ہی مباحثہ ہو۔ کیونکہ گوجرانوالہ میں پادریوں نے عیسائیوں کو تو ٹکٹ اندر آنے کے واسطے دیئے۔ لیکن ہمارے مددگاروں کو نہیں۔

ایک دن ایک کابل کا برہمن جو سرکاری فوج میں ملازم تھا اور سنسکرت جانتا تھا۔ آیا۔ اس نے وید اٹھا کر پڑھا مگر ارتھ نہ کر سکا۔ آخر مباحثہ اس امر پر ہوا کہ آریہ ورت کی حدود اربعہ کونسی ہے؟ وہ جھگڑالو بھی اور اکھڑ سا آدمی تھا۔ بار بار کرودھ کرتا تھا اور سوامی جی ہنس پڑتے تھے۔

ایک دن مانگی رام گلاب واسیا نے چار بہاوالک پر بات چیت کی۔ سوامی جی نے ہنس کر فرمایا کہ ان کو تمام پڑھو۔ آدھے آدھے شلوک نہ پڑھو۔ اور ساتھ ہی کہا کہ اول تو یہ وید کے نہیں۔ دوم بہت سے واک وید کے مخالف نہیں۔ چنانچہ سوامی جی نے مکمل واک سنائے اور ارتھ کیا۔

ایک دن ایک پنڈت آیا۔ اس نے ایک شرتی بولی۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ کہاں کی ہے۔ اس کو اتر نہ آیا۔ تب سوامی جی نے اسے ایک کبیر پنتھی کا درشٹانت سنایا کہ وہ اپنا مطلب سدھ کرنے کے واسطے کبیر جی کا نام ڈال کر واک بنا لیا کرتا تھا۔ ہم نے اس کو گردھر کا نام ڈال کر چند شلوک سنائے۔

مسلمان کہتے تھے کہ دیکھو! ہندوؤں میں ایک ایسا فقیر آیا ہے جو کہتا ہے کہ چار کتابیں الہامی ہیں۔ حالانکہ ہمارے پاس صرف ایک ہے۔ کئی مولوی آئے مگر لاجواب ہو کر واپس گئے۔ قرآن کی بابت کوئی بات ثابت نہ کر سکے۔ پیرزادہ والا مولوی جو سب سے زیادہ عالم تھا وہ بھی ایک دن گیا تھا۔ مگر سوامی جی نے دلیلوں میں ہی اڑا دیا۔

پنڈت ٹھاکر دت جی رئیس ملتان۔ پنڈت بھاتی لال ساکن ڈیرہ غازیخاں اور پنڈت کندن لال جی سوامی جی سے ملنے کے واسطے باغ میں ۸۔۹ بجے دن کے وقت گئے۔ وہ وید بھاشیہ کر رہے تھے۔ مکتی کے وشے پر بات چلی۔ پنڈت بھاتی لال کہتا تھا کہ مکتی سے پنر آورتی

نہیں ہوتی۔ سوامی جی کا مت یہ تھا کہ مکتی سے واپس آتا ہے۔ اِس میں سوامی جی نے کہا کہ مکتی کوئی کالا پانی نہیں جس سے واپس نہ ہو سکے۔

اُس وقت سوامی جی مکتی وشے کے ایک منتر کا بھاش کر وا رہے تھے۔ سوامی جی نے ततो विमुच्येत لکھوایا۔ پنڈت جی نے کہا کہ بیری بندھن نہیں ہے تو موکش کیسے ہوگا؟ سوامی جی نے سوچ کر کہا کہ یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ اس کی جگہ بقول پنڈت ٹھاکر دت ततो विवर्तेत۔ یا بقول پنڈت براتی لال ततो नस्य वर्तेत لکھوایا۔

پنڈت براتی لال نے کہا کہ شری مدبھاگوت کی شریدہر کی ٹیکا پرمان ہے یا نہیں؟ سوامی جی نے کہا کہ نہیں۔ پنڈت نے کہا کہ شری جگن ناتھ جی نے پرمان کری ہے۔ اِس واسطے سب کو ماننی چاہیئے۔ اس کے جواب میں سوامی جی نے ایک ایسی بات کہی جو پنڈت نے اپنے خیال میں نرادر سمجھی۔ اور یہ تینوں اُٹھ کر چلے آئے۔ سوامی جی نے کہا کہ پھر ہمارے پاس آنا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہیں گے تو آویں گے۔ مگر وہ پھر اُن کے پاس نہیں آئے۔

ایک برہمن لوہو گھنٹیشر کے علاقہ کا بہت سے ٹیکے لگائے ہوئے آیا۔ سوامی جی کے سامنے اُس نے سنسکرت کے سلوک انڈ بنڈ پڑھے۔ سوامی جی نے کہا کہ کیوں کے پڑھو اشدھ پڑھتے ہو۔ جٹیا آدک چھوڑ کر آپ بھیک مانگنے لگ پڑے۔ جس پر وہ کچھ نہ بولا اور چلا گیا۔ سوامی جی اکثر فرماتے تھے کہ کاشی میں ایک بال شاستری اور ایک سنیاسی مہاتما ہیں۔ باقی کوئی ودوان نہیں۔

ایک دن بات چیت میں ایک شخص سنیاسی نے یہ کہا کہ بابا تو سنتوسی کا استقراء کرتے ہو۔ بھولا ناتھ نے کہا کہ ارے مورکھ! ایسا مت کہو۔ مہاتما سے جو پوچھتا ہے مگر تجھ کو تو پوچھنا بھی نہیں آتا۔ اُس نے کہا کہ بھولا! میں نے تجھے نہیں پوچھا۔ بابا سے پوچھا ہے۔ بھولا ناتھ نے کہا کہ ارے بابا! تجھے تک میں بھی نہیں آتا۔ وہ تو دنیا کا سمندر بھرا ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ آئندہ ایسے مورکھوں سے بات نہیں کریں گے۔ جو سنسکرت میں مباحثہ کریگا۔ اُس سے ہی بات چیت کریں گے۔ بھولا ناتھ نے کہا کہ مہاراج! ایسے تنہا لوگ آپ کے گنوں کو نہیں جانتے۔ کیونکہ

عجب نیست سوامی و رو چشم دشمناں خار ست

سوامی جی یہ فارسی کا مصرعہ سُن کر ہنسے۔ اور بولے کہ یہ کیا کہا؟ بھولا ناتھ وغیرہ نے اس کا ترجمہ کر کے سنایا۔ لالہ بھولا ناتھ اپنے پرشنوں کا جواب اُتر پاتے رہے۔

ایک دفعہ پنڈت کشن نرائن مترجم اور اُن کے دوست غیر مسلمان اور عیسائی بہت سے اعتراض لے کر موقعہ پر حاضر ہوئے اور کچھ سُنتے رہے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد انہوں نے اُن کے

اعتراضات کا جواب ایک ایک کر کے اس خوبی سے دیا کہ وہ نہایت حیران ہوگئے۔ اس طرح سب کے منہ بند ہو گئے۔ اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ سچے یوگی ہیں۔

ایک دفعہ گوشت کھانے پر گفتگو ہوئی۔ سوامی جی نے فرمایا کہ گوشت کھانا ویدوں کے خلاف اور ناجائز ہے۔ کشن نرائن نے کہا کہ اس میں کوئی ہرج معلوم نہیں ہوتا۔ جواب ملا جو حکم بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق کرنا فائدہ بخش ہوتا ہے۔ عدول حکمی میں فائدہ تو کجا اُلٹا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس نے پھر عرض کیا کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ ہم کو اب تک کوئی نقصان معلوم ہوا ہے۔ تب سوامی جی نے فرمایا۔ احکام الٰہی دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو جسم سے متعلق ہیں۔ دوسرے وہ جو رُوح کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اگر کسی حکم کے خلاف جو جسم سے علاقہ رکھتا ہے کیا جاوے تو تکلیف ہوگی اور تندرستی میں خلل آویگا۔ اسی طرح اگر کوئی حکم جس کی تعمیل سے روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے نہ مانا جاوے تو رُوح کو وہ باتیں نصیب نہیں ہوتیں جو اُس کو ہونی چاہئیں۔ گوشت کھانا رُوح کے واسطے مضر ہے۔ جو ظاہری آدمیوں کو معلوم نہیں ہوتا۔ گوشت کے کھانے والے کو یوگ ودیا نہیں آتی اور نہ کوئی سِدّھی اُس کو حاصل ہوتی ہے یعنی وہ حق شناسی سے محروم رہتا ہے۔ ویدوں کا مطلب یہی ہے کہ ہر ایک شخص حق شناس ہو۔ اس لئے اس میں منع کیا گیا ہے۔ اگر تم کو یقین نہیں آتا تو تم آزمالو چنانچہ سوامی جی نے کشن نرائن کو خوراک وغیرہ کے متعلق چند ہدایات دیں۔ تیس دن تک وہ اس پر عامل رہا۔ خوراک چاول۔ دہی اور دال کھاتا رہا۔ مگر جسمانی اور روحانی واقعت میں اُس نے بہت ترقی محسوس کی۔ وہ اس ترقی کی نسبت ایسا بیان دیتا تھا۔ جو عام رائے میں مبالغہ آمیز سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن اکتیسویں روز بیٹے کے ساتھ کھانا کھانے سے جس میں گوشت بھی تھا۔ وہ تمام روحانی خوشی کا ناش کر بیٹھا۔

سوامی جی کے کچھ خطوط۔ ملتان سے لکھی ہوئی بہت سی چٹھیاں سوامی جی کی ملتی ہیں۔ ایک جو یکم اپریل ۱۸۷۸ء کو دانا پور سبھا کے منتری کو لکھی گئی تھی۔ بہت دلچسپ ہے:-

بابو مادھو لال جی! آنند رہو۔ ایک خط تیرا تاریخ ۲۴ اگست ماس (ماہ گذشتہ) کا اُچت سمے پر ہمارے پاس پہنچا۔ ویسے لکھا سو پرگٹ ہوا۔ آپ کی اچھا کے انوسار کل کی تاریخ ۳۱ مارچ ۱۸۷۸ء کو دو چھپے ہوئے پتر آریہ سماج کے نکھور دس اوپدیش ادھیکات نیموں کے بھیج چکے ہیں۔ اور ایک کاپی اترکت سماج کے اُپ نیموں کی بھی بھیجتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کاپیاں نیم اور اُپ نیموں کی آپ کے پاس اوشیہ پہنچیں گی رسید لکھ بھیج دیجئے۔ اور ان نیموں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر ودی کی آگیا انوسار سب کے ہت میں پرورت ہونا چاہیئے۔ کوشش کر کے اپنے آریہ ورت دیش کے سُدھارنے میں اتینت شردھا۔

اور پریم بھگتی سب ہی پرمیشر کے ارتھ تھا اُن کے کلیشوں سے بچتے ہیں۔ ست۔ بیوہار اور اُت کنٹھا کے ساتھ اپنے ہی شریر کے سُکھ دُکھوں کے سمان جان کر سروداہی اور اُپائے کرنا چاہیئے۔ سب کے ساتھ برت کرنے ہی کا نام پریم دھرم ہے۔ اِسی پرکار وید میں آگیا پائی جاتی ہے۔ جس کا ہمارے پراچین رشی منی آدی یتھاوت پالن کرتے اور اپنی سنتانوں کو ودیا اور دھرم کے انوکول ست اُپدیش سے ایک پرکار کے سُکھوں کی بردھی اور ستھات اُنتی کرتے چلے آئے ہیں۔ کیول اِسی ویش سے ودیا اور سُکھ سارے بھوگولوں میں پھیلا ہے۔ کیونکہ وید ایشور کے سب ست ودیاؤں کا کوش اور آنادی ہے باقی سب بیوہار تھا ایشور کی اُپاسنا آدی کے بڑے بھاری پُستکوں اور اُن آپ جیسے آدمی کے دیکھنے سے سمجھ لینا اُچت ہے۔ آپ کو ہندوستان سبھا کے ستھان میں آریہ سماج نام رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ آریہ نام ہمارا اور آریہ ورت نام ہمارے دیش کا سناتن وید وکت ہے۔ آریہ کے ارتھ سریشٹ۔ ودوان۔ دھرماتما کے تھا ہندو شبد ہیں مسلمان آدمی ایکھک لوگوں کا بگاڑا اور بدلا ہُوا ہے۔ جس کے ارتھ غلام۔ کافر اور کالا آدمی آدی ہیں۔ ایسا وچار کر نام اپنی سبھا کا آریہ سماج دھرنا پورکھ کر وید وکت دھرموں پر دڑھ ہو کر کام کرو۔ اور سب سبھاسدوں کو نمستے کہنا چاہیئے۔ سلام وندگی نہیں۔

تاریخ یکم اپریل ۱۸۷۸ء۔ دیانند سرسوتی ملتان

ایک اور چٹھی ظاہر کرتی ہے کہ بابو لال جی نے کس شردھا سے سوامی جی کے لکھنے پر عمل کیا۔ اس میں لکھا ہے۔ پرسنتا کی بات ہوئی کہ آپ نے اپنی سبھا کا نام آریہ سماج رکھا ہے۔ اب آپ کی دن دونی ویش کے سدھار پر ہونی چاہیئے۔ ۱۲۔ اپریل ۱۸۷۸ء۔ ملتان۔ دیانند سرسوتی۔ کتابوں کی رسید ہمارے پاس لکھ کر جلدی بھیج دیجیئے۔ لاہور کے پتہ سے۔

ایک خط ۲۴ مارچ ۱۸۸۰ء مطابق چیت ۱۱۔ سمت ۱۹۳۶ شنی وار کا لکھا ہوا یہ ہے:-

شری یت سُولاج۔ جیونداس۔ سائیں داس۔ بل داس جی آنند رہو۔ آگے نام رکھنا سے پتر مل سکیں گے۔ تو بھیج دئے جاویں گے۔ واقفیت لکھوا کر بھیج دیجئے۔ پرنتو جیسے آج پرنیت نہیں چھپے ویسے ہو تو پرشرم دیرگھ ہے۔ جیسی انترنگ سبھا کے نیموں کا چھپنا آج تک پورا نہیں ہُوا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ اس لکھنے کا پریوجن یہ ہے کہ جو کام جس سمے کرنا چاہیئے۔ وہ اُس سمے میں ہونے سے سپھل ہو جاتا ہے۔ اس لئے سمے پر کام کرنا بدھی مانوں کا لکشن ہے۔ یہاں بہت آنند میں ہم لوگ ہیں۔ آشا ہے کہ آپ لوگ بھی آنند میں ہونگے۔

ایک کام یہ ضروری ہے کہ اس منشی سے یہ کام ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایک منشی انگریزی۔ فارسی اور ناگری بھاشا کا پڑھا ہُوا حساب۔ نقشہ نکالنا بھی جانتا ہو

جو ایسا نہ کر سکے۔ تو انگریزی۔ فارسی۔ اردو تو ٹھیک ہوتا ہے۔ کہ جو چٹھی میں تم ٹھیک ٹھیک پڑھ اور لکھ سکے۔ وہ آلسی نہ ہو اور جس کا سبھاؤ کسی بیکار بیٹھا نہ ہو اس کا ماسک جو ہوئی میعاد سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ اس کو آپ چاروں جنے رعیاں سے ملکر اور جیسی تجویز کے بیچ میں تشخیص کر کے مجھکو لکھیئے۔ یہاں ودیالیہ اتت ہو گئے ہیں۔ سماج ہونے کا بھی کچھ کچھ سمبھو ہے۔"

ملتان آریہ سماج قائم ہوا۔ ۲۴ اپریل ۱۸۷۸ء کو ملتان میں آریہ سماج قائم ہوا۔ اور ۷ سبھاسد ہوئے۔ بابا برہمانند جی نے اس وقت بطور ہنسی کے کہا کہ صرف سات ہی ممبر ہیں سوامی جی نے ظرافت سے ہنس کر اتر دیا۔ کہ مسلمانوں کے پیغمبر کی صرف ایک عورت مددگار تھی اور اس نے اس قدر ترقی کی۔ ہمارے تو معہ ممبر کے تو سات مددگار ہیں۔ پردھان سردار پریم سنگھ ہوئے تھے اور سکرٹری پنڈت کشن نرائن سودی تھے۔

۳. متفرق۔ جو چیزیں یہاں عمدہ بنتی ہیں وہ تقریباً ۲۰ روپیہ کی از قسم آہن وغیرہ یہاں کے لوگوں نے خرید کر کے دیں۔

ایک بڑا بھاری ناستک جیٹھا لال ساگر صاحب انجینیر کہتا تھا۔ کہ میں ۱۴ سو کتابیں مجھ کر ناستک ہوا ہوں۔ اس سے تین روز مباحثہ ہوتا رہا۔ آخر وہ ایشور کی ہستی کا قائل ہوا۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش کی پہلی کاپی چھپ کر یہاں آئی۔ تو سب سے پہلے وہی خریدار بنا۔

ایک برہمن پنڈت ہر روز جاتے اور کھڑاؤں پہ چلا کرتے تھے۔ ان کی سوامی جی پر بڑی شردھا تھی۔ وہ عموماً کہا کرتے تھے۔ کہ دھرماتما مہاتما ہیں۔ ان کا اچھا سماچار جانیگا

ایک دن برہمانند جی نے ذکر کیا۔ کہ صبح کو بوٹی پینا بہت مفید ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ زیادہ نہیں صرف اشٹانگ آچمن ہی تالگن کرنے سے پہلے پینا۔ گرمی و خشکی کی مرض کو بہت مفید ہے۔ بعض دن لیکچر یوگ وشسٹ پر دیا۔ اس دن کہا۔ کہ ہم نے سوامی جی برہمانند جی سرستی سے یوگ پڑھا ہے۔ اور اس کا فائدہ بھی سیکھا ہے۔ سوامی جی کے چلے جانے کے بعد برہمانند جی سرستی یہاں تشریف لائے۔ وہ بھی کہتے تھے۔ کہ ہم سے دیانند جی نے یوگ سیکھا ہے۔ مگر اب وہ ہماری بات نہیں مانتے۔

سوامی جی کی ودیا لیاقت اور مدلل و معقول گفتگو کے سبب بحث کرنا تو درکنار کسی کو پوچھنے یا دریافت کرنے کی بھی تاب نہیں ہوتی تھی۔

ایک دن ایک برہمن سوامی جی کے واسطے ریشمی تھان لایا۔ اور ان کے پاس رکھ دیا۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ کیسا رکھا ہے۔ اس نے کہا۔ آپ کے واسطے لایا ہوں۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ سنو بھائی ہم فقیر لوگ ہیں۔ ہمارا یہ کام نہیں۔ سردی لگ جاتی ہے۔ تو ہم کو سردی نہیں ستاتی۔ نہ گرمی میں جاتی۔ تو دھوپ۔ یہ تو کسی نٹ کو دو۔ جو لاہوری جوتا پہن کر خوب گلیوں میں گھوما کرے۔ ہم کو ایسی چیز نہیں چاہیئے

مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار لالہ مولراج صاحب بیان کی کمشنری کے سررشتہ دار نے
سوامی جی کو سنایا - کہ وہ کچھ انعام دیا جاتا ہے - اگر سوامی جی اس کا آخر دیں - سوامی جی
نے لالہ صاحب کو کہا - کہ اس کو لکھ دو کہ ہم بھی دیں گے -

یہ بھی لوگ کہتے تھے - کہ وہ دنیا میں آریہ سماج کی تبلیغ میں - یہ ہیں کھارے جل - یعنی
یہ جیون کو فائدہ نہیں پہنچاتے - حق تو یہ ہے کہ بڑے بڑے امیر رئیس دولتمند اہلکاران
سرکاری اور ہر ایک فصل کے آدمی کھنچے جاتے تھے - ان کے ست اپدیش بھگت
جنوں (آدمی) کو ایسے تھے - جیسے گلاب کے پھول اور تیج جنوں کو جیسے کانٹے -

پنڈت جیارام ساکن کرولہ نے جو ہی ارسال کی جو چھپ شدہ تھی - سوامی جی نے اس
کی غلطیاں عام جلسہ میں ظاہر کیں - کہ دیکھو مباحثہ کے واسطے آ موجود ہو جاتے ہیں - مگر
سنسکرت بھی شدھ نہیں لکھ سکتے -

ایک دن کشن نرائن نے دریافت کیا - کہ آپ کے نزدیک میکس مولر صاحب علم سنسکرت
میں کیسی لیاقت رکھتے ہیں - سوامی جی نے کہا - کہ میکس مولر صاحب علم وید میں ایک لڑکا
ہے - جب تک اسے کوئی گورو اس کو تعلیم نہ دیوے - وہ سائنس اور ... دھرم کی پیروی کا بھی
نہیں چھوڑے گا - اس کو اس وقت تک ویدوں کے ضروری معنے معلوم نہیں ہوئے معنوی
معنے تو اس کو اس عمر میں معلوم ہو ہی نہیں سکتے - یہ معنوی معنے سینہ بسینہ چلے آتے ہیں

سولھویں فصل لاہور

۱ - ڈیرا - سوامی جی ۱۵ - اپریل کو لاہور آئے تھے - اس دفعہ ڈیرا رائے میلا رام کے
تالاب پر کیا گیا -

۲ - سوامی جی کی معقول پسندی - ایک دفعہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اور اخبار میں
کچھ سوال آریہ سماج لاہور سے ایسے کئے جن کا تعلق سوامی جی کے کسی خاص اپدیش سے تھا -
لالہ جیونداس سکرٹری تھے - انہوں نے ان سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اسی اخبار میں لکھ دیا - کہ آپ کو یہ
سوال براہ راست سوامی جی سے کرنے چاہئیں - سوامی جی اپنے اپدیش کے ذمہ دار ہیں - یہ بھی کہا کہ آریہ سماج
سوامی جی کو لوتھر کی طرح لیڈر نہیں مانتا - سماج کے عہدہ داروں نے ناراض ہو کر لالہ جی کو عہدہ سے ہٹا دیا
گیا - مگر لالہ جی نے یہ خبر سوامی جی تک پہنچا دی - انہوں نے فریقین کی روداد سن کر فیصلہ دیا کہ بیشک میں
متعلق سماج پر سوال ہوں - جو جواب پوچھا جاوے - لالہ جی کی غلطی سماج کو کرنی
نہیں - ایک دن سماج کے عہدہ داروں میں اختلاف رائے ہوا - ایک صاحب کہتے تھے کہ ان کو صرف وہ
فعل کیا جا سکتا ہے جس میں اس کا ارادہ شامل ہو - چاہے اس فعل میں اس کو کیا ہی نقصان ہو -

دوسرا فریق کہتا تھا انسان کا ہر فعل پاپ ہے جس سے کسی کا نقصان ہو۔ کثرت رائے اس طرف تھی مگر سوامی جی نے موخر الذکر کے حق میں فیصلہ دیا۔

۲۔ ۵ مئی ۱۸۸۱ء بروز شنبہ مطابق سمبت ۱۹۳۸ کی انترنگ سبھا لاہور میں سوامی جی بھی موجود تھے۔ اور ایک معاملہ میں سوامی جی کی رائے کی ضرورت تھی۔ اس لئے باتفاق ممبران انترنگ سبھا پرشٹ ممبر مقرر کئے گئے۔ کارروائی ہو رہی تھی کہ ایک ممبر انترنگ سبھا نے تجویز پیش کی۔ کہ چونکہ سوامی جی اس وقت موجود ہیں۔ اس لئے وہ اس سبھا کے پردھان مقرر کئے جاویں۔ مگر سوامی جی نے اصلی پردھان کے موجود ہونے کے وقت اپنا پردھان ہونا نامنظور فرمایا۔

۳۔ ماسٹر مرلی دھر سے گفتگو۔ ماسٹر جی اپنے دوست لالہ جندا مل جی کے ساتھ سوامی جی کے درشن کو گئے۔ جو بات چیت ہوئی۔ اس سے ماسٹر جی پر بڑا اثر پڑا۔ سوامی جی نے انہیں چند ایسی نصیحتیں کیں۔ جو ان کے اور ان کے متعلقین کے لئے نہایت کارآمد تھیں۔ ماسٹر جی اسی دن سے ویدک دھرم کے شردھالو بھگت بن گئے۔

۴۔ جموں میں ایک مخالف کا بیان۔ انہی دنوں میں پنڈت سروپ رام نے بتاریخ ۱۲ مئی ۱۸۸۱ء جموں میں مہاراجہ کے سامنے رپورٹ دیا۔ کہ آج جو سے بڑی افسوس کی بات ہے۔ کہ ہمارے ہی لوگ ہمارے پراتن دھرم کو بگاڑنے میں اقدام کر رہے ہیں۔ جیسا کہ دیانند سرسوتی۔ مہاراجہ شری ہو جاتو اور اپنے گھر کی رکھشا کرو۔ یہ بڑا فرض ہے خود غرضی میں آ دھرم پیچھا پڑا ہے۔ مستفرق۔ رلا رام جو پاس سے نائیل بیٹھے فرمانے لگے۔ دیکھو جیوتا اس سے ہم نے کئی دفعہ کہا تھا کہ حقہ پینا چھوڑ دیں مگر نہ چھوڑا۔ اب اس کو چھوڑتے ہیں۔ یہ کہکر فوراً نائیل کو پرے کر دیا۔ اور اس کے بعد حقہ نہ پیا۔

ایک خط امریکہ کی تھیوسافیکل سوسائٹی کا آیا۔ اس کا جواب ۱۸ اپریل ۱۸۸۲ء کو یہاں سے دیا گیا (دیکھو ضمیمہ)

لاہور سے سوامی جی نے دیگر صوبجات کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ اس میں بابو سارودا پرشاد نے ایک عام جلسے میں نہایت جوش کے ساتھ درخواست کی۔ کہ آپ یہاں سے اور نہ جگہ تشریف نہ لے جاویں۔ اور اسی جگہ کچھ اور مدت قیام فرماویں۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ جس طرح تم لوگ ہمارے یہاں رہنے کی ضرورت سمجھتے ہو۔ اسی طرح اور مقامات میں بھی ہمارے جانے کی ضرورت ہے۔ سو ہم کسی ایک جگہ کے پابند ہو کر نہیں رہ سکتے۔ جہاں تک ہم سے ہو سکیگا۔ کل دیش میں ویدک دھرم کا پرچار کرینگے۔

سترہویں فصل امرتسر

۱۵ مئی لغایت ۱۵ جولائی ۱۸۷۸ء

۱- پرچار کا عام کام - آپ کے سوامی جی ۱۵ مئی ۱۸۷۸ء کو امرتسر میں تشریف لائے اور سردار بھگوان سنگھ صاحب کے باغ میں ٹھہرے - ملوئی تک میں ویاکھیان ہوتے رہے - اور ہزارہا آدمی آپ کے سننے کو آتے رہے -

لالہ مترسین مصری جی سابق ماسٹر میونسپل بورڈ سکول گورداسپور جو اس وقت امرتسر میں تھے وہ اکثر سوامی جی کو باغ سے لینے اور پہنچانے کے لئے جایا کرتے تھے - ایک دن انہوں نے کہا کہ مہاراج مجھے گورو منتر دیویں - سوامی جی نے کہا کہ کیا اب تک ہم نے تمہیں گورو منتر نہیں دیا - ہمارا یہی گورو منتر ہے - کہ جو ستیہ ہو اس کو مانو اور جو اسستیہ ہو اس کو چھوڑ دو - چنانچہ مصری جی ستیہ گرہن کر کے آریہ سماج کے ممبر بن گئے - اسی دن لالہ رام گوپال سررشتہ دار محکمہ نہر باری دوآب بھی ممبر ہوئے -

ایک ویاکھیان میں سوامی جی نے بیان کیا - کہ لوگ کہتے ہیں - کہ انگریز دولتمند ہوتے جاتے ہیں - اور دیسی غریب - اس امر کا فکر نہ کرنا چاہئے - کیونکہ جس قدر انگریز دولت مند ہوں گے - اسی قدر آرام طلب ہوں گے - اور آرام طلبی سے سستی اور سستی سے کمزور ہو جاویں گے -

اور دیسی لوگ غریب ہونے کی وجہ سے محنت کش ہوں گے - اور محنت کش ہونے سے طاقتور ہوں گے - اس سے دیسی لوگ نقصان میں نہیں رہیں گے - اس پر پنڈت بہاری لعل صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر امرتسر نے سوامی جی کو کہلوا بھیجا - کہ ایسے عام موقع پر ایسی گفتگو کرنی مناسب نہ تھی - سوامی جی نے جواب دیا - کہ سچے امر کے ظاہر کرنے میں مجھ کو خوف نہ تھا -

ایک برہمن نے جو چرس بھنگ کے نشہ کا عادی تھا - ایک دفعہ سوامی جی کے اپدیش سے جو غالباً منشی اشیاء کے خلاف تھا - ناراض ہو کر سوامی جی کو سونٹا مارنا چاہا - لوگوں نے پکڑ لیا - سوامی جی کو جب یہ حال معلوم ہوا - کچھ بھی مواخذہ نہ کیا - چھوڑ دیا -

۲ - ایک نمائشی پنڈت - ایک روز ایک برہمن آیا - اور اپدیش کے سمے میں زور زور سے سنسکرت پڑھنے لگا - سوامی جی نے چند لمحے کے لئے چپ ہو کر اس کی باتیں سنیں اور کہا - کہ مہاتما جی تھوڑی دیر ٹھہریئے - اپنا دیاکھیان ختم کر لوں - پھر آپ سے بات چیت کرتا ہوں - وہ بولتا ہی رہا - آخر ایک لوگوں نے اس کو ایک طرف بٹھلا دیا سوامی جی دیاکھیان سماپت ہونے پر حسب دستور کے آسن پر بیٹھ کر (اس پنڈت مہاراج کو بلا کر پنڈت (جو قریب ہی بیٹھا تھا) میں وقت موجود ہوں (س) آپ کہاں سے تشریف لائے (پ) کورکشیتر سے صرف شاستر ارتھ کے لئے آیا ہوں (س) آپ نے وید بھی پڑھے ہیں (پ) ہاں (س) کون کون وید (پ) سارے وید (س) ویاکرن بھی پڑھا ہے (پ) ہاں (س) مہابھاشیہ پڑھا (پ) ہاں - سوامی جی نے اس پر ویاکرن میں سوال کیا - پنڈت نے سنسکرت کا فقرہ پڑھا - تھا (س) یہ کیا ہے (پ) سوتر ہے - سوامی جی نے کسی سے پنسل اور کاغذ دیا - کہ اس فقرہ کو لکھ دو اور یہ بھی لکھ دو کہ یہ سوتر ہے - اس پر وہ گھبرایا - اور پھر بات چیت سے بھاگتا نظر آیا اور چلا گیا -

۳ - پنڈتوں سے مباحثہ - سوامی جی نے ایک نوٹس دیا - کہ پنڈتان شہر اگر میری کوئی بات وید ورودھ خیال کرتے ہوں - تو آ کر فیصلہ کر لیویں - ورنہ یہ دھرم کا معاملہ ہے - ہر ایک کو اس میں مدد دینی چاہئے - مگر کوئی پنڈت صاف طور پر مقابلہ پر نہیں آیا -

لالہ ایشر داس سب اوورسیر اور جیونلال صاحب سوامی جی کے پاس گئے - سوامی جی نے عادت کے موافق انہیں جھاڑ دیا - کہ تمہیں کیا خبر ہے - اس پر گھنٹہ گھر پر سنیاسیوں کی ایک سبھا ہوئی - وہاں لالہ ایشر داس نے کہا - کہ مجھے بھی اچھوت لگنا چاہئے - کہ میں سوامی جی کے پاس گیا - منشو جی شاستر ارتھ وغیرہ کے جھگڑے مگر عملی کام کچھ نہ تھا -

لالہ باوا نرائن سنگھ کے ذیل کے اشتہار سے ان کی کچھ ... کی جدوجہد کا پتہ ضرور لگتا ہے -

عرصہ ایک سال کا ہوا - کہ سوامی دیانند سرسوتی کوٹھی جناب میاں محمد جان صاحب میں ٹھہرے ہوئے تھے - اور وہاں دیاکھیان دیتے رہتے تھے - کسی پنڈت نے ان سے شاستر ارتھ نہ کیا - اور سیوکوں کے واسطے یہ کہتے رہے - کہ ہم کوٹھی نہیں جاتے اگر سوامی جی شہر میں آ جائیں - تو شاستر ارتھ کر سکتے ہیں - چنانچہ اسی لحاظ سے سوامی جی طوطی بنگلہ میں آ کر دیاکھیان دیتے رہے - مگر کوئی پنڈت نہ آیا -

اب عرصہ ایک ماہ کا ہوا ہے - پھر سوامی جی امرت سر میں آئے اور طوطی بنگلہ میں

بعد از مقررہ دن لکھیان دیتے رہے کسی پنڈت نے شاستر ارتھ کا ذکر نہ کیا۔ لیکن جب یہ تھی کہ اب سوامی جی چلے جائینگے تو لوگوں کو کہنے لگے۔ کہ ہم شاستر ارتھ کرینگے۔ جس کے جواب میں آریہ سماج کی طرف سے اشتہار دیا گیا۔ کہ جس شخص کو شاستر ارتھ کرنا ہو سماج میں آن کر وقت اور قواعد مقرر کرے۔ چنانچہ کوئی شخص نہ آیا۔ بلکہ ایک اشتہار چھپوا دیا۔ کہ ہم ۱۸ جون ۱۸۷۷ء کو شاستر ارتھ کرینگے۔ اور گھنٹہ گھر اور چھاؤنی کے شوالے کو بتلاتے ہیں۔ اور بعض گرو سادھو کو منصف مقرر کرتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی جگہ سوامی جی مقرر کریں۔ تو بھی وہاں شاستر ارتھ ہو سکتا ہے لوئی بنگلہ اور جمعدار کے باغ میں نہیں ہو سکتا۔

جس کے جواب میں آریہ سماج کی طرف سے لکھا گیا۔ کہ جہاں تم کہتے ہو۔ وہاں بھی شاستر ارتھ منظور ہے اگر فساد ہونے کی ذمہ داری قبول کرو ورنہ لوئی بنگلہ میں شاستر ارتھ ہو تو تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اگر وہ مقامات مندرجہ بالا پسند نہ ہوں۔ تو سرکاری گھنٹہ گھر اور میدان وسیع مل سکتے ہیں اور پولیس کا انتظام فریقین کرینگے۔ وید اور وید انکول شاستر کے بموجب فیصلہ ہوگا۔ اور یہ امر بھی فریقین میں قرار پایا۔ کہ اگر وید کے مخالف منصف بھی فیصلہ دے گا۔ تو بھی منظور نہ ہوگا جس کا مطلب یہ ہے کہ وید بھی منصف ہو سکتے ہیں۔ جس کے جواب میں پنڈتوں نے لکھا ہے۔ کہ جو جو مواقعات سابق ذکر ہوئے۔ سو وہ ہم پسند نہیں کرتے۔ اب سردار منگل سنگھ اور بھائی دوستی رام صاحب کے بنگلہ میں شاستر ارتھ کریں۔ اور اپنا خود کل انتظام کریں۔ اور منصف مقرر کریں اور رئیسوں کو لائیں۔

اس کے جواب میں آریہ سماج کی طرف سے لکھا گیا۔ کہ آپ کے تحریری اشتہار کے بموجب سردار بھگوان سنگھ صاحب کا طویلہ مقرر کرتے ہیں اور ۶ بجے شام کے منگل کے دن ۱۸ جون ۱۸۷۷ء کو شاستر ارتھ کرنے کو موقعہ مندرجہ بالا پر تشریف لاویں۔ شاستر ارتھ لکھا جاوے گا۔ تمام لوگ دیکھ کر منصفی کرینگے۔ اور ایک میر مجلس مقرر ہوگا۔ رئیس کو فریقین حتے المقدور لاوینگے اور جواب جلدی دینا چاہئے۔ جب یہ تحریر پانچ آدمی پنڈت چندر بھان کے پاس لے گئے۔ انہوں نے زبانی باتیں مندرجہ ذیل کہیں اور کاغذ واپس کر دیا۔ کہ میں کاغذ نہیں لیتا۔ اور شاستر ارتھ نہ لکھا جائے گا اور نہ میں نے اشتہار پر دستخط کئے اور چٹھی پہ میرے جبراً دستخط کرائے تھے۔ اگر یہ مجھے منظور ہوگا۔ تو میں تنہا لوئی بنگلہ یا کسی اور جگہ شاستر ارتھ کروں گا۔ اور میں جواب تحریری اس واسطے نہیں دیتا۔ کیونکہ جب آگے جو چٹھی بھیجی تھی۔ اس میں خرابی ہوئی جس کا منشاء یہ تھا کہ دو چار کے منہ سے غلط نکلی۔ اور میں لکھوں تو بھی حال ہو اور میں پنڈتوں میں شامل نہیں ہوں۔ کیونکہ وہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور مجھے جبراً

جاتے ہیں اور اشتہار میں ڈپٹی جی نے میرا نام آپ ہی لکھ دیا اور پنڈت گرسہائے سماج میں اپنا سا جو بھیجا کہ ہمارا نام بلا وجہ تحقیقی میں لکھ دیا ہے اور نہ مجھ سے پوچھا ہے اور نہ سوامی جی کی منصفی کرنے کی مجھے سامرتھ ہے۔

غور طلب یہ باتیں ہیں۔ اول تو سوامی جی جب بنارس پہنچے تو شاستر ارتھ کا ذکر کرنا شروع کیا۔ دوئم آپ ہی ایک تاریخ اور مقام بلا استفسار ہمارے اور بلا کسی کا ہمت قرار دیئے چھپوا دیا۔ آپ ہی اشتہار دیا کہ اور کوئی موقعہ مقرر ہو۔ تو ہم شاستر ارتھ کر سکتے ہیں۔ اب برخلاف اس کے اور اور جگہوں کا نام لیتے ہیں۔ جہاں کوئی جانتے بھی نہ ویسے۔ سوئم جگہ سے بتلاویں اور انتظام ہم کریں۔ یہ کب ہو سکتا ہے۔ چہارم منصف کا فیصلہ برخلاف ویدوں کے نا منظور ہوگا۔ اور پھر صاف آدمی کی منصفی کے بغیر شاستر ارتھ نہیں ہو سکتا۔ پنجم یہ ثابت نہیں کرتے کہ کون آدمی سوامی جی کے مقابلہ میں منصفی کرے گا اور جو طرفدار ہو پستہ ہم لوگوں کو یوں کہتے رہے۔ کہ حتے المقدور شاستر ارتھ نہ کریں گے۔ لیکن طرز ایسا دکھاتے ہیں جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ پنڈت جی مستعد ہیں۔ پس ان تمام امور کو خیال کر کے اور پنڈتوں کے تحریری اشتہار کو منظور کر کے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ منگل کے روز ۸ جون ۱۸۷۹ء کو بوقت ½ ۶ بجے شام کے سوامی جی بمع پنڈتوں اور ویدوں کے شاستر ارتھ کرنے کے لئے سردار بھگوان سنگھ صاحب کے طویلے میں آجائینگے۔ اور وہاں ½ ۱ گھنٹہ ٹھیرینگے اور پولیس کا انتظام ہوگا جس پنڈت صاحب نے شاستر ارتھ کرنا ہو۔ تشریف لاوے۔ اور جب تک شاستر ارتھ نہ ہوگا تب تک ہم ٹھیرتا ہوگا ورنہ بعد اس کے جو کچھ مناسب ہوگا کیا جاوے گا۔ رئیس لوگ بھی تشریف لاویں۔

ہوا نرائن سنگھ سیکرٹری آریہ سماج اور سوامی جی کی آگیا سے اعلان کیا گیا ۷ جون ۱۸۷۹ء

ایک اور اشتہار اس کے بعد نکلا۔ جس سے مزید روشنی واقعات پر پڑتی ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

۱۰ جون ۱۸۷۹ء کو بخدمت جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر درخواست کر کے پولیس واسطے نگرانی شاستر ارتھ کے لی گئی اور چھ بجے شام کے بموجب اشتہار مورخہ ۷ جون ۱۸۷۹ء کے سردار بھگوان سنگھ صاحب کے طویلے میں فرش بچھایا گیا۔ بڑے بڑے معزز اور عالم لوگ شاستر ارتھ سننے کو آئے تھے اور دو میز اور دو کرسی بالمقابل لگائی گئی تھیں۔ اور ایک میز پر ٹیبک رکھی گئی تھیں۔ ہجوم قریب پانچ چھ ہزار آدمیوں کا تھا۔ اکثر لوگ کوٹھوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب سوامی جی چاروں وید اور شاستر وغیرہ لے کے آئے تو اول مجمع عام میں حاضرین مجلس کو ہر ایک وید ان کی ٹیبک کا معائنہ کرایا گیا۔ بعد ازاں جب کوئی پنڈت شاستر ارتھ کو نہ آیا تو سوامی جی نے وید کا بیان شروع کیا

تھوڑا سا ہنگامہ بپا ہوا تھا۔ تو بابو موہن لعل وکیل آ گئے اور کھڑے ہو کر بیان کیا کہ میں پنڈتوں کی طرف سے وکیل ہو کر آیا ہوں اور وہ مجلس میں آنا چاہتے ہیں۔ انکو بتایا جائے اس معزز کے بیان پر دو تین آدمی پنڈتوں کو جیف عدالت سے لانے بھیجے گئے۔ پنڈت صاحب آئے بڑا شور وغل ہوتا آیا اور جے کارے بولتے تھے اور کرسی پر جا بیٹھے اول چند ربیان کو قواعد شاستر ارتھ کے لکھے ہوئے دیئے گئے جن کو پڑھ کر انہوں نے کہا کہ اچھا یہاں جواب نہیں دیا جاتا ہم بھی اپنے اصول لکھینگے اور آپ کو اطلاع دینگے۔ ہم قواعد لکھ کر آپ کے پاس ارسال کریں گے اور آپ کے قواعد طلب کرینگے یہ بات ہو رہی تھی اور پنڈتوں کو آئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ شور وغل ہونے لگا اور پنڈتوں کے معاون اینٹ روڑہ مارنے لگے۔ خیال کیا گیا تھا کہ ہر ایک روڑہ سوامی جی کی طرف پھینکا گیا تھا۔ چونکہ اکثر لوگ ارد گرد ان کے کھڑے بیٹھے تھے وہ بیچ میں وہ روڑے معزز لوگوں کو لگے۔ بعض کے خون نکلا بعض کے چوٹ لگی۔ حالت بلوہ اور مفسدہ نمودار ہوئی اور لوگ جان سے تنگ آ گئے۔ پولیس بھی کھڑی دیکھ رہی تھی۔ آخر الامر بڑے احتیاط سے معاملہ فرو ہوا۔

دوسرے روز بابو موہن لعل وکیل کو ایک خط باستدعائے جواب لکھا گیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں اسی وقت کا وکیل تھا۔ اور پنڈتوں نے کوئی جواب مجھے نہیں دیا۔ جو میں آپ کو دوں۔ اور میں اس کام سے بے تعلق ہوں اور پنڈت صاحب باہم ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں۔ ان کا کچھ ارادہ معلوم نہیں ہوتا۔ ناچار ہمیں جون تک جواب کے منتظر رہے۔ اور ٹکٹیں داخلہ کی بھی چھپوائی گئیں۔ لیکن پنڈتوں کی طرف سے وہی حالت معلوم ہوئی۔ چونکہ وہ تمام حالات سے اور ان کی گفتگو سے جو وہ باہم کرتے تھے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انکی منشا صرف فساد برپا کرنے کا تھی۔ نہ کہ جواب دینے اور شاستر ارتھ کرنے کا اس لئے میں التجا کرتا ہوں۔ کہ ان واقعات سے جو نتیجہ نکلتا ہے آپ لوگ خود خیال فرما سکتے ہیں۔ مقصد ۲۱ جون [illegible]

التماس

بابو نرائن سنگھ وکیل منتری آریہ سماج امرتسر

از آریہ درپن ۱۸ جولائی [illegible]

صفحہ ۲۲ سے [illegible]

ہم صوبت کی دستی اور سوامی جی کی جرأت۔ ایک روز سوامی جی نے شہر کی [illegible] امرتسر کے مشفقہ نام پر اعتراض کیا۔ اور نہایت دلائل سے گفتگو کی کہ یہ

ہر کی پیڑی ہے اور نہ تالاب کا پانی امرت ہے۔ یہ تمام پرانوں کی طرح پوپ لیلا ہے۔

اس پر کسی نے بطور خیر خواہی سوامی جی کو اطلاع دی کہ چند نہنگ آپ کے مارنے کے درپے ہیں۔ کہتے تھے کہ سوامی جی کے پاس رات کو آدمی ہوتے ہیں۔ کبھی اکیلے ہوئے تو رات کو فوراً مار ڈالیں گے۔ سوامی جی نے ایشوری پریم کے جوش میں آکر اُن سب آدمیوں کو کہہ دیا کہ رات کو یہاں کوئی نہ سوئے۔ ہم کو جس نے ہدایت کی ہے کہ ہم جگت کا اُپکار کریں۔ اُسی کے آشرے ہم ہمیشہ رہتے ہیں۔ کسی آدمی کے آشرے نہیں ہیں۔ دیکھیں کوئی نہنگ وہنگ کیا کر سکتا ہے۔ چنانچہ اُس رات کو ایسا ہی کیا۔ مگر اُس اکھنڈ برہمچاری کے سامنے کسی کی کیا طاقت تھی کہ مقابلہ کو آوے۔ یہ سب گیدڑ بھبکیاں تھیں۔

۵۔ ایک اخبار سے اقتباس:- اخبار کوی وچن سُدھا میں لکھا ہے:- پنڈت دیانند سرستی جو ایک برس سے کچھ اوپر کال سے پنجاب میں ہیں۔ وہ پنجاب کے نگر نگروں میں اپنے مت چلانے کی اچھیا سے پھرتے رہتے ہیں۔ پرنتو پنجاب کو موہن بھوگ کے تل سمجھا ہے۔ اس لئے کہ اُن کا اُپدیش یہاں کے سنسکرت شاستران بھگیہ پُرشوں میں شیگھر اثر کرتا ہے۔ اسی ہیتو سے وہ اس ملک کو پسند کرتے ہیں۔ اور آج کل ایک پکش سے پھر یہاں امرتسر میں آئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے مت سمبندھی وشیوں پر ویاکھیان دیتے ہیں۔ جیسے بدھوا بواہ وغیرہ بڑے زور شور سے پکشوں کا پرکاش کیا۔ ہم نے اوکت پنڈت کے رچت گرنتھوں اور اُن کے کتھت واکیوں کو سُنا اور سمجھا کہ سمپردائی میں جس جس انش میں اُن کا ورودھ ہے اور وہ کیوں نہیں ٹلتا۔ تو پرتیت ہوا کہ دیانند لوپا تولی اور تنتر آدک سمرتی گرنتھوں کو اپرمانک مانتے ہیں۔ اوتاروں کو آتم منش مانتے ہیں۔ دیوتا اور آدمی نہیں ہیں۔ کنتو ودوان پُرش کو کہتے ہیں۔ پرتما پوجن، ٹھاکر دوارے بنوانے آدی پرتشٹھا کو اسنت کرم ٹھہراتے ہیں۔ اور وید آدھین کا ادھیکاری چانڈال آدی کو بھی بتلاتے ہیں۔

دوم پرچہ بواہ مشرقی ہندو لکھنؤ سے ہیں۔ کسی جاتی سے کھان پان میں دوش نہیں سمجھتے۔ اتیادی اُن کے منتویہ نج اُن کے رچت پربندھوں میں ساکھیات پرکٹ ہو سکتے ہیں۔ اور تہات اوکت پنڈت جی جو کچھ کہتے ہیں۔ ویدوں پوروک یکتی سے کہتے ہیں۔ تو میں یہ سوچتا ہوں کہ یدی یہی باتیں ہمارے سناتن دھرم انویائی آریہ گرنتھوں کو ورودھ جیتے ہیں تو کیوں نہیں آج تک کسی ودوت سماج سے دیانند کرت گرنتھ پر سمالوچنا کی اور جب وہ یکتی پوروک شرتی سمت پرمان چاہتے ہیں تو کیوں نہ ایسے وشیے پر لیکھ ہو کر پرکاشت ہوں اور آریہ ماتر کا ایک مت ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب جس لوگ مُنہ مُڑ جاتے ہیں۔ بہت بڑی دیر تک سے سوت ست سیدھ وشیوں کے ویاکھیان دیتے ہیں اور کچھ نہ کچھ تعلقے بہت منش اپنے انوکولی بنا ہی لیتے ہیں۔ اور ہمارے پُرانے

بن کے پنڈت لوگ سُن سُن کر یا تو مُنہ ہی مُنہ میں بڑبڑایا کریں گے۔ یا چُپ چاپ
نہ تاکتے رہیں گے۔ جب پلیس گئے تو باہر لوگوں میں کیول ڈنڈ بیٹھکوں سے نیارا دکھا
بنے پھرنے لگے۔ پرنتو مشکل ہے کہ کوئی بھی کسی وشئے میں پرتی اُتر نہیں کر سکتا۔ اور جو
دی اُن کو کچھ اُتر دیا جاتا ہے وہ بھی زد بد بکتا ہے۔ میرے اِس لکھنے سے بُرا
ت مانو۔ کیونکہ دیکھو ہمارے سناتن دھرم الویانی برہمن اور سنیاسی بڑے بڑے
جوان اور سرسوتی اوتار کہلاتے ہیں پرنتو کوئی بھی پرشٹھت پنڈت جو چتر ویداد تھرباد
۔ دیو بل سے شُدھ ادھ پرچار کرے۔ اور بھارت ورش اُکیاں کوپ میں پتت
نے کو بچاوے۔ یا پرتی پکش لوگوں کے آکشیپ سمرہ آتمک گرنتھ کا کھنڈن کرے
۔ اپنا سناتن دھرم پرکاش کرے۔ ایک بھی نہیں ورشٹ آتا ہے۔ یہ دشا تو ہمارے
ت آچاریہ برہمن اور پرپنڈا جکوں کی ٹھہری۔ باقی رہے دھنی اور راجا لوگ۔ یہی حال
رائیسی باعیہ آبادھی گرہست ہے کہ اس کا ادھر ذرا بھی دھیان نہیں۔ اور بنا ان
ول کی سہائتا کے کبھی کاریہ نرباہ نہیں ہو سکتا ہے۔ پس کہو دھرم بچنا کیونکر ہو؟
ہر۳۹ - ۱۷ جون سنہ ۱۹۰۰ء)

۔ پادری کھڑک سنگھ آریہ بن گیا:۔ بابو سنگھوں کی کوشش سے پادری بیرنگ صاحب
؛ پنڈت کھڑک سنگھ کو جو بارہ سال سے عیسائی ہو چکا تھا اور عیسائی دین کا
کُن شمار ہوتا تھا۔ سوضلع دہرے سے بُلایا کہ سوامی جی سے مباحثہ کرے۔
ہ وہ آیا۔ بیرنگ صاحب کہنے لگے۔ کہ اب پنڈت صاحب آئے ہیں۔ امید ہے
ں طرح مباحثہ ہوگا۔ بابو گیان سنگھ مشن سکول کے ماسٹر بابو سنگھی کے
ن پر جا کر اُس سے ملے تو وہ پوچھنے لگا کہ جس کے لئے مجھے بُلایا ہے۔ وہ کون
؛ گیان سنگھ جی نے کہا کہ وہ سوامی دیانند سرسوتی ہیں اور سردار بھگوان
سنگھ کے باغیچے میں اُترے ہیں۔ اِس پر کھڑک سنگھ گیان سنگھ کے ساتھ وہاں
۔ جاتے ہی نمسکار کر کے سوامی جی کے پاس بیٹھ گیا۔ اور جو لوگ سوال کر
ے تھے پر سوامی جی کی طرف سے اُن کو جواب دینے لگا۔ ایک برہمن نے
ہم سوامی جی سے پوچھتے ہیں۔ تب وہ بولا کہ ہم سے تسلی نہ ہوئی تو اُن
پوچھ لینا۔ جلسہ برخاست ہونے پر ماسٹر گیان سنگھ جی کے ساتھ اُن کے
چلا آیا۔ عیسائی دین اُس کے اندر سے اب بالکل نکل چکا تھا۔ وہ سوامی جی کا
پیرو ہو گیا۔ آریہ سماج کا اُپدیش دینے لگا۔ دونوں لڑکیوں کی شادی اُس
چند دنوں میں کی۔ واقعی یہ شعر اُس کے حسب حال ہے کہ

شد غلامے کہ آب جُو آرد
آب جُو آمد و غلام ببرد

۷۔ **عیسائیت سے اندروں کا انحراف**:۔ اب پادری بیرنگ صاحب وغیرہ سے لاچار ہو کر مباحثہ کے واسطے پادری کے این بنرجی کو کلکتہ میں تار دیا۔ جواب آیا کہ میں آتا ہوں۔ سوامی جی جو صرف تک رہ کر اب جانے والے تھے۔ اُن کو کہا گیا کہ کے۔ این بنرجی پادری آتے ہیں۔ آپ ابھی نہ جائیں۔ انہوں نے منظور کیا۔ پادریوں نے اُسے تار دی کہ آپ جلد آئیے۔ مگر اس کا جواب آیا کہ میں نہیں آسکتا ہوں۔ میری لڑکی بیمار ہے۔ بابو گیان سنگھ نے پادریوں کو کہا کہ ایک لڑکی مر جاوے تو کیا ہوا!؟ اس جگہ بہت سی روحیں شدھ ہوتی ہیں۔ مزید اُسے بلا دیں۔ کیونکہ وہ اگر مرتی بھی ہے تو مسیح کی گود میں جاتی ہے۔ کوئی خطرہ کی جگہ نہیں۔ مگر وہ بالکل نہ آسکے۔ اس پر کئی آدمی عیسائی مت کے خیال سے پھر کر آریہ سماج کے ممبر ہو گئے۔

۸۔ **ماسٹر گیان سنگھ کی مشن سکول سے علیحدگی**:۔ بعد ازاں پادریوں نے ماسٹر گیان سنگھ کو کہا کہ کل مشن سکول میں تناسخ پر بحث ہوگی۔ اگر تم تناسخ ثابت کروگے تو اپنے آپ کو علیحدہ سمجھو۔ اور اگر یہ ثابت کرو گے کہ ایک ہی جنم ہے تو سکول میں ملازمت آپ کی موجود رہے گی۔ ماسٹر جی کے خیالات سوامی جی کے اپدیش سے آواگون پر دڑھ تھے۔ اس واسطے انہوں نے آواگون کو ثابت کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سکول سے علیحدہ ہونا پڑا۔ اور اس روز سے انہوں نے اپنی دکان جاری کر دی۔ پھر ملازمت نہیں کی۔ ہاں عیسائیوں کے شدھ ہونے کی ... میں برابر ہمت سے کام کرتے رہے۔ پرماتما آپ کی ہمت کو روز افزوں ترقی دے۔

۹۔ **سوامی جی کی ایک چٹھی**:۔ سوامی جی نے پنجاب سے چلتے ہوئے حسب ذیل خط منتری آریہ سماج گوجرانوالہ کے نام امرتسر سے لکھا۔ جو ایک نمونہ تمام سماجوں کے واسطے آخری وصیت اور سراپا نصیحت ہے۔

"منتری اور سبھاسد آنند رہو۔ پرگٹ ہو کہ اب ہم ۱۱ جولائی ۱۸۷۸ء بدھ وار کو یہاں سے پنجاب کی طرف پرستھان کریں گے۔ اور جالندھر۔ لدھیانہ آدی نگروں میں ٹھہرتے ہوئے آگے کو چلے جاویں گے۔ شاید ہی وہ چاروں کے بیچ انبالہ ٹھہر جاویں۔ اب ہمارا اور آپ لوگوں کا ملاپ کیول پتر دوارا ہی ہو سکیگا۔ اس لیے آپ سدا پتر بھیجتے رہنا۔ تتھا ہم بھی بھیجا کریں گے۔ اب آپ کو لکھتے ہیں کہ پرتی دن سماج کی اُنتی کرتے رہو۔ کیونکہ یہ بڑا کام آپ لوگوں نے اُٹھا لیا ہے۔ اس کے پرنام دیکھا ... تک پہنچانے ہی میں سُکھ اور لابھ ہے۔ یہاں کا سماج پرتی دن اُنتی پر ہے۔ اور ... شمت پرش سبھاسد ہو گئے ہیں۔ یہاں کے پنڈتوں نے شاستر ارتھ کے لیے سلاح کی تھی۔ سو وہ سبھا میں نہ تو کچھ بولے نہ کچھ بات کا اُتر دیا۔ کیول گھر کو چلے گئے۔ اور یہاں کے لوگوں نے جو کئی پولوں کی اور طرف اُٹھے ...

آریہ سماج کی چغلی کھائی تھی۔ جس کا پیغام سنت سنگھ پتاپ سے یہ ہوا کہ اب کوئی آریہ سماج کی (ورد طرف) آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ سب مہاشیوں کو نمستے۔
۲۶ جون ۱۸۷۸ء۔ دیانند سرسوتی۔ امرتسر"۔

۱۰۔ متفرق:۔ بعض چھوٹے چھوٹے پنڈت مثل گردھاری لال وغیرہ کے سوامی جی کی قیام گاہ پر آئے۔ مگر پرشن کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔

لوہریوں کے مندر واقع کٹڑہ لوہریاں کے ایک مشہور پنڈت سوامی جی سے کسی قسم کا وِرودھ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ کہا کرتے تھے کہ سوامی جی سچ کہتے ہیں۔

سوامی جی کے آنے سے پہلے پنڈت لوگ وید منتر مجمع عام میں نہیں سناتے تھے۔ مگر جب سوامی جی نے آن کر کھنڈن شروع کیا۔ تب سوامی جی کے مقابل وعظ کرنے کے لئے شودروں اور مسلمانوں کے روبرو برابر آکر وید منتر پڑھا کرتے تھے۔

اٹھارہویں فصل - خاتمہ دورہ پنجاب اور متفرقات

۱۔ رُڑکی کی طرف روانگی:۔ سوامی جی امرتسر سے ۱۰ جولائی ۱۸۷۸ء کو رُڑکی کی طرف روانہ ہوئے۔ اول ایک دن جالندھر ٹھہرے۔ ۱۱ کو لدھیانہ پدھارے۔ جہاں ۱۲ تاریخ تک لالہ منشی رام کے باغ میں قیام فرمایا۔ اکثر لوگ درشن کو جاتے اور بات چیت کرتے رہے۔ مسلمان لوگ بھی شوق سے جاتے تھے۔ ۱۴ کو سوامی جی انبالہ آئے۔ اور وہاں سے ۱۵ کو رُڑکی کی طرف چل دئیے۔ سوامی جی کے پتر مورخہ ۲۶ جون ۱۸۷۸ء بنام منتری آریہ سماج گوجرانوالہ امرتسر سے روانگی کی تاریخ ۱۱ جولائی لکھی ہے۔ لیکن اسکے بعد یعنی ۹ جولائی کی لکھی چٹھی امرتسر سے ساہ جی کو جیسا کہ بھیل سوسائٹی کی لکھی گئی جو ضمیمہ میں درج ہے۔ اس میں سوامی جی ۱۵ جولائی تک ٹھہرنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ بعد کی چٹھی پر ہی عمل ہوا۔ تبھی تین تین چار چار دن لدھیانہ و انبالہ ٹھہر کر ۱۶ جولائی کو رُڑکی پہنچ سکتے ہیں۔

مختصر ریمارک متعلقہ پنجاب:۔ سوامی جی ۳۱ مارچ ۱۸۷۷ء کو پنجاب میں تشریف لاکر اوّل لدھیانہ پہنچے۔ اور ۲۵ جولائی ۱۸۷۸ء کو لدھیانہ سے ہی رُڑکی تشریف لے گئے۔ یہ کل عرصہ صرف ۱۶ ماہ کا بنتا ہے جو آپ نے ایک ہی بار پنجاب میں لگایا۔ اس عرصہ میں کل بارہ یا تیرہ جگہوں میں آپ نے کام کیا۔ بعض جگہ کئی بار گئے۔ اور بعض جگہوں میں ڈیرا لگا کر وقتاً فوقتاً دوسری جگہوں سے ہو کر پھر وہیں آجاتے تھے۔ تاہم صرف ایک درجن ہی شہروں میں یہ کل عرصہ لگا۔ گویا پنجاب کا دورہ بالکل مختصر تھا۔ اس کے مقابلہ میں سنیکت پرانت میں آپ اپنی زندگی کا سب سے زیادہ حصہ کام کرتے رہے۔ اور بارہا اس علاقہ میں آنا ہوا۔ بمبئی اور راجپوتانہ میں بھی ایک سے زیادہ بار آپ تشریف لے گئے۔

لیکن اگر اُن کی اصلی کامیابی کا اندازہ لگایا جاوے تو تمام دوسرے پرانتوں سے بڑھ کر پنجاب میں ہوئی۔ سوامی جی پنجاب کے متعلق جو کچھ پہلے سُنتے رہے تھے اس سے وہ خود بھی نتیجہ دیکھتے تھے کہ پنجاب کا کام زیادہ پھیلا ہوا ہوگا۔ چنانچہ بمبئی سے جب آپ ادھر آنے لگے تو آپ بار بار ذکر کرتے تھے کہ پنجاب میں سماج کی خوب ترقی ہوگی!

اس کے اسباب ظاہر ہیں۔ اول تو یہاں سنگھ گورو صاحبان کے کام کا اثر بہت کچھ مورتی پوجا وغیرہ کے خلاف پڑ چکا تھا۔ اس تعلیم میں اگرچہ کہیں تضاد سا بھی ملتا تھی تو بھی دھرم کے نام پر مروجہ غلط طریق کے خلاف آواز اُٹھانے کا جوش یہاں دوسرے صوبوں سے زیادہ ضرور تھا۔ اس کے علاوہ چھوت چھات اور دیگر توہمات کا زور یہاں کئی کارنوں سے کم تھا۔ مختصر یہ کہ وہ تمام بندھن جو آزادی سے پرچار کرنے وغیرہ میں سدراہ ہو سکتے تھے۔ یہاں بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ باوجود جوشیلی مخالفت کے اور جلدی بھڑک اُٹھنے والی طبیعتوں کے فساد اور دنگا کرنے اور جابجا اینٹیں اور روڑے پھینکنے کے مددگار بھی پُرجوش اور سرگرمی سے کام کرنے والے مل گئے۔ اور اسی لئے قریباً ہر جگہ جہاں پر سوامی جی گئے سماج بھی ضرور ہی قائم ہوتی گئی۔ بغیر سوامی جی کو پھر تکلیف دینے کے نہ صرف سماجیں چلتی رہیں۔ بلکہ بڑی سرعت کے ساتھ ورکروں کارکنوں کی ہمت سے ہی کئی اور جگہوں میں بھی سماجیں قائم ہوتی گئیں۔ کاش کہ اس جوش کی گمبھیرتا اور پختہ دور اندیشی سے رہنمائی ہو۔ اور یہ جوش اور سرگرمی تفریق اور پارٹیوں کا کارن نہ بن سکے۔ بلکہ سماج کے اصلی اُدیش کی پورتی ہی میں لگ کر ایکتا پھیلا سکے اور ہندوستان بھی دراز عرصے کے اصلی گورو تمام رکھ سکے۔

۱۳۔ متفرق حالات:۔ بعض باتیں اپنے اپنے موقعہ پر درج ہونے سے رہ گئی ہیں۔ لہذا اُن کو یہاں لکھا جاتا ہے۔

سوامی جی کے حقّہ چھوڑنے کا واقعہ لاہور سے تعلق رکھتا ہے۔ مختصراً اس کا ذکر آ بھی چکا ہے۔ تفصیل اُس کی اس طرح پر ہے کہ جب سوامی جی تالاب رائے میلا رام پر ڈیرا کئے ہوئے تھے۔ ایک دن پنڈت رتن بھان نے آ کر کہا کہ رائے مول سنگھ وزیر راجہ ہرنس سنگھ کے پاس آپ کا ذکر چلا تو وہ کہنے لگے کہ وہ سوامی جی کا ہے کے ہیں۔ سارا دن تو تمّی مارتے (حقہ پینے والوں کے لئے سکھ کا دورہ) رہتے ہیں۔ اُس وقت پنڈت بہاری لال جی جو آج کل لاہور کے ہیڈ اوشدھالیہ کے کارکن ہیں۔ پاس بیٹھے تھے۔ سوامی جی مسکرا کر کہنے لگے:۔

"اوہو! کیا ہمارا سوامی پنا سارا اسی حقہ سے جاتا رہا۔ تو بھائی! حقہ ہم نے چھوڑا۔ کئی دفعہ آگے بھی اس عادت سے بچنے کا خیال کیا تھا۔ سو آج سے چھوڑ دیا جاوے گا۔

اُسی وقت پنڈت بہاری لال جی سے پُوچھا۔ کہ آپ حقّہ پیتے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں! سوامی جی نے کہا کہ تو تم اسے اُٹھا لے جاؤ۔ نَے کے ساتھ چاندی کی ٹونٹی بھی تھی وہ اُنہوں نے اُتار لی۔ پنڈت جی نے مذاق کہا کہ یہ بھی ساتھ دیجئے۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ اَور کام آسکتی ہے۔ پنڈت جی وہ حقّہ لے آئے مگران کے چھوٹے بھائیوں میں ایک جواب سوامی ستشکرآنند ہیں۔ اور ایک مدھوسودن جی نے باہم لڑکر توڑ دیا۔

ایک دفعہ چھپی ہٹہ بازار کے پنڈتوں نے ایکا کرکے کچھ گُنڈے مقرر کئے۔ کہ سوامی جی کو جا کر بے عزّت کرو۔ پنڈت بہاری لال جی کو اس کا پتہ لگ گیا۔ وہ رات کے نو دس بجے ڈاکٹر رحیم خاں کی کوٹھی میں جہاں ان دنوں ڈیرا تھا۔ دوڑے دوڑے پہنچے۔ سوامی جی پلنگ پر لیٹے تھے۔ آپ نے پنڈت جی سے پُوچھا۔ اس وقت کیسے آئے؟ اُنہوں نے سارا حال بتایا۔ تب سوامی جی نے فرمایا۔ اوہو! تم نے یونہی تکلیف کی۔ مَیں ایسے آدمیوں سے مُطلق خوف نہیں رکھتا۔ میرے پاس بڑا موٹا لٹھ رہتا ہے۔ اُسی وقت بستر کے نیچے سے نکال کر دکھلایا۔ اور کہا کہ دس بیس آدمیوں کے لئے تو مَیں اکیلا کافی ہوں۔ اس امر کی کچھ چنتا نہ کرو۔

لاہور کے پُرانے لوگ جو سوامی جی سے ملے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بڑے سے بڑا جوان آدمی بھی جب سوامی جی کے ساتھ چلتا تو اچھی طرح دوڑتا ہُوا بمُشکل اُن کے قدموں کے ساتھ پہنچ سکتا تھا۔

ایک روز ایک شخص آن کر پُوچھنے لگا کہ اِس دوات میں بھی ایشور ہے یا نہیں؟ سوامی جی نے کہا کہ ہے۔ پھر پُوچھا کہ پتھر میں؟ سوامی جی نے کہا۔ ہاں اُس میں بھی ہے۔ وہ ہر چیز میں ہے۔ تب وہ بولا۔ اگر ماکھن چور کی مورتی کو پُوجیں اور اُسے ٹھاکر کہیں تو کیا ہرج ہوا؟ ایشور تو اُس میں بھی ہے۔ سوامی جی کہنے لگے۔ کہ تم گھڑیال میں بھی ایشور کو مانتے ہو یا نہیں؟ وہ بولا کہ ہاں تب سوامی جی فرمانے لگے۔ کہ اسے چھٹانک کے ماکھن چور کے آگے تو ستیہ ارگڑنے لگے۔ لیکن پانچ سیر کے گھڑیال کو پیٹنے اور کوٹنے لگے۔ یہ کونسی عقلمندی ہے۔

ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ سوامی جی! سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا بات ہے کہ رنڈیوں کا ناچ۔ گانا اور تماشا ہوتا ہے تو لوگ ساری ساری رات بیٹھے رہیں مطلق نیند نہیں آتی۔ لیکن ایشور کتھا میں تھوڑی دیر میں ہی نیند آنے لگتی ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ ہری کتھا مانند مخمل کے نرم بچھونوں کے ہے اس پر نیند نہ آوے تو اَور کہاں آوے؟ اور رنڈی کا ناچ وغیرہ مانند کانٹوں والی زمین کے ہے۔ اُس پر بھلا نیند کہاں؟

لاہور میں بھی سوامی جی نے برہمچریہ کے وشے میں ذکر کرتے ہوئے لیکچر میں ہی ایک دفعہ زور سے چیلنج دیا تھا کہ جو کوئی بڑے سے بڑا اکھاڑے میں لا تعداد پہلوان ہے وہ آوے اور میرے اس ہاتھ کو نیچا تو کر دکھاوے۔ کہتے ہیں۔ سننے سب تھے۔ مگر جرأت کوئی نہ کر سکتا تھا۔

ایک دفعہ ذکر کرتے ہوئے آپ نے اپنے شریر کا ذکر کیا۔ پنڈت بہاری لال جی موجود تھے۔ ایک سادھو بھی سوامی جی سے پہلے کا واقف ان کے ساتھ تھا۔ سوامی جی نے کہا۔ تم لوگ مجھے اس وقت بڑا موٹا اور مضبوط خیال کرتے ہو۔ لیکن میں تو اس وقت پہلے سے بہت ہی کمزور ہوں۔ تمہارے بکریوں نے مجھے بہت دُبلا کر دیا ہے۔ اُس سادھو نے اُس وقت تصدیق کی۔ اور کہا کہ واقعی جن دنوں سوامی جی گنگا کے کنارے رہتے ہیں پڑے رہتے تھے۔ وہ اس سے بہت زیادہ موٹے تازے معلوم ہوتے تھے۔ افسوس اس وقت اُن کے شریر کی وہ اوستھا نہیں ہے۔

ایک دفعہ کچھ استریاں نزدیک سے گذریں۔ سوامی جی نے اُن کی طرف پیٹھ کر لی۔ بعد میں ایک مہاشے نے سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کیا آپ جیسے رشیوں کے من پر بھی استری درشن سے کوئی بُرا خیال آسکتا ہے؟ سوامی جی بولے۔ کیا میں نامرد ہوں؟ درحقیقت برہمچاریوں کو بہت پرہیز رکھنا چاہیئے۔ استری درشن کی بابت سوامی جی ہر جگہ کہتے تھے کہ یہ برہمچاری کی نظر میں گھس جاتی ہے۔

جالندھر میں سوامی جی ایک دفعہ لیکچر دے رہے تھے۔ کہ پنڈت کالا رام جی بھنیں والے آگئے۔ وہ بڑے جوش اور عجیب ہی لہجہ سے بولنے لگے کہ ہیں! دیکھو تو سہی یہ سنیاسی ہو کر کپڑے پہنتا ہے!

اس پر سوامی جی نے کہا۔ آپ گرہستی ہیں یا سنیاسی؟ وہ بولا۔ گرہستی ہوں۔ سوامی جی نے کہا۔ تم کو اس طرح ننگے پھرنا کہاں لکھا ہے! دیکھو منو سمرتی (ایک شلوک پڑھا) میں لکھا ہے کہ گرہستی کے کان میں کنڈل ہوں۔ سفید کپڑے پہنے ہو۔ داڑھی منڈی ہوئی ہو اور ہاتھ میں بانس کی چھڑی ہو۔ پنڈت جی بولے۔ میری قسمت۔ تب سوامی جی نے کہا۔ پھر کیا میری ہی قسمت پھوٹ گئی ہے اسے اگر اس میں کپڑے پہننا لکھا ہو تو کیوں نہ پہنوں؟

سوامی جی کی ماتری بھاشا گجراتی تھی۔ اور شروع سے سنسکرت زبان میں پٹھن پاٹھن رہنے کے سبب سنسکرت میں ہی ہر کہیں بول چال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دیش دیشانتر میں پھرنے سے ان کو بھارت ورش کی بولیوں سے

الفاظ بھی معلوم ہوتے جاتے تھے۔ لیکن گفتگو وہ سنسکرت میں ہی کرتے تھے۔ مگر بنارس میں ایک دفعہ سنسکرت میں سُوتی پُوجا اور مرتک شرادھ آدی کا پُرزور کھنڈن کرنے کے باوجود بھی جب اُن کی مخالفت نہ ہوئی۔ بلکہ مالدار لوگ بڑی شردھا سے ان کی سیوا کرنے لگے اور مٹھائی آدی لانے لگے تو وہ بہت متعجب ہوئے کہ میرا کھنڈن کہاں اور کاشی جیسے پوپ گڑھ کا یہ سلوک کہاں! ایک ایماندار برہمن نے آپ کو اطلاع دی کہ سوامی جی! حقیقت میں ایسا ہو رہا ہے۔ آپ تو کھنڈن کرتے ہیں۔ مگر سنسکرت نہ جاننے والوں کو پنڈت لوگ کہہ دیتے ہیں کہ آج مُورتی پُوجا کا منڈن ہوا۔ آج مرتک شرادھ کا خوب مہاتم جتایا گیا وغیرہ۔ اس طرح لوگوں تک اپنی آواز پہنچنے میں بھاری رکاوٹ دیکھ کر آپ نے بھاشا کا سیکھنا شروع کیا۔ اور اسی میں لیکچر دیئے تھے۔ تو مخالفت ہوئی۔ لیکن آپ خوش تھے کہ اب میری آواز تو لوگوں کے کانوں میں پہنچ رہی ہے۔ بھاشا اشُدھ ہوتی تھی۔ لیکن آپ برابر اسی میں بولنے کی کوشش کرتے تھے۔ پنجاب میں آئے۔ تب تک بھی آپ کے لیکچر ایسی بھاشا میں ہوتے تھے جو گجراتی سے ملتی تھی اور اشُدھ خیال کی جاتی تھی۔ چنانچہ یہاں وہ لیکھ ٹھیک کئے گئے۔ پنج مہایگیہ ودھی کا ترجمہ پہلے پہل پنڈت بہاری لال جی نے بھاشا میں کرکے دکھایا۔ تب سوامی جی نے پنڈت بھیم سین کو دیکھنے کو کہا۔ کہ آگے اس طرح کی بھاشا میں انوواد ہونے چاہئیں۔

ایک کلرک بانکے بہاری لال بڑا سڑیل مزاج اور کرخت بولی بولنے والا تھا مگر سوامی جی ہمیشہ اُداتا سے اور خندہ پیشانی سے برتاؤ کرکے اُس سے بھی گزارہ کر لیتے تھے۔ چنانچہ جب وہ نوکری چھوڑ کر جانے لگا تو بقایا تنخواہ کی بابت سوامی جی نے اُسے ایک نوٹ دیا۔ اسے وہ بڑے گستاخانہ لہجے میں جیسا کہ ناواقف آدمی کو معلوم ہو سکتا تھا۔ بولا۔ کہ "اس پر دستخط کر دو۔" سوامی جی نے اس پر لکھ دیا "دیانند"۔ وہ پھر اسی لہجے سے بولا کہ یہ تو آپ نے لکھا ہی نہیں کہ کس کو دیا؟ تب سوامی جی نے لکھا کہ بہاری لال کو دیا۔ وہ بولا کہ بہاری لال تو اَور کا نام ہے۔ میں تو بانکے بہاری لال ہوں۔ سوامی جی ہنس پڑے اور کہا۔ اے بھائی! ناراض نہ ہو۔ اگر تمہیں ٹیڑھا پنے بغیر شانتی نہیں آتی تو لے۔ ساتھ بانکے (ٹیڑھا) کا لفظ بھی لکھ دیتے ہیں۔

حصہ سوم

پروپکاری جیون کے آخری پانچ سال

باب اول ممالک مغربی و شمالی

پہلی فصل رڑکی

۲۹ جولائی تا ۱۲ اگست ۱۸۷۸ء

۱- آمد و ڈیرا - جون ۱۸۷۸ء میں لالہ مرلیدھر صاحب ونشی پنجاب سے تشریف لائے تو سوامی جی کی فضیلت آریہ سماجوں کے مقصد اور قیام کا حال سن کر طبعاً ان کو ہر دو طبیعتوں میں شوق پیدا ہوا۔ اور حسب استدعا لالہ جی ایک عرضی چند رؤسا و حکام زمان [illegible] رڑکی کے دستخط کرا کر سوامی جی کی خدمت میں ارسال کیا گیا اور درخواست کی گئی کہ براہ کرم آپ کسی قدر عرصہ کے واسطے یہاں تشریف لائیں +

جواب آیا کہ اس وقت ہم امرتسر کی طرف جانے کا قصد رکھتے ہیں غالباً وہاں اتنا وقت صرف ہوگا۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں سے رخصت کے وقت کہاں جانا ضروری ثابت ہو۔ اس واسطے سر دست رڑکی آنے کا کوئی وعدہ بقید وقت نہیں ہو سکتا۔ ہاں جس وقت ممکن ہوگا اطلاع دینگے +

لوگ اس وقت ایک گونہ مایوس ہو گئے۔ لیکن نہایت تھوڑا عرصہ بعد ایک اور خط آیا جس میں درج تھا کہ چند وجوہات خاص کے باعث قصد سابق موقوف کیا گیا۔ اب ہم رڑکی تین روز کے عرصہ میں آ سکتے ہیں۔ اگر نامناسب سمجھیں تو اطلاع دیں۔ ورنہ تصور کیا جائیگا کہ آپ کو آنے سے اختلاف نہیں۔ اس سے سب لوگوں کو نہایت خوشی ہوئی۔ اور [illegible] اسٹیشن پر لالہ [illegible] کا بنگلہ ان کے قیام کے واسطے تجویز کیا گیا۔ ۲۹ جولائی ۱۸۷۸ء کو سوامی جی معہ ہمراہ [illegible] صبح کے وقت تشریف فرما ہوئے اور بنگلہ میں قیام فرمایا +

یہاں پر جابجا وغیرہ کا کام پہلے ہی روز شام کے وقت سوامی جی نے پنڈت امراؤ سنگھ جی کی درخواست پر ایک مجمع کے سامنے جس میں تمام خواندہ لوگ اور بیشتر کالج کے پروفیسر موجود تھے۔ ایک نہایت دلپسند تقریر مسئلہ الہام پر فرمائی جس کے ہر لفظ سے اُن کی کمال لیاقت عیاں تھی۔ خاص اسی تقریر کے سننے سے مسلمانوں کے دل میں سوامی جی کی بزرگی کا خیال پیدا ہوا اور وہ بہت مداح ہو گئے۔

اس جلسہ میں سب لوگوں کے سوالوں کے جواب دیئے گئے۔ رات کے وقت جب جلسہ برخاست ہوا۔ لالہ رام سرن داس صاحب اور رئیس ضلع بلند شہر اور پنڈت جی باقی رہ گئے۔ جب سوامی جی وید بھاشیہ کا کام کر چکے۔ تب ان دونوں سے گفتگو شروع کی اور رات بہت زیادہ گذر گئی تو فرمایا کہ تم کو گھر جانے میں تکلیف ہوگی یہاں ہی آرام کرو۔ مگر جواب دیا کہ ہمیں کوئی تکلیف نہیں وہ چلے گئے۔

دوسرے روز علی الصباح بدستور مجمع ہوا اور مجلس اور گفتگو ہوتی رہیں۔ قرار پایا کہ شہر میں دیا کھیان شروع کرایا جاوے چنانچہ صاحب مجسٹریٹ سے اجازت حاصل کر کے مشن سکول کے متصل ایک میدان دیا کھیان کے واسطے قرار پایا جو فرش و لوازم ضروری سے آراستہ کیا گیا۔

۴۔ اگست ۱۸۷۸ء کو ۵ بجے شام لیکچر کا وقت قرار دیا گیا۔ سوامی جی کی خدمت میں ساڑھے چار بجے کے قریب بگھی لے کر لالہ اپّا لعل اور پنڈت جی پہنچے گھڑی کو دیکھ کر فرمایا کہ ابھی ساڑھے چار بجے ہیں اور راستہ صرف پاؤ گھنٹہ کا ہے۔ آدھ گھنٹہ کیوں قبل از وقت پہنچوں۔ میں پانچ بجے سے صرف پانچ منٹ پہلے پہنچنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ٹھیک ۵ بجے لیکچر شروع کر دیا۔ اس وقت قریب ۵-۴ سو آدمیوں کے موجود تھے۔

پہلا دیا کھیان ست دھرم اور ویدوں پر تھا۔ اکثر حاضرین نے نہایت پسند کیا۔ لیکن پنڈتان شہر دل سے ڈرتے رہے۔ کہ ہم سوامی جی کا درشن کرنا نہیں چاہتے۔ ہندوؤں سے بہت سے لوگ جو سوامی جی کے نام سے مخالفت تھی یہ نہایت موثر لیکچر سن سکتے تھے کہ ان باتوں سے تو ہم کو بھی اختلاف نہیں۔ مگر ہم کو خوف ہے کہ یہ کوئی نیا دھرم جاری کرنا چاہتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ انگریزوں کے بھیجے ہوئے ہوں۔

دوسرے روز بھی وہیں دیا کھیان ہوا مضمون مکتی کھنڈن اور آواگون تھا۔ ڈاکٹر سورج چندر جی اسسٹنٹ سرجن نے سُن کر کہا کہ میں نے اپنی ساری عمر میں ایسے دلائل ساطع آواگون کے بارہ میں کبھی نہیں سنے تھے اور مجھ کو آواگون

پر اعتقاد ہی نہ تھا۔ مگر اب مجھ کو اپنی غلطی پر آگاہی ہوئی اور غالب ہے کہ میں آواگون
پر قائل ہو جاؤنگا۔

تیسرے روز مضمون غالباً بائبل قرآن اور وید تھا۔ مسلمان پہلے
ہی بہت مخالف ہو گئے تھے جس کی کیفیت یوں ہے کہ کچھ عرصہ سوامی جی
کی تشریف آوری سے پیشتر ایک مولوی صاحب اس قصبہ کے بازار میں عیسائیوں
اور ہندوؤں کے برخلاف وعظ کیا کرتے تھے۔ ہندو آریہ سے
نہایت کم مباحثہ کیا کرتے تھے۔ چونکہ اُن کی مزاج میں سختی اور تہذیب سے
کنارہ کشی زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ پادری صاحب نر صاحب سے مولوی صاحب
کی تکرار ہو گئی۔ جب مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا کہ سوامی جی مہاراج یہاں لکچر
بھی دینگے تب غالباً اُن کو یہ شبہ گزرا کہ شاید یہ پہلے مولوی صاحب کے جواب
میں ہندوؤں نے کسی پنڈت کو بلایا ہے۔ اور یہ خیال ایسا پھیلا کہ ویاکھیان کے
شروع ہونے سے پہلے مسلمانوں کی مزاجوں میں اُن کی عادت کے موافق تیزی
ثابت ہوئی۔ چنانچہ آج وہ آمادہ فساد معلوم ہوتے تھے کہ ویاکھیان میں مخل ہوتے
اور شور و غل کرتے رہے۔ پولیس بھی بسبب مسلمان ہونے کے مددگار تھی
تھی۔ اور دیگر سرکاری ملازم جو مسلمان تھے جنبہ داریاں کرتے تھے۔ لہٰذا
سوامی جی کی خدمت میں ویاکھیان کے وقت ایک رقعہ بدیں مضمون پیش
کیا گیا کہ غیر لوگوں کی طرف سے فساد کا اندیشہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ مذہب
اسلام پر زیادہ نہ فرماویں۔ سوامی جی نے اُس رقعہ کو پڑھا اور اشارہ سے جواب
دیا کہ میں نے پڑھ لیا۔ مگر ویاکھیان بدستور جاری رکھا۔ اور قوی سے قوی
اعتراض جو مذہب اسلام پر ہو سکتے ہیں کئے۔ اس وقت آپ کا کلام نہ تھا۔ بلکہ
آئینہ اسلام تھا۔ ہر بیان کے ساتھ قرآن کے حوالے موجود تھے۔ دیکھو کہ سوامی
جی مہاراج نے شاہ ولی اللہ دہلوی کے ترجمہ سے بھاشا میں ترجمہ تیار کروا
رکھا تھا۔ مسلمان اعتراضوں کو سن کر لب بسکوت تھے اور آریہ رئیسوں کے
عمدہ انتظام کے باعث فساد کرنے میں کامیاب نہ ہوئے ہر چند دھمکیاں دیتے
تھے۔ مگر کچھ کر نہ سکتے تھے۔ سارے شہر میں غل تھا اور ہر گلی کوچہ میں یہی ذکر تھا
چوتھے روز پھر ویاکھیان ہوا۔ اور سرکاری انتظام کا بھی بندوبست کیا گیا کہ
جس سے فساد نہ ہونے پاوے۔

مگر بعد میں مسلمانوں کی شرارت یا بے انتظامی کے اندیشہ سے شہر میں لکچر بند کر دیئے
گئے جس بنگلہ پر سوامی جی قیام فرما تھے وہیں پر بند انصاف پسند لوگ جمع ہوتے
اور برابر ویاکھیان سنتے رہتے اور سوال کرتے تھے۔ اور سوامی جی انہیں سوالوں کے

متعلق دریافت بیان فرمایا کرتے تھے۔

اس جگہ اکثر رؤسا شہر اور خصوصاً ناسن کالج کے ماسٹر اور انجمن جماعت کے طلبا سوامی جی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سماج کے مقاصد اور سوامی جی کے مشن کی نسبت بات چیت کرتے رہتے۔ جو لوگ سوامی جی کو ملنے جایا کرتے تھے ان میں چند مسلمان بھی شامل تھے۔ جو سوامی جی کے اقوال کو پسند کر کے تحسین کرتے رہتے۔

۳۔ پنچ جاتی سے سوامی جی کی ہمدردی:۔ پہلے ہی روز کرنیل الکاٹ کی ایک چٹھی جو امریکہ سے آئی تھی اور جس کا جواب ہنوز گیا تھا حاضرین جلسہ کو دکھائی گئی۔ امراؤ سنگھ جی نے اس کا ترجمہ کر کے سب کو سنایا۔ اور اس کے جواب کا مسودہ سوامی جی کو فرمانے کے مطابق پنڈت جی نے مرتب کر کے شیخ چند چنتامنی کے پاس بنا بر روانگی امریکہ بھیج دیا۔ اس میں سوامی جی نے اپنے عقائد کو نہایت صراحت اور وضاحت کے ساتھ ظاہر فرمایا تھا جس کو سن کر حاضرین کو بھی سوامی جی کے مذہب سے اچھی طرح واقفیت ہو گئی۔ تقریباً پچاس آدمی اس وقت بیٹھے تھے۔ ذکر اذکار میں اکثر سوامی جی فرمایا کرتے تھے کہ افسوس غیر مذہب اور غیر ملک والوں کو ہمارے مذہب کی تحقیقات کا یہ شوق ہوا اور ہم اس بھومی کے رہنے والے اور اپنے آپ کو آریہ رشیوں کی اولاد سمجھنے والے بالکل خاموش ہوں۔ سوامی جی کی ان باتوں کو سن کر حاضرین میں سے بہت لوگ ہمہ تن مشتاق ہو گئے۔ یہاں تک کہ سفر مینا کی پلٹن کا ایک مذہبی سکھ جو سفید کپڑے پہنے تھا اور مجمع میں کسی قدر علیحدہ سے بیٹھا ہوا تھا نہایت شوق کے ساتھ سوامی جی کی ہر بات کو سنتا رہا۔ اتفاق سے اسی وقت شیر خاں کپو کا چٹھی رساں سوامی جی کی ڈاک لے آیا۔ وہ اس مذہبی کو دیکھ کر غل مچانے لگا بلکہ اس کے مارنے پر آمادہ ہو گیا اور چلا کر کہا کہ اے شخص ناپاک تو اپنے بڑے بزرگ اور مشہور زمانہ شخص کی خدمت میں اس بے ادبی سے آ بیٹھا اور اپنی ذات سے ان کو اطلاع نہ دی۔ اس وقت تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ شخص مذہبی تھا اور وہ شخص نہایت شرمندہ ہو کر علیحدہ جا بیٹھا۔ شیر خاں نے کوشش کی کہ وہ شخص نکال دیا جاوے۔ سوامی جی مہاراج نے نہایت نرمی اور اخلاق سے فرمایا کہ بے شک اس شخص سے تھوڑی سی غلطی ہوئی۔ لیکن اس کو سزا بھی کافی مل گئی ہے۔ اب اس کے یہیں بیٹھ کر سننے میں کوئی نقصان نہیں اور اس سے کوئی تعارض نہ کرنا چاہئے۔ اس نے آنکھوں میں آنسو بھر کر اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ میں نے کسی کا کچھ نقصان نہیں کیا اور سب سے پیچھے جوتیوں کی جگہ علیحدہ بیٹھا ہوں۔ سوامی جی نے بھی

رسالدار کو کہا کہ ایسا جبر تم کو مناسب نہیں اور سمجھایا کہ پرمیشور کی سرشٹی میں سب انسان برابر ہیں۔ تم روز آن کر آپدیش سنو۔ اور تم جو یہاں کوئی نظر حقارت سے نہیں دیکھتا۔ مسلمانوں کے نزدیک خواہ تم کیسے ہو۔ سوامی جی کے اس فرمانے سے وہ بہت خوش ہوا۔ اور پھر روز دیاکھیان میں آتا رہا ✦

۴۔ پورنانک پنڈت تلوک چند و شہر کے روساء نے ایک نامی اور عالم پنڈت مدرس ارمن سکول (جس کے والد کشمیر میں رہتے اور پورب میں سررشتہ دار رہا کرتے کے بہت بڑے عالم تھے) کو کہا کہ آپ مباحثے کے واسطے تیار ہو جئے اور سوامی دیانند سرسوتی کو اپنی وید و دیا سے ثابت کر دیجئے کہ ویدوں میں مورتی پوجا ہے پنڈت صاحب نے فرمایا کہ مورتی پوجا تو وید میں موجود اور قدیم سے چلی آتی ہے نہ منڈن کی ضرورت ہے۔ (واہ رے غفلت) اور آپ کو شک کرنا چاہئے ✦

سوامی دیانند پنڈت بڑے نقصان آدمی ہیں اور ان کی زبان کے سامنے کوئی بول نہیں سکتا۔ اس واسطے میں بحث سے معذور ہوں۔ مگر آپ کو اپنے مکان پر دیاکھیان دیدونگا۔ چنانچہ جس روز سوامی جی کا تیسرا دیاکھیان تھا اسی روز منشی جیون جی لعل مرحوم کے مکان پر پنڈتوں کا ایک مجمع ہوا۔ اور تلوک چند صاحب موصوف نے حسب وعدہ وید پر دیاکھیان دینا شروع کیا۔ ناسمن کالج کے کتب خانہ سے جرمنی کا چھپا ہوا رگ وید لایا۔ اور پنڈت جی صاحبان کے آگے آدھ گھنٹہ تک پنڈت جی نے پستک مذکور کی ورق گردانی کی اور پھر شخص کو علیحدہ مخالف ہو کر فرمانے لگے کہ یہاں دیکھو نہ وید ہے۔ اور رگ وید ہے۔ میرا چھپا ہوا نہیں۔ اور میرا ترجمہ کیا ہوا نہیں۔ اس پر سب لوگوں کا یہ خیال ہے۔ اور ولایت کا چھپا ہوا ہے۔ اس کو مانو۔ سوامی دیانند کی بات مت مانو۔ کسی شخص نے کہا کہ ہمارا آج یہ بھی فرما دیجئے کہ اس میں کیا لکھا ہے تاکہ کسی کو شکایت نہ رہے پنڈت صاحب نے جا بجا سے دیکھ کر کوئی پونڈوں میں سے نہ بتایا ہو۔ اتنے میں نظر انصاف کی سنجاد و تحسین لازم جیون لعل پر پڑی۔ فوراً انہیں بند کرکے کہا کہ جب تک میاں جی یہاں بیٹھے رہیں گے نہیں نہ پڑھونگا۔ داروغہ بال مکند نے میاں جی کو وہاں سے اٹھا دیا۔ تب آپ نے سمرتی شاستر کا شرح پڑھ کر سنایا کہ اس سے مورتی پوجا ثابت ہوتی ہے۔ لوگوں نے مباحثے کے واسطے تحریک کی اس لئے جواب دیا کہ میں اس کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ منشی لعل سنگھ نقشہ نویس گورداسپور نے کہا کہ شاستر ارتھ کا شوق ہے تو تمام پنڈت صاحبان اور راجہ صاحب سوامی جی کے مورچہ میں سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے یہ ڈھکوسلا کہاں سے نکالا معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاستر ارتھ نہیں کر سکتے۔ القصہ سنگھ۔ گو رضا پال سچا اور سے رام کی بلا جلسہ برخاست ہوا ✦

جب یہ پنڈت مرنے لگا حکیم بھان سنگھ اس کا معالج تھا۔ اُس سے اکثر معالجہ میں اور کئی مرتبہ اثنائے بات چیت میں پنڈت جی نے کہا کہ حکیم جی اگر میرے باپ دستی رام زندہ نہ ہوتا تو میں بے شک آریہ دھرم قبول کرتا۔ مگر اب خوف سے لاچار ہوں۔ غرضیکہ اسی ارمان میں مرگیا۔

ڈارون کی تھیوری و دیگر مسائل۔ چوتھے دن کا مضمون انگریزی فلاسفی ڈارون کا مسئلہ۔ انگریزی تعلیم کا اثر اور دیگر مضامین متعلقہ تھا۔ ساتھ ہی مسلمان عیسائیوں کے فلسفے کے مسائل اور پورانوں کے لغویات پر بھی بحث تھی۔ انگریزی فلاسفی کو سوامی جی اپنی اصطلاح میں کیسٹ ہیٹ کی فلاسفی فرماتے تھے۔ تعلیم کے فوائد اور اس کے طریقوں پر بحث کی اور انگریزی گورنمنٹ کی خوبیاں اور جو آزادی ہم کو گورنمنٹ نے دی ہے اس کی نسبت بھی بہت کچھ فرمایا۔

ڈارون کے مسئلہ بندر سے انسان بننے کی تردید کی۔ اور بڑے بڑے دلائل قاطع سنائے اُن میں سے ایک دلیل یہ تھی کہ اگر انسان بندر سے بالواسطہ یا بلاواسطہ پیدا ہوا ہے۔ تو اس کی صورت ایک امر واقعی ہے۔ ڈارون کے مریدوں اور اس طریق کے حکیموں نے کسی خاص قید کا پابند نہیں کیا ہے۔ پس جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ واقعہ غیر مقید تھا تو کیا وجہ ہے کہ اب ہزارہا سال سے کسی بندر کا بچہ آدمی نہیں ہوتا۔ اگر پہلے کبھی بندر مچھلی سے جفت ہو کر ایک عجیب الخلقت بچہ پیدا کرتا تھا اور وہ عجیب الخلقت بچہ کسی اور مخلوق سے جفت ہوتا تھا اور اسی طرح ہوتے ہوتے اس سلسلہ کا آخری جزو انسان ہوگیا۔ تو اب کیا وجہ ہے کہ یہ سلسلہ بند ہوگیا کیا آخری عجیب الخلقت حیوان نے وصیت کر دی تھی کہ جیسی حرکت میرے پہلے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں وہ اب مجھ کو کوئی جانور اور خاص کر بندر نہ کرے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ مختلف مختلف جنس کے جانوروں کے جفت ہونے سے بچے پیدا نہیں ہو سکتے اسی طرح اور بھی کئی دلائل قاطع بیان فرمائیں۔ یہاں کے موجودہ انگریزی خواں مسئلہ مذکورہ سے متعجب ہوئے۔ کیونکہ ایسے دلائل انہوں نے اس طرح کبھی نہیں سنے تھے اور یہ بھی اُن کو خیال تھا کہ جو علم طبعی اور علم کیمیا اور دیگر علوم فلسفہ کے مسائل ہم انگریزی کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ اس کے موجد انگریز ہی ہیں۔ اور وہ پہلے کسی کو معلوم نہ تھے۔ مگر جب سوامی جی کی زبان سے وہ ایسے مسئلہ اور دلائل بیان ہوتے تھے۔ گویا آپ کوئی فلسفہ کی کتاب پڑھ رہے ہیں اس سے سامعین کو اور بھی تعجب ہوتا تھا۔ جب اس کا ذکر سوامی جی سے خود کسی نے کیا کہ ہم ان مسائل

کو مسائل جدیدہ سمجھتے تھے۔ تب آپ نے اس لیکچر کی حالت موجودہ پر سخت افسوس کیا اور فرمایا کہ جس مسئلہ صحیحہ کو تم نو ایجاد جانتے ہو۔ اس کا نام لو اور میں اس کا ثبوت کتب قدیمہ سے دوں گا۔ اس پر بعض لوگ سکون آفتاب و حرکت زمین امریکہ کا حال۔ ابر و باراں۔ وعنصری حقیقت۔ عناصر کیمیاوی۔ تحقیق جمادات و سیارات۔ آسمانوں کی حقیقت۔ شمس و نجوم۔ قمار کی کل حقیقت بھونچال و طوفان۔ ترجمہ وید کی اہمیت وغیرہ بہت سے مسائل پر سوال کرتے تھے۔ اور سوامی جی سمت شاستروں سے بدلائل قاطع ان کا جواب دیتے تھے۔ سننے والوں کو ہرگز شک کی گنجائش نہ رہتی تھی۔ کیونکہ ادھر سوال کیا۔ ادھر جواب میں شلوک موجود تھا جس سے لفظی ترجمہ سے ہی اطمینان کلی ہو جاتا تھا۔ اور شاستروں کی عظمت دل نشین ہوتی تھی۔ پنڈت امراؤ سنگھ نے اعتراض کیا۔ کہ کشش ارضی کا مسئلہ نیوٹن کی ایجاد ہے۔ اس سے پہلے نہیں تھا۔ سوامی جی نے فرمایا کہ سارا قصہ بیان کرو۔ انہوں نے سیب کے گرنے کا مشاہدہ نیوٹن بیان کیا۔ تب آپ نے ایک شلوک پڑھا اور اس کا ترجمہ کیا۔ شلوک صاف اور ترجمہ لفظی سب کی سمجھ میں آتا تھا۔ اس لئے انہیں یقین کلی ہو گیا کہ اس شلوک کے مصنف کا اعتقاد کلی مسئلہ کشش ارضی پر تھا۔ کئی وید منتر بھی اسی مسئلہ کے ثبوت میں سوامی جی نے فرمائے جن کے ترجمہ سے اصل مدعا بخوبی واضح ہوا۔

۲۔ نشہ کے متعلق سوال۔ لالہ کنہیا لال جی انجینئر نے سوال کیا کہ حالت نشہ میں طبیعت مجتمع ہو جاتی ہے۔ اور جس معاملہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اسی میں محو رہتی ہے۔ پس اس حالت میں ایشور کا دھیان اچھا ہو سکتا ہے۔ سوامی جی نے فرمایا کہ نشہ کا قاعدہ ایسا ہی ہے۔ کہ جس چیز کا خیال طبیعت میں ہوتا ہے۔ آدمی اسی میں محو رہتا ہے۔ مگر حقائق اشیاء کا صحیح تصور طاقت سے جدا کرتا ہے جب ہم ایک چیز کا تصور کرتے ہیں اور اس کا تعلق دوسری اشیاء کے ساتھ۔ اور اس شئے اور دیگر اشیاء میں نسبت تامہ کر کے دیکھتے ہیں۔ تب اس شئے کا صحیح تصور طبیعت میں مرتسم ہوتا ہے۔ ورنہ اس شئے کا تصور خلاف واقعہ اور نامکمل ہوتا ہے اور کسی کو اس سے کوئی نسبت نہیں رہتی۔ پس حالت نشہ میں ایشور کا دھیان باطل اور لغوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ سائل صاحب کو یہ جواب نہایت پسند آیا اور کلی تشفی ہو گئی۔ لالہ صاحب خود شراب سے متنفر تھے۔ مگر لوگوں کے اعتراض کو خود پیش کر کے جواب مانگا تھا۔

۳۔ کرنیل صاحب سے بحث۔ ایک روز کرنیل ہالٹ سل آر۔ ای صاحب بہادر کمانڈنگ افسر رجمنٹ کی ہمراہی کپتان اسٹورٹ آر۔ ای صاحب کوارٹر ماسٹر تشریف

واسطے اُس وقت انجیل پڑھا جا رہا تھا۔ کرنیل ماکسل نے بہت غور سے سُنا اور کپتان سے جن باتوں کو نہیں سمجھتے تھے ترجمہ کرا لیتے رہے مگر بائبل پر اعتراض سُنکر اُن کے مزاج میں کسی قدر اشتعال پیدا ہوا۔ اور وہ اعتراض کرنے لگے۔ دیر تک مباحثہ رہا۔ دوران بحث میں اُن کی طبیعت کبھی کبھی مشتعل معلوم ہوتی تھی۔ مگر جواب سُن کر ساکت ہو جاتے تھے حتٰے کہ ایک موقعہ پر ان کو قطعی بند ہو گئے کہ اس کا جواب کل دینگے۔ مگر اگلے روز صرف کپتان صاحب تشریف لائے۔ کرنیل صاحب نہ آئے۔ کپتان صاحب تمام بات کو نہایت شوق سے سُنتے رہے۔ مگر کبھی بحث نہ کی۔

۸۔ مولوی محمد قاسم سے خط وکتابت برائے مباحثہ: مسلمانوں نے سوامی جی کے اعتراضات سے گھبرا کر مولوی محمد قاسم اعلےٰ مدرس مدرسہ دیوبند کو بلایا جس نے ۸/ اگست ۱۸۷۸ء کو آتے ہی مندرجہ ذیل اشتہار بازار میں چسپاں کرا دئے۔

اشتہار (مولوی صاحب سے): پنڈت دیانند سرسوتی صاحب کی لن ترانیاں اور اُن کی زبان درازیاں بالخصوص نسبت مذہب اسلام کس کس کے کان میں نہیں پڑیں۔ چونکہ گورنمنٹ نے در بارہ مذہب و تحقیق مذہب اپنی رعیت کو آزاد کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ ابتدائے عملداری انگریزی سے آج تک ہندوستان میں سینکڑوں جلسہ مباحثہ کے منعقد ہوئے اور سرکار کی طرف سے کچھ دار و گیر نہ ہوئی۔ اور دو سال سے تو شاہجہانپور میں میلہ خدا شناسی ہوتا ہے جس میں ہزاروں آدمی جمع ہو کر مباحثہ مذہبی کا تماشہ دیکھتے ہیں۔ اس لئے ہم نے پنڈت جی کی زبان درازیوں کی شہرت سن کر بعد یہ بعض احباب بہت چاہا کہ تاریخ جلسہ مباحثہ مقرر ہو جائے جو کاروبار مدرسہ دیوبند کا حرج نہ ہو۔ جو ہمارے متعلق ہیں۔ اور ضروریات خانہ داری بھی ہم کو کچھ وقت پیش نہ آئے اور شائقان دور نزدیک سے وقت پر آ جائیں۔ اور بارہا خط تحقیق حق اٹھائیں۔ مگر خدا جانے کیا بھید تھا جو پنڈت جی کسی طرح تقرر تاریخ پر راضی نہ ہوئے۔ اور کہا تو یہ کہا کہ میں مولوی قاسم علی سے گفتگو کرونگا۔ اور جب وہ آئینگے تبھی سب باتیں ہو جائینگی ہر چند تخصیص بے معنی ہے۔ اعتراض سب کو سنایا جائے تو جواب بھی سب ہی دے سکتے ہیں۔ مگر بمجبوری سب کاموں کو چھوڑ کر آج ہم کو بھی یہاں آنا پڑا۔ اب جملہ حضرات ہنود بالخصوص پنڈت جی کے مریدوں کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ جس طرح بن پڑے پنڈت جی کو گفتگو پر راضی کریں۔ اور تاریخ جلسہ ابھی مقرر کرائیں تو باہر کے لوگ بھی اس کی اطلاع پا کر شامل ہو سکیں۔ اور سوائے اس کے امور متعلق مناظرہ جلدی طے کرائیں تین دن تک ہم انتظار

کرتے ہیں۔ اگر جواب باصواب آیا۔ ورنہ الزام پنڈت جی اور اُن کے مریدوں
کے ذمہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیگا ✦ سے

ہم وہ نہیں کہ دور سے دعوے کیا کریں ✦ ہم وہ نہیں کہ دوں کے بخیے لیا کریں
اپنا یہ قول ہے کہ ہم آئے ہیں آ بیٹھے ✦ دعوے اگر کیا ہے تو ہاں کچھ کیا گئے

الملتمس
محمد قاسم عفی عنہ
تاریخ ۸ اگست سنہ ۱۸۷۸ء یوم پنجشنبہ

مولوی صاحب کا خط نمبر ا:- اشتہار کے علاوہ ایک چٹھی سوامی جی کو
بھیجی۔

پیشوائے دین ہنود سوامی جی پنڈت دیانند سرسوتی صاحب۔
اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ہدایت کرے۔ السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ بعد یہ
کمترین بندگان محمد قاسم ایک عرصہ سے کھانسی میں مبتلا تھا۔ کھانسی کی یہ شدت
تھی کہ بعض اوقات بات کرنی دشوار تھی اور بعض ضرورتیں بھی در پیش تھیں جو اتنے
میں یہ شور اٹھا کہ جناب رونق افروز ہوئے ہیں اور جا بجا مذاہب بالخصوص
مذہب اسلام پر اعتراض فرماتے ہیں۔ خیر یہ بات تو قابل لحاظ نہ تھی کیونکہ ہر مذہب
والا دوسرے مذہبوں پر اعتراض کیا ہی کرتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی سنا
گیا کہ آپ کو کوئی شخص جواب دیتا ہے۔ تو آپ نہیں لیتے۔ اس کو سن کر
کمال تعجب ہوا۔ کیونکہ اعتراض مذہب پر ہو۔ تو بیشک ہر صاحب مذہب منصب
رکھتا ہے۔ پھر اس کی کیا معنے کہ میں تجھ سے جواب نہیں لیتا۔ اس شخص سے
جواب لونگا۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی سنا گیا کہ آپ بہ اشتہار عام اس
بات میں جا بجا اعلان کر چکے ہیں کا حاصل یہ ہے کہ جس کسی کا جی چاہے گو وہ
بحث کر جاؤ۔ اگر یہ منادی عام تھی۔ تو پھر وہاں تخصیص علوم کیونکر قابل لحاظ ہوئی۔ مگر
ہم کو پھر بھی کچھ مطلب نہ تھا اتنے میں یہ سنا کہ آپ میری تخصیص فرماتے ہیں۔ بوجہ بیماری
و ضروریات مشارٌ الیہا حضور میں آنا دشوار تھا۔ مگر یوں سمجھ کر کہ تحقیق مذہب حق میں
سعی کرنی انسان کا سب سے پہلا فرض ہے۔ جب خدا خالق اور اس کے راہ دکھا
کو ہم نے اور ہمارے بھائیوں نے نہ پہچانا تو دوسری چیز کو جانا بھی تو کیا ہوا۔ اس
امر میں پہلو تہی نہ سمجھی اور آپ کی اس تخصیص کو اس بات پر مبنی سمجھا کہ میری اور
آپ کی ایک بار ملاقات ہو رہا ہم ایک دو بات بھی ہو چکی ہے۔ ورنہ جس سے تعارف
ہوتا ہے۔ اس کی حال و قال پر زیادہ اطمینان ہوتا ہے اور وہی گفتگو کرنے میں
شاید آپ کو یکسوئی ہو۔ خدا جانے سلیقہ گفتگو بھی ان کو ہے یا نہیں گو یہ بات

اس وقت مناسب ہے کہ اپنی مقابل کی کیفیت کسی ذریعہ سے معلوم بھی نہ ہو سکی سو یہاں جو مولوی احمد علی صاحب اور حافظ رحیم اللہ صاحب آپ سے گفتگو کی آرزو رکھتے تھے - اون کی لیاقت ایسی نہیں - جو کوئی جانتا ہو - مگر یہ جو بار بار آپکی اس عنایت نے کہ آپ میری تخصیص فرماتے ہیں - باوجودیکہ مجھکو کل یہاں تک پہنچایا ورنہ میں اپنے آپ کو بجناب علم علماء اہل اسلام میں شمار نہیں کرتا بخواہ مخواہ پیش قدمی کرتا یہ کام اہل علم اور اہل کمال کا ہے مگر یہ بھی ہے کہ ایسے معرکوں میں مجھ سے بڑے عالموں کا آنا نازیبا تھا - ہم جیسے کم علم کافی ہیں خیر کل حاضر ہو کر آپ کا اقتدار کیا یعنے جیسے آپ نے اعلان مباحثہ کے لئے اشتہار روانہ ارسال کرتے تھے - میں نے بھی اشتہار روانہ ارسال کیا ہے آپ کو اس کی اور اس کے مضمون کی خبر پہنچی ہوگی - اس لئے اس کے کسی پرچہ کے ارسال کی ضرورت نہیں با ایں ہمہ اس نیاز نامہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں جدا بھی بھیجا ہے - خیر بنظر احتیاط بذریعہ جسٹری ایک خاص خط بھی اسباب میں بھیجنا مناسب سمجھا - اب یہ التماس ہے کہ آپ کوئی تاریخ ایسی معین فرماویں جس کی اطلاع کے بعد دور نزدیک کے شائق بھی شامل ہو سکیں - مگر اتنا ملحوظ رہے کہ ہم محض بیکار نہیں اور نہ بالکل آزاد دنیا و کار اور سینکڑوں تعلقات ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں - اگر تاریخ میں زیادہ عرصہ ہوا تو پھر ہم کو ٹھہرنا دشوار ہوگا - بعد اس کے ہماری طرف سے یہ التماس ہے کہ آپ گفتگو بہ زبان اردو ہی کریں - آخر یہ شہادت مجمع کثیر آپ اردو بولنے پر قادر ہیں - لیکچر سننے والے سب اس بات کے گواہ ہیں دوسرے یہ کہ بیان کے لئے خواہ مخواہ ایسے تحدید نہ کی جاوے کہ مطلب ضروری بیان نہ ہو سکے اگر نہ ہوا تو مناظرہ ہی کیا ہوا تیسرے یہ کہ جب تک ایک بات میں فیصلہ نہ ہو لے تب تک دوسری بات میں گفتگو شروع نہ ہو - ہر چند مناسب تو یوں تھا کہ ہم اور آپ ہم پلہ بنتے - یعنے دو چار مسئلہ اسی طرح معین ہو جاتے کہ نصف میں ہم معترض تم مجیب اور نصف میں تم معترض اور ہم مجیب مگر ہماری انصاف پرستی دیکھئے کہ ہم اس کی بھی تخصیص نہیں کرتے معترض چاند پوری کی بدلفظی نہ ہو - زیادہ بجز انتظار جواب باصواب اور کیا عرض کروں فقط تحریر تاریخ ۹ - اگست ۱۸۷۸ء بکر ربیع کے بعد شروع مناظرہ انشاء اللہ بعد ہم آپ سے زیادہ ثابت قدم رہیگے - البتہ ایام گذاری بیکاری میں دشوار ہے فقط -

العبد

محمد قاسم

سوامی جی کا خط نمبر ۱ - اوپر کی چٹھی پر مولوی صاحب کے دستخط ثبت نہ تھے -

بنا بر اں سوامی جی نے ان کو ایک اور خط لکھا۔

جناب مولوی محمد قاسم علی صاحب۔ آپ کی خدمت میں واضح ہو کہ کل بوقت شام چھ بجے کے رجسٹری چٹھی آپ کی میرے پاس پہنچی اُس چٹھی پر آپ کے دستخط نہ تھے اس واسطے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ وہی چٹھی پھیر کر آپ کی خدمت میں پہنچاتا ہے۔ آپ اس پر دستخط ثبت کر دیویں کیونکہ اشتہار اور لفافہ پر تو آپ کے دستخط موجود تھے مگر صرف چٹھی پر نہ تھے۔ لہٰذا عرض ہے کہ براہ عنایت دستخط چٹھی مذکور پر کر دیویں تاکہ ہم بھی اپنے دستخط کر کے چٹھی براہ ڈاک رجسٹری آپ کے پاس روانہ کر دیویں زیادہ خیریت :

دیانند سرسوتی

روڑکی ضلع سہارنپور - ۱۰ اگست ۱۸۷۸ء

اس کے جواب میں مولوی صاحب نے اس چٹھی پر دستخط کر دئے۔ کوئی خط ارسال نہیں کیا۔

آریوں کی طرف سے اشتہار۔ مولوی صاحب کا خط پہنچ پر سوامی جی کے انویا ئیوں نے یہ اشتہار جاری کیا اور گلی کوچوں میں لگایا گیا +

اشتہار۔ ایشیا و یورپ میں جو مذہب اجلاس و مباحثوں کا ابتدائی طرز خط و کتابت ہوا ہے۔ اس سے ہمارا بچاہے کوئی اپنی تحریر میں استعمال کرے۔ مگر ہم درحالیکہ اس کی نامناسبت کے قائل ہیں ہرگز روا نہیں رکھ سکتے نہ اپنا یقین ہے کہ مطالب اصل سے تعلق معاملات کی گفتگو میں اظہار غلطی تلفظ پر بالخصوص جبکہ اس کی صحت کا بھی کسی کو دعوے نہ ہو مثل اطفال مکتب کوشش کی جاوے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس موقعہ پر ان تمام صرف و نحو کی غلطیوں کا ذکر آتا جو کہ مولوی صاحب کے اشتہار میں پائے گئے ہیں +

(۱) - وہ بھی زمانہ تھا کہ معاملات مذہب میں گفتگو و مباحثہ کرنے سے لوگوں کے سر قلم ہوتے تھے۔ اور ایسا بھی وقت تھا کہ سوائے ایک ملت کے دوسری کی نسبت وعظ اور درس کرنا گویا جان ہی کھو دینا تھا۔ اور ا بھی بھی وہی مذہب جو بادشاہ کا مذہب ہوتا تھا۔ اس کے پیرو تو بہرحال آزاد تھے۔ لیکن کیا مجال کہ دوسرے مذہب والا اپنے عقائد کا اظہار کر سکے اگرچہ اپنے دل میں کوئی حق کو حق کیوں نہ جانے۔ لیکن باطل کو باطل کہنے کا اختیار نہ رکھتا تھا خلاصہ یہ ہے کہ تحقیق حق و ابطال باطل زمانہ اہل سلیمان میں نہیں تو ان سے متاخرین کے عہد خانہ میں تو ضرور تھیں ہزار ہزار شکر ایشر کا اب سلطنت انگلشیہ نے اپنی انصاف پسندی سے رعیت کو آزادی بخشی جو بات انسان اپنی طبیعت کے زور سے پایہ

ثبوت کو پہنچایا تھا۔ اس کے اظہار کا طریق بھی پیدا ہو گیا۔ سچ تو یوں ہے کہ
منصفوں اور محققوں کو تو گویا ایک نعمت ہاتھ لگی۔ ہاں ایسوں کے واسطے تو قیامت
کا ہی روز آ گیا جن کا یہ خیال تھا اور ہے۔ جس کے ہم قائل ہیں۔ چاہئے ثبوت
کو پہنچیں یا نہ پہنچیں ہم ویسا ہی مانے جاوینگے۔ اور جن مسائل کو ہم مانتے ہیں ان کے غیر
معقول ہونے میں قائلوں کو چاہئے کچھ بھی کلام نہ ہو مگر ہم کلام کرنے کا موقعہ ہی نہ پیدا
ہونے دینگے +

(۲) مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے بذریعہ بعض احباب بہت چاہا
کہ تاریخ جلسہ مباحثہ مقرر ہو جاوے الخ ہم نہایت افسوس کرتے ہیں۔ کہ ان
احباب میں سے کوئی صاحب ہمارے پاس آ کر بیان نہیں کرتے کہ انہوں نے
ہم سے جس معاملہ میں گفتگو کی تھی اس کا کیا جواب پایا۔ اور نیز اس کے وہ ہم
سے جواب کے متوقع ہیں یا ہم ان سے۔ ہم میں سے ایک سے بروجودگی ایک
دو صاحبان دیگر احباب میں سے ایک (جن کی تعداد سے ہم ناواقف ہیں اور یہ
بھی نہیں کہہ سکتے کہ مشار الیہ از زمرہ احباب مذکورہ میں سے ہیں۔ یا نہیں)۔
صاحب نے بمقابلہ مباحثہ گفتگو کی تھی تو جو جو شرطیں انہوں نے بیان کیں۔
ان میں سے سوائے ایک کے کل فیصل ہو گئی تھیں۔ ایک باقی جو شرط طلب تھی
اس کی بابت اُن کی رائے طلب کی گئی تھی اس کا جواب شائد مولوی صاحب کا
اشتہار ہو تو ہو۔ اور تو کوئی جواب ہمیں ملا نہیں۔ اب ذرا ناظرین خود غور فرماویں
کہ تعیین تاریخ مباحثہ میں اس طرف سے تساہل ہوا۔ یا اُس طرف سے۔ علاوہ
ازیں مولوی صاحب کو شری سوامی جی سے پہلے ہی تعارف ہو چکا تھا۔ وہ خود ہی
اس معاملہ میں تحریر کرتے ہیں۔ ہاں اس صورت میں اتنا نقص بیشک تھا کہ مولوی
صاحب یا اُن کے مریدوں کو شائد وہ فخر حاصل نہ ہوتا۔ جو اشتہار کے شائع کرنے
سے ہوا +

(۳)۔ پھر صاحب اشتہار فرماتے ہیں کہ اعتراض سب کو سنایا جاوے۔ تو جواب
بھی سب ہی دے سکتے ہیں۔ اس منطق کے قربان ہو جئے۔ اگر یوں کہا جاتا کہ
اعتراض سب کو سنایا جاوے تو جواب دینے کا بھی سب کو اختیار ہے تو یہ
الفاظ یہ جملہ غلطی سے مبرا کہا جاتا اس میں فلسفہ کی حقیقت ہے کہ جواب سب ہی
دے سکتے ہیں۔ عاقل خود واقف ہیں۔ اسے صاحب مذہبی معاملہ تو مشکل ہے
ہمیں تو ایسا کوئی کلام نظر نہیں آتا جسے سب کر سکیں +

(۴) (الف) تو جس طرح بن پڑے پنڈت جی کو گفتگو پر راضی کریں۔ لہذا
تحریر بالا کو ایک دو دفعہ بغور پڑھیئے اور پھر دیکھئے کہ پنڈت جی گفتگو کرنے پر راضی

بلکہ آمادہ کب نہ تھے بلکہ اُن کے بیان پر اس قدر عرصہ تک ٹھیرنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جو صاحب قابلیت گفتگو مذہبی رکھتے ہوں آویں اور گفتگو کریں +

(ب) سوامی جی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم آج (اور شاید فرصت نہ ملے آج کل) مولوی صاحب کی خدمت میں شرائط بحث بہ تفصیل رجسٹری شدہ خط کی معرفت ارسال کرینگے اگر مولوی صاحب سے جواب باصواب ملا تو خیر ورنہ ناظران خود سمجھ لینگے

المشتہر

مریدان سوامی جی دیانند سرستی - ۱۰ - اگست ۱۸۷۸ء

سوامی جی کا خط نمبر ۱ - اور ساتھ ہی بذریعہ رجسٹری یہ خط ارسال کیا -

پیشوائے دین اسلام مولوی محمد قاسم صاحب پرمیشر آپ کو ہمیں اور کل کو راہ حق پر قائم رکھے -

میں افسوس کرتا ہوں کہ فی الحال آپ کو صحت جسمانی حاصل نہیں ہے مگر ایشور کی ذات سے امید ہے کہ آپ کو شفا بخشے میں آپ کے اس موقعہ پر تشریف لانے کا اظہار شکر کرتا ہوں - بالخصوص اس وجہ سے کہ آپ حالت بیماری میں تکلیف فرما ہوئے - اب بعد اظہار واجبات آپ کے عنایت نامہ کے جواب میں حسب ذیل ملتمس ہوں +

میں نے اس قصبہ میں آکر حسب عادت خود معاملہ مذاہب میں گفتگو کرنی شروع کی - مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ میری وعظ و درس سے بعض اصحاب نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ بحث بالخصوص مخالف اہل اسلام تھی - یہ تو میں بہر حال تسلیم کرتا ہوں کہ میں بہ نسبت خود جہاں مناسب سمجھتا ہوں بخلاف اسلام گفتگو کرتا ہوں لیکن اس معاملہ میں بیان خصوصیت بجانب اسلام سرتا پا غلط ہے - جیسا کہ میں مذہب اسلام پر معترض ہوں ملت عیسائی پر ہرگز اُس سے کم نہیں - حتٰے کہ میں اپنے ہندوؤں کی مذہبی حالت موجودہ سے اظہار اتفاق نہیں کرتا - آپ واقف ہونگے کہ ایک وقت مباحثہ کرنا - مدعا فہمی کی حقیقت اور درس کی وقعت کو قطعی ضائع کرتا ہے - اصل تو یہ ہے کہ کوئی کام بھی بلا ترتیب و انتظام بدرستی تمام انجام کو نہیں پہنچ سکتا - اس لئے میں نے درس کے شروع کرنے سے پہلے یوں مشتہر کیا تھا کہ جو صاحب میرے بیان میں کوئی ایسا اعتراض پائیں کہ جس کی بابت انہیں استفسار منظور ہو یا جواب طلب اعتراض رکھتے ہوں - یا میرے بیان کے متعلق کسی امر دیگر پر معترض ہوں - تو انہیں لازم ہے کہ ایسے بیانات مجملاً معہ اشارہ راسے یادداشت میں لکھتے جائیں - بعد اختتام سلسلہ درس جو وقت اس کام کے لئے معین کیا جاوے۔

اس وقت بطور بحث اُن امور میں گفتگو کریں۔ آپ تو عالم ہیں۔ کیا آپ کی یہ رائے نہ ہوگی کہ جب تک کسی پیرایہ میں ایک سلسلہ گفتگو ختم نہ ہو جائے اور جب تک کوئی اپنی رائے کے موافق دعوے کا اثبات۔ حق کا مطالبہ اور قضایا کا اعادہ بہ تفصیل بیان نہ کرے تب تک میان میں تباین کی پردہ داری با نعتہ الجمیع کا انشاء کرکے اعتراض کی تردید کب کوئی کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے اپنے سلسلہ درس کے وقت سے مباحثہ کو علیحدہ کیا تھا بعد اختتام درس میں نے دو روز تک اس امر کا اشتہار دیا کہ جو صاحب چاہیں درس کے متعلق معاملہ کی بابت جو امر بحث و استفسار طلب معلوم ہو اس میں گفتگو کریں۔ اشتہار میں صرف ایک روز کا ذکر تھا۔ لیکن آخر جملہ تحریر کا یہ مضمون تھا کہ اگر کل اور اشتہار بالتصریح دار اشتہار ہذا شائع نہ ہو تو مضمون اشتہار ہذا کل کے واسطے بھی مسلم کرنا چاہئے۔ ان دو روز کے عرصہ میں کوئی صاحب مباحثہ کی غرض سے تشریف نہ لائے نہ کسی نے کوئی تحریری اعتراض بھیجا۔ دوسری یہ بات بھی واجب الاظہار ہے کہ میں مناظرہ مہذبانہ طور سے ایسے لوگوں سے ہی کرنا چاہتا ہوں جو اپنے مذہب کے اصول و فروع سے ذرا عمدہ واقفیت رکھتے ہوں۔ بعض خواہ میری نسبت عوام کا کچھ ہی عقیدہ ہو۔ مگر میں بنظر مباحثہ گفتگو کرنے کا ارادہ صرف ایسے صاحبوں سے رکھتا ہوں جو خلق اور علمی (علمی سے مراد علم دین ہے) دونوں میں اپنا مثل نہیں رکھتے ہیں۔ آپ کی ان دونوں قابلیتوں پر مجھے بوجہ تعارف سابق بخوبی اطمینان تھا۔ اور یہی سبب ہوا کہ کئی مرتبہ آپ کا ذکر مذہبی معاملات کے متعلق باتوں میں زبان پر لایا گیا۔ مولوی احمد علی صاحب و حافظ رحیم اللہ صاحب کی بابت جو آپ فرماتے ہیں اس معاملہ میں میرا یہ جواب ہے۔ کہ مولوی احمد علی صاحب کی بابت پہلے تو میں نے بیشک سنا تھا کہ اُن کی علمی لیاقت بالاوسط اتنی کافی ہے کہ وہ اپنی اہل مذہب میں سے عام اطمینان کے ساتھ اور ملت کے علمائے دین سے گفتگو کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ مجھے مولوی صاحب کی طرز بحث کی بابت قابل اطمینان خبریں نہیں بلکہ ایسی پہنچیں کہ جن کو سن کر جرأت تہذیبی نے یہ تقاضا نہ کیا کہ مناظرہ شروع کیا جائے میں افسوس کرتا ہوں کہ میں مولوی صاحب کی نسبت اس اظہار شکایت کا باعث ہوا۔ مگر انصاف پسندوں کی خدمت میں امر واقعی کا اظہار کچھ عیب نہیں ہے۔ اب حافظ رحیم کی نسبت سنئے۔ ان کی بابت مجھے نہایت معتبر طور سے معلوم ہوا ہے کہ انہیں اپنے مذہب سے اس قدر واقفیت نہیں کہ جو مناظرہ کے واسطے کافی شمار کیا جاوے۔ اس کی سب سے بڑی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حافظ صاحب زبان عربی سے ناواقف ہیں۔ جس میں قرآن اور حدیث کے علاوہ

بڑی بڑی معتبر تفسیروں اور دیگر کتب مذہب پائی جاتی ہیں۔ جو لوگ اس امر کے مدعی ہیں وہ اپنے دعوے کے ثبوت کے ذمہ وار ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ہم حافظ صاحب سے حدیثوں وغیرہ کی بابت (نہ بطور مناظرہ از اہل مذہب دیگر) چند سوال کریں۔ اور اگر وہ آپ کی ہی رائے کے موافق جواب دیں تو ہمارا دعویٰ جھوٹا گنا جائے۔ یہ بیشک تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حافظ صاحب حافظ ہونگے لیکن علم ادب کے عالم سے مسائل ریاضی حل کرانا ناممکن ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان ہر دو صاحب سے میرا بحث کرنا باعث تھا بے وجہ تھا۔ آپ اپنی قابلیت کی نسبت جو فرماتے ہیں وہ کوئی ذی ہوش تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ سب جانتے ہیں کہ اہل دماغ اپنا ذکر فروتنی سے ہی کیا کرتے ہیں۔ جو ہندوستان پر میوہ سرد زمین کا ثمر ہاں ہیں، علماء آریہ دھرم سے شاید کے لائق نہیں۔ قابلیت تو آتی نہیں۔ کہ مباحثہ یا مناظرہ کا دعوے یا ارادہ کروں مگر طبیعت و شوق سے لاچار ہوں۔ علاوہ ازیں ایسے ایسے چھوٹے چھوٹے مباحثوں کے واسطے بھی ضرورت نہیں کہ لالہ کنہیا لعل الکھ دھاری صاحب و منشی اندرمن صاحب و بابو ہرشچندر و گوپال راؤ و ہربلاس شکھ و پنڈت ہیت رام صاحب وغیرہ تکلیف فرماویں۔ مجھے اس امر کا بڑا تعجب ہے کہ درحالیکہ آپ مجھ سے بالخصوص گفتگو کرنے کے لئے تشریف لائے تھے تو اشتہار عام کے اعلان کی کیا ضرورت ہوئی۔ اگر آپ غریب خانہ پر رونق بخش ہو کر (کہ شب آدھی رات اوسط) تشریف لانا اپنی شان کے خلاف فرماتے ہیں تو بذریعہ خط و کتابت اظہار مدعا ہو سکتا تھا لیکن نہ معلوم کہ اشتہار آویزاں کرنے سے کیا غرض مقصود تھی۔ میرا بہرحال یہ بھی فرض نہ تھا کہ جواب اشتہار تحریر کرتا۔ لیکن جن لوگوں نے بداہت خود مناسب سمجھ کر جواب تحریر کیا۔ کہ جواب اشتہار کی نقل میں اپنے خط کے ساتھ آپ کی خدمت میں ارسال کروں۔ لہذا اس کی تعمیل کرتا ہوں +

اب باقی رہی بحث کی بابت گفتگو، روز اور وقت تو تجویز ہو ہی گیا ہے۔ اب یہ التماس ہے کہ آپ جملہ شرائط بحث جو آپ اپنی دانست میں مناسب سمجھیں۔ تحریر کرکے عنایت فرمائیں اور علیٰ ہذا القیاس میں بھی جو شرطیں مناسب سمجھونگا اُن سے آپ کو مطلع کرونگا +

میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ کی تحریر رجسٹری شدہ خط کی معرفت نے اور بھی وقت زیادہ صرف کیا۔ اگر دستی رقعوں سے کام چلتا تو ایک دن میں سوال و جواب دونوں کے طے ہو جاتے۔ لیکن آپ نے جانے کیا ظاہری مصلحت سمجھی +

پھر آپ اپنے عنایت نامہ میں چاندپور کی بدنظمی کا ذکر کرتے ہیں اس سے تو آپ ضرور واقف ہونگے کہ اس بدنظمی کا باعث کیا تھا جس کا حال میلہ چاندپور

کے منتظم رئیس مکتا پرشاد منشی پیارے لعل صاحب کے رسالہ مطبوعہ سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے ۔

اب کیا عرض کروں ہاں اس قدر مناسب ہے۔ کہ اس خط کا خاتمہ بھی آپ کے خط کے خاتمہ کے جواب میں ہو تو بہتر۔ آپ فرماتے ہیں پھر بعد شروع مباحثہ کے اے صاحب میری پہلے مباحثہ کی ثابت قدمی کو فراموش نہ کیجئے مجھے بھی آپ کی ثابت قدمی کے اظہار پر کچھ تعجب نہیں آتا۔ مگر خدا ایسا کرے کہ مرض کھانسی سے آپ کو ذرا چین ملے اور پھر عذر کی گنجائش نہ ہو ۔

دیانند سرسوتی
۱۱۔ اگست ۱۸۷۸ء

مولوی جی کا خط بجواب۔ بخدمت شریف پنڈت دیانند سرسوتی صاحب

بعد ما وجب گذارش یہ ہے کہ میں تو بعض وجوہ سے حاضر نہیں ہو سکتا جناب حافظ رحیم اللہ صاحب [illegible] تشریف لاتے ہیں۔ وہ میری طرف سے مختار عام ہیں۔ ان سے گفتگو کر کے آج سب باتوں کو طے کر دیجئے اور جو بات قابل ترمیم ہو اس کو ترمیم فرما دیجئے والسلام علی من اتبع الہدیٰ ۔

الملتمس
محمد قاسم ۱۱۔ اگست ۱۸۷۸ء

اس خط کے آنے پر یہ صلاح ہوئی کہ جب تک خود مولوی محمد قاسم صاحب تشریف نہ لائیں تب تک شرائط طے نہیں ہو سکتے۔ پس مولوی صاحب خود تشریف فرما ہوئے۔ اور کپتان [illegible]۔ اور کرنیل بانسل صاحب بہادر و کپتان سٹوارٹ صاحب بہادر افسران چھاؤنی رڑکی کے علاوہ ۴۰ یا ۵۰ آدمی اور تھے ان کے روبرو ۱۱۔ اگست ۱۸۷۸ء کو مولوی صاحب اور سوامی صاحب کی موجودگی میں دونوں کی حسب پسند شرائط ذیل قرار پائے ۔

شرط اول۔ جس کوٹھی میں کہ سوامی جی اترے ہوئے ہیں وہیں مباحثہ ہو گا۔ (اول مولوی صاحب نے عذر کیا تب کپتان صاحب نے یہ کہا کہ اگر اس مکان سے عذر ہے تو خاص ہمارے بنگلہ پر مباحثہ ہو جائے۔ بشرطیکہ آدمیوں کی تعداد ۴۰ سے زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ وہاں زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے اس کو نامنظور فرما کر کوٹھی (جائے رہائش) سوامی جی پر مباحثہ منظور فرمایا)۔

شرط دوم۔ آدمی فریقین کے چار سو سے زیادہ نہ ہوں گے ۔

شرط سوم۔ احاطہ مباحثہ میں جانے کے واسطے ہوشیار اور فہیم آدمیوں کو ٹکٹ تقسیم کر دیئے جائیں گے ۔

شرط چہارم - مباحثہ تحریری ہوگا۔ یعنی جو کچھ کوئی بولیگا وہ تحریر کراتا جاویگا تاکہ انکار کی گنجائش نہ رہے - اور طبع کرانے کے کام آوے ✦

شرط پنجم - ۷ بجے سے ۹ بجے رات تک مباحثہ رہیگا ✦

شرط ششم - دونوں جانب سے مناظرہ میں گفتگو مہذبانہ مثل حکما کے طور پر رہے کوئی کسی کے بزرگوں یا پیشواؤں کی نسبت گفتگو سخت استعمال نہ کرے ✦

شرط ہفتم - بوقت مناظرہ سوائے میرے اور آپ کے اور کوئی صاحب مباحثہ کے متعلق کسی جانب سے گفتگو نہ کرسکیں گے ✦

شرط ہشتم - سوامی جی وید کے مجیب ہونگے اور صرف قرآن پر معترض اور مولوی صاحب قرآن کے مجیب اور صرف وید پر معترض ✦

شرط نہم - ۱۸ - اگست ۸۰ء بوقت مقررہ سے مباحثہ بموجب شرائط بالا شروع کیا جاویگا ✦

شرائط تحریر ہو کر فریقین کو سنائی گئیں اور دونو نے منظور کیں اس کے بعد مولوی صاحب اور سوامی جی دونو معمولی آداب نیاز سے رخصت ہوئے جن
وہاں تو خدا جانے کیوں اور کس لحاظ سے مولوی صاحب نے شرائط تسلیم کرلیں - جب مکان پر آئے تو مباحثہ کا خوفناک دن سیاہ پہاڑ کی طرح سامنے دکھائی دینے لگا - اور جاناپور کی سی مصیبت نے پہلے ہی سے گھیرنا شروع کیا جس سے قبل از وقت عقل گم ہو گئی اور مولوی صاحب نے صاف طور پر مباحثہ تحریری اور تعداد سامعین سے انکار کردیا اور فرمایا کہ جلسہ عام ہو اور گفتگو زبانی ہوا کرے جیسا کہ ان کے اگلے خط سے ظاہر ہے ✦

مولوی صاحب کا خط نمبر ۳ بہ پیشواے دین ہنود پنڈت دیانند سرستی صاحب خدا ہم کو اور آپ کو اور سب کو ہدایت دیوے ✦

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ - کل آپ کا عنایت نامہ پہنچا - آپ کی عنایتیں میرے سر پر جیسی کہ آپ کے بھیجنے کا تقاضا باعث ہے - کہ مجھ کو معتبر طریق سے پہنچی تھی کہ آپ اس باب میں خط و کتابت ہرگز رجسٹری شدہ خطوں کا اعتبار کرینگے - مگر اب اس عنایت نامہ سے معلوم ہوا کہ اس کی کچھ ضرورت نہیں اس لئے ڈاک کے وسیلہ کی کچھ حاجت نہیں ہے اور یہ پیسے ہی آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور یہ عرض کرتا ہوں کہ جب دستور ایسے معاملات میں انفصال بعد تحریر بہ ثبت مہر و دستخط سمجھا جاتا ہے گفتگوئے مناظرہ پر دستخطوں کی ضرورت نہیں اور نہ دستور فقط حاضرین کی شہادت پر ظہور غلبہ یا مغلوب کا مدار ہوتا ہے

اس میں آپ دستخطوں کی ضرورت سمجھتے ہیں تو شرائط قبل تحریر و دستخط کے مکرر اب تسلیم ہو گئے ۔ ہاں اتنی بات میں کچھ شک نہیں کہ جب آپ اپنی کسی بات سے نہ ہٹے اور وجوہ معقول کے جواب میں بیوجہ اپنی وہی ایک کہے گئے تو حسب عادت مجھ کو نرم ہونا پڑا ورنہ اس گفتگو کا اشتہار نہ تھا غرض مفت کی معذرت بھی بدر تضیع اوقات سمجھ کر قصہ کو مختصر کیا ۔ اور نیز بوجہ اندیشہ تاخیر نماز مجھ کو اٹھنا پڑا ۔ ورنہ میری رائے کی کیفیت اسی تقریر سے واضح ہے ۔ جو در بارہ شرائط آپ کے گوش گذار کر چکا ہوں ۔ ہاں اگر آپ کچھ وجہ معقول در بارہ تعداد حضار و وقت گفتار بیان فرماتے تو بیشک میری رائے بدل جاتی ۔ البتہ تخصیص تعین مکان میں اپنی یہ کیفیت ہے نہ کسی کے مکان سے انکار نہ کہیں آنے جانے سے یہاں عار ۔ ایسے لحاظ سے جیسے آپ نے کچھ اصرار کیا تھا ۔ میں نے بھی کچھ تکرار نہ کیا ۔ مگر نہ مجھ کو آپ کے مکان کی فراخی و تنگی سے اطلاع تھی نہ اس کے قرب و بعد سے کچھ آگاہ تھا ۔ یہاں آکر سنا کہ سب کو یہ بات ناپسند معلوم ہوئی ۔ پھر اس پر نماز کی دقت نظر آئی ۔ دو سو آدمیوں کو نماز کے لئے پانی کا بہم پہنچانا دشوار معلوم ہوا ۔ اور آنے جانے اور کھانے پینے کی تکلیف علیحدہ رہی ۔ میرے احباب شوق مناظرہ میں لبریز ہیں ۔ آپ کا مکان بے تغیر یا مشکل جو کھانے کا انتظام کریں ۔ اور اس وقت بازار کھلا نہ رہیگا ۔ جو بازار سے کھا کر کام کریں ۔ علی ہذا القیاس اور مسافروں کو کھانے پینے کی جو کچھ تکلیف ہوتی وہ ظاہر ہے ۔ غرض خواہ مسافر خواہ اہل شہر اتنی دور رہنا جماعت کثیر کا جانا اور ہنگام وقت واپس آنا پسند نہیں کرتے ۔ اس سے بہتر ہے کہ آپ قدم رنجہ فرمایا کریں اور قریب شہر رونق افروز ہو کر تشنگان گفتگو کو سیراب کیا کریں ۔ باقی رہی تعداد اس کی کیفیت سنئے ۔ یہاں آکر جس کو دیکھا اُسے برہم پایا ۔ کہ شائقین دید کو محروم رکھا جاوے کوچہ و بازار میں آپ کے انکار پر جو کچھ چرچا ہو رہی ہے اور آپ کی نسبت جو کچھ اظہار ہو رہے ہیں میں لکھ نہیں سکتا ۔ اور کچھ حاجت بھی نہیں ۔ آپ کو ضرور خبر پہنچی ہوگی ۔ اہل اسلام تو اہل اسلام آپ کے ہندو پنڈت بھی بوجہ مخالفت معلوم ہوتے ہیں اور پھر با اشتہار وقت پر رکے نظر نہیں آتے ۔ اگر خدا نخواستہ کوئی امر ناگفتہ بہ پیش آیا تو بانی و وجہ درخواست گاران اجازت عام میں سراسر اول ہے عجب نہیں کہ اس کی دار و گیر مجھ سے ہو ۔ بالخصوص جب یہ لحاظ کیا جاوے کہ اندھیری راتیں ہونگی اور وقت شب ہوگا اور پھر وہ مخلوق عام جس نے ایک عالم کو دیوانہ بنا رکھا ہے ۔ پھر کسی قسم کی بے اعتدالی کسی سے آپ کی نسبت ہو جائے تو دور نہیں ۔ اندیشہ مذکور اور بھی قوی ہوتا ہے ۔ ہاں اگر آپ با تباع مسلمانان دین اظہار حق

بلا سینہ سپر ہو جاویں - اور مردانہ وار میدان میں آئیں تو پھر کچھ اندیشہ نہیں
بلکہ اظہار حق اگر آپ کے ذریعہ سے ہو گیا تو وہ رنج و مصیبت جو آپ کے سوا ماہ
اعتراض فرمانے سے ہندو مسلمانوں کے دلوں میں پھرتے ہوئے ہیں
مبدل بمحبت ہو جاوینگے - اور آپ اور کل اُن اعتراضوں میں معذور سمجھے جاوینگے
- اور اس لئے کوئی ضرر بھی پیش نہ آئیگی اور اگر آئی تو اظہار حق میں پہلے
دین کے پیشواؤں نے بہت کچھ رنج اٹھائے ہیں - اُن کا اتباع کیجئے - جنہوں
نے اخفائے حق میں اگرچہ رنج پیش آیا - تو اس کو کسی کی تقلید میں شمار کر کے
اپنے دل کی تسلی فرمائیگا - علاوہ بریں یہ اندیشہ تو مجھے آپ کو بیجا ہے - جس باوجود
کثرت تعلقات ایک ادنی ہیچ غلط سمجھتا ہوں - آپ اس آزادی سے کیوں اتنا
ڈرتے ہیں - اور ان سب کو جانے دیجئے اس ضلع میں علما اور طلبا اس کثرت
سے ہیں کہ ان سب کو جمع کیجئے تو ان کی تعداد حد معین سے کہیں بڑھ جاتی ہے اور
برابر خبریں آتی ہیں کہ سب کو شوق مناظرہ ہے - شب و روز اسی خیال میں رہتے
ہیں سوائے اس کے اور مذہب جتنے رہے کتنے مستحق بات ہے کہ اُن کے زبان
دل کے دل میں رہیں اور رڑکی کے اکثر عام و خاص محروم رہیں - پھر کالج کے چند ادمیوں
کا یہ پاس ہو کہ صبح کی شام کر دیجائے بالجملہ بوجوہ مذکورہ یہ دونوں شرطیں یعنی تعداد
اور وقت بھی قابل تسلیم نہیں اس لئے یہ آخری گذارش ہے کہ اگر آپ کو مناظرہ
کرنا ہے تو کچھ پیش و پیش نہ فرمائیے - اجازت عام دیجئے - اور وقت کو بھی بدل
دیجئے ورنہ انکار لکھ بھیجئے - تاکہ ہم بحالت مایوسی اپنے گھر کی راہ لیں - مگر اس صورت
میں یہ رنج رہیگا - کہ ہم ناکام گئے - اور بدنام ہوئے - رہی تاریخ اس کی تسلیم میں
ہر چند ہر بار کی بھی ہے اور بوجہ ہرج اوقات و دشواری بھی مگر پھر بھی ہم کو کچھ عذر
نہیں جب چاہیں آپ دستخط کرالیں علی ہذا القیاس اس امر میں بھی ہم کو کچھ تکرار نہیں
کہ آپ برخلاف زمانہ گذشتہ تین بیدوں کو کیوں نہیں مانتے اور باوجودیکہ بیشتر
روایت سب بید برابر ہیں - سب کو یکساں کیوں نہیں جانتے - اگر بوجہ خرابی
مضامین یہ انکار ہے تو وہ ساری روائتیں مثل دستاویز مخدوش پایہ اعتبار سے
ساقط ہوئی جاتی ہیں - اسی طرح ہم کو اس سے بھی کچھ بحث نہیں کہ وہ ترجمے جو سب
علماء بید کے نزدیک مسلم ہیں - آپ کیوں نہیں مانتے باقی رہی مولوی احمد علی
صاحب کی شکایت - اُن کی تہذیب سے میں ایک مدت سے واقف ہوں انہوں
نے اپنی طرف سے ہرگز کچھ نہ لکھا ہوگا - اگر لکھا ہوگا تو آپ کی اور آپ کے مریدوں
کی طعن و تشنیع و زبان درازی کے جواب میں لکھا ہوگا آپ کے تشنیعات کا ثبوت
تو میں سوائے اس کے کچھ نہیں دے سکتا کہ سینکڑوں آدمی اس بات کے گواہ

ہیں کہ آپ کے اعتراض اس پیرایہ میں بھی تھے چنانچہ یہی وجہ ہوئی کہ جو سکول
کی طرف سے آپ کے پھر ان مخالفت ہوئی - یہ آپ کے مریدوں کی تہذیب پر
گواہی اشتہار مرسل گواہ ہے - یہ آپ کا بیان ہے - جو اُن کے اس ناریجا کا ہم
جواب نہیں دیتے - ورنہ کسی کے اس قول کے موافق ہے

خدا جانے سبب کیا ہے جو ہم خاموش ہیں ظالم
وگرنہ ہم رقیبوں کے ابھی چھکے چھڑا دیتے

ان کے ایسے لتے لئے جاتے کہ شاید اُن کو اپنے پاس سے پاس کاری
واپس کرنی پڑتی یا شاید الٹا جو صلہ تو دیکھو صرف ونحو کی طرف معروف ہوئے تو
ہوئے منطق و حکمت کے اندر بھی دخل در معقولات ہے - آپ انکو سناویں کہ کیا
دو بار کے ورگذر کے بعد بھی انہوں نے نہ مانا تو پھر موافق مثل مشہور یک خط
دو خط آخر بہ مجبوری ان کو معقول بنانا پڑیگا - یا محمد العمران کی الٹی بات مثل صورت
معکوس آپ کے مُنہ پر زیب نہیں دیتی اور آپ کو جو کچھ کسی نے کہا وہ سب
آپ کے مریدوں کے عنایت کا ثمرہ ہے - ؎

من از بیگانگاں ہرگز ننالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

باقی حافظ رحیم اللہ صاحب کی نسبت جو آپ کے مرید پر ارشاد فرماتے
ہیں - شاید اُن کو اُس خطاب اور اُس سند کی خبر نہیں جو اہل اسلام میں کاملوں
کی طرف سے ملنے کا دستور ہے اور ہم نے فرض کیا کہ ان کو زبان عربی میں دو ملکہ
نہیں جس پر اطلاق زبان دانی صحیح ہو مگر اہل اسلام میں وہ کونسی کتاب ضروری ہے
جس کا ترجمہ زبان فارسی یا اردو میں بکثرت موجود نہیں قرآن کے ترجمے اور احادیث
کی کتب کے ترجمے بکثرت بازاروں میں موجود ہیں مطلب نہی اور اصول و فروع کی
آگاہی کے لئے جس پر بنا و مناظرہ ہے اتنا کافی ہے ورنہ میں جانتا ہوں یہ تمامی
عالم سے مفقود ہو چکی ہے - چنانچہ زبان سنسکرت کے رواج کی کیفیت سے ظاہر
ہے - اور چاند اپور کی بدنظمی کا جو آپ ذکر کرتے ہیں تو آپ شاید حسب محاورہ عوام
کچھ اور سمجھ گئے - اصل میں نظم اس فعل کا نام ہے جس کا نتیجہ انتظام ہوتا ہے سو
انتظام جلسہ انتظام مناظرہ سمجھئے - نہ انتظام میلہ وہ یہی تجویز شرائط ہے اس میں آپ کو
یاد ہوگا کہ آپ پانچ ہی منٹ پر اڑ گئے تھے - اور اس باب میں ہم صغیر یا دو بار لکھ
بیان فضائل کے لئے وقت میں وسعت نہیں دیتے تھے - ہاں بعد میں بہت اصرار
و انکار کے بعد اور پادری اسکاٹ صاحب کی تشریف آوری میں پہنچے آن کے
تائید سے کسی قدر وقت میں وسعت ہوئی اور میں آپ کی ثابت قدمی پر کسب معترض

ہوا تھا۔ جو آپ نے یاد دلایا جس سے مجھ کو یہ یاد آیا۔ کہ منشی پیارے لعل اور
منشی مکتا پرشاد صاحبان کے ہاں آپ مہمان عزیز تھے اور ہر طرح سے آپ کی
دلجوئی اور رضا طلبی کے لئے حاضر تھے۔ سب سوالوں کو چھوڑ کر۔ سوال آخیر پر
بحث کرائی۔ اور جب جلسہ کی طوالت کی امید تھی اس کو ایک ہی دن میں ختم
کرا دیا۔ جس سے ہمارا وہ سفر دور و دراز اور خرچ زاید از حیثیت بیکار گیا اس
کی لمبوری شاہجہانپور میں واپس آکر جو موتی میاں صاحب کی طرف سے منشی
اندرمن اور آپ کی خدمت میں دو نیاز نامے یکے بعد دیگرے بھجوائے گئے۔ تو اس کا
جواب آپ کو یاد ہوگا۔ کیا آیا جب ہر طرح سے مایوسی ہو چکی تب مناظرین اور شائقین
مناظرہ نے بھی اپنی راہ لی اور قہر درویش بر جان درویش کہہ کر چلے آئے۔ اب اس
دفتر طویل کو ختم کرتا ہوں بہ خاتمہ پر دو ایک بات عرض کئے دیتا ہوں۔ عرض
یہ ہے اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے تو کسی کے نزدیک قابل اعتراض نہیں
بایں ہمہ آپ کی دعا سے روز بروز شفا ہوتی جاتی ہے آپ کچھ تردد نہ فرمائیں پر خدا
تعالےٰ ایسا نہ کرے کہ آپ کو کسی ہیضہ کی چھری اور تار برقی کا عذر پیش آئے۔ جس
کی تصدیق اور ضرورت پیش آمدہ کے اثبات میں آپ کو عرق ریزی کرنی پڑے
آخری کلام یہ ہے۔ کہ آپ بغرض تخفیف تصدیع اپنے مریدوں کو ارشاد فرمائیں
کہ جواب تلخی بہ ترکی کا خیال نہ فرمائیں۔ ورنہ یہ طرز بھی ہم کو کچھ یاد ہے گو ویسا کمال
نہیں جیسا آپ کے مرید آپ کی نسبت خیال فرماتے ہیں۔ جواب بہت جلد مرحمت
ہو۔ اور اقرار و انکار جو کچھ ہو صاف صاف ارقام فرما دیں +

الملتمس

ہیچمدان محمد قاسم ۔ ۱۲ اگست ۱۸۷۸ء

سوامی جی کا خط نمبر ۲ ۔ بہ پیشوائے دین اسلام مولوی محمد قاسم صاحب

پرمیشر آپ کو اور کل کو ہدایت کرے +

آپ کا نوازش نامہ جس کے ورود سے میں کل ممتاز ہوا تھا عبارت و مضمون
کے معاملہ میں ایسا درجہ رکھتا تھا کہ مجھے بہت کچھ غور و فکر کرنے سے پہلے کل ہی اس
کا جواب دیدینا خالی از حکمت معلوم ہوا۔ مگر ہاں آج اس کا جواب جہاں تک
مختصر ممکن نظر آیا ہے ارسال کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نوازش نامہ
کے ایک ایک لفظ پر اعتراض ہے اور ہر ایک کے واسطے جواب معقول رکھتا
ہوں۔ مگر اس خط کے مفصل تحریر میں اب اپنے واسطے صرف تضیع اوقات سمجھتا ہوں
وجہ یہ کہ معقول بات کا جواب معقول نہیں ملتا۔ بلکہ ایسی طرز کی مجھے آپ سے ہرگز
توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر اچھا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ کسی نسبت بجز ہند یاد ہوا

گفتگو استعمال کی جاوے - جیساکہ آپ اپنی تحریر میں استعمال کرتے ہیں - خیر ان معاملات کو علیحدہ رکھ کر بغرض ضروری الاظہار تحریر کرتا ہوں - آپ کے اور میرے درمیان کپتان اسوارٹ وکرنیل مانسل صاحب کے سامنے یہ چار امر فیصل ہو چکے تھے (۱) تعداد حضار مباحثہ (۲) مکان مباحثہ (۳) وقت مباحثہ (۴) گفتگوے مباحثہ کا تحریر ہو جانا ✦

اب میں آپ کی تحریر سے ان سب معاملوں میں آپ کا اتفاق نہیں پاتا - میری راے میں عاقلوں کا یہ طریق ہے کہ جس معاملہ پر متفق ہو کر عہد کرلے ہیں - پھر اُس سے منحرف نہیں ہوتے اگر کوئی بات یا دلیل مناسب نہ معلوم ہو تو اُس پر اول ہی سے ہرگز اتفاق بھی نہ کرنا چاہئے - مگر بعد معاہدہ انحراف کرنا ہرگز جائز نہیں معلوم ہوتا خیر میں اس بارہ میں اپنی راے یہ ظاہر کرتا ہوں کہ چار امور مذکور جو طے ہو چکے ہیں میں ان میں ہرگز تجاوز نہیں رکھ سکتا ماننے نہ ماننے کا آپ کو اختیار ہے پر بغیر اُن کے آپ کو بحث پر آمادہ کیا ہی نہیں جا سکتا - اگر آپ ہر ایک دفعہ چند شرائط قبول کرکے پھر اُن سے منحرف ہو جاویں - تو اس کا کچھ علاج نظر نہیں آتا - میں از جانب خود شرائط فیصل شدہ میں تبدیلی مناسب نہیں سمجھتا - اور نہ ایسا کرنے سے اتفاق کرتا ہوں اگر آپ کو شرائط کے فیصل ہونے میں کچھ شبہ ہے تو کپتان صاحب وغیرہ سے کہ جن کے سامنے یہ امور طے ہو چکے تھے دریافت کیجئے ✦

چاروں ویدوں میں سے میرے ایک پر معتقد ہونے کی بابت جو آپ کا بیان ہے بجواب اُس کے ملتمس ہوں - نہیں معلوم آپ نے یہ تحریر کس بنیاد پر کی میری کونسی تحریر و تقریر سے آپ نے یہ دریافت کیا کہ میں صرف ایک ہی وید کو مانتا ہوں - اے صاحب اس معاملہ میں میرا یہ عقیدہ ہے کہ چار ویدوں میں سے ایک جملہ بھی ایسا نہیں جس سے میں منکر ہوں پھر ویدکے ترجموں کی بابت جو آپ فرماتے ہیں - سو صاف بیان نہیں کیا کہ کن ترجموں سے مراد ہے اردو فارسی عربی میں تو تحقیق ہے کہ ابھی وید کا ترجمہ نہیں ہوا - لیکن انگریزی میں بعض بعض اجزا کا ترجمہ ہوا ہے مجھے ان انگریزی مترجموں کی لیاقت کی نسبت بڑے بڑے اعتراض ہیں ہم اُن کی اتنی علمی و مذہبی لیاقت کو تسلیم نہیں کرتے - اور یہی وجہ ہے کہ یہ انگریزی کے چند مختصر سے ترجمے قدیم تفاسیر سے کہیں مطابق نہیں ہوتے خاتمہ میں ملتمس ہوں کہ علاوہ چار شرائط فیصل شدہ کے اور جو شرطیں آپ اپنی راے میں مناسب سمجھتے ہیں - تحریر فرماتے میں اپنی راے اُن کی نسبت جلد ارسال کرونگا - زیادہ نیاز

۱۳/۱ اگست ۱۸۷۷ء

مولوی جی کا خط نمبر ۲ بہ پیشوائے دین ہنود پنڈت دیانند سرستی صاحب

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سب کو راہ حق دکھلائے ✦

اس وقت نیاز نامہ صبح کا جواب پہنچا۔ جی تو یوں چاہتا تھا کہ جب عنایت نامہ ثانی کا بھی جواب آ لیتا تب ہی جواب لکھتا۔ مگر نامہ بر جلدی کرتا ہے اس لئے یہ گذارش ہے کہ آپ کی اور میری ملاقات پہلی نہیں سال گذشتہ میں میرا انداز تقریر آپ دیکھ چکے ہیں اُس کے تغیر میں طبیعت کی روانگی نہ رہیگی۔ اور اس سے زیادہ جلدی کی طاقت نہیں اس صورت میں آپ سے ہو سکے تو لکھ بھیجئے گا اور نہ ہو سکے تو آپ جانیں مگر یہ عذر کہ میں تا وقتیکہ یہ شرط تسلیم نہ کی جاوے مناظرہ کو بہتر نہیں سمجھتا۔ در پردہ انکار ہے اِس سے بہتر یہ ہے کہ آپ صاف ہی انکار کریں اور اوقات کسی کے ضائع نہ کریں ہزار دن مباحث ہوئے۔ کسی نے یہ شرط نہ کی تھی آپ کو یہ شرط سوجھی تو وجہ اس کی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ کو بچاؤ مد نظر ہے زیادہ بجز انتظار نیاز نامہ سابق اور کیا عرض کروں ✦

العبد

محمد قاسم

(اس پر اگرچہ تاریخ نہیں مگر ۱۳۔ اگست کی تاریخ معلوم ہوتی ہے) ✦

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشوائے دین ہنود سوامی جی دیانند سرستی صاحب اللہ تعالیٰ ہم کو سب کو راہ حق دکھلائے۔

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ کل ایک نیاز نامہ آپ کی خدمت میں آپ کے عنایت نامہ کے جواب میں ارسال کر چکا ہوں آج یہ نیاز نامہ دو وجہ سے لکھنا مناسب معلوم ہوا۔ اول تو یہ کہ جس وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا بوجہ تشریف آوری بعض احباب اس وقت اس کی مطالعہ کا اتفاق نہ ہوا۔ تھوڑی دیر میں شام ہو گئی اس وقت خط خفی کے پڑھنے میں دشواری معلوم ہوئی صبح کو ایک نظر دیکھ کر اس کا جواب لکھا اور اس کی نقل کرا کر اسی وقت آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ غرض جلدی میں لکھا تھا وقت تحریر نیاز نامہ تمام مضامین یاد نہ رہے جو شب کا جواب لکھتا۔ اور مضامین تو چنداں قابل لحاظ نہ تھے۔ پھر شکایت اشتہار کے متعلق ملاقات و مباحثہ ضروری تھے۔ اس لئے بتاخیر معذرت کا عذر بیان کر کے عرض پرداز ہوں۔ کہ اشتہار دینے کے آپ ہی اول سے خیال کر رہے تھے پھر اپنا اشتہار اور آپ کی تشہیر مد نظر نہ تھی۔ فقط اس امر کا اظہار مقصود تھا کہ مناظرہ اور بحث کی خواستگاری جناب کی طرف سے شروع نہیں ہوئی۔ میرے دیوبند یہاں تک آپ نے ... تو جناب کی اس

طرف تشریف نہ لے جانے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ابتدا اُس کمترین کی طرف سے ہے
مگر یہ امر بے تفصیل جملہ سرگذشت مقصود نہ تھی۔ با اینہمہ بہ تقاضائے محبت مذہب
ہر کسی کو اپنے مذہب کی صفائی مقصود ہوتی ہے اور یہ آرت کا اپنے مذہب کے ہر
کسی کو خیال رہتا ہے۔ مگر یہ بات بے اس کے نہیں ہو سکتی۔ کہ موافق مثل مشہور
آنکس را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک تو دوسروں کے اعتراضوں کو شکر
بے باکانہ اپنے مذہب کے حقائق کے اظہار کے لئے آموجود ہو اور ہر کسی کو زبانی
اور بلکہ اگر ضرورت ہو تو بذریعہ تحریر ابھی تو بادگی سے آگاہ کر دے۔ آپ نے مجھ
اور بھی کو دوستانہ شکایت فرمائی اور مجھ کو ایسا فخر یاب کیا کہ جس کے لئے اور اس شکایت سے
بایں وجہ کہ شکایت بے عنایت نہیں ہوتی۔ اپنا ممنون بنا لیا۔ اس لئے یہ گذارش ہے
کہ یہ شکایت میرے نزدیک بے شک عنایت ہے۔ اور کیا عرض کروں۔ غرض
اپنی بڑائی اور آپ کی توہین منظور نہ تھی۔ گو آپ بوجہ خاکساری اپنے آپ کو
اوتنا نہ سمجھیں جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ اپنے زمانہ میں اپنے مذہب
میں یکتا ہیں۔ منشی کنھیا لعل صاحب وغیرہ بھی شاید ہوں تو آٹے ہی ہوں۔ اِن
منشی اندرمن کی نسبت آپ کچھ نہ فرمائیں بوجہ عدم تعارف منشی کنھیالال کے
حق میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ پر منشی اندرمن کو تو آپ رہنے ہی دیجیا دو باتیں
تو مجھ سے سن لیجئے سال گذشتہ میں بوجہ کثرت الفاظ سنسکرت جب میں آپ
کی تقریر کو نہ سمجھتا تو قبل تکلیف دہی جناب مولوی محمد علی صاحب مصنف سوط اللہ
الجبار۔ منشی اندرمن سے میں نے کہا کہ آپ پنڈت جی کی تقریر کا ترجمہ ہی کر دیں
انہوں نے آہستہ سے یہ جواب دیا کہ تیز ہے۔ مجھے کبھی لکھ دینے کا اتفاق
نہیں ہوا۔ جو لوگ یہ کام کرتے رہتے ہیں انہیں سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ دوسری
بات یہ ہے کہ اول تو صبح کے جلسہ میں میری تحقیق کی نسبت آپ کو دوبارہ بولنے
کا اتفاق ہوا۔ گو کیا کیسے وقت ہو لیا۔ اگر وقت باقی رہتا تو مولوی صاحب کی
بات کا بھی جواب دیا جاتا۔ مگر قریب گیارہ بجے کے یعنی آخر جلسہ میں شاید آپ
نظر کی اب جلسہ برخاست ہو جائیگا۔ اور اہل اسلام کو موقع جواب نہ ملے گا آپ نے
میرے اس مضمون کی نسبت جس میں میں نے یہ ثابت کیا تھا کہ مادہ عالم وجود واجب
سے جو ذات خداوندی ہے ایسی نسبت رکھتا ہے۔ جیسے شعاعیں کرۂ آفتاب
کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا کہ اگر مولوی صاحب کا قول صحیح ہو تو بلحاظ نظر کے برائی بھی
عالم میں ہے۔ خدا کی طرف برائی عائد ہوگی۔ اس کے بعد میں موقع گفتگو پر پہنچا۔ تو
پادری صاحبوں نے نماز اور یہ کہا کہ جلسہ کا وقت ہو چکا اس وقت میں نے آپ سے
عرض کیا کہ پنڈت جی گفتگو اب ہمارے اور آپ کے درمیان ہے آپ ذرا ٹھہر جائے

آپ نے بھی یہ فرمایا کہ مجھ سے بھی ٹھہرا نہیں جاتا۔ بھوجن کا وقت آگیا ہے یہاں تک کہ میں نے اپنی یاد کی موافق آپ کا ہاتھ تک پکڑا پر آپ ہاتھ چھوڑا کر چلدئے جب آپ کی طرف سے بھی بے اعتنائی ہی دیکھی پھر میں منشی اندرمن کی خدمت میں پہنچا۔ اور یہ عرض کیا کہ پنڈت جی تو نہیں سنتے آپ ہی سنتے جائیں ان کو کچھ موقع عذر سمجھ میں نہ آیا۔ ناچار سننا پڑا۔ میں نے عرض کیا۔ جواب تو اس اعتراض کا ابطال و دفع دخل مقدر میں اپنی تقریر اور تحقیق کے وقت ضمن مثال میں دے چکا ہوں۔ اس کو سمجھ لیجئے۔ تو پھر اس اعتراض کا موقع ہی نہیں رہتا۔ پھر جب پنڈت جی نے اس کا کچھ لحاظ نہ کیا تو مجھ کو مکرر مفصل عرض کرنا پڑا۔ غرض اس وقت وہ مضمون عرض کیا جس کی بنا اس بات پر تھی کہ حیثیت فاعلیت و مفعولیت فاعل کا اثر تو مفعول کی طرف آتا ہے۔ پر مفعول کا اثر فاعل کی طرف نہیں جاتا۔ اس پر منشی صاحب نے فرمایا تو یہ فرمایا کہ شاید پنڈت جی اس پر کچھ اور اعتراض کریں میں نے ان کے ابھارنے کو یہاں تک کہا کہ پنڈت جی سے یہاں تک بھی انشاء اللہ تعالےٰ اس کا جواب نہ آئیگا۔ مگر پھر بھی وہ کچھ نہ بولے۔ اور اٹھ کر چلدئے اگر وہ بھی منجملہ اہل کمال ہوتے اور آپ کا خیال ان کی نسبت صحیح ہوتا تو اور بھی نہیں تو موقع مذکورہ میں تو بولتے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ باوجودیکہ ان کا نام بھی مناظرین میں تھا۔ دونوں روز اول سے آخر تک کچھ نہ بولے بایں نظر کیونکر کہہ دیجئے کہ وہ تو اہل کمال میں سے ہیں۔ اور آپ بایں ہمہ جرأت ان سے کم نہیں مگر آپ کو ان باتوں کی کیونکر خبر ہوئی ہوگی۔ جو بہ نسبت منشی اندرمن حسن ظن میں کچھ فرق آتا۔ مگر میرے نزدیک ان کا یہ بولے سو دیتے ہیں تو یوں گمان کرتا ہوں کہ اگر منشی صاحب کو یہ گمان بھی ہوگا کہ شاید مجھ کو گفتگو کرنی پڑے تو انشاء اللہ اس طرف کا خیال بھی نہ کریں گے۔ دوسری وجہ تحریر نیاز نامہ کے یہ ہے کہ آپ کو شاید مجمع عام کے ہونے سے علی ہذا القیاس اجلاس کے قریب ختم ہونے سے اس وجہ سے تامل ہو کہ ہنوز آپ کو اس کی دلائل پر نظر نہیں اس لئے جلدی میں کچھ وجوہ لکھ کر عرض کرتا ہوں اس کے بعد کچھ اور سمجھ میں آئیگا تو مکرر عرض کرونگا۔ اب آپ کی حق پرستی سے مجھ کو یہ امید ہے کہ باوجود اصرار معلوم خلاف عادت آپ بھی مجمع عام ہی کی رائے دیجئے۔ اور کچھ تامل نہ فرمائیگا۔ اور گو آپ گفتگو سے انکار کر چکے ہیں جیسا آج کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی تھوڑا سا وکری گفتگو پر آمادہ ہو جائیے۔ اے صاحب آپ کے مشتاقوں کو اپنے محروم ہو جانے سے کمال ہی رنج ہے۔ یہ ہمیشہ کے لئے انکی آپ مان ہی لیجئے۔ باقی چاروں ویدوں کی تعلیم سے ہم کو کمال ہی درجہ کی خوشی

ہوئی یہ اس کا رنج ہے کہ آپ اس کو بھول گئے جو کپتان سٹوارٹ صاحب کے سامنے چند آدمیوں کے مجمع میں آپ نے ارشاد فرمائے تھے لیکن بڑا افسوس ہے کہ آپ اس قول کے پھر جانے سے نہیں شرماتے۔ اور ہم کو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ معاہدہ کر کے نہیں پھرا کرتے سبحان اللہ کیا کہنے۔ خدا جانے اس میں بھی کچھ بھید ہوگا۔ شاید آپ کو یاد نہ رہا ہو۔ آپ اپنے ان مریدوں سے ہی دریافت کریں جو اس وقت ساتھ تھے۔ ان کو یاد ہوگا ورنہ کپتان صاحب سے دریافت کر دیکھیں۔ ان سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ کرنیل صاحب کو بھی آپ گواہ فیصلہ قرار دیتے ہیں۔ اے صاحب اُن کے سامنے تو ہماری آپ کی کچھ گفتگو نہیں ہوئی مگر کاش آپ اسی پر بس کرتے۔ باقی شکایت عدم تہذیب آپ کو زیبا نہیں اول تو میری کلام میں کوئی جملہ خالی از تہذیب نہ تھا دوسری آپ نے نہ دیکھا کہ ابتدا سے کس نے کی مصرعہ۔ ذرا انصاف آپ کیجئے کہ گلا کس نے شروع پہلے۔ جس جملہ کو آپ نے غیر مہذب سمجھا اُس کے معنے آپ کچھ اور سمجھ گئے ہیں اس کے یہ معنے نہیں جو آپ سمجھے زیادہ کیا عرض کروں آپ سے توقع مناظرہ بھی رہی۔

العبد
محمد قاسم ۲۳ اگست ۱۸۷۸ء

مکرر گزارش یہ ہے کہ آج آپ نے اور بھی ترقی فرمائی کل کے عنایت نامہ میں تو تین ہی شرطیں طے ہوئی تھیں۔ آج چوتھی شرط بھی طے ہوگئی اس انداز سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ روز معہود سامی تک یہ سب طے کئے ہوئے سب شرطیں طے ہو جائینگی۔ اتنی راست بیانیوں پر تو آپ کی یہ جرأت ہے ہم کو منحرف بناتے ہیں۔ مہاراج کرنیل صاحب آپ کے گواہ ہو گئے۔ کپتان صاحب کو آپ نے گواہ بنا لیا۔ ہمارے واسطے آپ نے کس کو چھوڑا۔ اے صاحب یہاں سے کرنیل صاحب دور نہیں۔ کپتان صاحب کی چٹھی موجود ہے وہ منشی احسان اللہ صاحب کو لکھتے ہیں کہ امور مذکورہ میں باہم متفق ہو کر اور فیصلہ کر کے ہم کو اطلاع دو تا کہ ہم اس رائے میں شریک ہوں یا اور کچھ رائے دیں اگر ان کے نزدیک فیصلہ ہو چکا تھا۔ تو یوں لکھ کپتان صاحب کی نسبت بھی آپ نے جھوٹ ثابت کر دیا شاید انہیں باتوں کو آپ معقول باتیں سمجھتے ہیں جن کے بھروسے یہ فرماتے ہیں کہ معقول بات کا جواب نہیں ملتا۔ اے صاحب اگر آپ کپتان صاحب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ تو وہی ہمارے حاکم رہتے ہیں جو وہ تجویز فرما دیں اور جس کی طرف اُن کی رائے ہو وہی ہم کو منظور ہے۔ اور انہیں سے یہ بھی دریافت کیا جاوے کہ وید کی بابت آپ نے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتے ہیں اور ہم نے مانا فیصلہ ہو گیا تھا مگر ہم اگر اپنے نفع کی

کہیں تو آپ نہ مانیں آپ فرمائیے ہمارا مجمع عام اور میدان وسیع میں کیا نفع ہے
یہ تو نفع عام ہے اور یا آپ کی جرأت اور علم کا اظہار ہے پھر اگر ہم بعد معاہدہ
کے آپ سے یہ التماس کریں کہ آپ بہ نسبت سابق ذرا عنایت کریں اور تعداد کو
معدود نہ کریں تو آپ کو کیوں انکار ہے۔ ہاں اگر اس قسم کی تردید ممنوع ہو تو
یوں بھی سہی آپ انصاف سے کہئے کہ یہ بات کون سے وید کے رو سے ممنوع ہے
باقی یہ جواب جو آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو تیرے لفظ لفظ پر اعتراض واقعی کمال
ہی کی۔ انصاف کا کام ہے اور کمال ہی درجہ کے حقانیت کی بات ہے اور کیوں نہ ہو اہل
علم ہی میں یہ کمال ہوتا ہے کہ کسی کی صحیح بات اور لفظ لفظ کو غلط کر دیں مگر مجھ کو ان
اعتراضوں کی اطلاع کی آرزو ہی رہی کیا کیجئے۔ آپ کی اس مختصر نویسی سے یہ رنج
اُٹھانا پڑا ورنہ آپ بیشک تحریر فرما ہی دیتے۔ پنڈت جی صاحب میں اس کے
آگے کوئی مرتبہ نہیں دیکھتا جو جواب میں لکھوں بجز اس کے کیا لکھوں کہ آپ کے
لفظ لفظ اور غلط صحیح باتیں سب صحیح ہیں۔ خود یہی کہہ سکتا ہوں اور کیا کہوں۔
جناب پنڈت جی صاحب اگر معاہدہ اسی کا نام ہے تو یوں کہو کل کو آپ اُن مہاراجوں
کو بھی افزائش مقدار خرچ نقرا سے منع کریں گے جنہوں نے یہ التزام کر رکھا ہو
کہ روپیہ دو روپیہ اور فقیروں کو بانٹ دیا کریں۔ بایں ہمہ اگر کچھ خرابی آئی تو ہماری
جانب سے آئی تھی آپ کو کیا نقصان البتہ اس میں نقصان ہے کہ کہیں کچھ کہہ یا
کہیں کچھ کپتان صاحب کے بنگلے میں گئے تو تین بیدوں سے انکار کر دیا اور
مریدوں کے سامنے کا وقت آیا تو چاروں کو بسر و چشم رکھا کانپور کے اشتہار میں
ایسیں شاستروں پر ایمان لائے اور کہیں علم اور پوچھیں تو صرف چار بیدوں پر قناعت
فرمائی کبھی سارے حصہ واجب التسلیم اور کبھی برہمن کا انکار اور منتر بھاگ کا اقرار
مگر تعجب اس پر آتا ہے کہ پہلے زمانہ میں تو آپ تبدیل عقائد پر بھی قادر تھے اور اب
دو سو آدمیوں سے آگے بڑھانے کی بھی طاقت نہیں۔ پنڈت صاحب عقیدہ
تو ایک امر خارجی کی تابع ہوتا ہے۔ جیسے کبھی خبر غلط کی خبر ہوتی ہے اور ظاہر
ہے کہ امر خارجی واقعی کسی کے اختیار میں نہیں۔ واقعی کو کوئی غیر واقعی نہیں
بنا سکتا غیر واقعی کو واقعی نہیں کر سکتے۔ اگر تبدیل عقائد مشار الیہ آپ اس وجہ
سے قادر ہیں کہ آپ تبدیل امور خارجیہ بطور مذکور قادر ہیں تو انساد عہد و تسلیم ہمارا
اختیار آپ کو قدرت کیوں نہیں اور اگر وجہ تبدیل یہ ہے کہ اپنی غلطی معلوم ہوگی تو بیان
فرمائیے۔ آپ کی رائے کی صحت پر کیا دلیل ہے باقی رہی میری رائے اول کی صحت
اول تو آپ کو کپتان صاحب کی کوٹھی پر اس وقت معلوم ہو گئی تھی جب آپ وجوہ معروضہ
احقر کی تردید نہ کر سکے اور جو کچھ شک ہو گا وہ انشاء اللہ ... معلوم ہو جائیگا یہ تو میں جانتا

ہوں کہ تا مقدور آپ گفتگو نہ کرینگے اور جس طرح ہو سکے گا ٹالینگے مگر میں اپنے شوق کو کیا کروں اس لئے آپ کے اس پردہ میں لکا پر بھی بار بار بے پردہ اصرار کئے جاتا ہوں۔ پنڈت صاحب اگر بالفرض ہیں معاہدہ سے انحراف کرتا ہوں تو آپ بڑے انصاف مباحثہ سے انکار کرتے ہیں حضرت سلامت معاہدہ اس کو کہتے ہیں کہ ایسے معاملات میں جن میں طرفین کو نفع نقصان کا احتمال ہو جیسے بیع و شرا و عہود سلاطین باہم کسی بات پر راضی رضا ہو جائیں۔ اس سے انحراف بُرا ہے یہاں کس کا نفع اور کس کا نقصان ہے۔ یہ جناب انحراف کو مذموم سمجھتے ہیں اور منحرف نہیں ہوتے آپ اوروں سے مشورہ کیجئے۔ اگر اہل فہم ہونگے تو یہی کہینگے کہ اگر دوسری بات میں زیادہ خوبیاں نظر آئیں۔ تو پھر پہلی بات پر اڑے جانا اور ہٹ کئے جانا ضد کرنا عاقلوں کا طریقہ نہیں اور دونکا طریقہ ہے اس لئے بال ہٹ اور تریا ہٹ کسی کو پسند نہیں آتی اب التماس یہ ہے کہ آپ جس طرح بن پڑے میدان اور مجمع عام کو تسلیم فرمائیے ہماری شرطوں پر نظر کیجئے یہ بھی نہیں تو ایک بے جان کی آرزو پر خیال فرمائیے۔ اس کی بھی پرواہ نہیں تو موجودہ معروضہ عقلی ہی کا اتباع کیجئے یہ بھی نہیں ہو سکتا پرمیشر ہی کے لئے اعلان حق پر کمر باندھئے اس سے بھی غرض نہیں۔ تو اپنی اور اپنے مریدوں کی آبرو کو سنبھالئے۔ یہ بھی منظور نہیں تو یہی کہہ دیجئے کہ مجھ میں جرأت نہیں ہم اپنا سا منہ لے کر چلے جائینگے۔ اب گذارش یہ ہے کہ آپ کو بھلا اس سے دو سو تک آنا تو یاد رہا پر یہ یاد نہ رہا کہ ہم دوبارہ یہ عرض کر چکے تھے کہ اس شرط کو ملتوی رکھئے۔ کیا ملتوی کے یہ معنے نہیں کہ اس پر پھر بحث کی جاویگی ہاں شاید آپ یہ فرمانے لگیں کہ ملتوی کرنے کو پہلے کہا تھا مگر اس کا کیا جواب دیجئیگا۔ کہ ہم نے اٹھتے وقت یہ کہا تھا کہ اگر آپ دو سو سے زیادہ نہیں بڑھتے تو اتنا تو کرو کہ ان کے سوا جن کے ہم ضامن ہوں وہ آ جائیں۔ البتہ آپ نے اس وقت بھی موافق مصرعہ۔ خلقے ہمہ یک طرف این بندہ تنہا یک طرف۔ اگر میری رضا ہی کے لئے بھی تو کوئی دلیل چاہئے۔ اگر آپ ایشور کو گواہ کر کے یہ فرما دیں کہ تو راضی ہو گیا تھا تو یوں ہی سہی باقی پنڈتوں کے ترجموں کی نسبت آپ کی تحقیقات تو نئی ہی نکلی اکبر بادشاہ اور دارا شکوہ کے زمانہ کے ترجموں کو پہلے معزز ہستی سے نیست و نابود کر دیتا تھا۔ پھر یہ کاہے کہنا تھا یوں تو یہ باتیں زیبا نہیں۔ جواب جلد عنایت فرمائیے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ آنے والوں کے پیام چلے آتے ہیں آپ کے حصہ کی شرم بھی مجھ ہی کو اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر آپ تھوڑی سی خیرات فرمائیں۔ تو سب کا دل بھلا ہو جائے۔

۱۴۔ اگست ۱۸۷۸ء محمد قاسم

سوامی جی کا خط نمبر ۲ بہ پیشوائے دین اسلام مولوی محمد قاسم صاحب

پرمیشر آپ کو اور ہم کو اور کل کو ہدایت بخشے ۔

کل آپ کا عنایت نامہ بجواب نیاز نامہ مرسلہ ۱۳ ۔ اگست و نیز بجواب خط علیحدہ مرسلہ یکشنبہ گذشتہ وارد ہوا ۔ آپ کے نوازشنامہ کے ابتدائے کی نسبت میں از جانب خود اظہار جمعیت کی ضرورت سمجھتا ہوں ۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ آپ نے شکایت بہ نسبت اشتہار بحکم ملاقات اور بہ خیال فرمائی اور گو عبارت اشتہار سے وہ امور بخوبی واضح ہیں کہ جن پر شکایت کی بنا تھی مگر در حالیکہ آپ بقصد صفائی عنایت و کرم اپنے عنایت نامہ میں اصل مقصد اور ہی بیان فرماتے ہیں تو میری رائے میں باوجود تحریری عبارت کے نقص لفظی کے بھی اُن شکایتوں کا یاد رکھنا ہرگز مناسب نہیں معلوم ہوتا اور گو میں جانتا ہوں کہ بحث و مناظرہ کی خواستگاری اولاً میری طرف سے نہ تھی ۔ لیکن میرا مدعا سوائے اظہار حق بلا تخصیص یک مذہب اور کچھ نہ تھا ۔ لیکن کوئی اب آپ کے اس محبت آمیز تحریر کی تردید بخیال اس کے اس میں صحت مطالب نہیں اس موقعہ پر گوارا نہیں کرتا ۔ آپ پھر اپنے نوازشنامہ میں اپنی لیاقت کے سبب میری ویسی ہی قدر دانی فرماتے ہیں ۔ جیسے آپ اپنی رائے صاحب کے موافق پہلے بھی ظاہر کر چکے تھے ۔ لیکن میں چونکہ اپنی نسبت منشی کنہیا لال و منشی اندرمن و دیگر اصحاب کہ جن سے آپ واقف نہیں معلوم ہوتے معاملات مذہبی (دین اسلام) میں بدرجہا فائق پاتا ہوں ۔ لہذا آپ کے اس سخن گستری طرز توصیف سے کہ جس کے میں لائق نہیں صرف خجل ہوتا ہوں مگر افسوس صد افسوس کہ منشی اندرمن صاحب کی نسبت جو آپ تحریر فرماتے ہیں ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتا ۔ جو دو وجہیں کہ آپ اپنی کلام کے ثبوت کی غرض سے پیش کرتے ہیں ۔ اُن کی صحت کی شہادت آپ کے کلام میں کہیں بھی پائی نہیں جاتی ۔ اول تو یہ کہ منشی اندرمن صاحب اُس موقعہ پر مجھ سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئے ۔ البتہ جن معاملات میں آپ اُن سے گفتگو کرنا بیان کرتے ہیں وہ البتہ قبل از ابتدائے مناظرہ آپ چند صاحبوں نے اُن سے یہ درخواست کی کہ منشی صاحب اگر آپ ذرا سی دیر کے واسطے عوام سے علیحدہ تشریف لاویں تو آپ سے ایک امر تنہائی میں طے کیا جاوے سو منشی صاحب نے اس امر کو منظور کیا اور پادری نول صاحب کے ڈیرے کے قریب آپ کے ساتھ ہوئے تنہائی میں آپ صاحبوں نے منشی صاحب سے یوں کہا کہ حضرت ہماری اور آپ کی کتابی بحث مدت سے چلی آتی ہے ۔ اور اسی طرح چلی جاوے گی ۔ ہمارا آپ کا کوئی نیا مناظرہ نہیں اس موقعہ پر ہماری رائے یہی ہے کہ آپ خاموش بیٹھے رہیں تو بہتر ہے اور ہوں سے گفتگو ہوتی رہے گی ۔ منشی صاحب نے جواب فرمایا کہ جب

مناسب مجلس ہوگا۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل کرونگا۔ الا بوقت مناسب و حسب ضرورت خاموشی مشکل سے اختیار ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر آپ کی اس درخواست اور منشی اندرمن صاحب کے اس جواب سے ان کی لیاقت کی نسبت آپ کو ایسی رائے قائم ہوئی ہو تو فی الواقع ہر عاقل کے نزدیک واجب التسلیم ہے۔ دوسری اس راست بیانی کے ارتفاع کی تو انتہا ہی نہیں پائی جاتی کہ آپ نے مجھ سے ایک معاملہ مناظرہ میں گفتگو کرنی چاہی۔ مگر میں نے کیوجین کا عذر کیا۔ حتیٰ کہ آپ نے میرا ہاتھ تک بھی پکڑ لیا۔ مگر میں بزور ہاتھ چھوڑا کر چل ہی دیا۔ اے صاحب منشی پیارے لعل صاحب اور دیگر چند صاحب جو شریک انجمن تھے۔ وہ بہت دور نہیں ہے۔ انہیں تحریر کیجئے اور شہادت بہ مصداق بیان منگا لیجئے۔ پھر اگر ان امور کی صداقت میں انکار پیدا ہوگا تو اسے بھی ہرگز گنجائش نہ رہے گی۔ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ باوجودیکہ منشی جی کا نام مناظرین میں تھا دونوں روز اول سے آخر تک کچھ نہ بولے مجھے یقین نہیں آتا کہ اس موقعہ پر آپ کی تحریر سے یہ مطلب ہے چونکہ منشی صاحب کو دو روز تک کچھ فرمانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اس سے منشی صاحب کی عدم لیاقت کا ثبوت ہوا۔ اگر آپ کا در اصل یہی مطلب ہے تو سید ابو المنصور صاحب کی لیاقت سے بھی آپ ضرور منکر ہونگے کیونکہ سید صاحب نے بھی دو روز تک اول سے آخر تک کچھ گفتگو نہیں کی پھر آپ کا یہ گمان کہ منشی صاحب کا بولنا بے سود تھا اگر آپ خاطر جمع رکھئے میں منشی صاحب کو نہیں بلاتا۔ میں آپ کی نصیحتانہ گفتگو کا مدعا خوب سمجھتا ہوں۔ منشی صاحب تو ذکر مباحثہ سن کر جیسا اس طرف تشریف لانے کا خیال کرینگے یا کرتے میں خوب جانتا ہوں مگر ان کے یہاں تشریف لانے سے واقعی مجھے ایک خوف ہے وہ یہ کہ منشی صاحب کی غیبت میں جنہوں نے یہاں برائے مباحثہ تشریف لانے کا خیال کیا ہے کہیں اپنے خیال کو خیال خام نہ سمجھ جائیں۔ اور پھر اس کا نتیجہ بھی کچھ اور ہو۔ خیر اب اس مدعا کو ختم کرتا ہوں۔ اور دوبارہ اس بیان میں گزارش کرتا ہوں کہ میں بھی چار وید کا قائل ہونے سے منحرف نہ تھا بلکہ ایسا بھی نہیں ہوا۔ کہ میں نے صرف ایک وید کو تسلیم کیا ہو اور باقی کو نہیں۔ مجھے آپ کی لیاقت پر ہرگز یہ گمان نہیں ہوتا کہ میں نے اپنا اظہار اعتقاد چو وید مقدس کی نسبت کیا تھا۔ اس نے اپنے خلاف واقعی معنے سمجھے ہوں۔ یہ تو بڑے ہی تعجب کا مقام معلوم ہوتا ہے کہ پنڈتان صاحب جو اس ملک کے اہل زبان نہیں میرے مختصر سے بیان سے مدعا سے اصلی سمجھ جائیں۔ اور آپ جو صرف یہی نہیں کہ باشندہ ممالک مغربی و شمالی ہیں بلکہ ان اضلاع کے خواص میں سے ہیں مدعائے اصلی کو چھوڑ کر کچھ اور ہی معنے خیال کر

لیں اُس وقت جو مَیں نے اپنی گفتگو سے متعلق الفاظ استعمال کئے تھے وہ تقریباً یوں تھے کہ

مَیں صرف ایک قرآن ہی پر اعتراض کرونگا اور آپ بھی صرف ایک وید پر کیجئے کہ اس جملہ میں جو لفظ ایک دو جگہ واقع ہوا ہے اُس سے اظہار تعداد مقصود نہیں ہے بلکہ ایک لفظ صرف کی اعانت کا اعادہ کرتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ اس جملہ کے اظہار کے وقت لفظ ایک سے معنے مذکورہ کے استعمال کے لئے اِس لفظ پر اور بالخصوص اس کے حرف وسطی پر دیگر الفاظ کی نسبت کم زور دیا گیا تھا۔ پرسوں کپتان صاحب سے مَیں نے جو اس بارے میں گفتگو کی تو وہ افسوس کرنے لگے۔ کہ مولوی صاحب نے اس سادہ جملہ کے معنے ایسے خلاف موقعہ سمجھ لئے پھر آپ مجھ سے اس امر کے شاکی ہیں۔ کہ مَیں نے کرنیل صاحب کو اپنا گواہ فیصلہ قرار دیا۔ مَیں اب بھی کرنیل صاحب کو گواہ قرار دیتا ہوں۔ کپتان صاحب سے جب مَیں نے اس شکایت کا ذکر کیا تو وہ فرمانے لگے کہ بیشک کرنیل صاحب گواہ فیصلہ ہیں۔ اگر آپ کو اس امر میں کچھ کلام ہو تو فوراً کپتان صاحب و کرنیل صاحب سے میرے اس نیازنامہ کے حوالہ سے دریافت کیجئے۔ نیز آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ آیا مَیں نے آپ کے قول کے موافق کپتان صاحب کی نسبت جھوٹ ثابت کر دیا ہے یا آپ نے ہر دو صاحب کی نسبت جھوٹ ثابت کیا۔ آپ فرماتے ہیں مجھے شکایت عدم تہذیب زیبا نہیں اور اس کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ مصرعہ ع ذرا انصاف تو کیجئے نکالا کس نے شر پہلے۔ تسلیم نہیں اس ثبوت کو کافی سمجھتا ہوں۔ اس معاملہ کے متعلق میری اول تحریر اور آپ کا اشتہار بھی پڑھئے اور انصاف کیجئے۔ باقی رہا آپ کا یہ جملہ کہ جس جملہ کو آپ نے غیر مہذب سمجھا الخ۔ اے صاحب معنے ان الفاظ سے وہی لئے جاوینگے جن کیواسطے وہ موضوع ہیں۔ ہاں اگر آپ کہنا کچھ اور چاہیں اور کہیں کچھ اور یعنے مدعا کچھ ہو اور ادا کے مدعا اس سے مختلف تو ایسی تحریر بیان سے وہی مدعا سمجھ سکتا ہے جسے آپ نے پہلے قرار دیا ہو کہ مَیں کہونگا تو یوں لیکن تم نے اس بیان سے یہ دیگر مطلب سمجھنا۔ مگر شکر ہے کہ آپ نے اپنی کل تحریر سے آخر ایک جملہ پر غیر مہذب ہونے کا شبہ تو کیا۔ مگر ہر مہذب کے نزدیک ایک کیا کتنے ہی جملے اس صفت سے موصوف بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس عیب سے معیوب ہیں۔ نیز آپ کا یہ قول کہ آج آپ نے اور نئی ترقی کی۔ کل کے عنایت نامہ میں تو تین ہی شرطیں تھیں الخ جناب مولوی صاحب انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجئے ذرا عدل ہی کی طرف بھی مائل ہو جائیے۔ نیازنامہ سابق میں تین طے شدہ شرائط کا ذکر کیا گیا اور اس سے بعد کے خط میں حسب ضرورت ہم طے شدہ باتوں کا ذکر آیا نہ پہلے خط میں یوں لکھا تھا کہ تین ہی شرطیں طے ہو چکی ہیں نہ دوسری کا بیان ہے کہ صرف

رشرائط کا انفصال ہے - اختتام انفصال ہے - پہلے نیاز نامہ میں تفصیل شدہ
شرائط میں سے صرف تین کے ذکر کی ضرورت ہوئی تھی - اس سے بعد
ے نیاز نامہ میں چوتھی فیصلہ شدہ شرط بھی درج التحریر ہوئی - وجہ یہ ہوئی
. نیاز نامہ اول کے جواب میں جو آپ کا خط آیا - اس میں آپ نے چوتھی شرط
ے اظہار انحراف کیا - علاوہ ان چار شرائط کے اور بھی کئی شرطیں ہیں جو طے ہو
ہ ہیں مگر بار بار آپ کی خدمت میں ان کے اظہار کی ضرورت پیش نہ آئی - لیکن
ـ آپ اب ان میں سے کسی سے منحرف ہوتے نظر آئے - یا کوئی اور موقعہ فرق
ن کرتے تو بلاشک ان شرائط کا بھی ذکر نیاز نامہ جات آئندہ میں کیا جاویگا
لا آپ یاد کیجئے کہ سب سے اول یہ بات طے ہوئی تھی کہ مناظرہ میں دونوں
ب سے گفتگو مہذب ہندی مثل سبھا ملحوظ رہے - کوئی کسی کے بزرگوں و
پیشواؤں کی نسبت الفاظ سخت استعمال نہ کرے - دوسری یہ کہ بوقت مناظرہ
ہ میرے اور آپ کے اور کوئی صاحب نہ میری طرف سے نہ آپ کی طرف
حث کے متعلق گفتگو کر سکینگے - تیسری یہ کہ میں وید کا مجیب بنونگا اور
ب قرآن پر معترض - اور آپ بخلاف اس کے قرآن کے مجیب اور وید پر
ترض - اب آپ ہی فرماتے کہ چار شرائط مذکورہ سابق میں تین بھی طے ہو
ہیں یا نہیں - ذکر تو ان کا اب تک کسی نیاز نامہ میں نہیں کیا
ہے کہ ضرورت ذکر بھی نہیں درپیش ہوئی - اور اسے اثر یہ آپ کا اعترا
ت اس حالت میں معقول گنا جا سکتا ہے - کہ جب یہ فرماتے کہ تین شرائط
در خط سابق تو فیصل ہو چکے ہیں یہ چوتھی فیصل بھی نہیں ہوئی - نہ معلوم آپ
چوتھی کے طے ہو جانے کے مقر ہیں یا نہیں - کپتان صاحب و کرنیل صاحب
ے گواہ ہونگے آپ پھر ذکر کرتے ہیں - اور میں پھر جواب اس کے آپ کو مطلع
تا ہوں کہ یہ امر میں ہی صرف نہیں کہتا کہ وہ معاملات طے شدہ ہیں گواہ ہیں
ہ وہ خود اپنے گواہ ہونے کے مقر ہیں - اے صاحب یہاں سے یہ دونوں صاحب
دور نہیں آپ ذرا ان کے مکان تک قدم رنجہ فرماتے - یا بذریعہ تحریر دریافت
بلکہ - اور اپنی طبیعت کو تشفی بخشئے پھر اس چٹھی کا ذکر کرتے ہیں جو کپتان صاحب
منشی احسن احمد صاحب کو تحریر کی تھی جس میں آپ کی اس چٹھی کے متعلق عبارت
ان صاحب کو پڑھ کر سنائی تھی - کپتان صاحب بیان کرتے تھے کہ لوگوں نے
ی عبارت کے الٹے معنے لگائے اور کہا مجھے امید فرمایا کہ میں منشی احسن احمد صاحب
ہ بلونگا کو ہوگا - کہ میرا یہ مطلب نہ تھا - جو آپ سمجھے بلکہ یہ تھا - کپتان صاحب
ا اپنی تحریر کی نسبت یوں فرماتے ہیں کہ ان کے پاس منشی احسن اللہ صاحب

کا ایک مضمون کا رقعہ آیا تھا آج دوسرا روز تھا کہ مولوی صاحب آپ سے امور متعلق مناظرہ کے معاملہ میں گفتگو کیا چاہتے ہیں بجواب اس کے کپتان صاحب نے تحریر کیا کہ مجھے اب فرصت نہیں۔ مولوی صاحب کو چاہیئے کہ وہ اور پنڈت صاحب باہم جس معاملہ میں گفتگو کی ضرورت سمجھیں کریں۔ بعدہ' میں بھی دیکھ لونگا درحالیکہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کپتان صاحب نے یہ جو کچھ فرمایا سچ ہے تو میرا یہ کہنا کہ شرائط معلوم اُن کے سامنے فیصل ہو گئی تھیں۔ اور وہ گواہ فیصلہ ہیں ہرگز کپتان صاحب کے بیان کے متناقض نہیں ہے بلکہ آپ کی کلام کو میری کلام سے نسبت ساوی ہے پس یہ ہرگز نہیں کہتا کہ کوئی شرط صرف میرے کہنے سے واجب التسلیم گردانی جاوے یا کپتان صاحب فرماویں تو فریق مستند شمار ہو یا کسی اور صاحب کی راے پر صرف اس کا فیصلہ ہو بلکہ اصل یہ ہے کہ وہ شرائط جو میں نے بکوشش تمام طے کرائیں اور جن پر آپ بہت سی گفتگو کے بعد راضی ہو گئے میری راے میں نہایت مناسب اور ضروری تھیں اور کپتان صاحب اور کرنیل صاحب نے بھی اونہیں ایسا ہی خیال فرمایا اور آپ کے اور اُن کے طے ہونے سے مطمئن ہو گئے اور اب تک فیصلہ کے گواہ ہیں ✦

آپ پھر یوں کیوں لکھتے ہیں کہ ہم نے مانا۔ فیصلہ بھی ہو گیا تھا کہ اس کے صاحب اگر فیصلہ نہیں ہوا تھا تو ہرگز تسلیم نہ کیجئے مگر تو ایک طرف کپتان صاحب و کرنیل صاحب جو اس کمیٹی کے بڑے باوقار ہیں اُن کا تو اعتبار کیجئے ✦

پھر آپ فرماتے ہیں کہ اگر اس قسم کی تردید ممنوع ہو تو یوں ہی سہی آپ انصاف سے لکھئے کہ یہ بات کون سے دین کی رو سے ممنوع ہے الخ بیشک ہمارا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ جو بات مسلم الثبوت و معقول نہ ہو ہرگز واجب التسلیم نہیں ہو سکتی اور یہی وجہ ہے جو تعداد کے محدود ہونے میں آشنا سائی ہونا پڑا ہے وجہ نہیں کہتا۔ کیونکہ تعداد کا محدود ہونا نہایت معقول اور ضروری دیکھتا ہوں اور اس کے خلاف ہونے میں بہت نقصان نظر آتا ہے۔ اس امر کی تفصیل ضمیمہ فیصلہ رقعہ ہذا سے بخوبی واضح ہو گی جو اُن وجوہ کے تردید میں پیش کرتا ہوں۔ جو آپ نے تعداد کو محدود نہ کرنے کی بابت میں اثبات کے واسطے قائم کی ہیں ✦

آپ نے اس لکھنے کے شاکی ہوئے ہیں کہ مجھے آپ کے لفظ لفظ یا عذر سے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شاید اس موقعہ پر بھی لفظ لفظ کے ایسے معنے لئے ہونگے جیسے میرے وہ بندوں کے اعتقاد کی بابت اُلٹے معنے سمجھ لئے تھے اور درمافہمی سے ہاتھ بھی دھو بیٹھے تھے اس فقرے کے معنے لگاتے وقت یہ بھی خیال رکھئے کہ عبارت میں ایسے بھی موقعہ ہوا کرتے ہیں جہاں ولالت التزامی یعنے مجاز سے

مانتے کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے یہ تو جناب مذکورہ کی عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ معنے موضوع لہٗ اور معنے مدلول میں التزام کیسا قوی ہے۔ میں بیشک وہ کل اعتراض جو مجھ کو آپ کے اس کل تحریر پہ تھے بیان پر ظاہر کر دیتا۔ مگر چونکہ اس طول تحریر سے مدعا کے اصلی فوت ہوتا معلوم ہوا لہٰذا اس سے درگذر کی۔ اب آگے آپ کی یہ تحریر نہیں کچھ کہہ دیا کہیں کچھ الخ۔ آدمی کو چاہئے کہ بات کو منہ سے نکالنے سے پہلے سوچ لے اور الفاظ و عبارت کو قلم سے پیچھے نکالنے سے پہلے ذرا غور بھی کر لے کپتان صاحب کے سامنے مباحثہ اور اپنے ویدوں کے اعتقاد کی نسبت تو میں مفصل بیان کر چکا اگر وہ بیان نیاز نامہ کو بیان تک پڑھتے پڑھتے حافظہ سے محو ہو گیا ہو تو ایک دفعہ پھر مطالعہ کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کانپور کے اشتہار میں اکیس شاستروں پر ایمان لائے۔ الخ کیا خوب سمجھے تو کیا سمجھے ذرا پہلے کبھی شاستر کے معنے دریافت کیجئے اور پھر اعتراض پر کمر باندھئے اگر میں آپ سے آپ... اس بیان کی صحت کا ثبوت طلب کروں تو فرمائیے آپ کیا جواب دیجئے گا جناب میں نے اس مباحثہ میں وید مقدس کے اکیس مختلف تفاسیر کی صحت تسلیم کی ہے اور اب بھی ان کے صحیح ہونے کا قائل ہوں۔ آریوں میں شاستر صرف چھ ہیں ان سے اور ان تفاسیر سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ برہمن اور منتر بھاگ فرمائیے میں نے ان سے کہاں انکار کیا۔ دعوے بے ثبوت کے تو ہم قائل نہیں آپ ہی اسے کچھ اظہار غنیمت سمجھتے ہوں گے۔

پھر آپ کا قول کہ پچھلے زمانہ میں تو آپ تبدیل بعض باتوں پر بھی قادر ہیں۔ تا انتہاس اختیار آپ کو قدرت کیوں نہیں۔ الخ کیا تماشا ہے کہ پہلے تو آپ یوں لکھتے ہیں کہ امور خارجی واقعی کسی کے اختیار میں نہیں واقعی کو کوئی غیر واقعی نہیں بنا سکتا اور غیر واقعی نہیں کر سکتے اور پھر آپ ہی ہماری طرف سے وکیل بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ تبدیلی امور خارجیہ پر بطور مذکور قادر ہیں۔ اے صاحب اگر ہمارے عقیدہ کی نسبت ہم سے بھی دریافت کر لیتے تو کیا گناہ ہوتا۔ اصل یہ ہے کہ وہ مسائل مذہبی جن پر عقائد مبنی ہیں تمام بالذات ہیں ہرگز اس میں تبدیلی کو دخل نہیں۔ لیکن ہاں دیکھئے کہ جب دو شخص ایک ہی مسئلہ مذہبی کو مطالعہ کرتے ہیں اور دونوں کی لیاقت علمی میں اختلاف ہے اس وجہ سے ایک ایک معنے سمجھتا ہے دوسرا دوسرے معنے فی الواقع ان میں سے ہر ایک یہ کبھی نہیں جانتا کہ معنے میں اصلی سے اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہر اس کی طاقت سے قطعی باہر ہے۔ ہاں دوسرے کی نسبت وہ نقص فہم خیال کرتا ہے مثلاً فساد قوت باصرہ سے اگر کسی کو اشیا بجہت نا طاقت سے خورد نظر آئیں۔ تو وہ اس کو اپنی بینائی کا فساد مانتا ہے۔ نہ چیز کا اصل میں ہی چھوٹا ہونا دکھ

تو اس وقت ضرورت ہوسکتی ہے جب کپتان اسٹوارٹ و کرنیل ہالسل آپ کو
طرح منحرف ہوجائیں ابھی گو وہ موجود ہیں یوں ہی فیصلہ ہوجانا ممکن ہے ویدوں
کے ترجموں کی نسبت میری تحقیقات نئی نہیں ہے۔ پنڈت دیانند کا لفظ اشر
وقت صادق آ گیا ہے۔ جب پہلے وجود کا ثبوت ہولے۔ مثلاً قرآن کا ترجمہ اب
تک زبان سنسکرت میں نہیں ہوا ہے۔ اس حالت میں آپ یوں نہیں کہہ
سکتے کہ کس نے قرآن کے اس ترجمہ کو صفحہ ہستی سے غارت کر دیا۔ اکبر و دارا شکوہ
کے وقت میں کہیں وید کا ترجمہ نہیں ہوا۔ حضرت دارا شکوہ نے آپ نشدوں
کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ اور اس کا نام سر اکبر رکھا۔ مگر اس بیان میں آپ کا کہنا تعجب
آپ کو یہ خبر نہیں کہ وید کسے کہتے ہیں۔ اور اپنشد کس کا نام ہے۔ اپنشد
دیہانت یعنی علم الہیات کس کی تصنیف سے ہیں۔ اور وید سے کیا علاقہ رکھتا
ہیں۔ اور وید سے کس کا کلام مراد ہے اے صاحب ہم صرف ویدوں کو کلام الٰہی
مانتے ہیں اب خاتمہ پر ملتمس ہوں کہ انصاف فرما کر شرائط طے شدہ سے منحرف
نہ ہوجیئے اور اپنی رائے سے آج ہی مطلع فرمایئے اور اگر آج فرصت نہ ملے تو کل علی
الصباح تک ضرور اطلاع دیجئے تاکہ کل بندوبست مناظرہ کا کیا جائے۔ آئندہ
آپ کو اختیار ہے۔ لیکن اس حالت اختلاف میں اپنی رائے سے مطلع فرمایئے۔
۵۔ اگست ۱۸۷۸ء +

آگے ضمیمہ ہے جس میں ان وجوہ کی تردید ہے جن کے لحاظ سے اجازت عام
کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ مگر بہ لحاظ بدخط ہونے کے باوجود محنت کوشش کے
وہ نہیں پڑھا جاتا۔ بنا براں ترک کر دیا گیا۔ (مولف)

مولوی صاحب کی افسروں سے خط و کتابت:۔ چونکہ مولوی صاحب
کو خاص سرغنہ عالموں میں بیٹھ کر بغیر دنگہ فساد کے مباحثہ کرنا منظور نہیں تھا اس
واسطے باوجود سب کچھ تصفیہ ہوجانے کے ۱۷۔ اگست کو چند مسلمانوں سے صاحب
مجسٹریٹ بہادر چھاؤنی رڑکی کے ہاں عرضی دلوادی کہ ہم کو چھاؤنی میں مجمع عام
کرنے اور اس میں مباحثہ کی اجازت دیجاوے۔ انہوں نے حکم دیا کہ ہم ایسے مباحثہ
کی نزدیکی میں نہ سول اسٹیشن میں نہ چھاؤنی میں کہیں اجازت نہیں دیتے پھر پوچھا
کہ پھر ہم کہاں جا کر کریں تو غصہ سے جواب دیا کہ قبرستانوں میں جا کر مباحثہ کرو۔ (آریہ
درپن ماہ اکتوبر ۱۸۷۸ء) +

پھر مولوی صاحب نے مسلمانوں سے کرنیل ہالسل صاحب کی خدمت میں یہ
عرضی دلوائی۔ جناب عالی گذارش حال یہ ہے کہ ہم لوگ سے کہہ کر پنڈت دیانند
سرستی صاحب نے جو جناب مولوی محمد قاسم کو واسطے مباحثہ کے بلوایا ہے تو ہم

یہ کہ میں یہ کبھی نہیں کہتا۔ کہ میں دو سو آدمیوں سے تعداد کے آگے بڑھانے کی
طاقت نہیں رکھتا۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ جب تک کوئی وجہ معقول نہ ہو میں اُس
طاقت کا استعمال ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔ کپتان صاحب کے مکان پر اس معاملہ میں
جو کچھ آپ نے رائے ظاہر کی تھی میں اُسے بخوبی سمجھا مگر افسوس کہ اس کے جواب
میں جو کچھ میں نے عرض کیا وہ یا تو آپ بالکل بھول گئے یا اول ہی نہ سمجھے تھے اب
ضمیمہ منسلکہ سے میرے سوال کا مشرح اظہار ہو جائیگا۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ
باوجود معقول ہونے کے بھی تسلیم کرینگے۔ کیونکہ شرائط معقول کے تسلیم کرنے
گفتگو مناظرہ کرنی ہی پڑیگی اور پھر آپ کی اوس کوشش کا خون ہو جاویگا۔
پ اس غرض سے کر رہے ہیں کہ کہیں مناظرہ تک نوبت نہ پہنچے۔ صرف بالائی
باہی سے فیصلہ ہو جائے۔ شرائط نہ ملنا ہی ہمارے مباحثہ کا نتیجہ ہو گا آپ
مرحول کو کیوں مانیں گے۔ یہ تو خوب معلوم ہے کہ تا مقدور آپ گفتگو نہ کرینگے۔
بعد اس کے آپ کا یہ فرمانا۔ اگر بالفرض میں معاہدہ سے انحراف کرتا ہوں تو آپ
برعایت انصاف مناظرہ سے انکار کرتے ہیں۔ بالفرض کا لفظ آپ نے صحیح نہیں
کہا تحقیق آپ معاہدہ سے انحراف کرتے ہیں۔ اب میری نسبت جو آپ فرماتے
ہیں اس کی بابت اول تو یہ کہ مناظرہ سے کب انکار کرتا ہوں۔ ہاں مناظرہ سے
پہلے شرائط مناسب کا طے ہو جانا کہ جن سے درستی انتظام ملحوظ ہے۔ بلاشک
چاہتا ہوں۔ آپ یہ جو فرماتے ہیں کہ معاہدہ اس کو کہتے ہیں جس میں طرفین کے نفع
و نقصان کا احتمال نہ ہو۔ یہاں کس کا نفع اور کس کا نقصان ہے۔ تو یوں سمجھئے کہ شرائط
مناظرہ سے متعلق معاہدہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ جو معاہدہ معلوم ہے وجود کا قائل
ہوں گا آپ دریافت کریں گے کہ اس کا موضوع الضروری کیا ہے اور مجھ کو جواب اس
کے التماس ہوتا ہے نہ یہ موضوع الضروری رکھتا ہے بلا موضوع الیہ کے وجود
معاہدہ لازم نہ آئیگا۔ آپ نے جالیکہ معاہدہ کرنا پڑیگا کہ اس معاملہ کا موضوع الیہ
خوش انتظامی ہے جس کی تکمیل اور عدم تکمیل کو نقصان پہنچیگا۔ بعد ازو سلاطین سے
وزراء کے باہم کسی بات پر راضی ہو جانے پر عہود کا نام نہیں ہو سکتا عہود اور چیز
ہیں اور انحرافات ان سے بھی اچھا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک سوائے ان دو عہود
مذکورہ کے اوروں سے انحراف بھی روا ہے تو شریف جو لفظ اکثر خیر خیرہ کہا مسلمانی
آپ ذرا انصاف کیجئے [illegible] شرائط معقول کو معقول ہی خیال کیجئے اور اگر
تحریف نہیں کرتے تو دیرہ کہئے جو صاف فرما دیجئے پھر زیادہ اس معاملہ میں تکرار کی
حاجت بلی گو جاہا وقت بے سود ضائع کیا اور آپ کے معتقدوں کی ان ترانیاں نہیں
تو کیجئے۔ آپ کی شرط معلوم ہوا کہ بنا ہونے کے لئے ایشر کی گواہی کی [illegible]

لوگوں نے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر سے واسطے مباحثہ کے ایک میدان وسیع کی درخواست کی تھی جس پر صاحب مجسٹریٹ بہادر نے یہ حکم دیا کہ ہم مباحثہ کی نہ رڑکی کی بابت دسول اسٹیشن میں نہ چھاؤنی میں کہیں اجازت نہیں دیتے اب چونکہ پنڈت دیانند سرستی صاحب بار بار یہ اصرار کرتے ہیں کہ میرے مکان پر آکر مباحثہ کرو اور وہ جگہ حضور کے علاقہ میں ہے لہذا خدمت عالی میں ملتمس ہیں کہ حضور ہم لوگوں کو پنڈت صاحب کے مکان پر عام طور سے جانے کی اجازت فرماویں تاکہ مولوی صاحب ممدوح انہیں کے مکان پر جا کر مباحثہ کریں۔ زیادہ حد ادب جان کر عرض کیا

عرضی

محمد لطیف اللہ خاں ظہیر الدین احمد بیگ۔ صفدر علی۔ ضامن علی وغیرہ

جمیع مسلمانان رڑکی مورخہ ۱۱۔ اگست ۱۸۷۸ء

اس پر کرنیل صاحب نے حکم دیا کہ ہمارے علاقہ سے اس مباحثہ کو کسی طرح کا تعلق نہیں ہے۔ اگر تم کو مباحثہ کرنا ہے تو کہیں اور کرو۔ رڑکی چھاؤنی میں ہم اس کا قطعی حکم نہیں دیتے۔ ہمارے اور مجسٹریٹ صاحب کے علاقہ سے کچھ فاصلہ ہے اگر تم کو کرنا منظور ہے تو جا کر کرو۔ مگر احتیاط سے کرو جس میں فساد نہ ہو۔ اور ہمارا اور مجسٹریٹ صاحب کا علاقہ کچھ دور نہیں ہے اور ہم اس مباحثہ کو منع نہیں کر سکتے۔ کرنیل مانسل صاحب (دستخط انگریزی) ۱۱۔ اگست ۱۸۷۸ء

مولوی صاحب کا خط نمبر ۵:۔ اس کو مولوی صاحب نے بذریعہ اپنے ہمراہ خط کے بھیجا

پیشوائے دین ہنود سوامی دیانند سرستی صاحب خدا تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ہدایت فرماوے

کل جو ایک نیاز نامہ آپ کی خدمت میں ارسال کر چکا ہوں۔ جس کے ملاحظہ سے نیت کلی معلوم ہو گئی ہوگی۔ اور یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہم بمجبوری جس طرح پائیں آپ ہی کے مکان پر حاضر ہونے کو تیار ہیں۔ مگر بہ نظر دور اندیشی جیسا کل مجسٹریٹ صاحب کی خدمت میں ایک عرضی بغرض حصول اجازت دی تھی آج کرنیل صاحب کی خدمت میں ایک عرضی گذرانی مگر آپ نے جو اندیشہ فساد کا ظاہر کیا تو انہوں نے اجازت دی نہ انہوں نے۔ دونوں نے قطعی ممانعت فرمائی کل کا قصہ تو معلوم ہوگا۔ آج کی کیفیت نقل عرضی اور نقل حکم سے جو اس نیاز نامہ کے ساتھ ملفوف ہے۔ معلوم ہوگی۔ لہذا گذارش ہے کہ آپ کے مکان پر اور رڑکی میں تو یہ مباحثہ ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ خارج از علاقہ چھاؤنی و رڑکی ممکن ہے چنانچہ کرنیل صاحب کے حکم سے صاف عیاں ہے سو ہمارے نزدیک تو میدان

عید گاہ سب سے بہتر ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو وہاں ہی سب سامان کیا جاوے ہم سب کام کر لینگے۔ آپ کو فقط تشریف آوری ہی کی تکلیف ہوگی۔ اور انشاءاللہ تا مقدور آپ کی دلجوئی میں قصور نہ ہوگا۔ اور آپ بالیقین سمجھئے آپ کے اور آپ کے ہمراہیوں کی مدارات اور تواضع میں اور تعظیم و توقیر میں کچھ پہلو تہی نہ ہوگی ہمارا یہ شیوہ نہیں کہ کسی کی توہین کا ارادہ کریں بلکہ کسی قسم کا صاحب کمال ہو ہم اس کی مدارات اپنے ذمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ انشاءاللہ اس سے زیادہ خوش رہینگے۔ جتنا اپنے مکان پر خوش رہتے آپ بے تکلف عزم مصمم فرمائیں اور بہت جلد ہم نیازمندان کو اپنے منشا سے مطلع فرمائیں تا کہ ہم سے میدان عید گاہ میں یا جہاں آپ فرمائیں سامان معلومہ روانہ کریں زیادہ کیا عرض کروں۔ جواب باصواب کا منتظر ہوں۔ اور کسی طرح آپ کو کسی اور مکان پر قدم رنجہ فرمائی منظور ہی نہیں تو اپنے مکان پر مباحثہ کی اجازت حاصل کر کے ہم کو اطلاع دیں۔ فقط

العبد
محمد قاسم ۔ ۱۷ - اگست ۱۸۷۸ء

مولوی صاحب کا خط نمبر ۴ پیشوائے دین ہنود پنڈت دیانند سرستی

صاحب اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سب کو راہ حق دکھائے۔

اس وقت نیازنامہ صبح کا جواب پہنچا۔ جی تو یوں چاہتا تھا کہ جب مراسلہ ثانی کا بھی جواب آ لیتا تب سے جواب لکھتا۔ مگر نامہ بر جلدی کرتا ہے۔ اس لئے یہ گذارش ہے کہ آپ کی اور میری ملاقات پہلی نہیں۔ سال گذشتہ میں یہ تقریر آپ دیکھ چکے ہیں اس کے تغیر میں طبیعت کی روانگی نہ ہوگی اور اس زیادہ جلدی کی طاقت نہیں۔ اس صورت میں آپ سے ہو سکے تو لکھ اور نہ ہو سکے تو آپ جانئے۔ مگر یہ عذر کیجئے تاوقتیکہ یہ شرائط تسلیم نہ کی مناظرہ کو بہتر نہیں سمجھتا درپردہ انکار ہے اس سے بہتر ہے کہ آپ صاف ہی انکار کریں۔ اور اوقات کسی کے ضائع نہ کریں۔ ہزاروں مباحثے ہوئے کسی نے یہ شرط نہ کی تھی آپ کو یہ شرط سوجھی وجہ اس کی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ کو بچاؤ مد نظر ہے زیادہ بجز انتظار نیازنامہ سابق اور کیا عرض کروں

العبد
محمد قاسم ۔ ۱۷ - اگست ۱۸۷۸ء

سوامی جی کا خط نمبر ۵ :- ہزاروں ہزار شکر پرمیشر کا ہے کہ آخر آپ شرائط متعلقہ مباحثہ پر راضی تو ہوئے لیکن تو بھی اس موقعہ پر مجھے اس امر کا افسوس

ہے کہ آپ اس عنایت نامہ میں یہ نہیں فرماتے کہ ہم تحریری گفتگو مباحثہ میں مددگار ہونگے - آپ بخلاف اس کے یوں لکھتے ہیں کہ تم کو اختیار ہے تم سے لکھا جاوے تو لکھ لینا - ہم اپنی تقریر کو جب ختم کر بیٹھینگے جب ہی بیٹھینگے اس سے تو یوں پایا جاتا ہے کہ آپ ہمارے اس ارادے کے خلاف کوشش کریں گے اگر کوئی شخص تقریر بآسانی کرے تو اس کا کہنا کچھ مشکل نہیں - لیکن اگر کوئی اس ارادہ سے بولے کہ دوسرا میرا بیان نہ لکھ سکے تو واقعی دوسرا نہیں لکھ سکتا بشرط تحریر مباحثہ اس قدر ضروری ہے کہ میں آپ کے بلا اس کے منظور کرنے کے مناظرہ پر ہرگز راضی نہیں مفصل یہ کہ ایک طرف سے سوال ہوتا وقتیکہ وہ تحریر نہ ہو جائے طرف ثانی جواب نہ دے اور جب تک یہ جواب نہ لکھا جاوے دوسرا سوال نہ ہو - بولنا ایسا آہستگی سے چاہیئے کہ تحریر میں دقت نہ آئے - تعداد وقت سوال و جواب کے واسطے کل شروع مناظرہ سے پہلے تجویز ہو جاویگی - ان امور میں اگر آپ اتفاق کریں تو ابھی مطلع فرمایئے معرفت حامل ہذا ✦ دیانند سرستی ۱۶ - اگست ۱۸۷۸ع

سوامی جی کا خط نمبر ۳ آپ کے اس عنایت نامہ کے جواب میں پھر دو چار باتیں عرض کرتا ہوں تاکہ پھر آپ کو ایک دفعہ سوچنے اور انصاف کرنیکا موقع ملے کوئی اہل عقل و انصاف پسند اس بندوبست کی خوبی سے انکار نہیں کر سکتا کہ مناظرہ کے وقت ایک محرر میری طرف سے تجویز ہو جاوے اور ایک آپ کی طرف سے وہ دونوں جو کچھ گفتگو ہو تحریر کرتے جائیں بعدہ دونوں تحریروں کو مطابق کر کے میرے آپ کے دستخط ہو جائیں - تاکہ بعد مباحثہ ہر دو طرف کے جواب و صواب میں شک نہ ہو اگر آپ اس شرط مناسب کو تسلیم نہیں کرتے - تو آپ جانیں اس سے تو آپ کا صرف بحث نہ کرنیکا ارادہ معلوم ہوتا ہے میں کسی امر ضروری سے ہرگز انحراف اختیار نہیں کر سکتا - اس وقت آپ کا دوسرا رقعہ آیا - میرے احباب نے کپتان صاحب کو تحریر کیا ہے جس وقت نتیجہ برآمد ہوگا - آپ کو مطلع کرونگا ۱۷ - اگست ۱۸۷۸ع ✦

اسی تاریخ کو ایک خط سوامی جی نے سکرٹری آریہ سماج ملتان کو لکھا کہ رڑکی میں دیا کھیان نت ہوتے ہیں درشٹ آشا ہے کہ آریہ سماج ادھشٹ ہو جاویگا - مولوی محمد قاسم بھی ہم سے مباحثہ کرنے کے لئے آیا ہے اور ہمارا تاریخ مقرر ہے - سو ابھی کچھ مباحثہ ہونے کی امید ٹھیک ٹھیک نہیں ہے - جب کچھ ہوگا اطلاع دیجاویگی - ہم بہت آنند اور کشل میں ہیں سب سبھاسدوں کو نمستے ۱۷ - اگست ۱۸۷۸ع (دیانند سرستی از رڑکی) ✦

مولوی صاحب کا خط نمبر ۳ - مولوی صاحب اس میں بعد چند شکایات

کے لکھتے ہیں +

ہم وہ حکم سنا چکے ہیں۔ آپ آپ کرنیل صاحب ہی کی اجازت حاصل کر کے اطمینان فرمائیں۔ مجمع عام نہ سہی ہم تھوڑے ہی آدمیوں سے حاضر ہوں گے۔ کل بھی لکھا آج بھی لکھتا ہوں +

العبد

محمد قاسم ۲۰ اگست ۱۸۷۸ء

اس خط کے بعد کپتان صاحب کو پنڈت امراؤ سنگھ کا خط حسب ذیل گیا +

To Captain W. Stuart, R. E., Roorkee.

Sir,—We beg leave to state that some Mohamedans of the station applied to Cantonment Magistrate for permission for a religious discussion between Maulvi Muhammad Qasim and Swami Dayanand, the Magistrate said in reply that he could not sanction such a meeting to be held in the Civil or Cantonment Station. A similar reply was received by the Mohamedans on their application to Colonel Maunsell. The Mahomedans in this case propose to us the holding of the assemblage in jungle out of the station where all could attend, but we believe that it would be inconvenient, and request the favor of being allowed to hold a meeting in the place where Swamiji presently stops.

We beg to remain,

Sir,

Yours obediently,

17th August 1878.　　UMRAO SINGH

ترجمہ: بخدمت جناب کپتان اسٹوارٹ صاحب بمقام رڑکی۔

گزارش ہے کہ کچھ مسلمانوں نے بخدمت جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر چھاؤنی بغرض حصول اجازت مباحثہ مابین سوامی دیانند سرسوتی اور مولوی محمد قاسم درخواست دی تھی جس پر انہوں نے حکم صادر فرمایا کہ ایسا مباحثہ سول یا چھاؤنی سٹیشن پر ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ جس میں مسلمانوں نے جنگل میں سٹیشن سے باہر مباحثہ کرنے کے لئے کہا جس کو ہم لوگ پسند نہیں کرتے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اسی مکان پر مباحثہ کی اجازت مل جاوے جہاں کہ سوامی جی اس وقت رہتے ہیں۔ عرضی

امراؤ سنگھ، للتا پرشاد وغیرہ ممبران آریہ سماج

۱۷ اگست ۱۸۷۸ء

کپتان صاحب نے حسب ذیل جواب دیا۔

TO PANDIT UMRAO SINGH AND FRIENDS

Colonel Mannsell has already said that he had no objection to a few people meeting and discussing their affairs in a quite orderly way like Philosophers.

I think, therefore, that all concerned, both Mohammedans and Aryans, should adopt his suggestion, and meet as they do at present at the Swami's residence.

I would willingly give my own house, but it would not admit of more than twentyfour people attending.

(Sd.) W. STUART

Dated 17th August 1878.

ترجمہ

بنام پنڈت امراؤ سنگھ اور اُن کے دوستوں کے۔

کرنیل مانسل نے کہا ہے کہ تھوڑے آدمیوں کے اجلاس کو جو کہ فلاسفروں کے طریقہ پر اپنا کام کرنا چاہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اس لئے میرے خیال میں مسلمان اور آریہ بالفعل اسی مکان پر اپنا مباحثہ کریں۔ جہاں پر سوامی جی رہتے ہیں۔ میں اپنا مکان بھی دینے کو تیار تھا۔ مگر اس میں چوبیس آدمیوں سے زیادہ نہیں آ سکتے۔ اسٹوارٹ۔ ۱۷۔ اگست ۱۸۷۸ء

سوامی جی کا خط نمبر ۲۔ یہ علم ذیل کے خط کے ساتھ مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا۔

پیشوائے دین اسلام مولوی صاحب۔ پرمیشر آپ کو ہمیں اور کل کو ہدایت بخشے۔

میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ عیدگاہ کے قریب مجمع ہرگز مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں انتظام کامل کے بدون تعداد معینہ کی صورت نظر نہیں آتی۔ اور آپ بھی سوائے اپنے وردوں کی طرف سے کسی بے ضابطہ کارروائی کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ لہذا میرا مکان یا کپتان صاحب وغیرہ کا مکان ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کپتان صاحب کی خدمت میں کل ہم نے اس غرض کے پیش کرنے کا ذکر کیا تھا۔ اس کا جواب آگیا نقل ہمرشتہ ارسال خدمت ہے۔ ملاحظہ فرما کر فیصلہ کیجئے۔ ۱۸۔ اگست ۱۸۷۸ء

(دیانند سرسوتی)

مولوی صاحب کا آخری خط اس اتر کے خط پر مولوی صاحب نے تجاہل عارفانہ کر کے موقعہ کو سنبھالا کر اپنی علمیت کی شہرت کو بچایا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ساری عمر کی شہرت برباد ہو۔ اور شکست کا غم مزید برآں لاچار ہو کر ایک نہایت ہی بزدلانہ حیلہ بنا کر لکھتے ہیں "یہ حکم کپتان صاحب کا ہے۔ کپتان صاحب کو اس سے کیا علاقہ جو اُن کو تکلیف دے۔ اس بات کا اختیار کرنیل صاحب کو ہے۔ کپتان صاحب کا ارشاد بجا ہے۔ اُن کی اس تحریر میں اگر اس اول بات کی طرف اشارہ ہے تو بعد صدور حکم صریح اب وہ قابل التفات نہیں۔ (یعنے جب وہ پہلے منع کر چکے ہیں تو ہم اس حکم کی طرف التفات نہیں کرتے) بعد صدور حکم اجنٹ صاحب اور کرنیل صاحب ہم کو سر دست اندیشہ اور دیگر تو ہے۔ بعد تحقیقات بھی یہ معنے نکلیں گے۔ آپ کا بنگلہ کپتان صاحب کی کوٹھی سے بڑا نہیں۔ اثاث البیت کے سوا اگر اس میں چوبیس پچیس کی گنجائش ہے تو آپ کے بنگلہ میں سوائے محل اثاث البیت شاید بارہ ہی آدمی سمائیں۔ اس میں بعد منہائی صاحبان سول و چھاونی ہمارے حصہ پر شاید پانچ چار ہی آئیں تو آئیں اگر ٹھونس ٹھانس کر سو پچاس کو بھر بھی دیجئے تو باقی دو سو کیا آپ کے چھپر پر بیٹھیں گے۔ جلد اگر لکھا جائے۔ تو پھر مباحثہ تقریری و تحریری میں کیا فرق رہیگا اس سے بہتر یہ ہے کہ مباحثہ تحریری ہی ہو جائے (افسوس دیکھئے مولوی صاحب کتنے حیلہ و حوالہ کر رہے ہیں) چھ بجے سے نو بجے تک کل مباحثہ کا وقت ٹھیرا اس میں تحریر کی بھی بچہ رنگا دی جائے تو یہ معنے ہوئے کہ جاؤ اپنا کام کرو۔"

المشتہر ۲۰۔ اگست ۱۸۷۳ء مولوی محمد قاسم

خلاصہ خط و کتابت: جو لوگ کل خط و کتابت کو غور سے پڑھیں گے انہیں صاف ظاہر ہوگا کہ مولوی صاحب باوجود بار بار اصرار کے ہرگز باضابطہ مباحثہ پر طیار نہ ہوئے اور اخیر تک شرائط مناسب سے روگردانی کرتے رہے ہر چند کہ کرنیل ماسٹل اور کپتان اسٹوارٹ صاحب نے اجازت عطا فرمائی جیسا کہ جواب تحریری سے واضح ہے اور کپتان صاحب نے تو یہ بھی کہا کہ خاص میرے بنگلہ پر مباحثہ ہو جاوے بشرطیکہ چوبیس تک آدمیوں کی تعداد رہے۔ تب بھی مولوی صاحب راضی نہ ہوئے۔ اور یہی کہتے رہے کہ جتنے مسلمان جمع ہونا چاہیں جمع ہوں گے اُن کو اجازت دیا جائے۔ اُن پر اعتراض نہ کیا جاوے۔ اور سب سے بڑھ کر تحریر کا مطلب ہمیشہ الٹا سمجھتے رہے۔ کبھی وقت مباحثہ پر حجت کی کہ یہ ہماری نماز کا وقت ہے جب اس میں بھی اُن کی مرضی کے موافق فیصلہ کیا گیا تب کہا کہ علیگڑھ کے میدان میں مباحثہ ہو جو جنگل میں واقع ہے جہاں پر کوئی

انتظام نہیں ہو سکتا۔ کبھی ماہ رمضان کا بہانہ کیا۔ اور مباحثہ کے تحریر ہونے اور اس پر فریقین کے دستخط ہونے اور طبع ہو نے پر راضی نہ ہوئے آخیر تک قطعی انکار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ خط و کتابت سے بھی منکر ہو بیٹھے ؀

۹- قائمی آریہ سماج- ان ایام میں چند صاحبان کے دل میں دھرم کا اُنبھاؤ ہو گیا۔ اور انہوں نے سوامی جی سے دریافت کیا اور ان سے تمام حالات دریافت کر کے ۔ ۲۔ اگست ۱۸۸۱ء کو آریہ سماج قائم کیا۔ حسب ذیل صاحبان عہدہ داران مقرر ہوئے ؀

ماسٹر شنکر لال پردھان- ماسٹر امراؤ سنگھ سکریٹری- ماسٹر رنگی لال خزانچی ؀

۱۰- ایک پنڈت صاحب ودوان کا ویاکرن :- مباحثہ کی چھیڑ چھاڑ اور مترجم کے متعلق گفتگو ہونے کے وقت پنڈت تلسی رام پر ادر گنگا رام شرما پر ٹھ نے پنڈت امراؤ سنگھ جی سے ذکر کیا۔ کہ ایک پنڈت سنسکرت میں اعلےٰ درجہ کے لائق بحث کرنے میں بے نظیر اور فارسی عربی کی بھی استعداد رکھتے ہیں ان کو بلا کر ترجمہ وغیرہ میں مدد لیجاوے اور شریک مباحثہ کیا جاوے۔ دریافت پر معلوم ہوا۔ کہ وہ سردرڈ کی جلد آنے والے ہیں۔ چنانچہ خوش اتفاقی سے دو تین روز کے بعد وہ تشریف لائے۔ پنڈت امراؤ سنگھ جی سے ملے اور ان کے ہمراہ بڑے شوق سے سوامی جی کے پاس گئے۔ سوامی جی نے انہیں بہت تعظیم سے بیٹھایا مختلف معاملات پر گفتگو ہوتی رہی- اس کے بعد پنڈت جی نے کہا کہ میں نے سنسکرت میں ایک ویاکرن تصنیف کیا ہے جسے چھپوانے کا قصد رکھتا ہوں آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ یہ کہہ کر سوامی جی کے آگے کتاب رکھدی۔ سوامی جی اسے کھول کر ۵۔ ۶ منٹ تک دیکھ کر بولے (آپ کی لیاقت بہت اچھی معلوم ہوتی ہے اور آپنے عام سنسکرت کو اچھا تحصیل کیا ہے۔ آپ آجکل کیا کرتے ہیں۔ پنڈت بیکار ہوں۔ سوامی جی اگر آپ میرے پاس آویں تو یقین ہے آپ کی مدد ہو گی۔ آپ وید ودیا بھی حاصل کر لینگے۔ اور مجھ کو بھی آپ سے اپنے کام میں مدد ملیگی۔ پنڈت جی شکریہ ادا کر کے کہا میں ابھی چند وجوہات خانگی کے سبب آپ کے ارشاد کی تعمیل نہیں کر سکتا۔ اگر آئندہ موقعہ ملا تو ضرور حاضر خدمت ہونگا۔ سوامی جی بہت اچھا۔ مگر آپ اپنا وقت کسی عمدہ کام میں لگائیے پنڈت جی کیا کروں۔ سوامی جی اس ویاکرن کی تصنیف میں جو وقت ضائع کیا ہے اگر کسی پارش [illegible] کے ترجمہ میں صرف کرتے تو عوام کو بڑا فائدہ ہوتا۔ پنڈت جی کیا میرا ویاکرن نا چیز ہے۔ سوامی جی جیسا ہے ویسا ہی ہے مگر اس سے کوئی فائدہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ایسے ویاکرن مثل سارسوت چندرکا وغیرہ کے بہت موجود

ہیں۔ آپ نے نئی بات کہاں کی۔ جیسے وہ غیر مکمل اور ناقص ہیں ویسا ہی یہ بھی ہے آپ کو کوئی کام بڑھ کر کرنا چاہیئے۔ پنڈت جی میری رائے میں سنسکرت دیاکرن کے کل قاعدے میرے دیاکرن میں منضبط ہیں۔ میں اس کو ہر طرح کافی اور مکمل سمجھتا ہوں۔ سوامی جی۔ آپ اپنے دیاکرن کو دیکھ کر کوئی قاعدہ بیان کیجیئے۔ پنڈت جی۔ آپ ہی کسی قاعدہ کا ذکر کیجیئے۔ بہت کچھ رد و بدل کے بعد پنڈت جی نے دیاکرن ہاتھ میں لیا۔ اور شلوک پڑھ کر ایک قاعدہ بیان کیا۔ سوامی جی نے ۱۷ - ۱۸ وید منتر پڑھے اور کہا کہ ان فقروں میں سے ایک میں اس قاعدہ کو لگائیے مگر وہ ہر موقع پر بیکار ثابت ہوا +

پنڈت جی (بہت کشمکش و پیچ میں دیر تک رہ کر نہایت غور و تامل کے بعد) بیشک انہیں سے کسی منتر میں نہیں لگتا۔ مگر ویدوں کی دیاکرن جدا ہو سکتی ہے یہ میرا دیاکرن عام سنسکرت کے واسطے ہو سکتا ہے۔ سوامی جی۔ یہی تو مجھے اعتراض ہے اور اسی کی شکایت کرتا ہوں دیاکرن ایسا ہونا چاہیئے کہ سب قاعدوں پر حاوی ہو۔ عام سنسکرت کے واسطے ایک دیاکرن پڑھیں اور ویدوں کے واسطے دوسرے کی تلاش کرتے پھریں۔ اس میں تکلیف و سردردی ہوتی ہے اور وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سوامی جی نے شاستروں اتہاسوں اور دیگر کتب سنسکرت کے ۳۳-۳۴ شلوک پڑھے اور فرمایا کہ ان تمام شلوکوں کی زبان عام سنسکرت ہے۔ یہ وید منتر نہیں ہیں۔ ان میں سے کسی پر اپنے قاعدہ کو استعمال کیجیئے۔ پنڈت جی کمال حیران ہوئے اور سوامی جی کے قدم پکڑ لیئے اور کہا کہ آپ سمندر ہیں مجھ کو اس سے پہلے کبھی ایسا خیال نہ تھا کہ یہ عام قاعدے ایسے کثیر التعداد مستثنیات رکھتے ہونگے۔ مجھے ان قاعدوں کی نامکمالی پر دلی اعتراف ہے۔ میں نے اپنی پستک کو کاشی کے پنڈتوں کو بھی دکھلایا تھا کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ سب نے تعریف کی۔ مگر آپ سے یہ تمام بھید کھل گیا۔ اس کے بعد سوامی جی نے پانینی منی کا ایک سوتر پڑھا جس میں قاعدہ زیر بحث کا بیان تھا اور فرمایا کہ چاہیئے اس قاعدہ کو وید منتروں پر لگائیں خواہ عام سنسکرت پر اس کا استعمال کریں۔ اس میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا قدیم رشیوں کی تصنیفات میں یہی تو خوبی ہے۔ آپ ایسی کتابوں کے حاشیہ لکھنے اور تشریح کرنے کی کوشش کریں۔ جس سے سنسکرت ودیا کی اُنتی ہو۔ اس کے بعد گفتگو ختم ہوئی +

۱۱۔ ستو سوامی نے بحث نہ کی۔ بعض معززین رڑکی نے کوشش کی کہ سوامی جی کا مباحثہ ستو سوامی سے ہو جاوے۔ چنانچہ آدمی بھیجے گئے مگر ہر بار

سے اُن کو لے آویں۔ اول مشہور ہوا کہ ستو اسوامی سے مباحثہ کرنے آوینگے۔ پنڈت آتمارام وغیرہ کی زبانی طیاری پر آمادگی ظاہر ہوئی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مباحثہ کرنا نہیں چاہتے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم سوامی جی کا منہ نہیں دیکھنا۔ اس بات کا ذکر سوامی جی سے پنڈت امراؤ سنگھ نے کیا۔ تب فرمایا کہ اگر میری صورت دیکھنے میں اعتراض ہے تو بہتر ہے۔ کہ درمیان میں ایک پردہ ڈالدیا جائے اور اس طرح بحث ہوتی رہے۔ یہ جواب پنڈت آتمارام وغیرہ سے کہدیا گیا۔ مگر وہ اس پر راضی نہ ہوئے ✤

۱۲۔ پہلے ہی یوگ نہ سیکھو:- ایک روز حکیم نقان سنگھ جی نے سوامی جی سے یوگ سیکھنے کا ذکر کیا۔ کہ جب آپ اس علم کو آتما پر درست سمجھتے ہیں تو اس کے سیکھنے کی بابت ہم آریوں کو اجازت کیوں نہیں دیتے کہا ابھی نہیں۔ اول اور علوم حاصل کر و پھر یوگ کرو ✤

۱۳۔ تھیوسافیکل سوسائٹی:- امریکہ کی اس سوسائٹی کے دھکاریوں سے مدتوں سے خط وکتابت تھی۔ یہاں ان کے متعلق خاص ذکر ا ذکار رہا:- سماجک پرشوں کو یہاں جو چٹھیاں لکھیں۔ اُن میں بھی اس کا ذکر ہوتا رہا۔ امریکہ ہی یہاں سے خطوط بھیجے۔ مفصل حال ضمیمہ میں درج ہے ✤

دوسری فصل علیگڈھ

۲۲ تا ۲۶- اگست ۱۸۷۸ء

۲۱- اگست کو رڑکی سے میل کارٹ پر روانہ ہوکر براہ سہارنپور ۲۲- اگست کو سوامی جی علیگڈھ میں تشریف لائے اور پنڈت آفتاب رائے کے باغ میں جہاں ٹھاکر مکند سنگھ و بھوپال سنگھ و ٹھاکر منا سنگھ جی رؤسا چھلیسر ٹھہرے ہوئے تھے قیام فرمایا۔ انہیں ایام میں سوامی جی کی ملاقات کو مسٹر سول سی تھیکری۔ مسٹر ہریش چندر چنتامنی۔ پنڈت شیام جی کرشن ورما بمبئی سے آکر بابو جوگندر ناتھ وکیل کے مکان پر فروکش ہوئے۔

کنور جوالا پرشاد یا شرک تھے انہوں نے سوال کیا کہ غیر قوم و مذہب والوں کے ہاتھ کا پکا ہوا یا چھوا ہوا کھانے سے ویدوکت دھرم والوں کو کچھ نقصان ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس میں کچھ برائی یا بھلائی ہے یا نہیں سوامی جی نے جواب دیا کہ کچھ برائی ہے نہ بھلائی۔

شام کو کئی معزز صاحبان ان کے درشن ارتھ گئے۔ اور اپنے شکوک رفع فرماتے رہے۔ روح و مادہ کے انادی ہونے پر کئی پرشن تھے۔ جن کے سوامی جی نے بڑی تسلی بخش جواب عنایت فرمائے۔

سوامی جی کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی۔ اس لئے یہاں اس دفعہ ویاکھیان کم ہوئے مگر جائے قیام پر روز مرہ دھارمک اپدیش ہوتا رہا۔

۲۳- اگست ۱۸۷۸ء کو سید احمد خاں صاحب نے سوامی جی مہاراج اور اصحاب بمبئی کی دعوت کی بہ سبب علالت طبع سوامی جی شریک نہ ہوئے مگر دیگر صاحبان شریک دعوت ہوئے۔

بہت سے پنڈت اور مولوی صاحبان ہر روز دھرم اپدیش سننے اور بات چیت کرنے کے واسطے تشریف لائے اور استفادہ اٹھاتے رہے ۲۵- اگست کو سوامی جی کا ویاکھیان ہوا جس میں ہزارہا ہندو و مسلمان شریک تھے مولوی فریدالدین صاحب سب جج علیگڈھ بھی اس میں موجود تھے بعد ختم ویاکھیان مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر چند کلمات میں سوامی جی کی تحسین کی اور پھر دیر تک گفتگو کر کے چلے گئے۔

تیسری فصل میرٹھ

۲۶-اگست تا ۹ر اکتوبر ۱۸۷۸ء

۱- ڈیرا - ۲۶-اگست ۱۸۷۸ء کو سوامی جی میرٹھ میں تشریف لائے اور لالہ دسودر داس کی کوٹھی میں جو کیمپ میرٹھ میں متصل کیمپ ہندوستانی رسالہ کے واقع ہے اور جو بہتر سے خاص اسی واسطے فرش وغیرہ سے آراستہ کی گئی تھی فروکش ہوئے +

۲- پرچار کا کام :- سوامی جی کی رونق افروزی کی خبر تمام شہر اور چھاؤنی میں فوراً پھیل گئی - اگلے روز سے انہوں نے کوٹھی مذکور کے برآمدہ میں بیٹھ کر حاضرین کو اپدیش دینا شروع کیا کسی کے سوالات کے جوابات دے کر اس کے شکوک رفع کئے - اور کسی کو از خود دھرم کا اپدیش دے کر اپنا فرض ادا کیا - اسی طرح پرچار کی کارروائی ہفتہ بھر جاری رہی - پھر اکثر صاحبان شہر و چھاؤنی کی درخواست پر لالہ گنیشی لعل صاحب مہتمم مطبع جلوہ طور کی کوٹھی واقعہ صدر بازار کیمپ میرٹھ میں یکم ستمبر ۱۸۷۸ء سے ۶ بجے شام کے آریہ لوگوں کے ست سناتن دھرم کا ویاکھیان دینا قرار پایا اور حسب ذیل اشتہار ایک روز پہلے لگایا گیا +

اشتہار لیکچر بزبان انگریزی

NOTICE

It is hereby notified that Swami Daya Nand Surrustee the great reformer of the old religions systems of Aryawarta (India) will deliver lectures on the subject of social and religious reforms at the premises of Bal Ganeshee Lall proprietor Jalwai-i-toor at Sadder Bazar Meeratt. on sunday the 1st of September 1878 at 6 P. M.

The lecture will last 2 hours and will be open to the public as it is highly important that men of all castes, creeds, and colour might avail themselves of the valuable instructions of Swamiji (Sd) Ajoodya Parshad Master.

اشتہار لیکچر بزبان اُردو

سوامی دیانند سرسوتی جی میرٹھ میں تشریف لائے ہیں۔ [illegible] تاریخ کو وقت چھ بجے دن کے اپدیش اُن کا کوٹھی جناب رائے گنیشی لعل صاحب پر ہو گا اس واسطے یہ اشتہار واسطے تشریف لانے اور سننے اپدیش کے دیا جاتا ہے ہر صاحب کیا ہندو و مسلمان کیا صاحبان انگریز تشریف لا کر اپدیش سنیں۔ اور جو کچھ سوال و جواب پنڈت صاحب سے کریں اُس کا جواب پنڈت صاحب بہت معقولیت سے اپنی زبان سے دینگے بعض شخص پنڈت صاحب کی نسبت یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ وید اور دیوتاؤں کی نندا اور مذمت کرتے ہیں۔ یہ خیال اُن کا بالکل باطل ہے پنڈت صاحب بموجب وید اور درست شاستر کے اپدیش فرماتے ہیں۔ اس میں جس قسم کی بات جس صاحب کی سمجھ میں نہ آوے پنڈت صاحب اُن کو بموجب وید کے بخوبی سمجھا سکتے ہیں۔ اور یہ اپدیش چھ بجے شام کے وقت شروع ہو گا۔ المشتہر۔ اجودھیا پرشاد ماسٹر ساکن کیمپ میرٹھ۔

مطبوعہ مطبع سلطان المطابع کیمپ میرٹھ۔

پہلے دن سوامی جی نے قریب ایک گھنٹے کے کچھ مضمون تمہیدی بیان فرمایا وہ جملہ قواعد بھی بتائے جن کا جاننا سبھا میں آنے جانے اور گفتگو و سوال وغیرہ کرنے والے ہر شخص کو واجب اور ضروری ہے۔ یہ بھی کہہ دیا کہ جو جلسہ ہر روز بعد ختم ہونے ویاکھیان کے جو سوال پیش کرے سب کے جواب آخر روز میں دیئے جاوینگے۔ اس کے بعد پرمیشر کے ہونے میں ویاکھیان ہوا۔ دوسرے روز دھرم اور ادھرم کے مضمون معہ تمثیلات بیان ہوئے۔ تیسرے روز اُپاسنا استتی اور پرارتھنا کا طریقہ بموجب وید مقدس کے بیان فرمایا۔

چوتھا دن سوالات کے جوابات کے واسطے مقرر ہوا۔ عام مجمع میں کل حاضرین کو ایک دن پہلے اطلاع دیدی گئی تھی۔ چونکہ کسی شخص کی جانب سے اُس عرصہ میں تحریری یا تقریری سوال پیش نہیں ہوا تھا اور خیال تھا کہ آج کچھ نہ کچھ سوالات

ضرور پیش ہونگے۔ اس واسطے پہلے پورا ایک گھنٹہ اس امر کا انتظار رہا مگر جب کوئی سوال اُس روز بھی پیش نہ ہوا تو سوامی جی نے سرشٹی کے بشے میں ویاکھیان دینا شروع کیا۔

۵ ستمبر ۱۸۷۸ء سے لالہ رام سرن داس صاحب رئیس شہر میرٹھ کے مکان پر بموجب اُن کی درخواست کے ویاکھیان دینا قرار پایا اور یہ خبر بذریعہ اشتہارات کے مشتہر کرا دی گئی۔ اشتہارات میں یہ درج ہوا کہ جملہ سوالات تحریری جو ہر روز سبھا میں پیش ہوا کرینگے۔ اُن کے جواب آخری سبھا میں بیان کر دیئے جاوینگے۔ غرض پانچویں تاریخ سے مکان مذکور پر متواتر نو روز تک ویاکھیان ہوتا رہا۔ اس میں سے چھ روز کے اندر آریہ ورت کی گذشتہ اور موجودہ حالت۔ پاپ اور پُن کے لکھشن اور نرک اور سورگ کی ویوستھا۔ جنم اور مرن کی تفصیل۔ وید اور ست شاستروں کی تعریف اور اُن کے رو سے پاشان آدی مورتی پوجن کا نشیدھ اور بھاگوت آدی پستکوں کے وِرُدھ مضمونوں کا حال۔ تناسخ یعنے آواگون کا ثبوت اور بعد خواست اکثر صاحبان کے میرٹھ میں آریہ سماج کی قائمی کا ذکر اور ترغیب اور وید وِرُدھ مذہبوں کی تردید کا بیان ہوا۔ اور خصوصاً مسلمین اور عیسائیوں کے مذہب کی تردید انہی کی مذہبی کتابوں کے حوالہ سے کی گئی۔ اور تین دن میں جواب جملہ سوالات کے جو اس عرصہ میں پیش ہوئے تھے۔ دیئے گئے ۔

۱۴ ستمبر سے بابو چھیدی لعل صاحب گماشتہ کمسریٹ کی کوٹھی پر اپدیش دھرم کا شروع ہوا جس کی اطلاع ایک دن پہلے ہی عوام کو دی گئی تھی۔ اور ۲۲ ستمبر رواں روز یکشنبہ تک اس جگہ متواتر روزمرہ ویاکھیان جاری رہا۔ اُن ایام میں سوامی جی نے چند حالات مثل یورپ لوگوں کی لیلا پاکھنڈیوں کی بناوٹ کی بارش زیادتی قحط اور وبا وغیرہ کے وجوہات از روئے ویدک شاستر اور دیگر واقعات متعلق اور آریہ لوگوں کے ست کرم اور آریہ سماج کے قواعد اور نیز دیگر مختلف بیانات کا اپدیش فرمایا۔ اور نیز رگ وید کے چند منتروں کا پاٹھ اور ارتھ سمیت نہایت عمدہ طور سے سبھا میں کہہ سنایا ۔

۳۷ ایک مسلمان کا خط ۔ ایک دن ایک مسلمان عبدالغنی ولد رحیم بخش نے جو بند ساکن صدر بازار کیمپ میرٹھ نے ایک خط سبھا کی برخاستگی کے وقت پیش کیا خلاصہ

نوٹ یہ نقل رسالہ کے سوالات کی ہے اصل سوالات میں تو نمبر بھی نہیں لکھے ہوئے تھے صرف جواب لکھنے کے واسطے احتیاطاً نمبر لگا دیئے گئے اور جہاں جہاں یہاں چار مقامات لفظ جگناتھ پوری وغیرہ سے ہیں یعنی سات شہر جو کاشی جی وغیرہ شالہ وغیرہ بترجمہ معنی الحقیقت واللہ اعلم

یہ تھا کہ سوامی جی نے جو وقت جلسہ ۲ بجے شام سے ۹ بجے رات تک کا قرار دیا ہے اُس میں مسلمان صاحب بوجہ روزہ داری کے نہیں آسکتے۔ اگر وقت مناسب تبدیل کر دیا جاوے تو وہ لوگ آکر سوال جواب کریں۔ مگر اس شرط پر کہ سوامی جی مباحثہ اور اپنے قیام کا اقرارنامہ کا غذ اسٹامپ پر بذمہ واری کسی معزز رئیس کے تحریر کریں +

یہ خط سبھا میں اُسی وقت پڑھا گیا۔ اور منتری سبھا نے جواب دیا کہ اس درخواست کا پیش ہونا معرفت کسی مسلمان رئیس کے مناسب ہے تاکہ ضروری امورات کی تحریر عمل میں آوے۔ اور خط اُسی وقت واپس دیا گیا مگر وہ مسلمان صاحب پھر تشریف نہ لائے اور نہ کوئی تحریر پیش کی۔ لیکن نخل الاخبار میں بالتحقیق بیان محض برعکس طبع ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مہتمم مطبع مذکور نے زبانی بیان یا عام تحریر پر اطمینان کر لیا اور اصل حال دریافت نہ کیا۔ لیکن غلط بیانیوں کا نتیجہ پریس اور اخبار کو بدنام کرانے کے سوا کیا ہو سکتا تھا +

ہم سوالات کے جواب:۔ اوّل تو میرٹھ کی دھرم رکھشنی سبھا کی طرف سے چند سوال سنسکرت بھاشا اور اردو تین زبانوں میں تین فردوں پر سکتری سبھا اور دو دو یا رئیسوں کی معرفت پیش ہوگئے۔ اور بعد ازاں ایک دو پرچہ سوالات کے روز آنے رہے۔ ۱۱ تاریخ کو سبھا کے خاتمہ پر عام اعلان دیا گیا کہ جملہ سوالات پیش شدہ کے جواب کل سے دیئے جانے شروع ہوگئے۔ سوالات کرنے والے کل سے سبھا میں آکر جواب سن لیویں اور جس کسی کو جوابوں کا تحریر کرنا منظور ہو وہ اُسی وقت نقل بند کر لیوے۔ چنانچہ تین دن میں کل سوالات کے جواب دیئے گئے +

(۱) دھرم سبھا میرٹھ کے سوال

(۱) جو کہ چاروں آشرم اور سپت پوری آدی تیرتھ نگر اور گرامول میں ادتّ شکھرا در مندر اور ان میں دیوتاؤں کی مورتیوں کا استھاپن ہو رہا ہے اور پرم پرا سے پوجا ہوتی آئی ہے۔ اب اِس میں آپ کو بھرم اور سندیہہ ہو گیا ہے۔ جو اوس کا سندیہہ ہے تو شری شمرتی کے پرمان اس میں دیکھیگا اور جو سندیہہ نہیں ہے تو بہ دو گیت (؟) کہیگا +

(۲) اور گنگا جی سب ندیوں سے سریشٹ اور پوجنیئہ ہیں۔ اس میں بھی پرمان دیجئے۔ اور سندیہہ کیونکر برکاشت کریں +

(۳) ز ند بر تو دستار ہوگئے یہ کون ہیں اور اُن کا بنانے والا کون ہے اور پرکرم

ان کو کسی نے دیا۔ اتفاقاً یہ سامرتھ ہیں اوتاروں کے مثل سامرتھ کسی وجہ میں انقلا
او قسمت میں نہیں کھینچے ہوں شرتی سمرتی ہوتے تو لکھیگا۔ فقط ۔

اور شرت بگاڑ دینا لوگ ہے۔ بجز دوارا اوتر دیئے ہیں مسند ہے مجھ کو تو تشیر مہادیو کے مسند میں بہانیت کی جاوے جس سے ستیارتھ کا نتیجہ اور سندیہ کی دوری ہووے۔ فقط ۔

جوابات :۔ اس دن سوامی جی کے سارے بیان کو لکھنے والے لکھ نہیں سکے۔ نیز کل حوالجات دلائل درج کئے جاویں تو مضمون بہت طویل ہو جاتے اس لئے حسب ذیل نتیجہ کافی ہو گا جو ان کے بیان کے موافق لکھا گیا ہے ۔

(۱) مجھ کو پاشان آدی مورتی پوجن کے ثبوت میں سند جیسا یہ دھرم ہرگز نہیں بلکہ بخوبی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ وید ورودھ ہے۔ البتہ یہ دھرم آپ لوگوں کا صحیح ہے۔ کہ جس کی وجہ سے پاشان آدی مورتیوں کو استھاپن اور مندروں میں استھاپن کر کے ان کا نام دیوی مورتی رکھتے ہیں۔ اور ان کو دیو مانتے ہیں۔ جانئے غور ہے کہ پاشان آدی مورتی پوجن کی ہدایت نہ کسی رشی منی کے قول سے اور نہ کسی شاستر کے حوالے سے ثابت ہے بلکہ سب سے اس کی مخالفت ظاہر ہے۔ البتہ نہ پاشان آدی مورتی کا نام کسی وید یا شاستر میں دیو لکھا ہے اور نہ کسی رشی منی نے برہماجی سے لے کر جیمنی منی تک اپنی پستکوں میں دیو کے معنے پاشان آدی مورتی کے لکھے ہیں۔ صرف پرمیشور ودوان اور وید منتر آدی کا نام دیو ہے۔ جیسے کہ دیب گنوں سے یکت ہیں۔ پاشان آدی مورتی کا نام دیو ہرگز نہیں ہے۔ پھر خلاف آپ کا ایسا ماننا کسی رشی سے درست ہے علاوہ اس کے پرمیشر کی پاشان آدی کی مورتی بنا کر اوپاسنا کرنا تو ان ویدوں کے کہ جن پر ہمارے مذہب کا کلی دارومدار ہے ممنوع اور برعکس ہے جیسا کہ یجروید کے ۳۲-۱ دھیائے کے تیسرے منتر سے ظاہر ہے ۔

न तस्य प्रतिमास्ति यस्य नाम महद्यशः। हिरण्यगर्भ इत्येष मा मा हिंसीदित्येषा यस्मान्न जात इत्येषः।

اس منتر کا خلاصہ یہ ہے پرمیشور کی پرتما یعنی ناپ تول سدرش نظیر یا مثل ساجن مابرتی بہت یا جس کو تصویر کہتے ہیں کسی پرکار نہیں۔ اس کی آگیا کا ٹھیک ٹھیک پالن

۱؎ جلد ۱ مظفریۃ رفیع تک پتھر وغیرہ کی مورتی ۲؎ بجس ۳؎ خلاف ہدایت وید ۲؎ وغیرہ ۳؎
تاکل ۳؎ ہو صاف جیسہ ۳؎ فاضل ملا ئیتی ۔

اور ست بھاشن آدی کرم کا کرنا ہما تم کیرتیوں کا ہیتو ہے اُس کے نام کا سمرن کہاتا ہے وہی پرمیشور سرشٹی والے سورج آدی لوکوں کی اُتپتی کا کارن ہے ماتا پتا کے سنجوگ سے نہ اُتپن ہؤا اور نہ ہوگا۔ اسی سے بے پروا نکتا کہ ہے پراتن ہم لوگوں کی سب پرکار سے رکشا کرے ہم کو کرنی واجب ہے ✦

اب دیکھئے اس منتر سے صاف صاف پاشان آدی مورتی پوجن کا نشیدھ ہے یعنی پرمیشور کی نہ مثال ہے نہ نظیر ہے ورنہ اُس کا پرتی بمب یا تصویر ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ تو پھر پرمیشور کی پاشان آدی مورتی بنانا اور اس کو پرمیشور ماننا اور اُس کی اُپاسنا کرنا کس طرح سدھ ہوا یہ سب اگیان کا پھل ہے اور کچھ نہیں بلکہ وید میں تو صرف ایک خدا کا یعنی پرمیشور کی اُپاسنا کی ہدایت اور غیر کی اُپاسنا کی ممانعت ہے۔ پھر بتلائیے کہ پجاریوں اور سینکڑوں دیوتاؤں کی اُپاسنا کس حوالے سے صحیح ہے منجملہ بہت سے منتروں کے دو وید منتر اُپاسنا بیشے کے اپنے بیان کی تائید میں یہاں درج کرتا ہوں ✦

منتر اول हिरण्यगर्भः समवर्त्तताग्रे

معنے ہرنیہ گربھ جو پرمیشور ہے وہی ایک سرشٹی کے پہلے ورتمان تھا وہی اس جگت کا سوامی ہے اور وہی پرتھوی سے لے کر سورج آدی تک سب جگت کو رچ کر اسی کا دھارن کر رہا ہے۔ اسی سکھ سروپ پرمیشور دیو کی ہم اُپاسنا کریں اور کی نہیں۔ رگ وید ادھیائے ۸۔ اشٹک ۷۔ ورگ ۳ منتر ۱ ✦

منتر دوم अन्धन्तमः प्रविशन्ति ये یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۹

معنے جو منش کبھی نہ اُتپن ہونے والے انادی جڑ روپ کارن کی اُپاسنا کرتے ہیں۔ وے اودیا آدی دکھ روپ اندھکار میں پرویش کرتے ہیں اور جو منش سنجوگ سے اُتپن ہوئے پرتھوی بکار روپ کاریہ میں اُپاسنا بھاؤ سے من کرتے ہیں۔ وے کارن کی اُپاسنا کرنے والے منش سے بھی مہا کلیشوں کو پراپت ہوتے ہیں۔ پس اس سے صاف صاف ثابت ہے کہ منشوں کو اویکت کارن اور کاریہ یعنے مذکورہ بالا سامان اور اس سے بنی یا پیدا ہونے والی چیزوں اور پاشان آدی مورتی کی اُپاسنا نہیں کرنی چاہئے اور صرف ایک پورن برہم پرمیشور کی اُپاسنا کرنی واجب ہے ✦

از روئے عقلی اور دلیل کے بھی پاشان آدی مورتی پوجن درست نہیں

ملاحظہ پرانی تعریف مسئلہ ذریعہ منتر روشنی وارث مالک ✦

ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ کہا جاوے کہ ہم پاشان آدی کی مورتی میں دیوتا کی بھاونا کرتے ہیں پھر اس کو پاشان وغیرہ نہیں مانتے ہیں تو اول تو یہ بتلائیے کہ بھاونا بھی سچی ہے یا جھوٹی۔ اگر سچی ہے تو شک کی بھاونا کرنے والوں کو دکھ کیوں ہوتا ہے۔ یعنے جب سنسار میں سکھ کی بھاونا کرتے ہیں اور دکھ کی بھاونا کوئی نہیں کرتا پھر اس کو دکھ کیوں ہوتا ہے اور اسی طرح پانی میں دودھ کی اور مٹی میں مصری کی بھاونا دیکھو۔ اگر بھاونا سچ ہے تو چیزیں بھی بھاونا کرنے سے ویسی ہی ہو جاویں گی اور اگر نہ ہوویں تو بھاونا سے پاشان آدی مورتی بھی دیوتا نہیں ہو سکتی اور اگر یہ کہا جاوے کہ بھاونا جھوٹی ہے۔ تو آپ کا ماننا اور کرنا جھوٹھ ہو گیا۔ اور اگر یہ کہو کہ چونکہ پرمیشور سب میں بیاپک ہے۔ اس لئے پاشان آدی مورتی میں بھی بیاپک ہے تو آپ کی بہت بڑی غلطی اور بھول ہے۔ کہ آپ لوگ چندن اور پھول وغیرہ لے کر مورتیوں پر چڑھاتے ہیں کیا چندن اور پھول میں پرمیشور بیاپک نہیں۔ اور قطع نظر اس کے اپنے ہی بیچ پرمیشور کو بیاپک کیوں نہیں مانتے۔ پاشان آدی مورتیوں کو کیوں سر نواتے ہو۔ غرض جب کہ پرمیشور بیاپک ہے اور آپ بھی بیاپک مانتے ہیں تو صرف پاشان آدی مورتیوں ہی میں کیوں بیاپک مان کر ان کی اپاسنا کرتے ہو۔ اس صورت میں تو صرف ایک چیز میں پرمیشور کو بیاپک مان کر اس کی بیاپکتا کو چھوٹا کرتے ہو۔ اگر یہ کہا جاوے کہ مورتی پوجن اگیانی منشوں کے برہم کے پہچاننے کے واسطے ایک ذریعہ بنا رکھا ہے۔ تو یہ بات بھی عقل اور دلیل سے سراسر بعید ہے کیونکہ گن گنوں سے اور گن حاصل کرنے کے سادھنوں سے ملتا ہے۔ جڑ بچار تو اور ایسے ذریعوں سے کبھی گن نہیں مل سکتا ہے۔ پس پاشان آدی مورتی یعنی پتھر وغیرہ کی اپاسنا پوجن سے تو روز بروز بدھی پتھر ہو جاویگی۔ برہم پہچاننے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور دوسرا آپ کے اس قول سے آپ کا پہلا قول بھاونا بھی جھوٹا ہو گیا کیونکہ جب اگیانی لوگ برہم کو نہیں جان سکتے ہیں۔ تو وے صرف پاشان آدی مورتی کو پرمیشور جانیں گے۔ نہ کہ پرمیشور کو پتھر سے پرے۔ تھب اور پتھر میں بیاپک جانیں گے اور اگر یہ کہو کہ ہم پاشان آدی مورتی میں کبھی پران پرتشٹھا کر کے جان ڈال لیتے ہیں۔ پھر وہ مورتی پتھر نہیں رہتی ہے تو یہ بات بالکل مردود ہے کیونکہ

سلہ اپاسنا بمعنی عبادت یعنی جس سے پرمیشور کا علم ہونا شروع ہو یعنی خدا شناسی کے ذریعہ اور حیلہ
سلہ یعنی جان ڈالنے کا منتر پڑھ کر بے جان ۔

پاشان آدی مورتی ہیں کبھی پران پرتشٹھا سے جان پڑتی نہیں دیکھی اور نہ جیو کے لکھشن اور کام کبھی مورتی میں نظر آئے اور اگر بالفرض بقول آپ کے پران پرتشٹھا سے پاشان آدی مورتیوں میں جان بھی پڑ جاتی ہے تو پھر مردہ کو آپ کیوں نہیں زندہ کر لیتے ہیں۔ جہاں جسم میں تو سانس کے آنے کے واسطے چھید بھی ہوتے ہیں۔ لیکن پاشان آدی مورتیوں میں کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ پاشان آدی مورتی پوجن پرمپرا سے چلی آتی ہے تو یہ صرف بھرم اگیان اودیا کا پھل ہے۔ غور تو کیجئے اگر پاشان آدی مورتی پوجن قدیم ہے تو ویدوں میں اس کی ہدایت ہونی چاہئے۔ کیونکہ وید قدیم ہیں اور جب وید میں اس کی ہدایت نہیں۔ تو پاشان آدی مورتی پوجن بھی قدیم نہیں ہے مندر اور دھام وغیرہ کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے یہ سب پاشان آدی مورتی پوجن کے لوازمے ہیں۔ جب کہ پاشان آدی مورتی پوجن ہی وید ورُدھ ہوا اور جھوٹا ثابت ہو لیا تو ان کا کیا ذکر ہے ۔

(۳) اول تو سوال آپ کا عجیب قسم کا ہے اس کی خوبی اس کی عبارت سے ہی ظاہر ہے۔ لکھنے یا کہنے میں نہیں آسکتی آپ پوچھتے ہیں کہ گنگا جی کی سب ندیوں میں پوجیتا اور سریشٹ ہونے میں کیا پرمان ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ گنگا جی آپ کے نزدیک سریشٹ اور پوجنیہ نہیں اور اگر سریشٹ اور پوجیتہ بھی ہیں۔ تو آپ اس کا پرمان اور ثبوت نہیں دے سکتے ہیں ورنہ اس امر کا مجھ سے دریافت کرنا کیا ضرور تھا۔ اب اس قدر سوال جو باقی رہا کہ اگر گنگا جی کے پوجنے اور سریشٹ ہونے میں کچھ سند وید سے ہے تو ظاہر کرو اس کا جواب یہ ہے کہ مجھ کو اس بات میں ذرا بھی سند وید نہیں بلکہ میں سچ کر کے گنگا جی کو سریشٹ مانتا ہوں کیونکہ اور کسی ندی یا دریا کا ایسا اُتم اور [illegible] جل نہیں ہے۔ مگر گنگا جی کو مکتی دینے اور پاپ چھڑانے کا ذریعہ نہیں مان سکتا ہوں۔ خوب سمجھ لو کہ پاپ اور پن جس قدر کیا جاتا ہے اس سے ایک ذرہ نہ گھٹ سکتا ہے اور نہ بڑھ سکتا ہے۔ اور جب گنگا جی کے اشنان سے مکتی حاصل ہوتی یا پاپ چھوٹ گئے تو پھر سب دھرم اور نیک کام کرنا یہ ایشور کی آگیا میں چلنا اور اس کی استتی اور اپاسنا کرنا محض فضول ہے۔ کیونکہ جب ایک چیز آسانی سے مل سکتی ہے تو پھر دشوار راستے کو کیوں چلئے۔ وید آدی ست شاستروں میں کہیں گنگا جی کے اشنان کا مہاتم مکت دایک ہونے میں نہیں لکھا ہے اور

؎ سوانح ؎ قدیم ؎ تحمیدہ ؎ باوصف اور لائق ؎ مکتی ؎ نجات دہندہ ۔

اگر کہو کہ تیرتھ آدی نام تو وید اور دھرم شاستروں میں لکھے ہیں تو یہ صرف سمجھ کی غلطی ہے۔ وید آدی ست شاستروں میں ویدوں کے پڑھنے دھرم کی انشٹھان اور ست کے گرہن اور راست کے تیاگ کا نام تیرتھ لکھا ہے کیونکہ ان ذریعوں سے ہی منش دُکھ ساگر سے ترکر مکتی پا سکتا ہے۔ دیکھئے اول تو منوجی مہاراج نے منوسمرتی کی پانچویں ادھیاے کے نویں شلوک میں لکھا ہے :-

अद्भिर्गात्राणि शुध्यन्ति मनः सत्येन शुध्यति। विद्यातपोभ्यां भूतात्मा बुद्धिर्ज्ञानेन शुध्यति॥

اس کا خلاصہ یہ ہے - جل سے شریر کی شدھی ست سے من کی شدھی ودیا اور تپ سے جیوآتما کی شدھی اور گیان سے بدھی کی شدھی ہوتی ہے ؎

دوئم چھاندوگ اپنشد کا یہ کہنا ہے

اس کا خلاصہ یہ ہے - منشوں کو اس تیرتھ کا سیون کرنا اچت ہے کہ اپنے من سے ہر پاپ کو چھوڑ کر سب کے سکھ دینے میں پرورت رہیں - اور سنساری جیوں کے برتاؤ میں کسی کو دکھ نہ دویں - اس کے سوا اور کوئی تیرتھ نہیں ہے ؎

پس آپ سمجھ لینا چاہئے - کہ از روئے ست شاستروں اور دیگر دلائل کے گنگا کبھی مکت دایک نہیں ہو سکتی ؎

(۲) - آپ جن کو پرمیشور کا اوتار کہتے ہیں - وہ بڑے اتم پرش تھے پرمیشور کی آگیا میں چلتے تھے ست دھرم اور دیا آدی گنوں سمپت تھے وید آدی ست شاستروں کے پورن جاننے والے تھے - آج تک کوئی ایسا ہوا اور نہ ہے۔ مگر آپ جو ان اتم پرشوں کو پرمیشور کا اوتار مانتے ہو - یہ آپ کی بھول ہے بھلا پرمیشور کا کبھی اوتار ہو سکتا ہے - وہ تو اجر امر ہے جب اس کا اوتار ہوا تو اس کی یہ صفت جاتی رہی - علاوہ ازیں جب پرمیشور ویاپک اور سب جگہ موجود ہے تو اس کا ایک شریر میں آنا کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر کہو کہ پرمیشور ہر جگہ اور ہر منش میں موجود ہے تو یہ سچ ہے مگر یہ نہیں کہ صرف ایک منش اور ایک جگہ میں ہے اور اوروں میں نہیں - سوا اس کے پرمیشور کو جنم لینے کی ضرورت کیا ہے - اگر آپ کہیں کہ راون اور کنس آدی کو بنا اوتار لئے پرمیشور کیسے مار سکتا تھا تو یہ آپ کا کہنا نہایت نادرست ہے کیونکہ جب وہ نراکار پرمیشور بنا شریر کے سب جگت کا پالن اور دھارن کر رہا ہے اور بنا شریر کے جگت کی پرلے بھی

۱؎ افادہ اختیار کرنا ست ترک کرنا روح شد استوال ہونا ہے بے شعور ہے غلطی ہے قیامت

کر سکتا ہے۔ تو اُس کو بنا شریر کے کس آدمی ایک دو منش کا ماننا کیا مشکل تھا اور
جو یہ بات آپ پوچھتے ہیں کہ ان اوتاروں کا بنانے والا کون ہے اور کس نے
ان کو پراکرم دیا تھا۔ وہ یہ خود سامرتھ تھے اس کا جواب نہایت آسان اور صاف
ہے۔ سب کا بنانے والا پرمیشور ہے۔ اُس کے سوا اور کوئی بنانے اور پراکرم
دینے والا نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ
آپ کے نزدیک شاید کوئی اور بھی پرمیشور کے سوا بنانے اور پراکرم دینے والا
ہے۔ از خود تو کوئی سامرتھ ہوا اور نہ ہے اور نہ ہوگا۔ یہ جو آپ سوال کرتے ہیں
کہ ان اوتاروں کی سی سامرتھ اور کسی راجہ یا مہاتما منش میں کیوں نہیں ہوتی۔ یہ
آپ کا کہنا تو سراسر فضول ہے۔ کیونکہ جیسے جس میں گن ہوتے ہیں ویسی اس میں
سامرتھ ہوتی ہے۔ اور جیسی جس میں سامرتھ ہے ویسے ہی اس میں گن ہوتے
ہیں۔ آج کل بہت سے ایسے منش ہیں کہ محض ناکارہ اور اگیانی ہیں اور بہت
سے ایسے عالم سامرتھ اور پراکرم والے ہیں کہ ہزاروں میں اور کوئی ان کے
برابر نہیں تو کیا اس وجہ سے ان سامرتھ والے منشوں کو پرمیشور کا اوتار کہنا یا
ماننا واجب ہے۔ واہ واہ پرمیشور کے اوتار ہونے کا آپ نے کیا عمدہ ثبوت
سوچ رکھا ہے۔ سچ ہے بقول شخصے ع "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست"

مگر بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ آپ لوگ اگرچہ رامچندر جی اور سری کرشن
جی اور تمام رِشیوں کو پرمیشور کا اوتار مانتے ہو۔ تاہم اُن کی غایت درجہ کی مذمت اور
برائی کے درپے رہتے ہو۔ شہر بشہر اور کوچہ بکوچہ ان کی تصویروں کی مورتی بنوا کر ان
سے بھیک منگوائی جاتی ہے اور پیسے پیسے کے واسطے عوام کے روبرو اُن کے
ہاتھ پھیلوائے جاتے ہیں۔ جب بالیارہ یا ساہو کا رشوالہ یا مندر میں آتے ہیں
بابو جادی جی خود اُن کے پاس جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ سیٹھ جی آج تو ناراض
ہو گئے ہیں رادھا کرشن جی کو کل رات سے بل بھوگ بھی نہیں لگا ہے اور ان کی
سیتا رام جی کو پرشادی کی ہی مشکل پڑ رہی ہے۔ سردی کے کپڑے تو ان
کے پاس نہیں ہیں اور سینت کال سر پر آ گیا ہے پرانے کپڑے سیتا رام جی
کے تو کوئی بدمعاش چرا لے گیا۔ اسی روز سے ہم سیتا رام جی کو تنگی میں
بند رکھتے ہیں۔ نہیں تو ان کی بھی خبر نہ تھی۔ اور اگر کسی رئیس یا امیر کی جانب سے
شوالہ یا مندر کا ماہواری خرچ وغیرہ مقرر ہو تو پوجاری جی یا بابا جی جب کہیں بیٹھ کر
ہوتے ہیں تو اپنی جھوٹی پریم بھگتی کے جتانے کے واسطے کہتے ہیں کہ او جہاں ہم کو

---

[1] یا سعد صاحب قدرت کے طعام کے ناشتہ ... موسم سرما

جانے دو۔ اب ہمارے سیتا رام جی یار اور بال کرشن جی بھوکے ہونگے اور جب
ہم جاوینگے تو اُن کو بھوجن ملیگا ورنہ بھوکے بند رہیں گے۔ اب دیکھئے
رام لیلا کو جوا کر کس طرح آپ لوگ اپنے اوتم پرشوں کی نقل بنوا لیتے اور کس قدر
اُن کی فضیحت کراتے ہو۔ اور غیر مذہب والوں کو اُن پر ہنسواتے ہو۔ اور اُن کی
تحقیر کراتے ہو۔ اس لیلا کا تو کچھ ذکر ہی نہیں دیکھو اکثر اشخاص کیا امیر کیا غریب
اور کیا دوکاندار اور کیا پیشہ ور وغیرہ راس کی محفل میں جمع ہوتے ہیں۔ اور راس
دیکھ دیکھ نہایت خوشی کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ کرشن جی خوب ناچتے ہیں
کوئی کہتا ہے رادھا جی بڑی سوبھاوان ہیں۔ کوئی کنہیا جی کے گانے پر خوش
ہو رہا ہے۔ کوئی رادھا جی کی مورتی پر موہت اور فریفتہ ہے اور از حد پریم
بھگتی ظاہر کر رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے واہ واہ ساکشات رادھا کرشن جی
ہی آ گئے ہیں۔ ان ہی کنہیا جی نے ہزاروں گوپیوں کے ساتھ بھوگ بلاس
کیا ہے پرا سور انگلیں رکھی ہیں خوب دودھ ماکھن چرا کر کھایا ہے نہاتے
ہوئے ننگی استریوں کے کپڑے تک چرا لیے ہیں۔ اور ان کو پہروں برہنہ
سامنے کھڑا رکھا ہے۔ زیادہ اور کہاں تک تمہاری باتوں کا بیان کروں۔
اب شرم بھی مانع ہے اور عقل بھی مقتضی نہیں ہے۔ لیکن افسوس صد ہزار
افسوس کہ آپ لوگ اپنے دیش کے ایسے ایسے راجہ مہاراجوں کو جو ہزاروں
لاکھوں پر حکومت رکھتے تھے۔ اور اُن کی پرورش اور دستگیری کرتے تھے اور
ایسے ایسے اوتم پرشوں کو جو تمام عمر پرمیشور کی آگیا میں رہے سراست گفتاری
اور نیک کرداری اور دھرم کے کاموں میں بے مثال ہوئے کھانے کپڑے
کا محتاج جانتے ہو۔ ادھرمی زنا کار اور تماش بین اور چور ٹھہراتے ہو اور صرف
اپنی مطلب برآری اور دل لگی کے واسطے اُن کی بدنامی کرتے اور کراتے ہو۔
اور اُن کی نسبت ایسی ایسی جھوٹی روایتیں کہ جن کا ثبوت کسی کتاب یا اتہاس
سے بہم نہیں پہنچ سکتا ہے۔ دل سے بنا کر بیان کرتے ہو اور پھر اپنے آپ کو
اُن کا بھگت گن گانیوالا اور تعریف کنندہ سمجھتے ہو۔ ہائے ہائے ان باتوں کے
بیان سے اس قدر رنج و الم کا دل پر ہجوم ہے کہ زیادہ بیان کی مجال نہیں اس
لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور اپنا اصلی بیان کی تائید میں کہ پرمیشور کا اوتار
کسی حالت میں نہیں ہو سکتا ہے۔ دو وید منتر لکھتا ہوں اول یجروید کے چالیسویں
ادھیائے کا آٹھواں منتر ہے اور دوم یجروید کے ۳۱۔ ادھیائے کا پہلا منتر

स पर्य्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं शुद्धमपाप * वि-
द्धम् । कविर्मनीषी परिभूः स्वयम्भूर्याथातथ्यतोऽर्थान्

थ्यं दधा च्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः ॥

ترجمہ: پرمیشور سب میں ویاپک اور اننت پراکرم والا ہے وہ سب پرکار کے شریر سے رہت ہے کٹنے جلنے وغیرہ روگوں سے پرے ہے ناڑی آدی کے بندھن سے پرتھک ہے سب دوشوں سے علیحدہ اور سب پاپوں سے نیارا ہے سب کا جاننے والا سب کے من کا ساکشی سب سے اتم اور انادی ہے وہی پرمیشور اپنی پرجا کو وید کے دوارا یتھارتھ روپ سے سب پداروں کا اپدیش کرتا ہے۔

सहस्रशीर्षा पुरुषः सहस्र ला सहस्रपात् ॥ सभूमिं
सर्वतस्पृत्वाऽत्यतिष्ठद्दशांगुलम् ॥

اس منتر کا خلاصہ یہ ہے۔ پرمیشور تینوں پرکار کے جگت یعنی استھول سوکشم اور [illegible] کو رچتا ہے۔ اس سے بھن دوسرا اور کوئی جگت کا رچنے والا نہیں ہے کیونکہ وہ سرب شکتیمان ہے۔ مکش بھی پرمیشور ہی کی کرپا سے ملتی ہے پرکرتی آدی جگت پرمیشور کے ویاپک ہونے سے سنیکت یعنی قائم ہیں اور وہ پرمیشور ان چیزوں سے علیحدہ بھی ہے کیونکہ اس میں جنم آدی ویوہار نہیں وہ اپنے سامرتھ سے سب جگت کو اتپن کرتا ہے اور آپ کبھی جنم نہیں لیتا ہے۔

پس خوب ثابت ہو گیا کہ از روئے وید اور دلائل معقول کے پرمیشور کا اوتار کسی پرکار سے نہیں ہو سکتا ہے فقط۔

اول تو ان سوالات کی طرز تحریر سے میرٹھ کی دھرم رکشنی سبھا کے پنڈتوں کی لیاقت ظاہر ہوتی ہے۔ دوم سوال تحریری اور جواب تحریری کی بابت کہ سبھاپتی یا سبھا کے پنڈتوں کے دستخط سوالات کے پرچوں پر تھے۔ چونکہ بغرض جواب دینے کے سوالات کا رکھنا ضرور تھا مگر بلا دستخط کسی کام کے نہ تھے اس لئے شیام لال سکرٹری سبھا مذکور کے دستخط سبھا میں تقریر پرچوں پر کرائے گئے اور ان سے کہہ دیا گیا کہ سوالات کے جواب سبھا کے آخری دن مثل اور کل سوالات کے زبانی دیئے جاوینگے لیکن سکرٹری سبھا مذکور نے جوابات تحریری کے واسطے اصرار کیا سوامی جی نے فرمایا کہ اگر سبھا یعنی لالہ [illegible] سبھا صاحب سبھاپتی کی دستخطی چٹھی لاؤ تو البتہ جواب تحریری دیئے جاوینگے۔ خیال تھا کہ یہ سوال ایک نامزد سبھا کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں لیکن سکرٹری سبھا مذکور پنڈتوں کے پاس اقرار چٹھی دستخطی سبھاپتی کی کل جواب دینگے چلے گئے

سا بھیدیہ کا [illegible] وغیرہ بذریعہ ویدک کے عالم الغیب کے سوا [illegible]

لیکن جنیئو پہننے کا ہرگز نام نہ لیا۔ اور اس وقت سے جو کچھ دل میں آیا پیشتر کرنے لگے
دیگر لوگوں کے سوال۔ باقی اور سوالات میں سے صرف تین یا چار صاحبوں
کے سوال بہت عمدہ اور قابل جواب دینے کے تھے۔ پنڈت مکوند سنگھ صاحب
پٹواری اور لالہ شوناتھ صاحب آریہ سماجی ساکن صدر بازار اور پنڈت رام ناتھ ہیڈ ماسٹر
مدرسہ گورنمنٹ اسکول اول درجہ کے سوالات قریب قریب دھرم رکشنی سبھا
کے سوالات سے ملتے تھے۔ اور پنڈت رام ناتھ جی کا سوال طول طویل ویدانت
کی بابت تھا جس کا بیان تناسخ کے ذکر میں کیا گیا۔ باقی سوالات پنڈت ستیہ پال
شاستری ملازم دھرم رکشنی سبھا و دیال پنڈت اور ایک شخص سونٹھ پانی
بیچنے والے کے جو پنڈتائی کا دعوے کرتا تھا۔ اور دیگر آدمیوں کے ایسے تھے
کہ قابل تحریر نہیں منجملہ ان کے پنڈت ہری پال کے سوالات تو ایسے فحش تھے کہ
سبھا میں پڑھتے وقت حاضرین جلسہ نے ان کا پڑھا جانا بند کرا دیا۔ اختصار
کلام ان میں سے سونٹھ بیچنے والے پنڈت مذکورہ بالا کے سوالات کا خلاصہ
بغرض اطلاع عوام ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس سے اوروں کی نسبت
بھی خیال کر لینا چاہیئے۔ بقول مشتے نمونہ از خروارے +

خلاصہ سوالات: ہم نے سوامی جی مہاراج پرکس وید میں لکھا ہے کہ
سوامی جی گلاب جامن اور بالوشاہی اور مٹھائی کھاتے ہیں۔ اور سگرٹ بھی پیتے ہیں۔ اور آپ
کہتے ہیں کہ آریوں کا نام چار اکشروں تک کا ہونا چاہیئے پھر آپ کا نام (یعنی سوامی
دیانند سرستی) اتنا بڑا کیوں ہے۔ اور کس وید میں لکھا ہے کہ سوامی جی لوٹا سے
پانی پیویں فقط +

الغرض ہر ایک پرچہ کے جواب زبانی بجز پرچہ پنڈت ہری پال کے (خواہ وہ جواب
دینے کے قابل تھے یا نہ تھے) سبھا میں زبانی دیئے گئے +

مولوی عبدالصمد صاحب کی خط و کتابت: الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ
والسلام علی النبی۔ اما بعد فقیر محمد عبدالصمد ساکن شہر میرٹھ محلہ [illegible] در خدمت
جناب سوامی دیانند سرستی جی کے گذارش کرتا ہے کہ آپ دین اسلام پر چند اعتراض کرتے
ہیں۔ اور یوں بھی کہتے ہیں کہ دین کا حال پوچھے ہم سے مباحثہ کرے اور جو سوال
دریافت کرے ہم اس کا فوراً جواب دیں گے۔ سو مباحثہ کے اندر بہت خطر
ہیں لیکن اس میں پانچ شرطوں کا ہونا ممکن ہے۔ اول یہ کہ سامعین کا ہونا ضروری

[illegible] سوالات [illegible] خلاصہ [illegible]

چاہیئے یعنی منصف کا ۔ اور دویم یہ ہے کہ جب تک مباحثہ ہو چکے ۔ آپ کو کہیں جانا نہ ہوگا ۔ سویم یہ ہے کہ گفتگو ہماری اور تمہاری رہیگی اس میں اور کوئی شخص بولنے نہ پاویگا ۔ چہارم یہ ہے کہ خدا کو حاضر اور ناظر جان کر اور تعصب اور نفسانیت کو دور کر کے جو شخص مغلوب ہووے اُسی وقت حق کو تسلیم کرے اور پنجم یہ ہے کہ کسی پولیس کا بندوبست ہونا چاہئے ہے اور چھ بجے سے چار بجے تک مباحثہ ہو ۔ کیونکہ بعد اُس کے روزہ کا وقت آجاتا ہے اور گفتگو تقریری چاہتے ہیں ۔ ہم تحریری نہیں چاہتے ۔ اگر یہ سب باتیں آپ کو منظور ہوں تو جواب اس کا رقعہ ہذا کی پشت پر درج کر دیجیئگا ۔ پھر انشاء اللہ تعالےٰ آپ سے مباحثہ رہیگا ✦

العبد

مولوی عبد اللہ صاحب

تحریری جواب حسب ذیل بھیجا گیا ۔ مولوی عبد اللہ صاحب سلامت درجواب آپ کے لکھا جاتا ہے ۔ بہتر ہے کہ آپ حسب منشاء اپنی بذریعہ معزز رئیسان شہر اور صدر کے سلسلہ جنبانی کیجئے ۔ مجھ کو کچھ عذر نہیں اور جملہ معاملات تحریری ہونے چاہئیں نہ کہ تقریری فقط ۔

از جانب دیانند سرستی ۹ ستمبر ۱۸۷۸ء

بعد اس کے مولوی صاحب موصوف کا دوسرا خط آیا ۔ اُس کا بھی منشا اصلی یہی تھا کہ مباحثہ تقریری ہو ۔ جیسے تحریری نہیں ہونا چاہئے ✦

غرض اس سے یہ تھی کہ تقریر میں کبھی نہ کسی بات سے انکار و اثبات کی گنجائش رہتی ہے ۔ مگر تحریر میں کچھ پیش نہیں چلتی ہے ۔ چونکہ معلوم ہو گیا تھا کہ مولوی صاحب تقریری بحث کی ضد نہ چھوڑینگے ۔ اس واسطے ان کے دوسرے خط کے پیش ہونے کے بعد سبھا میں سوامی جی نے یہ جواب دیا کہ مباحثہ تحریری ہوگا ۔ اور تقریری ہرگز مناسب نہیں باقی کل منشاء مولوی صاحب کا منظور ہے ۔ اس معاملہ میں اور زیادہ تحریر اور تقریر فضول ہے ✦

۲ ۔ شاستر ارتھ کیلئے خط و کتابت ۔ ۱۰ ستمبر روز چہارشنبہ کو صدر بازار میرٹھ اسٹیشن بلشیر سہائے جی میں پنڈتان میرٹھ اور چند شخص جمع ہوئے اور شاستر ارتھ کی بابت مشورہ ہوا ۔ اور اسی دن ایک چٹھی بخط ناگری اُن کی جانب سے سبھا میں سوامی جی کے پاس آئے ۔ خلاصہ یہ تھا کہ بلشیر سہائے جی میں روز یک شنبہ دھرم نرنے کے لئے سبھا ہوگی سوامی دیانند سرستی بھی سبھا میں آویں ۔ اس چٹھی پر نام لالہ بنتا و رسنگھ صاحب لالہ روشن سہائے صاحب

لالہ بھولا سرائے صاحب اور چند پنڈت صاحبان کے مرتب تھے لیکن کسی کے دستخط خاص نہ تھے۔ سوامی جی نے تاکیداً پیشتر ہی کہہ دیا کہ بلا دستخطی تحریر لالہ کشن سہائے صاحب کے کسی امر کو یقین نہ کرونگا اس واسطے اس وقت بھی کہہ دیا کہ اس بے دستخطی چٹھی کا اعتبار نہیں اور کچھ جواب نہ دیا۔ بعد ازاں بعد ۱۲ تاریخ کو لالہ منا لال جی نے اپنے پتا لالہ کشن سہائے صاحب رئیس کی جانب سے سوامی جی سے آکر کہا کہ اگر آپ مباحثہ میں براستی ہوں تو آپ کو مورتی کھنڈن چھوڑ دینا پڑیگا۔ سوامی جی نے اس بات کو منظور کیا اور شام کے وقت سبھا میں مجمع عام کیا۔ یک شاستراتھ کی سبھا کے واسطے لالہ کشن سہائے جی خواہش رکھتے ہیں۔ تو آج سے چار روز کے اندر اندر بذریعہ تحریر دستخطی خاص تمام شرطیں طے کر لیں۔ مگر لالہ صاحب کی طرف سے اس عرصہ میں کوئی امر ظہور میں نہ آیا۔ بعد ازاں چند رئیس صاحبان لالہ جگناتھ [illegible] جی کے مکان پر جمع ہوئے اور باہم صلاح کر کے ایک چٹھی منجانب لالہ کشن سہائے صاحب رئیس سبھا میں دھرم رکھشک سبھا [illegible] سوامی جی کے پاس بھیجی۔ مگر اس پر لالہ صاحب کے خاص دستخط نہ تھے صرف کسی محرر کی تحریر تھی۔ اور پنڈت کنول نین و جگیشر دت و سالک رام اور دیگر پنڈت صاحبان کے نام بھی اس بھیجنے والوں میں لکھے ہوئے تھے اور خلاصہ یہ تھا کہ پنڈت سری گوپال جی یہاں موجود ہیں اِن آپ چاہیں اُن سے شاستراتھ کریں +

چٹھی پڑھی جانے کے بعد سبھا میں سوامی جی نے صاف طور سے کہا کہ میں شاستراتھ کو ہر حال موجود ہوں۔ لیکن پنڈت جگیشر دت اور سری گوپال جی سے شاستراتھ نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ دونوں پنڈت نہایت کرودھی ہیں مجھے سری گوپال سے دو تین مرتبہ گفتگو کا اتفاق ہوا ہے مگر باعث غصہ کے وہ دوران تینوں مرتبہ مجھ کو بات کرنے کی بھی تاب نہ رہی۔ اور آخر میں سخت کلامی کی اور گالیاں دیں۔ یقین ہے کہ وہی حال اب بھی پیش آویگا اور شاستراتھ کا کچھ نتیجہ نہ نکلیگا اور پنڈت صاحب کی لیاقت کا حال تو سب پر روشن ہے۔ کچھ بیان کی ضرورت نہیں باقی رہا پنڈت جگیشر دت صاحب کی استعداد کا حال سو وہ اُن کے مندرجہ بالا سوالوں کی طرز تحریر سے ہی ظاہر ہے اور دوسرے ایک مرتبہ کئی سال گذرے جبکہ میں لالہ بکھی رام کے باغ میں ٹھیرا ہوا تھا پنڈت جگیشر دت نے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ۱۲ [illegible]

وہاں جا کر مجھ کو بہت کچھ سخت سست کہا اور بہ جوش تالیاں بجائیں جو باتیں کہ تہذیب سے نہایت بعید ہیں۔ البتہ پنڈت کنول نین اور لالہ سالک رام یا دیگر پنڈتان ۔۔۔ مثل سری کرشن اور ہرجس رائے جی کے مباحثہ ہونا نہایت بہتر بات ہے۔ بشرطیکہ لالہ کشن سہائے صاحب بذریعہ اپنی دستخطی چٹھی کے باتیں طے کرلیں +

اس جواب پر اسی وقت عوام میں چرچا ہوا کہ سوامی جی نے سری گوپال سے شاستر ارتھ کا انکار کیا پنڈت کامل کو دیکھ کر ڈر گئے۔ کیا خوب!!! یہ خبر سوامی جی کے گوش گذار ہوئی۔ اور چند صاحبان نے بھی سوامی جی سے کہا کہ آپ سری گوپال جی سے بھی مباحثہ قبول کیجئے۔ رفع سخت کلامی وغیرہ کی تدبیر پہلے ہی کر دی جاوے گی۔ تو سوامی جی نے دوسرے دن آ کر سبھا میں اعلان دیا کہ میں شاستر ارتھ کو مستعد ہوں خواہ پنڈت سری گوپال جی سے یا اور کسی سے ہو جبکہ لالہ کشن سہائے صاحب جو کہ رئیس اور معتبر شخص ہیں اپنی دستخطی چٹھی کے ساتھ کسی ادنیٰ (بلکہ) ودیارتھی کو بھی شاستر ارتھ کے واسطے بھیجیں تو اس سے بھی میں شاستر ارتھ کو موجود ہوں۔ مگر بابت اس طرف سے میرے ذمہ اور اس طرف لالہ کشن سہائے صاحب کے ذمہ ہی ہوگی۔ چنانچہ سبھا برخاست ہونے کے بعد پنڈت سری گوپال جی کو جو پنڈت جگتا کے مکان پر مقیم تھے مالک مکان کی معرفت سوامی جی کے اعلان سے اطلاع دی گئی اور لالہ کشن سہائے صاحب اور عوام کو بھی اس امر کی اطلاع ہو گئی۔ اس کے بعد بھی دو روز اور لالہ رام سرن داس صاحب کے مکان پر سوالات کے جواب دینے میں صرف ہوئے۔ مگر اس عرصہ میں لالہ کشن سہائے صاحب یا پنڈت صاحبان کی جانب سے کوئی تحریری یا زبانی سلسلہ جنبانی نہ ہوئی +

پھر جب ۱۲ تاریخ سے بابو چھیدی لعل جی کے مکان پر پرچار شروع ہوا تو دوسرے دن لالہ شیو لال صاحب رئیس کے دیوان خانہ میں پنڈتان شہر وغیرہ کی سبھا منعقد ہوئی اور اگلے روز یعنی ۱۵ ستمبر کو ایک اشتہار ان کی جانب سے مشتہر ہوا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اس سبھا میں دھرم کا اپدیش ہوگا اور سوامی دیانند سرسوتی شاستر ارتھ کے لئے بلائے گئے ہیں۔ فقط۔ اور نیز خط بخط اردو منجانب لالہ کشن سہائے صاحب و لالہ نجبا ور سنگھ صاحب و بہولا سرائے صاحب بنام سوامی جی کے آیا جس کا مدعا یہ تھا کہ آپ کو سبھا میں لالہ شیو لعل صاحب کے مکان پر آ کر پنڈتان سے شاستر ارتھ کرنا چاہئے +

مثلاً اپنے ساتھ کا طالب علم ۱۲

سوامی جی نے بار ہا کہہ دیا تھا کہ جب تک دستخطی تحریر لالہ کشن سہائے صاحب کی میرے پاس نہیں آویگی۔ اور قواعد شاستر ارتھ جو واجب الادا یا بہ ہیں بے قرار نہ پاویں گے۔ شاستر ارتھ ممکن نہیں۔ مگر افسوس کہ خط مذکورہ بالا بھی بلا دستخطی لالہ کشن سہائے اور دیگر صاحبان کے تھا۔ اور نہ کچھ اُس خط میں قواعد شاستر ارتھ وغیرہ کا ذکر تھا۔ کل صاحبان کا نام کاتب نے لکھا تھا و تمام لالہ ہیرا لال جو زبان فارسی بالکل نہ جانتے تھے۔ صرف ہندی داں تھے اُن کے دستخط بھی فارسی میں اور ایک ہی قلم کے لکھے ہوئے تھے۔ غرض اس خط پر دستخط نہ ہونے سے سوامی جی کو خیالات گوناگوں دل میں آئے اور مصلحتاً انہوں نے خاموشی اختیار کی +

شام کو لالہ سیدھا سنگھ صاحب خلف لالہ جگنا و سنگھ و سوتی گوبند پرشاد کے سوامی جی کے پاس سبھا میں آئے اور لالہ کشن سہائے اور دیگر صاحبان کے خطوط کے جواب نہ بھیجنے کی وجہ دریافت کی سوامی جی نے جواب دیا کوئی دستخطی خط لالہ کشن سہائے صاحب کا میرے پاس اس دم تک نہیں آیا ہیں میں کس طرح جواب بھیجتا۔ سوتی گوبند پرشاد صاحب نے کہا کہ ہم خاص لالہ کشن سہائے جی کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ آپ اپنا منشا شاستر ارتھ کرنے کا ظاہر کیجئے۔ سوامی جی نے کہا کہ آپ بھدر پرش معلوم ہوتے ہیں اور میں آپ کے بیان کو غیر معتبر بھی نہیں سمجھتا ہوں۔ لیکن چونکہ پیشتر سے ایک صاحب یعنے لالہ کشن سہائے کی تحریر فاتش پر اس معاملہ کا طے ہونا منحصر کیا گیا ہے اس واسطے بہتر ہے کہ آپ اُن کی تحریر دستخطی بھجوا دیجئے مجھکو شاستر ارتھ میں کچھ عذر نہیں ہے بلکہ عین مدعا یہ ہے اور جب کہ لالہ کشن سہائے صاحب اور دیگر صاحبان نے ہی آپ کو بھیجا ہے تو پھر تحریر دستخطی بھیجنے میں کیا پس و پیش ہے لالہ سیدھا سنگھ صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کو اسی طرح اس کا طے کرنا منظور ہے تو کل صبح ضرور دستخطی چٹھی لالہ کشن سہائے جی کی بھجوا دینگے اور بعد اس کے دونو صاحب سبھا سے تشریف لے گئے مگر ایفائے وعدہ اگلے روز بھی نہ ہُوا۔ بلکہ مخالف کارروائیاں کرنیکا اگلے بیان سے ظہور میں آئیں یعنی دوسرے دن بعد دوپہر کے ایک اشتہار اسی مضمون کا منجانب لالہ صاحب مذکور بخیر سوامی جی کے نام آیا مگر بلا دستخطی صرف کاتب نے بھیجنے والوں کے نام لکھ دیئے تھے۔ اب غور کرنا

سوامی جی نے بار بار تحریر دستخطی کی طلب اس لئے کی تھی کہ شاستر ارتھ کا انتظام ٹھیک ہو جاوے اور اسی قدر صاحب بھی بذریعہ اُن کی تحریر کے ہیر پھیر نہ رہے +

چاہیئے کہ تمام طرح کی کارروائیاں تو اس عرصہ میں ہوتی ہیں۔ مگر مستقل تحریری اور گفتگو با قاعدہ درمیان نہ آئی۔ بعد آنے خط جیسٹری شدہ کے سوامی جی نے خطوط لالہ کشن سہائے صاحب کا جواب لالہ شیمن لعل صاحب کی معرفت بھیجا۔ لیکن سبھا وقت اعلان شدہ سے پیشتر ہی برخاست ہو گئی تھی۔ پھر یہی خط سوامی جی کی طرف سے لالہ کشن سہائے صاحب کے پاس سبھا میں بھی بھیجا گیا۔ قریب ختم ہونے سبھا کے اُن صاحبوں نے کہ جو خط لے گئے تھے۔ لالہ کشن سہائے اور لالہ بختاور سنگھ وغیرہ صاحبان سے کہا کہ سوامی جی کے خط کو جو آپ کے نام سے بھیجے ہوئے خطوں کا جواب ہے سوا جس کو ہم لے کر آئے ہیں سبھا میں سنوا دیجئے تاکہ عوام کو مضمون مندرجہ سے آگاہی ہو جاوے لیکن لالہ کشن سہائے صاحب نے اس وجہ سے کہ اس خط پر خاص دستخط سوامی جی کے نہ تھے۔ سبھا میں پڑھنے کی اجازت نہ دی اور بجد و بدل لیا ہے کہا کہ صبح لالہ بختاور سنگھ صاحب کے مکان پر آکر جملہ امور استے طے کر لئے جاویں۔ اس وقت اور زیادہ گفتگو فضول ہے۔

نہایت جائے تعجب ہے کہ سوامی جی کے پاس جس قدر بلا دستخطی خطوط لالہ صاحبان کی جانب سے آئے اُن سب کو سوامی جی نے حاضرین سبھا کو معہ اپنے جوابات کے سنوا دیا مگر لالہ صاحبان نے اس ایک خط کو بھی سبھا میں پڑھنے کی اجازت نہ دی بلکہ خود بھی نہ پڑھا۔

اگلے روز ۱۴ ستمبر کو حسب وعدہ پانچ آدمی سوامی جی کی طرف سے شرائط سبھا کے طے کرنے کے واسطے لالہ بختاور سنگھ صاحب کے مکان پر گئے۔ اور نیم یعنی قواعد سبھا کا تحریری مسودہ معہ دستخطی چٹھی سوامی جی کے اپنے ساتھ لے گئے۔ لالہ صاحب موصوف نے پوچھن وغیرہ سے فارغ ہو کر اول قواعد سبھا کے مسودہ کو سُنا اور بعد اس کے معہ اُن پانچوں شخصوں کے لالہ کشن سہائے صاحب کے مکان پر گئے۔

لالہ کشن سہائے جی نے فی الفور پہنچنے کے اپنے محرر کو بلا کر سبھا کے نیموں کے مسودہ کی نقل کرالی اور یہ کہا کہ اس کا جواب کل صبح تک بعد مشورہ کے بھیجا جاویگا۔ اُن نیموں کی نقل کہ جو سوامی جی کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ بغرض اطلاع ذیل میں درج ہے۔ چند فقروں کی تشریح حاشیہ پر دی گئی ہے کہ جو لالہ کشن سہائے صاحب سے کہے گئے تھے۔

نقل نیم یعنی قواعد سبھا مخاطب سوامی دیانند سرسوتی جی کہ جس کے مسودہ۱

۱ یہاں لفظ مسودہ اس وجہ سے لکھا گیا ہے کہ ۱۴ تاریخ کی صبح کو سوامی جی نے قواعد سبھا کی نسبت اپنا منشاء ان شخصوں سے کہ جو قواعد منظور کرانے کے واسطے بھیجے گئے تھے ظاہر کیا تھا۔

کی نقل پنڈت مان سنگھ اور دیگر صاحبان نے بموجب درخواست لالہ کشن سہائے
صاحب اور بختاور سنگھ صاحب کے سترہ ستمبر کو بوقت صبح لکھا دی تھی۔

(۱) چونکہ سب سے پیشتر منتظمان سبھا کا قرار دیا جانا ضروری ہے۔ لہٰذا
ہمارے نزدیک مناسب ہے کہ صاحبان مفصلہ ذیل ہر دو جانب سے منتظم قرار
دیئے جاویں +

(بشرط منظوری)

۱۔ پنڈت گنگا رام صاحب۔ ۲۔ لالہ رام سرنداس صاحب رئیس۔ ۳۔ مہرائے
کنہیا لعل صاحب مہتمم مطبع جلوہ طور۔ ۴۔ بابو چھیدی لعل صاحب گماشتہ
کمسریٹ۔ ۵۔ پنڈت گوبند لعل صاحب ماسٹر گورنمنٹ اسکول۔ ۶۔ پنڈت جگناتھ
صاحب +

و

۱۔ لالہ کشن سہائے صاحب رئیس۔ ۲۔ لالہ بختاور سنگھ صاحب رئیس
۳۔ حکیم بلدیو سنگھ صاحب۔ ۴۔ لالہ ابناشی پرشاد صاحب وکیل۔ ۵۔ لالہ لچھمی دھر صاحب
وکیل۔ ۶۔ لالہ ہولاس رائے صاحب ساہوکار +

(۲)۔ ان صاحبوں میں سے کوئی صاحب بلکہ جہاں تک ممکن ہو جناب
ماتحت جج صاحب بہادر میر مجلس منتظمان قرار دئے جاویں +

(۳) حاضرین جلسہ سبھا علاوہ منتظمان ہر جانب سے پچاس پچاس سے کم اور
دو سو سے زیادہ نہ ہوں تو بہتر ہے +

(۴) جس قدر حاضرین جلسہ سبھا کی تعداد قرار پاوے اسی قدر ٹکٹ چھپکر
نصف نصف منتظمان ہر فریق کو تقسیم کر دیئے جاویں +

(۵) ہر فریق اپنی اپنی جانب سے حاضرین کو باقاعدہ رکھیں۔ اور ان
کے ہر طرح ذمہ دار ہیں +

(۶) ہر جانب سے تعداد پنڈتان لائق دس دس سے زیادہ نہ ہو کم کا
اختیار ہے +

(۷) ہر دو جانب سے صرف ایک ایک ہی پنڈت سبھا میں گفتگو کریں یعنے
ایک جانب سے سوامی دیانند سرستی اور دوسری جانب سے پنڈت سری گوپال

(۸) اس سبھا میں ویدوں کے پرمان سے ہی کھنڈن اور منڈن یعنی
تردید اور تائید ہر امور کی جاویگی +

(۹) وید کے منتروں کے ارتھ کے نشچے کے واسطے برہما جی سے لے کر جیمنی
منی جی تک کے گرنتھوں کی کہ جن فریقین قبول کرتے ہیں ساکشی ہی ہوگی +

(۱۰) ان گرنتھوں کی تفصیل ذیل میں درج ہے ۔
ایترے - شتپتھ - سام - گوپتھ برہمن - شکشا - کلپ - ویاکرن - نرکت - نگھنٹو
چھند - جیوتش - پورب میمانسا - ویشیشک - نیائے - یوگ - سانکھیہ - ویدانت
شاستر - آیوروید - دھنروید - گاندھرب وید - ارتھ وید وغیرہ ۔
واضح ہو کہ ایترے برہمن پنگل سے لیکر ارتھ وید تک رشیوں اور منیوں کے مندرجہ بالا کتب سانکھشی اور پرمان ہونگے اور بالفرض اگر ان میں بھی کوئی واکیہ وید ورودھ ہو تو طرفین اسکو قبول نہ کرینگے ۔
(۱۱) ویدوں اور پرتکش آدی پرمانوں - سرشٹی کرم اور ست دھرم سے یکطرفین کو گفتگو کرنی اور ماننی ہوگی ۔
(۱۲) - اس سبھا میں جو شخص کسی فریق کی طرفداری اور رعایت کرے اس کو پوار برہم ہتیا کا پاپ ہوگا ۔
(۱۳) چونکہ بہت بڑی بات صرف ایک پاشان آدی مورتی پوجن ہی ہے اس لئے اس سبھا میں مورتی پوجن کا کھنڈن اور منڈن ہوگا - اور اگر ویدوں کی ریت سے پنڈت جی پاشان آدی مورتی پوجن کا منڈن کر دیویں تو پنڈت جی کی سب باتیں بھی سچ سمجھی جاوینگی اور سوامی جی اسی وقت سے مورتی پوجن کا کھنڈن چھوڑ کر مورتی پوجن اختیار کر لیویں گے اور جو سوامی جی ویدوں کے پرمان سے پاشان آدی مورتی پوجن کھنڈن کر دیویں تو سوامی جی کی سب باتیں بھی راست سمجھی جاوینگی اور پنڈت جی اسی وقت سے پاشان آدی مورتی پوجن چھوڑ کر مورتی پوجن کا کھنڈن اختیار کر لیویں - ویسا ہی دونوں فریقین کو بھی قبول کرنا ہوگا ۔
(۱۴) سوال اور جواب طرفین سے تحریری ہونے چاہئیں یعنی ہر سوال زبانی کہا جاوے اور فوراً تحریر ہوتا جاوے - بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکتا کا لفظ بہ لفظ لکھا جاوے ۔
پانچ منٹ واسطے ہر سوال کے اور پندرہ منٹ واسطے ہر جواب کے مقرر ہوں اور وقت مقررہ کی کمی کا اختیار ہے زیادتی میں پابند رہنا ہوگا ۔
(۱۵) سبھا میں جناب سوامی جی اور پنڈت جی اور نیز دیگر صاحبان باہم کوئی سخت کلامی نہ ہو بلکہ شائستگی اور ملائمت سے سچے ست اور اسست کا گرہن کریں ۔

رسالہ صفحہ ۲ کا نوٹ - یعنی اگر صرف سوال کسی [illegible] ان گرنتھوں کو سوامی جی بھی [illegible] کھنڈن کریں اور جو [illegible] مسئلہ پر [illegible] بات [illegible] تفصیل نہ ہوگی اور اگر پنڈت صاحب کوئی [illegible] ان گرنتھوں کو صرف [illegible] مورتی پوجن کی تائید میں [illegible] سانکھشی وید [illegible] [illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] پابندی وقت کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] خلاف قواعد سبھا کے [illegible] پابندی وقت [illegible] بطور مناسب ہوتی جاوے ۔

(۱۶) وقت سبھا ۸ بجے شام سے نو بجے رات تک رہے تو نہایت بہتر ہے ٭

(۱۷) سوال اور جواب کی تحریر کے واسطے تین محرر مقرر ہونے چاہئیں اور ہر تحریر پہ سبھا بعد مقابلہ فریقین کے ہر روز دستخط ہو کر ایک ایک تحریر ہر فریقین کو دیجاوے اور ایک تحریر مجلس میں فریقین اور سر مجلس کے قفل سے مقفل ہو کر مجلس کے سپردگی میں رہے تاکہ کچھ کمی و بیشی تحریروں میں نہ ہونے پاوے اور وقت ضرورت کے کام آوے ٭

(۱۸) مکان سبھا جملہ منتظمان کی رائے پر تجویز ہوگا ٭

(۱۹) جموں اور کاشی جی وغیرہ مقامات کی رائے پر اس سبھا کے فیصلہ کا منحصر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ مقامات موقوفی پوجن کے گھر ہیں۔ اور وہاں پنڈتوں سے اس بارہ میں شاستر ارتھ بھی ہو چکا ہے۔ اس واسطے ویدشاستر ادی مذکورہ بالا کہ جن میں ہر امر کی تصریح بخوبی بیان کی گئی ہے۔ مدعیت اور ساکشی کو کافی ہیں البتہ: ضرور ہے کہ اگر فریق ثانی کو کچھ شک اور شبہ ہو تو آج ۲ تاریخ ستمبر ۱۸۸۲ء سے دو یوم کے اندر مقامات مذکورہ بالا یا اور جگہ سے جو پنڈت انکی رائے میں بہتر اور عمدہ ہوں بذریعہ تار برقی آمد و رفت کے باب میں ان سے گفتگو طے کر لیویں یا انتظام کر لیویں۔ اور آج سے چھ دن کے اندر یعنی ۹ تاریخ ستمبر روز یکشنبہ تک اُن کو یہاں بلا لیویں۔ اگر فریق ثانی کی طرف سے اس عرصہ میں انتظام مناسب نہ ہو یا خلاف عملدرآمد ہو رہے تو اسکی فتح کی کل باتیں خام اور بے بنیاد سمجھی جاوینگی اور اگر سوامی جی اسی عرصہ میں کہیں چلے جاویں یا اس تحریر کے پابند نہ رہیں تو انکی بات بھی خام اور بے بنیاد تصور کی جاویگی ٭

(۲۰) جملہ فریقین کو سبھا کے وقت تمام پستکیں جن کا حوالہ دیں سبھا میں ہمراہ لانی چاہئیں۔ بلا اصل پستک کے زبانی کوئی ساکشی طرفین کو قبول نہ ہوگی۔ منقطر محرومہ ۲ ستمبر ۱۸۸۲ء ٭

یہ پچھلی شرط اگرچہ سبھا کے صاحب کو نہیں لکھانی گئی تھی اور اس کا لکھا جانا ضروریات سے بھی نہیں سمجھا گیا تھا کیونکہ شاستر ارتھ ہمیشہ ہمراہ ہوا کرتی ہے مگر بہ نظر احتیاط شرط ہذا بھی شامل کی گئی ٭

ملا ایک کا ان سرکی ... [illegible] ... وقت کے ... سبھا ... اور ... ہو ... [illegible] ... جو ... ہو ... [illegible] ... گئیں کہ مدعی اور جو ... [illegible] ... ضعیف قرار دیئے جاویں ... [illegible] منصف نہیں ہو سکتا ہے۔ باقی جو سوال ... رہ بھی ... ظاہر کرنا ہے ٭

۱۸۔ ستمبر ۱۸۸۱ء کو بھی لالہ کشن سہائے جی نے کچھ جواب نہ بھیجا۔ مگر پنڈت سری گوپال جی کی جانب سے سبھا کے نیم یعنے قواعد تجویز ہو کر خط اردو معہ ایک پرچہ ناگری کے سوامی جی کے پاس آئے۔ ان قواعد کی نسبت رائے دینا فضول ہے اُن کی تفصیل لفظ بہ لفظ ذیل میں کی جاتی ہے۔ ناظرین خود انصاف کر لیویں گے۔ مگر ہاں بعض بعض کی شرح بطور اختصار حاشیہ پر لکھ دی گئی ہے۔ یہ پرچہ ناگری میں پستکوں وغیرہ کے نام دریافت کیئے گئے تھے۔ اس کی نقل یہاں پر درج نہیں کی گئی ؛

نقل نیم سبھا جو پنڈت سری گوپال جی نے قواعد مرسلہ سوامی جی کے جواب میں بھیجے تھے ؛

(۱) جس قدر نام منتظمان سبھا بطور متخاصمین قرار دیئے ہیں۔ یعنی فریق اول لالہ کشن سہائے صاحب۔ لالہ جیتا ور سنگھ صاحب حکیم بلدیو سہائے صاحب۔ لالہ انبا پرشاد صاحب وکیل۔ لالہ تلسی دھر صاحب وکیل۔ لالہ بھولا ناتھ صاحب ساہو ؛

اور فریق دویم۔ لالہ سندر داس صاحب۔ بابو چھیدی لعل صاحب۔ لالہ گنیشی لعل صاحب۔ لالہ جگن ناتھ صاحب۔ پنڈت گنگا رام صاحب۔ لالہ کندن لعل صاحب ماسٹر۔ اب بھی چند نام اور رہ گئے چاہییں۔ یعنی لالہ ... سہائے صاحب ساہو۔ لالہ کشن لال ساہو ؛

لالہ مراری لعل صاحب۔ حکیم چمن نرائن صاحب۔ سوامی لیکھراج صاحب صوفی گوری پرشاد صاحب۔ لالہ پیارے لعل صاحب۔ لالہ بنسی دھر شیو پرشاد صاحب۔ بابو گنگا نرائن صاحب گماشتہ کمسریٹ ؛

ہماری رائے میں ان صاحبوں کو بلا امتیاز فریق کے منتظم سبھا اور لیکچر کرانے دھرم سناتن کے لکھنا چاہیئے اور فریق اول پنڈت سری گوپال جی مہاراج وغیرہ پنڈتان اور فریق دویم سوامی دیانند سرستی جی مہاراج کو سمجھنا چاہیئے ؛

(۲) ہمارے نزدیک[1] اگر صاحب کلکٹر بہادر ضلع بلند شہر کہ علم شاستر ارتھ میں بہرہ کافی رکھتے ہیں۔ مدعی مقرر ہوویں تو بہت اچھا ہے کیونکہ با ہمت کے ... چھوٹے ارتھ وید وں کے غیر ممکن ہے۔ اور دوبارہ مقرر ہونے ایک مد بحث کے لالہ گنگا سہائے سے بھی زبانی گفتگو کر دی ہے اور بعد ان مقرر ہونے

[1] میری رائے میں یہ سوال محض اس وجہ سے ہے کہ میاں منصف جی کیونکہ صاحب کلکٹر بہادر بلند شہر کا میر جس لاس نظم کا واسطہ نہ ہو سکتا ہے تو تیجہ میاں تشریف لیجانا غیر ممکن ہے اور جیسے جانا یہ صاحب بہادر غیر مذہب ہیں اور گورنمنٹ کو اس میں دخل دینا منظور نہیں ہے ۱۲ مصنف ...

مذہبیت کے قاعدہ سے سبھا دھرم شاستر کا نہیں ہے +

(۳)۔ تعداد حاضرین جلسہ وغیرہ سے شکست کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ درصورت اقتناع موجب بدنامی متصور ہے۔ جملہ صاحبان منتظم کو اس کا خیال رہیگا۔ اور انتظام اُن کے ذمہ رہیگا کہ درصورت بدنظمی نیکنامی اور بدنامی اُن کی ہے +

(۴) پنڈت ساکشی ہوں کچھ تعداد اُن کی مقرر نہیں ہے اور بیاساکشی لاثابت ہے +

(۵)۔ گرنتھوں کے باب میں جتنی ناگری الف ہوا ہے۔ آپ جو لکھتے ہیں وید اول سے برورہ پین کا پرمان گرنتھوں میں بھی ہو تو نہ مانا جاویگا۔ واضح ہو کہ اسی واسطے تجویز مقرر ہوئے ایک مذہبیت کے جو جھوٹھ سچ کو صاف صاف بلا جانب داری ظاہر کرے ضرور ہے +

(۶) یہ تحریر جناب کی نہایت پسند ہے کہ سب صاحبان کو سچائی کی پیروی ہونی چاہیئے +

(۷) وقت سبھا چار بجے سے ساڑھے چھ بجے تک رہیگا۔ اور پانچ منٹ تحریر سوال اور پندرہ منٹ تحریر جواب کے واسطے بہت کم ہیں۔ کیونکہ یہ تحریر سنسکرت کی ایسی نہیں ہے۔ کہ اس قدر وقت تحریر کے واسطے بھی کافی ہو لہذا سوال و جواب بلا قید وقت زبانی تو بہتر ہے اور مکان سبھا منتظمان سبھا کی رائے پر ہوگا +

(۸) یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ رفع سندیہ کے واسطے کوئی پنڈت کاشی جی یا مہاراجہ جودھپور کے یہاں سے دو روز کے عرصہ میں تار برقی بھیجکر سبھا دھرم پر مع بلا لیجئے سبھا صاحب یہ کب ممکن ہے مہاراجہ اور مہاراجہ وغیرہ پنڈت وکرتو نہیں ہیں جو اس عرصہ قلیل میں تشریف لاویں۔ یہ ہونا ممکن ہے لیکن بعد طے ہونے کل امور کے جب تک کوئی شخص خاص ہر دو مقامات مذکورہ کو بھیجا جاویگا۔ آنا ایسی پنڈت صاحب کا ایسی جگہ سے دشوار ہے۔ لہذا التماس ہے۔ کہ اگر آپ کو بدل فیصلہ کرنا اس امر اہم کا منظور ہے تو تا تشریف آوری پنڈت وغیرہ ان صاحبان کے آپ بھی یہاں تشریف رکھئے اور جو اس قدر عرصہ تک

[illegible]

تا تشریف لاوے تو اُن کے آپ کو جھگڑنا کو چھوڑ کر ایسا آدمی تجویز فرمایئے کہ لائق پنڈت کے ہو یعنی واقف کار اتھرو وید اور اُن گرنتھوں کا ہو کہ جن کو ہر دو فریق تسلیم کریں ٭

جائے غور ہے۔ کہ جب تک کوئی آدمی مدہست مقرر نہ ہوگا۔ تب تک یہ امر بخوبی تحقیق کو نہ پہنچیگا۔ کہ کون راست کہتا ہے۔ اور کون جھوٹ کہتا ہے۔ اور فریقین میں سے کس کے ارتھ صحیح ہیں۔ اگر آپ یہ خیال فرما دیں کہ گرنتھوں کے رو سے ہم ساکشی دیدیویں گے۔ تو بھی اُن گرنتھوں کے ارتھوں کا نتیجہ کرنے والا چاہئے۔ الغرض بدون مقرر ہونے مدہست کے انتظام سبھا کا پورا پورا نہیں ہو سکتا۔ دریں صورت بعد ملاحظہ اس تحریر کے دربارہ بلانے پنڈت صاحبان کے اور نیز بھیجنے آدمی کے آپ بہت جلد ارقام فرما دیجئے۔ تاکہ آدمی روانہ کئے جاویں۔ اور براہ مہربانی خط امورات کا جواب صاف صاف مشروحاً عنایت فرماویں۔ فقط انتظار جواب ہے ٭

تحریر ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۸۱ء

بعد وصولی ان چٹھیوں کے سوامی جی نے پھر ایک خط اپنا خاص دستخطی لالہ کشن سہائے صاحب کے پاس بھیجا جس کی نقل بجنسہ ذیل میں درج ہے۔ "لالہ کشن سہائے جی صاحب آنند رہیئے۔ چونکہ حسب الایما آپ کے پنڈت مان سنگھ اور نیز دیگر صاحبان نے سبھا کے نیم لکھوا دیئے ہیں ہم اُن سے بخوبی پابند ہیں اگر آپ کو بعد التحقیقات اور بیل پہنچا کرنا ست اور اسست کا منظور ہے تو اُن پر غور کیجئے اور عمل فرمایئے ورنہ امورات مناسب میں تحریر و تقریر خلاف ورزی کے نتائج بھی بہر نہج بے رو رعایتی ہو دینگے فقط ۱۱ ستمبر سنہ ۱۸۸۱ء ٭

اس خط کے جواب میں لالہ صاحبان کی طرف سے ایک خط بلا دستخطی آیا جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ زبانی پنڈتان کے معلوم ہوا کہ آپ وید کے خلاف اپدیش کرتے ہیں۔ اور نیز اس قسم کی تحریر تھی جس کا لکھنا یہاں مناسب اور نہ اس سے کچھ کاروائی کی غرض تھی۔ اس کے جواب میں سوامی جی نے ایک خط بہ طول طویل اپنے خاص دستخطی لالہ صاحب کے پاس بھیجی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ کو صرف اُن پنڈتوں کے کہنے پر جو ویدوں سے واقف بھی نہیں۔ ایسا تحریر کرنا مناسب نہیں۔ اب بہتر ہے اگر آپ مناسب خیال کریں کہ میں

ملہ اس شرط میں پنڈتوں کی تشریف آوری کیواسطے کوئی مدت معین اور مقرر کی چاہئے تھی کیونکہ الفاظ تشریف آوری کو قیامت سے قیامت تک انتظار کرنا پڑتا ہے لیکن یہی شرط کو ملحوظ رکھ کر گانگ نہ چند مذاکر سوامی جی کے پاس آیا مگر تاریخ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۸۱ء غلطی سے بہ دستخط اشتہار پر درج کئے گئے تھے ۱۲

بیٹھے دو دو چار پنڈتوں کو آپ کے یہاں سبھا میں بھیجوں اور بروئے شرط آپ کی رضامندی کے آپ کے پنڈت صاحبان سے وید کی بابت کچھ دریافت کریں جس سے آپ کو کیفیت پنڈتان کی معلوم ہو جاویگی اور آپ کو یہ منظور نہ ہو تو آپ براہ عنایت بدری قیام گاہ پر یا بابو چھیدی لعل کے مکان پر مع پنڈتان کے تشریف لاویں اور جملہ شکوک کو رفع کر لیویں۔ اس خط کا جواب بھی لالہ کشن سہاے اور دیگر صاحبان کی طرف سے بلا دستخطی آیا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ وید بالکل نہیں جانتے اور آپ گمراہ ہیں اور ہمارے پنڈت فاضل ہیں۔ ہم کو ہمارے پنڈت مثل سری و بریہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ جب تک آپ اپنا برن اور آشرم تحقیق نہ کر دینگے تب تک ہم لوگ آپ کے پاس نہیں آنا چاہیئے۔ اور نہ پنڈتوں کو آپ سے سمبھاشن یعنی گفتگو کرنی چاہیئے فقط ۔

جب یہ تحریر سوامی جی کے پاس آئی تو اس سے شاسترارتھ کا صاف انکار معلوم ہو گیا اور امید مباحثہ کی بالکل جاتی رہی اور اس کے بعد سلسلہ رسل و رسائل بھی بالکل منقطع ہوا ۔

۷۔ **مباحثوں کی خط و کتابت کا نتیجہ**:۔ اگرچہ حالات مندرجہ بالا سے ہر صاحب منصف مزاج بلا رو رعایت نتیجہ نکال سکتے ہیں اور ہر فریق کا منشا دلی دریافت کر سکتے ہیں تاہم وہ نتیجہ جو ان حالات سے صاف صاف مترشح ہے بطور اختصار ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔

ظاہر ہے کہ جب سوامی جی نے اپنے دیاکھیان میں مسلمین صاحبوں کے مذہب پر بھی بہت سے اعتراض از روے اُن کی مذہبی کتابوں اور دیگر وجوں کے علانیہ عوام میں بیان کئے اور اس وجہ سے مسلمین صاحبوں نے جن میں مولوی لوگ اُمرا اور ذی علم بھی شامل تھے۔ ظاہر اُن کے جواب دینے کے واسطے بذریعہ تحریر یا تقریر سلسلہ جنبانی شروع کی۔ پس ہر شخص بہ امر بلا تامل کہہ سکتا ہے کہ مسلمین صاحبوں کی کارروائی دو باتوں سے اصلا خالی نہیں ہو سکتی ہے۔ یا تو ان صاحبوں نے دیکھ لیا کہ سوامی جی کے اعتراضات صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کی غلطفہمی ہے۔ اس واسطے ان کے شک و شبہ کو رفع کرنا چاہئے تاکہ عوام کو فائدہ اور آگاہی ہووے یا انہوں نے یہ خیال کیا کہ سوامی جی کے اعتراضات کیسے ہی صحیح ہیں۔ مگر تعصب مذہبی یا اپنی سرسبزی اور پاس سخن کی وجہ سے راستی کو چھوڑ اور ریب بازی میں مصروف ہوئے ۔

اب دیکھنا چاہئے کہ مسلمین صاحبوں کی کارروائی مذکورہ بالا سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ ہر ایک شخص دیکھتے ہی کہیگا کہ ان کی کارروائیوں سے اعتراضات کے

رفع کرنے اور جواب دینے کا ہرگز منشا نہ تھا۔ البتہ اپنے مذہب والوں پر اپنی فضیلت ثابت کراتے تھے۔ ورنہ مباحثہ کی شرائط اور جگہ وغیرہ امور ضروری کی نسبت تحریک کے اور مباحثہ تحریری سے گریز نہ کرتے اور کسی سلیم الطبع کی معرفت یہ امور بحث کے اُن کو انجام تک پہنچاتے۔ اور ہر جگہ جھوٹی اور متعصبانہ خبریں اخبارات میں بے جا چٹھیات شائع نہ کراتے۔

اب چند سطریں عیسائی اور پادری صاحبوں کی نسبت بھی تحریر کی جاتی ہیں بتلائیے کیا اس شہر میں کوئی پادری صاحب اور عیسائی نہیں ہیں۔ اور کیا سوامی جی نے اُن کے مذہب کی تردید علانیہ از روئے اُن کی مذہبی کتابوں اور دلائل معقول کے نہیں کی۔ یہ امر سب پر روشن ہے کہ یہاں پر عیسائیوں کا ایک مجمع رہتا ہے اور سوامی جی نے مثل ویدوں دیگر مذہبوں کے اُن کے مذہب پر بھی اعلانیہ اعتراضات کئے۔ لیکن کو اکثر پادری اور عیسائیوں نے جلسہ میں بخوبی اور بغور سنا بلکہ اس وقت آپس میں تذکرہ میلہ چاند اپور کا بیشتر کرتے رہے پھر ہمارے صاحب کیوں تو جوش میں آئے اور کیوں تقریر و تحریر فضول درمیان ڈالا۔ سے خوب معلوم ہے کہ وے لوگ ظاہر التعصب کو پسند نہیں کرتے ہیں اور مثل اہل جدید مذہب والوں کے بلا دلیل معقول شاید گفتگو کرتے ہیں +

اب پنڈت صاحبان اور اپنے آریہ لوگوں کا حال سنئے واضح ہو کہ جب سوامی جی علانیہ پاشان آدی مورتی پوجن کا کھنڈن اور بھاگوت آدی پورانوں کی تردید از روئے وید و شاستر اور نیز بدلائل معقول شہر بشہر کرتے پھرتے ہیں اگر وے حقیقت میں غلطی پر ہیں تو کیا یہ کسی سے نہیں ہو سکتا ہے کہ ایسا معقول پر بند و بست کریں اور از روئے انصاف اور بہ خیال اپنے ست دھرم کے ایسی تدبیر کریں کہ سوامی جی خود اپنے اپدیش سے باز رہیں۔ مگر باوجودیکہ قریب قریب کل آریہ ورت دیش میں سوامی جی نے آج تخمیناً سات برس یا کچھ کم زیادہ عرصہ سے شور ڈال رکھا ہے۔ پھر بھی افسوس کوئی پنڈت صاحب یا کوئی دوسرے ایسی سعی نہیں کرتے ہیں کیا دھرم کے کام میں کوشش کرنا اور تصدیعہ اٹھانا اچھا نہیں سمجھتے اور کیا اپنے دیش والوں کی بہتری کو اپنی بہتری نہیں خیال کرتے ہیں۔ غرض ان امور سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ست ستری ہے اور جھوٹ کو جیت بقول شخصے کو دروغ کو فروغ کہاں ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا لکھوں +

اب دیکھئے کہ میرٹھ کی دھرم رکھشنی سبھا کی طرف سے چند سوالات جو معہ جواب اوپر لکھے گئے ہیں جب تک ہو چکے تحریری سے نہ ہو سکا کہ انکو بلا تعصب اور لائق اطمینان عوام چھپوا کر شائع کرائیں تاکہ معاملہ یکسو ہو جاوے۔ اور یہ بڑا درواز دھرم کا ہے

دنیوی جھوٹے جھگڑوں میں تو عمر گزر جاتی ہے اور ہزاروں روپیہ بھی صرف ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس دھرم کے کام میں نہ جسم پر محنت اٹھائی جاتی ہے نہ روپیہ صرف کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر کسی نے سعی بھی کی اور صرف بھی اپنے ذمہ لیا تو بوجہ تعصب اور بہ خیال ناموری کہیں کا وجود عدم سے بھی بدتر ہے دیکھئے میرٹھ اور گرد و نواح کے پنڈت صاحبان سے مختلف ورلا طائل جھگڑوں کے سوالات تو سوامی جی سے روبرو پیش کئے۔ مگر مطلب کی بات پر بہت کم توجہ کی۔ لیکن ان لوگوں کا تو چنداں قصور نہیں ہے۔ کیونکہ اصلی آریہ ورت میں آج کل ودیا کم ہے اور مزید برآں جہل مرکب یعنی ہمہ دانی کا دعوے بھرا جاتا ہے ✤

دویم یہ کہ اگر سوامی جی کا قول پایہ ثبوت کو پہنچ گیا تو بدیدہ ظاہر ان کے معاش کے سلسلہ میں کچھ عرصہ کیواسطے خامی آتی نظر پڑتی ہے۔ گو انجام میں نہایت بہتری ہے۔ اب اپنے شہر میرٹھ کے دیگر صاحبوں کی کاروائیوں کو دیکھئے۔ کہ جو صاحب صاحب مقدور ذی علم اور کارکن تھے۔ انہوں نے اپنی دستخطی تحریر اور بذات خاص ست دھرم کے سچے نشچے کرانے میں کس قدر عار کیا مگر عرصہ ایک ماہ تمام باتیں جھگڑے کی پیش ہوتی رہیں پر کسی سے نہ ہوا کہ بذریعہ اپنی تحریر دستخطی یا بذات خود یا دخل درمیان دیگر ست دھرم کے نشچے کرنے میں تدبیر مناسب کریں۔ کیا بموجب قول عوام اپنے دھرم سے خلاف شخص کے دیکھنے یا گاہے گاہے ملنے سے دھرم بگڑ جاتا ہے۔ یا دھرم کے کام میں مصروف ہونے سے کچھ ملازمت میں فرق پڑتا ہے۔ یہ بات تو ہرگز نہیں ہوتی ہے اور اگر بالفرض ایسا ہی ہے تو انگریزوں کی صورت کیوں دیکھتے ہیں۔ اور کیوں ان سے ملتے ہیں اگر یہ کہا جاوے کہ مجبوری حاکم اور محکوم کا فرق ہے تو مسلمینوں سے کیوں ملتے ہیں اور کیوں ان کی صورت دیکھتے ہیں۔ اب تو ان کی بادشاہت بھی نہیں ہے ✤

سب کو معلوم ہوگا کہ آریہ لوگوں میں سے ایسے شخص بہت کم ہیں کہ جن کا ربط و ضبط مسلمینوں سے نہ ہووے اور جن کے یہاں ایک دو مسلمین ملازم نہ ہوں۔ غرض میری دانست میں یہ سب باتیں اودیا اور تعصب کی ہیں۔ اور انصاف اور دھرم سے بالکل بعید ہیں۔ ایسی ہی باتوں نے آریہ لوگوں کا راج اس ملک سے کھو دیا ہے اور اگر یہی نوبت رہی تو آئندہ کو رہے سہے دھرم اور ثروت کو کہ جو اب برائے نام ہے وہ بھی کسی دن کھو بیٹھیں گے مصرعہ

بزرگی بعقل و دانش بباید گریست

قصہ مختصر انجام تمام کارروائی کا یہ ہوا کہ یہاں کے چند پنساری اور پنڈتان نے لکھ بھیجا کہ جب تک سوامی جی اپنے بیان اور ترجمہ کو تحقیق نہ کر دیویں تب تک ہم لوگ ان سے گفتگو نہیں کر سکتے ہیں۔ اور نہ مل سکتے ہیں۔ شاستر ارتھ کا کیا ذکر ہے۔

واہ رے پنڈت جی خوب بہانہ ہاتھ آیا۔ مگر اصل کیفیت کھل ہی گئی۔ بھلا یہ تو کہئے کہ اگر یہی مدعا تھا تو کیوں جھوٹی سبھا جگہ جگہ کرائی اور اشتہار چھپوائے کہ سوامی جی سے شاستر ارتھ ہوگا اور سوامی جی بلوائے جاویں گے مگر کیا کیجئے سچی بات تو ہونٹوں پر آ ہی جاتی ہے۔ آخر انکار کرنا ہی پڑا۔

۸۔ کمیٹی مخالفت اور آریہ سماج کی قائمی۔ جب شاستر ارتھ کے ڈھکوسلے سے کچھ پیش نہ جا سکی تو چند اشخاص نے جن کا نام لینا ضروری نہیں ہے حاکمان وقت کے یہاں اس غرض سے رپورٹ کرائیں اور بہت بہت سے جھگڑے بکھیڑے اٹھائے کہ سوامی جی میرٹھ میں نہ ٹھیرنے پاویں اور ان کا اپدیش نہ ہونے پاوے۔ لیکن چونکہ ہماری گورنمنٹ نہایت حق پسند ہے اور عادل بے بدل ہے۔ اور کبھی کسی کے مذہبی معاملات میں اصلاً دخل دینا مناسب نہیں سمجھتی ہے۔ اس واسطے ان کی کچھ پیش نہ گئی اور اپنے منہ کی کھائی پر ایشوری کرپا سے سوامی جی کا اپدیش میرٹھ میں قریب ایک ماہ کے خوب جاری رہا جس کے اثر پر بھاؤ اور باہلیان شہر کے پورشارتھ سے متی اسوج بدی پنچمی سمت ۱۹۳۵ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۸۷۸ء کو آریہ سماج قائم ہو گئی۔ اور ہر یک شنبہ کو آٹھویں دن شام کے وقت لالہ رام سرن داس صاحب رئیس میرٹھ کے مکان پر اس کے اجلاس ہونے لگے۔

اول کوئی ایک سبھاسد یعنی ممبر کوئی مضمون پڑھا کرتا۔ پھر ستیہ شاستروں کے اشلوک یعنی شاستری وچن کا پاٹھ ہوا کرتا۔ سنسکرت ودیا کی ترقی کا خیال ہوا۔ اکثر سبھاسدوں نے دیوناگری اور سنسکرت کا پڑھنا بھی شروع کر دیا۔ اور ان کو علم سنسکرت کا شائق دیکھ کر اوروں کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب ہوئی۔ منتظمان اور ممبران سبھا کے نام مع عہدہ وغیرہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

منتظمان سبھا

پنڈت گنگن لعل صاحب بی اے سیکنڈ ماسٹر ضلع سکول میرٹھ سبھاپتی۔ لالہ رام سرن داس صاحب رئیس میرٹھ نائب سبھاپتی۔ بابو چھیدی لال صاحب گماشتہ

کومیشریٹ کو شادھیکش یعنے خزانچی - پنڈت جگناتھ صاحب رئیس میرٹھ پستکا دھیکش یعنے مہتمم کتب خانہ سبھا - بابو آنند لعل صاحب سکنڈ کلرک دفتر جنیلی منتری یعنے سکرٹری - پنڈت امباشنکر صاحب تھرڈ کلرک نہر اوپ منتری یعنے نائب سکرٹری *

ممبران انترنگ سبھا - ماسٹر اجودھیا پرشاد جی - پنڈت پالی رام صاحب مدرس .... میرٹھ - لالہ گنگا سہائے جی - بابو اودے چند رسنہری صاحب کلرک دفتر کمشنری میرٹھ - پنڈت بہاری ناتھ صاحب *

ممبران سماج - رائے گنپتی لال صاحب مہتمم جلو طویلہ - بابو بھگی لال صاحب کلرک محکمہ نہر - لالہ چندر سین صاحب - پنڈت سنت لال صاحب لالہ پراگدت صاحب *

لالہ بلدیو پرشاد صاحب منشی للتا پرشاد جی - لالہ کشن سہائے صاحب پنڈت گوپی ناتھ صاحب ہیڈ کلرک دفتر جیل - لالہ کیلاش شنکر صاحب - بابو ٹھاکر داس تحصیل باغپت - پنڈت بہاری لال صاحب کلرک دفتر جیل - بابو سورج بھان صاحب اکونٹنٹ - منشی شام سندر صاحب دفتر سپرنٹنڈنگ انجنیر - منشی لچھمن لال صاحب - پنڈت بہاری لال صاحب ماسٹر نارمل سکول میرٹھ - بابو بھولا ناتھ صاحب کلرک دفتر صاحب انسپکٹر مدارس - پنڈت اجودھیا ناتھ صاحب - بابو گنپتی لال صاحب کلرک دفتر سپرنٹنڈنگ انجنیر نہر گنگ - لالہ چونی لال صاحب نقشہ نویس نہر گنگ - ڈاکٹر رام چند صاحب - لالہ گنپتی لال صاحب نقشہ نویس لالہ شنکر رام صاحب - بابو شیو پرشاد صاحب کلرک دفتر کمشنری - لالہ دیبی پرشاد صاحب - لالہ رام لال صاحب - پنڈت دیبی چند صاحب نقل نویس عدالت دیوانی - چودھری ... صاحب زمیندار ساکن موضع ... - منشی ... چند صاحب ہیڈ ماسٹر ضلع سکول مظفر نگر - لالہ سیتا رام صاحب ماسٹر سکول سہارنپور - پنڈت بلدیو سہائے صاحب ساکن قصبہ ... - لالہ ... داس صاحب طالب علم گورنمنٹ سکول - لالہ چونی لال صاحب ... - لالہ منا لعل صاحب ساہو - بابو ... مل صاحب ... پنڈت ... سہائے صاحب - لالہ گنگا سرن صاحب - بابو ... مل صاحب لالہ ... کتب فروش - بابو بالمکند صاحب - لالہ گنگا پرشاد صاحب - لالہ ... صاحب ... - ... پرشاد صاحب - منشی کشن لال صاحب محرر میونسپل کمیٹی میرٹھ - بابو کشن چندر سرکار صاحب کلرک دفتر سپرنٹنڈنگ انجنیر میرٹھ - پنڈت چندر بھان مدرس - منشی ... پرشاد صاحب نقشہ نویس - پانڈے رگھبیر دیال صاحب بابو ... دت صاحب ہیڈ کلرک دفتر جنیلی - ڈاکٹر ... رائے صاحب -

بابو دوارکا ناتھ صاحب کلرک دفتر کمشنری۔ بابو منا لال صاحب۔ لالہ متھرا داس صاحب
لالہ شمبھو ناتھ صاحب ملازم مرزا آنکا نیر ہٹ۔ پنڈت بالمکند صاحب کلرک دفتر ججی
لالہ جگناتھ صاحب تالونکو سے تحصیل بالپور۔ پنڈت گنگا پرشاد صاحب پٹواری
موضع گنیا جہت۔ لالہ سیا رام لال صاحب۔ لالہ جوتی سروپ صاحب۔ لالہ بھولا ناتھ
صاحب۔ لالہ جیت رام صاحب۔ منشی رام سرن داس صاحب۔ لالہ منا لال صاحب
سرری منوہر جوت سرن رائے۔ رائے کاشی پرشاد صاحب مہتمم اخبار ہیلی
ہنٹ۔ منہری مہرسیا لال صاحب ناظر عدالت ماتحت ججی میرٹھ۔ لالہ منشی رام صاحب
چودھری گلاب سنگھ صاحب۔ لالہ ہیرا لال صاحب۔ لالہ کھوبل صاحب۔ بابو
جگل کشور صاحب ۔

پہرہ والا سپاہی ڈر گیا۔ سوامی جی محض لنگوٹا پہن کر ننگے بدن ہاتھ میں زبردست ڈنڈا لیئے علے الصباح دریا پر جایا کرتے تھے۔ ایک دن جب باہر سے نیچے کی طرف اُترے تھے تو آگے اونچی سڑک پر ایک سپاہی پہرے پر کھڑا تھا۔ ایک غیر معمولی گراں ڈیل لیے آدمی کو ڈنڈا ہاتھ میں لئے آتا دیکھ کر سپاہی ڈرا اوسان باختہ ہو کر اُس نے سمجھا کہ کوئی جن یا دیو چلا آ رہا ہے۔ سپاہی دوسری طرف کو ہونے ہی لگا تھا کہ سامنے والا قوی ہیکل دیو سڑک کے اوپر چڑھنے لگا۔ سپاہی کی گھگی بندھ گئی اور دہشت سے وہ زمین پر آ رہا۔ سوامی جی نے کہ دو زینہ ہی دوڑ کر قدم بڑھایا اور سپاہی کو اٹھانا چاہا۔ جس پر سپاہی اور گھبرایا۔ آخر کار کچھ آدمی ادھر ادھر سے آ گئے اور چارپائی پر اٹھا کر اُسے تھانہ میں لے گئے جب ہوش آنے پر اُسے معلوم ہوا کہ ایک بڑے مہاتما سادھو آئے ہوئے ہیں جنہیں دیکھ کر میں ڈر گیا۔ تو وہ درشنوں کو پہنچا۔ اس کے بعد ہمیشہ پاؤں کے پہرہ سے واپس آتے ہوئے مہاراج کو پرنام کرتا رہا۔ اور اس طرح ایک برہمچاری کے جسمانی جلال کے ہیبت رعب کے ساتھ روحانی بزرگی کا سکہ بیٹھنے کا ثبوت دیتا رہا۔

باب سوم

دیسی ریاستوں اور پنجاب کے چند مقام

پہلی فصل دہلی

۹۔ اکتوبر تا ۴ نومبر ۱۸۷۸ء

۱۔ ڈیرا۔ میرٹھ میں آریہ سماج قائم کرنے کے بعد سوامی جی دہلی میں تشریف لائے۔ اور سبزی منڈی میں لالہ بالمکند کیسری چند کے باغ میں رونق افروز ہوئے۔

۲۔ پرچار کا کام۔ پانچ دن بعد مندرجہ ذیل اشتہار جاری ہوا۔

اشتہار۔ ناظرین تمکین کو مژدہ ہو کہ ان دنوں پنڈت سوامی دیانند سرستی جی مہاراج شہر دہلی میں وارد ہوئے ہیں اور بمقام سبزی منڈی لالہ بالمکند کیسری چند کے باغ میں قیام پذیر ہیں جس کسی کو ان سے ملاقات کرنی ہو سو وہ پانچ بجے شام سے لیکر دس بجے رات تک ان سے مل سکتا ہے اور وید شاستر وغیرہ میں جو کچھ دریافت کرنا منظور ہو دریافت کر سکتا ہے۔ سوامی جی موصوف کاتک بدی تیج روز اتوار مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۸۷۸ء سے مکان پدمن صاحب واقعہ حضرت شاہ جی میں کہ جس میں مدرسہ جاری ہے چھ بجے شام سے آٹھ بجے رات تک ویاکھیان یعنی اپدیش کیا کریں گے جن صاحبوں کو اپدیش سننا منظور ہو مکان مقررہ میں وقت معینہ پر تشریف لاویں۔ کیونکہ اس وقت کو بہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ سوامی جی مہاراج یہاں قدم رکھے ہوئے اور زہے نصیب ہمارے کہ وہ یہاں اپدیش کریں گے اور سوامی جی مہاراج اس طرح اپدیش کرتے ہیں کہ ہم آریہ ورت لوگ بلکہ امریکہ یعنی نئی دنیا کے ہزاروں باشندے وید مقدس کے پیرو ہو کر معتقد ہو گئے ہیں۔ فقط

چنانچہ ۲- اکتوبر ۱۸۸۲ء سے ویاکھیان شروع ہوئے۔ پہلا ویاکھیان وید وشے پر تھا ۔

حاضرین تخمیناً پانچ سو کی تعداد تھی۔ پنڈت شنکر دیو جی کا منتر آچرن کر کے ویاکھیان آرمبھ کیا۔ پھر وید رشد پر حق الہامی ہونا لکچر دیا۔ انت میں ایک مسلمان نے کچھ پرشن کیا۔ اور سوامی جی نے اتر دیا۔ اس کے بعد ویاکھیان مختلف وشیوں پر ہوتے رہے ۔

۳- جے پور سے بلاوا :- ٹھاکر رنجیت سنگھ جی نے ایک دفعہ یگ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ سوامی جی نے فرمایا تھا کہ تم گائتری پرشچرن ہمارے سامنے کراؤ۔ ہم ان منتروں کی پریکشا کر کے بتلا دیں گے۔ مگر وہ یگ کسی کارن اس وقت رہ گیا۔ اب ساون سمت ۱۹۳۹ میں ایک چٹھی سوامی جی کی میرٹھ سے آئی تو اس کو وہ یگ یاد آ گیا اور انہوں نے جوشی روپ رام کو میرٹھ بھیجا کہ سوامی جی کو میرٹھ سے لیتے آؤ۔ وہ چٹھی لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک سادھو سے بدھن مل گیا جس کے ساتھ وہ دہلی گیا۔ یہاں معلوم ہوا کہ سوامی جی یہاں موجود ہیں۔ جوشی تمام باغیچہ میں پہنچا۔ سوامی جی لنگوٹی مٹی بدن پر لگائے بیٹھے تھے۔ جوشی کے آتے ہی پہچان لیا۔ اسی دن پہلا لکچر تھا۔ جس میں وہ شامل ہوا۔ اور تیسرے روز چٹھی کا جواب لے کر لوٹا ۔

۴- داناپور سے بلاوا :- لالہ کھن لال و بھولا ناتھ سکنہائے داناپور (بہار) یہاں سوامی جی کے درشنوں کو آئے۔ وہاں کے لوگ خواہشمند تھے کہ سوامی جی وہاں آویں۔ لالہ کھن لال کی دو چٹھیاں گئی تھیں، حالات پر روشنی ڈالتی ہیں ۔

(۱) جو جب اقرار کے ہم آپ کو سوامی جی دیانند سرستی کی ملاقات کا نتیجہ لکھتے ہیں کہ ہم لوگ آج صبح سوامی جی کے پاس گئے اور آپ سبزی منڈی باغ ملکہ کے باغیچہ میں ملے جو ایک بہت بڑا اور خوبصورت باغ ہے۔ جب ہم پہنچے تو سوامی جی کو وید بھاشیہ کے ترجمہ میں مشغول پایا مگر جوں ہی انہوں نے ہم لوگوں کو دیکھا تو اندر بلا لیا۔ ہم نے بھگون نمستے کہا۔ چونکہ ہم نے یہاں کسی کو بھگوان ابھی وہ دیا جتنا نہ سنا۔ اس لئے ہم نے بھی نمستے کہا۔ ہم لوگوں نے اپنی سماج کی حالت سے مطلع کیا اور ممبروں کی تعداد سے بھی۔ یہ سن کر سوامی جی خوش ہوئے۔ پھر ہم نے جدید دھرم سبھا داناپور کا حال بھی سنایا جس پر سوامی جی نے کہا کہ وہ سبھا بہت دن تک نہ رہے گی۔ ہم نے کہا کہ اندر کی ایک عمر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کو تھی مگر بسبب عدیم الفرصتی کے نہ آ سکے سوامی

نے کہا کہ یہ بات ہم جانتے ہیں تمہارا آنا اور ان کا آنا برابر ہے۔ تب ہم لوگوں
نے کہا کہ آپ دانا پور چلئے۔ وشیشن کرکے ہر سال چھپرہ کے میلے کے وقت جو
کاتک مہینہ ہوا کرتا ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم اتنے کم وقت میں نہیں
جا سکتے۔ اس سے افسوس ہے۔ چونکہ صرف ایک ہفتہ ہوا ہے کہ ہم یہاں
آئے ہیں اور ہم زبان دے چکے ہیں۔ کہ پہلے جے پور اور اجمیر جائینگے۔ تب
ہردوار کے میلے پر پہنچیں گے۔ اور لشکر کے میلے میں جہاں کئی لاکھ آدمی ہر
سال اکٹھے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم جب دانا پور جائینگے تو اسی میلے کے قریب
جائیں گے۔ اسی سے ہم لوگ سمجھ گئے کہ سوامی جی کا دانا پور جانا ممکن ہے
کہ آنے والے سال میں چھپرہ کے میلے کے قریب ہو۔ اور اس کے بابت میں
ہم پھر لکھیں گے +

جب ہم یہاں پہنچے اور ۲۱ اکتوبر کو ہم لوگوں نے ڈاکٹر گھر کے پوسٹ ماسٹر
سے سنا کہ سوامی جی کا لیکچر شاہ جی کے چھتہ نئی جگہ میں ہوگا تو ہم لوگ چھ بجے
شام کو ٹھیک وقت پر پہنچے مگر بدنصیبی سے ہم لوگوں کو سوامی جی سے ملاقات نہ
ہوئی۔ چونکہ سوامی جی کے ڈیرہ پر گاڑی نہ پہنچی تھی کیونکہ جس کے سپرد یہ کام
تھا وہ بیمار ہوگیا مگر سوامی جی نے آج صبح کو ہم لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ میرے
پاس ہم کے سمندھ جا کر آئیے تب ہم بڑی فرصت سے آپ لوگوں سے بات
چیت کرینگے اور جہاں لیکچر ہوگا وہاں لے چلیں گے۔ اور کہا کہ آج رات کو تم لوگ
یہیں رہنا۔ ہم لوگوں نے اس بات کو قبول کیا ہم لوگوں نے سوامی جی کو درخواست
کا ہندی فارم دکھلایا۔ سوامی جی نے اس میں کچھ بڑھا دیا اسی طرح انگریزی
ورشن اسست میں بھی ترمیم کیا گیا جو تبدیلی ہوئی ہے بہت اچھی ہے اور جب ہم لوگ
پہنچینگے تب سب لوگوں کو بتلائیں گے۔ ہم لوگ بڑے شکر گزار ہیں کہ سوامی جی
دیانند سرستی سے آپ سے پہلے ملاقات ہوئی وہ بہت خوبصورت اور قد اور
جسم کے ہیں۔ ان کے چہرے دیکھنے سے ان کی بڑی علمیت ظاہر ہوتی ہے۔
کئی ایک مددگار ان کے پاس جمع رہتے ہیں اور وہ وید بھاشیہ کرنے میں مشغول
رہتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ کام ہم آپ ہی لوگوں کے لئے کر رہے ہیں جو
بہت ہی اُنتی کا ذریعہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد ہوگا۔ تب ہم لوگوں نے
کہا کہ ایشور ایسا نہ کرے سوامی جی برشنوں کو یورپ کے نام سے پکارتے ہیں۔
دیکھئے یہ بات سب سے مہربانی کر کے مت کہئے گا! افسوس کی بات ہے کہ ان
دنوں یہاں بخار ملیریا بہت زور شور سے ہے بہت لوگ بیمار ہیں جہاں کہیں
جاتے ہیں لوگوں کو بیمار ہی پاتے ہیں۔ ہم لوگ اتنے ڈر گئے ہیں کہ آج ہی رات

کو ڈاک میں روانہ ہونے لگے چونکہ سوامی جی نے آج رات کو اپنے یہیں ڈیرہ میں رہنے کے لئے ہم لوگوں کو فرمایا ہے آج ہم لوگ نہیں آ سکتے۔ مگر ہم لوگ جلد آئینگے پنڈت جی سے جو کچھ ہم نے پوچھنا ہے اس کے لئے بہت وقت ملیگا کل دوسری چٹھی لکھیں گے۔ جب ہم اِدھر آنے تھے تب ہم الہ آباد میں ایک روز کے لئے ٹھہر گئے تھے۔ اور پنڈت سندر لال جی سے ملاقات کیا تھا وہ بڑے پکے آریہ ہیں۔

مکھن لال ۱۶۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء

دوسری چٹھی:۔ کل کے لکھا تاریں مجھے بڑی خوشی ہے۔ آپ کو آگاہ کرتے ہیں۔ کہ کل آنریبل پنڈت دیانند سرستی کے لیکچر میں جو شملہ جی کے چھتے میں ہوا تھا گئے۔ لوگ بہت خوش ہوئے۔ سوامی جی کی نصیحتوں سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے تین سو سے زیادہ آدمی حاضر تھے رات کو ہم سوامی جی کے ڈیرہ پر رہے۔ اور صبح جو کتاب ہم چاہتے تھے لیا۔ اور کتابیں بھی لیں۔ ساتھ جلد وید بھاشیہ کی دو بھی لیا ہے اور دس جلد کا دام دیا ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ اُن کے ساتھ لیتے جاؤ سماج میں رکھ دینا۔ جیسا موقعہ ملے بیچتے رہنا۔ بکنے کے بعد دام روانہ کر دینا۔ ماسوائے اس کے سوامی جی نے تیس جلد رتن مالا اور ایک جلد ستیارتھ پرکاش بھی دی۔ اصل میں سوامی کا مطلب ہے کہ وہاں بھی چھوٹی سی لائبریری کے طور پر بکنے کی کتابیں رہیں۔ اس سے بڑی اُنتی ہوگی۔ اس بات میں بابو سندر لال جی کی بھی رائے تھی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ بابو ٹھاکر پرشاد گپت کی بھی یہ رائے تھی۔ باقی حال ہم آنے پر کہیں گے۔ آج رات دوسرا دیاکھیان سننے کے بعد روانہ ہونگے۔ ہم نے کل کہا تھا کہ سوامی جی اوسط قد کے آدمی ہیں اُس سے میرا مطلب یہ ہے کہ سوامی جی ایک لمبے آدمی ہیں اور بڑے تندرست اور جسم دیکھنے میں بڑے خوبصورت پہلوان معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کام کرنے کا وقت ہو ویسا کرنے کے لئے تیار معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ ہمیشہ ایک ڈنڈا رکھتے ہیں۔ کل انہوں نے بہت عمدہ اپدیش لوگوں کو سنایا ہے اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ تھوڑے دنوں میں یہاں بھی سماج قائم ہو جاوے کیونکہ تین چار آدمی بڑے مددگار اور سبھاسد ہو گئے ہیں اور ایک نیا سماج قائم کیا جاوے گا۔ کل سوامی جی کے ہاں پانچ بجے سے ہم رہے اور جب گاڑی سوامی جی نے ہم سب کو اپنے ساتھ اُس گاڑی میں بٹھلا لیا اور جہاں لیکچر ہونے والا تھا۔ وہاں لے گئے یہ بہت عمدہ مکان ہے اسی مکان میں دہلی سکول ہے آج ہم پھر بھی آپ کا لیکچر سنیں گے اور دہلی شہر آج ہی رات کو بڑے افسوس کے ساتھ چھوڑ دیں گے کیونکہ یہاں بخار بھی بہت ہے وہاں آنے پر پورا بیان کریں گے

اور نمبر کے لئے منتظر رہتے۔ سوامی جی دوسرے سال کے اکتوبر کو داناپور کو دیکھیں گے ۔

مکھن لال ۱۷ - اکتوبر ۱۸۷۸ء دہلی ۔

۵ - قیامِ آریہ سماج :- سوامی جی کے ست اپدیشوں سے دہلی میں آریہ سماج نومبر ۱۸۷۸ء کے شروع ہفتہ میں بارونق قائم ہو گیا۔ اور مندرجہ ذیل صاحبان عہدہ داران مقرر ہوئے۔ لالہ مکھن لال پردھان - لالہ حکومت رائے سکرٹری یہاں سے ۱۰ نومبر رات کو سوامی جی بسواری ریل جے پور روانہ ہوئے ۔

۶ - ٹھاکر رنجیت سنگھ کی جنم پتری - جوتشی رام سروپ جی سوامی جی سے مل کر اور ان کو جے پور پدھارنے کے لئے طیار کر کے آپ پہلے چلے آئے تھے ان کے واپس آنے سے پہلے ہی ٹھاکر رنجیت سنگھ جی کے شریر میں کچھ آشوب ہو رہا تھا - مگر انہوں نے سامان یگ جمع کرنے کی آگیا دی۔ جوتشی نے عرض کی کہ اشٹمی کا مہورت ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اور کوئی ہونا چاہئے وہ کسی اور اچھے مہورت کی تلاش کر رہا تھا۔ اتنے میں سردار صاحب کا دکھ بڑھنے لگا چنانچہ کارتک شکل دسویں دو شنبہ سمت ۱۹۳۵ مطابق ۴ نومبر ۱۸۷۸ء کو ٹھاکر صاحب کا شریر پات ہو گیا۔ کسی دانا نے سچ کہا ہے "ایک گھڑی میں گھر چلے اور نو گھڑی کی بھدرا" جوتشی جی کا مہورت آیا نہ تھا اور سردار صاحب سورگ باسی ہو گئے - (مؤلف)

چوتھے روز ۸ نومبر ۱۸۷۸ء کو سوامی جی دہلی سے پدھارے - سردار صاحب کی گدی پر ان کے فرزند ٹھاکر لچھمن سنگھ اور ان کے چھوٹے بھائی رگھناتھ جی تھے جوتشی گاڑی لے کر اسٹیشن پر پہنچا اس کا منڈن دیکھ کر سوامی جی نے فرمایا کہ جوتشی جی کیا حال ہے۔ اس نے رو کر حال بتایا۔ سوامی جی نے افسوس کیا اور اسے تسلی دے کر فرمایا کہ اب ہم یہاں نہیں ٹھہریں گے اور اسی وقت آدمی کو کہا کہ ٹکٹ اجمیر کا لے آؤ۔ اور وعدہ کیا کہ دونوں ٹھاکروں سے کہہ دینا کہ ہم آتے وقت تم سے مل کر جاویں گے ۔

دوسری فصل
اجمیر و میلہ پشکر

(نومبر تا یکم دسمبر ۱۸۷۸ء اکارتک سدی ۱۳ سمت ۱۹۳۵ تا مگھر سدی سمت ۱۹۳۵)

ا- اجمیر میں پدھارنے کی کیفیت :- سمت ۱۹۳۵ میں سوامی جی ابھی پنجاب میں تھے۔ کہ اجمیر کے لوگوں کی بہت اچھیا ہوئی کہ انہیں یہاں بلا دیں پھر جب پنجاب سے میرٹھ اور وہاں سے دہلی پدھارے۔ تب سب لوگوں کا اتی پریم بڑھا۔ اور ستِ دھرم کے ابھلاشیوں کی طرف سے سمرتھ دان جی چارن نے سوامی جی کو پریم بھرا خط لکھا۔ جواب آیا۔ آپ لوگ مکان آدمی کا پربندھ کر کے اطلاع دیں۔ ہم دہلی کے کام سے نپٹ کر آوینگے۔ چلنے سے تین چار دن پہلے پتر لکھیں گے۔ اور جب سوار ہونگے تب تار دینگے۔ اس پر لوگوں نے بخوشی مکان وغیرہ کا پربندھ کر کے چندہ فراہم کیا۔ اور سوامی جی کو خط لکھا کہ آپ پدھاریں سب پرکار کی تیاری ہو چکی۔ اب اجمیر واسی منتظر تھے کہ جلدی سوامی جی مہاراج کے درشن ہوں مگر ابھی شہر میں ایک سوار بھی۔ پوپ نے نہایت حیرت انگیز چال چلی . . . .
. . . . یعنی جب شہر کے معزز لوگوں میں سوامی جی کے آنے کا چرچا مچا تو پاکھنڈیوں کی نیند حرام ہو گئی۔ پوپ لیلا میں پھنسے ہوئے لوگوں کے پاپ پنج تیرتھ لگے کروہ آنے اور ہم لوگوں کی سب لیلا تہس نہس ہوگی۔ اس لئے ایک بار تو ان کا آنا بھی بند کروا ڈالیں۔ اس چال کا نتیجہ ذیل کا خط تھا جو فرضی نام جگل بہاری کی طرف سے لکھا گیا۔

اجمیر۔ سوامی جی مہاراج۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۷۸ء افسوس ہے کہ ہم نے یہاں پر تجویز آپ کے آنے کی کی تھی اور سمرتھ دان جی نے بھی نہایت کوشش کی۔ لیکن چندہ کچھ ہوا تو گیا وصول ہونے کی امید نہیں ہے سو یہاں کی تمام ضروری بندوبست پکا ہو جاویگا۔ سمرتھ دان آپ کو یہ خبر نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن کوشش کر رہے ہیں۔ سو کوئی سب سمرتھ دان سے ناراض ہو گئے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں سو اب سمرتھ دان پچھتاتے ہیں مگر آپ کو پہلے لکھ دیا سو اب آپ روانہ

دیکھیں - پھاگن میں سب کام پکا کھیں گے - تب آپ انوگرہ کر کے ہماری بھلا اشا کو ترپت کرنا یہاں آریہ سماج جاری کرنے کا وچار ہے ۔

آپکا داس جگل بہاری شرما کالج اجمیر

جواب میں سوامی جی کی طرف سے ذیل کا خط لکھا گیا - بابو سمرتھ دان جی آنند سے رہو کہ آج جگل بہاری شرما کی ایک چٹھی آئی جس سے جانا کہ وہاں چندہ کا کچھ پربند نہیں ہوا ہے - سو تم کچھ چنتا مت کرو اب ملنا نہ ہو تو پھر کبھی ملینگے اور کچھ افسوس مت سمجھو ہم تمہارے پریم کو خوب جانتے ہیں - اور کچھ شوک کی بات نہیں ہے - یہاں پر ابھی آنند پورک دیاکھیان ہو رہا ہے اور سب پرکار سے کشل ہے ہم بہت آنند ہیں "

ہستاکشر دیانند سرسوتی - دہلی - ۲۱ - اکتوبر سنہ ۱۸۷۸ء

سوامی جی کا خط پڑھتے ہی اجمیر سے انہیں مفصل اطلاع دی گئی - کہ جگل بہاری شرما کے نام سے جعلی خط بھیجا گیا ہے - یہاں سب تیاریاں کر لی ہیں آپ پدھاریں تب ۲۸ - اکتوبر سنہ ۱۸۷۸ء کو سوامی جی نے لکھا - کہ ہم اجمیر اوشیہ آئینگے - جگل بہاری شرما کے نام سے کسی برہمن نے جو لیلا کی ہے ہم نے سمجھ لی ہے - ایسے دھورت بہت ہوتے ہیں سوامی جی کے آنے پر وہ اصل خط دیکھا گیا - دیکھتے ہی لکھنے والے کے ہستاکشر اور لکھنے کی ریتی پہچان لی جگل کشور نام اس نے بنا لیا لکھا تھا - اصل میں وہ ایک پرتشٹھت آدمی ہیں - ہم ان کا لحاظ کر کے تاکہ وہ زیادہ بدنام نہ ہوں - ان کا نام ظاہر نہیں کرتے - منشی سمرتھ دان جی نے یہ خط سنبھال رکھا ہے ۔

سوامی جی کارتک شکل ۱۳ گرووار سمت ۱۹۳۵ مطابق ۷ نومبر سنہ ۱۸۷۸ء کو تیسرے پہر اجمیر پہنچے - تار دہلی سے چلنے کی دے دی تھی - اس لئے منشی سمرتھ دان اور بابو بہاری لال پرشاد جی ایک اسٹیشن آگے پیشوائی کو گئے - اجمیر سٹیشن پر سردار بھگت سنگھ جی اور لالہ ایشور پرشاد جی - سبھی مائی وغیرہ کئی مہاشے موجود تھے - سوامی جی سردار بھگت سنگھ کی بگھی پر سوار ہو گئے اور سب لوگ ان کے ہمراہ جا کے قیام یعنی باغ سیٹھ پرشاد میں پہنچے ۔

وید پرچار میلہ پشکر

کارتک شکل پورنما کو پشکر کا میلہ تھا - اس لئے سوامی جی نے پشکر پہنچ کرکے وہاں جانے کی تیاری پہلے ہی کر رکھی تھی - چنانچہ اسی دن سوامی جی پشکر پہنچے اور مہاراجہ جودھپور کے گھاٹ ایشور نند جی کا درجہ پر ٹھیرے جو سوامی جی کے لئے خالی رکھا گیا تھا - دوسرے دن تمام میلہ میں مندرجہ ذیل وگیاپن چھپاں کئے گئے ۔

وگ کیا اُن پر سب جین لوگوں کو ودت ہو کہ پنڈت سوامی دیانند سرستی جی مہاراج سمت ۱۹۲۵ کارتک شکل تیرا۔ گورو وار کو پشکر میں آکر تیرتھ جی کے دریچے ارتھات جودھپور کے گھاٹ پر ٹھہرے ہیں جس کو سناتن وید کت دھرم وشے میں کچھ واسنا ہووے وہ ست پُرش اُدکت استھان پر جا کر اور سماگم کرکے سب سچا اور پرتی پورک وید اور پراچین شاستروں کے وشے میں سمبھاشن کریں۔ سب منشوں کو آتمیت اور ٹھیک ہے کہ اتی پرشارتھ سے سنیا ست کا نرنے کرکے اُس سے سب منشوں کو جانوں کا کریں کیونکہ یہ منش جنم اتی دُرلبھ دھرم کے سیون سے اور دھرم کے چھوڑنے پرماتما کی بھگتی اور پرارتھنا بھوگنے کے لئے ہے۔ اس لئے جو منش کام کل کرتا ہو آج ہی کریں جس سے سب منگل کاری ہنا رہے ۔

یہ اشتہار دیکھ کر سادھو اور گرہست سب لوگ آتے اور اپنی بدھی کے انوسار پوچھ پاچھ کر کے سنشے نوارن کرتے رہے۔ کتنے پوپ جی پنڈتوں کا یہاں پوربک آنا جانا تھے مگر میلا میں جاکر لوگوں کو شاستر ابھیاس دیتے ۔

شری پت رائے صاحب بہادر سنگھ جی والے مسعود نے پہلے پہل یہاں درشن کیے۔ منتر جپنے والے کئی سادھو بھی آتے تھے۔ اجمیر کے پاس ایک گاؤں میں رہتے اور منتر تنتروں کے نام سے ٹھگتے ہوئے تھے مت ان کا وام مارگ تھا ۔

اس گرام کے دو ودیارتھیوں نے جو اجمیر کالج میں پڑھتے تھے اُن سے کہا کہ تمہارے منتر آدی سب جھوٹے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم منتروں کی شکتی دکھلا سکتے ہیں۔ لڑکوں نے اُنکی سمرتھیہ دیکھنا چاہا۔ تب سادھوؤں نے کہا تمہارا گورو کون ہے۔ اتر دیا کہ سوامی دیانند سرستی جی۔ سادھو بولے۔ بس ہم اُسی کو دکھلاوینگے۔ جب وہ آوے۔ تب اس سے ہمیں ملانا۔ الغرض وہاں کے پٹھانکر کے ساتھ لڑکوں نے سادھوؤں سے یہ طے کیا کروالی کہ ہم سوامی جی کو منتر شکتی دکھلاوینگے۔ اس سمے پشکر میں سوامی جی۔ وہ پٹھا کر دو ودیارتھی۔ سادھو اور بہتیرے مہرشی وہاں اکٹھے ہوئے تب پورکت بات نشچے کرنے کے لئے سوامی جی سے کہا کہ مہاراج یہاں کئی سادھو آئے ہیں جو منتر ارتھات فلاں آدمی مارنے کا منتر ہے کر اپنی منتر شکتی دکھلانا چاہتے ہیں۔ آپ کی آگیا ہو تو اُن کو بلا کر آپ کے سامنے لاویں۔ سوامی جی نے آگیا دی کہ جاؤ لیتے آؤ۔ ہم تو تم لوگوں کو نشچے کرانے کے لئے ایسی باتوں میں اشتہار دیتے ہیں کہ تت پر مایا کرتے ہیں سوال ہوتا کہ آپ پریکشا کس پرکار لینگے۔ سوامی جی نے کہا کہ میں ہوا دار شیشے میں ایک مکھی بند کر

شیشے کو اپنے پاس رکھو۔ اُن سے کہو لنگا کو بھائی اس لکھی کو تم منتروں سے مارو اور جو دسے مٹھ پر یہی منتر چلا کا جا بیٹھے تو ہم کہو لنگا کہ جیسے یہ چلا تو تب ٹھاکر اور دریا رکھی سادھوؤں کے بلانے کو بھیجے گئے۔ انہوں نے جاکر کہا کہ آپ سوامی جی کو منتر شکتی دکھانے کے لئے کہا کرتے تھے۔ سوامی جی یہاں پدھارے ہیں اور آپ کو اسی کام کے لئے بلاتے ہیں۔ سادھو کر وہ بہت ہو کہنے لگے کہ چلو چلو یہاں کہاں منتر رکھے ہیں۔ کیا ایسے منتر دکھلائے جاتے ہیں الغرض اسی پرکار کر وہ دھاکن سے لال ہو گئے سب پیچھے آکر کہنے لگے کہ وہاں تو بڑی وہشت ہوئی۔ سوامی جی نے کہا کہ بھائی تم لوگوں کو بہکانے کے لئے یہ پرپنچ کیا تھا پرنتو ہمارا آنا ہو گیا۔ اس سے قلعی کھل گئی۔ تم لوگ دھوکھا کھا جاتے ہو پرنتو ہم تو ایسے بہت لوگوں سے مل چکے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں بڑی پرکار کے جال بچھے دیکھتے ہیں ٭

۳- اجمیر میں پرچار۔ مگھر بدی ۴ (۱۴ نومبر) کو پشکر سے آکر لاکھا کے چوک میں لکچر شروع ہوئے۔ رچنا گج مل (؟)۔ ایشر پرتی پادری ناسید۔ ودان اشرم نیوگ پر ویش گمن آگمن۔ بھکتی ابھکتی استادی وشیشوں پر بیاکھیان ہوئے اشتہار بھی انگریزی۔ اردو۔ آمیہ کیا شانتیوں میں دیا گیا تھا۔ راؤ صاحب مسعود سردار بہادر سنگھ۔ منشی امین چند جی جج۔ پنڈت بھاگ رام جی۔ سردار بھگت سنگھ جی اور سیٹھ ساہوکار آدمی ہمیشہ پرش پیٹھر سادھو پادری لوگ دو سو سے چار سو تک آتے تھے جو لوگ ویاکھیان سن جاتے اپنے اپنے ٹھکانوں پر آ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے ٭

ہم کو ۲۰ نومبر کو پہلا لکچر پرمیشر کی ایکتائی اور وید پر سات بجے سے نو بجے تک ہوا۔ ناستکوں کا خوب کھنڈن ہوا۔ ایک مراٹھی نام وصیا مل لکچر کے بعد آیا اور بولا کہ میں کچھ سوال جواب کیا چاہتا ہوں۔ اگر اس میں میں ہار دوں تو میں سوامی جی کی باتیں مان لوں اور جو سوامی صاحب ہار جاویں تو وہ جین دھرم مان لیں۔ سوامی جی نے فرمایا کہ چونکہ مجھ کو فرصت کم ہے اول تم بابو ایشر داس صاحب سے بحث کر لو۔ اور اگر وہ بابو تمہارے سوالوں کے جواب نہ دے سکیں تو پھر میں جواب دونگا۔ اس نے کہا کہ نہیں آپ سے بحث کرنا چاہتا ہوں مگر جواب ملا کہ پہلے جو کہا سو ٹھیک ہے۔ ساتھ ہی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر پنڈت بھاگ رام صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ بس صاحب ہیں۔ اور جلسہ برخاست ہو گیا

. . . .

. . . . . . اس کے بعد اگلے دن ۲۵ نومبر کو کل کا باقی ماندہ لکچر پرمیشر کے بارے

میں کہا اور پھر وید مقدس پر لکچر شروع ہوا - اول تمہید اٹھائی کہ ایشر کی طرف سے ایک کتاب کا آنا ضروری ہے - پھر یہ ظاہر کیا کہ اس میں کیا کیا اوصاف چاہئیں ان میں سے ایک ہی کہا تھا - کہ نو بج گئے اور لکچر بند رہا +

۴ - پادری گرے صاحب سے مباحثہ - ۱۸ نومبر کے لکچر کے خاتمہ پر سوامی جی نے ایک بڑی سی فہرست توریت و انجیل و قرآن مجید کی غلطیوں کی پڑھ کر سنائی اور کہا کہ میں نے یہ فہرست کسی کو چڑانے کے لئے نہیں سنائی بلکہ اس لئے کہ سب لوگ پکشپات رہت ہو کر وچاریں کہ جن پستکوں میں ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں وے ایشر کرت ہو سکتی ہیں یا نہیں - صدہا مسلمان و عیسائی و ہنود موجود تھے - مسلمان تو کوئی نہ بولا - عیسائیوں میں سے ڈاکٹر ہسبینڈ صاحب بھی چپ رہے - ہاں ریورنڈ گرے صاحب بولے کہ لکچر کے روز بحث نہیں ہوتی آپ ان اعتراضوں کو لکھ کر ہمارے پاس بھیجئے میں ان کا اتر دونگا - سوامی جی میں تو یہی چاہتا ہوں اور ہمیشہ میری یہی اچھیا رہا کرتی ہے کہ آپ جیسے بدھی مان پرش ملکر ستیہ استیہ کا نرنے کریں - پادری صاحب بہت کارتے تعجب ہوگا کہ آپ میرے پاس پرشن بھیجیں گے اور میں اتر دونگا - سوامی جی لیکھ کر دونوں طرف سے پرشن اتر بھیجنے میں کال بہت لگتا ہے اور منشوں کو بھی اس سے لابھ نہیں پہنچتا - اس لئے یہی بات اچھی ہے کہ آپ یہاں ہی آویں - میں پرشن کروں - اور آپ اتر دیں - پادری آپ پرشن میرے پاس بھیج دیں - جب میں دو چار دن میں ان کو دیکھ لونگا - تب پیچھے اتر آپ کو یہاں آکر دونگا - سوامی جی پرشن تو میں نہیں بھیجونگا - لیکن مجھ کو جہاں جہاں توریت اور انجیل میں شنکا ہے ان میں سے تھوڑے سے واکیہ لکھ کر بھیج دونگا - ان کو جب آپ وچار لیں گے تو انہیں میں سے پرشن کرونگا - آپ نے اتر دیا - تب پادری صاحب چلے گئے +

دوسرے دن ۱۹ نومبر ۱۸۷۸ء روز شنبہ کو سوامی جی نے توریت اور انجیل کے ۶۴ واکیہ لکھ کر پادری صاحب کے پاس معرفت پنڈت بھاگ رام صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر اجمیر بھیج دئے - وسط تک پادری صاحب ان کو وچارتے رہے ۲۸ نومبر ۱۸۷۸ء پنجشنبہ مطابق مگھر سدی ۴ سمت ۱۹۳۵ مباحثہ کا دن مقرر ہوا تھا +

مباحثہ دیکھنے اور سننے کے واسطے عام نوٹس دیا گیا تھا - اس لئے بہت کثرت سے لوگ آئے - سردار بہادر منشی امین چند صاحب جج - پنڈت بھاگ رام صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر - سردار بھگت سنگھ صاحب انجینئر وغیرہ معزز

عہدہ داران سرکاری بھی شریکِ جلسہ تھے -

وقت مقررہ پر سوامی جی چار دس ویدوں کے چند ایک ساتھ لے کر آئے پادری گرے صاحب اور ڈاکٹر حسبینڈ صاحب بھی تشریف لائے - بابو رام ناتھ ہیڈ ماسٹر راجپوت سکول جے پور - بابو چیت وال وکیل گورنگا نو - حافظ محمد حسین اور محمد جوگی اجمیر بطور کاتب مقرر ہوئے - گفتگو اس طرح شروع ہوئی - سوامی جی - میں نے کتنی جگہ پادری لوگوں سے بات چیت کی ہے کبھی کسی پرکار کا گڑبڑ نہیں ہوا - آج بھی میں جانتا ہوں کہ پادری صاحب سے بڑتالاپ نروگھنتا سے پورا ہوگا - پادری صاحب ہم بھی نروگھنتا سے بات چیت ہونے کی اچھیا رکھتے ہیں - سوامی جی نے جو ایک لکھ کر ہمارے پاس بھیجے ہیں وہ بہت ہیں اور وقت صرف دو یا ڈھائی گھنٹے کا ہے - اس لئے اس کے اعتراض پر دو چار پرشنوتر ہونا ٹھیک ہے ۔

اس کے بعد سے ۹ بجے تک مباحثہ ہوا - فریقین تین کاتبوں کو اپنی تقریر حرف بحرف لکھواتے رہے ۔

(۱) - سوامی جی - توریت اُتپتی کی پستک پرب ۱ - آیت ۲ میں لکھا ہے کہ پرتھوی بے ڈول ہے - اب دیکھنا چاہیئے پرمیشر سروگیہ ہے سب ودیا اس میں پوری ہیں - اس کے ودیا کے کام میں بیڈولتا کبھی نہیں ہو سکتی کیونکہ جیو کو پوری ودیا اور سروگیتا نہیں ہے اس لئے جیو کے کام میں بیڈولتا آ سکتی ہے ایشر کے کام میں نہیں ۔

پادری - یہاں مطلب بے ڈول سے نہیں ہے بلکہ اجاڑ سے ہے ایوب کی کتاب باب ۲ - آیت ۲۴ میں ہے کہ بنا مارگ جنگل میں روح نہیں پھرتا - یہاں جس شبد کا ارتھ جنگل ہے اُسی کا ارتھ وہاں بیڈول ہے ۔

سوامی جی - اس سے پہلی آیت میں یہ بات آتی ہے کہ آدی میں ایشر نے آکاش اور پرتھوی کو رچا اور پرتھوی بیڈول سونی تھی - گہراؤ پر اندھیرا تھا اس سے سپشٹ گیات ہوتا ہے کہ اجاڑ کا ارتھ یہاں نہیں لے سکتے - کیونکہ کہا تھا کہ سونی تھی بیڈول کے ارتھ اجاڑ کے ہوتے تو سونی تھی اس شبد کی کچھ آوشکتا نہیں تھی اور جب کہ ایشر نے ہی پرتھوی کو رچا ہے تو پرتھم ہی اپنے گیان سے ڈول والی کیوں نہ کر سکتا تھا ۔

پادری صاحب - دو شبد ایک ہی ارتھ کے سب بھاشاؤں میں ایک دوسرے کے پیچھے ہو کر آتے ہیں - جیسے گجراتی میں آمو ہو فارسی میں بود و باش یہ سب ایک ہی ارتھ کے واچی ہیں - اسی پرکار اردو میں یہ ارتھ ٹھیک ہے کہ زمین ویران اور سنسان تھی ۔

سوامی جی اس بات پر اور پرشن کرنا چاہتے تھے۔ مگر پادری صاحب بول پڑے کہ ایک ایک واکیہ پر دو دو پرشن اور دو دو اتر ہونے چاہئیں۔ کیونکہ واکیہ بہت ہیں تو سب پرشن آج نہ ہو سکیں گے۔ سوامی جی بولے یہ آوشیک نہیں ہے۔ کہ آج ہی سب واکیوں پر پرشنوتر ہو جائیں۔ بلکہ آج ہونگے۔ پھر اسی پرکار دو چار دن اٹھو۔ جب تک یہ واکیہ پورے نہ ہوں۔ تب تک پرشنوتر ہوتے رہیں گے پادری صاحب نہیں یہ بات منظور نہیں ہے۔ سوامی جی ایک نہ ہو تو ایک واکیہ میں بار بار پرشن ہونے چاہئیں۔ جب پادری صاحب نے یہ بھی سویکار نہ کیا تو کہا کہ ایک ایک واکیہ پر کم سے کم تین بار پرشنوتر ہونے ہی چاہئیں پادری صاحب ہم کو دو بار سے ادھک پرشنوتر کرنا سویکار نہیں ہے سوامی جی۔ ہم کو اس میں کچھ ضد نہیں ہے سبھا کی جیسی سمتی ہو ویسا کیا جاوے ڈاکٹر جسٹ بینڈ صاحب یہ بھی سبھا سے ہر ایک وشے میں پوچھینگے تو چار سوفٹش ہیں ان میں سے کسی سے پوچھا جائیگا۔ سوامی جی یدی پادری صاحب کو تین پرشنوتر کرنا سویکار نہیں ہے تو جانے دو ہم دو ہی کرینگے کیونکہ اتنے منش دکھیا ہو کر اکٹھے ہوئے ہیں۔ جو یہاں کچھ بات چیت نہ ہوئی تو اچھا نہیں۔ پھر دوسرے واکیہ پر پرشن کیا۔

۲۔ سوامی جی۔ وہی ترتیب وہی آیت اور ایشر کا آتما جل کے اوپر ڈولتا تھا پہلی آیت سے ورت ہوتا ہے کہ ایشر نے آکاش اور پرتھوی کو رچا یہاں جل کی اتپتی نہیں کہی تو جل کہاں سے ہو گیا۔ ایشر آتم سروپ ہے وا جیسے کہ ہم سروپ والے ہیں ویسا وہ شریر والا ہے تو اس کا سامرتھ آکاش اور پرتھوی بنانے کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شریر والے کے شریر کے اویووں سے پرمانو آدی کو گرہن کر کے رچنا میں لانا اسمبھو ہے اور وہ ویاپک بھی نہیں ہو سکتا جب اس کا آتما جل پر ڈولتا تھا۔ تب اس کا شریر کہاں تھا۔

پادری صاحب۔ جب پرمیشر نے پرتھوی کو سرجا اور پرتھوی میں جل بھی آ گیا اور دوسری بات کا اتر یہ ہے کہ پرمیشر آتم روپ ہے توریت کے آخر سے انجیل کے انت تک پرمیشر روپ کہلایا۔

سوامی جی۔ ایشر کا ورنن توریت سے لے کر انجیل پر نہیں ہیں بہت ٹھکانوں میں ایسا ہی ہے کہ وہ کسی پرکار کا شریر بھی رکھتا ہے۔ کیونکہ آدم کی باڑی کو بنانا وہاں آنا پھر اوپر چڑھ جانا۔ سینائی پربت پر آنا۔ موسٰے۔ ابراہیم اور ان کی استری سرہ سے بات چیت کرنا۔ ڈیرہ میں جانا۔ یعقوب سے مل یدھ کرنا اتیادی باتوں سے پایا جاتا ہے کہ ضرور کسی پرکار کا شریر وہ رکھتا ہے اور تھی

دم اپنا شریر بنا لینا ہے ۔

پادری صاحب ۔ یہ سب باتیں اس آیت سے کچھ سمبندھ نہیں رکھتی ہیں کیونکہ اگیان پنے سے کہی جاتی ہیں ۔ اس کا یہی اتر ہے کہ یہودی عیسائی اور مسلمان جو توریت کو مانتے ہیں ۔ اسی پر ایک راے ہیں کہ خدا روح ہے ۔

(۳) سوامی جی ۔ پرب وہی آیت ۲۶ ۔ تب ایشر نے کہا کہ ہم کو اپنے شروپ میں اپنے سمان بناویں ۔ اس سے سپشٹ پایا جاتا ہے ۔ کہ ایشر بھی آدم کے سروپ جیسا تھا ۔ جیسا کہ آدم آتما اور شریر یکت تھا ایشر کو بھی اس آیت سے ویسا ہی سمجھنا چاہیے ۔ جب وہ شریر جیسا سروپ نہیں رکھتا تو اپنے سروپ میں آدم کو کیسے بنا سکا ۔

پادری صاحب اس آیت میں شریر کا کچھ تعلق نہیں پر پرمیشر نے آدم کو پوتر گیان وان اور آنند رچا وہ سچیدانند ایشر ہے اور آدم کو اپنے سروپ میں بنایا ۔ جب آدم نے پاپ کیا تو پرمیشر کے سروپ سے چیت ہو گیا جیسے پیچھے پرشنوتر کے ——— ۲۴ اور ۲۵ پرشن سے پرت ہوتا ہے کلوسیوں کی پتر سے تیسرا پرب ۹ اور ۱۰ آیت ۔ ایک دوسرے سے جھوٹ مت بولو کیونکہ تم نے پرانے منش کو اس کے کاریوں سمیت اتار پھینکا ہے ۔ اور نئے منش کو جو گیان میں اپنے سرجن ہار سے کے سروپ کے سمان نئے بن رہے ہیں پہنا ہے ۔ اس سے پرت ہوتا ہے کہ گیان اور پوترتا میں پرمیشر کے سمان بنایا گیا اور نئے سرے سے ہم لوگوں کو بنایا ۔ قرنتیوں باب ۳ آیت ۱۹ ۔ اور پر بھو ہی آتما ہے ۔ اور جہاں کہیں پر بھو کا آتما ہے . . . . وہی تر پھنتا ہے ۔ اور ہم سب بنا پردہ پر بھو کے تیج کو درپن میں دیکھ دیکھ پر بھو کے آتما کے دوارا تیج سے اس کے سروپ میں بنتے جاتے ہیں اس سے گیات ہوتا ہے ۔ کہ وشواسی لوگ بدل کے پھر پرمیشر کے سروپ میں بن جاتے ہیں ۔ ارتھات گیان پوترتا ۔ اور آنند میں ۔ کیونکہ دھرمی ہونے سے منش کے شریر کا روپ نہیں بدلتا ہے ۔

سوامی جی ۔ پرماتما کے سدرش آدم کے بننے سے سدھ ہوتا ہے کہ ایشر بھی شریر والا ہونا چاہیے ۔ جو پرمیشر نے آدم کو پوتر اور آنند سے رچا تھا تو اس نے ایشر کی آگیا کیوں توڑی اور جو آگیا توڑی تو پرت ہوتا ہے کہ وہ گیان وان نہیں تھا اور جب اس نے گیان کے پیڑ کا پھل کھایا تب اس کی آنکھ کھل گئی اس سے جانا جاتا ہے کہ وہ گیان وان پیچھے سے ہوا جو پہلے ہی گیان وان تھا تو پھل کھانے

کے پیچھے گیان ہوا۔ یہ بات نہیں بن سکتی اور پرمیشور نے اس کو آشیرباد دیا تھا کہ تم پھلو پھولو آنند رہو اور پھر جب اس نے ایشور کی آگیا کے برخلاف اس پیڑ کا پھل کھایا۔ تب اس کی آنکھیں کھلنے سے اُس کو گیان ہوا کہ ہم ننگے ہیں گو لڑکے تھے اپنے شریر پر بیٹھے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ جو وہ ایشور کے سمان گیان میں اور پوترتا میں ہوتا تو اُس کو ننگا اور گنہگار ہونا کیوں نہیں جان پڑتا کیا ان کو آنکھ بھی شدھ نہیں تھی۔ جب پرمیشر کے سمان وہ گیانی پوتر اور آنند ست تھا تو اُس کو سروگیہ اور نت شدھ آنند رہنا چاہیئے اور اُس کے پاس دکھ وغیرہ کبھی نہ آنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ پرمیشر کے سمان ہے ان اوپر کی تینوں باتوں میں ہے۔ تو وہ تپت کی وکار سے نہیں ہو سکتا اور جو تپت ہوا تو پرمیشر کے سمان نہیں ہوا۔ کیونکہ پرمیشر گیان آدی گنوں سے تپت کبھی نہیں ہوتا۔ پھر جیسا کہ کہ جیسے آدم پرتھم گیان آدی تین گنوں میں پرمیشر کے سمان ہو کے پھر اُن سے تپت ہو گیا۔ ویسے ہی وشواسی لوگ گیانی پوتر اور آنند ست ہونگے وہ ادھک کم جو ویسے ہی ہونگے تو پھر جیسے آدم تپت ہو گیا ویسے ہی وشواسی بھی ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ تینوں باتوں میں پرماتما کے سمان ہو کر تپت ہو گیا تھا۔

پادری صاحب۔ کئی باتوں میں پہلا اُتر کافی ہے اور رہا یہ کہ اگر آدم پوتر تھا تو گیا کیوں تو دوسرا اُتر یہ ہے کہ وہ پہلے پوتر تھا۔ آگیا توڑ کے پاپی ہوا۔ پھر یہ کہا کہ گیان دان پیچھے سے ہوا۔ یہ بات نہیں ہے جب بھلے برے کے گیان کے پیڑ کا پھل کھایا تب بڑے جان پڑے پہلے نہ جانتا تھا آنکھیں کھل گئیں اور اُس کو جان پڑا کہ میں ننگا ہوں۔ اس کا اُتر یہ ہے کہ پاپی ہو کے اس کو لجّا آنے لگی۔ پھر یہ کہ یدی وہ پرماتما کے سمان ہوتا تو تپت نہ ہوتا۔ اس کا اُتر یہ ہے کہ وہ پرماتما کے سمان بنایا گیا نہ اُس کے تلیہ۔ یدی پرماتما کے تلیہ ہوتا تو پاپ میں نہ گرتا۔ اب جو یہ پوچھا کہ وشواسی لوگ آدم سے ادھک پوتر ہو جائیں گے اس کا اُتر یہ ہے کہ ادھک اور کم پوتر ہونے میں پرشن نہیں ہے کہ ایشور روپ کے وشے میں ہے۔ کہ پرمیشر کا روپ شریر جیسا تھا وہ نہیں ہے۔ کی وہ سروپ جس کا کتھن ہوتا ہے۔ شاید کب ہوتا تو دھرمی لوگ جب پرمیشر کے سروپ میں ننگے سر سے نہیں جاتے ہیں۔ تو اپنے شریر کو نہیں بدل ڈالتے ۔

سوامی جی۔ توریت کا پرب ۲۔ آیت ۳۔ اُن نے ساتویں دن کو آشیرباد دیا اس اُسے پوتر ٹھہرایا۔ ایشور کو سروپ شکتیمان سروبیاپی سچدانند سروپ ہوتے ہوئے وشرام جگت کے رچنے میں کچھ بھی نہیں ہو سکتا پھر ساتویں دن وشرام کرنے کی کیا اوشکتا۔ اور وشرام کیا تو چھ دن تک بڑا پرشرم کرنا پڑا ہوگا اور ساتویں دن کو

ایشر باوجود اس کے تو بھی دنیوں کو کیا دیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایشر کی ایک کرشن بھی جگت کے بنتے میں لگے - اور کچھ بھی پرشرم ہوا ۔

پادری صاحب - اب سمے ہو چکا۔ اس سے اوپر ہم نہیں ٹھہر سکتے - اور بولنے سے لکھنا پڑتا ہے اس سے دیر بہت لگتی ہے - اس لئے ہم کچھ نہیں کرنا چاہتے - جو بولنے سمے لکھا نہ جائے تو ہم کر سکتے ہیں - یدی سوامی جی کو لکھ کر پرشنوتر کرنا ہے - تو ہمارے پاس پرشن لکھ کر بھیج دیں ہم لکھ کر اتر دینگے اس پر ڈاکٹر مسٹبیڈ صاحب کے کہنے سے سردار بہادر امیں چند صاحب نے کہا کہ میری بھی یہی سمتی ہے کہ پرشن لکھ کر پتر دوارہ کیا کریں آج کی طرح کئے جائینگے تو چھ مہینے تک بھی پورے نہ ہونگے ۔

سوامی جی - پرشنوتر کے بناوٹ والی ہے جیسے ابھی تھوڑی دیر کے پشچات اپنے میں سے کوئی اپنی کہی ہوئی بات سے لئے کہہ سکتا ہے کہ میں نے یہ بات نہیں کہی دوسرے اس طرح بات چیت ہونے میں اور لوگوں کو بھی اس سے جو چھپا کر بہکا نہیں کر سکتے اور یدی کوئی چھپا دے بھی تو جس کے جی میں آوے سو چھپا سکتا ہے - اور جو مکان پر پرشنوتر لکھ لکھ کیا کریں تو اس میں کال بہت لگے گا اور جو کہا گیا کہ اس پر کار چھ ماس میں پورا نہ ہوگا سو میں کہتا ہوں کہ اس میں چھ ماس کا کچھ کام نہیں ہے - ہاں جو مکان پر پتر دوارا کرینگے - تو تین برس میں بھی پورا نہ ہوگا اور منش جو میرے سامنے سن رہے ہیں وے نہیں جان سکیں گے اس لئے یہی اچھا ہے کہ سب کے سامنے پرشنوتر کئے جاویں اور لکھا یا بھی جائے ۔

پادری صاحب آپ نے یہاں پرشنوتر کرنے میں لوگوں کے سننے کا لالچ دکھلایا پرنتو میں جانتا ہوں کہ آج کی باتوں کو جو یہاں اتنے لوگ بیٹھے ہیں - ان میں سے تھوڑے ہی سمجھے ہونگے - حافظ محمد حسین اور دیگر مسلمان ہم کچھ بھی نہیں سمجھے - پادری صاحب دیکھئے لکھنے والا ہی نہیں سمجھا تو اور کون سمجھ سکتا ہے - سوامی جی دو دوسرے لکھنے والوں سے مخاطب ہو کر "تم سمجھے وا نہیں" انہوں نے کہا کہ ہاں ہم برابر سمجھے ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کو اچھی پرکار کہہ سکتے ہیں تب سوامی جی نے کہا دو لکھنے والے تو سمجھے اور ایک نہیں سمجھا - آخر حاضرین سے پوچھا گیا تو حافظ محمد حسین ایک مسلمان اور دو پادریوں نے ہاتھ اٹھایا کہ لکھا نہ جاوے باقی تمام حاضرین لکھنے کے حق میں تھے مگر باوجود اس کے پادری صاحب نے دوسرے دن مباحثہ کا لکھا جانا سویکار کیا ۔

سوامی جی پادری صاحب سے آج کے پرشنوتر کے تین پرت لکھے گئے ہیں ان پر آپ ہستاکشر کر دیجئے اور میں بھی کر دیتا ہوں اور پردھان سبھا کے

بھی کرا کر ایک پرتی آپ کے پاس اور ایک میرے پاس اور ایک پردھان کے پاس رہے گی +

پادری صاحب۔ ہم ایسی باتوں پر شاستر ارتھ کرنا نہیں چاہتے۔ اس کے بعد سبھا استھگت ہوئی اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے پرنتو سوامی جی سردار بہادر رامیا چند اور پنڈت بھاگ رام جی۔ سردار بھگت سنگھ جی کے مکان پر جو سبھا کے مکان کے پاس تھا۔ ٹھہر گئے۔ اس وقت مباحثہ کی دو کاپیاں پر جو سوامی جی کے پاس رہی تھیں (کیونکہ ایک پادری صاحب ساتھ لے گئے تھے) ان دونوں صاحبوں کے ہستاکشر بھی کرا لئے اور سب اپنے مکان کو گئے +

دوسرے دن ۱۹ نومبر ۱۸۷۸ء کو پادری صاحب نے سوامی جی کے پاس پتر لکھ کر بھیجا کہ آج آپ پرشنوتر کرینگے یا نہ یدی کرنا ہو تو کیا جاوے مگر لکھا نہ جاوے اور لکھنا ہو تو پھر دوبارہ کیا جائے +

سوامی جی نے اس کے اتر میں لکھ بھیجا کہ پرشنوتر سب کے سامنے کئے جاویں اور لکھے بھی جاویں۔ اس پرکار ہم کو سویکار ہے انیتھا نہیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے میں بہت ہانی ہے۔ جو کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اب اگر آپ کو لکھ کر کرنا ہو تو مجھ کو لکھئے۔ میں جب تک آپ یہاں رہوں اور پرشنوتر کر لوں اور یدی آپ کو اس پرکار نہ کرنا ہو تو سردار بھگت سنگھ جی کو لکھ بھیجو۔ اب مباحثہ نہ ہوگا تاکہ انہوں نے جو خیمہ وغیرہ کا پربندھ کر رکھا ہے اسے اٹھا لیویں۔ پادری صاحب نے اس بات کو بھی غنیمت جانا اور خوشی سے سردار صاحب کو اسی پرکار کہلا بھیجا تب انہوں نے سب اسباب اٹھوا دیا +

۵ مباحثہ کے متعلق بعد کا پرچار۔ مباحثہ کے کئی دن بعد سوامی جی اجمیر ٹھہرے۔ پادری صاحب نے وعظ کا نام تک نہ لیا مگر سوامی جی کے اجمیر سے جانے کے دوسرے دن انہوں نے مشن سکول میں چند اجمیر باشی لوگوں اور طالب علموں کو جمع کر کے سوامی جی کے دو اعتراضات کے اتر سنائے تاکہ ان کی حامی ظاہر ہو۔ اور پھر بکستوں بازار میں بھی وعظ کرنے لگے۔ تب چند لوگوں نے کہا کہ صاحب آپ یہاں ہی موجود لوگوں کے ساتھ گھنٹوں تک مغز پاشی کرتے ہیں پرنتو جب سوامی دیانند سرسوتی جی سے پرشنوتر کرتے تھے تب تو آپ نے یہ کہا تھا ہم کو اتنا سمے نہیں کہ پرشنوتر کرتے سمے لکھتے جائیں۔ اگر آپ سوامی جی کو مسیحی مت کی کوئی بات بھی قبول کرا دیتے تو ان کی پیروی کر کے ہزاروں آدمی آپ کی پیروی اختیار کرتے مگر ان کے چلے جانے کے بعد آپ کا کہنا بے فائدہ ہے +

یہ مباحثہ رسالہ تھیوسوفسٹ جلد ۱ نمبر ۴ ماہ جنوری ۱۸۸۰ء میں طبع ہوا تھا صفحہ ۹۸ سے ۱۰۰ تک۔ اسے پڑھ کر پادری صاحب نے بھی بعض باتوں کے متعلق چٹھی لکھی۔ اور اخباری مباحثہ کی تحریک کی۔ مگر ایڈیٹر صاحب نے کہا کہ سوامی جی کسی بشپ صاحب سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ کوئی بشپ موجود نہ تھا اور اگر تھا تو ہندوستانی معاملات میں متوجہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ ہندوستانیوں کے واسطے نہیں بلکہ انگریزوں کا کام کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ امر کرنیل الکاٹ اور ایڈیٹر تھیاسوفسٹ کے ذیل کے لکھے سے ظاہر ہے۔

اس مندرجہ بالا مباحثہ سے ظاہر ہے کہ پادری لوگ ہندوستان میں کس طرح حکمت عملی سے کام کرتے ہیں حتی الامکان تمام جلسوں میں دیسی عالموں کے ساتھ مباحثہ کرنے سے گریز کیا کرتے ہیں اور عموماً کمینہ قوموں اور جاہل سے جاہل ذاتوں تک ہی اپنی وعظ کو محدود رکھتے ہیں۔ پادریوں کے سکولوں اور کالجوں میں بھی استاد ہوشیار دیسی لڑکوں کے سوالات مذہبی کے جواب جماعتوں کے درمیان دینے سے پہلو تہی کر کے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارے بنگلے کے مکان پر آ کر اپنے سوالات کا جواب لیں۔ جو بے تعصب یوروپین ہند میں لگے ہیں۔ اُن سے یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی کہ پادریوں کی کارروائی کو ہند میں بہت ناکامیابی نصیب ہوتی۔ اور جو فیاض لوگ لاکھوں روپیہ پادریوں کو چندہ دیتے ہیں درحقیقت برباد کر رہے ہیں ہندوستان کے اکثر پڑھے لکھوں کی یہی رائے معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ بلاشبہ اس بڑے اہم معاملہ پر جوش مادہ نہیں ملتی۔ ہم یہ شائع کیا کئے (رسالہ جنوری ۱۸۸۰ء جلد ۱ نمبر ۴ صفحہ ۱۰۰ کالم ۱) پادری گرے صاحب نے بھی رسالہ تھیوسوفسٹ جلد ۱ نمبر ۶ مارچ ۱۸۸۰ء صفحہ ۱۴۲ میں ہوبہو مباحثہ کی تصدیق کی ہے اور اخیر میں لکھا ہے کہ اگر سوامی جی مناسب سمجھیں تو آپ کے اخبار میں اپنے اعتراضات کرنے کا جواب سننے کے لئے وہ تیار نہیں تھے۔ چھپوا دیا کریں اور اگر میرے جواب کے لئے اس قدر جگہ اپنی اخبار میں دیں تو میں اس مباحثہ کو جو اجمیر میں ناتمام رہ گیا تھا جاری کر دوں۔ دستخط گرے ۲۷ جنوری ۱۸۸۰ء)

اس کا انہوں سوامی جی نے بنارس سے ۱۰ فروری ۱۸۸۰ء کو لکھا کہ جب اجمیر میں جلسہ ہوا تھا۔ تو میں نے پادری صاحب کو کہا تھا کہ اگلے دن جلسہ میں آؤ اور مباحثہ کرو مگر انہوں نے آنا منظور نہیں کیا اس لئے اب ہم ان کے ساتھ مباحثہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے ہاں اگر کوئی صاحب تعلیم یافتہ بشپ اس قسم کا مباحثہ آپ کے اخبار کے ذریعہ کرنے کے لئے طیار ہو تو ہم بلاشبہ مباحثہ کریں گے

اس پر اڈیٹر نے لکھا کہ اگرچہ عیسائی مذہب کے کنندوں کا مضمون ہند میں ایسا قابل وقعت نہیں کہ کبھی بلحاظ ترک طرفداری ہم وقعت کرتے ہیں کہ اگر کوئی بشپ ایک متعلق ہے کے بڑے کا فریشیوں کے سخت صدموں سے سر توڑنا چاہے تو اس اخبار میں مباحثہ چھاپ دیا کریں گے +

۸۔ مسلمانوں کا عمل:۔ مسلمانوں نے بھی کئی پر کالکی لیلا پھیلائی۔ پہلے تو شہر کے کئی مولوی کہتے پھرے کہ ہم شاستر ارتھ کریں گے۔ پیچھے پادری صاحب کی دشا دیکھ کر وہ ڈر گئے اور دوسرے طریق پر آ اترے۔ مباحثہ کی رات کو یہ خبر ملی کہ بہ سبب شرارت کے مسلمانوں کا یہ ارادہ ہے کہ یک لخت اتفاق کر کے شامیانہ کے گرداگرد کی تمام رسیاں کاٹ ڈالیں تاکہ سوامی جی پر شامیانہ گرے اور وہ مر جائیں۔ جس کی خبر پا کر ہم نے پہلے ہی انتظام کیا یعنی ہر ایک چوب شامیانہ کے پاس ایک ایک چوکیدار بٹھلا دیا کہ کوئی کسی طرح کی شرارت نہ کر سکے۔ جب کام میں ہیں نہ ہو سکا تو مسلمان کہنے لگے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کو بلا کر مباحثہ کرا دیں گے سوامی جی نے کہا۔ کہ ان کو تم لوگ بلانا چاہتے ہو تو تار دے دو۔ اور ہم سے شاستر ارتھ کے نیم کر لو کہ اتنے دنوں میں ان کو بلا دیں گے۔ ایسا بے بنیاد کرو گے تو ہمارا ٹھہرنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم کو آگے کی یاترا کرنی ہے۔ مسلمانوں نے اس بات کو منظور نہ کیا۔ ہاں پیچھے سے مولوی محمد قاسم کے ایک شاگرد کو سوامی جی کے مکان پر لائے۔ کہ آپ ان سے شاستر ارتھ کرو۔ سوامی جی نے کہا کہ ہمارا ان سے شاستر ارتھ نہیں ہو سکتا۔ ان کے گرو کو بلاؤ۔ ان سے کریں گے اچھے تو بہت سے دوبارہ تھکی ہیں ان سے ہم شاستر ارتھ نہیں کر سکتے۔ ہاں جو ان کی ہار جیت سے مولوی محمد قاسم کی ہار جیت سمجھی جائے تو پھر ہو سکتا ہے مسلمانوں نے کہا ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ تب پنڈت بھاگ رام جی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اجمیر نے مولوی صاحب کے شاگرد سے کہا۔ کہ مولوی صاحب کو بلاؤ گے تب تو سوامی جی کا شاستر ارتھ ہوگا۔ اور تم کرنا چاہو تو مجھ سے کرو۔ تم مولوی صاحب کے شاگرد اور میں سوامی جی کا۔ مسلمانوں کو یہ بھی سویکار نہ ہوا۔ ان لوگوں نے کچھ بھی نہ کیا +

۹۔ ایک بے تعصب مسلمان کی ملاقات:۔ مولوی محمد مراد علی صاحب پرنٹر راجپوتانہ گزٹ اجمیر نے سوامی جی سے پہلے ہی دن ۲ بجے ملاقات کی۔ اس کے بعد بھی مختلف جگہوں پر وہ انہیں چار مرتبہ ملے۔ ان کے ساتھ ساتھ ایک خادم اور ایک ہندو جو دیوان لوتا سنگھ کے ہاں کا منشی تھا گئے اور بیٹھتے ہی انہوں نے یہ سوالات کئے +

(۱) روح کیا چیز ہے (۲) بعد فنا ہونے شریر کے اکثر مذاہب انسان کا بشرط نیکی موکش یا نجات پانا تسلیم کرتے ہیں دراصل وہ موکش کس چیز کا نام ہے ◆

(۳)- بار بار جنم لینے کی کیا علت ہے اگر اس قول پر عمل کیا جائے کہ گناہ کرنے سے آدمی بار بار جنم لینے کا مستحق ہوتا ہے تو میرے خیال میں انسانی صفت کا خاصہ یہی ہے کہ وہ گیان جب تک حاصل نہ ہو ضرور گناہوں کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ اس صورت میں پایا جاتا ہے کہ خود خدا ہی کی مرضی سے آدمی بار بار جنم لینے کا مستوجب ٹھیرتا ہے۔ اگر خدا کی مرضی نہ ہو تو انسان ماں کے پیٹ ہی سے ایسا پیدا ہو اور پاکیزگی ہدایت کرکے آسکے۔ تاکہ گناہ کا مرتکب بھی نہ ہو ◆

(۴) برائی خواہ شیطان سے خواہ خدا سے پیدا ہوئی ہے یا اپنی ہی مرضی سے پیدا ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ خدا کے سوائے بھی کوئی مادہ برائی خواہ بھلائی کا ایسا ہے جو خود ہی پیدا ہونے کی طاقت رکھتا ہے۔ خدا کے بس کا نہیں۔ اور جو خدا ہی نے اس برائی کو پیدا کیا تو معلوم ہوا کہ برائی کا بانی بھی پرمیشر ہے اور چونکہ اس کی پیدا کی ہوئی کوئی چیز عمدگی سے خالی نہیں اور ناکارہ اس لئے اس سے یہ لازم آئیگا کہ خود خدا نے انسان کے لئے برائی پیدا کی تو پھر برائی کی سزا کیوں ہے ◆

ان سوالوں کے جواب سوامی جی مہاراج نے کئی طرح پر دیئے چنانچہ سوال نمبر اول کا جواب ایسا معقول تھا کہ مولوی صاحب کی تسکین ہوگئی تھی اور ۳ و ۴ کی نسبت پھر وعدہ فرمایا۔ دوسرے دن یہ سوال کیا کہ آپ اپدیش کرتے وقت ہر دو چار فقرہ کہنے کے بعد گلاس میں سے پانی کے گھونٹ کیوں لیتے تھے یہ طریقہ تو انگریز پادریوں کا ہے آپ کیوں کرتے ہیں۔ سوامی جی نے فرمایا کہ ایک حکمت کے متعلق امر ہے۔ انسان کو دیر تک کہتے کہتے جوش طبیعت پر آجاتا ہے پانی کے گھونٹ لینے سے رفع ہوجاتا ہے اس میں کیا برائی ہے ◆

اسی روز گورکشا کی بابت بھی دیر تک باتیں ہوئیں۔ سوامی جی کے خیالات قدیم ہی سے گئو ہتیا کے خلاف تھے انہوں نے متواتر مضامین اور خاص رسالہ میں یہ بات بخوبی ثابت کردی کہ ہندوستان جیسے ملک میں گئو مارنا بالکل حماقت اور نادانی ہے اور بغیر گائے کے مارے مسلمانی نہیں دھری ہوئی ہے اس پر سوامی جی ان سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آج سے ہم تم کو اپنے ارادہ کا ایک ستون سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تم جو رسالہ گورکشا کے بارہ میں لکھو اس کی ایک نقل ہم کو بھی دکھلانا۔ اس وقت اپنی ایک تصویر سوامی جی نے ان کو عنایت فرمائی

یہ مولوی صاحب سوامی جی کو جگت تارک وغیرہ بڑے بڑے القاب سے یاد کیا کرتے تھے اور سوامی جی کی موت کو ہندوستان کے لئے بھاری ضرر و نقصان سمجھتے تھے۔

۸۔ متفرق:- پوپ لوگوں نے بھی اپنے ہی راگ الاپنے کئی چالائیں کیں مگر شاستر ارتھ کی ہمت کسی کو نہ ہوئی تھی۔ لالہ جی تحصیلدار اجمیر کے پتر لالہ شیو پرشاد جی کا لیتہ بھی بڑے پریم سے روز لیکچر کے وقت اول پہلے حاضر ہوتے اور ہر طرح کی ترغیب حاصل کر کے لابھ اٹھاتے رہے۔

یہاں بہت سے لوگ ویدوں کی پستکیں منگوانے لگ گئے۔

سوامی جی یہاں ایک لنگوٹ باندھتے اس پر ایک دھوتی لپیٹی رکھتے۔ ایک بانات کی کوٹ اور سے رنگ کی ویسا ہی ٹوپ اور ایک برانڈی بینٹ دھوسہ رکھیں کے نیچے بانات لگی ہوئی تھی اوڑھتے تھے۔ کچھ دن آپ کو یہاں دست لگے رہے مگر اس حالت میں بھی بسبب سادہ جیون برہمچریہ رکھنے کے یہ حال تھا کہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ یہ بیمار ہیں دوا تقدیر ان میں ویسے ہی ٹھیک تھے۔ لیکچر بآواز زور سے بولتے رہتے۔ سرہانے پر دو تکیے تھے۔ اور ایک رومال میں تالیاں بندھی رہتی تھیں۔ پانچ آدمی آپ کے ساتھ تھے یہاں یکم دسمبر تک رہ کر ۲ کو روانہ بجانب مسعودہ ہوئے۔

تیسری فصل

ریاست مسعودہ

۲ دسمبر تا ۹ دسمبر ۱۸۸۱ء

مگھر سدی ۲ سمت ۱۹۳۸ دو شنبہ کو سوامی جی مسعودہ میں راؤ بہادر سنگھ جی رئیس مسعودہ کے بلانے سے تشریف لیجا کر شہر کے باہر رام باغ میں اترے۔ قلعہ میں بھی تشریف لائے اور دو تین ویاکھیان ہوئے اور ڈیرے پر بھی اپدیش ہوتا رہا۔

ایک دفعہ شیو رام داروغہ اصطبل نے وہاں آکر ہنومان کے درشن کے ڈنڈوت کی۔ ہاتھ جوڑے اور کچھ شلوک بول کر اس کی استتی کی۔ سوامی جی کو نمسکار نہ کیا

البتہ ہنومان کے بعد جوشی جگن ناتھ کو نمسکار کیا۔ تب سوامی جی نے کہا کہ اتنی دیر سے تو نے ہاتھ جوڑ کے ڈنڈوت کی اور شلوک بھی پڑھا۔ پر شوک وہ تم سے کچھ نہیں بولا ہم سے تو بولا بھی نہیں۔ دیکھو ہم تجھے برہمن سمجھ کر بغیر بلائے کے ہی تجھ سے بولتے ہیں اور وہ تیرے بلانے پر بھی نہیں بولتا۔ شیورام نے کہا کہ ہنومان کا بولنا اور لوگ نہیں سمجھتے مگر ہم سمجھتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا کیا ہم لوگوں سے ہنومان ڈرتے ہیں۔ جو تم سے گپت بولتے ہیں اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

راؤ صاحب بہت پریم سے سوامی جی کا ویاکھیان سنتے رہتے بلکہ عموماً تمام دن سوامی جی کے ڈیرے پر ہی رہتے۔ اور پرشنوتر وادا اپنے اور دیگر آدمیوں کے شنکا نوارن کراتے رہتے تھے۔ راؤ صاحب کے کامدار جگن لال بڑی پریتی سے ست اپدیش سنا کرتے تھے۔ راؤ صاحب نے دو سو روپیہ وید بھاشیہ کی سہایتا میں دیئے۔ ۱۰ دسمبر ۱۸۷۸ء مطابق پوہ بدی پڑوا سمت ۱۹۳۵ ستشنبہ کو سواری بگھی روانہ نصیر آباد ہو گئے۔

چوتھی فصل

نصیر آباد چھاؤنی

۱۰ تا ۱۳ دسمبر ۱۸۷۸ء (پوہ بدی پڑوا تا پوہ بدی ۵) سمت ۱۹۳۵

آمد و ڈیرا:- اخیر ماہ نومبر ۱۸۷۸ء میں پنڈت سکھدیو پرشاد ماسٹر نارمل سکول نے سوامی جی کے مسعودہ جانے کا ذکر سنا۔ تو پنڈت جی ان کی سبھا میں اس مضمون کا بھیجا کہ چھاؤنی نصیر آباد میں بھی تشریف لاویں اور یہاں بھی ست دھرم کا اپدیش کریں تاکہ یہاں کی بھی کچھ اور باندھے۔ چٹھی ہندی میں تھی اس میں یہ دوہا بھی لکھا تھا۔

دوہا:- مسکن روپ ہوئے ہیں جست + کیس لورس بان پنچ جب سے

مطلب یہ تھا کہ جب آپ یہاں آئیں اور آپ کے ست اپدیش سے یہاں ست دھرم کا چرچا پھیلے تب میں خوش ہو کر یہ دوہا پڑھوں گا۔ چنانچہ وہ ۱۰ دسمبر کو واقعہ مسعودہ کی رتھ میں بیٹھ کر ۳ بجے دن کے نصیر آباد آ گئے دو سوار ان کی اردلی

جن میں منشی برہما نند ہمراہ تھے اُن کے کہنے کے مطابق آبادی سے میل پورب کی طرف چھوٹا کپوڑی کے مشہور باغیچہ میں جو اس وقت کلو مہاجن کے قبضہ میں تھا۔ ڈیرا ہوا ॥

۲۔ پرچار کا کام:۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی دیاکھیان کی تجویز کی گئی برہمانند نے پنڈت سکھدیو پرشاد کو دیاکھیان کا مضمون بتا دیا جس نے کئی ایک پرتی طالب علموں سے کہہ کر دس جگہ چسپاں کر دیئے اور عام خاص لوگوں کو بھی دے دیئے ॥

مضمون یہ تھا کہ یہاں پر سوامی دیانند سرستی پدھارے ہیں۔ وہ سندھیا کے ۵ بجے سے ترتیب اکت وشے پر دیاکھیان دیں گے۔ سب لوگ آن کر شرون کریں۔ اشتہار پنڈتوں کی طرف سے تھا۔ وہ پنڈت جو پاٹھشالہ بھٹکر اور سکول [illegible] میں پڑھاتے تھے۔ دیاکھیان کے بندوبست میں ان کے مددگار تھے۔ سوبھارام جی کا مندر دیاکھیان کے لئے قرار پایا سب بات طے کر پنڈت جی پانچ بجے کے بعد ایک بگھی لیکر سوامی جی کے لینے کو باغیچہ میں گئے قریب ۶ بجے کے واپس آ گئے۔ ان پنڈتوں نے اقرار کر لیا تھا کہ تمہارے رہنے تک اچھی طرح لیمپ دری وغیرہ کا بندوبست کر رکھیں گے مگر جب بگھی مندر کے دروازہ پر پہنچی۔ تو دیکھا کہ نہ وہاں چراغ ہے نہ دری اور نہ کوئی آدمی۔ پنڈت جی نے اتر کر دریافت کیا تو ایک پجاری کوٹھڑی سے بولا کہ یہاں کوئی پنڈت نہیں۔ جب یہ حال سوامی جی کو معلوم ہوا تو وہ کسی قدر [illegible] ہو کر فرمانے لگے کہ یہ تم نے کیسا کچا بندوبست کیا۔ پنڈت جی نے کہا کہ میں لاچار ہوں جو میرے مددگار تھے وہ بے [illegible] خراب میں جلد دوسرا بندوبست کرتا ہوں چنانچہ وہ پاپیادہ بگھی کے آگے آگے سوامی جی کو کلو مہاجن کی دوکان اور پولیس اسٹیشن کے پاس لے آئے۔ کلو مہاجن اور لالہ دینا مل کو اطلاع پاتے ہی فوراً نکل آئے۔ پنڈت نے ان کو سوامی جی سے ملایا اور سب حال کہہ کر دیاکھیان کے لئے کوئی مکان تجویز کرنے کو کہا۔ کلو مہاجن نے بھی لالہ دینا مل کو تحریک کی کہ مکان کی تلاش ضرور اور جلد کرو۔ وہ بازار میں گئے اور کوئی دس منٹ بعد واپس آ کر کہا مہاجن [illegible] سبھا تیار ہے۔ چنانچہ اسی وقت [illegible] کے مکان میں سوامی جی کو لے گئے۔ سوامی جی بیٹھے اور لوگ جوق در جوق آنے شروع ہو گئے مگر ان دو پنڈتوں نے [illegible] چند دکانداروں سے مل کر [illegible] دیاکھیان شروع ہوتے ہی [illegible] نے آ کر سوالات کرنے شروع کئے۔ [illegible] قریب پندرہ بیس منٹ گذر گئے وہ دونوں سوامی جی کے جوابات سن کر

خاموش ہو گئے۔ تب ۱ بجے تک دیا کھیان ہوا۔ ساٹھ ستر آدمی قریب تھے جب سوامی جی اٹھ کر بگھی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ انہیں دو سرو ں کی بھکوٹ سے پانچ چار لڑکوں نے تالی پیٹنا اور شور و غل کا شروع کیا۔ پنڈت جی نے لالہ دینا مل جی ان کو ڈرایا۔ جس پر وہ خاموش ہو گئے۔ سوامی جی قریب دس بجے کے اپنی فرودگاہ پر پہنچے دوسرے روز بحاضری ڈیڑھ سو اور تیسرے روز بحاضری دو سو ہوا اسی مضمون پر دیا کھیان ہوتے رہے کوئی شور و شر نہ ہوا۔ اور کسی نے سوال یا شنکا کی۔ سامنے پادری صاحبان کے چیلے چاٹے تھے دیا کھیانوں کو سنکر کوئی بھی ترک یا دنہیں کرتا تھا۔ بلکہ یہی کہتے تھے کہ سوامی جی کا دیا کھیان بہت عمدہ ہے۔ بہت اچھا ہے۔ پانچ چھ میں بھی مختلف لوگ اتریشن کرنے آتے تھے۔ سوامی جی نے یہ کہہ دیا تھا کہ جس کسی کو شنکا سمادھان کرنا ہو سو وہ یہاں دن کو آوے۔ چنانچہ کئی لوگ گئے اور شکوک رفع کرتے رہے۔ ایک دن کسی آدمی نے سوامی جی سے اپنے منجملہ کتنے سوالوں کے یہ بھی سوال کیا کہ ماس کھانا اور شراب پینا درست ہے یا نہ۔ سوامی جی نے فرمایا کہ شراب پر کیا موقوف ہے کسی پرکار کی نشہ درست نہیں بلکہ حرام سمجھنا چاہئے۔ رہا گوشت کی بابت وہ بغیر جیو ہتیا کے مل نہیں سکتا اس لئے شاستر اور وید وکت ریت سے ماس کھانا بھی درست نہیں ہے بلکہ پاپ ہے۔ غرضیکہ دیا کے پرچار کا پرچار ہر طرح سے اتم رہا۔ ویدوں کے سچے ارتھ سنکر لوگوں کو نشچہ ہو گیا کہ ایشری گیان اور وید یا ودیاؤں کی کان یہی ہے۔ جینیوں کی اور [illegible] کی مخالفت وغیرہ رہی لیکن کوئی سچائی کی آواز کو روکنے کی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔

۳۔ متفرق۔ یہاں دن چریا یہ تھی۔ سویرے چار بجے صبح اٹھتے شوچ کرتے اور تھوڑی دیر ایکانت بیٹھ کر دھیان کرتے پھر چار پانچ کوس بھرمن کو جنگل میں نکل جایا کرتے۔ وہاں سے سات بجے کے بعد واپس آتے اور برہمچاریوں کو کچھ پڑھاتے تھے۔ گیارہ بجے کے قریب اشنان کر کے مٹی کا بدن پر لگاتے۔ اور پھر کوٹھڑی میں جا کر کچھ کثرت کرتے بارہ بجے یعنی صرف ایک ہی وقت کھانا کھاتے شام کو دودھ پیتے اور تمباکو کبھی حقہ میں پیتے تھے۔

ان کے چلے جانے پر پادریوں نے جا بجا مورتی پوجکوں اور عیسائیوں سے ویدک دھرم کے مقابلہ میں چندن سکولوں کے دروازہ پر تھی کسی کسی عیسائی نے بحث مباحثہ کئے کبھی کبھی بازاروں میں بھی کھڑے ہو کر وعظ کیا۔ ایک دن چند طالب علم سکول سے جا رہے تھے کہ اوپر ایک مکان پر ایک راستہ میں سادھو بیٹھا تھا جسے ایک لڑکے نے چھیڑا۔ دوسرا بول اٹھا کہ یہ تجھے کو نہیں سمجھے۔ یہ تو نام رام جانتے ہیں۔ اس پر سادھو نے رنجیدہ ہو کر کہا کہ تم لوگ اس طرف کو تم لے گیا تھا

واپس آ گئے۔ پنڈت جی نے اُن سے کہا کہ تم یہ بتاؤ کہ رام نام برہما وشنو کا جو تم نے مان رکھا ہے کس وید میں ہے یا کس شاستر کے رو سے ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ہاں رام نام ویدوں میں آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کس وید کے کس ادھیائے اور کس منتر میں۔ اس کا جواب وہ بالکل نہ دے سکا اور گھبرا گیا۔

چوتھے روز یعنی ۱۴ دسمبر کو تین بجے ریلوے اسٹیشن پر پدھارے اور سیدھے جے پور کو تشریف لے گئے۔

پانچویں فصل

جے پور

۱۔ آمد و قیام بموجب وعدہ کے دوسری واپسی پر سوامی جی ۱۵ دسمبر کو تشریف لائے اور ڈھنڈیے باغ میں ٹھیرے۔ ٹھاکر رگھناتھ سنگھ جی اور جوتشی رام سروپ جی دونوں گئے اور پرارتھنا کی کہ آپ اپنے باغ میں چلئے۔ فرمایا کہ یہی جگہ عمدہ ہے۔ یہاں ہی ٹھیرینگے۔ چنانچہ رسد وغیرہ کا وہیں انتظام کیا۔ ۱۵ دن وہاں رہے۔

کوہ نور میں لکھا ہے ۲۴ دسمبر ۱۸۸۱ء کو دیانند سرستی جی داخل جے پور ہوئے باغ ڈھنڈیے میں مقیم ہیں۔ بہت سے لوگ اُن کے پاس آتے جاتے ہیں مگر مہاراجہ صاحب بہادر سے ابھی ملاقات نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے کوئی سبھا بھی ابھی تک نہیں ہوئی (۲۵ دسمبر ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۰۲۲ کالم ۲ جلد ۳۰ نمبر ۱۰۵)۔

۲۔ پرچار کا کام۔ پنڈت لوگ سوامی جی کے پاس جاتے اور پرشن کرتے رہتے۔ جوتشی جی نے پرارتھنا کی کہ ایک دن ہمارے ہاں ویاکھیان دیجئے۔ سوامی جی نے منظور کیا اور اسی روز شام کو بعد رشٹ ۶ بجے رات سے ۹ بجے تک ویاکھیان ہوا۔ مہاراجہ مادھو سنگھ جی کی کچھ ناراضگی معلوم ہوئی۔

۳۔ مہاراجہ کو ملاقات سے روکا گیا۔ ٹھاکر رگھناتھ سنگھ اور دولی سنگھ نے مہاراجہ صاحب سے سوامی جی کی تعریف کی اور کہا حضور کو ضرور ملنا چاہیئے۔ مہاراج نے قصد جانے کا کیا مگر اتفاق سے کسی کی شرارت سے یا خود بخود وہاں پر تار برقی سرکاری مشتہر ہو گیا اس میں لکھا تھا کہ مہاراج اُن سے نہ ملنا چاہیئے وہ عیسائی ہیں۔ راجہ نے کہا کہ مہاراج اس میں کیا نقصان ہے ہم انگریزوں سے ملتے ہیں کیا اُن کے ملنے سے ہم عیسائی ہو جاتے ہیں۔ بہ مد نے کہا کہ یہ پجاری بھی ناراض ہو جائیں گے۔ اس پر مہاراج جانے سے رک گئے۔ جوتشی جی نے سوامی جی سے عرض کیا کہ اس طرح پر بہ مد نے مہاراج

کا دل بگاڑ۔ فرمایا کہ میں تو صرف پنتھوں کی بھلائی کے واسطے ملتا تھا ورنہ میرا کوئی ذاتی مطلب نہیں ہے جس کے لئے میں پرندہ بھی پھیلاتا تھا۔

شری بہت ٹھاکر فتح سنگھ جی صاحب دیوان راجہ صاحب ٹھاکر بھیم سنگھ جی اچرول کے سردار اسامی کے چھوٹے بھائی ٹھاکر رگھناتھ سنگھ جی اور بابو شری پرشاد وغیرہ بھی ویدک دھرم کی پرتیشٹھا کو آتے رہتے تین دن تک ٹھاکر بھیم سنگھ جی کی حویلی پر وید آدی ست شاستروں کے وشیوں پر ویاکھیان ہوئے جب لوگوں نے ایک رجسٹر لیا کہ دربار رتھیوں کو بلا لیا اور ان کو پرشن لکھ لکھ کر دیئے اور کہا کہ جاؤ سوامی جی سے اُتر لکھوا لاؤ سوامی جی کے پاس جا کر اُتر چاہتے تو سوامی جی کہتے کہ اگر یہ پرشن تمہارے ہیں تو ہم اُتر نہیں دیں گے ہمارے سنتوں سے ان کے اُتر پوچھ لو اگر وہاں شنکا باقی رہ جائے تو ہمارے پاس آنا اور اگر تمہارے گروؤں کے ہیں تو ہم اُتر دیں گے پوپوں نے ٹٹی کی اوٹ پر شکار مارنا چاہا پر خود سوامی جی ایسے دربار رتھیوں کے ساتھ اپنا مولیہ کیوں کھوتے تھے۔

سوامی جی نے ۷ جنوری ۱۸۸۱ء کو بیاوڑی سے بابو جیارام لال سبھا سد آریہ سماج لاہور کو حسب ذیل خط لکھا جس سے یہاں کا کچھ حال معلوم ہوتا ہے:۔

"آج آپ کا خط ہم کو بیاوڑی میں ملا بہت خوشی حاصل ہوئی ہم اجمیر سے بیاوڑی آئے تھے اور نو روز یہاں قیام کیا۔ اس عرصہ میں یہاں پر ٹھاکر فتح سنگھ صاحب و بابو شری پرشاد مہتمم چند ریاست وزیر اختیار و معزز شخص کپتان وغیرہ ہم سے ملے اور نہایت آنند رہا۔ مگر راجہ صاحب سے ملاقات نہیں کی گئی اور یہاں سے ہم ۲۴ دسمبر کو روانہ ہو کر بیاوڑی ضلع گوڑگانواں پہنچے اور ویاکھیان دیا۔ اب یہاں ویاکھیان پورا ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہم پرسوں بتاریخ ۹ جنوری ۱۸۸۱ء دہلی جا کر سبزی منڈی کے پاس بابو کسری لال کے باغ میں ٹھہریں گے اور جو کیفیت وہاں کی ہوگی سو تحریر ہوگی اور سب طرح سے خیریت ہے ہم بہت آنند میں سب سبھا سدوں کو نمستے۔ دیانند سرسوتی بیاوڑی ضلع گوڑگانواں ۷ جنوری ۱۸۸۱ء"

۴: سوامی جی کے قید ہونے کی افواہ: پنڈت ہردوار شرما سکھ پرچارک آریہ سماج فیروز آباد لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ بیاوڑی ضلع گوڑگانواں جاتے ہوئے دلی میں پنڈت بلدیو رام صاحب کالج کے ماسٹر ملے تھے اور سوامی جی کی بابت پوچھنے لگے کہ وہ آجکل کہاں ہیں پنڈت جی . . . . نے کہا کہ اجمیر میں تشریف رکھتے ہیں وہ بولے جیل پور کیوں نہیں گئے پنڈت جی نے کہا کہ ابھی چند روز ہوئے میرے پاس خط آیا تھا جہاں تک مجھے خبر ہے جے پور نہیں گئے انہوں نے پھر بھی اصرار کیا کہ شاید جے پور گئے ہوں۔ پنڈت جی نے کہا کہ آپ کو ان کے جے پور جانے کی کہاں سے خبر ملی ہے کہا کہ میرٹھ سے موتی لال گجراتی برہمن آئے ہوئے

اور یہ بات بیان کرتے ہیں انہوں نے تامل کیا۔ مگر جب پنڈت جی کالج پہنچے تو
کہا کہ ہم نے سنا ہے سوامی جی بجے پور میں قید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر انہیں بہت رنج
ہوا اور پنڈت بلدیو رام کے اشاروں سے گفتگو کرنے کا مطلب سمجھ میں آیا فوراً
مرنا مل گجراتی برہمن کو بلوایا یہ سوامی صاحب کو بخوبی جانتا تھا اس سے حال دریافت
کیا۔ اس نے کہا کہ بجے پور سے دو چار روز ہوئے ایک برہمن میرٹھ آیا اور تھیر والوں
کے ہاں ٹھیرا اس نے چشم دید بیان کیا کہ سوامی جی بجے پور تشریف لے گئے وہاں گرارہ
وغیرہ کے خلاف اپدیش دیئے راجہ کا بھائی ان دنوں انتقال کر چکا تھا اس لئے
راجہ کو یہاں سے کمال رنج ہوا اور سوامی جی کو معہ کل ہمراہیوں کے قید کر دیا۔
ہر چند لوگوں نے کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بات بہت معتبر طور پر بیان ہوئی
اس لئے پنڈت جی کو کمال تشویش پیدا ہوئی۔ اور اسی وقت انہوں نے ایک ٹیلیگرام
لالہ الیشر داس کو بمقام اجمیر دیا پانچ چھ گھنٹہ انتظار کر کے شام کو دوسرا ٹیلیگرام
دیا۔ کوئی جواب نہ آیا رات بمشکل کاٹی صبح کو جوابی ٹیلیگرام دیا۔ جواب آیا کہ سوامی جی
بجے پور تشریف لے گئے ہیں صرف دو پہر اور خیر کی صحت پر تقسیم ہونے لگا اسی وقت
دو بجے کے قریب سوامی جی کو بمقام بجے پور تار دیا گیا جس کا جواب سوامی جی
کی طرف سے شام کے قریب آیا کہ ہم خیریت سے ہیں قطعی اطمینان ہو گیا۔ بعد
تحقیقات کے معلوم ہوا کہ یہ خبر صرف بدمعاشوں نے اڑائی تھی۔ اس کے بعد جب
سوامی جی میرٹھ کو تشریف لائے ٹیلیگرام کے تار کے پہنچنے پر سمجھایا کہ کسی نے کوئی جھوٹی
خبر اڑائی ہے۔

۵ متفرق:۔ ہزاری لال پٹیل ساکن چھپرا ضلع بلند شہر ان دنوں بجے پور میں
اپنے رشتہ دار بابو بہری پرشاد کے پاس تھا۔ لالہ ہری پرشاد و بھگوانداس ساکن
بھوڑ و کنہیا لال ساکن جہانگیر آباد جیسے بھگوانداس کے خیال کو بالکل آریہ
ہو گئے اور بھی لوگ سماج کی ترقی کے خواہشمند تھے مگر سماج عمل میں نہ آ سکی۔
سوامی جی وہاں چار بجے آٹھ کر رفع حاجت ہو کر سیر کے واسطے کئی میل پیدل جایا کرتے
تھے ایک دن جوتشی جی نے کہا سواری سے جایا کیجئے تو فرمایا کہ ہم سے تو میرا
بیٹھا رہنا ہی بہتر ہوگا۔
لڑکوں کا دیا سوامی جی کو ایک دو ماہ ٹھیرانے کا تھا۔ مگر سوامی جی وہاں دو
ایک تاریخ بجے پور کے لوگ دن بھر سوامی کے پاس
بیٹھے رہتے جس سے ان کا وید بھاشیہ بنانے کا کام نہیں ہو سکا دس دن بار
رہے اور بہت تھوڑا کام ہوا۔ دوم سوامی جی کو ہر دوار کے میلہ پر جانا ضروری تھا
اس لئے بجے پور میں دس دن رہ کر رڑکی رہ کر۔

چھٹی فصل

ریواڑی کا حال

۲۴ دسمبر ۱۸۷۸ء سے ۹ جنوری ۱۸۷۹ء تک

۱- آمد و ڈیرا۔ راؤ یدھشٹر سنگھ صاحب راؤ تلارام جی ... سی گاؤں کے زمیندار تھے۔ دہلی کے دربار قیصری کے موقعہ پر سوامی جی کا اشتہار دیکھ کر ان سے ملے اور درشن اور بات چیت سے یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لاویں تو میں آپ کا اپدیش سننا چاہتا ہوں۔ سوامی جی نے فرمایا کہ اگر ہم آپ کو قائم مزاج دیکھینگے تو وید کے دھرم کی سکھشا ضرور دیں گے۔ بعد میں بہت عرصہ باہمی خط و کتابت ہوتی رہی آخر اس مراتب کا حد سے زیادہ ست دھرم کی تلاش میں اصرار دیکھ کر سوامی جی نے سنجے پور سے تار دیا کہ ہم ریواڑی آتے ہیں۔ راؤ صاحب نے بڑی خاطر و تواضع سے سوامی جی کو لانے چار آدمی سوامی جی کے ساتھ تھے اور شہر سے آدھ میل مشرق کی طرف ... کے باغ میں انہیں ٹھہرایا۔

۲- پرچار کا کام۔ شہر اور ریلوے اسٹیشن کے رستہ میں جو چھتریاں اور تالاب ہیں۔ ان میں سوامی جی نے لیکچر دیئے۔ نول کشور ... کھنڈن ... گائتری اور ... کا ... کھنڈن کیا۔ برہما اور اس کی بیٹی کی کتھا ... کی حقیقت سے تردید کر کے اس کا ست ارتھ بتلایا۔ پادریوں اور مسلمانوں کے بہشت کا کھنڈن کر کے وید کی مکتی کو ست دکھایا اور کہا کہ جب ہم ایک لڑکے ہندی سکھاتے ہیں ویسے ہی پادری بھی ہندی سیکھا کرتے ہیں۔ گائتری کے ویاکھیان سے ... فرمایا کہ ... ہم پر ناراض ہونگے اور دل میں کہتے ہونگے کہ یہ سب کے روبرو گائتری پڑھتا ہے۔ مگر یہ ان کی بھول ہے ... سب کے روبرو گائتری ... اور اس کا ... میں ... دکھلا دیا۔ کہ ہم اسی کی بدولت ست دھرم کا اپدیش کرتے ہیں۔ ورنہ ممکن نہیں تھا کہ ہم اس طرح اپدیش کر سکتے۔ شرادھ ... کوئی حقیقت مرتک شرادھ میں پہنچتا ہے اور دوسری چیز تو ہم ... گوشت خوری

کے حامی ہیں ان کو اپنے بزرگوں کا گوشت کھانا چاہئے مگر وہ نہیں کھاتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے اعمال سے سور کی سی مشابہت ہے مرزا صاحب نے بھی تو یہ کہا تھا پھر بھی دیا کھیان دیا جس میں انکا قول دانشمند کا ذکر کیا کہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور دیا کھیان دیا اس کا کہ نجات ہونا کثرت سے ہوتی ہے ایک دن کہ جگہ پر پکار کا ہو ایک کو بکری کی طرح جو پانی پیتی ہے اور جو پانی کو خراب کرکے آگے چلی جاتی ہے جو دوسرے پینے کی خرابی کے پیچھے ہیں انہیں سوچتے ہیں اور پانی کو گدلا بھی کر دیتے ہیں وغیرہ ۔

ایک دن راؤ صاحب سوامی جی کو اپنے مکان رامپورہ میں وجہ ان کی دار الامارت سے ریلوے کی سڑک پر فاصلہ ایک میل لے گئے وہاں ایک دیسی پادری سے بات چیت بھی ہوئی ۔

کل گیارہ تکبیر سے حاضرین تھے ۔ سو سے سات سو تک ہوا کرتے تھے ان کے سامنے کسی پنڈت کو تاب مقابلہ نہ ہوئی ۔ مگر ان کے چلے جانے کے بعد یہ لوگ شرارت کرنے لگے ۔

۳ یہاں سے پھر جالندھر ۔ راؤ صاحب نے دور دور سے اپنی برادری کے لوگ دیا کھیانوں کے سننے کے لئے بلائے ۔ جس سے ان لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا ۔ ایسا نہیں کہ نا بت ہے ابھی تک اکثر صاحب جو وہاں موجود تھے بپورا پی لو دیا کے خیال اب تک بالکل نہیں ۔ راؤ مان سنگھ اور ان کے بھائی راؤ لعل سنگھ صدق دل سے آریہ ہو گئے ۔ گو سوامی جی کا یہ شاید بھی روز دیا کھیان سن کر بہت متاثر ہوئے اس کے بعد بھی یہاں برابر آریہ دھرم کا چرچا ہوتا رہا اور بعد میں آریہ سماج بھی قائم ہوئی جب راؤ جھنڈ سنگھ جی کی والدہ صاحبہ فوت ہوئیں تو سب متعلقین سوامی جی کے ویدک مت کے مطابق بالکل نہیں کر دیا اور اکثر رسوم ویدک مت ادا کیں اور اپنے مرنے پر بھی انہوں نے مرتے وقت سنسکار ویدک کرنے کی آگیا دی تھی مگر نہ ہو سکا وہ ۱۱ فروری ۱۸۹۵ء کو سورگباش ہو گئے ۔

۴ ۔ مباحثے وغیرہ ۔ سوامی جی ۔ آٹھ دن دیا کھیان دے چکے تھے کہ پنڈت رام سہائے ترک اور رام سیوک پنڈت گجراتی نے مل کر ان کو خط لکھا کہ آپ ہنومان جی کے مندر میں پہنچ جائیں ۔ وہاں ہمارا اور آپ کا سبھا شن ہو گا ۔ سوامی جی نے زبانی اتر بھیجا کہ ہم سے ہنومان جی کے مندر میں آ کر کوئی ہنومان نہیں بنتا ہے تم کو جو کچھ پوچھنا ہے ۔ یہاں پنڈت اور دوسرے لوگ نہیں آئے ۔

گنگا پرشاد ڈھوسر نے ۔ ایک دن سوامی جی سے کہا کہ مہاراج ! بریہماچاری کے بارہ میں پنڈت لوگ کہتے ہیں کہ اس سے برہمن کے سی کی اس کا ادھیکار نہیں ہے اس میں آپ کی کیا رائے ہے ۔ فرمایا برہمن چھتری ۔ ویش تینوں ورنوں کے واسطے گائتری اور سندھیا کرنی ضروری ہے اور ایک ہی گائتری سب کے واسطے ہے تم سیکھو ہم کو تشریف

کریں گے چنانچہ سوامی جی نے ایک پنڈت پنچ مہایگ ودھی بلاقیمت اس کو دی اور برہم گایتری یاد کرا دی دوسرے روز جب اس سے سنی تو اچارن درست نہیں تھا تب ایک گھنٹہ تک اچارن شدھ کرایا شہر کے برہمنوں نے اسے کہا کہ یہ برہم گایتری نہیں اس نے جا کر سوامی جی کو کہا اور عرض کی کہ مہاراج آپ سے میں نے اور کوئی چیز نہیں مانگی تھی صرف برہم گایتری سیکھنا چاہا تھا آپ نے مجھے کیا سکھا دیا کیونکہ پنڈت لوگ کہتے ہیں کہ یہ برہم گایتری نہیں۔ سوامی جی نے ہنس کر کہا کہ جو کوئی کہے یہ برہم گایتری نہیں ہے اسے کہنا کہ سوامی جی تم کو بلاتے ہیں وہاں چلو۔ دوسرے روز ان کے روبرو پڑھ ور پڑھنے لگا نارو منہ پھوکے اس نے اگر ایسا ہی کہا مگر کوئی اس کے ساتھ نہ گیا۔ ایک آدمی نے ان کو کہا کہ ان کے پڑھنے سے پاپ ہوتا ہے سوامی جی نے اسے جواب دیا کہ جو پاپ ہو وہ مجھ کو اور جو پن ہے وہ تجھ کو یہاں کوئی پنڈت ان کے مقابلہ میں نہ آیا۔

ایک سادھو نے کہا کہ میں برہم چاری ہوں اول تو خاموش رہے پھر کہا کہ ایشور نے سورج۔ چاند۔ زمین وغیرہ کو بنایا لوک پاتھ پھیر زمین اور ہوا میں معلق رہتے کے اگر ہم کو بتلا دے تو ہم تجھ کو برہم چاری مانیں سب لوگ ہنس پڑے اور وہ خاموش ہو گیا۔

۵ متفرق:- یہاں پر ایک دن سوامی جی کے پاس ایک چٹھی اس مضمون کی آئی کہ مجھ کو مخالفوں نے یقین کرا دیا تھا کہ سوامی جی مر گئے ہیں بڑا افسوس کا امر تھا مگر اب جو سنا کہ آپ زندہ ہیں مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ سوامی جی نے فرمایا کہ دیکھو حضرت لوگ کتنی شرارت کرتے ہیں۔ پھر ان کو تسلی بخش خط لکھ دیا۔

یہاں سے ۹ جنوری ۱۸۸۰ء کو سواری ریل دہلی کو چلے گئے راؤ صاحب نے نہایت عزت و تعظیم سے رخصت کیا تھا۔

باب سوم

ممالک مغربی و شمالی نمبر ۲

پہلی فصل ہردوار کا سفر (چند مقام)

۱۰ تا ۱۵ جنوری ۱۸۸۰ء

۱- دہلی:- ۹ کو ریواڑی سے سوار ہو کر اسی دن دہلی پہنچ کر کابلی دروازہ سبزی منڈی کے پاس بالمکند رکشور چند کے موتی باغ میں نواس کیا ۹ سے ۱۱ تک کوئی دیاکھیان

تھیں بابو لوگ ڈیرہ پر آتے رہتے تھے انہیں ست اپدیش فرماتے رہے ۱۲ جنوری ۱۸۸۰ء کو پہلا بیاکھیان دیا اس دفعہ صرف دو ہی بیاکھیان دئے ۔ بعد ازاں میرٹھ تشریف لے گئے ۔

۳۔ میرٹھ ۔ سوامی جی ۱۶ جنوری کو یہاں پہنچے ۔ متفرق طور پر بات لاپ ہوتا رہا ۔ دیوانڑی کے ایک پنڈت جگن ناتھ جی سوامی جی کو یہاں ملے ۔ تب سوامی جی نے کہا کہ تم بھی پنڈتوں میں پگ اڑانے کی غرض سے آئے ہو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ بھی دیانند سوامی سے سنسکرت بول آئے ہیں تم ابھی جا کر پڑھو ۔

ماگھ بدی سمت ۱۹۳۶ مطابق ۲۴ جنوری ۱۸۸۰ء کو سوامی جی نے جیٹھ فیض پریس میرٹھ میں اشتہار چھپوانے کے واسطے دئے اور وہاں سے کئی ہزار کاپی چھپوا کر پورے انتظام کے ساتھ روانہ سہارنپور ہوئے ۔

۴۔ سہارنپور ۔ یہاں کنہیا لال کے شوالہ میں اترے ۔ دو لکچر دئے ۔ مسٹر پالی نے جو ریلوے ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے سوامی جی سے گفتگو کی جس کا انہوں نے تسلی بخش جواب دئے اس مرتبہ بہت سے جینی بھی سوامی جی سے ملنے کے لئے آئے خصوصاً جینیوں کے پنڈت متھرا داس اور لالہ شگن چند جی بھی آئے مگر کوئی سوال کسی نے نہیں کیا اس مرتبہ سوامی جی نے ان پر یہ سوال بھی کیا کہ جینی ظاہری جیو رکھشا کرتے ہیں ایسی ان کی کتابوں سے ظاہر نہیں ہوتی ۔

۴۔ روڑکی ۔ سہارنپور سے بسواری ریل کاٹ روڑکی میں تشریف لائے اور صرف ایک روز قیام فرمایا کوئی بیاکھیان نہیں ہوا ۔

۵۔ جوالاپور ۔ بتاریخ ۴ فروری ۱۸۸۰ء کو بسواری رتھ جوالاپور میں سوشوبھت ہوئے کانگڑی میں بھیم وغیرہ آئے ۔ مولا مستری ساکن جوالاپور کے باغ کے بنگلہ پر ڈیرہ کیا اور برابر ست دھرم کا اپدیش دیتے رہے ۔

راؤ عزیز خان رئیس جوالاپور ۔ سوامی جی سے ۵ ۔ ۶ دفعہ ملے اور مذہب حق کی بابت ان سے پوچھا سوامی جی نے معقول جواب دئے جس سے ان کی اچھی طرح تسلی ہو گئی ۔ راؤ صاحب نے کہا کہ جیو رکھشا ہو کر گئو رکھشا کیا سبب ابھی سے سوامی جی نے کہا کہ نہیں گئو رکھشا میں بہت زیادہ فائدے ہیں اس واسطے گئو رکھشا کی ضرورت ہے روزمرہ کے غسل پر اعتراض کیا کہ ہندوؤں نے کیوں تیرتھ رکھا ہے فرمایا کہ ایسا قیام نہیں ہے بال حکمت کے رو سے نہانے میں بہت فائدے ہیں چنانچہ معقول دلائل سے سمجھایا کہ روز غسل صحت کے لئے نہانا بہت ضروری ہے راؤ صاحب نے سوامی جی کی باتیں تمام تر معقول پائیں اور ان سے متفق ہوئے اور چونکہ وہ حکیم تھے اور سوامی جی نے حکمت کے رو سے گوشت کے نقصان بتلائے اس لئے گوشت کھانا بھی چھوڑ دیا اور اقرار کیا کہ حتی الوسع اور مسلمان بھائیوں کو بھی گئو رکھشا کی ہدایت

اور گوشت خوری کی ممانعت ذہن نشین کرانا چاہونگا ۔

دوسری فصل

میلہ کمبھ ہردوار ۱۸۷۹ء

پھاگن بدی ۹ سمت ۱۹۳۵ بکرمی سے ۱۵ سمت ۱۹۳۶ (۲۰ فروری تا ... اپریل ۱۸۷۹ء)

۱- ڈیرا ۔ ۲۰ فروری ۱۸۷۹ء پنجشنبہ پھاگن سدی ۳ سمت ۱۹۳۵ کو جوالاپور سے ہردوار میں جا کر شرون ناتھ کے باغ اور مندر کی چھاؤنیوں کے سامنے بچانے کے پار مولا ستری کے کھیت میں کلکٹر صاحب کے ڈیرہ کے قریب رونق افروز ہوئے تھے اور پاکھنڈ کا ... انتظام فرما کر کام میں ... سوامی جی کی تشریف آوری کی شہرت سنکر کئی آریہ صاحبان بھی یہاں آگئے میرٹھ کے رئیس لالہ رام سرن داس جی ۔ چودھری ... لال زمیندار مراد آباد کے منشی اندرمن صاحب رئیس ۔ رڑکی کے پنڈت ... سنگھ جی سکرٹری آریہ سماج ... سنگھ جی رئیس ۔ ماسٹر شنکر لال جی ۔ سہارنپور کے ماسٹر جمیعت رائے جی وغیرہ سب سوامی جی کے ڈیرہ پر ٹھہرے تھے ۔

سوامی جی کی نسبت ہردوار سے بہت سی چھوٹی خبریں آتی تھیں کئی ایک طالب علم گورنمنٹ مشن سکول سہارنپور سے اُن باتوں کی دریافت کے لئے ہردوار دو ہفتہ پیشتر آئے اور سوامی جی کے پاس ایک مکان میں ٹھہرے سوامی جی نے بہت سے چھپر کے مکان ڈلوائے تھے ۔ لالہ کرپا رام ڈاک خانہ ... لالہ ... ماسٹر مشن سکول سہارنپور اور لالہ منولال ملازم ... پنجاب دہلی ریلوے لالہ ... سا کن قصبہ ... ضلع مظفرنگر ۔ ایک چودھری رئیس گوجر ... میرٹھ ... گرو اندرمن اکھیانند ناتھ جی ۔ پنڈت بھیم سین جی ۔ ... جی ۔ لالہ ... رام ... لال وغیرہ ... آریہ لوگ باہر سے تشریف لائے ہوئے تھے ۔ ... لوگ جنہوں نے سارے ... آریہ سماج کی ... سن کر ... کی ... ہوتی ۔ یہاں کا کام دیکھ کر بڑا تعجب کرتے ۔ یہاں ... بھائیوں کا ... نہایت ... نے تھے کا ... ادا کرتے ... رہتا ۔ ... کرتا تھا ۔ وہاں سوامی جی کی شکل اور ان کی ... بھی گفتگو دلوں پر عجیب ہی فتح حاصل کرتی ۔

ओं नमः सर्वशक्तिमते परमेश्वराय
विज्ञापनपत्रमिदम् ॥

सब सज्जन लोगों को विदित हो कि पंडित स्वामी दयानन्द सरस्वती जी महाराज विक्रमादित्य के सं० १९२४ का० शु० ६ गुरुवार को हरिद्वार में आकर श्रवणनाथ के बाग में पास निर्मलों की छावनी के सामने सप्त स्रोत के पार मूला मिस्त्री के खेतों में ठहरे हैं जो महाशय मनुष्य उन स्वामी जी से संभाषण करके लाभ उठाना चाहें वे पूर्वोक्त स्थान पर उपस्थित होकर सभ्यता और प्रीति पूर्वक वार्त्ता लाभ करें

सब सज्जनों के लिये वेदोक्त उपदेश

ऐसा कौन मनुष्य होगा जो अपना, अपने बन्धु वर्गों का हित और परमेश्वर की आज्ञा का पालन करना न चाहे। क्या कोई ऐसा भी मनुष्य है जो परस्पर मित्रता सदुपदेश, प्रीति, धर्मानुष्ठान, विद्या की वृद्धि दुष्टकाम और आलस्य के त्याग श्रेष्ठ कामों के सेवन परोपकार और पुरुषार्थ के बिना सर्व हित कर सके और ईश्वर प्रतिपादित वेदों के अनुसार आचरण किये बिना सुख को प्राप्त हो सके इसलिये आर्यों के इस महा समुदाय मेले में मन्त्रों के द्वारा सब सज्जन मनुष्यों के हित के लिये ईश्वर की आज्ञा का प्रकाश संक्षेप से किया जाता है जिसको सब मनुष्य सेव सुन और विचार कर ग्रहण करें और इस मेले में तन, मन और धन से आने के सत्य सुखरूप फलों को प्राप्त हों और अपने मनुष्य देह रूप वृक्ष के धर्म अर्थ काम और मोक्ष रूपी चार फलों को पाकर जन्म सुफल करें और अपने सहचारी लोगों को भी उक्त फलों की प्राप्ति होवें इस विषय में नीचे लिखे वेद मन्त्रों का प्रमाण देख लीजिये

मन्त्र ओ३म्। विश्वानि देव सवितर्दुरितानि परा सुव। यद्भद्रं तन्न आसुव ॥ १ ॥ ऋ० मं० ५ सू० ८ उत त्वः पश्यन्न ददर्श वाचमुत त्वः शृण्वन्न शृणोत्येनाम् ... उतो त्वस्मै तन्वं विसस्रे जायेव पत्य उशती सुवासाः ... उत त्वं सख्ये स्थिरपीतमाहुर्नैनं हिन्वन्त्यपि वाजिनेषु। अधेन्वा चरति माययैष वाचं शुश्रुवाँ अफलामपुष्पाम् ॥ २ ॥ यस्तित्याज सचिविदं सखायं न तस्य वाच्यपि भागो अस्ति। यदीं शृणोत्यलकं शृणोति नहि प्रवेद सुकृतस्य पन्थाम् ॥ ५ ॥ सर्वेनन्दन्ति यशसागतेन सभासाहेन स-

स्याम सखायः । किल्बिषस्पृत्पितुषणिर्ह्येषामरं हितो भवति वा-
जिनाय ॥ ५ ॥ सक्तुमिव तितउना पुनन्तो यत्र धीरा मनसा वाचम-
क्रत । अत्रा सखायः सख्यानि जानते भद्रैषां लक्ष्मीर्निहिताधि
वाचि ॥ ६ ॥ ऋ० मं० १० । सू० ७१ मन्त्र ५।६ ॥ १०॥२ सह नाववतु सह
नौ भुनक्तु सह वीर्यं करवावहै । तेजस्वि नावधीतमस्तु मा विद्विषा-
वहै ॥ ओ३म् ॥ शान्तिः शान्तिः शान्तिः ॥ तैत्तिरीयारण्यके प्र० ९
अनु० १ । **इन मंत्रों के अर्थ** सब मनुष्य इस प्रकार ईश्वर-
की प्रार्थना करें कि हे (देव) सब सुखों के देने और (सवितः) सब जग-
त की उत्पत्ति और धारण करने वाले परमेश्वर आप कृपा करके
(नः) हमारे जितने (विश्वानि) सब (दुरितानि) दुष्ट कर्म और दुः-
ख हैं उन सब को (परासुव) दूर कीजिये और (यत्) जो (भद्रम्) शु-
भकर्म और नित्य सुख हैं उन को हमारे लिये सदा प्राप्त कीजिये ।
१। परमात्मा ऐसे धार्मिक मनुष्यों को वेद और अन्तर्यामी पन से उ-
पदेश करता है कि जो अविद्वान् मनुष्य (अपुष्पाम्) साधन रूप पुष्पों
और (अफलाम्) अर्थ काम और मोक्ष रूपी फलों से रहित (वाचम्)
अर्थ ज्ञान के बिना वाणी को (शुश्रुवान्) सुनकर (एषः) यह पुरुष
(अधेन्वा) सुशिक्षा शब्द अर्थ और संबंध के बोध रहित वाणी और
(मायया) छल कपटादि बुरे कामों से युक्त होकर (चरति) चलता है
जिसको अज्ञानी (आहुः) विद्वान लोग कहते हैं (उत) जिसको कु-
छ भी सुख (न) नहीं प्राप्त होता और सो आप विद्वान होकर (एनम्)
इस विद्यारहित मनुष्यों को (स्थिरपीतम्) दृढ़ विद्यायुक्त करके (हिन्व-
ति) बढ़ाते (त्वम्) उसको (सख्ये) वैर विरोध छुड़ाकर मित्र होने के
लिये प्राप्त करते (अपि) और उसको (वाजिनेषु) अति श्रेष्ठ गुण क-
र्म युक्त करके सुखी कर देते हैं वे मनुष्य धन्य हैं ।२। इससे विरुद्ध
(यः) जो मनुष्य (सचिविदम्) सबसे प्रीति प्रेम भाव से सबको सुख
प्राप्त कराने वाले (सखायम्) सर्वहितकारी मित्रों को (तित्याज)
छोड़ देता है अर्थात औरों से मित्र भाव नहीं रखता (तस्य) उस-
का (वाचि) सुशिक्षित विद्या की वाणी में (अपि) कुछ भाग
अंश (नास्ति) नहीं है अर्थात वह भाग्यहीन पुरुष और
(यत्) जो कुछ वह विद्वानों वा अविद्वानों के मुख से (ईम्)

शब्द को (शृणोति) सुनता है सो सब (अलकम्) अर्थ प्रयोजन रहित (शृणोति) सुनता है अर्थात वह विद्या और ज्ञान के बिना अर्थ का अनर्थ और अनर्थ का अर्थ समझ कर (सुकृतस्य) धर्म के (पन्थां) मार्ग को (नहि प्रवेद) कभी नहीं जान सकता। और जो आप सब का मित्र और सब को अपने मित्र समझ के सत्य से सब का उपकार करता है वही धर्म के मार्ग को जान कर आप उस में चल और सब को चला के धन्यवाद के योग्य होता है ॥३॥ इन का ऐसा . . . होना चाहिये जो मनुष्य (वाजिनाय) विद्यादि शुभ गुण प्राप्ति करने और कराने के लिये (किल्बिषस्पृत्) पाप का सेवन कराने हारा (पितुषणिः) स्वार्थी (भवति) होता है वह सुख को कभी प्राप्त नहीं होता और जो (हि) निश्चय करके (एषां) इन मनुष्यादि वर्त्तमान जीवों का (अरं हितः) अत्यन्त हितकारी है उस (यशसा) कीर्त्तिमान् (सभासाहेन) सभा का भार उठाने और सभा की उन्नति करने (आगतेन) सब प्रकार से प्राप्त होने वाले (सख्या) मित्र के साथ (सखायः) मित्र भाव रखते हैं वे (सर्वे) सब लोग (नन्दन्ति) परस्पर सदा आनंद युक्त रहते हैं ॥४॥ जहां ऐसे मनुष्य होते हैं वहां दुःख का क्या काम है। (सक्तुमिव) जैसे सत्तू को (तितउना) चलनी से छान कर सार असार को अलग अलग करके शुद्ध कर लेते हैं, वैसे (यत्र) जिस देश जिस समुदाय जिस सभा में (धीराः) धार्मिक विद्वान् लोग (मनसा) विज्ञान और प्रीति से (वाचम्) वाणी को सुशिक्षित और विद्यायुक्त करके सत्य का सेवन और असत्य का त्याग करने के लिये (सखायः) परस्पर सुहृद् होकर (सख्यानि) मित्रों के कर्म और भावों को (जानते) जानते और जनाते हैं। (अत्र) इसमें वर्त्तमान होनेवाले (एषां) मनुष्यों ही को (वाचि) प्रिय वाणी में (भद्रा) कल्याण और सुख करने वाली (लक्ष्मी) विद्या शोभा और चक्रवर्त्ती राज्य की श्री (निहिता) सदा स्थित रहती है और जो एक दूसरे के साथ सुख करने में निश्चित नहीं होते उनको दरिद्रता घेर कर सदा दुःख देती रहती है

॥५॥ इसलिये हे मनुष्य लोगो तुम ऐसा समझ के इस आगे

लिये विद्यालत को तरा करते रहिये। [सहनावबतु] हम लोग परस्पर एक दूसरे की रक्षा सदा करते [सहनौभुनक्तु] एक दूसरे के साथ विरोध छोड़कर आनंद भोगते। [सहवीर्य्यं करवावहै] और एक दूसरे का बल पराक्रम विद्या और सुख को बढ़ाते रहें और [तेजस्विनावधीतमस्तु] हमारे बीच में विद्या का पठन पाठन [तेजस्वि] अत्यंत प्रकाश युक्त है [माविद्विषावहै] और हम लोग आपस में वैर विरोध कभी न करें। इस प्रकार चाल चलन शुद्ध करने से [ओ३म् शान्तिः शान्तिः शान्तिः॥

जो हमारे [आध्यात्मिक] शरीर को पीड़ा [आधिभौतिक] शत्रु आदि से पराजय आदि क्लेश का होना, [आधिदैविक] अर्थात् अतिवर्षा होने न होने आदि और मन आदि इंद्रियों की चंचलता से तीन प्रकार का दुःख होता है यह कभी उत्पन्न नहीं किंतु सदा सब सुख बढ़ते रहते हैं। ६५ विचारना चाहिये॥ हे मनुष्य लोगो! ऊपर लिखी व्यवस्था पर आत्मा में ध्यान देकर देखो कि परमेश्वर ने वेद द्वारा हम सब मनुष्यों को सुखी होने के लिये कैसा सत्योपदेश किया है कि जिस में चलने से अपने लोगों में सब दुःखों का नाश और सत्य सुखों की वृद्धि बनी रहे क्या तुमने नहीं सुना है कि अपने पुरुष ब्रह्मा से लेकर जैमिनी पर्य्यंत महर्षि और स्वायंभव से ले के महाराजे युधिष्ठिर पर्य्यंत राजर्षि लोग वेदोक्त धर्म के अनुकूल चल के कैसे र बड़े विद्या और चक्रवर्त्ति राज्य के असंख्यात सुखों को भोगते विमान आदि सवारियों में बैठते सर्वत्र विद्या और धर्म को फैला कर सदा आनंद में रहते थे यह बड़े आश्चर्य्य की बात है कि पृथ्वी, जल, अग्नि, वायु, आकाश सूर्य्य, चंद्रमा, वर्ष, अयन, ऋतु, मास, पक्ष, दिन, रात, प्रहर, मुहूर्त घड़ी पल तारा आंख नाक कान आदि शरीर औषधी वनस्पति खाना पीना आदि व्यवहार ज्यों के त्यों बने हैं और हम आर्य्यों का हाल क्यों बदल गया॥

दूल गया। हे मनुष्यो ! आप लोग अत्यन्त विचार करके देखो कि जिस का फल दुःख वह धर्म और जिसका फल सुख वह अधर्म कभी हो सकता है। अपना हाल अन्यथा होने का यही कारण है कि जिसको ऊपर लिख चुके वेद विरुद्ध चलना और उस प्राचीन अवस्था की प्राप्ति कराने वाला कारण वेदों के अनुकूल चलना है और वह चाल चलन यह है कि जैसा आर्यावर्त्त वासी आर्य-लोग आर्य समाजों के सभासद करते और कराना चाहते हैं, कि संस्कृत विद्या के जानने वाले स्वदेशियों की बढ़ती के अभिलाषी परोपकार की निष्कपट होके सबको सत्य विद्या देने की इच्छा यु-क्त धार्मिक विद्वानों की उपदेशक मंडली और वेदादि सत्य शा-स्त्रों के पढ़ने के लिये पाठशाला किया चाहते हैं। इसमें जिस कि-सी आर्य की योग्यता हो वह अपने अभिप्राय को प्रसिद्ध करके इस परोपकारक महोत्तम कार्य में प्रवृत्त हो इसी से मनुष्यों की शीघ्र उन्नति हो सकती है मैं निश्चित जानता हूं कि इस बात को सु-नके सब भद्र लोग स्वीकार करके आर्योन्नति करने में तन मन ध-न से प्रवृत्त होंगे निःसंदेह॥

भूतरामाङ्कचन्द्रेऽब्दे माघमासासितेदले
अमायां बुधवारेवै पत्रमेतदलेखिषम्॥१॥

اس اشتہار کے لگنے ہی سارے میلے میں عجیب و غریب چرچا ہوا۔ کیا سادھو کیا گرہستی سب پڑھتے تھے سوامی جی کا ساتھ اور کئی لوگ لوگوں کو ان کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ مگر پنڈت بھی پڑھے تھے۔ لیکن کئی ودوان اور عام بے تعصب لوگ سوامی جی کی ہمت اور راست گوئی کی داد دیتے ان کے دل میں کسی طرح کی شنکائیں رہ گئیں۔ لیکن آخر مان اور کمائی کی کے نقصان کے ڈر کے مارے ان کو سچ کہنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ میلے کے دوران میں ویدک دھرم کا جس قدر شدومد تمام فرقوں میں ہوا اور سوامی جی نے جو بیان کیا اس کا مفصل بیان تحریر میں آ نہیں سکتا ہے تاہم آگے چند واقعات کا بیان دیا جاتا ہے۔

۴۔ پرچار کا کام۔ سوامی جی کا کام تمام سادھوؤں سے نرالی طرز کا اور فی زمانہ ایک عجوبہ طرز کا تھا۔ اس جنگ ساڑھے میلہ میں خوب دھوم تھی۔ سوامی جی علے الصبح سب ضروریات سے فارغ ہو کر قریب ۶ بجے کے بیٹھ جاتے اور مختلف مقامات سے باہر کے آدمی خصوصاً پنڈت لوگ گرد و نواح کے آنے شروع ہو جاتے۔ اور مختلف وشیوں پر مباحثہ ہوتا۔ مگر کوئی آدمی بغیر تسکین کے نہ جاتا تھا۔ یہ مباحثہ ۱۱ بجے تک رہتا اور بعض دن ۱۲ بجے تک۔ بڑے بڑے نامی پنڈت بھی مختلف جگہ کے آتے اور مختلف منتروں کے معنی پر بحث و مباحثہ ہوتا۔ اکثر مختلف کتابوں کے مقولوں پر بھی بحث ہوتی۔ تین پنڈت بہت مشہور و معروف ندیا شانتی سے آئے۔ انہوں نے بڑے معقول طور سے برابر چار روز تک ۶ بجے سے ۱۱ بجے تک مباحثہ کیا۔ اکثر یجروید اور اتھروید کے منتروں کے معنی پر بحث ہوئی۔ آخر روز انہوں نے اقرار کیا کہ ہم فی الواقعہ ان میں سے بہت منتروں کے معنی نہیں سمجھے تھے۔ جن کو اب ہم سوامی جی کے فرمانے سے بخوبی سمجھ گئے ہیں۔ بیشک یہی ارتھ صحیح ہیں۔ اس کے بعد وہ آٹھ دس روز تک آتے رہے۔ مگر پھر کبھی مباحثہ نہیں ہوا۔ ہاں بعض بعض معاملہ میں بروقت شک ہونے کے وہ سوامی جی سے رائے لیا کرتے تھے۔

پھر ایک بجے سے پانچ بجے تک سبھا ہوتی تھی۔ جس میں ہر مذہب یا متھ کے لوگ آتے تھے۔ غرض ایسا حال رہتا تھا۔ جیسے صبح کے وقت لوگوں کی بھیڑ بھاڑ گنگا میں نہانے کی ہوتی تھی۔ اسی قدر تیسرے پہر سوامی جی کے استھان پر ہوا کرتی تھی۔ بہت سے سنیاسی اور دیگر متھ کے سادھو آکر سوال بھی کیا کرتے تھے۔ جن کا جواب سبھا کی سماپتی پر دیا جاتا تھا۔ شام کو ۷ بجے سے ۹ بجے تک جو سماجک پنڈت اور سوامی جی کے سشش تھے۔ ان کا آپس میں مختلف شاستری وشیوں پر سوامی جی کے سامنے شاستر ارتھ ہوا کرتا تھا۔ اور سوامی جی مدھیست ہوتے تھے۔ لکچروں میں ایشور ویدانت مت۔ مورتی پوجا۔ نوین مت اور متھ۔ تیرتھ یاترا کا مہاتم۔ گورو کے لیے گدی قائم ہونا سب وشیوں کا کھنڈن ہوا۔ یہ بھی ثبوت ہوا کہ صرف سنیاس ہی مت ہے۔ اب اس کے جتنے اور فرقے ہیں۔ جھوٹے اور بے فائدہ ہیں۔

تین لیکچر جوتش کے بطلان اور اس کے کھنڈن پر دئے۔ اور ایک یوگ شاستر کے وشے پر دیا۔ اور ایک اس بات پر دیا کہ چھ شاستر مختلف نہیں۔ ایک ہی مت کو پرتپادن کرتے ہیں۔ یہ لیکچر چار روز تک رہا۔ اور ایک لیکچر نانک مت کے کھنڈن پر دیا ایک بار گوتم اہلیا کی کہانی کے بھی ارتھ کئے تھے۔ کہ گوتم چندرماں کا بسبب جلد چلنے کے نام ہے۔ اور اہلیا رات کو اور اندر سورج کو کہتے ہیں۔ ساتھ ہی رام چندر کے چرن چھونے سے اہلیا کی موکش کا کھنڈن کیا۔

سوامی جی کا سارا دن اپدیش میں صرف ہوتا تھا۔ پنڈت لوگ دُور سے لاف مارا کرتے تھے۔ مگر سامنے کوئی نہ آتا تھا۔

۴۔ سوامی جی کی بیماری :۔ میلہ میں باوجود زیادہ احتیاط کے بھی سوامی جی بیمار ہو گئے۔ اور بدہضمی سے اسہال شروع ہو گئے جنہوں نے بہت تکلیف دی۔ مگر شیر مرد کی طرح اکیلے ہی برابر دھارمک اُتساہ سے لگاتار اُپدیش کرتے رہے۔ کسی پرکار کا ہرج کام میں ہونے نہیں دیا۔

سوامی جی کے ذیل کے خطوط سے اور حالات کے علاوہ اُن کی علالت طبع کا بھی پتہ چلتا ہے۔ سوامی جی اپنے خطوط میں لکھتے ہیں :۔ "ہم کو پندرہ دن سے دست آتے ہیں دن بھر میں دس بارہ۔ اب دو تین دن سے آرام ہے۔ لیکن کمزوری بہت ہے۔ سو یہاں سے ۲۴ تاریخ کو ڈیرہ دون کے پہاڑ کو جاوینگے۔ وہاں سے بمبئی آنے کے لئے بندوبست کریں گے۔ جب شریر اچھا ہوگا۔ سو تم نے امریکہ والوں سے کہہ دینا اُن کو سمجھا دو کہ ہمارا شریر جیٹھ تک اچھا دست کم میں اچھا بھی نہیں ہوگا۔ اور اس گرمی کے وقتوں میں ریل میں بھی بڑی گرمی ہوگی۔ سو آٹھ دن کے جانے اور آٹھ دن کے آنے میں بڑی تکلیف ہوگی اور دیہہ کو بڑا دُکھ ہوگا۔ تم ان کی اچھی طرح تسلی کر دینا۔ کہ ہم ضرور آوینگے۔ جس دن ہماری دیہہ کو آرام ہوگا۔ اور ہم کو بڑا رنج ہے۔ کہ امریکہ والے ایسے سمے میں آئے ہیں۔ جس میں ہمارا اُن سے جلدی ملاپ نہیں ہو سکتا"

چیت شکل ۱۱ ۔ ۲۰ اپریل ۱۸۷۹ء ۔ دیانند سرسوتی از ہردوار

"دولاکھ کے قریب بیراگی و سنیاسی وغیرہ آئے ہیں۔ میلہ کے بند ہونے کی خبر ہے ہیضہ سے ۵ آدمی تین دن میں مر گئے ہیں۔" چیتر سُدی مالپ ۔ ۷ مارچ ۱۸۷۹ء۔ ہردوار

"تمہارے جانے کے پیچھے ہمارا شریر اچھا نہیں رہا۔ اور تقات ۴۰ سے ۶۰ اور کبھی کبھی ادھک دست ہوتے تھے۔ اس سبب شریر اتی دُربل ہو گیا۔ وچار تھا کہ شریر اچھا رہتا۔ تو ہم ہردوار سے ہی بمبئی کو اوشیہ آتے۔ پرنتو اب یہاں سے ڈیرہ دون جانے کا وچار ہے سو وہاں جا کر تھوڑے دنوں میں شریر اچھا ہو جائیگا۔ تب آنے کے وشے میں لکھیں گے سو تم نے امریکہ والوں سے کے پاس ہمارا لکھتے کہنا۔ اور کسی پرکار کا سوچ وچار وے لوگ نہ کریں۔ کیونکہ بمبئی میں آکر اُن لوگوں سے ہم اوشیہ ملیں گے منشی اندرمن جی بھی یہاں ہمارے پاس آکر ٹھہرے ہیں۔ اور میلہ بھی کچھ وشیش نہیں جُڑا ہے۔"

بھادوں سُدی ۴ سمت ۱۹۳۶ ۔ ہردوار دیانند سرسوتی

"امریکہ والوں سے اتی پریم سے ہمارا نمسکار کہنا اور اُن سے کُشل پوچھنا کہ ناسود آدی کے سماج میں آپ لوگوں کے لئے تیاری کر چکے ہیں۔ وہاں کب تک جا دیں گے۔ اور انہوں نے سنسکرت پڑھنے کا آرمبھ کیا ہے یا نہیں۔ اور جو کچھ وے ہمارے وشے

میں کیا کریں۔ سو لکھ دیا کرنا۔ اور ہم نہیں لکھیں تو بھی ان کی کشلتا آدمی سے بھیجتے رہا کریں۔ یہاں میلہ اب تک سادھوؤں کا ہی ہے۔ گرہست لوگ تو کم آئے ہیں۔ ہم نے ایک چٹھی کرنیل الکاٹ صاحب کو ۳۰ تاریخ کو اور لکھ دیا ہے۔ تم نے اُن سے جواب لکھا یا نا۔ اور شیام لال کھنّہ کو بھیجئے" ۲۲ مارچ ۱۸۷۹ء چیتر سُدی ۴ سمت ۱۹۳۶ ہردوار۔ دیانند سرسوتی

"ہردوار میں اُنکا جل اور سورن راج ہم کو نہیں ملے۔ رام گڈھ سے بھی بہت سے بھی لوگ پہنچ گئے۔ ہردوار میں بہت لوگوں سے بات چیت ہوئی۔ سادھو لوگوں سے اپدیش سُنا۔ فائدہ بھی بہت سا ہوا۔ مگر بہت سا نہیں ہے۔ تھوڑا سا ہوا۔ جب امریکہ والے سُنیں گے اور اُن سے بات چیت ہوگی۔ تب سب وہم نکل جاویں گے۔ ہم کو ہردوار میں قریب چار سو دست ہوئے۔ اور اب تک بھی کچھ کچھ آتے ہیں۔ لیکن یہاں کی ہوا ٹھنڈی ہونے سے کچھ کچھ آرام ہوتا آتا ہے۔ پرنتو شریر بہت کمزور ہوگیا ہے۔ آج دست بند ہوا دکھتا ہے۔ جو بند ہو جاویں گے تو شریر بھی پندرہ بیس دن میں اچھا ہو جاوے گا۔" بیساکھ بدی ۱۲ اتوار سمت ۱۹۳۶۔ ڈیرہ دون۔ دیانند سرسوتی

۵۔ **سولا وور گاوت سے بات چیت:**۔ ورکاوت ستری و سولا ستری ساکن جوالاپور نے پر سوامی جی کی ٹیکا کیا تھی۔ جوالاپور ہردوار ہر دو جگہ انہی کے مکان میں ہی آپ ٹھہرے۔ ہردوار آپ کا ڈیرا کھیان ہوتا تھا۔ ستری جی کو بھی اپدیش کیا تھا کہ مُورتی پوجا گُڑیا پوجن ہے۔ تم اصلی کو چھوڑ کر اس پر لگ گئے۔ تم وید ترقی کرو۔ جو اصل سے ہو سکے۔ سُولا نے کدارناتھ و بدری ناتھ کے تیرتھوں کی بابت پوچھا۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم نے بھی دیکھے ہیں۔ تم خود بھی دیکھ آئے ہو۔ جس طرح پر اصلیت ہے۔ صاف صاف بیان کرو۔ اور جس طرح اور لوگ بیان کرتے ہیں۔ ان کا خیال نہ کرو۔ تب اُس نے صاف الفاظ میں اقبال کیا کہ بیشک میں نے بے فائدہ سفر کیا۔ میں اپنی محنت پر افسوس کرتا ہوں۔

ایک روز سُولا نے مُورتی پوجا کے بارہ میں پُوچھا کہ آپ نے یہ بات کیوں اول سے اُٹھائی۔ سوامی جی نے کہا کہ مجھ کو اوّل ہی سے یہ خیال تھا کہ مُورتی پوجا محض اگیان اندھکار سے ہے۔ مگر علاوہ اس کے میرے گرو دنڈی شری ورجانند سرسوتی جی مہاراج بیٹھے بیٹھے کھنڈن کیا کرتے تھے۔ کیونکہ آنکھوں سے معذور تھے۔ اور کہتے تھے کہ کوئی ہمارا شِشیہ ایسا بھی ہو جو اس اندھکار کو ملک سے ہٹا دے۔ اس سبب سے مجھ کو اس ملک پر دیا آئی اور میں نے یہ بیڑہ اُٹھایا۔

۶۔ **اُپیشر سنگھ نرملا سے گفتگو:**۔ پنڈت اُپیشر سنگھ جی نرملا سادھو سوامی جی سے ملے سوامی جی نے اُنہیں کرسی پر بٹھلایا اور خود بھی بیٹھ گئے۔ سادھو نے کہا کہ چاروں ویدوں کے درشن ہمیں کرائیے۔ وہ اندر سے اُٹھا لائے۔ سادھو جی نے بڑے آنند

سے درشن کیے۔ پھر بھید پر اور سائن کرت بھاشیوں کی غلطیاں اُن سے بتائیں۔ اور کہا کہ ان دُھورتوں نے ارتھوں کے بہانے انرتھ کر دیئے ہیں۔ سادھو نے کہا کہ آپ پہلے تو جیو اور برہم کی ایکتا مانتے تھے۔ جواب دیا کہ اس وقت ہم نے سمگر وید نہیں دیکھے تھے۔ جب غور سے تمام ویدوں کو پڑھا اور غور کیا تو یقین کامل ہو گیا کہ جیو برہم کی ایکتا ماننا ویدک دھرم کے ورودھ ہے۔ الغیر سنگھ نے کہا کہ جیو برہم کی ایکتا پر تو شری شنکر اچاریہ کی ساکھشی ہے۔ آپ کے مت میں کون ساکھشی ہے۔ جواب دیا کہ وید پرش یعنی پرمانا۔ سادھو نے کہا کہ کوئی شرتی جو ابھید کو کہتی ہے۔ اس کا کیا جواب ہے؟ کہا کہ دونوں درست ہیں۔ اور درشٹانت دیا کہ جیسے آکاش سے ہماری گنگا جُدا نہیں۔ اسی طرح پر ابھید درست ہے۔ اور گنگا آکاش نہیں ہو سکتی۔ اس طور پر بھید درست ہے۔

۷۔ **مہاراجہ کشمیر کا خط۔** انہیں ایام میں کشمیر سے مہاراجہ کشمیر کی طرف سے ایک شخص خط لے کر آیا اور زبانی کہا کہ مہاراجہ صاحب کو کسی شخص نے لکھ دیا تھا کہ سوامی جی کا دیہانت ہو گیا۔ اس واسطے مجھ کو انہوں نے بھیجا ہے کہ اگر سوامی جی زندہ ہوں گے تو ضرور ہردوار کے میلہ پر آویں گے۔ پتر پر مہاراجہ صاحب کی مہر تھی۔ اور لکھا ہوا تھا کہ سوامی جی کرپا کر کے ایک ایسی پُستک بنا دیں کہ جس میں یہ بات بغیر بحث کے سدھ ہو جاوے کہ جو لوگ ہندو مذہب سے دوسرے مذاہب میں چلے گئے ہیں۔ وہ پھر واپس آ سکتے ہیں۔ اور ممکن ہو تو یہ بھی ثبوت دیویں کہ عیسائی مسلمان یا اچھوت جاتی کے پرش آریہ دھرم میں آ سکتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ کھان پان کرنے میں کچھ دوش نہیں آ سکتا۔

سوامی جی نے زبانی صرف اتنا کہا کہ یہ بات ناممکن نہیں۔ بہت ہی آسانی سے ست شاستروں سے سدھ ہو سکتا ہے۔ آپ یہاں ٹھہریں۔ جب جائیں اطلاع دیں میں پتر مہاراج کے نام پر بھیج دونگا۔

۸۔ **ستیہ ودّیا کی شکتی اور اُس کا اثر و رعب۔** ایک مارواڑی پنڈت دو گھنٹے تک سنسکرت بولتا رہا۔ انت میں اُس نے کہا کہ مہاراج! میرا قصور معاف ہو، جو کچھ سبھا میں آپ سے وِرودھ کیا۔ یہ میری غلطی تھی اور آنند ہو کر چلا گیا۔

سوامی رتن گری جی ملے تو سوامی جی نے کہا کہ آپ ہمارا پتر تین جگہ لے جایا کریں۔ اوّل سُکھ دیو گری جی کے پاس جو اُدت گری جی کی گدی والے ہیں۔ دوم جیون گری جی کے پاس۔ سوم بنارس کے مشہور سوامی وشودھا نند جی کے پاس۔ چنانچہ اُن کے کہنے کے بموجب وہ ایک پتر سوامی سُکھ دیو گری جی کے پاس لے گیا۔ مگر انہوں نے منع کیا کہ پھر اُن کی طرف سے ہمارے نام کوئی پیغام یا پتر نہ لانا۔

تم دونوں جگہ سے جانے والے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ ہماری بات وہاں اور اُن کی بات یہاں بیان کرو۔ کیونکہ اُس کی تمام دُنیا برخلاف ہے۔ پھر اُس نے چٹھی لانی بند کر دی۔ مگر ملنے جاتا رہا۔ اُس پتر کا مضمون یہ تھا کہ میں جو بات کر رہا ہوں۔ اُس کو آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ مگر آپ لوگ پرستھر ہو کر باوجود ودوان ہونے کے کیوں ظاہر نہیں کرتے۔" سوامی جی کہا کرتے تھے کہ ان تینوں شاستریوں کو میں خوب جانتا ہوں اور انہوں نے گرنتھ بھی کوئی دو چار سے پڑھے ہیں۔ اور باقی سب یونہی لٹھ پونجی اُڑانے والے ہیں۔ سوامی جی کی سنسکرت ودیا اور بہت ہونے سے نہ کوئی سامنے آتا نہ بول سکتا تھا۔ سینکڑوں ودوان امداد کے اوّل تو گئے نہیں۔ لیکن جو گئے وہ سب لاجواب ہو کر آئے۔ سبب یہ تھا کہ جو کوئی پرشن لاتا۔ بسبب معقول جواب پانے کے لاجواب ہو جاتا تھا۔ یہ بھی سنا گیا کہ بہت آدمیوں نے سوامی جی سے اپنا اپنا سنسکار کرایا۔ ان دنوں تمام میلہ میں ہلچل مچا ہوا تھا۔ ہر ایک ڈیرہ میں لوگوں کے زبان زد یہی چرچا تھا۔ سوامی جی رتن گری وغیرہ سے پوچھتے تھے کہ اب بتلاؤ۔ ان سادھوؤں میں سے آج کل کس کی دوکان تیز ہے!

ایک پنڈت راولپنڈی کا آنکھ سے کانا۔ لنجا۔ چیچک رو۔ رنگ مائل بہ سیاہی۔ داڑھی منڈا مونچھ کتری ہوئی۔ سر کے بال منڈے اور آٹھ بجے صبح کے مع دو ودیارتھیوں کے آیا۔ حکیم نہال سنگھ جی دروازہ پر چوکیدار (والنٹیر) تھے۔ اُن سے اُس نے پوچھا کہ دیانند کہاں ہے؟ حکیم جی نے پوچھا کہ کون دیانند؟ اس نے کہا کہ وہ فقیر جو سوامی کے نام سے مشہور ہے۔ حکیم جی نے اُس کو تنبیہاً کہا کہ لیاقت سے گفتگو کرو اور سری سوامی دیانند سرسوتی منہ سے کہو۔ تب میں تجھے بتلا سکتا ہوں۔ ورنہ کوئی ہوگا۔ اُن کی یہ باہمی ردّ و بدل سوامی جی نے اپنے کانوں سے سُنکر اور اُس کی آواز پہچان کر ارشاد کیا کہ حکیم جی! انہیں آنے دو۔ جس وقت وہ خیمہ کے اندر جانے لگا۔ دہلیز سے اُس کے سر کا ٹکرا سا لگ گیا۔ شام لال ہیڈ کلرک پوسٹ آفس سہارنپور نے کہا کہ پنڈت جی! جلدی کیوں کرتے ہو۔ آہستہ چلو۔ مگر وہ اس بات پر رنجیدہ ہو گیا۔ سوامی جی نے اُس کو اعزاز سے بٹھلایا۔ اور مخاطب ہو کر گفتگو ہونے لگی۔ اوّل ہی اُس نے کہا کہ وہ غلطیاں جو آپ نے میری چٹھی میں نکالی ہیں۔ دکھلاؤ۔ اتنا کہہ کر وہ اس قدر چلّایا اور اُس کو اتنی گرمی ہو گئی کہ پانی مانگنے لگا۔ ہر چند سوامی جی نرم زبانی اور شیریں کلامی سے اُس کو سمجھاتے تھے۔ مگر اُس پنڈت کو چونکہ نہ لگتی تھی پھر کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے جلد پانی دو۔ حکیم جی اس کے واسطے پانی لائے۔ بولا کہ میں یہ پانی نہیں پیئے گا۔ گنگا جی سے لاؤ۔ حکیم جی نے کہا کہ میں صبح کے وقت ٹھنڈے پانی میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ تم نے اگر پینا نہیں تو تمہاری خوشی۔ سوامی جی نے کہا کہ

لادو۔ جب حکیم جی لانے کو چلے۔ وہ گھبرا کر وہاں خیمہ سے نکل چلا کہ تو باڑے گھڑوا پانی کون پیئے۔ تو باڑے گھڑوا پانی کون پیئے کہتا ہوا چلا گیا۔

آنند بن سنیاسی آریہ بن گیا:۔ ایک روز علے الصباح چاروں طرف سے تنبو کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ایک سنیاسی آنندپ نامی لنگل پرمہنس کفنی پہنے اور سر منڈائے ہوئے سامنے سے نظر پڑا۔ کوئی دس ... اچھی صورت کے اُن کے ساتھ تھے۔ سوامی جی اُس کو سامنے سے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور خیمہ کے دروازہ تک اُن کا استقبال کر کے اندر لے جا کر مسند پر بٹھلایا۔ اندازاً عمر اُن کی اسّی برس سے کم نہ تھی۔ مگر بدن سے مضبوط اور چست و چالاک تھے۔ بیٹھتے ہی دونوں مُسکرا کر شاستر ارتھ میں مصروف ہوئے۔ دونوں سنسکرت بولتے تھے۔ لوگ اشارے کنایوں سے سمجھتے تھے کہ جیو برہم کی ایکتا اور آہنگ برہم پر تکرار تھی۔ ۱۰ بجے صبح سے شروع ہو کر ۱۱ بجے کا وقت ہو گیا۔ اُس وقت جوگی منشی ناتھ نے آ کر بھوجن کے لئے کہا۔ سوامی جی نے پرمہنس جی سے کہا۔ اُس نے جواب دیا کہ جب تک یہ نہ طے ہو لے۔ مَیں بھوجن نہیں کرنے کا۔ بعد گیارہ بجے کے حسب الارشاد سوامی جی حکیم جی نے چاول دیے اور ۵۰-۱۰۰ کے قریب دیگر پستکیں سوامی جی کے صندوق سے نکالیں۔ اور سوامی جی ان کے سامنے رکھتے اور موقعہ دکھلانے لگے۔ دو بجے تک یہی حالت رہی۔

دو بجے کے بعد دونوں کھڑے ہو گئے۔ اور کچھ باتیں آپس میں کرنے لگے۔ اُس پرمہنس نے دو بجے کے بعد اپنے ششیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ دیانند کے مت کو مَیں نے سویکار کیا۔ تم بھی ایسا ہی مانو۔ پھر بنا بھوجن کئے چلا گیا۔ دیش بھاشا نہیں بولتا تھا۔ جب کبھی آتا مُسکرا کر آنند سے کھڑے کھڑے چلا جاتا۔ جب سوامی جی سے پوچھا گیا کہ یہ کون ہیں تو فرمایا کہ یہ بڑا ودوان سنیاسی ہے۔ پہلے اپنے کو الشیور یعنی جیو برہم کی ایکتا مانتا تھا۔ اب ہماری طرح جیو برہم کو جدا جدا مانتا ہے۔

ایک نرملے فقیر کا پیرو ہونا:۔ ایک روز جوت سنگھ نرملا فقیر ایک بجے کے وقت آیا۔ اور سوامی جی سے گفتگو کرنے لگا۔ وہ ہر لفظ طنز سے کہتا تھا۔ اس پر حکیم جی کو غصہ آیا۔ وہ ایک دم بول اُٹھے کہ خاموش۔ ورنہ منہ درست کیا جاوے گا۔ سوامی جی نے اُنہیں روک دیا اور سمجھایا کہ وہ گفتگو مجھ سے کرتا ہے۔ تم اس میں دخل مت دو۔ آخر حکیم جی غصہ میں باہر اُٹھ آئے۔ اسی طرح وہ دو روز تک آتا رہا۔ اور گفتگو کرتا رہا۔ تیسرے روز جب سوامی جی ویاکھیان سے اُٹھے تو وہ آتا تھا۔ ہو گیا کہ ایکدم سے نیچے ہاتھ جوڑ کر رونے لگا۔ اور سوامی جی کے پاؤں پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھے کرپا کر کے بخشیے۔ اور جو کچھ مَیں نے گستاخ کلامی کی ہے۔ وہ معاف کیجئے۔ سوامی

جی نے اُسے دلاسہ دیا اور نرمی سے سمجھایا۔ پاؤں چھڑوا کے پاس بٹھلا لیا۔ اور سمجھاتے رہے۔ چنانچہ رات کا کھانا بھی اُس نے وہاں کھایا۔ پھر وہاں ہی رہنے لگا۔ اور درڑھ آریہ بن گیا۔

دو ناگوں میں تبدیلی:۔ ایک دن نرنجن اکھاڑے کے دو ناگے جو سوامی جی سے پہلے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ بڑی بے تمیزی سے گفتگو کرنے اور کلمات بیہودہ بکنے لگے۔ سوامی جی نرمی، خندہ پیشانی اور نفسی خوشی سے جواب دیتے رہے۔ نہ تو سخت کلامی کی اور نہ ناراض ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُسی روز وہ دونوں سادھو گفتگو کرنے کے بعد اپنے پہلے مت سے نادم ہو کر راہِ راست پر آ گئے۔ چیل کے کپڑے، مالا، کفنی اور جٹا گنگا میں پھینک کر سوامی جی کے پاس آ گئے۔ اور بڑی نمرتا سے اپنے باقی سندیہہ نوارن کر کے اور کرتیہ پوچھ کر چلے گئے۔

پنڈت ہری سنگھ صاحب ضلع ملک پنجاب میں بہت بڑا نامی پنڈت تھا۔ اور ضلع کے لوگوں میں سب سے زیادہ وہی مشہور تھا۔ اس نے سوامی جی کے ساتھ طول طویل شاستر ارتھ ویدانت وشے پر کیا۔ مگر ودیا رُوپی سورج کے سامنے کیا روشنی دکھا سکتا تھا۔ بہت بحث ہوئی۔ آخر مجبور ہوا۔

منشی مُول چند مدرّس ساکن کنکھل کے دل میں مُورتی پوجن وغیرہ وغیرہ کی نسبت بہت شکوک پیدا ہوئے تھے۔ وہ اِن کا حل نہایت مشکل سمجھتے تھے۔ اور منشی امراؤ سنگھ صاحب اُنہیں ہر روز سمجھایا کرتے تھے۔ مگر وہ تسلّی نہ پا کر مُورتی پوجن سے دست کش نہ ہوتا تھا۔ ایک دن سوامی جی کا دیا کھیان مُورتی وشے میں سُنتے ہی اُن کے دل کو اِس قدر تسلّی ہوئی کہ پھر دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ اِس کے بعد وہ ہر روز سوامی جی کی خدمت میں پہنچتے رہتے۔

مہاراجہ کا بھوٹا اوجی ٹیہری والا کی سیر کا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر پنڈت شردھا رام کے پاس ہی ہمیشہ بیٹھا رہتی تھی۔ اُسے موقع باہر آنے کا نہ ملا۔ مگر خاص پربی کے روز تیسرے پہر کے وقت اُس نے پنڈت شردھا رام سے اجازت مانگی کہ میں باہر سیر کر آؤں۔ چنانچہ وہ سوامی جی کے ڈیرے پر پہنچا۔ اُس وقت کی شوبھا اس کے آتما کو ادّتی آنند دائک ہوئی۔ شری سوامی جی مہاراج ایک چوکی پر بھسمی رمائے ہوئے دیا کھیان دے رہے تھے۔ اس سمے تقریباً چار سو منش تھے۔ جن میں سادھو، پنڈت، رئیس، امیر، غریب یعنی بڑے بڑے لائق آدمی تھے۔ سوامی جی کے ڈیرے کی بذریعہ سرکاری سپاہیوں کے حفاظت ہو رہی تھی۔ سنگین کا پہرہ تھا۔ دیا کھیان سماپتی پر تھا۔ اس وقت اُس نے اتنی وارتا سوامی جی کے مکھاربند سے سُنی کہ یعنی سوامی جی نے ایشور کی پرارتھنا کر کے فرمایا کہ اس سمے آنند لپد یک برہمی کا میل ایشور کی

وہاں سے سماپت ہوا۔ اس کارن میں آپ کو سوچیت کرتا ہوں کہ اب آپ لوگ شیگھر ہی اپنے استھان کو چلے جاؤ۔ اس پر بہت سے منش ایسا کہیں گے کہ انگریز بھی منشوں کو ٹھہرانا نہیں چاہتے۔ اور سوامی جی بھی چونکہ انگریزوں کی طرف سے ہیں۔ اس واسطے انہوں نے بھی یہی کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ پرنتو ہے بدھی مانو! میں تم کو ایک ایسی بات سمجھاتا ہوں کہ جس کے سننے سے تم شیگھر ہی سمجھ جاؤ گے کہ اب یہاں ٹھہرنا اُچت نہیں۔ اس سمے تک چاروں طرف سے منشوں کا آگمن تھا۔ اور جتنے منش آتے تھے اُتنے چلے جاتے تھے۔ اور گرمی بڑھتی تھی۔ اور مل مُوتر بھی تیاگ کرتے تھے۔ جس پر بجلی کے اشنان کی اوشیکتا لوگوں کو تھی۔ وہ بات پوری ہو گئی۔ اب سب کا مکھ اپنے اپنے دیش کو ہو گیا۔ اس کارن منش یہاں بھی تھوڑے رہ جاویں گے۔ اور جب منش یہاں بھی تھوڑے ہو گئے تو گرمی کم ہو گی اور گرمی کم ہو گی تو دُرگندھ وایو جو گرمی کے سبب اُوپر آچھادت ہے - وہ تتکال ہی نیچے آ دبیگا۔ اور وایو میں پرویش کر کے اس ماماری (ہیضہ) کو پھیلائے گا۔ کہ جس سے بہت منشوں کا گھات ہو گا۔ یہ کہہ کر دیاکھیان سماپت کر دیا۔ اس تمام لکچر کا بھولاناتھ پر بڑا اُتم پربھاؤ پڑا۔

بھولاناتھ دیاکھیان سُن کر راستہ میں آتا تھا کہ ایک آدمی کو ہیضہ ہو گیا۔ اس سے سوامی جی کی بات کا اُسے اور بھی پُورا یقین ہو گیا۔ اور بہت جلدی گاڑی کرایہ کر کے وہاں سے سہارنپور کو روانہ ہو کر چلا آیا۔

۹۔ پرسرام اچارج جی کی بحث: کنکھل کے تقریباً پانسو پنڈتوں نے مل کر پنڈت پرسرام اچارج (جو مُردوں کی چتا لیا کرتے ہیں) ساکن کنکھل کو مکھیا بنایا کہ چلو سوامی جی سے چل کر دھرم چرچا کریں۔ تب سب نے دسویں کے روز سوامی جی سے کہا کہ دھرم کی کچھ وارتا ہونی چاہیئے۔

سوامی جی نے کہا۔ اے لڑکے! تو کیوں پوچھتا ہے؟ جو بڑے ہیں وہ پوچھیں۔ وہ بولا کہ سب پنڈتوں کی آگیا میرے واسطے ہے۔ تب کہا کہ پوچھ بھائی کیا پوچھتا ہے۔ اس نے کہا کہ دھرم پدارتھ کس کو کہتے ہیں؟

سوامی جی نے کہا کہ وید وہت پدارتھ کو دھرم کہتے ہیں۔

اس پر اس نے تین شرتی پرمان دیے۔ [illegible]

[illegible]

جب اس نے یہ منتر پڑھے۔ سوامی جی شنکا کر کہنے لگے کہ یہ کہاں کے منتر ہیں؟ پرسرام نے کہا کہ اتھرو وید کے۔ سوامی جی نے پستک منگایا اور اس کے ہاتھ میں دینے لگے۔ اس نے کہا کہ اس پستک کو میں سپرش نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ ولایت کا

چھپا ہوا ہے۔ اس پر سوامی جی ناراض ہو گئے اور وہ سب اُٹھ کر چلے آئے۔ یہ بات قریباً پھر سے دس روز پہلے کی ہے۔

پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر اس پر سماج کو ملے اور پوچھا کر آپ نے گڑھیا یہ منتر اتھروید سے دیکھ لیے تھے؟ اُس نے کہا کہ میں نے یہ شرتیاں اتھروید میں نہیں دیکھیں اور نہ آج تک اتھروید کبھی دیکھا ہے۔ مگر ہم گرو دوارا ہم پہلے سے سنتے چلے آتے ہیں۔

۱۰۔ ستوا سوامی:۔ یہ سوامی جیون گڑھی میں رہتے تھے۔ سوامی جی نے انہیں بھی بلایا مگر وہ بالکل سامنے نہ آئے۔ بلکہ کہلا بھیجا کہ ہم آپ کا درشن کرنا نہیں چاہتے۔ سوامی جی نے اتر دیا کہ اگر درشن کرنا نہیں چاہتے تو پردہ ڈلوا لو۔ مگر یہ سب مُنہ کی گیدڑ بھبکیاں تھیں۔ سنگھ ہو کر شاستر ارتھ کرنا ٹیڑھی کھیر تھی۔ بجائے مباحثہ کے ستوا جی جگہ چھوڑ کر سپت سروور پر جا ٹکے۔ ایک مثال دیا کرتے تھے کہ ایک جاٹ نے گورو کر لیا۔ اُس کی استری نے کہا کہ یہ تو نے بہت بُرا کیا۔ وہ دھڑی اناج کا اور خرچ بڑھا لیا۔ جاٹ نے جواب دیا کہ دیکھو تم مجھے پیاری ہو۔ اور لڑکے بھی مجھے پیارے ہیں۔ اور اسی طرح تمام کنبے کے لوگ بھی مجھے پیارے ہیں۔ اس واسطے میں اور کسی کی قسم نہیں کھاتا۔ قسم کھانے کے واسطے یہ گورو کر لیا ہے۔ تم اناج کی دو چار دھڑی کا کچھ خیال نہ کرو۔

۱۱۔ ہندو پنڈتوں سے شاستر ارتھ:۔ ایک روز کُل پنڈتان موجودہ ہردوار نیز سوامی سمپت گری۔ جیون گری اور ستوا سوامی (جو ستو کھایا کرتا تھا) ڈھولے کھاٹ پر جمع ہوئے۔ اور سوامی وشودیا نند جی کے نام ایک چٹھی اس مضمون کی آئی کہ اگر آپ ودیاوت ہوں تو سوامی دیانند سے شاستر ارتھ کرتے ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ دیانند کو ساتھ لے کر شاستر ارتھ کے لیئے آؤ۔ وہی چٹھی انہوں نے سوامی جی کے پاس بھجوا دی۔ انہوں نے جواب لکھا کہ پہلے ہم ستو ہوں۔ تب ہمیں کچھ عذر شاستر ارتھ کرنے میں نہیں۔ نیم لکھ کر بھیج دو۔ اس کے بعد نہ کوئی چٹھی آئی۔ اور نہ کسی نے نیم ارسال کئے۔ نیم کیا بھیجتے۔ وہاں اُن کے ہاں خود ہی شیووں اور وشنوؤں میں تکرار ہو کر خوب جُوت پیزار ہو گئی۔

پھر شردھا رام وغیرہ کی طرف سے تحریک ہوئی۔ جس کی کیفیت یوں ہے کہ لالہ بھولا ناتھ ویش اُس وقت دھرم سبھا کا ممبر اور پنڈت شردھا رام صاحب پھلوری کا خاص چیلا تھا۔ اُس نے جب دیکھا کہ سوامی جی بڑے ساماں سے اپدیش کرنے کے ارادہ پر ہردوار گئے ہیں تو اُس نے اپنے گورو کو پھلور سے پنرلیہ خاص چٹھی کے بُلا یا۔ اور سوامی دیانند جی کے خلاف اس قسم کا اشتہار چھپوایا کہ ہم سوامی دیانند سرستی

کے برخلاف سناتن دھرم کا اُپدیش کرتے ہیں۔ جھوٹا کھاڑے میں۔ جن سجنوں کو شنکا ہو وہ ضرور شاستر بحث کریں۔"

پنڈت شردھا رام پہنچ گئے۔ پیچھے لالہ بھولاناتھ بھی آ گئے۔ اور آریہ سماج کے خلاف پرچار کرنے لگے۔ پنڈت چترنج وغیرہ نے علیحدہ اڈہ جمایا۔ لیکن کسی نے کامیابی نہ پائی۔ آخر باہمی مشورہ سے ایک جگہ ہو کر مخالفت میں ڈٹ گئے۔ سوامی جی کو پیغام بھیجا۔ انہوں نے اُتر دیا کہ میرے یہاں کسی کو آنے کی ممانعت نہیں۔ جس کا جی چاہے۔ شاستر ارتھ کے واسطے آجائے۔ جواب میں شردھا رام و چترنج نے لکھا کہ ہم کسی کے مقام پر بحث کرنے نہیں آتے۔ سوامی جی ہمارے مقام پر آجائیں سوامی جی نے جواب دیا کہ نہ تم ہمارے مقام پر آؤ اور نہ ہم تمہارے پر۔ بلکہ کوئی ایسی جگہ ہو جو نہ تمہاری ہو اور نہ ہماری۔ اور اُس میں سرکاری انتظام ہو۔ میں اینٹیں پھینکوانے اور ہلّا گلا کرانے کے واسطے جانا نہیں چاہتا۔ ہاں جس پرکار جیسے ہو سکے۔ کرونگا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ناٹکوں کا اکھاڑہ نہ ہماری جگہ ہے اور نہ تمہاری۔ وہاں پر آپ آجائیے۔ اور پولیس وغیرہ بلانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ وہ بھی ایک تمہارے ہی پکش کے ہیں۔ اس لئے وہ تمہارا ہی مکان ہے اور بغیر سرکاری انتظام کے ہم ہرگز راضی نہیں ہو سکتے۔ وہ ضرور ہونا چاہیئے۔ لالہ راس بہاری رئیس میرٹھ نے کہا کہ چونکہ مجمع بہت ہو جائیگا اس لئے اس میں فساد ہونے کا اندیشہ ہے۔ دونوں طرف سے معقول ضمانت داخل ہونی چاہیئے۔ تاکہ فساد نہ ہونے پاوے۔ سوامی جی نے کہا کہ اگر سوامی وشودھانند جی یہ کہہ دیں کہ یہ اشخاص میرے مقابلہ میں ویدوں کو سمجھ سکتے ہیں اور بحث کر سکتے ہیں تو میں راضی ہوں۔ اور سوامی وشودھانند جی کو میں اپنا مدعیت ٹھہراتا ہوں اس پر سوامی جی کی چٹھی لے کر وہ لوگ وشودھانند کے پاس گئے۔ ماسٹر جمعیت رائے بھی اُن کے ساتھ گئے۔ جس وقت سوامی وشودھانند نے اُس چٹھی کو لے کر پڑھا۔ اس وقت ماسٹر جی ان کے قریب تھے۔ یہاں تک کہ صرف دو ایک آدمی درمیان تھے۔ انہوں نے چترنج اور شردھا رام کو اتنی گالیاں دیں۔ اور ایسے فحش الفاظ میں دیں کہ ماسٹر جی انہیں بیان کرنے سے شرماتے تھے۔ آخر یہ کہا کہ تم اُن کے مقابلہ میں ایک اکشر بھی نہیں جانتے ہو۔ میں تمہارے ساتھ کا مدعیت نہیں ہو سکتا۔ سوامی جی کو ایک چٹھی انہوں نے اپنی طرف سے لکھی کہ بہت سے جاہل اور نادان آدمی فساد کرنے کی آرزو سے اکٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ہرگز ان لوگوں کی بات پر دھیان نہ دیں۔ اور میں ایسے لوگوں کے کہنے سے اُس سبھا کا مدعیت نہیں ہو سکتا۔ جس میں کہ آپ جیسے ودوان بحث کریں۔ تین بجے کے قریب

تقریباً دس ہزار آدمی ہو گئے، جب پنڈت بھیم سین نے کھڑے ہو کر چٹھی علانیہ سنائی۔ اس کے بعد پوپوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ ہاں یہ کمی ہے تین چار سو زائد بیشتر دھرم سبھا ہونے لگی۔ بڑے بڑے پنڈت بنگالی۔ پنجابی و پنڈت جیرنجیو علی گڑھ والے اور منصف ایشری پرشاد وید ہند والے اور اسی طرح کے لوگ موجود تھے۔ اس وقت ایک کاغذ جس پر بہت بڑا مضمون لکھا ہوا تھا۔ پنڈت جیرنجیو صاحب نے پیش کیا بخط اردو۔ اور سامنے ایک چوکی پر بہت سی پستکیں لگی ہوئی تھیں۔ تب پنڈت جیرنجیو نے بیان کیا کہ دیکھو بھائی! اس وقت یہ چار علما وید سمیت دیوانگ موجود ہیں۔ اور پنڈت بھی موجود ہیں۔ دیانند جو سب کے گردھر اپدیش کرتا تھے۔ اس وقت اس کو چاہیے کہ وہ یہاں آکر شاستر ارتھ کرے تاکہ بات ٹھیک ہو جائے۔ اگر وہ یہاں نہ آئے تو سب لوگوں کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ہم سے شاستر ارتھ نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی بہت سی باتیں زور سے بیان کیں۔ اس کے بعد ایک چٹھی سوامی جی کے پاس بھیجی گئی۔"

دساکھ کرشن بھی پدا، کو یہ خط بھیجا گیا۔ "شری گنیش آیتیہ" شری دیانند سرسوتی جیو ہیلی تویدن تحریر لکھتا سادھو ورگ اور پنڈت جن تھا سبھا سد لوگوں کی پرارتھنا یہ ہے کہ تین چار دن سے نت سم بجے سے پانچ بجے پرینت دھرم وشیک سبھا ست است و چار ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جب سے جھونا مکانا مایا دیوی کے پاس علی گڑھ ست دھرم اور لیسنی سبھا کا پر آدھر بھیا۔ تب سے اس سبھا سے آپ کے پاس چٹھی بھیجی گئے۔ اب یہ پتر بھیجتے ہیں۔ یدی اس سبھا میں آکر آپ بھی کچھ وکترتا کریں۔ تو اس میں دو پھل ہم کو دکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایکانت بیٹھ کر جو وید شاستر ورودھ ویاکھیان دیتے رہتے ہو۔ پروادیوں کے سنمکھ وکترتا کرنے میں سب کو یہ ٹھیک نشچت ہو جائے گا کہ آپ کا کتھن وید و شاستر کے انوسار ہے یا نہیں؟ دوسرا یہ کہ یدی آپ کا کہنا وید و شاستر کے انوسار نکلا تو ہم سب آپ کرست پرتی یا دن میں اُدیت ہو جاویں گے۔ اور اس ایک بہاؤ سے آریہ ورت کا بڑا بھاری لابھ ہوگا۔ آپ کرپا کر کے سبھا میں اوشیہ پدھاریں۔ یدی کسی ہیتو سے آنا نہ ہو تو وہ ہیتو لکھیے گا۔" دستخط:۔ پنڈت گوبند لال وید بندی۔ منو اسوامی۔ کیشو آشرم سوامی۔ چیت گھنانند سوامی۔ پنڈت بسٹ بدیدھر ڈراسنہ والے۔ وینکٹ شاستری پونہ۔ شالگرام آچاری کچھوا۔ گوبند آچاری چترکوٹ۔ گوپال شاستری جتوں۔ تارا ناتھ بھٹا چارج۔ پنڈت سیتارام۔ منوہر داس پنڈت۔ رومتی شاستری۔ خانکیل کے پنڈت اجودھیا داس۔ شتر دگھن شاستری۔ باکے بہاری باجپئی۔ شری ویشنوؤں کے پنڈت رنگھا شاستری۔ پنڈت سکھرام داس بھنٹی کے خالصہ۔ گرادھر شاستری۔ پنڈت شتر رام برہلوری۔ پنڈت جواہر لال

دھم آبادی۔ پنڈت شیوودت۔ پنڈت بیربھانو۔ پنڈت گنیشی لال جوالاپوری۔ آنل اپادھیائے پنڈت کاشی۔ پنڈت بھگوت علی گڈھ۔ پنڈت واسدیو شاستری۔ پنڈت کیشودت۔ پنڈت ٹیکھراج جلال آبادی"

پنڈت ٹیکھراج یہ چٹھی لے کر چلے گئے۔ مگر اُس وقت وہاں یہ آواز سنائی پڑتی تھی۔ اُن لوگوں کی جن کو آج کل سادھو کہتے ہیں یعنی بھنگی۔ چرسی اور رُودراکشش وغیرہ کی مالا پہننے والے لوگوں کی کہ اگر وہ یہاں آوے تو...... کو ایک پتھر مارو۔ کچھ پرواہ نہیں اگر اس کا سر پھوٹ جاوے۔ ایک پھانسی ہو جاویگا۔"

اسی کے جواب میں سوامی جی کی طرف سے جو چٹھی آئی۔ اس کا یہ مضمون تھا۔ "شاستر ارتھ کرنے سے مجھ کو کسی سمے میں بھی انکار نہیں ہے۔ میں ہر سمے اُدیت ہوں۔ پرنتو شاستر ارتھ اس ریتی سے ہونا چاہیئے۔ کہ اُس شاستر ارتھ کا پربندھ کرتا راج پوروش (کوئی مجسٹریٹ) ہو۔ اور اُس شاستر ارتھ میں سوائے پنڈتوں کے ناخواندہ کوئی نہ ہو۔ اور شاستر ارتھ کی جگہ ایسی ہو جو نہ میری اور نہ آپ کی خیال کی جاوے۔ اب جہاں یہ سبھا ہوئی ہے (یعنی جھونا اکھاڑے میں) وہاں پر آنے سے میں اپنی زندگی کی ہانی سمجھتا ہوں۔ اگرچہ مجھے اس کا کچھ شوک نہیں۔ میرا شریر پات ہو جاوے۔ پرنتو اس بات کا شوک ہے کہ میں جس اپکار کے واسطے اس شریر کی رکھشا کرتا ہوں وہ اُپکار رہ جاویگا۔ اس کارن سے میں وہاں آنا اُچت نہیں سمجھتا۔" اور چٹھیوں کا حال مجھے معلوم نہیں۔"

شردھا رام نے کسی طرح جال چلتی نہ دیکھ کر ایک اور عجیب چالاکی کی۔ جو حسب ذیل خط سے ظاہر ہے۔ رسالہ جگیاں پرکاش ماہ جون ۱۸۸۲ء میں لکھا ہے:۔

"پنڈت شردھا رام کی بناوٹ"

اگرچہ کوئی شخص کیسا متعصب ہوتا ہے۔ بعض اوقات راستی کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ بات چیت کے مابین گوپال شاستری نے علانیہ بیان کیا کہ مجھے ہردوار میں بڑی شرم اور پرمیشور کا خوف معلوم ہوا۔ جب پنڈت شردھا رام کے ساتھ مل کر انوچت (ناجائز) کارروائیاں کرتے تھے۔ منجملہ ان کے ایک بڑا بھاری معاملہ جعلسازی کا پنڈت شردھا رام نے کیا کہ چند سادھوؤں کو سکھلایا کہ تم سبھا میں آن کر بیان کرو کہ ہم سوامی دیانند کے اُپدیش کو سن کر بگڑ گئے تھے۔ آپ کرپا کر کے ہمارا پرائشچت کرائیے۔ چنانچہ اس کارروائی کے مطابق سادھوؤں نے سبھا میں آن کر یہ امر سب لوگوں کے مجمع میں ظاہر کیا۔ اور پھر سارے میلہ میں اس بات کو مشتہر کر دیا۔ جب یہ کل کارروائی ہو چکی تو میں اپنے دل میں بڑا پشیمان ہوا۔ اور کہنے لگا کہ تو بڑا نالائق ہے جو ایسے پاکھنڈیوں کے ساتھ

رل رہا ہے۔ پھر پرائشچت کیا اور اُن سے جُدا ہو گیا۔

ہم کو برہمنوں کی ایسی حالت واہیات پاکھنڈ آمیز سُنکر بڑا افسوس ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ کامل یقین ہوتا ہے کہ خود غرض برہمن ہمیشہ پاکھنڈ اور جھوٹ کے سرتاج رہے ہیں۔ اور کئی ایک جھوٹے پستک بنا دئے ہیں۔ افسوس اب تو انہیں پاکھنڈوں کے طفیل بھوکے بھی مرنے لگے ہیں۔ لیکن اپنی اصلیت کو نہیں چھوڑتے۔ اور جن سادھوؤں اور برہمنوں نے جھوٹے اعتراف کئے۔ وہ سوامی جی کے پاس بھی کبھی نہیں گئے تھے۔ اور وہ سادھو بھی بناوٹی تھے۔ اگر کوئی شخص اس بات کی پیروی کرتا تو اُس کا کیا نتیجہ ظاہر ہوتا؟" (صفحہ ۳۰ و ۳۷ بذیل دھرم چرچا)

شرد ہارام آدمی نے اخباروں دوارا اپنی شہرت کرنے کی بھی اس موقعہ پر اچھی تجویز کی۔ ایک خط کوہ نور ۱۲۔ اپریل ۱۸۷۹ء صفحہ ۲۴۷ جلد ۳۱ نمبر ۳۱ میں حسب ذیل بھجوایا۔ "ایک دوست کے خط سے معلوم ہوا کہ اس میں شک نہیں کہ خلقت کی جمعیت بہ نسبت گذشتہ کمبھ کے بہت زیادہ ہے۔ چند اعلیٰ درجہ کے پنڈت صاحبان بھی شامل ہیں۔ پنڈت شردھارام صاحب پھلوری و سوامی دیانند سرستی جی و پنڈت سردھا ناتھ صاحب ساکن کاشی جی وغیرہ یہاں موجود ہیں۔ باہمی بحث و تکرار کا ساز بھی سُنا جاتا ہے۔ یاتری لوگ سری گنگا جی سے آٹھ دس کوس کے فاصلہ تک پہنچے ہیں۔ جوالا پور سے بھیم گوڈہ تک یاتریوں کی ہی جمعیت نظر آتی ہے۔"

پھر خود شردھارام نے فضول اور جھوٹی باتوں کا پلندہ تیار کیا اور محض بمصداق صوفیا چنا باجے گھنا اپنی مشہوری کے لئے کوہ نور ۱۹۔ اپریل ۱۸۷۹ء صفحہ ۳۰۱ جلد ۳۱ نمبر ۳۲ میں حسب ذیل مضمون بعنوان "پنڈت دیانند سرستی" چھپوایا۔

"مکرم معبوت منشی ہرسکھ رائے صاحب! سے سری کرشن۔ میں آج کل ہردوار میں ہوں۔ اس میلہ کا مفصل حال یقین ہے کہ کسی نے آپ کو ضرور لکھا ہوگا۔ لیکن میں دیانند سرستی کا حال آپ کو لکھتا ہوں۔ اگر کوہ نور میں درج فرما دیں گے تو بہت لوگوں کو خوشی ہوگی۔

میں نے جب اُن کے برخلاف میلہ میں اشتہار چھپوا دیا۔ اور ایک سبھا قائم کر کے اپدیش کرنے لگا تو پنڈت چتربھج مقیم علیگڈھ میرے پاس تشریف لا کر بولے کہ جا بجا سبھا کا ہونا اچھا نہیں۔ مناسب ہے کہ ہم تم سب ایک ہی جگہ پر سبھا کیا کریں۔ چنانچہ اُن کے فرمانے سے مایا دیوی کے مندر کے نزدیک سبھا ہوتی رہی۔ میری اس سبھا میں بے شمار سادھو اور پنڈت لوگ شامل تھے اور ہر روز بموجب وید و شاستر کے چار بجے شام سے اپدیش شروع ہوتا تھا۔ کہ جس کے سننے کو ہزارہا آدمی جمع ہوتے تھے۔ تین روز برابر ہماری سبھا کی طرف سے دیانند سرستی

سکے پاس اس مضمون کا خط جاتا رہا کہ آج کل تمام ہندوستان سے پنڈت دان یہاں جمع ہو رہے ہیں۔ آپ جو کچھ بیان کرتے ہو سبھا میں آکر پنڈت لوگوں کے سامنے بیان کرو تاکہ ساری دُنیا کے سنشے دور ہو جاویں۔ اور اگر آپ کو کسی وجہ سے فساد کا خوف ہو تو ہم سب جن کا نام اس خط میں لکھا ہے۔ ذمہ دار ہیں۔ اول بار اُس میں ہم تین آدمیوں کا تھا۔ میرا اور پنڈت چتربھج جی کا اور پنڈت گردھاری لال جی اَمرت سری کا۔ ماسوائے اُن کے اور بہت سے پنڈتوں کے نام تھے۔ مگر شری دیانند نے صاف لکھ دیا کہ ہم سبھا میں نہیں جاوینگے۔ ہمارے ایڈیشنوں کو سنکر ہماری سبھا میں بارہ آدمی ہاتھ جوڑ کر بولے۔ ہم دیانند کے اُپدیش کو سنکر اپنے دھرم سے منحرف ہو گئے تھے۔ اور اب توبہ کرتے ہیں۔ اُس وقت سب پنڈتوں کی یہ تجویز ہوئی کہ ان کا تین روز برت کرا کے ان کو پوتر کر لیا جائے۔ چنانچہ جب انہوں نے برت سے فراغت پائی تو ہم سب لوگ قریب دو ہزار آدمی کے جمع ہوکر باجے بجاتے ہوئے بڑی دھوم دھام سے ہر دوار پر لے گئے۔ وہاں سے دیوپرجاپتی کے درشن کرنے کو لے گئے۔ اور تمام میلہ میں اِس اُنشاہ کو مشہور کیا۔ ہماری سبھا کے ہوتے ہوتے ہی دیانند سرسوتی میلہ کو چھوڑ گئے۔ میں آج سہارنپور کو جاتا ہوں۔ وہاں قیام رہیگا۔" راقم :- شردھا رام پھلوری

ان کل تحریرات کا جواب اور شردھا رام وغیرہ کی کرتوتوں کی تو ایک اسی واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب سب پنڈتوں نے اکٹھے ہوکر صلاح کی کہ چلو سوامی جی سے شاستر ارتھ کریں۔ تب پنڈت شری دھر جی ڈاسنہ والے نے کہا کہ بھائیو! وہ شخص پردیس کا رہنے والا اور وید کا جاننے والا۔ ہوشیار اور بولنے والا ہے۔ اور وید کا ابھیاس بھی اُس نے کیا ہے اور تم صرف دیا کرتی ہو۔ تم وہاں مت جاؤ۔ ناحق نیچا دیکھوگے۔ جس پر کوئی نہ گیا۔ نہ جرأت رہی۔ ہاں جگت دکھانے کو اور لڑائی رہنے کے لئے پیغام وغیرہ ضرور بھیجتے رہے۔

آریہ سماچار صفحہ ۱۶۳ سے ۱۹۹ تک جلد ۲ ماہ جون ۱۸۸۹ء میں حسب ذیل لیکھ پنڈت شردھا رام کے متعلق نکلا۔ بعنوان "پنڈت شردھا رام صاحب کون ہیں اور اُن کے بیان مندرجہ کوہ نور کی تصحیح" مضمون اصلی شروع کرنے سے پہلے ہم اِس بات کا بیان کرنا از بس مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ پنڈت شردھا رام صاحب ہیں کون؟ تہذیب کی نسبت اِن کے کیسے خیالات ہیں؟ اور مذہب کے بارہ میں کیا عقائد رکھتے ہیں؟ پھر تو اپنی تحقیق کے موافق یہ پنڈت وہی معلوم ہوتے ہیں جو اکثر خیرخواہان حب حبان وطن کے دشمن ہیں۔ جناب منشی کنہیا لال صاحب الکھدھاری اور جناب بابو نوین چندر صاحب جیسے لوگوں سے اُلجھتے رہتے ہیں۔ رسالجات نیت پرکاش سبھا اور

برادرہند کے لحاظ سے پایا جاتا ہے۔ کہ منشی صاحب موصوف تو ایسے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر باعث اصلاح وقت ہی نہیں ہوئے۔ ہاں بابو صاحب موصوف نے آپ کی کتاب وھرم رکھشا کا ایسا معقول جواب دیا کہ ہم بابو صاحب کے اکثر اقوال سے اتفاق نہیں کرتے) دیا کہ پھر پنڈت جی نے دم نہ مارا۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود اس کے اب تک پنڈت جی کے دماغ میں ذوق مناظرہ و شوق مباحثہ چلا جاتا ہے۔ خیر شوق تو باقی ہو یا نہ ہو۔ البتہ اخباروں کے ذریعہ سے شوق اظہار کرنا بے شک باقی ہے۔ مگر اس کی حقیقت کا کھلنا بھی کچھ دور نہیں۔ پنڈت صاحب کے عقاید دینی کے بارے میں ہمارے کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت صاحب ایک عام بُت پرست ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ایسے رسم و رواج کا بانی و موجد کہنا چاہیئے۔ جنہوں نے اس قوم۔ اس فرقہ اس مذہب خلاصہ یہ کہ اس ملک کا یہ حال کر دیا۔

باوجودیکہ پنڈت صاحب کی تصنیفات کے لحاظ اور دیگر معلومات کے ذریعہ سے ہمیں یہی معلوم ہوا ہے کہ پنڈت صاحب ایک عام بُت پرست ہیں۔ لیکن ایک بات ہم نے پنڈت صاحب کی نسبت ایسی سُنی ہے کہ جس سے ہمارے تعجب کا کچھ ٹھکانا نہیں رہتا۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے پنڈت صاحب ایک کتاب دین عیسائی کی تائید میں بھی بزبان پنجابی بخط گورمکھی تالیف کر چکے ہیں۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ گورنمنٹ گزٹ پنجاب میں اس کتاب[1] کا رجسٹر نمبر ۱۰۴ ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کتاب سے جس میں عیسےٰ کو خدا کا بیٹا وغیرہ مانا ہے۔ پنڈت جی کو کیا تعلق تھا۔ ہاں کوئی دنیوی فائدہ متصور ہوگا۔ اور اگر فی الواقع کوئی ایسی ہی وجہ ہو تو ہم بھی شکایت نہیں کرتے۔ کیونکہ سوداؔ تو کسی طرح کما کھائے۔ ...... آج کل فکر معاش سے واسطے آدمی جو کرے سو تھوڑا۔ سوامی دیانند سرستی صاحب کی سی ہمت، سید احمد خاں صاحب کا سا دل۔ اور منشی کنہیا لال صاحب الکھ دھاری کا سا حوصلہ کچھ ہر شخص کا تو حصہ ہی نہیں کہ ظاہر بھی باطن ہی کا ترجمہ ہو۔ ورنہ عام تو عام بہت سے خاص بھی محمد صاحب کا یہ سبق یاد کر رہے ہیں کہ الدّنیا زوں لا تحصل الّا بالزّور۔ ترجمہ (دُنیا مکار ہے نہیں حاصل ہوتی بغیر مکاری کے)

خیر اب اس تمہیدی داستان کو طے کر کے خطوط اسا ہر دو ار کا احوال جس کو اپنی طبیعت کے موافق پنڈت شردھا رام نے اخبار کوہ نور میں طبع کرا دیا ہے۔ میں بھی ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ اور جو کچھ کہتا ہوں۔ اس کی صداقت کی ذمہ داری اور جوابدہی

[1] اس میں پنڈت جی کے مصنف بھجن کا ایک مصرعہ یہ ہے:۔ جیسے میرا رام رمیا۔ جیسے میرا کرشن کنہیا گھوڑے میلے جیسے ہوں۔ تیرا کیا لگے ہے مول، وغیرہ

کا بوجھ اپنے سر لیتے ہوں۔

۲۰ فروری ۱۸۷۹ء کو سوامی دیانند سرسوتی جی دہلی سے روانہ ہو کر مقام ہردوار پہنچے۔ اور جائے قیام وغیرہ کی تجویز کے بعد ایک اشتہار اپنے اغراض اور مقاصد کی اشاعت کے واسطے دے دیا۔ اس اشتہار میں جو آپ میرٹھ سے چھپوا کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اپنے قیام کا ٹھکانہ۔ اپنے آنے کا مقصد اور اس بات کا ذکر کہ گفتگو کے واسطے کونسا وقت معین ہوگا۔ اور اس کام کے واسطے آپ کا کب تک قیام رہے گا۔ سب امورات مفصل ظاہر کر دیئے تھے۔ جس وقت یہ اشتہار دیا گیا تھا اس وقت تک نہ پنڈت شردھا رام ہردوار پہنچے تھے نہ کوئی اور صاحب۔ جنہیں سوامی جی سے مخالفت اور دعوے بحث تھا تشریف لائے تھے۔ سوامی جی کا یہ اشتہار ایک عام اشتہار تھا۔ کچھ اس کی کسی ایک دو اشخاص کے ساتھ خصوصیت نہ تھی۔ جن کو منظور ہوتا۔ اس اشتہار کے رو سے مکان معین تک جانے کی تکلیف گوارا کرتا۔ اور مسائل متنازعہ میں گفتگو کر کے اطمینان حاصل کر لیتا۔ چنانچہ جن لوگوں کی طبیعت میں واقعی شوق تحقیقات تھا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ہم نے بچشم خود دیکھا۔ کہ فقرا میں سے بعض سادھو جن میں سے اکثر صاحب علم معلوم ہوتے تھے۔ کئی دن تک گھنٹوں آن آن کر گفتگو کی۔ اور جیسے لذت مباحثہ اور صحبت ستسنگ کا آنند کہتے ہیں۔ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اب اس موقعہ پر صاحب تمیز کو یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب بحث و مباحثہ کے واسطے یہ کل انتظام بخوبی تمام مہیا ہو چکے تھے اور مشتہر بھی ہو چکے تھے تو پھر پنڈت شردھا رام صاحب کو مباحثہ کے واسطے تشریف لانے میں کیا عذر باقی رہ گیا تھا؟ کہیں یہ تو نہیں تھا کہ کسی دوسرے کی فرودگاہ پر جانا ہماری شان میں انکسار کی کریگا یا پھر اخباروں میں اپنی طبیعت کے موافق خوش گپیاں درج کرنے اور دل بہلانے کا موقعہ جاتا رہے گا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ پنڈت جی مہاراج نے اس موقعہ بحث کو جان کر اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ اور موقع بھی کیسا کہ جو دراصل بہت ہی اچھا تھا۔ اور بمشکل سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اتفاق وقت سے سوامی جی کے ساتھ اور بھی فضلائے زمن مثل جناب منشی اندرمن صاحب وغیرہ موجود تھے۔ اور پنڈت شردھا رام صاحب کو بھی اس امر کی خبر پہنچ گئی تھی۔ نہیں اس حالت میں جو پنڈت صاحب نے تشریف آوری سے پہلوتہی کی تو کچھ مصلحت ہی سوچی ہوگی۔ اب پنڈت شردھا رام کے اس فقرہ کے معنی کہ سوامی جی نے بحث سے انکار کیا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور دریافت کر سکتا ہے کہ آپ کے پاس آپ کے دعوے کا کوئی تحریری تقریری کسی قسم کا ثبوت بھی ہے؟ یا صرف دوستوں کے خوش کرنے کے لئے باتیں ہی

باتیں ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ پنڈت صاحب اس بات کا کیا جواب رکھتے ہیں کہ جبکہ ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ایک اشتہار سوامی جی کی طرف سے بااظہار خواہش بحث شائع ہو چکا تھا تو اس کے بعد بلا واسطہ گوجوں میں پنڈت جی کا اشتہار چھپانا کیا معنی رکھتا ہے؟ پھر پنڈت صاحب کا ایک اور فقرہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ یہ کہ استھان سے ایک معتبر راقم کے ایک دوست جنہیں پنڈت صاحب سے ایک پنڈت سے سابقہ تھا۔ ان سے ملاقی ہوئے۔ بہ سبیل تذکرہ پنڈت صاحب نے فرمایا کہ سوامی صاحب تو ڈیرہ دون تشریف لے گئے۔ جس وقت پنڈت صاحب کا یہ بیان مجھ تک پہنچا۔ مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ بعد میں نے اپنے دوست کو سوامی صاحب کا اس وقت تک ہردوار میں ہونا ثابت کر دیا۔ سوامی صاحب نے اپنے اشتہار میں کمبھ کے اختتام کے بعد ٹھہرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ اور ایک جگہ بغرض وعظ و نصیحت مہینہ ڈیڑھ مہینہ ٹھہرنا کچھ تھوڑا بھی نہیں گنا جاتا۔ پھر پنڈت صاحب کا سوامی جی کے ڈیرے پر تشریف لے جانا جو اس کمبھ کے اختتام کے بعد واقع ہوا۔ نعرہ لگانا گویا امر واقعی کو بالکل ہی الٹا کر دیتا ہے۔

پھر یہ لکھنا کہ سوامی جی ننگن یعنی برہنہ رہتے تھے۔ دو معنی رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ سوامی جی بالکل برہنہ مادر زاد رہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ سر و پشت وغیرہ پر کپڑا نہ رہتا تھا۔ صرف پارچہ ستر پوشی رکھتے تھے۔ اگر مراد صورت اول سے ہے تو پنڈت صاحب کا یہ بیان بالکل خلاف واقع ہے۔ لیکن بشرط صورت دوم ہم اس بیان کی صحت کو کسی قدر تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے اعتراض کا مطلب نہیں سمجھتے۔ ہردوار میں لیکچر کے واسطے میز و کرسی کا ہونا اور اپنی معمولی پوشاک صاف کا استعمال وغیرہ سوامی جی نے مفید نہ سمجھا تھا۔ وجہ یہ کہ سوامی صاحب کا وہاں پر تشریف لے جانا فائدہ عوام کے واسطے تھا نہ خاص کے۔ عوام سے میلہ میں زیادہ تر فقرا وغیرہ ملتے تھے۔ جن سے گفتگو کرنے کا موقعہ اغلب و جہ قیاس ہو گیا تھا۔ اگر میز و کرسی وغیرہ اسباب جمع کر کے درس شروع کیا جاتا تو اہل تجربہ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا فراہم ہونا کمال دشوار تھا۔ وہ لوگ اپنے تجربہ کی کمی سے ایسے مجمع کو مجمع عیسائیوں وغیرہ کا تصور کر کے جمع نہیں ہوتے (مگر سوامی جی لازماً تمام عمر تک خلوت میں محض فقیرانہ طریق رکھتے اور لیکچر کے وقت سارے بدن پر کپڑا اوڑھ لیا کرتے تھے۔ مؤلف) بلکہ از بس دل کھول کے اپنے ہم وضع لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ اور اسی سے ہی انہیں اکثر اوقات نیک ہو سکتی ہے۔ جو قریب قریب ہم شکل و وضع رکھتے ہیں۔ پس سوامی جی کی یہ صورت

خاص جو اُن کی معمولی شہرت سے بہت کم فرق رکھتی تھی۔ اور ایک مصلحت خاص پر مبنی تھی۔ قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتی۔ ورنہ خود سوامی صاحب کے عقیدہ کے موافق یہ بات اُن کے عقیدے کے نقیض پڑتی ہے"۔ ناظم ایک آریہ سماج کا سبھا سد

لیکن ہمیں پنڈت شردھا رام کی نسبت باہر سے شہادت لینے کی ضرورت نہیں۔ اُن کی اپنی کتاب اُن کی دلی حالت کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ درحقیقت ویدک دھرم یا ہندو اصول سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا۔ محض دُنیا پرست اور کٹر ناستک تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ذیل کا اقتباس:۔

پنڈت شردھا رام جی کا ست:۔ پنڈت جی نے ست امرت پرواہ نامی ایک گرنتھ اپنے مرنے سے کچھ روز پہلے لکھ کر سماپت کیا تھا۔ اس میں اپنا ست اس پرکار لکھتے ہیں۔ "سمت ۱۹۱۰ بکرمی میں جب میری اوستھا دس برس کی تھی۔ ایک مہاپُرش کے سنگ سے اس ست ودّیا کا شبد میرے کان میں پڑا تھا کہ جس کو میں اس گرنتھ میں پرا ودیا کے نام سے لکھوں گا۔ اس کے پیچھے جو مجھے کئی پرکار کے دھرماوں سے ملنے کا سماگم پڑتا تھا۔ اور کچھ نیاے ویدانت آدی شاستروں کا پڑھنا ہُوا تو اُس پچھلی ستی ودّیا کا چھپانا مناسب سمجھ لیتا تھا۔ کیونکہ جگت کو اُس کا ادھکاری نہیں سمجھتا تھا۔ . . . . . . پھر یہ بات میرے سنکلپ کو شتھل کرتی تھی کہ یہ ست ودّیا جیسی میرے من میں بھری ہوئی ہے۔ میری نیّے سانگ اپانگ کسی دُوسرے کی سمجھ میں نہ آئی تو لوگ یتھا اچھا چاری (آزاد و مطلق) اور کوکرمی (بد چلن) ہو جائیں گے۔ . . . . . . اس وچار کے پرابھو سے ست ودّیا کو پرگٹ کرنا میں نے اُچت نہ سمجھا۔ پرنتو اُس دن سے جو لوگ مجھے پُوچھتے رہتے ہیں۔ میں انہیں وِشنو دھرم کا اُپدیش کرتا۔ سمت ۱۹۳۰ میں مجھے چاروں وید پڑھنے اور ان پر وچارنے کا سماگم ملا تو یہ بات نشچے ہوئی کہ رگ وید آدی چاروں وید بھی یتھارتھ ست ودّیا کا اُپدیش نہیں کرتے۔ کیونکہ اپرا ودّیا کو لوگوں کے من میں بھرتے ہیں۔ ہاں ویدوں کے اُپنشد بھاگ میں کچھ کچھ ست ودّیا ارتھات پرا ودّیا اوشیہ جھلکتی ہے۔ پرنتو ایسی نہیں کہ جس کو سب کوئی سپشٹ سمجھ لیوے۔ چاہیے وید اور اُپنشد کا لکھنے والا ست ودّیا کو جانتا تو اوشیہ تھا۔ پرنتو اُس نے ست ودّیا کو وید میں نہ لکھنا اور چھپا کے رکھنا اس ہیتو سے یوگ سمجھا ہے۔ کہ جن کے لئے وید اور اُپنشد کو لکھا۔ اُن کے لئے یہی اُپدیش سریشٹ تھا جو وہاں لکھا ہے۔ سمت ۱۹۳۲ میں ہر دوار کے کمبھ پر جو میں نے بہت سے منتر کے وشے میں کئی پرکار کے واد وواد ہوتے دیکھے کہ اُن کا مجھے یہ پرتیت ہُوا کہ بہت لوگ اس ست ودّیا سے شونیہ ہیں کہ جس کے جاننے سے سب واد وشانت ہو جاتے ہیں۔ جب میں نے تو اُسی دن سے یہ

اُنہوں نے کہا کہ آج ہی سے ست ودیا کا شہد اوشیہ پھیلا دینا چاہئیے۔ پرنتو اپنے آشرم پہنچنے تک میں کئی دن پھر بھی اِسی وچار میں رہا کہ ستیہ کے پرگٹ میں جگت پر کچھ اپکار (بھلائی) نہ ہو جائے۔ بہت سی سوچ وچار کے بعد گھر پہنچتے ہی میرے من میں یہ بات دڑھ ہو گئی کہ ستیہ ودیا کے پرگٹ کرنے میں جیسے پہلے بدھ والوں سے کئی انرتھ سمجھے تھے ویسے اب اس کو گپت رکھنے میں بھی کئی نقصان (انرتھ) پرتیت ہوتے ہیں۔

(۱) انرتھ یہ ہے کہ چاہے منش سب ایک ہی ہیں۔ لیکن جب تک ست ودیا کو نہیں جانتے کوئی بھید واد اور کوئی ابھید واد بن کر کبھی الگ نہیں اٹھاتے۔ اور کوئی شیو شاکت۔ وشنو تھا جس کے جھگڑوں میں کشٹ اٹھاتے ہیں۔ اسی بھانتی کوئی لوگ آج کل برہمو سماج اور آریہ سماج میں پرورت تھا اس سے غلام محمد اور غلام محمد سے عبد المسیح بن کے اپنے رشتہ داروں کو دکھی کرتے اور غیر مذہب والوں کے ساتھ لڑ لڑ کر مرتے ہیں۔

(۲) انرتھ یہ ہے کہ بدھی مانوں نے ایشور اور پرلوک کا لالچ اور خوف کیول ادنے اور اوسط درجے کے منشوں کو شبھ آچار میں پرورت اور مند آچار سے نورت کرنے کے نمت مقرر کیا تھا۔ پرنتو اب اس کو ست جان کے نہایت اعلیٰ درجے کے منش بھی اپنا تن من دھن نشٹ کرنے لگ گئے اور سدا کرتے رہیں گے۔

(۳) انرتھ یہ ہے کہ اب میری آیو چالیس برس سے آگے نکل گئی۔ اور زمانے سے جانا جاتا ہے کہ اب مرتیو کا سمے نکٹ ہے۔ سو مناسب ہے کہ اس مت کو نہ چھپاؤں (صاف ظاہر ہے کہ تمام عمر ست کو چھپانے اور اسٹ کا اپدیش کرتے رہے) جو چکالا سے میرے من میں بھرا ہوا ہے۔ یدی ست ودیا کو ساتھ لے مروں گا تو بڑی انرتھ کی بات ہوگی۔ یدی ست ودیا کے لکھنے میں مجھے یہ آفت پڑتی دکھائی دی کہ اپرا ودیا ویدوشاستر سے پریمی لوگ میرے شترو اور نندک بن جائیں گے۔ پرنتو ست ودیا کا پریم اب مجھے رد کئے نہیں دیتا۔ الٹا زبردستی لکھا اور ہاتھ کو لکھنے اور لکھنے پر آمادہ کرتا ہے۔ میں بہترا ہی اپنی زبان اور قلم کو تھامتا ہوں۔ پرنتو کیا کروں اور کچھ لکھنے اور کہنے کو جب من نہیں مانتا تو اب اس بحث امرت پر وادا نامک گرنتھ کو لکھنے کا آرمبھ اوشیہ کرنا پڑا۔ جو ست ودیا میں نے اس گرنتھ میں لکھی ہے۔ وہ پرایت تو چاہے ست پرشوں کو ہے۔ پرنتو اس وشے کا یہ سدھ گرنتھ جو میں نے آج تک کوئی نہیں دیکھا۔ اس کارن میں نے اس کے لکھنے کا پرشرم اٹھایا ہے تو بھی نہ لکھتا۔ دو وجہوں سے۔ آگے میری ایک پرارتھنا ہے کہ اس گرنتھ کے پاٹھ سے کیول یہی بات نہ نکالیں کہ یہ ست ناستک مت کو سدھ کرتا ہے۔ مگر شودھ ہیر وہ ہوگا جو اس گرنتھ کے سدھانت اپنی زبان اور دلیل سے کھنڈن کر کے دکھا دے

ہاں میں دیکھتا ہوں کہ کئی ایک مصنفوں نے اپنے گرنتھوں میں ناستک مت کا کھنڈن کچھ لکھ رکھا ہے۔ (معاف ناستکتا کا اقبال ہے) پرنتو ایک دیشی کھنڈن ہونے کے کارن ہم اس کو بھی شدھ بیرتا نہیں سمجھتے۔ جس کو سار قصد ہو وہ کسی کے (مراد پنڈت جی کی اپنی ذات ہے) سامنے آ کے وا اسے اپنے پاس بلا کے کھنڈن کرے۔ کیونکہ جو مطلب دونوں کے روبرو ہونے سے سدھ ہوتا ہے وہ تحریر سے دور گھر میں بیٹھے ہوئے نہیں ہو سکتا۔

بغض وحسد کے بل سے تو چاہے کوئی کچھ نام رکھو۔ مگر انصاف دوارا ہم ناستک نہیں ہیں۔ کیونکہ ناستک وہ ہوتا ہے۔ جو ہوئی کو نہ ہوئی کہے۔ ہمارے مت میں اسی وستو کی ہستی مانی جاتی ہے جو پرتکش میں نظر آتی ہے (پرتکش کے سوا کسی کی نہیں) اب دیکھنا چاہیئے کہ ناستک ہم ہیں یا وے لوگ ہیں جو ظاہر موجود ہستی یعنی دنیا کو ناستی (ناش ہونے والی) کہکے کسی بندھیا پتر۔ عنقا کے بیٹے یعنی پرمیشور کو جو کبھی نہ پیدا ہوا نہ ہے اسکی موجودگی کے ماننے والے آستک بن رہے ہیں۔ اس گرنتھ کے پاٹھ سے پرگٹ ہو جاویگا کہ ہم آستک ہیں یا ناستک"۔ (از بھومکا ست امرت پرواہ مطبوعہ ۱۸۹۵ء دہلی)

اسی طرح ذیل کا خط ان کی اندرونی حالت کا شاہد ہے:۔

پنڈت جی نے اپنی نزع حالت سے کچھ دن یا گھنٹہ پہلے ایک خط پنڈت کنہیا لال صاحب ایڈیٹر مترولاس کو لکھا تھا جو انہیں دنوں اس میں طبع بھی ہو گیا۔ جس میں لکھا تھا "ہماری بڑی بھول ہے کہ ہم اس بوڑھے ترڈ (بڑے بوڑھے) دھرم کو پھر نویا (جوان) بنانے کا ادیوگ (کوشش) کریں۔ ہم نے تو جگت کا بھلا کرتے کرتے جنم کھو دیا۔ نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ لال جی! اب تو کر ٹوٹ گئی۔ کس کا اپدیش۔ کس کی سبھا۔ کس کی یاترا۔ اب تو اپنی ہی کھیل بچا دیں گے۔ کیونکہ لوگوں کا کھیل بہت دن کھیل کے کچھ پھل نہ پایا"۔

(از دیش ہتیشی صفحہ ۱۱ سطر ۸ سے ۸ تک مطبوعہ ماہ جولائی ۱۹۳۱ء جلد ۱ نمبر ۹ اجمیر)

۱۲۔ مسلمانوں سے بات چیت:۔ اسید خاں نے مددگار دت کو کہا کہ تم بت پرست ہو۔ سوامی جی نے اُتر دیا۔ یہ تو چھوٹا بت پرست ہے۔ مگر تم بڑے بت پرست ہو۔ جو کوہ طور اور قدم آدم والے پہاڑ کو پوجتے ہو۔ سنگ اسود کو چومتے اور تعزیوں کو مانتے اور قبروں سے مراد مانگتے ہو۔ وہ لاجواب ہو گیا۔

اسید خاں اور پیرجی ابراہیم نے سوامی جی سے سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ مسلمانوں کو بھی آریہ بنا لیتے ہو۔ فرمایا کہ ہم واقعی آریہ بنا لیتے ہیں۔ آریہ کے معنی سرشیٹ اور ست مارگ پر چلنے والے کے ہیں۔ جب آپ ست دھرم قبول کریں تب

آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہمارے ساتھ مل کر کھاویں گے۔ سوامی جی نے کہا کہ ہمارے ہاں صرف جھوٹھ کا پرہیز ہے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا نہیں کھاتے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ایک جگہ کھانے سے محبت بڑھتی ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ کتے بھی تو مل کر ایک جگہ کھاتے ہیں۔ مگر کھاتے کھاتے آپس میں لڑنے لگتے ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

ایک روز نجف علی تحصیلدار بروڈہ کی آکر دیا کھیان سننے لگے۔ دیا کھیان سن کر کہا کہ آج تک مجھے کچھ شک تھا مگر اب اچھی طرح ثبوت ہو گیا کہ جس قدر علم آپکی سنسکرت میں ہے۔ اتنا دوسری زبان میں نہیں۔ دوسری بار مع وقار علی بیگ ڈپٹی مجسٹریٹ کے آئے۔ ڈپٹی صاحب خیمہ کے دروازہ میں اور تحصیلدار صاحب اندر آ گئے۔ ملاقات ہونے پر تحصیلدار صاحب نے کہا کہ سوامی صاحب بڑے ولی لوگ ہیں۔ میں بھی ان کا خادم ہوں۔ ڈپٹی صاحب نے سوامی جی سے سوال کیا کہ یہ ہردوار اور ہر کی پیڑی کیا ہے؟ سوامی جی نے جواب دیا کہ یہ ہر کی پیڑی تو نہیں مگر ہاڈ کی پیڑی ہے۔ کیونکہ ہزاروں من ہڈیاں یہاں پڑتی ہیں۔ ڈپٹی صاحب نے کہا کہ اگر اس گنگا میں اشنان کا مہاتم ہے تو یہی کیا خصوصیت ہے کہ ہر کی پیڑی پر اشنان دان کریں؟ سوامی جی نے کہا کہ یہ بات پنڈوں کی قائم کردہ ہے۔ کیونکہ اگر لوگ گنگا میں ہر جگہ اشنان کرنے لگیں تو پنڈا جی دکھشنا کہاں سے لیں۔ آپ کے ہاں اجمیر میں بھی یہی بات ہے۔ مجاور کہتے ہیں کہ ادھر ادھر نہ چڑھاؤ بلکہ ان استھانوں میں چڑھاؤ۔ کیونکہ خواجہ صاحب ان استھانوں میں رکھے ہیں۔ اس پر وہ لاجواب ہو گئے۔

نجف علی صاحب نے کہا کہ ہمارے پیغمبر صاحب نے اجازت دی ہے کہ کئی عورتوں سے شادی کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ ایک بادشاہ کے کئی وزیر ہوتے ہیں۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ ایک مرد کے واسطے ایک ہی عورت کافی ہے۔ چنانچہ یہ بات تجربہ اور دلائل عقلی اور نقلی سے ثابت ہے۔ تم دیکھ لو کہ ایک بیسوا سینکڑوں آدمیوں کو خراب کرتی ہے۔ تو جب ایک گھر میں کئی عورتیں ہوں تو ان کو بھی ایک مرد کافی نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے ہمارے ویدوں میں اجازت ہے کہ ایک ہی شادی ہونی چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے تسلیم کیا یہ سچ ہے۔ ضرور ایک ہی شادی ہونی چاہیئے۔

۱۳۔ انگریز افسروں کی ملاقات:۔ ایک روز صبح کو صاحب کنسرویٹر جنگلات کمشنر میرٹھ۔ کلکٹر سہارنپور اور مرزا وقار علی بیگ ڈپٹی کلکٹر مع چند دیگر ہمراہیوں کے اس خیمہ کے پیچھے جہاں سوامی جی دیا کھیان دیا کرتے تھے۔ آ کھڑے ہوئے۔ اور

پوچھا کہ سوامی کہاں ہے؟ حکیم جی نے جواب دیا کہ اس وقت سوامی جی بہ شغلِ خدا میں مصروف ہیں۔ کہا کہ تم جا سکتے ہو؟ حکیم جی نے کہا کہ جا سکتا ہوں مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ جا کر خاموش کھڑا ہو سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پھر جانے سے کیا فائدہ؟ کیا تم جا کر یہ کہہ سکتے ہو کہ کمشنر میرٹھ تمہارے ملنے کو آیا ہے؟ حکیم جی نے کہا کہ نہیں۔ ہوشیام لال نے کہا کہ اگر آپ کچھ دیر ٹھہریں یا تشریف رکھیں۔ تو سوامی جی سے آپ کی ملاقات ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اُسی وقت کرسیاں منگوا کر انہیں بٹھلایا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سوامی جی کو اطلاع دی گئی۔ اور وہ باہر تشریف لائے۔ جس وقت وہ خیمے کے نیچے آئے۔ چاروں صاحبان کھڑے ہو گئے اور خندہ پیشانی سے ملاقات کی۔ پھر سب بیٹھ گئے۔ اور پرمیشور کے وشے میں بات چیت ہوتی رہی۔ جس پر وہ بہت خوش ہوئے اور اُسی روز سے انتظام پولیس کر دیا۔ تا کہ کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ اور یہ بھی کہہ گئے کہ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اطلاع کر دیں۔ مہیا کر دی جائیگی۔

رخصت کرتے وقت سوامی جی نے افسوس کے ساتھ بھارت ورش کی عظمت کا ذکر کیا کہ آپ لوگ پھوٹ کے وقت ہندوستان میں آئے۔ اگر اُنتی کے وقت آتے تو دیکھتے کہ ہندوستان میں کیسے کیسے شور بیر یودھا موجود تھے۔ اور پھر اُن کی ودیا اور بل کی تعریف کرتے۔

۱۴۔ ہر وقت کے تفکرات:- معلوم ہوتا ہے کہ جونہی کام سے ذرا بھی فرصت ملتی۔ سوامی جی کا دماغ منشوں کی حالت اور تنزل کے نتیجوں پر وچار میں لگا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک روز سوامی جی بیٹھے بیٹھے لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر اور سانس بھر کر یہ کہا کہ دلدروں اور تپسیوں کی آہ سے ہی یہ ملک برباد ہوا۔

ایک دفعہ سوامی جی نے دیکھا کہ بہت سے سادھو ایک طرف جا رہے ہیں۔ ایک سادھو سے پوچھا کہ یہ سب کہاں جا رہے ہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ ایک اُداسی سادھو آئے ہیں۔ اُن سے ملنے کو جاتے ہیں۔ تب آپ نے کہا کہ دیکھو! آریہ ورت میں سناتن ویدک دھرم کے کتنے مت متانتر چل گئے ہیں۔ کوئی اُداسی۔ کوئی نرملا۔ کوئی بیراگی وغیرہ ہو رہے ہیں۔ اصل دھرم سب نے چھوڑ دیا۔ اُس نے کہا کہ مہاراج! ایک دھرم ہونا مشکل ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ پرچارک اُپدیش کرنا چاہیئے جس سے بہت کچھ اتفاق اور ایکتا ہو سکتی ہے۔

۱۵۔ کئی امور کی بابت احتیاط:- ایک روز ایک ننگا سادھو جٹا دھاری آیا۔ اور کہنے لگا کہ سوامی جی! میں آپ سے پڑھنا چاہتا ہوں۔ بھکشیا مانگ کر لایا کرونگا۔ سوامی جی نے کہا کہ تم کہاں کے ہو؟ وہ بولا کہ میں فقیروں کی جماعت کا ہوں۔

سوامی جی نے کہا کہ ہم کو پڑھانے کا اوکاش اتنا نہیں ہے۔ اور تمہارا ساتھ رہنا بھی مشکل ہے۔ اُس نے کہا کہ نہیں۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گیا۔ مگر پھر جلد ہی چلا گیا۔

پھر دو ننگے نرنجنی اکھاڑہ کے سر پر جٹا جوٹ آئے تھے کہ ہم آپ کے ساتھ رہ کر پڑھنا چاہتے ہیں۔ سوامی جی نے سمجھایا کہ ہمارے ساتھ رہ کر پڑھنا نہیں ہو سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ تم کسی سماج میں رہ کر یا کسی اور جگہ جا کر ودیا حاصل کرو۔ اور ساتھ ہی مثال دے کر سمجھایا کہ سوامی شنکر آچاریہ کے ساتھ وہ جینی شش ہو کر رہنے لگے۔ اور کچھ عرصہ بعد موقع پا کر بھوجن میں زہر دے کر مار ڈالا۔ انہوں نے قبول کیا کہ جیسا آپ آگیا دیتے ہیں۔ ویسا ہی کریں گے۔

ایک دن دیا کلیان میں گجرات کاٹھیاواڑ یعنی سوامی جی کی جنم بھوم کی طرف کی دو استریاں پلندہ کی طرح باندھی ہوئی سکھ دی ندی تھیں۔ منشی امراؤ سنگھ نے اُن سے اُن کی ذات پوچھی۔ تو معلوم ہوا کہ وہ ادیچ کل کی تھیں۔ وہ خیمہ کے باہر سوامی جی کی پشت کی طرف ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ان کے مرد بھی ساتھ تھے پہلے دن چار بجے سوامی جی نے ان کو کہا کہ ہمارے استھان پر استریوں کے رہنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے تم شہر میں چلی جاؤ۔ چنانچہ وہ چلی گئیں۔ پھر وہ کئی روز تک صبح اپنے مردوں کے آتی رہیں اور بدستور ۴ بجے کے بعد چلی جاتی رہیں۔ وہ کل ۸-۹ دن رہی تھیں۔

۱۲- سوامی جی اور حفظانِ صحت:- ان ایام میں ایک دن منتظم میلہ نے پاخانوں کو جلوانا شروع کیا۔ اس کی وجہ سے میلہ میں کچھ ہیضہ پھیلا۔ سوامی جی نے کلکٹر صاحب کو کہا کہ اگر یہ اس طرح جلوایا جاوے گا تو بہت زور سے ہیضہ پھیلے گا اس لئے مناسب ہے کہ آپ کسی دور جگہ پر اسے اچھی طرح دفنا دیں۔ چنانچہ پھر جلانا بند کر دیا گیا۔

ایک دن ایک یوروپین ڈاکٹر سینی ٹال کے اور دوسرے روز رڑکی کی پلٹن کے آئے۔ اور سوامی جی سے ہیضہ کے معاملہ میں گفتگو کی۔ آخرکار سوامی جی نے ان سے سوال کیا کہ تم نے ہیضہ کے روکنے کا کیا بندوبست کیا ہے؟ کیونکہ ہمیشہ دیکھی گئی ہے کہ ہر دوار میں ہیضہ پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹٹیوں کا پاخانہ جمع کر کے نزدیک کی موتری کی نالیوں میں بہایا جاتا ہے۔ اور باقی ٹٹیوں میں زمین کھود کر دبا دیا جاتا ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ ہیضہ زمین میں دبانے سے ضرور ہو گا۔ اس ڈاکٹر نے خوشی سے یہ بات کہی کہ ہیضہ نہیں ہو گا۔ سرکار کی طرف سے بہت انتظام ہو گیا ہے۔ سوامی جی نے سوال کیا کہ کتنے دنوں سے پاخانہ

دبایا جاتا ہے؟ جواب دیا کہ ۱۲ آدمی تک۔ اُس وقت سوامی جی نے کچھ تھوڑی دیر سکوت کرکے کہا کہ تیسرے یا چوتھے روز ہیضہ جاری ہو جاویگا۔ اُس وقت وہ دونوں انگریز مسکرا کر اَور باتوں میں مصروف ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر بعد بخندہ پیشانی رخصت ہو کر چلے گئے۔ جب دو روز گذر گئے اور تیسرا روز شروع ہوا تو دس بجے دن سے ہیضہ پرزور میں شروع ہو گیا۔ آخر گری کے مکان میں ایک دم ۷ آدمی مرگئے۔ اور شام تک تقریباً ۳۰ آدمی مر گئے۔ تب دونوں ڈاکٹر گھبرائے ہوئے تقریباً شام کے ۵ بجے سوامی جی کے پاس آئے اور کہا کہ کوئی ایسی تجویز بتلائیے۔ کہ جس سے ہماری بدنامی نہ ہو اور ہیضہ بند ہو جاوے۔ سوامی جی نے کہا کہ جہاں تک ہو سکے۔ فوراً کافور اور چندن جلاؤ اور پاخانہ دور لے جا کر کھدواؤ۔ جس طرف کی ہوا نہ ہو۔ اور میلہ کو کم کرنے کی تجویز کرو۔ چنانچہ اُسی وقت سب پاخانہ کی گاڑیاں جگجیت پور کی طرف لے جانے لگے۔ کیونکہ اُس طرف کی ہوا نہ آتی تھی۔

پربھی (یعنی اشنان کے دن) سے چار روز پیشتر سوامی جی نے ایسا ویاکھیان دیا کہ لوگوں کی حالت سکتہ کی سی ہو گئی۔ اس وقت ہزارہا آدمی موجود تھے۔ وہ کپتان پولیس بھی دو تین روز پہلے سے ویاکھیان سننے آیا کرتے تھے۔ وہ بھی موجود تھے۔ سوامی جی نے فرمایا کہ اے بھائیو! تم لوگ جو اس میلہ میں اپنے بال بچہ اور سمبندھیوں کو چھوڑ کر آئے ہو تم اپنے انتھ کرن میں یہی آشا کرتے ہو کہ اشنان کرکے ہم خیریت سے اپنے گھر کو پہنچ جاویں۔ اور ہم بھی یہی آشا کرتے ہیں۔ لیکن اس بات کو خوب دھیان دے کر سن لو کہ پربھی کے روز بری پڑیگی۔ یہ بات ودیا سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا یہ کارن ہے کہ جو آدمی کے شریر سے ودیت یعنی مساموں کے راستہ سے گرمی نکلتی رہتی ہے۔ جس جگہ بہت مجموعہ (گروہ) ہوتا جاتا ہے۔ وہ گرمی اوپر کو جیسا کہ اس کا سوبھاؤ ہے۔ چڑھتی رہتی ہے۔ جوں جوں آدمی زیادہ ہوتے جاویں گے۔ توں توں وہ اوپر ہی کو چڑھیگی۔ اور وہ گرمی ایسی ہوتی ہے کہ جس میں وہ پرویش کریگی۔ ہرگز نہ بچیگا۔

جب اس سمودائے میں بھید (دنگی) ہوگی تو اُس جگہ سردی ہونے سے وہ ودیت نیچے آجاویگی اور جس کو لگیگی وہ نہ بچیگا۔ فوراً مر جاویگا۔

ہے منشو! میں تم کو اپنا سوہرد سمجھ کر پہلے ہی سے جتلاتا ہوں کہ پربھی سے ایک دو روز پہلے یا جو پربھی نہانے کا بڑا اَبھلاشی ہو تو پربھی کے روز صبح ہی جس جگہ سنتوکھ آرام کا دیکھو۔ اشنان کرکے فوراً روانہ ہو جانا۔ بالکل توقف مت کرنا۔ اسی میں تمہاری خیریت ہے۔ اور یہ بھی تم سے کہتا ہوں کہ اس بات پر مت مرنا کہ ہم ہرکی پوڑی پر ہی اشنان کریں گے۔ جس کو تم ہرکی پیڑی کہتے ہو۔ وہاں بہت

بھیڑ ہونے سے اور تم کو اس جگہ پر سودائی کے سبب زیادہ جوئیت کا اثر اور دھکم دھکا ہونے سے جان کا خوف ہے۔ جس جگہ اچھا موقع دیکھو۔ اشنان کرکے چلے جانا اور بہتر یہ ہے کہ ایک دو روز پیشتر ہی یہاں سے چلے جاؤ۔ اس طرح گھر زندہ پہنچ جاؤ گے۔

یہ لیکچر کیا تھا۔ سوامی جی کی دوربینی کا اچھا نمونہ تھا۔ ٹھیک وہی حال اجین یہاں کا ہوا۔ پربھی کے روز دوپہر کے بعد چھپید (کشادگی) ہونے سے بے انتہا مری پڑی اور غالباً فی صدی دس پندرہ آدمی زندہ بھاگنے سے بچے ہونگے۔ بیٹھا بیٹھا اور چلتا چلتا آدمی مر جاتا تھا۔

اخیر دیاکھیان میں سوامی جی نے اُن کپتانوں سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ آپ کے ڈاکٹروں نے جو دفعہ ۳۴ قائم کرا دی۔ اس سے بہت کچھ خلقت کا نقصان ہے۔ اس میلہ ہی میں خیال کیجئے کہ جب مسافر کو حاجت پیشاب و پاخانہ کی ہوتی ہے اور اس جگہ سے ٹٹی ڈیڑھ میل پر ہے تو وہاں تک اس کو حاجت ضبط کرنی پڑیگی اور اس کی گرمی دماغ میں چڑھ جاویگی۔

جب اس کا اندر خراب ہوا تو خراب دیوان کے اندر بہت جلد مرض ہو جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے بہت سی جانیں آپ کے قانون سے صدقہ ہو جاتی ہیں۔ میں نے جو آج دیاکھیان میں کہا ہے۔ آپ اپنے ڈاکٹروں سے بیان کرکے دریافت کریں۔ آپ کو چاہیئے کہ مسافروں پر رحم کھا کر سڑک سے کچھ فاصلہ پر جھنڈیاں لگا دیویں۔ تاکہ جھنڈی سے پرے مسافر لوگ حاجت رفع کر لیا کریں۔ اور آپ جو گنگا کے میدان میں برش یعنی صفٹ لگا کر پاخانہ ڈال کر جلواتے ہیں۔ سو یہاں کی وائیو کو کیوں اشدھ کرتے ہو۔ اس سے تو بہت بڑی وبا پھیل جاویگی۔ کہ میلہ کو جان بچانا مشکل ہو جائیگا۔ آپ کے ڈاکٹر علم بیدک سے بالکل ناواقف ہیں اور کچھ بھی نہیں سمجھتے ہیں کہ یہ ہم کیا کراتے ہیں۔ اس سے اُلٹا خلقت کا ستیاناش ہو رہا ہے۔ میں نے پہلے اس میلہ دیا۔ اور کمبھ کے اندر میلے دیکھے۔ مگر ایسی سختی پہلے نہیں ہوتی تھی۔ جو کچھ میں نے آپ سے کہا ہے۔ آپ اپنے ڈاکٹروں کو جا کر ضرور سمجھا دیں۔ یا آپ اُن کو مجھ سے ملا دیں۔

۱۷- **متفرق** :- ایک دفعہ چند رتھے سادھو جھنڈے کر چندہ کرتے تھے۔ سوامی جی نے ان کو کہا کہ تم لنگوٹی ہو۔ اگر تمہارے میں کوئی بوڑھا آدمی ہو تو اس کی سیوا کرو۔ اس طرح دنیا کے جال میں مت پھنسو۔

ایک آدمی نے سوال کیا کہ آپ نے ملتانی مٹی کیوں لگائی ہے؟ اتر دیا۔

اب وہ بیٹھ نہیں سکتا کہ جو کچھ بیں ہاتھ لئے۔ اُس کے منہ میں مٹی آ دے۔

ایک روز ودیا کھیان سنتے سنتے ایک بڈھا برہمن جو لاہور کا تھا بولا کہ سوامی! تیرا گلا کاٹ ڈالوں اور اپنا بھی کاٹ ڈالوں۔ تو نے ہمارا بڑا نقصان کیا۔ اور دھکّی ماردیا سوامی جی نے کہا کہ کوئی ہے جو اسے ہٹا دے۔ سپاہی نے اُسے ہٹا دیا۔ اور لوگ بھی دوڑے۔ تب سوامی جی نے کہا کہ ایسی کوشش کی ضرورت نہیں۔ یہ کوئی میرے سے بغض تو نہیں۔ صرف اتنا کرو کہ یہ ودیا کھیان میں خلل نہ ڈالے۔

ایک دن سر شام دو سادھو آئے اور کہنے لگے بیٹھ گئے۔ سوامی جی نے کہا کہ بہت آئیں اُنہیں! تو نے تو ڈنڈا کیا ہے تاکہ ابھی تک نہیں چھوڑا۔ میں تو اس کو بہت تک لئے پھرا۔ مگر کچھ بھی لابھ دایک نہیں۔

ایک مشہور اُداسی سادھو کو جو صرف کمبل اوڑھے تھا۔ زیلے لوگ کہیں سے تلاش کرکے مباحثہ کے واسطے لائے۔ وہ آن کر دو گھنٹے تک جھگڑتا رہا۔ کہتا تھا کہ تیرا تو ایشور ہی پریشور میں چھوٹ گیا ہے۔ تمہاری بات مانی ہی نہیں۔ سوامی جی نے کہا کہ دیکھو جی ان کا ایشور چھوٹ گیا ہے۔

سوامی جی کا ارادہ کنکھل میں ودیا کھیان دینے کا تھا۔ مگر سمتری انتظام نہ کرسکا۔ زمانہ پر بھاری وہاں بدری پکا کرتا تھا۔ ایک شخص جوان تقریباً بعمر بیس سال ساکن امرتسر نے آن کر عرض کی کہ مہاراج! مجھے امرتسر سماج نے خارج کردیا سوامی جی نے پوچھا کہ کیا باعث؟ کہا کہ کتابوں کی چوری کا الزام لگایا تھا۔ سوامی جی نے کہا کہ سچ سچ بتلا دے۔ ضرور جھوٹ نہ بولنا۔ اُس نے اقرار کیا۔ سوامی جی نے کہا کہ اچھا اب بتلا کہ تو نے چوری کی یا نہیں؟ اُس نے صاف اقرار کیا کہ ہاں میں نے چوری کی تھی۔ مگر اب معافی مانگتا ہوں۔ سوامی جی نے کہا کہ اچھا تیرا پراشچت کیا گیا۔ اور اس کو ٹھاکر رام سرن داس جی کے پاس بھجوایا کہ ایک خط سماج امرتسر کو لکھ دو کہ اس کا پراشچت کیا گیا ہے۔ اس لئے اسے پھر داخل سماج کرلیں۔

استری نے ایک سوال یہ کیا کہ آدمی کی آیو جو پرمیشور نے مقرر کی ہے۔ اس کو اگر کوئی آدمی بیچ میں مر جاوے تو وہ پرمیشور کہاں رہی؟ اور اس کا کیا حال ہوگا۔ جواب دیا کہ جتنا کرم کرنے سے بھوگ ہے۔ وہ پھر جنم کی وجہ میں جنم لیکر اپنا باقی بھوگ بھوگیگا۔

سوامی جی کو تازہ دودھ کی ضرورت رہتی تھی۔ جو میلہ کی کثرت کے سبب ملنا دشوار تھا۔ منشی امراؤ سنگھ ساکن کنکھل ان دنوں گاؤں میں مدرس تھا۔ اُس نے انتظام کردیا۔ اور دو سیر پختہ دودھ ہر روز بابو شام لال جی کے پاس کنکھل میں پہنچ

جاتا اور بابو جی سوامی جی کو پہنچا دیتے۔

جو ناگے یہاں پڑھنے کو تھے۔ ان سے سوامی جی نے ترائی (نیچے اور دہی کی لجائی) کا بنانا پوچھا۔ انہوں نے بتلایا کہ اوّل دہی کو کپڑے میں چھان لیں۔ تاکہ اس میں پانی نہ رہے۔ پھر اس کو گھولو۔ اس میں بیسن گاڑھا گھول کر ڈالو۔ بیسن ڈال کر پھر مصالحہ کو گھی میں گھولو (کڑاہی میں) اور بعد ازاں سب چیزیں یعنی وہ بیسن اور دہی گھلا ہوا اس گھی میں چھونک دو۔ جتنے کہ پکانے تک پکاتے تیسرا پہر ہو جائے۔ اس کے پکانے کے اندر جتنی مرتبہ ہو سکے چھونک دو۔ یعنی کسورے (سکورہ) کو گرم کرکے اس میں گھی ڈالو۔ اور بعد گرم ہونے کے اس کو ایک طرف سے ڈھانپ کر کڑاہی میں ڈال دو۔ پھر آہستہ آہستہ اتار کر مٹی کے ایک کشادہ برتن میں ڈال دو۔ سوامی جی نے یہ سب لکھ لیا۔

اپنے جانے سے ایک دن پہلے سوامی جی نے سب مہاجن والوں کو ان کے مکانوں پر واپس بھیج دیا کہ اب ہم دنگڑ سے تم سب چلے جاؤ۔ اور آپ بھی دوسرے دن ڈیرہ دون کو چلے گئے۔

بابو شیام لال ہیڈ کلرک پوسٹ آفس سہارنپور ایک رات کو کپڑے اتار کر روٹی کھانے کو گیا اور کپڑے خیمہ کے دروازہ پر رکھ گیا۔ لوٹ کر کپڑے جو دیکھے۔ چوری رکھے رہے۔ سوامی جی نے کہا کپڑے اٹھا لو۔ کہا کہ مہاراج! کیا اس جگہ چور پھرتے ہیں؟ سوامی جی نے کہا کہ پہرہ بھی تو ایسا مقرر نہیں۔ آخر کار اسی رات کو اس کے کپڑے چوری چلے گئے۔

ایک رات حکیم جی اور بہارام و منشی رام ایک بجے رات سے دو بجے تک گفتگو کرتے رہے۔ صبح کو جب سوامی جی خیمہ سے نکلے۔ لوٹا پانی کا مانگا۔ حکیم جی نے لوٹا دیا اور فراغت سے آ کر بیٹھے۔ سوامی جی جب واپس آئے تو بیچارہ کی ہاتھ دھلانے لگا اور حکیم جی نے درتن جیش کی۔ تب فرمانے لگے کہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ ہم رات کو اپنے خیمہ کے نزدیک کسی کو بات نہیں کرنے دیتے۔ ایسی بات جو تیرہ زبان تک پہنچی۔ تم نے رات بھر ایسی ایسی باتیں کیں۔ جس سے میرا ہرج ہوا۔ آئندہ خیال رکھو۔

پنڈت رام سنگھ جی دہرہ دون سے بیٹھا آئے۔ منشی اندرمن اور لالہ ... رئیس میرٹھ سے وہاں آئے ان کی ملاقات ہوئی۔ پنڈت جی نے منشی اندرمن سے لکچر دینے کی درخواست کی۔ سوامی جی نے فرمایا کہ یہ لکھ سکتے ہیں مگر لکچر بالکل نہیں دے سکتے۔ اندرمن جی نے بھی اس کی تائید کی۔

ایک روز ایک فقیر سے سنگت میں گفتگو شروع ہو گئی۔ جو بہت دیر تک رہی

ہم اس گفتگو کو بالکل نہیں سمجھ سکے۔ وہ فقیر جواب سے بہت خورسند معلوم ہوتا تھا۔ غالباً دینیات پر گفتگو تھی۔

کرنیل اسکاٹ صاحب کا تار بمبئی سے سوامی جی کے نام اس مضمون کا آیا تھا کہ آپ یہاں تشریف لاویں، ہم آپ کے درشن کرنا چاہتے ہیں۔ جواب دیا گیا کہ ہم نہیں آسکتے۔ چنانچہ یہ امر پہلی درج شدہ چٹھیوں سے ہی ظاہر ہے۔

ایک پنجابی جو لائق اور معزز معلوم ہوتے تھے۔ اٹھے اور ہاتھ جوڑ کر سوامی جی سے کہا کہ سوامی جی! آپ گرنتھ صاحب کو بھی مانتے ہیں یا نہیں؟ سوامی جی نے اتر دیا کہ گرنتھ صاحب کے کرتا منش ہیں۔ اس کارن میں صرف ایشور وکت ویدوں کو ہی مانتا ہوں اوروں کو نہیں۔

سوامی جی کی طبیعت علیل تھی۔ اس لئے اُن کا ارادہ تھا کہ میرٹھ سے دو تین روز پہلے ڈیرہ دون چلے جائیں۔ مگر سواری کا ہرچند انتظام کیا گیا۔ بہم نہ پہنچی۔ تاہم میرٹھ سے دوسرے روز وہ روانہ ڈیرہ دون ہوگئے۔

منی رام جی اور اُن کے گورو بھائی الجیان سے پہنچ کر بولے کہ سوامی جی! آپ تو یہ چوکڑی لگائے بیٹھے ہیں اور ہمارے لئے استھان ہی نہیں ہے۔ اس وقت سوامی جی کے سر پر ایک مکھی بیٹھی تھی۔ بولے۔ بھائی! میں نے تو مکھی کو بھی اپنے سر پر بٹھا رکھا ہے۔ یدی آپ کے لئے استھان ہوتا تو اوشیہ یہاں بٹھا لیتا۔

ایک روز رات کو سرکاری چوکیدار ایک مردہ مسافر کو سوامی جی کے خیمہ کے سامنے سڑک پر گاڑنے لگے۔ مشعل ساتھ تھی۔ سوامی جی نے پوچھا کہ دیکھو۔ یہ کیوں چلاتے ہیں؟ حکیم جی نے جاکر دریافت کیا۔ جب سوامی جی سے یہ بات عرض کی تو فرمایا کہ ہمارے احاطہ میں مت گاڑو۔ دوسرا کہیں لے جائیں۔ جہاں تک ممکن ہو جلاؤ۔ گاڑنے مت دو۔ حکیم جی نے ہرچند انہیں سمجھایا۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ یہ رو رہے تھے۔ وہ سرکاری ملازمت کے زعم میں گاڑنے پر ضد کرتے تھے۔ اتنے میں ایک گشت روند دیتا ہوا آ پہنچا۔ اس نے اس تکرار کو سن کر کہا کہ تم کیوں نہیں مردہ گاڑنے دیتا۔ حکیم جی نے کہا کہ سری سوامی دیانند سرسوتی جی کا یہ احاطہ ہے۔ وہ اپنے احاطہ میں نہیں گاڑنے دیتے۔ اس وقت اس نے کہا کہ او ہو دیانند پنڈت جو سب کو خدا کی طرف بلاتا ہے۔ اس کا یہ حکم ہے۔ حکیم جی نے کہا کہ ہاں۔ تب اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جاکر اس کو پہاڑ کے نیچے پھینک دو مگر یہاں مت گاڑو۔ چنانچہ وہ لے گئے۔

تیسری فصل - ڈیرہ دون

۱۴ تا ۳۰ - اپریل ۱۸۷۹ء

۱- آمد ڈیرہ دون - ہریدوار کی محنت شبانہ روزہ اور بیماری سے طبیعت میں نقاہت ہو گئی تھی - اسلئے سوامی جی کا ارادہ ہوا کہ ڈیرہ دون چلکر آرام کریں - اور ساتھ ہی دھرم پرچار بھی - چنانچہ بابو ... ۱۰ اپریل میں ڈیرہ دون خط لکھا کہ ہم ہریدوار سے ۱۴ اپریل کو ڈیرہ دون آویں گے - جس پر کسی آزاد مکان کی تجویز ہونے لگی - آخر بصلاح چند بنگالی صاحبان کے پنڈت کرپارام ... نے مسٹر ... کا بنگلہ تجویز کیا - بعدہ بابو شیام لال نے لکھا کہ کرنیل الکاٹ صاحب و میڈم بلیوٹسکی صاحبہ سوامی جی کے ملنے کیلئے وہاں آئینگی - انکے واسطے بھی بنگلہ تجویز کر رکھا تھا - مگر پھر چٹھی آئی کہ کچھ ضرورت نہیں - وہ ڈیرہ دون نہیں آ دینگے -

۱۴- اپریل کو پنڈت کرپارام نے سڑک ہریدوار پر ... پہنچے اور نوکروں کو بھیجا کہ جب سوامی جی آویں انکو بنگلہ ... پر ٹھہرا دیں - سوامی جی کے آنے پر سب سے پہلے بنگالی صاحبان ملنے پہنچ گئے - ایک ... گاڑی کا کرایہ بھی اپنی گرہ سے دیا - پنڈت بھیم سین ... ایک ودیارتھی کل تین آدمی سوامی جی کے ساتھ تھے -

۲- پرچار کا کام - پنڈت کرپارام کو جس وقت اطلاع ملی تو وہ افسر سے اجازت لیکر رخصت ہو گئے اور پھر شام کو حاضر ہوئے - اور بھی بہت لوگ آئے - تمام شہر میں شہرت پھیل گئی - مختلف مضامین پر گفتگو ہوتی رہی - دستوں کی بیماری نے اسقدر دق کر رکھا تھا کہ گفتگو کرتے ہوئے کئی دفعہ قضائے حاجت کے واسطے جانا پڑتا تھا - لوگوں نے کہا کہ آپ کیلئے کسی ڈاکٹر کو بلاتے ہیں فرمایا کہ میں ڈاکٹری دوا نہ کھاؤنگا - چنانچہ کہانی گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد جب سب لوگ چلے گئے تب پنڈت کرپارام کو اکیلے میں بلا کر ... کو جو یہاں ... ہوئے ہیں - تمہیں کون کون لوگ شامل ہیں فہرست دکھلائی گئی جسمیں ... بنگالیوں کے ... بابو ... بنگالی تمام برہم سماج کے ممبر تھے - سوامی جی نے ... بہت افسوس ظاہر کیا کہ ان لوگوں کے ... ہمیں ... اپنے سر ... نہ ... چاہئے کیونکہ یہ لوگ آج تمہارے ... دشمن ہو جائینگے - یہ تم نے بھول ہی جانا ... خود ... کام کیا - پنڈت جی نے عرض کی کہ آپ کچھ خیال نہ کریں ... ہیں - فرمایا کہ میری یہ غرض نہیں کہ کسی ... کو تکلیف دوں - ... تین دن کے آرام سے دستوں کی بیماری کم ہوئی - اور بعد آرام پانے کے لکچروں کا اشتہار دیا گیا اور ... بنگلہ ... پہلا لکچر ... ہوا - اس میں قریب تین سو کے آدمی تھے ... ثابت ... کی -

دوسرا لکچر ... تیسرا لکچر ... چوتھا لکچر ... پانچواں ... صاحبان ... ہیں - مگر ... کوئی طاقت نہیں رکھتا - ... نہایت زبردست ہے -

سوامی پادریوں کی صحبت کا جوش۔ [illegible] انگریز [illegible] پادری مسٹر [illegible] بھی [illegible] موجود
تھے۔ بائبل اور قرآن [illegible] کے اصول [illegible] [illegible] گفتگو [illegible] کے قریب
آدمی تھے۔ پادری صاحب [illegible] بات [illegible] جوش [illegible] آخر ختم [illegible] لکچر [illegible] بیٹھے رہے [illegible] لکچر کے ختم [illegible]
جوش کیا اور بولا [illegible] پنڈت [illegible] [illegible] اور اپنے [illegible] کو [illegible] الفاظ جوش [illegible] غصہ کی
حالت میں کہے گئے تھے۔ [illegible] بے ترتیب [illegible] کسی پنڈت کو ہم نے [illegible] بیان کرتے [illegible]
کیا یہ واقف [illegible] انجیل کے [illegible] مسائل [illegible] سوامی جی نے تردید [illegible]
کیے گئے جب خاموش ہو گئے تب سوامی جی کھڑے ہوئے [illegible] انہوں نے غصہ کی حالت [illegible] الفاظ [illegible]
[illegible] ثبوت [illegible] ہے [illegible] پادری صاحب [illegible] سکتے تھے اور [illegible] اٹھے تھے
[illegible] زبان انگریزی [illegible] ڈاکٹر [illegible] ثبوت [illegible]
[illegible] معقول [illegible] [illegible]
استعمال کیا تھا وہ اپنے دعوے کے ثبوت اور آپ کی تردید میں دلائل دیتے ہیں۔ آپ بھی دیں گے

جواب میں پادری صاحب نے [illegible] بہت مناسب [illegible] جواب [illegible]
بھی [illegible] انگریز [illegible] جب پادری [illegible]
[illegible] پادری صاحب [illegible] جواب میں پادری [illegible] غصہ میں [illegible]
کے بعد مسٹر پادری [illegible] پنڈت [illegible] سوامی جی سے گفتگو [illegible] سوامی جی نے
منظور کیا اور [illegible] مسٹر [illegible] گفتگو کرنا چاہتے تھے
[illegible] گفتگو [illegible] سات تک
[illegible]
[illegible] انجیل کا ثبوت
[illegible]
انجیل و قرآن کے [illegible] خلاف [illegible]
[illegible] سوامی جی [illegible] پنڈت [illegible] انگریزی [illegible]
[illegible] مسلمانوں [illegible]
[illegible] سوامی جی [illegible]
[illegible] سوامی جی [illegible]
[illegible] بات نہیں

[illegible] سوامی جی [illegible]
سوامی جی [illegible] پنڈت [illegible] جوش میں آئے اور [illegible]
[illegible] سوامی جی [illegible]
[illegible]

متنازعہ مسائل پر شاستر ارتھ کرنا چاہا ہوں۔ پھر جو کچھ ہے کیا وہ وعدہ ان پر ہو گیا جب سے مباحثہ کرنے کا سلسلہ ان لوگوں سے توڑ دیا
تیار کر کے پھر آنکا قرار دیا پیش لکھ کر بھیجا تب سوامی جی نے اپنے قواعد پیش کئے جو تمام منصفانہ معلوم ہوتے تھے کہ
وہ بطور فریق ہیں۔ مولوی احمد حسن کا اس میں نام تھا۔ سوامی جی نے پوچھا کہ اگر کوئی ان سے واقف ہو تو بتلائے کہ وہ
کیسے آدمی ہیں؟ مولف نے کہا کہ پنڈت عام آدمی ہیں اور بادی گارڈ میں ملازم ہیں۔ تب سوامی جی قواعد منظور کر کے
جو کچھ تبدیل کرنا تھا۔ وہ سب طور پہ کر کے واپس دے دیئے۔ مگر اس پر بحث کچھ نہ ہوا۔

۵۔ سوامی جی کی روانگی اور آریہ سماج کی قائمی: یہاں کے نقد و نظام سے پھر سوامی جی بمبئی
کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اسی عرصہ میں اس ملک کے لوگوں کے بہکانے سے فوراً روانہ ہو کر جلدی خالی کر دی۔ لوگ کہتے
تھے کہ پادری صاحب بہکاتے ہیں۔ مگر ٹھیک معلوم نہیں کہ کیوں ایسا کیا۔ پنڈت کرپا رام نے گوجری صاحب کی کوٹھی کی تلاش
کی۔ مگر تنہا کوئی اکلاتا صاحب کی تار سوامی جی کے نام پہنچی۔ اس کی وجہ سے سوامی جی نے یک لخت اپنا
ارادہ روانگی کا کر دیا۔ پنڈت کرپا رام آدمی بھیج کر روپیہ منگوا رہے تھے اور سب سامان یک لخت تیار میں تھا۔

جب سوامی جی چلنے کو تیار ہوئے تو پنڈت کرپا رام جی ان کے پاس چالیس روپیہ بطور خرچ لے کر گئے۔ جن میں
چندہ روپیہ پہلی بار کے وصول شدہ بھی شامل تھے۔ سوامی جی نے اصرار ہوئے پر بیس روپیہ واپس کر دیئے تھیں
روپیہ زائد دے کر باقی پنڈت جی سے پر صرف کیا گیا۔ انہوں نے ۱۳ جون کو اپریل ۱۸۷۷ء کو سوامی جی کا لاٹ
یہاں سے تشریف لے گئے آنے کے بعد ۲۴ جون ۱۸۷۷ء کو یہاں آریہ سماج قائم ہوا۔ جس میں حسب
ذیل عہدہ دار مقرر ہوئے۔ بابو مولراج پریذیڈنٹ۔ بابو گوپال چند خزانچی۔ پنڈت کرپا رام منتری۔

۶۔ ایک برہمو کا ستمر: ایک دفعہ بابو کالی موہن گھوش برہمو سماج کے ممبر سوامی جی کے پاس گئے۔
پنڈت کرپا رام گئے تھے۔ بابو پرتاب لال جی اور پنڈت گنیشی لال بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے سوامی جی سے
دریافت کیا کہ آپ کل ایسا ہے کہ ان لوگوں کو سوامی جی نے کہا کہ مجھے بھی ان لوگوں میں کوئی فرق نہیں۔ مگر یہ کہا
جاتا ہے کہ برہمو لوگ والوں کے ہاں اچھی طرح سے بھی بھوجن کھانے کا کام کرتے ہیں۔ اس سے
آپ کا بھوجن ہمیں تمیز ہی کچھ نہیں ہے۔ اس کے کھانے کے مسئلہ پر بھی جرچا ہوتا رہا۔ آخر کار
بابو صاحب نے کہا کہ بے شک یہ بات صحیح ہے کہ ہم کسی کے ہاتھ سے کھانے کو برا نہیں سمجھتے۔ مگر
ہم اس میں ایسا نہیں ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہم کھا لیں گے۔

دوسرے دن کھانے کے وقت ہر لال جی نے پنڈت کرپا رام کو کہا کہ آج سوامی جی نے
کالی موہن کے ہاں دعوت قبول کی ہے۔ یہ سنتے ہی پنڈت جی نے ایک اتفاق میں کھانا سوامی جی
کے واسطے تیار کر فوراً ان کے ڈیرہ پر پہنچا دیا اور خود بھی جا پہنچے۔ سوامی جی نے پوچھا کہ یہ
کیا ہے۔ کیا کر آپ کے واسطے کرنا ہے۔ آپ نے برہمو لوگوں کو جو کالی موہن کے ہاں کا کھانا قبول کیا۔
کیونکہ یہ میری بے عزتی ہے کہ ان کے ہاں ایک شخص کو نابکار کر دی اور معلوم نہیں ہوتا۔
ہم نے ابھی ان کی روٹی بھی نہیں کھائی۔ مگر پنڈت جی نے کہا کہ آپ وہاں کھانا نہیں کھا سکو
واپس بھیج دیا کہ انہوں نے ہمارے متعلق کیا سوچا ہے۔ پنڈت کرپا رام کے سامنے ہی تھی جو کچھ
انہوں نے بھی ہم کو کہیں کہا نہ ہوا بعد واپس کر کے پنڈت جی کے لئے کھانا ... کیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بھی آ گئے۔ کہا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کل آپ نے قبول کیا اور آج انکار کر دیا۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ جو کل آپ نے بیان کیا تھا۔ وہ بات خلاف معلوم ہوئی ہم نے سنا ہے کہ تمہارے ہاں چوکش کھانا پکایا کرتی ہے اس نے کہا کہ میں نے یہ سوچا تھا کہ ہم برہمن کے ہاتھ کا کھانا کھا لیا کریں گے۔ آپ جیسے رشی کبھی آپ نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ سوامی جی نے کہا کہ پنڈت کنہیا لال وہاں موجود تھے۔ آپ نے صاف کہا تھا کہ ہم صرف کچے ہی کرتے نہیں۔

چوتھی فصل۔ سہارنپور سے ہو کر میرٹھ

۱۔ سہارنپور:۔ یکم مئی کو سوامی جی یہاں پہنچے کرنل الکاٹ اور میڈم بلاوٹسکی بمبئی پر انتظار کر کے ۲۹ اپریل کو یہاں آ گئے تھے۔ اور انہوں نے تاکید کی تھی کہ ہم درشن کرنے کو میرٹھ آئیں۔ آپ سوامی جی نے لکھا تھا کہ آپ کے لئے تکلیف نہ کریں۔ میں خود سہارنپور آتا ہوں۔ چنانچہ اس بات سے سوامی جی پیشتر ہی پہنچ گئے اور آریہ سماج سہارنپور نے ان کے مہمانوں کی مہمانداری اچھی طرح آؤ بھگت کی تھی۔ مفصل حال جس کا ضمیمہ میں درج ہے یہاں دو روز ٹھہر کر سوامی جی میرٹھ پدھارے۔

۲۔ میرٹھ میں آمد و پرچار:۔ ۳ مئی کو سوامی جی کرنل اور میڈم صاحبہ سمیت یہاں پدھارے اکثر ممبران سماج نے ریلوے سٹیشن پر استقبال کیا علیحدہ علیحدہ کوٹھیاں آراستہ پیراستہ کرا کے انتظام آرام کے لئے پہلے سے ہی اچھا کیا گیا تھا۔ سٹیشن سے انہیں سوار کرا کر ان کوٹھیوں میں لا ڈیرا کرایا۔ ۴ سے ۸ مئی تک سوامی جی کے اور ان کے میاں لکچر ہوتے رہے۔ کرنل اور میڈم صاحبہ نے بھی خوب ہی ویدوں کی عظمت کو جتایا۔ اور انجیل آدی کا کھنڈن کرتے ہوئے ویدک دھرم کے دو دو مہینوں کے مباحثہ کے سوالوں کے جوابات دئے۔ مفصل حال ضمیمہ میں درج ہے۔ تمام معززین شہر سب وقت کے لوگ انگریز صاحبان شامل ہوتے رہے۔ اور سارا کام خوب رونق و دھوم دھام اور انتساہ سے ہوا۔ ۸ مئی کو کرنل اور میڈم صاحبہ روانہ بمبئی ہو گئے۔

۳۔ یوگ ابھیاس کی شکتی:۔ ایک دن سوامی جی بابو چھیدی لال صاحب گماشتہ کمسریٹ کے مکان پر براجمان تھے مسٹر کوٹ بلیوٹسکی و دیگر اصحاب تھیاسوفی موجود تھے۔ اثنائے گفتگو میں مکانٹ نے کہا۔ سنا ہے کہ پرانے رشی جانتے تھے کہ سوامی شنکر آچاریہ اپنی روح کو اپنے جسم سے نکال کر دوسرے کے جسم میں داخل کر دیتے تھے۔ سوامی جی بولے۔ ہاں تو ہم بھی کر سکتے ہیں کہ تمام جسم۔ ہماری جیون شکتی کو کھینچ کر جسم کے ایک حصہ میں جمع کر دیویں اور باقی حصہ جسم مردہ معلوم ہو۔ ابھیاس چھوڑے دیر ہوئی تاہم جب کبھی یہ عمل دکھلا سکتا ہوں۔ یہ بھی کہا کہ میں نے نفس ہے بچاؤ کے لئے یوگ کرنے سے دوسروں کو سہارا دینا و رفاہ ریاست دکھانا اچھا سمجھا ہے اور اسی لئے ابھیاس چھوڑا ہے لیکن جب میں اس طرح کا ابھیاس بھی اس قدر کر سکتا ہوں کہ ساری جیون شکتی جسم کے ایک حصہ میں جمع کر سکوں تو ایک قدم ہی آگے بڑھانے پر دوسرے شریر میں آتما کو داخل کر دینا ناممکن معلوم نہیں ہوتا۔ باقی رہا یہ کہ شنکر آچاریہ جی مہاراج نے ایسا کیا یا نہیں؟ یہ تاریخی واقعہ ہے۔ میرا ذاتی علم اس بارے میں کچھ نہیں ہو سکتا۔

۴۔ مولوی محمد قاسم سے شرائط مناظرہ اس پر بعد مولوی محمد قاسم سے شرائط مناظرہ طے کرنے میں بہت وقت لگا۔ ۱۴ مئی ۱۸۷۸ء کو شام کے وقت سوامی دیانند سرسوتی جی مولوی محمد قاسم جی، بابو شیو نرائن صاحب اسسٹنٹ مجسٹریٹ کی کوٹھی پر شرائط مباحثہ طے کرنے کو جمع ہوئے۔ اکثر شریف رئیس اور حکام بھی تشریف لائے۔ مگر عوام لوگوں کا بھی انبوہ کثیر ہو گیا تھا۔ لہذا تجویز ہوئی کہ سوامی جی اور مولوی صاحب اور فریقین کی جانب سے دس دس صاحبان جن کے نام ذیل میں بغرض اطلاع درج ہیں۔ ایک علیحدہ کمرہ میں بیٹھ کر قواعد مباحثہ طے کر لیں۔ سوامی جی اور مولوی صاحب کے باہم اس وقت شرائط مباحثہ کے متعلق جو گفتگو ہوئی اور جو جو وجوہات اپنے اپنے بیان کی تائید میں طرفین سے پیش ہوئیں ان کے ملاحظہ سے ہی صاحبان انصاف پسند پر وہ نتیجہ جو مباحثہ کے ہونے سے انجام میں پیدا ہوتا روشن ہو جائیگا۔

ان صاحبوں کے نام جو شرائط مباحثہ کیواسطے طرفین سے منتخب کئے گئے تھے

(۱) آریوں کی جانب سے	(۲) اہل اسلام کی جانب سے
(۱) سوامی دیانند سرسوتی صاحب۔ (۲) لالہ بختاور سنگھ صاحب ایکٹنگ جج (صدر اعلیٰ) میرٹھ (۳) ماسٹر گینڈن لال صاحب بی۔ اے (۴) بابو آنند لال صاحب سکرٹری آریہ سماج و ایڈیٹر آریہ سماچار (۵) مسٹر اجودھیا پرشاد صاحب (۶) لالہ گنگا سہائے صاحب (۷) بابو شیو نرائن صاحب (۸) پنڈت جگن ناتھ صاحب رئیس میرٹھ (۹) پنڈت دیوی چند صاحب (۱۰) لالہ ملا پرشاد صاحب	(۱) مولوی محمد قاسم صاحب (۲) مولوی نادر علی صاحب ڈپٹی کلکٹر و مجسٹریٹ بہادر میرٹھ (۳) مولوی نظام الدین صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس (۴) مولوی محمد حیات صاحب مہتمم [illegible] نجم الاخبار (۵) مولوی محمد ہاشم صاحب مہتمم مطبع ہاشمی (۶) حکیم مقرب حسین صاحب مہتمم اخبار عام میرٹھ ان کے علاوہ چار صاحب اور تھے جن کے نام معلوم نہیں ہوئے۔

علاوہ ان کے مسٹر لیپن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول میرٹھ بھی حسب الرضا فریقین شریک ہوئے۔

اول مولوی صاحب کی جانب سے قواعد مباحثہ جن کو وہ تحریر کر کے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ اور جو ۱۲ مئی ۱۸۷۸ء کے نجم الاخبار میں طبع ہو چکے ہیں۔ پڑھے گئے۔

شرائط منجانب اہل اسلام:۔ دفعہ اول۔ تاریخ مناظرہ میں کم سے کم آٹھ روز کا وقفہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ دور کے مشتاق بھی مستفید ہو سکیں اور اگر پنڈت جی کو جانے کی جلدی ہو۔ تو اس سے کم وقفہ سہی۔

دفعہ دوم۔ جیسے پنڈت جی نے لیکچر دینے کے وقت جو اور مذاہب پر اعتراض کرنے کا وقت ہوتا ہے حاضرین کی کوئی تعداد معین نہیں کی۔ ایسے ہی وقت مناظرہ جو اوروں کی طرف سے جواب کا وقت ہوتا ہے۔ حاضرین کی تعداد معین نہ ہونا چاہیئے۔

دفعہ سوم۔ وقت تقریر وہ امر نہ تحریر کیا جاوے جو ان کی تقریر میں مخل ہو مثلاً یہ نہ ہو کہ تقریر کرنے والا ایک جملہ کہہ کے ٹھہرا ہوا ہے۔ جب لکھنے والا لکھ چکے تو پھر اس کو کہنے کی اجازت ہو ورنہ پھر مناظرہ تحریری و تقریری میں کیا فرق ہوگا۔

دفعہ چہارم۔ وقت مناظرہ ۷ بجے صبح سے ۱۱ بجے تک ہونا چاہیئے۔ تاکہ مسلمانوں کو نماز ظہر ضروریات دین کے لئے پیچھے بیٹھے رہنے کی ضرورت نہ ہو۔

دفعہ پنجم۔ تقریر کے لئے کوئی وقت معین نہ کیا جائے۔ کیونکہ کون اپنی تقریر کو وقت پہ تاپ تول کر لاتا ہے اور اگرچہ اس کو یہ اندیشہ فضول گوئی سے تحریر ہی منظور ہو تو اگر ہم اس سے قطع نظر بھی کریں کہ انسان ناتمامی تقریر کے رہ جانے کا اندیشہ ہے تو بھی غیر مذاہب کے بیان کرنے والے کے لئے ایک گھنٹہ اور مجیب کے اعتراض کے لئے آدھ گھنٹہ سے کم نہ ہونا چاہیئے۔

دفعہ ششم۔ مسلمانوں کو تو پنڈت مذہب کے حق تک پہنچنے کے لئے آریہ دھرمیوں کے پیشواؤں کو برا کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ آریہ دھرم والوں سے یہ اندیشہ ہے۔ اس لئے یہ عرض کر دینا ضرور ہے کہ حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب کرام کے شان میں گستاخی نہ ہونی پاوے۔

دفعہ ہفتم۔ فریقین گفتگو اردو زبان میں کریں۔ اور ایسے الفاظ سے جہاں تک ممکن ہو احتراز کریں۔ جو اہل علم کی سمجھ میں نہ آویں۔

دفعہ ہشتم۔ مکان مناظرہ کا نہ وہ مکان ہو جہاں پنڈت صاحب فروکش ہیں نہ وہ جگہ جہاں مولوی محمد قاسم صاحب مقیم ہوں۔ اگر ہو تو وہ جگہ ہو جو بہ نسبت شہر [illegible] دونوں کے لئے برابر اور وسط ہو۔ تاکہ کسی کو کوئی پیشی [illegible] کی شکایت نہ ہو

دفعہ نہم۔ مکان مناظرہ وسیع ہو تاکہ حاضرین جلسہ کو تکلیف نہ ہو۔

دفعہ دہم۔ اگر ایک سوال یا اعتراض پنڈت جی کی طرف سے ہو تو ایک سوال یا اعتراض ہماری طرف سے ہونا چاہیئے۔

شرائط پر بحث:۔ دفعہ اول کی بابت سوامی جی نے فرمایا کہ ہمیں مباحثہ کا منتظر نہیں رہنا [illegible] سے تیسرے روز چار شنبہ مباحثہ شروع ہو جانا چاہیئے۔ اس امر کو مولوی صاحب نے بھی منظور فرمالیا۔

تیسری دفعہ کی نسبت سوامی جی نے کہا کہ زبانی مباحثہ کی تقریر کا نہ لکھا جانا ہرگز مفید نہیں کرتا۔ کیونکہ اس سے آدمی کو بات بدلنے کے وقت نہیں پڑتی۔ اس لئے پہلے ہم نے یہ امر ان لوگوں سے جو بلو شیو نرائن صاحب کے ساتھ آئے تھے طے کر لیا تھا کہ اگر مولوی صاحب مباحثہ تحریری میں کرنا چاہیں اور تقریر کے لکھنے پر بھی آمادہ ہوں تو تشریف لا کر تحریری مباحثہ کر لیں۔ اور جب انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا تھا تب ہی تو آپ کو تکلیف دی گئی تھی۔ علاوہ اس کے بغیر

جسے کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی جس کے لئے میں یہاں آیا ہوں۔ جب آپ نے کہنا شروع کر دیا۔ کوئی چیز اس بات کی مانع نہیں ہو سکتی کہ یہ بات ایک مرتبہ کہی جاوے۔ اس کے خلاف دوسری تحریری مباحثہ تو اس میں کیا آپ کو ایسا کہنے کا موقع مل سکتا ہے کہ یہ بات ہم نے نہیں کہی تھی۔ گو وہ اصل لکھے ہوئے ہوں۔ اس کے سوا ہر فریق کے آدمی اپنا اپنا فتح بیان کیا کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میں جیتا۔ دوسرا ہارا۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ میں جیتا وہ ہارا۔ بغیر لکھے وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو ایک دوسرے کی فضول گوئیوں کی بندش کو کافی ہو۔ اور تقریر کے لکھے جانے سے یہ نتیجہ بہ ثبات عمدہ طریق سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی فریق اپنی بات بدل سکتا ہے نہ خلاف واقعہ فضول گوئیاں ہو سکتی ہیں۔ لکھے ہوئے بیان کو دیکھ کر ہر شخص اطمینان کر سکتا ہے کہ کون جیتا کون ہارا؟ علاوہ بریں یہ بھی ممکن نہیں کہ جیسے الفاظ اس وقت زبان سے نکلیں ان کو کوئی بجنسہ یاد رکھ سکے۔ اس سے سوائے حاضرین جلسہ کے اور لوگ بھی مباحثہ کا پورا پورا لطف نہیں اٹھا سکتے۔ لکھا ہوا مباحثہ چھپ کر دنیا کے دیش دیشانتر یعنی ہر ایک شہر و دیار میں پہنچ سکتا ہے اور ہر ایک جگہ کے باشندے اس سے ایسا لطف اٹھا سکتے ہیں کہ گویا اسی جلسہ میں موجود تھے۔

مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ تحریری مباحثہ میں آمد مضامین رک جاتی ہے۔ اور طبیعت رکی ہوتی ہے اور جب تحریری مباحثہ ہوا تو پھر کیا ضرورت آپ کی ایک جلسہ میں جمع ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنے گھر بیٹھے تم ہم پر اور ہم تم پر اعتراض کرتے رہیں اور جواب لکھتے رہیں اس پر مسٹر کیمپسن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول بریلی نے فرمایا کہ جس فاضل شخص کی طبیعت محض بوجہ تحریر کے رک جاوے اور اس میں آمد مضامین رک جاوے وہ اچھا فاضل نہیں کہ اپنی فضیلت و ذہنیت اور قوت بیانیہ پر لاتے تو ان کو لازم ہے کہ بوقت تحریر جو سے تک اپنے مضمون تک کو یاد رکھ سکیں اور پھر اپنے منشا و مضامین کو ظاہر کر سکیں۔ اگر یہی فضیلت و طبیعت ہے تو اس آمد مضامین اور قوت فہم ذاتی طبیعت کا خدا حافظ۔

اور سوامی جی نے یہ فرمایا کہ دیکھئے گھر بیٹھے تو منشی اندرمن اور اہل اسلام باہم مدت سے اعتراض کر رہے ہیں مگر اب تک اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا حالانکہ منشی جی نے اہل اسلام پر وہ وہ اعتراض کئے ہیں کہ اگر بہ نظر غور ملاحظہ کیا جاوے تو دم مارنے کی جگہ باقی نہیں۔ مگر تم بھی آپ آمادہ مباحثہ ہیں اور روبرو بیٹھ کر تقریر ہوتے رہے اور اس کے بیچ جاتے ہیں یہ فائدہ بھی ہے کہ جو فریق جس فریق پر اعتراض کرتا ہے اس کا جواب ٹھیک ٹھیک فوراً دیدیتا ہے۔ اور انجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ فریقین دونوں میں سے ایک فریق مغلوب ہو کر دوسرا غالب رہتا ہے کے جھگڑے چند منٹوں میں طے ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سے اعتراضات و جوابات کا نتیجہ چند منٹ میں حاصل ہو جاتا ہے۔ جناب میں تو کہتا ہوں کہ روبرو بیٹھ کر مباحثہ ہو اور تین محرر بیٹھ کر ہر ایک سوال و جواب کو حرف بحرف تحریر کریں اور تینوں پرچہ پر مباحثہ

کرنے والوں اور میر مجلس کے دستخط ثبت ہوں۔ ایک ایک پرت مباحثہ کرنے والوں کو اور ایک پرت سرکار میں داخل کر دیا جائے تاکہ کوئی فریق اپنے بیانات سے انحراف نہ کرنے پائے۔ اور کسی طرح کی جعل سازی مضامین مباحثہ میں نہ چل سکے۔

دوسری دفعہ¹ کی نسبت سوامی جی نے فرمایا کہ لکچر دینے کے وقت تو لکچر دینے والا اپنے خیالات اور اپنی عقلی دلائل ہر ایک امر کی نسبت ظاہر کیا کرتا ہے۔ دوسرے کسی کو بیچ میں دخل دینے کا اختیار نہیں ہوتا۔ جس کو اچھا معلوم ہو سنے جس کو برا معلوم ہو نہ سنے اور آپس میں سوال و جواب نہیں ہوتے ہیں تاکہ کوئی شخص تاؤ میں آکر بوجہ ندامت آمادہ فساد نہ ہو۔ صرف ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب کی تردید کیا کرتا ہے۔ دوسرا فریق اس وقت اس کی تردید نہیں کرتا۔ اگر ناگوار ہو تو اتنا ہی ہوتا ہے کہ اٹھ کر چلا جائے وہاں نہ بیٹھے اور نہ سنے۔ لیکن جب ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب کی تردید کرتا ہے اور وہ اس کا جواب دیتا ہے اور پھر وہ اس جواب کی تردید کرتا ہے اسی طرح پر جبکہ مباحثہ میں باہم منڈن یعنی تائید اور کھنڈن یعنی تردید ہوتی ہے تو جس فریق سے کہ جواب معقول نہ بن آوے یا اپنے مذہب کی مذمت کی برداشت نہ ہو سکے وہ سوائے اس کے کہ بوجہ ندامت یا اشتعال طبع کے کہ مقتضائے بشریت ہے فساد پر آمادہ ہو اور کچھ بن نہیں آتا۔ پس اگر حاضرین جلسہ چیدہ چیدہ عالم فاضل عقلمند اور سلیم الطبع ہوئے تو بوجہ اپنی فضیلت اور سلیم الطبعی کے غصہ کو ضبط کرکے مددِ فساد نہیں ہوتے اور اگر کوئی جھگڑے تو صاف کہتے ہیں کہ بھلی بات ہے۔ دیکھی۔ جو لائے۔ اٹھا دی گئی ہے۔ بدمعاش اور کم عقل اور سلیم الطبع نہ ہوں اور مجمع عام ہو تو فوراً اینٹیں پھینکتے ہیں اور دنگہ فساد ہوتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

بھائی صاحب! مباحثہ تو عاقلوں اور فاضلوں کے جلسہ میں ہوتا ہے۔ جو لطف بھی حاصل کریں اور انصاف کر سکیں کہ کس کا بیان سچا ہے۔ مباحثہ جاہل بیوقوفوں کے مجمع میں نہیں ہوتا وہ لوگ بوجہ جہالت نہ سمجھ سکتے ہیں نہ داد دے سکتے ہیں۔ اور اکثر دنگہ فساد جاہلوں ہی یا جاہلوں کے باعث سے ہوتا ہے۔ اس لئے مباحثہ دانشمندوں ہی کے جلسہ میں ہونا چاہئے۔

اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ نہ معلوم اب آپ کیوں مجمع خاص کے لئے ضد کرتے ہیں۔ چاندا پور ضلع شاہجہانپور میں تو آپ نے اس بات پر کچھ بھی ضد نہیں کی تھی۔ اور نیز مجمع خاص میں سب لوگ مباحثہ کے لطف سے مستفید بھی نہیں ہو سکتے۔

سوامی جی نے فرمایا آپ نے دیکھا نہیں کہ چاندا پور میں مجمع عام ہونے سے کیسا گڑبڑ ہو گیا تھا یعنی میلہ کے واسطے سات دن مقرر کئے گئے تھے۔ پورے دو دن بھی میلہ نہ ہونے پایا اور بدمعاش گنوار لوگوں نے فساد برپا کر دیا اور غل مچایا کہ میلہ ختم ہو گیا۔ اور کیا آپ بھول گئے کہ عیسائی پادریوں کی چوکی پر لوگ جوتے رکھ رکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اور نہ جیسا کہ مقصود تھا

¹ چونکہ سوامی جی نے اول تیسری دفعہ کی نسبت بحث کی تھی اس کے بعد دوسری دفعہ کی نسبت۔ اسلئے یہاں بھی اسی طرح لکھا گیا۔

حاصل نہ ہُوا۔ اگرچہ ابتدا میں یہی مباحثہ مجمع خاص میں ہو جاتا تو اب مجھے اور تمہیں مباحثہ کرنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔ سات روز میں ممکن تھا کہ مباحثہ بخوبی طے ہو جاتا۔ جیسا کہ وہاں مجمع عام ہونے سے حسب دلخواہ کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ایسا ہی ہر ایک جگہ ہوتا ہے۔ اور ہوگا۔ میں اسی واسطے مباحثہ کا مجمع خاص میں ہونا پسند کرتا ہوں۔ اور جو یہ کہتے ہو کہ سب لوگ مستفید نہیں ہو سکتے تو میں نہیں جانتا کہ آپ کا مطلب کل دُنیا کے لوگوں سے ہے یا تمام میرٹھ سے یا کیا؟ اگر یہ کہو کہ تمام دُنیا سے تو پھر ساری دُنیا کے آدمی ہرگز ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر کہو تمام میرٹھ سے تو بھی کسی مکان یا کوٹھی میں نہیں سما سکتے۔ پس جبکہ آپ کا مجمع عام بھی باعتبار تمام دُنیا کے یا تمام میرٹھ کے مجمع خاص ہے اور اگر بالفرض تمام میرٹھ کے آدمی کسی مکان میں آ بھی جاویں تو بھی دو چار دس بیس ہزار آدمی سب کے سب قریب یا آپ کے بیانات کو سُن نہیں سکتے ہیں۔ سوائے اُن کے جو قریب اور آپ کے اس قدر قریب ہوں کہ اُن کے کان تک میری یا آپ کی آواز جا سکے۔ پھر فرمایئے کہ مجمع عام میں بلا تحریر سب لوگ کیونکر مباحثہ سے مستفید ہو سکتے ہیں؟ اس لئے میں کہتا ہوں کہ دونوں فریق میں کم سے کم دو دو تین تین سو عالم فاضل ہوں گے۔ اُن میں سے جو فاضل سے فاضل اور عالم سے عالم ہوں۔ بیس بیس منتخب کر لئے جاویں۔

اسی اثنا میں رلیا رام اور لعل جی ماتحت جج اور سید ذاکر حسین صاحب منصف میرٹھ اور رائے گنیش لال صاحب مہتمم اخبار پرنس آف ویلز گزٹ تشریف لائے۔ اس وقت مولوی محمد قاسم صاحب نماز پڑھنے کو مع اور دو تین صاحبوں کے تشریف لے گئے۔ مگر باقی اہل اسلام وہاں پر ہی بیٹھے رہے۔

سوامی جی نے ماتحت جج صاحب سے کہا کہ آج میں اور مولوی صاحب یہاں قواعد مباحثہ طے کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اور آپ صاحبوں کو بھی اسی غرض سے تکلیف دی گئی ہے۔ مولوی صاحب مجمع عام میں مباحثہ کرنا چاہتے ہیں اور تقریر کا تحریر ہونا منظور نہیں کرتے۔ چنانچہ جو جو وجوہات اور اعتراض ان ہر دو امور کی نسبت اور یہ تحریر ہو چکے ہیں۔ جناب منشی جی سے سوامی جی نے مکرر بیان کر دیئے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر مجھ کو بات بدلنی یا جعلسازی منظور ہوتی تو میں تقریر کے تحریر ہونے اور ایک پرت مباحثہ کا سرکار میں داخل کرنے کی کیوں خواہش کرتا؟

مولوی صاحب نماز سے فراغت پا کر تشریف لے آئے اور کہا کہ تحریر کی وجہ سے بدمزگی تقریر میں فرق آ جائیگا۔ مگر مجمع عام میں سب لوگ اپنے روبرو مباحثہ ہوتے دیکھ لیتے ہیں۔ اور سب کے دل کی ہوس نکل جاتی ہے۔

اس پر ماتحت جج صاحب نے فرمایا کہ سوامی جی کو اکثر مجمع عام میں مباحثہ زبانی کرنے کا اتفاق پڑا ہے۔ اور نتیجہ اس کا بجز فساد اور کچھ نہیں ہُوا۔ اس لئے اب بھی سوامی جی کو مجمع عام میں مباحثہ کرنے سے فساد کا اندیشہ ہے۔ ممکن ہے کہ جناب ڈپٹی صاحب جو اس ضلع میں ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں ذمہ وار ہو جاویں کہ ہم کسی طرح کا شر و فساد نہ ہونے دیں گے تو کیا ہرج ہے مجمع عام

میں ہی مباحثہ سہی۔

مولوی نادر علی صاحب ڈپٹی کلکٹر و مجسٹریٹ نے فرمایا کہ میں شروع سے کہتا ہوں ہرگز نہیں ہو سکتا البتہ اگر جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع چاہیں تو اس کا انتظام ممکن ہے۔

اس پر کسی نے یہ کہا کہ گورنمنٹ مذہبی معاملات میں ہرگز دخل نہیں دیتی ہے۔ جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع کو کیا غرض ہے جو مباحثہ کا انتظام کرتے پھریں۔ اگر آپ کو بھی کسی طرح اندیشہ فساد ہے تو آپ کیوں مجمع عام میں مباحثہ ہونے پر اصرار کرتے ہیں۔ مجمع خاص میں مباحثہ ہونے کو کیوں نہیں منظور فرماتے۔

سوامی جی نے منشی ڈپٹی صاحب سے کہا کہ آپ کو مجمع کے بندوبست سے کیا غرض ہے۔ جب کسی کے چوٹ چپیٹ لگیگی تب آپ تحقیقات اور تجویز کو طیار ہونگے اور مولوی محمد قاسم صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں اور آپ جو کچھ کہیں گے وہ لکھ دیا جائیگا اور حاضرین جلسہ کو سنا دیا جاویگا۔ پھر دونوں کی تقریر میں کیا فرق آسکتا ہے؟

دفعہ چار کی نسبت سوامی جی نے کہا کہ دن کے وقت جو عام لوگ بوجہ اپنی کچہری اور عدالت کے کام کے شامل مباحثہ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے بہتر ہے کہ مباحثہ شام کے ۵ یا ۶ بجے سے ۹ یا ۱۰ بجے رات تک ہو اور اہل اسلام مباحثہ کے بیچ میں ہی نماز کے وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ اب مولوی صاحب نماز پڑھ کر تشریف لے آئے۔

دفعہ ۵ کی نسبت سوامی جی نے کہا کہ تقریر کے لئے اگر وقت مقرر نہ ہوگا تو بڑی دقت ہوگی یعنی ممکن ہے کہ ایک شخص چار روز تک اپنی ہی کہے جائے۔ دوسرے کی سنے ہی نہیں۔ اگر جب وقت مقرر کر دیا جائیگا تو اپنے وقت میں سوال کرنے والا سوال کریگا جواب دینے والا جواب دیگا۔ اور فضائل مذہب بیان کرنے کی مباحثہ میں کیا ضرورت ہے۔ آپ لکچر دیجئے یا مباحثہ کیجئے جو فضائل مذہب بیان کرنے کا پہلے ہی سے ارادہ ہے تو مباحثہ میں بذریعہ سوال و جواب کے تردید تائید ہوگی یا فضائل مذہب بیان کئے جاوینگے۔ اے صاحب! وہ سوال کونسا ہے کہ جو دو ایک گھنٹہ میں پورا ہو اور جواب نصف گھنٹہ میں پورا ہو جاسکے؟ پس ایک سوال زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ میں اور اس کا ٹھیک ٹھیک جواب زیادہ سے زیادہ پاؤ گھنٹہ یعنی ۱۵ منٹ میں اچھی طرح ادا ہو سکتا ہے۔ مثلاً دیکھئے کہ پرمیشر ہے یا نہیں۔ یہ سوال ہے اور اس کے جواب میں یہ ثبوت کہ پرمیشر ہے یا نہیں کیسے جلد بیان ہو سکتا ہے؟ عموماً سوال و جواب جو ایک دو منٹ تک بیان کئے جایا کرتے ہیں۔ اس کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ ایک سوال میں چند سوال اور ایک جواب میں چند جواب شامل ہوا کرتے ہیں۔ اور جب ایک سوال اور اس کا ٹھیک ٹھیک جواب ہو تو کچھ زیادہ وقت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر سوال کے لئے ایک گھنٹہ اور جواب کے لئے نصف گھنٹہ مقرر کیا جائے تو کیا ہے کہ مباحثہ ہر روز غالباً دو یا تین گھنٹے ہوگا۔ تو اس حساب سے دو سوال اور دو جواب ہر روز ہو سکینگے۔ پس مباحثہ کے لئے بھی ایک مدت طول طویل ہوگی کبھی ختم نہیں ہوگا۔ لہذا

دو منٹ میں ایک سوال اور دو منٹ میں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب بڑی عمدہ طرح سے ادا ہو سکتا ہے۔ اور اس حساب سے کئی سوال و جواب ایک روز میں ہو سکتے ہیں۔ اور مباحثہ کا اختتام بھی ممکن ہے۔

دفعہ ۸۔ البتہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب کسی پیشوائے مذہب کی نسبت نہ کہا جائے گا۔ مگر اُن کے اقوال و افعال پر ضرور اعتراض کیا جائے گا۔ اس لئے بغیر اُن کے اقوال و افعال کی جرح کے مباحثہ نا ممکن ہے اور اگر اس شرط سے وہی مطلب ہے جو چاندا پور میں بیان کیا گیا تھا یعنی مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ جو ہمارے محمد صاحب کو بُرا کہے واجب القتل ہے تو مباحثہ بھی ہو لیا کیونکہ قتل کا فتویٰ تو پہلے ہی ہو چکا پھر مباحثہ کون کریگا۔

دفعہ ۷ کی بابت یہ کہا کہ میں قدرے بھاشا جانتا ہوں۔ نہایت صاف بھاشا میں کہونگا۔ اور اگر کوئی لفظ کسی فریق کا دوسرے کی سمجھ میں نہ آوے تو حاضرین جلسہ سے جو صاحب دونوں زبانیں جانتے ہوں۔ سمجھا دیا کریں۔

دفعہ ۵ و ۹ کی نسبت حاضرین جلسہ کو اختیار ہے کہ جو شرائط ممکن چاہیں تجویز کریں۔

دفعہ ۱۰ کی نسبت میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ پہلے آپ ہی وید پر اعتراض کریں اور میں جواب دوں۔ اور اس کے بعد میں قرآن پر اعتراض کروں اور آپ جواب دیں۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ پنڈت جی سوال و جواب کے لئے بہت تھوڑا وقت تجویز کرتے ہیں۔ اتنے وقت میں سوال و جواب کا انجام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ مضمون کی فصاحت و بلاغت تھوڑے وقت میں سب جاتی رہتی ہے۔

اس پر مسٹر کیمپین صاحب نے فرمایا کہ صاحب آپ مباحثہ کریں گے یا صنائع بدائع کو کام میں لائیں گے۔ صنائع و بدائع میں البتہ فصاحت و بلاغت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مباحثہ میں صنائع بدائع کی کیا حاجت ہے؟

اس کے بعد منصف صاحب نے فرمایا کہ پہلے کوئی حاکم یعنی پنچ قرار دے لیجئے۔ تب یہ امور طے ہونگے۔ چنانچہ تجویز ہوئی کہ جناب ماتحت جج صاحب و جناب منصف صاحب و جناب مسٹر کیمپین صاحب و جناب ڈپٹی صاحب و پنڈت گنیدن لعل صاحب بالاتفاق جو قواعد مرتب کریں وہ سب کو منظور ہیں۔ مولوی جی نے کہا کہ صاحبان موصوف ایک کمرہ میں علیحدہ تشریف لے جا کر یہ امور طے کر دیں۔ اور بابو شیو نرائن صاحب نے اُسی وقت ایک کمرہ علیحدہ فرش و روشنی وغیرہ سے درست کرا دیا۔ مگر اہل اسلام نے عذر کیا کہ اس وقت قواعد کا مرتب ہونا ملتوی رکھا جاوے۔ مسٹر کیمپین صاحب نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اس وقت قواعد کے مرتب کرنے سے گریز ہے۔ جواب اس کے منشی جی صاحب نے فرمایا کہ میں جب تک مولوی صاحب کا منشاء جو اس بارہ میں دریافت نہ کر لوں۔ رائے دینا بہتر نہیں سمجھتا۔ اور نیز اس وقت ہم کچھ سے ایسی غرض سے چلے آئے ہیں۔ دن بھر کا تکان بھی ہے۔ ان امور کا طے ہونا کسی اور وقت پر

یہی تجویز ہے تو بہتر ہے اور منصف صاحب اور صدر علی صاحب نے بھی یہی ارشاد کیا۔

اس کے بعد سوامی جی نے فرمایا کہ اس وقت ان کا ملنے ہو جانا ہی نامناسب تھا۔ مگر مجھ کو جناب ڈپٹی صاحب اور آپ صاحبان کا کہنا منظور ہے۔ چنانچہ تجویز ہوئی کہ کل بروز شنبہ ۱۱ مئی ۱۸۷۸ء پانچوں صاحب مل کر قواعد مرتب کریں۔ مسٹر کیمپین صاحب نے کہا کہ میں کل بوجہ یکشنبہ شامل نہیں ہو سکتا۔ آپ چاروں صاحب ہی طے کر لیں۔ اس کے بعد سب صاحب کرہ کے باہر کوٹھی کے دروازہ تک ہی تشریف لائے تھے کہ ماسٹر شیو نرائن لال صاحب نے موتی لال گنگا سہائے صاحب سابق صدر بازار کے جو بعد میں منتخب صاحبان میں شریک تھے۔ ماتحت جج صاحب منصف صاحب اور جناب ڈپٹی صاحب سے یہ کہلا بھیجا کہ بہتر ہے کہ یہ سب شرائط مباحثہ طے کی جائیں۔ تاکہ مسٹر کیمپین صاحب بھی شریک ہو سکیں۔ اس بات کو تینوں صاحبوں نے منظور کر لیا مگر یکشنبہ ۱۲ مئی ۱۸۷۸ء کے روز دونوں ماسٹر صاحب ماتحت جج صاحب کے بنگلے پر نہ جا سکے۔ کیونکہ ان کے بورڈنگ ہاؤس میں طلباء مدرسہ کے درمیان ایسا فساد ہو گیا کہ انسپکٹر صاحب تک نوبت پہنچی۔ انہوں نے مجبوری کی اطلاع جج صاحب کو دی۔ لیکن ڈپٹی صاحب ماتحت جج صاحب سے یہ فرما آئے تھے کہ اب آ جائے آپ صاحبوں کے آپ مجھ کو اطلاع دیکر بلا لیں۔ جب کوئی صاحب وہاں نہ پہنچے تو ماتحت جج صاحب نے ڈپٹی صاحب کو بھی اطلاع نہ دی۔ غرض اس روز کوئی صاحب تشریف نہ لے گئے۔

بعد اس کے ماتحت جج صاحب سوامی جی کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ آپ جانتے ہیں۔ مجمع عام میں مباحثہ کا ہونا اچھا نہیں۔ بلکہ میں خود مجمع عام میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اور بغیر تحریر ہونے کے زبانی باتوں سے کچھ نتیجہ بھی نہیں نکل سکتا۔ مگر مولوی صاحب کو نہ مجمع خاص پسند ہے اور نہ تحریری مباحثہ۔ اگر یہ ہوتا تو دوسروں ہی تاریخ کو قواعد مرتب ہو جاتے۔ یہ سنکر اہل حق کو کامل یقین ہو گیا کہ جیسے رڑکی میں مولوی صاحب بہانہ بین حکام کے روبرو مباحثہ تحریری اور مجمع خاص کو منظور کر کے منکر ہو گئے ہیں۔ یہاں بھی مجمع خاص اور تحریری مباحثہ یعنی مباحثہ کے لکھے جانے اور اشاعت پانے کو کب مانیں گے۔ یہ سب حال آریہ سماچار میرٹھ بابت جیٹھ سمبت ۱۹۳۵ مطابق مئی ۱۸۷۸ء صفحہ ۲۲ سے ۲۶ تک میں چھپا۔

پنڈت جیتر مجھ کی کرتوت

ایک پنڈت جیتر مجھ شاستری بھی مہرولے سے میرٹھ کو چلے آئے۔ اصول سے بہرہ ور نہ تھا ہاں سوانگ بنا لائے۔ کسی سبھا کا ایک چپراسی ہمرکاب۔ بات بات میں پیچ و تاب تھا۔ گلی کوچوں میں شیخی بگھارتے علم سنسکرت سے ناواقف دھنا ڈ لوگوں کو بہکاتے پھرے۔ الغرض میرٹھ میں سوامی کے آوازہ گردی ان سے اور کچھ نہ بن سکا۔ گو چوکیوں میں شاستر ارتھ کا دم البتہ بھرتے پھرے۔ مگر شاستر ارتھ کرنے والے یعنی سوامی جی یا آریہ سماج سے کبھی آگے نہ بڑھے۔ اس خوف سے کہ کہیں شاستر ارتھ ہو جائے اور قلعی کھل جائے۔ [illegible] نظر ان باتوں کے ان کی ایک تقریر کی

قابل غور ہے کہ جب اُن سے اور کچھ نہ بن پڑا۔ تو مولوی محمد قاسم صاحب سے جا کر میل کیا۔ اور سوامی جی کے برخلاف ہو کر اُن کی امداد کے ساعی ہوئے۔ اور خود پنڈتوں کی برائیاں اُن کو بتلائیں وید مقدس اور ست شاستروں سے نہ تو خود واقف تھے۔ جو منہ کھولتے۔ اور نہ ان میں کوئی ایسی بات یا مقام ہے۔ کہ جہاں جائے کلام ہو۔ جو شاستری صاحب اپنی ٹینڈ تالی بھرتے الغرض یہ تو سوائے پورانوں کی برائیاں مسلمانوں کو دکھلانے اور ان سے حسینی برہمن جی کچھ دکھشنا کمانے کے سوا باقی کورے کے کورے گئے ٭

سوامی جی کے خلاف ایک دن مورتی پوجا کے پَن اور جواز میں پنڈت جگر بھیج جی نے فرمایا۔ کہ ایکشن ایکشن سب کہا ہے۔ برہم ہتیا۔ یعنے قتل عمد کرے۔ شراب خوری یا زنا کاری کرے۔ مگر پرماتما پر پھول چڑھاوے۔ تو چھوٹا گے ہی شدھ ہو جائے۔ الغرض ایسے ایسے اوتم اوتم اُپدیش کر کے تشریف لے گئے ٭

پانچویں فصل علیگڈھ وچھلیسر

علی گڈھ میں ٹھاکر مکند سنگھ جی کے ہاں پدھارے یہاں آتے ہی طبیعت بگڑنا شروع ہو گئی۔ مہینہ تک وہاں رہ کر ٹھاکر بھوپال سنگھ و ٹھاکر منا سنگھ جی کے ساتھ چھلیسر تشریف لے گئے۔ پیچھے ٹھاکر مکند سنگھ جی بھی چلے گئے۔ معالجہ ہوتا رہا۔ چند روز کے بعد آرام ہو گیا۔ ایک ماہ اور کچھ دن یہاں رہے۔ بسبب بیماری اس دفعہ کوئی مباحثہ نہیں ہوا۔ لوگ البتہ درشن ارتھ آتے رہے۔ اور کوئی کوئی دہرم سمبندھی بات چیت بھی کرتے رہے ٭

چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں۔ کہ ہم بمقام چھلیسر پرگنہ اکول ضلع علی گڈھ میں قیام پذیر ہیں۔ جلاب جو لیا تھا۔ اوس سے فارغ ہو گئے۔ مگر کمزوری کس قدر ہے۔ بعد ۱۰-۱۵ دن کے مقام مراد آباد کو جاوینگے۔ منشی اندرمن جی یہاں آئے ہیں۔ ۲۴ جون ۱۸۷۹ء دیانند سرسوتی از چھلیسر۔ ایک اور خط میں لکھا ہے۔

پاتال تو اسیوں کے پتر کا مطلب یہاں لکھنا کٹھن ہے۔ جب سمجھیں گے۔ تب جواب لکھا جاویگا۔ ہمارا شریر اب کچھ اچھا ہوتا آتا ہے۔ اساڑھ ودی ۸ منگل سمت ۱۹۳۶ چھلیسر۔ دیانند سرسوتی رجسٹری وید بھاشیہ کا منی آرڈر وصول کر لیجئے۔

افسوس یہ منا سنگھ جی کال وش ہو گئے۔ جن کی نسبت سوامی جی کی بھی سے لکھی ۳۰ نومبر ۱۸۷۸ء کی چٹھی میں ذکر ہے۔

یہاں سے ۳ جولائی ۱۸۷۹ء کو روانہ مراد آباد ہوئے ٭

چھٹی فصل شہر مراد آباد۔

۱۔ ڈیرہ۔ سوامی جی جولائی ۱۸۷۹ء کو مراد آباد سو شوبھت ہوئے اور اب کے بھی جناب راجا جے کشن داس صاحب کے بنگلہ میں ہی اترے ✦

۲۔ پرچار۔ بہ سبب بیماری اس دفعہ صرف تین ویاکھیان دئے۔ ایک دن مسٹر سپیڈنگ صاحب کلکٹر کے کہنے سے مراد آباد چھاؤنی کی بیل کوٹھی میں رات تین پر ویاکھیان دیا۔ لوگوں کے بلانے کا انتظام خود صاحب بہادر نے کیا تھا۔ اور ایک قسم کا ٹکٹ جاری کیا۔ تاکہ بدون ٹکٹ کوئی صاحب نہ جا سکے۔ تمام آریہ لوگوں کو ٹکٹ مل گئے۔ اور ناخواندہ اور کم سمجھ لوگوں کو ٹکٹ نہیں دئے گئے۔ تمام معزز انگریز اور حکام عدالت اور زمیندار اور روسا اور عملہ عدالت بلائے گئے۔ قریب تین سو کے مجمع تھا۔ چھ بجے شام سے ویاکھیان شروع ہوا۔ اور کئی گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ اول سوامی جی نے منگلاچرن میں وہ منتر پڑھا جو ستیارتھ پرکاش کے شروع میں درج ہے۔ ایسی شیریں زبانی سے پڑھی کہ تمام کوٹھی گونج اٹھی اور شانتی پھیل گئی اور اس کی پوری شہادت ملتی کہ دنیا میں جس قدر علم موسیقی پھیلا ہوا ہے۔ وہ سب ویدوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ پھر ویاکھیان شروع ہوا اور سامعین نے خوب دل لگا کر سنا۔ ویاکھیان میں سوامی جی نے راجا اور پرجا سمبندھی کرتو کا اپدیش کیا۔ اور راجا ہی فرائض اچھی طرح ذہن نشین کئے۔ اور چونکہ صاحب کلکٹر بہادر کو شکار کا زیادہ شوق تھا۔ سوامی جی نے شکار وغیرہ (دیکھو باب ۶) کی کما حقہ تردید کی۔

جب ویاکھیان ختم ہوا۔ صاحب کلکٹر بہادر نے کھڑے ہو کر سوامی جی کی بڑی تعریف اور فرمایا۔ کہ جیسا پنڈت جی نے اس وقت فرمایا ہے۔ اگر اسی طرح کا برتاؤ رعیت اور راجا کرتے تو ایام غدر میں جس قدر تکلیفات و صدمات راجا اور پرجا نے اٹھائے ہرگز نہ اٹھانے پڑتے۔ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے یہ سب سچ ہے اس میں کسی طرح کا شک نہیں۔ لوگوں پر بھی اس کا بہت اثر ہوا۔

۳۔ انگریزی میں بات کرنے پر اعتراض۔ اس کے بعد بابو کالی پرسن وکیل جج مراد آباد کسی سے انگریزی میں بات چیت کرنے لگے۔ سوامی جی نے انہیں منع کیا۔ کہ سبھا میں بیٹھ کر ایسی زبان میں بات چیت کرنا جو عام لوگ نہ سمجھ سکیں۔ خلاف دھرم اور چوری کی بات ہے۔ آپ نے علم انگریزی کا غرور کیا۔ حالانکہ آپ سے زیادہ انگریزی جاننے والے انگریز یہاں موجود ہیں۔ اگر میرے مقابلہ میں چھپا کر گفتگو کی۔ تو ایسے لوگ بہت موجود ہیں۔ جو مجھے آپ کی انگریزی سمجھا سکتے ہیں۔ اگر اس کے بدلے میں سنسکرت بولوں۔ تو کہاں جاؤگے۔ اور کس سے پوچھوگے۔ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ✦

۳ اپنی غلطی کا اقرار - ایک روز پنڈت نرائن داس مشہور بہ مہیل پنڈ سوامی جی سے سنسکرت میں بات کر رہا تھا۔ اتفاقاً سوامی جی کے منہ سے ایک شبد اشدھ نکلا۔ اس نے اعتراض کیا۔ سوامی جی نے قبول کیا کہ ہاں یہ غلطی ہوا میرے منہ سے نکل گئی ہے۔ مہا ہو برت رتن جی تھوڑی دیر بعد آئے۔ ان کے سامنے اس نے پھر کہا۔ کہ مورتی پوجا کی بات چیت میں آپ نے سنسکرت میں غلطی کی تھی اور میں نے پکڑی تھی۔ سوامی جی نے کہا ہاں تم نے غلطی پکڑی تھی۔ اور میں نے سویکار کی تھی۔ اس پر اس نے گھمنڈ کیا۔ اور اسی پر بار بار اصرار کیا تب سوامی جی نے غصہ سے کہا کہ ارے چھوکرے میں نے اپنی غلطی سویکار کی۔ اور تو اس پر بھی نہیں مانتا اگرچہ ادھرم ہے لیکن اگر میں ہٹ کروں۔ تو مجھے سدھ کر سکتا ہوں۔ اور تو مجھے ہرگز کھنڈن نہ کر سکیگا۔ لیکن یہ ادھرم ہے۔ اگر تجھ میں ودیا ہے تو کوئی معقول بات کر کہ۔ یہ جو اس طرح اڑتا رہتا محض کم ظرفی ہے

۴ علاج ڈاکٹر ڈین صاحب کا بہیم - یہاں بحالت بیماری اسہال پیچش سنگرہنی کے ان کے علاج کے واسطے اول پنڈت لکشمی دت وید جالون کے منگائے گئے۔ سوامی جی نے ان سے سنسکرت میں بات کرکے ان سے علاج کرایا اور پھر جب آن سے راضی نہ ہوئے۔ تو ڈاکٹر ڈین صاحب بہادر نے ان کا علاج کیا۔ وہ دن میں کئی بار آیا کرتے تھے۔ اور خوب دل سے علاج کیا۔ سوامی جی کے شفایاب ہو جانے پر تقریباً دو سو روپیہ فیس کے ان کے پیش کئے گئے۔ انہوں نے لینے سے انکار کیا کہ میں سوامی جی کے علاج کی فیس نہیں لیتا یہ جگت کا اپکاری پرش ہے۔ ان کے علاج کی فیس لینا یوگ نہیں۔ تب آریہ لوگوں نے مراد آباد کی ساخت کی چند چیزیں بطور تحفہ کے دیں۔ جن کو ڈاکٹر صاحب نے بڑی خوشی سے لیا۔ اور کہا کہ ہم ان کو ولایت کی میوزیم میں رکھیں گے۔

۵ قائم گنج کے ایک بھاٹ کا بھگوت لینا - لالہ رام لال جو دو بخشی بادر چند نے سوامی جی کے قائم گنج میں اطلاع دی۔ اس نے جواب لکھا کہ آج کل بارش زیادہ ہو رہی ہے۔ اور بوجہ ٹوٹ جانے سڑک ریلوے کے راستے میں بڑی بڑی تکلیفات ہیں۔ مگر میں عہد کرتا ہوں کہ مجھ کو سوائے موت کے اور کوئی نہیں روک سکتا۔ بشرط زندگی ضرور حاضر ہونگا۔ پھر بڑی محبت کے ساتھ اس نے رخصت حاصل کی۔ اور فرخ آباد پہنچا بخشی اندرمن صاحب کے پاس وہ کچھ دنوں فارسی پڑھتا تھا۔ ان کے ہمراہ وہ سوامی جی کے پاس گیا۔ اور انہوں نے یوں ظاہر کیا۔ کہ حضور آپ کی ملاقات کو یہ شخص ایسی بارش میں قائم گنج سے آیا ہے۔ سوامی جی نے خوش ہو کر فرمایا کہ وہاں ایک بدھ پرشاد پنڈت ہے جس کو ہم نے ویدادھرم کا اپدیش کیا ہے اس کو تم جانتے ہو۔ وہ بولا کہ مہاراج میں جانتا ہوں وہ بڑا ابھیمانی ہے۔ ویدمت کا اپدیش دوسروں کو کیا کرے ہیں پھر فرمایا

کر ایک اور جنسی دھرم پنڈت تھا۔ اس نے ہمارے سامنے تو پاشان (پتھر) پوجا اچھینک دی تھی۔ اب وہ کیسا ہے۔ اس نے کہا کہ مہاراج انہوں نے دوسرے برہمنوں اور رشتہ داروں کے کہنے سے پھر مورتی پوجا شروع کر دی ہے۔ دوسرے دن منشی اندرمن نے انکے ہدایت کی۔ کہ بہت اچھے ودوان۔ دھرماتما۔ پروپکاری۔ سرب ہتیشی سنیاسی ہیں۔ تم بھی ان کے شش ہو جاؤ۔ جیسے یگیوپویت لے لو۔ جیسا کہ اور بہت لوگوں نے لیا ہے۔ وہ خود بھی ستیارتھ پرکاش کے پڑھنے سے سری سوامی جی کے اپدیش کو ست اور اچھا جانتا تھا۔ اور اس پر منشی جی نے ہدایت کی۔ فوراً سوامی جی سے یعنی ان کے یگیوپویت اور اپدیش لیا۔ اور گائتری منتر اس سے یاد کیا۔ جب وہ نشدہ پڑھنے لگا۔ تب سوامی جی نے بڑی محبت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ ہمارا یہ شریر ہمیشہ نہیں رہیگا۔ تم جب تک زندہ رہو۔ ہماری پستکوں سے شکشا لیتے رہنا۔ اور دوسرے لوگوں کو نصیحت کرتے رہنا۔ اس نے قبول کیا۔ پھر اپنے مکان پر آیا۔ تو برادری اور گھر کے لوگوں نے اس پر جھوٹے دوش لگائے اور گوڑ برہمنوں نے طعنہ زنی کی۔ مگر اس نے سب کا کہنا غلط سمجھ کر کچھ خیال نہ کیا اور رشتہ داران تحریری اور کنبہ والوں سے صاف کہدیا۔ کہ اگر زیادہ وہ کچھ اعتراض کرینگے۔ تو میں تم سب کو بھی چھوڑ دونگا اور اس معاملہ میں مجھ کو اپنی والدہ اور زوجہ لڑکی کی بھی محبت نہیں ہے۔ بجز دھرم سے بڑھکر کسی کو نہیں سمجھتا۔ دس دن تک سوامی جی اس کی موجودگی میں مراد آباد رہے۔ وہ روزانہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔

سلام کی جگہ نمستے کا رواج۔ سماج قائم ہونے سے پہلے کئی روز تک باہم منشی اندرمن اور سری سوامی جی مہاراج کی اس بات پر بحث ہوئی۔ کہ سماجوں میں سلام کی جگہ کیا لفظ مقرر کیا جاوے۔ سری سوامی جی فرماتے تھے۔ کہ نمستے کہنا چاہیئے۔ منشی اندرمن کہتے تھے۔ کہ پرماتما جیتے کہنا چاہیئے۔ منشی اندرمن نے کہا۔ کہ ہم نے اول جیگوپال اور بعدہ پرماتما جیتے جاری کیا۔ اس پر لوگوں نے بہت اعتراض کئے۔ تو ہستی حل ہی اڑالی۔ اب سب معاملہ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اب نمستے جاری کی جاویگی۔ تو پھر لوگ دشمن ہو جاوینگے۔ بجز اس کے پرمیشور کا نام جس لفظ میں آوے۔ اسے کہنا چاہیئے۔ نمستے کہنے میں یہ برائی ہے کہ جو راجہ ہے نمستے کیا جاوے گا۔ تو کیا راجہ بھی ایک ادنے آدمی ہمارا نے نمستے کہیگا۔ سوامی جی مہاراج نے فرمایا۔ کہ منشی جی بڑا کس کو کہتے ہیں۔ جس آدمی نے یہ غرور کیا۔ کہ میں بڑا ہوں۔ ادرتھات راجہ یا ودوان یا شورویر ہوں۔ تو اس میں ابھمان (غرور) آگیا۔ اور اس کی بڑائی میں دوش لگ گیا۔ دیکھو جتنے مہاراجہ ادھیراج۔ شورویر اور ودوان ہوگئے ہیں۔ انہوں نے اپنے مکھ سے اپنے آپ کو بڑا کبھی نہیں کہا۔ نمستے کا ارتھ مان اور ستکار کا ہے۔ جس سے راجہ پرجا دونوں کو آپس میں نمستے کہنا ٹھیک ہے۔ اب ہم تم سے یہ پوچھتے ہیں ہم اپنے اتھ کرن سے سچیہ کہدینا۔ کہ جب کوئی شخص تمہارے مکان پر آتا ہے۔ یا تم کو ملتا ہے۔

تو آئے دیکھ کر تمہارے دل میں کیا خیال آتا ہے۔ منشی جی خاموش رہے۔ تب سوامی جی کہنے لگے کہ کون نہیں جانتا۔ کہ معزز کو دیکھ کر اس کی تعظیم اور ادنیٰ کو دیکھ کر اس کی خاطرداری کا فوراً خیال ہوتا ہے۔ پھر تبلایئے ایسے موقعہ پر پرمیشور کے نام کا کیا مطلب ہے۔ منشی کو چاہئے۔ جو دل میں ہو وہی مکھ سے کہے۔ اور یہ آپ کا دوش ہے۔ کہ آپ نے پہلے جے گوپال اور پھر پرماتما جیتے جاری کیا۔ وچار کرکے ایسا شبد جو پہلے اس دیش واسیوں میں جاری تھا۔ جاری کیوں نہ کیا۔ اس سے سب آریہ سماجوں میں نمستے کا اچارن کرنا ٹھیک ہے۔ جیسا کہ سب دن سے مہرشی لوگوں میں پرچار تھا۔ اور نمستے شبد ویدوں میں بھی آیا ہے۔ ہم یجر وید سے بہت سے پرمان دے سکتے ہیں۔ آپ پرماتما جیتے کا کسی پراچین گرنتھ سے پرمان نہیں دے سکتے۔ پھر اسی دن بعد دوپہر بہت سے پرمان آرش گرنتھوں اور ویدوں سے نکال دکھلائے۔ مگر منشی جی نے اپنی ضد اگرہ اور ہٹ دھرمی سے نہ مانا۔

۸۔ **مباحثہ کی بات**: ایک روز دو تین پنڈت سری سوامی جی مہاراج سے بحث کرنے کو آئے۔ ان دنوں سوامی جی کا شریر دستوں کی بیماری سے ڈھیل ہو گیا تھا۔ مگر تاہم پنڈت لوگ کانپنے لگے۔ اور مکھ سے بات کا نکلنا دشوار ہو گیا۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ بھائی گھبراؤ مت۔ سادھان ہو کر مجھ سے کہو۔ کیا پوچھتے ہو۔ پنڈتوں نے کہا۔ کہ مہاراج آپ کے سنمکھ بات چیت کرنے کا ہمارا کیا سامرتھ ہے۔ اور سوائے اس کے ہم اکیلے ہیں آپ کے سب شش بیٹھے ہیں۔ ہماری کون مانیگا۔ سوامی جی مہاراج نے فرمایا۔ کہ تم کو ادھرم کی بات کہتے ہوئے لجیا نہیں آتی۔ دیکھو تمہارے سامنے جتنی تا تیرے ہمارا شش ہماری بات کو کہنے ماننے سے نہیں مانتا اور ہم سے کہہ رہا ہے۔ کہ مہاراج جب تک آپ مجھکو پرمان ست نہ بتلاوینگے میں کبھی نہ مانونگا۔ اور کہا کہ یہ لوگ ہمارے ہاں میں ہاں ملانے والے نہیں ہیں۔ پنڈت لوگ سب کا سامنا یہ کرکے چلے گئے۔ بحث کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ پھر سوامی جی نے سب لوگوں سے فرمایا۔ کہ بھائی تم سب کا یہ مت ہے۔ اگر ایسا کہوگے۔ کہ ہم دیانند سوامی کے مت میں ہیں۔ تو کوئی تم سے پرشن کریگا۔ کہ دیانند سوامی اور ان کے گورو کا کیا مت ہے۔ تو تم جواب نہیں دے سکوگے۔

۹۔ **آریہ سماج کی قائمی**: پھر ۲۔ جولائی سنہ ۷۷ء کو راجا صاحب کے مکان پر ہون کرانے اور سماج جمانے کی صلاح ہوئی۔ بہت سی سامگری منگائی گئی۔ اور موہن بھوگ بھی زیادہ تیار کیا گیا۔ بارہ بجے کی روش پر ویدی بنائی گئی۔ اتفاق سے اس وقت بارش زیادہ ہونے لگی۔ قریب پانسو آدمیوں کا مجمع تھا۔ امیر غریب سب طرح کے لوگ جمع تھے۔ سوامی جی نے فرمایا کہ ایشور کی مرضی ایسی ہی تھی۔ جو بارش کم نہیں ہوئی۔ اور دیر بہت ہو گئی ہے۔ ان میں بہت سے امیر لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو اپنے گھر پر اب بھوجن کر چکے ہونگے۔ پس مناسب ہے۔ کہ تھوڑا

تھوڑا سا بھوگ سب لوگوں کو دیدو اور کچھ بازار سے پوری کچوری منگا کر سب کو کھلادو۔ اور بند مکان میں تھوڑی سامگری کا ہون کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہون اور جلسہ ختم نہیں ہوا تھا کہ بازاری لوگوں نے یہ خبر اڑائی کہ سوامی جی کا جھوٹا حلوا سب لوگوں نے کھایا ہے۔ بلکہ میرے سامنے اسی جگہ اسی وقت امیر لوگوں کے رفیق اور آدمی دریافت حال کیلئے باغ مذکور میں پہنچے اور کہنے لگے کہ سارے شہر میں یہ مشہور ہو رہا ہے کہ سب لوگ اور سوامی جی مت کر بیٹھے۔ اور کہنے لگے کہ مورکھوں میں ایسی ہی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ اسی روز سماج قائم کیا گیا۔ اور مندرجہ ذیل صاحبان عہدہ داران مقرر ہوئے۔ منشی اندرمن پردھان کنور دیبی مانند اور ٹھاکر شنکر سنگھ منتری ساہو شیام سندر جی کوشا دھیکش اور لالہ جگن ناتھ داس پستکا دھیکش باقی اشخاص ممبران درج رجسٹر ہوئے۔

۱۰۔ **ساہو شیام سندر کے ہاں بھوجن۔** پہلی دفعہ ساہو جی کے ہاں جا کر بھوجن پانے سے سوامی جی نے انکار کیا تھا۔ لیکن اس دفعہ جب ان کو معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے سب دُر آچار چھوڑ دئے ہیں۔ تب فرمایا۔ کہ آج سے ہم تمہارے ہاں بھوجن کریں گے۔ اور انکی جوترا اور بلی وشو دیو کی اجازت دی۔ اور انکی والدہ کو بھی اپدیش دیا کہ جس روز تیرا لڑکا بلی وشو دیو نہ کرے۔ اُسے بھوجن ہرگز نہ دینا اور اسی روز سے اُن کے ہاں بھوجن کیا۔

۱۱۔ **آریوں کی مخالفت۔** لوگوں نے جو دھوم مچائی تھی یہ بات مشہور کی تھی کہ سوامی جی نے حلوا میں تھوک دیا ہے۔ اور وہ سب نے کھایا ہے۔ اس پر پنچایتیں کی گئیں۔ اور برادری الگ کئے جانے کی دھمکیاں دی گئیں۔ باقی ممبر تو مضبوط اور مستقل رہے۔ مگر چند آدمی ان گیدڑ بھبکیوں سے ڈر کر سماج سے الگ ہو گئے۔

۱۲۔ **متفرق۔** ساہو شیام سندر جی کے لڑکے کے یگیوپویت کا سمے آیا۔ تو ساہو جی نے سوامی جی کو ایک چٹھی ارسال کی۔ جواب آیا۔ کہ یگیوپویت کرا کر اسے گھر میں پڑھاؤ۔ آج کل گورو کل کا پربندھ ٹھیک نہیں ہے۔ اور اس کا بیاہ مت کرنا۔ اس بیان کو آٹھ برس ہوا۔ کہ سوامی جی نے یہ کیا لکھا تھا ہم اس کی شادی نہ کی گئی۔ وہ عزیز نوجوانی میں اس جہاں سے چل بسا۔ تب ان کے لیکھ کو بہت مفید سمجھا گیا۔

سوامی جی ۳۰۔ جولائی سنہ [illegible] کو بسواری ریلوے جانب بدایوں تشریف لے گئے۔ جہاں ۱۰ مئی سنہ [illegible] میں سماج قائم ہو چکا تھا۔ اور جہاں کے لوگ بڑی چاہت سے سوامی جی کے منوہر اپدیش سننے کے خواہشمند تھے۔

ساتویں فصل بدایوں۔

۳۱-جولائی تا ۴-اگست ۱۸۷۹ء

۱- آمد و ڈیرا - بدایوں میں سماج ماہ مئی ۱۸۷۹ء سے چند خیرخواہان ملک و قوم کی ہمت سے قائم ہوا تھا۔ اور بعد ازاں سوامی جی کے مراد آباد آنے پر یہاں کے چند انشاہی ممبروں نے ہمت کر کے پنڈت بہاری لعل سبھاسد کو مراد آباد بھیجا۔ جن کے ہمراہ سوامی جی مراد آباد سے بتاریخ ۳۱- جولائی ساون سدی سمت ۱۹۳۶ پنجشنبہ کو روانہ ہو کر اسی روز تین بجے رات کے تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ تین کس اور تھے۔ مراد آباد سے منشی بلدیو پرشاد سبھاسد انکے ہمرکاب آئے۔ بعد استقبال و پیشوائی سوامی جی کو باغ ساہو گنگا رام میں ٹھہرایا گیا۔

۲- پرچار کا کام - یکم اگست ۱۸۷۹ء - بوقت صبح اکثر سبھاسدان آریہ سماج نے قدمبوسی حاصل کی۔ سوامی جی کی طبیعت ناساز تھی۔ اور دوائی کا استعمال کرتے تھے۔ بھاگوت کا ذکر آیا فرمایا۔ کہ بھاگوت میں سری کرشن کی مذمت کی ہے۔ حالانکہ مہابھارت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بڑے عاقل اور نیک کردار تھے۔ اور جو جو خرافات ان کی نسبت بھاگوت میں لکھے ہیں۔ وہ مہابھارت میں مطلق نہیں پائے جاتے۔ سبھاسدوں کے کل حال نہایت شفقت سے دریافت فرماتے رہے۔

شنبہ ۲- اگست - صبح سے ہی ویاکھیان کے نوٹس اکثر جگہ شہر میں چسپاں کرادئے گئے۔ اور شام کو لالہ گنگا پرشاد صاحب مرحوم کے دیوان خانہ میں ایشر وشے میں ویاکھیان ہوا۔

یکشنبہ ۳- اگست کو کوٹھی جوگی پر دھرم وشے میں ویاکھیان ہوا۔ سامعین کی تعداد دو ہزار سے کم نہ تھی۔ اس کے بعد سوامی جی کے جائے قیام پر ویاکھیان ہوتے رہے۔

۳- مسلمان اور مباحثہ - مولوی حامد بخش صاحب رئیس بدایوں مع چند دیگر اہل علم کے ایک روز سوامی جی کے پاس باغ میں گئے۔ اور مباحثہ کا تذکرہ چھیڑا۔ سوامی جی نے فرمایا کہ آپ سب صاحبان ایک شخص کو منتخب کر لیں۔ اور شرائط مباحثہ طے ہو جاویں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ مولوی محمد قاسم صاحب کو بذریعہ تار برقی اطلاع دی ہے۔ یقین ہے۔ کہ وہ چار پانچ روز میں آجاینگے۔ سوامی نے فرمایا۔ کہ بہت اچھا۔ میری ان کی ملاقات چاندا پور میں ہوئی ہے۔ مگر پھر نہ کبھی مولوی محمد قاسم صاحب آئے۔ اور نہ کبھی مباحثہ کا تذکرہ ہوا۔

۴- پنڈتوں سے شاستراتھ - ۴- اگست دوشنبہ کو چند پنڈتان شہر کی ایک جمعیت بغرض شاستراتھ سوامی جی کے پاس پہنچی۔ اس میں کاتب نے بلا اعتراض کے پنڈت پران ناتھ

کا بھی نام لکھدیا تھا۔ دوسرے دن پنڈت جی نے سوامی جی سے جاکر کہدیا۔ کہ میری اُس چٹھی پر سہی نہیں تھی۔ نام ایرا ناحق لکھدیا ۔ ؛

پنڈت رام پرشاد۔ وپنڈت برندابن وپنڈت ٹیکا رام پرشاد داروغہ مجلس وغیرہ صاحبان قیام گاہ سوامی جی پر بغرض شاسترارتھ پہنچے۔ اول پنڈت رام پرشاد جی نے گفتگو شروع کی ؛

پنڈت رام پرشاد۔ ایشور ساکار ہے اور اُس میں پرش سوکت کی یہ رچا پرمان ہے۔ یجر وید۔ ادھیائے ۳۱ منتر پہلا سہسر شیرشا آیا وی

सहस्रशीर्षा पुरुषः इत्यादि

اگر ایشور ساکار نہیں تو اُس کو شیرشا وغیرہ کیوں لکھا ؛

سوامی جی۔ سہسر کہتے ہیں بیشمار جگت کو اور اسکو کہ جس میں انگنت سر آنکھ۔ اور پیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُس پرمیشور کو سہسر شیرشا وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اُس کی ہزار آنکھیں ہوں۔

پنڈت جی نے امرکوش کا پرمان دیا ؛

سوامی جی نے فرمایا۔ کہ ویدوں میں امرکوش پرمان نہیں۔ بلکہ نروکت اور نگھنٹو وغیرہ

پنڈت جی نے کہا۔ کہ ہم نے تو وہ پڑھے ہی نہیں۔ اور لکشمی وشنو کی استری ہے۔ اور ساکار ہے۔ اس میں لکشمی سوکت کا پرمان ہے ؛

अश्वपूर्वां रथमध्यां हस्तिनाद प्रमोदिनीम् । श्रियन्देवीमुपह्वये श्रीर्मादेवीर्जुषताम् ॥ ३ ॥

اس میں جو وشیشن ہیں۔ ان سے ثبوت اُس کے ساکار ہونے کا ہے۔

سوامی جی۔ اول تو یہ وید سنگہتا کا نہیں اور جو تم اُس کو وشنو کی استری سمجھ کر جاتے ہو۔ تو وشنو تم کو اپنی استری نہیں دیگا۔ اور تم اُس کے مانگنے سے پاپ کے بھاگی ہوگے۔ اور وہ بھی بھیجارنی ٹھیریگی۔ لکشمی کے ارتھ راج لکشمی راج کی سامگری اور شوبھا کے ہیں۔ اور اسی سبب سے اس شلوک میں ہاتھی رتھ۔ اور گھوڑے لکھے ہیں ؛

پنڈت رام پرشاد۔ آپ جو کہتے ہیں۔ کہ ویدوں کے پڑھنے کا ادھکار سب کو ہے یہ اَیُکت ہے۔ وید پڑھنے کا ادھکار کیول دوجوں کو ہی ہے۔ اور ان میں سے بھی زیادہ براہمنوں کو ہے۔

سوامی جی

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः इत्यादि

اس وید منتر سے صاف ثابت ہے کہ ویدوں کے پڑھنے کا ادھکار سب کو ہے۔

پنڈت جی۔ جو رام چندر و کرشن آدی ہوئے ہیں۔ یہ ساکشات پرمیشر کے اوتار ہیں۔

سوامی جی ایسا نہ سمجھنا چاہیئے یہ وید کے برخلاف ہے۔ پرمیشور کبھی اوتار نہیں لیتا۔

پنڈت جی۔ اس یجر وید کے منتر سے وشنو کا باون اوتار سدھ ہوتا ہے ؛

इदं विष्णु विचक्रमे त्रेधानि दधेपदम।

سوامی جی:- اس سے باون اوتار سدھ نہیں ہوتا۔ اس کا ارتھ یہ ہے کہ پرمیشور اپنی سامرتھ سے سب جگت کو تین استھانوں میں استھاپن کرکے دھارن کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ پرمیشور نے تین پرکار سے چرن رکھا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔

پنڈت برندابن جی بولے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وشنو ساکار نہیں ہے۔

سوامی جی۔ وشنو کے ارتھ تو کرو۔ یہ کس دھاتو سے بنا ہے؟

پنڈت برندابن جی [illegible] व्याप्तौ سے وشنو بنتا ہے۔ یعنی جو سرو ویاپک ہو۔ اُسے وشنو کہتے ہیں۔

سوامی جی:- پھر جو ویاپک ہے۔ وہ ساکار کیسے ہو سکتا ہے۔

پنڈت رام پرشاد۔ اس یجروید کے منتر میں [illegible] भीमः कुचरो गिरिष्ठाः جو کچر شبد آیا ہے۔ اس سے متس (مچھ) وغیرہ اوتار سدھ ہوتے ہیں۔ کیونکہ کچر کا ارتھ ہے پرتھوی پر چلنے والا۔

سوامی جی:- پھر سے متس آدی اوتار سدھ نہیں ہوتے۔ کُ کے ارتھ وید میں کبھی پرتھوی کے نہیں لئے جاتے۔

پنڈت رام پرشاد۔ مہیدھر کی ٹیکا میں تو ایسا ہی لکھا ہے۔

سوامی جی:- مہیدھر کا ٹیکا اکثر اشدھ ہے۔ نرکت اور نگھنٹو آدی کے بغیر وید کا ارتھ شدھ نہیں ہو سکتا۔

پنڈت رام پرشاد۔ پھر آپ نے اپنے پاس مہیدھر کا ٹیکا کیوں رکھا ہوا ہے؟

سوامی جی:- کھنڈن کے واسطے۔ اور دیکھو اس کا اشدھ ارتھ [illegible] ایادی آٹھ دس منتروں پر کیا ایسے [illegible] ارتھ بیان یوگ ہیں کہ جن کی استری گھوڑے کے پاس سووے وغیرہ وغیرہ۔ ویدوں پر جو رشیوں کی ٹیکا ہیں وہی پرمان کے یوگ ہیں۔ اور اوتاروں کا نہ ہونا یجروید کے چالیسویں ادھیائے کے منتر [illegible] سے ثابت ہے کہ سرو ویاپک پرماتما۔ کلیان سروپ۔ کایا یعنی جسم سے رہت۔ ناڑی نس آدی بندھن سے رہت اور شدھ سروپ پاپوں سے نیارا ہے۔ جس نے آدی جگت میں اپنی انادی پرجا جیووں کے واسطے وید ودیا کا پرکاش کیا۔ یہ شاسترارتھ دو روز میں تمام ہوا۔

۵۔ رکھشا بندھن:- یہاں متھرا میں [illegible] (۲ اگست ۱۸۶۸ء) رکھشا بندھن تھی۔ بہت بڑے بڑے لوگ آئے جو ان کے پنڈت اور ودیارتھی تھے۔ سوامی جی ان کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کہ تم برہمن لوگوں نے رکھشا بندھن کیوں باندھا ہے؟ تم اپنا

دیش کی ریت کو بھی بھول گئے۔ کہ آج کے دن اس دیش میں کیا ہوتا تھا۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ مہاراج! آپ کہو کیا ہوتا تھا؟ سوامی جی نے فرمایا کہ آج کے دن بڑا یگیہ راجا کی طرف سے ہوتا تھا۔ اور جتنے ودیارتھی لوگ پاٹھ شالاؤں میں پڑھا کرتے تھے۔ ان سب کے ہاتھ میں رکھشا بندھن راجا کی طرف سے باندھا جاتا تھا۔ جس سے سب پرجا اور راج کرمچاری لوگ ودیارتھیوں کی رکھشا کریں۔ اور ان کو کوئی دکھ نہ دے سکے۔ اب پنڈت بیٹھنے کے لئے سب تم بڑے چھوٹوں نے رکھشا بندھن باندھ لیا۔ پنڈت لوگ لاجواب ہو کر بیٹھ گئے۔ اور اس کو تسلیم کر کے اور باتیں پوچھنے لگے۔

۶۔ بھوت آدمی:۔ ایک آدمی عمر بیس سال جو ان کے ہمراہ آیا تھا۔ اس کی بابت سوامی جی سے اس ویدیہ نے پوچھا۔ کہ مہاراج اس کو آسیب کا خلل ہے۔ بہت علاج کئے۔ آرام نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ تم پنڈت اور ویدیہ ہو کر ایسے اگیانی ہو رہے ہو۔ اور ایسی استیہ جھوٹی بات کو مانتے ہو۔ شوک ہے تمہاری بدھی اور ودیا پر۔ ارے بھائیو! بھوت۔ بھوشت۔ ورتمان یہ تین نام کال کے ہیں۔ بھوت جن کوئی نہیں ہے۔ اور جو لوگوں کو بیماری ہوتی ہے۔ اس کی بابت ویدک گرنتھوں میں بہت ایسے روگ ہیں۔ کہ جن کے ہونے سے منش الٹی چیشٹا کرنے لگتے اور انڈ بنڈ بکتے ہیں۔ کیوں جی حکیم جی! کیا تم نہیں جانتے۔ حکیم جی نے کہا۔ ہاں مہاراج! ٹھیک ہے۔ پھر سوامی جی نے کہا کہ اس نے کوئی نشہ کی چیز کھائی ہے۔ لوگ چھپانے لگے۔ ایک آدمی نے آہستہ سے کہا کہ اس نے بھنگ بہت پی ہے۔ ماسٹر لال بہاری لال کشن ایڈیٹر سدھ جی مراد آبادی اس کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے سن کر سوامی جی سے عرض کر دیا۔ اسی وقت سوامی جی دھتکارنے لگے۔ تب سب قائل ہو گئے۔ پھر سوامی جی نے اس کو ایک دوائی بتلائی۔ پھر ساہو لال کو دو دوائیاں ایک دماغ کا منجن اور ایک دل کی دوا بتلائی۔ اور سب ترکیب لکھوا دی۔ اس نے کچھ غلطی کی۔ خفا ہو کر فرمایا کہ تم یہ نہیں سمجھتے کہ ترکیب بڑی بھاری چیز ہے۔ پرمیشور نے کل چیزیں دنیا کی انسانوں کے واسطے اوشدھی بنا کے رکھی ہیں۔ جو ترکیب نہیں جانتے۔ وہ محروم رہتے ہیں۔ ان کو ان سے کچھ سکھ نہیں مل سکتا۔ اس لئے ترکیب ٹھیک ٹھیک لکھنی چاہیے۔

۷۔ متفرق۔ ایک روز شاہجہانپور کے شہر کے اسکنر صاحب بھی سوامی جی کے پاس گئے۔ تھوڑی دیر عجز و انکساری سے باتیں کر کے چلے آئے۔ مگر کوئی مباحثہ کا تذکرہ درمیان نہ ہوئے۔ ۱۸ اگست ۱۸۷۹ء وقت دوپہر تک سوامی جی بدایوں میں قیام کر کے دوپہر کو وہاں سے جانب بریلی تشریف لے گئے۔ چنانچہ منیجر پریس کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

ہم مراد آباد سے اپریل کو بدایوں ٹھہرے ہیں۔ یہاں سے بھادوں بدی کرشن ۱۲ سمبت ۱۹۳۶ مطابق ۱۸۷۹ء کو بریلی پہنچیں گے۔ اب تک ہمارا شریر آرام کے یوگ ٹھیک ٹھیک نہیں ہوا۔

ہے" دیانند سرسوتی از بدایوں

آٹھویں فصل - بریلی

۱۴ - اگست تا ۳ ستمبر ۱۸۷۹ء

۱۔ سویرا - ۱۴ اگست ۱۸۷۹ء مطابق بھادوں سدی ۱۲ سمت ۱۹۳۶ پنجشنبہ کو سوامی جی بمقام بریلی تشریف فرما ہو کر بیگم باغ کوٹھی لالہ لچھمی نارائن صاحب خزانچی میں فروکش ہوئے۔

۲- پرچار کا کام :- کئی روز تک دیاکھیان ہوتے رہے۔ جس میں صاحب کلکٹر بہادر و دیگر معزز انگریز پادری صاحبان وغیرہ شہر بھر کے آتے رہے۔ اور بھی آنند رہا۔ خاص خاص کام یہاں ایسے ہوئے۔ جو نہایت اہم اور آریہ سماج کی تاریخ میں ہمیشہ ہی قابل یاد سمجھے جاوینگے۔

۳- بے خوف شیر ہونے کی مثالیں :- ایک روز سنیچر کا دن تھا۔ دیاکھیان ٹاؤن ہال میں ہو چکا تھا۔ بہت سے آدمیوں نے عرض کی کہ اگلے روز اتوار کو ایک گھنٹہ مقررہ وقت سے پیشتر دیاکھیان شروع ہو۔ سوامی جی نے منظور کر لیا اور کہا "میں شہر سے ۳ میل کے فاصلہ پر ٹھہرا ہوں۔ اور میرا سر تقسیم ہو چکا ہے۔ اس لئے دیاکھیان کے لئے تو گھنٹہ پہلے آسکتا ہوں۔ لیکن سواری بھی ایک گھنٹہ معمولی وقت سے پیشتر آنی چاہئے۔ کیونکہ میں ٹھیک اسی وقت تیار ہوتا ہوں۔ جبکہ دیاکھیان شروع ہونے کو پندرہ منٹ باقی رہیں۔" اس پر خزانچی لکشمی نارائن نے اقرار کیا کہ سواری ایک گھنٹہ پیشتر پہنچ جاویگی۔ اشتہار کے مطابق مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ پیشتر بلکہ اس سے بھی پہلے سامعین کا انبوہ جمع ہو گیا۔ مگر سوامی جی نہ پہنچے۔ آخرکار پون گھنٹہ کے بعد بگھی آئی۔ سوامی جی آ کر ٹاؤن ہال میں پہنچے اور سوٹا دیوار کے ساتھ لگا کر قبل اس کے کہ پرارتھنا کے لئے بیٹھیں۔ بولے "میں وقت مقررہ پر تیار تھا۔ لیکن سواری نہ آئی۔ میں بعد انتظار کے پیدل چل پڑا۔ راستہ میں بگھی معمولی وقت پر ملی اس لئے دیر ہو گئی۔ سبب جو میرا دوش نہیں ہے۔ دوش بگھی کے بچوں کا ہے۔ جو کہ پرتگیا پالن کرنا نہیں جانتے۔" یہ خزانچی لکشمی نارائن جی رؤسا بریلی کے مشہوروں میں سے تھے۔ اور سوامی جی کے میزبان تھے۔ لیکن سر جھکائے چپ چاپ سنا کئے۔

ایک روز اثنائے دیاکھیان میں شری سوامی جی مہاراج پرانوں کی اصول باتوں پر نکتہ چینی کرتے کرتے ان کی اخلاقی تعلیم کا کھنڈن کرنے لگے۔ اس وقت پادری سکاٹ۔ مسٹر ریڈ کلکٹر ضلع اور مسٹر ایڈورڈس صاحب کمشنر قسمت سمیت بیس صاحبان انگریز رونق افروز تھے۔ سوامی جی نے پرانوں کی پانچ کنواریوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک

کے وصف بیان کرنے شروع کیے۔ اور پادریوں کی عقل پر افسوس کیا کہ مریم کو پانچ خصم کرا کے اُسے کماری قرار دیا اور اسی طرح کنتی۔ تاہم دروپدی وغیرہ کو کماری کہنا پادریوں کی اخلاقی تعلیم کو ناقص ثابت کرتا ہے۔ سوامی جی کا طرز بیان ایسا پُر مذاق تھا کہ سامعین تھکنے کا نام نہیں جانتے تھے۔ اس پر صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر وغیرہ انگریز ہنستے اور اظہار خوشی کرتے رہے۔ لیکن اس مضمون کو ختم کرکے سوامی جی مہاراج بولے "پادریوں کی تو یہ لیلا ہے۔ اب پرانیوں کی لیلا سُنو۔ یہ ایسے بھرشٹ ہیں کہ کماری سے بیٹا پیدا ہونا بتلاتے اور پھر ورش سروگیہ شدھ سوروپ پرماتما پر لگاتے اور ایسا گھور پاپ کرتے ہوئے ذرا بھی لجّت نہیں ہوتے"۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر کے چہرے مارے غصّہ کے سُرخ ہو گئے۔ لیکن سوامی جی کا دیاکھیان اُسی زور شور سے جاری رہا۔ آخر روز عیسائی مت کا دیاکھیان کے خاتمہ تک کھنڈن کرتے رہے۔ دوسرے روز صبح کو ہی خزانچی لکشمی نارائن جی کی صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر طلبی ہوئی۔ صاحب بہادر نے فرمایا کہ اپنے پنڈت صاحب کو کہہ دو کہ بہت سختی سے کام نہ لیا کریں۔ ہم عیسائی لوگ تو مہذّب ہیں۔ ہم تو بحث مباحثہ میں سختی سے نہیں گھبراتے۔ لیکن اگر جاہل ہندو اور مسلمان برافروختہ ہو گئے تو تمہارے سوامی پنڈت کے دیاکھیان بند ہو جائیں گے۔ خزانچی صاحب یہ پیغام سوامی جی کے پاس پہنچانے کا وعدہ کرکے واپس چلے آئے۔ لیکن سوامی جی تک یہ مضمون پہنچانے کا حوصلہ کہاں سے ملتا۔ کئی ایک ڈھونڈھی برادران سے خزانچی جی نے استدعا کی۔ لیکن کسی کو بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر کار چٹھی ایک ناستک پر پڑی۔ اور اس کا ذمہ ٹھہرایا گیا کہ وہ معاملہ پیش کر دیوے۔ خزانچی صاحب معہ اُس ناستک اور چند ایک دیگر آدمیوں کے کمرہ کے اندر پہنچے۔ جس پر ناستک نے بطرف یہ کہہ کر کہ خزانچی صاحب کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں کیونکہ انہیں صاحب کمشنر نے بلایا تھا کنارہ کیا۔ اور کل مصیبت گویا خزانچی صاحب کے سر پر ٹوٹ پڑی۔ اب خزانچی صاحب کبھی سر کھجلاتے ہیں اور کبھی گلا صاف کرتے ہیں۔ آخر کار پانچ منٹ تک حیرت سے دیکھتے ہوئے سوامی جی نے فرمایا:- "بھئی تمہارا تو کوئی کام کھلنے کا گھر ہی نہیں ہے۔ اس لئے تم سمے کی قیمت نہیں سمجھ سکتے۔ میرا سمے امولیہ ہے۔ جو کچھ کہنا ہو کہہ دو۔" اس پر خزانچی صاحب بولے:- "مہاراج! انگریزی راج ہے تو کیا ہرج ہے؟ اس سے اثر بھی اچھا پڑتا ہے۔ اور انگریزوں کو ناراض کرنا بھی اچھا نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔" یہ باتیں اٹک اٹک کر اور بڑی مشکل سے خزانچی صاحب کے منہ سے نکلیں۔ اس پر مہاراج ہنسے اور فرمایا "ارے بات کیا تھی جس کے لئے گڑگڑاتا ہے۔ اور ہمارا کیا سمے خراب کیا۔ صاحب نے کہا ہوگا تمہارا پنڈت سخت بولتا ہے۔ دیاکھیان بند ہو جائیں گے۔ یہ ہوگا وہ ہوگا۔ ارے

بھائی! میں ہوتا تو نہیں ہوں کہ تجھے کھا لونگا۔ اُس نے مجھ سے کہا تو مجھ سے بیدھا کہہ دیتا۔ ویرتھ اتنا سمے کیوں گنوایا؟" ایک وشواسی پورانک ہندو بیٹھا تھا۔ بولا "دیکھا یہ تو کوئی اوتار ہیں۔ جی کی بات جان لیتے ہیں"۔

تیسرا لیکچر کا وقت آیا۔ آتما کے سوروپ پر ویاکھیان تھا۔ اسی درمیان میں ستیہ کے پرن پر بولنا شروع کیا۔ پہلے روز والے سب صاحبان انگریز علاوہ پادری سکاٹ کے موجود تھے۔ سب چپ چاپ محو ہو کر ویاکھیان سُن رہے تھے۔ رشی نے فرمایا "لوگ کہتے ہیں کہ ستیہ کو پرگٹ نہ کرو۔ کلکٹر کرودھت ہوگا۔ کمشنر اپرسن ہوگا۔ گورنر پیڑا دیگا۔ ارے! چکرورتی راجا کیوں نہ اپرسن ہو۔ ہم تو ستیہ ہی کہیں گے"۔ اس کے بعد اُس اپنشد واکیہ کو پڑھ کر جس میں لکھا ہے کہ آتما کو نہ کوئی ہتھیار چھید سکتا ہے اور نہ آگ جلا سکتی ہے۔ گرجتی ہوئی آواز میں بولے "یہ شریر تو انتیہ ہے۔ اس کی رکشا میں پرورت ہو کر ادھرم کرنا ویرتھ ہے۔ اسے جس منش کا جی چاہے ناش کر دے"۔ پھر چاروں اور اپنی تیکشن آنکھوں کی جیوتی ڈالتے ہوئے گرجنا کرتے ہوئے فرمایا "لیکن وہ شور ویر پرش مجھے دکھلاؤ جو کہ یہ دعوٰے کرتا ہے کہ وہ میرے آتما کا ناش کر سکتا ہے۔ جب تک ایسا ویر اس سنسار میں دکھلائی نہیں دیتا۔ میں یہ سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں کہ آیا میں ستیہ کو دباؤنگا یا نہیں"؟

سارے ہال میں سناٹا چھا رہا تھا۔ ویاکھیان میں کچھ دیر ہو گئی۔ اُٹھتے ہی مہاراج نے پوچھا "بھگت سکاٹ آج نہیں دکھائی دئے"۔ پادری سکاٹ صاحب کو سوامی جی سے بڑا پریم ہو گیا تھا۔ اور چونکہ وہ کسی ویاکھیان سے بھی غیر حاضر نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے سوامی جی انہیں اسی نام سے پکارا کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اتوار کا دن ہے۔ اس لئے نہیں آئے۔ کیونکہ پادری کے ہی گرجا میں وہ اتوار کو واعظ کیا کرتے ہیں۔ ٹاؤن ہال سے نیچے اُترتے ہی مہاراج کہنے لگے کہ چلو بھگت سکاٹ کا گرجا دیکھ آویں گو سامعین کثرت سے چلے گئے تھے۔ تاہم تین یا چار سو کی بھیڑ بھاڑ ساتھ لے کر گرجا میں جا پہنچے۔ پادری صاحب نے ویاکھیان ابھی ختم ہی کیا تھا۔ سامعین ایک سو کے قریب تھے۔ سوامی جی کو دیکھتے ہی پادری صاحب نیچے اُتر آئے۔ اور سوامی جی کو ویدی (پلپٹ) پر لے جا کر استدعا کی کہ مہاراج! کچھ اپدیش کریں۔ سوامی جی نے کھڑے کھڑے ہی بیس منٹ تک مورتی پوجا کا کھنڈن کیا۔ سب چپ چاپ سنتے رہے۔

ایک روز سوامی جی مہاراج کو معلوم ہوا کہ خزانچی لکشمی نارائن نے ایک بازاری عورت کو اپنے گھر ڈالا ہوا ہے۔ جب خزانچی صاحب اُس روز آئے تو سوامی جی نے پوچھا۔ "خزانچی جی! تم کون ہو؟" خزانچی جی نے جواب دیا۔ "مہاراج! آپ گن کرم انوسار ورن بھی مانتے ہیں۔ میں کیا جواب دوں؟" فرمایا کہ یوں تو سب ورن سنکر ہیں۔ کنتو کلا (؟)

آپ کو کیا کہتے ہو؟" جواب ملا کہ کھتری ہوں۔ مہاراج بولے "یہی کھتری کے دیہہ سے ویشیا میں تیرا اپتی ہو تو اُسے کیا کہو گے"؟ خزانچی جی نے سر نیچا کر لیا۔ اس پر مہاراج نے کہا "سنو بھائی! ہم کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔ ہم سچ سچ کہیں گے" اُسی رات کو خزانچی جی نے اُس بازاری عورت کو کہیں بھیج دیا۔

۲۴۔ مہاتما منشی رام جی کے پریورتن کی ابتدائی سرگزشت:۔ سب سے بڑا کام جو آریہ سماج کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہیگا۔ یہ ہوا کہ بیان کے کلام سے ایک ایسی شخصیت کے پلٹا کھانے کی بنیاد پڑی۔ جس نے اپنی ساری شکتی کو آریہ سماج کی رکھشا کیلئے نیوچھاور کیا اور آڑے سے آڑے وقت میں اس کی مشکلات کے بھنور میں پھنسی کشتی کو سلامتی کے ساحل پر لا پہنچایا۔ یہ شخصیت مہاتما منشی رام جی کے نام سے آج بھارت تو کیا دور دور دیشوں میں کھیات ہے۔ اس کی کیفیت یوں ہے کہ ان دنوں مہاتما منشی رام جی کے پتا بیان شہر کوتوال (یعنی پولیس انسپکٹر شہر) تھے۔ اور کالج میں بیماری ہیضہ کے سبب سے خاص تعطیل ہونے کے کارن آپ اپنے پتا کے پاس آئے تھے۔ خیالات کے لحاظ سے ناستک تھے۔ کاشی نگری کی زبردست مورتی پوجا سے دیاکل ہو کر مت متانتروں میں کچھ عرصہ آندولن کرنے کے بعد یہ ایشور کی ہستی سے منکر تھے۔ وید کا نام تک نہ سنا تھا اور انجیل و قرآن سے کبھی تسلی نہ ہوتی تھی۔ لہذا ایشور گیان پر اعتقاد کہاں! علاوہ ناستک ہونے کے ان کی یہ پختہ رائے تھی کہ سنسکرت زبان میں سوائے بیہودگیوں کے عقل کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود بنارس میں تعلیم کی غرض سے پانچ برسوں تک قیام رکھنے اور باوجود پنڈتوں کی ضد کے بھی انہوں نے سوائے لگھو کومدی کا کسی قدر ابتدائی حصہ پڑھنے اور کچھ سنسکرت نظم کے مطالعہ کرنے کے سنسکرت بھاشا کی طرف کچھ بھی توجہ نہ کی۔ ان کے پتا ایک دھرم پر پکا وشواس رکھنے والے اور ہر روز تین گھنٹوں کی پوجا کرنے والے تھے۔ پولیس کے محکمہ میں وہ غیر معمولی آدمی سمجھے جاتے تھے۔ کیونکہ پوجا اور پولیس کا کوئی سمبندھ نہ تھا۔ سوامی دیانند جی کا پہلا لیکچر سن کر آتے ہی پتا نے انہیں کہا "منشی رام! ایک ڈنڈی سنیاسی آئے ہیں۔ بڑے ودوان اور یوگی راج ہیں۔ تمہارے شبہے اُن کی وکترتا سن کر دور ہو جائیں گے"

وہ خاص کر اس وجہ سے پرسن تھے کہ میرا پتر اس ذریعہ ناستک پن کی دلدل سے نکل آویگا۔ مہاتما جی نے چلنے کا وعدہ کیا لیکن اور کچھ نہ کہا۔ کیونکہ دل میں خیال آیا کہ سنسکرت جاننے والا سادھو عقل کی کیا بات کریگا؟ لیکن جب دوسرے دن پتا کے ہمراہ پہنچے۔ درشن کرتے ہی کسی قدر شردھا پیدا ہوئی۔ پھر جب پادری سکاٹ اور دو تین اور انگریزوں کو سننے کا مشتاق پایا تو اور بھی شردھا بڑھی۔ ابھی دس منٹ تقریر نہیں سنی تھی کہ دل میں کہنے لگے یہ عجیب شخص ہے۔ صرف سنسکرت داں ہو کر ایسی معقول باتیں کہتا ہے

کہ عام لوگ دنگ ہو جائیں۔" دیا کھیان اُپنشد کے بیچ نام آدم پر تھا۔ اُسے سُنکر انہیں وہ روحانی تسکین حاصل ہوئی جو قبل اُن کے کبھی بھول نہیں سکتے۔ اس کے بعد جب نُوتی بُدھا کے کھنڈن پر دیا کھیان شروع ہوئے تو جہاں پُتر کی شردھا بڑھنے لگی۔ وہاں پتا کی تو شردھا کو ٹھیس لگی۔ تاہم انتظام کا کام اپنے ایک ماتحت سب انسپکٹر کے سپرد کر کے خود لیکچر میں جانا انہوں نے بند کر دیا۔ جب بھگتی جی سے پوچھا تو کہا کہ یہ یوگی راج قُدرتی سنیاسی ہیں۔ یہ سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہم گرہستیوں کے لیئے تو اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔ جو پائی ہے، ہری برندا سے جو کہا۔ چھوٹے پاپ گرہ گیات سماں (تلسی داس کا) اس کے لیئے بھگتی جی سوز دیا کھیان میں بیٹھے رہے۔ پادری سکاٹ صاحب والے مباحثہ میں کام بھی کرتے رہے۔ سوائے آخری دن کے جس میں وہ بخار سے بیمار ہو گئے۔ وہ تین دیا کھیان سُننے کے بعد ہی سوامی جی کے طریق زندگی اور طرز معاشرت کا بغور مطالعہ کرنے کے لیئے اُن کے دل میں کمال شوق پیدا ہوا۔ واقف کاروں سے انہیں پتہ لگا کہ سنیاسی جی عام طور ٹھیک دس بجے سو جاتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کے ڈیرہ پر سنسان ہو جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ۳ بجے صبح کے اُٹھ کر باہر چل دیتے ہیں۔ اور چھ بجے سے پہلے نہیں لوٹتے۔

بھگتی شی رام جی اگلے دن ۲ بجے اُٹھ بیٹھے اور دو دوستوں کو ہمراہ لے کر شہر سے دو اڑھائی میل باہر بگھی دوڑاتے ہوئے خزانچی کاشی ناتھ کی بیگم آباد والی کوٹھی پر پہنچے۔ جہاں سوامی جی مقیم تھے۔ بگھی ذرا دُور کھڑی کر کے سب ایک طرف انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ پانچ منٹ بعد تین بجے ہی خالی کو بند لگائے اور ایک زبردست ڈنڈا ہاتھ میں لیئے برہنہ بدن سنیاسی مہاتما نکلے۔ یہ تینوں چھپ کر پیچھے ہو لیئے۔ آدھ میل تو تقریباً جا گئے پیچھے لیکن انہیں آنکھ سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ لیکن بعد میں لنگوٹ بند سنیاسی نے دوڑ لگانی شروع کی۔ تب دو فرلانگ تک یہ سب ہانپنے لگے۔ آگے چلنے کی طاقت نہ رہی۔ اور آہستہ آہستہ لوٹ کر بگھی پر سوار ہو کر گھر چل دیئے۔

اگلے دن یہ ۱۲ بجے ہی چل دیئے۔ اور کوٹھی سے دور ہی بگھی کو چھوڑ پہلے دن والے اُسی راستہ پر ایک میل تک چلے گئے۔ اور ایک جنگل میں پوشیدہ ہو گئے۔ جب لنگوٹ بند سنیاسی کو دوڑتے ہوئے آتے دیکھا تو اُن کے پیچھے ہو لیئے۔ ایک میل تک برابر انہوں نے دوڑ لگائی۔ ڈیڑھ میل دوڑ کر سوامی جی نے ڈنڈا دونوں طرف سے دونوں ہاتھوں میں لیکر گردن پر رکھ لیا اور آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ آدھ میل چل کے ایک گھنے درخت کے نیچے آسن جما مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ یہ تینوں بھی رک گئے۔ اب ۴ بجے دس منٹ بعد آسن چھوڑ ایک انگڑائی لے کر بدن کو درست کیا اور واپس چل دیئے۔ کچھ دُور تو یہ بھی تیزی سے چلے۔ پھر آہستہ ہو گئے اور بگھی تک پہنچ کر سوار ہو پھر گھر کی راہ لی۔ یہ سوامی جی کا روزمرہ کا

ابھیاس تھا۔ اس کے علاوہ تین مرتبہ انہوں نے سوامی جی سے بات چیت ایشور وشواس نہیں کی۔ انہیں اپنے ناستک پن کا بڑا ابھیمان تھا۔ گو سوامی جی کا کل اپدیش انہیں اچھا معلوم ہوتا تھا۔ مگر دل میں یہی سوچا کرتے تھے کہ اگر ایک ایشور اور وید کو ماننا سوامی دیانند جی چھوڑ دیں تو پھر سنسار کا کوئی بھی ودوان اُن کا مقابلہ کرنے والا دکھلائی نہیں دیتا۔ انہوں نے ابھیمان میں آکر پہلی مرتبہ محض بحث کی خاطر ایشور وشواس میں اعتراض کئے۔ لیکن پانچ منٹ میں لاجواب ہو گئے۔ اور چاروں طرف سے دلیل میں بند ہو کر کہا "مہاراج! آپ کی بدھی بڑی تیکشن ہے۔ آپ نے میری زبان بند کر دی لیکن مجھے وشواس نہیں ملا کہ پرمیشور کوئی ہے۔" دوسری اور تیسری مرتبہ بھی اسی طرح اُن کی زبان بند ہو گئی۔ لیکن جب تیسری مرتبہ بھی انہوں نے لاچار ہو کر یہی جواب دیا۔ تب سوامی جی پہلے تو ہنس پڑے۔ پھر سنجیدگی سے فرمایا "دیکھو! تم نے پرشن کئے اور میں نے اُتر دیئے۔ یہ یکتی کی بات تھی۔ میں نے کب اقرار کیا تھا کہ میں تمہارا وشواس ایشور پر کرا دوں گا۔ تمہارا وشواس ایشور پر اُس سمے ہوگا۔ جبکہ ایشور تمہیں خود اپنے اُوپر وشواس کرائیں گے۔" اس کے ساتھ ہی ایک اُپنشد واکیہ بھی پڑھا۔

بھگت جی اُس وقت تو ناستک کے ناستک ہی رہے۔ اور اس کے بعد بھی عرصہ تک اوشواس کی گہری غار میں گرے رہے۔ لیکن جب پرماتما کی دیا ہوئی اور اُن کا ایشور پر وشواس ہوا۔ تب اُس سچے رشی کا کتھن یاد آیا۔ اور اس کی عظمت کے آگے انہوں نے ناستک پن والا غرور نکال کر سچے آستک کی طرح سر جھکایا۔ اور اس رشی کے مشن کی کامیابی میں اپنا سروسو لگایا۔

۵۔ پادری اسکاٹ سے مباحثہ[۱]۔ بعد ازاں تجویز ہوئی کہ پادری جی اسکاٹ صاحب سے سوامی جی کا مباحثہ ہو۔ چنانچہ دونوں نے بخوشی خاطر منظور کیا۔ اور ۲۵۔ اگست روز شنبہ تاریخ مباحثہ مقرر کی گئی۔

یہ مباحثہ تحریری تھا۔ آنند کے ساتھ جیسا کہ عموماً مہذب اور تعلیم یافتہ لائق شخصوں میں ہوا کرتا ہے۔ اور جیسا کہ فی الحقیقت ہونا بھی چاہیئے۔ درمیان سوامی دیانند سرسوتی جی اور پادری ٹی۔ جی اسکاٹ صاحب کتب خانہ بریلی میں تین روز بتاریخ ۲۵-۲۶-۲۷ اگست ۱۸۷۹ء (بھادوں سُدی ۷ تا ۹ سمت ۱۹۳۶) رہا۔ اور لالہ لچھمی نارائن صاحب خزانچی رئیس بریلی میر مجلس تھے۔

پہلے روز آواگون یعنی مسئلہ تناسخ پر۔ جس کو ثبوت سوامی جی نے اور تردید پادری صاحب نے کیا

۱؎ یہ مباحثہ اُست بیلیک نامی ٹریکٹ کی صورت میں مطبع آریہ بھوشن شاہجہانپور میں ستمبر ۱۸۷۹ء میں چھپا۔ دوبارہ آریہ درپن شاہجہانپور میں۔ اور سہ بارہ [illegible] ہندی میں لاہور میں طبع ہوا۔

دوسرے مدعا اس پر کہ ایشور دیہہ دھارن کرتا ہے۔ جس کو ثبوت پادری صاحب نے اور ردّ سوامی جی نے کیا۔

تیسرے مدعا اس پر کہ **خدا گناہ معاف بھی کرتا ہے**۔ جس کو ثبوت پادری صاحب نے اور ردّ سوامی جی نے کیا۔

شرائط:- منجملہ اور شرائط کے نہایت ضروری یہ شرطیں تھیں کہ مباحثہ تحریری ہوگا۔ تین کاتب ایک سوامی جی کی طرف۔ دوسرا پادری صاحب کی طرف اور تیسرا میر مجلس کی طرف بیٹھ کر کل مباحثہ کو لفظ بہ لفظ قلمبند کرتے جاویں۔ جس وقت ایک شخص درمیان ایک وقت مقررہ کے گفتگو کر چکے تو اس کا لکھا ہوا بیان حاضرین جلسہ کو سنا دیا جاوے۔ اور ہر سہ پرت پر اس کے دستخط خاص کرائے جاویں۔ اور بعد ختم مباحثہ کے اخیر میں صاحب میر مجلس کے دستخط ہوں۔ ان تینوں پرتوں میں سے ایک سوامی جی کے پاس۔ دوسرا پادری صاحب کے پاس اور تیسرا میر مجلس کے پاس بطور سند رہے۔ تاکہ کوئی پیچھے کمی گھٹا بڑھا نہ سکے۔

چنانچہ سوامی جی اور پادری صاحب کی دستخطی اصل تحریر کی لفظ بلفظ نقل درج کی جاتی ہے۔ ناظرین اپنی عقل سے غور فرما کر نتیجہ نکال لیں۔

۲۵ اگست مسئلہ تناسخ

ثبوت از سوامی جی:- جیو۔ جیو کے سبھاوک گن کرم اور سبھاؤ انادی ہیں۔ اور پرمیشور کے نیائے کرنا آدی گن بھی انادی ہیں۔ جو کوئی ایسا نہیں مانتا کہ جیو کی اور اُس کے گن آدی کی اُتپتی ہوتی ہے۔ اس کو ان کا ناش ماننا بھی اوش ہوگا۔ اور اُس کا کارن بھی نِشچے کرنا اور کرانا ہوگا۔ کیونکہ کارن کے بنا کاریہ کی اُتپتی سروتھا اسمبھو ہے۔ جو جو جیو کے پاپ اور پُن آدی کرم پرواہ سے انادی چلے آتے ہیں۔ اُن کا ٹھیک ٹھیک پھل پہنچانا ایشور کا کام ہے اور جیوؤں کا بنا استھول سوکشم اور کارن شریر کے سکھ دُکھ کا بھوگ کرنا اسمبھو ہے۔ جب یہ بات ہوئی۔ تب بارمبار شریر کا دھارن کرنا بھی جیو کو اوش ہے۔ کیونکہ یہ پھل کرم سے نئے کیا جاتا ہے۔ اُن کا سنچت اور پرالبدھ بھی نیا نیا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب اس سرشٹی میں ودیا کی آنکھ سے منش دیکھے تو سرشٹی کرم اور پرتکش آدی پرمانوں سے ٹھیک ٹھیک سدھ ہوتا ہے کہ دیکھو جو آج سوموار ہے۔ وہی کل پھر بھی آتا ہے۔ مہینے رات دن آدی بھی پھر پھر آتے ہیں۔ اور گیہوں کا بیج بونے سے پھر وہی گیہوں آتا ہے۔ (دستخط دیانند سرستی)

اعتراض پادری صاحب:- اس آواگون کے بارہ میں صرف حق کے واسطے بحث کرنا چاہیئے۔ ہار جیت کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ تعلیم پرانی تو ہے لیکن دنیا میں سے مٹتی جاتی

ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے رُوح ہیں۔ ہمیشہ جنم لیتے رہتے ہیں۔ کبھی انسان کے بدن میں۔ کبھی بیل کے بدن میں۔ کبھی بندر کے کبھی کیڑے مکوڑے کے بدن میں پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ایسی تعلیم ہے کہ تعلیم یافتہ قومیں اس کو چھوڑتی جاتی ہیں۔ قدیم مصریوں نے پہلے اس کو مانا ہوا تھا۔ پھر چھوڑ دیا۔ اسی طرح پر یونانیوں نے اور رومیوں نے اور انگریزوں نے بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے پرانے ڈرویڈ لوگ بھی جو کہ ہمارے گورو تھے یہی سکھلاتے تھے۔ اور ہم لوگ سب کے سب مانتے تھے۔ لیکن روشنی کے پھیلنے سے اور تعلیم حاصل کرنے سے اس پرانی اور بے بنیاد تعلیم کو چھوڑ دیا۔ سو ہمارا سوال پنڈت جی سے یہ ہے کہ آیا اس مسئلہ کے لئے کونسی دلیلیں ہیں۔ جب کچھ خاص ثبوت دیا جاوے۔ تو ہم اُن کے رد کے لئے اعتراض کرینگے۔ بالفعل میرے دو چار سوالات یہاں پر ہیں۔ آیا علاوہ ایشور کے روح کے اور اور وجہ اناد ہے یعنی ازل سے ہیں یا نہیں؟ اس جنم لینے سے کبھی فراغت ہوگی یا نہیں؟ آپ کا یہ دعوے کہ کل تکلیف جو دُنیا میں ہوتی ہے۔ سزا کے واسطے ہے۔ پُنر جنم فقط سزا کے واسطے ہے یا اور کوئی سبب ہے؟ یہ بھی ایک سوال ہے کہ آیا پرمیشر ہر وقت مشغول ہے یا کبھی نرگن بھی ہوتا ہے۔ یہ جنم لینا اُسی کی خاص قدرت سے ہر دم ہوتا رہتا ہے یا کسی قدرتی قانون سے ہوتا ہے۔ جیسے کہ بیج کا اُگنا۔ پھل کا پکنا۔ پانی کا برسنا وغیرہ (دستخط ڈی جی اسکاٹ صاحب)

سوامی جی:۔ تین پدارتھ انادی ہیں۔ ایک ایشور۔ ایک کارن اور سب جیو جنم سے کبھی فارغ نہ ہونگے۔ پُنر جنم فقط سزا اور جزا دونوں کے لئے ہے پرمیشور سگن اور نرگن ہمیشہ رہتا ہے۔ قدرتی قانون اُس کا یہی ہے کہ جیسا جس نے پاپ پُن کیا۔ اس کو ویسا ہی اپنے ستیہ نیاؤ سے پھل دیتا ہے۔ اب پادری صاحب نے جو کہا تھا کہ پرانی تعلیم بھی پُنر جنم کی ہمارے بیچ میں تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ سب دنیا میں پُنر جنم کی تعلیم تھی۔ اور یہ جو کہا کہ جو قوم سُدھرتی جاتی ہے۔ وہ پُنر جنم کے مسئلہ کو چھوڑتی جاتی ہے۔ اب اس پر ایک سوال ہے کہ پُرانی باتیں بالکل جھوٹ یا کچھ سچی بھی ہوتی ہیں اور نئی تعلیم سب سچی ہے یا اس میں کچھ جھوٹ بھی ہے؟ جو پادری صاحب کہیں کہ پُرانی تعلیم ماننے کے لائق نہیں تو توریت۔ زبور۔ انجیل کی تعلیم آج کے حساب سے پُرانی ہے۔ یہ بھی نہ ماننی چاہئے۔ یہ کوئی بات ثبوت کی نہیں ہے کہ پہلے مانتے تھے اب نہیں مانتے۔ اس لئے سچی یا جھوٹی ہے۔ یا پہلے نہیں مانتے تھے اور اب مانتے ہیں۔ اس لئے جھوٹی یا سچی ہے۔

اب پادری صاحب نے کہا کہ کچھ ثبوت ہو تو ہم اُس پر کچھ اعتراض کریں۔ اس کے ثبوت کے لئے میں نے یہ قلم لکھا دیا کہ اس جیو کے کرم آدی اناد ی اور ایشور کا گیان کرنا آدی اناد ی ہیں۔ جو کرم کی بات ثابت کی جاوے تو سرشٹی میں نُقصان۔ نرگن کی

اور دابر ودراجہ اور کنگال کی اوستھا ایشور کس طرح سے کر سکتے۔ کیونکہ اس میں طرفداری آتی ہے اور کس بات سے اسکا نیاری نشٹ ہوجاتا ہے۔ جب کرم کے پھل میں تو پرمیشور برابر نیاکاری بنتا ہے۔ انیائی نہیں۔ اور ایشور انیائے کبھی نہیں کرتا (دستخط دیانند سرستی)

پادری صاحب:۔ پنڈت جی کے کہنے سے تمام جیو یعنی ارواح ازلی سے ہیں۔ تو اس حساب سے ہماری اور اس کی ازلیت میں کچھ فرق نہیں۔ یعنی دونوں ازلی سے ہیں۔ ایک طرح سے دو پرمیشور ہوئے۔ میرا یہ اعتراض ہے کہ یہ توریت اور انجیل کے بالکل خلاف ہے۔ اور میں دریافت کرتا ہوں کہ کس تعلیم میں زیادہ تسلی ہے۔ یعنی کہ ہمارے روح ہمیشہ تک حیرانی میں پھرتے رہیں گے۔ کبھی بیل کے بدن میں اور کبھی بندر کے بدن میں۔ کبھی مکروہ کیڑے کے جون میں اور کبھی کسی اچھی دیہہ میں۔ ایسے ازلی دور میں زیادہ تسلی ہے یا توریت و زبور و انجیل کی تعلیم میں کہ آخرکار جو لوگ نیکی کی کوشش کرتے ہیں۔ اور نیک بنتے ہیں۔ ایک ایسے آرام گاہ میں پہنچیں گے کہ پھر جنم لینا نہ ہوگا۔ نہ کسی طرح کی تکلیف ہوگی۔ غور کیجئے کہ کس کتاب کی تعلیم میں زیادہ تسلی ہے۔ علاوہ اس کے پرمیشور کس طرح نرگن اور سگن دونوں ہو سکتا ہے۔ کہ اس میں صفت بھی ہے اور وہ بلا صفت بھی ہے۔ وہ کیا شے ہے کہ جس میں کوئی صفت نہیں ہے۔ کیجئے اس میں نیائے کی صفت نہیں تو نیائے کیونکر کرے۔ اور پھر جنم کے راہ سے لوگوں کو سزا کیونکر دیوے ایسے بے بنیاد خیالات کے سبب سے تعلیم یافتہ تو یہی اس مسئلہ کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ علاوہ اس کے اگر یہ پُنر جنم سزا کے واسطے ہے تو اس میں کیا سزا ہوئی۔ مثلاً جب بندر یہ جانتا ہی نہیں کہ میں نے کیا قصور کیا۔ یا کوئی پادری صاحب یا پنڈت صاحب مثلاً مکروہ کیڑے کے بدن میں پیدا ہوئے تو ان کی سزا کیسی ہوئی؟ وہ جانتے ہی نہیں کہ ہم نے کیا کیا قصور کئے؟ آیا یہ کبھی کسی کو یاد آیا ہے کہ میں فلاں زمانہ میں بندر تھا یا میں کسی زمانہ میں کیڑا تھا۔ اور جب کل دنیا میں کسی کو یاد نہیں ہے تو ایسے پُنر جنم میں کسی کو کیا سزا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ تکلیف کبھی کبھی سزا کے واسطے ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی (دستخط ٹی۔جی اسکاٹ)

سوامی جی:۔ دونوں انادی ہونے سے برابر نہیں ہوتے۔ جب تک کہ ان کے سب گن برابر نہ ہوں۔ پرمیشور اننت جیو سانت۔ پرمیشور سروگیہ جیو الپگیہ۔ پرمیشور سدا ایک اور مکت تھا جیو کبھی بندھ اور کبھی مکت۔ اس لئے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

توریت انجیل زبور کے خلاف ہونے سے یہی بات جھوٹ نہیں ہو سکتی کیونکہ توریت آدمیوں نے بھی بھرم سے سچ کو جھوٹ جھوٹ کو سچ بہت جگہ لکھا ہے۔ سچی تو اس کتاب کی بات ہو سکتی ہے۔ کہ جس میں شروع سے آخر تک ایک بھی جھوٹ نہ ہو۔ یہ کتاب سچا ویدوں کے مجموعوں میں ایشوری کتاب کوئی بھی نہیں۔ کیونکہ ایشور کے گن کرم اور سبھاؤ

سے اناوی وید ہی ٹھیک ہے۔ دوسری نہیں۔ سوائے وید کے اُپدیش کے کسی کتاب میں ٹھیک ٹھیک سب باتوں کا نتیجہ نہیں نظر آتا ہے۔ اس لیئے سب سے اُتم وید کی تعلیم ہے۔ دوسرے کی نہیں۔ پرمیشور اپنے گُنوں سے سگُن ہے یعنی سروگیہ آدی گُنوں سے اور نرگُن کیول بھے جڑ آدی گُن اور جیو کے اگیان جنم مرن بھرم آدی گُنوں سے رہت ہونے سے پرم آتما نرگُن ہے۔ اس لیئے یہ نتیجہ جاننا چاہیئے کہ کوئی پدارتھ بھی ان رتیہ سے سگُن اور نرگُنتا سے رہت نہیں ہے

جب جیو کا پاپ زیادہ اور پُن کم ہوتا ہے۔ تب اسے بندر وغیرہ کا شریر لینا پڑتا ہے اور جب پاپ پُن برابر ہوتے ہیں تب آدمی اور پُن ادھک اور پاپ کم ہوتا ہے۔ تب دیوتا وغیرہ کا۔ (دستخط دیانند سرسوتی)

پادری صاحب: سب پُرانی تعلیم ٹھیک نہیں اور نہ سب نئی تعلیم سچی ہے۔ لیکن جب تعلیم یافتہ قومیں سوچ سمجھ کے کسی بات کو باطل ٹھہراتی ہیں تو یہ قوی دلیل ہے کہ وہ باطل ہے۔ اور ایک ہی دفعہ کے جنم لینے کے بارہ میں سوچ لیجیئے کہ یہ نئی نہیں ہے۔ یہ بھی بہت پُرانی ہے۔ توریت کسی طرح وید سے نئی نہیں ہے۔ اس میں پُنر جنم بالکل نہیں۔ توریت اور انجیل کے جھوٹھے ہونے کے بارہ میں اب مقدمہ نہیں ہے۔ اس فضول دعوے کو رد نہیں کرتا کہ یہ جھوٹے ہیں وید کے بارہ میں کچھ نہیں کہا ہے۔ اس کا بھی مقدمہ نہیں ہے۔ لیکن اس بات پر غور کیجیئے کہ تعلیم یافتہ قومیں تو توریت اور انجیل پر قائم رہتی ہیں۔ لیکن ہندو لوگ جوں جوں تعلیم یافتہ ہوتے جاتے ہیں اور جس قدر تعلیم یافتہ سمجھے جاتے ہیں۔ وید کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ ضرورت ہو تو دلیلیں دے سکتا ہوں۔ اور یہ کہنا کہ کرم ازل سے ہے۔ اس لیئے پُنر جنم ہوتا ہے تو پرمیشور کو بھی پُنر جنم لینا چاہیئے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اُس کے کرم سب اچھے ہیں تو کیا شکل ہے کہ اس کے کرم و فضل سے ہم بھی اچھے ہو جاویں کہ پھر بندر یا گیدڑ بننا نہ پڑے جیسے کہ ہماری کتاب مقدس میں لکھا ہے۔ ایک دفعہ انسان کیلئے مرنا ہے بعد اسکے نیاؤ۔ نرگُن سگُن کے بارہ میں سوامی جی کے اُتر کو میں نہیں ملتا۔ نرگُن کے معنی یہ نہیں کہ کچھ گُن نہ ہو۔ جب اس میں گُن نہیں ہے تو بھگتی نہیں ہے۔ تو اس وقت جنم لینے کا بندوبست کون کرتا ہے۔ اب پھر میں پوچھتا ہوں کہ اگر سزا کے واسطے جنم لیتا ہے تو یہ چاہیئے۔ سزا میں کہ سزا اُٹھانے والا یاد کرے کہ مجھے سزا کیوں ملتی ہے۔ نہیں تو سزا عبث ہے۔ میں پھر پوچھتا ہوں کہ کسی کو یاد کیوں نہیں رہتا کہ ہم بندر گیدڑ پچھلے جنم میں تھے۔ (دستخط اسکاٹ صاحب)

سوامی جی: پہلے پرشن کے پشٹے میں اُتر۔ جیو الپگیہ ہے۔ اس لئے پورب کے جنم کی بات یاد نہیں رکھ سکتا ہے۔ پادری صاحب کو غور کرنا چاہیئے ویسی بات کیوں پوچھتے ہیں:

کیونکہ اسی جنم میں جنم سے پانچ برس تک کی بات کچھ یاد نہیں رہتی اور سُشُوپتی اوقات بہت نیند میں جب سو جاتا ہے۔ تب جاگرت کی بات ایک بھی یاد نہیں رہتی ہے۔ اور کارج کارن کے انومان سے اوقات کارج کو دیکھ کارن کا نتیجہ کر لیا۔ سب معقول لوگ مانتے ہیں۔ جب پاپ پُن کا پھل سُکھ دُکھ نیچ اونچ جگت میں دیکھتا ہے تو کارن جو قبل جنم کا کرم ہے۔ سو کیوں نہیں۔ پرانی نئی تعلیم منشانت کے جاننے کافی نہیں۔ کیونکہ بالکل سچ نہیں اور جن کو آپ تعلیم یافتہ مانتے ہیں۔ ان قوموں میں کوئی آدمی بہ اوقات فلاسفر چند سے انسان کا جنم ہونا مانتا ہے۔ یہ بالکل جھوٹھ ہے۔ یہ ویدکی باتیں ہیں کہ بیوی کا بنانا کہ ابراہیم کو خدا نے کہا کہ اس سے میں خوش ہوتا ہوں کہ تم جگ کیا کرو۔ ابتدائی وید کی بات بائبل میں موجود ہے اور عیسیٰ نے بھی ساکشی دی ہے کہ اس کا نقطہ بھی جھوٹ نہیں ہے۔ اس لئے اور دوسری دلیل دیتا ہوں کہ آج کل میکس مُولر آد لکھ چکا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ رگ وید سے پہلے کتاب بھوگول میں کوئی نہیں۔ اب میں سینکڑوں گواہی دے سکتا ہوں کہ بائبل اِن انڈیا کے بنانے والے وغیرہ اور آج کل کے فلاسفر سینکڑوں کی زبانی سے میں نے سُنا ہے کہ ہم بائبل انجیل کو نہیں مانتے۔ اور کرنیل الکاٹ وغیرہ نے بھی بائبل کی ہدایت کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اور ہمارے آریہ لوگ ایف اے۔ بی اے۔ ایم اے ایل ایل ڈی لاکھوں لوگ بائبل کو نہیں مانتے اور تعلیم یافتہ ہیں۔ سو یہ نظیر پادری صاحب کی کافی نہیں۔ پرمیشور کا جنم جنم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اننت اور سرب بیاپک ہے۔ شریر میں نہیں آسکتا اور نرت شکت ہے۔ بندھن کا کام کبھی نہیں کرتا۔ (دستخط دیانند سرسوتی جی)

پادری صاحب:۔ پنڈت جی کا دعوےٰ کہ بچہ کی مثال ہے کہ وہ کبھی بات کو یاد نہیں کرتا جو لڑکپن میں ہوئی سو یہاں باطل ٹھہرتی ہے۔ کس واسطے کہ بچے کچھ تو یاد بھی کرتے ہیں اور پھر یہ سوال لازم آتا ہے کہ جب ہماری ارواح ازل سے ہے۔ تو ہم بھی بچہ کی مثل کچھ تو بھولے گئے ہیں۔ ہمیں کچھ تو حالات معلوم ہونے چاہئیں۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ اس دلیل پر غور فرمائیے۔ ممکن معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ہم ازل سے چلے آتے ہیں اور جنم میں اگر سب بات بھول گئے اور پھر جنم لینے کی سزا کا کچھ مطلب بھی نہ نکلا۔ اور نیند کا ذکر جو ہوا سو جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ نیند کی باتیں بھی یاد رہتی ہیں۔ بعض آدمی نیند کیوقت بڑے خیالات نکالتے ہیں۔ یہاں پر ایک بڑے اعتراض کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس تعلیم سے دُنیا میں گناہ کا سہارا ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ جو چاہیں سو کریں۔ بھوگیں گے پھر کسی وقت میں۔ اچھا جنم بھی کبھی ہوگا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دور ہمیشہ رہیگا۔ کیا کریں۔ ہم مانتے ہیں کہ جو تکلیف وغیرہ دُنیا میں ہے۔ اس کا کوئی سبب ضرور ہوگا۔ کبھی جھوٹ کو سزا کیواسطے کبھی نیکوں کو کہ اُن کو تعلیم طرح طرح کی ملی۔ کہانی ہے کہ بادشاہ کا لڑکا تھا۔ پنڈت کے یہاں تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔ پنڈت نے اس کو سب طرح ہوشیار کیا۔ پھر بادشاہ کے پاس

لایا۔ اور اس سے کہا کہ فقط ایک ہی کام باقی ہے۔ اس نے پوچھا کہ اس نے کچھ قصور کیا ہے یا کہ نہیں۔ تب کہا کہ مجھے چابک دینا۔ اور خود سوار ہو کر لڑکے سے کہا کہ دوڑ اور اس کو خوب مارتا گیا۔ پھر بادشاہ کے پاس لے آیا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کیوں کیا۔ پنڈت نے کہا تاکہ اوروں سے ہمدردی کرنا سیکھے اور رحمدل ہو جائے۔ سو امکان ہے کہ نیکوں کو بھی تکلیف ملے کیونکہ اچھے مطلب کے واسطے کچھ ضرورت نہیں ہے کہ پرانے جنم کے سبب سے۔ ڈارون صاحب آواگون نہیں مانتے۔ صرف یہی کہتے ہیں کہ دنیا میں نسل در نسل نیچ جانور اونچ نسل میں ہو گئے۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی جانور اب ہو جیسا کہ پہلے بھی تھا۔ کرنیل الکاٹ صاحب کا ذکر جو پڑھا سو اس کا دعوےٰ سن لیجئے تو معلوم ہوگا کہ کیسے آدمی ہیں۔ دستخط اسکاٹ

سوامی جیو: ترقی کی نظر سے میرا یہ مطلب ہے کہ وہ جو کچھ سکھ دکھ ہوتا ہے۔ اس کی یادگیری اس کو اپنے سے نہیں ہوتی۔ کسی اور کے کہنے سے ہوتی ہے۔

اور جیو کا سبھاؤک گن ایک سا رہتا ہے۔ لیکن نیمتک گن گھٹتے بڑھتے ہیں۔ اس لئے جیو ایک سا ہے۔ لیکن اس کے گیان کی سامگری پنچھات پانچ برس کے بڑھتی جاتی ہے۔ اب اگر پادری صاحب یا مجھ کو کوئی پوچھے کہ دس برس کے پہلے کسی سے ایک دن جو بات چیت کیا کی؟ برابر بیوراکشروں سے یاد ہے! تو یہی کہنا پڑیگا کہ ٹھیک ٹھیک نہیں۔ جب میرے جیو نہیں آتے تو کہاں سے ہوتے؟ جیلخانہ کے قیدیوں کے گناہوں کو سب لوگ ٹھیک ٹھیک اگرچہ نہیں جانتے۔ لیکن انومان کرتے ہیں کہ کسی گناہ کے کرنے سے جیلخانہ میں پڑا ہے۔ اس سے میں کبھی گناہ نہ کروں۔ ورنہ میرا بھی یہی حال ہوگا۔ پادری صاحب میرے مطلب کو نہیں سمجھے۔ وہ خواب کی بات نہیں ہے وہ سشوپتی کی تھی۔ کہ جس نیند میں کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ اس نیند میں ایک بھی خیال کوئی نہیں یاد کر سکتا ہے۔ جو پنر جنم نہیں مانتے ان کی تعلیم سے دنیا میں پاپ بڑھتے ہیں۔ کیونکہ آگے جنم لینا ہی نہیں ہے۔ جو دل میں آوے وہ کرتے رہو۔ اور بے فائدہ دفعہ سپرد ہوا۔ یعنی آج مرا اور قیامت تک ویسا ہی حوالات میں پڑا رہا۔ اور کچہری کے دروازے بند اور خدا بیکار بیٹھا ہے۔ اور جو گیا دوزخ جب وہ وہاں کا ہوا۔ اور جو جنت میں گیا وہ وہاں ہی کا ہوا۔ اور کرم تو جو دنیا سے کئے جاتے ہیں اور اس کا نتیجہ کچھ نہیں ہے۔ انجیل میں یہ بہت زیادہ آتا ہے اور خونریزی کے بغیر آدمی درست نہیں ہو سکتے۔ کیول رنج سے تکلیف کا کون سبب ہے۔ اور جو نصیحت کے واسطے اس کو تکلیف ملتی ہے وہ سدھار کے لئے ہے۔ لیکن اس کا پھل دیا آدمی۔ اور پادری صاحب نے کہا تھا کہ ایک مکان میں ہمیشہ سکھ بھوگیں گے۔ وہ مکان کون سا ہے۔ اور کہاں ہے۔ دستخط دیانند سرسوتی

پادری اسکاٹ صاحب: کرنیل اسکاٹ صاحب کا ایک کاغذ میرے پاس موجود ہے کہ جس میں عیسائیوں کی اور پادریوں کی اور دین عیسوی کے بارہ میں اپنی فضول اور

سخت کلامی ہے کہ یہ کسی بازاری و بدمعاش کے حق میں نہ بکنا۔ کہتے ہیں کہ یہ سخت دل اور بے رحم ہیں۔ دنیا میں ساری خرابی کا بانی اور یہ دین عیسوی برائی کی جڑ ہے۔ علاوہ اس کے اور طرح کی بھی سخت کلامی ہے۔ اور غور کیجئے کہ اس شخص کا دل اور عقل کیسی ہوگی! خود غور کیجئے۔ یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وید توریت سے پرانا ہے۔ اس واسطے کہ توریت میں قربانی کا ذکر ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اصل اس میں جھوٹ۔ وید والوں نے توریت سے لے لیا۔ دونوں بات کا دونوں میں ذکر ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ اول کس میں ہوا؛ اور یہ کہنا کہ بعض صفتیں قائم ہیں اور بعض نہیں ہیں۔ اس لئے اس جنم کی نہیں یاد نہیں رہتی۔ بعض صفت تو قائم رہتی ہیں۔ اور چاہیئے یہ تھا کہ کوئی بات یاد ہو پرانے جنم کی۔ اگر ہماری اور پنڈت جی کی گفتگو اس برس ہوئی کبھی بھولی ہو بعض بات تو ضرور یاد رہتی ہیں۔ نیند کی مثال تو درست نہیں۔ کیونکہ اگر کبھی نیند میں بات یاد نہیں رہتی، تب بھی اکثر بات یاد رہتی ہے۔ سو پرانے جنم کی کوئی بات کیوں نہیں یاد رہتی ہے۔ جیل خانہ کی مثال ہے سو وہ بھی پوری نہیں۔ کیونکہ سزا کا فقط ایک مطلب اس میں ظاہر ہوا۔ سزا میں دو مطلب ہیں۔ ایک تو سزا یافتہ کے سدھارنے کے واسطے دوسرا مطلب دیکھنے والوں کو نصیحت۔ لیکن اس پنر جنم میں صرف دیکھنے والوں کو نصیحت ہے۔ یہ نہیں کہ اس شخص کو سزا کا حال معلوم ہو کہ یہ سزا مجھے کیوں ملی! رہا یہ سوال کہ روحیں کہاں سے آئی ہیں؟ تعلیم یافتہ قوموں میں آج کل یہ دعوٰی ہے کہ جیسا بیج سے بیج درخت سے درخت پیدا ہوتا ہے۔ اور کوئی نہیں کہتا ہے کہ یہ درخت پیشتر ہوا۔ اس طرح روح سے روح اور بدن سے بدن پیدا ہوتا ہے۔ تاہم یہ بات عقل سے بعید ہے کہ خاص کر بدن کس طرح پیدا ہوتا ہے اور روح کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ لیکن یہ نہیں کہ یہ روح جو اب موجود ہے۔ سو پیشتر کسی بدن میں تھی۔ ابھی پیدا ہوئی اور جب یہاں سے جاویگی۔ اس کا نیاؤ ٹھیک ٹھیک ہوگا کرم اور۔ اس سے پرمیشور انیائی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی پرمیشور کا نیائے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ہمیشہ روح کہاں رہتی ہے۔ ہم دعوے نہیں کرتے ہیں کہ ہم عالم الغیب ہیں۔ منکر کی جگہ بتا دیں کہ وہ کہاں ہے؟ صرف منکر ہیں خدا انکے روح کو جگہ منکر کی دے سکتا ہے۔ ہمارا جاننا نہ جاننا کیا ہوا۔ (وحفظ اسلام کلمات تمام)

سوامی جی:- جو کرنیل الکاٹ صاحب کے بارہ میں پادری صاحب نے کہا کہ وہ اچھا پرش نہیں۔ یہ تو میں ٹھیک مان نہیں سکتا۔ کیونکہ جن سے بدھ ہوتا ہے وہ دونوں پرسپر کے بیچ میں اوشا شودر کہتے ہیں۔ وید توریت سے بہت پرانا ہے۔ اور جس کی بات پوری سے ادھوری دوسری میں لکھی ہو۔ وہ اس سے پہلے ہوتا ہے لڑکپن میں نیمک کرم کرتے اور سو جاوک پر سب وقت رہتے ہیں۔ اس بات کو پادری صاحب ٹھیک نہیں سمجھے۔ جو کہ آگ کے سنجوگ سے جل میں گرمی آتی ہے

وہ نیچ تک اور جو آگ میں گری ہے سو پھاڑ کی۔ جو جیو کے بھاگ کی تی میں وہ کم و بیش نہیں ہوتے۔ لیکن تیسرے تک کم و بیش ہوتے ہیں۔ اور پادری صاحب نے کہا کہ حیوانات کے تپیوں کو دیکھ کر دیکھنے والوں کو خوف ہوتا ہے کہ ہم نے ایسا کرم نہ کیا۔ لیکن جس کو سزا پنر جنم کے کرم کی ملتی ہے اس کو یاد ہی نہیں۔ جیسے اور لوگ کارج سے کارن کو جانتے ہیں کیا وہ نہ جانیگا۔ ایک حکیم کو بخار آیا اور ایک جاہل کو وید (طبیب) نے علم سے اسکا کارن جان لیا کہ فلاں سبب سے مجھ کو بخار ہے۔ لیکن اس گنوار نے نہیں جانا۔ مگر بخار کی تکلیف دونوں کے علم میں ہے۔ پر گنوار یہ جانتا ہے کہ کسی بد پرہیزی سے مجھ کو بخار آیا ہے۔ اس سے اس کو سزا سے شدھ ہونے کا پھل پراپت ہوتا ہے۔ کہ جو میں بُرا کام کرونگا۔ تو بُرا پھل جیسا کہ اس کو ہے وہ مجھ کو ملیگا۔ جب جیو سے جیو اور شریر سے شریر پیدا ہوتے ہیں۔ تو آپ کا بنانے والا پرمیشور نہیں۔ اس سے آپ کا قول ٹھیک نہیں رہا۔ اور پرتھم پرتھم آپ کے قول کے موافق جو جو جیو ہونگے وہ کن کن جیو اور شریروں سے ہونگے؟ جو کہیں کہ پرمیشور سے تو پرمیشور بھی آدمی۔ گھوڑے اور درخت اور پتھر کے موافق ہوا۔ کیونکہ جیسا کارن جیسا ہوتا ہے اس کا کارج بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ اور درمیان میں وعدہ سپرد کرنا بہت مدت تک کہ جو سزا سے بھی بھاری ہے پر پھر اس کو سدگتی یا نرک کیونکر کرموں سے مل سکتا ہے۔ کوئی بھی نہیں۔ جب آپ کرتے نہیں تو کیوں دعوے کرتے ہو کہ پنر جنم نہیں۔ اس سے آپ کا ایک جنم سدّھ نہیں ہوتا ہے اور پنر جنم سدّھ ہو گیا۔ (دستخط دیانند سرسوتی)

۔ اگست مضمون ایشور دیہ دھارن کرتا ہے

دعوے پادری صاحب:- آج کا سوال یہ ہے کہ پرمیشور دیہ دھارن کرتا یعنی مجسم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مناسب یہ ہے کہ اس کے بارہ میں نہایت فروتنی کی گفتگو کریں۔ جب خدا تعالےٰ کے حق میں گفتگو ہے تو انسان کو چاہیئے کہ نہایت سوچ اور تامل کے ساتھ بولیں۔ اس میں گنجائش گھمنڈ اور غرور کی نہیں ہے کہ گویا ہم خدا تعالےٰ کا کل حال جانتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے ؎

عرش سے لے فرش تک جسکا کہ یہ سامان ہے ٭ حمد اس کی گر لکھا چاہوں تو کیا امکان ہے
جب پیغمبر نے کہا ہو۔ میں نے پہچانا نہیں ٭ پھر کوئی دعوےٰ کرے اس کا بڑا نادان ہے

غور کیجئے کہ خدا تعالےٰ کی ازلیت کے بارہ میں ہم کیا جانتے ہیں۔ سو اسی طرح ہم قادر مطلق کے بارہ میں کیا جانتے ہیں۔ سرب بیاپک یعنی ہمہ جا حاضر ہے۔ اس کے بارہ میں ہم کیا جانتے ہیں۔ ہاں ان الفاظ کے کچھ معنی ہم جانتے ہیں۔ مگر یہ بیوقوفوں کا دعوےٰ ہے کہ ہم خدا کا کل حال جانتے ہیں۔ آج کی گفتگو میں دو سوال یہ ہیں

آیا خدا دیہہ دھارن کر سکتا ہے۔ دوم یہ کہ ایسا کبھی ہوا کہ نہیں؟ خاص کر اول سوال کے بارہ میں اس وقت گفتگو ہے۔ پہلے سوال کے معنی یہ ہیں کہ آیا امکان ہے کہ خدا اپنے تئیں جسم میں ظاہر کرے۔ غور کیجئے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا جسم ہو جائے بھلا دوسرا یہ سبب کہ دیہہ دھارن کرنے کا امکان ہے۔ انسانی روح اور آپ کی روح بہت باتوں میں مشابہ ہے۔ بلکہ یہ کہنا مناسب ہے کہ ایک ہی ذات کی روحیں ہیں۔ کیونکہ خدا کے کلام میں لکھا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ یہ نہیں کہ جسمانی صورت پر لیکن روحانی پر یعنی اکثر صفتیں جو کہ خدا کی ہیں۔ انسان کی بھی ہیں۔ یعنی رحم۔ عدل اور طرح طرح کی دیگر صفتیں۔ اس سبب سے خدا کے ساتھ انسان میل کر سکتا ہے۔ تو اس حالت میں ہم جو مجسم ہیں۔ کیوں انکار کریں کہ خدا مجسم نہ ہو۔ اگر اس کی خوشی ہو کہ دیہہ میں ظاہر ہو۔ کیا بعید ہے۔ (دستخط پادری گلکاٹ صاحب)

تردید از سوامی جی:۔ جو پادری صاحب نے کہا کہ اس کی پرکھ ہم نہیں کر سکتے۔ اس پر سوال ہے کہ بالکل نہیں کر سکتے یا کچھ کچھ کر سکتے ہیں۔ ویسے سرب بیاپک کے وشے میں کچھ جانتے ہیں یا نہیں؟ اور جو کچھ جانتے ہیں تو کتنا؟ جو کسی کا کہنا ہو کہ میں ایشور کو جانتا ہوں تو وہ مغرور ہے۔ اور جو یہ پادری صاحب کا کہنا ہے تو پھر اس کے جاننے میں اختیار نہیں رہا۔ اور پادری صاحب اپنے پہلے قول کے خلاف بولتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ایشور دیہہ دھارن کرتا ہے۔ کر سکتا ہے یا نہیں۔ ایسا نہیں۔ لیکن دیہہ دھارن کرتا ہے یہاں سوال ہے کہ اس کو کیا ضرورت دیہہ دھارن کرنے میں ہے۔ دوسرے اس کی خوشی میں کوئی قید ہے یا نہیں۔ تیسرے وہ نراکار ہے یا ساکار چوتھے وہ سرب بیاپک ہے یا کہ ایک دیشی ہے۔ جیو اور ایشور کے گن دیا آدی کیا ٹھیک ٹھیک ملتے ہیں یا نہیں۔ بہت سے جیووں میں بھی دیا دیکھنے میں آتی ہے۔ تو اول وہ دونوں ایک ہیں تو دونوں خدا ہوتے ہیں۔ اس کا کیا جواب۔ روحانی ریت میں جو پرمیشور دیہہ دھاری ہوتا ہے۔ تب بالکل دیہہ میں آ جاتا ہے یا ٹکڑا ہو کر ٹکڑا ہوتا ہے تو ناش والا ہوا۔ اور جو بالکل آ جاتا ہے تو شریر سے چھوٹا ہوا تو وہ ایشور ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جیو تھا ایشور میں کچھ بھی بھید نہیں آ سکتا ہے۔ اور اگر وہ ایک دیشی ہے تو ایک جگہ میں رہتا ہے یا گھومتا پھرتا ہے۔ جو کہئے کہ ایک جگہ میں رہتا ہے تو اس کو سب جگہ کی خبر رکھنا اسمبھو ہے۔ اور جو گھومتا پھرتا ہے تو کہیں اٹک بھی جاتا ہوگا۔ اور دھکا اور شستر بھی لگتا ہوگا۔ جب پرمیشور سرشٹی کرتا ہے۔ تب نراکار سروپ سے یا ساکار سے۔ جو کہو کہ نراکار سروپ سے تو ٹھیک ہے اور جو کہو کہ دیہہ دھاری ہو کر تو سرو تھا سرشٹی کرنا اسمبھو ہے۔ کیونکہ تر سرینو آدی پدارتھ سرشٹی کا کارن سدا اس کے اختیار سے کبھی نہیں آ سکتے ہیں۔ (دستخط دیانند سرسوتی جی)

پادری صاحب: ہم نہیں کہتے کہ خدا کو مطلق نہیں جان سکتے۔ لیکن تو بھی بہت باتیں ہم بالکل نہیں جان سکتے۔ سرب بیاپک کے بارہ میں عقیدہ ہے کہ وہ ایسا ہے۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس کا مطلب ہم کو اچھی طرح سے معلوم ہے۔ یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے دیہہ دھارن کیا۔ لیکن اس کا دیہہ میں اپنے تئیں دھارن کرنا ایک بھید ہے۔ بلکہ ہمارے رُوح کا معاملہ جسم کے ساتھ بھید ہے۔ رہا یہ سوال کہ خدا کی خوشی یوں ہی ہے یا نہیں۔ پنڈت جی اس کا مطلب بتلاویں۔ میں کہتا ہوں کہ پرماتما یعنی خدا کی رُوح اور انسان کی رُوح بالکل ایک مانند نہیں۔ ایک محدود دوسری لامحدود۔ اس لئے وہ خدا نہیں ہیں۔ ان میں ایک خالق اور دوسرا مخلوق۔ لیکن خدا کی خوشی ہوئی کہ انسان کو اپنے مشابہ بنایا۔ ہم یہاں انسان کی رُوح کے بارہ میں گفتگو کرتے ہیں اور جیو کے بارہ میں نہیں۔ نہیں لکھا ہے کہ خدا نے جانوروں کو اپنی صورت میں بنایا۔ رہا یہ سوال کہ آیا خدا بالکل بدن میں آ جاتا ہے۔ ہاں کل بدن میں۔ مگر تو بھی باہر بھی رہا۔ کیونکہ سرب بیاپک ہے تو اس بدن کے اندر کیونکر نہیں۔ لیکن ہم نہیں کہتے ہیں۔ اور کہیں نہیں۔ غور کیجئے کہ اس کمرہ کے اندر ہے۔ قادر مطلق اس وقت موجود ہے۔ وہ ازلی خدا اس وقت موجود ہے۔ یعنی خدا اپنی صفتوں کے ساتھ اس کمرے کے اندر موجود ہے۔ کوئی انکار کر سکتا ہے تو اس میں کیا مشکل ہے۔ اگر اس کی خوشی یوں ہوئی کہ اپنے تئیں ایک بدن میں ظاہر کرے۔ غیر ممکن نہیں۔ خوشی اس کی جب کوئی مطلب ہو۔ اپنی لاچاری سے نہیں کرتا۔ ہم لوگوں کی خاطر۔ کیونکہ ہماری عقل اگر بہکانا چاہتی ہے تو آگے چل کر ہم دیکھیں گے۔ کہ آیا کوئی مناسب سبب ہے۔ کہ خدا دیہہ دھارن کرے۔ اگر کوئی کہے ویسے کہ دیہہ دھارن کرنا اس کی بزرگی کے خلاف ہے تو اس کی غلط فہمی ہے۔ وہ کس بات میں اس کی بزرگی کے خلاف ہے۔ دیہہ میں کچھ عیب ہے۔ دیہہ میں کچھ ناپاکی ہے یا کچھ نجاست ہے کہ خدا اس سے الگ رہے۔ کس نے دیہہ کو بنایا۔ کیا وہ اب سرب بیاپک نہیں۔ یعنی ہر دیہہ میں وہ اب بھی موجود ہے۔ (دستخط اسکاٹ صاحب)

سوامی جی: پادری صاحب نے میرے سوال کے ٹھیک ٹھیک جواب نہیں دئے جب وہ سرب بیاپک ہے تو ایک دیہہ میں آنا یا ایک دیہہ سے نکلنا سراسر اسمبھو ہے۔ خدا نے دیہہ دھارن کیا۔ اس کی ضرورت میں نے پوچھی تھی۔ اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور اس کا بھی کچھ جواب نہیں دیا کہ ایشور اور جیو دونوں ٹھیک ٹھیک ایک ہے۔ یا اس میں بھی جدائی ہے۔ پہلے پادری صاحب کہہ چکے ہیں کہ لکھا ہے کہ انسان کی رُوح اپنے سروپ میں بنائی۔ اس کے خلاف پیچھے کہا کہ وہ جدے جدے ہیں۔ ایک نہیں۔ مجھ سے پوچھا کہ پنڈت جی اس کا مطلب بتلادیں۔ میں پادری صاحب

کا مطلب کیوں بتلائیں وہی بتلادیں۔ میں بھی جانتا ہوں کہ پرمیشور سروبیاپک ہے۔
اس کارن سے وہ اوتار دھارن نہیں کرسکتا۔ کیونکہ کیا پہلے اس میں نہیں تھا۔ یا
اس میں ایک تھا۔ اب دوسرا تیسرا اسی طرح سے ہزاروں گھس گئے۔ جب سب جگہ ہے
تو کس واسطے شریر میں دیہہ دھارن کیا۔ یہ بالکل جھوٹ اور جو پادری صاحب نے کہا کہ
انسان کی روح اپنے سروپ میں بنائی۔ بندر کی نہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ بندر کس
کے سروپ میں بنائے۔ کیا بندر کا خدا کوئی دوسرا ہے۔ اسی طرح سے سب کے
خدا دوسرے ہونگے ہاتھی گھوڑے وغیرہ کے۔ جب سرب بیاپک ہے تو اس نے دیہہ
دھارن نہیں کیا۔ سب جگت یعنی ذرہ ذرہ کو دھارن کر رکھا ہے۔ یہ پادری صاحب کا
کہنا کہ دیہہ دھارن کرتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیا پہلے دھارن نہیں کرتا تھا۔ کیا قادر مطلق
اپنی خوشی سے دیہہ دھارن کرتا ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ وہ اپنی خوشی سے دیہہ چھوڑ
بھی دیتا ہوگا۔ کیونکہ جو کوئی پکڑیگا وہ چھوڑیگا۔ اور وہ کبھی اپنے ناس کرنے میں بھی شکتی
رکھتا ہے یا نہیں۔ جو کہئے کہ نہیں تو اس بات میں تو وہ قادر مطلق نہیں ہے۔ جیسے
اوپایا آدمی اپنا کرے آدمی میں اس کا سبھاؤ ہی نہیں ہے۔ وہ ہی اس کے لئے مرنے
آو تو ہونے میں قید ہے۔ کیونکہ اپنے سبھاؤ سے خلاف کوئی کام پرمیشور نہیں کرسکتا
ہے۔ (دستخط دیانند سرسوتی)

پادری صاحب:۔ میرا یہی سوال ہے کہ آیا پنڈت جی کا یہ مطلب کہ اب پرمیشور
دیہہ دھاری ہے۔ کیونکہ اس کی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ دعوے کرتا ہے
کہ پرمیشور سب دیہہ میں ہے۔ اور اب یہ سب صورتیں جو نظر آتی ہیں۔ اس کا دیہہ ہے
تو میں اسی سے میرا دعوے ثابت کیا۔ اس لئے کیا ہے۔ دیہہ دھارن کے معنی کیا ہیں
اس گفتگو میں یعنی جو دیہہ جانور۔ درخت۔ پتھر وغیرہ میں ازل سے پرمیشور سرب بیاپک
تو ہے۔ لیکن یہ مطلب نہیں کہ اس طور پر دیہہ دھاری ہے۔ جیسے جب کوئی کہے کہ
کہ فلاں پرمیشور کا اوتار ہے۔ تو پنڈت جی اس میں کیوں جھگڑتے ہیں۔ دیہہ دھارن
کے معنی کون نہیں جانتا ہے اور یہ کہہ دینا اس خاص معنی پر کہ خدا دیہہ دھاری ہوا
کچھ آنے جانے کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن صرف یہ معنی ہیں کہ وہ صاف ہے جیسے جسم میں
ظاہر ہوا۔ جب وہ جسم غائب ہو جاوے۔ تب بھی خدا وہاں پر موجود ہے۔ لیکن
وہ روح خدا اس جسم میں اس وقت بھی حیوانی روح نہیں ہے۔ اسی طرح اس جسم
میں ظاہر ہوئی۔ کچھ آنے جانے کا معاملہ نہیں ہے۔ میں نے صاف صاف کہا کہ
انسانی روح مشابہ خدا کی روح کے ہے۔ لیکن خدا ہے۔ بندر کی حیثیت اور ہے
اس کی گفتگو کرنا کیا ضرور ہے۔ رہا یہ سوال کہ خدا نے بندر کو کس صورت میں بنایا جیسی
اس کی خوشی ہوئی بنایا یعنی بندر کی صورت اور گیدڑ کی صورت اور بیل کی صورت

اور انسان کو اپنی صورت میں تو اس میں کلام کرنے کی کیا ضرورت - اب رہا یہ سوال کہ خدا نے دیہہ دھارن نہیں کی؟ اس کا جواب دیتا ہوں۔ اس کا امکان تو معلوم ہوا کچھ غیر ممکن نہیں ہے۔ سوال کو اچھا یاد کیجئے۔ اور یہ بھی کہ دیہہ دھارن کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو ایک دیہہ میں ظاہر کرنا۔ اگر اس کو حرکت کہئے تو سمجھئے۔ ہم ڈرتے نہیں کہہ دیں کہ پرمیشور کی صفتیں حرکتیں کرتی ہی نہیں ہیں۔ تو وہ کیا بہتر ہے - گویا ترقی ہے۔ اس کا آنا جانا کچھ نہ ہوا۔ جیسا رہا کچھ نہ ہوا۔ صرف انسان کی کمزوری کے سبب سے اوتار ہونا یعنی دیہہ دھارن کیا۔ دیہہ دھارن کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ انسان کے لیے کوئی کامل ہادی اور نمونہ چاہیے۔ جب ہادی کامل ہو اور نمونہ کامل ہو۔ تو انسان ترقی کرتا ہے۔ نہیں تو ترقی کا ذریعہ اچھا نہیں ہوتا ہے۔ (دستخط اسکاٹ)

سوامی جی نے جو پادری صاحب نے کہا کہ پنڈت جی کے دعوے سے میرے دعوے کو ثابت کیا۔ یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ دیہہ دھارن کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ کہ پہلے وہ دیہہ میں نہیں تھا۔ اس کہنے سے پادری صاحب کے دعوے کو [illegible] ثابت کیا۔ جو کہ سرو ویاپک ہے۔ وہ دیہہ دھارن کرتا یا دیہہ دھارن کرے اور چھوڑے یہ کہنا سراسر بیجا ہے۔ اور جب وہ سرو ویاپک ہے تو دیہہ دھارن کرنے کو کہاں سے آیا۔ کیا اوپر یا نیچے یا باہر یا بغل سے۔ جو کہیں کہ کسی طرف سے آیا تو سرو ویاپک نہیں ہوا۔ اور جو کہیں کہ سرو ویاپک ہے تو کہیں نطفہ سے آنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہوتے ہیں پادری صاحب سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا پہلے گم تھا کہ آنکھ سے نہیں دیکھا۔ ظاہر ہونے میں دیکھا پڑا۔ جو کہیں کہ دیکھا پڑا تو کیا صرف آنکھ کے دیکھنے کا فرشتہ ہے۔ جو کہیں کہ نہیں تب ظاہر ہونا کیا معنی؟ جیسے سانپ بل میں سے نکل کر ظاہر ہو کر گم ہو جاوے۔ دیا میں نے پوچھا تھا۔ کہ بندہ کس کی صورت میں بنایا۔ اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ کیا بندہ آدمی کا بنانے والا ایک ہی خدا ہے یا جدا جدا۔ جب اس کو دیہہ دھارن کرنے میں پادری صاحب کوئی ضروری معاملہ نہیں دکھلا سکتے تو پادری صاحب کا دعویٰ خارج۔ جو پادری صاحب نے کہا کہ پرمیشور کی صفاتیں حرکت کرتی ہیں۔ یہ بات بالکل جھوٹی ہے۔ کیونکہ صفت گن ہوتی۔ دربب نہیں۔ اس کی حرکت کرنے والا دربب ہوتا ہے۔ گن نہیں۔ جو پادری صاحب کہیں کہ دیہہ دھارن کرنا فرض ہے۔ تو اس کی ٹھیک ٹھیک وجہ کی بات بتلا دیں۔ اور یہ جو کہا کہ آدمی کی ترقی کے لئے دیہہ دھارن کرتا ہے تو جب سے دوش پادری صاحب کے کہنے میں سب آتے ہیں۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ وہ سرو ویاپک اور اپنی سامرتھ سے کیا جیووں کی ترقی نہیں کرا سکتا۔ جو کہیں کہ کرا سکتا ہے تو دیہہ دھارن کرنا بے فائدہ۔ جو کہیں کہ نہیں کرا سکتا تو سرب شکتیمان نہیں رہا۔ اور جو میں نے دوش دیئے تھے کہ پادری صاحب کے کہنے میں کہ دیہہ دھارن میں پہاڑ وغیرہ کو پیٹ میں لانے کا سامرتھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے دوش قائم رہے۔ (دستخط دیانند سرسوتی)

پادری صاحب:- یہ بات کہ یا کہنا یہ جھوٹ ہے بڑا ادب سے بعید ہے - کیونکہ جھوٹ بے ایمانی اور فریب ہے - بہت باتیں غلط ہیں کہ ان کو جھوٹ بتانا ذرا ادب سے بعید معلوم ہوتا ہے - خدا تو ہندو کی دیکھ میں سرب بیاپک کے طور پر ہے - لیکن کوئی اس کو بتلا جاوے - جیسے کوئی خدا کو گیند بتا دے - مگر ہاں اودیت بادی کہیں گے - لیکن پنڈت جی تو دویت بادی ہیں - میں پوچھتا ہوں پنڈت جی سے کہ سوائے پرمیشور کے کوئی چیز ہے ہمسایہ میں نہیں - لیکن جب پرمیشور کا کوئی خاص اوتار ہو تو اس وجہ میں وہ سرب بیاپک ہے - اور علاوہ پرمیشور کے اور کوئی جیو اس میں نہیں - اس کو اوتار کہتے ہیں - کچھ آنے جانے کا معاملہ نہیں - بعض سیاہی ایسی ہے کہ جب اس سے لکھتے ہو - کچھ نظر نہیں آتا ہے - لیکن وہ لکھائی موجود ہے یا نہیں؟ سیاہی موجود ہے - حرف موجود ہے - اس کو ذرا آگ کے سامنے دکھاؤ تو کل لکھائی نظر آتی ہے - موجود تو تھی لیکن نظر نہیں آتی تھی - اسی طرح سے پرمیشور کا نظر آنا کچھ آنے جانے کا معاملہ درحقیقت نہیں ہے - صرف اس نے اپنے آپ کو ہماری کمزوری کے واسطے اس بدن میں ظاہر کیا - گم نہ تھا - کہیں سے آیا نہیں - پھر اس میں گفتگو یہ کروں گا کہ سخت کی حرکت کرنا یہ ہے کہ فعل میں ہو - جیسے کہ محبت اور شفقت کا رکھنا اور انصاف کرنا - اور یہ کہنا کہ دیکھو دھاون کرنے سے پرمیشور کی لاچاری معلوم ہوتی ہے - غلط فہمی ہے - پنڈت جی کا عقیدہ یہ ہے کہ جنم لینے سے انسان سدھر جاتا ہے - تو اس میں بھی پرمیشور لاچار ہے یا اس کی خوشی ہے - اگر وہ سرو شکتیمان ہے - تو نہیں کہنا چاہیئے کہ لاچار ہے - پنڈت جی کے قول سے کہ اگر اس کی خوشی ہے تو اس کی خوشی وہ جانتا ہے - کہ انسان کے بارے میں کون طریقہ بہتر ہے - لیکن ان بعض باتوں میں ہم مانتے ہیں کہ پرمیشور لاچار ہے - غور کیجئے - اگر وہ سرو شکتیمان ہے تو ایک دم میں بالکل روح کو پاک کیوں نہیں کرتا - کیوں انسان کو ایک طرح کے دکھ دیتا ہے - غور کرنا چاہیئے کہ انسان فعل کرنے میں مختار ہے - اور خدا اس کے ساتھ زبردستی نہیں کرتا ہے - خدا تو چاہتا ہے کہ وہ سدھر جاوے لیکن سدھرنا بالکل خدا کے اختیار میں نہیں ہے - خدا نے انسان کو ایسا ہی بنایا - اور یہ فعل مختاری انسان کا جلال ہے - اور اس سے اپنا بڑا نقصان بھی کر سکتا ہے - خدا نے بہتر مانا کہ یوں جاوے کہ انسان کے سدھارنے میں کامل نمونہ اوتار کے طور پر اس کو دکھا دے - خدا کے گم ہونے سے نہیں انسان کے گم ہونے سے - اور باتوں کو چھوڑ کر آگے چل کر زیادہ بیان کروں گا - (دستخط اسکاٹ صاحب)

سوامی جی:- جو پادری صاحب نے بے ادبی کے معاملہ میں کہا سو ٹھیک ہے لیکن سچ کے کہنے میں کبھی بے ادبی نہیں ہو سکتی جھوٹ کے کہنے میں بے ادبی ہے - اور جو پادری صاحب نے مجھ کو دویت بادی بتلایا سو ٹھیک نہیں - کیونکہ میں دویت

وادی ہوں کہ نہیں۔ اس کو ایک بات ہوں۔ جو پادری صاحب نے کہا کہ بندر اور گیدڑ کے شریر میں پرمیشور سروویاپک ہونے سے بندر اور گیدڑ نہیں کہا جاتا۔ تو آدمی کے شریر میں بیاپک ہونے سے آدمی بھی کہا جانا نہیں چاہیئے۔ اور جو کہیں کہ کہا جانا چاہیئے تو بندر آدمی بھی کہنا چاہیئے۔ اور جو کہا کہ جس شریر میں خدا نے اوتار لیا اس میں دوسرا جیو نہیں تھا۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ اس میں پہلے خدا تھا یا کہ نہیں؟ جو کہیں کہ تھا تو اس کا آنا جانا سمجھو اور جو نہیں تھا تو اس کا سرو ویاپک ہونا نہیں تھا۔ اور جو میں نے ظاہر ہونے میں پوچھا تھا۔ اس کا ٹھیک ٹھیک جواب پادری صاحب نے نہیں دیا۔ گو لاچار کر گئے۔ جو ایشور روشن نہیں تو اس کو ظاہر ہوتا کہنا بے فائدہ ہے۔ اور جو کہیں کہ روشن ہے تو سرو ویاپک نہیں۔ اور جو پادری صاحب نے کہا کہ ہماری کمزوری کے واسطے وہ اوتار لیتا ہے۔ تو ہماری کمزوری کے لئے سرو ویاپک کیا ہمارا اتنا کام نہیں کر سکتا؟ جو یہ کہیں کہ نہیں کر سکتا تو اس میں کیا دلیل۔ اور سروشکتیمان بھی نہیں رہتا۔ اور جو کہیں کہ کر سکتا ہے تو جنم دھارن کرنا بے فائدہ۔ اور جو کہا کہ پرکرتی کا دکھ۔ سو ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں پرکرتی صفت اور پرکرتی کرنے والا اچیتن جڑ ہے۔ اس لئے پادری صاحب کا کہنا ٹھیک نہیں۔ پرمیشور اپنے سوبھاوک گن سے اٹل کام کرنے میں کبھی لاچار نہیں۔ لیکن اوتار کے دھارن کرنے میں وہ لاچار ہے۔ جیسے کہ پادری صاحب نے کہا کہ آدمی کو وہ نہیں سدھار سکتا۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ سروشکتیمان کا کیا ارتھ۔ پادری صاحب کیا چاہتے ہیں؟ جیسے پادری صاحب نے کہا کہ بعض باتوں میں ایشور لاچار ہے۔ ویسے اوتار لینے میں بھی لاچار ہے۔ کیونکہ سرو ویاپک کا آنا جانا ظاہر گم ہونا سرو تھا سمجھو ہے۔ جب وہ دکھ ناش نہیں کرتا تو پادری صاحب کے کہنے سے پادری صاحب کی بات گئی۔ جو کہ اوتار لے کر انسانوں کا دکھ کاٹتا ہے اور جو کہا کہ دکھ کیوں دیتا ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ وہ نیایادھیش ہے۔ جیووں کے جیسے پاپ پن ہوتے ہیں۔ ویسا ہی ان کا پھل دینا اوچت ہے۔ کیونکہ وہ سچا نیایہ کاری ہے۔ (دستخط دیانند سرسوتی جی)

پادری صاحب:۔ دویت وادی وہ ہیں جو دو پدارتھ مانتے ہیں۔ ایک تو خدا دوسرے مخلوق۔ ادویت وادی وہ ہیں جو ایک ہی شے مانتے ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ پنڈت جی ایک ہی شے مانتے ہیں دو نہیں۔ خدا ان دیکھا تو ہے۔ لیکن جب اپنی باتیں ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ جسمانی یعنی جسم میں۔ تو روح سے ہر آپ کے جسم کو دیکھتے ہیں۔ خدا کو نہیں۔ لیکن اس قسم کے سبب سے خدا کا حال بہت زیادہ جانتے ہیں۔ کیونکہ ایک خود پاک اور کامل ہماری لغیر نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے خدا اوتار ہوتا ہے۔ خدا نے دیکھ لیا کہ انسان کے واسطے بہتر رائے یہ ہے تو ایسا ہی۔ قادر مطلق تو ہے۔ لیکن تب بھی اس کا

مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی بات اُس سے بعید نہیں۔ اور جو بات اُس سے بعید ہے۔ جھوٹ اس سے بعید ہے۔ دو اور دو پانچ نہیں بنا سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک چیز ہو بھی اور نہ بھی ہو۔ یعنی ایک ارتھ سے اس کی قدرت کی حد ہے۔ میں نے یہ کہا کہ اگر انسان کی مرضی نہیں تو خدا اس کو نہیں سدھار سکتا۔ سدھارنے کے لئے اس کی بہتر راستہ یہ ہے کہ دیہہ دھارن کر کے ایک کامل نمونہ انسان کے بننے دیکھے انسان تو نمونہ چاہتا ہی ہے۔ دُنیا میں کوئی پاک گرو نہیں کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا کہ ہر بات میں کامل ہو۔ خُدا دیہہ دھارن کر کے انسان کے لئے ایسا نمونہ دے سکتا ہے کہ ٹھیک ٹھیک دھرم کی راہ پا کر کے نیکوکاری ہر بات میں معلوم ہو۔ اس میں بہت بھاری مطلب ہے۔ کون نہیں جانتا ہے کہ انسان ہمیشہ نمونہ کو پکڑتا ہے۔ مدرسوں میں دیکھو۔ فوج میں دیکھو۔ گھر میں دیکھو۔ جب نمونہ عمدہ ہے۔ بادی عمدہ ہے تو سب ترقی عمدہ ہوتی ہے۔ کیا یہ کوئی عمدہ مطلب نہیں ہے۔ کہ خدا دیہہ دھارن کر کے انسان کے واسطے ایک کامل اور کافی نمونہ دکھا دے۔ کہ جس سے یہ نجات کا بندوبست کامل ہو وے۔ خدا کی خوشی یوں ہے یہ میرا مطلب ہے کہ کھول کر کے کہہ دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اس میں فروتنی کرنا چاہیئے۔ اگر خدا نے یوں کیا۔ اپنی خوشی سے اس واسطے کہ بہتر راستے یوں ہی معلوم ہووے تو ہم کیسے خلاف بولیں۔ اب نقلی دلیل پیش کی۔ انجیل میں لکھا ہے کہ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا اور کلام مجسم ہوا یعنی وہی خدا جسم میں ظاہر ہوا۔ یہ لکھا ہے یعنی خدا جسم میں ظاہر ہوا۔ اور جس کتاب میں یہ لکھا ہے۔ الہٰی عمدہ کتاب ہے۔ اور اس کا ثبوت کہ وہ منجانب اللہ ہے۔ جو کچھ اس میں لکھا۔ اچھی عقلی دلیل ہے۔ اور یہ کہا کہ زیادہ لوگ اس کتاب کو جھوٹھ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ وید کو محض غلط ہے۔ کیونکہ کوئی دلیل پیش نہیں ہو سکتی اس کی ☆ (دستخط اسکاٹ صاحب)

سوامی جی:۔ ادویت وشیشن پرمیشور کا دوسرے کا نہیں۔ اس کے کہنے سے یہ آیا کہ پرمیشور ایک ہے جیو انیک ہیں۔ اور جگت کا کارن انیک پرکار کا ہے اور جو پادری صاحب کہیں کہ سوائے خدا کے دُوسرا کوئی نہیں تھا تو جیو اور یہ جگت کہاں سے آیا جو کہیں کہ ایشور سے۔ تو جیو اور جگت ایشور ہوا۔ جو کہیں کہ کارن سے۔ تو پادری صاحب کو بھی کارن کا ماننا ضرور ہوا۔ اور جیو کی اُتپتی مانتے ہیں تو اس کا ناش بھی ماننا ضرور ہوگا یہ کئی مرتبہ بات آئی لیکن ٹھیک جواب نہیں ہوا کہ اس کو دیہہ دھارن کرنے کی کیا ضرورت؟ اور بغیر اس کے اپنا کام کیا نہیں کر سکتا۔ اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ جب اُس کی قدرت میں حد ہے تو ایشور کی حد کیوں نہیں۔ جو کہیں کہ ایشور کی بھی حد ہے تو سروویاپک نہیں۔ تو یہ بات پادری صاحب کے پہلے قول سے خلاف ہوتی

ہے۔ جب پرمیشور کی سب باتوں کو نہیں جانتے۔ یہ بات پادری صاحب نے کہی تھی۔
کہ اوتار لیتا ہے۔ اس بات میں کیوں شبہ کرتے ہیں۔ اور جب اس کو اوتار لینے سے
پہلے کوئی نہیں جان سکتا تو اُسی نے اوتار لیا۔ یہ کہنا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ وہی یعنی
یا پادری صاحب ہیں کہ کل سیاحت میں تھے۔ جب اوتار ہونے سے پہلے دیکھا ہی نہیں
تو اُسی نے اوتار لیا۔ یہ کہنا بالکل ناممکن ہے۔ کیا پادری صاحب غور نہیں کرتے کہ یہ چاند
سورج۔ جین بہشت۔ ستارے آدمی پرمیشور کی قدرت کے نمونے کتنے ہیں۔ اور ایک مانس کے
تین ہاتھ کے شریر میں آ کر کھانا پینا گھٹ کر مر جانا بڑا نمونہ ہے۔ اور جو انجیل کے
لیکھ کی بات کہی کہ وہ کلام اوتار ہوئی۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ کلام صفت ہوتا ہے
اور صفت نہیں ہوتا ہے۔ وہ رب کبھی ہو سکتا ہے؟ ایسی غلط بات جس انجیل میں لکھی
ہے وہ کبھی سچ ہو سکتی ہے اور کبھی اوتار ہو سکتی ہے؟ پادری صاحب نے انجیل میں
یوحنا کے مکاشفات کی پرکاشت وکی کی تقسیم سرد تھا سمجھو ہے کہ جو مہر تھی کہ ایک مہر
کھولنے سے اس میں سے ایک سوار مع گھوڑے کے نکلا۔ ایسے کبھی نکل سکتا ہے؟
ایسی ایسی کئی جھوٹ باتیں کیا پادری صاحب نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ پھر ایسی کتاب
کے سچ ہونے میں دعوے کرتے ہیں۔ سو سوائے ضد کے اور کوئی بات نہیں۔ اس
لئے پادری صاحب اور سب انسانوں کو چاہئے کہ سب سروتا تج الشور کرت ویدوں
کی شرن لیکر دھرم۔ ارتھ۔ کام اور موکش کے بھاگی ہوں۔ دستخط دیانند سرسوتی جی
پادری صاحب نے پنڈت جی کے معاملہ میں مکاشفات سے لکھا ہے۔ اس کے حق میں
پنڈت جی نے کہا کچھ ہو تو میں جواب نہیں دے سکتا ہوں۔ خدا خلقت کو اپنی قدرت
کاملہ سے نیستی سے ہستی میں لایا۔ بہتر تو یہ ہے جب چاہے اس کو فنا بھی کرے۔ جب
تک مقرر ہے۔ تب تک اس میں سب کچھ ہیں ہے۔ اس سے علیحدہ ہے اور یہ
کہنا بار بار کہ میں نے اوتار لیا۔ مجھ کامل تھا یا نہیں؟ سو روح کی پہلی نوشت کو دیکھ
لینا کہ خدا کی قدرت کی حد ہونا یہ ہے کہ وہ کوئی بات اپنی ذات کے خلاف نہیں کر سکتا ہے
ہم دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے بھی سب کے جسم میں پرکاش ہوتا ہے۔ اور کل
کاموں کے لئے ایک کامل نمونہ دیا ہے۔ انسان کے واسطے اس کا جلال سورج چاند
ستارے سے زائد ہے۔ کلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا کا ظاہر کرنے والا ہوا۔ جیسے کہ
کلام انسان کے ارادہ کو ظاہر کرتا ہے۔ سو مسیح نے اوتار خدا کے مطلب کو ظاہر کرتا
ہے۔ اب دیکھئے کہ لوگ بائبل پر کیسے معتقد ہیں کہ تربیت یافتہ قومیں اس کتاب کو کیسے
پکڑے ہوئے ہیں۔ پچاس سوسائٹی چھپاتی ہیں۔ اب دو سو زبانوں میں چھپایا۔ شروع
کے واسطے دو سوسائٹی کا کام تھا۔ اب ایک سال میں انگلستان میں ایک نے ۲۲ لاکھ
۴۴ ہزار ایک سو تیس جلد چھپوائی۔ اور ممالک متحدہ امریکہ میں ایک سوسائٹی میں ستر کی کل

چھپوانے کے بیٹھے ہیں۔ چار سو کارندے ہیں۔ اس میں بیس ہزار پانچ سو جلدیں دن میں تیار کرتے ہیں۔ ایک سال میں سات لاکھ پچاس ہزار بانٹ دیئے۔ ایک سال کا خرچ بارہ لاکھ چھیاسی ہزار روپیہ۔ یہ ایک ہی سال کا کام ہوا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس کتاب کو نہیں ماننے۔ سو تجربے نے ثابت کیا کہ دید معارف امکان ہے۔ عقل سے بعید نہیں ہے۔ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کا بھاری سبب میں نے بیان کیا اور اس کتاب کا بھی صادق ٹھہرتا ہے۔ (دستخط اسکاٹ صاحب)

۷۴۔ الست۔ خدا گناہ کو معاف بھی کرتا ہے

دعوے پادری صاحب:۔ یہ دعوے نہیں ہے کہ خدا سزا نہیں دیتا ہے۔ وہ سزا بھی ضرور دیتا ہے۔ لیکن صرف یہ مطلب ہے کہ وہ موقع موقع جیسا کہ اس کو مناسب معلوم ہوتا ہے۔ انسان کی بہتری کے واسطے گناہ معاف کرسکتا ہے۔ جب کوئی خدا ہے اور وہ سرگن بھی ہے اور چیتن ہے اور اس میں طرح طرح کی صفتیں ہیں تو یہ ضرور سمجھنا چاہیئے۔ وہ ہم کو دیکھتا ہے۔ ہمارے لئے فکر کرتا ہے۔ ہماری بہتری چاہتا ہے۔ ہم کو سدھارنا چاہتا ہے۔ سو کچھ ایسا دعوے نہیں ہے کہ اکثر باتوں میں ہم خدا کے مشابہ ہیں۔ یعنی ہم جیت کی باتیں جیسا کہ نیاء اور اپیا وغیرہ جانتے ہیں۔ خدا میں طرح طرح کی صفتیں ہیں۔ جیسا کہ انصاف۔ حکمت۔ رحمت وغیرہ۔ سو یہ انسان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جب ہم اس بات پر غور کریں کہ اکثر باتیں ہم میں اور خدا میں ایک ہی ہیں تو ہم کسی قدر خدا کی ذات کو پہچان سکتے ہیں۔ تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمارے ساتھ خدا کا ایسا رشتہ ہے جیسا کہ ہم آپس میں رکھتے ہیں۔ یعنی خدا ہمارا حاکم ہے۔ ہم پر حکومت کرتا ہے۔ وہ ہمارا باپ ہے۔ اس نے ہم کو پیدا کیا۔ ہماری پرورش خبرگیری کرتا ہے۔ جب ہم ان باتوں پر بھی غور کرتے ہیں تو خدا کا حال زیادہ تر جانتے ہیں۔ اور غور کرنا چاہیئے کہ دید اور دینی کتابوں میں حاکم اور باپ وغیرہ کے رشتے خدا کے ساتھ مذکور ہیں۔ اب سوچنا چاہیئے کہ جب دینی کتابوں میں ایسا ذکر ہے تو کچھ نہ کچھ اس میں مطلب ہمارا سمجھانے کیلئے ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ جیسے کہ اس میں حاکم باپ وغیرہ کے رشتے ہیں۔ مشابہ اس کے کچھ رشتہ خدا کا ہمارے ساتھ ہے۔ اب سوچنا چاہیئے کہ حاکم اور باپ وغیرہ کا کیا کام ہوتا ہے۔ یہ تو بے شک سزا دینے والے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ سزا میں ایک مطلب یہ ہے کہ سزا یافتہ کو سدھارنا اور آئندہ کو عبرت ہو۔ تو ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ سزا کو جلدی چھوڑنا چاہیئے لیکن دیکھئے۔ اگرچہ چاہیئے کہ حکومت مطلوب اور عبرت انگیز مطابق ہوتی ہے۔ (دستخط اسکاٹ صاحب)

تردید از سوامی جی:۔ پادری صاحب کا ایسا دعوے تھا کہ خدا گناہوں کو معاف بھی کرتا

سے معاف کر سکتا ہے یا شبد نہیں تو پادری صاحب نے دوسری طرح سے کیوں کہا اور یہ کہا کہ سزا بھی ضرور دیتا ہے۔ یہ بات پرسپر ودھ ہے۔ کیا آدھا ڈنڈ دیتا ہے اور آدھا معاف کرتا ہے۔ یا کچھ کم زیادہ۔ جیسے ایشور سب باتیں جانتا ہے۔ ویسے ہی جیو لوگ جانتے ہیں یا کم و زیادہ۔ جیسے ہمارے بیچ میں نیایادھیش نیاۓ کاری اور انیاۓ کاری ہوتا ہے۔ ویسا ہی ایشور ہے یا فقط نیاۓ کاری۔ جو نیاۓ کاری ہے تو معاف کرنا کہاں۔ کیونکہ نیاۓ اس کا نام ہے۔ جس نے جتنا جیسا کام کیا۔ اس کو اتنا ویسا پھل دیدیا۔ جو کسی قدر ایشور کو جانتے ہیں تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ ایشور کی سب باتوں میں ایسی ہی ریت ہے یا کچھ کم زیادہ۔ میں بھی مانتا ہوں کہ ایشور کے ساتھ ہمارا راجہ پرجا کا سمبندھ ہے۔ لیکن کیا انیاۓ کرنے کے لئے ہے؟ کبھی نہیں۔ وید آدی پستکوں میں معاف کرنا نہیں لکھا ہے۔ نیاۓ کرنے کا ایشور کو کیا مطلب ہے۔ نیاۓ دھیش اور سبھا آدی کے سزا جزا ان کے سدھرنے کے ہیت ہے یا کچھ اور مطلب اور جو معاف کرتا ہے تو کون کون کام پر معاف کرتا ہے۔ اور کون کون پر نہیں۔ جب معاف کرتا ہے تو ایشور پاپ کا بڑھانے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ جیووں کو پاپ کرنے میں حوصلہ بڑھتا ہے۔ جب پرماتما سرب گیہ ہے تو اس کے نیاۓ آدی گن بھی سب بے بھول ہیں۔ اس سے جب پرمیشور اپنے کرم سبھاؤ سے الٹا کام نہیں کر سکتا تو نیاۓ سے الٹا معاف کیوں کر سکیگا اور ایشور جو دیالو ہے تو دیا کا بھی وہی مطلب ہے۔ جو کہ نیاۓ کا ہے۔ معاف کرنا دیا نہیں جیسے ایک ڈاکو پر کوئی دیا سے معاف کرے تو کیا وہ دیالو گنا جاویگا؟ کبھی نہیں۔ کیونکہ ہزاروں جیووں کو اس نے دکھ پہنچایا۔ جب ڈاکو معاف کیا جاویگا تو پھر بڑے حوصلہ کے ساتھ اور بھی ڈاکہ ڈالیگا۔ اس لئے دیا کا بھی اور مطلب ہے۔ جو پادری صاحب جانتے ہیں وہ نہیں ہے۔ (وکتا دیانند سرستی)

پادری صاحب:۔ پنڈت جی جلدی نہ کریں۔ میرا مطلب بے ایمانی پر کمر باندھنے کا نہیں ہے۔ جب خدا معاف کرتا ہے تو اس میں سکتا یا نہیں سکتے کا ذکر اول اس واسطے کیا کہ اس کا امکان معلوم ہوتا ہے۔ بیشک آگے چل کر اصل دعوے یہ ہے کہ وہ کرتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ کہاں تک سزا دیتا ہے اور کہاں تک معاف کرتا ہے۔ یہ اسی کا کام ہے ہمارا نہیں ہے۔ لیکن جب وہ سرب گیانی ہے۔ ہم لوگوں کی مانند بھول کبھی نہیں کرتا ہے۔ ہم لوگ اپنی باتوں میں بھول بھی کرتے ہیں۔ خدا اپنی اچھی باتوں میں اور اس کی سب اچھی ہیں۔ بھول نہیں کرتا ہے۔ خدا سب کچھ جانتا ہے۔ ہم سب کچھ نہیں جانتے ہیں۔ اس کے معاف کرنے میں بے شک بھید ہے۔ کیونکہ معاف کرنا ہمیشہ نازک معاملہ ہوتا ہے۔ عیسائی لوگ دعوے میں کہا کرتے ہیں کہ وہ بلا وسیلہ اور بن نیاۓ کے معاف کرتا ہے۔ لیکن جب وہ رحیم ہے۔ اور منصف بھی ہے تو یہ بالکل ایک ہی بات ہے۔ یعنی نیاۓ اور دیا ایک ہی بات ہے۔ منصفی دل سے سوچئے۔ کچھ مطلب

جیا سے فرود ہوگا جو کہ دنیا میں نہیں ہے۔ وید میں ضرور لکھا ہے کہ خدا معاف کرتا ہے۔
یہاں پر ایک کتاب سید صاحب کی جس میں لکھا ہے کہ آدمی گناہ کو معاف کرتا ہے۔
پنڈت جی کہنے لگے یہ ترجمہ غلط ہے۔ انگریزی زبان پر فرض ہے کہ سید صاحب وغیرہ
کی کتابیں دیکھ کر انصاف کریں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ معافی کا خیال وید والوں کو بالکل آیا
نہیں۔ معافی کا مطلب نہیں جانتے تھے۔ اور معافی کرنا بالکل فضول ہے۔ میں ثابت کرونگا
کہ معاف کرنا موقع موقع پر بڑا عمدہ کام ہے۔ اس کو دنیا میں سے نکال دو۔ دنیا کا خیال
بہت بڑا بگڑ جاویگا۔ آیا ہر ایک کے قیاس میں یہ آتا ہے کہ معافی سے بھی دنیا میں
بڑی اچھی باتیں نکلتی ہیں۔ کون جانتا ہے کہ ماں باپ کے بیچ میں بیٹا بیٹی کے بیچ میں
واسطہ ہے۔ اور دوروں کے بیچ میں دوست دوست کے بیچ مطلق معافی کا ذکر کبھی نہیں
ہوتا۔ اور یہ دعویٰ کہ معافی کرنے سے گناہ بڑھ جاتا ہے تو یہ صحیح ہے۔ اگر لفظ
معافی معافی ہوتا تو کبھی مراد ہو اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض موقع پر کسی
صورت میں معافی نہ کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ ڈاکوؤں وغیرہ کے معاملہ میں۔ آیا کل معاملے
ایسے نہیں کہ ہم معافی کو دنیا میں سے بالکل دور کریں۔ جو انادی ہے اور دیا کہلاتی۔
کہ جانتا ہے کہ معافی کب کرنا چاہیئے۔ اور ہم کب کرنا چاہیئے۔ آگے چل کر پیارا دعوے
ہوگا کہ معافی کرنے سے گناہ چھوٹ بھی جاتا ہے۔ اور سزا دینے سے کبھی کبھی گناہ
بڑھ جاتا ہے۔ اور اسی طرح سے اور بھی بہت سے اور بڑا شیطان ہو جاتا ہے دستخط [illegible]
سوامی جی:۔ جو دعوے کا شبہ ہے کہ جس پر تم پہنچے تھے۔ اس سے دوسرا شبہ ہوتا
نہایت بستر کی ریت سے دعوے خارج کی باتیں ہیں۔ کہ جس کو پہنچنا بستر کہتے ہیں۔ پادری
صاحب نے کہا کہ اصل دعوے وہی ہے کہ ایشور پاپوں کو معاف بھی کرتا ہے۔ اس سے
یہ آیا کیا پادری صاحب کو یہ ٹھیک تھا کہ ایسے موقع پر کم اصل دعوے کریں۔ جب ہم نہیں
جانتے تو میں پوچھتا ہوں کہ جتنے انسان میں معاف کرنا پادری صاحب مانتے ہیں۔ اس
کو بھی ٹھیک ٹھیک جانتے ہیں۔ یا اس میں بھی شک ہے۔ اور معاف کرنا کیا ڈاکو آدی کا
آپ کے مت میں ایشور نہیں کرتا۔ آپ ڈاکو آدی کو معاف کرنے کا اپدیش نہیں کرتے۔
جو وسیلہ سے ایشور معاف کرتا ہے تو پرآدھین ہوتا ہے اور کس کے وسیلہ سے؟ کیا
آپ کا یا اور دوسرے کسی کا۔ جو کچھ کہ اپنے آپ کا تو وسیلہ ہی جھوٹ اور جو کچھ کہ دوسرے
کا تو سُتنتر نہیں رہا۔ جو پادری صاحب نے کہا کہ آدمی گناہ کو معاف کرتی ہے۔ یہ وید میں
میں لکھا ہے تو میں کہتا ہوں کہ آدمی کس کا نام۔ اور معاف کرنا چاہیئے وید میں کہیں
نہیں لکھا۔ جب معافی کرنا ہی بے فائدہ ہے تو ایسی جھوٹی باتیں وید میں کیوں ہونگی۔
مجھے تعجب کی بات ہے کہ انگریزی زبان سے سنسکرت ویدوں کا سدھانت کریں۔ یہ تو ایسی
بات ہے کہ کوئی سنسکرت پڑھ کر انگریزی کا سدھانت کرے۔ اور جو ماں باپ آدی معاف

کرتے ہیں۔ یہ پادری صاحب کا دعوےٰ ہے۔ یہ بھی باطل معاف کرتے ہیں یا کچھ کچھ۔ جو کہیں کچھ کچھ تو بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ گناہ کرنے سے ماں باپ کے آنا اپنے لڑکوں پر کینا پرشن ہوتے ہیں اور اُن کو کیوں گھرکتے ہیں۔ یہ ہی ڈنڈ ہے کیونکہ وہ ساہر قہر ہے۔ جب پانچ برس کی عمر سے زیادہ ہوتے ہیں۔ تب بہت سے ماں باپ ایسے ایسے گناہ بھی معاف نہیں کرتے۔ اور جو کہیں کرتے ہیں تو بہت ماں باپ اور لڑکوں میں کبھی بیر کیوں ہوتا ہے؟ اس سے پادری صاحب کا درشٹانت غلط ہے۔ کیونکہ سب ماں باپ کھما کرتے تو نظیر درست ہوتی۔ شیطان نے آپ کے ست کے ساتھ بہت گناہ کئے ہیں۔ لیکن اس کو آج تک کوئی ڈنڈ دیا یا نہیں۔ آگے دیگا یا نہیں؟ جب شیطان کو بنایا تب پاک تھا۔ اور پھر گناہ کیا تو خدا نے معاف کیوں نہیں کیا اور کریگا یا نہیں؟ (دستخط دیانند سرسوتی)

پادری اسکاٹ صاحب:۔ ہمارے عالم فاضل عزیز دوست دیانند سوامی جی نے جو دلیلیں پیش کی ہیں ان پر غور کرونگا۔ لیکن مجھ کو اعتنا ہے کہ اپنی دلیل کی بنیاد جس طرح جانوں۔ ڈالوں۔ پہلے عقل سے ثابت کرنا کہ معافی امکان ہے۔ پھر آگے چل کر دیکھ لینا نقلی دلیلوں سے کہ یہ عقیدہ صحیح ہے یا نہیں۔ یعنی اصلی دعوے عقل کے بموجب ہے کہ نہیں۔ پھر اس کا ذکر نہ کرونگا۔ میری تین طرح کی دلیل اس گفتگو میں ہے۔ عقلی و نقلی و تجربہ سے۔ وہ ڈاکو کی مثال اس طور سے ہے کہ کمزوری کے سبب سے ڈاکو کو معاف کرنا اچھا نہیں ہے۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ کبھی کبھی ڈاکوؤں کو معاف کرنے سے بڑا عمدہ کام نکلتا ہے۔ مثلاً یوحنا رسول نے ایک شخص کو کلیسا میں شامل کیا۔ پیچھے وہ ڈاکو کلیسا سے خارج ہوا۔ جنگل میں بھاگ گیا اور بڑے ڈاکوؤں کا کام کرنے لگا۔ یوحنا رسول اُس کو ڈھونڈنے کو گیا۔ پہلے ڈاکو نے اس کو مار ڈالنا چاہا۔ سو یہ اس وقت عمر رسیدہ تھا۔ اس سے نڈر تھا۔ اس کے پاس گیا اور کہا کہ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ مجھ کو کیوں مارتا ہے۔ ڈاکو کا دل ٹوٹ گیا اور رونے لگا۔ اُس نے تمام ڈاکوؤں کو چھوڑ دیا۔ یوحنا کے ساتھ چلا آیا۔ اور ایک بڑا سرگرم اور نیک مرد تھا کبھی پھر قصور نہیں کیا۔ بلکہ دنیا کے بیچ میں نہایت سرگرمی کے ساتھ نیک کام کیا۔ ڈاکوؤں وغیرہ کے معاملہ میں امکان ہے کہ ہم معاف کریں۔ جب خدا بھی معاف کر دیتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا معاف کرے۔ جب انسان میں معاف کرتا ہے۔ دل کا جاننے والا وہی ہے۔ عیسائیوں کا دعوےٰ یہ ہے کہ یہ وسیلہ نش کلنک اوتار جیسا مسیح کے اس دنیا کے بیچ میں معافی کا بندوبست ہے۔ میں پنڈت جی سے پوچھتا ہوں کہ آمُکتی کا معنی کیا ہے۔ سید صاحب کی کتاب کا ذکر جو ہوا۔ سوامی جی جلدی بات کوئی کچی نہ سمجھیں۔ میں خود کچھ نہیں ہوں۔ مطلب یہ ہے۔ سید صاحب کی کتاب اکثر انگریزی میں ہے۔ لیکن سنسکرت اشلوک بھی دیئے ہوئے ہیں۔ لیکن انگریزی داں صاحب کی دلیلیں انگریزی میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اور اپنی سنسکرت میں بھی کہیں

شیطان کا حال جو ہے ہم نہیں جانتے۔ شاید وہ بیس مرتبہ معاف ہو چکے۔ اور اب اس کے لئے امید نہیں۔ کون جانتا ہے۔ لیکن ہم اتنا کہتے ہیں کہ آج شیطان کا معاملہ نہیں ہے۔ پنڈت جی سے یہ پوچھنا عبث کہ معافی کبھی نہ ہونا چاہئیے۔ اور یہ لفظ بالکل ایک جھوٹ ہی لفظ ہے۔ اس کا ہونا لغت میں نہ چاہئیے۔ انسان کے دل میں اس کی مطلق کوئی مراد نہیں۔ اس لفظ کا دنیا میں کچھ کام نہیں ہے۔ پنڈت جی اس بات پر غور کریں۔

(دستخط اسکاٹ صاحب)

سوامی جی:۔ میں کب گھبرایا جو آپ نے کہا کہ گھبراویں نہیں۔ جب پہلے کہا کہ پاپوں کو ایشور معاف بھی کرتا ہے اور اب کہا کر سکتا ہے۔ تو کیا یہ بات پرسپر بردھ ہونے سے خلاف صدق نہیں ہے۔ عقلی، نقلی اور تجربہ آپت لوگوں کا سچ ہوتا ہے نہیں سب کا جب ڈاکو کا کہیں کہیں معاف کرنا اچھا ہے تو آج کل کی گورنمنٹ کو بھی چاہئیے کہ کسی کسی ٹھگ پر ڈاکوؤں کو معاف کریں۔ یوحنا کے معاف کرنے سے کیا معافی کے یوگ ہوا۔ انہیں نے ڈر سے مرنے کے خوف سے یا کسی مطلب کو پورا کرنے کے لئے معاف کیا ہوگا۔ تو کیا انہیں نے یہ کام اچھا کیا۔ اور جب تک اس نے ڈاکہ مارنا چھوڑا نہیں تھا۔ تب تک اپنے ساتھ کیوں نہیں لیا۔ اور جو کہو کہ معاف کرنے سے لیا تو یہ بات سچ نہیں ہے۔ کیونکہ جب اس نے ڈاکہ کا کام چھوڑ دیا اور اچھا کام کرنے لگا۔ تب اچھا آدمی یعنی نیک ہوا۔ اور اس کے ڈاکہ مارنا اور بھلا کام کرنا دونوں کاموں کا ایشور پھل دیتا ہے جب پادری صاحب کا یہ دعوےٰ تھا کہ ایشور پاپوں کو معاف بھی کرتا ہے تو اس کے خلاف پادری صاحب آپ بولے کہ جب کبھی ہم معاف کرتے ہیں تو ایشور نہیں کرتا ہے۔ اور جب ہم نہیں کرتے ہیں تو ایشور کرتا ہے۔ پادری صاحب نے جو مجھ سے آدمی کا ارتھ پوچھا۔ سو پرتھوی اندرکش مانا تھا اور ایشور آدمی ہیں۔ جیسے کسی ہل جوتنے والے کے سامنے یا اور دنیا داروں کے سامنے جواہرات یا دوسری چیزوں کی بات کریں تو کیا بے فائدہ نہیں ہے! جو شیطان کا گناہ معاف نہیں ہوگا تو آپ کا دعوےٰ شیطان کے معاف کرنے کے بارہ میں اٹک گیا۔ معاف شدہ کسی اور کی وجہ کے لئے ہے۔ ڈنڈ تو دیا جاتا ہے لیکن جیسا سمرتھ کو ویسا اسمرتھ کو نہیں۔ جیسا کہ پاگلوں کو پاگل خانہ میں بھیج دیا۔ جو ایشور بیٹے کے وسیلہ سے معاف کرتا ہے۔ تو وہ کیا خوشامدی نہیں ہے۔ کیا آپ نے ایشور کے سامنے بھی وکیل آدمی کی ضرورت جانی۔ کیا اس کو سرو شکتیمان اور سرو بیاپی نہیں مانتے۔ اور جو بیٹے کے وسیلہ سے آپ معاف کرنا مانتے ہیں تو بیٹے کے پاپ سے پہلے ہوئے کا معاف کرنا کس کے وسیلہ سے ہے؟ (دستخط دیانند سرسوتی جیو)

پادری صاحب:۔ اب یہاں پر مناسب ہے کہ غور کریں کہ معاف کرنا خدا پر منحصر ہے۔ اور دل کو پاک کرنا اور بات ہے۔ اس سبب سے انسان کی معافی اور خدا کی معافی میں بڑا فرق

ہے۔ جب انسان توبہ کرے اور اُس طریقہ پر چلے جو کہ مقرر ہے خدا اس کو معاف کرتا ہے۔ اور
اس کے دل کو پاک بھی کرتا ہے۔ اور میرا مطلب یہ ہے کہ امکان ہے کہ خدا نے کسی کو
معاف کیا اور اس کے دل کو پاک بھی۔ لیکن انسان کی کمزوری اور شریعت کے سبب سے
قانون کے رُو سے وہ معاف نہیں ہوتا ہے۔ تو یہ میرا مطلب ہے۔ اور معافی کے لفظ
اس میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسے دلیل جاننے والے جانتے ہیں کہ معافی کا نتیجہ نجات
عمدہ نکلتا ہے۔ تعصب اور جھگڑے کی راہ سے جو کوئی انکار کرے تو کرے۔ پنڈت جی کا یہ
مطلب ہے کہ خدا کسی کو چھوڑتا نہیں ہے بلا ڈنڈ دیئے ہوئے۔ لیکن یسوعؑ نے اُس
ڈاکو کو سزا نہیں دلائی۔ معاف کیا۔ اور ہمارا یہ دعویٰ ہے۔ خدا بھی جب اُس کو مناسب
معلوم ہوتا ہے۔ جیسا مقدس کتاب میں لکھا ہے۔ معاف کرتا ہے۔ پنڈت جی نے آدتی
کے معنی پرشچت بھی لکھے ہیں۔ اور سید صاحب کا دعویٰ ہے کہ یہ آدتی وید کے قول سے
گناہ وغیرہ کو چھوڑ بھی دیتی ہے۔ اگر شیطان اب معاف نہ ہوا تو یہ میرے دعوے کے
خلاف نہیں۔ کیونکہ لفظ بخشی کی اور دلیل ہے۔ اور موقع موقع معافی اور موقع موقع سزا
اور پنڈت جی کا دعویٰ یہ ہے کہ ایشور معافی کبھی نہیں کرتا۔ اور لفظ معافی کو دُنیا سے
نکال دو۔ اگر خدا ایک گناہ بھی معاف کرے تو میرا دعویٰ صحیح۔ کیونکہ کل پر دعویٰ نہیں
جیسا کہ لفظ بھی دلالت کرتا ہے۔ بیٹے کے وسیلہ کا مقدمہ یہاں نہیں ہے۔ اس بحث
میں دخل نہیں دیتا ہوں۔ ہمارے سینے کافی یہ ہے ثابت کرنا کہ کس وسیلہ سے گناہ جاتا
ہے۔ مثلاً درد کی مثال دوائی سے درد گیا۔ ہم دوا کو جانتے نہیں ہیں تو کیا مضائقہ ہے۔
لیکن غور کیجئے کہ معافی کا شرط تو ہے۔ اب نقلی دلیل چلی۔ اب اس کلام کے اعتبار میں اب
کچھ کہتا نہیں۔ جو لوگ اس کے حق میں دریافت کرنا چاہیں اور دلیل دریافت کریں۔ اور
کل کی تحریر پر غور کریں۔ توریت میں خروج باب ۳۴ - ۷ آیت گنتی ۱۴ باب ۱۸ آیت (دیکھنا اسکا جواب)
سوامی جی: معاف کرنا اور پوتر ہونا ہے یا نہیں؟ کیا معاف کرنا پوتر ہونے کے لیئے
یا پوتر ہونا معافی کے لیئے۔ جو کہیں کہ پوتر ہونے کے لیئے ہے تو ٹھیک نہیں۔ کیونکہ
معاف کرنے سے پاپ کی نورتی ہوتی دیکھنے میں نہیں آتی۔ اور جو اشُدھ ہونے
کے لیئے معاف کرنا ہے تو معاف کرنا ہی بے فائدہ ہوا۔ جب ہمارا اور ایشور کا معاف
کرنا جُدا جُدا ہے تو آپ نے پہلے کیوں کہا تھا کہ ہم دیاوان ہیں اور ایشور تُلیہ ہیں۔ اور جو
یسوعؑ معاف کرنے والا ایشور کے سامنے ہے تو ایشور خوشامدی اور بے سمجھ ٹھہرتا
ہے۔ اور کیا یسوعؑ انسان نہیں تھا کہ جس نے معاف کیا۔ کیا یسوعؑ راجہ تھا یا ایشور
نہ دونوں میں جانتا ہوں۔ نہیں پھر ڈنڈ دینے سے نیائے نہیں چھوٹتا ہے اور چھوٹتا بھی
ہے۔ یہ بات پرسپر وِرُدھ ہے۔ جو پادری صاحب نے یہاں منشیوں کے راج کے بارہ
میں قانون کی پابندی ہونے سے ڈاکوؤں کو معاف نہیں کیا جاتا کہا۔ یہاں میں پوچھتا

ہوں کہ کیا ایشور کے گھر میں قانون کی پابندی نہیں ہے اور فضول ہے۔ کیا ایشور سرشٹی
نہیں ہے کہ تو خطا کے پھسلانے سے یا خوشامد کرنے سے معاف کرنے میں راضی ہو گیا۔
اور ایشور کی سرشٹی ایسی باتوں سے نشٹ ہو جاتی ہے اور جو پادری صاحب نے
کہا کہ ایشور کبھی کبھی سزا دے ڈالتا اور کبھی کبھی معاف بھی کر دیتا ہے۔ یہ بات ایسی
غلط ہے۔ کہ کوئی کہے کہ کبھی کبھی آگ گرم اور کبھی کبھی ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور جو یہ بات
کہی کہ آج عیسیٰ مسیح کے معاف کروانے والے آپ ہی ہوئے۔ جو کہ آپ نے عیسیٰ کے وسیلے
سے پاپوں کا معاف ہونا کہا تھا۔ یہاں میں پوچھتا ہوں کہ عیسیٰ جیو تھا یا ایشور؟ جو کہیں
کہ جیو تھا تو بھی آدمیوں کے جیو ہونے سے ایشور کے سامنے وسیلہ دینے اور دلانے
کے ادھکاری ہوئے۔ پھر آپ ایک عیسیٰ کا نام کیوں لیتے ہیں۔ اور جو وہ ایشور تھا تو وہ
اپنے آپ کا وسیلہ کبھی نہیں بن سکتا۔ جو کہیں کہ اس میں جیو آتما اور پرم آتما دونوں
تھے تو دونوں سے کیا کیا کام ہوتے؟ اور دونوں ساتھ ساتھ تھے یا کبھی علیحدہ بھی۔ جو کہیں
کہ جدا تھے تو وہ باپ بیٹا کہنا نہیں رہی۔ جو کہیں کہ باپ بیٹا کہا ہے تو عیسیٰ میں اور ان
جیووں میں کیا فرق ہے؟ جو کہیں کہ ودیا پڑھتے تھے سو ٹھیک نہیں۔ کیونکہ انجیل کے
لیکھ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ودوان نہیں تھا۔ مگر ایک سادھو پرش تھا۔ جو کہ عیسیٰ کو
مانتے ہیں۔ ان کے دعوے سے اور جب عیسیٰ کو یہودیوں نے پھانسی چڑھایا تب اس
نے ایشور سے پرارتھنا کی کہ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑا ہے؟ ایسی باتوں سے اس میں کیول
جیو ہی حرکت کرنے والا تھا۔ ایشور نہیں۔ کنتو ایشور تو جیسے سب میں ویاپک ہے ویسے
اس میں بھی تھا۔ جو کہیں کہ اس نے مردہ جلایا یا اندھے کو آنکھیں دیں۔ کوڑھیوں کو
چنگا کیا۔ بھوت نکالے۔ اس لئے وہ ایشور تھا۔ یہاں میں یہ کہتا ہوں کہ یہ باتیں پرتکش
آدی پرمان اور سرشٹی کرم آدی سے برودھ ہونے سے بالکل ودوانوں کو ماننے کے لائق
نہ تھیں نہ ہیں اور نہ ہونگی۔ یہ باتیں عیسائیوں کے موافق ہیں۔ مجھی بہو۔ پچھلی پشتوں کی
آدمی آدمی کی بولی بولتے۔ جیسے کہ توریت میں لکھا ہے کہ گدھے آدمی کی بولی بولے۔ کیا ان
باتوں کو کوئی ودوان مان سکتا اور بدھیوان کو منا سکتا ہے۔ اور جو یہ کہا کہ جیسی دوا
کھانے سے روگ چھوٹ جاتا ہے۔ ویسے پاپوں کو معاف کرتا ہے؟ کیا دوا کا نیم سے
سیون کرنا بے پرہیز کرنا۔ بیفہ کے کہنے میں چلنا اپنی مرضی سے نہ چلنا ڈنڈ نہیں ہے۔ اب تین
دن تک پادری صاحب اور مجھ سے باتیں ہوئیں۔ لیکن میں اپنی عقل کے موافق سمجھتا ہوں
کہ ایک میرے دعوے کی دلیل پر اور اپنے دعوؤں کے دعوے کے ثابت کرنے میں اور
میری دلیل یا اعتراضوں کو کھنڈن یا اپنے دعوے کے منڈن کرنے میں ٹھیک ٹھیک
پکی دلیل نہیں دی۔ (دستخط دیانند سرسوتی)

پادری صاحب :- اب غور کرنے والے غور کریں کہ اسی لکھائی کے بیچ میں مباحثہ کی

شرائط کے خلاف کچھ باتیں کہی گئیں اور وہ ابھی مذکور ہوئیں اور معاملہ وہی ہے۔ جس کے اوپر
جھگڑا چلا۔ یعنی صرف ذرا سے قصور ماننے کے بدلے میں ایک جملہ کہا گیا تھا۔ لیکن نہ یہ
ضرور نہیں کہ لکھنے والے پر بھی اس کے لکھنے کے لئے کہوں۔ سو اب حوالہ دینے میں
فقط حوالہ لکھونگا۔ اور عبارت کا کچھ خیال نہ کرونگا۔ اور دیکھنے والے پیچھے اس مقام
کو نکال کر دیکھ لیویں۔ صرف یہ لکھا ہونگا کہ جس مطلب کے لئے حوالہ دیتا ہوں۔ پنڈت
جی کا کہنا کہ میری سچی دلیل نہیں اور میں نے یوں یوں ثابت کیا۔ اس میں کچھ دلیل نہیں
میں بھی ایسی کہہ سکتا ہوں۔ لیکن سننے والوں کا کام ہے کہ کل معاملوں کو دیکھ کر
خود انصاف کریں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ اس میں کچھ
طرفداری ہووے۔ میری بھی نہ کرنا چاہیئے۔ پنڈت جی نے اس کا جواب کچھ نہ دیا کہ لفظ
معاف دُنیا میں سے کیوں نہیں خارج کرتے۔ یہ ایک محض باطل اور ناقص لفظ ہے۔
نقصان ہی نقصان کے واسطے ہے۔ بیشک میں کہتا ہوں کہ معافی خدا کی انسان کی معافی
میں مشابہ ہے۔ کیونکہ ہم نے کہا کہ وہ عالم الغیب ہے اور ٹھیک معافی کا موقع
جانتا ہے۔ اور معافی کی شرط بھی۔ لیکن انسان چوکتا ہے۔ ضرور تو چوکیں خدا کے نہیں۔
لیکن دُنیا میں ہے۔ کیونکہ دیکھ لیں قصور گناہ اور ناانصافی اور ظلم اور خون اور کروڑوں
طرح کی خرابی دُنیا میں ہے۔ پنڈت جی نہیں مانیں گے۔ ایک طرح کا ضرر دُنیا میں ہے۔
جیسے سرکار انگریزی نے کیا خدا بھی اس کا بندوبست کریگا۔ میں بیشک مسیح کے بارہ
میں کچھ گفتگو کرونگا۔ فقط یہی ذکر کرتا ہوں کہ اس مقدس کتاب میں جس کی معافی
ہے۔ اس کے وسیلہ سے ہے۔ درد کا ذکر لیکن درد کا بیان نہیں کہ وہ کیسے کیسے ہے
جب کبھی اس میں گفتگو ہو تو دیکھ لیونگے۔ میری صرف یہی دلیل ہے کہ نقلی سے معلوم
ہوتا ہے کہ معافی ہوتی ہے اور توبہ۔ تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ معافی ہوتی ہے۔ طریقہ
خوب جانتے اور معاملہ ہے اور یہ تحقیق خدا کے کلام پر کرنا اگر پنڈت جی کو مناسب معلوم
ہوتا ہے اور ہر ایک بات کو اُلٹا سمجھے ذہن جائیں۔ وید کی انیک طرح کی باتوں کے
بارہ میں میں یہاں پر کچھ کہتا نہیں۔ اب ان جاموں کو دیکھ لیجئے۔ متی باب چھ۔ ۱۲ آیت
اور مقصد یہ ہے کہ خدا گناہ معاف کرتا ہے۔ لوقا کی انجیل باب ۲۴ آیت ۴۷۔ باب اور ۱۰ آیت
یوحنا کا پہلا خط پہلا باب۔ ۹ آیت۔ اور مقصد یہ ہے کہ گناہ کی معافی ہوتی ہے۔ پھر مسیح
نے اپنے شاگردوں کو سمجھایا کہ اپنی دعا میں یوں یوں بولو۔ یعنی اے اللہ ہمارے گناہوں
کی معافی کر۔ اب تجربہ کی دلیلیں دیکھ لیجئے گا۔ تجربہ بہت عمدہ کام ہے۔ جیسے تجربہ سچی دلیل ہے
اور کوئی دلیل سچی نہیں ہے۔ آدمی کہہ سکتا ہے کہ میرا گناہ معاف ہو۔ اور درست غلط۔
کیونکہ جیسے کہ پنڈت جی نے خود کہا ایک مثال میں کہ پاپی کو دُکھ ہوگا۔ وہی گناہ بھی ہے۔
پھر توبہ کہا تو بھی وہی گناہ موجود ہے۔ پھر خدا کے بیٹے کا نام لیا۔ وہی گناہ موجود۔

ہے۔ میں مانتا ہوں کہ انسان جھوٹا دعوے کرے۔ کہ فرض کرو کہ وہ سچی توبہ کرکے نیک راہ پر آجاوے۔ اور دیکھ لیویں کہ اب وہ بات نہیں۔ دل میں تسلی ہے۔ چین سے جو سٹے ہے نور ہے۔ الزام سطلق نہیں۔ اب کچھ نہیں۔ ہزاروں آدمی دُنیا ہی میں ہیں۔ کہ جن کا یہی تجربہ ہے۔ دیکھ لیا کہ بے شک ایشور نے میرے گناہ کو ہٹا دیا۔ اب وہ راضی ہیں۔ وہ الزام اور بوجھ دل پر نہیں ہے۔ برائی کی خواہش بھی دل پر نہیں ہے۔ ایک لحظہ میں دل بدل گیا۔ میری طرف سے انجیل کے مطابق گواہی آئی۔ یہ آسان ہے کہہ دینا کہ یہ باطل بات ہے۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں۔ جس کا دُکھ گیا وہ جانتا ہے۔ شاید کوئی کہے یہ کہ دھوکا ہے۔ میرے خاص دین کے اکتالیس کروڑ عیسائی ہیں۔ ان میں اکثر تو جھوٹے ہیں۔ میں مانتا ہوں اور اُن کا دعوے غلط۔ لیکن بہت سچے آدمی ہیں کہ جن کا دعوے صحیح ہے۔ اور ان کے چال چلن سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ گناہ سرد ہٹایا گیا۔ تو یہ تجربہ کا کام ہے۔ اور میں پھر کہتا ہوں کہ دل کے معاملہ میں اور عمل کے معاملہ میں بہت بڑی دلیل ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ ہم فقط دعوے کریں۔ دعوے تو جھوٹ ہو سکتا ہے۔ لیکن جس کا گناہ توبہ کرکے ایک لخت کٹ گیا۔ کیا وہ نہیں جانتا۔ جیسا کہ کوئی باپ اگر اپنے بیٹے سے معافی کا کلمہ کہوے۔ کیا وہ اب نہیں جانتا ہے کہ باپ نے مجھ کو معاف کیا۔ سو اُن کے دل کا یہی حال ہوا۔ میں نے عقلی دلیلوں اور نقلی دلیلوں اور تجربہ کی راہ سے ثابت کیا کہ خدا گناہ کو معاف کرتا ہے۔ (دستخط اسکاٹ صاحب)

۴۔ دوران مباحثہ میں ریمارک:- اکثر موقعہ پر کسی امر کے طے کرنے کی نسبت بحث ہوتی تو زندہ دلی کے طرز پر ریمارک بھی پاس ہوتے۔ مثلاً ایک بار پادری صاحب کہنے لگے کہ میں یہ بات واضح تو کر دیتا ہوں مگر لکھی نہ جاوے۔ سوامی جی کہتے تھے۔ جو کچھ ہو گئے۔ لکھا جا دیا گیا۔ بعد کچھ گفتگو کے پادری صاحب کا عیسائی کلرک بولا۔ سوامی جی! آپ پادری صاحب کی بات کو مان جائیے۔ سوامی جی نے کہا۔ تمہارا کام لکھنے کا ہے۔ مجھے رائے دینے کا نہیں۔ اس پر پادری صاحب بولے۔ سوامی جی! آپ کی سی تو سب کہتے ہیں۔ ہماری سی ایک کہتا ہے تو آپ روکتے ہیں۔ سوامی جی فرمانے لگے۔ نیائے کی سی سب کہتے ہیں۔ انیائے کی سی کوئی نہیں کہتا۔

نویں فصل شاہجہانپور

۳ تا ۷ ستمبر ۱۸۷۹ء

۱۔ اشتہار از دفتر آریہ سماج شاہجہانپور:- سوامی جی کے آتے ہی حسب ذیل اشتہار جاری کیا گیا:- (۱) واضح ہو کہ پنڈت سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج اس جگہ کل تا ریخ

چوتھی ستمبر ۱۸۷۹ء کو بوقت دوپہر رونق افروز ہوئے۔ اور بنگلہ خزانچی صاحب (عقب کوٹھی صاحب جج بہادر مجسٹریٹ بہادر) میں فروکش ہیں۔ جن صاحبوں کو درشن کی خواہش ہو اور بات لاب حاصل کرنا ہو، بنگلہ مذکورہ میں تشریف لے جاویں۔

(۲) حسب ایما سوامی جیو حسب الاجازت جناب مسٹر ولیم صاحب بہادر ہیڈ ماسٹر واسطے آگاہی ہر خاص و عام کے مشتہر کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ہائی سکول یعنی مدرسہ سرکاری متصل جیلخانہ میں تاریخ ذیل سوامی جیو کا لیکچر یعنی ویاکھیان ہوگا۔ ۷ (شنبہ) ۸ (یکشنبہ) ۹ (سہ شنبہ) ۱۱ (پنجشنبہ) ۱۳ (شنبہ) ۱۴ ستمبر (یکشنبہ)۔ ویاکھیان ہر روز ٹھیک پانچ بجے سے سات بجے تک ہوا کریگا۔

(۳) بوقت ویاکھیان کے کسی صاحب کو ہرگز اجازت نہ ہوگی کہ کسی قسم کا سوال کر سکے، یا ویاکھیان میں دخل دے سکے۔

(۴) ہاں کسی صاحب کو کوئی امر دریافت کرنا ہو تو بنگلہ پر جس میں سوامی جی فروکش ہیں، تشریف لے جا کر دریافت کریں۔

(۵) اگر کسی فریق ہندو مسلمان عیسائی یا اور کسی کا ارادہ شاستر ارتھ یعنی بحث مباحثہ کا ہو تو لازم ہے کہ براہ مہربانی اپنے مدعا اصل سے اس سماج کو مطلع فرما دیں۔ تاکہ اس کا بندوبست کافی کر لیا جاوے۔ مگر یہ لحاظ رہے کہ مباحثہ تحریری ہوگا۔ زبانی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ باقی اور شرائط مباحثہ بوقت اطلاع حسب مرضی فریقین طے ہو جاوینگے۔

(۶) چونکہ اکثر لوگ بعد تشریف لے جانے سوامی جیو کے اس قسم کی گفتگو کیا کرتے ہیں کہ سوامی جیو چلے گئے۔ ورنہ ہم بحث کرتے۔ اس لئے ایسی باتوں کے خیال سے یہ بھی مشتہر کیا جاتا ہے کہ جو صاحب بحث کرنا چاہیں۔ آج سے لیکر چودھویں ستمبر تک ودیان انہیں دس یوم کے اپنے ارادہ تحریری و دستخطی خاص سے اس سماج کو اطلاع بخشش کر کے ممنون احسان فرماویں۔ ورنہ خموشی۔ فقط۔ المشتہر مہتاب سنگھ

ہم چاہتے ہیں کہ سوامی جیو کے ہر ایک ویاکھیان کا خلاصہ یہاں پر درج کریں۔ تاکہ ناظرین اس کو پڑھ کر اپنے دھرم و کرم وغیرہ سے خوب واقف ہوں اور دیکھ سکیں ویاکھیان کو جان لیں۔ قبل ازیں ہم ایک معاملہ اہم کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

۲۔ لیکچروں کی کیفیت:۔ بموجب پروگرام لیکچر ہوئے۔ سوامی جی نے تمام سچائیاں دلچسپ پیرایہ میں ظاہر کیں۔ ایک روز "ست دھرم" و "ستیہ دھرم" پہچاننے اور جاننے کی حسب ذیل دلچسپ اور ٹھیک تمثیل دی۔ جس کا جاننا ہر شخص کو ضروری ہے:۔ ایک شخص کہ جس نے ابھی تک کسی مذہب کو قبول نہیں کیا تھا۔ ایک پنڈت کے پاس گیا اور کہا کہ مہاراج میں کسی ایک مذہب کو جو سچا ہو اور جس سے موکش مل سکے قبول کرنا چاہتا ہوں۔ کرپا کرکے بتلا دیجئے کہ کونسا مذہب سچا ہے۔ پنڈت جی نے کہا کہ چلو تم کو سچا مذہب بتلا دیں۔

پنڈت جی اُس شخص کو ایک جگہ کہ جہاں سو شخص مختلف مذہبوں کے بیٹھے ہوئے اپنے اپنے مذہب کی بڑائی اور دُوسروں کے مذہب کی بُرائی کر رہے تھے۔ لے گئے اور کہا کہ تو ہر ایک شخص سے التجا کرنا چل کہ مَیں ایک سچے مذہب کو اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کرکے بتلا دیجئے کہ کون سچا ہے؟ وہ شخص پہلے ایک مذہب والے کے پاس گیا اور یہ ماجرا بیان کیا۔ وہ مذہب والا بولا کہ آئیے آئیے۔ بیٹھئے۔ مَیں ابھی آپ کو سچا مذہب کہ جس سے تم جھٹ پٹ راہ نجات کو پہنچ جاؤ۔ بتلاتا ہوں۔ سنو یہ صرف ایک میرا مذہب تو سچا ہے اور باقی دیکھو یہ ۹۹ جو تم کو دکھلائی دیتے ہیں، سب جھوٹے ہیں۔ ان کی ایک نہ مانا۔ آؤ جلدی میرے مذہب میں شامل ہو جاؤ۔ وہ شخص بولا کہ اوروں کے پاس بھی ہو آؤں۔ دیکھوں وہ کیا کہتے ہیں؟ دُوسرے مذہب والے کے پاس جو گیا تو وہ چلّا اُٹھا کہ آؤ بھائی بیٹھو۔ تم اگر نجات چاہتے ہو تو میرا مذہب جلدی اختیار کرو۔ میرے مذہب میں ہوتے ہی جہاں ایک کلمہ پڑھا۔ فوراً نجات ہوئی۔ اور باقی جو یہ ۹۹ بیٹھے ہیں۔ سب جھوٹے ہیں۔ ان کی بات ہرگز نہ ماننی چاہیئے۔ تیسرے مذہب والے کے پاس جو گیا سو وہ یہ سمجھ کر کہ خوب جال میں پھنسا ہے۔ کچھ چادر بچھا کہاں گھر بیٹھے شکار پھنسنے لگا۔ اپنے مذہب کی تعریف کرنے لگا کہ دیکھو۔ ایک میرا ہی مذہب سچا ہے۔ اور باقی ۹۹ سب جھوٹے۔ صرف ایک میرے ہی مذہب سے مکتی ہو سکتی ہے۔ دُوسرے کی ہرگز نہیں۔ ایسی ایسی باتیں کہہ کر اس کو پھسلانے لگا۔ چوتھے مذہب والے کے پاس جو گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہاتھ میں دستی سی لئے ہوئے کہیں کھٹا کھٹ کر رہا ہے۔ اس کو دیکھتے ہی وہ بول اُٹھا کہ آؤ بیٹھو۔ پیشتر کی تم پڑھی کیا بھئی جو تم کو یہاں بھیجا۔ اب تو جلدی سے میرے مذہب میں ہو جا۔ نہیں تو یہ ۹۹ مذہب والے ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اور یہ سب جھوٹے ہیں۔ اب تو جلدی آ اور بہت دیر مت لگا۔ غرضیکہ اسی طرح یہ ۹۹ مذہب والوں کے پاس گیا۔ سب سرائے کی بھٹیاریوں کی طرح لگے واویلا مچانے اور اپنے اپنے گھروں میں بُلانے۔ پھر آخر کار وہ اُس سودیں مذہب والے کے پاس بھی گیا اور اپنی غرض ظاہر کی۔ وہ بولا کہ بھائی سنو! نجات یعنی مکتی کا حاصل کرنا خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ صرف ایک وید پر شردھا کا وعدہ پالن کرنے اور اس میں پریم پریت کرنے سے ہی نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ ورنہ مثل ان ۹۹ گمراہوں کے دھکے کھاتے ہوئے پھرنا ہے۔ آخرکار جب وہ شخص سب کے پاس ہو چکا تو اپنے دل میں گھبرانا ہوا کہ عجب بھیلا ہے جو کہتا ہے اپنی ہی سی کہتا ہے۔ پنڈت جی کے پاس آیا اور کیفیت مفصل بیان کی۔ پنڈت جی نے کہا کہ ایک دفعہ پھر جا کے ہر ایک سے دریافت کر کہ آپ کا دھرم کیا ہے؟ وہ شخص جو گیا تو کوئی کہتا ہے کہ میری رامچندر سا کرشن سا تیرتھ ہیں۔ رامچندر کی بھگتی کرنا ہم دھرم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ لال لنگوٹ والے کی لال میں سب دان سنت پڑھے رہنا دھرم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ماکھن کے چور کرشن جی سے ...

کرنے والے کی شرن آنا دھرم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ چرس پی کر دھتورہ کا دم لگا کر بھنگ کا لوٹا چڑھا کر شیو جی کی یاد میں محو ہو جانا ہی ٹھیک دھرم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مفت خوروں کو کھلانا۔ ندی نالوں میں دیا بہانا یہاں تک کہ زر زمین تک بھی دینا دھرم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ گنگا میں جا نہانا سے تیرتھ یاترا میں ڈبکی لگانا دھرم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کھانا کھلانا اور اچھے اچھے سب پدارتھ برہمنوں کو دینا دھرم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ خوب تان کر حلق تک شراب پینا۔ مچھلی اور قلیہ کھانا اور پھر ڈٹ کر عیاشی کرنا یہ بڑی پرم دھرم ہے۔ اسی طرح پر کوئی جل سنگھ کوئی سورج سنگھ کوئی تلسی سنگھ کوئی پیپل سنگھ کوئی پتھر سنگھ کوئی کالنتی سنگھ کوئی رام سنگھ کوئی گنیش سنگھ کوئی بھیروں سنگھ کوئی گوگا سنگھ کوئی ست سید سنگھ کوئی غازی سنگھ کوئی پیر سنگھ کوئی قبر سنگھ کوئی مردہ سنگھ کوئی مدار سنگھ کوئی بھوت سنگھ کوئی چڑیل سنگھ کوئی مسان سنگھ کوئی جن سنگھ کوئی پتھر سنگھ کوئی کانڈ سنگھ وغیرہ کو پوجنا دھرم بتلاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یسوع مسیح اور خدا کے اکلوتے بیٹے پر ایمان لانا دھرم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ رسول پیغمبر کو ماننا اور جہاد کرنا یہی دھرم ہے۔ غرضیکہ اسی طرح پر سب نے اپنے اپنے دھرم بتلائے۔ ہر ایک شخص کے منہ سے سنتے ہی دھرم سُن کر یہ شخص سوچ کے سمندر میں ڈوب گیا اور سب سے پوچھ کر پنڈت جی کے پاس آیا اور سب قصہ بیان کیا۔ تو پنڈت جی نے کہا کہ اب دیکھو ان سب میں سے سچا دھرم ہم کو بتلاتا ہوں غور سے سنو۔ دیکھو جب ایک بات کے سچ ہونے پر چار شخصوں کی گواہی ایک سمان گذر جاتی ہے، تو عالم جان جاتا ہے کہ یہ بات سچ ہے۔ اور جبکہ ایک معاملہ پر ننانوے گواہیاں گذریں تو اس کے سچ ہونے میں کیا شک ہے۔ تو بس جب ایک شخص اپنے دھرم کی بات بتاوے اور اس کو ننانوے شخص کہیں کہ غلط ہے تو اس کو کس طرح پر مانا جاوے۔ ہرگز نہیں۔ مثلاً یہاں ایک شخص نے کہا کہ پتھروں کو پوجنا دھرم ہے۔ اس پر ننانوے گواہیاں گذریں کہ نہیں جھوٹ ہے۔ اسی طرح پر دوسرے نے کہا کہ عیسیٰ پر وشواس لانا دھرم ہے۔ اس پر بھی ننانوے گواہیاں خلاف گذریں تو اُن کو ہرگز نہ ماننا چاہیئے۔ تیسرے نے کہا کہ محمد صاحب کا ماننا دھرم اور باقی سب نے برخلاف کہا کہ جھوٹ ہے۔ اور سمجھنا چاہیئے کہ یہ سب اپنے مذہب کے لوگوں کی فوج جمع کرنے والے ہیں۔ اب جن باتوں کے ماننے میں سب کی گواہی یکساں ہو۔ اس کو مانو۔ کوئی ایسی بات کسی نے کہی کہ جو دھرمیاں سے ملتی ہو؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ ہاں مہاراج! بہت سی باتیں ملتی ہیں۔ مثلاً صرف ایک پرمیشور کو ماننا۔ اسی کا دھیان کرنا۔ سچ بولنا اور ہنسا۔ حسد کو چھوڑنا۔ غریبوں پر دیا کرنا وغیرہ ایسی باتیں سب کے دھرم کے ویشے ایک سے ہیں۔ تب پنڈت جی نے کہا تو یہی دھرم کی باتیں ہیں۔ صرف انہیں کو مانو باقی سب غلط اور گمراہ کرنے والی ہیں۔ فقط

۳۔ پنڈت انگد سے خط و کتابت:۔ جب لوگوں کو سوامی جی کے یہاں تشریف لانے کی خبر ہوئی بڑی کھلبلی مچ گئی۔ چنانچہ جینہ صاحبوں نے جن کو شوق مباحثہ تھا۔ پنڈت انگد شاستری کو بلایا۔ یہ پنڈت جی مدرسہ سرکاری پٹیالی بھیت میں پندرہ روپیہ ماہوار کے سنسکرت اور ہندی پڑھانے پر نوکر تھے۔ ۱۸۷۸ء ایام قحط میں انہوں نے چند مجبوروں کی پرورش کی تھی۔ اس لئے سرکار سے ایک خلعت بھی ان کو مل چکا تھا۔ اسی سال انہوں نے اشتہار بھی دیا تھا کہ فلاں روز بارش ہوگی۔ چنانچہ اتفاق سے اسی روز بارش ہوئی۔ اس سال بھی انہوں نے یہ سمجھ کر کہ شاید تیر تکا ٹھیک ہو جاوے۔ پھر اشتہار دیا تھا کہ ۲۲ اگست سے ۴ ستمبر تک بارش نہ ہوگی۔ مگر امر واقعہ یہ ہوا کہ بارش بے انداز ہوئی۔ اور انہی ایام میں سینکڑوں ہزاروں مکانات مسمار ہو گئے۔ سنسکرت اور ہندی زبان میں آپ کی لیاقت آپ کی چٹھی ذیل سے جو بنام سوامی جی آئی۔ ظاہر ہو جاتی ہے۔ حسب تجویز سماج منشی بختاور سنگھ جی نے غلطیاں شائع کر دی ہیں۔ ناگری خط و کتابت کی نقل بلا کم و کاست اردو میں ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ حسب مناسب سنسکرت لفظوں کے اردو معنی بھی درج کر دئے ہیں۔ اور اصل لفظ بعینہٖ جس طرح چٹھیوں میں ہیں۔ ناگری میں لکھ دئے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو غلطیاں سمجھنے میں دقت نہ پڑے۔ اصل مضمون کے نیچے غلطیاں جو چٹھیوں میں موجود ہیں اور جو امور خلاف واقعہ لکھے گئے ہیں۔ ان پر سماج کی جانب سے نوٹ لکھی جاتی ہے۔

نقل چٹھی پنڈت جی بنام سوامی جی

سری ہری[1] اوم[2]۔ سری یوت دیانند سرستی سمی[3] پے سوتی منت کشل[4] ہو بہک مدوگی[5] جنم آپ ایک عرصہ سے آمید ویشی منوشیوں کو آباد الشیودش[6] باہیہ وید بدہت دھرم کے پر دھدھ اپدیش کرتے ہو۔ تم[7] بھی شاستر اتھ چکر شوبہوت[8] و تی سے جہاں جہاں آپ کا آگمن ہو گیا۔ اور مقام کر تو اس سری گنگا جی کے تٹ پر کھیر علیگڑھ۔ پر تو آپ وہاں سے کنارہ کر چل دئے۔ ۱۸۷۹ء میں شہر بریلی آ کر ایک اشتہار دیا۔ میں بھی اپنا کاروبار چھوڑ کر بریلی آیا۔ آپ نے پرسنا ہو بہک مجھ سے شاستر ارتھ کرنا سویکار کیا

---

[1] لفظ سری پہلے کرنا کہے یہاں واہیات ہے [2] اوم جو اس طرح لکھا ہے یہ بھی غلط ہے ओ३म् اس طرح چاہئے [3] بموجب قاعدہ ویاکرن یعنی صرف و نحو یہ سنسکرت کی سطر غلط ہے۔ اس طرح پر ہونی چاہیئے۔ سری یوت دیانند سرستی نام سمی پے سمت کشل ہو بہک مدم گیا جنم [4] [illegible] اس طرح چاہیئے [5] صرف انشود ہی کافی تھا [6] کرتے ہو [illegible] اس طرح پر ہونی چاہیئے [7] یہ لفظ بھی [illegible] ہے نہ کہ [8] یہ لفظ بہت [illegible] ہے [9] پنڈت جی کا یہ لکھنا خلاف واقعہ ہے۔ اس کا مفصل حال ناظرین سوامی جی کی اگلی چٹھی یعنی اس کے جواب میں پاوینگے۔

اُکت سمت بھادوں شکل ۱۰ بدھوار کا دن بارہ بجے کا مقررہ کیا۔ اور کئی نیم شاسترارتھ کے بھی ہو گئے۔ سمت جن شرطوں کا تشخص ان کو بھی پر مشتہر و دیا خبر دی گئی۔ نیت سے پر قریب پانچ ہزار پرش کے جمع ہو گئے۔ بروقت شاسترارتھ آپ سے انکار کیا۔ اور وہاں سے چل دئیے۔ اب آپ کا پھر بریلی آگمن ہوا۔ جب تک میں نے اپنے آنے کا اوکاش کیا۔ آپ وہاں سے شاہجہاں پور چلے آئے۔ میں بھی اپنا نہایت کام ہرج کر کل تاریخ ۷ ستمبر سنہ حال کو شاہجہاں پور آیا ہوں۔ آپ کرپا کر کے شاسترارتھ کیجئے۔ اور آریہ صدقی لوگوں کی پر رتی ست مارگ چھوڑ کر کو بتھ میں نہ کیجئے۔ کیونکہ سے بھی سری مہاراج گنت سوامی جی مہاراج پر گیا چکشو کا آپ کی سے سے پورب کا جیش تھ شش و دیا نند جی بنش میں تھے۔ اسی کارن آپ کو ایسا لکھنا ہوا۔ اگر آپ کو مجھ سے شاسترارتھ کرنا ہے۔ تو اپنی پتر لکھت نیموں کو سو لکھا کر ایک نقل اس کی دستخطی اپنی پاس میرے بھیج دیجئے۔ اگر آپ کی رائے میں اور نیم ہو دیں تو مجھ کو لکھنا۔ مناسب سمجھ کر سو لکھا کر دونگا

لہ لفظ کا موضوع نہیں ہے بجائے اس کے لفظ کے [illegible] ہونا چاہئے تلہ ادھ میں تو یہ لفظ لکھنے میں کچھ بن بھی گیا لیکن ناگری کا نہیں ہے۔ بروف اگر کوئی پڑھے تو ہرگز سمجھ میں نہ آوے کہ [illegible] کیا گیا ہے۔ در اصل یہ لفظ مقرر [illegible] اسطرح پر لکھنا چاہئے تھا تلہ یہ الفاظ اس طرح پر لکھنے چاہئیں [illegible] کا تشخیصوں کو تلہ پانچ ہزار آدمی ہو گئے جمع کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ نیت فساد اور بلوہ کی تھی۔ کیا کل پانچ ہزار آدمی باعلم تھے جو شاسترارتھ کو سمجھ جاتے اگر نہیں تو جمع کرنا فضول تھا تلہ یہ بیان پنڈت جی کا خلاف واقعہ ہے۔ آگے میلہ کا تذکرہ پر کچھ روشنی ہو جائیگی تلہ اگست ۱۸۷۹ء سے لیکر ۳ ستمبر تک ۱۲ روز بریلی ٹھہرے۔ کیا پنڈت جی کی یہ مرضی تھی کہ ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے ہمارے اکثر دیکھنے اور سننے میں آیا کہ جہاں سوامی جی دوسری جگہ تشریف لیگئے فوراً ان لوگوں نے اڑا دی کہ سوامی جی چلے گئے۔ ورنہ شاسترارتھ کو کیلئے ہم مستعد تھے۔ ہر وقت میں قریب دو ماہ سوامی جی ٹھہرے اشتہارات وغیرہ جاری کئے کسی نے شاسترارتھ کا نام تک نہ لیا۔ جب ڈیرہ دون کو تشریف لے گئے تو پنڈت شری رام صاحب ہی نے اڑا دیا کہ سوامی جی بھاگ گئے۔ تو آپ فرمائیے۔ ایسی بے بنیاد باتوں پر کیسے اعتماد کیا جاوے۔ اس طرح پر ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ پنڈت انگد شاستری شاہجہانپور سے بھاگ گئے۔ سوامی جی سے شاسترارتھ نہ کر سکے۔ کیونکہ سوامی جی کے جانے سے پہلے تشریف لے گئے۔ مگر ایسی غلط گفتگو کرنی ہم کو لازم نہیں۔ پنڈت جی یہاں قریب ایک ہفتہ کے مقیم رہے۔ اگر واقعی ان کی اصل منشا شاسترارتھ کی ہوتی تو یہ زمانہ بھی کافی تھا بریلی میں دیکھئے پادری اسکاٹ صاحب سے تین روز تک کیسے آنند کے ساتھ مباحثہ رہا۔ ہم پنڈت جی کے نہایت ممنون احسان ہیں کہ انہوں نے اس قدر تکلیف بریلی سے یہاں تک آنے کی گوارا کی۔ اور زیادہ تر اس بات کے کہ یہ چٹھی بغرض شاسترارتھ سوامی جی کے پاس بھیجی۔ مگر افسوس صرف اتنا ہی ہے کہ اصل منشا ان کا اور تھا (بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھو)

(۱) اول تو یہاں پر کوئی دکشنا[۱] نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے برہمن بہت پارسی عربی، انگریزی پڑھے ہوئے دھرما پرتشٹھ دس تک بھی بٹھائے جائیں[۲]۔ اول جو دکشی شاستراتھ میں ہووے۔ اس کو زبان سنسکرت ہیں اول میں بھول پھیر اس کو آپ سنسکرت میں انوواد کریں۔ یہ تشدیق[۳] میرے ترجمہ بھاشا کرکے الٹ پلٹوں کو شروں کراتے ہیں۔ اسی طرح یہ آپ کے کتنوں کو میں نشاد نگاہ[۴]

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ) اگر شاستراتھ ہوتا تو جو جو شرائط سوامی جی نے رقم فرمائی تھیں ان کو تسلیم کرکے شروع کر دیتے۔ یہ ہٹ کہ بارغ خزانچی صاحب میں یا بسرامت گھاٹ کے باغات میں ساتھ ایک جم غفیر کے ہی ہو، ہرگز نہ کرتے۔ ہم پنڈت جی کا یہ مطلب کہ ایک جم غفیر جمع ہو۔ اب تک نہیں سمجھے۔ کیا ممکن ہے کہ شاستراتھ کی باتیں ہر کس و ناکس کی سمجھ سے۔ شاستراتھ کی باتیں تو عوام اور بعض پڑھوں کی سمجھ میں بھی لیکایک آ نہیں بعض وقت مشکل ہو جاتی ہیں۔ پھر فرمائیے کہ اس جم غفیر کے ساتھ شاستراتھ کرنا تھا یا دنگل [۵] یہ لفظ [illegible] ہے نہ کہ [illegible] [۶] کرکے [illegible] اس طرح ہونا چاہیئے [۷] پنڈت جی نے لفظ [illegible] کو [illegible] اور [illegible] کو [illegible] اور [illegible] کو [illegible] اور [illegible] کو [illegible] کو [illegible] کر [illegible] کی چٹھی میں لکھا ہے۔ بار بار ان الفاظ کے درست کرنے کی ضرورت نہیں [۸] ہوں [illegible] کا یہاں کچھ مطلب نہیں یہاں ہونا [illegible] ہونا درست ہے۔ [۹] یہ لفظ [illegible] ہے [illegible]

[۱] دکشنا نہیں دکشنا چاہیئے [۲] جائیں کیا جاویں [illegible] چاہیئے۔ [۳] تشدیق کوئی لفظ نہیں یہ تصدیق [illegible] کی خرابی لگائی ہے [۴] اس شرط سے صاف ظاہر ہے کہ پنڈت جی کا مطلب صرف یہی ہے کہ جو فقرہ سوامی جی کہیں۔ پنڈت جی اس کا ترجمہ الٹا سیدھا کرکے حاضرین کو سنا دیں۔ جس وقت سوامی جی بعکس کہیں کہ جس یہ مطلب اس کا نہیں تو اسی وقت یہ لوگ ندھ ندھ سے بول کر ایک گڑبڑ مچا دیں اور یہ کہہ کر کہ سوامی جی ہار گئے کھڑے ہو جاتے اور فوراً اٹھ اور پتھر چلوا دیں۔ جیسا کہ ارت سر میں ہو چکا ہے جس کی کیفیت ناظرین نے رسالہ آریہ درپن میں دیکھی ہوگی۔ اگر پنڈت جی بھاشا ہی میں بولیں تو کیا ہرج ہے بلکہ اگر صحیح ہو تو مزا نیا ایک تر بہ خیت۔ پنڈت جی کی سنسکرت اور بھاشا کی لیاقت تو اس چٹھی سے عیاں ہے کہ دو سطر کی چٹھی میں قریب پچاس غلطیاں ہیں۔ تعجب ہے کہ جب پنڈت جی مدرسہ سرکاری جیسی بیت کے مدرس سنسکرت ہو کر ایسی فاش غلطیاں کرتے ہیں تو طالب علموں کی کیا کیفیت ہوگی۔ جاویں غرض سے پنڈت جی کا مطلب سوامی جی کی لیاقت سنسکرت کو جانچنا ہو تو سوامی جی نے بہت سے گرنتھ بنائے ہیں جیسے وید بھاشیہ یعنی ترجمہ وید جو بزبان سنسکرت اور بھاشا چھپتا ہے۔ اگر وہ اس کو جانچ کر کہیں غلطی نکال کر ظاہر کریں۔ اس موقع پر یہ بیان کرنا بھی موضوع ہوگا کہ پنڈت بخشی جیند ساکن کلکتہ [illegible] نے جو کتاب بیچ میں یہ بھاشیہ کے [illegible] [illegible] سوامی جی نے [illegible] عمدگی سے لکھ دیا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے۔ پنڈت جی نے [illegible] کے اندر چھپ کر تیار ہو جائیگا

اور جس وشئے کے بچن کو اُنّت پرش (مرتھ) ہو بنیگے تو وہی وشئے لکھ کر دستخطی اُن لوگوں کو دیئے جائیں۔ وہ جس پنڈت کو سرشٹ سمجھیں۔ اس کو دکھا کر جسے بیاچنے کا نیچے کر لئے جائیں گے۔

(۲) دوسرے شاستر ارتھ میں بیٹھ کر کرودھ غصہ اشلیل بچنو بالکل کہنے کا اختیار فریقین میں سے کسی کو نہ ہوگا۔ اگر جس کی طرف سے ہووے وہ پراجئے سمجھا جاوے (۳) کے مقررہ ہونا چاہیئے اور مقابات شاستر ارتھ میں یعنی دس منٹ میں اوپ بادن کرو تو دس ہی منٹ آپ اوپ بادن (۴) یہاں میرا کوئی مکان نہیں ہے۔ خزانچی صاحب بر کشور کا تصدیق کیا ہے۔ آپ ایک دن نیچے کر دیا کیجئے (۵) اس کے جواب سے اطلاع دیجئے۔ کدبی کلم تاریخ [illegible] دستخط انگد شاستری

له اس طرح پر لکھنا چاہیئے [illegible] ٹه آجکل کے پنڈت لوگ پراجے یعنی شکست دینے یہاں دیتے ہیں۔ یہ باتیں اور ان اور الیپ بدھی والوں کی ہوتی ہیں۔ وہ مقابات۔ اور یہ بیان شنسوں کو [illegible] ست کہتے ہے اور است کا پرایٹ کرنا اور ماننا چاہیئے ٹه یہ لیوینگے [illegible] ہے ذکر لے ہیں گے ٹه کرودھ اور غصہ ایک ہی چیز ہے۔ اگر کرودھ کے معنی غصہ لکھنا تھا تو ان دونوں الفاظ کے بیچ کوئی لفظ مثل یا اور مقابات یا یعنی وغیرہ کے ڈالنا تھا ٹه پنڈت جی نے اپنی سبھا میں بیٹھ کر راجہ کاشی کی بیوی کی جھوٹھی تحریر کے جس میں سوامی جی کی نسبت الفاظ بے ادبانہ اور گستاخانہ لکھے تھے۔ اور بار بار اپنی زبان شریف سے بھی ان الفاظ کو بیان کیا۔ پھر فرمایئے یہ کونسا کیا ہیں یا پھر یا کیسے ٹه [illegible] اس طرح لکھنا چاہیئے ٹه کرو تو [illegible] اس طرح لکھنا چاہیئے ٹه بحث مباحثہ کے لئے یہ شرط بیہودہ ہے۔ سوال و جواب کے لئے ہرگز درست نہیں کیا معنی کہ ایک شخص دس منٹ میں سو سوال کر سکتا ہے کہ جن میں سے جواب ایک کا بھی دس منٹ میں دینا مشکل ہے ٹه نہیں اس طرح ہونا چاہیئے [illegible] ٹله یہ کوئی لفظ کسی زبان میں نہیں یہ لفظ تجویز ہے [illegible] اس طرح لکھنا چاہیئے تھا ٹله اس فقرہ کو شرائط میں داخل کرنا اور اس پر بحث ڈالنا ہرگز نہ چاہیئے۔ یہ فقرہ شرائط سے کیا تعلق رکھتا ہے ٹله لفظ شاستری کے اوپر ہم نہیں سمجھتے کہ یہ چرخہ سا علامت کس بات کی ہے۔ ہم اپنے خوشنویس سے اس کا عکس بعینہ کروا دیتے ہیں۔ جیسا کہ پنڈت جی کے دستخط میں موجود ہے۔ ناظرین میں سے کوئی صاحب اگر اسکے معنی سمجھیں تو براہ مہربانی ہم کو بھی مطلع فرماویں کیونکہ سنسکرت اور بھاشا میں یہ علامت ہم نے نہیں دیکھی اور نہ علم منطق اور ریاضی میں کبھی پڑھی۔ فارسی عربی انگریزی کے علم تہذیب اور معاشرت کے برخلاف اپنے تئیں سوامی پنڈت اسکی [illegible] بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ وغیرہ لکھنا درست نہیں ہے کہ صاحب گورنر جنرل بہادر اپنے دستخط کرتے ہیں تو صرف لفظ لٹن لکھتے ہیں۔ سنسکرت میں بھی جہاں تک ہم نے دیکھا ہے اور بڑے بڑے پنڈت مثل سوامی دیانند سرسوتی جی اور پنڈت گوپال راؤ ہری اور پنڈت ایم بہادر صاحب وغیرہ وغیرہ ہے جو خط و کتابت رہتی ہے اور دستخط کے بہت سے [illegible] دستخط ہم نے دیکھے ہیں کسی جا میں لفظ شاستری کا استعمال ہوتے ہوئے نہ دیکھا [illegible] شاستر [illegible]

جواب چٹھی منجانب سوامی جی

ہم نمبر ۸ ودشکتی نے پرنشور آئے

کیا آپ لوگ صدق یعنی سچا آدمی وید پڑھ کر اپنے مت سے وید مخالف ہو کر وید یعنی پادست ایک ادتی ایشور یعنی درست و ہمہ آدمی کے اُلٹا چل اور چلا کر اپنا مطلب سدھ نہیں کرتے ہیں؟

اور دنیا میں کوئی دھرم و استعمال سوائے شبدی کرم وید پڑھ کر کبھی کیا اور کراتا ہوں۔

جو آپ کو شاستر ارتھ کرنے کی سچی اچھا ہوتی تو جیسا ویسے ہی ایک شاستر ارتھ کرنے کا اشتہار میں نے کب کیا تھا اور اب بھی نہیں کیا۔

پرنتو جو شاستر ارتھ کو آپ کی سچی اچھا ہوتی تو جہاں میں ٹھہرا تھا۔ اسی استھان میں آپ آکر ٹھہر سکتے۔

اس استھان میں ٹھہرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اچھا شاستر ارتھ کرنے کی نہیں ہے۔ کیونکہ کہنے ہی مات ہے۔ اور اب آگے جیسی ہوگی ویسی معلوم بھی ہو جائیگی۔

ہاں جہاں شور گل اور ابتر پرشوں کا بڑا غلّہ ہوتا ہے۔ وہاں میں کھڑا بھی نہیں ہوتا تم نے جو یہ لکھا کہ میں جہاں جہاں جاتا ہوں وہاں وہاں سے تم کنارہ کاٹ کر چلے جاتے ہو۔ یہ بات تمہاری اتینت جھوٹ ہے۔

تم سے مجھ کو کچھ بات بھی مجھے نہ کبھی ہوا تھا نہ ہے اور نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میں ایسے گن ہی نہیں ہیں جو مجھے پسند ہوں۔

بس بریلی میں بھی تمہاری اُلٹی کارروائی اور باتیں دنگہ بکھیڑا کرنے والے منشیوں کو سنا دینے کے کارن خزانچی لچھمی نارائن نے اپنے بنگلہ میں تم کو آنے سے روک دیا تھا۔ تم کو تمہارے ہی کرموں کا پھل ملا ہے۔ سوائے بریلی اور شاہجہانپور کے میں نے کبھی آپ کا آنا سنا بھی نہیں۔ اب آپ اور میں دونوں شاہجہانپور میں ہیں۔ جو ہم سامنے سے بھاگے سو جھوٹا۔ اب آپ کو جتنا شاستر ارتھ کرنے کا بل ہو کر لیجیے۔ پرنتو یاد رکھنا چاہیے۔ سب آپتوں کی یہی ریت ہے کہ سچ و راست کو جتا رہے نہ جھوٹ ہرا رہے۔ اس کو مت بھولیے گا۔ میں اپنی ودیا اور بدھی کے انوسار نشچت جانتا ہوں کہ میں اور پرشوں کو جہاں تک شکتی ہے۔ ست سناتن دھرم پہ چلاتا ہوں اس میں جو تم کو دیر پہنچنے کا بھرم ہوا سو جو شاستر ارتھ ہوگا۔ اس میں تمہارے دیر چلنے ہوئیا میں سچے ہو جائیگا۔ ہاں متھرا میں سری سوامی جی کے پاس بہت ودیارتھی جاتے تھے۔ آپ بھی کبھی گئے ہوں گے۔ پرنتو جو آپ سوامی جی کے شش ہوتے تو ان کے اپدیش سے پڑھ کر آچرن کیوں کرتے اور جیسے کلنکت انرتھ کرم اور منتری گن کرموں سے ہی ہوتے ہیں۔ اس شاستر ارتھ میں تمہ کلنکت تم اور سچے پکش والوں کو مانتے ہوں گے۔

(۱) اس شاستر ارتھ میں چاروں وید مستند ہیں ۔ ارتھات وید پرمان سمجھا اور وید انوکول سچا مانا جائے گا۔

(۲) اس شاستر ارتھ میں جو وید کے کسی منتر کے ارتھ کرنے میں جس کی بحث ہو تو جس کے ارتھ پر برہما جی سے لے کر جیمنی منی پرینت اوکت سناتن یا نشچہ گرنتھوں کا پرمان ساکشی میں ملیں گے ۔ اُن کا ارتھ درست مانا جائیگا دوسرے کا نہیں ۔ اور وید انوکول سمرتی پرمانوسار ترکش آدی پرمان لکشن لکشت ۔ آپت انوچن ۔ اگرچہ اور اپنے آتما کی ودیا اور پرتیکش آدی پانچ کسوٹیوں سے پریکشا میں جو جو سچا و جھوٹا ٹھہرے گا سو سو دونوں ہی مانا جائیگا ۔ انیتھا نہیں ۔

(۳) ایک ایک کی اور سے سب دھارمک ۔ ودوان ۔ چتر پچاس پچاس پُرش شاستر ارتھ میں بھا سد ہونے چاہئیں ۔

(۴) اِن دونوں طرفوں کے سنتوشوں کو پرتھم سے سبھا میں پرویش کرنے کے لیے ٹکٹ مل جائینگے ۔ ویسے ہی سبھا میں آ سکیں گے ۔ انیہ نہیں ۔

(۵) جو جس کا پکش ہوگا وہی اپنے پرمان پکش کو لکھا کر سنا سمجھا یا دوسرے سے سنا کر سمجھایا کرے گا ۔

(۶) آدی سے پکش والوں کو اپنے اپنے سمے میں ایک ایک اکشر پرشن یا اتر کا لکھوا کر آگے چلنا ہوگا ۔ انیتھا نہیں ۔

(۷) اس شاستر ارتھ میں اُبھے پکش والے جو جو کہیں گے ۔ اُس اُس کو تین لیکھک لکھتے جاوینگے ۔ اپنے اپنے پکش کے لیکھ لکھوا کر انت میں تینوں پر سب ہستاکشر کرکے ایک پرتی مجھ کو دوسری آپ کو اور تیسری سرکار میں رہے گی کہ جس سے کبھی کوئی گھٹا بڑھا نہ سکے ۔

(۸) اپنے پتر میں جو آپ نے دس دس منٹ لکھے سو سویکار کرتا ہوں ۔ پرنتو اُتر دینے کے لیے دس منٹ اور پرشن کرنے کے لیے دو منٹ ہونا یوگیہ ہے ۔

(۹) شاستر ارتھ وشے میں مجھے اور آپ کو ہی بولنے اور لکھوانے سنوانے کا ادھکار ہوگا انیہ کو نہیں ۔ انیہ سبھا سد تو دھیان دے کر سنتے رہیں گے ۔

(۱۰) جہاں تک راجی جی کے بنگلہ میں میں ٹھہرا ہوں یہ ہی شاستر ارتھ کے لیے نشچت رہنا چاہئے ۔ کیونکہ یہ نہ میرا استھان ہے نہ آپ کا ۔

(۱۱) اس شاستر ارتھ میں وید آدی ستیہ شاستروں کی ریت سے پاشان آدی مورتی پوجا اور پوران آدی گرنتھوں کا کھنڈن وشے میرا اور آپ کا منڈن وشے رہے گا ۔

(۱۲) کوئی بھی ہٹ ۔ درا گرہ ۔ کرودھ ۔ پکش پات ۔ سے چھل ۔ کپٹ آدی کو چھوڑ کر ستیہ کا گرہن اور جھوٹ کا چھوڑنا اُبھے پکش والوں کو اوشیہ ہونا چاہئے ۔ کیونکہ آپتوں کا یہ ہی سدھانت ہے ۔

(۱۳) جب تک کسی پرشن کا کھنڈن یا منڈن پورا نہ ہو تب تک شاستراارتھ بند نہ ہوگا۔ کنتو پرتی دن ہوتا ہی جائیگا۔ کیونکہ آریہ دھرم کو بیچ میں نشپھل نہ چھوڑ کر سدھانت پر نیت پہنچا دینا جو دونوں والوں کا مکھ مدعا ہے اور اسی ریتی سے بہت دنوں وا بہت تک شاستراارتھ ہونے سے آپ کے شاستراارتھ کرنے کے اوت سوکیا (بڑی خواہش) بھی پوری پورن ہوگی اچھا نہیں۔

(۱۴) دونوں پکش والے اپنے سرکار سے پولیس آدی کا پربندھ اوشیہ کرنا ہوگا۔ کہ جس سے کوئی اپدروی شخص شاستراارتھ میں وگھن نہ کر سکے۔

(۱۵) اس شاستراارتھ کا سمے جس دن سے آرمبھ ہوگا اس دن سے سندھیا کے پانچ بجے سے آٹھ بجے تک پرتی دن ہونا چاہیے۔

(۱۶) ایک دن پہلے میں بولونگا تو دوسرے دن آپ بولینگے۔ اور جو پہلے بولیگا وہی اس دن انت میں بھی بولیگا اور سب لکھنے والے اور جب چھپ کر تیار ہوگا تو سب سجن لوگ بانچیں گے۔ تب اپنی اپنی بدھی اور پکش کے انوسار سچ وا جھوٹھ کو جان کر جھوٹ کو چھوڑ کر ستیہ کا گرہن کریں گے۔ آپ کی چٹھی کل دوپہر کے بعد آئی۔ اس سے آج اتر لکھا گیا۔ جو پرات:کال آتی تو کل ہی لکھ دیا ہوتا۔ آپ کا پتر سنسکرت اور بھاشا ایک پرکار سے بہت اشدھ ہے۔ سو جب ملو گے تب سمجھا دیا جائیگا۔

سمت ۱۹۳۶ آشون کرشن ۱۱۔ سوموار

جواب چٹھی ہذا منجانب پنڈت انگدشاستری

ہری اوم

سری یکت دیانند سرسوتی سمی پے شوبھ کشل پورویکم وگیاپنم [علہ]

تاریخ ۱۰ ستمبر کو ایک پتر ہم نے آپ کے سماج کے سکرٹری[ٹلہ] دوارا پاس آپ کے بھیجا تھا اس کا پرتی اتر آج تاریخ ۱۲ پانچ بجے دن کے سیٹھ جی کے باغ میں آیا۔ اس کو پہلے پرکار پڑھ کر سبھا سدوں کو شروَن کرا دیا۔ آپ کے تیراہ دوشوں سے کیا بات ہوتا ہے

علہ یہ غلطیاں اس پکش ہی چٹھی کے ہیں۔ ان کے حاشیہ میں درست کی گئی ہیں۔ ٹلہ یہ بالکل غلط سراسر جھوٹ ہے۔ سکرٹری کے پاس ہرگز چٹھی نہیں بھیجی گئی۔ بلکہ سکرٹری نے خود جا کر سوامی جی کے پاس چٹھی کو دیکھا۔ سوامی جی کے پاس یہ چٹھی معرفت بابو ہر گوبند بنرجی کے پہنچی۔ کیا بابو جی سکرٹری سماج ہیں۔ یہ پہلے پردھان بیشک تھے۔ سماج نے بابو جی کو سماج کے اس عہدہ سے برطرف کر دیا۔ کیونکہ بابو جی آریہ دھرم کے برودھی پائے گئے۔ بابو جی نے یہ چٹھی سوامی جی کے پاس تاریخ ۱۱ ستمبر کو وقت چار بجے دن کے بھیجی تھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ بابو جی نے اس قدر توقف کیوں روا رکھی۔ پنڈت جی نے اپنے کسی آدمی کے ہاتھ براہ راست سوامی جی کے پاس یا منشی بختاور سنگھ سکرٹری آریہ سماج کے پاس کیوں نہ بھیجی کہ جواب اسی وقت ملتا۔

کہ وید پڑھ کر جیسا چاہا کسی مطلب کے بیان ہوتا ہے۔ اس خط سے پرگٹ ہے کہ کوئی بدذات آپ کو بدظن کرتا ہے۔ آپ کو شاستر ارتھ کرنے کا نشچے ہے اور میرے شاستر ارتھ کرنے کی بھی اچھا ہونے کا آشے آپ نے پنڈت جی سے اچھے پرکار معلوم ہوگا اور یہاں کے تمام پرشوں کو بھی معلوم ہوگا۔ کیونکہ بہت آشرم میں ایسا کوئی بھی منش نہیں ہے جو اپنا آتما ہیں۔ دوسرے تمہارا دیش پاتر آشرم میں کرا یہ ... جا سے کہ لازم ہے کہ میرا آپ سے پاس بنگلہ میں نہ ٹھہرنا اور پنڈت کنہیا لال رئیس کے مکان پر ٹھہرنا شاستر ارتھ کرنے کی اچھا کا پرت بند نہیں ہوسکتا۔ شاستر ارتھ کرنے نہ کرنے کی اچھا آپ کے من کلپت نیموں سے پر ستھر ہے۔ آپ کا جہاں تہاں سے چلا جانا جو میں نے اپنے پورب پتر میں لکھا تھا۔ اس کا آپ کو اتینت جھوٹھ لکھنا مجھ کو شوک ہے اور جو آپ نے لکھا کہ تم سے مجھ کو کچھ بات بھی سجھنے نہ کبھی ہوا تھا نہ ہے اور نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میں ایسے گن ہی نہیں ہیں۔ جو کسی کو مجھے پر د ہوں۔ یہ بات آپ کی اچھی دست ہے۔ مجھ میں ایسے بھینکر گن نہیں ہیں۔ جو کسی کو بجھے پر د ہوں۔ پر نتو میرے گنوں سے بہت سے جن پرسن ہیں۔ اور ہر وقت پرمیشور سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ مجھ میں اور میرے آشرم میں بھی بھینکر گن نہ ہوں۔ پاس برسی میں شاستر ارتھ لیتک جو کا ... ہوئی تھی۔ وہ جس کی طرف سے تھی گئی۔ اس کا اچھا ... وہاں دا ... ولیشی پرشوں کو جو وہاں سماج میں اپستھت تھے اچھے پرکار ہوت۔ پر نتو یہاں بھی اس برتانت کے جاننے والے دس بیس پرش ودمان ہیں۔ اور کچھ نہیں۔ برتانت کو مولوی عبد الحی

لہ یہ وہی مثال ہوئی کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ اپنا مطلب پنڈت جی سدھ کرتے ہیں یا سوامی جی۔ پھر کوئی صاحب بتلا دیں کہ سوامی جی نے ایسا دھکار کی ... بات ... وغیرہ کا لال کا ... دیکھنا کا ... کسی سے طلب کیا ہے۔ وید آدستر شاستروں نے پڑھنے کی کب کسی کو ممانعت ہے کب کسی کو چتم پر ... دیکھ کر اس کو پچھلے خوف ... کا ... پنڈت جی ہی کوئی مثال دیں کہ جہاں سوامی جی نے کسی کے سامنے ہاتھ پسارا ہو۔ سوامی جی کو سب بڑے چھوٹے جانتے ہیں کہ سب کو ان ٹھگائیوں اور مجبوری ہم ... سے بچاتے ہیں لہ اختلاف سے تو بخوبی ظاہر ہے کہ پنڈت جی شاستر ارتھ کے بہانے سے ... پوجا والوں کے حمونا بے علم ... آکٹھا کرکے دنگہ اور فساد کی نیت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ پنڈت جی کی جگہ مقرر کی ہوئی اور بلا تقرر ما ... شاستر ارتھ ... لانا وغیرہ ... سے ظاہر ہوتا ہے لہ سچ بات کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنا جھوٹ نہیں ہوتا۔ جب پنڈت جی نے چونکہ یہ بات اپنی طبیعت سے گھڑ کر مطلب کے ثابت کرنے کو جھوٹ لکھدی تھی۔ اس لئے اس جھوٹ کو جھوٹ لکھدیا۔ یا جھوٹ جھوٹا کہنا ... نہیں۔ جھوٹ درست نہیں ہیں بلکہ اس کو برا جانتے ہیں وے کیسے پرش ہوتے ہونگے۔

صاحب انسپکٹر پولیس، و ہیڈ ماسٹر مڈل ضلع اسکول شاہجہان پور بھی جانتے ہیں۔ آپ کو کبھی بیکار صرف کرنا چاہیئے کہ جو باتیں اول کچھی نادانی صاحب کے بقیع میں شاستر ارتھ ہو کا دینا آپ ہی کو کرم تھا۔ میں نے تو اپنے شاستر ارتھ بیشک شہروں میں باغ میں شاستر ارتھ کرنا

اتنے بریلی میں جو کیفیت ہوئی۔ اس کا صحیح حال سوامی جی کی چٹھی سے معلوم ہوگا کہ کس کی طرف سے انکار ہوا۔ پنڈت جی نے تو اپنی مرضی کے موافق جو چاہا ظاہر کر دیا۔ اور ان کے گروہ عظیم نے بلا سوچے سمجھے اسی کو صحیح تسلیم کر لیا۔

اب چونکہ پنڈت جی نے مولوی نیاز احمد صاحب تھرڈ ماسٹر ضلع اسکول شاہجہان پور کو بطور گواہ کے اس معاملہ کا سچا حال جاننے والا قرار دیا ہے۔ ہم نے یہ سمجھ کر کہ سانچ کو آنچ کیا، جو مولوی صاحب سے اس بارہ میں خط وکتابت کی۔ اس کی نقل ذیل میں درج کرتے ہیں۔ تاکہ پنڈت جی کے قرار دادہ گواہ سے ہی بریلی کا صحیح حال ناظرین پر ظاہر ہو سکے۔

نقل خط بنام مولوی نیاز احمد صاحب تھرڈ ماسٹر گورنمنٹ ضلع سکول شاہجہانپور

جناب من۔ تسلیم۔ آنکہ بعض شخص اس بات کی خواہش کرتے ہیں کہ آپ سے حال شاستر ارتھ یعنی مباحثہ بریلی کا جو درمیان سوامی دیانند سرسوتی و پنڈت انگد شاستری ہونے والا تھا۔ دریافت کریں۔ لہٰذا براہ مہربانی یہ لکھ دیجئے کہ وہ مباحثہ کس وجہ سے نہ ہو سکا۔ کس کی طرف سے ڈھیل ہوئی۔ اور وجہ ڈھیل کیا تھی؟ جواب اسی کی پشت پر لکھ دیجئے تاکہ انکو دکھلا دیا جاوے۔ مجھے یقین ہے کہ اچھی طرح سے کیفیت اس کی جانتے ہونگے۔ زیادہ والسلام

آپ کا نیازمند بختاور سنگھ

نقل جواب خط بنام منشی بختاور سنگھ سکرٹری آریہ سماج

منشی صاحب! مدعا پردازی ہوں۔ مباحثہ اس وجہ سے نہ ہوا کہ انگد شاستری کے رفقاء ویسے تو ہیں پنڈت دیانند سرسوتی کے تھے۔ علی العموم سکان بریلی میں۔ جب ان سے کہہ دیا گیا کہ یہ صاحب دھرم میں نئی نئی باتیں نکالتے ہیں اور بت پرستی کو منع کرتے ہیں۔ وہ لوگ مشتعل ہو گئے اور چاہتے تھے کہ ایک جم غفیر کے ساتھ مباحثہ شہر سے باہر ہو۔ اس امر کو پنڈت دیانند سرسوتی نے پسند نہ کیا۔ اور ان کا منشا تھا کہ خاص لوگوں کے روبرو کسی رئیس کے ہاں جہاں اہل علم ہوں۔ اور تنازعہ کا تصفیہ ہو جاوے۔

الراقم نیاز احمد فاروقی

یہ دونوں خط اصلی ہمارے پاس موجود ہیں۔ اب ناظرین غور کریں کہ پنڈت جی نے جو شہر سے باہر ایک جم غفیر کے ساتھ مباحثہ کرنا چاہا تھا۔ اس کا کیا مطلب تھا۔ کیا یہ منصفانہ کارروائی تھا؟ فرمائیے ایسی جگہ سے سوامی جی اگر انکار نہ کرتے تو کیا کرتے؟ ایسے ایسے ڈھکوسلے سوامی جی نے پنجاب میں خوب دیکھ رکھے ہیں۔ اب ہرگز کسی کے جال میں نہ پھنسیں گے۔ ارتھ سمر کا حال رسالہ آریہ درپن میں ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ کیا چیز تھا۔

پہ ٹھیک ہی ناپسند کرنے کے وجہ نوبت رام صاحب بہادر سُرگ باشی کے ترک پر شاستر ارتھ
کرنا لکھا تھا۔ اس کو آپ نے پٹیالہ کے باغ میں بمسمت شاستر ارتھ درشک لوگوں کو
بتیر دوارہ آیا ان کو آپ نے ہی انکار کیا۔ اپنے کرموں کا پھل جو سب پر اسدیت کرتا اُتنا
بڑھتا ہے۔ اور جو کہ سری سوامی جی کے شش ہوتے ہیں آپ کو سند دیتے ہیں وہ تھیا
ہے۔ میرے سبھا بھائی ان کے جو شش ہیں وہ سب ادھائی راج وہ اودول میں
ودیا ہی سے پرشٹھا پا رہے ہیں۔ اور یہ سبھا پار بھی بمسمت متھرا باشی سرلیٹ گرشن کو
معلوم ہے کہ سری مہاراج ڈنڈی جی نیم لویک پرت دن جیتنی اشٹوتر کا پاٹھ اور کبھی
کبھی شری نیل کنٹھ مہادیو جی تھا ننگ ناتھ مہادیو جی کے شرد ما جینیک درشن تھا تیرتھ
پر کیا اور وہاں آدک کرم سب کرتے تھے۔ ہاں جب سے کہ کرشن شاستری سے کھودی
بمسمت اندیو کھدری شوبی نیچو ادھنا سے اس میں کھٹی بہتی سماس دشیک تیر دوارا
شاستر ارتھ ہوا۔ پشچات آپ بیمار ہوئے۔ تب سے ناگوجی بھٹ اور کیوٹ کو بدی
پھرتی گرنتھوں کا کھنڈن پر ہاکیہ انا دھوت رکرت وہا کرن کے گرنتھ چلے۔ یہ تو
وید پڑھ کر سمجھا جس کسان کے پڑھتی یہ ان کا دھرم نہیں تھا۔ اور نہ کوئی انہوں نے ایسا
گرنتھ بنایا۔ اسی بات پر اور ڈو دیو کر شاستر ارتھ سے بہرہ مکھ ہوئے۔ بہت تھوڑے
دن کی بات ہے متھرا باشی سرلیٹ پنڈتوں سے پتہ ہو سکتا ہے۔ کنولوکام اور راجہ جی
سے بھی جہاں کہ دس برس کی اوستھا سے رہتے تھے۔ پیچھے کچھ دن سری گنگا جی گھاٹ
سوم جی اور سترا جی محلہ پیچھے بازار کیدار ناتھ چھتری کے استھان پر سمایہ دے کر رہتے تھے
جو پرکٹ چند جی پاس آدمی کو جا تھا بیت شت استوتر پاٹھ تیرتھ آگمن کے پروپکی
علیحدہ کیا خوب سوامی جی کی بھگتی کا مطلب سمجھے۔ کہاں لکھا ہے کہ منڈپ ہے۔ بلکہ یہ مت
لکھا ہے کہ پنڈت جی بھی ان کے شاگرد ہوتے۔ کیونکہ ان کے پاس سینکڑوں ودیارتھی
پڑھتے جاتے تھے۔ کیا ایک استاد کے چند شاگرد برابر علم اور برابر گن وان ہونے کا دعویٰ
کر سکتے ہیں۔ ممکن نہیں کہ سب یکساں ہوں۔ ایک استاد کے پاس سینکڑوں طالب علم آتے ہیں
بہت سے لائق ہو جاتے ہیں اور بہت سے نہیں پڑھ سکتے تو رہ جاتے ہیں۔ کیا ان سب
کا ہمسری کا دعوےٰ ثابت ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ سوامی جی کہتے ہیں ہم نے کبھی
ان مکھیوں میں جاتے ہوئے ان کو نہ دیکھا۔ یہ سب باتیں پنڈت جی کی غلط ہیں۔ ہاں
بیت شت استوتر کا پاٹھ جیک کرتے تھے۔ مگر اس کو شدھ بنا لیا تھا۔ اس کے مطابق
کرتے تھے۔ تب مورتی پوجا چلنے سے گمان ہوتا ہے۔ کیا وید پڑھ کر چلتے تھے جو کہ لوگ کہتے
تھے یہ غلط ہے۔ ان کی عمر چالیس برس سے زیادہ ہو گئی تھی۔ جب اور لوگ کہتے تھے
تب وہ مورتی پوجا ہرگز نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس کو چھوڑنے کا سب کو اپدیش
کیا کرتے تھے؛

ثابت ہو جائیں تو میں بھی اُسی مت کو گرہن کروں۔ ورنہ آپ ایسی بچیا (بچن) ہٹ دھرموں
کا پرتیاگ کیجئے۔ آپ کے سبھا سد تھا کہاں شاہجہان پور کے رئیسوں سے پڑا تھا۔ ہے
کہ سری متھرا جی سے سینچ کرنے میں پڑ گیا چکشو پیہ بھی اور دیانند سرستی دونوں کے
مجبور ہیں۔ جو اُن کا آچرن ہو وے درست مان کر کرنا چاہیئے۔ اور جیٹھ کرشن بیوہار
بھی میں نے یہ لکھا۔ سو بحث بیشک ہے نہ کہ اپنے گھر سے آپ میں اور تم کتنوں کا دیش
مان کر جیٹھ بنا ہے کتنا کے بُرد ہے۔ جو شاسترارتھ ہم آپ سے لکھے۔ ان سے بھی بہتر
آئے آپ کا وقت ہو گیا۔ اور مقامات کتھن اپنے اور برتاشت فرالا اور لودہانہ پر بہ بعد ہر کبھی
ہے۔ استھان کے بیٹھنے میں یہ کتھن ہوا کہ خزانچی صاحب کے بنگلہ میں شاستر ارتھ کریں
گے۔ کیونکہ اور بہ چکشو سے اس استھان کو کچھ کبھی پرکار کا سدتو سمبندھ نہیں ہے۔ یہ
کہنا آپ سے مطلب بکتا اُن کو سمجھ نہیں ہوتا ہے۔ آپ کا سو تو تو اصل دوار پرکٹ ہے
ہم نے تو اور بہ بکش رہت آپ کے سیکھ الصمد خزانچی جی صاحب کا باغ شاستر ارتھ
کے نمت سینچ کیا ہے۔ اب اس میں آپ کو نشید کرنے کا اوسر ونیتش نہ ہے۔ نہ چاہیے
کیونکہ اس میں تو آپ کے دونوں نیم سادھن ہو جائیں گے۔ اس کارن سے شاستر ارتھ
پرتیک استھان کے آگرہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شاستر ارتھ کرنے کی اچھیا
نہیں ہے کنتو کتھن ماتر ہی ہے۔ یدی اس استھان کو آگراہیہ ہے۔ تو لیرانت گھاٹ
کہنوت پر جو باغ مہاراج سنگوڑال جی کا ہے۔ الغوالال بہادرلال کے باغ میں جہاں
سدھی ہو وے وہاں کا سولیلہ کیجئے اور اب بیرتھ بارتاؤں سے ہمارا سمے بیرتھ نہ گنواجئے۔

لہ افسوس پنڈت جی نے بتلایا نہیں کہ کہاں کتھن اور اور برتاشت اور اور کہاں لودہانہ پر بعد
ہے۔ چٹھیوں کی تحریری گفتگو ہے تقریری نہیں کہ کوئی تبدیل کر سکے۔ پنڈت جی بتلا دیں کہ کہاں
لودہانہ پر بعد ہے۔ ورنہ زبانی تو ہم بھی جو چاہیں سو کہہ دیں۔ لیکن کیا کریں مجبور ہیں۔
ہمارا یہ شیوہ ہی نہیں سلہ کیا وہ چاہر دن کے ٹھہرنے سے خزانچی صاحب کا بنگلہ سوامی جی
کا ہو گیا۔ نہ وہ مکان سوامی جی کا ہے اور نہ پنڈت جی کا۔ اس میں کیا شک ہے۔ فرما دیجئے
خوب یہ ایک ہی رہی دروغ تو نیم بر دروغ تو۔ سوامی جی نے کہاں لکھا ہے کہ خزانچی صاحب
کے باغ میں شاستر ارتھ ہو۔ سوامی جی نے تو خزانچی صاحب کا بنگلہ لکھا ہے۔ ناظرین
پنڈت جی کی تحریر پر غور کریں سلہ پنڈت جی اور سوامی جی دونوں کی چٹھیوں کے دیکھنے سے لوگوں
کو معلوم ہو جاویگا کہ کس کا ارادہ کتھن ماتر ہے ہم کو یہاں زیادہ لکھنا مناسب نہیں سلہ پنڈت
جی جو جگہ بتلاتے ہیں۔ افسوس وہ سب ہمارے نزدیک شاستر ارتھ کے لیئے تو نہیں بلکہ اکھاڑہ
اور دنگل کے لیئے موضوع معلوم ہوتے ہیں۔ بھلا کہاں شاستر ارتھ اور کہاں اکھاڑہ۔ ہاں
ان مقامات پر دنگہ اور فساد کا موقع خوب ہاتھ لگ سکتا ہے سلہ ہمیں ایسی جگہوں سے نفرت ہے
سلہ ناظرین خود جان سکتے ہیں کہ کون کس کا سمے بے ارتھ یعنی بیفائدہ ہاتھ گنوا رہا ہے۔

روی وار[1] کو دو بجے سے ۵ بجے تک شاستر ارتھ ہونا چاہیئے۔ اس تحریر میں[2] شاستر ارتھ کرنے کا کوئی اور امر ہے۔ مو حیثیت کے لکھتے ہیں جو چاروں وید اور براہمن سے جینی کے پنڈت جو وید ارتھ جو بکھ شاستر آپ انگی کار کرتے ہیں۔ یہ کتھن آپ کا یہ ہے۔ جینی کے پنڈت کوئی گرنتھ وید[3] ارتھ پرتپادک نہیں ہوا ہے۔ ہاں سوتر آدی وید کرم اُن گرنتھ پرتیت دس بیٹھتی ہے۔ ان کا کوئی ارتھ پرتپادک ساتھ ہی دھرم آدی[4] پرتیتی سدرش نہیں ہے۔ جو کوئی گرنتھ آپ کے پاس ہو وے تو دکھلائیے۔ پرنتو گرنتھ سو گرنتھ سب سے سچے پرا جے کے پہلی اور ثانی ودانا نہیں ہوسکتے۔ کنتو ہمارے پترلکھت جو گرنتھوں کے نیا وید گرنتھ ٹیک شاستر ارتھ بارتا کرنے میں ہمارا کوئی ترددی نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ کا اس لکھتے ہیں۔ اب بھی اُتسک ہوویں کہ او بھجے پچھ کو سیل ویدارتھ ہی جیسے ان کرنا پڑیگا۔ سو کوئی کیفیت ہارتا۔ جو آپ نے لکھا لوکتھن میں پرتیش کے دو منٹ اور اوتر کے دس منٹ کئے ہیں۔ اس شاستر ارتھ میں یہ پربندھ کیسے لپٹن ہوسکتا ہے۔ کنتو کبھی کبھی پنڈت[5] اور ٹیپ بھی ایکشٹ ہوسکتے۔ آپ کے جس پچھ میں شاستر ارتھ ہوگا۔ وہی پرتیش سمجھا جائیگا۔ اس کے کھنڈن منڈن میں او بھجے پچھ کو سمان ہی سمے یوگ ہونا چاہیئے۔ ہم اپنے نیم کو اپنی تیاری میں کئے اوقات دس منٹ ایک پچھ سنسکرت اور بھاشا دان کرے اور دوسرا اس کا اوتر بھاشا میں لکھا ہو وے۔ اسی پرکار دوسرا پچھ بھی کرے تو وہ ولیش بھاشا اُتّر

---

[1] روی وار کو چھٹی نہیں اور بلا طے شرائط روی وار ہی کو شاستر ارتھ کرنا چاہیں ایسا ممکن ہوسکتا ہے [2] ۵ بجے شام سے ۸ بجے تک کا وقت ہم نے حسب مرضی جلسہ حاضرین اس غرض سے لکھا کہ اس وقت میں کچہری کے لوگ بھی اور جو با علم ہیں آسکیں۔ ورنہ بے علم لوگوں کے سامنے شاستر ارتھ کا کرنا محض بیفائدہ ہے [3] واہ صاحب واہ یہ عجیب کہی۔ بس پنڈت جی کی لیاقت کا حال معلوم ہوگیا۔ علم تاریخ اور کتب کے جنتے تک کا حال پنڈت جی کو معلوم نہیں۔ سوامی جی نے یہ سب کتابیں حاضرین جلسہ کے سامنے نکلوا کر سب کو دکھلا دیں، کہ جن کے ہونے سے ہی پنڈت جی منکر ہیں۔ بھلا اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ ہمارے شہر کے ایک لائق پنڈت جی کا بھی یہ مقولہ ہے کہ وید لپت (غائب) ہوگئے۔ بھلا جب ان پنڈتوں کی تحقیق اس درجہ کمال کو پہنچ گئی ہو تو پھر کیا ٹھکانا ہے

[4] یہی دھرم وغیرہ کے ٹیکے نیسے بے سروپا اور واہیات ہیں کہ جن کو بیان کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ کیا یہ اصل ٹیکے وید کے کہلا سکتے ہیں ہرگز نہیں [5] کبھی پندرہ اور کبھی بیس منٹ مقرر کرنے سے پنڈت جی کا ارادہ گڑبڑ مچانے کا معلوم ہوتا ہے۔ بھلا ایسی گول مول تہذیب یافتہ اور معقول پسندوں میں کہیں بھی سنی ہیں۔ پنڈت جی کے ہر ایک فقرہ سے اگر بنظر غور دیکھا جاوے۔ عجب ستم ہی بُو آتی ہے۔ کیا اس چٹھی کو پڑھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ پنڈت جی کا ارادہ شاستر ارتھ کا ہے۔

اور جو آٹھ سبجے جن لیکھر سے نا مجھیں وہ پریتیاگ کریں،

آپ نے تیسری چٹھی دفعہ کار بحث آٹھ لکھا کر اور بجے پکش کے پچاس منش جا لکھ سبھا میں پرویش نہ کریں۔ اس کا کیا پریوجن ہے۔ جہاں کہیں سبھا ہوتی ہے۔ یہ نشہ نیم کہیں نہیں ہوتا ہے۔ یہاں موضع جالندھر کی سبھا میں آپ بھی موجود تھے۔ کسی کو آنے جانے کا پرتی بندھ نہ تھا۔ باہاں میں لجا کا پریتیاگ کرنے چھٹا وید شاستر بروہ ہے۔ لجا کا سوئیکار کرسنو شتو ۱۳ - ۵ | ایک مہینوں کی اودی اور دن بھی تین گھنٹے شاستر ارتھ ہونے سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ کیول چھل چھتوں میں میری رخصت کے دن بیت کرتا ہے۔ پدی ایسی ہی اچھیا ہے۔ تو پہلی بھینٹ چلئے۔ نیا الوسار شکار کرشاستر ارتھ کا جائیگا۔ آپ سروتر چلتے آتے ہیں وہاں جانے میں کیا بندھن ہے آپ کے پتر میں بھاشا کے بہی شدھ اشدھ ہیں۔ کیا سنسکرت۔ آشوں کرشی دوادشیم شنیچرے سمت ۱۹۳۴ تاریخ ۱۳ ستمبر ۱۸۷۷ء دستخط انگد شاستری

سلہ یہ نیم تو بالکل نہیں معلوم ہوتا بیشک یہ بالکل ہے کہ شاستر ارتھ میں ما دھ سب بھلے آدمی۔ وہاں لٹھ باز خاں۔ منچلے خاں۔ بھانگ خاں۔ معقود خاں۔ چیل خاں وغیرہ جمع کرنے کا کیا پریوجن ہے۔ جہاں کہیں سبھا ہوتی ہے یہ بالکل نیم کہیں نہیں ہوتا ہے۔ یہ شاستر ارتھ تو کیا بلکہ اکھاڑہ کا شان ہے۔ افسوس پنڈت جی سامعین کی تعداد مقرر کرنے سے گھبراتے ہیں۔ پنڈت جی کے انکار سے صاف ظاہر ہے کہ اگر تعداد معین ہوگئی تو بھیلی بیٹھے اور ڈھیلے برسانے کو کوئی نہیں ملیگا۔ پنڈت جی کا مدعا اصلی حاصل نہ ہوگا سلہ افسوس پنڈت جی لجا سے فرض بھاگ دیں اور راس دھاریوں کے تماشے سے بچئے۔ سچ بات کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہہ دینا اس میں کیا لجا ہے سلہ ناظرین خود جان لینگے کہ کس کی طرف سے چھل چھتیں ہوئیں سلہ یہاں تو پنڈت جی ایک روز بھی سوامی جی کے پاس نہ آئے۔ سوامی جی کے ہر طرح پر نقصان ہی نقصان پر کمر باندھے رہے۔ وہاں سے جانے سے نہ جانے کیا کیا کرینگے۔ بھلا سوامی جی کب ایسے بیٹھوں میں آنے والے ہیں سلہ پنڈت جی ظاہر کریں کہ کہاں کون کون سی غلطیاں ہوئی ہیں۔ ویسے ہی انگل پچو لکھ دینے سے کیا ہوتا ہے پنڈت جی کے پتر میں جو غلطیاں تھیں۔ جہاں تک ہوسکا۔ ہم نے ظاہر کیں۔ باقی ناظرین خود جان لینگے۔ رہی سوامی جی کی۔ ان کو پنڈت جی بتلا دیں۔ جو غلطیاں اس چٹھی میں مثل پہلی چٹھی کے ہیں۔ وے ناظرین خود دیکھ لیویں۔ ان چٹھیوں کے لفظوں کی نقل بعینہ حاشیہ پر کردی گئی ہے۔ دیکھئے کے۔ میں کو وغیرہ الفاظ کس قدر غلط لکھے ہیں ؎

سوامی جی کی طرف سے جواب

اوم نمہ سروشکتی مان جگدیشور ائے

سری یت انگد شاستری آدی پنڈتا نپرتی دم پرکیا ہنم سمت ۱۹۳۶ اشون کرشن ۱۲ شنی وار کا لکھا تمہارا پتر اشون کرشن ۱۳ روی وار کو دن کے ۱۰ بجے میرے پاس پہنچا۔ پتر ستھ لکھا ابھپرائے سب پرگٹ ہوا۔ جو سوامی نے سچے ہے کہ تم لوگ شاستروں کا بچار کرنا کرانا تو تب جانو گے کہ جب تمہارے انیک جنموں کے پن ادت ہونگے۔ پرنتو جو میں تمہارے لئے کے استھانوں میں بات چیت کرنے کو آؤں تو تم کو بلا غلا کرنے کو ادسرا مہا ماں جاوے۔ اب جو تم کو اپدیش کرتے ہیں اسی وعدہ کے مترمان رئیسوں کے ساتھ یہاں آکر کچھ کہ سنتا ہو تو میں آنے سے روکتا نہیں آگے تمہاری پرستیا۔ سمت ۱۹۳۶ آشون کرشن ۱۳ روی وار

پنڈت جی کی طرف سے جواب

جے جینتی جتائے بھاشئے نمہ

سری یت دیانند سرستی سی پہلے شوبست کوشل جیب کم دگیا ہنم

آپ کا پتر ۱۰ بجے میرے پاس پہنچا۔ پتر ستھ لیکھا شئے پرگٹ ہوا۔ آپ کو ایسا نہیں چاہیئے کبھی کچھ لکھنا اور کبھی کچھ۔ یا تو سوامی جی پرگیا پکش کے مت پر ہونا چاہیئے۔ جس کا آپ اپنے جیب پتر میں سویکار کر چکے ہیں۔ جب ہم پرماسے شاستر ارتھ ہوتے ہیں۔ اس بدھی سے کیجئے۔ ہم تیار ہیں۔ تین استھان جو مذکور ہیں۔ ان میں سے کسی پر آ جاوے۔ متی آشون کرشن ۱۳ روی وار سمت ۱۹۳۶

سم مشترق:۔ یہاں سے سوامی جی منشی بھاشا کو لکھتے ہیں:۔ لکھنو منا سنگھ جیلیوالے کو اب چندہ وصول کرنے کا کچھ بھروسہ نہیں۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ جہاں تک بنے چندہ وصول کرو۔ آٹھ دن پیچھے لکھنؤ جاویں گے۔ اب ہمارا شریر کچھ اچھا ہے ۔

۷ ستمبر سنہ ۱۸۷۹ء شاہجہانپور — دیانند سرسوتی

یہاں سے ہی سوامی جی نے سنسکرت ودیا ستدلیں پٹھن پاٹھن کے متعلق نوٹس بنائی اور چھپوائیں۔ اور ان کی اطلاع بذریعہ ایک وگیاپن کے عام پبلک کر دی۔

لہ سوامی جی نے تو کہیں ایسا نہیں کیا۔ یہ پنڈت جی کی سمجھ کی خوبی ہے۔ ناظرین خود ملاحظہ کریں کہ کہیں ایسا ہوا ہے۔

سلہ ہم کو تو جو بدھی پرم پرماسے جین پشنوں میں شاستر ارتھ کی معلوم تھی۔ اس کے مطابق لکھ چکے۔ اب پنڈت جی وہ بدھی بناویں کہ جو پرم پرماسے شاستر ارتھ کی ہو۔ اور اگر پرم پرا کی بدھی وہی ہے جو پنڈت جی نے لکھی تو ہمارا دور ہی سے ڈنڈوت ہے۔ ہم ایسے عمل غیر منصفانہ کی جگہ نہیں جاتے۔ آپ نے کیا گستاخی ہے۔ — مختار سنگھ

دسویں فصل لکھنؤ

۱۸ تا ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء

سوامی جی شاہجہان پور سے ۱۷ کو روانہ ہو کر ۱۸ کو لکھنؤ میں رونق افروز ہوئے اور قریب چھ روز یہاں رہ کر فرخ آباد کو تشریف لے گئے۔ جیسا کہ وہ خود ایک خط میں لکھتے ہیں: "ہم ۱۷ ستمبر ۱۸۷۹ء کو سائنکال کو شاہجہان پور سے لکھنؤ آئے۔ اور تاریخ ۲۴ ستمبر ۱۸۷۹ء بدھوار کے دن پراتہ کال کانپور کو جاویں گے۔ اور وہاں سے اسی روز فرخ آباد کو جاوینگے۔ اور وہیں ایک سپتاہ یا دس دن ٹھہر کر پھر کانپور آویں گے۔ اور پھر یہاں دو چار روز ٹھہر کر پریاگ، مرزاپور، کاشی ہوتے ہوئے کارتک پورنماشی تک دانا پور پہنچیں گے۔ ہوا اب ہمارا شریر پہلے سے اچھا ہے۔" دیانند سرسوتی ۲۰ ستمبر ۱۸۷۹ء لکھنؤ

گیارہویں فصل - شہر فرخ آباد

۲۵ ستمبر تا ۸ اکتوبر ۱۸۷۹ء

۱۔ پرچار اور اس کا نتیجہ: سوامی جی ۲۴ ستمبر ۱۸۷۹ء کو لکھنؤ سے چل کر ۲۵ ستمبر ۱۸۷۹ء پنجشنبہ اسوج شدی ۱۰ سمت ۱۹۳۶ کو فرخ آباد پہنچے۔ جب تک سوامی جی یہاں رہے۔ ہر روز ۷ بجے سے شام تک ویاکھیان ہوتا رہا۔ ضلع کے حاکم اور افسر لوگ اور اہل محلہ و رئیس ساہوکار ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ ہوئی۔ جو غیر معمولی اثر ہوا وہ اس امر سے ظاہر ہے کہ ۵ اکتوبر ۱۸۷۹ء کو یہاں کے بڑے بڑے پرتشٹت رئیس اور معتقد لوگوں نے سوامی جی کے دربار میں حاضر ہو کر دو سو سے لیکر ہزار پندرہ سو روپیہ تک جمع کر کے آریہ سماج کے مستحکم قائم کرنے کی عرض کی۔ اور ایک ہزار روپیہ وید بھاشیہ آدک پستکوں کے جلدی طیار ہونے کے لئے علیحدہ دیا۔ اور بہت سے لوگوں نے ماہوار موافق اپنی حیثیت کے دینا قبول کیا۔ ۵ اکتوبر کو آریہ سماج کے نئے مکان متصل مندر دیوی واقعہ محلہ [illegible] میں ویاکھیان ہوا۔ مہاشے سیتل پرشاد اسسٹنٹ سررشتہ تعلیم جن کا ذکر متھرا کے حال میں آتا ہے تب یہاں تھے۔ وہ منشی بختاور لال اور بابو گوکل دیال سنگھ کچہری تھرڈ ماسٹر اور اوروں کے کہنے پر بھی لیکچر میں شامل ہونے سے انکار کرتے تھے۔ لیکن اسی وقت ایک پنڈت سے مباحثے کے سبب وہ بصورت تماشائی پہنچ گئے۔ وہاں سے جو اثر ملا وہ انہیں لیکچر میں لے گیا۔ جس کے دوران میں سوامی جی نے "توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتا" اس پر مشاہدات اور دلائل دیئے۔ جنہیں سن کر سیتل پرشاد جی کا پردہ کھل گیا۔ اسی طرح جو بھی سب بے تعصب

لیکچر میں پہنچ جاتا۔ خیالات کے لحاظ سے وہ ضرور ہی متاثر اور سوامی جی کی ودیا و دھیان کا معتقد ہو کر آتے ہی برابر حاضر ہوتا۔ حاضری اس قدر تھی کہ لیکچر کے شروع ہونے سے پہلے جگہ بھر گئی۔ بعد میں لوگوں کو واپس ہونا پڑا۔

۲۔ **اَن پڑھ خود غرضوں کی کارروائیاں** :۔ ۲۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء کو سوامی جی نے لالہ جگن ناتھ پرشاد صاحب رئیس فرخ آباد کے مکان پر ایک ویاکھیان دیا۔ جس میں شدھ ہردے ست پرش لوگ بڑے پریم سے ویاکھیانوں کو سن کر آنند میں مگن ہوتے تھے۔ لیکن کمارگ گامی اور ویسے لوگ جن کی طرح طرح کی جعل سازی وہ جوئے بازی وغیرہ ہزاروں سوانگ سے روزی چلتی تھی گھبراتے تھے۔ اور سماج سے باہر نکل کر سوامی جی کے ویاکھیان کا مطلب کچھ کا کچھ سناتے اور لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے بھرم ڈالتے تھے۔ مثلاً سوامی جی نے کبھی ویاکھیان میں فرمایا کہ آج کل کی عملداری میں گائے بیل وغیرہ مارے جاتے ہیں۔ اس سے اس ملک کے باشندوں کا بڑا نقصان ہوتا ہے۔ دیکھو اگر ایک اچھی موٹی تازی گائے کو جو لوگ مارینگے تو آخر بیس آدمیوں کا پیٹ بھریگا۔ وہ بھی تب جبکہ اس کے ساتھ دس سیر اناج بھی ہو۔ اور جو اس کی رکھشا کریں گے تو وہ کم سے کم بیس برس تک جیویگی۔ تو دیکھو اس سے کتنا فائدہ ہوگا یعنی کم سے کم وہ دس مرتبہ جنے گی۔ اور اوسط درجہ پانچ سیر دودھ ہر روز دیگی اور دس برس تک دیگی تو اٹھارہ ہزار سیر دودھ ہوگا۔ اس میں فی من پانچ سیر چاول ڈال کر کھیر بنائینگے اور فی آدمی ایک سیر کھاویگا تو دودھ سے بارہ ہزار آٹھ سو پچاس آدمیوں کا پیٹ بھریگا جس کو مار کر کھانے سے وہ صرف بیس آدمی کو ایک دن کافی ہوتی ہے۔ اس کے سوائے ان کے جو دس بچھیا ہونگی تو ان سے اور بچھیا اور بچھڑے جو ہونگے وہ فائدہ زائد ہوگا۔ اور جو بچھڑے ہونگے تو ہزاروں جگہ زمین ان سے جوت کر طرح طرح کا لاکھوں من اناج پیدا ہوکر ہزاروں آدمیوں کا ایک طرح کا فائدہ ہوگا۔ اب غور کرنا چاہئے کہ جب ایک گائے کے مرنے سے اتنا بھاری نقصان ہوتا ہے تو کل ملک میں ہر روز ہزاروں گائے کے مارے جانے سے ہر حال کس قدر نقصان ہوگا۔ اسی طرح گائے سے دگنا بھینس سے اور تہائی بکری کے مارے جانے سے نقصان ہوتا ہے۔ خوب جان لو کہ اسی وجہ سے یہ ملک اجاڑ ہوگیا ہے اور ہوتا چلا جاتا ہے۔" دیکھو کیسے افسوس کی بات ہے کہ اس قدر نقصان کو دیکھ کر بھی ہمارے ملک کے حاکم لوگ ادھر توجہ نہیں کرتے۔ یہ قصور صرف انہی کا نہیں بلکہ ہم لوگوں کا بھی ہے کہ ہم لوگوں میں اتفاق نہ ہونے سے یہ نقصان ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر اس ملک کے آدمی مل کر گورنمنٹ کو عرضی دیں اور دونوں مت سے اس بات کو بند کرادیں تو کیا نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک محلے کے ایک گھر کے بھائی بھائیوں میں نااتفاقی ہے تو کل ملک کا کیا کہنا ہے۔

اب ناظرین خیال فرمائیں کہ پوپ لیلا پر غور کریں کہ کہاں تو یہ دیا کھیان ہو رہا تھا اور کہاں پوپ جی نے یہ مشہور کر دیا کہ دیکھو سوامی جی گائے کو پشو بتلاتے ہیں اور اس کے مارنے میں کچھ بھی دوش نہیں کہتے ہیں۔ واہ رے سمجھ! ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

البتہ سوامی جی اس پوپ لیلا کا کھنڈن بیشک کرتے ہیں کہ جس میں گئو کا بیل چڑھا کیا جاتا ہے اور جنم بھر چاہے کتنے ہی پاپ کیوں نہ کرے۔ جہاں مرتے وقت ایک گئو دان کیا۔ فوراً پونچھ پکڑے ہوئے بیترنی ندی سے بیکنٹھ میں پہنچ گئے۔

بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ وہ جانتے تو پوپ جی کے گھر بندھی رہتی ہے۔ بیچارے مرے ہوئے کو کہاں سے اس کی دم پکڑنا نصیب ہوگا۔ اور پھر کس کی پونچھ پکڑ کر بیترنی تیرنے ہونگے۔ اور پھر دیکھو کہ ایک مرے ہوئے کو ایک گائے کے پونچھ کا سہارا چاہیئے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر ایک ہی گائے کو بہت سے آدمیوں کے ہاتھ سے دان کرایا جاتا ہے تو جب بہت سے آدمیوں کے ہاتھ ایک ہی گائے دی گئی تو فرمایئے۔ بیترنی کے کنارے اس کے جھگڑے میں کیسا کچھ خوب ہوتا ہوگا۔ اس کے جواب میں تیری چپ اور میری چپ آپ اگر کوئی بڑے سمجھدار ہوئے تو بولے کہ واہ صاحب وہ گھاٹا تو اسی وقت قصائی کے ہاتھ بہت سے برہمن جانتے ہیں۔ بس اس کے ملتے تو سب ہی چپ جاؤ۔

ہمارے اس کہنے سے کوئی یہ نہ جانے کہ گئو دان کرنا ہی نہ چاہیئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ دان تب اوتم ہے جب دان کرنے والا اچھی طرح وید کے جاننے والے۔ وید الاولی جیسے ودوان کو نہایت ستکار پوروک دیوے۔ ہائے جیسے کیسے دھوکے دئے جاتے ہیں۔ لیکن نام کے پنڈتوں کو کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ اور جو کوئی سمجھاوے اور مفلسی کی جڑھ کاٹنے اور لاکھوں گئوؤں کے بچانے کی تجویز بتاوے۔ وہی بیری ناستک اور جو گئو دان لے کر قصائی کے ہاتھ بیچ کٹوا دیں۔ وہ بڑے دھرماتما دھرم دھوجی کہلا دیں! اسے پرمیشور بچا کر!

ان بدھی والوں کو سوچنا چاہیئے کہ سوامی جی نے گائے کا مہاتم گھٹایا یا بڑھایا۔ اور جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ سوامی جی گئو کو پشو کہتے ہیں سو اس میں کیا لا بھ یا ہان جگت میں ہوتی ہے اور سوچو تو حقیقت میں گائے پشو ہے یا دیوتا۔ اس کو ماتا کہنے والے نس کے پتر ہوئے۔ وے چھوٹی عمر میں بچھڑے اور بڑی عمر میں بیل کہلاویں گے یا نہیں؟ اور جب کوئی ان کو بیل یا بچھڑا کہیگا تو چڑینگے یا نہیں؟ بھلا جہاں گائے کی پوجا ہے وہاں گھاس پھوس جل وغیرہ سے اس کو سنتشٹ رکھنا کہا ہے۔ نہ کہ گنڈا چادر پیتامبر وغیرہ سے اسے پوج کر ڈنڈوت کرنا اُچت ہے۔ اور وید میں آدم کے بیچ جو برہم دہنک اور وید وکتا ودوان منجھان انتیوشک پرارتھنا میں کہتے ہیں यजमानं पशुना کہ ہے پرمیشور ہمارے پشوؤں کی ترقی طرح رکھشا کر کہ جس سے ہمارے یہاں ہوم کی سامگری دودھ۔ دہی۔ گھی وغیرہ کی کمی نہ پڑے اور سنتان پشٹ ہو۔ تو یہاں پشوؤں میں گائے کا گرہن

ہے یا نہیں ؟ پھر سوامی جی جو شلوک کہتے ہیں تو کیا بہتر بتلاتے ہیں۔ لیکن جب سب لوگ یہاں سے وہاں تک گھٹنے ٹیک کر یعنی جھکے بن رہے ہیں تو اُن سے کیا کہا جاوے۔ یہاں وہی کہاوت یاد آتی ہے کہ اندھے کے آگے روئے اپنے دیدے کھوئے۔

۳۔ پنڈتوں کی مخالفت اور دس سوال:- خیر یہ تو باتوں کا جمع خرچ اور رنگ شر پرپوں کی لیلا تھی۔ لیکن جب تمام معززین خصوصاً سوامی جی کے پرچارکوں کے کاموں میں مددگار اور آریہ سماج قائم کرنے میں کوشاں ہوئے تو تمام سنسکرت اور انگریزی پڑھے ہوئے نیائے و دیاکرن جاننے والے پنڈت بھی مخالفت کے لئے مستعد ہو گئے۔ چنانچہ یہ ہوا کہ ۵۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء کی صبح کو بڑی دھوم دھام سے تلک لگائے دھوتی چمکائے مالا ہاتھ میں لئے ایک جماعت پنڈتوں کی لالہ صاحب کے مکان پر جمع ہو کر نالکت ہوئے۔ کہ لالہ صاحب! اب ہمارا دھرم۔ تھیا اور جیوکا آپ ہی بچا سکتے ہیں۔ اور اس کی تجویز اب ہم نے یہ سوچی ہے کہ سوامی جی کے پاس جانے کی تو ہماری سامرتھ نہیں۔ لیکن وہ کل جانے والے ہیں۔ آج ہم کچھ سوالات بنا کر کل اُن کے پاس بھیجیں گے۔ اُن کو جواب دینے کا موقع ملیگا نہیں۔ پیچھے سے ہم خوب تالی بجا دیں گے اور سب شہروں میں مشہور کرا دیں گے کہ فرخ آباد کے پنڈتوں کے سوالات کا جواب سوامی جی نہ دے سکے۔ یہ سنکر سب نے کہا کہ واہ واہ بڑی عمدہ تجویز ہے۔ غرضیکہ ایسا ہی کیا گیا یعنی پیچھے انیڈ جنیڈ واہیات سوالات اسی روز تیار کیے۔ اور اسی روز پنڈت پالی رام جو شاستری نام سے مشہور تھے۔ سفید کپڑے پہنے۔ سفید پگڑی باندھے بغل میں بندھی پوتھی ہاتھ میں لئے شاستر ادھر اُدھر کرتے گھسیٹن تھو کی بلترانت پر معہ دس بارہ آدمیوں کے پہنچے۔ سوامی جی چھت پر رہتے تھے۔ ایک چٹائی پر گدّا تکیہ کا تکیہ سر کے نیچے رکھے کچھ وچار رہے تھے۔ سب کو دیکھ کر اُٹھ بیٹھے۔ ایک چٹائی بچھوا کر سب سے بیٹھنے کو کہا۔ مُنہ زبانی سے ایک ایک کا مختصر حال پوچھا۔ جس کے بعد کسی نے آہستہ سے شاستری جی کو کہا کہ آپ کچھ چھیڑئیے۔ سوامی جی نے یہ سُن لیا اور فرمایا کہ بھائی دھرم وارتا میں دیری نہ کرو۔ جو کہنا ہو پوچھنا ہو پوچھو۔ بس یہ کہنا تھا کہ شاستری جی کے بدن میں پسینہ آگیا۔ سب کے کپڑے تربتر ہو گئے۔ تھوڑی دیر تو بیٹھے رہے۔ پھر اُن کے کوئی ساتھی ہوا میں ان کو باہر لے گئے اور تمام بدن کو اچھی طرح سے پونچھا۔ سیتل پرشاد اور مکندی لال بھی شاستری جی کے پاس باہر گئے۔ حال پوچھا تو شاستری جی نے کہا۔ بھائی! جی آج کچھ نہیں کہہ سکتے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ اگر کہو تو بیٹھا رہوں۔ غرضیکہ ایک گھنٹہ تک بیٹھے رہے۔ کوئی کوئی بات جو کسی نے پوچھی۔ جواب مل گیا۔

۵۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء کو لالہ جگن ناتھ صاحب سیٹھ کے مکان پر دیا کھیان ہوا۔ مسٹر سکاٹ صاحب مجسٹریٹ اور کئی انگریز و دیسی پادری بھی آئے تھے۔ مجسٹریٹ صاحب کرسی پر آپ بیٹھے تھے سوامی جی نے مشکل سے انہیں بٹھایا۔ جائنٹ صاحب کا ایک پاؤں نہیں تھا۔ سوامی جی

نے کہا۔ آپ کو بہت تکلیف ہے۔ وہ بولے۔ مجھے آپ کے اُپدیش سُننے کا بڑا شوق ہے سوامی جی نے رنڈی بازوں اور اغلام کرنے والوں کی آج خوب قلعی کھولی۔ اور کہا۔ میں کسی کا نام نہیں لیتا۔ جو شخص ایسا ہو۔ آج سے یہ کام چھوڑ دے۔ اس پر پنڈت ماسٹر سکھ لعل اور کئی شخص اُٹھ کر چلے گئے اور پنڈت گوری شنکر کے مکان پر دھرم سبھا کے نام سے جلسہ ہُوا۔ میتل پرشاد وبھنڈاری لال جی بھی پہنچ گئے تھے۔ ستو سمرتی کا پہلا ادھیائے پڑھا گیا اور کہا گیا کہ سوامی جی کی باتوں پر دھیان نہ دینا چاہیئے۔ ۲۵ سوالات جو تیار ہوئے تھے، وہ سبھا میں سُنا کر سوامی جی کے پاس بھیجے گئے۔

۴ء **سوامی جی کے جوابات**:۔ فی الحقیقت اس وقت سوامی جی کو ان سوالات کے سُننے تک کا بھی وقت نہ تھا۔ لیکن ان لوگوں کے آنے سے سنتے ہی اُسی وقت ان کا جواب دینا شروع کیا۔ اور اُن سے لکھ لینے کو کہا۔ لیکن وہ نہ لکھ سکے۔ ہاں ۷۔اکتوبر کو بہت سے آریہ سبھاسدوں نے شام کے وقت عرض کر کے اِن سوالوں کے جوابات سوامی جی سے لکھوا لئے۔ مضمون صاف کر کے ۱۲۔ اکتوبر کو آریہ سماج میں سنایا گیا۔ اور حسب ذیل جواب پوپ لوگوں کے پاس بھیج دیئے گئے:۔

پہلا سوال:۔ آپ گرنتھوں یعنی وید آدک ست شاستروں کے رُو سے پری براجکوں یعنی سنیاسیوں کے دھرم کیا ہیں؟ ویدوں کے رُو سے اُن کو یانوں یعنی سواریوں پر اور دھوم یعنی حقّہ وغیرہ پینا یوگ ہے یا نہیں؟

جواب:۔ وید آدشاستروں میں ودوان ہو کر وید اور وید انوکول ست شاستر وکت ریت سے پکشپات۔ شوک۔ دویش۔ اُدویا۔ ہٹ۔ درُاگرہ۔ سوارتھ سادھن۔ نندا۔ اُستتی۔ مان۔ اپمان۔ ودودھ آدی ووشوں سے رہت ہو۔ سو پکشپات چھوڑ کر ست اسست نشچے کر کے سروتر بھرمن ہو کر سروتھا ست گرہن اسست پرتیاگ سے سب منشوں کی شاریرک، آتمک اور ساماجک اونتی۔ آدمی کے سادھن بست ودیا۔ سناتن دھرم۔ سو پُرشارتھ نِشکت کر کے ہیں ہرک اور پار ارتھک سُکھوں سے ورتمان کر کے دُشٹ آچرنوں سے پرتھک کر دینا سنیاسیوں کا دھرم ہے۔ لابھ میں ہرش الابھ میں شوک آدی سے رہت ہو کر دیانوں میں بیٹھنا۔ اور روگ آدی نوارن ارتھ اوشدھی وت دھوم یعنی حقہ پی کر یا اُپکار کرنے میں ست پرشوں کو کچھ بھی دوش نہیں ہے۔ یہ سب شاستروں میں ورنن ہے۔ پرنتو تم نے ورتمان وید آدی ست شاستروں سے پرُودھ ہونے کے کارن بھرم ہے۔ سو اس سے ست گرنتھوں سے شکشا لینا چاہیئے۔

دوسرا سوال:۔ اگر آپ کے مت میں پاپوں کی چھما نہیں ہوتی تو سمرتی آدک آپت گرنتھوں میں پراشچت کا کیا پھل ہے؟ وید آدک گرنتھوں میں پرمیشور کی چھما، سُشیلتا اور دیالتا کا برنن ہے۔ اس سے کیا پریوجن ہے؟ اگر اس سے آگیا پالنے کے چھما سے پریوجن

ہے تو چھما نہ ہوئی۔ اور جب منش ستو گنی ہے اور اُس نے پاپوں سے بچا ہے تو اُس میں پرمیشور کی چھما شیلتا کیا کام آ سکتی ہے؟

جواب: ہمارا کہنا تو ہم لوگوں کا سوائے وید پرت پارت مت کے اور کوئی کیول کلپت مت نہیں ہے۔ ویدوں میں کہیں کئے ہوئے پاپوں کی چھما نہیں لکھی۔ نہ کوئی بدھی سے بھی ودوانوں کے سامنے کئے پاپوں کی چھما سدھ کر سکتا ہے۔ افسوس ہے اُن منشوں پر کہ جو پرشن یعنی سوال کرنا نہیں جانتے۔ اور کرنے کو اُدیت ہو جاتے ہیں۔ کیا پرائشچت تم نے سکھ بھوگ کا نام سمجھا ہے؟ جیسے جیل خانہ میں چوری آدی پاپوں کے پھل کا بھوگ ہوتا ہے۔ ویسے ہی پرائشچت بھی سمجھو۔ یہاں چھما کی کچھ بھی کتھا نہیں۔ کیا پرائشچت والا پاپوں کے دکھ روپ پھل کا بھوگ سے بچ جاتا نہیں۔ پرمیشور کی چھما اور دیا کا یہ پریوجن ہے کہ جس سے کوئی بھی منش ناستک نہ ہو۔ پرماتما کا ایمان اور کھنڈن کرتے اور دیگر آدمی کے ذہن میں ہے یا اکال میں مرتے۔ ات پریتی، ابھرشتی، روگ اور دریدر کے ہوتے پرمیشور کو گالی بہتان آدی بھی کرتے ہیں۔ تھا پی پرمیشور سہن کرتا اور کرپا سے رہت نہیں ہوتا۔ یہ بھی اس کے دیا سبھاؤ کا پریوجن ہے۔ کیا کوئی نیائے آدھیش کرت پاپوں کی چھما کرنے سے انیائکاری اور پاپوں کے آچرن کا بڑھانے والا نہیں ہوتا؟ کیا پرمیشور کبھی اپنے نیائکاری سوبھاؤ سے برودھ انیائے کر سکتا ہے؟ ہاں جیسے نیائے آدھیش ودیا اور سو شکشا کر کے پاپیوں کو پاپ سے پرتھک کر کے راج ڈنڈ اپرشچت آدی کر کے شدھ کر سکھی کر دیتا ہے۔ ویسے پرماتما کو بھی جانیے۔

تیسرا سوال: اگر آپ کے مت سے تو آدمیوں کے پرماتما نت ہیں۔ اور کارن کا گن کارج میں رہتا ہے تو پرماتما جو سوگن سمپن نت ہیں۔ ان سے سمبندھ آدی سمبندھ اور انت کیسے اُتپن ہو سکتا ہے؟

جواب: جو پرمیشور ادی سوگن کی اوستھات جس کے آگے ستون سے سوگن کبھی نہیں ہو سکتی وہ پرماتما کہلاتا ہے۔ جس کے پرکرت زیادہ کرت۔ ایک کارن آدی نام بھی کہلاتے ہیں۔ وہ آزاد بھی کہلاتے ہیں۔ وہ آزاد ہونے سے ست ہے۔ ایسے لوگوں کی اُلٹی سمجھ ہے جو کارن کے گن سموہ نے سمبندھ سے ہیں۔ وہ کارن میں نت ہیں۔ جو کارن کے کارج اوستھا میں نت ہیں۔ وے کارج اوستھا میں بھی نت ہیں۔ کیا جو گن کارن اوستھا میں ہیں۔ وے کارج اوستھا میں پرتمان ہو کر جب کارن اوستھا ہوتی ہے تب بھی کارن کے گن نت نہیں ہوتے۔ اور جب پرماتما پرکرتی میں ہوتے ہیں۔ یا پرتھک پرتھک ہو کر کارن روپ ہوتے ہیں۔ تب بھی ان کے بھاگ اور سنیوگ ہونے کا سامرتھ نت ہونے سے انت نہیں ہوتے! ویسے ہی گرتو، لگھتو ہونے کا سامرتھ بھی اُن میں نت ہے۔ کیونکہ یہ گن گتی میں سوائے سمبندھ سے ہے۔

چوتھا سوال :- منش اور الیشور میں کیا سمبندھ ہے؟ ودیا گیان سے منش الیشور ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جیو آتما اور پرماتما میں کیا سمبندھ ہے؟ اور جیو آتما اور پرماتما دونوں نِت ہیں؟ اور جو دونوں چیتن ہیں تو جیو آتما پرمیشور کے آدھین ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں ہے؟

جواب :- منش اور الیشور کا راجا پرجا، سوامی سیوک آدی سمبندھ ہے۔ الپ گیان ہونے سے جیو الیشور کبھی نہیں ہو سکتا۔ جیو اور پرماتما میں بیاپ بیاپک آدی سمبندھ ہے۔ جیو آتما پرماتما کے آدھین سدا رہتا ہے۔ پرنتو کرم کرنے میں نہیں کنتو پاپ کرموں کے پھل بھوگ میں وہ الیشور ہی کے آدھین رہتا ہے۔ تتھاپی دکھ بھوگنے میں سُتنتر نہیں ہے۔ چونکہ پرمیشور اننت سامرتھ یکت ہے اور جیو الپ سامرتھ والا ہے۔ لہذا اُس کا پرمیشور کے آدھین ہونا اوشیہ ہے۔

پانچواں سوال :- آپ سنسار کی رچنا اور پرلے کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اور جب پرتھم سرشٹی ہوئی تو آدی سرشٹی میں ایک یا بہت آتمیں ہوئے؟ جبکہ ان میں کرم آدی کی کوئی وششٹتا نہ تھی۔ تب پرمیشور نے کچھ منشوں کو ہی وید اپدیش کیوں کیا؟ ایسے کرنے سے پرمیشور پر پکشپات کا دوش آتا ہے۔

جواب :- سنسار کی رچنا اور پرلے کو ہم مانتے ہیں۔ سرشٹی پرواہ سے اناد ہے۔ سادی نہیں۔ کیونکہ الیشور کے گن کرم سبھاؤ اناد اور ست ہیں۔ جو ایسا نہیں مانتے ان سے پوچھنا چاہیئے کہ پرتھم الیشور کے اور اُس کے گن کرم سبھاؤ نکمے تھے؟ جیسے پرمیشور اناد ہے۔ ویسے جگت کا کارن جیو بھی اناد ہے۔ کیونکہ بنا کسی چیز کے اُس سے کچھ کارج ہونا ممکن نہیں ہے۔ جیسے اِس کلپ کی سرشٹی کے آدی میں بہت استری پُرش اُتپن ہوئے تھے۔ ویسے ہی پُورو کلپ کی سرشٹی میں اُتپن ہوئے تھے اور آگے کی کلپانت سرشٹیوں میں بھی اُتپن ہونگے۔ کرم آدی بھی جیو کے اناد سے ہیں۔ چار منشوں کی آتما میں وید اپدیش کرنے میں یہ ہیتو ہے کہ اُن کے سدرش یا ادھک شدھ آتما جیو کوئی بھی نہیں تھے۔ اس سے پرمیشور میں پکشپات کچھ بھی نہیں آ سکتا ہے۔

چھٹا سوال :- آپ کے مت انوسار نیون ادھک کرم انوسار پھل ہوتا ہے تو منش سوتنتر کیسے ہیں؟ پرمیشور سروگیہ ہے تو اس کو بھوت بھوشت ورتمان کا گیان ہے اُس کو یہ گیان ہے کہ کوئی پُرش کسی سمے میں کوئی کرم کریگا۔ اور پرمیشور کا یہ گیان اَستیہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ست گیان ہے۔ اس واسطے وہ پُرش ویسا ہی کرم کریگا۔ جیسا کہ پرمیشور کا گیان ہے۔ تو کرم اس کے پہلے نیت ہو چکا۔ تو جیو سوتنتر کیسے ہے؟

جواب :- کرم کے پھل نیون ادھک (کم و بیش) کبھی نہیں ہوتے۔ کیونکہ جس سے

جیسا اور جتنا کرم کیا ہو۔ اس کو ویسا اور اتنا ہی پھل ملنا نیاؤ کہلاتا ہے۔ اور صرف تھیون ہونے سے ایشور میں انیاؤ آتا ہے۔ جو آریو! ایشور کے گیان میں بھوت بھوشت کال کا سمبندھ بھی کبھی ہوتا ہے؟

کیا ایشور کا گیان ہو کر نہ ہوا اور نہ ہو کر ہونے والا ہے۔ جیسے ایشور کو ہمارے اگامی کرموں کے ہونے کا گیان ہے۔ ویسے منش اپنے سوبھاوک گن کرم سادھنوں کے ترت ہونے سے سدا سوتنتر ہیں۔ پرنتو انجھت دکھ روپ پاپوں کا پھل بھوگنے کے لیئے ایشور کی ویوستھا میں پرتنتر ہوتے ہیں۔ جیسے راجیہ کی ویوستھا میں چور اور ڈاکو پراتھین ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی اُن پاپ بنی آتما کرموں کے دُکھ سُکھ ہونے کا گیان منش کو پرتھم نہیں ہے۔ کیا پرمیشور کا گیان ہمارے کئے ہوئے کرموں سے اُلٹا ہے۔ جیسے وُہ اپنے گیان میں سوتنتر ہے ویسے ہی سب جیو اپنے اپنے کرم کرنے میں سوتنتر ہیں۔

ساتواں سوال:۔ موکش کیا پدارتھ ہے؟

جواب:۔ سب دُشٹ کرموں سے چھوٹ کر سب شبھ کرم کرنا جیون مُکت اور سب دُکھوں سے چھوٹ کر آنند سے پرمیشور میں رہنا مکتی کہلاتی ہے۔

آٹھواں سوال:۔ دھن بڑھانا اتھوا شلپ ودّیا جو ویدک ودّیا سے ایسا انتر رکھتا کہ اتنا اور شدھی نکالنا جس سے منش کو اندریہ جن سُکھ پراپت ہو۔ اتھوا پاپی منش جو بوگ گرست ہو۔ اوشدھی آدی سے نیروگ کرنا دھرم ہے یا ادھرم ہے؟

جواب:۔ نیائے سے دھن بڑھانے شلپ ودیا کرنے۔ پرونچکار بدھی سے جتنے دوا وغیرہ سب دھر کرنے سے دھرم اور انیاؤ کے کرنے سے ادھرم ہوتا ہے۔ دھرم سے کماتا دھن۔ اندریہ اور شریر کو سُکھ پراپت ہو تو دھرم اور جو انیائے سے ہو تو ادھرم ہوتا ہے۔ جو پاپی منش کو ادھرم سے چھڑا دینے اور دھرم میں پرورت کرنے کے لیئے اوشدھی آدی سے روگ چھڑا دینے کی اچھا ہو تو دھرم۔ اس سے بپریت (اُلٹی) کرنے سے ادھرم ہوتا ہے۔

نواں سوال:۔ تامس بھوجن (ماس) کھانے سے پاپ ہے یا نہیں؟ اگر پاپ ہے تو وید اور آپت گرنتھوں میں ہنسا کرنا جگ آدکوں میں ودت ہے۔ اور منشی ادھ ہنسا کرنا کیوں لکھا ہے؟

جواب:۔ ماس کھانے میں پاپ ہے۔ وید اتھوا آپت گرنتھوں میں کہیں بھی جگ آدی کے لیئے پشو ہنسا کرنا کہیں بھی نہیں لکھا ہے۔ کو۔ اشو۔ اج میدھ کے ارتھ واسیوں نے بگاڑ دیئے ہیں۔ ان کے تجھے ادھ ہنسا کرنا کہیں بھی نہیں لکھا۔ ہاں جیسے ڈاکو آدی دُشٹ جیووں کو راجہ لوگ مارتے بندھن اور چھیدن کرتے ہیں۔

ویسے ہی بانی کا لک پشوؤں کو مارنا لکھا ہے۔ پرنتو مار کر ان کو کھانا کہیں بھی نہیں لکھا۔ آج کل تو ودیسوں نے جھوٹے شلوک بنا کر گئو مانس کا کھانا بھی بتلایا ہے۔ جیسے کہ منو سمرتی میں ان دھورتوں کا ملایا ہوا لیکھ ہے۔ کہ گئو مانس کا پنڈ دینا چاہیئے۔ کیا کوئی پُرش ایسے بھرشٹ بچن مان سکتا ہے۔

دسواں سوال:۔ جیو کا کیا لکشن ہے؟

جواب:۔ اچھا۔ دویش۔ پریتن۔ سکھ۔ دکھ۔ گیان۔ یہ جیو کا لکشن نیائے درشن میں لکھا ہے

گیارہواں سوال:۔ سوکشم نیتروں سے ثابت ہوتا ہے کہ جل میں اننت جیو ہیں۔ تو جل پینا اُچت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کیا ودیا ہیں لوگ بنی خودکتھا کی پرسدھی اپنے بچوں سے نہیں کرا دیتے۔ نہ جانیں یہ بھول دُنیا میں کب تک رہیگی! جب پاتر اور پاتر جل انت والے ہوں تو ان میں اننت جیو کیسے سما سکیں گے؟ اور چھان کر یا آنکھ سے دیکھ کر جل کا پینا سب کو اُچت ہے۔

بارہواں سوال:۔ پُرش کے لئے بہت استری کرنا کہاں نشیدھ ہے؟ اگر نشیدھ ہے تو دھرم شاستر میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایک پُرش کی بہت استریاں ہوں اور ان میں ایک کے پتر ہو جانے سے سب پتروتی ہیں۔ یہ کیوں لکھا؟

جواب:۔ پُرش کے لئے انیک استریوں کے کرنے کا نشیدھ وید میں لکھا ہے۔ سنسار میں ہر کوئی اچھا نہیں ہوتا۔ جو انیک ادھیری پُرش کام آتر ہو کر اپنے بیٹے میں سُکھ کے لئے بہت سی استری کر لیویں تو ان میں جتنی بھاؤ (سوکن کے بھاؤ) سے پرورش ہوتا ہے۔ جب کسی ایک استری کے پتر ہوا تو کوئی دودھ سے لیکر آدک پریوگ سے نہ مار ڈالے۔ اس لئے یہ لکھا ہے۔

تیرہواں سوال:۔ آپ جوتش شاستر کے پھلت گرنتھوں کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اور بھرگو سنگتا آپت گرنتھ ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ہم جوتش شاستر کے گنت بھاگ کو مانتے ہیں۔ پھلت بھاگ کو نہیں کیونکہ جتنے جوتش کے سدھانت گرنتھ ہیں۔ اُن میں پھلت کا لیش بھی نہیں ہے۔ جو بھرگو سدھانت کہ جس میں کیول گنت دیا ہے۔ اس کو ہم آپت گرنتھ مانتے ہیں۔ اور کہیں جوتش شاستر میں بھوت بھوشت کال کا سُکھ یا دُکھ ودت ہونا کہیں نہیں لکھا۔ سوائے ان آپت اوکت گرنتھوں کے یعنی غیر مستند آدمیوں کی مصنفہ کُتب کے۔

چودہواں سوال:۔ جوتش شاستر میں آپ کس سدھانت کو آپت گرنتھ سمجھتے ہیں؟

جواب:۔ جوتش شاستر میں جو جو وید انکول گرنتھ ہیں۔ اُن سب کو ہم آپت گرنتھ جانتے ہیں۔ انیہ (غیر) کو نہیں۔

پندرھواں سوال :- آپ پرتھوی پر سُکھ - دُکھ - ودّیا - دھرم اور منش سنکھیا کی نیونتا اور ادھکتا مانتے ہیں یا نہیں ؟ اگر مانتے ہیں تو آگے ان کی بردھی تھی یا اب ہے یا ہوگی ؟

جواب :- ہم پرتھوی میں سُکھ آدکوں کی بردھی کسی کی بیوستھا ساپکش ہونے سے انیت مانتے ہیں ۔ مدھ اوستھا میں برابر جانو ۔

سولھواں سوال :- دھرم کا کیا لکشن ہے اور دھرم سناتن ہے ۔ پرشو کرت اتھوا منش کرت ۔

جواب :- جو پکشپات رہت نیائے جس میں ست کا گرہن اور اسّت کا پریتیاگ ہو وہ دھرم کا لکشن کہلاتا ہے ۔ سو سناتن اور ایشور وکت اور وید پرتی پادت ہے ۔ منش کلپت کوئی دھرم نہیں ۔

سترھواں سوال :- اگر محمدی یا عیسائی مت انویائی کوئی آپ کے انوسار ہے اور آپ کے مت میں بِدّھ وشواسی ہو تو آپ کے مت انویائی اس کو گرہن کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اس کا پاک کیا ہوا (پکایا) بھوجن آپ اور آپ کے مت انویائی کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب :- بنا ویدوں کے ہمارا کوئی کیول کلپت مت نہیں ہے ۔ پھر ہمارے مت کے انوسار کوئی کیسے چل سکتا ہے ۔ کیا تم نے اندھیرے میں گر کر کھانا پینا ۔ مل مُوتر کرنا - جوتی - دھوتی - انگرکھا دھارن کرنا سونا - اٹھنا بیٹھنا - چلنا دھرم مان رکھا ہوگا ؟ ہائے افسوس ہے ان کو سچی پُرشوں پر کہ جن کے باہر اور بھیتر کی درشٹی پر پردہ پڑا ہوا ہے ۔ جو کہ جُوتہ پہننا یا نہ پہننا دھرم مانتے ہیں ۔ سُنو اور آنکھ کھول کر دیکھو کہ یہ سب اپنے اپنے دیش بیوہار ہیں ۔

اٹھارھواں سوال :- آپ کے مت سے بنا گیان مکتی ہوتی ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی پُرش آپ کے مت انوسار دھرم پر آروڑھ ہو اور اگیانی یعنی گیان ہین ہو تو اس کی مکتی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

جواب :- بنا پرپُورن سمبندھی گیان کے مکتی کسی کی نہ ہوگی ۔ سنو بھائیو ! جو دھرم پر آروڑھ ہوگا ۔ اُس کو گیان کا ابھاؤ کبھی ہو سکتا ہے ؟ اور گیان کے بنا دھرم پر پُورا ٹھہرنا کوئی منش کر سکتا ہے ؟

انیسواں سوال :- شُودرادک ورتات پنڈدان آدک جس میں پتر ترپتی کے ارتھ برہمن بھوجن آدک کراتے ہیں شاستر ریتی ہے یا اشاستر ریتی ؟ یہ اگر اشاستر ریتی ہے تو پتر کرم کا کیا ارتھ ہے ؟ اور منو آدک گرنتھوں میں ان کا لیکھ ہے یا نہیں ؟

جواب :- جیتے پتروں کی شردھا سے سیوا پُرشارتھ و پدارتھوں سے ترپتی کرنی شرادھ اور ترپن کہلاتا ہے ۔ وہ وید آدی شاستر وکت ہے ۔ بھوجن بھٹ یعنی سو ابھیوں کا

لہٰذا آدمی کے پیٹ بھرنا شرادھ اور ترپن شاستر وکت تو نہیں۔ کنتو پاپوں کا ازالہ کارک اور دیپر ہے۔ جو جو منو آدک گرنتھوں میں لکھا ہے۔ سو وید انوکول ہونے سے ماننیہ وقابل تسلیم ہے۔ انیہ کوئی نہیں۔

بیسواں سوال:- کوئی منش یہ سمجھ کر کہ میں پاپوں سے مکت نہیں ہو سکتا۔ آتم گھات کرے تو اس کو کوئی پاپ ہے یا نہیں؟

جواب:- آتم گھات کرنے میں پاپ ہی ہوتا ہے۔ بنا بھوگے پاپ آچرن کے پھل کے پاپوں سے مکت کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔

اکیسواں سوال:- جیو آتما سنکھیات ہے یا اسنکھیات؟ کرم سے منش۔ پشو اتھوا برکش آدی یونی میں اتپن ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- ایشور کے گیان میں جیو سنکھیات اور جیو کے الپ گیان میں اسنکھیات ہیں۔ پاپ ادھک کرنے سے جیو پشو برکش آدی یونی میں اتپن ہوتا ہے۔

بائیسواں سوال:- بیواہ کرنا کرتویہ ہے یا نہیں؟ اور سنتان کرنے سے کسی پرش پر پاپ ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کیا؟

جواب:- جو پورن ودوان اور جتی اندری ہو کر سرب اپکار کیا چاہے۔ اس پرش واستری کو بیواہ کرنا یوگیہ نہیں۔ انیہ سب کو اچت ہے۔ وید وکت ریت سے بیواہ کر کے رتوگامی ہو کر سنتان اتپتی کرنے میں کچھ دوش نہیں۔ بیبھچار آدی سے سنتان اتپن کرنے میں دوش ہے۔ کیونکہ انیائے آچرنوں میں دوش ہوئے بنا کبھی نہیں رہ سکتا ہے۔

تئیسواں سوال:- اپنے سگوتر میں سمبندھ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟ سرشٹی کے آدی میں ایسا ہوا تھا یا نہیں؟

جواب:- اپنے سگوتر میں بیواہ کرنے میں دوش یوں ہے کہ اس سے شریر آتما پریم بل آدی کی اتنی بڑھوتری نہیں ہوتی۔ اس لیے بھن (غیر) گوتروں میں ہی بیواہ سمبندھ کرنا اچت ہے۔ سرشٹی کے آدی میں گوتر ہی نہیں تھے۔ پھر برتاؤ کیسے پرشن کیا؟ ہاں البتہ پوپ لیلا میں وکش۔ بھردواج و کشیپ کی ایک ہی سب سنتان ماننے سے پشو جیو ساد ہوتا ہے۔ اس کو جو مانے سو مانتا رہے۔

چوبیسواں سوال:- گایتری جاپ سے کوئی پھل ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کیوں ہے؟

جواب:- گایتری جاپ جو وید وکت ریت سے کرتے ہیں تو پھل اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں گایتری کے ارتھ انوسار آچرن کرنا لکھا ہے۔ پوپ لیلا کے جپ ارتھ رہت پھل ہونے کی کیا ہی کتھا کہنا ہے۔ کوئی اچھا و برا کیا ہوا کرم نشپھل نہیں ہوتا ہے۔

۴۔ چھبیسواں سوال: دھرم ادھرم منش کے اندر بھاؤ سے ہوتا ہے یا کرم کے پرنام سے اگر کوئی منش کسی ڈوبتے ہوئے منش کو بچانے کو ندی میں کود پڑے اور وہ آپ ڈوب جائے تو اسے آتم گھات کا پاپ ہوگا یا پن؟

جواب: منشوں کے دھرم ادھرم اندر باہر کی منشا سے ہوتے ہیں کہ جن کا نام کرم اور کوکرم بھی ہے۔ جو کسی کو بچانے کے لئے پرشرم کریگا اور پھر اُپکار کے لئے جس کا شریر بیوگ بھی ہو جائے۔ اُس کو نہ پاپ پُن ہی ہوگا۔

۵۔ پنڈتوں کا اشتہار اور اس کا جواب: اشتہار منجانب پنڈتان شہر فرخ آباد۔ دیانند سرستی کے پاس یہ پرشن دھرم سبھا فرخ آباد کی اور سے بھیجے جاتے ہیں۔ کہ آپ گرنتھوں کے پرمان سے ان پرشنوں کا اُتر بہ تردوار دھرم سبھا کے پاس بھیجدیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ دھرم سبھا کے سبھا سدوں نے یہ منظور کر لیا ہے کہ اگر آپ ان پرشنوں کے اُتر بہ تردوار پرمان سمیت نہ دیوینگے تو یہ سمجھا جاویگا کہ آپ نے اپنا مت ادھورا مان لیا۔ اور ایک پرتی ان پرشنوں کی آپ کی مت انوائی سبھاؤں میں اور امریکہ کے سجنوں کے پاس بھیجی جاویگی۔ اور دیسی اور انگریزی پتروں میں مُدرت کی جاویگی۔ ان سوالات پر چودہ شخصوں نے دستخط کئے تھے کہ جن کے نام مع سوالات بھارت سودشا پرورتک میں مرقوم ہیں۔

جواب وگیاپن: جو آپ لوگوں کو شاستر پرمان سمیت اُتر ابھیشٹ تھا تو آپ نے پنڈتوں میں سے کوئی ایک بھی تو کچھ پنڈتائی دکھلاتا۔ آپ کے نو پرشن سب کے سب اتھرو وید شاستر وردھ یہاں تک کہ بھاشا ریتی سے بھی شدھ نہیں۔ ایسوں کا اُتر پرمان سمیت مانگنا بانو کا چروں کی تلا دے کر تربت بمان کی مانگ پر چنتا کرنا ہے۔ شاستر وکت اُتر شاستریوں کو ہی ملتے ہیں۔ کیونکہ وے ان بچنوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ تمہارے سامنے شاستر وکت بچن لکھنا ایسا ہے۔ جیسا کہ گنواروں کے آگے رتنوں کی تھیلیاں کھول دینی۔ فی الحقیقت تمہارا ایک بھی پرشن اُتر دینے کے جوگ نہ تھا تھا بھی نام سے [illegible] اس بنیاد سے سب کا اُتر شاستر وکت پرمان کے سمیت دیا ہے سمجھا جاوے تو سمجھ لو۔

۶۔ ریگیولیٹ: رام جی لال ولد بالکشن امیر جد بنجو ملازم راجہ درگا پرشاد نے ناگوجی میں سنا کہ سوامی جی برہمی وغیرہ سے ہوتے ہوئے فرخ آباد میں آ رہے ہیں۔ اُسی وقت درشن کے واسطے فرخ آباد گیا۔ اور گوبند لال حال مختار عدالت ریاست و بابو بہاری پرشاد وکیل عدالت جج ضلع ہذا کا ریگیولیٹ سوامی جی سے کرایا۔

۷۔ سناتنوں کے نام آدمی: ایک روز لالہ کالی چرن کے باغ میں چھت کے اوپر سوامی جی اور بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ عورت کے آنے کی آہٹ معلوم

ہوئی۔ اُسی وقت سوامی جی نے اپنے جسم کو بغلوں کے نیچے تک کپڑا باندھ لیا۔ اور کہا کہ استری لوگ آتی ہیں۔ اتنے میں عورتیں آگئیں۔ اور سری سوامی جی مہاراج کو ڈنڈوت اور نمستے کرکے بیٹھ گئیں۔ ایک لڑکے کا نام (جس کی عمر دو برس کی تھی) اُس کی والدہ سے پوچھا۔ اُس نے اس کا نام بھیماں بتلایا۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ نام اچھا نہیں۔ اُس کی ماتا نے کہا کہ مہاراج! آپ کوئی اچھا نام رکھ دیجئے۔ سوامی جی مہاراج نے اُس کا نام بھوراج رکھ دیا۔ اور ارتھ کیا کہ بھو کہتے ہیں پرتھوی کو۔ اور راج نام پرکاش کا ہے۔ پس جو پرتھوی میں پرکاش مان ہے۔ اس سے اس کا نام بھوراج ہونا چاہیے۔ اس کی ماتا اور تمام حاضرین یہ نام سنکر پرسن ہو گئے۔ ان کی دو لڑکیاں موجود تھیں۔ اُن کے پڑھنے کے واسطے شکشا دی۔ کہ اوّل ان لڑکیوں کو ودیا پڑھانا فرض ہے۔ جب ودیا پڑھ چکیں تب بیاہ کر دینا۔ ابھی بیاہ کی جلدی نہیں ہے۔ عمر لڑکیوں کی اس وقت غالباً دس بارہ برس کی ہوگی۔

بہروپ لوگوں کا سامرتھ:۔ ایک روز باغ مذکور سے واسطے ویاکھیان کے سوامی جی گھوڑا گاڑی پر سوار ہوکر مکان آریہ سماج کی طرف آرہے تھے۔ رام جی لال بھی ہمراہ تھا ایک کتّا بھونکتا ہوا خوب زور سے گھوڑے کے پیچھے دوڑا۔ اور تھوڑی دور چلکر عاجز ہوکر رہ گیا۔ سوامی جی مہاراج نے فرمایا کہ اس میں اتنا بل یا سامرتھ کہاں کہ گھوڑے کے برابر کس طرح آسکتا۔ اسی طرح کیول ہٹ سے گرنتھ ماننے والے بہروپ لوگوں کا سامرتھ ہے وہ بھی پراچین وید مت ماننے والوں سے سنکھیہ شاستر ارتھ کرنے میں اسمرتھ ہو جاتے ہیں۔

۹۔ **سچے انصاف کی حقیقت**:۔ اس کے بعد سماج کے استھان میں پدھارکر بابو درگا پرشاد صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ فرخ آباد سے بات چیت ہوئی۔ جب سوامی جی نے پوچھا کہ یہاں کون کون ممبر کمیٹی ہیں؟ بابو صاحب نے کہا کہ مہاراج! میں بھی ہوں۔ فرمایا کہ کیا تم منصف میں نیاؤ کرتے ہو؟ بابو صاحب:۔ ہاں مہاراج۔ سوامی جی راجا کا کام ہے کہ پکشپات لیش ماتر بھی نہ کرے۔ اور انیائے کبھی نہ کرے۔ بابو صاحب:۔ مہاراج! مجھ سے جہاں تک ہو سکتا ہے۔ تحقیقات خوب کرتا ہوں۔ مگر دل کی بات کیونکر جان سکتا ہوں؟ سوامی جی:۔ جب تک پورن ودیا اور وگیان اور دوسرے کے اَنت کرن کی بات جاننے کی سامرتھ نہ ہووے۔ نیائے کرنا کسی کو اُچت نہیں ہے اگر تمہاری سامرتھ اتنی نہیں ہے تو نیائے کیوں کرتے ہو۔ بابو صاحب چپ رہے۔

پھر اسی وشے پر ویاکھیان بھی ہوا۔ سوامی جی نے انصاف اور ساکھشی کے متعلق بہت کچھ ودتا پورک اپدیش دیا۔ اور آخر کو یہ بھی فرمایا کہ میونسپلٹی کا یہ انتظام کہ مل کو ڈھیر کراتے ہیں یہ نہایت بیماری کارک ہے اور اس سے بہت روگ اُتپن ہوتے ہیں۔

۱۰۔ **ماس کے متعلق سوال**:۔ ۸ اکتوبر کو سیکنڈ ماسٹر سکول نے ماس کی بابت سوال کیا۔ سوامی جی نے کہا کہ تم ہنسا مانتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں (س) اس ہنسا سے فائدہ کیا؟ (م) بل اور سواد (س) بل کا خیال تو میں نے جنگل میں دیکھا ہے۔ ارنا بھینسا گھاس پھوس اور شیر ماس خور۔ اگر ارنا بھینسے پانی پیتے ہوں تو شیر ندی سے دور ہی کھڑا رہتا ہے۔ اور جو بلا ڈر بے کھٹکے پانی پینے لگتا ہے۔ رہا سواد سو چھ رس ہیں۔ ماس میں کوئی رس آپ بتلا سکتے ہو؟ (م) نہیں (س) پھر تمہاری دونوں دلیلیں باطل ہیں۔ اب ہنسا کے اتی رکت اور باتیں سنو۔ بمبئی میں دس لڑکے ماس اہاری اور دس اناج پھل اہاری سمان آیو اور سمان شکتی کے تھے۔ ایک گرو دوسرے پڑھائی کے پریکٹس پڑھانے پر بھی ماس اہاری آٹھ اور پھل اہاری دو فیل ہوتے رہے۔ تین بار یہ پریکشا ہو چکی۔ رشی اور مغرب کے فلاسفر سب ماس اہار کے ورودھ ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتے ہو؟ اس پر وہ چپ رہے۔

۱۱۔ **کیمپ فتح گڈھ**:۔ ۸ اکتوبر کو فتح گڈھ میں بھی سوامی جی کا ویاکھیان ہوا تھا۔ ویاکھیان سے پہلے سوامی جی نے یہ فرمایا تھا کہ آریہ سماج کے دس نیم پر بہت سے لوگوں نے ہر قسم کی پریکشا کی۔ مگر آج تک ایک حرف بھی ان میں ورودھ نہ پایا۔ اور نہ کوئی آدمی ورودھ ثابت کر سکتا ہے۔ ویاکھیان میں برہم سماجیوں کا بڑے زور و دلائل سے کھنڈن کیا۔ عین ویاکھیان کے درمیان ایک شخص بنگالی یا پنجابی شراب پی کر آیا اور چلانے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کا سکھلایا ہوا آیا ہے۔ لوگ اس کو آہستہ سے سمجھانے لگے۔ جس وقت سوامی جی نے اُس کی آواز سنی۔ فوراً ایک پر زور آواز سے اُسے للکارا۔ عام آدمی خاموش ہو گئے۔ اور شخص مذکور کا نشہ ہرن ہو گیا اور وہ خود بھی کافور ہو گیا۔

۱۲۔ **ایک اخبار سے اقتباس**:۔ اخبار نیرنگ مضامین جلد ۲ نمبر ۹ مطبوعہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۷۹ء روز جمعہ میں اُس وقت کا حال بدیں عنوان درج ہے:۔

شہر فرخ آباد و کیمپ فتح گڈھ:۔ مدت ہفت عشرہ کی منقضی ہوئی کہ مہاراج دیانند سرسوتی صاحب بسواری گھوڑا گاڑی وارد فرخ آباد ہو کر لب گنگ لالہ جگن ناتھ صاحب کے سیرانت پر مقیم ہوئے۔ بغرض استماع تشریف آوری مہاراج موصوف اہل شہر میں سے اکثر لوگ حصول دیدار کو گئے۔ اور کلمات اپدیش استماع کر کے محظوظ ہوئے۔ اس بات پہ اکثر لوگوں کا اتفاق ہے کہ آپ علم سنسکرت میں بہت بڑا ملکہ رکھتے ہیں اور بت پرستی سے قطعاً منع کرتے ہیں۔ چنانچہ مہاراج موصوف نے ۲۸ ستمبر سے ایک روز کا وقفہ دے کر لالہ جگن ناتھ صاحب موصوف کے دولتکدہ پر تین روز سبھا کی۔ اور بذریعہ اشتہار کے جملہ رؤسائے شہر کو مطلع کیا تھا۔ منجملہ ان کے اکثر شریک جلسہ ہوئے۔ جناب اسکاٹ صاحب بہادر جائنٹ مجسٹریٹ اور نیز پادری

صاحب ایک مرتبہ یا دو مرتبہ تشریف لائے۔ اور آغاز جلسہ سے تا اختتام تشریف رکھتے رہتے۔ راقم خبر بھی اس جلسہ میں تھا۔ الحق بیان مہاراج موصوف کا ایسا ہے کہ کسی طرح سامع کو سننے سے سیری نہیں ہوتی۔ اور ان کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ وید پر عمل ہے۔ اور بت پرستی جو فی زمانہ لوگ کرتے ہیں۔ وہ اس کے خلاف ہیں۔ بہت سے ہندوؤں نے ان کی تقلید اختیار کی اور کرتے چلے جاتے ہیں۔ جب وہ بیان کرنے کو بیٹھتے ہیں تو اکثر اچھی نصائح فرماتے ہیں۔ اور بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہندو مسلمان سب کے برخلاف ہوتی ہیں۔ لیکن خدا صاف و صریح کا امر پر عمل کرنا چاہیئے۔ ہر جلسہ میں ہزارہا آدمیوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ اور یہ کشمکش ہوتی تھی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اخیر سبھا کا جلسہ لالہ مدن موہن لال صاحب کے مکان پر ہوا تھا۔ اور راقم خبر وہاں بھی گیا تھا۔ فرقہ مختلفہ کے لوگ مجتمع تھے۔ اس جلسہ کی صبح کو لالہ مدن موہن لال صاحب کے رشتہ میں کسی عورت کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ لالہ صاحب سرسوتی مہاراج کے معتقدین میں سے ہیں۔ کہا کہ جیسے آپ کریا کرم کو کہیں ویسا کیا جاوے۔ چنانچہ انہوں نے خلاف اس کے بتلایا۔ جیسا کہ اگروال جینیوں میں رسم ہے۔ لیکن انہیں کے بتلانے پر عمل کیا گیا۔ اور اکثر بنئے جو رشتہ دار تھے۔ وہ اپنے رسوم کے خلاف دیکھ کر شریک نہیں ہوئے۔ آج کل اس شہر میں کوچہ بکوچہ خانہ بخانہ سرسوتی مہاراج ہی کی باتوں کا چرچا ہو رہا ہے۔ بہتیرے سوال سرسوتی مہاراج کے خلاف پنڈت بلدیو پرشاد صاحب ہیڈ ماسٹر ضلع سکول فرخ آباد نے حسب استمزاج دیگر پنڈتان شہر کے لکھ کر ان کے پاس بھیجے تھے۔ سنا گیا ہے کہ انہوں نے جواب تو آٹھ روز سب کے دے دیئے تھے۔ مگر یہاں ان کے پاس نہیں آئے ہیں۔ سرسوتی مہاراج نے ۸ اکتوبر کو کیمپ فتح گڈھ میں سبھا کی۔ اور وہی رخصت ہو کر یہاں سے پرلہ کانپور روانہ وغیرہ کی طرف ہوئے۔ اور قریب دو ہزار روپیہ کے حسب الارشاد مہاراج کے واسطے کتب وغیرہ طبع ہونے کے اس شہر سے جمع ہو گیا۔ اور ہر ہفتہ میں پنڈت گوپال رائے ہری و دیگر لوگ مہاراج سرسوتی کے اقوال کے موافق سبھا کیا کریں گے۔ اور پنڈت بلدیو پرشاد صاحب موصوف و لالہ جمنا لال صاحب و دیگر اشخاص جواز بت پرستی کی سبھا کیا کریں گے"۔

نیرنگ مضامین:۔ پنڈت بلدیو پرشاد صاحب ہیڈ ماسٹر ضلع سکول کو تو ہم نے سنا تھا کہ بی۔اے ہیں۔ مگر بی۔اے نہیں معلوم ہوتے۔ ایک بی۔اے سے ایسی حرکت ظہور میں آنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ کیا لطف ہے کہ پنڈت صاحب نے جنم کرم میں ایک سبھا بنائی تو بت پرستی کی وہی شکل ہوئی کہ بہت خوش ہوئے تو بیٹھ جانے واہ واہ خوب بی۔اے کی کھچڑی لگائی۔ کہاں علم ریاضی اور مسٹر ولیم ہیملٹن کی فلاسفی کا یہ

نتیجہ نکلا کہ پچیس سوال بت پرستوں کی طرف سے سوامی دیانند سرسوتی کے برخلاف بنا ڈالے۔ سوالوں کی وقعت تو اسی سے ظاہر ہے کہ ایک بت پرستی کی مجلس کے صاحب معترض سرگروہ ہیں۔ اسی قسم کے بی۔اے کل تعلیم یافتوں پر دھبا لگاتے ہیں۔ بلکہ اپنے اُستادوں اور کالج کی ہتک کے باعث ہیں۔ اب ہم ہیڈ ماسٹر صاحب کو بصد عجز ہدایت کرتے ہیں کہ اگرچہ کل پڑھا لکھا بھول گئے ہوں یعنی بجز چند انگریزی الفاظ کے اور کچھ نہ یاد رہا ہو۔ تو ابھی وقت ہے۔ پھر سے انہیں کتابوں کو شروع کریں اور بعد میں پھر بیٹھیں جب ان کے مطالعہ سے فارغ ہوں تو اپنی عقل سلیم سے گوشہ تنہائی میں مشورہ لیں کہ آیا بت پرستی جائز ہے یا ناجائز۔ ہیڈ ماسٹر صاحب بڑے دلیر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس امر کی بھی مطلق پرواہ نہ کی کہ کہیں خدانخواستہ اس مجلس عقل سبھا کے سرگروہ ہونے کی خبر ڈائرکٹر صاحب تک پہنچی تو اُن کے دل میں آپ کی طرف سے کیسے نفیس خیالات پیدا ہوں گے۔ ہے پرمیشور! ان کو جلد راہ راست پر لا۔

بارہویں فصل۔ کانپور و پریاگ

۸ تا ۲۲ اکتوبر ۱۸۷۹ء

ا۔ کانپور۔ سوامی جی ۸۔ اکتوبر کو فرخ آباد سے چل کر اسی دن یہاں پدھارے۔ یہاں پر آکر انہوں نے مندرجہ ذیل نوٹس جاری کیا:۔

وگیاپن پتر۔ ڈاکٹر مکند سنگھ و منا سنگھ نام مقدمہ[۱] کے واسطے تیار ہیں۔ مگر کتابیں بیچنے اور روپیہ لینے کے تیار ہیں:۔ منشی سمرتھ دان بمبئی والے۔ منشی اندرمن جی پردھان آریہ سماج مراد آباد۔ بختاور سنگھ سکرٹری آریہ سماج شاہجہانپور۔ لالہ رام سرن داس اپ پردھان آریہ سماج میرٹھ۔ لالہ سائیں داس منتری آریہ سماج لاہور۔ لالہ جیون داس و ڈاکٹر بہاری لال منتری آریہ سماج گورداسپور۔ چودھری لکشمن داس سبھاسد آریہ سماج امرتسر۔ بابو ابناش چندر چٹرجی تار آفس ریلوے لکھنؤ۔ پنڈت سندر لال رام نارائن پوسٹ ماسٹر جنرل آفس پریاگ۔ بابو مادھو لال منتری آریہ سماج داناپور۔ ان سب کو چندہ وید بھاشیہ کے اُگھراہنے کا اختیار ہے۔ اور جن کے پاس جتنا چندہ ہووے۔ جیسی لال جی گوپے رام ساہوکار فرخ آباد کے پاس روپیہ بھیج کر رسید منگا لیں۔ اور منشی سمرتھ دان بمبئی والے اور منشی اندرمن جی مراد آباد کے پاس میرے بنائے سب پستک ملیں گے۔ دیانند سرسوتی ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء ازکانپور

---

[۱] یہ مقدمہ منشی اندرمن جی پر تھا جس کا مفصل حال تتمہ میں درج ہے۔

چھاپہ خانہ کے واسطے ایک ہزار فرخ آباد سے ہوا ہے۔ اب اپنا چھاپہ خانہ سوتنتر کرایا جاوے گا۔ تم بھی بمبئی میں اس کے واسطے چندہ کرو۔ ہمارا وچار بارگ شیرش تک اپنا چھاپہ خانہ کر لینے کا ہے۔ از کاشی۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء

آشون ودی ۱۱۔ شنی وار یعنی ۱۷۔ اکتوبر کو یہاں سے پریاگ کو جاویں گے۔

دیانند سرسوتی از کاشی پور

۴۔ پریاگ:۔ سوامی جی کان پور سے بسواری ریل آشون ودی ۱۱ سمت ۱۹۳۶ (۱۹۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء) کو روانہ ہو کر ۱۰۔ اکتوبر کو پریاگ راج پہنچے۔ اور صرف چھ دن آرام فرما کر مرزاپور کی طرف چلے گئے۔ کوئی خاص کام نہیں کیا۔ ہاں جو صاحبان ملنے کو آتے انہیں ست اپدیش سے فیض پہنچاتے رہے۔

تیرہویں فصل مرزاپور

۲۳ تا ۲۹ اکتوبر ۱۸۷۹ء

سوامی جی اشون سُدی ۹۔ گورو وار سمت ۱۹۳۶ مطابق ۲۳۔ اکتوبر کو پریاگ سے روانہ ہو کر مرزاپور پہنچ کر سیٹھ رام رتن جی کے باغ میں ٹھہرے۔ طبیعت بیمار تھی تو بھی پروپکار کے بنا چین نہ تھا۔ سوامی جی نے کل تین ویاکھیان وہاں دیئے۔ ویاکھیانوں کے سننے کے علاوہ ہر وقت لوگ آتے اور اپنے شکوک رفع کیا کرتے تھے۔ دانا پور سے بابو مکھن لال سوامی جی کے لینے کے واسطے مرزاپور آئے۔ وہ اپنی یادداشت میں یہاں کا حال اس طرح تحریر کرتے ہیں:۔

بابو مادھو لال جی! یہاں ۵ بجے کل ہم پہنچ گئے۔ اور ایک لڑکا اسٹیشن پر موجود تھا جس کو بابو نتھو لال نے بھیجا تھا۔ جہاں سوامی جی لیکچر دے رہے تھے۔ وہاں ہم گئے اور آٹھ بجے تک ٹھہرے۔ بعد ازاں سوامی جی کے ساتھ ہم اُن کے ڈیرے پر گئے جو باغیچہ میں تھا۔

بعض حالات لکھنے سے پہلے میں لیکچر کا حال لکھنا چاہتا ہوں۔ لیکچر روم بہت بڑا اور اچھا تھا۔ جس میں بہت آدمی ٹھہر سکتے ہیں۔ اور بہت جمع تھے۔ شطرنجی اور دری بچھی ہوئی تھی۔ اور روشنی بھی خوب کی ہوئی تھی۔ بیچ میں ایک ٹیبل رکھا ہوا تھا۔ جس کے اوپر دری اور تکیہ رکھا ہوا تھا۔ جس پر سوامی جی نے ٹھیک ۷ بجے بیٹھ کر لیکچر شروع کیا۔ سب لوگ بڑے دھیان سے لیکچر سن رہے تھے۔ ۔۔ دھرم کے وشے میں اور بہت دلچسپ تھا۔ بابو نتھو لال حاضر نہ تھے کیونکہ آؤں کی بیماری سے اُن کو ہر پندرہ منٹ میں دست آنے لگتا تھا۔ شام لال یہاں آج دوبارہ آئے اور

پھر اُسی روز بنارس چلے گئے۔ انہوں نے سوامی جی کو نہ دیکھا۔ جیسا کہ اُن کو چاہیئے
تھا۔ اور سوامی جی کے سے جانے کے لیئے رہنا چاہیئے تھا۔ اس کی عوض میں وہ
یہاں سے بنارس جاتے ہیں۔ اور آج شام تک گھر پہنچ جائیں گے۔ جب ہم باغیچہ
میں آئے تو ہم نے دیکھا کہ جنگل جو ہم لوگوں کے لیئے دیا ہے۔ اچھا بنا ہوا اور عمدہ
آراستہ ہے۔ تصویر۔ آئینہ اور اصل چیزیں جہاں تہاں لٹکتے ہیں۔ ٹیبل۔ چوکی۔ کوچ
بیٹھنے کی چیزوں سے کمرے سجے ہیں۔ دری۔ کوئنچ کی چٹائی تمام جگہ پھیلائی ہوئی
ہے۔ اب میں اس کو افسوس کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ ہمارے سوامی جی بالکل
کمزور ہیں اور اُن کی شکل و جسم بہ نسبت اس کے جیسا کہ ہم نے دہلی میں دیکھا تھا
کمزور ہے۔ مگر کچھ ڈر کی بات نہیں ہے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ سگرہنی
کی بیماری ڈیڑھ ماہ ہوا کہ اچھی ہو گئی۔ اور ہفتہ گذشتہ سے ان کو ہر ایک روز کے
بعد بخار آتا ہے۔ مگر بڑی خوشی ہے کہ بعد ۲۶ کو بخار کی باری تھی مگر نہ آیا۔ ہم نے
اُن سے داناپور سیدھا چلنے کو کہا۔ لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم جائیں گے بھی۔ تو ہم
اقرار نہیں کرتے کہ روز لکچر دے سکیں گے یا نہ۔ اور پندرہ روز تک ٹھہریں گے۔ اور
ہری ہر کھشیتر میں جانے کا بھی اقرار نہیں کر سکتے۔ جس پر ہم نے جواب دیا۔ کہ جیسے
آپ کی اچھا ہو ویسا کیجئے۔ اور روز لکچر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور سونپور کے
بارے میں پیچھے دیکھا جاویگا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اس بات کو آپ پسند کیجیگا
اب میں پورا برتانت لکھتا ہوں۔

تین پنڈت اور ایک سادھو ان کے ساتھ شامل ہیں اور ایک کہار نوکر ہے۔
سوامی جی کو چھوڑ پانچ آدمی ہوئے۔ سو آپ تیاری کیجئے۔ ایک پلنگ نواڑ کا سوامی
جی کے واسطے اور چار معمولی چارپائیاں اوروں کے واسطے۔ چونکہ سوامی جی کمزور
ہیں۔ وہ آٹا۔ چاول اور دال مونگ کی کھاتے ہیں۔ آپ ارہر اُڑد کی دال کا بندوبست
کر رکھیگا۔ گھی کو ہوشیاری سے خرید کر رکھئے گا۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ان کو ابھی اس
کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ بازار کا گھی بُری قسم اور آمیزش کا ملا ہے
مگر ہم نے ان کو کہا کہ ہم اچھا گھی خریدینگے۔ وہ راضی ہو گئے ہیں۔ مرزاپور سے
دیدوار ۳۰ اکتوبر ۱۸۷۹ء کو چلنے کے واسطے اُس گاڑی میں جو نو بجے بتیس منٹ کو
یہاں سے چلتی ہے۔ اور داناپور کو اُسی دن ساڑھے تین بجے شام کے پہنچتی
ہے۔ اس شرط پر کہ آپ وہاں بھوجن تیار رکھیں۔ کیونکہ یہاں سے بہت سویرے
چل کر وہاں پہنچتے ہی سوامی جی بھوجن کریں گے۔ بعد ازاں کسی سے ملاقات کرینگے
اور چاہتے ہیں کہ مفصلہ ذیل چیزوں کا بھوجن بناویں۔ چاول۔ روٹی۔ مونگ کی
دال اور ساگ۔ مگر یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مرچ و کھٹائی نہ پڑے۔ اور روٹی میں

لگتی بھی نہ لگے۔ پہلے سوامی جی نے کہا تھا کہ پسنجر ٹرین جو یہاں سے ساڑھے بارہ بجے چلتی ہے اور دانا پور ساڑھے نو بجے رات کے پہنچتی ہے۔ اس کی فسٹ کلاس میں چلیں۔ کیونکہ اس میں پاخانہ وغیرہ کا آرام رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس میں پندرہ روپیہ ساڑھے سات آنہ کرایہ لگتا ہے۔ جو زیادہ ہے۔ اس واسطے ہم ڈاک گاڑی میں دوم درجہ میں جائیں گے۔ جس کا کرایہ سات روپیہ گیارہ آنے نو پائی ہے۔ اور جس میں پاخانہ بھی ہے اس چٹھی کے پاتے ہی آپ بوتراب چندر کا جنگل خالی رکھئے۔ اور جتنے ممبر آسکیں۔ سٹیشن پر ساڑھے تین بجے حاضر ہیں۔ کیونکہ ہم لوگ ساڑھے تین بجے ضرور پہنچ جائیں گے۔ اور مہربانی کرکے آپ کچھ پھل بھی رکھئے گا۔ جیسا کہ امرود۔ شریفہ۔ کیلا وغیرہ۔ شاید وہ ان کو مانگیں۔ کیونکہ ہم نے ان چیزوں کو دیکھا ہے۔ اور اچھی قسم کی تھوڑی سی مٹھائی بھی رکھئے گا۔ مگر بہت زیادہ نہیں۔ دوسرا پنڈت بھی آج یا کل آنے والا ہے۔

مرزا پور سماج کے کوئی ممبر ہم لوگوں کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ سو ہم لوگ سات آدمی آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے پاس روپیہ کافی ہے۔ مگر اوروں کے لئے ہم کو ڈیوڑھے درجہ کا کرایہ دینا پڑے گا۔ سوائے دو آدمیوں کے جن کو سوامی جی کے نوکروں کی حیثیت سے تیسرے درجہ کا کرایہ دینا پڑے گا۔

۲۸- اکتوبر ۱۸۷۹ء از مرزا پور   مکھن لال

کل کی چٹھی کے لگاتار میں آج خوشی سے بیان کرتا ہوں۔ کہ سوامی جی آج بہت اچھے ہیں۔ لکچر ضرور دیں گے۔ اگر دیری نہ ہو یہاں آنے سے۔ کوئی رسوئیہ نہیں ہے ایک برہمن کو رسوئی کے واسطے رکھئے۔ جو ہوشیار ہو اور کھانا بنانے میں دغابازی نہ کرے۔ ورنہ ہم کو بہت کچھ سہنا پڑیگا۔ برتن وغیرہ بھی موجود رکھئے گا۔ آج ۴ بجے شہر میں سوامی جی لکچر دیں گے۔ سو ہم جائیں گے۔ کل باغیچہ میں بہت سے آدمی آئے تھے۔ اور ان کے ساتھ سیٹھ رام رتن بھی تھے۔ انہوں نے سوامی جی کو کہا کہ ہم ۳۰۔ اکتوبر کو بیکانیر جاتے ہیں۔ اجمیر کے راستے بھتیجے کی شادی کے واسطے۔ اس واسطے ہم آپ کے ساتھ دانا پور نہیں جا سکتے۔ اور نہ دوسرے ممبر ہی جا سکتے ہیں۔ لکچر ہال بنانے کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ کٹرہ بہت اچھا ہوگا۔ جو مہابیر پرشاد کے سامنے ہے۔ جہاں کئی سو آدمی سوامی جی کے لکچر سننے کے لئے جمع ہو جاویں گے۔ اگر آپ نے حکم نہیں لیا ہے تو بہتر ہے کہ آپ مجسٹریٹ صاحب کا حکم لے لیجئے گا۔ جس سے وہ بھی انکار نہ کریں گے۔

مکھن لال۔ ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء۔ مرزا پور

باب چہارم

داناپور (بہار)

۳۰ اکتوبر تا ۱۹ نومبر ۱۸۷۹ء

۱- وچار سبھا و ہندوستت سبھا - بابو مادھولال، رام نرائن، و جنک دھاری لال وغیرہ کو سنہ ۱۸۶۳ سے دھرم کی تحقیقات کا خیال ہوا - اس وقت یہ اپنا سکول جاری کر کے اس میں پڑھایا کرتے تھے - مورتی پوجا کی شردھا ان کے دل سے اٹھ گئی تھی، کوئی دھرم پستک نہ ہونے سے یہ اپنے آپ کو وچار منتی کہتے تھے - اور مندرجہ ذیل اصحاب مل کر سبھا میں بحث مباحثہ کیا کرتے تھے۔

شیو غلام پرشاد - ٹھاکر پرشاد سنگھ - بابو لال بہاری - شام لال - ہیرا لال - مادھو لال - جنک دھاری لال - اور وچار سبھا اس کا نام رکھا ہوا تھا - اس میں بہار بندھ پن - ویک دھرم تتو بیبیکی مخزن برہم گیان وغیرہ پڑھا جاتا تھا۔

اس کے ایک دو برس بعد انہوں نے منشی کنہیا لال الکھ دھاری کی کتابوں کو دیکھا - اور ممبر بھی زیادہ ہو گئے تو اس کا نام ہندوستت سبھا رکھا گیا - جس میں کچھ کچھ برہمو سماج کی کتب پڑھی جاتی تھیں - بابو ... گپت - شیو ... سنگھ - منشی گنیش پرشاد برہمو سماج کے خیال کے لوگ تھے - اور اسی کے متعلق لیکچر دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ جنک دھاری لال بنارس گئے - وہاں ستیارتھ پرکاش طبع ہو رہا تھا - انہوں نے واپس آکر گیارھویں سمولاس کے کچھ مدتی پروف دکھلائے اور کہا کہ دیانند سوامی کی طرف سے ایک پاٹشالہ بنارس میں کھلی ہوئی ہے - اور اسی جگہ منشی ہربنس لال کا ایک چھاپہ خانہ ہے - جس میں یہ ستیارتھ پرکاش چھپ رہا ہے - یہ منشی ہربنس لال سے بھی ملے تھے - ایک شخص جیسندی لال جو پہلے داناپور میں رہ گیا تھا - اس وقت پریس میں پروف دیکھنے والا تھا - اسی کے ہاں یہ ٹھہرے تھے - اور وہاں سے ہی پروف کے ٹکڑے ملے تھے - اور انہیں کی زبانی دیانند سوامی جی کی تعریف سنی - کہ وہ بہت بڑے آدمی ہیں - پوچھا کہ کیونکر بڑے ہیں - جواب دیا کہ ستیہ کے کہنے میں کسی ہی سبب خرچ کی نوبت کیوں نہ پہنچے مگر وہ ستیہ کے کہنے سے نہیں رکتے - سو یہ کام بہادرانہ کا ہے - ہر کسی سے نہیں ہو سکتا - کیونکہ لوگ باوجود جاننے کے بھی بہت سے کاروں سے چھوڑ دیا ستیہ نہیں

کہتے۔ سوامی جی میں صرف ودیا ہی نہیں بلکہ ودیا شکتی اور ست کی جانب ورتنا ثابت قدمی کی بھی دلیری ہے۔ ان ستی پرچوں کو انہوں نے یہاں ناگری سبھا میں سنایا۔ جسے بہت سے لوگوں نے پسند کیا۔

۴۔ آریہ سماج:۔ دوسرے سال ہری دوار کمبھ کے میلہ پر جو کہ سنگ کی پونماشی کو ہوتا ہے۔ یہ لوگ گئے۔ وہاں ستیارتھ پرکاش کی ایک کاپی ملی۔ جس کو ایک سبھاسد نے خرید لیا۔ سب لوگ اس کو اول سے آخر تک پڑھ کر بہت پرسن ہوئے۔

پھر سبھا کی طرف سے ایک خط چھیدی لال کو لکھا گیا کہ سوامی جی کی کوئی اور پستک ہے یا نہیں؟ چھیدی لال نے جواب دیا کہ سنا ہے کہ لاجرس کے ہاں ان کی بنائی وید بھاشیہ بھومکا چھپتی ہے۔ چنانچہ لاجرس کے ہاں سے ۲۔ جنوری ۱۸۷۸ء کو تین جلد بھومکا منگوائیں۔ اور اس سے سوامی جی کا پتہ معلوم کر کے ان سے خط و کتابت شروع کی۔ اور اپریل ۱۸۷۸ء میں بموجب فرمانے سوامی جی کے ہندوستان سبھا کا نام آریہ سماج رکھا گیا۔ اور سب کاروائی قیام اپ نیم کے مطابق کرنی شروع کی گئی۔

۳۔ سوامی جی کا یہاں آنا:۔ اکتوبر ۱۸۷۸ء کو بابو بھوانا ناتھ و لچھمن لال و بدھو لال صاحبان سماج کی طرف سے سوامی جی کے پاس دہلی آئے۔ جس پر سوامی جی نے یہاں تشریف لانے کا وعدہ کیا۔

بعد ازاں جب سوامی جی نے ادھر آنے کا ارادہ کیا تو یہاں کانپور سے یہ خط لکھا:۔

"آریہ سماج کے منتری بابو مادھو لال! آنندت رہو۔ تمہاری کئی چٹھیاں آئیں۔ ہم سفر میں رہے۔ اس لئے چٹھی کا جواب نہیں بھیج سکے۔ وگیاپن تم نے چھپوا لیئے۔ سو ٹھیک ہیں۔ اور ہم ۱۶۔ اکتوبر کو پریاگ جائیں گے۔ تب تم کو اور چٹھی بھیجیں گے۔ اب ہم بنارس نہیں جاویں گے۔ مرزاپور سے دانا پور سیدھے چلے جاویں گے۔ راستہ میں کہیں نہ ٹھہریں گے ہمارے پاس کوئی آدمی آپ بھیجیں۔ جب ہم دوسری چٹھی لکھیں تب مرزاپور میں بھیجنا۔ مراد آباد سے وگیاپن بابت وید پستک چھپوانے کے آپ کے پاس گیا ہوگا۔ اس کے مطابق چندہ لینے کا بندوبست کر رہے ہوں گے۔ فرخ آباد سے ایک ہزار روپیہ ہو گئے ہو گئے۔ یہ چندہ ہم کو بنارس میں مانگ شیرش میں پہنچانا ہوگا۔ سو سمجھ لینا۔ ہم کو دانا پور سے لوٹ کر آرہ اترنا جہاں کہیں ٹھہرنا ہوگا۔ وہاں ٹھہریں گے۔ مانگ شیرش تک بنارس لوٹ کر آجاویں گے۔ اور وگیاپن میں استھان کی جگہ چھوڑ دی ہے۔ سو تم جو جگہ تجویز ہو۔ لکھ کر چھپوا دینا اور تاریخ کی جگہ چھوڑ دینا۔ جب ہم آئیں گے لکھوا لیں گے۔ ہمارے رہنے کا مکان شہر سے ایک میل الگ رہے۔ اس سے دور نہ ہو۔ ویاکھیان کا مکان شہر میں ہو اور رہنے کے مکان کی آب و ہوا اچھی دیکھ لینی۔ اور ہری دوار کمبھ کے میلہ میں جائیں گے وہاں کا بھی بندوبست مکان ڈیرا تنبو وغیرہ کا کر لینا۔ اب ہم چٹھی مرزاپور سے لکھیں گے

اور اگلے مہینے میں بنارس میں آکر چھاپہ خانہ اپنا ہونے کی تجویز کریں گے۔ سو چندہ اپنے ہاں جلدی کرنا۔ اور اب بنارس میں چھپنے رہنے کا بندوبست ہوا ہے۔ جس میں وید بھاشیہ اور باقی پستک جلدی چھپ کر تیار ہو جاویں گے۔ ایسا وچار ہے۔

از مقام کانپور۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء۔ دیانند سرسوتی

اس کے بعد دوسرا خط مرزاپور سے لکھا۔ بابو مادھو لال جی! آنند رہو۔ ویدت ہو کہ آشون سدی ۹۔ گورو وار سمت ۱۹۳۶ تاریخ ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء کو ہم پریاگ سے مرزاپور آکر سیٹھ رام رتن کے باغ میں ٹھہرے ہیں۔ اب تم لوگوں کا کیا وچار ہے۔ ہمارا شریر بیمار ہے۔ پرنتو تمہارے یہاں آنے کو لکھ چکے ہیں۔ آنا تو ہوگا ہی، ویاکھیان ہونا نہ ہونا وہاں آکر معلوم ہوگا۔ ویاکھیان نہ ہوگا تو تم لوگوں سے بات چیت تو اوشیہ ہوگی۔ اور تم لوگوں نے لکھا تھا کہ ہمارے آدمی آپ کو لینے آویں گے۔ سو جو آنے کا وچار ہو تو چند دن کے بیچ مرزاپور میں پہونچ کر ہم پہ آ جاویں۔ کیونکہ کارتک بدی پرتی پدا تاریخ ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء کو ہم یہاں سے چل کر ڈمراؤں و آرہ ہوتا ہوا پٹنہ میں پہنچ جائیں گے۔ اس میں سندیہ نہیں۔ سب سے میرا آشیرواد۔ دیانند سرسوتی

اس پر آریہ سماج نے بابو لچھمن لال و شام لال کو مرزاپور بھیجا۔ جو سوامی جی کو سیکنڈ کلاس کی گاڑی میں لے آئے۔ پنڈت بھیم سین و پنڈت دیودت و ایک خدمتگار برہمن (جو پہلے کسی مندر کا پجاری تھا۔ اور اب شدھی لوجا چھوڑ کر سوامی جی کے ساتھ ہو لیا تھا) ساتھ تھے۔ ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء ۴ بجے شام یہاں تشریف لائے۔ بہت سے لوگ گاڑی و ٹمٹم لیکر وہاں گئے ہوئے تھے۔ گویا ایک قسم کا میلہ تھا۔ پلیٹ فارم پر تقریباً پندرہ آدمی تھے۔ راستہ میں بازار کے دونوں طرف ہزاروں آدمی تھے۔ چنانچہ سوامی جی یہاں دانا پور میں آکر بابو مادھو لال کے مکان پر ٹھہرے۔ اور لوگوں سے ملاقات کی اور جا کر۔ پھر یہاں سے بعد میں پاکر بنگلہ جونس صاحب (جو ویگ لاج کہلاتا ہے) میں جا کر قیام فرمایا۔ یہ بنگلہ صاحب بہادر نے بغیر کرایہ دیا تھا۔

۴۔ **ایک بابو کا سوال**:۔ یہاں پر ہی بابو اما پرشاد مکرجی ہیڈ کلرک محکمہ صاحب مجسٹریٹ نے سوال کیا کہ اگرچہ آپ کا کہنا ٹھیک ہے۔ مگر لوگ ہٹ سے نہ مانیں گے تو آپ کیا کریں گے۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ ہمارا کام اتنا ہی ہے کہ ہمارے کتھن کو لوگ کان میں جگہ دیں۔ اور جب ان کو پورے طور پر سن لیں گے تو وہ سوئی کی طرح اندر چبھ جائے گا۔ اور نکالنے سے نہ نکلیگا۔ اگر ان کا دوست یا پیارا ایکانت میں پوچھیگا تو صاف کہہ دینگے کہ ٹھیک ہے۔ ہٹ یا لوبھ لالچ سے نہ کہے تو نہ کہے۔

۵۔ **پرچار کا کام**:۔ چونکہ لیکچر چھاؤنی کی حدود میں ہوتے تھے۔ اس لئے صاحب مجسٹریٹ بہادر کیمپ دانا پور سے بذریعہ عرضی اجازت مانگی گئی۔ ۳۱۔ اکتوبر کو بدیں مضمون اجازت ملی

ان دیاکھیانوں کے ہونے میں ہم کو کوئی بدتہذیبی بجز چند لیکچرار اور ان کے ماننے والے دوسروں کے دل کو نہ دکھا دیں۔ جو ان سے دوسری رائے کے ہیں۔ اور مسٹر گلبرٹ انسپکٹر پولیس سے کہا جاوے کہ شور و غل روکنے کے لئے ضروری بندوبست کر دے۔

میجر ایچ ہیلو صاحب مجسٹریٹ کیمپ دانا پور ۲۴ اکتوبر ۱۸۷۹ء

چنانچہ ۲ نومبر ۱۸۷۹ء کو حسب ذیل اشتہار معہ ترجمہ انگریزی چھپوا کر لگایا گیا:-

وگیاپن:- سب سجن لوگوں کو وِدت ہو کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کارتک بدی ۲ سمبت ۱۹۳۶ کو دوپہر کے وقت دانا پور میں آکر دیگہ لارج نامک بنگلہ میں ٹھہرے ہیں جس کسی کو ان سے ملنے کی اچھیا ہو وہ اکت استھان میں پراتہ کال آٹھ بجے سے لے کر ساڑھے نو بجے تک اور جس دن دیاکھیان ہو۔ اس دن سندھیا کے پانچ بجے سے دس بجے تک اوپستھت ہوں۔ جو جو چاہیں وہ آدمی بہت شانتی دھیرج اور بھکتی پوروک مہاراج کے ست اپدیش کو سن کے پرسنت ہوں اور ست دھرم کا لابھ کریں۔ اور اوکت سوامی جی ۲ نومبر ۱۸۷۹ء اتوار سے لے کر ہر روز سندھیا کے پانچ بجے سے آٹھ بجے تک دانا پور نیا کٹرہ میں دیاکھیان دیں گے۔ سب سجن لوگوں کو اُچت ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لا کر سنیں۔ اور سبھا کو سوشوبھت کریں۔

مادھو لال منتری آریہ سماج دانا پور ۲ نومبر ۱۸۷۹ء

اور اسی کے مطابق مہابیر کی دکان کے سامنے نیا کٹرہ حدود کیمپ میں ایک بڑے شامیانہ کو نصب کر کے روشنی وغیرہ کے انتظام کے بعد دیاکھیان شروع ہوا۔ اور ۲ نومبر سے ۱۰ نومبر تک مسلسل دیاکھیان ہوتے رہے۔ بجز ۴ نومبر ۱۸۷۹ء مطابق کارتک کرشن چتردشی یعنی دیوالی کے روز بسبب تیوہار دیوالی کے دیاکھیان نہیں ہوا۔ کل نو دیاکھیان ہوئے۔ وقت کے سوامی جی خوب پابند تھے۔ جونہی وقت مقررہ آتا۔ گھنٹہ بجا اور یہ ادھر کھڑے ہو کر دیاکھیان شروع کر دیتے۔ بلالحاظ اس کے کہ حاضرین کتنے آئے ہیں۔

مضامین ذیل پر دیاکھیان ہوئے تھے۔ سرشٹی ورشن - دیش اُنتی - ویدک دھرم - پورانک مت کھنڈن - عیسائی مت کھنڈن - اسلامی مت کھنڈن - دھرم میں ایکتا کی ضرورت - الہام - طریقہ تعلیم - مورتی پوجن - کسی مضمون پر دو دو روز۔ ورنہ باقی سب پر ایک ایک ہی دیاکھیان ہوا۔ درمیان میں حسب موقع فرقہ ویدانت اور برہمو سماج کا بھی کھنڈن کرتے رہتے تھے۔

ایک نواب صاحب اور دوسرے ڈاکٹر وزیر خان وغیرہ بہت سے معزز مسلمان صاحبان اکثر بلاناغہ لکچروں میں جایا کرتے تھے۔ اول الذکر صاحبوں کو مسلمانوں نے بہت چڑ کیا کہ تم ان کے لیکچروں کی کیوں تعریف کرتے ہو۔ مگر وہ انصاف پسند راستی سے باز نہ رہ سکے۔

۶۔ **مسلمانوں سے الجھن:۔** ایک روز سوتھ دیا کھیان کے بُہت نزدیک مسلمانوں نے شرارت کرکے ایک مولوی واعظ کو کھڑا کر دیا۔ ہندوؤں کی بھی ان کے ساتھ آمیزش تھی۔ کیونکہ پنڈت چتر بھج ایسے کاموں میں خوب ہوشیار ہیں۔ یہ مولوی صاحب اس قدر گندہ ناتراش تھا کہ اُسے سوامی جی کا نام بھی صحیح لینا نہ آتا تھا۔ وہ سوامی جی کی جگہ اسامی جی کہتا تھا۔ سماج والوں نے جب الجھن ہوتے دیکھا تو انسپکٹر صاحب کو خبر دی۔ جس نے آن کر اُسے فوراً اُٹھا دیا۔ اور تا اختتام لکچر خود وہاں کرسی پر بیٹھا رہا۔ اور آئندہ بدستور ایسا ہی کرتا رہا۔ بلکہ ایک روز ایک پادری صاحب اور کئی انگریزوں کو بھی لایا اور اُپدیش سنوایا۔

۷۔ **سوامی جی کی بے خوفی:۔** ایک روز بابو گلاب چند لال نے سوامی جی سے کہا کہ مہاراج! آپ مسلمانوں کے خلاف کچھ نہ کہیں۔ سوامی جی نے ان کو اُس وقت کوئی اُتر نہ دیا۔ مگر جب دیاکھیان شروع ہوا تو دین اسلام کا خوب کھنڈن کیا۔ اور کہا کہ چند چھوکروں نے مجھ کو منع کرتے ہیں۔ مگر میں ست کو کیوں چھپاؤں۔ مسلمانوں کی جب چلتی تھی تب ہم لوگوں کا تلوار سے کھنڈن کیا۔ اب کیا اندھیر ہے کہ وہ مجھے باتوں سے کھنڈن کرنے میں بھی رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ ایسا سُراج (اچھا راج) پاکر بھلا کسی کا پول کھولنے میں کبھی رُک سکتا ہوں۔

لکچر کے بعد ڈیرہ پر آکر سوامی جی نے فرمایا کہ یہ وقت ایسا ہے کہ کسی مذہب کے پول کھولنے اور صداقت دکھلانے میں کوئی آدمی کسی کو نہیں روک سکتا۔ یہ بات انگریزوں کے راج کی بڑی بڑائی کی ہے۔ دیکھو۔ پنجاب کے کسی شہر میں (جسکا نام اب مجھے یاد نہیں رہا) میں ایک روز دیاکھیان دے رہا تھا۔ اور اُس سے ایک دن پہلے یہ نوٹس ہو چکا تھا کہ میں آج عیسائی مت کا کھنڈن کرونگا۔ اس لئے بہت سے ولایتی اور نیٹو کرسچین اور پادری وہاں آئے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر کسی کارن سے جنرل رابرٹس صاحب بہادر بھی میرے دیاکھیان میں پہنچ گئے۔ میری زبان میں جتنی طاقت تھی۔ اس سے بائبل کا کھنڈن کیا۔ اور اس کا پرسپر وِرودھ دکھلاکر پُرزور دلائل سے اُس کو جھوٹا دھرم ثابت کیا۔ دیاکھیان کی سماپتی پر سچ ہونا تو درکنار۔ جنرل رابرٹس صاحب اتنا خوش ہوئے کہ ہم سے آکر ہاتھ ملایا۔ اور کہا کہ بے شک آپ بے خوف آدمی ہیں۔ جب ہمارے سامنے آپ نے ہمارے مذہب کا اتنا کھنڈن کیا اور نہیں ڈرے۔ تو اَور کسی سے کیا ڈرتے ہونگے۔ اور خوشی ہو کر چلے گئے۔

۸۔ **ٹھاکر پرشاد کو اُپدیش:۔** اس شخص نے چند روز اس سے پہلے باوجود موجودگی ایک عورت کے دُوسری عورت سے شادی کر لی تھی۔ ایک روز اُس نے سوامی جی سے پوچھا کہ مجھ کو یوگ کا طریقہ بتلایئے تاکہ میں اس پر عمل کیا کروں۔ سوامی جی نے اُتر

دیا کہ تو ایک شادی اور کر لے۔ تب تیرا یوگ ٹھیک ہو جاویگا۔ جسے سنکر وہ حیران رہ گیا اور پھر کبھی یوگ سیکھنے کی خواہش نہ کی۔

اس نے ایک دفعہ بحالت ممبری سماج سبھا میں بحالت بحث ایک ممبر سے بدکلامی کی جس پر لوگوں نے اُسے منع کیا۔ اور وہ خفا ہو کر چلا گیا۔ اس کا نام خارج کر دیا گیا۔ سوامی جی کے تشریف لانے پر اُس نے سوامی جی سے سفارش کرائی کہ مجھے بھرتی کر لیا جائے۔ اُدہکاریوں نے سوامی جی سے عرض کی کہ آپ بغیر قاعدہ کے کہیں تو ہم کر لیتے ہیں۔ ورنہ قاعدہ یہ ہے کہ وہ ایک معافی کی درخواست سبھا میں دے۔ سوامی جی نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ ہم بغیر قاعدہ کے کبھی نہیں کہتے۔ اور نہ کوئی کام بغیر قاعدہ کے ہونا ہی چاہیئے۔

۹۔ پھول توڑنے میں نقصان:۔ ایک دن بابو اننت لال مرحوم نے ایک گلاب کا پھول توڑا۔ اُسے دیکھ کر سوامی جی نے للکار کر کہا کہ تم نے بُرا کیا۔ یہ پھول کتنی ہوا کو شُدھ کرتا جو تم نے اسے توڑ کر اس کے مقررہ کام سے اسے باز رکھا۔ جب اندر آن کر بیٹھے تو سوامی جی کے ایک ہاتھ میں مکھی اُڑانے کا مورچھل تھا۔ تب بابو جی نے کہا کہ پھول کے توڑنے میں تو آپ نے پاپ بتلایا۔ مگر کیا آپ کے ہاتھ کی مورچھل سے مکھی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اس پر سوامی جی نے کہا کہ ڈرپوکوں کے رہنے میں تمہارے جیسے آدمیوں نے خرابی کی۔ جس سے بھارت غارت ہو گیا۔ تم جیسے ڈرپوک اور بزدل لوگوں سے میدان جنگ (رن بھومی) میں کیا ہو سکتا ہے!

۱۰۔ پرانایام کرتے ہوئے بیماری:۔ ٹھاکر داس کوٹھی ساد سوامی جی کے پاس اکثر جایا کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے مت میں تھے جو سنگت کا پنتھ کہلاتا ہے۔ اُن کے گرنتھ اکھروتی۔ بھی پران۔ عرضی۔ کرباوی اور شبدہت سے بھجن اور وید جیتا ہوتے ہیں۔ بھیر گوری نام گاؤں جو ضلع لکھنؤ میں ہے۔ وہاں ان کی سماد ہی ہے۔ یہ لوگ پرنو کا جاپ اور یوگ کی کریا سادھتے ہیں۔ ریچک۔ پورک۔ کمبک یعنی کھینچنا۔ چھوڑنا اور دھارنا سادھتے ہیں۔ ان میں پرانایام کرتے ہوئے ٹھاکر داس کو بیماری ہو گئی تھی۔ جس سے نابھی کمل کی ہوا بگڑ گئی تھی۔ اکثر درد رہتا اور کھانا بھی کم ہو کر کمزور ہو گئی تھی۔ اس بیماری کو تین سال ہو چکے تھے۔ انہوں نے سوامی جی سے ماجرا بیان کیا۔ فرمایا کہ ہم بھی یوگ جانتے ہیں اور اکثر کیا بھی ہے۔ ہم اس بیماری کو چھڑا دیں گے۔ چنانچہ اُسی وقت اُسے چت لٹا کر نوکر اُن کے کھڑے رہتے رہے۔ اور دونوں پاؤں زمین پر جوڑ کر اور اُن پر اپنے دونوں پاؤں رکھ کر اُسے اس طرح سے اٹھا دیا کہ اُس کے پاؤں زمین سے نہ اُٹھنے پائے۔ اس کے سر کے نیچے بھی دوسرے نے ہاتھ دے کر اُٹھایا۔ اس طرح کرنے سے اُسی وقت اس کا نابھی کمل درست ہو گیا۔ اور ایک

منٹ میں درد اچھا ہو گیا۔ پھر کبھی وہ درد نہیں اٹھا۔

۱۱۔ گھڑی کے متعلق کچھ دریافت:۔ پھر سوامی جی نے ٹھاکر داس کو فرمایا کہ ہم بھی تم سے ایک بات سیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس گھڑی ہے۔ اس کے کھولنے اور بگڑنے اور درست کرنے کا بھید ہم نہیں جانتے۔ یہ بتلا دیجئے۔ انہوں نے اس گھڑی کو ان کے سامنے کھولا درست کیا۔ کنجی کہاں لگتی ہے۔ اور کل قاعدہ سوامی جی کو بتلایا۔ اور وہ چھوٹا یعنی چابی اور پیچکش بھی سوامی جی کو دیدئے۔ سوامی جی ان کی قیمت دینے لگے۔ انہوں نے انکار کیا۔ کہ جب ہمارا آپ سے گورو بھاؤ ہو گیا تو ہم آپ سے کچھ نہیں لیتے۔

۱۲۔ ایشور کا روپ:۔ ٹھاکر داس نے ایک دن سوامی جی سے سوال کیا کہ ایشور اروپ ہے۔ اس کا روپ دیکھیں تو کیونکر؟ جب اس کا نام ہے تو اس کا کچھ روپ بھی ہوگا۔ فرمایا کہ جس طرح ذرات تمام آکاش میں اڑ رہے ہیں۔ مگر نظر صرف سورج کی کرنوں اور جھروکے میں آتے ہیں ہر جگہ نہیں۔ ویسے ہی ایشور ہے تو ہر جگہ۔ مگر تصور کرنے سے سوجھتا ہے۔ یوں نہیں۔

سوال ہوا کہ وہ تصور کیا ہے؟ اس کا بھید ہم کو بتلائیے۔ جس سے ہم کو دکھائی پڑے تب سوامی جی نے فرمایا کہ یہ جو تنکے سورج کی کرنوں میں دکھائی پڑتے ہیں۔ اس کا اگر ایک حصہ کیا جاوے تو وہ ٹکڑا دیکھنے کا نہیں۔ سو اسی پرکار ایشور دھیان اور سمجھنے سے تو ہے۔ مگر نظر نہیں آتا۔ اس پرکار اسے نشچے کرایا گیا کہ وہ اروپ تو ہے۔ دھیان سے تو سوجھتا ہے۔ مگر صورت والا نہیں ہے۔

۱۳۔ پادری صاحبان سے گفتگو:۔ ایک دن جونس صاحب سوداگر نے کہلا بھیجا کہ ہم ملاقات کو آنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ معہ گیا کے پادری صاحب اور مسٹر ٹھیپر صاحب اور بیرا اور چند نیم صاحبان کے تشریف لائے۔ کرسی اور چارپائیوں کا انتظام کیا گیا تھا جونس صاحب نے کہا کہ آپ کچھ فرماویں۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم تو روز کہتے ہیں آج آپ ہی کچھ فرماویں۔ تاکہ ہم بھی سنیں۔ آخر الامر سب نے یہی کہا کہ سوامی جی بیان فرماویں تب سوامی جی نے اس طرح کہنا شروع کیا کہ سب قدرتی اشیا جو پرمیشور نے پیدا کی ہیں سورج۔ چاند۔ ابر۔ زمین۔ ہوا وغیرہ وہ سب آدمیوں کے لئے پرمیشور نے بنائی ہیں کسی ایک کے واسطے نہیں۔ پادری صاحب اقبال کرتے گئے۔ جیسے پرمیشور کی بنائی ہوئی چیزیں سب کے واسطے ہیں۔ ویسے ہی پرمیشور کا بنایا ہوا دھرم بھی سب کے لئے مساوی ہونا چاہیئے۔ نہ کہ جدا جدا۔ پادری صاحب نے کہا کہ ہاں مساوی ہونا چاہیئے تب سوامی جی نے کہا۔ قیاس کرو کہ ایک میلہ ہے۔ جس میں سب دھرم کے پادری پیر موجود ہیں اور اپنے اپنے دھرم کا وعظ کرتے ہیں۔ ایک متلاشی وہاں گیا۔ اور وہ کرسچین محمدی۔ ہندو۔ جین وغیرہ جن کا شمار ایک ہزار تک ہے۔ سب کے پاس سچے دھرم کی

تلاش میں گیا اور اُسے ہر کسی نے یہ بتلایا کہ ہمارا دھرم سچا ہے اور باقی نوسو ننانوے جھوٹے ہیں۔ اب ہر ایک کی سچائی کے لئے خالی اس کا اپنا بیان اور ایک کی جھوٹائی کے لئے نوسو ننانویں کی گواہی گذرتی ہے۔ اس سے کیا سمجھنا چاہیئے؟ (صاحب نے جواب دیا کہ معمولی انصاف سے تو ہزاروں جھوٹے ٹھہرتے ہیں) پھر سوامی جی نے کہا کہ دُنیا کی کوئی چیز ایک دم مضرّ نہیں۔ کچھ نہ کچھ فائدہ ہر ایک چیز رکھتی ہے۔ اس لئے ہزاروں یہ جو مت ہیں۔ ایک دم جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ کچھ نہ کچھ سچائی ان میں ضرور ہے۔ قیاس کرو کہ وہ متلاشی ایک سادی نوٹ بُک بنا کر پھر ان ہزاروں میں سے ہر ایک کے پاس گیا۔ اور ہر ایک سے یہ سوال کیا کہ سچ بولنا اچھا ہے یا جھوٹھ؟ سبھوں نے کہا کہ سچ بولنا۔ چوری کرنا یا ساہوکاری؟ سبھوں نے کہا کہ ساہوکاری۔ دیا کرنا اچھا ہے یا شاپ دینا؟ سبھوں نے کہا کہ دیا کرنی۔ پس جن سب باتوں میں ہزاروں کی ایک رائے ہے اُن کے سچا ہونے میں کیا شک ہے۔ اسی طرح جو جو سوالات اس کے دل میں آئے وہ سب سے پوچھے۔ جس میں سب کی ایک رائے ہو جائے وہ دھرم ہے۔ اور جس میں نااتفاقی ہو وہ ادھرم یعنی اس کا اُلٹ ہے۔ پس ان نصیحتوں کا مجموعہ جس میں سب کی ایک رائے ہے وہ متلاشی جمع کرے تو وہی دھرم پرمیشور کی طرف سے اور سچا ہے۔ اس میں کسی کی کھینچ نہیں۔ اس میں ایسا نہیں ہے کہ سوائے محمد کی شفاعت یا بنا عیسیٰ کے وشواس یا بنا رام کرشن کی گواہی یا کسی مسندادی تنتش کے وسیلہ کے نجات نہیں مل سکتی ہے۔" اتنا کہہ کر سوامی جی نے پوچھا کہ اس میں آپ لوگوں کو کچھ کہنا ہے؟ تب جونس صاحب بولے کہ آپ ایسے طور سے ان باتوں کو کہتے ہیں کہ اس کے خلاف کہنے میں گراں گذرتا ہے۔ مگر جب ایسا ہی خیال آپ کا ہے۔ تو آپ چھوت چھات کیوں مانتے ہیں؟ ہمارے ساتھ کھانے میں کیا عذر رکھتے ہیں؟ کہا کہ کسی کے ساتھ کھانے یا نہ کھانے میں ہم دھرم ادھرم نہیں مانتے۔ یہ سب باتیں دیش یا جاتی کے رواج سے تعلق رکھتی ہیں۔ اصل دھرم سے نہیں۔ جو سمجھدار ہیں وہ بھی بلا ضرورت اپنے دیش یا رواج کے خلاف کام نہیں کرتے۔ کیا آپ اپنی بیٹی کی شادی کسی میتھو کرسچین سے کر سکتے ہیں اور کرنے کے بعد آپ کو خوشی ہوگی؟ صاحب نے کہا کہ نہیں۔ تب سوامی جی نے کہا کہ دھرم کے خیال سے یا اپنی جات کے رواج کے خیال سے؟ پادری صاحب نے کہا کہ جات کے رواج کے خیال سے۔ تب فرمایا کہ اسی طرح اپنے دیشی بھائیوں کے رواج سے ہم بھی اس کو نہیں کرتے۔ ورنہ ہم اس کو دھرم قطعی نہیں مانتے۔ جس سے وہ خاموش ہو گئے۔

پھر مورتی پوجا کی بابت ذکر ہوا۔ مسٹر جونس صاحب نے پوچھا کہ ہندو لوگ بت پرست کیوں ہیں؟ سوامی جی نے کہا کہ یہ بت پرستی ہندوؤں کا دھرم نہیں۔ ان کے مت شاستر

میں اس کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بزرگ لوگ جب مرتے تو ان کی تصویریں بنا کر رکھی گئیں۔ اور اسی طرح سمر گذرنے پر محبت کے خیال سے ان کی پوجا شروع کی گئی جیسے کہ آپ لوگوں میں بہت سے لوگ عیسیٰ و مریم و کروس اور مسیح کے شاگردوں کی تصویر یا مورت بنا کر پوجتے ہیں۔ یہ اور دیا کی باتیں فریقین میں مساوی ہیں جس پر وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ اور ہاتھ ملا کر تشریف لے گئے۔ یہ بات چیت غالباً دو گھنٹے تک ہوتی رہی۔

پھر ایک دن پادری صاحب سوامی جی کی ملاقات کو بنگلہ پر تشریف لائے۔ سوامی جی اور جولنس صاحب سے گئو کے ماس پر ذکر ہوا۔ سوامی جی نے پوچھا کہ کس خیال کو نیکی کہتے ہیں؟ یعنی نیکی کی تعریف کیا ہے؟ صاحب نے کہا کہ آپ ہی فرما دیں۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم نیکی سمجھتے ہیں اس کو جس سے بہتوں کا اُپکار ہو۔ صاحب نے بھی اقبال کیا۔ تب سوامی جی نے کہا کہ گائے سے زیادہ اُپکار ہوتا ہے یا ماس سے؟ سوامی جی نے مفصل حساب کر کے جتلایا (بموجب گئو کرنا ندھی) کہ یہی خیال گئو مارنا ادھرم اور پالن کرنا دھرم ہے۔ جولنس صاحب نے فرمایا کہ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔ سوامی جی نے فرمایا کہ جو بات ثابت ہو جائے۔ اس کے مطابق چلنا چاہیے یا نہیں۔ صاحب نے فرمایا کہ ہاں۔ تب سوامی جی نے کہا کہ پھر آپ گئو ماس کیوں کھاتے ہیں۔ اس کو چھوڑ دیجئے۔ اس پر صاحب بہادر نے اقرار کیا کہ میں آئندہ گئو ماس نہ کھاؤں گا مگر بکرے وغیرہ کا کھاؤں گا۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم اس کا تمہیں حکم نہیں دیتے مگر گائے کی اوشیہ مخالفت کرتے ہیں۔ اس کے بعد باہمی خوشی مل کر چلے آئے۔

۱۴۔ پنڈت چتربھج پورانک راج کی کرتوت:۔ جن دنوں سوامی جی یہاں آئے تو دھرم سبھا نے علی گڑھ کے پنڈت صاحب کو دیاکھیان کے واسطے بلایا۔ سوامی جی کا نوٹس پہلے ہی گھوم چکا تھا کہ جس کسی کو شاستر ارتھ کرنا یا کچھ پوچھنا ہو وہ اوشیہ آ کر پوچھ لے۔ اور دیاکھیان بھی شروع ہو گئے تھے۔ پنڈت جی کے آنے پر باہمی خط و کتابت شروع ہو گئی۔

بابو صوبیدار سنگھ و سوداگر سنگھ و جے رام سنگھ کو (جو تینوں ایک ہی برادری کے ہیں) سوامی جی نے بھیجا کہ جا کر چتربھج سے دریافت کریں کہ وہ کس وشے پر شاستر ارتھ کریں گے؟ وہ گئے اور پیغام سنایا کہ آپ لکھ کر جواب دیجئے کہ آپ کس وشے پر شاستر ارتھ کریں گے؟ یا جس طرح طبیعت چاہے لکھ دیجئے۔ پنڈت جی نے کاغذ نکالا اور کہا کہ میں نے وہاں ہرایا۔ وہاں ہرایا۔ وہاں ہرایا۔ کوئی ۳۲ جگہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہرایا ہے تو ایک دفعہ پھر ہرا دو۔ رام لال و بنسی لال برادران نے (جن کے مکان میں پنڈت جی اُترے ہوئے تھے) کہا کہ اس کہنے سے کیا فائدہ ہے۔ اگر ہرایا ہے تو پھر ہرا دو۔ مگر پنڈت جی یہاں تک ہرایا ہرایا کہتے رہے کہ ان کی بات ہی نہ تھی۔ آخر کو ایک اور

بات کہی کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو۔ دیانند سوامی اصل میں کرشتان ہے۔ اس وقت بیجو ناتھ نے کہا کہ تم بھلے آدمی نہیں ہو جو ایسے مہاتما کو ایسا کہتے ہو۔ ایسی فضول باتوں سے کیا فائدہ۔ صاف شاستراتھ کا جواب دو۔ ہماری یہ سب باتیں بازار والوں نے بھی سنیں۔ مگر اس نے شاستراتھ والی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ کوئی شرط طے کی۔

دوسرے دن صبح یہ لوگ بدھو شاہ سُنار کی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دیکھا کہ ٹیکولن کی گٹھڑی بندھی ہوئی پنڈت جی بچھو کی طرف بازار کے راستہ سے چلے آتے ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ نند لال و رام لال نے ان کی فضول گوئی اور مباحثہ سے حیلہ جوئی اور احتمال فساد کے سبب سے ان کو وہاں سے نکال دیا تھا۔ تب انہوں نے جا کر ٹھاکر باڑے میں تھانہ کے قریب ڈیرا کیا۔ آریہ سماج سے مخالفت کرانے کی غرض سے چتر بھج مسلمانوں سے بڑی محبت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ مسلمان بھی اس کے مددگار ہو کر سوامی جی کی مخالفت کرتے تھے۔ سارا حال چتر بھج کا سوامی جی کو سنایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ سامنے نہیں آئیگا دور سے ہی شور مچاتا رہتا ہے۔

ایک دن یوں دھوکا دیا گیا کہ جب سوامی جی ویاکھیان دے چکے تو تجویز ہوئی کہ جہاری شاہ کے مکان میں جہاں چتر بھج بھی آئیگا۔ سوامی جی چل کر باہمی شرائط مباحثہ فیصلہ کر لیں۔ آریہ لوگ اُس مکان کے حال سے ناواقف تھے۔ چنانچہ سوامی جی اور کئی دیگر صاحبان ہمراہی ذات کے گئے۔ بہت سے تو اُس مکان کے باہر رہ گئے۔ اس مکان میں ایک دوسرے راستہ سے پہلے ہی بہت سے ہندو مسلمان بھرے ہوئے فساد کی نیت سے بیٹھے تھے۔ سوامی جی گئے۔ تب پوچھا کہ کدھر ہیں چتر بھج۔ سامنے آویں اور بات کریں۔ تب گوبند سرن کھتری دھرم سبھا نے کہا کہ پنڈت جی چھپے ہیں۔ ہم سے بات کیجئے۔ کیونکہ اُن کو اس وقت آنکھوں سے نہیں سوجھتا۔ تب سوامی جی نے کہا کہ اگر نہیں سوجھتا تو زبانی بات چیت کرے۔ اُس نے کہا کہ وہ سامنے نہیں آویگا۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اُن کے درشن کرنے سے پاپ لگتا ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ وہ کپڑے کی آڑ سے بات چیت کرے۔ ہر گوبند سرن نے کہا کہ آپ ہم سے بات چیت کریں۔ وہ نہیں آوینگے۔ سوامی جی نے کہا کہ تم کون ہو۔ جس سے ہم بات چیت کریں۔ وہ آویں۔ تب اُس نے ایک چراغ جو جلتا تھا۔ اُس کو بجھا دیا۔ اور سب نے تالی بجانا شروع کی۔ تب مادھو لال وغیرہ نے للکار کر سب کو مار ڈالیں گے۔ ایسا مت جانو۔ انہیں باہر آنے کا راستہ بھی اندھیرے کے سبب معلوم نہ تھا۔ تاہم لیمپ اُن کے ساتھ تھا۔ چنانچہ ایک ممبر لیمپ لے کر سوامی جی کے آگے چلا۔ اور باقی سب سوامی جی کے پیچھے پیچھے۔ انہوں نے دو تین ڈھیلے پھینکے۔ مگر وہ اُن تک نہ پہنچ سکے۔ یہ دونوں ہاتھ میں ڈنڈا لئے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ ارے بدمعاشو! ہم

کو جان سے مار ڈالیں گے۔ تو کوئی آوے تو سہی۔ آہستہ آہستہ باہر نکل آئے اور سب بھائی اکٹھے ہوئے۔ سوامی جی کو گاڑی میں بٹھلایا۔ سوامی جی کی طرف بہت مضبوط آدمی تھے۔ اس سے وہ کچھ نہ کر سکے۔ چیترسنگھ کی ایسی کرتوت سے صوبیدار امر سنگھ وغیرہ جو پہلے اس کے حامی اور مُوئد تھے۔ دھرم سبھا سے بیزار ہو کر آریہ سماج کے ممبر ہو گئے۔ پھر یہ بھی حالت تھی کہ یاں اپنی خوشی سے سوامی جی کا معہ آٹھ دس آدمیوں کے پہرہ دیتے رہتے تھے۔ کہ کوئی شریر ڈھیلا نہ پھینک دیوے۔ اپدیش کم سنتے تھے۔ مگر پھر بھی کوئی کوئی بات نہ سُن لیتے تھے اور وہی اپنے واسطے کافی سمجھتے تھے۔

انہیں دنوں ایک پروانہ نمبری ۹۵ صاحب مجسٹریٹ بہادر کی پیشگاہ سے بدیں مضمون صادر ہوا کہ در تحقیقات مجیبان بابو دھولال و بہاری پرشاد و چیک بہاری لال ساکنان دانا پور کو معلوم ہو کہ بملاحظہ رپورٹ صاحب انسپکٹر دانا پور معلوم ہوا کہ دیوپنڈت اس شہر میں آئے ہوئے ہیں۔ دونوں کا طریقہ مذہبی دو طرح کا ہے۔ دونوں پنڈتوں کی مدد میں بہت سے آدمی جو جس طریقہ مذہبی پر ہیں رہتے ہیں۔ دونوں پنڈتوں میں اپنے اپنے رواج مذہبی میں مباحثہ شاستر ارتھ ہونے کا پیغام ہے۔ دوبوجہ اختلاف رواج مذہب و ہونے مخالف کلام طریقہ پر اپنے اپنے مابین تم لوگ و سبھیان گوبندسرن و بہاری لال و رام کشن و بابولال و نندلال ساکنان دانا پور بمقتضائے رواج مذہب کے بہر حال احتمال وقوعہ سنگین کا ہے۔ بنابراں تم لوگوں کو لکھا جاتا ہے کہ اگر سبھا کرنے میں یا بحث مباحثہ میں کسی قسم کا جھگڑا و تکرار وقوع میں آویگا تو جوابدہی اس کی تم لوگوں سے کی جاوے گی تاکید مزید جانو۔ ۱۱ نومبر ۱۸۷۹ء

اس کے دو دن بعد جب بابو دھولال وغیرہ سوداگر سنگھ کھتری کے گوہائیں کے شوالے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ گوبندسرن معہ رام کشن و پنڈت شری کھتریان و چار پانچ دیگر آدمیوں کے وہاں آئے۔ انہوں نے چٹھی دے کر بٹھلایا۔ انہوں نے کہا کہ شاستر ارتھ ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ قبول ہے۔ تب کہا کہ کوئی جگہ بتاؤ۔ انہوں نے اُما چرن بنگالی کا مکان بتلایا۔ اور کہا کہ ٹکٹ اور انتظام سرکاری ہو۔ جتنے دونوں طرف کے سکرٹری چاہیں۔ اتنے آدمی برابر دونوں طرف کے ہوں۔ اس نے کہا کہ باہر کی ذمہ داری کون کریگا؟ وہ آریوں نے اپنے ذمہ لی۔ تب کہا کہ وہاں نہیں۔ عام جگہ ہو۔ بابو دھولال نے کہا کہ ایسی جگہ وہ جابی بتلاؤ۔ تب وہاں سے بھی انکار کیا۔ آخر بابو دھولال نے پوچھا کہ تمہاری کہاں مرضی ہے؟ کہا کہ اگنی شوالے کے پاس میدان میں جہاں چرچ ہے۔ بابو دھولال نے کہا کہ اس کی ایک طرف شراب خانہ اور دوسری طرف تاڑی خانہ ہے۔ جس میں تین چار ہزار تک آدمی کھنچ سکتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگ وہاں رہتے ہیں۔ وہاں کون بھلا مانس جاویگا۔ تمہارا مطلب شرارت سے معلوم ہوتا ہے۔

ٹھاکر داس جی بھی چترنج کی طرف سے پیغام لایا کرتے تھے۔ سوامی جی نے کہا کہ اگر وہ ہمارے سامنے آکر مورتی پوجا کا ثبوت دیں تو ہم اُن کو پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ جب یہ کہا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ بھائی! ہم نہیں جا سکتے۔

۱۵۔ درگا اوستھی کی شردھا:۔ ایک شخص درگا اوستھی برہمن سکنہ پٹا تو دانا پور ساشاپ فروش اپنے جات بھائیوں کے خوف سے سوامی جی کے لیکچر میں نہیں جایا کرتا تھا۔ اور اگر جاتا تو چوروں کی طرح باہر کھڑا ہو کر سنتا اور پھر چلا جاتا۔ اس کا شوق بہت تھا کہ میں سوامی جی کے کھانے سے کچھ شیرینی لوں۔ کئی دفعہ کوشش کی مگر نا کامیاب ہوا۔ آخر اُسے معلوم ہوا کہ سوامی جی پرات کال تین چار بجے ہی نکل جایا کرتے ہیں۔ ایک رات جدھر سوامی جی جایا کرتے تھے۔ وہ اُدھر جا کر پہلے ہی بیٹھ رہا۔ جب سوامی جی لوٹ کر دانا پور سے پُورب لب نہر آ رہے تھے۔ تب یہ اُن کے پیچھے پیچھے چلا۔ راستہ میں سوامی جی نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ اُس نے کہا کہ میں یہاں کا ہی باسی ہوں۔ مگر برادری کے خوف سے میں آپ کے ویاکھیان سننے کو لوگوں کے سامنے نہیں آ سکتا۔ آپ سے بات چیت کرنے کی بہت شردھا ہے۔ یہی باتیں کرتے کرتے سوامی جی بنگلہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ تب پوچھا کہ تمہارا مطلب کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ مہاراج! میری یہی شردھا ہے کہ آپ اپنے چرن کو میرے مستک پر لگا دیجئے۔ سوامی جی نے کہا کہ اس کا کیا پھل ہوگا؟ اور کسی بات کی اچھیا ہو تو کہو۔ ورنہ ہم جاتے ہیں۔ کسی وقت آن کر پوچھ لینا۔ اس نے کہا کہ ضرور کسی وقت حاضر ہوں گا۔ مگر اس وقت میری یہی شردھا ہے۔ آخر سوامی جی نے اس کے بضد ہونے پر کہا کہ اس سے ہوگا تو کچھ نہیں۔ لیکن اگر تو یہی چاہتا ہے تو لے۔ اور اپنے پاؤں کا انگوٹھا اس کے مستک پر لگا دیا اور وہ چلا آیا۔

۱۶۔ غلط افواہ:۔ ان دنوں کسی نے جھوٹ موٹھ انڈین مرر کے ایڈیٹر کو کہا کہ سوامی جی نے کسی ٹھاکر کی مورتی کو لات ماری جس سے لوگوں پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے اپدیش میں آنا بند کر دیا۔ چنانچہ اخبار میں ان لفظوں میں لکھا ہے:۔

از انڈین مرر: "ہم امید کرتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر صحیح نہیں ملی کہ پنڈت دیانند سرسوتی دوسروں کے مذہبی اعتقادات کا ذکر عزت کے ساتھ نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ بہار کے ایک قصبہ میں سوامی جی نے ہندوؤں کی ایک ٹھاکر کی مورتی پر لات مارنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ہم کو معلوم ہے کہ اس کارروائی سے لوگوں پر بڑا اثر ہوا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اُن کا اُپدیش سننے سے ہٹ گئے۔ ایک ہندو بت شکن اور گرم جوش عیسائی مشنریوں میں تھوڑا ہی فرق ہے۔ پس حیرانی کی بات نہیں ہے کہ لکھنؤ وٹنس اخبار میں یہ فقرہ نکلا کہ برہمنوں کو علانیہ مدد پہنچانے کے تحت خواہ بیان کیا جاتا ہے۔

اُن کے پاپوں کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور اُن کو برابر سزاوار قرار دیا جاتا ہے۔ تو جو عزت اس فرقے کو صدیوں سے حاصل ہے۔ اُس میں بڑا بھاری فرق آتا ہے۔ اپنے مُلک کے بڑے بھاری فرقہ کی بابت ایسی سخت کلامی کرنے سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ نیکوکاری کچھ اور ہی ہے۔" ۲ دسمبر ۱۸۸۱ء جلد ۱۹ نمبر ۲۹ منڈے (سوموار)

مگر یہ محض بہتان تھا۔ کسی نادان نے شرارت کی راہ سے جھوٹی خبر ارسال کر دی تھی نہ ایسا ہوا اور نہ کوئی دیاکھیانوں سے ناراض ہوا۔ بلکہ تمام لوگ نہایت اُتساہ سے سُنتے رہے۔ اور پنڈت گوکل چند وغیرہ جو پہلے بڑے کٹر بُت پرست اور جیترنج جی کے مددگار تھے۔ مُورتی پُوجا کی اصلیت اور سوامی جی کے ست اُپدیشوں کی برکت سے اُسی روز سے آریہ سماج کے حامی بن گئے۔ بعد میں یہ کلکتہ آریہ سماج کے سبھاسد اور ویدک دھرم کے بڑے پریمی اور پُرجوش ممبر بنے۔ ایسی بے بنیاد افواہیں ہر جگہ اُڑتی رہیں۔

متفرق:۔ بابو شیو غلام پرشاد (جو خوب بھنگ پیا کرتے تھے) نے سوامی جی سے پُوچھا کہ مَن ایکاگر ہونے کی کوئی تجویز بتلایئے۔ سوامی جی نے کہا کہ اگر تم دو تولے بھنگ پی لیا کرو تو خوب جمیگا۔ وہ سُن کر بہت متعجب ہُوا۔ اصل میں لوگ بدعادتوں کو نہیں چھوڑتے اور اُلٹا روحانی باتیں پوچھتے ہیں۔

بابو مادھولال نے ۹ نومبر ۱۸۸۱ء کو اپنے گھر میں سوامی جی کو بُلا کر سنسکار ودھی انوسار ہَوَن یگ کرا کر یگیوپویت اور گائتری کا اُپدیش لیا۔ اور کیدار ناتھ اور ٹھاکر پرشاد نے جوش صاحب کے بنگلہ پر ہَون کے بعد یگیوپویت گرہن کیا۔

ایک حلوائی تھا، جیت بھگت بھی ان دنوں جیترنج شرما کی طرف سے سکھا سکھا کر سوامی جی سے مُورتی پُوجا پر مباحثہ کیا کرتا اور بکواس بھی بہت کرتا تھا۔ یہ بڑا چالاک آدمی تھا۔ ایک دن اُسکو سوامی جی نے اچھی طرح ڈانٹا کہ ہمارا سمے بیفائدہ ضائع کرتا ہے۔ جس پر وہ کرودھت ہو کر کچھ بولا اور چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ گلت کوڑھی ہو کر اس جھگڑے کے دس بارہ یوم بعد مر گیا۔

ہری ہر کشیتر جانے کی صلاح ہوتی رہی۔ اور سب نے بھادر بابو بہاری پرشاد نے اپنے آدمی بھی تعینات کر دیئے۔ مگر باقاعدہ ٹھیک وقت پر انتظام نہ ہونے کے سبب سوامی جی تشریف نہ لیجا سکے۔

سوامی جی ۶ نومبر ۱۸۸۱ء کو منیجر کے نام پتر لکھتے ہیں کہ "آج کل داناپور میں پرتی دن میں دیاکھیان ہوتے ہیں۔ آج پانچواں دن ہے۔ یہاں کا سماج اور سماج کے پُرش بہت اُتم ہیں۔ سماج کا پربندھ بھی بہت اُتم کیا ہے۔ یہاں سے اور اس کے پشچات ہری ہر کشیتر کے میلے میں جانا ہوگا۔ وہاں سے کلکتہ یا بنارس کے انتر کاشی میں جا کر چھاپہ خانہ کا پربندھ کیا جاویگا۔ اور وہاں آدھی چیت یا انت تک ٹھہریگے۔" دیانند سرستی از داناپور

آخر کار سوامی جی ۲۰ دن وہاں ست اپدیش کر کے کارتک سُدی ۲ کو روانہ ہوئے، بمطابق ۱۱ نومبر کو داناپور سے اسی روز بنارس پہنچے۔

باب پنجم ممالک مغربی و شمالی

پہلی فصل۔ بنارس

ڈیرا۔ سوامی جی نے ساتویں اور آخری مرتبہ کارتک شدی ۱۳ گورووار مطابق ۶ نومبر ۱۸۷۹ء کو کاشی نگر میں تشریف لا کر مہاراج وجی نگر کے آنند باغ میں نواس کیا۔

اشتہار اور چیلنج وغیرہ۔ آتے ہی حسب ذیل اشتہار چھپوا کر زبان سنسکرت بھاشا کیم دسمبر ۱۸۷۹ء کو اپنے آنے کی اطلاع تمام باشندگان و پنڈتان بنارس کے گوش گذار کی اور صرف اسی پر ہی نہیں بلکہ عام سبھا جس کا اوپر مشہور مورتی پوجا پر سب کو چیلنج بھی دیا۔

॥ ओ३म् । नमः सर्वशक्तिमते परमेश्वराय ॥

॥ प्रथमं विज्ञापनपत्रमिदम् ॥

सर्वान् सज्जनान् प्रतीदं विज्ञाप्यते सम्प्रति दयानन्दसरस्वती स्वामिनः
श्रीयुत महाराज विजयनगराधिपतेरारामे निवसन्ति । यैर्वेदानां मं-
तमंत्रं कृत्स्नत्वेन किंचिदपि नैव मन्यते । किन्तु यावीश्वर गुणकर्म
स्वभाव वेदोक्त सत्य धर्माचरणाद्विद्या [illegible] आप्तकार सिद्धा-
न्तान् स्वात्मपवित्रता सुविचारणम [illegible] पाषाणादि मूर्तिपूजा
[illegible] पाषण्डावार [illegible] व्यासमुख्यादि [illegible] नाम
[illegible] प्रसिद्ध [illegible] पुराणादि संज्ञा [illegible]
[illegible] संपूर्ण [illegible] पापानि [illegible] मु-
क्ति [illegible] भूमौ [illegible] पर्वतो [illegible]
[illegible] चन्द्र [illegible] कारण [illegible]
[illegible] तिलक [illegible] धारणम् । [illegible]
[illegible] नवोन्नः [illegible] कर्तुं [illegible]
[illegible] अतो [illegible] स्वार्थवि-
[illegible] विप्रपत्तिः [illegible] प-
[illegible] वर्तते । [illegible] शास्त्रार्थं [illegible]
[illegible] वेदा [illegible]

नि। एतेषामर्थविज्ञानाय ब्रह्मादिभिः ऋषिपर्यन्तैर्मुनिभिर्निर्मिता ऐतरेयब्राह्मणादि पूर्वमीमांसापर्यन्ता आर्षा वेदानुकूला वादिप्रतिवादिपुस्तक सर्वमान्यता गुण्या भवन्त्याख्य। येऽत्र सभासदो भवेयुस्तेऽपि पक्षपातविरहा धर्मार्थकाममोक्षपरोपकारसाधनाः विद्वांसः सत्यप्रिया आलस्यादिदोषरा-स्युर्नो विपरीताः। यत् किञ्चिदत्र हि प्रतिगन्तव्यं स्यात् तत्सर्वं लिपिभि-र्मिश्रैर्नरैः लेखैर्लिपीकृतं भवेत्। स लेखस्तान्ते वादिप्रतिवादिनोः सम्मत्या-र्थे च हस्ताक्षरैः स्वस्वनामाङ्कितं स्यात्। ये च मुख्याः सभासदः एतल्लेख-स्य लेख्यस्यैकं पुस्तकमेकं वादिने द्वितीयं प्रतिवादिने तृतीयं चतुर्थं सभ्यसाक्षात्कस्य विश्वसितस्य राजपुरुषस्य सभाध्यक्षस्याधीनं भवेयुः। कश्चिदन्यथा कर्तुं न शक्नुयात्। यद्येवं सति काशीनिवासिनो विद्वांसः सत्यासत्ययोर्निर्णयं न कुर्युस्तर्हि तेषामतीव लज्जास्पदमस्तीति वेदि-तव्यम्। विदुषां यथेयं सभा वो व्यवस्था यत्ये निर्णीय सत्यस्य ग्रहणमस-त्यस्य परित्यागं कृत्वा कृतार्थिनो भवन्त्येवं सर्वैर्मनुष्यैर्भवितव्यमि-ति॥

॥ प्रथम विज्ञापन ॥ "भाषार्थ"

सब सज्जन लोगों को विदित किया जाता है कि इस समय पण्डित स्वामी दयानन्द सरस्वती जी महाराज काशी में आकर जो श्रीयुत महाराजे विजयनगर के अधिपति का आनन्दबाग महमूरगंज के समीप है में निवास करते हैं। वे वेदमत का ग्रहण करके उससे विरुद्ध कुछ भी नहीं मानते। किन्तु जो जो ईश्वर के गुण कर्म स्वभाव और वेदोक्ति १। सृष्टिक्रम २। प्रत्यक्षादि प्रमाण ३। आप्तों का आचार और सिद्धान्त ४। तथा अपने आत्मा की पवित्रता और उत्तम विज्ञान विरुद्ध होने के कारण पाषाणादि मूर्तिपूजा, जल और स्थल विशेष में पाप निवारण करने की शक्ति व्यास मुनि आदि के नाम पर छल से प्रसिद्ध किये नवीन ब्रह्मवैवर्त पुराण नामक आदि इञ्जील बैबल आदि ग्रन्थ। परमेश्वर के अवतार, वह ईश्वर का पुत्र होके अपने विश्वासियों के पाप क्षमा करके मुक्ति देने हारे का मानना। उपदेश के लिये अपने मित्र पैग़म्बर को पृथिवी पर भेजना। पर्वतों का उठाना। मुर्दों का जलाना। चन्द्रमा का खण्ड करना। कारण के बिना कार्य की उत्पत्ति मानना। ईश्वर को नहीं मानना स्वयं ब्रह्म बनना अपने ब्रह्म से अतिरिक्त वस्तु कुछ भी न मानना जीव ब्रह्म को एक समझना कण्ठी तिलक

और रुद्राक्षादि धारण करना ॥ और शैव शाक्त, वैष्णव, गाणपतादि संप्रदाय आदि हैं, इन सब का खण्डन करते हैं इससे इस विषय में जिस किसी वेदादि शास्त्रों के अर्थ जानने में कुशल सभ्य, शिष्ट आप्त विद्वान के विरुद्ध जान पड़े। अपने मत का स्थापन और दूसरे के मत का खण्डन करने में सामर्थ्य हो वह स्वामी जी के साथ शास्त्रार्थ करके पूर्वोक्त व्यवहारों का स्थापन करे। इससे विरुद्ध मनुष्य कभी नहीं कर सकता। इस शास्त्रार्थ में वेद मध्यस्थ होंगे। वेदार्थ निश्चय के लिये जो ब्रह्मा से ले कर जैमिनि मुनि पर्यन्त के बनाये ऐतरेय ब्राह्मण से ले के पूर्व मीमांसा पर्यन्त वेदानुकूल आर्ष ग्रन्थ हैं वे वादि और प्रतिवादी समय पर वादों को माननीय होने के कारण माने जावेंगे और जो इस सभा में सभासद् हों वे भी पक्षपात रहित धर्म अर्थ काम और मोक्ष के स्वरूप तथा साधनों को ठीक २ जानने सत्य के साथ प्रीति और असत्य के साथ द्वेष रखने वाले हों इनसे विपरीत नहीं। दोनों पक्ष वाले जो कुछ कहें उसको शीघ्र लिखने वाले तीन लेखक लिखते जावें। वादी और प्रतिवादी अपने २ लेख के अन्त में अपने २ लेख पर हस्ताक्षर से अपना २ नाम लिखें। तथा जो मुख्य सभासद् हों वे भी दोनों के लेख पर हस्ताक्षर करें उन तीन पुस्तकों में से एक वादी दूसरा प्रतिवादी को दे दिया जाय। और तीसरा सब सभा के सम्मति से किसी प्रतिष्ठित राज पुरुष की सभा में रक्खा जावे कि जिस से कोई अन्यथा न कर सके। जो इस प्रकार होने पर भी काशी के विद्वान लोग सत्य और असत्य का निर्णय करके औरों को न करावेंगे तो उनके लिये अत्यन्त लज्जा की बात है क्योंकि विद्वानों का यही स्वभाव होता है जो सत्य और असत्य को ठीक २ जान के सत्य का ग्रहण और असत्य का परित्याग कर दूसरों को करा के आप आनन्द में रहना। औरों को आनन्द में रखना ॥

दूसरा विज्ञापन ॥ स्वामी जी को ६ पुरुषों की अपेक्षा है ॥ एक वेद वेदांग विद्वान् जिसको व्याकरण मीमांसादि शास्त्रों में निपुण शुद्ध लिखने [illegible] शब्द अर्थ और सम्बन्ध के विचार से शुद्धाशुद्ध को जानकर शुद्ध करने और भाषा के व्याकरण की रीति से संस्कृत की भाषा को सुन्दर रचना करने वाला विद्वान ॥

दूसरा व्याकरण में निपुण लिखने में शीघ्रकारी पूर्वोक्त रीति से

संस्कृत को ठीक २ भाषा की रचना करनेहारा ॥
तीसरा ॥ शुद्ध लेखक ग्रन्थ लिखनेवाला ॥
चौथा ॥ [illegible] रसोई बनाने में अतिचतुर ॥
पांचवां ॥ चतुर सेवक कहार का वा कूर्मी वा किसान ॥
और छठा नागरी इंगलिश और उर्दू भाषाओं का लिखने पढ़ने वाला हो। इन छः पुरुषों को जैसी २ योग्यता अपने २ काम में होगी उस को मासिक भी वैसाही दिया और उससे यथायोग्य काम लिया जायगा। जिस किसी को ऐसा करना अपेक्षित हो वह उक्त स्थान पर जाकर स्वामीजी से मिलके प्रबन्ध करलेवे ॥
कर्नु काला कुच ग्रैव्ये मार्गे शीर्षे सिते दले ॥ चन्द्रवारे तृतीयायां पत्र मेतद्लेखिषम् ॥१॥ संवत् १९३६ मिती मार्गशीर्ष वदी ३ सोमवार को यह पत्र मैंने लिखा है ॥

तृतीय विज्ञापन ॥ सन्ध्या के चार बजेसे लेके रात्रि को दशबजे पर्यन्त स्वामी जी को सबसे मिलने और वार्त्तालाप करने का अवकाश प्रति दिन रहता है ॥

हस्ताक्षर: **पण्डित भीमसेन शर्म्मा**

दशाश्वमेध आर्य्ययन्त्र में मुद्रित हुआ ॥

ترجمہ اشتہار بزبان اردو - پوشیدہ نہ رہے کہ میں ویدمت کا پیرو ہوں اور اسکے مخالف جدید مذاہب والوں کی تردید کرتا ہوں جو اگیان (جہالت) سے مورتی پوجن کرتے ہیں - جل اور استھل ہی پاپ دور کرنے کی شکتی جانتے ہیں - بیاس جی وغیرہ کے نام سے مشہور کئے ہوئے پستکوں کو مستند جانتے ہیں - ایشور کا اوتار یا اوسکے تیرتھوں سے اور انکے معتقدین کے گناہوں کی معافی کی امید رکھتے ہیں خدا کا اپنے دوست پیغمبر کو زمین پر ہدایت کرنے کیواسطے بھیجنا تسلیم کرتے ہیں - مُردوں کے زندہ کرنے - پہاڑوں کے اوٹھانے اور چاند کے دو ٹکڑے کرنے کی روایتیں گاتے ہیں - کارن کے بنا کارج کی اُتپتی کہتے ہیں - خود برہم بنا یعنی برہم کے بغیر کسی وستو کا وجود ہی نہ ماننا جیو اور برہم کو ایک ہی سمجھنا - تیہی - تلک اور مالا بہیش آدی دہارن کرنا - اور شیو شاکت - ویشنو اور گنپت کے متوں کا پیرو ہونا ان سب کا کھنڈن کرتا ہوں تمام ان اہل وششٹ [illegible] وید آدی شاستروں کے جاننے میں کوشش [illegible] مہذب - معزز عالم کو خلاف معلوم ہو - اگر وہ اپنے مت کے ستیاپن اور دوسرے کے مت کو کھنڈن کرنے میں سامرتھ ہو وہ میرے ساتھ شاستر

اگر کے مندرجہ بالا باتوں کو سیدھ کرے جس میں مذکورہ بالا گن نہ ہوں وہ ہرگز نہیں کر سکتا اس شاستارتھ میں ویدمت بہت بہنگے وید ارتھ تیجی کیلئے جو برہما سے لیکے جیمنی منی تک کے بنائے ایتریئے براہمن سے پورب میمانسا تک ودیا کو کول ارتھ کرتے ہیں وہ دونوں طرف ودوانوں کو مانتی ہونے کے کارن مانے جاویں گے اور جو اس سبھا میں سبھا سد ہوں وے بھی پکشپات رہت دھرم ارتھ - کام اور موکش کے سروپ جاننے والے اور شاستروں کو ٹھیک ٹھیک جاننے اور ستیہ کے ساتھ پریتی اور استیہ کے ساتھ ودیش رکھنے والے ہوں ایسے ویرپت نہیں - دونوں پکش والے جو کچھ کہیں اسکو جلد لکھنے والے تین کاتب لکھتے جاویں وادی پرتی وادی اپنے لکھے کے انت میں دستخط خود اپنا اپنا نام لکھ دیں پیچھے خاص خاص معززین حاضرین جلسہ ہوں وے بھی دونوں کی تحریر پر دستخط کریں ان پستکوں میں سے ایک وادی دوسرا پرتی وادی کو دیا جاوے اور تیسرا سب سبھا کی سمتی سے کسی بڑے افسر سرکاری کے دفتر میں رکھا جاوے جسمیں کوئی اٹھا نہ سکے - جو اس پرکار ہونے پر بھی کاشی کے ودوان ستیہ اور استیہ کا نرنے اور ونکو نہ کراویں گے تو انکے لئے اتینت (وہناحیت ہی) بھاری بات ہے کیونکہ ودوانوں کا یہی سوبھاؤ ہوتا ہے جو ستیہ اور استیہ کو ٹھیک ٹھیک جان کے ستیہ کا گرہن اور استیہ کا بھی تیاگ کر دوسروں کو کرا کے آپ آنند میں رہنا اور اوروں کو آنند میں رکھنا -

مارگ شیرش بدی ۲ سوم وار سمت ۱۹۳۱ (مطبوعہ مطبع آریہ پریس بنارس) آریہ سماچار میرٹھ دسمبر ۱۸۸۱ء آریہ درپن فروری ۱۸۸۲ء میں یہ اشتہار شائع ہو چکا ہے -

اس کے پیچھے دوسرا وگیاپن چھ ملازموں کیواسطے ہے نمبر ۱ - ویدودیا نگ اپانگ میں ماہر شدھ لکھنے اور شبد ارتھ کے وچار سے شدھ اشدھ کو جان کے شدھ کرنے اور بھاشا کے ویاکرن ریتی سے سنسکرت کی بھاشا کو شدھ رچنا کرنے والا ودوان ہو -

نمبر ۲ - ویاکرن میں ہوشیار لکھنے میں زود نویس اور سنسکرت کی ٹھیک ٹھیک بھاشا کرنے والا

نمبر ۳ - شدھ لیکھک اور زود نویس - نمبر ۴ برہمن رسوئی بنانے میں اتی چتر

نمبر ۵ - ہوشیار نوکر کہار - کاچھی - کوری وکسان نمبر ۶ - ناگری انگلش اور اردو بھاشاؤں کے لکھنے پڑھنے والا ہو - ان پرشوں کی جیسی جیسی یوگتا ہوگی انکو تنخواہ بھی ویسی ہی دیجاویگی اور کام بھی ویسا ہی لیا جاویگا - جس کسی کو ایسا کرنا سویکار ہو وہ مذکورہ بالا پتہ پر سوامی دیانند جی سے ملکر انتظام کر لیوے -

اسکے پیچھے تیسرا وگیاپن - سندھیا کے چار بجے سے لیکے رات کے ۱۰ بجے تک سوامی جی کو سب سے ملنے اور بات چیت کرنیکی ہر روز فرصت ہے -

المشتہر پنڈت بھیم سین شرما - یکم دسمبر ۱۸۸۱ء

اس اشتہار کو چھپوا کر سوامی جی نے کاشی کے شاہی راستوں گذرگاہوں - کوچوں - مندروں اور گھاٹوں پر چسپاں کرایا اور بہت سی کاپیاں اس کی ہندی - انگریزی اور اردو سماچار پتروں کو بھی روانہ کیں -

چنانچہ شارا اخبار بنارس میں لکھتا ہے کہ پنڈت دیانند سرسوتی آج کل بنارس میں مہاراجہ وجی نگرم کے باغ میں اترے ہیں اور شدھ دھرم کے وشے میں وادوواد کرنے کی انکی اچھا ہے اس اشتہار نے سے ہندی اور سنسکرت میں دکھایا ہے وتیرل کیا ہے - دسمبر [illegible]

متفرق

جتنا سوامی جی اشتہاروں پر زور دیتے تھے - تنگ خیال اور خود غرض لوگ اتنے ہی غلطیاں پھیلاتے تھے - مگر سوامی جی مطلقاً اُن پر دھیان نہ دیتے تھے -

ایک دن سوامی جی کے کرنل الکاٹ - میڈم بلیوٹسکی - وسنیٹ صاحب مادنکی میم صاحبہ ایک اور میم صاحبہ (کلکتہ پولیس کے بڑے صاحب کی استری تھیں اور وہ خود بھی ودیا کے سنسکرت کی ماتحلہ باجی بدھ نگری برہمنی مقیم بنارس شکر آنند گلا ادیتے ملنے آئے - انجلو جی نے کہا کہ مہاراج مخالفت سے آپکو لوگ برا کہتے ہیں فرمایا کہ مجکو اس سے تکلیف یعنی تحمل آتا ہے انکے چار کہنے سے ہم چار تھوڑے ہی ہوگئے ہمارا کام اپدیش کرنا ہے سنسار کا اُپکار کرنا نہ کہ لوگ کہنے کا خیال رکھنا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کس بڑے بڑے القاب سوامی جی کا ذکر ہوا کرتا تھا - پھر لوگ کی سدھی کا ذکر چلا بابو جی نے کہا کہ ہمارے ملک میں دو پیسہ کو سدّھی دکھلاتے ہیں پھر اسکو بہت برا سمجھتے ہیں یہ کام مداریوں کے ہیں ہم لوگ بھی سدھیوں کو برا سمجھتے ہیں یہ ٹھیک باتیں ہیں اس کے بعد ماضی جی نے ملنے کو اشتہار باغ میں لگیں مگر بوجہ بھولوں کے ایام ہونے کے لیکچروں میں نہ جا سکیں -

پنڈت کیشو دیو بابو دیو کے پرسپوشن بلسپھو پنڈے روزانہ جایا کرتے تھے

نوکروں کی بابت یہاں ہر ایک وقت ہی رہتی تھی مگر سوامی جی اپنے طریق پر قائم رہتے ایک دن گنیش رام برہمن کشن نگر گجراتی نے جو انکے پاس رسوئیہ تھا جھوٹ بولا سوامی جی نے اسکو نکال دیا اور نوٹس دیا کہ انکو نوکر چاہئے چنانچہ ایک اور آدمی نوکر رکھا گنیش رام نامی نوکر رکھا -

جیونی اخبار بھارت مترکلکتہ ۱۱ دسمبر ۱۸۸۳ء صفحہ ۲ جلد ۶ نمبر ۳۰ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور آریہ سماچار میرٹھ ماہ نومبر ۱۸۸۳ء مطابق دسمبر ۱۸۸۳ء صفحہ ۱۰۵ جلد ۵ نمبر ۵۰ و آریہ درپن شاہجہانپور فروری ۱۸۸۴ء میں یہ اشتہار بجنسہ نقل کئے گئے ہیں۔ **اور صرف یہی نہیں بلکہ** بہت سی کامیاں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہوئیں تاکہ ریشی شکل سمر (سنگٹ) میں اگر کوئی اور وہاں پنڈت ہو تو انکو کاشی والوں کی سہائتے کرے۔

۳ **اوچھے پن کی باتیں**۔ پنڈتوں نے بہترا خون جگر کھایا اور ویدوں کو دیکھا بھالا مگر مورتی پوجا کی ودھی نہ نکلنے کے سبب بیچارے دم سادھ خاموش بیٹھے رہے کسی کو کچھ کہنے نہ سوجھا اور سوجھتا تو کہاں سے جبکہ ویدوں میں اسکا مول ہی نہیں ہے۔

چنانچہ انہیں دنوں بنارس کے ایک مشہور اخبار آریہ مترنے وہاں کی عام پبلک کی پرتشویش حالت اور پراگندہ تصویر ان الفاظ میں آتاری ہے۔

"جب سے سوامی جی نے آکر ونگیا پن دیا ہے تب سے سارے نگر میں بھونچال (زلزلہ) سا ہو رہا ہے کوئی استھان انکی چرچا سے خالی نہیں دیکھ پڑتا۔ کتنے ہی لوگوں نے بھی سوامی جی کے اوپر بڑے استیہ دگیا پن بنا کر جہاں تہاں لگائے ہیں کوئی لکھتا ہے کہ ہم نے اسے فلاں شہر میں ہرا دیا تھا لیکن اسکا کچھ ٹھیک نہیں چھپا کہ جس سے انکا لیکھ درشواش یوگیہ ہووے کوئی کہتا ہے کہ ہم اب انکو ہرا کر بار بار ہو جاکر اونگا ایک پنڈت نے لکھا ہے کہ ہوا ان قرآن وکرانی زوری کے ورود ھ ہو سوامی کو ہم ہرا دینگے"

ان کے لکھنے کے ڈھنگ سے جان پڑتا ہے کہ یہ سب ورودھی اور سب دھرم سنیہ میں بھول وید ودیا نسٹ کے ماننے والے دیانند کا ہی دھرم است ہے

بعض سماچار پتروں نے یہی بکثیات بکڑا ہے اور جو جی میں آیا بنا دھار کے لکھ مارا ہے لسندیہ یہ بڑی کھید کی بات ہے یہاں کے کسی سماچار پتر کا بھجا پتر سادھو سماچار تہمیں چھپا ہے جس کے پہلی شبد سے پتر پبلک کی اور دیکھتا ایسا ارشاد (تنقیص) اور بکثیات یعنی تعصب ٹپکتا ہے سوامی جی کو ناستک آچارج۔ دھورت شرومن درشٹی ہیں بھلا جو تو وید ودیا نسٹ ماننے والے تو کیوں مورتی پوجا کھنڈن پر ناستک کہنا کیسا انیاو اور سورکہتا ہے۔ سوامی جی نے نہ کبھی کسی کو ٹھگا ہے نہ ٹھگنا چاہتے ہیں سادھوؤں کی طرح کرم کرتے نہ اوروں کو ویسی راہ بتاتے نہ پاکھنڈی سادھوؤں کی طرح استریوں میں بیٹھ کر پیسے کے لالچ میں کسی ادیچی کو منتر دیتے ہیں۔ پھر یہ دھورت کس طرح کہے جا سکتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ یہاں کے پنڈت اوشیہ پراست کرینگے" پرنتو میری طرف سے یاد رکھئے کہ ایسے لوگ کبھی سوامی کا سامنا کرکے پار نہ پا دینگے پرسیدھ ہے کہ مجھے سو پرست نہیں ابھی سے ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ کاشی میں کوئی اس لائق پنڈت نہیں ہے ہم خوب جانتے ہیں کہ دو چار اچھے ودوان ہیں پرنتو وے بکتے نہیں اور نہ گالی دیتے ہیں بلکہ بالعکس ان کی طرح پرم نمرتا سے آپ

وشٹھ کی بار تاکرتے ہیں۔
کوئی درشن سدھا میں ۲۰ دسمبر ۱۸۸۰ء کو جو کہا ہے کہ بابو پرمودا داس کے سنگ سوامی جی بے تکلف ہنس ہنس باتیں کرتے تھے" وہ سمپورن نرمول ہے اوکت بابو جی خود اپنے ہفتہ وار پتر دیا و لن تیہاؤت نہیں کر سکتے۔ جانے نامعلوم ایسی اسّت باتوں کو بیہ ترک بیچار کرنے سے لوگوں کو کیا لابھ ہوتا ہے ابھی تک اوکت پتر کا کوئی کام وشیہ دا پہ شنبی اور نرمول کی نے نہیں بتایا تھا پیراس سماچار نے دیانند شتابدی پول ایسی کاڑی اٹھ جہانی ہے کہ جس سے اُن کے ۲ فروری ۱۸۸۱ء کے لکھت پتر بہارت تردیونا ٹک میں لیہ یا پرمودا داس آتھن ہوگیا کیونکہ اکت ناٹک بالکل سوامی جی کے اپدیشوں کے انوکول اور پیسقت (موجودہ) پتر نرا (بالکل) اسکے پرتیکول (خلاف) لکھا گیا ہے جو شکل ہوئی کہ ناٹک کی نوک پر اپنے انشٹ کو تو یہ غلطی ہوئی۔ پاٹھک (ناظرین) کیش بات بڑی جلا ہے اس سے کیول یہی لوک نشٹ نہیں ہوتا کنتو پرلوک بھی بگڑ جاتا ہے" (آریہ متر اخبار شتابدی نمبر میں شائع شدہ دسمبر ۱۸۸۰ء نمبر ۱۲)

کرنل الکاٹ صاحب وغیرہ کا آنا — بحالت قیام بنارس سوامی جی کے درشن کرنے کی غرض سے کرنل الکاٹ صاحب و میڈم بلیوسکی صاحبہ معہ دو تین دیگر صاحبان بمبئی کے چلکرہ ۱۵ دسمبر ۱۸۷۹ء (انگریزی تاریخ مطابق یکم محرم ۱۲۹۷ھ) کو کاشی میں پہنچے اور سوامی جی جی کے پاس والے بنگلہ میں آدھی رات کے اندر سو کر بیت ہوئے۔ ۱۶ دسمبر ۱۸۷۹ء کو راجا شیو پرشاد صاحب سی۔ایس۔آئی۔ تھیں منٹ انواعی کرنل صاحب کی ملاقات کو وہاں باغ میں آئے چونکہ وہ سوامی جی کے مہمان تھے لہذا راجہ صاحب نے اول سوامی جی سے ملکر کہا کہ میں کرنل صاحب و میڈم صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ سوامی جی نے ایک آدمی بھیجکر انہیں اطلاع کرائی اور جب تک صاحبان موصوف کے ساتھ راجہ صاحب چلے گئے تب تک کچھ باتیں (غالباً ۲۰-۲۵ منٹ) تک سوامی جی سے کرتے رہے پھر دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی۔

ان کے بنارس تشریف لانے کی بابت رسالہ بھارت سودشا پرورتک فرخ آباد میں لکھا ہے

• امریکہ کے کرنل الکاٹ صاحب آدی دو تین معزز لوگ بمبئی سے چلکر ۱۵ دسمبر ۱۸۷۹ء کو سوامی جی کے درشن ارتھ کاشی میں پہنچے انہوں نے وہاں کئی جگہ ودوان جنوں کی سبھا میں و دیا گیان و دیگر اپنا یہ مکھ ابھیشٹ پرکاشت کیا کہ پرتھوی بھر میں وید جیسا اور اور گیان پورن کوئی گرنتھ دوسرا نہیں ہے اسی وید سے سب جگہ گیان پھیلا ہے۔ یہاں کے درشن شاستر سب جگہ کے شاستروں سے سریشٹ ہیں انہیں وید و شاستر کے سیکھنے کے لئے ہم اپنا گھر دوار اور بال بچہ سمیت ملکوں اور لابھوں کو تیاگ کر یہاں آئے ہیں پرنتو پرم شوک ہے کہ اب یہاں کے دیش نواسیوں پر ہے کہ جنہوں نے آلسی ہوکر

اپنی سب پراچین ودیا تیاگ دی ہے۔ ہم نے آریہ ورت کو اپنا وطن سمجھ نہیں رکھا تھا ہے اسلئے کہ آریوں کو نیند سے جگا دیں اور انہیں انکے پراچین بھلے اور رشی منیوں کے کاموں کی یاد دلا دیں کہ جس سے ہر ایک پرش ہندوستان پر مست شخصوں کو اپنا بھائی سمجھ کر سیوا چاہنے والا ہو اور کہا کہ ہماری سبھا میں سب دھرم والے شامل ہو سکتے ہیں پرنتو وے نہیں جو لیڈر اور بیرلوگ کو نہیں مانتے۔

اس پر کاشی کے لوگوں نے انکو شبت دھنواد دیا اور کہا کہ ہم لوگوں کے پراچین دید آدک گرنتھوں پر ان قدر دلیش کے رہنے والے (جدا دھرم والے) دو دو انوں کی اب پرکاش ہو سکا سوال کا رن دوران سندلی بھوشن بھارت رتن سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کو سمجھنا چاہیے۔ گو کئی دفعہ ہم لوگوں کی رائے آن سے نہیں ملی تو بھی ہم لوگ انکو اسکیلیے دھن واد دیتے ہیں (بادو دسمبر ۱۸۷۹ء صفحہ ۱۹ و ۲۰ جلد ایضاً)

(ھ) **لیکچروں کا نوٹس** — تبلیغ اور شرائط مباحثہ مشتہر ہونے پر کوئی عام پنڈت مولوی۔ پادری۔ یا جینی مشکر نہ ہوا اور نہ ہی کسی نے شاستر ارتھ کرنے کی خواہش ظاہر کی بلکہ پوشیدہ طور پر بعض دہرت لوگ غلط فہمیاں پھیلانے لگ گئے تب سوامی جی نے پھر یہی مناسب سمجھا کہ بذریعہ عام دیا کھیان کے مذاہب باطل کی اصلیت لوگوں پر ذہن نشین کی جاوے۔ چنانچہ اشتہارات شائع کئے گئے کہ دید دانا کے عالم کامل پنڈت دیانند سرسوتی بنگالی ٹولے کے نیچے سیتری سکول میں بتاریخ ۱۰ دسمبر ۱۸۷۹ء بروز سنیچر مطابق اگھن سدی ۸ سمت ۱۹۳۶ کو دیا کھیان کرینگے آشا ہے کہ سب صاحبان آکر لابھ اٹھاویں المشتہر بھیم سین شرما (اور اسی تاریخ کرنیل صاحب کے دیا کھیان کا بھی اسی موقعہ پر اور اسی وقت کا اشتہار تھا۔)

(۶) **لیکچروں کی بندش کا حکم** — بنارسی لوگوں نے دیکھا کہ اب ہمارا اچھا خلقت ہے مباحثہ کرنے کی ندامت سے ہی ابھی تک ہم سر نہیں اٹھا سکتے اسپر سوامی جی بار بار اشتہار لگوا کر ہمیں یاد دلاتے بلکہ ہماری خجالت کو اور بڑھاتے ہیں اگر اب آن کے لیکچر ہوگئے تو ہمارا رہا سہا کام بھی اڑ جائیگا پس ہر طرف سے متعصب پنڈتوں نے بالاتفاق مسٹر ول صاحب کلکٹر بنارس کے پاس عرضی دی کہ سوامی جی کے دیا کھیانوں سے یہاں بلوہ ہو جاویگا اور فساد عظیم برپا ہوگا وہ بند کئے جاویں۔

چنانچہ ۱۰ دسمبر ۱۸۷۹ء عین موقع پر جب کہ سوامی جی سکول مذکورہ کے دروازہ پر پہنچے تھے صاحب مجسٹریٹ کی چٹھی سوامی جی کو دی گئی جس میں لکھا تھا کہ اسوقت بنارس میں کوئی مذہبی مباحثہ نہ ہونا چاہیئے۔

(۷) **اس حکم پر اخبارات میں چرچا** — ستار اخبار بنارس مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۸۷۹ء میں اس طرح لکھا ہے۔-

ـ کئی دن ہوئے جب کہ بذریعہ اشتہارات مطبوعہ کے مشتہر ہوا تھا کہ وید و ودیا کے عالم کامل پنڈت دیانند سرسوتی بنگالی ٹولہ کے پرنسپیری سکول میں ویاکھیان دینگے۔ مگر افسوس کہ وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ پنڈت جی کے اپدیشوں کو صاحب کلکٹر بنارس نے بذریعہ تحریری حکم کے ملتوی کرا دیا مگر کرنل النکاٹ صاحب سے جو امریکہ برہم ودیا سماک سبھا کے میر مجلس ہیں اور پنڈت جی کے عقائد مذہبی کے بہت کچھ پابند ہیں اس طرح پیش آنا آسان نہ تھا۔ کرنل صاحب نے نہایت فصاحت کے ساتھ مجمع عام میں بزبان انگریزی لکچر دیا اور جو کچھ انکو کہنا تھا صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ پنڈت جی کی منشا کو ٹھیک ٹھیک (گو ایک مختلف زبان میں) کہہ سنایا۔ اس لکچر کے ختم ہونے پر ایک شخص نے مجمع میں سے نہایت ناشائستہ طرح سے ان کی تردید میں زبان کھولی۔ میں اس شخص کے بیانات پر کچھ اپنی رائے نہیں دینا چاہتا ہوں مگر اتنا کہے دیتا ہوں کہ فی الحقیقت اسکو خلل دماغ تھا۔ اب خیال فرمائیے کہ اس حسد آمیز کارروائی کی کیا وجہ ہے اگر کلکٹر صاحب کی طرف سے سوامی جی کے ویاکھیان کی بدیں گمان مخالفت کی گئی تھی کہ اُن سے دیگر اہل مذاہب کی اہانت ہوگی تو کیا ایک انگریز کے لکچر سے جو پنڈت جی کے معتقد ہیں وہی وجہ عائد نہیں ہو سکتی۔ اس بات کے جواب دینے میں کچھ بہت بحث کی ضرورت نہیں دیکھو یہ صرف تفاوت رنگ کا فرق ہے جسنے پنڈت جی کو عوام میں اپنے خاص ملک کے مذہب پر ویاکھیان دینے کے قابل نہ رکھا مگر کرنل صاحب کو جو عقائد مذہبی میں بہت کچھ سوامی جی کے ہم قدم ہیں ایسی زیادتی سے بچایا۔ پنڈت دیانند سرسوتی اس شہر میں اول ہی مرتبہ نہیں آئے بلکہ یہاں پر انکا نام تو بچے بچے کی زبان زد ہو رہا ہے انہوں نے اصلاح مذہب کا قابل تحسین کام جسکا کوئی شکوہ نہیں ہوتا اختیار کیا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ آریہ ورت دیش میں بہت کم ایسے مقامات ہونگے جہاں پنڈت جی اس غرض سے نہ گئے ہوں انکو ان اثنا میں بہت سخت سخت مباحثے اور مقابلے پیش آئے ہیں بلکہ بعض موقعوں پر انکو اپنے ملک والوں کی طرف سے بڑی بڑی زیادتیاں جھگڑے اور فساد وغیرہ برداشت کرنے پڑے ہیں مگر بنارس کا سا معاملہ اور کہیں پیش نہ آیا اس شہر میں جو آریہ لوگوں کے دھرم کا مرکز ہے ایسے مہاتما کا آنا نہایت مبارک سمجھنا چاہئے اور انکو سرگرمی سے مدد دینا برادرانہ بحث کرنے کا اختیار ہونا چاہئے۔ میں قبول کرتا ہوں کہ پنڈت جی کبھی کبھی جوش میں آجاتے ہیں اور کہا ہے کہ جوابات طعنہ آمیز بھی دیتے ہیں مگر یہ امر ہرگز قابل دست اندازی گورنمنٹ کے نہیں ہے۔ بیشک گورنمنٹ پر اسقدر فرض ہے کہ کسی مذہب کی توہین نہ ہونے پاوے مگر پادریوں اور عیسائیوں سے بڑھکر کون ہوگا جنکے مذہبی بیانات کی بابت دلوں میں زیادہ تر رنج واقع ہوتا ہو اگر کلکٹر صاحب کو مذہبی اہانت کا ایسا ہی خیال ہے تو مناسب ہے کہ فوراً ایک حکم جاری کریں کہ کسی قسم کی وعظ بلا لحاظ رنگ اور قوم کے ہونے پاوے وغیرہ وغیرہ (شمارہ ۲۰ دسمبر ۱۸۷۹ء بنارس)۔

اخبار پائنیر میں یورپین کا رسپانڈنٹ لکھتا ہے۔ آج یہ امر غور طلب ہے کہ آیا ہم کو مذہبی معاملات کی آزادی سرکار انگلشیہ کی عہد سلطنت میں حاصل ہے یا نہیں مجھے یقین تھا کہ ہماری گورنمنٹ ان معاملات میں بالکل مداخلت نہیں کرتی ہے اور دربار دہلی کے اشتہار کے شرائط اور انتظام ملکی کے دیکھنے سے میرے اس خیال کی اور بھی تصدیق ہوئی تھی اور چونکہ میں نے یورپ میں تعلیم پائی ہے اسلئے یہ خیال تھا کہ اگر گورنمنٹ مداخلت بھی کرے گی تو وہ اُن اُن لوگوں کی شریک ہوگی جو ملک کی ترقی کے خواہاں ہیں لیکن آج کل کے ایک واقعہ نے جو ذیل میں درج ہے میرے اس خیال کو بالکل بدل دیا۔

دیکھئے پانچ برس سے ایک شخص جس کی علمیت اور فضیلت میں آریاؤں کو کلام نہیں ایسا دنیا میں ظاہر ہوئے ہیں وہ شہر بشہر پھرتا ہے اور ویدوں کے احکامات کا اپدیش کرتا ہے جن میں ایک پرمیشر کی اپاسنا کی ہدایت ہے اور اور ونکی مخالفت اور صرف یہی نہیں بلکہ اوسنے ثابت کر دیا کہ رسم ستی اور بت پرستی و دیگر رسوم قبیحہ جو ہندوؤں میں رائج ہیں اور خود غرض پجاریوں کی ایجاد وید کے منشا کے بالکل خلاف ہیں اوسنے روایات بد کو جو فی زمانہ رائج ہیں اور جنہوں نے ایک سب سے بہتر اور برتر مذہب کو ایسا کچھ خراب کر دیا ہے اس طرح عوام کے روبرو ثبوت کو پہنچایا اور تمام آریہ ورت کے علم و فضل کا اس طرح بیان کیا اور یہاں کے باشندوں کو اپنے آبا و اجداد کی خوبیوں کے حاصل کرنے کا وہ حوصلہ دلایا کہ آجکل کے نوجوانوں کے دلمیں ترقی کا ایک جوش پیدا ہو گیا حق تو یہ ہے کہ وہ منطق میں لاجواب ہے اور فصاحت میں لو نظیر ثانی۔ اس شخص کا یہ ارادہ ہرگز نہیں کہ گورنمنٹ کے برخلاف کوئی تحریک کسی طرح کی اشارہ سے بلکہ اپنے جلسوں میں اوسنے صاف بیان کیا ہے کہ یہ صرف عملداری سلطنت انگلشیہ کی ہے کہ جسنے مذہبی بحث میں کبھی مداخلت نہ کی بلکہ تمام و کمال آزادی دی اختصار کلام اس عالم شخص کی کل کاروائیاں تو تحریر راست ہیں اور اغلبا اپنے وطن اور وطن والوں کے لئے غایت درجہ کی مفید۔ یہ شخص پنڈت دیانند سرستی سوامی ہے اور آریہ سماج کا بانی۔

آریہ سماجوں کے اصول اور اونکی کاروائیاں البتہ قوی تر دلائل ہے برہمو سماج کے خلاف ہیں کیونکہ کتب چندرسین مباحث بعید کو بالکل خارج کرتے ہیں اور ویدوں کو اول کتابوں کے ساتھ جنکو پیشتر کرت فرض کر رکھا ہے مساوی درجہ پر قائم رکھتے ہیں بخلاف اسکے سوامی جی کو بموجب ہدایت وید کے بیان بہ سنتا کا اپدیش کرتے ہیں تاہم آپ سے تعرض یا ہوگا کے رد و دستور میں خلل نہیں ہوتے اور ویدوں کو سب سے زیادہ مستند مانتے ہیں الغرض کتب چندرسین کی بہ نسبت سوامی جی کی کاروائی بہت کچھ معقول ہے اور اس سے کسی طرح فساد کا احتمال نہیں اسلئے اگر سچ پوچھئے تو سوامی جی بھی مثل کتب چندرسین کے اعانت گورنمنٹ کے مستحق ہیں۔

سوامی دیانند سرسوتی شہر بشہر پھرتے اور ویاکھیان اور اپدیش دیتے انہوں نے بمبئی سے لیکر پنجاب تک مختلف شہروں میں سماج قائم کر دیئے اسوقت آریہ ورت دیش میں انکے پیرو قریب تین لاکھ کے بیان کئے گئے ہیں۔

وہ اپنے دورہ سفر سے ہوتے ہوئے آخر کار بنارس میں داخل ہوئے اور اشتہار دیکر بت پرستی وغیرہ مسائل متنازعہ میں وہاں کے عالم پنڈتوں سے مباحثے کے خواستگار ہوئے اور مشہور پنڈتوں سے جو وید کے نہایت عمدہ جاننے والے سمجھے ہوئے ہیں شاستر ارتھ کی خصوصاً تحریک کی اس سے انکی یہ مراد تھی کہ اگر بنارس میں جو مذہبی خیالات کی بنا ہے پنڈتوں کو شکست ہو جاویگی تو بیشک بت پرستی جاتی رہیگی اور یہاں کے باشندوں پر نہایت عمدہ اثر ہوگا مگر افسوس کہ پنڈتوں نے کچھ جواب بھی نہ دیا حالانکہ اگر سوامی دیانند سرسوتی غلطی پر تھے تو پنڈتوں کو انکے جھوٹا بنانے کا نہایت عمدہ موقع حاصل تھا بلکہ یہاں کی شکست تو انکی تمام کارروائیوں کو تہ و بالا کر دیتی۔ اور برہمنوں کے اعتقاد کو عوام کے دلوں میں دوبالا۔ پھر سوامی کو قتل تک کئے سے بھی صبر نہ آیا۔ اور ۲۰ دسمبر ۱۸۸۰ء کو بنگالی سکول میں ویاکھیان دینے کا اشتہار دیا۔ کرنل الکاٹ صاحب نے بھی (جنکی رائے پنڈت دیانند سرسوتی سے اکثر معاملات میں ملتی ہے) اسی دن اور اسی مقام پر امریکہ کے مذہب اور ایشیا کی طرف سے لکچر دینے کا اشتہار دیا تھا اور ایک انبوہ کثیر دونوں شخصوں کے بیانات کے سننے کے لئے جمع ہوا تھا مگر جب ہی کہ پنڈت دیانند سرسوتی سوامی اسکول کے چبوترے پر آئے اسی وقت ایک چٹھی مسٹر وال صاحب مجسٹریٹ بنارس کی طرف سے پنڈت جی کو ملی جس میں لکھا تھا کہ اس وقت بنارس میں کوئی مذہبی مباحثہ نہیں ہونا چاہئے۔ جسکی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عرصہ دس یا بارہ برس کا گذرا کہ جب سوامی جی دیانند سرسوتی اس شہر میں آئے تھے اور ان کی بحث سے بہت فساد برپا ہوا تھا۔ تعجب نہیں کہ اب بھی ویسا ہی ظہور میں آوے میں نے سنا ہے کہ مسٹر وال صاحب متعصب پنڈتوں کے بہکانے میں آگئے اور یہ حکم لکھ دیا۔

اب باقی رہی یہ بات کہ ایک یوروپین مجسٹریٹ سے (جو عدل گستر اور آزادی پسند گورنمنٹ کے قائم مقام ہیں) اپنے اختیارات مجسٹریٹی کے استعمال میں کیسی غلطی ظہور میں آئی اسکی کچھ حاجت تشریح نہیں۔ وہ تو خود ظاہر ہی ہے اور بے شک مسٹر وال صاحب ذرا غور سے خود ہی معلوم کر لینگے کہ انہوں نے کارروائی مذکورہ بالا سے اس زمانہ کے ایک نہایت عالم اور لائق شخص کے دل کو دکھایا" (پائنیر الہ آباد ۳۰ دسمبر ۱۸۸۰ء)

اردو اخبار مطبوعہ ۶ جنوری ۱۸۸۱ء میں وہی مضمون پائنیر سے ترجمہ ہو کر لکھا گیا ہے اور اسکے آخر میں لکھا ہے:-

"امید کہ لوکل گورنمنٹ مجسٹریٹ بنارس مسٹر وال صاحب سے کیفیت طلب کریگی کہ کیوں انہوں نے سوامی دیانند سرسوتی کو لکچر دینے سے ممانعت کی جو ویدانت پر تھا

چاہتے تھے حقیقت میں یہ امر عجیب ہے اور کبھی پہلے ایسا نہیں ہوا ۔ نہیں معلوم یہ پیسہ جو وہ ایک خاص مذہب میں خرچ کرنے والے تھے کیوں روکا گیا ۔ مسٹر ولال صاحب یہ جواب نہیں دیتے کہ ہمارا ضلع ایسا ہے جہاں آریہ لوگ (ہندو) اپنے مذہبی دلائل ترتیب پاتے ہیں جس سے کہ فتنہ کا احتمال ہے چونکہ یہ مجسٹریٹ تھے اسلئے یہ ممانعت کی تقریر محض بیجا کی ہے ۔ نہایت افسوس ہے کہ لوکل گورنمنٹ کو معلوم ہو کہ بنارس میں ایسی کارروائی سے بدنام ہو جو کہ انتظام اور نیابتی برٹش کے بالکل خلاف ہے

بعضوں نے پہلی دفعہ کے مباحثہ کو سوامی جی کے خلاف نتیجہ والا مشہور کیا ۔ چنانچہ ہندو کارسپانڈنٹ نے پاینیر مطبوعہ ۹ جنوری ۱۸۸۰ء میں چھپوایا ۔

اخبار پاینیر کے مضمون سے جس میں اُس کارروائی کا مذکور ہے جو آجکل سوامی دیانند سرسوتی کے ساتھ بنارس میں عمل میں آئی اور کے ناظرین کو خیال ہوگا ۔ کہ اس دفعہ سوامی جی اوّل ہی مرتبہ بنارس میں آئے ہیں ۔ اور وہاں کے برہمن بخوف مباحثہ کے مجسٹریٹ کی حمایت میں پناہ لائے ۔ لیکن یہ تو صورت ہی نہیں ہے کیونکہ قریب دس سال کے گذرے کہ سوامی جی بنارس میں تشریف لائے تھے اور وہاں کے پنڈتوں سے اس بارہ میں مباحثہ کا اشتہار دیا تھا کہ آیا مورتی پوجن کی ازروئے کتب مقدس آریہ لوگوں (جو آجکل ہندو کے نام سے بنام ہیں) اجازت ہے یا نہیں ۔ چنانچہ پنڈت لوگ بھی مباحثہ کے لئے تیار ہوئے ۔ اور زیر حمایت اور سرپرستی جناب مہاراجہ صاحب بنارس کے (جو اس جلسہ مباحثہ کے میر مجلس قرار دیئے گئے تھے) ایک باغ میں درگا مندر کے قریب جمع ہوئے ۔ یہ ایک مجمع عظیم تھا اور سینکڑوں عالم پجاری اور ہزاروں دنیادار لوگوں کا ہجوم مباحثہ کے سننے کے لئے جمع ہوا تھا ۔ اس مباحثہ میں ایک طرف سوامی دیانند سرسوتی تھے اور دوسری جانب پنڈت بال شاستری سابق پروفیسر سنسکرت کالج بنارس ۔ اور پنڈت تاراچرن ترک رتن و خاص پنڈت مہاراجہ بنارس ۔ نیز اسکے بعد چند اور پنڈت بھی شاستراتھ میں آ شامل ہوئے ۔

اس جلسے کی روئداد تمام ویدی شلوک کے عالم ایڈیٹر صاحب نے تحریر کی تھی اور ایک باہمہار سنسکرت کے رسالہ موسوم بہ پرتن کمرنندی میں چھاپی گئی تھی ۔ امر تنازعہ یہ تھا (جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں) کہ آیا مورتی پوجن کی آریہ لوگوں کی متبرک کتب سے ہدایت ہے یا نہیں ۔ پنڈتوں کا بیان تھا کہ وید مقدس میں مورتی پوجن کی ایسی ایسی صاف صاف ممانعت نہیں ہے جیسے کہ یہودیوں کے دس احکام مذہبی میں سے ایک میں درج ہے اور پرانوں میں مورتی پوجن کی افضلیت ہے ۔ سوامی جی پرانوں کے مستند ہونے سے انکار کرتے تھے اور منجملہ اور بہت سے بیانات کے جو اس وقت انہوں نے کیے یہ بھی کہتے تھے کہ لفظ پران ہمیشہ بطور صفت کے مستعمل ہوتا ہے اور ایسی کتابوں کے ناموں کے اوّل میں جو قدیم کہلاتی ہیں بطور صفت کے استعمال ہوتا ہے بخلاف اسکے پنڈتوں کا دعویٰ تھا کہ لفظ

پوران کا استعمال بطور اسم کے کہیں وید مقدس میں دکھاؤ - اسی اثنا میں خوبی قسمت سے ایک نے کسی متبرک کتاب کے چند ورق جس میں لفظ پوران بطور اسم کے مستعمل تھا اٹھا کر دکھائے اسوقت سوامی جی نہ اسکے سننے ہونے سے انکار کر سکے اور نہ اپنی علمیت اور ذہانت سے لفظ پوران کے استعمال کو اس محل پر بدلکر بیان کر سکے صرف تامل ہی میں سرنگوں رہگئے اور پنڈتوں نے فتح کی تالی بجادی - بلکہ چند مفسد لوگ شور وغل مچا کر یہ خیال کر کہ وہ توحید پرستش کے مروجہ طریقہ پر معترض ہیں - سوامی جی کے مارنے کو مستعد ہوئے مگر بوجہ موجودگی راجہ بنارس کے فساد کی آگ بجھ گئی اور کچھ تکلیف نہ پہنچی لیکن سوامی جی بنارس میں چند روز رہے لیکن انکی پوجا موری جاتی رہی اور پنڈتوں کی فتح کی خبر تمام آریہ لوگوں کے دلوں کو فرحت بخش اور تازگی دہ ہوئی -

الغرض بنارس کے برہمنوں سے جو سوامی جی کا اصل مباحثہ ہوا تھا اس کی سچ سچ اور بے تعصب کیفیت اس طرح پر تھی -

اب اس بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب کوئی شخص ایک مرتبہ اپنے دشمن سے شکست فاش کھاوے تو پھر وہ کتنا ہی مسلح کیوں نہ ہو اور پہلے سے زیادہ تر قوی دوبارہ مقابلہ کا یارا نہیں - بدیں نظر مباحثہ ثانی کی مخالفت البتہ قابل اعتراض ہے مگر یہ واضح رہے کہ گو اس مرتبہ سوامی جی ہی فتحیاب ہو جاویں تاہم یہ ممکن نہ ہوگا کہ مورتی پوجن کی آریاورت سے بیخ کنی ہو جاوے کیونکہ باوجود رواج بائیبل کے بت پرستی اب تک کسی نہ کسی صورت سے یورپ میں بھی رائج ہے اور نیز ادنی درجہ کے مسلمانوں میں بھی جاری ہے - میں بھی مقر ہوں کہ مورتی پوجن ایک قسم کی پرستش ہے جو صرف نادانوں اور مبتدیوں پر فرض ہے اور جو لوگ کہ مورتی پوجن کے معتقد اور حامی ہیں ان کا بھی یہ بیان ہے کہ مورتی پوجن جو ایک ادنی اور زبون قسم کی پرستش کا طریق ہے صرف نادانوں اور مبتدیوں کے واسطے قرار دیا گیا ہے اور جو شخص کہ لیاقت رکھتے ہیں اور باعلم ہیں انکو ایک پرمیشر کی اپاسنا کرنی اور اس مذہب کے ماننے کی جو ازروئے فلاسفی کے سچا معلوم ہوتا ہو کسی طرح کی ممانعت نہیں - مگر انکا قول ہے کہ بت پرستی آجکل کے منکر یا دہریوں کے عقیدے سے بدرجہا بہتر ہے -

اس مورتی پوجن کی بحث سے میری اسکے سوا اور کچھ بھی غرض نہیں ہے کہ اخبار پائنیر کے یوروپین ناظرین ایسے بیانات کے دیکھنے سے یہ خیال نہ فرماویں کہ مورتی پوجن آدرش پرمیشر کی بطور ظاہرا اور مجسم قائم مقام کی پرستش نہیں ہے -

اس کا جواب یا تردید بحوالہ آریہ کارسپانڈنٹ از پائنیر ۱۵ جنوری ۱۸۸۰ء -

میں اخبار پائنیر کے کارسپانڈنٹ - اے - بی نامی کی تحریر عجیب ہے گو وہ دعوے کرتے ہیں تاہم سوامی جی کے بنارس کے پہلے مباحثہ کا حال صاف صاف اور بے رو رعایت

ہرگز ظاہر نہیں ہوتا۔ چند سطور ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

اس موقع پر مباحثہ مذکور کی مفصل کیفیت لکھنا میری رائے میں بالکل مناسب نہیں کیونکہ اخبار پائنیر کے اکثر ناظرین (یوروپین) کو اسکی کیفیت بخوبی سمجھ میں نہ آسکے گی۔ رہے وہ صاحب جو اس مباحثہ کی مفصل کیفیت دیکھنا چاہتے ہیں اور اوسکے از بس شائق ہوں۔ انکو چاہیئے کہ ایک چھوٹی سی کتاب مسمی شاستر ارتھ جو برجوی داس کمپنی سوداگران بنارس کی دوکان سے مل سکتی ہے خرید کر اوس مباحثہ کی اصل کیفیت ملاحظہ فرماویں۔

اختصار کلام مباحثہ مذکور میں امر متنازعہ یہ تھا کہ آیا از روئے وید مقدس کے جنکو عام ہنود بھی کلام الہی مانتے ہیں مورتی پوجن کی ہدایت ہے یا نہیں۔ سوامی جی کا یہ دعوے تھا کہ وید مقدس سے مورتی پوجن کی اصلا ہدایت نہیں۔ مگر پنڈت لوگ نہ تو اوس وقت اور نہ جب سے آج تک وید مقدس میں ایک بھی فقرہ ایسا بتا سکتے ہیں جو سوامی جی کے کلام کی تردید ہو۔ اور انکے قول کی تائید۔ پنڈتوں کے اوس وقت کے جواب بالکل تذبذب تھے۔ اور وہ جلسہ مباحثہ کا ایک عام تماشا گاہ بن رہا تھا کچھ بھی مناظرہ نہ تھا کیونکہ پنڈت لوگ امر متنازعہ پر توجہ بھی نہ تھے کبھی منطق۔ کبھی ویاکرن کی اور اور مختلف باتوں پر جن سے امر متنازعہ کو کچھ بھی تعلق نہ تھا وقت کو ٹال رہے تھے اب خیال کیجئے۔ کہ جب اوس مباحثہ میں یہ صورت رہی اور ایسی کارروائی ظہور میں آئی تو کارسپانڈنٹ ۔ اے۔ بی صاحب کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ سوامی جی اول مباحثہ میں مغلوب ہوگئے تھے۔ قصہ مختصر امید ہے کہ ناظرین انصاف دوست اس تحریر کے ملاحظہ سے خود ہی حق ناحق کی تمیز فرماویں گے۔

چونکہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اخبار پائنیر اسلئے نہیں ہے کہ اسمیں مورتی پوجا کے مباحثہ کے متعلق حالات طبع ہوا کریں اور اب بخلاف اسکے میں خود ہی اس مضمون کو چھپنے کیواسطے بھیجتا ہوں اسلئے یہ کہہ دیتا ہوں کہ اس تحریر سے میری یہ غرض ہے کہ آپ کا کارسپانڈنٹ اے۔ بی صاحب جو اس زمانہ کے ویدودیا کے عالم کو غلط خبر سے بدنام کیا چاہتے ہیں اس معاملہ میں امر حق کی داد دوں۔

اسکے ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیتا ہوں کہ سوامی جی کی اس کلام کی کہ قدیم آریہ لوگوں کی ہدایات میں مورتی پوجن کی اجازت نہیں ہے یوروپین سنسکرت داں بھی تائید کرتے ہیں اور شاہد ہیں۔" جب سوامی جی کا ویاکھیان مجسٹریٹ نے روک دیا تھا۔ شہر بنارس کے عام اخبار نہایت خوش ہوئے اور از روئے مجسٹریٹ کے حکم پر خوشی تھا اور جب پائنیر نے مجسٹریٹ کے خلاف لکھا تو ہندو اخباروں نے پائنیر کے خلاف بھی بہت کچھ لکھا مفصل (کوی وچن سدھا جلد ۱ نمبر ۲۳-۲۴ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۸۷۰ء) اور میں یہی لکھا کرتا ہیں تو بیشک آپ پتہ کر سکتے ہیں جو آج تک نہیں کہا اوٹھا رکھے ہیں یہ بات سچ ہوگی

(کوہ نور صفحہ ۱۰ ، ۱۰ جنوری ۱۸۸۲ء جلد ۱۱ نمبر ۲۲ و ۲۳)

مذہبوں کی اجازت پھر آٹھ ۱۰ دسمبر ۱۸۸۱ء کے شمارہ کے دوسرے کالم میں لکھا ہے کہ صاحب کلکٹر بہادر نے خود بخود سوامی جی کو بذریعہ انسپکٹر پولیس کے یہ اطلاع دیدی کہ تم کو اپنے عقائد مذہبی کے وعظ بیان کرنے اور اپدیش دینے کی اجازت " ہے

اگرچہ صاحب کلکٹر کا یہ کہنا ہی ناجائز ہے جس سے خود ہی یہ ناجائز حکم منسوخ کرنا پڑا۔ مگر یہ جھگڑا تو صرف سب کے وعظ بیان کی بابت تھا اور سوامی جی کے اشتہار پنڈتوں کو مباحثہ کے واسطے ہر روز نئے لگائے جاتے تھے

سوامی جی کا دوسرا اشتہار جسے خلاف تہذیب اختیار گالیوں سے پُر بتا ہیں کہ عام پنڈت صاحبان لکھتے ہیں اُن کی تو کسی نے پرواہ نہ کی مگر ان تین ہفتوں کے بعد ۲۰ دسمبر ۱۸۸۱ء کے قریب ایک اشتہار بالکل خلاف تہذیب سخت شبدوں سے بھرا ہوا پنڈت "تارا چرن شرما سبھا آچاریہ" کی طرف سے نکلا سوامی جی کی گالیوں کی پرواہ نہ کر کے جب دیکھا کہ پنڈت جی گالیاں دینے کا آرمبھ کرنے لگے ہیں تب سوامی جی نے دوسرا اشتہار ۲۲ دسمبر ۱۸۸۱ء کو شائع کیا۔

॥ ओ३म् नमः सर्वशक्तिमते जगदीश्वराय ।

विज्ञापनपत्रमिदम् ॥ समस्तधार्मिकान् प्रति सम्यक्ख्याप्यते । यत्काशीस्थ ताराचरणप्रकाशितेन वाराणसीस्थविद्वांसः स्वामिभिः सह शास्त्रार्थकरणाभिप्रायसूचकं सभ्यविरुद्धमेव विरुद्धपदमलिनदुष्ट सत्यमार्गस्थ मतिभ्रान्तिमत् । यस्य त्वयोदिष्टा तु हृष्टभक्ता निर्मला स्वयंजो पि विद्यु पलं विभर्ति तद्दिदृशाः परिडताः सत्यकस्येपमां दधाति ति नहि येनयथापि दुष्टः सदा अनेन विना कदापि सत्यासत्यव्यवहाराणां निर्णयो भवतुमर्हति । तस्मात्प्रार्थये समागमे विशुद्धानन्द सरस्वती स्वामिने, बालशास्त्रिणे वा संवादकर्तुं प्रवर्तेरन्नेताः किल मदेने इत्र प्रवर्तयन्ति तदा स्वामिनो भ्युद्यताः सन्त्येव सत्यमति निर्णयेण ॥ विद्वांसः सविचारशील सहिता धर्मोपकारे रता दुष्टं कर्म विहाय सत्यसरणां योकैव कारयते ॥ क्रूराः कामसिताः किमत्र समस्ताः स्वार्थो ऽस्ति भावना विप्राः कस्य नश्यन्नैव विततान् कुर्युः सदा दूषिताः ॥ १ ॥ संवत् अङ्क चन्द्रे ऽब्दे मार्गशीर्ष सितेदले ॥ चतुर्दश्यां शनीवारे पत्रमेतद्व्यलेखि यत् ॥

संवत् काशीस्थ धार्मिक विद्वान् महाशयों पर प्रगट हो कि श्री ताराचरण शर्मा ने एक विज्ञापनपत्र छपवाया जिसका अभिप्राय यह है

कि काशी निवासी विद्वज्जन स्वामी दयानन्द सरस्वती जी से शास्त्रार्थ करने की इच्छा करते हैं। यह पत्र विश्वास करने योग्य तो है परन्तु संसार के सभ्य विद्वानों का नहीं होना इस के देखने से हम को बड़ा आश्चर्य होता है कि अब जूते गांठने और बनाने हारे काशी का चमार विद्वानों की उपमा को धारण करता है तो पण्डित लोग किस की उपमा को धारण करेंगे। भला बक और हंस की समता कहीं सम्भव है। यदि यह बात एक मूर्ख से भी पूछी जावे तो वह भी दृढ़ता पूर्वक कहेगा कि सत्य सत्य का सिद्धान्त बिना पण्डितों के समागम के कदापि नहीं हो सकता। अब इस काशी में सर्वोत्तम पण्डित दो हैं एक स्वामी विशुद्धानन्द सरस्वती दूसरे बाल शास्त्री जो इन दोनों महाशयों में से कोई एक भी यदि शास्त्रार्थ करना चाहे तो स्वामी जी भी सर्वथा उपस्थित हैं। सिवाय इन दोनों के दूसरों को विज्ञापन पत्र देना और लिखना सर्वथा निरर्थक है॥

श्लोक की भाषा। सर्व शक्तिमान जगदीश्वर की सृष्टि में दो प्रकार के मनुष्य हैं। एक उत्तम दूसरे निकृष्ट उत्तम वे हैं जो कि विचार युक्त सुशील धर्म और उपकार करने में संतुष्ट दुष्ट कर्मों से दूर सत्य के प्रेमी नौका के समान अविद्यादि दोषों और [illegible] से लोगों को पार उतारने वाले विद्वान हैं। वे अपनी शान्ति परोपकार और गंभीरतादि को कभी नहीं छोड़ते और जो क्रूर कामी [illegible] विद्यादि मलयुक्त स्वार्थी दूषित मनुष्य हैं। वे श्रेष्ठ मनुष्यों के बड़े बड़े विघ्न सदा क्या नहीं करते हैं? यह बड़ा आश्चर्य है कि श्रेष्ठ लोग असभ्य लोगों पर कृपा करके सदा उनका उपकार ही किया करते हैं परन्तु वे अपने दोषों से उपकार को अनुपकार ही माना करते हैं। इस लिये हम प्रार्थना करते हैं कि सर्व शक्तिमान परमात्मा अपनी कृपा से उन मनुष्यों को सब बुरे कामों से हटाकर सत्य मार्ग में सदा प्रवृत्त करें॥ संवत १९३६ मि० मार्ग शुक्ल १४ शनीवार॥

اشتہار کا ترجمہ - سب کاشی نواسی ودوان مہاشیوں کو پرگٹ ہووے کہ آخری تاریخ کو شہر والے ایک اشتہار چھپوایا جس کا مطلب یہ ہے کہ کاشی نواسی ودوان لوگ سوامی دیانند سرسوتی جی کے ساتھ شاسترارتھ کرنے کی اچھا کرتے ہیں - یہ پتر وشواش کرنے یوگ تو ہے پرنتو ایسا لکھنا سبھیہ ودوانوں کا نہیں ہوتا اس کے دیکھنے سے ہم کو بڑا آشچریہ ہوتا ہے کہ اب

گانشنے اور نہانے ہارا کاشی کا وچار دو دانوں کی اتہاس کو دھارن کرتا ہے تو پنڈت لوگ کس
بھی اتہاس کو دھارن کریں گے بھلا انکے اور ہمیں کی برابری کہاں ممکن ہے یدی یہہ بات کسی کو کچھ
سے بھی پوچھی جاوے تو وہ بھی در رہتا ہو یک کہےگا کہ ستیا ستیہ کا سدھانت تنہا پنڈتوں کے
ساتھ کے لئے کداپی نہیں ہو سکتا اب کاشی میں سرب اتم پنڈت دو ہیں ایک سوامی وشودھا
نند سرسوتی جی - دوسرے بال شاستری جی جو ان دونوں مہاشیوں سے کوئی ایک بھی شاستراتھ
کرنا چاہتے تو میں سمجھتا اسمبھوت ہوں سوائے ان دونوں کے دوسرے لوگوں کا پن جیرو نیا اور
لکھا سمجھتا نرارتھک ہے - (شلوک کی بھاشا)

سرب شکتی مان جگدیشور کی سرشٹی میں دو پرکار کے منش ہیں ایک اتم دوسرے نکرشٹ
ادھم دے ہیں جو کہ وچار کیت سوشیل دھرم اور اپکار کرنے میں سنتشٹ - دشٹ کرموں سے
دور ستیہ کے پریمی کشتی کے سمان اور دیا آدی دوشوں اور کشٹوں سے لوگوں کو پار اتارنے
والے ودوان ہیں دے اپنے شانتی پر اپکار اور گمبھیرتا آدی کو کبھی نہیں چھوڑتے اور جو کرودھ
کامی اور دیا آدی مل کیت سوارتھی دو نشٹ منش ہیں دے سرشٹ منشوں کو بڑے بڑے دکھ
سدا کیا ہی کرتے ہیں - یہہ بڑا اشچرج ہے کہ آپت لوگ اسبھیہ لوگوں پر کرپا کر کے سدا انکا
اپکار ہی کیا کرتے ہیں پر تو بھی اپنے دشٹوں سے اپکار کو ان اپکاری ماتا کرتے ہیں اسلئے
ہم پرارتھنا کرتے ہیں کہ سرب شکتی مان پرماتما ایسی کرپا کرے ان منشوں کو سب جیو کا مول
سے ہٹا کر ست مارگ میں سدا پرورت کرے یا رگ شکل ۱۳ اتھنی وار سمت ۱۹۲۶

لیکچروں کا سلسلہ لیکچر ۲ دسمبر کو شروع ہوئے مگر جلد ہی بند ہو گئے لہذا نہیں اطلاع ملی کہ آپ
اجازت ہے تاہم سوامی جی نے جلدی بس نہیں کی بلکہ انکا اثر ان سے ہیل ہوا - گورنمنٹ کی طرف
سے مذہبی کے فعل کی آدھی تاویل کی گئی

آخیر کلکتی گزٹ پر ۱۲ مارچ ۱۸۸۰ء سے لکچر شروع ہوئے شام کے ۸ بجے سے ۹ بجے رات تک روز
دیا کھیان ہوتے رہے - عام اجازت تھی کہ معترض نوٹ کریں پیچھے جواب لیں گے -

"سوامی جی کے دیا کھیان کی نسبت مسٹر وال صاحب مجسٹریٹ بنارس نے جو ایک بے جا ممانعت
کردی تھی وہ آخر کار رفع ہو گئی اور سوامی جی نے ۱۲ مارچ ۱۸۸۰ء مطابق ا پھاگن بکرمی سنہ
سمت ۱۹۳۶ کی شام سے بنارس میں اپدیش کرنا شروع کر دیا حصول اجازت کے پہلے (جس کی
سوامی جی کو کسی حالت میں اصلا ضرورت نہ ہونی چاہئے تھی) مسٹر وال صاحب اور سوامی جی میں
ایک گھنٹہ تک گفتگو رہی اور حضور لفٹنٹ گورنر بہادر نے صاحب مجسٹریٹ کی کارروائی کی نسبت
یہ عذر پیش کیا کہ ایام محرم میں سوامی جی کے حق میں دیا کھیان دینا بہتر نہ تھا اول دیا کھیان سوامی
جی کا سرسوتی کے رستہ میں ہوا"

بھارت متر کلکتہ " بڑے آنند کی بات ہے کہ شری کاشی جی میں سوامی دیانند سرسوتی
۱۲ تاریخ سے دھرم اتن کے دفتر میں ہر ایک دن ۷ بجے شام سے ساڑھے آٹھ بجے رات تک

دیاکھیان دیا کرینگے یہ دیاکھیان بکشی گنڈ پر شری یُت مہاراج دھی نگر آدھی پتی کے استھان میں اوکت سمے پر ہوا کریگا۔ دیکھئے ایشہ کشل سے سنجاوے دیکھو ہیپل ۱۸۸۳ء مطابق چیت کرشن ۸ برسپتی وار جلد ۴ سمت ۱۹۴۰ نمبر ۱۲)

ولشیٹھ منی اجمیر ہولی سے پانچ دن پہلے یعنی ۱۸ مارچ ۱۸۸۳ء کو سوامی جی کے دیاکھیان آرمبھ ہوئے اور ہولی سے دو دن پہلے یعنی ۲۰ مارچ ۱۸۸۳ء کو سرکھڈ دالان نجتاور سنگھ۔ ترادی لال برادر خورد نجتاور سنگھ نے سوامی جی سے یگیوپویت لیا۔ سنسکار سے ایک دن پہلے سوامی جی نے دیاکھیان میں یگیوپویت کے فوائد بتلائے تھے اور کہا تھا کہ آج کل کے پوپ لوگ یگیوپویت سنسکار میں بہت پاکھنڈ کرتے ہیں سو برتھا ہے کنتو سوترو کت بدھی سے جیسا کہ سنسکار ودھی میں لکھا ہے ویسا ہی کرنا چاہئے (جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۱ بابت ماہ مالگھ سمت ۱۹۳۹ بکرمی)

"آریہ سماچار میرٹھ" آج لوگوں کو قوی امید تھی کہ اس مرتبہ کاشی میں دھرم کے اہم اور فروری امورات حسب اطمینان عوام طے ہو جاویں گے مگر افسوس کہ آج وہ امید ناامیدی سے مبدل ہو گئی۔ اور تعصب کے بارہ میں شہر کاشی اور مقامات سے بھی سبقت لیگیا۔ بھلا پوپ تو اپنی پوپ لیلا قائم رکھنے کے واسطے سب دھرمی سے باز نہیں آتے۔ بڑے بڑے ودوان اور مہاتما سنیاسی کیوں تنخواہ کی طمع میں پھنسے اور پوپ لوگوں اور جاہلوں سے خوف زدہ ہوئے لیکن اصل تو یوں ہے کہ اگر ایسا نکرتے تو اور کیا کرتے کیونکہ سچ میں کلام کیا اور واقعی امر کی تردید اور بحث کیسی۔ مگر ذرا سے بدحال تعصب کہ اسنے خاموش تو نہیں بیٹھنے دیا۔ یعنی شاستر ارتھ تو درکنار۔ پوپ لوگ تو وہ چال چلے تھے کہ بنارس میں سوامی جی کا دیاکھیان ہی نہونے پاوے مگر چونکہ ست کی سدا جے ہے اور است کی ہمیشہ ہار۔ اسلئے ان کی چال کچھ بیش نگئی بلکہ آخر کار انہیں کی ہنسی ہوئی اور خاک اڑی دیکھو آج ۱۴ مارچ سے برابر سوامی جی کا دیاکھیان کاشی میں ہورہا ہے اور آنند مل رہا ہے۔ دھرم کی نہایت بشاشت ہے مگر پوپوں کے لئے یاس باس۔ پردے پر پرمیشر سرب شکتی مان سے پیار تھا ہے کہ پاکھنڈ کا ناش ہو اور دھرم کی برتی ہو۔ دیر کا شی (از آریہ سماچار میرٹھ صفحہ ۱۶ جلد ۱ نمبر ۱۲)

چند روز دیاکھیان ہوتے کے بعد شوالہ کے ایک شخص نے ایک درخواست دی کہ کئی لوگ ایسے ہیں جو یہاں نہیں آسکتے اگر شوالہ میں آپ کسی جگہ دیاکھیان دیں تو وہ لوگ بھی آکر سن سکتے ہیں۔ سوامی جی نے اسوقت اس تحریر کا اتر نہ دیا اور کہا کہ کل اسکا اتر دینگے۔ یہ تحریر اصل میں چند بدمعاشوں نے شرارت کرنیکے واسطے لکھا تھا کہ اگر وہاں دیاکھیان دینگے تو وہ پتھر یا جوتے پھینک دینگے جب سوامی جی نے مکان پر آکر بچار کیا تو یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو گئی چنانچہ دوسرے دن سوامی جی نے دیاکھیان میں کہا کہ دیاکھیان کسی کو آنیکی ممانعت نہیں ہے اور مکان راجا دھی نگر کا ہے ہمارا نہیں اور جو آتے ہیں سب کو ہم جانتے ہیں نہیں اسلئے کسی کو آنے میں شرم نہیں کرنی چاہئے جسکو خواہش ہو وہ آوے

اشکی ارپنی

۱۸ مارچ سے ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء تک دو دن کا ناغہ چھوڑ کر کل ۲۸ ویاکھیان ہوئے۔ آخری ویاکھیان کی سماپتی پر پنڈت سے لائق اور معزز آدمیوں نے مل کر یہ التماس سوامی جی کی خدمت میں پیش کی "ہے کرپانِدھان! آپ کو ان ۲۸ ویاکھیانوں کے دینے میں جو شرم ہوا اس کی اپکار یا ہم کبھی پرتکار نہیں سکتے نہ صرف یہ آپکی اس آتو پم اپکیا سے ہمارے انیک جنم کا اندھکار نشٹ ہو گیا پرنتو اس اپورب امرت پان سے ہم بہت جنموں کی جت کی ترپتی نہیں ہوئی اس کارن ہم سب آپ کرت جن آپ کی سیوا انیک پرنام اور دہن واد پورک دیتے پر پرارتھنا کرتے ہیں کہ یدی آپ اپنی استتی پر نیت کچھ ویاکھیان دینا اور سویکار کریں تو ہمارا بڑا ہی اہو بھاگ ہوگا"

اس پر سوامی جی نے یہ اتر دیا۔ کہ مہاشیو یدی میری یاترا کا سمے سمیپ ہونے کے کارن مجھے اوکاش نہیں رہا تتھاپی بہت کرو کہ آپ لوگوں کا اتساہ جنک ہونے کی درشٹی سے میں آنند پوروک دو ویاکھیان کا دینا اور سویکار کرتا ہوں۔ یہ بات تم میں سے کوئی ایک پرش اسی سمے اوچ سور سے پکار کر سمست سبھاسدوں کو سنا دے کہ کل و پرسوں انگامی تتھی وار سے اسی سمے اور اسی استھان میں ہونگے۔ چار دن بیچ میں ہیں۔ تاوت تمہارا بڑا مشکل کا سیل بھی سماپت کرلو

اس پرکار سویکار جو سنتے ہی سمست سبھاسدوں نے ایک ساتھ خوب ہی آنند دھونی کی پرشنسات نستے اور دہن واد دیتے دھونی کرتے ہوئے سب نج استھانوں کو گئے

ان چھ ویاکھیانوں کا سلسلہ روز شنبہ ۱۰ اپریل ۱۸۸۰ء (یکم جیٹھ سدی ۱۹۳۷ء) سے آرمبھ ہوا اور ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء پنجشنبہ مطابق جیٹھ شدی ۶ تک برابر جاری رہا

قائمی آریہ سماج ان ویاکھیانوں کی سماپتی کے آخری دن اسی استھان میں شری سوامی جی کے سنکلپ سبھاسدوں نے بڑی دھوم دھام سے آریہ سماج استھاپن کی جو ابھی تک اسی طور کی کرپا سے قائم ہے اور اب تو اسے بہادر لالہ سر جن لال صاحب اگزیکٹو انجینیر پنشنر والی ایکے ہو تو پر لب سڑک نہارس کالج کے قریب آریہ مندر بھی بن گیا ہے جس پر ہمیشہ تک ست دھرم کا جھنڈا وہاں کھڑا ہو گیا - الغرض ایسے ذریعہ تمام نہارس کو ست اور اندھکار دینے لگا کہ ست ویدک مارگ پر دوڑ کرے۔ چنانچہ انہیں دنوں اخبار میں چھپا تھا

"مشکل سماچار - پرسنتا کی بات ہے کہ شری یت سوامی جی مہاراج کے اگر پرتاپ سے کاشی میں بھی ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو آریہ سماج استھاپت ہو گیا یدیپی ابھی سبھاسدوں کی سنکھیا بہت کم ہے کہ دکت نگر کے لئے چاہئے ویسی نہیں ہے تتھاپی ممکن ہے کہ اس کی اُنتی شیگھر ہوگی کیونکہ اس کے پرچارک بڑے سبھیہ اور اچھے اچھے ودوان لوگ ہوئے ہیں" (صفحہ ۱۲-۱۴ بھارت سدرشا پرورتک اپریل ۱۸۸۰ء جلد ۱ نمبر ۱ فرخ آباد)

رسالہ آریہ درپن جو شاہجہانپور سے نکلتا تھا اُس میں یہی لکھا ہے ایشور کی کرپا سے بمقام شاہجہانپور لکھنؤ - کانپور - چھپرہ چار اور آریہ سماج ہو گئے (صفحہ ۴۴ جلد ۲ نمبر ۲ صفحہ ۳۴ کالم ۲)

پنڈت جوتی رام وسادھو جواہرداس - نقل پنڈت موتی رام جی گوڑ ساکن مرزاپور جیسے کہ ایک سوامی جی تالاب کے دکھن کی طرف گھاٹ کے چبوترہ پر بیٹھے ہوئے تھے - سادھو جواہرداس اور وہی بھی اسوقت آیا اور کہا کہ ہم نے سوامی جی سے کچھ پوچھنا ہے اور یہ کہ سوامی جی جو کہتے ہیں کہ پورانوں میں دردرہ ہے تو ہمکو آرش گرنتھوں میں بھی دردرہ دکھلایا ہے - جیسے کہ شاستر چنانچہ سوامی جی سے پوچھا اور سوامی جی نے پڑھنا پڑھ یک اتر دیا کہ ان سب کی ایک ہی ہوا کہنا ہے شاریرک کے ساتھ سب کا تعلق جتلا دیا کہ شاریرک ہیل روپ ہے باقی سب اوس کے متعلق ہیں کوئی انکا دردرہ نہیں - پنڈت موتی رام وہاں ۱۰ - ۱۲ روز رہے اور لیکچر سنتے رہے

سوامی وشودھانند جی آدمی کی کمزوری سوامی جی نے پنڈت موتی رام کو فرمایا کہ وشودھانند جی سے تمہارا بہت سمبندھ ہے یعنی تم ایک گورو کے ودیارتھی ہو کیوں نہیں وہ ست پیرور رہ ہوتے سامنے آکر شاستر ارتھ کر کے نرنے کر لیں یا ہم چھوڑ دیں یا وہ چھوڑ دیں تم جا کر کہو - اندنوں گورو بہی جب بھی سوامی جی کے پاس آتا اور پنڈتوں کے پاس بھی جایا کرتا تھا کہ کسی طرح شاستر ارتھ ہو جاوے مگر اسکو تو وشودھانند جواب دے چکے تھے کہ ہم سوامی ہیں اور ہم کو شاستر ارتھ کرنیکا ادھکار نہیں ہے چنانچہ تاہم سوامی جی کے ارشاد کے مطابق پنڈت جی وشودھانند جی کے پاس گئے بعد تشل آنے کے ذکر ہوا کہ کاشی میں جتنے ودوان ہیں مگر ایک آدمی نے انکو سب کو مغلوب کر ڈالا - کوئی جواب نہیں دیتا - اس لئے تمکو مناسب ہے کہ اُتھان کر کے مہاول شاستری کے مقابل کرو - سب کاشی تمہارے ہاتھ میں ہے وشودھانند اُن سے کہنے لگے کہ تم بھی انکے سنگ کر کے ایسے ہی ہو گئے ہو پنڈت جی نے کہا کہ ہمارا سنگ پہلے تو تمہارے سے ہے اور تمہارا تعلق بھی بہت بڑا ہے مگر ستیارتھ جو وہ کہتے ہیں آپ سے ہارا جیت کہتے ہیں کہ وہ ضرور سچ کہتے ہیں - تب کہا کہ تم کیسے کہتے ہو کہ وہ سچ کہتے ہیں - پنڈت جی نے کہا کہ وید اور انکے پرمان سے جانتے ہیں کیونکہ وہ پرمان دیتے ہیں اور جواب لوگوں کو اگر وید پڑھا ہے اور کسی آرش گرنتھ میں مورتی پوجا کا پرمان نہیں - سوامی وشودھانند جی نے کہا کہ یہی تو سب سے کاشی میں اتنے ودوان ہیں دیانند جی کو تو وید ارتھ لگتا ہے - مگر کاشی کے ودوانوں سے کسی سے نہیں لگتا - ایک گنیش شروتری یہاں ہے صرف وہی وید ارتھ کو جاننے والا ہے سو وہ بھی اُن سے ملا ہوا ہے اور دوسرے وہ شاستری بھی وید پڑھتے ہیں اسکے ارتھ لگانا یہاں کوئی جانتا نہیں - اسواسطے شاستر ارتھ انکے ساتھ کوئی کرنے کو سامرتھ نہیں ہوتا - پنڈت جی نے کہا کہ آپ بھی سرسوتی میں اور وہ بھی - سو دونوں ایک ہو جاؤ اور ست دھرم کے اوپر آپ دونوں ہو جاویں اتر دیا کہ ست پر آ دونوں تو ہو جاویں مگر گنگا جی کا پرواہ پھرتا ہے - پورب کو - ایسا کوئی ہے کہ اسکو پچھم یا اتر کو کر دے جو یہ پرواہ چل گیا ہے سو اب رک نہیں سکتا اور اگر آج ہم اس

کے اوپر عمل کریں تو سب نشٹ ہو سے دودھ کرنے لگ جائیں - پنڈت جی نے کہا کہ آپ کو وہ
اور بہت سے کیا فائدہ ہے - فرمایا کہ یہ کتنا جو دیتے ہیں وہ بھی سالے چھینینگے - اور لوگ الزام دینگے
کہ سوامی جی کے انویائی ہوگئے - پنڈت جی بھی حال انکو سوامی دیانند جی سے کہدیا - سوامی جی
نے در جواب کہا کہ ناحق وہ مجھے کہلاتے ہیں کیسے بار بار دودھ ہو کر کیا کریگا - اگر انکو ایسا ہی ڈر
ہے تو ہم انکو ایک جگہ استھاپن کرینگے وہ کاشی میں بیٹھ جاوے دکشن بھرن ہم کرینگے - وہ
کیوں نہیں مست پیدا ہوتا - پر تو یہ بھی تم ان سے کہدینا کہ میرے پاس اگر کسی ودیارتھی
نے بھی تیز سمجھا - تو ہم جواب تمکو اور بال شاستری کو دینگے اور کسی سے مطلب نہیں - پنڈت جی
نے انکو وشودھانند جی سے کہا - تب انہوں نے در جواب کہا کہ ہم تو بہتر و برتر ہیں نہیں لوگ جاہل
سو کریں وہ تو وہ موت ہے "لنگ کھنڈن کرنا ہے ہم نہیں کر سکتے" -

بابو ہرمکھی سنگھ جی کھوپر ہیر اور سوامی وشودھانند جی کی ایک مرتبہ اتفاقاً گفتگو -

سوامی صاحب نے ذکر اذکار میں اقرار کیا کہ واقعی پنڈت دیانند سرسوتی صاحب کا ودیا غرض
انہی کمال فضیلت وجہت کے لحاظ سے قابل اعتقاد ہے لیکن پبلک عام کے روبرو میں
بات کا اظہار کیونکر کر سکتا ہوں اگر ایسا کروں تو ابھی ساری عزت خاک میں ملجائے اور پیٹ
پالنے میں فرق آجائے وہ مزید برآں - صفحہ ۱۰۲ آریہ سماچار میرٹھ ماہ بھادوں سمت ۱۹۳۷ جلد ۲ نمبر

اسی طرح سوامی وشودھانند اور پنڈت بال شاستری وغیرہ کاشی تنہائی میں کھول
سو یہی کہتے تھے کہ جو کچھ سوامی جی کہتے ہیں وہ سب سچ ہے - لیکن کیا کریں اگر ہم بھی ویسا ہی کہنے لگیں تو
بہت لوگ ہمکو چھوڑدیں - ہم سے دیر دشمنی رکھنے لگیں پھر ہماری روزی کیسے چلے -

ایک روز منشی بختاور سنگھ ایڈیٹر آریہ درپن کو ایک صاحب سے جب اپنے ملک
بنگال جانیکا ذکر چلا تو کاشی کے ایک باعلم پنڈت کا کہ جنکو ابھی ایک ہزار روپیہ کا گاؤں ملا
ہوا ہے ذکر کرنے لگے کہ پنڈت جی سے جو سوامی جی کے بارہ میں ہم نے دریافت کیا تو پنڈت
جی کہنے لگے کہ سوامی جی کہتے ہیں تو سچ لیکن ہم کیا کریں اسکو پیٹ کھولکر اور اسکی طرف اشارہ
کرکے ہاں دیکھو یہی ایک جائداد ملی ہے جسپن کرتے ہیں جو ہم سوامی جی کی طرح کہنے لگیں تو کوئی
ایک پیسہ کوڑی بھی نہ دے پھر بتلائیے کہ ہماری گھر بیٹھے جیوکا کیسے چلے سہائی ہمکو پیٹ
نہیں کہنے دیتا صفحہ ۴۷۷ - ۴۷۸ - آریہ درپن فروری ۱۸۸۰ء -

بال شاستری کے مرنے پر ہندی پردیپ کے فاضل ایڈیٹر نے حسب ذیل لکھا جس سے
پنڈتوں کی اندرونی کمزوری ظاہر ہوتی ہے -

درو حال مکٹ منی کاشی کے مہان پنڈت شری بال شاستری ۱۰ جولائی ۱۸۸۲ء کو سورگ
سدھارے ان کے شریر وراس ہونے سے کاشی میں سنسکرت کو ایسا صدمہ پہنچا کہ جسکی مرمت اب
آگے کو شاید اسمبھو ہے اوکت شاستری جی سنسکرت تتھا وید کے پورن پنڈت تھے
مشر انکو وید وا پر تمہ یہ شاستری اس سمے انہیں پر چہرا رہتہ تھی - اکثر ایسے پنڈت بہت ہم

جو یا تو نرا ویاکرن ۱۷ اور شی یکتی کرپٹ ڈالا ہے یہ وید یا دوسرے شاستر کے جاننے کی اور اون پر ائیمان کا ترجمہ یا ہوا ہے یا تو ٹیکا جنہوں نے ٹیکا کی بہانتی وید کی حکمت بتاتے بیٹھے ہیں یہ اردھ گیان کی رو سے کورے ہیں بہکتے اوتار ہیں۔ اوکت شاستری ہیں سو بات نہیں تھی شاستر اور وید دونوں میں پنڈت تھے۔ اب وہ لین دکھ میں اس بات کا ہے کہ اب یہاں پنڈت ان پرانتوں میں شاعر کاشی میں دہی راجا بابوؤں کو آتو بنائے خوب روپے لینے کے سوا اپنا نام چرتر نی سے کی کوئی بات نہیں چھوڑ جاتے۔ نہ سنسکرت ہی کو کسی طرح فائدہ انکی ذات سے پہنچتا ہے نہ لوک اُپکار۔ سہا پرکھ کی چڑھ بیٹھنے کی اچھیا سے ایک جگہ پالی اپنے بیٹھے جی اوسے بھی چھوڑتے ہونگے۔ یا مربوں کی صاف یہ لوگ بھی پرجا کو شک بن ماستے کہا یا لوٹایا اور چھپاتک در بچے کرتے بن پڑا کیا۔ انت کو جیسے آئے ویسے مونہہ بہے چل بڑے ہونگے۔ ہاں شاستری تھے تو لوک اُپکار ایک طرف رہے۔ دو دیا کے اجیرن میں آئے حال میں وہ جو ایک پنڈت ان پر کچھ لکھا تھا۔ واہ رے عقل لکھا پڑھا سب کچھ پر پرانے خیال کی گندگی دور نہ ہوئی۔ وہی بنگال کے پنڈت ہیں کتنی دیش کی بھلائی کر رہے ہیں۔ ایشر چندر نے تو وہ جو ادیہ چلت کر اپنے نام کا سکہ ہی گاڑ دیا۔

تارا ناتھ۔ پریم چندر سرکھیسے ہوپکاری ہوئے جنہوں نے ساہتیہ کا اودھار کر دیا جن گرنتھوں کا نام تک کوئی نہیں جانتا تھا ان پر ٹیکا ٹپنی بنا کے مدرت کرا نہیں ورترت کر دیا۔ یدی پریم چندر سرکھیسے مہا تو بھاؤ مہ وکواسے کے ابھاگے نہ ہوئے ہوتے تو ساہتیہ درپن کا پالن ہیں کون کراتا۔ ایک کاشی کے پنڈت ہیں جو کروڑ پر کروڑ پڑاتے ہوئے سنسکرت کو بھر کا ٹکڑہ کرتے جاتے ہیں وہی تارا ناتھ ہیں جنہوں نے سمرلا آدی کے ذوارا چھاتروں کیلئے سنسکرت پٹھن پاٹھن سہاسرل کر دیا (ہندی پردیپ جولائی ۱۸۸۰ء صفحہ ۱۰ جلد ۳ نمبر ۱۱۔ اسارہ ... ص ۱۹۱)

کاشی کے مشہور ۱۸۶۹ء والے مباحثہ کے بعد سوامی جی کچھ مدت تک وہاں رہ کر ماگھ ۱۹۲۶ مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۷۰ء چار شنبہ کے دن پریاگ آئے۔ یہ جگہ ماگھ میں مکر کی سنکرانت پر بھرا کرتا ہے

راجہ شوپرشاد کی بزدلانہ کارروائی راجہ شیو پرشاد سی۔ایس۔آئی کی ۳۰ دسمبر کی ۱۲ دسمبر ۱۸۶۹ء والی ملاقات کا حال تو پہلے کرنل الکاٹ صاحب کے ذکر میں درج ہے اسکے بعد سوامی جی سے راجہ صاحب تک بنارس میں رہتے مگر بہتر نہ ہوتا اپنے شکوک رفع کئے اور پنڈتوں اور پنڈت صاحب چڑا یا جیوتا ہی مرد میدان بنا سوامی جی نے چلنے سے کچھ روز پہلے سبھا میں ظاہر کر دیا تھا کہ میں ۵ مئی ۱۸۷۰ء کو یہاں سے لکھنؤ روانہ ہو جاؤنگا اور اس سے پہلے جو چاہے آکر مجھ سے سندیہ نوارن کرے مگر کون۔ بچہ کے چھپے چپ بیٹھے اور اپنے وانت ترتا

نہ کوئی سوامی سامنے آیا نہ شاستری اور نہ راجا پنچ - لیکن جنہوں نے خوب بہادری دکھائی یا
نہایت ہی بیہودانہ داؤ پیچ کھیلا اور تین روز بعد بروز سنیچر [illegible] بیساکھ کرشن ایکادشی
سمت ۱۹۳۲) جب کہ سوامی جی چلنے کی تیاری کر کے اسباب روانہ کر چکے تھے اور خود بھی ریل پر جانے
کو تیار تھے - راجا صاحب نے سوامی جی کو چٹھی لکھ کر اشتہار لگا مطلب یہ کہ ایسی حالت میں
یا خط نہیں لینگے اور یا جواب دینے کے بغیر چلے جاوینگے یا خط ہمارا [illegible] دیت ملیگا اور
راجہ گفت - بے محنت فتح مل جاویگی اور پھر کسی موقع پر [illegible] یا ناستک مت کے اخبار میں
مضمون شائع کرا دینگے - کہ سوامی دیانند ڈر گئے بھاگ گئے - راجہ صاحب سے مقابلہ نہ کر سکے
لیکن سوامی جی نے باوجود نہایت عدیم الفرصتی کے بھی اشتہار لکھ دیا اور انہیں کہلا بھیجا
کہ مہربانی کر کے آج ہی تشریف لائیے - مگر وہ بالکل تشریف نہ لائے آخر جب سوامی جی وہاں سے
اسی روز چلے آئے پیچھے راجہ صاحب نے جھوٹی ناموری اڑانے اور کاشی کے دوانوں
میں ناک اونچی کرنے کی خاطر فوراً ایک اشتہار چھپوایا کہ سوامی جی نے وید بھاشیہ کے خریداروں کی طرف
بھیجا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ کاشی میں باوجود بار بار لگانے اور مباحثہ کیواسطے بلانے کے کوئی
دوان سوامی جی کے سنمکھ نہ آسکا اور اگر آیا تو صرف ایک یہی راجہ شیو پرشاد جی ستارۂ ہند
بہادر ہی راجہ صاحب ہیں جن کی نسبت ایک وقت تمام پنڈتوں نے بالاتفاق کہا تھا -

مارا بجا چشم یاری کرد نتیم ✤ حرف غلط بود کہ ما نہ نوشتیم

اس سے ظاہر ہے کہ دلیری اور دھرم پالن [illegible] کی بے پروائی تو راجہ صاحب سے ہی کی جا سکتی ہے
پنڈت جیسکھ رام و جگل کشور - اسی طرح جب مئی [illegible] کو سوامی جی بنارس سے روانہ ہو کر لکھنؤ
کی طرف تشریف لے گئے جس تاریخ کو سوامی جی بنارس سے چلے گئے اسی تاریخ کو پنڈت جیسکھ
شاستری نے بذریعہ ڈاک ایک چٹھی سوامی جی کے نام بنارس کے پتہ پر بیرنگ بھیجی ہوئی
ارسال کی جو سوامی جی کی عدم موجودگی میں [illegible] کو سکریٹری آریہ سماج بنارس کے نام پہنچی
چٹھی کی مہر دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ [illegible] کی تاریخ کو [illegible] ڈاکخانہ سے نکالی گئی ہے ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ✤

اسکے علاوہ اس نے پنڈت جگل کشور کو یہ تجویز بتائی کہ اب کوئی عجیب و غریب بات
اڑانی چاہیے کہ جس سے سبھا کے لوگ بھی خوش ہو جاویں اور ہمارا نام دیہاتوں میں روشن ہو
جاوے چنانچہ پنڈت جی نے مندرجہ ذیل اشتہار چھپوا کر شہر میں لگایا اور سبھا میں [illegible]
بیان کیا کہ [illegible] کی پرسدھی کے انوسار ہم لوگوں نے دیانند سرسوتی کے پاس
جاکے وید ارتھ جاننے کی اچھا کی تھی پر تو جب سوامی جی کے مکھ سے [illegible] پرکار کی وید ورودھ
شششٹ آچار کے خلاف باتیں سنیں تب تو ہم نے کاشی استھ [illegible] بھارت ورشی سبھا
کے سب دوانوں سے اپنے سندیہ دور کرنے کی اچھا کی اور جب ہم اپنی بدھی انوسار [illegible]
شنکا سے رہت ہوئے تب اوکت سبھا کے ممبر پنڈت جگل کشور پاٹھک جی (جو کہ [illegible]

ویدک گوروؤں کے اپدیش سے - بیج جپ گائتری پورک کوشنگ جنت پاپ نورت ارتھ من کرنگا تیرتھ پر پیتا ودی پرائشچت اور ورتی" وشوناتھ آدی دیوتوں کا درشن کرکے اپنی شکتی کے انوسار دیا بھیاس کی اچھا پرگٹ کرتے ہیں اور یہ پرتگیا کرتے ہیں تاکہ ہم لوگ سرشٹی کو دو نروشٹ مارگ سے دور نہ ہونگے" پرائشچت کرنے والوں کے نام مفصلہ ذیل ہیں -

ستیارام - بیوانند پانڈے - کرشن رام شکل - رام پرشاد دوبے - ابہی تک پرکاش کرتا وید شاستر سمپن پنڈت جگل کشور پاٹھک ۔

جب مذکورہ بالا اشتہار سبھا میں [illegible] اس وقت بہت سے لوگوں کو خوشی ہوئی کہ جن چار شخصوں کے انہیں نام لکھے ہیں انکے درشن بھی کرنا چاہئے چنانچہ بابو نراین سنگھ سیکر آریہ سماج بنارس نے پنڈت جگل کشور سے پوچھا کہ وے شخص کہاں ہیں پنڈت جی غصے میں لال ہو کر بولے ہم ان کو اگلی سبھا میں لیتے آوینگے - پنڈت جگل کشور نے تو یہ اشتہار اور ان چار شخصوں کے نام اپنی طبیعت سے گھڑ کر لغو شغل اور دل لگی یہ کام کیا تھا اب چار بولے کو لاویں کہاں سے اب تو پنڈت جی گھبرائے اور لگے ادھر اُدھر لڑکوں کو سکھلانے کہ تم وہاں جا کے ساتھ چلکر ایسا ایسا کہہ دینا - لیکن ایسے خراب کام میں کون پنڈت جی کو ساتھ دے پرائشچت کا نام ہی سنکر لوگوں کی روح قبض ہوتی ہے خاصکر اسی وجہ سے کہ تمام لوگوں میں مشہور ہو گی اور نام بدنام مشہور ہو گا آخر کار جوں توں کرکے پنڈت جی ایک شخص کو دوسری سبھا میں لائے جب اس سے اسکا نام پوچھا گیا تو اس نے اپنا نام رام کرشن دوبے بتلایا (پنڈت جی نے سکھلایا ہوگا کہ رام پرشاد دوبے کہہ دینا لیکن نیا دلی نام کب تک یاد رہ سکتا ہے وہ بھول گیا) پھر پوچھا گیا کہ تم سوامی جی کے پاس گئے تھے؟ اسنے جواب دیا کہ کبھی نہیں جب یہ بات ہوئی تو پنڈت جگل کشور جی کی قلعی کھل گئی پھر لوگوں نے کہا کہ آپنے اشتہار جھوٹ موٹ کیوں چھپوایا ہے - انہیں پنڈت جی غصے میں لال ہو گئے گڑ بڑ بکنے تب لگے جھٹ سے یہ فقرہ نکلا کہ جسنے دیانند کا منہ تک دیکھا ہو وہ ہندو کا بیج نہیں" اسیا شند کہنے پر بابو نراین سنگھ نے کہا کہ سنہ ۱۹۲۶ میں جو شاسترارتھ ہوا تھا - اسمیں مہاراج کاشی نریش اور پنڈت بال شاستری اور سوامی وشودھانند وغیرہ ہزاروں ہندو موجود تھے آپ اُن لوگوں کو گویا اسقدر گالیاں دیتے ہیں اسپر سبھا نے تجویز کی کہ پنڈت جگل کشور کو سبھا سے نکال دینے - نکلتے وقت انہوں نے نہایت واویلا مچایا اور نزدیک تھا کہ مار پیٹ شروع ہو جاتی لیکن پولیس کی مدد سے معاملہ رفع دفع ہوا (آریہ درپن بنارس ماہ [illegible] صفحہ ۱۴۳)

غرضکہ پنڈت جیترسیج جی کی عقلمندی سے ہی جگل کشور جی نکالے گئے ورنہ اتنی عقل آر کو کہاں تھی -

اخبار بھارت متر کلکتہ مطبوعہ ۱۰ اگست ۱۸۸۰ء میں برہم بھارت ہرشی سبھا کے ایک حق
پسند ممبر نے اول تو اس سبھا کے ممبروں کی لیاقت کا اندازہ لگایا ہے اور پھر ان کی کرتوت
اس طرح ظاہر کی ہے کہ "سنیچر کو سبھا میں پنڈت جگل کشور نے ایک بیہودہ بات کہی کہ میں اسکو
نہیں لکھ سکتا۔ اس پر بابو ہرن چندر و بابو کرشن داس وغیرہ نے اسکو روکا تو ٹھیک مستعد مجھ
سب پر بڑا جھگڑا ہوا اور مار پیٹ کی نوبت بھی آ گئی تھی لیکن ایشور کی کرپا سے خیر ہو گئی"۔

بیابان کی مدد۔ ایک دفعہ سوامی جی داناپور (ڈنگر) ہی جا رہے تھے۔ سڑک کے اوپر کیچڑ تھا
ایک گاڑی بان کی گاڑی اور بیل کیچڑ میں پھنس گئے تھے سوامی جی نے دیکھا کہ بیل والا بیلوں
کو زور سے مار رہا ہے مگر وہ پھر بھی نہیں چلتے۔ سوامی جی نے جا کر بیلوں کو کھول دیا اور گاڑی کو
کھینچ کر کیچڑ سے خشکی پر پہنچا دیا۔ بابو رتن لال جی دیو جو بنارس جا رہے تھے یہ دیکھکر
بہت حیران ہوئے کہ آپ تو ایک شہ زور آدمی ہیں۔

میموریل۔ یہ میموریل ۱۲ فروری ۱۸۸۲ء کو لکشمی کنڈ پر شری مہاراج ودیا گر کے
استھان میں قائم ہوا۔ اسکی مختصر کیفیت یوں ہے کہ سب سے اول ۱۰ ... ۱۸۸۲ء اور دوبارہ
۲۲ جنوری ۱۸۸۲ء کو آریہ سماج مراد آباد نے ایک ویدک یتر الیہ زیر اہتمام سوامی جی مہاراج
کھولنے کی تحریک کی اور سب صاحبوں کی سیوا میں نویدن کیا کہ اسکی امداد کیواسطے زر چندہ
اکٹھا کر کے منشی اندرمن صاحب پردھان اور آچاریہ آریہ سماج مراد آباد کے نام روانہ فرماویں
جس پر سماجوں میں چندہ ہونا شروع ہوا۔

یہی ذکر ماہ پوس سمت ۱۹۳۸ مطابق جنوری ۱۸۸۲ء کے رسالہ آریہ سماچار میرٹھ میں منشی انند لال
منتری آریہ سماج نے بذریعہ ایک التماس کے آریہ سماجوں کی آگاہی کیواسطے طبع کیا کہ روپیہ منشی
اندرمن جی کے پاس اور جو کچھ دریافت کرنا ہو وہ منشی بہاری پرشاد منتری آریہ سماج مراد آباد
سے دریافت کریں۔ پھر ماہ ماگھ سمت ۱۹۳۸ مطابق فروری ۱۸۸۲ء کے رسالہ سماچار میں یہی ذکر
بطور التماس ضروری کے کیا گیا۔ چونکہ سوامی جی نے چھاپہ خانہ موسوم ویدک یتر الیہ شہر بنارس
میں جاری کر دیا ہے اور کتابیں بھی شروع ہو گئی ہیں اسلئے سب لوگوں سے گذارش ہے کہ
جس قدر جمع ہو گیا ہو یا جمع ہونے والا ہو وہ بہت جلدی سوامی جی کی خدمت میں روانہ فرماویں
اور ایک نقشہ حسب تفصیل ذیل مرتب فرما کر آریہ سماج میرٹھ کو عنایت کریں۔ نام سماج
کل تعداد چندہ کی جو مطبع کی اعانت کے لئے تجویز کی گئی۔ تعداد زر چندہ جو وصول ہونے کو
باقی ہے۔ تعداد زر جو سوامی جی کے پاس فی الحال روانہ کی گئی۔ کیفیت۔

التماس۔ کچھ عرصہ ہوا کہ جب آریہ سماج مراد آباد نے بخیال ترقی اور بہبودی اپنے دیش کے
دیوناگری پتری بہ اہتمام آریہ سماجوں کو اسبات کی تحریک کی تھی کہ سب جگہ سے معقول چندہ
اکٹھا کر کے اور اس سے چھاپہ خانہ قائم کیا جاوے۔ جسمیں سنسکرت کی کتابیں اور آریہ دھرم کی
پستکیں چھپا کریں اور سستی ... ہوا کریں تا کہ ہم لوگ اس نعمت عظمیٰ سے جس سے

کہ وہ بھی محروم پڑے ہیں ان کتابوں کے ذریعہ سے بہ آسانی مستفید ہوں اور غیر کتابوں کی تفصیل ہو انکے فواید کی تشریح کے پیچ مذکور ہیں بخوبی تمام شدہ ہیچ تھی - چنانچہ مبلغ ہزار سو اٹھائیس روپیہ اس سماج سے بمہ ارتھ چھاپہ خانہ کی امداد میں پیشکش کئے گئے امید ہے کہ کل سماجوں نے حسب استطاعت اور بلحاظ وقت ضرورت اس کام میں سعی زیادتی ہوگی اسلئے بموجب ہدایت آریہ سماج مرادآباد کے سب سماجوں اور آریہ لوگوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ جو کچھ روپیہ اس مد کا جمع ہوگیا ہو یا ہونیوالا ہو وہ بہت جلد خدمت میں جناب مخدوم و مکرم منشی اندرمن صاحب آنجہانی پرسبھاپتی آریہ سماج مرادآباد کے روانہ فرماویں اس کام میں دیر کسی طرح مناسب نہیں اور ایسا موقعہ بھی ہمیشہ حاصل نہ ہوگا کیونکہ سوامی مہاراج کی بدولت ان پستکوں کے ترجمے اور ٹیکے جنکا سمجھنا اور سمجھانا امر محال تھا آجکل باسانی چھپ سکتے ہیں اور جو کچھ دراسبات میں دریافت طلب ہو بذریعہ تحریر کے لالہ بھگوتی پرشاد صاحب خزانچی آریہ سماج مرادآباد یا براہ راست جناب منشی اندرمن صاحب آنجہانی آریہ سماج سے دریافت فرماویں اور اس کام میں سعی بلیغ عمل میں لاویں اور موقعہ اور وقت کا خیال شعر

اگر بہ سیر چمن میروی قدم بردار ۔ کہ گل برنگ حنا میرود بہار از دست ۔ وہ بہت کچھ خیال کرکے مبلغ توجہ فرماویں ۔ المشتہر آنند لال تنتری آریہ سماج میرٹھ (آریہ سماچار جلد ۱ نمبر ۹ بابت ۱۸۷۸ صفحہ ۲۰۰)

विज्ञापन पत्र मिदम्

देवो देवानामसि मित्रो अद्भुतो वसुर्वसूनामसि चारुरध्वरे ॥
शर्मन्त्स्याम तव सप्रथस्तमेऽग्ने सख्ये मा रिषामा वयं तव ॥

ऋग्वेद १ मण्डल ९४ सूक्त १३ मन्त्रः

जिस लिये (अग्ने) हे विज्ञान स्वरूप और सब जीवों को वेद तथा अन्तर्यामी द्वारा विज्ञान देने वाले जगदीश्वर आप (देवानाम्) सब विद्वान और सूर्य्य लोकादि दिव्य पदार्थों के (देवः) स्वामी पूजा-नीय और उपास्य देवता (असि) हैं (वसूनाम्) जिन्होंने २४ वर्ष पर्यन्त ब्रह्मचर्य्य सेवनादि विद्या पढ़ी है और निवास के हेतु पृथि-व्यादि लोकों के बीच में प्रत्यक्ष और व्यापक होके (वसुः) निवास करने और अपने में सबको निवास कराने हारे (असि) हैं (अध्वरे) हिंसा करने के अयोग्य धर्म युक्त उपासनादि व्यवहारों में (चारुः) सर्वोत्कृष्ट (अद्भुतः) उत्तम आश्चर्य रूप प्रशस्त गुण कर्म स्वभा-व सहित (मित्रः) सब के हितकारी सुहृद सखा हैं इस लिये हम लोग (तव) सब प्रकार [illegible] करें सद्भाव युक्त आपके (सप्रथस्तमे)

सर्वोत्कृष्ट विद्यादि शुभ गुण और अत्यन्त आनन्दों के हेतुओं से संयुक्त (सत्य) सेवकों के भाव और कर्मों में दृढ़ता से वर्तमान होकर (मारिवान) कदाचित् दूसरे मनुष्यादि प्राणियों के अनुपकार दुःख पीड़ा रूप हिंसा करो हारे वा किसी दुष्ट से पीड़ित न होकर सदा स्वयं आनन्द युक्त रहकर सब जीवों को आनन्द ही देते रहें॥

सब सज्जनों को विदित हो कि आज मैं इस आर्यावर्त देश के निवासियों के लिये बड़ी प्रसन्नता को मारे को प्रकट करता हूं कि संवत् १९३६ माघ शुक्ल २ बृहस्पतिवार के दिन यहां काशी में लक्ष्मीकुंड पर श्रीयुत महाराजे विजयानगराधिपति के स्थान में वैदिक यन्त्रालय नियत किया गया है जिस में वेद भाष्य (जो प्रथम डाकटर लाजरस साहब के यन्त्रालय में छपता था और तत्पश्चात् मुम्बई में छपा करता रहा वह) और व्याकरणादि शास्त्रों के विषय प्रकाश युक्त पुस्तक मुद्रित हुआ करेंगे - इस यन्त्रालय के अधिष्ठाता श्रीयुत स्वामी दयानन्द सरस्वती जी हैं और उनकी ओर से मैं बख्तावरसिंह जो कि मन्त्री आर्य समाज शाहजहांपुर का था नियत हुआ हूं इसमें यन्त्र टाइप आदि उत्तम प्रकार की विलायती बनी हुई सामग्री कलकत्ते से मंगाई गई है इस यन्त्र के मुद्रित पुस्तकों में मोटे कागज लगा करेगा और अक्षर भी सुन्दर साफ और शुद्ध हुआ करेंगे अब १३ तेरहवें अंक तक वेदभाष्य मुम्बई में छपकर आये वहां से अब के यहां काशी में आकर १४ चौदहवें अंक से लेके सदा इसी वैदिक यन्त्रालय में मुद्रित हुआ करेगा इसलिये जिन महाशयों को वेदभाष्य आदि का मूल्य भेजना अथवा यहां से कोई पुस्तक मंगवाना हो तो इस ठिकाने में मेरे पास भेजा और मंगवाया करें॥

رسالہ ماہ جیٹھ سمت ۱۹۳۷ میں ویدک یترالیہ کا اشتہار درج ہے (جواب تک اور شکل میں جیسا کہ سمت ۱۹۳۷ کا
شکل میں چھپ رہی ہے) اور رسالہ ماگھ ۱۹۳۶ فروری ۱۸۸۰ کو کاشی میں منشی بختاور سنگھ کی سپرنٹنڈنٹی میں جاری ہوا ان ایام میں کاشی میں
ویدک یترالیہ قائم کیا گیا ہے اس یترالیہ کے اوّل منتظم آنریری سوامی دیانند سرسوتی ہیں اور ان کی طرف
سے دینا چاہئے یہی یترالیہ چھپ کرے گا - کچھ مدت تک منشی بختاور سنگھ مہتمم رہے - انتظام کی خرابی کے سبب
اُن سے پنڈت بھیم سین نے چھ سوروپیہ چارج لیا اور ماسٹر شادی رام مہتمم مقرر ہوئے ان کی عدم الفرصتی
اور منیجر لائق تجربہ نہ ملنے کے باعث یترالیہ سے بہادر پنڈت سندر لال سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ
ورکشاپ الٰہ آباد کی زیر نگرانی رکھا گیا جو کہ سنہ ۱۸۸۱ء سے سوامی جی کے بہم انوپانی اور دل سے
آریہ مت تھے - الہ آباد لایا گیا اور وہاں پر سوامی جی کے دور سے بعد کے بھگت پنڈت رام جی

منیجر مقرر ہوئے بعد ازاں منشی ہرگوبند داس منیجر مقرر ہوئے۔ سوامی جی کے دیہانت تک یہی رہے پھر کچھ مدت منشی شیو دیال سنگھ جی منیجر ہو گئے بعد ازاں الہ آباد سماج کے چند ممبروں کی ایک کمیٹی اور پھر پنڈت رسالدار بھی منیجر ہوئے جن کے اہتمام میں سنہ ۱۸۹۰ء میں یہ پریس پریاگ سے اجمیر لگایا گیا۔ وہاں کچھ مدت کے بعد پنڈت جوالا دت و پنڈت دیگر منیجر مقرر ہوئے اور اب کمیٹی کے سپرد ہے۔

دوسری فصل — شہر لکھنؤ

۵ مئی تا ۱۹ مئی سنہ ۱۸۸۰ء

سوامی جی بنارس سے روانہ ہو کر لکھنؤ میں سدھارے۔ ان دنوں پنڈت گنیش دت شاستری گنگادھر شاستری کے پاس لکھنؤ میں پڑھتا تھا۔ ایک دن اس کا پنڈت کشن دت رامانج مت الوبائی سے جو بھاگوت جانتا تھا۔ اتپت تنو کے ارتھ پر تکرار ہوا۔ گنیش دت نے کہا کہ چل تیری سوامی جی سے تسلی کرا دوں۔ جس پر وہ دونوں آئے۔ سوامی جی بنارسی دلے کے ناکے پر ایک باغ میں اُترے ہوئے تھے۔ اور گرم کا موسم تھا۔ سوامی جی اس وقت بھوجن کر رہے تھے۔ گنیش دت نے جا کر کہا کہ مہاراج! اتپت تنو کا یہ پنڈت رامانجی بدن کا جلانا ارتھ کرتا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں۔ فرمایا کہ ہم بھوجن کر لیں۔ چنانچہ بھوجن کرنے کے بعد تھوڑا سا بیٹھے اور کہا کہ بھوجن کر کے اشٹ پدم گچھیت یعنی بھوجن کر کے سو قدم چلے۔ پھر تھوڑا سا لیٹ کر پلنگ پر بیٹھ کر کہا کہ وید لاؤ۔ وہ لایا۔ سوامی جی نے وہ منتر نکالا (رگ وید منڈل ۹ سکت ۸۳ منتر ۱ اور ۲) اور ارتھ کر کے بتایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم بدن کا ارتھ جلانا لو تو تمہارا سائیں بھی ایسا ہی ارتھ کرتا ہے۔ پھر وہاں کیا کرو گے؟ اتپت تنو سے جپ تپ یم نیم وغیرہ کا مراد ہیں۔ بدن کا جلانا مراد نہیں ہے۔ مگر پنڈت کشن دت پھر بھی ضد کرتا رہا۔

پھر سوامی جی نے ترپولیہ چھبر کر سب کو بانٹ دیا۔ اس رامانجی نے کہا کہ تلسی کا پتہ ہو تو ہم کھا دیں۔ سوامی جی نے کہا کہ تم سے بکری کی عادت نہیں جاتی۔ اس نے کہا کہ یہ تو اچھا ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ رنگ کے واسطے نہ کہ ہر وقت۔ ہر وقت چبانا تو صاف پشو پن ہے اور کچھ نہیں۔ اس کے کھانے میں کچھ مہاتم نہیں۔

پہلے سوامی جی نے ایک دفعہ ست پرکاش پاٹھشالہ قائم کی تھی۔ جس میں پنڈت گنیش دت نے پراگیہ تک پڑھائی کی۔ پھر کالج میں چلا آیا۔ بعد میں یہ پاٹھشالہ بند ہو گئی۔

تیسری فصل شہر فرخ آباد

۲۰ مئی تا ۳۰ جون

۱- پرچار کا کام - سمبت [illegible] سے دیانند جہاں اور فتح گڑھ میں رہے۔ اور اسی اوسر میں دوسرے دھرم مہمانوں کے پنڈت ہلادت جی نے اچھیا او سار لکھ کر شاستر ارتھ ہونے کے ارتھ بہت لکھا پڑھی بھی ہوئی۔ راجا شیو پرشاد کرت نویدن پتر کا دانت توڑ اتر بھی دیا۔ سماج کے مکان میں لگا تار تین اور بابو [illegible] کی بارہ دری میں دو۔ کیمپ فتح گڑھ میں بابو گوری لال کے بنگلہ پر [illegible] لیکچر ہوئے۔

۲- مینا نشک سبھا۔ ساتویں بار ارتھات انتم بار سوامی جی ۲۰ مئی [illegible] کو یہاں پدھارے۔ اس اوسر میں سماجی ممبروں کا کچھ جھگڑا دیکھ کر ہم لوگوں کا یہ چلنے کے ارتھ انترنگ سبھا کے اوپر انہوں نے مینا نشک سبھا استھاپت کی۔

اسکی تفصیل یہ ہے کہ فرخ آباد کی انترنگ سبھا نیاروپ سے کام نہیں کرتی تھی۔ ہر ایک موقعہ پر کسی خاص آدمی کا منہ دیکھا کرتی تھی۔ اس لئے پنڈت گوپال راؤ ہری سبھاسد سماجکوں کے ساتھ کام کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ اسلئے یہ ایک مینا نشک سبھا مقرر کر دی گئی۔ ذیل ایک خط پنڈت گوپال راؤ جی کے نام سوامی جی نے لکھا جس سے میران وغیرہ کا پتہ ملتا ہے۔

اوم

پنڈت گوپال ہری جی آنند رہو۔

میں منع کرتا ہوں کہ جو جو باتیں کرنی آپ کے لئے نیچے لکھتا ہوں۔ سو دو آپ پتھاوت سویکار کریں۔ (۱) یہ مینا نشک سبھا ستھاپت کی گئی ہے۔ اس کے پانچ سبھاسد نشچت کئے گئے ہیں۔ ایک آپ۔ دوئم بابو جی۔ سوئم لالہ جگن ناتھ پرشاد۔ چہارم لالہ [illegible] پنجم لالہ [illegible] اور ان کی غیر حاضری میں آپ کے لالہ رام نرائن داس [illegible] لالہ [illegible] لالہ [illegible]۔ اور لالہ [illegible] ان پانچ میں سے ایک جو [illegible] کئے گئے ہیں۔

(۲) جہاں تک بنے ضرور آپ اکٹھے ہوں اور ویاکھیان [illegible] سماج میں دیا کریں۔

(۳) جو ماسک پترک نکلتا ہے وہ بھی آپ کے ہاتھ سے بنے گا۔ [illegible] کرو [illegible] ایسی [illegible] اچھا ہوگا۔ [illegible]　　دیانند سرسوتی

[illegible] سے مطلب - ایک دفعہ بابو [illegible] کے طویلہ میں [illegible] فرمایا کہ لوگ [illegible] ہیں۔ [illegible] سو ہیں۔ تو ان کو [illegible] کے واسطے کوئی [illegible] کرنا پڑیگا۔ اور اس کے واسطے کوئی اور لگا اصل میں یہ لفظ ٹھیک ہے۔ لوگ ارتھ نہیں جانتے۔ اور غلطی سے لوگوں نے اس کا

اسکو سانپ جان لیا۔ ورنہ اصل میں یہ سب ناشوان ہیں۔ سب کا شیش (دنیاوی) پرتھو ہے۔ اور پرتھوی اسکی آدھار ہے۔

۴۔ سیٹھ نکھن ناتھ کا عیب۔ ایک روز لالہ نکھن ناتھ جی کو بطور نصیحت سنا کر کہا کہ ایسا کون بیوقوف ہوگا۔ جو اپنا بیج دوسرے کے کھیت میں جا کر بووے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے۔ تو اسکو پھل کیسے مل سکتا ہے۔ بیٹھی کو سوائے تسلیم کئے اور کوئی جواب نہ ہوا۔ اور ایک دفعہ ان سے فرمایا۔ کہ تم اسکو چھوڑ دو اور قول دو۔ انہوں نے کہا کہ قول تو نہیں دیتا۔ مگر ضرور چھوڑ دونگا۔ چنانچہ پرمیشور کی کرپا اور ان کے بیٹوں سے انہوں نے اس عیب کو بالکل چھوڑ دیا۔

۵۔ مقدمہ کی اصلیت صاف کہدی۔ یہاں پہنچنے ایک مہینہ سے چند بدمعاشوں کی لڑائی ہوئی تھی۔ جسپر عدالت سے دو بدمعاشوں کو تین تین ماہ کی قید ہوئی تھی۔ چند روز بعد سوامی جی فرخ آباد میں آئے۔ یہ مقدمہ مسٹر ایکاٹ صاحب کی عدالت سے فیصل ہوا تھا۔ وہ سوامی جی سے بھی واقفکار تھے۔ بوقت ملاقات سوامی جی کے صاحب مجسٹریٹ نے سوامی جی سے مقدمہ کا حال ذکر کیا۔ سوامی جی نے ان سے کہا اور تو درست تھا۔ مگر جا سے واردات وہ جگہ نہیں تھی اور جگہ تھی۔ صرف اتنا جھوٹھ تھا۔ جو دو لوگ اصلیت بتلادی کسی کا کچھ لحاظ نہ رکھا۔

۶۔ گوشت خوری اور یوگ ودیا۔ کسی تذکرہ میں بحالت دیاکھیان ولسن صاحب جائنٹ مجسٹریٹ نے یوگ کی بابت پوچھا تھا۔ سوامی جی نے یوگ کی تشریح کی اور فرمایا۔ کہ اگر آپ لوگ یوگ کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ماس شراب کے کھانے والے ہو۔ اگر یوگ کرنا چاہو۔ تو روٹی اور مونگ کی دال کھائی جاوے۔ تب کر سکتے ہو ورنہ نہیں۔

۷۔ روانگی اور اپنے پروگرام کی پابندی۔ آخر کو جب چلنے لگے تو اور لوگوں اور بابو درگا پرشاد جی نے کہا کہ آپ آج نہ جاویں۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ ہم آج ضرور جاوینگے۔ لوگ گاڑی تلاش کرنے گئے۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ ہم پیدل چلے جاوینگے۔ اور سویرے ہم مین پوری میں پہنچینگے۔ رستے نہیں۔ چونکہ وہ پروگرام کو توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اور لوگ محبت سے رکھنا چاہتے تھے آخر بابو درگا پرشاد جی نے کوتوال شہر سے کہکر زبردستی گاڑی جتوائی۔ اور اپنا جمعدار صالح محمد خان ساتھ کردیا۔ طوعاً و کرہاً جی بیٹھے یہاں سے ساتھ مین پوری تک گئے۔

چوتھی فصل مین پوری

۱۔ ڈیرا۔ یکم جولائی کو سوامی جی یہاں پدھارے۔ اور کرل دروازہ کے باہر بستان سنگھ

سوبھا کے باغ میں ٹھہرے۔

۲۔ پرچار ویکھیان۔ کے رکت گنج میں سرائے کے اندر سوامی جی کے شامیانہ لگا کر انتظام کرایا گیا تھا۔ ایک روز پرمیشور کے ثبوت میں ویاکھیان دیا۔ دوسرے روز وید کی اتپتی اور دھرم اپدیش۔ تیسرے روز وید کے پرتیپادن اور سب متوں کے کھنڈن پر۔ صاحب کلکٹر اور پلیٹ صاحب جج و ڈاکٹر صاحب ہر روز لیکچر میں آیا کرتے تھے۔ لیکچروں کے اختتام پر مرزا عابد علی بیگ نے بہت دھنواد دیا تھا۔ کہ جو کہتے ہیں۔ کہ اور دیش جیسے چین وغیرہ کے لوگ جو یہاں پڑھنے آیا کرتے تھے۔ بیشک جب مہاراج کی طرح مہاتما لوگ ہونگے۔ تب ہی غیر ممالک کے لوگ آتے ہونگے۔ سوامی جی کل پانچ روز رہے۔

۳۔ سوال وجواب۔ ایک ڈاکٹر انگریز نے ناستک پن کا سوال کیا۔ سوامی جی نے اس کا جواب دیکر کہا۔ کہ یہ بڑے درجے کے ناستک ہیں۔ جو ایشور وغیرہ کو بھی نہیں مانتے۔ پھر بے مرد یال نے۔ ادم وشنور وچکرمے ترید مماید دہے پدم۔ واسے منتر کا ارتھ پوچھا۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ تینوں پدوں سے مراد اندھکار یول پرکاش ہے۔ پھر پونرجنم کی بابت پوچھا۔ فرمایا۔ کہ یہاں پر بھی کوئی پاپ کریگا۔ تو بھی پھل ہوگیگا۔

۴۔ منطق والی۔ رکت گنج میں جب ویاکھیان ہوا۔ اس سے پہلے مرزا عابد علی بیگ صاحب صدر الصدور بڑے شوق سے سوامی جی سے ملنے آئے۔ اور رکت گنج کے چھت والے کمرے پر سوامی سے انکا تنہائی میں بارہا مباحثہ ہوا۔ [illegible] منٹ بعد یہ فاضل اور منطقی شخص یہ کہتا ہوا باہر نکلا۔ کہ بس منطق کی سوامی جی نے حد کر دی مہاشہ میل پڑھا دیکھا۔ پھر فرمایا ہے تو وہ بولے جو خوشی اور حظ مجھے آج کی گفتگو میں آیا ہے۔ پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ سچ تو یہ ہے۔ میں ان سے کچھ گفتگو نہیں کر سکتا۔ میں بات کو پوچھتا ہوں وہ مدلل جواب دیتے ہیں۔

۵۔ ایک اخبار سے اقتباس۔ "مین پوری کے منگل سماچار ۱۱ یکم جولائی سنہ سے ۲۔ جولائی سنہ تک ہے۔ ۳۰ جون سنہ کو سوامی جی فرخ آباد سے یہاں آ کر یکم جولائی سنہ ۹ بجے پراتہ کال مین پوری سوشوبھت ہو کر ریل دروازہ کے باہر ٹھاکر سنگھ سوبھا کے باغ میں ٹھہرے۔ یہ سماچار سن ہزاروں نگرواسی ہر سمے سے نیک ساینگ کال کے ۱۱ بجے تک مہاراج کے درشن کی اچھا کر کے آتے جاتے رہے۔ اور پرمود سے سودسن بہاشن کر چت کو پرسنت کرتے تھے۔ لوگوں کے شکوک دور ہونے سے جو نہیں آنند ہوتا تھا۔ وہ گویا اس مصرع کے مصداق ہے بعضم در دری مالو تو ندہ بانی۔ پنڈت طوطا رام جی بیان کرتے ہیں۔ کہ وہاں شائستہ

لوگ یہ کہتے پھرتے تھے - کہ جیسا کچھ آنند ہم نے رشی منیوں کے سماگم کا سنتے آئے ہیں - پرتیکش دیکھ لیا - اس اپوروسورتی کو دھن ہے - اس طرح آنند پورک دو دن گذر گئے ۔

تیسرے دن تاریخ ۳ - جولائی سنہ ۷۹ء کو وقت سائنکال کو ایک بجے چوڑے رنگ گنج نامی استھان میں دیاکھیان کا آرمبھ ہوا - یہ دیاکھیان دھرم وشے پر تھا اگرچہ اس روز ابر تھا - مگر بڑے بڑے سیٹھ ساہوکار اور اچھے اچھے رئیس حاکم و افسر لوگ اور عہدہ داران و دیگر سامعین کی بڑی بھیڑ بھاڑ تھی ۔

غالباً ایک ہزار آدمی ہو گئے - تب کا انتظام بھی لائق تعریف تھا - یعنی آغاز سے سماپتی تک کوئی کسی پرکار کا شور نہیں ہوا - کیونکہ سبھا کے پربندھ کرتا صاحب کلکٹر بہادر تھے - صاحب جج بہادر کی بھی بہت ہی سہاونا دیکھنے میں آئی - کہ دیاکھیان کے آرمبھ سے سماپتی پرینت دو گھنٹہ تک برابر چپ لگا کر بیٹھے رہے - اور کسی طرف کوئی توجہ نہ کی -

۴ - جولائی سنہ ۷۹ء کو بھی یہی حال ہوا - اس روز سطح صاف تھا - اس لئے پہلے روز سے دگنے آدمی تھے - یہ دیاکھیان ایشور وشے میں ہوا - سبھا کی سماپتی پر سب لوگ سب طرح سے وصول ادیتے ہوئے گھروں کو یہ کہتے جاتے تھے - کہ جیسے سوامی جی کی پرشنسا پہلے سے سنتے تھے - ویسا ہی دیکھنے میں آیا ۔

۵ - جولائی سنہ ۷۹ء کا دن شنکا سمادھان کے لئے رکھا گیا تھا - تاکہ جو کچھ دو دن میں شنکا پیدا ہوئی ہو وہ نورت کیا جاوے - اس روز لوگوں نے اپنی خوشی ظاہر کی اور سوامی جی سے پھر دیاکھیان دینے کے واسطے بنتی کی - اور وہاں آریہ سماج کے سماج ستھاپن کرنے کی بھی ابھیلاشا پرگٹ کی - مگر سوامی جی ایک ضروری کام کے سبب زیادہ نہ ٹھہر سکے اور ۶ - جولائی سنہ ۷۹ء کو میرٹھ کی طرف تشریف لے گئے - اور پنڈت ٹوٹا رام جی کو پیچھے سماج قائم کرنے کے واسطے چھوڑ گئے - جب تک وہاں رہے ہمیشہ سو سو آدمی ہر وقت درشن اور اپدیش کے واسطے موجود رہتے تھے - ۱۰ - جولائی سنہ ۷۹ء روز اتوار کو سماج ستھاپت ہوا - اور اس روز سے برابر جاری ہے - دیکھو بھارت سدشا پرورتک نمبر ۱۰ - جولائی سنہ ۷۹ء صفحہ ۹ سے ۱۰ تک ۔

۶ - میرٹھ کا سفر - یہاں سے سواری گھوڑا گاڑی پر سوار ہو کر ایک دن رہ کر میرٹھ روانہ ہوئے - شکوہ آباد سے ریل پر سوار ہو گئے - اگلا سٹیشن فیروزآباد کا تھا - جہاں کے بنگالی سٹیشن ماسٹر نے سوامی جی کو سیکنڈ کلاس میں بیٹھا دیکھ کر سوچا - کہ یہ شخص غلطی سے اس درجہ میں بیٹھ گیا ہے تو جلد اسٹیشن پر پکڑا جا رہا ہے تو بیچارہ شرمندہ ہو ہو گا - پہلے سٹیشن کے ایک اور بنگالی کرپاری کو کہا - کہ اسے گاڑی سے نکال دو - سوامی جی نے یہ سن کر ہنس دیا - سٹیشن ماسٹر غصہ ہو کر بولا - ہنستا کیوں ہے گاڑی سے باہر آؤ

پر بیٹھا اور آگے چلدیا۔ مہرشی نے اسکی کچھ پرواہ نہ کی۔ تھوڑی دور جا کر کسی نے سٹیشن ماسٹر سے کہا۔ کہ اس گاڑی پر بڑے بھاری مہاتما پنڈت جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہاں ہیں۔ جب سوامی جی کی طرف اس نے اشارہ کیا۔ تو سٹیشن ماسٹر سوامی جی کے پاس آ کر معافی مانگنے لگا۔ مہرشی نے کہا۔ تم نے ہم سے کچھ نہیں کہا۔ ہم ایسی باتوں سے ناراض نہیں ہوتے ہیں۔

پانچویں فصل ۔ شہر میرٹھ

۱۔ ڈیرا۔ ۲۰ جون کی شب کو سوامی جی حسب درخواست سماج میرٹھ کے یہاں تشریف لائے۔ اور منشی رام سہائے داس صاحب نائب سکرٹری سماج میرٹھ کی کوٹھی واقعہ چھاؤنی میں قیام پذیر ہوئے۔

۲۔ پرچار۔ سوامی جی ہر روز شام کے وقت قیام گاہ پر بیٹھ کر شایقین کو ست اپدیش سے فائدہ پہونچاتے رہتے اور دیاکھیان ہفتہ میں دو دفعہ ہوتے تھے جن کے مضامین حسب ذیل ہیں۔ علم کی فضیلت اور اسکی تحصیل کی ضرورت۔ دھرم کا بیان۔ ایشور پریم اور اپاسنا کا بیان۔ وید مقدس کے ایشور کرت ہونے کے ثبوت۔ تواریخ ملک کے سلسلہ میں اور ان کی تشریح۔ ہدایت کی تلاش۔ خود غرضوں کی خود غرضی۔ پاپ اور پن کے بچار کی تائید۔ ناستکوں کے اعتراضات کی تردید۔ آتمانند کا اپدیش وغیرہ۔

۳۔ رما بائی کا آنا۔ سوامی جی سے رما بائی کی عرصہ سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ اسی اثناء میں وہ معہ ایک بنگالی اور دو ملازموں یعنی ایک مرد اور ایک عورت کے حسب تحریک سماج کے کلکتہ سے یہاں تشریف لائیں۔ اور بابو چھیدی لال صاحب ممبر سماج کی کوٹھی پر مقیم ہوئیں۔ یہ اپنے آپ کو دکھن کی رہنے والی بتاتی تھیں۔ اور چند سال سے کلکتہ اور اس کے نواح میں ٹھیری ہوئی تھیں۔ فی زمانہ اس ملک کی مستورات میں سے علم سنسکرت میں طاق و یکتا ہونے میں شہرہ آفاق تھیں۔ انہوں نے چار یا پانچ لیکچر در بارہ تعلیم نسوان کے ایک بابو چھیدی لال صاحب کی کوٹھی پر اور باقی سماج میں ہوئے۔ لیکچر بڑی دھوم دھام سے ہوئے۔ اول تو زبان صاف اور شستہ اور پھر دلائل اور نکات قوی اور برجستہ لیکن سماج والے لوگ جہاں ان کی علمیت اور تقریر کے مداح تھے۔ کچھ کمزوریاں بھی ان کی جانتے تھے۔ تاہم سوامی جی نے اپنی تصنیفات کا ایک سیٹ رجسٹر سنسکار ودھی۔ ستیارتھ پرکاش۔ بھومکا وغیرہ جو اس وقت تک چھپ چکی تھیں رما بائی کو عطا کیا۔ اور سماج نے خرچ راہ اور ان کے اعزاز کے خیال سے ایک سو پچیس روپیہ نقد اور ایک تھان ٹسی و دس روپیہ کا دوشالہ روانگی کے وقت ان کی نذر کیا۔ وہ چند روز بعد ایک بنگالی مہاشے کے ہمراہ جو ان کے آنے کے

بعد میرٹھ آ گئے۔ وہیں ہوتی ہوئی وطن کو لوٹ گئیں۔

۴۔ کرنیل الکاٹ وغیرہ کا آنا۔ سوامی جی نے ایک رجسٹرڈ چٹھی آریہ سماج اور تھیوسافی کے تعلقات کی بابت ۲۶ جولائی کو بھجوایا۔ کرنیل الکاٹ صاحب بھی مع میڈم بلیوٹسکی صاحبہ کے شملہ کو جاتے ہوئے یہاں تشریف لائے۔ اور بابو چھیدی لال صاحب کی کوٹھی پر ۵ سے ۱۰ ستمبر تک فروکش رہے۔ ان کے لیکچروں اور سوامی جی سے ذکر و اذکار نیز آریہ سماج سے تھیوسافی کے تعلقات کے متعلق فریقین کے بیانات وغیرہ سب امور ضمیمہ میں مفصل درج ہیں۔

۵۔ پالیسی کرنے کو سوامی جی پاپ سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ سوامی جی سے کچھ آدمی کوئی کام کرانا چاہتے تھے۔ مگر سوامی جی نے کہا۔ ایک بار ہم لوگوں کی باتوں میں آ گئے۔ مگر اب تمہاری بات نہ مانیں گے۔ ہم دھرم کے مقابلے میں کسی قسم کی پالیسی نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے متعلق سوامی جی نے اس شاستر ارتھ کا ذکر کیا جس میں انہوں نے شیومت کو سپورٹ کیا۔ یعنی ایک شاستری ہری چند کو ہرانے میں شیووں کی مدد کی۔ اور راجہ رام سنگھ جے پور والے کے عقیدہ کو عزت دی۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ اب لوگ رُودراکش کو نہ مانتے تھے اور مجھ سے کہتے تھے میں رُودراکش کا دانہ دکھلا کر کہتے ہیں رُودراکش ہے۔ جس کے دھارن کرنے سے آپ نے گلی تک کا پہاڑ چڑھ جایا کرتا تھا۔ اب آپ اس کے دشمن بنتے ہیں۔ میری رائے میں صحیح نہیں تو سچائی کے متعلق کی سچائی کا کیا بیان ہے۔ راجہ جے کرشن داس تھا۔ پنڈت سندر لال جی نے سوامی جی کو اس قسم کی کارروائی کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ ان کے کہنے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ تو وہ انگریزی پالیسی والوں کا بڑا نقطہ اٹھاتے تھے۔ اور اسے نہایت بڑا طریق خیال کرتے تھے۔ اگرچہ ہری چند کے وشنومت کے مقابلے پر سوامی جی نے شیومت کو زیادہ عمدہ ثابت کیا تاہم دونوں نے اسے اس پہلو میں لیا۔ کہ سوامی جی شیومت کے حامی ہیں۔ ان دنوں مشہور ہے کہ شیومت اسطرح جے پور میں گونج گیا کہ راجہ اس کا حامی ہو گیا۔ لوگ بھی جیسا راجہ تھا ویسا بنے کے مصداق رُودراکش دھارن کرنے لگے۔ جیسے کہ راج گدی کے گھوڑے اور ہاتھی تک بھی رُودراکش کی مالا پہنتے جا رہے تھے۔

۶۔ شیام جی کرشن ورما کو خط۔ یہاں سے ۱۲ جولائی کو سوامی جی نے اپنے شاگرد پنڈت شیام جی کرشن ورما کو ایک خط سنسکرت میں ارسال کیا تھا۔ جسے منڈلی کے مشہور اخبار الحق نمبر ۔۔ صفحہ ۳۲۵-۳۲۳ میں فاضل مدیر ویم نے اپنے ریمارک کے ساتھ شائع کیا ہے۔

بہت کم شخص اس امر سے واقف ہوں گے۔ کہ سنسکرت زبان ابھی تک آریہ ورت کی

خط و کتابت اور روزمرہ کی بول چال میں کہاں تک مستعمل ہے۔ اس میں ایک اور عمدگی اور موزونیت یہ ہے کہ تعلیم یافتہ اشخاص کے درمیان مثل زبان فرانس کل صوبجات آریہ ورت میں جہاں مختلف زبانیں مستعمل ہیں۔ استعمال کیجاتی ہے۔ کسٹ صاحب نے اپنی تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ آریہ ورت دیش میں قریب دو سو زبانوں کے بولی جاتی ہیں۔ در صورت عدم موجودگی زبان سنسکرت اور ہندوستانی کے جو تعلیم یافتہ لوگوں میں رائج ہے۔ یہ انواع و اقسام کی زبانیں مختلف صوبجات کے خیالات کے اجتماع کرنے میں نہایت دشواری پیدا کر سکتی ہیں۔ بعض اشخاص یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ زبان سنسکرت متروک الاستعمال ہے اور اکثر مان لیتے ہیں۔ کہ یہ معرض زوال میں ہے مگر کیا کوئی ایسی زبان کو معدوم کہہ سکتا ہے۔ کہ جو ہنوز موجود اور روزمرہ جاری ہو۔ اور جس میں خیالات عمدگی سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور گفتگو کی جاتی ہو۔ اور بذریعہ روزمرہ کی خط و کتابت کے اس حصے پایہ ثبات کا استقلال حاصل ہو۔ اور ہندوکش سے تا سیلون انشا پردازی علوم و واردات مذہبی کے اظہار سے جسکا زندہ اثر یا استحکام کامل ہو۔

ناظرین اخبار اقیم کو یاد ہوگا کہ قریب ایک سال کے گذرا اس وقت سینٹ تھریف وری ایک نوجوان ہندو کشتری کہ جسکا نام شام جی کرشن ورما ہے۔ اور جسکو علوم سنسکرت میں عمدہ دستگاہ ہے۔ اور جسکی تحریر اور قوت بیانیہ اس زبان میں اس انتہا درجہ کی ہے۔ کہ ان کے لئے پنڈت کا خطاب موضوع و مناسب سمجھ کر عطا کیا گیا ہے ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اور اس اخبار میں یہ بھی درج تھا۔ کہ اس نوجوان شخص نے ایک ایسے مشہور عالم شخص سے تعلیم پائی ہے۔ جو صرف قدیم زبان سنسکرت کو ہی نہیں جانتے۔ بلکہ انہوں نے بذریعہ تردید شرک اور اوتار و بت پرستی کے آریہ ورت کے تمام مذہبی فرقوں میں بڑی کھلبلی ڈالدی ہے۔

سوامی صاحب آریہ قوم کے ایک ماہر سچے مذہب کی وحدانیت کے قائل ہیں اور اپنے اصول مذہب کو وید پر مبنی رکھتے ہیں۔ اس ترقی دہندہ و اصلاح کنندہ ملک کا نام دیانند سرسوتی سوامی ہے۔ جنکی فصاحت تقریر اور متانت تحریر کا میں خود شاہد ہوں کیونکہ جب میں بمبئی میں تھا اس وقت میں نے سوامی جی موصوف کو آریہ سماج کے عام جلسہ میں دھرم کی بابت اپدیش دیتے سنا ہے۔ جسکا مضمون آریوں کا زندہ مذہب تھا۔ اڈیٹران کا ایک سنسکرت کا خط جو انہوں نے حال میں اپنے شاگرد شام جی کرشن ورما کو جو اب بیلیل کالج آکسفورڈ کے ممبر ہیں لکھا تھا دیکھا ہے۔ جسکا ترجمہ میں بعد اجازت مکتوب الیہ کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(ترجمہ خط) دیانند سرسوتی سوامی کی آشیرباد شام جی کرشن ورما کو ہو۔ واضح ہو کہ اگرچہ تم بوجہ ثابت قدمی طریقہ وید اور اپنے علم کے قابل تحسین ہو مگر افسوس کہ تم نے

بہ تحریر مع لفافہ مجھ کو جس سے شادمان نہیں کیا۔ اب میں امید کرتا ہوں کہ اپنی کشل اور سوالات ذیل کے جواب سے مجھ کو مسرور کرو گے۔ انگلستان کے باشندے کس قسم کے ہیں۔ اور ان کی خصلت سیرت اور اطوار کیسے ہیں۔ وہاں کی زمین اور آب و ہوا کیسی ہے۔ اور اشیاء خوردنی اکل و شرب وغیرہ وہاں پر کیسے ملتے ہیں۔ جب سے تم یہاں سے گئے ہو تمہاری تندرستی کا کیا حال ہے۔ اور تمہاری غرض وہاں پر انگلستان میں برابر روز پوری ہی ہوتی ہے یا نہیں۔ کس قدر شائقین ہیں اور کیا کیا کتابیں تم سے پڑھتے ہیں۔ تمہاری ماہواری آمد و خرچ کیا ہے۔ تمہارے مطالعہ اور دوسروں کے پڑھانے اور غور کرنے کے کون سے وقت ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ دھرم کے اپدیش کرنے میں آریہ ورت کے موافق ابھی تک تمہاری شہرت انگلستان میں نہیں پھیلی۔ شاید یا تو یہ وجہ ہو کہ میں دور ہوں اور تمہاری شہرت سے مجھ کو آگاہی نہ ہوئی ہو۔ اور یا یہ کہ تم کو اس کام کے لئے فرصت نہ ملتی ہو۔

اگر وجہ دوئم ہے۔ تو اب میری دلی منشا ہے کہ جس وقت تم پڑھنے اور پڑھانے سے فارغ ہو ودیہ مت کی ترقی میں سعی کرو۔ اور اس کے بعد یہاں کو واپس آؤ۔ لیکن اس سے پہلے نہیں کیونکہ ایسے کاربار میں شہرت پیدا کرنا۔ روپیہ پیدا کرنے سے بہتر ہے۔ بلکہ اس سے ایک طرح کی کمائی حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے شفیق پروفیسر مونیر ولیم اور سومیش سولر صاحب کی وید و شاستر کی نسبت حال میں کیا رائے ہے۔ اور ان کی اور دوسروں کی وید بھاشیہ یعنی اس شرح وید کی بابت جو میں اندنوں کر رہا ہوں کیا رائے ہے۔ اور ان گرنتھوں کے دیکھنے کے پرچار کرنے کا ان کو کیا تک شوق ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ تھیوسافیکل سوسائٹی نے ایک شاخ ویدمت کی لنڈن میں قائم کی ہے۔ کبھی تم نے تعمیر مندر کی بنیاد بھی حاصل کی ہے۔ اور کبھی پارلیمنٹ میں بھی گئے ہو۔ مہربانی سے ان سب سوالات کا جواب بہت جلد بھیجو۔ نیز اور باتیں جنکو تم قابل تحریر سمجھو مفصل لکھ بھیجو۔ بالفعل میرا اسقدر لکھنا کافی ہے۔ اور تمہارے لکھوانے اشارہ منتظر ہوتا ہے۔ زیادہ طوالت کی ضرورت نہیں۔ تحریر منگلوار اساڑھ بدی ۔ سمت ۱۹۳۷ مطابق ۲۰۔ جولائی ۱۸۸۰ء۔

چٹھی مندرجہ بالا نہایت صاف سنسکرت میں لکھی ہوئی ہے۔ یوں تو اکثر تعلیم یافتہ آریہ لوگوں سے میری خط و کتابت رہی ہے۔ اور شیر سنگھ ٹھاکر وغیرہ کے خطوط سے رسل و رسائل جاری ہے۔ مگر یہ چٹھی سب کا ایک نمونہ ہے۔ اور اس کے ترجمہ کے نقل سے میری یہ غرض ہے۔ کہ فی زمانہ سنسکرت رائج اور مستعمل ہے۔ اور اس میں وہ خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں۔ جو آریہ ورت میں تعلیم یافتہ اشخاص مذہبی اصلاح اور اپنی ملک کی تعلیم اور تربیت کی ترقی سے سرکار انگلشیہ کے عہد سلطنت میں اس دوران قائم رکھتے

کے لئے کیا کرتے ہیں۔ سوامی جی موصوف نے لفظ قیصر ہند کا ترجمہ راج راجیشری
کیا ہے۔" راقم مونیر ولیم۔ از آکسفورڈ ۱۲ اکتوبر ۱۸۷۷ء۔

اس چٹھی کا ترجمہ انہیں دنوں انڈین مرر کلکتہ و نسیم آگرہ ۲۰ دسمبر ۱۸۷۷ء صفحہ ۴۲۷ و آریہ سماچار میرٹھ جلد ۲ نمبر ۲۴ صفحہ ۲۳۷ پر طبع ہو گیا تھا۔

۷۔ **متفرق**۔ سوامی جی کی آمد کی خبر سنتے ہی شائقین علم دوست کے دل تو خوشی سے لبالب ہو گئے۔ مگر پوپ اور ان کے چیلوں کے جگر حسد سے پاش پاش ہو گئے۔ اپنی طرف سے تو وہ پہلے بہت سی گڑبڑ کرتے ہیں مگر چونکہ ان کو کبھی فروغ نہیں ہوا۔ اس لئے نادم و قلیل ہی ہے۔ پھر بھی مقتضائے عادت جب اس مرتبہ کچھ اور نہ ہوا۔ تو کرایہ پر ایک دو گنتا کے لئے جو لوگ نجا کر سکتے ہیں لائے۔ ایک صاحب سے لئے تو سماج کے قریب ہی اپدیش کے وقت راماین کی چوپائیاں با آواز بلند گا کر پڑھواتے تاکہ نہ خود سنیں۔ نہ اوروں کو سننے دیں مگر ان باتوں سے ہوتا ہی کیا تھا۔ سوامی جی بے خوف ویدک کا سیا پرچار سے کام کرتے گئے۔ اور مخالفوں کا کمینہ پن ظاہر ہوتا گیا۔ یہاں دوسری سوسائٹیوں کے تعلقات میں کام زور شور سے ہوا۔ جینیوں کی خط و کتابت ضمیمہ میں درج ہے۔ منشی اندرمن جی پر مسلمانوں کی طرف سے مقدمہ چل رہا تھا۔ سوامی جی کی طرف سے امداد کے لئے تحریک ہوئی۔ خود منشی اندرمن یہاں آ کر عرض معروض کرتے تھے یہ سب حال بھی ضمیمہ میں مفصل دیا گیا ہے۔ یہاں سے سوامی جی مظفر نگر تشریف لے گئے۔

چھٹی فصل مظفر نگر

۱۵ ستمبر تا ۲ اکتوبر ۱۸۷۸ء سورج سنکرانت چار شنبہ بھادوں سدی ۱۲۔ تا ۱۲ اسوج سمبت ۱۹۳۵۔

۱۔ **ڈیرا**۔ سوامی جی ۱۵ ستمبر کو یہاں تشریف لائے اور لالہ نہال چند کے بنگلہ میں شہر کی جانب مشرق اترے۔ منشی ڈال چند ہیڈ ماسٹر ضلع سکول۔ لالہ بدری پرشاد تحصیلدار، بابو جگناتھ منصف اور لالہ نہال چند جی جلسے میں شریک تھے۔

۲۔ پرچار کا کام

مذکورہ بالا صاحبان دھرم کے کام میں یہاں بہت دلچسپی لیتے رہے۔ عموماً براہمن لوگ بھی آ کر سوال و جواب کرتے رہے۔ شرادھ کے رد پر گفتگو عام رہی۔ نہ صرف سوامی جی کے پاس بلکہ اپنے اپنے

مکانوں پہ بھی لوگ چرچا کرتے تھے۔ اور خود بڑا مہنتوں کو سمجھاتے تھے۔ کہ یہ تم نے غلط بات چلا رکھی ہے۔ بڑا مہنت بچارے سے ہر جگہ لاجواب ہو جاتے تھے۔

یہاں ایک دن لیکچر اور ایک دن شنکا سمادھان ہوتا رہا۔ لیکچر کے پہلے ہون ہوتا تھا۔ اور خوشبویات جلتی تھیں۔ ہون کنڈ کا منہ ہوا کی طرف کھلا رہتا تھا۔ جس سے سامعین کے دماغ معطر ہوتے تھے۔ ویاکھیان والے دن کسی کو بولنے کی اجازت نہ تھی۔ آنے سے پہلے مشہور تھا۔ کہ ایک سادھو آتے ہیں۔ جو مندروں کو مسمار کرنے آتے ہیں۔ چنانچہ پہاڑ سے دور دور تک بڑی ابتری میں شہرت ہوگئی۔ منشی ٹواچند اور لالہ ڈونگرمل امین دیوانی ویدبھاشیہ کے خریدار خاص مددگار تھے۔ ہون اور فرش فروش کا بھی انتظام کرتے تھے۔ لیکچر میں سوامی جی شاستری حوالجات مضبوط دلائل و استدلال کے علاوہ کچھ مذاق کی چاشنی بھی دیتے تھے۔ ایک طرف ہون کی سگندھ دوسری طرف دل خوش کن تقریر بیچ میں سے اٹھ کر کوئی جا نہ سکتا تھا۔

ایک روز سوامی جی نے شرادھ کھنڈن پر ویاکھیان دیا۔ برہمنوں نے کچھ حیلے بھی چھیڑے۔ مگر اسکا انتظام لالہ الفت رائے کورٹ انسپکٹر وغیرہ صاحبان نے کر دیا۔ اور آئندہ شرارت سے لوگ باز آ گئے۔

ایک دن ایک مسلمان کا لڑکا آیا اور اس نے کچھ سوال کیا۔ اور ساتھ ہی بیہودہ بکنے لگا۔ جس پر سوامی جی نے شانتی سے جواب دیا۔ مگر وہ بدستور بیہودہ بکنے سے باز نہ آیا۔ تو بھی سوامی جی کو ذرا بھی غصہ نہ آیا۔

۳۔ لالہ بھگوانداس وغیرہ سے گفتگو۔ ایک دن لالہ بھگوانداس وکیل معہ لالہ مکھیداس مختار کے بعد برخاست کچہری سوامی جی کے ڈیرہ پر گئے۔ فرش بچھا ہوا تھا۔ کچھ آدمی بنگلے کے اندر گفتگو کرتے تھے۔ ایک تیسرا شخص بھبوت لگائے لنگوٹ کسے کھڑا ہوا بنگلے سے باہر تھا۔ جس کو انہوں نے چیلہ سمجھا۔ اور اس شخص سے پوچھا کیسے آئے ہو کیا کوئی ملاقاتی ہے۔ لالہ بھگوانداس نے کہا ہم وکیل ہیں۔ اور میرے ساتھی مختار ہیں۔ ہم سوامی دیانند سرسوتی کا درشن کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں جواب ملا کیا کچھ پوچھنا ہے وکیل صاحب بولے بے شک کچھ پوچھنا ہے۔ اس شخص نے کہا پوچھو۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ یہی سوامی صاحب ہیں بہت خوش ہوئے۔ مگر سوال خاص کوئی نہیں بنے تھے۔ اسلئے اسوقت یہ سوال بنایا کہ جسم پر راکھ ملنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ فائدے تو بہت ہیں۔ مگر تھوڑے سے یہ ہیں کہ راکھ گرمی میں تمام جسم کو مکھیاں نہیں لگتیں۔ دوسرے ان چرنے

کرتی ہیں۔ مگر ان کے منہ میں خاک جاتی ہے (۲) جسم ٹھنڈا رہتا ہے (۳) ملکوں میں آکرشن شکتی وہ جسم کا میل کھینچ لیتی ہے۔ اور شام کو نہانے سے جسم مع مسامات کے خوب صاف ہو جاتا ہے۔ علاوہ اس کے سپیشیا نے رشیوں کا یہ عمل رہا ہے۔ فائدہ سے خالی نہیں ہو سکتا مہاتی وید سے بہت فائدے معلوم ہو سکتے ہیں۔ تم وید کھیان میں آکر بہت سے معلومات حاصل کر سکتے ہو۔

(۲) اگلے دن لالہ بھگوانداس جی تحصیلدار دوپہر کے وقت تخلیہ میں گفتگو کرنے گئے۔ سوامی جی اس وقت ویدوں کو لئے ہوئے سنسکرت کے لائق ودیارتھیوں کو بھاشیہ لکھوا رہے تھے۔ وکیل صاحب نے عرض کی کہ اگر آپ یہاں سے ۴۲ میل دور مقام شاملی میں جو تحصیل ہے۔ اور جہاں پختہ سڑک جاتی ہے تشریف لے جا سکیں۔ تو میں پنڈت بنسی پرشاد جی تحصیلدار کی معرفت آمد و رفت اور لیکچر کا انتظام کر سکتا ہوں۔ سوامی جی نے فرمایا۔ عمر تھوڑی ہے۔ اور وید بھاشیہ کا کام ختم کرنا ضروری ہے میرے بعد بھی کام آویگا۔ لیکن لیکچر صرف میری زندگی تک ہے۔

(۳) ایک دن شہزادہ کھنڈن پر لیکچر ہوا۔ اگلے دن اتوار سوال و جواب ہونا تھا لالہ بھگوانداس جی اسسٹنٹ لالہ امیچند رائے بہادر کے پاس گئے۔ لالہ بدری پرشاد جی ڈپٹی کلکٹر متوطن ضلع کرنال بھی وہاں تھے۔ تینوں نے شہزادہ وہٹے پر سوال کرنے کی ٹھانی۔ امیر رائے صاحب کے ایک روبکار مندرن سمیت ونگٹ پر سوار ہو سوامی جی کے ڈیرے پر پہنچے۔ بڑا وسیع فرش ہو رہا تھا۔ اور چند قالین بچھے تھے۔ مجلس کی جائے صدر ایک بڑا گاؤ تکیہ ایک مکلف قالین پر رکھا تھا۔ امیر سوامی جی آکر بیٹھ گئے۔ یہ ہر سہ صاحبان بھی بیٹھ گئے۔ باتیں ہی ہو رہی تھیں مسلمان عربی کے طالب علم آگئے۔ اور کھڑے کھڑے سوال و جواب کرنے لگے۔ گفتگو سخت اور بے ادبانہ تھی۔ سوامی جی نے سمجھایا۔ اور اس پر زیادہ توجہ نہ دی۔ وہ سب بکتے ہوئے چلے گئے۔ اس کے بعد ودیارتھیوں نے ان کے ۱۵ - ۲۰ قطعے پیش کئے۔ جب پڑھ چکے تو سوال و جواب کا وقت آیا۔ یہ تینوں صاحب ایک دوسرے کو کہتے تھے۔ آخر لالہ بھگوانداس نے سوال کیا۔

کہ مردہ بزرگوں کے نمت دان کر کے جو سنکلپ کیا جاوے وہ کیوں نہیں پہنچتا سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ اگر میں کا سنکلپ پہنچ سکتا ہے۔ تو دشمن لوگ اپنے باپ دادوں کے نمت وہ ٹیکے کوئی وجہ نہیں کہ یہ جزا بھی نہ پہنچ سکیں۔ وکیل صاحب نے کہا کسی شخص نے سرکار سے روپیہ لیا ہو۔ تو وہ کسی شخص کے نام منتقل کر سکتا ہے اگر مجھے وکالت نامہ دیوے تو میں لیجا سکتا ہوں۔ لیکن کسی کو جسمانی سزا کا حکم ہو تو وہ منتقل نہیں ہو سکتی۔ مجرم ہی بھگتتی ہے۔ ایسا ہی مقابلہ پرمیشر کے ہاں پہنچتا

چاہئے۔ سوامی جی نے جواب دیا۔

ایشور نیائے کاری ہے۔ سنسار کے دو جزو ہیں۔ برے فعلوں کی سزا اور نیک فعلوں کی جزا۔ جیسے ایشور کا بچن یا خلقت کا جس نے کچھ بھلا کیا ہو۔ اسکو جزا ملنی چاہئے۔ اسکے خلاف کرنا اندھیر ہے۔ ایسا ہی اگر دیودت نے پاپ کئے جنکے عوض وہ مستوجب سزا ہو۔ اس کے بیٹے رامدت نے پُن کرکے اس کے نام منتقل کردئے۔ تو نتیجہ کیا ہوگا۔ فرض کرو کہ رامدت جس نے پُن کیا۔ اُسے اُس کا پھل نہ ملا۔ اور دیودت جو مستوجب سزا تھا۔ وہ سزا سے بچ گیا۔ گویا انصاف کے دونوں جزو زائل ہو گئے۔ جو ایشور ہرگز نہیں کرسکتا۔ پس بزرگوں کے لئے کوئی پُن کرکے ان کو پہنچانا ناممکن بات ہے۔

آخر میں لالہ بتا چند نے کہا۔ کہ نیکی کا پھل کسی مشترک چیز کو ہوا کرتا ہے کہ جو دھن ستونی نے اکٹھا کیا تھا۔ وہی نیک کام کرنے میں اس کی اولاد صرف کرتی ہے۔ مثلاً اس نے اپنے دھن کے اکٹھا کرنے میں اگر کوئی ادھرم بھی کیا ہو۔ اور اسکی سزا بھی تجویز ہو چکی ہو۔ تو بعد ازاں اسکی اولاد نے اچھے کام میں لگایا اس کا پھل اسکو ملنا چاہئے۔

سوامی جی۔ اگر مرنیک کا جمع کردہ دھن اگر شبھ نیکی میں خرچا ہے۔ تو اور بدی میں خرچ کرتا ہے۔ تو دونوں طرح کرنے والے کا فائدہ نقصان ہے۔ کسی متوفی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ورنہ اگر نیک کام میں خرچ کرنے سے مرنیک کو فائدہ ہے۔ تو جو بھی اس دھن سے لڑکا جھگڑا کرتا ہے۔ ناممکن ہے کہ اسکا اثر بھی پہنچ سکے۔ اور چونکہ باپ کی جمع کردہ دولت سے عموماً اولاد بدچلن ہوتی ہے۔ بنا برایں یہ اصول ہی نہایت خراب اثر ڈالنے والا ہے۔ چونکہ ان دنوں کناگت تھے۔ اسلئے اس مضمون سے خاص دلچسپی تھی۔ ان صاحبان کے دل میں سوامی جی کے لئے بہت پریم ہو گیا۔ بہتوں نے آپکے کچھ ٹریکٹ بھی چھپے۔ مگر لالہ ... نے جی کو ستانا چھوڑ دینے نے قرار دادتی انتظام کردیا۔ آئندہ کوئی شرارت نہ کریگا۔

سم۔ استری سکھشا۔ لالہ بدھ سنگھ ساکن مظفر نگر نے کہا کہ میں سوامی جی سے تخلیہ میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس نے دریافت کیا۔ کہ استری سکھشا کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ جو فرائض ہیں وہ سب لوگ جانتے ہیں۔

لالہ جی۔ عورتیں لکھ پڑھ کر زیادہ خراب ہو جاوینگی۔ اور بدکاری کرنے لگینگی۔ کیونکہ جب لکھنے پڑھنے ہونے کے پوشیدہ طور پر خط و کتابت کا موقعہ انکو ملیگا۔

سوامی جی۔ لکھنے پڑھنے سے عیب کرنا زیادہ ہو سکتا ہے۔ مگر۔ یہ تجربہ ہے

زیادہ تر صحبت اور طبیعت بر خلاف صحبت سے آدمی کیسے بگڑے ہوئے ہیں اور بگڑتے ہیں۔ مگر فرق اسقدر ہے کہ اگر تعلیم یافتہ آدمی عیب بھی کریگا تو لیاقت کے ساتھ کریگا۔ جسکا نتیجہ ناقص نہ ہوگا۔

۵۔ سوال و جواب پنجم دن سیٹھ جیون لال کایستھ مظفر نگر والے نے سوال پوچھا کہ اگیان کی نورتی اور گیان کی پراپتی کے بنا مکتی کی نورتی اور سکھ کی پراپتی ہوتی ہے یا نہیں۔

جواب۔ سکھ دو پرکار کے ہوتے ہیں۔ ایک ودیا جن۔ ایک اودیا جن۔ ودیا جن ایسا سکھ ہوتا ہے جسکو سب سکھ کہتے ہیں۔ اور اودیا جن ایسا ہوتا ہے کہ جیسا پشو آدمی کو۔ اگیان کی نورتی بنا گیان کے نہیں ہوتی ہے اور گیان کی نورتی بنا اگیان کے اور جیو کے اپنگت ہونے سے ایک جتھے میں اسکو گیان ہوتا ہے اور ایک جتھے میں اگیان اور جو سربگیہ ہے اس میں اگیان نہیں رہتا۔ اور جو اپنگیہ ہے اس میں گیان اور اگیان دونوں رہتے ہیں۔ اور جو سربگیہ ہے وہ اپنگیہ نہیں۔ اور جو اپنگیہ ہے وہ سربگیہ نہیں اور جو اپنگیہ ہے سانت مت اور ایک دیشی ہوتا ہے اور جو سربگیہ ہے وہ اننت سرب دیش کال وستو سے رہت ہے۔ جیسے آکاش سرب ویاپی مان ورتنوں میں بیاپک ہے اور سرب ویاپی مان ودیا ویاپیہ ہے۔ بیاپک اسکو کہتے ہیں۔ جو سرب دیش ویاپت ہو۔ اور بیاپیہ اسکو کہتے ہیں۔ جو ایک دیشی ہو۔ بیاپیہ وستو بیاپک سے بھن ہوتی ہے تینوں وستو اس کی بیاپک کے ساتھ ہی رہتی ہیں۔ اور جیسے سرب ویاپی مان ورب کسی اوستھا میں آکاش نہیں ہو سکتے۔ اور آکاش سرب ویاپی مان ورب کا سروپ بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی سے دونوں وستو بھن ہیں۔ اور تعلقات بیاپ بیاپک دو وستو سے متعلق رہتی ہیں۔ ایک وستو سے متعلق نہیں ہو سکتی۔ رات کے گیارہ بج گئے اس واسطے مکمل نہ ہوا۔

دوسرے دن اثناء بات چیت میں سوامی جی نے کہا کہ ان پوپ جی کی بیوی پاربتی نے اپنے بدن سے میل اتار کر بالک بنا کر بٹھا دیا۔ دروازے پر بیٹھا ہوا پاربتی کو خبر ہوئی جو ہے کی سواری اور پاربتی کا سر لگا دیا۔ بھگت جی نے کہا کہ اس میں تو کچھ تعجب نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ پاربتی کے گرہا تھے اور خرچ سے میل اتار کر بنا سکتے ہیں۔ مگر آپ یہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں اتاری ہیں۔ جب اصول سرشٹی ہوئی کہ نور اور ہوا کا سنیوگ کر دیتا ہے پس وہ تر دیوتا وغیرہ کا نوگ رچنا کیسے کرتا ہے۔

سوامی جی نے فرمایا۔ کہ تم یہ نہیں جانتے ہو جو جسم کے میں جو نظر آتے ہیں۔ ان کو تشریح

کہتے ہیں۔ اس کا ۲۰ واں حصہ پہاڑ ہوتا ہے۔ تم اس پہاڑ کو اپنے ہاتھوں سے بھوگ ویوگ نہیں کر سکتے۔ پرماتما ان پہاڑوں کی اپیکشا اتی سوکشم ہے۔ اسکی درشٹی میں وہ استھول ہیں۔ اسلئے وہ سنجوگ ویوگ کر سکتا ہے۔ بھگت جی نے کہا جو چیز سوکشم ہے۔ وہ ویاپک کیسے ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ جو سوکشم ہوتا ہے۔ وہ ویاپک ہوتا ہے۔ استھول کبھی ویاپک نہیں ہوتا۔ جیسے آکاش سوکشم ہے بس ویاپک بھی ہے۔ مگر پرتھوی استھول ہے سو ویاپک نہیں۔ بھگت جی نے کہا کہ اگر پرمیشور کی ویاپتی آپ آکاش کی طرح مانتے ہیں۔ تو اس سے جیو اور ایشور کے سروپ میں ابھید ماننا پڑیگا۔ سوامی جی۔ اسکا پہلے اتر ہو چکا ہے ہرگز نہیں ویاپک ویاپ بھاو کر لیتا ہے۔

ساتویں فصل میرٹھ

اسالانہ جلسہ۔ سوامی جی یہاں بتقریب جلسہ سالانہ آریہ سماج میرٹھ تشریف لائے تھے۔ یہ اشون بدی چتردشی سمت ۱۹۳۷ آدت وار مطابق ۳ اکتوبر سنہ ۱۸۸۰ء روز یکشنبہ کا تھا۔ اور بہ لحاظ قائمی سماج کے دوسرا جلسہ تھا۔

۷ بجے صبح سے سماج کے صحن میں وید منتروں سے حسب قاعدہ قدیم رشیوں اور منیوں کے ہون کا آرمبھ ہوا اور دس بجے سماپت ہوا۔ اس کے بعد سوامی جی نے اول وید منتروں سے پرمیشور کی استتی پرارتھنا اور اپاسنا کی اور پھر ہون کے فوائد عظیم کی تشریح بیان فرمائی۔ اور مسلمانوں اور بت پرستوں کے اعتراضات کی (کہ ہون کے کرنے سے عمدہ پدارتھوں کا مفت آگ میں جلانا پرمیشور کو ثواب پہنچانا آتش پرستی کرنا اور عقائد باطلہ میں مبتلا رہنا ہی ہوتا ہے) جو محض بوجہ ناواقفیت کے اور بعض ہٹ دھرمی سے دیدہ و دانستہ پیش کیا کرتے ہیں۔ خوب ہی تردید کی۔

دوپہر کے بارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ سہ شنبہ کو چار بجے پھر جلسہ شروع ہوا اول بابو مدن موہن دت ممبر سماج میرٹھ نے بھجن سنایا تھا ور سنگھ صاحب بابو گوبند سنگھ صاحب منشی ڈوال چند صاحب بابو بھاگوت پرشاد صاحب پنڈت بالی رام صاحب پنڈت لکشمی دت جی نے ویاکھیان دئے۔ اختتام سب کے بعد شری سوامی جی نے زبان مبارک سے اپدیش فرمایا اور شائقین اور سامعین کو مستفید کیا پھر پنڈت لکشمی دت جی کے بیان کی تائید کی۔ اور اخیر جلسے میں امرت کی دھاری بحر مختلف نصائح بیان فرمائے اور صبر تحمل اور استقلال کی خوبیاں کہہ سنائیں۔ سہارنپور رڑکی آگرہ۔ لاہور انبالہ کانپور کے سماجوں اور بیرونجات کے بہت لوگ شامل ہوئے۔ مہاراج کے اور پنڈت لکشمی دت جی کے اپدیش نے جلسہ کی رونق کو دوبالا کر دیا۔ تو یہ سماج ان کی ان عنایتوں کی اور بھی زیادہ ممنون اور شکر گذار ہوئی ہے

مفصل حال صفحہ ۲۰۰-۲۰۱ رسالہ آریہ سماچار ماہ کارتک سمت ۱۹۳۴ - جلد ۲ - نمبر ۹ میں چھپا ہے۔ سوامی جی کے لیکچروں کی بہت تعریف ہوئی۔ پنڈت لکشمی دت کے دیاکھیان سے بھی خوب اثر ہوا۔ ایک لیکچر میں سوامی جی نے بہ نہایت موثر الفاظ کہے۔ ابھی تک آپ لوگ بے فکر بیٹھے رہے ہیں کہ جس بات کا جواب ہم سے نہ بن سکیگا۔ سوامی کو بلا کر جواب دلا دینگے۔ مگر اس وقت کیا کروگے۔ جب میں تمہارے علاوہ سے باہر ہونگا۔ اسلئے کوشش کرو کہ تم میں سے ہر ایک سوامی بنجاوے خاتمہ پر یہ الفاظ کہے کہ کام تم کروگے۔ مجھے خوب پرتیت ہو رہا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ تمہارا کام مجھے دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ دوسرے سال اس جلسہ سے پیشتر ہی سوامی جی کا دیہانت ہوگیا۔

آٹھویں فصل ڈیرہ دون

۱۔ سہارنپور ریلوے سٹیشن۔ مظفر نگر سے ڈیرہ دون جاتے ہوئے سہارنپور کے سٹیشن پر کئی احباب سوامی جی سے ملے۔ پنڈت گنگیشور نیتی سدری او ایک گورنمنٹ سکول نے کہا کہ میں خود جوتشی ہوں۔ پرشنوں کے اتر دیتا ہوں۔ جو ٹھیک ہوتے ہیں۔ سوامی جی نے فرمایا۔ ایک کوا اڑتا جا رہا تھا۔ ایک آم کے درخت کے نیچے سے گذرا تو آم درخت سے گرا اسے لگا اور وہ مر گیا۔ نہ تو آم کو گیان تھا کہ میں کوے پر گروں۔ نہ کوے کی اچھا تھی کہ میں آم کے نیچے مروں۔ صرف اتفاق سے ایسا ہو گیا یہی حالت تمہارے پرشنوں کی ہے کہ اتفاق سے کوئی سچا ہو جاتا ہے۔ جوتش تمہارے جی نے جانا نہیں۔ کہ جس قاعدے کی بنا پر تم عمل کرتے ہو اس سے سوالوں کا ایک ساتھ جواب دیو۔ اگر سب صحیح ہوں۔ تب ٹھیک۔ اگر کچھ صحیح اور کچھ غلط ہوں تو جوتش تمہارا اڑ گیا۔ کیونکہ حساب ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ ایک اور شخص نے پوچھا کہ چھینک ہونے کے وقت لوگوں میں جو دس نیم کا سوتک پاتک مانا جاتا ہے۔ یہ درست ہے یا غلط۔ فرمایا۔ کہ منو کے مطابق تو صرف ماتا کو ایک رات کا سوتک لگتا ہے۔ بچہ کے پتا تک کو بھی نہیں لگتا۔ خاندان کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ سوتک پاتک اس لئے بھی درست نہیں۔ کہ یہ بھلے کاموں کا کرنا چھوڑتے ہیں۔ سندھیا ہون آدی سب کام بند ہو جاتے ہیں۔ لیکن برا کام کوئی بھی بند نہیں ہوتا۔ کہ آج سوتک ہے چوری نہ کرو۔ جھوٹ نہ بولو۔ پس جو چیز برائیوں کو بند نہ کرے اور بھلائیوں کو بند کرے اسے ترک ہی کیا جائے

لالہ کھولاناتھ جی وکیل سہارنپوری نے کہا کہ مہاراج آپ کے بگاڑنے کے لئے بعض لوگوں نے اشتہار دیا ہے۔ اور جب حضرات سندھا خود کرانا قبول کرنے کی صلاح کی ہے۔ یہاں سہارنپور میں بھی جابجا بازاروں میں اشتہار لگے ہوئے ہیں فرمایا

کہ سورج کو بتی آپ دکھاتی ہے اتنا ہی وہ کٹھن ہوتا ہے۔ سوامی جی کا اگر توپ کے منہ سے باندھ کر بھی کوئی پرشن کرے کہ کیا ست ہے۔ تو ویدی کی شکشا منہ سے نکلے گی۔ اور اب تو میں نے بہت گرنتھ جینی لوگوں کے دیکھ لئے ہیں۔ وہ میرے پستک کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ پھر للہ جی نے بروقت سواری پرشن کیا کہ ستیارتھ پرکاش دوسری مرتبہ کب تک چھپے گا۔ اس کی بہت انتظار ہے۔ فرمایا کہ میں ہی نوکر یا تھا۔ اور کوئی کام نہیں۔ پھر فرماتے تھے کہ اگر ایشور کرپا کرے۔ تو ان سب کے بیچ جات استری شکشا کی پستکیں بنا دوں گا۔ یہ گفتگو گاڑی میں بیٹھے ڈیرہ دون کو سوار ہو گئے۔

۲۔ ڈیرہ دون میں پرچار۔ سوامی جی ۱۲ اکتوبر کو بوقت آٹھ بجے صبح کے ڈیرہ دون میں تشریف فرما ہوئے اور آتے ہی سب کی آگاہی کے لئے جگہ جگہ اپنے آمد کے اشتہار چھپوان کرائے۔ جس سے خاص و عام کو اطلاع ہو گئی۔ ویاکھیان بڑی رونق سے ہوتے رہے۔ مہاشے کرپا رام جی سکرٹری آریہ سماج ڈیرہ دون نے آریہ سماچار بابت ماہ نومبر ۱۸۷۹ء (۲۴۳۔۲۵۰) مطابق نومبر ۱۸۷۹ء میں بیان کا کل حال طبع کرایا۔

اکثر اصحاب جو پہلے ہمارے سوامی جی کی نسبت تعصب یا اور کسی غرض سے ناشائستہ الفاظ زبان پر لاتے تھے۔ ویاکھیان سنتے اور ان سے گفتگو کرتے ہی راستی پر آ گئے۔ اور اپنی غلطی سے نادم و خجل ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے جھوٹی خبریں سن کر سوامی جی کی نسبت کچھ اور ہی سمجھ رکھا تھا۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی اور نکلا۔ تمام مباحثوں میں سے مسلمان اور عیسائی قرآن و انجیل کی تردید سے آج کل کے بعض آجیونکی سورج سے زناکار بدمعاش اور دروغ گو وغیرہ اپنے خیل بد کی محبت سے سوامی جی کو برا بھلا کہنے لگے۔ ہاں حق پسند اور دور اندیش سوامی جی کی ودیا ان کے بیانوں کی صداقت اور ان کی صحبت پر پہلے سے زیادہ لٹو ہو گئے۔

۳۔ پورا مکھوں میں مباحثہ کا چرچا۔ عام طور پر ظاہر کر دیا گیا کہ سوامی جی صرف ویدیک کو مانتے ہیں۔ اور دیگر جدید مذاہب جیسے پرانی۔ قرانی۔ کرانی۔ جینی وغیرہ کے نقص اور قباحات بدلائل عقلی و نقلی ثابت کرتے ہیں۔ اس لئے جو صاحب کسی مذہب مذکورہ بالا کے اپنے مذہب کی تصدیق اور ویدمت کی تردید کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ اگر اس طور سے مباحثہ کریں۔ کہ بیس آدمی اپنی طرف کے جو صاحب علم منتخب اور با اختیار ہوں مباحثہ کرا دیں۔ اور انہیں کو منتخب ثالث اور اسی طرح سوامی جی کی طرف سے بھی بیس آدمی کل اور سچ قرار پائیں۔ اور نیز تین اشخاص دونوں فریقین کے سوال و جواب کے تحریر کرنے کے لئے ایک سوامی

جی کیطرف سے دوسرا فریق مخالف کیطرف سے اور تیسرا پنچوں کی جانب سے) مقرر ہوں۔ اور ہر ایک سوال وجواب پر دستخط فریقین اور پنچوں کے ثبت ہوں بعد اختتام مباحثہ کے ایک نقل سوال وجواب کی سوامی جی کے پاس اور دوسری فریق مخالف کے پاس رہے گی۔ اور تیسری صدر امے پنچوں کے عدالت میں بھیج دی جاویگی۔ تاکہ کوئی شخص کسی طرح کی تبدیلی نہ کر سکے۔ اور نہ کسی کو فضول گوئی کا موقعہ ملے۔

شرائط مذکورۃ الصدر دیکھکر پوران مت والے بعض پنڈتوں نے بحث مباحثہ کے لئے آپس میں ملکر کچھ چرچا تو لوگوں کے دکھانے کے لئے کیا۔ مگر گرمی سے بھرا جوش ہوگئے۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ذکر کیا کہ سوامی جی سے یہاں کے پنڈت لوگ آج ۲ بجے دن کے مشن سکول میں مباحثہ کرنے کو مستعد ہیں جسپر سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ اول تو میں بیمار ہی ہوں آپ سب کو مجھے ایسا تب مجھکو میرے پاس آنا بھی بجا نہیں۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو تھوڑی سی دور آپ چلکر آئیں۔ اور تھوڑی سی دور میں آؤں۔ اور متصل دوکان پورن سنگھ سوداگر کے جو طرفین کے لئے قریب اور متوسط کی جگہ ہے۔ مناظرہ کے لئے مقرر ہو۔ وہاں بہت است کا نزلے ہو اور اگر آپ کو یہ خیال و اندیشہ ہو کہ شاید یہاں مجمع میں سے کوئی شخص آپ صاحبوں کی نسبت کلام ناشائستہ یا ہنسی ٹھٹھا کرے۔ تو اس کی ذمہ واری آپ طرف کے منتظم حسب اطمینان اور تجویز آپ کے کر سکتے ہیں۔ اور اگر آپ لوگ مجھ کو ہی اپنے پاس عزت یا اور کسی باعث سے طلب کرنا چاہتے ہیں۔ تو مجھ کو اس میں بھی عذر نہیں مگر بشرطیکہ صاحب مجسٹریٹ کا انتظام ہو۔ کیونکہ جہاں کہیں میں نے پوران مت والوں سے ان کے پاس جاکر شاستر ارتھ کیا ہے۔ وہاں سخت کلامی کا تو کیا ذکر ہے۔ کئی انواع واقسام کے فساد ان کی جانب سے ہوئے ہیں۔ اور جب انتظام معقول کرسیوں نے کر دیا کی۔ افسوس اس بات کا جواب پنڈتوں کیطرف سے کچھ نہ ملا گویا جواب کا نہ آنا ہی جواب تھا۔ کچھ دن بعد کئی صاحبوں نے کہا کہ اگر آپ ایک ہفتہ ٹھہریں۔ تو ہم ایک پنڈت رام لال نامی جو نہایت ہوشیار اور عالم ہے۔ مباحثہ کے واسطے طلب کریں۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ آپ ان کو بلاتے میں دو ہفتے تک ٹھہر سکتا ہوں۔ مگر اس کے بعد نہ کوئی آیا نہ گیا۔ صرف زبانی باتیں ادھر ادھر ملاتے پھرے۔ تاکہ سرخروئی عام لوگوں میں میسر ہے کہ آپ ہم مسلمانوں کا ذکر بحث۔ اس کے بعد محمدی لوگوں کیطرف سے بذریعہ ایک تحریر کے چھیڑ چھاڑ ہوئی۔ مگر مباحثہ کا اور مناظرہ کیسا۔ وہاں تو صرف ظاہر داری اور خود نمائی تھی۔ مقصد ان کا عار کا اس سے مباحثہ سے در پردہ انکار کا اظہار تھا۔)

یہ تھا کہ ہم وید کے کلام الٰہی ہونے یعنی الہامی ہونے کی بابت سوال کرینگے۔ اور جب تک کہ ہماری اپنی تسلی نہ ہو لی کسی کی نہ سنینگے۔ سوامی جی نے ان کو بھی وہی جواب دیا۔ جو پنڈتوں کو دیا تھا۔ اور علاوہ اس کے یہ بھی کہہ دیا۔ کہ پہلے آپ وید کی نسبت سوال کریں۔ میں جواب دونگا۔ پھر میں قرآن پر اعتراض کرونگا۔ آپ جواب دیں۔ اور اگر آپ کو صرف وید کے کلام الٰہی ہونے کے لئے ہی ثبوت چاہئے۔ تو میرے وید بھاشیہ کے دیباچہ میں سے تمام حال مشرح تحریر ہے۔ وہ دیکھ لیجئے۔ اور پھر جو کچھ شبہ ہو مجھ سے سوال کیجئے۔ الغرض یہ جھگڑا ابھی یہیں تک ہی آگے کو بڑھا بھی نہ چلی۔

۵ پادری صاحبان کی گفتگو۔ جناب پادری گرے صاحب جن کا خطاب بشپ سرے ہے۔ چند مسلمانوں کے ساتھ نظارا ساعت کے لئے آئے اور آتے ہی پادری صاحب نے وید کے کلام الٰہی ہونے میں تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ سوامی جی ان کے انداز سے تاڑ گئے کہ یہ سب جھگڑا چاہتے ہیں۔ کچھ تصدیق حق پر اس گفتگو کا مدار نہیں۔ اس لئے کہا کہ انجیل کے کلام الٰہی ہونیکا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ ادھر پادری صاحب کہنے لگے کہ واہ پہلے تو ہمارا سوال ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ وہ تو گویا آپ کو پہلے جواب لینے کا خیال ہے۔ پادری صاحب اٹھ کر چلنے لگے۔ سوامی جی۔ پادری صاحب آپ تو بحث کرنے کو آئے تھے پھر اتنی جلدی کیوں بھاگتے ہیں۔ پادری صاحب۔ جب آپ جواب ہی نہیں دیتے تو ہم بیٹھ کر کیا کریں۔ سوامی جی۔ بہت اچھا پہلے میں ہی جواب دونگا۔ مگر اس کے بعد انجیل کی بابت میں سوال کرونگا۔ اور آپ سے جواب لونگا۔ یہ سنکر پادری صاحب نے پھر اور اٹھ کر بھاگنے کو ہوئے۔ سوامی جی۔ پادری صاحب آپ پہلے وید پر ایک نہیں دو تین سوال کر لیجئے۔ مگر جب جواب لے چکیں تو میرے اعتراضوں کو سنئے۔ پادری صاحب نہیں میں سوال کرنے آیا ہوں یہ کہا۔ اور چلنے کا قصد کیا۔ سوامی جی اجازت دیجئے اور عقیدہ کا ثبوت دیکھ لیں۔ اچھا ہے آپ پانچ سوال تک وید پر کیجئے اور جب ان کے جواب میں دے چکوں تب مجھ کو انجیل پر اعتراض کرنے دیجئے۔ پادری صاحب بدستور (اس پر) مجھے ہرگز منظور نہیں۔ کہ میں انجیل پر اعتراض سنوں۔ سوامی جی۔ آپ انجیل پر اعتراضوں کے ہونے سے کیوں اس قدر گھبراتے ہیں پہلے آپ وید پر دس اعتراض تک کر لیجئے۔ اور جب ان کے جوابات لے چکو تو انجیل پر اعتراضات کرنے کی اجازت دیجئے۔ تاکہ سننے والوں کو لطف اور کیفیت آ جاوے اور سچ اور جھوٹ کی ماہیت ظاہر ہو جاوے۔ بھلا یہ کون سا دستور ہے کہ آپ ہی اپنی کہے جاتے ہیں۔ اور دوسرے کی نہ سنیں۔ پادری صاحب اعتراضوں کی شرم سے رک کر مجبوراً بہت اچھا کہہ تو دیا۔ مگر جونہی انجیل پر اعتراض کئے جانے کی تحریک کی نوبت پہنچی۔ پادری صاحب کی عجیب ہی حالت ہوئی۔ وہی مسلمان صاحبوں کا سا وطیرہ

دروز بان تھا کہ جب تک ہم اپنے سوال کے جواب سے تشفی حاصل نہ کر لینگے۔ اور اس کے متعلق سو جاتینگے نہ تم کو بولنے دینگے۔ اور نہ تمہاری سُنینگے۔ سوامی جی آپ اپنے سوالوں کی بابت تو کہتے ہیں۔ مگر میرے سوالوں کی نسبت بھی اسی کارروائی کو قبول کرتے ہیں۔ پادری صاحب کا جواب لغو ہی تھا کیونکہ بیکل کھیڑا تو محض اپنی فضیلت جتلانے اور خودی کی نمائش کے لئے تھا۔ مباحثہ سے قطعی انکار تھا۔ سوامی جی زرا غور نہیں کرتے۔ پادری صاحب آپ مطلق انصاف سے کام نہیں لیتے۔ صرف مباحثہ کا نام کرتے ہیں۔ لیکن آپ کی یہ خواہش تھی کہ کہیں قلعی نہ کھل جائے۔ رائیگاں گئی۔ اور آپ کی ساری حقیقت واضح ہو گئی۔ کیونکہ جو ان قاعدوں کے جو مباحثہ میں لازم ہوتے ہیں۔ کاربند نہیں ہوتے۔ اور نہ اوروں کی سننا چاہتے ہیں۔ دیکھو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں اور پھر بھی کہتا ہوں۔ کہ اول آپ میرا ایک سے لیکر دس تک اعتراض کا جواب دیجئے پھر چاہے آپ تو دس سوال مجھ پر کیجئے۔ خواہ اپنے پہلے دس سوالوں کے جوابوں کے متعلق باقی ماندہ شکوک پوچھیئے۔ جواب سنئے۔ اس سے حاضرین اور ناظرین کو سب بات کا پتہ لگ جائیگا۔ پادری صاحب (کچھ اور حیلہ باقی نہ رہا تھا) بس آپ صرف میری ہی تشفی کیجئے۔ اپنے اعتراضوں کو رہنے دیجئے۔ ورنہ میں جاتا ہوں آپ بیٹھے رہیئے۔ سوامی جی۔ پادری صاحب یہ حاضرین تو آپ کے بار بار بھاگنے اور کسی طرح نہ جمنے سے بخوبی جان ہی گئے ہیں کہ آپ انجیل پر اعتراض پیش ہونے سے کس طرح کانپتے اور پیچھا چھڑانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اب آپ جائیں اور آپ کا کام بہتر تو یہی تھا کہ آپ مباحثہ کرتے اور جی کا ارمان نکال لیتے۔ پادری صاحب (سخت گھبرائے ہوئے) بس آپ جواب دیتے ہی نہیں میں جاتا ہوں۔ مجھے کام ہے۔ سوامی جی۔ آپ سوال کا جواب لیتے ہی نہیں۔ کیونکہ آپ کا مدعا کچھ اور ہی ہے مباحثہ کا تو صرف نام ہے۔ خیر جائیے۔ مجھ کو اس وقت کام ہے ✦

مباحثہ اگرچہ نہ ہوا اور نہ ہونا ممکن تھا۔ کیونکہ پادری صاحب کے سارے انداز سے محض نمائش کی بو آتی تھی۔ وہ محض اپنی ہی کہے جاتے تھے اوروں کی سنتے نہ ماننے کی ٹھانے تھے۔ تاہم نتیجہ مباحثہ ہو جانے کی صورت سے بھی اچھا رہا۔ کیونکہ تمام رؤسا و شرفا کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ پادری صاحبان کو صرف بے علم دیہاتیوں کو ہی بہکانا آتا ہے۔ صاحب علم کے سامنے ان حضرات نے مباحثہ کیا نہ کر سکتے ہیں۔ نہ انجیل دلیل کی زد میں آسکتی ہے ✦

ہم۔ الکھ دھاری جی اور مسلمان لوگ۔ اسی اثنا میں منشی محمد عمر صاحب جو سال گذشتہ سے ڈیرہ دون آریہ سماج میں شامل تھے۔ اور جنکا نام الکھ دھاری تھا مسلمانوں نے جا کر غلبہ کیا۔ کہا کہ تیری نجات ناممکن ہے۔ تو اور بھی سخت عذاب

اور لائق رنج و محن ہے۔ مگر راستی پسند اور نیک کردار منشی صاحب نے متحسین اور بحق نفس سے سوال کیا۔ کہ آپ کا مذہب اول لین ہے۔ یا رب المسلمین کی صورت میں تو آپ کو بہ نسبت میری بہتری کے کچھ خصوصیت نہیں۔ اور جو گمان ثانی ہے۔ تو وہی لائق ہے بہتر ہوئی ہے۔ کہ آپ لوگ بھی وید مقدس پر ایمان لائیں۔ اور مذہب حق کو جو حق نا میں ورنہ چھٹکارا دشوار ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔

۷۔ پرانے زمانے میں دوربین وغیرہ۔ ایک دن مسٹر ہنسی (Hennessy) صاحب جی سی سرویئر آفس ڈیرہ دون سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں سوامی جی نے صاحب بہادر سے دوربین اور خوردبین وغیرہ آلات کی بناوٹ اور استعمال کا ذکر کیا اور بتلایا۔ کہ پراچین کال کے آریوں میں ان کا استعمال کرنا کتابوں میں مذکور ہے صاحب بہادر حیران تھے۔ اور برابر سوامی جی کے ہمراہ خود گھوم کر ہر ایک شے دکھلاتے۔ اور اس کی نسبت سوامی جی سے گفتگو لیتے اور حالات پوچھتے تھے۔

نویں فصل میرٹھ

سوامی جی ڈیرہ دون سے چلکر میرٹھ آ گئے۔ چنانچہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔ "لالہ کالیچرن جی و رام سرن جی وغیرہ ... میں ڈیرہ دون سے یہاں آیا۔ جو بے پرواہی کام کی غفلت سے پنڈتوں کا نقصان ہو جائیگا۔ یہاں سے دو چار دنوں میں آگرہ جاؤ اور وہاں میں ایک مہینہ رہونگا۔ اور باشٹرتاوی رام جی کی ضمانت لالہ رام سرن داس جی نے دیدی ہے۔ اور منشی بختاور سنگھ جی کی چٹھیوں سے معلوم ہوا کہ ان کے وید قانون سے چھپ آ جایا ہے۔ سو شاکرتند سنگھ جی و بھوپال سنگھ جی مختار ہیں سب کام کرینگے۔"

ویدک یتترالے کے انتظام میں منشی بختاور سنگھ کے سبب خرابی رہی تھی۔ اسکا انتظام بھی کرنے ہے ۱۲ ستمبر تک پانچ روز رہے۔ کوئی لیکچر نہیں ہوا۔ آخر ستمبر ۱۸۸۰ء کو بابو چھیدی لال جی نے ویدک یتترالے کا چارج بنارس میں لے لیا۔

دسویں فصل شہر آگرہ

سنہ ۱۸۸۰ء

۲۵ ستمبر ۱۸۸۰ء سے ۱۰ مارچ ۱۸۸۱ء تک

آمد و ڈیرا۔ ۱۸۸۰ء میں منشی گجن پرشاد وپروفیسر ... کالج منشر ... اور چند دیگر صاحبان نے سوامی جی کو میرٹھ سے بلانے کی تحریک کی۔ اور صلاح ہوئی کہ شہر یا شہر کے باہر ... مکان میں انہیں ٹھہرایا جاوے۔ لالہ گردھاری لال جی کو سوامی جی کے آنے کا پتہ ملا۔ جس رات کی گاڑی میں انہوں نے آنا تھا وہ اسٹیشن پر پہنچ گئے مکان تجویز معلوم نہ ہونے سے سوامی جی کو اپنے مکان پر لے گئے۔ دوسرے دن سب لوگ حاضر ہوئے

اور سٹیشن پیدل جانے کی بجائے سواری مانگ کر مکان مقررہ پر جانے کی نسبت عرض کی مگر سوامی جی نے وکیل صاحب کو کہا کہ اگر تم کو تکلیف نہ ہو تو ہم کو یہ مکان پسند ہے۔ انہوں نے نہایت خوشی سے منظور کیا۔ وکیل صاحب نے یہ بھی کہا کہ تا وقتیکہ یہاں ہیں بھوجن وغیرہ اخراجات کا میں متحمل ہونگا۔ سوامی جی نے فرمایا کہ ہمارا یہ قاعدہ نہیں۔ کیا ضرورت ہے کسی ایک آدمی کو زیر بار کریں۔ ہمارے پاس سامان موجود ہے۔ برہمن وغیرہ ہمراہ ہیں۔ ہم خود بندوبست کر لینگے۔ ہاں جو کچھ ضرورت ہوگی کہہ دیا جاویگا۔ اسی طرح سیٹھ موتی رام جی داماد سیٹھ لال جی نے بھی بہت کچھ کہا کہ آپ ہمارے یہاں ٹھہریں۔ مگر سوامی جی نے نامنظور کیا۔ پہلے ہی دن دو روز تک سب شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ سوامی جی آگئے ہیں۔

۴ پرچار کا کام۔ یہاں اس وقت کوئی آریہ سماج نہیں تھی۔ اور نہ کوئی سماجک خیال کا آدمی تھا۔ سوامی جی نے ان صاحبوں کو فرمایا کہ ہم یہاں لیکچر یا وعظ کرینگے۔ اور اپدیش دیا چاہتے ہیں۔ لوگوں کی کیا صلاح معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت سوائے منشی لچھمن پرشاد جی کے اور کوئی سماجک معاملات سے واقف نہ تھا۔ اسلئے ان کے مشورہ سے لوگوں نے مفید عام سکول کا مکان واقعہ چیلی منڈی میں ویکھیان کا بندوبست کیا۔ جس میں ۲۸ دسمبر سے ۲۲ جنوری تک شام کے ۷ بجے سے ۸ بجے تک ہر روز بلاناغہ ویکھیان ہوا۔ ہر ایک ویکھیان کے اخیر میں روزانہ آدھ گھنٹہ تک شنکا سمادھان ہوتا تھا۔ تقریباً ۷۰۰ مکان بھر جایا کرتا تھا۔۔

کل چھبیس ویکھیان حسب ذیل تفصیل سے مندرجہ ذیل مضامین پر ہوئے۔ ۲۸ دسمبر ایشور کی تعریف۔ ۲۹ دسمبر پرمیشور کی ماہیت اور توصیف۔ ۳۰ دسمبر دیگر سرشٹی کی اتپتی اور سرشٹی کی کیفیت ۳۱ دسمبر سرشٹی۔ وید مقدس الہامی کتب ہونے کے دلائل و تشبیہ مولا دہی دھرم کے بھاشیوں کی تردید۔ ۳ سنسکاروں کی فضیلت پر گربھادان سے آٹھویں سنسکار تک۔ ۵۔ باقی سنسکاروں کی۔ ۶ سنیاس۔ ۷ پنچ مہایگ کی فضیلت اور ان کے ادا کرنے کی تاکید۔ ۸ و ۹ کرمنی لوچن کھنڈن۔ ۱۰ ایشور علم اور ضمیر کی کیفیت۔ ۱۲۔ ۱۳ ہندوی آدمی لوگوں کے عیب میں اور آگرشن کے متعلق شاستری کا منڈن اور پورانوں کا کھنڈن۔ ۱۴ آریہ ورت کا دھرم راج جو تھا اور اودھ کا راج ۱۵ اپاسنا و برہماچاریہ کی ضرورت ان کی خوبیاں اور طریقہ۔ ۱۶ و ۱۷ مکتی کی تعریف اور سادھن ۱۸ کل ویکھیانوں کا خلاصہ مطلب۔ ۱۹ مکان پان کا وچار۔ ۲۰ گؤکشی کے نقصانات اور گؤرکھشا کے بیشمار فوائد ۲۱ و ۲۲ بھی اور منادی کے خاتمہ سے فراغت پا کر سلسلہ کے ویکھیان ختم کرکے ایسی موزوں سب کو سنا دیا۔ اور بذریعہ اشتہار مشتہر کر دیا۔ کہ اب جس کسی کو مجھ سے مباحثہ کی تمنا ہو یا میرے بیانات میں سے کسی بات پر کچھ شبہ ہو یا بطور خود کچھ دریافت کرنا مدعا ہو تو وہ آج سے لیکر دس روز تک جبکہ میرا قیام ہے آ کر

اطمینان کریں۔ پہلے اعتراضات پیش کریں۔ اور جوابات سن لیں۔ جو لوگ اوپر اوپر شیخی بگھارتے اور مباحثہ کی لاف و گزاف کا دم مارتے تھے۔ ان میں سے کسی نے اس طرف منہ تک نہ کیا۔ ہاں جن اصحاب کو کچھ دریافت کرنا تھا۔ وہ ان ایام میں آ کر برابر اپنے شکوک مٹاتے رہے۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جنہیں نہ سمجھنے کی لیاقت اور نہ پوچھنے کا سلیقہ تھا۔ اپنا روز کا وقت ہی ضائع کرتے رہے۔

۳۔ **آریہ سماج قائم۔** سوامی جی کے لگاتار اپدیش نے ملک کے خیر خواہوں کے دلوں میں اثر پیدا کیا۔ اور دیش اُنتی اور دھرم کی ترقی کا جوش دلایا۔ جب یہ عام خیال ہوا کہ ایک سماج شہر آگرہ میں (علاوہ صاحبان گوکل پورہ کے جو شہر سے بہت دور ہے۔ اور جہاں تک بہ سبب بُعد مسافت کے شہر والوں کا آنا جانا کم ہوتا ہے) قائم کیا جاوے۔ چنانچہ ۲۶ دسمبر سنہ ۸۰ء بروز اتوار ایک جلسہ ہوا۔ اور آریہ سماج کی بنیاد شہر آگرہ میں قائم ہو گئی +

۴۔ **یگیوپویت۔** ۹ دسمبر کی صبح کو ٹھاکر شام لال سنگھ کے یہاں سوامی جی نے ان کے تین لڑکوں کا جنیو وید کے موافق کرایا۔ ویدی بنائی گئی۔ ہون میں حلوہ اور چند خوشبودار اشیا سے آہوتی دلائیں۔ سب لوگ جمع تھے۔ حاضرین جلسہ کو بھی ہم سے روپیہ تک دکھشنا دلائی گئی۔ اور علاوہ اس کے رفاہ عام کے واسطے بھی ایک رقم ٹھاکر موصوف سے جمع کرائی گئی۔ ایک میم صاحب بھی اس اثنا میں دیکھنے آئیں جو رومن کیتھولک چرچ کی تھیں۔

۵۔ **بشپ صاحب سے ملاقات اور بحث۔** ۱۲ دسمبر ۸۰ء بروز یکشنبہ مطابق ۱۲ اگہن شکل سمبت ۱۹۳۷ بکرمی کو سوامی جی معہ کئی وکلا و منشی بختاور سنگھ صاحب سپیشل کمشنر کے فادر کان ریڈ صاحب سوامی جی۔ رائٹ ریورنڈ بشپ [illegible] رومن کیتھولک چرچ آگرہ کو ملنے گئے۔ اور حسب ذیل ذکر چلا ہوا۔

سوامی جی۔ ناستک لوگ پیدا کرنے والے کو نہیں مانتے۔ اگر ہم اور آپ اور دوسرے مذہب کے مذہبی لوگ ملکر اور سب متوں میں جو سچ باتیں ہیں۔ ان کا پرچار کریں جن پر سب لوگ ایک مت ہو جاویں۔ اور خلاف ان کے جو باتیں ہیں ان کو مقابلہ میں صرف ناستک لوگ ہی رہ جاویں گے۔ پھر ان کو ہم اچھی طرح دلائل عقلی سے قائل کر دیں گے۔ گورنمنٹ جس کا مذہب لامذہبی ہے۔ ایسی عمدہ باتوں میں ہم کو اور آپ کو اور سب کو مل کر کام کرنا چاہئے۔

بشپ صاحب۔ یہ کام نہایت مشکل ہے۔ اس لئے کہ مسلمان حلال کرنا بھی نہ چھوڑیں گے ویسا ہی عیسائی لوگ گوشت کھانا بھی نہ چھوڑیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ مالک جو دیتا ہے اور جو حکم مالک کی صورت نہیں دیکھی اور وہ لیتا نہیں۔ [illegible] لئے ایک موتی اپنا بیٹا [illegible] دنیا میں بھیجا۔ [illegible] کے ہندوستان کی حکومت نہیں کر سکتی۔ اسی طرح خدا [illegible] یسوع مسیح کی مدد کے [illegible]

کے آدمیوں کا انتظام یا تجارت کا بندوبست نہیں کر سکتا۔
سوامی جی نے فرمایا کہ اول تو یہ مثال ہی درست نہیں۔ کیونکہ کوئی نسبت جیو کو ایشور سے نہیں۔ پہلے خدا کی تعریف ہونی چاہئے کہ خدا کیا چیز ہے۔ چنانچہ سوامی جی نے اس کی صفات سروگیہ سرب جگہ موجود ہے۔ مثلاً سے رہت، سرب شکتیمان وغیرہ سنائیں۔ اور کہا کہ ایسی صفات والا خدا کسی کا محتاج نہیں ہے کہ خود انتظام نہ کر سکے۔ اور دوسرے سے مدد لینی پڑے سوم اگر یہ مان بھی لیں۔ کہ جیسے کوئی اچھے مہرشی تھے تو ایک آدمی تھے۔ اور ایشور نیاکار آدیش ہے۔ وہ ایک آدمی کی سفارش سے انیائے نہیں کر سکتا۔ جیسا جس کا کام ہوگا ویسا ہی پھل دیگا۔ پس یہ ناممکن ہے۔ کہ خلاف انصاف پرمیشر کسی کی سفارش قبول کر کے پن پاپ کے مطابق پھل نہ دیوے۔ پس خدا کو موجی سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ موجی دنیا کا آدمیوں کا ہے۔ وہ ایسا مالک ہے کہ سب کام اور ہر ایک بندوبست بنا موجی کے کر سکتا ہے۔

بشپ صاحب۔ کیونکر بندوبست کر سکتا ہے۔

سوامی جی۔ ہدایت یعنی گیان کے ذریعہ سے۔

بشپ صاحب۔ وہ کتاب گیان کی کون سی ہے۔

سوامی جی۔ چاروں وید پرمیشر کی طرف سے ہیں۔ جو اٹھاراں پرانوں کا نام لیا

بشپ صاحب۔ کیا اٹھارہ پران بھی دھرم پستک ہیں۔

سوامی جی۔ نہیں۔

بشپ صاحب۔ اگنی۔ وایو۔ آدتیہ۔ انگرا۔ چاروں رشیوں کے آتما میں ایشور نے ویدوں کا گیان دیا انہوں نے سمجھایا۔

بشپ صاحب۔ وید خدا کی طرف سے نہیں بلکہ وید کا بنانے والا ایک برہمن ہے۔ جس کا نام اسوقت یاد نہیں رہا۔

سوامی جی۔ ایسا نہیں۔ وید سرشٹی کی آدمیں پرماتما نے پرکاش کئے۔ کسی برہمن نے ان کو نہیں بنایا۔ بلکہ وید پڑھنے سے آدمی برہمن بن سکتا ہے۔ اور وید نہ پڑھے۔ وہ ہرگز برہمن نہیں کہلا سکتا۔

بشپ صاحب۔ وہ چاروں مر گئے یا زندہ ہیں۔

سوامی جی۔ مر گئے ہیں۔

بشپ صاحب۔ ان کے بعد ان کا جانشین کون ہوا اور ایک کے بعد کون جانشین ہوتا رہا۔ اور اب کون ہے۔

سوامی جی۔ ہزاروں لاکھوں رشی منی ان کے جانشین ہوتے رہے۔ جیسے پتنجلی رشی کے کرتا گوتم رشی اپنشدوں و برہمنوں کے مصنف رشی منی لوگ علاوہ ان کے ہر ایک زمانہ میں جو رشیوں کے مقررہ قاعدوں پر عمل کرنے سے ودیا تیار ہو۔ وہی جانشین

ہو سکتا ہے۔ مگر آپ بتلایئے۔ کہ پطرس کے بعد آپ کے ہاں اب تک کون ہوا۔

لشپ صاحب۔ ہمارے ہاں یسوع کے بعد پوپ روم یعنی پادری اعلےٰ مظہر نائب خدا کے تصور کیا جاتا ہے۔ جو غلطی ہم لوگوں سے سرزد ہو اسکی اصلاح پادری اعلےٰ یعنی پوپ روم سے ہوتی ہے۔

سوامی جی۔ اور جو غلطی پوپ روم سے ہو۔ اسکی اصلاح کسطرح ہو سکتی ہے جیسا کہ پوپ کے ظلم و ستم اور مذہبی عدالتیں جو لوتھر کے زمانہ سے پہلے اور اسوقت ہوتی تھیں اور بعض اب تک جاری ہیں۔ بخوبی معلوم ہونگی۔ اور اسی طرح عیسائیوں کی پہلی نسلوں کے حالات اور مذہبی جہاد و قتل عام آپ سے مخفی نہ ہونگے۔ ان کی اصلاح کسطرح وہ پوپ جو خود ان کا سبب ہے۔ اور جو خود ان امراض میں مبتلا ہے کر سکتا ہے یہ بات ٹھیک ویسی ہی ہے۔ جسطرح ہمارے پوپ پورانک عنا جان کی۔

لشپ صاحب اسکا کوئی معقول اور مدلل جواب جس سے سوامی جی اور سامعین کی تسلی ہو نہ دے سکے۔ اس کے بعد تقریباً ۲ بجے کے وقت سوامی جی ایک مجلس جلسہ کے واسطے تشریف لے گئے۔

وہاں ایک شخص نے کہا کہ آپ پگڑی اتار دیجئے سوامی جی نے کہا ہمارے قاعدہ کے رو سے پگڑی کا پہننا داخل تعظیم ہے۔ اگر تم چاہو۔ تو ہم جوتی اتار کر جا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ کو جوتا اور پگڑی دونوں اتار کر جانا چاہئے۔ پس سوامی جی صرف باہر کے برآمدے سے ان کی مورتیاں دیکھ کر چلے آئے۔

۲۔ پورانک پنڈت۔ وہ تین مرتبہ یہاں کے پنڈتوں نے اس ارادہ سے جمع ہو کر مباحثہ مذہبی کیا جائے۔ اس کے علاوہ غلط فہمیاں پھیلانے میں ان لوگوں نے کمال کیا۔

چنانچہ لشپ صاحب نے وہ تین دن پہلے سنا کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ سوامی جی انگریزوں کی طرف سے اس بات پر مقرر ہے کہ بیوہ کی شادی شاستروں سے ثابت کرے۔ ایک صاحب نے تو یہانتک شرارت کی کہ اشتہار جاری کر دیا۔ کہ سوامی جی پادری صاحب کی معمولی باتوں کا جواب نہیں دے سکے۔ مگر تمام بے غرض لوگ ایڈیٹران اخبارات اور خود عیسائی صاحبان اسکی تردید کرنے والے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ خود غرض سوامی جی کے کام کو اپنے لئے مضر جان کر بہر حال ناجائز طور سے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ چنانچہ نسیم آگرہ کے الفاظ قابل غور ہیں۔

ہر ایک شخص کا ایک ایک منشا ہوا کرتا ہے جیسا پنڈتوں کا منشا صرف روکنا ہے سوامی دیانند سرسوتی کا منشا سوائے لوچن لو وشرح ہے اکیا ڈیبا ہے (نسیم آگرہ صفحہ ۵ ۲۲ دسمبر ۱۸۸۰ء)۔ سو وہ نسیم آگرہ سے ظاہر ہے کہ پنڈتوں نے تو یہ حیلہ کیا کہ ایک پنڈت منظر اس میں ہیں ان سے بحث ہو۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ اسکی کوئی شہرت نہیں پائی جاتی ہے اور نہ اسکی علمی

فضیلت کا پتہ لگتا ہے جو اس سے اس کے عالم ہونے کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ کسی امر میں بحث کرنا چاہتے ہیں۔ تو تشریف لاویں۔ اور اگر یقین ہو گیا تو ہم نے تحقیقات دو دو وال ہے تو مجھے بھی وہاں جانے میں ہرج نہیں۔ بعض کم ظرف لوگوں نے غلط فہمی پھیلائی۔ جیسا کہ بعد نسیم آگرہ سے کی۔

"دہلی گزٹ نے جو اس بارہ میں بے بنیاد اور واہیات تحریر کی ہے کہ سوامی جی مناظرہ جانے سے ڈرتے ہیں بالکل غلط ہے کیونکہ ہم کو یقین اس امر کا ہے کہ کوئی صاحب علمی امر میں مباحثہ کی خواہش رکھتا ہے تو تعالیٰ ہیں کہ جہاں پر بہت جگہ دشمن ان کے ہیں۔ اور ایک مرتبہ ان پر حملہ بھی کر چکے ہیں ان کا جانا خلاف مصلحت ہے۔ اگر درحقیقت کسی کو کسی امر میں شک ہو وہ بطریق منصفانہ تحقیقات کرنے کو آمادہ ہیں۔ ہماری دانست میں مجھ کو اس امر کو مناسب ہے کہ جس کسی کو وہ اس لائق تصور کریں۔ ان کا آگرہ میں قدم رنجہ فرمانا نہایت مناسب ہوگا۔ تاکہ ایک مجمع کثیر میں وہ عقدہ حل ہو جائے اور لوگوں کا شک رفع ہو جاوے۔ (نسیم آگرہ ۲۳ دسمبر ۱۸۸۰ء جلد ۳ نمبر ۴۳۔ صفحہ ۷۰۷)

۷۔ دیا کھیانوں کا دوسرا سلسلہ۔ دوسرا سلسلہ ۲۳ سے ۲۹ جنوری ۱۸۸۱ء تک یہ کل سات دیا کھیان ہوئے۔ سوامی جی خود سہائی کی تیاری دور کرنا۔ برہم چریہ کا پالن جیو ہنسا کرنا۔ دیسی صنعت و حرفت کی ترقی اور ست دھرم کی طرف زیادہ دھیان کرنا تھا دیا کھیان تخت پر بیٹھ کر دیتے تھے۔ اور بعد دیا کھیان کے تخت سے اتر کر نیچے بیٹھ جاتے اگر کوئی ادھر دیا کھیان رہنا چاہتا تو وہ تخت پر چڑھ سکتا تھا کسی بات کا انہیں ابھیمان نہ تھا۔ ان سات لیکچروں کے بعد بھی پندرہ بیس لیکچر ہوئے۔ جو اکثر ہزار دو ہزار کے درمیان ہوتی تھی۔ دیا کھیان ایسی عمدگی سے تیار رکھے جاتے تھے اور ایسے طریق سے بلند اور صاف آواز میں دئیے جاتے تھے کہ اس ساری مجمع کا ایک ایک آدمی سن اور سمجھ سکتا تھا ایسے لیکچر سننے میں بہت کم آتے ہیں۔ لیکچر کے شروع سے خاتمہ تک اور پہلے لیکچر سے آخری تک عام لوگوں کی دلچسپی استقدر قائم رہتی تھی کہ کوئی شخص ایک لیکچر میں غیر حاضر نہ رہا۔

چنانچہ لکھا ہے کہ "سوامی دیانند سرسوتی جی ابھی تک یہاں اقامت ہیں۔ اور ہر روز وار کو ٹھی نمبر ۳۰ مسیب کے بازار میں رات کے ۷ بجے دیا کھیان ہوا کرتا ہے" (رسالہ جاس آگرہ ۵ فروری ۱۸۸۱ء)

"یکشنبہ تاریخ ۲۷ فروری ۱۸۸۱ء کی شب کو سوامی دیانند سرسوتی جی کا لیکچر بازار مسیب میں ہوا" (۲۸ فروری ۱۸۸۱ء نسیم آگرہ صفحہ ۳۳ نمبر ۱۴)

"شری سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کا دیا کھیان بتاریخ ۲ مارچ بروز یکشنبہ مسیب کے بازار میں ہوا۔" (۷ مارچ ۱۸۸۱ء صفحہ ۷۱ نسیم آگرہ نمبر ۹)

۸۔ لوگوں کے مختلف سوال و جواب۔ ایک دن مولوی طفیل احمد کوتوال شہر تشریف لائے

پر اعتراض کیا۔ کہ یہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ اس کے ماننے سے کئی الزام عائد ہوتے ہیں۔ مثلاً ایسا ماننا منصف نہیں۔ کہ روحوں کو بار بار پیدا کرے۔ اور ان سے نا مناسب جسم منسوب ہوں مثلاً ایک شخص مر گیا۔ جو اس وقت اسکی بیٹی ہے۔ اگلے جنم میں وہی اس کی جورو ہو سکے سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ بیٹی اور باپ کا رشتہ جسم کا ہے روح کا نہیں۔ چونکہ روح کا کسی کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں۔ اس لئے یہ اعتراض روح پر عائد نہیں ہو سکتا جس سے ان کی تشفی ہو گئی۔ اور وہ پھر کوئی جواب نہ دے سکے ؞

ایک پادری صاحب نے مکان پر آ کر سوال کیا۔ کہ آپ نے جو وید بھاشیہ میں اگنی کو پرمیشر قرار دیا ہے۔ وہاں اگنی کا لفظ پرمیشر نہیں ہو سکتا۔ جس پر ان کا کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ پھر پادری صاحب نے کہا کہ آپ بھی پہاڑ پر جاتے ہیں یا نہیں اگر جاتے ہیں تو میں بہت سی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ سوامی جی نے کہا کہ میں آرام کرنے کیلئے تو نہیں جا سکتا ہاں دھارمک کام کرنے کے لئے جا سکتا ہوں۔ غالباً پادری صاحب منصوری یا نینی تال کے پہاڑ پر جانے والے تھے۔

ایک دن پنڈت چھیدو جی وکیل اس جگہ کے ملاقات کو آئے اور سندھیا کی بابت پرشن کیا۔ کہ آپ تو سندھیا دو کال کی کہتے ہیں مگر سندھیا تو تین کال ہے۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ اول تو کسی معتبر گرنتھ میں نہیں پایا جاتا۔ کہ تین کال سندھیا ضروری ہے۔ دوم سندھیا کے ارتھ سے بھی ظاہر ہے کہ دو وقت ہونی چاہئے اگر ایک وقت دوپہر کی ٹھیک سندھیا کہیں تو آدھی رات کی چوتھی کیوں نہ ہو۔ اور پہر پہر گھڑی گھڑی کے پیچھے کیوں نہ ہو۔ پس کوئی وقت خالی نہ رہا ہر وقت سندھیا ہی کیا کریں۔ اسلئے دو وقت کی ہی ٹھیک ہے۔ یہی رشی منیوں کا سدھانت ہے۔ اس پر وہ کچھ جواب نہ دے سکے۔

انہی دنوں منشی اندرمن یہاں آئے۔ اور راستہ میں مرادآباد میں سیٹھ گوبند سہائے کے مکان پر ٹھہرے۔ اور ان کے ہم خیال یا حامی بکثرت یہاں آئے۔ اگرچہ سوامی جی کے سامنے انہوں نے کوئی تقریر نہیں کی۔ مگر انکی ان باتوں سے لالہ گردھاری لال وغیرہ کو معلوم ہو گیا۔ کہ سیٹھ صاحب نے انہیں طمع دیکر بلایا ہے۔ وہ صرف منشی آدمی تھے۔ دھرم بچار ان (ما تعلیمات) انہیں کافی نہیں تھی۔

ایک دن انہوں نے موکش کے بارہ میں مکتی سے کہیں آنے کی بابت سوال کیا۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ اسمبھو ہے۔ کہ ہمیشہ کی موکش ہو جائے۔ اور یہ بھی اسمبھو ہے کہ جیو پرمیشور میں مل جائے۔ کیونکہ جیو ایکدیشی ہے۔ جدا جدا صفات کے سبب وہ ایک دوسرے میں شامل نہیں ہو سکتے۔ وید مت کی طرز پر ہوتے ہیں۔

ایک دن ادھر سوامی مت کے ۵-۷ پنجابی فقیر پرتی اتری آئے اور پرشن کیا کہ کوئی گورو کے بغیر اور مہاتما کے بدوں سنسار ساگر سے پار نہیں ہو سکتا۔ سوامی جی نے

اگر دنیا کو گرو کی شکشا ضروری ہے۔ مگر جب تک کوئی چیلا اپنے چلن درست نہ کرے کچھ نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے سوال کیا کہ ایشور کے درشن کیسے ہو سکتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ جس طرح تم مونگ کھانی سے ایشور کے درشن کرنا چاہتے ہو۔ اس طرح سے نہیں ہو سکتے۔ ایک سوال ان کا یہ تھا۔ کہ ایشور تو بھگت کے پابند ہیں۔ سوامی جی نے کہا بھگتی تو ایشر کی ضروری ہے۔ مگر پہلے یہ سمجھ لو کہ بھگتی کیا چیز ہے۔ بدوں کسی پرشارتھ کے کرنے کے کوئی چیز خود بخود حاصل نہیں ہو سکتی اور جس طور پر کہ تم بھگتی کرنا چاہتے ہو۔ ایسے بہت سے نکھٹو لوگوں کے بگاڑنے کے لئے ہوئے۔ ان سے لوک یا پرلوک کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ سورتی پرجا کا بھی ذکر چلا۔ جیسا انہوں نے کہا کہ ہم اوپر چند دنوں سے کا سیکھے ہیں۔ سوامی جی نے کہا نہیں وہ رام چندر اور کرشن آدی مہاپرشوں کو دیوتا اور اوتار مانتے ہیں۔ تم گرو کو پرمیشور سے بڑھ کر مانتے ہو۔ پس تم ان سے کسی طرح اچھے نہیں ٹھہر سکتے۔ پھر انہوں نے کہا کہ وید کے پڑھنے میں بہت وقت ضائع ہوتا ہے۔ مگر اس سے کچھ بھگتی حاصل نہیں ہوتی۔ سوامی جی نے کہا کہ جو پرشارتھ کچھ نہیں کرتا اور بھکشا مانگ کر پیٹ پالنا چاہتا ہے۔ انہیں وید کا پڑھنا بہت کٹھن ہے یہ لوگ کچھ بھی ودوان نہیں تھے۔

۹۔ **ایک غلط افواہ۔** سوامی جی نے کسی سے اڑتا سنا کہ چونکہ وہ ہر ایک مذہب کا کھنڈن کرتے ہیں۔ اس واسطے مجسٹریٹ نے لالہ گردھاری لال کو کہا۔ کہ سوامی کو مکان سے علیحدہ چلا جانے کو کہئے۔ تب سوامی جی نے لالہ جی کو کہا کہ اگر آپ کو کچھ خطرہ ہو تو ہم کسی اور جگہ بندوبست کر سکتے ہیں۔ لالہ جی نے کہا اول تو میں کسی کا نوکر نہیں ہوں۔ دوم آپ کوئی بات قانون کے خلاف نہیں کہتے۔ اور نہ گورنمنٹ کے مخالف۔ پس مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ اصل میں یہ جھوٹی افواہ تھی۔ جو سراسر بے بنیاد نکلی۔ غالباً منشیوں یا پادریوں کی طرف سے اڑائی گئی تھی۔ کیونکہ سیٹھ نراین داس کی بات سیٹھ کھیم داس (جو لالہ جی کے موکل تھے) ایک دن ان کے پاس آئے اور کہتے تھے کہ آپ نے سوامی جی کو مہمان ٹھہرایا ہوا ہے اور یہ ہمارے مت کی نندا کرتے ہیں۔ آپ انہیں مکان سے نکال دیں کیونکہ آپ ہمارے وکیل ہیں۔ لالہ جی نے کہا اگر کسی بھلے مانس کے مکان پر کوئی اور بھلا آدمی بھی آ جاوے تو وہ اسے منع نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ ایسا نیک آدمی۔ میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔

۱۰۔ **آریہ سماج کی سدرشی سبھا کلکتہ۔** متھرا کے سیٹھ نراین داس جی نے لالہ گردھاری لال جی کو ایک ملاقات میں کہا کہ متھرا میں شاستر ارتھ ہو۔ انہوں نے کہا۔ کہ وہاں ثالث کون ہوگا۔ اور کون انتظام کرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ جو شاستر ارتھ کرنا چاہے وہ کچھ مضمون لکھے۔ اور اس کے جواب میں سوامی جی لکھیں۔ اور پھر سوامی جی کے لکھے ہوئے کا جواب وہ لکھیں۔ پھر پنڈت لوگ خود تصفیہ کر لیں گے۔ کہ کس کا قول صحیح ہے اور کس کا غلط

اسپر ان کی رائے قائم نہ ہوئی۔ ہاں وہ کلکتہ چلے گئے اور وہاں جا کر بعض ان کے ساتھی لوگوں کے خیال میں ایسا آیا۔ کہ سب نوجوان ہوئے پنڈتوں کو اکٹھا کر کے بغیر شاستر ارتھ کرائے بیٹھے ہوئے مرتک شرادھ کے کھنڈن کے فتوے پاس کرانے لگے۔ انہیں یہ خیال ہوگا کہ اس طرح کی کارروائی سے سوامی دیانند کا کام بالکل رک جائیگا۔ (مفصل دیکھو ضمیمہ)

پنڈت چتربھج کا آنا۔ اسی اثنا میں پنڈت چتربھج شاستری جی بھی تشریف لائے آتے ہی گلی کوچوں میں ناخواندوں کے سامنے اپنی فضیلت جھاڑنے لگے اور سوامی جی کی بلا واسطہ نندا کرنے لگے۔ کسی کو کسی پہلو پر بہکایا کسی کو کسی لالچ سے پھسلایا۔ غرض جہاں تک ہو سکا۔ جو جنگل میں آیا۔ اسکو معترض وید دھرم رستہ بتایا۔ کہتا تو تھا کہ شاستر ارتھ کرنے آیا ہوں۔ مگر سوامی جی کے سامنے کبھی نہ ہوا۔

آخر پنڈت جی کے لیکچر شروع ہوئے۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۸۱ء کو علما بیٹن گیا اور یکم جنوری ۱۸۸۲ء کو مدرسہ وکٹوریہ کالج میں لیکچر دیا اور ۱۵ جنوری کو لیکچر ختم۔ کچھ بعض سبھا کی طرز کے تھے۔

وہ لیکچر شروع کرنے سے پہلے بلند آواز سے کہہ دیا کرتے تھے کہ اگر آریہ سماج کا کوئی ممبر یہاں بیٹھا ہو۔ تو چاہیے کہ وہ اٹھ جائے۔ کیونکہ ہم ان کو نہ اپنا لیکچر سنانا چاہتے ہیں۔ اور نہ اپنی صورت دکھانی اور نہ اُن کی دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ لیکچروں کا اسکا زور اس بات پر تھا کہ سوامی جی نے برہمنوں، پرانوں، مورتیوں کا بہت نقصان کیا۔ جبکہ ست سے گوسائیوں کو بہکاتا تھا۔ کہ اگر تم اس طرح غفلت کرتے رہو گے۔ تو تمہاری اُپجیوکا جاتی رہے گی۔ تم کو چاہیے کہ اسے پالش کرو۔ برہمنوں سے کہتا تھا تم سوامی جی سے مکر و فریب کرو۔ بڑا زور اس پر دیتا تھا کہ جو برہمنوں کی برائی کرتا ہے اور پرانوں اور اوتاروں کو نہیں مانتا وہ سادھو نہیں ہو سکتا۔ اور جو اس طرح بلادی اور شہر میں رہے وہ سنیاسی نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی کہتا تھا کہ میں ہمتی کوشش کر کے بنارس سے لایا ہوں میری معیشت اور سہایتا کرو۔ سوامی جی اسے ایک معمولی سنسکرت جاننے والا اور ست ناراین کی کتھا بانچنے والا جانتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ وہ آپ جیوکا کے واسطے یہ کوشش کر رہا ہے۔ کیول پورانک پران پیش کرتا تھا۔

لیکچروں کا تیری ورشہ میں اشتہار ورتم بر صفحہ ضمیمہ

اگرچہ سوتر پڑھا۔ مگر اسکا آخری حصہ جس میں یہ لکھا ہے اتھ سروبیشام گایتری نہیں پڑھتے تھے۔ پنڈت جگل جی سناڈے نے کہا کہ آپ اس کے انت کے ٹکڑے کو کیوں نہیں پڑھتے۔ اسپر موہن لال پنڈت بولے کہ ہم اس کو یہ جانتے ہیں کہ سب کو گایتری منتر دیتے ہیں۔ جگل جی نے کہا کہ شاستر انکو دیتے ہیں۔ اگر وہ ودھ ہو تو بتادیں۔ لوگوں نے کہا تم چتربھج جی سے بولتے ہو۔ وہ بولے آپکو چتربھج دیکھتے ہوں گے مگر تو دو پیج ہیں۔ سچ جھوٹ

ایک بیج دکھیتی ہے جسکو وہ اچھال رہے ہیں۔ تب چیتر بھج جی نے کہا۔ کیں دیانند کا
سے باتیں نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کیں دیانند کی نہیں ہوں ست ولیمی ہوں۔ چیتر بھج بولے
کرتا ستیہ ارتھ کرتا ہوں [illegible] جب وہ اور دیشی [illegible] ان کے مکان پر گئے تب بہانہ
کیا کہ میرا ارادہ تھا [illegible] رکھتا ہے آپ کر باہر کے گھر جائیں اور چپکے سے انہوں نے
آدھ سیر پیڑے اور ایک ایک روپیہ انکی بھینٹ کیا۔ اپنے گھر چلے آئے۔ اور پھر ان
کے پاس کبھی نہیں گئے۔

چیتر بھج جی نے دو سو [illegible] لکھے۔ ایک تو کنج بہاری لال کا مقدمہ ہے میں نے کبھی سوامی جی
کا دیا کھیان سنکر [illegible] توڑ ڈالی تھی پر اشچت کر اسی شہر میں واپس ہو کر پھر آیا۔ کہ
جینیو پر اشچت کر لیا ہے۔

دوسرا یہ کہ مہر پال برہمن ساکن [illegible] جو معمولی سنسکرت جانتا اور خستہ حال پھرا کرتا تھا۔
اور اپنے تئیں بابو [illegible] پرشاد ممبر آریہ سماج آگرہ کے پاس نوکری پڑھانے پر بعوض بیس
روپیہ ماہوار پرورش کرتا تھا) کر جال میں پھنسا دم جھانسا دے اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ ایک
اشتہار اس مضمون کا جاری کرے کہ میں آگرہ آریہ سماج کا پنڈت ہوں۔ اور آریہ سماج کے
خلاف فلاں فلاں [illegible] کر پڑھاتا ہوں۔ [illegible] آریہ صاحبوں کو بہت دیکھا اور سمجھا
جانتا اور سوامی جی کے بیانات کو مقدمہ مانتا تھا۔ مگر اب شاستری جی کے [illegible]
معلوم ہوا۔ کہ میں ایک دھوکے میں تھا۔ [illegible] جیسے آج میں پراشچت کر کے
آریہ لوگوں سے الگ ہوتا ہوں۔ اور سب آریہ لوگوں سے پرارتھنا کرتا ہوں۔ کہ ذرا ہوش میں آئیں
اور آریہ سماج کے جال سے اپنے آپکو بچائیں وغیرہ وغیرہ۔ سچ ہے نکوئی با بداں کردن [illegible]
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں۔ افسوس کہ لالچ کردنی اور ناکردنی سب کچھ کرا دیتا ہے۔ مہر پال کے
اس فعل سے پوپ لوگوں کے مکروفریب کا حال اور بھی اچھی طرح سے کھل گیا۔ کیونکہ تمام
یہ سب بات جانتے ہیں۔ کہ مہر پال نہ تو آریہ سماج کا ممبر اور نہ آریہ سماج کا اپدیشک تھا اور نہ
[illegible] کو شرمسار کرتا ہے۔ انہی تحریر کے مارے اسے جلدی آگرہ چھوڑنا پڑا۔

۲۲ ہندی رسالہ لکھے [illegible] پنڈت چیتر بھج کی [illegible] دیانند۔ پنڈت چیتر بھج برس میں ایک بار [illegible]
میلے کے دنوں میں آتے ہیں۔ دیانند کے ورد [illegible] اپنے من کی جو کچھ چاہتے ہیں بک
جھک جاتے ہیں۔ چاہے اسکا کچھ [illegible] ہو یا نہ ہو۔ کوئی سمجھدار انکی بات پر کان دھرے
یا [illegible] ویدوں کی [illegible] کرنے سے نہیں چوکتے۔ پر تحقیق ہوتا ہے کہ
درحقیقت [illegible] چیتر بھج کا کوئی [illegible] مطلب ہے۔

یہ تو [illegible] بات ہے۔ کہ چیتر بھج جی [illegible] دیانند کی سی ودیا نہیں ہے تب [illegible] کس طرح
[illegible] گزر [illegible] کما کھائیں۔ [illegible] ایک کیتی سو جھی کہ [illegible] ایک
[illegible] کے بیٹے [illegible] راجواڑوں میں پرورش پانے کی یہ بہت اچھی صورت ہے

ہوا ہے کو رسوئی پورانک کہہ کر پسند کرتے ہیں۔ مجھ پر صرف چاہیے کہ پنڈت ماجی کی اپادھیا
ڈگری آپ کو کس نے دی ہے سنسکرت شلوک میں خود استان درج کیا جاتا ہے۔
ہے جو سبھی میں اگر یہی تعریف کرے۔

تو دوال یا ہے عزت کو دیا جاتا ہے ورنہ سے یہ کہ جہاں کہیں پہنچے وہیں جھوٹ بولنے لگے
سو بجائی تو سمجھ کر کہیں اکٹھا کرنا اتنا جھگڑا کرنے چھپت ہو گئے۔ ان دنوں کے ناخوشدہ
اور کھر جنہوں نے اب ہندوستان کے تمام کہنے کی یہی دلیل سمجھ سوچ لی ہے کہ جو دیا سا
کام ہے تو صرف نہ لیا تو جاہیے۔ یہی اسی طرح بے تمیزی کی طاقت سے گالی گلوچ کرا سنے
ہو جائیں اکھیں یہ معمولی جھگڑے جائیں۔ اور ہند ہزموم کی حیثیت کو اسطرح پر چھپائے ہوئے
ان ماتا اور کھوپڑی دین پر دیا کا تشکار کر یاد کہلاتے ہیں۔ سو اب اخیر میں صدی کا یہ بات
چلنے والی نہیں ہے پڑھے لکھے لوگ کسطرح چترنج کی مانند ہے سر پا باتوں میں ٹھہرا
نہیں ہو سکتی۔ کیا بنارس یا پران کے دو یک پورانے ڈھنگ کے رہنماؤں نے چترنج کرا پنے
اور بار میں آنے دیا۔ تنے ہی میں یہ سب پورانک ہو گئے۔ جھگڑا اور بھی والی مثل۔
جگر دیانند سے کچھ پرواہ نہیں۔ نہ ہم سرو انش میں ان کمت کے پوشک ہیں نہ
بکر کسطرح کا واسطہ ان سے ہے۔ مگر تناسب ہے۔ کہ دیانند محض ایک تن تنہا فقیر
آدمی ہے جسے بھی (صرف دل) سے دیش کی بھلائی منظور ہے کیا ہوا جو کہیں کہیں
کتنی باتوں میں بہکا ہوا ہے۔ مجھ پوراک کے بن نہیں پڑتا۔ جن کی ذات سے ملک بھر
بہت کچھ لابھ پہنچا ہے۔ چترنج تقاضا میں تم سے زیادہ اور کہو ہوں سوائے پیا
نکلنے کے دیش یا نقش جانی کرکو نسا لابھ پہنچاتے ہیں جسیں نے سوچ سمجھ کر ہم اپنی کچھ
بات شروع (بے تعصب) رائے کا اظہار کریں۔ (ہندی پردیپ فروری ۱۸۸۲ء جلد
۵- نمبر ۹ - صفحہ ۲-۲۱)

۳۱ ہندوستانی مترکا لیکھ یہ ایسے لوگوں سے کیا ہوتا ہے نام کے پنڈت جی کی کارروائی
کا اندازہ بھی دیکھ لیجئے۔ ماگھ کے میلہ میں یہاں پریاگ میں شاستری جی چترنج شرما آئے۔
اور انہی کا رروائی کی فکر میں پڑے تاریخ ۲۵ - فروری کو مشتہر کیا کہ وہ ست شاستر
دھرم وید و شاستر پر اپن درست اپدیش کریں گے اور چھپے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ سوامی
دیانند سرستی جی نے وید شاستر کا کھنڈن کیا ہے۔ اور ہم اس میں دوش نکالتے ہیں
ان کا کھنڈن کرینگے۔ اس اشتہار کے دیکھنے سے کتنے سجنوں نے تو یہی کہا کہ یہ وہی
شاستری جی ہیں۔ جو پہلے بھی بازیگری سی کیا کرتے تھے۔ مگر کھنڈن منڈن کچھ سنکر
آنا پر تو صرف جھگڑے اور زہر جاتے ہیں۔ سو کرتے ہیں حیثیت سے لوگ تماشا دیکھنے
ہی کے لئے پہنچے سے اور کتنے ایسے جنہوں نے پہلے کی نقلیں نہ سنی تھیں۔ اپدیش
سننے کے پرایوجن سے بھی گئے۔

شاستری جی نے دل ہی دل میں چاروں حرف پستکیں پھیلا کر بستار سا کر لیا تھا۔ کہیں سے بڑے بجاری
چاروں وید کے رکتا تھا پھر جلنے جائیں۔ پرت آنے لگے۔ تب لگے ہاتھ کچھ پنڈتوں پیش کیا اور ست
دھرم سبھا کا جو جی میں آیا منہ کہنے لگے۔ پنڈتوں میں سے ایک کو اٹھایا، ایک کو دھرا۔ ایک کو
آپ پڑھتے ہیں۔ ایک کو دوسرے سے پڑھواتے ہیں۔ بیچ میں پنڈتوں کو چپکے بھی جاتے
ہیں۔ حاصل کلام سوامی کے پنڈتوں کی اور شاستری جی اور ایک پنڈت کی دو ڈھائی ورق سنائے
کے اور کچھ نہ ہوا۔ ہاں اتنا تو ضرور ہوا کہ سوامی دیانند جی سرستی اور دیوسا جیو نکو بڑے تجہد
پیٹ بھر کے اپنے لکچر کو سب انگلش سند رہے تو فصاحت دکھائے کو ور حالات میں ایسے
ایسے اویچ اپشبد بھی کہے کہ دیوسا جی نکو چاہیے کہ اپنے گھر کی دو عورتوں کو گیارہ گیارہ خصم
کرادیں۔ جو ہمیں ... سماج میں ہوتا تو اپنی بہو ... بیٹیوں کو گیارہ گیارہ خصم ... کرتا۔ ایسا
فحش بولنے میں انہوں نے کچھ کمی نہیں کی بلکہ تین گھنٹہ سے زیادہ وقت لیا۔ انہیں سب لوگوں کے
... کرنے کیلئے ایک ... بھی رکھا کہ ایک پنڈت کے ڈھائی چرچے بھی سنا جائے انکو چند دس بارہ
بولٹ کر پڑھا کوئی نیا نمبر آتا تو پھر ان نمبروں کو ترتیب سے سنانا شروع کرتے ... چھوٹے
نئے نمبر آتے گئے۔ پھر انہیں ... کو بار بار سناتے رہے اور ... کا تھوکنا کرتے رہے
کیجئے ... صاحب آپ نے یا آپ کے ناظرین نے کہیں ایسی تقریر سنی ہے ... کہیں اتنا
سبا شاستر ... ہو سکتا ہے ... ایسے ... کر ... کہ ... سکتا ہے ... ہے
ہیں۔ ہم نے بھی کئی بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے عالموں کے ویاکھیان مختلف زبانوں میں
سنے ہیں مگر ... ایسے کا ... یہ تو بے ... بدتہذیبی ... بدزبانی ... بعد میں ... ایک
بات کا بار بار کہنا کہیں نہیں دیکھا۔

... نہیں جانتا ایسے خلاف تہذیب ویاکھیان کی تردید میں مترجم ہوں۔ ایسے واہیات باتوں کے
ناصفاتوں میں کون ... یہ بھی ... وقت ... بدتہذیبی کے سبب سے ان ... چار ...
نے بھی جو ... ان کے ویاکھیان میں موجود تھے ... اس حرکت سے متنفر ہو کر ... سے
لگ ... یہ ... ہماں اس سے صرف شاستری جی کی لیاقت کے اظہار سے ہے کہ دیکھئے
ایسے شاستری کہلاتے پھرتے ہیں۔

ناظرین کچھ اور بھی سنیے۔ ایسے کرتے ... کرنا ہی۔ اس کہاوت کا ... بھی یہاں ہی کہا
ہے۔ شاستری جی کہتے ہیں۔ ... رام ... و بہاری لال نام کے دو برہمن ... کے ہوئے۔ کہ ...
سوامی جی کے وید ... میں ... کام کیا ہے۔ اس سے باغی ہو گئے تھے۔ اب
شاستری جی کے ... سے ... کر کے شدھ ہو گئے ہیں۔ دھرم سے بڑھ کر ...
... رہے ... ویدک ... کے ... کے کارخانہ (کارخانہ) میں کام کر کے
سے ... باغی ہو گئے۔ ہم یہاں اور کچھ نہیں کہتے صرف اتنا ہی کہتے ہیں۔ کہ ... جھوٹے
... پر ...

ہم پرائشچت کرتا ہم ناروں سے کہتے ہیں کہ آپ لوگ تو تمام ہندوؤں کو اپنے سے جدا نہیں سمجھتے مگر تم سمجھتے ہو پس اس پر وچار کرو۔ کیونکہ ملک غیر مذہب والے جو ہندو دھرم کے مخالف پادری لوگوں کے زبانی سے جو پنڈت جینک اور پرت شودر تھے اور پڑھا کر کے ویدک کما لے کے گرنتوں سب میں کیا پالن کرتے ہیں۔ انکا تم نے کیا کیا۔ وے بڑے سنسکرت کے ودوان ہیں۔ کیا تم ان سے بھی پرائشچت کراؤ گے۔ کیوں تم انکے پرائشچت نہ کرنے سے اپنا مطلب نہیں چھوڑو گے۔ کیا کل آریہ ورت کو جو انگریزی حکومت کے اندر ہے پرائشچت کراؤ گے۔ ہم کہتے ہیں کچھ ہونا ہوانا نہیں یہ تمہاری چھوٹی بدھیوں کا فتور ہے۔

ان لوگوں کے کہنے پیچھے ذکی بات کے کھنڈن کرنے میں ایک مہاشے کچھ بولے ہیں۔ مگر پیچھے پریاگ سبھا کے پنڈت دیوکی نندن نے منگلی سے شاستری جی اور پرائشچت کرتاؤں کی کمی بدھیوں کا تراشت کہدیا کہ جو کچھ اس سبھا میں ان لوگوں نے کیا وہ ریتی اور اداسیر ہی کیا۔

شاستری جی اس کام کی وجہ سے (گذرہ) جیار جیہ کا نشی کے ہاں سے پاتے ہیں یہی سے انکو اس بڑھاپے میں ایسا کمین کرنا پڑتا ہے۔ ودیا دھرم پرچارنی سبھا پریاگ کے ایڈیٹر مذکورہ بالا دونوں پرائشچت کرتا ہی ہیں۔ جیسے جن کی ایسی بدھیاں ہیں۔ وے کیا خاک ودیا اور دھرم کا پرچار کرینگے۔ یہ سبھا باتیں سبھا کے اور لوگوں کو جو نام کرتے ہیں سمجھا کر سپر خبردار رہنا چاہیئے۔

ناظرین اب لوگوں نے شاستری جی اور انکے پرائشچت کرتاؤں کی کرتوت جان لی۔ کیا ان لوگوں سے کچھ بھی ودیا اور دھرم کی اننتی ہوگی۔ ایک ودیارتھی از پریاگ (دھارت متر کلکتہ ۸ مارچ ۱۸۸۱ء جلد ۳ نمبر ۱۰)

دس مارچ ۱۸۸۱ء کو آریہ سماج آگرہ کی طرف سے ایک ایڈریس ہندی کاغذ پر سوامی جی کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے انہوں نے خوشی سے قبول فرمایا۔ رات کے دس بجے روانہ بھرت پور ہوگئے۔ دو روپیہ سے لوگ ریل تک پہنچانے گئے۔ (دیکھو آگرہ ۱۵ مارچ ۱۸۸۱ء صفحہ ۵۹ جلد ۴ نمبر ۱۰۔ دھارتی ... جلد ۱ نمبر ۸ صفحہ ۲۲)

بھیڑیئے سے پلا ہوا آدمی۔ ایک دن سوامی جی چھاؤنی میں جا کر ایک عجیب آدمی کو دیکھنے گئے۔ جو بھیڑیوں کے درمیان عرصہ تک رہ چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ بچپن میں ایک بھیڑیا اُسے اٹھا لے گیا تھا اور وہیں اُس کی پرورش ہوئی تھی۔ اور بھیڑیوں کی عادات اس نے اختیار کر لی تھی۔ لیکن پھر چند سال تک بستی میں رہ کر انسانوں کے طریقے اور عادتیں بھی سیکھ چکا تھا۔ سوامی جی کے جانے کے وقت وہ ایک کرتہ پہنے تھا۔ اور اس کے اطوار غیر وحشیانہ تھے۔ اُس نے سلام کر کے جیب ہاتھ نکال کے ہاتھ پھیلایا۔ سوامی جی نے کہا تم نے اتنے سال جیوں میں رہ کر بھی جیون کی محبت نہیں بھولی۔ لائے پیدا کا یہ شاید ہی ساتھ ہی گئے تھے۔ انہوں نے سوامی جی کی آگیا پر

اُسے وزن یا چلن دیکھی اور وہ خوش ہو گیا۔ یہ شام لال سنگھ کے بچوں کے یگیوپویت ہونے سے پہلے دن کا واقعہ ہے

واقعہ۔ سوامی جی نے یہاں ہی گوکل ناتھ جی کو سنسکرت ویاکرن پڑھائی وہ ہندی رشتہ کا یہاں کچھ انگریزی بھی پڑھا کرتے تھے۔ شاید ولایت جانے کا ارادہ تھا کہ وہاں جا کر ست اپدیش کریں۔

عورتوں میں لیکچر دینے کے واسطے اول منظور کیا۔ پھر کہا کہ ایسے چتی انگریزی ہمارا لیکچر نہیں۔ ہم عورتوں میں لیکچر دینا پسند نہیں کرتے۔

ایک مندر کے مالک ٹھاکر دواری لال کو ان کا شنکا سمادھان کرنا چاہا۔ انہوں نے انکار کیا۔ سوامی جی سے ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ نے بڑا کیا۔ آپ اگر ہوتے تو غالباً اس جائیداد سے بہت کچھ دھرم کا پرچار ہوتا۔ باوجود لالہ جی کے انکار کے بھی ان کا نام لکھوا دیا۔ سوامی جی کا قول صحیح نکلا۔ کیونکہ انہوں نے بعد میں اس مندر کی جائیداد سے ایک سکول متھرا میں جاری کر دیا۔

انہیں دنوں بابو رتن دیال اسسٹنٹ انجینیر سوامی جی کو ملنے آئے اور انہوں نے یہاں گؤ رکشا پر لیکچر دیا۔

ایک روز سوامی جی بابت چاند گرہن اس کی اصلیت پر ویاکھیان دے رہے تھے۔ ایک پنڈت گنگا دھر ساکن موضع [illegible] ضلع متھرا بول گیا۔ یہ ویاکھیان پیپل منڈی میں ہوا تھا۔ اس نے جاتے ہی وہاں کہا کہ کوئی گرہن پڑھ رہا ہے۔ تم لوگ اس ناستک کی باتیں سن رہے ہو۔ یہ بڑا پاپ ہے۔ مگر کسی نے اس کی پرواہ نہ کی۔ وہ سبزی اشنان کے بعد جلدی پنڈت جی متھرا سیٹھ جی کے پاس رخصت ہو کر چلے گئے۔

ایک دن مشہور ہوا کہ آج سوامی جی کو ایک زبردست مخالف سے واسطہ پڑا ہے۔ ایک بہت پنڈت ڈاکٹر [illegible] سے شاستر ارتھ کریں گے اور لوگوں سے کہا کہ جو سوال پوچھنا ہو پوچھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کئی ایک دو سوال کئے جو بالکل معمولی تھے۔ ان کا جواب چند ہی الفاظ میں سوامی جی نے ایسا معقول دیا کہ حاضرین کی تسلی ہو گئی۔

اس کے بعد انکے یہاں پر دھنوان تحفے گؤ رکشنی سبھا کا جلسہ ہوا۔ مگر سوامی جی اس دن تا اس سے الگ رہے تاکہ مخالف خیال کے لوگ شریک ہو جائیں تو کہیں اور گؤ رکشا کے کام کو نقصان نہ ہو۔ یہ سبھا لالہ صاحب خوشحال کی زیر صدارت ہوئی۔ جنہوں نے نہایت پُر جوش تقریر کی۔ چنانچہ اسی وقت گؤ رکشنی سبھا کی بنیاد پڑی اور اسی وقت چندہ بھی لکھا گیا۔

سوامی جی اپنے لیکچروں میں گؤ کشی کا ذکر بار بار کرتے تھے۔ کیوں کہ یہ پرچار کی وجہ سے ہے

باب ششم - دیسی ریاستیں (نمبر ۲)

پہلی فصل - ریاست بھرت پور

(دوشنبہ ۱۰ مارچ تا یک شنبہ ۱۶ مارچ (پھاگن سُدی ۱۰ تا چیت بدی ۲ سمت ۱۹۳۸))

سوامی جی ایک چٹھی میں لالہ کالی چرن جی کو فرخ آباد میں لکھتے ہیں "ہم آگرہ سے چل کر بھرت پور میں دس دن رہے اور وہاں سے چل کر چیت ودی بدی وار کو یہاں جے پور پہنچے" (۲۲ مارچ ۱۸۸۱ء جے پور دیانند سرسوتی)

سوامی جی ۱۰ مارچ ۱۸۸۱ء کو دس بجے دن کے آگرہ سے ریلوے میں سوار ہو کر روانہ بھرت پور ہوئے اور اسی روز وہاں پہنچ کر ریل گھر کے متصل ایک رئیس کے باغ میں ٹھہرے۔ پورے دس دن وہاں رہے اور اپدیش کرتے رہے۔

منشی گردھر لال صاحب وکیل آگرہ یہاں ملنے کے واسطے آئے۔ مگر وہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی روانہ ہو گئے تھے۔ یہاں سنسکرت واکیہ پربودھ تصنیف کی۔

دوسری فصل ریاست جے پور

(یک شنبہ ۲۰ مارچ تا چہار شنبہ ۴ مئی ۱۸۸۱ء (چیت بدی سمت ۱۹۳۸ تا بیساکھ سُدی ۶))

سوامی جی بھرت پور سے چل کر چیت بدی ۷ بدھ وار کو جے پور پہنچے اور گنگا پول دروازہ کے باہر بدن پورہ میں اچرول والے ٹھاکروں کے باغ میں نواس کیا۔ اور تصنیف تالیف کے کام میں لگے رہے۔

ایک ویاکھیان سرشٹی وشے پر ٹھاکر صاحب کی حویلی میں ہوا۔ انت میں ٹھاکر رنگناتھ جی نے ادویت وشے پر ایک پرشن کیا جس پر دو گھڑی تک ادویت کھنڈن کا اپدیش کرتے رہے۔ پھر کوئی ویاکھیان نہیں ہوا۔ شہر کے تمام لوگ سوامی جی کے جائے قیام پر آکر اپنے شکوک رفع کرتے رہے۔ انتظام سب ٹھاکر صاحب کی طرف سے تھا۔ کئی پنڈتوں نے بھی آکر پرشن کئے اور اسی سال ان کے ست اپدیشوں سے آریہ سماج کا وہ دھارمک انکور بویا گیا جس کو تھوڑا سا جل سینچنے سے پنڈت کالو رام جی مہاراج نے اپنے ست اپدیش سے ویدک دھرم سبھا کے نام سے ظاہر کیا اور پھر جس کا نام آریہ سماج رکھا گیا۔

تیسری فصل اجمیر

۵ مئی تا ۲۲ جون ۱۸۸۳ء

۱۔ آریہ سماج اجمیر۔ سوامی جی ابھی آگرہ میں تھے کہ اُن کے اس طرف آنے کی خبر سنکر سجن لوگوں کو آنند پرسنتا ہونے لگی اور مخالفوں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی۔ چنانچہ بھارتی بلاس آگرہ ۲ فروری ۱۸۸۳ء جلد ۱ نمبر ۵ میں نامہ نگار نے چھپوایا کہ "عیسائی اور مسلمان لوگ مہاراج مذکور سے شاستر ارتھ کرنے کے لئے پرتیکشا کر رہے ہیں۔ دھرم کے پریمیوں کو جو ابتداء سوامی جی کے پدھارنے کی امید میں ہو رہا تھا اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سوامی جی کے آنے سے پہلے ہی یہاں سماج قائم ہو گیا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ شہر اجمیر میں بھی تین آریہ پرشوں نے ایک آریہ سماج ۱۳ فروری ۱۸۸۳ء کو قائم کی ہے۔ ہر ایک آدت وار کو کا بن سمت ایشور پرارتھنا کی جاتی ہے بعد ازاں ایک یا دو سبھاسد ویشیش استتی یا آریہ دھرم کے مضمون پر ویاکھیان دیتے ہیں۔ آشا ہے کہ شری سوامی دیانند سرسوتی جی کے آنے سے یہ سماج جلدی ترقی پاوے گی۔" (بھارتی بلاس ۱۵ اپریل ۱۸۸۳ء صفحہ ۸۶)

۲۔ سوامی جی کی آمد و ڈیرا۔ سوامی جی آریہ پرشوں کے نمنترن انوسار جے پور سے بذریعہ ریل ۵ مئی ۱۸۸۳ء کو گیارہ بجے رات کو اجمیر اسٹیشن پر پدھارے۔ آریہ پرش پہلے ہی اسٹیشن پر موجود تھے۔ سوامی جی کو بگھی میں بٹھا کر سیٹھ فتح مل جی کے باغیچہ کی کوٹھی میں لا ٹھہرایا جو شہر کے باہر نزدیک ہی اچھی پر فضا اور دلکش جگہ میں واقع ہے۔

۳۔ پرچار کا کام۔ پہلا کام ہی سوامی جی کی تشریف آوری کے سماچار دور دور اور گھر گھر تحصیل کئے۔ ۶ مئی ۱۸۸۳ء کو آریہ پرشوں کی طرف سے مندرجہ ذیل وگیاپن پرکاش کیا گیا۔

وگیاپن پتر۔ سب مہاشے سجنوں کو ودت ہو کہ شری سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج مورخہ ۵ مئی و بیساکھ سدی ۹ گورووار کے دن سے اجمیر میں آکر آگرہ دروازہ کے باہر ما را اور ڈاک گھر کے پاس شری سیٹھ فتح مل جی کی باغ کی کوٹھی میں ٹھہرے ہیں اور سوامی جی کا سناتن ویدک دھرم وشے میں وکترتا (ویاکھیان) مئی وساکھ سدی ۱ روی وار سمت ۱۹۴۰ کے دن سے سندھیا کے سات بجے سے لے کر نو بجے تک سیٹھ جی کے استھان میں ہوگا۔ اس لئے سب آپ سجن (مہذب) آریہ پرشوں کو

ودت کیا جاتا ہے کہ وقت مقررہ پر مقام مذکورہ میں تشریف لا کر سبھا کو سوشوبھت کیجیے چنانچہ ۸ تاریخ مئی ۱۸۸۱ء روز دو شنبہ سے سیٹھ گجمل جی کے مکان میں ویاکھیان آرمبھ ہوئے اور ۸ مئی ۱۸۸۱ء تک ... ارتھات ۲۲ ۔ ویاکھیان وید آدی وشیوں پر بیاپر نہ گھنٹا سے ہوتے رہے ۔ سیکڑوں پرش پرتی دن اپدیش سننے کو آتے تھے۔ اپنی اپنی مذہبی خوبیوں سے واقف ہو اور آگاہی پا لابھ اٹھاتے تھے اور پرسنتا پرگٹ کرتے تھے ۔ باقی سبھی ویاکھیانوں کی جو ستائیں سو وہ تو گنتے میں نہیں آسکتیں ویاکھیانوں کے پربندھ کرتا راے بہادر پنڈت بھاگ رام جی جج اجمیر تھے ۔ ان کی کرپا اور سہایتا سے وہ آنند آتا تھا کہ ورنن نہیں ہو سکتا ۔

استقلال کے سوائے خود سوامی صاحب ویاکھیان کے آرمبھ سے انت تک برابر سبھا میں اوپستھت رہتے تھے اور شروتا جنوں کا یہ حال تھا کہ ایسے آنند میں مگن ہو جاتے تھے کہ ان کو سات بجے سے نو بجے تک کچھ بھی سمے کا بیت ہونا نہیں معلوم پڑتا تھا ۔ یہی اچھا رہتی تھی کہ کچھ اور بھی شرون کرتے رہیں ۔ یہی ہوتا تھا ہر ایک ویاکھیان میں رہتی تھی اور سبھا کی سماپتی پر سب لوگ دھنیواد دیتے ہوئے اپنے گھروں کو جاتے تھے ۔ پرنتو کوئی کوئی اودیا گرست پوپ مت انویائی پیچھے سے جلا بھی کرتے تھے ۔

۴ ۔ یگیوپویت ۔ ویاکھیانوں کی سماپتی کے پشچات یعنے ۵ جون ۱۸۸۱ء کو ایک آریہ بھائی بابو ہیرا لال ساکن نصیر آباد نے شری مہاراج جی سے یگیوپویت لیا ۔ آٹھ بجے سے ہون آرمبھ ہو کر ۱۰ بجے سماپت ہوا ۔ بعد ازاں سب آریہ بھائیوں کو بھوجن بھی ستسنگ کا سرپر یک کرایا گیا ۔ ان ۲۲ لکچروں کے بعد ۔ لکچر سماج مندر میں ہوتے یعنی ہر اتوار کو ایک لکچر ۔

۵ ۔ مباحثہ اور چیتر بھج ۔ ۲۴ تاریخ تک آریہ سجن پرش اپنے اپنے شنکا نوارن ارتھ آتے جاتے رہے ۔ پرنتو کوئی کرانی قرانی پرانی جیسی اتیادی شاستر ارتھ کرنے کو نہیں آئے ۔ ہاں ہندو بھائیوں نے پنڈت چیتر بھج کو سوامی جی سے شاستر ارتھ کرنے کو بلانے کا وچار کیا اور خود پنڈت جی نے دو خط بھی کاشی سے اجمیر میں ایک سیٹھ کے گماشتہ کے پاس بھیجے کہ مجھ کو اجمیر میں بلاؤ ۔ میں سوامی جی سے شاستر ارتھ کر کے ان کو پراجت کروں گا جس پر کئی پوراتک پنڈت صاحبان پنڈت بھاگ رام جی کے پاس آئے اور بڑے ابھمان سے اپنا منتویہ پرگٹ کیا کہ اوکت شاستری لینے پنڈت چیتر بھج شرما راج پوراتک جی کو سوامی جی سے شاستر ارتھ کرنے کو بلاتے ہیں ۔ آپ سوامی جی کو سوچت کر دیجیے ۔ تب پنڈت بھاگ رام جی نے سماج کے منتری پنڈت سکھدیو پرشاد جی کو بلا کر اوکت شاستری کی چٹھی پتری نکلوائی

اور کہا کہ یہ سوامی جی کو دکھلا کے ابھی واپس روت کرو ۔

سوامی جی بھلا ان کی ٹیکہ ٹبھنگی میں کب آنے والے تھے وہ اوکت شاستری کو بھی بھلی بھانتی جانتے تھے ۔ آپ نے نرنت ہی فرمایا کہ ہم تو ست اسَت کے نرنے کرنے کو ہی تیار ہیں ۔ پنڈت بھاگ رام جی سے کہہ دو کہ جو پنڈت جے پور سے یہاں آوے تو ہم بھی اُنکے ساتھ ہیں ۔ شاستر ارتھ کرنے کو طیار ہیں ۔ پرنتو انتظام اور نیموں کے ساتھ شاستر ہونا چاہیئے ۔ جب بھاگ رام جی سے منتری کے ذریعہ سب یہ بات کہا گیا تب انہوں نے پورانک پنڈتوں کو بلا کر کہہ دیا کہ تم بلا شک اپنے شاستری جی کو بلاؤ ۔ پرنتو مندرجہ ذیل شرائط و نیم ا پربندھ کے لئے رہیں گے ۔

سبھا کا استھان ہماری سمتی کے انوسار ہوگا ۔

اس سبھا میں ہم پردھان کی ریتی پر سمپورن ادھکار رکھیں گے جس سے دونوں پکش والوں کے نیاو انیاء پر دھیان رہے ۔

شاستر ارتھ تحریری ہوگا ۔

شاستری جی کو سوامی جی کے سنمکھ بیٹھ کر اتر پرشن کرنے ہوں گے ۔

یدی کوئی پرش سورکھتا یا کسی پرکار سے اسبھیہ بھاشن (بے تہذیبی) سے گفتگو کرے گا فی الفور سبھا سے نکال دیا جاوے گا ۔

جب یہ نیم پنڈت لوگوں نے سنے تب ان کا اتساہ اور ساہس سب بھنگ ہوگیا ان کا منشا ست اسَت نرنے کا تھوڑا ہی تھا وہ تو دور دور ہی سے ایک تماشہ کا سا دھارا ہی لیلا کرنی چاہتے تھے جیسی آگرہ وغیرہ میں ہو چکی تھی ۔ انت کو سوامی جی کا وہ شعر

سوال تیری جیب میری جیب کی لیلا ہوئی کسی نے سچ کہا ہے

یعنے ست کو کوئی خوف نہیں یہ ذکر تاریخ کا ہے ۔

اس کے بعد شری سوامی جی بے خوف وخطر پندرہ دن تک آریہ لوگوں کو ست اپدیش سے آنند منگل دیتے رہے ۔ مگر کسی نے شاستر ارتھ کا نام تک نہ لیا یہاں تصنیف کا کام بھی جاری رہا ۔ چنانچہ ویدانگ پرکاش کی تالیف یہاں مکمل کی گئی ۔

پنڈت لیکھرام جی کا درشن کرنا ۔ اسی سلسلہ کو پنڈت جی پشاور سے سوامی جی کے درشن نمت روانہ ہو کر ۱۱ مئی کی رات کو اجمیر پہنچکر سرائے متصل اسٹیشن میں ٹھہرے اور ۱۷ مئی صبح کو سیٹھ جی کے باغیچہ میں جاکر سوامی جی کے حضور میں نیاز حاصل کیا ان کے درشن سے ان کی تکلیف سفر کی بھول گئی ۔ اور ان کے ست اپدیشوں سے ان کے تمام عقیدے حل ہو گئے ۔ جے پور میں ایک بنگالی صاحب تھے ان سے سوال کیا تھا کہ آکاش بھی وبھو ہے اور برہم بھی وبھو ہے کس طرح اکٹھے رہ سکتے ہیں ۔ ان سے اس کا کچھ اتر نہ بن آیا ۔ اب یہی پرشن سوامی جی سے پوچھا گیا انہوں نے ایک پتھر اٹھا کر دکھایا کہ اس میں آگ سرب ویاپک ہے یا نہیں ۔ پنڈت جی نے

کہا دیا پک ہے پھر پوچھا کہ رشی میں کہا کہ دیا پک ہے۔ پھر پوچھا کہ جل کہا کہ دیا پک ہے پھر پوچھا کہ آکاش اور ہوا کہا کہ دیا پک ہے۔ پھر پوچھا کہ پرماتما کہا کہ وہ بھی دیا پک ہے۔ فرمایا دیکھا کتنی چیزیں ہیں مگر سب اس میں دیا پک ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو جس سے سوکھشم ہوتی ہے وہ اسی میں دیا پک ہو سکتی ہے۔ برہم چونکہ سب سے اتی سوکھشم ہے پس سرب بیاپک ہے۔ پنڈت جی کی اس سے پوری شانتی ہو گئی ٭

سوامی جی نے فرمایا کہ اور جو تمہارے دل میں شکوک ہوں سب نوارن کرو تب پنڈت جی نے بڑے سوچ سمجھ کر دس سوال لکھے جن میں سے کچھ یاد رہے باقی بھول گئے ٭

پرشن۔ جیو برہم کی جدائی میں کوئی وید کا پرمان بتلایئے ٭

اُتر۔ یجروید کا چالیسواں ادھیا سارا جیو برہم کا بھید بتلاتا ہے ٭

پرشن۔ غیر مذہب کے آدمیوں کو شدھ کرنا چاہئیے یا نہیں اُتر ضرور شدھ کرنا چاہئیے

پرشن۔ بجلی کیا چیز ہے اور کس طرح پیدا ہوتی ہے ٭

اُتر۔ بجلی ہر جگہ ہے۔ اور رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ بادلوں کی بجلی بھی بادلوں اور ہوا کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے ٭

سوامی جی نے انہیں ارشاد فرمایا کہ ۲۵ برس سے پہلے شادی نہ کرنا ٭

۲۴ مئی ۱۸۸۱ء بوقت دوپہر رخصت ہونے پر پنڈت جی نے عرض کی کہ آپ مجھے اپنی کوئی نشانی عنایت فرما دیں۔ ایک پستک اشٹ دھیائی کی مرحمت کی جو ابھی تک پشاور سماج میں موجود ہے۔ بعد ازاں ان کے قدموں کو ہاتھ لگا کر پنڈت جی وہاں سے روانہ ہوئے ٭

۷۔ متفرق۔ ۲۱ مئی ۱۸۸۱ء کو گنج میں نئے دروازہ کے باہر آگ لگی اور ۲۲ مئی ۱۸۸۱ء کو رار دروازہ کے باہر پرانے سکول کے پاس گئے ان کے واسطے سوامی جی نے اپنے لیکچر میں سامعین سے چندہ کر کے ان مصیبت زدوں کی امداد کی ٭

ایک نوجوان سید جس کے خیالات بالکل عیسائی دین کی طرف جھکے ہوئے تھے ہر روز پرشن کرنے آتا۔ اور شانت ہو کر جاتا تھا۔ آخر کار وہ پوری شانتی پانے کے بعد عیسائی دین سے متنفر ہو کر ویدک دھرم انویائی ہو گیا ٭

ویاکھیانوں میں صدہا آدمی آتے اور لابھ اٹھاتے رہے عیسائی وغیرہ بھی پرشن کرتے اور لاجواب ہوتے تھے ٭

انہیں دنوں آریہ ورت کے مذہب اور سماجی اخباروں میں یہ نوٹ نکلا تھا۔

آدمی کا ایک ایسا اٹوٹ سدھانت نرالا ہوتا ہے - جیسا ہندؤوں کا ایشور کیوں رکھتا ہے - سوامی دیانند کا سدھانت پتا پورن کا جو ہر سے اچھید کر دیتا ہے - انڈین پیپل لوگوں کا سدھانت سیوکوں کا تن من دھن ارپن کراتا ہے - ہندی پردیپ جلد ۵ نمبر ۱ صفحہ ۱۲ - آشون شکل ۸ سمت ۱۹۴۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء - دھرم آگرہ ۲۳ دسمبر ۱۸۸۳ء صفحہ ۲۰۸ وارتا ویکتا وار آریہ درپن ۱۸۸۳ء صفحہ ۱۹۱)

ایک تحصیلدار کسی انگریزی کے دیسی ودوان نے سوامی جی سے یوگ اور اس کی ستھیتی کے متعلق پرشن کیا - پرشن کرتا یوگ ودیا کو بالکل نہیں مانتے تھے - اس پر سوامی جی نے کہا کہ تم سمجھتے ہو کہ ہم ایسا بیکار کام یا یوگ کے تئیں کر رہے ہیں - اتنا سنتے ہی اس کے سنشے دور ہو گئے اور آریہ سماج کا پریمی بن گیا ✦

آخر کو راؤ صاحب مسودہ کے اصرار آنے پر ۲۳ جون ۱۸۸۳ء کو سوامی جی مسودہ تشریف لے گئے ✦

چنانچہ بھارت بلاس آگرہ میں لکھا ہے - سوامی دیانند سرسوتی اجمیر میں ڈیڑھ ماس واس کر کے اور آریوں کو سد اپدیشوں کی ورشا کر کے ۲۳ جون ۱۸۸۳ء کو مسودہ کی طرف جو اجمیر سے سولہ کوس کی دوری پر ہے یاترا کر گئے (جلد اول نمبر ۱ صفحہ ۱۲۸ ۵ جولائی ۱۸۸۳ء)

چوتھی فصل - ریاست مسودہ

(۲۳ جون تا ۱۷ اگست ۱۸۸۳ء)

۱- آمد و ڈیرا - سوامی جی کے اجمیر پدھارنے کے سماچار راؤ بہادر سنگھ جی والئے مسودہ کو مل گئے تھے انہوں نے پنڈت بردھی چند کو خصوصیت سے بھیجا کہ سوامی جی کی سیوا میں اجمیر بھیجا - سب بیوستھا سن کر سوامی جی نے مسودہ کی طرف پدھارنا سویکار کیا چنانچہ اپنے وعدہ انوسار سوامی جی اساڑھ بدی ۳ برہسپتی وار ۳ بجے دن کے اجمیر اسٹیشن سے ریل پر سوار ہو کر نصیر آباد اترے اور وہاں سے رتھ پر سوار ہو کر اسی رات پہنچے رات کے ۲ بجے ۲۳ جون ۱۸۸۳ء کو مسودہ میں جا رہے اور نگر کے مغرب کی طرف ریلم باغ کی بارہ دری میں ڈیرا کیا - وہیں تحصیلدار لالہ ڈالچند کی ہیرہ کا کھیل پر کار بندوبست کیا گیا ✦

۲- پرچار - اساڑھ بدی ۱۳ سمت ۱۹۴۰ سے مہاراج کے ویاکھیان محلوں میں ہونے آرمبھ ہوئے اور حسب ذیل وشیوں پر ۱۲ ویاکھیان ہوئے ✦

اول مدھر وشے دوم راج نیتی سوم برہمچریہ - ستیہ شاستر اور موکش آدی وشیوں پر

پھر دو تین دن باہر باغ میں آنند سنگل ہوتا رہا۔ کچھ تصنیف کا کام بھی ہوا جیسا کہ ویدانگ پرکاش کا حصہ کارک یہاں لکھا گیا۔

۳۔ پادری صاحبان کی ملاقات۔ اساڑھ سُدی ۲ مطابق ۲۰ جون ۱۸۸۱ء کو پادری شولبریڈ و بابو بہاری لعل نیپالی نئے شہر بیاور سے سوامی جی کو ملنے آئے سوامی جی نے ہر دو صاحبان کو آدر سمت بٹھلایا۔ پھر دھرم سمبندھی بارتالاپ ہونے لگی۔ سوامی جی نے پرسنا الوکول پادری صاحب سے ان کے دھرم وشے میں پرشن پوچھنے جن کا اُتر کچھ نہ دے کر پادری صاحب کہنے لگے کہ سوامی جی میں آپ سے شاستر ارتھ کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ آپ سے کچھ ویاکھیان سننے کی ابھلاشا ہے۔ سوامی جی نے کہا بہت اچھا میں ویاکھیان دیتا ہوں۔ آپ شروع کریں۔ پادری صاحب بولے میں ۱۰ منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہروں گا۔ آپ ویاکھیان دیجئے۔ تب سوامی جی نے راج نیتی کے وشے میں ویاکھیان دیا۔ سماپتی پر پادری صاحب نے پوچھا کہ ویدوں میں گو اور اشو میدھ لکھا ہے۔ پھر سوامی جی نے کہا کہ تمہیں ایسی بات ویدوں میں کہیں نہیں لکھی ملے گی پاس چاروں وید ہیں آپ ان میں بتلائیے۔ پادری صاحب نے کہا کہ میری پستکیں تو نئے شہر میں ہیں۔ سوامی جی نے کہا کہ کسی منش کو بھیج دیجئے آ دے گا۔ پادری صاحب نے کہا کہ اس سمے نہیں منگوا سکتا۔ یعنی فرصت نہیں۔

بہاری لال نے کہا آپ راجاؤں کو اپدیش کرتے ہیں غریبوں کو ہر جگہ جا کر نہیں کرتے یہ کہاں لکھا ہے۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ اول تو میرے ویاکھیان میں کسی آدمی کو آنے کی رکاوٹ نہیں سب سن سکتے ہیں کوئی ممانعت نہیں۔ علاوہ ازیں پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے نہ کہ کنواں پیاسے کے پاس۔ میں ہر جگہ سفر کرتا ہوں اور جیسا شکتی راجہ پرجا سب کو ست اپدیش کرتا ہوں۔ بعد ازاں یہ دونوں صاحب چلے گئے اتنے میں ایک تارا ٹوٹا۔ لوگوں نے کہا کہ تارا ٹوٹا ہے سوامی جی نے کہا کہ یہ تارا نہیں ہے بلکہ ہوا کی رگڑ سے آگ اُتپن ہوئی ہے۔

۴۔ جینیوں سے شاستر ارتھ۔ اس وقت جینیوں کے مشہور سادھو سدھ کرن جی سے ۷ سے ۹ جولائی تک بڑی کامیابی سے شاستر ارتھ ہوا۔ اور انت کو جب سادھو جی ہار گئے تو ۵۰ جینیوں نے جین دھرم چھوڑ کر ویدک دھرم سویکار کیا۔ تفصیل اس طرح ہے ۵ جولائی ۱۸۸۱ء کو راؤ بہادر سنگھ صاحب رئیس مسودہ نے اپنی ریاست کے معزز جینیوں کو بلا کر کہا کہ تم اپنے کسی ودوان پنڈت یا ست آدمی کو بلاؤ تاکہ اس سے سوامی جی کا شاستر ارتھ کرایا جاوے اور ست اسست کا نرنے ہو۔

جینیوں نے اُتر دیا کہ ہم اپنے سادھو سدھ کرن جی کو بلاتے ہیں۔

راؤ صاحب نے کہا ہیں جینی وہ موضع سروالا علاقہ کشن گڑھ میں یہاں سے

والوں پر ہیں براؤ صاحب جب یہاں سے سواری لے جاؤ اور تم میں سے کوئی جاکر
سادھو جی کو بلا لانے جاتی - سواری پر بیٹھ کر وے نہیں آتے تھے اُن کا پہنچنا یہاں
پر کرنا مقرر ہوا تھا - اس واسطے یقین کامل ہے کہ کل آجاویں گے جس اتفاق سے میرا نا
کال اسناتھ [illegible] مطابق ۷ جولائی ۱۸۸۱ء چہارشنبہ کو سادھو جی یہاں پر آ پہنچے
اس [illegible] ۹ جولائی ۱۸۸۱ء شنبہ سوامی جی مہاراج اپنے نیم [illegible]
ہو گئے تو سیدھ کرن سادھو نے جو شوقیہ آدمی سے تورنت جو کر آئے تھے مارگ میں بھینٹ
ہو گئی - سادھو نے سوامی جی کے نمسکار کر آپ کا کیا نام اور کہاں سے پدھارنا ہوا
سوامی - میرا نام دیانند سرسوتی ہے اور اجمیر سے آیا ہوں - آپ کا کیا نام اور کہاں
سے آنا ہوا - سادھو - میرا نام سیدھ کرن ہے اور سروار علاقہ کشن گڑھ سے آیا ہوں
چار ماہ یہیں رہوں گا سوامی جی یہاں پر آپ کہاں ٹھہرے ہیں سادھو ایک باغ
میں سوامی جی - کیا آپ کو بنیوں نے بلایا ہے سادھو ہاں مجھ کو ہی بلایا ہے - آپکا
پیٹ تو بڑا موٹا ہے کیا اس میں گیان بھرا ہے - آپ اپنے کانوں باندھ لیجئے نہیں پھٹ
جائے گا - آپ کو گیان اجیرن ہو رہا ہے +

سوامی جی بلاس کا اس نے اتر دیا اور پھر سے پرشن کیا آپ لوگ مکھ پر پٹی باندھتے
اور گرم جل کیوں پیتے ہو سادھو - جو آپ بھی مکھ پر پٹی باندھیں تو میں اس کا اتر دوں
پان لونا دیبی ہوں [illegible] ٹھاکر راؤ صاحب راجہ اکثر اپنے محلوں کی چھت پر بیٹھے ہوا کا لطف
دیکھش (ذور بین) دوربین سے سوامی جی کو بھرمن کرتے دیکھا کرتے تھے) دیکھا کہ سوامی جی
کسی سے بات کر رہے ہیں تب کال ہی گھوڑے پر سوار ہو سوامی جی کے پاس آموجود
ہوئے - ان کو دیکھ سادھو چلنے لگا - تب انہوں نے کہا کہ ٹھہرو پرشن کرو - کیوں
جاتے ہو - مگر سادھو جی چلے ہی گئے اور سوامی جی مہاراج اور راو بہادر سنگھ جی رات
میں پر میشر بارتا کرتے ہوئے نج استھان کو پدھارے - پھر سوامی جی نے شراون وری
سمبت ۱۹۳۸ چہارشنبہ ۱۳ جولائی ۱۸۸۱ء کو تین لکھت پرشن پنڈت جگن لعل کا ملا ہوا
جوتشی جگن ناتھ وغیرہ موزیں کے ہاتھ سیدھ کرن سادھو کے پاس بھیجے +

پرشن - یعنی ست اتر کہتے تم لوگ ڈھونڈیئے جو مکھ پر پٹی باندھنا اچھا جانتے ہو یہ تمہاری
بات ودیا اور پرتکش آدی پرمانوں کی ریتی سے سدھ نہیں ہے اس سے جو تم ایسا
مانتے ہو کہ مکھ کی وایو سے جیو مرتے ہیں تو بھی ٹھیک نہیں کیونکہ جیو اجر امر ہیں اور
تم بھی ایسا ہی مانتے ہو گے - جو تم کہو کہ جیو تو نہیں مرتا پر تو ان کو بڑا اسٹھان دکھ
دویں تو ہم پاپ کے بھاگی ہوتے ہیں تو بھی ضرور تھا ٹھیک نہیں - کیونکہ ایسا کئے
بنا کسی کا نرباہ نہیں ہو سکتا - اس میں جو تم کہتے ہو کہ جہاں تک بچ سکے وہاں تک
جیووں کی رکھشا کرنی چاہئے - کارن سرب رائیو آدمی سب بلکہ جیووں سے

بھرے ہیں - اس لئے ہم لوگ مُکھ پر کپڑا باندھتے ہیں کہ مُکھ سے اُوشن (گرم) ہوا نکلنے سے بہت جیوں کو دکھ اور باندھنے سے تھوڑے جیوں کو کشٹ پہنچتا ہے تو یہ بھی کہنا آپ لوگوں کا ایک ہے کیونکہ کپڑا باندھنے سے جیوؤں کو بہت دکھ پہنچتا ہے کارن یہ ہے کہ مُکھ پر کپڑا باندھنے سے گرمی رکھنے سے اُشنتا (گرمی) ادھک ہوتی ہے جیسے کسی مکان کا دروازہ بند ہو اور پردہ ڈالا جائے تو اس میں گرمی ادھک ہوتی ہے اور کھلا رہنے سے کم ہوتی ہے - اس سے درست ہوتا ہے کہ مُکھ پر کپڑا باندھنے سے جیوؤں کو ادھک پیڑا ہوتی ہے - اس لئے جو کوئی مُکھ پر کپڑا باندھتے ہیں وہ جیوؤں کو ادھک پیڑا پہنچانے سے ادھک پاپی ہوتے ہیں جو نہیں باندھتے وہ اُن باندھنے والوں سے اچھے ہیں - کنتو جب تم مُکھ پر کپڑا باندھتے ہو تو مُکھ دوارا وایو رک کر ناک کے چھید سے ویگ سے جو باہر نکلتی ہے وہ جیوؤں کے لئے ادھک دکھدائی ہوتی ہے جیسے کھٹ سوئی اگنی پھونکے اور پھونکنی سے - نزدیک سے وایو چاروں اور سے رک ادھک بلوان ہو اگنی لگتی ہے - اسی پرکار تمہاری وایو جیوؤں کو ادھک پیڑا پہنچاتی ہے - اس سے تم جانتے ہو - جو تم کہو کہ ہم ناک اور مُکھ پر ایک کپڑا باندھیں گے تو پھر وکتا رہتی ہے مُکھ اور ناسکا دونوں کی گرمی رُک - کر وہ گرمی مُنہ پر ہوگی اس سے مُکھ اور ناسکا پر کپڑا باندھنا کوئی لوگ نہیں - دوسرے کپڑا باندھنے سے بولا بھی ٹھیک ٹھیک نہیں جاتا - ستاتا ناک کے چھیدوں کو سارا ناسک کر دینا دوش ہے - اور گندھ بھی ادھک پڑتا ہے کیونکہ شریر کے بیچ درگندھ ہے شریر سے جتنا وایو نکلتا ہے وہ درگندھ یکت ہی ہے جب وہ روکا جائے تو ادھک درگندھ بڑھتا ہے جیسا کہ بند جاجرو اس پر کھلا آدمی پرکھشالن نہ کرنے اور مُکھ پر کپڑا باندھنے سے ادھک درگندھ ہو کر ادھک روگ اُتپن کرتا ہے جیسا کہ میلا آدمی ہے اور تیون درگندھ ویشٹی روگ نہیں کرتا یہ بات پرتکش ہے اس سے یہ سدھ ہوا کہ ادھک درگندھ چھوڑنے سے ادھک ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آپ لوگ وانت وغیرہ اور سنان آدمی کم کرتے ہیں درگندھ بڑھاتے ہو جس سے روگ اُتپن کر کے بھی اور پرتشٹھا کو نشٹ کر کے دھرم الوشان کے بادھک ہوتے ہو جیسے جا جرو کے شدھ کرنے والوں کی درگندھ کے سنگ بیون بدھی ہوتی ہیں ویسے آپ لوگوں کی کیوں نہیں ہوتی ہوگی - جب درگندھ سپرش کی بدھی الی سند - تو اس کے - شگون کی کیوں نہیں ہوتی ہوگی (ناندی ستیہ پرکاش جلد ا نمبر ۵ صفحہ - ۱۲ بابت ماہ جیٹھ سمونت ۱۹۴۱)

جو تم لوگ کچا جل پینے آدمی میں دوش کہتے ادراوشن میں نہیں یہ بھی تم لوگوں کا بھرم ہوا ہے - کیونکہ ٹھنڈے کے بیوہاں اوشن جل کرنے میں ادھک دکھ پاتے ہیں اور ان کے شریر زندہ جل میں گھل جاتے ہیں - جیسے سوتنت کا جوتی - سدھ ہوا کہ لوگ

جل کے پینے والے نا واقف جل پیتے ہیں اور جو ٹھنڈا جل پان کرتے ہیں وے ان جیووں کو گرم جل پینے والے کی بہ نسبت تھوڑا دکھ دیتے ہیں دوسرے وہ جیو جو اگنی میں پڑا پت ہو کر بھی بہت سے بیران وایو کے ساتھ باہر بھی نکل جاتے ہیں۔ اس سے ٹھنڈا جل پینے والے تم سے بہت کم جیووں کو دکھ دینے والے ٹھہرتے ہیں۔ جو تم کہو کہ نہ ہم جل گرم کرتے ہیں اور نہ ہم کسی کو سکھلاتے اپنے لئے جل کو اوشن کرنے کی کہتے ہیں تو بھی تم اپرادھ سے نہیں چھوٹ سکتے کیونکہ جو تم گرم جل نہ لیتے نہ پیتے اور نہ اوشن کرنے کی شکشا کرتے تو وے ٹھنڈا جل کیوں گرم کرتے۔ جو ایسا کہو کہ پاپ کرنے والوں کو دوش لگتا ہے اپنے کو نہیں۔ یہ بھی کتھن ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ چوری کرنے والا آپ ہی چوری کرتا ہے۔ پرنتو شکشا کرنے والے جنتوں کو چور بنا دیتے ہیں۔ اس لئے تم ہی ادھک پاپی ہو۔ پھر جل کے گرم کرنے میں اگنی جلانے اور اس جل سے بھاپ اوپر اٹھنے پر بھی جیووں کو بھی دکھ پہنچتا ہے۔ اسی کارن یہ بھی تمہارا کتھن وبیرتھ ہوا۔

تمہارے مت میں ایسی ایسی بہت سی باتیں اُلٹ ہیں جیسے ایک چھوٹے سے ارتھات پیسہ بھر کے کنڈ میں اننت جیووں کا رہنا اس میں جو کوئی تم سے پرشن کرے کہ جس میں جیو رہتے ہیں اس کا انت ہے۔ اس میں رہنے والوں کا انت کیوں نہیں؟ پھر تم سے اس کے اُتر میں کیول چپ رہنے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑے گا۔ یہ تھوڑا سا ارتھات سمندر میں سے بند روت تمہاری مت کی سدھانتوں میں دوش دکھلایا ہے جو تم سکھ بیٹھ کر بچار کرو تو تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو تمہارے مت کے دوش بھلی بھانتی ودت ہو جائیں۔ پرنتو جب کوئی ودوان تمہارے سنمکھ تمہاری مت کے کھنڈن وشے میں بچار کرنا چاہتے تو بھی تم کبھی نہ چاہو گے کیونکہ جو تمہارا مت نردوش ہوتا۔ تو دوسرے مت والوں سے سنواد کرنے میں کبھی نہ ڈرتے۔ اس کا درشٹانت یہ ہے کہ تم اپنی پستکوں کو بہت گپت رکھتے اور اپنے مت والوں کے سوا دوسروں کو دیکھنے کے لئے نہیں دیتے۔ یہ تمہارا سدھانت لیشک اور تمہارے سدھانتوں کو تمہاری ہی باتیں جھوٹی کر دیتے ہیں۔ جس کا چاندی کا۔ روپیہ ہے وہ صراف و ساہوکار آدمی کو دکھلانے میں کیوں ڈرے گا۔ دیکھو ہمارا ویدمت سچا ہے۔ اس سے ہم کو کسی کے ساتھ بچار کرنے میں ڈر نہیں ہوتا جیسے تم ڈر کے کارن چھپ کرتے ہو کہ یہ کھڑا باندھے کیا تم سے مباحث نہیں کرسکتے یہ تمہارا کیول چھل ہے کیونکہ ناچ نہ آوے آنگن ٹیڑھا۔ دستخط دیانند سرسوتی

جب اوکت پرشنوں کو شا دھرمی کے مقام پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سادھو جی بہت سے استری اور پرشوں کی مدد میں بکھان کر رہے ہیں۔ تب یہ لوگ وہاں جا بیٹھے جب بکھان پورن ہو چکا تب پنڈت جھگن لعل منتری راؤ مسعود نے جو اوکت پرشن لکھے تھے سب لوگوں کی شتھر پڑھ کر سنا دیئے اور کہا کہ ان کا اُتر دیجئے آپ کو لکھ

ہے اس پر سادھو جی نے کہا کہ جو تم لوگ مجھ سے چٹیا باندھو تو میں اتر دوں تب ان لوگوں نے کہا کہ ہم مکھ پر پٹی باندھنا پاپ گنتے ہیں آپ ان پرشنوں کا جواب دیں جب پٹی کا باندھنا سدھ کر دیں گے تب ہم پرسنتا پورک باندھی کیا جیسا آپ ہم سے کہیں گے سویکار کریں گے یہ سن سادھو نے کہا کہ میں اتر نہیں دے سکتا اور اٹھ کر اندر کی طرف چلے گئے۔ پھر انہوں نے سب برتانت سوامی جی ورانو صاحب کو سنایا اور اپنے اپنے استھان کو پدھارے۔ بعد ازیں سادھو جی نے تیسرے دن یعنی ۱۵ جولائی ۱۸۷۸ء سوجان مل کوٹھاری کے ہاتھ سوامی جی کے پرشنوں کے اتر مندرجہ ذیل ارسال کئے

پرشنوں کے اتر از جانب سادھو سیندھ کرن جی

سوال - مونھ باندھنے میں کیا دھرم ہے ہم کو تو پاپ معلوم ہوتا ہے - اپادھی

جواب - جیسے مکان میں اگنی کی جوالا نکلتی ہے اس مکان کے دروازہ میں ہو کر ہوا تیز جاتی ہے تو ہوا کے جیو سب مر جاتے ہیں۔ جب پاٹ (دروازہ) بند کیا جاوے ہوا کی اوٹ سے سب جیو بچ سکتے ہیں اور باہر بھی اس جوالا کا سیچ کپڑے کی اوٹ سے ٹھنڈا ہو کر جاتا ہے۔ جیسا کہ اوشن (گرم) جل کی بھاپ باہر ایک گرم کری ہوئی چیز کی بھاپ کے نکلتے سر کپڑے کی اوٹ دو تو پھر اوٹ سے جگہ بھاپ باہر جاوے گی وہ پھر ویسی گرم کبھی نہ رہے گی وہ آڑا ہاتھ دے کر دیکھو تو جیسے جو ہاتھ دے گا اس کا جلے گا ویسی جل کی بھاپ نکلے گی تو دوسری طرف جو آڑ یا جو ہاتھ رہے گا کبھی ویسا نہیں جل سکتا یہ تو پرتیکش دیکھ پڑتا ہے اور جیو اجیو امر ہے لیکن وایو کا جیو کا شریر ہے بنا شریر کے جیو رہ نہیں سکتا دوسرے کھلے مکھ رہنے سے پرتیکش دوش بھی ہے کہ اس کو سب کوئی سمجھ سکتا ہے کیونکہ جو کوئی جیسے آدمی کی پاس بات کرتے تو منہ سے تھوک لگا رہتا ہے کیونکہ جس سے تھوک کے چھینٹے وا اپنی درگندھ کا سواس اور ان کے دو ناک پہنچے تو آپڑے دیکھو آپ سمجھے بدھی مان ہو کر یہ کیا سوال پوچھا آپ کو بھی یہ خیال چاہیے کہ دوسرے کی شنکاؤں کو رکھے منہ رہنا لازم نہیں اور ہم تو سادھو ہیں ہم بے فائدہ جھگڑا نہیں کرتے کیونکہ یہ بات پرتیکش پایات کمال ہے۔ سوائے دھرم کے سادھو کو کچھ واسطہ نہیں کوئی آجا بحث آوے اور سننا چاہیے تو آنے جانے کا کچھ پریوجن نہیں۔ ہاں یہ پکی دھرم کی کچھ دھرم کی بات مانیں گے تو جا بھی سکتے ہیں۔ دستخط سیندھ کرن از دیش ہتیشی جلد نمبر ۴ صفحہ ۵ سے ۱۰ تک ۔

اتر پرتیکش - جواب از طرف سوامی دیانند جی مہاراج

جواب - جیسے مکان میں اگنی کی جوالا نکلتی ہے اپادھی - یہ تمہارا مکھ کی پٹی باندھنے اور دوپیا گرپ ہے کیونکہ باہر کا وایو بھی سب پدارتھوں کا جیون ہیتو ہے بنا اس

سنیوگ سے کوئی بھی پانی نہیں بچ سکتا اور اس کے سمبندھ بنا اگنی بھی نہیں جل
سکتی جیسے کسی پانی والی جلتی ہوئی اگنی کو باہر کی وایو سے وکھیت کریں تو وہ اسی سمے
مر جاتا ہے اور دیکھنے والے آدمی کی اگنی بھی بجھ جاتا ہے۔ مگر اس سے جلانے آدمی کا کارن
باہر کا وایو ہے۔ تالاب تو بند کر دیکھ لو۔ اس لئے یہ تمہارا اودیا روپی اتر سندھ ہو جاتا ہے
یدی ایسی اچھا باتوں پر لکھنا بیٹھ ہے۔ کیونکہ جو کسی سے ہو ہی نہیں سکتا دیکھو
جو مٹی کے برتن سے اور چھید رہا اگل بند کئے جائیں تو اگنی بھی نہ جلے گی اور ایک
اور سے اوٹ کیا جاوے تو دوسری اور سے جہاں مارگ پاتا ہے وہاں سے اگنی دیگ
نے چل کر وہی وایو کے جیووں کو اس کا سمبندھ ہوتا ہے اور کپڑے کی اوٹ سے بھی
وہ کبھی ٹھنڈا نہیں ہو سکتا کنتو وہ ایک اور سے رک کر دوسری اور سے گرم ہو جاتا
ہے جو الاؤ کی جلتی گرمی ہے جب تک باہر کی وایو سے سمبندھ اور لگیات چھوٹ ایک
پیالہ پر ہتھ ہو کر جلیا ہیں تب تک اگنی ٹھنڈا کیسے ہو سکتا ہے اور سرو ترووایو
میں ورتمان روپ اگنی بھی رکھ جہاں وایو کے شریر والے جیو ہیں وہاں یہ بات ہو رہا ہے پھر وایو
کے جیو کیوں نہیں مر جاتے جب ایک اور کپڑے آدمی سے آڑا کیا جائے تو دوسری اور
گرم وایو ادھک کٹھن جیسے اور جلنے سے شیگھر ٹھنڈا نہیں ہوتا کنتو جو چاروں اور سے
کھلا رہے تو شیگھر ٹھنڈا ہو جاتا ہے جیسے کہ میدان کی اگنی جب اگنی کی اور آڑا ہاتھ دیا
جائے تو ہاتھ کی آڑ سے دوسرے اور گرمی جیسے کی آڑ سے ہاتھ کرنے سے گرمی کچھ بھی کم نہیں
ہو سکتی اس سے یہ ابدوانوں کی بات ہے دیکھو جو سورج کی طرف ہاتھ کرے تو کیا
سورج کی گرمی گھٹ جاتی ہے اور کیا جب برتن میں گرم جل کیا جاتا ہے اس کا منہ کھلا
رہتا ہے ادھک گرمی اور آور وہیں بھاپ بند کرنے سے اتپات آرہے وا چوتھی
بھاپ سے بھاپ ادھک اور زور سے نکل کر باہر کی وایو میں نہیں چھپتی اور جل کا
منہ سرو تھا بند کیا جائے تو کیا برتن ٹوٹ پھوٹ اور اڑ نہ جائے گا؟ کیا جیسے نے اگنی
کی جوالا کے سامنے آڑ کی تو اس کی طرف گرمی کم ہونے سے دوسری طرف ادھک گرمی
نہیں ہوتی کیا ہاتھ کے آڑ سے کئے ہاتھ سے اگنی کے دوسرے اور جس کے ہاتھ اور کوئی
وستو ہو تو وہ ادھک تپت نہیں ہوتی اور جب چاروں اور سے آڑ کر اگنی کو روکا جائے
تو گولا کار ہو کر اوپر کو کیوں نہیں چڑھے گا۔ اور بھاپ کے دوسرے باندھ کر جیسا کر اوپر
کو جاتا ہے رہا ادھر کو نہ جائے گا اور ہاتھ کی آڑ کے ہاتھ میں گرمی اس لئے ادھک نہیں لگتی
کہ وہ اگنی بھی ہو کر اوپر اٹھ جاتی ہے دیکھو تمہاری یہ بات اتینت بھول ہے کیونکہ جو وایو کے
شریر والے جیو گرم وایو سے مر جاتے تو ولیکھ اور جیٹھ ماس میں جبکہ وایو اتینت تپت ہو
جاتا ہے تب کیا سب جیو مر جاتے ہیں اور گرم وایو کے جیو جبکہ پوش ماس میں اتی شیت
پڑتا ہے تب کیا مر جاتے ہیں۔ اس سے یہ بات سرشٹی کرم سے وِرُدھ ہونے سے تھیا

ہی ہے کیونکہ جو ایسا ہوتا تو پرمیشور اس سرشٹی میں اگنی اور سوریہ آدی کو کیوں بناتا
اس سے جو تم سنیاست باتوں کا نشچے کرنا چاہو تو وید آدی ست شاستر پڑھو اور سنو
جس سے تمہارا سندیہ دور ہو کے دھرم ارتھ کام اور موکش روپی پھل کو پراپت ہو سکو
جو ایسا نہ کرو گے اپنے مت کے گرنتھوں کے وشواس ہی میں رہوگے تو ہم تم بغیر جنم ویرتھ
ہی نشٹ کر دوگے (دیش ہتیشی صفحہ ۔۔ جلد ۱ نمبر ۵ مطابق سمت ۱۹۳۹)

یہ بڑی اچرج کی بات ہے کہ جیووں کو اجر امر مان کر بھی ان کا مرن بھی مانتے ہو جو تم کھلا
منہ رکھنے میں پرتکش دوش لکھتے ہو تو پرتیت ہوتا ہے کہ آپ پرتیکش کے لکشن آدی
ودیا ہی کو نہیں جانتے اس سے بڑے آدمی آدی سے باتیں کرنے میں پلا لگانا اچھا سمجھے
ہو جو ایسا ہے تو چھوٹے لوگ کیوں نہیں کرتے چھوٹے آدمی کے منہ پر وقت کپڑا باندھے
رہتے ہو کیا بڑے آدمی کا تھوک چھوٹے آدمی کے ساتھ لگ جانا اچھا سمجھتے ہو؟ کیا بڑے کے
منہ میں کستوری گھلی ہوتی ہے اور چھوٹے کے نہیں؟ یدی بڑے چھوٹوں کا وچار ہے
تو اپنے چیلوں کے منہ پر کپڑا کیوں باندھے رہتے ہو؟ کیونکہ جب کسی بڑے آدمی سے بولا
کرو تب باندھ لیا کرو سدا یہ بیہودہ باتیں کیوں کرتے ہو؟ دیکھو اس بات کو تم نہیں جانتے
بڑے آدمیوں سے بات کرتے سمے پلا لگانے سے یہ پریوجن ہے کہ سبھا میں کبھی تھوک
بار بار کرنی پڑتی ہے یدی منہ کھلا رکھا جائے اوقات کپڑا نہ لگا دیں تو اپنا منہ چونکٹ
بیٹھے ہوں اور شبد سن لیں جہاں کوئی تیسرا منش نہیں ہوتا وہاں باتیں کرنے میں پلا
نہیں لگاتے اور کیا پلا لگانے سے دُرگندھ رک سکتا ہے؟ اس میں اتنا ہی پریوجن ہے
کہ جو وایو کو روک کے نہ باتیں کریں تو اس کے پسینے کے ساتھ ہی شبد بھی پھیل جاتے
اور کان میں وایو لگنے سے ٹھیک ٹھیک سنا بھی نہ جائے جیسا کہ وایو کے ویگ سے
چلنے میں ٹھیک ٹھیک نہیں سنا جاتا دیکھو کیسے اندھیری بات ہے؟ کیا دُرگندھ کو کان گرہن
کر سکتا ہے؟ نہیں! کنتو ناسکا دُرگندھ کا گرہن ناسکا ہی سے ہوتا ہے اس بات کا
آپ نے پریوجن نہیں سمجھا ہے جیسا کہ ان ودیا نہ جاننے والا دیہی وید کو نہیں سمجھ سکتا یہ
جو بیہودہ باتیں ہیں ان کو ودوان ہی سمجھ سکتا ہے اودوان نہیں۔ ہم شبد ارتھ
سمبندھ کو وید سمجھتے ہیں کا قدسیا ہی کو نہیں اللہ کا قدسیا ہی کو جو چھ ہونے سے سگندھ
دُرگندھ کا گیان وا سمبندھ نہیں ہوتا۔ کیا جو تمہارے جینی لوگوں کے گرنتھ وائیکر
کے بنا غذو ایسے آدمی ہیں ان کو بنانے والوں نے منہ باندھ کر بنایا اور لکھا ہوگا؟ ہم سمجھتے
کہ جو بے ویدوں کا پاٹھ کرنا اچھا سمجھتے ہیں کیونکہ منہ باندھنے سے پیشٹ اچھا رکھتا
نہیں ہوتا جیسا کہ تمہارا سب اکشروں کا ناسکا سے اچارن ہوتا ہے اس کا انوبھ
نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ نہ بولنا کب تک کو منہ باندھ کر سدا یو سا ازبا سکے چونکہ شدہ نہیں ہے تو
اس کے سمجھنے کو دیا چاہئے ۔۔ اور جو آپ سادھو بنتے ہو تو سادھو کے کیا لکشن ہیں؟؟

آپ سوارتھی ہو یا پرمارتھی - جو سوارتھ کی اچھا رکھتا ہے فائدہ ہم نہیں بولتے "ایسا کیوں کہتے" ور جو سوارتھی ہو تو سادھو کیوں بنتے ہو جو آپ کو کچھ بات نہیں ہوتا تو مکھ پر پٹی باندھنے کا جھوٹھا آڈمبر کیوں کرتے ہو؟ کہ تا مکھ پر پٹی باندھنے کے ہم نہیں بولتے بدی آپ کا نیم تھا تو پہاڑ ہی پر جا کر جنگل میں جا دھیان کرتے رہتے، ہم سے کیوں پوچھتے کہ آپ کا کیا مت ہے؟ اپنا دیہی کچھ کچھ ہو سکے۔ اور اپنے جیوں سے بھی باتیں کیوں کرتے ہو؟ اور سادھو جن سمر رسو پر یوجن کے لئے؟ کیوں کیسے گھومتے ہو؟ کیا تم اپنے شریر پوشن بھوجن۔ جھاڑن۔ مل و سرگ آدی کرم موں سوائے نہیں کچھ سکتے ہوگے؟ یہ بات سچا ہے کیونکہ جب ہم سننا چاہتے تھے تب تو تم سننے کو کھڑے بھی نہ ہوتے۔ اور جو تم کہیں آتے جاتے نہیں تو یہاں کہاں سے آگئے کیا ایک ہی جگہ مثلاً پتھر کی طرح استھر رہتے ہو؟ بھلا جس کا برہم چاندی کا ہے اس کو کچھ بھی کا کیا چیز دوت ہے؟ کیا سب کے سامنے دکھلانے سے نام مرا تب ہے کا بھی ہوجاتا ہے؟ کیا تم وہیں جانتے ہو جہاں تمہاری باتیں نیا سکے سو سمجھ مان لیویں؟ ہاں ٹھیک ہے؟ تم تو اور نہیں تو برہمنوں کو تنا سکتے ہو جو خوشی سے سنتے تھے اور پرمان شبدوں سے پاڑ کرکے تم کو سنتشٹ کیا کریں یا پہ سبت لکھوا دیتے مان ہی لیں۔ جیسے دیپی کی بھلائی۔ نہ پوچھیں شنکا کریں۔ نہ جھوٹ کا کھنڈن کریں ٹھیک سمجھ لیا۔ جیسے تم دیسے تمہارے سدھانت ہیں۔ بالوں پانکوں کا کھیل جو مکھ کی پٹی لا اور تم بھی نہیں لے سکتے تو چھوٹے سے گرنتھ میں انت جیوؤں کے ہونے آدی کا آرتھ دینا تم کیا کرو گے؟ تمہارے تیرتھنکروں نے بھی ان دویا کی باتوں کو نہیں سمجھا تھا جو سمجھے ہوتے تو ایسی استھر باتیں کیوں لکھ جاتے۔ سچ ہے جب سے تم لوگوں نے ویدوں ہو کر دیدوکت ستیہ کو چھوڑ کے کپول کلپت اسنتیہ متوں کو گرہن کیا ہے تب ہی سے دویا روپ پرکاش سے پرتھک ہو کر اودیا روپ اندھکار میں پرورشٹ ہو گئے ہو اسی سے ودیشر جیو اور پرتھوی آدی تتوں کو ٹھیک ٹھیک نہیں جان سکتے ہو۔

آؤ اب بھی کیوں چھوڑ کے تعصب کی بات کرکے دیدوکت ستیہ مت کا سو ویکار کیوں نہیں کیا کرتے اور مکھ پر پٹی باندھنے آدی دویا وردھ کپول کلپت باتوں کو کیوں نہیں چھوڑتے اور ایسا آڈمبر کرتے جاتے ہو۔ سچ ہے جو تم لوگوں کے آتماؤں میں وید ودیا کا تھوڑا بھی پرکاش ہوتا تو ایسی انمول جھوٹی باتوں کے لکھنے میں لیکھنی کبھی نہ اٹھاتے اور جو تمہارے سدھانت ستیہ ہوتے تو چرچا کرنے میں جھوٹے حیلے بہانے کیوں پکڑتے اور ایسے اشد ایکھ کا ویوہار پرتیشرم کیوں کرتے؟ اگر اب بھی سمجھے ہو تو جھگڑا کرتھرم سے کال کا ستیہ ست کا ویچار رکھتے کیوں نہیں کر لیتے کیونکہ

چودھری لالہ راما دستے بات سدھ ہوتی ہے وہی ماننے یوگیہ ہے جیسی کسی ست نے شترو انوں سے بچشن ہیتک یکشن پر روک دادا کرو اور نہیں کیا وہ سچا ست

ٹھیک ٹھیک کبھی نہیں جان سکتا ۔ اسی لئے تم بھی ایسا کیوں نہیں کرتے ۔ پرنتو کیا کروں مجھ
سے آدھے انگن ٹھہرنا ہے ۔ دستخط دیانند سرسوتی ۔

یہ سند جو بالا تحریر ۱۱ جولائی ۱۸۸۳ء کو پنڈت بھیرو جی چند و جگن ناتھ جوشی و ویاس رام پرتاپ
و بابو بہاری لال اور دیگر سرداروں کے ہاتھ سوامی جی نے سادھو جی کی طرف روانہ کیا
جب وہ لے کر چلے تو اس وقت تخمیناً دو سو آدمیوں کے اکٹھے ہو گئے تھے ۔ انہوں نے پہنچتے ہی
سادھو جی کو اوکت پتر پڑھ سنایا اور نویدن کیا کہ اب آپ اس کا جواب دیجئے ۔ پرنتو
پاٹھک گن اتر دینے میں تو وتابا چاہئے نہ جانے پہلے کس کی سبھا تھا سے اتر لکھا تھا شکتی
کیا لکھوں ۔ سادھو جی کے چھکے چھوٹ گئے ۔

انت کو ان لوگوں نے جب بہت کہا تب یہی کہہ کے ٹالا کہ جواب سے تو اتر کوئی
نہیں بن آتا آیا تو سادھو میں جب لوگوں نے دیکھا کہ اب سادھو جی نے ہی اپنے منہ
سے ہار مان لی تو اب وشیش کہنا اوچت نہیں یہ سمجھ کر شنکا کر کے چلے آئے اور سب نے راؤ
صاحب اور سوامی جی سے نویدن کر اپنے اپنے استھانوں کو سدھارے ۔ دستخط ریدی چند
شرما ماں مسعودہ از دیش ہتیشی جلد ۱ نمبر ۳ سنہ ۱۸۸۳ء ازون صفحہ ۱۳ سے ۱۵ تک ۔

لالہ چاندمل صاحب کوٹھاری ساکن جیتی جال آریہ بیان کرتے ہیں کہ جب سوامی جی کے
پرشنوں کا اتر سادھو جی سے نہ پا کر نراس ہو کر اور سادھو جی کی حجت دیکھ کر ہم لوگ لوٹ
کر چلے آئے اور سارا برتانت سوامی جی مہاراج اور راؤ صاحب سے نویدن کر دیا اور پھر
سادھو جی سے دھرم چرچا کرنا بند رکھا اور پھر سوامی جی کے اپدیش دیا کھیان قلعہ
میں سننے سے ہم لوگوں کے سب شکوک رفع ہو گئے تب ساون سدی پنچمی یکشنبہ
۱۳ جولائی ۱۸۸۳ء کو ہم میں سے چند آدمیوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ جیسے مہاتما پرشوں
کا پدھارنا ہمارا بھاگیہ ہے ۔ اس لئے ہمارا یگیوپویت سنسکار کرا دیجئے ۔ تب سوامی جی
نے راؤ صاحب کو ٹیکہ کی آگیا دی جس پر شراون سدی ۱۵ سنہ ۱۹۴۰ ۔ اگست ۱۸۸۳ء شنبہ
کو راؤ صاحب کی طرف سے سورج پوری میں بڑی دھوم دھام اور آنند اتسو ہوا
جس میں تخمیناً ۵۰۰ آدمی کے موجود تھے ہون کے پشچات بہم سمجھتی بھی سنسکار ویدوکت
کرایا گیا پھر مندرجہ ذیل پرشوں نے ہون پوروک رچھے دل یگیوپویت لینے کی ابھلاشا
پرگٹ کی استھان شری سوامی جی مہاراج نے ہر ایک پرشوں کو یگیوپویت بھی دیا تھا
ہم ان جینیوں کے نام لکھتے ہیں ۔ سنسکار رنگ ۔ جیسی پوٹ ۔ کالکھیہ توڑ ۔ بجاون برتی
راج مل جی کوٹھاری ۔ کشن سنگھ جی کوٹھاری ۔ اننت جی سرستی کوٹھاری ۔ شیو دان سنگھ
جی کوٹھاری ۔ ہیرا لال جی ناشیر ۔ مجھری مل جی چوڑایا ۔ جگن ناتھ جی باسوا ۔ پانچی کوٹھاری
بلدیو جی کوٹھاری ۔ امر سنگھ کوٹھاری ۔ راج مل جی مہتہ ۔ رکھب داس بابنا ۔ لالہ
ہیر راج جی کوٹھاری ۔ بال کشن جی مہتہ ۔ کشن سنگھ جی کوٹھاری ۔ شیو دان جی مہتہ

شیودان جی فوجدار - راؤ مہیندر راگاول - اوناڑ پروہت - لالہ پروہت پوتھا سنگھ - پنڈت اوتار سوکلا - کلیان سنگھ کوٹھاری - جسونت سنگھ کوٹھاری - کستورلال جی چھگن لال جی کوٹھاری - کوڑی مل تمار - گوپال جی رحوت - شوبھاگ سنگھ کوٹھاری - جاندمل جی کوٹھاری - کشن سنگھ - بلونت سنگھ جی مہتہ - بلونت سنگھ چوہان + ان کے سوائے اور جینی بھی تھے - جنہوں نے آریہ دھرم سویکار کیا۔ ان میں سے ۷ جینوں نے ۲۹ اگست ۱۸۸۳ء مطابق ساون سدی پورنماشی کو بہت دھارن کیا اور باقی صاحبان بھادوں کرشن پنچمی مطابق ۳۱ اگست ۱۸۸۳ء کو یگیوپویت سے مشرف ہوئے اور آریہ دھرم گرہن کیا - چنانچہ انہیں دنوں عبارت سنٹر کلکتہ میں یہ خبر اس طرح شائع ہوئی - متصلات ضلع اجمیر میں سوامی دیانند جی کے دیا کھیانوں کو سنکر ۲۵ منشوں نے جین مت چھوڑ کر ویدک دھرم پر پریم سے انگیکار کیا - وہ لوگ یگیوپویت دیا گیا اب بھی اثر ہوتا ہے (۱۰ دسمبر ۱۸۸۳ء جلد ۴ نمبر ۹ آریہ درپن جلد ۴ نمبر ۱۰ بابت ماہ اکتوبر ۱۸۸۳ء عبارت سدرشن پرورتک جلد ۳ نمبر ۱ صفحہ ۲۴ - دسمبر ۱۸۸۳ء +

۵ - موسم کی تبدیلی یہ موسم برسات تھا - اور بارش سے بالکل بائیں طرف کا تالاب بھر گیا - جس سے درشن ارتھ جانے آنے والوں کو تکلیف ہونے لگی - جسے برہم سے لوگ جاتے - سوامی جی جیسے دیا وان نے لوگوں کی تکلیف کو گوارا نہ کرکے وہاں رہنا اچھا نہ سمجھا اور وہاں سے تھوڑی دور سومن گڑھی کی پہاڑی پر رہنا سویکار کیا - اور راؤ صاحب نے سوامی جی کی آگیا پاکر وہاں ہی ہر طرح کا پربندھ کر دیا +

۶ - ہندو لڑکیاں مسلمانوں کو - سنا گیا کہ اس ریاست میں شاہی زمانہ کے مسلمان شدہ ہندوؤں کے ساتھ ان کی ذات کے ہندو لوگ بدستور رشتہ کرتے ہیں لیکن جہالت کا یہ عالم ہے کہ بیٹی دیتے تو ہیں مگر لیتے نہیں - جیسا کہ ابھی تک جودھپور کے راج کے علاقہ شیخاوٹی کے راجپوتوں میں دستور ہے جس سے وہاں کے لوگ آگاہ ہیں +

سوامی جی نے انہیں بلا کر سمجھایا کہ ایسا رشتہ کیوں کرتے ہو جو تمہارے دھرم کو نہیں مانتے اُن سے رشتہ کرنا ٹھیک نہیں - چنانچہ ان کے اس مبارک اپدیش سے آئندہ لاکھوں لڑکیاں مسلمان ہونے سے بچیں - اور ہندو قوم کا روز افزوں تنزل رک کر ترقی کے آثار دکھائی دینے لگے +

۷ - یگیہ - سوامی جی نے یہاں ویدک یگیہ کرائے ایک ساون سدی پورنماشی کو ہوا سوامی جی نے پہلے ہی سے ارشاد کر دیا کہ جن لوگوں نے یگیوپویت لینا ہو وہ سویرے آٹھ بجے اشنان کرکے چلے آویں - اسی پہاڑی پر جہاں سوامی جی رہتے تھے یگیہ شالہ تیار کرکے ہون کنڈ بنایا گیا - ۵ اگست ۱۸۸۳ء کو یگیہ شالہ میں اور پنڈتوں سے

سجائی گئی ایک طرف تخت بچھا کر آسن سوامی جی کے واسطے آراستہ کیا گیا۔ کنڈ کی دوسری طرف راؤ صاحب کے واسطے آسن بچھایا گیا اور تینوں طرف دیگر یگوپویت لینے والوں کے لئے آسن بچھائے گئے۔ ٹھیک آٹھ بجے سوامی جی مہاراج راؤ کا بنگلہ سے آکر اپنے آسن پر براجمان ہوئے اور سب یگوپویت لینے والے اپنے اپنے آسن پر بیٹھ گئے۔ سامگری رکھی گئی اور کنڈ میں جلنے کو کاشٹ رکھ کر اس پر چندن دھر دیا گیا۔ اور پھر کپور کو اگنی لگا کر اور منتر پڑھ کر پہلی آہوتی سری حضور کے ہاتھوں سے پردھان کرائی گئی۔ پنچات کے بعد سامگری مع گھرت وغیرہ کے جو کستوری سے گندھت کیا گیا تھا چار منٹوں میں ایک ایک بار ڈالا گیا اور سب کرتے۔ تھوڑا سامان کے سر دیئے گئے جب سوامی جی وید منتر پڑھ کر سواہا شبد اچارن کرتے تھے تب تمام یگیہ کرتا لوگ آہوتی ڈال دیتے تھے۔ دو گھنٹہ تک ہون ہوا پر وید منتروں سے آہوتیاں دی گئیں۔ پنچات یگوپویت لینے والوں کو یگوپویت دیکر گایتری منتر کا اپدیش ایک ایک کے ہاتھ سے جدا جدا آہوتیاں دلائی گئیں اس روز کل ہون کرتا ۱۰۰ کے قریب اور یگوپویت لینے والے ۲۲ تھے خود راؤ صاحب نا ہر سنگھ جی نے معہ دس فیلدار کشتریوں اور تین برہمنوں اور ایک کائستھ کے بھی یگوپویت لیا۔ یہ واسطے زیادہ جنہوں نے اس روز یگوپویت لیا ۔

اس ہون یگیہ کے دیکھنے کے واسطے پانچ سو کے قریب آدمی موجود تھے سب نے آشچریہ مانا کیونکہ ایسا یگیہ آگے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یگیہ کے دن کو دیکھ اور سوامی جی مہاراج کے مکھ سے سیشٹ اور شدھ وید منتروں کا اچارن سن کر جیت کو ایسا آنند ہوتا تھا جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ ۱۰ بجے دوپہر کو سب شخص سوامی جی سے اجازت لیکر اپنے اپنے استھان کو گئے اور یہ چرچا سارے نگر اور پرگنہ میں پھیل گئی ۔

دوسرا یگیہ بھادوں کرشن دوج سمت مطابق ۱۱۔ اگست سنہ ۱۸۸۱ء کو ہوا۔ خبر پاکر ایک آدمیوں نے سوامی جی سے عرض کی کہ ہم تمام یگوپویت سے رہ گئے۔ اس لئے کرپا کر کے ہم کو بھی یگوپویت دیجئے۔ سوامی جی مہاراج نے راؤ صاحب سے کہا کہ یہ شخص بھی یگوپویت لینا چاہتے ہیں۔ ان کے واسطے بھی بندوبست کر دیجئے چنانچہ اسی وقت بھادوں کرشن ۔ تھی کا دن ۱۸ اگست ۱۸۸۱ء یگیہ کیلئے مقرر ہو کر سب کو بدستور سابق اطلاع دی گئی۔ چنانچہ بروز مقررہ بڑا کلاں سے سامگری اکٹھی ہو کر ۹ بجے سوامی جی کے تشریف لانے پر اور یگوپویت لینے والوں کو یگیہ کنڈ کے آس پاس بٹھلا کر وید وکت منتروں سے آہوتیاں دلا کر یگوپویت دھارن کرایا اور گایتری منتر کا اپدیش دے کر پھر ایک ایک سے جدا جدا آہوتیاں دلائیں اور یہ یگیہ ایک گھنٹہ کے بعد سماپت کر دیا۔ اس روز بھی زیادہ یگوپویت لینے والے چھتری تھے ۔ علاوہ ان کے راجپوت کشتری ۔ چھتری ویش ۔ چارن ۔ کائستھ صاحبان نے یگوپویت دھارن کیا ۸ کیسر سنگھ جی ۔ اگست ۱۸۸۱ء کے پچھلے ہفتہ میں ایک روز ایک ساہوکار بھی بیاور سے سوامی جی کے پاس مسودہ میں آیا اور یا کچھ دھرم چرچا ہوتی رہی ۔

سوامی جی - آپ کے مت کے کتنے گرنتھ ہیں؟ سادھو جی - ہمارے ۱۴ کروڑ پستک ہیں
سوامی جی - یہ بات متھیا ہے کیونکہ اتنے گرنتھوں کی سنکھیا اور رکھنے کو کتنی جگہ چاہیئے
اس پر پھر سادھو جی کچھ نہ بولے ۔

تب سوامی جی نے پھر کہا تھا کہ تمہارے کبیر کون تھے - اور جب تم کبیر مت میں ہوتے ہو تب ان کی پرشادی اور گورو کا اُچھشٹ (جھوٹھا) بھی کھاتے ہو کہ نہیں ؟

سادھو جی - اُچھشٹ کھاتے ہیں - کبیر کا جنم نہیں ہے - اجنم ہے اس کے ماں باپ نہیں
سوامی جی - کبیر جی کاشی میں کولہم سے پیدا ہوئے تھے - اس کارن اس کی ماں نے اسے باہر پھینک دیا تھا - اسی سمے وہاں پر جہاں کبیر پڑا تھا ایک مسلمان جولاہا آ نکلا وہ کبیر کو اٹھا کر گھر میں لے گیا - اور اپنا پتر سا جان کر اس کو پالا اور بڑا کیا - اب دیکھئے کہ اس کا جنم بھی ہوا اور ماں باپ بھی ٹھہرے ۔

سادھو جی اس بات کو سن کر چپ رہے اور کچھ اُتر نہ دیا - پھر اور بہت سی باتیں ہوتی رہیں (اتر دکشن ہتیشی جلد ا نمبر ۸ - صفحہ ۱۰۰)

۹ - راؤ صاحب اور پادری بہاری لال کا مباحثہ - ساون شدی ۱۴ سمت ۱۹۳۲ بروز سنیچر بابو بہاری لال جی عیسائی بیاور سے پھر سوامی جی کے ملنے کو آئے - تھوڑی دیر بعد باتوں ہی باتوں میں دھرم وشے پر چرچا ہونے لگی تب پر شری جیت راؤ صاحب نے بابو جی سے کہا کہ آپ کی میری اور آپ کی پرسپر بات ہونی اُچت ہے کیونکہ یدی آپ کے پادری صاحب آتے تو ان سے سوامی جی بات چیت کرتے - سو اب اتفاق کی بات یہی ہے کہ آپ پادری صاحب کے سشش ہیں اور میں سوامی جی کا اس لئے کچھ مضائقہ نہیں آپ سے ہی بات چیت ہونی اُچت ہے - اور سوامی جی ہم دونوں کے مدھیست رہیں گے - یہ بات بابو صاحب نے سویکار کی اور اس پرکار پرشنوتر ہونے لگے ۔

راؤ صاحب - تمہارا ایمان پورا ہے یا نہیں - بابو جی - ہمارا وشواس پرمیشور پر ہے
راؤ صاحب - تمہارا وشواس پورا ہے یا ادھورا - بابو جی - ہمارا وشواس پورا ہے
راؤ صاحب - جو تمہارا پورا وشواس ہے تو اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹا دو - کیونکہ آپ لوگوں کے نئے عہد نامہ کے باب ۱۷ آیت ۲۰ میں اپدیش کرتے ہیں - کہ اگر تم لوگوں میں رائی برابر وشواس ہووے تو اس پہاڑ کو اٹھا کے دور لے جا سکتے ہو ۔

بابو جی - وشواس دو طرح کا ہے - ان میں آپ کون سا پوچھتے ہو ۔

راؤ صاحب - وے دو وشواس کون کون سے ہیں - بابو جی - پہلا وشواس یہ ہے کہ ایشور کو اپنا سرجن ہار سمجھے - دوسرا یہ کہ کسی کی بڑائی کی طرف جھک کر وشواس کرنا جیسے ایک آدمی نے گورو کے پاس جا کر کچھ روپیہ نذر کئے - اور کہا کہ مجھ میں بھی طاقت ہے - اس نے کہا کہ طاقت الشکر پیسہ سے نہیں ملتی - راؤ صاحب - آپ جیسے

جو تمہیں وشواش و ایمان سے پہاڑ کو ہٹا دو۔ یہ بھی نہیں ہٹا سکتے ہو۔ تو آپ میں رائی بھر بھی وشواش نہیں ہے یا ہو گی۔ اس پرشن کا بات یہ ہے ہر ایک عیسائی تک نہیں لگ سکتا۔ اس لئے کہ اس وقت مسیح کے شاگردوں نے اپنا معجزہ پانے کے لئے پرشن کیا تھا تا ہم بھی ان کا وشواش پر بھروسہ تھا۔ اور یہ بات ان کے معجزہ پر تھی اور مسیح نے بھی کہا معجزہ پر جواب دیا اب میرا وشواش جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں پر بھو پر میشور پر لوپا ہے کہ وہ ہمارا پیدا کرنے والا اور مکتی داتا ہے۔ اور اس بات کی ابھلاشا ہم نہیں رکھتے کہ ہم کرامات ہو جائیں۔ راؤ صاحب۔ ہر ایک عیسائی کا وشواش ایک سا ہے نہیں واضح جدا جدا ایک سا ہے تو سب عیسائیوں میں اس وشواش کے رائی بھر اثر کا پھل کئے مانند سے پہاڑ کا ہل جانا کیوں نہیں۔ اور پر میشور پر آپ کا پورن وشواش ہے تو کیا اس وشواش میں وہ سا فرق نہیں اور عیسیٰ جس وشواش کے بل سے معجزے کام کرتے تھے وہی وشواش آپ کا ہے جس کو آپ مانتے ہیں یا دوسرا یہی وہ دوسرا ہے تو عیسیٰ مسیح نے آپ لوگوں سے کپٹ کیا کہ کسی کو اپنا وشواش نہ بتایا اور جو بتایا تو دوں میں اور آپ لوگوں میں اس وشواش کا پھل اس وقت کیوں نظر نہیں آتا۔ مجھ کو تو یہ نشچے ہوتا ہے کہ پہلے مسیح میں کسی کو وہ وشواش پورا پراپت کرانا سامرتھ نہیں ہے جو ہوتا تو ان کے ساتھ جو شِش موجود تھے جب ان کا بھی وشواش پورا نہ کرا سکا تو اب آپ لوگوں کا وشواش پورا کیونکر ہو سکتا وا کرا سکتا ہے۔ جب ایسا ہے تو تم لوگوں کو عیسیٰ مکتی آدمی بھی نہیں دے سکتا۔ جو آپ اس کے پیدا کئے ہوتے ہیں تو مر ہی جائیں گے۔ کیونکہ جو پیدا ہوتا ہے اس کا ناش بھی ہوتا ہے جب ناش ہوا تو جس پر آپ وشواش کر رہے ہیں کہ ہم کو مکتی دے گا یہ دیرتھ ہو جائے گا۔ کیونکہ مکتی کا بھوگن ناش دھرم والا ہے تو نت سکھ جو آپ کی مت انوسار ہے اس کو کون بھوگے گا۔ جو آپ کہیں گے کہ اتپتی تو ہوتی ہے ناش نہیں ہوتا یہ بات سرشٹی کرم اور ودیا سے ورودھ ہے کہ جس کی اتپتی تو ہو گئے اور ناش نہ ہو۔ پر میشور کے پورے وشواش سے معجزہ اور کرامات پراپت ہوتی ہے وا نہیں جو ہوتی ہے تو آپ کو اس پہاڑ کا ہٹا دینا او سہج ہو گا۔ اور جو نہیں تو پر میشور کے وشواس کیا ویسا معجزہ نہیں رہا تو اب آپ بتلایئے کہ وہ دوسرا وشواش کون سا ہے کہ جس سے معجزہ اور کرامات پراپت ہوتا ہے۔ کیا پر میشور کے وشواش سے بھی کسی انیہ کا وشواس بڑا ہے۔ اور کیا پر میشور سے بھی کوئی انیہ ہے۔ وا پرمیشور میں کرامات ہے وا نہیں۔ جو ہے تو اسی پر ہی وشواش واجب ہے اور اس کے وشواسیوں میں بھی ایسا ہی اثر ہونا ہے وا اور پھر جب خود جیسے مسیح نے ان سے کہا کہ جو تم میں رائی بھر ایمان بھی ہوتا تو اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو چلا جاتا۔ اس سے سدھ ہوتا ہے کہ ان میں رائی بھر ایمان نہ تھا تو انہیں ایمان اس پر نہ کرنا چاہئے تھا۔ انجیل متی کے وشواش کے ایک

نہیں۔ کیونکہ ست نہیں جو کہو کر عیسے کے مرنے کے اپیچات ان بارہ شاگردوں کا ایمان سست ہو گیا تھا لیکن اپیچات انجیل نبی یہ بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو اس کے ساتھ تھا تب ان کو خود عیسے مسیح ایماندار بنانا چاہتا اور پریشرم کرتا تھا تو بھی نہیں بن سکے تو پیچات کیسے بن سکتے ہیں +

بابو جی - سوامی جی مہاراج - میں اس کا جواب نہیں دے سکتا - اب میں اپنے گرو میں شہر کو جاتا ہوں۔ پادری صاحب سے پوچھ کر اتر دوں گا۔ اتنا کہکر بابو بہاری لعل عیسائی تھوڑے ہی دیر پیچھات اپنے گرہ کی اور چلے گئے مگر اس اعتراض کا جواب پھر آ کر کسی نے نہ دیا +

۱۰ - روانگی کی کیفیت - یہاں سوامی جی کو راستے پور سے بلاوا آنے لگا - اس ہفتہ کے بعد پھر آیا۔ سوامی جی نے ان کا ٹھیک خیال سمجھ کر وہاں جانا ضروری سمجھا اور راؤ صاحب سے کہا کہ اب آپ مجھ کو پرسنتا کے ساتھ وداع کر دیجئے کہ میں راستے پور جاؤں - انہوں نے فرمایا کہ آپ کا جانا میرے دل کو خوشی نہیں دیتا - آپ یہیں رہئے - میں آپ کی آگیا کو کبھی انگھن نہ کروں گا اور دیدیا بھاشیہ کرنے کا سب طرح سے انتظام کر دیا جاوے گا سوامی جی نے فرمایا کہ آپ کی پریتی اور دھرم ایسا ہی ہے - لیکن ہم سادھوں کو ایک جگہ میں زیادہ رہنا اُچت نہیں ہم کو تو دیش دیشانتر میں گھوم کر اپدیش کرنا چاہئے - دونوں کی باہمی بات چیت کے بعد منت ہو گیا کہ بھادوں کرشن نومی - گورووار ہ - اگست ۱۸۸۰ء تین بجے دن کے سوامی جی کو وداع کریں گے - بعد از ان سفر اور وشرام کی تیاری ہونے لگی +

چنانچہ گاڑیوں میں اسباب اور پستک وغیرہ اچھی طرح دھروا کر ہوشیار آدمی مقرر کئے گئے اور ایک بجے کے وقت بگھی کی سواری اور راج منتری اور سند ہو جن کو سوامی جی کے استقبال بھیجا کہ سوامی جی قلعہ میں پدھاریں اور وہاں دیا کھیان اور انت کے ست اپدیش ان کے مکھ سے سنکر وداع کریں - سوامی جی بگھی میں راج کار کے بازار میں سے ہوتے ہوئے قلعہ کے دروازہ تک پہونچے - وہاں جناب راؤ صاحب آ کھڑے ہوئے تھے وہاں مہاراج بگھی سے اترے اور راؤ صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر خاص محلوں میں پرویش کیا - ڈیوڑھی سے آگے بیچ منڈپ کے پاس فرش بچھا کر ایک چوکی پر آسن لگا یا مہاراج جی آسن پر اور راؤ صاحب گدی پر براجمان ہوئے باقی سب لوگ بھی یتھا دت بیٹھ گئے - اس وقت سوامی جی نے راج دھرم و پرجا دھرم پر دیا کھیان دیا - پھر راؤ صاحب نے خود اپنی زبان سے پرارتھنا پتر پڑھا - جس میں ایشور کی پرارتھنا کر کے شری سوامی جی کی پرشنتا و بھگتی کی - سامعین خوشی سے جامہ میں پھولے نہیں سماتے تھے اور سب یہ میٹھو کو دھن باد دیتے تھے کہ جس کی دیا سے ہم نے ایسا ست سنگ پایا - پھر سب نے ایشور سے پرارتھنا کی کہ وہ راؤ صاحب والئے ریاست مسودہ کو چرنجیو رکھے

اور کنور عطا فرما دیئے ۔ بعد ازاں راؤ صاحب نے پانچ سو روپیہ وید بھاشیہ کی سہایتا میں بھینٹ کئے اور رامانند برہمچاری کو ۱۰ روپیہ اور سرجو کہار کو بطور انعام دیا ۔ ایک مالا پھولوں کی انہوں نے سوامی جی کے گلے میں ڈالی اور ایک مالا پھولوں کی سوامی جی نے راؤ صاحب کے گلے میں ڈالی اور باہمی پریتی پورک بات چیت کرتے ہوئے قلعہ سے باہر نکلے اور بگھی میں براجمان ہوئے ۔ نگر واسی قریباً چار سو شخص آدھ میل ساتھ گئے ۔ آخر سوامی جی نے بگھی کو روک کر سب کو دھرم کا اپدیش ۔ ۔ ۔ دے کر وداع کیا اور راؤ صاحب دو میل تک پہنچا کر ۵ بجے شام کے قلعہ میں پروشٹ ہوئے ۔

پانچویں فصل ریاست رائے پور

۱۰ ۔ اگست تا ۷ ستمبر سنہ ۱۸۸۱ء

رائے پور کا سفر ۔ بھادوں کرشن ۱۰ سمت ۱۹۳۸ کو رودار کو تین بجے سوامی جی مسودہ سے روانہ ہو کر ٹھیک ۸ بجے رات کے بیاور اسٹیشن کی ایک سرائے میں پہنچے ۔ مسودہ کا جانیل کوٹھاری ہمراہ تھا ۔ وہاں ہی شہر کے چند بھلے آدمی ارتھات پنڈت رام دت پرتاپ سنگھ بیاس ۔ جین رام ناظر دفتر چونگی و بابو بہاری لال عیسائی وغیرہ صاحبان آ گئے اور سب ضروریات کا انتظام قرار واقعی ہو گیا ۔

پنڈت رام پرتاپ جی نے بنتی کیا کہ آپ کرپا کر کے کچھ دن یہاں براجئے اور مہاتما آتما کو گیان روپی دیا کھیان سے شدھ کیجئے ۔ مہاراج نے فرمایا کہ میرا بھی چت کچھ دن ٹھہر کر آپ لوگوں سے دھرم چرچا کرنے کا ہے لیکن رائے پور سے تین سیٹھ بلانے کے آئے ہیں ۔ ابھی تو وہاں جاتا ہوں جب وہاں سے لوٹ کر آؤں گا آپ کی اچھا انوسار یہاں ٹھہروں گا ۔ ۸ بجے رات کے وہ سب لوگ اپنے گھر چلے گئے ۔ ایک بجے رات کے اجمیر سے ایک ریل آئی اور سوامی جی وغیرہ سوار ہو کر تین بجے رات کے ہری پور پہنچے ۔ یہ اسٹیشن رائے پور سے قریباً ۶ میل ہے ۔ گاڑی پلیٹ فارم کے دور ٹھہری ۔ رات اندھیری تھی بادل اور بجلی چمک رہی تھی اور کچھ بوندیں بھی گر رہی تھیں ۔ اترتے وقت اتفاقاً ایک پتھر پر پاؤں لگنے اور اس کے ڈھلک جانے سے سوامی جی پاؤں پھسل کر گر پڑے ہاتھ میں کنکر گڑ گئے ۔ مگر اور کہیں چوٹ نہ لگی ۔ یہ ایشور کی سہایتا تھی ۔ پھر جلدی اٹھ کر اس گاڑی میں گئے جس میں ساتھ کے شخص اور اسباب تھا وہ اتروا کر سڑک پر رکھوا دیا گیا ۔ سواری کی تلاش کرائی اور بہت پکارا لیکن کوئی نہ بولا ۔ ایک سقہ اور دو گاڑیاں اسٹیشن پر موجود تھیں مگر ہانکنے والے نیند میں غافل رہنے کے کارن نہ بول سکے ۔ اسٹیشن ماسٹر نے مہاراج کا بہت ستکار کیا اور اپنا کمرہ کھول دیا ۔ اس میں اسباب

رکھ کر کھونٹیوں پر سو گئے۔ جب پراتا کال سورج آسمت ہوا تب گاڑیاں اور ٹھیلے رکھے
میں آ گئے۔ ان کو بلا کر سامان اور پیٹیاں ان میں رکھ اور سوار ہو وہاں سے چلے گئے
اور ۱۹۔ اگست ۱۸۸۱ء کو چار بجے دن کے نگر کے پاس پہنچکر بادھو واس کی باڑیکا میں
جس کے دروازے پر ایک محل ہے اور سوامی جی کے اتارنے کے واسطے صاف کر دیا گیا تھا
آن ٹھہرے ابھی تک بارش کی چھینٹیں گرتی تھیں

۲۔ **ٹھاکر ہری سنگھ جی کا ملنا۔** سوامی جی کے پدھارنے کی خبر پا کر ٹھاکر ہری سنگھ
صاحب اپنے شبد سوجن اور افرا سمیت درشن کرنے کے لئے آئے ایک اشرفی اور پانچ روپیہ
بھینٹ کر ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہے۔ سوامی جی۔ پرسن تو ہیں ٹھاکر جی۔ ہاں آج آپ کے
درشن سے پرسن ہوں پھر سب بچھایت پر بیٹھ گئے۔

سوامی جی۔ آپ کے ہاں راج منتری کون ہیں ٹھاکر جی۔ شیخ الٰہی بخش ہیں مگر وہ بوڑھے ہو
گئے ہیں۔ ان کے بھتیجے کرم بخش جی ان کے پیچھے سارا کام کرتے ہیں وشواس کر کے وہ بیٹھے
ہیں سوامی جی۔ آپ کے یہاں (مسلمان) منتری ہیں اور یہ تو داسی پتر ہیں۔ آپ ٹھاکر
کو چاہئے ہے کہ ہندوؤں کو اپنا راج منتری بنا دیں۔ اس پر کرم بخش اور دو مسلمان جو
وہاں موجود تھے غصہ میں آ کر گو گڑانے لگے اور ٹھاکر جی بھی آگیا لے کر اپنے راج محلوں میں
چلے گئے ॥

۳۔ **یگ میں التوا۔** یہاں پانچ سات دن ہو گئے تو قلعہ میں ویاکھیان ہوا۔ یگ کرنے
کی سامگری تیار ہو رہی تھی۔ ہاں ٹھاکر صاحب روز لیسے پر آتے اور ویاکھیان سنتے۔ ایک دن
سوامی جی نے ان سے کہا کہ آپ کے یہاں سے ہر دان جی چارن کا پتر آیا تھا جس میں
یگ کرانے کا ذکر تھا۔ اس میں کیا دیری ہے۔ کیونکہ مجھ کو جلد ہو کر میواڑ دیش میں جانا ہے
ہے۔ ٹھاکر صاحب نے جواب دیا کہ مہاراج مجھ کو بھی خیال ہے۔ مگر ہر دان جی اپنے
گاؤں گئے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ ٹھاکر صاحب نے انہیں کے کہنے
سے سوامی جی کو بلایا تھا ॥

بھادوں شکل ۱۱ مطابق ۴ ستمبر ۱۸۸۱ء بیشتر تک نہ تو ہر دان جی آئے اور نہ ٹھاکر
کھیان سنگھ موضع بروال کے ٹھاکر پر اور ٹھاکر صاحب رہے پر بباعث کسی ضروری
کام کے آ سکے اس لئے ہون یگ نہ ہوا ॥

۴۔ **مسلمان داسی پتر ہیں۔** مسلمانوں نے شیخ جی کی حویلی میں اکٹھے ہو کر یہ بچار کیا
کہ انھوں نے ہم کو داسی کا پتر بنایا۔ اس لئے ان سے وعدہ داری (لڑائی) کرنی چاہیئے کسی
نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ لیکن ایک چھوٹو خان مسلمان نے کہا کہ میری بات مانو اور جلدی
کچھ نہ کرو۔ دو روز کے بعد جب رمضان علی کی عید پر قاضی جی آ دیں گے ان کو لے
سوامی جی سے اُتر پرشن (سوال و جواب) کرائیں گے۔ اگر جھوٹے ہوں گے تو پھر اپنا

ہی کریں گے۔ یہ صلاح سب نے قبول کی ۔

اسی درمیان میں ۲۸۔ اگست ۱۸۸۱ء کو عید الفطر پر قاضی جی آئے۔ اور ۲۸۔ اگست ۱۸۸۱ء بروز یکشنبہ مطابق بھادوں سدی ۱۴ جب پراتا کال سوامی جی آٹھ بجے کے وقت باہر سے گھوم کر آئے تو بیوپاریوں کا جھنڈ اپنے مکان کی طرف آتے دیکھا۔ سوامی جی نے بلا کر کوٹھاری جی اوپر آؤ۔ وہ حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ دیکھو شاید بیوپاریوں کا گروہ آتا ہے۔ اس نے نیچے آ ان کو سلام کرتے دیکھا۔ ان کو نیچے ٹھہرا کر سوامی جی سے جا کر کہا کہ یہاں آتے ہیں۔ تب وہ دھلی کر کرسی بچھوا کر خود بیٹھ گئے اور ان کو بلوایا اور فرش پر بٹھا دیا۔ آتے ہی

قاضی جی نے پوچھا کہ آپ ہم کو داسی پتر کیسے بتاتے ہو۔

سوامی جی۔ اپنے قرآن شریف کو دیکھو۔ اسرائیل جس کو ابراہیم کہتے ہو اس کی دو بیویاں تھیں۔ ایک بیاہی ہوئی سارہ دوسری داسی ہاجرہ جس کو اس نے گھر میں ڈالا تھا۔ بیاہی ہوئی صرف سارہ تھی۔ اب دیکھئے کہ سارہ سے انگریز لوگ اور ہاجرہ سے تم لوگ اتپن ہوئے ہو۔ پھر داسی پتر ہونے میں کیا سندیہ ہے۔

قاضی جی۔ قرآن میں ایسا نہیں لکھا۔ **سوامی جی**۔ رامانند برہمچاری کو کہا کہ قرآن کا ایک لاؤ۔ چنانچہ ایک لا کر قاضی جی کو دکھایا کہ قرآن۔ سورہ عنکبوت درمیں سال اسمعیل را بے داد از ہاجرہ کنیزک سارہ خاتون بود (جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)

قاضی جی۔ وہ داسی تو تھی مگر نکاح کر لیا تھا۔ **سوامی جی**۔ پھر بھی اصل میں تو داسی ہی ہے۔ تو پھر آپ کے داسی پتر ہونے میں کیا شک ہے۔

اس پر قاضی جی لاجواب ہو گئے۔ مسلمان سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

تب قرآن کو سوامی جی نے ہاتھ سے زمین پر رکھ دیا۔

قاضی جی نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا کہ قرآن کو پاؤں میں رکھ دیا۔

سوامی جی۔ قاضی جی ذرا غور کرو۔ کیا قاضی نام ہی کے کہلاتے ہو۔ کاغذ اور سیاہی کیسے بنتی ہے۔ اور چھاپہ خانہ میں کس پر کاغذ چھپتے ہیں اور قلم کیا چیز ہے اور کہاں پیدا ہوتی ہے۔ اس پر لاجواب ہو کر قاضی اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھی سب یوں شانت ہو کر چلے گئے

۵۔ سرحد میں کیوں نہ گئے۔ بھادوں شکل ۱۱۔ دوشنبہ ۵ ستمبر ۱۸۸۱ء کو پراتا کال بجے بابو روپ سنگھ ٹریژری کلرک کوہاٹ تین ماہ کی رخصت لے کر درشن کرتے ہوئے سوامی جی کے درشن کو آ پہنچے۔ اور جب صبح سوامی جی باہر سے گھوم کر پدھارے تو انہوں نے پریم سے ۱۰۱ روپیہ کا نوٹ وید بھاشیہ کی سہایتا میں بھینٹ کر کے نمسکار کیا۔ تب پرارتھنا کی کہ آپ پنجاب کے سرحدی ضلعوں کی طرف کیوں نہیں آتے۔ ہمارا جی بڑا ... جی کا سر اٹھا کر کہا کہ آپ کی طرف سے پنجاب تسلی ہے۔ راجپوتانہ میں اپدیش کی ضرورت ہے۔

۶ - **سوامی جی کی روانگی** - اسی ۵ ستمبر کو تار آئی کہ ٹھاکر صاحب کی شیخاوٹ والی ٹھکرانی جو جے پور میں تھی اُنکا دیہانت ہو گیا۔ ٹھاکر صاحب ماتم میں لگ گئے اور گڑبڑ ان کے گھر سے سننے لگے۔ تب چاندمل اور بابو روپ سنگھ اور لالہ جگن ناتھ کا بیٹھنا روز قلعہ میں جاتے اور گڑبڑ ان کے گھر سے سن کر وہاں سے پرشن کیا کرتے تھے۔ ایسے سمے جب ٹھاکر صاحب کے شوکاتر ہونے کے کارن جیب اور دیا کھیان کی ضرورت نہ رہی۔ سوامی جی نے چاندمل کو فرمایا کہ آج ٹھاکر صاحب سے کہو کہ ہم کو وداع کر دیویں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ٹھاکر جی نے فرمایا کہ بہت اچھا کل وداع کر دیویں گے۔ لیکن تم نے میری طرف سے ہاتھ جوڑ کر نویدن کرنا کہ میں شوکاتر ہونے سے لاچار ہوں۔ لیکن آپ دیا کریں اور مجھ کو اپنا شش جانیں جب آپ کو اپدیش دینا ہے تو پھر جلد بلاتا ہوں۔ اور کسی شخص نے جو کچھ کہا ہو وہ آپ چھما کریں کل شام کو سواری کا پربندھ کر دیا جاوے گا۔ چاندمل نے سارا برتانت آ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ آپ ہمارا آج کی ماتم پرسی کے واسطے جاویں۔ فرمایا کہ بھائی میں نے تو سنیاس لے تعلق چھوڑ دیا ہے۔ کسی کا مرنا اور جینا میرے واسطے ایک سا ہے۔ میں کسی سے شوک یا پرسنتا نہیں کرتا اور نہ مجھے کچھ تعلق ہے۔ میرا تعلق صرف اپدیش سے ہے اور دھرم سے۔ باقی کسی چیز سے نہیں ۔

۷ - **متفرق** - ایک دن راما نند برہمچاری کی ترنگ دوارے کے سادھوؤں سے لڑائی ہوئی۔ چاندمل نے جا کر صلح کرا دی۔ یہاں وید انگ پرکاش کا حصہ ساما لکھا ۔

۸ ستمبر ۱۸۸۱ء پنجشنبہ کو صبح ہی سے لیکچرات روانگی کی طیاری ہونے لگی۔ چاندمل جا کر قلعہ سے ایک رتھ۔ دو گاڑیاں۔ ایک گھوڑیاں سواری کے لئے لایا۔ ٹھاکر صاحب نے ٹھاکر بھیوت سنگھ اپنے چچا اور گاڑھ سنگھ اپنے مصاحب اور رام کشن وغیرہ میں معزز آدمیوں کو رخصت کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آکر ستکار پوربک کئی باتیں کیں اور چالیس روپے وید بھاشیہ کی سبھا میں ارپن کئے۔ سوامی جی نے ان سب کا تہہ دل سے ستکار کیا اور کچھ اپدیش دے کر سب کو وداع کیا۔ کل ۲۰ دن یہاں رہے ۔

۵ بجے شام کے روانہ ہو کر اسٹیشن پر آئے اور اسٹیشن ماسٹر بابو سب ملازمان سرکار کو دھرم اپدیش دیا۔ ۱۰ بجے مارواڑ والی ریل میں سوار ہو کر ۱۲ بجے نیا نگر میں آ گئے۔ رات کو سرائے میں ٹھہرے اور پرانا کالی ڈاک بنگلہ میں ڈیرا کیا ۔

چھٹی فصل نیا نگر المشہور بیاور

۹ - ۲۰ ستمبر ۱۸۸۱ء

۹ ستمبر ۱۸۸۱ء کی صبح سے لوگوں کی آمد شروع ہو گئی ۔ اور جوق در جوق لوگ مہاراج کے درشن کو آنے لگے ۔ پنڈت رام پرتاپ وحین بلم وار و غدچونگی و بہاری لال عیانی وغیرہ صاحبان آ گئے اور سب حضور ریاست کا انتظام توار واقعی کر دیا ۔ سوامی جی نے چاند مل کو فرمایا کہ تم چھین کرکے ہوشت ہے کہ مسودہ کو جاؤ اور آؤ بابو صاحب راؤ صاحب سے ملاقات کریں ۔ چنانچہ وہ گیا پاکر اسی دن شام سے پہلے مسودہ پہونچ گئے ۔

لعل

سوامی جی یہاں اپدیش میں مصروف ہو گئے ۔ پادری شولبریڈ صاحب و بابو بہاری صاحب سے کئی دن باہم پریم پور بات چیت ہوتی رہی اور اسی طرح پنڈت ستیہ پرتاب بیاس جی نے بھی اپنے تمام شکوک رفع کر لئے اور کئی صاحبان نے ست اپدیش سے لابھ اٹھایا ۔ اور اصل میں انہیں دنوں سے آریہ سماج کا بیج بویا گیا ۔ ایک شریمالی برہمن جوشی سورج مل کشن گڑھ نواسی کا بیٹا یہاں پر سوامی جی کا نمیتک برہمچاری ہوا ۔ جس کا نام سوامی جی نے گرو دت رکھا ۔ اور اس کو ودیا پڑھنے میں مصروف کیا ۔ یہاں سوامی جی کے کئی ویاکھیان ہوئے ۔ پندرہ دن یہاں رہے ۔ کنوار بدی ۱۳ کے دن یہاں سے مسودہ کی طرف تشریف لے گئے ۔

ساتویں فصل مسودہ وغیرہ

۲۱ ستمبر تا ۱۹ ۔ اکتوبر ۱۸۸۱ء

لابلیہ

سوامی جی تیسری اسوج بدی ۱۳ سمت ۱۹۳۸ چار شنبہ ۲۱ ستمبر ۱۸۸۱ء کو یہاں اور اسی سال نواس آستھان ایتی رام باغ میں آرام فرمایا ۔ سال عاصلت اپدیش ہوتا رہا کوئی خاص ویاکھیان نہیں ہوا ۔ اور روز ہے وہ پھر شکھ استون شکل ۱۰ ۔ کو وار کو یہاں سے روانہ ہو کر رات ہی رستے میں لقیاصد ۹ کوس پہونچے ۔ وہاں دو گھنٹہ آرام کر کے روپا تیلی میں گئے اور شہر کے باہر ایک باڑی میں اترے ۔ وہاں کے رئیس ٹھاکر لال سنگھ جی سوامی جی کے پاس آئے اور تیر ید اشت کے وشد پر بات چیت کرتے رہے ۔ یہاں ایک رات اور ایک دن رہ کر وہاں سے راشیڑو گئے اور ایک رات وہاں آرام کر دوسرے دن ۱۹ ۔ اکتوبر ۱۸۸۱ء کو گھڑی دن چڑھے نیبیڑہ پہنچے ۔

آٹھویں فصل نیبیڑہ

۱ ۔ آمد و ڈیرا ۔ مسودہ کے ٹھاکر صاحب شریمان راجہ گوبند جی بہادر والئے ریاست نیبیڑہ کے انہوں نے راجہ صاحب کو ایک خط لکھا اور اپنے بہ وصت جوشی جگن ناتھ

کے ہاتھ بھیجا کہ سنسکرت کے فاضل سوامی دیانند جی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ آپ کو ان سے میل ملاپ ہونا چاہیئے۔ راجہ صاحب یہ سن کر بہت راضی ہوئے۔ اور جواب لکھا کہ ضرور تشریف لاویں۔ چنانچہ چار پانچ روز بعد یعنی ۱۱۔ اکتوبر کو ۱۰ بجے دن کے سوامی جی تشریف لائے بموجب ٹھاکر صاحب کی طرف سے ایک تانگہ۔ ایک رتھ ایک اسباب گاڑی چار سوار ساتھ تھے خود سوامی جی کے ساتھ بھی چند آدمی تھے۔ دو برہمچاری تھے جن میں ایک اندھا تھا۔ اندھے کو اشٹادھیائی پڑھایا کرتے تھے۔ ایک کا نام رامانند تھا۔

راجہ صاحب نے شہر کے باہر بھیما سنہ کے کوٹھی پر دو خیمے استادہ کرا دیئے۔ ایک اسباب کے واسطے اور دوسرا سوامی جی کے لئے اس کے واسطے۔

۲۔ **راجہ صاحب سے سوال و جواب۔** راجہ صاحب پہلے پہر درشن کو آئے انہوں نے پنڈت بہادر جی راج گورو سے پوچھ لیا تھا کہ تین چار روز تک تو سوامی جی سے کچھ اتر پرشن نہ کریں گے۔ بعد ازاں جیسی طاقت ہوگی تو کچھ پوچھیں گے۔ مگر جب سوامی جی کے پاس گئے تو دور سے ان کی وشال مورتی دیکھ کر خوب آنند ہوئے۔ سوامی جی ایک کالے آسن پر کوپین یا لنگوٹ باندھے بیٹھے ہوئے تھے اور راجہ صاحب کے واسطے ایک اور آسن دری کے اوپر بچھوا رکھا تھا۔ عام لوگوں کے واسطے دری تھی سب بیٹھ گئے غالباً اس وقت دو تین سو کے قریب آدمی ہوں گے۔ راجہ صاحب نے عرض کی کہ مہاراج آپ نے تشریف لا کر ہم کو اور نگر نواسیوں کو کرت کیا۔ ہم آپ کے درشن سے اتی پرسن ہوئے۔ اس کے بعد سوامی جی نے ان کی کشل کشیم پوچھ کر کہا کچھ پرشن کیجئے۔ اول تو انکار کیا۔ مگر جب انہوں نے پھر فرمایا تب راجہ صاحب نے پرشن کیا۔

سوال۔ جیو آتما۔ پرماتما کیا کیا ہیں۔ اور ان میں کیا فرق ہے؟

جواب دیا کہ جیو اور آتما کو تو ہم ایک ہی مانتے ہیں اور پرماتما پرمیشر اس سے نیارا ہے

راجہ صاحب۔ گیتا کے مندرجہ ذیل دو شلوک پڑھے۔

द्वाविमौ पुरुषौ लोके क्षरश्चाक्षर एव च। क्षरः सर्वाणि भूतानि कूटस्थोऽक्षर उच्यते॥ उत्तमः पुरुषस्त्वन्यः परमात्मेत्युदाहृतः। यो लोकत्रयमाविश्य बिभर्त्यव्यय ईश्वरः॥ अ० १५-१६।

سوامی جی۔ گیتا پرمانک گرنتھ نہیں ہے۔ ہم اس کو پرمان نہیں مانتے۔ آپ وید کا پاٹھ کرتے ہیں۔ اور آپ کے یہاں وید کا خوب چرچا ہے۔ وید پرم پرمانیہ ہے اس کا پٹھن کیجئے۔ اس پر راجہ صاحب خاموش ہو گئے۔ پہلے روز صرف اتنی باتیں ہوئیں۔

دوسرے روز سوامی جی نے راجہ صاحب کو حسب فرمائش دن کے چار بجے [illegible]

اور جیار گنی بیٹے کا اوُرات اُچارن کیا اور اوپر انگلی کھڑی کی۔ راجہ صاحب ہمارے خیال میں یہ الزام ہے۔ انگلی کھڑی نہ ہونی چاہیئے سوامی جی۔ ہم انگلی کھڑا کرنے یا ہلانے کو پرمان نہیں مانتے۔ یہ تو ہم نے صرف اشارہ کیا تھا۔ پھر اور بہت سی باتیں ہوتی رہیں ۔

پھر ایک دن راجہ صاحب کے پوچھنے پر اس پہلے پرشن کا یہ اُتر دیا کہ جیسے سمندر اور اکاش ایک نہیں ہو سکتے اور نہ جدا ہیں۔ اور برہم کے سرب ویاپک ہونے سے وہاں سے برہم نیارا بھی نہیں لہذا برہم اور جیو ایک نہیں ہیں جدا جدا ہیں ۔

۳۔ بہادر پنڈت۔ راجہ صاحب ستسنگ رودھی وغیرہ پستک سے لیکر سوامی جی کے پاس گئے۔ اور انہیں دیکھ کر پستک سے پرشن لکھ کر لائے۔ جیدھر کا حاشیہ بھی لائے۔ بہادر پنڈت راج گورو بھی ساتھ تھا۔ جیدھر کا مت الوہانی (?) تھا۔ سوامی جی نے جیدھر کا خوب کھنڈن کیا۔ تب اس نے مجبور ہو کر یہ کہا کہ آپ ویدوں کی عدم موجودگی میں اس کا کھنڈن کرتے ہیں۔ ایسا ہی کوئی آپ کی عدم موجودگی میں آپ کا کھنڈن کرے گا۔ غرضیکہ کش پات میں آ کر اس نے ست کو سویکار نہ کیا اور چلا گیا ۔ اور ایک بات کے سبب کہ جس کو لکھنا بہت برا سمجھتا ہوں سوامی جی نے انہیں روکا جس سے وہ پھر ان کے ملنے کو نہ آ سکے ۔

۴۔ پرچار کا کام۔ اپدیش مسلسل ہوتا رہا۔ تمام مذاہب کے سینکڑوں لوگ سننے جاتے تھے بلکہ لوگ بھی جاتے تھے۔ ان کو ایک دن شریر تیاگنے پر کہا کہ اگر مخفی آگ میں جلانے سے مکت ہوتی ہے تو تم بھی بھوتوں کے جھنڈ میں جا بیٹھو تاکہ تم سب کی مکت ہو جائے ۔
یہ بھی فرمایا کہ سب کے واسطے ہے حتیٰ کہ چانڈال تک کے واسطے بھی ہے ۔

ایک دفعہ اوپر تلے میں بھی راجہ صاحب سوامی جی کو ہاتھی پر چڑھا کر لے گئے جہاں سوامی جی نے دھرم شاستر اور وید کا اپدیش دیا۔ اور ست دھرم پر رہنے کا اتی اتم ویاکھیان فرمایا۔

۵۔ متفرق۔ سوامی جی کے پاس یہاں تین وید یعنی رگ۔ یجر۔ سام تو ٹھیک مع سہت تھے۔ مگر اتھروید پر سور لگے ہوئے نہ تھے۔ یہاں کے سرستی بھنڈار کے گٹکوں سے سوامی جی نے اپنے گٹکوں کا مقابلہ کیا۔ ایک دو لفظوں کا فرق تھا جو سوامی جی نے مقابلہ کر کے درست کر لیا۔ سام وید کی سنگیتا غالباً راما نند برہمچاری سے نقل کروائی ۔ یا گوکل سنگھ یجروید کی یہاں سے نقل کرائی ۔ یہ گرنتھ بعد میں کسی نے بمبئی میں طبع کرایا اور غلط ملط کر دیا ہے۔ ٹھیک نہیں چھاپا ۔

راجہ صاحب ہر روز تیسرے پہر جایا کرتے تھے۔ سوامی جی کے سوال پر انہوں نے مانا کہ چاروں مت درحقیقت وید ہے۔ اس سے سوامی جی پرسن ہوئے۔ ساتھ ہی دونوں راج کنوروں سے ایک دن سام وید کا گان سنا۔ پھر شیاید کرم میں سوامی جی

نے ان کا امتحان لیا - اور سن کر بہت خوش ہوئے انعام میں ویدن اپاٹن شکشا کی پستک دی ۔

وید انگ کے ترجمہ کردہ چند پستک راجہ صاحب نے مول لئے ۔

راجہ صاحب نے ایک دن گئو کرونا ندھی سنی جس کو سن کر وہ نہایت ہی خوش ہوئے

جب سوامی جی کے پدھارنے کی صلاح ہوئی راجہ صاحب نے رتھ گھوڑا - سیج گاڑی - اور اسباب کی گاڑی دے کر اپنے وکیل مقیم چتوڑ کے نام کاغذ لکھ دیا اور سوامی جی مہاراج کو اچھی طرح رخصت کیا ۔

وہاں سے چل کر سوامی جی بھیلاڑہ اور سونیارہ سے ہوتے ہوئے دوسرے روز چتوڑ آ پہنچے

نویں فصل چتوڑ گڑھ

۲۰ - اکتوبر ۱۸۸۱ء تا ۱۴ نومبر ۱۸۸۱ء

۱ - آمد و ظہور - سوامی جی نے بنیڑہ ریاست کے کوی راج شیامل داس جی مہامہوپادھیائے کو خط لکھا تھا کہ ہم نے چتوڑ گڑھ ۲۴ - اکتوبر کو پہنچنا ہے استھان وغیرہ کا پربندھ کر رکھنا مگر اتفاق سے ان دنوں کوی راج جی بیمار تھے - اس واسطے سوامی جی بھیلاڑہ اور سونیارہ سے ہوتے ہوئے دوسرے روز چتوڑ تشریف لائے اور گمبھیری ندی کے مغربی کنارہ پر اودھ جی کے مہادیو کے مندر میں ٹھہرے - اطلاع ہونے پر کوی راج مہارانا صاحب اقبال دونوں بہ تقریب دربار گورنری لارڈ رپن صاحب بہادر کے وہاں موجود تھے، عرض کر کے ایک ڈیرہ اور بچھاوت (فرش وغیرہ) اور پہرہ جیل کمپنی کا رجمنٹ کے دیکھنے کا سوامی جی کو شوق تھا سربراہی کی پروانگی وغیرہ کے لال چند کو سوامی جی کے پاس بھیجا - اور انتظام خاطر خواہ ہو گیا ۔

۲ - پرچار کا کام - کوی راج کی آمد و رفت کے ساتھ اودے پور راج کے تمام معزز سرداروں کی آمد و رفت شروع ہو گئی جیسے کہ اسین کے راؤ ارجن سنگھ جی دیلواڑہ کے راجہ فتح سنگھ جی - شاہ پور کے راجہ ادھیراج ناہر سنگھ جی - کانوڑ کے راوت امید سنگھ جی اور شاوڑی کے راجہ سورج سنگھ جی اسی طرح اور بھی معزز رؤسا آیا کرتے تھے اور اپنی شنکا نوارن کرتے رہتے تھے - ۲۹ - اکتوبر سے باقاعدہ ویاکھیان کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا - اور چونکہ دربار گورنری کے سبب رونق زیادہ تھی - اس لئے حاضری بڑی معقول ہوتی رہی ۔

۳ - شیام جی شاستری سے گفتگو - راضی ہونے پر کوی راج قلعہ سے ہر روز سوامی جی کے پاس آتے - جب اپنے ساتھ سومیہ نے شاستری تیلنگی کو لاتے رہے - کوی راج

کی پرینا سے سوامی جی اور شاستری جی کے درمیان پنڈت شاستر کے پاٹھکوں پر بات چیت ہوئی - سوامی جی دیدارتھ ملتے تھے اور شاستری جی ساتھ - سوامی جی اُچار کرتے تھے - چھ سات روز تک گری راج شاستری جی کو لے جاتے رہے - اور ہر روز اسی وشے پر بات چیت ہوتی رہی - اگرچہ اچھی طرح شاستری جی نے نہ مانا - مگر گری راج نے کہا کہ سوامی جی کی یُکتی پربل تھی ॥

۴ - رانا صاحب سے ملاقات - لارڈ رپن صاحب کے دربار کے بعد غالباً ۱۵ نومبر ۱۸۸۱ء کو سوامی جی کو شری حضور رانا صاحب نے بلایا - چنانچہ وہ گئے - بعد ازاں دربار بھی شری سوامی جی کے ڈیرہ پر گئے اور دیر تک بات چیت کرتے رہے ॥

جب اول مرتبہ رانا صاحب گئے تو وہاں ہی دھرم کے ساتھ راج نیتی کا اپدیش دیا - اور فرمایا کہ آپ راجپوت بنش کے تلک ہیں - پاسبان عورتیں جو گیتا کی مثال ہیں ان کو محلوں میں بالکل نہ آنا چاہئے - دربار نے اسی روز سے نتیجہ جان لیا کہ صرف یہی آدمی ہے جو بلا لاگ لپیٹ کے ست اپدیش کرتا ہے - اور دل سے ان کے اپدیش کو پسند فرمایا ॥

پھر سُدی ۱۴ سمت ۱۹۳۸ روی وار مطابق ۴ دسمبر ۱۸۸۱ء کو دوسری بار رانا صاحب سوامی جی کے درشن ارتھ جبجوڑیہ ندی کے تٹ پر پدھارے اور ان کے ست اپدیش سے کئی گھنٹہ بیٹھ کر مع مصاحبوں کے لابھ اٹھایا ॥

۵ - گایتری اونچی پڑھنا - ایک روز برہمنوں نے اعتراض کیا کہ گایتری منتر سب کے روبرو نہ پڑھنا چاہیئے - سوامی جی نے اس کا کھنڈن کیا - اور خود باواز بلند سب کے روبرو پڑھا تھا کہ جیسن ناتھ جی حاکم جبوڑ کو خود گایتری منتر کا اپدیش دیا - اور فرمایا کہ یہ ایشور کی وِدیا سب کے واسطے ہے - کسی خاص آدمی کے واسطے نہیں - چنانچہ ان کے پڑھنے کو مسلمان وغیرہ نے بھی سنا ॥

۶ - سدا چار کا آدرش - ایک دن ویاکھیان کے بعد سوامی جی کچھ سرداروں وغیرہ چار پنڈتوں سمیت سیر کے لئے چلے - راستہ میں ایک وچتر گھٹنا ہوئی - راجپوتانہ میں برکشوں کے نیچے جگہ جگہ چبوترہ باندھ لکڑی کھڑی کر کے دیہاتی لوگ دیوتا کی ستھاپنا سمجھ لیا کرتے ہیں - ایسا ہی ایک مقام تھا جس کے نیچے چار پانچ بچے کھیل رہے تھے - سوامی جی ایک پنڈت سے جو کچھ سر چڑھا ہوا تھا اُس کی بابت دلائل سے جواب دے رہے تھے - اور مورتی پوجا کا کھنڈن کر رہے تھے - باتیں کرتے کرتے اس مقام پر پہنچے - سوامی جی دفعتہً کھڑے ہو گئے اور سر جھکا کر آگے چل دیئے - پنڈت ہنس پڑا اور بولا -

دیکھئے مہاراج کہ آپ کتنی ہی یکتیاں کیوں نہ دیں - دیوتا نے زبردستی آپ کا سر جھکا دیا - سوامی جی پھر یک دم کھڑے ہو گئے اور بڑے سنجیدہ لہجے میں انگلی سے ایک چار سالہ لڑکی کی طرف (جو ان بچوں میں اکیلی مونث جسم سے تھی) اشارہ کر کے کہا - دیکھئے نہیں

وہ بازی شکتی جب نے تمہیں جنم دیا ساری جماعت میں سناٹا پڑ گیا۔ اور سوامی جی کے جلتے قیام پر لوٹنے تک کسی نے لب نہ ہلایا ٭

۷۔ **سوامی جی کی عزت اور جیون گری کا حسد۔** اسی جگہ ندی کے پورب کی طرف پارشد کے مندر میں سوامی جیون گری جی اور آنند گری جی ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے شاستر ارتھ کو کہا۔ سوامی جی بڑی خوشی سے تیار ہو گئے کہ ضرور شاستر ارتھ ہونا چاہیئے۔ مگر گری مہاراج نے اس خیال سے کہ نو دونوں انہیں کی معرفت آئے تھے شاستر ارتھ نہ ہونے دیا۔ جیون گری جی خوش ہو گئے کہ چلو عزت میں مان رکھ لیا۔ ورنہ نہ جانے کیا گت ہوتی۔ لیکن اس کے دل میں حسد زیادہ تھا ٭

جب سوامی جی کا رانا صاحب نے مان کیا تو وہ بہت آزردہ ہوا۔ اور جب سوامی جی نے چلنے کو ہاد وہاں روانہ ہونے کی تیاری کی تو دربار نے پہلے بگھی سوامی جی کے ڈیرے پر بھجوائی وہاں سے سوار ہو کر سوامی جی قلعہ میں پدھارے۔ دربار نے اودے پور آنے کو کہا اور اصرار کیا۔ مگر سوامی جی نے عذر دیا کہ ہم بمبئی سے ہو کر آویں گے۔ اس عزت اور پرتشٹھا کے ذکر سے جیون گری کو اور بھی حسد ہوا۔ مگر جب مہارانا صاحب نے ان کو ۵۰۰ روپیہ ضروریات سفر کے واسطے پیش کیا اور ۲۰۰ روپیہ دیگر اہل دربار نے بھی تعظیم و تکریم سے اسٹیشن پر پہنچانے گئے تب تو وہ بالکل ہی آتش حسد سے جل بھن گیا۔ اور جو منہ میں آیا کہتا رہا۔ پھر جھٹ چلنے کی طیاری کر دی۔ رانا صاحب کو ان کی ناراضگی کا حال معلوم ہو گیا۔ ان کے واسطے بھی باوجود نہ ملنے کے رانا صاحب نے مبلغ ۵۰۰ روپیہ بھیجا۔ مگر وہ گرد وصے جلا ہوا تھا روپیہ نہ لیا اور کہا کہ تم نے دیانند کا مان کیا ہے۔ اس واسطے ہم نہیں لیتے اسی غصہ میں بھبکا بنے ہوئے وہاں سے چلا گیا ٭

۸۔ **چتوڑ کا آنند وایک سماچار۔** اس عنوان سے آریہ سماچار اور بھارت سدشا پرورتک میں حسب ذیل لیکھ نکلا۔ جس سے یہاں کے حالات پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ اگرچہ آٹھ سات سال یا کچھ اور کم و بیش عرصہ سے آریہ سماجیں جا بجا آریہ ورت دیش میں قائم ہیں اور دیش کے اور دھرم کی اُنتی کے لئے عمدہ ذریعہ اور بہتر منتظم۔ ان سبھاؤں کے مقاصد بھی ان سبھوں پر ظاہر ہو گئے ہیں۔ گو اول ہیں عوام کی سمجھ میں شاید آئے ہوں مگر بابی عہد اپنے دیش کے امیر اور دھنا ڈھ وغیرہ بہت کم توجہ کرتے ہیں اور بہت کو کام میں نہیں لاتے۔ کیا اس موقعہ کو غنیمت نہیں سمجھتے ہیں۔ اور کیا اس وقت کو مقتضیات سے نہیں جانتے۔ میری رائے میں تو اس بے اعتنائی کی وجہ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ اول تو باستثنائے خاص خاص کے یہ لوگ علم سے بہت کم بہرہ رکھتے ہیں اور دوسری وجہ اس دیش اور دیش والوں کی بہبودی پر نظر نہیں کرتے۔ اور دوسرے ناعاقبت اندیشوں نے مکر اور تدبیر کا جال بچھا رکھا ہے اور

سماجوں کی طرف سے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ لیکن بڑی خوشی کی بات ہے
کہ ان دنوں برعکس اس کے امیر اور دھناڈ تو رہے ایک طرف ہندوستان دیش کے
راجوں مہاراجوں کو اس طرف توجہ ہوئی ہے۔ اور بہت کچھ ہمدردی اور دستگیری
ظاہر کی۔ کیا ہم ان باتوں کو دیکھ کر نہیں سمجھ سکتے کہ اب ہمارے دیش کے اچھے دن آنے
دکھائی دیتے ہیں اور ادبار اور زوال کے سامان بگڑتے جاتے ہیں۔ بیشک ایسا ہی سمجھنا
چاہئے اور اس پر ناز کرنا چاہئے ٭

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی جی شہر بہ شہر اپدیش کرتے ہوئے
۲۷۔ اکتوبر ۱۸۸۱ء کو ریاست میواڑ میں پہنچے اور چتوڑگڑھ میں قیام پذیر ہوئے۔ تو شری
مہاراج مہارانا صاحب بالقابہ اودے پور نے ان کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنا عمدہ ڈیرہ
ان کے قیام کے واسطے استادہ کرا دیا۔ اور سامان ضروری مہیا کر دیا۔ بہ نظر حفاظت چند
سپاہی بھی بطور گارد کے ان کی قیام گاہ پر تعینات کر دیئے۔ اور دونوں وقت کے کھانے
پینے کا معقول انتظام کر دیا۔ اور خود بھی نگران رہے۔ الغرض مہارانا صاحب نے تعظیم
وتکریم میں کوئی نکتہ اٹھا رکھا اور نہ مہمانداری کے جو مراتب ہوتے ہیں ان میں سے کوئی
دقیقہ نامرعی چھوڑا ٭

سوامی جی نے پہنچنے کے ایک آدھ دن بعد حسب معمول اپدیش کرنا شروع کیا اور ویاکھیان
کا سلسلہ جاری رکھا تو سامعین اور شائقین کا مجمع کثیر ہونے لگا۔ مہارانا صاحب کے
سردار مصاحب تو روزمرہ اپدیش میں آتے اور فائدہ اٹھاتے ہی رہے جن اتفاق سے
ریاست اودے پور کے سردار اور پنڈت اور گردونواح کے راجہ بھی جو گورنر جنرل کے
دربار کی وجہ سے وہاں آئے ہوئے تھے۔ سوامی جی کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اور
اپدیش سن کر نہایت خوش ہوئے۔ یہاں تک کہ اکثر نے ان میں سے بالاتفاق سوامی
جی سے درخواست کی کہ کرپا کر کے ہمارے راج استھانوں میں بھی تشریف لایئے اور
اپدیش سے مستفید کیجئے جس کو سوامی جی نے بخوشی منظور کیا۔ مگر بمبئی کی واپسی کے
وقت آنے کا وعدہ کیا۔ اس اثنا میں شری مہاراج مہارانا صاحب خود بھی دو مرتبہ
سوامی جی کی قیامگاہ پر تشریف لائے اور اپدیش سن کر نہایت خوش ہوئے اور ایک
دن ان کو اپنے راج استھان پر بھی لے گئے۔ اور ان کے تشریف لانے اور خصوصاً
ویاکھیان دینے کے بہت شکرگذار ہوئے۔ بارہا مہارانا صاحب نے کبھی دربار میں
اور کبھی اپدیش سے واپسی کے وقت اپنے مصاحبوں اور سرداروں سے فرمایا کہ دیکھو سوامی
جی سے سچے اور دیش ہتیشی مہاتما کی نسبت دشٹ لوگ کیا کیا کہا کرتے اور اپنی ہٹ دھرمی
سے کیسے کیسے جھوٹے الزام ان کی نسبت لگایا کرتے تھے اگر آج ان کے درشن نصیب

ان کی طرف سے جو شکوک دلوں میں شہر سے ہو رہے تھے وہ کب رفع ہوتے بلکہ اور طرح طرح کے خیالات فاسد ان کی طرف سے بڑھ جاتے۔ ایسے ناعاقبت اندیشوں کی بات کہ جو بلا وجہ کسی کی برائی کریں آئندہ کو کیا اعتبار کرنا چاہئے اور ایسے وحشت لوگوں کے قول پر جو اپنی غرض کے لئے اوروں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں کیا انحصار۔

کچھ مہارانا صاحب کا خیال نہ تھا۔ بلکہ اور سب سرداروں اور راج پنڈتوں کا بھی یہی حال رہا۔ کہ جس قدر شکوک مخالفوں نے ان کے دلوں میں سوامی جی کی طرف سے ڈالے تھے وہ سب رفع ہو گئے اور بدخواہ لوگ الٹے نظروں سے گر گئے۔

الغرض سوامی جی نے قریب دو ماہ کے وہاں قیام کیا۔ اور ساتھ ستیہ اپدیش سے خوب ہی سامعین اور شائقین کو فائدہ پہنچایا۔ سوامی جی کی تصنیفات میں سے بہت سی پستکیں مہارانا صاحب نے خرید لیں۔ وید بھاشیہ بھی باجرا ری لینا شروع کیا۔ اور چند سرداروں اور پنڈتوں نے بھی خریداروں کی فہرست میں نام درج کرا دئے۔ چلتے وقت سوامی جی مہارانا صاحب کی ملاقات کو راج استھان پر گئے اور طرح طرح کے ذکر مذکور کے بعد رخصت ہوئے تو مہارانا صاحب نے ... روپیہ راہ کے خرچ کے واسطے اور ان سرداروں نے کچھ کچھ نذرانہ روپیہ نذر کئے اور پھر جلد درشن دینے کے اقرار اور وعدے کرائے۔ چونکہ دیش کے ایسے اولوالعزم اور دھارمک راجوں مہاراجوں کی توجہ اور عنایت کے شکریہ سے عہدہ برائی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کے حق میں اس دعا پر اکتفا کی جاتی ہے۔

رنگ و بوئی گلشن حشمت ترقی پر رہے
جب تلک ہے گلشن عالم میں جوش رنگ و بو

امید ہے کہ جیسا اور اضلاع میں دھرم پرچار آج کل ہو رہا ہے۔ ویسا ہی بلکہ اور زیادہ اب راجپوتانہ میں بھی ظہور میں آوے گا (آریہ سماچار میرٹھ ماہ ماگھ سمت ۱۹۳۸ جلد ۳ نمبر ۱۱ صفحہ ۳۲۲ تا ۳۳۳) (عبارت سدرشن پرورتک جنوری ۱۸۸۲ء صفحہ ۲ سے ۴ تک میں بھی قریباً ایسا ہی لکھا ہے۔

دسویں فصل ریاست اندور

۱۲ تا ۲۷ دسمبر ۱۸۸۱ء

چتوڑ سے روانہ ہو کر سوامی جی اندور میں پہنچے۔ لیکن سری حضور مہاراجہ صاحب ہلکر جی [illegible] کے واسطے اندور تو اپنے راج استھان سے کہیں باہر تشریف لے گئے تھے ان کے [illegible] شری لالہ جی صاحب نے سوامی جی کو بڑی تعظیم و تکریم سے ٹھہرایا اور

اور سب طرح کا آدر ستکار کیا۔ ایک ہفتہ تک وہاں ٹھیر کر سوامی جی نے اپدیش دیا اور سامعین اور شائقین کو فائدہ پہنچایا۔ بعد اس کے سوامی جی بمبئی کی طرف روانہ ہوئے۔

باب ہشتم بمبئی پرانت

فصل اوّل بمبئی شہر

۳۱ دسمبر ۱۸۸۱ء تا جون ۱۸۸۲ء

(شنبہ پوہ شدی ۱۱ سمت ۱۹۳۸ تا جیٹھ اشاڑھ ودی پروا سمت ۱۹۳۹)

۱۔ آمد و ڈیرا۔ شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۸۱ء کو سوامی جی پھر بمبئی میں تشریف لائے۔ چونکہ ان کے آنے کی اطلاع پہلے ہی آچکی تھی۔ بنابراں کرنل ایچ۔ ایس۔ اولکاٹ صاحب پریذیڈنٹ تھیوسافیکل سوسائٹی مع کئی معزز ممبران آریہ سماج کے اسٹیشن پر سواری لیکر اُپستھت تھے گاڑی کے پہنچتے ہی سب نہایت پریم اور بڑی شان سے ملنے لگے۔ پہلے سوامی جی نے سب کی آنند کشل پوچھی پھر گاڑی پر سوار ہو بالکیشور گنگا شالا پر قیام فرمایا۔ یہ عالی مقام اور عام استھان سمندر کے تٹ پر واقع ہے۔ اس مکان کے نیچے [illegible] کا ساگر لگتا ہے۔

تھیوسافسٹ جنوری ۱۸۸۲ء میں حسب ذیل لیکھ نکلا۔ ہمارے معزز دوست سوامی دیانند سرستی گزشتہ ماہ کی ۳۱ تاریخ اندور سے بمبئی آئے۔ اور بالکیشر میں ٹھہرے ہوئے ہیں امید ہے کہ وہ دو تین مہینے یہاں رہ کر ویدک دھرم کا پرکاش اور آریہ سماج بمبئی کو مضبوط کرنے کے لئے اپدیش کریں گے۔

۲۔ سوامی جی کا کام۔ یہاں تو بہت کم ہوئے۔ تاہم تحریر کا کام غیر معمولی طور پر ہوتا رہا چنانچہ وید بھاشیہ کا کام ہوتا رہا۔ بعد ازاں چھپوا دیئے پکیس مکمل ہو گئیں۔ اور پستکوں کے چھپوانے کا کام بھی یکسوئی سے ہوا۔ جو کچھ ہوئے ادھورے تھے کا ذکر کیا۔ سالانہ جلسہ کی تیاری ان کی نگرانی میں ہوئی۔ اور جلسہ کامیابی سے سماپت ہوا۔ تھیوسافیکل سوسائٹی والوں سے قطع تعلق ہوا۔ اس کے متعلق مفصل حال ضمیمہ میں درج ہے۔

۳۔ ایک پادری صاحب سے شاستر ارتھ۔ ریورنڈ جوسف کک صاحب نے بمبئی ٹون ہال میں مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۸۲ء کو ایک لیکچر دیا۔ جس میں اس نے بتلایا کہ صرف عیسائی دین سچا اور خدا کی طرف سے ہے اور کل دنیا میں پھیلے گا۔ باقی ادیان

مذہب خدا کی طرف سے نہیں ۔

سوامی جی اپنے دھارمک کاموں میں کلی مصروف تھے ۔ اس لئے اس دعوت کا حال سنکر خاموش رہنا مناسب نہ سمجھا ۔ اور پادری صاحب کو مندرجہ ذیل خط ارسال کیا ۔

(بمبئی بالکیشر ۔ ۱۸ ۔ جنوری ۱۸۸۲ء)

صاحب ۔ آپ نے اپنے پبلک لیکچروں میں بیان کیا ہے کہ (۱) عیسائی مذہب خدا کی طرف سے ہے (۲) یہ کل دنیا پر پھیلے گا (۳) اور کوئی مذہب خدا کی طرف سے نہیں ہے ۔ میں کہتا ہوں ان باتوں سے کوئی بھی سچی نہیں ہے ۔ اگر آپ ان کو ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ آریہ ورت کے لوگ آپ کی باتوں کو بغیر ثبوت کے مان لیں تو میں بڑی خوشی سے آپ کے ساتھ مباحثہ کروں گا ۔ اس اگلے روز یوار کی شام کو ساڑھے ۵ بجے کے وقت میں فرامجی کاؤس جی انسٹی ٹیوٹ میں لیکچر کے واسطے مقرر کرتا ہوں اگر یہ آپ کو پسند نہ ہو تو آپ اور کوئی وقت اور جگہ بمبئی میں مقرر کر سکتے ہیں ۔ چونکہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی زبان نہیں بول سکتا ۔ اس لئے میں یہ شرط کرتا ہوں کہ ہمارے دونوں کے دلائل ایک دوسرے کو ترجمہ کرکے سنائے جاویں ۔ اور ایک مختصر نویس مقرر کیا جائے کہ کل کارروائی کو قلمبند کرے اور دونوں کے دستخط کرائیں ۔ یہ مباحثہ معزز اشخاص کے سامنے ہوگا ۔ جن کو دونوں فریق لاویں گے ۔ اور ان میں کم از کم تین یا چار کے اس کاغذ پر دستخط کرائے جاویں گے ۔ اور پھر یہ کل تحریر بطور رسالہ کے چھاپ کر شائع کی جاوے تاکہ عوام جان لیں کہ کون سا مذہب ایشوری (خدا کی طرف سے) ہے ۔ دیانند سرسوتی ۔

یہ چٹھی کرنل الکاٹ صاحب نے سوامی جی کے روبرو انگریزی میں ترجمہ کرکے بعد ثبت دستخط ہمارا اج کے پادری صاحب کی خدمت میں ارسال کی اور اسی طرح خود کرنل صاحب اور بی ٹی صاحب کپتان تھیوسوفیکل سوسائٹی نمبر ۳۱ نے اسی تاریخ ایک ہی جگہ سے ایسے مباحثے کی چٹھیاں پادری موصوف کو لکھیں (دیکھو رسالہ تھیوسوفسٹ کا ضمیمہ ۱۲ و ۱۳ ماہ فروری ۱۸۸۲ء)

پادری صاحب نے ان چیلنجوں کا جواب بدیں مضمون ارسال فرمایا ۔

جواب از جانب جوسف کک ۔ بنام کرنل الکاٹ ۔ مورخہ ۲۰ ماہ جنوری ۱۸۸۲ء از بمبئی میں ان چیلنجوں کو قبول نہیں کرتا ہوں ۔ کیونکہ ان کی صریح غرض ... کے پھیلانے کی ہے (دیکھو تھیوسوفسٹ کا ضمیمہ ماہ فروری ۱۸۸۲ء جلد ۳ نمبر ۵ سلسلہ نمبر ۲۹ صفحہ نمبر ۱۵)

بعد آنے اس کورے جواب کے سوامی جی نے ایتوار ۲۲ جنوری ۱۸۸۲ء ۔۔ بجے شام کے فرامجی کاؤس جی انسٹی ٹیوٹ میں گئی حاضری میں عیسائی دین کے خلاف ایک پر زور دلائل سے لیکچر دیا ۔ جس پر تمام شہر میں عیسائی دین کی شکست کا شہرہ ہوگیا ۔ اور اسی روز سے کرنل صاحب نے بھی وہاں عیسائی دین کے برخلاف انگریزی تقریر کی ۔

۴ - سالانہ جلسہ - یہ جلسہ ۳۰ مارچ ۱۸۸۲ء بروز شنبہ مطابق چیت شدی پردا سمت ۱۹۳۹ء کو
بابو رام نرائن لال و پنڈت گوپت نرائن و جگ وہاری لعل عمران آریہ سماج داناپور بہار
اتسو کے موقع پر اس خیال سے کہ سوامی جی بھی وہاں ہی ہیں بمبئی میں آ گئے۔ اور سوامی
جی کے پاس ہی ٹھہرے تھے۔ ان لوگوں کو دور سے دیکھتے ہی سوامی جی نے کہا کہ دیکھو۔ پٹنہ
والے آتے ہیں۔ مگر انہوں نے سوامی جی کو نہ پہچانا۔ کیونکہ جب سوامی جی داناپور میں گئے
تھے بہت دُبلے اور بیمار ہو رہے تھے مگر اب بزرگ تندرست اور موٹے تازے تھے۔ بول
سے انہوں نے پہچان کرنے کیا۔ سوامی جی نے جواب کے بعد کہا کہ اتسو کا ہون ابھی ہوگا
اور جلسہ شروع ہوگا۔ تم لوگ اشنان کر آؤ۔ چنانچہ جلدی اشنان کر سوامی جی کے ساتھ ٹانگہ
سے پیدل چلے۔ اور تھوڑی دور جا کر جہاں سے راستہ ٹھیک ہے سواری پر بیٹھ کر
جائے مقررہ پر پہنچے۔ ہون کرانے والے دکشنی برہمن تھے۔ ان میں سے ایک برہمن
ایسا تھا جس کو چاروں وید سورسمت حفظ تھے۔ وہ بڈھا اور کالے رنگ کا تھا اور
اس کے منہ میں دانت بھی نہیں تھے۔ سوامی جی نے ان سے کہا کہ تم لوگ جو ترکی
بھاشا کرتے تھے۔ وہ یہی ہے جو چاروں وید اس برہمن کے کنٹھ میں ہیں یہی برہما
ہے۔ چنانچہ اس روز کے یگ میں وہی برہما قرار دیا گیا۔ پھر سائنکال میں سوامی جی نے
دھرم وشے پر ویاکھیان دیا۔ اور ویاکھیان شروع ہونے سے پہلے ایک دکشنی برہمن
نے تان پورا (طنبورا) ہاتھ میں لے کر ایک ایسے سوریلے سام وید کا منتر الاپا۔ گویا راگ
کو سامنے کھڑا کر دیا۔ لوگ سن کر ہی مگن ہو گئے۔ وہیں ایک انگریز ڈاک خانہ کے
بڑے افسر جو اپنے بال بچوں کے بھی آئی کر چپکے ہو کر بیٹھے رہے۔

اسی جلسہ کا حال رشی دیشیتی اخبار میں اس طرح لکھا ہے۔ ۳۰ مارچ ۱۸۸۲ء کو آریہ سماج
بمبئی کا وارشک اتسو بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ اور سوامی دیانند جی مہاراج کئی مہینے
سے یہیں اوپستھت رہنے سے اتسو میں اتینت آنند رہا (جلد ۱ - نمبر ا - ۱۲ بیساکھ
پنڈت شنکر لال شاستری اوشٹ دیالی پرشوتم اگرساکن صاحب صدری بھی یہاں درشن
کرنے آئے۔ اتسو میں سوامی جی نے ایک ویاکھیان سنسکرت میں دیا اور بتلایا کہ آجکل
کے سماج سے ستر آدمیوں کا گذارا اچھا تھا۔ چور وغیرہ کو جو تو پڑ منو دنڈ دیا جاتا تھا اس
سے وہ ہمیشہ چوری کرنے سے ڈرتا تھا۔ اور آج کل کے قاعدہ کے مطابق چوری کرنے میں
اُسے پریم آتا ہے۔ اس کو اپنے اصل گھر سے اچھی خوراک اور اچھا گھر ملتا ہے۔

۵ - اپاسنا کے متعلق سوال - ۲۰ مارچ ۱۸۸۲ء کو پنڈت امرت نارائن نے سوامی جی
سے پوچھا کہ من لگا کر اپاسنا کا طریقہ بتلائیے۔ سوامی جی نے کہا کہ یم نیم کا پالن کرو
اور پھر نجیبی پر شٹ کیا۔ اسی طرح تین بار ہی اختلاط بار بار پر شٹ کرنے کا

کہ آپ جو یم نیم کہتے ہیں ۔ ان میں ست بولنے کا حکم ہے ۔ اور یہ مطلب ہے ہم کو اس کے سوائے کوئی طریقہ بتلائیے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پنڈت صاحب پہلے ایک مقدمہ میں جھوٹی گواہی دے چکے تھے ۔ اور ایک دفعہ پھر دینی تھی ۔ چنانچہ دی ۔

دیگر مہمان آریہ سماج داناپور کہ سوامی جی نے کہا کہ تم ہم سے کئی ایک پرشن پوچھتے کرتے ہو یہ تم کو یاد نہ رہیں گے ۔ ایک کاغذ لے کر جب یاد پڑے لکھتے جاؤ ۔ بابو جی نے اپنا حل درحقیقت صرف پرشن پوچھنا آ گئے کاغذ پر کہ نوٹ کرنے لگے ۔ مگر جو سوال جی میں اٹھتا اس کا جواب انہیں اپنے ہی جی سے مل جاتا ۔ غرض دوسرے وقت جب سوامی جی نے کہا کہ لکھو کیا پوچھنا ہے تو کچھ سوچنے کی بات باقی نہ رہی ۔ صرف یہی پوچھا کہ پرمیشور کی اپاسنا کس ریتی سے کرنی چاہیئے ۔ سوامی جی نے کہا کہ ہم نے تمہیں اور تمہارے کئی ساتھیوں کو ایک روز بونس صاحب کے بنگلہ میں اس کا طریقہ بتلا دیا تھا ۔ بابو جی نے جواب دیا کہ آپ نے جیسے بتلایا تھا ویسے ہی میں کیا کرتا ہوں ۔ سوامی جی نے کہا کہ تم نہیں کرتے ہو ۔ میرے سامنے کرو ۔ انہوں نے پرانایام کرنا شروع کیا ۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ پرانایام نہ ہوا ۔ کیونکہ جب تیز کا وایو باہر پھینکے ہو تو چاہیئے کہ گدا اندری اوپر کو اٹھی ہوئے سو تم سے نہیں ہوتا ۔ اب یوں ہی کرو ۔ بابو جی نے پوچھا کہ اس اپاسنا کرتے وقت من ادھر اُدھر چلا جاتا ہے اس کا کیا کریں ۔ سوامی جی نے کہا کہ اس کو ایک جگہ ٹھہراؤ ۔ انہوں نے کہا کہ کیا روپ خیال کر کے اس پر ٹھہرا دیں ۔ سوامی جی نے کہا کہ روپ کی کچھ ضرورت نہیں ۔ انہوں نے کہا کہ بنا روپ کے ٹھہرتا نہیں کہا کہ [redacted] اس میں روپ کی کوئی ضرورت نہیں ۔ مگر جب تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو اپنے جسم کے بھیتر کوئی جگہ ذہن کرو ۔ اور وہاں ایک سوئی کی نوک کے برابر یا تل برابر کسی چیز کا خیال کرو ۔ اور پھر اس کو خیال میں دو ٹکڑے کر ڈالو ۔ اور آدھے ٹکڑے پر دھیان جماؤ ۔ اور پھر اس کے بھی دو ٹکڑے کر ڈالو اور اس پر دھیان جماؤ اسی طرح برابر قیاس میں اسے چھوٹا کرتے چلے جاؤ جب تک کہ وہ نہایت چھوٹے سے چھوٹے درجہ پر نہ پہنچ جاوے پھر اسے بھی اڑا دو ۔ اتنے میں تمہاری دھارنا ہو جاوے گی اب سمادھی کا حال بتلاتے ہیں بابو جی نے کہا کہ بس اتنا ہی رہنے دیجئے ۔ جب اتنا ابھیاس ہو جاوے گا ۔ تب پھر میں آپ سے بذریعہ دوبارہ پوچھ لوں گا ۔ سوامی جی نے کہا کہ میں تم کا جواب نہ دے سکوں گا ۔ بابو جی نے کہا کہ جب اس طرف نزدیک آویں گے تو میں بھی آ کر پوچھوں گا ۔ سوامی جی خاموش ہو گئے ۔

۴ ۔ بچے و بچہ کا اپدیش ۔ دوسرے روز دھیانے کے ایک بنیے کا سیٹھ کا بیٹا یا سو برس کا ایک لڑکے ترتے ہوئے سوامی جی کے درشن کے لئے آیا ۔ سوامی جی فارغ ہونے کے بعد لڑکے سے باتیں کرنے لگے ۔ لڑکا بڑا شریر تھا ۔ کئی ایک اپاؤ کر سوامی جی نے اُسے بلایا ۔ آخر مسٹر اُسے کچھ اپدیش دینے لگے ۔ اس لڑکے سے کہا کہ سویرے اٹھ کر

ہاتھ جوڑ کر اپنے ماں باپ سے نمستے کرو۔ اور جب پاٹ شالہ کو جانے لگو تو اپنی کتاب اپنے ہاتھ میں اور نہ نوکروں کے ہاتھوں میں۔ اسی طرح بہت سی نصیحتوں کے درمیان یہ بھی کہا کہ تم کسی عورت کے چہرہ پر نظر مت کرو۔ اور جب کوئی تم کو سامنے آ جائے تو اپنی نظر پھیر لو۔ ورنہ اس کی صورت تمہارے دل میں گھس کر ایسا جذبہ پیدا کرے گی جس سے ویریہ کے متعلق روگ ہو کر تمہیں سخت نقصان پہنچائے گا ÷

۷۔ اچھوتوں میں کام کرنے کی پریرنا۔ ایک روز ایک شخص درشن کو آیا۔ سوامی جی نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ جواب دیا کہ برہمن کیا کام کرتے ہو۔ کہا میں پہلے سرکاری نوکر تھا۔ اب پنشن پاتا ہوں۔ کہا کچھ سنسکرت بھی جانتے ہو۔ اس نے کہا کہ اپنی معمولی کریا کلاپ جانتا ہوں۔ کہا کہ تب تم کیوں اپدیش نہیں کرتے۔ اس نے کہا کہ کیوں کر اپدیش کریں۔ یہاں دن رات بڑے بالوں کے فکر میں پڑا رہتا ہوں۔ سوامی جی نے کہا کہ اب فکر کرنا سراسر بے وقوفی ہے تمہیں پنشن ملتا ہے وہ تمہارے لڑکوں کی پرورش کے لئے کافی ہے۔ بس اب تم جو تکر برہمن ورنش میں پیدا ہوئے ہو اور تمہارے بزرگ جگت گرو کہلاتے تھے۔ تمہیں اُچت ہے کہ اب جگت کے اُپکار میں کمر باندھو۔ تم کول بھیلوں کے ملک میں چلے جاؤ۔ ان کو کرسٹان ہونے سے روکو اور جس کسی طرح سے جیسی تمہاری طبیعت چاہے ان کو ایک ایشور کی پوجا سکھلاؤ۔ وکولی جاپ بگر کرسٹان ہونے سے بچاؤ۔ پر تو اس نے نہ مانا۔ اُن دنوں بہت سے پادری شہر کو چھوڑ کر کول بھیل جنگلیوں کے کرسٹان کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اسی لئے سوامی جی نے اُسے اس رستے پر پریرنا کی۔ جو کہ بے سود رہی ÷

۸۔ نیموں اور اُپ نیموں کی درستی۔ جو نیم اُپ نیم یہاں پہلی مرتبہ بنا کر چھپائے گئے تھے۔ سماج ابھی تک انہی کی پابند تھی۔ مگر لاہور سماج کی تجویز پر ان نیموں کا خلاصہ کر کے سوامی جی کی سمتی سے موجودہ دس نیم بنائے گئے تھے اور وہی کل سماجوں میں چھپوا کر بھیجے جاتے رہے ÷

۹۔ مورتی پوجا کے لئے انعام۔ جب سوامی جی یہاں زور و شور سے مورتی پوجن وغیرہ اور ویدک شکشا کا منڈن کر رہے تھے تو آریہ سماج کے لائق و معزز ممبر سیٹھ متھرا داس لوجی بھاٹیہ بمبئی والا نے یہ اشتہار دیا کہ جو شخص مورتی پوجن شاستر اور ویدوکت اور دھرم ثابت کر دیوے۔ اس کو میں پانچ ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ مارچ ۱۸۸۲ء۔ دستخط متھرا داس لوجی بھاٹیہ ساکن بمبئی ۔۔

اس پر لاہور کی اخبار آفتاب پنجاب نے اس خبر کو بمبئی کے انگریزی اخباروں سے لیکر شائع کیا۔ اس پر وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ لکھتا ہے۔ ”ہمیں چاہئے چوڑیوں کا درد“ جوں آفتاب پنجاب لاہور۔ بمبئی کے ایک متمول بھاٹیہ نے پانچ ہزار روپیہ اس شخص کو دینے کہے ہیں جو ثابت کرے کہ وید شاستر مورتی کی پوجا کی اجازت دیتا ہے۔ اسی پرکار سیوک لال جی نے پانچ ہزار روپیہ یا دس ہزار روپیہ کے انعام کا نوٹس دیا تھا + کہ جو ثابت کرے

کی چوٹ سے کہتا ہوں کہ شاستر وید مقدس کی پرستش کی اجازت دیتے ہیں تو کیونکر بت پرستی کی
شکایت کیوں چھوڑتے ہیں۔ بازم جادین۔ بیجا اصرار ہے ٹرانسکوز بہ جیپہ ہفتہ۔ دوم جولائی
۱۸۸۱ء حصہ سوم)

۱۰۔ زمین خریدی گئی۔ سوامی جی کی موجودگی میں ہی دھرم کے جوش نے پیدا ہو کر ممبران سماج نے صرف دیاکھیان سننے اور پستکالیہ و شالہ بنانے کے لئے پانچ ہزار کی مقدار کے ایک قطعہ زمین ایک ہزار کو خریدا۔ گرگام پولیس کورٹ کے پیچھے کاکرواڑی نام جگہ ہے۔ اور اسی جگہ پر اب آریہ سماج کا عالیشان مندر بلاگت کئی ہزار روپیہ کے بنایا گیا ہے +

آریہ لوگ کہتے تھے کہ کئی معزز رؤسا انتظاری میں ہیں کہ اگر سوامی جی کہیں تو ہم بڑی بھاری رقم مندر فنڈ کے واسطے دیویں مگر سوامی جی نے اپنے منہ سے کچھ نہ کہا۔ صرف اتنا کہا کہ یہ کام میرا نہیں ہے۔ میں صرف اپدیشک ہوں کیا دینا اور کیا لینا یہ کام تمہارا اور ان کا ہے +

۱۱۔ گئو رکھشا۔ یہاں گئو رکھشا کے بارے میں نہایت ہی قابل قدر کارروائی کی۔ اگرچہ تقریر و تحریر ہر طرح سے وہ زندگی بھر میں ایسی مفید تحریک کرنے میں ورلڈ رہے۔ لیکن یہاں خاص ہی سکیم نکالی۔ پہلے تو پارسی لوگ صاحب کے مباحثہ کے بعد سماج تمام معززین کی ایک بھاری سبھا کو منتشر کیا۔ سوامی جی نے اس میں گئو رکھشا پر ایسا اعلیٰ لکچر دیا کہ سامعین دم بخود تھے۔ کہتے ہیں کہ بمبئی پریزیڈنسی میں گئو رکھشا کے کام کی بنیاد اسی لکچر سے پڑی +

اس کے بعد انہوں نے حسب ذیل کاغذات چھپوا کر مشتہر کئے +

(۱) سہی کرنے کا پتر (دستخط کرنے کا کاغذ)

(۲- اپیل) ایسا کون شخص جگت میں ہے جو سکھ کے لابھ ہونے میں پرسن اور دکھ کی پراپت میں اپرسن نہ ہوتا ہو۔ جیسے دوسرے کے لئے اپنے اپکار میں سیم آنند ہوتا ہے۔ ویسے ہی پر اپکار کرنے میں سکھی ہونا چاہئے کیا ایسا کوئی بھی ودوان بھوگول میں تھا ہے اور ہوگا۔ جو پر اپکار روپ دھرم اور ہانی سروپ ادھرم کے سوائے دھرم ادھرم کی سدھی کر کے دکھلا سکے مہاشے جن میں جو اپنے تن من دھن سے سنسار کا ادھک اپکار سدھ کرتے ہیں دھنیہ ہیں جو اپنی اگیانتا سے سوارتھ وش ہو کر اپنے تن من دھن سے جگت میں ہانی کر کے بڑے لابھ کا ناش کرتے ہیں۔ سرشٹی کرم سے ٹھیک ٹھیک یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ پرمیشور نے جو جو وستو بنایا ہے۔ وہ پورن اپکار لینے کے لئے ہے۔ الپ لابھ سے مہاہانی کرنے کے لئے نہیں وشو میں دو ہی جیون کے مول ہیں۔ ایک ان اور دوسرا پان۔ اسی ابھپرائے سے آریہ شرومنی راجے مہاراجے اور پرجا جن مہا اپکارک گائے آدی پشوؤں کو نہ آپ مارتے اور نہ کسی کو مارنے دیتے تھے۔ اب بھی [illegible] گائے بیل۔ اور بھینس کو مارنے مروانے دیتا
... سب کا جیون سکھ ...

ہو سکتا ہے۔ جتنا راجہ اور پرجا کا نقصان ان کے مارنے اور مر جانے سے ہوتا ہے اتنا اور کسی سے نہیں۔ اس گائے کو کرنا نِدھی پستک میں اچھے پرکار پرگٹ کر دیا ہے۔ اسقدر ایک گائے کے مارنے اور مر جانے سے چار لاکھ بیس ہزار منشوں کے سکھ کی ہانی ہوتی ہے اس لئے ہم سب لوگ سو پرجا کی ہتیشی شریمتی راج راجیشوری کوین وکٹوریہ کے نیائے پرنالی میں جو یہ انیائے روپ بڑے بڑے اپکارک گائے آدی پشوؤں کی ہتیا ہوتی ہے۔ اس کو ان کے راجیہ میں سے پرتھا سے چھڑوا کے اتی پرسن ہونا چاہتے ہیں۔ یہ ہم کو پورا نشچے ہے کرونا دھرم پرجا ہت پریہ شریمتی راج راجیشوری کوین وکٹوریہ۔ پارلیمنٹ سبھا اور سرو دیش کی پردھان آریہ ورتیہ شریمان گورنر جنرل صاحب بہادر سہرتی اس بڑی ہانی کارک گائے۔ بیل۔ تتھا بھینس کی ہتیا کو شیگھر اتساہ اور پرسنتا پوروک شیگھر بند کر کے ہم سب کو پرم آنندت کریں۔ دیکھئے کیا وکت گئو بکری گائے آدی پشوؤں کے مارنے اور مر جانے سے دودھ گھی اور کسانوں کی کتنی بڑی ہانی ہو کر راجہ پرجا دونوں کی بڑی ہانی ہو رہی ہے۔ اور نت پرتی ادھک ادھک ہوتی جاتی ہے۔ پکش پات چھوڑ کے جو کوئی دیکھتا ہے تو یہ پاپ اپکاری کو دھرم اور پالن ادھرم نشچت جانتا ہے۔ کیا ودیا کا یہ پھل اور سدھانت نہیں ہے کہ جس جس سے ادھک اپکار ہو اس اس کا پالن پوشن کرنا اور ناش کبھی نہ کرنا۔ پرمیشور ودیا ونیایہ کاری سرو انتریامی سرو شکتیمان پرماتما اس جگت کو اپکارک کام کرنے میں سمت راجا پرجا کو ایک متی کرے۔

(دستخطیں)

(۳) اشتہار (وگیاپن) ہم سب آریہ پرشوں کو ودت کیا جاتا ہے کہ جس پتر کے اوپر (۱۰۰م) اور نیچے (دستخط) ایسا چنہ لکھا ہے وہی سہی کرنے کا ہے اس پر سہی اور دستخط اچھے پرکار کرنی ہوگی۔ کہ جس سے سنوتر راجیہ و ملک میں ہر ہر آدمی منشوں کی جتنی سنکھیا ہو اتنی سنکھیا لکھ کے استا لئے سو ہزار۔ لاکھ و کروڑ منشیوں کی آوشیکتا ہے جن ایک نام پر سہی کرتا ہوں۔ اس پرکار ایک شریمتی متا مانتے پردھان پرش کی سہی میں سرب کا دھارن آریہ جو ورتا کی سہی آ جائے گی۔ پر تو جتنے منشوں کی انگوٹھے ایک ایک پرش سہی کرے وہ دان سے سہی لے کے اپنے پاس اور شیگھر رکھے اور جو مسلمان و عیسائی لوگ اس گئو اپکارک ورشے میں اور جتنا پرسنتا سے سہی کرنا چاہیں تو کر دیں۔ مجھ کو دڑھ نشچے ہے کہ آپ پرم اُودار مہاتماؤں کے پرستاؤ اور پریتی سے یہ سرو اپکارک مہان کیرتی پیدا ایک کاریہ سدھ ہو جائے گا۔ (دیانند سرسوتی امبیکا چیت کرشن ۵ سمت ۱۹۳۹ (۱۴ - ۳) چیت سن ۱۸۸۲ء)

اس کے علاوہ بہت خط و کتابت اس کے متعلق ہوئی۔ چنانچہ ۲۰ اپریل ۱۸۸۲ء کو بمبئی سے سوامی جی نے ایک انگریزی پتر بنام مانیور شریمان سندر سنگھ جی کے روانہ کیا۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ آپ کا پتر ہم تاریخ کا ملا آنند ہوا۔ مجھے خوشی ہے کہ پنڈت سالگرام وہاں کامیاب ہوئے۔ مجھے یہ بھی سن کر آنند ہوا ہے کہ گئو کشی کو بند کرنے کے لئے بھی پورا

کار روائی ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کام کسی مہاراجہ ودوان سپھلتا کو پہنچا سکے ہو۔ آپ نے واقعی بہت اچھا انتظام کیا ہے کہ یہ کرائی کا سے۔ جیسے آپ کے راج سے باہر پہنچ جاوے۔ اس کے علاوہ جو تجویز سب سے اچھا میں سمجھتا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کرائی کا سے شمار کی جائے جس میں راج کی کل کا شمار جیسے جیل آدمی کی تعداد لکھی جائے اور اس کے علاوہ میں جو اس کے متعلق ہو ہر ایک شہر کی پیدائش اور موت درج کی جائے۔ یہ کاغذ شمار کو جو جمعیتوں کے پنچایت مرتب کی جاویں۔ وجہ یہ ہے کہ اس سے راج میں لڑکوں کا پڑھایا جانا بھی دیکھا۔ اور یہ کہ آپ نے ایک آریہ دھرم سبھا ستھاپت کی ہے۔ واقعی یہ نہایت قابل تعریف کام کیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کا دوش آریوں کا اپکار اور اشیرواد سے وید کے دھرم کی پاس سبھا سے ویش کو بڑا لابھ پہنچنے کی آشا ہے۔

گئو رکھشا کی کار روائی خوب ترقی کر رہی ہے۔ اور بہت کامیابی ہو رہی ہے۔ بمبئی میں ہم نے دو ہزار دستخط گئو رکھشا کے لئے کرا لئے ہیں۔ ہم گئو کشی کو صرف راجواڑوں سے دور کرنا چاہتے ہیں بلکہ ہم پارلیمنٹ کی خدمت میں عرضی بھیجیں گے۔ اس غرض سے ہمیں دو کروڑ دستخطوں کی ضرورت ہے۔ ہم آشا کرتے ہیں کہ راجے مہاراجے بھی اس ایک گئو سرے کو اس کی بہ بینا کریں گے۔ پنڈت کالو رام جی اس کار روائی کے متعلق بہت دھیان دے رہے ہیں۔ ہم سب آنند پورک ہیں۔ وید بھاشیہ کا کام شگفتگی سے ہو رہا ہے۔ بمبئی کے آریہ لوگوں نے ایک قطعہ زمین کا سماج مندر کے لئے خرید لیا ہے۔ اور بارہ ہزار روپیہ کے لگ بھگ عمارت بنانے کے لئے ہو چکا ہے۔

اس خط کے علاوہ ہم نے آپ کو پانچ چھپے ہوئے پتر گئو رکھشا سمبندھی بھیجے ہیں جو کہ آپ کو جلدی پہنچ جائیں گے۔

آریہ سماج کے نیم اور اپ نیم اس سماج میں جو کہ آپ نے کامیابی سے ستھاپت کی ہے بھیج چھوڑنے چاہئیں۔ انت میں ہم آپ سب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اچھا اور سرتی ہوتا رہنا۔

جو پلیٹ پتر ہم نے آپ کو بھیجے ہیں۔ اس سے آپ ہماری منشاء کو بخوبی سمجھ لیں گے۔ کرپا کر کے اپنے سماج میں جتنے منشیوں کے دستخط اکٹھے کر سکیں بھیجئے۔ اور ان دستخطوں کو اپنے پاس رکھئے۔ ہم کو ان کی جلدی ہی ضرورت پڑے گی۔

روانگی۔ دکھن ہندوستان سے بھی بلاوے کے واسطے پیغام آئے تھے۔ اور اسی طرح کاٹھیاواڑ گجرات سے بھی۔ مگر عدم فرصتی کے سبب سوامی جی وہاں تشریف نہ لے گئے اور سبھاسدوں اور سہائکوں کے زیادہ اصرار پر ۲۲ جون تک بمبئی میں رہے اور ۲۴ جون کو وہاں سے روانہ ہو کر شعاع ہوتے تمام معززین سماج و دیگر دسا و شہر جو دھرم سے پریم رکھنے والے تھے اسٹیشن پر پہنچانے آئے اور پریم پورک باہمی نمستے کہہ کر روانہ ہوئے۔

دوسری فصل

(متفرق مقامات میں ایک مہینہ)

۱۔ کھنڈوا۔ ۲۴ جون کو بمبئی سے چل کر بسواری ریل کھنڈوہ میں پہنچے۔ یہاں راؤ بہادر بھاؤ صاحب جی ([illegible]) کے باغیچہ میں ٹھہرے۔

پہلی مرتبہ سری مہاراجہ صاحب کی عدم موجودگی میں سوامی جی آئے۔ اور بمبئی روانہ ہو گئے تھے۔ جب سری مہاراجہ صاحب نے آکر یہ سنا انہیں بہت رنج ہوا۔ فوراً بمبئی تار دیا کہ اب میں آگیا ہوں۔ کرپا کرکے جلد درشن دیجئے۔ اُتر آیا کہ بمبئی سے واپسی وقت آویں گے۔

۲۔ اندور۔ چنانچہ ۲ جولائی کو کھنڈوہ سے روانہ ہو کر اندور میں تشریف لائے۔ مہاراجہ تکوراؤ جی ہلکر سوامی جی کے بڑے شردھالو اور پریم رکھنے والے تھے۔ اس موقع پر بھی اپنی راجدھانی میں نہیں تھے۔ لہٰذا یہ خبر سن کر سوامی جی ایک دن ڈاک بنگلہ اسٹیشن پر ٹھہر کر ۵ جولائی کو دو بجے رتلام کو تشریف لے گئے۔

۳۔ رتلام۔ یہاں ۸ جولائی تک رونق افروز رہے۔ سوامی آتمانند بھی ساتھ تھے۔

۴۔ جاورہ۔ رتلام سے روانہ ہو کر ۹ جولائی پہلے اسی روز نواب جاورہ علاقہ اندور میں آگئے۔ اسٹیشن پر ٹھہرے اور وہاں سے اودے پور خط ارسال کیا کہ ہم بموجب وعدہ شری مہاراج کے آتے ہیں۔ آپ سواری وغیرہ کا بندوبست کریں۔

۱۴ جولائی ۱۸۸۲ء کو اودے پور کا خط آیا۔ کہ ہم نے چتوڑ گڑھ کے حاکم کے نام ہدایت بھیج دی ہے۔ آدمی سواریوں کے واسطے حکم دے دیا ہے۔ تیاری پربندھ ہو جاوے گا آپ تشریف لائیے۔

اس چٹھی کے آنے پر سوامی جی نے آتمانند سرستی جی کو بھیجا کہ وہ آگے جا کر دیکھیں کہ انتظام ہو گیا ہے یا نہیں اور خط لکھیں تاکہ ہم کو وہاں دیری نہ لگے۔ حاکم چونکہ دورے پر گیا ہوا تھا۔ اس واسطے دیری لگی۔ اور ۲۲ کو آتمانند جی کا خط آیا کہ حاکم آگیا ہے۔ سب انتظام ہو گیا۔ آپ تشریف لاویں۔ چنانچہ سوامی جی ۲۴ جولائی ۱۸۸۲ء کو وہاں سے چل کر ۲۶ کو چتوڑ گڑھ میں تشریف لائے۔

(۸) باب ہشتم دیسی ریاستیں

پہلی فصل ریاست اودے پور میواڑ

(۱) ۲۹ جولائی ۱۸۸۲ء تا ۱۰ اگست ۱۸۸۲ء ساون سدی ۱۰ سمت ۱۹۳۹ تا بھادوں بدی ۲ سمت ۱۹۳۹ تک اقامت چتوڑ۔ یہاں ٹھاکر سجن ناتھ جی حاکم چتوڑ نے ریاست کی طرف سے ان کے لئے تمام پربندھ کر دیا۔ چونکہ موسم برسات کا تھا اس واسطے ریاست سے سواری وغیرہ آنے میں ایک ہفتہ سے زیادہ لگ گیا۔ جو لوگ درشن کو آتے رہے۔ انہیں دھرم اپدیش سناتے رہے۔ کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔

۲۔ اودے پور آنا۔ ۱۰ اگست ۱۸۸۲ء تک چتوڑ رہ کر سوامی جی چتوڑ سے نیاہیڑہ تک ریل میں اور وہاں سے میانہ میں بیٹھے۔ یہ بڑے قوی ہیکل اور مضبوط جوان تھے۔ مگر میانہ نازک تھا۔ اس لئے راستے میں ٹوٹ گیا۔ جس سے ان کو کئی کوس تک پیادہ جانا پڑا۔ پھر ہاتھی اور بگھی اودے پور سے پہنچ گئے۔ جن پر سوار ہو کر سوامی جی ۱۱ اگست ۱۸۸۲ء کے دن اودے پور پہنچ کر نولکھا باغ کے محلوں میں جس کو اب سجن نواس کہتے ہیں اتارے گئے۔ یہاں ٹھہرنے کا تمام پربندھ ہو گیا۔ رامانند برہمچاری اور پنڈت بھیم سین و سوامی آتما نند جی ان کے ساتھ تھے۔ پہلے دن مہارانا صاحب پیدل سوامی جی کے ملنے کو آئے۔ صدہا لوگ ان کے پیچھے پیچھے درشن کو آئے۔

۳۔ روزانہ کام۔ شروع میں روز علی الصباح اٹھ کر گوردھن بلاس پربت تک جو یہاں سے دو تین میل ہے جایا کرتے تھے۔ مگر جب بارش نے زور شروع کیا تب صرف گلاب باغ میں ہی اُسی اندازہ کے موافق گشت کر لیا کرتے تھے۔

باغ کی سیر سے نپٹ کر وہاں باغ کی بارہ دری یا خانہ کے چبوترہ میں چوکی پر بیٹھ کر دھیان کیا کرتے تھے۔ اپاسنا اور سمادھی کے بعد وید بھاشیہ کیا کرتے۔ دس بجے دودھ پی کر بھی پھر وید بھاشیہ کیا کرتے۔ ۱۲ بجے بھوجن کر کے پھر جن سے ذرا فرصت پاتے پھر دو چار گھڑی لیٹ کے چٹھیوں کا جواب دیتے یا پروف دیکھتے۔ پھر چار بجے وہاں سے اٹھ کر جاتے مجمع ہو جاتی۔ لوگ آنے شروع ہو جاتے۔ سب مذاہب کے لوگ آتے۔ سوال و جواب ہوا کرتے۔ چراغ جلے سبھا برخاست ہوتی تھی۔ دربار خود بھی سامعین میں شامل ہوتے۔ اول اول تو نہیں۔ مگر بعد کو سوامی جی کے سامنے دربار کے واسطے گدی لگ جاتی تھی۔

۴ - مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے بحث - یہ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نج عدالت اودے پور تھے - ان سے ۱۷ ستمبر ۱۸۸۲ء مطابق بھادوں بدی ۱۲ سمت ۱۹۳۹ سوموار کو حسب ذیل بحث ہوئی - جسے تین آدمی لکھتے جاتے تھے - ایک پنڈت برج ناتھ جی عالم سائنس دوسرے مرزا محمد علیخاں سابق وکیل - ماہیدر کونسل ٹونک - تیسرے منشی رام نراین جی سررشتہ دار باغ کلاں سرکاری ۔

پنڈت برج ناتھ جی اُس وقت سوامی جی کے درمیان مترجم بھی تھے - عربی کے دقیق الفاظوں کا ترجمہ سوامی جی کو اور سنسکرت کے دقیق الفاظوں کا ترجمہ مولوی جی کو بتلاتے تھے - اصل کاپی پنسل کی لکھی ہوئی بھی ان کے پاس موجود تھی ۔

مولوی صاحب کا سوال اول - آیا کون سا مذہب ہے جس کی اصل کتاب ابتدائی کی بولیوں اور تمام قدرتی طریقوں کے ثابت کرنے پر حاوی ہو - جب چند بڑے مذہبوں پر غور کیا جاتا ہے جیسے ہندوستانی وید والے ایرانی یا چینی جاپانی بدھ والے فارسی ژند والے یہودی توریت والے - نصرانی انجیل والے - محمدی قرآن والے - تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان مذہبی اصول اور فروع خاص ایک ملک میں ایک زبان سے ایک طریقہ پر بنائے گئے ہیں جو دوسرے سے نہیں ملتے - اور ان مذہبوں میں سے ہر ایک مذہب کی تاریخ یا اور کاروبار و اشغال اسی ملک میں محدود ہیں جہاں وہ بنا ہے - جن میں سے کوئی علامت اور نشان اسی ملک کے سوائے دوسرے ملک میں نہیں پائی جاتی بلکہ دوسرے ملک کے عدم واقفیت سے اُسے بجا جان کر اسے ان پر ناواقف سے ترک کیا - بعض منہ دیکھے تک گوارا نہیں رکھتے - ایسی صورت میں سب مذہبوں میں سے کون سا مذہب حق سمجھنا چاہئے -

سوامی جی - مذہبی کتابوں میں قابل اعتبار ایک بھی نہیں کیونکہ تعصب سے پر ہیں جو کوئی کتاب کہ بدون تعلق تعصب ہے وہ میری رائے میں ٹھیک ہے - اور ایسی کتاب کا امر قدرتی قواعد سے خلاف نہ ہونا بھی ضروری ہے - میں نے جو ابھی تک تحقیق کیا ہے - اس کے رو سے سوائے ویدوں کے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو سب کے نزدیک قابل اعتبار ہو کیونکہ تمام کتابیں کسی نہ کسی ملک کی زبان سے مخصوص ہیں - اور وید کی زبان کسی ملک کی زبان سے مخصوص نہیں صرف علمی زبان ہے چونکہ وید کتاب علمی ہے اسی سبب سے کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی - یہی کتاب کل ملکی زبانوں کی اصل جڑ ہے - اور کامل ہونے سے امر کونی اور اقسام ناگزیر اسی کا کام ہے اور تمام قدرتی امور کے موافق ہے

مولوی - کیا وید مذہبی کتاب نہیں ہے (سوامی) وید مذہب کی کتاب نہیں ہے بلکہ علمی کتاب ہے (مولوی) مذہب کے آپ نے کیا معنے قرار دئیے ہیں ۔

سوامی - کچھ بات سمت کو مذہب کہتے ہیں - اسی سبب سے مذہبی کتابیں

سرتجا ویاپک نہیں ہو سکتیں +

مولوی - آپ نے پوچھنے سے یہ مطلب ہے کہ تمام آدمیوں کی زبان پر اور تمام انسانوں کے طریقوں پر اور تمام قدرتی طریقوں پر کون سی کتاب حاوی ہے - سو آپ نے وید فرما دیا - سو وید ایسی پوتک ہے یا نہیں (سوامی) ہاں ہے (مولوی) آپ نے فرمایا کہ وید کسی ملک کی زبان نہیں - جو چیز کسی ملک کی زبان نہیں ہوتی وہ سب زبانوں پر حاوی کیسے ہو سکتی ہے + (سوامی) جو خاص دیش کی بھاشا ہوتی ہے تو دوسرے دیش بھاشا میں ویاپک نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں پرچھنہ (محدود) ہے +

مولوی - جبکہ بھاشا ایک دیش کی ہونے سے دوسرے دیش میں نہیں ملتی - جب وہ کسی دیش کی بھی نہیں وہ سب پر حاوی کیسے ہو سکتی ہے + . .

سوامی - جو ایک دیش کی بھاشا ہے اس کا ویاپک کتنا سرتجا وردھ ہے اور جو خاص کسی دیش کی بھاشا نہیں وہ سب بھاشاؤں میں ویاپک جیسے آکاش کسی خاص دیش کا نہیں ہے - اسی نے سب دیشوں میں ویاپک ہے ایسے وید کی بھاشا بھی کسی خاص دیش سے سمبندھ نہ رکھنے سے ویاپک ہے +

مولوی یہ زبان کس کی ہے (سوامی) ودیا کی + (مولوی) بولنے والا کون ہے -

سوامی - اس کا بولنے والا سرب دیشی ہے (مولوی) تو وہ کون ہے +

سوامی - وہ پرمیشر ہے (مولوی) اس کا مخاطب کون ہے +

سوامی - سننے والے چار رشی تھے - آدی سرشٹی میں - جن کا نام اگنی - وایو - آدتیہ اور انگرہ تھا - ان چاروں نے ایشور سے تعلیم پا کر دوسروں کو سنایا +

مولوی - ان چاروں کو کیوں سنایا (سوامی) وے چاروں سب میں اُتم آتما اور اُتم تھے

مولوی - کیا اس بولی کو وے جانتے تھے (سوامی) اس جتانے والے نے اسی وقت ان کو بھاشا بھی جتا دی تھی - یعنے اس معلم نے اسی وقت زبان کا علم دے دیا +

سوامی - آپ اس کا ثبوت کن دلائل سے کرتے ہیں +

(سوامی) زبان دانی کا پھیلاؤ نہیں تھا (مولوی) زبان دانی کے کا یہ ہوتا ہے یا نہیں +

سوامی - نہیں (مولوی) اس بات کی شہادت کیا ہے +

سوامی - برہما آدک انیک رشیوں کی اور اُن کے گرنتھ بھی موجود ہیں +

مولوی - یہ شہادت مشکوک اور نا معقول ہے - وجہ بیان کیجئے +

سوامی - وید کی شہادت خود وید سے ظاہر ہے (مولوی) اسی طرح سب مذہب والے اپنی اپنی کتابوں میں بھی کہتے ہیں (سوامی) ایسی بات دوسرے مذہب کی کتاب والوں میں نہیں ہے - نہ وہ سدھ کر سکتے ہیں +

مولوی - آپ کتاب ہی سدھ کر سکتے ہیں +

سوامی ۔ میں پہلے ہی کہ چکا ہوں کہ مت والے ایسی بیہودہ باتیں کر سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں ۔ تو بتلائیے کہ محمد صاحب کے پاس قرآن کیسے پہنچا ؞

مولوی ۔ جیسے چاروں رشیوں کے پاس وید آیا تھا ؞

نوٹ ۔ افسوس کہ مولوی صاحب نے بالکل بلا سوچے کہے ایسا کہہ دیا ۔ یہ کسی طرح ٹھیک نہیں ۔ نہ تو قرآن شروع دنیا میں محمد صاحب کے آنے سے پہلے کا شائع ہوا ۔ اور نہ اس کی حقیقت کہانیاں ہی ایسی ہیں جو ابتدائے سرشٹی کی ہیں اور نہ اس کی زبان ۔ محمد صاحب اور خدا کے درمیان ۔ تیسرا جبرائیل اور بے شمار فرشتوں کی چوکیداری اور پہرہ اور آسمان سے نزول وغیرہ تمام باتیں ایسی ہیں جس سے کوئی محمدی بھائی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کسی طرح اس صفت سے موصوف نہیں ہو سکتا ۔ اور حقیقت قرآن اور قرآنوں کے تغیر و تبدیل کی کہانی مزید بیان (مولف) ؞

مولوی صاحب کا سوال دوم ۔ تمام دنیا کے انسان ایک نسل سے ہیں یا کئی نسل سے

سوامی ۔ جدی جدی کے (مولوی) کس دلیل سے ؞

سوامی ۔ سرشٹی کے آدمی میں ایشری سرشٹی میں آتے جو متعدد شریر دھارن کرتے ہیں کہ جیسے کہ سرشٹی میں شریر دھارن کرنے کے لائق ہوتے ہیں ۔ اور وہ سے ان کی جو ہوئے سے ایک ہیں (مولوی) اس کی ظاہری دلیل کیا ہے ؞

سوامی ۔ اب بھی سب ہی ایک ماں باپ کے بیٹے ہیں (مولوی) اس کے تین دلائل ثبوت کے

سوامی ۔ پریکش آدی آٹھوں پرمان (مولوی) اسے کرتے ہیں ؞

سوامی ۔ پرتیکش ۔ انومان ۔ اپمان ۔ شبد ۔ ایتہیہ ۔ ارتھاپتی ۔ سمبھو ۔ ابھاو ۔ ان آٹھوں پرمانوں ؞

مولوی ۔ ان آٹھوں سے ایک ایک کی تفتیش دے کر ثابت کیجئے ؞

سوامی جی نے پرمانوں کی ویاکھیا کی ؞

مولوی ۔ یہ جو صورتیں انسان کی ہیں ان کے بدن ایک طرح کے نہیں یا اختلاف رنگ کے

سوامی ۔ کچھ آدمیوں میں ایک سے رنگوں میں کچھ بھید ہے ؞

مولوی ۔ رنگوں میں کس کس میں کیوں اختلاف ہے ؞

سوامی ۔ کچھ دیس کے ملک کی آب و ہوا میں کسی قدر فرق ہے ؞

مولوی ۔ یہ فرق ایک دیش یا ایک قوم میں ایک ہی طرح کے ہیں یا جدا جدا قسم کے ہوتے ہیں (سوامی) ایک ایک ملک میں ایک ہیں ۔ جیسے ایک ماں باپ کے لڑکوں میں بھی جدی جدی طرح کے ہوتے ہیں (مولوی) جب دنیا کی حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کے کہنے کے موافق نہیں پاتے ایک ہی دیش میں کئی قوم مثلاً ہندی حبشی ۔ چینی وغیرہ ۔ اختلاف میں جدی جدی معلوم دیتی ہیں ۔ جیسے چین والے داڑھی نہیں رکھتے اور ٹھوڑی منڈے ہوتے ہیں ۔ حبشی منگولی وغیرہ ایسے ہی تینوں کی شکل نہیں ملتی ۔ سو یہ اختلاف ......

کل ایک ملک میں کیونکر ہے ۔ (سوامی) ان میں بھی فرق ہے (مولوی) ڈاڑھی نہیں نکلنے کا
کیا سبب ہے (سوامی) دیش کال اور ماں باپ آدمی کے شریروں میں کچھ کچھ بھید ہے۔ تمام
رج و بیرج کے موافق بنتے ہیں اور وات پت اور کف آدی دھاتوں کے سنیوگ وریوگ سے
بھی کچھ کچھ بھید ہوتے ہیں ۔ (مولوی) ہم تمام دنیا کے آدمی تین طرح کے دیکھتے ہیں
جن کی تفصیل یہ ہے ۔ ڈاڑھی والے ۔ بنا ڈاڑھی والے ۔ ہندوستانی ۔ عربی ۔ فرنگی ۔ مصری
وغیرہ ۔ بے ڈاڑھی والے چینی جاپانی ۔ کیسٹا کے ۔ گھونگرو بال والے حبشی اور ان تینوں
کی بناوٹ اور وضع میں بہت سا فرق ہے ۔ ایک دوسرے سے نہیں ملتا ۔ اور آپ کا فرمانا
اوپر والے سببوں سے ہے اور یہ تینوں قسم والے ایک ملک والے دوسرے ملک میں جا کر
رہیں تو بھی فرق نہیں ہوتا ۔ نسل برابر ہے تو اس صورت میں مورث اعلیٰ دنیا کے آپ
کے بیان سے تین ہوئے زیادہ نہیں ۔

سوامی جو تینوں کو کس میں ملاتے ہیں مثلے کسی ایسے نہیں ملتے ہیں ۔ اسی پرکار تین
سے ادھک سرشٹی وقت ہوتی ہیں ۔

مولوی جیسا فرق ان تینوں میں ہے ویسا دوسرے میں نہیں ۔ اس کچھ فرق کا سبب
تینوں قوموں کے آپس میں مل جانے کا ہے پر ان تینوں کی صورت کل ایک دوسرے
سے نہیں ملتی ۔

مولوی صاحب کا تیسرا سوال ۔ پرش کی پیدائش کب سے ہے اور دنیا کب تک رہے گی
سوامی ۔ ایک ارب چھیانوے کروڑ اور کتنے لاکھ وغیرہ برس اتیت ہوئے اور دو ارب
برس سے کچھ اوپر تک رہے گی (مولوی) اس کی کیا وجہ و دلیل ہے ۔
سوامی ۔ اس کا حساب ودیا اور جیوتش شاستر سے ہے (مولوی) وہ حساب بتلائیے ۔
سوامی ۔ سمبت کے پہلے ہنگ میں لکھا ہے اور ہمارے جیوتش شاستر سے ثابت ہے
دیکھ لو ۔

سوال چہارم (چہار شنبہ ۱۴ ستمبر سنہ ۱۸۸۱ مطابق بھادروں سدی یکم سمبت ۱۹۳۸)
مولوی (اول مولوی جی کی طرف سے) آپ مذہب (دھرم) کے پیشوا ہیں یا علم کے تابع
آپ کسی مذہب کے پابند ہیں یا نہیں ۔
مولوی ۔ (سوامی جی کی طرف سے) جو مذہب علم سے ثابت ہوتا ہے اس کے پابند ہیں
مولوی ۔ آپ نے کس طرح جانا کہ برہما نے چاروں رشیوں کو وید پڑھایا ۔
سوامی ۔ تحقیق کئے ہوئے ویدوں کے ملاحظہ سے اور معتبر حکیموں کی شہادت سے ۔
مولوی ۔ یہ شہادت آپ تک کس طرح پہنچی (سوامی) سلسلہ قولی اور ان کی کتابوں
مولوی (سوالات سے پیشتر یہ سوال پیش ہوا تھا جو آپ پڑھتے منقول ہوگئے
بہ منقول سے) اب آپ اس کے خلاف منقول کی شہادت دیتے ہیں ۔

سوامی - معقول وہ ہے جو بروئے علم ثابت ہو - خواہ تقریری ہو خواہ تحریری - سب عقلمند لوگ مانتے ہیں اور آپ بھی (مولوی) موافق اس قول کے برہما کا چاروں رشیوں کو وید کا تلقین کرنا بروئے علم یا عقل کس طرح ثابت ہوتا ہے ٭

سوامی - بدون علت کے معلول نہیں ہو سکتا - اس لئے علم کی بھی کوئی علت چاہیئے اور علت علم وہ ہے جو قدیم (ازلی و ابدی) ہو - یہ علم ازلی پرمیشر میں اس کی صفت کے ملاحظے سے ثابت ہوتا ہے - جس طرح کہ وہ تمام مخلوقات کا علت فاعل (یعنی نمت کارن) ہے اسی طرح اس کا علم بھی تمام انسانوں کے علم کی علت ہے - اگر وہ ان لوگوں رشیوں کو تلقین نہ کرتا تو یہ جو علمی کتاب ہے اور قواعد قدرت کے موافق ہے اس کا سلسلہ ہی نہ چلتا ٭

مولوی - پرمیشر نے چاروں رشیوں کو جداگانہ طور پر پڑھایا - یا بالاتفاق بتدریج تلقین کی یا ایک بارگی (سوامی) ایشور اس ذریعہ سے کہ وہ محیط (حاوی) ہے چاروں کو علیحدہ علیحدہ بتدریج وقتاً فوقتاً پڑھاتا گیا - کیونکہ وہ چاروں محدود العقل ہونے سے ایک ہی وقت میں متعدد امورات کے علم کو نہیں جان سکتے اور ہر ایک کی تحصیل عقل کے تفاوت سے کبھی چاروں ایک وقت میں اور کبھی علیحدہ علیحدہ سمجھ کے بالاتفاق پڑھتے رہے - وید چار ہیں (جس طرح) علیحدہ علیحدہ ہیں اسی طرح ہر ایک شخص کو ایک ایک وید پڑھایا ٭

مولوی - مدت تعلیم کس قدر ہے (سوامی) - جو عرصہ کہ ان کی عقل کے قوت کے لئے چاہیئے تھا

مولوی - پڑھانا بذریعہ الہام قلبی تھا یا بذریعہ حرف بصورت - جو مرقوم وید ہیں - یعنی شبدارتھ سمبندھ کے (سوامی) وہی الفاظ موضوعہ جو وید میں موجود ہیں - وہی پڑھائے گئے (یعنی الفاظ و معانی مع تعلق لفظی و معنوی) مولوی - الفاظ موضوعہ کے لئے منہ - زبان وغیرہ آلات درکار ہیں - تلقین کرنے والے میں یہ آلات ہیں یا نہیں ٭

سوامی - اس میں یہ آلات نہیں ہیں کیونکہ وہ نراکار ہے - پرمیشر بواسطے تلقین کے اعضا و آلات تکلم سے بے نیاز ہے (مولوی) لفظ کیسے بولا گیا ٭

سوامی - جیسے آتما اور من میں بولا جاتا اور سمجھا جاتا ہے (مولوی) بدون جانے ہوئے زبان کے الفاظ کس طرح ان کے من میں آئے (سوامی) ایشر کے ڈالنے سے کیونکہ وہ محیط کل

مولوی - اس تمام گفتگو میں امر خلاف قیاس ہیں - اول یہ کہ برہم نے صرف چار ہی آدمیوں کو ایسی زبان میں وید کی تعلیم دی کہ جو کسی ملک یا قوم کی زبان نہیں (دوم) یہ کہ الفاظ موضوعہ جو پہلے سے جانے ہوئے نہ تھے دل میں ڈالے گئے اور انہوں نے صحیح سمجھے - یہ امر اگر منظور کیا جاوے تو کل خلاف قیاس امور مثل معجزات وغیرہ جملہ مذاہب کے صحیح منظور کرنے چاہئیں ٭

سوامی - یہ دونوں باتیں خلاف قیاس کے نہیں کیونکہ دونوں ہی ٹھیک ہیں - جو کچھ زبان سے بولا (کہا) جاتا ہے تیار کیا جاتا ہے وہ بدون الفاظ نہیں ہو سکتا - جس نے جب الفاظ بنائے تو ان میں قوت قبول تھی - اس کے ذریعہ انہوں نے پرمیشر کے قبول کرانے سے موافق

اپنی قابلیت سے قبول کیا۔ اور آلات تکلم کی احتیاط متکلم و مخاطب کے لئے تفریق و جدائی میں ہوتی ہے۔ کیونکہ جو متکلم منہ سے نہ کہے اور سامع کے کان نہ ہوں تو نہ کوئی تلقین کر سکتا ہے اور نہ کوئی استماع۔ پرمیشور چونکہ سب جا میں محیط ہے۔ اس لئے ان کے آتما میں بھی موجود تھا۔ جدا نہ تھا۔ پرمیشور نے اپنے علم قدیم کے الفاظ کو ان کے یعنی چاروں رشیوں کے آتماؤں میں ظاہر کیا اور سکھایا۔ انہوں نے اس کے سیکھنے سے جیسے کہ کسی غیر ملک کی زبان کا عالم کسی دوسرے ملک کے ناواقف آدمی کو جس نے اس زبان کا کوئی لفظ نہیں سُنا۔ سکھا دیتا ہے۔ اسی طرح پرمیشور نے جس کا علم سب پر محیط اور حاوی ہے اور اس علمی زبان کو بھی جانتا تھا۔ اس نے سکھا دیئے۔ یہ باتیں خلاف قیاس نہیں۔ جو اس کو خلاف قیاس کہے وہ اپنے دعوے کی دلیل دے۔ مدعی ثبوت کرے۔ پران جو پرانی کتابیں ہیں یعنی وید کے چار برہمن ہیں وے وہاں تک صحیح ہیں جہاں تک مخالف وید نہ ہوں اور جو اٹھارہ پران جدید ہیں مثل بھاگوت دیوی پران وغیرہ۔ وے قدرتی قواعد کے اور علم کے خلاف ہونے سے صحیح نہیں بالکل جھوٹے ہیں ٭

مولوی۔ پران مذہبی کتاب ہیں یا علمی ٭

سوامی۔ وہ قدیم کتابیں یعنی چاروں برہمن علمی اور نقلی بھاگوت وغیرہ پران مذہبی ہیں۔ جیسی کہ دوسری مذہبی کتابیں ٭ (مولوی) جبکہ وید علمی کتاب ہے اور پران مذہبی کتاب ہیں اور وہ قبول آپ کے غلط۔ پس آریوں کا مذہب کیا ہے ٭

سوامی۔ دھرم وہ ہے جس میں بے تعصبی۔ عدالت اور حق کا اختیار اور باطل کا انکار۔ ویدوں میں بھی اسی کا ذکر ہے۔ اور وہی آریوں کا قدیم دھرم ہے اور پوران فرقہ تعصبی فرقہ یعنی شیو اور بشنو وغیرہ اہل فرقہ کے ہیں مثل دوسری مذہبی کتابوں کے ٭

مولوی تعصب آپ کسے کہتے ہیں (سوامی) جو بے علمی کا کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ یعنی ضد سے کسی اپنی غرض کے لئے عدالت و حق کو چھوڑ کر باطل و ظلم کو اختیار کیا جاوے ٭

مولوی۔ اگر کوئی ان صفات سے خالی ہو وہ آریہ نہ ہو تو آریہ لوگ اس کے ساتھ اپنا سلوک یعنی طعام و شادی کیا کریں گے یا نہیں ٭

سوامی۔ کوئی صاحب علم کھانے اور شادی کو دھرم یا ادھرم سے خاص تعلق نہیں جانتے بلکہ اس کا تعلق خاص رواج ملک اور جماعت قریب سے ہے۔ اور اس کی امتزاج سے دھرم کی ترقی نہ انکار سے نقصان۔ لیکن کسی ملک یا جماعت میں رہ کر کسی دوسرے مذہب والے کے ساتھ ان دونوں امور میں شریک ہونا موجب نقصان ہے اس لئے کہ نادان بیشتر کیونکہ جو لوگ کھانے اور شادی وغیرہ پر ہی ادیان یعنی ایمان کو مبنی سمجھتے ہیں ان کی اصلاح صاحب علم کو ضروری ہے۔ اور اگر کوئی صاحب علم ان سے علیحدہ ہو جاوے تو جماعت کو اس سے نفرت ہوگی۔ اور یہ نفرت اس کی تلقین کے فائدہ اٹھانے سے محروم رکھتی ہے اور

سب علوں کا نتیجہ ہے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور نقصان پہنچانا عیب نہیں ٭

سوال پنجم دیک شنبہ ۱۸ ستمبر ۱۸۸۲ء اسیاڑوں شدی ۸ سمت ۱۹۳۹

مولوی۔ تمام اہل مذاہب اپنی کتب مذہبی کو سب سے بہتر اور اس زبان کو سب سے بہتر کہتے ہیں اور نیز اس کو اس علت کا معلول کہتے ہیں اور جو سے ذہنی دلایل پیش کرتے ہیں اسی طرح آپ نے بھی وید کی نسبت کہا۔ کوئی دلیل ظاہر نہ کی۔ پھر وید میں کیا خصوصیت ہے ٭

سوامی۔ پہلے بھی اس کا جواب دے دیا گیا ہے کہ جو پرتیکش وغیرہ پرمانوں اور قواعد قدرت کے خلاف مضامین جن کتابوں میں ہوں گے وہ سب جگہ یعنی عالم کل کی بنائی ہوئی نہیں ہوں گی اور وہ قول بے علت محال۔ چار مذہب جو کہ اصل کل مذہب کے ہیں یعنی پرانی۔ جینی۔ انجیل۔ توریت والے۔ قرآن۔ کرانی ان کی کتابیں ہیں۔ نے کچھ دیکھی ہیں اور اس وقت بھی میرے پاس ہیں اور میں کسی قدر کہہ بھی سکتا ہوں اور کتاب بھی دکھا سکتا ہوں ٭ مثلاً

پُران والے ایک جسم سے ابتدا خلقت مانتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جسم مرکب ہے اور اس لئے وہ مخلوق ہے۔ اس کے لئے بھی خالق ہونا رہے ٭

جینوں نے اس مخلوق کو ازلی اس طرح پر مانا ہے کہ کوئی اس کا صانع نہیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ مرکب خود نہیں بنتا۔ انجیل اور قرآن میں عدم سے وجود مانا ہے یہ چاروں باتیں بطور نمونے قواعد علم کے خلاف ہیں اس لئے ان کو وید سے مشابہت نہیں کر سکتے وید وں میں علت سے معلول کرنا ہے اور علت کو ازلی قدیم سے معلول بہ حیثیت سلسلہ قدیم اور بحیثیت اجزا حادث یعنی آخیر والا مانا ہے۔ اس کو تمام عقلمند تسلیم کرتے ہیں۔ میں صحیح اور غلط اقوال کی وجہ سے وید کی صحت اور مذہبی کتابوں کی غلطی کا قایل ہوں۔ اگر کوئی صاحب ثابت کرنا چاہے تو ایک روز تین گھنٹہ میں تو میں ان مذہبی کتابوں کو قواعد قدرت کے خلاف دکھا سکتا ہوں۔ اور اگر مشکر وید میں سے خلاف قواعد قدرت دکھاوے گا تو اس کو جواب دینے کے صرف اس کی بے علمی ہی ثابت ہوگی۔ اس لئے وید صحیح علوم کی کتاب ہے نہ کہ خاص مذہب کی ٭

مولوی صاحب کا سوال ششم۔ مادہ قدیم ہے۔

سوامی۔ علت مادی قدیم ہے یعنی اُپادان کارن۔ مولوی۔ قدیم آپ کتنی چیزوں کو مانتے ہیں

سوامی۔ تین۔ پرم آتما۔ جیو اور دنیا کی علت۔ یہ تین ذات سے قدیم ہیں۔ ان کی ترکیب و سنیوگ، تفریق اور ویوگ، کرم اور پھل اور ان کا پھل بھوگ یعنی بہ سلسلہ سے قدیم ہونا کی مثال۔ مثلاً گھڑا معلول۔ علت مادی یعنی اُپادان کارن مٹی بنانے والا۔ علت فاعل یعنی نمت کارن کمہار۔ چکر۔ ڈنڈا۔ آدمی۔ علت آلی یعنی سادھارن۔ افعال اور زمان و آکاش سوا اسے کارن یعنی علت فاعل کے متعلق ہے ٭

مولوی۔ وہ شے جس پر ہماری عقل حاوی نہیں۔ ہم اُسے قدیم کیوں کر مان سکتے ہیں ؟

سوامی ۔ جو چیز نہیں ہے وہ کبھی نہیں ہو سکتی اور جو ہے وہی ہوتی ہے ۔ جیسے اس مجلس کے اصحاب جو بیٹھے ہیں یہاں آ گئے ۔ یہاں ہی تو پہلے بھی موجود ہوں گے ۔ یہ علت معلول کا ماننا عقیدہ کی تائید گی کی مثل ہے ۔ معلول شے سے چار دن علتیں جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے پیشتر مانی جاویں گی ۔ دنیا میں کوئی معلول بھی نہیں جس کی پہلی چار علتیں نہ ہوں

(مولوی) ممکن ہے کہ جگت کا کارن جسے آپ قدیم کہتے ہیں شاید وہ بھی کسی دوسری شے کا نتیجہ ہو جیسے کہ بجلی کے بننے میں کئی خفیف چیزیں مل کر ایسی سخت طاقت پیدا ہوتی ہے جو بہت عظیم ہے ۔ لیکن میری اس گفتگو کے نتیجہ سے ظاہر ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی کارن چاہیئے تو کارن کے لئے بھی کوئی کارن ضرور ہوگا ۔

سوامی ۔ ازلی کارن اسی کا نام ہے جو کسی کا معلول نہ ہو ۔ جو کسی کا معلول ہو اس کو علت ازلی یا علت قدیم نہیں کہہ سکتے ۔ کیونکہ جو پرم یا اور پوروا پکشا دونوں کا یہ کارن نام ہوتا ہے یہ سب وہ وداؤں کو جو (علم طبیعیات) میں ماہر دریا کو تھاوے جانتے ہیں وہ جب تسلیم ہیں وہ کسی شے کو جہاں تک ہو سکتا ہے تقسیم یا تجزیہ یا تحقیق کرتے جاویں خواہ سوکشم خواہ استھول جس کی آخر میں ہو سکتا ہو اس کو کارن کہتے ہیں ۔ اور جو کہ بجلی کا درشٹانت دیا وہ بھی ثبت کارنوں ویتھی اور مقداری علتوں سے ہوتا ہے جو اس کے لئے لازمی ہیں ۔ دوسروں سے وہ نہیں ہو سکتی ۔

مولوی صاحب کا سوال مفتہ ۔ اگر وید ایشر کا بنایا ہوتا تو مثل دیگر اشیاء قدرتی مثل آفتاب پانی ہوا وغیرہ تمام دنیا کے عام آدمیوں پر اس کا فائدہ پہنچنا چاہیئے تھا

سوامی ۔ تو یہ آدی سرشٹی کے مطابق ہی ویدوں سے سب شے کو فائدہ پہنچا ہے کیونکہ سب نئے ہی اور دنیا کی اصلی بکرن کا کارن وید ہی ہیں اور ان کتابوں میں دنیا کے دو دوھ جو باتیں لکھی ہیں علمی اسحاق ہیں ۔ کیونکہ وہ سب کتابیں وید کے پیچھے بنی ہیں دلیل قدامت وید یہ ہے کہ دوسرے مذہب مذہبی پستک میں وید کی بات اشارۃً یا پرتیکش پائی جاتی ہے ۔ اور ویدوں میں کسی کا کھنڈن منڈن نہیں اور جیسے سرشٹی دنیا سے ہر آدمی نے اوپکار لیتے ہیں اسی طرح سے ہی وید کے پڑھنے والے بھی وید سے اوپکار لیتے ہیں اور نہیں پڑھنے والے کم ۔

مولوی ۔ کوئی اس دعوے کو تسلیم نہیں کرتا کہ کسی زمانہ میں وید کو تمام بزرگوں نے تسلیم کیا ہو اور نہ کسی مذہبی کتب میں پرتیکش یا اشارۃً ویدوں کا کھنڈن یا منڈن پایا جاتا ہے ۔

سوامی ۔ وید کا کھنڈن منڈن کتابوں میں ہے ۔ جیسے قرآن میں ہے کہ جب لوگ اوّل اوّل ایشر کے ماننے والے جیسے بائبل میں پتا پتر اور پوتر آتما ۔ سوم کی بھینٹ ۔ ایشر کو یہ یا جگ وہاں ... آدی شبد اور جیسے مذہبوں کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں پنچ کے نام کہتے ہیں ۔ اس وقت کے لوگوں سے ثابت ہے کہ سلطان میں ان آدمی جنگلی تھے جو جنگلیوں کو دیا گیا کام اور جیسے وہ دوران پرش وید والوں کو ملتے تھے اور عالی ہیں علم فلسفہ ۔ جی و شبد دنیا کے پرتیکش

موکش مولر آدمی وہ ان ہی سنسکرت رگ وید آدمی کو سب کی جڑھ اور سب کی زبانوں کی اصل قرار دیتے ہیں اور جب بائبل قرآن نہیں بنے تھے تب سوائے وید کے دوسری ماننے کے لائق پستک کوئی بھی نہیں تھی - زمانہ رشیوں کی تحقیق وید کا ابتدائی زمانہ آفرینش انسان سے ہے جیسے ۱۹۶۰۸۵۲۹۷۶ برس ہوئے اس سے قدیم کوئی کتاب نہیں ہے ۔

یہ امر قابل نوٹ ہے کہ مولوی صاحب کے مباحثہ کے اول روز تو دربار ارادہ صاحب آ نہیں آئے تھے - مگر انہوں نے مباحثہ تحریری ہونا منظور فرمایا تھا - آخر روز سری حضور تشریف لائے اور مولوی صاحب کی ضد دیکھ کر دربار نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ سوامی جی نے کہا ہے وہ ٹھیک ٹھیک ہے پھر مباحثہ نہیں ہوا ۔

۵ - دھیان کرنے کا طریق - ایک دن صبح کے وقت جب سوامی جی دھیان سے فارغ ہوئے اسید نے سوال کیا کہ جب کسی مورتی مان چیز خواہ وہ کیسی ہو آپ نہیں مانتے ہیں تو پھر دھیان کس کا کریں ۔

سوامی جی نے اتر دیا کہ کوئی چیز مان کر دھیان نہیں کرنا چاہیئے - ایشور سرب شکتیمان - سرب سرشٹی کرتا اور سرشٹی کو ایک کرم اصنابطہ میں چلانے والا جنیتا - پالن کرتا - اور ایسے ہی ایک برھمانڈوں کا سوامی اور جنیتا ایسی ایسی اُس کی مہما کا سمرن کر کے اپنے چت میں اس کی مہما کا دھیان کرنا چاہیئے - اتفاقات اسی طرح تمام رشیشٹوں سے یکت پرمیشور کو یاد کر کے اس کا دھیان کرنا چاہیئے اور اس کی اپار مہما کا درشن کرنا - سنسار کے اپکار میں چت کی برتی لگانے کی پرارتھنا کرنا - یہ دھیان ہے ۔

۶ - کویراج شیام داس جی کی رائے - یہی سوال ایک دفعہ کویراج نے کیا اور اتر پایا پوری تسلی نہیں ہوئی - یہ مہاتما ہو یا دھیا صاحب سے ملے اور بات لاپ کرتے ان کی رائے ہے کہ ایسا سچا اور وہ ایک بہت مستقل مزاج ہیں میں نے آج تک کوئی آدمی نہیں دیکھا - میں نے کئی بار راج نیتی کے قاعدہ کے مطابق لیکن پالیسی سے کام کرنے کو کہا مگر انہوں نے کوئی ایسی زبانی اور وہ بھلے کئی بار کہا کہ آپ مورتی پوجا کا کھنڈن نہ کریں عام لوگ مخالف ہو جاتے ہیں تو پہلی چال پر آپ اور رشیوں کا اپدیش کریں تاکہ جلد آپ کی بات لوگ مان لیں - سوامی جی نے اس کا اتر دیا کہ کیا ہی ہم ایسی باتوں کو مانا میں گے - ہم سچ کو نہیں چھوڑ سکتے اور چھپا ہیں - خواہ کوئی کتنا ہی پیروی ہو جس پر جب ہو رہے ۔

اتر دینے میں ایسے حاضر جواب تھے کہ دوسرے میں ہونا اسمبھو ہے وہ سچے پرش تھے جھوٹ ان کے دل میں نہیں تھا - نہ کسی اپنی بات کا اگرہ جھوٹی ہوا ان کو اگرہ ہٹ بھی تھا - پہلا بلاد میں پرش ہتیشی سب سے بڑھ کر تھے - ان سے معاملات میں ان کے لال کبھی فرق نہیں آیا - میں ان کو پورن سرشٹ پرش سمجھتا ہوں ۔

ان کا یہ خیال تھا کہ اپنے دیش کے ویدوں کی روانی کرنی چاہیئے - مگر میں اس واسطے

جی لنڈن کے ہیر پھیر سے موجودہ ویدک لوگوں میں ایسی طاقت نہیں صرف اسی بات میں ان سے متفق نہیں ہوں - یہ خیال ضرور کرتا ہوں کہ کسی وقت ضرور اپنی ودیشی ویدک پوری ترقی پر پہنچی ہوئی تھی - مذہبی کپڑا پہننے کو بھی فرمایا کرتے تھے - میں نے شرادھ کو نہیں ہوں سندھیا بھی ہوں - مگر مجھے سوامی جی کی باتوں پر بہت ہی کم شبہ ہے - بلکہ پورے طور پر نشچے ہے جو برہم کی ودیا کی شے میں اگرچہ میں کسی میں مقابلہ بالکل نہیں کرتا ہم پوری تکمیل ابھی نہیں ہوئی - وہ گورنمنٹ کے خواہشمند تھے - ان کی مرتیو سے دیش کو سخت ہانی پہنچی ہے [illegible] میں نے ایک بار عرض کی کہ آپ ایسا بندوبست کریں جس سے ملک کو زیادہ فائدہ ہو سکے اور وید ودیا کا پرچار ہو یعنی کوئی بڑا شالہ بنایئے جس میں صرف ویدوں کی تعلیم ہو - تب سوامی جی نے ویدک ندھی (ریک) قائم کی تجویز کی اگر وہ زندہ رہتے تو بہت عمدہ بندوبست ہو جاتا ۔

ایک دن . گوپال جی [illegible] نے عرض کی کہ آپ کا سمارک چنہ بنانا چاہیئے فرمایا کہ نہیں بلکہ میری بھسم کو کسی کھیت میں ڈال دینا - کام آئے گی - کوئی سمارک نہ بنانا ایسا نہ ہو کہ پوجا ہونا شروع ہو جائے - گری راج جی کا بھی پہلے ارادہ تھا کہ اپنا چیلا بناویں مگر سوامی جی نے فرمایا کہ گری راج جی ایسا نہ کرنا مورتی پوجا کی بنیاد یہی ہے ۔

برہمچاری تو اول درجہ کے تھے - جہاں تک ان سے ہو سکتا تھا استریوں کو دیکھتے ہی نہ تھے ان کا قول تھا کہ برہمچرج کا ناش آنکھ کا ناش ہے - یہ برہمچرج بڑا امرت ہے - اگر راستہ میں جاتے ہوئے کہیں کوئی استری آ جاتی تو اس طرف پیٹھ کر لیا کرتے تھے یہ باتیں ان کی ڈھونگ کی نہیں تھیں بلکہ سچے دل سے تھیں - کیونکہ وہ بڑے جتیندری تھے ودشیوں کے متعلق ان کو کوئی تعصب نہیں تھی - بلکہ سوامی لنگوٹ پوری جدا اگ رنگ کراتے اور استریوں کو پڑھایا کرتے تھے - سوامی جی اس کا خوب خیال رکھتے تھے اور کہتے کہ یہ اس کا صاف ڈھونگ ہو جاتا ہے - فرماتے تھے کہ سادھو کو چاہیئے کہ استری کو آنکھ سے بھی نہ دیکھے کیونکہ یہ برہمچاری کی جڑ میں گھس جاتی ہے ۔

گوری راج بشن رام اس سماہو پادھیائے جی نے ایک دن دیکھا باغ سے ایک پھول سونگھنے کے واسطے توڑا - سوامی جی نے فرمایا کہ یہ اچھا نہیں کیا - میں نے کہا کہ کیا مجھ سے پاپ ہوا فرمایا کہ اور پاپ تو نہیں مگر یہ پھول جو یہاں رہتا اور اس کے ذریعہ سے جتنی یہاں کی ہوا شدھ ہوتی اب نہیں ہوگی - اس کی ہانی کا یہ دوش تو ضرور ہوا - تب وہ قائل ہو گئے ۔

ادھرم کا حکم - اودے پور میں دربار کو منوسمرتی پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ اگر مالک دھرم کے متعلق دیوے تو تعمیل کرنی چاہیئے - اور اگر ادھرم کے متعلق حکم ہو تو نہیں - تب ٹھاکر منوہر سنگھ جی سے سردار گڈھ نے عرض کی کہ ہمارے حاکم ہی اگر حکم دیویں اور ہم ان کو ادھرم سمجھ کر نہ بجا لائیں تو ہماری جاگیر ضبط کر لیں - سوامی جی نے فرمایا کہ کچھ پرواہ نہیں - اگر دھرم کی خاطر ریاست کا ہزاروں حصہ بھی جاتا رہے تو بے دھرمی کے کھانے اور ادھرم کے کام کرنے سے مانگ کر کھانا بھی اچھا ہے

۸۔ **ایک عیسائی کا سوال**۔ ایک دن باغ میں سوامی جی کسی سے بات کر رہے تھے ایک دیسی عیسائی گوردیال نام بار بار یہ کہتا تھا کہ جی میرے سوال کا اتر دو۔ سوامی جی نے کہا کہ جب بات ختم ہو جاوے تب تم بولنا۔ لوگوں نے بھی منع کیا۔ مگر اس نے نہ مانا اور بار بار اپنے سوال کا جواب مانگتا رہا۔ سوامی جی نے حاضرین کو کہا کہ آپ ذرا صبر کریں پہلے اسی کا اتر دے دوں۔ سب لوگ ادھر متوجہ ہو گئے۔ فرمایا کہ اچھا بول تیرا کیا سوال ہے۔ اس نے کہا کہ ہم کہاں سے آئے ہیں۔ کہاں ہیں اور کہاں جائیں گے؟ سوامی جی نے فرمایا کہ سن! تم پول سے آئے ہو اور پول میں ہو اور پول میں جاؤ گے۔ وہ کہنے لگا کہ ہیں ہیں۔ سوامی جی نے کہا کنارے بیٹھ کر سوچ تیرا جواب مل گیا۔ لوگ اس کے سوال کرنے پر حیران تھے کہ ایسے سوال کا دیکھئے جواب سوامی جی کیا دیں گے۔ مگر اتر سنتے ہی سوامی جی کی دانائی اور ودوتا کے سب قائل ہو گئے۔

۹۔ **سوامی جی سے بڑے لوگوں کا پڑھنا**۔ پنڈیا موہن لال وشنو لال ممبر ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے جگن ناتھ انسپکٹر مدارس ریاست و پنڈت برج ناتھ جی نے سوامی جی سے پڑھنا شروع کیا اس پر مہارانا صاحب کو بھی پڑھنے کا شوق ہوا۔ ان لوگوں کے سوا ماسٹر کشن جی اجل نرتہ کرن جی و پنڈت رام پرشاد و کرم آشری بھی پڑھتے تھے دربار کو یوگ درشن کل اور گوتم سوتر اور کچھ ویشیشک سوتر پڑھائے اور باقی کا سار بتلا دیا اور فرمایا کہ یہی سب شاستروں کی اصل ہے۔ منوسمرتی پڑھانے سے پہلے کچھ ویاکرن سلیٹ پر رانا صاحب کو سکھلا دیا تھا رانا صاحب ایک وقت علی الصباح و ایک وقت شام کو آیا کرتے تھے۔ شام کو پڑھتے اور صبح کو گھومنے آیا کرتے تھے۔ اور اسی وقت سوامی جی ان کو آسنا کے طریق بتلایا کرتے تھے۔ جب رانا صاحب کی طبیعت بیمار ہو گئی سوامی جی محلوں میں جایا کرتے تھے۔ سوامی جی دلیل سے ہر ایک بات سمجھاتے تھے منوسمرتی کے پرکشپت شلوک جا بجا بتلاتے تھے کہ دیکھو یہ میانی آپس میں نہیں ملتے۔ منوسمرتی ساتوں ادھیائے آخیر تک سنائی۔

۱۰۔ **سوامی جی بھینسوں کے وکیل**۔ جب دسہرہ آیا تو سوامی جی کوٹھی پر بیٹھ کر دسہرہ دیکھنے گئے۔ نوراترہ کے دنوں میں بلیدان کے لئے بھینسے بہت مارے جاتے تھے۔ اس پر سوامی جی نے دربار سے ایک مدلل مباحثہ کیا۔ بطور ایک مقدمہ کے کہا کہ ہم کو بھینسوں نے وکیل کیا ہے اور آپ راجہ ہیں۔ ہم آپ کے آگے مقدمہ کرتے ہیں۔ نئے نئے لباس پرانی رسومات کے متعلق دکھاتے ہوئے آخر الامر سوامی جی نے کہہ دیا کہ ان کے مارنے سے سوائے پاپ کے کچھ فائدہ نہیں۔ یہ نہایت ظلم ہے۔ بعد ازاں سوامی جی نے ان کو منع کیا۔ تب رانا صاحب نے تسلیم کر کے کہا کہ ہم یک لخت بند نہیں کر سکتے اور بند کرنا مناسب ہے۔ لوگ آزردہ ہونگے تب سوامی جی نے کہا کہ اچھا آہستہ آہستہ کم کر دو۔ چنانچہ وہاں ہی فہرست بنائی گئی۔ رانا صاحب نے اقرار کیا کہ میں آہستہ آہستہ کم کرنے کی کوشش کروں گا۔

۱۱ - یگیہ اور ہون - سوامی جی نے یہاں ایک بڑا ہون کرایا جو شیل کنٹھ جی کے مندر کے پاس کئی روز تک ہوتا رہا - اچھے اچھے سگندھت اور پشٹی وارک پدارتھ ڈالے گئے چاروں ویدوں کے پاٹھی یگ میں موجود تھے وہ منتر پڑھتے تھے - انت کے روز دربار بھی پدھارے پورن آہوتی دربار کے ہاتھ سے کرائی گئی اور شیش یگ سب کو بانٹنے کے واسطے دیا - اس یگ میں ہوتا وغیرہ سب باقاعدہ مقرر تھے - مہاراج دربار نے اُن کی آگیا انوسار سرود آگنی ہوترا ہونے کی آگیا دی - ہون کے بعد وہ تاریخ کا کتبہ تمام محلوں میں لکھا یا جاتا تھا - ان کے جیتے جی برابر ہوتا رہا - جب مہارانا سجن سنگھ جی سورگ باش ہو گئے - اور مہارانا فتح سنگھ جی گدی پر بیٹھے - تب لوگوں نے شک ڈالا کہ ہون کراتے تھے - اس واسطے مر گئے تب انہوں نے وہم میں آ کر بند کر دیا پھر نہیں ہوا +

۱۲ - مورتی پوجا کے خلاف وڑھتا - ایک دن سوامی جی کو اکیلا پاکر راناجی نے نہایت منت سماجت سے پرارتھنا کی کہ آپ راج نیتی کے خلاف مورتی پوجا کا کھنڈن نہ کریں یہ تو آپ جانتے ہیں کہ یہ ریاست ایک لنگ ایشور مہادیو کے ماتحت ہے آپ ان کے مہنت بنا دیں جس کی لاکھ روپیہ پر آپ کا قبضہ ہوگا - اور یہ ریاست بھی مذہبی طور پر اس مندر کے ایک گونہ ماتحت ہوگی - اس عہدگی سے مہارانا صاحب نے سوامی جی سے یہ ذکر کیا کیونکہ کوئی نیا بات ان کی نہ معلوم ہوتی تھی - اس کو سنتے ہی سوامی جی کو بڑا غصہ آیا اور کرودھی ہو کر فرمایا کہ تم مجھے تچھ لالچ دے کر ایک چھوٹے زبردست ایشور کی آگیا تڑوانی چاہتے ہو - یہ چھوٹی سی ریاست اور اس کے مندر کو جس سے میں ایک دوڑ سے باہر جا سکتا ہوں - مجھے کبھی بھی وید اور ایشور کی آگیا توڑنے پر مجبور نہیں کر سکتے - آپ زبان کو سنبھال لیں - لاکھوں کے ایمان میرے متعلق ہیں مجھے ہر ایک طرح پر خیال ہے کہ سوچ سمجھ کر کام کروں - یہ سن کر مہارانا صاحب حیران ہو گئے اور ان کے دھارمک بھاؤ سے چکت ہو کر عرض کی کہ مہاراج میں نے یہ سب اس واسطے کہا تھا کہ دیکھوں آپ اس کے کھنڈن پر کس قدر دڑھ ہیں - اب میرا نشچے پہلے سے بہت زیادہ ہو گیا کہ آپ وید کی آگیا پالنے میں دڑھ ہیں +

۱۳ - ریاست کے کام میں دلچسپی - کوی راج جی کی جا... پاٹھ شالا میں اس وقت ۵۰ - ۶۰ ودیارتھی پڑھتے تھے - سوامی جی نے اُن کی پریکشا لی اور ان کو اپنی طرف سے مٹھائی دی یعنی سوجی کا حلوا اور دکھشنا دی کر وید ودیا انگ کے پڑھنے کا خیال رکھا اور اپنے مت نبانے ودیا انگ پرکاش کی آگیا دی -

تمام امرائے ریاست کے لڑکوں کی تعلیم کے واسطے یہ تجویز کی کہ ایک پاٹھ شالہ بنائی جاوے جس میں سندھیا وغیرہ دھارمک شکشا کا بندوبست کیا جاوے - چنانچہ زمین کا نقشہ بنا اور سوامی جی اور دربار نے ملاحظہ بھی کیا - مگر دربار کی بیماری کے سبب اُس کا عملدرآمد نہ ہوا - اس میں ششتر شاستر دونوں سکھلانے کی صلاح تھی +

یہاں کے سرکاری مدرسہ کی وجہ سے ہندی بھی سوامی جی نے کی ۔ کئی ایک استادوں نے
کے پڑھانے سے عذر کیا ۔ مگر ریذیڈنٹ نے حکم دیا کہ اگر نوکری کرنی ہے تو اسی طرح پڑھاؤ ورنہ
استعفیٰ دے دو ۔

تمام عدالتوں میں دیوناگری تحریر کی بابت تاکید کی ۔ چند الفاظ عربی جو عدالت کے قانون
میں استعمال ہوتے تھے ۔ ان کے سنسکرت الفاظ بدلتے تھے وہ سوامی جی نے تحریر کروا دئے ۔

(۴) ۔ پروپکارنی سبھا اُسویکار پتر ۔ یہاں ہی سوامی جی نے پروپکارنی سبھا قائم کی ۔ اور
کوی راج شیامل داس جی کو منتری بنایا اور مہارانا صاحب کو اس کا پردھان مقرر کیا
۱۹۳۲
یہاں پر ہی سوامی جی نے سویکار پتر (وصیت نامہ) لکھا اور پھاگن بدی ۵ منگل وار
۲۷ فروری سنہ ۱۸۸۳ء کو اودے پور میں آپ نے تصدیق رجسٹری کرایا ۔ اس کا جلسہ
شمبھو نواس محل میں ہوا تھا ۔ سوامی جی نے اپنی پوری تندرستی میں بحالت ہوش و حواس
اس کی تصدیق کی ۔ ایک نقل سوامی جی کے پاس اور ایک سبھا میں رہی ۔ وہ حسب ذیل ہے

میں سوامی دیانند سرسوتی نیچے لکھے ہوئے تیئیس (۲۳) قواعد کے مطابق
سجن آریہ پرشوں کی سبھا کو سب چیز وستر پستک دھن اور یتر آدی اپنے سربس کا ادھیکار دیتا ہوں اور
اس کو پروپکار سکاریہ میں لگانے کے لئے مالک بنا کر یہ سویکار پتر لکھ دیتا ہوں کہ وقت پر
کام آوے ۔ اس سبھا کا نام پروپکارنی سبھا ہے اور تیئیس صاحبان مفصلہ ذیل اس کے سبھا
سد ہیں ۔

۱ ۔ شری مان مہاراج ادھیراج مہتاب پارٹی ... مہارانا جی شری ۱۰۸ شری سجن سنگھ ورما
دھرم ویر جی سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ اودے پور آدھیش راجدھانی میواڑ ...... سبھاپتی
۲ ۔ لالہ مولراج صاحب ایم ۔ اے ۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پریذیڈنٹ آریہ سماج لاہور
متوطن لدھیانہ .... اپ سبھا پتی
۳ ۔ شری یت کوی راج شیامل داس جی اودے پور راجدھانی میواڑ .... منتری
۴ ۔ لالہ رام سرن داس رئیس وائس پریذیڈنٹ آریہ سماج میرٹھ .... ۔۔
۵ ۔ پنڈت موہن لال وشنو لال پنڈیا ۔ اودے پور متوطن متھرا .... اپ منتری
۶ ۔ شری مان مہاراج ادھیراج شری ناہر سنگھ جی ورما شاہ پورہ .... سبھاسد
۷ ۔ شری یت راؤ تخت سنگھ جی بیدلہ راجدھانی میواڑ .... ۔۔

؎۱ آنربل مذکور سے مراد کیا ہے جو کہ مہارانا صاحب ۲۳ دسمبر ۱۸۸۴ء کو عین عالم شباب میں فوت ہو گئے ۔ ان کے
ان کے جانشین مقرر ہوئے ہیں ۔

؎۲ چونکہ رام سرن داس صاحب فوت ہو گئے اور ان کی جگہ مہاراج ... صاحب جو دو ہی سبھا سے الگ
ہوئے اور عہدہ منتری پر رائے بہادر پنڈت گوپی ناتھ ... صاحب مقرر ہوئے جن کا
نام فہرست کے نمبر ۱۵ پر درج ہے ۔

۸۔ شری مت مہاراج رانا شری فتح سنگھ جی ورما۔ دیلواڑہ . . . . سبھاسد
۹۔ شریمت راوت شری ارجن سنگھ جی ورما۔ آسیند . . . . "
۱۰۔ شریمت مہاراج شری فتح سنگھ جی ورما اودے پور . . . . "
۱۱۔ شریمت راؤ شری بہادر سنگھ جی ورما مسودہ ضلع اجمیر . . . . "
۱۲۔ رائے بہادر پنڈت سندر لال سپرنٹنڈنٹ ورکشاپ و پریس علیگڑھ۔ آگرہ . . . . "
۱۳۔ راجہ جے کشن داس۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ڈپٹی کلکٹر بجنور۔ مراد آباد . . . . "
۱۴۔ بابو درگا پرشاد کوشادھکش آریہ سماج فرخ آباد . . . . "
۱۵۔ لالہ جگن ناتھ پرشاد۔ فرخ آباد . . . . "
۱۶۔ سیٹھ نربھے رام پردھان آریہ سماج فرخ آباد و سابق وراجو تانہ . . . . "
۱۷۔ لالہ کالی چرن۔ رام چرن منتری آریہ سماج فرخ آباد . . . . "
۱۸۔ بابو چھیدی لال گماشتہ کمسریٹ چھاؤنی مرار سکاہن پور . . . . "
۱۹۔ لالہ سائیں داس[۱] منتری آریہ سماج۔ لاہور . . . . "
۲۰۔ بابو مادھو داس منتری آریہ سماج دانا پور . . . . "
۲۱۔ رائے بہادر راؤ راجاں مہاجیشٹھی پنڈت گوپال راؤ ہری دیشمکھ ممبر کونسل گورنر
بمبئی و پردھان آریہ سماج بمبئی۔ پونا . . . . سبھاسد
۲۲۔ راؤ بہادر مہادیو گووند رانڈے جج پونا . . . . "
۲۳۔ پنڈت شیام جی کرشن ورما پروفیسر سنسکرت یونیورسٹی آکسفورڈ لنڈن۔ بمبئی "

سوئیکار پتر کے نیم۔ اول یہ سبھا جس طرح جیسے کہ بالفعل تھا تو سامیری اور میرے کل پدارتھوں کی حفاظت کرکے کار رفاہ عام میں لگاتی ہے۔ ویسے ہی میرے پیچھے اس وقت میرے رہنے کے بعد بھی لگایا کرے رہتی۔

۱۔ وید اور وید انگ آدی شاستروں کے پرچار یعنی ان کی ویاکھیا کرنے کرانے پڑھنے پڑھانے سننے سنانے چھاپنے چھپوانے وغیرہ میں۔

۲۔ ویدوکت دھرم کے اپدیش اور شکشا یعنی اپدیشک منڈلی مقرر کرکے دیش دیشانتر اور دیپ دیپانتر میں بھیج کر ست کے گرہن اور است کے تیاگ وغیرہ میں۔

۳۔ آریہ ورت کے یتیم اور مفلس شخصوں کی تربیت اور تعلیم میں خرچ کریں۔

دوم۔ جیسے میری موجودگی میں یہ سبھا سب انتظام کرتی ہے ویسے ہی میرے پیچھے تیسرے یا چھٹے مہینے کسی سبھاسد کو ویدک چھاپہ خانہ کا حساب کتاب سمجھنے اور جانچنے کے لئے بھیجا کرے۔ اور وہ سبھاسد وہاں جا کر کل آمدنی خرچ اور جمع کی جانچ پڑتال کرکے [illegible]

---

[۱] یہ صاحب فوت ہو چکے ہیں۔

نیچے اپنے دستخط کرے - اور اس پڑتال کا ایک ایک پرت ہر ایک سبھاسد کے پاس بھیجے اور اگر چھاپہ خانہ کے انتظام میں کچھ نقص دیکھے تو اس کی اصلاح کی نسبت اپنی رائے لکھ کر ہر ایک سبھاسد کے پاس بھیج دیوے - اور ہر ایک سبھاسد کو مناسب ہے کہ اپنی اپنی رائے سبھاپتی کے پاس لکھ بھیجے - اور سبھاپتی سب کی رائے سے انتظام مناسب کریں - اس معاملہ میں کوئی سبھاسد سستی یا بیجا کارروائی نہ کرے ۔

سوم - اس سبھا کو مناسب بلکہ لازم ہے کہ جیسا یہ پرم دھرم اور پرمارتھ کا کام ہے ویسا ہی اس کو اتساہ - پرشارتھ - گمبھیرتا اور اداتتا سے کرے ۔

چہارم - مقصد بالا تینوں امور جنہوں کی سبھا میرے پیچھے ہر طرح میرے قائم مقام سمجھی جائے - یعنی جو اختیار مجھے اپنے سرسب کا ہے وہی اختیار سبھا کو ہے اور رہے گا اور مذکورہ بالا سبھاسدوں میں کوئی شخص خود غرضی میں پڑ کر ان قواعد کے برخلاف عمل کرے یا اور کوئی غیر شخص مداخلت کرے تو سراسر وہ جھوٹا سمجھا جائے ۔

پنجم - جیسے اس سبھا کو زمانہ حال میں میری اور میرے سب پدارتھوں کی حتی المقدور حفاظت اور ترقی کرنے کا اختیار ہے ویسے ہی میرے مرنے کے بعد سنسکار کرنے کا اختیار ہے یعنی جب میرا یہ جسم چھوٹ جائے تو اس کو نہ گاڑنے نہ جل میں بہانے نہ جنگل میں پھینک دیوے صرف چندن کی ...... چتا بنوا دے اور جو یہ ممکن نہ ہو تو دو من چندن چار من گھی پانچ سیر کافور ڈھائی من اگر تگر دس من لکڑی لے کر وید کے مطابق جیسا کہ سنسکار ودھی پستک میں لکھا ہے ویدی بنا کر وید منتروں سے جو اس میں درج ہیں بھسم کریں - اس کے سوا اور کچھ وید کے خلاف نہ کریں - اور جو اس سبھا کے کوئی سبھاسد موجود نہ ہوں تو جو کوئی اس وقت موجود ہو وہی یہ کام کرے اور جتنا دھن اس میں لگے اتنا سبھا سے لے لے اور سبھا اس کو دیدے ۔

ششم - اپنی موجودگی میں میں اور میرے پیچھے یہ سبھا مجاز ہے کہ جس سبھاسد کو چاہے علیحدہ کر کے کسی اور لائق سبھاسد یا کسی اور شخص کو اس کا قائم مقام مقرر کر لے - لیکن کوئی اور سبھاسد سبھا سے تب تک علیحدہ نہ کیا جائے گا جب تک اس کے کام میں کوئی بیجا حرکت نہ پائی جاوے ۔

ہفتم - میرے سدرش یہ سبھا ہمیشہ وصیت نامہ کی تشریح یا اس کے قواعد اور [illegible] کی تبدیلی یا کسی سبھاسد کے علیحدہ کرنے اور اس کی جگہ اور سبھاسد مقرر کرنے یا مصیبت و اپت کال کے دور کرنے کے اپایوں اور تینوں میں [illegible] کرے جو سب سبھاسدوں کی رائے سے ٹھیک اور ثابت پایا جاوے یا پاویں - اور اگر سب سبھاسدوں کی رائے میں اختلاف رہے تو کثرت رائے کے مطابق کام کریں اور سبھاپتی کی رائے کو ہمیشہ دو گنا جانیں ۔

ہشتم - کسی حال میں بھی یہ سبھا تین سے زیادہ سبھاسدوں کو قصور کے ثابت ہونے پر علیحدہ نہ کر سکے گی - تا وقتیکہ ان کی جگہ اور سبھاسد مقرر نہ کر لے ۔

نہم۔ اگر سبھا میں سے کوئی شخص مر جائے یا قواعد مذکورہ اور وید اُکت دھرم کو چھوڑ کر خلاف چلنے لگے تو سبھاپتی کو مناسب ہے کہ سب سبھاسدوں کی رائے سے اس کو علیحدہ کرکے اس کی بجائے کوئی اصلاح [illegible] وید اُکت دھرم [illegible] آریہ پرش کو مقرر کرے۔ لیکن اس وقت تک معمولی کام کے سوا کوئی نیا کام شروع نہ کیا جائے۔

دہم۔ اس سبھا کو اختیار ہے کہ ہر طرح کا انتظام کرے اور نئی تجویز نکالے۔ لیکن اگر سبھا کو اپنے پرامرش اور وچار پر پورا پورا نشچے اور بشواس نہ ہو تو بذریعہ تحریر بہ تعین وقت کل آریہ سماجوں سے رائے لے اور کثرت رائے سے انتظام مناسب کرے۔

یازدہم۔ پربندھ نیون آدھک کرنا یا سویکار اسویکار یا کسی سبھاسد کو موقوف یا مقرر کرنا یا آمدنی و خرچ و جمع کا جانچ پڑتال کرنا اور آمد و خرچ نفع و نقصان کو سبھاپتی سالانہ یا ششماہی چھپوا کر بذریعہ چٹھی کے سب سبھاسدوں میں مشتہر کیا کرے۔

دوازدہم۔ اگر اس وصیت نامہ کی نسبت کوئی تنازعہ پیدا ہو تو اس کو حاکم وقت کی عدالت میں پیش نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ یہ سبھا خود آپ اس کا فیصلہ کرے۔ لیکن جو بطور رنج کے طے نہ ہو سکے تو راج گھر میں پیش کرکے کاروائی کی جائے۔

سیزدہم۔ اگر میں اپنے جیتے جی کسی لائق آریہ شخص کو کچھ دینا چاہوں اور اس کی لکھت پڑھت کرا کر رجسٹری کرا دوں تو سبھا کو مناسب ہے کہ اس کو مانے اور دے۔

چہاردہم۔ مجھے اور میرے پیچھے سبھا کو ہمیشہ اختیار ہے کہ قواعد مندرجہ بالا کو کسی خاص فائدہ ترقی ملک رفاہ عام کے واسطے کم و بیش کرے (دستخط) دیانند سرسوتی

۱۵۔ ویدک نِدھی۔ پھر ایک ویدک نِدھی اور ویدک فنڈ پروپکارنی سبھا کی سہائتا کے واسطے قائم کی جس کا نام سوامی دیانند [illegible] ویدک نِدھی رکھا گیا اور کہا کہ جو میرے متعلق اس وقت روپیہ ہے وہ بھی اور آئندہ بھی جو مجھ سے ملے وہ سب اسی فنڈ میں جمع ہو کر تین اُدیش انتظام مندرجہ سویکار پتر کو پروپکارنی سبھا پورا کرتی رہے۔

۱۶۔ دِن چریا کا اُپدیش۔ سوامی جی نے تھوڑے ہی عرصہ میں راناجی کو عمدہ عمدہ اصول سے آگاہ کر دیا۔ بڑے سے بڑے آدمی کی شکشا۔ دن چریا کی شکشا لکھ کر دی جس کی گشت راج نیتی۔ گویا چند ولیت۔ [illegible] کا برتاؤ وغیرہ بہت سی عمدہ باتیں جاری کرائیں۔ سوامی جی کے اپدیش سے راناصاحب نے اپنی زندگی سدھار لی۔ کثرت ازدواج سے نفرت ہو گئی۔ یہاں تک بات تھی کہ انہیں دنوں میں ایک جگہ سے شادی کی اطلاع آئی مگر رانا صاحب نے قطعی انکار کیا۔

یہاں ستیارتھ پرکاش صحیح کرکے ۲۰ فروری ۱۸۸۳ء کو پریاگ پریس میں چھپنے کے لئے بھیجا گیا۔ پارسی [illegible] اور [illegible] وید انگ پرکاش کے دو حصے بھی یہاں لکھے اور چھپوائی [illegible] کا کام ہوا۔

ایک دفعہ جبکہ سال محل میں چھ گھڑی رات گئے تک نون چرچا کا اپدیش کیا تھا ۔

دو بار تین گھڑی رات سے کر اٹھے ۔ اول پاخانہ پھر کر منہ ہاتھ دھو ایک پیالہ گنگا پانی کا پیجئے ۔ یا اس کے عوض چوب چینی کی (اشطوری) جس کو سارے رات کو بھگو کر صبح اُسے نتھار کر پیجئے ۔ اور فرمایا کہ میری اس کے عمل در آمد سے یہ حالت ہے ۔ اس کا پینا بہ نسبت پانی کے اچھا ہے ۔ پھر اس وقت پاس والوں کو الگ کر کے پرمیشور کی اپاسنا کرے ایک گھڑی کے اوپر اور کچھ منتر بھی بتلائے ۔

اس کے بعد اول پیدل ورنہ گھوڑے پر یا بگھی پر ہوا خوری کو جائیے ۔ پیدل جانے کو با دلیل ثابت کیا کہ یہ بہت مفید ہے ۔ باقی دونوں دوم و سوم درجہ کی ہیں ۔ ایک گھنٹہ کے بعد پھر کر واپس مکان پر آ دیں ۔ مگر راستہ میں سیر کرتے ہوئے ہر ایک چیز کو غور سے دیکھتے جائیے یہ عادت یعنی ہر ایک چیز کو غور سے دیکھنا عمر بھر رکھیں ۔ جب دربار سیر کو جاویں تو آپ نے کہا جس محل میں تمام دن رہیں وہاں گھی کا ہون کرا دیں ۔ اس کا طریقہ بتلایا اور ہون کا کنڈ لوہے کا بنوا دیا ۔ اس کے انہوں نے تین فائدے بتلائے ۔ اول ہوا کی شدھی دوم ایک شلوک سنایا جس کا یہ مطلب تھا کہ ہون سے صرف ہوا ہی شدھ نہیں ہوتی بلکہ بارش وغیرہ سب شدھ ہوتے ہیں ۔ اس سے بڑا اپکار ہوتا ہے ایسی عقلمندی سے کہا کہ دربار ٹھہرانے لگے کسی نئے مکان پر آن کر شنکا کی کہ دربار جب محلوں میں نہ ہوں اور سوار باغ میں ہوں تو یہاں ہون سے کیا فائدہ ہوا منتشر ہو جائے گی ۔ دربار نے کہا کہ ہم سوامی جی سے پوچھیں گے ۔ چنانچہ پوچھا جانے پر سوامی جی نے با دلائل ثابت کیا کہ ایک باغ کیا بلکہ تمام شہر کو فائدہ پہنچ سکتا ہے ۔

پھر آ کر ۹ بجے سے بارہ بجے تک ریاست کا ضروری کام کریں ۔ پھر کھانا کھائیں اور کھانا کھا کر ایک محل میں ٹہلیں اور تفریحات میں رہیں ۱ بجے تک پھر ایک گھنٹہ میں ۲ بجے تک بشرطیکہ طبیعت چاہے استراحت کرو ۔ دربار نے کہا کہ طبیعت چاہنے کی کیا قید لگائی ۔ سوامی جی نے کہا کہ گرمیوں میں کرے گی اور سردیوں میں نہیں ۔

دوپہر کے بعد ۴ بجے تک انصاف (اٹھائے) یا لکھنا وغیرہ راج کا کام کیا کریں ۔ ۴ بجے بعد رفع حاجت اور کپڑے بدلنے کے دربار سوار ہو جایا کرے ۔ اس میں چاہیے فوج کو دیکھے یا عمارات کو ۔ باغ ۔ محل ۔ شہر ۔ سڑک غرضیکہ اس وقت بحالت سواری سوائے محلوں کے جتنے کاموں کا کرنا ہے ملاحظہ کریں ۔

دن چھپنے پر اپنے محلوں میں آویں اور اس وقت میں کچھ پڑھیں ۔ عبادت کے متعلق اور علم کی بات سنیں ۔ عقلمندوں سے صحبت کریں اور ان کی بات سے ۱۰ بجے اٹھ دیں ۔ تاریخ اور اتہاس بھی سنیں یہ سب کام دو گھنٹے تک کریں ۔

اس کے بعد کھانا کھاویں ۔ اور آدھ گھنٹہ تک کھانا کھانے کے بعد ٹہلیں ۔ اور پھر

ارباب نشاط یعنی موسیقی والوں (راگیوں) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ خود غیبت ہوا ہے ۔ اور اسی وقت سے اگر کچھ کہتے ہوں تو سنو ۔ مگر زیادہ راغب مت ہو جانا

اس وقت ایک ہجادرن یعنی ہندی شاعر نے کہا کہ شاعری کا خیال بھی سننا چاہیئے یا کہ نہیں ۔ سوامی جی نے کہا کہ ہاں اس کا سننا اور سنا کر نازک خیال کا سننا ضروری ہے مگر ناٹکا رس یا جس میں استریوں کی باتیں ہوتی ہوں وہ نہیں ۔ وہ ہم کو تو اس کے ذکر سے بھی نفرت آتی ہے ۔ بعد ازاں بیج (پلنگ) پر جا کر سو رہو تا کہ تم کو کل نیند آوے جہاں تک ہو سکے بے چینتے ہو کر سو رہو یعنی فکر سے آزاد ہو کر ۔ ذکر مستغرق ہو جیسے آرامی نہ ہو ۔ پورے چھ گھنٹہ تک آرام کرو ۔ عورتوں کے ساتھ قربت سوؤ ۔ صرف وقت مقررہ پر یم الاول گرچہ اوان ۔ ہو کا جا کہتے ہو

اس پر دربار خاموش ہو رہے اور عبدالرحمان جی کی معرفت کہ اس کی ترکیب بتا دیجئے پہلے انکار کیا مگر پھر یہ کہا کہ ہم تم کو بتلا دیں گے ۔ کتنا شروع کیا مگر پھر شام پر ملتوی کیا اور اس وقت شاستر الاول نیم اور رس کا انہیں انگشن کرنا وغیرہ کی نسبت بیان کیا

جب صبح کا اپدیش ختم ہوا تو سوامی جی نے کہا کہ آپ اس پر عمل کریں گے دربار نے سر ہلا کر کہا کہ ہاں کل سے ہی شروع کروں گا سوامی جی نے کہا کہ جتنا دربار عمل کرے بجائے روز کے دیں ۔ دربار نے اقرار کیا ۔ چنانچہ دوسرے دن دربار نے عمل کیا ۔ تین گھڑی رات کے اٹھے ۔ ایک ریاست کا انجنیر ایک عبدالرحمن سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ایک ٹھاکر ملاہر سنگھ جی ساتھ گئے ۔ شوچ اور سیر آدمی سے فارغ ہو کر صبح دن نکلنے کے قریب سوامی جی کے پاس آگئے ۔

۲ ۔ رانا صاحب کے ہاں لڑکا ۔ رانا صاحب کے ہاں بچہ ہونے والا تھا ۔ اثنائے گفتگو میں ایک دن سوامی جی نے رانا صاحب کو کہا کہ لڑکا ہونے کی ہم کو آشا ہے انہوں نے کہا کہ پھر آپ تب تک رہیں ۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے سوامی جی نے کہا کہ ہم بیٹھ نہیں یہ سب ایشر آدھین ہے ۔ چنانچہ ۹ فروری ۱۸۸۳ء کو قدرت پرمیشور سے لڑکا ہی ہوا رانا صاحب نے سوامی جی کو لڑکا پیدا ہونے کی چٹھی لکھی اور ایک اشرفی نذر میں بھیجی ارسال کی ۔ سوامی جی نے وہ اشرفی (غربا) غربا کو تقسیم کر دی ۔ اسی قریب پر سوامی جی کے کہنے سے آٹھ سو روپیہ یتیم خانہ فیروزپور کو ارسال ہوئے ۔

۳ ۔ اگھوری لوجا کے خیالات ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں سے سوامی جی کو لے کر محلات میں آ گئے راستہ میں سنگ تراش کے پاس آدمی اور عورتیں کھڑی تھیں ۔ سوامی جی نے اول دریافت کیا ۔ پھر کچھ فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کاریگر جو اپنی کاریگری سے چیزیں بناتا وہ اس کی قدرت اور صنعت کو تو ظاہر کرتی ہیں مگر وہ اس لائق نہیں کہ کاریگر کی طرح پوجے ۔ وہ اشیا اس کی کاریگری کی جتنی عمدہ صنعت ہوگی اس کی خوبی بتلا دیں گی

اس تقریر کے سننے کے واسطے دربار نے بھی آہستہ چلائی شروع کی ۔ بنانے والا جن چیزوں کو بناتا ہے وہ جس مطلب یا غرض کے لئے ہوتی ہے وہی مطلب ان سے حاصل کرنا چاہئے ۔ اب جو پاشان لوگ ہیں ان کے مختلف کام اور اغراض اور فائدے ہیں ان سے اسی طرح زیادہ کام نہ لینا چاہئے ۔ افسوس کہ دربار نے یہ کس طرح جا رکھے ہیں ۔ یہ سمان پتھر ہے ۔ اس میں کسی کا ملول کرنا ۔ کسی کو ان کا فائدہ پہنچانا کس طرح ہو سکتا ہے ۔ دربار نے کہا میں سمجھ گیا ہوں میں نے آپ کا مطلب پا لیا ہے مجھے امید ہے کہ یہ آپ کا اپدیش بہت عمدہ ثمرہ لاوے گا اگر ابھی اُردوں تو تخت بکھیڑا ہو جاوے ۔

پھر شنیچر کو اس میں جا کر دربار نے برملا دو گھنٹہ تک اسی مورتی پوجا پر تقریر کی ۔

کیلاش پربت سے جب دربار کوئی مشکل سوال کرتے تو وہ اس کا جواب سوچ کر گھنٹے سوچا کرتے تھے ۔ مگر سوامی جی تنگ نہیں پڑتے تھے ۔ ایک دفعہ کیلاش پربت کے سامنے سوامی جی کا ذکر آیا ۔ اس وقت جیون گر جی بیٹھے ہوئے تھے ۔ کیلاش پربت نے کہا کہ وہ سادھو بہت اچھا ہے ۔ لیکن ایک نقص ہے کسی نے پوچھا کہ وہ کیا ہے ۔ جواب دیا کہ وہ زبان کے کڑوے ہیں ۔

ایک دفعہ ذکر آیا کہ مورتی پوجا کھنڈن کرنے کے نکتہ کو اگر آپ مخفی رکھتے ۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ میرا یہ قاعدہ نہیں کہ دل میں اور ظاہر اور ۔ میں سچ کو چھپانا نہیں چاہتا ۔

انہیں دنوں یہاں ایک جوبیہ ساگر جتی جی سیکھی نے ملیش میں آکر ایک کاغذ پر لکھ کر دور سے تختے پر چسپاں کر اپنے دروازہ پر لٹکا دیا کہ چونکہ ہم کو علم ہے سوامی جی کو نہیں ہے وہ یہاں آیا ہوا ہے ۔ ہم سے آکر بحث کرے ۔ وہ جین بازار میں رہ کے بھاگا ہوا ہے ہم اس کی تسلی کر دیں گے عبد الرحمان صاحب نے اس حالی ہر بات سے عرض کیا جنہوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ معمولی آدمی ہے اب لکھ کے نکلا ہے اس کی پہنچ جو سکتی ہے ۔ اگر اس کو علمی مادہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا ۔

۱۵ ۔ دنیاوی دھندوں سے آزاد ۔ ایک دفعہ جب دربار مہاراج سے مل کر رخصت ہوئے تو راستہ میں تقریباً دو قدم کے فاصلہ پر چند زمیندار (پٹیل) سوامی جی کو ملے انہوں نے مقدمہ کی بابت کچھ کہا ۔ دربار سوامی جی کی طرف دیکھ رہے تھے ۔ سوامی جی نے کچھ کہا اور چلے گئے ۔ رانا صاحب نے عبد الرحمن صاحب کو دوڑایا کہ جا کر مقدمہ والوں سے دریافت کرو کہ انہوں نے کیا کہا اور سوامی جی نے کیا جواب دیا ۔ وہ گئے مگر دوسرے راستہ سے جس سے انہیں معلوم نہ ہو کہ یہ دربار سے آتے ہیں اور ان سے پوچھا ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے مہاراج سبھا میں اپیل کی تھی سوامی جی سے یہی کہا ۔ پوچھا کہ سوامی جی نے کیا کہا ۔ جواب دیا کہ ہم سادھو ہیں ۔ ہمیں دنیاوی راج کے کام سے کوئی تعلق نہیں ۔ رانا جی سے کہو انہوں نے یہی حال آکر رانا جی سے کہا ۔ رانا جی نے فرمایا کہ میں نے کیا کہا تھا ۔ بھلا مولوی جی

ایسا آدمی دنیاوی دھندوں سے بالکل آزاد تم نے کوئی دیکھا ہے؟ ایسا ہونا مشکل ہے۔

۲۰۔ برہمنوں کا فریب۔ سوامی جی برہمنوں کے فریب کا ثبوت وبت پرستی کا ناجائز ہونا طور پر بیان کرتے تھے۔ ایک دن دربار کے روبرو ایک عبارت کسی مذہبی کتاب کی پڑھی جس کے یہ معنے تھے کہ اگر کسی برہمن کو کوئی جگت یا پرتھوی (یا پرش) پہنا دے تو تمام زمین بخش دینے کا ثواب اس کے پہنا دینے والے کو ملتا ہے۔ پھر کہا کہ اگر یہ سچ ہو تو دربار نے جس قدر جاگیر لاکھوں روپیہ کی برہمنوں کو بخشی ہوئی ہے وہ ضبط کر کے ایک برہمن کو جگت یا پرتھی پہنا دیویں تو کل دھرتی پن کرنے کا ثواب دربار کو مل جاوے گا۔ مالا جپنی (تسبیح گردانی) کو بالکل لغو ظاہر کیا اور کہا کہ اگر کوئی شخص سرکاری خدمت چھوڑ کر دربار کے نام کی مالا جپے تو دربار اس سے خوش ہو جانے کا یا نہیں۔ رام نام کی کثرت تلفظ سے تیتر اور توتے ملکر لفظ اور رٹنے لگتے ہیں۔ انسان کو پرمیشور کی طرف دھیان اور ودیا سے معرفت حاصل کرنا چاہیئے۔

۲۱۔ رسالہ موہن چندرکا سے اقتباسات۔ ادھک ساون بدی ۳ گرودار تاریخ ۱۱۔ اگست ۱۸۸۲ء کے دن سری سوامی دیانند سرستی اودے پور میں اپنے کرتبہ انوسار بھرمن کرتے کرتے آگئے ہیں اور گلاب باغ میں ستھاپت ہوئے ہیں۔ یہ شہر دو دھرموں کو دیکھ اپنے سندیہ اشنکا (شکوک) ہٹا لینے کے لئے اچھا ہے۔ سوتی پر جانثیہ حلقوں کو چاہیئے کہ اب سوامی جی سے اس وقت کے واک واتو باتوں کو پوری ریت سے جان لیں جس سے کسی سنسکرت ودوان سے کام پڑنے میں تراتھ ہونا پڑے (دوسرا ایڈیشن ۱۸۸۲ء جلد نمبر ۲ نمبر ۲ ۱۰۔ اگست ۱۸۸۲ء)

آجکل دیانند سرستی مہاشے شری ۱۰۸ آنند جی کے گلاب باغ میں براجمان ہیں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کا خوب کھنڈن کرتے ہیں۔ ابھی کوئی شاسترارتھ نہیں ہوا (تیرا شمارہ ۱۰ شکل صفحہ ۱۴۳۔ اگست ۱۸۸۲ء)۔

بھادرہ بدی کرشن ۱۱ (۸ ستمبر ۱۸۸۲ء) کو شری اودے پور آدھیش سائنکال کو سوامی دیانند سرستی کے پاس پدھارے۔ سوامی جی نے راج نیتی کا اپدیش کیا۔"

بھادرہ بدی کرشن ۱۳ (۱۰ ستمبر ۱۸۸۲ء) کو سائنکال کو پھر دیانند سرستی کے یہاں پدھارے وہاں اسی روز مولوی عبدالرحمان خان سے کچھ عقیدہ گفتگو ہوئی۔ اسی روز برتی بھی ہوئی" (صفحہ ۱۴۸ نمبر ۱۲ مطابق ماہ ستمبر ۱۸۸۲ء)۔

آشون کرشن ۹ سمت ۱۹۳۹ سوموار کے دن (۲ اکتوبر ۱۸۸۲ء) کو شری جی حضور سوامی جی کے ہاں پدھارے وہاں دو گھنٹہ تک بارتالاپ ہوا" (صفحہ ۱۶۶ نمبر ۱۳ مطابق اکتوبر ۱۸۸۲ء)

پنڈت چھگن لال جی شاستری کا اندر رہا ... بیان ہے کہ سوامی جی ایک خط میں لکھتے ہیں کہ شری جی مہاراناجی دوسرے تیسرے سلام کرتے ہیں۔ اور اپدیش سنکر بہت سے ویسن خرابیاں ادھ ... دن کا سونا۔ رات میں ہی سونا۔ دن چڑھے تک سونا ...

بہت باتیں چھوڑ دی ہیں اور اچھی اچھی باتوں کو گرہن کرتے جاتے ہیں (ماشون شُدی ۱۱ سمت ۱۹۳۲ ۲۰ اکتوبر ۱۸۷۵ء اندرلیسے پورا)

لائٹ ہنگ شکل ۳ سمت ۱۹۳۲ ۳۰ نومبر ۱۸۷۵ء کے قریب شری حضور جیون چیمپا ناگال سمہ کبھی پہ سوار ہو ہوا کھانے کو پدھارتے ہیں۔ اور ساتیک کال کو شری بیت سوامی دیانند سرسوتی کے یہاں پدھار کر پاکھنڈ سوتر خین کرتے ہیں (صفحہ ۲۰۰ جلد ۹ نمبر ۷ مطابق نومبر ۱۸۷۵ء)

شری حضور نے پاکھنڈ سوتر تو سماپت کر دیا اور اب وہ شیشک دیانند سرسوتی کے پاس خین کرتے ہیں (صفحہ ۲۲۴ جلد ۹ نمبر ۸ کارتک کرشن سمت ۱۹۳۲ نومبر ۱۸۷۵ء) اور مارگ شیرش کرشن ۲ اور ۳ نومبر ۱۸۷۵ء یک شنبہ کے دن شری حضور کا گاڑی اسو تھا جب روٹ پہ آنا کال کو شری حضور نیل کنٹھ مہادیو کو پدھارے جہاں سوامی دیانند سرسوتی کی طرف سے ہوم ہوتا ہے اس کا پرآرمبھ کرایا (صفحہ ۲۳۲ نمبر ۱۰ جلد ۹)

شری جیت مہارانا اودے پور آدھیش نے وعدہ کیا تھا کہ جن پستوں کو سوامی جی نے آدی وشیوں میں سندیہ ہو وے وید الاسار ست استھ کر لیں انتھا پیچھے کو وہ اداز دار اٹھا نا احتیت وا پر مانک ہیں۔ مگر ابھی تک کسی نے شری بیت سے شاستر ارتھ کا نشچے نہیں کیا (بحوالہ سدرشا پرورتک ماہ دسمبر ۱۸۷۵ء نمبر ۲۴ صفحہ ۲۱ و ۲۲)

شری جی نے کھٹ شاستر سماپت کرے (صفحہ ۶۰۹ نمبر ۲۰ جلد ۹ مارگ شیرش مطابق دسمبر ۱۸۷۵ء)

شری حضور جی کھٹ شاستر سماپت کر مہا بھارت کے بن پرب ۱۱ ادیوگ پرب کو سماپت کر شری بیت دیانند سرسوتی دوارا منو سمرتی کا ساتواں ادھیاے سرب ادبکار دن بیٹھنے میں (سوہن چندر کا پوس شکل سمت ۱۹۳۲ مطابق جنوری ۱۸۸۳ء جلد ۹ نمبر ۲۴ ۳۳) بعد وائگی پر بھینٹ اور پرستشا ستر۔ آخر کر جب سوامی جی رواتہ ہونے لگے تو دربار نے دو ہزار روپیہ بھینٹ کئے۔ سوامی جی نے انکار کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم بھی واپس نہیں لے سکتے۔ پس دربار نے بمصلحت تو ویدک یہ نتھی میں جمع کر دیئے۔ دربار نے سوامی جی سے کہا کہ آپ چہار شنوں کا ٹیکا چھپوا دیں۔ اس کے واسطے میں بیس ہزار روپیہ تک خرچ کروں گا سوامی جی نے کہا کہ میں ابھی وید بھاشیہ کے بعد ان کا ٹیکا کرنا ضروری جانتا ہوں بندوبست کروں گا۔

چلتے وقت دربار نے سند رجہ ذیل پرشنا پتر سوامی جی کے بھینٹ کیا۔ اور صاف طور پر رخصت کے وقت عرض کیا کہ مجھ کو آپ کے ست اپدیشوں سے بہت فائدہ پہنچا ہو جب کنے کے عمل کرنے والا سوائے آپ کے کوئی نہیں دیکھا۔

मानपत्र की प्रति।

स्वस्तिश्री सर्वोपकारार्थकारी श्रीक परमहंस परिव्राजकाचार्यवर्य
श्री १०८ श्रीमद्दयानन्दसरस्वति यतिवर्येषु इतः महाराजा सज्जनसिंहस्य
नतिततयः समुल्लसन्तुतराम्। आपका अढ़ै सात मास का निवा
स पुंचित अत्यन्त आनन्द में रहा। क्योंकि आपकी शिक्षा की संस्कार
मोह और उन्नतिदायक है और आपका संयोग सके ही न्याय धर्मादि राजस
कार्यों में निस्संदेह लाभ प्राप्त होना की मैंने का सम्य जना रहित हुआ हाहूं
का राग विशिष्टा और उपदेश का श्रेष्ठ पुरुषों का दृढ़ होये हैं औ स्वकीय आचार
गा भी प्रतिकूल नहीं रहे है सो ये आप में यथार्थ मिलते आप रहे आपका
वियोग को संयोग तो नहीं चाहता परन्तु आपका शरीर अनेक मनुष्यों के
उपकारक है जो संबोधक रोगे अनुचित है तथापि पुनरागमन से आप भी
नाका चित्त में शीघ्र अनुमोदित कीजियेगा इत्यलम्। संवत् १९३९ फाल्गुन
कृष्णा १ सोमे हस्ताक्षर महाराणा सज्जन सिंहस्य

۴۴ - متفرق۔ سوامی جی کے وقت یہاں سماج قائم نہیں ہوئی۔ مگر بعد از اں اقوم رتی
سمتا پت ہوئی۔ اور اکثر لائق اصحاب اس کے سبھا سد ہوئے ✦

گزشتہ زمانہ ہوا بدعا سا تھ تھا۔ اس نے پولیس میں سوامی جی کی بابت رپورٹ کی کہ
مجھے وطن نہیں جانے دیتے۔ پولیس نے رپورٹ واپس کر دی۔ مگر سوامی نے اس کی شرارت
کے سبب جو عزت گھٹ کی غرض سے تھی اس اندھے کو نکال دیا ✦

وید منتروں کے گانے پر ذکر چلا۔ فرمایا کہ سب وید گائے جاتے ہیں اگر کوئی آپ کے
ہاں گانے والا اور شدھ اچارن کرنے والا گویا ہو تو ہم وید منتر سکھلا سکتے ہیں ✦

طوایفوں کو کتیا کہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان سے ہمیشہ پرہیز کرو۔ اگر تم کو
راگ کا شوق ہے تو وید سنا کرو۔ اور اس کی اچھی اتنی کرانی چاہیئے۔ عنایت خان بائی
کو سکھلانا چاہا۔ مگر اس کا اچارن شدھ نہ ہونے سے وہ نہ سیکھ سکا۔ کیونکہ وہ اپنی چالاکی سے
اچارن بگاڑ دیتا تھا۔

کہتے تھے کہ یہاں باغ تک گیتوں کی آواز آیا کرتی ہے انھوں نے اندھیر مچا رکھا ہے
چنانچہ راجہ صاحب کو قطعی نفرت ہو گئی ✦

ایک دن باغ میں سوامی جی سے ایک مسلمان وکیل سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم جیسے اچھے
گھرانوں کی اچھی اچھی خوبصورت عورتیں رنڈیاں بن جاتی ہیں۔ اس کا کیا کارن ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ ہمیں
ایسے جھگڑوں سے بچا کی باتیں پسند نہیں۔ کسی اور سے پوچھنا۔

دوسری فصل چتوڑ

۱ - تھا بھیڑی - سوامی جی یکم مارچ ۱۸۸۱ء کو اودے پور سے چل کر تھا بھیڑی پہنچے یہاں دو تاریخ تک ٹھہرے ۔

۲ - چتوڑ - بھیڑ سے ۔ تک چتوڑ رہے ۔

یہاں سے سوامی جی نے لالہ ... رئیس فرخ آباد کو ۴ مارچ ۱۸۸۱ء کے خط میں اودے پور کا حال اس طرح ذکر کیا ہے ۔

ہم آج چتوڑ گڑھ میں ہیں ۔ اگلی پھاگن وری ... کو ... کے دن راجہ شاہ پورہ میواڑ میں جا کر تھا نہ ... وہاں ٹھہریں گے ۔ اب اودے پور کا ... بہت آنند میں رہے ۔ ... مہاراجہ جی اور سے ... دن کو چھوڑ سب دن تین چار و پانچ گھنٹے تک ... ایک مت ... کیا کرتے تھے کیونکہ ... شاستروں کا ... موسمرتی کے ساتھ دھرم ... آدمی کے ... تھوڑا سا ... اور تھوڑی ... پڑھنی اور ... میں ... ہوتے تھے ۔ ... آدمی کا ... سوامی ... سمجھا کے اودے پور آدھیں ... ہوئے ۔ اُس کا ... ایک ... دیا ہے اور ... ایک ... دوشالہ اور ... اور ... کے علاوہ یتیم خانہ کے سکول ... والی لڑکیوں کو انعام دیا ... ہی رہی تھی ۔ اب ... سمجھا دیکھ ... لگے ۔ اب ہم اس وقت چتوڑ میں ہیں ۔ ۴ مارچ ۱۸۸۱ء ... ۔

سمت ۱۹۳۷ دیانند سرسوتی ۔

تیسری فصل ریاست شاہ پور

پھاگن بدی اماوس سمت ۱۹۳۹ تا جیٹھ کرشن ۴

سمت ۱۹۴۰ (۹ مارچ ۱۸۸۳ء تا ۲۹ مئی ۱۸۸۳ء)

۱۔ آمد و ڈیرا ۔ اول سوامی جی سے مہاراجہ صاحب کا ملنا سمت ۱۹۳۹ میں چتوڑ ہوا۔ جہاں انہوں نے سوامی جی سے شاہ پور پدھارنے کے لئے عرض کی سوامی جی نے فرمایا کہ میں بمبئی سے واپس آتے وقت آؤں گا۔ چنانچہ چند ماہ بعد اودے پور سے یہاں تشریف لائے اور ریاست کی طرف سے چند معزز آدمی شتری پنڈت لے کر سوامی جی کو لانے کے لئے چتوڑ گئے سوامی جی کی آگیا لے کر انہوں نے جواب بھیجا کہ سوامی جی تشریف لاتے ہیں۔ سواری وغیرہ کا بندوبست روپاہیلی سٹیشن پر کیا جاوے۔ چنانچہ کر دیا گیا۔

جب سوامی جی ریل سے اتر کر شاہ پور روانہ ہوئے تھے۔ مہاراجہ صاحب نے پیشوائی کے واسطے عرض کرائی مگر سوامی جی نے انکار کیا۔

پھاگن کرشن بدی اماوس مطابق ۹ مارچ ۱۸۸۳ء کو ۴ بجے دن کے یہاں سوشوبھت ہو گئے۔ اور باہر نواس باغ میں رہتا تھا ان کے پاس جہاں ڈیرے وغیرہ پہلے ہی سے نصب کرائے گئے تھے نواس کیا۔

۲۔ مہاراج کا پڑھنا ۔ اسی روز سائنکال شری سوامی جی کے پاس پدھارے اور بھی شہر کے بہت سے معزز لوگ درشن کو آئے۔ سوامی جی اور مہاراجہ صاحب کی باہم گھنٹہ تک باتیں ہوتی رہیں۔ اور یہی طریقہ پانچ روز تک رہا۔ سائنکال ۶ بجے سے ۹ بجے تک ہر روز سوامی جی کے پاس رہنے لگے۔ جس میں ایک گھنٹہ معمولی بات چیت یا کسی وید پر شنکا سمادھان کرتے اور دو گھنٹہ تک پڑھتے۔ سب سے اول مہاراجہ صاحب نے منوسمرتی پڑھی اور اس میں جو کچھ ملاوٹ ہوئے شلوک تھے وہ دلائل سے جانے گئے پھر یوگ سوتر پڑھتے رہے۔ پراتہکال جہاں سوامی جی روز جنگل میں جاتے تھے۔ وہاں شری جی حضور بھی کسی کسی دن ان کے ساتھ جا کر پرانایام آدی کیا سیکھتے تھے۔ یوگ شاستر کی سماپتی کے پیچھے تھوڑا سا ویشیشک شاستر پڑھا۔

۳۔ ایک برہمن کو سنیاس ۔ سوامی جی نے یہاں ایک برہمن کو جو تھوڑا سا پڑھا ہوا تھا اس کے اصرار پر سنیاس گرہن کرایا اور ڈنڈ دھارن کرایا جس کا نام ایشرانند سرسوتی رکھا گیا اسی وقت اسے ودیا پڑھنے کے واسطے پریاگ بھیج دیا گیا۔ ساتھ ہی منیجر کے نام چٹھی لکھ بھیجی کہ جب تک یہ ودیا پڑھتا رہے۔ پانچ روپیہ ماہوار اسے بھوجن کے واسطے ملتا رہے۔ چنانچہ وہ پریاگ چلا گیا۔ یہاں سے جودھ پور سے کچھ [illegible]

سوامی جی کو لینے آئے ۔ سوامی جی ان کے ساتھ جانے کو تیار ہوئے ۔ پنڈت کرشن رام شاستری و دیگر اُن کے ہم نشین یہاں سے چلے گئے ۔ مہاراجہ صاحب سوامی جی کو پہنچانے کے لئے بہت دور تک بگھی میں سوار باتیں کرتے ہوئے ساتھ گئے تھے ۔

۴ ۔ رام سنیہیوں کا مہنت ۔ یہاں رام سنیہیوں کا بڑا مہنت رہتا ہے ۔ اور سب سے بڑا اکھاڑہ یہیں ہے ۔ سوامی جی نے اُن کے مہنت سے شاستراَرتھ کے واسطے بہت کوشش کی مگر وہ کسی طرح تیار نہ ہوئے ۔ اصل میں ان میں ودوان کوئی تھے ہی نہیں اور کسی میں شاستراَرتھ کی سامرتھ تھی ۔

۵ ۔ مہاراج کی اُدارتا ۔ مہاراج نے ویدک دھرم سبھا میں ۵۰ روپیہ ماہوار ایک اُپدیشک رکھنے کے لئے ارپن کئے جو ویدک دھرم کا پرچار کرتا ہے ۔ اس کے متعلق یہ دان پتر آپ نے لکھا ۔

श्रीमान् महाराजाधिराज श्रीमान् श्री नाहरसिंह जी वर्मा शाहपुराधीशों की उदारता और धर्मनिष्ठा :

स्वस्ती श्री सर्वोपकारार्थकारुणिक परमहंस परिव्राजकाचार्य श्रीमद्दयानन्द सरस्वती जी महाराज के चरणारविन्दों में, महाराजाधिराज शाहपुरेश का साष्टांग नमस्तेऽस्तु। वैदिक धर्मोपदेशक मंडली में मेरी ओर से एक उपदेशक रहे जिस के व्यय के वास्ते एक ५० मुद्रा नित्य प्रति मासिक ५०) रुपये यहां से निरन्तर आज की तिथि से प्राप्त होते रहेंगे सो वैदिक धर्म स्थापन मत मतान्तरादि खंडन करते रहें। सं० १९४० मि० ज्येष्ठ कृष्णा ४ हस्ताक्षर नाहर सिंह स्व

स्वस्ती श्री सर्वोपकारार्थकारुणिक परमहंस परिव्राजकाचार्य श्रीमद्दयानन्द सरस्वती जी महाराज के चरणारविन्दों में महाराजाधिराज शाहपुरेश का साष्टांग नमस्तेऽस्तु॥

अपरंच यहां आपका विराजना मास डेढ़ मास पर्यन्त हुआ तथापि आपके सत्यधर्मोपदेश के श्रवण से मेरी आत्मा तृप्त न हुई आशा थी कि आप ग्रीष्मान्ते अत्र स्थित होते परन्तु योधपुराधीशों की ओर से दर्शनों की उत्कंठा वैदिक धर्मोपदेश ग्रहण की, पुनः सत्याचरण असत्य का त्याग और आपके मुखारविन्द से श्रवण करने की अभिलाषा देख के आपने वहां पधारना स्वीकार किया और भविष्य और कोटि मनुष्यों के उपकारार्थ प्रगट हुआ है यह समझ के मेरी भी सम्मति यही हुई कि आपका पधारना ही उत्तम है॥ यही समझ के यहां विराजने की प्रार्थना नहीं की उत्तम है किन्तु कृतकार्य करने के निमित्त पुरागमन करोगे। सं० १९४० मि० ज्येष्ठ० ४ हस्ताक्षर नाहर सिंह स्व

ترجمہ مان پتر۔ سوستی شری سرب اپمالن ابقہ کاروٹک ۔ پرم ہنس پرتی پراجک آچاریہ شری یت دیانند سرسوتی جی مہاراج کے قدموں میں والئے ریاست شاہ پورہ کی بار بار نمستے ہو ۔

ویدک دھرم اپدیشک منڈلی میں میری طرف سے ایک اپدیشک (اپدیشک) اور ہے جس کے خرچ کے واسطے ایک روپیہ روز یعنی تیس روپیہ ماہوار یہاں سے آج کی تاریخ سے ملتے رہیں گے تاکہ وہ اپدیشک ویدک دھرم کی ترویج اور پاکھنڈ مت کی تردید کیا کرے ۔

اگرچہ یہاں آپ کا قیام اڑھائی ماہ تک رہا تو بھی آپ کے ست دھرم اپدیش کے سننے سے میری آتما سیر نہ ہوئی ۔ امید تھی کہ آپ موسم گرما کے ختم تک یہاں رونق افروز رہیں گے ۔ لیکن جب مہاراجہ صاحب والی جودھپور کی طرف سے آپ کے درشن کرنے اور ویدوکت اپدیش آپ کے مکھ سے سننے اور ست کے اختیار کرنے اور اسست کو تیاگنے کی اعلیٰ شرادھا (خواہش) دیکھ کے آپ نے وہاں کا عزم کیا تو میں نے بھی آپ سے زیادہ تشریف رکھنے کے لئے زیادہ اصرار نہ کیا ۔ بلکہ آپ کا وہاں تشریف لیجانا ہی ضروری سمجھا ۔ کیونکہ آپ کی ذات بابرکات کروڑوں منشوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہے نہ صرف ایک دو کو ۔ اب آشا ہے کہ آپ پھر یہاں تشریف لاویں گے اور ہم کو عزت بخشیں گے ۔ دستخط ناہر سنگھ راجا شاہ پورہ تتی جیشٹھ بدی ۲ سمت ۱۹۴۰ (بحوالہ بھارت متر کلکتہ جلد ۶ نمبر ۲۲ مورخہ ۱۴ جولائی ۱۸۸۳ء)

۷ ۔ غلط خبر چھاپنے پر فہمائش ۔ پنڈت گوپال راؤ ہری نے دیانند دگ وجے آرک میں کچھ غلط لکھ دیا تھا ۔ اور راج کے ایک ودوان نے اس پر اعتراض لکھ کر سوامی جی کو لکھ بھیجا ۔ سوامی جی نے اُسے صاف صاف کہدیا اور گوپال راؤ جی پر ناراض ہوئے ۔ اور یہ پتر لکھا ۔

پنڈت گوپال راؤ ہری جی ۔ آنند رہو ۔ آج ایک سادھو کا پتر میرے پاس آیا وہ آپ کے پاس بھیجا ہوں ۔ سادھو کا لیکھ ست ہے پر تو آپ نے جو تر سمبندھی اتہاس میں نہ جانے کہاں سے کیا سن سنا کر لکھ دیا ۔ اس گیانی استھان میں میرا اودے پور ادھیش سے کیول تین ہی بار سماگم ہوا ۔ آپ نے پرتی دن دربار ہوتا رہا لکھا ہے آپ جانتے ہیں کہ مجھے ایسے کاموں کے پرتی شودھن کا اوکاش نہیں ۔ یدی آپ ست پریہ اور شردھالو بھاؤ بھاؤت ہی ہیں ۔ اور اسی ہیت چت سے اپکارک کام کر رہے ہیں پرنتو جب آپ کو میرا اتہاس ٹھیک ٹھیک ودت نہیں تو اس کے لکھنے میں کبھی ساہس مت کرو ۔ کیونکہ تھوڑا سا بھی اسست ہو جانے سے سمپورن گرنتھ دوشت گنا جاتا ہے ۔ ایسے نیچے رکھو اور اس پتر کا اتر شیگھر بھیجو ۔ بیساکھ شکل ۲ سمت ۱۹۴۰ ستھان شاہ پورہ ۔

(دیانند سرسوتی)

دستخط جس کی بنا پر فہمائش ہوئی سادھو امرت رام جی توین ویدانتی نے اس باب کا سب پر لکھا تھا +

اودھم گھم پرچم بست شریمت دیانند سوامی کی سیوا میں پراتھنا شرمید بھارتیہ پرجا کے اپکو بھگتا ہوں ات ابھشیارتکوں پرشیو رچیا ہوگی ہیں۔ شریمان ۱۹۹۹ مشکوں کو شرت کرتے ہیں سو پرسیر کش پاتیہ ہوئے تین کھنڈ بنے ہیں۔ اگتے مت اوسا دشریمت ستھارت مت کا بھی کھنڈن ہوا ہے تین شریمان نے یہ فریب کیا ہے کہ شتھیا اپمان سوارتھ سادہن میں تتپر ادیا یہ کال یا پیدیں یہ دستی چوری جانی مرت بھاشن پکشپات کسی کا نقصان انبادی نشید ھوکرمن کو چھوڑنا اوساں سے وہ ہیت سد دھرم اوپدیشوں کرنا پرکار ہر بہت کے ساتھ سمکش کیا ہے پرنتو شوک کی وارتا ہے کہ دیانند جگ ادم کے دو تین کھنڈ ساجک بہ گرن پرمان اشٹک کے ساتویں اشٹک میں پرشٹھ ۱۰۹ اپکتی اور وشے جلسہ جیور ز مہاراجہ شری اودے پور کے دھیش شریمان دیانند سوامی کی سیوا میں دس میں دو بار اپستھت ہوتے تھے یہ بھی لاٹ صاحب کے آنے سے مہاراجہ صاحب کو اوکاش کم تھا تو بھی کہنے سے مہاراجہ صاحب کا دو وقت پڑھانا سمدھ ہو جاتا تھا اب شرگ راج کے ہونے میں شوک فرماتے ہیں کہ

यावत्यः सिकता भूमे यावत्यो दिवितारकाः ॥ यावन्तो वर्ष धारास्‍
तावद्दद्‌ स्म गाः ९ इति

تا پہ یہ جھوٹ بولنے والے کی ترقی نہیں ہوتی ہے آپکا فرمانا یہ تھا تو ہے دتیھا پر کتہ تیم کس طرح نہ پڑتے دی مہاراجہ صاحب نے اپ سیتھیش یہ کیا آریہ پرشوں کا سماج ہے نہیں سمجھنے دیم اگ ودتی تی بہت کا کام آریہ ہے یا کوں تو بھی جھوٹے دشتوں کا سماج کہنا چاہئے اس پرکا ایک جگہ جھوٹ کے لکھنے سے ستھالی پولاک نیایہ تین سر ذر جھوٹ کی سمبھاونا ہوتی ہے ایسے ویاز جاننے کو سرپال کے بھ شستت آریہ گرپال شوالشا مندری نے اکثر کیوں لکھا ہے لیکن شریمان ان کو ادھرم چھوڑنے کا سد اپدیش نہیں دیتے واسوکیہ آپ کے آریہ لڑکے تھے کرنا دھرم ادھرم جان گیا اور اپنوں تاکیں دھرم ہویک والیہ بھی کیں نئی مت میں لیٹا اور شریمان نیاسے تیل دھرم دھر کے ترشے میں کسی بھی کرتے ہیں پکشپات رہت نیاسے آچرن دھرم اور پکشپات سہت انیائے آچرن ادھرم ہے ایسا مجھ کو آشا ہے کہ دھرم کی وردھی - کرم سماج ہر ہو بست کے ساتویں اشٹک پرشٹھ ۴۲۹ لکھا ہوا ہے وہ کے پکشپات رہت آسیہ وچار کرینگے - اتی جیتر ودی ۳ اتوار

ایکاکر پادپھیلاشی

سادھو امرت رام توین ویدانتی

وائی تو نواسی شہر بندی لکا ز شکلیشور مہادیو کرپا ترک سے جیٹھ شکلا ۱۲ انک

گوپال راؤجی قابل تعریف ہاؤ۔ سادھو جی اوپر کی تحریر اور سوامی جی کے خط کے

بعد گوپال راؤ ہری کا جو خط سادھو جی کو گیا وہ بابت جنتری۔ اور آنسلو راستی اپنے لوگوں کو دے سکتا ہے کہ تو گاؤ
اپنی بھلائی کو دوسروں سے ستیا اور اصلاح کو تیار رہنا شو دیہ وطن کا ہی کام ہے۔

شری یت سادھو شانتی سروپ بابا امرت رام وغیرہ بھائی جی کے چرنوں میں سوستی نمو نمہ۔
بابا جی مہاراج شریمان جگت گرو سوامی جی مہاراج نے اپنے ایک پتر کے ساتھ آپ کا پتر بھی ودی
۱۲ اگست پتر میرے پاس بھیج کر آگیا لکھی کہ یہ بھی تم شدھ یا دیا وت ہو تو ہمارے جب تم کو میرا بھاؤ
الٹی پاس آوت نہیں تو ایسا ہی تھیا اس آگے کو اپنی مرضی لکھو کیونکر تھوڑا ابھی ستیہ سیوروپ ستیہ کو یاد
کرتا ہے اور لیکھ سادھو جی کا ٹھیک ٹھیک ہے اپنا دھی اس کا اثر اُن کو تھا بستو کے دیا بت رکت
اور کچھ بھی دیسہ وا وقوریہ نہیں پرنتو آپ سے بہت کچھ پیار تھا کسی کو بھرم آوشیہ ہے مہاراج جی آپ نے
میری جو کچھ اشدھی دیکھ دیے ایک دو نیہ کنڈ میں دیکھ کچھ سوچیں کہ اس کا یہ جتنا کہ ماتوں
وہ تھوڑا ہی ہوگا میں نے اپنا گرو تھا اور وے ہو گئے تھے ہی ست پرش اور دیال سے نہتا تھا
دوار کے نیتر آپ اور ستو وانگر کے مستری آدمی کے پاس بھیج کر پیار تھا کی تھی کہ جو کچھ میرا ادوش رکھا
جائے اس سے آزاد مجھے سوچیت کریں پرنتو کسی نے آپ کرت نہ کیا وہ ٹھیک ہے آپ سد شوں کا تم
جیسے ہم لوگ گھر بیٹھے دنیا پر شرم پوتر ہو گئے ہیں وہ استو ہیں آپ شری یت نے بھنڈی کچھ مجھے
انگیکرت کیا دیا اور ایسوں ہی کو کہنا چاہیے یہ دی آپ ایہ وشیک لیکھ میں ہمارے شریمان پرووش
ابوپن نکر کے جو کچھ لکھنا تھا وہ کیول پرووش کو ہی کچھ سنتوش ہونے تو وہ نہ رشتیہ دشنیہ
داوا ہوتے اس کا ستیو کر اچھت اتنی بڑی ہی چوک ہے کہ اچھی ارتھات شرم آدمی جیسی سپاہوں سے تر
کبھی انیتھا و دیا اپنی ہی نہیں سکتا یہ تو کبھی کوئی آ در کبھی کی پرش شریمان سروتر سدر گ جگت
گرو کے اپدیشوں میں کبھی دو دو دہا نہیں کر سکتا نہ اُن کے سدھانتوں کو کوئی دچار شیل اتول بیان
ٹھہر سکتی ہے کہ کداچت یہ کہا جائے کہ جو جیسا ہوتا ہے اس کو کیا دے ارتھات سوامی جی ایسے ہی
بھاشت نہ ہونا چاہیے اتھا

मुत्राका मयानिर्न् रागन् नरवरो

اتیادی وچن اسنگت ہو جاوینگے ایسے جو سب آریہ سماجی جھوٹے پھل لڑکی اور دو ٹھیک
کئے جاوینگے تو

विनश्वत्वेभ्मनीव ह्यूपयते

اتیادی وچنوں کا
پھر تیار تھے کبھی نکر سکینگے۔ لوہیں کے آخر میں تیہ وچن مہاراج ایسا ہی آدیشیہ ہاتھ جوڑ کر ہم
لوگوں کو کہہ دینا پڑیگا۔ اسی بھانتی جنوں نے کبھی وید منتروں کا درشن ہی نہیں کیا اُن کے
سنبھال پولاک لیا ہے کہ کبھی سیکھا دشتاں لے کر بیٹھیگی مانیہ ہوگا۔ اور کداچت کوئی درشن
ایسا ہی بنائے کے تو ہم لوگ دو وی ہیں بنائے سے اس کا آدر ہی کیسے پرنتو یہ بھانتی جی
مہاراج آریوں کا واستوک سدھانت کچھ اور ہی ہوگا ارتھات وے لوگ ستیہ کو ستیہ اور
استیہ کو ہی استیہ کہیں گے اُن سے یہ بات کداپی نہیں ہو سکتی کہ جیسے ہزار کے ہوئے روپیوں میں
کسی پرکار سے کوئی کھوٹا روپیہ پڑ گیا تو وے سنبھال پولاک لیا ہے تو اُن سب روپیوں کو
کھوٹا ہی بتادیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ کھوٹے کو پچاہی کہیں بلکہ اس کو نکال پھینکے گا

تین نوکریں ، استعفیٰ انسپکٹری دیتی ہیں - پیر سادھو سمادھانم ارتھات آپ شری پنڈت جواہر جیسی رہتی
منتشٹ ہوں اور پچھلے ہی شری سوامی جی مہاراج کا آشرم وٹ نویں واپچھک سمت بتا دیں آپ ایسی
کو ہی بھرپیٹ جو اکیسی ہم لوگوں کو کچھ آدرش پائی نہیں - آپ سنگھ میں میری پرارتھنا ہی ہے کہ کشٹ سہتے
اور سیوا ہی پر کار دشٹی رکھ میرے شرت وشیوں کو نرودھ کرنے میں پیر ہی سمسا دھو سمادھان جو کچھ ہماری
سے پتیہ سیوک کرت کرتیہ درشٹیہ جانے مجھے کچھ ماتر شبھ کا یش نہیں ہے اور ایسے اگر ہی کو کبھی
اچھا سمجھتا ہوں آپ کے چرنوں کی شکتیوں پر آ کے شیپ کیا تو بعد بہت دکھ ہی ہی پیچھنے سے پر کہ اس
تمام پیران کرنکال دینے کا تن تھا پر تو شوک کہ مدد نہیں ہی ملا احوال آپ دیکھنے پر مانشک میں
ہر کی جگہ و پیران ہو گئے ہیں یہاں اب پرشٹ ملا ہو سکتی ہے کہ نہ جانے اس سمے گرو جی کا سا پنے کشن جی کا
کو نکال دینا چاہتا تھا اس کا سادھو سمادھان پر پیک پر مان پر تھوڑی تھوڑی دشٹی کرنے سے تیار ہو سکتا ہے ارتھات اچھے پر کار شبھ ہو سکتا ہے کہ سوائے ساتویں پر مان کے اور کوئی ایسا بچھر
اور لوچ ایسے پیران نہیں جس میں کسی ایک درشٹ پرش کی ساکشی نہ ہو ۔ اب جس کو کہتا ہوں وہی ایک
لیکھ کیسے انتقات سنا ہوا ایک وجہ تانت ہے ڈر نگ دوج کھلا دت کو صاحب ۔ سریہ ورش اب تو کبھی
دور ہو گا جب گرو تعبیر کی مدت ہو گا اور وہ سمبستر ہی ایشور نے چاہا تو آ دیگا ارت جو آپ میرے دونوں
کھیتوں کو ہتھروار اپنی قربل دشٹی سے ادھوکن کر پا بیت دوشیوں سے مجھ کو بچا جان آرشیر تپو
کرینگے آپ ہو سانی ہو گا اس وقتی پرکٹ اور کبھی جب جو سیوا اور اُچت جانی چاہیئے اس کی بھی اگیا مدر یو
بھیجنی ہے - وگیشو کرم بیوتی شم

آپ کا کر پا آکانکھشی
گوپال

اوپر کے خطوط سے گوپال راؤ جی کی انصاف پسندی کشادہ دلی اور نمبر بنا دیا پتہ ملتا ہے ۔ معلوم
ہوتا ہے ۔ وہ سوامی جی کے اہم کام کی ذمہ داری اور بچھے آریہ پُرشوں کے کرتویہ کو سمجھتے تھے
اس کے علاوہ سوامی جی کا بھی بلا لحاظ اپنے بیگانے کے اصول ستیہ کو ہمیشہ رکھنا پایا جاتا ہے
معمولی سی غلطی کی اصطلاح بھی اصلاح کے لئے انکی توجہ کو کھینچتی تھی - خواہ کوئی مخالف ہوں
ہی کہے - یہاں سے لشٹیر سنگھ جی کو جو خط لکھا - اسمیں بھی پریس اور جنک کام ایسا کی توجہ
نیز ویدبھاشیہ اور دیگر وید ارتھ پستکوں کے متعلق جو وعدے پبلک سے کئے گئے تھے - ان کو جو
کر کے پورا کرنا اُن کی خاص رُچی تھی - باہر سے کام نہ لیا جاوے - کیونکہ یہ پریس کوئی تجارتی کام
نہیں ہے ۔ حساب کتاب ٹھیک رہے - کام کرنے والے ٹھیک نیتی اور دیانتداری سے اپنے
فرض کو پورا کریں - نہ کہ محض اپنے تنکوں کی طرف ہی نظر رکھیں - ایسی اچھا نیتیں
جو کام کے متعلق اُن کے دل میں تھیں ۔

۱۰ روانگی - ریاست اودے پور میں مہاراجہ ٹھاکر کے چند خطوط بلانے کو آئے۔ سوامی جی نے منظور کیا کہ چونکہ شاہ پورے کے راجہ صاحب سے ہم نے پچھلے سال سے وعدہ کیا ہوا ہے اس لیے اول وہاں جانا ضرور ہے۔ بعد ازاں اودے پور جائیں گے۔ چنانچہ یہاں سے چلکر جانا تھا مگر راستے میں جودھ پور کی ریاست سے لینے کے واسطے آدمی پہنچ گئے۔ اس پر جودھ پور تیاری کر سیدھے روانہ اجمیر ہوئے ۔

یہاں بھی جودھ پور سے کچھ عہدیدار سوامی جی کو لینے آئے۔ سوامی جی ان کے ساتھ جانے کو تیار ہوئے۔ جیٹھ کرشن ۱۳ شنی وار سمت ۱۹۳۸ دن کے ۴ بجے یہاں سے پدھارے

چوتھی فصل اجمیر

۲۹ مئی ۴ بجے شاہ پورے سے روانہ ہو کر ۳۰ مئی ۱۸۸۱ء شب کو اجمیر میں پہنچے۔ راستہ میں جو تکلیف ہوئی۔ اس کا اشارہ وسیل منشی کے اس لیکھ سے ملتا ہے ۔

اس یاترا کا پہلا ہی دن سوامی جی کو دکھدائی ہوا۔ اتفاقات مارگ میں ایسی بارش ہوئی کہ جس میں ٹھہرنے کو کوئی استھان نہ ملا بغیر چھپائے سب منش بھیگتے رہے پون کے ویگ سے کئی وریوں کی چھت اڑ گئی جس میں تیز بارش رہے بڑی کٹھنتا سے اجمیر پہنچے۔ یہاں سبھاسدوں نے ماروار کے منشوں کے لئے سو پہلے ہی سے مکان رکھے تھے۔ سوامی جی کی اس ودیش میں یاترا دیکھ سب کا ماتھا ٹھنکا۔ کسی نے سوامی جی کو سب ارتھ سمجھا دیا تھا۔ یہاں ایک دن ۳۰ مئی کو جودھ پور پدھارنے کا خیال ہوا۔ ۳ تیرہ جیٹھ ۱۱ جوں جوں معلوم ہوتا گیا۔ لوگ درشنوں کو آتے گئے۔ اتا را سیٹھ فتح مل کی کوٹھی میں ہوا ایک سیٹھ جی جین مت کے آ گئے۔ اُن سے سنسار اور دھرم آدھرم اور ست وغیرہ پر تذکرہ رہا۔ سیٹھ جی اصلی بابت سنسار کا نیا پن بتلاتے تھے۔ سوامی جی اس کو انتہو کہتے تھے۔ سنسار کا کشن سیٹھ جی ٹھیک نہ بتلا سکے۔ ایسا اور مختلف باتیں الگ سے تک کو گفتگو کی ہوتی رہیں۔ پھر بھوت پریت وغیرہ کا ذکر آیا سوامی جی فرمانے لگے کہ جب آدمی مر جاتا ہے جب تک اس کا شریر داہ نہیں کیا جاتا تب تک وہ پریت کہا جاتا ہے۔ پھر اس کا نام بھوت ہے باقی سب ڈھکوسلہ ہیں۔ یہ باتا جیو آتما کا وشے ہوا۔ پھر جودھ پور جانے کو تیار ہو کر اسٹیشن پر آ گئے۔ اس وقت ساڑھے دس بجے تھے۔ ریل میں دیر تھی سو آن پر ایک کوٹھی بھائی سے جو سوامی جی سے ملنے آئے تھے۔ یہاں پر مختلف ذکر رہا۔ بارہ بجے سوامی جی دوسرے درجہ کی گاڑی میں سوار ہو گئے ۔

باب نہم

مہرشی کے آخری درشن

پہلی فصل بجوف سیتہ اپدیش کا آخری مقام

(جودھپور)

۱۔ آمد جودھپور۔ ایک سال پہلے چارن نول دان ملازم راؤ راجہ تیج سنگھ کے بھائی امردان چارن نے کرنیل پرتاپ سنگھ سے عرض کی۔ کہ سوامی جی مہاراج کو یہاں بلانا چاہئے۔ انہوں نے بڑے مہاراج سے چٹھی بھجوائی۔ مگر سوامی جی اسوقت نہ آسکے۔ کہلا بھیجا۔ کہ جب میں لوٹ کر آؤنگا۔ جودھپور کو بھی نہ بھولونگا۔ بعد میں اودے پور سے بھی راؤ راجہ تیج سنگھ و مہاراج پرتاپ سنگھ نے چٹھی بھجوائی۔ پھر شاہپورہ میں مہاکھشتری دکی کو کرنیل پرتاپ سنگھ جی کا تار آیا۔ کہ ہم نے سواری اور لوک کا بندوبست کر دیا ہے۔ آپ اوشیہ پدھاریں۔ دیش ہتیشی اجمیر جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۱۱ میں پرکاشت ہے کہ راجہ صاحب نے ہاتھی۔ گھوڑے۔ پالکی وغیرہ سواریاں پالی اسٹیشن پر حاضر کر دیں۔ کیونکہ اسوقت جودھپور تک ریل نہیں تھی۔ امردان جی ان کو لانے کو شاہپورہ بھیجے گئے۔ چنانچہ سوامی جی بیساکھ بدی ۵ سمت ۱۹۴۰ یعنی ۲۷ اپریل سنہ ۱۸۸۳ء کو اجمیر ٹھہر کر ۲۹ کو جودھپور روانہ ہوئے۔ پالی اسٹیشن پر پہنچے۔ تو چارن نول دان و راؤ ٹھاکر جی و سواروں کی جمیعت معہ رتھ راج کیطرف سے ایک ہاتھی۔ تین اونٹ۔ تین رتھ۔ ایک بگھی گاڑی اور چار روپ سواروں کے ساتھ پہنچ گئی۔ یہاں سے اٹھارہ کوس ہے۔ سوامی جی اگرداوں کے باغیچہ میں اترے اور وہاں کا کام میڑہ مل کانتو دھکری وال نے سوامی جی کے درشن کرایا۔

دوسرے دن ۳۰ اپریل سنہ ۱۸۸۳ء کو پہر کے تڑکے روانہ ہوکر سوجت روڈ کو آگئے۔ جہاں کے جاگیردار گردہاری سنگھ نے سب سواری وغیرہ کا بندوبست کرایا۔ اور تالاب کی چھتری پر سوامی جی نے قیام فرمایا۔ جاگیردار صاحب نے سوامی جی کے اپدیش کو سنکر کئی ایک پستک بھی خرید کئے۔

وہاں سے ۱۰ بجے رات کے روانہ ہوکر اگلے روز صبح ۹ مئی سنہ ۱۸۸۳ء مطابق جیٹھ بدی ۵ سمت ۱۹۴۰ جودھپور سے ورے اڑھائی کوس پہنچے۔ تو راجا کال کی تار دی ہوئے

لابھ اٹھانے کی غرض سے سوامی جی نے حسب عادت خود پیادہ چلنا آرمبھ کیا۔ اس
لئے لوگ بھی سب پیادہ ہو گئے ریاست کیطرف سے راؤ راجہ جوان سنگھ جی پیشوائی
کو آئے۔ اور سوامی جی کو ساتھ چلکر بھیا فیض اللہ خاں کے باغ کے بڑے بنگلہ
میں اتروا دیا۔ اسوقت کرنیل پرتاپ سنگھ و راؤ راجہ تیج سنگھ بھی تشریف لے آئے اور
کرنیل صاحب نے پچیس روپے نقدی اور ایک پریسینٹ کی۔ اور وہاں ہی شکار پور یک
نسخے کیکر چارن لول داس سعجا ر دیگر آدمیوں کے خدمت کے واسطے مقرر ہوئے
دودھ کیواسطے ایک گائے رکھی گئی۔ اور چھ سپاہی و ایک حوالدار واسطے حفاظت کے
تعینات کئے گئے۔

شری یت آنریبل راؤ بہادر گوپال راؤ ہری ویشمکھ کے پولیٹیکل کمشنر راؤ
ویشمکھ بھی۔ ایس ضلع خاندیس کے اسسٹنٹ کلکٹر بھی ساتھ تھے۔ آپ لوگ بیٹھنے کیلئے
آگئے۔ اور ۲۴ مئی ۱۸۸۳ء کو اجمیر لوٹے تھے۔

۲- **والئے جودھپور کا ملنا**۔ سوامی جی کے پہنچنے کے ستارہ دن بعد شری حضور
مہاراجہ جسونت سنگھ والئے جودھپور درشن ارتھ پدھارے۔ اور ایک سو روپیہ اور
پانچ مہر بھینٹ کی۔ اور فرش پر بیٹھنے لگے۔ مگر سوامی جی نے انہیں کرسی پر بیٹھنے کیلئے
اصرار کیا۔ تب مہاراج نے کہا۔ کہ آپ ہمارے سوامی ہم آپ کے سیوک ہیں۔ آپ کرسی
پر بیٹھیں۔ مگر سوامی جی نے بیندبانہ طور پر ان کا ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھلا لیا۔ مہاراجہ صاحب
تین گھنٹہ تک براجمان رہے۔ سوامی جی ان کو منو سمرتی کے انوکول راج دھرم کا اپدیش
کرتے رہے۔ جسپر حضور بہت خوش ہوئے۔ اور کچھ دلی دربار کی بابت مذکرہ ہوا۔ حضور
نے جاتے وقت کہا کہ مہاراج آپ کا ہمارا یہاں ٹھہرنا ہے۔ جب تک آپ یہیں
ہر روز ویاکھیان اور اپدیش ہوا کرے۔

کل تین دفعہ مہاراجہ صاحب نے سوامی جی کے ڈیرہ پر اور تین دفعہ سوامی جی کو
اپنے درشن ارتھ بلوا کر ان سے بات چیت کی۔

پرچار کا کام۔ مہاراجہ صاحب کی ملاقات سے دوسرے دن سوامی جی نے
ویاکھیان دینا آرمبھ کیا۔ پہر دن یہ معمول رکھا۔ کہ ۴ بجے سے ۶ بجے تک نیچے میدان میں
ویاکھیان ہوتے۔ اور بعد ازاں نصف گھنٹہ تک وہاں ٹھہر کر اوپر چلے جاتے اور ۸ بجے تک
لوگوں کے شنکا سمادھان کیا کرتے۔ بیان بے برگ لیپٹ اور بے خوف ہوتا تھا۔
ایک روز کرامات کے کھنڈن پر ویاکھیان دیا۔ جسمیں محمد صاحب کا شق القمر اور کرشن وغیرہ
کا پربت اٹھانا اور عیسے کا مردوں کو زندہ کرنا اور اندھوں کو آنکھیں دینا ان سب کا کھنڈن
کیا۔ ستیارتھ پرکاش اسوقت ۳۰۴ صفحہ تک چھپ چکا تھا۔ چارن لول داس نے ٹھاکر
گردھاری سنگھ جی رئیس کے واسطے پانچ روپیہ کو خریدا۔ تیج روپ ناتھ ایک ڈیوڑھی دار ایک

گسائیں کو اپنے طور پر بلایا۔ جس نے سوامی جی کی بہت باتوں کو پسند کیا۔ مگر جب اس کے ہم مذہب اسکی برائی کرنے لگے۔ تب وہ دوبارہ نہ آیا۔ سوامی جی کہا کرتے تھے کہ تم لوگ سدا شکتی مان ایشر کو چھوڑ کر کے مورتی کو پوجتے ہو۔ اصل میں تم ایشور کو کچھ نہیں سمجھتے بلکہ اسکی نندیا کرتے ہو۔

ایک دن قلعہ دیکھنے گئے۔ تو لوٹ کر وہاں سے راجہ پرتاپ سنگھ کی قلمی تصویر لائے جو ایک نہایت بہادر اور مشہور مہاراجہ گذرے ہیں۔ وہ ڈاڑھی نہیں رکھتے تھے۔ صرف مونچھیں رکھتے تھے۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کو سوامی جی نے وہ تصویر بتلا کر اہل شہر کو کہا دیکھو تمہارے (پرکھا) بزرگ ایسے ہوتے تھے۔

سوال و جواب وغیرہ۔ پنڈت ہرنس لال جی نے کہا کہ یہاں گسائیں جی کی پارٹی ایک پرسدھ پنڈت ہیں۔ ان سے آپ کی چرچا کرائیں گے۔ چنانچہ سے چونڈہ گاؤں (فاصلہ ۲۰ کوس) سے بلایا۔ وہ آئے۔ تو انہیں بہت سمجھایا کہ آپ ودوان ہیں۔ سوامی جی سے شاستر ارتھ کریں۔ وہ پہلے دو تین روز تک تو ٹالتے رہے۔ مگر آخر صاف کہدیا۔ کہ میں ان سے واقف ہوں۔ اور ان کے گرنتھ بھی دیکھے ہیں۔ ان سے مباحثہ کرنے کے لائق نہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں سب ست ہے۔ میں کسی طرح شاستر ارتھ کو سامنے نہیں آؤنگا۔

پنڈت شری رام بہاری کی جگہ لنگد شیم سنگھ پیتر ودوان ہیم شا کرتے رہے۔ مگر کسی بات پر نہ جیتے ہے کہتے رہے۔ کہ میرے ششیہ بہت نجے سنگھ کو مدھیستھ کرو۔ سوامی جی نے کہلا بھیجا۔ کہ جس دن شاستر ارتھ کرنا ہو یہاں آ جاؤ۔ ورنہ ہمیں لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔ بہت صاحب مدھیستھ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایک تو وہ خاص تمہارے ششیہ اور تمہارے ست کے ہیں۔ دوم وہ سنسکرت نہیں پڑھے ہوئے۔ کوئی ودوان پنڈت مدھیستھ ہونا چاہئے۔ مگر اس نے قبول نہ کیا۔ اور نہ سامنے آیا۔

بہت نجے سنگھ کے ساتھ ایک اور پنڈت جگا لنگد تھا۔ بہت جی اور وہ ایک ہی قسم کا ٹیکا لگایا کرتے تھے۔ ایک دن سوامی جی نے ویاکھیان میں جگا لنگد مت اور ان کے ٹیکہ (تلک) کا کھنڈن کیا۔ اور .... یہ سن کر پنڈت اس کے مارنے کو گئے۔ مگر سے کسی طرح بھی میدان لگانا یہ مشکل نہیں ہوتا۔ وہ جگا لنگد پنڈت دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ کچھ اثر نہ دے سکا۔

راؤ راجا موہن سنگھ جو برہم کی ایکتا پر دو تین دن بحث کرتے رہے۔ آپ کو نیک جانتے تھے۔ کے آگے ایک دن وہ جگل داس کا بنایا ہوا اپرتی پر بھا کر بھی ہے اور کہا کہ یہ چار دیدوں کے دیہرے کے ہیں۔ اسکے بہت کی منتو مالا سی۔ لیکن اتنا نہ پڑھنگے پر جس سوامی جی نے کہا۔ کہ یہ تو ٹھیک ہیں۔ مگر ان کے ارتھ ایسے نہیں۔ چنانچہ ٹھیک ارتھ کر کے بتلائے۔ اور کہا کہ تنا وان سے جیو برہم کی ایکتا کہاں سدھ ہوتی ہے

بعد میں وہ بڑی پریتی سے سوامی جی کو ملتے رہے۔ سوامی جی بھی آپ کی یوگیتا کی بڑی تعریف کرتے تھے۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ جی سبب آیا کرتے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ کوئی ایسا کام بتلائیے جس سے ہماری مکتی ہو۔ سوامی جی نے فرمایا۔ کہ اور کام تو تمہاری مکتی کے نہیں ہیں۔ مگر ایک نیائے تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر پرجا پالن نیائے سے کروگے۔ تو تمہاری مکتی ہو سکتی ہے۔

سوامی جی سے آپ نے سوال کیا کہ آپ جیو ہیں۔ یا برہم۔ سوامی جی نے فرمایا کہ ہم جیو ہیں۔ اس نے کہا کہ میں تو برہم ہوں کیونکہ پنڈت کا یہی کتھن ہے۔ کہ وہ ہم دیشی ہے۔ اور جہاں چاہیں اسکو دیکھیں۔ اس پر سوامی جی نے فرمایا۔ کہ اگر برہم ہو۔ تو برہم کے گن ہونے چاہئیں جو کہ ہم آپ میں نہیں دیکھتے۔ جواب ملا کہ میں چاہوں تو سب جان سکتا ہوں۔ مگر جب میں قصد کروں تبھی برہم ہونگا۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ برہم میں اشدھتا کہاں کہ کوئی بشدھ کیوں نہیں ہوتے۔ جب آپ مسلمانوں میں سے نواب محمد خاں والئی و کرنل محی الدین والی مکش کا مدار کثر آیا کرتے تھے۔ یہ نواب صاحب شیعہ مذہب کے تھے۔ کبھی کوئی بحث انہوں نے نہیں کی۔ ہاں کوئی بات ہوتی تو کہتے کہ آپ سلفی آدمی ہیں۔

بھیا فیض اللہ خاں صاحب اعلے وہ تین دفعہ آئے۔ ایک دفعہ انہوں نے یہی کہا کہ سوامی جی اگر مسلمانوں کا راج ہوتا تو آپ کو لوگ زندہ نہ چھوڑتے۔ اور اسوقت آپ ایسی تقریر نہ کر سکتے۔ جواب فرمایا۔ کہ میں بھی اسوقت ایسی ہی کارروائی کرتا۔ جیسے دو ایک راجپوتوں کی گردن مقابل دیتا۔ وہ تمہاری اچھی طرح خبر لے لیتے۔

ایک دن سوامی جی نے نواب صاحب سے کہا کہ قرآن میں لکھا ہے۔ خدا عرش پر بیٹھیگا۔ اپنے پاؤں کی پنڈلی (ساق) دکھلاوے گا۔ یہ بات کیسی ہے۔ نواب صاحب بولے کہ ہم ایسی باتوں کو نہیں مانتے۔ سوامی جی نے کہا کہ آپ اہل سنت نہیں ہیں کیا نہیں ہم شیعہ ہیں۔

ٹھاکر راجہ شیوناتھ سنگھ جی سنسکرت کے عمیق پنڈت تھے۔ آپ دو چار دفعہ آئے۔ مثلاً کہ مذہب کی بابت کچھ دریافت کیا۔ سوامی جی سوا اس کے کچھ نہ بولے۔ کہ آپ پنڈت ہیں آپ سے کیا بتاؤں۔ ان کے بھائی ٹھاکر راجہ سوجان سنگھ جی جو سنسکرت دان تھے۔ کئی دفعہ آئے۔

ٹھاکر راجہ جوان سنگھ جی ایک دفعہ اور صاحبوں میں سے پنڈت شیو نرائن جی پرائیویٹ سیکرٹری مہاراجہ صاحب و بچھو لال و منشی لال جی آئے تھے۔ پنڈت شیو نرائن چار پانچ مرتبہ آئے مگر کوئی بحث نہیں کی۔ سب کم گو تھے۔ البتہ سوامی جی کی تعریف فرمایا کرتے

کہ یہ فلاسفر اور حکیم ہے۔ ہندوستان میں کوئی ایسا نہیں۔ جو ان کی برابری کر سکے۔ ان کی گفتگو کا سمجھنا بھی ہم جیسوں کے لئے مشکل ہے۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارے دوست پادری راجندر ملوی سنیارہ مند بھی ان کی تعریف کرتے تھے۔

منشی کندن لال جی اور منشی جیوتی تیرتھ سے نوین ویدانتی بھی آئے تھے۔ رشی منڈلی انہوں نے سوامی جی کی بھینٹ کی۔ ان کے ساتھ ایک پنڈت جی بھی تھے۔ جنہوں نے ایک فرد سوالات کی پڑھ کر سنائی۔ سب کا معقول جواب سوامی جی نے دیدیا۔ وہ بہت خوش ہو گئے۔ جوشی اسکول صاحب ایک دفعہ اور منشی بچھراج جی کئی دفعہ اپنے شکوک رفع کرنے کے لئے۔ سرداروں میں سے کئی دن کنور شیر سنگھ بھی تشریف لائے۔ سوامی جی ان سے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ وہ مذہب کیطرف کم متوجہ تھے۔ ان کی ہمیشہ ہی سوامی جی کو بڑی ہمدردی رہی۔

ایک سادھو دیال داس مذہب داس پنتھی منشی گنیش داس سیوک ہیں آ دیوں کے آگئے۔ جیو برہم کے بارے میں سوال کیا۔ سوامی جی نے جب اُتر دیا۔ تو کہا کیا یہ کل اختیار ہے۔ رہا ہے ایسے ملاز جیسے ویسے۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ تشکا سمادھان کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم سادھو ہیں۔ ہمیں اس سے کیا۔ پنڈت دول جی مہاراج کنور شیر سنگھ جی کے گورو رہ جا سوتے سوامی کو ریجب تھے۔ شاستر کے واسطے تیار ہوئے۔ مگر سامنے نہ آئے۔ صرف چیلوں میں ہی وقت صرف ہوا۔ بعد میں یہ آریہ سماج کے ممبر ہو گئے۔

ایک دفعہ مہاراج کشور سنگھ جی نے سوامی جی کے پلنگ پر سونے اور تکیے پر سر رکھنے کی بابت کچھ اعتراض کیا۔ سوامی جی نے جیسے پر کھا اُتر دیا۔

۵۔ استری درشن سے پرہیز۔ آغاز جولائی میں اس باغ جس زینہ کے قریب دالان میں ایک پنڈت شیو لال جی نارنالی مارواڑ کے اترے ہوئے تھے۔ ان کے واسطے بڑی مہارانی نے کچھ آم بھیجے وغیرہ ہم ۵ باندیوں کے ہاتھ بھیجے۔ وہ پنڈت جی کو پوچھتی پوچھتی وہاں آئیں۔ کسی نے نیچے سے کہدیا۔ کہ پنڈت جی پیچھے بنگلہ میں ہیں سوامی دیانند۔ پیچھے پہرہ والے نے بھی ایسا ہی بتلایا۔ اور نہ روکا۔ اوپر آگئیں۔ پیچھے سوامی جی کے بالکل سامنے برآمدے میں۔ سوامی جی سوچن پاکر بیٹھے تھے۔ اتفاقاً جب کروٹ بدلی۔ تو ان کو دیکھ لیا۔ فوراً گھبرا کر زور سے آواز دی اور اٹھ کھڑے ہو گئے۔

جیارن نول داس ساتھ کے کمرے کی کوٹھڑی میں لیٹ رہا تھا۔ شور سنکر گھبراہٹ میں ننگے سر دوڑتا ہوا آیا۔ اسے خیال گذرا۔ کہ کوئی سوامی جی پر تلوار لیکر آیا یا چھپ کر بیٹھی کوئی بار ہوا تھا۔ سوامی جی نے اسے کہا کہ کیا ظلم ہے۔ ہمارے سامنے عورتیں آگئیں۔ یہ تمہارے بندوبست کی خرابی ہے۔ جلدی ان کو نکالدو۔ چنانچہ اس نے جلدی انہیں باہر کردیا۔ پیچھے معلوم ہوا۔ کہ وہ پنڈت جی کے پاس آئی ہیں۔ چنانچہ

نے اسکا صحیح پتہ بتلا دیا۔ اور سوامی جی سے عرض کی۔ کہ پہرہ والوں کی غفلت سے ایسا ہوا۔ جب سوامی جی نے جھٹ ان پہرہ والوں کو بدلوا دیا۔ اور جو نئے آئے۔ ان کو سمجھا دیا کہ کوئی استری چھوٹی یا بڑی اس بنگلہ کے اوپر نہ آنے پاوے۔ فی الحقیقت وہ برہمچریہ کے بڑے پابند تھے۔

۲۔ **تقسیم اوقات اور پابندی وقت**۔ صبح چار بجے اٹھتے۔ کلی اور داتن کر تھوڑی سی سونف اور چار گھونٹ پانی کے پیتے۔ اور پھر دو منٹ کروٹ لیتے۔ ۵ بجے گھومنے کو چلے جاتے۔ ادھر ان ساتھ جایا کرتا۔ ایک روز میں بھی ساتھ گیا۔ جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر آدھ گھنٹہ یوگ ابھیاس کرتے۔ سورج نکلنے کے وقت دو کوس پیدل چلے جاتے۔ پھر وہاں سے مکان کو چلے آتے جاتی دفعہ ذرا آہستہ اور آتی دفعہ خوب زور سے آتے۔ جس سے پسینہ میں تر بتر ہو جاتے پسینہ کو کپڑے سے نہیں پونچھتے تھے۔ بلکہ مٹی ریت لگا لیتے تھے۔ تمام بدن پر جہاں پسینہ ہوتا۔ ریت لگاتے۔ سیر کے وقت ایک لنگوٹ اور اس کے اوپر ایک چھوٹی سی دھوتی رکھتے تھے۔ بڑا مضبوط جوتا پہنتے تھے۔ سیر کے وقت سر سے اور تمام بدن سے ننگے ہوتے۔ ایک مضبوط سوٹا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ سات بجے واپس آ جاتے پندرہ یا بیس منٹ کرسی پر بیٹھ کر سستا لیتے۔ پھر ایک گلاس کے قریب دودھ اور پانی ملا کر پیتے تھے۔

آٹھ بجے وید بھاشیہ کا لکھانا شروع کرتے۔ اور دو محرر اور دو وقت دو پنڈت لکھتے جاتے۔ تین گھنٹہ وید بھاشیہ کا کام کرتے۔ گیارہ بجے اٹھ کر اشنان کرتے۔ اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کوٹھڑی بند کر کے اکیلے ویایام (ورزش) کرتے۔ بارہ بجے بھوجن پاتے۔ دودھ۔ سبزی۔ دال چاول۔ کبھی کبھی کھچڑی اور پھلکے یہ ہی ان کا سامان تھا۔ بھوجن ایک وقت کرتے۔ جب تک گرمی کا موسم رہا تب تک ٹھنڈائی کا شغل رہا۔ (الائچی۔ مصری۔ زعفران۔ وغیرہ کوٹا ہوا) پیا کرتے تھے۔ سردی پڑنے سے ہی آپ کبھی کبھی حلوا بھی بنواتے تھے۔ کبھی کبھی آم کا رس ہوتا۔ بھوجن کے بعد ایک پان کھاتے۔ پھر آدھ پون گھنٹہ جاگتے سوتے لیٹے رہتے تھے۔ پھر اٹھ کر جل جیتی روٹی کے ساتھ تھوڑا سا جل پیتے تھے۔ خوراک ڈیڑھ پاؤ انگریزی ہوتی تھی۔ جل پی کر دو چار منٹ ٹہلتے رہتے۔ پھر ایک بجے تیار ہو کر کاتب اور سنسکرت کی کاپیاں جو چھپ کر آتیں۔ ان کو شودھتے۔ اور لوگوں کی چٹھیوں کے اتر بھی لکھواتے درمیان میں اگر کوئی کار ضروری کے لئے آجاتا تو اس سے باتیں بھی کرتے۔ تین بجے پھر اشنان کرتے۔ بعد ازاں پھر دوسری تمام بدن پر سر سے لیکر مٹی لگاتے اور سینہ پا تک اور ماتھے پر چندن گھسا ہوا لگاتے تھے۔ پھر چار بجے دیا کھیان کے

واسطے آتے۔ ایک ریشمی دھوتی کر میں اور صافہ سر پر اور چادر پیٹھ پر ڈال لیتے۔ چھ بجے تک ویاکھیان ۷ بجے سے آٹھ بجے تک شنکا سمادھان اور پھر نو بجے تک بیٹھے رہتے۔ آموں کے موسم میں دو تین آم کھا کر اوپر سے دودھ ایک سیر کے قریب مصری ڈالکر پیتے تھے۔ آم چوسنے کا بڑا شوق تھا۔ چار ان آدمی کو بھی آم کھلاتے اور اوپر سے دودھ پلاتے تھے۔ رات کو روز دودھ جو گرم کیا ہوا ہوتا۔ اسکو ٹھنڈا کر کے پیتے۔ پھر سیوفٹ سماچار پتر سنتے اور دس بجے کے بعد ضرور سو جاتے۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ وقت کے پابند تو غضب کے تھے۔ کبھی کبھی مہاراج صاحب رات کے ساڑھے نو بجے آتے اور باتیں کرتے جب دس بج جاتے تو فوراً سوامی جی بات ختم کر دیتے اور کہتے کہ مہاراج باقی پھر کہونگا۔ مہاراجہ صاحب اور باتیں کرنی چاہتے لیکن سوامی جی کہتے کہ اب نہیں۔ میرے سونے کا وقت ہوگیا۔ اب وقت نہیں۔ ہم نے بہت دیکھا ہے پابند تھے۔

۷۔ ویدک پریس اور وید بھاشیہ۔ سوامی جی کو پریس کے عمدہ انتظام وید بھاشیہ کے کام وغیرہ کی کتنی دھن تھی۔ اسکا کسی قدر اندازہ ناظرین ذیل کے چند خطوط سے لگا سکتے ہیں۔ جو انہوں نے ایک ہی شخص کو لکھے۔

(۱) بابو شیو نرسنگھ جی آنند رہو۔ وہ دیکھو کہ ہم کئی بار منشی سمرتھ دان کو لکھ چکے ہیں کہ ہمارا چھاپا بالکل بند کر دے۔ پرنتو اس نے اب تک بند نہیں کیا۔ اسلئے تم اسکو سمجھا دو کہ ہمارا کام بھی نہ چھاپے بڑی مہربانی کریگا۔ تو ہم اسپر ڈنڈ کرینگے۔ اس جگہ کی چٹھی ہم نے برسوں اسکو لکھدی۔ اور اسکو ڈنڈ بھرنا پڑیگا۔ ہمارا کام چھاپنے کا اس کو کیا پرتیوجن ہے .... اور تم چھٹی کب ہو گے۔ جب تم چھٹی ہو گئے۔ تب تمہاری نوکری شنکر ویدک یترالیہ میں ہو جائے گی۔ اور سب یترالیہ کی بہی کھاتہ رکھا کرو اور لکھنے کے لئے پرکاش سماچار ہم کو تت کال لکھا کرو۔ اور کتنی ہانی۔ لکھنے کے اور زیادہ اور دیکھو تو بات۔ ستیارتھ پرکاش چھپنے سے بند ہو رہا ہے۔ اب تم جلدی چھٹی لو اور شنکر یترالیہ میں آجاؤ۔ جب تم یترالیہ میں آکر کام کرو گے۔ تب ہی کام ٹھیک بنیگا۔ اور دیکھو وہ کہیں ٹائپ منگوانے میں سمرتھ دان کا چھوڑتا نہیں تو پنڈت جی نے کہا تھا کہ ہم کلکتہ سے بھیج دیویں گے۔ اس نے کہا کہ بمبئی کا منگوائیے۔ اور یہی بمبئی کا آیا نہ کلکتہ کا۔ بہت ہانی ہوئی ہے۔ اور بمبئی سے منگاتا ہی نہیں ہے۔ وہ دیکھو اس روپے اپنے آدمی کے پاس ہیں۔ جیسا نہ ٹھور ٹھکانا۔ ان سب باتوں کا اثر شنکر سمجھو۔ یہاں بہت آنند ہو رہا ہے۔ جو کچھ سماچار آگے لکھا جاویگا۔ اور تم وہاں کا سماچار سدا لکھا کرو۔ اور یہ سمرتھ دان اپنی چٹھی میں کبھی تمہارا نام نہیں لکھتا۔ کیا بات ہے۔ اور سب سے ہمارا نمسکار کہدینا۔ سنی چیت بدی تیرس سمبت ۱۹۳۸ گرو وار جودھپور

راج بیاوڑ۔ (دستاکشر) دیانند سرسوتی۔

اس چٹھی کا پہلا حصہ نہیں ملا

(۲) .... کہہ دینا۔ اور مجھ کو وشواس نیچے ہے کہ منشی سمرتھ دان اور تم دونو ملکر ٹیڑالیہ کا کام اچھی پرکار کرو گے۔ اور سب سے میری اشیرباد کہہ دینا۔

(راتی لستیار بیڑ بدی ۱۰ شق)

اور پنڈت سندر لال جی کی بھی سمتی سدا نئے کام میں لیا کرو۔ جب کہ میری اور دونو پتر تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔ جو کرتا و پورے سے ہی ہے۔ کسی سماچار پتر میں چھپوا دینا۔ تتی جیٹھ شدی ۱۰ سمت ۱۹۴۰ جودھپور راج مارواڑ (دستخط دیانند سرسوتی)

(۳) بابو شیو سنگھ جی آنند رہو۔ اس بات کا اعلان ہوگا۔ جو تم نے کاشی میں مجھے کہی تھی۔ کہ آپ ٹیڑالیہ کیجئے۔ دو ایک ورش میں پنڈت نے لونگا۔ ابھی تک ویدک ٹیڑالیہ کا ہی کام کرونگا۔ کیونکہ یہ پورت وینش بھر کا انکا رہے۔ اب بھی دری تجھ ہے۔ وا کوئی دوسرا ہو گیا ہے۔ پریاگ سماچار چھپنا بند ہو گیا ہے وا نہیں۔ کیونکہ دو مہینہ کی پڑ گیا تھی۔ ضبطی کی ہو چکی ہے۔ بند کرکے دبا جا دیگا۔ ٹائپ آ سکنے کی ادائیگی ہو چکی ہے وا نہیں۔ اب کب تک آویگا۔ اور ہم نے آج منشی سمرتھ دان کو بھی لکھ ہے۔ کہ جن کنٹروں میں بھاشا چھپتی ہے۔ وہ کلکتہ کا ٹیپ بہت اچھا ہے۔ بیدی وا بھی کچھ منگوائی جاویں۔ تو ٹھیک ہے۔ وا نہیں۔ وہاں کسی وکیل سے پوچھ کے کر لکھنا کہ منشی بختاور سنگھ پر نالش کیجا دے۔ پریاگ میں ہو سکتی ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ ہی ٹھکانے ہو سکتی ہے ایک جہاں بات ہوئی ہے وہاں وا جہاں مدعی ہو۔ جب وہ بات ہوئی تھی۔ تب ٹیڑالہ کاشی میں تھا۔ اب پریاگ میں ہے۔ سو کسی اچھے وکیل سے پوچھ کر لکھو اور یہ بھی پوچھ کر لکھو۔ کہ نالش فوجداری میں کرنا چاہئے وا دیوانی میں۔ میری سمجھ میں اور اپنے وکیلوں کی بھی ہتی ہے۔ کہ دیوانی کرنی اچھی ہے۔ سب سے میرا اشیرباد کہہ دینا۔ ان سب باتوں کا جواب اتر لکھو۔ دیانند سرسوتی جودھپور راج مارواڑ فرارن شدی ۱۳ سمت ۱۹۴۰

(۴) بابو شیو سنگھ جی آنند رہو۔ بختاور سنگھ کے سب کے رجسٹر سب پریاگ میں ہیں۔ اور چٹھی پتر حساب کتاب سب میرٹھ میں ہی ہے۔ یدی اب تک آئے ہو تو منتری آریہ سماج میرٹھ بابو سندی لال سے منگوا کر وکیلوں کو دکھلا دو۔ اور جو میرٹھ سے ہو۔ کلکتہ سے ٹائپ کتنے کا منگوانا چاہتے ہو۔ اور اس نے کتنے روپیہ من لئے۔ جبکہ پہلے تم نے مجھے چالیس روپیہ من کے دام لکھے تھے۔ اس چٹھی کا سب حال لکھو۔ یدی ہندی کے ٹائپ سے کام نکل سکے۔ تو پھر منگانا کچھ ٹھیک

نہیں۔ اور یہ جو سبھا کا پربندھ ہوا ہے۔ سو سب اچھا ہے۔ ایک کو ادھیکار دینے میں خرابی ہوتی ہے۔ ایک کو ادھیکار نہ دینا۔ اس سبھا میں تم لوگ تھا سندر لال جی اور بہاری جی پورن ستی ہے۔ اس لئے جو پربندھ اسکا تم بچارتے ہو۔ وہی ہم نے کیا ہے۔ لیکن سوتنتر ادھیکار دینے میں ہانی کی بات ہوتی ہے۔ اور رہا یہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور تم نے لکھا ہے کہ دھن کے کاریہ میں کسی کو سوتنتر نہ دینی چاہئے۔ وہ سچ ہے۔ کیونکہ دھن کے کام میں سوتنتر تا سے لاکھوں روپئے میں سے کوئی بھی رہ سکتے ہیں۔ مگر یہاں دھن کا ہی کیول کام نہیں۔ کنتو پستکوں کا بھی بڑا بھاری مال ہے۔ جیسے ہر چند نے اور مختار سنگھ نے چوری سے وید بھاشیہ کے گراہک کر لئے تھے۔ اور چھپوانے میں بھی ہم کو وقت کرتا تھا۔ ایک ہزار اور چھپواتا تھا دو ہزار تھا۔ ڈیڑھ ہزار اور باہر کا چوری سے چھپوا لیتا۔ اسکا حساب نہ دیتا۔ حساب میں لیا سو روپیہ اور کھا بیٹھے۔ اتیادی بہت پرکار سے چھاپہ خانہ میں کام رہتے ہیں۔ اور شلوک کو جو تم سبھا میں شٹھانا چاہو بڑھا دو۔ اور پنڈت جی کی بھی سمتی لے لو۔ اور تم یہ سنتا سے بیتر لیہہ میں رہو تمہارا گھر ہے۔ لدمتی سمرتھ دان نے بھی ہم کو لکھا ہے۔ وہ بھی تمہارے رہنے سے راضی ہیں۔ جو پہلا ودیہ بانی ہے۔ اسکا لگاؤ اکرنا بچارا ہے سو اچھی بات ہے۔ پرنتو میں شوک کرتا ہوں۔ کہ جس کام میں منشی سمرتھ دان اکٹھے رہتے تھے۔ تب وصول اور لگاؤ بھی ہوتا تھا۔ اور جب سے پنڈت شیو دیال اور جگن رکھتے ہیں۔ تو بھی وصول اور لگاؤ اچھا نہیں ہوتا۔ یہ اپنی مہنتی کا اسباب ہے۔ مگر مجھے بوجھ ہو گئے اشٹ دردو ہو گئے اور کام ٹھیک ٹھیک نہیں کرتے۔ اسلئے ان تینوں کو سمجھا دو۔ کہ اپنا اپنا کام سپتی اور اتساہ سے کریں۔ وشیش کر پنڈت شیو دیال اور ان جگن کو سمجھا دینا۔ سمرتھ دان تو سمجھا ہوا ہے۔ اس کمیٹی کے بارے میں کوئی لکھا ہے۔ ہم بھی نہیں سنیگے۔ ہاں جو کچھ ہم کو لکھنا ہوگا۔ سو پنڈت سندر لال جی کو لکھا کرینگے۔ اپنا بچار ست رکھو۔ کہ ان میں سے میں کچھ نہ لوں گا تو رکھے دل میں سے گھر لے اور کچھ ضرورت نہیں۔ جو کام دربار تک تم سے قیل سے بنتا ہے۔ وہ دھن سے بھی نہیں ہوتا۔ جو تم نے اندیشہ الوکی آتی ہوئی ہے کہ لاکھوں روپیہ خرچ کرنے سے بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ سب پدارتھ سنسار میں ہوتے ہیں۔ پرنتو شدھ دوش کا نشا ہوتا ہے۔ کیا تم اس روپیہ کو ملا اور دھرم کا سمجھتے جو نہیں لو یہ سب اثر لکھو۔ بڑوں بڑوں اور چھوٹوں چھوٹوں کا کچھ ہم نہیں ہے۔ یہ تو ہے انکے ساتھ ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے تو بگڑ کر نکل سکتے ہیں سمجھاتے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے سدھر کر بڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا نقشہ ملا کریں۔ جہاں تک ہو سکے دھن اکٹھا کرو۔ اور ستیارتھ ہزار کا نیا

سکول۔ پیدا ہیں کچھ نفع نہ ہوگی۔ تو ہم دیدینگے یہی سب پربندھ ہو جاوے تو
پنڈت لیکھ ہیں تم رہنا اور جو جا سکو پاتے ہو۔ وہ بھی یہاں تھے۔ اور دس روپیہ
وہ بھی لے جاویں۔ تو اس میں سے پرے واس بچا نتے ہیں تو بہت سا دھن
بچ جاویگا۔ اور یہ نتیجہ ہے۔ کہ جہاں جہاں جس جس کی اونتی ہوئی ہے وہ سب
سبھا ہی سے ہوئی ہے۔ اسلئے اسکی بھی اونتی سبھا ہی سے ہوگی۔ اسلئے یہ بہت اچھا
پربندھ ہے۔ اور سب سے ہمارا اشیرباد کہدینا۔ یہاں پرتا بہت ہوئی اور ہو
رہی ہے۔ بیٹھے ہے۔ کہ وہاں بھی ہوئی ہوگی۔ تتی ساون سدی دوج سنہ ۱۹۴۰

دیانند سرسوتی۔ جودھپور راج مارواڑ (دیانند سرسوتی)

(۵) بابو چھیڑی لال جی آنند رہو۔ تم نے لکھا سو ٹھیک ہے۔ اسمیں چار سماج
جو پرپاگ کے نکٹ ہیں۔ ان سے اس بات کا قائم کرانا چاہئے۔ ہاں میرٹھ
سماج کچھ ان تینوں سماجوں سے دور ہے۔ تتھاپی ریل سے کچھ دور نہیں ایک
فرخ آباد۔ دوسرا کانپور۔ تیسرا میرٹھ اور چوتھا لکھنؤ۔ ان چار سماجوں کے منتریوں
کو اس بہار سے تیری قبل سے کہ ایک۔ دو برس میں ایک بار باری آ دیکھی دیکھیں
پھر چھ مہینے کے پیچھے ات کسی چار سماجوں میں سے کسی کی باری ہو۔ وہاں سے دہانک
اتم پرش کا آریہ۔ تو منتر کے سبھا کی سنی سے آویں۔ اور وہ حساب میں اچھی طرح
سے سمجھا ہو۔ تتھاپی دھارمک اور دیپانتی میں پرتی رکھنے والا ہو۔ چاہئے سماج
دھرم ارتھ ویدک یتر الیہ کتنا بچ سبھا سے کرے۔ اور وہ ستو میں سماجوں ہی کے
ہیتا پ سے ویدک یترالیہ کا ہے۔ تتھاپی سماج سے جو کوئی پرش آوے۔ اسی کے
آنے جانے اور جب تک وہاں رہے تب تک کھانے پینے کا خرچ بھی ویدک
یترالیہ سے دیا جاوے۔ اور برس برس میں ویدک یترالیہ کا آئے ہوئے (آمدنی
و خرچ) اور پنکوں کا خرچ ایک چھپے سے پتر کا دیں جب کے مزیکار
پہنچے سب سبھاسدوں اور سب آریہ سماجوں میں بھیجا جاوے۔ اس سے بہت اچھی
بات ہے گی۔ اور جو کچھ حساب میں غلطی دیکھے (نظر آوے) وہ ویدک یترالیہ کا پربندھ
کرتا پرپاگ سبھا کو بھیجو را بجکو اور پنڈت سندر لال جی کو اور ان چار سماجوں کو دوت
کیا جاوے۔ اسکا اوچت پربندھ کرنے کے لئے پرپاگ کی سبھا کرانی ہی کی ویدک
والا نیہ سب لکھ بھیجے۔ اور وہ سبھا چتا ارت پربندھ کیا کرے۔ اس سے ٹھیک ہے
اور پربندھ بھی پہ کا ہوگا۔ اور منشی سمرتھ دان کے متا میں تاریخ گست کا آریہ
ہی ہے کہ انہوں نے نام ملتے ہیں۔ اور ہم میں کے بتری قبل بھی تھی۔ اور
کا پی آج ہی بھیجے۔ آج سب مدرسے۔ رجسٹری نہیں ہوئی۔ اسلئے کل بھیجینگے۔ تتی بھادوں
سدی پنچمی سنہ ۱۹۴۰۔ (دیانند سرسوتی جودھپور راج مارواڑ)

(۶) بابو شیو شنکر جی اسسٹنٹ ریو۔ منشی سمرتھ دان کو لکھدیا۔ کہ پچاس منتر کی بھاشا
کا بنڈل بھی سو پہنچ گیا ہوگا۔ اب دیکھو جوالا دت کی بنائی کبھی کا نمونہ۔ ہم نے یہ
لکھا تھا۔ کہ جو بھاشا بنانے کا کاغذ دوسرے پرشٹ پر ہوا۔ اور منتر جہاں تھا اوپر
بھاوارتھ دوسرے پر ہو۔ جب ایسا ہو تو بھاشا بنانے میں مطلب ہوتا ہے۔
کیونکہ ہر بار پترا الٹنے میں دیر ہوتی ہے۔ اور پدارتھ اوپر دیکھے بھاشا نہیں بن
سکتی۔ اسلئے لکھا تھا۔ کہ اسی کے سامنے مدھی کی اور منتر ہے۔ اور اسی کے
سامنے نیچے کی اور کاغذ چھپ کر بھاشا بنانے سے ٹھیک بن سکتی ہے۔ سو
جوالا دت نے اپنی سمجھ کر بلوا منتر کی بھاشا دو دو لکھدی۔ جو کچھ ایسا نہ کرتا۔ تو
آٹھ دن میں سو منتر کی بھاشا بھیجتا۔ اب دیکھا جاویگا۔ کہ اب کے اسوار
میں کتنے منتر کا بھاشا بھیجتا ہے۔ اور سمرتھ دان نے لکھا ہے۔ کہ کچھ جوالا دت
اور بھیرا ے سے نئی بھاشا بناتا ہے۔ جو کہ یہ ہمارے سنسکرت کے انوکول ہو
تو ٹھیک ہے۔ نہیں تو چپ چاپ پہلی کی بھاشا بنا کر دونوں کی چھوڑ دے۔ اور ہم کو معلوم
نہ ہو تو بھیجا ت پر سمدھ ہونے سے کولاہل ہوگا کیا ہوگا۔ ہاں اب تک تو اس نے
کچھ نہیں کیا ہے۔ پرنتو سمجھ ہے۔ کہ کچھ گڑبڑ کرے۔ تو ہو سکتا ہے۔ اسلئے جو کچھ
وہ بناوے۔ سو سمرتھ دان دیکھ لے۔ جیسا کہ اب کی بھاشا میں ایک گول
مال شبد و اپنا لکھدیا تھا۔ سو یہ ہماری ورشٹی کو چر ہونے سے شدھ ہو گیا۔ اسلئے
ایسا نہ ہونا چاہئے۔ جو وہاں ایسی چھپ گئی۔ تو بڑی ہانی کا کام ہے۔ اور ہم نے کئی
بار سمرتھ دان کو لکھا ہے۔ کہ دھاتو پاٹھ گن پاٹھ اناد اور نگھنٹو کا سوچی پتر چھپنا
باقی ہے۔ سو تو نہیں چھاپتے۔ اور وید بھاشیہ وید بھاگ کرتے ہیں۔ چھاپنا وید بھاشیہ
کا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ انگ گراہکوں کے پاس پہنچے پر شدھ مانا جاتا
ہے۔ اسلئے اسمیں تھوڑا بہت مطلب ہو تو کچھ چنتا نہیں۔ کنتو دھاتو پاٹھ ناد اور
ستیارتھ پرکاش کے چھپنے میں مطلب ہونا نہیں چاہئے۔ سو تم یہ ایسی سمتی دن کو
دو۔ کہ جس سے یہ سب ٹھیک چھپ جاویں۔ جب تک اب یہ وید بھاشیہ
چھپ رہا ہے۔ وا ہم کچھ ہے۔ یہ اتر دیتا ہے۔ اسکا اتر سمرتھ دان سے پوچھ
کر ٹھیک سمجھو۔

اب وید بھاشیہ کے ٹائٹل پیج پر کسی گراہک کا روپیہ نہیں لکھا۔ سو کیا روپیہ
نہیں آیا ہے۔ اسکا بھی سمرتھ دان سے پوچھ کر ٹھیک سمجھو۔

متی اشون بدی ۹ شکروار سنہ ۱۹۳۶۔ دیانند سرسوتی جودھپور راج بیاڑی

دوسری فصل۔ امرت کے بدلے زہر کا پیالہ

امراجیا اور طوائف۔ سوامی جی کو معلوم ہو گیا کہ مہاراجہ صاحب نے ایک نخی جان طوائف رکھ چھوڑی ہے۔ اور جو کام کاج سلطنت کا ہوتا ہے۔ اکثر اسکی صلاح سے ہوتا ہے۔ علاوہ ایک دن سوامی جی نے جبکہ وہ مہاراجہ صاحب کی ملاقات کے لئے گئے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ سوامی جی کے آنے پر مہاراج نے اسکا چھپان اٹھوا دیا۔ مگر ایک طرف کا کندھا جھکنے پر مہاراجہ نے اپنا کندھا یا ہاتھ لگا دیا۔ سوامی جی کو یہ حالت دیکھ کر بہت کرودھ آیا۔ اور اپنے دیش کے راجاؤں کی یہ کیفیت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر پیچ و تاب پیتنا کے کارن اپدیش کے وقت بڑے صاف لفظوں میں اپدیش کیا۔ کہ راج پرش سنگھ کے سمان ہیں۔ اور ویشیا کتیا کے سمان۔ سنگھوں کو لازم نہ چاہئے۔ کہ وہ کتیاؤں سے سمبندھ کریں۔ ایسی کتیوں پر آسکت ہونا کتوں کا ہی کام ہے۔ نہ کہ شیروں کا۔ اور لنڈ کوں پہ موہت ہونے والے تو شوکر اسکی اور کتے سے بھی ہوتے ہیں۔ آپ مہاراجوں او ٹھاکروں میں ایسے جیون پر۔

ایک اور دوسرے موقعہ سے سوامی جی نے ذکر کیا۔ کہ ہندوستان کے راجوں کے روزانہ چال سے ایسی خراب حالت ہے۔ کہ وہ کب کی تباہ ہو جاتیں۔ مگر جتنے کہ باقی ہیں۔ صرف ان کی رانیوں کے ہی پتی ورت دھرم کی شکتی ہے۔ ورنہ اگر راجوں کے کرم پر ہوتا تو کب کا بیڑا ڈوب جاتا۔

اسی طرح مہاراجہ کشور سنگھ جی اور ڈاکٹر سورج مل جی آدی سے کہا کہ یہ لوگ جو رنڈیوں کے پیچھے کتوں کے موافق پھرتے ہیں۔ بہت قابل نفرت اور خراب بات ہے۔ بھارت کے مہاراجہ شودر سیوا اور رنڈیوں سے ہوتے تھے۔ نصیحت صرف خط۔ صرف یہی نہیں کہ زبانی کہا بلکہ ایک تحریر میں بھی مہاراجہ کرنل سر پرتاب سنگھ جی کو بھی۔ ایسی آدمی کو اس امر کا صاف اشارہ کیا۔ جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

شری یت مانیہ ور شری مہاراجہ شری پرتاب سنگھ جی آنند رہو۔ یہ پتر بابا صاحب کو بھی دکھلا دیجئے گا۔

مجھ کو اس بات کا بہت شوک ہوا ہے۔ کہ شریمان جودھپور دیش آدی کے دشمن۔ آپ اور بابا صاحب دونوں لوگ بہت شریر والے ہیں۔ اب کے اس راج کا ... جس میں سولہ لاکھ سے کچھ اوپر منش بستے ہیں۔ ان کی رکشا و پالن کا ... لوگ ... ہے۔ ... آپ ہی متولی مہاراجہ ... ہے تو آپ لوگ اپنے شریر کا روگ سے رکشا دواؤ ... ہانے کے کام رنجیت کو ... دیتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی شوچنیہ بات ہے۔ میں جانتا ہوں آپ لوگ ایسی دل چسپ ... سے ... ہوں۔ جس سے مارواڑ کو

کیا۔ اپنے آریہ ورت دیش بھر کا کلیان کرنے میں آپ لوگ پرستھ جو دیں۔ آپ جیسے یوگیہ پرش جگت میں بہت کم جنتے ہیں۔ اور جنم کے بھی سب کم جو بھوشی ہوتے ہیں اس سے بڑے نہ دیش کا سدھار کبھی نہیں ہوتا۔ اتم پرش جتنا ادھک ہوتے اتنی ہی دیش کی اُنتی ہوتی ہے۔ ایشور جیسا آپ لوگوں کو اُپدیش دینا چاہئے ہگے جیسا آپ لوگوں کی اچھا ہو۔ ویسا کیجئے گا۔ دستخط دیانند سرسوتی جودھپور آسوج ودی ۳۔ شنی وار سمت ۱۹۴۰ (۲۹ ستمبر سنہ ۱۸۸۳ء)

۴۔ مخالفوں کا سازشی حلقہ۔ مہرشی کو خوف دلا کر بہیروپان کئے جاتے تھے۔ جانی طاقت کے کرتے اپدیش کو کینہ لوگ کس پیرایہ میں سنتے۔ دودھ جیسے سانپ کے اندر زہر بنتا ہے۔ ویسے ہی تنگ خیال لوگوں میں سوامی جی کا محض انتقام کشی کا ذریعہ بنا تھا۔ مہاراجہ صاحب شردھا اور پریم سے سینہ اپدیش کو اپنے سدھار کا ذریعہ بنا رہے تھے لیکن ننھی جان نے جب دیا کمیان کا حال سنا۔ آگ بگولا ہو گئی۔ پھر جب وہ خط آیا۔ اور مہاراجہ کو اپنے سے متنفر پایا۔ تو کچھ پوچھئے۔ کہ سوامی کے لئے پر غضب ڈھایا جول تو بدلہ لینا چاہئے۔ ع اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی۔ دیتیا ذات کے بیچ تعلقات اس اندھکار کے زمانے میں ظاہر ہیں۔ ایسی ویشیا بھی وہ جس نے مہاراجہ صاحب پر بھی تاج پا رکھا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا سارا رعب اور رسوخ استعمال کیا۔

ادھر جگر انگریزوں کے کمشنر سے بیٹے سنگھ جی بہت ناراض تھے۔ بھیا فیض اللہ خاں کی رائے تو اوپر ہی لکھ چکے۔ جو صاف کہتا تھا۔ کہ اگر آپ مسلمانوں کے گھر میں ہوتے تو زندہ نہ رہ سکتے۔ بہتیرے لوگ آگے ہی اپنی روزی کا نقصان کئے بیٹھے تھے۔ سب ہی ننھی جان کی جدیدی کا ساتھ معلوم ہوا۔ تھوڑی بنا ادھکھٹن نہیں

۵۔ زہر دینے میں کامیابی۔ جہاں مہاراجہ ان پرزہ پرزوں سے متنفر تھا۔ وہاں ننھی جان پرزوں کو زیادہ مانتی تھی۔ اور بڑی ہوشیار پوپ تھی۔

منصوبہ کامیاب۔ اس زہر دینے کا ننھی جان کی جدیدی میں اپنے جگہ کو دینا۔ یا اسکی زندگی ختم کرنے کا کوئی ذریعہ نکلنا چنداں مشکل نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ سوامی جی پر مصیبت پر مصیبت آ گئی۔ جس کا اشارہ ڈاکٹر ودیشنتی کے ان الفاظ میں لکھا ہے کہ اس راج میں سوامی جی مہاراج چار ماہ تک اتم پرکاش کرتے رہے۔ اس زمانہ میں جیسی مہاراجہ جسونت سنگھ اور ان کے بھائی مہاراج پرتاپ سنگھ آتے اور اپدیش پاتے تھے۔ پرنتو سوامی جی مہاراج اپنے ستیہ سنکلپ انوسار جودھپور راج میں کا نا چلی۔ وہ نشتے کے سب کے سامنے بڑی کھلی کھنڈن کرتے تھے۔ اور ویشیا گمن کے دوشوں پر ادھک بل دیکر کہتے تھے۔ کہ راج پرش سنگھ کے سمان ہیں

اور ودھیا کتنا ہے سیکھئے تو کیا یہ یوگ ہے کہ سنگھ روت جو کر کتیا کا سنگ کرے ایک پرکار کے اپدیش ایک سادھو تی کے اتہاس سنا۔ اس راجدھانی کو پراچین آریہ راجوں کے ڈھنگ پر چلانے لگے تھے۔ اور مہاراج ادھیراج ٹھاکر اور لوگ بھی بہت سا پورب سن دھوا دینے لگے۔ بلکہ سنا گیا۔ کہ ان کے ست اپدیشوں سے مہاراج نے اس ودھیا سے کچھ نفرت کرنی شروع کر دی تھی۔ اس راجدھانی میں پاکھاں ناس ایسا کہ کشٹ نکالا کر اسکو رکھی سنترو کو بھی نہ دکھا دیسے۔

سوامی جی کے پاس جتنے شش بیٹھے تھے۔ سب جین نکلے۔ پر تم تو ان کے ساتھ ایک کوکب رسبہ تپودکا رہنے والا جبہ سوامی جی کا بڑا پریم اور بھروسہ تھا۔ وہ کہار بھی بڑی بھگتی سے چاکری کرتا تھا۔ وہ چھ سات سو روپیہ کا مال لے کر کھڑکی کی راہ سے بھاگ گیا۔ دو سے جس استھان پر یہ مال تھا۔ اس استھان کے دروازے پر دیانند برہمچاری کو سونے کے لئے آ گیا تھی۔ اس دن وہ بھی وہاں نہ سویا تھا تیسرے پہر نکال ہوتے ہی اس چوری کا کولاہل سروتر ہو گیا۔ اتنی دیر میں ایک دولتی کہار جو اس راج کے کشن مارگ اور لکی ٹیون سے سرو تھا اٹھایا تھا اس پر مہاراج کی ایچھا آ گیا کہ اس کہار کو پرتھوی پر سے ڈھونڈ کر لاؤ۔ شش میرے تیرے بیچ میں سے اتر دھیان ہو جانا اس سے ادھک اچنبھے کی بات کیا ہوگی (ہم نے سنا ہے کہ سوامی جی مہاراج پروہت والوں اور دوار عمر آدمی پر جب تاڑنا کرتے تھے۔ تو یہ سوامی جی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر حکم "ایسا کہتے تھے۔ پنچایت پر سیر بیٹھے تھے ان ہاتھوں کی کارستانیوں میں بے رحمی ہونا معمولی بات ہوتی ہے) سوامی جی کا ان سب پر سے بھروسہ اٹھ گیا۔

مال کے چورا لے جانے کی بابت راما نند برہمچاری، راجکمار دلیپ ودیوت وغیرہ پر شبہ تھا۔ چنانچہ ان کے اظہار حکام کی معرفت لئے گئے۔ لیکن وہ جیل نہ نہیں بھجوائے گئے۔ ایسی ایسی کارروائیوں کے ہونے پر سوامی جی کا ان لوگوں بلکہ اس ریاست کے آدمیوں پر سے اعتبار اٹھ گیا۔ اور اس نگر سے چلے جانے کا وچار کیا۔ اتنے میں آشون ودی اکادشی گوروار کے دن (مطابق ۲۴ ستمبر ۱۸۸۳ء)

کچھ کلیش رہنمات زکام ہوا۔ ۲۹ ستمبر یعنی چترودشی کی راتری کو دودھ مشرسویہ سے راجپوتانہ کا رہنے والا تھا) وہ دودھ پی کر سو گئے اسی راتری کو درد شکم اور اس کے اضلاع شکایت شدید اور جدید پیدا ہوئی اور وہ نے کرنے پر مجبور ہوئے۔ اسی عرصہ میں تین نے آئیں۔ پرنتو سوامی جی نے کسی کو نہیں جگایا۔ اور آپ ہی جل سے کلا کر سو گئے سوامی جی کا یہ نیم تھا کہ پراتہ کال اٹھ کر میں متنرہ دا پر

سکے گھر میں ادھر جاتے تھے۔ یہ سنکر آج، سوامی جی کو بہت دانت چڑھتے اٹھے۔ اور اٹھتے ہی ایک قے ہوئی۔ اس پر سوامی جی کو کچھ شبہ ہوا تو دوسری قے حلق میں انگلی ڈال کر آپ سے کر ڈالی اور کہنے لگے کہ ہمارا جی الٹا آتا ہے۔ تم لوگ شیکرائی کنڈ میں دھوپ ڈال سوگندھ کو پھیلا کر گھی سے درگندھ نکال باہر کرو۔ جب تجھ ویسا ہی کیا گیا۔ بھٹیارات اور (شکم) میں شول چلا تب سوامی جی نے کہا جو ان تیرہ کا جوشاندہ بیان ہے کچھ چھیڑ چھاڑ دستوں کی ہوتی ہے۔ یہ کیفیات سب کیفیات کا کافی اشارہ دیتا ہے۔ جو زیادہ تر خیال میں ہی لائی جا سکتی ہیں نہ کہ بیان میں افسوس! اچھائی روحی امرت برسا کرتے کرتے رشی کو سنارک شتوں سے وش ملا آدھ وہ ۲۹ کی رات والا   گیا تھا۔ بیان اصل تھا۔ کانچ یاں مار رکھ لیا ہوا پینے میں ملا ہوا کانچ دودھ میں دیکر صداقت کی اگنی اسیدوں کے درخت کی جڑ کاٹنا چلایا گیا

آریہ سماچار میں لکھا ہے کہ اس جوشاندہ کی تحریک یا کسی اور مادہ مفسدہ کی تحریک سے دستوں کی چھیڑ شروع ہو گئی۔ مگر شول کو کچھ آرام نہ ہوا۔ تب ڈاکٹر سورج مل جی کو بلایا۔ انہوں نے قے بند کرنے کی اوشدھی دی۔ اور پوچھا کہ آپ کا دل کیسا ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ سب پیٹ میں شول اتنیت ہو رہا ہے۔ اب پیاس بھی لگی ہے۔ تب ڈاکٹر صاحب نے پیاس بند ہونے کی اوشدھی دی اور کہا کہ اس روگ کا علاج یہی ہے۔ کہ اس زہر کا اثر بھیکر سر درسیتی کے جو چھوڑ گئے میں اپنے مہاتما کا نواس ہوا اسی تو یہ سوال کا ہے کو جیتا ؎

تیسری فصل۔ مہرشی چل بسے

۱۔ سوامی دیانند اور موت۔ اب میں جیون چرتر کے خاتمہ پر پہنچتا ہوں یعنی وہ مقام جہاں اس سچے رشی کی موت کا ذکر کرنا ہے۔ موت ہاں ڈراؤنی اور ہیبت ناک موت۔ جس کا جہاں ذکر آتا ہے۔ وہ لوگ جو سنسار میں رہنے والی اور آتما کے آنکھ کا شور کا خیالی تحریریں اور تقریریں ہی موت کے لئے موزوں سمجھی جاتی ہے بالخصوص کسی مہان پرش کے متعلق تو نہایت ہی دردناک الفاظ اور پُرسوز لفظوں کو ماتم کا مظہر بنایا جاتا ہے۔ لیکن میری ناقص رائے میں رشی دیانند کی موت کا واقعہ حقیقت اس قابل ہے کہ ایک پوری پوری اور واحد مطلق استقلال سے کا مستحق ہے۔ سچ پوچھو تو رشی کی موت تعجب اور غم کا مقام نہیں ہو سکتی۔ آتما کا شریر سے سنجوگ جنم اور ویوگ مرتیو ہے اور اس اننت پرماتما کی سرشٹی میں لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں آتما شریر سے جنم لے اور مرتے ہیں۔ اس ویدک صداقت کا گیان رکھنے اور مشق

ماتر میں اسے چھپانے کی عملی کوشش کر نیوالا رشی جنم اور مرن کو بالکل معمولی بات سمجھتا تھا۔ اسلئے اس پر کوئی تعجب یا غم کرنا داخل دانائی نہیں ہو سکتا۔ زہر دیا جانے سے تھوڑا عرصہ پہلے ہی ایک سادھو جی کی راقم کا دیہانت ہوا۔ بعض آدمی دور اندیش بنے ہوئے پریم سے کہتے ہیں۔ کہ آپ ہی ذرا جتائیں کہ یہی ماتم پرستی کرائیں رشی جواب دیتے ہیں۔ میں اسوقت کے دنیاداروں کے طریق کا سبدھ اپنے اپا پر کیسے ڈالوں۔ میرے لئے زندگی اور موت ایک ہے۔

اس کے علاوہ مجھے نتیجہ ہے کہ رشی دیانند کی موت خاصکر زیادہ ہی تعجب کا موجب نہیں ہو سکتی۔ ہاں تعجب ہے تو یہ کہ اتنے سال وہ زندہ کیسے رہے۔ شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں ہر گلی اور ہر محلے میں جنکے قتل کے منصوبے باندھے لوگ پھر رہے ہوں۔ کہیں لاٹھیوں سے حملے کی تجویز ہو۔ کہیں تلواروں سے وار کیا جاوے۔ کہیں دریا میں اسے بحالت خواب پھینک دینے کی کوشش ہو۔ کہیں مٹھائی میں اور کہیں پان کے ذریعے زہر اس کے اندر پہنچانے کا اُدیوگ ہو۔ اور پھر وہ بے خوف تمام مخالفوں کو دور اور تمام حملوں کو ناکام کرتا ہوا لگاتار سالہا سال اپنے مشن کی ترقی میں صرف کر سکے۔ یہ واقعی اچنبھا ہی ہے۔

اسمیں کلام نہیں۔ کہ رشی نے اپنی شریر رکھشا کی کوشش کی۔ حملہ آوروں کو گھرکا اور اپنی جسمانی طاقت کا رعب اور جلال دکھا کر انہیں مار دینے سے ناکام رکھا۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ اپنے شریر کا موہ رکھتے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں انہوں نے بارہا جتایا۔ کہ مجھے کیول یہ اچھا ہے۔ کہ اگر کچھ عرصہ اور جینے کا موقع ملا ہے۔ تو دھرم پرچار اور اپکار کا کام جو شروع کیا ہے۔ اچھی بنیاد پر قائم ہو جاوے۔ درحقیقت رشی کی یہی اور کیول یہی اچھا شریر رکھشا سے تھی۔ دھرم پرچار لوگوں کو سچا سکھ پہنچانے کی گرمی اور زوردار خواہش نے ہی ان سے اشتغال خلوت گوشے کی سمادھی کا آنند چھڑا دیا۔ اس حالت میں وہ کب اپنی جسمانی حفاظت سے غیر محتاط ہو سکتے تھے۔ انہوں نے اپنی سمجھ اور تجربہ کی بنا پر جو کچھ ہو سکا اپنے بچاؤ کے لئے کیا اور انہیں کامیاب ہوئے۔ لیکن دل سے وہ پورا یقین رکھتے تھے۔ کہ پتہ نہیں کب مخالف اپنے ارادوں میں کامیاب ہو کر میرے اس جیون کا خاتمہ کر دیویں۔ اس لئے وہ نہایت ہی سرعت، محنت اور مستعدی سے زیادہ سے زیادہ کام کرنے میں لگے رہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی سالوں میں انہیں اطمینان ہونے لگا۔ کہ اب آریہ سماج روپی پودا موسم کی ناموافقتوں کو برداشت کرنے اور تمام مخالفتوں و مصیبتوں کے مقابلے میں کھڑا رہنے کے قابل ہو گیا ہے۔ جوں جوں یہ یقین بڑھتا گیا۔ وہ اپنے شریر کی حفاظت سے بے پرواہ ہوتے گئے۔ اور ان

کا دل شہادت دینے لگا۔ کہ اب مخالفوں کے کامیاب ہونیکا سمے نزدیک ہے چنانچہ انہوں نے اس امر کا بارہا ذکر بھی کیا۔ ایڈیٹر تھیوسافسٹ نے کہا۔ کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں۔ کہ انہیں اپنی موت کا کم سے کم دو سال پہلے ہی علم تھا۔ اسوقت انہوں نے جو اپنے وصیت نامے کی دو نقلیں ایک کرنل الکاٹ اور دوسری رسالہ ہذا کے ایڈیٹر کے نام بھیجی تھیں۔ اور جو گذشتہ دنوں کی یادگار کے طور پر ہم نے سنبھال رکھی ہیں وہ اس امر کا کافی ثبوت ہیں۔ انہوں نے بارہا کرنل الکاٹ کو میرٹھ میں کہا تھا۔ کہ میں ہرگز ۱۸۸۴ء نہیں دیکھونگا۔"

غرضیکہ اپنے اور اپنے مخالفوں کے حالات اور تعلقات پر اچھی طرح غور کر کے اور تمام تجربہ کی بنا پر پیدا شدہ زبردست قیافہ شناسی نے انہیں جلد آنیوالی موت کا نتیجہ کرا دیا تھا۔ باوجود اس کے دھرم پرچار کے متعلق عجیب و غریب لگن کی آگ ان کے دل میں اسطرح شعلہ زن تھی۔ کہ وہ آخیر دم تک اس کے سوا اور طرف خیال لیجانا ہی نہ چاہتے تھے۔ چنانچہ جودھپور جاتے ہوئے انہیں آریہ لوگوں نے منع کیا کہ وہ گوار دیش ہے۔ اور لوگ وہاں کے سخت ہیں۔ آپ مت جائیے مگر سوامی جی نے نہ مانا اور کہا کہ اگر لوگ ہماری انگلیوں کی بتیاں بنا کر جلا دیویں تو بھی کچھ پرواہ نہیں ضرور جاکر اپدیش کرینگے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ اب کسی طرح کا فکر نہیں۔ ستیارتھ پرکاش بھی ٹھیک ہو گیا۔ جو کچھ کرنے کو تھا کر چکے۔ اب کوئی بات باقی نہیں رہی۔"

جودھپور جاتے ہوئے سوامی جی نے مسودہ تیار کر کے راؤ صاحب کو لکھا کہ ہم نے درمیانی حیثیت پر پہنچا کر ٹھیک سواری یا آدمی آپکا نہیں تھا۔ اگر ایسے ہی آدمی تمہارے ہیں۔ تو راج کاج میں نقصان پہنچتا ہوگا۔ اس چٹھی کے لکھتے وقت چاروں امیدوار ہمراہ تھے۔ پنڈت کمل نین جی کا قول ہے کہ سوامی جی کو اسی طرح جودھپور جاتے وقت کسی معزز پرش نے یہ کہا۔ کہ مہاراج وہاں ذرا نرمی سے اپدیش کرنا کیونکہ وہ کٹر اور ظالم دیش ہے۔ جواب میں سوامی جی کہنے لگے۔ کہ میں پاپ کے جنگلی درختوں کی جڑ کاٹنے کے لئے کلہاڑی سے کام لونگا۔ نہ کہ تیز چاقوؤں کے ناخن گیر سے ان کو تراشونگا۔ مجھے کسی کا بھی بھے نہیں ہے۔

نہ کیول اس عمر کے خاتمہ تک وہ اس کام میں لگا رہنے کے خواہشمند تھے۔ بلکہ کمل نین جی سے جو الفاظ کہے ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں ویدک دھرم کا ڈنکا بجا دیکھنے اور سنسار کو اشانتی اور دکھ کی اوستھا سے نکلا ہوا اور دھرم پتھ پر چلکر سکھ پاتا ہوا دیکھنے کی زبردست خواہش تھی۔ وہ موکش کی بجائے منش جنم پا کر پھر کام کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ [illegible] شریر کا اب کچھ بھروسہ نہیں رہا نہ جانے کسوقت چھوٹ

جائیگے۔ اور میں اس کام کے لئے پھر دوبارہ بھی جنم لونگا۔ اور اسوقت جو میرے ادھورے رہ گئے ہیں۔ وہ سب شانت ہو جائینگے۔ آریہ سماجوں کی ترقی سے بھی بڑی بھاری مدد ملے گی۔ میں اسوقت ویدکا بقیہ بھاشیہ کر دونگا۔

پیارے پاٹھک گن! دیانند کے برابر جنم جنموں کی ترقی اور سدھار کے لئے جدوجہد کرنیوالا اور انکی خوشحالی میں ہی سچا آنند محسوس کرنیوالا پرش ملنا بہت دُرلبھ ہے۔ پرنتو شوک۔ مجھے بڑا دکھ ہے کہ مختصراً سبھاؤں کو چھوڑ دو ہم ان انتکال جیون کی نسبت کہ جو اسے مہرشی کی مرتیو پر آ پہنچی کا ظاہری ماتم بالکل غیر ضروری ہے۔ ہاں اگر ایشور نے آپکو علم بخشی ہوئی ہے۔ اور آپ اسکا عمدہ استعمال کر سکتے ہیں۔ تو اس جیون چرتر کے سارے کارنامے مطالعہ کرنے کے بعد اسکی موت کے ذکر کیوقت بھی کیول ٹپکانی کر ضرور جائیو۔ کیونکہ دھرم اور انسانی ستیاستیہ کے مقابلہ کی زوردار بحث ربی رگڑ سے وہ آگ آپکے دلوں میں روشن ہو جو آریہ سماج کے پُرشارتھ کی تکمیل اور اس کے اصلی منزل مقصود تک پہنچا سکے۔ اور ستیاستیہ کے پھیلانے کے لئے وید ہی خس وخاشاک کو جلا کر جہان کو پاک کر سکے۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ شول بھری پاکر شریر کے سب اویو میں پرویش ہوا اور سوامی جی کو ستانے لگا۔ سوانس کے ساتھ بڑے درد سے شول چلتا تھا۔ پرنتو دھنیہ ہے سوامی جی کو کہ اپنے دکھ میں بھی ایشور کے دھیان کے ایک منٹ کبھی ہائے بھی نہیں کی۔

۳۰ ستمبر شام کے ۴ بجے کو بھارت امروان کی معرفت اس بیماری کی اطلاع مہاراجہ صاحب پرتاب سنگھ جی کو ہوئی اور انہوں نے فوراً ڈاکٹر علیم جان خان کو واسطے علاج سوامی جی کے متعین کیا انہوں نے ایک چٹی بھیجی پر بندوبست ڈاکٹر سورج مل شاہ ان موجود تھے۔ مگر افسوس کہ ڈاکٹر جی کے علاج سے آرام آنے کی بجائے مرض اتنا بڑھتا گیا۔ کہ تیس تیس چالیس چالیس دست آنے لگے۔

اشتی روز آٹھ بجے رات کے شری بھت راؤ راجہ فتح سنگھ جی اور ان کے منتری سینامروان لوند سورج داس جی کو ملاقات پہنچانے کپتان صاحب فرخ آباد والا جی اور ایک پرش بھی آئے ہوئے سماحان نمستے کر کے بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ ہم نے نوٹس میں سارا حال شول جانا تھا۔ اب دیکھا تو نہایت ہی دکھ ہوا۔ پھر ڈاکٹر جی نے کہا کہ سوامی جی کو اس رونج بہت کہا کہ آپ تو اتری ہو گئی کل ضرور لگا دینا۔ یہ لوگ ایک گھنٹہ بات کر کے چلے گئے۔

سوموار یکم اکتوبر ۱۸۸۳ء۔ سورج کی اماوس کو چھ بجے اوکٹ ڈاکٹر صاحب نے

اور گلاس لگا لئے جس سے کھانسی کے ساتھ جو درد اٹھتا تھا وہ بند ہو گیا۔ پر تو شول ویسے ہی بنا رہا۔

منگلوار ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء اسوج شدی ۳ کو پراتہ کال کے ۷ بجے سوامی جی نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ ہم جلاب لیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ پر تو پرتھم بلغم ہو لے تب پشچات دست آویں۔ تو اچھا ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ کہ جب سے روگ اتپت ہوا ہے ویسا ہی کیجئے۔ تب ڈاکٹر صاحب نے گھر پر جا کر گولیاں بنا کر بھیجیں اور جس پرکار انہوں نے کہا تھا۔ ویسے ہی سوامی جی نے پان کیں۔ اسوج شدی ۴۔ کو جلاب دیا۔ جس سے ۹ بجے تک کوئی دست نہیں آیا۔ تب ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مہاراج ہلکا جلاب ہے۔ جب فضلہ پیٹ میں گرمی کریگا۔ تب خوب دست ہونگے۔ ایسا کہکر چلے گئے۔ دس بجے دستوں کا آرمبھ ہوا۔ رات بھر میں تیس سے ادھک دست پتلے پانی سے ہوئے۔ پراتہ کال ۲۴ اکتوبر کو پھر ڈاکٹر جی آئے۔ تب سوامی جی نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ چھ سات دست ہونگے۔ پر دست تو تیس سے بھی ادھک ہوئے۔ ہمارا جی گھبراتا ہے۔ دو تین دن اور بھی ادھک دست ہوئے۔ اور سائنکال کو جو دست ہوئے اسکے پشچات سوامی جی کو مورچھا ہوگئی۔ آنکھیں نکال دیں سب منش ڈر گئے۔ پھر تو یہ نیم ہو گیا۔ کہ جب دست آوے۔ تب ہی مورچھا آوے۔

۲۵ اکتوبر کو بھی یہی حال رہا بلکہ اس کے اتریکت اس دوا کی تحریک سے مادہ طبعی بعض یا کسی اور ہی ترکیب کی وجہ سے شری مہاراج کے مزاج مبارک میں اسہال کے سوانس بڑھ گئے۔ ہچکیوں کا آنا دم بدم شروع ہو گیا۔ ۲۶ اکتوبر کو سوامی جی نے ڈاکٹر کو کہا کہ بھائی اب تو دست بند ہونے چاہئیں۔ کیونکہ مجھکو بار بار مورچھا آنے سے ایک بھی دست نہیں ہوتا۔ اور ہمارا جی گھبراتا ہے۔ شریر میں اگنی لگ رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مہاراج دست بند ہونے سے روگ بڑھنے کا خوف ہے۔ خود بخود بند ہو جاویں تو اچھا ہے۔ اسی طرح کئی مرتبہ سوامی جی نے کہا۔ مگر جواب یہی ملا۔ کہ دوائی دست کی دی ہے اندر سے نکل جاویگی۔ تو صحت ہو جاویگی۔ ایسا کہکر چلے گئے۔ بعد میں ڈاکٹر سورج مل آئے۔ اور کہا کہ اس جلاب کے دینے میں تو ہرگز رائے نہ تھی۔ پھر تو کیا کیا جاوے بڑے تو بڑے ہی ہوتے ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر علی مردان خان کا ۲۶ اکتوبر تک علاج جاری رہا یعنی ۱۲ اکتوبر سے لیکر ۲۶ اکتوبر تک برابر سولہ روز علاج جاری رہا۔ پہلے روز تیس پچیس کے درمیان اور پھر دس بیس دست ہر روز آتے تھے۔ ان کی وجہ سے ضعف بڑھنے لگا۔ اور طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ منہ، حلق، زبان، تالو میں بہت آبلے پڑ گئے۔ بات چیت کرنے میں بھی سخت تکلیف ہونے لگی۔ حتیٰ کہ بولنے سے بالکل معذور ہو گئے۔ اور

کمزوری اسقدر ہو گئی کہ کروٹ لینا یا اٹھنا بیٹھنا دو چار آدمیوں کے محال تھا۔ علاج سے فائدہ ہونا تو درکنار ہچکیوں کا آنا اشد کثرت سے شروع ہو گیا۔ اور ان ہچکیوں نے طاقت کو بالکل سلب کر دیا۔ ہچکی، درد شکم، آبلوں اور دستوں کی وجہ سے نہایت سخت تکلیف پائی۔ یہ خود ممکن ہے۔ سوامی جی نے اتنی پیڑا بھی پا کے اف تک نہ کی۔ اور جب ہچکیوں نے ادھک ستایا۔ تب ان کے نوارن ارتھ دو دو گھنٹہ تک پرانایام چڑھا لیتے ہوتے تھے۔ آریہ سماچار بیماری کے مرحلے کی تفصیل کے بعد صفحہ ۹۰۴ پر لکھتا ہے

ڈاکٹر علی مردان خان کی تشخیص اور ترکیب علاج پر اکثر پرجوش طبیعتوں کو مین طرز پر ہم نے جرح کرتے ہوئے سنا ہے۔ اسکا بیان کرنا ہم اپنا فرض نہیں سمجھتے بلکہ صرف حالات واقعی کا بیان کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ اور یہ واقعہ ہو گا کہ ایسی صعب اور مہلک مرض کا پیدا ہو جانا اور باوجود کافی توجہ حاذق طبیبوں کے دوران معالجہ میں اسکا دم بدم بڑھتے رہنا کسی مفسد مادہ کا کام تھا۔ اور یہ کس اتفاق سے سوامی جی مہاراج کے جسم میں جو پہلے ہر طرح سے پوری اصلاحوں اور احتیاطوں سے بنا تھا۔ داخل ہو گیا۔ یہ ناظرین والا تمکین کی عام رائے کے نتیجہ پر چھوڑتے ہیں۔"

ویشنا بھگتی کہتا ہے کہ بھارت کی کن ایہ وچار نے کا مقام ہے۔ نہ جانے یہ کس پرکار کا جلاب اور اوشدھی تھی۔ اسپر اکثر سجن شک کی پرکار کے تنکا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سوامی جی نے کئی پرشنوں اور مہاراجہ پرتاب سنگھ جی سے اس وشئے میں سپشٹ کہدیا تھا۔ پرنتو اب کیا ہو سکتا ہے۔ لاکھ جتن کرو پر سوامی جی مہاراج اب نہیں آسکتے جو ہوا سو ہوا۔ پرنتو ہم لوگوں کا ہی شوک ہے۔ کہ کیوں جی مہاراج نے کسی آریہ سماجکو سوچت نہ کیا۔ یدی یہ برتانت اسی سمے جانا جاتا تو یہ روگ اتنی پربلتا کو پراپت نہ ہوتا۔"

سو آریہ پرشنوں کو اطلاع۔ اسوج شدی ۱۱۔ سمت ۱۹۴۰ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو آریہ سماج اجمیر کے ایک سبھاسد نے راجپوتانہ گزٹ میں سوامی جی کی بیماری کی خبر پڑھ کر دیگر سماجک پرشنوں کو اس سے سوچت کیا۔ مگر انہوں نے ان پرانے تجربہ سے یہ سمجھ کر کہ شتروں نے یہ جھوٹا سماچار چھپا دیا ہوگا۔ دھیان نہ دیا۔ خیال کیا ہو گا کہ سوامی جی بیمار ہوتے تو اس وقت تک تاروں کی بھرمار ہو جاتی یہ دھیان کر چپ ہو رہے۔ لیکن اس سے سندیہ دور نہ ہی ہوا۔ لالہ ایک سبھاسد رام سہائے مل جی کو سوامی جی کے پاس دوڑا دیا۔ اس نے سوامی جی کی دشا دیکھ کر جوان ہو لوٹ کیا۔ کہ بھگوان یہ کیا ہوا۔ اور ادھک شوک یہ ہے۔ کہ آپ نے کسی سماجکو سوچت نہیں کیا۔ سوامی جی نے اتر دیا کہ بیماری کی دشا کو کیا لکھتے یہ تو شریر کا دھرم ہی ہے۔ کچھ امید نہ تھا ہوتی تو لکھتے اس سے آریہ لوگوں کو بھی بے چینی ہوتا ہے

جب اس سبھا سد نے آکر جیپور سبھا کو سوچت کیا۔ یاتی جھنڈے بجی۔ فرخ آباد میرٹھ۔ لاہور اتیادی سماجوں کو تار دے گئے۔ پھر تو سروتر کولاہل مچ گیا۔ اور چاروں طرف سے سینکڑوں تار اور کئی سماجک لوگ مہاراج کی خبر کے لئے دوڑے

سو۔ کوہ آبو پر جانا۔ جودھپور میں جب روگ سے ترقی نہ دیکھی۔ تو ایک دن راتری کو پنڈت دیودت کاتب اور لالہ کنہیا لال مدرس جودھپور نے سوامی جی سے کہا کہ مہاراج یہ نگر جلدی چھوڑنے کے یوگیہ ہے۔ سوامی جی نے پراتہ کال ہی مہاراجہ جودھپور اور حیش کو شری کہا کہ ہم آبو جاوینگے۔ شریمان نے اتر دیا کہ اس دشا میں بھیجے جانا بدنامی کا باعث ہوگا۔ پرنتو جب سوامی جی کا وچار جانے کا دیکھا۔ تب چپ ہو گئے۔

۱۵۔ اکتوبر کو حالت بالکل مایوسانہ ہونے سے ڈاکٹر ایڈم صاحب بہادر سول سرجن علاج میں شریک کئے گئے۔ مگر ان کے مشورہ سے بھی کوہ آبو کا قیام قرار پایا۔

عام آدمی افسوس کرتے ہیں۔ کہ بیماری کی اطلاع کسی سماجک پرش کو نہیں دی گئی۔ اور سوال ہو سکتا ہے۔ کہ جب ایک ڈاکٹر کے معالجہ سے مطلق صحت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ بیماری روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ تو کیوں اسکا معالجہ تبدیل نہ کر کے دوسرے لائق ڈاکٹر کا علاج شروع نہیں کیا گیا۔ اور بیماری کو کیوں شریک کیا گیا۔ اسکا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہ آپتی لوگ مارے شرم کے باہر بات تک نہ کر سکتے تھے۔ اسپر تیماردار وہ تھے۔ جو بیمار کا منشا صداقت چاہتے تھے۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ اگر جیٹھ مل اشتہار نہ جاتا۔ تو بس خاتمہ ہی جودھپور میں ہو جاتا۔ سماجوں کو تب خبر لگتی۔ جب جنازہ ٹھیک ہو جاتا۔

آخر سوامی جی کے اصرار پر کوہ آبو کی تیاری کا حکم ہو گیا۔ اور ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۳ء کا دن اس کے واسطے قرار پایا۔ ۱۵ اکتوبر شام کے وقت شریمان مہاراج جودھپور اپنے بندھوؤں اور امیرزادوں سمیت سوامی جی کے پاس آئے۔ اور بنتی کرنے لگے کہ مہاراج آپ ایسی دشا میں ہمارے راج سے پدھارتے ہیں۔ یہ بات کچھ بھی زیبا نہیں اس میں میری بے عزتی (بدنامی) ہے پرنتو آپکی یہ دشا دیکھ کر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ چلتے سمے اڑھائی ہزار روپیہ اور دو شالے سوامی جی کی بھینٹ کئے۔

۱۶ اکتوبر صبح سے پانچ بجے شام تک سوامی جی کو دست ہوتے رہے۔ اور ساتھ ہی سوز تپا اجانی بھی ایسا ہی ہو جاتا۔ لوگ رکی سے اٹھا کر فراغت کے لئے پتھروں پر بٹھلاتے۔ ورنہ کبھی وہ خود بیٹھ جاتے۔ سوامی جی راج کرم چاریوں کو آبو جانے کی تیاری کے واسطے کہتے رہے۔ چنانچہ تیسرے پہر کو شری مہاراجہ صاحب مہونت سنگھ جی

اور مہاراج پرتاپ سنگھ جی وداع کرنے کو گئے۔ سوامی جی اسوقت پلنگ پر سو رہے تھے۔ مہاراجہ صاحب کرسی پر بیٹھے۔ اور کرنیل پرتاپ سنگھ جی فرش پر۔ سواری کے سامان تیار ہونے لگے۔ ایک پالکی سولہ کہار دو مشعل کے خیمہ اور سپاہی وغیرہ ہمراہ کر دئے۔ تاکہ ہوکو دیکھی۔ سوامی جی کو گرمی بہت معلوم ہوتی تھی۔ اسلئے ایک پنکھا قلی ہمراہ کر دیا۔ سوامی جی کو آہستہ آہستہ ہاتھوں کے سہارے نیچے لائے مہاراجہ صاحب کی مدد سے انہیں پالکی میں بٹھا دیا۔ مہاراجہ صاحب نے اپنی خاص پیٹی فلالین کی اپنے ہاتھوں سے سوامی جی کے باندھ دی۔ کہ پیٹ اور سفر کرنے میں تکلیف نہ ہو۔ خود پیادہ پا باغ میں دروازہ تک وداع کرنے آئے۔ اور وہاں پالکی کھڑی کروا کر کہا کہ آپ اسوقت جاتے ہیں۔ مجھے کلنک ہے اگر آرام پاکر جاتے تو خوب تھا۔ مجھے بڑا ارمان ہے۔ سورج مل جی ڈاکٹر ہمراہ کر دئے۔ جو مقام کھارچی تک ساتھ رہے۔

غرضیکہ شام کے وقت روانہ ہوئے۔ رات بھر سفر ہوا۔ صبح کو رودپٹ پہنچے۔ اور تمام دن رات وہاں رہے۔ رستے میں اور یہاں کل چار پانچ دست ہوئے۔ سوامی جی بیٹھے رہے۔ رامانند ہوں لنڈ میں ہوں کھلیا۔ دو ویدپاٹھی برہمنوں نے آکر وید منتر پڑھے۔ اور کہا کہ آنند ہو۔ اور کلیان۔ سوامی جی نے رامانند کو کہا ان کو ایک مُدرا دیدو۔ چنانچہ دے گئے۔ مگر اس بات کو معلوم کرکے وہاں کے چند برہمن ایکا ایکی مہاتم پڑھنے والوں کے سامان تیار لئے ہوئے آگئے۔ تب سوامی جی نے کہا کہ یہ دھورت ہیں۔ ان کو دور کردو۔ خود پیادہ دھوپ سے آئی تھی۔ سفر میں ایک کپڑا آبِ تر کا بھیگا ہوا سوامی جی سر پر رکھتے اور رستہ میں اور رات کو وہ پنکھا سر پر ہوتا۔ عادت کو چوکیدار سے پوچھا کرتے کہ پہرہ پر کون ہیں۔ اور بھوک لگنے پر ارورٹ کھایا کرتے تھے۔ یہاں سے دو تین بجے روانہ ہوئے اور ۱۰ اکتوبر کو پالی پہنچے۔ پہلے تالاب کے کنارے جہاں سنیاسیوں کا مندر ہے۔ آٹھہرے۔ وہاں کے سنیاسی لوگ ان کے پاؤں چھونے لگے۔ تب سوامی جی نے کہا کہ یہاں دست وغیرہ پڑنے سے ان کو تکلیف ہوگی۔ کسی دوسری جگہ چلو۔ چنانچہ وہاں سے دوسری جگہ گئے۔ راؤ کلالا چھوٹو لال جی پالی سے کھارچی پہنچ کر ساتھ رہے سوامی جی منشی برہام سنگھ اور دیپو مہاراجہ صاحب کی ڈاک پالکی تیار رکھنے اور سوامی جی کی آمد کی اطلاع تار دینا رہی۔ خود وہاں سے روانہ پہنچے اجمیر گیا جہاں سے حال [illegible] نے منتی کرکے پیری ایک نائی حکیم سے جاکر ذکر کیا اسنے نہایت افسوس کیا۔ اور دوائی دی۔ جس لوحن اور باؤ تیر پانی انار کا استعمال بتلایا بس لوحن کھرل میں گھٹوا دیا۔ اور اسی تین چھوڑا سا شربت انار ڈالکر بتایا کہ پیاس لگنے پر اسکا چمچہ دینا۔ اس سے خشکی مٹ جاویگی۔ آپ نے بیماری کی

نسبت بھی اپنی رائے دی۔

سوامی جی پالی سے ریل میں سوار ہو کر اجمیر پہنچے۔ ریل سے اترتے وقت خود ہمت کی۔ لیکن جب سورج کی دھوپ چہرہ پر پڑی۔ تو اندھیرا چھا گیا۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ ریل گاڑی سے اٹھا کر لے گئے۔ اور سٹیشن کے برآمدے میں پلنگ بچھا کر لٹا دیا۔

گھنشام ریلوے گارڈ کی معرفت بھی کے برتن رفع حاجت کے لئے منگائے گئے۔ اگلے دن جیٹھ مل جی اجمیر سے آ گئے۔ پیر جی حکیم کی دوائی پیاس بجھانے کی شروع کی گئی۔ پیاس لگنے پر دی جاتی تھی۔ جس سے آرام رہا۔ وہ خود بھی کہتے تھے کہ اس سے کچھ آرام ہے۔ یہاں تک سوامی جی اپنے ہاتھ سے کاغذوں پر دستخط کرتے رہے۔ ہاں آج دیرک ہیرالال کے پوسٹ کارڈ پر دستخط کیا۔ ہاتھ کانپتا تھا۔ تو بھی دیانند سرسوتی لکھ دیا۔ اس کے بعد پھر دستخط نہیں کیا۔ ضعف بہت تھا میں بھی بستر پر بیٹھے رہتے۔ اکثر ہونٹ بھی کانپ جاتے تھے۔ ہچکی پیر جی کی دوائی سے کم رہی۔ راما نند کو سوامی جی کے کہنے پر پچیس روپیہ دیکر یہاں سے رخصت کر دیا۔ کہا تم ہمارے پاس پڑھ نہیں سکے۔ کاشی میں جا کر پڑھو۔ وہ لالہ جیٹھ مل اکیلے اجمیر آ گئے اور اتوار مطابق کارتک بدی ۲ کو ۸ بجے صبح کو آبو روڈ کے سٹیشن پر اور پانچ بجے شام کے آبو پہاڑ پر پہنچے۔ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے ڈاکٹر لچھمن داس صاحب ساکن ضلع جالندھر سے ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب پنڈت بھاگ رام جی کے رشتہ دار تھے۔ انہوں نے نبض دیکھی اور حال پوچھا۔ تو اگرچہ ڈاکٹر صاحب خود محسوس کرتے تھے۔ کہ وہ بڑے کشٹ میں ہیں۔ تو بھی سوامی جی نے صرف یہ کہا کہ ہاں کچھ کشٹ ہے۔ ڈاکٹر جی اگرچہ بموجب حکم اپنے افسر کے پہاڑ سے نیچے اجمیر کو جا رہے تھے۔ تو بھی سوامی جی کو زیادہ بیمار دیکھ کر نہایت منت سے سوامی جی کے ساتھ واپس چلے آئے۔

میرٹھ کے منشی چھمن سروپ جے پور کے پنڈت لکشمن دت فرخ آباد کے لالہ نیوپال اور بمبئی کے سیوک لال کرشن داس سب ۲۳ تاریخ کو پہنچ گئے۔ ڈاکٹر لچھمن داس جی کے ایک ہی دو روز کے علاج سے افاقہ معلوم ہو گیا۔ ہچکیاں بند ہو گئیں اور دست بھی بند ہو گئے۔ لیکن افسوس کہ ۲۳ اکتوبر کو ان کے افسر نے ان کو نہایت سختی کے ساتھ اجمیر کو بھیج دیا۔ اگرچہ انہوں نے سوامی جی کے معالجہ کی بابت کچھ عذر و معذرت کی۔ اور آخر کار استعفا تک دے دیا۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ پھر مجبوراً اجمیر کو روانہ ہو گئے۔ راستے میں انہیں مذکورہ بالا صاحب برش آتے ہوئے ملے۔ حال بتلاتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو بھر آئے کہ آپ نے کہا کہ میں کیا کروں مجبور ہوں۔ اب دو تین روز تک کے معالجہ کی تمام تدبیر دوا و غذا سوامی جی کے واسطے تجویز کر دیا

سول سرجن نے بہ نہایت تاکید سے کہا کہ آپ لوگ جس طرح ہو سکے سوامی جی کو اجمیر لے آؤ۔ اس وقت ان کو یہ شکایتیں ہیں۔ کمزوری بے حد ہے بولا نہایت کم جاتا ہے۔ منہ، زبان، حلق دماغ، سر، یا سینے پر چھالے ہیں۔ ہیضہ اور دو چار دستوں کے اٹھنے بیٹھنے یا کروٹ لینے کی مطلق طاقت نہیں ہاتھ پاؤں اور تمام جسم نہایت سرد ہے۔ پانی تک بمشکل حلق سے اترتا ہے۔ نہایت لاغر ہو رہے ہیں مگر ہوش و حواس بدستور ہیں۔ بچ گئے تو گویا نیا جنم ملا۔ تاہم انتظام کیا گیا ہے۔ امید محنت کی برابر ہے۔ آپ صاحب مطمئن رہیں بڑی دقت ہے تو سکھ پر خرچ کیا جاتا ہے۔ سوامی جی اجمیر جانے پر رضامند نہیں ہوتے۔ آپ صاحبوں کے کہنے سے شاید مان جائیں۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا۔ کہ سوامی جی مہاراجہ جودھپور کی کوٹھی پر مقیم ہیں۔ اور اس کے واسطے ان کا نام لکھ دینا کافی ہوتا ہے۔ سرزنہ صاحب مہاراجہ جودھپور کے دو صاحب مہاراجہ شاہپورہ کے چند ملازم دو سنیاسی اور ایک ٹھاکر بھولا ناتھ صاحب خواجہ کے ان کے پاس پہلے سے موجود ہیں۔ اور کل پرسوں تک جس طرح ممکن ہوگا۔ سوامی جی کو ضرور اجمیر پہنچایا جاویگا۔

غرضیکہ ڈاکٹر لچھمن داس جی نے پریم اور شردھا سے جو سیوا کی اور علاج معالجہ جس لیاقت محنت اور کوشش سے انہوں نے کام کیا وہ واقعی قابل تعریف ہے۔

ٹھاکر بھوپال سنگھ جی رئیس موضع ریکھو ضلع علیگڑھ سوامی جی کی ملاقات کے واسطے مسعود شاہپورہ وغیرہ سے پھرتے ہوئے راستہ میں شریک ہو گئے۔ انہوں نے بھی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بڑا بھاری کام کیا۔ جس کے لئے وہ مستحق شکریہ کے ہیں۔ سوامی جی ۵۰ تک یہاں رہے۔ مہاراجہ جودھپور روز صحت کی آگیا انوسار ڈاکٹر ایڈم صاحب اور بابو گورچند داس صاحب اسسٹنٹ سرجن دو تین مرتبہ روز سوامی جی کے دیکھنے کو آیا کرتے تھے۔ ہر جگہ جب تک مقام رہا۔ اس کثرت سے تار آتے رہے۔ کہ کبھی وائسرائے کی آمد پر بھی نہ آئی ہوگی۔ ملا لیتا تار بابو تعجب سے کہتے تھے۔

۵۔ کوہ آبو سے اجمیر۔ یہاں طبیعت بدر سے روبصحت ہو گئی تھی۔ ان حکیموں کی رائے کوہ آبو پر جانے کے حق میں تھی۔ سمندر کے کنارہ پر رہنا بھی اچھا بتلاتے تھے لیکن اجمیر جانا درست نہیں خیال کرتے تھے۔ تو بھی آریہ لوگوں نے بار بار اجمیر کے لئے زور دیا۔ سوامی جی نے کہا کہ سوچ کر جواب دیں گے۔ درحقیقت ان کی مرضی آبو پر جانے کی تھی سو دو روز سوچ میں لگا دئے۔ آخر کار تاریوں کے اصرار اور ڈاکٹر لچھمن داس کی تاکید اور اس مجبوری کے کارن جو ڈاکٹر جی پر تھا۔ اجمیر جانا سویکار کر لیا۔ ہاں یہ کہا کہ تمہاری مرضی سے جاتا ہوں۔ ورنہ میرا دل نہیں چاہتا۔ ۲۰ اکتوبر مطابق کاتک بدی ۱۰ کو یہاں سے روانہ اجمیر ہوئے۔ آج مہاراجہ کرنل پرتاپ سنگھ

جی سوامی جی کے درشنوں کے واسطے آبو پر تشریف لا سکے۔ اور حالات ضروری معلوم کر کے چلے گئے۔ آبو سٹیشن پر پہنچے تو آپ نے یہاں دہی کھایا۔ جسکی تاثیر اچھی دیکھی گئی۔ گرہ آبو پر بھی آپ کھانا چاہتے تھے مگر منع کرنے پر رک گئے تھے۔

پنڈت سنالال جی نے بھارت متر میں چھپوایا۔ کہ ڈاکٹر لچھمنداس کے کہنے پر سوامی جی سے اجمیر چلنے کو کہا گیا۔ تو وہ انکار کرنے لگے۔ اور کہا کہ ہم کو اجمیر نہ لے جاؤ۔ ہم نہیں جائینگے۔ جب بہت ہی اصرار ہوا تو کہنے لگے۔ کہ اچھا ۳ دن کے بعد بتائینگے ہم چلینگے ابھی نہیں۔ پرنتو پنڈت مکھیشور دت آدی نے جیوں تیوں کر کے شری مہاراج کو اجمیر چلنے پر راضی کیا۔ وہ پراتہ کال ۲۶۔ اکتوبر سنہ ۸۳ء کو آبو پربت سے چل ریلوے سٹیشن آبو روڈ پر آ گئے۔ اور دوسرے دن کی گاڑی ایڑاؤ کر کے سوامی جی کو اس میں بٹھایا گیا۔ ۳ بجے رات کے اجمیر سٹیشن پر آپ اُوپستھت ہوئے۔ بہت سے نر آگمن سن درشن کے لئے پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ سوامی جی گاڑی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور دو تین آدمی پرشن پاس بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہم گھبرا گئے۔ انت پھر جب انہیں گاڑی سے چار آدمیوں نے بڑی سادھودھانی سے اتارا تو اتنے ہی سوز چھا گئی۔ تب شری جی کو پالکی میں لٹا دیا۔ اور دھیرے دھیرے کہاروں کو چلاتے ہوئے اس کوٹھی میں جو پہلے سے تیار کر رکھی تھی۔ لا کر پلنگ پر لٹا دیا۔ تب سوامی جی نے کہا کہ دھشٹ گری معلوم ہوتی ہے۔ ہم لوگوں نے کمرے کے کواڑ کھول دئے تو بھی سوامی جی گری ہی گری پکارتے رہے۔ جنتو ہم لوگوں کو اس سے سردی معلوم ہوتی تھی۔ آپ بہر کارن سے یہ ماتری بیت ہوئی۔

۲۷۔ تاریخ اکتوبر بروز ۱۲ بجے سے پھر ڈاکٹر لچھمنداس جی کا علاج آرمبھ ہوا اور لوگوں نے پرشن کیا کہ کہئے۔ مہاراج آج آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ اچھی ہے۔ مگر آرام بالکل نہ تھا۔ وہی حالت تھی۔ چونکہ نوکری پر تھی۔ ڈاکٹر جی برابر سوامی جی کے پاس اُوپستھت تھے اور برابر دوا بدل بدل کر دیتے تھے۔ پرنتو ذرا بھی آرام نہیں ہوتا تھا کسی بھی اوشدھی نے بیماری پر اچھا اثر نہ دکھلایا۔ دن بدن روگ بڑھتا ہی گیا۔ ۲۸ تاریخ پراتہ کال ہوتے ہی پوچھا گیا۔ طبیعت کا آج کیا حال ہے؟ کہنے لگے کہ اچھا ہے۔ اسی اوسر میں پنڈت بھاگ رام جی سوامی جی کو دیکھنے آئے۔ وہیں سوامی سے کہا کہ آپ اچھے ہیں۔ جج صاحب نے کہا کہ آپ کی کرپا ہے۔ پرنتو آپ کو اس اوستھا میں دیکھ کر شوک ہوتا ہے۔ اس کا اثر کچھ بھی نہ دیا۔ بال پنڈت بھاگ رام کی طرف دیکھتے رہے۔ پنڈت صاحب تھوڑی دیر بیٹھ کے کچہری کو چلے گئے۔ آج لاہور سے لالہ جیونداس جی پنڈت گرودت جی پہنچے یہ سیدھے آبو گئے تھے۔ مگر آبو روڈ سٹیشن سے ہی معلوم ہو گیا۔ کہ سوامی جی ایک دن پہلے اجمیر چلے

گئے۔ علاوہ بھی یہیں آ گئے۔ اس وقت سوامی جی دو آسن کر کے پلنگ پر بیٹھے ہی تھے
دولہ جی چپ چاپ پلنگ کی پینڈ کی طرف بیٹھ گئے۔ سوامی جی نے انہیں پہچان لیا اور
ان کا ہاتھ کھینچ کر ان کی اور مہاجن لوگوں کی خیر و عافیت پوچھی۔ اس کے بعد لالہ
جی نے پنڈت گوردت جی کو انٹروڈیوس کیا۔ آج شام کو پلنگ پر بیٹھے بیٹھے سوامی
جی نے کہا کہ ہم کو سہارا دے چلو۔ لالہ جی نے کہا کہ مہاراج اس اوستھا میں آپ کو کیسے لے چلیں
جب آپ کو ذرا بھی آرام ہو جائیگا۔ اوشیہ لے چلینگے۔ سوامی جی نے کہا کہ دو دن میں
ہم کو آرام پڑ جائیگا۔ ایسا کہہ چپ ہو گئے اور پھر نہ بولے۔ بس اسی پرکار سے یہ دن
بھی گذر گیا۔

۲۹۔ اکتوبر سوموار کے دن پراتہ کال جب طبیعت کا حال پوچھا گیا۔ تو کہا کہ اچھا
ہے۔ مگر اب ہاتھ پاؤں بلکہ سب انگ کے اوپر پھپھولے پڑ گئے تھے۔ بیماری سے
آبلوں کو دو مولا گرم پٹی کی تکلیف چھتی تھی کی جگہ سے پیپ اور کئی جگہ سے خون ٹپکتا تھا
مگر سوامی جی کا ضبط غضب کا تھا۔ کوئی اشارہ تکلیف کا ظاہر نہ کرتے تھے۔ برابر بیٹھ کر
ٹھوکر کھاتے ہاں کبھی اتنا پوچھتے تھے۔ کہ جو کچھ کرنا تھا ہو چکا کہ نہیں۔ باوجود اس کے
آج سوامی جی کی طبیعت گھبرانے لگی۔ تب کہا کہ ہم کو بٹھا دو۔ جب بیٹھے تب کہا چھوڑ
دو۔ ہم بیٹھے رہینگے۔ بنا سہارے اچھے پرکار سے بیٹھے ہے۔ جب یہ کہا گیا۔ اب پھر آرام
ہے۔ ایک آدمی نے پوچھا کہ مہاراج آپ کا گلا بیٹھ جانے کا کیا کارن ہے۔ تو مسکولا
کر بتلایا۔ کہ یہاں سے ناکھن تک سب پک گیا ہے۔ چنانچہ آہستہ آواز سے کہا۔ کہ
ناکھن تک چھالے پڑ گئے ہیں۔ پرنتو سوانس جلد جلد چلتا تھا۔ جس کو سوامی جی روک
روک کر پھر جلدی ناک سے نکال دیتے تھے اور پرمیشور کا دھیان ہی کرتے تھے۔ اتنے
میں سندھیا ہو گئی۔ بے سہارے بیٹھنے سے سب کے من میں پرسنتا ہونے لگی۔
پرنتو جب ادھی راتری کا سمے آیا۔ تب سے پھر گھبراہٹ ہونے لگی۔ جیوں تیوں کر کے
راتری گذری۔

۳۔ **شانتی پوروک شریر تیاگ**۔ ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء مطابق اماوس سمت ۱۹۴۰
منگلوار بروز دیوالی پراتہ کال یہ وچار ہوا کہ کسی دوسرے ڈاکٹر کو بلایا جاوے۔
چنانچہ یہاں کے بڑے ڈاکٹر نیوٹن صاحب کو بلایا گیا۔ جب انہوں نے سوامی جی
کو دیکھا۔ بڑے آشچرج سے کہنے لگے۔ کہ یہ شخص بڑا قد آور مضبوط دلیر اور روگ
کو سہنے والا ہے۔ اس کی صورت سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ایسے نا برداشت روگ
میں ہے۔ لیکن اپنے کو دکھی نہیں جتاتا۔ یہی شخص ہے کہ اتنی بڑی بیماری ہونے پر
بھی اپنے کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اور ابھی تک جیتا ہے۔ ڈاکٹر لچھمن داس نے کہا۔ کہ ان
کا نام دیانند سرسوتی ہے۔ شاید آپ نے سنا ہوگا۔ اس پر صاحب بہادر نے بڑا ترس

کیا اور ان کی ہمت کی تعریف کی۔ اس سے سوامی جی ڈاکٹر موصوف کے پرتشوش
کے اُتر اشاروں سے دیتے جاتے تھے۔ پرنتو بولنے سے اشکت تھے۔ سننے سمجھنے
کی طاقت بدستور موجود تھی۔ گلے میں کف کی بڑی بہتات تھی۔ جس سے بالکل بول
نہیں سکتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کے گلے میں کچھ گائے کا دودھ ڈالا۔ مگر کچھ فائدہ
نہ ہوا۔ تب ڈاکٹر نے اپائے بتلایا۔ کہ تین چار سیر السی دودھ میں پکا کر ان کی چھاتی
اور پیٹھ پر باندھو۔ اس سے کف پتلا پڑ جائیگا۔ پلٹس باندھا گیا۔ مگر اسے ایک دو
گھڑی رکھ کر سوامی جی نے اتروا ڈالا۔ کہ اس سے کیا ہوتا ہے۔

آج یہاں کے پیر امام علی صاحب المشہور پیر جی حکیم صادق بلائے گئے۔ جن
سے مٹن لوچن وغیرہ دوائی منگائی گئی تھی۔ اس مرتبہ سوامی جی نے ملا بھیجا تھا
جو کو لکھا دیا گیا ہے۔ مگر اب سوامی جی یہاں آ گئے۔ تو ان کے سشش لوگوں نے
جو پردیسی تھے کہا کہ پیر جی مسلمان ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ کر کے مار ڈالیں۔ مگر یہاں
کے واقف لوگوں نے کہا۔ کہ پیر جی ایسے نہیں۔ علاج ہونے دو۔ تاہم ڈاکٹر نیوٹن
صاحب کا علاج جاری رہا گیا۔ حکیم جی نے ملاحظہ کر کے صاف کہہ دیا کہ زہر دی گئی ہے
سوامی جی ان کے ساتھ اشاروں سے گفتگو کرتے تھے۔ اور انہیں سامنے بٹھلا لیا تھا
حکیم جی بھی ان کی طاقت برداشت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اور ان کی بہادری ہوش
کی مضبوطی کی بڑی تعریف کرتے تھے۔

چنانچہ اس حالت میں بھی وہ جم بیٹھ کر اپاسنا کرتے۔ وید منتر پڑھتے تھے خاطر
جمع رہے۔ ہم اوجھیا کا منتر گئے پر پھینکا ڈالا۔

اب تو گیارہ بجے دن سے سانس وشیش بڑھنے لگا۔ اور کچھ بولنے لگے
کہ ہم شوچ جائیں۔ اس سے سوامی جی کو چار آدمیوں نے پلنگ پر اٹھایا۔ اور شوچ
کی چوکی پر بٹھا دیا۔

لالہ جیونداس جی نے کہا۔ آج تو آپ کا گلا کھل گیا ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ ہاں
سے آرام ہو گیا۔ مگر کون جانتا تھا۔ کہ یہ محض انت کا سنبھالا ہے۔ پھر سوامی جی نے کہا
کہ آج کھانا بناؤ جو تمہارا جی چاہے۔ چنانچہ سب طرح کا کھانا پکایا گیا۔ اور تھال سجا
کر ان کے سامنے میز پر لا رکھا گیا۔ سوامی جی نے اسے ایک نظر سے دیکھ کر کہا۔ کہ لے
جاؤ۔ آخر اہل محبت کہنے سے ایک چمچ چنوں کے پانی کا لیا۔ ایک آلو کا ٹکڑا
ہاتھ سے رگڑ ڈالا۔ لوگ حیران تھے۔ کہ اس وقت بھی انہیں درد محسوس نہیں ہوتا۔

سوامی جی نے اپنے آپ پانی لیا۔ ہاتھ دھوئے۔ داتن کی۔ اور کہا کہ اب ہم
پلنگ پر لے چلو۔ تو کہا۔ افسوس پلنگ پر لا بٹھایا۔ پھر دیر تک بیٹھ کر لیٹ گئے۔ اس کے
بعد کہا کہ پیشاب کرنا ہے۔ تو نیچے اتارے گئے۔ کھڑا کیا گیا پیشاب بمشکل کیا

بڑے ونگ سے چلتی تھی۔ اور ایسا پرتیت ہوتا تھا کہ سوامی جی سوانس کو روک کر ایشور کا دھیان کرتے ہیں۔ آتما نند نے سوامی جی سے پوچھا کہ مہاراج آج اس سمے آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ کہنے لگے کہ اچھی ہے۔ ایک ماس کے پیچھے آج کا دن آرام کا ہے۔ اتیادی باتیں کرتے چار بجے کا سمے آگیا۔ ایک وقت خیال ہوا کہ سوامی جی ہوش میں نہیں۔ ڈیلیریم میں ہیں۔ تب لالہ جیون داس نے اتفاقاً پوچھا کہ سوامی جی اس وقت آپ کہاں ہیں۔

حجام بلا کر کشور کرایا گیا۔ اس وقت نائی نے بال تو کاٹ دیئے۔ مگر چہرہ پر استرا پھیرنا تھا کہ پھپھولوں سے خون نکلے گا۔ سوامی جی نے کہا کچھ پرواہ نہیں۔ سو جگہ استرا پھیرنا جیسا کچھ ایسا ہی کیا گیا۔ تب انہوں نے حجام کو دینے کے لئے بھکتوں سے کہا۔ کہ پیٹی میں دو چار روپے کی تھیلی ہے دو روپیہ دیتے ہیں۔ مگر یہ خیال غلط تھا۔ اس کے بعد نہانے سے سب نے منع کیا۔ اور گیلے کپڑے سے سوامی جی نے سر کو پونچھا۔ پھر پلنگ پر بیٹھے۔ بیٹھ کو تکیے کا سہارا دیا۔ تب چار بج گئے تھے۔

صاحب مہتوں نے آگرہ میں ڈاکٹر مکند لال جی کو بلانے کے واسطے تار دیا ان کا اتر آیا کہ کیا رنگ ہے۔ تم آتے ہیں سوامی جی نے آتما نند جی کو بلایا۔ جو آگے کھڑے ہو گئے سوامی جی نے پیار سے کہا کہ پیچھے کی طرف آکر کھڑے ہو جاؤ یا بیٹھ جاؤ۔ آتما نند جی ان کے سرہانے آکر بیٹھ گئے۔ تب کہا کہ آتما نند کیا چاہتے ہو؟ آتما نند ایشور سے یہی چاہتے ہیں۔ کہ آپ اچھے ہو جائیں۔ سوامی جی کچھ ٹھہر کر "یہ دیہہ ہے اس کا کیا اچھا ہوگا۔" پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر پھیرا اور کہا آنند سے رہنا۔ پھر سوامی جی نے گوپال گری سنیاسی جو کاشی سے انہیں ملنے آئے تھے کو بلا کر کہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے بھی وہی اتر دیا۔ کہ آپ کا اچھا ہونا چاہتا ہوں۔ تب کہا تم بھی اچھی پرکار سے رہنا۔

یہ سماچار سن کر علی گڑھ۔ میرٹھ۔ لاہور وغیرہ دور دور کے استھانوں سے آئے ہوئے لوگ پاس آکر سب شری سوامی جی کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جنہوں نے سب کو ایسی کرپا درشٹی سے دیکھا کہ زبان بیان سے اور قلم تحریر سے عاجز ہے۔ وہ سمے ہی تھا۔ مانو سوامی جی سب کو کہتے تھے کہ تم کیوں اداس ہو دھیرج دھرنا چاہئے دو دوشالے اور دو سو روپے مہاراج نے مانگے جب لائے گئے تو کہا کہ بھیم سین اور آتما نند کو دیدو۔ لیکن انہوں نے واپس کر دئے۔ اسی طرح ڈاکٹر [illegible] داس کو پیش نذر ہوا۔ انہوں نے بھی واپس کر دیا۔

اس سمے شری جی کے مکھ پر کسی پرکار کا شوک اور گھبراہٹ پرتیت نہیں ہوتی تھی۔ ایسی دشا کے ساتھ مرتیو کا سامنا کرتے تھے۔ کہ گویا کبھی بھی بھے یا شوک نہ

بدھ کی سہ پہر بات چیت کرتے کرتے پانچ بج گئے۔ اور بڑی سادہ دلی سے پوچھے
سکے بدلو پوچھا گیا۔ کہ کیسے اس طبیعت کا کیا حال ہے۔ کہنے لگے کہ اچھا ہے تیج اور
منار کا حال ہے۔ شروع تا کچھ نہ کہہ سکے۔ آخر کار سوامی جی اس سے عام علم باتیں
ہے تھے۔ ساڑھے پانچ بجے کا سماں آیا۔ پنڈتان کیا اچھیرے۔ کیا پوچھتے سوامی
کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ دروازے کے چاروں طرف جسم دل تھے تھے۔ اور پھر
صحت کے دو چھوٹے دروازے بھی کھلوا دئے گئے۔ اتنے میں پنڈت ماں لال جی
آ گئے۔ سوامی جی نے پوچھا۔ کون سا پکش ہے اور کیا وار ہے۔ کسی نے نرائن
کہا کرشن پکش کا انت اور شکل پکش آدی۔ اماوس منگلوار ہے۔ یہ سنکر وہ بیٹھے
چھت اور دیواروں کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر وید منتر پڑھے۔ جیسے وہ سنسکرت میں
ایشور کی آراستگی۔ پھر بھاشا میں ایشور کے گنوں کا تھوڑا سا کیرتن کر کے بڑی
پرسنتا اور سرت سے گایتری منتر کا پاٹھ کرنے لگے۔ اور گایتری منتر کے پاٹھ
کے پیچھے آپ چپ رہے۔ سمادھی بندھ رہ کر آنکھ کھول
لیں پھر پرسنتا اور پرمیشور سے بولے جب تیری مانا۔ ایشور تیری بھی اچھا ہے تیری
بول بیٹھنے لگے۔ کر دیا۔ اور جب میں نے ابھی لیلا کی ہے اچھا ہے سوامی
جی۔ تیری اچھا پوری ہو۔ آہا۔ +
بی کے گرد نیز بہ افسوس اس سے سوامی جی دیوک نے پران تیاگ دیا +
اس وقت شام کے ۷ بجے تھے۔ اور دیوالی کا دن تھا۔ کرم کا سمبت اور
کارتک بدی اماوس تھی۔ کرشن پکش کا انت اور شکل پکش کا آرمبھ تھا
عیسوی سنہ کی تاریخ ۳۰ اکتوبر اور دن منگل کا تھا۔ انگریزی حساب
سے کا تک کی ۱۵ تاریخ تھی۔ بعض چاہتے تھے کہ چار پائی سے اتار دیا جائے۔ مگر
حکم نہیں تھا۔ ایسا نہیں کیا گیا۔ آخر بس سوامی جی کا پران تیاگ سے پہلے رہ گئی
نے مہاتما نے ہاں پوری نیند سو گئے۔
بعض۔ لالہ جیوند اس جی
کہ سب بھائی منتظر۔ یہ خبر سن کر ورمیاں آگئے اور بیٹھے تھے کہ ہم سب کو بلا لیں
کا نام سن کر دل سے ہی دیا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ۔ جیسا کہ جنگل میں سب جانوروں کا وستو رہا ہے

(نوٹ) یہ آ باکی لفظ انہوں نے ایسا کہا تھا کہ کوئی شخص کی بدحالی سے بچھڑنے سے گئے
ہوئے دوست کو ملے پر جیسی خوشی ہوتا ہے اور اس وقت کی حالت: ان کی خوشی کی حالت تھی۔ ہوئی
وجہ ہے کہ ان کی اس عجیب خوشی کی حالت نے ناستک پنڈت گورودت کو ایشور کا بھگت
کی زبردست محل ثبوت بن گئے رہ گیا وہ منحرف ہے۔ کہ اس وقت پنڈت گورودت جی ایم اے
جو دہاں کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بت حیرت سے اس حالت کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اور وہ بالکل سیدھے
اکتا بیل۔ تھے۔

مگر جناب پرتنوں سنتے ہیں کہ مہاراج ایسی باتوں کو پہلے سے ہی وچار کر اپنا وصیت نامہ لکھ چکے ہیں۔ اس کے مطابق ہی کیا جائیگا۔ ان سناسیوں نے بہت زور مارا اور آخر کو یہ بھی کہا کہ خواہ مہاراج ہمارے مخالف ہی تھے۔ مگر پھر بھی ہمارے ہی تھے۔ اگر ہماری منڈلی ہوتی۔ تو ہم بڑا جلوس نکالتے۔ مگر کیا کریں۔ ہم صرف دو تین ہی ہیں

دوسرے دن پراتہ کال ہی بیکنٹھی تیار ہوگئی۔ اور مرتک شریر کو سنان کرا کر جیون آریہ سوگندھت ورتیوں کا لیپ کر کے بیکنٹھی میں جس پرکار سوامی جی نے بیٹھ کر پران چھوڑے تھے۔ اسی پرکار سے دھر دیا۔ کہ سوامی جی کا شریر چارپائی سے نیچے نہیں اتارا گیا تھا مگر مرنے کے بعد بستر پلنگ پر رہا۔ سینکڑوں شخص ان کے مکھ دیکھنے کو دوڑے اور اب تک پرکار کے سنکلپ کر آنسوؤں کی ندیاں بہا رہے تھے۔

خبر یہاں بیان کیا جاتا ہے کہ جن شنکر جی وزن سے اور سے پورے سخت بیماری کی خبر سنکر پنڈیا موہن لال جی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ اگر ان کا شریر چھوٹ جائے۔ تو مرت شریر کو کسی پرکار سے چار پانچ روز رکھا جاوے۔ تاکہ ہم اور دیگر دوسارکو سوامی جی کے درشن ہو جانے کا سوبھاگ پراپت ہو۔ پرنتو سماج نے اس خوف سے کہ بیدی کی اس مرت شریر کو اتنی دیر تک رکھا گیا۔ تو ڈاکٹر بیٹ چہرے کا سوبیکار نہ کیا اور اس دن ہی داہ کرنے کی صلاح ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ ایسی استقدر جلدی تھی کہ لالہ جیٹھا پرشاد سوپروائزر نے جو تب اجمیر سماج کے پردھان تھے۔ کچھ کچھ روپیہ ادھر ادھر سے لیکر مدد دینے کو بلا لئے۔ لالہ جیٹھمل کا بیان ہے۔ کہ ایک بار میں نے ارتھی کے نیچے کندھا دیا۔ مگر بمشکل چند منٹ چل سکا۔ اور جلدی ہی کندھا بدلنا پڑا۔ الغرض جب بیکنٹھی تیار ہوگئی۔ تو اس کے چاروں طرف کیلوں کے پتے اور بیچ آرتی رکھ دئے۔ تب سب لوگوں نے مل کر اس کے چاروں طرف کھڑے ہو وید منتروں کا پاٹھ بڑی عزت سے شروع کیا۔ آدھ گھنٹہ تک کیا۔ تب بیکنٹھی اٹھائی گئی۔ اس سمے لوگ جہاں بیٹھے تھے۔ اور شوبھات سہت نگری کا پردہ ... کے ساتھ ساتھ بہت بڑی بھیڑ جمع ہوگئی۔ اس وقت دن کے دس بجے ہونگے۔ سب سے آگے بابا نندی گوپال گرجی۔ پردھان جیٹھ جی وشنو لال جی وید منتروں کا پاٹھ ادھر سے پڑھتے جاتے تھے۔ پنڈت بھاگ رام جی جج اجمیر و رائے بہادر پنڈت سندر لال جی سپرنٹنڈنٹ اسسٹنٹ ڈائریکٹر علیگڑھ اور دیگر معزز آدمی بڑی سادگی سے پیدل چلتے جاتے تھے۔ الغرض اجمیر کے آگرہ دروازہ سے ہوتے ہوئے گھسے بازار کے چوک میں وید منتر پڑھتے وہاں کی منڈی درگاہ بازار میں قدم قدم پر ٹھہرتے ہوئے کوتوالی بازار سے اوسری دروازہ تک پہنچے۔ وہاں سے ملکر شمشان میں آگئی اور کی بیکنٹھی جا اتاری۔ یہ شمشان اجمیر شہر کے دکھن کی طرف ہے۔ اور سوامی جی

کی آگیا ایسی ہی تھی۔ کہ شہر سے دکھن بھاگ میں مہاشمشان پر دگ ہو کیا جاوے۔ جب
سب لوگ مہاراج کی ارتھی کو رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور ویدی بنانا جیسا کہ سنسکار ودھی
میں لکھا ہے آرمبھ ہوا تو اس سمے پنڈت بھاگ رام جی نے دیکھا۔ کہ اس سمے سب
لوگ شوک سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس کے اپاؤ کے لئے انہیں دیا کھیان روپی
ناؤ کو ڈال خود ملاح ہو ان لوگوں کو دھیرج بندھاؤں۔ ایسا دیا کھیان ارتھات پنڈت
جی نے سوامی جی مہاراج کی مہما کا دیا۔ پھر پکارتا ہوا دیش ہتیشتا پرسنسا میں اتم دیا کھیان
کر لوگوں کو چترت کر دیا۔ ان کے بعد رائے بہادر پنڈت سندر لال جی نے سر چنے
کو کھڑا کر دیا کھیان دینا چاہا۔ پرنتو تھوڑا سا کتھن کرنے کے پشچات رونے لگ گئے
لیا۔ اور آگے کہتے نہ بنا۔ اسی اوسر میں ویدی بھی تیار ہو گئی جس پر شو ویدی کے چاروں
اور جم گئے۔ اور دو من چندن۔ دس من پیپل کا کاشٹھ۔ چار من گھی۔ پانچ سیر کپور۔
ایک سیر کیسر۔ دو تولے کستوری آدی سامگری چکر وگیرہ کرنے کے لئے منگا رکھی تھی
ویدی کے پاس لائی گئی۔

اول چندن آدی کاشٹھ ویدی میں چن اس کے اوپر سوامی جی کا شریر رکھا۔
تت پشچات اوپر سے کیسر اور چندن آدی کا کاشٹھ چن دیا۔ پھر راما نند جی و آتما نند جی
نے اوپر بیدی کے کونوں میں اگنی پرویش کی سنسکار ودھی کے انوسار وید
منتروں کا پاٹھ کرا ہوتی دینا آرمبھ کیا۔ اس پرکار سے چھ بجے تک آہوتی دوارا مہاراج
کا شریر جل کر پانچ تتوں کا بنا ہوا تھا۔ جس میں سوکر اکاش مارگ کو پراپت ہوا۔ تو
سب لوگ شوک ساگر میں ڈوبے ہوئے سر دھن رہے تھے۔ اور سنان کرکے گھر کو چلے
گئے۔

دوسرے دن یکم نومبر کو پنڈت موہن لال وشنو لال پنڈیا سکتری مہاراج اودے پور
آدھیش نے سوامی جی کے وصیت نامہ کے انوسار سوامی جی کی سرو وستو ٹھیک
آدی اپنے ادھیکار میں لے اور اور سے یعدکر دسے دستور وانہ کر دیں +

ہم زہر دینے والے کا اقبال۔ سوامی جیسے مہان پرش کی موت کو جس طرح تمام ہندو
اور مسلمان عیسائی تک نے محسوس کیا۔ نہ صرف بھارت ورش۔ بلکہ باہر کی دنیا نے اسکا ذکر جس
میں سوامی جی کی نسبت لوگوں کی رائیں" اس مضمون میں کیا گیا ہے۔ تاہم اس باب کو ختم
کرتے ہوئے یہ ذکر کر دینا موزوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ زہر دینے والے نے بدعت و بازگشتی
نتیجہ پا لیا سے ہی اسکا عوض مل گیا تھا اور ایک طرح اپنی زندگی سخت مصیبت میں گذار کر خاتمہ
کیا پھر۔ لیکن اسکا دکھ اس نقصان کے مقابلے میں جو کل جگت کو اس کے فعل سے پہنچا
بالکل ہیچ ہے۔ بسا ضروری اسکا خاص ذکر کرنا بھی غیر ضروری ہے۔ کیونکہ وہ محض ایک اوزار تھا
ذبھاری سازش جس کے ہاتھ میں کام کر رہا تھا۔ جسکا کافی اشارہ پہلے دیا گیا۔

باوجود اس کے کہ یہ خیال جو سوامی دیانند کو بے نظیر بہادر ثابت کرتا ہے خود بخود حق کا اثبات سے ملتا ہے۔ اس کے بیان کو غیر معمولی وقعت دیتے ہیں۔

پیارے ناظرین! دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال آپ کو نہیں مل سکتی کہ اس اندھکار کے زمانے میں؛ شبا دھرم کو کوئی شخص یہاں تک سدھ کر سکے۔ کہ اپنے قاتل کی زندگی کو بچانے کا سامان کر کے دے دیا۔ کھٹ مٹ اور شبا کا پورا کمال رشی نے دکھایا۔ جب اپنے زہر دینے والے کو دھن دیا۔ وہ دیر ہو گی۔ کہ نیپال آدمی میں چلا جا۔ یہ اگر جو ہو گا دیکھیو ہو گا۔ لیکن آدمی جان بچا۔ سوامی جی کی یہ دیا ایک لطف سے ظاہر ہوتی ہے جو ایڈیٹر صاحب ست دھرم پرچارک کو ایک خط سے آیا اور جو حسب ذیل ہے۔

بمبئی سے ایک پنڈت اپنے کام کے لئے یہاں آیا۔ وہ میرا ہمسایہ بھی ہے۔ اس کے ساتھ کئی دھارمک وشیوں پر بات چیت ہوئی۔ ان میں سے ایک ایسی بات ہے۔ جو جاننے کی بہت بڑی اصلیت رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ ماسٹر اس جگن ناتھ باپ سے ملے ہیں۔ جس نے سوامی دیانند سرسوتی کو زہر دیا تھا۔ پندرہ برس تک تو وہ ریاست نیپال میں رہا۔ اور کئی برس تک نام اور بھیس بدل کر بھارت ورش میں ادھر ادھر گھومتا اور بھکشا مانگ کر گزارہ کرتا رہا۔ میرے ہمسایہ سے بمبئی میں ملا۔ اس سے اپنا حال بتایا۔ وہ اپنے آپ کو ہتیارا اور دیش دھرم کا دشمن سمجھتا رہا۔ اس نے کہا کہ بس کے ورش پہلے ہی شری سوامی جی دیا راج نے معلوم کیا تھا۔ کہ جگن ناتھ نے زہر دیا ہے۔ انہوں نے کیول اتنا کہا کہ

"میرے اس مرنے سے میرا کام بالکل ادھورا رہ گیا"۔ اور جگن ناتھ کو کچھ دھن دے کر ریاست نیپال میں چلے جانے کی ہدایت کی۔ جس سے وہ سرکاری مقدمے سے بچ جاوے۔ جگن ناتھ کے اس بیان سے رشی دیانند کے تمام مخالفوں کو بھی پتہ دلا دیا ہے کہ رشی ایک مہان پرش اور تمام مہرشی شوک اپیتا درشی تھا۔ کہ وہ آدمی یہ وجہ پاپ کے ہو گئے اور کچھ معنوں میں بڑی جگہ اگرچہ اپنی زندگی پر حملہ کرنے والوں کو اس سے پہلے بھی اپنی شانتی اور دیا کے کمال سے بچا چکے تھے۔ تاہم جگن ناتھ کی جان جس طریق پر انہوں نے بچائی وہ دھارمک ایدیشکوں کی تاریخ میں شانتی کا سچا ادرش ہے۔

پرماتما کرے ہم سب خود غرضی اور نفاق سے دور ہو کر اپنے آپ کو رشی کی چھتر چھایا میں سونپ دیں۔ اور اپنے سارے دل سے دھرم پرچار کے کام کو کامیاب بنا سکیں۔

تتمہ جیون چرتر مہرشی سوامی دیانند سرسوتی

باب اوّل

سوامی جی کا وید بھاشیہ

۱۔ گورنمنٹ سے درخواست اور اسکا حشر۔ سوامی جی نے لاہور میں آکر اپنا وید بھاشیہ سوا ایک چٹھی کے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں ارسال کیا کہ وہ اسے محکمہ تعلیم کے کورس میں داخل کرے۔ گورنمنٹ نے اسے بغرض حصول رائے سینٹ کے پاس بھیجدیا۔ اور سینٹ نے پنڈتوں اور سنسکرت کے پروفیسروں کی رائے طلب کی۔ ان کا علم سب وید ودھ سنکوں اور پرانے بھاشیوں پر مبنی تھا۔ اور مذہبی طور پر ان کا اختلاف رائے بھی تھا۔ لہٰذا ان سے موافق رائے ملنا امر محال تھا۔ چنانچہ انہوں نے اعتراض کر دئے۔

۲۔ مزید کارروائی۔ سوامی جی کو جب یہ اعتراض معلوم ہوئے۔ تو انہوں نے سب کا جواب لکھکر آریہ سماج لاہور میں بھیجدیا۔ تاکہ وہ اسے انگریزی میں ترجمہ کرکے گورنمنٹ کی خدمت میں روانہ کرے۔ چنانچہ اسپر عمل کیا گیا۔ اور یہ کاغذات بھیجے گئے۔

(الف) لاہور سماج کی چٹھی۔ وصول ہوا۔ ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر صاحب ایم۔ اے بیرسٹر ایٹ لا رجسٹرار آف دی پنجاب یونیورسٹی کالج شملہ۔

صاحب جو چٹھی گورنمنٹ پنجاب نے پنڈت سوامی دیانند سرسوتی کے وید بھاشیہ کے حسن و قبح کی جانچ کیواسطے آپ کے یونیورسٹی کالج کے سینٹ کے پاس بھیجی تھی۔ اس کے نتیجہ کو صوبہ بمبئی میں بمبئی و پونا اور ممالک مغربی و شمالی میں مراد آباد و شاہجہانپور اور پنجاب میں لاہور و امرتسر کی آریہ سماجیں بہت انتظار کے ساتھ دیکھ رہی ہیں۔ لہٰذا

اس سے کہ آریہ سماج لاہور کو مسٹر گریفتھ و مسٹر ٹانی صاحبان اور بعض پنڈتان لاہور کی رائے کا حال معلوم ہو۔ آریہ سماج نے باوجودیکہ اس سے کچھ استفسار نہیں کیا گیا۔ اپنا فرض سمجھا کہ ایسے حالات اور واقعات آپ پر ظاہر کئے جاویں۔ جب تک وہ فاضل جج (ریسٹ کے ممبران) فریقین کے بیان سننے کے بعد زیادہ صحیح اور پختہ فیصلہ اس بارے میں صادر نہ فرما دیں۔

سوامی دیانند نے خود بھی اس بارہ میں ایک مضمون تیار کیا ہے۔ جسکو آریہ سماج نے بعض کے کل اعتراضات کا شافی جواب کہا ہے۔ اور وہ اصل مضمون بھی ساتھ بھیجا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مہابھارت کے زمانہ سے پہلے کہ جس کا زمانہ انگریزی حساب کے بموجب بھی اور نیز اندازاً اوسط اندازہ سے مسیح سے چھ سات سو برس پہلے ہوتا ہے ویدوں کی تعلیم و تشریح برابر ہند میں ہوتی تھی۔ اسوقت ایسے سکول موجود تھے جہاں صرف ویدوں ہی کی پڑھائی ہوتی تھی۔ اور ویدوں کی تشریح و تفسیر کی سہولیت کے لئے براہمن اور نرکت و گرامر بھی لکھی جاتی تھیں۔ ان تصانیف میں سے بعض باوجود انقلاب و تباہی زمانہ اب تک موجود ہیں۔ یہ تصنیفات گو کمیاب ہیں۔ مگر بالکل معدوم نہیں ہو گئیں۔ ان میں سے زیادہ مشہور یہ کتابیں ہیں۔ برہمن۔ نرکت۔ نگھنٹو اور پانی منی کی گرامر وغیرہ۔ پس ان سکولوں کو ویدوں کی زیادہ اور صحیح تفسیر اور ویاکرن سمجھنا چاہئے۔ جبکہ جنگ مہابھارت کا زمانہ آیا۔ اسوقت ہندو سوسائٹی کی جڑ کو سخت صدمہ پہنچا۔ اسوقت لوگوں کو بجائے مذہب اور دین کے معاش کا زیادہ خیال ہوا۔ علاوہ اس لڑائی میں کل شمالی حصہ ایک اندھیر طرف ہو گیا۔ نہ صرف ایام جنگ میں۔ بلکہ اسکے کئی صدیوں تک بھی ویدوں کی تعلیم کسمپرسی کی حالت میں ہو گئی۔ جب ذرا امن و امان کا زمانہ آیا۔ تو ویدوں کی تعلیم کا نئے سر سے بھی ہونا شروع ہوا۔ اور نئی قسم کی تعلیم گاہیں جاری ہوئیں اور نئی تفسیریں بننے لگیں۔ جن میں پرانے رشیوں کی تفسیروں کا کچھ لحاظ نہ رکھا گیا۔ بلکہ لوگوں نے اس زمانہ کے مطابق من مانی تفاسیر بنا لیں۔ ابھی اس سے بدتر زمانہ آئندہ آنیوالا تھا۔ یعنی بدھ مت اس ملک میں پھیلنے لگا۔ ویدوں کے فاضل پکڑ پکڑ کر مارے گئے۔ اور ان کی پاک کتابیں جلائی گئیں۔ اور برباد کی گئیں۔ ابھی بدھ مذہب کو ملک سے نکالے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا۔ اور ہندوؤں کو غلبہ پائے کو بہت مدت نہ گذری تھی۔ کہ ایک اور دوسرا خوفناک دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا۔ جنگ مہابھارت اور بدھ مذہب نے ملک کو تباہ کرنے میں جو کسر باقی رکھی تھی۔ وہ مسلمانوں کی فتح نے پوری کی۔ کل علوم و ہنر اور ویدک مذہب کا خاتمہ ہوا۔ سنسکرت، ہندو مذہب اور راجاؤں کے معاش اسی مالہ کے زمانے کے ہیں۔ ان سے جو کچھ ہوا۔ سراسر نقصان ہی ہوا۔ فائدہ کچھ بھی نہ ہوا۔ اور عوام لوگوں کے لئے براہمن پنڈتوں نے اسقدر اندھیر کیا ہے۔ کہ پرانے رشیوں کی تفاسیر کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اور

زمانۂ آئندہ میں ایک روشنی کا جلوہ ہونے والا تھا۔ پچھلی صدی کے آخر میں سنسکرت زبان کیطرف کولبروک جونس اور کیری جیسے بڑے فاضلوں کی توجہ ہوئی۔ چنانچہ ان لوگوں کی تحریک نے علم زباندانی میں وہ وہ کار نمایاں کئے کہ مثل بوپ۔ برنوف۔ شلیگل۔ ولسن۔ وہیر اور میکس مولر مشرقی زبانوں کے جاننے والے پیدا ہوگئے۔ اس تحریک نے نہ صرف راجندر لال مترا کو دیا۔ بلکہ امید ہے۔ کہ سوامی دیانند سرسوتی کے وید بھاشیہ کے ذریعہ وید ودیا کی کلید ہم کو ملیگی۔ مگر اس بات کا سخت افسوس ہے۔ کہ یورپ کے ودوانوں کے معلومات سب سے اس ملک کے پنڈتوں سے حاصل کئے ہوئے ہیں۔ جو کہ خود بھی وید ودیا کی گہری معلومات سے آگاہ نہیں تھے۔ اور ان یورپ والوں میں سے جو سب سے زیادہ ودوان سمجھے جاتے ہیں۔ ان کو ساین اور مہیدھر کے سوائے اور کسی کا نام تک معلوم نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ویدک ودیا میں ترقی بہت کم ہوئی۔ اور وید کے منتروں کی تعلیم کے متعلق غلط خیالات یورپ میں پھیلے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ بہرحال ہر صورت اور ہر پہلو اس ملک کی قدیمی تہذیب اور علمی نسبت نئی روشنی ملتی جاتی ہے اور اگرچہ یورپ کے مشرقی فاضلوں کی تحقیق یا مشترکہ کوششوں نے اس بارہ میں بہت کچھ کام کیا۔ مگر ابھی بہت کام باقی ہے۔ اور ہم کو امید ہے۔ کہ ایک وقت آئیگا۔ جبکہ جو وید بھاشیہ ویدک ودیا کی تشریحات کی معلومات کی ایک کلید بھی جاویگی۔ ایسے کچھ تعجب نہیں۔ کہ وہ اس بات کو تسلیم بھی کر لیں۔ کہ ویدوں میں صرف ایک خدا کی تعلیم ہے۔ مگر ہم کو یقین ہے۔ کہ سوامی دیانند جی نے جو تحریک اس بارہ میں کی ہے۔ اس سے زیادہ تحقیقات کا جوش پھیلیگا۔ اور آخر راستی کا پرکاش ہوگا۔ لیکن بہ نسبت اس ملک کے پنڈتوں کے یورپین ودوانوں سے ہم کو زیادہ امید ہے کیونکہ بت پرستی کے قائم رکھنے میں ان کی ذاتی غرض کوئی نہیں ہے۔ بالفعل آریہ سماج کو صرف اس بات کی امید ہے۔ کہ جوں جوں روشنی پھیلیگی۔ تاریکی دور ہوگی یہ لوگ سمجھتے جاوینگے۔ یہ بات کہ وید ودیا یورپ میں بھی آج کے دن کیا ہے۔ اس سے زیادہ ثبوت کی محتاج نہیں۔ کہ یورپ کے بڑے بڑے ودوان اس بات کو قبول کرتے ہیں۔ کہ ویدوں کے کئی منتر ایسے گوڑھ ہیں کہ ان کا کچھ مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ اور جو کچھ ان منتروں کا ارتھ ظاہر کرنے کے بارے میں اب تک کوشش کی گئی ہے۔ اس میں لفظوں کے صرف قیاسی ارتھ بتائے گئے ہیں۔ کہ جن سے کچھ مسلسل ارتھ نہیں نکل سکتا۔ زمانہ حال کے فاضلوں کی ویدک ودیا سے لاعلمی مندرجہ ذیل ایک ہی منتر کے ترجمہ سے ظاہر ہوگی۔ جو کہ مختلف فاضلوں نے مختلف طرح پر کیا ہے۔ اور اسکا غالباً باہمی اسقدر اختلاف ہے۔ جسقدر کہ مول گرنتھ کی اصل ہے

उतत्वः पश्यन्न ददर्श वाचमुतत्वः शृण्वन्न शृणोत्येनाम् । ऋ० १० ॥
उतोत्वस्मै तन्वं विसस्रे जायेव पत्य उशती सुवासाः ऋ० मं० १० ॥

دیباچہ رگ وید مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴۲ ۔۴۳ مصنفہ پروفیسر میکس مولر صاحب

نمبر ۱ ۔ آیا ہمارے دشمن یہ کہتے ہیں ۔ کہ تم جو صرف اندر کی پوجا کرنے والے ہو ۔ اور کہیں چلے جاؤ ۔ اور یا صرف ایک ہی بڑے زور آور کی ۔ تمام لوگ ہمیں خوش نصیب کہتے ہیں کاش کہ ہم ہمیشہ اندر کی زیر حفاظت رہیں مجھے خیال آیا ۔ کہ اس منتر کے عام معنوں میں تو کوئی شک نہیں ۔ مگر اس میں ایک لفظ اری ہے ۔ جسکے معنے زیادہ دیا رکھنے کے لائق ہیں ۔ لیکن بہت سے معانی جو مختلف عالموں نے کئے ہیں ۔ وہ عجیب ہیں ۔ جیسے اگر ہم سانیا کیطرف دیکھیں ۔ تو وہ یہ معنے کرتا ہے +

سائن کا ترجمہ ۔ ہمارے پروہت اندر کو اٹھاویں ۔ ہمارے دشمن یہاں سے چلے جائیں ۔ اور دیگر جگہ سے بھی چلے جائیں ۔ ہمارے پروہت اندر کی اپاسنا کریں ۔ وہ جو کہ ہمیشہ اندر کی پوجا کرتے ہیں ۔ اور دشمنوں کے ناش کرنے والے لوگ ہمیں وہ دھنوان کہیں اور کہتے دوست لوگ ۔ ہم ہمیشہ اندر کی خوشی میں رہیں ۔

پروفیسر ولسن نے سائن کی بالکل نقل نہیں کی ۔ بلکہ یہ ترجمہ کیا ہے +

ہمارے پروہت اس کی پوجا کرتے ہوئے بولیں ۔ اور نکالیاں نکالنے والو یہاں سے چلے جاؤ ۔ اور اور جگہ سے بھی جہاں کہ وہ پوجا جاتا ہے ۔ دشمنوں کے ناش کرنے والے ہمارے دشمن کہیں ۔ کہ ہم خوش والے ہیں ۔ لوگ ہمیں مبارک دیں ۔ ہم ہمیشہ ان کی خوشیوں میں رہیں ۔ جو کہ ہمیشہ اندر کی مہربانی سے آتی ہیں ۔

سٹیونسن ۔ تمام شخص اندر کی اپاسنا میں شامل ہوں ۔ بد ذات اور نفرت کرنے والے یہاں سے چلے جاؤ ۔ اور دیگر جگہ سے بھی جبکہ ہم اندر کی پوجا کرتے ہیں ۔ اور دشمن کے ناش کرنے والے تمہاری مہربانی سے ہمارے دشمن بھی ہمیں جو کہ دولتمند ہیں ۔ نیکی سے پوجتے ہیں ۔ پھر کیا تعجب ہے ۔ اگر اور آدمی بھی ایسا کرتے ہیں ۔ ہم خوشیاں منائیں ۔ جو کہ اندر کی برکت سے آتی ہیں ۔

پروفیسر بن فی ۔ اور نفرت کرنے والے کہیں کہ وہ سب سے نکالے گئے ہیں اسواسطے وہ اندر کو مناتے ہیں ۔ تمام دشمن اور ملک ہمیں خوش کہیں ۔ اور ناش کرنے والے اگر ہم اندر کی زیر حفاظت ہیں ۔

پروفیسر لانگ نے لفظ ایتنا کو ٹھیک دوسری جگہ کے معنوں میں لیا ۔ اور اس واسطے اس فقرہ کو یہاں سے چلے جاؤ کی اپنی سطوں میں لیا ۔ جیسے کہ میں نے لیا ۔ بعد کو اسی ۔ وی آر اس نے اپنے آپ کو درست کیا ۔ اپنی لفظوں کو اسطرح ترجمہ کیا ۔ کہ ہم کسی اور کو بھولتے ہوئے پروفیسر بائبن سن نے اپنی کتاب اور ینٹ اور آکسیڈنٹ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ میں پروفیسر

ماتھ کے دوسرے صفوں کو کسی قدر لے کر اور ان کی بے ترتیبی دیکھ کر یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ چیز جو کہ قبول کی گئی ہے۔ وہ بے ترتیب ہے۔ لیکن اور دیوتاؤں کی اندر کے سوا پرستش ہے۔ اسی بے یقینی کے سبب پروفیسر میکس مولر نے اپنی رگ وید سنگتا کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ کہ میرا ترجمہ کئی جگہ درستی کے قابل ہے۔ اور دیر یا جلدی اس کی جگہ نیا ترجمہ ہوگا۔ اور ہندوستان میں وید کی علمیت کا کم ہونا اس بات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سوامی دیانند کے بار بار چیلنج دینے کے باوجود بھی کوئی پنڈت ابھی تک سامنے نہیں آسکا۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ ویدوں میں بت پرستی ہے۔ اگرچہ وہ سارے کہتے ہیں۔ کہ یہ ان میں ہے۔ ایسی حالت ہونے کا یہ باعث ہے۔ کہ ہندوستان میں ویدوں کو صرف زبانی یاد کر لیتے ہیں۔ اور اس کے معنے نہیں سمجھتے۔ برخلاف اس کے سوامی دیانند نہ صرف اپنی فصاحت سے اور نہ صرف اپنے زبردست دلائل کے زور سے لوگوں کے دلوں کو یقین دلاتا ہے۔ بلکہ اپنے وید بھاشیہ میں لفظوں کی تاریخ اور ہر ایک فعل کو جس سے کہ وہ اپنے معنے کرتا ہے۔ بتلاتا جاتا ہے۔ اور جو معنے کہ وہ لفظوں کے دیتا ہے۔ ویدوں۔ برہمنوں۔ نگھنٹو۔ اور پانینی کی گرامر سے ثابت کرتا جاتا ہے۔ اپنی بڑی بھاری علمیت اور گہری تحقیق کو اس کام میں استعمال کرتا ہوا وہ محبت سے اس انسانوں کی لائبریری کی سب سے قدیم کتاب میں جان ڈال رہا ہے۔ یہاں تکلیفات کو ظاہر کرتا ہے جنہوں نے اس کی آزاد ترقی کو آج تک بند رکھا۔ اور علم زبان کو عموماً اور ہندوستان کے علم زبان کی خصوصاً لاانتہا خدمت کرتا ہے۔ اس کے نر اور خریدار بڑھتے ہیں۔ اور روز بروز بڑھتے ہیں۔ ان باتوں کو خیال کرکے اور اسباب کو کہ جیسا کہ پنجاب گورنمنٹ اور ہندوستان کی لوکل گورنمنٹیں یہ جانتی ہیں۔ کہ ہندوستان کی ہسٹری (تواریخ) پر وید نے کتنا اثر ڈالا ہے۔ اور اس بات کو بھی کہ وہ ہر ایک ہندوستانی لٹریچر کے ساتھ نسبت قریبی سنبندھ رکھتا ہے۔ اور گہری نسبت جو کہ ہندوستان کی قوم کے دل پر ان کی مذہبی و اخلاقی باتوں نے قائم کی ہے۔ اور ان کے سناتن پرمان جس سے کہ ہندوستان کی زندگی کے پبلک اور پرائیویٹ کام کئے جاتے ہیں سماج امید کرتی ہے۔ کہ گورنمنٹ ان کی راؤں پر اعتماد و ان باتوں میں اگرچہ کیسے ہی لائق ہوں مگر ہماری رائے میں انکو اتنی شہرت حاصل نہیں ہوئی۔ کہ انہیں ویدک سکالر کہا جاسکے) فیصلہ نہیں کریگی۔

اب آخر میں سماج ان سب باتوں کو بطور اختصار دہرانے کی اجازت مانگتی ہے کہ جس گورنمنٹ سوامی دیانند جی کے بھاشیہ کی سرپرستی قبول کرے۔ اور امید کرتی ہے۔ کہ گورنمنٹ ملک کی اور لوکل گورنمنٹوں کو بھی ایک بڑے بھاری رفارمر اور سکالر کے نیک کام کو مدد دینے کیلئے آمادہ کریگی۔

اول۔ ہندوستان کی علم زبان اگر صدق طریقہ پر چلے۔ تو بالضرور یہ ویدوں سے شروع ہوگی۔ اس واسطے ویدوں کا پرچار ضروری ہے +

دوئم۔ اس وید بھاشیہ کے چھپنے سے جو تحقیقات کا مادہ پیدا کیا گیا ہے۔ اسکو ترقی دینے میں مدد دیگا ۔

سوئم۔ وید ودیا کا پھیلنا ہندو دماغ کو باطل توہمات و جاہلانہ تعصبات سے آزاد کریگا۔

چہارم۔ سوامی دیانند کا بھاشیہ سب بڑے بڑے پرمانوں پر مبنی ہے۔ جنکو کہ یورپین سکالر بھی مانتے ہیں۔ اگرچہ وہ ابھی تک انسے کام میں نہیں لائے۔

پنجم۔ چونکہ خود غرض برہمنوں اور غلط آگاہی رکھنے والے یورپینوں سے فی الحال بلا تعصب رائے ملنے کی کوئی امید نہیں۔ لہٰذا اس حالت میں اسکو زبان کا ٹھیک موقعہ دیا جاوے

لاہور۔ ۲۵ اگست ۱۸۸۷ء

ہم ہیں جناب آپ کے فرمانبردار۔ جیو نداس ورسارو امرپرشاد وبچا چاریہ وغیرہ

(ب) اعتراضات کے جواب از سوامی جی۔ مجھے وکیل ہند اخبار اور یونیورسٹی کے کاغذات سے جو باتیں نے چھاپے ہیں۔ یہ پڑھکر افسوس ہوا۔ کہ کئی منشوں نے میرے بھاشیہ کے خلاف رائیں دی ہیں۔ ان کے اعتراضوں کا میں سلسلہ وار جواب دیتا ہوں۔

اول۔ ایف گریفتھ صاحب۔ ایم۔ اے پرنسپل بنارس کالج کے اعتراضوں کا جواب دیتے ہیں۔ مجھے اس بات کے کہنے کی اجازت ہو کہ اس کی رائے کی بعض باتیں درگذر کرنے کے لائق ہیں۔ پانچ ہزار برس سے ویدوں کا ابھیاس نہیں رہا۔ مہابھارت سے پہلے تمام رسم و رواج ویدک ریتی سے ہوتے تھے۔ اسواسطے وہ سب پڑھے جاتے تھے۔ اور جو لفظ کہ ان میں آتے ہیں۔ ان کے ٹھیک معنے لئے جاتے ہیں۔ جو بھاشیہ کہ اسوقت کئے گئے۔ انکو یکار سمجھنا چاہئے۔ سائن کا بھاشیہ جو بہت دیر پیچھے ہوا۔ وہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پہلے زمانے میں بھاشیہ بزبان یاد کئے جاتے تھے۔ کوئی بھی سکول نہیں تھا۔ جہاں ویدوں کی تشریح سنی جاتی تھی۔ اور پرانے بھاشیوں کے بغیر ویدوں کی تشریح ناممکن ہے۔ میرا بھاشیہ بالکل ان پر مبنی ہے۔ جو منتر کہ اب تک چھپ چکے ہیں۔ میں نے ان پر ان کے پرمان دئے ہیں۔ علاوہ جو میں نے لکھا ہے وہ ان کے پرمانوں کے انوکول ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مسٹر گریفتھ کے پاس وہ پرانے بھاشیہ یا پرمان جو میں نے دئے ہیں۔ ہوتے۔ تو وہ بالکل اس کے برخلاف رائے دیتے جو کہ انہوں نے دی ہے۔ سائن۔ مہیدہر اور راوٹ کے بھاشیہ پہلے زمانہ والوں سے بالکل مختلف ہیں۔ اور وہی ہیں کہ جنکا اب تک میکس مولر اور ولسن نے ترجمہ کیا ہے۔ اسواسطے یہ ٹھیک پرمانک نہیں کہے جا سکتے۔ اور یہی کتابیں ہیں کہ جنکو مسٹر گریفتھ وغیرہ نے ٹھیک پرمان مانا اور یہی کتابیں ہیں۔ کہ جن سے مسٹر گریفتھ اور باقی ریویو کرنے والوں نے دھوکا کھایا۔ مجھ پر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ کہ بعض لفظوں کے وہ معنے لئے ہیں۔ جس سے میرا مطلب سدھ ہوتا ہے۔ لیکن یہ الزام ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے جگہ بجگہ اشٹ ادھیائی۔ برہمن۔ شت پتھ برہمن۔ نروکت اور پانی گرنتھ کے پرمان دئے ہیں۔ میں ایسا خیال کرنے سے نہیں رک

سکتا ہے کہ مسٹر گریفتھ نے میری کتاب پڑھنے کے بغیر رائے دی ہے۔ ورنہ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ مسٹر گریفتھ میری کتب کو بے کار کیوں خیال کرتا ہے۔ ایک ہزار سے زیادہ میں نے وید بھاش کے خریدار پیدا کر لئے ہیں۔ اور میرے بھاش کے لئے مسٹر مونئر کی درخواستیں بکثرت آتی ہیں۔ میں اس بات کو کہہ دوں کہ میرے بھاش کے گراہکوں میں سنسکرت و انگریزی دونوں علوم کے ودوانوں کے نام درج ہیں۔ آخیر پر مسٹر گریفتھ کی بابت کہ جن منتروں میں بہت سے دیوتاؤں کا ظاہرا ذکر ہے۔ ان کا عالم اور جاہل کے لئے تسلی بخش جواب نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ چند ایسے منتر پیش کرے۔ اور پھر دیکھے کہ تسلی بخش طور بیان کا جواب دیا جاتا ہے یا نہیں۔ مندرجہ بالا دعوے کے ثبوت میں کالبروک کی کتاب ایسیز میں سے اور چارلس کولین کی کتاب ہندو تھیولوجی سے اور ریورنڈ ہیبرٹ کی شہادت گیا۔ اور میکس مولر کی ہسٹری آف انشنٹ سنسکرت لٹریچر صفحہ ۵۹ سے ذیل میں درج ہے۔

سلہ مولی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وید کے دیوتا ۳۳ ہی تھے۔ [illegible] دیوتاؤں کے مصنفوں نے اندازہ کیا ہے لیکن ہندوستان کی مقدس کتاب کے بہت قدیمی شرحوں کے مطابق وہ بے شمار آدیتیہ اور چیزوں کے نام تین دیوتاؤں میں گھٹ جاتے ہیں۔ اور آخر کار ایک ایشور میں نگھنٹو یا ویدوں کی شرح دیوتاؤں کی تین فہرستوں سے ختم ہوتی ہے۔ پہلے وہ جو اگنی کے دو سمی ہیں۔ دوسرے وہ جو ہوا کے۔ تیسرے وہ جو سورج کے۔ نرکت کے آخری حصہ میں جس میں دیوتاؤں کا بالکل ذکر ہے۔ وہاں یہ دونوں ذکر آئے ہیں کہ کل تین دیوتا ہیں۔

دوسرا یہ کہ یہ صرف ایک ہی ایشور کو ظاہر کرتے ہیں۔ ویدوں کے کئی منتروں سے ثابت ہوتا ہے اور یہ صاف اور واضح طور پر رگ وید کے منڈلس میں نرکت اور ویدک کے بیان سے ظاہر کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے رگ وید [illegible] اور ان سے پہلے معلوم ہندوستان کی مقدس کتاب کے ترجمہ سے نکلتا ہے کہ ہندوستان کا پرانا مذہب جو کہ ہندوستان کی مقدس کتاب پر مبنی ہے۔ صرف ایک ہی خدا کو مانتا ہے۔ سلہ ہندو مذہب جو کہ ویدوں میں ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ بڑے اور صرف ایک ایس وشواتما اور اس کی اپاسنا ہے۔ جو کہ سرب ویاپک۔ سروگیہ۔ اور سرب شکتیمان ہے۔ جیسے کہ اوپر ہم خود مناسب لفظوں میں ظاہر کرتا ہے۔ لیکن وہ خیال کیا ہے انکار کے طور پر [illegible] صرف ان کا کے طور تین قسم ان شکت طاقتوں میں ہی پیدا کرنا۔ وہ نابود کرنا۔ ناش کرنا۔ سلہ یہ اعلیٰ باتیں ہیں یقین کی جا سکتی نہیں ہیں کہ وید صرف ایک ہی ایشور کو مانتا ہے۔ جو کہ سرب شکتیمان۔ انت۔ انادی سچدانند سرشٹی کا سوامی ہے۔ میں ایک اور سوکت کو لکھتا ہوں جس میں ایشور کی وحدت کا اس طاقت سے صحیح طور پر بیان کیا گیا ہے [illegible] ایک ایشور وید [illegible] اسی سوکت میں اور منتر ہے جو کھلے طور پر ایک ایشور کی ہستی ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ ایشور کے ہوں سے پکارا جاتا ہے وہ اسکو اندر [illegible] کہتے ہیں۔ پھر وہ اسے [illegible] جو کہ صرف ایک

[illegible]

مسٹر ٹانی صاحب ایم اے پرنسپل پریزیڈنسی کالج کلکتہ۔ رگ وید کے پہلے منتر میں اگنی لفظ ہے۔ اور مسٹر ٹانی اسکا ترجمہ آگ کرتا ہے۔ لیکن اسکو یہی تاکہ وہ رائے مغالطہ ہی ہے کہ آگ ہی ایک پرستش کی چیز ہے۔ اگنی عنصری اوپاسنا کبھی کسی رشی نے نہیں کی۔ اگنی آگ کے معنوں میں صرف انہیں منتروں میں آتی ہے۔ جنمیں دنیاوی کاروبار کا ذکر ہے۔ مگر ویدوں میں جنمیں دعاؤں اور عبادت کا ذکر ہے۔ وہاں یہ ایشور کا ایک نام ہے۔ اور یہ میری گھڑنت یا قیاس نہیں ہے۔ بلکہ اس کے دونوں معنے برہمنوں اور نرکت میں صاف ظاہر ہیں۔ آخیر پر مسٹر ٹانی کی یہ رائے ہے۔ کہ میں وید بھاشیہ ساین اور انگریزی بھاشیوں کا کھنڈن کرتا ہے۔ اس کے واسطے مجھ پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ اگر ساین نے غلطی کھائی ہے۔ اور انگریزی ترجمہ کرنے والوں نے اسے اپنا رہنما پسند کیا۔ تو مغالطہ بہت دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ صرف سچائی ہی ٹھیر سکتی ہے۔ اور جھوٹ ترقی پذیر تہذیب کے کسوٹی پر ضرور گریگا۔

پنڈت گورپرشاد ہیڈ پنڈت اورینٹل کالج لاہور۔ لکھتے ہیں۔ کہ چھاپنے والے نے ویدی چھاپ دیا۔ جو اسکو دیا گیا۔ یہ ایسا ہی لکھتا ہے۔ کہ چھاپنے والے کی غلطی میری بھی غلطی ہے۔ پھر بھی اس کی مہربانی کا میں مشکور ہوں۔ کہ اگر اس نے ہر ایک چیز کی غلطی نکالی ہے۔ تو اس نے کم سے کم میرے چھاپنے والے کو کچھ فرصت دی ہے۔

۲۔ مجھ پر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ کہ میں اپنا ایک مت گھڑتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس بات سے اسکی ویدوں کی بابت اپنی ناواقفیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اگر اس نے پہلے بھاشیہ پڑھے ہوئے ہوتے۔ تو وہ باوجود ان دلائل کے جو پہلے دی گئی ہے۔ ایسا کبھی نہ کہتا۔

۳۔ مجھ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ میں نے ورترو اگنیہ وش کو اپنے معنے دئے ہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں میں اسے وید بھاشیہ کے دیباچہ کیطرف توجہ دلاتا ہوں۔ جہمیں کہ یہ لفظ مفصل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ اور جسکی ایک کاپی ساتھ منسلک ہے۔ کہ یہ صرف ان کی پرانی سنسکرت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

۴۔ وہ میری گرامر کی غلطیاں نکالتا ہے۔ مجھ پر پرسمی پد کی جگہ آتمنے پد کا استعمال کرنے کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس بات کو یقین دلانے کے لئے کہ وہ گرامر کی باتوں میں سخت غلطی پر ہے میں نے جیا گیٹ بھاشیہ لکھیں۔ رام شنکر اچاریہ۔ انوبھوتی سروپ اچاریہ کے حوالے دئے ہیں۔ جنکی کاپی پنڈت صاحب کو بھیجی جاسکتی ہیں۔ کہ وہ میرے ویدوں ہی کے استعمال کو ٹھیک جائز ظاہر کرتے ہیں۔ میرے دونوں پد کے ٹھیک استعمال کیواسطے میں نے پانینی کی اشٹادھیائی کے تیسرے پد کا نام سوتر کا حوالہ دیا ہے۔

۵۔ جو زن چھند کا میں نے استعمال کیا ہے۔ اس پر بھی اعتراض ہے۔ یہ سب ان کے اعتراض ہنسی والے ہیں۔ اگر میں اس کے جائز ہونے پر بیان دوں۔ تو یہ چھوٹا سا جاننا بھر جائیگا۔ میں پنگل کے سوتروں سے صرف ایک ہی موزوں بیان دیا کرونگا

اور اس کے بھاشیہ کرنا صرف مہیدھر سے ایک نقل ہو جو اصل سنسکرت میں)

پنڈت رکھی کیش سکینڈ ٹیچر اورینٹل کالج لاہور۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت رکھی کیش نے پنڈت گرودت ودیارتھی کے قدموں کی پیروی کی ہے۔ اور اسواسطے اس کے تمام اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے۔ وہ لفظ آپ چکرت کے استعمال پر اعتراض کرتا ہے اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ میرا استعمال ٹھیک ہے۔ میں صرف اسکو پانی کے ادھیاے ۶ پاد ۴۔ سوتر ۱۳ کا حوالہ دیتا ہوں۔

پنڈت بھگوانداس اسسٹنٹ پروفیسر سنسکرت گورنمنٹ کالج لاہور

پنڈت بھگوانداس کسی نئی بات پیدا نہیں کرتا۔ اور اسی واسطے میں اسکو چھوڑ کر پہلے کہہ چکا ہوں۔ اس کیطرف متوجہ کرتا ہوں۔

خاتمہ پر مجھے کہنے کی اجازت ہو کہ ان تمام اعتراضوں کا نزدیک کے سکولوں میں میرے وید بھاشیہ کے جاری ہونے کے خلاف لگایا گیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک وہ غلطی پر ہیں۔ میرا وید بھاشیہ مہابھارت کے پہلے بھاشیوں کے حوالوں سے اور یورپین سکالروں کے خلاف تحقیقات کا ایک زبردست مادہ پیدا کر دیگا۔ جو کہ سوال کو ظاہر کریگا اور سکولوں کی اخلاقی ٹون کو بڑھا دیگا۔ چونکہ یہ ایسا ہوگا۔ اسواسطے یہ گورنمنٹ کی سرپرستی کا حقدار ہے۔

ہم اخباری چرچا۔ اخبارات میں بھی اس جھگڑے بکھیڑے کے متعلق نوٹ نکلے۔ چنانچہ انڈین مرر میں لکھا گیا۔ وید بھاشیہ کا جھگڑا۔ پنڈت دیانند سرسوتی کو معلوم ہو کہ انہوں نے اپنے انوکھے اور فصیح ترجمہ ویدوں سے ایک بڑے بھاری ہندوؤں کے جتھے کو چھیڑ دیا ہے سوامی جی کے رسالہ وید بھاشیہ کی نسبت پروفیسر ٹانی گریفتھ جیسے فاضلوں نے اعتراض کئے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دو بڑے بھاری فریقوں کے درمیان مباحثہ چھڑ گیا ہے۔ جسمیں آریہ سماج لاہور ایک طرف۔ اور دیگر پنڈت اور وید خواں دوسری طرف۔ اس دوسرے فریق میں سے پنڈت مہیش چندر نیا رتن پرنسپل سنسکرت کالج کلکتہ کے غالباً سب سے بڑے فاضل ہیں جنکی رائے اسوجہ سے بڑے وزن کے لائق ہے۔ پنڈت نیا رتن صاحب نے مہربانی سے ہمارے پاس ایک رسالہ بھیجا ہے۔ جسمیں انہوں نے اپنی رائے اسبارہ میں ظاہر کی ہے۔ اس رسالہ میں پنڈت صاحب موصوف پنڈت دیانند سرسوتی کی ان کل رایوں کی تردید کرتے ہیں۔ جو موصوف الذکر پنڈت نے اپنے وید بھاشیہ میں درج کی ہیں۔ ہم کو یاد ہے کہ بڑا بھاری مباحثہ کلکتہ (جن دنوں کہ سوامی دیانند سرسوتی سنہ ۱۸۷۳ء میں کلکتہ میں براجمان تھے) میں انہی دو پنڈتوں کے درمیان پنڈت دیانند جی کے عقائد کی بابت ہوا تھا۔ جیسا فاضل پنڈتوں کے لفظی مباحثوں کا حال ہوا کرتا ہے۔ ویسا ہی اس مباحثہ کا انجام ہوا۔ یعنی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ مگر فریقین کے

درمیان بدمزگی ہوگی۔ ویدوں کے الہامی ہونے کے بارے میں ہم سوامی جی کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے اور نہ اس امر کی بابت کہ ویدوں میں صرف خدا پرستی کی ہی بابت ہدایت ہے۔ خواہ پنڈت دیانند غلطی پر ہوں۔ اور فریق مخالف درستی پر۔ اور خواہ فریق مخالف غلطی پر ہوں۔ اور پنڈت دیانند درستی پر۔ یعنی لفظ اگنی کے معنے کسی وقت اور کسی زمانہ میں ایشور کے ہوتے تھے۔ یا بقول پنڈت ستیاورتن کے اسکے معنے ہمیشہ آگ کے ہی ہوتے تھے۔ اس سے درگذر کرکے ایک امر کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں سوامی دیانند سرسوتی کو پورا استحقاق اس بات کا حاصل ہے۔ کہ جسطرح وہ چاہیں۔ ویدوں کا ارتھ کریں۔ بخیال اسکے جو کچھ وہ ترجمہ کرتا ہے۔ وہ ترجمہ بھی اصل وید نہیں ہے جسطرح سائناچارج وغیرہ پہلے بھاشیہ کر چکے ہیں جنکے لاکھوں پیرو ہندوؤں میں موجود ہیں۔ اور انہیں کے بھاشیوں کی بنیاد پر مختلف فرقے ایک دوسرے کے خلاف قائم ہو چکے ہیں۔ اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ سانکھ کا ناستک پن اور ویدانت کا ہمہ اوست اور بہت لوگوں کی بت پرستی اور سب کے بعد نفرت کے لائق بام مارگ وغیرہ فرقے سب ویدوں اور ویدوں کے قول پر مبنی ہیں۔ جبکہ اس قسم کے مختلف فرقے ایک ہی قسم کے شاستروں سے نکل چکے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ پنڈت دیانند جی کو ایک اور فرقہ قائم کرنے اور ایک اور معنے نکالنے اور ایک بھاشیہ کرنے کا استحقاق نہ دیا جاوے۔ اور یہ خصوصیت ہندو دھرم کی ہے۔ یہ بات کیوں نہ کہی جاوے۔ کہ ایک خدا کی پرستش ویدوں میں قائم کرلی ایسی ہی نکلی ہے۔ جیسے کہ ہمہ اوست یا بت پرستی یا دہریت کے مسائل سمجھتے ہیں۔ کہ اسی سے نکلتے ہیں۔ ہم جو کچھ لکھتے ہیں۔ زبان دانی کی بحث کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ محض ایک عملدرآمد گذشتہ کے لحاظ سے ہم اپنی رائے دیتے ہیں۔ ہماری رائے میں خواہ پنڈت دیانند سرستی کتنا ہی اپنی بحث پر زور دیں۔ مگر بہرحال پرانی وحدانیت کے زمانہ کی باتوں کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے ان کی کوشش کچھ نہ کچھ نیک نتیجہ ضرور پیدا کریگی +

گو وہ زمانہ ایسا قدیم تھا۔ کہ ہندوؤں کی خدا پرستی کی ابتدائی حالت تھی۔ ہم کو امید ہے کہ ان دونوں پنڈتوں کے درمیان مباحثہ جاری رہیگا۔ ان کے علاوہ دیگر تعلیمیافتہ اور پنڈت بھی مباحثہ میں شریک ہونگے۔ اس مباحثہ کیضرورت کی رگڑ سے نکلا ہوا ایک روشنی کا چنگارا بھی مقابلہ سیکڑوں موجودہ اوقات تحریکوں کے پرانے مشن کے ہندوؤں کے مذہبی اعتقادات کو درہم کرنے کے لئے بہت بڑا کام دیگا (انڈین مرر کلکتہ جلد ۱۶ عدد ۲۶۷ سوموار ۱۳ نومبر ۱۸۷۶ء)

(ب) تھیوسوفسٹ مارچ ۱۸۸۰ء میں مسٹر اے۔ او۔ ہیوم صاحب نے سوامی جی پر مندرجہ ذیل اعتراض کئے ہیں +

ویداستھیوں کی بانی اکلام پرس کے لئے اپرمان ہے۔ آریہ دھرم اور سوامی دیانند جی کا یہی مول منتر ہے۔ یہ تو ویدا ابھیاس واز قیاس کیوں ہے۔ ایشور کی کلام میں ایسا بھید کیوں ہے۔ اگر یہ مول منتر ست کہاں بھی ہیں۔ تو وید اپرمان ہے۔ اسکا ارتھ یہ ہے کہ ویدکے اپدیش اپرمان ہیں۔ کیونکہ وید میں بھرانتی کا رستا اور سب بھاشکار کے ہاتھ میں ہے۔ سوامی دیانند کا وید بھاشیہ بھی اپرمان ہو سکتا ہے۔ جب دیانند جی سوئم ایشور تلیہ ہوں۔ اور ان میں ایشور کی پورن پریرنا ہو۔ اس مٹے میں انکار کرتا ہوں۔ کہ سوامی جی اپنے مول منتر کو پرمان کریں یا ایشور پریرنا کا پرمان دیں۔

اس پر اڈیٹر صاحب شری ملاپ لکھتا ہے" ہم لوگوں کو شنا ہے۔ کہ سوامی دیانند جی اسکا کھنڈن کر آریہ سماج کا گورو کھڑا ہو گئے۔ ہم ارجولائی ۱۹۳۲ء جلد ۴ ع ۱۲ مطابق اساڑھ شدی ۸ سنبت ۱۹۸۹ء

اڈیٹر صاحب کا جواب از سوامی جی ایل ایم سری جی ب صاحب شری اسیارک بھاشے ہیں۔ شو بھاشے آپ کے سنبت ۱۹۸۹ اساڑھ شدی ۸ گور دوار کے چھپے ہوئے اخبار میں کسی نے وید پر اعتراض کئے ہیں۔ اس تحریر کا مدعا یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وید ایشور کی کلام اور غلطی سے مبرا نہیں ہیں۔ پرنتو اس پرشن کے کرنے والے نے صرف اعتراض ہی کیا ہے۔ اپنے دعوے کو سچا کرنے کے لئے کوئی خاص دلیل یا ثبوت نہیں کہا۔ مقام غور ہے۔ کہ اعتراض بنانے کا ہوتا ہے۔ جو کسی وید وچن پر بھرانتی یکت مجھے غلط ہونے کا شک کیا جاتا ہے بصورت ایسا ہونے کے اسکا اتراسی سمے دیا جاتا۔ جیسے کوئی کہے۔ کہ یہ ایک منڈل دو ہیون کی تفصیل کھڑی نہیں۔ دوسرے نے اس سے پوچھا کیا میں تمہارے کہنے ماتر ہی سے تفصیل کو کھوٹا مان سکتا ہوں۔ جب تک تم کھوٹا روپیہ اس میں سے ایک بھی نکال سدھ نہیں کرا دیتے۔ تب تک تفصیل کو کھوٹا نہیں مانونگا۔ ویسا ہی مسٹر اے او ہیوم صاحب اور جس نے آپ کے اخبار میں چھپوایا ہے۔ ان دونوں مہاشیوں کی تحریر ہے۔ اس جگہ ان کو واجب تھا۔ اور ہے۔ کہ کسی ایک یا زیادہ منتروں کو اپنے حصول مدعا کے لئے وید سے نہ سوادھیا و منتر کے پیش کرتے۔ اور پھر کہتے۔ کہ اس سے ثابت ہے۔ کہ وید ایشور کی کلام اور غلطی سے مبرا نہیں ہے۔ تب جواب کے لائق اعتراض ہوتا۔ اب بھی اگر پورا جواب حاصل کرنے کی تمنا ہو۔ تو ایسا ہی کریں۔ ورنہ اعتراض کرنے کی کوئی وقعت نہیں۔ البتہ اسمیں اتنی بات تو سادہ لوح جاہل با صواب دینے کے لئے کسی پرکار ٹھوک سکتے ہیں کہ ویدوں میں مت بھید (اختلاف عقاید) کیوں ہے۔ لیکن اگر کوئی غور سے دیکھے تو یہ بھی ان کی گول مول بات (مغالطہ دہی) ہے۔ کیونکہ ویدوں میں کس ٹھکانے اور کس کس منتر میں کس پرکار کے مت بھید ہیں یا نہیں یہ نہیں بتلایا۔

ہاں وید یا بھید سے کفن کا بھید ہونا تو اچھے روایات سے) ہے۔ جو دیا کرن اور نرکت

چھند جیوتش۔ ویدک ساج ودیا۔ گیان۔ شلپ۔ اور پرتھوی سے لیکر پرمیشور پرینت انگ
کی ۔انیک ودیاؤں کی مول ودیا ویدوں میں ہے۔ ان کے شبد ارتھ اور سمبندھ جاننے کیلئے
جیسے ویاکرن ودیا سے جیوتش ودیا وغیرہ کے سنکیت (اصطلاحات) بڑی بھاشا وغیرہ
چار تھو گیان پر تھک پرتھک ہوتے ہیں۔ جیسے ہی ان سب ودیاؤں کے واکیہ ارتھ
پرکاشک منتر بھی پرتھک پرتھک ادر تھو کے پرتیپادک ہیں مگر انہیں کو مت بھید کہتے ہیں۔ تو
پرشن کرتا (معترض) کا اعتراض اسنگت (ناواجب) ہے اور دوسرے پرکار کے مت بھید
مانتے ہیں۔ تو ان کا کتھن سروتھا اشدھ ہے۔ اسلئے پرشن کرتاؤں (معترضین) کو اچت ہے
کہ پوروکت (مندرجہ بالا) پرکار سے چاروں ویدوں میں سے جو کوئی ایک منتر بھی بمعہ شرت
(لفظ) پرتیت ہووے۔ وہ آپ کے پتر (اخبار) میں مشتہر کرائے۔ او سیوم صاحب چھوڑیں
ان کا اتر بھی آپ ہی کے پتر میں اچت سمے (وقت مناسب) پر چھوڑ دیا جاویگا +

علاوہ بریں اگر ان کو بھرانت (غلطی) سے ہمارا ہونے کے جاننے کی بجا اچھا ہو تو
میری بنائی رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا کو دیکھ لیویں۔ یدی ان کے پاس نہ ہو تو بمبئی
نرنیہ ساگر سے منگا کر دیکھیں۔ اور جو انکو آریہ بھاشا کا پورا گیان نہ ہو۔ تو کسی ستوکتا
(راست گو) مترجم سے سنیں۔ اس پر بھی اگر ان کو شنکا رہ جاوے۔ تو مجھ سے سکھیا (دریافت) کر
جتنی شنکا ہوں۔ ان سب کا یتھاوت سمادھان (جواب با صواب) حاصل کریں۔ کیونکہ اخبارات
یا خطوط سے شنکا سمادھان ہونے میں بہت وشیش دیر ہوتی ہے۔ اور زیادہ فرصت
کی بھی ضرورت ہے۔ اور مجھ کو وید بھاشیہ کے بنانے کے کام سے فرصت نہ ملنے کے کارن
زیادہ پرشن اتر کرنے کا سمے نہیں ہے۔ اور جو انہوں نے لکھا ہے۔ کہ سوامی جی اپنشدوں
کی پرمانکتا مانیں۔ تو ان کا بھاشیہ منظور ہو سکے۔ اسکا اتر یہ ہے۔ کہ میں اپنشد نہیں۔ کنتو
میں اپنشدوں کا ماننے والا ہوں۔ پرنتو وید منتروں کے مطابق (ستیہ) جیسی ویدی وادین کرا پرمانا
نے پرکاشت کئے ہیں۔ (س) پھر اسکے کہ بہت منتروں کو ودیا اور بدھی سے مانتا
نش پکشپات (بے تعصب) و بے طرفدار ہو کر ویدوں کا ارتھ پرکاش کرتا ہوں۔ اور وہ
سب منتروں کے ارتھ کو چھاپہ زیر نظر ہوا ہے اور ہوگا بھی۔ یدی سب بھارتی ہو تو جناب
موصوف ظاہر کریں۔ بڑے شوک (افسوس) کی بات ہے۔ کہ آج پرینت ایک بھی
دوش وید بھاشیہ میں سے کوئی بھی نہیں نکال سکا ہے۔ پھر ان کا بھرم دور نہیں ہوا
ایسی نرمول (بے بنیاد) شنکا اعتراض کوئی بھی کیا کرے۔ اس سے کچھ بھی ہانی نہیں
ہو سکتی۔ اور یتھارتھ ہونے ہی سے ویدوں کا اتر پراشتو تجاوت سدھ ہے۔ یدی اس
میرے بنائے بھاشیہ میں ستر لیے۔ اور سیوم صاحب کو بھرم ہوا۔ جن میں سے غلطی
مشہور (غلطی بین) کسی شبد کے بھاشیہ کے دوارا آپ اخبار دوارا چھپوا دیویں۔ میں اتر بھی
آپ ہی کے پتر دوارا دونگا +

تھیوسافسٹ کا جواب (ب) اور جو تھیوسوفسٹ کے اوپدیشک (معلم) ایسی باتیں کریں۔ تو اس میں کیا اچنبھا ہے۔ کیونکہ وہ انیشور وادی (ایشور سے منکر) بودھ مت اور جین (جین وان بودھ مت) ہو کر بھوت پریت اور چڑیلوں کے ماننے والے ہیں۔ بڑے شوک کی بات ہے۔ کہ سروتھا ودیا سے (ہر طرح علم و عقل سے ثابت) پرماتما کو نہ مان کر بھوت پریت مرگھٹوں میں بھٹکنے اور بھوتے منتروں کو سمجھنا اپنے کو سدھارنے والا ماننا یہ کتنی بڑی نوجیت بات ہے۔ انکو اتنک مت جو ایشور کو نہ مانتا ہے۔ وہی بھرم جال پھیلا رکھتا ہے۔ پرنتو اس میں آتی کی خود مختاری اسے کہ بھوت پریتوں نے انکو گھیر لیا۔ سچ ہے جو ست ایشور کو چھوڑ بیٹھیگے۔ وہ سدا بھرم جال بھوت پریتوں اور جادو بھانترا (عفریت کی) کی طرح لوٹ پوٹ ہوئی لال آوتی ہیں کیوں نہ پھنسینگے۔ بہت سے سماچاروں میں چھپوائے ہیں۔ کہ آتے تتے جو منتروں کو سیکھ لیتے۔ اے کرنل ہکاٹ صاحب نے روگ بہت چاہیے ہو بات سوتی مجھ کو کیوں نہ دکھلاتے اور منواتے۔ اور میرے سامنے کہ جنکو پتا ہوں۔ اس ایک کو بھی نروگ کر دیں۔ تو میں تھیوسافسٹوں کی اوپدیش کو وشواد ن۔ انہیں مجھ کو نتیجہ ہے کہ جیسے ایک تھیوسافسٹ اور بھی فریب کے مارے لاہور میں انگلی کٹوا کے ڈنگ بھنگ ہو گیا۔ کہیں ایسی گتی میرے سامنے ان کی نہ ہو جائے۔ ہر کرامات کچھ بھی کام نہ آئیگی۔ میں پر سدی سے کہتا ہوں۔ کہ یدی ان میں کچھ بھی یوگ شکتی (معجزہ) وبھوتی دیا ہو۔ تو مجھے دکھلا دیں۔

میں نے جہاں تک ان کی لیلا سدھی اور یوگ وشیک (متعلق) دیکھی ہیں۔ وہ سچے یوگی نہیں تھے۔ اب کیا نئی ودیا کہیں سے سیکھ آئے۔ مجھ کو تو یہ وشواس ہو رہا ہے بکتا ہے۔ بڑی مانوں میں جو سرشٹ ہیں۔ ان کے لئے زیادہ وستار کی ضرورت نہیں ایماندار اشارہ کافی است۔ شراون ودی ۱۴ سمت ۱۹۳۷۔ دیانند سرسوتی مطابق ۲۳ جولائی وشنبہ ۱۸۸۰ء از جودھپور (بھارت متر کلکتہ ۲ اگست ۱۸۸۰ء صفحہ ۶ و دیش ہتیشی نمبر جلد ۲ عدد ۵ بھادوں سمت ۱۹۳۷ صفحہ ۴۔ ب)

۴۔ بھاشیہ کے متعلق کامیابی و ناکامیابی۔ پنجاب گورنمنٹ نے سوامی جی کے بابت والی عرضی کو بنگال و ممالک مغربی و شمالی۔ بنارس و مدراس میں برائے اظہار رائے بھیجا۔ لیکن انہوں نے اپنی رائیں بھاشیہ کے خلاف ظاہر کیں۔ وہ ودیہ سرساتی کے بھاشیہ سے متعصب ہیں آئے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے کامیابی نہ ہوئی۔ جب پرست ایک طرف ساہوکاروں کا دیوالہ نکالے ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف سے عیسائی مشنری اپنا پروپیگنڈہ نکالتے تھے۔ اور سرکاری کالجوں کے پروفیسر ، سنسکرت دان اصحاب بھی عام طور پر سوامی سے اختلاف رکھتے۔ اور ہیگل کی اس زمانہ کی مخالفت سے واقف تھے ان حالات میں جیسا کیا جا سکتی تھی۔ تو بھی سوامی جی نے ہمت نہیں ہاری انہوں نے اپنے

کرتویہ کو پالن کرنا حسب دستور رکھا۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ اور سرب شکتیمان ایشور کا دھنیواد ہے کہ اسکی سہایتا سے آریہ سماجوں کو روز افزوں ترقی نصیب ہوئی۔ اور سوامی جی کا وید بھاشیہ ہر جگہ مقبول عام ہوا اور ہو رہا ہے +

باب دوم

سوامی دیانند اور جینی صاحبان

۱۔ ٹھاکرداس کے دو خط۔ سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش بار اول ۱۸۷۵ء میں طبع کرایا اس کے بارہویں سمولاس میں جین اور بودھ تتھا دیگر ناستک متوں کا کھنڈن کیا۔ پھر بمبئی میں سماج قائم کرکے پرچار کا دورہ کرتے ہوئے گوجرانوالہ آکر انہوں نے ویدک دھرم کا منڈن اور وید ویرودھ جین آدک متوں کا کھنڈن کیا۔ تب سے وہاں کے جینی لوگوں کو اس کی خبر ہوئی۔ کئی سال وہ لوگ اسپر وچار کرتے رہے مگر اعتراض کی تردید کرنا ٹیڑھی کھیر معلوم ہوا۔ لاچار بیہودہ شور و شر سے دل کا غبار نکالنے لگے۔

چنانچہ ایک شخص ٹھاکرداس ولد مولراج اوسوال ساہوکار ساکن گوجرانوالہ نے بڑی تمام ہا جی پوجیہ کی صلاح سے بطور محض ایک اوزار کے تیار ہوا۔ کہ سوامی جی سے خط و کتابت کرے تھا۔ مگر بیچارہ علم سے مطلق بے بہرہ۔ نہ اردو جانے نہ ہندی۔ نہ سنسکرت نہ فارسی۔ اب چٹھی لکھیں تو کیسے آخر ایک مہاشے مل ہی گئے۔ لیکن وہ بھی محض کوڑن۔ چنانچہ پہلی چٹھی کی عبارت ہی شاہد ہے۔ کہ وہ بھی اردو ہندی سے تو بیگانہ ہی تھا۔ اور سنسکرت کے لحاظ سے تو بس کالا اکھشر بھینس برابر ہی سمجھئے۔

۲۔ لالہ ٹھاکرداس کا پہلا خط مورخہ ۳۔ جولائی ۱۸۸۰ء

سوامی دیانند سرسوتی یوگ تر گوجرانوالہ سے لکھتم جین متی کا ادن لکھنے کا یہ ہے۔ کہ تم نے ۱۸۷۵ء میں ستیارتھ پرکاش چھپایا ہے جس میں لینک کا سمولاس ۱۲ میں صفحہ ۴۰۲ سے لیکر جو دیا کھیان جینیوں کے بابت لکھا ہے۔ اور ان میں حوالہ جینی مت کے شلوکوں کا لکھا ہے۔ سو آپ کرپا کرکے جینی کے شاستروں کا نام لکھو کہ یہ کون سے جین کے شاستر کے شلوک ہیں۔ اس بات کا جواب جلدی بھیجو۔ چونکہ جو جین مت میں یہ شلوک ہے نہیں۔ اور جھوٹ لکھنا یہ بڑے آدمیوں کی بات نہیں۔ اس واسطے آپ کو یوگیہ ہے کہ اس شاستر کا نام لکھنا۔ اس واسطے آپ کو چٹھی دیجاتی ہے۔ اسکا جواب جلدی بھیجنا اس چٹھی کو بنام ٹھاکرداس گوجرانوالہ جین مندر میں بھیجنا۔ چٹھی لکھی تھی اساڑھ ودی ۱۱ سمت ۱۹۳۷ پنجابی دستخط بیلی رام کے۔

اس کا اثر آنے میں دیری ہوئی تو ساڑھ شدی ۵ مطابق ۱۴ جولائی سنہ ۱۸۸۰ء کو پھر گڑھ میں دوسرا خط بھیجا۔ یہ خوشی رام سے لکھوایا۔ اور اس میں پہلے سے بڑھ کر صفحہ ہم لے شکوک بھی لکھ دیے۔ لو رکھا کہ یہ چٹھی بطور نوٹس کے ہے۔

۲۔ جواب از آریہ سماج گوجرانوالہ۔ سوامی جی کا ایسے ان پڑھ اور ناواقف شخص کی چٹھی نوٹس لینا خیال مناسب نہ تھا۔ تاہم آریہ سماج گوجرانوالہ نے اسکا جواب آریہ درپن پہلی سنہ ۱۸۸۰ء جولائی ماہ کی دیری سے نکلتا تھا میں از صفحہ ۱۰ تا ۱۳ چھپوایا۔ وہ بی اخبار متر ولاس لاہور کو دیکھنے کے بعد۔

کار سپانڈنٹ - نہئیے۔ ہم نے اخبار متر ولاس لاہور مطبوعہ ۱۰ جولائی سنہ ۱۸۸۰ء میں یہ لیا دیکھا۔ کہ جین لوگوں نے ملک سوامی دیانند جی سرسوتی پر نالش کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور اس کی بابت ٹھاکر داس باشندہ گوجرانوالہ نے ایک خط بھی سوامی جی کے پاس بھیجا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہم کو اس خیال سے کہ کہیں ہمارے بھائیوں کو اس خبر سے مغالطہ نہ ہو جائے۔ اس بات کا ظاہر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ آجکل جین سندر گوجرانوالہ کے ایک مشہور گرو کہ جو جینیوں میں نہایت عالم میں آئے ہوئے ہیں۔ دراصل بنیاد اس خبر کی ان سے ہی ہے۔ ورنہ ٹھاکر داس ان کا مرید جو خط و کتابت کا پیشہ بنا ہوا ہے۔ ایک محض بے علم آدمی ہے ناظرین غور فرماویں۔ کہ یہ کارروائی کیسی ہوئی ہے۔ کیا یہ عالموں کا کام ہے کہ ایک بے علم شخص ڈھال بنا کر لڑیں اور تمسخر بیہودہ آمیز کریں۔ کہ سوامی جی ایک بے علم شخص کے واہیات خط کا جواب اپنی طرف سے بھیجیں۔ اس اخبار میں کئی ایک غلط باتیں لکھی ہیں۔ مثلاً لکھا ہے۔ کہ جین مت کے لوگوں نے ملک نالش کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ حالانکہ خود شہر گوجرانوالہ کے ذی شعور بھابڑے بھی اب تک اس معاملہ میں متفق نہیں ہیں۔

پھر لکھا ہے۔ کہ خط پہلے اس بارہ میں سوامی جی کو لکھا گیا تھا۔ جب جواب نہ آیا تب دوسرا خط بطور نوٹس نالش کے رجسٹری کروا کر ان کے پاس بھیجا۔ حال یہ ہے۔ کہ خط بھیجنے والے سوائے ایک خط کے کہ جسمیں نالش کا نوٹس دیا گیا تھا۔ دوسرا خط نہیں بھیجا۔ اس بات کو گوجرانوالہ کے کئی لوگ کہ جنہوں نے اس خط کو دیکھا ہے جانتے ہیں اور اس خط سے بھی کہ جو سوامی جی کے پاس بجنسہ موجود ہوگا یہ بات تحقیق ہو سکتی ہے اس میں سوامی جی کو لکھا گیا تھا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ اگر جواب نہ آوے گا۔ تو ہم آپ کی نالش کر کے بذریعہ عدالت کے تم سے جواب لیں گے۔ دیکھئے اس واہیات خط اور اس میں بیجا دھمکی اور تمسخر بیہودہ آمیز کوئی مہذب شخص تہذیب کے ساتھ ہم کو اس کا جواب دے۔ خط کے بھیجنے والے کی لیاقت کو دیکھئے۔ پھر اسی اخبار میں لکھا ہے۔ کہ

سوامی جی نے جین مت کی اکثر باتیں صرف توہین کی غرض سے لکھی ہیں۔
ٹھاکر داس جی کو معلوم ہو کہ ست کا اظہار اور اس کی تحقیق کرنا ملک کی دینی اور دنیوی ترقیات کے لیے ایک خاص اصول اور عالموں کا فرض ہے۔ سوامی جی کی تمام تحریروں کا اصول یہی ہے) اس اصول یا اس کے استعمال کا نام بقول آپ کے توہین کبھی نہیں ہو سکتا۔ اگر اسی کا نام توہین کہا جاوے۔ تو کبھی ست اور اسّت کی تحقیق نہ ہو سکے اور ایسا ہووے تو ملک کے علم و عقل کی ترقی کو نہایت نقصان پہنچے سو آپ لوگ کہاں تک ملک کا نقصان ہی کئے جاؤ گے۔ اس سے اب تو باز آئیے۔ ہم اس وقت کے منتظر ہیں۔ کہ آپ کے عام لوگ بھی سوامی جی کی طرح عام جلسوں میں لیکچر دیتے اور ست کا اظہار کرتے ہوئے نظر آئیں۔ اور ملک کی آگاہی کے لئے جین مت کی تمام کتابیں چھپ کر شائع ہوں۔ تاکہ انہیں دیکھیں اور جانیں کہ جیسا کہا ہے اور اسی طرح میں درج ہے۔ کوئی باتوں کا بیان بھی نہیں ہے۔ اس کے جواب میں ہم صرف یہی کہتے ہیں۔ کہ جن باتوں کو آپ لوگ ایمان (غلط) سمجھتے ہوں۔ ان کی بابت اپنے مت کے کسی لائق عالم شخص کو آمادہ کر کے مباحثہ کریں۔ ورنہ ٹھاکر داس جی کوئی شاستر نہیں پڑھے ہیں۔ مگر یہ بات خط سے ہی ظاہر ہے جو پہلے بھیج چکے ہیں۔ ایسے واہیات خط یا بے علم شخص کے جھگڑوں کے جوابوں میں اپنے بے بہا اوقات کو برباد کرنا سوامی جی جیسے عالم کا کام نہیں ہے۔ (آریہ سماج گوجرانوالہ)

۳۔ جواب از سوامی جی۔ سوامی جی ان دنوں آگرہ میں تھے بلکہ میرٹھ میں تھے۔ اس واسطے ان کو چٹھی بہت ہی دیر سے پہنچی۔ جب سوامی جی کی طرف سے منشی ... لال سیکرٹری آریہ سماج میرٹھ نے ۲۴ جولائی ۱۸۸۰ء کو یہ جواب لکھ بھیجا۔

ٹھاکر داس جی یوگ نستے۔ بعد آپ کا ... مسودہ مندرجہ بھی پنجابی کا لکھا ہوا سوامی جی کے پاس پہنچا۔ دیکھ کر ... جان لیا۔ اس کا ترجمہ کرنے کے لیے سوامی جی نے مجھ کو آگیا دی ہے۔ اس سے آپ کو میں لکھتا ہوں۔

بڑے اچنبھے کی بات ہے۔ کہ جو لوگ ودوان نہیں ہوتے وہ ہی اپنی باتوں کے لکھنے میں پرورت ہو کر اپنے ہاں نیز آگے بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اپنی اور پرائی باتوں کی سمجھ تو ہوتی ہی نہیں۔ اس سے اپنے آپ گڑھا کھود اس میں آپ ہی گر پڑتے ہیں تمہارے لیکھ سے ہم کو یہ درست ہوا کہ آپ کسی ودیا کو نہ پڑھے۔ اگر کسی ودوان سے کبھی تم نے سنگ کیا ہے نہیں تو سوامی جی کے لیکھ کے مطلب کو کیوں نہ سمجھ لیتے اور اپنا لکھا اپنے مت کے خلاف کیوں لکھتے۔ دیکھیے جب سوامی جی نے بارہویں سمولاس میں انیک شلوکوں میں یہ دکھایا ہے ارہنت جین لوگ ایسا کہتے ہیں لکھا ہی تھا۔ پھر آپ نے یہ کیوں پوچھا۔ کہ کس شاستر گرنتھ کے انوسار کہا ہے۔ اس لیکھ سے درست ہوتا ہے

کہ آپ جین فرقہ میں ہیں۔ جب اسی کا حال ٹھیک نہیں جانتے۔ تو دوسرے جینیوں کے
فرقوں کی باتوں کو کیسے جانتے ہیں سرقہ ہو سکتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثبوت ہوتا ہے
کہ آپ اور آپ کا ایک شخص بھی سنسکرت اور بھاشا کو نہیں پڑھے ہیں۔ جب سوامی جی
نے یہ کہا ہے کہ جین لوگ ایسا کہتے ہیں، پھر کیا تمہارا کہنا کہ کس شاستر اور گرنتھ کی یہ
بات ہے ٹھیک نہیں ہے اور جو تم نے شلوک لکھے ہیں وہ سے ہی سوامی جی کے سب
لیکھ میں پرمان ہوتے ہیں۔ یہ شلوک تم نے انکی پوتھی سے دیکر تمہیں بھسم و بان آدمی
بدھی اور پرشنا رکھتے ہیں اپنے مثلوں کی جھوٹا سوبھاؤ سے جگت کی ہوسکتا۔ وران اگر
آنکھوں کی کریا سب منکل میں لکھا گیا یہ باتیں تمہارا سرو سو علیم ہونے میں تھوڑا
اپرادھ ہے میں آپ سے سوہرتا سے کہتا ہوں۔ کہ اس معاملہ کو آپ تھوڑا بھی ستے
سمجھنا۔ اس میں سب جین مت والوں کی ہتی لے بیٹھے۔ جیسے کہ سب آریوں کی تمہارا
سامنے عدالت کرنے میں تن من دھن سے شکت ہے کیونکہ تم جین لوگوں نے پرم اپنر
سب ست ودیاؤں سے یکت مثلوں کے لئے اتیت ست کاری ایشور وکت وید ہول
اور وید انوکولی ابیہ ست شاستروں کی نندا اور ان پر اپکاری پشکوں کے ناش کرنے
سے اتنی ہانی کی اور کرنا چاہتے ہو۔ کہ جیسی سب جینیوں کا تن من اور دھن لگ جاوے
تو بھی ناش کی ڈگری پوری نہ ہوگی۔ اسلئے تم سب جینیوں کو دکھا دیں دیکھو کہ وہ بھی سب
تمہارے سہایک ہو کے اس معاملہ کو ہم لوگوں سے چلا سکیں۔ تم سب اس میں طیار ہو
جاؤ۔ جیسے کہ ہم لوگ ست اور اسنت کے نیچے کرنے میں تت پر ہیں۔ یہ اپنے من میں
بڑا وچار کر بیٹھنا کہ ہم آریوں کو ودیا آدمی کے سمان کبھی مت سمجھ لینا۔ کہ جیسے ان
کے رتھ نکالنے آدمی کے معاملہ کو عدالت سے فتح کر بیٹھے ہو ویسے ہمارے ساتھ بھی
نہ کر سکو گے۔ کیونکہ جیسے پاشان آدک مورتی پوجک تم ہو ویسے ہی ہم نہیں ہیں۔ اور
ہم ہیں پرمیشر کے پوجک اور تم ہو ابیشواداری ارہنت شوتا مدد اور دی ایشر کو نہیں مانتے
اتیاوری سوتوں سے تمہارا پڑا ہے ہمارے سامنے ہونا کسی پرکار اچھا اور کٹھن نہیں
ہے۔ اسلئے تم کو نوٹس دیتے ہیں۔ کہ تم آپس میں ملکر اس معاملہ کو چلاؤ۔ اور جب تمہارے
لوگنا ہمارے سامنے کم دکھتی ہے تو سوامی جی کے سامنے تمہاری کیا لوگتا ہو سکتی ہے
کبھی نہیں۔ دیکھنا تمہارے ہزاروں گرنتھوں سے وید آدی ست شاستروں کی کتھا
نندا کھنڈن میں ہم سب حکام وغیرہ کے سامنے ٹھیک ٹھیک ثبوت کر دینگے۔ اس میں
کچھ بھی سندیہ مت جاننا جتنا تمہارا سرقہ ہوا اتنا خرچ ہو جانے پر بھی آپ لوگوں کو
بچنا اتی کٹھن دکھ پڑتا ہے۔ اور ایک یہ بات بھی کرو کہ جیسے ہمارے بیچ میں سوامی جی جیسے
سے اتم ودوان ہیں۔ ویسے جو کوئی ایک تمہارے بیچ میں سرب انگریشٹ ودوان ہو اسکو
سوامی جی کے سامنے کھڑا کیجئے کہ جس سے تم اور ہم ویدک اور جین مت کے جھگڑے

کچھ سنسکرت پڑھے ہوں اور اپنے مشنوں کو بھی لابھ ہو۔ تمہارے اس لیکچر کو سن کر بہت
اودھول منتر تمہارا سوتر کے تل سمجھا کر اتنے ہی لکھنے سے سب کچھ جا رہیگا۔ تمہارے
سماجے اس سے او بک لکھنا ہم کو اوشٹھیک نہیں کنتو جب جب جہاں جہاں جیسا
جیسا پرکرن آوے گا۔ تب تب وہاں وہاں ویسا ہی ہم لوگ تم کو ٹھیک ٹھیک سادھنا
کرا دیا کریں گے ایسا نشچت جانو جیسے یہ پتر ہم لوگ وہاں کو جو لوا لے کہ آریہ سماج کی معرفت
ہی بھیجتے ہیں۔ ویسے آپ لوگ بھی کے سماج کی معرفت ہی ہمارے پاس پتر بھیجا
کیجئے گا۔ متی شراون بدی ۵ سوم وار سمت ۱۹۳۷۔ دیانند سرسوتی۔

۴۔ ٹھاکر داس کا خط نمبر ۳ دوم۔ اس پتر کے بعد لالہ ٹھاکر داس نے سوامی جی کے نام
مندرجہ ذیل پتر ۔ اگست کو ارسال کیا۔

سوامی دیانند سرسوتی جوگ نمستے۔ واہ رے واہ اتر لکھنے والے اس اتر کے لکھنے
سے تمہاری بڑی ودوتا ظاہر ہو گئی ہے۔ تم نے جو لکھا ہے کہ ہم ایسے ہی ہا وے ہیں
ہاں تم ایسے اگیان کے بیچ ہو ودوانوں کی یہی ریتی ہوے گی۔ جو کوئی اتر مانگے اسکو
تو تمہارا دھرم نہیں لکھنا کنتو اتر کے بدلے اسکی نندا اور اپنی بڑائی لکھ دینی واہ کیا ہی سل
بدھی کا پرستاو ہے؟ پرنتو ایسے اتر لکھنے سے ہمارے پتر کا اتر نہیں لکھا کنتو دیرتھ
ہی تم نے کاغذ کالا کیا ہے؟ پرنتو تمہارے لکھنے سے ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جو سوامی
جی نے کسی جین کے کھنڈن شنکر ستیارتھ پرکاش میں لکھ دیا ہوگا پرنتو جین مت کے شاستر
سوامی جی نے کبھی بھی نہیں دیکھے ہونگے۔ جیکر دیکھے ہوتے تو اتہاد ک شلوک جینیوں
نے بنا کر لکھے ہیں۔ ایسے کبھی نہ لکھتے۔ کیونکہ جین مت کے دو شاستر ہیں۔ ایک شوتامبر
اور ایک دگمبر۔ دونوں میں سے کون سا جین سوامی جی کے کان میں سنا گیا تھا جیسے
اس شلوک جینیوں [illegible] بنائے ہوئے ہیں۔ اب سوامی جی کو واجب ہے۔ جو ان شلوکوں
کا ٹھکانا لکھیں۔ اتھوا جس نے ان کے کان میں سنایا ہے۔ اس جینی کا نام لکھیں۔
اتھوا سوامی جی کی سمجھ میں اوکت دونوں شاستروں کے سوا اور کوئی جین مت ہے اسکا
اپدیشک ہے۔ تو اسکا نام لکھیں اگیان کی باتیں لکھنے سے ودوان نہیں ہوتا۔ اتر
نہیں لکھا اور اتر کی جگہ اگیان کی باتاں لکھی ہیں تو لوگ ہنسیں۔ شراون بدی ۱ سمت ۱۹۳۷ یہ
جینیوں کا داس انو داس ٹھاکر داس

اسکا اتر جلد نہ آنے پر دوسرا خط ۳۰۔ اگست ۱۸۸۰ء کو روانہ کیا۔

۵۔ جواب از منشی آنندی لال صاحب میرٹھ (۱۲ ستمبر ۱۸۸۰ء)

اوم۔ بھائی ٹھاکر داس جی لوگ نمستے۔ پتر آپ کا متی بھادوں بدی ۱ سوموار کا لکھا ہوا

نوٹ ۔ ٹھاکر داس کے پتر کی نقل ہو بہو کر دی گئی ہے ورتنی اصلاح وغیرہ کا کوئی دخل نہیں کیا گیا۔

جی کے پاس پہنچا۔ سوامی جی نے ہم کو دے دیا۔ اور کتنے ہی کو دیکھا پھیر اسے جا کر مجھ کو تعجب
ہوتا ہے کہ آپ جیسے پنڈت جی بھی ودت شریمر کوشش کیوں کرتے ہیں۔ میں نے پرتھم پتر
میں سب باتوں کے پہلی اتر دیکھے پھر بھی تم نے نہ سمجھے تو میرا کیا دوش ہے۔ کہا میں نے
یہ بات نہ کہی تھی۔ کہ جو سوامی جی سے ست ویدک شاستر پڑھا کیا جاوے۔ تو اپنے مت
کے سروانگ نشٹ (سب سے بڑے وروان) کو سوامی جی کے سنمکھ کرو۔ استھوا جو ایسا نہ
کر سکو تو جو اس سمے گوجرانوالہ میں آتما رام جی اپستھت ہیں انہیں کو شاستراتھ کے واسطے
نیکت کرو جس میں آپ لوگوں کے مت کی ستیا ستیتا کا پرسپر نرنے ہو سکے سب کو
وچار کرنے کا سمے پراپت ہو اور جو آپ لوگوں پر ست اور جھوٹ کو گپت۔ کہنے سے
متیوں پ کا نشک پرسپر ہو رہا ہے۔ وہ دور ہو کر ست کا گیان ہو۔ اتر پر کا نشٹ ہو جائے
لوگ ایسا اپواد تمہارے پر دھرتے ہیں کہ جیسے ویدادک شاستروں کو۔ یہ لوگ یا انجیل
آدمی کو عیسائی لوگ اور قرآن آدمی کو مسلمان لوگ ٹھیک ٹھیک ست اور ودیا ست کو
کے انوکول ہوتے تو وام مارگیوں کے سدرش کول پدھتی کے سمان اپنے پستکوں کو گپت
کیوں رکھتے۔ آپ ایسی جیسی مالوں کے اپواد کا نوارن کرنا۔ آپ لوگوں کو اتیت اوچت ہے
سو اس کے نوارن کے اپائے دو ہی ہیں۔ ایک سوامی جی کے ساتھ تمہارے بہت
کے سروانتم ودوان کا شاستراتھ ہونا اور دوسرا اپنے سب پستکوں کو ایک دن
بھاشاؤں میں چھپوا کے پرسدھ کرنا۔ جب تک ایسا نہ کرو گے۔ تب تک یہ لوگ کا شک
دور کبھی نہ ہوگا۔ پرنتو ست کا اپائے جو کیا جاوے تو شیگھر ہی ہو سکتا ہے۔ سوامی جی اور آتما رام
جی کا سمواد ہم اور تم مقرر کر دیں۔ جو سوامی جی کا کچھ کھنڈت ہو کر آپ لوگوں کا پکش سدا
سب ہے تو آتما رام جی آدمی آٹھ جینیوں کا ریل و کرایہ بیٹے کا جتنا خرچ لگے اتنا ہم
دیں اور جو آتما رام جی کا پراجت ہو کے سوامی جی کا پکش سدا رہے تو آٹھ پرشوں کا یاترا
بیوہار میں یاوت خرچ ہو گا سب آپ لوگ دیویں۔ کوئی اتم استھان مقرر کر کے جو دونوں
دونوں مہاتما اپستھت ہو کے شاستراتھ کریں ہم لوگوں نے سوامی جی سے اس وشے
میں پوچھا تھا۔ سوامی جی نے کہا ہے کہ جو ایسا ہو تو ہم کو سویکار ہے۔ اب تم لوگ
آتما رام جی سے پوچھ کر دے اس بات میں ہرج کیا ہے۔ وہ نہیں جو سب سے شاستراتھ
کرنے کو ادیت ہوں۔ تو شیگھر کہیں۔ کیونکہ سوامی جی یہاں سے اب تر جانے والے
ہیں۔ اس سے یہ کاریہ اتی شیگھر ہونا چاہئے اور تمات دونوں مہاتماؤں کے سامنے
سے سب سندیہ نشٹ ہو جائیں گے۔ اور دوسرے پتر کا اتر سوامی جی نے نہیں لکھا
کہ اس میں کچھ وشے نہ تھا۔ اب جو تیسرے کا اتر ہم نے لکھا ہے۔ سو لیکھ یوگیہ
ودت ہے۔ کیونکہ ان کا اتر پرتھم پتر کے اتر میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اور اس پتر میں تم کو دیا
سمجھ لیکھ پر کرنا یوگ نہ تھا۔ تب سوامی جی کے نام جو چٹھی بھی اوچت تھی [illegible]

جانو کہ سوامی جی اور اُنکا سروسو ہمارا اور ہم تمہارا سروسو سوامی جی کا ہے۔ جیسا تم نے لکھا ویسا تم پر بھی آگرتا ہے۔ کہ تم کون پڑھنے اور لکھنے والے ہو۔ جو ہو تو تم کیوں نہیں؟ یہ سب باتیں لکھنے سے کبھی نہیں ہٹ سکتی ہیں۔ مثلاً دونوں دو دوانوں کے سماگم سے بار بار سُنا سمجھے بچنے ہو کہ ستیارتھ پرکاش آپ نے کیوں چھپوایا؟ اتنا بھی بودھ تم کو نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو سوامی جی نے چھپوایا ہے۔ راجہ جے کشن داس سی۔ ایس۔ آئی رئیس مرادآباد نے چھپوایا ہے۔ جب ایسے چھوٹی چھوٹی باتوں کو نہیں سمجھتے ہو تو گوڑھ باتوں کو کب سمجھ سکوگے۔ یہ تمہارا اور ہم کو اتنت شوک ہے۔ کہ اپنے اور دوسرے کے مت کا ستّ استّ نہ لکھنے کے لئے بیٹھنا۔ ودیا پرمان اور شاستر وکت بیوہار کے بموجب ہیں تو لوگ شاستر ارتھ کر کے اسّت کا کھنڈن اور ستّ کا پرچار کریں۔ یہ شاستر ارتھ پرتھم سمکرت دشے جو ستیارتھ پرکاش میں سوامی جی نے لکھا ہے۔ اسی دستخط میں جو ہیں بات ایسے دشیوں میں۔ جو اس شاستر ارتھ میں تمہارا پنڈت ستیارتھ پرکاش کے دوادش سمولاس اوکت دشے کو تمہارے مت سے ورودھ ٹھہراویگا۔ تو سوامی جی اس دشے کو دوسری بار ستیارتھ پرکاش میں چھپوانے نہ دینگے۔ اور معافی مانگیں گے۔ اور جو وہ دشے سوامی جی نے تمہارے مت کے انوسار ستھ کر دیا۔ تو جتنی تم نے ویدادک دشے کی نندا لکھی ہے۔ اُسے چھوڑنا اور سوامی جی سے معافی مانگنا ہوگا۔ جو تم لکھیل شاستر ارتھ کرنا نہ چاہو تو کب تک کروگے اسکا نشچت سمے لکھو۔ پرنتو جتنا جلد اتنا اچھا۔ کرنا ہے کہ سوامی جی اور ہماری اور سے کچھ بھی بلمب نہیں۔ اسکا پرتی اتر شیگھر ہی دیجئے۔ اور اس بات میں تم کو ولمب کرنا اوچت نہیں۔ کیونکہ تم نے یہ بات اٹھائی ہے اسواسطے آپ کو یوگ ہے کہ کل شاستر ارتھ کرنے میں پرورت ہوا چاہو تو آج ہی تتپر ہو جئے۔ دیکھو ہمارے ساتھ پتر بیوہار کرنے سے تم کو کتنا لابھ ہوا۔ کہ جو پرتھم اور دوسرا پتر تم نے ہمارے پاس بھیجے تھے وے کیسے اشدھ تھے۔ اور جو تیسرا پتر تم نے بھیجا تو بھاشا کے قاعدہ سے اچھا ہے۔ اور تیسرا کے ارتھ سے تو یہ بھی شُدھ نہیں ہے۔ اب میں اپنے لیکھ کو اب لکھنے سے روک کر آپ لوگوں کو جتاتا ہوں۔ کہ آپ لوگ پرلوکت باتوں پر دھیان اور شیگھر ودیں۔ یہ بات ست اوتم اور لابھ کاری ہے۔ تتھی بھادر بدی ۱۰ بدھوار سمبت ۱۹۳۶ مُنشی لال منتری آریہ سماج میرٹھ

یہ ٹھاکرداس کا خط نمبر ۵ میرٹھ سے جواب آنے پر لالہ ٹھاکرداس نے یہ خط لکھا۔ سوامی دیانند سرسوتی پرلوک گئے۔ آپ کا پتر مجھے پہونچا۔ پرنتو جو میں نے پوچھا تھا جو ویدوکت کون سے جین مت کے شاستر ہیں۔ انہوں کون سے ... سے آپ نے سنے ہیں؟ ان دونوں میں سے آپ نے ایک کا بھی اُتر نہیں لکھا۔ یہ شوک کی بات ہے۔ کہ جب ستیارتھ پرکاش میں لکھا تھا۔ تب نہیں بچارا تھا۔ جو اس بات کا اُتر کوئی مانگے گا۔ تو کیا اُتر دونگا؟

ہم آپ کو پریم پورو ک لکھتے ہیں۔ یا تو اوکت پرشنوں کا اتر لکھو نہیں تو اپنی بھول پرگٹ کرو ہم
سے معافی مانگو اور جو تم نے کہا ہے۔ کہ ہمارے پاس آ کر وچار کرو سو وہاں جو تم ہمارے
پرشن کا وچار تھا اتر لکھو گے تو تم کو پرتیت ہو جاوے گی۔ جو سوامی جی مت وادی ہیں۔
تو پھر ہم کو جو سننے ہونگا۔ تو آپ کے پاس سوچ کے کو چلے تو لیجئے۔ چکر اتر تیار ہو نہ کہہ تو
پھر ست وادی سے ہم کو پوچھنے کی واد وچار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو شول دوی دستور
مطابق ۲۲ ستمبر ۱۸۸۲ء گوجرانوالہ۔ ٹھاکر داس سادھو۔

۷۔ جواب از سماج گوجرانوالہ۔ اس خط کا بھید بھی پرشن تھا۔ اور محض بے تکی ہانک
کر مباحثہ سے بھوتی گئی تھی۔ اسلئے گوجرانوالہ سماج نے سوامی جی کے پاس بھیجا مگر وہ
نہ سمجھ کر (کیونکہ انہیں کی معرفت خط وکتابت ہوتی تھی) یہی جواب دیا۔

اول خط بنام ٹھاکر داس بتاریخ۔ لالہ ٹھاکر داس جی نمستے! ہم کو آپ سے کچھ شرح جاؤ
بھی ہے۔ ہماری باتوں سے اپریسن و اکر دوہ ٹھیک نہ ہونا آپ کا پترکا استی اسوچ روپی
ہوکا آپ نے سوامی جی کے پاس بھیجنے کے لئے اس سماج میں بھیجا تھا۔ سو وتھا ہیلی
ہی باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور سوامی جی کے پاس اسکا بھیجنا بیرتھ جانا۔ اسلئے نہیں بھیجا
گیا۔ کیونکہ سوامی جی کی اور سے اتر آپ کے پترکا جیسے اچت تھا آ چکا ہے۔ انہوں
نے جو کہا ہے۔ کہ آپ کے مت کے کسی اوتم ودوان وا تما رام جی سے جو اس سمے گوجرانوالہ
میں ہیں۔ شاستراتھ ہو کہ سب ستیا ستیہ ٹھیک باتوں پر وچار کیا جاوے۔ یہ سب اتم
اور آپ کی سب باتوں کا جواب ہے۔ اور اس سے جن باتوں کا فیصلہ ہوتوں میں نہ لکھا
نہیں ہوسکتا ہے۔ ان کا دونوں ہی میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور شدھ ہم شاستروں کے اتیت
وچارنی باتوں کا نتیجہ جب تک دو ودوان ملکر پرتھا شاستراتھ سے وچار نہ کریں ہو ہی
نہیں سکتا۔ یدی آپ شاستراتھ کے لئے ابھی کوئی تجویز ہم نہیں ٹھہرا سکتے۔ تو جب
کوئی اچت سمے اور ستھان ودی استھان نیت کر سکیں۔ اس سے اطلاع دیتے جائیں
پرتھا اور دوش یکت باتوں کے لکھنے میں آپ پرورت نہ ہوں۔ اور یہ درست ہے کہ
اسبھیہ لیکھ اور کرودھ باتوں کے کرنے سے کبھی آپس میں وچار پورک پرشنوتر ہو ہی نہیں
ہوسکتا۔ اور جو پرش دویا آدمی کن رہت ہو کے پہلے ہی سے لڑائی اور الگ ایسا کی اپیل
کرے۔ جیسا کہ آپ نے کر رکھی ہے۔ کہ ہر ایک آدمی سے ہی سمجھوتا اور اسبھیہ لیکھ
کرکے منشی آنندی لال جی نے اسکا اتر سنتے رہے۔ اور ابھی تک اس سے نہیں بچے
لیے اور ودوان لوگوں سے دو وادوں اور وچار یکت پرشنوں کو اوستھیہ الگ رکھا جائے
اور ایسا پرشنوتر ہو پر ایک دوشٹ ہو رہا ہے۔ شوک کی بات ہے۔ کہ آپ پہلے ہی
سے ایسی چال چلتے ہیں۔ یدی آپ کے مت کے کسی اُتم ودوان کے ساتھ شاستراتھ
ہوکر وچارنیہ باتوں کا نتیجہ تیار وت کیا جاوے۔ تو ابھی پر کار ستاشت کا مرنے

ہوسکتا ہے۔ آگے آپ کی اچھیا رہتے۔ سہتا کشر نرائن کشن اپ پردہان آریہ سماج گوجرانوالہ

۸۔ آتما رام جی سے پرشن لکھوائے۔ انہیں دنوں میں ایک خط سوامی جی کا بنام سکریٹری آریہ سماج گوجرانوالہ آیا۔ کہ آتما رام جی جو پوشیدہ رہ کر ٹھاکر داس کو سامنے کرتے ہیں کہ جو جو سندیہ ستیارتھ پرکاش پر ہوں۔ ان سے لکھوا کر اور دستخط کرا کر ہمارے پاس بھجوا دیجئے تاکہ ہم ان کو اپنی سہتا کشر کے خط ارسال کریں۔ ان چند سجنوں نے زبانی جا کر کہا۔ انہوں نے سوچنے کا وعدہ کیا۔ پھر سماج کی طرف سے یہ خط آتما رام جی کے نام ارسال ہوا ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۸۲ء۔ آکو منتری شریمت پنڈت آتما رام جی یوگ نمستے۔ مہاشے اس سماج میں سوامی دیانند سرسوتی کا ایک پتر آیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ پنڈت آتما رام جی سے ایک پتر ان سندیہ یکت باتوں کا جن کو وہ ستیارتھ پرکاش میں جینیوں کے مت ٹھہراتے ہیں۔ ان کے سہتا کشر سے ہمارے پاس بھجوا دو۔ کہ ہم وچار پوروک انکار لکھ کر اور اپنی سہتا کشر کر کے ان کے پاس بھیجیں گے۔ کہ اس بات کے نویدن کے ارتھ اس سماج کے دو تین سبھاسد آپ کے پاس پراپت ہوئے تھے جس پر آپ نے کہا تھا کہ پرنتو اس وشے میں ہم وچار کر لیویں سو وچار کر لیا ہوگا۔ مہاشے یہ سب کو ودت ہے کہ آپ ہی کے اپدیش پوروک آپ کے سیوکوں نے اس وشے میں پتر سوامی جی کے نام بھیجا تھا۔ اور آپ خود بھی اپنے مکھار بند سے یہ بات کہہ چکے ہیں۔ اس لئے ہم لوگ بنتی کرتے ہیں۔ کہ جیسے آپ کو ستیارتھ پرکاش وشیک سندیہوں پرکٹ ہے تو سہتا کشر کرنے کے لئے آپ سوچ میں نہ پڑیئے۔ اور ان سب باتوں کا ایک سوچی پتر اپنی سہتا کشر سے سشوبھت سوامی جی کے پاس بھیجنے کے ارتھ ہمارے پاس بھجوا دیجئے۔ کہ ہم شیگھر سوامی جی کے پاس بھیج دیویں۔ یہ پرشا ستر ارتھ کے بدلے جو آپ نے سویکار نہیں کیا آپ کے سہتا کشر یکت سوچی پتر پر سب باتوں کا نرنے ہو سکتا ہے۔ یدی آپ بھی وچار اس نرنے کو بھلا جانکر اس پر دھیان دیویں۔ اپتا شبھ ۵ کاتک سمت ۱۹۳۹ مطابق ۲۴۔ اکتوبر ۱۸۸۲ء سہتا کشر دستخط نرائن کشن اپ پردہان آریہ سماج گوجرانوالہ

اس پر آتما رام جی نے کل پرشن لکھوا کر اور اپنے دستخط کر کے سماج کو دیدئیے۔ جو آریہ سماج گوجرانوالہ نے سوامی جی کے پاس مقام میواڑ ارسال کر دئیے۔

۹۔ لالہ ٹھاکر داس کا خط نمبر ۱۔ گوجرانوالہ سماج کے خط کا حسب ذیل اتر کارتک سدی ۱۳ سمت ۱۹۳۹ کو لالہ ٹھاکر داس نے لکھوا کر بھجوایا۔

دیانند سرسوتی یوگ نمستے۔ مہاشے کارتک بدی ۹ کو ایک پتر گوجرانوالہ آریہ سماج نے ہمارے سند میں بھیجا۔ وہ ہمارے پیچھے بوجھ ہمدوانوں میں اتر گن سادھوؤں میں پرشست شریمان آتما رام جی کے نام تھا۔ انہوں نے یہ پتر دیکھتے ہی مجھے دیدیا۔ کامن کراں کو دوا ادویہ کچھ سمبندھ نہیں۔ پتر کا آشے جو مول کر میں نے پڑھا تو سب ہی جگت ہوا کہ

جب بیچ میں دیکھا کہ آپ کی آگیا تو سارے پتر لکھا گیا ہے اور آپ ہی نے اپنی تو خرافات کی ہے
سہا مجکو پتر بھیجکر ثبت کیا ہے۔ کہ وہ آتمارام جی کے نام پر پتر بھیجیں۔ تب تو میرے اچرج
کی سیما نہ رہی۔ پتر کا سرنامہ اور دیرتہ آتمارام جی کا نام دیکھکر تو میں نے کہا تھا کہ آریہ سماج
کو بھرم ہوا جو انہوں نے میرے نام کے بدلے آتمارام جی کا نام لکھدیا۔ پرنتو نہیں۔ جب
پتر کا آشا پڑھا تو دہی پرتیت ہوا۔ کہ آریہ سماج نے جان بوجھکر یہ بھول کی ہے۔ اور
اس بھول کے مول کارن آپ ہو کیونکہ آپ ہی کے اپدیش سے آریہ سماج نے مان لیا گیا۔
آہا ہا!!! پیارے دیانند جی یہ بدھی آپکو کس نے دی ہے؟ آپ کو کسنے سمجھایا۔ کہ آتمارام
جی کے نام پتر بھیجو۔ ایک بات میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ پانچ چھ پتر ہیں نے آپ کے پاس
بھیجے دو تین پتر آپ نے بھی میرے ہی نام پر بھجوائے۔ پھر آپ آج جل جاتے آتمارام
جی کے سامنے کیوں جا پڑے ہو۔ واہ رے نیا رنگ اور ودیّا آپ نے کہاں سے سیکھی۔ کہ
پتر بھیجے اسکو اتّر نہ دینا اور جو نہ بھیجے اس کے گلے جا پڑنا۔ آپ پہلے میرے ساتھ پتر
سے ہی شاستر ارتھ کا اتّر دیجئے۔ پھر آتمارام جی کے بھی سامنے آئیے۔ اس میں آپکو کیا ہانی
ایک پرشن کی جگیاسا میں آپ سے کرتا ہوں اور آپ پھسل پھسل کر دوسری اور جاتے ہیں
پرنتو اس پھسل جانے سے آپ چھوٹ نہ سکیں گے اور دو پرشنوں کے ارادہ سے نہ چھوڑ
سکیں گے۔ اس بات کا خوب آپ دھیان رکھیں۔ آتمارام جی کو پتر بھیجنے سے کدا چت
آپ نے یہ سمجھ لیا ہوگا۔ کہ ان کو ادھر ادھر کی باتیں بنا کر بہکا لونگا اور ناش تک نہ پہونچنے
دونگا۔ پرنتو میں آپکو سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ آپکا دھیان بھرم ہے آتمارام جی کو اس
مقدمہ سے کچھ سمبندھ نہ ہوگا جو کچھ کرنا ہے۔ سو میں نے کرنا ہے آتمارام جی اس جھگڑے
سے الگ ہیں۔ ہاں پیچھے ان کی اچھا ہوگی۔ تو جب بھی انہیں اوکاش ہوگا۔ وہ آپ
کی کلپت باتوں کا کھنڈن بھی کر دینگے۔ پرنتو اس سمے انہیں اس بات سے کچھ سمبندھ نہیں
سرسوتی جی مہاراج! آپ بچا کر تو دیکھئے۔ میرا پرشن کچھ بڑا بھاری نہیں کیول اتنا ماتر
آپ سے پوچھا اور پوچھتا ہوں۔ کہ ستیارتھ پرکاش کے بارہویں سمولاس میں جو جین
مت وِویک آپ نے شلوک لکھے ہیں وہ کسی جین پستک وہتی شاستر کا پرمان
لکھ کر لکھے ہیں۔ پڑھے ہی شلوک کا دشٹے ہے۔ کہ اب اس پرشن کو کئے ہوئے چار ماہ
ہو گئے پرنتو آپنے اندھا دھند پتر بھیج بھیجکر یہ چار ماس اوڑا دئے [illegible] اتّر نہ دیا
عدالت میں پہلا دعوے میرا یہی ہوگا کہ یہ شلوک جو ستیارتھ پرکاش میں دیانند نے
لکھے ہیں۔ اور جین مت کی نندیا کی ہے۔ سو یہ شلوک ہمارے مت کے کسی پراچین جین آچاریوں
اور ودوانوں کے گرنتھوں میں کہیں نہیں ہیں۔ اور جو اس نے (دیانند نے) بنا کر
کے دیکھ ہمارے مذہب کی توہین کی ہے۔ اسکا ڈنڈ اسکو اوشیہ ملنا چاہئے۔ پھر یہ دور
پھر اس سمے آپ کیا کروگے۔ اس سے میں چاہتا ہوں۔ کہ گھر میں نبیڑہ کرنا اوچت اور شریشٹ

تم ہے۔ گوجرانوالہ کی سماج کے پرپت پتر میں بھی لکھا ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں جیسے ہوئے واکیہ جین جن جن کو آپ اشدھ سمجھتے ہیں ان کو آپ ہمارے پاس لکھ کر بھیج دیں۔ ہم اسکا نرنے کرا دینگے۔ سو مہاشن! آپ اور باتوں کے نرنے کو تو رہنے دیجئے۔ سب سے پرتھم اس بات کا نرنے کرا دیجئے۔ کہ وہ شلوک آپ نے کہاں سے لیکر اور کس پرمان کو رکھ کر لکھے ہیں۔ پس انہیں باتوں کا نرنے پھر آپ سے آپ ہو جاویگا۔ انت میں آپ کو یہ جتانا چاہتا ہوں کہ میرا پرشن کچھ گمبھیر نہیں ہے کیول ایک سادھارن سا ہے۔ اس کا اتر آپ شیگھر دیدیجئے اور جو یہ کہنا ہو سو مجھے کہیں آتمارام جی کو دکھ دینے سے پرلوجن نہیں۔ اور دوسرے یہ یدی آپنی بات کو سدھ کرنے کے ارتھ کوئی پرمان آپکے پاس نہیں۔ تو آپ جیسا کیشٹ سہت ایک پتر چھپکر ہم سے شما مانگ لیجئے اور کیشا پتر نیار کیجئے نہیں ہم شانت ہو جاوینگے نہیں تو اپنا مکتش درڈھ رکھ کر لکھیے آگیا دیجئے۔ کہ جو عدالت میں اپنا فیصلہ کروا لیجئے۔ یدی آپ نہ دینے والے ہیں۔ تو ہمارا اتر دو باتوں اور دو پستکوں میں آسکتا ہے۔ گوجرانوالہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۱ء جینیوں کا ایک داس ٹھاکر داس سبا ہڑہ۔

۱۰۔ ٹھاکر داس کے سوال کا جواب جین سبھا کو۔ لالہ ٹھاکر داس والی خط و کتابت میں آتمارام جی پوجیہ۔ اور سراوگیاں لودھیانہ و گوجرانوالہ شامل تھے۔ کوئی ظاہری طور پر لوہے کا جھگڑا سوا جسے سوامی جی نے سکرٹری آریہ سماج ڈیرہ دون کی معرفت سب کے نام ایک ہی مضمون کے خط مورخہ ۹ نومبر ۱۸۸۱ء ارسال کرنے کو آریہ سماج گوجرانوالہ میں بھجوا دئے جنہیں ۱۳ نومبر ۱۸۸۱ء کو پردہان سماج نے سب کے پاس ارسال کر دیا۔ نقل خط

شری یت پنڈت آتمارام جی اور لالہ ٹھاکر داس جی کو لکھے۔ ڈیرہ دون سے یہاں ایک پتر ان پرشنوں کے اتر کا جو آپ سبھوں نے۔ سوامی جی سے کئے تھے۔ اس پرلوجن سے بھیجا تھا کہ اس کی ایک نقل آپکے پاس بھیجی جاوے۔ سو نقل آپکے سب بھیجی جاتی ہے۔ اور یہ بھی پرگٹ کیا جاتا ہے۔ کہ اس کی نقل سوامی جی کی آگیا انوسار لودھیانہ کے شراوک جینوں کے پاس بھی بھیجی گئی ہے۔ منشی پربھو دیال جی سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا

تاریخ ۱۳ نومبر ۱۸۸۱ء نرائن کرشن اپ پردہان آریہ سماج گوجرانوالہ

پوجیہ ور آتمارام جی۔ پنچایت سراؤگیان لودھیانہ۔ اور ٹھاکر داس جی رئیس گوجرانوالہ جین مت انویائی سجنوں کے پرشنوں کے اتر۔

پرشن۔ ستیارتھ پرکاش میں جو شلوک لکھے ہیں جینیوں کے کس شاستر یا گرنتھ کے ہیں۔

اتر۔ یہ سب شلوک برہسپتی مت انویائی چارواک جسکے مت کا عرفی نام لوکائت ہے۔ اور وہ جین مت انویائی ہیں۔ ان کے مت انوسار شاستر و گرنتھوں کے شلوک ہیں۔

شلوکوں کا ترجمہ۔ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(۱) جب تک جئے سکھ سے جئے۔ موت پوشیدہ نہیں۔ خاکستر ہوئے پیچھے جسم میں پھر آنا کہاں۔ اسی طرح اس فرقہ کے ناسترک اچاریہ نک کا مت ہے۔ کہ

(۲) اگنی ہوتر تین وید تر دنڈ بھسم لگانا یہ بے عقل اور بے ہمت لوگوں کی روزی برہسپتی نے رچی ہے۔

(۳) آگ گرم اور پانی سرد اور ٹھنڈی ہوا کس نے ان کے بنانے والے کو دیکھا۔ یہ اپنی عادت سے ایسے ہیں۔

(۴) نہ بہشت نہ دوزخ نہ کوئی اور نجات نہ ورن اور نہ آشرم کے کام پھلدائک ہیں۔

(۵) اگنی ہوتر تین وید، تر دنڈ بھسم لگانا یہ بے عقل و بے ہمت لوگوں کی روزی برہسپتی نے بنائی ہے۔

(۶) اگر جانور جوتشٹوم یگ میں مارے جانے سے بہشت کو جاتا ہے۔ تو یجمان اپنے باپ کو اس میں کیوں نہیں مار ڈالتا۔

(۷) مرے ہوئے جیوؤں کو اگر شرادھ ترپتی کا باعث ہے۔ تو سفر میں لوگوں کو توشہ رکھنا فضول ہے۔

(۸) بہشت میں بیٹھا ہوا اگر دان سے ترپت ہوتا تو کوٹھے پر بیٹھا ہوا کیوں نہ ہوتا۔

(۹) جب تک جئے سکھ سے جئے۔ قرض لے کر گھی پئے۔ خاکستر ہوئے جسم میں پھر آنا کہاں

(۱۰) اگر جسم سے نکل کر جیو پرلوک کو جاتا ہے۔ تو متعلقین کی محبت سے پھر لوٹ کر کیوں نہیں آتا۔

(۱۱) یہ سب اوقات بسری کا وسیلہ برہمنوں نے بنا لیا ہے مرے ہوئے جیوؤں کی کریا وغیرہ نہیں اور کچھ نہیں ہے۔

(۱۲) گھوڑے کا فلاں استری گرہن کرے۔ بھانڈوں نے اس طرح کی باتیں بنا رکھی ہیں۔

(۱۳) تین وید کے بنانے والے بھانڈ دھورت۔ نشاچر ہیں اور جربھری اور ترپھری الفاظ پنڈتوں کے کلمات ہیں۔

(۱۴) گوشت کا کھانا راکھشوں کا کام ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یہ سب شلوک اسباب کا اظہار کر رہے ہیں۔ مگر جین مت کے فرقوں نے بحث مذاہب کی ہے۔ اور جو کچھ میں نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے۔ وہ سب ٹھیک ٹھیک ہے۔

پہلی چٹھی کے جواب میں لالہ ٹھاکر داس وغیرہ کو لکھا گیا تھا۔ کہ جین مت کی کئی شاخیں ہیں۔ اگر آپ ہر ایک شاخ کے مشترکہ ہدایات جانتے ہوتے۔ تو آپ کو ستیارتھ پرکاش کی تحریر میں شک کبھی نہ ہوتا۔ آپ لوگوں کے سوالوں کے جواب میں ویرا ہٹے ہوئی کیا اگر کوئی صاحب فہم (سمجھ دار) جیسا کہ سیٹھ پرشوں کو کیا کرنا چاہئے۔ دھیان کرتا تو

اسی سمے اتر بھی لکھا دیا جاتا۔ کیونکہ جیسا پورک لیکھ کے اتر میں سوامی جی دستخط بھی نہ کر لیے۔ دیکھئے اب پنجاب سرو گیان لدھیانہ نے لیکھ لکھا کیا تو سوامی جی نے اتر بھی تیار کر لکھوا دیا۔ اور اب بھی لکھو دیا گیا تھا۔ کہ جتنے ستیارتھ پرکاش وغیرہ آپ لوگوں کے پرشن ہوں سب لکھ بھیج دیجئے۔ جو سب کے اتر ایک سنگ لکھ دیئے جا دیں جیسا سوامی جی نے لکھوایا تھا۔ کہ آتما رام جی کو جین مت والے شرومنی پنڈت گنتے ہیں ان کا اور سوامی جی کا شاستر ارتھ انوسار ہوتا۔ تو سب باتیں نشچے پوری ہو جاتیں پرنتو ایسا نہ ہوا اور یہ بھی شوک کی بات ہے۔ کہ ہم نے اس وشے رجسٹری چٹھی آپ کی پنجاب سرو گیان لودھیانہ کو بھیجی۔ اس کا جواب بھی اب تک نہیں ملا۔ نہ پرشن بھیجے۔ کنتو ٹھاکر داس نے ایک بات لکھ بھیجی تھی۔ کہ یہ شلوک جین مت کے کس شاستر اور کس گرنتھ کے انوسار ہیں۔ اور جو بات کرنے کے یوگیہ آتما رام جی ہیں۔ ان کا شاستر ارتھ کرنے میں نشیدھ لکھ بھیجا۔ اور ٹھاکر داس جی کا یہ حال ہے۔ کہ یہ تم چٹھی میں سنسکرت اور بھاشا کے بیچ میں انیک دوش لکھے ہیں۔ اب آپ لوگ دھرم نیائے سے وچار کیجئے۔ کہ کیا یہ بات اسی کی یوگ ہے۔ کہ جب چٹھی ٹھاکر داس نے لکھی۔ تب تب سوامی جی کے پاس اور اس میں جو بات شششٹ پرشنوں کے لکھنے یوگ نہ تھی سب لکھی اور جو یوگ ہیں۔ ارتھات آتما رام جی ان کو بات کرنے اور لکھنے دستخط کرنے سے الگ رکھتے ہیں۔ اور ایک یہ کہ ٹھاکر داس جی سے سوامی جی کا سامنا کراتے ہیں۔ کیا ایسی بات کرنی شششٹوں کو یوگ ہے۔ اب اور ایک بات کرتے ہو۔ تو اپنے مت کے کسی یوگ ودوان کو پرورت کیجئے کہ جس سے ہم اور آپ کو سچ اور جھوٹ کی تحقیقات ہو کر سب عمدہ گیان ہو سکے۔ بدھی مانوں کے سامنے اور یک لکھا او ٹھیک نہیں۔ کنتو ایسی شبھا ادتیہ کیجئے۔ تتھا بدھی جا اور ودوان میں تھوڑے لکھنے سے بہت جان لیتے ہیں۔ متی کارتک ... شدی ... بدھوار سمت ۱۹۳۶ و ۲ نومبر ۱۸۷۹ء۔ کرپا رام منتری آریہ سماج ڈیرہ دون۔

۱۱۔ جواب سوالات آتما رام۔ یہ چٹھی خود آتما رام جی نے جو پرشن ارسال کئے تھے۔ ۱۲ نومبر ۱۸۸۰ء کو اس کے نام سوامی جی نے یہ خط ارسال کیا۔ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۸۸۰ء بو بیوروا آتما رام جی۔ نمستے۔ پتر آپ کا ۲ نومبر ۱۸۸۰ء کا لکھا ہوا ۱۰ نومبر ۱۸۸۰ء کی شام کو میرے پاس پہنچا دیکھ کر آنند ہوا۔ اب آپ کے سوالوں کا جواب تفصیل سے لکھتا ہوں (از آفتاب پنجاب ۱۳ دسمبر ۱۸۸۰ء)۔

سوال نمبر ۱ ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۲ صفحہ ۴۰۲ سطر ۱۸ میں تحریر ہے کہ جب ہے رہنت کا نابود ہونا ہوتا ہے تو پنگل (زرآت) مناسب صدی صدی ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

جواب۔ میں نے ٹھاکر داس جی کے جواب میں ایک ... آریہ سماج گوجرانوالہ کی معرفت

بھیجا تھا جو آپ کے پاس بھی پہونچا ہوگا۔ اس میں یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ جین اور بودھ دونوں ایک ہی ہیں۔ خواہ انکو بودھ کہو خواہ جین کہو۔ بعضے مقامات میں مہابیر وغیرہ تیرتھنکروں (جین مت کے پیشوا یاں مذہب کا خطاب ہے) کو بدھ اور بودھ وغیرہ الفاظ سے پکارتے ہیں اور کہیں جگہ جین۔ جین، جن، ور جن، ور جن، اندر وغیرہ نام سے بولتے ہیں۔ جنکو چارواک مت کے شاخوں میں گنتے ہیں۔ انہیں لوگ بدھ، سوگت، بودھ اور چار بودھ وغیرہ کہتے ہیں۔ آپ اپنے گرنتھوں میں دیکھ لیجئے اگر نتھ وویک سار صفحہ ۵ سطر ۳ (ا) بدھ، بودھ، یہ ایک سبھ ایک ہی تیرتھ بھگوان ہیں (صفحہ ۳ سطر ۷)

چار بودھ کی کتھا (صفحہ ۱۰۳ سطر ۶) ایک بدھ کی کتھا (صفحہ ۱۰۳ سطر ۲) سوگت بدھ کی کتھا (صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۱)

چار بدھ سمیکال موکش کو گئے۔ اسی طرح اور بھی آپ کے گرنتھوں میں کتھا صاف موجود ہیں۔ ضرور آپ یا اور کوئی جین شرادک برخلاف نہ کر سکینگے۔

اور شانتکر داس کی پہلی چٹھی میں رتنجیدان شلوکوں کے جو میں نے اس سے پہلے پتر میں لکھ کر آپ کے پاس بھیجا ہے ہیں۔ آپ لوگ کی شلوک شلوکوں بھی کر چکے ہیں۔ اس چٹھی کی نقل میرٹھ میں ہے۔ اور آپ کے پاس بھی ہوگی رطب بھاشن میں مکا جس میں راجہ شیو پرشاد جی نے اپنی جین مت استہرنا وغیرہ بزرگوں کے بہم پرا کا حال لکھا ہے ان کی گواہی بھی لکھی تھی۔ اور اتہاس ترنا شک کھنڈ ۳ صفحہ ۵ سطر ۱۲ سے پیکے صفحہ ۶ کی سطر ۳ تک صاف لکھا ہے۔ کہ جین اور بودھ ایک ہی کے نام ہیں۔

اکثر جگہ مہابیر وغیرہ تیرتھنکروں کو بودھ کہتے ہیں۔ انہیں کو آپ لوگ جین اور جن وغیرہ کہتے ہیں۔ اب رہے بودھ کی شاخوں کے بھید جو چارواک اہیانک وغیرہ ہیں۔ جیسا کہ آپ کے یہاں شویتامبر ڈھونڈیا وغیرہ شاخوں کی بھید ہیں۔ کہ ان میں کوئی شونیہ واد (خالی ہستی) کوئی کشنک (زائل تغیرا وقات) کوئی جگت کو نت ماننے والا کوئی انت ماننے والا۔ کوئی سوبھاؤ سے دنیا کی پیدائش اور پہلے رنا بود ہوجانا ماننے ہیں۔ اور کوئی روح کو پانچ عنصر (پانی مٹی ہوا آگ اور آکاش کے اتصال سے) بنی ہوئی مانتے ہیں۔ اور اس کا ناش ہوجانا بھی مانتے ہیں (دیکھو رتنا ملی گرنتھ صفحہ ۱۰۳ سطر ۱ سے صفحہ ۱۰۴ سطر ۱ تک) کیا جگہ سب جگت کی پیدائش اور قیام اور پرلے بھی کہا ہے یا نہیں۔

اسی طرح چارواک وغیرہ کئی شاخ والے مکو آپ پدگل کہتے ہیں۔ اسکو تو بدھ نام سے کہتے ہیں۔ اور ان کے تا سیں ملنے سے جگت کی پیدائش اور الگ ہونے سے پرلے بھی مانتے ہیں۔ اور وے جین اور بودھ سے علیحدہ نہیں ہیں۔ بلکہ جیسے پرلوکہ مت میں مانا بھی وغیرہ ویشنو کی شاخ اور پاشپت وغیرہ شیویوں کی اور وام مارگ

کی وجہ سے بہادابا میں شاخیں اور عیسائیوں میں رومن کیتھولک وغیرہ اور مسلمانوں میں شیعہ و سنی وغیرہ شاخوں کے چند در چند بھید ہیں۔ اور باوجود اس کے وید اور بائیبل اور قرآن کے فرقوں میں وہ ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ ویسے ہی آپ کے "نئے جین اور بودھ مت کی شاخوں کے بھید گو الگ الگ سمجھے جا سکتے ہیں مگر جین یا بودھ مت میں ایک ہی ہیں

آپ نے بودھ یعنی جین مت کے ہر ایک فرقہ کے تتر سمپاہت یعنی بھید بیان کرنے والے گرنتھ دیکھے ہوتے تو ستیارتھ پرکاش میں جو تحریر پیدائش اور رہنے کے باب میں ہے۔ اس پر شنکا بھی نہ کرتے۔

سوال نمبر ۲۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۰۹ سطر ۲۳ (رشی) منش آدمیوں کو گیان ہے۔ گیان سے وہ بے اپدیش کرتے ہیں۔ اس سے انکو پیدا ہوتا کچھ اپدیش نہیں۔ یہ بات جین مت میں نہیں۔

جواب۔ گرنتھ ووبیک سار میں صفحہ ۲۲۰ سطر ۱ سے لیکے سطر ۱۵ تک دیکھ لیجئے۔ لکھا ہے۔ یعنی گن بیبوک اور سوچن وغیرہ سمدری کا حکم جیسے وشنو کمار نے گرو کے حکم سے بودھ روپ دھارا کرکے بھی نام پر دست کو کہ وہ جنکا مخالف مقالات مار کے ساتویں نرک میں بھیجا اور ایسی ہی اور باتیں۔

سوال نمبر ۳۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۰۹ سطر ۳ اور اسکے اوپر یعنی بیچ مقابل (بیچ) بچ کے چراجیکا دیکھنا۔

جواب۔ شٹک رتن سار بھاگ صفحہ ۲۳۰ سطر ۱۳ سے لیکر صفحہ ۲۳۰ سطر ۲ تک لکھا ہے کہ وہاں بہا پیر اور گوتم کے باہمی چرچا میں کیا لکھا ہے۔

سوال نمبر ۴۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۱۰ سطر ۲۳ اور ان کی مت میں نہ ہوئے پرنتو بھی ہوئے۔ تو بھی اس کی سیوا اور بات چیت تک بھی نہیں دیتے۔

جواب۔ بیبیک وویک سار صفحہ ۲۱۲ سطر ۳ سے لیکے سطر ۸ تک لکھا ہے دیکھ لیجئے۔ کہ غیر مذہب کی تعریف یا انکا گن۔ کیرتن نمسکار آداب بجا لانا یا ان سے کم گوئی یا دوستی یا انکو بیٹھنے کے لئے آسن وغیرہ دینا یا انکو کھانے پینے کی چیز۔ خوشبو۔ پھول دینا یا غیر مذہب کی مورت کے لئے چندن۔ پھول وغیرہ دینا یہ چھ باتیں نہیں کرنا چاہییں۔

سوال نمبر ۵۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۱۱ سطر ۴ کنتو سادھو جب آتا ہے۔ جینی لوگ اس کی ڈاڑھی مونچھ اور سر کے بال سب نوچ لیتے ہیں۔

جواب۔ گرنتھ کلپ بھاش صفحہ ۱۰۸ سطر ۴ سے لیکر ۹ تک دیکھ لیجئے۔ اور ہر ایک تو میں دیکھتا کیوقت ارتھی وقت چلا جانے کے بعد پانچ مٹھی بال نوچنا لکھا ہے کام

اپنے ہاتھ خواہ چیلہ یا گورو کے ہاتھ سے ہوتا ہے اور زیادہ تر ڈھونڈیوں میں ہے۔

سوال نمبر ۹۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴ سطر ۲ سے لیکر ۲ شلوک جینیوں کے بنائے لکھے ہیں۔ وہ جین مت کے نہیں۔

جواب۔ جین اسکا اتر اس سے پہلے پتر میں لکھ چکا ہوں (سورج کارتک سدی ۴ سنیچروار) آپ کے پاس پہنچا ہوگا دیکھ لیجئے۔

سوال نمبر ۱۰۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۴ سطر ۱۱۔ ارہنت اور کام دونوں بدھ کو مانتے ہیں

جواب۔ یہ مت قدیم متعلقہ جین مذہب سو سو برس چارواک کا ہے۔ جیسے ایسے ایسے شلوک کہ جب تک جیئے سکھ سے جئے موت پوشیدہ نہیں خاک شدہ جسم میں پیدا نہیں وغیرہ وغیرہ اسی مت کے بنائے ہیں۔ اسی طرح بدھی اور کام شاستر کے مطابق ارہنت اور کام دو ہی پدارتھ پرشاستر اور بدھی (تدبیر اور محبت) سے مانے گئے ہیں۔

یہاں اختصار سے آپ کے سوالوں کا جواب دیا گیا ہے کیونکہ خطوط کے ذریعہ پوری تشریح نہیں ہو سکتی تھی۔ جب کبھی میرا اور آپکا سماگم ہووے تب آپ کو میں گرنتھوں کے حوالہ و دلائل شرح کے ساتھ ٹھیک ٹھیک نتیجے کرا سکتا ہوں آپکو اور بھی جو کچھ سندیہ ستیارتھ پرکاش کی بابت ہو جس جس سوال میں ہو وہ پرمیرٹھ کے آریہ سماج کی معرفت لکھ کر بھیج دیجئے۔ سب کا ٹھیک جواب دیدیا جاویگا۔ اب میں یہاں تھوڑے دن تک ہونگا۔ اور اگر آپ ملاقات کر سکیں تو تاریخ ۱۰ نومبر ۱۸۷۸ء تک صبح کے آٹھ بجے سے پہلے پہلے ڈیرہ دون میں اور رات کے بعد مقام ... مجھکو تاریخیں خبر دی جائے کہ میں آپ سے شاستر ارتھ یعنی باہمی گفتگو کے لئے وہاں آ پہنچ سکوں۔ دانا آدمی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں۔ متی کارتک سدی ۱۳ اتوار سمت ۱۹۳۵ دستخط دیانند سرسوتی از ڈیرہ دون۔

۳۴۔ آتمارام جی کے دوسرے خط کا جواب۔ پنڈت آتمارام جی پوج نے ۹ ماگھ سمت ۱۹۳۵ (۹ جنوری سنہ ۱۸۷۹ء) کو ایک پتر سوامی جی کے پاس ارسال کیا جس میں کچھ باتوں کو مانا۔ اور کئی باتوں پر پھر اعتراض کئے۔ اسکا جواب سوامی جی نے ۲۱ جنوری سنہ ۱۸۷۹ء کو حسب ذیل دیا۔

"آنند رہیے آتمارام جی رشتے آپ کا خط ۹ ماہ ماگھ کا لکھا ہوا میرے پاس پہنچا حال مرقومہ سے آگاہی ہوئی میرے سوالات کے جواب میں جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ بودھ اور جین ایک ہی مذہب کے نام ماننے سے ہماری کچھ ہتک عزت نہیں۔ اس کے مطالعہ سے نہایت خوشی ہوئی یہی عقلوں کا کام ہے کہ حق کو مانیں اور ناحق کو نہ مانیں۔ مگر یہ بات جو آپ نے لکھی ہے کہ ان ہی کا چارواک وغیرہ چار فرقہ جین بودھ مذہب کے ہیں۔ سو وہ بودھ مذہب جین مذہب سے ایک علیحدہ شاستر کا ہے۔ اسکا جواب میں آپ کے پاس

لکھ چکا ہوں۔ کہ مذہب میں شاخ در شاخ کا فرق تھوڑی باتیں جدی ہونے سے ہوتا ہے۔ مگر بحیثیت مذہب شاخیں ایک ہی مذہب کی ہوتی ہیں۔ دیکھئے کہ ان ہی شگوفوں میں چارواک وغیرہ شامل ہیں۔ اور جو آپ ان کی تواریخ و سوانحعمری پوچھتے ہیں سو اس کا جواب پہلے میں دے چکا ہوں۔ یعنی تواریخ ترنا شک کے تیسرے باب میں دیکھ لیجئے۔

اور آپ جن بودھوں کو اپنے مذہب سے الگ کہتے ہیں۔ وہ آپ کے فرقے سے خواہ علیحدہ ہوں مگر بحیثیت مذہب ہرگز جدا نہیں ہو سکتے جیسے کہ جینی مثلاً شویت اور دوسرے جینیوں مثل سوگی سادھوؤں پر اعتراض کرکے انہیں جدا اور ہیا مانتے ہیں۔ یہ صریحاً ہو وکیہ نام کتاب میں تحریر ہے علی ہذا القیاس آپ لوگوں نے انہیں سبب سے اعتراض کرکے ان کے مت میں سمکیت شرنے کتاب لکھی ہے۔ تاہم اس سے وہ اور آپ بودھ یا جینی مذہب سے الگ نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کوئی عالم ان کے مذہبی اصولوں کے رو سے انہیں الگ مان سکتا ہے ان کے مسائل میں اختلاف تو ضرور ہوگا۔

آپ کے اس قول سے کہ جینی اس میں کیا عجب ہے کہ دیا بہر تیرتھنکر کے وقت میں چارواک مذہب تھا ان سے پیچھے نہیں ہوا۔ اس سے مجھ کو حیرانی ہوئی کیا جو دیا بہر تیرتھنکر کے پہلے ہو بیرتھنکر ہوئے ان سب کے پہلے چارواک مذہب کو آپ ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر کسی طرح کا خیال کلام آپ کے ہے سو تو مسائل پوچھ سکتا ہے۔ کہ مذہب بودھ بھی چارواک مذہب سے چلے ہیں۔ پھر آپ اس کے جواب میں کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیا چارواک بیشک اقسام سے ایک قسم کا بھی نہیں ہے۔ اور انہیں ایک سوا اور کیا نہیں ہوا کیا وے آپ کے اصولوں اور کتابوں سے الگ ہو سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے بھی اپنی تحریر میں بودھ مذہب کو اپنے مذہب میں تسلیم کر لیا ہے کیونکہ ارکنڈہ وغیرہ کو آپ نے بودھ مانا ہے۔ اور میں نے بھی اپنے پہلے خط میں جینی اور بودھ کے ایک مذہب ہونے کا تحریری ثبوت دیا ہے۔ پھر آپ کا دوبارہ پوچھنا بے فائدہ و بے مطلب ہے۔ جس صورت میں خود مدعی کے گواہ سے مقدمہ یا ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ تو ہیر علم کو غیر شخصوں کی شہادت بھی ضروری نہیں ہوتی۔ بھلا کسی کی کتابیں جینی مذہب میں چلی آئی ہوں۔ یعنی راجہ شیو پرشاد کی شہادت کو اور جو فی زمانہ یورپین لوگ بڑی محنت سے تواریخ بناتے ہیں۔ ان کی شہادت کو آپ غلط کہہ سکتے ہیں۔ کہ جنہوں نے اپنی تواریخ میں بودھ اور جینی کو ایک ہی کہا ہے۔ اور نیز یہ بھی کہا ہے۔ کہ کچھ باتیں آریوں کی اور کچھ بودھوں کی لے کر جینی مذہب بنا ہے۔

سوال دوم کے باب میں جو آپ نے تحریر کیا ہے۔ وہ صرف ناستک جینی مذہب کا بدقولہ سادھوؤں کو نکالنے اور تکلیف دینے والا تھا۔ اس کو ملک ساتویں نمبر میں بھیجا

کیا یہ تحریر آپ نے ستیارتھ پرکاش کی تحریر کے جواب میں نہیں لکھی۔ خیال کیجئے۔ کہ وہ سوامی جی جن مذہب کا دشمن تھا۔ جیسے مارا گیا تو کیا اس نے جان بوجھکر پاپ نہیں کیا تھا۔ کسقدر افسوسناک بات ہے۔ کہ آپ سیدھی بات کو بھی الٹا سمجھ گئے۔

سوال تیسرے کے جواب میں جو آپ نے پراکرت زبان کا ایک شلوک لکھا ہے۔ مگر اس کے معنے خود بیان نہیں کئے۔ صرف میرے پر اسکا سمجھنا چھوڑدیا۔ اسکا یہ مطلب ہوگا۔ کہ میں اسکے مطلب اور معنی تک نہیں پہنچ سکونگا۔ اس میں کچھ سب ملکوں کی زبان نہیں جانتا ہوں۔ لیکن مذاہب اور ان کی شاخ در شاخ فرقہ ہائے کے اصول بے علم اور کچھ اور عالموں کی صحبت کے اثر سے جانتا ہوں۔ آپ اور آپ لوگوں کے پیشواؤں نے اسی زبان بگاڑ کر اپنی زبان بنالی ہے۔ جیسے وسرم کا دھرم وغیرہ۔ مثلاً جنکا مذہب دلائل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے وہ ایسے ایسے غیر مشہور الفاظ بنالیتے ہیں۔ تاکہ کوئی دوسرا اسکو سمجھ نہ سکے جیسے شراب کا نام تیرتھ۔ گوشت کا نام پشپ وغیرہ بنا لیا ہے۔ تاکہ ان کے سوا کے کوئی دوسرا جان نہ لے۔ جو لوگ منصف اور عادل ہوتے ہیں۔ وہ تو راستے ایسے سیدھے بنالیتے ہیں۔ کہ اندھا بھی منزل مقصود کو پہنچ جائے۔ لیکن ان کے مخالف راستوں کو اس طرح بگاڑتے ہیں۔ کہ کوئی محنت و مشقت سے بھی چل نہ سکے۔ آپ کتاب رتن ساگر مالی کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے تو کیا ہوا بہت سے شردک اور جین لوگ اسکو سچا مانتے ہیں دیکھئے آپ ایسے عالم ہوکر मरा کو मरा لکھتے ہیں اور الفاظ مذہب غلط کے بہت کرنے میں بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ کیسے افسوس کی بات ہے۔ کہ سنسکرت تو دور رہی دیسی بھاشا بھی آپ لوگ نہیں جانتے۔ مگر بجائے اس تحریر کے یہ لکھنا مناسب تھا کہ آپ کی غلطی کا کچھ نہیں کیونکہ انسان اکثر غلطی کیا ہی کرتا ہے۔

سوال چہارم کے جواب میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بہت حیران کرنے والا ہے۔ تحصیل علم کی غرض جو انسان وہاں ظاہر کرسکتا ہے۔ جہاں اپنے سے زیادہ کسی عالم کو دیکھتا ہے۔ میں نے کبھی نہیں کہا کہ علما وحکما سے تعلیم پائی ہے جو مجھ سے زیادہ عاقل عالم تھے کیا بھی شاید اسکو تسلیم کرتے ہونگے کیا آپ لوگ غیر مذہب کے علماء کو معلم سمجھکر شاگرد کے خیال سے اور نتیجہ نجات کا لحاظ رکھکر کسی برعکس مدعا کے حصول کی آرزو سے زیارت کرتے ہو اور کیا یہ باتیں اور دو والوں کی نہیں ہیں۔ کہ اپنے مذہب اور اس کے سادھوؤں کی بزرگی کا خیال رکھنا اور غیر مذہب کے علما کی نسبت اسکے برخلاف۔ یہ اچھے لوگوں کی باتیں نہیں ہیں۔ حقیقتاً تمام خلائق میں سے اچھے کو اچھا اور برے کو برا ماننا محققوں اور عقلمندوں اور مہاتماؤں کا کام ہے۔ اور اسکو ہی ہم مانتے ہیں۔ اور مناسب ہے کہ آپ بھی اسکو تسلیم کریں۔ میری تحریر کا مطلب ٹھیک ٹھیک آپ اسوقت سمجھیں گے۔ جبکہ میں اور آپ بالمشافہ ہونگے۔ میری کتاب ستیارتھ پرکاش کی تحریر سے کوئی شخص یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ

جین مذہب کے لوگوں کو مدت تک تکلیف دینا اور خیرات نہ دینا اور جین مذہب بے ایمانی کی جڑھ ہے۔ بلکہ یہ ثابت ہے کہ اچھے اور ایماندار لوگوں اور لاوارثوں کی مدد کرنا اور برے لوگوں کو سمجھانا"

مگر یہ چند مصنوعات کا کلنک آپ کو ایسا لپٹ گیا ہے۔ کہ جب ایشور کی دیا ہو اور آپ لوگ تعصب کو چھوڑ کر کوشش کریں۔ تب دھویا جا سکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

بھلا جب یہ صریحاً کہا ہے۔ کہ غیر مذہب کی تعریف نہ کرنا اور غیروں کو روٹی اور پانی نہ دینا تو پھر آپ اسکو غلط کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ یہ باتیں آپ کے ہزاروں گرنتھوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ اور آپ لوگ اسکو کچھ بولیں۔ کہ مجھے ایسا خواب وخیال میں نہیں آیا ہے۔ ہاں جو آپ لوگ کچھ بھی بچا کر رکھیں۔ تو انکا چھوڑ دینا ہی دھرم ہے آگے آپکی اچھا

پانچویں سوال کا جواب اسکی نسبت جو آپ نے لکھا ہے اس سے میرے جواب کی تردید نہیں ہو سکتی کیونکہ جب بالوں کے نوچنے کا ثبوت آپ کی کتابوں میں لکھا ہے اور میں نے اسکے حوالے سے ثابت کر دیا پھر بھلا کہیں منطقی دلائل کا آسرا لینے سے اس بات سے انکار ہو سکتا ہے ہرگز نہیں

چھٹے سوال کے جواب میں۔ جب میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ جین اور بودھ جس مت کا نام ہے۔ اسی کی شاخ چارواک وغیرہ ہیں۔ پھر یہ کیسے غلط ہو سکتا ہے۔

جو آپ نے جین لوگوں کے گرنتھوں میں ہمارے مذہب کی نسبت لکھا ہے اور جسکا ہماری مذہبی کتب میں کہیں ذکر نہیں پایا جاتا۔ اور اس سے ہماری توہین مذہبی ترشح ہوتی ہے اسلئے آپ جین لوگوں سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ بذریعہ ڈاک جلد جواب عطا فرماویں کہ آیا وہ باتیں ہماری کن مذہبی کتب میں مندرج ہیں۔ واضح رہے کہ جس تشریح اور ٹھیک پتہ و نشان کے ساتھ بحوالہ صفحہ و سطر وغیرہ میں نے آپ کے سوالوں کا جواب دیا ہے اسی طرح آپ بھی جواب دیں ورنہ آپ صاحبوں کی بڑی ہانی ہوگی۔ اس امر کو آپ صرف سرسری نگاہ سے نہ دیکھیں بلکہ ایک قسم کی احتیاط مدنظر رکھیں۔ تاکہ یہ طوالت نہ پکڑ جاوے۔ ارسال جواب میں جلدی کرنے سے بہتری متصور ہے۔

جینیوں کے وویک سار گرنتھ کی تحریر پر چند اعتراضات۔ اعتراض اول

وویک سار صفحہ ۱۰ سطر ا میں لکھا ہے۔ کہ سری کرشن تیسرے نرک کو گیا۔

اعتراض دوم۔ وویک سار صفحہ ۴۱ سطر ۵ سے۔ ۱۰ تک لکھا ہے۔ کہ سری ہری ہر برہما۔ مہادیو۔ رام کرشن وغیرہ کامی کرودھی۔ اگیانی استریوں کے دوشی پاشانکی ناوکا کے سمان آپ ڈوبتے اور اور سب کو ڈبانے والے ہیں۔

اعتراض سوم۔ وویک سار صفحہ ۴۹ سطر ۱۵ سے صفحہ ۲۲۵ کی سطر ۵ تک لکھا ہے۔ کہ برہما۔ وشنو۔ مہادیو وغیرہ سب اودیا اور اپوجیہ۔

اعتراض چہارم ۔ وویک ساغر صفحہ ۵۵ سطر ۱۲ میں لکھا ہے کہ گنگا وغیرہ تیرتھوں اور کاشی وغیرہ چھیتروں سے کچھ پاپ نشٹ نہیں ہوتا۔

اعتراض پنجم ۔ وویک ساغر صفحہ ۱۳ سطر ۳ میں لکھا ہے۔ کہ جین کا سادھو بھرشٹ بھی ہو تو بھی غیر مذہب کے سادھوؤں سے اوتم ہے۔

اعتراض ششم ۔ وویک ساغر صفحہ ۱ سطر ۱ سے لکھا ہے کہ جینیوں میں بودھ وغیرہ شاخیں ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جین مت کے انترگت بودھ وغیرہ سب شاخیں ہیں۔ دستخط سوامی دیانند سرسوتی از آگرہ متی ماگھ بدی ۲ شکر وار سمت ۱۹۳۷ بمطابق ۲۱ جنوری سنہ ۱۸۸۱ء

۱۳۔ ٹھاکر داس کی گیدڑ بھبکیاں۔ سوامی جی اور آتمارام میں اسطرح پرشن اتر ہو رہے تھے۔ کہ ٹھاکر داس نے اپنے آپ کو کس چیز میں پڑتا ہوا دیکھ کر ۲۲ نومبر ۱۸۸۰ء کو پھر ایک نوٹس جاری کر دیا۔

اسمیں اول تو تمام پچھلے خط وکتابت کا خیال خود فیصلہ صادر آخر میں یہ عجیب الفاظ لکھے۔ "بدی آپ کی اب بھی معافی مانگنے کی اچھا ہو تو شیگھر پاک لو ہو تو لکھنے سے یہ نہ لکھا کہ جینیوں میں دیا اور کستما نہیں اب بھی بدی آپ اپنا کستما پتر لکھ دیں۔ تو آپ بچنے سے... بچا اٹھانے کی آپتی سے بچ سکتے ہیں نہیں تو آپ کو اوسکا دیکھے آپ کی لگیا تو سارہم نے انبالہ لودھیانہ دیا ودک استھانوں کے نسبت سے جینیوں کو اس کام میں اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ جو اپنا اپنا نوٹس ہی آپ کو دیجئے اور آپ نے جھوٹی ستیری لکھے میں ہی اتنے فریب کئے ہیں۔ کہ اس میں بھی آپ پکڑے جاینگے۔ کیا آپ جھوٹ لکھ لکھ کر لوگوں کو دھوکہ میں پھنسا تے اور میرا نام بدنام کرتے ہیں۔ آپ صبر رکھئے۔ کہ آپ کے یہ سب کپٹ عدالت میں پرگٹ کئے جاوینگے۔ اور اسکا خاطر خواہ ڈنڈ بھی آپ کو دکھایا جاویگا۔ اس پتر کا اُتر جائیے۔ آپ جیسی پاوے لکھیں۔ یہ آپ کی اچھا ہے۔"

مگر یہ نوٹس واپس آ گیا سوامی جی کو نہ پہنچا کیونکہ پتہ غلط تھا۔ ہمارے چالاک لالہ ٹھاکر داس نے اسے نہ تو دہرہ دون بھیجا۔ اور نہ آگرہ بلکہ انبالہ بھیجا۔ حالانکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ لالہ نے بھی انکو صحیح پتہ بتلا دیا تھا۔ سوامی جی کے خط بنام آتمارام جی میں بھی درج تھا کہ ۱۰ نومبر کے بعد آگرہ جاینگے۔ میرا آگرہ جا کر ایڈریس اور مباحثہ کرنا سمت آگرہ لودھیانہ انبالہ سب میں ٹھیک ہو چکا تھا۔ پس یہ جان بوجھ کر چالاکی تھی یا ناخواندہ ہونے کے سبب آگرہ کا انبالہ یاد رکھو۔ آفرین!!

پھر لالہ صاحب نے ۱۰ دسمبر ۱۸۸۰ء کو فارسی حرفوں میں ایک نوٹس لکھا اور انبالہ کے نام ارسال کیا۔ مضمون یہ تھا۔ کہ ہمارے سوال کا جواب سوامی جی کے پاس نہیں ہے اس سے سوامی جی چھپ بیٹھے ہیں۔ تو آپ ان کا ٹھکانا بتا دو۔ جواب میں لکھ کر

سماج کی طرف سے ایک جوابی نوٹس جاری ہوا جسکے عنوان میں یہ شعر لکھا گیا تھا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ٭

اس میں تمام باتوں کا جواب اور سوامی جی کا پتہ بھی مندرج تھا۔ (دیکھو سماچار صفحہ ۲۳ چار شنبہ) مگر ظاہر تھا کہ ایسا ناخواندہ شخص شہرت کا طالب ہونے سے تھے سو کوئی پتہ نہ اسکا۔

پھر ودیا پرکاش رو ہوشیار کے بموجب ستے ۱۲ جنوری کو ایک پترہ سماج گوجرانوالہ کے نام بھیجا کہ سوامی جی کے ناحق سیاست کا بند کرنے کے واسطے ہم ۲۳۔۲۴ جنوری کا اے خیال میں اکٹھے ہونگے۔ تم سوامی دیانند جی کو بلا بھیجو۔"

مگر سوامی جی کی تحریر کے مطابق نہ تو ٹھاکر رام جی نے ان کو لکھا نہ تار دیا نہ ٹھاکر رام جی مباحثہ کے واسطے طیار ہوئے اور نہ ظاہر ہوا کہ اس کے سوامی جی اور علم دوست عیسائی نے سوامی جی کو لکھا۔ اسواسطے وہاں کوئی مباحثہ نہ ہوا۔ درحقیقت ٹھاکر رام جی سوامی جی کے ساتھ مباحثہ کرنے سے سخت جی چراتے اور گھبراتے تھے۔ تاہم کم ظرف تھا کہ وہ اس لطف نوٹس فضول چٹھیوں سے کچھ دن کو ٹھنڈا کر دیا۔

چنانچہ ۱۵ فروری ۱۸۸۰ء کو اس نے آریہ سماجوں کے بیرونی ایک اور نویدن چھپوایا جس کا مضمون ادھوری تھا کہ ہم سوامی جی پر نالش کرینگے۔

۴۔ اخباری اندولن۔ اس کے متعلق ملکی اخباروں اور آریہ پتروں میں اس تنازعہ کی نسبت جو کچھ طبع ہوا۔ وہ بھی دلچسپ سمجھ کر ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

اوّل۔ لاہور ۱۵ فروری ۱۸۸۰ء اخبار آفتاب پنجاب مطبوعہ ۲۴ فروری ۱۸۸۰ء ایک جو آخری نوٹس گوجرانوالہ کی قوم جینی کی طرف سے طبع ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ وہ پرانا جھگڑا جو قوم مذکور نے سوامی جی دیانند سرسوتی کی اس تحریر پر جس میں کہ انہوں نے جینیوں کی مذہبی کتب اور ان کے اصول پر نکتہ چینی کی ہے۔ ایک خفیف سی بات کو ایک بڑا بھاری مقدمہ قرار دیکر اسکا کورٹ میں فیصلہ کرنا بہتر سمجھا ہے افسوس کہ اس قوم نے اس منصفانہ تحریر پر جو بجواب نوٹس اسی اخبار میں ۲۰ دسمبر ۱۸۷۹ء کو شائع ہوئی بالکل توجہ نہ کی اور مثل سابق اپنی نکتہ چینی کو طوالت دینے کی غرض سے کمربستہ ہے۔ راقم کو تعجب تو اس بات پر ہے کہ جب دیانند سرسوتی جی نے اس قوم کے ان سوالات کا جنکو کہ وہ اپنی توہین مذہبی تصور کرتے ہیں۔ جواب ٹھیک ٹھیک تفصیلوار بتصریح سے جینیوں کی مذہبی کتب کا مع حوالہ ۲۰ دسمبر کے اخبار میں درج فرمایا۔ تو پھر قوم مذکور کا کونسا عقدہ باقی رہا۔ جسکو کہ سوامی جی صاحب حل نہ کر سکے۔ قوم مذکور کہتی ہے یہ مقدمہ اس قسم اور اس وجہ کا ہے کہ سوامی دیانند جی نے جو ہمارے مذہب پر نکتہ چینی کی ہے وہ توہین مذہبی ہے۔ ہاں البتہ غیر مستند ثبوت اور بناوٹی دلائل کی رو

مدد اور عارضی سعادت سے نکتہ چینی کرنیوالا توہین مذہبی کے الزام سے ملزم ٹھہر سکتا
ہے۔ مگر کیا کوئی دیانند جی جیسا جو بجز ملا سب میں غوطہ زن ہو کر اور قوی دلائل
کا قیمتی جوہر لاکر کسی خاص مذہب پر بحث کرے توہین مذہبی کے بناوٹی جرم سے ملزم و
مجرم قرار دیا جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بعض ناظرین اخبار و دیگر اشخاص کا جینیوں
کے متعلق اشتہارات کے مطالعہ سے یہ خیال کرنا کہ سوامی دیانند سرسوتی جی اس
قوم سے کیوں فیصلہ نہیں کرتے صرف حقیقت حالات سے لاعلمی کے سبب ہے۔ اور
حقیقت حال یہ ہے کہ سوامی جی کی نکتہ چینی نے قوم جینی کی مذہبی عمارت کی بنیاد کو
ہلا کر خراب خیال کروا دیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ قوم اس نکتہ چینی کو اپنی تکذیب نہیں
سمجھتی ہے ایک منصف مزاج آدمی ہم پر اعتراض کر سکتا ہے کہ قوم جینی ایسی وحشی نہیں
کہ وہ ایک جزوی سی بات پر مقدمہ کھڑا کر دے۔ اس کھٹکے ہوئے شگوفہ کی کوئی
اور بھی وجہ ہوگی۔ یقیناً اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ صرف ایک ہی آدمی قوم
مذکورہ بالا کا اس مقدمہ کو طول دیکر اپنی ناموری حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مگر افسوس
کہ وہ اپنے خیالات کو اخبارات میں اپنی قوم کی رائے کا آئینہ ظاہر کرتا ہے۔ حالانکہ
اس کے قوم کے تعلیم یافتہ لوگ اس خرخشے کے پیدا کرنے والے نالائق شخص سے باز رہنے
کے واسطے کوشش کرنے سے زنگار رنگار ہے ہیں۔ اب ہم سب صاحبوں کی خدمت
میں التماس کرتے ہیں کہ بار بار سوامی جی کو نالش کی دھمکی نہ دیں۔ بلکہ اس قول
کو فعل میں لا کر دکھا دیں۔ اور اس کے نتیجہ پر قائم ہوں۔

دوم۔ پنجابی اخبار لاہور ۱۵ مارچ ۱۸۸۲ء۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ گوجرانوالہ
میں جو اعتراض پوجیہ آتما رام نے ٹھاکرداس قوم بھابڑہ کے ذریعہ سے مشہور
کئے تھے۔ سوامی دیانند سرسوتی نے ان کا ایک مفصل جواب بروقت پہنچنے فرمائش
دستخطی آتما رام جی کے ان کے پاس بھیجدیا تھا۔ چنانچہ ترجمہ اسکا اخبار آفتاب پنجاب
مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۸۸۱ء میں چھپا ہے۔ ظاہراً سوامی دیانند سرسوتی نے اس میں ہر ایک
امر کا جواب تحریر کر دیا ہے۔ اور اخیر میں یہ بھی وہ لکھتے ہیں۔ کہ پوجیہ صاحب کو اس
میں کوئی امر زیادہ تر تحقیق کرنا ہو تو ہم سے رو برو ہو کر گفتگو کریں مگر تعجب کی بات ہے
کہ نہ وہ ان جوابات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ دیانند جی سے رو برو ہو کر گفتگو کرنا چاہتے
ہیں۔ قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا تو وہ قائل ہو گئے ہیں۔ یا آئندہ قائل ہونے
کا خوف کرتے ہیں۔ ورنہ ان باتوں سے وہ بدستور طرح دیکر اخباروں میں ایک
قسم کی بناوٹ عجیب اور صریح خلاف باتیں شائع کرنے پر وہ بھی رجوع نہ ہوتے۔
اخبار عام مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۸۲ء میں چھپا ہے کہ سرسوتی جی کے نام ایک نوٹس
میعادی ایک ماہ بھیجا گیا۔ مگر چند روز بعد واپس آیا۔ کہ دیانند کا پتہ نہیں ملتا۔ رجسٹری کا

سماج کو جوالالہ کو دکھائی گئی۔ کہ ممبر لوگ پتہ بتائیں۔ مگر وہاں سے جواب ملا کہ ہمیں بھی اس بات کی کچھ خبر نہیں ہے۔ آخر جینیوں نے اشتہار جاری کیا۔ کہ دیانند روپوش ہوگیا ہے۔ اور انبالہ میں اب اس فیصلہ کی غرض سے ۲۰ جنوری سے ۲۴ جنوری ۱۸۸۱ء تک جلسہ جاری اجتماع ہوگا۔ آریہ سماجوں کو واجب ہے۔ کہ اپنے سوامی کو اس سے واقف کر دیں۔ تاکہ تشریف لاکر جلدی فیصلہ کریں۔" اور پھر انہیں باتوں کی کسی قدر تائید اخبار عام مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۸۱ء میں بھی کی گئی ہے۔ سچ پوچھے تو یہ باتیں (رو تعجب بے بنیاد گپیں ہیں) پنچ صاحب اور ان کے سپوت ٹھاکر داس جی کی ایک ہنسی اور بدنامی کرتی ہیں۔ کیونکہ سوامی دیانند جی کا خط جو آفتاب پنجاب میں چھپا ہے۔ اس میں ان کے قیام کا پتہ صاف صاف یعنی ۱۷ نومبر ۱۸۸۰ء تک ڈیرہ معلی اور اس کے بعد بمقام آگرہ لکھا ہے۔ اور تیسرے آگرہ میں جب سے اب تک انواع لیکچر مضمون پڑھے زور شور سے دیتے ہیں۔ جس سے ان کی روپوشی کا خیال بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اس شہر میں یہ بھی ہر ایک کو معلوم ہے لدھیانہ کے ممبران آریہ سماج نے بھی وقت دریافت کے یہ پتہ انکو ٹھیک ٹھیک بتا دیا تھا۔ بلکہ ایک اشتہار بھی جس کے عنوان میں یہ شعر "گرنہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ" درج تھا۔ چھپوا کر ٹھاکر داس جی کے اشتہار کے جواب میں سوامی جی کے پتہ کے جگہ بجگہ چسپاں کرا دیا تھا۔ لیکن ٹھاکر داس نے جو نوٹس یہاں سے سوامی جی کے نام روانہ کیا۔ نہ تو وہ ڈیرہ دون بھیجا اور نہ آگرہ بلکہ انبالہ بھیجا۔ اسی موجب شماتت کار روائیوں سے ان حضرات کو کسی قدر شرمندہ ہونا چاہئے تھا۔ مگر اخباروں میں اور بھی غل کر اٹھا۔ اور پھر لکھا ہے کہ ۲۰ جنوری ۱۸۸۱ء سے ۲۴ جنوری تک اسی فیصلہ کے لئے تاریخ مقرر کی تھی۔ اور اشتہار جاری ہوا۔ اس سے وہ گویا گھمنڈ کا اسمان تے ہیں۔ کہ ہم بھی پانچ سواروں میں ہیں۔ کوئی پوچھے کہ اشتہار کرنا ہے۔ جو اتوار بام انبالہ ۲۰ جنوری سے تا بیت ۲۴ جنوری ۱۸۸۱ء بابت چھپا تھا کیا یہ وہی اشتہار نہیں ہے۔ جو سنہری حروف میں دہلی کے مطبع سے چھپ کر واسطے اطلاع میلہ رتھ جاترا انبالہ کے اکثر مقامات میں بھیجا تھا۔ کیا یہ وہی تاریخیں نہیں۔ جو خرید و گامیری ایک مخصوص بت پرستی یعنی رتھ کے واسطے مقرر ہوئی تھیں۔ اور کیا یہ وہی میلہ نہیں۔ کہ اس میں جانے سے رام جی وغیرہ نے اول سے آخر تک گریز ہی رکھا؟ اور کیا یہ وہی اشتہار نہیں۔ کہ ٹھاکر داس جی اسکو خیال مانتا کے راز کر اشتہار واسطے اطلاع میلہ رتھ جاترا کے سمجھے اور ٹھاکر داس جی اسکو روپوشی سوامی دیانند سرسوتی و اعلان شاستراتھ ہندو بھی اعلان بنانا چاہتے تھے۔ اور برعکس مضمون کے پردہ فاش ہونے سے ڈرتے

سکتے یا دکھا سکتے نہیں سکتے۔ اور آخر کار جب گوجرانوالہ میں رد از خاتمہ ہوا تو ان کے پوجیہ صاحب کی لوگوں میں خوب ہنسی بھی ہوئی تھی اور افسوس ہے کہ اگر پوجیہ صاحب اور ان کے سیوک صاحبان باتوں سے شرماتے نہیں۔

پوج صاحب اگر کسی وجہ سے بالمواجہہ گفتگو سوامی دیانند سرسوتی سے نہیں کر سکتے تھے۔ تو خاموش ہی رہتے ایسی ایسی باتیں اخباروں میں درج کرا کرا کر اور اپنے سیوک کی بدنامی کیوں کرا رہے ہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ سب جین مت کے ایک نامی گرامی گرو ان ہیں۔ تو یہ باتیں ان کی شان سے بہت بعید ہیں۔ ان کے سامنے ہو کر بات کو فوراً ٹھیک کیوں نہیں کر دیتے۔ دوسری دور سے بکھیڑا کرنے میں رہا اپنا یا اپنے سیوک کا کیا سدھار سمجھتے ہیں۔ ہم کچھ سوامی دیانند سرسوتی جی کے طرفدار یا پوجیہ صاحب کے مخالف نہیں ہیں۔ ہم کو بعض بمقتضائے ہمدردی ایسی لغو باتوں پر افسوس آتا ہے۔ پوج صاحب اگر خدانخواستہ سوامی جی سے بات چیت نہیں کر سکتے۔ اور سوامی جی کے جیتنے اُن کو خیال نے میں تامل ہے۔ تو جین لوگ اور ان کے بڑے بڑے پنڈت کہاں ہیں۔ میرٹھ۔ سہارنپور۔ آگرہ وغیرہ جہاں جہاں سوامی جی ان ایام میں مقیم رہے ہیں۔ سب جگہ جین لوگ اور ان کے اچھے اچھے پنڈت موجود ہیں۔ پوج صاحب اگر چاہیں۔ تو ان کو بذریعہ چٹھی تحریک کر سکتے ہیں۔ کہ وہ اپنے کسی اوتم پنڈت کے ذریعہ سے وہیں بات چیت کر کے ہر ایک امر کو اچھی طرح تحقیق کر لیں۔ جس میں سب باتوں کا بخوبی اور جلدی فیصلہ ہو جائے۔ اور طرفین کا خواہ مخواہ فضول وقت صرف نہ ہو۔

اخبار عام یا ستر ہلاس میں جو کبھی صریح لغو اور خلاف باتیں اور طعنہ آمیز فقرے ایک عرصہ سے اُن کی طرف سے چھپتے ہیں۔ وہ گویا اُن کو اور ان کی قوم کو روز بروز بدنام کرتے جاتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ان کے خواہ اُن کے کسی سیوک کی اس قسم کی کارروائیوں سے خواہ مخواہ ساری قوم بدنام ہو رہی ہے۔ بقول شخصے ناز تو ہے بیجا سیدا نتی کرد + نہ کہ بر امنزلت ما مذہم بیمرا + امید ہے کہ وہ اسپر خود ہی فوراً توجہ کریں گے۔ فقط راقم یکے از گوجرانوالہ۔

۱۵۔ نوٹس کا کھرا جواب۔ لالہ ٹھاکر داس جی نے جو نوٹس زیر عنوان ۲۹۵ تعزیرات ہند آریہ سماجوں کے نام اپنی خوشی سے ۶۔ فروری ۱۸۸۱ء کو جاری کیا۔ اس کا جواب تمام آریہ سماجوں کی طرف سے بحیثیت مجموعی آریہ سماچار میرٹھ بھاگن ۱۹۳۷ مطابق آخیر فروری ۱۸۸۱ء کے صفحہ ۳۲۹ سے ۳۴۰ تک میں طبع ہوا تھا جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مقام گوجرانوالہ واقع ملک پنجاب سے لالہ ٹھاکر داس صاحب جین نے بذریعہ نوٹس مطبوعہ ۶ فروری ۱۸۸۱ء اپنا ارادہ واسطے دائر کرنے نالش توہین مذہبی

سب اشتہار نمبر ۴۵۹ تحریر جناب سری سوامی دیانند سرسوتی جی اور سماج کے نام ظاہر ہا ہے۔ اور دریافت کیا ہے کہ آیا ممبران آریہ سماج بھارت ورش کے سوامی جی موصوف اس تحریر میں جو ستیارتھ پرکاش کے بارھویں باب میں جو جین مت کی بابت ہے شریک ہیں اور اسکو سچ مانتے ہیں یا نہیں اگر مانتے ہوں تو وہ بھی اس الزام کے شریک ہیں۔ کہ جو تحریر مذکور کے سے پیدا ہوتا ہے اگر کاوش پیدا ہوتا ہے اور ان کا اشتہار مذکور کی طرز تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب آریہ سماجوں کی بابت لکھا گیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے تمام آریہ بھائیوں کے دلوں پر خوف پہنچانا لالہ صاحب کا مقصود ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ اس تنازع معدوم الوجود کی اصل کیفیت جو بذریعہ اشتہار مذکور کے یہاں کے سماج سے منسوب کی گئی ہے۔ سب صاحبوں کی اطلاع کے واسطے مجملاً بیان کرکے اشتہار کے جواب میں یہاں کے سماج کا منشا بہ ناظرین کیا جاوے۔ مخفی نہ رہے کہ جن دنوں سوامی جی مہاراج سال گذشتہ میں یہاں رونق افروز تھے۔ انہیں دنوں لالہ ٹھاکر داس صاحب نے اپنے مذہبی طرز کی بابت کچھ چھیڑ چھاڑ شروع کی تھی اور دریافت فرمایا تھا کہ ستیارتھ پرکاش میں جو جین مذہب کے مسائل لکھے ہیں۔ وہ کس کتاب کے ہیں۔ اور جین مذہب کا بودھ مذہب کی شاخ ہونا کس کتاب سے ثابت ہے۔ چنانچہ یہاں سے تمام دلائل جو ضبط تحریر میں آسکتی تھیں۔ اور نیز وہ تمام حوالے جن سے کہ جین مت کا بودھ مذہب کی شاخ ہونا پایا جاتا ہے۔ بذریعہ چند خطوط چٹھیات لالہ صاحب موصوف کی خدمت میں وقتاً فوقتاً بھیجدے گئے۔ اور یہ بھی لکھا گیا کہ اگر آپ کو راست بازانہ طریق پر امر متنازعہ کی تنقیح منظور ہے۔ تو کوئی تاریخ معین کرکے مناظرہ کیجئے۔ اس ثبوت اور مناظرہ کا جواب آخری جو لالہ صاحب کی جانب سے حاصل ہوا وہ یہی اشتہار ہے کہ جسمیں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہم نالش کرتے ہیں۔ سو خیر یہ ان کی مرضی۔

یہاں کے سماج کا منشا اس اشتہار کے جواب میں جو حاصل ہوا وہ یہ ہے کہ کسی ممبر کو سوامی جی موصوف کے تعلق رائے سے انکار نہیں۔ اور نہ یہ کوئی ڈر کی بات ہے۔ کہ لالہ صاحب کی دھمکی کا اثر ممبران سماج کے دلوں پر پہنچ سکے۔ چنانچہ میں باصواب قوم بہ نہایت اطمینان کے ساتھ مشتہر کرتا ہوں۔ کہ یہاں کے سماج کے کل ممبر سوامی جی موصوف کے ساتھ شریک ہی نہیں۔ بلکہ ان کے افعال و اقوال کی جہاں تک ہوسکے۔ تائید معقول دلائل سے ہم پہنچا کر آپ کو تین دشمن سے ان کا واجب الاتباع خیال کرتے ہیں۔

ستیارتھ پرکاش کی عبارت اور مضمون مندرجہ صفحہ ۴۰۹ سے ۴۱۰ تک کا جس کی یہ تمہید ہے "جین مت والے کا ذیا کھیان" شروع کیجئے کے بعد سب صاحب کچھ

جاوینگے۔ کہ لالہ ٹھاکرداس صاحب صدرنشین جینیوں نے ستیارتھ پرکاش کی عبارت مذکور کو کیسے سچے خیال و دانشمندانہ طریقے کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور کیسے نازک خیال اور عاسق نکتہ چینی کے ساتھ اس کے مضامین سے اپنے مذہب کی توہین ۔۔ لایعنی کا نتیجہ مستخرج فرمایا ہے۔ اگر حضرت نازک فہم کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہوتا تو کہہ دیتا۔ کہ حضرت لالہ جی نے دانشمندانہ خیال کے رو سے تو نہیں پڑھا بلکہ تعصب کی تاریکی میں اپنی ناعاقبت اندیش بینائی کو کام میں لایا ہے سو خیر گستاخی معاف ہمارے مکرم لالہ ٹھاکرداس صاحب کا ستیارتھ پرکاش کا مضمون کہنا ہی قابل تعریف نہیں۔ بلکہ معلوم ہوا۔ کہ جناب ممدوح کو قانون سمجھنے کا بھی نہایت اچھا ملکہ ہے۔ دیکھو ساری تعزیرات ہند میں سے دفعہ ہے تو وہ منتخب کی۔ کہ جس میں اس امر کی بابت زیادہ ایسی سخت سزا لکھی ہے۔ کیوں نہ ہو بڑوں کے بڑے خیال اور بڑے ہی کام ہوتے ہیں۔ مصرع ع چڑیں سینہ کو بیدہ سمجھے کی تو کیا سمجھے۔

افسوس کہ اس موقعہ پر مجھ کو اپنی ناقص فہم کا بھی اقرار کرنا پڑا باوجودیکہ کوشش کرنے کے میں اب تک یہ نہ سمجھ سکا۔ کہ اس شرارت کا اقرار کرا لینے سے لالہ صاحب نے کون دلیل ایسی مفید ہم سب لوگوں کے ملزم ٹھہرا لینے کی اپنے ذہن میں سمجھ رکھی ہے۔ اگر کاشی سوامی جی کی تحریر مندرجہ ستیارتھ پرکاش جھوٹھ ہو اور اس جھوٹی تحریر کے دیکھنے والے اس وجہ سے کہ اس بیان کرنے والے کی نسبت پورا خیال سچا ہوشیار رکھتے ہیں۔ سچ باور کریں۔ اور اس سچ باور کرنے کی وجہ سے کسی شخص یا اشخاص کو رنج یا نقصان یا الزام حسب قانون پہنچے تو اگر سچ باور کرنے والے اپنے سچ باور رکھنے ہو کے خیال اور اس کے بیان کرنے والے کو سچا جاننے کا اقرار کر لیں۔ تو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ ان مقران پر الزام کا کیا اثر پہنچے گا۔

شاید انگلش قانون کا کوئی پورا مسئلہ ہوگا۔ جس کے ذریعہ سے لالہ صاحب ممدوح ہم پر بھی اس اقرار کے ذریعہ سے قانون انگلشیہ کا نفاذ کرانا چاہتے ہیں۔ یا شاید جینی دھرم کے راج سنت کا کوئی اصول قانون حضرت ذی علم کی نظر سے گذرا ہو عام قانون مروجہ ملک ہند سلطنت انگلشیہ کا تو ایسا مفہوم ہمارے ذہن میں نہیں آتا۔

تعجب ہے کہ لالہ صاحب نے اپنے منشاؤں کے تشہیر کرنے پر بھی سوامی موصوف کی توہین کرنے سے درگذر نہ کی۔ اور جن الفاظ اور خطابات سے سوامی جی کے طرف مخاطب ہوئے۔ انکو تو کوئی ناظرین سے بالکل مہذبانہ خیال کیا۔ یہ تو کلو بے شک معلوم ہوگا۔ کہ قانون کا اثر ہم پر بھی ہے۔ لیکن ہم کو اس سے کیا وہ جانیں ان کا کام ہم کو تو اپنے سماج کے نیموں کے موافق دردمندانہ دلسوزی کے ساتھ جو کچھ ان قوم کا فرض ہے لالہ ٹھاکرداس کی خدمت میں اسوقت یہی درست ہے۔ اسقدر گذارش

کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا سماج یا سوامی جی موصوف کا ہرگز یہ منشا یا مقصود نہیں ہے کہ ہمارے قول یا نقل یا تقریر یا تحریر سے کسی شخص یا اشخاص کی توہین ہو یا انکو رنج پہنچے۔ بلکہ صرف راستی بازانہ عقیدت کے ساتھ علم و عقل کی سچی روشنی کا اپنے دیش میں پھیلانا فرض جانتے ہیں۔ اور جس زوال چند روزہ کی وجہ سے اس ملک اور اہل ملک کے حالات حقیقی ذلت میں دیکھتے ہیں۔ اس پر افسوس اور ترحم کی نظر سے دیکھ کر بعض ترقیات دارین کے ذریعہ بتا دینا یہ ہم نے اپنا فرض سمجھ رکھا ہے۔ اس کے خلاف یہ طریقہ ہمارا ہرگز نہیں۔ کہ ذلت کی مصیبت میں پڑے ہوؤں کو وہ افعال و طریقہ سلوک ان کی یاد دلا کر رنج دیں۔ کہ جنکی وجہ سے آج وہ اس نوبت کو پہنچے اور نہ کسی مذہب میں جبر یا ترغیب یا اشتعال کی تحریک کی جاتی ہے کہ جو قانوناً یا اخلاقاً یا مصلحتاً ممنوع ہے۔ اگرچہ یہ ہمارا سچا اور سیدھا راستہ بتانا بھی اکثر ناموزوں طبائع کے خلاف ہے۔ مگر اسکا کیا علاج ہے۔ وہ صرف ہمیں راست بازی سمجھیں۔ سب لوگ بھی غور کریں۔ کہ لالہ ٹھاکر داس صاحب جو ہمارے سماج پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ مشترکہ الزام توہین مذہب کا ہے۔ اور اس مشترکہ الزام کا بانی راقم کو قرار دیتے ہیں۔ انہیں دراصل کسی کی خطا ہے۔ سوامی جی موصوف نے (تو جہانتک ہم سمجھ سکتے ہیں) حتی الامکان اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں صرف مجتہدان جین مت کے حالات لکھے ہیں۔ اور اس کی بابت ہیں جہانتک کہ ممکن ہوا اکثر تحریری اور بعض زبانی قریب اصل دلائل کا ذکر کیا ہے اگر جینی صاحبوں کے نزدیک وہ غلط ہیں۔ تو اس کے غلط ہونے کا ثبوت لکھ کر شائع کر دینا منصف نظروں کی نگاہ میں کافی دلیل صداقت یا کذب کی ہو سکتی ہے۔ اس کے خلاف نالش کرنے کے منشا کا مفہوم جو کچھ ہوتا ہوگا۔ وہ لوگ خود سمجھ لینگے۔ میں جناب موصوف کی جناب سے منتظر بے ادبی از خود ڈرتا ہوں۔ اسی طرح اگر جینی مت والے بدھ مذہب کی شاخ لالہ ٹھاکر داس کی زبان کے موافق نہیں تو نہ سہی ہم کو کیا اگر کوئی اپنی ذات اور مت سے انکار کرتا ہے۔ تو ہم نے تو راجہ شیو پرشاد صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ کی کتاب موسومہ اتہاس تمر ناشک حصہ سوم کی تحریر مندرجہ صفحہ ۰ سے جو خود جینی مذہب میں ہیں۔ اور اور چند وجہوں کو بھی یاد کر لکھا ہے کہ جینی مت بھی بودھ مت کی ایک شاخ ہے۔ اگر جینی صاحب ہمارے اس گفتگو سے ایسا جتلاتے ہیں۔ کہ جو تناسخ اور مذہب آدمیوں کے بالکل برخلاف ہے۔ تو وہ ہمارے یا راجہ شیو پرشاد صاحب کے قولوں کی تردید اپنی کتب کے حوالہ سے چھاپ کر شائع کر دیں۔ اگر ٹھیک ہوگا تو بھی ہم کہا کوئی انکو بودھ کی شاخ نہ کہیگا۔ اور اگر وہ دراصل بودھ ہیں یا اور کسی مذہب سے دلی سیوا سطے اپنے

اصلیت کو چھپانے کی ضرورت سے ہم کو ڈاکر جھوٹ بلوانا چاہتے ہیں تو جین جی ہم لوگ جینی کو سنت سمجھنے سے باز نہیں آسکتے کیونکہ سچ بولنا ہمارا اوّل دھرم ہے۔ اگر نے واقعہ لالہ صاحب ہماری کسی چٹھی یا کسی کتاب کا کوئی فقرہ بتا کر ہم کو سمجھا دیں کہ جس سے دانشمندوں کے نزدیک بھی ہم لوگ مرتکب الزام قرار دیئے جاویں لالہ صاحب موصوف کے ہو سکیں۔ تو قصور واری کا اقرار کر لینا بھی ہم سے درست ہے۔ اور یوں تو ہم کو اپنی عاجزی اور خاکساری کا فقط شعر زبان کھو بیٹھے ہم پر بدی کیا ہوشیاری ہے جو کہ ہم نے خط میں ان کے خاک بعد کی خاکساری سے خود ہی اقرار ہے خواہ مخواہ تشخیص گناہ کا لوگ سے کیا ہو سکتا ہے۔ یہ تو ایسے ہی بزرگوں کا کام ہے جیسے ہمارے محسن لالہ ٹھاکر داس ہیں۔

راقم آنند لال منتری آریہ سماج میرٹھ۔ از آریہ سماچار میرٹھ صفحہ ۳۱۵ سے ۳۴۵ تک ماہ مگھر ۱۹۳۵ جلد نمبر ۲۲ و بیساکھ ۱۹۳۶ نمبر ۲۳

۱۶۔ راجہ شیو پرشاد کا معاملہ۔ غرضیکہ جینی لوگ مباحثہ کے واسطے ٹھاکر داس جی کو نہ لا سکے نہ کسی اور پنڈت کو اور ٹھاکر داس جی نے سوامی جی کے ستیارتھ کا کوئی اتر دیا۔ تو آخر میں راجہ شیو پرشاد کو بیچ میں ڈال کر ہمارا بیان اور جواب منگایا۔ کہ جو اتہاس تمر ناشک میں لکھا ہے۔ وہ میرا لکھا نہیں ہے۔ شری وشکل جین پنچایت گوجرانوالہ کو شیو پرشاد کے پیغام بھیجے گیا چٹھی سب بھیجی۔ نمبر ۱ جین اور بدھ مت ایک نہیں ہیں۔ مشاہد سے ہمیں نہیں سیکھے آئے جرمن ودوان کے ایک بڑے ودوان نے اس کے بیان میں ایک گرنتھ چھاپا ہے نمبر ۲ چارواک اور جین سے کچھ سمبندھ نہیں جین کو چارواک کہنا ایسا ہے جیسا سوامی دیانند جی مہاراج کو مسلمان کہنا نمبر ۳ اتہاس تمر ناشک کا آشا سوامی جی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کے بدھ مت کی نقل اس کے ساتھ جاتی ہے۔ اس سے دریافت ہو گا کہ سوتر وہ ہے سب بات گفتگو کے لئے لکھی گئی۔ میری سمجھ کے انوسار اس میں کچھ غلطی ہے نمبر ۴۔ جو سوامی جی جین کو اتہاس تمر ناشک کے انوسار مانتے ہیں۔ تو میں دیوں کو بھی اس کے انوسار کیوں نہیں مانتے ہیں۔ آپ کا داس شیو پرشاد از بنارس ۴ اپریل ۱۸۸۰ء مطابق چیت سدی ۴ سمت ۱۹۳۷

۱۷۔ اوپر کی تحریر کا لب لباب۔ نمبر ۱ یہ راجہ صاحب کی بڑی بھاری غلطی ہے۔ تمر ناشک کی وہ عبارت ایسی نہیں ہے کہ جسکو عام آدمی جیسا کہ سوامی جی نہ سمجھ سکیں ہم ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے وہ عبارت درج کرتے ہیں۔ "شری سوامی شنکر اچارج کے پیدا ہونے کے کل ہزار برس کے لگ بھگ گذرے ہیں۔ سارے بھارت ورش میں بودھ اتھوا جین دھرم پھیلا ہوا تھا۔ اس پر نوٹ ہے بودھ کہنے سے ہمارا آشے اس مت

ہے تھے۔ جو مہابیر کے گنی وہ گوتم سوامی جی کے سمے سے شنکر سوامی کے سمے تک بدھ
مذہب سارے بھارت ورش میں پھیلا رہا۔ اور جبکہ اشوک اور سمپرتی مہاراج نے
اسکو اس سے باہر کسی طرح نہیں نکل سکتے۔ کیونکہ جین سے جینی نکلا انہیں سے بودھ
نکلا جینی۔ بودھ دونوں مہابیر کے واسطے مترادف شبد ہیں۔ کوش اور لغات میں دونوں کا
کا اندر ایک ہی لکھا ہے۔ اور گوتم کو دونوں مانتے ہیں۔ ورنہ مذہب والوں اتہاسی بڑے
وجہ کر مضمون نہیں شاکیہ منی گوتم بدھ کو اکثر مہابیری کے نام سے لکھا ہے۔ پس اس
کے سمے میں ایک ہی انکا مت رہا ہوگا۔ ہم نے جو جین نہ لکھ کر گوتم کے مت والوں کو
بدھ لکھا اسکا پرو جن کیول اتنا ہی ہے کہ انکو دوسرے دیش والوں نے بودھ
ہی کے نام سے لکھا ہے۔ اقتباس تمرناشک تیسرا کھنڈ صفحہ ۸ مطبوعہ سمت ۱۹۴۳

جب راجہ صاحب اسطرح واضح طور پر چھاپ چکے ہیں۔ اور تمرناشک ہی اقتباس
تمرناشک میں دلیہا ہی صحیح ہوتا ہے۔ اسمیں نہیں بدلا۔ تو یہ صرف انہی ہم قوم کو خوش
کرنے کیواسطے ایک بڑا جھوٹ گپ ہے۔ اور سوامی جی کے ارشاد کا صرف یہی ایک منشا
رہا ہے کہ سب سے بڑا ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ انکے سوا نے اور بھی کئی اس سے بڑھکر
ثبوت ہیں۔ مثلاً امرکوش کا مذہب اور گ اشوک وغیرہ۔ تک جن جسکا مصنف ایک نہایت
متعصب جینی گذرا ہے۔ اس نے بھی اپنی بنائے گرنتھ میں بودھ اور جین مت کو ایک
ہی لکھا ہے۔ پس راجہ صاحب یا شانتی کر واس کے جین اور بودھ کو ایک نہ ماننا بڑی زبردست
غلطی ہے۔ اور ایک اور بھی بڑا ثبوت ہے کہ دونوں کے دیوتا اور تیرتھ ایک ہیں۔ پس
اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے اور یہ بھی بالکل گپ ہے کہ سناتن سے جین مت چلے
آئے والا مگر ایسا بالکل نہیں ہے۔ بودھ سے پہلے تو جین کا ہرگز بیان نہیں ہے۔ بودھ کے
بعد سے جین کا وجود ہوا اور اسی بدھ کے گھٹنے کے ساتھ ہی اسکا گھٹنا اور اس کے
عروج کے ساتھ ہی اسکا عروج یعنی اگر بدیدہ تحقیق دیکھا جاوے تو بدھ جین ہے اور
جین بدھ ہے دونوں ایک جان اور دو قالب نظر آتے ہیں۔ ورنہ اصل میں تو ایک
ہی ہے۔

نمبر ۳ سوامی جی کا چارواک کو جین کا ایک فرقہ کہنا اور راجہ صاحب جی کا کردوست تو
اور سوامی جی کو مسلمان کہنا سچا ہے کیونکہ اسکا فیصلہ تو سوامی جی نے راجہ صاحب
پر ڈالا اور نہ انکو اس سے تعلق ہے۔ یہ تو سوامی جی کی اپنی تحقیقات ہے۔ کہ جبکہ
جین ایک ٹھہرے یا یوں کہو کہ جسطرح بودھ کی ایک شاخ جین ہے۔ اسی طرح ایک
شاخ چارواک ایک ہی مذہب کی شاخ ہیں۔ اور بڑے مذاہب کے سلسلہ میں وہ
سب ہی ہیں۔

نمبر ۴ کی بابت سوامی جی یا ہم لوگ مان لیتے بشرطیکہ راجہ صاحب سنسکرت کے ذریعہ

پنڈت ہوتے پھر وید کے رشتے ہیں ان کی رائے تسلیم کے قابل کب ہو سکتی ہے
چونکہ وہ خود جین تھے۔ اور جین دھرم کے دانشکار اور وہ تحریر انہیں لفظ بلفظ تفسیر
واسطے بغرض ثبوت ہے۔ بنا بران کل اعتراض فضول ٹھہرے۔

(۱۰) لالہ ٹھاکر داس اور شاستر ارتھ۔ لالہ ٹھاکر داس نے ۱۰ جنوری ۱۸۸۱ء
مذہب کے بڑا بنگے کی طرح ایک نوٹس آفتاب پنجاب میں چھپوایا۔ کہ سوامی جی
بنارس۔ احمد آباد اور بمبئی ان شہروں میں اگر مجھ سے شاستر ارتھ کریں۔ اور ۱۹
اپریل ۱۸۸۱ء کو ایک نوٹس احمد آباد میں چھاپا دیں اور وہی نوٹس بھی اس کی
بڑودہ ونسل میں ۱۹ اپریل کو چھپوائی اور ایک کاپی اس کی ۱۲ مئی ۱۸۸۱ء کو شمشیر
اخبار میں بھی شائع کرائی۔ اس کے علاوہ حضرت نے اپنی مہر بندی کرانے کو ایک
پر کتاب دیانند کلیہ چھپ کا نام لکھوائی اور چھپوانے کی غرض سے بھی جا پہنچے جہاں
سوامی جی بھی تھے۔ اس نے ایک کارڈ ۱۲ جون ۱۸۸۱ء کو لکھ کر میں آپ سے کچھ
چاہتا ہوں۔ سوامی جی نے فی الفور منتری سماج سے کارڈ کا جواب لکھوا دیا جو درج
ہے۔

منتر درشا کر داس مول راج ولد از لکھی۔ آپ نے جو چٹھی شری ۱۰۸ ستے سوامی شری
پنڈت دیانند سرسوتی سوامی جی کے پاس کارڈ ارسال کیا تھا اسکے جواب میں آپ کو
معلوم ہو کہ جو کوئی تمہارے ست کا ماننے والا اور دھرم اپدیشک ودوان ہو گیا ہو یہ
الوسا شاستر ارتھ کرنے کو تیار ہو جائے۔ تب سوامی جی کو شاستر ارتھ میں ذرا بھی
نہیں ہے۔ ہر وقت تیار ہیں۔ جیسا اگر تمہیں ست اسَت کے نرنے کرنے کروانا
اچھا ہے تو ابھی ستکا کوئی ودوان معتبر دھرم اپدیشک جب تمہیں ملے یا معلوم ہو تو
مجھے اطلاع دو لیکن اس معاملہ میں دیر نہ ہونی چاہئے کیونکہ سوامی جی تھوڑے عرصہ
بعد یہاں سے جانے والے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد آپ کو اگر کوئی ملا بھی
اسکا ملنا نشفل ہوگا۔ لہذا کرپا کرکے تین دن کے اندر اگر کسی ودوان کو لا سکتے یا منگا
اور منگوا سکتے ہو تو ہمیں اطلاع دو۔ اور اگر یہ اچھا نہ ہو تو ہمیں تمہیں اپنی رائے نقل تمام
سوامی جی کو ہر روز شام کے ۵ سے ۹ بجے تک فرصت ہے۔ اور اسوقت ہر ایک کو
کی آزادی ہے جب اسوقت ملاقات کے لئے آئیے اور اپنے شنکے نوارن کر لیجئے اگر
ہو تو مجھے اطلاع دو کہ میں اسوقت حاضر ہوں۔

۵ جون ۱۸۸۱ء۔ آپ کا صادق مول راج ٹھاکر داس منتری آریہ سماج
مگر اس کارڈ کے پہنچنے سے پہلے ہی منتری سماج ٹھاکر داس کو سوامی جی کے پا
سے گیا اور وہ اس ملاقات کی بابت لکھتا ہے۔ کہ میرے کو سوامی جی کے پاس
کتنی بات کا چرچا ہوکے مجھے اسطرح مجھ سے بولا کہ تمہارے کارڈ کے جواب میں

جیسا لکھ کر شیال (ڈاک) میں تم کو بھیجا ہے۔ اس سے جان لینا۔"

۱۹۔ جینیوں کی پوری ناکامیابی۔ نوٹس دئے گئے۔ افواہیں اڑائی گئیں کہ سوامی کو ماخوذ کرا دیا جاویگا۔ اشتہار برخلاف نکالے گئے۔ لیکن سوامی جی نے کہا سونا آنچ ملنے سے زیادہ چمکتا ہے۔ یہی حالت ویدک سچائیوں کی اور سری ہے۔ غرضیکہ جینیوں کے نوٹس کا دندان شکن جواب۔ انہوں نے ۳۰ جون ۱۸۸۱ء کو نامی وکیل سے نوٹس دلایا۔ تو دوسرے بھی لائق وکیل نے جواب دیا۔ لیکن نہ مقدمہ ہوا نہ کوئی بحث کو آیا۔ نہ ٹھاکر داس کی کوتا کے نام سے آ ما مرد میدان بنے۔ حالانکہ بمبئی شہر میں ہزار ہا لکھپتی ہیں۔ ہاں سوامی جی بدستور مستقل مزاجی سے اس امت ست کا پرزور کھنڈن کرتے رہے کئی جینی آریہ سماج کی شرن میں آ گئے۔ جو پستکیں ظاہر سچائی تھیں وہ جنہوں نے سوامی جی کے حوالے کیں مگر کبھی جینی کو ہمت نہ پڑی کہ اس گراوٹ کو تسلیم لیتا صرف ایک ان پڑھ شخص کو آگے کر دیا یہی جینیوں کی کل کارگزاری کا نتیجہ ہوا۔ لیکن اس سے بھی سارے عمل [illegible] آخر اس کی کتاب سے آریہ سماج کو بڑا فائدہ پہنچا۔ محض بدتہذیبی کا پلندہ بھی مذہبی ترقی کا کام آ جا تو اندھیری بچ جائے۔

اس کے بعد ایک دفعہ ریاست سدودہ میں حاضر ہوا۔ جس کا حال مناسب موقعہ پر درج ہے۔ اس سے تمام ملک کے جینیوں کو آگے کے لئے بالکل خاموش ہو جانے کا سبق ملا۔ کیونکہ علاوہ ان کے جیکے خیالات بدلے۔ ۵۳ آدمیوں نے اعلانیہ آریہ سماج کی شرن لی۔ اور گیو لوپت ویاکرن کیا۔ نہ صرف یہی۔ ستیارتھ پرکاش طبع ثانی میں اس خوبی اور مضبوط دلائل نیز حوالوں کی بنیاد پر یہی مطلب ادا ہوا۔ کہ ان کے سب چھکے چھوٹ گئے اور ہمیشہ کے لئے ایک طرح مہر خموشی ان کے منہ پر لگ گئی ۔

باب سوم

سوامی دیانند اور منشی اندرمن

پہلی فصل۔ منشی اندرمن پر مسلمانوں کا مقدمہ

۱۔ ابتدائی حالات و تعلقات۔ عرصہ ۴۰ سال کا گذرا کہ مولوی اسماعیل نام نے ہندو مذہب کے خلاف رد ہنود نام ایک کتاب بمبئی میں طبع کرائی۔ جسکے جواب میں چوبے بدری داس نے انہیں دنوں رد مسلمان نام کتاب لکھی۔

اس کے بعد ایک شخص عبداللہ نے تحفۃ الہند نام کتاب ۱۸۶۷ء میں اردو میں شائع کی جس میں ہندوؤں کے دیوتاؤں اور بزرگوں کی سخت اہانت کی گئی۔ جسے پڑھ کر کئی بے علم ہندو مسلمان ہو گئے۔

تب منشی اندرمن مراد آبادی نے اپنے ہندو مذہب کے مطابق اس کا جواب تحفۃ الاسلام نام کتاب کے ذریعہ ۱۸۶۸ء میں بزبان فارسی طبع کرایا۔ مولوی سید محمود حسن نے اس کے رد میں ظلمت الہنود فارسی میں ۱۸۷۰ء مطابق ۱۲۸۷ ہجری میں شائع کی۔ جواب الجواب میں منشی اندرمن نے پاداش اسلام لکھ کر ۱۸۷۱ء (۱۲۸۸ ہجری) میں مسلمانوں کی فارسی میں ترکی تمام کی جسکا جواب ان سے آجتک کچھ نہ بن سکا۔

اس کے بعد بریلی کے ایک گمنام مسلمان نے مثنوی اصول دین ہنود تصنیف کی جسکا جواب اندرمن نے مثنوی اصول دین احمدی میں ۱۸۷۲ء میں کیا۔ پھر ایک مسلمان نے ایک نہایت گندہ زبانی کی بھری ہوئی تیغ فقیر بر گردن شریر نام لکھ کر اپنا ذاتی جوہر دکھایا۔

پھر مراد آباد کے مسلمانوں سے مولوی احمد دین نے اعجاز محمدی و مولوی قطب عالم نے ہدیۃ الاسلام دو کتابیں بنائیں۔ یعنی تحفۃ الہند کی تائید میں لکھی گئیں۔ اس پر اندرمن نے ۱۸۷۵ء میں [illegible] اور ۱۸۷۸ء میں صولت ہند یہ تین کتب تیار کیں۔ جو بار اول میرٹھ میں شائع ہوئیں۔ اور دوبارہ غالباً لدھیانہ شہر میں چھپیں۔ اسی اثنا میں سوامی جی کے ست اپدیشوں سے ملک میں آریہ سماجیں قائم ہونے لگیں اور جب ۱۸۷۷ء میں [illegible] سوامی جی مراد آباد میں پدھارے تو ان کے ست اپدیش سے منشی اندرمن بھی پورانک جال کو ترک کر [illegible] ہو کر آریہ سماج کے ممبر ہوئے اور وقت انتخاب پردھان ہو گئے۔

۲۔ منشی جی پر مقدمہ اور جرمانہ وغیرہ۔ ۱۸۸۰ء میں یہ کتب دوبارہ شائع ہوئیں۔

کہ جب اندرمن جی کا سماج والوں سے خاص تعلق ہو چکا تھا۔ اور سوامی جی کی بھی ان پر نظر عنایت تھی۔ اس دفعہ یہاں مسلمانوں کو خاص جوش آیا کہ وہ کتابیں مرادآباد میں طبع ہوئیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے ایک مشہور اخبار جامع جمشید نے اپنے ۱۲ مئی ۱۸۷۶ء کے پرچہ میں اس طرح کلام کیا۔ منشی اندرمن مرادآبادی دشمن اسلام نے ایک مطبع جاری کر کے اہانت اسلام پر کمر باندھی ہے۔ اس وقت تک ایک کتاب حملہ ہند نام نکل چکی ہے۔ اور اسی ہفتہ منشی اندرمن نے دوسری کتاب موسومہ صمصام ہند نکالی ہے جس میں اسلام کے پیغمبروں کو کھلی کھلی گالیاں لکھی ہیں۔ یہ کتابیں شر کا گھر اور مفسدہ کا کارخانہ ہیں۔ اور مرادآباد کے مسلمان برانگیختہ ہو رہے ہیں۔ اگر منشی اندرمن کا یہی حال رہا تو بلوے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ آخر ایک روز گلا اور چھری نظر آئے گی۔ عجب ہے کہ اس مطبع کا اجرا جس میں ایک خاص گروہ کے مذہب کی مذمت کی کتابیں چھپا کرتی ہیں۔ صاحب مجسٹریٹ نے کیونکر منظور فرمایا ہے۔ ہم گورنمنٹ سے التجا کرتے ہیں کہ ان کتابوں کو جلوا دے اور آئندہ مطبع بند کرا دے۔" (نمبر ۲ جلد ۵ مرادآباد)

اس پر گورنمنٹ نے تحقیقات کے لئے مسٹر ڈول صاحب مجسٹریٹ مرادآباد کو کہا انہوں نے وہ مولوی امداد علی صاحب ڈپٹی کے حوالے کی۔ جنہوں نے اپنی کیفیت لکھ کر بھیجی لوٹا دی تھی۔

۲۷ جولائی ۱۸۷۶ء کو کچہری میں آتے ہی منشی اندرمن کے نام موجب دفعہ ۲۹۸ و ۲۹۴ تعزیرات ہند وارنٹ جاری کر کے کچہری میں طلب کیا۔ چنانچہ وہ آ گئے۔ صاحب بہادر نے ان سے پوچھا کہ تم نے حملہ ہند و صمصام ہند میں یہ تین امور جو تنقیح طلب ہیں کہاں سے لکھے (۱) مبارک خورجی کیوں لکھا (۲) مریم کے بارہ میں جو لکھا ہے وہ کہاں سے لکھا (۳) عائشہ اور جنگ احد کا بیان کہاں سے لکھا۔

منشی جی نے کچھ دن کی مہلت مانگی کہ اگر مہلت ملے تو سب کا جواب دوں گا۔ صاحب بہادر نے وکیلوں کے کہنے پر بھی کچھ توجہ نہ کی اور حکم دیا کہ ہم ۲۵ کو سنیں گے۔ اور ۲۴ کو مقدمہ کریں گے۔ ایک گھنٹہ کے اندر ایک ہزار کی ضمانت دو۔ چنانچہ ایک صاحب نے فوراً ایک ہزار کی ضمانت داخل کر دی۔ اور ایسی سخت ضمانت طلب کرنے سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ صاحب بہادر کا منشا ان کو جیل بھیجنے کا تھا۔ کیونکہ وہ صرف صاحب علم ہی نہ تھے بلکہ دولتمند بھی نہ تھے۔ ۲۵ تاریخ کو تعطیل تھی اس لئے ۲۶ کو مقدمہ پیش ہوا۔

بابو بیجا ناتھ وکیل نے اول سوال کے جواب میں شرح ترمذی کا ترجمہ بابو شیاما چرن کا کیا ہوا جو کہ قانون سرکاری ہے دکھلایا کہ اس میں مبارک خورجی لکھا ہے۔ دوسرے سوال کا جواب منشی صاحب نے قرآن کے سورۃ تحریم سے دکھلایا۔ چنانچہ انگریزی قرآن بھی دیکھا گیا۔ اس میں بھی وہی مطلب نکلا۔

تیسرے امر کا جواب منشی صاحب نے یہ دیا کہ مدیر الاعتصام والے نے ایک کتاب شیو
پارتی کی مذمت کی رو میں دے سے نقل کر کے لکھی ہے۔ میں نے یہ اسکا جواب بوستان
سے نقل کیا ہے۔ منشی جی نے ہر چند کتابوں کے منگانے کے واسطے مہلت مانگی مگر نامنظور
ہوئی۔ سوال یہ تھا قدر وکیل نے حکم منظوری کی نقل مانگی تاکہ اپیل کیا جاوے یہ بھی نامنظور کی
اور پانچسو روپیہ منشی اندرمن پر جرمانہ کیا۔ اور پولیس انسپکٹر کو بھیجکر جملہ کتابیں جلد ضبط
صمصام ہند منشی صاحب کے مکان سے منگا لیں اور ضبط کر لیں۔ (ذکر آریہ درپن ماہ
مئی ۱۸۷۸ء صفحہ ۱۰۳ و ۱۰۴)

۳۔ **سوامی جی اور آریہ سماجوں کی سہایتا۔** اس مقدمہ میں سوامی جی کی
خاص تحریک سے میرٹھ سماج میں ایک کمیٹی قائم ہوئی۔ جسکے پریذیڈنٹ لالہ رام سرن داس
جی بنائے گئے۔ کل سماجوں سے چندہ کے لئے اپیل کی گئی۔ روپیہ میرٹھ سماج سوامی جی کے
پاس اور منشی جی کے پاس ہر طرف سے آنا شروع ہو گیا۔ آریہ سماجوں اور سماجک سدبدو
کی اعلیٰ کوشش سے ان دنوں اس بارہ میں بڑی تحقیق ہوتی رہی۔ [illegible]
لاہور آریہ درپن شاہجہانپور آریہ سماچار میرٹھ میں مضمون اسکے متعلق شائع ہوتے
رہے۔ ان کے سوا نسیم آگرہ۔ اودھ اخبار۔ کوہ نور۔ سفیر ہند و سول ملٹری گزٹ۔ اخبار
عام۔ آفتاب پنجاب۔ انجمن پنجاب۔ پرنس آف ویلز گزٹ وغیرہ اخباروں میں بھی وقتاً
فوقتاً لکھا جاتا رہا۔

۴۔ **اپیل اور جرمانہ میں کمی۔** علاوہ مذکورہ بالا کوشش کے گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت
میں بھی کئی ضلعوں سے میموریل بھیجے گئے۔ جس پر بواسطہ جناب آنریبل لفٹننٹ گورنر صاحب
بہادر کے شملہ سے ۹ ستمبر کو بمقام نینی تال بنام گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی اور وہاں
سے بنام مجسٹریٹ مراد آباد کے تار آیا کہ مسل مقدمہ منشی اندرمن جلد بھیجو۔
صاحب مجسٹریٹ بہادر مراد آباد نے جواب دیا کہ عدالت اپیل میں ہے۔ اور ۱۸ ستمبر [illegible]
تاریخ پیشی مقرر ہے۔ اس پر پھر شملہ سے حکم آیا کہ بعد فیصلہ اپیل کے جلد مع نقل حکم صاحب
جج کے مسل ہمارے پاس بھیج دے۔
القصہ ۱۸ ستمبر کو اپیل [illegible] صاحب جج پیش ہوا۔ تمام وجوہات اپیل [illegible] وکلاء
ہائیکورٹ و ضلع نے نہایت عمدگی سے بیان کر دیں۔ چنانچہ اس روز مقدمہ ملتوی کر کے
قرآن کی سورۃ تحریم کے ترجمہ انگریزی سیل و دیگر تفاسیر و شاہ عبدالقادر وغیرہ کو دیکھا۔ سب
میں وہی مطلب ثابت ہوا۔ جو صمصام ہند کے صفحہ ۱۰ میں تحریر ہے۔ حسب بیان وکیل
سرکار اس آیت کا مطلب نہیں نکلا۔ جو انھوں نے اشتہار نا معقول و عبارت
ناشائستہ تیغ فقیر برگردن شریر [illegible] الجواب تحفۃ الہند وغیرہ
سماجی مصنف مسلمانان پیش ہوئے۔ انکو صاحب بہادر نے نہیں مانا اور نہ ہی شامل مسل کیا

۳۰ مارچ کو صاحب بہادر کچہری میں نہیں آئے۔

۳۱ مارچ ۱۸۸۰ء کو یہ حکم سنایا۔ کہ جملہ پانچ سو جرمانہ کے چار سو معاف اور ایک سو بحال۔ اور لکھا کہ اس مقدمہ میں تمام مدعا علیہم شامل نہیں ہیں اور مدعی سنیاسی ہیں ان کو اس سے کچھ غرض نہیں ہے نہ یہ معاملہ مذہبی ہے اور نہ قومی بلکہ متعلق اس کی خاص ذات سے صرف ہے۔ کوئی مددگار نہیں ہے طرف داری وہ غریب ہے اس واسطے چار سو روپیہ معاف کیا گیا۔ جس پر ایک سو روپیہ بحال ہوا (آریہ درپن صفحہ ۱۲۱ ماہ)

۵۔ ہائیکورٹ میں اپیل نامنظور۔ اس حکم کی اپیل ہائیکورٹ میں کی گئی۔ جس کا حال حسب ذیل ہے۔

یہ مقدمہ ۱۴ جون ۱۸۸۰ء سے عدالت عالیہ ہائیکورٹ میں دائر ہے۔ اور پانچ ماہ تک کوئی تاریخ مقرر نہ ہو کر پیشی کا وقت آیا۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ منشی اندرمن کا مقدمہ ۱۵ نومبر ۱۸۸۰ء کو ہائی کورٹ میں پیش ہوا۔ اس دن حاکم نے اپنے حکم سے یہ لفظ کہے کہ مجسٹریٹ مراد آباد نے ساری کارروائی ناقص کی۔ مدعا علیہ کے گواہ قبول نہیں کئے۔ مسلمانوں نے جو اس پیکار کی کتابیں بنائی ہیں۔ ان پر مقدمہ قبول نہیں کیا۔ اپیل کی میعاد کے اندر ان کی کتابوں کو کیوں ضبط کر دیا۔ ایسے وچن سن کر سب کو تعجب ہو گیا۔ دیکھئے کیا فیصلہ ہوگا۔

اس دن حاکم نے حکم نہ سنایا۔ اور اسی طرح یہ مقدمہ ایک مہینہ تک پڑا رہا۔ ۳ جون ۱۸۸۱ء کو یہ آگیا سنائی۔ کہ فیصلہ صاحب جج مراد آباد کا بحال رہا (از بھارت سدھار)

۶۔ گورنمنٹ سے جرمانہ معاف ۔ گورنمنٹ عالیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بنظر رحم خسروانہ ایک سو روپیہ جرمانہ بھی معاف کر دیا۔ چنانچہ منشی اندرمن نے ایک خط اڈیٹر آریہ سماچار میرٹھ کو لکھا۔ جناب من بیان تا بیئے۔ جناب کو معلوم ہوگا۔ کہ ہائیکورٹ الہ آباد نے مقدمہ معلومہ میں ۳ جون ۱۸۸۱ء کو مسٹن جج مراد آباد کی رائے بحال فرما کر مبلغ سو روپیہ جرمانہ قائم رکھا تھا۔ اب ۲۹ جون کو لفٹنٹ گورنر بہادر نے باقیماندہ جرمانہ بھی معاف کر دیا۔ اس حکم کی اطلاع بذریعہ مجسٹریٹ مراد آباد کے مجھ کو چار جولائی کو ملی ہے۔

راقم اندرمن از مراد آباد۔ رسالہ آریہ سماچار جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۱۰۱

دوسری فصل۔ مالی امداد پر دل بدل گئے

۱۔ میرٹھ کی امدادی کمیٹی۔ ۱۰ اگست ۱۸۸۰ء کو سوامی جی نے آریہ سماج میرٹھ کی کمیٹی نمبر ۹۷ کے ذریعہ لاہور، امرتسر وغیرہ آریہ سماجوں کو تحریک کی۔ کہ منشی صاحب پر جو الزام زیر دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند جو کہ مسٹر سول صاحب بہادر مجسٹریٹ مراد آباد سے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی جوابدہی اور صفائی حاصل کرنے کے واسطے منشی جی کو ان

کی بے تصوری کے سبب روپیہ بطور امداد کے دینا فرض ہے۔ اسوقت خود منشی جی کی حیثیت
سبھا پتی آریہ سماج مراد آباد میرٹھ میں سوامی جی کی خدمت میں ہمراہ رہتے تھے۔ اور چندہ کردہ مال
امداد کے لئے سبھا جی نے اشتہار جاری کی تھی۔ یہ کیونکہ سب ویدک دھرم والوں کا معاملہ ہے
میرے ہی اکیلے کا نہیں ہے۔

یہ بھی صاف ظاہر کر دیا۔ کہ بعد وضع اخراجات مقدمہ جو کچھ بچیگا۔ وہ چندہ دہندہ
صاحبان کی ہدایت کے موافق صرف کیا جاویگا۔ یا واپس کر دیا جاویگا۔ اور پاس پر میرٹھ
سماج کا رکن میرٹھ کی کمیٹی بنائی گئی۔ اسوقت میرٹھ سماج کے پردھان وہاں کے مشہور
ساہوکار لالہ رام سرن داس جی بنائے گئے۔ طے ہوا۔ کہ جسقدر روپیہ آوے۔ وہ میرٹھ
سماج کی اس کمیٹی کے پاس جمع ہو اور ایک جگہ سے خرچ ہو سکتا۔ روپیہ سوامی جی یا لالہ
رام سرن داس کے پاس آیا۔ وہ سماج کی تحویل میں دیا گیا۔ اور سماج کی ہدایت اور اجازت
کے موافق صرف کیا گیا۔

۲۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ منشی جی کی ہر طرف سے مدد ہونے لگی۔ روپیہ کمیٹی کے پاس
آنا شروع ہوا۔ اور ان کے پاس بھی۔ اسوقت ایک بھاری آزمائش کا وقت تھا۔ جس میں
منشی جی پورے نہ اتر سکے۔ انہیں ہر وقت خیال آنے لگا۔ کہ واقعی میری شخصیت بڑی
ہے۔ میرے ہی سبب سے روپیہ آ رہا ہے وغیرہ۔ بلکہ روپیہ اور اس کے استعمال وغیرہ
کے متعلق انہوں نے ایسی بے موقعی ظاہر کی۔ کہ اپنے معاونوں سے اپنے آپ کو قطع کر بیٹھے
طے یہ ہوا تھا کہ جسکو بھی روپیہ آوے کمیٹی کے خزانچی کو پہنچا دے۔ تاکہ ایک ہی جگہ حساب
ہے لیکن منشی جی نے اپنے پاس آیا روپیہ نہ دیا۔ نہ حساب دیا۔ بارہا حساب طلب ہوا۔
سوامی جی نے پوری دوراندیشی سے انہیں بارہا ہدایت کیا۔ مگر منشی جی کا مزاج ٹھکانے
نہ آیا۔ عقل پر ایسا پردہ پڑا۔ کہ وہ کمیٹی کو ہر وقت زور دینے لگے۔ کہ روپیہ مجھے دیدو بجائے
اس کے کہ کمیٹی کی معرفت باضابطہ خرچ کرا دیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کارکنوں سے ان بن
ہو گئی۔ اور منشی جی نے اپنی قیمت کا غلط اندازہ لگاتے ہوئے یہ اشتہار چھپوایا۔

اشتہار لکھنی نہ ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی کی شہود جگن ناتھ داس کی تصنیف
کے رد میں ایک مضمون وشٹ پتی نامی ماہواری رسالہ اجمیر میں طبع ہوا ہے۔ اور اس
میں اکثر جگہ پر میرا نام بھی نظر حقارت کے ساتھ درج ہے۔ اسکا جواب جلد ماہواری
رسالہ کے ذریعہ سے جو کہ عنقریب تحقیقات مذہبی کے نام سے یہاں سے جاری ہونے
والا ہے۔ طبع ہو کر شائع ہوگا۔ لیکن مضمون مذکور کے آخر میں جو یہ لکھا ہے کہ اندرمن
و جگن ناتھ داس کی بدعہدی و بیان غلطی وغیرہ کو جو کوئی جاننا چاہے۔ وہ آریہ سماج
میرٹھ کے سبھا سد لالہ رام سرن داس وغیرہ سے دریافت کرے۔ کہ سماج کا روپیہ جمع
کرنے کے لئے انہوں نے کیا کیا اوہام کیا ہے۔ میں نے اس معاملہ کو سوامی جی کی سو

کا سبب جانکر تاریخ دے دیا مگر چونکہ اسے بقول شخصے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے مجھ پر بہتان
لگانے لگے۔ تب میں نے آریہ سماجیوں کو حقیقت حال سے اطلاع دینا ضروری سمجھا
کہ جب مسلمانوں کے جھگڑے میں مجھ پر پانچسو روپیہ جرمانہ ہوا۔ اسوقت سوامی جی
نے سماجوں کو چٹھیاں لکھیں۔ کہ منشی اندرمن کی مدد کے لئے چندہ جمع کرکے میرے
اور لالہ رام سرنداس سبھاسد آریہ سماج کے پاس روانہ کرو۔ یہاں سے منشی جی کی
خدمت میں روانہ کیا جائیگا۔ جس روپیہ سے جرمانہ معاف کرانے کے لئے اپیل
کریں۔ پس سوامی جی کی تحریرات موافق لاہور۔ امرتسر۔ رڑکی۔ فرخ آباد۔
فیروزپور۔ شاہجہانپور۔ اورنگ آباد۔ دارجلنگ۔ گورداسپور۔ جہلم۔ ملتان۔ بٹالہ
وغیرہ سے دھڑادھڑ لوگوں نے زرکثیر جمع کرکے سوامی جی اور لالہ رام سرنداس کے پاس
بھیجنا شروع کیا۔ جبکہ مقدمہ مذکور کا اپیل جج مراد آباد میں دائر تھا۔ مجھکو کچھ سو روپیہ بیرسٹر
لا صاحب کے پاس بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ لہذا میں نے خود میرٹھ جاکر لالہ رام سرنداس
سے کہا۔ کہ کچھ سو روپیہ بیرسٹر صاحب کی خدمت میں روانہ کرنا ہے۔ چار سو میرے پاس
ہیں۔ دو سو چندہ کے روپیہ میں سے جو آپکے پاس جمع ہیں۔ عنایت کیجئے۔ لالہ صاحب
موصوف نے جواب دیا۔ کہ یہاں سے تو ابھی تم کو کچھ نہ ملیگا۔ وہاں سے ہی تدبیر کرکے
بھیجدو۔ پھر میں نے دریافت کیا۔ کہ اب تک آپکے پاس کتنا روپیہ اکٹھا ہوا ہے۔ جواب دیا
کہ بتلانے کیلئے سماج کی اجازت نہیں ہے۔ کیا خوب بات ہے۔ کہ جسکی اعانت کے لئے
اطراف لوگوں نے روپیہ بھیجا۔ اسکو دینا تو ایک طرف تعداد بھی نہ بتلائی جاوے۔ کہ اب
تک اسقدر روپیہ جمع ہوا ہے۔ آخر میں خالی ہاتھ اپنے گھر کو چلا آیا۔ اور ایک نیک مرد
کی مدد سے بیرسٹر صاحب کے پاس کچھ سو روپیہ ارسال کیا گیا۔ پھر جب کہ جج مراد آباد
نے پانچسو روپیہ جرمانہ میں سے چار سو چھوڑ کر ایک سو باقی رہنے دیا۔ اسی اثنا میں لالہ
رام سرنداس بھی وارد مراد آباد ہوئے۔ اسوقت میں نے لالہ صاحب موصوف سے کہا۔
کہ اب ہائیکورٹ میں اپیل کرنا ہے روپیہ بھیجئے۔ اسوقت بھی انہوں نے وہی جواب دیا۔ کہ
ہمارے ہاں سے تو ابھی روپیہ نہ ملیگا۔ مراد آباد ہی سے کچھ تدبیر کرکے ہائیکورٹ کا اپیل کر
دیجئے۔ پھر لالہ رام سرنداس میرٹھ کو چلے گئے۔ بعد ازاں میں نے روپیہ کے لئے سوامی
جی اور لالہ رام سرنداس کو کئی بار لکھا۔ مگر دونوں صاحبوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب میں
نے اخبار رعایت مطبوعہ کلکتہ میں یہ بات چھپوا دی۔ کہ جن لوگوں کو میری مدد کرنی منظور ہو۔ وہ
جناب براہ راست میرے ہی پاس روپیہ ارسال کریں۔ کہ دوسری جگہ کا بھیجا ہوا روپیہ
مجھکو دستیاب نہیں ہوتا۔ پھر میں نے سوامی جی کو تحریر کیا۔ کہ اگر آپکو چندہ کے روپیہ میں
سے اس مقدمہ میں کچھ خرچ گوارا نہیں ہے۔ تو صاف لکھئے۔ کہ ہم ہائیکورٹ کے اپیل
کرنے سے درگذریں۔ اس قسم کی پے در پے تحریرات کے بعد سوامی جی نے چندہ کے

روپیہ میں سے کچھ سو روپیہ لالہ رام سرن داس کی معرفت بھیجا گئے۔ غرضیکہ جو کچھ لاہور اور امرتسر وغیرہ سے میرے مقدمہ کے لئے سوامی جی کے پاس فراہم ہوا تھا۔ اس میں سے صرف یہی کچھ سو روپیہ مجھ کو دستیاب ہوئے۔ باقی بالتمام ان دونوں بزرگوار کے تصرف میں رہا۔ البتہ حق صاحبوں نے بلا واسطہ میرے پاس روپیہ ارسال کیا۔ وہ بجنسہ مجھ کو ملا۔ اور مقدمہ مذکورہ کے اخراجات میں کام آیا۔ یہاں پر مختصراً سر دست لکھا گیا۔ اسکا تفصیلوار ذکر کیا جاویگا۔ اب اہل عقل انصاف کریں۔ کہ جو روپیہ میری مدد کے واسطے لوگوں نے سوامی جی اور لالہ رام سرن داس کے پاس جمع کیا۔ اور انہوں نے مجھ کو اس کا نہ دیا۔ خود اس کے مالک بن بیٹھے۔ تو مسلمانوں کے فساد و دفع کرنے کے بارہ میں سوامی جی اور لالہ صاحب موصوف نے خلاف دھرم کیا یا فقیر اندرمن نے۔ المشتہر اندرمن مراد آباد

تیسری فصل۔ تمام حال پبلک ہو گیا

۱۔ اشتہار کی تردید۔ منشی جی کے اشتہار کا جواب دیش ہتیشی پتر میں ایک نامہ نگار کی طرف سے حسب ذیل چھپا۔

"جناب من۔ سنئے۔ ظاہر ہو کہ ایک کاغذ بطور اشتہار منشی اندرمن صاحب کا میرے پاس آیا۔ اسکا جواب بہت لمبا ہے۔ لیکن اسوقت اس تھوڑے سے جواب کو آپ اپنے رسالہ میں جگہ دیکر مجھ کو ممنون فرمائیے۔ جو منشی اندرمن جی اپنی تحریر کے بموجب سچے ہوں تو اس معاملہ میں اور جگہوں سے جتنا اصلی و خرچ ہوا ہو آپ کے رسالہ دیش ہتیشی میں چھپوا کر مشتہر کریں اور اسی طرح لالہ رام سرن داس بھی۔ جسکے دیکھنے سے سب صاحبوں کو آپ ہی سچ اور جھوٹ فیصل ہو جاویگا۔ اور اس حساب کے ذیل میں یہ بھی لکھا جاوے کہ جس جس صاحب نے منشی صاحب اور اہل اسلام مراد آباد کے جھگڑے میں جتنے جتنے روپیہ جس جس کے پاس بھیجے ہوں۔ اور جس جس کی رسید بھی ان کے پاس ہو نام بنقل اوپر صاحب رسالہ دیش ہتیشی کے پاس بھیجیں۔ اور ان خطوط کو آپ اپنے رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کر دیا کریں۔ جس سے سچ اور جھوٹ سب پر ظاہر ہو جاوے۔ اس میں سچ تو یہ ہے کہ منشی صاحب جو جھوٹا قصور سوامی دیانند سرسوتی صاحب اور لالہ رام سرن داس صاحب رئیس میرٹھ کا بتاتے ہیں۔ وہ سب قصور منشی صاحب کا ہے۔ کیونکہ جب منشی صاحب پر مجسٹریٹ مراد آباد نے پانچسو روپیہ جرمانہ کئے تھے۔ اس کے بعد منشی صاحب میرٹھ میں آئے (جہاں اسوقت سوامی جی بھی تشریف رکھتے تھے) اور کہا کہ مقدمہ سب ویدمت والوں پر سمجھا جاوے۔ بعض لوگوں نے اس پر سوامی جی اور دیگر صاحبان نے کہا۔ کہ یہ ٹھیک ہے۔ کیونکہ منشی جی نے ویدمت کی حفاظت کے لئے اتنی بڑی تکلیف گوارا کی ہے۔ اسلئے اسوقت اس معاملہ میں سب ویدمت والوں کو ان کی مدد کرنا واجب

ہے۔ اس پر سب کی یہی صلاح ہوئی۔ کہ اس بات کے لئے ایک سبھا یعنی (کمیٹی) قائم ہو۔ وہ چندہ جمع کرے۔ جس سے اس کے جمع اور خرچ کا وہ حساب رکھے۔ اور منشی صاحب کو اس میں سے اتنا روپیہ دیا جاوے۔ جتنا خرچ ہونا ضرور ہو۔

آخرکار یہ سبھا میرٹھ میں منعقد ہوئی۔ اور منشی صاحب سے کہا کہ جو کوئی آپ کے پاس روپیہ بھیجے۔ اُن کو آپ بھی اس کمیٹی کے خزانچی لالہ رام سرن داس صاحب کے پاس بھیج دیا کریں۔ اور روپیہ کے جمع و خرچ کے لئے پڑتال پر سبھا کیا کرے۔ سارا حساب منشی لیو نے۔ ان سب باتوں کو منشی صاحب نے سوامی جی وغیرہ کے سامنے منظور کیا تھا اور یہ بھی اسوقت قرار پایا تھا۔ کہ اس سبھا کے ممبران کے سوائے دوسرے کو اس روپیہ کے جمع خرچ کی تعداد اسوقت تک نہ بتلائی جاوے۔ کہ جب تک یہ کام پورا نہ ہو جاوے۔ اگر چندہ کم آوے۔ اور خرچ زیادہ کرنا ہو۔ تو کسی بینک و دولتمند صاحب سے سبھا قرض لے کر کام کرے +

اس لئے لالہ رام سرن داس نے چندہ کی تعداد منشی صاحب کو نہیں بتلائی تھی۔ کیونکہ سبھا کی اجازت بتلانے کی نہ تھی۔ اس نہ بتلانے کو منشی صاحب نے برائی سمجھا۔ واہ رے منشی صاحب کی عقلمندی! اس سے سب صاحب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ منشی صاحب کو تعداد نہ بتلانے میں لالہ رام سرن داس صاحب کا قصور ہے۔ یا اس پر غصہ ہو کر الٹے سیدھے خراب الفاظ لکھنے میں منشی اندرمن صاحب کا +

اس خلاف سوانگی کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب لوگوں کی طرف سے سب سارا روپیہ منشی صاحب کے پاس آنے لگا۔ تب لالچ میں آکر جو یہاں سابق میں جتنا روپیہ منشی صاحب کے پاس آ رہے۔ وہ میرٹھ سبھا کے خزانچی لالہ رام سرن داس صاحب کے پاس بھیجنا تو دور رہا۔ بلکہ جب لالہ رام سرن داس صاحب نے کئی بار خط بھیجکر حساب مانگا تو منشی صاحب نے خاموشی اختیار کی۔ حساب نہیں دیا۔ تب لالہ رام سرن داس صاحب کو تحقیق ہوا کہ منشی صاحب کے دل میں کچھ اور بات ہے۔ اس بات کی تحقیقات کے واسطے لالہ شیام سندر صاحب انہیں مراد آباد کے پاس لالہ رام سرن داس نے خط بھیجا کو منشی صاحب سے حساب پوچھ کر میرے پاس بھیجئے۔ ان کو بھی منشی صاحب نے حساب نہ دیا۔ بلکہ سب ونیت کی حفاظت کے روپیہ کو اپنا ہی روپیہ سمجھ لیا۔ جب سے لالہ رام سرن داس صاحب نے منشی صاحب کو روپیہ دینا موقوف کیا۔ اور سوامی جی کو بذریعہ خط اطلاع دی۔ تب سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ اسوقت اس بات کے ہونے سے کام میں خلل پڑیگا۔ کام ہونے دیجئے۔ اور جو روپیہ وہ مانگتے ہیں۔ وہ دے دیجئے۔ انہوں نے دے دئے۔ اور اس سے زیادہ روپیہ منشی صاحب کو بھیج دیا۔ اور کچھ لالہ رام سرن داس صاحب کے پاس جمع رہا۔ یہ بات حساب چھپنے سے سب کو معلوم ہو جاوے گی۔ اور سوامی

جی نے لالہ صاحب موصوف یعنی شیام سندر صاحب کوٹھی والے رئیس مراد آباد کے پاس خط بھیجا۔ کہ منشی صاحب سے حساب لے کر لالہ رام سرن داس صاحب کے پاس بھجوا دیجئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ منشی صاحب حساب تو نہیں بتلاتے لیکن جب اس معاملہ میں پوچھا جاتا ہے۔ تو کچھ بھی نہیں کہتے ہیں

واہ رے زر! تجھ میں بڑا عجیب جذبہ ہے۔ کہ تو بڑوں بڑوں کو بھی نیک راہ سے ہٹا کر نیچے گرا دیتا ہے۔ جب ڈیرہ دون سے آتے وقت میرٹھ کے اسٹیشن پر لالہ رام سرن داس صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تب منشی صاحب کے معاملہ کی بابت سن کر بڑا تعجب کر کے ان سے سوامی جی نے کہا۔ کہ میں علیگڈھ اسی لئے ٹھیر کر وہاں منشی صاحب کو بلا کر سمجھا دونگا سوامی جی نے علیگڈھ میں آکر منشی صاحب کو بلانے کیلئے تار دیا۔ اس کے جواب میں منشی صاحب نے تار میں خبر دی۔ کہ میں بیمار رہوں۔ ٹھاکر داس الٰہ آباد کو گیا ہے۔ یعنی میں نہیں آ سکتا۔ پھر سوامی جی نے آگرہ میں آ کر منشی صاحب کے پاس خط بھیجا۔ کہ اگر یہ بات سچ ہے۔ تو اس میں آپ کی بڑی حقارت ہوگی۔ آپ یہاں جلد تشریف لائیے منشی صاحب نے بہت غصہ ہو کر خلاف تہذیب باتیں جو کہ ان کے لکھنے کے لائق نہیں لالہ رام سرن داس صاحب کی نسبت بحقارت بہت سی لکھیں۔ اور یہ بھی اس خط میں لکھا۔ کہ آپ لالہ رام سرن داس صاحب سے حساب منگوا لیجئے۔ سوامی جی نے لالہ رام سرن داس صاحب کو لکھا۔ کہ آپ حساب لکھ کر میرے پاس یہاں بھجوا دیجئے۔ جب میں آپ کے حساب کو دکھلا دونگا۔ تب وہ بھی اپنا حساب دینگے۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں پیچھے منشی صاحب مع لالہ جگن ناتھ داس وغیرہ متھرا ہوتے ہوئے آگرہ میں سوامی جی کے پاس آگئے تب سوامی جی نے ان سے کہا۔ کہ حساب لائے ہو یا نہیں۔ تب منشی جی نے کہا۔ کہ ہاں لائے ہیں۔ لیکن پہلے لالہ رام سرن داس جی کا حساب منگوا لو۔ تب ہم بھی دکھا دینگے تب سوامی جی نے کہا۔ کہ جب آپ کے پاس حساب ہے۔ تو کیوں نہیں دکھلاتے۔ تب پھر منشی جی اور لالہ جگن ناتھ داس جی نے کہا۔ کہ ان کا حساب آنے دیجئے۔ تب دکھلا دیویں گے۔

ناظرین! بہرحال۔ یہ مشورہ کیا اور لالہ سرن داس جی کی نیک نیتی سے دوسرے ہی دن میرٹھ سے حساب آ گیا۔ سوامی جی نے منشی جی اور لالہ جگن ناتھ داس جی کو دکھلایا پھر سوامی جی نے کہا۔ کہ اب تم دکھلاؤ۔ تب منشی جی کے کہنے سے لالہ جگن ناتھ داس جی نے بیگ کو ہاتھ لگایا۔ اور ادھر ادھر ہاتھ پھیر کر کہا۔ کہ وہ حساب کا کاغذ تو میں بھول آیا ہوں

صاحبو! دیکھو کیا بھلے ہوئے گرو چیلے کی صحبت ہے! تب سوامی جی نے کہا۔ کہ جیسا کہ آپ کو یاد ہو۔ اسقدر ہی زبانی لکھوا دیجئے۔ تب منشی جی کہنے لگے۔ اندازہ سے

دو ہزار روپیہ تک کا حساب تو کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ کہ اب مجھے یاد نہیں ہے۔ ہم مرزا پور کا حساب فوراً بھیج دینگے۔ سو آج تک نہیں بھیجا۔ اب آپ لوگ ان باتوں سے سوچ لیں کہ منشی جی سچے ہیں۔ یا لالہ رام سرن داس جی ۔

تب منشی جی اور لالہ جگن ناتھ داس جی ناحق خلاف مصلحت باتیں کرنے لگے اور کہا۔ کہ جو ڈھائی سو روپیہ لالہ صاحب داس جی نے بھیجے تھے۔ وہ کیوں نہیں جمع کئے تب سوامی جی نے کہا۔ کہ وے روپیہ تو گورداسپور میں میرے نام آئے تھے۔ میں نے لالہ رام سرن داس جی کو دے دئے تھے۔ نہ جانے انہوں نے جمع کیوں نہیں کئے۔ اسکا حال میں پوچھ کر بتلا دونگا ۔

سوامی جی نے اسی دن لالہ رام سرن داس جی کو خط لکھکر جواب منگایا۔ تب انہوں نے لکھا۔ کہ یہ میرے منشی کی بھول ہے لاہور کے روپیوں کے ساتھ گورداسپور کے ڈھائی سو روپیہ بھی جمع کئے گئے ہیں۔ یعنی جس دن ڈیڑھ سو روپیہ لاہور سماج سے آئے تھے اسی دن ڈھائی سو روپیہ کے نوٹ آپ نے بھی دے دئے تھے۔ بھول سے چار سو روپیہ آریہ سماج لاہور کے نام جمع کئے گئے ہیں۔ اب منشی جی اسکو تحقیق کریں یا کرا دیں۔ یعنی ان ڈھائی سو روپیہ کے سوائے کسی نے سوامی جی کے پاس روپیہ نہیں بھیجا۔ اگر بھیجا ہو تو کسی پاس سوامی جی کی دستخطی رسید ہو۔ شوق سے ظاہر طور چھپوا دیوے۔ لیکن سوامی جی کی منشی اس میں خلاف بات ہو۔ تو سوامی جی اقرار کر سکتے ہیں۔ کہ سوائے ڈھائی سو روپیہ کے میرے پاس ایک حبہ بھی کسی کا نہیں آیا۔ کیونکہ جو کوئی ان سے پوچھتا یا خط بھیجتا تھا تو سوامی جی یہی جواب دیتے تھے۔ کہ جو بھیجنا ہو۔ تو لالہ رام سرن داس جی کے پاس میرٹھ سبھا کو بھیجو۔ کیونکہ اسی سبھا کے متعلق یہ سب بندوبست ہے ۔

اس عہدہ انتظام کو توڑنے والے منشی جی ہیں۔ کہ جنہوں نے تجارت شروع کی اخباروں میں اپنا مطلب پورا کرنے کو جا بجا چھپوا کر اپنا مطلب کر دیا۔ اور اپنی نیک نامی پر بٹہ لگایا ۔

افسوس ہے۔ کہ یہ روپیہ بری بلا ہے۔ جو بڑے بڑے ہوشیاروں کو بھی پھنسا لیتا ہے۔

اسی دن سوامی جی نے منشی جی سے کہا کہ حساب ٹھیک ٹھیک میرٹھ سبھا پر بھیج دیجئے۔ جو ایک عہد ہوا ہے۔ اسکا توڑنا اچھا نہیں۔ آپ بموجب عہد سابق کے کام کیجئے۔ جس سے سب بہ محبت مددگار رہیں۔ اسی میں اچھا ہے خلاف ہونا اچھا نہیں۔ تب تو منشی جی اور لالہ جگن ناتھ داس جی دونوں خفا ہو کر کہنے لگے۔ کہ ہم سے حساب لینے والا کون ہے۔ آپ کے مالک ہیں۔ ہم پر یہ سب معاملہ چلا ہے۔ ہمارے نام چندہ آتا ہے۔ جو آتا ہے ہمارا ہی ہے۔ اور لالہ جگن ناتھ جی بولے۔ کہ اگر آپ سے

کوئی ویدک چھاپہ خانہ کا حساب دریافت کرے کیا آپ بتا دینگے۔
سوامی جی نے کہا کل بیٹے آج ہی تو یہاں کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب کوئی معزز ممبر آریہ سماج کا حساب لینا چاہے۔ اسکو کوئی روک نہیں ہے۔ تب سوامی جی نے منشی جی کو علیحدہ لیجاکر کہا یا کہ ایسی بات کرنی لازم نہیں ہے۔ ایک تو وہ بات تھی جو سبھا میں آپ نے کہی تھی۔ کہ یہ سب ویدک دھرم والوں کا معاملہ ہے۔ میرا اکیلے کا نہیں ہے۔ اور اس کے خلاف آج کی بات ہے۔ کہ میرے اکیلے کا ہی معاملہ وغیرہ ہے۔ منشی جی جو میں آپ کو پہلے سے ایسا جانتا۔ تو آپ کے پاس ایک لحظہ بھی نہ ٹھہرتا۔ اور آپکی کچھ بھی طاقت نہ تھی۔ کہ مجھے اسطرح ہٹا سکتے۔
خیر میں تو اسی بات کو کہتا ہوں۔ کہ یہ سب ویدک دھرم والوں کے ساتھ ہی بات ہے۔ تب تو منشی جی کچھ ٹھنڈے ہو گئے۔ تب سوامی جی نے کہا۔ کہ اب باقی کام آپ کیجئے اور الہ آباد میں ایک دو صاحبوں کا نام لکھا تا کہ ان کی صلاح سے سب کام کیجئے گا۔ اور مراد آباد و لکھکر حساب سبھا میں جلد بھیج دیجئے گا۔ منشی جی نے کہا۔ کہ جاتے ہی بھیجدونگا سو بھی نہ کیا۔ اور نہ حساب بھی۔ کر لیتے اور بھیجتے تب جب ان کا دل صاف ہوتا۔ بلکہ جیسا الہ آباد میں بھی پوشیدہ خرچ کرا کر جیسا کہ مراد آباد جی میں خرچ کا معاملہ ہوا تھا۔ ویسا ہی الہ آباد میں کر کے اپنی نیت کا پھل پا کر چلے آئے پھر بھی نہ جانے۔ کن کن نیک صاحبوں کی کوشش سے حضور والا جناب گورنر جنرل صاحب بہادر سے عرض کر کے سو روپیہ کا جرمانہ معاف کرایا گیا۔ اگر اب بھی منشی جی اپنی بات کو سچی کرنا چاہیں۔ تو اس اہل اسلام کے ساتھ کے معاملہ میں جہاں جہاں سے جتنا جتنا روپیہ جس جس نے بھیجا ان کا نام پتہ وغیرہ لکھکر اور جتنا جتنا جس جس کام میں خرچ ہوا ہو۔ سب کو اخباروں میں چھپوا دیویں۔ اور جتنا روپیہ اس مقدمہ کے خرچ سے باقی رہا ہو۔ اسکو پرتیندھی سبھا میں بھیجدیویں۔ کیونکہ جو سبھا کا وعدہ ہوا تھا۔ کہ جو منشی جی کے معاملہ سے چندہ کا روپیہ بچے۔ تو اسکا کیا کیا جاوے۔ اس پر اس کی یہی صلاح ہوئی تھی۔ کہ اس روپیہ کو بطور امانت سیکرٹری سودیشی دولت مند کے پاس رکھا جاوے۔ اور جب دوسرے مذہب والوں سے ویدک آریوں کا معاملہ عدالت میں چلے۔ تب اسی میں سے اسکا خرچ کیا جاوے۔ ورنہ نہیں۔ کیونکہ روپیہ اسی بات کے لئے جمع کیا جاتا ہے۔ اور جیسا آج منشی جی پر تکلیف پڑی ہے ممکن ہے۔ کہ اور پر بھی کبھی نہ کبھی آ پڑے۔ اسلئے اس روپیہ کو احتیاط سے رکھا جاوے۔ اور جب ضرورت ویسے کام پر خرچ کیا جاوے۔
لیکن ناظرین سوچو! اس بڑے فائدہ مند کام کو منشی جی کے لالچ نے بند ہونے نہ دیا۔ اب عقلمند لوگ سوچ لیویں۔ کہ اس میں سوامی جی اور لالہ رام سرن داس جی کا خلاف معاملہ ہے۔ یا منشی اندرمن جی کا۔ زیادہ لکھنا عقلمندوں کے آگے ضرور

نہیں کیونکہ عاقل لوگ تھوڑی تحریر سے سب سمجھ لیتے ہیں ✦ راقم۔ راست گفتار:

(ب) اس کے علاوہ آریہ سماچار صفحہ ۳۴۹ پر لکھا ہے کہ سوامی جی یا لالہ رام سرن داس کا ذاتی اختیار اس روپیہ کے وصول کرنے یا جمع رکھنے یا خرچ کرنے کی بابت کچھ نہیں ہے۔ پس وے ہر طرح کے الزام سے بری ہیں۔ ہاں ایک الزام ہم ان پر لگاتے ہیں۔ کہ وہ ایسے لالچی کی امداد کرنے پر کیوں کمربستہ ہوئے۔ کیا انکو یاد نہیں رہا کہ نکوئی با بداں کردن چنان است کہ بد کردن بجائے نیک مردان۔ مگر اس کا جواب سوامی جی نے خود دیدیا ہے۔ کہ منشی جی جو میں آپ کو ایسا (لالچی) پہلے سے جانتا۔ تو آپ کے پاس ایک لفظ بھی نہ ٹھہرتا۔ اور آپ کی کچھ بھی طاقت نہ تھی۔ کہ اسطرح بدنام کر سکتے۔

اخبار تہذیب مراد آباد جلد ۲ نمبر ۱ مطبوعہ ۱۲ مارچ ۱۸۸۰ء میں منشی جی کا اشتہار چھپا۔ لیکن ایڈیٹر صاحب نے اول شروع میں ہی ایک نوٹ بعنوان "عبرت" دیا۔ جسمیں حسب ذیل الفاظ تھے۔

بے علموں کا بھلا کیا۔ مگر اہل علم کی یہ کیفیت ہے۔ کہ ذرا ذرا سی باتوں پر آپس میں کٹے مرتے ہیں۔ ہم پہلے جانتے تھے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ہی کچھ باہمی نزاع کا برتاؤ ہے۔ اب جو غور سے دیکھتے ہیں۔ تو ہندوؤں سے بھی چار قدم بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک قلیل رقم کی خاطر منشی اندرمن کا اپنے مذہب کے ایک بہت بڑے عالم کو خلاف شان لفظوں کے ساتھ یاد کرنا کیا عبرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں ہے ✦

۲۔ سوامی جی کا جواب اور حساب کتاب۔ بیشک یہ تمام صفائی پہلے ہی واضح ہو چکی تھی۔ لیکن سوامی جی اور کمیٹی کیطرف سے باضابطہ جواب نکلنا ضروری تھا۔ اسلئے سوامی جی نے مختصر جواب اور واضح حساب بعبارت نثر میں چھپوا دیا۔

"واضح ہو کہ جو بکرم سمت ۱۹۳۶ مطابق ۱۸۷۹ء میں منشی اندرمن جی ساکن مراد آباد کا مسلمانوں سے جھگڑا ہوکر منشی جی پر مبلغ پانچسو روپیہ مجسٹریٹ مراد آباد نے جرمانہ کیا تھا۔ اس پر آریہ لوگوں نے اس معاملہ کو اپنا جانکر امداد کی تھی۔ معاملہ بیوقت ہو چکا تھا۔ لیکن میرٹھ میں اسوقت اس کے لئے یہ قاعدہ مقرر ہوا تھا۔ کہ منشی جی کے معاملہ سے جتنا دھن بچے۔ وہ اچھے مشہور ساہوکار کے ہاں سود پر رکھا جاوے۔ جب کبھی ایسا ہو کہ کسی ویدک دھرم ماننے والے کا غیر مذہب والوں سے دھرم وشے پر تنازعہ ہو کر معاملہ کچہری میں جاوے۔ اور وہ طاقت نہ رکھتا ہو تو انہی روپیوں سے اس کی مدد کیجاوے۔ تو اس قاعدہ کو منشی جی نے بھی سوامی جی وغیرہ کے روبرو میرٹھ میں مان لیا تھا۔ لیکن افسوس کی جگہ ہے۔ کہ اب وہ اس اہم قاعدہ کو توڑ کر حساب نہیں دیتے۔ اور الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ اس مثال کے مطابق لالہ رام سرن داس پر بھی

میرٹھ اور سوامی دیانند سرسوتی جی پر مثیا دوش لگاتے ہیں۔ اس لئے آریہ سماج آمد و خرچ کا حساب ذیل لکھ کر پرکاشت کرتا ہے۔ کہ جیسا مثیا بھرم منشی اندرمن جی کو ہوا ہے۔ ویسا کسی اور سجن پرش کو نہیں۔ منشی جی کا ستت اور جھوٹھ اس حساب کو اور منشی جی کے دئیے ہوئے پن کو دیکھ کر سب پر پرکٹ ہو جائیگا۔ منشی جی لکھتے ہیں۔ کہ بہت آریہ لوگوں نے میرے معاملہ کی امداد دینے سے میرٹھ سماج اور سوامی جی کے پاس دھن بھیجا تھا۔ اس میں سے صرف کچھ سو روپیہ میرے پاس پہنچے باقی ان کے پاس ہے۔ اور اس میرٹھ سماج کے تحریر بہ تفصیل وار حساب دیکھنے سے ثابت ہے۔ کہ منشی جی کے پاس اور انہی کے معاملہ میں ۳۲۹ روپیہ ۴ آنہ ۱ باقی میرٹھ سماج سے پہنچے ہیں۔ اب اس سے اچھے لوگ سمجھ لیں گے۔ کہ منشی جی کا کچھ سو روپیہ پہنچے کہنا صحیح ہے یا جھوٹھ۔ اگر منشی جی کا کہنا سچ ہو تو ان روپیوں کے سوا لالہ رام شرن داس یا سوامی جی کے پاس کسی نے روپے بھیجے ہوں۔ اور ان کے پاس ان کی دستخطی رسید ہو تو بے شک ظاہر کریں یا کرا دیں۔ سانچ کو آنچ کہاں۔ جیسا کہ بھرم منشی جی کو ہوا ہے۔ ویسا اور کسی پیچھے آدمی کو نہ ہو۔ اسلئے حساب چھپوایا۔ اور منشی جی حساب کے چھپوانے میں کھینچ تان کرتے ہیں۔ یہ ان کے لئے کلنک ہے۔ اس کے دور کرنے کے لئے انکو ضرور چاہئے۔ کہ جب جب جس جس نے جتنے جتنے روپے اس معاملہ کی امداد میں بھیجے تھے۔ ان میں سے جہاں جہاں جتنا جتنا خرچ ہوا ہے ٹھیک ٹھیک تار کوار چھپوا دیں۔ اور باقیماندہ روپیہ آریہ سماج میرٹھ میں ایکبار بھیج دیں۔ پہلے مانے ہوئے تو عدالت کی دستک کریں۔ تو بہت اچھی بات ہے۔ نہیں تو روپیہ گئے ہوئے تو آ بھی جاتے ہیں۔ مگر دھرم سنگت کیرتی کی ہول بھی نہیں آتی۔

ستپرشوں کو مرنے سے اپکیرتی بہت بری سمجھی جاتی ہے۔ بڑی ہمارے آریوں ودیش ایڈیشنوں کا آرمبھ سے مرتو تک پرستش آچرن ہے۔ تو دیش کی بہت انتی ہے۔ سرب شکتیمان پرماتما آریہ ورت پر کرپا کرے۔ جس سے ہمارے آریہ ورتی ایڈیشنک اپنے گئے ہوئے اتم ایڈیشن کو سمجھا دیں دوشوں سے کلنکت ہوکر شروع سے آخر تک ستپرش آچرن سے دیش کی سدشا بڑھایا کریں +

نقل حساب آمد و خرچ مرسلہ میرٹھ سماج مندرجہ آریہ سماچار میرٹھ صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ ماہ پھاگن سمت ۱۹۳۹ مارچ سنہ ۱۸۸۳ء جلد نمبر ۱

آمدنی

معرفت آریہ سماج لاہور ما حصہ روپیہ بتفصیل ذیل :- آریہ سماج ملتان سے للعہ - آریہ سماج جہلم للعہ میزان آریہ سماج لاہور ما حصہ سکنا سے جو پاس - آریہ سماج لاہور ما عہ

کل ما حصہ

آریہ سماج امرتسر عہ - آریہ سماج رڑکی للعہ آریہ سماج فرخ آباد للعہ - آریہ سماج فیروزپور للعہ - آریہ سماج گوجرانوالہ عہ آریہ سماج پشاور للعہ

کل للعہ

للکیول کشن للعہ - لالہ رکن رائے و دیگر صاحبان اورنگ آباد للعہ - پانڈے رام ورن صاحب سیکنڈ ماسٹر ضلع سکول ورجیلنگ للعہ کل للعہ

میزان کل آمدنی للعہ

خرچ

۸ اگست ۱۸۸۳ء رجسٹری خط بنام منشی اندرمن ۱۸ - منشی اندرمن کو معرفت میاں شیام سندر رئیس مراد آباد للعہ

۱۴ اگست کرایہ ریل میرٹھ تا مراد آباد جانے کس للعہ کرایہ ریل بریلی تا میرٹھ تا مراد آباد آنے کے - محصول خط لڑکا ذی کم از لڑکا آباد ۵ - کرایہ گاڑی جو صاحب میرٹھ کے پاس جانے کے

خرچ متفرق متعلقہ مقدمہ بمقام مراد آباد (تفصیل صرف منشی کی کو معلوم ہے) للعہ

خرچ معرفت اللہ آباد کا للعہ - جس کا منشی جی کو ۲ ستمبر ۱۸۸۳ء بذریعہ لڑکا منشی جی کو ... ۴ اکتوبر ۱۸۸۳ء بذریعہ جسٹری کے محصول ڈاک ۵ بذریعہ منڈی کے منشی جی کے پاس بھیجے گئے - سوا اکتوبر ۱۸۸۳ء کرایہ معرفت محمد دولت میرٹھ تا علیگڑھ سے ... - محصول خط منشی اندرمن للعہ

میزان کل للعہ باقی للعہ

باقی روپیہ کی تفصیل کہ بموجب فیصلہ کمیٹی کس طرح خرچ کیا گیا

آریہ سماج ملتان للعہ - کہ ملتان سماج کی تحریر کے مطابق اینگلو سنسکرت کے فنڈ میں جمع کئے گئے -

آریہ سماج جہلم للعہ - حسب المطلب واپس بھیجے گئے -

آریہ سماج لاہور للعہ - سماج کے کہنے کے مطابق واپس کئے گئے -

میزان واپسی للعہ

آریہ سماج امرتسر للعہ - حسب ہدایت آریہ سماج امرتسر آریہ سماج جہلم کو دئے گئے -

آریہ سماج رڑکی للعہ - بموجب ہدایت اینگلو سنسکرت فنڈ میں جمع کئے گئے -

آریہ سماج فرخ آباد للعہ - کسی اچھے کام کے خرچ کے لئے یہاں جمع ہیں -

آریہ سماج فیروزپور سیکریٹری آریہ پالی - واپس کئے گئے۔

آریہ سماج گورداسپور سیکریٹری " "

آریہ سماج میرٹھ سیکریٹری " "

لالہ کیول کشن ایضاً ابھی تک جواب نہیں آیا۔ اسواسطے جمع ہیں۔

لالہ رکن داس ورلڈ ہیرو سیکریٹری پتہ نہیں لگا نیا بران جمع ہیں۔

پانڈے رام مرن ماسٹر سیکریٹری بموجب تحریران کے پاس اسکی کتابیں بھیجی گئیں

میزان کل حساب سیکریٹری آریہ پالی

اب دیکھئے کہ پنڈت بھی منشی اندرمن جی پر کیا یا نہیں۔ اگر منشی جی پہلے قبول کردہ نیم اپنا چلتے۔ تو جیسا سیکریٹری آریہ پالی جی سربا اپکار آریہ دھرم کی رکھشا میں لگتے۔ اور آریہ سماج منشی جی کے لئے یہ بار بار افسوس کرکے بطور حصہ رسدی ویدک دھرم رکھشا فنڈ دین کو بھیجنے والوں کے پاس کیوں پھیر دیتی جیسے تھوڑے سے عالی حوصلہ آریوں نے ویدک دھرم اپدیشک منڈلی کے لئے اپنا اپنا حصہ دیدیا۔ ویسے سب آریہ ورت دیش کی اپنی ہیں لگتا۔ تو کتنی اچھی بات ہوتی۔ پر تو ابھی ایسی ناچیز باتوں سے دیش ہتیشی مہاتما جن (خیرخواہان ملک) ترقی کرنے میں اداسین نہ ہوں۔ کنتو جب بڑے برائی نہیں چھوڑتے۔ تو چھوٹے بھلائی کیوں چھوڑیں ہاں دیانند سرسوتی نرشا ہوا (ازعبارت منتر کلکتہ ۲۴ اپریل ۱۸۸۳ء جلد ۲ نمبر ۱۲ صفحہ ۲)

چوتھی فصل۔ منشی جی معہ اپنے شاگرد رشید کے خارج

ا۔ مراد آباد سماج کا بہادرانہ کام۔ منشی اندرمن صاحب قبح کے شکار ہوچکے تھے ان کا خاطر بیشتر حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اسلئے وہ اس لودہرم کے کام سے کسی طرح باز نہ آتے اور عجب سبز باغ دکھا کر ان کے چیلہ صاحب مگن ناتھ جی نے ان کو کسی طرح راہ راست پر نہ آنے دیا۔ آخر نتیجہ ہوگیا۔ کہ منشی جی کی بیت ان کے حساب کتاب سب میں فرق ہے۔ ان سے جتنا حساب وصفائی کا مطالبہ ہوتا ہے۔ وہ اتنا ہی اندر ہی اندر کیطرح سب پر کوپ یہ بار کرتے اور گالی گلوچ نکالتے ہیں۔ اسلئے نہایت مناسب طور پر دونوں صاحبان آریہ سماج مراد آباد سے خارج کئے گئے۔ جیسا کہ اخبار دیش ہتیشی سے ظاہر ہے۔ "نہاشے کیسے۔ درست ہو۔ کہ سری سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کی آگیا انوسار آریہ سماج کے نیموں سے ورودھ آچرن کرنے کے کارن منشی اندرمن پردھان اور لالہ مگن ناتھ اس پتر کا ودھیشٹ اپنے پد اور سبھاسدی سے اس آریہ سماج سے ۹ مئی ۱۸۸۳ء سے الگ کئے گئے۔ اور منشی درگا چرن پردھان منیت ہوئے۔ آگے کو خط وغیرہ منشی کیمکرن منتری کے نام ٹھکانا نہ

ساہو شیام سندر جی رئیس منڈی بانس مراد آباد بھیجے جاویں۔ ۳۔ مہرشی سمت ۱۹۳۸ء راقم
لچھمن کرن منتری آریہ سماج مراد آباد و اندرمن منشی صفحہ ۱۰ اکتوبر ۲ نمبر ۹ ماہ ۱۰ اساڑھ سمت ۱۹۳۷
وسالانہ رپورٹ آریہ سماج سے خارج ہو کر منشی جی بطور شاگرد خود کے ایک دوسری
سبھا نیام اندر سبھا بنائی۔ معقول شخص کو لئے جانا ان سے خاک لادینگے اپنا کچھ جدا بنادینگے
مگر وہ سبھا قبل ایک ماہ سے زیادہ نہ رہا۔ اور آخرکار وہ بھی اپنے ساحرین کیطرح سر بسجود ہوا

۲۔ **انصاف کا پرچار**۔ اس کارروائی کا پرچار و سماجوں کے شد ہار و ترقی کے حق
میں کسقدر پڑا۔ اسکا اندازہ لاہور سماج کی اس چٹھی سے بخوبی لگ سکتا ہے۔

لاہور ۱۷ جولائی ۱۸۸۰ء نمبر ۲۲ ۔ اوم ۔ مہاشے سکرٹری صاحب آریہ سماج مراد آباد

نمستے۔ آپ کا نوازش نامہ آیا۔ جسمیں منشی اندرمن و منشی جگن ناتھ و اس کا سماج سے خارج
کیا جانا درج تھا۔ یہ اس موقعہ پر آپ نے دلیری کا کام کیا۔ اور یہ ایسا کام کیا۔ جو تواریخ
میں درج ہونے کے لائق ہے۔ آریوں کو دراصل بھی ایسا ہونا چاہئے۔ کہ جہاں کسی
شخص نے اپنے عمل سے یہ ظاہر کیا۔ کہ وہ سماج میں رہنے کے لائق نہیں ہے۔ اسکو
خواہ کیسا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو۔ برطرف ہی کرنا واجب ہے۔ طاقت اور ہمت ایسے
ہی موقعہ پر دیکھی جاتی ہے۔ آپ نے اچھی طرح سے دکھلا دیا ہے۔ کہ کسی ایک شخص کو یہ
نہ خیال کرنا چاہئے۔ کہ سماج کی زندگی میرے اوپر منحصر ہے۔ منشی جی کے دل میں یہ خیال
تھا۔ کہ کل آریہ سماجیں ہماری مدد سے قائم ہیں۔ اور جب چاہینگے۔ ان کو بند کر دینگے
منشی اندرمن صاحب نے جب سوامی جی مہاراج اور لالہ رام سرن داس کے خلاف ایک
رسالہ شائع کیا۔ اور اس میں وہ سخت الفاظ استعمال کیے۔ جو کوئی اشراف نہیں کر سکتا
منشی جی کو بھروسہ تھا۔ کہ تمام آریہ سماجیں میری پیرو ہو جاینگی۔ اور ان کی خوب باتوں پر
یقین کر لیویں گی۔ جب منشی اندرمن پر مقدمہ ہوا۔ اور سوامی جی مہاراج کی کوشش
سے ملک نے ان کے ساتھ ہمدردی کی۔ تو منشی جی کو خیال ہوا۔ کہ ملک تو میرے
ہمراہ ہے۔ مجھے سوامی جی سے کیا مطلب۔ یہ نہ سوچا۔ کہ یہ ہمدردی کس کی کوشش سے
ہے۔ ع۔ بہ بند و طمع دیدہ ہر چند خیرہ اور کیا لکھوں۔ منشی اندرمن عجب قسم کے آدمی
نکلے۔ ایسے شخص کا سماج میں رہنا نہایت مضر تھا۔ اور آپ صاحبوں نے خوب کیا۔
کہ ان کو برطرف کر دیا۔ اب امید ہے۔ کہ آپ محنت اور استقلال سے سماج کو ایسا چلا
کر دکھا دینگے۔ کہ منشی اندرمن بھی کہیں۔ کہ یہ سماج مجھ پر ہی منحصر نہ تھا۔ بلکہ ہر ایک شخص
اسکا مجھ سے بڑھکر ہے۔ سوامی جی مہاراج آجکل جودھپور میں ہیں۔ اور امید ہے کہ وہ
ریاست بھی عنقریب آریہ دھرم کو گرہن کریگی۔ سدا اس سماج کے ممبران کی یاد بخیر

مدن سنگھ بی۔ اے منتری آریہ سماج لاہور

۳۔ **سوامی جی کا خط**۔ مراد آباد سماج نے اسکی اطلاع سوامی جی کو بھیجی۔ ان کی

طرف سے یہ جواب آیا۔

"شری یت پردہان درگا چرن آدی تھا شری یت ساہو شیام سندر جی آنریری کارڈ آپ کا آیا۔ سماچار ودت ہوا۔ جو پردہان اور پنڈت کا وشٹ جو کہ آریہ سماجوں کے دروہی تھے۔ پرتھک (خارج) کر دئے گئے سو بہت اچھی بات ہوئی۔ اب آپ کا سماج اُنتی شیل ہوگا۔ اور یہی بات سماچک پتروں وغیرہ میں چھپی اور بھارت سودشا پرورتک تھا میرٹھ اور لاہور کے سماچک پتروں میں چھپوا دیجئے۔ اور آگے کو جو کوئی سماج کے آدیشوں سے دروہ آچرن بھاشن کرے۔ اسکو ایک دو بار سمجھا دیجئے۔ اور نہ سمجھے۔ تو اسی پرکار پرتھک کر دیجئے۔" دیانند سرسوتی از جودھپور متی جیشٹھ شدی ۸ بدھوار سمبت ۱۹۳۹

اس جھگڑے سے پہلے جبکہ لوہرے نے اپنا جال نہیں بچھایا تھا جبتی اندرمن والا جگن ناتھ و اس سوامی جی کی تعریف میں بھجن بنایا کرتے تھے۔ ہما پرست است رنے میں اس قسم کے بھجن چھپے ہیں۔ لیکن اب لوہرے کے بس میں آکر سوامی جی کے برخلاف ہو گئے۔ سچ ہے ؎ ہندو طبع دیدہ جو شندہ ع

باب چہارم

تھیوسوفیکل سوسائٹی اور آریہ سماج

پہلی فصل۔ خط و کتابت

ابتدائی خط و کتابت۔ جس سال بمبئی میں آریہ سماج قائم ہوئی اسی سال امریکہ میں ایک سبھا بنام تھیوسوفیکل سوسائٹی قائم ہوئی۔ اس سے تعلق رکھنے والے امریکن لوگ اکثر سوامی جی کو ملنے آتے تھے۔ جب وہ [illegible] میں بمبئی میں دیاکھیان دے رہے تھے یہاں بلا [illegible] ان لوگوں سے سوال و جواب بھی ہوا کرتے تھے۔ جب یہ لوگ امریکہ پہنچے تو ان کے لیڈر نے بابو ہری شچندر چنتامن پردھان آریہ سماج اور سوامی جی سے خط و کتابت کی۔ چونکہ بعد میں اس سوسائٹی سے آریہ سماج اور سوامی جی کا خاص تعلق ہوا اور تجربہ نے پھر اس تعلق کو قطع کر کے پبلک میں خاص قسم کا چرچا پھیلایا۔ اسلئے اسکی تمام تاریخ اس تحت میں دینا موجب دلچسپی سمجھا گیا ہے۔

(۲) (ل) پہلا خط از کرنل الکاٹ۔ بلڈوری نمبر ۱ شہر نیویارک مورخہ [illegible]

بنام مہاتما معزز پنڈت دیانند سرسوتی ملک آریہ ورت سوامی جی مہاراج۔ چند امریکہ کے اور اور جگہ کے طالب علم جو کہ علم باطنی کا دل سے اشتیاق رکھتے ہیں۔ اپنے آپ کو آپ کے قدموں میں رکھ کر یہ التماس کرتے ہیں کہ آپ ان کو روشن ضمیر کریں۔ وے بہت سے مختلف ملکوں اور مختلف نوکری اور پیشوں کے لوگ ہیں۔ لیکن تمام ایک ہی مقصد یعنی دانائی حاصل کرنے اور بہتر ہو جانے میں متفق ہیں۔ اس عرصہ میں تین برس ہوئے انہوں نے ایک ایسی جماعت بنائی جسکا نام تھیوسوفیکل سوسائٹی یعنی خدا شناس جماعت رکھا۔ چونکہ انہوں نے مذہب عیسائی میں کوئی ایسی بات نہ دیکھی کہ جو ان کی عقل دنیوی یا عقل قدرتی کو تسلی دے۔ اور ہر طرف اسکے خراب کرنے والے عقیدہ کے برے اثر دیکھے۔ اور ایسے پورے پائے۔ چونکہ ظاہر پرست گھاؤ مذہب اور قطع نفس ہیں اور ایسی پرستش کرنے والے دیکھے کہ جھوٹی اور ناپاک زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور دیکھا کہ گناہ کو چھپاتے ہیں۔ اور معاف کر دیتے ہیں۔ اور بھلائی اور دانائی کو علیحدہ رکھ دیتے

ملہ پچھلی سال [illegible] میں ہی انگریزی میں وکٹوریہ پریس لاہور اور ناگری میں بمقام آگرہ اور اردو میں مطبع جوالا پرکاش پریس میرٹھ میں طبع کروا کر مشتہر کر دی گئیں۔

ہیں۔ اور چونکہ یہ سب باتیں حالت موجودہ عوام الناس کے لئے ممالک عیسائی میں مضر
ہیں۔ اسلئے جہاں کے گروہ سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اور روشنی کے لئے مشرق کی طرف
متوجہ ہوئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے آپ کو مذہب عیسائی کا علانیہ دشمن مشہور کیا ہے۔
ہمارے اس چال و چلن کی جرأت سے عوام کی توجہ خود بخود ہماری طرف راغب ہوئی اور
تمام صاحب اختیار کارکن اخبارات اور اشخاص جنکی دنیوی اغراض یا ذاتی تعصبات متعلق
کار روائی مذہب وغیرہ سے ہوتے ہیں۔ ہم کو ملامت کرتے ہیں اور ملحد کافر اور گنوار
کہتے ہیں۔ اٹھارہ مہینے گذرے اس بڑے شہر میں جس میں دس لاکھ سے زیادہ عیسائیوں
کی آبادی ہے۔ ہم نے ایک ممبر اپنی جماعت میں سے ساتھ ان رسومات گنواری کے دفن
کیا۔ اور علامات آگ و روشنی اور پرانی چال جو کہ سانپ کے ساتھ کی تھی دعا و علامات
کے استعمال کیا چھ مہینے کے بعد ہم نے لاش کو اس کے چند روزہ آرام جگہ سے نکالکر
اسکو بموجب رسومات قدیمان اپنی نسل آریوں کے جلا کر خاک کر دیا۔ ہم صرف نوجوان اور
سرگرم آدمیوں کے ہی مدد نہیں چاہتے ہیں۔ بلکہ ان کی بھی جو دانا اور سوامی ہیں۔ اسلئے ہم
آپ کے قدموں میں سر نواتے ہیں۔ جیسے کہ بچے ماں باپ کے قدموں میں پڑتے ہیں
اور کہتے ہیں۔ کہ اسے ہمارے گرو ہماری طرف دیکھو اور ہم کو بتلاؤ کہ ہم کیا کریں۔ ہم کو اپنی
نصیحت اور مدد سے بیان کرو کیا آدمی ہیں جو روحانی روشنی سے محروم ہیں۔ اور خواہش
نفسانی اور مذہب دہریہ کی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ گمراہ اور متعصب اور
بے تسکین رہنے پر ہی قانع نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی دولت اپنا وقت عقل اور اخیر وہ ہونے
والا جوش کل مشرق میں پرانی مذہبی علوم فلسفہ سے مذہبی نقالی جاری کئے ہیں۔ اور جاہل
آدمیوں کو اپنے غلط طریقہ خدائی قبول کرانے میں صرف کرتے ہیں۔ ہماری جماعت
کے ممبروں کی پہنچ صرف اخبارات تک ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام عیسائی ملکوں میں
صحیح حال مشرقی خیالات کا پھیلا دیں۔ اور ان جماعت میں جنکو کہ عیسائی بت پرست اور
گنوار کہتے ہیں۔ اصلی اثر اس مذہب کے کہ جھوٹے پادری ان کے قبول کرنے کے لئے
پیش کرتے ہیں۔ ظاہر کر دیں۔ جنکو کہ شریف آدمی کہتے ہیں۔ اور چونکہ سنسکرت اور اور
پرانی زبانیں تحصیل کرتے ہیں۔ ویدوں اور اور پاک کتابوں کے ترجمہ کرنے میں کاٹ
چھانٹ و جعلسازی کرتے ہیں۔ ہماری منشا ہے کہ ہم صحیح ترجمہ جنکو کہ عالم پنڈت
کریں۔ سوامی کی شرطوں کے چھپوا کر جاری کر دیں۔ اگر آپ اس جماعت کے ذریعہ
یعنی سنسکرت ممبر سل و رسائل کی قبول کریں۔ تو ہم کو بڑا اعزاز اور امتیاز کریں۔ آپکی مہربانی
اور مدد سے ہم کو بڑا روزگار ہوگا۔ ہم بچے آپ کی تعلیم کے زیر رہتے ہیں۔ منتظر ہم
براہ راست اور طرح سے آپ کو اس پاک کام کے پورا کرنے میں جسمیں کہ آپ اب مشغول
ہیں۔ مدد دیں۔ کیونکہ ہمارا میدان منجملہ ہندوستان تک ہے۔ ہمالیہ سے لیکر اس

کا ری تک ایسا کام ہے۔ جسکو ہم کر سکتے ہیں۔ سوامی جی آپ اپنے ہم جنسوں کے محبین اور محبوب ہے ...... ہمارے دلوں کو خوب جانتے ہیں۔ آپ ہمارے دلوں کی طرف متوجہ ہوجئے اور دیکھئے کہ ہم سچ کہتے ہیں۔ غور کیجئے۔ کہ ہم آپ کے پاس خاک کی سے دُور دُور سے آتے ہیں۔ اور سچ جانیے۔ کہ ہم آپکی نصیحت ماننے کے لئے اور اس فرض کے ادا کرنے کے لئے جو آپ ہم کو بتلادیں مستعد ہیں۔ اگر ہم آپ کو ایک چیز لکھیں۔ تو آپ جان جائیے۔ کہ ٹھیک ٹھیک کیا ہم جاننا چاہتے ہیں۔ اور وہ چیز جسکی ہم کو ضرورت ہے ہم کو دیجئے۔ جماعت کیطرف سے اُسے متانہ صاحب میں اپنے آپ کو بڑے ادب کے ساتھ ہمیشری والیس انکاٹ سبھا پت جماعت خدا شناس لکھتا ہوں۔
اس کے ساتھ ہی سوسائٹی کے اغراض موصول ہوئے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(ب) (۱) سبھا شہر نیو یارک میں [illegible] میں قائم ہوئی۔

(۲) اس کے افسر یہ ہیں۔ ایک سبھاپتی۔ دو نائب سبھاپتی۔ ایک خط و کتابت کا کارکن ایک منشی۔ ایک خزانچی۔ ایک محافظ دفتر۔ ایک مشیر۔

اس پہلے یہ ایک عام جماعت تھی۔ لیکن بعد کو چونکہ تجربہ سے یہ مناسب ثابت ہوا۔ کہ تبدیلی کیجاوے۔ اسلئے وہ طریق باز سرِ نو درست کیگئی۔

(۳) اس کے ممبر کارکن۔ خط و کتابت کرنے والے۔ اور مختار ان ناموں سے مشہور ہیں۔ صرف وہ لوگ ممبر ہوتے ہیں۔ جو کہ اس کے مقصدوں سے ہمدردی کرتے ہیں اور ان کی ترقی دینے میں دل سے مدد دینا چاہتے ہیں۔

(۴) اس کے ممبر تین فریق میں منقسم ہیں۔ اور ہر فریق میں تین درجے ہیں۔ تمام امیدوار کارکن امتحاناً ممبر کے تیسرے فریق کے تیسرے درجہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اور کوئی میعاد نئے ممبر کے درجہ ادنےٰ سے درجہ اعلےٰ میں ترقی پانے کی مقرر نہیں ہے بلکہ امر لیاقت پر منحصر ہے۔ اول درجہ اعلےٰ فریق میں داخل ہونے کے لئے یہ ضرور ہے۔ کہ خدا پرست اس بات سے آزاد ہو۔ کہ کسی ایک طرز مذہب کی طرف کسی قسم کا میلان ترجیح دوسرے طرز مذہب کرے۔ وہ تمام ان فرائض سے بھی آزاد ہو۔ جو کہ ایک جماعت یا معاملات ملکی یا خاندان کے رعب و داب سے ہوتے ہیں۔ وہ انسان کے اور اپنے بھائی کی بھلائی کے لئے خواہ وہ کسی نسل اور رنگ یا ظاہری مذہب کا کیوں نہ ہو۔ اگر ضرورت پڑے۔ تو اپنی زندگی نثار کرنے کے لئے مستعد ہو۔ وہ شراب اور ہر ایک قسم کے نشے شربت کو ترک کرے۔ اور نہایت پاک دامن رہنا اختیار کرے۔ وہ اشخاص جو کہ ابھی تک بالکل مذہبی تعصب اور اور طرح کی خودغرضی کی غلامی سے نہیں نکلے ہیں۔ لیکن جنہوں نے کچھ ترقی اپنے نفس پر مختار ہو جانے کیطرف اور روشن ضمیری کیطرف کی ہے۔ دوسرے فریق سے متعلق ہیں۔ فریق سوم آزمائشی ہے۔ اس کے ممبروں کو اختیار ہے کہ جبا

سے سب جا ہیں۔ علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن وہ فرض جو کہ داخل ہونے پر انہوں نے ادا کرنا
ہے تھا۔ ان سے ہمیشہ یہ بات قطعی راز ان معاملات کی نسبت جو کہ ایک حد تک سبھا کے
رکھیں ۔۔

(۱) سبھا کے مقصد بہت ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کے ممبر ایک کلی واقفیت
قوانین قدرت سے خاص کر اس کے ان ظہوروں سے جو فہم کے باہر ہوتے ہیں حاصل
کریں۔ چونکہ زمین پر پیدا کرنے والے سبب کا نہایت اعلیٰ ظہور جسمانی اور روحانی آدمی
ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ اپنے وجود کے راز کھولنے کا ارادہ کرے۔ چونکہ وہ
ازروئے ضمیر اپنی نسل کا آگے کو پیدا کرنے والا ہے۔ اور چونکہ نامعلوم سبب کا اوصاف کا
وارث ہے لیکن ظاہری سبب خود اپنی پیدائش کا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ وہ اپنے
اندرونی روحانی وجود میں یہ پیدا کرنے والی قوت کچھ حد تک رکھے۔ اس لئے اسکو چاہئے
کہ اپنی پوشیدہ قوتوں کو بڑھانا سیکھے۔ اور اپنے آپ کو مقناطیسی اور بجلی اور دیگر قسم
کی قوتوں کے قوانین سے خواہ عالم غیب ہوں۔ خواہ عالم شہادت کے ہوں۔ مطلع کرے۔
سبھا چاہتی ہے۔ اور امید کرتی ہے کہ اس کے ممبر اپنی ذات کو اعلیٰ درجہ کی تہذیب اور
مذہبی حوصلہ کی نظیر ظاہر کریں۔ اور دوسروں کے اس مذہب کو کہ روح کوئی چیز نہیں ہے
اور ہر طرح کی عقائد الہیات کو خاص کر عیسائی مذہب کو جسکو سبھا کے ممبر خاص کر عیب
سمجھتے ہیں روکیں۔ اور جہانتک ممکن ہو عیسائی واعظین کی کوششوں کو باطل کریں
جو ان لوگوں کو جنکو وہ کافر اور بت پرست کہتے ہیں۔ دربارہ اصل طرح اور عقیدہ مذہب
عیسائی کے بہکاتے ہیں۔ اور دربارہ ان ظاہری آثار کے جو عوام و خاص کی طبائع
پر ایسے ملکوں میں ہوتے ہیں۔ جنکو وہ تربیت یافتہ کہتے ہیں۔ دھوکا دیتے ہیں)۔
مدت سے دبے ہوئے واقعات دربارہ مشرقی مذہبی فلسفہ کے۔ اور اس کی تہذیب
اور اس کی تاریخ اور عوام کی سمجھ سے باہر اور اس اعلیٰ پاک فہم عوام سے باہر
زمانہ قدیم کے عرفہ کی نادر تفہیمات کے علم کو جو قدیم ویدوں میں اور گوتم بدھ اور زرتشت
اور کنفیوشش کے فلسفہ میں چمکتا ہے۔ مغربی قوموں میں پھیلا دیں۔ اور آخر کار اور
خاص کر انسانی برادرانہ ربط قائم کرنے میں مدد دیں۔ جس میں کہ تمام اور ہر ایک آدمی نسل
کے ایک دوسرے کو پہنچا ہیں۔ کہ ہم اس سیارہ زمین پر ایک غیر مخلوق کل یا لیکن
غیر محدود اور ازلی و ابدی سبب کے برابر اثر ہیں ۔۔

(۲) عورت اور مرد دونوں اس سبھا میں داخل ہو سکتے ہیں۔

(۳) اصل سبھا کی شاخیں مشرق و مغرب کے بہت سے ملکوں میں ہیں۔

(۴) کچھ فیس نہیں لی جاتی۔ لیکن وہ جو چاہیں سبھا کے خرچ کی مدد کریں۔ سا میدوار
اس سبب سے کہ وہ دولتمند صاحب اختیار ہے۔ ممبر نہیں ہو جاتا۔ اور نہ کوئی اس

سب سے کروہ مذہب یا بد مذہب سے خارج نہیں کر دیا جاتا ۔ اصل سبھا کے ساتھ
خط و کتابت اس پتہ پر کرنی چاہئے ۔" تھیوسوفیکل سوسائٹی نیویارک "

۳۔ سوامی جی کا جواب ۔ اوپر کا خط وغیرہ سوامی جی کو لاہور پہنچا ۔ ۱۶ اپریل کو جواب سنسکرت میں بھیجا گیا ۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے ۔

" مجموعہ صفات سے موصوف قدیمی مذہب حق راست سناتن دھرم آریہ سوتر مذہب باطل کے چھوڑنے پر طیار ۔ ایک لاشریک ایشر کی عبادت کے خواستگار خیر خواہ لوگ نیا بتے جناب صاحبان ہنری ایس السکاٹ پریذیڈنٹ اور میڈم ایچ پی بلیوٹسکی منتری اور دیگر تمام معزز سبھا سدان تھیوسافیکل سوسائٹی کو دیانند سرسوتی سوامی کی کلیان وایک آشیش یعنی بہتری کرنے والی دعا ہو ۔

یہاں آنند ہے اور آپ کی آنند کے خواستگار ہیں ۔ جو آپ نے مہاشے مول جی ٹھاکر اور ہری چند چنتامنی کی معرفت ہمارے پاس خط ارسال کیا ہے اسے دیکھ کر ہمیں بہت آنند ہوا ۔ اس مقام پر بے شمار و عمدہ سبت لکشمی مان سرو ایک رس ہیں ایک سچدانند اننت ۔ اکھنڈ ۔ اجنما ۔ نروکار ۔ انادی ۔ نیائے کاری ۔ دیالو ۔ سرشٹی ادا بشتی ۔ پرلے کا خاص سبب کارن اور سب گن کرم ۔ سوبھاؤ سے بعید ۔ اکمل و یکتا ایشور کو بے کراں سکل کرپا سے تخمیناً پانچ ہزار برس کے بعد پھیلا گیا نکلا و دنے ہونے سے ہمارے پیارے پاتال دیش نواسیوں کا جواب ہیں ۔ ہونہار آریہ ورت نواسیوں کیساتھ پھر ہری کے پیدا ہونے والا انکار یعنی بہتر بیوپار اور سوال و جواب کرنے کا وقت آ گیا ہم آپ سے بڑے پریم سے بہتر بیوپار کرنے کو منظور کرتے ہیں ۔ اس کے بعد آپ کی جیسی مرضی ہو چٹھیاں ٹھاکر مول جی و ہری چند جی کی معرفت ارسال فرماویں ۔ ہم بھی انہی کے ذریعہ آپ صاحبان کے پاس چٹھیاں ارسال کرتے رہیں گے ۔ جہاں تک ہماری سامرتھ ہو گی وہاں تک ہم ہمیشہ آپ کی بہتری کرینگے ۔ آپ کی جیسے کرانی وغیرہ متوں کی بابت رائے ہے ویسے ہی ہماری سمجھی ہے ۔ جیسے ایشور ایک ہے ویسے ہی سب متوں کا ایک ہی دھرم ہونا چاہئے ۔ یہی ایک ایشور کی اپاسنا کرنی اور آگیا سرشٹی ایشور پالن اپنی سناتن وید ودیا سے پرتیادت اور آپت وو والوں کا عملدرآمد پرکشیا ادی پرمان سے ثابت سرشٹی کرم کے مطابق ۔ اپنا نے شکشا پات شدھ رست دھرم سے کیت آ رہا ہے پرتی کرنی اور سب متوں کے مخالف لوٹ وغیرہ دوش شامل ہیں ۔ جو سب کے سکھ دینے والی اور سب کے آنند کے لئے ہو کہ جاننا چاہئے ۔ ان کے علاوہ جو باتیں ۔ شیوال ۔ جیل ۔ اودیا ۔ ٹھو ورتی ۔ ادھرم کیت متوں کے ہیں ۔ جیسے کرشن کو ایشور ماننا ۔ مردوں کا شدھ کرنا ۔ گورنیوں کا راضی کرنا ۔ پہاڑ کا اٹھانا ۔ شق القمر کا ہونا وغیرہ جو مروج ہیں ۔ وہ سب ادھرم ہیں ۔ ان سے باہمی نقصان مخالفت کا پیدا ہونا سب

طرح کے سکھ کا ناش ہوتا اور سب طرح کے دکھ کا پیدا ہوتا ہے۔ یہ ہم نے اچھی طرح تجربہ
کر لیا ہے کہ سب پرمیشور کی کرپا اور انسانوں کی ہمت سے ان باتوں کا ناش ہو کر شانتی
آدمیوں سے ہو سکے لیکن ایک ست دھرم تمام ہی نوع انسان میں پرچلت ہوگا۔ ہم
ایسی پرماتما سے پرارتھنا کرتے ہیں۔ جب آپ صاحبان کا پتر آیا تھا۔ تب ہم پنجاب
دیش کے درمیان ملتان شہر میں تھے۔ اسلئے ہی آریہ سماج کے سبھاسدوں کو آپ
صاحبان کے پتر کو مطالعہ کر کے خوب سنتوش حاصل ہوا۔ ہم ہمیشہ ایک جگہ نہیں رہتے ہیں
اسلئے اسی پتہ سے پتر بھیجنا بہتر ہوگا۔ اگرچہ کثرت کام کے باعث ہمیں فرصت کم ہوتی
ہے۔ لیکن آپ جیسے ست دھرم کے بڑھانے میں ضرورت۔ تن من دھن سے سب
کی بھلائی میں بہتر ست دھرم کی انتی اور سب شتوں کو پیار کرنے میں مضبوط لگا
ہے یکت صاحبوں کے منشا کو پورا کرنے کیواسطے ہم نے ضرور سمے نکال لیا ہے
ایسا سمجھنا کہ پروپکار کے واسطے ہم آپکی سبھا پتا اور منتری مانوں کے ساتھ پتر چیوہار
سکھ سے کرینگے۔ یہ پتی مانوں کے واسطے ہی کافی ہے۔ نور محمد ملک بڑی جیسا لکھ
کرشن ۵۔ آدت وار مطابق ۱۷ اپریل ۱۸۸۰ء۔

۴۔ امریکہ سے پانچواں خط اور اول نام مسز ہرچند چنتامنی جی جو حسب ذیل ہے۔
نیو یارک ۱۸ مئی ۱۸۸۰ء۔ اے عزیز بھائی چونکہ میں شہر نیو یارک سے رخصت
ہونے کو ہی ہوں۔ تاکہ آرام مطلوبہ سمندر پار کروں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ میں واپس
آجاؤں۔ یورپ اور آریہ ورت کو جاؤں لندن میں ایک مہینہ یا ایک برس ٹھہرونگی۔
یہ خدا کو معلوم ہے۔ اسلئے میں نے اپنی کچھ کتابیں سید ہی بمبئی میں بھیجنے کی تجویز کر لی ہے
کوئی ڈیڑھ سو جلدیں اور انکی فہرست جلد کی ہیں۔ جناب نے کچھ کی طرف بھیجی
ہیں۔ اگر میں کسی اتفاق سے وہاں بذات خود نہ آسکی۔ تو آپ مہربانی کر کے آریہ سماج
کے کسی کتب خانہ کی نذر کر دیجئے۔ اتفاق سے میری مراد موت ہے۔ کیونکہ سوائے
موت کے اور کوئی چیز مجھکو آریہ ورت میں وقت مناسب پر پہنچنے سے باز نہیں رکھ سکتی
میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے۔ کہ جبکہ میں اپنے وطن آریہ ورت میں پہنچونگی۔ بہت
سی کتابیں ایسی سماج کی نذر کرونگی۔ جس سماج کو کہ آپ بتلا دینگے اور مجھے امید ہے
کہ میں بہت سی کتابیں انگلستان سے لاؤنگی۔ ورکاٹ صاحب بھی لاوینگے۔ میں
امید کرتی ہوں۔ کہ آپ میرے لکھنے پر اور اسقدر تکلیف دینے پر ناراض نہ ہونگے لیکن
میں آپ کو یقین دلاتی ہوں۔ کہ میں اسقدر خوشی کے وہم میں کبھی نہیں آئی ہوں۔ جیسے کہ
اس وقت۔ جبکہ میں آریہ ورت کو لکھتی ہوں۔ یا آریہ ورت کی چٹھیاں میرے پاس آتی
ہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا میں اپنے دل و جان کا ایک حصہ جو کہ وطن
یعنی آریہ ورت کو ہر وقت بھیج رہی ہوں۔ دستخط ایچ۔ پی۔ بلیوٹسکی۔

نیویارک ۲۱- مئی ۱۸۷۸ء - میرے عزیز بھائی - میں اپنی بہن کی چٹھی میں چند سطریں اپنی طرف سے زیادہ کرکے اطلاع دیتا ہوں - کہ میں نے آپکی چٹھی کے مضمون کو پڑھا - اور اُسکی بابت مختلف تجاویز کو میں بخوبی پسند کرتا ہوں - اس تجویز کے سوچنے کے وقت کہ ہماری سوسائٹی آپ کے آریہ سماج کی ایک شاخ مشہور ہو جاوے - اور پنڈت دیانند سرسوتی کے اور میری ہدایتوں کے زیر حکم رہے ہیں - ایسے استاد اور رہنما کی جیسے کہ وہ دانا اور پاک آدمی ہیں تابعداری ظاہر کرتا ہوں ہم کو بہت کچھ کرنا ہے پیشتر اسکے کہ ہم بڑے بڑے نتائج کی امید کریں - اور اسطرح ہم بڑی بڑی باتوں کا ظہور دیکھ سکیں - آپ مجھ کو اپنا بھائی تصور کریں - دستخط ایچ ایس الکاٹ -

دوم - بنام لیڈران آریہ سماج - نیویارک ۲۲- مئی ۱۸۷۸ء

حضرات عالی - میں آپکو ادب کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں - کہ خداشناس سبھا کی مجلس میں جو کہ نیویارک میں ۲۲ مئی ۱۸۷۸ء کو سبھا پت نے بہ تحریک نائب سبھا پت اے ای ولڈر صاحب اور بتائید حضور کتابت کے کارکن - ایچ - پی بلاوٹسکی - متفق الرائے ہو کر یہ تجویز کی - کہ سبھا آریہ سماج کی اس تجویز کو کہ اسکے ساتھ مل جاوے - اور اس سبھا کا خطاب خداشناس سبھا آریہ سماج آریہ ورت ہو جاوے - منظور کرتی ہے - یہ بھی قرار پایا کہ خداشناس سبھا اپنی اور اپنی شاخوں - امریکہ - یورپ اور دیگر جگہ کے لئے سوامی دیانند سرسوتی پنڈت کو جو آریہ سماج کا بانی اور اس کا جان بہادر ہی اور سردار مانتی ہے - آپکی رضا اور ہدایتوں کا جو کہ آپ مہربانی کرکے دیویں - منتظر ہوں - دستخط اگسٹس گسٹم ریکارڈنگ سکرٹری -

سوم - نیویارک ۲۳ مئی ۱۸۷۸ء - بنام جناب ہریشچندر چنتامن -

عزیز بھائی آپکی چٹھی ماہ اگست کی آئی - جسکا مضمون یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم آپکے اس جواب کے منتظر رہیں - کہ آیا آپ ہمارے خداشناس سبھا کا اپنے آریہ سماج کی شاخ ہوجانا پسند کرتے ہیں یا نہیں - سبھا کی کل ایک مجلس منعقد ہوئی - اور چونکہ بہت سے ممبران حاضر تھے - متفق الرائے ہو کر یہ قرار پایا - کہ آپکی تجویز دونوں سبھا کے ملجانے اور اس سبھا کا نام بدل جانے کی منظور کیجاوے - ضروری ضابطہ سرٹیفکیٹ اسکے ساتھ ملفوف کیا جاتا ہے - اور آپ سے التجا کیجاتی ہے - کہ آپ اسکو منزل مقصود پر پہنچا دیں - ہم نیز ایک مسودہ نئی طرح کے ڈپلوما کا جو کہ ہم جاری کرنا تجویز کرتے ہیں - بشرطیکہ آپ کوئی اور بھی تجویز نہ نکالیں - بھیجتا ہوں - اس نئی طرز کے ڈپلوما کا چھپوا دینا اس غرض سے کہ دیکھنے کی تکلیف رفع ہو جاوے - مناسب سمجھتا ہوں - اور چونکہ مقام آریہ سماج کا ہم سے اسقدر دور ہے - کہ ہر ایک ڈپلوما کا اسکے دستخطوں کے لئے ہم نہیں بھیج سکتے - اسلئے ہم ادب کے ساتھ یہ التجا کرتے ہیں - کہ وہ جگہ مخصوص بہ سنسکرت یا کسی

اور بھاشا میں جیسا کہ ان کا دستور ہے۔ دستخط کردیں۔ کہ وہ بھی باقی ڈپلوما کے ساتھ چھپ جاویں۔ اگر وہ اپنی یا آریہ سماج کی مُہر استعمال کرتے ہوں۔ تو مہربانی کرکے اس پر لگاویں۔ اور ہم اسکو بھی چھپوائینگے۔ ہمارا یہ ارادہ ہے۔ کہ دنیا بھر میں اپنے ممبروں میں ہر ایک کے پاس نیا ڈپلوما بھیجیں۔ تا اسکو بجائے پرانے کے رکھیں۔ میں اپنے ہمراہیوں خدا شناس سبھا کے متفق الرائے اس بات میں ہونے سے کہ دونوں مل جائیں بہت خوش ہوں۔ خاصکر پروفیسر ولڈر کی رضامندی سے جوکہ ہمارے عالم اور عہدہ دار نائب ہیں۔ اگر آپ ان کو جانتے ہوتے۔ تو مجھے یقین ہے کہ آپ بھی ان کی بڑی تعظیم کرتے۔ دستخط مسٹر ایس الکاٹ صاحب)

چہارم۔ بنام ہریچند چنتامن۔ نیویارک ۹ مئی ۱۸۷۸ء

عزیز بھائی۔ ہم آج سوامی دیانند سرستی کی مہربانی کی چٹھی بجواب اپنے ضابطہ کی چٹھی کے پانے سے بہت خوش ہوئے۔ ہماری بڑی عزت صرف اس بات سے ہی نہ ہوئی۔ کہ انہوں نے ہمارے ڈپلوما کو منظور کر لیا۔ بلکہ اس بات سے بھی ہوئی۔ کہ انہوں نے اپنی رائے کو ہمارے پاس مہربانی کے لفظوں میں ظاہر کرکے بھیجا۔ میں آپ سے بخوبی اس خوشی کا جو کہ ہمارے اور آریہ سماج کے درمیان بھائی چارہ ہوجانے سے ہوئی بیان نہیں کرسکتا۔ جیسے کہ مسافر کو بیچوں بیچ جنگل میں جبکہ جنگلی جانور اس کے چاروں طرف ہوں بچانے والے کی آواز سے خوشی ہوتی ہے۔ ویسے ہی آپ کے مبارک بادیکا جواب سمندروں کو پار اتر کر ہمارے پاس آیا۔ کیونکہ ان عیسائیوں سے جو کہ دشمن ہمارے لئے جنگلوں کے کافر اور بت پرست سمجھتے ہیں۔ اور کون جانور ہیں۔ جب کہ آپ کی شفقت کا ہاتھ ہمارے اوپر ہے۔ تو ہم دشمنوں کا ذرا بھی خوف نہیں کرتے۔ میرا سلام

دستخط ایچ۔ ایس۔ الکاٹ۔

پنجم۔ بنام ہریچند چنتامن۔ نیویارک ۳۰ مئی ۱۸۷۸ء

عزیز بھائی۔ ہر ممبر کے پاس نئے ڈپلوما بھی بھیج دئے جاتے۔ بشرطیکہ تھیاسوفیکل ہمارے تبدیلی خطاب اور آریہ سماج کے ساتھ ہوجانے کو پسند کر لیتے۔ اب جب وہ پسند کر لینگے۔ تو نئے ڈپلوما بجائے پرانوں کے بھیج دئے جاوینگے۔ میں تھیاسوفیکل سوسائٹی کے جواب کا دربارہ ملجانے دونوں سبھاؤں کے منتظر ہوں۔ (دستخط الکاٹ صاحب)

۵۔ سوامی جی کی چٹھی سماجوں کو۔ امریکہ سے آئی ان چٹھیوں کے مطالعہ سے ہر ایک آدمی جان سکتا ہے کہ ان لوگوں کو اس ملک میں آنے اور سوامی جی مہاراج کی قدم بوسی حاصل کرنے کا بڑا بھاری جوش تھا۔ یہ بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ [illegible] کو ماننے اور ویدک مت دوبارہ سیکھنے کیواسطے یہاں آنا چاہتے تھے۔ غرضیکہ ان لوگوں کی پُر جوش چٹھیوں نے بخوبی آریہ لوگوں کے دلوں پر اثر پیدا کر دیا۔ کہ یہ لوگ ہر طرح وید

مقدس کے پیرو ہیں۔ اور تن من دھن سے تمام روئے زمین پر اسکا پرچار چاہتے ہیں۔

سوامی جی نے بھی اسی بنا پر آریہ سماج کے عہدہ داروں و کارکنوں کے نام مندرجہ ذیل خطوط جاری کیے:۔

لالہ موہن لال پردھان و لالہ سائیں داس منتری آنندیت رہو۔ واضح ہو کہ پرسوں نئی چٹھیاں امریکہ کی آئی ہیں جنمیں چھ چٹھیاں پڑھی گئیں۔ ایک و خط۔ ایک نوٹ۔ ایک لکھا ہے۔ اسلئے کہ جتنے سماجوں میں پردھان منتری وغیرہ ہیں۔ سب کی تعداد لکھی جاوے۔ نیویارک کی چٹھی آریہ لوگوں کے نام ہے۔ جسکا مضمون یہ ہے کہ آریہ سماج تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ساتھ لگایا گیا۔ اور اسکا نام مقرر ہوا ہے کہ تھیوسوفیکل سوسائٹی آف آریہ سماج آف انڈیا۔ اور یہاں یہ نام رکھا جاوے کہ آریہ ورتی آریہ سماج آف تھیوسوفیکل سوسائٹی اور مہر بھی سماج کی کھدوانی چاہیے۔ اور اچھے اچھے منتری اور پردھان لکھ کر ڈپلوما میں لکھا ہے۔ اور سوسائٹی کے نیم وغیرہ بھی آئے ہیں۔ اور سب سماجوں میں خط لکھو کہ سب اچھے اچھے منتری مان پردھان اور منتری کی تعداد لکھ بھیجیں۔ اور اگر کوئی انگریزی والا بالکل ٹھیک صاحب آپ کے سمجھ وا دیں تو سب کی نقل کر لے جاویں۔ ابھی ہم ۱۱ تاریخ تک اور ٹھہرینگے۔ اور لالہ ... جی پر بھی واضح ہو کہ دن امتحان کے قریب ہیں بہت اسطرف متوجہ نہ ہوں امتحان میں کوشش کریں۔ ادیم ہزاروں برس کے بعد امریکہ سے آج سنبندھ ہوا ہے اسکو غنیمت سمجھو۔ اور ٹھیک ہے۔ اور خوب کوشش کرو۔ جس سے سماج میں کمی نہ ہو۔ اسکو لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ دیانند سرسوتی ۹ جولائی ۱۸۷۸ء امرت سر مطابق ساڑھ سدی ۱ سمبت ۱۹۳۵۔

۲۔ امریکہ سے ساتویں چٹھی۔ اس کے بعد امریکہ سے یہ اور چٹھی آئی۔

بنام نہایت معزز و ممتاز پنڈت دیانند سرسوتی سوامی۔ براڈوے نمبر ۳۰۲ مقام نیویارک مورخہ ۵ جون ۱۸۷۸ء

اے معزز گرو۔ وہ مہربانی کی چٹھی جو آپ نے از راہ عنایت ہمارے بھائی ہرچند چنتامنی بمبئی کے ہاتھ سے بھیجی۔ ہمارے پاس بخیریت پہونچی۔ آپ نے جو برکت ہمارے لئے اور ہماری مجلس کو دی۔ اور آپکی اس خواہش سے کہ ہم سرسبز اور متحد ہیں۔ تمام ممبران خداشناس سبھا اور اسکے افسروں کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس کے عوض میں یہی صرف ضرور ہے۔ کہ ہم اپنے جوش کی بھری ہوئی امید ظاہر کریں۔ کہ آپ قیام زمین پر جب تک آپ کا نیک کام پورا ہو جائے رہے۔ اور جنس انسان آپکی دانا تعلیموں کے سننے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے مستعد ہے۔

(۲) اے ممتاز صاحب آپ کے بیان کی تعلیم یعنی خدا کی سبھا اور عقیدتوں کے بیان سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ہم خاکسار طالب علم مغرب کے اپنی آبا و اجداد کی تعلیم کے لحاظ سے نہیں لگاتے ہیں۔ وہ الہدیتی سے جیسا کہ تم اپنے شاگردوں کو بتلاتے ہو کہ دھیان کرو۔ اور حوصلہ کرو۔ وہی ایک دائمی روح القدس ہے۔ کیونکہ ہم نے ان عیسائیوں کو بتایا ہے کہ تمہاری پرستش کی خاص شے ہے۔ بجائے بغیر تم بچے اور ولی اور مشکوں مزاج سوال کے یعنی خدا کی شکل اور روں کو سمجھنا مشکل ہے۔ جب کہ ہم کو خود سیکھنے کی اسقدر ضرورت ہے۔ روز بروز ہم کو اپنی ناواقفی زیادہ معلوم ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر ہم کو اس بات کی صداقت کا یقین نہ ہوتا۔ کہ جس شخص نے ذرا بھی سچ سیکھا ہے۔ اسکو اپنے محتاج بھائی سے چھپا نہ رکھنا چاہیے۔ تو ہم بالکل عوام کی نظر سے علیحدہ رہنے کیطرف مائل ہوتے۔ جب تک کہ ہم کافی وقت اس تحقیقی علم کی تحصیل میں جسکا آپ نے وعدہ کیا ہے کہ ہم کو سکھلاوینگے۔ صرف نہ کر دیتے۔

(۳) ہم نے مناسب طور سے اپنے بھائی مسٹر چنتامن کے پاس وہ ریزولیوشن جو کہ اس سبھا میں متعلق الحاق کے ہوکر قرار پایا۔ یعنی کہ تھیاسوفیکل سوسائٹی آریہ سماج کی شاخ ہو جاوے۔ اور اسکا نام اسی طرز پر بدل جائے۔ بشرطیکہ آپ ہماری کارروائی کو پسند کریں بھیجدیا۔ چونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ ہم لوگ آریوں کی نسل سے ہیں۔ اور ہمارا علم زبان اور اصلی چیزوں کا آریوں کے بیان سے آیا ہے۔ ہم خداشناسوں کو فخر ہوگا۔ اگر آپ اس بات کی اجازت دیدیں۔ کہ ہم اپنے آپ کو آپکا مرید تصور کریں۔ اور مغرب میں صحیح جال آریہ سماج اور اسکے عقائد کا پھیلا دیں۔ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم آپکا گرو۔ باپ وسردار نام دھریں۔ اور ہم اپنے کام کرنے کی کوشش کرینگے۔ جن سے کہ ایسی بڑی مہربانی کے مستحق ہوں۔ در بارہ علم فلسفہ وید ہم بالکل بچے (یعنی ناواقف) ہیں۔ ہمیں بتلائیے۔ ہم لوگوں سے کیا کہیں۔ اور اسکو کسطرح بیان کریں۔ ہم آپ کے احکام کے منتظر ہیں۔ اور انکی تعمیل کرینگے۔

(۴) جو کچھ کہ آپ کی دانائی میں ہمارے لئے کرنا یا کئے جانا ضروری یا مناسب معلوم ہو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ حتی المقدور کیا جائیگا۔

یہاں کے آدمی کیسے متعصب اور اگیانی ہیں۔ انکی مذہبی پرستش حواس خمسانی کیطرف یعنی خوف۔ غرور۔ لالچ۔ بزدلی۔ اور کینے کیطرف رجوع ہے۔ ان کے مندر اور گرجا ایک دوسرے سے سڑک میں بات کرتے ہیں۔ گناہ اور بدی کا عمل ایسی ہوتا ہے اور ریلیجیئس کے کونوں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ انکے بہت اور پوجاری گنہگار و اور بد نیت آدمیوں کے مطیع ہیں۔ اور انسے خوب تے ہیں۔ اور بہت کچھ اقرار کرتے ہیں جس نیت میں خدا اور فرشتوں کے ساتھ دائمی سواری کا وعدہ کرتے ہیں

لیکن تاہم ہر شہر اور قصبہ میں بہت سے اشتیاقی اور سوچ سمجھ کے آدمی عورتیں ہیں جو کہ بخوشی آریہ سماج میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو اس کے اصول اور اس کا کچھ کام جو کہ وہ بتانے کے لئے پیدا ہوئے۔ علم ہوتا۔ چونکہ یہاں پر کوئی سوامی یا پنڈت نہیں ہے۔ جو کہ سیر کرے و وعظ دے۔ اسلئے ایسے شخصوں کے دلوں پر ہم کو چاہئے کہ بذریعہ اخباروں کے اثر کریں۔ جو کچھ کہ ہم ہی ناچیز طاقتوں سے کر سکتے ہیں۔ ہم کرنے کے لئے مستعد اور مشتاق بیٹھے ہیں مگر ابھی تو آپ کی ہدایتیں ہمارے پاس آویں۔ ہم التجا کرتے ہیں کہ ہم کو وہ ہدایتیں جلد دیجئے۔ جسقدر جلد آپ کو آپ کے سب سے ضروری کاموں کے دباؤ سے فرصت ملے ؛؛

(۵) آپ آریہ ورت کی تمام سماجوں کو یہ یقین دلا دیجئے کہ دور دنیا کے پرلی طرف آدمی اور عورتوں کا ایک گروہ ایسا ہے۔ جنکا کہ تمہارے جیسا ہی مذہبی فلسفہ ہے اور جو کہ تمہارے سے عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور جن کے کہ تمہارے سے ہی خیالات دربارہ زندگی آئندہ کے ہیں۔ اور جنکے کہ تمہارے سے ہی حوصلے ہیں۔ ہم بذریعہ اس رشتہ ہمدردی کے جو کہ ایسے دلوں سے ایسے دلوں تک پہنچتا ہے۔ جو کہ ہم آہنگی میں ٹھہر گئے ہیں۔ یعنی آریہ بھائیوں کو پیام برادرانہ محبت اور شفقت کا بھیجتے ہیں ؛؛

(۶) ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ آریہ سماج کے قواعد کیا ہیں۔ اور اسکی بھرتی کسطرح ہوتی ہے۔ کون بھرتی ہو سکتے ہیں۔ اور خاص کر کون بھرتی نہیں ہو سکتے۔ اور مختلف مذہبی فرقوں کے ساتھ اور جماعت انسانی کے ساتھ اس ملک میں اور یورپ میں ہماری کیا حکمت عملی ہونی چاہئے۔ کون سی عربی زبان کی کتابیں ہم کو پوچھنے والوں کے اصلی خیالات دربارہ خدا کو بڑھنے کے لئے بتلانی چاہئے۔ آدمی اس کے ابتدا انجام اور قوتیں کیا ہیں۔ اور قدرت کیا چیز ہے۔ وہ قوانین جو کہ آریہ ورت میں جاری کئے گئے ہیں۔ کسقدر تغیر و تبدیل کئے جاویں۔ تاکہ مغربی ملک کے مختلف حالات کے موضوع ہو جاویں۔ مجکو یہ خاص کر جاننا ضروری ہے۔ کہ ہم حال کے زمانہ کے ان لوگوں سے جو کہ بالکل روح ہی مانتے ہیں۔ اور جنکی کہ تعداد لاکھوں ہے۔ ان کے معبود (یعنی دنیا کی کوئی شے نہیں ہے۔ صرف حسن کی بناوٹ ہے) ان کے سبب اور ان کے ذریعہ ان کی وساطت خاصیت اس کے فائدہ اور نقصان کی نسبت کیا کہنا چاہئے۔ زندہ آدمی ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ کہ اس پردہ کو جو کہ قبر کے کنارہ در حقیقت کے اوپر پڑا ہوا ہے۔ پھاڑ دیں۔ انسان کا دل ہمیشہ اس بات کا یقین چاہنے والا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گزشتہ ہمارے ہمدردیوں کی پہنچ سے باہر نہیں چلے گئے ہیں۔ ماں اپنے بچوں کی نسبت ایسا خیال کر سکتی ہے۔ کہ میرے مردہ بچے ہمیشہ کے لئے میری گود سے علیحدہ ہو گئے۔ نہ جورو اپنے خاوند کا۔ نہ عاشق

اپنے مشوق کا یہ ایسی تمنا اور بوالہوسی خواہش ہے کہ جس کے سبب سے مغربی موجودہ خیالات ایسے لوگوں کے جو روح ہی کو مانتے ہیں - اس قدر ترقی پا گئے ہیں - اور ان کے ماننے والوں نے جا بجا اس سے زیادہ مغالطہ کیا ہے - وساطت یعنی روح اور جسم سے مرکب شے کی شکستیاں ہزار ہا ہیں - جیسی بناوٹ اور مقناطیسی کی مدد سے عقلیں بیچے ان سب سے قیدوروں کے سوال پوچھنے والوں سے بذریعہ نوشت و گفتگو اور کرسی کی آوازوں وغیرہ تمثیلوں اور ایسے ہی ذریعوں سے بات چیت کرتے ہیں - لا محالہ یقین کرتے ہیں - کہ ہمارے متوفی رشتہ داری ہم سے باتیں کر رہے ہیں اور اپنی مادہ دار شکلیں دکھلا رہی ہیں - ہم پوچھتے ہیں کہ ان لوگوں اور ان کی ایسی باتوں کے ساتھ ہم کونسا طریق برتیں - ان کی تسلی کے لئے ہم کو خصوص صحیح اور یقین دلانے والی باتیں کرنی چاہئیں - زیادہ تر چھٹی سے یعنی اس حد سے جہاں پر کہ آپ ایک مردہ کو زندگی دیتے اور کو مریض کو اچھا کر دیتے پہاڑ کے اٹھانے اور چاند کو توڑنے - ان سب باتوں کو بتلاتے ہیں کہ اس سے لا مذہبی کی خاصیت ثابت ہوتی ہے - اور بہت سی مصیبتیں ضرور ان باتوں سے پیدا ہوتی ہیں - میں صاف صاف یہ کہتا ہوں کہ آپ معجزوں کو صحیح سمجھتے ہیں - آپ ان کو علم فلسفہ کی تعلیم اور آدمی کی اپنی روحی طاقتوں کا سبب سمجھنے کا دعویٰ خیال کرتے ہیں یہ دانائی کی بات ہے - اور ہم اس دانائی کو سمجھتے ہیں لیکن عوام آدمی یہاں مثل عوام ہر جگہ کے فلسفہ کے خلاف ہیں - اور کرامات کی خواہش رکھتے ہیں - ان کے وہم اور حواس کے ذریعہ سے ہی صرف ان کے دلوں پر ہم اثر کر سکتے ہیں وساطت روحی اور مادہ سے مرکب شے ہے - ان کو کرامات معلوم ہوتی ہے - اور زیادہ تر کی بحث وسے قبول نہیں کرتے - شاید ہم نے نہایت عمدہ طریقہ استعمال نہیں کیا کہ اس خیال سے کہ شاید یہی بات ہے - کہ ہم واسطے تعلیم اور ہدایت کے آپ کے قدموں میں پڑتے ہیں +

(۲) میں خیال کرتا ہوں - کہ بہت ترقی ہو جائے گی - جب کہ ہم مغربی عوام کے سامنے وید کے فلسفہ کا بے کانٹ چھانٹ روشن اور دلچسپ حال کھولینگے - امریکہ کا ایک نہایت لائق ایڈیٹر اخبار تولیس جو کہ ہماری سبھا کا ایک ممبر ہے اور جس کے اخبار کے پچاس ہزار پرچے بکتے ہیں - کہتا ہے کہ حال کے زمانہ میں مشرقی مذہبوں کے حال کی نہایت ضرورت ہے - اور اس سے یہ ظاہر ہو جائیگا کہ عیسائی عقیدہ اور روایتیں اور رسمیں کہاں سے نکلی ہیں - اور کہ ہر ایک مذہب آریوں کے مذہب سے کس طرح نکلا - ایک ممبر جو کہ زبانوں کے علم کی ماہیت سے خوب واقف ہے - مترجم اور انجام زبان انگریزی ہر ایک کتاب مشتہر کرنے کو ہے - وہ شکایتاً کہتا ہے کہ عیسائی لٹریچر سیر نے ژند اوستا کے ترجموں کو بہت بگاڑا - اور اس نے کہا ہے - کہ جب تم

آریہ ورت کو جاؤگے - تو مغربی زبان والوں کے لئے صاف صاف حال دربارہ ابتدائے دریافت متلاشیوں آدمیوں کے اور دربارہ پیدائش زبانوں کے بھیجنا لیکن سیکھنے کے لئے راضی مغربی آدمیوں کو مشرقی والوں سے درحقیقت اسقدر سیکھنا ہے - کہ میں گیا جانتا ہوں کیونکہ اپنی قلم کو آپ سے آیا وہ سوال پوچھنے میں روکوں میں نے ابھی تنے سوال لکھ دئے ہیں کہ اگر آپ اپنے قیمتی وقت کے آدھے حصہ کو ان کے جواب میں صرف کریں - تو بھی کافی ہو - لیکن آپکی عزت میں بہت سے عالم پنڈت اور آریا عالم لوگ رہتے ہونگے - چونکہ ہم وطن اور ہم مذہب ہونے کے لحاظ سے ہم کو کچھ نہیں تحقیق مدد دینے کے لئے راضی ہونگے - ہم آپ سے اسقدر دور ہیں - اور چھپی لکھا استاد در طالب علموں کی بات چیت کا ایسا ناچیز اور بے تسکین طریقہ ہے - کہ ہم میں سے چند اشخاص قطعی ضرورت اس بات کی معلوم کرتے ہیں - کہ آریہ ورت کو بہت جلد واسطے تعلیم کے جائیں - اور اپنے آپ کو اپنی ہم نسلوں میں وعظ کرنے کے لائق بنائیں - ہم خیال کرتے ہیں - کہ زبان دو یا تین برس میں ہم اسقدر سیکھ جاوینگے - جتنا کہ ہم یہاں پر دس برس تعلیم میں صرف کرنے سے نہ سیکھینگے - اگر انسان کی زندگی تھوڑی نہ ہوتی - جسکے باعث سے کہ ان آدمیوں کو ہم میں سے جو عالم جوانی میں - یا جوانی سے گذر گئے ہیں - اگر ہم تلافی کر سکتے ہیں - تو کوئی وقت ضائع نہ کرنا چاہئے - لیکن جب تک ہم امریکہ سے چلیں - ہم نہایت اشتیاق اور ادب کے ساتھ چاہتے ہیں - کہ آپ ہم کو واقفیت مذکورہ بالا جسکے ہم مشتاق ہیں - دیویں -

(۵) ادب بجا لا کر اور آپ کی ہمیشہ تندرستی اور خوشی کا دعا گو رہ کر میں کل سبھا کیطرف سے اپنے آپ کو باجازت حضور آپ کا خاکسار شاگرد اور ہیرو - مسٹری ایس الکاٹ بھا بت خلافت میں جماعت کا لکھتا ہوں - اسکا جواب سوامی جی نے ۲۶ جولائی ۱۸۷۸ء کو لکھا - جسکے پہنچنے پر وہ امریکہ سے چلے - ۱۷ دسمبر ۱۸۷۸ء کو بمبئی پہنچے - ۱۹۱۸ مطابق ۲۲ - جنوری ۱۸۷۸ء کو بمقام آگرہ ویدبھاشیہ میں طبع کرائے - اور یہی انگریزی میں کنٹرییبوس لاہور میں طبع کرائے گئے ۱۸۷۸ء میں ۔

۷ - سوامی جی کی دوسری چٹھی - مشورہ صفات اور بہبودی کے خیالات اور عالموں کے آچار سے کیت - ایک ایلیٹر کی ابتدا میں مصروف تھے پر اور اسکے کیان روپ تشاد بدمیں پرتی رکھنے والے پیارے پانال ویش اشتو اور ہمارے بندھو جتو آریہ سماج کے سنشا بنت کو پرکاش کرنے والی تھیوسافیکل سوسائٹی کے سبھاپتی شری یت مسٹری ایس الکاٹ وغیرہ صاحبان کو دیانند سرسوتی سوامی کی اشیش کلیان دینے والی ہو - ایشور کی کرپا سے یہاں کلیان ہے - اور ایسے ہی ہم وہاں پر آپ کی کلیان چاہتے ہیں - ہم نے آ صاحب کے بھیجے ہوئے خطوط آریہ سماج کے پردھان بابو ہریش چندر چنتامنی کی

کے ذریعہ وصول پا کے ان میں لکھا ہوا برتانت معلوم کرکے ہم کو اور دیگر سبھا سکے پردہانوں اور منتری اور آپ سبھا سدوں کو بہت ہی خوشی ہوئی۔ اس اوتم کاریہ کے پرورت ہونے سے ایشور کو ہزاروں دھنیواد (شکریہ) ادا کرنا چاہئے۔ جس اودی سرب شکتیمان تمام جگت کے سوامی اور سرب جگت کے پیدا کرنے والے دھارن کرنے والے پرماتما نے بڑی مدت سے پاکنڈ مت۔ ورشٹ اپدیش سے ہوا ہوا پیسہ پور دوہا روپی اندھکار کے سبب والے متوں کو آپ صاحبوں جیسے اور ہمارے جیسوں سے تمام بھوگول پر رہنے والے تمام متوں پر پورن کر دیا اور العاف سے پھر ان کے دکھ دینے کے سبب سے کئی متوں کو صاف کرنے کے لئے اپنے بنائی ہوئی سب ست ودیا کے خزانہ ویدوں میں پریتی پیدا کی بنا پر ہم سب خوش نصیب ہیں۔ ایسے شبھ جانکر پائی درشٹی سے ہم کو اس سرب سبھا وت کام کی اُنتی کے لئے پرارتھنا کرنی چاہئے۔

۱۔ جو آپ کے بھیجے ہوئے سبھا پرتگیا پتر (ڈپلوما) پر ہم نے اپنے دستخط کرکے پھر آپ کے پاس بھیج دیا۔ وہ جلدی پہنچ جاویگا جو آپ نے لکھا ہے کہ آریہ ورت کی آریہ سماج کی شاخ تھیوسوفیکل سوسائٹی نام رکھا ہے۔ وہ ہم نے بھی قبول کر لیا ہے۔ یہ آپ کو معلوم ہو۔

۲۔ سب متوں کو جیسے ایشور کی اپاسنا کرنی چاہئے۔ وہ سب نے چاروں ویدوں کی بہا ہو سکا میں درج کر دیا ہے۔ اسی کا خلاصہ ہے یہ سب متوں کو شدھ وشش میں استت ہو کر تمام برائی اندریوں کو درست کرکے سگن نرگن کے طریقہ سے ایشور کی اپاسنا کرنی چاہئے۔ اپاسنا کے تین حصہ ہیں۔ استتی۔ پرارتھنا۔ اپاسنا۔ ان متوں کے پھر دو دو بھید ہیں۔ جو ایشور کے گنوں کی کیرتی سے استتی کیجاتی ہے۔ وہ سگن استتی کہاتی ہے۔ جیسے یجروید ادہیا ۴۰ منتر ۸ جو سب جگہ بیاپک ہے۔ جیسے سب جگت کا کرتا اور راستی بیرج والا۔ بیاسے وغیرہ ست گنوں سے یکت پرتر ہے سب کچھ جاننے والا سروگیہ ہے۔ سب کے تماؤں کا شاہد سب جگہ اپنی سامرتھ سے سب کے اوپر براجمان۔ سب اپنی سامرتھ یوگ سے ایک رس ودیمان اپنی جیو روپ پرجا کو وید کے اپدیش سے اچھی طرح صحیح صحیح جتاتا ہے۔ اس طریقہ سے اسکی سگن استتی کرنی چاہئے۔

جہاں جہاں صفت میں اس صانع کی صفات کی تعریف کیجاتی ہے۔ وہاں وہاں سگن اپاسنا جاننا اب نرگن کہتے ہیں۔ وہ اکاہ ہے۔ یعنی کبھی جسم دھارن کرنے سے صادر نہیں ہوتا ہے۔ نہ اس میں کوئی سوراخ ہوتا ہے۔ اور نہ کوئی پاپ کرنے سے اپائی بنا ہے اسی طرح اتھروید کانڈ ۱۰۔ انوواک ۴۔ منتر ۱۷ و ۱۸ و ۲۰ ان میں ۷ سے واقف کر لیکر ہوئے متعدد ایشوروں بیچ کئی پرمیشوروں کے ہونیکا نشیدہ کرکے ویدوں میں ایک ہی ایشور کی اپاسنا کا ذکر ہے ایسا جتایا ہے۔ جیسے سب ہوا پرتا ہے گنوں سے سگن اور ورودہ گنوں کے نہ ہونے سے نرگن ہے اسطرح جو نرگن ایشور میں نہیں ہیں نشیدہ کے ساتھ

اُستتی کرنا نرگن استتی جاننا۔

اب پرارتھنا کا ذکر کرتے ہیں۔ یجروید ادھیا ۳۲ منتر ۱۴ ہے سروپرکاشک ایشور آپ کی کرپا سے جس بُدھی کو دیوگن یعنی تمام ودوان اور گیانی اپاسنا کرتے ہیں۔ اسی بُدھی کو مجھے مرحمت کیجئے۔ ودیا بدھی کی یاچنا کرنا اور تمام گنوں کی یاچنا کرنا یہ سگن بیت کی پرارتھنا ہے۔

اب نرگن پرارتھنا کہتے ہیں۔ رگ وید ا ۔ ۱۰۴ ۔ ۸

ہے رُدر یعنی دُشٹ دوگن دوشن پاپی جیسے نوارک ایشور آپ اپنی مہربانی سے ہم کو اپنے سروپ کا آنند اور گیان اور پریم اور اپنی آگیا پالن سے شُدھ سبھاؤ سے ہم کو بھی درمست کیجئے اور نہ اپکا بچار ہم سے کبھی دور ہو اور ہماری اشٹ ہوگ یعنی بھوجن ان وغیرہ وغیرہ چیزیں ہم سے جدا نہ کیجئے ہے سرب شکتی مان آپ ہم کو گربھ میں بیٹے کبھی نہ کریں۔ اور سکبھ سے سادھن بھی ہم سے ویُکت نہ ہوں۔

رگ وید ا ۔ ۱۱۴ ۔ ۷ ۔ ۸ ۔ ہے سب دُشٹ جیو دن کو ان کے کرم انوسار پھل دینے والے رُدر آپ ہم کو ودیا اور عمر میں بڑے جنوں کی اچھی سنگت سے جدا نہ کیجئے اور ہماری چھوٹی شالاؤں کا ہم سے ویوگ نہ کیجئے۔ اور ہم ہمارا پتا اور ماتا اور ہمارا دل ہے ہم کو ہت نہ کیجئے۔ اور ودیا اور ویریہ کے نیکت جنوں سے ودیا جیسے گنوں سے نیکت پرشوں سے اور بانے والوں اور ناچاریوں ادر مان کرنے والی ودیا سے دور مت کیجئے۔ ہماری جسمانی صحت کو بھی قائم رکھیئے۔ تاکہ ہم آپ کی آگیا پالن میں تت پر رہیں۔

ہے سب روگ کے دور کرنے والے ایشور عمدہ تندرست تیز گائیں۔ گھوڑے۔ اچھی تیز چلنے والی سواریاں اور ہمارے خیرخواہ اور سیاہ چاہنے والے بہادروں کو منتر و بھید کر ہم سدا آپ گیان سروپ کی آگیا پالن سے پوجا کرتے ہیں۔

اب سگن اپاسنا کی ترکیب کہتے ہیں۔ نیائے کرپا۔ گیان سروپرکاشک وغیرہ گنوں کے سبب ورتمان سب جگہ موجود انتریامی کی اپاسنا کرنا اور اسکی آگیا پر چلنا سگن اپاسنا ہے۔ اور سب کلیش دوش ناش۔ نروِکار۔ جنم۔ مرن۔ سردی گرمی۔ بھوک پیاس شوک۔ موہ۔ مد۔ تم۔ رج۔ روپ۔ رس۔ گندھ۔ سپرش وغیرہ سے رہت پرمیشور کو جانکر یہ سمجھنا کہ وہ سرو گیتا ہے ہمارے سب کرموں کو دیکھتا ہے۔ اس واسطے ڈر کر ہمیشہ پاپ اور نقصان وغیرہ سے بچنا ایسی نرگن اپاسنا کرنی چاہئے۔ اسطرح استتی۔ پرارتھنا۔ اپاسنا کے بھید سے تین طرح پر سگن۔ نرگن کہنے والی من سے دل لگا کر پاکا نام اُپاسنا ہے۔

۳۔ ۲ پر شیدکا ارتھ جو ودیا شکشا۔ سرب اُپکار و حرم اچرن سے نیکت ہو وہ آریہ ہے انشنا ادھیائی ۲-۳-۵ وید بیاج ایشر کی آگیا ہے۔ اسکا الوشٹھان کرنے والے

ویدگیہ کا نام برہمن ہے ۔ آٹھ برس سے ۴۸ تک برہم چریہ پالن کرکے ویدوں کے ساتھ
ویدوں کے ارتھ کا سننا، ماننا، بچار کرنا اسکا نام برہم چریہ سیون ہے ۔ چھوڑ ان
رنگ کال میں اپنی بیاہتا استری سے تعلق کرنا یعنی مگلی استری کا تیاگ وغیرہ اُتم گنوں
سے آریہ ہوتا ہے ۔ رگ وید ا ۔ ۱۵ ۔ ۸ جب ابتدائی سرشٹی میں ویدوں کا پرکاش
ہوا تب انہوں نے سب چیزوں کے نام رکھے ۔ پھر اسی کے مطابق رشیوں نے سرشٹی
دُشٹ دو طرح کے منشوں کے آریہ اور دسیو کا نام رکھے اس منتر میں ایشور نے
منشوں کو آگیا دی ہے کہ ہے منش سنسار میں سرشٹ گن کرم سوبھاؤ سے یکت
پروپکاری کو آریہ اور اسکے خلاف دوسروں کی ہانی کرنے والے کو دسیو جان ۔
دُشٹوں کو ودیا اور سکشا سے ونڈ سے کر درست کرنے کی آگیا ہے ۔ رگوید ا
۱/۱ ۔ ۱۱ ۔ ۲۱ سے بھی یہی ثابت ہے مہابھارت میں آدی سرشٹی ہمالیہ پر ہوئی تھی جب
وہاں انسان کی آبادی بہت ہوگئی تب سرشٹ آریوں کا ایک کمیشن اور دُشٹوں
کا دوسرا کمیشن ہوا تب سوبھاؤ کے بھید سے کچھ دن وہ ہوا جو آریہ تھے ۔ وہ اس دیش
میں چلے آئے ۔ جس سے اس دیش کا نام آریہ ورت ہوا ۔
منو ۲ ۔ ۱۷ ۔ ۲۲ میں لکھا ہے سرسوتی اور دِرشدوتی دو بڑی ندیوں راٹک برہم
پتر کے درمیان ملک کا نام آریہ ورت ہے ۔ مشرقی سمندر سے مغربی سمندر تک ہمالیہ
بندھیاچل سے لیکر یہ سب آریہ ورت ہے آریوں کی جو سماج ہے ۔ اسکا نام آریہ سماج
اور دسیو گنوں کو چھوڑ کر جو آریہ گنوں کو گرہن کرتے ہیں ۔ ان کی جو سماج ہے ۔ اسکے
نام آریہ سماج ہے ۔ پس تمام اچھی سبھاؤں کا آریہ سماج نام رکھنے میں کوئی ہرج نہیں
ملکہ یہ ان کا پرم پوترشن سیئے اوتم زیور یا کمال زینت ہے ۔
۴ ۔ آپ ست سکشا ۔ ودیا ۔ دھرم ۔ پرشارتھ ۔ سمتا سے پروپکار کا آچرن کیجئے ۔ اوتم
آکوشش سے اپنے بندھو جنوں میں اسکا پرچار وستار کیجئے ۔ یہ آپ کے پرش کا علامہ
امر ہے ۔
اسکا مفصل حال دیدادی شاستر کے پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے ۔ اور جو میں نے
وید بھاشیہ ۔ سندھیا ۔ پاسن ۔ آریہ ورن ۔ وید درود ست مثال دیا ت دیا تی
نواس ۔ ستیارتھ پرکاش ۔ سنسکار ودھی آریہ ادسئ رتن مالا وغیرہ کتب بنائے ہیں ان
کے مطالعہ سے بھی وید کا گیان ہوسکتا ہے ۔ الہٰیا آپ جانئیں ۔
۵ ۔ جو چیتن ہے وہ جیو ہے اور جیو کا چیتن ہی سوبھاؤ ہے ۔ اسکی ابھیا ریڈ و دھرم
ہیں ۔ وہ بھی بے شکل اور ناش سے رہت رہتا ہے ۔ جیسے بھی اپنی ہوا ورنہ ناش ہوتا
ہے ۔ اسکا وچار ویدوں اور آریوں کے بنائے ہوئے گرنتھوں میں خوب اچھی طرح سے
کیا ہوا ہے ۔ یہاں طول ہو جانے کے ڈر سے تھوڑا کیا جاتا ہے ۔

یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۲ سے جیو کا اچھا دھرم ثابت ہے۔ اور یجروید ادھیائے ۷ منتر ۴۸ سے سکھ دکھ۔ دویش یہ تین دھرم اور یجروید ادھیائے ۳۴ منتر ۱ سے گیان دھرم جیو کا جانا جاتا ہے۔ جیو جیسے سکھ کی اچھا کرتا ہے اور دکھ کے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان دونوں کے اندر سب سے سوکشم بھی جیو کے دھرم ہیں۔ اچھا دویش۔ پریتن سکھ دکھ گیان جیو کے لکشن نیائے شاستر ا۔ ۱۰۔ پران۔ اپان۔ نمیش۔ انمیش۔ جیون من گتی۔ اندریہ انتر وکار سکھ۔ دکھ۔ اچھا دویش پریتن جیو کے لنگ ہیں۔ ویشیشک ۳-۲-۴۔ اندر سے ہوا کو باہر نکالنا یہ پران ہے۔ باہر کی ہوا کو اندر لیجانا اپان ہے آنکھوں کا بند کرنا نمیش اور کھولنا انمیش ہے۔ پران کا دھارن کرنا جیون ہے اور گیان من ہے۔ حرکت بالارادہ کا نام گتی ہے۔ اندریوں کو جوڑنا۔ اور اندریوں کا [illegible] کرنا۔ جبر۔ آدک روگوں سے ٹیڑھا ہونا اسکا نام وکار ہے۔ دھرم ادھرم کا نقصان اور تشنگی اور حلق کے ابھیڑا سے اکٹھا ہے اور ویکی کے ابھیڑا سے جدا جدا ہوتے ہیں۔ چھوٹے ہوئے کا گیان اور پڑھنے کا یاد آنا اسکا نام سنسکار ہے۔ پرماتما پرم سوکشم اور جدا جدا ہونے سے انکا بھید ہے۔ سنیوگ میل کا نام ہے۔ اور ویوگ جدائی کا نام ہے۔ مہابھارت کے موکش دھرم کے انترگت بھاردواج نے کہا ہے۔ کہ جو من اور انتہکرن میں ہو کر اچھا آدی سے لیکر گیان تک سب پرکاشوں کو جاننے والا ہوتا ہے وہ جیو ہے۔ یہ دیہہ اندریہ پران۔ انتہکرن سے جدا ہے۔ اسواسطے سب شئیوں کو ایک وقت دھارن کرنے سے جیسے کہ ہم نے جو کچھ کان سے سنا دیکھا آنکھ سے دیکھا اور جو آنکھ سے دیکھا اسی کو ہاتھ سے چھوتا ہوں۔ جسکو ہاتھ سے چھوا اسی کو رسنا سے چکھتا ہوں۔ جو رسنا سے سواد لیا اسی کو ناک سے سونگھتا ہوں۔ جو ناک سے سونگھا اسی کو من سے جانتا ہوں۔ جسکو من سے جانا اسی کو چت سے چنتن کرتا ہوں۔ جسکو چت سے چنتن اسی کو بدھی سے نشچے کرتا ہوں۔ جسکو بدھی سے نشچے کیا اسی کو سنسکار سے مانکر جو برتاؤ کرتا ہے۔ وہ جیو آتما سب سے جدا ہے۔ ایسا ہی جاننا چاہیے کسواسطے کہ جو اپنے ورشے میں ورتمان اور دوسرے کے ورشے سے جدا مارگ میں برتتے ہوئے کان وغیرہ سے جدا جدا لئے ہوئے شبد آدک وشیوں کو زمانہ حال میں جمع کرتا ہے۔ وہی جیو ہے کیونکہ اسکا دیکھا ہوا اور کو سمرن نہیں ہوتا۔ نہ کان کو سپرش کرنے کی سمرتھائی (طاقت) ہے۔ نہ چمڑے کو شبد گرہن کرنے کی پرنتو کان سے سنکر گھڑی کو میں ہاتھ سے سپرش کرتا ہوں جسکا پورب کال میں دیکھے ہوئے کے انوسندھان سے پہچاننے سے صحیح ویسا ہی جانکر جو وہ زمانہ میں دیکھتا ہے وہ دوسرے وقت سے سب سادھنوں سے بیاپک اور سب کا ادھشٹھاتا اور گیان سروپ جیو کا ہی دھرم پایا جاتا ہے۔ ایسا ماننا چاہیے۔

اسی طرح پرانک طریقوں سے آریوں کو وید شاستر سے جانتے ہوئے سادھن
ن کے وچار سے جیو کے سروپ کا گیان ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا۔ جب جیو شریر
چھوڑ دیتا ہے۔ تب مر گیا ایسا کہا جاتا ہے۔ مگر صرف دیہہ کی جدائی کے بغیر اور اس
کچھ مرن نہیں ہوتا۔ شریر کے تیاگنے پر سرب بیاپک اکاش کے ذریعہ ایشور کی بیوستھا
کے مطابق اپنے کئے ہوئے پاپ اور پن کے انوسار دوسرے شریر کو پراپت ہوتا ہے
جب تک شریر کو تیاگ کر اکاش میں رہا اور گربھ واس میں بالک پن کی اوستھا میں
تا ہے۔ اسکو وشیش گیان نہیں ہوتا۔ مگر یہ حالت نیند سوپن جیسی طرح ہے۔ جیسے
ن میں رہتا ہے ویسے ہی وہاں

بیری اسکو بات چیت کرنے۔ دروازہ کھٹکھٹانے۔ اور دوسرے کے شریر میں
شٹ ہونے کی طاقت ہے۔ تو وہ بھی پیارے استھان۔ دھن۔ شریر۔ استری۔ بھوجن
جیو اور پیاری استری، پتر پتا۔ بھائی۔ متر۔ نوکر۔ پشو۔ سواری وغیرہ ان کو کیوں نہیں
اپت ہو جاتا۔ جو یہاں پر کوئی کہے تو اچھی طرح سے دھیان کرکے اسکو جواب دے۔ تو
جا دے۔ اس پر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جب کوئی کسی کا پیارا مر جاتا ہے۔ تو وہ اسکا بہت
دھیان کرتا رہتا ہے۔ پھر وہ کیوں نہیں آ جاتا۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ جو اسکے پہلے رشتہ والے
تھے۔ ان کے پاس نہیں آتا۔ اور غیروں کے پاس آتا ہے۔ تو یہ اسکا کہنا ٹھیک نہیں
کیونکہ پہلے رشتہ داروں میں پریتی ہونے سے اور غیر لوگوں سے پریتی نہ ہونے سے
بغیر ایشور کے حکم خود کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہی سب کے مالک نیائکاری۔ سروگیہ
سب جیووں کے پاپ و پن کا پھل دینے والے ایشور کے جیتے جاگتے والا ہونے سے

اور آپ نے جو مردہ کا فوٹو میرے پاس بھیجا۔ اسمیں کپڑا اور دھوتیا کا جو ہار
نتیجہ ہوتا ہے۔ جیسے اندرجال والا جادوگر [illegible] اور الٹے [illegible] کیطرح
دکھلاتا ہے ویسی ہی ایسی معلوم ہوتا ہے۔ اور جیسے کوئی سورج چندر کے پرکاش میں
اپنی چھایا کو علیحدہ سر سے اوپر آنکھ کا منہ کیا اور کھونٹا چھوڑ کر ٹھہری ہوئی نظر سے دیکھے
اور کچھ کال کے بعد شدھ اکاش میں اوپر دیکھے اور نظر پھیر لے۔ تو وہ اپنے سے جدا اپنی
چھایا کا فوٹو روپ بڑی مورتی کو دیکھتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ سنسکرت ودیا میں
بہت شبد ہے جو کوئی شریر دھاری ہو کر رہے ہے اسکا گرہن ہوتا ہے۔ اور جو شریر
ا جب تک وہ نہ ہو تب تک اسکا پریت نام ہے۔ [illegible] نہ بھوت بھوتی
اور [illegible] میں بھوت اور پریت شبد آئے ہیں۔ وہاں بھوت سے ہو چکا اور
پریت سے جو شریر کا گرہن ہے دوسرے شریر کو تیاگ کر باپ کے ذریعہ تک پہنچے
تک سنسکار کیطرح ہوتا ہے یہ ہم نے پرسنگ میں کہا۔ جسکو آپ لوگ بھوت پریت
سمجھتے ہیں۔ اسکا شاستر میں کوئی مطلب نہیں ہے کیونکہ وہ بھول سے سمجھا ہیں۔ اور

بھرانتی روپ اسمیں کچھ سندیہہ نہیں یاند ہو تو سب کچھ شعلہ کپٹ جال ہے۔ ایسا جاننا ماننا چاہیے۔ اس مختصر پر اچھی طرح مفصل (ریسرچ) کرکے جان لیں۔

(۷) آپ جو ہم سے سکشا لینے کی اچھیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارا شودیا ہے جو یار و شتہ میں ہے اسکا وستار نہیں ہوا۔ وہ ہیں پتر دوارا لکھنے میں اسمرتھ ہوں۔ وہ مختصراً میری نباتی لیکچروں میں لکھے ہیں۔ اور مفصل ویداوک شاستروں میں ہیں۔ لیکن اسکے واسطے ہم نے نرکتی بنیرنت نحیدر کو لکھدیا ہے۔ کہ وہ آریہ اودیش رتن مالا کا انگریزی ترجمہ کرکے آپ کو بھیجیگا اس سے آپ کو کئی باتیں حاصل ہو جاوینگی۔

(۸) ویدوکت طریقہ سے مرتک کریا کرنی چاہیے اور سنسکار ودھی گرنتھ میں لکھدی ہے یہاں بھی سنکشیپ سے لکھتے ہیں۔ جب کوئی منش مرے تب مردہ شریر کو نہلا کر اچھی بوسنت چادر وغیرہ لپیٹ کر اچھے کپڑے میں لپیٹ کر پیچھے کپڑے سے جدا کرکے جلانے کی جگہ پر لیجا کر آدمی کے ہاتھ کھڑے کرنے کے برابر لمبی مردہ کی چھاتی کے برابر چوڑی زانو تک گہری ویدی باتر نیچے کرکے ویدی زمین سے پوتر کرکے شریر وزن کے برابر گھی چھانکر اسمیں ایک رتی کستوری ایک ماشہ کیسر ملاکر چندن پلاش آم وغیرہ کی لکڑیوں کو سے کران کو کاٹ کرادہی ویدی چنکر اس کے درمیان مردہ رکھکر لکڑی ٹھونس کا فرگل چندن آدی کے چھوٹ کو مرتک دیہ کے پاس بچھا کر اس کے بعد باقی لکڑیاں اسکے اوپر بچھا چن دے اور پھر آگ لگا دے۔ اور آہستہ آہستہ گھی کی آہوتی ۳۹ ادھیا یجروید کے مطابق ایک ایک منتر پڑھکر جلا دے۔ پھر ویدی سے علیحدہ کسی جل آشے یعنی تالاب یا ہے یا کنوئیں یا گھر آکر نہا کر شوک کو دور کرکے اپنے اپنے کام کو کریں۔ پھر جلنے کے تیسرے دن جاکر ہڈیوں کے سب خاک سرچنج کرکے کسی اچھی جگہ گاڑدیں یہ ویدوکت طریقہ سے مرتک سنسکار ہے۔ کم و بیش نہیں اور دو جو اپنے پتر کی ہڈیاں آپ کے پاس ہیں۔ وہ بھی کسی پوتر جگہ پر جا کر کھود کر مٹی سے ڈھک دی جاویں۔

(۹) وہ پتر آپ کے ہم نے جیسا آپ نے لکھا انگلینڈ میں بھیجدیے۔

(۱۰) جب آپ کا سنچہ پورے تب سبھا کا نام بدلنا چاہیے۔ عالموں کی سبھا کا یہ نیم ہے۔ جب کوئی نیا کام کرنے یوگ ہو۔ تب سب اچھے وچاروالوں سبھا سدوں کو مل کر ان کی صلاح سے کام کیا جاتا ہے۔ جو سب اپنکاروں کے مددگار ہیں۔ وہ سبھا کو بھی کرنا چاہیے۔ آئندہ جو تجھ میں آ منظور انک نقل ہے۔ وہ ویدکے موافق ہیں۔ ان سے حاصل کرنا چاہیے اور اگر سو تو ملے تب اس سبھا کا آریہ سماج نام رکھنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ یہ ہماری بھی رائے ہے۔

(۱۱) اس کے بعد آپ جو جو خط ارسال کریں۔ وہ ہمارے نام پر ارسال کریں۔ لیکن وہ

صرف بابو ہریشچندر چنتامنی کے چھپا اسکا کیا عمدہ اس طرح کہ پتر کے اوپر ہمارا نام اور پتر کی پیٹھ پر ہریشچندر جی کا نام ہو۔

سچدانند آدی لکشن والے سرب شکتیمان دیاساگر سب کے پالک پرم پرمیشور کو بیشمار دھنیواد ہو۔ جسکی کرپا سے آپ کے ساتھ ہماری اور ہمارے ساتھ آپکی پھیلی پرکار متر تا اور اپکار کا ہونا چاہئے۔ ایسا ابھلاش پاکر ہم اور آپ ایسے پریتن کریں کہ جس سے سارے جہان کے آدمیوں میں سورتی پرچار روپ پاپ آچرن اودیا وگرہ آدی دوشوں کے نوارن سے ایک سناتن وید پرمان سرشٹی کرم انکول سچا مذہب جاری ہو خط کے ذریعہ نہایت تھوڑا مطلب حاصل ہوتا ہے۔ جب تک سامنے باہمی بات چیت نہ ہو تب تک پورا لابھ نہیں ہوسکتا۔ پرنتو جس ایشور کی انوگرہ سے پتر دوارا ہمارا پرورت ہوئی ہے۔ اسی کی کرپا سے آپکا اور ہمارا کسی روز باہمی میل بھی ہو جاویگا۔ عقلمند کو اشارہ کافی ہے۔ سمت ۱۹۳۵ شراون بدی ۱۱ مطابق ۲۴ جولائی ۱۸۷۸ء شکروار

دیانند سرسوتی۔

۸۔ سوامی جی کے خطوط متعلق تھیوسوفیکل سوسائٹی

بنام بابو بیارام آنند رہو۔ امریکن چٹھی کی نقل کراکر روانہ کیجئے۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ امریکہ تھیوسوفیکل سوسائٹی آریہ سماج کی شاخ بنی۔ اور امریکہ والے برابر وید کو ماننے اور ہمارے سی کی شکشا کے خواہاں ہیں۔ اور ہم بہت راضی خوشی ہیں۔ دیانند سرسوتی از رڑکی ۱۴ جولائی ۱۸۷۸ء مطابق ساون بدی ۱۳ سمت ۱۹۳۵۔

بنام لالہ مولراج جی ایم۔ اے۔ آنند سے رہو۔ واضح ہو کہ کل آپ کے پاس ایک پارسل امریکہ کی چٹھیوں کا بھیجا ہوگا۔ سو ان میں سے ڈپلوما اور چھپی ہوئی چٹھی جو ان کے ساتھ ہے۔ سو ہمارے پاس بھیجئے۔ اور لاہور میں انگریزی اخباروں میں جلدی چھپوا دیجئے۔ کیونکہ ان کی بہت ضرورت ہے۔ اور سب جگہ سے ان کی مانگ آتی ہے اس لئے دو سو کاپی جلدی چھپوا لیجئے۔ ڈپلوما اور چٹھی جو اصل ہے۔ وہ ہمارے پاس بھیجیں۔ اور جو نقل کر کے بھیجی گئی ہے۔ سو چھپنے کے لئے پریس میں دیجئے۔ یہاں پر دیا کھیان نت ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کے خیالات بہت اچھے ہیں۔ ہم بہت آنند میں ہیں۔ سب سبھاسدوں کو نمستے۔ دیانند سرسوتی از رڑکی ۵ اگست ۱۸۷۸ء۔

بنام لالہ مولراج ایم۔ اے۔ آنند رہو۔ واضح ہو کہ اس سے پہلے ایک چٹھی [illegible] لکھی ۵ اگست کی آپ کے پاس بھیجی گئی ہے۔ سو پہنچی ہوگی۔ اور اب پھر لکھتے ہیں۔ آپ کے پاس جو چٹھی بھیجی گئی ہے۔ سو ان میں سے دو اصلی چٹھی چھپی ہوئی چٹھیاں اور ڈپلوما بہت جلدی ہمارے پاس بھیجو۔ کیونکہ ان کی نقل بالکل نہیں جی کرتے گئے تھے۔ وہ سماج میں موجود ہے۔ اور ترجمہ اور خرچ چھپائی کا آپ کے ذمہ رہیگا۔ اور آدھا ڈاک کی

نواسی پنڈت امراؤ سنگھ و شنکر لال آدمی دیویجئے۔ پر ستولا چھوڑ پریس ور ظہیوان پریس جہاں چھپوانے کی اچھا ہو۔ جلدی چھپوا دیجئے۔ کیونکہ ہم ہر تاریخ کو یہاں پر تاسن کالج کی پریکٹیٹ گورنمنٹ ہو سکیگی۔ پھر دو مہینے کی چھٹی ہیں۔ سب اپنے اپنے گھر چلے جاوینگے۔ پھر کبھی تیسرے ماس میں آوینگے۔ جو پاس یا فیل ہو جاوینگے۔ اس لئے آپ کو لکھا جاتا ہے۔ کہ ہم ہر تاریخ سے پہلے چھپوا دیجئے۔" دیانند سرسوتی اندر گی ۹ اگست ۱۸۸۲ء۔

"لالہ مولراج جی۔ ایم۔ اے۔ آنند رہو۔ واضح ہو کہ چٹھی آپ کی لکھی ہوئی ہمارا اگست کی پہنچی۔ اور ایک پارسل ڈپلومااردو چھپی ہوئی چٹھیوں سے بکتے پہنچا آپکو بھیجدئے۔ اگرلٹ چٹھیوں کے چھاپنے میں جو کچھ خرچ ہوا ہے۔ سو لکھ بھیجیں۔ کیونکہ وہ روپیہ گڑ کی طرف سے دیونگے۔ اور آشا ہے کہ یہاں پر آریہ سماج اوشیہ ہو جاویگا۔ ۲۸ اگست ۱۸۸۲ء دیانند سرسوتی اندر گی۔"

"لالہ مولراج جی ایم۔ اے۔ آنند رہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ تاریخ ۲۸ کو چھپی ہوئی چٹھی بھیجدینگے۔ سو اب تک وہ نہیں آئی۔ جواب تک روانہ نکی ہو۔ تو میرٹھ بھیجنا۔ دیانند سرسوتی ۲۲ اگست ۱۸۸۲ء میرٹھ"

عیسائیوں کا زہر کھولنا۔ رسالہ دریا پرکاش میں لکھا ہے کہ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک مجلس بنام برہم تھیوسوفیکل نے اپنی تحریروں سے ظاہر کیا۔ کہ ہم لوگ آریہ ہونے کے خواستگار ہیں۔ کہ ہم آریہ سماج میں داخل ہو جاویں۔ اور ویدوں کی پیروی کریں۔ اور عیسائی مذہب سے ہماری بڑی خرابی اور بربادی ہوئی ہے۔ اسکو ہم نے بالکل ترک کر دیا۔ کیونکہ اول تو پہلے پہلے نادانی سے قبول کیا تھا۔ لیکن غور سے وہ بڑا مشکوک ظاہر ہو گیا۔ چونکہ کل سچائی و علم آریہ ورت سے ظاہر ہوئی ہے۔ اسلئے سچا دھرم بھی ہم کو آریہ ورت سے حاصل ہوگا۔

ان چٹھیوں کو اکثر عیسائی لوگوں نے دیکھا۔ اور زہر کو کھولا۔ چنانچہ ایک صاحب مین پوری کے سفیر ہند نومبر و دسمبر ۱۸۸۲ء میں اپنا حال اچھی طرح ظاہر کرتے ہیں جس کا جواب پھر بھی لکھونگا۔ حال میں تھوڑا سا تحریر کرتا ہوں۔

(۱) افسوس ہے کہ ان کو بڑا تعصب ہوا۔ لیکن یہ شعور کا شکریہ کیا۔ کہ وہ امریکن لوگ جو آریہ ورت باسیوں کو جاہل جانتے تھے۔ سوامی جی کی فرمایا ہے کہ آریہ ورت باسیوں کو گورو تک دیکھ کر انکو اپنا شاگرد و چیلہ کہنے لگے۔

(۲) امریکن جو آجکل دنیا میں فاضل و عاقل شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کو اب میں کیا بیوقوف اور بیہودہ خیال کرنے لگے۔

(۳) جو لوگ غیر کی خیالات پر غور کریں۔ وہ انکو بڑے معلوم ہوتے اور اندھا دھند چلے

جائیں، وہ عاقل۔

(۴) انگلینڈ وغیرہ ممالک کے جو باوثوق لوگ معقول کو مانتے ہیں، اور نا معقول باتوں کی تردید کر کے عیسائی مذہب کے عیب ظاہر کرتے ہیں۔ ان کو ملعون بتلا کر یہ لوگ ان کا ہم دین ظاہر کرتے ہیں۔

(۵) عیسائیوں کی ہیومانٹی ترقی بمقابل آریہ سماج کے ظاہر کر کے نادان ہیں۔ اگرچہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ گورنمنٹ سے دو سو سال میں دس لاکھ جاہل وغیرہ طمع زر وجبر وغیرہ سے پھنسایا۔ آریہ سماج نے یک لخت لاکھوں عیسائیوں کو امریکہ سے ایک دو سال کی تعلیم سے نکال لیا (رسالہ ماہ جنوری ۱۸۷۹ء صفحہ ۵۰۷ و ۵۰۸)

دوسری فصل۔ کرنل الکاٹ و میڈم بلیوٹسکی بمبئی میں

سوامی جی کی دوستی پر کا کے پہنچنے پر ۱۷ دسمبر ۱۸۷۸ء کو نیو یارک سے روانہ ہوئے اور لندن کے راستے ۱۶ فروری ۱۸۷۹ء کو مول جی ٹھاکرسی کے بمبئی میں داخل ہوئے اور بابو ہریش چندر چنتامنی پردھان آریہ سماج بمبئی کے مکان پر فروکش ہوئے۔ جہاں کہ ان کی ہر طرح خاطر تواضع ہوتی رہی۔ ان کے اطوار کے متعلق آریہ درپن میں لکھا ہے کہ یہ لوگ عیسائیوں کی طرح نہیں رہتے۔ ان کے کھانے پینے کا وہی دستور ہے جیسا ہم لوگوں کا۔ گوشت و شراب وغیرہ کسی چیز کو مطلق نہیں چھوتے۔ ایک دوسرے کا جھوٹا نہیں کھاتے۔ بلکہ نہایت سیدھی سادی طرح پر رہتے ہیں (صفحہ ۱۸۱)

"انڈین مرر کلکتہ۔ ایک جماعت وسیع الخیال وکلا انجمن نیو یارک دار السلطنت امریکہ کی بمبئی میں آئی ہے۔ اور ان کے آنے کا سبب سنکر ہندوستانی متعجب ہیں کہ یہ لوگ جنہیں یورپین ہی ہیں۔ اور امریکہ کے ہی باشندے ہیں۔ ہندوستان میں صرف اس ارادے سے آئے ہیں کہ تحصیل و تعلیم علم وید کی پنڈت دیانند سرسوتی سے کریں" (راز ثاقب پنجاب)

بمبئی میں ان لوگوں نے لیکچر دینے شروع کئے جن کے سننے کو ہزارہا آدمی جمع ہوتے تھے۔ علاوہ اس کے لیکچر چھپ کر بھی پبلک تک پہنچتے تھے۔ اکثر ناظرین کے ملاحظہ سے گذرے ہوں گے۔

سوامی جی ان دنوں ہردوار کے میلہ میں اپدیش کر رہے تھے۔ اس لئے ان کا ارادہ وہیں پہنچنے کا ہوا۔ لیکن میلہ میں انکو تکلیف ہونے کے خیال سے سوامی جی نے روک دیا تھا۔ ۱۸ مارچ ۱۸۷۹ء کو مرید و ان کو جو خط بھیجا۔ اسمیں لکھا کہ بمبئی جا کر امریکہ والوں کو ملنا۔ اور حال لکھنا۔

تیسری فصل تھیوسافی والے سہارنپور میں

(سوامی جی سے ملاقات)

چیت بدی ۲ سوموار سمت ۱۹۳۶ کو سوامی جی بیمار ہو کر ڈیرہ دون چلے گئے۔ اتنے میں تھیو صاحبان قدمبوسی کے اشتیاق میں بمبئی سے چلکر ۲۹ اپریل کو سہارنپور پہنچے سوامی جی کو ڈیرہ دون تار دیکر دریافت کیا۔ کہ اگر حکم ہو تو وہیں آویں۔ سوامی جی نے اتر دیا۔ کہ آپ لوگ پہاڑ کی تکلیف نہ اٹھاویں۔ ہم خود آتے ہیں۔"

جملہ ممبران سماج سہارنپور کرنیل اور میڈم صاحبہ سے ملنے گئے۔ نہایت محبت بھری ملاقات ہوئی۔ ۳۰ اپریل ۱۸۷۹ء کو وقت ۷ بجے شام ان کا ویاکھیان ہوا۔ جس کا مضمون تھا کہ امریکہ میں کس طرح سلوک کئے جاتے ہیں۔ اور وہ اس ملک میں کس واسطے آئے ہیں۔ اسی شام کو آریہ سماج سہارنپور نے انکی ہندوستانی طریقہ پر دعوت کی۔ جسکو کھا کر نہایت خوش ہوئے۔ وِدیا پرکاش (مطبوعہ ۲ مارچ ۱۸۸۱ء) نے سن سنا کر لکھدیا۔ کہ کرنیل صاحب وغیرہ ڈیرہ دون گئے ہیں۔ چونکہ آریہ سماج امرتسر اور لاہور نے ان کے درشنوں کو جانا تھا۔ لیکن حقیقت میں وہ ڈیرہ دون نہیں گئے۔ ہاں ۱ ارشدی بیساکھ سمت ۱۹۳۶ پنجشنبہ (مطابق یکم مئی ۱۸۷۹ء) کو سوامی جی ڈیرہ دون سے سہارنپور آگئے۔ اور ان صاحبان سے ملاقات کی۔

چوتھی فصل میرٹھ میں پرجوش کام

۱۲ ارشدی بیساکھ شنبہ ۳ مئی ۱۸۷۹ء کو ۹ بجے صبح کی ریل میں سوامی جی مع کرنیل صاحب وغیرہ کے میرٹھ تشریف لائے۔ اکثر ممبران سماج نے ریلوے اسٹیشن پر استقبال کیا۔ اور انکو سوار کرا کر علیحدہ علیحدہ کوٹھیوں میں جو انکے واسطے پیشتر سے آراستہ و پیراستہ کر رکھی تھیں۔ فروکش کرایا۔ بعد حسب رواج اچھے دیسی کھانوں سے بڑی تکلف و تجمل کے ساتھ سماج کی جانب سے بابو چھیدی لال کی کوٹھی پر دعوت کیگئی جسکو امریکہ والوں نے نہایت پسند کیا۔ اور بڑی رغبت سے کھایا۔ بہر کیف میرٹھ سے وہ دونوں صاحب بڑے اخلاق کے ساتھ رخصت ہو کر ریلوے سٹیشن پر اور نیز اپنے قیامگاہ پر وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔

۷ مئی ۱۸۷۹ء کو سوامی جی نے خود پرمیشور کی استتی پرارتھنا اور اپاسنا کی بابت ویاکھیان دیا۔ خاتمہ پر کرنیل الکاٹ صاحب نے بزبان انگریزی فرمایا۔ کہ اگر سب صاحب کل تشریف لاویں۔ تو میں کچھ اپنے خیالات بیان کرونگا۔ صاحب پریذیڈنٹ آریہ سماج کی طرف سے امریکہ والوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا ہو کر جلسہ ختم ہوا۔

۵ رپنی ۱۸۷۹ء کو لیکچر کے اشتہار اردو، انگریزی، دیوناگری میں چھپوا کر تقسیم کرا دئے گئے۔ چھ بجے شام کے لیکچر شروع ہوا۔ کرنل صاحب نے اول امریکہ کا حال بیان کیا کہ وہ ملک کیسا ہے۔ کس طرف اور یہاں سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ غرض وہاں کی بڑی تعریف سب باتوں میں بیان کی۔ لیکن یہ کہا۔ کہ معاملات مذہبی میں وہاں اور خصوصاً کل یورپ میں بوجہ مذہب عیسوی اور پادریوں کے تاریکی پھیل رہی ہے۔ اس لئے ہم نے عرصہ پانچ سال سے نیویارک میں تھیوسوفیکل سوسائٹی قائم کی ہے۔ اور سوامی جی کو اپنا گورو بھی یا ہادی قرار دے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امید ہے کہ ان کے قدموں کی برکت سے ہمارا مدعا بر آوے گا۔ بعد اسکے دو گھنٹہ تک مختلف باتیں بیان کر کے لیکچر ختم کیا۔ پھر بھائی سولراج جی نے کھڑے ہو کر کرنل صاحب کے بیان کا ترجمہ اردو میں سب حاضرین کو کہہ سنایا۔ اور آخر میں کچھ تھوڑا سا بیان اپنی جانب سے بھی کیا۔ بعد ازاں سوامی جی نے صرف دس بارہ منٹ تک کچھ بیان کیا۔ کیونکہ وقت مشتہرہ گذر گیا تھا۔ جلسہ کے بعد صرف ممبران سماج اور دس عیسائی اور چار یورپین موجود تھے۔ تب لیڈی بلیوٹسکی صاحبہ نے عیسائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ کسی صاحب کو ہم سے کچھ سوال کرنا ہو تو پوچھئے۔ اور یہ بھی دریافت کیجئے۔ کہ ہم لوگ کس وجہ خاص سے سوامی جی مہاراج کے پیرو ہوئے ہیں۔ مگر کسی نے دم نہ مارا۔ سب دم بخود بیٹھے تھے۔ بعدہٗ مسٹر ٹکینن صاحب ہیڈ ماسٹر سپرٹو نے چند باتیں دریافت کیں۔ جنکے جوابات شافی اسی وقت میم صاحبہ نے دئے۔ بعد ازاں کھانے کا وقت آ گیا۔ اور سب صاحب رخصت ہوئے۔ اگلے روز امریکہ والوں کے قیام گاہ پر تا بعض روساء ہیں کا مجمع رہا۔ مختلف طرح کے تذکرے اور بحث لیڈی صاحبہ اور مسٹر ٹکینن صاحب اور نیز سوامی جی مہاراج اور دیگر صاحبان سے ہوتی رہی۔ لیڈی صاحبہ نے مذہب عیسوی اور محمدی اور دیگر مذاہب کو خوب رد کیا۔ اور آریہ مذہب کی مدلل طور پر تائید کی۔ آریہ درپن میں یہ سب حال چھپا۔ اخیر میں یہ الفاظ لکھے۔ امریکہ والوں کی لیاقت اور تحقیقات میں کوئی کلام نہیں۔ خصوصاً لیڈی صاحبہ بڑی ہی عالم ہیں ایک کتاب دو جلد میں لیڈی صاحبہ نے تصنیف کی ہے۔ کہ جس میں مذہب عیسوی کی بخوبی تردید ہے۔ اور نیز دیگر جدید مذاہب کی (از آریہ درپن اگست ۱۸۷۹ء صفحہ ۲۳۲ تا ۲۳۴)

پانچویں فصل خطوط متعلقہ غلطی ہریشچندر چنتامنی

بمبئی میں کرنل صاحب آدی کے متعلق ہریشچندر چنتامنی کی طرف سے جو غلطی ہوئی اور باوجی کو جسطرح اسکا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ وہ سب حال ذیل کے خطوط سے ظاہر ہو گا

۱۔ منشی سمرتھ دان کا خط بمبئی سے۔ منشی نرائن کرشن جی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ منشی صاحب

آپ کا ۹ مارچ کا لکھا ہوا پہنچا بابو ہرسچندر چنتامن کے دوا؟ پوچھا۔ اب دیدبھاشیہ کا کام اوکت بابو سے لینے کے لئے میں یہاں آیا۔ اور سب کام بابو سے مانگا۔ لوڈ ڈیڑھ ماس ہوا کہ حساب لیتے ہیں۔ ہاں دیتے ہیں۔ بالیا کیتا رہا۔ اب میرا وچار ہے کہ جو ایک دو دن میں نہ دیگا۔ تو نالش کرنی پڑیگی۔ امریکہ والے یہاں آئے۔ سوان کے ساتھ بابو نے بری سلوک کیا۔ اور سماج میں بڑی گڑبڑ کی۔ اسلئے متی چیت سدی ۱۱ سمت ۱۹۳۶ کے دن بابو پردہ ہاتھ سے دور کئے گئے۔ اور سماج سے نکال دئے گئے۔ بھاشیہ کے چھپنے کے سب ٹکٹ اور رجسٹر آدی سب اس نے دبا رکھے ہیں۔ پرنتو پانچواں انک میں نے چھاپنے کے لئے دیدیا ہے۔ تیار ہونے کے بعد آپ لوگوں کے پاس بھیجا جاویگا۔ اتنی دیر اس انک میں بابو کے کارن سے ہوئی ہے۔ اب آپ کرپا کرکے اور لوگوں کو بھی اطلاع دیویں کہ سماج سنبندھی و بھاشیہ سنبندھی پتر و روپیہ کوئی بھی بابو کے پاس نہ بھیجے۔ کنتو بھاشیہ کا روپیہ نیچے لکھے ہوئے ٹھکانہ پر بھیجنا چاہئے۔ منشی سمرتھ دان مارواڑی بازار بمبئی پنڈت امراؤ سنگھ منتری آریہ سماج بمبئی۔ (ان دو ٹھکانوں سے ہی ٹکٹ وغیرہ بھی ملینگے۔ ۳۰ اپریل ۱۸۷۹ء)

۲۔ سوامی جی کے خطوط میرٹھ سے۔ (اول) خود سوامی جی نے منتری آریہ سماج شاہجہانپور کو پتر لکھا۔ اوم تت ست۔ منتری آریہ سماج شاہجہانپور آنند رہو۔ واضح ہو کہ سب صاحبان کے لئے ایک آنند کا سماچار پرگٹ کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کرنیل ایچ۔ ایس۔ السکاٹ صاحب اور ایچ۔ پی۔ بلیوٹسکی میڈم صاحبہ جنکے خطوط پہلے امریکہ سے آپ کی سماجوں میں آئے ہوئے تھے۔ ان سے ہمارا پہلی ہی ۵ مئی ۱۸۸۰ء کو مقام سہارنپور میں سماگم (ملاقات) ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ جیسے ان کے پتروں سے ان کی بڑی پرگٹ ہوتی ہے۔ ان کے ملنے سے ہو گئے اور بہت زیادہ پرگٹ ہوئی۔ اور اپنی ست نشٹھا ان کی ہم کو پرگٹ ہوئی۔ ان سے دو دن سہارنپور میں سماگم رہا۔ اور سماج کے سب سبھاسدوں نے بہت عزت ستکار کیا۔ اور اپدیش کا انیا نند بھی چاہا رہا۔ کہ جس سے سب کو آنند ہوا۔ اور اپدیش میں سب امیر امراء و اہلکار اور انگریز لوگ ۵ دن تک برابر آتے رہے۔ اور جس کسی نے ست شاستروں میں جو کچھ شنکا کری۔ اس کا جواب سنکر تھ مطابق رہا۔ رتھات امریکہ والوں کے صاحبوں نے سب کے چت پر لکھ کر دیا۔ کہ جتنی بھلائی اور بڑائی ہیں وہ سب دیدوں سے ہی ملسکتی ہیں۔ اور جتنے دید ورودھ مت ہیں وہ سب پاکھنڈ ہیں۔ پھر اوکت صاحب ۷ مئی ۱۸۸۰ء کو بمبئی چلے گئے۔ اور ہم کچھ دن تک یہاں پر ٹھہریں گے

پھر جو ادکت صاحبوں سے ہمارا سماگم ہوا ہے۔ یہ اس آریہ ورت آور دیشوں کے منشوں کی اُنتی کا کارن ہے۔ جیسے کہ ایک پرم اوشدھی کے ساتھ کسی سوپتھیہ کا میل ہونے سے شیگھر ہی روگ کا ناش ہو جاتا ہے۔ اسی پرکار کے سماگم سے آریہ ورت اور دیشوں میں ودیا کا پرکاش ہونے سے است روپی روگ کا ناش شیگھر ہی ہو جاویگا۔ اور ادکت صاحبوں کا آچرن اور سو بھاؤ ہم کو اتینت شُدھ پرتیت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تن من دھن سے سو پرکار ودیا کی سمپاتا کرتے ہیں اور تتپر ہیں۔ جب بابو ہریشچندر چنتامن نے ادکت صاحب لوگوں کے وشے میں یہ بات اٹھائی تھی۔ کہ یہ لوگ جادو جانتے ہیں۔ اور جلسا زوں کی طرح چھل کپٹ کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ سب بات ان کی مِتھیا ہی ہے۔ کیونکہ جسکو جادو کہتے ہیں۔ وہ سیدھے رستہ میں پدارتھ ودیا ہے۔ اس ودیا کو شُدھ لوگوں نے جادو کہا ہے۔ انہوں نے موڑکھوں کے بھرم دور کرنے کے لئے اور سستہ مارگ میں چلانے کے لئے پرکاش کیا ہے۔ کچھ دوش نہیں ہے۔ پرنتو ہریشچندر جیسے لوگوں کو دوش دکھلائی پڑتا ہے۔ اس ہریشچندر نے ان صاحبوں کے وشے میں ایسا بھرم ڈالا تھا۔ کہ جسکا ہم ورنن نہیں کر سکتے ہیں۔ پرنتو وہ سب ہمارے ملنے سے دور ہو گئے۔ دیکھو ہریشچندر جی کی بے ایمانی کہ بہت سا جھوٹ وبدمعاش کے کام میں کر چکا ہے۔ اور اب تک بھی کرتا ہی چلا جاتا ہے۔ اسلئے سب آریہ بھائیوں کو واجب ہے۔ کہ اسکو آریہ سماجوں سے بہشکرت (خارج شدہ) ہی کہیں۔ اور آگے کسی پرکار کا ورتاؤ اس سے نہ کریں۔ دیکھو پہلے کال ہمارے رشی منی لوگوں کو ایسی پدارتھ ودیا آتی تھیں۔ کہ جس سے آتما کے بل سے سب کے انتشکرن بھید کو جان لیا کرتے تھے۔ جیسے باہر کے پدارتھ ودیا سے ریل تار آدی سدھ کئے جاتے ہیں۔ اب تار آدی ودیا کو شدھ لوگ جادو سمجھتے ہیں ویسے ہی بھیتر کے پدارتھوں کے یوگ سے یوگی لوگ ادبھت کرم کر سکتے ہیں۔ اسمیں کچھ آشچریہ نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح لوگ جس ودیا کو باہر سے پدارتھوں سے سدھ کر سکتے ہیں ان سے کئی گنے ادھک بھیتر کے پدارتھوں سے سدھ کر سکتے ہیں۔ جیسے باہر کے پدارتھوں کا باہر سے اپیوگ ہوتا ہے۔ ویسے ہی اندر کے پدارتھوں کا بھیتر سے اپیوگ ہوتا ہے جیسے استھول پدارتھوں کی کریا سے آنکھوں سے باہر دکھلاتا ہے۔ ایسے سوکشم پدارتھوں کی کریا آنکھوں سے نہیں دکھلائی پڑتی۔ اسلئے لوگ آشچریہ مانتے ہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت سے دھوُرت لوگ اس ودیا کو نہیں جانتے۔ جھوٹے جال رچکر ست ودیا کو بدنام کرتے ہیں۔ اس کارن سے جھوٹوں کا تِرسکار اور سچوں کا ستکار ہونا اچت ہی ہے۔ جس سے کسی کا است پرگٹ ہو جاوے۔ اس سے اسکا پرتیاگ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ہم لوگوں نے دیکھے ہریشچندر کا کپٹ پرگٹ ہوا۔ اسلئے اپنی آریہ سماجوں سے باہر کیا گیا۔ اسی طرح

میں کسی آدمی کا جھوٹ ظاہر ہو جاوے۔ تو اسکو تمام کال اپنی سماجوں سے الگ کر دو۔ چاہے کوئی کیوں نہ ہو۔ است بادی کی سربدا پرکشا کرتے رہو۔ اسی کا نام سد دھرم ہے۔ ایسی ست پرشوں کا لکشن ہے۔ تب اسکو گیان ہو جاوے۔ کہ جب اپنے نیچے کے ہوئے میں سے بھی است جا لے اور اسکو اس سے تیاگ دے۔ تو ایک کے سامنے دوسرے کا جھوٹ چھوڑ دینا کیا اچنبھا ہے۔ ایسے کام کے چیونا پاسند ہار ہو سکتا ہے۔ نہ دوسرے کلمہ ہار کر سکتا ہے۔ اب اس چہرے کو اس برتانت پر پورن کرتا ہوں۔ کہ ان صاحبوں کے پورے بہتروں لیتے خطوط اور دونوں کی بات چیت کرنے سے نتیجہ ہو گیا ہے۔ کہ ان کا تن من اور دھن ست کے پرکاش اور است کے ناش کرنے اور سب منشوں کے ہت کرنے میں ہے جیسا کہ اپنے لوگوں کا سرو تھا نیچے سے اور پرلگ ہے۔ ۸ مئی سنہ ۱۸۸۰ء بمقام میرٹھ۔ یہ خط آریہ درپن ماہ اگست سنہ ۱۸۸۰ء صفحہ ۲۲۲ سے ۲۳۴ تک اور رسالہ ودیا پرکاشک ماہ اگست سنہ ۱۸۸۰ء صفحہ ۴۵ سے ۷۶ تک اور رسالہ آریہ سماچار میرٹھ جلد ۲ صفحہ ۹ سے ۱۳ تک ماہ جیٹھ سمت ۱۹۳۷ جلد نمبر ۲ میں چھپا۔

دوم۔ ہم ڈیرہ دون سے چلکر سہارنپور آ گئے۔ اور وہاں پر السکاٹ صاحب اور بلواٹسکی لیڈی دیسول جی ٹھاکر سے۔ جو کہ امریکہ سے آئے ہیں۔ ملاقات ہوئی۔ وہ دونوں دو چار ٹھہر کر ہم میرٹھ آ گئے ہیں۔ یہاں پر پانچ چھ دن ٹھہرینگے۔ بیچارے صاحب بمبئی کو واپس جاوینگے اور ہم کچھ دن ہی واس کرینگے۔ یہ تو آج کل کچھ انکا حق نہیں ہے۔ صاحب کی اور ہماری رائے ملتی ہے۔ کسی پرکار کا بھید نہیں ہے۔ اور جو کچھ ہری شچندر نے ان کے حق میں شنکا والی تھی۔ وہ سب دور ہو گئی ہے۔ صاحب استھت شدھ انتہ کرن سجن پرش ہیں۔ ان میں کسی پرکار چھل چھدر نہیں ہے۔ یہ تو ہری شچندر نے ایسا کپٹ کیا کہ جسکو ہم کہہ نہیں سکتے ہیں۔ ہر شخص کو اب ہوشیار رہنا چاہئے۔ بیساکھ شدی ۱۴ سمت ۱۹۳۷۔ دیانند سرسوتی

سوم۔ کل السکاٹ صاحب اور بلواٹسکی لیڈی سماج میں گئے تھے۔ اور آج السکاٹ صاحب صدر میرٹھ میں اپدیش کرینگے۔ اور کل پرسوں یہاں سے بمبئی جانے والے ہیں۔ ان صاحبوں کی آپکی سماج سے کوئی بات ورودھ نہیں ہے۔ اور حقیقت انکو اچھی طرح سمجھا دی ہے۔ کیونکہ چار پانچ دن سے جو ہم ان کے ساتھ بات کرتے ہیں تو بالکل یہ لوگ شدھ انتہ کرن ہوتے ہیں۔ اور تھیوسوفیکل سوسائٹی کا بھی ٹھیک یہ پریوجن تھا۔ کہ سب متوں کے لوگ اس میں داخل ہوں۔ اور اپنی اپنی سمتی دیویں۔ اب آریہ سماج کے ممبروں کو جس پرکار آپ کی آگیا ہوگی۔ اسی پرکار کیا جاویگا۔ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اور جو آریہ سماج کے ممبروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ وہ تھیوسوفیکل سوسائٹی میں نہیں رہیگا۔ اس برتانت کو جب ہم لوگ بمبئی آویں گے۔ تب تم کو سمجھا دینگے۔ ۵ مئی سنہ ۱۸۸۰ء میرٹھ۔

۳۔ اور خطوط سے اقتباسات میرٹھ سے پاتال لوک یعنی امریکہ کو روانہ بھی ہو گئے۔ اور سوامی جی اپنے دورے میں رہے۔ تاہم خط و کتابت ان سے یا ان کے متعلق اوروں سے ہوتی رہی اور تحقیق کا حال معلوم ہوتا رہا۔ اشارۃً کئی باتوں کا پتہ ذیل کے اقتباسات سے لگیگا۔

اول۔ پاتال دیش یعنی امریکہ والوں کا پتر تمہاری معرفت کا اب تک نہیں پہنچا ہے۔ ان کو ہمارا نمستے کہکے کشل پوچھنا۔ اور اب وہ کیا کام کرتے ہیں۔ سو لکھتے رہنا۔ جب بابو چھیدی لال وشنو نرائن گماشتہ کمسریٹ میرٹھ کی کوٹھی پر دورے اترے تھے۔ ان کو ہم بکھر چھپوا کر بھیجنے کو کہہ گئے تھے۔ سو اب تک نہیں بھیجا شاید بھول گیا یاد دلا دینا۔ ہم یہاں سے پرسوں علیگڑھ جاوینگے۔ ۶ مئی ۱۸۸۰ء۔ میرٹھ۔ دیانند سرسوتی۔ جیٹھ بدی ۳ منگلوار۔

دوم۔ امریکہ کو جو چٹھی لکھی اس میں کرنل صاحب کو اپنی جانب سے کاغذات پر دستخط کرنیکا اختیار دیتے ہیں۔ سیلون کی چٹھی ہم نے ان کے پاس واپس کی ہے انکو ہمارا نمستے۔ ۲۸ مئی ۱۸۸۰ء مقام امرتسر دیانند سرسوتی۔

سوم۔ امریکہ والوں سے ہمارا نمستے کہدینا۔ وید بھاشیہ کے انگریزی کرنے کے وشے میں امریکہ والوں کے پتر کا اتر ہم نے بھیجدیا ہے۔ اس کا اتر ابھی تک ہمارے پاس نہیں پہنچا۔ ان کے پاس جاوے تو پرسنگ سے کہدینا۔ کہ اب تک ہمارا شریر اچھا نہیں تھا۔ اسلئے ولایت کی چٹھیوں کا اتر نہیں بھیجا ہے۔ اب کچھ شریر اچھا ہے۔ اب بھیجیں گے۔ وہاں بھی ہیں اس سے ہم نہیں جا سکتے۔ کنتو چند سے دانا پور کو جاوینگے۔
۳۱ جولائی ۱۸۸۰ء مراد آباد۔

چہارم۔ آج مراد آباد سے بدایوں جاتے ہیں۔ ہمارا شریر بہت دنوں سے بیمار ہے اتی دربل ہو گیا ہے۔ سو تم جا کر امریکہ والوں سے کہنا کہ اور کچھ نہ سمجھیں۔ ہمارا شریر دو دن سے کچھ اچھا ہے۔ جو ایسا ہی رہیگا تو ہم ان کے پتروں کا اتر شیگھر بھیجیں گے اور اپنے ہم سے کیرون جیسا ابھی کچھ سنسکرت سے دیوناگری اور انگریزی میں کر کے ان کے پاس بھیج دینگے۔ اور دونا پتے کے پتروں کا اتر بھی جلدی بھیجینگے۔ امریکہ والے لوگ ہمارا پتر چھاپینگے۔ سو انکو سمجھا کر آدمی سے باتیں سمجھا دینا ۱۴ اگست ۱۸۸۰ء دیانند سرسوتی۔ بریلی۔

پنجم۔ امریکہ والوں کے پاس ہم ایک پتر بھیجینگے۔ تو اس میں سب باتیں لکھینگے آپ میں کوئی زیادتی ناتا تھا۔ یہ بات ہم نے کسی ہوش کی نہیں ٹھیک نہیں سمجھتے۔ اس لئے ہم پتر میں نہیں لکھی اور ایک سادھو سمندر پر جاتا تھا۔ یہی اسکے جو باتیں جب سے کہ اپنے نہ لکھی ہونگی ۷ ستمبر ۱۸۸۰ء دیانند سرسوتی از شاہجہانپور۔

ششم۔ اور کرنیل الکاٹ صاحب کے تیر آئے۔ اسکا جواب پیچھے سے تم کو ناگری میں آ بھیجیں گے۔ اسکی نقل انگریزی میں کرکے دیدینا۔ تو ہم براہ راست بھیجدیا کریں۔ ۱۱ اکتوبر ۱۸۷۹ء کاشی پور۔ دیانند سرسوتی۔

۱۸ نومبر ۱۸۷۹ء کو سوامی جی پنجبر وید بھاشی کو لکھتے ہیں۔ کرنیل الکاٹ صاحب کو میرے شریر کا حال وقت نہیں ہے۔ کہ دس ماہ تک تو دستوں کی بیماری رہی پشچات ایک بڑا پھوڑا ہونے لگا۔ سو تین بار آکر پھوٹ گیا ہے۔ اب دونوں بیماریاں نہیں ہیں۔ یہ سوچ بچار کرو۔ کہ اتنی بیماری کے پشچات شکتا اور سہنشکتی کتنی ہو سکتی ہے اس میں بھی ہم کو کتنے کام اوشیہ ہیں۔ دن سے دم بھر اوکاش نہیں ملتا۔ جو ایک جنم چرتر کے لکھنے لکھوانے کا کام ہی ہوتا۔ تو ایک بار لکھ لکھوا کے بھیجدیا ہوتا ۱۸ نومبر ۱۸۷۹ء اندوانا پور۔ دیانند سرسوتی۔

چھٹی فصل بنارس میں ملاقات

سوامی جی ۹ دسمبر ۱۸۷۹ء کو دانا پور سے بنارس پہنچے۔ کرنیل صاحب وغیرہ (جو تھیوسوفسٹ اخباروں میں وید ست اور سوامی جی کی تعریف کرتے تھے) سے یہاں بھی ملاقات کا نتیجہ ہوا۔ چنانچہ وہ بابو مادھو لال کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

کہ تاریخ ۱۵ دسمبر کو صاحبان انگریز بمعہ ذیل بنارس تشریف لاکر میرے پاس راجہ وجے نگر کے باغ میں جو قریب محمود گنج ہے فروکش ہونگے۔ انسے اپنا کو کہا جاتا ہے۔ کہ اگر آپ کو ان انگریزوں سے ملاقات کرنی ہو۔ تو سوموار تک میرے پاس باغ مذکورۂ بالا میں چلے آئیے۔ اور براہ مہربانی ذرا چھپرا میں مہاشیہ وغیرہ کو بھی اس امر سے مطلع کیجئے۔ ۱۲ دسمبر ۱۸۷۹ء۔

نام ان صاحبان انگریزوں کے جو بنارس میں ۱۵ کو آوینگے کرنیل ایچ ایس الکاٹ صاحب بہادر امریکن۔ میڈم ایچ پی بلیوٹسکی صاحبہ ای ۔ ایف سنیٹ صاحب سمپادک پانیر اخبار الہ آباد۔ علاوہ ان انگریزوں کے ان کے سہائی اور بھی دو تین انگریز ہیں دیانند سرسوتی۔

یہ صاحبان تاریخ مقررہ پر آگئے۔ میرٹھ پور تک ملاقات ہوتی کئی نشستوں میں اچھی طرح بحث مباحثہ ہوا۔ اور یوم تک یہاں تک کہ سب باتوں کا تصفیہ ہوا۔ یہاں سوامی جی کو بعض اشارات ملنے لگے جو ظاہر کرتے تھے۔ کہ جو کچھ امر کے سے آئے خطوط میں یہ لوگ ظاہر ہوتے تھے۔ ویسے ان کا عملاً کام ہونا کٹھن ہو گا

ساتویں فصل ملاقات بمقام میرٹھ

۱- وشواس ہو گیا ہیں۔ سب لوگوں پر آریہ سماج اور تھیوسوفیکل سوسائٹی کا جیسا سمبندھ
ہے۔ ویسا پرکاشت کر دیا مجھ کو اتینت اچنبھا اس لئے ہوا۔ کہ اس دیش میں مجھ
سے بہت شخص پوچھنے لگے۔ اور اس کا ٹھیک مطلب نہ جان کر الٹا نتیجہ کرنے لگے
کہ آریہ سماج تھیوسوفیکل سوسائٹی کی شاکھا (شاخ) ہے۔ اتیادی بھرم کی نوبت کر
دی اور ٹھیک ہوئی۔ جو ایسی باتوں کے پربندھ ریتی سے اشدھ ہو گئے۔ تو بہت منشوں
کو اتینت بھرم بڑھ کر پریت بھنگ ہونے کا سمبھو ہو جاتا ہے۔ اس لئے سب آریوں اور انگریزوں
کو اسکا صاف صاف پرتیاپن ودت کرتا ہوں۔ کہ جس سے صاف درلبھتا اور بھرم اور بھید ہو
کے سب کو آنندی سدا پڑھنا جانئے۔ بابو ہریشچندر چنتامن جو کسی سمے بمبئی آریہ سماج
کے پردھان تھے۔ ان سے نیویارک نگر امریکہ کی تھیوسوفیکل سوسائٹی کے پردھان
ایچ۔ ایس۔ کرنل الکاٹ صاحب نے اور ایچ۔ پی۔ میڈم بلیوٹسکی آدی نے کچھ دن آگے
پتر دوارا ایک دوسری سبھا کے نیم آدی جاننے کے ارتھ سمت ۱۹۳۵ چیتر میں میرے پاس
بھی پتر نیویارک سے آیا تھا۔ ہم کو بھی آریہ درش پرامین ویدوکت دھرم ابھیشٹ ہے دیا
وہاں بھیجئے۔ میں نے اس کے اتر میں اتینت پرسنتا سے کہا۔ کہ مجھ سے جتنا اپدیش
ہو سکے گا۔ دیتا رہوں گا۔ اس کے پشچات انہوں نے ایک ڈپلوما میرے پاس اس
لئے بھیجا۔ کہ جو تھیوسوفیکل سوسائٹی آریہ ورتیہ آریہ سماج کی شاکھا کرنے کے وچار کا
لکھ تھا۔ جب وہ ڈپلوما پھر یہاں سے وہاں گیا۔ سبھا کر کے سبھاسدوں کو سنایا۔
تب بہت سے سبھاسدوں نے اس بات میں پرسن ہو کر اس کا سویکار کیا۔ اور بہتوں
نے کہا۔ کہ ہم ٹھیک ٹھیک جان کے پشچات اس بات کو سویکار کریں گے۔

جب وہاں ایسا مدعہ پیش ہوا تب پھر میرے پاس وہاں سے پتر آیا کہ
اب ہم کیا کریں۔ اس پر میں نے پتر لکھا۔ کہ یہاں آریہ ورت میں اب تک بھی بہت منش
آریہ سماج کے نیموں کو سویکار نہیں کرتے۔ تھوڑے سے کرتے ہیں۔ تو وہاں ایسی
بات کے ہونے میں کیا اچنبھا ہے۔ اس لئے جو منش آریہ سماج کے نیموں کو اپنی پرسنتا
سے مانیں۔ وے ویدمت انویائی اور جو نہ مانیں۔ وے کیول سوسائٹی کے سبھاسد
رہیں۔ ان کا الگ ہو جانا اچھا نہیں۔ اتیادی ورتانت لکھ کے میں نے بابو ہریشچندر چنتامنی
کے پاس پتر بھیجا۔ اور لکھ دیا۔ کہ اس پتر کی انگریزی کر کے شیگھر وہاں بھیج دیجئے۔ پرنتو
انہوں نے وہ پتر نیویارک میں نہ بھیجا۔ جب سے میرے پتر کا اتر وہاں نہ پہنچا۔ تب جیسا
میں نے اتر لکھا تھا۔ ویسے ہی وہاں دیا گیا۔ کہ جو ویدوں کو پرتیچا سے مانتا ہو انکی الگ شاکھا
وے ویدک شاکھا میں گنے جاتے ہیں اور آریہ سماج کی شاکھا رہیں۔ پرنتو وہ سوسائٹی کی
بھی شاکھا رہیں۔ کیونکہ وہ سوسائٹی نہیں ایک الگ ورت ہیں۔ اس سمت نہ آریہ سماج تھیوسوفیکل
سوسائٹی کی شاکھا اور نہ تھیوسوفیکل سوسائٹی آریہ سماج کی شاکھا ہے۔ ایسا سب

منتوں کو جاننا اوچت ہے۔ اس سے زیادہ بحث کرنا کسی کو یوگ نہیں۔ دیکھئے یہ بڑے تعجب
کی بات ہے کہ جس سے بمبئی میں آریہ سماج کا استھاپن ہوا۔ اسی سے نیویارک میں
تھیوسوفیکل سوسائٹی کا آرمبھ ہوا۔ جیسے آریہ سماج کے (اودیش) نیم لکھ کے مانے گئے ویسا
ہی (اودیش) نیم تھیوسوفیکل سوسائٹی کے تجویز ہوئے۔ اور جیسا اتر میں نے بمبئی کے
شہر میں باہر لکھ کے ویدک شاکیا اور سوسائٹی کے لئے بھیجا تھا۔ اس کے پہنچنے کے پہلے
ہی نیویارک میں ویسا ہی کارج کیا گیا۔ کیا یہ سب کارج ایشور پریم کے انوسار نہیں
ہیں کیا ایسے کارج ایک جیو کے سامرتھ سے باہر نہیں ہیں۔ کہ جیسے کارج پرتھوی
کے اوپر جس سمے میں ہوئے۔ ویسے ہی پرتھوی کے تلے (پاتال) امریکہ میں اسی
سمے ہو جاتے ہیں۔ یہ بڑی اچنبھے کی باتیں جنگی شانتی سے ہوتی ہیں۔ امریکہ پانچ ہزار برسوں
کے پہلے آریہ ورت کے وارک منتوں اور پاتال امریکہ نواسی منتوں کا بیوہار
سناتن شری پرکشت دھرم ویوہار وغیرہ باندھ ہوتی پریم پرکٹ کیا ہے۔ اس سرب شکتیمان
پرماتما کو کوٹی کوٹی دھنیہ واد دیتا ہوں۔ کہ جو سرب شکتیمان سرب ویاپک دیالو۔
نیاکاری پرماتما جیسا آپ نے کرپا سے پرکٹ کیا ہے۔ ویسے ہی ان سب پرماتما
دونوں منتوں کو بھی ویدوکت ست مارگ میں ٹھہرائے رکھے۔ کہ جس سے پرسپر دو
چھوٹا ہو کے سب منش ایک دوسرے کی ہانی کرنے سے پرتھک ہو کے اپنوں
کا سدا اپکار کیا کریں۔ ویسا ہی ہے منشو آپ لوگ بھی اسی پرمیشور کی پرارتھنا پوروک پرشارتھ
کریں۔ کہ جس سے ہم سب لوگ ایک دوسرے کو کھوٹے جھگڑے اور انیائے سے بچتے
رہیں۔ یہ ہے منشو جیسا آپ منشو کو پانچ ہزار برسوں کے پہلے تھا۔ ویسا ہم لوگ
کب دیکھیں گے۔ وہیں ہم نے منش کو جیسا اپنا ہت چاہتے۔ اور اہت نہیں چاہتے تھے
اور ویسا ہی برتاؤ ان سے سب کے ساتھ سدا کرتے تھے۔ کیا یہ چھوٹی بات ہے۔ اس
بچنے میں بڑا جھگڑا یہ ہے کہ جو جو باتیں سب منشوں کے ماننے کی ہیں۔ جتنے سچا پر
کے لئے کوئی بھی منش ساکشی نہیں دے سکتا ہے ان باتوں کو ہم ان سے خلاف کرو ہم
جان ان کے بھوگو سیتہ منتوں کو دھرم کی باتوں کا گرہن کرنا اور ادھرم کی باتوں کو چھوڑ
دینا کیا کٹھن اور مشہور ہے جس نے ایسا ہی ورتمان پانچ ہزار برسوں سے پہلے تھا۔ اسی
لئے کوئی دوسرا ست پرچت نہیں ہوتا تھا۔ جیسے اگیان سے آجکل سب منش ایک ایک
اپنی اپنی قوم اور ایک ایک اپنے اپنے مذہب کی بڑھتی اور سب کی ہانی کرنے میں پرورت
ہو رہے ہیں۔ ویسے ویدمت کے پرچار کے ہیں نہ تھا۔ کنتو سب منش سب کی بڑھتی کرنے میں
پرورت ہو کر کسی کی ہانی کرنا کبھی نہیں چاہتے تھے۔ سب کو اپنے سمان سکھ دکھی دیکھو مانتے
اور سب کو سکھی کیا کرتے تھے۔ ویسے ہی اب بھی ہونا اوشیہ چاہئے۔ کیا جب سب دیش کے
دونوں منش ہو ستارتھ سے ست ست باتوں میں ایک متی ہو کے رہیں تو نہیں ایک دیش کی ایک

ست کیا چاہیں۔ تو اصحابو! وہ کٹھن ہے آبھی نہیں کنتو سنجوگ والا ہی تم ہے۔ جیسا دو دانوں کے دودھ اور میل سے سنتونکو ہانی اور لابھ ہوتا ہے ماننے سے شرا کتنی ہانی اور لابھ دو والو کے دودھ اور میل سے ہوتا ہے اسلئے سب جن دو دان سے سنتونکو اتیت اُچت ہے کہ سنگیہ دودھ سنتونکو چھوڑان سے دودھ باتوں کو ادھرم مان کے ایک اور دھرمت کا گرہن کریں جسے آنند ہلا بھی و دیا آوی شاستر پڑھیں سب رشی منی اور میرا ہی سدہانت اُچت ہے ۔

مذہبی ماتوں کے سامنے اوپک لکھنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ دو سے تھوڑے ہی لکھنے سے سب کچھ جان لیتے ہیں۔ ادم بی تراول و دی ۵ سمبت ۱۹۳۶۔ مشاکنتر سوامی دیانند سرسوتی

ملاقات بمقام میرٹھ

۱ ستمبر تا ۲۱ ستمبر ۱۸۷۹ء

۲۔ **کرنیل صاحب کا ملنا۔** ۱ ستمبر ۱۸۷۹ء کو کرنیل صاحب مع میڈم بلیوٹسکی صاحبہ کے شملہ جاتے ہوئے سوامی جی مہاراج کی ملاقات کے لئے یہاں تشریف لائیں۔ اور بابو چھیدی لال صاحب گماشتہ کمسریٹ کی کوٹھی پر فروکش ہوئیں۔

فرنگیوں میں سبب سے تذکرے ہوئے۔ اور امریکہ والوں نے یوگ ودیا وغیرہ کی نسبت بوساطت پنڈت بلدیو پرشاد صاحب ہیڈ ماسٹر نارمل سکول میرٹھ کے بہت سے بیانات سوامی جی سے سنے۔ اور دریافت فرمائے۔

۳۔ **اختلاف کی جھلک۔** اگرچہ کرنیل صاحب اور میڈم صاحبہ آج تک آریہ سماج کی ہر بات کو تسلیم کرتے آئے تاہم اسوقت ان کی طرف سے بعض باتوں میں کچھ اختلاف بھی معلوم ہوا۔ چنانچہ سماجکے ایک دو شخصوں اور ایشور سمبندھی باتوں میں باہمی رد و بدل رہا۔ لیکن معقول سمجھے۔ آن را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔ سب باتوں کا جواب تسلی بخش دیا گیا۔ ما بعد تھیوسوفسٹوں نے جو اس بارے میں آریہ سماج پر لکھا ہے۔ لیکن مجھ کو یقین ہے کہ اگر وے سوامی جی کے بیانات کو اس بارہ میں سنتے۔ تو بے شک حق ناحق کو سمجھ جاتے مگر وے تو ایسے سٹ پٹائے۔ کہ ایشور سمبندھی میں اپنا عقیدہ ظاہر کرنے کو گھبرا گئے۔ اور گفتگو کرنے یا سننے کو باوجود سوامی جی کے اصرار کرنے کے بھی جناب راضی نہ ہوئے۔

۴۔ **کرنیل صاحب کے لیکچر۔** آپ نے دو روز سماج میں جاکر تھوڑی تھوڑی دیر تک انگریزی میں اپنے مضمون کے سفر کی کیفیت کو سنایا۔ پھر اس دیش والوں کو زمانہ سلف کی خوبیاں سنا کر افسانہ دلایا۔ اور ایک روز بابو چھیدی لال صاحب کی کوٹھی پر لیکچر دیا جس میں انہوں نے اول آریہ سماجیوں کو جنکا ترجمہ انگریزی میں پیدا

صاحب نے ان کو کردیا تھا۔ حاضرین جلسہ کو پڑھ کر سنایا۔ بعد ازاں اپنی سوسائٹی کے اصولوں کو پڑھا۔ اور ایک دوسرے کا مقابلہ کرکے دکھایا۔ پھر سیلون کے سفر کی حقیقت وہاں کے پادریوں سے مباحثہ کی کیفیت کو بیان کیا۔ اور سوامی جی مہاراج سے جو کچھ اس مرتبہ گفتگو ہوئی تھی۔ اسکو بھی جسکا ذکر میں مختصراً لکھ چکا ہوں اور تھیوسوفیکل سوسائٹی اور آریہ سماج کا تعلق بیان کیا۔ جسکو سوامی جی نے بھی اس سے پہلے بذریعہ بھاشا کے وگیاپن کے مشتہر کیا تھا۔ اسکے بعد وے اگلے روز شملہ کو روانہ ہو گئے۔ یہ حال آریہ سماچار میرٹھ صفحہ ۲۲۲ و ۲۲۳ ماہ کارتک سمت ۱۹۳۷ جلد ۲ نمبر ۱۹ میں چھپا۔

۵۔ بعد کی خط و کتابت۔ اس کے بعد خط و کتابت جاری رہنے کا ثبوت حسب ذیل اقتباسات سے ملتا ہے۔

اول ۱۲ مارچ سنہ ۱۸۸۳ء کو اجمیر سے بھائی جواہر سنگھ کو ایک خط میں لکھتے ہیں:۔ "میڈم بلیوٹسکی کے پتر کا اوتر جو تم نے بھیجا تھا۔ سو آگیا۔ اور اسکا اتر بھی ہم نے بمبئی میں بھیجدیا۔"

پھر دوسرے خط میں جو ۲۲ جولائی سنہ ۱۸۸۳ء کا ہے۔ "لیڈی بلیوٹسکی کے خط کا جواب ہم نے دیدیا ہے۔ اسمیں خاص بات یہی ہے کہ ہم جہاں تک ہوسکے تمہاری ہر طرح مدد کرتے رہینگے۔ اور تمہاری سوسائٹی کے سبھاسد ہیں۔"

آٹھویں فصل۔ آخری ملاقات بمبئی میں

۱۔ ترک کرنے سے کرنل صاحب کی پہلو تہی۔ سوامی جی کے آنے اور کرنل صاحب آدی کے استقبال کرنے وغیرہ کا ذکر بمبئی کے حال میں آچکا ہے۔ اب یہاں صرف یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ میرٹھ میں جو ذکر ان کا ایشور و شئے کا ہوا۔ اس سے سوامی جی کو شک ہوگیا کہ وہ درحقیقت ناستک ہیں۔ وہ وہاں ہی ترک کرنے پر زور دیتے تھے۔ پھر بمبئی آتے ہی انہیں ایک بات نشچے کرنے کو کہا۔ بعد میں بھی وچار سنبھالنے پر زور دیتے رہے۔ اور آخر ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۸۲ء کو ایک چٹھی اس مضمون کی میڈم بلیوٹسکی اور کرنل الکاٹ کے نام بمبئی سے لکھوائی کہ میرٹھ میں آپ نے ایک ویاکھیان دیا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ لوگوں کو ایشور کی موجودگی میں شک ہے اور آپ لوگوں نے جو امریکہ سے چٹھی پہلے لکھی تھی۔ اپنے مذہب کا نام اسمیں تھیوسوفسٹ لکھا تھا۔ ہم نے لفظ تھیوسوفسٹ کے معنے انگریزی جاننے والوں سے دریافت کئے ان لوگوں نے لغت ملاحظہ کرکے ٹھیک یہ جواب دیا تھا کہ لفظ تھیوسوفی کے اصلی معنی ایشور کی بھگتی کے ہیں۔ پس اس سے ہم نے سمجھا تھا کہ تم لوگ ایشور پرست

ہو۔ اس لئے تمہارے ساتھ مناظرہ کرنے میں میرے لئے کوئی رکاوٹ نہیں رہی تھی۔ اب تمہارے دیا کھیان اس کے خلاف دیکھتے ہیں۔ اور ہم سے تم سے مناظرہ ہو چکی ہے بس کل کے روز یا جتنا جلد ہو سکے۔ تم میرے پاس چلے آؤ۔ یا ہم کو اپنے پاس بلا لو۔ یا کوئی اور جگہ مقرر کرو۔ کہ جہاں ہم دونوں مل کر اس وشے میں مباحثہ کریں۔ اگر تم سے ہو سکے۔ تو ہمارے دل سے ایشور کا خیال اٹھا دو۔ اور اپنے جیسا بنا لو۔ ورنہ ہم سے ہو سکیگا۔ تو ہم تم کو ایشور کا ثبوت پہنچا دینگے۔ اور تم کو اپنے جیسا بنا دینگے۔ اس خط کو سوامی جی نے بمبئی کے رہنے والے ایک رئیس کے حوالہ کیا۔ کہ جاؤ۔ اس کا جواب لے آؤ۔ ہم کو کئی روز آئے ہو گیا۔ اور جس روز بمبئی میں اترے تھے۔ اسٹیشن پر لینے کیواسطے کرنیل الکاٹ اور بلیوسکی بھی گئے تھے۔ اور اسی وقت ہم نے ان سے کہا تھا۔ کہ ایشور کے وشے میں جو خیال ہے۔ اسکا ہمارے تمہارے بیچ میں ایک ہونا بہت ضروری ہے۔ تو ان لوگوں نے کہا۔ کہ اسمیں جلدی کیا پڑی ہے۔ کسی نہ کسی روز ہو رہیگا۔ ہم نے جواب دیا کہ یہ سب سے ضروری بات ہے۔ اس میں دیر کرنا غیر مناسب ہے۔ مگر تا ہنوز نہ الکاٹ صاحب نہ بلیوسکی صاحبہ نے اسکا کوئی بندوبست کیا۔ تم جا کر زبانی بھی سمجھا دینا۔ کہ ہم کو اس بات کی بڑی خواہش ہے۔ اگر وہ اس بات سے انکار کرینگے۔ تو ہم لوگوں کے درمیان مترتا رہنی دشوار ہو جائے گی۔ کیونکہ میں ناستکوں کے کھنڈن کرنے میں سستی کرنا گناہ سمجھتا ہوں۔

غرضیکہ وہ آدمی گیا۔ اور دوسرے وقت میں یہ جواب لایا۔ کہ الکاٹ صاحب جی وسور چلے گئے۔ اور ہم کو فرصت نہیں ہے۔ کہ ہم آپ سے اس بارہ میں مباحثہ کریں۔ میڈم صاحبہ اس سے پہلے ہی ایک دو چٹھیوں میں طرز تحریر سے ظاہر کر چکی تھیں۔ کہ وہ کچھ اور رنگ بدل رہی ہیں۔

۲۔ **سوامی جی کا الٹی میٹم۔** غرضیکہ مناظرہ کرنے کو تو نہ آئے۔ ہاں ان کی تحریر تقریر کی رپورٹ اس ظاہر کرتی تھی۔ کہ وہ اس عزت کو جو بھارت ورش میں انہیں محض سوامی جی کے پرتاپ کی معلوم نہیں کر سکے۔ بلکہ وہ ان بدن گزارت کیطرف جا کر یہ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ کہ ہم بھارت باسیوں کو مرید بنا لینگے۔ چنانچہ۔ الغرض ۲۴ مارچ ۱۸۸۲ء بروز چہار شنبہ کو سوامی جی نے دوسرا خط ایک پارسی سے لکھوایا۔ کہ الکاٹ صاحب نے ہم سے قول کیا تھا۔ کہ ہم جلد اس بارہ میں مباحثہ کرینگے۔ اور اس وعدہ کو بنا پورے کئے دوسری جگہ چلے گئے۔ سو اگر ان چار روز میں آپ اکیلی یا ساتھ الکاٹ صاحب کے آکر اس جھگڑے کو نہ نبٹا لو۔ تو میں سہ شنبہ ۲۸ مارچ ۱۸۸۲ء کو تمہارے برخلاف دیا کھیان کاؤ جی ہال میں دونگا۔

۳۔ **تھیوسافسٹوں سے قطع تعلق کا لکچر۔** جب اس خط کا کوئی جواب نہ آیا۔ تو

اپنی تحریر کے مطابق تاریخ معینہ پر کہ جس کا نوٹس وہاں کے دو اخبارات گجرات [illegible]
میں چھپ گیا تھا۔ سوامی جی نے کاؤجی ہال ۵ بجے سندھیا کے منتخب آدمیوں کے
بیچ۔ اور قریباً ساتھ آٹھ سو آدمیوں کے مجمع میں وہاں تھیوسوفسٹوں کے برخلاف
لیکچر دیا۔ بیچ بیچ میں جہاں ضرور ہوتا تھا۔ ان چٹھیوں (جو السکاٹ صاحب نے امریکہ سے
سوامی جی کے پاس ارسال کی تھیں) میں سے جہاں جہاں ایشور کی بابت ذکر تھا۔
اصل الفاظ پڑھوا کر سناتے تھے۔ دو گھنٹہ تک لیکچر ہوا۔ آخر میں سوامی جی کے کہنے
کے مطابق پنڈت بابو جنک دھاری لال نے بھی تقریر کی۔"

۴۔ اس قطع تعلق کی سماجوں کو اطلاع۔ حسب مذکورہ لیکچر کے ایک چٹھی مطبوعہ
تھیوسوفسٹوں سے قطع تعلق کے لئے بمبئی میں طبع کرایا۔ اور اس چٹھی کے ساتھ
سماجوں میں ارسال کیا۔

"سکریٹری آریہ سماج امرت سر۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے بارہ میں ہم نے اس
جگہ ہیڈر چھپوایا ہے۔ تم کو بھیجتے ہیں۔ تم ان کو چھوٹی چھوٹی سماجوں میں بھیج دینا اور
جب یہ پہنچے۔ تو اسکا ایک ویاکھیان دے دو۔ کہ سوامی جی نے تھیوسوفسٹوں
سے قطع تعلق کر دیا ہے۔" اخیر مارچ ۱۸۸۲ء از بمبئی۔

تھیوسوفسٹوں کی گول مال پول پال۔ شری سوامی جی نے اور آریہ سماج
کے لوگوں نے ان کے پورب پتر اور بیوپاروں سے یہ انومان کیا تھا کہ ان سے آریہ
ورت دیش کا کچھ اپکار ہوگا۔ پرنتو وہ انومان ویرتھ ہو گیا۔

(۱) کیونکہ جو جو انہوں نے پرتھم اپنی چٹھیوں میں پرستاؤ کیا تھا۔ کہ ہماری تھیوسوفیکل
سوسائٹی آریہ سماج کی شاکھا ہوئی۔ اس سے یہ لوگ بدل گئے۔

(۲) انہوں نے کہا تھا۔ کہ ویدوکت سناتن دھرم کے گرنتھ اور سنسکرت ودیا پڑھنے
کو ودیارتھی ہونے کے لئے آئے ہیں۔ وہ تو نہ کیا کسی دھرم کو نہیں مانتے
اور نہ کچھ کسی دھرم کی جگیاسا کی۔ نہ آج تک سنسکرت ودیا پڑھنے کا آرمبھ کیا۔ اور نہ
کرنے کی آشا ہے۔

(۳) انہوں نے کہا تھا۔ کہ جو اس سوسائٹی کے سبھاسدوں سے فیس آوے گی وہ
آریہ سماج کے لئے ہوگی۔ اور بہت سی پستکیں بھینٹ بھیجا کریں گے۔ وہ تو کچھ بھی نہ کیا۔ جو
جو [illegible] سن کے پاس ۱۰۰ سو روپیہ بھیجے تھے۔ وہ بھی [illegible] کے بیچ میں ہے۔
لیکچروں کا دان کرنا تو دور رہا۔ کنتو جن بابو چھیدی لال اور بابو شیو نرائن آریہ سماج
میرٹھ کے سبھاسدوں نے ان کے ستکار میں ستھان مان سواری اور کھان پان
آدی میں سینکڑوں روپیہ خرچ کئے۔ اتنے پر بھی اچھا۔ پی میڈم بلیوٹسکی اور ایچ۔ ایس
کرنیل السکاٹ صاحب سے جو کچھ بھینٹ ان کو دیا تھا۔ اس کے تین روپیہ جھٹ

سے بیلے۔ اور شرمندہ بھی نہ ہوئے۔ اس کے سوا بہت سے سبھاسد یعنی ممبر اور لاہور کی
کے آریہ سماجوں نے بہت سمجھایا۔ وہ بھی انہوں نے نہیں سمجھا۔ اور سوامی جی نے
بھی یہانتک ان کا انکار کیا اسکو شاید کر دیتے ہیں کہ ہم نے سوامی جی کا بہت سا لکھا پڑھا
سوامی جی کہتے ہیں کہ کچھ نہیں کیا اور جو کیا ہو تو پرمیشور کیطرف نہیں کرتے سو کچھ بھی پرکٹ نہیں کرتے تھے لیکن
(۴) پرنتو انہوں نے اپنے پتروں میں اور یہاں آنے کے سوامی جی اور سب کے
سامنے ایشور کو سویکار کیا۔ پھر اس کے ورودھ میرٹھ میں سوامی جی اور انیک بھدر
پرشوں کے سامنے دونوں نے کہا کہ ہم دونوں ایشور کو نہیں مانتے۔ کیا یہ پورا پاکھنڈ
نہیں ہے۔ تب سوامی جی نے کہا۔ کہ تم ایشور کے ماننے کا کھنڈن کرو۔ اور ہم منڈن
کریں۔ جو سچ ہو۔ اسکو مان لیجئے۔ تب انہوں نے اس بات کو بھی سویکار نہیں کیا۔
(۵) جب وے آریہ ورت دیش میں آنے لگے۔ تب ایک سماچار انڈین سپیکٹیٹر
میں تاریخ ۲۴ جولائی ۱۸۸۰ء میں چھپوایا تھا۔ کہ نہ ہم بدھسٹ نہ ہم کرسچین اور
نہ ہم ہندو اور شاست پوران مت کے ماننے والے ہیں۔ کنتو ہم آریہ سماجی ہیں۔ اب
اس سے ورودھ سپٹ چھپوایا۔ کہ ہم بہت برسوں سے بودھ تھے۔ اور اب
بھی ہیں۔ کیا یہ کپٹ اور چھل کی بات نہیں ہے۔ اور جنوری ۱۸۸۱ء کی چٹھی سے یہ
ہوتا ہے۔ کہ وے ایشور کو مانتے تھے۔ اور آٹھ مہینے کے پیچھے اسی سن کے اکتوبر
مہینے میں میرٹھ میں کہا۔ کہ ہم دونوں ایشور کو نہیں مانتے۔ یہاں کا چھل نہیں تو اور
کیا ہے۔
(۶) یہاں آ کے آریہ سماج کی شاکھا تھیوسوفیکل سوسائٹی پر تم سویکار کرکے پنچایت
کیا۔ کہ یہ سوسائٹی نہ آریہ سماج کی شاکھا اور نہ آریہ سماج سوسائٹی کی شاکھا کی
کنتو جو ایک دوسرے دیش کی شاکھا دونوں کے ساجھے کی ہے۔ اس سے ورودھ اب
چھاپ کے ظاہر کیا۔ کہ ہماری سوسائٹی ابھی آریہ سماج کی شاکھا نہیں ہوئی تھی۔ اور ہم
آریہ سماج سے باہر ہیں۔ کیا یہ بھی ان کی دھرت لیلا نہیں ہے۔ کہ جب انہوں نے
بمبئی میں سوسائٹی بنائی تھی۔ اس میں سوامی جی کے کہنے۔ سننے اور سیکھنے بنا ان
کا نام اپنے من سے سبھاسدوں میں لکھ لیا تھا۔ جب یہ پرنتو میرٹھ میں سوامی جی
کے ساتھ ملے تھے۔ تب سوامی جی نے کہا تھا۔ کہ تم ہمارے پوچھے بنا تم نے
سوسائٹی میں نام کیوں لکھا۔ جہاں لکھا ہو کاٹ دیں۔ تب کرنیل اولکاٹ صاحب
نے کہا۔ کہ ہم اس سے آگے اپنا نام بھی نہ کریں گے۔ جہاں لکھا ہے وہاں سے نکال
بھی دینگے۔ پھر جب کلکتہ میں ملے۔ تب تک انہوں نے سوسائٹی سے سوامی جی
کا نام نہیں نکالا۔ تب سوامی جی نے کڑا اور سخت پتر لکھا۔ کہ جہاں ہمارا نام لکھا ہو
وہاں سے شیگھر نکال دو۔ جب انہوں نے تار بھیجا۔ کہ اسوقت ہم کہاں لکھیں۔ تب سوامی

جی نے تار میں جواب دیا۔ کہ جیسا ہم نے پرتھم ویدک دھرم اپدیشک لکھا تھا۔ ویسا لکھو۔ نہیں تمہاری ویدک سبھا کا سبھاسد ہوں۔ لیکن ایک وید مارگ کو چھوڑ کے کسی کا ساتھی میں نہیں ہوں۔ اس پر بھی جب وے شملہ میں تھے۔ تب بابو شنکی نے ایسی اصحاب کی چٹھی لکھی۔ کہ جسکو کوئی سہہ سویکار نہ کرے۔ کیا یہ ان کو ٹھیک تھا۔ کہ سوامی جی نے کبھی ان کو نہ لکھا تھا اور نہ کہا تھا۔ اس پر بھی انہوں نے سوسائٹی کی طرف سوامی جی کا نام لکھ لیا تھا۔ کیا یہ سچائی کی بات نہیں ہے۔

(۵) جو انہوں نے میرٹھ میں پرتگیا کی تھی۔ کہ آج پیچھے آریہ سماج کے سبھاسدوں کو اپنی سوسائٹی کے ساتھ ہونے کو کبھی نہ کہینگے۔ اسی کے دو دن پیچھے جب بابو چھیدی لال جی انبالہ تک ان کے ساتھ گئے۔ تب مارگ میں سب کہلاتے گئے۔ کہ آپ ہماری سوسائٹی کے ساتھ ہو جئے۔ اور پھر شملہ سے بابو جی کے پاس لکھا۔ کہ آپ سوسائٹی کے سبھاسد ہو جئے۔

ایسی ایسی چھل کپٹ کی باتیں دیکھ کر سوامی جی نے آریہ سماج میرٹھ کے لانگ اسٹون میں ویاکھیان دیا تھا۔ کہ ان کی سوسائٹی میں کسی ودیا و یا کی کو سبھاسد ہونے کا کچھ اوشیک نہیں۔ کیونکہ جیسے ہم آریہ سماج کے ہیں۔ ویسے ان کی سوسائٹی کے نہیں۔ اس پر شملہ سے میڈم بلیوٹسکی نے سمجھا اور تھیوسوفی کی بھری ہوئی یہ چٹھی لکھی اور سوامی جی نے بھی اسکا اتر چھپوا کر دیا۔ اس کے پیچھے سوامی جی نے کہا تھا کہ جب ہم بمبئی میں جا دینگے۔ تب ان سے سب باتوں کا خلاصہ کرینگے۔ ایسا ہی آریہ سماج بمبئی چاہتی تھی۔ جب سوامی جی بمبئی میں پہنچے۔ تب سب سبھاسد اور کرنل الکاٹ صاحب بھی اسٹیشن پر آئے تھے۔ جب سوامی جی استھان پر آ پہنچے۔ تب ان سے سوامی جی کی بہت سی باتیں ہوئیں۔ اور سوامی جی نے یہ بھی وعدہ کر دیا کہ آپ سے اور بھی بہت وشیوں میں باتیں کرنی ہیں۔ تب الکٹ صاحب نے منظور کر لیا۔ جب کرنل صاحب کے ودیت میں بات چیت کرنے کے لئے سوامی جی کے پاس آ بیٹھے۔ تب بھی کہا۔ کہ آپ کا اور میرا وچار ہو جانا چاہئے۔ تب کرنل الکاٹ صاحب جلدی بہانہ کر کے چلے گئے۔ اس پر بھی سوامی جی نے بابا چندر اسندجی اور بہادر سیٹھ گوپال راؤ ہری دیشمکھ دوبارہ بلوایا۔ کہ آپ لوگ مجھ سے بات چیت کرنے کو آ دیں۔ نہیں تو ہم کو پرسدھ سبھا میں شاسترارتھ دینا ہوگا۔ تب بابا چندر اسندجی سے انہوں نے پوچھ کے سوامی جی سے کہا کہ ۲۰ مارچ ۱۸۸۲ کو کرنل الکاٹ صاحب بات چیت کرنے کو آ دیں گے۔ پھر بھی نہ آئے۔ اور بمبئی سے چلے پونہ پہنچ کر لکھا۔ کہ میں نہیں آ سکا۔ پرنتو میڈم بلیوٹسکی آپ سے بات چیت کرینگی۔ وہ بھی نہیں آئیں۔

تب سوامی جی کا بھاشن آریہ سماج اور تھیوسوفیکل سوسائٹی کے پرسپر ودھ

ارتھات ان کی تھیوسوفیکل سوسائٹی کا پورب کیا سمبندھ تھا۔ اب کیا ہے۔ اس دفعہ پر ویاکھیان کرانے کے کارن آریہ سماج بمبئی نے ایک دن پورب نوٹس چھپوا کر پیدا کر دیا۔ تو بھی میڈم بلیوٹسکی نے سوامی جی کے پاس آکے بات چیت نہ کی۔ تب سوامی جی نے بھاشن دیا۔

اس پر بھی تھیوسوفیکل پتر میں لکھتے ہیں۔ کہ ہم سے جا کے تم نے سوامی جی سے ویاکھیان دیا۔ کیا یہ بات ان کی جھوٹ نہیں تھی۔ اس میں ان کی چٹھیاں پڑھ پڑھ کر سنائیں۔ کہ جس میں ان کا پورباپر ورودھ بیوہار پرکاش کیا۔ اور یہ کہا۔ کہ یہ لوگ کہتے ہیں کچھ اور کرتے ہیں کچھ۔ ایسا کہتے ہیں۔ کہ ہم آریہ ورت دیش کی اُنّتی کرنے کے لئے آئے ہیں۔ پرنتو اُنّتی کے بدلے ان کے کارن اَونتی کا کارک پرورت ہو گئے۔ دیکھو سوامی جی نے ایک بار اس بات کے کرنے سے روکا۔ کہ تم تھیوسوفسٹ سماچار میں جھوٹ پریت پشاچ آدمی کا سپنا لکھتے ہو۔ یہ وید کے ورودھ اور اسمبھو ہے۔ اور جبکہ میں وید باہر شاستر رہتا ہیں۔ ان کو مت لکھو۔ کیونکہ یہ سماچار اس دیش اور یورپ میں بھی جاتا ہے۔ سب لوگ جانینگے۔ کہ آریہ ورت دیش میں ایسی ہی بیہودہ باتوں کے ماننے والے ہیں۔ اس بات کو ابھی تک نہیں مانا۔ اور یورپ پتروں میں لکھا تھا۔ کہ ہم آپ اپدیش کرینگے۔ جو ہم مانینگے۔ کیا اس بات کو بھی سچ کر سکتا ہے۔

(۵) جو پتر کرنل صاحب کو لکھا تھا۔ وہ کرنل اولکاٹ صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ اور سوامی جی نے لکھوایا۔ اس میں (Most Divine) ارتھات کون سا دھرم اور کب سمبندھ ایشور سے رکھتا ہے۔ یہ سوامی جی کے ابھپرائے سے ورودھ لکھا تھا۔ جب ان کے کئے پرچات سوامی جی نے اس چٹھی کی نقل چھپوائی۔ تو اشدھ درست ہوا۔ اس پر سوامی جی کے پاس کرنل اولکاٹ صاحب آئے۔ اور تب وہ شبد کٹوا دیا ارتھات اس کے استھان میں ایسا لکھوایا تھا۔ کہ جب آپ اور ہم سے سوال جواب ہوگا۔ تب درست ہو جائیگا کہ کون دھرم ایشور پرنیت ہے اور کون سا نہیں۔ تو بھی انہوں نے ویسا ہی اشدھ چھپوایا۔ کیا ایسی بات ان کو کرنی اچت تھی۔ دیکھو ان کی سوسائٹی کے نیموں میں تھیوسوفسٹ ارتھات ایشور کے ماننے والے۔ اس سوسائٹی میں جیس نہیں لی جاتی۔ اس دھرم سے کوئی دھرم اُتم نہ کہا جاتا تھا۔ اور نہ اگر جین دھرم کے نزدیک سنا جاتا ہے۔ جو جہاں کسی کا نام پایا نہیں۔ ہم نے یہ سب سنا پایا ہے اس ایشور کو ماننا۔ وہ تب دس روپیہ فیس لینا۔ اور جس دھرم کا ویاکھیان دیتے ہیں۔ اسی کو سب سے اتم کہتے جاتے ہیں۔ کیا یہ خوشامدی اور بھولوں کی لیلا سے کم ہے۔

اب کیسی تعجب کی باتوں کے ماننے اور ٹھیک نہیں ماننے تو ہی سے سب کوئی سمجھ لیتے ہیں۔ تو اس پتر کے لکھنے کا یہی پریوجن ہے۔ کہ ان کی سوسائٹی اور ان

کے ساتھ تو سب جھوٹ نکلے۔ نہ آریہ ورت دیش کو اور آریہ مہاجنوں کو سوامی جی نے ہانی کے
کچھ بھی لائق نہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا اندریہ ابھیاس کیا ہے۔ اسکو دیکھ ہی جانتے
ہونگے۔ جو انکا اندریہ نکلتی ہوتا تو ایسا پرواہ بیوپار کیوں کرتے۔ جیسا یہ ہیلنا
ناستک۔ دراک چھل اور سوارتھی منش ہیں۔ تو آریہ ورت دیش اور آریہ مہاجنوں کی
ہانی کو اچیت ہے۔ کہ ان سے سمبندھ دور رکھیں اتنی کی استنا رکھیں سو دیکھو اور بھی
تھوڑا سا ان کے پرپنچ کا نمونہ پرکٹ سوامی جی کا نام لیتے تھے۔ جب سوامی جی ان
کے جال میں نہ پھنسے۔ تو اب کوٹ ہومی لعل کا نام لیتے ہیں۔ کہ جسکو کسی نے دیکھا
اور نہ پرسو سنا تھا۔ جو بھی اس کے نام سے سوارتھ سدھ نہ ہوگا تو اور کو نو بوہی سنگر
نہ ہوتا ہے پیٹھے۔ اب کہتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے پاس آتا ہے۔ باتیں اور چمتکار دکھاتا ہے
دیکھو ان کا یہ فوٹو گراف ہے۔ چٹھیاں اوپر سے ٹپک اور سے گرتے ہیں۔ کھوئی ہوئی
چیز نکلتی ہے۔ تیادی سب باتیں ان کی صحیح نہیں۔ کیونکہ دوسری کو تو جانے دو
پرنتو جب یہ کرنیل الکاٹ میڈم بلیوٹسکی کے ساتھ بمبئی میں آئے تھے۔ تب کچھ
سستر آدمی کی چوری ہو گئی تھی۔ اس کے لئے بہت سا تین پولیس آدمی سے کرایا تھا
انکو کیوں نہیں منگوا لیا تھا۔ جب اپنے پدارتھ نہ منگوا سکے۔ تو شملہ کی بات کو بھی کون
دوان مانے گا۔ جب سوامی جی اور میڈم سے میرٹھ میں یوگ درشن میں بات ہوئی
تھی۔ تب کہا تھا کہ یوگ شاستر اور سانکھیہ کی ریتی سے میں یوگ کرتی ہوں۔ تب سوامی
جی نے اس سے اس شاستر او لت یوگ کی ریتی پوچھی۔ تب کچھ بھی جواب نہ دے سکی
اور شعبدات جیسے کہ مسمریزم اور جیسے بازیگر تماشہ کرتے ہیں ایسی پرکار کی ان کی ہی باتیں
ہیں۔ جو یوگ کر صفوڑا ہی کرتے ہیں۔ وہ بیٹھے اور باہر سے شیشہ بھرا ہوا ایک پیالہ
کرتے ہیں۔ معجزت فریب پر ٹھگ سو دلیا ہو بار ان کا سٹی ہے۔ جو لوگ دنیا کو
کچھ ہی جانتے۔ تو اشیور کو نہ مان کر بھیکر ناستک کیوں بنجاتے۔ ان کے یوگ ودیا کے
جاننے میں اشیور کا نہ ماننا ہی پہلا ہے۔ اسلئے ہی نتیجہ ہے۔ کہ اس سوسائٹی
اور ممبروں کے پرد سدر وہ باتیں یا منتر اس کے لوگ نہیں ہیں۔ اس واسطے ان کی
پر ٹھیک مہاتمی اتم ہے -

निन्दन्तु नीति निपुणा यदि वा स्तुवन्तु :
लक्ष्मी समाविशतु गच्छतु वा यथेष्टम् ।
अद्यैव वा मरणमस्तु युगान्तरे वा
न्याय्यात्पथः प्रविचलन्ति न धीराः ॥ भर्तृहरि

نویں فصل۔ تھیوسافسٹوں کا بھرم جال

جوں جوں اندرون ہوا معلوم ہوتا گیا کہ تھیوسافیکل سوسائٹی محض بیہودہ بھرم

جال پھیلانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔ چنانچہ ذیل کی تحریریں اسے بخوبی ثابت کرتی ہیں۔

۱۔ **لنڈن نگر میں تھیوسوفسٹوں کا فریب۔** آج کل لنڈن نگر میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ممبر عہدہ داران میں بڑا جھگڑا پھیل رہا ہے۔ مسٹر سینی صاحب نے لنڈن کی تھیوسافیکل سوسائٹی سے استعفا دے دیا۔ اس کا یہ کارن ہوا کہ تھیوسافسٹوں کے گورو کوٹ ہومی لال سنگھ جی کو وے ان مہاتماؤں سے جانتے ہیں جو کہ اپنے سوکشم ڈھنگ شریر سے سدا آکاش میں بھرمن کرتے ہیں۔ اور بنا تار وڑاک کے اپنے ششیوں سے بات چیت اور چیز ہوا بکر سکتے ہیں۔ نے تھوڑے دن ہوئے کہ ایک سندیسا بھیجا تھا کہ جس میں اس سمے ورتمان شاستر کا ایک بھاری رہسیہ پرکاش کیا تھا۔ اس کے ساتھ افلاطون حکیم کا بھی ورتانت تھا۔ اس میں ایک یہ بڑی آشچریہ کی بات تھی۔ کہ اول سندیسہ میں ایسے ایسے کٹھن شبد تھے۔ کہ جنکو کوئی بڑا بھاری پنڈت ہی سمجھ سکے۔ اس کے دیکھنے سے منشوں کو کوٹ ہومی کا بڑا ہی سمبھرم آتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس کے بعد یہ ظاہر ہوا۔ کہ کوٹ ہومی لال کا یہ سندیسا جسکے بھیجنے میں کچھ خرچ نہ ہوا تھا۔ کیول مسٹر کیڈل صاحب کی اس تقریر کی جوں کی توں نقل تھی۔ کہ جو انہوں نے نیویارک میں دی تھی۔ کوٹ ہومی لال سنگھ نے تبت سے ان باتوں کے بھیجنے کا برتھا پرشرم اٹھایا۔ چونکہ امریکہ کے سماچار پتروں میں چھپ ہو چکے تھے۔ اس کے ورشے میں اس مہاتما سے جو زیادہ پوچھا گیا تو جواب گول مول اور بنایا ملا۔ اور راست گو چیلے جی کو کسی طرح بھی نہ سمجھا سکے۔ اس پر سینی صاحب اس منڈلی میں داخل ہونے سے شرمندہ ہو کر بڑے من ملین ہوئے اور تھیوسوفسٹ سے جنکا اندرونی مطلب بیہودہ مت کے پھیلانے کا ہے۔ جدا ہو گئے۔

۲۔ **تھیوسافسٹوں کی جموں میں لیلا۔** (از ریجنرار وفتری آریہ صفحہ ۵۔۴۴) اخبار ... میں جموں کا حال اس پرکار لکھا ہے۔ مقام تبت سے کرنل الکاٹ صاحب جموں کے ایک یوگی منڈھو نے مہاراجہ کشمیر کے روگ لولا ان کے جلد جانے کی آگیا دی تھی۔ ان کی آگیا کے انوسار کرنل صاحب جموں پہنچے اور شری مہاراج صاحب کو سات دن تک مسمریزم کیا۔ اور ہر روز کچھ کچھ پھونک جل پلا جاتے تھے۔ لیکن شوک ہے کہ مدکوی ما لا بتی یوگی مہاتما کی کارروائی سپھل نہ ہوئی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شری مہاراج صاحب آگے سے بھی زیادہ کمزور اور دردی ہوتے اب کرنل صاحب کہتے ہیں۔ کہ روگ لولائی نہ ہونے کا کارن مہاراج صاحب کا اعتقاد نہ لانا ہے۔

مہاراجہ صاحب کو اس دوا سے کہ سات دن تک بڑی خوش اسلوبی سے علاج کیا۔ اور کچھ بھی نہ کہا۔ اس پر کرنیل صاحب کا یہ کہنا کہ مہاراجہ صاحب کو شوکھ نہیں بھڑا لگا۔

کہتے ہیں۔ کہ انہیں سات دنوں میں کرنیل صاحب نے فرقہ سے دو بار بات چیت کی اور جواب حاصل کیا اس کے علاوہ ایک دن ان کے ساتھ کا نقش لے گیا۔ اور دو دن میں لوٹ گیا۔ (راویش پتری صفحہ ۴۔ مارچ ۱۸۸۳ء جلد ۳ نمبر ۱)

۴۔ کرنیل و میڈم دوسری بار لاہور میں۔ جب کرنیل و میڈم صاحبان پہلے پہل لاہور میں آئے۔ تو ان کی رہائش کے لئے سماج کی طرف سے ایک ہوٹل چوبارا گھر کی طرف کرایہ پر لیا گیا۔ اور ہر طرح سے ان کی خاطر و تواضع ہوئی۔ وہاں ہر روز صبح کو لالہ جیونداس لالہ رام بھیجا داس و لالہ سولراج ان کے ملنے کے واسطے جایا کرتے تھے اور پھر شام کو جا کر آدھی رات تک ان کے پاس بات چیت کرنے کے لئے ٹھہرا رہتے تھے۔ ایک خاص خلوت میں ان کی میڈم صاحبہ سے جو بات چیت ہوئی۔ وہ قابل ذکر ہے۔

میڈم صاحبہ نے لالہ سولراج ایم۔ اے سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کی سوسائٹی کے ممبر بن جاویں۔ اور ممبر بننے کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ ہم آریہ ورت کے سدھار کے لئے کمر ہمت باندھ کر یہاں آئے ہیں اور آپ کو یہ معلوم ہے۔ کہ قوم انگریز جو بڑی دانا ہے۔ جب تک ان کی ہمدردی آریہ ورت کے سدھار کے لئے نہ حاصل کی جائے۔ تب تک پوری طرح آپ لوگوں کا سدھار نہیں ہو سکتا۔ اور ہم نے خوب سوچا ہے۔ کہ ان کی ہمدردی حاصل کرنے کی اور کوئی سبیل نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ ان کو اس بات کا یقین دلایا جاوے۔ کہ وید ودیا کے متعلق ایک یوگ ودیا ایسا علم ہے۔ جس کے ذریعہ سے بڑے سے بڑا عجوبہ دکھلانے کی قدرت حاصل کر سکتا ہے۔ اور کیسے ہی مشکل سے مشکل سوالات روحانی یا جس طرح کے ہوں ان کا جواب یوگ ودیا کے ماہروں سے شافی طور پر مل سکتا ہے۔ چنانچہ ہم جب سے صاحبان انگریز سے ملتے رہے ہیں ان کو یہی بات ذہن نشین کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ ان کو یقین دلا دیا گیا ہے۔ کہ موجودہ نسل انگریزوں کی یوگ ودیا کے حاصل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ لوگ گوشت خوروں کی اولاد اور خود گوشت خور ہیں۔ اور گو نسلوں میں بھی ممنوع سے ممنوع گوشت کھانے سے پرہیز نہیں کرتے اور یہ بھی ان کو سمجھایا گیا ہے۔ کہ گو وہ بذاتہ اس ودیا کو حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر جو لوگ اس ودیا کے جاننے والے ہیں۔ ان سے بڑے مشکل سوالات کا جواب پا سکتے ہیں۔ مگر وہ بھی براہ راست نہیں۔ صرف ہمارے

یعنے میڈم بلیوٹسکی کے وساطت سے ہوسکتا ہے۔ اور اس دنیا کے ماہرین کا نام ہم نے مہاتما رکھا ہوا ہے۔ پس ہم چاہتے ہیں۔ کہ آپ ہماری سوسائٹی کے ممبر بن جائیں۔ تاکہ ممبر بننے کے بعد آپ کو ہم مہاتماؤں کی پیروی دیں۔ اور جو مہاتماؤں سے کام لینا ہمارا مقصد ہے۔ جس کا کچھ ذکر اوپر آچکا ہے۔ وہ تمام یہ سے ہیں یعنے یہ کہ اگر کوئی انگریز یا کوئی اور شائق کوئی خاص بات کے مہاتماؤں سے ہماری معرفت دریافت کرنا چاہے۔ تو ان کی استفساری چٹھی لے کر آپ کے پاس بھی جا دے۔ اور آپ سے جواب حاصل کرکے ہم ان کے پاس بھیج دیں اسپر سوامی راج جی نے کہا کہ اول تو میں آپکی سوسائٹی کا ممبر بننا نہیں چاہتا۔ اور نہ آپ لوگوں کا میں پورا وشواس کرتا ہوں۔ بر تقدیر اگر میں آپ کی سوسائٹی کا ممبر بنکر مہاتماؤں کی پیروی حاصل کرلوں اور کوئی ایسی چٹھی جواب طلب میرے پاس بھیج دیں۔ جس کا میں شافی جواب نہ دے سکوں۔ تو پھر کیا ہوگا۔ اس کے جواب میں میڈم صاحب نے فرمایا۔ کہ اس بات کا تم کچھ فکر نہ کرو کیونکہ جب کوئی جواب طلب چٹھی تمہارے پاس پہنچے ساتھ ہی اس کے مسودہ جواب کا بھی تیار کیا ہوا پہنچ جایا کریگا۔ اور آپ کو صرف نقل کرنے کا ہی کام باقی رہے گا۔ اسپر سوامی راج صاحب نے ممبر بننے سے قطعی انکار کیا۔ تب میڈم صاحبہ نے نہایت مایوس ہوکر الکاٹ صاحب سے مخاطب ہوکر کہا کہ لو جن مہاتماؤں کی امداد کے بھروسہ پر ہم اس ملک میں آریہ ورت کے سدھار کے لیے دور دراز سفر کی تکلیفات اٹھا کر آئے تھے۔ وہی ہم کو جواب دیتے ہیں اور ہمارا اعتبار نہیں کرتے۔ ان کے اس کہنے پر بھی راجے سوامی راج صاحب ممبر نہیں ہوئے پھر معمولی بات چیت دو یوم ہوتی رہی ۔۔

یہ گفتگو جہاں کہ یہ تھا۔ جس کو ان کا اندرونی حال بتا گئی۔ وہاں انہیں اس امر سے بھی مایوسی دلا گئی۔ کہ وہ کبھی آریہ سماج کو اپنی پالیسی کا شکار کر سکینگے۔ دوم۔ اس کے بعد سوامی جی سے قطع تعلق والے پیپر کے بعد تھیوسوفسٹوں کی جو لیلا لاہور میں ظاہر ہوئی۔ وہ حسب ذیل اقتباسات سے صاف معلوم ہو سکتی ہے۔

تھیوسوفسٹوں کی لیلا لاہور میں

معجزہ کیا ڈھکوسلا ہے

۱۳ اپریل [illegible]ء

اخبار آفتاب پنجاب لاہور میں لکھا ہے۔ گذشتہ پیر کے روز لاہور میں ایک

اشتہار دیا گیا تھا۔ کہ رائے کشن لال صاحب ایم۔ اے ایرین فلسفہ پر ایک خاص اسپیچ
میں لیکچر دینگے۔ اور کوٹ سوہی لال بسنگر صاحب کا ایک چیلا جس کی سرپرستی
میں تھیوسافیکل سوسائٹی قائم ہوئی ہے۔ معجزہ کریگا۔ جیسے سائنس سے پہلے
کے تعلیم یافتہ لوگوں کو انیسویں صدی میں معجزہ کا نہایت شوق دامنگیر ہوا۔
اسوقت جلسہ پر مکان مذکورہ میں تمام مذاہب و ملت کے تماشائیوں کا اسقدر
ہجوم تھا۔ کہ اب تک شاذ و نادر دیکھنے میں آیا ہے۔ صاحب لیکچرار نے بیان کیا۔ کہ
پہلے میں خیال کرتا تھا۔ کہ آریہ سماج تمام ہندوستان کو ایک جسم کر دیگی۔ مگر جب
میں نے دیکھا۔ کہ مسلمان اور عیسائی اس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ تب میرا خیال
متغیر ہو گیا۔ اور اب میں یقین کرتا ہوں۔ کہ صرف ایک تھیوسافیکل سوسائٹی ہے
جو تمام ہند کو متفق ایرین فلسفہ کے جھنڈے میں بادنیٰ تکلف ایک رنگ میں لا
سکتی ہے۔ اور اس کے بعد ایرین فلسفہ کے بیچ چلے گئے۔ اور یہ یوگیوں کو کیا
کیا طاقت دے سکتی ہے۔ اور اس کے بعد سیوراجا کی سرگذشت کو بطور حقیقی
واقعات کے بیان کیا۔ اور ایک قصہ علم ہیکڑا جیس بیان کیا۔ کہ اعجازی
طاقت کی مجھے دلی میں پوری طاقت ہوئی ہے۔ کہ جہاں لیکچر دینے کے روبرو میں نے
بیان کیا۔ کہ کوئی شخص مجھے بندوق سے نہیں مار سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ واہ کیا
عجیب معجزہ ہے۔ بندوق کا چھوڑنا تو کیا ہم سمجھتے ہیں۔ کرشن بھگتی کے زمانہ میں
کسی کی طاقت ہے۔ کہ آپ کی طرف خالی بندوق ہی جھکا سکے۔ اگر حضرت آپ کا یہی
اعتقاد تھا۔ تو آپ اپنے وقت صائع ہے بذریعہ تحریر اپنا خیال ظاہر کر سکتے تھے۔ اس
بار سفر کی تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ چونکہ تمام انبوہ معجزہ کے دیکھنے
کا از بس مشتاق تھا۔ اسلئے اسقدر شور و غل ہوا۔ کہ آپ کو مجبوراً اپنی تقریر ختم کرنی پڑی
اور پنڈت شو نرائن صاحب اگنی ہوتری نے جو تھیوسافیکل سوسائٹی کے ممبر
ہیں۔ بیان کیا۔ کہ انگلی کا کٹنے کا کیا معجزہ ہے۔ اگر معجزہ دکھانا منظور ہے۔ تو بہتر
ہے۔ کہ چیلا صاحب اپنے سر کو حکم دیں۔ کہ ہوا میں پرواز کر کے ہمارے پاس آجاوے
اس کے بعد چیلا صاحب معجزہ دکھانے کو آمادہ ہوئے۔ اور اپنا ہاتھ آگے
کر کے کہا۔ کہ حاضرین میں سے کوئی شخص میری انگشت نہیں کاٹ سکیگا۔ اگر کوئی
کاٹ بھی لے تو پھر تھوڑے عرصہ میں درست ہو جاویگی۔ مگر حاضرین میں سے کسی
نے ایسی بے رحمی کی بات کرنے کو نا منظور کیا۔ آخر برہم سماج کے ایک ممبر
لالہ رام سہاے نے جوش میں آکر اپنی انگلی کاٹ ڈالی اور چیلا کو کہا۔ کہ اب اس
کو پھر لگا دیں۔ اسوقت شور و شغب ہو کر مجمع منتشر ہو گیا۔ پھر اسی بات کو چند
صاحب بلا کر لے گئے۔ اور چیلا صاحب کے فرودگاہ میں گئے۔ جہاں چیلا صاحب نے

پھر اعجازی طاقت پر غور کرنا شروع کیا۔ اس پر حاضرین میں سے جو لوگ اس طاقت کی تصدیق کے مشتاق تھے۔ انہوں نے رائے صاحب سے حسب ذیل تحریر کرائی۔ ایک ہتھالی یا زیادہ انگلی کاٹ کر آریہ سماجیوں کے واسطے مہ جاوے۔ اگر یہ کٹ گئی تو میں کہتا ہوں۔ کہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کا کوئی مہاتما نہیں کیونکہ میں بخوبی جانتا ہوں۔ کہ یہ بالکل نہیں کٹ سکیگی۔ جو شخص کاٹیگا۔ اس پر ہم کسیطرح کا دعوے دائر نہیں کرینگے اس پر گورنمنٹ کالج کے ایک طالبعلم ٹھاکر سنگھ نے فوراً چیلے کی انگلی کاٹ ڈالی۔ جس پر تھیوسوفیکل کی تمام قلعی کھل گئی۔ افسوس! ایسے ریاکاروں پر جنکو جھوٹ بولنے سے ہرگز دریغ نہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر انگلی نہ بھی کٹتی۔ تو بھی یہ معجزہ نہیں ہو سکتا۔ گو بعض نادان آدمی اسکو ایسا خیال کر سکتے ہیں۔ مگر دراصل یہ مداری کا کھیل ہے۔ جسکی اصل یہ سبب ہے۔ کہ میسمریزم کے وجود میں آگئی ہے۔ جسکو چند اصولوں پر عمل میں لانے سے ایک آدمی اپنی برقی طاقت دوسرے پر غالب کر سکتا ہے۔ اور اس حالت میں جسکا غالب ہو جاتا ہے۔ وہ جو چاہے۔ دوسرے سے کرا سکتا ہے جہانتک دوسرے کو طاقت نہیں ہوتی۔ کہ اسکو چھو بھی سکے۔ جسکی تصدیق یوں ہوگی ہے۔ کہ مرغ یا سور کے دو بچگان کو کسی خاص چیز پر رکھکر اس پر چند سکینڈ ہاتھ کی پشت سے پھیرے۔ تاکہ ان کی کہربائی طاقت متحرک ہو جاوے۔ پس ان دونوں پر عمل ہیں جبتک کہربائی طاقت اثر پذیر ہے۔ ایک دوسرے سے کبھی نہیں ٹکرائینگے۔ پس اسطرح میسمریزم سے دو آدمی کے وجود کی کہربائی طاقت جنبش میں لائی جاتی ہے۔ تو وہ ایک دوسرے کے جسم سے مس بھی نہیں کر سکتی۔ بلکہ بندوق و تلوار وغیرہ سے ضرب نہیں لگا سکتے"۔ (راہ راست اپریل ۱۸۸۳ء جلد ۱ نمبر ۳ صفحہ ۱۶۳ و ۲۳۴)

وسٹ منسٹر انٹیری ماہ مئی ۱۸۹۰ء جلد ۲ نمبر ۱ صفحہ ۱۰ و ۱۳ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اسکے علاوہ اتنا بڑھکر ہے۔ کہ لوگوں کا یہی اعتراض تھا۔ کہ کرنل الکاٹ صاحب اور میڈم بلیوٹسکی نے تو کبھی کوئی کرامات نہیں دکھائی تھی۔ تو یہ گرو بار چیلے کہاں سے۔ اٹھ کھڑے ہوئے جو کرامات دکھا دینگے۔ اور اخیر میں کہا ہے۔ کہ ٹھیک ہے۔ کہ تھیوسافسٹ نے اپنے اپنے خیالات سے آریوں کو ست مارگ سے ہٹا کر پول کھیت کرامات اور تھیوسوفی میں دخواستیں بٹھا کے۔ ملکی وا تلہ بنانا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے۔ کہ حضرت عیسے اور محمد صاحب کا سر نہیں ہے۔

اس کے اثنا میں ان کی ایک صحبت پیلا اور تھے۔ کہ اوکت سبھا کے نوٹس پر جو لاہور آکر رائے بشن لال صاحب کے پوسٹ سے ملے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ نوٹس ڈاکٹر رتن چند جی اور ٹیلو مشترکہ رجی کے لکھے ہوئے ہیں۔ ... حسب اوقات دونوں صاحبوں نے اوکت سبھا میں کھڑے ہوکر شنٹ کہہ یا کرتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ انکا جواب

تھے۔ یہ جو نوٹس دے گئے ہیں۔ کیونکہ سے کشن لال مہاشے کی اور سے ہیں جن کی اسمیں کچھ حقیقت نہیں۔ تب لالہ رام کشن جی اصل نوٹس کر لے آئے جس سے اصل حقیقت نتیجہ ہو گیا۔ کہ یہ نوٹس اکثر رائے صاحب کا مقابلہ پہنچ ہے۔ دوسروں سے مقابلہ سوسائٹی تمہاری لیلا کو!!!

دسویں فصل۔ جوابی تحریروں کی تردید

سوامی جی کے ۲۰ مارچ ۱۸۸۲ء کے لیکچر اور اخیر مارچ کے نوٹس تھیوسافسٹوں کی مکمل حال بالکل بیان سے ان کی رہی سہی قلعی بھی کھل گئی۔ مرشد آریہ سماج کا تھیوسوفیکل سوسائٹی سے قطع تعلق ہو گیا۔ اور لوگوں نے اچھی طرح سمجھ لیا۔ کہ یہ لوگ خدا سے منکر۔ بدھ مذہب کے پیرو۔ جنتر منتر جھوٹ اور معجزوں کے ڈھکوسلے کو ماننے والے ہیں۔ تب انہوں نے نہایت جانکاہی سے جولائی ۱۸۸۲ء میں تھیوسافسٹ کے ضمیمہ میں سوامی جی کے اعتراضوں کے جواب دینے کی کوشش کی بہت کچھ زور لگایا۔ اور اپنی طبع کی روانی کا جوہر دکھایا۔ مگر حق بات کا باطل بنانا بہت مشکل کیا ناممکن ہے۔ بنا بریں وہ اپنے مراسلہ ثبوت میں سوامی جی کی رائے کی تصدیق کرتے ہیں۔ سچ ہے کیا لطف جو غیر پردہ کھولے۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

اس ضمیمہ کا جواب اول تو لالہ رتن چند بیری اڈیٹر رسالہ آریہ نے ادھورا سا دیا۔ پھر دوبارہ چند احباب کی درخواست پر پنڈت امراؤ سنگھ صاحب سکرٹری آریہ سماج رڑکی نے ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۲ء کو تیار کرکے دوسرا جواب رسالہ کی صورت میں شائع کیا۔ جس پر وہ تاہنوز کوئی جواب نہ دے سکے۔

کرنیل صاحب کہتے ہیں۔ کہ ۲۳ فروری ۱۸۸۰ء کی چٹھی جب میں نے لکھی تھی۔ کہ برہمو سماج پرسنل گاڈ کو مانتی ہے۔ اور آریہ سماج ایسے گاڈ کو مانتی ہے جو پرسنل ہونے سے بعید ہے۔

آریہ بے شک یہ بھی مذکور ہیں ایشور کی ذات و صفات کے متعلق آریہ سماج اور برہمو سماج کے اختلافات کی بابت کچھ ذکر تھا۔ مگر اس اختلاف کو اس فرق سے کچھ نسبت نہیں جو باتیں تھیوسافیکل سوسائٹی اور آریہ سماج کے عقائد کے درمیان واقع ہے

خلاف سابق الذکر تسلیم کیا گیا۔ تو ہرگز اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ

آریا بھی الٹرنا ٹمر ؟ سوا۔ حقیقت یہ ہے کہ توبہ کرنے سے گناہ

اور معاف ہونے ظاہر کیا وغیرہ برہمو سماج کے خدا کی صفت ہے

پاک ہے۔ اور بے شک کرنیل السکاٹ کے بیان کے

مفہوم ہے۔ اعتقاد کرنیل السکاٹ کا کہنا حق

ت الذرہ

رقی خرالذکر کا تسلیم

ف کرنا اور کرم ورشی

سماج کا پرمیشور جو ورشت سے

شانتی اور کرما

بجا طلب تھا۔ اور برہم سماج اور آریہ سماج کا فرق واقعی ظاہر کرتا تھا۔ اور چونکہ
کرنیل صاحب بھی اپنے آپ کو اسی عقیدہ کا بتلاتے تھے۔ پس ہم انہیں اپنی
جماعت کا ایک مبارک ممبر سمجھنے کے سوائے کیا خیال کر سکتے تھے۔ باعث یہ کہ
اپنے صفات کے خدا سے یعنے مجسم خدا سے جسکی تعریف رسالہ تھیوسوفسٹ ماہ
دسمبر ۱۸۷۸ء میں کیگئی ہے۔ اور جسکے واسطے لفظ پرشل نہایت موزون تھا ہمیں
خود ہی انکار ہے۔ مگر ہمارے اور تھیوسوفیکل سوسائٹی کے اسوقت ظاہر کئے
ہوئے عقیدہ کا کوئی اثر شخص خدا پر نہیں پہنچتا تھا۔ اور نہ کوئی ظاہر کیا گیا تھا اور
چونکہ ہم کو علم غیب بھی نہ تھا۔ پس ہم کیونکر خیال کر سکتے ہیں۔ کہ بانیان تھیوسافیکل
مجسم کی اشد مثل شخص سے انکار کرتے ہیں۔ اور وہ مجرد خدا کے عدم وجود کو برابر
مانتے ہیں۔ یہ بات تو بہت دنوں کے بعد جا کر کھلی۔ کہ بانیان سوسائٹی مذکور کو خدا
کی ذات اور اس کے عالم وجود اور روانا کے کل ہونے سے انکار ہے۔ اور میڈم
بلیوٹسکی صاحبہ نے بھی میرٹھ میں ناستک یعنے ملحد ہونے کا اقرار بہت عرصہ بعد کیا
یعنے ستمبر ۱۸۸۰ء میں۔ پس بحالت کرائیف مندرجہ بالا ۲۲ فروری ۱۸۷۸ء کی چٹھی
کا حوالہ آپ کے واسطے ہرگز مفید نہیں ہوسکتا۔

حالانکہ اس کے بعد ہی آریہ سماج کے اصول کا ترجمہ انگریزی میں پنڈت شام
جی کرشن ورما بی۔ اے سے کرا کر بھیجا گیا تھا۔ جسکا کرنیل صاحب کو خود اقبال ہے
(دیکھو ضمیمہ مذکور)

کرنیل صاحب نے ۲۶ مئی ۱۸۷۸ء کو ایک چٹھی انڈین سپکٹیٹر کے اڈیٹر کو لکھی تھی
کہ ہم بدھ نہیں۔ اور یہ بھی چھپی تھی مسٹر رتن سرسلی کو جو بدھ مذہب کا ایک معتقد ہے اسیالی
کی نہیں کہ ہم بدھ مت کے قائل ہیں۔ اور چونکہ وہی اصول بقول سوامی دیانند سرسوتی
ویدوں میں درج ہیں۔ اسواسطے ہم نے اپنی سوسائٹی کو آریہ سماج کا منسلک بنایا ہے
آریہ اس کا حوالہ دینا محض فضول ہے۔ کیونکہ اگر کرنیل صاحب نے امریکا یورپ
افریقہ ایشیا کے بعض لوگوں سے اپنا کوئی خاص عقیدہ ظاہر کر رکھا ہو تو ہم اس
کے ذمہ وار نہیں ہو سکتے۔ عوض کسی ثبوت کے طور پر پیش ہونے کے اس چٹھی سے اگر
اسکا کوئی وجود تھا جیسا کہ کرنیل صاحب کہتے ہیں۔ کہ ہے تو کرنیل صاحب کا سارا خود
محل اعتراض ٹھہرتا ہے۔ اور لوگوں کو انکے مذہب پر ایسا شک ہوسکتا ہے۔ کہ ہم کسی ایسی
چٹھی کا پتہ بتائیے۔ جو سوامی جی یا آریہ سماجیوں نے نامزد کی ہو۔ اور جس میں بانیان تھیوسافیکل
سوسائٹی نے بدھ مذہب کا پابند ہونا بیان کیا ہو یا آریہ سماج کیطرف سے کوئی ایسی
تحریر پیش کیجئے جس میں یہ بات ظاہر کیگئی ہو۔ کہ وید ان ہی مسائل پر ہیں جو بدھ مذہب
کے اصول ہیں۔ اگر صاحب موصوف ایسا ثابت کر دے۔ جو سراسر محال ہے۔ تب کرنیل کے اس

فقرہ مندرجہ ذیل میں پیکٹ میں جان پڑ سکتی ہے۔ ورنہ تب تک یہ فقرہ مردہ اور بے سر و پا بے بنیاد ہے کہ کرنل صاحب کو جو چٹھی ۱۸ اپریل ۱۸۷۸ء کو شیام جی ورما سے ترجمہ کروا کر بھیجی۔ وہ پرسنل گاڈ کی تعریف میں تھی۔ اسپر کرنل صاحب نے اعتراض کیا۔ اور ۲۶ ستمبر ۱۸۷۸ء کی چٹھی ارسال کی جو کہ یا تو سوامی دیانند جی کے ایشور کی تعریف ہم کو ٹھیک نہیں پہونچی۔ یا ان کے مقاصد ایشور کی نسبت ایسے ہیں۔ جن سے کہ تھیوسافیکل سوسائٹی اور اس کے ممبر اختلاف کرتے ہیں۔ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ سوامی جی مہاراج پرسنل ایشور کو مانتے ہیں جس ایسے ایشور کو ہم نہیں مان سکتے۔ آپ سوامی جی سے پوچھ کر ہمیں صاف صاف بتلائیں کہ آیا یہ سماج ایسے ایشور کو مانتی ہے۔"

اس کا جواب نہ تو سوامی جی نے دیا اور نہ ہری شچندر نے۔ مگر ہری شچندر نے ۲۸ ستمبر ۱۸۷۸ء کے خط میں یہ کہا۔ کہ جب آپ بمبئی میں آویں گے۔ تو سارے حالات معلوم ہو جاوینگے جس سے صاف ظاہر ہے کہ بمبئی آنے سے پیشتر ہمارا یہ مذہب تھا۔

آیا کیا کوئی مسلمان اپنا مذہب پھیلانے کے واسطے اہل ہنود کے ان مسائل سے اتفاق ظاہر کریگا۔ جو خلاف اسلام ہیں۔ یا کوئی عیسائی اپنا مطلب پورا کرنے کی غرض سے خدا کو کر بیٹھے مسیح کی بجائے خدا کا بیٹا بیان کریگا۔ اگر نہیں ہے۔ تو آپ کیونکر تسلیم کر بیٹھے کہ سوامی دیانند سرسوتی کا مذہب تو پرسنل ایشور کا معتقد ہے اور بقول آپ کے تھیوسافیکل سوسائٹی اور اس کا وعظ وہ آ جنگ کرتے چلے آتے ہیں۔ ورا نیوں نے اہل امریکہ سے کہدیا کہ میں امپرسنل ایشور کو مانتا ہوں۔ اور اگر تبدیل اعتقاد منظور تھا۔ تو اسکا اظہار اہل امریکہ کے یہاں آنے پر کیوں نہ ہوا۔ خلاصہ یہ کہ اسکا فرض کرنا ہی خلاف ہے وجہ یہ ہے کہ تحریر کے بالکل برعکس ہے۔

ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اس معاملہ میں ثبوت اصلی یعنی شہادت ظاہر کو چھوڑ کر احتمال پر اکتفا کرنے کے کیا معنے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ کرنل الکاٹ صاحب نے اس مقدمہ کی تشریح میں ۱۸ صفحہ کی کتاب تو بنا دی۔ لیکن اس چٹھی سے ایک سطر بھی نقل نہ کی جس میں بقول کرنل صاحب پرسنل گاڈ کی تعریف تھی پرسنل کی۔ اور یہ قول غلط ہے کہ کرنل صاحب کی ۲۶ ستمبر ۱۸۷۸ء کی چٹھی سوامی جی کی اس چٹھی کے جواب میں تھی۔ خدا جانے آپکو یاد نہیں رہا۔ ورنہ اس سے تو خود آپ کو بھی انکار ہے۔ دیکھو تھیوسافسٹ نمبر ۵ صفحہ ۲۷۔ چونکہ یہی سب سے بڑی بحث ہے جس سے آپ نے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے یہیں ہم اسکی اچھی طرح پڑتال کرتے ہیں اور آپ سپلیمنٹ ۲۷۶-۲۷۷ جلد ۳ تھیوسافسٹ (۱۹۰۳) آپ کے خیال میں ۲۶ ستمبر ۱۸۷۸ء کی چٹھی پچیس زیادہ وقت کے قریب ہے۔ پس ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ۲۶ اگست ۱۸۷۸ء سے پہلے اس چٹھی کا وجود کہاں تھا۔ اور آپ نے اس مضمون کے چھپنے

سے پہلے کبھی کسی جگہ آپنے اسکا ذکر کیا تھا (۲) اگر یہ سچ ہے۔ حالانکہ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ایسی کوئی چٹھی ارسال نہیں ہوئی۔ تو اسکا کوئی جواب سوامی جی نے آپ کو ارسال کیا یا نہیں۔ اگر نہیں کیا۔ تو آپ کیوں چل پڑے اگر کیا تھا۔ تو وہ کیا ہے کہاں ہے۔ اور آپ نے آج پندرہ سال تک اسکو کیوں ظاہر نہیں کیا اگر آپ کے پاس سچائی ہے تو وہ سو وقت کیواسطے چھپائی ہوئی ہے۔

(۲) شاید آپ کہیں کہ ۳۰ ستمبر ۱۸۷۸ء کی چٹھی پریشیدنسی کی اسکا جواب ہے تو یہ آپ کا کہنا سراپا غلط ہے کیونکہ امریکہ سے چلی ہوئی ۲۴ ستمبر کی چٹھی کا ۳۰ ستمبر کی لکھی ہوئی چٹھی جواب نہیں ہوسکتا۔ آپ کے اس کراماتی یا جادو آمیز منطق کو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا۔ پس ان باتوں میں سے کوئی نہ کوئی آپ کو تسلیم کرنی پڑے گی۔

اول۔ یا تو سوامی جی کی کوئی ایسی تحریر جس سے آپ کو شک ہوا اور شک ہونے پر آپ نے بقول خود ۲۴ ستمبر کا خط ارسال کیا تھا۔ دکھلا دیں۔

دوم۔ ہم کو ثابت کردیں کہ ۳۰ ستمبر ۱۸۷۸ء کی لکھی ہوئی چٹھی امریکہ سے آکر کسطرح اور کس رفتار سے بنارس سے ۳۰ ستمبر ۱۸۷۸ء کو یہاں سے اپنا جواب ہو کر آپ کو پہنچا سکتی ہے۔

سوم۔ وہ نامکمل جواب شہر نیکر وہ اسی کا جواب ہو آپ کو کسطرح اتنے بڑے سفر کے واسطے تیار کرسکتا ہے اگر جواب نہیں پہنچا تھا۔ تو دوسری چٹھی لکھتے۔ کیونکہ اسی پر اتفاق عقائد کے ثبوت کا دارومدار تھا۔ اور اسی کو آپ نے جولائی ۱۸۸۰ء سے پہلے کبھی ظاہر نہیں کیا۔ حقیقت یوں معلوم ہوتی ہے کہ یہ چٹھی یا تو لکھی ہی نہیں گئی۔ اور اگر لکھی گئی ہے تو روانہ نہیں ہوئی۔ اور اگر خدانخواستہ روانہ ہوگئی تھی۔ تو راستہ میں بحالت سفر صندوق جہاز میں کوٹ ہومی لال سنگھ یا کوئی اور تبتی مہاتما یا صوفیانی مہاتما یا مدراسی مہاتما کی روح تھیلے سے نکالکر واپس کرنیل صاحب کے پاس پہنچا آئی تاکہ وقت پر کام آوے اور تھیوسافیکل سوسائٹی برباد نہ ہو۔ ورنہ اس سے زیادہ اس کے وجود کا کوئی ثبوت نہیں ہے

گیارہویں فصل۔ یہ مخالفت اصولی ہی

اگرچہ یہ قطع تعلق تمام ملک میں خاص چرچے کا مضمون رہا۔ تاہم اسکی تہ میں محض اصول کی حفاظت تھی۔ سوامی جی نے جب پہلے خطوط اور عام رویہ سے اندازہ لگا کر یقین پایا۔ کہ کرنیل اور میڈم صاحبان علاً ویدک دھرم کے کٹر پیرو ہیں تو ان کی تبلیغ سے انکو خوشی آمدید کہا۔ لیکن جب انکے برعکس معلوم ہوا۔ حرکات سے قطع تعلق کیا۔ سوامی جی کا کل رویہ لیبر دھرم کیلئے اور بلا اصول تھا۔ کرنیل صاحب وغیرہ کو کوئی اعتراض

ان کی شخصیت پر نہیں کر سکتے۔ اعتراض تو کیا۔ جب کینہ مخالفوں نے اس جھگڑے کا ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا۔ تو انہوں نے حسب ذیل نوٹس اپنے اخبار میں چھاپا۔

نوٹس۔ پنڈت دیانند سرسوتی سوامی کے مخالفوں کو شروع میں ہی مطلع کر دیتے ہیں۔ کہ ہمارے تھیوسوفسٹ اخبار میں کوئی تحریر کسی کی سوامی جی یا آریہ سماج کے خلاف جو بلاسوچے سمجھے ہوگی نہیں چھاپی جاویگی۔ ہمارے اور ان کے درمیان تفرقہ پڑ جانا کوئی وجہ اس بات کی نہیں ہے۔ کہ ہم ذاتی حملوں کو اپنے رسالہ میں چھاپیں۔ جب کہ ہم اپنے ہی جھگڑوں کو چھاپنا پسند نہیں کرتے تو اوروں کے جھگڑوں کا چھاپنا ہمارا فرض نہیں خاص کر جبکہ کوئی ناگوار طور پر سوامی جی کی ویدک علمیت کا سوال اٹھایا ہے۔ چونکہ اور یورپ کے پنڈتوں کے فیصلہ کے لئے چھوڑ دینا مناسب ہے اگرچہ ہم کو اس بات کا رنج ہے کہ ایسا بڑا عالم شخص ہماری نسبت بڑی غلط فہمی میں پڑ کر ہم سے بیزار ہو جاوے۔ مگر کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ وہ آرین کلچر کا ایک لائق شخص ہے۔ اور اپنے ملک کا جان نثار خیرخواہ ہے اس کیلئے ہمارے تعلق کی پرواہ کرنی اتنی ضروری نہیں ہے جتنی کہ انڈیا کی خیرخواہی کی۔ ایچ۔ ایس الکاٹ پریسیڈنٹ تھیوسافیکل لاج کلکتہ ۱۷ اپریل ۱۸۸۲ء از تھیوسافسٹ ماہ مئی ۱۸۸۲ء صفحہ ۱۸۷۔

باب پنجم

سوامی جی کے لوگوں کو بتلائے ہوئے نسخے

(۱) دل دھڑکنے کا نسخہ۔ پنڈت ہردے نارائن جی وکیل کانپور نے بیان کیا۔ کہ ہمارے چھوٹے بھائی پنڈت پیارے لال جی کو دل دھڑکنے کی بیماری تھی۔ سوامی جی نے اسے سیوتی کا گلقند بتایا تھا۔

(۲) بدہی بڑھانے کا نسخہ۔ پنڈت بہاری دت شرما ساکن واں پور نے بیان کیا کہ سوامی جی بدہی بڑھانے کیواسطے سردی کے دنوں میں مالکنگنی بتلایا کرتے تھے۔ اس طریقہ پر کہ مالکنگنی ایک چھدام۔ جینی ایک چھدام۔

(۳) عمدہ نسخے کا نسخہ۔ گگی جن (خوبانی) کے ٹکڑے کر کے ایک ایک ودیارتھی کو پان میں کھلایا کرتے تھے۔

(۴) پچورن یا چورن۔ ٹھاکر جگناتھ سنگھ جی حاکم جھونڈ راج اٹوہ سے پور نے بیان کیا۔ کہ سوامی جی نے یہ چورن مجھ کو بتایا تھا۔ سیاہ و سفید زیرہ۔ سونٹھ۔ چھوٹی پیپل۔ اجوائن۔

کالی مرچ سفید کتھا نمک یہ سب چیزیں برابر لینا اور ایک اوشدھی سے چوتھائی ہینگ لینا۔ اور دونوں زیروں اور سہاگے کو کورے برتن پر بھون لینا۔ اور بعد سب کو پیس کر چورن کر لینا اور روٹی کھانے کے وقت تین ماشہ شروع نوالہ میں کھا کر اوپر سے روٹی کھانا۔

(۱) دانتوں کے ہلنے اور بادی روگ کے دفع کرنے کا نسخہ۔ لالہ راجی لال ساکن مراد آباد کو سوامی جی نے حسب ذیل دوائیاں ۳۰ اگست ۱۸۷۹ء کو بمقام خورد لالہ گنگا رام رستوگی کے باغ میں بتلائیں تھیں۔ مصطگی رومی ۲ تولہ۔ نیلا تھوتھا ۲ تولہ ماجو پھل ۲ تولہ۔ ماشی ۲ تولہ۔ اول نیلا تھوتھا کو آگ پر کھیل کرکے اس کو گرم گرم اس قدر پانی میں کر ڈالیں کہ سب دوائیاں تر ہو جاویں۔ پھر کھرل کرنے کے بعد پانچوں چیزوں کو برابر تولہ اور الگ الگ سب کو پیس کر اس پانی میں ملا لیوے بعدہ ان سب کے برابر وزن آک کی جڑ کی ریتلی جگہ میں اگا ہوا آک کی جڑ کے چھال پانی میں دھو کر پانی میں سو مل سنگ سے اکٹھی کی مانند ٹکیہ جیسی لیوے۔ اور روز صبح کو بعد فارغ ہونے دست دھاون ریخ سے ملا کر لیوے اور بعد ملنے کے ایک دو گھنٹہ تک دانتوں میں پانی نہ لگایا جاوے۔

(۲) نسخہ دوا۔ گندھک ایک چھٹانک۔ چکنا سہاگا ایک چھٹانک۔ سیب کا چھلکا ایک چھٹانک دال ایک چھٹانک۔ نیلا تھوتھا ½ چھٹانک ان پانچوں چیزوں کو پیس چھان کر مصفی کے تازہ گھی میں ملا کر لگا دے۔ اگر وزن کم بنانا ہو۔ تو چار چیزیں برابر ہوں نیلا تھوتھا نصف۔

(۳) تلی کا علاج۔ تلی کمزوری سے ہوتی ہے بھوجن کھانے کے وقت ہاتھ سے تلی اٹھا ہو جب تک بھوجن کرتا رہے تلی کو دبائے رکھے دس پندرہ دن کے بعد اپنی جگہ پر آ جاوے گی۔

(۴) نسخہ دوا۔ گولی کو گھس کر لگانے سے تین چار روز میں آرام ہو جاتا ہے۔ چکنے پتھر پر جل سے گھس کر لگا دو۔ ترکیب گولی۔ نیلا تھوتھا سہاگا کچا۔ جو تھوتھا چھوٹا موٹا ہے رائی سفید جو اچار میں ڈالی جاتی ہے۔ رال گندھک مساوی وزن لیجئے الگ الگ پہر بارہ پہر تک کھرل میں پیسے الگ الگ پیس کر پھر اکٹھے ملا کر پانی سے پیسو۔ گولی بنا کر سایہ میں خشک کر لو۔ دوا کی جگہ کو جلا کر دوائی لگانا چاہئے۔ یہی نسخہ لال گوپال صاحب کی یادداشت میں ہے۔

(۵) سانپ کے کاٹنے کا علاج۔ جب سانپ کاٹے تو پہلے تھوڑا سا خون نکال زخم کو اوپر سے باندھ دینا۔ سا دہاں سانپ کے کاٹے ہوئے میں تھوڑا سا نشتر لگا دو۔ مندرجہ ذیل دوائی پہلے سے تیار کر کے موجود رکھنی چاہئے بوقت ضرورت کام آ سکتی ہے ترکیب دوائی یہ ہے۔ جیا لگوٹا کی مینگ کو سات دن تک لیموں کے رس میں بھگو سایہ میں خشک کرو جس کو سانپ کے کاٹنے سے بیہوشی ہو گئی ہو تو سلائی سرمچو سے مریض کی آنکھ میں لگا دو۔ آنکھ دکھنے کی۔ ہر خاص علاج علیحدہ ہو سکتا ہے۔ فوراً آرام ہو جاویگا۔ اپا مارگ جس کو پنجابی میں

پھوڑا نکلا اور پیپ میں جو چھوٹے بنتے ہیں مر جڑ کے دو ماشہ کالی مرچ کیساتھ رگڑ کر چار پانچ
سات دفعہ پانی حلق تک پی لو پھر ابکائی کر ڈالو۔ جو خون نکالکر تھک تو حلق میں گھیکو مقام گزیدہ
پر لگا دو۔ پھر کپڑا پانی میں تر کر کے دیپر زخم کے لگا دو اور اوپر ذرا سا نمک ڈالدو۔ بچھو کے کاٹے
کا بھی یہی علاج ہے

(۱۰) ابرق سیاہ مارنے کی ترکیب۔ ابرق سیاہ کاشی کو شکر یا عقود (جھوا) کا رس نکالکر گھوٹ
پھر لو۔ دو تین دفعہ خشک کیا کرو۔ پاجک جھڑائی زراہ چھٹے او چٹی ایک ایک پھیا دو۔

(۱۱) بھیلاوہ اسکا پاتال جنتر سے تیل نکالنا یعنی ہانڈی میں بھر کر بقدر تیل کے آ ماسا رکھ دیکر
تیل کسی شیشی میں ڈالکر آگ دوبارہ پھیریگا۔ (۱۲) کسی نے کوئی زہر کھا لیا ہو تو اسکا علاج یہ
ہے۔ کہ حلق تک نمک ڈال ڈالکر پانی پینا۔ چند بار جب تک خشکی معلوم ہو پھر قے کر دینا۔

(۱۳) کھانسی اور دمہ کا علاج۔ دو بڑے نگ سوماشہ اور پانچ سات کالی مرچ اور تھوڑی سی
سونٹھ چیکر پانی میں گرم کرو۔ پھر ٹھنڈا کر کے پلادو۔ پانچ سات تک حلق میں رکھیے۔ چٹخارہ
کر نکال دو۔ ترشی۔ لال مرچ وغیرہ سے پرہیز کراؤ۔ پھر تیسرے دن ایسا ہی عمل کراؤ جب
تک آرام نہ ہو (۱۴) شنگرف مارنے کی ترکیب۔ شنگرف ایک تولہ کی ایک ڈلی لو اور
چھٹانک بھر بھلاوہ کا خالص تیل کے پیالہ میں ڈالکر اس میں شنگرف کی ڈلی رکھ دینا۔ پھر اسے
کو لکڑی کی آنچ دینی دو تین دفعہ

(۱۵) سنکھیا سفید یا سیاہ دونوں۔ سدھو پھر ہنڈی کا کنارہ چھوڑ کر دو سیر سیندھور
نیچے خوب دبا دو۔ اس پر نیچے سنکھیا ڈالدو اور پھر سیندھور ڈالدو۔ دبا دو۔ تھوڑی تھوڑی
آنچ دو۔ جب اوپر کا سندھور جلنے لگیگا او سنکھیا نیچے کا پھر ڈالدینا ٹھنڈا کر کے نکال
جتاشہ کے ساتھ بھول ہو جائیگا۔ کالا الگ کر کے سفید سنکھیا الگ کر لو۔ چاول بھر سے بھی
کم خوراک ملیریا کی دس یا پندرہ کے ساتھ ہے۔ جریان کے بخار کیواسطے مفید ہے۔

(۱۶) بواسیر خواہ خونی ہو یا بادی اسکا علاج۔ کیر کی نولی درخت سے توڑ کر پانچ تولہ
دانتن کر کے جو نکل جاتا۔ تیل کھٹائی ترشی لال مرچ سے پرہیز رکھنا۔ جب تک آرام نہ
ہو ایسا ہی کرو۔ اگر خشک نولی ہو تو کپڑے میں چار پانچ باندھ کر رات بھر بھگو کر نمک کم کھاؤ۔

(۱۷) ہاضمہ کی گولیاں۔ آک کے پھول کی ڈوڈی پاؤ بھر گول مرچ پون تولہ۔ کالا نمک پون
تولہ۔ پھول کو پیس کر گولی باندھ لو دھوپ میں خشک کرو۔

(۱۸) دانت کے درد کا علاج۔ گل کو جب بوا سے اور سوارے دانتوں کرو۔

(۱۹) کچھ پیکر دانتوں کو بیٹھے سے دانت مضبوط ہوتے ہیں۔

(۲۰) کلیا سکو پیکر تین چار ماشہ پانی سے رات کو تین چار روز تک کھاؤ۔

(۲۱) نزلہ زکام بانی بالکو پال ہسپا سے بچے کا نسخہ

ست گلو جس ملائی خرید۔ شہد چیلی چاول کو برابر لیکر شہد میں گولی بنا دیں

باب ششم

آریہ سمارگ سندرشنی سبھا کلکتہ[1]

اور

شری سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج

۲۲۔ جنوری ۱۸۸۱ء بروز یکشنبہ بوقت شام سینٹ ہال راجہ بالی کلکتہ میں وہاں کے رؤسا و اعظم اور مشہور پنڈتوں نے جمع ہو کر سوامی دیانند سرسوتی جی کی کارروائیوں کے خلاف فتوے پاس کرنے کی غرض سے یہ سبھا منعقد کی۔ منتظم پنڈت مہیش چندر نیائے رتن پرنسپل کالج تھے۔ پنڈت تارا ناتھ ترک باچسپتی، جیوانند ودیا ساگر بی۔ اے۔ اور نودیپ کے پنڈت بھوون چندر ترک رتن۔ اور جسر کے رام دھن۔ کانچرے کے پنڈت بانکے بہاری باجپئی اور پنڈت جنا نرائن لواڑی۔ اور بندرابن کے سودرشناچاری۔ اور تنجور علاقہ کے کرشم تعلقے ترووش نلور وگرام۔ مدارس پریسیڈنسی کے پنڈت رام سوبرمنیہ شاستری (جنکو رام سوبا شاستری بھی کہتے ہیں) وغیرہ تین سو ایسے ہی پنڈت رونق افروز تھے۔ ان کے علاوہ رئیسوں میں وہاں کے مشہور زمیندار آنریبل مہاراجہ جتیندر موہن ٹھاکر سی۔ ایس۔ آئی مہاراجہ کملا کرشن بہادر۔ راجہ سوریندر موہن ٹھاکر مسٹر ڈی ٹھاکر سی۔ ایس۔ آئی۔ راجہ راجندر لال ملک۔ بابو چیت کرشن ناکھو پادھیائے۔ کمار دلیپ رمیندر سنگھ۔ بابو جادو چندر ملک۔ آنریبل بابو کرشن داس پال۔ رائے بدری داس مقیم بہو بازار۔ سیٹھ جگل کشور جی۔ سیٹھ نا سرمل سیٹھ منسرام وغیرہ وغیرہ رؤسا مقیم کلکتہ موجود تھے۔ اگرچہ پنڈت ایشر چندر ودیا ساگر۔ اور بابو راجندر لال صاحب مترا ایل۔ ایل۔ ڈی۔ یہ دو نو صاحبان اس بڑی سبھا میں تشریف نہ لائے۔ تاہم انہوں نے سبھا کی کارروائی کو بدل و جان تسلیم کیا۔

ہندو پیٹریاٹ میں لکھا ہے کہ "گذشتہ شنی وار کو یہاں کے سینیٹ ہاؤس میں بنگال کے پنڈتوں کی ایک سبھا ہوئی تھی۔ قریب پانسو آدمی کے جمع تھے جن میں اندازاً تین سو پنڈت ہونگے۔ اس سبھا میں سب آدمی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ متھرا کے سیٹھ نارائندر

---

[1] سار سدھا ندھی کلکتہ ۲۴ و ۳۱ جنوری ۱۸۸۱ء صفحہ ۳۲ و ۳۲۰ جلد ۳ نمبر ۲ مطابق ودیا پرکاش ۱۲ فروری جلد ۲ نمبر ۱ و اگنی ہوتری ۲۴ و ۲۵ ہندو پیٹریاٹ جنوری ۱۸۸۱ء و انڈین ڈیلی نیوز جلد ۱ نمبر ۲۴ جنوری ۱۸۸۱ء انگلشمین جلد ۲۴ نمبر ۲۴ جنوری ۱۸۸۱ء و بھارت مترا ۲۷ جنوری ۱۸۸۱ء جلد ۳ نمبر ۔ و دلی گزٹ جلد ۱۱ نمبر ۹ فروری ۱۸۸۱ء و آریہ درپن جلد ۳ صفحہ ۲۵۔۲۶۔۲۷ میں اس کے متعلق لکھے گئے۔

کی کوشش سے یہ سبھا ویدک کی وشیوں میں سندیہ نوارن کرنے کے لئے ہوگئی تھی۔ مدراس کے ایک رام سوامی شاستری نے کہا کہ پنڈت دیانند سرسوتی نے ویدوں کے وشے میں جو مت دیا ہے۔ اس سے دکھن اور دوسرے دیش کے لوگوں کو بہت سندیہ ہوتا ہے۔ اور اس وشے میں بنگال کے یہ ودوان پنڈتوں کی رائے لینے کے لئے وہ کلکتہ آئے ہیں :۔

جس وقت مندرجہ بالا جملہ صاحبان سینٹ ہال میں جمع ہوگئے۔ تب پنڈت مہیش چندر نیارتن نے اس سبھا کے قایم کرنے کا خاص منشا بیان کرکے مفصلہ ذیل سوالات پیش کئے تھے کو

عـ۱ ویدوں کے منتر بھاگ اور سنگھتا بھاگ کیطرح برہمن بھاگ بھی ماننے کے لائق ہیں یا نہیں۔ اور منوسمرتی کیطرح دوسری سمرتیاں بھی ماننے یوگ ہیں۔ ؟ اتفوا نہیں جو اس کے اثر میں نتیجہ ہوا کہ دونوں مانیہ ہیں۔

عـ۲ وشنو، شیو درگا کا پوجن، شرادھ وغیرہ اور تیرتھ یاترا شاستروکت ہے۔ ؟ اتفوا نہیں۔ اتر۔ ہاں یہ سب شاستروکت ہیں۔

عـ۳ رگ وید سنگھتا میں اگنی میلے پروہتم وغیرہ منتر ہے۔ اس سے اگ اتفوا ایشور کسکو سمجھنا چاہئے۔ اتر۔ اگ کو۔

عـ۴ یگ وِشنو اور عمل کی شدھی کے لئے کیا جاتا ہے۔ ؟ اتفوا مکتی کے لئے۔ اتر مکتی کے لئے۔

سنسکرت اور بنگالہ دونوں بھاشا میں ترک جو ترک ہوتا تھا۔ سوال کے جواب سب لکھ لئے گئے تھے۔ اور ان پر سب پنڈتوں کی سہی ہوئی تھی۔ پنڈت لوگوں کی دو ہائی بھی لی تھی (از سندھ وٹیر پٹ) ہندو بھارت نمبر ۲۷ جنوری ۱۸۸۱ء

اب ہم تمام اتر اور پرشن مندرجہ اخباروں کے جو آریہ سماج اور سوامی دیانند جی کی طرف سے دئے گئے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اور اسی میں راجا شیو پرشاد کے اعتراضوں کی تردید بھی موجود ہے :۔

سوال اول۔ پنڈت مہیش چندر نیارتن جی نے اول سوال یہ کیا کہ وید کا سنگھتا حصہ جیسا مانا جاتا ہے۔ برہمن حصہ بھی ویسا ہی ماننے کے لائق ہے یا نہیں ؟

اور منوسمرتی وغیرہ شاستر سمیت اور سمرتیاں بھی واجب التسلیم ہیں یا نہیں ؟

جواب۔ اس کا جواب پنڈت رام سوبرہمنیا شاستری نے یہ دیا۔ کہ یجروید سنگھتا میں لکھا ہے یدّ وَے کنچ منو روَدتّد بھیشجم یعنی جو کچھ منو نے کہا سب قابل تسلیم ہے۔

اس وید کے قول سے کل منوسمرتی قابل تسلیم ہے۔ اور اگر منوسمرتی کا کوئی ایک

حصہ مانا جاوے تو اس منتر میں جو لفظ کٹھن ہے۔ کہ جس کے معنی ہی پڑھتے ہیں۔ واقع ہوا ہے بیکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے کل منوسمرتی کو ماننا لازم ہے۔ اگر بالفرض منوسمرتی کو تسلیم نہ کیا جاوے۔ تو وہ ویدی بھی کہ جس میں منوسمرتی کا ماننا ایک امر ضروری لکھا ہے۔ قابل تسلیم نہیں رہتا۔ اس لئے ویدک سنگھتا ماننے والے کو منوسمرتی کا نہ ماننا سنگھتا کے ماننے کے برعکس ہوتا ہے۔ دیانند سرسوتی نے بھی منو کو تسلیم کر کے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳ میں یہ الفاظ لکھے ہیں [illegible] اس لئے سوامی جی کا منوسمرتی کو ماننا صاف ظاہر ہے۔ باب دیکھئے इत्यादि

منوسمرتی کے ادھیائے ۲ میں لکھا ہے کہ एताश्चान्याश्च सेवेत दीक्षा विप्रो वने वसन् विविधाश्चौपनिषदीरात्मसंसिद्धये श्रुतीः॥ مطابق اس شلوک کے علاوہ برہمن حصہ کے اپنشد حصہ کو بھی مثل وید کے شروتا اور تسلیم کیا جاتا ہے بجز ارتھ شیک کی باب اول فصل دوم میں لکھا ہے کہ स्मृतिः प्रत्यक्षमैतिह्यमनुमानं चतुष्टयम् اس بچن کی مطابق مثل شرتی کے سب سمرتیاں بھی قابل ماننے کے ثبوت ہوتی ہیں۔ کیونکہ لفظ प्रमीयते کے معنی विश्वास्यते کے ہیں۔ یعنی جس سے کہ ٹھیک ٹھیک گیان پیدا ہو جاتا ہو یہی معنی بھاشا کار نے بھی کئے ہیں۔ اور پنڈت تارا ناتھ باچسپتی نے بھی یوں ہی کہا ہے वेदोऽखिलो धर्ममूलं स्मृतिशीले च तद्विदाम् یعنی وید دھرم کی جڑ ہیں اور سمرتی بھی ویسی ہی ہیں۔ منو کے اس قول کے مطابق بھی سب سمرتیاں قابل تسلیم ثبوت ہوتی ہیں۔ اسی طرح بہت سی دلیلوں سے یہ بات ثبوت ہوتی ہے کہ مثل سنگھتا کے برہمن حصہ اور مثل منوسمرتی کے وشنو یاگولک وغیرہ جملہ سمرتیاں قابل تسلیم ہیں۔ اور یہی سب پنڈتوں کی متفق رائے ہے۔

جواب الجواب آریہ سماج۔ ارتھ۔ جو کچھ منو نے کہا سب قابل تسلیم ہے۔

اول ہماری تحقیق سبھا میں یہ بیان پیش ہوا۔ यद्वै किञ्च मनुरवदत्तद्भेषजम् اگرچہ جو امر اس قول سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کی نسبت ہمیں چنداں اعتراض نہیں ہے۔ مگر جو یہ یجروید سنگھتا کا قول بتایا گیا ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ وہ یجروید سنگھتا کی چالیس ادھیا میں کہیں نہیں ہے۔ شاید یہی وجہ ہے۔ کہ اس کا پتہ و نشان نہیں دیا گیا۔ منو جی میں چاروں ویدوں کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اور ان کے پڑھنے پڑھانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وید منو جی کے زمانہ سے پہلے موجود تھے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کس نسبت اور کس غرض سے قول مذکور یجروید سنگھتا کا بیان کیا گیا ہے۔ ویدوں میں منوسمرتی کا ذکر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا وید ادھورے ناقص تھے۔ کہ ان کی تکمیل منو جی پر چھوڑی گئی تھی۔ غضب تو یہ ہے کہ ہماری تحقیق سبھا میں سے کسی نے جواب تک نہیں لی۔ اور پنڈت رام سوروپ برہمن شاستری جی مدراسی کا بتایا ہوا جواب تسلیم کر لیا گیا۔

سبھا کی اصولی سبھا شاید اس بات سے بے خبر ہے کہ ایسی غلط بیانی سے سوامی دیانند سرسوتی کے اپدیشوں کی تردید نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کو تقویت پہنچتی ہے۔ درحقیقت قول مذکور سام برہمن کا ہے جسے یہ جتایا ہے۔ ذکر کا جملہ کے باب میں جو کچھ سوامی جی نے کہا ہے۔ وہ اوشد ہی کی بھی اشد ہی ہے۔ بھلا اگر وہ برہمن ہی کا قول بیان کیا جاتا تو اس میں کیا قباحت تھی۔ بحث کی بحث تھی اور راستی کی راستی۔ دراصل سوامی جی نے جو کچھ کہا ہے۔ اسکو تو ہم تسلیم کرتے ہیں مگر جو باتیں سوسمرتی میں سوامی جی کے بجا اپنی غرض کیطرف سے ایزاد ہوئی ہیں۔ ان کے ماننے میں البتہ ہم کو عذر ہے۔ جو شخص سوسمرتی کو غور سے پڑھیگا۔ اُسے یقین ہوجائیگا۔ کہ اس میں ایسی باتیں بہت سوجود ہیں۔ بعض مقامات میں تو اجتماع ضدین کی سی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ ان کا کچھ ذکر آگے موقعہ پر کیا جائیگا۔

وید کا سنگتا حصہ جیسا مانا جاتا ہے برہمن حصہ بھی ویسا ہی ماننے کے لائق ہے یا نہیں

یہ سوال غلط پیرایہ میں رکھا گیا ہے۔ اس میں ایک منطقی مغالطہ ہے۔ جس سے اصل امر بحث طلب بالکل فوت ہوجاتا ہے۔ یا کوئی امر بحث قائم ہی نہیں ہوتا ہے۔ اگر برہمن وید کا حصہ ہے تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ مثل سنگتا کے مستند نہ مانا جائے۔ اصل امر متنازعہ فیہ تو یہ ہے کہ جیسے سنگتا وید مانی جاتی ہے۔ ویسے ہی براہمن بھی ماننے کے لائق ہے یا نہیں۔ اس لئے بہتر تھا۔ کہ یہ سوال ان الفاظ میں ادا کیا جاتا۔ یعنی برہمن گرنتھ مثل سنگتا کے وید ہیں۔ یا نہیں یا جیسی سنگتا مانی جاتی ہے۔ ویسے ہی براہمن واجب التسلیم ہیں یا نہیں؟ یہ سوال بڑا ضروری ہے۔ اور اس کی نسبت آجکل بہت کچھ چرچا ہو رہا ہے ادھر تو سوامی دیانند سرسوتی جی برہمنوں کو وید کا حصہ نہیں مانتے۔ ادھر راجہ شیو پرشاد صاحب ستارہ ہند نے سوامی جی کی تردید میں ایک رسالہ لکھ مارا ہے۔ ہمارے ملک کے پنڈت کچھ اور ہی گیت گا رہے ہیں۔ بعض لوگ نہ سنگتا کو مانیں نہ برہمنوں کو۔ یوں ہی وقت در معقولات کر رہے ہیں۔ بعض نے سوامی جی کی بچہ سرائی ہی اپنا دستور بنا رکھا ہے۔ کہ شاید اسی سے کچھ ثبت بخیر ہو۔ ہماری رائے میں اس سوال کے فیصلہ سے وید مت کے ماننے والوں میں بہت سے تنازعات رفع ہوسکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ راجہ شیو پرشاد صاحب کو بھی آریہ سماج کے سندھی سبھا کے پنڈتوں یا شرمبھا کی شاخ رسالہ میں شامل کہا جائے۔ اور پھر سب کا جواب بہت کچھ ہو جائے۔ راجہ شیو پرشاد صاحب نے اس امر کے ثبوت میں کہ برہمن وید کا حصہ ہیں۔ پوربہ میمانسا کے دو سوتر پیش کئے ہیں۔ اور ان کی تصدیق پنڈت ایشور چندر صاحب بنارسی اور ڈاکٹر تھیبو صاحب نے کی ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ اس امر کی بحث کسی قدر شرح و بسط کے ساتھ کی جائے۔ ذیل میں ہم سلسلہ بحث کو انہی سوتروں سے شروع کرتے ہیں۔ وہ سوتر یہ ہیں۔ [illegible] ان کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وید کا منتروں سے اتنا مدعا ہے یعنی

حصہ ہے۔ وہ برہمن ہے لیکن افسوس کہ راجہ صاحب نے اول و آخر کے سوتر بالکل چھوڑ دئے ہیں۔ بیچ میں سے دو سوتر لے لئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصود ظاہرا ایک شخص کی تردید تھی۔ کچھ تلاش حقیقت منظور نہ تھی۔ اگر ما قبل و ما بعد دیکھ کر کل پرسنگ پر ناظر کے طور پر بحث کرتے۔ تو البتہ ایک بات تھی اور اس سے سرسری طور پر پڑھنے والے پر بھی کسی قدر اصل حقیقت کھل سکتی تھی۔ درحقیقت ان دو سوتروں سے راجہ صاحب کا مطلب ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں لفظ وید یا اس کا مترادف کوئی اور لفظ نہیں آیا ہے مگر اگر وہ اگلے پچھلے سوتروں کو غور سے دیکھتے۔ تو ان دو سوتروں کا پرمان دینے میں ہرگز جرأت نہ کرتے۔ ہم جیمنی جی کی پورب میمانسا کے ادھیائے دوم پاد اول کے ۳۰ سے لے کر ۳۷ سوتر تک (اور انہی میں وہ دو سوتر ہیں) ذیل میں نقل کر کے ان کی تشریح کرتے ہیں۔ جس سے صاف ثابت ہو جائیگا۔ کہ آپ کا برہمن بھاگ وید کا حصہ نہیں ہے۔ وہ سوتر یہ ہیں

(३०) विधिमन्त्रयोरैकार्थ्यमैकशब्द्यात् (३१) अपि वा प्रयोगसामर्थ्यान्मन्त्रोऽभिधानवाची स्यात् (३२) तच्चोदकेषु मन्त्राख्या (३३) शेषे ब्राह्मणशब्दः (३४) अनाम्नातेष्वमन्त्रत्वमाम्नातेषु हि विभागः (३५) तेषामृग्यत्रार्थवशेन पादव्यवस्था (३६) गीतिषु सामाख्या (३७) शेषे यजुःशब्दः।

اول سوتر (۳۰) کا یہ ارتھ ہے کہ ودھی (یعنی برہمن) اور منتر (یعنی سنگھتا) ان دونو کا ایک ہی ارتھ ہے؟ کیونکہ دونو میں ایک ہی قسم کے شبد یعنی الفاظ آتے ہیں۔ گویا ان دونو میں کچھ بھید نہیں۔ یہ قول معترض کا ہے۔ دوسرے سوتر (۳۱) میں جیمنی جی اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ ایسا نہیں (یعنی منتر اور ودھی ایک نہیں) بلکہ منتر توت پریوگ سے حقائق متعلقہ کو بیان کرتا ہے۔ اور اس سے اگلے سوتر (۳۲) میں منتر کی تعریف بطور تشریح لکھی ہے۔ یعنی منتر وہ ہے۔ جو انسان کے دل میں کسی شے یا فعل کا علم متعلق پیدا کرتا ہے۔ پھر آگے چوتھے سوتر (۳۳) शेषे ब्राह्मणशब्दः میں برہمن کی تعریف لکھی ہے اور پہلے سوتر (۳۰) کے ذیل میں ہے۔ جس میں ودھی شبد آیا ہے۔ ان سوتروں میں اگرچہ اب تک وید کا لفظ نہیں آیا ہے۔ مگر منشا اور یا معنی ہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ چونکہ منتروں یعنی سنگھتا میں حقائق متعلقہ اور کوائف موجودات کا خاص بیان ہے۔ اس لئے سنگھتا ہی وید ہے۔ اور وید کے معنی بھی علم متعلق کے ہیں۔ باقی رہا ودھی شبد سو اس کا اطلاق برہمنوں پر ہوتا ہے۔ اور ان میں منتروں کی تفسیر اور معروضات کی تشریح اور تاریخی واقعات وغیرہ بطور تفسیر درج ہیں۔ یا ان کی ترکیب و ترتیب اور مضامین سے ظاہر ہے۔ بلکہ جب برہمن شبد کی اصلیت پر غور کیا جاتی ہے۔ تو بھی وہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے یعنی برہمن شبد برہم کا جاننے والا ہے۔ اور برہم کے معنی وید (یا پرماتما وغیرہ) کے ہیں

اور جو برہم یعنی وید کو جانتا ہے یا جس سے وید جانا جاتا ہے یا جس میں وید کے مسائل کی تشریح
ہے اسکو براہمن کہتے ہیں۔ وید کے اول مفسر برہما و دیگر رشی تھے۔ اور انہی کے علم
پر ان کی تفسیروں کا نام براہمن رکھا گیا۔ اور یہ نام اُن تفسیروں سے منسوب ہے۔ اس کے علاوہ
براہمن کے معنی برہمنوں کے مجمع کے بھی ہیں۔ پہلے یہ دستور تھا۔ کہ جب کوئی مذہبی یا قانونی
کتاب لکھی جاتی تھی۔ یا کوئی خاص تفسیر مرتب ہوتی تھی۔ یا اس میں کوئی ترمیم و تبدیل کی جاتی
تھی۔ تو وہ کسی مجمع فضلا میں پیش ہو کر بحث و مباحثہ کے بعد منظور ہوتی تھی۔ اور یہ دستور
اب بھی جاری ہے۔ جیسا کہ شری مہاراجہ صاحب بہادر والئے جموں و کشمیر نے جو دھرم
شاستر تالیف کرایا ہے۔ وہ بہت سے پنڈتوں کی رائے لینے کے بعد شائع کیا گیا ہے۔
اسی طرح عجب نہیں۔ کہ براہمن گرنتھ بھی مستند برہمنوں کے مجمع یا کونسل میں منظور ہو کر
شائع کئے گئے ہوں۔ اور برہمنوں کے نام سے نامزد ہوئے ہوں۔ اور غالباً یہ بھی ایک وجہ ہے
کہ وہ اب تک مستند چلے آتے ہیں۔ اور ان کی تعظیم و تکریم ویدوں کے برابر ہوتی ہے
حتیٰ کہ عوام میں وہ ویدکا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ ورنہ قیاس میں نہیں آتا۔ کہ برہم (وید)
کا ایک حصہ مستلزمہ برہم (یعنی) اور دوسرا حصہ براہمن (برہم) ہو۔ ایسی تقسیم لفظاً و معناً ناموزوں
اور غیر معلوم ہوتی ہے۔ پس ایسی صورت میں براہمن شبد کے لغوی اور معقول معنوں
کو چھوڑ کر جو اس کا اطلاق وید کے حصہ پر کیا جاتا ہے۔ اس کے واسطے کوئی نہایت
مضبوط وجہ ہونی چاہئے۔ اور وہ موجود نہیں۔ اب آگے چلئے अनाम्नातेष्वमन्त्रत्वमा
म्नातेषु हि विभागः سوتر ۳۴ یعنی جو کچھ ویدک نہیں ہے وہ منتر نہیں کیونکہ جو کچھ ویدک ہے -
اس میں تقسیم ہے۔ اس سوتر میں دو لفظ تشریح طلب ہیں आम्नातेषु جو مشتق ہے
आम्नाय سے جس کے معنی وید ہیں۔ اور دوسرا विभागः جس کے معنی تقسیم ہیں
اب اگر سوتر کے جملہ اول میں جو کلمہ نفی دو جگہ آیا ہے۔ اسے خارج کیا جائے۔ تو باقی یہ رہ
جاتا ہے۔ جو کچھ ویدک ہے۔ وہ منتر ہے یعنی منتر ہی وید ہے۔ اور اگر اس جملہ میں جو
لفظ आम्नातेषु آیا ہے۔ اس سے مراد ان الفاظ سے لیجائے۔ جو یگ کرنے
والے براہمن یگ کے وقت حسب موقع ایزاد یا تبدیل یا خارج کر دیتے ہیں۔ تاہم ہمارا
مطلب فوت نہیں ہوتا۔ دوسرا جملہ جو دلیل کے طور پر وارد ہوا ہے صاف ہمارے
مطلب کا موید ہے۔ پہلے جملہ میں کہا ہے۔ کہ جو کچھ ویدک نہیں وہ منتر نہیں۔ دوسرے
میں اسی کی وجہ بیان کی ہے کہ جو کچھ ویدک ہے۔ اس میں تقسیم ہے۔ یعنی ویدک گرنتھوں
کی ترتیب و تقسیم و تعین معلوم ہے اسمیں غیر الفاظ کی گنجائش نہیں۔ اور اس تقسیم کی تفصیل
اگلے سوتروں میں درج ہے۔ اگر معترض یہ کہے کہ اس تقسیم سے مراد وید کی دو
حصوں یعنی منتر بھاگ و براہمن بھاگ سے ہے تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ سوتر میں براہمن شبد
یا اس کا مترادف کوئی اور شبد کہاں ہے۔ علاوہ براہمن وغیرہ کے جن الفاظ یگ کے وقت

حسب سوتر پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو ویدک قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس حجت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سوتر کا مضمون نہیں ختم ہو جاتا ہے۔ اور اسکو اگلے سوتروں کے ساتھ کچھ تعلق و ربط نہیں رہتا بلکہ اگلے سوتر فضول اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگلے سوتر اس विभाग: یعنی تقسیم کی تفصیل بتاتے ہیں۔ چنانچہ तेषामृग्यत्रार्थवशेन पादव्यवस्था اس کا ارتھ یہ ہے۔ انہیں سے ایک رگ ہے جو معنوں کی پابندی کے ساتھ ترتیب منظومی رکھتا ہے (اور منتر بھی ہے) اس سوتر میں جو ضمیر جمع غائب तेषां (ان میں) آیا ہے وہ لفظ आम्नातेषु کیطرف راجع ہے۔ جو سوتر ما قبل میں بطور جمع غائب ظرفیہ واقع ہے۔ اس کے سوا کوئی اور لفظ ایسا نہیں ہے۔ جس سے ضمیر तेषां منسوب کیا جا سکے۔ اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ سوتر ما قبل کے دوسرے جملہ میں جو ویدوں کی تقسیم کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مراد یہی تقسیم ہے۔ جو سوتر زیر بحث اور اگلے سوتروں میں کیگئی ہے وہ کسی طرح برہمن گرنتھوں پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ وہ نہ تو ہیئت مجموعی منظوم ہیں اور نہ منتر ہیں۔ اگلے سوتر میں سام وید کی تعریف کی ہے गीतिषु सामाख्या یعنی جو علاوہ تعریف مذکورہ بالا کے گایا بھی جاتا ہے شेषे यजुः शब्दः یعنی رگ اور سام کے علاوہ یجروید ہے۔ اس سے آگے کئی سوتروں تک یجروں کی بحث چلی گئی ہے۔ جنکو معترض جو تھا وید کہتا ہے۔ وہ بحث ہمارے اصل مطلب سے تعلق نہیں رکھتی۔ اس لئے قلم انداز کیجاتی ہے۔ صرف اس قدر کہدینا کافی ہے۔ کہ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کل سوتروں میں ویدوں کی ماہیت کی تنقیح کیگئی ہے بس ادہر کے بیان اور سیاق کلام اور خود برہمنوں کے مضامین سے صاف متحقق ہوتا ہے۔ کہ برہمن وید نہیں بلکہ سنگتا ہی وید ہے۔ اگرچہ اس باب میں بے شمار بیان موجود ہیں۔ مگر مشتے نمونہ از خروارے جیمنی جی کے سوتروں ہی پر کفایت کیجاتی ہے۔ اور بشرط ضرورت اور بیان بھی پیش کئے جائینگے۔ ان سوتروں کا بیان خاصکر اس لئے دیا گیا ہے۔ کہ راجہ شیو پرشاد صاحب ستارہ ہند نے کہ اس بحث کے گویا بانی ہوئے ہیں۔ انہی میں سے دو سوتروں پر اپنے مباحثہ کا مدار رکھا تھا۔ اور انکی تحریر پر بہت سے ناواقف لوگ اب تک ناز کر رہے ہیں۔ چنانچہ حال میں ایک پرانک پنڈت تلسی چرن جی صاحب نے سیٹھ بلدیو کی صاحب کے رسالہ کھیو سوشنٹ میں ایک نوٹس چھپوایا ہے جسمیں آپ نے راجہ شیو پرشاد صاحب کی تحریر کے حوالہ سے سوامی دیانند سرسوتی جی کے وید بھاشی کی خریداری کی ممانعت فرمائی ہے۔ واہ کیا خوب اس جہاں کو خوب سوجھی۔ مرحبا۔ مرحبا۔ آپ تو ویدوں کو چھپنے سے چھپاتے ووٹ پنچائیل کر اٹھا لیں۔ اور جب دوسرے شخص نے انکی اشاعت پر کمر باندھی تو یہ مخالفت۔ اس قسم کا نوٹس بھی آجتک کسی

رسالہ یا اخبار میں چھپا نہیں دیکھا۔

اخیر میں پورب میمانسا کے اول ادھیائے کے دوسرے پاد کے سوتر ۱ سے ۱۸ تک آیات ۳۱ سے ۵۳ بھی ملاحظہ طلب ہیں۔ ان میں معترض نے ویدوں کی سنگتا کی نسبت بہت سے اعتراض کئے ہیں۔ اور جیمنی جی نے ان کے جواب دئے ہیں۔ ان اعتراضوں میں ایک یہ بھی ہے کہ چونکہ منتروں کے معنی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ اسلئے وہ بے معنی اور فضول ہیں۔ اس کا ایک جواب جیمنی جی یہ دیتے ہیں۔ کہ چونکہ برہمن گرنتھ موجود ہیں۔ اس لئے ان سے معنی بخوبی سمجھے جا سکتے ہیں۔ دیکھو سوتر ۴۵ विधिशब्दश्च غرض کہ کل سلسلہ اعتراضات و جوابات سے محقق ہوتا ہے۔ کہ سنگتا ہی الہامی کتاب ہے اور برہمن گرنتھ اس کی تفسیر ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے۔ کہ برہمن گرنتھ بھی مستند اور قابل تعظیم ہیں۔ مگر وہیں تک جہاں تک ان کا منتروں سے اختلاف نہ ہو۔ چنانچہ اس کا فیصلہ بھی جیمنی جی نے ہی کر دیا ہے [illegible]

(پورب میمانسا ادھیائے ۵۔ پاد ۱۔ سوتر ۱۴) [illegible]

اس کا ارتھ یہ ہے۔ کہ اختلاف کی صورت میں منتر غالب ہے کیونکہ منتر بنفسہ مستند ہے اور اسی سے کرم کی تکمیل ہوتی ہے۔ اسلئے وہ یعنی براہمن محض کرم کا مبداء ہے اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ منتر کو برہمن پر فوقیت ہے یعنی منتر مکھیہ ہے اور برہمن گون اور منتر بغیر کرم پر لوگ نذر سندھی نہیں ہوتی۔ اسی سے ہمارے آچاریوں نے منتر کو منترنگ اور برہمن کو بہرنگ کہا ہے گویا کہ ایک جان ہے۔ دوسرا قالب۔ ایک مستند بالذات ہے۔ دوسرا مستند بالغیر اور جو بھارگی لالہ جی مہاشے نے منوسمرتی کے مندرجہ ذیل شلوک کا حوالہ دیکر اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ برہمن حصہ کا اپنشد حصہ مثل وید کے ہے۔ اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئی۔

[illegible]

اس شلوک کا ارتھ یہ ہے۔ کہ جن میں زہد کر اس وکیتا اور ستر اور وکیتا کا سیون کرے اور تزکیہ نفس اور صفائی باطن کے لئے اپنشدوں میں جو شرتی یعنی وید کے منتر ہیں۔ یا جو منتر برہم ودیا سے متعلق ہیں۔ ان کا سیون کرے یعنی ان کو پڑھے اور بچارے یہ شلوک بان پرستھ آشرم کے باب میں ہے اس میں اپنشد شبد صفت ہے۔ اور شرتی شبد موصوف یعنی جو شرتیاں زبردست اپنشدوں میں آئی ہیں۔ چونکہ بان پرستھ آشرم آتمائی شدی اور مکتی کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ اور اپنشدوں میں عموماً اسی مطلب کے منتخب منتر لکھے ہیں اس لئے منو جی نے ان منتروں کی طرف خاص کر رجوع دلایا ہے۔

منوسمرتی کیطرح اور سمرتیاں بھی واجب التسلیم ہیں یا نہیں۔ اس باب میں بھارگی مہاشے مہاسبھا میں دو قول بطور برہان پیش ہو کر تسلیم کئے گئے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے

स्मृतिः [illegible]

اے میری پیاری سبھا اس میں کہاں لکھا ہے۔ کہ سب سمرتیاں یا فلاں فلاں

سمرتیاں ماننے کے قائل ہیں۔ اس قول میں جو سمرتی شبد آیا ہے۔ اس کے معنی تو توسیع دینے کے ہیں۔ اور اس کا اطلاق سمرتی پستکوں پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ قول کے الفاظ صاف ہیں یعنی سمرتی (اور آپت پرتکش (شہادت حواس ظاہری و باطنی) تحقیق (ارتھاپتی) وغیرہ انومان (قیاس) ان چاروں سے وید منتروں کے جانے جاتے ہیں۔ اگر یہاں سمرتی شبد سے مطلب سمرتیاں مراد لی جائیں۔ تو یہ قول سب سمرتی پستکوں سے پیچھے کا بنا ہوا ٹھیرتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ کیوں ؟

دوسرا قول منو سمرتی کا ہے اور وہ یہ ہے वेदोऽखिलो धर्ममूलं स्मृतिशीले च तद्विदाम्
لیے میری تحقیق سچا منوسمرتی تو وہ سمرتی کہی جاتی ہے۔ پہلا اس میں پیچھے کی بہت سی تحریر کا بہو ملاوٹ کر آسکتا ہے۔ منو جی نے تو ہدایت عام کے طور پر ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے کہ وید سمپورن دھرم کا مول ہے اور جو وید کو جانتے ہیں۔ ان کا قول و فعل جو ویدک ہدایت پر مبنی ہے۔ ست دھرم کا مول ہے۔ مراد یہ ہے کہ کل دھرم کا مبدا وید ہے اور جو وید کو جانکر اس کے احکام کی تعمیل سے اپنے دل و دماغ کو روشن کرتے ہیں۔ اور علم و عمل کی ایک زندہ اور موثر نظیر ہیں۔ ان کی ہدایت و کلام اور سیرت و خلق بھی دھرم کا ماخذ ہے۔ جو لوگ خود وید نہیں جان سکتے۔ وہ ایسے لوگوں کی ہدایت و صحبت سے استفادہ کریں۔

اب ہم دو ایک پرمان نمونہ کے طور پر اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ حقیقت حال اور بھی زیادہ روشن ہو جائے۔ اول دیکھو پورب میمانسا ادھیائے کے پہلے پاد تیسرا سوتر विरोधे त्वनपेक्ष्यं स्यादसति ह्यनुमानम् اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ سمرتی کی تصنیف جو وید ہو وہ ترک کرنے کے لائق ہے۔ اور جو موافق ہو۔ وہ مانی جا سکتی ہے۔ درحقیقت کل سمرتی کے پورا پورا ماننے کا کوئی شخص دعوے نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان میں اس قدر اختلاف پائے جاتے ہیں۔ کہ ان کی توجیہہ و تاویل محال ہے۔ ایسی صورت میں یہی ہو سکتا ہے کہ یا تو وہ یک قلم رد کئے جائیں۔ یا جیمنی جی کے اس قاعدہ کلیہ پر عمل کیا جائے۔ کہ جو کچھ دلیل عقل سلیم کے موافق پایا جائے۔ وہ تسلیم اور باقی رد کیا جائے۔ پھر دیکھو منو جی کیا کہتے ہیں۔ ادھیائے ۱۲ شلوک ۹۵ و ۹۶

या वेदबाह्याः स्मृतयो याश्च काश्च कुदृष्टयः। सर्वास्ता निष्फलाः
प्रेत्य तमोनिष्ठा हि ताः स्मृताः॥ उत्पद्यन्ते च्यवन्ते च यान्यतोऽन्यानि
कानिचित्। तान्यर्वाक्कालिकतया निष्फलान्यनृतानि च॥

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جو سمرتیاں وید کے خلاف ہیں۔ اور جو جو بدعت و اغلاط مسائل ہیں۔ وہ سب جھوٹے اور لوگوں سے گھڑے ہیں۔ کیونکہ وید سے باہر جو کلام ہے۔ انسان کا بنایا ہوا اور زائل ہونے والا ہے۔ اس لئے مستند اور واجب التسلیم نہیں ہو سکتا اس سے ظاہر ہے کہ کل سمرتیاں تمام و کمال تسلیم نہیں کی جا سکتیں۔ ہاں جس کلام کی بنا

ویدوں پر ہو اور جو عقل سلیم کے موافق ہو اُس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ جیسے

श्रुति स्मृति पुराणानां विरोधो यत्र दृश्यते तत्र श्रौतं प्रमाणन्तु तयोर्द्वैधे स्मृतिर्वरा

ارتھ۔ جہاں وید اور سمرتی اور پران ان تینوں میں اختلاف ہو وہاں وید ہی پرمان مانا جاتا ہے۔ اور سمرتی اور پران کے اختلاف کی صورت میں سمرتی کو فوقیت ہے +

سوال دوم۔ پنڈت بھیشم چندر جیا برتن نے دوسرا سوال یہ کیا کہ شیو وشنو درگا وغیرہ دیوتاؤں کی مورتی کی پوجا اور مرنے کے بعد پتروں کا شرادھ وغیرہ۔ اور گنگا کروکشیتر وغیرہ تیرتھوں اور کھیتروں میں اشنان اور باس بموجب شاستر کے جائز ہیں یا نہیں

جواب۔ اس کا پنڈت رام سوبرہمن شاستری نے یہ دیا کہ یہ سب بموجب شاستر جائز ہیں۔ اس کے ثبوت میں رگ وید میں یہ کہا ہے

तर्वाम्नये भरती माजा्कृयंति रुद्रयन्ते

اس کے مطابق شیولنگ کی مورتی کی پوجا استھاپنا وغیرہ سے پوجن کا جनिमचारु चित्रम् پھل ہوتا ہے۔ اس کا بھاشیہ یہ ہے کہ

हे रुद्र! यत् यस्मात् तव जनि मजन्म

चारु मनोज्ञं चित्रं प्रकर्म्मा श्रीन त्वेन जीव जनि विलक्षणं

तस्मात् त्वत्कलनः क्षिप्रं दैवं प्रयत्नं प्रभवेलिङ्ग रूपं त्वां भरती

देवा माज्ञं यंति गङ्गादि तीर्थे ऽभि षिञ्च यंतीत्यर्थ भाष्ये चनस्य

लिङ्गादि रूप प्रतिमा पूजनेन स्यमनोरथ सिद्धिस्य प्रति सिद्ध

یعنی اے رودر! جب آپ کا جنم اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ تب آپ کا جنم اور جیو عجیب طور کا ہے۔ یعنی آپ کرموں کے تابع نہیں۔ اس لئے دیوتا اپنی بہتری و بہبودی کے لئے آپ کے لنگ کی استھاپنا کر کے پوجن کرتے ہیں۔ استھاپنا کرنا بغیر لنگ کی صورتوں کے غیر ممکن ہے۔ اس لئے لنگ وغیرہ کی مورتی کا پوجن خود ثابت ہوا۔ اور رام تاپنی اپنشد میں بھی صاف صاف کہا ہے کہ

प्रावमुक्ते तव क्षेत्रे सर्वेषां मुक्ति सिद्धये अहं

सन्निहित स्तत्र पाषाण प्रतिमादिषु सर्वदा ऽस्मिन् यो

ऽचये त्सम्यक् मंत्र मनेन मां शिव स्मरन् तस्यानेकं पापेभ्यो

मोक्षयिष्यामि मा शुचः

یعنی رام چندر جی شیو جی سے کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہارے چھیتر کاشی میں سب کی مکتی کے لئے پتھر کی مورتی میں موجود ہیں۔ جو ہماری پوجا پتھر کی مورتیوں میں کرتے ہیں۔ اُن کو برہم ہتیا وغیرہ پاپوں سے آزاد کر دیتے ہیں۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہ کرو +

مہا نارائن اپنشد کے اس فقرہ سے بھی ऋतं सत्यं परं ब्रह्म पुरुषं कृष्ण पिङ्गलम् شیولنگ کی پوجا صاف ثابت ہوتی ہے اور منو سمرتی کے دوسرے ادھیائے میں بھی

नित्यं स्नात्वा शुचिः कुर्यात् देवर्षि पितृ तर्पणम् देवताभ्यर्चनं चैव समिदाधानमेव च इति

اور دیول سمرتی میں بھی لکھا ہے

अश्रात्वानैव भुञ्जीत ह्यजन्मा निनिमपूज्यच शालिग्रामं हरेश्चिन्हं प्र-
त्यहं पूजयेद् द्विजः भास्करं गणपञ्चास्मिं एतद्वैव सरस्वतीं महा-
लक्ष्मीं महादुर्गां नित्यं विप्रगाम चयेत् , शालिग्राम शिलाचक्रे पि-
वेद्यो मनजोत्तमः तस्य पापानि नश्यन्ति ब्रह्महत्यादिकानि च
गौरी वा गौरीपति वा विष्णुः पति- اور رگوید کے برہمن پرشٹ میں یوں لکھا ہے کہ

वीम्कन्दो वा विनायको वान्यस्तासमस्ता वा ईज्यन्ते ।

महादेवं महापूज्यं वा चयेत् इत्यादि اور بودھائین سوتر میں بھی لکھا ہے

اسی طرح اور بہت سی مختلف کتابوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شیو وشنو درگا وغیرہ کی
پوجا جائز ہے اور پوجا نہ کرنے سے گناہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ذیل میں برہم شاستر سمرتی میں

यदि विप्रः सन्ध्यां हेवतार्चनं त्यजेत् स याति नरकं घोरं या-
वच्चन्द्रदिवाकरौ । सकृत्तत्र विषये प्रायश्चित्तम् ... कृच्छ्रं चौरस्व
विमेकस्मिन् द्विजोत्तमः ॥ पराकृच्छ्रं वर्षत्यागे उदुम्बरम् । शाल-
ग्रामशिला नास्ति यस्य वै ... श्मशानसदृशं गेहं तस्य-
... ।

یہ گوتم سمرتی کے اشلوک ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو سندھیا پوجن نہ کریگا۔
اسکو جب تک کہ سورج چاند اور ستارے قائم ہیں۔ تب تک دوزخ میں رہنا پڑیگا۔ اس کا
پرائشچت (کفارہ) یہ ہے کہ اگر ایک روز پوجن نہ کرے تو ایک ورت پرائشچت اور اگر ایک ماہ
نہ کرے تو سو برن کرچھ پرائشچت کرے اور اگر سال نہ کرے تو لوہ ہیرا کرچھ پرائشچت جس کے گھر
میں کہ اگر نہ کی سوامی اور سکھ بھی ہے۔ وہ گھر شمشان کی مانند ہے۔ ان کے علاوہ شاستر
جی کے اور بھی بہت سے ثبوت پیش کئے جو بوجہ نہ ہونے جگہ کافی کے چھوڑے جاتے ہیں
پھر یہ کہنا کہ اگر سوامی جی رامتاپنی اور برہد جابال اُپنشد کو جنہیں پوجن کا حکم ہے۔ دس
اُپنشدوں میں شمار نہ کئے جانے کی وجہ سے نہ تسلیم کریں۔ تو دیکھو سوامی جی نے
مطلب براری کے لئے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں کیول اُپنشد کا ثبوت دیا ہے۔ وہ
بھی دس اُپنشد سے باہر ہے۔ مثلاً ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳ میں رقم ہے۔

एको ब्रह्मा स विष्णुः स रुद्रः स शिवः ... स इन्द्रः स कालाग्निः
स चन्द्रमा इत्यादि ।

یہ کیول اُپنشد کا بچن ہے۔ اس لئے جب کہ انہوں نے کیول اُپنشد کو جو دس اُپنشد
سے باہر ہے تسلیم کر لیا۔ تو پھر ان کو باقی اور اُپنشد بھی ماننے پڑینگے۔ تو پس رامتاپنی اور
برہد جابال وغیرہ اُپنشد سب معتبر ہیں +
اور اگر کہو کہ شرتی اور سمرتی میں تو مورتی پوجن کا ذکر ہے ہی نہیں پھر مورتی پوجن کیونکر

ہوسکتا ہے تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے کیونکہ شام وید کے شڈونش برہمن کے پانچویں انوواک کے دسویں کھنڈ میں صاف صاف یہ لکھا ہے۔ सपवान्ति यम नाचतीते
अथ यदास्य यानानि प्रवर्तन्ते देवतायतनानि कम्पन्ते देव-
तामतिमा हसंति रुदंति गायंति स्वारि

ان سے دیوتاؤں کے مندروں اور ان میں دیوتاؤں کی مورتی کا ثبوت ہوتی۔ مگر دیانند سرسوتی جی اس اکھیان کے ودھے میں کہتے ہیں کہ یہاں دیوتاؤں کے مندر اور دیوتاؤں کی مورتی سے غرض یگیہ لوگ سے ہے۔ سوامی جی کے اس کہنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس شرتی کے معنی لگانے میں مطلب عبارت پر غور نہیں کیا۔ اس شرتی میں جو لفظ (देवप्रतिमा) ہے اگر اس کے معنی یگیہ لوگ کے لگا دیں تو لفظ हसन्ति کہ جس کے معنی ہنسا کرتے ہیں کس طور پر موضوع ہو سکتا ہے کیونکہ جب دونوں الفاظ کے معنی ملکر یگیہ لوگ دیکھ کے ہوں وغیرہ ہنسی کرنا ہو لے تب یہ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ اس لوک کے رہنے والے یگیہ لوگ کو کسی طرح نہیں دیکھ سکتے۔ تب نہیں جانتے کہ سوامی جی اس شرتی کے معنی یگیہ لوگ کی پرتما کیونکر لگاتے ہیں۔ لفظ देवप्रतिमा کے معنی یگیہ لوگ کے ہرگز نہیں ہیں۔ اس سے مطلب دیوتا لوک کے رہنے والے وشنو وغیرہ سے ہی غرض ہے۔ اور یہی معنی یہاں موضوع ہیں۔ دیکھو سائن اچاریہ نے بھی اپنے بھاشیہ میں یہی معنی لگائے ہیں۔
वक्ष्यमाणमद्भुतजातं विकारी यदादि कृतकृत्यं देवता-
यी दिग्धं अकीर्णा होमार्थं वर्तते प्रवर्तन्त इति ॥

اسی کھنڈ میں खनत्यवदहनात् तलहस्त्यादि भूमि शुष्कपतेत्स्वत اس عبارت سے پرتھوی کا کھودنا وغیرہ پایا جاتا ہے۔ دیانند سوامی جی یہ کہتے ہیں کہ انوواک کے ساتویں کھنڈ میں ऋतूप्रतिमा मन्त्रा वर्तते یہ لکھا ہے اس میں لفظ پرتھوی کو کسی اور دیتا ہے۔ اور اس کے پیچھے لفظ پرتھوی کہیں نہیں پایا جاتا۔ لفظ پرتھوی کا استعمال یہاں ہی ختم ہو گیا۔ یہ ان کا کہنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ دسویں کھنڈ میں بھی لفظ भूमि آیا ہے اور سنگرہی میں بھی کہا ہے کہ
सोमा संधिषु काचो सि देवतायतना निच संभवजयन्त्रिना प्रति-
मानाञ्च भेदः प्रतिमुखांश्च न सर्वं पञ्चदशाः कामे च ।
ان شلوکوں کے بموجب دیوتاؤں کے درمیان ایک دیوتا کا مندر بنانا واجب ہے اور کوئی پتھر وغیرہ کی مورتی اس میں بنانے کے اور پیچھے ... ہونا لازم ہے۔ اس باب میں سوامی دیانند جی کہتے ہیں کہ प्रतिमीयते . अनेनेति प्रतिमा لفظ پرتما کے معنی وزن کرنے کے ہیں یعنی وزن کرنے کے ترازو کا نام پرتما ہے سوامی جی

جی کے اس کہنے سے صاف عیاں ہے کہ انہوں نے میماںسا شاستر نہیں دیکھا ہے۔ دیکھو
پورب میماںسا میں رتھ کے بنانے والے کے بارہ میں لکھا ہے वर्षासु रथकारस्य
इत्यादिवचो रथकारोऽग्निमादधीतेति
وید کے بچن میں جو لفظ रथ ہے اسکی تشریح یوں ہے کہ रथं करोतीति रथकारः
اصطلاح پر تشریح کرنے سے اس کے معنی براہمن چھتری ویش کے نہیں سمجھے جاسکتے۔
کیونکہ ایسا سمجھنے سے اس کے معنی صرف اصطلاحی ہو جائینگے۔ اس لفظ کے لغوی معنی
سے ایک خاص قوم کا شخص مراد ہے۔ اگر اسکو چھوڑ کر اس کے اصطلاحی معنی یعنی رتھ کا بنانے
والا لئے جاویں۔ تو چاروں ورن کے لوگوں سے مراد ہو سکتی ہے۔ اسی لئے پورب
میماںسا کے مصنف جیمنی نے یہی قرار دیا ہے۔ کہ جہاں لغوی معنی ہو سکتے ہیں۔ وہاں
اصطلاحی نہ لئے جائیں۔ اسی لئے لفظ پرتما کے لغوی معنی علاوہ پتھر کی مورتیوں
کے اور کوئی اصطلاحی درست نہ ہونگے۔ لغوی معنی چھوڑ کر اگر صرف اصطلاحی معنی لیں تو
अग्निरिन्द्रः सवितारुद्राः इत्यादि ان فقروں میں अग्न्यादि کی تشریح
سے لفظ اگن کے خاص معنی علاوہ کے چھوڑ کر اندر وغیرہ دیوتاؤں کے بھی سمجھے جائینگے
کیونکہ یہی معنی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے دیوتاؤں کی مورتی اور ان کی پوجا کرنا بموجب
سب شرتیوں اور سمرتیوں کے جائز ہے ؟

یجروید کی سنگھتا میں شرادھ کے بارہ میں یہ لکھا ہے کہ [illegible]
اس سے پراچین اویت یعنی جنیو کو دہنے کندھے پر رکھ کر پکارنا प्राचीनावीती पितृभ्यः
ہوتا ہے۔ اس میں جو لفظ पितृभ्यः صیغہ جمع میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے
مرے ہوئے ماں باپ کا شرادھ پایا جاتا ہے۔ جب ایک شخص زندہ ہے۔ تو اس کا صرف
ایک باپ اسوقت ہوتا ہے۔ مگر جب مرنے کے بعد باپ کے دادا پردادا کو بھی पितृभ्यः
بموجب شاستر کہہ سکتے ہیں۔ اسواسطے اس وید بچن میں جو لفظ पितृभ्यः
آیا ہے۔ اس سے مردوں کا ہی شرادھ وغیرہ مراد ہے۔ دیکھو

मृताहं समतिक्रम्य चाण्डालः कोटिजन्मसु

سمرتیوں میں بھی اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ جو مرے لوگوں کا مرنے کے دن شرادھ
وغیرہ نہیں کرتا ہے۔ وہ ہزار با پشتوں تک چانڈال کی پشت میں پیدا ہوتا ہے۔ اور پدما
پوران وغیرہ سمرتی کا ہے۔ منو بھی لکھتے ہیں पितृयज्ञं तु निर्वर्त्य विप्र
श्चन्द्रक्षयेऽग्निमान्, पिण्डान्वाहार्यकं श्राद्धं कुर्यान्मासानुमा
सिकम् ॥
یعنی ہر شخص کو اماوس کے دن اپنے والد وغیرہ کا شرادھ کرنا نہایت ضروری ہے۔
नित्यं च मृत श्राद्धं अमीत पितृ को दिल हृदये सास्मिशिषा

यस्मि न्नो भर्वे तु सः ॥

اور اتھروید سمرتی کے اس قول کے مطابق جو نہیں کرتا ہے وہ پاپی ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ بات صاف صاف قرار پائی۔ کہ مرے ہوؤں کا شرادھ ترپن شرتی اور سمرتی دونوں کی رو سے ثبوت ہے۔ رگوید سنگھتا میں تیرتھ کے بارہ میں کہا ہے کہ۔

पिता स्विन्ने स्वरितौ यत्र संगते लज्जा भृता सोऽपि च सत्यं तत्ते मे मैत स्या चित्रश्रमि पीरा: तेजनासो: मृतलं गंगे मस्त्रे इत्यादि।

اس میں گنگے جمنے وغیرہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گنگا وغیرہ تیرتھ اشنان کرنے سے مکت ہونا اور پاپ سے چھوٹنا مراد ہے۔ منوسمرتی میں بھی کہا ہے کہ یمو وے چ

सूत्रों देखो य थेशहरिक्षिल: तच चेदं विवा वस्ते मा कर्डं मा कुरुन् गंगा

اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ جھوٹ بولنے کے پاپ سے چھوٹنے کے لئے گنگا اشنان اور کروکشیتر واس کرنا چاہئے +

تیرتھ چھیتروں کے بارہ میں اور بہت ثبوت ہیں۔ اس لئے گنگا وغیرہ کا اشنان اور کروکشیتر وغیرہ کا باس شرتی اور سمرتی دونوں میں ثبوت ہے +

اس کے بعد شری تارا ناتھ واچسپتی نے مورتی پوجن کو موجب اپنشدوں کے ثبوت کرنا شروع کیا۔ ان کا بیان بہت بڑھنے لگا۔ اور ادھر شام بھی ہوتی جاتی تھی۔ اس سبب سے لیفٹیننٹ جنرل ہیا در تن نے تارا ناتھ جی کو ایک رقعہ لکھ کر دیا۔ کہ اگرچہ آپ اس بارے میں کئی روز تک گفتگو کر سکتے ہیں۔ مگر آج وقت بہت کم اور کام بہت زیادہ ہے۔ اگرچہ تارا ناتھ جی کو بہت کچھ کہنا تھا۔ مگر لیفٹیننٹ جنرل جی کے کہنے سے اپنا بیان ختم کر کے بیٹھ گئے۔ کہ ابھی مجھ کو اس بارہ میں بہت کچھ کہنا باقی ہے +

جواب الجواب از آریہ سماج۔ برہمنوں اور سمرتیوں کی بحث کے بعد آپ کے پہلے سوال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ آیا شیو۔ وشنو۔ درگا وغیرہ دیوتاؤں کی مورتی اور شیو لنگ کی پوجا اور مرنے کے بعد پتروں کا شرادھ وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اور گنگا اور کروکشیتر وغیرہ تیرتھوں کے اشنان اور باس سے پاپ کی دوری اور مکتی ہوتی ہے یا نہیں؟

اگرچہ اس باب میں پہلے بھی بہت کچھ بحث مباحثے ہو چکے ہیں۔ اور کوئی شخص دلائل عقلی و نقلی سے کسی ایسے دعوے کو ثابت نہیں کر سکا۔ مگر چونکہ اب ایسا موقعہ بحث کا ایک ایسے مجمع فضلا میں ہوئی ہے۔ جس کی نظیر ہند کی تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔ اس لئے مناسب نہیں۔ کہ اس مجمع کے منعقد کو روکنے کے بغیر یونہی چھوڑ دیا جائے۔ بحث شروع

کرنے سے پہلے اس بات کا بیان کرنا ضرور ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی جنکے اقوال کی تردید کے واسطے یہ مجمع منعقد ہوا تھا۔ اس باب میں کیا کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ وہ اپنے کتب مباحثوں کا مدار وید وغیرہ ست شاستروں پر رکھتے ہیں اور ان ست شاستروں کو ہر ایک مجمع فضلا بھی واجب التسلیم کہتا ہے۔ اور سوامی جی کی تحریر میں جابجا ان کا حوالہ پایا جاتا ہے۔ سوامی جی کہتے ہیں۔ کہ ست شاستروں میں مورتی پوجن وغیرہ نہیں لکھی ایسی صورت میں مناسب تو یہ تھا کہ انہی شاستروں کے پرمانوں سے سوامی جی کے قولوں کی تردید کیجاتی۔ مگر بجائے انکے ادھر ادھر کے پرمان دئے گئے ہیں۔ ہو ماگر کہیں کسی ست شاستر کا پرمان بھی دیا ہے تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اب ہم جواب شروع کرتے ہیں۔

شیولنگ و مورتی پوجن

[illegible]

اس قول سے ہماری عالی مرتبت سبھا شیولنگ کی پوجا ثابت کرتی ہے۔ اور اس کا مہاتشیہ بھی سنکشیپ کیا گیا ہے۔ مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ شیولنگ کی پوجا کہاں سے نکلتی ہے۔ اور اس کے ثابت کرنے کے لئے سیدھے سادے ہے ارتھ کو چھوڑ کر کیوں اتنی تکلیف اٹھائی گئی ہے۔ لفظوں کے ارتھ تو صاف ہیں۔ کہ اے رُدر تیری سرشٹی بالکل عجیب و غریب اور حیرت انگیز ہے۔ اس لئے دیوتا لوگ تیری مہما کے لئے اسکی تقدیس کرتے ہیں یعنی تیری عظمت و بزرگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تیری حمد و ثنا کے ترانے گاتے ہیں۔ سبھا صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے مہاتشیہ کار نے [illegible] شبد پر جو چھانٹے چڑھائے ہیں۔ ان کو کون مان سکتا ہے۔ کیا دیوتاؤں کی بیہودگی کی یہ ثبوت ہے۔ کہ برہما تمام کی پوجا چھوڑ کر لنگ وغیرہ اعضا پر کر کے اسکی پوجن گنگا وغیرہ تیرتھوں کے پانی سے کریں۔ در اصل شبد مذکور [illegible] یا [illegible] یا [illegible] دھاتو سے بنا ہے جسکے معنی ہیں پاک و صاف کرنا۔ آراستہ کرنا۔ زیب و زینت دینا۔ دیوتے اور لنگ کی پوجا بھلا یہ کب ممکن ہے۔ بالفرض اگر ہمارے ارتھ آپ کے نزدیک درست نہ ہوں۔ تو آپ کو کوئی اور ہزار ہا تو تلاش کرنے پڑینگے۔ یا اس پرمان ہی کو رد کرنا پڑیگا کیونکہ آجکل کے دیوتا آپ کے شیولنگ کی پوجا سے متنفر ہو گئے ہیں۔ اور سادھو سنیاسی ملکیوں کے طور پر صرف سر پر کھتیان برہما ہی کی پوجا کو اپنی نجات کا باعث تصور کرتے ہیں۔ ہاں اگر شیولنگ سے کلیان یا کلیان سروپ برہما کا گیان کرانے والا [illegible] وغیرہ منتر یا کوئی اور سادھن جو وید اور عقل کے موافق ہو مراد لیجائے تو اسکا سیون ہیں کمال کیا دن بھر کرو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ جس چیز کا نام لینے سے شائستہ لوگوں کو نفرت ہوتی ہے۔ اس کا نشان بنا کر تجارت کے لئے اسکی پوجا کیجائے۔ مورتی پوجا کے باب میں غیر مستند اپنشدوں اور سمرتیوں وغیرہ کے جو پرمان دئے گئے ہیں۔ ان کی نسبت

بحث کرنی فضول ہے کیونکہ جب ہم اصل اشلوکوں ہی کو مستند نہیں مانتے۔ تو ان کے پاٹھ کو کب مان سکتے ہیں۔ اس لئے ایسے پرمانوں کا پیش کرنا ہی عبث تھا۔ اس کے علاوہ ان اشلوکوں میں مورتی پوجا وغیرہ کی تردید کے بھی سب پرمان پائے جاتے ہیں۔ جنکا ذکر آگے کیا جائیگا۔ اور نیز ہم جینی جی اور سوشی جی کے قولوں سے اور ثابت کرا چکے ہیں کہ سمرتیوں وغیرہ کے جو قول وید کے مطابق نہیں۔ وہ واجب التسلیم نہیں ہیں۔ جس ملک میں اور جس گھر میں ودیا کا پرکاش نہیں وہ بمنزلہ خانہ بے چراغ ہے۔ جب بدن سے آتما نکل جاتی ہے۔ تو وہ صرف جلا دینے کے لائق ہو جاتا ہے جس آتما میں پرماتما کی محبت اور راستبازی کا نور جلوہ گر نہیں۔ وہ جہل و تاریکی اور عذاب میں مبتلا رہتی ہے۔ لیکن اس بات کو بھی عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی۔ کہ جس گھر میں شالگرام یا شیو لنگ نہیں وہ مسان کے برابر ہے۔ ہمارے فاضل سبھاپتی کہتا ہے۔ کہ سوامی جی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں اپنی مطلب براری کے لئے کیول اپنشد کا پرمان دیا ہے۔ اور یہ دس اپنشد سے باہر ہے۔ اس لئے جب انہوں نے کیول اپنشد کو تسلیم کر لیا۔ تو پھر ان کو باقی پورانوں کو بھی ماننی پڑتی ہیں۔ یہ ایک عجیب قسم کی منطق ہے۔ بھلا اگر ہم پرانوں سے مورتی پوجا کے کھنڈن میں کوئی پرمان دیں یا پیش کریں۔ تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ ہم نے سب پرانوں کو مان لیا ہے بس صاحب! اپنی تائید یا ثبوت کے لئے کسی کتاب کے خاص قول کا حوالہ دینے سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں ہوتا۔ کہ حوالہ دینے والے نے اس کتاب کو اور نیز اور سبھی کتابوں کو بحیثیت ثبوتی مستند مان لیا ہے

ओमीशा मौ मे प्रतिवी विव
प्रतिधास्त्र, नो मा पिनाद्यं कंडा, न्हृ सामस्ता चा स्वम्ने ।

یہ قول بھی اگر اس کے ویدی معنی لئے جاویں۔ جو ہمارے عالی منزلت سبھا کے ذہن میں ہیں) ویسا ہی وید کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جیسے کہ دیگر مستند پرمان جن پر استدلال کیا گیا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اتنے بڑے رگوید کو چھوڑ کر ضمیموں کے ضمیموں اور متنوں کے متون کیونکر رجوع کیا گیا ہے۔ اگر رگوید کو کہ جسکا پانچ دس ہزار کے لگ بھگ ہے اور جو کائنات کے حقائق و اس کی نظم و ترتیب کے اصول کا ایک مخزن ہے۔ آپ کے دعوے کی تائید نہیں کرتا۔ تو ادھر ادھر تگ و دو کرنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ جو لوگ ان سوتر کا پرمان دیا گیا ہے۔ اس کے لفظوں سے تو بجائے دیوتا پرستی پرماتما کی پوجا ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں شیو لنگ وغیرہ کا کچھ ذکر نہیں

सपरिश्रमन्नावर्तन्ते स्पष्ट मदा स्वप्नस्थानि याप्तानि प्रवर्तन्ते देवतायतनानि कम्पते देवताप्रतिमा हसंति रुदंति नापन्ती स्यादि

الغرض اس قول سے مورتی پوجا ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ اور نہ اس میں پوجا کا کچھ ذکر

ہے۔ ہم کو معلوم نہیں کہ سوامی دیانند سرسوتی جی اس کا کیا ارتھ کرتے ہیں۔ لیکن اگر بقول معترض وہ اس کلام کو برہم لوک سے منسوب کرتے ہیں اور ان کی تصنیفات و تحریرات میں ایسا نہیں دیکھا گیا تو کچھ گناہ نہیں کرتے۔ سیاق عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ ت پر ہیں۔ اگر آپ کو یہ معنی پسند نہیں تو بتلا فرمائیے کہ آپ اور آپ کے ہمنشیں پارنے جو لفظ वैकुण्ठ کے معنی اس سے لوک کے رہنے والے وشنو وغیرہ لکھے ہیں۔ وہ کیونکر مقبول ہو سکتے ہیں۔ جس حال میں کہ اس لفظ کے لغوی کیا اصطلاحی بھی معنی یہ نہیں تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ وشنو فرقہ مت سے کیوں منسوب کیا گیا ہے ہماری سبھا خواہ مخواہ اپنی معنوں کو قائم رکھنا چاہتی ہے۔ تو اور مت والوں شیو، شکتی، گنپتی وغیرہ کے اپاسکوں اور اسی حقانی کبیر اور نیز بابا نانک کے پیرو بھی یہ استحقاق حاصل ہے کہ وہ لفظ مذکور کو اپنے مت سے منسوب کریں۔ کیونکہ سب اپنے اپنے مت کو اتم اور افضل جانتے ہیں۔ درحقیقت لفظ पदं दिव کے بیان وہ معنی موزوں نہیں۔ جو ہماری فاضل سبھا قائم کرنا چاہتی ہے۔ اب رہی یہ بات اس منتر میں دیوتاؤں کے مکان اور دیوتاؤں کی مورتی کا ذکر ہے۔ سو واضح رہے بیان الفاظ سے دیوتا کی مورتی کا پوجن ثابت نہیں ہوتا۔ اگر مصنف کو مورتی پوجن کا ظاہر کرنا پیش نہاد ہوتا۔ تو سکو اس منتر میں دو ایک اور لفظ بڑھا کر اپنے مدعا کو واضح کرنے میں کیا تکلیف تھی۔ اس قسم کے الفاظ تو ان لوگوں کی کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جو مورتی پوجن کو گناہ کبیرہ اور توہین ذات باری سمجھتے ہیں۔ مثلاً جبرئیل فرشتہ القدس یا مکان سدرہ وغیرہ وغیرہ۔ اس کی بابت کچھ آگے بھی لکھا جائیگا۔

खननात् दहनात् [illegible] भूमिः शुद्ध्यते [illegible] اس کی بھی وہی کیفیت ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ کچھ تشریح کی حاجت نہیں۔ پرتھوی وغیرہ کھودنا کچھ مورتی پوجن کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اب رہا منوسمرتی کا بیان

सीमासन्धिषु कार्याणि देवतायतनानि च संक्रमध्वजयष्टीनां प्रति-
मानाञ्चभेदकः प्रतिकुर्याच्च तत्सर्वं पंचदद्याच्छतानि च ।

ان تینوں شلوکوں میں سے پہلی منوسمرتی کے آٹھویں ادھیائے کے شلوک نمبر ۲۴۸ اور دوسری پنکتی ہے جس کا ارتھ یہ ہے کہ دیہات کی حدود کے اتصال کے مقام پر دیو استھان بنانا چاہئے۔ یہاں کئی شلوکوں میں حدود کی نشان بندی اور نشانات حدود تصفیہ اور نشانات حدود کے نشانات کا بیان ہے۔ چنانچہ شلوک مذکور کی پہلی پنکتی میں تالاب، چاہ، باولی، جھرنا کے مترادف سنسکرت الفاظ موجود ہیں۔ جو اسی غرض کے مستعمل ہوئے ہیں۔ جس سے دیو استھان ہوا ہے۔ درحقیقت دیو استھان مراد کسی متبرک مکان مثل پاٹھشالا یا یگیہ استھان یا دھرم شالا وغیرہ سے ہے۔ جس کے سبب لوگ حد کی

سے خالیف ہیں۔ اور اس لفظ کو مورتی پوجن کا ثبوت گردانا محض مہرشی منو کی توہین ہے بنیاد ہے۔ دان کہاں حد بندی کہاں مورتی پوجن +

اچیرو ونگتیاں سمرتی کے نویں ادھیائے کے شلوک نمبر ۲۸۵ کی ہیں۔ مطلب یہ کہ جو شخص پل اور علم اور پانی کے اوپر سے آنے جانے کے ذریعوں کو اور باڑوں یا دیواروں کو نقصان پہنچائے وہ پانسو روپیہ جرمانہ دے۔ اور اس نقصان کو درست کرے۔ اس میں بحث طلب صرف لفظ پرتما ہے۔ قرینہ تو یہ چاہتا ہے۔ کہ اس کے معنی باڑ وغیرہ کے ہوں۔ اچنبا یہ ساتھ ہی کے اگلے دو شلوکوں میں اسی طور پر خالص چیزوں میں آمیزش کرنے اور ان کے بگاڑنے کے لئے اور برابر قیمت دینے والوں میں سے ایک کو اچھی اور دوسرے کو بری چیز دینے اور قیمت میں فریب کرنے وغیرہ کے لئے سزا تجویز کی گئی ہے۔ لیکن ہماری بیان کی ہمارا یہ بحث ہے۔ کہ اس لفظ کے معروف معنی مورتی کے ہیں۔ اور معروف معنی چھوڑ کر ترکیبی معنی لینے ناجائز ہیں۔ اور اس دعوے کی تائید میں بھی منو کا ایک قول بھی پیش کیا گیا ہے۔ یہ حجت ظاہرا کسی قدر وزن رکھتی ہے۔ مگر جو لوگ کسی زبان کے علم ادب سے واقف ہیں۔ وہ اس کو بطور قاعدہ کلیہ تسلیم نہیں کر سکتے بہت مقامات ایسے ہوتے ہیں۔ جہاں معروف معنی چھوڑ کر ترکیبی معنی ہی لئے جاتے ہیں۔ ہاں جہاں معروف معنوں سے کام نکلتا ہو۔ وہاں خواہ مخواہ ترکیب صرفی کو دخل دینا فضول ہے۔ یہی منشا منو جی کا ہے۔ ورنہ وہ قول کل ترکیبات و مصطلحات کا ناسخ ٹھہرتا ہے ہماری معلوماتی ہمارے جو لفظ رتھ کار وغیرہ کی مثال دیکر اپنی بیان والی ظاہر کی ہے اس سے کوئی مضبوط نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ لفظ رتھ کار وغیرہ کے بھی ترکیبی معنے لئے جا سکتے ہیں۔ مگر لفظ پرتما کے ترکیبی معنی لینے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ان الفاظ یا ساری زبان کے الفاظ کے بالضرور ترکیبی معنی ہی لئے جائیں۔ ہر جگہ موقعہ و مقام کو دیکھا جاتا ہے۔ قول زیر بحث میں قرائن اور سیاق مضمون سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہاں لفظ پرتما کے معنی مورتی کے نہیں ہیں۔ بالفرض اگر مورتی کے ہی لئے جائیں۔ تاہم مورتی پوجن جائز ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے۔ مورتی پوجن کے ذکر سے یہ نہیں پایا جاتا۔ کہ مورتی پوجن جائز نکلتی ہے۔ بلکہ اس سے ایک عجیب و غریب کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ جو پراچین [illegible] کی عظمت اور وسعت خیالات اور اعتدال پسندی پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مہاتما لوگ انصاف پسند راجگان و فرمانروایان اس بات کو روا نہیں رکھتے۔ کہ رعایا یا رعایا کے کسی فرقہ میں اپنے مذہبی عقائد کو بزور حکومت پھیلائیں۔ بلکہ ان کو ہمیشہ یہی منظور رہتا ہے۔ کہ ہر قوم اور ہر فرقہ مذہبی امور میں اپنے اپنے مذہبی عقائد کے موافق عمل کرے۔ اور مذہبی رسومات کو آزادی اور امن و امان کے ساتھ ادا کریں۔ اور کوئی کسی کا مخل نہ ہو۔ اور اسی غرض سے قانون وضع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس امر کی نظیر سرکار

نگریزی کے عہد مبارک میں جو ہند کے لیئے ایک برکت عظمیٰ اور نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا ہے پائی جاتی ہے۔ چاروں طرف آزادی کی برکت پھیل رہی ہے۔ مذہبی مناظرے اور مباحثے ہوتے ہیں۔ قانون موحدوں اور بت پرستوں کی برابر حمایت کرتا ہے۔ ہر فریق ایک کو اختیار ہے۔ کہ بت پرستی کو کفر سمجھے اور کفر قرار دے۔ لیکن یہ کسی کی مجال نہیں۔ کہ بت شکنی کرے۔ اور اگر کرے تو اسکو سزا دی جاتی ہے۔ مگر قانون میں بت شکنی کے لئے کوئی سزا تجویز کیگئی ہے۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ بت پرستی کی ہدایت کیگئی ہے یا واضعان قانون یا حکام یا ان کی قوم یا رعایا علی العموم بت پرست ہے۔ یہی کیفیت منوجی منو کے زمانہ پر صادق آسکتی ہے اگر سوتت بعض خودغرض پیشواؤں نے اپنے جاہل معتقدوں کو اپنے پھندے میں پھنسائے رکھنے کی غرض سے بت پرستی کو کچھ رواج دیا ہو۔ اور منو جی نے مصلحت ملکی کے لحاظ سے بحیثیت واضع قانون صرف بت شکنی کے واسطے سزا تجویز کردی ہو۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ منوسمرتی میں بت پرستی کا ہونا جائز قرار دیا ہے اگر بت پرستی جائز ہوتی۔ تو وید مقدس اور ست شاستروں اور براہمن رشیوں منیوں کے گرنتھوں میں اس کا ذکر صراحت کے ساتھ ضرور درج ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے صاحبین سوفاضل پنڈتوں کی سبھا مورتی پوجن کی تائید میں ست شاستروں سے کوئی پرمان نہیں دے سکی۔ اوروں سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ درحقیقت اس کا رواج بودھوں کے زمانہ سے ہوا ہے۔

پس دلائل مذکورہ بالا سے یہ تو بخوبی تحقق ہوگیا۔ کہ مورتی پوجن جائز نہیں۔ اور اب اس کی تردید میں اوپنشدوں کے چند پرمان دیکر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

न तस्य प्रतिमा अस्ति यस्य नाम महद्यशः

ارتھ۔ اس پرماتما کی کوئی پرتما نہیں۔ اس کا نام عین جلال ہے (یجروید سنگتا ادھیائے ۳۲)

स पर्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं शुद्धमपापविद्धम् (۴۰ ۔ ۸)

ارتھ۔ وہ پرماتما حاضر و ناظر قادر مطلق بے جسم کامل۔ قیود جسمانی سے مبرا مجرد علو ثانی سے منزہ ہے (ایضاً ادھیائے ۴۰)

अन्धंतमः प्रविशन्ति येऽसम्भूतिमु

पासते। ततो भूय इव ते तमो य उ सम्भूत्यां रताः॥

ارتھ۔ جو لوگ پرکرتی وغیرہ مادہ عالم کی پرستش کرتے ہیں وہ تیرہ و تاریک دوزخ میں جاتے ہیں۔ اور جو پیدائش شدہ چیزوں کی پرستش کرتے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ تاریک دوزخ میں جاتے ہیں

तमात्मस्थं येऽनुपश्य

न्ति धीरास्तेषां सुखं शाश्वतं नेतरेषाम्

ارتھ۔ جو عقلمند اسے آتما میں قائم دیکھتے ہیں۔ انہی کو راحت جاودانی حاصل ہوتی ہے اور اوروں کو نہیں۔

ततो धद्भुनरंत दजमन्ता मचं यरातदिद्दूर मूतास्ते

वन्ति अथेतरे दुःखमेवापियन्ति

ارتھ ۔ جو جیو اور جہان کی علت مادی ہے ۔ وہ بے شکل اور بے نقص ہے ۔ جو اسکو جانتے ہیں ۔ ان کو حیات جاودانی حاصل ہوتی ہے ۔ اور دوسرے لوگ صرف عذاب میں مبتلا رہتے ہیں ۔

तमेव विदित्वाऽतिमृत्युमेति नान्यः पन्था विद्यतेऽयनाय

ارتھ ۔ اسی کی معرفت سے موت کے پنجہ سے نجات ہوتی ہے ۔ کوئی اور راستہ منزل مقصود کا نہیں ہے ۔ کسی دیوتا کی پرستش بھی جائز نہیں ۔ شت پتھ برہمن میں جہاں تینتیس دیوتاؤں کی دیا کھیا کی ہے اور انہی تینتیس کے تینتیس کروڑ بنگئے ہیں ۔ اور اس فہرست کی تکمیل کے بعد جو اس میں اور شنکر گنگا پیر وغیرہ وقتاً فوقتاً داخل ہوتے رہے ہیں ۔ وہ علاوہ ہے ۔ وہاں بھی پرماتما کے سوا اور کسی کی پرستش جائز نہیں رکھی ۔ بلکہ اس کی تردید کی ہے چنانچہ شت پتھ کانڈ ۱۴ ۔ ادھیائے ۴ میں

आत्मेत्येवोपासीत स योऽन्यमात्मनः प्रियं ब्रुवाणं ब्रूयात् प्रियं रोत्स्यतीतीश्वरो ह तथैव स्यात् । योऽन्यां देवतामुपास्ते न स वेद यथा पशुरेवं स देवानाम्

ارتھ ۔ پرمیشر جو سب کا آتما ہے ۔ اسی کی اپاسنا کرنی چاہیے ۔ جو پرمیشر کے سوا کسی اور کو پیارا یعنی معبود سمجھتا ہے ۔ اسکے جو کہے کہ تو پیارے کے فراق سے رنج و محن میں پڑیگا ۔ وہ حق بجانب ہے ۔ جو اور دیوتا کی اپاسنا کرتا ہے ۔ وہ حقیقت کو نہیں جانتا ۔ وہ یقیناً عقلمندوں میں مثل حیوان مطلق کے ہے ۔

ہائے افسوس ہماری پیاری سبھا ان مستند قولوں اور صدہا اور ایسے ہی قولوں کو نظرانداز کرکے مخلوق پرستی قائم کرنا چاہتی ہے ۔ علاوہ بریں بڑے شد و مد کے ساتھ ظاہر کرتی ہے کہ جو شخص شیولنگ اور شالگرام کی پوجا نہیں کرتا ۔ وہ سیدھا دوزخ کو جاتا ہے ۔ اے میری خالق سبھا تیری عظمت و فضیلت میں تو کسی کو کلام نہیں ہوسکتا ۔ مگر حیران ہوں کہ تیری کارروائی ایسی کیوں نکلی ۔ کہ اس کی تردید کے لئے ایک عام آدمی قلم اٹھا کر مستعد ہو بیٹھا ۔

اب دیکھو آپکا پیارا شری مت بھاگوت کیا کہتا ہے ۔

मूर्तिशिलाधातुदार्वादि मूर्तावीश्वरबुद्धयः क्लिश्यन्ति तपसा मूढाः परां शान्तिं न यान्ति ते ॥

ارتھ ۔ جو مجسمہ جات پتھر لکڑی وغیرہ کی مورتی میں پرمیشور کا تصور کرتے ہیں ۔ ایسے بیوقوف ریاضت سے محض تکلیف اٹھاتے ہیں ۔ اور راحت حقیقی کو حاصل نہیں کرتے ۔

यस्यात्मबुद्धिः कुणपे त्रिधातुके स्वधीः कलत्रादिषु भौम इज्यधीः

यत्तीर्थबुद्धिः सलिले न कर्हिचित जनेष्वभिज्ञेषु स एव गोखरः।

اسلئے جو شخص غلطیوں سے مرکب جسم کو آتما سمجھتا ہے۔ اور زن و فرزند وغیرہ کو اپنا سمجھتا ہے۔ اور مٹی کی مورتی کو لائق پرستش سمجھتا ہے اور جو پانی کو تیرتھ سمجھتا ہے۔ اور عقلمند آدمیوں کو نہیں۔ یقیناً وہ گدھا ہے۔

ہماری دانست میں مورتی پوجن کی تردید میں شاستروں کے جو حوالے اوپر لکھے گئے ہیں۔ وہ کافی ہیں۔ زیادہ لکھنا فضول گوئی میں داخل ہے۔ اب ایک آدھ عقلی دلیل پیش کی جاتی ہے۔

جیسا معبود ویسا عابد یا یوں کہو کہ جیسا عابد ویسا معبود۔ یہ ایک نازک نکتہ ہے۔ جس کی تشریح سے مسئلہ زیر بحث خوب حل ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو صفات معبود میں مانی جاتی ہیں۔ ان کا اثر کم و بیش عابد کی ذات پر ضرور ہوتا ہے یا تربیت و تعلیم کے اعتبار سے جیسا عابد ہوتا ہے ویسا ہی وہ اپنا معبود تصور کر لیتا ہے۔ ان معاملات میں تصور کو بڑا دخل ہے۔ اگر ہمارا معبود قہار ہے تو اس کی قہاری اور اگر غفور ہے۔ تو اس کی غفوری اور اگر رحیم ہے۔ تو اس کی رحیمی کا عکس ہماری روح پر پڑتا ہے۔ اور یہ اثر ہماری کل قوائے اخلاقی و دماغی پر پہنچتا ہے۔ اسی اصول پر جب ہم یہ مانتے ہیں کہ ہمارا معبود عین ہستی۔ عین علم۔ عین سرور۔ عین پاکیزگی۔ عین صداقت۔ عین جمال۔ عین محبت۔ عقل کل۔ قادر مطلق۔ عادل و رحیم۔ حاضر و ناظر۔ محیط کل۔ حی القیوم۔ ازلی و ابدی ہے۔ جیسا کہ ویدوں میں لکھا ہے۔ تو ہماری روح کی اندرونی قوتوں کا انکشاف و نشو و نما ہو کر اس میں ایک عظمت و جلال اور وسعت و پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے ہماری کل ترکیب روحانی و اخلاقی روشن ہو جاتی ہے۔ اور جس کا نتیجہ راحت جاودانی ہے۔ اگر ہم اپنے معبود کو پتھر اور دھات وغیرہ کی مورتی یا کسی اور محدود شے میں تصور کر کے اس کو سجدہ کرنا اختیار کرتے ہیں۔ تو نتیجہ برعکس پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک بدیہی امر ہے۔ کہ جملہ دینی اور دنیوی امور میں ہمارا بڑا رہبر و ہادی عقل ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری گایتری جو بیج منتر کہی جاتی ہے۔ اس میں عقل کی روشنی کے لئے ہی دعا مانگی گئی ہے۔ جن وسائل سے عقل کی ترقی و اصلاح ہو ان کا عمل میں لانا عین صواب ہے۔ اور جن باتوں سے عقل میں ضعف و تاریکی پیدا ہو ان کا اختیار کرنا خودکشی میں داخل ہے۔ سچی خدا پرستی اور سچی تعلیم اور عقلمندوں کی صحبت سے عقل روشن و صاف ہوتی ہے۔ اور برعکس اس کے مادی چیزوں کی پرستش اور جھوٹی تعلیم اور جاہلوں کی صحبت سے وہ ضعیف و تاریک ہوتی ہے پس مادی چیزوں میں سرب شکتیمان پرماتما کا تصور کر کے ان کو لائق سجدہ قرار دینا گویا عقل کو بگاڑنا ہے۔ اور عقل کا بگاڑنا آتم گھات (خودکشی) ہے اور آتم گھات گناہ ہے پس ثابت ہوا کہ مورتی پوجن گناہ ہے۔ چوری اور زناکاری اسی وجہ سے گناہ ہیں کہ

ان سے عقل ناپاک اور روح ناپاک اور دوسرے کے حق پر دست اندازی اور احکام الٰہی کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ پس جب مورتی پوجنے سے عقل سلب اور روح کا تنزل اور ایشور کی توہین ہوتی ہے۔ تو فرمایئے۔ کہ مورتی پوجن گناہ نہیں تو اور کیا ہے۔ جیسی جو چیز ہو۔ اسکو ویسا سمجھنا حقیقت شناسی ہے۔ اور جڑ پدارتھ میں ایشور بھاونا کرنی یا کرانی یا کسی فرضی دیوتا کا تصور کرنا یا کرانا گمراہی اور مغالطہ بازی ہے۔

مرنے کے بعد پتروں کا شرادھ وغیرہ۔ ہماری پیاری سبھا نے شرادھ کے بارہ میں ایک یہ قول بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ निशीसमानपानं प्राचीमाकीम اس قول میں تو مرے ہوئے पितृगण। ماں باپ کا کچھ ذکر ہے۔ اور نہ شرادھ کا لفظ آیا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے مردوں کا شرادھ کیونکر ثابت ہوتا ہے۔ صرف یگیوپویت (جنیو) کا ادھر ادھر کرنا شرادھ کا ثبوت متصور نہیں ہو سکتا۔ شرادھ اور ترپن سے جو اصل مراد ہے۔ اس سے ہم انکار نہیں کرتے ہمارا اعتراض تو یہ ہے۔ کہ مردوں کے لئے شرادھ اور ترپن کرنا اور ان کے نام سے کسی خاص قوم کے شخصوں کو بلا تمیز استحقاق کے عمدہ عمدہ قسموں کا بھوجن کرانا اور چاندی سونا بطور دان دینا عقلاً و نقلاً نادرست اور ناجائز ہے۔ ہاں مردوں کی یادگار میں اگر کوئی رفاہ عام کا کام اس غرض سے کیا جائے۔ کہ ہم کو موت یاد رہے۔ اور ہم برائیوں سے بچے رہیں تو چنداں مضائقہ نہیں۔ ہماری دقیقہ رس سبھا نے جو یہ بیان کیا ہے۔ کہ لفظ पितृगण صیغہ جمع میں مستعمل ہوا ہے۔ اس لئے اس سے مردوں کا شرادھ ثابت ہوتا ہے۔ یہ دلیل صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ یہ لفظ متعدد معنوں میں مستعمل ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی زمانہ میں وہ خطاب اعزاز عطا کرنے اور فضیلت ولیاقت کا درجہ مقرر کرنے میں بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اور پھر حالات کے انقلاب سے وہ استعمال موقوف ہو کر اس کی جگہ اور اور الفاظ قائم ہو گئے۔ زبان انگریزی کا لفظ فادر اس لفظ سے ایک عجیب مناسبت رکھتا ہے۔ جسکا بیان خالی از لطف نہ ہوگا۔ فادر کا ماخذ پتر ہے اور وہ قریب قریب انہی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جن میں کہ لفظ پتر مستعمل ہے یا تھا۔ پہلی صدی کے مصنفان کتب دین مسیحی اور روما کی سینٹ کے ممبر فادر کہلاتے تھے۔ اور اس وقت کے پیشوایان دین مسیحی یعنی پادری صاحبوں اور پیر و مرشد اعلیٰ یا مورث اول پر بھی اسکا اطلاق کیا جاتا ہے۔ یہ ایک تائیدی ثبوت اس امر کا ہے۔ کہ لفظ पितृगण سے مراد اعلیٰ طبقہ کے باکمال علماء اور حکماء وغیرہ کا ہے چنانچہ شت پتھ برہمن میں ان کی آٹھ قسمیں لکھی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) طالبان جمعیت دل و حقائق معرفت سوم رسد کہلاتے ہیں (۲) اگنی جو کل موجودات میں سب سے بڑا عامل ہے۔ اس کی کوائف و خواص کا علم حاصل کر کے جو اس سے

اچھی طرح کام لے سکتے ہیں۔ ان کو اگنی شواتا کہتے ہیں۔ (۳) جو علم و عمل سے اپنے نفس پر قادر ہو کر فضائل کی لات میں ملکہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ برہسپتی شبد کہلاتے ہیں (۴) جو علم خواص و فوائد نباتات وغیرہ میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ وہ سوم پا کہلاتے ہیں (۵) جو اگنی ہوتر وغیرہ یگیوں میں کمال مہارت رکھتے ہیں۔ وہ ہوتر بھج کہلاتے ہیں (۶) جو مناسب وسائل سے جسم و روح کی پرورش کرتے ہیں۔ انکو آجیہ پا کہتے ہیں۔ (۷) جو اپنا بیشتر بیا وقت حیثیہ معرفت و طریقت وغیرہ کی تعلیم و تلقین میں صرف کرتے ہیں، انکو سوکالین کہتے ہیں۔ (۸) جو مدبری اور صداقت پرور جی وغیرہ میں یکتا ہیں۔ وہ یم راج کہلاتے ہیں

اس سے ظاہر ہے کہ لفظ مذکور صیغہ جمع ہی میں مستعمل ہونا واجب تھا۔ اگر ان لفظوں سے خلقت کے مورثان اعلےٰ مراد لیے گئے تاہم لفظ

पितृ शाम

مرے ہوئے ماں باپ سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ پایا جاتا ہے۔ کہ قول زیر بحث میں منشوں اور پتروں کے کرموں میں ایک قسم کی تخصیص کیگئی ہے۔ چنانچہ اسی قسم کی تخصیص شت پتھ برہمن میں منشوں اور دیوتاؤں میں کیگئی ہے جیسا کہ

द्वयं वा इदं

न तृतीयमस्ति सत्यं चैवानृतं च सत्यमेव देवा अनृतं मनुष्याः ॥

یعنی سیرت و خاصیت کے اعتبار سے انسان کی دو قسمیں ہیں۔ دیو اور منش۔ جو راست گو اور راست باز ہیں۔ وہ دیو کہلاتے ہیں۔ اور جو جھوٹے اور فریبی ہیں۔ ان کو منش کہتے ہیں۔

اس موقع پر اگر پتری یگ کی کسی قدر تشریح کیجائے۔ تو ابھی سے مسئلہ زیر بحث خوب صاف ہو جائیگا۔

واضح رہے کہ پتری یگ کی دو قسمیں ہیں۔ شرادھ اور ترپن۔ شرادھ وہ کام ہے۔ جو صدق عقیدت سے کیا جائے۔ یعنی دیوتوں اور پتروں کی خدمت گذاری اور ترپن سے مراد ہے۔ انکا خوش کرنا اور خوش رکھنا اور ان کو آرام پہنچانا۔ جو لوگ علم و فضل اور سعادت میں کمال حاصل کر کے اپنے اعمال حسنہ سے دنیا میں ایک نظیر قائم کرتے ہیں۔ وہ دیو کہلاتے ہیں۔ رشی وہ ہیں۔ جو فضائل و کمالات میں ملکہ کامل حاصل کر کے سلسلہ درس و تدریس جاری رکھتے ہیں۔ پتری وہ ہیں۔ جو علم الیقین اور حق الیقین کی منازل طے کر کے عین الیقین کا مرتبہ حاصل کرتے ہیں۔ اسی مطلب کے ضمن میں منوسمرتی کا ایک شلوک حکم بالتشریح یعنی چھوڑتے ہیں۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے

नित्यं स्नात्वा शुचिः कुर्याद् देवर्षिपितृतर्पणम् देवताभ्यर्चनं चैव समिदाधानमेव च

یہ شلوک برہمچاری سے متعلق ہے۔ اور اس میں جملہ ان باتوں کے جو برہمچاری کو گرو کی خدمت میں رہ کر اپنی ترقی کے لئے کرنی چاہئیں۔ اور جنکا اگلے شلوکوں میں مفصل بیان ہے اول ادب و آداب اور تعظیم و تکریم اور سچی تعلیم کی

حقیقت عام طور پر بتائی گئی ہے۔ یعنی ہر ہندو نہا کر اور پاک ہو کر رشی پتری یعنی اہل کمالات کی عزت کرے۔ اور ان کے کمالات و خوبیوں کا تصور کرے تاکہ اس کے دل میں بھی ہی کمالات و خوبیوں کے حاصل کرنے کی امنگ پیدا ہو۔ لیکن شرادھ کا سوال یعنی متوفیٰ بزرگوں اور اندریوں کو بس میں رکھے۔ سوامی جی کی تردید میں ہم بہت کچھ لکھ آئے ہیں یہاں صرف اسی قدر کہنا کافی ہے کہ اس شلوک سے بھی ہماری بہاری سبھا کا منشا پورا نہیں ہوتا۔ ہماری بہاری سبھا نے شرادھ کے بارہ میں ایک پرمان منوسمرتی کا دیا ہے۔ وہ یہ ہے

पितृयज्ञन्तु निर्वर्त्य विप्रश्चेन्दुक्षयेऽग्निमान् पिण्डान्वाहार्यकं श्राद्धं कुर्यान्मासानुमासिकम्

یعنی پتری یگیہ سے فارغ ہو کر اگنی ہوتری برہمن ہر مہینے کی اماوس میں پتروں کا شرادھ کرے۔ یہ شلوک ظاہرا سوامی جی کا لکھا ہوا نہیں مگر تاہم اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ہر مہینے میں اس قسم کا شرادھ جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ ہوم کی طرح خصوصیت کے ساتھ کیا جایا کرے تو کچھ مضائقہ بھی نہیں۔ ہم کسی ایسے فعل کے مخالف نہیں۔ جو ایک قسم نظیر قائم کرنے کی غرض سے ایسے بزرگوں کی یادگار میں کیا جائے۔ جنکی ذات بابرکات سے خلق اللہ کو دینی اور دنیوی معاملات میں فائدہ پہنچا ہو یا پہنچتا ہو۔ ورنہ قومی دولت اور قومی سرمایہ کا یوں ہی ضائع کرنا اور کسی خاص قوم یا فرقہ کو کسی قسم کا دینی یا دنیوی کام کئے بغیر نام بنام خیرات مفت کھلانا پلانا اور بے حرف زیر بحث و کاہل بنانا از روئے اصول سیاست مدنی گناہ ہے۔

باقی ایک آدھ بیان جو منوسمرتی سے اقتباس کیا گیا ہے۔ اسکی تردید میں قلم فرسائی کرنی فضول ہے۔ کیونکہ ہم اسکو مستند نہیں سمجھتے۔ جو سال میں پندرہ دن شرادھ کئے جاتے ہیں۔ ان کا کچھ ذکر بہاری سبھا نے نہیں کیا۔ اس لئے ان کی نسبت بحث کرنی بھی عبث ہے۔ اب ہم اپنے دعویٰ کی تائید میں منوسمرتی کے دھیائے ۴ کے تین شلوک (۲۳۹ تا ۲۴۱) ذیل میں درج کرکے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اور اپنی بہاری قوم سے عجز و انکسار کے ساتھ عرض کرتے ہیں۔

नामुत्र हि सहायार्थं पिता माता च तिष्ठतः। न पुत्रदारा न ज्ञातिर्धर्मस्तिष्ठति केवलः। एकः प्रजायते जन्तुरेक एव प्रलीयते एकोऽनुभुङ्क्ते सुकृतमेक एव च दुष्कृतम् मृतं शरीरमुत्सृज्य काष्ठलोष्टसमं क्षितौ विमुखा बान्धवा यान्ति धर्मस्तमनुगच्छति॥

یعنی پرلوک میں ماں باپ بیٹا۔ عورت اور بھائی بند۔ ان میں سے کوئی بھی مدد نہیں کرسکتا۔ صرف دھرم ہی مددگار ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان اکیلا ہی پیدا ہوتا ہے اور اکیلا ہی مرتا ہے۔ اور اکیلا ہی اپنے کئے ہوئے اچھے اور برے کاموں کا ثمرہ پاتا ہے۔ لکڑی اور

مٹی کے ڈھیلے کی طرح مردہ جسم کو زمین میں چھوڑ کر جانی سمبندھی الگ ہو جاتے ہیں۔ صرف دھرم ہی اس کے ساتھ جاتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے اعمال حسنہ ہی اس کے مددگار ہوتے ہیں کسی غیر کے کئے ہوئے شرادھ وغیرہ سے اسکی ذات کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ قدرت میں کوئی ایسا قاعدہ ہی نہیں پایا جاتا۔ کہ ایک کے کھانے سے دوسرے کو سیری حاصل ہو جو بیل کچھ نہیں کرتا۔ اسکو اس کے بھی کچھ نہیں ملتا۔ اپنا کیا ہوا ہی کام آتا ہے۔

گنگا وغیرہ تیرتھوں میں اشنان اور باس کرنے سے پاپ کی نورتی ہوتی ہے یا نہیں

ہماری پیاری سبھا نے تیرتھ کے بارہ میں ایک یہ پرمان دیا ہے۔

सिता सिते सरिते यत्र संगते तत्र प्लुतासो दिव मुत्पतन्ति यवैतन्वा विसृजन्ति धीराः तेजनासोऽमृतत्वं भजन्ते गंगा च यमुना च यत्र प्राप्ता च सरस्वती इमम्मे गंगे यमुने इत्यादि।

اس قول میں جو الفاظ گنگا وغیرہ آئے ہیں۔ ان کو ہماری پیاری سبھا معروف ندیوں کے نام سے تیرتھ قرار دیتی ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ کیونکہ الفاظ سیت واسیت (روشن و تاریک) جو شروع میں بطور صفت واقع ہیں۔ ہماری عالی منزلت سبھا کے فرضی تیرتھوں کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں۔ درحقیقت گنگا وغیرہ سے مراد آلات تنفس ہیں۔ جنکو اڑا پنگلا سشمنا بھی کہتے ہیں۔ یہ یوگ سادھن کی ناڑیاں ہیں۔ جنکے ذریعہ سالکان لوگ بذریعہ نفس و تصور وغیرہ منازل درمیانی طے کرکے صفائی قلب حاصل کرتے ہیں۔ اور سمادھی (مراقبہ) میں قائم ہو کر جمال یار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ قول زیر بحث کا مقصود یہ ہے۔ کہ جہاں دو روشن و تاریک ندیوں (اڑا اور پنگلا) کا اتصال ہوتا ہے یعنی تاریکی (نفس امارہ) کی سلطنت کی حد ختم ہو کر جمال کا طلوع شروع ہوتا ہے۔ وہاں توحیدی موج میں غوطہ لگا کر اہل طریقت عالم جبروت کی سیر کرتے ہیں۔ اور جو سالکان طریقت پاک و نزہات دنیا کو ترک کرتے ہیں وہ راحت جاودانی حاصل کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ سچے تیرتھ ہیں۔ جو انسان کی روح کو ملوثات سے پاک صاف کرکے ابدی خوشحالی بخشتے ہیں [illegible] تیرتھ کی نسبت [illegible] شاستر [illegible] ہے۔ اور روحانی نجات کے وسائل ہیں پھر اگر گنگا وغیرہ تیرتھوں کے ترکیبی معنوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ تو ان سے بھی ہمارے مطلب کی تائید ہوتی ہے لطف یہ ہے کہ ان کے مرادف اڑا۔ پنگلا سشمنا کے ترکیبی معنی بھی علے الترتیب قریب قریب ویسے ہی پائے جاتے ہیں یہی حال الفاظ رنگ پرکاش بھنگ کا ہے۔ جو لوگ دہن میں مستعمل ہوتے ہیں۔ ان کی تشریح یہاں فضول

ہے۔ ہر ایک شخص لغت کی کتابوں کو دیکھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔ یہ بات بھی ذکر کرنے کے قابل ہے۔ کہ پرانوں کے بموجب گنگا بھاگیرتھ کے زمانہ سے چلی ہے۔ بھاگیرتھ راجہ سگر کی تیسری پشت میں ہوا ہے۔ اور وہ اسے اپنے بزرگوں کی نجات کے لئے جنت سے لایا تھا اور اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا۔ اگر اس قصہ کو سچ مانا جائے۔ تو دو سوال پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو لوگ بھاگیرتھ کے زمانہ سے کروڑہا سال پہلے ادھر اُدھر مر چکے تھے۔ اُن کی کیا گتی ہوئی۔ اور اگر بھاگیرتھ اسے اپنی ہی پتروں کی نجات کے لئے لایا تھا۔ تو اس سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ دوسرے یہ کہ وید جو سناتن مانا جاتا ہے۔ اس میں لفظ گنگا ان معنوں میں جن کا اوپر اطلاق کیا گیا ہے۔ کیونکر مستعمل ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ڈھکوسلے ویدک تعلیم کے خلاف ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ قول زیر بحث رگ وید سنگھتا کا نہیں۔ بلکہ ایک تفسیر کا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسکا پتہ نہیں بتایا گیا۔

ہماری پیاری سبھا نے تیرتھوں کے بارہ میں منوسمرتی کا ایک یہ شلوک بطور ثبوت پیش کیا ہے

यमो वैवस्वतो देवो यस्तवैष हृदि स्थितः तेन चेदविवाद
स्ते मा गंगां मा कुरून् गमः

ہم حیران ہیں۔ کہ ہماری فاضل سبھا نے کیا سمجھ کر اس شلوک کو تیرتھ کا ثبوت قرار دیا ہے۔ یہاں تو الٹی تردید پائی جاتی ہے۔ کہ گنگا اور کورو کشیتر مت جاؤ۔ یہ قول منوسمرتی کے اشٹم ادھیائے کے اس مقام کا ہے جہاں سوا کے شہادت اور اقرار صالح اور حلف اور سزائے دروغ بیانی وغیرہ کا بیان ہے۔ اس شلوک اور اس سے اوپر کے شلوک میں اگلے پچھلے شلوکوں کے تعلق میں ایک عام طور پر جھوٹ سے بچنے کی تحریک کی گئی ہے۔ دونوں کا منشا یہ ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں اکیلا ہوں ایسا نہیں۔ کیونکہ تمہارے اندر پن اور پاپ کے دیکھنے والا پرمیشر ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ ایسا جو پاک نورانی ہستی تمہارے اندر موجود ہے۔ اس کے ساتھ اگر تمہارا تنازعہ نہیں تو گنگا اور کورو کشیتر مت جاؤ۔ یعنی اس ہستی کی ہدایت کے موافق چلو۔ اور جھوٹ نہ بولو یہی اصل بات ہے۔ اور گنگا وغیرہ جانے سے کچھ نہیں ہوتا۔

درحقیقت اصل مطلب پہلے ہی شلوک میں آ جاتا ہے۔ اور پھر اسی بات کا دوسرے شلوک میں اعادہ کرنا فضول تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شلوک منوجی کا کہا ہوا نہیں۔ بلکہ اس زمانہ کی ایزادی ہے۔ جبکہ خود غرضی یا غلط فہمی سے فرضی تیرتھوں اور مورتی پوجن وغیرہ کو رواج دیا گیا تھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس جگہ کے سوا کل منوسمرتی میں کہیں گنگا کا نام بھی نہیں آیا ہے۔ بھلا جس حالت میں کہ منوجی نے ادنے ادنے باتوں کے بیان میں ہزاروں شلوک لکھ مارے ہیں۔ تو اگر یہ فرضی تیرتھ جاترا اور مورتی پوجن اس کا آجکل

مقدس رو رشو ہے۔ اور جسکے سبب حقیقی دھرم الوداع کر گیا ہے) کے نزدیک جائز ہوتی یا اگر ان کے زمانہ میں اسکا رواج ہوتا۔ تو اس کی نسبت دو چار شلوک لکھ دیتے تو کونسی بڑی بات تھی۔ درحقیقت منوجی نے دھرم اور موکش کے جو اصول لکھے ہیں۔ انکو ایسی باتوں سے کچھ بھی لگاؤ نہیں ہے۔

ان خیالی تیرتھوں کی تردید تو بھاگوت جیسے گرنتھ میں بھی پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ یعنی جو شخص پانی کو تیرتھ سمجھتا ہے اور اہل علم کو نہیں وہ گدھا ہے۔ مہر دیکھو۔ इदं तीर्थमिदं तीर्थं भ्रमन्ति तामसा जनाः आत्मतीर्थं न
जानन्ति कथं मुक्तिर्वरानने ।
یعنی یہ تیرتھ ہے وہ تیرتھ ہے۔ جاہل اور تموگنی لوگ ایسا کہتے پھرتے ہیں۔ وہ آتما کے تیرتھ کو نہیں جانتے۔ ان کی نجات کیونکر ہو سکتی ہے؟ یعنی نہیں ہو سکتی۔

اس باب میں اب اور زیادہ لکھنا فضول ہے۔ صرف منوجی کا ایک قول بطور اصول عام ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ अद्भिर्गात्राणि शुध्यन्ति मनः सत्येन शुध्यति
विद्यातपोभ्यां भूतात्मा बुद्धिर्ज्ञानेन शुध्यति ॥
یعنی پانی سے جسم کے اعضا پاک ہوتے ہیں۔ من راستی سے پاک ہوتا ہے۔ معرفت و عبادت سے روح پاک ہوتی ہے۔ علم سے عقل پاک ہوتی ہے۔ یہ شلوک تشریح کا محتاج نہیں۔ اگر گنگا اشنان سے پاپ چھوٹ سکتے ہیں۔ اور سورگ ملسکتا ہے تو عبادت وغیرہ کی تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ نعوذ باللہ۔ چوری کی۔ زنا کیا۔ ادھر گنگا میں نہائے اور پاک ہو گئے اور سورگ علاوہ برآں۔ پاپوں سے چھوٹنا تو درکنار ایسے اعتقاد سے تو الٹی پاپوں کی ترغیب ہوتی ہے۔ اور گناہ کرنے پر دلیری آتی ہے ہزار ایسے دام بچھائیں اور لوگوں کو پھنسائیں۔ مگر اوشیہ میو بھوگتویم کرتم کرم شبھا شبھم۔ ضرور پاپوں کا پھل ہر ایک کو بھوگنا پڑیگا۔

تیسرا سوال۔ پنڈت مینی چندرجی نے تیسرا سوال یہ کیا۔ کہ اس منتر میں اگنی میڑھے پروہتم وغیرہ وغیرہ میں لفظ اگنی سے مراد پرماتما ہے یا آگ سے۔

جواب۔ اس کے جواب میں پنڈت رام سوروپ شاستری نے کہا۔ کہ اس منتر میں جو لفظ اگنی آیا ہے۔ اس سے مراد جلانے والی آگ سے ہے۔ اگر اس کے اصطلاحی معنی کریں تو پورب میمانسا کے स्वकार्याधिकार पर्यन्त اس سوتر کے خلاف ہوتا ہے۔ اسلئے اس منتر میں آگ سے ہی غرض ہے۔

جواب الجواب از آریہ سماج۔ ہماری سبھا بھی یہ سمجھتی ہے۔ کہ اس منتر میں جو لفظ اگنی آیا ہے۔ اس سے مراد جلانے والی آگ ہے پرمیشور نہیں۔ لیکن یہ انکا بھرم کیا گیا۔ کہ یہ لفظ

کہیں بھی نہیں آیا ہے۔ یہاں بھی ذیل منفی کا رد وغیرہ کی دلیل پیش کیگئی ہے۔ جسکی ہم اوپر
تردید کر چکے ہیں۔ ہماری دانست میں جیسا موقعہ ہوتا ہے۔ ویسے معنی لئے جاتے ہیں
ایسے ہی ایک مثال بڈھی پنڈت نے جو بیسوں کاشی میں پڑھا کرتا تھا۔ عام طور پر رگ
کے ارتھ ہرن جانتے ہوئے مالوئیہ جی بھی مرگا تہرتی والے بھرتری جی کے شلوک کا
بھی ارتھ آدمی کی شکل والے ہرن کا کیا تھا۔ اور ایسی ہی کتب اچاریوں کے واسطے
سنسکرت دانوں نے سینکڑوں کی مثال رکھی ہوئی ہے۔ جو عبارت کا ماقبل و مابعد
دیکھنے کے بغیر اعتکر تے ہیں۔ وہ بڈھی بالو کے سامنے شرمساری اٹھاتے ہیں۔ کوئی قاعدہ
کلیہ مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ کہ سب جگہ معروف معنی لئے جائیں۔ یا سب جگہ ترکیبی معنی قرار
پائیں۔ بلکہ بیان کرنے والے ان معنوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو بوضاحت موقعہ کے
قواعد سے بن سکتے ہیں۔ اور یہی طریقہ رشیوں کے زمانہ میں رائج تھا۔ اگنی شبد کے
روڑھی (معروف) اور یوگک (ترکیبی) دونوں معنی لئے جاتے ہیں۔ اس لفظ کی نسبت
سوامی دیانند سرستی جی نے ستیارتھ بھومکا [illegible] میں جو انہوں نے تردید جملہ پنڈت
عموماً و خصوصاً پنڈت بسنت چندر [illegible] تصنیف کی ہے اور وید بھاشیوں میں بھی
اسقدر شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے۔ کہ کسی منصف مزاج آدمی کو کوئی شک باقی
نہیں رہ جاتا۔ اور یہی سبب ہے کہ [illegible] سناتن دھرمی کے تین سو پنڈتوں نے اور تمام
ہندوستان کے کل پنڈتوں نے آجتک اسکی تردید کی ہے۔ ہم صرف اور دو تین
پرمان کا درج کر دینا یہاں کافی سمجھتے ہیں۔

अग्नि र्दू विप्रो द्रा अपसो वायु:
श्येनो हिक्नो पप्त सि "

یعنی اگنی وغیرہ تینوں الفاظ برہم کے مترادف ہیں (نرکت ادھیائے ۵)

ब्रह्माग्नि: (ست پتھ ۱-۲-۳-۱۱)   आत्मा वा अग्नि: (ست پتھ ۲-۳-۴-۲)

سوال چہارم۔ پنڈت بسنت چندر جی نے پوچھا کہ [illegible] ہون وغیرہ یگ کے کرنے سے
مراد صفائی سوادیانی ہے۔ بلکہ سورگ وغیرہ تک پہنچنا۔
جواب۔ پنڈت رام شرن شاستری نے کہا کہ

अग्निहोत्रं जुहुयात् स्वर्ग
काम: ज्योतिष्टोमेन स्वर्ग कामो यजेत

وغیرہ یجروید کے منتروں سے [illegible] ہوم [illegible] سورگ [illegible] ہیں۔ یعنے ان کے
کرنے سے سورگ حاصل ہوتا ہے۔
جواب الجواب از [illegible]۔ اگر سورگ سے مراد سکھ کا حاصل ہونا ہے۔ جیسا کہ لفظ
کے لغوی معنی ہیں۔ تو ہمیں کوئی انکار نہیں۔ اور اگر اس سے مراد حور و غلمان کی آرامگاہ
اور لذائذ نفسانی وانواع کی جائے پناہ ہے۔ تو ہم اسکو تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہوم وغیرہ سے کیا
نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ تو شاہراہ [illegible] اور [illegible] کے ذریعہ ہیں۔ اور ایسا

بھی تمام رشی لوگ بھی مانتے ہیں ۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ انکی مورتی پوجا کرنے سے عمل ۔ وایو ۔ اوشدھی دوارا نکھ ہوتا ہے ۔

ہاں اگر یہ کہو کہ جو وید منتر ہوم میں پڑھے جاتے ہیں ۔ ان سے پارمارتھ ۔ آپاسنا اور پرمارتھا ودیا سے اپدیش پراپتی ہوتی ہے ۔ تو البتہ سلسلے کے اعتبار سے وہ بھی ایک باعث نجات ہو سکتا ہے یا روحانی ہوم جیسا کہ منو آدی ست شاستروں اور اپنشدوں میں لکھا ہے ۔ کہ اندریوں کا ہوم من میں اور من کا آتما میں کریں ۔ اور ایسا ہی مہاتما بدھ جی نے بھی لکھا ہے ۔

سوال پنجم ۔ پنڈت ہنسیا چندر جی نے پوچھا ۔ کہ وید کے برہمن حصے کی توہین کرنے سے پاپ ہوتا ہے یا نہیں ۔

جواب ۔ پنڈت رام سو برہمن شاستری نے جواب دیا کہ یہ تو پہلے سوال کے جواب میں لکھ چکا ہوں ۔ کہ برہمن حصہ بھی وید ہی ہے پھر برہمن حصے کی توہین ہوئی ۔ اور منو نے وید کی توہین کے بارہ میں لکھا ہے ۔

جواب الجواب از آریہ سماج ۔ جو شلوک پنڈت صاحب نے پیش کیا ہے ۔ اسکا اصلی ارتھ یہ ہے ۔ کہ پڑھے ہوئے وید کو بھول جانا ۔ ویدک نندا کرنی ۔ جھوٹی گواہی دینی ۔ دوست کو مار ڈالنا ۔ نا پاک خوراک کھانا شراب پینی ۔ یہ چھ برابر گناہ ہیں ۔ ہماری تحقیق سبھا بھی ہے ۔ کہ جو پاپ شراب خور کو ہوتا ہے ۔ وہی پاپ ویدکی توہین کرنے والے کو ہوتا ہے معقول ۔ مگر دریافت طلب یہ ہے ۔ کہ وہ ویدکی توہین کرنے والا کون ہے ۔ آیا سوامی دیانند سرسوتی یا اس کے مخالفین کا جم غفیر ۔ اس امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے ضرور ہے ۔ کہ فریقین کے چند اقوال کا بطور واقعات ذکر کیا جاوے ۔

واضح رہے کہ دونو فریق وید کو مستند مانتے ہیں اور کلام الہی تصور کرتے ہیں ۔ تنازعہ یہ ہے ۔ کہ سوامی دیانند سرسوتی صرف سنگھتا کو وید اور برہمنوں کو ان کی تفسیر قرار دیتے ہیں ۔ اور ہماری پیاری سبھا دونو کو بحیثیت مجموعی وید مانتی ہے ۔ سوامی جی کہتے ہیں ۔ کہ وید میں مورتی پوجا اور پرتھوی کے اوتاروں اور مردوں کے شرادھ اور گنگا وغیرہ تیرتھوں کا کچھ ذکر نہیں ہے ۔ بلکہ ان کی تردید پائی جاتی ہے ۔ ہماری پیاری سبھا ان باتوں کو وید کی تعلیم سے منسوب کرتی ہے ۔ اور شیو لنگ ۔ شالگرام وغیرہ کی پوجا کو ایک اصول قرار دیتی ہے ۔ سوامی جی وید کے اصول کے موافق خدا پرستی سکھاتے ہیں ۔ اور ہماری پیاری سبھا تمام شاستروں اور دیگر رشیوں کو وید کے برابر مستند مانتی ہے ۔ سوامی جی حلیہ سماعت دینی و دنیوی میں عقل کو دخل دیتے ہیں ۔ اور ہماری پیاری سبھا دھرم شاستر میں عقل کو پائمال کرانا چاہتی ہے ۔ سوامی جی کہتے ہیں ۔ کہ وید کے پڑھنے پڑھانے کے باب میں

کل نوع انسان کا برابر استحقاق ہے۔ اور ہماری پیاری سبھا اسے اپنی ذاتی وراثت سمجھتی ہے۔ ان حملہ آوروں کی بحث شرح و بسط کے ساتھ اوپر ہو چکی ہے۔ اور یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اب ہم اس امر کا فیصلہ کہ وید کی توہین کرنے والا کون ٹھہرتا ہے اپنے حق پسند ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ اور اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں۔ اے پرماتما تو اپنے فضل و کرم سے کل نوع انسان کو اور خاص کر منکرین وید کو جسے ضرورت زیادہ ہے۔ وہ روشنی عقل عطا کر جیسے کہ وید کے رشی منتر گایتری میں دعا مانگی گئی ہے تاکہ جہالت و شرک کی تاریکی دور ہو کر تیری الوہیت و توحید کا نور جلوہ نما ہو۔ اور ژولیدہ خیالی اور باطل توہمات کی جگہ صحت و حقیقت کا طلوع ہو۔

اڈیٹر صاحب کی دور اندیشی سیاوک سماچار کلکتہ کی مذہبی اور دنیاوی دور اندیشی کا نمونہ بھی ہم یہاں دکھلائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم پرتی سوامی دیانند سرسوتی ستیارتھ کے امیت (ترجمہ جات) میں ہم درج کرتے ہیں۔ ان کا الٹ پھیر اور رد و بدل مت دیکھنے سے ہینسٹ لوجھ ہوتا ہے۔ کہ جن گپتی پرکاریں پر سوما تو بجھوت ہے سوائے اس کے اور کوئی باعث نہیں جان پڑتا ہے کیونکہ اس سنسار میں جتنے دھرم پرچلت ہیں۔ سوامی جی ان سبھی دھرموں پر دوش آروپ کر کے اپنا ایک او ہی مت پرچار پرچار کرتے ہیں۔ کہ اس سے سب ہو تو کیا ہے بلکہ وہ بھی اسیت (جھوٹا) ہونا دکھائی پڑتا ہے۔ . . . . . . ان سب کے سوا سب سے بڑی ہانی ہماری آریوں کی یہ ہوتی ہے کہ سناتن پرنت آریہ دھرم کی جیون شکتی میں آگھات (صدمہ پہنچا) پراپت ہوتا ہے۔ وچار کر کے دیکھنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ اس کے پہلے جتنے دھرم پرچارک ہوئے ان میں سے کسی نے بھی ہماری آریہ دھرم کی مول جیون شکتی کو پہرت نہیں کیا تھا۔ کیونکہ جتنے غیر ملک اور غیر مذہب والے ہوئے انہوں نے تو اپنے دھرم ستکیں البتہ کے ذریعہ کے پیغمبروں و اوتاروں کا پرچار کیا۔ ہمارا اس سے کچھ تعلق نہیں جاتا ہے اچھا ہو یا برا۔ پس اگر آپ غور کریں۔ تو اس سے ہمارے دھرم کی کوئی ہانی نہیں ہوئی۔ یہی کہو کہ واعظوں کے تو بہ بہتیرے جو ک سے یا کسی کے ظلم سے جس کروڑ میں سے ہزار دس ہزار اشخاص ورلا بھوا (لہذا کہ ورلشرم آتی ہے) جنہوں نے بھی اپنا دھرم چھوڑ دیا۔ تو اس سے بھی مول دھرم کی کوئی ہانی نہیں ہوئی۔ اور جیسے کہ ہمارے مت میں لکھا ہے۔ یہ دھرم جس جو اسنے جیو دھار فرقہ نہیں ہے۔ ان سے مول دھرم میں جو خرابی ہوئی تھی۔ وہ اس سے بھی ہو جاتی جیسا کہ شو زبان سے ہوا سو ہی۔ ایسا اس سے زیادہ ہانی کیا ہوتی ہے۔ تو اس کے جواب میں یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان سمپرداؤں سے ہماری مول دھرم کی کوئی ہانی نہیں ہوئی کیونکہ شرتی سمرتی کو سب برابر مانتے ہیں۔ کیول بھیڑ ان میں سمپرداؤں کی جڑ پکڑتا ہے۔ جس کو جو سمپردائی ہے۔ وہ اسی پران کو زیادہ وچارتے ہیں۔ اور اسی کو دیکھتے

ہے - تو اس سے دھرم کے مول سروپ وید اور سمرتی میں جو منتک کسی سمپردائی والے
پنڈت سے درست اندازی نہیں ہوئی - اس طرح بے تعصب جس میں جتنے سمپردائی
منتک ہیں، کیا پنڈت اور کیا مورکھ، ان سب کا وشواس ہے کہ دھرم کا مول وید ہی
ہے - اور فی الحقیقت بھی سمپردائی وید مولک ہیں کیونکہ ایک انش (زیادہ) سو سے
یہ تو جانتے ہیں کہ وید ہی سرو موجب ہے لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہے
دیانند جی دوارہ بھی یہی بڑی بھاری بھول ہے کہ دیا سی ستا تن دھرم مول وید کا ورودھ
رکھ کر کے پرچار کرتے ہیں - اس سے جس وید کو سب لوگ مانتے ہیں کہ یہی جا سے
دھرم کا مول ہے - اسی وید کا اشارتھ جب پرچار ہوا تب جن لوگوں کو وید کا اصلی ارتھ اور
بھی کا بھید معلوم نہیں ہے - ان لوگوں کا ضرور وشواس سوامی دیانند کے ورودھ ارتھ پر
ہوتا ہے - اور آہستہ آہستہ ہوتا جائیگا - اس سب سے آریہ دھرم کی جیون شکتی میں
نقصان پہنچ جاتا ہے - (سار سدھا ندھی صفحہ ۳۴۹، ماگھ سمت ۱۹۳۸ جلد ۴ عدد ۲ کلکتہ)
اس کارروائی پر دور اعتراض - پنڈت سنو دت جی شاستری کی رائے از تہذیب سماچار کلکتہ
فروری ۱۸۸۲ء جلد ۴ عدد ۴

مہا شئے آپ کے متعدد منتک ایک ایک بار کے دکھشنی شاستری اور ستیہ ورت سماس جی کی
جگہا سے ست آست وچار کے لئے مہا سبھا ہوئی جس میں بڑا یا پیس سو کے لگ بھگ بڑے
بڑے وچارک پنڈت .... سو تب ہو چکیوں پر بیٹھے تھے - اور پیا یا دو
سو کے لگ بھگ شاستری جی کی سمپت تھے - اس سبھا میں چار پنڈتوں پر سبھا شا
بنی - ایک منتر بھاگ کی بھاشی پر جن بھاگ پر ہے ہیں - دوسرے منو سمرتی کی بھاشی
سول کو ہے - تیسرے یگ آدی کریا کلاپ کیول جیون مکتی کے لئے نہیں - بلکہ مکتی
کے لئے ہیں - اور جو تھے پورب میاسا پر تیا جو جنمک آدی کرم سودائی جیسا کہ اب ہندو
والی میں پرچلت ہے - سب شاستر منتق ہیں -

سمپا دک مہا شئے ایسا اس پرکار کی سبھاؤں سے ان لوگوں کو خیال ہو سکے جیسے
ہیں کہ ہندو بھائی کو دھرم کے وشے کا سبھا ماد دینے والا کوئی نہیں - یا وہ جو دیکھتے ہیں
- ہندو بھائی کا دھرم پوت (دھرم کا جہاز) بیڑے بگڑا اب مہا سندر کی طرح با مت (گرداب)
سے پورب کا بچھم اور دکھن سے اتر کو بار بار گھومتا پھرتا ہے - ایک نہ ایک دن کسی پربت
سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا - اور جہاں سے ہندو آنے کی سنتوش ہوا تھا پڑانے
لوگ جنھوں نے شاستر میں اتفاق شروع کیا ہے - ہندو ہو کر بھی شنک ہو سمپردائی کے بڑے
نیچے لوگ جو دھرم کو ہمیشہ رکھتے تھے تھی لگتی ہیں - یہ پہلے بھی جو آستک بھاو نک اور مذہبی انتی کا
ٹیکہ مانتر سو پاٹ سمجھتے ہیں - سنتوش جب ہی نہیں ہوتا جب تک پھل دائک نہیں ہوتے
ہیا آپ لوار دو صوبک شنک باشی پنڈتوں کو یہ بات درست نہیں ہے کہ ہندو بھائی کی

बहुः सम्प्रदायस्रोतोभिर्बहुलीकृतं یہ رشتہ جوڑ رہی ہے۔ پرانی صدیوں
کے سمپردایوں کو تو بھلا ایک اور رہنے دو۔ وہ جس شبد کی کے بڑے بڑے مانجھوں میں جو ست
ویشنک دل پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اسے دیکھتے ہی ہم تو ویسے ساگر میں ڈوبے جاتے
ہیں۔ کہ ہمارا ہی یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک بڑا جوش ہے۔ اور ہر طرف سے گھٹا کی
شتری بہت راجا رام موہن رائے ہیرو رہتے برہمو دھرم کو ہی ست دھرم سمجھ لیا تھا اور انہیں
شاکو آزادی آچاریہ لوگوں کو اس اور کھینچ رہے تھے۔ کہ انہیں میں سے ایک دوسرے
پروگریسو پارٹی کے آچاریہ جناب کیشب چندر آدی نے اپنی لڑکی بیاہی۔ اور کھینچ
تان ہو رہی ہے کہ کسی اور دیا نہ تھا تب وہ شاستری سادھارن برہم سماج پروگریسو
نام اور پروگریسوں نے اپنا

(आत्मद्वा भोग्यसेवो)

ہی جامہ بھرایا۔

ادھر یہ اپنے بانگ حال میں بیٹھا ہی رہے تھے کہ آریہ سماج اپنا سوکیہ ویدک
دھرم پروبرتک شری دیانند سوامی جی پرگٹ ہوئے۔ جو ویدک دھرم بھاگ کو ہی ساتن
ایشور کی بانی اور سو سمرتی کو ہی بچار نظر آچاریہ دھرم کا ایک دھرم شاستر مان سمجھ
شاستر اور پرانوں کو غلط کہہ رہے ہیں۔ اور پھر ایک اور اسامر نوا میں سے سوامی جی
کی جیو جانی (مراد سوامی آتما نند جی سے ہے) گروہ اور ہی گیت سے آریہ دھرم کی
پرچار کرتے ہیں۔ ایشور کی انکار دکھا دیتے تو برہت ہوگی۔ کہ وہ بتاتا کیا کہتے ہیں
جس کس کا ورنن کریں۔ اور ایک قسم ہر پنڈت بھائی سوامی اپنے یوگ ست فی
پرکھانے کے ارتھ بچا سادھو بھاجنہ تاکر رہے ہیں۔ انگریزی بھاشا میں پستکیں بھی
لکھتے ہیں۔ اور اسی طرح استھان میں دیا کھیا سنا کر بچارے ہندو بھائیوں کو اپنی
ہی اور کر رہے ہیں۔ پھر بڑے بڑے ودوانوں کی شکھیا پا کر جو پیارے آریہ بھائیوں
کی جیون میں پر گھمنڈ ہوا تھا۔ اب ہم بھوت پریت آدی کا ماننا۔ شری سدی پیر تھاں
کرنا۔ اور یوگ شاستر کی سب سدھیوں کو سچ کر کے ماننا آدی۔ کو سنسکاروں کو دور
کر سنسکرت ہوئے۔ بہت سوں بھاگ کے پردھان انکا ٹ۔ تھیوسوفی کے ادیتوں
اور بھا سوفٹ پرکر کے پرچار سے وہی کو سنسکار سونسکار ہو رہے ہیں۔ بیچ کہیں برہم
اور بیشنوی۔ کہیں ساتن دھرم رکھشنی اور کہیں دھرم گیان پرواہنی آدی سبھاؤں کے

لہ بھارت متر جلد ۲۰۰ نمبر ۸۔ ۹ سپتمبر ۱۹۰۳ء میں کہا ہے کہ مانند سرسوتی تک ۔ سام میں آریہ دھرم
کا اپدیش کر رہے ہیں۔ اس سے پنڈت بھاؤوت جی نے سمجھا کہ کسی آریہ دھرم کا اپدیشک سے ہیں۔
پر یہ تو لیا نہیں۔ سوامی جی آریہ سماج کے ہی ایک اپدیشک ہیں اور آریہ دھرم کے پرچارک ہیں۔ شری
شری سوامی دیانند جی اپدیش کیا کرتے تھے کوئی دوسرے نہیں ہیں۔ فقط

بھی ہیں۔ آج یہ اپنا اپنا بھن بھن مت پرکاش کر رہے ہیں۔

سماج کی حالت ہے۔ جب یہ دنیا ہمارے ودیش کی ہے۔ تو پھر ناترک اور وادیوں کے گرنتھ دیکھئے گھر میں ہی فیصلہ کر لیا کسی پکار سے بھی تو کچھ نہیں پریت ہوتا اور نہ تو اس سے وادیوں کی مت کا کھنڈن اور سادھارن سماج کی سنتشٹی ہی ہو سکتی ہے۔ سب ہی کہینگے۔ کہ سب کوئی اپنے اپنے گھر میں اپنی استری کا نام مہارانی رکھ سکتے ہیں۔ سمپورن سمرتیوں کے ماننے والوں کو کوئی یہ تو پوچھے کہ تم نے بابو نوبین چندر رائے کرت دھرم شکھشا شیک اور ست دھرم سوتر نامک پستکوں کو دیکھا ہے۔ اور یوں ہی آدی کے ماننے والے تو کیا وید اور دھرم سوتی ایچھا کے ستھاپن کرنے والوں کو پوچھو کہ کبھی سوامی دیانند سرسوتی کرت ستیارتھ پرکاش پر بنت وید بھاشیہ کا پرکاش وچار بھی کیا ہے؟ پھر تو پوچھو کہ کبھی راج نرائن وشوکرت ویدانت پر ودیش اور سرتیت گرنتھ بھی او لوکن کیا ہے؟

بیشک وہ کرنی چاہئے۔ کہ جو پنڈتوں کو کرنیہ ہے۔ اور جس سے لوک پرلوک دونوں کا کلیان ہے۔ سو اس کو کون نہیں جانتا۔

پرنتو ہاں یدی کوئی من میں وچار کرے تو اسی سبھا کے وادیوں کو اس بات کے سمجھنے کا استھان ملتا ہے۔ کہ سرسوتی جی کے شنکا ہو کر شاستراتھ کوئی نہیں کرتا۔ اپنے اپنے گھروں میں جو جی چاہے دھرم ودیہ گا رہے ہیں۔

ایسی بڑی ہندوستان کی راج دھانی کلکتہ کے نواسی پنڈتوں کو اچت تھا کہ اس سبھا کے سمے ان سب نوین مت پرورتکوں کو اپنے ساتھ ملا ان کا اویش پوچھ ترک وترک سے سدھانت نکال پھر سمتی کے لیے پرتیک دیش کے راج دھانی اور پرتیک بڑے نگروں میں پنڈتوں کی سمتی کے لیے بھجواتے اور سمست بھارت والے پنڈتوں کی سمتی سے ایک پستک جس میں ہندو جاتی کے آچار بیوہار نیتی اور دھرم پرورتک ایک ہی ہوتی۔ پرستت کرتے جس کے سمپورن ماننے سے ہی ہندو ہیں۔ تو نیت واشتو سمجھا جاتا۔ یدی یہ بات اتیت ہی کٹھن ہے۔ اسکو میں بھی جانتا ہوں۔ پرنتو پھر بھی دھرم سے پرے اور کسی وستو کو اتکرشٹ نہ جانے دھرمات شرم ناستی۔ اس بات کو سنکر

ब्राह्मणस्य शरीरं

اس واکیہ کے ناتے پر بھی کچھ

क्षुद्रकामाय नेष्यते

اس مہا واکیہ پر سمپورن ہندو جاتی کے آدرش سے ہی اپنا

प्रेत्यानन्तसुखाय च

کلیان کا استھان اس کٹھن کام کرنے میں کلکتہ کے پنڈتوں کو بھارت کے پنڈتوں کے اگر میں ہونا چاہئے۔ پھر تو نشچیت ہے۔ کہ اس مت کا پرچار ہمارے سمپورن بھارت ورشی پنڈت بھی اپنے استھان میں سبھا ستھاپن کر کے ان وشیوں پر سیانا کر کے مہاسبھا کے ساتھ سمتی پرکاش کرینگے۔ تو دن گی ہی ایسا سمے آجائیگا جو دھرم سے کے نیچے آجایا کرتا ہے۔

شانتی اشانتی! اشانتی!! ٹگور دا سیوک سے پنڈت مہادیو تو چکیا سونو شیو جہرا جنوری سنہ ۱۹۳۱ء)

دوم - پوپ منڈلی کے ایک ممبر کے گھر کے لڑکی نے جہاں لاس آگرہ جلد ۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۵ فروری سنہ ۱۹۳۱ء میں بعنوان "اچھوت سبھا" یہ مضمون چھپوا دیا۔

اچھوت سبھا۔ بابو صاحب ولاس جی سن لیجئے کہ ہماری لالہ جی اچھوت ہے۔ بیاہ وچار کوششں میں وہ اب ہم من مانی ہی کرتے ہیں۔ پھر بہا بھی کیوں نہ ہو تو اچھوت ہم کیسے بنتے ہیں۔ اور ہم میں ایسی گن ہے کہ کیسی ہیئت ہو وہ ہم پر سدھ کر دیتے ہیں اس کارن ہم اپنے امید سے کوبر بتا نہیں کھوتے۔ یہی بچار کر کے تو کچھ لوگ کہتے ہیں ہمارے شاستر میں انگریزی کا رچ کا سا دھکا اور کوئی نہ ہوگا۔ بہت دنوں سے ہمارے من میں تھی کہ کچھ اپنا نام بھی کر دکھائیں۔ اور راندر پرست کے بیچ اشوتا سو دھو جو لوگ کے پانچ سو والوں) میں نام لکھا دیں۔ اسی کارن سوچ بچار کر کے ایک پرجہ سبھا کا ڈھونگ بچھا ڈالدیا۔

دھنا ڈولکی کے پرچار سے پٹتے ہی ہیں۔ اس سے کہانی بھی دکھیات ہو جائیں ادھر ایسا دیچار ہی تھا۔ کہ ان گنت کلی والی دو بالان اور سرو شاستر یا ورتے پن لائی آپہنچے۔ نام سنتے ہی تا نتا لگ گیا۔ کہ انت کا روکیب ہو گیا تم پرتنک کا سنگریا کر لیتے کیوں آ سکے اور جو کر لیتے ہو تو ہمارا دھان سن کر تو کہ بھائی سنیاست ہو یا کوئی جنگل کون پوچھے یہ سنسار میں سناٹا ہے گیارہ ماتر کی چلا بنے رہی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ روپیہ ہی کا روپ بن رہا ہے دیکھو تو کچھ ہے سو اسی کا چمتکار ہے۔ کہ ہی اسی آگ کی ورتیہ ہی مانگی ہیں۔ ندیا کو کوئی نہیں پوچھتا۔ جنگل جھنجٹ لگے والے کی بھی حیرانی ہے۔ راجا مہاراجا بینک سا ہوکارا ہی کے پرتاپ سے بنتے ہیں۔ اس کے آگے بدی ودیا کی کچھ نہیں چلتی ہے۔ اوٹھک کیوں بچارتے ہو۔ دکھ دور کرنا اور بھی لکشمی کے آدھین اور ادھین بن رہے ہیں۔ جو تم بیاست بھاگوت بھی دانی ہوگی۔ تو اس میں سے نہ کر دیکھے۔ پھر جب اس کے آپ ہی نا دان ویس بنگے ہیں تو دھن کی کیا سامرتھ ہے۔

اس کارن ونت دلپٹی منتر کے دھنی مورتی جو سماج کا پرتیادھن سے مت پر گئے کہیں تھیں ماتر ہی میں دو بیتے (بنگی کسیطرح) من ترنگ ورت رسن کی لہر لیتے ہیں) من ترنگ اور دو آ ہی پہنچے۔

او بیٹھتے ہی دو گئے سبھا ہی جھٹ گئی۔ جہاں جہاں ہونے لگی۔ ہر کار پکارتے شبد جو کھڑے ہونے لگے۔ لاس کے دانس سے نیچے لے ہی جھکا جھک پڑی۔ اور اس سے ابتک سبھا کا پربند بھی او کھلا تھا۔ کرسی نہ ٹوٹی ہے۔ دری نہ قالین پر مٹی پر اور کا ان کے مدد میں سوورن منڈل کے ہوئے تھے بڑے بڑے ہٹ پر کشتیوں پر سکھا دیئے

لکھوا دیئے۔ ودوان کو دکھا چکا جب لگے اور بہت روپے سوامی کا پرکاش نہ ہو سکے۔ یہ وچار کر بالآخر
تمام بہت جلد چھپ اور پرتھوا دیا۔ اب تو وچار ہونے لگا پرنتو تقلیل میرے ہاتھ تھی۔ اس
کارن میری ہی سمجھ تھی اور کتابیں سے الوسار وہ وچار وچار کر وچار کرتے تھے۔ اب یہ
سن لو کہ یہ سمارودھ کیوں ہوا کرتے کا پراس اور ست کا تم جیسے۔ کیونکہ کل کے ناج ہیں ست
کا کیا کام۔ پھر یہ بھی تو ڈر ہے کہ میں اپنا کل سورتی سے آگے پھر بھی اس اسپتہ
کھتی اپادھی کو کون پوچھتا ہے۔ اس کارن سوامی جی کا پرکی ورتی کرنے سے سمجھا گیا۔ اب
کچھ وچار بھی سن لو۔

پرشن ۱۔ ویدیہ سنگھیتا سب براہمن ماترست سمان مانتے ہیں وا نہیں۔ کوئی کہا ہی چاہتے
تھے کہ نہیں کیونکہ ویدا اپنی کے انہیات ان کی آپتی ہے۔ پرنتو وچار ہوا تب لو پھر بابا کا
بیتا پ جھٹ پٹ او گیا شیل ہوگئے۔

اتر۔ ہمارے سن مانے کہا کہ سب سمان مانتے ہیں۔

پرشن ۲۔ کیوں۔

اتر۔ برہمن نہ ہوتے تو وید کہاں سے آتا۔ کیوں جی کیا تم نے کاتیاین جی کو مان لیا۔ اور
رشیوں کو جھوٹھا ٹھہرا دیا۔ اور اتھاس۔ پوران۔ ناراشنسی۔ کلپ۔ گاتھا کے بھیدوں
کو نہ سمجھا۔ پھر کہیں سے ان تین بھیدوں نہ تھاتے ودی و آلیہ۔ رکھ و آلیہ۔ [illegible]
کرنہ دیکھا پرنتو ان کو کرن کہتا ہے۔ یہاں تو اپنے پرایوجن سے ہی پرایوجن ہے۔

پرشن ۳۔ کیا منو کے سمان اور سمرتیاں بھی مانتے لوگ ہیں۔

اتر۔ ایک کہا ہی جا بتاتا تھا کہ سرسوتی کا بھید ہے۔ دوسرے نے یہ پوچھا کہ
منو میں جو یہ नमांसभक्षणे दोषो नमद्ये न इत्यादि "
لکھا ہے۔ سیتہ ہے کہ پرنتو یہاں اتنا کرو تا کہ من لگا کر دیکھتے ہیں۔ کوئی منو کوئی
جیو ہتیہ ہو۔ مانس کھاؤ۔ پیو۔ اور باندے جی کو تلسی مانے سے پرایوجن ہے۔

پرشن ۴۔ ویدوں کی پوجا

اتر۔ کیسی پوجا۔ ایک ولا جب بت نہ جاگیں۔ کرتے ہی جاؤ گے۔

اتر۔ ہاں وچار ہی ہے۔ پرنتو ہمارا وید کو بھی لگے کہ من میں ہو کھٹنا چاہئے
کرنی بھوت پشاچ۔ اینٹ۔ پتھر۔ پہاڑ۔ گھاس۔ لکڑی۔ چڑیا۔ جنگل۔ بھلا ہی پوجا
لو۔

نوٹ۔ عبارت [illegible] سے یہ سمجھا ہوا تھا اور پنڈت کی
کو [illegible]" ۲۸ جنوری [illegible] ہندو پیٹریاٹ میں بھی چھپا
ہے۔

پرشن ۵ - اگنی کے کیا ارتھ ہیں -

اتر - آگ

پرشن - یہاں آگ

اتر - نہیں یہاں سرو شکتی بیکت اینشور سے بدھی ہے (آگ) البتہ نہ ہوتا تو کفن ماتر میں سنسار کے بھسم کرنے کی کسکو سامرتھ ہے - دیکھو دیکھتے ہی دیکھتے سچا سچا نکل جاتا ایشور کی ہی سامرتھ ہے -

پرشن ۶ - یگ سے کیا مکتی ملتی ہے - ایک کہا ہی جاتا تھا کہ تیری بھکتی بھی پرمیشور نے جل وایو شدھی کا کارن بتایا ہے (دیکھو شت پتھ کا منڈل ادھیائے ۳) اور وگیان بھی سے بھی سدھ ہے - پرنتو ہاتھ کی ہتھیلی اور جہان کا سن دونوں رکھنے چاہئیں -

اتر - یگ سے پرم پد کی پراپتی ہوتی ہے -

پرشن ۷ - شرادھ اوچت ہے -

اتر - بھلا آپ کے سمجھنے کی بات ہے یہ تو سوا گر ٹوپی ہے نہیں تو پوجن اور دکشنا دونوں کی ریڑھ ماری جائیگی یہ بھی بدھی سے بچا ہو تو جب مرے کا دوسرا جنم مان لیا - تو کون کہاں نے آتا ہے اور کوئی دوسرے کے مرنے سو گیا دیکھتا ہے - پھر تمہارے چوکے کھوٹے سے پنڈ کھاتے سمجھ کیا انکو انکا کی شانتی ہوگی - وامرس پھر ایک دن کھاکر سدا پیٹ بھرا رہتا ہوگا دیکھ لو

द्रव्येषु सर्वे वशाः یعنی روپیہ کے سب بس میں ہیں - ہم نے کہا سن کے نرگ سے ہو ایک سے دھوکہ دیا ہا - بیل گئیں آگرو ستا کرتا کرتا ہم نے جو نہ لوبھ سنتے وے ہمارے یہاں نہیں آئے - پرنتو ہم نے حلوا چھاپ کرا ہی لی دیکھا ت جو کچھ ہوہم نے تو یہی بات کری ہی رکھی ہے - بھاری ولاس لیا گئے - ہم آشا کرتے ہیں کہ اس شتو نیہ درست چھپایا روپ بھا کے پتا نت سے سروسادھارن کو دوشٹ کر کے مرتشٹ کروگے - بیدی پھر کبھی سمے ملیگا - تو پھر اور بھا رہیں گے (لاٹ پوپ شبھ چنتک)

باب ہفتم

سوامی جی کی تصنیفات

(۱) پاکھنڈ کھنڈن

سب سے پہلے جس کتاب نے سوامی جی کی توجہ کھینچی۔ وہ بھاگوت تھی۔ سوامی جی نے اسکی اشبھ اور بیہودہ باتوں سے بھارت ورش میں اتیاچار پھیلا دیکھ کر جہاں تہاں اس کی تردید شروع کی تھی۔ آکر سمت ۱۹۲۲ میں آپ دو برس آگرہ میں رہے۔ تب سنسکرت زبان میں ۱۰ صفحہ پر پستک بھاگوت کھنڈن کے متعلق لکھی۔ سب سے پرانی قلمی کاپی اس کی صفحہ ۲ - ۱۰ تحقیق و تحریر سمت ۱۹۲۳ مطابق ماہ جون ۱۸۶۶ء کی لکھی ہوئی پنڈت جگن ناتھ جی شاستری کشنگڑھ کے پاس موجود ہے۔ سمت ۱۹۲۳ کے آخر میں بمقام آگرہ مطبع جوالا پرکاش میں پنڈت جوالا پرشاد بھارگو کے اہتمام سے کئی ہزار کاپیاں طبع ہوئیں۔ اور یکم بیساکھ سمت ۱۹۲۴ مطابق ۱۲ اپریل ۱۸۶۷ء کے میلہ کمبھ ہردوار پر مفت تقسیم ہوئیں۔ یہ ٹریکٹ اعلےٰ درجہ کی فصیح و بلیغ سنسکرت میں ہے۔ دوبارہ طبع نہیں ہوا۔

(۲) ستیہ دھرم وچار (شاستر ارتھ کاشی)

یہ وہ مشہور مباحثہ ہے۔ جو مابین سوامی جی و پنڈتان بنارس کے ۱۶ نومبر ۱۸۶۹ء مطابق کارتک سدی ۱۲ سمت ۱۹۲۶ کو خاص شہر بنارس میں درگا کنڈ پر ہوا تھا۔ جو اسی سال بماہ دسمبر ۱۸۶۹ء باہتمام منشی ہربنس لال صاحب کے لائٹ پریس میں پنڈت گوپی ناتھ تحریر کی تھی۔ سے سنسکرت و بھاشا میں ۲۳ صفحہ پر طبع ہوا۔ آج تک اردو ہندی و سنسکرت میں کئی ایڈیشن طبع ہو چکا ہے۔ اور درحقیقت قابل دید ہے۔ اسکے مطالعہ سے روز روشن کیطرح ہویدا ہو جاتا ہے کہ کسطرح سچائی بطالت پر غلبہ حاصل کرتی ہے۔ اور کسطرح گیان اگیان کا ناش کرتا ہے۔

(۳) ادویت مت کھنڈن

یہ ٹریکٹ سوامی جی نے بحالت قیام بنارس اس مباحثہ مذکور کے بعد دوبارہ تصنیف

فرمایا۔ اور کوئی وچن سدھا یا سوادھ منجری کے رسالہ میں بزبان سنسکرت مع ترجمہ
بھاشہ مدرت کرایا۔ دیکھو کوئی وچن سدھا جلد ا سمبت ۱۹۳۶ بابت ماہ جیٹھ سنوری ۱۸۰۱ شاکا
سنوری ۱۵ سمبت ۱۹۴۲ مطابق ۳ جون ۱۸۸۵ء صفحہ ۸۷ - ۹۲۹ - ۹۲ - ۹ مطبع لائٹ چین
باہتمام گوپی ناتھ پاٹھک کے طبع ہوا۔ یہ چھوٹا سا ایک رسالہ نوین ودیارتھیوں کا مفت تقسیم کرنے
کے واسطے ایک نوجی رسالہ سے زیادہ بلوان ہے۔ دوبارہ طبع نہیں ہوا ہے

(۴) پرتھا پوجن وچار (شاستر ارتھ بنگلہ)

اخیر سمبت ۱۹۲۹ مطابق اپریل ۱۸۷۲ء میں سوامی جی بنگلہ میں تشریف لائے تھے
۱۵ اپریل ۱۸۷۳ء کو پنڈت تاراچرن ترک رتن بھٹاچاریہ راج جموں نے ۱۹۲۹
پنڈتان بنارس کی طرف سے شریک ہو کر سوامی جی سے روبرو سے کاشی مہاراج کے
شاستر ارتھ کیا تھا۔ یہ شاستر ارتھ سنسکرت زبان میں ہوا۔ اسی وقت اسکا ترجمہ
بنگالی زبان میں شائع کیا گیا۔ اور ساتھ ہی بہت جلد سمبت ۱۹۳۱ بابو ہریشچندر ایک ہوشی
پوجک ہندو (جو کہ گو کلیا گوسوامی کے مت میں تھا) نے اسے لفظ بلفظ ہندی
بھاشا کے ۱۸ صفحہ میں لائٹ پریس بنارس میں چھپوا کر شائع کیا۔ آج تک پانچ مرتبہ
طبع ہو چکا ہے۔

(۵) پنچ مہا یگیہ ودھی

ویدوں وغیرہ باتوں سے لوگوں کو جتا کر ساتھ ہی ویدوکل کرم کا عملدرآمد جاری کرنا
الی اوشیک تھا۔ اسلئے سمبت ۱۹۳۲ سے ہی سوامی جی نے لوگوں کو پنچ یگیوں کا اپدیش
دینا شروع کیا۔ جنکا بیان سندھیا کی تکو لکر بانٹتے رہے۔ پھر سمبت ۱۹۳۳ سے
چھپوا کر بانٹنی شروع کیں۔ اسمیں برہم یگیہ (سندھیا اپاسنا) دیو یگیہ (اگنی ہوتر)
پتری یگیہ (بزرگوں کی سیوا) بھوت یگیہ (بلی ویشو دیو) اور نری یگیہ (اتتھی سیوا) کا
بیان ہے۔ جن سے ایشور کے ساتھ منش کا سمبندھ مضبوط ہونے کے علاوہ والدین
وغیرہ رشتہ داروں، ناواقف عام لوگوں۔ حیوانات وغیرہ جانوروں اور زمین
ہوا پانی وغیرہ بے جان چیزوں یعنی سب کے متعلق فرائض پورے ہوتے ہیں نیز
دنیا میں کوئی انسان ایسے تعلقات سے بچ نہیں سکتا۔ اسلئے تمام انسانوں نے
کسی نہ کسی صورت میں نبھتے نباہتے ہیں۔ سوامی جی نے ویدوکل ایسے یگیوں
کی ودیا کھلا کر کے بڑا اپکار کیا۔ کہ ان فرائض کی ٹھیک تکمیل و تعمیل کا سچا سکیم
پیش کر دیا۔ اسکو اسقدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ ۱۸۷۵ء سے جبکہ آریہ سماج قائم
ہونے سے پہلے چھ مرتبہ کل تیرہ ہزار جلد سنسکرت میں طبع ہوئی۔

بہ تفصیل ذیل سمت ۱۹۳۰ شراون شکل سلطح بنارس دویا ساگر میں ۱۰۰۰ جلد اور اسی سمت میں لائٹ پریس بنارس میں ۱۰۰۰ پھر سمت ۱۹۳۱ میں اسی پریس میں ۲۰۰۰ جلد سمت ۱۹۸۲ء میں لکھنؤ نولکشور پریس میں دو مرتبہ ۲۰۰۰ و ۵۰۰۰ اور سمت ۱۹۳۲ اسوج سدی پڑوا بمبئی میں ۲۰۰۰ جلد میزان تیرہ ہزار جلد

اس کے بعد اب تک یہ لاہور میں جالندھر پریس میں سات آٹھ دفعہ چھپی ہوئی، کچھ انگریزی بھی اردو میں دو دو ہزار و تین ہزار جلد چھپی۔ اور بمبئی لاہور امرتسر لکھیم پور بیلگام میرٹھ، اجمیر وغیرہ بیسیوں مقاموں پر کتنی ہی زبانوں میں شائع ہوئی ہے۔ ایک اجمیر کے ویدک ینترالیہ میں ہی اندازاً ۱۲ دفعہ چھپ چکی ہے۔ ایک ایک ایڈیشن وہاں اب دس دس ہزار کا نکلتا ہے۔ غرضیکہ کم سے کم دو لاکھ کاپیاں چھپ چکی ہونگی اور سندھیا کی اشاعت کا تو اندازہ لگانا ہی محال ہے۔

(۷) ستیارتھ پرکاش

سوامی جی کے کل کام کو ایک لائق ڈاکٹر یا سرجن کے کام سے بخوبی مشابہت دی جا سکتی ہے۔ جیسے نشتر سے غلاظت و مواد کو نکال کر مرہم لگائی جاتی ہے۔ یا جیسے بیماری کے دفعیہ کے لئے دوائی اور آئندہ بیماری کے حملے کو روکنے کی قابلیت کیواسطے خوراک ضروری ہے۔ اسی طرح مت متانتروں کی پھیلائی ہوئی خیالات سے پیدا شدہ توہمات اور بد چالوں کو کھنڈن کرنا اور سچے سدھانتوں کا بودھ کرانا سوامی دیانند کے کام کا سار تھا۔ سرجن اور ڈاکٹر یا اس کے جانشینوں کیلئے ہر مرض کی دوائیاں یا بڑے سے بڑا اپریشن کرنے کے لئے تمام ضروری اوزاروں اور دوائیوں کا یکجا رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اودیا کا ناش اور ودیا کا پرکاش کرنے کے لئے تمام پرمانوں اور یکتیوں کو جمع کر کے ست ویدک سدھانتوں کا جامع بیان سوامی دیانند نے ضروری سمجھا۔ اور ستیارتھ پرکاش بھی اسی لئے لکھا گیا۔ ۱۹۳۱ء میں رہا۔ اور ۱۸۷۵ء میں ستار پریس بنارس میں راجہ جے کرشن داس صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی کی لاگت سے طبع کرایا گیا تو ۵۰۰ سے زیادہ صفحہ گیا تھا۔ مگر ویدک دھرم کا سدھانت اور محمدی و عیسائی مذاہب کے خیالات کئی کاروں سے پہلی بار طبع نہ ہونے پائے۔ اور پریس کی بے پروائی سے بہت جگہ اشدھیاں ہو گئیں۔ لہذا ۴۰۷ صفحہ پر پہلی بار ایک ہزار کا مکمل طبع ہوئی۔

سوامی جی نے اسکی تکمیل کرانا مناسب نہ سمجھا کیونکہ اس میں ویدک سدھانت کے برخلاف جو کچھ شروع میں لکھنے والوں کی سہو سے چھپ گیا تھا۔ وہ سوامی جی کا سدھانت نہیں تھا۔ اسلئے انہوں نے اسکی تردید رگوید بھاشیہ بھومکا و یجروید بھاشیہ مطبوعہ سمت ۱۹۳۳

کے سرورقوں پر متن لکھت دے کر یہ وگیاپن دیکر کر دی۔

وگیاپن۔ یہ سب کو ودت ہو کہ جو جو باتیں ویدوں کی اور ان کے انکولوں میں انکو میں مانتا ہوں۔ ورودھ باتوں کو نہیں۔ اس سے جو جو میرے بنائے ستیارتھ پرکاش و سنسکار ودھی آدی گرنتھوں میں گرہیہ سوتر وا منوسمرتی آدی شاستروں کے وچن بہت سے لکھے ہیں، وے اُن اُن گرنتھوں کے متوں کو جتانے کے لئے ہیں۔ ان میں سے ویدارتھ کے انکولوں کا ساکشی وت پرمان اور ورودھ کا اپرمان مانتا ہوں۔ جو جو بات ویدارتھ سے نکلتی ہے ان سب کو پرمان کرتا ہوں۔ کیونکہ وید ایشور واکیہ ہونے سے سرو تنتر کو مانیہ ہے۔ اور جو جو برہما سے لیکر جیمنی منی پریَنت مہاتماؤں کے بنائے ویدارتھ انکول گرنتھ ہیں۔ ان کو بھی میں ساکشی کے سمان مانتا ہوں۔ اور جو ستیارتھ پرکاش کے ۴۲ پرشٹ اور ۲۵ پنگتی میں پتر آدیکوں میں سے جو کوئی جیتا ہو اسکا ترپن نہ کرے اور جتنے مر گئے ہیں ان کا اوشیہ کرے۔ تتھا پرشٹ ۴۷ پنگتی ۱۲۔ مرے ہوئے پتر آدیکوں کا ترپن اور شرادھ کرنا ہے۔ اتیادی ترپن اور شرادھ کے وشئے میں جو چھاپا گیا ہے سو لکھنے اور شودھنے والوں کی بھولوں سے چھپ گیا ہے۔ اسکے ستھان میں ایسا سمجھنا چاہئے۔ کہ جیوتوں کی شرادھا سے سیوا کرکے نت ترپت کرتے رہنا پتر آدی کا پرم دھرم ہے۔ اور جو مر گئے ہوں۔ ان کا نہیں کرنا کیونکہ نہ تو کوئی شخص مرے ہوئے کے پاس کسی پدارتھ کو پہنچا سکتا۔ اور نہ مرا ہوا جیو پتر آدی کے دئے پدارتھ کو گرہن کر سکتا ہے۔ اس سے یہ سدھ ہوا کہ جیتے پتا آدی کی پریتی سے سیوا کرنے کا نام ترپن اور شرادھ ہے انیہ نہیں۔ اس وشئے میں ویدمنتر آدی کا پرمان بھرم سکا کے ۱۱ انک کے پرشٹ ۲۵۱ سے لیکے ۱۱ انک کے ۲۶۷ پرشٹ تک چھپا ہے۔ وہاں دیکھ لینا۔"

مندرجہ بالا اشتہار کے چند الفاظ ہم نے موٹے کر دئے ہیں تاکہ پاٹھک گن وشیش دھیان دیکر انکو پڑھیں۔ یہ بھی ذکر ضرور ہے کہ بھرم سکا کا گیارھواں انک جس میں بھی اس اشتہار دینے سے پہلے چھپ چکا تھا۔ اور اسکے صفحہ ۲۵۱ پر علاوہ پرمانوں کے سوامی جی نے مردوں کے شرادھ کا قطعی کھنڈن اور جیتے ہوئے بزرگوں کے شرادھ کا منڈن کیا ہے۔

دوبارہ سوامی جی نے اسے مکمل کر کے شدھ کیا۔ اور چودہ سملاس پورے ہوئے۔ جس کا پورو اردھ (پہلا نصف حصہ) جس میں ویدک سدھانتوں کو پیش کیا گیا اور اُترارد (دوسرا نصف حصہ) جس میں تمام مت متانتروں کی غلطیاں انہی مذاہب کی کتابوں کے حوالوں سے واضح کر دیں۔ [illegible] مطابق

بہادر ... ارسٹ ۱۹۳۹ کو پریاگ پریس میں طبع ہونے کے لئے دیا گیا۔ اور دو ہزار طبع ہوا۔

سیدہا رہ ۱۸۸۳ء میں سوامی جی کے سورگباش ہونے کے بعد ۲۰۰۰ چھاپا گیا اور بیسویں بار ستمبر ۱۹۳۸ مطابق ۱۹۹۵ بمقام اجمیر ۵۰۰۰ شائع ہوا۔ اس کے بعد بیسیوں مرتبہ اور ہا پانچ ہزار چھپ چکا ہے۔ مذہبی معلومات کا ذخیرہ علمی تحقیقات کا خزانہ ویدک دھرم کا جنگی میگزین ہے۔ جسے ایک نوا دے تمام کچھ کر پڑھ لیا۔ پھر ممکن نہیں کہ کبھی ویدک دھرم سے گر جائے۔ ستیارتھ پرکاش سوامی جی کی مذہبی فتح کی یادگار کا نشیبہ ہے۔ ہر ایک انسانی دماغ کو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ستیارتھ پرکاش بہت سے جدید معلومات سکھلاتا ہے۔ اور ہندی۔ انگریزی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ گورمکھی وغیرہ زبانوں میں بھی چھپا ہے۔ اندازاً ایک لاکھ جلدیں کل اسکی چھپ چکی ہیں۔

(۷) پندرہ ویاکھیان (اپدیش منجری)

سوامی جی نے ماہ جولائی و اگست ۱۸۷۵ء پونا میں ایک جہاں دو دوانوں کی سبھا کے سامنے پندرہ ویاکھیان دئے۔ جو اسی وقت وہاں کے ایک اخبار کے ایڈیٹر نے بذریعہ مختصر نویسی سے لکھ کر مرہٹی زبان میں شائع کئے۔

آریہ پرتی ندھی سبھا راجستھان نے ۱۸۹۳ء میں پنڈت گنیش رام چندر بھارا تشٹر ... برتن سے ہندی میں ترجمہ کروا کر ... شائع کئے۔ اور پھر تیاری سوامی ... کے لئے ... سے بھاشا میں انوواد کرایا گیا۔ یہ تمام بھی دیکھنے کے لائق ہیں۔ اسکی بھی کئی ایڈیشنیں ہندی میں نکل چکی ہیں۔ اردو میں بھی اسکا ترجمہ ہو گیا ہے

(۸) آریہ بھی ونے

یہ پستک سندھیا کے علاوہ ... پستک ہے۔ اس میں پچاس منتر رگ وید کے اور پچاس منتر یجروید کے ہیں۔ جنکا بھاشا ارتھ ساتھ ہی کیا گیا ہے۔ پاٹھ کرنے سے یوگ ابھیاس اور آتما کو شانتی دینے والی ہے۔ اول بار ۱۹۳۳ جیسا کہ شکل طابق ۷ اپریل ۱۸۷۶ء میں ... بمبئی میں طبع ہوئی۔ اسکا ترجمہ ہو گیا ہے۔ بڑی اور چھوٹی قسم کی ویدک یترالیہ اجمیر سے کئی بار چھپ چکی ہے۔ اردو اور انگریزی میں بھی۔

۹۔ ولبھ آچارج مت کھنڈن

یہ گرنتھ سوامی جی کی ... سے ۱۹۳۳ مطابق ... ۱۸۷۶ء ... کی ... بمبئی نرنے ساگر پریس میں طبع ہوا تھا۔ ولبھ آچارج مت کا

میں اچھی طرح کھنڈن کیا گیا ہے۔ یہ پستک سنسکرت سے گجراتی میں پنڈت شیام جی کرشن ورما نے ترجمہ کیا ہے۔ ۴۴ صفحہ کا ہے۔

(۱۰) سوامی نارائن مت کھنڈن (سکھشاپتری سوانتی نوارن)

یہ پستک بھی سوامی جی نے بحالت قیام بمبئی سوامی سہجانند سرسوتی نے جو مت سوامی نارائن الہ آباد میں چلایا ہے۔ اسکے کھنڈن میں سمت ۱۹۳۲ اکادشی ایتوار مطابق ۱۸۷۵ء میں تصنیف کرکے ۱۸۷۵ء میں اورینٹل پریس بمبئی میں گجراتی و سنسکرت میں طبع کرائی۔

۱۱۔ ویدانت دھوانت نوارن

نوین ویدانت کے کھنڈن میں یہ سوامی جی کا دوسرا پستک ہے۔ جو انہوں نے سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء اورینٹل پریس بمبئی میں چھپوایا۔ ویدانت کھنڈن میں نہایت موزوں اور دلچسپ کتاب ہے۔ زبان اسکی سنسکرت و بھاشا ہے اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

۱۲۔ سنسکار ودھی

علاوہ قبر کرموں کے خاص نیک کرم انسانوں کو بھی اور اپنی سوسائٹی کی ترقی کیلئے کرنے ضروری ہوتے ہیں۔ یہ کرم انسانوں میں انکی ذمہ داریوں کی حس پیدا کرکے انکی ترقی اور بہبودی کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ ان مذہبی رسومات کو سنسکار کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ودوان سے مدت تک عملدرآمد سے کم ہو گئے ہیں اور تعداد میں ۱۶ ان کو کل پرانے رشی منیوں کی ریتی سے تمام سنسکار سمبندھی پستکوں سے سنسکار ودھی میں یکجا کرکے سوامی جی نے چھپوا دیا ہے۔ اسکے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرانے رشی کس طرح اس سنسار میں اپنی جیون یاترا کو پورا کرتے تھے۔ اسکی ہر ایک گرہستی کے گھر میں ضرورت ہے۔ پہلی بار ایشیاٹک پریس بمبئی سمت ۱۹۳۳ بکرم مطابق ۱۸۷۷ء شالباہن و ۱۸۷۷ء ایک ہزار جلد طبع ہوئی۔

یہ گرنتھ کارتک کرشن پکھ ایادشی تتھی وار سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۳ نومبر ۱۸۷۵ء کو شروع ہوا اور پوس سدی دشمی بدھوار سمت ۱۹۳۲ مطابق ۳ جنوری ۱۸۷۶ء کو مرتب ہوا تھا۔

دوبارہ سوامی جی نے اپنی زندگی میں اسکو کئی مقامات پر درست کرکے اساڑھ بدی ۱۳ ... وار سمت ۱۹۴۰ مطابق یکم جولائی ۱۸۸۳ء کو پریس میں دیا۔ جب تک چھپی

طبع ہو چکی ہے۔ اسکو بھی غیر معمولی ہر دلعزیزی مل رہی ہے۔

اخبار انڈین مرر انگریزی کلکتہ میں سنسکار ودھی پر یہ ریویو طبع ہوا

پنڈت دیانند سرسوتی جی نے اصل ویدوں میں سے سنسکاروں کی ایک کتاب تیار کی ہے۔ تاکہ جو لوگ اپنے خانگی سنسکاروں اور برادری کے رسوم کو موجودہ بت پرستی کے طریقہ پر نہیں کرنا چاہتے وہ اس کتاب کے مطابق کر سکیں۔ یہ پنڈت صاحب واقعی دل و جان سے بت پرستی کے دور کرنے کے درپے ہیں۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے جو کوشش اور بلیغ سعی (کوشش) کام میں لا رہے ہیں۔ لاریب ہر ایک قوم کے لئے تقلید کے قابل ہے۔ ہم کو اطلاع ملی ہے کہ مسٹر پنڈت چنتامنی بمبئی والے نے اپنے باپ کا مرتیک سنسکار اس ویدک طریقہ مجوزہ فاضل پنڈت کے مطابق کیا ہے (۲۵ جون ۱۸۷۸ء جلد ۱۵ نمبر ۹ سنڈے ایڈیشن کالم ۴ صفحہ ۱)

۱۳۔ رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا

یہ گرنتھ وید بھاشیہ کا دیباچہ ہے۔ اس میں مکمل خوبی و خوش اسلوبی سے ویدک دھرم کے متعلق تمام اعتراضات و باطل توہمات کا زور مسترد کیا گیا ہے۔ وید اس کے مضامین۔ ان کا ہتو۔ برہم ودیا۔ دھرم۔ سرشٹی اُتپتی۔ وراثت اُتپتی۔ پرتھوی آدی لوک بھرمن۔ آکرشن انوکرشن۔ پرجنم۔ بواہ نیوگ۔ راج دھرم آدی کا مکمل تفصیل سے بیان اور دلیلیں دے کر تمام مخالفین کا دیدوستے میں منہ بند کیا ہے۔ سما دول شکل روی وار ۱۹۳۲ء مطابق ۲۰ اگست ۱۸۷۶ء اس کا آغاز کر کے سمت ۱۹۳۴ کو ساپت کیا ہے لاجرس پریس بنارس میں ۲۲۰ صفحہ پر طبع ہوئی۔ اعلیٰ ویدک علمی لیاقت کی بے شک سرمایہ تاجدار ہے۔ اس پر منشی کنھیا لال صاحب نے سندر ریویو لکھ دیا۔

سری سوامی دیانند سرسوتی صاحب کی تحریر رموز بید و شاستر کی نسبت حکایت

"پرجاپت سورج کا نام ہے۔ مصنف حکایت نے دیو اور کھا کو اس کی دختر فرض کیا۔ دیو کے معنی روشنی اور کھا کے معنی صبح کاذب ہیں۔ آفتاب نے شعاع کو ڈالا۔ اسکو نطفہ قرار دیا۔ اس سے دن بیٹے آدمیت پیدا ہوا۔

اور مرتجن یعنی ابر کو باپ قرار دیا۔ اور پرتھوی کو دختر۔ جب ابر سے زمین پر پانی پڑا اسکو نطفہ قرار دیا۔ اس سے زراعت و کلیہ موجودات پیدا ہوئی۔ اس تشبیہ کو بیوقوفوں نے برخلاف عقل کے مشہور کیا۔ جس سے عیب لگتا ہے۔

حکایت۔ اندر نے سماۃ اہلیہ زوجہ گوتم سے بھوگ کیا۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ اندر نام سورج کا اور چندرمان کا نام گوتم ہے۔ اور شب کا نام اہلیہ ہے۔ کیونکہ ہر نام دن کا

اور شب میں لے سوتا ہے۔ یعنی پوشیدہ گویا مرد و عورت کا اتصال۔ شب کا یار آفتاب ہے۔ کہ اس میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسکے معنے احمقوں نے برعکس کئے ہیں۔

حکایت۔ مرزا اسرار و اندر کی مجاولت کے جھگڑے اسکند میں حکایت ہے۔ رگ وید کے ایک منتر کا یہ مدعا ہے۔ اندر نام آفتاب کا ہے۔ نگھنٹو میں دیکھو۔ جب تشٹا یعنی سورج نے ابر کو اپنی شعاع سے کہ بمنزلہ بجر کے ہے۔ شکست کیا۔ مرزا سر یعنی ابر پہاڑ و زمین پر آگرا۔ سے یعنی اعانت کا ہوا یعنی پانی ہو کے زمین پر بہتا ہوا سمندر کو گیا۔ پھر اس پانی کو سورج نے اپنی کرن کے وسیلہ سے کشش کیا۔ کہ بخار و دخان ہو کے بلندی کو گیا۔ بگاہ بگاہ ابر آفتاب کی شعاع کو روکتا ہے۔ بگاہ آفتاب کی حرارت سے پانی ہو زمین پر گرا۔ ہمیشہ یہی صورت بنتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ استادوں نے ابر کی پیدائش و بارش کی کیفیت کو ایک جنگ نامہ سورج اور ابر کا بنایا ہے۔ عقل کے دشمنوں نے مطلب کچھ کا کچھ بیان کیا۔ جو عقل کے خلاف ہے۔ چنانچہ اس قسم کی اکثر تشبیہات ہیں۔ چنانچہ اس میں ہی ایک اور تھا بھی بید بھاشیہ کے دیباچہ میں رقم ہوئی ہے۔

نتیجہ۔ حق یہ ہے۔ بادشاہوں کے کلام کے سمجھنے کو بادشاہی دماغ چاہئے۔ اور گپشپیوں کے کلام کو سمجھنے کو گپشیروں کا دماغ چاہئے۔

بادشاہ اور گپشپیری نامعقول اور بعید از قیاس کلام نہیں کرتے ہیں۔ بدمعاش عورات کے خراب کرنے اور مردوں کے خراب کرنے اور خود غرضی باتیں بنا لینے کو خلاف عقل کتھا بناتے ہیں۔ سوامی جی مہاراج کی تصنیف سے بدمعاش کی بدمعاشی اسطرح جاویگی۔ جیسے ہوا سے ابر اور گدھوں کے سر سے سینگ۔ اور برہمنوں کے سر سے دویا اور ستو گن۔ اور راجوں کے دل سے ہمت و غیرت کم نصیب ہوگا وہ شخص۔ جو سوامی جی مہاراج کی تصنیف سے محروم رہیگا۔ امید ہے کہ اسی طرح ملاحظہ
... میں آپ کے اقوال مقدس کو نقل کرتے رہیں گے۔

۴۔ وید بھاشیہ کا وگیاپن

سوامی جی نے جب وید بھاشیہ کے چھپوانے کا ارادہ کیا۔ تو اس سے پہلے بطور شیکلیہ شائع کیا تھا۔ اس میں تین چیزیں تھیں۔ اول وید کے بھاشیہ کا نمایاں نمبرہ نمونہ۔ دوم بھاشیہ کے نمونہ کا اشتہار صفحہ ۲۲۔ سوم گجراتی بھاشا کے نمونہ کا ایک نمبول ایک بار ہی مارگ شکل پورنماشی سمت ۱۹۳۲ مطابق یکم دسمبر ۱۸۷۵ء کو طبع ہو کر تقسیم کئے گئے۔

... اس پیغام پر مرد بلکتہ نے ریویو کیا ہے۔ اگر ایسا بڑا فاضل شخص جیسا کہ پنڈت

دیانند سرسوتی ہے۔ ویدوں کا ترجمہ کرے۔ تو وہ واقعی ایک قیمتی اور قدر کے لائق کام ہوگا۔ اور ہم اس بات کو سنکر بڑے خوش ہیں۔ کہ پنڈت جی نے یہ کام شروع کر دیا ہے چنانچہ بنارس کے پرنٹنگ پریس سے سنسکرت میں ایک اشتہار جاری کیا ہوا ہے کہ یہ ترجمہ ماہوار شائع ہوگا۔ خریدار لوگ لاجرس کمپنی میں درخواست کریں ؞

۱۵۔ ستیہ دھرم وچار میلہ چاندا پور

یہ مباحثہ مابین سوامی جی مہاراج و پادری ٹی جی سکاٹ صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب کے دو روز متواتر دیہوں کے مجمع میں بڑے اچھے طریقہ سے انجام پذیر ہوا جس میں مولوی صاحبان اور پادری صاحبان کو ایسی شکست فاش ہوئی۔ کہ سوامی شنکر آچاریہ کے بعد اس وقت تک آریہ ورت کی تاریخ نے اس روش کی کوئی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ خود موحدان میلہ کی طرف سے کل جلسہ میں رفاہ عام پریس سیالکوٹ میں طبع ہوا اگر کوئی یہ دیکھنا چاہے۔ کہ کس طرح دلائل منطقی سے عالم لوگ دیگر مذاہب کے علماء کا منہ بند کرتے ہیں۔ یا کس طرح وید مقدس بائبل و قرآن پر غلبہ پا سکتا ہے۔ تو ضرور ملاحظہ فرماویں۔ کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

۱۶۔ آریہ اُدیش رتن مالا

یہ بات اکثر دیکھنے میں آ گیا کہ جب سوامی جی کسی جگہ جاتے اور ست دھرم کا اپدیش فرماتے تو لوگ ان سے آریہ سدھانت کی آسان بھاشا کی پستک طلب فرمایا کرتے مگر ایک بھی آسان اور مفید پستک نہ ہونے کے سبب اکثر وقت ضائع کرنا پڑتا۔ مہاراج سوامی جی نے اس مشکل کو رفع کرنے کے واسطے بحالت قیام امرتسر دوران سدی ۲ بدھوار سمت ۱۹۳۴ مطابق چہار شنبہ ۱۵ اگست ۱۸۷۷ء کو چھوٹا سا ایک رسالہ امرتسر میں ۳۰ صفحہ پر مشتمل طبع کرایا آریہ سدھانت جاننے کے واسطے نہایت مفید و مستند اور آسان زبان کا اچھا رسالہ ہے کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

۱۷۔ مباحثہ جالندھر (سوال و جواب مہاتما سے کرامات)

یہ مباحثہ مولوی احمد حسن عرف ولی محمد تیارداری واقعہ شہر جالندھر پنجاب نے انتظام کوٹھی سردار بکرما سنگھ صاحب اہلووالیہ ہو ستمبر ۱۸۷۷ء کے شب میں دو شنبہ مطابق واسوج ۴ سمت ۱۹۳۴ ہوا تھا۔ جو اسی وقت مرزا مسعود جالندھری نے پنجابی پریس میں ماہ دسمبر ۱۸۷۷ء طبع کرا لیا۔ دوبارہ آریہ درپن ماہ جون و جولائی ۱۸۸۰ء میں طبع ہوا اور سہ بارہ مرزا مسعود صاحب نے اپنے وزیر ہند پریس سیالکوٹ میں طبع کیا جو چھپ چکی

لاہور اور پنجاب بار آریہ سماج امرتسر نے [illegible] میں شائع کیا۔ خود مسلمانوں کا فیصلہ ہے کہ مولوی کامیاب نہیں ہوئے۔ اور کرامت کو ثابت نہ کر سکے۔

۱۸۔ رگ وید بھاشیہ

بمبئی مکان کے بعد سوامی جی نے مگھر شکل ۲ سوموار سمت ۱۹۳۳ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۸۷۶ء سوموار شنبہ کو اسکا آرمبھ کیا اور جاری رکھے آغاز تک برابر اس میں دل و جان سے مصروف رہے۔ رگ وید تک سماپت کر لیا تھا۔ چونکہ سائن آچاریہ اور میکس مولر وغیرہ کے الٹے اور وید اور وید بھاشیوں سے بہت کچھ اوہم دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اسلئے سوامی جی نے جب اچھی طرح مطالعہ کیا۔ تو انہیں نتیجہ ہو گیا۔ کہ وید کا وہ مضمون جو رشی منیوں نے نکالا تھا۔ اور جو بزرگ آپ لوگ سمجھتے تھے۔ وہ یہ نہیں ہے۔ جو اس یورپ کے زمانہ میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ وہ اور ہی ہے۔ آجکل کے بھاشیکار لوگ مالوں کو آگے رکھ کر وید کا بھاشیہ بناتے ہیں۔ مگر وید کو مطابق کرنے کی بڑی غلطی ہے۔ کہ وہ راستہ سناتن دھرم سے دور جا پڑتے ہیں۔ سوامی جی نے اپنا جو بھاشیہ بنایا۔ تو اس کی اصلی غرض یہی ہے کہ وید پر سے مٹیا کلنک دور کریں۔ چنانچہ ایشور کی اپار کرپا سے وہ پورے کامیاب ہو گئے۔ اس میں کلام نہیں کہ سوامی جی کے ہر کام میں بہت بھاری مخالفت ہوئی۔ اور وید بھاشیہ کے گورنمنٹ سے منظور ہونے نہ پڑتے ہوئے ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں مخالف پڑھیں سے ہی زیادہ مخالفت کی۔ تاہم سوامی جی نے اپنے پیچھوں سے سنسار کے اندر وہ حرکت پیدا کی۔ کہ دور دور جگہ کے طالبان حق اور علم دوست [illegible] سے اس بھاشیہ کا استقبال کرنے کو چلے آتے ہیں۔ امریکہ یورپ ایشیا غرضیکہ تمام ملکوں میں عالم لوگ بڑی چاہت سے اس کے مطالعہ میں لگے رہتے ہیں

۱۹ بھرانتی نوارن

جب سوامی جی نے رگ وید بھاشیہ نکالا۔ اور اس کی اشاعت روز بروز بڑھنے لگی تو مورتی پوجک پنڈتوں کے اوسان باختہ ہو گئے۔ چنانچہ برہم بادی۔ چولی مارگی۔ نوین ویدانتی یعنی مشرک۔ ویشنو شیو۔ نانک پنتھی۔ کبیر پنتھی۔ نشا کنک۔ نانک وغیرہ کل مورتی پوجک پنڈت ان جملہ خیالات مذکورہ بالا کے معتقد اپنا رزق برباد ہوتا دیکھ کر اور اپنی آمدنی کم ہو جانے کے خیال سے باوجود باہمی سخت اختلاف کے بھی مورتی پوجا میں اتفاق دیکھ کر سب کے سب لنکا کی سینا کی طرح ایک مجمع کل ہو کر بر شہ پڑے کسی نے وید بھاشیہ پر تو کسی نے دیانند مت مردن اور کسی نے دیانند مت اصول آدی کو ڈاک کے ٹکٹ کی طرح رہے اور چھپا تمام تھا کہ لیکچر ان کتابوں کے

اندھیرے۔ ان پورانک پاٹھکوں نے پورانوں کے مطالعہ سے نتیجہ کیا۔ کہ گنگا لہریاں ہی انسان کو کامیاب کرتی ہیں۔ سوامی جی نے ان سب کے معراجنی یعنی شکوک دور کرنے کے ارتھ یہ گرنتھ بھرانتی نوارن کی شکل میں۔ سمت ۱۹۳۸ مطابق ۹ نومبر ۱۸۸۱ء چہارشنبہ کو جبکہ پنجاب میں براجمان تھے۔ تصنیف کر کے آریہ بھوشن پریس شاہجہانپور میں طبع کرایا۔ آج تک کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

۲۰۔ یجروید بھاشیہ

سام وید کا یجروید بھاشیہ ملتا نہیں۔ اس کے صفحے اپنے لئے نکالنا ہی دیر تھا ہے مگر یجروید کا بھاشیہ ملتا ہے۔ اور وہی آج سے لوگوں کا رہنما ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ بام مارگی تھا۔ کیونکہ اسکا بنایا ہوا منتر بھاشیہ وید ہی خود اس امر کا شاہد ہے۔ اس وید کا مکمل بھاشیہ سوامی جی تیار کر گئے ہیں۔ اور طبع بھی ہو گیا ہے۔ پوس سُدی ۱۳ گرووار سمت ۱۹۳۹ مطابق ۴ جنوری ۱۸۸۳ء روز پنجشنبہ کو سوامی جی نے اسکا آرمبھ کیا تھا۔ تمام ارتھ سرشٹی نیم کے انوکول یعنی پورک ہونے سے تمام مذہبی عالموں کے دلوں کو حیرت سے تسخیر کئے جاتے ہیں۔ ویدک اصطلاحات کا جو تمام سوکشم ہے۔ سوکشم وچاروں کے راز بتائے ہیں۔ دیوناگری بھاشا میں لوا کرنا خاص پیچیدہ کام ہے۔ تاہم سوامی جی نے اسمیں بھی کامیابی پائی ہے۔ وہ اُنہی کا حصہ ہے۔

۲۱۔ ست است ببیک

یہ وہ تحریری مباحثہ ہے۔ جو بتاریخ ۲۵ تا ۲۷ اگست ۱۸۷۹ء مطابق بھادوں سُدی ۷۔۸۔۹ سمت ۱۹۳۶ روز شنبہ تا چہارشنبہ کو بمقام کتب خانہ بریلی عام مجمع میں درمیان سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج و پادری سکاٹ صاحب مسئلہ تناسخ اوتار اور گناہ کی معافی کے متعلق ہوا تھا۔ جس میں پادری صاحب کو جیسی ناکامیابی اور شری سوامی جی مہاراج کو جیسی کامیابی ہوئی ہے۔ وہ اسکے مطالعہ کرنے والے پر بخوبی ہویدا ہو جاتی ہے۔ ہندی اخبارات سے بار اوّل ماہ ستمبر ۱۸۷۹ء مطبع آریہ بھوشن شاہجہانپور میں طبع ہوا۔ اور دوبارہ آریہ درپن شاہجہانپور میں اور چوتھی دفعہ پانچویں بار اردو و ہندی میں لاہور میں طبع ہوا۔

۲۲۔ گوکرونا ندھی

یہ گرنتھ سوامی جی نے مانس شراب و زبردست اخلاق تہذیب و رحمدلی کے بگاڑنے والے افعال کے خلاف تصنیف کیا۔ اور اس روشنی کے زمانہ میں ف

شاستری پرمانوں سے کام نہیں لیا بلکہ دلائل عقلی سے ان کے برے و نیک تاثیرات کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اول مرتبہ یہ گرنتھ ناگری میں سوامی جی نے سمت ۱۹۳۷ وکرمی مطابق ۱۸۸۰ء کو ویدک یترالیہ بنارس میں طبع کرایا۔ دوسری بار ۲۰ اپریل ۱۸۸۱ء مطابق جیسا کہ سمت ۱۹۳۸ ایک ہزار تک طبع ہوا۔ اور آج تک بارہا طبع ہو چکا ہے۔ گرنتھ کے بارے میں اس سے اعلیٰ کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ جس طرح ہندسوں کے ذریعہ حساب لگا کر دنیا کے نفع نقصان کا مقابلہ کر کے دکھایا ہے۔ اس سے کوئی کٹر سے کٹر متعصب بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بھارت متر اخبار کلکتہ نے اس پر مندرجہ ذیل ریویو لکھا ہے

ہم بہت دھن واد کے ساتھ اس اپدیش کی پرتی سویکار کرتے ہیں۔ گو یہ نشیدھ کے پرمانوں کے سوائے بھیڑ بکری اتیادی کل جیووں کے ماس کھانے کی اوپدیشتا اس میں دکھائی ہے۔ دام بھی اسکا بہت تھوڑا ہے۔ اس کے ساتھ گئو رکشا آدی کرشی سبھا کا نیم بھی چھپا ہے۔ اور اس کے نیم سب ایسے ہیں۔ کہ دھرم کے جھگڑے سے اور مت متانتروں کا بھید چھوڑ کر بھی ہر ایک سماج کے آدمی اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس بارہ میں ہم لوگ یہ پرارتھنا کرنا چاہتے ہیں۔ کہ دیش ہتیشی اور پشو ہتیشی دیالو لوگ اپنے پاس سے تھوڑا تھوڑا خرچ کر کے ماس بھوجن نشیدھ اور اسکا پرمان چھپوا کے سب دیش میں بیدام کے وترن کر دیں۔ آشا ہے کہ اس اپائے سے بہت لوگوں کی آنکھیں کھل جاویں گی۔ سوامی دیانند سرسوتی دوارا رچت بنارس ویدک یترالیہ میں چھپی۔ دام ۱/ (بھارت متر ۵ مئی ۱۸۸۱ء ملاحظہ طلب)

۲۳۔ سنسکرت واکیہ پربودھ

یہ گرنتھ سنسکرت بولنے کے متعلق ہے۔ جس میں سنسکرت کے فقرے اور مقابلہ میں ہندی کا ترجمہ ہے۔ پھاگن شکل سمت ۱۹۳۶ مطابق ۲۲ مارچ ۱۸۸۰ء کو مرتب ہو کر غالباً شائع ہوئی۔ جلدی چھپنے کے کارن اس میں کئی جگہ اشدھ بیان رہ گئی تھیں۔ اس پر بنارس کے چند خود غرض سوارتھی لوگوں نے ملکر ایک گرنتھ سراپا گندہ زبانی سے بھرا ہوا پربودھ نوارن نام بنایا۔ اور اس خیال سے کہ کہیں لائبل کے شکنجہ میں نہ آ جائیں۔ مصنف کے نام کی جگہ خالی چھوڑ دی۔

اس پر ایک غیر متعصب ہندو اخبار اشور چندرودیہ نے مندرجہ ذیل ریویو دیا پراپت گرنتھ۔ ہمارے پاس 'پربودھ نوارن' نامک ایک چھوٹی سی پستک بنارس سے آئی ہے۔ اس میں دیانند کا کھنڈن کا پڑنا رام اس کا سب کچھ گایا گیا ہے۔ ہندی بھاشا کی بیکاری

کے ڈھنگ پر دیانند کے اشارہ کچھ درستی نہیں ہے۔ ان دنوں سٹک دیا کرنے کی لڑائی
کے ڈھنگ پر ان کے لیکھ پر اشد میاں نکال نکال کر لکھ دی گئی ہیں۔ سو دیانند کے
کسی طرح پکشپاتی نہیں ہیں۔ یہ پنڈ ہے سنسکرت آگیہ پنڈتوں کی بھی سر لینا نہیں کر سکتے
دیانند جیسے پنڈت بڑے ہوں۔ پروپکار کے فائدہ اور شودھن کی اور طرف تو بہت
پرورت ہیں۔ پنڈتوں کی تو دکس کام کی۔ سوا کے آنکھوں میں جھونک یہ جا کو لوٹتے
اور پھر یاد چور ایک سر کے چیز بیچ ہیں۔ جیسے اگر اچھے بھکاری۔ تن کی باشا کو سنی
ماری۔ ماہ ستمبر علوم علے رہ

ایک اور پنڈت صاحب جو لاہور سناتن دھرم سبھا کے فاضل ایڈیٹنگ ہیں۔ وہ اسی
الپدیوفراں پر بھارت متر کلکتہ میں یوں لکھتے ہیں۔ نیاتیت اچھا ہوا۔ کہ سوامی نے نمک
ملاکر۔ کسوٹی اور آنچ دینے سے ہی کھلتا ہے۔ آپ جیسے مہاتماؤں کو چاہیے۔ کہ دیانند
سرسوتی جی کرت ستیارتھ پرکاش وغیرہ خوب غور کر کے سچ نکالیں۔ جو اس بن کو سو ہم (خود بخود)
وگیہ کرے۔ جب تک یہ نہیں ہوگا۔ ست است کا نردھارن نہیں ہو سکتا۔ شوک یہ
ہے۔ کہ ہمارے آج دن کے کرتے دیا دادھو تک دیانند کے دانی بھگی (تعصب)
نہیں جاتے۔ کرونش اتی کے مول کارن تین ہی ہیں۔ ان کیطرف دھیان
اٹھا سکیں۔ ورتشٹی رکھی جا چکے۔ ایک ماتری بھاشا ارتھی ارباوری زبان کی ترقی دوسری
ایک دھرم سنگٹھن۔ تیسرے دھرم کی سنسکرت شاستروں کا آدر۔ پنڈت گن! ان کیطرف
درشٹی نہ رکھنے سے مہا اسرو سوار سب کچھ ناش ہونا سنبھو (ممکن) ہے۔ دیکھئے ہندی
بھاشا کے نشٹ ہونے سے ہماری آریہ جاتی اپنا گھر چھوڑ کر کدھر کو جا رہی ہے۔ آریہ
بھاشا کے چھوٹے چھوٹے شبدوں کے ارتھ بھی فارسی و انگریزی شبدوں
میں انوواد کر کے کہنے پڑتے ہیں۔ بھاؤں میں یہی ہم اونٹ بھاشاؤں
کے شبدوں کا بول چال میں بیوہار کریں۔ تو ہو رکھ بیٹھے ہیں۔ جب یہ دشا ہے
تو پراچین ریتی کے رہنے کا کیا ٹھکانا ہے۔ ہو سکے نشٹ ہو بیٹھے نہ تھا کھانی
جب جڑیں کٹ گئیں۔ تو درخت اور شاخ کب رہ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ست متا متر
کیطرف دھیان جاتا ہے۔ تو سوا کے کنٹھی تلک وغیرہ کے ایک دوسرے سے
راگ دویش کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ مول سوتر سب چھپے ہوئے ہیں۔ رہی
دلیتی بریتی۔ یہ درستی کو اور کیا چاہئے تھا۔ یہ جب تک رہی ہے۔ اس کے نتائج
آپ لوگ مرہٹوں کے اتہاس اور پنجاب میں سکھ جاتی کے اتہاس سے بخوبی
جان سکتے ہیں۔ جب ان تینوں کی یہ دشا ہو رہی ہے۔ تو پھر آریہ گن کیا ہیں اپنے
اپکار اور ادھار کے کارن ان لوگوں کی جنہوں نے ان تینوں باتوں کے اڈھار
پر کمر باندھی ہے۔ اور ان ایمان کے دکھ سکھ کو ایک طرف رکھ دیا ہے۔ اکھبار کی

پوٹ کو دور کر پھینکا ہے۔ اپنے پتر کلتر اور سنبندھیوں کے سکھ سے نراش ہو گئے۔ اور دن رات دیش کا بھلا چاہتے ہیں۔ نندا کرنی اوچت ہے؟ اچھی نہیں۔ سچ پوچھو تو سوامی دیانند سرسوتی جی کے پرلوبھاؤ (وجہ) سے جگت میں ویدودیا کا ادگم ہے۔ آریہ سماج کی انتی کے چہن (علامتیں) ہندو اس اپوتر نام سے گھن (نفرت) اور آریہ نام میں لوگوں کی شردھا دیکھئے۔ +

پنڈت گن! جب تک ان تینوں وشیوں کی اونتی نہ ہوگی۔ دیش اُپکار کی بھاونا پراچین پدھتی سے آدر بھاؤ (ظہور) کی آشا اور پھر اپنے شاستر اُدھار ہونے کی چنتا دور ہوتی جاوے گی۔ مہاتما گن گرا یک ہوتے ہیں۔ دوش انو دوش میں تت پر نہیں رہتے۔ یدی ست کے رستے میں کہیں ورودھ نہ ہو تو ان سے متروں با ذن لیشک چاہا واسطو وچیروں (اخباروں) کے دوارا پرگٹ کرو۔ وچکشن لوگ (ناظرین بدھی مان) ست است کا نرودھارن کر لیجئے۔ نہیں تو اس مہاتما کے سے لوگ کو نرادر تنا کرنے کرانے سے دیش کا اشکل ہوگا۔ بہت اپنے اپنے اُنتا ہی پر بس آپ لوگوں کے بے سمجھ ہونے کے کارن انتساد جنگ ہو کے بیٹھے ہیں۔ اور من میں کڑھتے ہیں کہ ان کشٹوں کا کب ودھونس ہوگا۔ تو ہم اپنے سوادھیائے نیت کریں۔ میرے پیارو پنڈتو! ٹک جاگو۔ اب سونے کا سمے نہیں۔ اپنے پہلے دنوں کو دیکھو۔ کہ کن کارنوں سے ہماری جاتی کا اپمان ہوا تھا۔ کہ ہمارے چھ برس کے بالک کے سامنے بیٹھے ہو کر بڑے بڑے راجا مہاراجہ ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ اور کسی کو جرأت نہ پڑتی تھی۔ کہ وہ ہماری جاتی کا نرادر کرسکے۔ یہ ہماری ہی شکتی تھی۔ کہ جب چاہتے الجھ جاتے۔ اور سنگھاسن سے اتار ہی دیتے۔ اور اب سوچو ایسا ان ہوتا ہے پیارے بھائیو! ٹک اس مہا واکیہ کی اور ہی دھیان دو۔

सर्वनाशे समुत्पन्नेऽर्धं त्यजति पंडितः

جیسے سب کا ناش ہوتا دیکھ کر پنڈت جن آدھے کو تیاگ دیتے ہیں۔ اب سمے نسبتہ ودیا آیا ہے۔ ترین ودیا والوں نے لیا (رجحان) ہمیشہ ان کے مرو سے کو پرنت کیا ہے۔ اور جو یکتی ہی کو پرمان مانتے ہیں۔ ہم ان کو سنتوش نہیں دے سکتے۔ وہ پراچین پدھتی سب کی سب جھوٹ بتاتے ہیں۔ جن کی دھرم میں کچھ رچی ہو گی۔ وہ اگر ہم نہیں بن سکے۔ تو اس میں شک نہیں۔ کہ منڈلیوں کی صورتوں میں ناستک ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ کیا ہی ورشا ہے۔ تو آپ نہیں جان سکتے کہ اکتی ایسی ابر لفالی دیانند سوامی کا ست سرنیٹ ہے۔ یا اسر لیٹ (راقم پنڈت بھاؤ دت) ۲۳ اگست سنہ جلد ۲ ص۲۲ میں یہ پمفلٹ ماہا شائع ہو چکا ہے۔

۴۴۔ بیوہار بھانو

پر گرنتھ بھاگن شکل ۵ سمت ۱۹۳۶ مطابق ۲۰ مارچ سنہ ۱۸۸۰ء صفحہ ۴۴ پر تصنیف ہو کر بنارس
میں شائع ہوا۔ اب تک کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ اور اس کی اشاعت بڑھتی جاتی ہے

۳۵ تا ۴۹ - ویدانگ پرکاش

(الف) مہرشی پانینی نے ویدک شبدوں کے معنوں کو درشانے اور وید کی رکھشا کرنے
کے لئے ویدوں کی سول منتر سے اس بڑکشٹ روپ ویاکرن شاستر کو رچا تھا جس کا
نام آج اشٹادھیائی سے مشہور ہے۔ اقلیدس کی رچنا مغربی دنیا میں عجیب مانی
جاتی ہے۔ لیکن اقلیدس کی عظمت کو بھول جاتا ہے جب وہ اشٹادھیائی کے سوتروں
کی رچنا کا درشن کرتا ہے۔ پونیشر پانینی نے شبد ودیا کے ساگر کو سچ مچ کوزہ میں
بند کر کے دکھاتے ہوئے ہیچ پر یوگ بل کا درشٹانت دیا ہے۔ اشٹادھیائی
کی عظمت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے۔ کہ یوگی راج پتنجلی کا مہا بھاشیہ گرنتھ
اس کی ہی تفسیر ہو۔ اگر آج کل سنسکرت کا خاطر خواہ عام پرچار ہوتا۔ تو اشٹادھیائی
کے آشے کو جاننے کے لئے مہا بھاشیہ کافی تھا۔ لیکن ویدک سنسکرت کے قریب
پرچار نہ ہونے کے کارن مہرشی دیانند کو جو پانینی سے رشی کرت گرنتھوں کا پرچار
کرنا چاہتا تھا۔ اس ویدانگ پرکاش کے رچنے کی ضرورت پڑی۔ جس طرح وید
بھاشیہ ویدوں کے ارتھ درشانے کا سادھن ہے۔ اسی طرح یہ ویدانگ پرکاش
اشٹادھیائی کے ارتھ درشانے کا سادھن ہے۔ اشٹادھیائی کی ادھیتا درشانا اور
اس کے پڑھنے کے لئے رچی ودیا اس ویدانگ پرکاش کا مکھیہ ادیش ہے۔ وید ارتھ
جاننے کے لئے اشٹادھیائی اور نروکت آدی پڑھائی سادھن ہیں۔ اور ان پڑھائی
سادھنوں میں رچی وہ یہ ویدانگ پرکاش ہے۔

(ب) اس میں مندرجہ ذیل پستک ہیں۔

(۱) ورن اچارن شکشا۔ سوامی جی نے ماگھ کرشنا پنچمی سمت ۱۹۳۶ مطابق ۱۰
جنوری سنہ ۱۸۸۰ء کو تصنیف کیا۔

(۲) سندھی وشے۔ صفحہ ۴۰ سمت ۱۹۳۸ مینیجر ماسٹر شادی رام کے اہتمام سے بنارس
میں طبع ہوئی۔

(۳) نامکا۔ صفحہ ۴۳ چیت شکل ۸ سمت ۱۹۳۸ مطابق مئی سنہ ۱۸۸۱ء ویدک ینترالیہ پریاگ
میں چھپی۔

(۴) سترین تدہت۔ صفحہ ۷۷ ماگھ شکل ۸ سمت ۱۹۳۸ مطابق ۲۶ نومبر ۱۸۸۱ء
پنڈت دیارام مینیجر کے اہتمام سے پریاگ میں طبع ہوئی۔

(۵) سماسک۔ صفحہ ۳۲ بھادوں کرشن ۱۰ سمت ۱۹۳۸ مطابق ۱۷ اگست سنہ ۱۸۸۱ء

(۶) اویارتھ۔ صفحہ ۴۴ ماگھ کرشن ۱۰ سمت ۱۹۳۵ مطابق ۱۴ جنوری ۱۸۷۹ء۔

(۷) آکھیاتک صفحہ ۳۰۹ پوس کرشن ۹ سمت ۱۹۳۵ مطابق ۲ جنوری ۱۸۷۹ء سمرپت بھیجا۔

(۸) کارکیہ۔ صفحہ ۴۷۴ بھادوں کرشن ۲ سمت ۱۹۳۵ ۱۴ اگست ۱۸۷۸ء کو شروع بھادوں بدی پڑوا کو سماپت کیا۔ پنڈت دیارام بھیجا۔

(۹) سوور صفحہ ۴۴ کاتک کرشن ۱ سمت ۱۹۳۹ ۲۷ اکتوبر ۱۸۸۲ء کو منشی سمرتھ دان کے اہتمام سے پریاگ میں چھپی۔

(۱۰) پاریبھاشک۔ صفحہ ۷۰ اشون شکل سمت ۱۹۳۹ اکتوبر ۱۸۸۲ء اودے پور با اہتمام منشی سمرتھ دان پریاگ۔

(۱۱) اُنادی کوش صفحہ ۱۴۰ اشون کرشن ۳ سمت ۱۹۳۹ ۱۹ ستمبر ۱۸۸۲ء کو طبع ہوئی ماگھ کرشن ا سمت ۱۹۳۹ ۲۹ نومبر ۱۸۸۲ء سردار گڑھ میں تصنیف کی۔ اودے پور میں باہتمام سمرتھ دان پریاگ۔

(۱۲) گن پاٹھ صفحہ ۱۳۴ شراون کرشن ۴ سمت ۱۹۳۵ ۱۲ اگست ۱۸۷۸ء کو طبع ہوئی ماگھ شکل۔ ا سمت ۱۹۳۹ ۱۶ فروری ۱۸۸۳ء کو سوامی جی نے اودے پور میں صحیح کی۔

(۱۳) نگھنٹو۔ صفحہ ۲۲۰ اودے پور میں تصنیف ہوا۔ مارگ شیرش کرشن گورو وار سمت ۱۹۳۹ ۱۴ دسمبر ۱۸۸۲ء کو طبع ہوا۔ اشون کرشن ۳۰ با اہتمام سمرتھ دان پریاگ۔

(۱۴) دھاتو پاٹھ صفحہ۔ اودے پور میں تصنیف ہوا۔ پوس بدی ۱۰ گورو وار سمت ۱۹۳۹ طبع ہوا۔ پریاگ میں کاتک شکل ۲ سمت ۱۹۴۱ سمرتھ دان کے اہتمام سے پریاگ میں طبع ہوا۔

(۱۵) اشٹادھیائی۔ مول پاٹھ کرت ہی اپنے یترالیہ میں سوامی جی نے چھپا دی۔
نوٹ ۱۴۴ [illegible] سے [illegible] چھپے ہیں۔

۴۰واں۔ بھرم وچھیدن و انو بھرم وچھیدن

راجہ شیو پرشاد ستارۂ ہند نے بحالت قیام بنارس سوامی جی [illegible] کتاب کی۔ دوران پر اپنے [illegible] چڑھا کر نوبین [illegible] کے نام سے ۱۸۸۰ء میں طبع کرایا اس کا جواب سوامی جی نے جیٹھ بدی ۲ سمت ۱۹۳۷ گورو وار مطابق ۱۰ جون ۱۸۸۰ء میں تیار کرکے طبع کرایا اور ان کے بنائے ویسے ہی [illegible] نوبین [illegible] کا جواب سوال بھی دیا۔

ایک معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ لالہ سیوا رام بی۔ اے مرحوم خلف رائے کنہیا لال صاحب اگزیکٹو انجینئر نے سوامی جی کو کہا کہ اس میں آپ نے نرمی سے کام

نہیں آیا ہے۔ اور سخت لفظ استعمال کئے ہیں۔ سوامی جی نے صرف لالہ سائیں داس جی مرحوم پردھان آریہ سماج لاہور کو ایسا جواب دیا کہ میں آجکل کے کالج اور سکولوں کا پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جو دل میں اور ہو اور ظاہر میں اور کروں۔ میں جو دل میں ٹھیک سمجھتا ہوں۔ اسی کو ظاہر کرتا ہوں۔ ملمع بازی کی اور پالیسی کی باتیں مجھے نہیں آتیں ٭

باب ہشتم

سوامی جی کی بابت لوگوں کی آرائیں

۱۔ میڈم بلیوٹسکی۔ میڈم صاحبہ بانی تھیوسوفیکل سوسائٹی اپنی کتاب المشہور فرام دی کیوس اینڈ جنگلز آف ہندوستان میں لکھتی ہیں۔

"امریکہ سے چلنے سے پیشتر دو سال سے زیادہ میں ایک بڑے بھارے ودوان برہمن کے ساتھ لگاتار خط وکتابت کرتی رہی جس کا اقبال اسوقت سارے ہندوستان میں چھایا ہوا ہے۔ ہم اسکی رہنمائی کے طفیل ہندوستان میں آریوں کے پرانے ملک وید اور ان کی مشکل زبان کا مطالعہ کرنے کیلئے ہندوستان میں آئے۔ اس کا نام دیانند سرسوتی سوامی ہے۔ سوامی جی ودوان یوگیوں کا نام ہے۔ جو کہ رازوں یا بھیدوں میں داخل ہوتے ہیں۔ جنکو سادھارن منش نہیں پہنچ سکتا۔ وہ ایک ایسا فرقہ ہے۔ جو شادی نہیں کرتا۔ لیکن ان مانگنے والوں کے گروہ سے بالکل مختلف ہے۔ جو کہ بڑے نام سنیاسی اور بھکشن[۱] کہلاتے ہیں۔ یہ پنڈت جو کہ بھارت ورش میں سب سے زیادہ سنسکرت ودیا کے جاننے والا سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک آدمی کے واسطے ایک بھید ہے۔ صرف پانچ ہی سال ہوئے ہیں۔ کہ وہ بڑے بڑے اصلاحوں کے میدان میں آ نکلا ہے۔ لیکن اسوقت سے پیشتر وہ ایک جنگل میں بالکل علیحدہ رہا ہے۔ یونانی جمنا سوفسٹ[۲] فرقہ کیطرح جنکا ذکر یونانیوں اور روم والوں نے کیا ہے۔ اس موقعہ پر

۱۔ اصل لفظ سنسکرت کا بھکشو ہے معلوم ہوتا ہے جو نئیں زبان سے انگریزی مترجم نے غلطی سے بھکشن لکھدیا (ایڈیٹر)

۲۔ یہ فلیسوفوں کے اس فرقہ کا نام ہے۔ جنکو سکندر اعظم نے ہندوستان میں پایا۔ جو قریباً بالکل برہنہ رہتے تھے گوشت نہیں کھاتے تھے جسمانی خواہشات سے نفور اور قدرت پر دھیان کرنے میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے۔" (از ڈکشنری ویبسٹر)

ہیومیت کے ان بڑے بڑے طریق خلاصی کے مطالعہ کرنے میں اور ویدوں کے پوشیدہ معانی کو ان لوگوں اور ریاضت کرنے والوں کی مدد سے جاننے میں مشغول تھا۔ تمام ہندو یقین کرتے ہیں کہ بدری ناتھ کے پہاڑوں پر جو بائیس سو فٹ سطح سمندر سے اونچے ہیں۔ بڑی بڑی فراخ گپھائیں ہیں جن میں کئی ہزار سالوں سے ایسے تپسوی آباد ہیں۔ بدری ناتھ ہندوستان کے شمال میں دریائے گنگ بشنو پر واقع ہے اور وشنو کے مندر کے لئے جو بیچ وسط شہر میں واقع ہے مشہور ہے۔ مندر کے بیچ گرم پانی کا دھواں چشمہ ہے۔ جس کو ہر سال تقریباً پچاس ہزار جاتری دیکھنے اور مذہبی حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں۔

اپنے ظاہر ہونے کے پہلے دن سے دیانند سرسوتی نے بڑا بھاری اثر پیدا کیا اور ہندی کو بھرپا خطاب حاصل کیا ایک شہر سے دوسرے شہر میں گھومتے ہوئے کبھی جنوب میں تو کبھی شمال میں۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے تک ناقابل یقین تیزی کے ساتھ پھرتے ہوئے اس نے ہند کے ہر ایک حصہ کو راس کماری سے لیکر ہمالیہ تک اور کلکتہ سے لیکر بمبئی تک ملاحظہ کیا وہ ایک ایشور کا پرچار کرتا ہے اور ویدوں کو ہاتھ میں لئے ہوئے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس پورانے زمانہ کی تحریروں میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے۔ جس سے دیوتا پرستی جائز قرار دی جاسکے۔ بت پرستی کے خلاف گرجتا ہوا وہ اعلیٰ درجہ کا فصیح آدمی اپنی تمام طاقت کے ساتھ ذات پات صغرسنی کی شادی اور دیگر توہمات کے خلاف جنگ و جدل کرتا ہے۔ ان تمام بدیوں کو جو کہ صدیوں سے جھوٹی دلیلوں اور ویدوں کے غلط معانی سے ہندوستان میں قائم ہوگئی ہیں۔ برا کہتے ہوئے وہ ان کا سب الزام برہمنوں کے ذمہ لگاتا ہے۔ جیسا کہ وہ عام لوگوں کے مجمع کے روبرو کھلے طور پر کہتا ہے۔ کہ یہی لوگ ملک کی بربادی کرنے کے ذمہ ہیں۔ جو ملک کہ کسی زمانہ میں بڑا ترقی یافتہ اور خودمختار تھا۔ اب گرا ہوا غلام بنا ہوا ہے۔ تاہم سلطنت برطانیہ کو بڑا دشمن نہیں بلکہ مددگار سمجھا جاتا ہے۔ وہ علانیہ کہتا ہے کہ اگر ہم انگریزوں کو نکال [illegible] لیکن ہم بھی اور ہر ایک جرأت پرستی کے خلاف ہے۔ رواں بارہ جانیئے مسلمان بت پرستوں کی نسبت زیادہ مضبوط ہیں۔ لیکن بت پرست ہماری نسبت زیادہ طاقتور ہیں۔ پنڈت موصوف کے بہت سے پرجوش ساتھی برہمنوں کے ساتھ ہوگئے۔ جو لوگوں کے دھوکا دینے والے دشمن ہیں۔ اور تقریباً ہمیشہ ہی وہ مباحثہ جات میں فتحیاب ہوا۔ بنارس میں خفیہ قاتل اس کو قتل کرنے کے لئے بھیجے گئے لیکن یہ کوشش بے سود رہی۔ بنگال کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جہاں کہ اس نے بت پرستی کی غیر معمولی جوش سے تردید کی۔ تو کسی متعصب آدمی نے اس کے پرستاروں ایک [illegible] کوبرا سانپ پھینکا برہمنوں کے بنائے ہوئے دیوالا میں دو ناگوں کو

دیوتا مانا ہوا ہے۔ ایک وہ جو شیو کی گردن میں لٹکتا ہے۔ جسکو واسوکی کہتے ہیں۔ دوسرا اننت جو وشنو کی سیج سمجھا جاتا ہے۔ پس اس لئے شیو کے پجاری نے تعین کرکے کہ کوبرہ سانپ جو شیو کے بت کدہ میں ارادتاً مذہبی رازوں کے واسطے سکھلایا گیا ہے۔ فوراً اس دشمن کا کام تمام کر دیگا اور بڑے زور سے وہ چلایا کہ اب دیوتا واسوکی خود ہی ظاہر کر دیگا۔ کہ ہم میں سے کون سچا ہے۔ دیانند نے اس سانپ کو ٹھوکر سے پھینک دیا۔ کہ اسکی ٹانگ کے گرد لپٹ رہا تھا۔ اور ایک ہی زبردست جھپٹ سے اس کے سر کو کچل ڈالا اور بڑی شانتی سے جواب دیا۔ کہ اچھا اسے فیصلہ کرنے دو۔ تمہارا دیوتا تو بہت سست رہا مگر میں نے ہی اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اور ہجوم کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اب جاؤ اور ہر ایک شخص کو کہو کہ کیسی آسانی سے جھوٹے دیوتا ناش ہو جاتے ہیں۔

پنڈت جی کی نہایت اعلیٰ سنسکرت ودیا کا ہمیں ہی دھنیواد کرنا چاہئے۔ جس سے نہ صرف عام لوگوں کو ہی بڑا فائدہ پہنچا ہے کہ ویدوں کے اور ایک ایشور کے ماننے کے بارہ میں ان کی جہالت کو دور کرتی ہے بلکہ وہ پنڈتوں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے کیونکہ وہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ کون کون در حقیقت برہمن ہیں۔ چونکہ ہندوستانی ذاتوں میں صرف ایک ہی ذات تھی۔ جس نے صدیوں تک سنسکرت لٹریچر (علم ادب) کو مطالعہ کرنے کا حق صرف اپنی ذات تک مخصوص کر رکھا تھا۔ نیز ویدوں پر تشریح لکھنے کا حق بھی انہوں نے محض اپنے فائدہ کیلئے مخصوص کر لیا۔

نوٹ۔ کولبروک اور میکس مولر جیسے اورینٹلسٹ (ماہران علوم مشرق) کے زمانہ سے بہت مدت پیشتر ہندوستان میں بہت سے ریفارمر ہوئے ہیں۔ جنہوں نے ویدک اصولوں کی پاک وحدانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ نیز نئے مذاہب کے بانی بھی ایسے گذرے ہیں۔ جنہوں نے پاک کتابوں کے الہامی ہونے سے انکار کیا۔ مثلاً راجہ موہن رائے اس کے بعد بابو کیشب چندر سین دونوں بنگالی کلکتہ کے۔ لیکن ان دونوں میں سے کسی کو بڑی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ انہوں نے سوائے اسکے اور کچھ نہیں کیا۔ کہ ہندوستان کے بے شمار فرقوں کی تعداد میں زیادتی کی۔ رام موہن رائے انگلستان میں مرا اور تقریباً بالکل کچھ کام نہیں کیا۔ اور کیشب چندر سین نے برہمو سماج بنا کر جو سماج اس دھرم کو مانتا ہے۔ جو نابالغ اپنی ہی دھکی گمراہی سے نکالا جا چکا ہے۔ خود بڑا بنگالی الہامی اور معلم بن بیٹھا اور اب وہ جیسا کہ روس میں کہا جاتا ہے۔ ایسی کمیٹی کا ممبر ہے۔ جس کمیٹی کے حاضرات والے ہیں۔ اور وہ اسکو ایک معمولی زمین پر حاضرات والے عمل کرتے ہیں اور بنگلہ کا سویڈن بورگ سمجھتے ہیں۔ وہ اب اپنا وقت ایک پلید تالاب میں خرچ کرتا ہے۔ جہاں کہ وہ جین۔ قرآن۔ بدھ مت

اور اپنے آپ کو بھی گن گاتا رہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ان کا رسول کہتا ہے۔ اور زنانہ لباس پہن کر عشق الٰہی کا ناچ ناچتا ہے۔ جسکو کہ وہ اپنے لئے ایک دیوی کی پوجا خیال کرتا ہے۔ جسکو وہ اپنی ماں۔ باپ اور بڑا بھائی کہتا ہے۔

الغرض آریہ ورت کے پاک، پورانے وحدانیت کے دوبارہ قائم کرنے کیلئے تمام کوششیں ناکامیاب رہی ہیں۔ اور بہت سے برہمن دھرم اور صدیوں کے پورانے توہمات کی ڈبل چٹان پر تباہ ہوتی رہی ہیں لیکن وہ دیکھئے کہ اچانک ہی پنڈت دیانند ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے نہایت عزیز شاگردوں میں سے بھی کوئی نہیں جانتا۔ کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا۔ وہ کھلم کھلا لوگوں کے تمام گروہوں کے سامنے اس بات کا اقرار کرتا ہے۔ کہ وہ نام جس سے وہ مشہور ہے اس کا اصل نام نہیں ہے لیکن یوگ دیا میں داخل ہوتے وقت اسے دیا گیا ہے۔

یوگیوں کے اس مخفی فرقہ کا بانی پاتنجل ہوا ہے۔ جو کہ پرانے ہندوستان میں چھ درشنوں کے قائم کرنے والوں میں سے ایک ہوا ہے یہ فرض کیا جاتا ہے۔ کہ سکندریہ کے دوم و سوم سکولوں کے Neo Platonists نیو پلیٹونسٹ (یعنی افلاطونی فرقہ) ہندوستانی یوگیوں کے پیرو تھے۔ خصوصاً انہی یوگ بدیا کے علم کو فیثا غورث ہندوستان سے لے گیا تھا۔ ہندوستان میں اب بھی سینکڑوں یوگی ہیں جو کہ پاتنجل کے پیرو ہیں۔ اور وہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ برہم کے ساتھ ملاپ رکھتے ہیں۔ تاہم بہت سے ان میں سے ٹھگ ہیں۔ بھیک مانگنا جن کا پیشہ ہے۔ اور وہ جھوٹے دغاباز ہیں۔ اور اس کے لئے ولیوں کی معجزوں کے لئے نا بجھنے والی اور نہ سیر ہونیوالی خواہش کو ہی ذمہ وار ہونا چاہئے۔ اصلی اور حقیقی یوگی لوگوں میں آنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اپنی زندگی کنج تنہائی میں اکانت سیون اور مطالعہ میں خرچ کرتے ہیں۔ سوائے ایسے موقعوں کے جیسا کہ دیانند کی مثال ہے۔

جب کہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق ملک کی مدد کے لئے ظاہر ہوتے ہیں۔ تاہم یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ ہندوستان میں دیانند سے بڑھکر زیادہ ودوان سنسکرت پنڈت یا زیادہ گہرا منطقی یا زیادہ حیرت انگیز فصیح یا زیادہ بے خطر برائیوں کی تردید کرنیوالا شنکر کے زمانہ سے پیشتر کبھی نہیں گذرا۔

شنکر ویدانت فلسفی کا مشہور بانی ہوا ہے۔ جو کہ ہندوستان کے تمام مسائل میں سے سب سے زیادہ گہری ہے۔ جو حقیقت میں ہمہ اوست کے مسئلہ کی شرح ہے

پھر دیانند کی جسمانی قطع وضع بڑی توجہ کھینچنے والی ہے۔ اس کا قد بہت ہی لمبا اور رنگ پھیکا جیسا سفید ہے۔ اس کی بڑی اور چمکتی ہوئی آنکھیں۔ اس کے کھچڑی سے بال ہیں۔ یوگی اور ویدانتی اپنی داڑھی کاٹتے ہیں اور یہ بال اس کی آواز صاف

اور بلند ہے۔ ہر ایک قسم کے خیالات کو ظاہر کرنے کے واسطے بہت موزوں ہے اور
وہ بڑی سہولی پھول کیطرح دلمیں گھر کر لیتا ہے۔ اور ہمیشہ دیوتوں کی تعریف
اور بدکاریوں کے خلاف بجلی کیطرح گرجتا ہے ؛

یہ سب باتیں بلا اثر ہندو کے دل پر ایسی تاثیر کرتی ہیں۔ کہ زبانی ذکر میں
بیان نہیں ہو سکتا۔ جیسا انہیں کر دیا منتر دکھلاتا ہے گروہوں کے گروہ بھاگ کر
اس کے نقش قدم پر پیروی کرتے ہیں نہ وہ بالکل جب چراغ کیطرح انہیں
کوئی نیا دھرم نہیں سکھلاتا۔ اور نہ نیا مسئلہ ایجاد کرتا ہے۔ وہ صرف انہیں یہی کہتا
ہے کہ تم اپنی قدیمی بھولی ہوئی سنسکرت کو پھر تازہ کرو۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے
ان اصولوں کے ساتھ جو کہ برہمنوں کے ہاتھ میں آ کے بگڑ گئے ہیں۔ مقابلہ کرو
اور خدا کا پاک تصور پھر اختیار کرو۔ جو کہ پورانے رشی اگنی۔ وایو۔ آدت اور انگرہ نے
سکھایا تھا۔ اور جو کہ وہ ابتدائی بزرگ رشی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے کہ نوع
انسان کو سب سے پہلے ویدوں کا اپدیش دیا۔ نہ وہ اس بات کا دعوے کرتا ہے
کہ وید آسمانی الہام ہیں۔ لیکن وہ یہ پرچار کرتا ہے۔ کہ ہر ایک لفظ ان ویدوں میں
اعلیٰ درجہ کے الہام کا نتیجہ ہے۔ جو کہ انسان کے واسطے اس دنیا میں ممکن ہو
سکتا ہے۔ ایسا الہام جو کہ بنی نوع انسان کی تواریخ میں ہوتا رہتا ہے۔ اور جب
ضرورت پڑے ہر ایک قوم میں ہو سکتا ہے ؛

پانچ سال کے عرصہ میں سوامی جی نے تقریباً تین لاکھ پیرو کر لئے ہیں
جو کہ ہمکو اعلیٰ ذاتوں میں سے ہیں۔ ظاہری حالات پر اگر غور کیا جاوے۔ تو وہ
تمام تن من دھن اس کے لئے نثار کرنے کو تیار ہیں۔ وہ دھن بھی اکثر اوقات
ان کو اپنی زندگی سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ لیکن دیانند سرسوتی یوگی ہے۔ وہ کچھ
نو ہاتھ نہیں لگاتا۔ اور مالی معاملات کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور وہ چند
مٹھی چاولوں پر ہی گذارا کرتا ہے۔ اسے دیکھ کر آدمی کو خیال آتا ہے۔ کہ اس عجیب
سادھو کی معجزانہ زندگی ہے۔ کیونکہ وہ بڑے سے بڑے انسانی جذبات کو بھڑکاتے
وقت ذرہ پرواہ نہیں کرتا اور یہ جذبات ہندوستان میں خاص کر خطرناک ہیں۔ اگر
گروہ کے بھڑکتے ہوئے غضب کی آگ بھی سنگ مرمر کے بت پر اثر کر سکتی ہے
اس سے زیادہ سوامی جی پر اثر نہیں کر سکتی۔ ہم نے اسے ایک دفعہ کام کرتے دیکھا
اس نے اپنے تمام حامی مریدوں کو رخصت کر دیا۔ اور انہیں کہا کہ تم میری
حفاظت کرو اور نہ مجھے بچانے کی کوشش کرو۔ اور وہ ایک بڑے بھاری گروہ کے
سامنے اکیلا ہی کھڑا رہا۔ اور بڑی متانت اور سنجیدگی سے اس غضبناک
گروہ کا مقابلہ کیا۔ جو کہ اس پر ہر وقت حملہ کرنے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کو تیار

تھا۔ (صفحہ ۱۵ سے ۲۰ تک)

آریہ سماج جس کا کہ سوامی دیانند بانی ہے۔ اور تھیوسافیکل سوسائٹی کو بہت سی خط و کتابت کے بعد دونوں سوسائٹی کو ملایا گیا۔

جب ہمارے ڈیلیگیٹ دہلی میں پہنچے۔ تو دیانند کو تار دیا گیا۔ چونکہ ہر ایک ہم سے اس کے ساتھ ذاتی واقفیت کرنے کا خواہاں تھا۔ جواب میں اس نے کہا کہ مجھے جلدی ہردوار جانا ہے۔ جہاں کہ لاکھوں جاتری اکٹھے ہوتے ہیں۔ تم وہاں (ہریدوار میں) کی رہو۔ کیونکہ وہاں (جاتریوں میں) ہیضہ ہونیکا اندیشہ ہے۔ اس نے ہمالیہ پہاڑ کے پہلو میں پنجاب میں ایک جگہ مقرر کی۔ جہاں کہ ہم ایک مہینہ کے بعد ملیں گے*

ہم یہ سنکر بڑے خوش ہوئے کہ ہردوار کا میلہ جسکو دیکھنے کے لئے اب ہم جا رہے تھے۔ جو ہر ایک بارہویں سال ہوا کرتا ہے اور ایک قسم کا مذہبی میلہ ہے۔ جس کو دیکھنے کے لئے ہندوستان کے تمام فرقوں کے آدمی آتے ہیں۔ ہر ایک فرقہ اپنے اپنے اصولوں کے منڈن میں بڑی بڑی عالمانہ تحریریں پڑھتے ہیں۔ اور علانیہ پبلک میں مباحثے ہوتے ہیں۔ اس سال ہردوار کا میلہ بہت بھاری ہے۔ سنیاسی جو ہندوؤں کے مانگنے والے ہی فقیر ہیں۔ تعداد میں پینتیس ہزار تھے۔ اور ہیضہ جیسا کہ سوامی جی نے پیشگوئی کی تھی۔ واقعی پھوٹ پڑا۔ (۲۳۰۔۲۵ تک)

لفظ پاتال کے بارہ میں جس کے معنی نیچے دوسری طرف ہے۔ سوامی دیانند سرسوتی اکثر تکی بابت پہلے خطوط میں ذکر کر چکی ہوں کہ ان کی دریافت خالی از لطف نہیں۔ تا حکم اگر یہ دریافت سیانڈان لوگ منظور کریں۔ جیسا کہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ دیانند یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کہ پہلے آریہ امریکہ کو جانتے تھے۔ اور وہ وہاں گئے تھے۔ چونکہ پرانے زمانہ کی کتابوں میں پاتال کے نام سے لکھا گیا ہے۔ جیکو زمانے گذرنے پر لوگوں نے کچھ ایسا سمجھ لیا ہے جیسا کہ یونانی ہیڈز کو۔

وہ اپنی رائے کی تائید میں پرانی تحریری کتابوں کے حوالے دیتا ہے۔ تا حکم کرشن اور اس کے پیارے شش ارجن کی روایتوں سے۔ ارجن کی تاریخ میں لکھا ہے۔ جو کہ پانڈو سے ایک ہوا ہے۔ اور چندربنسی خاندان میں سے تھا۔ اس نے اپنے سفر میں پاتال دیکھا اور شادی ناگوں [illegible] پاتال لوک

---

* ہیضہ نکلی دنیا کا نام ہے۔ جہاں کہ بھوت پریت رہتے ہیں۔ دنیا ناپید اس لئے ترکے نیچے ہی ہو جاتے ہیں۔ (رو ہیسٹر ڈکشنری)

نامی بیوہ دختر سے شادی کی۔ باپ اور بیٹی کے ناموں کا مقابلہ کر کے ہم ذیل کے نتائج پر پہنچتے ہیں۔ جو دیانند کے خیال کی صحت تائید کرتے ہیں :۔

(۱) ناگول ایک نام ہے۔ جس سے میکسیکو کے جادوگر امریکہ کے اصلی باشندے اور انڈین ابھی تک منسوب کئے جاتے ہیں۔ امیریا اور جالڈیا کے نادکل لوگ یعنی قیتی کے سرداروں کے مانند میکسیکو کے ناگول بھی ایک ذات ہیں جو جادوگر اور پروہت دونوں کا سوں کو بانٹتے ہیں۔ جادوگر ہونے کی حالت میں وہ کسی صورت سے مدد لیتے ہیں۔ جو کسی جانور کی شکل میں ہوتا ہے۔ خصوصاً سانپ یا شناکی شکل میں یہ ناگوش خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ناگوں کی اولاد ہیں۔ جو کہ سانپوں کا بادشاہ تھا۔

ای ہیرالسبروڈی لوربوک اپنی کتاب مخلوط میکسیکو کے ہینٹ حصہ میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ اور وہ بیان کرتا ہے۔ کہ ناگول لوگ شیطان کے پیرو ہیں۔ جو کہ ان کے عوض میں ان کو کچھ عارضی مدد دیتا ہے۔

سنسکرت میں بھی سانپ کو ناگ کہتے ہیں۔ اور بدھوں کی تاریخ میں ناگوں کی راجا کا بہت ہی ذکر ہے۔ اور پرانوں میں بھی یہ روایت ہے۔ کہ ارجن تھا۔ جس نے پاتال میں ناگ پوجا داخل کی یہ مطابقت اور ناموں کی مشابہت ایسی عجیب ہے۔ کہ ہمارے زبانداروں کو حقیقت میں ان باتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

(۲) ارجن کی عورت اولوپی उलूपी کا نام بھی محض میکسیکو کی پرانی زبان کا نام ہے۔ اگر ہم سوامی دیانند کے خیال کو نہ بھی مانیں تو اس بات کا بیان کرنا بالکل ناممکن ہے۔ کہ مسیح کے زمانہ سے پیشتر سنسکرت پنڈتوں میں یہ نام کہاں سے آیا۔ تمام پرانی زبانوں اور بولیوں میں سے امریکہ کے پرانے باشندوں کی زبانوں میں یہ اسرپایا جاتا ہے۔ کہ ہم پ۔ل اور ٹ۔ل وغیرہ بکثرت جوڑ کو آپس میں ملا ہوا پاتے ہیں۔ ایسے طاب تو تک नाहुआतल اور [illegible] لوگوں کی زبان میں خاص کثرت سے ہیں۔ نہ سنسکرت اور نہ پرانی یونانی میں یہ لفظ بہ لفظ کے آخیر میں آتے ہیں۔ بلکہ الفاظ اٹلس اور اٹلانٹس بھی یورپین زبان کی مرتب سے اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔ افلاطون کو خواہ یہ کہیں سے ملے ہوں لیکن یہ اسکی ایجاد نہیں ہیں۔ ٹولٹک زبان میں ہمیں ایک دھاتو اٹل ملتا ہے جس کے معنی پانی اور جنگ کے ہیں۔ اور کولمبس کے امریکہ کو دریافت کرنے کے بعد ہی ایک گاؤں بنام اٹلانٹ دوان معلوم ہوا کہ خلیج اورانکا کے دہانے پر تھا اب وہ ایک چھوٹا سا مچھلی پکڑنے کا گاؤں ہے۔ میکسیکو کہتے ہیں۔ صرف امریکہ میں ہی ایسے نام ملتے ہیں۔ جیسا کہ नमपाखलीकटल اتزکول रक्तकापुटल

تو ہم اپنی کتنی ... ہے کہ چار ویدوں کی ... ان سنا تہتوں کو بعض
الفاظ کے اندر صاف خیال پیدا کرنے کی کوشش کرنا سخت دشوار ہے اس
لئے جب تک سائنس دیانند کے خیال کی تردید نہیں کرتا۔ جو کہ اب تک کرنے کے
ناقابل ہے۔ تو یہ قرین قیاس ہے کہ ہم اسے منظور کریں خواہ یہ بعض مثل کے
پیروی کرنے کے لئے سچ کا ایک فرض دوسرے فرض کے برابر ہے۔ اور باتوں
کے علاوہ دیانند یہ بھی کہتا ہے کہ وہ راستہ جس سے ارجن یا پھر ادیہ
ہوتے امریکہ کو گیا سائبیریا اور آسام کے بیرنگ کے درمیان سے نکالا تھا (ستیارتھ ۲۰۲)
پروفیسر میکس مولر جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے کبھی ہندوستان میں نہیں
آیا۔ لیکن وہ مصنف بنا بیٹھا ہے۔ اور اپنی عادت کے موافق تاریخی تجربوں
کو درست کرتا ہے۔ اور یورپ اس کے لفظوں کو گویا الہامی لفظ ہی سمجھ کر اس
کے خیالوں کی تائید کرتا ہے۔ اس عزیز جرمن سنسکرت جاننے والے کی تاریخوں
کے حساب کا ذکر کرتے ہوئے ہیں اس خواہش کا مقابلہ نہیں کر سکتی کہ میں
ظاہر کروں خواہ صرف روس کے واسطے ہی ہو اس بات کو کہ اس کے سائنس
کے تجربے جو کئے جاتے ہیں کیسے کمزور بنا پر مبنی ہیں۔ اور اس پر کتنا کم یقین کرنا
چاہئے۔ جیسا کہ وہ اس یا اس کتاب کی تاریخ قدامت پر اپنا فتوے دیتا ہے
یہ میری اور میری باتوں سے اور بیانوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں اس حیثیت
میں کسی بڑے علم کا دعوے نہیں کرتی ہوں جو کچھ ذیل میں مندرج ہے۔ مجھ
پہ سو تو معلوم ہوگا لیکن اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ روس میں جیسا کہ ہر جگہ
یورپ میں علم زباندانی کی قدر کا ان کی باتوں سے اندازہ لگاتے ہیں۔ جو کہ اس
پر اس کے تماشا کو پیروی کے لئے ہوں اور سوامی دیانند کے وید بھاشیہ کو کوئی
نہیں پڑھتا اس سچائی سے سب دور ہوں گی اگر یہ بھی کہہ دوں کہ اس کتاب کی
ہستی کو ہی نظرانداز کرتے ہیں۔ چونکہ پروفیسر میکس مولر کی شہرت کے واسطے
انگلینڈ کی بھی خوش قسمتی کی بات ہے میں کچھ آسان کر دیتی ہوں
جب پروفیسر میکس مولر اپنی کتاب سائنس گرتھ میں بیان کرتا ہے۔ کہ آریہ قوم
نے ہندوستان میں ایشر کے تصور کو تدریج اور درجہ بدرجہ حاصل کیا۔ وہ ظاہر
پر ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وید اتنے پرانے نہیں ہیں۔ جتنے اس کے اور ساتھی خیال
کرتے ہیں کچھ تھوڑی سی بھی شہادت نہ اس جدید خیال کی سچائی کو ثابت
کرنے کے لئے پیش کرکے وہ اس بات پر ختم کرتا ہے۔ جو اس کے خیال میں ناقابل
تردید ہے۔ وہ لفظ ہرن گربھ کو بعض منتروں میں اشارہ کرتا ہے اور اس کا ترجمہ
وہ سونا کرتا ہے۔ مزید یہ بھی کہتا ہے کہ ویدوں کا حصہ منتر چھند کہتے ہیں ۔ ۳۱۰

برس ہوئے کہ بنایا گیا اور وہ حصہ کہ جس کو منتر کہتے ہیں ۲۹۰۰ برس سے پہلے نہیں لکھا جا سکتا ہے۔

پڑھنے والے کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ویدوں کے دو حصے ہیں۔ چھند یعنی شلوک نظم وغیرہ - منتر یعنی دعائیں اور حقیقی یجن جو کہ علاوہ دعاؤں کے واجب یجن میں پڑھے جاتے ہیں۔ پروفیسر میکس مولر منتروں کو اگلی پوری بھی وغیرہ زبان کے لحاظ سے اور تاریخ کے لحاظ سے تقسیم کرتے ہیں۔ اور اس میں لفظ ہرنیہ گربھا کو پاکر سے تاریخی غلطی کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ پرانے لوگ سونے کا علم نہیں رکھتے تھے۔ اور چونکہ اسی منتر میں سونا آیا ہے۔ اسلئے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ منتر بہت پچھلے زمانہ میں بنایا گیا وغیرہ وغیرہ۔

مگر یہاں سے ہو سنسکرت دان بہت غلطی پر ہے سوامی دیانند اور دیگر پنڈت جو جین وغیرہ دیانند کے رفیق نہیں ہوتے اس بات میں اتفاق کرتے ہیں کہ پروفیسر میکس مولر لفظ ہرنیہ کے معنے بالکل ہی غلط سمجھا ہے۔ دراصل اس کا معنی سونا نہیں ہے۔ اور اب جب کہ یہ لفظ کیا ثابت ہے تو اس کے معنی سونا نہیں ہوتے اس لئے پروفیسر صاحب کے تمام بڑے بڑے ثبوت محض رائیگاں ہیں۔ اس منتر میں لفظ ہرنیہ کا ترجمہ خدا سے مراد ہے۔ جو سوکشم خود پر دیا کا نشان ہے۔ اسی لئے پر کیا اگر روشنی کے واسطے بخارات زر کے لفظ کو استعمال کرتے ہیں۔ اور روشنی کی کرنوں میں سے اصلی دھات کو نکالنے کی امید کرتے تھے۔ دو لفظ ہرنیہ گربھا ملا کر سینہ روشن کے ہو جاتے ہیں۔ اور جب ویدوں میں استعمال کئے جائینگے۔ تو اس اصول حقیقی کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے سینہ میں جیسا کہ سونا سینہ زمین میں ہے سچا علم راست روبیا اور سچائی کی روشنی مقیم ہے جیسے وہ روشنی جو دنیا کے پاپوں سے چھوٹے ہوئے روحوں کا اصلی جوہر ہے منتروں اور چھندوں میں آدمی کو جیسے دو مرے معنے لئے جاتے ہیں۔ اول گوہر اور ثانی سوکشم یعنی آتمک روحانی۔ دوم ظاہر خارجی یعنی ظاہری کیونکہ ہر ایک چیز اسی دنیا پر ہے۔ روحانی دنیا کے ساتھ کوئی سنبندھ رکھتی ہے۔ وہاں سے ہی ہو سکتی ہے۔ اور اسی میں پھر سما جاتی ہے مثلاً اندر دیوتا کا دیوتا۔ اور سورج سورج کا دیوتا۔ وایو پون کا دیوتا۔ اگنی آگ کا دیوتا۔ یہ چاروں اصل حقیقی اصول پر اعتقاد رکھتے ہوئے منتر کے موجب ہرنیہ گربھا یعنی روشن سینہ سے نکلتے ہیں۔ اس حالت میں یہ دیوتے قدرت کی حالت کے گویا مجسم ہوتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں ان رازوں کے ماہر و دان لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اندر دیوتا مثلاً شبد کے سوا اور کچھ نہیں۔ چونکہ بجلی کی طاقت کے صدمہ سے پیدا ہوتا ہے یا محض خود بجلی ہی ہے۔ سوریہ سورج کا دیوتا نہیں

علاوہ ہمارا نظام شمسی میں اگنی کا ایک مرکز ہے۔ یعنی وہ ایک جوہر ہے۔ جہاں سے اگنی کی آگ
گرمی روشنی وغیرہ وغیرہ نکلتی ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس کی کسی یورپین سائنس دان جانے والے
منڈل صاحب اور شراپ فرید صاحب کی رایوں کی مخالفت کرتے ہوئے آج تک تعریف
نہیں کی۔ یہ مختصر سی میکس مولر صاحب کے خیال میں بالکل نہیں آئے۔ اور یہی سبب
ہے کہ وہ مردہ حرف کو چھپا ہوا اس عقیدہ کو حل کرنے کے مشیر کبھی دیکھا نہیں کرتا
پھر کس طرح سے ہو سکتا ہے کہ وہ وید کی تعریف پر اپنے زبان کی اجازت دیا
جا سکے جب کہ وہ خود ان پرانی تصنیفات کی زبان کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے سے استعداد رہے
مندرجہ بالا بیان ویاسندر کی دلیل کا خلاصہ ہے۔ اور زیادہ تشریح کیلئے سنسکرت
دوبارہ واسطے ان کے طرف رجوع ہوں جو کہ یقیناً اس کی رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا
میں پائینگے (صفحہ ۱۱ سے ۴۹ تک)

۲ علم فیلولاجی (علم زبان) نے آخر کار دریافت کر لیا کہ سنسکرت زبان اگر کل
زبانوں کی ماں نہیں۔ تو کم از کم بقول میکس مولر کے بڑا بھائی ضرور ہے۔ ہم کو
انگلینڈ سوسائٹی کو جس (ایک سنسکرت زبان کے محقق) کے غیر معمولی جوش کا
شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ جس کی وجہ سے یہ پتہ ملا کہ ایک نئی زبان معلوم ہوئی ہے۔ کہ جس کا
سابقہ (اژدہیہ) بالکل معلوم نہیں تھا۔ اس نے اس (زبان) کے کچھ حصوں کا ترجمہ
کیا۔ اور کچھ حصوں کی پڑتال کر کے انکا مطلب بیان کیا۔ اس کے ترجموں نے
سائنس کی دنیا پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ (۱) سورج پرستوں کی مذہبی کتابیں ژند اوستا
پیروؤں کی مقدس تھا کا اور برہمنوں کا اتریا برہمن کے اصل نسخہ ایک ہی سنسکرت
زبان میں لکھے گئے تھے (۲) یہ تینوں زبانیں یعنی ژند یونانی اور موجودہ برہمنی سنسکرت
کم و بیش اول (سنسکرت زبان) سے ہی نکلی ہوئی ہیں (۳) کہ پرانی سنسکرت ہی علم
برہمن سے ہندی اور دیگر ہندوستانی زبانوں اور نیز یورپ کی موجودہ زبانوں اور بولیوں
کی مخرج ہے (۴) کہ کل زمانہ کے تین خاص مذاہب زرتشتی۔ بودھ۔ اور برہمنیا
ویدک صداقت کی تعلیم کی صرف کرتے ہوئے نہیں جس کی وجہ کہ ان کے اصلی
پراچین مذاہب ہونے میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور نیز وہ حال کے بانی مذہب ثابت
ہو سکتے ہیں۔ (۵) ۱۹۰۰ء مطبوعہ ... از لاس کی ویسٹ بک رتیس بیجر باب
سنسکرت ویسٹ ... مطبوعہ روس باب

امریکہ کے مشہور مصنف اینڈریو جیکسن ڈیوس سے مجھے ایک تحریر نظر آتی ہے۔ جو کہ نمایاں
ہے۔ یعنی چند جہت کی آگ جو لافانی سوز ہے اور ہر چیز کو جلا کر صاف کر دیتی ہے امریکہ کے جنگلی
میدانوں۔ افریقہ کے فراخ ملکوں۔ ایشیا کے قدیم پہاڑوں اور یورپ کی وسیع سلطنتوں
پر پھیلا ہوا ہے سوز اور ہمارا آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے دکھائی دیتے ہیں۔ اسکا چرچا

جلد ہی یہ مقامات سے شروع ہوا ہے۔ اپنی آسائش اور ترقی کے لئے جب انسان نے خود روشن کیا ہے۔ روئے زمین پر انسان ہی ایسا مخلوق ہے جو آگ کو حفاظت سے تیار کر سکتا ہے جو کہ ارتقی مخلوقات میں ناممکن ہی ہے۔ بنا برائے مساکن میں ارتقی آگ جلانے میں سب سے اول ہے۔ یہاں پر بھی ٹھیک جیسے ہی مکانات کو جب سے پاک اور عقل سے منور ہوئے آسمانی آگ لانے کیلئے بھی پیش قدم ہے اس نے خود آگ کو دیکھ کر جو بالیقین بادشاہ تھا شاہ شاہ ہوں اور دنیا بھر کی سیاسی شاعیوں کو پھیلا دیا ہے۔ یہ ثابت درجہ مسرور ہو کر ایک مشتعل جوش کی زندگانی بسر کر رہا ہوں۔ سب اور یہ اپنے ہیں اثر حل اٹھینگے۔ پیارے گھر اور برکت جس میں لوٹ ساتھ پھیلیں گی۔ نیک روح مخلوط ہو کر یوں غائب ہو گئے۔ جیسے آفتاب کی سنہری شعاعوں میں شبنم سلامتی دور ترقی کی بجلی سے انسانی طبیعت بل رہی ہے آج اس کی نقطہ چنگاریاں جانب آسمان اڑتی ہیں۔ لکھاریوں، شاعروں اور مصنفوں کی دماغوں میں ادھر ادھر شعلے نظر آتے ہیں۔

یہ آگ سناتن آریہ ورت کو پاکیزہ حالت پر لانے کے لئے ایک بھٹی میں تھی۔ جسے آریہ سماج کہتے ہیں۔ یہ آگ بھارت ورش کے ایک پرم رشی دیانند سرسوتی کے بلاوے میں پرکاشمان ہوئی تھی۔ ہندو اور مسلمان اس عالم سوز آگ کو بجھانے کے لئے چاروں طرف تیزی سے دوڑے لیکن یہ آگ ایسی تیزی سے بڑھتی گئی کہ اس تیزی کا اس کے بانی دیانند کو گمان بھی نہ تھا۔ اور عیسائیوں نے بھی جنکے مذہب کی آگ اور مبارک مشعلیں پہلے مشرق ہی میں روشن ہوئیں تھیں۔ ایشیا کی اس نئی روشنی کے بجھانے کے لئے ہندو اور مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ لیکن یہ آسمانی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور پھیل گئی۔ تمام مذہبوں کا مجموعہ جنت کی شدت کرنے والی بھٹی میں جلکر بھسم ہو گیا۔ بیماری کی جگہ صحت، بتوں کی جگہ قدرت، لوہے کی جگہ دلیل۔ پاپ کی جگہ اور پاکی جگہ لے گئیں۔ نفرت کی جگہ محبت، دیر کی جگہ ... اور نرک کے مقامات میں سورگ دیکھنے کے مقامات میں ... پرمیشور اور پرکرتی کا راج ہو جائے۔ میں اس اگنی کے ست کو سلام کہتا ہوں۔ جب یہ اگنی تمام دنیا کو جیون پردان کرے گی۔ تو عالمگیر راحت، برکت اور آنند کا یگ آرمبھ ہوگا۔

مولوی واحد علی صاحب سیکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان کی رائے منقول از اخبار رولیش انجمن ... مورخہ ۲ نومبر ۱۹۳۳ء ... اے دیانند تیری بدقسمتی پر مجھے رونا آتا ہے۔ اے دیانند تیری مکتی پر میرا دل خون ہوتا ہے۔ اے دیانند تیری مکتی پر مجھے حیرت آتی ہے ... دیانند تیری سب ... مسلمانوں کو ... کے سر چشمہ کو بند کر دیا گیا ہے اے خدا کیا تجھے منظور نہ تھا کہ ہم ... پرورش پائیں؟ اے خدا تجھے منظور تھا۔ کر دیا

کی رفتار کے ساتھ اٹھنا سیکھیں؟ اے خدا کیا تجھے منظور نہ تھا کہ ہم بیجا بوجھ بے ضرورت اور بیہودہ بوجھ سے رہائی پا دیں؟ اے خدا کیا تجھے منظور نہ تھا کہ ہم ان واہیات رسومات کے پھندوں سے نجات پائیں؟ اے خدا کیا تجھے منظور نہ تھا کہ ہم آپس کے نفاق کو دور کریں؟ اے خدا کیا تجھے یہ منظور نہ تھا کہ ہم اپنی نوع کو اپنا بھائی سمجھ کر ان سے محبت کر سکیں؟ اے خدا کیا تجھے یہ منظور نہ تھا کہ راست دھرم کو پھر دیکھیں؟ اے خدا کیا تجھے یہ منظور نہ تھا کہ ہم اپنا کھویا ہوا مرتبہ حاصل کریں؟ اے خدا کیا تجھے منظور نہ تھا کہ ہم اس ست دھرم کو سیکھ کر تیری ان لطف نوازی کی کیفیت اٹھائیں جو تو نے اپنے بندوں کے واسطے مخصوص کی ہے؟ نہیں نہیں۔ اے خدا یہ سب کچھ تیری مرضی کے مطابق اور تیرے منشا کے موافق ہو رہا تھا پھر کیوں اے خدا تو نے ہم کو یک لخت اس طرح بے سروسامان اور بے جان کر دیا۔ پیچھے عمر پچھلے ہی سری سوامی مہاراج دیانند سرسوتی کو جو ہمیں یہ سب کچھ سکھاتے تھے۔ ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء بروز منگل شام کے ۶ بجے دیوالی کی رات کو مصنوعی چراغوں سے روز روشن ہے لیکن حقیقی آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا۔ ہم بالکل نادان تھے۔ وہ ہمیں ہر ایک چیز کی شناخت کراتا تھا۔ ہم کم طاقتی سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ وہ ہمیں سکھاتا تھا۔ ہم بے ناپختگی علم سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ہمیں بولنا سکھاتا تھا۔ ہم ایک دلدل عظیم میں پھنسے ہوئے تھے۔ وہ ہمیں اس میں سے نکالتا تھا۔ اور خشک زمین پر لاتا تھا۔ ہم رسومات کی بیڑیاں پیروں میں اور تعصب کی ہتھکڑیاں ہاتھوں میں ڈالے ہوئے تھے۔ وہ ہم کو ان سے نجات دیتا تھا۔ ہم اپنے بھائیوں سے حقارت کرتے تھے۔ وہ ہم کو محبت سکھاتا تھا۔ ہم اپنی آنکھوں پر پردے اور دلوں پر مہریں رکھتے تھے۔ وہ ان کو اٹھاتا تھا۔ ہم بایں ہمہ بھولے اپنے تئیں سمجھے ہوئے تھے۔ وہ ہمیں بتاتا تھا کہ ست دھرم کے واسطے ظاہری جہان فضول ہے۔ ہم اس غلط منشا کو ثواب جانتے تھے اس نے اس کو عیب ثابت کر دیا۔ ہم غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ وہ ہمیں بیدار کرتا تھا۔ اے خدا ہم تجھ سے بہت دور ہو گئے تھے۔ لیکن اے خدا تو ہی جانتا ہے تیرے دل میں کیا آئی کہ تو نے اس کو ہم سے اتنی جلدی جدا کر دیا۔ تیری باتیں تو ہی جانے۔

مولوی محمد مراد علی صاحب اڈیٹر راجپوتانہ گزٹ کی رائے منقول از اخبار مذکورہ نمبر ۱۵ مورخہ مطبوعہ نومبر ۱۸۸۳ء صفحہ ۴۲۹۔ جناب اڈیٹر صاحب اخبار کوہ نور تسلیم۔ آپ کا اخبار صداقت شعار کوہ نور مورخہ ۔ نومبر ۱۸۸۳ء میرے روبرو رکھا ہوا ہے جس میں آپ نے کمال دانائی اور دور اندیشی کے ساتھ سری سوامی دیانند سرستی جی مہاراج جگت گرو باشی کی یادگار کے بارہ میں کروڑ روپیہ کی رائے ظاہر فرمائی ہے۔ بندہ کو بھی اس روز جس دن سے سوامی جی مہاراج نے ہمارے شہر میں انتقال فرمایا۔ انہیں باتوں کا بہت بڑا خیال ہو رہا ہے۔ اور بارہا اس عرصہ میں کچھ نہ کچھ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا۔ لیکن پھر اسی خیال سے رک گیا کہ دیکھیں اہل الرائے علی الخصوص آریہ بھائی جناب ممدوح کی یادگار کے لئے چندہ جمع کرنے کی تجویز کرتے ہیں یا نہیں۔

اور تجویز کرتے ہیں۔ تو اس چندہ سے کیا یادگار قائم کرنے کی تجویز کرتے ہیں۔ چونکہ سب سے پہلے
اسبارہ میں آپ نے عمدہ اور صحیح رائے ظاہر فرمائی ہے مجھکو بھی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ یہ تو سب
پر ظاہر ہے۔ کہ سوامی جی ممدوح ایسے بزرگ کی کوئی نہ کوئی یادگار قائم ہونی ضرور چاہئے کیونکہ
سوامی جی مرحوم جیسے بزرگ بار بار اس سنسار میں پیدا نہیں ہوتے۔ اگرچہ ہم لوگ ان کی یادگار
قائم کرنے میں دل و جان سے کوشش کر رہے ہیں اور کرینگے مگر مجھکو بھی آپ خوب یاد رکھیں۔ کہ
اگر سوامی جی مرحوم کی یادگار ان کے پیرو کار نہ بھی قائم کریں تب بھی سوامی جی ایسے نہ تھے کہ
ان کی یادگار اس دنیا کے بسنے والوں کے دلوں سے فراموش ہو جائے۔ بلکہ میرا خیال یہ ہے
جسکو میں نہایت صحیح کہتا ہوں۔ کہ سوامی جی مہاراج کی یادگار نہ صرف آریہ مت کے لوگوں میں
رہے گی۔ بلکہ انگریزوں یہودیوں مسلمانوں وغیرہ بلکہ خود ان لوگوں کی کتابوں اور دلوں
میں بھی سوامی جی کی یادگار ہزاروں برس بلکہ قیامت تک رہے گی۔ جو ان سے اس دنیا
میں جھگڑتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ ان کی مخالفت میں سعی کرتے رہے ہیں۔ وجہ یہ کہ مسلمانوں کی
تیرہویں صدی اور انگریزوں کی اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ہندوؤں کے مت کا کوئی
عالم فاضل ایسا نہیں گذرا۔ جیسا کہ سوامی دیانند جی مہاراج تھے۔ بلکہ اگر میرا خیال صحیح ہے۔ تو
سوامی تلسی داس جی مہاراج مشہور ہندی شاعر اور سوامی [illegible] اس کے بعد سوامی دیانند
سرسوتی جی ایک وید مقدس کے عالم متبحر گذرے ہیں جنکو سوامی شنکر اچاریہ اور تلسی داس پر
بھی ترجیح دیں۔ تو جائز ہے۔ کیونکہ جو کام سوامی دیانند جی مہاراج کی ذات بابرکات سے ظہور
میں آئے۔ وہ ان دونوں بزرگوں کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکے۔ اگرچہ ہم سوامی دیانند
جی مہاراج کو تعلقات دنیاوی سے بالکل جدا نہیں کہہ سکتے تو بھی نہیں کہ وہ لوبھ یا موہ کے
بس میں تھے۔ پس جسقدر لوبھ یا موہ دنیاوی معاملات سے ان کو تھا وہ اسی لئے تھا۔ کہ خلق
اللہ خصوصاً اہل ہنود کو اپنے جوہر علمی سے فائدہ پہنچا دیں۔ اگر سوامی دیانند جی مہاراج سب
بیرون دنیا کو ترک (گوکہ اب بھی وہ تارک الدنیا تھے) کر بیٹھتے۔ اور مثل بعض مہاتماؤں کے کسی کو
واسطہ نہ رکھتے۔ تو آج کے روز جو فوائد گروہ ہنود کو پہنچ رہے ہیں۔ کہاں سے پہنچتے۔ یہی
یہی وجہ ہے۔ کہ دیانند جی مہاراج نے دنیا کو ایسا تیاگ نہیں کیا۔ کہ اس سے بالکل جدا ہو بیٹھے
اور انکا فضل و کمال یوں ہی پوشیدہ رہکر صرف انہیں کے ذات کو نفع پہنچاتا۔ ہمارے نزدیک
اس قسم کے سنیاس سے ایسی سنیاس جیسی سوامی جی مہاراج نے اپنی عمر کو وقف کر دیا ہزار درجہ
بہتر ہے اہل کمال کی پوری قدر اہل اس کے مرنے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ ہم اب دیکھتے ہیں کہ سوامی
دیانند جی کے فیض کو جس سے ہزاروں آدمی ان کے وقت میں سیر ہوتے تھے۔ انصاف پسند لوگ ان کو
یاد کر کے روتے ہیں۔ حضرت مولانا روم تو سوامی جی کے لئے استعمال کرتا ہے۔ کہ جہاں نہیں ہو سکتا
ایسے باکمال بار بار کہاں پیدا ہوتے ہیں ×

پس اگرچہ ان کی زندگی کے واقعات ہماری یادگار کے محتاج نہیں۔ تو بھی میں کہتا ہوں۔

فرض ہے کہ اس معاملہ میں جو اپنے درپے تھے ۔ ۔ بہت جلد کوشش کریں ۔ تاکہ ممالک غیر کے باشندے اور آئندہ نسلیں بھی سمجھ لیں کہ ہمارے بزرگ اپنے اہل کمال مرشدوں اور ریفارمروں کی کس قدر خاطر و عزت کرتے ہیں ۔ اور کیسے دل و جان سے معتقد ہیں ۔ ایسے کاموں میں محبت اور قومی اتفاق کے ثبوت کے علاوہ دینی گرمجوشی کا بھی پورا اظہار ہوتا ہے ۔ اب یہ بتانا کہ سوامی دیانند جی مہاراج کی یادگار کس قسم کی ہونی چاہئے ۔ اس امر میں آپ کی رائے سے مجھے کلی اتفاق ہے ۔ سوامی جی کی وہی یادگار انکی موت کے بعد قائم کرنی لازم ہے جسکو زندگی میں وہ دل و جان سے پیار کرتے تھے ۔ اور صرف پیار نہ کیا اسکے پورا کرنے میں اپنی تمام طاقت کو صرف کر چکے تھے ۔ وہ کیا ہے ؟ وید کا ترجمہ اور تفسیر جسکو سوائے سوامی جی کے چاروں جگ میں آج تک کسی عالم نے نہیں کیا کرنا تو کیا ارادہ بھی نہیں ہوا ۔ ہوتا کیونکر ؟ یہ کام کچھ ایسا ویسا تو تھا ہی نہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ اس یادگار سے تمام آج لوگوں کو فائدہ عظیم قیامت تک پہنچتا رہیگا ۔ اور آریہ دھرم کے علاوہ تمام قومیں اس چشمۂ فیض سے ابد الآباد تک سیراب ہوتی رہینگی ۔ اور جب ان تفسیروں کو اپنے روبرو دیکھینگے تو وہی لطف حاصل ہوگا ۔ جو سوامی جی مہاراج کے گفتگو کرنے اور ان کے وعظ مبارک سننے میں حاصل ہوتا تھا ۔ اب فرمایئے کہ اسکول یا اور یادگار کے بنانے میں یہ لطف کب مل سکتا ہے ۔ راقم محمد مراد علی بیاورہ از اجمیر

آنریبل مولوی سید احمد خاں صاحب مہتمم علیگڈہ کالج

منقول از اخبار کوہ نور لاہور مطبوعہ سال ۱۸۸۳ء صفحہ ۷۰۳ ۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی صاحب نے جو زبان سنسکرت کے بہت بڑے عالم اور وید کے بہت بڑے محقق تھے ۔ تیسویں اکتوبر ۱۸۸۳ء کو ۶ بجے شام کے اجمیر میں انتقال کیا ۔ علاوہ علم و فضل کے نہایت نیک اور درویش صفت آدمی تھے ۔ انکے معتقد انکو دیوتا جانتے تھے ۔ اور بے شبہ اسی لائق تھے ۔ وہ صرف جوتی سروپ نرنکار کے سوائے دوسرے کی پوجا جائز نہیں رکھتے تھے ۔ ہم سے اور سوامی دیانند مرحوم سے بہت ملاقات تھی ۔ ہم ہمیشہ انکا نہایت ادب کرتے تھے ۔ کیونکہ ایسے عالم اور عمدہ شخص تھے کہ ہر مذہب والے کو ان کا ادب لازم تھا ۔ شاید ہماری سمجھ کی غلطی ہو ۔ مگر ہم کو خیال ہے کہ سوامی صاحب میٹر یعنی مادے کو جسے وہ مایا سے تعبیر کرتے تھے ۔ قدیم ازلی مانتے تھے ۔ اگر ان کا یہ خیال نہ ہوتا ۔ تو نسبت ذات باری کے انکا اور مسلمانوں کا عقیدہ بالکل متحد تھا ۔ ایسے لیے شخص تھے ۔ جنکا مثل اس وقت ہندوستان میں موجود نہیں ہے ۔ اور ہر شخص کو ان کی وفات کا غم کرنا لازم ہے ۔ کہ ایسا بے نظیر شخص ان کے درمیان سے جاتا رہا ۔

تاریخ وفات سوامی صاحب طبعزاد مولوی عبد الرحیم صاحب مدرس مدرسہ دیرہ وال ۔ منقول از اخبار بیتر امرتسر مطبوعہ ۳ جنوری ۱۸۸۴ء نمبر ۳ ۔ جلد ۱

بگو عبد الرحیم این سانحہ پر درد غم افزا | ہمانا کاتک وید ... دیوالی سی ۳۰ اکتوبر
کز ایں آشوب محشر زا ... | عیاں شد سال رحلت ... [illegible]

کشته بودم نعشی لیل الدجی در دیدهٔ مردم
مگر گوئی که گردیده شتاب از چرخ ناپیدا
ز هر جانب صدائے گریه و احسرتا خیزان
بلند از هر طرف افسوس آه و درد و واویلا
بدل گفتم مگر محشر بپا شد یا سحر هاتف گفت
که شیدی سفر کرد از جهان آن بندهٔ یکتا
مهارشی سوامی دیانند آن فخر اشراقیں
که روزی متاعش شد عنایت بخشش یکتا
شدم مغموم گرچه بس زیں حرف اثر غم بپدید
شدم در فکر تاریخ وفاتش آن مقدس را

چو پرسیدم ز هاتف سن عیسٰی سمت بکرم
بس یک هزار و هشتصد هشتاد و سه گفتا
مگر گفتش تاریخ سن عیسوی گفته
مگر از سمت بکرم دیگر تاریخ هم فرما
بخنده گفت سن عیسٰی ست از ظاهرش پیدا
ز اعداد حروفش سمت بکرم شود پیدا
ببین صنعت که از یک ماده دو تاریخ حاصل شد
بعد از چشم انصاف است از اهل نظر

۷۔ رسالہ تھیوسافسٹ۔ ایک بیان پرش دیانند سرسوتی کی مرتیو۔ ایک بیان آتما بھارت ورش سے چل بسی، پنڈت دیانند سرسوتی جی جنہوں نے کہ آریہ ورت میں آریہ سماج کی بنیاد رکھی تھی اور اس کے سب سے بڑے رکن و مکھیا تھے۔ آج نرواہ سے کوچ کر گئے۔ وہ نڈر اور سرگرمی سے کام کرنیوالا ریفارمر جس کی زبردست آواز اور پرجوش فصاحت سے ہندوستان میں ہزاروں آدمی گذشتہ چند سال کے عرصہ میں نہایت لاپرواہی اور سستی کے گڑھے سے نکل کر حب الوطنی کا دم بھرنے لگے تھے آج اس بھارت ورش کو داغ جدائی دیکر سورگ کو سدھار گئے۔ وہ اس جدوجہد اور تکالیف کے عالم سے نکل کر ایک اعلیٰ تر اور زیادہ مکمل زندگی کو حاصل کر چکے ہیں۔ اجمیر سے ایک خاص تار کے ذریعہ ہمیں سب سماجوں کو یہ دردناک خبر ملی کہ ان کے ہادی شری سوامی دیانند سرسوتی جی کا ۳۰ اکتوبر کو ۶ بجے دیہانت ہو گیا۔ ہمارے تمام باہمی اختلافات ان کی مرتیو کے ساتھ ہی جاتے رہے۔ اور سے وہ ان کی پرتیز اکھو کے ساتھ مٹ ہم سے کافور ہو گئے۔ آپ پہلے ہمارے ہم طلب اور مددگار تھے۔ لیکن بعد میں ہمارے مخالف ہو گئے۔ تاہم ہمیں صرف ان کی بڑی بڑی نیکیاں اور خوبیاں اور صفات یاد ہیں۔ آریہ جاتی کے پنر جیوت کرنے میں آپ کی زندگی بھر کی قربانی۔ اپنے گذشتہ بزرگوں کی اعلیٰ فلسفی آپ کا دلی جوش بھرا پریم اور ان کی معجزہ نمائی و مذہبی اصلاحوں کے کام میں آپ کی بے چینی اور ان تھک سرگرمی سب ہمارے دلوں میں بھری رہے گی۔ ہم آج اس رنج کو دل سے محسوس کرتے ہوئے بغیر کسی تصنع کے ان کے کثیر التعداد ماتم کرنیوالوں کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں ان کی موت نے بھارت ورش کو اپنے ایک نہایت ہی لائق سپوت سے محروم کر دیا ہے۔ سچ تو یوں ہیں وہ محب وطن سمجھے جانے کے لائق تھے۔ وہ بیان آتما ہندوستان کے گم شدہ ذہنی خزانوں کی تلاش و درستائی کے لئے اول عمر سے ہی کوشاں رہے۔ ان میں اپنی ماتر بھومی کے لئے بے حد دلی جوش تو تھا ہی۔ لیکن ان کی بے پایاں علمی لیاقت اس پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔ ان کے مترجمہ کتب جہاں کی بابت خواہ کچھ ہی خیال کیا جاوے۔ مگر ان کی سنسکرت کی لیا

مدراس میں عنقریب ترقی کے متعلق کسی کو اختلاف ہونے کی نہیں ہمیں یقین ہے۔ کہ کم ہی ایسے قصبات ہیں۔ اور صرف ایک صوبہ مدراس ہی ہے۔ جہاں سوامی جی اپنے پرچار کے دائرہ کو وسعت دینے کے لئے نہیں پہنچے۔ اور جن شہروں میں وہ گئے۔ ان میں سے ایسی جگہیں بھی کم ہیں۔ جہاں ان کے عظیم دل کا اثر یا نشان باقی نہ رہا ہو۔

آپ نے گری ہوئی ہندو جاتی کے بے حس و حرکت گروہوں کے درمیان گویا ایک بم پھینکا ہے۔ اور جو لوگ اُن کی فصاحت بھری تقریر کے دائرے میں آ گئے ان سب کے دلوں میں رذیل و مردہ بیدوں کی تعلیم کے لئے دلی جوش کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہ یقینی امر ہے کہ اس وقت کل ورش میں ہندی اور سنسکرت کی وکتا میں سوامی جی سے زیادہ اعلیٰ اور بڑا لیکچرار کوئی نہیں تھا نہیں اس نے مذہبی سختی اور مخالفت کو پوری صبر تحمل سے برداشت نہیں کیا۔ تو اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اس نقائص بھری دنیا کے تمام فانی انسانوں میں جو غلطی عرض پایا جاتا ہے۔ اس کی مثال اس کے وجود میں بھی ملے۔ جب یہ اندوہناک افواہ بھی ثابت ہوئی۔ کرنل الکاٹ صاحب نے جو اس وقت کانپور میں تھے۔ سوامی جی کے اوصاف جمیلہ ایک لیکچر میں بیان کئے۔ کرنل صاحب نے اپنے لیکچر میں کہا کہ خواہ مخالفانہ بحث میں ہم میں کسی ہی درستی یا غلطی ہوئی ہو۔ اور دیگر پنڈت یا شستری عالم خواہ ان کی مدعا کے برخلاف کہیں ان کی پرجوش حب الوطنی اور قومیت کے بنا نیوالے جوش کو جس کا اثر وہ اپنے پیروؤں پر ڈالا کرتے تھے۔ تمام اتفاق رائے سے تسلیم کرتے ہیں +

سچ تو یہ ہے کہ پرانے خیال والے لوگ ہندوؤں کی نظر میں ان کے مذہبی خیالات فساد کیسے ہی بے اور نا پسندیدہ تھے۔ ہوں تو بھی اس کی تعلیم و تلقین اور ویدک سدھانت جن کی وہ ہدایت کرتا [illegible] مشرقی و مغربی کیسا تھ ان اصولوں سے ہزارہا درجہ زیادہ اعلیٰ نظر آتے ہیں۔ جو کتابیں کی دیگر مذاہب بحیثیت مجموعی سکھاتی ہیں۔ اگر وہ پہلے بتوں (یعنی دیوتوں) کو ایک پتھر کی مورتی میں گھڑتا ہے تو وجہ یہ ہے کہ اس کی اوصاف اور شکتیاں ہیں۔ ورنہ اس [illegible] غلطی بھی نہیں کی کہ [illegible] کے ساتھ [illegible] کا موجد ہے۔ قرآن کے بعد جن خطرناک غلطی [illegible] زبردستی اپنے پیرؤں کے [illegible] آریہ سماج کے رسوم یقیناً وید کے حقیقی مذہب کے نزدیک ترین ہیں۔ اور اب سوامی جی کی موت کے بعد ہم کو بھارت ورش میں [illegible] کی جگہ پر کرنے والا کوئی معلوم نہیں ہوتا۔ پراچین آریہ ورت کو ہم تعظیم دیتے اور بھارت کی خاطر پیار کرتے ہیں۔ اور اسلئے دلی رنج اور اندیشہ سے اور مظلوم ہندوستان کی ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہوئے ہم محسوس کرتے ہیں کہ سوامی دیانند کی موت سے کل ملک کو وہ نقصان پہنچا ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اس کی اصلاحی تحریک کی موجودہ متذبذب حالت میں یہ موت محض ایک قومی مصیبت ہے۔

اس اندوہناک واقعہ کے متعلق ہم اس موقعہ پر چند خیالات کا اظہار مناسب سمجھتے ہیں

بجواب اس خاص تعجب کے جو کئی نامہ نگاروں نے ظاہر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ سوامی دیانند جیسا شخص روحانی شکتیوں سے معمور تھا۔ اس نقصان عظیم کو پہلے سے معلوم نہ کرسکا۔ جو اسکی موت سے ہندوستان کو پہنچا تھا۔ پھر کیا وہ یوگی یا مہرشی رشی رعب یا کڑا ہو یا علاج کا آرکن اٹھنے کیا کرتا تھا نہیں تھا۔ جو اسے جان نہ سکا۔ اس کے متعلق ہمارا یہ جواب ہے کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اسکو اپنی مرتیو کا پہلے سے علم تھا۔ اور کم از کم دو سال پہلے۔ اس کی وصیت کی دو نقلیں جو اس نے تب کرنیل الکاٹ اور اس رسالہ کے ایڈیٹر کے نام الگ الگ بھیجی تھیں اور جو سرد و گذشتہ باہمی دوستی کی یادگار کے طور پر ہم نے سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں۔ اس امر کا کافی ثبوت ہیں۔ اس لئے ہم کو سیر جو پڑھیں یا ریا کہنا کرہم ... ہیں دیکھینگے۔ لیکن اگر اسکو اپنی مرتیو کی بابت پہلے سے علم نہ بھی ہوتا تو بھی ہم کو سمجھ نہیں آتا کہ اس سے سرگباشی کی یوگ ودیا پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ جیسے بڑے کامل یوگ ابھیاسی بھی فانی انسان ہیں۔ اور ایک نہ ایک دن انکو مرنا لاحق ہے۔ ناگہانی حادثوں سے کوئی یوگ ابھیاسی بچ نہیں سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنی حاصل شدہ طاقتوں کو خود غرضی سے استعمال نہ کرے۔ کیونکہ جب تک وہ ہمیشہ اپنی ذات کی حفاظت نہ کرتا رہے اور دیگر بنی نوع انسان کیلئے لا پرواہ نہ ہو اسکو اور انسانوں کیطرح بیماری اور موت ضرور لاحق ہوگی

یہ یوگیوں اور ان کی کراماتی طاقتوں رہا لا کہ وہ غیر معمولی انسانی طاقتیں ہوتی ہیں) کے متعلق اگر معبود نہیں تو کچھ جیسے خیال ضرور ہیں۔ جو ہم لیتے تھیاسوفسٹوں کے دریافت پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان پاک شخصیتوں کی بابت بہت سی توہمات بھری اور بعید از قیاس باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ یہ سب خیال دراصل ہندوؤں کے اس حصہ نے پرانوں اور شاستروں کی کم مروجہ روایات سے اخذ کئے ہیں۔ جو تعلیم یافتہ لوگوں سے پرے کر رکھا ہے ان کا حقیقی صداقت سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک ابھیاسی یا راج یوگی رہا اسطلب اصل یوگیوں سے ہے نہ کہ نام نہاد بناوٹی یوگیوں سے) صرف قدرت کی پوشیدہ ممکنات کے رازوں کا بیان ظاہر ہوتا ہے۔ ہماری نامعلوم شدہ حیاتیات قدرت پر حاوی اور ان کا ظاہر کرنے والا ہوتا ہے اور تمام ایسے ضروری حالات پیدا کرنے سے حرکت میں لاتا ہے۔ جو پوشیدہ ہیں اور خود بخود کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

مسز ... الکاٹ صاحب پریزیڈنٹ تھیوسافیکل سوسائٹی۔ سوامی جی مہاراج بلا شبہ ایک مہان پرش اور سنسکرت کے بڑے ودوان تھے۔ ان میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت۔ قوت ارادی اور نہایت خود شناس تھا۔ وہ بنی نوع انسان کے رہنما تھے۔ میری رائے میں وہ نہایت ہی مستقل مزاج اور نہایت خلیق اور ہمارے ساتھ برتاؤ کرنے میں بہت مہربان تھے۔ ہمارے دل پر انہوں نے ... ہی گہرا اثر چھوڑا ہے۔

۹- ٹی ایل پیٹرسن ... ماخوذ از تھیوسافسٹ فروری ۱۸۸۴ء۔ دیانند سرسوتی جی ...

کل میں پیدا ہوئے تھے تو وہ بڑی جائداد کے وارث تھے۔ اگر وہ چاہتے تو اس جائداد سے اپنی زندگی معمولی دنیاوی نکتہ خیال سے عیش و آرام سے بسر کر سکتے تھے۔ لیکن یہ خیال کر کے کہ اس کے بزرگوں کے دھرم میں بہت سی خرابیاں پڑ گئی ہوئی ہیں۔ اس نے اپنے گھر کے آرام پر لات ماری۔ اور عین عالم شباب میں جبکہ اس کی شادی ہونے والی تھی۔ اور اس حصہ عمر کو جو ہماری زندگیوں میں سب سے زیادہ خوشی کا سمجھا جاتا ہے۔ اس نے برضا و رغبت خود بالکل جیسا سلوک کیے اپنے گھر کو خالی کر دیا۔ اور بڑی بڑی سب آرام کے لیے گیا جس کی وجہ سے بڑی تکلیف اور مشکلات کا مقابلہ کرنے لگے۔ انہوں نے یہ سب مصیبتیں محض سچائی کے پانے کی امید میں جھیلیں اسکی تحقیق کرنے اور اس سے بنی نوع انسانوں کو مستفید کرنے کے خیال میں اس نے اپنی آئندہ ساری زندگی کو لگا دیا۔

سوامی جی کے چال چلن کی پاکیزگی کے متعلق کوئی شخص بھی جو کہ ان سے پہلی طرح واقف ہے کبھی کوئی شک نہیں لا سکتا۔ اس بارے میں اگر وہ حضرت مسیح سے سبقت نہیں لیگئے تھے تو اس کے برابر کم از کم ضرور خیال کیے جانے چاہئیں۔

یہ الزام ان پر اکثر لگایا جاتا ہے کہ وہ اپنے لیکچروں میں خفگی اور تلخ مزاجی کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن میرے یقین میں ان کا یہ غصہ اصلی نہیں ہوا کرتا تھا۔ بلکہ وہ اس طریق سے اپنے سامعین پر سچائی کے زیادہ زور دینا چاہتے تھے۔

وہ اپنے جسم کو بالکل موٹے کپڑوں سے ڈھانپتے تھے۔ اور اوضاع و اطوار میں ایسے سادہ اور نرم مزاج تھے کہ جیسے مسیح بھی ایسا نہ تھا۔ وہ اپنے زمانہ کے ایک بڑے ہی اعلیٰ پایہ کے سنسکرت کے عالم فاضل تھے۔ اور ان کا چال چلن حضرت مسیح سے پاکیزگی میں کم نہ تھا۔ علاوہ ازیں جس طرح کہ حضرت مسیح اپنے موت کے منہ میں اپنے خیالات کا پرچار کرتا تھا۔ اسی طرح سوامی دیانند نے بھی اپنا وقت پرچار میں اور اس کے علاوہ جو کچھ وہ پرچار کرتا تھا اس کے لکھنے میں صرف کیا۔ اور اس بارے میں وہ صرف ان لوگوں سے کم تھا۔ جو عمر بھر عبادت میں لگن رہتے اور ہمیشہ فیاضی کے کام کرتے ہیں۔ گو میرے اعتقاد میں بنی نوع انسان کی خاطر دھرم سمبندھی اچھے اخلاق پر کتابیں لکھنا اور پرچار کرنا ٹھیک معنوں میں نہایت ہی اعلیٰ فیاضی کا کام گنا جا سکتا ہے عیسائیوں کی چاروں انجیلوں میں ہمیں اس بات کے ثبوت بکثرت ملتے ہیں کہ مسیح موت سے ڈرتا تھا اور دعا کرتا تھا کہ میں بچ جاؤں۔ لیکن ہمارے پاس اس امر کی مستند شہادت اور زبردست ثبوت موجود ہیں کہ سوامی دیانند موت سے کبھی بھی خائف نہیں ہوئے بلکہ وہ ہمیشہ جان جوکھوں میں ڈالنے کیلئے تیار رہتے۔

(۲) مسٹر اے او ہیوم انڈین نیشنل کانگریس کے جنم داتا۔ میں نے سوامی دیانند کی بابت موت کا ذکر نہایت رنج و اندوہ کے ساتھ سنا ہے۔ اس کے بنائے ہوئے اصولوں کی بابت خواہ لوگ کچھ ہی خیال رکھتے ہوں۔ لیکن تمام کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ ایک نہایت اور بعید

تھے۔ اور وہ دیش کے لئے موجب فخر تھے۔ جسے وہ دل سے پیار کرتے تھے۔ سب محسوس کرینگے کہ اسکی موت سے بھارت کو ایک بڑا اور افسوسناک نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔

۱۱۔ پروفیسر ایف میکس مولر صاحب۔ سوامی دیانند سرسوتی کی زندگی کے کل حالات ہم کو معلوم ہیں۔ اس نے برہمنی مذہب کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اور جہاں تک مجلسی اصلاح و فلاح کا تعلق ہے۔ وہ فراخ دل انسان تھے۔ اور برہمن گرنتھوں کے الہام پر وشواس لانے کو ضروری سمجھتے تھے۔ اگرچہ انکا پورا پورا اعتقاد ویدوں پر تھا۔

انہوں نے ویدوں کے بارے میں بڑی معیاری تفسیریں شائع کی ہیں۔ جس سے ان کی اعلےٰ سنسکرت دانی اور معیاری اور وسیع مطالعہ کا ثبوت ملتا ہے۔ اگرچہ ان میں مترجمانہ اور محققانہ فیصلے کی سخت کمی ہے۔ وہ دیوتاؤں کے پرستاروں کو ناجائز بتلاتے تھے۔ اور لڑکے لڑکیوں کی شادی کی عمر کو بڑھانے کی تحریک کی تائید کرتے تھے۔ اور بھائی بندھن کھان پان وغیرہ سب توہمات سے اپنے آپ کو بالکل آزاد ظاہر کرتے تھے۔ انہوں نے مت پرستی اور کبیر پنتھ وغیرہ کی بھی تردید کی۔ ان کا کام یورپ میں انکی موت سے زیادہ مشہور ہوگیا تھا۔ جب سے کہ وہ میڈم بلیوٹسکی کے پھندے ہو کے جال میں پھنس گئے تھے۔ لیکن یہ حالت بہت تھوڑا عرصہ ہی رہی۔ اور جب سوامی جی نے اس کے اصل ارادے کو بھانپ لیا تو انہوں نے اس سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لیا۔ وہ بالکل کوئی مہاتما نہ تھی۔ جیسا کہ سوامی جی اسے سمجھے بیٹھے تھے۔ سوامی جی انگریزی نہ جانتے تھے۔ اور وہ سنسکرت بالکل نہ جانتی تھی۔ اس لئے اول ہی اول انہوں نے ایک دوسرے کو نہ سمجھا۔ لیکن جب ہی دونوں نے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جان لیا۔ یہ بات خواہ کیسے ہی ہو ہو ہی گیا۔

وہ یقیناً ایک معیاری مباحث تھے۔ ان کا دائرہ اثر دن بدن بڑھتا گیا۔ خاص کر خرچ کے مخالف لیکن پونا اور کلکتہ برہمن اپنے خطرناک حریف کو مروڑنے کے بجائے شبہ کرنے لگے۔ وہ آج تک ہی تو ہوگئے۔ لیکن ان کا پیرو جس کو مجموعی نام آریہ سماج ہے۔ اب بھی ہندوستان میں ایک بڑا ابھار اور ترقی کا نشان موجود ہے۔ یعنی تمام یوروپین اثرات سے بچا ہوا ہے۔

۱۲۔ مسٹر فریڈرک پنکاٹ۔ سوامی جی کی موت کی خبر سنکر مجھے بڑا سخت صدمہ ہوا۔ ہندوستان سے ان کی موت کے سبب ایک ایسا خلا ہوا ہے جسکا ثانی زمانہ مستقبل میں شاید کبھی نہیں ہوگا۔ چل بسا ہے۔

۱۳۔ مسٹر ای ہیریسن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ الہ آباد۔ اقتباس از فیصلہ مقدمہ سرکار بنام الارم موجودہ ۲۷ نومبر ۱۸۹۳ء۔ ہم ان اقتباسات سے کوئی نشان بغاوت کرنے کے واسطے اشتعال دینے کا نہیں پاتے۔ صرف ان میں اسباب کا افسوس ظاہر کیا گیا ہے کہ ہندو لوگ مذہبی اور اخلاقی وجوہات سے اتنی ماتحت قوم بنے ہوئے ہیں۔ عام خیال دیانند کی تعلیم کا مقصد زیادہ تر اصلاح کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ شاید یہ بات آخر گورنمنٹ دیسی ہاتھوں میں لائے جانیکا ہی مطلب ہو۔

دیانند نے یہ صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ موجودہ ہندوؤں میں سو عدد نقص موجود ہیں۔

۴۔ مسٹر رچرڈ ڈیبیو لوئسن اپنی کتاب موسومہ نیو سپرٹ ان انڈیا میں کہتے ہیں۔ لیکن ملک
دونوں فریق ریفارمر و کٹرپنتھی دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ وہ سوامی دیانند جی کے بتائے ہوئے
اصولوں کی پیروی کرتے ہیں۔ جو کہ پاکیزہ مفلسی کی زندگی جہاں تہاں گذارتے ہوئے
۱۸۸۳ء میں اجمیر میں رحلت فرما ہوئے۔ ان کی ساری زندگی بت پرستی کے کھنڈن۔ ذات
پات کے بندھنوں کی مخالفت۔ نیز بیدان کے تشبیہ مہاتمی کی رسومات اور کثیر التعداد
دیوتاؤں و دیگر مفروضات وغیرہ کی تردید میں گذری۔ جسکے ساتھ کہ کرور انسانی فطرت کی
رہنمائی خاص او تار الٰہی کو ملیچھ ہو لئے تھی۔
بھی لے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو شادی کی زنجیروں میں جکڑ دیوے۔ اسی بنا پر
بارہ سے فاخ کیا جانا منظور کیا۔ اور عالم شباب اور عنفوان جوانی کے سولہ برس اس نے شمالی
ہندوستان کے مختلف متبرک مقامات میں گھوم کر بسر کئے کبھی وہ تیرتھوں میں گذارتے اور
اس نے تبت کے برفانی پہاڑوں کو عبور کیا۔ گیان روپ جوگ سے دیا گل وہ جنگل ایسے
گورو کی تلاش میں پھیرا۔ آخر جسکے قدموں میں پڑ کر وہ تربیت ہو سکے تا آنکہ اسکو وہ گیان
اسے اپنی ویدوں سے میسر ہو گیا جن پر اس نے قبل ازیں دن رات غور و خوض کیا تھا۔
اصلاح کرنے کے جوش سے بھرا ہوا یہ دیانند بنارس و دیگر مذہبی علم کے مقامات میں ان
پنڈتوں کے ساتھ بحث مباحثہ کرتا رہا۔ جنہیں تاریک زمانوں نے مہاتما کی پوتر بانی کی تیز
روشنی کو دھندلا کر دیا ہوا تھا۔ شہر بشہر بڑی بڑی حاضریوں کے درمیان عام مباحثے ہوئے
دیانند جی تنہا اپنی دیانت سے پوپوں کی مجموعی مخالفت کا مقابلہ کرتا رہا جسے برہمن گورنمنٹ
کا مقامی افسر مقرر کیا گیا تھا۔ منظور جیہ مجلس وہ روحانی مناظرے کی لطافت و صداقت کے لحاظ سے جھگڑا
لیکن معلوم کرتے ہیں۔ سے انواع لیے۔ ...... یہ ایک ایسا کام تھا۔ جسے وہ اپنے تحریر کو
سادھوں کی تعلیم خاص طور پر پیدا نہیں کر سکتی۔ لیکن جیسا کہ ہمیشہ عمل میں آیا۔ وہ اسے بیدلو
کی اپنی کرتوت کی وجہ سے اس مذہبی فیصلہ کرنے کی شکل سے بچ گیا۔ جنہوں نے زبردستی
شکست کھانے کے خیال سے ذریعہ جلسہ کو برخاست کر دیا۔ لیکن بدقسمتی سے دیانند جی کا
یہ طریق کارگر دنی ہندوؤں کے توہمات اور مجلسی برائیوں کے کھنڈن تک ہی محدود نہ رہا بلکہ
اسی جوش و خروش کے ساتھ کھلی باتوں اور نیز واجب باہمی اراضی ناسوں پر بھی حملہ کرتا تھا
جو کہ عیسائیت اور اسلام کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اور اس نے متنوع مذہبی تبدیلی کو روک
دینے میں جو کامیابی حاصل کی اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عیسائی اور مسلمان مشنری سماج کو شبہ
سے بُری نظروں سے دیکھنے لگ گئے۔
۵۔ مسٹر جے رامزے میکڈانلڈ ایم پی۔ اپنی کتاب موسومہ اویکننگ آف انڈیا میں تحریر
کرتے ہیں۔ آریہ سماج خاص طور پر ایک مذہبی سوسائٹی ہے۔ اور اسکی بنیاد سوامی دیانند جی
کی تعلیم کی اشاعت کی غرض سے ہے۔ سوامی صاحب ان پاک شخصیتوں میں سے تھے۔ جو

ہندوؤں کی مذہبی زندگی کے دور میں ملوث ہوتی ہیں۔ سوامی دیانند کا انتقال ۱۸۸۳ء میں
اور ۱۸۸۳ء میں مسز بسنٹ ہوگئے۔ مگر ایک فقرہ میں سارا مطلب ادا کرنا ہو تو یہ ہے کہ اس کی
تعلیم کا رجحان ہندو مذہب کو پھر سے ویدوں کی پاکیزگی کی طرف لانا ہے۔ بہت بڑی تعداد میں ہندوؤں
کو بستی میں گرا دیا تھا اور ایک مجلسی بلاغی پیدا کر دی تھی۔ آریہ سماج ہندو دھرم کی اس
حالت اور سبھا کا ایک جزو ہے۔ چونکہ ہندوستان میں اکثر ہندو [illegible] ہے۔ آریہ
ویدوں کی عالمگیر تعلیم کے خواب دیکھتا ہے لیکن سوامی دیانند نے نہ صرف [illegible] ہی نہیں
بلکہ اصول بھی سکھلائے۔ اس کی تعلیم کا ایک حصہ یہ ہے کہ آریہ منتخب لوگ ہیں اور وید
کتاب مقدس ہے اور آریہ ورت منتخب سرزمین ہے۔ اس کی تقریر بہت پُر جوش تھی۔ اس کا
اثرات شعلہ انگیز تھا۔ ایک طرح سے وہ جنگجو مشنری تھے ارادہ کا دھنی۔ خیال کا آزاد مستقل
مزاج اور پاک صاف تھا اور یہی صفات اس نے اپنے پیروؤں کو دیں

۱۷- جارج مائیکل ایم ڈی لنڈن: میں یقین کرتا ہوں کہ آپ سے اس طرح مخاطب
ہونا گویا ایک سچے انسان سے گفتگو کرنا ہے۔ جو بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد اور
ایشور کے پیارے ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ میں جہاں تک کہ قابل ہوں آپ
مجھے اس لائق بنا دیں کہ میں سچائی کو جان لوں اور سب لوگوں کی خدمت کروں۔

پروفیسر ہیرالال ایم اے گورنمنٹ [illegible]: آپ نے [illegible] کالج [illegible] سوامی
میں سوامی جی کی بابت بڑا زبردست لیکچر دیا۔ سوامی جی کے کاموں پر زور دار الفاظ میں ریویو
کر کے آخر میں فرمایا۔ میں نے آپ کی توجہ کو ایک یا دو معنوں کی جانب مبذول کیا ہے جنہوں نے
کہ اس بڑے استاد کے دل کو اپنی طرف کھینچا۔ وہ اچھی تعلیم و تلقین سے بڑھ کر خود
مستقل المزاجی ثابت قدمی۔ میدان کا وہ دلیری نصیحت وقت کے لئے علم و [illegible] محبت اور ویدوں
کے قدیم دھرم کے لئے ان کا وہ پریم کا مجسم نمونہ تھا۔ ان کی تحریک سے ان کے پیروؤں نے جو درسگاہیں قائم
کیں۔ ان کی زندگی اور تعلیم کی مقبولیت کی زندہ شہادتیں ہیں

۱۸- ہندی پردیپ پریاگ

سمپادک پنڈت بال کرشن جی

ہم اسے یقیناً ہندوستان کی بدبختی کہیں گے۔ کہ اس کا ایک ایسا ہی خیر خواہ اس قدر جلدی
اچانک ہی یہ لوک سدھار گیا۔ مہرشی جیسا ایک مفکر جلیل القدر اور تمام دھارمی پنڈتوں
کے جو اس کی حقیقی اغراض کی اصلیت کو سمجھنے کے بالکل ہی ناقابل تھے۔ کوئی بھی اس [illegible]
موت پر خوش نہ ہوگا۔ آریہ سماج کا ایک بازو ٹوٹ گیا۔ سرسوتی دیوی کے خزانے لٹ
گئے۔ ہماری گری ہوئی سوسائٹی کی اصلاح کا دروازہ ٹوٹ گیا۔ ہندوستان کی ہندی
فلاسفی کے سچے دھنی سب یکجا ہیں۔ جن کا کہ بڑے بڑے لائق پنڈت بھی صرف [illegible]
کرتے تھے۔ جو اس کی معلومات سے محض ناآشنا تھے اس میں چلی ہے بادلی (

وہ اشتہار جہاں تک کہ صرف پاٹھ کا تعلق ہے۔ سنسکرت کی عبادت شخص پر لکھی گئی پر عمل
کرتے تھے۔ مگر مقصد پاٹھ کا اس کے مفہوم سے کیا تعلق ہے؟ یہ صرف اسی عبادت پرستی کی
سعی کا نتیجہ ہے۔ کہ سب جاتیوں اور حالات ورنوں کے لوگ اس کو سمجھنے تک تھے ہیں
اس لئے اعتقاد و بیدوں کی صحت میں ایک نیا جذبہ لگانے کے لئے سکتے ہیں اشتہار مستعد
پائے جاتے ہیں۔ جو کہ اس کی تہ تک پہنچ کر بیان کرنے کے خواہش مند ہیں۔ کہ ایسی
کیسے کیسے لعل و گوہر چھپے ہوئے ہیں۔ ویدوں کی پوری پوری منزلت و حیثیت کے
علاوہ اس نے ہندو سماج کی گتھی پڑی جو رسوم کو سدھارنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کیا۔ اب کہ سوامی جی گذر گئے ہیں۔ لوگ اس کی قدر و قیمت کو سمجھیں گے۔ جیسا کہ
ایک ضرب المثل ہے۔ انسان کی قدر اس کی موت کے بعد ہوتی ہے۔ اسی طرح سوامی جی
جنہوں نے کہ ایک بیٹے گرو کو محض کانچ کا ٹکڑا سمجھ لیا تھا۔ جو چاہیں سکتے تھے
مگر ہم تو انگریزی زبان اصول کی پیروی کرتے ہوئے سوامی دیانند جی کی تعریف کے
راگ الاپتے رہیں گے۔

وہ سوامی جس نے ہندوستان کی اصلاح کے لئے دل پر شگفتہ رکھے تھے اسے
ہائے ہائے آج ہی غریب ہوگیا۔ افسوس!!! وہ جہاز جس نے ویدوں کو ٹکڑا دوسر
کرتا تھا۔ چلا گیا! ہائے!!! ہائے!!! پاک سوامی!! آپ اتنی جلدی کیوں چلے گئے؟
کہ جہاز علم کے بادبان کو دوسروں کے حوالے میں دے دیا۔ ہائے دنیا کے سمندر!!!
حقیقی راحت کے بادل! ہندوستان کی مقدس ہوئی سرزمین کو اپنے علم کی سیر اور
فیض رساں تعلیم و تلقین کے ذریعے ٹھنڈا کر کے کہاں چلے گئے ہو۔ ہائے افسوس ہا
ہاں۔ کہ عمر دو چار [illegible] سوسائٹی میں ایسی سادہ لوحی سے ترقی یافتہ تی
کی روح پھونکی۔ کیا آپ کو اس بات کا علم نہ تھا۔ کہ بے رحم وقت نے ہندوستان کو
ناقابل علاج مصیبت میں غرق کرنے کے لئے برہمنوں کو پالیسی؟ ویدوں کے مطالعہ
اور گیان سے محروم کر کے عیاشی آرام طلبی اور شکم پروری میں غلطاں چھوڑ دیا ہے
کھتری تو اس قدر تباہ و خستہ حال ہو گئے ہیں۔ کہ بالکل ہی نکمے ہو گئے ہیں۔ ہم کسی جگہ
پہنچیں تو دیکھ لیں۔ حرب و ضرب کے استعمال کو علم وحشیانہ ہیں۔ [illegible]
جو فطرتاً ان کا اس طرح بہ وصف تھا۔ جیسے کہ آگ کی گرمی صفت ہے ہمیں ملتے تھے۔
ویدک کے بزرگوں کے ساتھ میل و ملاپ کرتے تھے جنگل کے رہنے اور جنگلی بھی
ترقی کرتے کرتے جنگجو اور بہت بہادروں کے عالی مرتبوں تک پہنچ گئے۔ اور دیوتوں
کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ اب ان میں اس قدر نقص و کمزوریاں ہیں۔ کہ قدرتاً بڑی
بڑی بہادر طبیعتیں ان کی صحبت میں زنانہ مرد بن جاتی ہیں۔ جہاں کہ شمشیر جیسے
جانبازوں کی جماعت و راج دھنی کی صحبت ہوتی تھی۔ آج بازو مجرے کرنے والی رنڈیوں
کے گیت سننے میں وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ آپ نے دیانند جی!! اس عجیب و غریب

بے رحم وقت کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتے جو سب بے کھٹکے ہنود جیسے طور و طریق اختیار
کیجئے۔ آپ نے اس بات پر مطلق توجہ نہیں کی کہ ظالم وقت آ جائے کے ارادے
دنیا انسانوں کے برتنے کا موقع دے گا بھی یا نہیں۔ یہ پوشیدہ وقت کس کو دکھاتے
دانشمند جو لیڈر ہو گزرے ہیں پیچھے رہ گئے کوشش کر اپنے آپ کو چھپا لیتے تھے۔ اب کس
طرح سے اچھے ٹیلوں پر بیٹھ کر اپنی قوم کو بلایا کریں گے؟

شکر ہے دو روٹی کے جو راج ہنس کی چھوٹی زبانیں کہلاتے ہیں۔ اور جنہوں نے اس ظالم پیٹ کی
خاطر آپ کو اپنا دشمن جانا اور ہر جگہ کانیں کانیں کرتے پھرے۔ اب وہ کس طرح سے اپنے
دلوں میں خوش ہو کر ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔
کہ جب تک آپ کا دم میں دم رہا۔ آپ نے لٹکے پھرتے سے آرام نہ کیا۔ بلکہ جس
ہر جگہ ہندوستان کے بچے اور ترقی کے لئے لگاتار کوشش سے کام کرتے رہے۔
کیا آپ بھی ان مہنتوں اور مندروں کے پجاریوں کی طرح عیاشی جسمانی آرام کے
خواہش مند ہو سکتے تھے۔ دولت میں پہنچانے کے یقینی ذرائع اور آسمانی خوشیوں کے
دل منظور ہونے کا حق کیا کچھ تھا۔ تو کیا آپ جیتی جانی سالوں سے ہزاروں مال اکٹھا کر کے
اور چیلوں کے جھرمٹ اور دولت آگے کر کر اپنے تابع بنا لیتے۔ ہمارا نا لائق
تھے۔ اور سچے گیان اور خود فراموشی کا دیا اور ہمیشہ اس کے برابر روشنی کنول
کے چاند! آپ کہاں سے ہر ہے جذبات والے کہ ہو سکے عبارت میں لکھتے کیسے
آ نمودار ہوئے۔ افسوس۔ اگر یورپ کے کسی حصہ میں آپ کا پاک جسم بحیثیت ایک
مولود کے ظاہر ہوتا۔ تو بے شک ترقی کا سیا پن سے جو زینہ بنا لیتے۔ جب کہ آپ ترقی کے
پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے بنا رہے تھے۔ اور تمام ملک آپ کا معاون و مددگار ہو جاتا
وہ نہ صرف آپ کے متبرک نام کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے۔ بلکہ وہ اپنے طریق زندگی
کو زیادہ سے زیادہ روشن بنا لیتے۔ تا کہ ایک مرکزی ہستی دیانند سے کئی دیانند خوش
اور شیوں کے روپ میں نمودار ہوں۔ دیو ارتی کو وہ قیمتی امرت آپ کا وہ بے نظیر
ہوتا جو آپ برہمنوں کی کوٹھڑی سے نکال نکال کر ہر ایک آدمی کو بانٹتے پھرتے تھے۔
کیسی بدنصیبی ہے! ہم اس بات کا کس طرح سے اعتبار کر لیں۔ کہ کوئی دوسرا شخص اتنا
بہادر نکلے گا کہ آپ کے اس بھاری بوجھ کو اٹھا سکے۔ اور تلوار کی تیز دھار پر چلے
ہم اسے بخوبی جانتے ہیں۔ کہ آپ اس لئے بھی وہ جہالت قسمت کی تاریکی کے
ٹھکرانے کو کر رہے تھے چلے گئے۔ جس نے اس بھارت کو پیدا کر دیا۔ کسی قابل نیک
شخص کو نہ دیا۔ ہائے! ہندوستان کے علم و عقل کے جنگل پر حکومت کرنے والے
شیر ببر! اس ویران جنگل پر کوئی بادشاہ چھوڑ کے بغیر اس قدر جلدی کیوں جان
دیئے۔ کیا آسمانوں میں بھی کسی ترجمانی پھرنے والے کا چرچا تھا۔ جس کا قلع قمع کرنے
کے لئے آپ ہم سے اس قدر جلدی چلے گئے؟ اور سچ مچ آپ کی پاکیزہ روح اس قابل

ہر دیوتوں کی سبھا کی سیر کا بس جیتے سوامر واقع یہ ہے کہ آپ جیسی محب وطن مہان
ن کے خطرے اس فانی دنیا میں عرصے تک نہیں رہتے - اس بات کو پایہ ثبوت
پہنچانے کے لیے کتنے ہی کتب صاف صاف گواہی دیتے ہیں - جیسے کسی اشتہار
ناخت کے مریضوں کی قوت آخر کو بحال کرنے کے لیے حاذق حکیم یہ تریش دوائی
ل کرتے ہیں - ویسے ہی آپ نے بت پرستی وغیرہ پر سخت نکتہ چینی کا طریق استعمال
اکہ ان وقتوں کے مرجھائے ہوئے دلوں کو شگفتہ کریں - جو راہ راست سے منحرف ہو
ی فرائض سے گر چکے تھے - آپ کے زندہ رہنے کو ہی قدیم رشی سمجھ سکتے ہیں - جن کے
ماڈں کے آدھار پر آپ نے بڑے بڑے برت کو دھارن کیا - یا وہ عالی خیال محب وطن
ہو سکتے ہیں - جس کے عہدے پر متول کو تھی ترقی کی شعاعوں والے سورج سے منور کیا تھا -
اپنے تمام دوستوں سے غلطی کے لیے معافی مانگتے ہوئے آپ پرماتما سے دعا کرتا
ہے - کہ وہ ضد دوست ان کی تاریکی جہالت کو دور کرنے والے ودیا کا کوئی اور
نام پیدا کر سکے -

مہورما مہر تعلیم جی وایشٹ - مجھ جب سے کہ میں نے آپ کی زندگی اور آپ کی تبدیلی
ہو فی فلاسفی کے حالات کو پڑھا - اور ان پر غور کیا
ب سے میرے دل میں آپ کی طرف کچھ لکھنے کیلئے - وہاں اکثر رہتے تھے میری
ان مضبوط رسیوں سے جکڑی ہوئی آپ کی طرف کھنچی جا رہی ہے - جو کہ
ان آنکھوں سے نہیں دیکھ پڑتیں - لیکن جو کہ میرے روکنے سے رک بھی نہیں
- ست گیان کی تلاش میں میں بطور شش کے آپ کے پاس جو گورو ہو پہنچ رہا
پیارا تھا کو سویکار کیجئے - اور مجھ کو خوش قسمت بنا دیجئے کیونکہ میں اس سرچشمہ
ن کی پیاس سے ویاکل ہو رہا ہوں جو کہ سرب شکتیمان نے آپ کو دکھلایا ہے
..... یہ میری مجوزہ سادھو اور مخصوص تعلیم ہے - مجھے بتا دیں -
بے پیارے گورو جی میں اپنے آتما سے دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ محبت
ش کرتا ہوں - کہ آیا آپ اس طریق سے اور ان اصولوں سے جو کہ میں نے نامکمل
- ان چند الفاظ میں ظاہر کئے ہیں - اتفاق رائے کرتے ہیں - میں یقین کرتا ہوں
ایسی تیز بین دور اندیش ہے جو کہ اشیاء کی حقیقت دیکھنے کی عادی ہو اور دور
اسکی ہر چیز آپ کی نگاہ میں آ جاتی - اس کی اندرونی حقیقی ہستی کے اندر
سے والی جب بلا عزم یا بلا عزم ایسے ہدایا (جو کہ مادی نہیں ہے) اور اپنا کلام کرتے
جو کسی تعدد بھی نہیں تصدیق اور مستعد وہ اس کے لئے مجھے تحسین دے کر بھر دو
گے +

اگر آپ اس طرح اتفاق رائے کریں اور آپ کا آتما میری جانب مائل ہو

اور مجھے سہانا دیوسے - اور میں اپنے آپ کو نہایت ہی خوش قسمت انسان
اور میں جہاں تک ہوگا - اپنے آسمانی بڑے باپ کی شان کے موافق اور ا
بھجنوں کے بول اور خیالات کے ملانے کے الہامی کام کو لگاتار کرکے آپ کا
خدا کا مشکور ہونگا - بجا طریق سے آپ کا سب سے عمدہ شکریہ ادا ہو سکتا ہے
اسے پیارے اور معزز روحانی گورو - اسے سنا رکھیے اُن دعاؤں کو

جو بھارت کے کلٹ آنے میں جد وجہد کرتے ہیں - اگر آپ یہ سلسلہ چلا دیویں - اور
اپنی مدد اور برکت عطا کریں - میں یہ مانتا ہے وشواس کرکے یقین سے کہتا ہوں
نوجوانوں کے دعاؤں میں بہتر نتیجے کامیابی سے دیکھیں گے - اپنی مثال سے عالم یا
اپنا معتقد بنا کر سچائی اور امن اور روحانی پریم کی ایک نئی سلطنت قائم کر
جو کہ نسل انسانی نے پہلے کبھی نہ دیکھی - اور نہ ہی جس تک پہنچنا بھی ممکن جانا

میں اپنے اندر ایک پاک امن جلتی ہوئی آگ کا شعلہ پاتا ہوں - جو کہ مجھے
کی مثال سے زیادہ ہوتا اور طاقت دیگا - جس سے کہ میں ہندوستانی فلا -
کی روحانی روشنی کو مغرب میں پھیلا سکوں - جہاں عالم . . . . جہاں
اور انسان کی سب سے اعلے نہایت قیمتی اور ناقابل فنا مابعد کے متعلق کو
کے بڑے اثر کو روکنے کیلئے علم ویدانت کی اشد ضرورت ہے - ساتھ ہی
موجودہ نسل سے اور قریباً تمام دنیا میں آئی ہوئی بڑی بڑی نئی مجلسی و
یعنی عیاشی ناستک پن اور خیالزم میں غرق ہو رہی ہے - اگلی نسل کی تعلیم
کیلئے بھی اس کی ضرورت ہے - کیونکہ ایک جھوٹی تہذیب کا ورثہ دنیا پر چ
رہا ہے - جس سے انسان کی فطرت اور روشنی اور زندگی کے بڑے ذریعہ یعنی سورج
تیا تک پہنچنے میں سخت بدلی ہو رہی ہے - جس سے انسان کی روحانی فطرت تم ہو رہی
جس کے آپ سچے مجذوب اور ہم آپ کے مقابلے میں شیر خوار بچے ہیں -
اگر آپ میری تجویز اور دعا کے مطابق معاملہ زندگی سمجھا سکیں - تو میں
عاجزانہ طور پر آپ کی برکات کا طالب ہوں - خدا کی مرضی ہوگی -
اس کا اتنا ہی اور اس سے بھی زیادہ زور دار اثر ہوگا - جتنا کہ ہندوستانی
کی شکل میں آپ سے براہ راست میں نے بھاری مراد حاصل کی ہے -
اور اس دنیا میں میرے زندہ رہنے میں اب آپ کو الوداع کہتا ہوں - ا
کرتا ہوں - کہ آپ پر خداوند تعالے کی بڑی برکتیں ہمیشہ نازل ہوں - جس سے
اور کروڑوں انسانوں کے دونوں لوک سدھریں

۱۰ اے کرسٹینا ابرس (انگریزی نظم کا ترجمہ)

ہمیں ان کے روحانی پر اندھیرے
پردے میں ہندوستان کے قدیم
پر شوک سے ... اورستھا میں پڑے تھے - جس تا پہ کبھی دانائی کے انگور لگتے تھے

وہ بھی مرجھا گئی پڑی تھی۔

ستیہ کا سورج جہالت اور تاریکی، رسم و رواج کے بادلوں سے زرد پڑ رہا تھا۔ قوم جیسے رسم و رواج کی غلام بن چکی تھی۔ بالکل عقل کی جگہ تو جہالت گھر کر رہی تھی۔ اور بے رحم خلافت گیا تب ظالمانہ حکومت کر رہے تھے۔ کہ ہمالیہ کی بلند چوٹیوں سے ایک ایسی چمکتا شخصیت نمودار ہوئی۔ جس کا چہرہ مہتاب دن کی روشنی سے چمکتا تھا۔ اس نے شعلہ وید کی مشعل روشن اٹھا کر شعاع عقل سے رات کی تاریکی کو چھین بھن کر دیا۔ یعنی جس جگہ دیانند کی گرجنے والی آواز نے کام کیا۔ وہاں سچائی کی گونج نے اس خواب غفلت میں غلطاں سرزمین کو بلبلا کر چونکا دیا۔

۱۸ **پروفیسر میکس مولر صاحب** آریہ سماج لندن کی اوپننگ سبھا کے میر باتونہ نال کرشن ورما صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے ۱۸۸۳ء میں ایک چٹھی میکس مولر صاحب کو لکھی۔ جس کا جواب یہاں پر ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

آل سولس کالج آکسفورڈ

۱۴ / مئی ۱۸۸۳ء۔

جناب من!

لندن میں آریہ سماج کی میٹنگ میں مدد دینے اور میر مجلس بننے میں مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی ہوتی۔ میں جانتا ہوں۔ کہ دیانند سرسوتی کے ارادے نہایت ہی عمدہ تھے۔ اور اس نے اپنے ہم وطنوں کو بڑا ہی فائدہ پہنچایا ہے۔ اور اگر وہ زیادہ زندہ رہتا۔ تو اس سے بھی زیادہ پہنچاتا۔ زندگی کے بحال رہنے کی صورت میں جو کام اس نے کیا تھا۔ اُن کے پیرؤں کو وہی کچھ کرنا واجب ہے۔ اور ان کو صرف پیرو بننے پر اکتفا نہ کرکے۔ اس کام کی حد سے بھی آگے بڑھنا چاہیئے۔ جس حد تک وہ پہنچا۔

اگر میں اس کام میں کسی طرح بھی مدد دے سکوں۔ میں خوشی سے دونگا۔ مگر فی الحال میں آکسفورڈ میں۔ نئے اور نیٹو آنرس سکول کے پہلے امتحان کی نگرانی کر رہا ہوں جونہی کہ میں اس سے فارغ ہو جاؤنگا۔ مجھے اپنی بیٹی کے پاس جانا ہوگا۔ جو کہ اسے قبل انگلینڈ سے روانہ ہو چکی ہے۔ اور صرف اس امتحان کی خاطر نہیں جا سکا۔ ورنہ چلا گیا ہوتا۔ چونکہ میں اسی امتحان کیلئے محنت کر رہا ہوں۔ لہذا کوئی دن خالی نہیں جا سکتا۔ کسی آئندہ موقعہ پر ممبران آریہ سماج سے واقفیت حاصل کرنے مجھے بڑی ہی خوشی ہوگی۔ آپ کا صادق۔ میکس مولر ؔ

۲۲ **ہڈلے بولنجر** اسٹیشن ذیبیکا۔ سرسک ریلوے۔ متصل ٹکلا۔ روش ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء

ایڈیٹر ویدک میگزین

جناب من! آج کل روس میں پروفیسر میکس مولر کی تصنیف ہند کے متعلق کتب کے

قسم کی کتاب تیار ہو رہی ہے۔

اس سلسلہ میں وید اور اپنشد ہونگے۔ یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ ان کا ترجمہ سنسکرت کی بجائے انگریزی زبان سے کیا جائے۔ کیونکہ میکس مولر کا ترجمہ بعد ان کے بزرگوں کے ان تمام ترجموں سے اعلےٰ گنا جاتا ہے۔ جو یورپ کی زبانوں میں شائع ہوئے ہیں۔

اس کتاب کا مصنف میں خود ہوں۔ اور میکس مولر کے ترجموں سے پوری پوری واقفیت حاصل کر لی ہے۔ بدقسمتی سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ اگر روسی پبلک کو اس ترجمہ کے ذریعہ ویدوں کی واقفیت کرائی جائے۔ تو ویدوں میں کسی قسم کی دلچسپی پیدا نہ ہوگی۔ میکس مولر کے ترجمے میں مجھے بیہودہ گیان مہمل فقرات اور بہت کچھ وہ باتیں ملی ہیں۔ جو صاف نہیں ہیں۔

چونکہ میکس مولر کو سب سے زیادہ سنسکرت کا جاننے والا سمجھا جاتا ہے اسلئے اس کے ترجمے کی صحت کے متعلق کچھ شک کرنے پر میری طبیعت مائل نہ تھی۔ مگر جونہی کہ آج کل میں نے اپنشدوں کا ترجمہ کرنا شروع کیا۔ میں نے سوامی دیانند سرسوتی کی تصنیفات یعنی ستیارتھ پرکاش و بابو گنگا پرشاد کا سرچشمہ مذاہب اور سوامی وویکانند کی کلیات کا مطالعہ کیا۔ اور میں یہ بات معلوم کرکے حیران رہ گیا۔ کہ یہ نا خدا نہ صرف میکس مولر کو سب سے اچھا مترجم خیال کرتے ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ اس نے اکثر ویدوں اور اپنشدوں کے معنوں کو بالکل بگاڑ دیا ہے۔ اس وجہ سے میں ہندو ناخداؤں کی تفسیروں کا بغور مطالعہ کرنے کی طرف راغب ہوا۔ مگر بدقسمتی سے میں صرف مذکورہ بالا کتب سے آگاہ ہوں۔ اور یہ ویدوں کے ترجمے کو اچھی طرح سے مرتب کرنے میں بالکل ناکافی ہیں۔

پس اس لئے جناب من۔ میں آپ لوگوں سے اس کام میں امداد دینے کی التجا کرتا ہوں۔

جہاں تک کہ میں ویدوں کی مباحث کو سمجھتا ہوں۔ میں کہ اس قدر اعلےٰ خیال کرتا ہوں۔ کہ میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہونگا۔ اگر روسی پبلک کے سامنے بے ڈھب اور مہمل ترجموں کے ذریعہ سے واقفیت بہم پہنچاؤں۔ اور اس کے سارے ان فوائد کو اخذ نہ کروں۔ جو کہ ان کی تعلیم لوگوں کو دے سکتی ہے۔

براہ مہربانی مجھے ان انگریزی یا فرانسیسی کتابوں یا رسالوں کے نام بتانے سے انکار نہ کیجئے گا۔ جن کو میں حاصل کر سکتا ہوں۔ اور جن کی مدد سے میکس مولر کے ترجمے کی کسی طور پر غلط تاویل ہو۔

اس بارے میں ہر قسم کی اطلاع دہندہ کیلئے بڑا مشکور ہونگا۔

براہ مہربانی آپ خطوں کو مذکورہ بالا پتہ پر رجسٹری کرکے بھیجا کریں۔

آپ کا سچا - ہولی - ملے - بولنجر

نیو سٹیٹسمین لنڈن ۲۴ جون ۱۹۱۶ء جو ایک اعلیٰ پایہ کا اخبار سمجھا جاتا ہے۔ لکھتا ہے۔

بلاشبہ آریہ سماج پنجاب میں ایک زبردست حرکت دینے والی جماعت ہے جس کو ہم ہندوؤں کے رسم و رواج اور گھروں کے اصلاح کرنے والی "پروٹسٹنٹ باڈی" کہہ سکتے ہیں۔ بت پرستی سے نکال کر متبرک ویدوں کی طرف لانا اور زندگی سادہ بنانا اور ہندوستانیوں کے اندر آزادانہ طور پر سوچنے اور رہنے پر زور دینا اس کا کام تھا۔ اس کا بانی سوامی دیانند گجرات کا کاٹھیاواڑ کا ایک براہمن تھا جو انگریزی کے انقلاب سے بھی آشنا نہ تھا۔ ذات سے برہمن کام کے لحاظ سے سچا سادھو اور نیک آدمی تھا۔ نہایت ہی اصولوں پر قائم رہنے والا اور کسی قسم کا راضی نامہ (سمجھوتہ) پر نہ کرنے والا یہی وہ راجیکا جا رہا تھا۔ مغربی تہذیب اور زبان سے بالکل بے بہرہ۔ مگر سنسکرت کی متبرک کتابوں میں خوب ماہر۔ گجراتی اور بعد ازاں ہندی میں بڑی فصاحت اور بلاغت سے تقریر کرنے والا تھا۔ ۱۸۶۳ء اور ۱۸۸۳ء کے درمیان وہ شمالی اور وسطی ہندوستان میں ادھر ادھر گھومتا رہا۔ ٹھیک اس وقت جبکہ انگریزوں کے خیالات مادی سائنس اور تجارت میں خوش و خرم ہو رہے تھے۔ دیانند نے ایک اعلیٰ پایہ کی وحدانیت کا پرچار کیا۔ اور ایک روحانی عابدوں کی جماعت سدا اچھے رسم و رواج کے لئے کھڑی کر دی۔ جس میں زندگی کے سب حلقوں کیلئے سدا چار کے تحت نیم اور دیگر اچھے طریقے شامل کر دئے۔ بظاہر جس بات پر وہ بہت زور دیتا تھا۔ وہ دوبارہ ویدوں کی شرن میں جانا تھا۔ جن میں تمام علوم اور سچائیاں بیج روپ سے موجود ہیں۔ اس کی تعلیم جو ہم تک پہنچی ہے۔ وہ قابل ذکر ستیارتھ پرکاش کا انگریزی ترجمہ ہے۔ جو ان کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو اس کتاب کی کسی انگریز ودوان نے اور نہ کسی انگریزی اخبار نے سمالوچنا کی ہے۔ ۱۸۸۳ء میں ان کی موت کے بعد وہ تمام چھوٹے چھوٹے گروہ جو اس کی تعلیم کے زیر اثر آ چکے تھے۔ اتفاق کے مضبوط رشتے میں جکڑے ہوئے آریہ سماج کے روپ میں ظاہر ہوئے اور اس وقت سے مذہبی اور مجلسی تحریک کے پہلو سے برابر بڑھتے چلے

اخبارات نے سوامی جی کی موت پر اظہار افسوس کیا۔ دیش ہتیشی اجمیر۔ جگت واسی ہندی پردیپ پریاگ۔ بھارت بندھو علی گڑھ۔ سار سدھا ندھی کلکتہ۔ بھارت مترا کلکتہ۔ کوی وچن سدھا ... لاہور۔ دھرم دواکر کلکتہ۔ کشتری ہتکاری بنارس۔ بھارت مترا۔ آریہ درپن۔ آریہ سماچار۔ میرٹھ۔ انڈین امپائر کلکتہ۔ انڈین کرونیکل کلکتہ۔ ہندو مدراس۔ ٹریبیون پنجاب راولپنڈی۔ بنگالی کلکتہ۔ ہندو پیٹریاٹ کلکتہ۔ پائنیر الہ آباد۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور۔ تھیاسوفسٹ۔ انڈین مرر کلکتہ۔ گجرات مترا سورت۔ دی کیسری ... آریہ ورت۔ آریہ پترکا۔ گجراتی سوراشٹر درپن۔ راجپوتانہ گزٹ اجمیر۔ انجمن پنجاب لاہور۔ کوہ نور لاہور۔ وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ۔ قیصری جالندھر۔ آفتاب پنجاب

شری یُت اربند گھوش

سوامی دیانند - اُن کی شخصیت اور اُن کا کام

آئندہ نسلوں کو ہندوستان کی قومی بیداری کے سر سے پر قابلِ ذکر شخصیتوں کا جو مجمع عظیم نظر آتا رہے گا - اُن میں ایک شخصیت اس قسم کی ہے جو ایک مخصوص اور منفرد وجاہت کی بدولت بالکل ہی الگ نظر آتی ہے - وہ شخصیت جو اپنی طرز اور اپنے نوع کی وجہ سے عجیب تھی - نظیر کے طور پر یوں سمجھو کہ ایک شخص دیر تک پہاڑیوں کے سلسلے کے بیچوں بیچ گذرتا چلا جا رہا ہے - پہاڑیوں میں سے بعض زیادہ بلند بعض کم - مگر نہایت خوشنما سرسبز اور اپنی نمایاں اور عظیم بلندی کی بدولت نظر آتی ہیں - پھر ان سب میں ایک پہاڑی بالکل علیحدہ کھڑی ہے - بڑی عظیم الشان اور سنگ خارا کی بنی ہوئی - اُس کی چوٹی پر سبزہ نظر آتی ہے اور ایک اکیلا صنوبر درخت آسمان سے باتیں کر رہا ہے - اس پہاڑی کے اندر سے صاف شفاف پانی کا ایک چشمہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ بہتا ہوا وادی کی طرف جا رہا ہے مانو اُس وادی کی جان اور روح رواں ہے - یہ نقش ہے جو دیانند کی شخصیت میرے من پر ڈالتی ہے -

سرزمین کاٹھیاواڑ نے اس زبردست مجدد اور از سر نو جان ڈالنے والے کو جنم دیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عجیب سرزمین کی روح اور طبع کسی حد تک خود اُن کی روح میں بھی حلول کر گئی تھی - یعنی گرنار اور اس کی پہاڑیوں اور چٹانوں کی بعض خوبیاں - اُس سمندر کا سا جوش اور عظمت جو اس سرزمین کے کنارے تھپیڑے مارتا ہے - اور اُس انسانیت کا کچھ حصہ جو خیر آلود اور پاک فطرت سے تعلق رکھتی ہے - وہ بدن کے شکیل و جمیل تھے - جسم میں تازہ دم اور بڑی قوت رکھتے تھے - ان کے اندر فطرت خام مگر ترقی یافتہ حالت میں موجود تھی - جو نتیجہ میں قوتِ عظیم ثابت ہونے کے قابل تھی -

جب میں اس مہان شخصیت کے متعلق اپنے احساسات کو قلمبند کرتا اور مجھ پر اس شخصیت کا جو اثر پڑا ہے اور اُسے ایک معین صورت میں لانے کی کوشش کرتا ہوں تو مجھے اس کی زندگی اور کام کے دو خاص پہلوؤں سے ابتدا کرنی پڑتی ہے جن کی بدولت وہ اپنے معاصرین اور ہم جلیسوں سے نمایاں اہمیت رکھتے ہیں - دوسرے بڑے بڑے ہندوستانیوں نے زمانہ حال کے ہندوستان کی تیاری میں مدد دی ہے - اُن کا طرزِ عمل یہ رہا ہے کہ انہوں نے قوم کے نفسی مادہ میں اپنی شخصیت کو داخل کر دیا ہے - یعنی یوں سمجھئے کہ ایک بہتے ہوئے اور غیر معین مجموعہ میں اپنے آپ کو روحانی طریق پر حلول کر دیا ہے - جس کی بدولت وہ مجموعہ ایک دل منفیہ

کہ فطرت کی ایک عظیم اور باقاعدہ پیدائش کی صورت اختیار کر لیگا۔ وہ خود ایک ٹیکہ کی طرح اُس کے اندر داخل ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے اس کے اندر تحریک اور جوش کی ایک طاقت داخل کر دی ہے۔ جس سے کوئی نہ کوئی معین صورت پیدا ہونا یقینی ہے۔ ان کی یاد لوگوں کے دلوں میں اس طرح پر ہے کہ وہ بڑی بڑی روحیں اور بڑے بڑے اوقات تھے جو ہندوستان کی روح پر تاثر چھوڑے جاتے ہیں۔ وہ ہمارے اندر موجود ہیں۔ اور اُن کے بغیر ہم ایسے نہ ہوتے جیسے کہ آج کل ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کے متعلق ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں صاحب معاملہ کو فلاں صورت میں لانا چاہتے تھے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ صورت اُس روح کی اصلی جسمانیت تھی۔

راناڈے اور ویویکانند

مہادیو گوبند راناڈے کی مثال میں ہمیں اس عمل مخصوص کی ایک خاص صورت نظر آتی ہے۔ جو اس عظیم اور پیچیدہ ساخت کے لئے اس قدر ضروری ہے۔ اگر کوئی غیر ملکی شخص آج ہم سے پوچھے کہ اس مشہور ہند ماہر اقتصادیات (اکانومکس) مصلح (ریفارمر) اور محب وطن نے کیا کیا تھا کہ آج ہم اُسے اس قدر بلند رتبہ دیتے ہیں تو ہمیں اس کا جواب دینے میں سخت دشواری پیش آئیگی۔ ہمیں مردوں کے ایک گروہ کی تحریکوں کی طرف اشارہ کرنا پڑیگا جن کے اندر اس کی روح اور خیال ایک غیر معین صورت میں موجود ہے۔ اور نظام اشیاء میں مدد دیتا ہے۔ نہیں ہم سوائے اس کے اور کچھ نہ کر سکیں گے کہ زمانہ حال کے ہندوستان کی اُن عظیم صورتوں کا حوالہ دیں۔ جن میں اس کی سپرٹ کا جوش موجود ہے اور آخیر میں ہمیں ایک سوال اُلٹا سوال پوچھنے والے سے پوچھنا پڑیگا کہ مہادیو گوبند راناڈے کے بغیر آج مہاراشٹر کی کیا حالت ہوتی؟ اور مہاراشٹر کے بغیر ہندوستان کی کیا حقیقت ہوتی؟ لیکن راناڈے سے قطع نظر کر کے اُن کی طرف بھی دیکھا جائے جو روحیں اور چیزوں پر اپنا اثر ڈالنے میں اس قدر وسیع اور پھیلنے والے نہ تھے اور جو ایک خاص تحریک اور طرز عمل کو پیش نظر رکھ کر کام کرنے والے تھے تو میرے دل پر اصولاً وہی اثر پڑتا ہے جو راناڈے کی شخصیت کا۔ سوامی ویویکانند کو لو۔ ہندوستان میں اگر کوئی زبردست روحانی تحریک ہے تو وہ اُس کی تھی۔ مر گیا تھا۔ مرنے میں تیس برس تھا۔ مگر اپنے بعد وہ جو معین کام نتیجہ کے طور پر چھوڑ گیا ہے۔ وہ اُس کی تحریک اور عظمت کے تناسب سے بالکل ناکافی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا اثر اب بھی ہمارے اندر کام کر رہا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ کیونکر؟ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ جس نے ابھی تک کوئی معین صورت اختیار نہیں کی۔ مگر وہ عظیم الشان۔ رفیع اور ہندوستان کی روح کو ابھارنے والی ہے۔ پس ہم کہتے ہیں، کہ ویویکانند اب بھی اپنی ماں کی روح میں موجود ہے۔ اور اس کا وجود ماں کے بچوں کی زندگی میں پایا جاتا ہے۔ یہی حالت سب کی ہے

نہ صرف یہ لوگ اپنے معینہ کاموں سے بہت بڑے ہیں۔ بلکہ اس کا دائرہ اثر اس قدر وسیع اور غیر معین ہے کہ اس کا کسی باقاعدہ کام سے جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہوں کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔

سوامی دیانند کا کام

مگر دیانند کے کام کا طریقہ اس سے بہت مختلف تھا۔ اس نے اپنے آپ کو بے ضابطہ طور پر اشیاء کی غیر معین صورت میں حلول نہیں کر دیا۔ بلکہ ہر عمل اور حرف پر اپنا اثر اس طرح ڈالا گویا کاغذ پر کوئی چیز منقوش کر کے اس کا نقش پیدا کر دیا جائے۔ یہ وہ شخص تھا جس کے باقاعدہ کام اس کے بدن روحانی کے بچے ہیں بڑے خوشنما۔ صحت مند اور طاقت سے بھرے ہوئے یعنی بعینہ اپنے خالق کی تصویر کے مطابق۔ یہ شخص صاف طور پر اور اچھی طرح سے اس کام کو سمجھتا تھا۔ جس کے کرنے کے لئے اسے بھیجا گیا تھا۔ اس نے اپنے لئے خود مصالحہ چُنا۔ ایک شاہانہ روحانیت کے ساتھ حالت قائم کی۔ اور پیدائشی کام کرنے والے کی طرح زبردست اقتدار کے ساتھ اپنے خیال کو عملی صورت دی۔ جب میں پرماتما کے کارخانہ میں اس زبردست صناع کی صنعت کو عالم تخیل میں دیکھتا ہوں تو میرے دل پر اس قسم کی تصویریں نقش ہوتی چلی جاتی ہیں۔ جو سب جدوجہد۔ کام۔ استقلال اور فتح سے تعلق رکھتی ہیں میرے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ شخص روشنی کا سپاہی تھا۔ پرماتما کی دنیا کے جنگجو مرد عمل اور انسٹی ٹیوشنوں کا نقاش اور ان تمام مشکلات کا دلیر اور زبردست فاتح تھا جو مادہ کی طرف سے روحانیت کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ ان تمام باتوں کا اثر میرے دل پر روحانی عملیت کا ہوتا ہے۔ ہر چند کہ عام طور پر یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے سے جدا اور بے تعلق سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم دیانند کی ترکیب میں ابتدا اور بنیاد ہی انہی سے ہوئی تھی۔

زبردست شخصیت

اگر ہم اس کام کی اصلی نوعیت کو بھی محسوس نہ کریں جو اس نے کیا۔ تو محض یہ امر کہ اس نے . اس سپرٹ میں کیا۔ اور اس کے کام کے یہ اثرات ثابت ہوئے۔ اس بات کے لئے کافی ہے کہ اسے قومی ہستی کے بانیان عظیم میں جگہ دی جائے۔ اس نے ہمارے قومی کیریکٹر میں ایک قدیم آرین عنصر داخل کیا۔ جس کی بدولت ہمارے اندر دوسرا امتیاز پیدا ہوا ہے۔ جو پہلے کا راز ہے۔ ہم اثرات کی ایک لہر میں رہتے ہیں وہ اثرات ہمارے اندر سے گزرتے اور ہمیں تیار کرتے ہیں۔ ان اثرات کی بدولت کوئی نہ کوئی صورت تیار ہوتی ہے۔ اور کام کا کوئی نتیجہ ظہور میں آتا ہے۔ باقی حصہ پھر یہ کہہ کر ان اثرات کی زد میں جا ملتا ہے۔ ہمارے طریق عمل غیر معین ہیں۔ ہم اپنے [illegible]

حالات اور مقامی اثرات کے مطابق بناتے ہیں۔ اگر ہمارے اندر جوش اور کڑا ہونے کی خواہش بھی ہو تو بھی نرم اور موقعہ سے کام لینے والے رہتے ہیں۔ مگر دیانند کی خوبی یہ تھی کہ اُس کے اندر جو باتیں داخل ہوئیں۔ انہیں کام میں لاکر اُس نے اس قسم کی معین صورت دی جو اُس کے خیال میں صحیح تھی۔ اور پھر خارج کر کے انہیں صحیح صورت میں لانے کی کوشش کی۔ اس کے اندر جو باتیں ہمیں جنگجویانہ اور ہندوستانہ نظر آتی ہیں وہ دراصل اس کی اُس خوبیِ یقین ہی کا ایک جز تھیں۔ وہ نہ صرف قدرت کے زبردست ہاتھ کے مطابق کام کرنے والا تھا۔ بلکہ اپنے اُس حق و اختیار سے بھی کام لیتا تھا کہ ہستی اور قدرت ایک قسم کا مصالحہ ہیں۔ جن سے حسب منشا کام لیا جا سکتا ہے۔ ہمیں جن کے اندر مردانگی اور تحریک کا ناکافی ذخیرہ ہے۔ اب بھی اس مہاپُرش کی روح سے کبھی نظر آتی ہے "اے استریو! غیر معین اور لامحدود طریق پر ترقی کرنے پر قانع نہ رہو۔ بلکہ دیکھو۔ پرماتما تمہیں کیا بنانا چاہتا ہے۔ اس الہامی روشنی میں اس بات کا فیصلہ کرو کہ تم نے کس درجہ تک ترقی کرنی ہے۔ اور اس کے بعد اپنے لئے زندگی کے سنگلاخ میں سے راستہ طیار کرو۔ تم تفکر (سوچنے والے) رہو۔ مگر عامل (کام کرنے والے) بھی بنو۔ روح تو تم ہو مگر دیہی بن کر دکھاؤ۔ پرماتما کے آدھین رہو۔ مگر قدرت کے سر پر بن جاؤ" دراصل وہ خود بھی ایسا ہی تھا۔ پرماتما اس کی روح میں نواس کرتا تھا۔ آنکھوں میں تخیل اور ہاتھوں میں بل تھا۔ جس کی مدد سے وہ اپنے خیال کے موجب زندگی کی چٹان میں سے راستہ تیار کرتا تھا۔ وہ خود بھی سنگ تراش تھا۔ اور جس طرح سنگ تراش کو کسی خاص صورت میں لانے کے لئے بڑے بڑے ہتھوڑوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ ویسے ہی اُس نے کیا۔

کام کی اہمیت

دیانند کی زندگی میں ہمیشہ اُس روحانی طبیعت کا زبردست سرچشمہ نظر آتا رہے گا۔ اس کے ہر کام پر خود بخود پیدا ہونے والی طاقت اور فیصلہ کی قوت کا نقش موجود ہے اس شخص کی نظر کیسی عمیق اور وسیع تھی کہ جس نے ہندوستانی قومیت اور تہذیب کو از سر نو پیدا کرنے کے لئے اس کی جڑ تک پہنچنا ضروری سمجھا۔ یعنی یہ کہ اس کی جدید پیدائش کے لئے اس کے پہلے پھول سے تخم حاصل کیا جائے۔ اس شخص کی قوت ایسی زبردست تھی کہ جس نے اُس مقدس کتاب پر ہاتھ ڈالا۔ جس کا نام جاہلانہ شرح اور اُس کی روحانیت کے عمل کی بدولت مٹ چکا تھا۔ غلط فہمی کے باعث لوگ اسے محض وحشیوں کے زمانہ کی ایک پرانی تحریر سمجھنے لگے تھے۔ مگر اس شخص نے اُسے ایک ایسی چیز جانا۔ جس کے اندر اُن اسلاف کی گہری اور پُرجوش بصیرت موجود ہے جنہوں نے اس ملک اور قوم کو تیار کیا۔ اور سمجھا کہ یہ کتاب پرماتما کے علم۔ اور اس کی پرستش

اور . کام سے تعلق رکھتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ آیا سوامی دیانند کا وید بھاشیہ
اس بارہ میں فیصلہ کن تحریر سمجھی جائیگی۔ کیونکہ میرے خیال میں ابھی اس تحقیق اور حیرت
انگیز انکشاف کے بعض دیگر پہلوؤں کو معلوم کرنے کیلئے اور بھی نازک کام کی ضرورت
ہے۔ لیکن یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ضروری بات یہ ہے کہ انہوں نے بجا طور پر وید کو
ہندوستان کی ہستی کی چٹان قرار دیا۔ اور اپنے جری خیال سے کام لیکر اس چیز پر تعمیر
کام شروع کیا۔ جو اُن کی دُوربین نظر میں اپنے اندر شباب۔ مردانگی اور قومیت کی تعلیم رکھتی
تھی۔ ایک اور زبردست کام کرنے والا اور مہان پُرش رام موہن رائے ہو گزرا ہے۔
جس نے اپنا ہاتھ بنگال پر ڈالا۔ اور اُسے اُس خواب غفلت سے جس میں کہ وہ اپنے
دیہاتوں اور وہاں کے کھیتوں کے پاس پڑا ہوا تھا۔ بیدار کرکے عظیم نتائج پیدا کئے۔
وہ صرف اُپنشدوں تک ہی رہ گیا تھا۔ دیانند کی نظر اس سے دُور رس تھی۔ اُس
نے محسوس کیا کہ ہمارا اصلی بیج دراصل وید ہے۔ اس کے اندر قومی ذہانت موجود تھی۔
اُسے اُس نے روشن بنایا۔ اور اُسے اصُولِ ذہنی کے درجہ سے نکال کر عملیت کی صورت
دی۔ ان حالات میں جو کام بھی اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا بے حد قومی ہونا ضروری ہے

قومیت کی تعریف

قومی ہونے سے یہ مُراد نہیں کہ انسان ایک ہی جگہ ٹھہرا رہے۔ بلکہ زمانہ گذشتہ کے
ان نہایت اہم معاملہ کو لے کر اُسے موجودہ زندگی کے بہاؤ میں ڈال دینا تجدید اور
ترقی کے زبردست ذرائع میں سے ایک ہے۔ دیانند کا کام اسی اصُول کو پیش نظر
رکھتا ہے۔ اور وہ زمانہ گذشتہ کی روحانیت سے زمانہ حال کی ساخت میں جان
ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ زندگی کی طرح عملی کام میں بھی
زمانہ ماضی ہی کو اس کی پُوری قوت جب منبع سے نکلتے ہی بنیادی اصُول کے پاس
لے جا کر دوامی اور قابل تجدید کاموں میں لایا جاتا ہے۔
انسان کی طرح کام میں بھی خود روز معین محنت اور زوردار ساخت کی وہ قابلیت
پائی جاتی ہے جو مکمل صفائی۔ راستی اور صداقت کے اندرونی اصُول سے پیدا ہوتی
ہے۔ اس بات کے بغیر جو کچھ کہ معمولی پیچیدہ اور خطاوار انسانی طبقہ میں یہ عنقریب نادر سمجھا جاتا ہے
انسان کا اپنا من بالکل صاف ہو۔ وہ اپنے آپ سے اور دوسروں سے راست باز
سادہ رہے۔ اور اپنے کام کے معاملہ اور حالات میں دیانت داری سے کام لے۔
پوچھو تو آریہ کام کرنے والوں کی اصلی سپرٹ یہی ہے اور یہی زوردار کامیابی کا
بھی راز ہے۔ فطرت اپنے دروازہ پر ایک صاف۔ دیانتدارانہ اور صریح کھٹکھٹاہٹ
آواز کو سمجھتی اور پوری محنت اور توجہ سے اس کا پتہ دیتی ہے۔ یہ بہت اچھا ہے
کہ یہی سپرٹ اس کے مقلدوں اور معتقدوں میں پائی جاسکے۔ اور لوگوں کی ایک

جماعت موجود ہو جس کی نسبت یہ کہا جا سکے کہ جب کوئی کام ضروری اور درست سمجھا جائیگا تو اُسے کرنے والے اور اُس کے وسائل بھی مہیا ہو سکیں گے۔ اور وہ کام یقینی طور پر پُورا ہو جائے گا۔

ویدک تعلیم کا عنصر۔ راستی

صداقت ایک معمولی سی چیز ہے۔ مگر ہے بہت مشکل۔ لیکن یہی صداقت یا راستی ویدک تعلیم کا اساس تھی۔ یعنی یہ کہ صحیح تخیل۔ ارادہ اور فعل ہر چیز میں راستی موجود ہو۔ قدیم آریہ اخلاق کا جزو لازم یہ تھا کہ عملی صداقت۔ آرتیہ۔ صاف باطنی۔ سچی راستبازی صفائی اور قول و فعل میں جرأت سے کام لیا جائے۔ یہ باتیں پاک اور نہ بگڑی ہوئی تحریک کی علامات ہیں۔ یعنی اس بات کی کہ انسان ابھی فطرت سے بہت دور نہیں نکل گیا۔ یہ دنو سپتر کی امتیازی علامت ہے۔ یہ نقش تھا جو سوامی دیانند اپنے بعد چھوڑ گئے۔ اور ان کے کام کی نوعیت خود ان ہی کے نشان و علامات سے معلوم ہو سکتی ہے۔ پرماتما کرے کہ بالکل پاک۔ ان بگڑی اور بلا ترمیم ہندوستان میں کام کرتی رہے۔ اور ہمیں ان باتوں کے معیار حاصل کرنے میں مدد دے۔ جن کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یعنی پاک تحریک۔ شیع۔ صفائی قلب۔ مضبوط آنکھ مضبوط ہاتھ اور سب سے بڑھ کر اعلےٰ اور با اثر راستی ❊

مغربی مالاباری مشہور و معروف پارسی جنٹلمین [ایڈیٹر انڈین سپیکٹیٹر انگریزی ہفتہ وار پرچہ بمبئی ۱۰ نومبر] سوامی دیانند کو ہم اس کی تمام غلطیوں کے باوجود بھی آریہ ورت کا ایک ستون سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہمارا اُن سے خیال و عقیدہ کی تفصیل میں اختلاف رہا تاہم ایسا ہونے پر بھی ہم اس رویّہ کی برابر تعریف کرتے رہے۔ سوامی شنکر آچاریہ کی وفات کے بعد گجرات نے دیانند جیسا ایک زبردست اصلاح کرنے والا اصل باشندوں سے تا حال کوئی پیدا نہیں کیا۔ اور ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ فطرتی انتخاب و استعداد اور رعب و داب کی وسعت میں مذکور الذکر دیانند سوامی سے بہت سبقت لے گیا۔ ہمارے ہمعصر اس کو مشہور شنکر اچاریہ کے ہمپلہ رکھنے میں کوئی غلطی نہیں کرتے۔ غیر معمولی لیاقت کے ملبوس زندگی بھر میں صرف ایک معراج کا نشان رکھتے ہوئے دیانند سرسوتی نے اس قدر ترقی کی ہے۔ کہ آنے والی نسلیں ہمیشہ اس کی شکر گذار ہونگی۔ اس نے ملک کو جو فیض پہنچایا ہے۔ وہ کم و بیش اتساع کی صورت میں ہے۔ اس نے اپنی بہادرانہ طاقت کو بت پرستی کی تردید میں لگایا۔ اور ہر شخص جس نے ایک بار بھی اس کی تردید کی طاقت کو دیکھا۔ وہ تصدیق کریگا۔ کہ واقع میں وہ بڑا زبردست تھا۔ لیکن جس دل میں اور ہر طرح کی آتشی استعداد تھی۔ تعمیری قابلیت کم تھی۔ لہذا دیانند کے کام کو اس وقت تک ادھورا سمجھنا

چاہئے۔ جب تک کہ اس کا کوئی شاگرد اس کے بعد اٹھ کھڑا نہیں ہوتا۔ اور جو صرف برہمنوں کی غلطیوں کے خلاف جہاد جاری رکھے۔ بلکہ ویدک صداقت کی عمارت کی پھر تعمیر کرے۔ جو مرحوم بت شکن کا آخری منشا تھا۔ ہماری صدق دل سے پرارتھنا ہے۔ کہ ایشور کرے دیانند کے شاگردوں میں سے کوئی ایسا ہی ریفارمر ہو سکے جس پر دیانند کا رنگ چڑھا ہو۔

بابو سریندر ناتھ بنرجی مشہور بنگالی ریفارمر بنگالی (انگریزی ہفتہ واری) کلکتہ تحریر کرتا ہے پنڈت دیانند جی غیر معمولی شہرت کے مذہبی اُستاد تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارا مذہبی خیالات میں اُن سے اختلاف ہو۔ یا ہم اُن کی ویدوں کی تفسیر کو قبول نہ کریں۔ تو بھی بحیثیت اُستاد کے اس کی طاقت و سرگرمی سبقت لے جاتی ہوئی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ ایک یوگی اور رشی تھا۔ جس نے سنسار کو تیاگ دیا تھا۔ لیکن وہ ایسی دانائی سے بہرہ ور تھا۔ جو کسی دنیادی آدمی میں نہیں پائی جا سکتی۔ اس کی موت سے نہ صرف اس مذہبی جماعت کو جس کا وہ خود موجد و رواں تھا۔ ایک ایسا ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ بلکہ یہ کل اہالیان ملک کیلئے نقصان ہے۔ جو ہمیشہ علم پر ناز کریں گے۔ اور اس کے نام کو ہمیشہ محبت اور شکر گذاری کے ساتھ یاد کریں گے ۔

شری یت بال گنگا دھر جی تلک لاثانی مرہٹہ محب وطن۔ جو لوگ اختلاف رائے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ خواہ اس بات کو نہ مانیں۔ لیکن جن میں اپنے دشمن کی بھی خوبیوں کی داد دینے کا قابل تعریف حوصلہ ہے۔ وہ تسلیم کریں گے۔ کہ سوامی دیانند لیاقت سے معمور اور محققانہ مزاج کا تھا۔ اور وہ کہیں گے۔ کہ ایک جہاں پرستش بل ایسا ہندو دھرم سے گہری الفت کرنے والوں کو واجب تھا۔ کہ وہ اُس پر نکتہ چینی نہ کرتے۔ اگر زمانہ موافق ہوتا۔ تو آریہ دھرم کے آئین نے برہمنوں کے اصولوں پر غلبہ پا لیا ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ سوامی جی زیادہ کام سرانجام نہ دے سکے۔ نہ ہی اُن کی علمیت کی کافی قدر ہوئی۔ مگر اس کا کارن ہماری ہی سرد مہری تھی۔ ہمارے حکمران جو ہم سے بالکل مختلف مذہب رکھتے ہیں۔ انہی سے ہم سب کو یہ پوری آزادی ملی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ ہمارے درمیان کسی قسم کا کوئی قومی مذہب نہیں رہا ۔

دیوان بہادر آر رگھوناتھ راؤ ماخوذ از ویدک میگزین جلد ۳ نمبر ۱۔ سوامی دیانند نے مجلسی اور مذہبی اصلاح کے جاننے والے شمالی ہند میں ادھر اُدھر گھوم کر ان اشخاص سے صلاح و مشورہ کیا۔ جو کہ اس میدان میں پہلے کام کر چکے تھے۔ اس دورہ کے دوران میں سوامی جی میرے پاس اندور اسوقت

آئے۔ جب میں وہاں کا دیوان تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دیانند جی کا یہ خیال بالکل معقول تھا کہ کیول سنگتا و بھاگ ہی اصلی وید ہیں۔ برہمن گرنتھ صرف تفسیر یا بھاشیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

میں نے اُس کی تفسیروں کے ایک بڑے حصہ کو پڑھا۔ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ بحیثیت مجموعی اُن کے بھاشیہ درست تھے۔ اور نہایت قدیم بھاشیوں کے مطابق ہونے سے سب سے زیادہ مستند بھاشیہ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دیانند جی مجھے سب سے زیادہ غیر معمولی شخص جان پڑے وہ سچے معنوں میں اعلےٰ انسان تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ایماندار اور راست باز تھے۔ اور اُن تمام صفات کی مجسم تصویر تھے جو کسی شخص کو لیڈر بناتی ہیں ؀

پروفیسر رنگاچاریہ ایم اے مدراس سوامی دیانند در حقیقت ہندوستان کے مشہور اشخاص کے آسمان میں ایک چمکتے ہوئے ستارے تھے۔ آریہ سماج کا مدعا جنگی منصوبہ یا یوں کہو کہ ایک جارحانہ مہم تھی۔ اس غرض کیلئے کہ عیسائیت کے خطرناک دشمن کو نکال دیں جو ہندو باغ دکھا دکھا کر ورغلاتا تھا سوامی دیانند شری شنکراچاریہ کی مانند زمانہ کی رفتار کیساتھ ساتھ چلتے تھے۔ ہندو دھرم کی حقیقی خوبیوں کو دنیا پر آشکارا کرنے میں سوامی جی کامیاب ہوئے اور اس نے عیاں کر دیا۔ کہ ہندو دھرم مجلسی ترقی اور آزادی کے تمام اعلےٰ اور پاکیزہ اغراض کو پورا کر سکتا ہے جس کا اپنی نیک نامی کیلئے دعوےٰ بت شکن مذہب اسلام جمہوریت کے حامی عیسائی کرتے تھے۔ سوامی دیانند پرشارتھ دینے والی طاقت کا زبردست مرکز ثابت ہوا۔ اُس نے سماج اور اخلاق میں برابری پیدا کرنے اور ان لوگوں میں جو اس کی تعلیم کو ماننے والے تھے۔ حوصلہ اور جوش پیدا اور انتظام بھاؤ کا بیج ڈالنے کی کوشش کی ؀

انڈین ایمپائر (انگریزی ہفتہ وار) کلکتہ ۴ نومبر سوامی دیانند سرسوتی کی موت کا بیان کرنا ایک غمزدہ فرض ہے۔ آپ آریہ سماج کے مشہور بانی مبانی اور اپنے وقت کے ہندوؤں کے ریفارمروں کے سرتاج تھے۔ یہ رنج دہ واقعہ اجمیر میں گذشتہ منگل کو ہوا۔ آپ کے ماتم کرنے والے ہموطن آپ کی وسیع علمیت بحث مباحثہ کی زبردست طاقت اور بے عیب آزادانہ رویہ کو فخر سے یاد کیا کریں گے۔

ہندو پیٹریٹ (انگریزی ہفتہ واری) کلکتہ ۷ نومبر افسوس ہے کہ ہمیں ہندوستان کے دو بڑے فاضل سنسکرت

پنڈت دیانند سرسوتی اور پنڈت لیکھرام مرحوم کی موت کا ذکر کرنا پڑا۔ اول الذکر ایک بڑے ہی ممتاز ودوان تھے۔ مگر آپ وید منتروں کی ایسی نئی تفسیریں کیا کرتے تھے۔ جو عموماً پرانے پنڈتوں کے درمیان پرچلت تفسیروں کے مطابق نہ ہوتی تھیں۔ وہ سنسکرت میں ہی گفتگو کرتے تھے۔ اور اس مردہ زبان کو آپ عجیب طور پر دھارا پرواہ روانی سے بول سکتے تھے۔ پنڈت لیکھرام ایک ممتاز اپدیشک تھے۔

انڈین کرانیکل (انگریزی ہفتہ وار) بانکی پور ۵ نومبر ۱۸۸۳ء سوامی دیانند جی اپنے زمانہ کے علم و فضل کے ایک کامل استاد اور سنسکرت زبان کے ایک فاضل اجل۔ ایک بہادر انسان تھا۔ میل و ملاقات میں خوش خلق تھے۔ آپ میں ایک بڑے مذہبی استاد کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ اور درحقیقت مذہبی اصلاح کیلئے جو آریہ سماج کا مقصد ہے وہ کوئی تھوڑی دیر رہنے والا نہیں تھا۔ ہندوستان کے روحانی مستقبل کے فیصلہ کرنے میں اس کی آواز ضرور کارگر ثابت ہوگی۔ ہندو دھرم کو از سر نو پاکیزگی عطا کرنے اور اس کو میل کچیل کے ڈھیر سے جس میں کہ اس وقت کے برہمنوں نے اس کو دھکیل دیا تھا۔ الگ کرنا دیانند سرسوتی کا خاص مدعا تھا۔

دی ہیرلڈ (انگریزی ہفتہ وار) کلکتہ ۳ نومبر ۱۸۸۳ء پنڈت دیانند سرسوتی کے مذہب کو اگرچہ ہم نہیں مانتے تاہم ہمدردی کے مستحق ہے۔ اور ہم ان کی تعریف کرتے ہیں۔ اگرچہ مغربی علوم کی واقفیت اس کے دل میں سرایت نہ کر سکی تھیں۔ تاہم آپ کے ملک کے تعلیم یافتہ بڑے روشن یافتہ تھے۔ یہ آپ کی تحصیل کردہ تعلیم سے انجان تھے۔ لیکن آپ کی آزادی و روشن ضمیری نے کھینچے تھے۔ بھگوان آپ کی آتما کو شانتی دے۔

انڈین میرر (انگریزی ہفتہ وار) کلکتہ ۱۱ نومبر ۱۸۸۳ء قطع نظر اصلی عقیدہ و خیالات کے جو مرزوقی تھیں۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس ملک میں بت پرستی اور رسوم کے رواج کو دلی نفرت کرنے والا ایسا مشہور آدمی سے بڑھ کر کبھی کوئی نہیں ہوا۔ ان خرابیوں کا آپ نے بڑی بے باکی جرأت اور استقلال سے مقابلہ کیا۔ آپ کے بہت سے منصوبے ابھی پورے نہیں ہوئے تھے اور آپ کی زندگی کا مشن ابھی نامکمل تھا۔ ایشور کے اس بھید کو ہم نہیں سمجھ سکتے جو اس [illegible] اچانک اور بے وقت کوچ کیا ہو۔ [illegible] کی آخری [illegible] یہی تھی کہ اپنے کام کو اس کی پاک مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ جس نے کہ اس کو اپنے پاس بلایا تھا۔ کیا ہی اچھا ہو اسی پیارے [illegible] ہمارے تمام عملوں کو [illegible] کرے۔

سنجیونی (بنگالی ہفتہ واری) کلکتہ ۳ نومبر ۱۸۸۳ء کہتے ہیں کہ بارہا آدمیوں نے چند مرتبہ (سوامی دیانند) کی زندگی لینے کی کوشش کی۔ مگر اس نے اپنی حسن لیاقت سے اپنے دشمنوں کو نیچا دکھایا۔ اور کوئی بھی اس کو نقصان نہ پہنچا سکا۔ کئی موقعوں پر آپ ایسی اعلےٰ تقریریں کرتے تھے۔ کہ مخالف بھی عش عش کرنے لگے۔ کون ایسا شخص ہے جو اس قابل تعریف شخص کی موت پر آنسو بہانے سے رکیگا ۔

ہندو آبزرور (انگریزی ہفتہ واری) مدراس ۸ نومبر ۱۸۸۳ء سوامی دیانند سنسکرت کا ایک نامور عالم و فاضل تھا۔ اصلاح کی مد میں بڑی مستعدی سے کام کرنے والا تھا۔ اُس کی موت سے ملک بھر کو نقصان پہنچا ہے ۔

دی تھنکر (انگریزی ہفتہ واری) مدراس ۱۱ نومبر سنسکرت کے عمدہ فاضل سوامی دیانند سرسوتی کی موت کی خبر سن کر ہمیں بڑا ہی رنج ہوا ہے۔ آپ کے ذاتی دوستوں اور پیروؤں کو ہم دل سے تسلی کے الفاظ بھیجتے ہیں جن کے دلوں کو آپ کی موت کی خبر بیشک وشبہ سخت صدمہ پہنچائیگی ۔

گجرات مترا اینگلو گجراتی سورت ۱۱ نومبر سوامی دیانند ویدک الہام کا ایک معقول پیرو وکیل یا پیرو ہو۔ کو یا اپنے زمانے کے مذہبی اصلاح کنندوں میں سے سب سے بڑی شخصیت بھارت سے جاتی رہی اس بات میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ کہ آپ نے بھاشیہ کا جو بڑا کام کیا ہے۔ وہ کہاں تک صحیح اور قابل قدر ہے۔ کون شخص ہے۔ جو پنجاب پلیٹ فارم پر آپ کی گہری دلسوز دیانتداری۔ انصاف بھری فصیح تقریر کا تو یگانہ جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کے اغراض کی صداقت ارادے کی پختگی دلی بھاؤں کا مردانہ وار اظہار سرل سوبھاؤ زندہ چلن و عمل اپنے ملک کو توہمات و جہالت بت پرستی اور نمائشی بے معنی رسومات کے گڑھے سے نکالنے کیلئے آپکے حقیقی حب الوطنی سے بھرے ہوئے دلی جوش سے کون انکاری ہو سکتا ہے ۔

دین بندھو اینگلو مراٹھی (ہفتہ واری) بمبئی ۴ نومبر سوامی دیانند بڑا ہی لائق و قابل شخص تھا۔ اور ان کے مذہبی معلومات بہت ہی وسیع تھے۔ آپ کی موت آپ کے رشتہ داروں دوستوں۔ شاگردوں اور مذہبی دنیا کو خصوصاً ایک بڑا صدمہ پہنچائے گی ۔

دی گجراتی (گجراتی ہفتہ واری) بمبئی نومبر ۱۸۸۳ء | آپ (سوامی دیانند) کے مذہبی خیالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں لیکن ہندوستان کے مختلف حصوں میں سماجوں کے قائم کرنے سے جن کا کہ مرکز شمال میں تھا۔ جو اصلاح کی جس جاگ اٹھی تھی۔ مدہم پڑ جائیگی۔ ان سماجوں کو آپ کی بے وقت موت سے ایک ایسا دھکا لگیگا۔ جس سے وہ ڈانواں ڈول ہو ںگی۔

جام جمشید (گجراتی روزانہ) نومبر ۱۸۸۳ء | ہندوستان کے بڑے ہی خیر خواہ اور ویدوں کے عالم با فاضل (دیانند سرسوتی) کی بے وقت موت پر ہر ایک شخص جو کہ مرحوم کے نیک کاموں سے آگاہ ہے ہمارے ساتھ رنج میں شامل ہوگا۔

دی سماچار (گجراتی ہفتہ واری) بمبئی نومبر ۱۸۸۳ء | سوامی جی کے مذہبی خیالات مطبوعہ ویدوں کے احکام و موجودہ وقت کی اولاد کی سپرٹ کے مطابق تھے۔ وہ بت پرستی کے رسم و رواج کا بڑا ہی سخت مخالف تھا۔ اور آپ نے اپنی کوششوں کو ہندو سماج کے بت پرستی کے قلع قمع کرنے میں صرف کیا۔ وہ اسی سلطنت کے مختلف حصوں میں سماجوں کے قائم کرنے والا تھا۔ جو مذہبی و مجلسی رسوم کی اصلاح کیلئے قائم کیگئی ہیں۔ لہذا ایسے لائق اور مذہبی اصلاح کرنے والے کی موت سے اس قوم کو بڑا ہی نقصان پہنچا ہے۔ اس کے ہموطنوں کو اس مشہور و معروف اصلاح کرنے والے کی یادگار قائم کرنے کیلئے بڑی سرگرمی دکھانی چاہیئے۔

وکٹوریا پیپر (اردو میں تین بار شایع ہونیوالا) سیالکوٹ نومبر ۱۸۸۳ء | سوامی دیانند سرسوتی کی سوانحعمری کو شایع کرنے کی اشد ضرورت ہے آریہ سماج کے ممبروں کو اس طرف اپنی توجہ ضرور مبذول کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ایسے مہا پرش کی زندگی کے واقعات شایع کیے جانے کے لائق ہیں۔ ہمارے ہمعصر دیش اپکارک نے اس مضمون کا اشتہار بھی شایع کیا ہے۔ اور ہمیں یقین ہے۔ کہ اس کی سرانجام دہی میں مہاتما امداد دیں گے۔ اور اس سے عوام الناس بھی مستفید ہونگے۔

ریجنیریٹر آف آریہ ورت لاہور ۱۰ نومبر ۱۸۸۳ء | سوامی دیانند کیا تھا؟ سچے معنوں میں ایک اصلاح کنندہ۔ وہ نہ صرف اپنے ہموطنوں کیلئے محسوس کرتا تھا۔ اور اپنے جذبات کا اظہار کرتا تھا۔ دیکھا۔ ایک انسان کی بہتری اور زمانہ کے سرد و گرم اور تغیرات

برداشت کرتا تھا۔ آئندہ آنے والی نسلیں جن اشخاص کو شہرت کے مندر میں شاندار جگہ دیں گی۔ ان میں سب سے اول جگہ سوامی دیانند سرسوتی کی ہوگی

اودھ اخبار لکھنؤ ۸ نومبر ۱۸۸۳ء } اگرچہ سوامی دیانند سرسوتی کے خیالات کو عوام الناس نے قبول نہیں کیا۔ تاہم ہندو مذہب کی اصلاح کرنے کے جو ذرائع انہوں نے اختیار کئے تھے۔ مدت مدید تک یاد کئے جائیں گے۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ کہ ان کی موت سے ہندوستان اپنے سب سے بڑے مشہور ذی علم فاضل کو کھو بیٹھا ہے۔

شیو پرتاپ آف بمبئی (مرہٹی ہفتہ واری ۱۹ نومبر ۱۸۸۳ء) سوامی دیانند۔ اپنے ملک کی بہتری کے لئے کام کرنے کی دلی آرزو رکھتے تھے۔ انہوں نے آریہ سماج کی کئی ایک شاخیں قائم کیں۔ گو کسی کو ان کی تمام تعلیم کو تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ان کی بعض خوبیوں کے ہم شاکی ہیں۔ وہ ایک عالم تقریر میں بہت مشہور ہیں۔ ان کی شکل و صورت بڑی رعب والی اور ان کی آواز بڑی پُرزور تھی۔ آپ میں ایک فصیح مقرر کی تمام ضروری خوبیاں موجود تھیں۔

راست گفتار بمبئی ۴ نومبر ۱۸۸۳ء } اس سے پہلے دیانند جیسی اصلاح کنندہ نے پرچار کی خاطر جگہ جگہ پھرتے ہیں ...... اتنی تکلیف برداشت نہیں کی۔ ہمیں کوئی اور ایسا آدمی دکھلائی نہیں دیتا۔ جو دلی سچائی اور ایمانداری سے سوامی دیانند کی طرح سب لوگ کی بھلائی کرنا چاہتا ہو۔

دی ٹریبیون (انگریزی ہفتہ واری) لاہور ۳ و ۱۰۔ نومبر ۱۸۸۳ء } یہ قیاس سے باہر لینا غلطی ہوگا۔ کہ مرحوم سوامی دیانند نے جو کام کیا وہ صرف آریہ سماج کی چار دیواری میں محدود ہے جن اصولوں کا وہ پرچار کرتے تھے۔ وہ دور دراز تک پھیل گئے ہیں۔ اور انہوں نے عوام الناس کی رائوں کے اندر ایک بڑا انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اگرچہ ہم ان کی ہر ایک بات یا خیال سے متفق نہیں ہیں۔ تو بھی ہمیں ماننا پڑتا ہے۔ کہ وہ بڑی قابلیت کے انسان تھے۔ وہ ایسے اعلیٰ پایہ کا ذہن رکھتے تھے کہ انہوں نے اپنی ذہانت کی اعلیٰ طاقت سے اپنے شاستروں پر بحثیں کیں ۔ بڑے بھاری علم جانی کو دور کر دیا۔

ہمیں معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کہ ان کے پیرو انوں نے ان کی یادگار کو مستقل کرنے کی خاطر ایک اینگلو ویدک کالج کے قائم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ اس قسم کے کالج کو مستقل زندگی کرنے کی خاطر زر کثیر کی حاجت پڑے گی۔ مگر ہمیں امید ہے۔ کہ [illegible] سرمایہ [illegible] سے ہی قسم کا فنڈ با آسانی سے جمع ہو جائیگا۔ ساتھ ہی ہماری تجویز یہ ہے۔ کہ سوامی جی کے کسی لائق شاگرد کو ان کی زندگی

کے صحیح حالات (سچا جیون چرتر) لکھنا چاہیئے۔ جو خیالات بہ طرز تحریر کی غلطیات
سے بالاتر ہو۔ اور ہمارے سامنے اُس کی آتما کو اصلی روپ میں رکھے ۔

پنجاب ٹائمز (انگریزی ہفتہ واری) راولپنڈی - ۱۰ - نومبر | کہ وہ ایک راست باز اور کامل محب وطن
تھا۔ اور اسی ایک ہی بات سے وہ اپنے ہموطنوں کی شکرگذاری کا مستحق ہے۔ وہ اپنے
اور کامل علم اور تحقیقات جو شنکراچاریہ اور اس کے ہمعصروں کے زمانہ سے کم ہی
آدمیوں میں پائی گئی ہے۔ سوامی دیانند میں موجود تھیں۔ علاوہ ازیں اُس میں وہ کام
کی ذہانت اور ثابت قدمی بھی تھی۔ جو ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس گذرے ہوئے زمانہ میں اس
ملک کے آدمیوں میں شاذ و نادر ہی ہوتی تھی۔ اس کے اصول و مذہب سے خواہ ہمارا کتنا
ہی اختلاف ہو۔ تاہم اس بات کا کھلے طور پر اقبال نہ کرنا تنگ دلی کی حد کو تجاوز کرنا
ہے۔ کہ وہ ان سب سے اونچا جا پہنچا ہوا تھا۔ جو کہ بھارت نے پیدا کئے۔ اس لحاظ
سے بھارت ورش کو اس کی موت پر ماتم کرنا بجا ہے ۔

بھارت بندھو علی گڑھ | ہمیں یہ سن کر بڑا ہی رنج ہوا ہے۔ کہ شری سوامی دیانند سرسوتی جی ۳۰ - اکتوبر ۱۸۸۳ء مطابق کاتک بدی
۳۰ سمبت ۱۹۴۰ کو سورگ باش ہو گئے ہیں۔ ایسے عالم شخص کے اس دنیا سے کوچ کر جانے سے
ہند کی بدبختی دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے۔ شری بال شاستری کی موت کا صدمہ ابھی
تازہ ہی تھا۔ جبکہ جلدی ہی ہم پر یہ دوسری مصیبت آ نازل ہوئی۔ جس نے گویا
ہمارے زخموں پر نمک کا سا کام کیا۔ اب ہم کسی ایسے شخص کو نہیں پاتے۔ جس میں
کہ سوامی جی کی بے مثال ذکر صفات۔ یعنی بلند ہمتی سبھاؤ کا جذب و کشش کرنے کی قابلیت
پائی جاتی ہو۔ سوامی جی نے اس بات کو بہت اچھی طرح سے مسلمانوں پر ثابت کر دیا تھا
کہ اسلام کے مقابلہ میں آریہ دھرم زیادہ پاکیزہ و قدیم ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ
بڑے بڑے مولوی جو عربی اور فارسی کے ماہر تھے۔ ان کو سوامی دیانند کی فصاحت
لاجواب کر دیتی تھی۔ آپ کی واقفیت اس قدر ترو تازہ رہتی تھی۔ کہ صرف سوال اٹھانے
کی دیر ہوتی تھی۔ جبکہ مدلل اور باثبوت واضح طور پر جواب مل جاتا تھا۔ تقریر۔۔ اور بھا
پر پرچھا ڈالنے میں کوئی پنڈت آپ سے نگاہ نہ ملا سکتا تھا۔

ایسے ہی اس نے عیسائیوں کو ثابت کر دیا۔ کہ آریہ دھرم اُن کے مذہب سے بالاتر
اور افضل ہے۔ یہ افریقیوں کے ساتھ کئی موقعوں پر بحث مباحثوں سے مسلم ہو گیا۔
انگلینڈ اور ملکوں میں اس کے خیالات کی اس قدر تعریف ہوئی۔ جو کسی دوسرے کے حصہ میں
نہیں آئی۔ حال میں کسی دوسرے پنڈت نے ویدوں کا بھاشیہ نہیں کیا۔ اگرچہ اس کے
ترجمہ کا ہمارے قدیم آچاریوں سے کئی ایک جگہوں پر اختلاف ہے۔ مگر اس کی وقعت کچھ

سچی کا ثبوت ہے۔ جس کی ہم تعریف کرتے ہیں۔ اسی پہلو سے ہم ہندوستانیوں کو دیانند کو اپنے ملک کا باعث زینت سمجھنا چاہئے مگر موت بڑی ہی زبردست اور طاقت ور ہے۔ وہ اپنے شکاروں کو ہڑپ کرنے کے بعد تھتے کرتے میں ہی نہیں آتی ۔

سوامی دیانند سرسوتی پر چند خیالات !

جو پروفیسر ہری لال بھٹ ایم۔ اے جونا گڑھ نے بہاؤ دین کالج ڈیبیٹنگ سوسائٹی میں بطور میر مجلس کے ظاہر کئے۔

ناظرین کی توجہ میں آج کے لیکچر کی طرف مبذول کرتا ہوں۔ سوامی دیانند سرسوتی کا وطن مالوف کاٹھیاواڑ نہیں تھا۔ اس کے پُرزور پرچار کا معنی خیز نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہمیں آج پنجاب اور یو۔پی میں بیشمار تعلیمی اور صنعتی درسگاہیں ملتی ہیں۔ افسوس کا مقام ہے۔ کہ ایسے شخص کو اتیین کرنے والا تعریف اُس کو بھول گیا۔ کم از کم ہماری موجودہ نسل نے تعلیم کی اہمیت کو سمجھا۔ اور ہم لوگوں کی رگوں میں نئی طاقت کے از سر نو پیدا ہو گئی ہے۔ زمانہ مستقبل کی ضروریات کو مہیا کرنے کیلئے تعلیمی اور صنعتی درسگاہوں کو قائم کرنے میں اس مہا پُرش کے بہت ہی احسان مند ہیں۔ لاہور کا دیانند اینگلو ویدک کالج سیالکوٹ کی صنعتی درسگاہ کانگڑی کا گوروکل اور جالندھر کا لڑکیوں کا سکول ان میں سے ایک ایک انسٹیٹیوشن اس قسم کا ہے۔ جو ایثار نفسی اعلیٰ اخلاقی اغراض اپنے آدرش کی بے غرضانہ سرگرمی کی مجسم تصاویر سوامی جی کے پیرو کی ہیں۔ آؤ ہم اس کی زندگی کا مطالعہ کریں۔ ایک دو کا ملاحظہ کریں۔ تاکہ اس جادو کا راز معلوم کر سکیں جس سے اس جادو نے اپنے پیروں کو تسخیر کیا ہوا تھا۔ دیانند جی کی زندگی کی دو نمایاں باتیں ہر ایک کو متحیر کرتی ہیں۔ اور گجراتی و کاٹھیاواڑی ہندو کو ناگوار گزرتی ہیں۔ بت پرستی پر غیر ہندوؤں کو ہندوؤں کے ہم آغوش ہونے کی اجازت دینا اور اچھوت جاتیوں کی حالت کو سدھارنا ہیں۔ وہ ایک بت شکن تھا۔ اور اس نے موجودہ ذات پات کے بندھن کے خلاف جو اس کے خیال میں قبیح تھے۔ ایک جنگ برپا کی جو خاص کر دکن میں رائج ہے .... اس طور پر میں نے آپ کی توجہ کو ایک یا دو حصوں کی جانب مبذول کیا ہے۔ جنہوں نے کہ اس بڑے اُستاد کے دل کو اپنی طرف کھینچا۔ وہ اپنی تمام تعلیم و تلقین سے بڑھکر خود مستقل المزاجی ثابت قدمی دنیا کا نہ دلیری صداقت کیلئے کم نہ ہونے والی محبت اور آریوں کے قدیم دہرم کے لئے پیار کا وہ ہم کا مجسم نمونہ تھا۔ اس کی تحریک سے اس کے پیروؤں نے جو درسگاہیں قائم کیں وہ اس کی زندگی اور تعلیم کی دانائی اور اصلیت کی زندہ شہادتیں ہیں۔ ؎

سوامی جی کے عام اوصاف

(ایک واقف کی قلم سے) سوامی جی کا قد چھ فٹ لمبا تھا۔
اُن کا جسم قوی ہیکل۔ بہت موٹا۔ اُن کے تمام بال
منڈے ہوئے تھے۔ ایک چادر اُن کے اوپر کی پوشاک تھی۔ اور ایک ادھ دھوتی نیچے
کا لباس۔ وہ ایک کمبل پر بیٹھا کرتے۔ بہت مدت تک آپ کے ساتھ گفتگو میں مشغول رہنے سے
معلوم ہوا۔ کہ وہ اور سادھوؤں کی طرح کسی قسم کا نشہ نہیں استعمال کرتے تھے۔ ان کے
جسم کا رنگ گندمی مائل بسفیدی تھا۔ ان کی آنکھیں متوسط۔ پیشانی کشف والی۔ اُن کا
چہرہ سنجیدہ تھا۔ سو وہ جس پر ہمہ دم اُس سے ملنا پسند کرتے تھے۔ ان کا ذہن کسی قدر کشادہ
تھا۔ آواز سریلی۔ تلفظ صاف۔ سو صاف اُن کی طرز تقریر اونچی۔ صاف دھیمی اور اُن
کی تقریر فصیح و بلیغ اور تاثیر کرنے والی تھی۔ اُن کے سکھلانے کی طاقت نہایت ترغیب
دینے والی۔ اُن کی دلیل قائل کرنے والی اور قاطع مختصر اور معقول ہوتی تھی۔ ملن کی سمجھ
تیز زود رس اور قطعی ہوتی تھی۔ نظم و نثر کے لیے بیان بروقت ضرورت کرتے تھے۔ اُن کی قوت
حافظہ کی عجیب طاقت معلوم ہوتی تھی۔ مخالفین کے غصہ سے اُن کا دل کبھی بھی پراگندہ نہیں ہوتا
تھا۔ اُن کا چہرہ ہر حال میں سنجیدہ رہتا تھا۔ گالیوں کے عوض جب ان سے کبھی گالی اشارتاً یا
کنایتاً سرزد نہیں ہوتی تھی۔ ان کی شیریں زبان کے باعث اُن کے مخالفین بھی تعریف پر
مجبور ہوتے تھے۔ اُن کی گہری سنسکرت دانی پر ہندوستان کے عالم لوگ حیران ہوتے
تھے۔ اور نازک دلیل پر عیسائی و مسلمان بھی گھبرا جاتے تھے۔ تمام اصلاح کی باتوں پر اُن
کی رائے اچھی طرح قائم کردہ اور رفاہ عام پر مبنی تھی۔ تمام اعتراضات کا پہلے ہی سے منہ
بند کر دیا جاتا تھا۔ ان کی زبان انسان قدرتی اور اپنے خیالات کو اچھی طرح ظاہر کرنے
والی اور عام و خاص سننے والوں کے سمجھنے کے مطابق تھی۔ اُن کا ظاہر کرنے کا طریقہ ایسا
انتہائی عجیب اور دل کے بہلاؤ کے مطابق تھا۔ کہ سامعین دم بخود بڑی غور سے سنتے
تھے۔ اگرچہ اُن کی تشریح سے بعض اوقات سامعین ہنس پڑتے تھے۔ لیکن تاہم اُن کے
چہرے پر کسی قسم کا ظہور نہیں ہوتا تھا۔ سنجیدگی اور سرگرمی ہمیشہ خیالات کے ظاہر
کرنے میں دکھلائی جاتی تھی۔ اور کسی قسم کی غرض خواہ کیسی ہی ضروری کیوں نہ ہو۔ اُن
کو سچائی سے نہیں ہٹا سکتی تھی۔ پورے متوجہ ہونے کے سبب وہ بولنے والے کے مطلب
کو جلدی اور ٹھیک ٹھیک سمجھ جاتے تھے۔ اُن کی ہر دل عزیزی کے باعث نہایت کم
زبان آدمی بھی اُن کے ساتھ بولنے کو آمادہ ہو جاتے تھے۔ وہ میل ملاپ میں بہت شائستہ
تھے۔ تمام کاموں میں نہایت ہی مستعد مزاج تھے۔ اُن کی وضع شائستگی سے آراستہ
تھی۔ اُن کے دل میں دنیاوی چمک دمک کی کوئی ہوس نہیں تھی۔ جب کبھی اُن کو
کمزوری پڑھنے کی صلاح دکھائی تھی۔ وہ نیک نیت صلاح کاروں سے کہتے تھے۔ کہ جو
کچھ مجھ میں کمی ہے۔ اُس کو آپ پورا کریں۔ اور کہتے تھے۔ کہ میں ان میں سے ہوں

نہیں چاہتے کتنا ہی علم کا فخر کیوں نہ ہو۔ بنی بننے کے لئے آمادہ نہیں ہونے کا جیسے
کہ بعض نکی مغز آدمیوں نے کیا ہے۔ انہوں نے سنسکرت پر ہی اپنی قناعت
ظاہر کی ۔ جب کہ بابو کیشب چندر سین سے اُن کی ملاقات ہوئی تھی۔

چونکہ سوامی جی خود بال برہم چاری تھے۔ اسواسطے اُن کا آتم سکھشا کے ساتھ ہی شاریرک
سکھشا پر بھی بہت دھیان رہتا تھا۔ وہ موجودہ زمانے کے مرجھائے آدمیوں کو حقیر کیڑوں کی
طرح کہا کرتے تھے۔ شاریرک تندرستی کا وہ خود نمونہ تھے۔ اسواسطے انہوں نے آریہ
سماج کے نیموں میں ایک نیم داخل کیا۔ کہ سنسار کا اپکار کرنا اس سماج کا مکھیہ اُدیشیہ
ہے یعنی شاریرک آتمک اور سماجک اُنتی کرنا۔ وہ ہمیشہ چار بجے صبح سے پہلے اُٹھ کر شوچ
سے فارغ ہو کر ہوا خوری کے واسطے جنگل میں جایا کرتے تھے۔ اور تین چار میل پھر کر واپس
آجاتے تھے۔ مگر پانچ یا آٹھ میل ہر روز پیادہ سفر کرتے تھے۔ اور جنگل میں ہی روزانہ ایک گھنٹہ
کے قریب یوگ کیا کرتے تھے۔ اُپدیش فرمانے کے بعد وہ عموماً جنگل میں ہی شوچ جایا کرتے
تھے۔ وہ جسمانی کثرت بھی کرتے۔ اور نہایت شور برہمچاری تھے۔ شادی شدہ جائز
استری سے بھی رِتو گامی ہونے کے سوائے وِشے بھوگ کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ وہ ویریہ رکھشا
کے بڑے حامی اور تندرستی بچانے کے بڑے مجدد اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے پورے
قدردان تھے۔ وہ دل سے چاہتے تھے۔ کہ شاریرک اور آتمک تندرستی سے سب لوگ
پورا فائدہ اٹھائیں۔ وہ ہر جگہ میووں کے ساتھ عموماً ایک بھاجی پسند کرتے تھے۔ وہ گھی
کو اچھی پوری خوراک سمجھتے تھے۔ وہ خود ایک دفعہ ہون کیا کرتے تھے۔ وہ ہر روز صبح کو جنگل
سے واپس آنے کے بعد ہتھیلی پر پانی رکھ کر ناک کی کھینچی ہوئی ناسکا میں چند بوندیں چڑھایا
کرتے تھے۔ اس کا طریقہ ایک ویدک جاننے والے سے مخفی نہیں ہے۔ اس کی بابت اُن کا خیال
تھا۔ کہ اس سے نظر تیز ہوتی اور دانت مضبوط ہوتے ہیں۔ وہ کھلی ہوا اور کھلے پانی اور
کشادہ جنگل اور کشادہ مکان اور کشادہ فضا کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور اسواسطے وہ تنگ
دل تنگ پیشانی اور تنگ مزاج نہیں تھے۔ آزردہ روی اُن سے دور تھی۔ اور رفاہ عام میں
اُن کی طبع کا میلان تھا۔ مگر کسی سے رنج و عداوت نہ تھی۔

اگرچہ پرچار زیادہ رہنے کے سبب آیوروید کے پرچار کرنے کو کافی فرصت نہیں تھی۔ مگر پھر بھی سنیاسی ہونے
کے سبب جہاں موقع ملا کسی کو فائدہ پہنچانے اور کسی مفید بات کو سیکھنے سے کبھی دریغ نہ کرتے۔ ۱۸۷۳ء
میں جب وہ کلکتہ گئے۔ تو وہاں آیوروید کے پرچار کی طرف زیادہ دلچسپی تھی۔ اور اس بارہ میں انہوں نے ڈاکٹر
مہندر لال سرکار سے کئی بار بہت بات چیت کی۔ چونکہ یوگ شاستر کا شاریرک حالت سے بھی زیادہ تعلق
ہے۔ اور انکو شروع سے ہی یوگ کا شوق تھا۔ بس شروع میں اسطرف انکی زیادہ توجہ رہی۔ اور جیسا
جو دنیا میں مشہور ہے کہ جو یوگی ہے وہ روگی نہیں ہوتا۔ اسکو ثابت کر دکھایا۔ جب تک کامل نیم انوسار
یوگ کرتے رہے۔ تب تک کبھی روگی نہیں ہوئے۔ مگر جب سے کامل نیم چھوڑ دیا۔ کبھی کبھی سفر میں

باب نہم متفرق حالات

ایک دفعہ ممالک مغربی و شمالی کے ایک مشہور نگر میں کسی سجن نے اُن سے کہا کہ سوامی جی آپ تو رشی ہیں۔ اُوتر میں سوامی جی کہنے لگے کہ رشیوں کے بعد میں مجھے رشی کہہ رہے ہو لیکن سچ جانو کہ اگر میں کنادرشی کے سمے میں اُتپن ہوتا تو اس وقت کے وِدوانوں میں بھی بمشکل گنا جاتا۔

ایک دفعہ سوامی جی کے ایک ودیارتھی نے آن کر کہا کہ مہاراج آج فلاں جگہ پر فلاں پنڈت مجھ سے اُلجھ کر اس طرح آپ کی نندا کرنے لگا۔ تب میں نے بھی اُس کو ایسے ایسے اُتر دیئے۔ یہ سُن آپ نے کرودھت ہو کر فرمایا کہ تیرا یہ کام تو کبھی پنڈتوں کے یوگ نہیں۔ مجھے یہ جگت برا بھلا کہتا اور ہمیشہ آدمی کی بھی نندا کرتے ہیں۔ تمہیں چوکا تو نہیں کیا چیز ہوں جس کی نندا تو نہ سن سکا۔ کبھی تجھ جیسے پُرش سے جگت کی بھلائی کی آشا نہیں ہو سکتی اس سے تو ہوشیار رہو۔

سوامی جی جب کبھی دیکھتے فلاں آدمی بار بار کہنے سے کئی بار سمجھانے پر بھی نندیت کام کرنا نہیں چھوڑتا تو آپ بے دھڑک اُن کو اُن کے کرم انوسار جیسے ودیا بلاس جی آدمی دشٹنوں سے نرادر بلکہ منشوں کی سبھا میں نکال دیتے پرنتو کبھی کنچت ماتر اُن کے پرسدھ ہونے پر آپ نے کچھ کوشش نہیں کی اسی طرح اپنے ویاکھیانوں کے بیچ میں سپشٹ پکار کر سوراج سبھا کے بیچ بھی کہہ دیا کہ ودیا ایک گنگا کے سمان پوتر ہے۔ اُس پر آسکت ہونا کتوں ہی کا کام ہے نہ اچھے منشوں کا۔ لالو پرسو ہت ہونے والے تو بے شک وشواس (خوف) اور کرتے ہی ہوتے ہیں غیر ادوں دھکار ہے ایسے لوگ جیوں پر۔

جب کبھی کہیں آپ سنتے کہ فلاں پنڈت گیا ہیں مونچھ منڈوا کر بیٹھ بدھان کر آیا ہے تو اُسی ساعت سماج پر مرشد آدمی کی سماجوں کو لکھ بھیجتے کہ وہ پاپا یہ ہے۔ اس کا اپدیش نہ سننا کبھی اثر نہیں کرے گا۔

آپ خوب جانتے تھے کہ منشی (اندرمن) جی اور اُن کے چیلے سرب پرکرتی کے منش پیدا بھیڑنے ہی کا جتنے کو دوڑیں گے پرنتو اس کا کچھ بھی خوف نہ کر کے سپشٹ سرو ترسب کو لکھ بھیجا کہ ان کا کیفیہ اسمت اور دوش پر ہے اس لئے کبھی کسی کو ان کا وشواس نہ کرنا چاہیئے۔

سوامی جی لوگ دویا کا سچا سروپ جانتے تھے وہ اُن کا تماشہ کرنا پاپ سمجھتے تھے سے سچا سادہن موکش کا مانتے ہوئے انہوں نے کبھی کی درخواست پر لوگ دویا کا تماشہ نہیں۔

کیا جاتا تھا ایک وار سیٹھ صاحب نے سوامی جی سے کہا کہ ہمیں کچھ لوگ کا
لے لوگ ہے دکھانے سے انکار کیا جیسے اُن کے حق کی صداقت پر شبہ وہ ثابت ہو رہا ہے +

الوپ نشد - اس کے متعلق بھارت متر میں لیکھ نکلا۔ سوامی جی نے فوراً
اس کا خلیہ [illegible] کرنے کو حسب ذیل لیکھ بھیجا جو چھپ گیا۔ سری یت بھارت متر سمپادک سمیپتیشو
مہاشے آپ کے سموت ۱۹۳۰ [illegible] شمسی [illegible] کے دن کے چھپے ہوئے پتر میں
جو دودھ سماچار کے دوسرے کوشٹ میں یہ چھپا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب کا مول اتھرو
وید ہے۔ سو بات اسنگت ہے کیونکہ اس کے نام و نشان کا ایک اکشر اتھرو وید میں نہیں ہے
جو شبد گرنتھ الوپ نشد نامک جو کہ مسلمانوں کی بادشاہی کے پیچھے کسی تھوڑا سا سنسکرت اور
عربی فارسی کے پڑھے والے نے چھوٹا سا گرنتھ بنایا ہے وہ بید یا کسی گرنتھ کے نیم
انوسار شبد ارتھ اور شبد سے انوکول نہیں ہے اور العمر رسول اکبر [illegible] شبد چاروں
بیدوں میں نہیں ہیں۔ کنتو اتھرو وید کا گوپتھ براہمن ہے۔ ان میں بھی یہ الوپ نشد تو کیا -
کنتو یہ دوکت شبد ماتر بھی نہیں ہے۔ پھر جو کوئی اس بات کا دعوے کرتا ہے وہ اتھرو وید
کی سنگھتا جو کہ بیس کانڈوں سے پورن ہے اتھوا اس کے گوپتھ براہمن میں ایک بھی
شبد دکھا دے کبھی نہیں دکھا سکیگا۔ یدی ایسا ہوتا تو اس پرشن کا کرنا بھی ہت
ہوتا۔ بغیا کھن پیچ سیچ کر ہو سکتا ہے۔ کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگا تیلی۔ ویدوں کے
آگے یہ گرنتھ ایسے ہیں۔ جیسے اتو رتن کے سامنے ٹھیکرا۔ یہ ایک بات ہی نہیں
ہے کنتو سوارتھی لوگوں نے ویدوں کے نام پر ایسے ایسے بہت سے گرنتھ بنا لئے
ہیں۔ جب تک ستھیا تو ویدوں کے دیکھنے سے بھاوت ودھ ہوتا ہے۔ یدی بالا دت شرما
ہیڈ ماسٹر ریاست [illegible] گوالیار کی بیان بالکے وشا سنزادتھ کریگی اچھا ہو گا اس
بات کے لئے یہاں سب وشاؤں کے دروازے کھلے ہیں +

پنڈت بھیم سین جی سوامی جی کی تصنیفات کے کام میں مدد دیتے اور پروف
دیکھتے تھے۔ وہ بعد میں ادیک کرم کیا تے یا سوارتھ سدھی کے دوش میں سماج
سے پرتھک ہوئے اور آریہ سماج کے کھلم کھلا دویشی بن گئے اس پر بعض لوگوں کی رائے
ہے آریہ سماج اپنے آدمیوں کی رکھشا نہ کرنے کا قصوروار سمجھا جاتا تھا۔ لیکن سماج
کے پرانے ممبر اچھی طرح جانتے تھے کہ دونوں میں پنڈت جی کبھی بھی دھرم کی خاطر آریہ نہیں
بنے تھے نہ اُن سے درڈھ آریہ پرش کی طرح کام کرنا کبھی ممکن تھا۔ جب سوامی جی کا شش
ہونے سے جو شہرت اُن کو حاصل ہو گئی تھی اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ بہت ہانی آگے پہنچا
سکتے تھے اور سدھانت وشے میں بہت گڑبڑ ہو سکتی تھی اگر اُن کے سوارتھ دوش ہو کر
[illegible] دودھ کرم کرانیکا دلیری اور جرأت سے نوٹس نہ لیا جاتا۔

ان کے علاوہ بڑی زبردست شہادت آریہ سماج کے حق وہ رائے ہے جو

جو سوامی جی خود اور اُن کے وقت کے دیگر کارکن عمل میں لاتے تھے وہ ظاہر کرتے تھے ۔ چنانچہ خاص خطوط کے حسب ذیل اقتباسات سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے ۔

(۱) سوامی آتمانند سرسوتی کا ۱۰ جون ۱۸۸۳ء کا خط کا نکلا ہے آیا ان کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

اور جودھپور میں کہاں تک براجیں گے اور بھیم سین کے ہونے سے آپ کے پاس کوئی نہیں رہیگا۔

خود پنڈت جی نے خط اشون شکل ۲ گرو وار سمت ۱۹۳۸ کو جو خط سوامی جی کو لکھا اس میں یہ الفاظ ہیں۔

جو وید بھاشیہ کا اشودھ منترا ان ویاکرن کے پستکوں کا بھی ہو ۔ تو میں بھاشا بنا سکتا ہوں کہ جتنی آپ چاہتے ہیں اور دیکھ کے پرسن رہیں مجھ کو بڑا افسوس ہے کہ آپ میرے کام کو دیکھتے ہیں ونیش رام آدی لوگوں نے جیسا کاشکا میں لکھا ہے ویسا ہی ان پستکوں میں لکھ دیا ہوگا تو کاشکا کا سنسکرت میں رکھ دیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ آپ میرے کام کو دیکھ کے ایک بار کہا بات ہے پیروں پرسن ہوئے ۔ تب انعام دیا اور کہنے لگے کہ اسے بھائی بھیم سین چاہے چھوڑ جاؤ ۔ یہ دیتے ہی تب براجیں میں چلتے سمے اس پر لگایا کچھ روشنی نہ کی ۔ اس کو مجھ کو ان جھوٹی باتوں سے کچھ پرو جن نہیں ۔ اب آپ جیسی آگیا دیویں میں کرنے کو اُدیت ہوں ۔ آگیا پالن بھی میں نے بہت دنوں سے کی اور اب بھی آپ جب کہیں گے ویسا ہی کرونگا ۔

اسی طرح ایک پروف پتر کے بارے میں دو صورتوں میں درج کیا گیا ہے ۔ ایک بھیم سین کا بھیجا ہوا ۔ اور دوسرا وہی پروف سوامی جی سے شدھ کیا ہوا ۔ ان میں بہت فرق ہے اس پر سوامی جی نے یہ الفاظ لکھے ۔

جو کوئی لوٹ داؤ گیا ہے شاستر ارتھ کھنڈن منڈن اور دھرم ادھرم شبدوں کا گیا ہے وہ ہم کو دکھلائے بنا کبھی نہ چھاپنا چاہیئے ۔ یہ میرے پاس بھیجا سو بہت اچھا کیا ۔ جو دکھلائے بنا چھاپ دیتے تو ہم کو ان کے ساتھ بہت شرم اٹھانا پڑتا ۔ بھیم سین جو ویاکرن آدی شاستروں کو پڑھا ہے ۔ اتنا ہی اس کا یاد نہیں ہے ۔ ایشور یہ بالکل نہیں اس کو اس بات کی خبر بھی نہیں ہے کہ اس لیکھ سے کیا کیا کہاں ورودھ ہو کر کیا کیا دوش پھیل جاتے اس لئے یہ نوٹ جیسا شودھ کے بھیجا ہے ویسا ہی چھپوانا اس کی پشت پر آئندہ کے لئے ہوشیار رہنے کی تاکید لکھی گئی ۔

ایک خط پنڈت بھیم سین نے پوہ کرشن ۱۰ سمت ۱۹۴۰ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۸۳ء کو پریاگ سے سوامی جی کو لکھا ۔ اس میں نہایت ناشائستہ طور پر سوامی جی کو نیچا دکھایا کہ میں بڑی کوشش کرتا ہوں کہ آپ کے چالیس پستکیں انشٹھ شرم ہو جاویں ۔ ۔ ۔ ۱ ۔ ۔ ہو ۔

کاغذ پر لالہ بھا رستم لال صاحب نے لکھوایا جو ویدک یتر الیہ کے انچارج تھے کہ
آپ نے جو بھیم سین کے وشئے لکھا تھا۔ سو اُس کو پڑھ کر وہ بہت اداس
ہوئے تھے۔ پر میں نے اُن کو سمجھا کر راضی کیا۔ آگے سوامی جی کو خیال دلایا ہے کہ
وہ سستی نہیں کرتا کام کرتا رہتا ہے صرف وہ ہے کہ اُسے تھوڑے روپیہ ملتے ہیں اور کئی ایک
کہیں تو دس۔ پنچم۔ یا پچیس تک میں جسے یہ لکھا ہے۔۔۔ آپ کی آگیا کا پالن کیا جائیگا
پرنتو یہ نہ لکھا رہے کہ ایک شخص مجبور ہے وا حامجوری کرتا ہے کیونکہ ایسے آپ شبہ
کے سننے سے اُس کی بدنامی آپ سے سبب جاتی ہے اور وہ کسی ہوکر وہ چلا جاتا ہے۔
منشی بھارسدی ۱۰ اگست ۱۸۸۱ء کو ظالم سنگھ جی ورما کا ایک خط آیا جس میں لکھا ہے
اکثر دھام مکہ بخشش کا ملنا دُرلبھ ہے یہ تو بہت ہی ٹھیک ہے اور میری تو پکّی
تو آپ کے سامنے صورت کو ایک دکھاتا ہے اور آپ کا فرمان میرے پرتکش سے بڑھ
کر ہے جن میں دونوں کس مشہور ہیں۔ پرنتو۔۔۔ کوئی لوپ نہیں کی ہے اور
اب تک کوئی کام آپ کے دور دورہ میں نہیں بگڑتا کیا یہی آپ کی مرضی ہو تو پھر بھی اب
کے بار اُن کے لکھنے اور پترکا کو دیکھ لیجئے۔ یہی آپ کی آگیا تو سارے نکال باہر
کیجئے آپ کی کچھ ہانی نہ ہوگی اُن کی ہانی اور ہنسی ہوگی۔ یہ ہی آپ کی یاد بھی اپنے کیے کو
بھول جائے تو پھر وشواس کبھی نہ کیجئے اور جو تر ادیکار دیکھ کر تو یہ بھی ... خواہش
کو اپنا بھی سمجھ کر آپ کو لکھونگا۔

اُن کے ساتھ ہی ... سدی ۱ اگست ۱۸۸۱ء کا پتر ظالم سنگھ جی کا لکھا ہوا
تو حسب ذیل الفاظ اس مضمون کے متعلق ملتے ہیں۔ اور بھیم سین کو میں نے
پتر آپکا آیا تھا سنا کر سمجھا دیا۔ انہوں نے اقرار کیا ہے کہ میں شرمیت بھی
آپ کی ناراضی کسی طرح سے نہ کرونگا۔ یہی کرینگے تو پہلے کئے کو پہنچیں گے۔

ایک پتر ۱۹ جنوری ۱۸۸۱ء کو ویدک یتر الیہ سے سوامی جی کو بھیجا گیا۔ اس میں
پنڈت جی کے وشئے میں یہ کچھ ملتا ہے۔۔۔۔ بھیم سین کے وشئے میں جو آپ نے
لکھا سو اُن کی پڑتال کو دیکھ واد دیتا ہوں۔ میں نے جو حرف پتر کیا ہے ... بیان
کے وشئے میں لکھا ہے یہ چھپا شدہ نہیں پرنتو بھاشا کے لائق بھاگ کو دیکھ
کر دیا ہے لکھا ہے۔ تب بھیم ورشر ویتی کے وشئے میں پھر وچار لینا اُن میں شنکا
سمان بہت ہیں اور ... نہیں لکھے جا سکتے ہیں تو جب آپ آئیں گے۔
تب آپ ہی کے سمکش چکیا سو ہو کر آونگا۔۔۔۔۔

بابو بھا درسنگھ لعل کا یکم جون ۱۸۸۳ء کا پتر بھی خاص اشارات پنڈت
جی کے وشئے میں دیتا ہے اس میں یہ الفاظ قابل غور ہیں اور ایک اور عجیب بات یہ ہوئی
کہ پنڈت دیوی پرشاد منتری آریہ سماج ایسے بگڑ گئے کہ سماج سے بھی نام کٹوا لیا۔

اور آپ کی بھی برائی کرنے لگے اور یہاں سے الپ بدھی پنڈت بھیم سین کو بھی بگاڑنے لگے۔ اُن سے وید کرتن پڑھنے کا ارمبھ کیا۔ سو پڑھنا پڑھانا تو کیا آپ کی بنائی ہوئی پستکوں میں بھیم سین سے اشدھیاں نکلوایا کرے اور ان کو ایسا کر سمجھا دیا کہ آپ سوامی جی سے بھی اُدھک بدھیمان پنڈت ہیں۔ اور پنڈت بھیم سین نٹ کھٹ نہیں ہے پر بھولا ہے سنسار کے چھل چھدر کچھ نہیں جانتا ہے۔ جیسے کوئی باتوں پر چڑھ جائے ویسا ہی چڑھ جاتا ہے دس تھا پندرہ دن تو کچھ کر دو رہا اور کسی سے نہیں بولا پشچات کر وہ کو شانت کیا اور تھوڑا ہیم سادھیت" اس شبد کو سمرن کی دونوں پنکتیوں کو سمجھانا آرمبھ کیا تھوڑے دن میں بھیم سین تو سیدھا ہو گیا۔

اس لیے خط کے یہ الفاظ پنڈت بھیم سین جی کی اندرونی اوستھا کا خاص اشارہ دیتے ہیں پر کار جوالا دت جی کے ایک لیے خط کا آخری فقرہ بھی قابل غور ہے وہ کیا ہے۔

بھیم سین۔۔۔۔ آپ نے اپنی ناراضی سے جواب دیدیا میری سمجھ میں منشی سمرتھ دان پہلی بدھک ہوگا۔

جوالا دت کو میں نے لکھا تھا سو اُنکو راضی تو ہو گیا پر تنخواہ کے واسطے پر پھیلاتا ہے نہ معلوم اپنی اچھا سے یا بھیم سین کے اشارے سے۔ لیکن جوالا دت کا کارڈ آپ کے پاس بھیجتا ہوں جیسی آگیا ہو لکھ بھیجیں جو مانگے جوالا دت کو دینگے وہ ہی بھیم سین کو بھی دینا پڑیگا

مذکورہ بالا کل اقتباسات سے زبردست بلکہ منشی سمرتھ دان کے پتر نمبر ۹۵۹ مورخہ ۱۹ اگست ۱۸۸۲ء (ویدبھاگ ہے) کے آخری حصہ میں حسب ذیل ملتا ہے یہ ایک پتر کی نقل آپ نے بھیجی ہے اس میں کسی نے اپنے اپادہ کنٹھ کرلئے ہیں۔ آپ نے کیوں نقل ہی بھیجی ہے۔ اس وشے میں کچھ لکھا نہیں ہے اور نقل بھی کسی کے ہاتھ کی ہیں پر یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتر پنڈت بھیم سین کا ہے جو میرا انومان ٹھیک ہے تو یہ بات اچھی ہوئی۔ بھیم سین نے اچھی دکھا دی اور آشا ہے کہ آپ بھی اُن سے اپادہ کنٹھ کر لیجئے مجھ کو تو اس پتر کے دیکھنے سے بڑا اندیشہ منشی کی پرکرتی بدلنا اور سادھیہ دشکل ہے پر تو ابھی وہیں سیدھو نہیں تو آشا ہے کچھ کال تک کام اچھا کریں گے"

ناظرین۔ کیا اوپر کی تحریر تمام پڑھ کے آپ فوراً نتیجہ نکالیں گے کہ پنڈت بھیم سین جی اپنی سادگی یا بغیر مستقل مزاجی یا معاملہ غرضیکہ کسی نہ کسی وجہ سے مہارشی سوامی جی کو اپسن رکھتے تھے۔ لیکن ان کے وشواس پاتر نہیں ہوتے اور کہ ایسے شخص کا سمان ستہ نرباہ نہ کر سکتا۔ کسی ایسی وجہ پر ہرگز بھی نہیں ہو سکتا۔ جس کی ذمہ داری آریہ سماج پر نہ ہو سکے +

جیون ست تتھا دیگر لیکھکوں کی تحقیق :- سوامی جی اور ان کے معاونوں کی کھوج میں جیون رام کو اپنا تھا۔ خاص کر بمبئی نواسیوں سے اس میں بڑی سہایتا دی جو ذیل کے اقتباسات سے بخوبی ظاہر ہیں۔ جو بمبئی کے پتروں سے دئے جاتے ہیں۔ یہاں ان کے پڑھنے سے اُن کی طرح سوامی جی کے دشمنوں اور اُن کے ممبروں کے ابھلاشی رہتے تھے بہی ذرّہ سے بڑھ کے پرارتھنا میں حامی کے لئے پر چندہ کرتے تھے۔ ان سب کا ذکر بھی تاریخ ۱۲ ستمبر ۱۸۸۳ء بڑا حصہ طویل ہونے سے چھوڑ دئیے ہیں۔

جیون سے اور پستک پراپت کرنے کا پریتن چل رہا ہے۔ ملتے ہی آپ کو ذوت کیا جائیگا اور ہم پستک آپ کے بن دیکھے میرے پاس ہیں آپ کیسو تو بھیجدونگا۔

آپ نے جو پستک پر نوٹ دئے ہم کو ملے ہیں پرنتو آپ کا مقام معلوم نہ ملنے کی سبب نہیں بھیجی گئی سو کشما کرنا۔

بمبئی آشوتوش لکھا چٹھی سموت ۱۹۴۳ تاریخ ۱۲ اکتوبر ۱۸۸۶ء

ہریہ آیت ... نمستے آپ کا کرپا پتر مہرکٹ سے لکھا پہنچا پڑھ کے بڑا آنند ہوا اور کتنے ایک یہیں سمرنوں کو بھی پڑھ سنایا۔ ان کو بھی بڑا آنند ہوا۔ اور آپ کے ورتانت امرت سننے کی بڑی ابھلاشا ہوئی۔ ہم کئی دنوں سے آپ کے سمرن کی اچھیا رکھتے ہیں۔ پرنتو ہم کو منشی سمرتھ دان جی کے دوارا ورتانت ہوا کہ سوامی جی ابھی یہ آنے کو نہیں چاہتے تھے جب سے ہم لوگوں نے پوچھا کیا کہ سوامی جی یہاں بھی ویشش اونتی کا رہیں ویشش پر ورت ہو رہے ہونگے جس سے ویشش آگرہ کر کے بلانے سے اور بھی ہانی ہوگی جیسے ہمارا یہ جانے سے ہوئی۔ ہم نے کچھ دن آپ کی اچھیا کی راہ دیکھا رہے تھے کیونکہ ہماری ابھیلاشا تو آپ سے منشی جی وہ آنا پڑا تھا ہوگی اور انکا شدھ جیب کر کبھی ہم نے کہا تھا۔

جب تک آپ نیر ہٹ نہ پدھاریں گے تب تک سماج ویشش اونتی کو پراپت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کاریہ کرنے والے بہت کم ہیں۔ اپنا تن من دھن لگا کے کریہ مانکہیں ولاس کرنے والے بہت ہیں۔ پرنتو اس سے ویشش اونتی نہیں ہاں تو پہل کے پہکانے سے جو ودھر چلتا ہے تو بھی اتنی بات ہے کہ آریہ سماج ہانت سے کوئی چھوٹ نہیں کیونکہ آپ کے آبلیہ دیا کیا ان اور پستک سن پڑھ کر خوش ہوتا ہے ہوں کی کیا سمرتھ کہ سوامی جی اپدیش کرتے پھرتے شرشت کے پر خرچ کی بات ہیں ہٹ جاتے ہیں جس سے وہ شیش انسان کی اپیکشا ہے۔

آگے پھر دیش کی ابھلاشا اور کما تنت حساب کا ذکر ہے۔

آنریبل رائے بہادر گوپال راؤ ہری دیشمکھ جی نے کو پڑھا ہے سب جگہ آپ کے درشن کو ترس گئے ہیں۔ جی نے رائے بہادر مہادیو گووند راناڈے کو بھیجے ہونگے ہم نے آپ کو شیگھر ہی پرتی اتر لکھنے کو بھیجا ہے۔

کاریالیہ بنانے کے لئے روپیہ ۵۰۰ کے آسرا سیٹھ ... نے پٹی بھری ہے پرنتو ابھی تک سٹ نہیں رائے بہادر کے پدھارنے پیچھے دیکھتا ہوں گی اور آج ہم نے ۱۴۲ روپیہ فرخ آباد و شیگھر ویدبھاشیہ کے سہایہ میں بھیجے ہیں۔ اور اور وید بھاشیہ کے گراہکوں سے چندہ وصول کرنے کو ہم بہت محنت کرتے ہیں۔ روپیہ ایک صد منشی بختاور سنگھ جی کو بھیج دیئے۔ اور تھوڑے دنوں میں اور بھی بھیجنے کو شکتی وان ہو سکونگا۔ اس کی کچھ چنتا نہیں۔ سب سماجیوں کو بہت بہت نمستے پہنچے کرپا کر کے پرتی اتر شیگھر رکھنا۔

میں ہوں آپ کا آگیا کنت سیوک
سیوک لعل کرشن داس منتری آریہ سماج بمبئی۔

بمبئی تاریخ ۳ دسمبر ۱۸۸۰ء :- شریمت سوامی جی دیانند سرسوتی نمستے۔
تھیاسوفیکل سوسائٹی والا آریہ سماج کے ورودھ نہیں ہے یہ لوگ شروع سے ہی سمبدھ نہیں اور سوسائٹی جس شاکھا سب دھرموں کی ہے ویدک شاکھا میں آریہ سماج سب آ سکتے ہیں۔ بدھ شاکھا میں سیلون کے لوگ ہیں زرتشت کے پارسی لوگ بھی ہیں دھرم کے بارے میں کچھ بھی حرکت نہیں۔ ہم وید مانیں لو یہ لوگ وید مانو نہیں کہہ سکتے نہیں۔ کوئی تھیاسفی ہو تو سے گرست لئے قائم کہتے ہیں۔ سا ان کو کوئی بے دھرمی حرکت ہیں یہ لوگ ست شاستر کا پرچار کرتے ہیں مطلب ہے ایسا یہ بیٹھے کا تھیاسوفسٹ میں ہم ہیں تو وید چھوڑنا نہ تھے اور دوسرے لوگ بھی اپنا دھرم چھوڑو ایسا کہتے نہیں۔

بمبئی تاریخ ۱۵ جنوری ۱۸۸۱ء :- موتی شری پرماہنسا پریواجکا چاریہ ویدادی ستیہ شاستر ... اترست تو ... پر ... ولٹ باکمنٹ ... ویدانت شاستر الٹا ... پرنتو ... تھا آپ ... اندھکار ... کیا ... دیانند سرسوتی سوامی جی نمستے آگے آپ کے پتر کا پرتی اتر ہم نے اور آنریبل رائے بہادر گوپال راؤ ہری دیشمکھ جی نے دیا تھا جس کی پہنچ ابھی تک ہم کو ملی نہیں ہے سو کرپا کر کے لکھ بھیجنا کیونکہ بمبئی استھ لوگوں میں ایسی چرچا ہو رہی ہے کہ سوامی جی تھوڑے دن میں پدھارنے والے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ یہاں تک پوچھتے ہیں کہ سوامی جی پدھارتے ہیں سو کہاں مقام کیا ہے جس کا پتہ چاہیے اور ہم کو تو اس وشئے کی کچھ خبر بھی نہیں ہے ... آگر سے جلدی پرتی اتر ...

کا پتر آیا۔ اُس میں اتنا ہی لکھا تھا کہ سوامی جی کے ۵۴ دیاکھیان ہوئے ہیں اور یہاں سے اجمیر و کاشی کو آپ پدھاریں گے اور وہاں سے شاید بمبئی کو پدھاریں گے۔ اس میں آپ کا کیا ابھیپرایہ ہے۔ سو کرپا کر کے ہم کو لکھ بھیجنا۔ ہم آپ کے لئے متعلم آدمی کی دوستھا کر رکھیں گے

جین مت کے پستک کی شودھ کرنے کے لئے آپ نے یہ لکھا تھا سو بڑے پریشرم سے ہم نے انہوں سے کتنے ایک پستک پراپت کر لئے تھے جو آپ کو کنور شیام لعل سنگھ جی نے آپ کو ودت کیا ہوگا۔ پرنتو انہوں نے گرنتھ تھا گرنتھ کا ودھار کیا جب وے سب پستک شاستر ارتھ کے وشے میں پورانوں کے نائی پوکل پرشدھ ہوئے جس سے ہم نے اور پریتن کر کے بہت ایک انہوں کے سدھانت کے پستک شمار ۔ ۔ ۔ ہم سکتا ایک پستک کا پراپت کئے جیسی بہت ایک پستک ۔ ۔ ہم ۔ ۔ ہم ورش کے پورو لکھے ہوئے ہیں۔ اور کتنے ایک پستکوں کے پرادبھو کے اور کتنوں کے انت کے پتر نشٹ ہو گئے ہیں۔ تو بھی رکھ لئے ہیں۔ کیونکہ وے پستک انہوں کے مول سدھانت کے ہیں۔ انہوں نے دھرم سدھانت کے وشے میں گرنتھ کا گرنتھ کا ودھار جو ہم کو معلوم ہوا ہے۔ سو بھی میں آپ کو ودت کرتا ہوں کیونکہ جب تک نہیں کو انہوں کے پرمان پراپتا پستکوں کا شاستر ارتھ معلوم نہ ہووے سب کیا پریتن ویرتھ ہو جاتا ہے اور وے لوگ کے پستک کو پراپت کرنا بڑی مشکل کی بات ہے اس لئے ہم نے یہ قرار کر لیا ہے کہ اس سب پستک میں جو ہم کو پریہ ہووے پستک ہم رکھیں گے چھوٹے یا بڑے ہوں۔ ہمارے اچھا لو سمجھے اور وہ پستک وے جب ہم سے مانگیں دے دینا۔ پرنتو میں پڑھتا ہوں۔ پورا ن ہو۔ تب پیچھے بھیج سکتا ہوں جس سے اپنے کاریہ میں ولمب نہ ہووے۔

انہوں کے سدھانت میں موکش ابو پرم پرشاد کہتے ہیں۔ سادھارن دھرم وشئے سبندھو پریتن کے ادھیکاری بھیدے اقو بندھو [illegible] ورت ہوتے ہیں جنہوں کی سدھانت کہتے ہیں اور انہوں کے مول گرنتھ بھی بہت ہیں ویسے کہتے ہیں تو بھی شاستر ارتھ وشے چار مول سوتر ہیں۔ ایکادش انگ ہیں۔ دوادش اپانگ ہیں۔ چھ چھید ہیں۔ دس پیان ہیں۔ پانچ کلپ سوتر ہیں اور نندی سوتر اور اسٹے انیوگ دوار سوتر ہیں اس پستکوں کے پرتیک کی ٹیکا شکتی چھپتی اور بھاشیہ پانچ ادبو ہیں جس کو پنچانگ کہتے ہیں اس کے نام۔ آوشیک سوتر۔ وشیش آوشیک سوتر۔ دش ویکالک سوتر پاکھشک سوتر۔ یہ ان کے چار مول سوتر ہیں۔ آچارانگ سوتر۔ شک ڈانگ سوتر۔ ٹھانانگ سوتر۔ سمووایانگ سوتر۔ بھگوتی سوتر۔ گیانا دھرم کتھا سوتر۔ اپاسک دشا سوتر میں کے ایکادش انگ ہیں۔ اپ وائی سوتر۔ راے پسینی سوتر۔ جیوابھیگم سوتر۔ پنناسوتر جمبودیپ پنتی سوتر۔ چند پنتی سوتر۔ سور پنتی سوتر۔ نرپاولی سوتر۔ کپیا سوتر۔ کپ ودنی

سوتر۔ پوپیا سوتر۔ چُپ چُولیا سوتر۔ میل کے بارہ اپانگ ہیں۔

اُتر ادھیین سوتر۔ نندی سوتر۔ کلپ سوتر۔ ویوہار سوتر۔ جیت کلپ سوتر۔ میلا کے پانچ کلپ سوتر ہیں۔

مہانشیتھ بہد واچنا۔ مہانشیتھ تحصل لگھو واچنا۔ مدھیہ واچنا۔ پنڈ نرکتی اور اوگھ نرکتی پریشٹھ کلپ میلا کے چھ چھید ہیں۔

چتوشرن سوتر۔ پنچ کھان سوتر۔ تندل ویچالک سوتر۔ بھگتی پرگیا سوتر مہا پرتیاکھیان سوتر۔ چندرا ویدھیہ سوتر۔ گنی ودیا سوتر۔ مرن سمادھی سوتر۔ دیوندر ستون سوتر۔ سنستھار سوتر۔ میل کے دس پرکیرن ہیں۔

اس سب پستک کی سنکھیا (۶۰۰۰۰۰) چھ لکھ شلوک ادھکا ہے۔ ان میں رکت بھی دنش آ شرت سکند۔ ویشنو سوتر۔ جیت کلپ گشا چار پرکرن جیوتی شد سمودے پرت۔ وسود یوہم کنڈ۔ آدی بہت پستک ہیں اور ان پستکوں پر ٹیکا بھی ہے جین دھرم کے آچاریوں کا (شری پوجوں کا) ایسا کہنا ہے کہ جب مُنش مول پستک سمجھنے کو اشکت ہوئے تب نرکتی کی۔ جب نرکتی کو اشکت ہوئے تب چرنی کی اور جب چرنی سمجھنے کو اشکت ہوئے تب بھاشیہ رچے۔ جب بھاشیہ رچنے کو اشکت ہوئے تب ٹیکا ہے (یعنی بھاشا کی ٹیکا سے بہت لگتی ہے) اور جب ٹیکا بھی سمجھنے کو اشکت ہوئے تب چترپتی اور پیچھے اس آدمی ناطرح کے پستک رچے گئے اور ابھی کسی کی بنانے کی سامرتھ نہیں۔ (ان باتوں کا ایسا پرتیت ہوتا ہے کہ ابھی آتیت ہو گئی کتابیں چھپی گئی ہے) تو بھی انہوں کا کہنا ایسا ہے کہ سب پستک وہ دیتو پچاس لکش سے ادھک شلوک سنکھیا ہو وے۔

جینیوں میں جو ڈھونڈک مت والے ہیں مول سوتروں کو ہی مانتے ہیں۔ جھگڑے کیڑے پہنتے ہیں اور مورتیوں کو نہیں مانتے پرنتو بڑے غلیظ رہتے ہیں اور اور مت بہت ہیں۔ انہوں کے سب سدھانت کے پستک پراکرت بھاشا میں ہیں کہ کوئی بھی بہت پستکوں پر سنسکرت بھاشا میں جس سے ہم نے بہت کوششیں کر کے دیکھے ہیں پستک لے رکھے ہیں جس سے آپ کو اور ان کو بہت تکلیف نہ ہو وے اور ہم نے اس کے ساتھ سب پستک کی یادی بھی لکھ دی ہے جس سے آپ کا جو کچھ ارادہ بھی نہ ہو تو بھی چاہیے جتنے پستک ڈاک معرفت منگوا لیویں وہی جاری چھپتی ہے۔

میں ہوں آپ کا اچھا بھگت سیوک
سیوک لعل کرشن داس۔
منشی ایمد سلیم نحیفی

پستکوں کی یادی

نمبر	نام	پترے	شلوک	لپی	نمبر	نام	پترے	شلوک	کیفیت
۱	اوشنک سوتر نرکتی سہت	۳۱۲	۱۲۰۰۰	[illegible]	۲۸	ستھرانتک شٹھان سوتر سادرتی	(۱۰۰) ۱۴	۱۲۰۰	//
۲	" " ویکا "	۱۱۲	۴۰۰۰	//	۲۹	سنگرہنی سوتر ٹبا سہت	۲۰۴	۱۷۰۰	//
۳	آچارنگ سوتر ٹبا سہت	۱۲۰	۲۰۰۰	//	۳۰	پٹاولی سوتر	۰	۵۰۰	//
۴	" " پردیپ	۴۵	۱۵۰۰	//	۳۱	پنچی کرن سوتر ورتی	۳۸	۳۰۰	
۵	ٹھانانگ سوتر ورتی سہت	۲۲۳	۹۵۰۰	//	۳۲	پرگیاپنا سوتر ورتی	۰	۱۰۲۵	[illegible]
۶	" بال بودھ ورتی	۶۹	۳۰۰۰	//	۳۳	پروچن سارودھار ورتی	۳۰۲	۱۵۰۰۰	//
۷	کالانگ سوتر سہت	—	۱۶۰۰۰	//	۳۴	[illegible] کوش	۱۹۶	۹۰۰۰	//
۸	بھگوتی سوتر ورتی سہت	۳۴۹	۱۸۰۰۰	//	۳۵	اپدیش مالا	۲۲۸	۸۰۰۰	//
۹	پرشن ویاکرن ورتی سہت	۲۸۲	۴۲۳۰	//	۳۶	پٹاولی	۱۶	۴۰۰	[illegible]
۱۰	اوپپاتک سوتر ٹیکا سہت	۷۵	۱۱۳۰۰	//	۳۷	[illegible]	۸۳	۲۵۰۰	//
۱۱	[illegible] سوتر ورتی سہت	۳۲۲	۱۹۰۰۰	//	۱۴	[illegible]	۴۴	۳۰۰۰	//
۱۲	[illegible] سوتر	۲۴۱	۴۴۸۵	//	۳۹	[illegible] ورتی	۴۴	۲۵۰۰	//
۱۳	جمبودیپ پرگیپتی سوتر ٹیکا	۵۰۸	۱۸۰۰۰	//	۴۰	[illegible] ورتی	۱۰۳	۴۰۰۰	//
۱۴	چندرپرگیپتی سوتر		۲۳۰۰	//	۴۱	[illegible]	۹۰	۱۵۴	//
۱۵	[illegible] سوتر	۱۱۳	۹۰۰۰	[illegible]	۴۲	[illegible] مالا [illegible]	۱۲	۱۰۰	//
۱۶	جمبودیپ [illegible]	۱۴	۶۰۰	[illegible]	۴۳	[illegible] ورتی	۲۹۰	۱۳۰۰	[illegible]
۱۷	[illegible] سوتر [illegible]	۰	۳۰۰	//	۴۴	[illegible]	۲۱۹	۱۹۳	//
۱۸	[illegible]	۰	۹۰۰۰	//	۴۵	[illegible] مالا	۳۵	۱۹۰۰	//
۱۹	[illegible]	۱۸۳	۵۰۰	//	۴۶	[illegible]	۸۵	۴۰۰	//
۲۰	[illegible] سوتر	۹۳	۱۲۱۹		۴۷	اپدیش مالا	۱۸۸	۸۰۰	//
۲۱	[illegible] سوتر سا بھاشٹ	۲۳	۵۰۰	[illegible]	۴۸	[illegible]	۰	۳۰۰	//
۲۲	[illegible] سوتر ٹیکا	۱۸۱	۴۰۰۰	//	۴۹	[illegible] ورتی	۳۵	۱۲۰۰	//
۲۳	[illegible] سوتر [illegible]	-	۷۰۰	//	۵۰	[illegible]	۳۳	۲۵۰	//
۲۴	[illegible] سوتر ورتی	۱۳۳	۹۰۰۰	[illegible]	۵۱	[illegible]	۳۲	۱۲۰۰	//
۲۵	[illegible] ٹیکا	۱۱۷	۴۰۰۰	//	۵۲	[illegible]	۲۴	۸۰۰	//
۲۶	[illegible] سوتر ٹیکا	۲۷	۱۲۵۰	//	۵۳	[illegible] ٹیکا	۸۰	۴۴۰۰	//
۲۷	[illegible] سوتر ٹیکا		۲۵۰۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۴۱	۱۹۰۰	//

۵	گپتی سنھانک وچار	۳۱	۲۰۰	״	۴۰	پارشوناتھ چرترم	۳۵	۲۰	״
۵	چنر کرم گرنتھ	۱۲	۸۰۰	״	۴۱	شترونجے آرادھان	۲۵۱	۱۵۰	״
۵	چوبیس ڈنڈک نوچو	۲۳	۸۵۰	״	۴۲	آدیسوسوتی	۱۲۹	۲۹	״
۵	تیسرا کرم گرنتھ	۲۵	۹۰۰	״	۴۳	. . . .	.	.	.
۵	پدم ریاگ شٹک	۲۲	۳۰۰		۴۴	. . . .	.	.	.

چھپے ہوئے پستک کی یادی

- دو چھتری کرت چوبیسی
۱- پریرن تتناکر سہاگ ۱
۲ ״ ۲
۳- ״ ۳
۴- پردیمن ساد ر راچار-
۵- پانڈو چرتر -

۷- سمبر آدیتہ کے بلی نوراس-
۸- سمکیت مول -
۹- اچت شانتی ستو-
۱۰ شوبھنی ناگیل چرتر
۱۱- نرنمت کنڈلن چترکا
۱۲- مہاویر گرنتھ

بمبئی سے ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۰ع اس بمبئی میں اتھرو ویدکے بھاشیکا اس طرح ذکر ہے اتھرووید کی ٹیکا اور رشی چھند نے لئے آپ کے لکھنے کے پورو ہی کئی سو ول سے پرتن کر رہے ہیں۔ پرنتو اب تک کچھ پراپت ہوئے نہیں سائے بھاور شنکر پانڈو رونگ پنڈت نے کچھ ٹوٹا پھوٹا بھاشیہ بہاونگر سے پراپت کر لیا ہے۔ جو کسی کو دیتا نہیں۔ ہم نے چالوت کٹیاں ہیں اتھرووید کی برہمنوں کے گھر میں رشی چھند اور بھاشیہ ہیں۔ ویسا ایک سام ویدی برہمن سے سنا ہے اور تیر لکھ کر پرتن بھی کر رہے ہیں ملتے ہی آپ کو بھیجا جائیگا . . . .

آگے سماج مندر کے حساب اور چندہ وغیرہ کی تفصیل ہے -

. . . گوکرن ندھی کا انگریزی بھاشا نتر ہوا ہے سو ہما را چھپوا دینے کا نتیجہ ہے۔ پرنتو لاہور میں جو آریہ نا مک جو انگریزی ماسک پتر یکا شت ہوتا ہے اسی میں چھپوا کے پھر اسی کا پستک ہوا کے چھپوا دینا کہ جس سے پستک کے اوپر کوئی دو دھا پنتی میں لکھ دے بھی اسی کے ساتھ ہی دو تین ہو کے چھپ سکے اس وشے میں آپ کا کیا ابھپراے ہے سو کرپا کر کے لکھ بھیجنا +

میں ہوں آپ کا آگیا کت سیوک

سیوک لعل کرشن داس

منتری آریہ سماج

بمبئی

پنڈت چتربھج ۔ اس کا ذکر کئی جگہ آچکا ہے جسے گرو کا برتاؤ جو پرتاو نند کشور سنگھ جی کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے اُس سے کسی قدر اشارہ اِن دھرم ودروہ کاروائیوں کا ملتا ہے جن کی طفیل یہ شخص بھولے بھالے لوگوں کو لوٹتا پھرتا تھا ۔

جیٹھ کرشنا ۳ ۔ سوموار سمت ۱۹۸۴ کے خط میں یہ الفاظ ہیں جو آجکل چتربھج کئی ایجیٹیشن کر رہا ہے اور ویدک دھرم سبھا نے ایک وگیاپن جسے پور کوٹ میں چھپا دیا ہے ۔ گو یہ تی شنکر وار کو ویدک دھرم سبھا میں چتربھج کے مخفی کا کھنڈن ہوگا ۔ سو اس پر کا پاکھنڈ ایجیٹیشن کو شروع کرنے سے لوگوں کو چتربھج کا حال پتہ ہوتا جاتا ہے اور لوگوں کے سنسکار بدلتے جاتے ہیں ۔

بیر اساڑھ منگل ۳ شتی وار سمت ۱۹۸۴ کے پتر میں یہ لفظ ہیں چتربھج پر آنک کا ڈر اب یہاں پر بھی لوگوں کو بیٹھ پر کا پرکاشت ہو گیا ہے کیونکہ ستیارتھ پرکاش آریک ویدک گرنتھوں میں دار می کے پرستوں کو آ ایکا کتھن بنا کر لوگوں کو دھوکا دیتے تھے ۔ سو اُن کی یہ دغابازی اُن کے شردھا جوتوں کو سپشٹ معلوم ہو گئی اور وہ بڑے خوار ہو اُن سے بیٹھ گئے ۔

اجمیر کے ایک خط میں اس کے متعلق یہ الفاظ ہیں ۔

۔۔۔ آپ کی آگرہ سے آپ کی آگیا سے سب کچھ ہو سکیگا ۔ اور سوسوئے وا اجمیر کے سب آریہ پرستک پہروک بھئے ۔ یہاں پہلے ریم لعل پنڈت اور چتربھج شاستر نے کچھ بہت پھیلا پھیلا رکھا ہے سو اب کچھ ٹال دانائیوں کے کس طرح دبا سکتی ہے ۔

آپ کا آگیا کاری شش گو نشٹھ

دھنا لعل بھاوسنگ واسی ضلع اجمیر

تھیوسافیکل سوسائٹی ۔ اس کے متعلق کافی سے زیادہ لکھا جا چکا ہے ذیل کا خط ان کے متعلق ٹھیک رائے ظاہر کرتا ہے ۔

شری ستیہ منوہر داس کھتری سبھارک بھارت متر ۔ آنند رہو ۔ آپ نے میرے بھیجے پتر کو پرستک پروگ چھاپ دیا اس کا ایک بیانا ہوں ۔ یہ تو شیش وشے بھی کے بوجہ جان کر مجھ سے لکھا تھا ۔ کیونکہ اس پورپ کھنڈ کے سنبندھ ہیں تھیوسافیکل سوسائٹی کے پردھان ہیں ۔ اس لئے بہ وشے لکھا تھا ۔ اور یہ آپ کو سوہرد بھاؤ سے لکھتا ہوں کہ یدی آپ اپنے بھارت متر سماچار کی وردھی چاہتے ہیں تو کرنیل الکاٹ کے کرامات وسمریزم ہے ۔ اسکول کے ۔ لزبیدن آدی شاخت آدمی تھا ٹھیک بھی نہ چھاپئے ۔ نہیں تو سماچار کی پرتشٹھا نشٹ ہو جاوے گی ۔ اب تھوڑے سے دنوں کرنیل الکاٹ لاہور میں گئے تھے ۔ اس کا ورتنت فرانس آدی سماچار پتروں میں چھپے چھپائے لاہور لایا

نے نشچت کر کے لکھا کہ یہ سب ان کا ڈھونگ ہے اور چنا ویلو با ہروا لیجیز کا تھیوسوفسٹ
کا میں جانتا ہوں اتنا آریہ ورت کے لوگوں میں بہت تھوڑے جانتے ہیں۔ جب ان لوگوں
نے جھوٹے دنبھ کیا تھا ویدوں میں میری سمتی لینی چاہی میں نے نہیں دی۔
تبھی سے وے اپنا پرپنچ پرتھک کرنے لگے ہیں۔ اُن سے یہ تھک ہو گیا یہ تو تھوڑے
ہی لیکھ سے آپ بہت سمجھ لیں گے۔

سوامی جی کہاں تک۔ اس سوسائٹی کے متعلق حق بجانب تھے یہ مفصل آپ
سے بخوبی ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ اُن کی لیا جواہر سنگھ جی منتری آریہ سماج لاہور
کے ۱۸ اپریل ۱۸۸۳ء یہ دوار لکھے پتر سے ظاہر ہے۔ اس میں سوامی
جی لکھتے ہیں کہ یہاں رائے رتن لال ایم اے وکیل ہائی کورٹ آریہ ہو گئے۔
ان کا لیکچر آریہ سماج اور تھیوسافیکل سوسائٹی کے میل کے متعلق ہوا۔ ایک اتہاس کو
بھوپی انال سنگھ کا اُن کے بعد لکچر تھا جس نے کہا سوسائٹیوں کے پردھانوں کے
جھگڑے ہیں۔ ان کو علیحدہ کر کے سبھاسدوں کو مل جانا چاہئے۔ ساتھ ہی یوگ کی
سدھی دکھلانے کو زور سے دعوے کیا کہ میری انگلی کوئی کاٹ نہ سکیگا۔ اور اگر
کٹ گئی تو فوراً جڑ جائیگی۔ اقرار نامہ لکھا گیا تو سماج نے چاقو رکھا۔ انگلی کاٹی گئی
تو مارے شرم کے دونوں کشمیر چلے گئے۔

جواہر سنگھ جی اس چٹھی میں لوگوں کی ضعیف الاعتقادی اور میڈم بلیوٹسکی کے
دامِ افتادہ اخباروں پر بڑا افسوس کرتے ہیں جو دیدہ دانستہ خواہ مخواہ لوگوں میں غلطیاں
پھیلا کر گمراہی پھیلاتے ہیں۔

یہ انگلی کٹ بیوالا شخص مدراسی تھا میڈم بلیوٹسکی کا نوکر تھا جو پہلے میڈم کے
ساتھ لاہور آیا تھا۔

تھیوسافیکل والوں نے بعد میں بہت ہاتھ پیر مارے۔ مختلف جگہوں پر انہوں
نے سوسائٹی قائم کی۔ لیکن جو کامیابی ہونی چاہئے تھی نہیں ہوئی وہ اس امر سے بخوبی ظاہر ہے
کہ اس سوسائٹی کا نام اس ملک میں برائے نام ہے اور ویدک دھرم کے مدعی
ہوتے ہوئے تو نہایت پرتی کا اور تعلیم یافتوں میں پیٹھنا خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ میرٹھ
کے خط مورخہ ۲ ۸۳ میں لکھا ہے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ کرنل الکاٹ صاحب ۲۴ فروری کو میرٹھ میں
تشریف لائے اور یہاں تھیوسافیکل سوسائٹی کی شاکھا نیت ہوئی اب سمجھو یہ
کہ کوئی ممبر آریہ سماج میں بھرتی ہونا چاہئے یا تھیوسافیکل کا ممبر آریہ سماج
میں بھرتی ہونا چاہے تو اس اوستھا میں کیا کیا جاوے آیا تھیوسافیکل سوسائٹی
کے ممبر کو آریہ سماج میں بھرتی کریں یا نہیں اور کسی آریہ کو سوسائٹی میں بھرتی ہونے کی

آگیا ہے یا نہیں - اور اگر نہیں تو کیوں پرنتو آپ کو اِس کے اُتر لکھنے میں
اس بات کا بھی دھیان رہے کہ پہلے سے بھی یہ چلا آتا ہے کہ ایک ہی منش دو
جگہ کا ممبر ہے اور دو دو سوسائٹیوں کے ممبروں میں یہ بات ہے کہ ایک کا
ممبر دوسری جگہ شامل نہ ہو -
اس کا اُتر شیگھر دیجئے -

میں ہوں آپکا سیوک
اور سماج کا منتری رام سرن داس میرٹھی

ان کی ناکامی کی وجہ محض آریہ سماج کا کام تھا - سوامی جی کے ساتھ
رہتے تھے - بعض بھولے لوگ ان کے داؤں میں آجاتے مگر جلدی سنبھل جاتے چنانچہ
ایک سبھاسد کے بچاؤ کا اشارہ اس خط میں ہے -

شری مت مہانبھاؤ ور سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج -
نمستے آپ کا پتر منشی اندرمن کے وکیلوں سمیت جو اشٹدوجہ کے سمان تھا
آیا - منشی جی نے تو اپنا وکیل یہاں نہیں بھیجا - پرنتو اجمیر اور آگرے کے سماجوں
سے آپ کے بھیجنے سے پہلے آگیا تھا - جہاں جہاں سے میرٹھ آریہ سماج میں منشی
جی کے مقدمے کے لئے روپیہ آیا تھا - وہاں وہاں کو آریہ اندو دیپ کا لکھا بھیج کر
سمیتی کے لئے پوچھا ہے کہ کیا کیا جاوے - ایک پرتی اُس کی آپ کے سمیپ
بھیجی جاتی ہے - ابھی کیول فرخ آباد سے اُتر آیا ہے کہ روپیہ کو ویاج پر دے
دو پھر کسی اور ایسے ہی کام میں لگا دیا جائیگا - جب سب ستھانوں سے اُتر آجائیگے
تب منشی جی کے وکیل پتر اور منتر داس آدی سبھاسدوں سے کہ جنہوں نے اکت وشے
میں دھوم مچائی ہے - نیوجیت اُتر ناگری اردو اور انگریزی میں دئیے جائینگے
گوکٹ متبہ عمومی پتر جو آپ کے سمیپ پہنچے ہیں - وہ میرٹھ کے سماج نے بھیجے ہیں
اُس کے پشچات اور کہیں سے نہیں آئے - جو اور بھیجے جاتے - پنڈت بہاری
لعل نے جو اس سماج کے سبھاسد تھے اور تھیوسافیکل سوسائٹی میں بھی ہو
گئے تھے - اب تھیوسافیکل سوسائٹی سے استعفا دے دیا یہاں کے سماج کا
پنڈت لسندیہ پورن ہے دوسرے پنڈت کی تلاش ہے جیسے شیگھر مل جائیگا رکھ
لیا جائیگا - سب سبھاسدوں کا نمستے پہنچے اب آپ آگرے پدھارنے کو مرکوبیہ صاد
لالہ رام سرن داس کا دھیان آگرے پدھارنے کا نہیں - اسم ای -
آپ کا داس سماج کا اپمنتری

رام سرن داس

سوامی آلا رام :- یہ شخص آج بھارت ورش میں آریہ سماج کو کالیاں

دینے میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ بلکہ عدالت سے مواخذہ میں بھی آچکا ہے
تاہم اگر اس کی پہلی حالت کا پتہ لیا جاوے تو آریہ سماج کے کام سے اُسے کتنی بہت
تھا جو ذیل کے خطوط سے ظاہر ہے ایسے شخص کا اس درجہ کو جانا بھی واقعی زمانے
کی نیرنگی ہے۔

بمبئی تاریخ ۲۵ جون ۱۸۸۳ء ...... کراچی آریہ سماج والے

سوامی آلارام جی چھ ماس ہوا۔ بمبئی میں پدھارے ہیں اور یہ آپ روحی دوا کو دیا کرتا
بھی دیتے ہیں۔ اور ویدک ویاکھیان کے ناپ کا رکے بموادوں کو بہت اچھی [illegible] پرکار
کھنڈن کرتے ہیں۔ ماتر سنسکرت نہیں جانتے جس کا ابھیاس کرنے کا پرارمبھ کیا
ہے اور اسی کے اوپر ماتر دن بہت پرتین کرتے ہیں اور پستکوں پاٹ ویدک دھرم
کا اپدیش بھی کرتے ہیں۔ جنہوں کا رہنے سکے لئے آریہ سماج ستھان میں اور بھوجن ادی
کے لئے بیس ٹکے اور سندر داس لیلا دھر نے بندوبست کیا ہے۔ وہ تین ماس بمبئی میں
ٹھہرنے چاہتے ہیں۔ نشچیا ہے آپ کا درشن کرکے چاہے کئی ماس آپ کے پاس
ادھین کریں گے۔ اور آپ آگیا کریں گے وہاں جائیں گے ویسا انہوں کا ارادہ ہے۔ .....
رائے بہادر گوپال راؤ ہری دیش مکھ کئی ماس ہوئے بمبئی میں رہتے ہیں آپ نے لکو
ہیں جیسے وہ بھی سماج کا رہے ہیں پر کچھ کام نہیں ہوتے۔ انہوں کے ارتھ کے کشن راؤ
گوپال دیش مکھ بمبئی میں آئے جب ہم کو بلا کے آپ کا پتہ پوچھا اور لڑکے کے ہٹے
میں وے کچھ نشچے پرستن کرتے تھے اور مجھ کو کہا کہ ہم سوامی جی کی ملاقات کر کے
اس وشے میں نشچے کر لینے کو چاہتے ہیں جبس سے ہم نے اجمیر آریہ سماج کے دیا ایک
پتر دیا تھا جو آپ کو اوشیہ ملے ہوں گے۔ جس کے حال بھی اوکاش ہو تو کرپا کر کے
آپ لکھیں گے۔

میں ہوں آپ کا آگیا نکت سیوک
سیوک لعل کرشن داس منتری آریہ سماج بمبئی ستھان
(لکھا تے کا)

خود سوامی آلارام کا ایک خط حسب ذیل ہے۔ سمبری ۸۰ امن مان بیتہ
دیانند سرسوتی جی نمستے۔ آپ کو ودت ہو کہ ست صورت کا جی ایک نرملا وید جی بدھ ہاں
مست واری اور دوسرا اُدار تہ براہمن وید دیرگھ ان ماوی آجکل یہ تپا پوتھی
سیدھ کر رہے ہیں کسی گرستھ ودوان سے شستر کا منگا کر دیویاں سے پرتھا جی
کی آشا کری اور چیرہ دار اکھڈیپا اریتیت [illegible] یہ شلوک لکھا اور کہا کہ یہ رگ وید
کا شلوک ہے پھر میں نے ایک مایارام برہمن اور ایک پنڈت کو اس ترلے پاس اس لئے
[illegible]

سچی ڈال کر پھر وید کے آریہ بھاشا کا ایک بہت بھاری ترکو اس کی سبھا میں ایک بنئے نے جا
کہا کہ ہم لوگوں نے وید بھاش سے بہت لابھ کی آشا کی تھی۔ اب وید ورودھ بھاش
دے کر آپ ہی پرتگیا کی ہانی کس لیئے کرو۔ اب ایسی سیکی ڈالو وید بھاش نہ دے کر جو
چھپ چکا ہوا اس کا کاغذ لوگوں کو [illegible] جانا چاہئے۔ سنتے ہیں وہ دو سورت بنئے کو لے کے
کہ جاؤ نہیں تو ہم جوتیاں لگا دینگے اور یہی ہم کسی سے سنا ہے کہ دیانند دس بیس روز کے
سندھ میں آنے والے ہیں۔ سو ٹھیک ہے وہیں جب آپ وید بھاش پر کٹے
کرنے کی بڑی آشا ہے تو سندھ [illegible] ہیں آج بیٹے بیٹے ان دونوں میں آ دشید آتا ہے
جب ساری سندھ میں ودوت ہو جاتے ہیں تم بھی سے پاپ ہے تو پھر سب کا
سمعادھ ہوگا۔ میں نے آپ کے [illegible] بہت دیر ہی پرتھا کھنڈن
کیا ہے اس [illegible] کا سمادھان شیگھر بھیجنا۔

ہستاکشر آتما رام

۔ چھپی چھپائی کتاب کبھی نہیں ستیارتھ کا بھاشا ویدک ایڈیشن [illegible]
قدر پر [illegible] ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت اس خط سے صاف لگتا ہے کسی حاشیہ کی
ضرورت نہیں۔ اور وہ شری ۵ سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کی متھرا داس
کا یہ نام بھیجے۔ آپ کا پوسٹ کارڈ پہ حال معلوم ہوا۔ میں نے آج کی تاریخ میں منی آرڈر
ایک سو روپے کا آپ کے سبب بھیجا ہے باقی ایک سو روپے [illegible] سے بھیجوں گا
میں لے آپ کی آگیا کے [illegible] ایک مورکھتا کی ہے وہ یہ ہے کہ وید بھاشیہ کا
ترجمہ [illegible] سا خلاصہ کر کے اردو اکشروں میں چھپوایا ہے اور اس میں یہ وگیاپن
بھی دے دیا ہے کہ جو کوئی میری ناسمجھی ہوئی یا [illegible] وید بھوسکا سے وہ وہ
وہ میری بھول ہے مگر [illegible] کی بھول نہیں۔ پھر مجھ کو یہ سوچ ہوا کہ بنا سوامی جی
مہاراج کی آگیا کے کیوں میں نے آج تک اُن کو پرچیت نہیں کیا اور ایسا کبھی
پھر آپ آگیا کریں تو ساری پستکیں آپ کے سبب بھیج دوں۔ میں اس کا غرض
کبھی بیچنا نہیں چاہتا تھا آپ اُن کو پسند کریں تو دوبارہ [illegible] رکھ کر بکا دیں
اور اس کا مول [illegible] میں خرچ ہو جاوے۔

متھرا داس میاں [illegible]

آریہ سماچار کا خط [illegible] تمام لوگوں [illegible]
[illegible] ویدک دھرم کا سہوک سمجھتے تھے اُن کی عزت کے [illegible]
[illegible] ان کے واقف لوگ [illegible] ایک [illegible]
متعلق وہ [illegible] لکھتے ہیں۔

[illegible]

کو جاری ہوا ہے بہت شوک ہوا۔ منشی جگتا تھ داس نے جو آریہ پرشش اتری نامی ایک پستک بنائی ہے اور آپ نے اس پر شنکا کر کے بھی منشی اندرمنی پردھان آریہ سماج مراد آباد کو بھی سنا گیا کہ آپ نے بہت سست لکھا۔ اب منشی جگتا تھ داس نے آریہ درپن میں ایسے شبد لکھے ہیں جو آپ کی طرف سے سب سماجوں کو شک میں ڈالتے ہیں اگرچہ بسبب بدچلنی کے جیتا دینگے کہ وہ رسالہ کل سماجوں میں نہیں جاتا۔ لیکن پھر بھی بہت جاتا ہے۔ ہمارا راج جی ایسے ایسے کام سب کہتا ہے۔ کہ جنتہ کھیتی پر اولے پڑتے ہیں۔ اب پرارتھنا یہ ہے کہ آپ کو کہ چپ ہو رہیں اور آگے کو ایسے لائقوں کا دل نہ توڑیں۔ اگر یہ بنتی میری آپ مان لیں تو ابھی کچھ نہیں گیا۔ ماننا واجب ہے ورنہ نفاق کے سبب ایک ایک ہو کر سب طرف پھر ویسا ہی اندھیرا چھا جائیگا۔ منشی اندرمنی جی کو بھی میں نے لکھا ہے وہ بھی امید ہے کہ مان جائینگے۔ آپ بھی کشما کیجئے۔

لیکھی رام منتری آریہ سماج پشاور

مورخہ ۲۹ ہے

بعد میں حقیقت معلوم ہونے سے منشی جی کی نسبت ان کی رائے درست ہوئی۔ اور سوامی جی کو انھوں نے نہایت با اصول سمجھا تاہم اتفاق اور پریم کا جذبہ آریہ سماج میں بڑا زبردست تھا۔

سوامی ایشرانند جی :- سوامی ایشور انند جی پڑھائی کے متعلق سدا سوامی جی سے پہنا لیتے تھے۔ انہیں بواسیر کا روگ تھا۔ اپریشن بھی کرایا تھا تھوڑا پھر بھی وہ اپنی تکلیف کے خطوط سوامی جی کو لکھتے رہے۔ ان سے وہ بھی انگلیوں کی نلیوں والی دوائی کا پتہ لے کر باتی عمدہ سیون کیا تو آرام ہو گیا غرضیکہ اپنے متعلق اسی طرح ہر بات کی اطلاع وہ سوامی جی کو دیتے رہے۔ آپ کی آگیا انوسار چلتے تھے ایک دفعہ آپ کی کٹی میں ایک برہمن چرا لے گیا۔ سادھو تھے۔ مشکل سے سوامی جی کرتا پستک لے کر پڑھتے تھے۔ اب اور خریدنے کی سامرتھ نہ تھی۔ اس لئے انہیں خیال آنے لگا کہ وہ یکمشت کر کے مدد نت کو سمری سے ہی ان کی کل پاٹھ جاری رکھوں۔ لیکن سوامی جی کو لکھنے پر انھوں نے تیز ارستہ وید انگ پرکاش لے لینے کو لکھ دیا جس کا اور جگہ ذکر ہے اُن کے اس خط میں یہ کوتا بھی تھی کہ

کیا کہوں کچھ کہی نہ جاسکے — امرت چھوڑ بس پی آئے
دیکھ روپ ایک پتور نگی — لیکھو رام لپٹ گئی
ایو وکھشت ادھم کی نامیں — ہری بھاشیہ پانی ہٹ نامیں
سن ہوتا تھم دین دیالو — وید انگ ابھی پڑھو کرپالو

سر اپجیوبہ ہو کر سندیہا ۔ یہ پترا کریکے اب کہیا

ایک خط منشا لعل جی نے سوامی جی کو کوہ آبو پر جانے سے روکنے کے واسطے حسب ذیل لکھا ہے

شری یت سوامی جی مہاراج نمستے ۔

آگے نویدن یہ ہے کہ ایک پیر دو دوا ہیں دونوں سے شہد ڈالکر اور دودھ کو کیول اگنی ہی پر گرم کرکے تو جی الاسہار پان کریں پھر وجہ لوہے کے گرم کرنے کو کھا تھا سوڑ کرنا ۔ سو اب کیول اگنی پر ہی گرم کرنا اور ادھک شہد ڈالنے سے دست ادھک ہو جانے کا بھے ہے ۔ سو ادھک شہد نہ گیرا ۔ پیر جی کہتے ہیں کہ آپ یہاں آجائیں تو شیگھر ہی آرام ہو جائیگا ۔ اس میں کچھ سندیہہ نہیں ۔ آگے پنڈت جگن لعل جی و سب سبھا سد اور پیر جی صاحب آدمی کی یہی سمتی ہے کہ آپ آبو پہ ... پہ جائیں اور کوہ آبو نہ جائیں کیونکہ آج کل آبو پر ... ہوا ... ٹھنڈے پانی ہیں سے اور ... ہونے کا بھے ہے وشیش کیا لکھوں ۔ آگے شیگھر دیکھئے منشی کا ذکر ... ۔

منشا لعل پور دشتری

آریہ سماج کے پرجوش کارکن:

سوامی جی کے کام سے پریتی اور دلچسپی دھرم کے معاملات میں ہر کہیں بڑھ رہی تھی ۔ اُن کے چیلے جی تمام ملک میں کام کرنے والے پیدا ہو رہے تھے اور آریہ سماجیں قائم کئے جاتے تھے جو سماج مشتعل ہوتی اُسے آپ پہنچ کر ... سوامی ... آدمی پر چار کرتے پھرتے تھے ۔ ... میں بابو ... جی ... میں ... سماجے ہی ۔ ہر شہر میں ... آدمی ... جوش کا ... اور جوش سے کام کر رہے تھے ۔ راجہ مہاراجہ ... کی ... اور دنیا کی ... سوامی سبھا ... جیٹھ ... ۱۲ اسنت ۱۹۴۰ کے خط میں لکھتے ہیں ... ۔ ۔ ۔ ۔ مہاراج آپ کے ... سے ان دنوں میں مہاراج ... کے ... شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ اگلے مہاراج ... نے مجھ کو ... سے ... ہے ۔ آپ کا ... پوچھا ... سے ... ہوئے ۔ اور کہنے لگے کہ میں سری سوامی جی مہاراج کے ... کا ... ہوں ۔ اور ... شروع ... شور ... آرک ... ان ... اس وقت کی ... اور ہر طرح کی قربانی کا بھاؤ ... بعض موقعوں پر عجیب و غریب صورت میں ظاہر ہوتا تھا ۔ اس کی مثال ... سنگھ کے مردانہ وار اس جواب سے ظاہر ہوتی ہے جو انہوں نے ... کو ایک موقع پر دیا ۔

[illegible]

۲۔ سوموار سمت ۱۹۴۰ کی تاریخ مقرر ہوئی۔ معززین کو شمولیت کے لئے پتر بھیجے گئے ہون اپدیش آدی کی کارروائی سے تمام لوگ نہایت متاثر ہوئے۔ لیکن برہمن لوگوں کو بڑا دکھ ہوا۔ سب مل کر مہاراج کے گرو برہمچاری کے پاس جو شہر سے آئے ہوئے تھے پہنچے۔ اور ۲۹ سبھا پرشوں کے نام ترتیب وار لکھ کر مہاراج کو بھیجا کہ یہ لوگ پاپی کا بھگت ہے اور یہ دیانند سرسوتی کے سب ششیہ پرتما کا کھنڈن کرتے ہیں۔ اس کا ان ان ششیوں کا بھید کر کے راج سے باہر نکال دو اور ایک وگیاپن بھی اس کے ساتھ بھیجا کہ یہ ...... لوگوں کو ناستک کرتے ہیں اس پر مہاراج نے ٹھاکر گوبند سنگھ ورگھوناتھ سنگھ کو بلا کر پوچھا کہ کیا بات ہے۔ رگھوناتھ سنگھ جی نے سچے کشتری کی طرح کہا۔ مہاراج بے شک ان لوگوں کا بھید کر کے نکالنے چاہئیں پر تو میرا نام اس پتر میں اول ششیہ میں ہونا چاہئیے کیونکہ میں اس شہر میں سوامی دیانند سرسوتی کا پرم ششیہ ہوں۔ بغیر کچھ چھپا نہیں اب تک ... آپ کی آگیا دکر یا سے راج کیا۔ اب آپ کی آگیا سے اس سروپ کو دھارن کریجئے "

مہاراج نے کہا کیا تم بھی سوامی دیانند کے ششیہ ہو۔ ٹھاکر رگھوناتھ سنگھ جی نے پھر کہا " اس شہر میں بیک ان کا پرم ششیہ ہوں اور مورتی پوجن کو میں کبھی نہیں مانتا ہوں۔ کیونکہ یہ وید وکت نہیں ہے۔ اب جو کچھ اس پر آگیا دیجئے اس کی تعمیل کی جاوے۔ مہاراج اس دنڈ حقا پر چپ ہو گئے اور کہا کہ یہ معاملہ راج کے متعلق نہیں ہے۔ برہمچاری جی کو کسی نے بہکا دیا ہے۔ سوامی جی کے کام سے ریاست کی ہانی نہیں۔ میں نے بھی ان کو سنا ہے۔ پھر جب رگھوناتھ سنگھ جی ابھی کچہری میں آ گئے۔ اور گوبند سنگھ جی کو کہہ گئے کہ جب تک عیسائی اور مسلمان اس ریاست سے نکالے جائیں اس سبھا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ انھوں نے کہا بے شک مختلف لوگ مورتی کا کھنڈن کرتے ہیں "

اسی پرکار جے پور میں منشی گوری شنکر جی کو بڑی آزمائش سے بھگتنا پڑا آپ کے سماج کے پرچار کی خاطر اپنے روزگار سے بھی جواب ملا۔ مخالفوں نے صاحب بہادر کو کہہ دیا کہ یہ سماج کے دھرم اور آپ کے عیسائی دھرم کی نندا کرتا ہے

کل ملکوں میں پرچار کی اچھیا ۔ سوامی جی کو تمام ملکوں میں پرچار ہونے کا خیال رہتا تھا۔ یہ ان کے جیون سے ظاہر ہے۔ مدراس اور اطراف جہاں وہ خود ہیں نہیں پہنچے ان کی یاد سے برگزیدہ ہوا تھا۔ صرف موت نے پہنچنے نہ دیا ورنہ اچھیا ان کے اندر پربل تھی۔ بھائی جواہر سنگھ جی لاہوری کے خط سے حسب ذیل الفاظ

اس امر کو بالکل واضح کرتے ہیں +

آپ کا یہ کہنا کہ ہم مدراسیوں کو بھول رہے ہیں پرنتو یہ جلسہ مدیہ
آپ کا اس دیش میں اپدیش اور پرچار کرنا بنگال احاطے سے اہم ہوگا +

نہ صرف بھارت ورش بلکہ یورپی دیشوں ولایت نشتروں میں پہنچکر وید کا ناد نہ
بجانے کی اچھا سوامی جی میں زبردست تھی وہ یہاں کے کام سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ
کہاں سے بلاوا آتا تھا۔ تاہم تمام سنسار کے سدھار کا انہیں خیال تھا اور بڑی لگن ہر جگہ
پہنچنے کی تھی۔ لنڈن جانے کا ارادہ جیون چرتر میں کئی اور جگہ اشارتاً لکھا گیا ہے
ذیل کے خط سے اس کا پورا ثبوت ملتا ہے +

شریمت پرم ہنس پریوراجکاچاریہ جگت گورو سوامی جی مہاراج شری دیانند
سرسوتی جی کے چرن کمل میں داس بلدیو کی نمستے پہنچے۔

داس نے اڑتی خبر سنی ہے کہ آپ لندن کو پدھاریں گے۔ اگر یہ بات صحیح ہے۔ تو
داس کی یہ عرض ہے۔ کہ مجھ کو آپ ہمراہ لے چلیں تو میں وہاں حاضر ہوں۔ کیونکہ مجھ کو اس
ملک کے دیکھنے کی اچھا ہے۔ اور میں تنخواہ کچھ بھی نہیں لونگا۔ صرف روٹی ہی کھاؤنگا
اور جو میرا کام معمولی تھا کیا کرونگا۔ بعد اس کے آپ کی پرتی پالنا داس پر ہوگی تو
چرن کملوں کی سیوا کیا کرونگا۔ سب کو میری نمستے فرما دیویں +

چرن درشن ابھلاشی۔ بلدیو پانڈو لوڈرا

تاریخ ۔ ۱۰ ۹/۸۳

گئو رکشا کا کام ۔ گئو رکشا کے متعلق جو سکیم آپ نے دستخطوں کے لئے تمام
ہندوستان میں مشتہر کی۔ اس پر سارے ملک میں بہت دلچسپی ہوئی۔ لوگ سوامی
جی کو پوچھتے بھیجتے کہ فلاں فلاں کے پاس کاغذات اور بھیجئے۔ اس طرح تمام ریاستوں
اور پبلک کاموں میں دلچسپی لینے والوں کے پاس فارم پہنچے۔ اور بہا انہوں نے
دستخط کروا کے کاغذات واپس بھیجے۔ یہ دستخط بیس الساہ سے اور کس قدر کثیر التعداد رہے
ہوتے تھے اس کا کچھ اندازہ ظالم سنگھ جی دیو بندی۔ ڈاک خانہ دھری ضلع ایٹہ کے
حسب ذیل خط سے لگتا ہے۔ شری یکت مہا درو دوجن بھوشن جگت گورو مہاراج

پنڈت شری سوامی دیانند سرسوتی جی۔ آگیا داتا۔

دو ٹکا ہے کہ پتر گئو رکشا وشے میں جتنا کہ شری کے پاس بھیجا گیا ہے
تو کوٹلی ٹھکرانی صاحبہ نے ۸۰۳۴۹ آدمیوں کی سہی کرکے اس کی پیٹھ پر لکھوا کر
بھیجا ہے۔ اس کے اوپر میں نے سہی کی ہے اور اس کی کتابیں بھی میرے پاس
ٹھکرانی صاحبہ نے بھیجدی ہیں کہ جن میں جتنا کہ شری آگیا دستخطوں کے لئے موجود
ہر ۔ اور دس ہزار دستخطوں کے جتنا کہ شری یہاں سے کرا کر اس کی سہی میں نے

میرے بھتیجے کا بیٹا نگلنے کی ہے بھیجتا ہوں ڈاک سرکاری میں رجسٹری کرا کے اور
ایک چھوٹا سیوک اپنا بھیجکر میرے لوگ کا یہ سب کافی کا نیا کریں زیادہ شبھ
بسدی ۱۱ سمت ۱۹۳۹ بہادریں ایک پرچہ سے ساتھ ہزار آدمیوں کے دستخط کرانے
کی ہے کا ذیل کے اقتباسات مختلف خطوط سے کافی اشارہ اہل ملک کے اس طرف
پر کرنیکا ملتا ہے +

.... آپ نے جو اودے نگر کے دیش ادھرم سے گئو رکشا کا پرچار
شروع کیا ہے اس بات کو سنکر انس داس کو بڑا ہی آنند ہوا ہے وہ اس بار بار دھنیا
واد کرتا ہے کہ جنہوں نے اشوان سنسار میں آپ جیسے مہاتما
کو پیدا کیا۔ نہیں لوکیا جانتے اس ایہ ورت کے لوگوں کی کیا دشا ہوتی اور
جو لوگ آپ کے اپدیش سے دیکھتے ہیں وہ پاپی گتی کو جنم کبھی پراپت
کرینگے۔ شری پرماتما آپ کو سدا آروگیہ رکھیں۔

اس کے آگے ذکر ہے کہ شاہپورہ میں آپ کی آمد کا خبر چاند مہاراج شاہپور
کے لئے پنڈت بلا رہے ہیں سمبت ۱۹۳۹ کی مسی پوش سدی تاریخ ۲۴ دسمبر ۱۸۸۲
گرکھاری چاند مل مسودہ

..... پنڈت کا نورام جی مہاراج کے پاس سے پتر آیا لکھا تھا کہ گئو رکشا
بندوبست راج اور جنگی کے علاقہ ۵۰۰ گرام میں جہاں سالانہ ہو گیا ہے رام گرو جی
نے فتح پور۔ ان میں کچھ بہو ہو گیا ہے۔ سو آپ کر گیا تھا اور سے یہ بھی
یا گئو رکشا نیت ہے پر بھی آونگے +

داس گوپی ناتھ جے پور۔

بمبئی تاریخ ۲ جنوری ۱۸۸۳ء :- شریمت پرم ہنس پری برا جکا
چاریہ ایک گن سمپن وید ودیا پار ہو دھرم فی روپ دیانند سرسوتی سوامی جی مہاراج کی
خدمت۔ ایک کر پاپتر دوسرا کل ملتے ہی آپ کو ریگی ادھر میں پوسٹ کارڈ
بھیجا سو پہنچا ہوگا۔ گئو رکشا کے پترک جس پر ۵۳۲۰ دستخط ہوئی ہیں سوامی جی مہاراج
کے بھیجدی جاویگی +

دیش کا ترتی :- پنڈت بلدیو جی نے گایتری کی بابت پرشن کیا
منتر ذیل لکھ کر سوال کیا۔ اسی پتر میں نیا شدہ لکھا ہوا منتر کی بابت یہ کاش دھا
ابھی درستان ہے + تو ترا شدہ

ॐ भू र्भु स्वः विश्वाद्र्पा णि प्रति मञ्चते

कविः प्रा सा विद्भद्रद्री पदैश्च चतुष्पदे ॥ पिना क मध्य धं स विसा वरे ण्य

सा पो निरा जती । इसमें शु द्धा शु द्ध विचार इस प्रकार कीजी ये

ॐ भू र्भु स्वः विश्वा रूपा णि प्रति मञ्चते कविः

।सावीद्भद्रं द्विपदे चतुष्पदे ॥ विनाकमख्यत्सविता वरेण्यो
नुप्रयाणमुषसो विराजति । यजुर्वेद । अध्याये तृतीये तृती
।मन्त्रः ॥

اسم شد ما شدم وپار آپ کریجئے

اوم پرماتمانے نمہ

شری ودیا ساگر سوامی جی جیہ نمستے - ایک شرتی وید کا کون سے ادھ
کی کون رچا ہے - اس کا شبد ارتھ بھاولوں کیا ہے - اپنشد سے کرتارتھ کیجئے پہ
اشد ہو تو شدھ کر دیجئے - اتر کے لئے ٹکٹ بھیجا ہے - پتہ میرا ہے -

شری لال مہتے بھیجے — پنڈت رام دت تری پاٹھی
۱۹۳۸ بکرمی ۸/۸۲ — مشن سکول نینی تال

اس کے جواب میں سوامی جی نے حقیقت اچھی طرح کھولی اور سب
چٹھی پھر پنڈت جی نے بھیجی -

اوم نمو برہمنے - شری سوامی دیانند جی سرسوتی کو نمستے - یہاں
جو کسی عیسائی نے پرشن کیا (وشوانی دیو سویتر یجروید ۱۲ - ادھیائے ۳ منتر) اب آپ
کے لکھنے سے گیات ہوا - اس رشی کے منتروں کی گائتری ہے بہت لوگوں نے مجھ
کہا تھا چاہے پڑھو مت ارتھ نہیں جانتے تم سوامی جی کو لکھ کر ارتھ منگا دو - آ
کو کشٹ دیا تھا - یہ مشن سکول میں ٹیچر تو ہو کارتھیوں پر تو دھرم سبھ
کا لکھو ترسبھا رکب بھی ہوں - مجھے اپنا لڑکا ہی سمجھئے - اتنی بھول میری اور شیہ ہے اور
رگوید سنہتا یجروید جہاں تک مدت ہوا ہے دیکھ لیا ہوتا - اب یہاں کے ن ب
کو پہونچوں کی اور سے سندیہ ہو گیا - ویدی آپ اگیا دیں تو وید منتر ارتھ سہت
یک ایشور کا لکھو جی ہوں - وید بھاشیہ بھومکا آدی بہت نے آدمی کئی پستکیں میرے
پاس ہیں جو کہ پستکوں کے شیخ اور کن کا ویسن ہے - پرنتو پاتنجل یوگ سوتر
کے پوری بھاشیہ کا ابھیلاشی ہوں - آپ نے سمپورن سوتروں کی ٹیکا بنا کر جو
دی ہو تو پتہ دیجئے - منگا لونگا - اتھوا آپ کے پاس ہوں تو پستک ایسا سادھو پڑھا
دیجئے - مول ششک معہ بھیج دونگا - اتھوا اور کوئی پستک کی چھوٹی سی آگیا کر کے
کرا دی ہو تو دیجئے جس سے سیوک کو گیان شیگھر پراپت ہو - جنم
پایا ادھر ہی ذرا چاہی ہوں - مجھ جیسا اندھ کو گیان چکشو دیجئے - سرو شو کرا

رام دت تری پاٹھی
پنڈت مشن سکول - نینی تال
۲۰ ۸/۸۲

کنھیالال جی کو خط :- سوامی جی سے کنھیالال جی نے جو سوال کئے اُن
جواب میں حسب ذیل خط لکھا -

چوبے کنھیالال جی - آنند رہو نمستے :-
ودت ہو کہ پتر آپ کا آیا - سماچار ودت ہوئے - آپ نے پرشن کئے سو
ہ ہمارے پستکوں میں اُتر بہت لکھے ہوئے ہیں اُن میں دیکھنے سے سب ہو
ت ہو سکتی ہیں - تم نے پرتھم ہی بار یہ پرشن کئے ہیں - اس لئے اس دفعہ تو ہم
ہیں دیتے - کیونکہ ہم کو کام بہت ہیں - اِسی کارن سے ہمکو بالکل نہیں ملتا - اتر
عیا و اپاسن اور گایتری آدی نیت کرم دو جنوں اور تینوں ورنوں کے لئے ایک
ہی ہیں - تینوں ورن گن کرموں سے مانے جاتے ہیں - جنم سے نہیں شودر جو دو یا
گنوں سے ہین ہے - اس کارن سے اُسے سندھیوپاسن نہیں آ سکتا اس لئے
کہ کسی شبد کو یاد کر کے جپا کرے -

اوتر (۲) کا لیکھ ایشٹ پرشن نہیں - اس وشے میں سنکشیپ سے لکھا ہے
نارپد وک شاستروں کے پرمان دیکر لکھنے کو سمے نہیں ہے -

اوتر (۳) مسلمان آدی اپنے مت والے ویدک مت میں آدی نو ورنے جس
ن کے گن اور کرم یکت ہوں - اُسی ورن میں رہ سکتے ہیں دولہ اور کھان پان ہی
ربھی اپنے سمان ورن کے ساتھ کریں - آجکل کے آریہ لوگ اُن کے ساتھ اُلٹ
ار نہیں کرینگے - اس لئے اپنے لوگوں میں ہی کریں اور مت ویدک رکھیں -
ہیں کسی پرکار کی ہانی نہیں ہو سکتی -

تمہارے پرشنوں کے اُتر ابھی پرکار سنکشیپ سے دئے ہیں وستار
سے ہمارے بنائے گرنتھوں میں دیکھ لو -

تاریخ ۱۰ اپریل ۔۔۔۔ ہستاکشر دیانند سرسوتی
سنہ ۱۸۸۱ء ۔۔۔۔ ستھان جیوربا بیوتا د

گروکل آریہ سماج کا اپیل :- اس سماج کا حسب ذیل اپیل بھی نمن پتر
کے موقعہ پر درج نہیں ہو سکا -

پرشنا پتر بگرہ آریہ سماج کی اور سے -

دھنیہ ہے ستیہ سوروپ سرو ویاپک - سر وگن سمپن سا ایشور کو جس کی
کرپا کرش سے سنسار کے کلیان نرتھ اور ایا تُھاوات واموہ و کو سہت جیووں کے فیت اتھ
ودیا اور اس ودیا کے پرچارکوں کی سرشٹی ہوئی ہے -
اُسی کرپالو ایشور نے چاروں اگیان اندھکار سنیکت منوں کو ستیہ سمجھ
ہ آنند کے پد اُرتھ کے پرکاش کرنے کے لئے شری مہاراجا دھراج گنگا دیا

ساگر شری سوامی دیانند سرسوتی جی کو اس ستھان پر بھیجا کہ جن کے سوریہ ودیا کے پرکاش سے بہت ادنیٰ جیوں کے کومل من سم سنکوچت ہو رہے تھے کنول ان پر پھیلپت ہو گئے۔ اور وہ وید منت جیون کا تاپ کے پرکھا کر وٹ پرمہ ستے گیان پیکشو پر کاشت ہو گئے۔ استہ شہاتو کیا و سکے شبہ اگت سے ابھ کا سیر لش اور ستیہ کا پرکاش ہوا۔

وشنیہ ہیں ایسے مہرشی ستیہ پرش کو کہ جنہوں نے اپنے تن من دھن کو کیول پر ویکار میں ہی لگایا۔ سپھل ہے اُن کی ودیا کہ جس نے سنسار کو اودیا اندھکار سے اُس کا پرکاش کیا۔ سپھل ہے اُن کا پرشارتھ جنہوں نے اعتقاد سنکر سے جیو روپی پوت کو نکال ہو کے ستے بچایا۔ اور ستیہ کا ندار کی بھاتی سنسار ساگر میں ہمارا کھیون پار لگایا۔ اور ویدوں کے اُدھار سے اور اتر کے ستیارتھوں کے پرکاش سے جیوں کو بھرم جال سے چھڑایا اور انہی نے ستیارتھ پرکاش آریہ دھرم کا رتن جو سیکڑوں برس سے اندھ کوپ میں پڑا تھا پھر پرکاش کر کے اُدھار کیا۔

ہم اُس رشی کے سو بھاگیہ کو تول نہیں سکتے کہ جب ہم ایسے سنہ ودیا پرکاشک کے سمیپ تھے اور اُن کے ستیہ اپدیشوں سے کلیان کا دوار ہو جاتا تھا۔ کیا ہم اب اُس کے دہ پرنیتہ نہ سمجھیں کہ جب ہم اپنے ستیارتھ پرکاش کے آنکھوں کا آکار دیکھنا کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پر کچھ دکھ کا وشے نہیں۔ کیونکہ ہم سوامی جی نہیں ہیں۔ اور ستیارتھ پرکاش بھی اُن کا ایک اُپدیش ہے۔ یہ شری سوامی ایک اچھی ستھان میں باندھ دیا جائے تو سارے بھوگوں میں پرکاش نہیں ہو سکتا۔ ابھی کا مت اُن کا اور آریہ پنتھ جنوں کے اپدیشاد تو یہاں سے جاتا بھی آنند کا سمبندھ ہے۔ اور جہاں پر اُن کا سنگ ہو گا اُن کو بھی ایسا ہی سکھ لابھ ہو گا۔

اب ہماری شری مہاراج آپ سے یہ پرارتھنا ہے ہم انگریزی جیوں پر سدا سرود اکرپا رکھیں گے اور اپنے شبھ سماچاروں سے کیاپت کر کے آنندت کرتے رہیں گے۔ اب ہم سرشٹی کے ایشور سے اس سمے یہ پرارتھنا کرتے ہیں کہ آپ کو آروگیہ رکھ کر آپ کے پرکاش کیا ہوا پرکھا کو بہ جی پورن کریں۔

آپ کا داس۔ بھگتا داس وشواس ترزی

آریہ سماج آگرہ

کرشن نارائن۔ منتری۔ بھاگوت پرشاد۔ ہری کشن۔ جوالا پرشاد۔ بھگوان سہائے لکشمی پرشاد۔ سوامی داس۔ بھیا لال۔ آنند لال۔ سوہن لال۔ گوبند لال۔

سوامی جی کے خطوط کرنیل الکاٹ صاحب کے نام جو پہلے لکھے گئے ان
کے علاوہ یہ خط بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے قابل اندراج ہے۔

..... جب سے ان سویم یوگ کا ابھیاس کر سدھیوں کو دیکھ لیجئے اس
سے اُتم بات دوسری کوئی بھی نہیں۔ میں بہت پرسنتا سے آپ لوگوں کو لکھتا
ہوں کہ جب آپ نے عیسائی آدمی آدھونک مت چھوڑ کر پرم پوتر سناتن ایشوریکت
وید مت کا سویکار کرا سکے۔ پرچار میں تن من اور دھن بھی لگاتے ہو۔ اور اس بات
سے اتی پرسنتا مجھ کو ہوئی جو آپ نے یہ لکھا کہ کبھی آپ بھی ویدوں کو چھوڑ دیں تو بھی
ہم لوگ ان کو نہ چھوڑینگے۔ کیا یہ بات تھوڑی ہے یہ پرماتما کی پرم کرپا کا پھل ہے۔ کہ
جس نے ہم اور آپ لوگوں کا چت وید مت مارگ میں نشچے پورک پرورت کئے اس
کو کوئی کوئی دھیرہ وادر بنا بھی تھوڑے ہیں۔ جیسی اس نے ہم اور آپ لوگوں پر کرپا
کی ہے ویسی ہی کرپا سب پر شیگھر کرے۔ کہ جس سے سب لوگ ست مت میں چلیں اور
جھوٹے متوں کو چھوڑ دیویں۔ کہ جیسا اپنے آتما آنندت ہیں ویسے سب
کے آتما ہوں۔ اور ایک آنند کی بات کی سوچنا کرتا ہوں کہ جس کو سن آپ لوگ
بہت آنندت ہو جاوینگے سو یہ ہے۔ کہ ایک وصیت نامہ ۱۸ پرش ارتھات جن میں
دو بار تھاعث ایک آپ اور دوسری میڈیم کی اور ۱۶ پرش آریہ ودیا آریہ سماج کے
پرتشٹت پرش ہیں۔ ان آپ سب لوگوں کے نام پر پتر اور نیم لکھ رجسٹری کرا کے
آپ اور سب لوگوں کے پاس شیگھر بھیجونگا کہ جس سے پشچات کسی پرکار کی گڑبڑ
نہ ہو کر سروسو پرکار تمہیں دیکھا میں آپ لوگ لگا دیں اور میری پرتی ندھی یہ سبھا
سمجھی جاویگی۔

اس لئے اس پتر کو آپ لوگ بہت اچھی ۔۔ پرکار رکھئیگا۔ کہ وہ پتر آگے بڑے
بڑے کاموں میں آویگا کم ادھیکم لیکھن پر یہ درود رود [illegible] شکشو سنہ ۱۹۳۵ تی شٹہ ولی
دوری ہستاکشر۔

شدھی کا کام یہ امر بھی قابل توجہ ہے۔ کہ سوامی جی کی عین حیات میں
ہی شدھی کے کام کی طرف کل آریہ سماجوں کی توجہ کھچ رہی تھی۔ اور اس کام کی کامیابی
کے لئے آریہ لوگ ہر طرح کی دور اندیشی و قربانی سے کام لینے کا وچار رکھتے تھے۔
اجمیر کے ایک خط میں لکھا ہے۔

آریہ سماج اجمیر ۔ موضع [illegible] شری یت سوامی جی مہاراج۔
نمستے۔ آپ کی پچھلی چٹھی کے اخیر میں پنڈت گوری شنکر کا ورتانت لکھنا
بھول گیا تھا۔ ان کا یہ حال ہے کہ جسے یہ پہلے ہیں ۵ روپے ماسک پر نوکر ہیں اب بھی
کا نرواہ کٹھنتا سے کرتے تھے۔ سو ان کا یہ آریہ پن شعر بار نکھ گیا ہے۔ رتھات۔ ۳ر

کو اس سماج کے افسوس ہے جس دن سیتا بائی نے عیسائی مت تیاگ ویدمت سویکار کیا تھا۔ اگست پنڈت جی کو جے پور سے ودیا کھیان کے لئے بلایا گیا تھا پنڈت جی السماہ سے اتوار کی چھٹی جان اجمیر چلے آئے۔ پنچایت جے پور میں ان کے حاکم نے یاد کیا۔ پنڈت جی کے نہ ملنے پر اُن کو نوکری سے دور کر دیا۔ اس بات کا سب کو شوک ہے۔۔۔۔۔

سیتا بائی ناگری اچھی پڑھ لکھ لیتی ہے...... لکھ پڑھ سکتی ہے سنسکرت شبدوں کا بودھ کم ہے پر محنت کرتا۔ ارشات - ٹوپی - رومال - چادر - موزے اون کے آسن اور کئی ایک کام اچھے کر سکتی ہے۔ یہ بی اس کا کوئی سہایکاری بھی نہ ہو تو یہ اپنے ہنر سے اپنا پیٹ بھر سکتی ہے۔ سماج نے چندہ کر کے اس کو دس روپیہ ماسک دینا کیا ہے۔ آریہ پرشوں کی استریوں کو پڑھانا اور کام سکھانا یہ کاریہ اس کو سونپا ہے۔ یہ بی اس پر چندہ نہیں آتی رہی تو کیا دل کی پاٹھ شالا بھی ہو جاوے گی۔ پر خواس کا مکھ کارن دریہ ہے جس کی اس سماج کو کم تشویش ہے۔۔

...... آگے لاہور سماج سے سیتا بائی کے متعلق خط و کتابت کا ذکر ہے۔ پھر لوکل حالات کے متعلق لکھا ہے۔ آخر میں لکھا ہے۔

پر ستر ولاس سے کیا بات ہوا کھسا را تا؟ وہ سے پور ادھین اور مہاراجہ اندور نے کرنل الکاٹ کو کلیشن پتر دیا ہے جس سے کچھ سندیہ اتپن ہوتا ہے۔

آپ کے یہاں چوری ہونے سے سب سبھا سدوں کو کلیش ہوا۔ اور پولیس میں آپ کے لکھے انوسار اسی کے سبب پرچہ ہو گیا گیا۔ ابھی تک کچھ پتہ نہیں لگا۔

سبھا سدوں کی اور سے بہت بہت نمستے پہنچے۔ اور سوامی بھگت سنگھ اور پنڈت بھاگ رام کی طرف سے بہت بہت نمستے پہنچے۔

آپ کا داس - کمل نین شرما
منتری آریہ سماج اجمیر

پریس کے کام سے دلچسپی

سوامی جی پریس اور چھپائی کے کام میں جس قدر کوشاں تھے اور حساب کتاب اور انتظام میں جتنی دلچسپی لیتے اور جن عمدہ اصولوں سے ان کاموں کو چلانا چاہتے تھے۔ اُن کے کافی اشارات ہر موقعہ پر دیئے گئے ہیں لیکن ذیل کے خطوط ان کی اور بھی تشریح کرتے ہیں۔

(۱) - سوامی ایشور انند جی - آنند رہو۔

(۲) سب شیرالیے کے بیوپار و اور نوکروں پر درشٹی رکھنا کہ نیم انوسار سب کام ہوتے ہیں یا نہیں۔

(۳) جب کبھی جو کسی کا دیتی کرم دیکھو کہ جو شکشا کرنے سے سدھر سکتا ہے تو وہیں سدھار دینا نہ مانے تو ہم کو لکھنا۔

(۴) ہر تین اتواروں کے وہاں کا ورتانت پتر چھاپ کر ہم کو بھیجا کرنا وہ تیار شکشا جو کوئی لیکھ چھپے اس کو دوسرے کے ساتھ ملا کر دو تین بار شودھ کرنا۔

(۵) اور جب کبھی تجھ کو نیتی کرم ضرورت ہو تب را جب۔ ہم کہیں تب اپنے سامنے ڈاک کھولنا اور پیکٹ لیے جتھا دھن کوش اور اپنے پیارے تھیوں کی سنبھال سے تیار وت رکھشا کرنا۔

(۶) باوجود پربندھ کرتا کا دیتی کرم کوئی درست نہ ہو۔ تب تک اس کے ساتھ مل کر اس کو سمجھا دیا دینا۔ پرتی پر سفہ نیترالیہ کی ادتی کرتے رہنا۔ قلم رپیہ ماسک پرتی ماس نیترالیہ سے لیا کریں گے۔ ان سے کھان پان آدی اچت دیوہار کرنا۔ اور جب کبھی اور کچھ دینے کو اچھا ہو تب ہم کو لکھنا

(۷)۔ سنسکرت پڑھنے میں پرشرم کیا کرنا اور جیسے پر نترالیہ کا بھی کام کیا کرنا۔

(۸) شری پر کا شکمیشن - پیرا تہ ودیا ہم ... سدا شیا بھترون کا چنتن کرنا جب تک تیرے سمستھان میں دوسرا پنچ پرش نہ آوے۔ تب تک کہیں نہ جانا۔ سے گھر کے سمان کام کیا کرنا۔ ایک نیترالیہ سے رید انگ پرکاش کے پیکٹ لے کر پڑھا کرنا۔

اسی پرکار سوامی جی شریمان سندر لعل جی کا پرینہ ہونے پر حساب کتاب کے متعلق تاکید کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ پریاگ سے پریس والوں کی اور سے یکم فروری ۱۸۸۳ء کا ۸۴ نمبر کا خط اس امر کو واضح کرتا ہے کہ کاغذ و چھپائی کے ذکر کے بعد اس خط میں لکھا ہے۔

... آپ کی آگیا تو سار ودش ۸ کا پستکوں کا حساب تیار کر کے بھیجا جاوے گا۔ پہنچ پریاگ میں نیترالیہ یکم اپریل ۱۸۸۲ء کو آیا ہے۔ سو اب ۳۰ اپریل ۱۸۸۳ء تک حساب پورا ہوگا۔ سو یکم مئی تک میں حساب تیار کر کے بھیجونگا۔

سوامی جی بھی وچتر شخص تھا۔ اگرچہ لوگوں کے دل میں جس قدر شروع عزت ادب کم کا بھاؤ سوامی جی کے متعلق میں تھا وہ صدرا یا ... کتاب ... تھا ہو سکتا ہم ذیل کے خطوط سے اس بھاؤ کو لکھنے والوں کے اپنے الفاظ میں دکھانا بہتر و دلچسپ ہوگا۔

سوامی جی مہاراج!

جیسے چنچل ... جل میں جھک ... رہتے ہیں ...

بنا رشلپھر کے وشتھ دھنگم اور کو سمرا ٹی کے وشے بھر مرآدی پرانی نماس کرکے
اُن کو بچڑا کر لیے ہیں۔ نتھا جی چندان ورکش اپنا ستھیتا آدمی گن کو اپنی چھوڑتا نہیں
ہے!! دیکھتے ہی میرے جیسے اگیان جن پڑا رنہیں آپ کو آپ نے آزمیت اور تم
دھرم کا نیہ میں پارمیار دھرلنش کرکے امولیہ کال کو دیر تو وتیت کرنے کی کیتی رِن
کے ناحق ستاتے رہتے ہیں تو بھی آپ اپنا دھیریہ سے کبھی مکت ہوتے نہیں ہو کتنا
شانت ورتی رکھ کر بڑی گمبھیرتا سے کبھی کے چیت کا سادھان کرتے ہو۔ یہ بات مجھے
پھر کتنی آشچریہ پیدا کرنے والی نہیں ہے!! اہا! یہ ورتیہ بھارت واسیوں کا اور بھارت
بھومی کا دھن بھاگیہ ہے کہ جس سمے اس دیش بھر میں چاروں اور پاکھنڈ دھرم روپ
اا وسیا کا گھور انھکار پھیل رہا ہے ایسا اندھکار کا لابھ لے کر کیول سوارتھی ڈھنگ
دھرم جاتی نوپی شرگال آدک منسک پرانی اپنا اپنا سوارتھ پشکار سب کے اوپر
بڑے آنند میں جہاں تہاں سروتر تھنک رہتے ہیں۔ ٹیک اس سمے واں آپ جیسے
بھارت بھوشن پرشوتم نر ویر پیدا ہو کر ہوا اگیان۔ متر بھیدک ودا کو ہر دیا لو
بڑھانے اہن کئے جن کی بھیکر گرجنا اور کچھنڈ شبد۔ تیج سون دادیکھ کر کتنے
پرانی کیول بھئے بھیت ہو گئے ہیں۔ اور دور ہی سے دیکھ وانس کے بھاگتے
پھرتے ہیں۔ اور چھپ جاتے ہیں۔ کتنو کسی کی کوشش پھر بھی سنمکھ ہونے کی
شکتی دیکھ پڑتی نہیں ہے۔ التھات سب دیکھ ہو ہی گئے ہیں۔ اب آپ کو
وودت کرنے کی میری مول مطلب کیا ہے سو دیت کرتا ہوں:

سوامی جی مہاراج ارمبھ سے لے کر آج دن پرینت آپ جن جن
دشیوں کے اوپر جہاں جہاں ویاکھیان دئے ہیں وہ سبھوں کا سنگرہ استیا
پرکاشن کے بنا اپنے) پستک کے آکار میں مدرت ہو کر پرکاشت ہوا ہے
اور یہ کہاں ملیا چاہئے تو کیسا بھی مل سکیگا۔ احمد آباد گجرات سیکولر سوسائٹی
سنٹے اوائیز وبانند سرسوتی ویاکھیان۔ نام گرنتھ کی ماتر ایک پرت الخسوف پستکالیہ میں
رکھنے کے لئے خرید کر لی ہے جس کی قیمت [illegible] روپے ۱۲ آنے ہے وہ پتک
کونسا ہے؟ متر بھاشیہ میں جو لیٹ دیا جاتا ہے سو مجھے تھاروت معلوم
ہے۔ اور تفات ہستی بھی اب یہاں سے اس پرسندھ کرنے کی آگیا چاہتا ہوں۔ اس
چٹھی بڑی تورا سے لکھا گیا ہے۔ اس لئے انیک ورتیں آپکے دیکھنے میں آوینگا وہ
دوسپھوں کرپا کرکے شما کیجئے اور سرم (محنت) لے کے پتی اتر کا لابھ ستو دیجئے
آپ کا ... کم ادھیکار تاریخ ۱۲/۸۱ ۲۶

مقام منطی ضلع سورت — بستا کعشہ گوی متہ
براستہ بلی مورا — سکھرام ترمبکرام

سنسکرت میں ایک کوی نے شلوک سوامی جی کی تعریف میں لکھے اُن کا ترجمہ لکھا جاتا ہے:۔

(۱) کلی میں کال وشش جتی کے اُلٹا ہونے تھا اگیان کے کارن لُپت ویدی کیے ہوئے گلھیان کاری دھرموں کو اچھے ارتھوں کو پھیلانے کے لئے پھر سے پرگٹ کرکے سارے لوک کو دُکھ ساگر سے پار اتارتا ہوا۔ کیا یہ (دیانند سرسوتی) ویاس اتپن ہوگیا ہے؟

(۲) سوکا شید آدی گھیشروں میں جاکر پرستی کی طرح دھرم مارگ کو کتے ہوئے اور داو میں ڈٹے ہوئے موکھوں کو پراجیت کرتے ہوئے اس ہولوخ منی رواد کرنے والوں میں سرشیشٹھ کو اس پرشدھ اجمیر نگر میں سارے ویدارتھ جاننے والے دھرم شری بھاگیہ رام نے بلایا۔

(۳) جیسے ان (سوامی جی نے) بڑی بڑی چوٹی والے بہت سے کلشید دُکھ ساگر کے جل ترنگوں کی طرح نرمل سوکتی سندھا کو برسایا۔ اس سے سنسار روپی تیج سوریہ سے جلے ہوئے مہیما کے لوگ پرسن ہوکر سارے تاپ کو بھول گئے۔

(۴) وید ارتھوں کو ونت کرنے والی سنسار کے روگوں کو نشٹ کرنے والی اس کی (سوامی جی کی) وانی جیسا آنند دیتی ہے ویسا نہ تو چندن کا لیپ نہ پورنما کے چاندنی کرنیں۔ نہ وشن کی والی نہ اندر کا سندر باغ اور نہ ہی سالکشات شدھا ویسا آنند دیتی ہے۔

۵۔ آدمی دیا دھی جرا آدی روپی دستر سمندری ناؤ کی طرح دردھر ایسے کو چھوڑ کر ساری مُکش جاتی کے آدھار کے لئے سویم پربھ کی طرح شوکتی اس کو پرساد کھلانا کو کرنے والا اور پاپوں کو ہرنے والا یہ (سوامی دیانند) جب تک سوریہ چاند کا پرکاش ہے تب تک پر ماتما کی کرپا سے وجئی ہو۔

شری پنڈت شنکر شاستری کے بنائے ہوئے پانچ اشلوک بینا فنکر نے پرکرٹ (۹) کئے۔

اس پر کاسے کئی تیر سوامی جی کی بڑی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ بہت کوتیا میں لکھے جاتے رہے۔ چنانچہ نورتہ کلاس نے ایک دیا رکھی کے پتر میں حسب ذیل لکھا ہے:۔

تو یہ ان میرا یہ ہے کر سدا لوبیا دان لیجئے۔ لیش ہو آپ کا سدا اُپکار لیجئے مجھ کو شیشیہ کر کے مارگ دان دیجئے۔ داس ہو تہارا تو تجھا یو گئے بیجیئے بگن نام تہارا دھرتا گرداپیں بھرتا۔ رشی جی پرشاد دیجئے آپ ہی کرتا

شو بھوگی سمتلیہ آپ لوگ دان دیجئے + الپ بدھی میری اس کو بھتو دیجئے
وید بھاشیہ رچ آپ سدا پرکاش کیتو + پروا پکاری سدا گیانی گیان داس کو دیکھو
من دیپن کرم سے داس تہارو سدا سوں تیرا بھنی وت پرشاد و سدا سوہی شکر تو شیشہ میں نظر
میں داس پاپی کھند پڑھی گیانی جان تم ہو سلط شیشہ پتر وت آگیا کاری آشریہ تمہارا پکڑے ہے
وگ مارگ ابھیشیکر جاؤ ودیا دان ورو سدا + گتی لعل ناتھ داس ہوں آشریہ تمہارا پکڑ ہے

تیسری ضلع جالندھر کے پربھو دیال جی کی کوتیا اس طرف کی بھاشا میں ان کے ایک لمبے خط میں اس پرکار ہے:-

کھنڈن پرتیا پوجتی کو کریں کیول سانچے ایک کہت چھند
اسے کچھے ویاس سے کھی پوران رچے ذورا تی پنڈت منڈ
کہوں کہوں بھارت کی مانت ہے کہوں کہوں باہر کہت دوند
بھاشیہ بھاشت چرک منی گیت گرنتھ سانچے مانت منی شوتر ورند
بلی ویشو دیو اور اگنی ہوتر سندھیا پاٹھ کی کرت سند
بھاشے چلی چلی سب کاسی تک پنڈت تن کی کروائی سند
بھنو ہے کو لیخ نہیں سے یہ ان پیچھے پنڈت کوئی آبدھ گند
شنکر جھوٹے مت تم لیا رت ہیں دیانند اور ہیں چھند

لاہور سماج کی اچھائیں :- پہلے کالج کھولا ہی گیا تھا۔ اس کے علاوہ لاہور سماج کے ادھیکاری ۱۸۸۳ء سے پہلے ہی تیرتھ الیہ لاہور لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ رائے بہادر پنڈت سندر لعل جی وغیرہ کے خط بکم فروری ۱۸۸۳ء میں لکھا ہے:-

"لاہور سے لالہ جواہر سنگھ منتری آریہ سماج کے آئے تھے۔ اُن سے بھی منشی اور پنڈت کی تلاش کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ پریاگ میں تو نہیں۔ پر لاہور میں بہت مل جائیں گے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ جو یہ تیرتھ الیہ لاہور میں اکٹھا جائے تو وہاں کے سماج کے ممبر بڑی اُنتی کریں۔ میں نے کہہ دیا کہ مجھ کو کچھ عذر نہیں ہے شری سوامی جی مہاراج کی آگیا منگا لو۔ سو لکھتے ہیں کہ اس بارے میں آریہ سماج کے لوگ آپ کو لکھیں"

۲ فروری ۱۸۸۳ء کا خط لاہور سماج کے منتری جواہر سنگھ جی کا لکھا ہوا ہے کہ ان دنوں لاہور سماج ایک خاص انسٹیٹیوشن کھولنے کا وچار کرتا تھا۔ چنانچہ بھائی جی لکھتے ہیں کہ:-

کاریگری کا سکول ہم نہیں .... کھولنا چاہتے۔ کنتو تتو ادر تھات۔
پدارتھ ودیا کا سکول کھولنا چاہتے ہیں

جو ہم کھولنا چاہتے Aryan Science Institution ہیں۔ اس کو آریہ بھاشا میں آریہ پرکرتی ودیا ادھشٹھان کہہ سکتے ہیں۔ اس کے لیے چندہ بھی شروع ہوا۔

اس کے علاوہ ویدک مشن فنڈ ایک لاکھ روپیہ کا قائم کرنے کی تجویز ہے۔

آریہ سماجک پرشوں کا ابتدائی پریم عجیب تھا۔ اس جیون چرتر میں اس کا بہت جگہ سے ثبوت ملتا ہے۔ دانا پور کے لکھے خط کے یہ الفاظ اس مضمون پر اور بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

...... سوامی جی مہاراج جہاں جہاں آریہ سماج ہیں ہم لوگ گئے وہاں کے سبھا سدا ایسے پریم سے ملتے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اپنا کوئی ... سہودر بھائی نہ کریگا۔ دھنیہ آپ ہیں جن کی دیا سے یہ پھل آریہ ورت میں دیکھنے لگا یہاں کا میوہ تو چھوٹ سارے سنسار میں وکھیات ہو گیا ہے۔ دھنیہ آپ ہیں جن کے جتن سے یہ ایکتا کی لتا سہسروں ورش کے پشچات پھر اس دیش میں اگنے لگی ہے

آپکا داس۔ رام نرائن لعل
منتری آریہ سماج دانا پور۔ ۱۰ اپریل ۱۸۸۲ء

ریاست میں آریہ پرشوں کا تقرر

اودے پور میں مہاراج پرتاپ سنگھ اور مہاراج سجن سنگھ جی کے پتا کا دیہانت ہو گیا تھا سوامی جی نے ان کی پرسپر پریتی کرادی۔ اودے پور اور شاہ پورہ کی ریاستوں میں مہاراجہ صاحبان سوامی جی کی ہدایت کے مطابق تمام راج کاج کرنے میں اوتّی سمجھتے تھے وہ دھرم اور ودیا پرچار کے لئے سب کچھ خرچنے کو تیار رہتے۔ اور چاہتے تھے کہ یہی راج میں کام کرنے والے آریہ پرش ہوں تو اُتّم ہو چنانچہ لاہور میں سوامی جی نے پتر بھیجے۔ ۱۰ ورسوامی جی کے پتر ویوہار میں صفحہ ۱۲۱ سے لے کر جو پتر چھپا ہے اس میں جواہر سنگھ جی سکریٹری آریہ سماج تمام سبھا سدوں کے لئے مختلف وچار پرکٹ کرتے ہیں۔ استریاں جو سبھا چاری اور ودوان اور نیتی والی ہوں ان کے دوارا ان ریاستوں میں استری شکشا کا پرچار کرانا منتری آریہ پرش ہونا سب اور ہر آدمی کے واسطے بھی ذکر ہے راج منتری کے پد کے لئے جواہر سنگھ جی کی بابت رچی رہتا تھا۔ چنانچہ وہ آخر وہاں مقرر ہو گئے۔ اسی طرح سب اوپر اور اور ضروری آسامیوں پر آریہ سجن نیت ہوتے گئے تھے۔ لیکن یہ تجویز خاص مخالفت کا شکار ہوئی اور زیادہ تر اس وجہ سے ناکام ہوئی کہ سوامی جی وہاں رہ نہ سکے تھے۔ بلکہ ان پر اچھا وچار ہونے سے پہلے ہی چل بسے تھے۔ چنانچہ بھائی جی بھی چند ماہ کے بعد لاہور واپس آ گئے۔

منشی بختاور سنگھ جی پر مقدمہ۔ بعض حسابی معاملات کے سبب سوامی جی نے معرفت آریہ سماجوں کے منشی جی پر دعوےٰ کیا تھا۔ پنچایت سے طے کرانا چاہا۔ مگر منشی جی نے نہ مانا۔ پھر عدالت میں معاملہ گیا تو حکم ہوا کہ دیوانی دعوےٰ کر دو۔ کیونکہ عدالت پنچایتی فیصلے کے واسطے کسی کو مجبور نہیں کر سکتی ہے۔

پستکوں میں بھاشا کے نقص۔ سوامی جی کو پہلے پہل اس امر کی بابت شکایت رہی تھی کہ ان کی تقریر کی غلطیاں ذیل ہوتی ہے اور بعد میں جو کتابیں لکھتے رہے انہوں نے عموماً سنسکرت کے ذریعہ اپنا آشا بیان کیا۔ تاکہ بھاشا کے نقصوں سے ان کے متعلق غلط فہمی نہ ہو سکے باوجود اس کے جو لوگ کہیں اب بھی سنسکرت اور بھاشا کی غیر مطابقت کا خیال کرتے ہیں وہ اس پتر سے اس وقت کی شکل کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ "بھاشا بنانے کے لئے جو گوند کا نام شودیال سے منشی کرا رہے ہیں یہ ٹھیک سوچ کے ہونا چاہئے۔ اس بھاشا بنانے میں بہت جگہ کٹھن پڑتی ہے۔ آگے پیچھے بہت خیال رکھنا پڑتا۔ اس کام میں جو آپ کے پاس ایک دو ودیارتھی ہیں تو آپ کا ٹھیک سے بھاشا نہ ہوگا اس سے ... بھاشا کا نہ ہوا اس کام کا ڈھنگ بگڑ رہا ہے۔ کیونکہ جب تک منتر بھاشیہ بنا دینے کا سامرتھیہ جو منشی کو نہیں ہے اس سے اس کام کا گویا لڑکوں کا کھیل کھلونا ہے۔"

الم ادھیکم

کرپا پاتر جوالا دت

سوامی جی سے استفسار۔ نہ معلوم آریہ لوگ اور دوسرے ترقی کے خواہشمند کس قدر امورات میں سوامی جی سے پوچھتے رہتے تھے اور اپدیشکوں کے ہر طرح کے پتر بیوہار کا کام سوامی جی کو کس قدر کرنا پڑتا ہوگا۔ ایک پستک کی تحقیق کے لئے پتر اور سوامی جی سے تلاش کرنے کی استدعا بطور مثال اس خط سے معلوم ہوگی۔

"میں نے آپ کو یہ پتر اس لئے لکھا ہے کہ بمبئی میں ایک شریف سوداگر کا پستکالیہ ہے۔ اس میں وید سورودیہ نام ایک پستک ہے۔ میں نے کئی بار آریہ سماج بمبئی اور اگت پستکالیہ میں بھیجے ہیں پرنتو وہ پستک نہیں ملا۔ اب مجھ کو پوری آشا ہے کہ اس پستکالیہ کا اور پستک کا پتہ لگ جائیگا۔ کیونکہ آپ سب پرکار کھوج لگا لیتے ہیں۔ اسی کارن آپ سے پرارتھنا ہے کہ آپ اس پستک کو منگا کر دیکھئے کہ کیسی ہے۔ اگر خریدنی چاہئے تو لائیں۔ بیدی اچھی ہو تو ایک

بہرتی یہاں بھی بھیجئے۔ کیا یہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دروپدی کے پانچ پتی تھے یا کیا۔

آپ کا داسانوداس - للتا پرشاد

پتہ ادھیکش آریہ سماج میرٹھ

اسی طرح ذیل میں سوامی جی کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے جو لالہ جیونداس جی کے نام ہے اس سے ظاہر ہے کہ لالہ جی نے شودر ذات کے متعلق پرشن پوچھ بھیجا۔

لالہ جیونداس جی آنند ست رہو۔ نیز آپ کا آیا سماچار وِدِت ہوا۔ ایک فارسی خط پڑھنے والے بہت کم ہیں۔ انگلش کے پاٹھک بہت ہیں۔ اس لئے جب کبھی لکھیں تب ناگری وا انگریزی میں لکھیں۔ اس پتر کا مطلب ہم ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھتے ہیں جتنا سمجھا ہے اتنے کا اتر لکھا جاتا ہے (سود) شبد کا ارتھ جو رسوئی کرنے والوں کا ہے۔ یہی ارتھ ایتریسوتر آدی میں بھی ہے۔ پاک کرنا کا کوئی ورن نشچے نہیں ہو سکتا کیونکہ پاچک سب ورنوں میں ہوتے ہیں اب تو اس میں سناتن کا دُو راہی پرمان ہو سکتا ہے جو آپ لوگوں میں بکھیڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور معلوم ارتھات ودھوا کو پھر دوسرے کے گھر میں بٹھانا ٹھیک نہیں ہوتا۔ تو شودر ورن میں گننا آپ لوگوں کی نہیں اب سوچنا چاہئے کہ (سود) لوگ کھتری ہیں اتھوا ویش جو راج دھرم راج کرنا آپ کے ذات شودر آدمی گن یکت پدھی پر کوشل والے ہوں تو کھتری اور جو ویش کے دیا پار آدی کرم ادی کرتے ہوں تو ویش سمجھنا چاہئے اب آپ لوگ ہی اس کا نشچے کر لیجئے۔ اور جو کبھی (سوت) شبد بگڑ کے سود ہو گیا ہو تو آپ اور شبد کھتری ورن میں ہیں ہم نے سنا ہے کہ آج کل بابو نوین چندر والے لاہور میں ہیں اور دھرم و ادھ میں پرتیتن کر رہے ہیں اور آریہ سماج لاہور بھی اس بات میں بابو جی سے سمت ہو گیا ہے یہ برہم سماجی لوگ جینیو وتھا باہری اور باتیں کہتے ہیں ان کا یہ مطلب پڑتا ہے کہ جیسے برہم لوگ کرشچینوں کے تابع ہو رہے ہیں ویسے آریہ سماج بھی ہو جاوے پر توجہ کنسلٹ لیو ارتھات جس کا پرش کے ساتھ کبھی سنبندھ نہ ہوا ہو اس کنیا کے پُنر وواہ کرنے میں کچھ دوش نہیں اور جس کا پرش سے سمبندھ ہوا ہو اس کا نیوگ کرنے میں اپرادھ نہیں۔ اس سے ویپریت کرنے سے شاستر سے وردھ ہونے سے آپ لوگوں کا اقدام پنچایت بہت کشٹ بھوگنا پڑے گا۔ ارتھات دان بابیر ہونا ہووے تو بھی کچھ سنشے نہیں سب سے بہتر شیر باد ہو گا

پنڈت کرپا رام کا خط۔ اور بھی عجیب بات ظاہر ہے کہ خط و کتابت میں گڑبڑ کی یہ اصلاح شاید رہی کہ سوامی جی کے ہاتھ کا لکھا ہوا پتر آوے یا کم سے کم ان کے

بستا کھنڈر ہول ہو بہ فرائن سے خط وکتابت کے کام کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔ پنڈت
گوپال رام کا یہ خط ان امور کے علاوہ اس بات کا بھی اشارہ دیتا ہے۔

ڈیرہ دون بجی آسون ۱۹۴۲ء

شری ۱۰۸ سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج۔

راجستھان جودھپور

پوجیہ آچاریہ ساشٹانگ پرنام

دیرگھ کال دیکھتے ہوتا کہ مہاراج کا کوئی پالن پتر ہمیں نہیں ملا۔ اتا ایو
ہردیہ میں ویشو کا آنند ہے۔ یدی مہاراج کے منگل سماچار پتی سمرتھ دان اور سماچار
پتروں دوارا اسمیلو دستہ ہوتے رہتے ہیں تو بھی آپ کے شبھ بستا کھنڈر
لیکھ پتر دیکھنے کی ابھیلاشا بنی رہتی ہے۔ آشا ہے پرتی اکثر دان کریں گے ہم
لوگوں کو یہ آشیرواد کریں گے۔

اتر پردیش اور شاہ پورہ آدمی راجستھانوں کو اس درشن پوتر کر مہاراج نے
جو ایک ایک سوتر اپنے آنند کا دیتے ہیں کہ جس کو پرگٹ کرنا لیکھنی کی سامرتھ سے
باہر ہے۔ دوشٹی اور ویروری جتنوں کے مکھ سے مہاراج کو دھنیہ واد دیتے
ہی بنتے ہیں۔ منشی سمرتھ دان جی کو بھیجا ہوا مدریت دھنیہ واد پتر شری
پت مہاراج جی کی سیوا میں یہاں سے بھی بھیجا گیا تھا جس کا اتر بھی آیہ مثل دوا کہ
سے ایسی انوگرہ اور درشن سمپت پد دان کیا ہے۔ جس میں شری ہاں کی یہ دن
جیت بیتا اور دیشا تو آگ پر کا خشت ہے ہم لوگوں کے پچھے گیاں سے کوئی وستو
ایسی درشٹ نہیں پڑتی جس کے دوارا مہاراج کے اپکار اپار کا دھنیہ واد
سمرپن کر سکیں۔ انس جگت ایشور کو بار بار پرارتھنا ہے کہ مہاراج کا شریر چرنجیو رکھیں

آپ کا آگیا کاری شش

گوپال رام

ہریانہ کی مائی بھگوتی کے خط: مائی بھگوتی کے آریہ خیال اور مہاراج کے
اور سوامی جی سے بمبئی میں درشن کرنے کا ذکر پہلے آ چکا ہے جس کے بعد مائی جی نے
جیسی دلی لگن اور ہمدردی سے سماج کی سیوا کی یا جس طرح پر وہ ویدک دھرم کے متعلق
سیوا کرتی رہیں اپنا فخر بھی نہیں اپنی ودیا پر بھی کے لئے جو انساہ دکھاتی رہیں وہ آریہ
پرشوں کے لئے نہایت ہی شکشا دایک ہے۔ اگر آریہ لوگ اپنے مان اور اپنی خودغرضی
کو چھوڑ کر مائی بھگوتی جیسی استریوں سے سبق لیں تو تھوڑے دنوں میں ہی سب مشکلات
حل ہو جاتی ہیں۔

ادم نمہ۔ سدھ شری سروتم سرو سماجن منگل دکھ دیناشک سرو آنند پد دیکھین

پریم ودیالیہ دھرم مورتی بتر سو روپ شری شری شری شری شری سوامی جی
مہاراج کی بھینٹ ۔ کرپا سندھو ۱۷ اکتوبر کا پتر آپ کا میرے پاس پہنچا ۔ پریم
آنند ہوا یہ جو آپ میرے بلے آشرواد پڑھ کر پا کر کے ہوا اس سے آپ کا ودیا پریم
پرمیشور رحمان بڑھا دے مہاراج جی یہ جو آپ نے لکھا کہ تو لاہور جا سکے تو ہم لاہور
آریہ سماج کو تیرے واسطے لکھیں ۔ سو جو آپ نے پریم کر کے اور دیا اتپکر کی جو پوچھ
لیا ۔ پرنتو میری اور سے یہ اتر ہے کہ میرے کو تو کیول اس ہی پریوجن سدھی کی
اچھا ہے کہ بھلے پرشوں کے آشرے سے اس باپ کے پھل شریر کی رکشا اور
اپنی بدھی انوسار جو بات پوچھیں اس کا بیچار دے کر سو یہ دیا اتھو جی آپ
کی مہیما ہے جس جگہ میرا یہ پریوجن آپ کو سدھ ہوتا دیکھے اس جگہ میرے کو
چاہے کہیں بھیج دیں ۔ پھر جو سوچنے بات ہے سو آپ سوچ لیجئے ۔ یہ تو آپ
سے میری ایک پرارتھنا ہے کہیں جگہ آپ میرے کو بھیجیں اس جگہ میرے
ستکار کی اچھا ہے میرے کو بڑی ذات کے نہیں چھوٹی ذات کے بھیج کا ہے
تے کہ میں نے اپنے پریوجن کے لئے جانا ہے تاتے آپ نہیں کہ ایسے لکھیں
کہ آپ استری شریر ہمارے آگے بھیجا ۔ کتنا کرتی ہے ہمارے لکھنے کے ہیتو
ایسے پڑھنا کٹھن ہے تاتے ہے کہ تم ایسے کرو کہ تم کو لکھیں جس کو تو بھیجیں یوں
جو بات وہ پوچھے سو کرپا درشٹی سے اپنی سمجھ کی بنا پر دیتی جو کسی بات اس کو
پہنچی نہ آوے اور کلیان کارک ہو وے سو بھی دیا سے بتا دیں اور ایک
رہنے کے لئے الگ ہی استھان دے دینا ایک جیسے پرتیت ان سے دینا مہاراج
اس رتی سے مجھ کو انہوں کے پاس بھیجو بہت بوجھ نہ ان کے اوپر ڈالیں
سے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہتے کئی مہینے ولیاں ہی میں نہ لگا دیں
مہاراج میں اپنا گزارہ اس ریتی سے کرونگی کہ جب میں ایک مہینے میں گلی کوچے
اور اپنے سماج کی شریمتوں کی واقف ہو جاؤنگی ۔ تب وہ تین گھروں سے ایک ایک
روٹی لے لیا کرونگی اور سبزی کا خرچ میری مائی دے دیا کریگی ۔ مائی میں تو ان کے
دینے کو بھی سامرتھ ہے پرنتو اس کا سو بھاؤ ذرا سنکوچ ہے ۔ اس سے میرا
اس کے ساتھ ایسا ادھار ہے کہ جو اپنی ضرورت تا سے دے دیوے سو لے لینا اور
بہی اچھا ہے کچھ نہیں کھانا میں جگہ ... کو تھوڑا ... اور درستر اپنے ستکار سے
دے دیتی ہے کیونکہ سمو دایہ میں سے ایک ... دوسرے ... اور اپنے وشے میں
جاؤں تو اس کو اپنی ... سے دینا پڑیگا تاتے وستر تو میرے کو بھیج دیا ہے
ان کو میں ... اور ستھانوں میں جو گھروں سے ... اور جو آپ کی آگیا ہے استری
[illegible]

ہونگی اور آوینگی اُن کو تو بہت نامی رہیگا اور جو سبھا جتنے پرشوں کی اچھیا دیکھوں گی سو
کرونگی ۔ دینا ناتھ جی نے تو آسوج کال ہی لاہور کو چلی جانا تھا جالندھر سے لاہور کا
ٹکٹ نے لینا تھا پرنتو ایک تو میرے کو جو چھپا جو دوسرا میرٹھ دیکھ کے چت میں
یہ آئی کہ جبکہ اُس جگہ بھی ایسا ہوگا تو ساتھ والیاں ہنسی کرینگی تا تتے اپنے ستھان
پر چلکر مہاراجوں سے پوچھ جیسے کہینگے ویسے کرونگی ہے کرو ناکر آپ جو سنا دیکھ
اُپکار کو دولیکی رکھشا کے لئے یتن کر رہے تھے وہ کیسے ہوا اور جو لکھتے تھے کہ ستیارتھ
پرکاش اور ابھی ریتی سے چھپا ہوا چھپیگا سو چھپا ہے یا نہیں ۔ ہو مہاراج جو وہ
جو میری پیار چھتنا ہے سو گولی گنتول کے منگانے کی سو جی اُن کی بھی کوئی کرپا کر کے
یتی بتا دینی جس ریتی سے میں منگاؤں ۔ مہربانی ۔ ۴ نومبر ۱۸۸۲ع

دستخط
بھگوتی

سوستی شری یت سرو شبھ گن گن ندھان دھرم مورتی دین دیال پرم سروپ
شری شری شری شری شری مہاراج سوامی جی ۔ بھگوتی کا بہت سب سماج کا پرنام
بہت یاد رہا ہے نام پا جنا اور مہاراج پتر آپ کا آیا پڑھ آنند ہوا و جیسے ہوں آپ
جو ایسے بیتول پیدا کرتے ہو پرنتو آپ کا ۔ ستمبر کا لکھا ہوا ۱۳ کو اس ڈاکخانہ میں
پہنچکر ایک چند دن کو میرے کو ملا سو اس میں یہ اتر ہے کہ اس ڈاکخانہ میں بہ اکثر
ڈوکشی پڑھا ہوا ہے نہ بھی رسالہ اس سے یہ میرا پتر دس دن رہا ۔ تاتتے لفافے
پر فارسی حرف ضرور ڈلوانا اور مہاراج جی میرٹھ سے میرے کو ایک ہی پتر آیا تھا سو جی
بن نے آپ کے پاس بھیجا تھا ۔ اور اسی پتر کے ساتھ جو میں نے آپ کو پتر لکھا تھا
اس میں اپنے میرٹھ جانے کا سب سماچار لکھا اور یہ پوچھا کہ مہاراج میں نے جو پتر
میرٹھ کو لکھے تھے اُن کا جواب یہ آیا اس کا اُتر میں لکھوں یا نہ کہ لکھوں تو کیا لکھوں
سو جو آپ نے اس پتر کا جواب یہ لکھا جو آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے اس میں آپ
اتر دینے واسطے لکھا نہیں ۔ اس سے میں نے انہیں کو اس پتر کا اُتر تو ضرور نہیں
لکھا اور جو اس سے پیچھے میرے کو ادھر سے کوئی پتر نہیں آیا ۔ جبکہ تا تو میں اُتر کیوں نہ
لکھتی کہا ہے کہ میرے تو یہ بات پرم ہی اشٹ تھی یہی بات تو میں آپ سے پرارتھنا
کر سکتی ہی ہوں کہ یہ جیسا لوگوں کے سنگ سے کوئی کوئی بات پوچھتی رہوں اور
پھر جب آپ اُن ستھانوں میں آویں تو پھر آپ سے پرارتھنا کر کے کوئی بات پوچھ لوں
اور آگے اوروں کو بھی بتاتی رہوں اور جو میں نے پرشن پوچھا تھا سو جو ستیارتھ
پرکاش چھپیگا میں تو ضرور لکھنا ہے پرنتو میں نے اُن ستھانوں میں ایسے سنے ہیں کہ
جیسا تین ادھک پاپ پنیہ تھوڑا کرتا ہے تب پشو آدی کا شریر پاتا ہے جب پاپ پنیہ

کرتا ہے تب پھر منش شریر کو پا لیتا ہے جب پن اوجھل کرتا ہے تب دیا ہے کرپا بیٹھے
بن میٹھ کے آنے کی بات نہیں کبھی تھی اب آپ کی کرپا سے اچھی رہتی سے کھولی ہے
بڑھے بھگون جو آپ یہ لکھتے ہیں کہ ہمارا اتر بھٹنے کا اوکاش نہیں سو جو یہ بات
سیتہ بھی ہے پرنتو میرے کو یہ پرتیت ہوتا ہے کہ آپ کی میرے پر بھی کرپا کی نیونتا نہ ہوگی
تے کہ جیسی کرپا کرنی ایشور جی کو اچت تھی سو انہوں نے بھی کر دی ہے کیونکہ جس
استھان میں آپ جیسے ودوان ہوں کی اتنی بڑی گرہستھ کے جنجالوں سے رہت جنم بھر
آپ کا درشن اور اس مارگ کے سمجھنے اور چلنے کی من میں روچی اور بتائی بات سمجھنے کی سمرتھ
دے دی ہے اور جو جو مجھ کو اپنے کرنے کا کرتویہ اپنے آپ ہی دکھائی دیتا ہے سو اس کو بھی
جی اپنے دل سے انساہ پوروک اتی شیگھرتا سے کرتی ہوں - پھر جو میرے کو کرنے
رہ گیا ہووے سو آپ کرپا کر کے بتا دیجئے - آپ کو یہ اتی اچت ہے اور جو آپ کی کرپا کی
نیونتا میرے کو اس سے پرتیت ہوتی ہے کہ نہ تو ورتمان ہو کے کہیں اور جگہ پوچھنے کا بھلا
ہو پاوے کرنے ہوگا ہے نہیں کہ میں تو سب طرح سے مانتی ہوں اور آپ بھی تھوڑی سی
بات جیسی کہ بتا رہی ہے کوئی کسی کے کہے کہانے سمجھن کرتا ہے ویسے ہی کبھی میرے
ہی تھوڑی جیسی بات لکھ چھوڑی کبھی لاہور کی کرا ہو رہا ہے تو میرے تیرے دو اسطے
ہو کر کہیں سوچ پہلے تو یہ کہ اس بات میں میرے کو کیا پوچھنا یہاں آپ کو بھوجن
کی بکیتا دیکھے وہاں بھیجیں اور جی جے کو پچھ بھی لیا تو بھی میں اس کے اتر میں دو
چیز لکھے وہ دت ہوتا ہے کہ آپ نے لاہور کو تیری نہیں لکھا ہوگا جیسے کو لکھا بھی
ہوگا تو میرے کی اس کا اتر کچھ بھی نہ دیا - میرے کی بات لکھ چھوڑی وہاں کی بات کو آپ
بھلے چنگے جانتے بھی ہونگے کہ اس بات میں وہ ڈھیلے ہیں یا نہیں پر جن میرے کو ٹھیک
ہے دا انوں کو پرنتو - آپ نے کہیں اور سماچ میں لکھا نہیں ہوگا - اس سے اور کوئی
بات لکھنے کو ملی نہیں - میرے ہاتھ سے کسی آپ کے پچھلے پتر کا اتر اب آیا ہوگا وہی لکھ چھوڑی
ہے پر جانا تھا آپ تو میرا ستسنگ کا بھی چاہتے ہیں اور جی میں تو اس وقت میں اپنا
ستسنگ کی بھی نہیں چاہتی - ایک تھوڑی دیا تو اتنا ہی چاہتی ہوں - مہاراج مول بات یہ کہ
ہو کہیں اور جگہ میرے پوچھنے کے پربندھ کا کچھ اور بھی نہ آپ لکھ سکوں اس سے آپ
ہی کرپا کی نیونتا پائی جاتی ہے یا نہیں لیا مہاراج جی جیسے کہ پورن کرپا ہووے تو اتر بھی
سے اترے اتر سے پربندھ بھی کر سکوں اور ایک مہینے میں تھوڑی سی بات لکھنی بھی آپ
کو کچھ نہیں کا ہے تے جس کو تھوڑی سی دیا ہوتی ہے اس کو تو سوچ کر اتر دینا کٹھن بھی
ہوتا ہے سو جی آپ پورن ودوان ہوں جو لکھی بات اپنے من میں ہی بنائی جاتی ہے اس
کے لکھنے میں بھی دیر کا کال بھی نہیں لگتا سو جی آپ جانو آپ کا کام مجھ کو جیسے بھی تھوڑی سی
سی پڑھی تھی اکھا کر دی جتنا میرے پر شدھ نہ پاکر کے کسی اور سے اتر لکھو اول جانئے آپ

میں نے تو بہت کہاں تک آپ کی اور دیکھا ہے دہلی ہو رہی ہاں میری باتوں سے
انہیں مانتا۔ اتنی کہ تمدارت بھکشو ہوتا ہے اسی طرح سے جھگڑا کرتا ہے
کہ یہ نہ چاہئے بھکشا دے کر بھکشا کی نوری چاہئے - ہے دینا بات جی اتفاق
باجیوں کے آنے کی بات تو میں سمجھ لی - پر جواب ان کے شکوہ دکھ ہونے سے پیش شنکا
وہی آپ نیچوں کی تلیتا کس پرکار سے لیتی میرے کو تو یہ شنکا ہے کہ جیسے کسی کے
آدھا گیہوں آدھے چنے ملے ہوئے ایک من کسی کے گھر ڈھیری کے۔۔ اس
کی اور بھی جان لیتا ویسے سب کے باپ بن ملے نیچوں ہیں پیشتر میں آدھے
سوچی مہاراج میں یہ پوچھتا ہے کہ جیسے گیہوں اور چنے کو الگ الگ کر دئے تو جس
میں۔۔ ایک تھا اس کے۔ دو تھا گیہوں اتنے چنے جس کے گھر دہ اس کے ڈھائی
من جس کے ایک اس کے تین بیس سیر ویسے ہی جنھوں کو جی کا پھل شکھ
ہو گا - انھوں کو باپ کا پھل دکھ بھی ادھک ہوا چاہئے کیسے کر ان کو دکھ بھی
دیکھا اس سے دیریت ہے اور جو ستیارتھ پرکاش میں جگ ست …
… یہ سب باپ پن کرنے سے سکھ دکھ ادھک نیون ہو گئے ہیں - یہ کہنا ہے
بچی اور اور بھی ادر گرنتھوں میں بھی میرے کو تو یہ بات درست ہوئی نہیں جبکہ کہیں بھی
ہووے تو آپ سے ناتر نہیں لکھتا تو کہ ان لکھ دیا - جیکہ اس میں نہ ملیگا تو پھر پوچھ
ں - ہے دھرم مورتی ایسے نہیں کہ جاتا ہی نہ کہیں - مہاراج سرا تو جیتا ہی اس
سے ہے نہیں تو میرے کو ایک دن ہی اتنی دیر گھر ہو جاتا ہے

ہریانہ ۴ جنوری ۱۸۸۳ء — ہستا کشر

بھگوتی

بال برہمچاری کی زبردست فتح

متھرا کے پنڈتوں نے جب شاستر ارتھ میں … ہاتھ سے … ایک مکر سوچا کہ کوئی ایسی تجویز کی جاوے کہ باعث پبلک کی نظروں سے گر جاوے۔ چونکہ وہ یہاں بہت عرصہ سے ٹھہرا ہوا ہے تو اس زمانے کے متعلق کچھ بات گھڑی جا سکتی ہے … بہت سوچ کر چار … سے عورت کو اس کا ذریعہ بنایا گیا جو چال چلن کے لحاظ سے مشہور تھی ہوئی سے کہا گیا کہ اگر کسی ریتی سے سوامی دیانند کو بدنام کر سکے تو روپیہ ملیں گے … پانچ سو روپیہ طلب کیا جو منظور ہوا - لیکن عورت نے پیشگی … زیور … ایسا ہی کیا گیا وہ عورت زیور وغیرہ پہن صبح ہی سوامی جی کے ڈیرے پر آئی … نزدیک باہر … کچھ شور شرابا کا موقع ملیگا۔ لیکن سوامی جی اس … وقت … آپ کے چہرے کا جلال دیکھ اور … اس … کے … تھا اس کا خیال کر کے عورت لوٹ آئی اور کہنے لگی کہ میں کچھ نہیں کر سکتی مجھے

تو خوف آتا ہے۔ انہوں نے تعزل کرتے ہوئے اس کو پھر حوصلہ دیا وہ اندر گئی تو اس کے دل میں نہ جانے کیا کیا خیال آتے رہے۔ بعد کچھ دیر کے زیور اٹھا لائی۔ سوامی جی نے جب آنکھ کھولی تو استری کو اندر دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے۔ کیا تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔ وہ ہاتھ جوڑے زمین پر سر رکھے اور رو کر کہنے لگی کہ مہاراج کرپا کر دیں یا پنی روپیہ زیور کے لئے بہا دھرم گنواتی رہی اب بھی زیور کے بہانے ہی پاپن چیا ری سوار تھ بُو کی بھکائی یہاں آئی تھی۔ مگر یہاں میری مَتی بدل گئی ہے یہ زیور وغیرہ سب آپ کے ارپن ہے۔ میرے پاپ کو کشما کیجئے۔ سوامی جی نے کہا کہ ہمیں اس زیور کی اچھیا نہیں ہے تو اسے لے جا۔ اپنے کام میں لگا ہماری ایشور سے پرارتھنا ہے کہ اس وقت جو تجھے سمجھ آئی ہے یہی تیری آیو پرینت قائم رہے۔

ماتھے پر اینٹ لگی۔ وزیر آباد میں مخالفوں نے جو اینٹیں پھینکیں کہتے ہیں ایک سوامی جی کے ماتھے پر لگی۔ اور کچھ خون نکلا۔ لیکن انہوں نے مطلق خیال نہ کیا نہ کسی کو ادھر توجہ کرنے دی۔ رومال سے ماتھے کو پونچھا اور اپنے کام کا بدستور خیال رکھا۔

مخالفوں کے دل کو جیت لیا۔ گوجرانوالہ میں عیسائیوں نے سوامی جی کے پکچر والوں کو کم ٹکٹ دیے اور یوں ہی شائقین کی کثرت تھی اس لئے ٹکٹ ختم ہو گئے بہا کثر لوگ مارے مارے پھرتے تھے کہ کسی طرح ٹکٹ مل جاوے آزاد انجمن وزیر آباد جن شخصوں نے اینٹیں چلائی تھیں وہ بھی یہاں آئے ہوئے تھے۔ اور حیران تھے کہ یہی کوئی شاستری پڑھنے والا بھی عیسائیوں کا جواب دے سکتا ہے۔ وہ ان کے مباحثہ دیکھنے کا بہت شوق رکھتے تھے۔ مگر ٹکٹ نہ ملنے پر مایوس ہو کر آخر صلاح کی کہ سوامی جی سے کہیں اس پر اپنی کرتوت کے خیال سے شرم آتے ہوئے جھجک گئے تاہم آخر کار ان کے پاس پہنچ ہی گئے۔ سوامی جی نے انہیں پہچان لیا۔ لیکن مطلق نہیں جتایا۔ آخر ٹکٹ کی پرارتھنا پر بے تکلفی سے کہہ دیا۔ کہ آپ نے میرے ساتھ چلنا۔ چنانچہ وقت مقرر پر وہ بے ٹکٹ نہ ہونے سے روکے جانے پر سوامی جی نے کہا یہ میرے ساتھ ہیں۔ میں نے انہیں وعدہ دیا تھا۔ یہ ضرور آویں گے۔ اس سلوک پر اور بعد میں مباحثہ کے اندر سوامی جی کی عجیب و غریب لیاقت دیکھ کر وہ دل ہی دل میں اپنے کئے پر پشچاتاپ کرتے تھے۔

کاشی شاستر ارتھ۔ کاشی شاستر ارتھ میں سب پنڈتوں کے ہاری ہاری لاجواب ہونے پر آخر میں جو پتر دیا گیا تھا۔ اس میں پُران شبد والا حصہ حسب ذیل تھا۔

दशमे दिवसे यज्ञान्ते पुराणविद्यावेदः इत्यस्य मध्ये यजमानः कुर्यात् इति

مادھو اچاریہ جی نے اس کا یہ مطلب کیا تھا کہ

جگیہ کی سماپتی پر دسویں دن پُران کا پاٹھ شروع کرے۔ یہ اشا بالکل غلط تھا اس لئے

...ی کر کے شور شرابا مچا دیا گیا۔ کہ کسی طرح یہاں سے عزت لے کر نکلیں تاہم صاف
مطلب سوامی جی نے چھپوا دیا جو یہ تھا کہ پران وغیرہ سے مراد برہمن گرنتھ یعنی برہم ودیا
(ویدانت اپنشد) ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے منتروں میں پران چاروں وید کی کتھا کا
چل رہا ہے۔ وغیرہ۔

کاشی میں کومدی آدی پڑھنا:۔ سوامی جی جب ہردوار کے جنتین مظہر میں
تھے اور فریدانت پر وچار سے تھے۔ ان دنوں ان کے کاشی آنے کا ذکر خود نوشت جیون چرتر
میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان دنوں پنڈت رام نرنجن جی شاستری سے کومدی اور
سے شاستر پڑھتے رہے۔ یہ شاستری گورو سوامی جی کی گدی کے ادھشٹاتا تھے۔ جن کی
بعد میں وشودھانند جی نے لی تھی۔

رنگا چاریہ اور سیٹھ نرائن داس خاص:۔ متھرا، برندابن اور کلکتہ کی ستیارتھ
ودرشنی سبھا سے ان دو شخصیتوں کا خاص تعلق ہے ان کی حقیقت بیان کرنا ضروری
ہے۔ جس سے سوامی ورجانند اور سوامی دیانند جی گورو اور شش دونوں کے متعلق
ان کی مخالفت کی کسی قدر وجہ معلوم ہو سکتی ہے۔ درحقیقت رنگا چاریہ کو چھوٹی حیثیت
سے ترقی کر کے لاکھوں کروڑوں کا مالک بنانے اور پھر نرائن داس جی کے بڑی جائداد کا وارث
بنانے سے ہی سچائی کے پرچار کو روکنے میں ان کو دلچسپی تھی۔

رنگا چاری شری سمپردایہ کے وشنو تھے۔ شری سمپردایہ رامانج کا چلایا ہوا ہے
برندابن کے پاس گوردھن میں شری وشنوؤں کا ایک مندر تھا۔ اس مندر کے ادھیکش
شری نواسا چاری نامک ایک وشنو سادھو تھے۔ شری نواسا چاری کی کوشش سے
برندابن کے آنچل میں رامانج کا مت بہت پھیلا۔ رنگا چاری شری نواسا چاری کے
شش بنے تھے اور ان سے پڑھتے بھی تھے۔ رنگا چاری آہستہ آہستہ شری نواسا چاری کے
پیارے اور ہو گئے۔ مرتے وقت شری نواسا چاری گوردھن کے مندر کا ادھیکشتا رنگا چاری کو
دے گئے۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ متھرا کا مشہور سیٹھ وشن پہلے جین مت کا
پیرو تھا۔ آخر میں لکشمن داس سیٹھ کے چچا رادھا کرشن داس دھرم سے پیار کرنے والے
شخص تھے۔ جین مت سے ان کی تسلی نہ ہونے پر انہوں نے مختلف مذاہب کی چھان
بین کی اور آخر کو رنگا چاری سے دیکشا گرہن کر لی۔ رادھا کرشن کے چھوٹے بھائی بھی رنگا چاری کے
شش ہو گئے لیکن ان کے بڑے بھائی نے اول اول ۱۸۴۳ء میں تین لاکھ روپیہ
خرچ کر کے برندابن میں ایک مندر بنوایا کہ اس کی گدی پر گورو رنگا چاری کو بٹھایا
لیکن وہ مندر چھوٹا تھا اور من کے مطابق نہیں ہوا۔ تب ۴۵ لاکھ روپیہ خرچ کر کے
ایک دوسرا مندر بنوایا وہی مندر اب برندابن میں سیٹھ جی کے مندر کے نام
سے مشہور ہے اس مندر کے بننے میں دس برس لگے اس مندر کو اس سے کا...

نے بنایا۔ مندر کے بنانے اور مورتی کو سجانے میں تقریباً ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے
مندر کے بننے پر دلیپ سنگھ آدی کے خرچ کے لئے ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی جائداد
دان پاتر لکھ دیا۔ اس مندر اور مندر کے گذارے کے لئے وغیرہ کے بارے میں
دان پاتر لکھ کر ۱۸۵۶ء میں رنگاچاری کے اربن کر دیا۔ رنگاچاری کے پتر شری
اساچاری کے جیتے جی خراب ہو جانے پر مندر وغیرہ کی جائداد ٹرسٹیوں کے ہاتھ سونپ
دی گئی۔ نارائن داس اس مندر کا ایک کاربردار ایک ٹرسٹی تھا۔

سوامی ورجانند جی کی تصنیفات:۔ آپ نے شنکر آدی کا کھنڈن
کے واکیہ میمانسا نام کی پستک لکھی۔ نیز اشٹادھیائی پر بھی بھاشیہ کیا لیکن بعد
میں خیال آیا کہ کہیں میری پستکیں چلنے سے پہلے رشی کرت گرنتھوں کے پرچار میں کمی
پڑ جاوے کیونکہ لوگ زیادہ سہل گرنتھ اور اصل رشیوں سے دور ہوتے جاتے
ہیں۔ اس لئے اپنے شاگردوں کو آگیا کی کہ میری ان کتابوں کو جمنا میں پھینک آؤ۔ لیکن ایک
نے اُسکو قیمتی تصنیف سمجھ کر اپنے گھر رکھ چھوڑا اور ڈنڈی جی کو آ کر کہہ دیا کہ پھینک آیا
اسی طرح واکیہ میمانسا کے پھینک آنے کو ایک اور ودیارتھی کو کہا۔ لیکن اس
نے بھی اسی طرح کتاب کو سنبھال رکھا۔ چنانچہ دونوں پستک محفوظ ہیں۔ اُن کے اس
رتیہ سے ان کے اُس پرلے بہادر کا زبردست ثبوت ملتا ہے جو سوامی جی میں انارش
گرنتھوں کے خلاف تھا۔

سوامی جی کا نام کالجہو:۔ متھرا تعلیم پانے کے ایام میں سوامی
جی کو ان کے گورو کال جہو कालजिह्व کہا کرتے تھے۔ یعنی وہ جس کی زبان کال کے
مانند ہو۔ بات یہ تھی کہ اسپرہ بھرم جال کے کھنڈن میں اُن کی زبان کال کے
مانند ہوگی اسی طرح وہ اُن کو کلنکش कुलंकष کہتے تھے۔ کہ وہ پاکھنڈ روپی
جنگل میں کنارے کی طرح درخت کو گرا کر دور دھکیل کر برباد کریں گے۔

دہلی:۔ سوامی جی لارڈ لٹن کے ۱۸۷۷ء کے دہلی دربار کے موقع پر دہلی سے
سات میل کے فاصلہ پر شیرا کے ٹیلے کے قریب ایک موقع پر وراجمان تھے۔ ان کے
عمر کی دھوم عام طور پر تھی اور ہزارہا لوگ ... ڈیرہ ... چھوڑ کر ایک
لے کے ... درشنوں کو جایا کرتے تھے۔ انہیں میں ایک بابو
... بہاری لال صاحب کھتری ... بھی تھے۔ سوامی جی سے ان کی بات چیت
ہوئی جب کچھ وقت گزر گیا تو بابو صاحب نے فرمایا کہ ہمارا ... آپ کے ... سے
... اور نہ میری ... اس پر سوامی جی ... اتنا پاس بیٹھ
... بابو صاحب آپ ... جب آپ ...
...

اور بولے کہ اگر مجھ میں جگیاسا ہوتی تو میں اس وقت ویسے ہی اپنا دربار چھوڑ کر گرو جی کو
چھوڑ کر اس ابر جیسے شیلے پر ساٹھ آٹھ میل پیدل چل کر یہاں آپ کے درشنوں کو
کیوں آتا؟ آپ یقین رکھیں کہ میں ہستی اور لیف پرشن ہوں اور نہ آپ سے روپیہ پیسہ
ولیٹ یا ہی ہیں جو میں آپ کو دیکھنے آیا ہوں میری بھول دھارمک پیاسا اور تو گیان
کی جگیاسا ہی ہے جس نے مجھے اتنی دور دوڑایا ہے۔ شری سوامی جی ان شبدوں کو سن
کر ورت سے ہنس پڑے اور بڑے پریم سے بولے کہ بابو صاحب میں آپ کی بڑی کیتی آپ
نے سمیہ جگیاسو ہیں اور مجھے آپ تا ہی پر پہنچنا تھا۔ اب تو آپ آنند سے اپنی شنکاؤں کا
سمادھان کیجئے بلکہ آپ کو بڑی پرتی سے ان سے بھی دھرم چرچا کرتے تھے اور کہا کہ
دھرم کا رہسیہ ایک آدھ گھنٹے کے بریا اپدیش نہیں ملتا ہے جو کچھ میں نے کہا ہے
اس کو منن کیجئے اور جو شنکائیں اٹھیں۔ پھر کچھ اپنی طرف سے وچار کیجئے اور مجھ سے ملتے رہیے کہ
دھرم چرچا اور وچار یا ابھیاس ہوتا رہے۔ اس کے بعد پھر آچھرن بابو اور شری سوامی
جی کا گاڑھا پریم بڑھتا ہی گیا جب کبھی شری سوامی جی پریاگ پدھارے بابو صاحب
ان سے ملتے رہے اور شری سوامی جی اپنے گرہستھ بھکت بابو صاحب کا اچار پرکی بات
کر بہا قیمت دیتے رہے ٭

برہمنوں کی کمزوری:۔ ایک روز گرو مت سوامی جی نے ویاکھیان
میں کہا آج کل یہاں ایک دیہات سے بڑے رئیس کا لڑکا انگریزی پڑھنے آیا
اس لڑکے کے پتا نے کل پروہت کو اس کے ساتھ بھوجن بنانے کو بھیجا ہے وہ دونوں
وقت بھوجن بنا کر اس لڑکے کو کھلاتے ہیں رات کو جب لڑکا چارپائی پر سونے لگتا
ہے تب پروہت جی اس سے روز پوچھتے ہیں کہ آج کیا سنو گے؟ وہ لڑکا کبھی
کہتا ہے کہ رامائن سناؤ کبھی سکھ ساگر سننے کو کہتا ہے اور کبھی کچھ وید سکھ ساگر اور
کچھ دیر رامائن سنتا ہے۔ پروہت جی کل اس کی مرضی اور خوشی کے مطابق اس کو سناتے
ہیں یہ حال آج کل برہمنوں اور پروہتوں کا ہو رہا ہے کہ بھوجن بنانا اور یجمان کی خوشی
کے مطابق کام کرنا۔ جب تک یجمان کی خوشی اور خوشامد مرضی کو چھوڑ کر اپنے دھرم
کا اپدیش نہ کریں گے تب تک آریہ ورت کی بگڑی دشا کبھی نہ سدھرے گی ٭

سوامی اچیتانند جی:۔ آپ سوامی جی سے بنارس میں ملے ان دنوں
جبکہ وہاں پاٹھ شالا تھی۔ جب لوگوں کے چلے جانے پر سوامی جی ٹہلنے لگے تو آپ نے
سوال کیا کہ مہاراج جیو کا کیان کیجئے۔ یہ وید منتر پڑھ کر سوامی جی نے جواب دیا کہ
جب گیان ہو تو آچرن کے بغیر مکتی نہیں ہو سکتی۔ اس پر سوال ہوا۔ کہ گیان کیسے ملے سوامی
جی نے فرمایا گیانیوں کا ستسنگ کرنے اور وید پڑھنے سے۔ پاپ تیاگ پر چار دک
کرموں سے نہ گیان ہو سکتا ہے نہ مکتی ملتی ہے تم ابھی پاٹک ہو طرب ا

کرو۔ تب ان سوالوں کے جواب تم خود سمجھ جاؤ گے +

ان دنوں بنارس کی پاٹھشالا میں ایک سنیاسی آنریری اودھیاپک کا کام کرتا تھا۔ ان سے سوامی ایشیا نند جی کئی مہینے تک اشٹادھیائی اور یوگ درشن پڑھتے رہے +

بمبئی:- یہاں ایک سنیاسی سے سوامی جی کا شاستراتھ مورتی پوجا پر ہوا تھا۔ سنیاسی اپنے پکش کو بیان کرتا جاتا اور اس کے ثبوت۔ نہیں تھا۔ لیکن سوامی جی نے اُسے یہ کہہ کر چپ کر دیا۔ کہ میں جیسے کہتا ہوں اس کے انوکول آچرن بھی کرتا ہوں تم مورتی پوجا سے انکار کرتے ہو تو کیوں نہیں مورتی پوجتے۔ سوامی جی عملی کام کی پیڑتا کو ہی ہمیشہ سب سے بڑا سمجھا۔ اور کیول یہی اُن کا اس وقت آشا تھا۔ نہ کہ آنی کو کسی کا مورتی پوجا اچھا لگ سکتا تھا۔

سوامی جی یہاں جب استری شکشا کا پرچار کرتے تو کہتے تھے کہ لوگ طرح طرح کے اعتراض تعلیم نسواں پر کرتے ہیں۔ مگر اُن کی جڑ کچھ نہیں ہے۔ ان کا طریق یہ ہے کہ جو بات ایک دفعہ ان میں چل جاوے پھر ان کو چھوڑنا محال۔ اسی طرح ایک بار استری شکشا کا کام ان میں جاری ہو گیا۔ پھر کوئی روک نہ ہوگی +

شاستراتھ کی لگن:- یہ امر صاف ہے کہ ستیہ استیہ نرنے کرنے کی دھن میں سوامی جی ہر وقت غلطاں تھے۔ کوئی مولوی۔ پادری۔ پنڈت جہاں ملا اُسے اپنے پاس بلا کر یا اُس کے پاس پہنچ کر آپ نے مباحثہ شروع کیا۔ حتیٰ کہ پروفیسر میکس مولر تک کو جرمنی میں چیلنج بھیجا۔ گو پروفیسر صاحب نے مباحثہ کیا نہیں تاہم سوامی جی کی اِچھا اس بارے میں پربل تھی۔

اسی طرح ... سمت ۱۹۳۵ء میں جب آپ لدھیانہ میں پرچار کرتے تھے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ پٹیالہ میں چار وید والے پنڈت ہرش رام سنسکرت کے ودوان ہیں۔ آپ فوراً ہی پٹیالہ چل دئے۔ ان دنوں وہاں ریل نہ جاتی تھی۔ اس لئے صاحب ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے کونسل آف ریجنسی پٹیالہ کے نام جس کے ممبران سردار دیوا سنگھ جی۔ چوہدری چیت رام جی۔ خان کالم وار خان جی تھے۔ خط لکھا جس کا مضمون کہ سوامی دیانند جی آپ کے ملک میں ... آتے ہیں۔ آپ ان کا سواگت کریں۔ مگر پنڈت ہرش رائے جی تیرتھ یاترا پر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے پٹیالہ سے صاحب ضلع کو جواب آیا کہ سوامی جی خوشی سے آئیں۔ لیکن شاستراتھ کا کام نہیں ہوگا۔ کیونکہ پنڈت جی تو تیرتھوں پر گئے ہوئے ہیں۔ سوامی جی اس وقت راجپورہ میں تھے۔ اس بات کا پتہ لگنے پر انہوں نے آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

دل کو مضبوط کرنا:- سوامی جی نے برہمو سماج کے آچاریہ کو جو کہ پہلے

ہیں سوامی جی کے ساتھ تھے مگر بکانٹ برعکس الصباح ایک بات بتائی کہ کس طرح سادی
اپنیوں اور مخالفتوں کے سہارنے کے لیے ہم نے دل کو مضبوط کیا تھا۔

آپ نے پرچار کا دورہ شروع کرتے ہی ہمالیہ کے سامنے جو ہرکشش تھا اسے
پوربی پکشی اور اپنے آپ کو اتر پکشی بنایا اور ویدک دھرم کے پرتی پادن میں جتنی
اینتیاں سہنے ہو سکتے ہیں ان کا تو ادان کیا۔

یعنی وہ جس پوربی پکش رد ہے جس ایک ایک آپتی کا پرش قائم کرتا تھا اور
وہ اتر پکش روپ سے اس کا کھنڈن کرتے تھے اور ہر طرح سے اپنے دل کو مضبوط
کرکے اس دھرم پرچار کے میدان میں آئے تھے۔

کمپل نگر۔ میر نگر سے ہٹ کر ضلع فرخ آباد میں پرچار کرتے ہوئے سوامی
جی کمپل نگر آئے۔ جو مہابھارت میں راجہ دروپد کا دارالسلطنت کہا گیا ہے اور فرخ آباد
سے دس کوس مغرب کو گنگا جی کے کنارے پر واقع ہے۔ یہاں کملا جی کے باغ میں جو
گنگا کے کنارے ہے قیام فرمایا۔ آپ یہاں برہمن کے ہاتھ کا بھوجن کھاتے تھے اور سردیوں
میں بھی رات کو کھلے میدان میں پیالی بدن پر ڈال لیتے تھے منہ کا حصہ ننگا رکھتے تھے۔
پنڈت جوالا دت جی جو بعد میں ایک مشہور آدمی کا کام کرتے رہے یہاں آپ سے
سندھیا سیکھتے تھے۔ سوامی جی کے اپدیش دیے برہمنوں نے ہزار جپ گائتری کا
ورت رکھا مگر یہ معلوم نہیں کہ ان کا پالن کہاں تک ہوا۔

ایک جھوٹا الزام۔ کرنپن اشنا جیتے رام نشنا دھیں پنڈت بھیم سین
سیادک آریہ سماج کے بیان پر فرخ آباد کی نسبت ایک عجیب خبر چھپی جس کا ماحصل یہ
تھا کہ جب وہاں مخالف لوگ سوامی جی کو ہر طرح کی تکلیف دینے بلکہ مار دینے تک کے
منصوبوں پر تلے ہوئے تھے چند دشمن پروہتوں نے ایک شیو مندر سے مورتی
اٹھا کر گنگا میں پھینک دی اور مشہور کر دیا کہ سوامی دیانند نے یہ کام کیا ہے اس
لئے سروپ دھاری اور بھولے بھالے لوگ سوامی جی کے خلاف اور بھی زیادہ بھڑک گئے۔

مخالف کتابیں۔ کاشی میں مخالفوں نے جو کچھ لکھا اس کے علاوہ دو
پمفلٹ بھی سوامی جی کے خلاف چھپے تھے (۱) دیانند پرابھول (۲) دیانند مت ودرون اور
ایک بار ہ نگر میں ۔ نام سے ایک شخص نے سوم پرکاش اخبار میں ایک مضمون بے
بنیاد باتیں لکھ کر سوامی جی کے خلاف لکھے۔ اس اخبار میں چھپنے کو سوامی جی کے معاونوں
نے جواب لکھے مگر وہ ایڈیٹر صاحب نے نہیں چھاپے تب چند شخص نے ڈاک میں وہ جواب
چھپے اور مخالفوں کی تردید ہوئی۔ سوم پرکاش کے ایڈیٹر نے خود بھی بارہا غلط فہمی پھیلانے
والی باتیں لکھیں چنانچہ یہ لکھا کہ شنکر آچاریہ کے وقت رہتے کی اس کا کوئی دوش تھا لیکن
دیانند خود کو سمجھنے کی وجہ نہیں سکتے آئے ہیں ان کا کوئی خاص مقصد ہے یا نہیں آپ

کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتے ہاں آپ کی وچار پرنالی سے جو لوگوں میں چرچا سنا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنا پانڈتیہ ظاہر کر کے شہرت حاصل کرنا ہی آپکا ادیش ہے ایسے ٹیکس گورو اور اخبار مختلف طریقوں پر پراپیگنڈہ کے پرچار کو روک سکتے تھے مگر کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا ۔

برہمو سماج کا منتر ن سویکار ۔ شری یت ہیم چندر جی نے چندر ناتھ جی کے ساتھ سوامی جی کو منتر ن دینے گئے ۔ کہا کہ گوشا کر بابو کے گرو کیتھ بت ہو جئے ۔ سوامی جی نے کہا کہ اس کے لئے پہلے کیشپ چندر جی نے بھی کہا تھا ۔ مگر میں نے سویکار نہیں کیا منتر ن کو کیسے مان سکتا ہوں ۔ اس کے جواب میں آدمی برہمو سماج کے ادیش صاف طور پر بیان کئے گئے اور بتایا گیا کہ وید ادی شاستروں میں آدمی برہمو سماج کے لوگوں کی گدی گدی خود جاتے تب اسے منظور کر لیا ۔

شریمتی رانا سے پتر بیوہار ۔ بمبئی کے پر تانت میں شریمتی رانا بائی کے جس پتر بیوہار کا ذکر ہے وہ بہت دلچسپ ہونے سے یہاں درج کیا جاتا ہے ۔ چٹھیاں یہ جی سنسکرت میں ہیں ۔ تتھاپی ان کا ہندی انوواد دیا جاتا ہے جس سے استری سکھشا کی آدی کے لئے سوامی جی صاحب کی پریرنا اچھا پتہ لگتا ہے ۔ ساتھ ہی رانا بائی کی شردھا تھا آدی بھاوں کا ۔

چٹھی نمبر ا ۔ از شری رانا ۔ شری مان جنہوں نے ویدک لوک اور پرکھتی میں اکھنڈ گیان اور وگیان کا اکھنڈ سوریہ پرکاشت کیا ان شری شری دیانند سرسوتی سوامی کے پاد پدموں میں ایک پرنام کے ساتھ اور ہمیشہ آدر اچار سیوا کرنے کے سمبندھ آچار اور اچت سمان کے ساتھ نویدن ہے ۔ ہے آدیہ پاد ابھی شریمت پادوں کے انوگرہ پتر ۔ انوکمپا سوچک پتر کو پا کر ہمیشہ شوک آدی پاپوں سے شنکت میرے ہردیہ نے ایسی شانتی پائی ۔ جیسی انو امرت سے سینچت ہو گیا ۔ شریمت پادوں کا دیو درلبھ انوگرہ کہاں اور مہا پرشوں کے پاد رج کی کلیکا کی اہمیا کے بھی ایوگیا یہ ۔ یہ بچاری کہاں اس واسی نے آپ شریمانوں کے انوگرہ پراپتی کی آشا بھی کہاں یہ تو مجھ جیسے اکنچت کر جن پر دیا کرنے والے مہا پرشوں والی انوپم آدرتا سے سروتر بہ پار رہی ہے ۔ کیونکہ سب پر شوں کی سروتر دیا سمان ہوتی ہے وہاں اونچ نیچ کی گنتا نہیں کیا اور گنتی کی نشا کہا جن پرشوں کے آشرت آتمت ۔ نیچ پر سے بھی کبھی اپنی چھایا کو ہٹاتی ہے آج مجھے آر یہ ورت میں آئے ہوئے تین چار برس ہوئے تب سے میں شریمان پادوں کے گیان گورو کو برابر سنتی رہی اور آپ کے پیروں کے درشن کے لئے من بہت ہی اتک انتھا پرنتو آتے کال تک منت شد کے وولا دیکھو را اپیا آردہ من نے ہر دیہ اتساہ کے دیگ کو روکے رکھا نہ جانے چہرہ نوا شرم میں ستھت شریمت پادوں

بال بدھی مجھ استری پر دشن دان کے پرشاد سے کرپا کرینگے (۲) نہیں آج بہت پادریوں
کے چرچے میرے سنتشٹ کے اندھکار کو دور کر دیا بہت پادروں نے میرا پرنام ثابت
اور ابھیلاشا پوری ہے جتنا پرواہ کے اپدیش سار آج پربنیت میں کماری ہوں۔ میری آشا
ہے کہ یاوت جیون کماری رہوں۔ یہ نہیں جانتی کہ بھوشت کال میں پربل ودھی کے
بھوگ وش سے کیا ہوگا۔ سناتن بھارت ورش کی بھوشن استری رتن گارگی آدی آجنم
برہمچارنی اور برہم وادنی تھیں جیسی سوچتی اور دیش کی اتی سادھنی تھیں یہ نشچت
ہے کہ ان کی اپمار وشال والے بڑے بھاری کام کا نام کرتی بھی مجھ بال جیسی بالکا کا ستر
میں شوبھا نہیں دیتا وہ نہیں ہی۔ پرنتو نا دیشوں کے پریٹن سے اور شریمت پادروں
کے سر دیشن اتی بدھیا ل خاشتوں کے درشن سے گیان کو پراپت کرنا چاہتی ہوں۔ بہ ایہ
دو ورش تک شہنگ دیش اور ریند تر یہ ہم پتر کے رہنے کنارے اور بہت بڑے پربتوں کے
بن جھاڑوں سے گھیرے ہوئے آسام دیش میں قدرتی خوبصورتی سے آکرشت درشنی
والی اپنے بھائی کے ساتھ گھوم رہی تھی۔ اب شریمت پادروں کی سیوا میں نویدن کرتے
ہوئے میرا ہردیہ پھٹ جاتا ہے کہ آج ڈھائی ماس ہوئے کہ اس بھائی آجنم سیچ دکھاتر
کو پدھار گئے۔ ابھی تک اس کے ورہ شوک سے ویاکل ہردیہ ہو کر کچھ کال تک ایکانت
ستھان میں رہنا چاہتی ہوں اور آشا کرتی ہوں کہ ایسا کرنے پر چت استھر ہو جاویگا۔
اس لئے میں ماس ڈیڑھ ماس کے پشچات شریمت پادروں کے درشنوں سے جنم کو کرتارتھ
کرونگی شریمت پادروں کی سیوا میں ادھک لکھنے سے شما کر کے آپ ہی پرنام کرتی ہوں

اتی شرم — شریمت چرنیشو

آشاڑہ شکل ایک سمبت ۱۹۰۲ بکرمی — رما کا

سوامی جی کا خط شریمتی رما کی طرف

بنام شریمتی اپ ودیا۔ اور ابھیلاش
کی ہوئی آتم دیا سے۔ لنکار سے سوبھاگیہ بھارت ورش بھرتمان سمے کی استری جنوں
کے مورکھتا آدی کلنک کے نوارن کے لئے درشٹانت سوروپ اسوسو جنتا کر رہا اور
سبھیہ آریہ مردوں اولوں سے وہ نئے دیکھ سو بھاگیہ بت اپنے آبھیرایہ کو لیکھ دوار ا پرکاشت
کیا یہ اور دمن یکتا شری چیتار ساتھ تھی ویا نند سرسوتی سوامی کے بہت آشیرواد دیتی
کرتا ہوں۔ یہاں کلیان ہے آپ کے کلیان کی بیشتا آشا کرتا ہوں آپ کا آنند پورتر پتر
ملا۔ اس کے دیکھنے سے اتیو سنتوش ہوا۔ شریمتی کو تھوڑا سا کشٹ دیتا ہوں اسے کشما
کرینگی۔ مجھیں بڑا آشچریہ ہوتا ہے کہ آنند ورودھ کے لئے آپ کے پری پتر بھیجا گیا اس کے
پرتی اتر میں آیا ہوا پتر آتے ہی ہرش اور شوک کے کرنے والا کیوں ہوا۔ کون ہے
جو شریمتی کے آدر لیکھ کو دیکھ کر سکھی نہ ہوا اور شریمتی کے بھائی کا مرن سنکر دکھی نہ ہو
پرنتو ایسا ہونے پر بھی آپ کو اس اشکیہ لوک دور کرنے میں جس کا آنا سا لمبی ہوگیا

اور جس کا سوروپ جنم مرن ہے۔ شوک کرنا یوگیہ نہیں۔
شریمتی کا جنم کہاں کا ہے۔ آیو کتنی ہے۔ آپ کا آدھیت اور شریت کیا کیا
ہے۔ کیا سنسکرت اور آریہ ورتیہ بھاشاؤں کے اتی رکت کوئی ودیش کی
بھاشا ابھیاس کی ہے یا نہیں۔ آپ کا نج گرہ کہاں ہے۔ اور وہ نش کے
لوگ کہاں رہتے ہیں۔ ماتا پتا موجود ہے یا نہیں۔ مرتیو ہو گئے سو اسے
بڑا یا چھوٹا بھائی بھگنی ہے یا نہیں۔ جو مر گیا ہے وہ آپ سے بڑا تھا یا چھوٹا اب آپ
نروشا کے پاس سو جاتیہ پرش وا کوئی استری ہے یا کیول ایکیلی ہیں۔
ابھو ہم حیران ہیں کہ ہمارا پتر کا کتا لیا ہے کس طرح کس پرکار سکھ
دکھ سینوگ کا سنجوگ ہوا۔ یہ تو اس خیال سے ہم کو سنتوش ہے کہ آپ جیسی دوراتما
کے ستکار کے یوگیہ ہو شوک کا لیش بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ یدی مارگ کے خرچ کے واسطے
دھن کی کمی ہے۔ تو شیگھر سوچت کیجئے کہ کتنا دھن وہاں بھیجا جائے۔ آپ کو اپنی شنکا
والیا نہیں کرنی چاہئے کہ پورو پریچے کے بنا کس طرح آپ دھن کے ارتھ لکھیں یدی
اپنے پاس ہے تو لکھنا یوگیہ نہیں۔ جیسے میں نے پہلے پتر میں لکھا ہے۔ ویسا ہی
آپ کو یہاں آنے پر مل جاویگا۔ ہے نروشا نہ ان کسی پرکار کا ریو ہو۔
یتھا آپ نے اپنے منشی الکھن کی سوچنا دو پرکار کی لکھی ہے۔ یدی ان میں
سے پہلی پرتگیا ہے کہ ماش کے پیچھے آپ آوینگی۔ یدی اس دن کے انوسار آنا
ممکن ہے تو یہ تو بہت اچھی ہے میں بھی ۲۰ دن تک ٹھہرا جاتا ہوں یدی آپ
اس سمے کے بیچ آویں گے تو میرا سنگم ہوگا۔ کہ اس کے پیچھے جہاں جاؤنگا اس کی سوچنا
شریمتی کو لکھونگا۔ اتی دوشی دیکھنا کے پرتی اودھ لیکھ سے الم۔

۱۹۳۷ اساڑھ

چٹھی نمبر ۳ شریمتی رما۔ جن شریمانوں نے ستسنگوں کو اداسوتا کے
کنویں سے کھینچا دیا ہے۔ ان شریمتی سوامی دیانند سرسوتی کے پادپدموں میں رما بائی کا پرنام
سمیت آنا چاہا اور اچت سمان کے ساتھ پوربن ہے۔
آریہ پتریکاؤں کے بھیجے دیا اور گرہ پتروں کو تھا سے پا کر میں بہت خوش ہوئی
پرنتو آج تک ان کے اتر دینے میں اپنے دیکھا گیا ہے اسمرتھ رہی۔ اس کا کارن
سر کی بڑی پیڑا اور بخار تھا اور اب شریمت پادروں کے درشن اور پہلی راتری کے
ڈھائی مہورت تک ریل گاڑی میں چڑھ کر چلنے کی اچھا ہے اور شریمان کی آگیا
انوسار یہ سماچار پہلے ہی پتر دوارا سوچت کر دیتی ہوں۔
اس کو اتنی شریمت پادروں نے مجھ سے سامنا تک پوچھا ہے وہ میں لکھتی ہے بھارت
ورش کے دکشن پشچم دشا میں شریمت میسور راجا کے راجیہ میں سمیپ پربت ہے۔

اس کی چوٹی پر گنگا مول نامی استھان میں میرا جنم ہوا ۔ ۲۲ برس کی عمر تک گئی ایک شیوالہ
ہے ۔ شریمان میری پڑھائی معمولی طور پر کہ پہلے نئے پڑے تو دس وروں پر شیت ہی اولاد
کرلیں اس سے ان کو کچھ بھی لینے کا آسرا نہیں ہوتا ۔ میں نے کوئی ودیشی بھاشا نہیں
پڑھی ۔ پنج لوا اس استھان پہلے پورو لکھت بیسوں ودیشی میں ہی جنم استھان سے کچھ
دوری پر پربت کی ایک گپھا میں ہے ادھر وشیش کبھی وہاں اپدیش ہے ۔ ماتا پتا وکا نر کو
پدھار گئے ہیں ۔ اب جو بھرا تا مرا ہے چھ برس بڑا تھا ۔ ونش میں کیول دو ۔ سا تین
بھائی ہیں ۔ ایک کوئی بھی بھائی بہن میرے پاس نہیں ہے ۔ کیول ایک واقف کار
اور ایک کیا ہی بھائی ساتھ ہے ۔

شریمت پادروں کی کرپا سے سفر کا خرچ ہے ۔ چار پانچ دنوں کے اندر ہی شریمت
پادروں کے درشن سے اپنا جنم کرتارتھ کروں گی یہی شبھ کامنا ہے ۔ آگے دیو اچھا شریمت
چلنوں کے پوتی ادھک سے کیا ۔

(داتی) شانت الونگی رتنا

چھٹی نمبر ۵ ۔ شری رما ۔ شریمان شری دیانند سرسوتی سوامی کے

پادپر انتوں میں وسے اور پرنام کے ساتھ نویدن ۔

آریہ پادشریوں کے اپدیش پتر کو پاکر میں تھوڑی سی وسمت ہوں ۔ سیوران
شکشت ہی برہمن ہوتے ہیں اس کا بار بار اپدیش کرتے ہوئے بھی آج آپ کی ایسی
پر سیر ودھ ودھانی کس پر چل رہی ہے ۔ یہ دی گوکھینیس ۔ گھوڑا ۔ کچھ وغیرہ جاتیوں کی طرح
ورنوں کا بھی وتیہ (اندھا پیشا) مکمن نہیں ہے تو آپ کا یہ ادیکوئی سوسکشت ہیں وہ برہمن اس کے
وپریت شودر و اچنڈال ہوتا ہے کیول اکنت ہرایہ ہی ہے جیسا یہ ایسا ہے تو ابھرانت اپدیش کو ادھ
کرنے والے شریادوں کو اچت ہے کہ وہ پرلگے آگرہ سے ہٹ جاویں ہم ساتوں کا اکثر ہے کہ ان میں
ایک وانی ہیں ایک کرم میں ایک ہو اس کے . . .

. . . آپ کا تو یہ مت ہے کہ وراثت سے شدھ ہوا نہیں ہوسکتا اور یہ بات پر تکلیش پچھی کیا
جاتا ہے اور آپ نے مجھے پڑھا لیا ہے کہ کا ہے کہ گن کرم ان کے سمان ہوتے ہیں اتفاقات جوگن کا مٹ میں
ہی کا یہ ہیں پرکٹ ہوتے ہیں یہ اس پرکار : نیتھا ہو سکتا ہے یہ ہی لوک سنگرہ کے لئے آپ کی
اور آپ کے پیروں کی استیہ ونشٹ الاکرم دنا اسی میں نتیجہ پرد آتی رہی تو لوگوں کے ناد تیہ کیول یہاں اپدیش
کبھی بھی سب دن کے سنتھنا پتا ہونے کی سمبھاونا نہیں ۔

میں موکھوں پر ہی جھوٹے نہیں تو کیوں کہ مجھے آنند ہے کہ گھٹنا تو مجھ پر اوشیہ نہیں ہو سکتے ہیں
کیونکہ سب ہی موکھوں اور آگرہ سے الگ مجھ سے وروں سے بچے کیا جاوے اور شبھ کو جیسا پایا ہے تو اس کو نیک
میں میری وان سپتا ۔ گھنٹا کی ہو اور تو نہیں ہو سکتی ۔ شریمت پادروں کی آشیرواد سے کشل ہوں آشا ہے کہ شریمان
اپنے شبھ پتر اس الوچنا پر سید ہو کر بہت جلدی سنتوش پردان کریں گے (داتی شوبھ شانت الونگی رتنا)

راجپوتانہ — در حقیقت سوامی جی راجپوتانہ میں راجاؤں کے سماجیات پڑھا
بڑے اپکاری کاموں کے کرنے کے سکیم بنا رہے تھے۔ وشال ویدک
وشو ودیالہ سنیاسی آشرم اپدیشک شالہ۔ جہاں پستکالیہ۔ چکتسالیہ۔ اوشدھالیہ
آلیہ۔ آدی نئی پرانی سب سنستھائیں قائم کرکے وہ سنسار کے اندر عجیب طریقوں
پر سناتن دھرم کا پرچار کرنا چاہتے تھے۔ نہ صرف پرشوں کیلئے بلکہ استری
جاتی کی اُدتی کے لئے سب پرکار کے اپاؤ سوچے جا رہے تھے۔ کہ ظالم موت
نے تمام اُنکی امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔

بمبئی۔ یہاں ایک سنیاسی سے سوامی جی کا شاستر ارتھ مورتی وشے پر ہوا
تھا۔ سنیاسی اپنے پکش کو پربل جانتا اور اس کے خلاف مانتا نہیں تھا۔ لیکن سوامی
جی نے اُسے یہ کہکر چپ کرا دیا۔ کہ میں جیسا کہتا ہوں۔ اس کے انوکول آچرن
بھی کرتا ہوں۔ تم مورتی پوجا سدھ کرتے ہو۔ تو کیوں نہیں مورتی پوجتے۔ سوامی
جی نے محض عمل کام کی پرتیا کو ہی ہمیشہ سب سے پربل سمجھا۔ اور کیول یہی ان کا
اس وقت آشا تھا۔ نہ یہ کہ انہیں کسی کا مورتی پوجنا اچھا لگ سکتا تھا۔

نئی جان۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ نئی جان طوائف دو تین مہینے ہوئے مر گئی ہے۔ اور
اس کی جائداد سب ریاست نے لے لی ہے جو دولت تھی انہیں جواب مل گیا ہے

بھارت ورش سے باہر مزید خط و کتابت — ویدک دھرم سارو بھومک ہے۔ یہ تمام
دنیا کے لوگوں کو ایک لڑی میں پروتا
ہے۔ جب تک اس کا پرچار رہا۔ دنیا میں عجیب ہی اتحاد و رابطہ باہمی کے تعلقات
قائم رہے۔ لیکن مہابھارت کے بعد اودارتا کی جگہ تنگ خیالی نے لی۔ اور تعلقات
قطع ہوتے وکشمکش باہمی بڑھتی گئی۔ حتےٰ کہ آج تمام ملکوں میں آپس میں کٹ مرنے
کے بھاؤ موجود ہیں۔

اس لحاظ سے رشی دیانند جو پھر اس عالمگیر دھرم کیلئے اپنی خدمات وقف
کر چکا تھا) کیلئے لازمی تھا۔ کہ اس تنگ خیالی کو دور کر تمام جہان کو اُدارتا سے
ایک رشتہ میں جوڑے۔ چنانچہ مرن پرینت آپ نے اس امر کو مدنظر رکھا۔

وید تمام انسانی ضروریات کے ہر پہلو کے متعلق سچائیاں دیتا ہے۔ اس
لئے رشی نے دنیا کے اندر سدھار کی لہر بھی ہر کام کیلئے چلائی۔ مذہبی اخلاقی راجنیتی
مجلسی۔ جسمانی ملکی کونسا پہلو ہے۔ جس پر رشی نے روشنی نہ ڈالی۔ اسی طرح کونسا
مذہب والا ہے۔ جس کو اپدیش دینے سے سوامی جی نے انکار کیا۔ یا اچھوت
ان ادھکاری جتایا۔ ستیارتھ پرکاش میں تمام مت متانتر اور تمام مذاہب کا
ذکر ہے۔ رشی دیانند جیسے گرو کو سرو بھوم سمجھ کر ایک مت پھیلانے کی زمین

ہے۔ تو رشی دیانند جی اس کی تکمیل کیلئے مذہبی کانفرنسوں میں یا دہلی دربار کے بیا اور ہر موقعہ پر تمام مذاہب کے لیڈروں کو سمجھانا چاہتا ہے کہ وہ وچار کریں جس سے یہ درد وہ جو دنیا کا ناش کر رہا۔ اور دکھ کا مول کارن ہے دور ہو۔ اسی طرح امنگیں سوامی جی کے اندر تمام ملکوں میں کام کرنے کی تھیں اور یدی وہ زہر کا پیالہ چند سے ملتوی رہ سکتا۔ تو عجب نہیں تھا کہ رشی یورپ بھی میں پہنچتے۔ اور بدنصیب بھارت ورش کی حالت کے خلاف بدیشی لوگ یکلخت آپ کے چرنوں میں شردھا اور پریم سے وید گیان کی شکشا پاتے۔ معمولی سے علم و تیاگ والی شخصیتوں پر جو دیش لٹو ہو رہے ہیں۔ وہ رشی دیانند جیسے پورن تیاگی اور جسمانی روحانی اخلاقی ہر لحاظ سے ایک اعلیٰ کشش کرنے والی شخصیت سے واقعی غیر معمولی بنا کھا سکتے تھے۔

لیکن ہمیں ایشور کی پربل اچھا ہی کو اپنے لئے ٹھیک سمجھنا پڑتا ہے اس لئے قطع نظر ان تمام خیالات کے کیول اتنا ذکر کافی ہے۔ کہ رشی کا پرچار امریکہ اور یورپ کے دوروں سے تھا۔ وہ لوگ سوامی جی کے کارناموں سے بہت متاثر ہو رہے تھے۔ اور سوامی جی کے ست اپدیش دوارا آئندہ زمانے میں اپنی ترقی ہونے کی امیدیں باندھ رہے تھے۔

جو خط و کتابت امریکہ میں ہوئی اس میں سے تھیوسافی کے تعلق والی[؟] جو مل سکی ہیں درج ہو چکی ہیں لیکن افسوس انگلینڈ اور جرمنی کو جو پتر بھیجے گئے ان کی نقل محفوظ نہیں رہی۔ تاہم چند خطوط جو سوامی جی کے نام آئے۔ ان کا مل سکنا بھی غنیمت ہے۔ سمجھدار لوگوں کو ایسا بہت کچھ ان سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ جو سوامی جی کے کئی مفید ارادوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ بدیشیوں کی شردھا اور سوامی جی کے ارادے وہاں دھرم پھیلنے و بھارت ورش کے اندر جو علوم و فنون کی کمی ہو رہی ہے۔ اس کے لئے کوئی پربندھ ہونے وغیرہ کے سب انہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔

جناب منشی رام جی نے یہ خطوط ویدک میگزین جلد دوم میں چھاپے تھے وہاں سے ترجمہ کرکے وہ ذیل درج کئے جاتے ہیں۔

وسکنسن لمیٹڈ کمپنی کیلی فورنیا (امریکہ) ۱۰ جون ۱۸۸۰ء شریمان سوامی دیانند سرسوتی جی

جناب عالی

چونکہ آج تھیوسوفیکل سوسائٹی کی ترقی اور بہبودی میں بڑی دلچسپی ہے اس لئے میں آپ کا بڑا مشکور ہوں گا۔ اگر آپ آج اپنی تعلیم کے متعلق

چند پمفلٹ ارسال کریں۔ مجھے معلوم نہیں کہ برہمو سماج کلکتہ کے ساتھ جس کا کہ بابو کیشب چندر سین سرگروہ ہے۔ کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ لیکن اگر آپ کا کوئی تعلق ہے۔ تو آپ مجھے بتلائیں۔ کہ وہ کہاں تک ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ عجیب قسم کی درخواست اس کے منظور کئے جانے میں حارج نہ ہوگی۔

میں ہوں آپ کا خادم۔ آر۔ ایچ۔ ڈکسن

پیارے بھائی حقیقی علم رکھنا یا جو مخفی رہا ہمیشہ سے مشہور ہے

ٹوول مورے ٹائرس کالمینڈر ۱۲ جون ۱۸۸۷ء

ترقی کرنے کی بے حد اور پر زور خواہش کے باعث میرا ارادہ ہوا کہ سرگرم آپ سے خط و کتابت کرنے کا ارادہ ہوا۔ چونکہ مسٹر سی سی میسی [illegible] تھیوسوفیکل سوسائٹی کے نام [illegible] ایک خط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ خواہشمند مہروں کو اس کی تعلیم دینے کے لئے رضامند ہیں۔ میں ایسی سوسائٹی کا ایک ممبر ہوں۔ اور گذشتہ چند سال سے تمام باتیں جو [illegible] لئے ضروری ہیں لوگوں میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ اپنے آپ کو کامل کر رہا ہوں چنانچہ اسی مقصد کے حصول کے لئے میں نے ہر قسم کا گوشت۔ شراب وغیرہ کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ اور اگرچہ میں ایک شادی شدہ آدمی ہوں۔ لیکن میں ایک کنوارے شخص کی سی زندگی بسر کرتا ہوں۔ کچھ عرصہ سے میں نے تمام دنیاوی افکارات خواہشات دلچسپیاں ترک کر دی ہیں۔ تاکہ میں اپنے آپ کو کامل بنا سکوں۔ میرے ذرائع آمدنی ایسے ہیں۔ کہ میں اپنے کنبہ کا پالن کر سکتا ہوں اور چونکہ مجھے چند سال کی ملازمت کے صلے میں گورنمنٹ کی طرف سے پنشن ملتی ہے۔ میں یہاں بتلا دینا چاہتا ہوں۔ کہ میرے مرحوم والدین نے کئی دفعہ مجھے آئندہ [illegible] کی لہروں میں کسی انسانی ذریعہ یا مسمریزم وغیرہ کے ذریعہ نہیں۔ بلکہ خود بخود اور میرے لئے کو درشن دئے ہیں۔

مجھے روپیہ پیسہ یا دنیاوی اشیاء کی بالکل پرواہ نہیں۔ ہے میری تمام تر سب سے بڑی خواہش یہ ہے۔ کہ معلوم کروں۔ کہ انسان کی حقیقت کیا ہے۔ اور وہ کیا بن سکتا ہے۔ اور آپ جیسے آپ کو اس قدر معصوم اور نیک خیال کرتا ہوں کہ میں اس جہاں بھنڈار کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعلق پیدا کر سکوں۔ ہر ایک انسان میرا بھائی اور بہن ہے۔ اور سب کے ساتھ میں برادرانہ محبت کرتا ہوں میں نے تھوڑا سا جو کچھ حاصل کیا ہے۔ جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ وہ اس دنیا کے متعلق انگریزی کتابوں سے حاصل کیا۔ جو کہ بہت کم تعداد میں ہیں۔ اور تنہا کا دھیان کرنے سے مجھے یہ تھوڑا سا علم حاصل ہوا ہے۔ اس لئے میں نہایت پر زور کہتا ہوں

آپ سے ملتجی ہوں۔ کہ آپ کرپا کر کے مجھے عملی طریقے بتلائیں۔ جن سے کہ میں یوگ کی اور زیادہ مشق کر سکوں۔ مثلاً اپنی قوت ارادی کو ترقی دینا یا آتم دھیان۔ غرضیکہ ایسے ہی اور طریقے جو آپ میری اب اور آئندہ کی بہبودی اور ترقی کے لئے ضروری سمجھیں۔ مجھے تلقین کریں۔ یہ ناممکن ہے۔ کہ وہ دن جلد آئے جب ہمارے ناواقف اور متعصب پادریوں کو حقیقی سچائی کا کچھ علم حاصل ہو۔ جو ہفتہ میں چھ دن اپنا وقت عیش و عشرت اور خواہشات میں خراب کرتے ہیں اور ساتویں دن اتوار صرف بظاہر عیسائیت کی شکل میں نامعقول حرکات کرتے ہیں جب ان کی ایسی حالت ہے۔ تو ہم ان کے معتقدوں اور پیروؤں سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔ میں یہ خط کرنل الکاٹ پریذیڈنٹ کی معرفت بھیجتا ہوں۔ اور تکلیف دہی کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ لیکن یہ جانتے ہوئے کہ آپ اپنے ایک ساتھی انسان کی مدد کر سکتے ہیں۔ جو اس قدر سرگرم ہے۔ اور جس کی خواہشات صرف نیکی پر مبنی ہیں۔ اور جو صدق دل سے آپ کی ہمدردانہ مدد کا طلب گار ہے۔

یقین کریں کہ میں ہوں۔ آپ کی وسیع ترین عزت کا بجا و رکھنے والا

آپ کا بھائی - پیٹر ڈیوڈسن

مجھے افسوس ہے کہ ہماری ڈاک خانہ کی ٹکٹیں آپ کے کسی مصرف کی نہ ہوں گی۔ ورنہ میں جواب کے لئے اس خط کے ساتھ ضرور بھیج دیتا۔

چٹھی نمبر ۲ - لندن ۱۷ - جون ۱۸۸۰ء سینٹ کیمبرج | پیارے بھائی! تمہیں گذشتہ دنوں کرنل الکاٹ نے بتلایا تھا۔ کہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کا ہر ایک ممبر آپ کے ساتھ براہ راست خط و کتابت کر سکتا ہے۔ اس لئے بڑے اطمینان کے ساتھ اب میں اسی رعایت سے فائدہ اٹھاتا ہوں ہیں اپنے متعلق سب حال صاف صاف لکھنا چاہتا ہوں۔ اور امید ہے۔ کہ آپ ایسی ہی صفائی سے مجھے تحریر کریں گے۔ میں تھیوسوفیکل معاملات میں بہت کچھ دلچسپی لیتا ہوں۔ اور میں صرف سچائی کو معلوم ہی نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ جہاں تک میرا آتما اور میرا جسم اجازت دے۔ وہاں تک اس پر عمل بھی کرنا چاہتا ہوں کرنل الکاٹ اور میڈم بلیوٹسکی جب اس ملک میں تھے۔ تو اگرچہ وہ دونو میرے ساتھ محبت کرتے تھے۔ اور میری عزت کرتے تھے۔ تاہم وہ مجھے وہ چند باتیں نہیں بتلا سکتے تھے۔ جو وہ شاید ایک یا دوسرے شخص کو بتلا دیں۔ کیونکہ میں نے اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کیا تھا۔

جو مضمون میں نے آپ کو گذشتہ ہفتہ کرنل الکاٹ کی معرفت علم ہدایت میں آتم دھیان کے متعلق بھیجا تھا۔ اگر آپ نے اسے پڑھا ہو گا۔ تو آپ نے معلوم کیا ہو گا۔

کہ جس عیسائیت کو میں مانتا ہوں۔ وہ صرف ایک اعلیٰ ترین خدا کی ہستی پر یقین
کرنا اور پرستش کرنا ہے۔

میرا یقین ہے۔ کہ میں صرف ایک آستک ہوں۔ لیکن انسان اور پرماتما کی بابت
مجھے یسوع مسیح کی تعلیم سے بہ نسبت دیگر اصحاب کے جنہوں نے جہاں تک مجھے معلوم
ہے۔ دنیا کی مدد کی ہے بہتر طور پر تسلی ہوتی ہے لیکن میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ کوئی اس
نام کا شخص تاریخی طور پر دنیا پر کبھی موجود تھا۔ لیکن میری آتما اور من کو معلوم
ہے۔ کہ یسوع مسیح کی شخصیت جیسا کوئی نہ کوئی انسان ضرور کبھی نہ کبھی موجود
تھا۔ لیکن بفرض محال اگر کوئی ایسی ہستی فی الحقیقت نہ بھی موجود ہوں۔ تو تو بھی
میرے اس آدرش کے متعلق اس دشواری جہاں تک میرا علم ہے۔ کہ یہ بہترین
آدرش ہے کوئی کمی نہیں آتی۔ اور اس لئے میں اپنے آپ کو اس کی روحانی تعلیم کے
مطابق ایک عیسائی کہتا ہوں۔ پرماتما کے ساتھ اور انسان کے ساتھ ہمارا عیسائی مذہب
کا اخلاقی اور مذہبی تعلق ہے۔ جیسا کہ بعض مشرقی مذاہب کا جو یسوع مسیح سے پیشتر
کے ہیں۔ ایسا ہی آدرش ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ آدرش کے ساتھ کسی انسانی
شخصیت کا تعلق انسانوں کو مکمل زندگی کے ساتھ محبت کرنے اور آتم تیاگ کی زندگی
بسر کرنے کی کوشش میں بہت مدد دیتا ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ ہمارے مذہب کا تتو
یہ ہے۔ کہ انسان ایک روحانی ہستی ہے۔ جو خدا کی شکل پر بنائی گئی ہے۔ اور اس کا
کمال حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس اندرونی آتما کی مدد چاہی جائے۔ اور
من [illegible] کریں اور آتما سے اسی طرح کام کیا جائے۔ جس طرح کہ عام انسان من اور
جسم سے کرتے ہیں۔

چونکہ عرصہ چالیس سال سے میری ایک کلیر وائینٹ (دور بین کی ایک اوسط قسم
مترجم) شخص سے واقفیت ہے۔ اس لئے میں آسانی سے سمجھ سکتا ہوں۔ کہ اگر ایک
ترقی یافتہ آتما دور فاصلے کی چیز کو مادے میں سے گذر کر دیکھ سکتی ہے۔ تو اس کو
یہ بھی تربیت دی جا سکتی ہے۔ کہ وہ ایک دور فاصلے تک بات کر سکے۔ اور جسمانی طور
پر کام کر سکے۔ اور اب عام طور پر جو کام انسانی آنکھیں یا ہاتھ کر سکتے ہیں ان سے
بدرجہا زیادہ کام کر سکے۔ میرا خیال ہے کہ یہ طاقت دو طریقوں سے حاصل ہو سکتی
ہے۔ ایک تو یہ کہ مادی اور جسمانی ڈسپلن کو نہایت سختی سے قائم رکھا جائے۔
تاکہ ہم اپنی اور دوسروں کی آتما کو اٹھا سکیں۔ اور دوسرا طریق یہ ہے۔ کہ تمام
آتماؤں کے پتا پرماتما کی براہ راست پوجا کریں۔ اور اس سے اس وقت تک مانگتے
رہیں۔ جب تک کہ مل نہ جائے اس میں ذرا شبہ نہیں کہ جو لوگ اس علم سے واقف ہیں۔ اور جانتے
ہیں۔ کہ مرکز پر کس طرح پہنچا جا سکتا ہے۔ تمام لوگوں کو ایسے شخصوں کی امداد کی بہت سخت ضرورت

ہے۔ کئی لوگوں کیلئے تو یہ از حد ضروری ہے۔ لیکن میرے خیال میں ان طاقتوں کو حاصل کر کے ان کا بیجا استعمال ان کے حصول کی نسبت زیادہ مشکل آزمائش ہے۔ بلکہ مجھے تو یہ پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو اس علم سے واقف ہیں۔ کسی سے اسے تمام لوگوں کو نہیں بتلاتے۔ بلکہ صرف ان چند اشخاص کو ہی بتاتے ہیں۔ جو طول طویل آزمائشوں کے بعد اپنے آپ کو پورے طور پر ادھیکاری ثابت کر دیتے ہیں۔

اس اثنا میں وہ تمام لوگ، جو ابتدائی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو اسی حد تک تربیت و تنقید کیا جانا چاہئے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ان کو کس لئے مزید علم کیلئے منتظر رکھا جائے۔ بجائیکہ وہ جانتے نہیں۔ کہ یہ آزمائش ایک روزانہ معاملہ ہے۔ اور ساتھ ہی اگر ایک استاد ایک مناسب پروگرام بنا کر اگر ممکن ہو تو خود یا اپنے کسی نائب کی معرفت نگہداشت کرے۔ تو یہ روزانہ کام مقرر کیا جائیگا۔ وہ طلبا کے لئے از حد مفید ہوگا۔ اور جو اپنے گرد بھائیوں کو اس قدر فائدہ کثیر پہنچائیگا۔ اور بیداری آتما ذہن میں صحیح خیالات جاگزین کریگا۔ اس کی یہ ایک زبردست یادگار ہوگی۔ بسا اوقات میں خیال کرتا ہوں۔ کہ کیا زبردست پراپیگنڈا تبلیغ کرنا عام طور پر مفید نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم کو معلوم نہ ہو کہ جو کچھ ہم مانگ رہے ہیں۔ وہ اگر ہمیں دیا جائے تو بہت نقصان دہ ہو۔ اس لئے بہتر یہی ہوگا۔ کہ خاموشی سے سادہ زندگی بسر کی جائے۔ اور صرف روشنی پیار اور سچائی ہی طلب کی جائے۔ اور اپنی روزانہ زندگی میں جہاں تک ہو سکے۔ ہمیں نیک کام کرتے جانا چاہئے۔ ایک اور بات ہے۔ جو بعض اوقات مجھے حیران کر دیتی ہے۔ وہ یہ کہ جوں جوں میں روحانیت میں ترقی کرتا جاتا ہوں۔ میری جسمانی طاقت کمزور ہوتی جاتی ہے۔ مجھے بتلایا گیا ہے۔ کہ ایسا ہونا لازمی ہے۔ لیکن یہ صرف عارضی درجہ ہے۔ اور کہ حقیقی روحانی آدمی نہایت تندرست اور مضبوط آدمی ہوتا ہے۔ معقول طور پر میں بھی کہتا ہوں۔ کہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ تمام اشکال شکتی کا ہی نتیجہ ہیں۔ اور ایک آدمی جس کی روحانی شکتی پوتر ہو۔ اسکے اپنے جسم کو مکمل پوترتا میں تبدیل کرنا ہوگا۔ اس لئے اس کی صحت بھی مکمل ہوگی۔

میری کوئی بات ایچ۔ پی۔ بی یا کرنل الکاٹ سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے میں یہ خط انہی کے ہاتھ بھیجتا ہوں۔ کہ وہ خود اسے پڑھ کر آپ کو دیدیں۔

مجھے ایسا آدمی یا عورت دکھا دو۔ جو کہ روحانی علم اور شکتی میں ہو۔ کہ سچائی اور بغیر خود غرضی کے امداد کر سکے۔ اور میں صدق دل سے اپنے آپ کو اور سب سے بڑی خوشی سے فرمانبرداری کرونگا۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اس طرح باتیں کرتا ہوا میں ایک سچے شخص کے سامنے باتیں کر رہا ہوں۔ آپ بنی نوع انسان کے سچے محب اور روحانی پریم سے بھرپور ہیں۔ اسلئے میں آپ سے التجا کرتا ہوں۔ کہ جہاں تک میں سچائی کو جاننے اور دنیا میں نیکی کرنے کا ادھیکاری

ہوں آپ مجھے اس کے قابل سمجھیں

پوری شرح صفا اور ہمدردی کے ساتھ یقین دلاتا ہوں آپکا صادق جی ناظم ایم ڈی

کاپنیاوالتواما لاتی مدورالنکا

منظم بندہ جناب عالی - } ایک لنکا نواسی کا خط مورخہ ۲۹ اگست

آپکی ۲۴ فروری کی چٹھی جو آپ نے میری چٹھی کے جواب میں تحریر فرمائی ہے ۱۵ مارچ کو وصول کر کے مجھے بڑی خوشی ہوئی آپ نے جواب میں لکھا ہے کہ مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ لنکا کے ایک شریف خاندان سے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب آپ میری قوم کے متعلق زیر حالات سنینگے تو آپ کو اور زیادہ خوشی ہوگی - ہمیں کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لنکا ہمارا ملک پہلے پہل یکشوں اور راکششوں سے آباد تھا اور کہ اس میں رام اور راون کا یدھ ہوا تھا ستیا لنکا میں واقع موضع ستیاوا لکا میں چھپائی گئی تھی میں یہ کہ سکتا ہوں کہ آپ کو یہ معلوم ہے کہ کس طرح مختلف وقتوں میں ہندوستان کے کئی حصوں سے مختلف اقوام اور فرقہ جات کے لوگ اس ملک میں آ کر آباد ہوئے اور کس طرح زمانہ گذرنے پر یہ جگہ انسانی رہائش کے قابل ہو گئی - ہندوستان کی مختلف اقوام اور فرقہ جات کے لوگ مختلف طریقوں سے شاہ سیلون کے حکم یا درخواست کے مطابق آئے تھے اسی طرح ہم بھی یعنی ہماری قوم کے لوگ بھی خاص وقت پر شاہ سیلون کی درخواست کے مطابق اسی طرح آئے تھے - ہمارے آباؤ اجداد دراصل تنالاگرام واقع کوسالہ (ملک ہند) کے رہنے والے تھے اور ہم سانی گوتر کے برہمن ہیں آپکو شاید معلوم ہوگا کہ پراچین زمانے میں سانی گوتر کے برہمن سام وید کے استاد اور دیپ قایم کرنے والے تھے - ہم ہمیشہ اس امر کا دھیان رکھتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کی اولاد ہیں جنکا وید میں یقین تھا اور ہم اسے فراموش نہیں کر بیٹھے اور نہ ہی فراموش کرتے ہیں یہ نام راجا پاکسا جو ہمارے کنبے میں مستقل ہیں درحقیقت ایک خطاب تھا جو ہمارے مشہور زمانہ قابل عزت بزرگ کو لنکا کے بادشاہوں نے دیا تھا - اگرچہ ہم ایک دوسرے سے علیحدہ دور دراز ملک میں رہتے ہیں کئی دنوں سے میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی ہے کہ ہم خطوط کے ذریعہ باہم نامہ و پیام جاری کریں اور اس طرح اپنے آدمیوں کو اپنی اصلاح کرنے کے لئے کچھ ہدایات دی جائیں - مجھے خواہش ہے کہ آپ ہمیں اس مقصد کے حصول کے لئے دیا اور آئندہ ہدایت فرماویں گے مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ جو شخص دھیان یوگ حاصل کرنے کا خواہشمند ہو وہ کس طرح مختلف طریقوں سے اپنے آپکو ست مت پورن کر سکتا ہے - مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ سنکر خوشی

کہ میری دستری کی حالت اب پہلے سے اچھی ہے - درحقیقت آپنے محنت بہت
بہت کم ترقی کی ہے - آریہ میگزین کی تین کاپیاں جو مجھے لاہور سے بھیجی
گئی ہیں میں نہایت خوشی سے قبول کرتا ہوں - میں یہ کہنے سے نہیں رک
سکتا کہ انکے مضامین دنیا کی ترقی کیلئے نہایت مفید ہیں کیا متذکرہ
بالا گاؤں سنبالا گرام اس نام سے ابھی تک موجود ہے ؟ کیا اس کا صحیح پتہ
مل گیا ہے کیا اس وقت تک بھی اس میں سالی گوتر کے آدمی رہتے ہیں؟
ان لوگوں کا اب پیشہ کیا ہے ؟ کیا آپنے کسی کتاب میں انکے ترک وطن
کرکے لنکا کو جانے کا حال پڑھا ہے ؟ کیا آپکو یا کسی آپکے واقف شخص کو
ہمارے لنکا کو آنے کے متعلق کوئی روایت معلوم ہے ؟

امید ہے کہ آپ دیا اور تندہی سے ان سوالوں کا ایسے شخص کو
جو انکا شاگرد ہونے کا بڑا خواہشمند ہے جواب دیکر مشکور فرماویں گے
آئندہ جب آپ مجھے خط لکھیں تو کرپا کرکے اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو بجائے
انگریزی کے سنسکرت میں لکھیں -

میں ہوں انکا نہایت صادق
ڈی بی جے راجا پاکسا

مسٹر جی وائز کے خطوط - جسقدر خطوط بلٹینوں کے آئے - ان میں سے ایک صاحب
جی وائز جرمن کے ایجوکیشنسٹ کی چٹھیاں بہت طویل ہیں تاہم
وہ قریباً کل درج کی جاتی ہیں

چٹھی نمبر ۱ - اس میں آپ نے زمانہ تعلیم میں سوامی جی کی نسبت خبر
ملنے کا ذکر کیا ہے کہ نامی سکول میں میں تعلیم پاتا تھا جب کہ ایک
استاد بتایا کرتے تھے کہ دنیا کی تہذیب اور اخلاق اور تمام علوم
کے ابتدائی گہوارے بھارت ورش کی خوبیاں اب بھی عجیب ہیں پڑھے
پڑھے بے بہا رتن اب بھی اسمیں چھپے پڑے ہیں وغیرہ -
اور بہت امور ہیں لیکن اس چٹھی کا بہت سا حصہ ترجمہ باب ہشتم میں لوگوں
کی رایوں کے مضمون میں آ چکا ہے واسطے اسے چھوڑ کر آگے چلتے ہیں -
یہ چٹھیاں نہایت طویل ہیں تاہم دلچسپ بہت ہیں - اور کئی قسم کی معلومات درج ہیں
اس لئے گو کہیں کچھ غیر ضروری حصہ چھوڑ دیا ہے - تاہم کوئی ایسا پہلو نظر
انداز نہیں کیا گیا - جو ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہو سکتا ہے

چٹھی نمبر ۲ - ۱۹ - الرش سٹریٹ وشنگٹن - جون ۲۹ ۱۸۸۰ء [میرے سب سے پیارے استاد

اپنی پہلی والی چٹھی کی طرح آداب عرض کرنے کے بعد میں آپ کی توجہ آپ کے نوجوان دوستوں کی تعلیم کے متعلق چند خاص امور کی طرف منعطف کراتا ہوں جن لوگوں کو انگریزی - فرانسیسی یا کسی دیگر یورپی زبان کی شد بد حاصل ہو - وہ بہت تھوڑے سے عرصہ میں جرمن زبان بغیر تکلیف کے سیکھ سکتے ہیں خود میں نے سنسکرت نہیں پڑھی - لیکن جب آپ کے طلبا میری مدد کریں گے - تو میں پڑھنے کیلئے تیار ہوں میں آپ کے شاگردوں کو دو مضامین پڑھا سکتا ہوں جو اُن کے لئے جب وہ ان پر عبور حاصل کریں گے - بہت مفید ثابت ہوں گے - ایک تو علم اقتصادیات یعنی پولیٹکل ایکونومی ہے - اور دوسرا تقریروں اور لیکچروں کو لفظ بہ لفظ بذریعہ مختصر نویسی یعنی شارٹ ہینڈ رائٹنگ یا سٹینوگرافی لکھنے کا فن ہے - اب بہت سے لوگوں نے سٹینوگرافی کے پرانے طریقے پر اس ہنر کو سیکھنا شروع کیا تھا - لیکن آخر ترک کر دیا - کیونکہ یہ بہت مشکل محسوس ہوتا تھا - اور اس پر جس قدر روپیہ اور وقت صرف ہوتا تھا اتنا اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا تھا - اور اس لئے ایسے لوگ کہنے لگ گئے تھے - کہ سٹینوگرافی ایک ایسا ہنر ہے کہ جس کے سیکھنے میں وقت روپیہ بہت خرچ ہوتا ہے اور ہر ایک اسے سیکھ ہی نہیں سکتا - یہ صرف ایسے لوگوں کے لئے ہے جو اسی کو ہی ذریعہ معاش بنانا چاہیں - انگلستان کے پٹ مین کا ایجاد کردہ جو پرانا طریق ہے اس کے متعلق اور جرمنی کے بعض ایسے ہی طریقوں کے متعلق یہ اعتراض بالکل درست ہے - یہ طریقے ایسے ہی نامکمل اور مشکل ہیں - جیسی کہ چینی زبان سادہ ہے یہ بالکل اس کے مشابہ - لیکن جرمنی میں واقع شہر برلن کے ایک شخص ولیم ٹرینڈز نے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے جو اپنی عملی سادگی میں تمام دیگر طریقوں پر سبقت لے گیا ہے - میں نے چند دوستوں کیساتھ خود یہ طریقہ زوریخ (سوئٹزرلینڈ) میں سیکھا تھا - جہاں اُس نے ان مضامین پر ہمارے سامنے چند لیکچر دئے تھے - ہم نے چند اسباق حاصل کرنے کے بعد ہی اس طریق کو اختیار کر لیا تھا - کیونکہ ہم نے دیکھا کہ ان پرانے طریقوں میں جن کا کورس ہم نے ابھی ختم کیا تھا - اور اس میں دن اور رات کا فرق تھا - ہمارے اُستادوں نے ہمیں صرف بارہ اسباق دئے - اور پھر ہمیں آزاد چھوڑ دیا - بس یہی ہماری پریکٹس کے لئے کافی ثابت ہوئے اور میں اور میرے چند دوست صرف پانچ ماہ کی تعلیم کے بعد اس کے ذریعہ قابل تعریف تیزی کے ساتھ لکھنے لگ گئے - یہ تمام طریقہ بارہ اسباق اور چند مشقوں پر مشتمل ہے - میں نے ایک سال بعد یہ طریقہ ہیڈلبرگ کے قلعہ میں واقع ایک سکول میں ۲۴ شاگردوں کو سکھلایا - میرے شاگردوں میں سے بعض شاگرد نہایت : مثلاً زورڈ ویلیم . بی . سگٹہ اور ریاست لیکچروں کو لفظاً

بلفظہ لکھنے لگے۔ ان کی تحریر بالکل چھپا ہوا معلوم ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ چند ماہ کے عرصے میں ہیچ کہتا ہوں۔ کہ یہ ہنر میرے لئے مختلف صورتوں میں بہت مفید ثابت ہوا ہے میں کنگز کالج میں اپنے پروفیسروں کے لیکچر اس ہنر کے ذریعے تیاری کے لئے بطور اقتباسات لکھ لیا کرتا تھا۔ چنانچہ مجھے اپنے امتحانات کو نمایاں طور پر پاس کرنے میں اس سے بہت مدد ملی۔ میرے انگریز ہمعصر جو انگریزی طریقہ سٹینوگرافی سے لکھا کرتے تھے۔ بسا اوقات میرے پاس شکایت کیا کرتے تھے۔ کہ انہیں اپنے ہی لکھے ہوئے کو پڑھنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن مجھے اپنا لکھا ہوا پڑھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ اس طریقہ سے ایک آدمی طول طویل نوٹ لکھ سکتا ہے۔ اور تھوڑے عرصہ میں بہت سا مضمون نقل کر سکتا ہے۔ جو طالب علم اسے سیکھ لیتا ہے۔ اُسے اس سے کئی قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اب میں علم اقتصادیات یعنی پولیٹیکل ایکونومی اور تجارت اور بین الاقوامی قانون کی سائینس کے متعلق ذکر کرتا ہوں۔

اس شخص کے لئے جو صنعت و حرفت وغیرہ میں سرگرم حصہ لیتا ہو۔ میں نے اسی مضمون کو مفید ترین قابل الحصول علم پایا ہے۔ پولیٹیکل ایکونومی سلطنتوں، گورنمنٹ اور ایک قوم کے مالی ذرائع اور اخراجات کے انتظام کی ایک کنجی ہے۔ موجودہ سائینسوں (علوم) میں یہ سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اور اس میں عملی فراست کا جزو کثیر ہے۔ جس کی بنا امور واقعہ اور تجربہ پر ہے۔ نہ کہ اُن ذہنوں کے محض ... قیاسات پر جو اس سے بہت کم واقف ہیں۔

انگلستان کی سابقہ گورنمنٹوں اور دیگر ممالک نے پیشتر اس کے کہ ان کو اسکا علم ہوا۔ جس قدر کثرت سے غلطیاں کی ہیں وہ نہایت سبق آموز اور حیرت انگیز ہیں۔ اس حقیقت کے ثبوت میں کہ زمانہ سابقہ میں عظیم اور مہذب سلطنتوں پر حکومت کرنے میں خاص کر تجارتی اور مالی معاملات میں کس قدر تھوڑی عقل سے کام لیا جاتا تھا۔ ان غلطیوں سے بڑھکر کوئی تاریخی ثبوت نہیں مل سکتا۔ اپنے ملک کی تجارت و صنعت کو ہمسایہ ممالک کے مقابلہ سے محفوظ رکھنے کیلئے قانون بنانے میں مگر وہ مدبران سیاست نے سخت بیہودانہ غلطیاں کیں۔ اور پارلیمنٹ اور بادشاہ نے بھی ان پر مہر صداقت لگا دی۔

گورنمنٹ نے کروڑوں روپیہ صرف ہمسایہ ممالک کے مال کو اپنے ملک میں آنے سے روکنے کیلئے خرچ کر دیا۔ لیکن سب بے سود۔ اس سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ اُلٹا نقصان ہوا۔ چنانچہ آخرکار ان کو ان مانع قوانین کو اپنے ملک کی تجارت کو تباہی سے بچانے کے لئے منسوخ کرنا پڑا۔ انہوں نے یہ قوانین اس غرض سے بنائے تھے۔ کہ ان سے ان کا اپنا ملک تو مالا مال ہو جائیگا۔ اور ہمسایہ ممالک مفلس و قلاش ہو جائینگے لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔ آخر مجبور ہو کر انہیں اس بیہودہ قانون کو منسوخ کرنا پڑا

کرنا پڑا۔ انگریزی تجارت و صنعت کی تاریخ میں ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ اور
ایسے ممالک کے لئے لیکن تجارت ابھی اتنی ترقی یافتہ نہیں کہ اس کی نشوونما کی کوئی
تاریخ ہو۔ اور قوانین وغیرہ کی حالت اور تبدیلیوں کے واضح اعداد و شمار ہوں یہ
بہت سبق آموز ہیں۔ مثلاً عرصہ ۲۰۰ سال کا ہوا۔ انگریزی گورنمنٹ اور صنعتی
کاریگروں کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ کہ ریشمی مال ان کے ہمسایہ ملک فرانس
سے انگریزی منڈیوں میں بکثرت لایا جاتا ہے۔ اور اس کے عوض بہت سا روپیہ
انگلستان سے فرانس چلا جاتا ہے۔ اب آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ہر ایک دانا
و عقلمند شخص کے لئے یہ امر دلخوشکن نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کا دشمن ان کے سونے
کو قید کرلے۔ اور فرانس کو لے جائے۔ یہ ناقابل برداشت تھا۔ اس لئے انگریزوں نے
اپنے ملک کی صنعت و حرفت کو بچانے کے لئے غیر ملکی مال کی درآمد پر بھاری محصول
لگانے کا وچار کیا۔ اور فرانسیسی ریشم پر ۵۰ فیصدی محصول لگا دیا۔ لاکھوں کی تعداد
میں ریشم کے کیڑے ملک میں لائے گئے۔ اور اس کاریگر کیڑے کی پرورش کیلئے
جو سنہری سوت کاتتا تھا۔ شہتوت کے درخت لگائے گئے۔ اور انگلستان خوشی میں پھولا
نہ سماتا تھا۔ کہ اب وہ اپنے سنہری انڈوں اور پونڈوں کو اپنے ہی گھر رکھ سکے گا۔
لیکن افسوس ہے۔ ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال کے مصداق یہ پتلے نازک کیڑے جو
گرم موسم کے خوگر ہوتے تھے۔ اس تبدیلی ہوا پر راضی نہ ہوئے۔ سردی کے باعث ان کے
گلے میں سوزش پیدا ہو گئی۔ اور کیڑے نے پتے کھانے چھوڑ دئیے۔ حالت نزع میں ایسا
کھردرا تاگا نکالنے لگا۔ جو سن سے بھی برا تھا۔ اس سے جو تار بنایا جاتا تھا۔ وہ جیبی
رومالوں کے بنانے میں استعمال کئے جانے کے لائق نہ تھا۔ انگریزی لیڈیوں کو بڑی ہی
مصیبت پیش آئی۔ انہوں نے پارلیمنٹ میں درخواست کی۔ کہ فرانسیسی مال کو پھر ملک
میں آنے کی اجازت دی جائے۔ غرضیکہ انگریزی صنعت ریشم کی کوشش قطعی
ناکام اور بے سود ثابت ہوئی۔ اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ اس تجربہ پر ملک کا
کئی لاکھ روپیہ خرچ ہو گیا۔ روپیہ عام کی جیبوں سے لیا گیا تھا۔ اور بے فائدہ خرچ کر
دیا گیا۔ فرانسیسی ہوشیار تھے۔ انہوں نے حسب سابق اپنا مال بھاری دام لگا کر
منافع کثیر پر انگلستان بھیجنا شروع کر دیا۔ قانون منسوخ کیا گیا۔ اور انگریزی خاتونوں
نے خوشی کے سانس لئے۔ کہ انہیں اپنے دیسی ریشمی مال سے نجات ملی۔ جو وہ استعمال
نہیں کر سکتی تھیں۔ غرضیکہ تمام کوشش ناکام ہوئی۔ انگریزوں نے تجربہ تو حاصل
کیا۔ لیکن انہیں یہ بڑا مہنگا پڑا۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ ہمیں تمام کام جو
ہم اپنے ہمسایہ کو کرتے اور منافع اٹھاتے دیکھتے ہیں۔ کرنے کی کوشش ترک کر دینی چاہئے
کیونکہ جو موسم اور دیگر حالات انہیں حاصل ہیں۔ شاید وہ ان کی وجہ سے اس کام کو

بہتر طور پر اور فائدہ کے ساتھ کر سکتا ہو۔ اور تم نہ کر سکتے ہو۔ اس لئے اُس سے مدد لو۔ اور اگر تم وہی کام خود کر کے اچھے نتائج پیدا کر سکتے ہو۔ تو اُس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ حاصل ہوگا۔ بلکہ آخر اس سودے میں تمہیں نقصان ہی ہوگا۔ ایسی چیزوں کو اپنے ملک میں رواج دینے کی کوشش نہ کرو۔ جو تمہارے ملک کی آب و ہوا اور قدرتی حالات کے مطابق نہ ہوں۔ یا جن میں نقصان و مایوسی کا خطرہ ہو۔ انگریزوں نے تجربہ تو حاصل کیا ہے۔ لیکن خوفناک غلطیاں کرنے کے بعد دیگر ممالک مثلاً اہل امریکہ ابھی تک ان کی تقلید کر رہے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بہت چالاک سمجھتے ہیں اور انگریزوں سے نیک سبق حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ اس لئے انہیں بھی اپنے خود پر تجربہ حاصل کرنے کے لئے اپنی غلطی کا خمیازہ اٹھانا ہوگا۔

جو شخص اس بات پر دھیان نہیں دیتا ضرور نقصان اٹھائیگا۔ غیر ملکی لوگوں سے بھی ان مضامین تعلیم بسا اوقات بہتر طریقہ پر حاصل نہیں کی جاتی۔ مثلاً گورنمنٹ جاپان نے چند طلباء کو لندن بھیجا ہے۔ جن میں سے دو نے پولیٹیکل اکونومی پر لیکچر سنے یہ طالب علم میرے پاس ہی بیٹھا کرتے تھے۔ اور میرے دوست بن گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان میں سے صرف ایک طالب علم نے کچھ سیکھا۔ اور کچھ نوٹ لئے۔ دوسرا جو اپنے ملک کی فوج میں بطور لفٹننٹ ملازم تھا۔ بالکل کورا ہی رہا۔ اور اس نے کچھ نہ سیکھا اس طالب علم نے ایک نوٹ بھی نہیں لکھا اور نہ ہی وہ اس مضمون کو سمجھتا معلوم دیتا تھا۔ میرے خیال میں غلطی جاپانی گورنمنٹ کی تھی۔ جس نے ایسے نوجوان طلباء کو قابل نگرانی۔

ایک غیر ملک میں حصول تعلیم میں بغیر قابل نگرانی اور رہنمائی کا انتظام کئے چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ بھی ایک ایسے غیر ملک میں جس کی زبان کو وہ غیر مکمل طور پر سمجھتے تھے اور جن مضامین کو انہوں نے پڑھنا تھا۔ انہیں اس زبان سے بھی کم سمجھتے تھے۔ اس لئے ایسے طلباء کو خواہ وہ کیسے ہی ذہین اور نیک کیوں نہ ہوں۔ صرف اپنی کتابوں سے حسب مرضی مدد لینے کے لئے ہی اکیلے نہ چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ دونو جاپانی طلباء ایک پرائیویٹ مکان میں اکٹھے رہتے تھے۔ اور ان کے مطالعہ میں ان کی رہنمائی کرنے والا کوئی شخص نہ تھا۔

بلاشبہ آپ چاہتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ آپ طلباء کو ہمارے حوالے کریں کہ انہیں اس کے لئے کیا ادا کرنا ہوگا۔ انگریز شاگردوں کے لئے جن کی عمر ۱۸ سال سے ۲۰ سال تک ہو۔ ہماری فیس کم از کم پندرہ سو روپیہ اور زیادہ سے زیادہ ۲۲۵۰ روپیہ ہے زیادہ عمر کے لڑکوں کے لئے ہم ان کی عام ضروریات کے لحاظ فیس مقرر کیا کرتے ہیں۔ نیز جیسا کہ آپ اس سرکلر میں جو منسلک ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اکیلے طلباء سے مجھے اس سے کہیں زیادہ مل جایا کرتا ہے۔ مثلاً ابھی حال ہی میں جو مجھ سے علیحدہ ہوا ہے اس سے مجھے ۔۔۔ ہم تو ایک سال کیلئے وصول ہوئے ہیں۔ فیس کا انحصار طلباء کی ضروریات عمر مطالبات اور ایسی صورت میں ان کے والدین کے انتظامات پر ہے کیونکہ ایک خاص مضامین میں خاص اسباق حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور دوسرا نہیں چاہتا یہی حال کمروں آلات موسیقی (پیانو) اور دیگر اشیاء کے متعلق ہے۔ بعض طلباء انہیں طلب کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے خرچ کر کے حسب خواہش حاصل کر لیتے ہیں۔

آپ کے شاگردوں کو ہم ایسے تمام مضامین جو اُن کے لئے از بس ضروری او مفید ہوں سکھانا چاہتے ہیں۔ اور ہمیں ان کو تعلیم دینے میں بہ نسبت اُن طلباء کے جن کے متعلق ایسا خاص خیال نہیں ہے۔ زیادہ احتیاط سے کام لیا ہوگا۔ یہ امر کہ کفایت شعاری سے گذارہ کرنے پر کیا خرچ ہوگا۔ ایسی صورت میں کوئی شخص اندازہ نہیں لگا سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کیونکہ کم از کم اوسطاً اندازہ کرنے میں خوف ہے کہ اصل اخراجات سے کم اندازہ نہ ہو جائے کہ جس سے باوجود محنت اور تکلیف کے گذارہ ہی نہ ہو سکے کیونکہ آپکے شاگرد جو باتیں سیکھنا چاہتے ہیں۔ اور وہ بھی سکولوں اور تعلیمی درسگاہوں کے عام پروگرام کے مطابق نہیں۔ بلکہ خاص

ہماری تعلیمگاہ دیگر درسگاہوں کی طرح روپیہ کمانے کی غرض سے قائم نہیں کی گئی۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہمیں ہمارے کام کا مناسب معاوضہ دیا جائے تاکہ ہماری ہستی قائم رہے۔ اور ہم اپنے اس اچھے کام کو جاری رکھ سکیں نہ کہ دولت کما کر خزانے بھر لیں۔ میرے لئے یہ ایک ناچیز ضرورت ہی ہو کہ اگر مجھے کوئی ایسا طریقہ معلوم ہوتا۔ کہ ہم اپنے شاگردوں کو عظیم الشان اُستادوں بدھ۔ سقراط اور عیسٰے مسیح کی طرح بغیر مادی معاوضہ لئے تعلیم دے سکتے۔ تو ہم بڑی خوشی سے اُن کی تقلید کرتے۔ موجودہ زمانے میں جب کہ اشیاء خوردنی کا نرخ اس قدر گراں ہے اور جسمانی ہستی کی ضروریات اس قدر مہنگی ہو رہی ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا فیاض جیع انسان بھی اُن قدیم عقلمند احباب کے جن میں کہ آپ بھی شامل ہیں۔ شریفانہ اور قابل تعریف طریقے پر تعلیم دے سکے۔

مغربی اقوام نے علوم و فنون اور دولت میں بہت کچھ ترقی کی ہے لیکن فیاضی و فراست میں نہیں۔ اگر ایک آدمی انہیں اعلےٰ ترین علم و عقل کی مفت تعلیم دے تو یہ بجائے اس کے کہ اس کی پرستش کریں جس کا کہ وہ مستحق ہے۔ اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے فاقوں سے مرتا ہوا دیکھنا پسند کریں گے۔ موجودہ زمانے کے مہذب لوگوں کے ایک کثیر حصے کے نزدیک مادی خوراک کی زیادہ قدر و قیمت ہے۔ بہ نسبت لاثانی عقل و فراست کے جو انہیں مفت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اسے فروخت کر کے روپیہ وصول

نہیں کر سکتے ۔

غرضیکہ آج کل دنیا کی ایسی حالت ہو رہی ہے کیونکہ بنی نوع انسان کی آتما خواب غفلت میں رہی گئی ہے۔ دل و دماغ کی روشنی بجھ گئی ہے۔ اور نہ ہی ایشوری جوتی اور پریم کی کوئی جھلک ان لوگوں کی تسلی کے لئے جو اپنی ہستی کے اس خواہشمند نہیں۔ حاصل ہوتی ہے۔ کیا ہمیں متحد ہو کر بنی نوع انسان کی اس افسوسناک حالت کو اپنے جیون اور افعال کی مثال سے تبدیل کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔ ہم اس کے لئے رضامند ہیں۔ اور آپ نے تو نہایت دلیرانہ طور پر اس کام کو شروع بھی کر دیا ہے۔ اور آپ کامیاب بھی ہوں گے۔

ہو سکتا ہے کہ ہم کسی دن فتح کی نصف راہ پر ایک دوسرے کو ملیں۔ بس وہاں ہم ایک دوسرے سے مصافحہ کریں گے۔ اور پرماتما کا شکریہ ادا کریں گے۔ کہ اس نے ہمیں کامیابی دی۔ اور مشرق مغرب کے بھائیوں کو باہم ملا دیا۔ ایک دوسرے سے لڑنے کیلئے نہیں بلکہ بطور ایک بڑے کنبے کے امن اتفاق اور پریم سے مل کر رہنے کیلئے۔ ان خیالات کا میں یہاں پرچار کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ عام جاہل لوگ ان کو بعید از فہم و قیاس و از امکان بتلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جب تک انسانوں کی سرشت میں فرق نہیں آتا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ بھی سچے نہیں۔ "جہاں جہالت رحمت ہو وہاں عقلمند ہونا بیوقوفی ہے"۔ وہ جو آنکھیں کہ روشنی سے تا حال محروم رہی ہیں۔ ان کا اس کی بجلی کی رو کو دیکھ کر بند ہو جانا ضروری ہے۔ اور جو آنکھیں روشنی کی خوگر رہ چکی ہیں۔ وہ دور رس نظارے کو دیکھ کر حظ اٹھاتی ہیں۔ میں اپنے نفس مضمون سے بہت دور نہیں چلا گیا۔ اس لئے مجھے امید ہے۔ کہ آپ اس کی طوالت کیلئے مجھے معاف فرمائیں گے۔

اب پھر میں مادی سوال کی طرف آتا ہوں۔ میں نے حساب لگایا ہے۔ کہ ۴ ہزار روپیہ فی کس سالانہ کے خرچ پر ہم آپ کے شاگردوں کو لینے کے لئے تیار ہیں۔ اور ان کی جسمانی اور روحانی ضروریات جن کی آپ کو اور آپ کے ملک کو خواہش ہے۔ مہیا کرنے کا ذمہ لیں گے۔

مہربانی کر کے ہمیں مطلع کیجئے کہ اس تجویز کیلئے آپکا کیا خیال ہے۔ آپ آزادانہ طور پر صاف صاف اپنی رائے ظاہر کریں۔ آپ ہمیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ایسا انتظام کرنے کے لئے رضامند پائیں گے۔ جو آپ کے ہموطنوں اور ہمارے لئے تسلی بخش ہوگا۔ جاپانی یورپ میں تعلیم پاتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ان کے ملک کا ایک ایک طالب علم اس کی نسبت بہت خرچ آیا ہے۔ بلکہ جو کچھ آپ کی خدمت میں تحریر کیا ہے جلد تر جواب کا منتظر ہے۔ سب سے زیادہ پیارے استاد آپ یقین کریں۔ کہ

کہ میں ہوں آپ کا صادق فرماں بردار

شاگرد

جی۔ وائیز۔

اس چٹھی کے ساتھ میں اپنا فوٹو ارسال کرتا ہوں۔ از راہ مہربانی اسے میری طرف سے اس مہان عزت کے اظہار کے طور پر جو میرے دل میں آپ کے لئے ہے۔ قبول فرماویں

چٹھی نمبر۲-۱۹-ایبیش ۳ جون ۱۸۸۰ء سب سے پیارے اُستاد میں بڑی خوشی سے آپ کو مطلع کرتا ہوں۔ کہ ہمیں ایک ہوشیار کاریگر معمار مل گیا ہے۔ جو میرے حصہ دار کا دوست ہے۔ اور آپ کے ایک یا ایک سے زیادہ شاگردوں کو عملی اور زبانی تعلیم کے لئے اپنے کام میں لینے کے لئے رضامند ہے۔ طلبا کو فنِ تعمیر سیکھنے کے لئے اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔ جیسا کہ اس کی صورت میں انہیں حاصل ہوگا۔ کم ہنر و ایسا خیال ہے نجاری کے متعلق یہ عرض ہے۔ کہ ہمیں کئی ایسے آدمی معلوم ہیں جو ہمارے طلبا کو اپنے لکڑی کے گوداموں اور کارخانوں میں لینے کے لئے تیار ہیں۔ تاکہ وہ اس ہنر کو سیکھ سکیں۔ نیز وہ اس بات پر بھی رضامند ہے۔ کہ وہ انہیں موسم سرما میں عمارتوں کی چوبی سیڑھیاں بنانے کے کام لگائے رکھیں گے۔ آج میں ایک کاریگر لوہار (چاقو قینچیاں کاٹنے چھریاں بنانے والے) کے کارخانے میں گیا۔ جو کہ اپنی پیسنے والی چکیاں ایک چھوٹے سے گیس انجن سے چلاتا ہے۔ اس کارخانہ میں بھی نفیس ترین و بہترین چاقو قینچیاں اور تلواریں اور دیگر اسی قسم کا سامان بنانا سیکھنے کے لئے دو طلبا کو داخل کئے جا سکتے ہیں۔ اب رہا رنگ سازی اور کپڑے رنگنے کا کام مجھے یقین ہے۔ کہ ہمیں ایسا مناسب آدمی اور جگہ مل جائیگا۔ جہاں ہم اپنے طلبا کو یہ کام اچھی طرح سکھائے جانے کے لئے بھیج سکیں۔ چنانچہ ایسے آدمی کی میں آج تلاش کرونگا۔ گھڑی سازی سیکھنے کے تو بیشمار موقع ہیں۔ گھڑی سازوں کا سب سے بڑا کام سیکھنا ہوتا ہے۔ کہ گھڑی کی مشینری کے مختلف پرزوں سے واقف ہو جائیں۔ اور انہیں خود باہم ملا سکیں اور ہر وقت مشینری کے ہر ایک حصہ کی مرمت کر سکیں یہ کام اس ہنر کا یہ سب سے بڑا حصہ ہے۔ گھڑی کے پہیئے اور دیگر پرزوں کا بنانا بیشتر ان قصبوں کے گھڑی سازوں کا کام نہیں ہوتا۔ یہ اشیاء تو بڑے بڑے کارخانوں میں بنائی جاتی ہیں۔ جن میں کہ اکثر ایک دو یا تین تین گاؤں کی آبادی جتنے لڑکے عورتیں اور مرد ملازم ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک آدمی گھڑی کے کسی خاص پہیئے یا ایک ایک پرزے کو بنانے کا کام سیکھتا ہے۔ اور ایک ہی کام کو ہر روز برسوں

تمام کرنے کے باعث وہ اس خاص پرزے کو بنانے میں ایسا ماہر ہو جاتا ہے۔ کہ جس گھڑی میں یہ پرزہ لگایا جاتا ہے اس میں اس کے تیار کردہ پرزے کی بجائے اور کسی کا تیار کردہ پرزہ اچھی طرح نہیں لگ سکتا۔ اس طریق کو کہ ایک ایک جزو کو بنانے میں کمال حاصل کرنے کو "تقسیم کام" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس سے تین معمولی فائدے حاصل ہوتے ہیں مثلاً (۱) کثیر کفایت وقت (۲) مال زیادہ تیار ہونا (۳) اور اعلےٰ درجہ کا بالکل درست ہونا اور یہ صرف اسی طریق کام کے طفیل ہے۔ کہ گھڑیوں جیسی مفید ترین چیزیں اس قدر سستی تیار کی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ اگر ایک گھڑی ساز ان کو تیار کرتا تو وہ ان کی کمائی سے اپنی گذران بھی نہ کر سکتا بسوائے اس کے کہ اپنے اس طرح تیار کردہ گھڑی کی قیمت کارخانے کی تیار کردہ ویسی ہی گھڑیوں سے بیس گنا زیادہ طلب کی جاتی۔ جن میں کم از کم ۵۰ یا ۱۰۰ اشخاص کام کرتے ہیں۔ اور جن میں سے ہر ایک ایک صرف ایک پرزے کو بناتا ہے۔ اور عام گھڑی ساز صرف ان کے تیار کردہ پرزہ کو جوڑ کر گھڑی تیار کرتے ہیں۔ اور فروخت کر دیتے ہیں۔ ہمارے استفسار (۱) اب آپ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ ایک نوجوان ان تمام پرزوں کو خود بنانا سیکھ تو سکتا ہے۔ لیکن اس کام میں کمال حاصل کرنے کے لئے اسے بہت عرصہ لگیگا۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ پہلے تو ان کا جوڑنا سیکھے اور پھر گھڑی کے مختلف حصوں اور پرزوں کا بنانا۔

لیکن جیسا کہ ہم آپ کو پہلے بتلا چکے ہیں۔ بغیر "تقسیم کام" کے طریقے پر کام کرنے سے آپ کے ہموطن یورپ کی تیار کردہ نفیس گھڑیوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ اگر آپ کے گھڑی ساز خود گھڑیاں بنانے اور ان کے متعلق پرزوں وغیرہ کی ساخت کا کام خود کریں گے۔ تو وہ ایسی اچھی اور سستی گھڑیاں نہ بنا سکیں گے۔ جیسی کہ وہ دوسروں سے اس کام کو تیار کرا کر بنا سکتے ہیں۔ جنکو وہ خاص خاص حصوں کی ساخت کے لئے ملازم رکھیں گے۔ اور پھر ان کے تیار کردہ مضمون کو خود جوڑ کر اور چلا کر قابل فروخت بنا لیں گے۔

اگر آپ تمام ہندوستان کے لئے گھڑیاں تیار کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کو نہایت کوشش کرکے چند ہوشیار نوجوانوں کو جو مشینری کا کام سیکھنے کے قابل ہوں۔ جرمنی بھیجنا چاہئے۔ ان میں سے ہر ایک کو گھڑی کا ایک ایک خاص پرزہ بنانے اور عملی طور پر گھڑی کے سائز اور شکل کے متعلق عملی کام سیکھنا ہوگا۔ اور اس کے ساتھیوں کو اسی طرح باقی تمام حصوں کی ساخت کے کام میں کمال حاصل کرنا ہوگا۔ جب یہ نوجوان اپنا اپنا کام سیکھ لیں گے۔ تو وہ باہم مل کر تقسیم کام کے اصول پر کام کرتے ہوئے ایک کارخانہ کھول سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک

گھڑی کی مشینری کا اپنا حصہ تیار کر کے دوسرے ساتھی کی مدد کریگا۔ اور ان
تمام پرزوں کو آخر ایک گھڑی ساز ماسٹر جوڑ کر قابل فروخت گھڑیاں بناتا
جائیگا۔ صرف اسی طریق پر کام کر کے آپ یوروپ اور دیگر ممالک کے گھڑی سازی
کے کارخانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ان کثیر تعداد دیگر اشیاء کا حال
ہے۔ جو انسانوں کے استعمال میں آتی ہیں۔

میرے خیال میں اگر آپ دور اندیشی سے کام لیں اور آغاز میں عجلت
سے کام نہ لیں۔ تو ہندوستانی منڈی میں اپنے موجودہ مقابلہ کنندگان کو آپ
مات کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو چند ایسے فوائد حاصل ہیں جو ان کو نصیب
نہیں۔ مثلاً (۱) آپ کے ملک میں مزدوری سستی ہے (۲) نفیس کام کرنے
والے کاریگر بہ نسبت یوروپ کے آپ کے ملک میں زیادہ ہیں۔ (۳) آپ کا
اخلاق کثیر تعداد یوروپینوں سے اعلیٰ ہے اور آپ اپنے گاہکوں کو سستی لیکن
خراب چیزیں دیکر دھوکہ نہیں دیں گے۔ بلکہ تجارت کے حقیقی اصولوں پر کام
کریں گے ؛

اگر آپ کے ہموطن اس اصول پر کہ دیانتداری بہترین پالیسی ہے؛ سختی سے
پابند رہیں گے۔ تو یقیناً آخیر میں وہ خوشحال اور فارغ البال ہوں گے۔ اور
اپنے موجودہ مقابلہ کنندگان کو بہت جلد میدان سے نکال دیں گے۔ گھڑیوں کے
کام میں مصالحہ خام کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتا۔ گھڑی کے بنانے کا کام ہی اس
کی اصل قیمت ڈالتا ہے۔ دھات کی قیمت اس کام کے مقابلے میں جو اس پر کیا جاتا
ہے۔ بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ خام لوہے پر جب کام کر کے گھڑیوں کے پہیئے اور
دیگر خوبصورت چیزیں تیار کی جاتی ہیں تو اس لوہے کی قیمت ۱۰ ہزار گنا زیادہ
ہو جاتی ہے۔ اس لئے خواہ آپ اپنے ملک کی کانوں سے لوہا حاصل کریں۔ انگلستان
اور دیگر ممالک سے اس سے آپ کے مقابلے کے کام میں کوئی بھاری فرق نہیں
پڑیگا۔ کیونکہ آپ کو جو متذکرہ بالا فوائد دوسروں کی نسبت زیادہ حاصل ہیں
وہ لوہے کی قلت کے فائدے سے جو آپ کے مخالفوں کو حاصل ہے۔ بہت زیادہ
ہیں۔ آپ ان کے ہاں سے ہی لوہا خرید کر اور گھڑیاں بنا کر اپنے ملک میں ان کی
تیار کردہ گھڑیوں کو مات کر سکتے ہیں۔ رنگ سازی اور رنگریزی وغیرہ کا کام سیکھنے
کے لئے ایک طالب علم کا علم کیمیائی سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اس کام کے لئے
پروفیسر ڈاکٹر ڈیبنیٹس کی لیبوریٹری بہت اچھی ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اپنی لیبوریٹری
میں متعدد جرمن۔ انگریز اور دیگر ممالک کے طلبا کو عملی اور زبانی تعلیم دیتا ہے۔ اس
چٹھی کے ساتھ میں آپ کی خدمت میں اس کی تعلیمگاہ کے قواعد کی چند کاپیاں

ارسال کرتا ہوں۔ اُسے آپ سب کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ بس آج میں آپ کو اس مضمون پر اتنا ہی لکھ سکتا ہوں۔ جو ہی مجھے مزید اطلاع ملیگی۔ میں آپ کو تحریر کر دونگا۔ کیونکہ خواہ آپ کو اپنے تجربے کی بنا پر بہت کچھ معلوم ہو سکیں۔ پھر بھی یہ آپ کے مفید ہوگی۔ آپ ہر وقت اپنے شاگردوں کو ہمارے پاس بھیج سکتے ہیں۔ بلکہ جتنی جلدی بھیجیں اتنا ہی اچھا ہے۔ کیونکہ ہم اُن کو ان کی تعلیم کے لئے ہر طرح لینے پر رضامند ہیں ؎

میں ہوں

میرے سب سے پیارے استاد

آپ کا صادق

جی۔ وائس۔

چوتھی نمبر ۴

میرے سب سے پیارے اُستاد مجھے اُمید ہے۔ آپ کو میرے خطوط مل گئے ہوں گے اور آپ نے انہیں بہت زیادہ طویل اور غیر دلچسپ نہیں پایا ہوگا۔ ماربرگ یونیورسٹی کے سنسکرت ٹیچر پروفیسر وزڈی نیڈے نے مجھے لکھا ہے۔ کہ ہر ایک جرمن یونیورسٹی میں سنسکرت پڑھائی جاتی ہے بعض جگہ تو دو اُستاد ہیں۔ جن استادوں سے وہ واقف نہیں۔ اُن کے اسماے یہ ہیں۔

البرخت ویبر (برلن)، پشل (کیل)، جیکوبی (منسٹر)، پروفیسر گریفس (والڈ)، ہرمٹ (ہوبزچن)، مجلد مرسٹر اور آفریشٹ (بون)، موخرالذکر صرف نام ہی سنسکرت کا پروفیسر ہے۔ لیومیر (ٹوبنگن)، سٹنزلر (بریسلو)، پرٹ (ہیلی)، ونڈیچ (لیپزگ)، گولڈسمٹ (سٹراسبرگ)، بینفی (گوٹنجن)، وسٹنوف (ہیڈلبرگ)، وان راتھ (ٹوبنگن)، سپیگل (ارلنگن)، ڈلبرگ (آئینا)، نیپہان (کونگزبرگ)۔

وزبرگ اور روسٹاک میں بھی سنسکرت پڑھائی جاتی ہے لیکن مجھے کوئی نام یاد نہیں۔ ان سکولوں میں کتنے لڑکے سنسکرت پڑھتے ہیں۔ یہ بھی مجھے معلوم نہیں۔ پروفیسر روک ہیرس نے مجھے بتلایا تھا۔ کہ قریب ۱۰ سو طلباء سنسکرت پڑھنے کیلئے داخل ہوئے تھے۔ لیکن ۲ ماہ گذرنے کے بعد ایک اور تین رہ گئے۔ جب میں کیمبرج پڑھتا تھا تو میرے ساتھ تین لڑکے بینفی سے وید پڑھتے تھے۔ میرے پاس قریباً نصف درجن آ ٹھہرے ہیں۔ دوسری ششماہی میں ایک دو چھوڑ جایا کرتے ہیں۔ آخر میں ایک یا دو رہ جاتے ہیں۔ جن سے کہ میں مشکل مضمون کی کتابیں پڑھتا ہوں۔ یہ ہے۔ پورٹ ہمارے دوست پروفیسر ہیڈبرگ کی۔ آپ کو اس سے معلوم ہوگا۔ کہ سنسکرت تمام جرمنی بھر میں ہر ایک یونیورسٹی میں ۔ ۔ ۔ ۔ پڑھائی جاتی ہے۔

لیکن محنتی طلبا بہت کم ہیں۔ جیسا کہ یورپ میں ہر جگہ سائنس کی ہر شاخ میں پایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر طلبا ہوشیار نہیں۔ نوجوان کی پرورش نیم خوابی کی حالت میں ہے۔ ان میں سے زیادہ تعداد کو یہ معلوم نہیں۔ کہ ان کا فرض اور منزل مقصود کیا ہے۔ اور کہ وہ دنیا میں کس غرض سے آئے ہیں۔ اور انہیں کس لئے اس قدر تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اُن کی رائے میں اس جسم کی موت کیساتھ ہر شے کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور تمام مغربی دنیا کے نیچرل سائنس کے پروفیسران کے اس عقیدے کی تصدیق بھی کر دیتے ہیں۔ ابھی وقت ہے۔ کہ وہ اپنے سے زیادہ عقلمند آدمیوں سے اور روشنی حاصل کریں۔ کیونکہ اس صورت میں امید ہے۔ کہ کئی نوجوان آسائش موجودہ دماغی اور اخلاقی غفلت سے جاگ اٹھیں گے اور غور سے مطالعہ میں محو ہونگے۔ اور اپنے لئے اور تمام دنیا کے لئے بہتر طور پر مفید ہونگے موجودہ حالت میں تو وہ ایک بے جان سی حالت میں یعنی خیالات اور دل کے لحاظ سے مادہ پرست ہیں ۔

دیگر فنون کے متعلق میں نے کئی قابل اشخاص سے مزید حالات معلوم کئے ہیں رنگ سازی کا کام مناسب طور پر سیکھا یا جا سکتا ہے۔ اور مفید ثابت ہوگا۔ ڈریز ڈن میں کئی اچھے رنگ ساز ہیں۔ جن میں سے ایک نہایت ہوشیار ہے - میں نے اس سے بات چیت کی تھی۔ اس کے خیال میں جو شخص اس ہنر کو سیکھنا چاہتا ہے اس کے لئے ایک چھوٹے سے کارخانے میں اس کام کو سیکھنا بہتر ہوگا۔ کیونکہ وہاں مشین کی بجائے ہاتھ سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد شاگرد کو عملی کام کیساتھ کیمسٹری (علم کیمیائی) کا علم سیکھنا پڑتا ہے۔ ہر ایک صنعتی کام سیکھنے والے کے لئے کیمسٹری کا سیکھنا بہت مفید ہے ۔

پروفیسر ڈاکٹر فرسینیوس نے مجھے بتایا کہ یہ بہتر ہوگا۔ کہ ہم خود چند طلبا کے ساتھ ہو . . . . ۔ جب وہ کافی جرمن سیکھ لیں۔ جس کے لیکچروں میں جایا کروں۔ کیونکہ میں نے کیمسٹری پڑھی ہے۔ اور میں طلبا کو اسے سمجھا سکونگا۔ جس وہ کام کرنے کیلئے تیار رہیں۔ میرے گھڑی ساز نے مجھے بتلایا ہے کہ اس نے یہ کام جس عام طریق سے سیکھا وہ یہ ہے۔ کہ اس نے استاد کے پاس تین سال تک شاگردی کی تھی۔ اور وہاں اس ہنر کے متعلق ڈرائنگ اور علم حساب وغیرہ بھی سیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ سوئٹزرلینڈ میں گھڑی سازی کے ایک بڑے کارخانے میں دو سال تک کام کرتا رہا۔ وہاں سے پھر ... میں گھڑی سازی کے ایک سکول میں تعلیم پائی۔ اس کے خیال میں ایک طالب علم کے لئے یہ ہنر سیکھنے کا بہترین طریقہ اس طریق سے ہے کہ گھڑیوں کے تمام پرزوں کو بنانے کا کام بھی سیکھ لیتے ہیں۔ مجھے بتایا

چھریاں وغیرہ بنانے نجاری اور معماری کا کام سیکھنے کا بھی یہاں کافی موقع ہم اپنے شاگردوں کو دیں گے۔ وہ یہاں آجائیں اور کچھ عرصہ میں جرمن سیکھ لیں۔ تو داخل کر سکتے ہیں۔

از راہ مہربانی مطلع کریں۔ کہ آپ اس کے متعلق اور آپ کے ہم وطنوں کی تعلیم خوراک اور رہائش کے اخراجات کی نسبت جو میں نے آپ کو تحریر کئے تھے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ ہم ہر طرح سے شرائط اور انتظام کے متعلق آپ کی اور ان کی خواہشات پوری کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم آپ کی راہ میں مشکلات پیدا نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے۔ اسے آسان بنانے کے خواہشمند ہیں۔ اور جتنے اوسع کفایت شعاری سے ہر ایک بات کا انتظام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ انگلستان اور فرانس کی طرح یہاں زندگی کے اخراجات بڑے گراں ہیں۔ لیکن تو بھی ہم ایسے صرف رہینگے جو آپ بآسانی دے سکیں۔ میرا قیاس ہے کہ زیادہ تر آریہ طلبا نباتش کھوجی ہوں گے اور ماس مچھلی استعمال نہیں کریں گے۔ اس لئے اگر وہ ہمیں کسی کتاب سے یا زبانی مشورہ دیں گے۔ تو ہم ان کے لئے جتنے اوسع ہندوستان کی طرح کا کھانا تیار کر کے دے سکیں گے ۔

اب اگر آپ کسی اور معاملہ کے متعلق حالات معلوم کرنے چاہئیں۔ تو مجھے لکھیں اور میں بخوشی فوراً جواب دونگا۔ اس اثنا میں میرے معزز ترین استاد میں ہوں آپ کا وفادار شاگرد۔

جی وائز

اگر آپ فوراً ہمارے پاس چند طلبا کو بھیج سکیں۔ تو ہم کو انہیں اپنے گھر میں خوش آمدید کہنے میں بڑی خوشی ہوگی ۔

چٹھی نمبر ۵۔ ۱۹۔ ایرش سٹریٹ۔ ۷ اگست ۱۸۸۲ء | سب سے زیادہ پیارے استاد میں اپنی آخری چٹھی میں آپ کی خدمت میں تحریر کر چکا ہوں۔ کہ جرمن میں سنسکرت کی تعلیم کس قدر ہوتی ہے۔ اس چٹھی کی غرض آپ کو یہ بتلانا ہے۔ کہ میں نے آپ کے نوجوان ہم وطنوں کے داخل کرانے کے متعلق مزید درسگاہوں کا پتہ لگایا ہے۔ جن میں داخل ہو کر وہ مختلف تجارتوں صنعتوں کی بہترین عملی اور زبانی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ ہماری زبردست خواہش ہے۔ کہ آپ کے عقائد کے چند آریہ طلبا ہماری زیر حفاظت ہدایت مفید ہنر اور دیگر باتیں سیکھیں۔ جو کہ وہ ہمارے ملک میں بہ نسبت اپنے اور دیگر کسی ملک کے بہتر طور پر سیکھ سکتے ہیں۔ ایسی طلبا کی سب بڑی ضرورت یہ ہے۔ کہ انہیں مناسب

رہنما اور صلاح کار حاصل ہونے چاہئیں۔ جو انہیں اپنی حسب لیاقت تعلیم دیں۔ اور دیکھتے رہیں۔ کہ طلبا فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ اور وہ مناسب رہنمائی کرتے ہوئے جو کچھ وہ سیکھنا چاہتے ہیں۔ یا جو بات سمجھنا چاہیں۔ انہیں سمجھائیں یہ کام ہے۔ جو میں آریہ طلبا کے متعلق کرنے کا خواہش مند ہوں۔ جن کے ساتھ روحانی طور پر مجھے دلی کشش ہے۔ میں اپنے ہندوستانی جوان دوستوں کی رہنمائی اور ترقی کی طرف خود از حد توجہ دونگا۔ اور اپنے انگریز شاگردوں کی تعلیم و نگہداشت کے لئے دیگر اشخاص کو لگا دونگا۔ لیکن ہندوستانی دوستوں کو دوسروں کے ہاتھ نہیں چھوڑ دونگا۔ جہاں کہیں بھی وہ ٹھہریں گے۔ یا خاص ہنر سیکھیں گے۔ میں ہر جگہ ان کو پرائیویٹ طور پر تعلیم دونگا۔ اور ان کی رہنمائی کرونگا۔ اس لئے نہیں کہ مجھے کوئی خوف ہے۔ کہ وہ ہمارے یورپین طلبا کی طرح ہوں گے۔ جن کو کہ اگر اکیلا بغیر کسی رہنمائی اور نگہداشت کے چھوڑا جائے۔ تو ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے پیشتر سے یقین ہے کہ جن طلبا نے آپ کی رہنمائی میں تعلیم حاصل کی ہے وہ دنیا کے تمام پہلوؤں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ حالانکہ یوروپین طلبا میں سے بہت کم ان پہلوؤں کا بغیر آتا اور جن کو خراب کئے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

میرے کہنے کا صرف یہ مطلب ہے۔ کہ اعلےٰ دیانت ترین طلبا کو بھی جب انہیں کسی غیر ملک میں بھیجا جائے۔ ایک اچھے رہنما اور دوست کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو اسی ملک کا باشندہ ہو۔ جہاں وہ جا رہے ہیں۔ تاکہ وہاں وہ ان کو مشورہ دے سکے۔ اور ان کی رہنمائی کر سکے۔ صرف اس صورت میں وہ غیر ممالک میں وہ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ جس کی ان کو خواہش ہے۔ اور سرخرو ہو سکتے ہیں۔ آپ کو اپنے دور کے ہمسایوں یعنی جاپانیوں کی غلطی سے احتراز کرنا چاہئے۔ جو لنڈن۔ جرمن اور فرانس میں علوم و فنون حاصل کرنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ جو کہ آپ کے طلبا اب جنوبی یوروپ میں سیکھنا چاہتے ہیں۔ لنڈن میں انہیں اکیلے اپنے آپ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ پرائیویٹ مکانات میں عام طور پر دو دوست اکٹھے رہتے ہیں۔ کالجوں میں لیکچر سنتے ہیں۔ اور فرصت کے وقت مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص ان پر نگاہ رکھنے والا اور ان کی رہنمائی کرنے والا اور مشورہ دینے والا نہیں ہوتا۔ جاپانی سفیر البتہ ان کو دیکھنے کے لئے ایک دو دفعہ آیا ہوگا لیکن اس طرح لاکھ اتفاقیہ آمد سے طلبا کو کوئی مدد نہیں ملتی۔ جن کو کہ ایک ایسے رہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لگاتار ان کے ساتھ رہے۔ لیے جاپانی ہم جماعتوں کے ساتھ کنگز کالج اور آکسفورڈ کے پروفیسر تھے۔ راجرس کے پولیٹیکل ایکونومی (اقتصادیات) پر لیکچر سنتے تھے۔ میں نے دیکھا۔ کہ ان میں سے صرف ایک کو ان لیکچروں سے کچھ فائدہ ہوا ہے۔ دوسرے کو تو مطلقاً کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ ایک مسست الوجود تھا۔

کہ وہ اس مضمون کو سمجھتا ہی نہیں - اُن کا بڑا مقصد انگریزی گورنمنٹ اور دیگر ملکوں کا
میں ٹیکس لگانے کا جو طریقہ ہے - وہ سیکھیں - میں نہیں کہہ سکتا - کہ انہوں نے اس مضمون
میں بھی کہاں تک ترقی کی ہے - لیکن مجھے خوف ہے - کہ جاپان گورنمنٹ انگریزی طریقہ
ٹیکس کے علم سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیگی - جو کہ انگریزی حالات کے نہایت مناسب ہے -
لیکن جاپان کے کسی طرح بھی حسب حال نہیں ہو سکتا - علاوہ ازیں اس معاملہ کے متعلق
ان کو علم کافی گہرا نہیں ہوگا - کیونکہ جہاں تک میں نے ان دونوں طلبا کی حالت سے نتیجہ
نکالا ہے - وہ یہ ہے - کہ وہ ابھی نو عمر تھے - اور ایسے مضمون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے
کہ جو انہوں نے کبھی نہ سیکھنا تھا - بالکل تیار نہ تھے ؛

میرے تجربے کی اس مثال سے آپ پر واضح ہو جائیگا - کہ عقلمند گورنمنٹیں بھی نہایت
نیک نیتی سے چاہتی ہیں - اور کوشش کرتی ہیں - کہ مہذب غیر ممالک کے علوم و فنون کو حاصل
کر کے اپنے ملک کے ذرائع آمدنی میں ترقی دیں - بعض اوقات نابالغ طلبا کو بھیجکر
اور انہیں بغیر کسی مناسب رہنما کے جو اُن کی ترقی وغیرہ پر نگاہ رکھے - اور اُن کی ہر طرح
مدد کرے چھوڑ کر غلطی کر بیٹھتی ہیں - جاپانی گورنمنٹ کا ۳ ہزار روپیہ سالانہ فی طالب علم
یورپ میں خرچ آیا ہے - لیکن باوجود اس کے ان کے طلبا بغیر مناسب رہنما کے اپنے آپ پر
چھوڑے گئے ہیں - اتنے روپیہ میں وہ ایک رہنما مہیا کر سکتی تھی - جیسا کہ میں جرمنی میں آپ
کے طلبا کا بننا چاہتا ہوں - تاکہ اُن کی نگہداشت کروں - اور اُن کی ہر معاملہ میں رہنمائی
کر سکوں - اس صورت میں علم اور لیاقت میں یہ طلبا بہت فائدہ اٹھاتے - لیکن بغیر
ایسے رہنما کے کئی طلبا نے بہت روپیہ اور وقت صرف کر کے اتنا علم حاصل نہیں - کہ جو
ان کی گورنمنٹ اور ان کے ملک کیلئے اتنا مفید ہو سکے - جتنا کہ روپیہ اور وقت کے خرچ
کے مقابلہ میں ہونا چاہیئے تھا - اب میں نے آپ کے طلبا کے رہائش خوراک نگہداشت
اور رہنمائی وغیرہ تمام اخراجات کے لئے فی طالب علم وہی رقم طلب کی ہے - جو کہ جاپانی گورنمنٹ
اپنے طلبا کی صرف خوراک اور تعلیم کے لئے بغیر کسی قابل ذکر رہنما کے خرچ کرتی رہی ہے -
بس مجھے اُمید ہے کہ آپ کے طلبا کے والدین اپنے لڑکوں کو تعلیم و ہدایت کے لئے ہمارے
پاس ایک ذاتی ضمانت پر بھیج سکتے ہیں - کہ وہ تسلی بخش طور پر ترقی کریں گے - لیکن ہو سکتا
ہے - کہ ایسے اشخاص میں سے چار ایک اتنا بھی روانہ کر سکتے ہوں - اس لئے ہم ان کے لڑکوں
کے سے اس سے بھی کم لینے کے لئے تیار ہیں - آپ یقین کریں - کہ ہم ہر صورت میں آپ کی
اور ان کی خواہشات کو تہ دلانہ طور پر پورا کرنا چاہتے ہیں - اُمید ہے کہ آپ بہت جلد اس
چٹھی کا جواب دیکر مجھے مسرور و مشکور کریں گے -

میرے سب سے زیادہ پیارے استاد یقین کریں - کہ میں ہوں
آپ کا خادم - جی وائس - اے - کے - سی -

ایک لیڈی مسز نوویلر جو ناکسٹوں (انگلستان) کی رہنے والی ہے ہمارے پاس اپنے دوسرے لڑکے کو جو ایک نوجوان آرٹسٹ ہے۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چھوڑنے آئی ہوئی ہے۔ وہ ایک سرگرم تھیوسوفسٹ ہے۔ اس نے مجھ سے التجا کی ہے کہ جب میں آپ کو خط لکھوں۔ تو اس کی طرف سے آپ کو یہ جتلا دوں۔ کہ آپ کی اور آپکی تحریروں کی بڑی مداح ہے۔ یہ خاتون کرنل الکاٹ اور میڈم بیوٹسکی سے بھی واقف ہے۔ چونکہ سفر پہ جا رہی تھی۔ اس لئے اس نے ہمیں اپنی واپسی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا۔ کہ وہ ایک اپنے ساتھی تھیوسوفسٹ کو ملنے کا خیال ریگستان میں نخلستان کی مانند ہے۔ ان اعلےٰ ترین باتوں کے بغیر زندگی بالکل فضول ہے۔"

چٹھی نمبر ۷ ویزبیڈن ۳ ستمبر ۱۸۸۰ء

سب سے پیارے اُستاد۔ میں اپنے انگریز شاگردوں کے ساتھ اوڈن والڈ کے پہاڑوں کی ہوا سے سیر گیا ہوا تھا وہاں سے واپس آنے پہ مجھے آپ کا خط ملا۔ آخر کار اب مجھے وقت ملا۔ کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں۔ اس سے مجھے بڑی خوشی حاصل ہوئی اور میرے دل میں نیا جوش پیدا ہوا۔ کہ اپنا وقت اور طاقت آپ کے نوجوان ہموطنوں اور آپ کے مقاصد کے حصول کیلئے مدد دوں۔ میرا مطلب اسی کام سے ہے۔ کہ جس کے ذریعے وہ اپنے بیش علم اور صنعتی فنون کے خزانہ کو بڑھا کر اور اپنے دیگر بھائیوں کو ان فنون کی تعلیم دیکر اپنے ملک کے لئے مفید ہوں گے۔ اور اس طرح زمانہ آئندہ میں اپنے ملک کے ذریعہ آمدنی کو بڑھانے میں ایک زبردست حصہ لیں گے۔ ہم آپ کے فرزندوں کو جو کچھ مدد بھی دے سکتے ہیں نہایت خوشی سے جہاں تک ہمارے بس میں ہے دیں گے۔ اور ہمیں خواہش ہے۔ کہ یہ بات ہمارے کام میں برکت دینگے اور ہماری سہایتا کریں گے۔ آپ کے لڑکے ہم سے مادی ہنر اور دیگر علوم و فنون سیکھ سکتے ہیں۔ ہمیں آپ کو ترقی پہ کوئی حسد نہیں ہم جرمنوں کو ہندوستان کے ساتھ ایک مادری ہمدردی ہے۔ کیونکہ ہندوستان ہمارے بزرگوں کا بھی گہوارہ ہے۔ اور جرمن لوگ بھی دیگر اقوام یورپ کی طرح آرین نسل سے ہیں۔ جیسا کہ لنڈن کے پروفیسر فریمین نے اپنی کتاب تاریخ یورپ میں لکھا ہے۔

اگرچہ ہندوستان کے آریہ جنہوں نے یورپ کو کسی وقت فتح کیا تھا۔ آج محکوم ہیں۔ لیکن وہ اپنی آزادی۔ زمین اور دولت بغیر کسی خونریزی کے پھر سے فتح کر سکتے ہیں۔ اگر وہ اس طریقے پہ عامل ہوں۔ جس پہ کہ ان کے بزرگ کسی حد تک عامل تھے۔ اور جس پہ کہ اب آریہ لوگ ان کی نسبت زیادہ آسانی سے چل سکتے ہیں۔ آج کل بہترین انسانی فتوحات امن اور بغیر خونریزی کے حاصل کی جاتی ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں آج فتح وحشیانہ طاقت اور اسلحہ جات کی قسمت جیسا کہ گزشتہ زمانے میں تھا۔ عقل۔

کے ذریعے کی جا سکتی ہے۔ صرف علم سے ہی آخری فتح حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایشوری گیان ہر ایک معاملہ میں رہبری نہیں کرتا۔ اس دنیا میں کوئی اصلی فتح نہیں حاصل ہو سکتی۔ یورپ کی بہترین ترقی و تہذیب بالکل جھوٹی ہے اور صرف خود فروش آدمیوں کا خیالی کام ہے۔ جو اپنے آپ کو اور اپنی عزیز سائنسوں کو غلط طرح عالیشان تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ ہمارے طلبا کو سکھایا ہے۔ اس نے سوائے افسوس ناک نتائج پیدا کرنے کے اور کوئی فائدہ نہیں دیا۔ یہاں سست الوجود لڑکے اور کاہل افراد جو اگر بزرگوں کا ادب سیکھ لیتے۔ تو باقاعدہ مشق کرنے سے سرود پری پرماتما کی اطاعت کرنے لگ جاتے۔ دنیا میں کوئی نیک کام نہیں کر سکتے۔ اور پروفیسر ان اپنے طلبا سمیت اپنے قدیم دور آور مطالع میں حد سے زیادہ مصروف ہیں۔ ان کے سائنٹیفک دماغوں میں یہ بات کبھی نہیں آئی۔ کہ وہ پہلے اپنے اندرونی آتما یعنی اپنے آپ کا مطالعہ کریں۔ اس لئے وہ ایسے لوگوں کی طرح جو آنکھیں باندھ کر اندھی کھیلیں کھیلا کرتے ہیں۔ زندگی گذار رہے ہیں۔

اور اپنے آپ کو نہ دیکھتے ہوئے۔ دوسروں کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں باقی یورپ بمع مالدار انگلستان ان امور میں جرمنی سے بھی بدتر ہے۔ روحانی ترقی کم از کم گذشتہ عصر میں سے سائنس دانوں کے دھوکے کے باعث جو انسانی روح اور دیگر عظیم مسائل کے متعلق ہر ایک معاملہ میں رہنما بنے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ایک فہیم ترین شخص کے خلاف جس نے آخر کار یہ معلوم کیا تھا۔ کہ وہ اعلےٰ ترین اہم مسائل کی نسبت خود کچھ نہیں جانتا اور جس نے صاف طور پر تسلیم کر لیا تھا۔ کہ وہ ان مسائل کی بابت کچھ نہیں جانتا۔ یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ ہر ایک شے کا مکمل علم رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے۔ وہ سب مادہ ہی مادہ ہے۔ اس فہیم ترین شخص کا اقبال عدم واقفیت اس امر کی بدیہی دلیل تھا۔ کہ اس کے زمانے کے دیگر فہیم اشخاص بھی اس کی طرح ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ ناواقف تھے۔ ہمارے علماء ان اہم مسائل کے متعلق در حقیقت اس سے زیادہ نہیں جانتے۔ جتنا کہ چند ہزار برس گذرے۔ سقراط اور اس کے دیگر ہمعصر جانتے تھے۔ اور باوجود اس امر واقعہ کے ہمارے موجودہ سائنس دان اور علماء شیخی مارتے ہیں۔ کہ وہ ہر ایک بات جو جاننے کے قابل ہے۔ اور جو موجودہ تہذیب اور موجودہ عقل کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے انسان کو بتائی جانی ضروری ہے۔ اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کا ایک عقیدہ یہ ہے۔ کہ انسان کا آتما غیر فانی نہیں ہے۔ اور زمین یا آسمان پہ کوئی جیتا جاگتا خدا نہیں ہے۔ پیدائش کائنات کے تمام راز اور تمام قوانین جو دنیا میں جاری ہیں۔ اور باقی تمام باتیں ہم کو معلوم ہیں دنیا میں صرف ہماری سائنس ہی حقیقی علم ہے۔ کون ہے۔ جو ہم کو ناواقف کہہ سکے۔

یا ہماری عقل کے زیر اثر ہوتے ہیں یا ہمارے حقیقی علم سائینس میں شک کر سکے۔ ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں۔ ہم سب سے اعلیٰ ہیں۔ کوئی انسان یا خدا ہماری تردید نہیں کر سکتا۔ یہ ہے ہمارے کیتھولک اور نیچرل سائینسدانوں کا مطلب و مدعا اور لاکھوں تعلیم یافتہ ہونے والے لوگ ان کی اندھا دھند پیروی کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنی وہ اعلیٰ ترین شے دیتے ہیں جو ان کے روحانی باپ نے انہیں کبھی دی ہو۔

اور ان بیہودہ سائینٹفک بدعتوں کے پیچھے چلتے ہیں۔ جن کو یہ پتہ نہیں کہ وہ کون ہے۔ اور کہ ان شریروں میں بھی ایک آتما ہے۔ جو لافانی ہے۔ اور موت واقع ہونے پر اس فانی جسم سے نکل جاتا ہے۔ اور دوسری دنیا میں چلا جاتا ہے جس کو یہ فانی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ بلکہ صرف اس کی اپنی روحانی آنکھوں کے ذریعے ہی دیکھی جا سکتی ہے۔ اور وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے اصلی مطالعہ سے اپنے روحانی اندھے پن کو دور کر لیا ہے۔ خواہ موجودہ یورپین سائینس کی یہ نہایت بری حالت ہے لیکن بہتر ہے کہ ہم اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیں۔ اور اپنے ہمسایوں کے قصوروں کو نظر انداز کرتے ہوئے پہلے اپنی دہلیز سے خس و خاشاک صاف کریں۔ تاکہ ہمارے ہمسائے بھی ہماری مثال سے سبق سیکھیں ۔

جی واریز ۔

چٹھی نمبر ۹ گذشتہ چٹھی سے پیوستہ معزز ترین استاد۔ آج کل اپنے انگریز طلباء کے ساتھ میرا بہت سا وقت صرف ہوتا ہے۔ اس لئے میں طویل چٹھیاں لکھ کر آئندہ آپ کو تنگ نہیں کرونگا۔ بلکہ ہمیشہ انہیں مختصر کر دیا کرونگا۔ مجھے امید ہے۔ کہ اس دفعہ کے لئے آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ مجھے شہرت یا کوئی خاص خواہش اپنے کام کو سرانجام دینے کے لئے تحریک نہیں کرتی۔ میرا واحد مقصد و مدعا یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ میں اس دنیا سے کوچ کروں کچھ ترقی کر جاؤں۔ میں پرماتما کی شکایت نہیں کر سکتا۔ کہ اس نے مجھے اپنی "حقیقت" کو جاننے کا کوئی موقعہ نہیں دیا۔ یا کہ اس نے مجھے اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے تابع کرنے کی طاقت نہیں دی۔ اس میں پرماتما کا کوئی دوش نہیں۔ کہ میں اپنی قیمتی زندگی اور اپنی زندگی کی طاقت بجائے اعلیٰ خواہشات کے پورا کرنے کے لئے کوشش کرنے کے خواہشات میں ضائع کروں۔ مجھے کئی دفعہ پرماتما کی طرف سے اشارہ ہوتا تھا۔ کہ اس خواب غفلت سے اٹھ آستینیں چڑھا۔ اور پوری طاقت سے حق و حقانیت کے جنگ میں شریک ہو۔ لیکن میں ہمیشہ تامل کرتا رہا اور غرق کیا جاتا رہا۔ کہ دشمن کی طاقت مجھ سے زیادہ ہے۔ مزید براں دو اور کشش ثقل کا قدرتی قانون میرے جسم پر دباؤ ڈال رہا تھا۔ اور میرے اٹھنے بیٹھنے کو روک کر پھر نہ زمین کر رہا تھا۔ تمہیں اپنے جسم کی پرورش کرنی چاہئے۔ کوئی ڈر نہیں۔ اگر ایسا کرنے سے

"تمہاری آتما مر جائے" جسم پہلے ہے اور تمہاری سرگرمی پر اس کا زبردست ترین حق ہے۔

لیکن میرے اندر ایک آواز آہستہ سے کہتی تھی کہ نہیں۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ روح پہلے ہے۔ جسم سے پہلے اس کی پرورش کرو۔ اس وقت میری حالت نوجوان ہرکولیز کی طرح تھی۔ جو چوراہے پر کھڑا تھا۔ اور یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ آیا دائیں طرف کو جانا بہتر ہے یا بائیں طرف کو۔ میں کچھ عرصہ تک ان دونوں کی طرف دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا۔ کہ بائیں طرف آوارہ گردوں کا ایک گروہ ہے۔ اس حصہ کو پہنچنا یا دولت حاصل کرنے کے لئے بری طرح ہی تگ و دو کر رہے ہیں۔ دائیں طرف ایک شخص بھی نظر نہ آیا۔ جو اس راستے پر چل رہا ہو۔ یہ ایک چھوٹا سا راستہ معلوم ہوتا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا۔ کہ یہ راستہ نامعلوم منزل تک لے جاتا ہے۔ پس میں نے بھی اسی شاہ راہ پر جانا پسند کیا۔ جس پر کہ لوگوں کا گروہ رواں دواں تھا۔ جو مجھے بمبئی، پیرس اور لنڈن کو لے گئی۔ جہاں تمام دنیا سے یاتری آکر جمع ہوتے ہیں۔ تاکہ دنیا کی موجودہ حالت کی نبض معلوم کریں۔ گو میں ابھی تک ڈاکٹر نہیں بنا تھا۔ تاہم میں نے آہستہ آہستہ ہاتھ لگا کر نبض کی حرکت معلوم کی۔ اور دیکھا۔ کہ یہ بڑی تیز تھی۔ اور بخار کی حالت معلوم ہوتی تھی۔ میں جوان تھا۔ مجھے ایسی ہرگز توقع نہ تھی۔ میں نے اعلیٰ ترین دولت مند سوسائٹی اور اونچے ترین سوسائٹی میں بیٹھ کر دیکھا۔ کہ تمام لوگ خوراک کے لئے روپے پیسے اور پانی کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔ میں نے خیال کیا۔ کیا یہی عیسائی جیون کہلاتا ہے؟ کیا مسیح نے یہ تعلیم نہیں دی تھی۔ کہ سب سے پہلے وہ سامان اکٹھا کرو جو ناقابل فنا ہے۔ جس کو چور کبھی چرا نہیں سکتے۔ نہ ہی دیمک کھا سکتی ہے۔ اور نہ ہی زنگ لگ سکتی ہے۔ کیا ان کے لئے جس وحشیانہ طریق پر یہ تگ و دو ہو رہی ہے۔ یہ اصلی طریق ہے۔ یا شاید تم نے سمندر پار رہنے والے اپنے بھائیوں سے دولت دیوتا کی بھونڈی طرح پرستش کرنا سیکھ لی ہے؟

اور وہ آج لاکھوں پاکباز عیسائیوں کے ساتھ ہفتہ میں سے ۶ دن تک کھلم کھلا یہ پرستش کرتے ہیں۔ اور ساتویں دن سوتے ہیں۔ یہ لوگ روحانی طور پر خداوند کے اعزاز میں سوتے ہیں۔ اور روتے اور آہیں بھرتے ہیں کہ افسوس انہیں دنیاوی دولت کافی حاصل نہیں ہوئی جس سے وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ چنانچہ وہ گرجوں میں بیٹھ کر گیت گاتے اور دعا کرتے ہیں۔ کہ خداوندا انہیں وہ سب کچھ جو ان کے پاس نہیں ہے اور جس کی ان کو

ضرورت ہے۔ دیہرے ان کی اندرونی بڑی خواہش بالکل مادی اشیاء کے متعلق ہوتی ہے۔ یہ لوگ عقل یا پوتر روشنی کے لئے پرارتھنا نہیں کرتے نہ پاک دل، دماغ کی شکتی حاصل، اور انسان اور پرماتما کے ساتھ محبت کے حصول کیلئے ملتجی ہوتے ہیں۔ صرف وہ بیل چیز کے لئے دعا کرتے ہیں۔ یا اپنے لواحقین وغیرہ کے لئے اور خدا سے التجا کرتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے ان کو برکت دے اور ہر کے ساتھ وہ جیسا چاہے سلوک کرے۔ یہ پاکبازوں اور پرارتھنا کرنے والوں کا گروہ شاید ہی کبھی وہ کام کرنے کا خیال کرتا ہو۔ جو ان کا مذہب بتلاتا ہے کہ ان کا فرض اولین ہے۔ یہ تمام لوگ اپنے پادری کے ساتھ پرارتھنا کرتے ہیں اور باقی صرف آمین کہہ کر گھروں کو شانتی پورک چلے جاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ اس طرح انہوں نے اپنے خدا کی طرف اور اپنے ساتھی انسانوں کی طرف جو فرض ہے پورا کر دیا ہے۔ پرماتما انہیں معاف کریں۔ ان کو معلوم نہیں کہ ان کا فرض کیا ہے۔ یہ ہے ہمارے مذہبی اور مالی معاملات کی حالت مغربی یورپ میں آریہ لوگ جو اپنی قومی حالت کو سدھارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان حالات سے سبق سیکھ سکتے ہیں۔ اور اگرچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو خاکہ میں نے کھینچا ہے۔ اسے گہرا رنگ دیا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ اصل حالت کے مطابق ہے۔ اور میں نے اسے صرف اس لئے لکھا ہے۔ کہ آپ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ایک قوم دوسری قوم کی غلطیوں سے سبق سیکھ سکتی ہے۔ اور خود ان سے احتراز کر کے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ پرماتما ہماری مدد کریں۔ کہ ہمیں بجائے اس دنیا کی مادی چیزوں کے بے جا دعووں کے جو کہ ہمیں بہت زیادہ حاصل ہے۔ حقیقی عقل حاصل ہو۔ ورنہ انسانی دوڑ میں ہم بہت بری طرح پیچھے رہ جائیں گے۔ کیونکہ اس دوڑ میں سب سے اچھا گھوڑا جو لازمی طور پر جیتے گا عقل ہے۔

آؤ ہم بھائیوں کی طرح اپنی اپنی پیداوار کو یعنی علم اور اشیاء کو باہم تبدیل کریں۔ اس طرح کہ دونوں میں سے کسی کو دھوکہ نہ دیا جائے۔ بلکہ ہر ایک کو مناسب منافع حاصل ہو۔ یا دوسرے لفظوں میں دو مختلف خطوں پر رہنے والی قوموں سے دوستی کا سمبندھ پیدا کیا جائے۔ اس طرح باہم تبادلہ کے طریق سے یعنی ایک نیکی دے۔ تو دوسرا مال دونوں کو فائدہ ہوگا۔ کیونکہ جس صورت میں کہ ہماری پیداوار ضرورت سے زیادہ ہے۔ اور دوسرے بھائی کو اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کا ملک یہ شے پیدا نہیں کرتا۔ اس کو یہ شے تبادلہ میں دینا۔ اور آپ اس سے اس کے ملک کی شے لینا دونوں کے لئے مفید ہے۔

بنی نوع انسان کا اعلیٰ ترین فرض یہی ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے کی

ضروریات کو پورا کرتے ہوئے زندہ رہیں تو یہ کہ سب سے الگ تھلگ اپنے لیئے ہی جئیں۔ مگر ہم ایک قدرتی قانون کی پیروی کریں۔ اور ایک دوسرے کو دھوکہ دے کر نہ لوٹیں۔ تو اس دنیا پہ ہم مختلف اقوام بطور ایک خوش قوم رہتے ہوئے رہ سکتے ہیں۔

پیارے سوامی جی!

آپ میرے اس قدر باتیں بنانے سے یہ نہ خیال کریں گے۔ کہ میں ایک بیوقوف ہوں جو دنیا سے بہت کم واقف ہوں۔ آپ کے اور آپ جیسے دیگر عقلمند لوگوں کے مقابلے میں میں جانتا ہوں۔ کہ مجھے علم کی ابھی کس قدر ضرورت ہے۔ اور نہایت صدق دلی سے آپ کی اور تمام عقلمند اصحاب کی عزت کرتا ہوں۔ جو ہم سے بدرجہا اعلیٰ ہیں اور میری اور تمام دنیا کی تعظیم کے مستحق ہیں۔ میرے آتما میں آپ کے لیئے اعلیٰ ترین جذبہ عزت ہے۔ اور صدق دل سے چاہتا ہوں۔ کہ کاش میں آپ کے پاس ہوتا اور آپ کے چرنوں میں بیٹھکر آپ کے مبارک مکھارہند سے عقل کی باتیں سنتا اور سیکھتا۔ میں ابھی عقل و علم سے بہت کچھ خالی ہوں۔ اور اگر میں آپ کے سامنے بچوں کی طرح باتیں کرتا ہوں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں۔ کہ آپ برا نہیں مانیں گے۔ کاش میں آپ کا ہم خیال چیلا یا ششّ ہوتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اس صورت میں مجھے از حد خوشی ہوتی۔ ہم دونوں کو درمیان میں حائل شدہ سمندر الگ کیئے ہوئے ہے۔ لیکن ہمارے آتما باہمی راہ و رابطہ کیلئے محدود نہیں ہیں۔ ہم تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں۔ باہم مل کر بنی نوع انسان کا کچھ بھلا کر سکتے ہیں۔ میری بڑی بھاری خواہش ہے۔ کہ میں آپ کی نیکی اور عقل کا کچھ حصہ حاصل کر سکوں۔ میں کوشش کرونگا۔ کہ جہاں سے بھی حاصل ہو سکے۔ اسے حاصل کر سکوں۔ آپ کے جیون چرتر سے پیشتر ہی میری آتما پر بہت اثر ہوا ہے اس نے مجھے اعلیٰ ہستی کی جنگ میں اپنی کمزوریوں کو بتلا دیا ہے۔ میں اب اس قیمتی وقت کا جو میں نے بغیر ایشوری گیان کے ضائع کیا۔ اور کچھ حد تک دنیا کی بے بنیاد خوشیوں اور کھیلوں میں حصہ لیتا رہا بڑا افسوس ہے۔ کاش آج سے بیس برس پہلے مجھے آپ جیسا کوئی عقلمند گورو مل جاتا۔ ایسی حالت میں اس وقت تک میں کس قدر ترقی کر لیتا۔ کیا آپ کا کوئی ہوشیار شاگرد ہے۔ مہربانی کر کے اسے میرے پاس بھیجیں۔ تاکہ وہ مجھے اور میرے دوستوں کو اس گیان کی تعلیم دے سکے جو اس نے سیکھا ہے۔ ہم اس کے بہت مشکور ہوں گے۔ اور معاوضہ میں ہم اس کی خدمات بجا لائیں گے۔ جو وہ ہم سے چاہیگا۔ اور اسے اپنے علوم و فنون سکھلائیں گے۔ میں ان لوگوں کے لڑکوں کو بھی لینے کو تیار ہوں۔ جو طفل نہیں ہیں۔ اور صرف ان کی بھاری آسائشوں

اور ان کی اپنی پوزیشن اور رتبہ رواج کے مطابق رکھتے اور ان کو ان اعلیٰ ترین
اشخاص سے تعلیم دلانے کا جو ہم بہم پہنچا سکیں۔ خرچ ادا کر سکتے ہیں۔ ازاں بعد
جہاں تک ہماری آمدنی ہمیں اجازت دیگی۔ جب آپ چاہیں گے۔ آپ کے چند
ایک آریہ طلبا کو جو غریب لیکن ذہین ہوں۔ ہم بہت تھوڑا یا بغیر کچھ لئے کے لینگے
اس طرح یہ نہایت اچھا کام ہوگا۔ کہ امیر لوگ غربا کی مدد کریں۔ تاکہ وہ بھی ان
کی طرح ہنرمند اور صنعت و حرفت میں لائق ہو سکیں۔ اور سمجھدار آدمی جو کچھ
نصیحت سودمند ہیں۔ اس طریقہ پر اچھی طرح بندوبست کر سکتے ہیں۔ کیا آپ بھی ایسا
ہی خیال نہیں کرتے ؟

میرا دل پیشین گوئی کر رہا ہے۔ کہ یورپ کو اندھا پن اور مادہ کی بت پرستی
سے نکالنے اور اس گیان کی طرف واپس آنے کے لئے مدد دینے کا کام آریہ ورت
کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے۔ بچوں کی اس آسمانی باپ کی طرف رہنمائی
جس نے ہمیں اس دنیا پر اپنے آپ کو جاننے اور اس کے پاس اس کی نسبت
زیادہ عقلمند ہو کر واپس جانے کے لئے بھیجا۔ جیسے کہ ہم اس میں داخل ہوتے
وقت تھے۔ تاکہ ہم زیادہ دیر تک بیوقوف ننھے بچے ہی نہ بنے رہیں جو خود اپنی
ٹانگوں پر نہیں چل سکتے۔ بلکہ یہ کہ اس کے جو تمام ایسے لوگوں کو جو اس کی طرف
ایسے آتے ہیں۔ جیسے کہ بچے اپنے پیار کرنے والے باپ کی طرف کھنچے جاتے ہیں۔ اور
ان کی ابدی دنیا میں اس کے ساتھ رہیں۔ شاید یہ ماتا کی ایسی ہی اچھا ہو
کہ تمام دنیا کے آریہ لوگ ایک دفعہ پھر اخوت عامہ کی برادری میں متحد ہوں
اور بنی نوع انسان کے دوسرے عنصروں کو محبت اور دوستی کے ساتھ بغل گیر
کریں۔ اور آخر سب کو نیک رستے پر چلا کر دنیا پر انسانوں کے ساتھ امن و
امان سے رہنے اور خدا کے ساتھ پریم کرنے کا سبق دیں۔ میرے دل کی آنکھ ایک
ایک ایسی قسم کی تصویر زمانہ مستقبل میں دیکھتی ہے۔ کیا یہ خیال صحیح نکلے گا؟
آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ مجھے اس دن کو جلد لانے کے لئے کوشش
کرنے میں خاص سرگرم دلچسپی محسوس ہوتی ہے۔ مجھے اس بات کی ذرا پرواہ
نہیں کہ میں اس دن کو دیکھنے کے لئے زندہ رہوں گا یا نہیں۔ پرماتما آپ کو
اور ہم سب کو جو اس کی مرضی کو پورا کرنے کے آرزومند ہیں۔ برکت دے ؟

میں ہوں آپ کا وفادار بہتر

جی وائیزر

چٹھی نمبر ۱۹۔ از برلن شیا۔ ایچ ویر سیمڈن اکتوبر ۱۸۸۰ء سب سے زیادہ پیارے استاد

۱۵ تاریخ کے پوسٹ کارڈ میں جو چند سطور آپ نے براہ مہربانی مجھے لکھی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کمیٹی اور کئی قابل اشخاص کی یہ رائے ہے۔ کہ نوجوان آدمیوں کو یوروپ میں مفید صنعت و حرفت سیکھنے کے لئے بھیجنا ضروری نہیں ہے باستثنیٰ اگر آپ کے ہم وطنوں کو وہ تمام کچھ حاصل ہے۔ چونکہ میرا خیال تھا۔ کہ وہ یوروپ یا جرمنی سے سیکھنا یا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو یہ بالکل درست ہے۔ کہ انہیں اپنی مدد آپ کرنی چاہیئے۔ اور اس معاملہ میں اپنے ذرائع پر انحصار رکھنا چاہیئے۔ اپنے آپ پر منحصر ہونے سے بڑھکر کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن تاہم جیسا کہ عقلمند اصحاب دیکھ سکتے ہیں۔ کئی باتیں ایسی ہونگی۔ جو ہمارے پاس آپ کی نسبت بہتر ہیں۔ اور جو آپ کے لڑکے ہمارے ہاں آکر ان کی ماہیت معلوم کرکے اور ان کے بنانے کا طریقہ سیکھ کر خود بنا سکیں گے۔ اس مقصد کے لئے جہاں تک ہماری طاقت میں ہے ہم اُن کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اور بخلاف اس کے معاوضہ میں ہم آپ سے یا آپ کے لڑکوں سے وہ خزانہ سیکھنے کے لئے تیار ہیں۔ جو انہیں بوجہ آرین فلسفہ اور آپ کی تعلیم کے حاصل ہیں۔ اور آپ سے اور ہندوستان کے دیگر عقلمند اصحاب سے جن کے پاس انسانی اور خدائی راز کو ہمارے موجودہ سائنسدانوں اور فلسفہ کی نسبت بہتر طور پر ظاہر کرنے اور سمجھانے کی کنجی ہے تعلیم حاصل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

گویا کہ اس طرح ہندوستان اور جرمن کے مادی خزانے اور روحانی خزانے کا باہمی تبادلہ ہو جائیگا۔ اور دونوں کو آخرالامر اس سے فائدہ ہوگا۔ آپ کے ملک میں صنعت و حرفت اور کاریگری کی جس کے ذریعہ کہ وہ اپنے ملک کی ضروریات کو بہم پہنچا سکتا ہے۔ پس اگر آپ اُن ذرائع کو اور ان اشیا کو ان اقوام کی مدد کے بغیر تیار کرنے کے ذرائع کو جو اب خود فائدہ اٹھا کر آپ کو یہ اشیا مہیا کرتی ہیں) مستعار لینا چاہتے ہیں۔ تو ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اگر آپ صنعت و حرفت میں ترقی کریں گے۔ اور ہم بھی اس میں ترقی کریں گے۔ تو ہمیں آپ کی ترقی پر کوئی حسد نہ ہوگا۔ جو شخص آپ کے ہموطنوں کی ترقی چاہتا ہے۔ وہ کوئی مادہ پرست یا روپیہ پیسہ اکٹھا کرنے والا نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ کے دیگر دوست ہیں۔ جرمنی میں میرے دوست اور میں آپ کو غیر نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہم آپ کے حقیقی بھائی اور بہائی ہیں۔ نہ صرف نسل اور خون کے رشتہ سے بلکہ روحانی طور پر بھی۔ یہ امر کہ آپ نے یا میرے بزرگوں کی جنم بھومی نے ہمارے بزرگوں کے اُن ناقابل فنا خزانوں کو ہم لوگوں کی نسبت جن کے باپ دادا ان سرزمینوں کو جن میں اس وقت محض وحشی لوگ آباد تھے۔

فتح کرنے اور تہذیب پھیلانے کے لئے چلے آئے بہتر طور پر محفوظ رکھا ہے
اب میرے سنے یا دوسروں کے لئے جنہوں نے پراچین زمانہ کی تاریخ کو خود مطالعہ کیا ہے اور
اس مضمون کے متعلق بجائے اکسفورڈ یا کسی اور پروفیسر کی رائے معلوم کرنے کے اپنے دل میں
غور کیا ہے کوئی حل طلب امر نہیں رہا۔

ہمارا دعویٰ انسانی بزرگی میں اعتقاد نہیں جتقدر کہ ہمارے بزرگوں کا تھا ہم جانتے
ہیں کہ ہمارے عاقل اور عاقل انسانوں میں کوئی بھی مبرا از خطا نہیں اور یورپ تو بالکل خطا
مانتا ہے جبکہ لاکھوں اشخاص خوشی سے بجلوت تصور کرتے ہیں

نیچرل ہسٹری کے یورپین پروفیسروں کا خیال ہے اور وہ اسے بے فائدہ ثابت
کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انسان بالوں والے بندروں کی جنکی دم بھی تھی اولاد ہیں
انسانی پیدائش کے متعلق اس لایعنی مسئلہ پر بھی زندہ ہو جاتی ہو کیونکہ درحقیقت بہت آدمی
بندر ہی ہیں سوائے اسکے کہ انکے بال اور دم نہیں ہے۔ لاکھوں انسان صرف اپنے سے بڑے
انسانوں کی نقل کرنا ہی جانتے ہیں یہ لوگ اپنے آپ کام نہیں کرتے اور نہ سوچتے ہیں بلکہ
بندروں کی طرح درخت پر بیٹھے ہوئے دیگر بندروں کی نقل کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں
یہ ہے دنیا کی حالت۔ میں نہایت رحم سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ اس بات کو تسلیم
کرتا ہوں کیا ہی اچھا ہوتا اگر تھوڑا سا وہ علم فلسفہ اور گیان بنی نوع انسان کو حاصل ہوتا جو
قدیم زمانے میں ہندوستان میں آیا تھا اور امید ہے اب بھی وہاں چند اشخاص نے جنکے پاس
اس خزانہ کی کلید ہے اسے سنبھال کر رکھا ہوا ہوگا۔ خواہ انکی جان بھی جاتی اسے کھونے کے
لئے تیار نہ ہونگے۔ لیکن صنعتی مال کی طرح گیان روپیہ سے حاصل نہیں ہو سکتا نہ ہی خریدا جا
سکتا ہے۔ بلکہ صرف آتما-سن اور انتھک کوشش سے کام کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

جہانتک ہمیں معلوم ہے اسکے حصول کو اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اسلوبات۔ مال اسباب اور
خزانوں کے حصول کیلئے ہمارے لئے سب سے بڑھکر ضروری امر یہ ہے کہ انسان آتما اور جسم کو
ہاتھ کے ساتھ مضبوط بنائیں کیونکہ کامیابی کا یہی راز ہے ہمیں اپنے بچوں کو موجودہ طریق
کی نسبت زیادہ گیان لئے اور بہتر طریق سے تعلیم دینی چاہیئے۔ اگر ہم کسی درخت سے پھل لینا چاہتے
ہیں تو ہمیں نہایت احتیاط سے زمین کی کاشت کرنی چاہیئے اور زمین کو کھودنا چاہیئے اس میں
مناسب کھاد ڈالنا چاہیئے اور نقصان پہنچانے والے کیڑوں مکوڑوں سے اسے پاک کرنا اور
ہمیشہ تاکہ صاف رکھنا چاہیئے۔ جو اسکے نہایت قیمتی پھل لانے کے راستہ میں حارج
ہوتے ہیں

یہی طریقہ انسانی تعلیم کے درخت کے متعلق ہمیں برتنا چاہیئے۔ جتنا ہم اسکی احتیاط
کرینگے اور اسکی کاشت کرینگے اتنا ہی زیادہ اچھا پھل ہمیں حاصل ہوگا۔ یہ ایک معقول بات ہے۔
آؤ ہم اس پر عمل کریں۔ آؤ ہم اتحاد اور اخوت کے نہایت پرتر کام کو شروع کریں۔

اور صرف ایسے پرماتما کی طرف نگاہ رکھیں جس نے سب کو پیدا کیا اور جس میں جا کر تمام کائنات متحد ہو جاتی ہے اور تو ہم آپس میں بھی آشتی کریں جو مادی کمال سے ہمارا تعلق ہے اور جو اپنے ماتری ورت پریم میں تمام موجودہ اور ہونے والی اشیاء کو متحد کئے ہوئے ہے جو اس وقت تک ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا جب تک کہ ہم اپنے آپکو اسکی بھگتی میں لین نہیں کر دیتے یا اُن لوگوں کو جو اسکے مستحق ہیں اسکی ابدی غرض کے مطابق اہنسا ستیہ کی تعلیم نہیں دیتے

میں اپنے دل سے اس خیال کو دور نہیں کر سکتا کہ آپ جیسے اور آپکے خیالات والے آدمیوں سے ملنے سے ہمیں قدرتی طور پر نہایت کثیر فائدہ حاصل ہوگا - ہم ہندوستانی اپنے بے نظیر قابل فلسفہ آچاریوں سے اپنے بھائیوں کو ترغیب دینگے اور مجبور کرینگے کہ وہ ہماری پیروی کریں خاص کر اس صورت میں جبکہ جرمن اور ہندوستان مل کے بہترین عنصر انسانی تعلیم کے بیان کرنے میں جسے ہم فلسفہ کہتے ہیں باہم ملکر کام کرینگے - ہمیں اصول سے مطلب ہے نہ کہ کام سے - اصولی طور پر جرمن ہیں میرے خیال کے آدمی اور وہ جو آپکی خدمت میں داخل ہیں یا فلاسوفسٹ کہلاتے ہیں - اتفاق اور اتحاد سے ہم روحانی طور پر دنیا کو فتح کر سکتے ہیں اور مادیت کو اگر ہم مضبوط دل و ارادہ کے ہونگے تو بہت پیچھے چھوڑ جائینگے -

سوسائٹی کی اعلیٰ جماعتوں میں محنت تکلیف کے باوجود بہ نسبت ادنیٰ جماعتوں کے کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوتی - جو جماعتیں مادیت اور سوسائٹی کے خواہشات سے آلودہ شدہ نہیں ہیں قدرتی طور پر وہ بہتر سر چشمہ ہستی کو گرفت کرنے کے لئے کھلی ہو جاتی ہیں - پرماتما صرف انکی مدد کرتے ہیں جو اسکی مرضی کے مطابق چلتے ہیں اور بنی نوع انسان کا انکار کرنے میں مصروف ہوتے ہیں سمجھ لو کہ ایسی شک نہیں کہ آخر میں کامیابی ہوگی اور جب کہ ہم زمین کو کاشت کرنے میں سخت محنت کر کے تخم تیار کر جائینگے - ہماری اولاد اسکا پھل کھائیگی -

انسانی خوشی اور حفاظت کی اگر کوئی کلید ہے تو وہ کام اور سخت دیانتدارانہ کام ہے جو ہمیں اپنی اور دوسروں کی بھلائی کے لئے کرنا چاہیئے - جو شخص محسوس کرتا ہے کہ مخلوق میں پرماتما کا اپنے پرماتما اور انسان کے بابت کیا فرض ہے وہ بھوگ بلاس پر کام کو ترجیح دیتا ہے -

میرا خیال آپ کا اس فلسفہ کے متعلق جنہوں نے یورپ میں جاکر مختلف فنون کی تعلیم حاصل کی ہے یہ تھا کہ غالباً وہ متمول والدین کے لڑکے ہونگے - جو انکو بہترین تعلیم دلانے کا خرچ ادا کر سکینگے - تقاضا یہ ہے انکی آمدنیوں کا زیادہ اندازہ لگایا ہے جو ممکن ہے کہ انکا کثیر قدر اسی پر ہو - مجھے یہ انکی رہائش اور تعلیم کے خرچ کے متعلق جب حساب کیا تھا اس وقت یہ امر میرے خیال میں نہ تھا - امیر انگریز لوگوں کے لڑکوں کو جیسے کہ انہیں کے پاس ہیں

سامان آسائش و تعیش کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے جسپر خرچ بھی زیادہ اٹھتا ہے لیکن ہمیں
انکے لئے یہ سب کچھ مہیا کرنا پڑتا ہے کیونکہ لڑکے اور لڑکے کے والدین اسکے علاوہ ہی بہت چھوٹے ہوتے
ہیں اور انکے لئے روپیہ ادا کرتے ہیں - ہندوستانی آسائشوں اور سامان عیش کے متعلق
نہایت مختصر اور سادہ ہونگے اسلئے بہ نسبت امیر انگریزوں کے لڑکوں کے انکی رہائش وغیرہ
پر بہت کم خرچ ہوگا - اگر ایسا ہی حال ہے تو ہمیں آریوں کیلئے اپنی شرائط خرچ کو
ان حالات کے مطابق کم کرنے کو تیار ہوں تاکہ لڑکے بھی ہمارے پاس آسکیں - جنکے والدین
امیروں جتنا روپیہ ادا نہیں کرسکتے اگر ہمیں معلوم ہوجاوے کہ انکی ضروریات کیا ہونگی اور وہ
ہم سے کیا کچھ چاہیں گے تو ہم قابل اطمینان طور پر اخراجات کے متعلق آسانی سے فیصلہ کرسکینگے ہم
سے جو کچھ ہو سکیگا ہم آریوں کو اپنے ہاں بیٹھنے کے لئے کرینگے اور حتی القدور انکی مدد کریں گے
کیونکہ ہمیں امید ہے روحانی فائدہ حاصل ہوگا اور ہمارا خیال ہے کہ ہمارے اپنے نوجوان لڑکے
انکے اعلیٰ اخلاق اور تدبیروں سے فائدہ اٹھائینگے - اور وہ ہمارے لڑکوں کے لئے ایک قابل
تقلید مثال ہونگے - میں آپکو صدق دل سے کہتا ہوں کہ ہمیں مادی منفعت کا مطلقًا خیال نہیں -
میں مادیت اور دنیاوی اشیاء سے نفرت کرنے والا ہوں - چنانچہ میں نے انکے حصول کے لئے
مدت سے کوشش کرنا چھوڑ دیا ہے - میرا منتہائے مقصود غیر مادی اور لافانی خزانے ہیں
آریہ طلباء کو اپنے پاس رکھنے سے جو مادی نفع یا بچت مجھے حاصل ہوگی میں بڑی خوشی سے
انکی خاص ترقی کے لئے انکو اپنے ملک کی بہترین تعلیم دلانے میں خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں
جن مقامات پر ایک آریہ طالب علم بھی دستکاری یا دوسرا ہنر ان بہترین استادوں کی
زیر نگرانی جو میری دسترس میں ہیں سیکھ سکیگا میں ان شہروں میں خود سفر کیا کروں گا اور
دیکھونگا کہ ہمیں یہ عزت حاصل ہو کہ مجھے اعلیٰ ترین ذرائع سے جو کچھ ہوسکتا تھا انسے کام
لیکر اعلیٰ ترین شاگرد تیار کئے ہیں - میرے شاگردوں کی کامیابانہ ترقی ہی میرا سب سے
بڑا معاوضہ ہے جسکی آج مجھے خواہش ہے اور کئی شاگردوں سے میں یہ معاوضہ حاصل کرچکا ہوں
اور جو کچھ میں نے انہیں سکھایا ہے اسکے لئے وہ ابتک میرے مشکور ہیں - چنانچہ میرے پاس
کئی ایسی چٹھیاں ہیں جو میرے شاگردوں نے میرے پاس سے جانے کے بعد خود بخود مجھے بطور
اظہار شکریہ لکھی ہیں - یہی فی الحال اظہار شکریہ اور اعتراف خدمات کے ہی نشانات ہیں
جنکے لئے میں فخر کرتا ہوں اور میں انکا بالکل غیر مستحق ہوں - میں ہندوستانیوں کو بھی انکی بہتر
نیکی اور گیان کے لئے جو انہیں ان عقلمند استادوں نے جو عام یوروپین استادوں سے بہتر
ہیں ایک مستثنیات ہے جنکا کام بہت محدود ہے اور دور تک نہیں پھیلا ہمیں ڈر ہے کہ انہیں
سکھایا ہے - چونکہ انسان زندہ مثال سے زیادہ موثر طور پر سیکھتا گرین کرتا ہے بہ نسبت
کتاب یا کلام کے جو کہ ہمارے ہاں بہت ہیں اسلئے میں اس دن کی انتظار کرتا ہوں جب کہ آریوں
کے اعلیٰ آدرشوں اور بہتر مثال سے ہمارے جرمن نوجوان بھی اس اعلیٰ تعلیم کو حاصل کرینگے

چونکہ نوجوانوں کے لئے یہ نہایت پیش بہا ہے۔ میں اُن طلباؤں کے لئے اپنا تمام وقت صرف کرنے کو تیار ہوں جو خواہ مادی طور پر کچھ کم سا وضع رکھتے ہوں لیکن روحانی طور پر کہیں زیادہ ترقی کرتے ہوں اور خود دوسروں کے لئے نمونہ ہوں اسلئے آپسے پر زور تجویز کرتا ہوں کہ آپ کمیٹی کی پرواہ نہ کریں کثرت رائے عام طور پر صحیح نتائج پیدا نہیں کیا کرتی اگرچہ اکیلے اکیلے ہر ایک شخص کیسا ہی ہوشیار اور مدبر کیوں نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کمیٹی آخر ایک دن اپنے موجودہ خیالات کو تبدیل کر دے اور میرے اور آپکے ساتھ بالکل متفق الرائے ہو جاوے۔ بہت سے پادری کام کو خراب کر دیا کرتے ہیں اگر طلباء تعلیم پر روپیہ خرچ کیا جاوے تو وہ ضائع نہیں جاتا۔ ایسے آپ اپنے طلباء کو میرے پاس بھیجنے میں تامل نہ کریں ہم انکو انکی شرائط پر ہی لینے کو تیار ہیں سب سے زیادہ چاہئے سوائی میری بات پر یقین کریں اور اپنے روحانی دوستوں سے پوچھیں کہ کیا یہ سچ کہتا ہوں یا نہیں اور کروہ مجھے درخواست کرتے ہیں یا نہیں علاوہ بریں [illegible] کریں۔

جی۔ وائمنر

میرے خیال میں ان طلباء کے والدین کی تعداد کثیر ہے جو بخوشی اپنے لڑکوں کو یورپ میں چند سال تک تعلیم کے لئے بھیجینگے۔ یہ رقم سب سے کم ہے جو ہم نوعمر انگریز طلباء سے چارج کرتے ہیں کیونکہ وہ ہم سے خاص مطالبات نہیں کرتے وہی رقم ہم آپکے شاگردوں کو دے سکتے ہیں البتہ جو امیر آدمی ہیں اور جنکی ضروریات امیرانہ ہیں انکو بصورت زیادہ دینا پڑیگا۔

چٹھی نمبر ۵

واز برٹش سٹیٹ ویزبیڈن اکتوبر ۱۹۰۸ء

بخدمت مولوی [illegible] صاحب

سب سے زیادہ پیارے استاد۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری آخری چٹھی مورخہ [illegible] اکتوبر مل گئی ہو گی۔ آج میں اپنی خدمت میں [illegible] کا آداب عرض کرتا ہوں جو ایک [illegible] ہے اور جس نے اپنے لڑکے کو تعلیم و صداقت کیلئے میرے سپرد کیا ہے۔ میرے انگریزی شاگردوں میں وہ پہلا لڑکا ہے جو ایک [illegible] کا بیٹا ہے اور مجھے آپ سے پاس ایک بہت خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ دل کا نیک ہے۔ اپنی ماں کی طرح [illegible] بننے والا ہے۔ انکی عمر ۱۵ سال ہے اور وہ ایک [illegible] کا بیٹا ہے [illegible] کپتان ہے) انکی رفتار ترقی بھی اچھی ہے میں اپنے انگریزی شاگردوں سے جو اس سے بڑی عمر کے ہیں [illegible] کے متعلق بات چیت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ انکے والدین انگریزی چرچ کے ممبر ہیں اور انکے بچوں کو ایسے اعتقادات اور اصولوں

کی تعلیم دینے کے لئے جو اُس تعلیم کے بالکل مطابق نہیں ہیں جو کہ انہیں با مخصوصیت میں سکھلائے گئے ہیں وہ میرا مشکریہ ادا نہیں کرینگے - لیکن میں انکو وہ ہی سکھلانے کیلئے تیار ہوں جو کچھ کہ وہ مادی سائنس کے متعلق سیکھنا چاہتے ہیں اور باقی پر اکتفا پر مجبور نہ ہوں - اُن لوگوں کو تبدیل مذہب کرانا جو ان معاملات میں اپنے آپکو مشنری کی مخالفانہ نتیجہ میں لے گا یہ ہے کیونکہ وہ موجودہ اعتقادات سے بہتر کچھ نہیں سیکھنا چاہتے خواہ وہ بے قدر اور اتفاق اور دھوکا بازی ہوئے نہ ہونے تو البتہ دیکھئے - اگر اُن کثیر تعداد لوگوں کے لئے جو سنتیر کے مطابق اپنی زندگی نہیں گذارتے سچائی بجائے تلخ ہونے کے شیریں ہوتی تو وہ اس کا اطمینان کر اسے خوشی سے زیادہ حاصل کرتے اور اس پر حتی المقدور عمل کرتے جیسا کہ ہر ایک ہوشیار کرتا ہے - آرین نسل کے ہوشیار طلبا جرمن زبان سیکھنے کی مشکل کو بہت جلد مغلوب کر لیتے ہیں ساتھ انگریز طلبا وہاں میں اسقدر جرمن سیکھ لیتے ہیں جس سے کہ وہ تمام علمی میں اچھے علمی فایدہ اٹھا سکیں - جرمن طلبا کو انگریزی یا فرانسیسی زبان کی ضرورت ہوگی وہ جرمن زبان کو اتنی ہی جلدی سیکھ لینگے جتنی جلدی کہ دوسرے قابلیت کے انگریز طلبا سیکھ لیتے ہیں - جو ان دونوں زبانوں سے نا واقف ہیں وہ ایک سال کی مناسب کوشش اور اعلیٰ ہدایت سے ایک سال میں سیکھ لینگے انکے لیے وہ علمی علوم مختلف اقسام کی دستکاری وغیرہ سیکھتے ہیں - جو کہ انہوں نے اپنے خاص طور پر منتخب کی ہونگی مصروف ہو سکتے ہیں - اس طرح کام کرتے ہوئے وہ آخر کار علوم فنون اور دستکاریوں کے متعلق امتحانات بھی پاس کرنے کے قابل ہو جائینگے جیسا کہ انگلش طلباء کرتے ہیں اور اس طرح آرین طلبا و اقوام دنیا کو ثابت کر سکینگے کہ حقیقی علم میں وہ بھی ویسے ہی کامل ہیں اور اس کام کو کرنے کے قابل ہیں جیسا انہوں نے اختیار کیا ہے جیسے کہ کوئی انگریز یا یورپین کر سکتا ہے

غیر اقوام نے اس امر سے کہ ہندوستان میں اپنے کروڑوں آدمیوں کی ضروریات مہیا کرنے کے لئے محنت کی بے حس سستے مال اور زندگی کی ضروریات کو بہم پہنچا کر فایدہ اٹھایا ہے - اُن اشیاء کو جو غیر اقوام آپکے ہاتھ فروخت کرتی ہیں خود پیدا کرکے مہیا کرنا قومی دولت کی ترقی کی طرف پہلا قدم اٹھانا ہے اور اسی پر قومی طاقت عام فائدہ اور آپکی قوم کی ترقی کا انحصار ہے - یہ ایک عام فہم بات اور معقول بات ہے - غیر اقوام نے صنعت اور تجارت سے جو دولت پیدا کی وہ اسکا ثبوت ایک قوم کے لئے شاہ راہ ترقی میں تمام اقوام کے ساتھ ہم قدم رہنے کے لئے دوسروں سے سیکھنا ضروری ہے - نہیں تو وہ گھاٹے میں رہیگی . وہ انسانی ترقی کی دوڑ میں وہ اپنی ہمسایہ اقوام سے پیچھے رہ جائیگی . وہ انکی محکوم ہو جائیگی گویا کہ ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک قانون بلکہ خداوند کریم کی مرضی ہے کہ انسان ایک دوسرے سے محبت کرے اور اسکی خدمت کرے ایک کو دیگر اقوام کی خوبیاں سیکھنی چاہئیں او

اور انکی برائیاں اور کمزوریاں ترک کرنی چاہئیں اسی صورت میں تمام اعلیٰ
اور ادنیٰ ترقی کرینگے اور جمع کئے ہوئے کارنامہ جنگ وجدل ختم ہو جائینگے اور
بنی نوع انسان میں امن اور ہم آہنگی جو کہ اسکا لازمی نتیجہ ہے حاصل ہوگی شیکسپیر کے
ایک فقرے کے مطابق جو ہیملیٹ نے کسی اور مطلب کے لئے استعمال کیا تھا یہ کہا
جا سکتا ہے کہ یہ ایک ایسی خوراک ہے جو سب کو سرگرمی سے حاصل کرنے
کی خواہش کرنی چاہئے تعلیم صوفی اپنے تئیں راہ پیدا کریگی اور ہماری مہذب سرزمین
تمام مادہ پرستی اور مادی دولت کو مغلوب کریگی جہاں کہ ظلم - خود غرضی اور بیکار
موجود اور حقیقی علم وصداقت مفقود ہے کیونکہ اندھے مادہ پرست اسکے استعمال سے
واقف نہیں - کیونکہ انکے خیال میں جسکو وہ اپنی فانی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے
اور انکے فانی ہاتھ پکڑ نہیں سکتے انکے نزدیک اسکی ہستی کالعدم ہے -
(۴) جنکی زندگیاں اور پیدا تھا اور دیگر انسانوں سے شغل بھائیوں کے محبت کرنے
کو وہ محض خیالی باتیں تصور کرتے ہیں جنکی بنا بالکل غیر عملی آدمیوں نے ڈالی
اور جنکو وہ بھی خالی از فایدہ سمجھتے ہیں کیونکہ وہ عملی اور مادی باتوں کو ہی
سمجھتے ہیں - جب میں لوگوں سے تعلیم صوفی اور گیان کے اس لافانی خزانہ کا ذکر
کرتا ہوں جو اس ہستی دنیا کی مدد سے نہیں بلکہ بہت سے جن سے وسعت پذیر ہے اور
جسکی ہمارے یہاں بہت قدر کی ہے اگرچہ ہم زر و مال اور دولت سے تہی کیوں نہ ہو
تو بیوقوف آدمی مجھ سے پوچھتے ہیں اسکا فایدہ کیا ہے - میں جواب دیتا ہوں کہ
جو لوگ روحانی طور پر اندھے ہیں جنکی نگاہ میں تمام رنگ یکساں نہیں تاریک
ہیں جو کائنات کی روشنی کچھ نہیں دیکھ سکتے اور جو اپنے زعم میں یہ سمجھے بیٹھے ہیں
کہ وہ روحانی اور جسمانی چشم بصیرت دیکھنے والوں کی نسبت زیادہ جانتے ہیں یا انکے
حقیقی استعمال سے ناواقف ہیں ایسے لوگوں سے گوناگوں رنگوں اور چمکتے ستاروں
کی چمک کا ذکر کرنے سے کیا فایدہ ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو لوگ روحانی
اندھے ہیں اور اپنے آپکو ویسا نہیں سمجھتے وہ مجھے اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب
نہیں دیتے صرف تماشوں کو ملا کر چل دیتے ہیں انکے لئے یہ سوال ہے ہی مشکل
کیونکہ انکے فاضل رہبر بھی اپنے اندھے پیروؤں کی کثیر تعداد کی نسبت ان ضروری
امور کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتے اس قسم کا جتھا ہماری اور دیکھو کہ تمام دنیا
میں پھیلا ہوا ہے کیا ہمیں اس وقت اپنے نوجوانوں کی اس ابتر حالت کو درست
کرنا اور اسکو روکنے کے لئے کوشش نہیں کرنی چاہئے اگر ہر ایک شخص جو خود اندھا
نہیں ہے ہمارے اس کام میں مدد کرے تو ہم پرماتما کی سبھا تیار سے جسکی بادشاہت کے
لئے ہم زمین پر اپنے ایک ایک مٹھ اور اپنے اپنے حقوق اور آزادی کے لئے جھگڑوں

اسی طرح راستے میں ہم ضرور کامیاب ہونگے - پرماتما ہی آزادی - پریم اور خوشی اور انسان کے لئے ابدی زندگی کا منبع ہے اسکو ڈھونڈنا - محبت کرنا اور اسکی اچھا کے مطابق کام کرنا - اس دنیاوی یاترا کے دوران میں انسان کا فرض اولین ہے - انسانی سوسائٹی کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ بہت کم اشخاص اس بات کو سمجھتے اور حقیقی طور پر جانتے ہیں کہ ہم کہاں سے آئے ہیں اور ہماری اس چند روزہ دنیاوی ہستی کا مدعا و مقصد کیا ہے اور کہ دنیا کا لامحالہ آخر اس فانی قالب کو چھوڑ کر کہاں جاتا ہے - ایک لافانی دنیا میں شامل ہوتا ہے جسے کہ ہماری فانی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور نہ معلوم کر سکتی ہیں اور جو ایک ہی سچی دنیا ہے جو ہمیشہ رہتی ہے جسکے مقابلہ میں یہ دنیا دھوئیں اور خاک کا ایک تودہ ہے اور دنیاوی زندگی تگ و دو کا ایک مختصر سا قصہ ہے جس میں کہ ہماری آزمائش حصول نجات اور پرماتما کے پاس واپس جانے کے لئے کہ جس نے ہمیں بھیجا ہے کام کرتی ہیں -

کیا انسانی قسمت اور فرض کے متعلق آپکا ایسا ہی خیال نہیں - اے پیارے مہادیو گوبند راناڈے مجھے بتلا - پرماتما آپکو اور مجھکو ہمیشہ یاد دیں اور اس کام پر جو ہم اسکی مرضی کے پرچار کیلئے کر رہے ہیں تاکہ ہم اسکی مرضی کو انوبھو کر سکتے ہیں اپنی برکت نازل کرے

یقین کریں کہ میں ہوں آپ کا صادق شاگرد - جی وائز

سوامی جی کے مباحثوں کا نتیجہ - عام طور پر ان مباحثوں سے خیالات کا چرچا ملک میں ہو رہا - غیر مذاہب کے لوگ سوامی جی کے وقت میں شدھ ہوئے چنانچہ اس قسم کی خبریں اخبارات میں چھپتی رہیں -

مصر میں ۳۰ عیسائیوں نے عیسائی مت کو ترک جان کر چھوڑ دیا - اور سناتن آریہ دھرم کو اختیار کیا - دھن ہے ان سجنوں کو اور وہاں کے آریہ سماج کو [illegible] (اجمیر ۲۱ جلد ۲ نمبر ۳ [illegible] ۱۹۲۰)

ایک ہو - میں بمسرت تمام مشتہر کرتا ہوں کہ ایک نیک بخت پاکیزہ خیال عیسائی صاحب نے جنکا نام مسٹر ماڈسن تھا - اور جو [illegible] یتیم خانہ میں مدرس اور نائب مہتمم رہ چکے ہیں بمعہ اپنی محترم بیوی کے عیسوی سے دست بردار ہو کر مذہب مقدس یعنی ویدمت اختیار کیا - پرمیشور اوروں کو بھی توفیق دے (آریہ سماچار میرٹھ جلد نمبر ۳ بابت ماہ اساڑھ سمت ۱۹[illegible])

پنجاب ممالک مغربی و شمالی کی پولیس گزٹ مورخہ [illegible] سے مشتہر ہوا ہے کہ جان منٹگمری صاحب انسپکٹر درجہ دوم پولیس ضلع بستی نے مذہب آریہ قبول کر کے اپنا سابق نام جوکھو لال اختیار کیا - یہ پہلے ہندو تھے - انہوں نے دین مسیحی قبول کر کے اپنا نام بھی بدل دیا پھر شدھ ہو گئے -

(اخبار [illegible] مضامین متھرا - دیکھو آریہ سماچار میرٹھ صفحہ ۱۶۵ - بابت ماہ کنوار سمت ۱۹۳۶ جلد ۲ - نمبر ۱ -

878

باب نہم

سوامی جی کہاں کہاں گئے

نام جگہ	نمبر صفحہ جہاں پر حال درج ہے	نام جگہ	نمبر صفحہ جہاں پر حال درج ہے
	سنیاست پرانت		۳۱۱-۳۷۹-
متھرا بندرابن	۲۸۔۹۲-۲۹۹	بنارس	۱۹۰-۲۲۲-۲۵۵
آگرہ	۳۷-۹۲-۳۰۸		۳۰۲-۳۶۱-۷۵۵
میرٹھ	۹۳-۲۲۷-۳۵۹-۴۱۸	چھلیسر	۲۳۲-۲۹۰-۲۲۵-
	۲۸۶-۶۶۶-۸۰۳-۸۷۷	علی گڑھ	۲۹۶-۵۵۸-۶۹۵
سیرون	۹۲-۲۱۹-	ہاتھرس	۲۹۸-
کرنواس	۱۰۰-۱۱۲-۲۰-۱۲۵-۲۵۱-	مرسان	۲۹۹-۳۰۵
	۲۲۷-۲۹۳-	لکھنؤ	۳۹۲-۴۴۳-۸۸۴
فرخ آباد	۱۰۱-۱۱۸-۲۰۳-۲۳۹-۲۴۴-۲۵۴	شاہجہانپور	۳۶۶-۴۰۵
	۲۹۳-۳۰۷-۳۲۳-۶۴۴-	بریلی	۳۶۱-۳۷۵
رام گھاٹ	۱۰۱-۱۰۷-۲۳۲-	مراد آباد	۳۹۹-۴۷۶
انوپ شہر	۱۱۰-۱۱۹-۲۵۰-	سہارنپور	۳۷۶-۴۱۸-۴۵۷
بیل سی	۱۰۱-۱۱۸		۸۹۸-
سوروں	۱۲۳-۱۲۸-	آباد	۱۱۸
کرن گنج	۱۲۰-۳۳۳-۲۹۲-	بھاگپور	۱۱۸
ڈنکور	۱۳۰	ڈوگرہ	۱۲۱-۱۲۳-
قائم گنج	۱۳۸	سروولہ	۱۲۳-
کنوج	۱۳۱	اسرولی	۱۳۸
کانپور	۱۲۶-۲۰۸-۳۸۸-	رڑکی	۳۱۲-۴۱۸
مرزاپور	۱۲۹-۲۴۳-۲۸۳-۴۵۵-	جوالاپور	۴۱۸
	۲۰۰-۳۷۹-	ڈیرہ دون	۴۱۳-۴۹۸
دانا پور	۱۰۶-۲۱۲-۲۵۵-۲۸۰-	چاندپور	۸۸۵